جاسوسی ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ
صدیوں کا بیٹا

طیارہ تین سو مسافروں کے بارگراں کو اٹھائے آسمان کی وسعتیں ناپ رہا تھا۔ اس کے جدید ترین، پرسکون ماحول میں مسافر اپنی سیٹوں پر آرام سے دراز تھے۔ خوبصورت اور اسمارٹ ایئر ہوسٹیس اپنے فرائض کی انجام دہی میں مشغول تھیں۔ اور پائلٹ روم میں چار ماہر ہواباز پوری طرح مستعد تھے نیویارک ایئرپورٹ سے پرواز کئے ہوئے پورے سات گھنٹے گزر چکے تھے اور ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد طیارے کو ایک اور بین الاقوامی ایئرپورٹ پر اترنا تھا جہاں تھوڑی دیر کے قیام کے بعد اسے آگے روانہ ہونا تھا۔

پرسکون ماحول میں سفر کرنے والے مسافر اپنی سیٹوں پر دراز سو رہے تھے، سوچ رہے تھے اور اپنے ہمسفروں سے گفتگو کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے اپنی زندگی کی حفاظت ان چاروں ہوابازوں کے سپرد کر دی تھی، جو بلاشبہ ماہرِ فن تھے، اور خود مطمئن ہو گئے تھے۔ پائلٹ کیبن میں مصروف ہواباز، طیارے کی پرواز سے مطمئن تھے۔ صرف ایک گھنٹہ باقی رہ گیا تھا، جس کے بعد انھیں کچھ دیر آرام کا موقع ملنے والا تھا۔ وہ اس ایک گھنٹے کے سفر کو کامیابی سے جاری رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن قدرت ان کے اس ارادے کے خلاف تھی۔ حالات ایک پراسرار کہانی کو جنم دینے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

چنانچہ طیارے نے آٹھویں گھنٹے کے پہلے آٹھ منٹ کا سفر طے کیا تھا کہ طیارے کے آلات ایک خوفناک طوفان کی نشاندہی کرنے لگے۔ ریڈار طوفان کی سمت اشارہ کرنے لگے اور پائلٹ چونک پڑے۔ انھوں نے طیارے کی رفتار کنٹرول کی۔ طوفان کی نشاندہی کے بعد تیز پرواز ہوابازی کے اصول کے خلاف تھی۔ رفتار کنٹرول کرنے کے بعد انھوں نے دوسرے آلات سے طوفان کی قسم اور اس کی شدت کا جائزہ لینا شروع کیا اور طوفان کی کیفیت معلوم کر کے ان چاروں کی آنکھوں میں تشویش کے آثار ابھر آئے طوفان اسی فضائی پٹی پر تھا جہاں سے وہ گزر رہے تھے اور جہاں انھیں اپنا باقی سفر جاری رکھنا تھا اور اس قدر شدید تھا کہ اس میں طیارے کو گزارنا انتہائی خطرناک تھا۔ چنانچہ وہ چاروں سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

"جس علاقے میں طوفان ہے اور جس لائن سے ہم گزر رہے ہیں یہاں پہاڑ نہیں ہیں اور ایسی کوئی بلندی نہیں ہے جس سے طیارے کو نقصان پہونچ سکے۔ چنانچہ کیوں نہ نیچی پرواز کر کے گزرا جائے۔"

ایک پائلٹ نے رائے دی۔

"مجھے اس رائے سے اختلاف ہے۔ طوفانی جھکڑ طیارے کے

توازن کو خراب کر سکتے ہیں۔ اور پھر آلات کے مطابق فضا اس قدر گدلی ہے کہ ہم کوئی اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ ہم زیادہ بلندی سے پرواز کریں اور طوفان کے اوپر سے گزر جائیں"۔ ایک دوسرے پائلٹ نے کہا۔

" اور مجھے تم دونوں سے اختلاف ہے"۔ تیسرے پائلٹ نے کہا۔ جو عمر میں باقی تینوں سے بڑا اور تجربہ میں ان سے زیادہ تھا۔

" تب پھر کیا رائے ہے مسٹر سسکو" چوتھے پائلٹ نے جو ابھی تک خاموش تھا، بے چینی سے پوچھا۔

" میرا خیال ہے رخ بدل دیا جائے۔ ہمیں یہاں خود اعتمادی سے کام لینا ہوگا۔ طوفان کی شدت بتاتی ہے کہ ہمیں اس لائن سے گزرتے ہوئے سخت خطرے سے دوچار ہونا پڑیگا۔ یوں بھی کنٹرول ٹاور کو طوفان کی اطلاع مل چکی ہوگی۔ فاصلہ بھی زیادہ نہیں ہے۔ اسی سست رفتاری سے سفر جاری رکھتے ہوئے کنٹرول ٹاور سے رابطہ کیوں نہ قائم کیا جائے۔ ممکن ہے وہاں سے ہمیں ہدایات ملیں"۔

"ٹھیک ہے ——— مائیکل پلیز!"

" یس آفیسر" نوجوان پائلٹ نے کہا اور وہ کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ لیکن وائرلیس پر گڑگڑاہٹ اور ہوا کے شور کے علاوہ کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے بڑی بڑی چٹانیں لڑھک رہی ہوں۔ پائلٹ کوشش کرتا رہا لیکن کئی منٹ کی کوششوں کے بعد بھی ناکامی کا منہ ہی دیکھنا پڑا۔ دوسرے پائلٹ بھی اس صورت حال کو دیکھ رہے تھے۔ نوجوان پائلٹ نے بےبسی سے دوسرے لوگوں کو دیکھا اور پھر وائرلیس سیٹ آف کر دیا۔

" طوفان کی شدت کا اندازہ ہو چکا ہے۔ کیا اب بھی ہم اس طوفان سے مقابلہ کر کے مسافروں کی زندگیاں خطرے میں ڈال سکتے ہیں؟"

" قطعی نہیں"، دوسرے دو پائلٹوں نے کہا۔

"چنانچہ فوری طور پر رخ بدل دیا جائے"۔ تجربہ کار پائلٹ نے کہا" خواہ ہمیں طویل سفر کرنا پڑے"۔

" او کے!" دوسرے پائلٹوں نے کہا۔ اور جہاز کا رخ غیر محسوس انداز میں بدل دیا گیا۔ چاروں کے چہروں سے پریشانی جھلک رہی تھی چند ساعت کے بعد ایڈمنڈ سسکو نے نوجوان پائلٹ کو ہدایت کی کہ وہ وائرلیس آن رکھے۔ اور کسی بھی ملک کے کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرے۔ اگر رابطہ قائم ہو جائے تو اسے اپنے بارے میں بتائے۔ اور پائلٹ نے اس حکم کی فوری تعمیل کی۔ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ چاروں پائلٹوں نے الگ الگ فرائض سنبھال لئے۔ اور مستعدی سے مسافروں کو کسی بھی منزل پر پہنچا دینے کی تیاریاں کرنے لگے۔

لیکن ابھی چند منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ طیارے کے آلات اس سمت میں بھی طوفان کی نشاندہی کرنے لگے۔ اور پائلٹ بوکھلا اٹھے۔ طوفان کی شدت اس طرف بھی اتنی ہی تھی جتنی دوسری سمت، چنانچہ فوری فیصلے کے تحت ایک بار پھر جہاز کا رخ بدلا گیا۔ اب وہ تقریباً اسی طرف چل پڑے جدھر سے آرہے تھے۔ اب رخ کا تعین بیکار تھا، جہاں بھی موت سے پناہ ملے۔ جس جگہ بھی جہاز کو اتارنے کا موقع مل جائے۔ نوجوان پائلٹ مسلسل وائرلیس پر چیخ رہا تھا۔ وہ ہر ایک ملک کو اپنے طوفان میں گھر جانے کی اطلاع دے رہا تھا۔ لیکن طوفان کے شور میں خود اس کی اپنی آواز دبی جا رہی تھی۔ اور اس وقت ہوابازوں کی پریشانی انتہا کو پہنچ گئی جب انھوں نے اس لائن میں طوفان کے آثار نوٹ کئے!

" قدرت ہم سے کوئی امتحان لینا چاہتی ہے!"

ایڈمنڈ سسکو نے مایوسی سے کہا" اب بتاؤ کیا کیا جائے"۔

" ایسی صورت میں مسافروں کو حالات سے بے خبر رکھنا نامناسب ہے جناب"۔ مائیکل نے کہا۔

" ابتری پھیل جائے گی۔ اور ہم سکون سے کام نہ کر سکیں گے"۔ تیسرے پائلٹ راڈرک نے تشویش سے کہا۔

" لیکن انھیں بے خبر رکھنا خلاف قانون ہے۔ ہیڈ اسٹیورٹ کو بلاؤ—!" ایڈمنڈ سسکو نے کہا اور چوتھا پائلٹ والکوب ایک بٹن دبانے لگا! چند لمحات کے بعد ایک طویل القامت اور متناسب الاعضا ہوسٹس مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوگئی!

لیکن وائرلیس پر سنائی دینے والی ٹرٹراہٹ اور ہوابازوں کے اترے ہوئے چہرے دیکھ کر اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

" یس پلیز—!" اس نے ایک ایک کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

" جہاز ایک خوفناک طوفان میں گھر گیا ہے۔ یہ طوفان چاروں طرف سے امڈ رہا ہے یقین نہیں کیا جا سکتا کہ آنے والے چند

لمحات کیا ہوں۔ بحالت مجبوری ہم نے مسافروں کو اس بارے میں یہ اطلاع دینے کا فیصلہ کیا ہے کہ وہ ہوشیار رہیں اور بے خبری میں آنے والے طوفان سے بدحواس نہ ہو جائیں۔ ہم جہاز کو تیسری سمت لے جانے کی کوشش کریں گے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے طوفان چاروں طرف ہے۔ بہرحال مختصراً یہ کہ آپ انتہائی سکون سے مسافروں کو طوفان کی اطلاع دیدیں اور انھیں بدحواس نہ ہونے دیں۔ کیا آپ یہ کام بہتر طور سے کرسکتی ہیں؟"

"یقیناً! ہیڈ ایئرہوسٹس نے کہا۔" کیا میں جاؤں؟"

"ہاں" ایڈمنڈ سسکو نے کہا۔ اور خوبصورت ہوسٹس پائلٹ کیبن سے باہر نکل آئی۔ گو اس کی اپنی حالت اچھی نہیں تھی، لیکن اس کا فرض اسے مسکرانے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس نے ہوسٹس اسٹینڈ کے نزدیک پہنچ کر مائیک اٹھایا۔ اور شیریں لہجے میں بولی۔

"ان سے معذرت خواہ ہوں۔ جو گہری نیند میں ہیں لیکن جاگنا ضروری ہے۔ سفر مختصر ہے کیوں نہ ان لمحات کو دلکش بنانے کی کوشش کی جائے۔ کیا میرے کرم فرما، میری طرف توجہ دیں گے۔"

جہاز کے مسافر آواز کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ہوسٹس نے دوسری لڑکیوں کو بھی اپنے قریب بلا لیا۔ اور پھر انھیں ترتیب سے کر کے مائیک دوبارہ ہاتھ میں اٹھا لیا۔ مسافروں کو دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ جو لوگ اونگھ رہے تھے وہ بھی جاگ اٹھے تھے۔

"ہوائیں تیز ہیں۔ اور باہر کا موسم زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔ ممکن ہے طیارے کو اپنا پروگرام ملتوی کر کے کسی دوسرے ایئرپورٹ تک جانا پڑے۔ منزل کی طلب آپ کے ذہنوں کو پراگندہ کردے گی۔ اور اس سے، کچھ دیر کے لئے دور ہو جانے سے آپ اداس ہو جائیں گے۔ ہم نے اس اداسی کو دور کرنے کے لئے ایک محفلِ طرب ترتیب دی ہے۔ امید ہے کہ آپ اس پروگرام سے محظوظ ہوں گے۔ لیکن اس سے قبل ضروری ہے کہ تیز ہواؤں سے بچنے کا انتظام کر لیا جائے۔ براہ کرم اپنی حفاظتی بیٹیاں کس لیں۔"

درحقیقت اندازِ بیان خوب تھا۔ مسافروں نے حالات کی نزاکت کو محسوس بھی نہ کیا۔ اور اپنی اپنی حفاظتی بیٹیاں کس لیں۔

وہ دلچسپ نظروں سے ان خوبصورت لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے جو ان کی دلبستگی کا سامان کر رہی تھیں۔ طوفان آتے رہتے ہیں۔ یہ کم ظرف طوفان سمجھتے ہیں کہ اپنی راہ میں آنے والی ہر شئے کو خس و خاشاک بنا دیں گے۔ یہ چیختے ہیں چنگھاڑتے ہیں، تباہی مچاتے ہیں اور پھر موت کی آغوش میں جا سوتے ہیں۔ دنیا اسی طرح قائم ہے اور قائم رہے گی۔ بہرحال تیز ہواؤں کے اختتام پر ہم آپ کو طوفان کے گیت سنائیں گے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ طوفان کے غرور کو توڑنے میں آپ ہماری مدد کریں۔"

"کیا طوفان بہت سخت ہے۔" کسی نے پوچھا۔

"کم ظرف ہمیشہ طاقت پر ناز کرتے ہیں۔ لیکن اس طاقت سے خوفزدہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ بہرحال اسے اپنی موت مرجانا ہے۔"

کچھ لوگوں نے اپنے برابر کی کھڑکیوں کے ریشمی پردے ہٹائے اور باہر کا منظر دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ جہاز طوفان کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ چاروں طرف طوفان کا راج تھا۔ بجلیاں لہرا رہی تھیں۔ اور لہراتی روشنیوں میں سیاہ بادلوں کے غول مست ہاتھیوں کی طرح جھومتے نظر آرہے تھے۔

"طوفان واقعی بہت خوفناک ہے۔" کسی نے کہا اور لوگوں کے چہروں پر گھبراہٹ کے آثار نظر آنے لگے۔ سب جاگ گئے تھے۔ سب کو طوفان کا علم ہو گیا تھا لیکن ہوسٹس کی کوششوں نے ان میں ہراس نہ پیدا ہونے دیا۔ اب ان کی توجہ ہوسٹس کی باتوں سے ہٹ کر طوفان کی طرف مبذول ہو گئی تھی۔ تقریباً سبھی کھڑکیوں میں لگے شیشوں سے طوفان کا بھیانک منظر دیکھ رہے تھے۔ کیا خوفناک منظر تھا۔ وہ تو شکر تھا کہ جہاز کے اندر انھیں طوفان کا شور نہیں سنائی دے رہا تھا ورنہ بہت سے لوگ تو آواز ہی سن کر خوف سے مرجاتے۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ الامان الحفیظ۔ ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے زمین و آسمان آپس میں ٹکرا رہے ہوں۔

پائلٹ کیبن میں چاروں ہواباز اپنی زندگی کی سب سے سخت آزمائش میں مبتلا تھے۔ انھیں علم ہو گیا تھا کہ طوفان کی شدت کے سامنے یہ حقیر جہاز ایک تنکے کی حیثیت رکھتا ہے۔ گو جہاز کے طاقتور انجن طوفان کے سینے میں شگاف کر کے جہاز کو آگے بڑھا رہے تھے لیکن اس کی رفتار نہ ہونے کے برابر تھی۔ آٹھوں انجن چلا دیئے گئے تھے لیکن کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ ہوا کا خوفناک دباؤ بڑھتا جا رہا تھا اور کسی بھی وقت ونڈشیلڈ کے ٹوٹ جانے کا خطرہ تھا۔ سب سے قیامت خیز بجلیاں تھیں، جو جہاز پر حملہ کر رہی تھیں۔ جدید ترین برق شکن آلات ابھی تک طوفان کا مقابلہ کر رہے تھے لیکن کیا ضمانت تھی کہ وہ بھی ناکارہ نہ ہو جائیں گے۔

اور بجلیوں کے ان خوفناک حملوں سے پریشان ہو کر بالآخر ایڈمنڈ سسکو نے جہاز کی بلندی کم سے کم کرنے کو کہا۔ دوسرے پائلٹوں نے اس کے حکم کی تعمیل تو کی تھی لیکن کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ اس تاریک جہنم میں جہاز کب کس بلند پہاڑ کی چوٹی سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔

خطرہ موجود تھا۔ بجلیوں کی تیز روشنیوں میں کبھی کبھی ماحول روشن ہوجاتا تھا، اور بلند پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ نظر آنے لگتا تھا۔ لیکن اوپر بھی موت تھی اور نیچے بھی۔ فیصلہ نہ کیا جاسکتا تھا کہ کون سی موت اُن کا مقدر بنے گی۔

اور پھر جہاز کو ایک خوفناک جھٹکا لگا اور پائلٹ ایک دوسرے پر لڑھک گئے۔ انھوں نے بمشکل خود کو سنبھالا تھا لیکن پائلٹ کیبن کو کافی نقصان پہونچ گیا تھا۔ بے شمار ڈائل ٹوٹ گئے تھے۔ شیشے کے ٹکڑے پورے کیبن میں بکھر گئے تھے۔ سمت نما بالکل ناکارہ ہوگیا تھا۔ اور یہ تباہی بجلی کی زبان نے مچائی تھی جو بہرحال برق شکن کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

مسافروں میں چیخ پکار مچ گئی اور ہوسٹس حتی المقدور انھیں پرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن اب موت سامنے تھی۔ لوگ سب کچھ بھول گئے تھے اور دہشت زدہ شیشوں سے باہر دیکھ رہے تھے۔

پائلٹوں نے سنبھل کر ڈگمگاتے جہاز کو سنبھالا۔ اس کے دو انجن ناکارہ ہوگئے تھے اور یہ صرف ایک حملہ میں ہوا تھا۔ طوفان نہ جانے کب تک رہے گا۔ ابھی تو ابتدا تھی۔ پائلٹ اس بات کو محسوس کررہے تھے۔

"مائیکل!" ایڈمنڈ سسکو نے لرزتی آواز میں پکارا۔ اور نوجوان مائیکل اسے دیکھنے لگا۔ "حالات ضرورت سے زیادہ خراب ہوگئے ہیں۔ جہاز کے مسافروں کو اب زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ کیوں نہ ان لوگوں کو اس بات سے آگاہ کر دیا جائے۔"

"نہیں مسٹر سسکو، میں اس کے خلاف ہوں۔ اگر موت مقدر ہے تو ان لوگوں کو موت سے قبل اس کا خوف کیوں لایا جائے — کیا آپ لوگ حالات سے بالکل مایوس ہوگئے ہیں۔" تھرڈ پائلٹ راڈرک نے کہا۔

"ہاں! حالات اب ہمارے کنٹرول سے باہر ہوچکے ہیں۔ اب تو ہم کسی سمت کا بھی اندازہ نہیں کرسکتے۔ نہ جانے ہم کہاں ہیں، جہاز کا رخ کس طرف ہے۔"

"گویا موت بالکل قریب ہے؟" راڈرک نے دیوانگی سے پوچھا۔ اور دوسرے لوگ اس قوی ہیکل نوجوان کو دیکھنے لگے، جو خاموش طبع اور متین تھا لیکن اس وقت اس کی آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی۔

"ہاں۔ موت قریب ہے راڈرک۔ لیکن اس کا یہ مقصد تو نہیں کہ حواس کھو دیئے جائیں، آخر ایک دن سب کو مرنا ہے۔" ایڈمنڈ سسکو نے کہا

"آپ کا خیال غلط ہے جناب۔" راڈرک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "دراصل میری خواہش ہے کہ جہاز کو ایک ناکارہ چیز سمجھ کر میرے حوالے کردیا جائے۔ موت نے ہم پر حملہ کیا ہے، ہم اس سے بھرپور مقابلہ کرکے [illegible] کو اس کے حوالے کریں گے۔"

"اوہ! تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ اگر تمہارے ذہن میں کوئی خیال ہے تو ہم تم سے تعاون کریں گے۔"

"آپ میرے خیال کو دیوانگی کہیں گے۔ میں جو کچھ کروں گا، تجربے اور ہوابازی کے اصول کے خلاف ہوگا، اور مجھے یقین ہے کہ اس مشکل میں بھی آپ مجھے اس کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"تم بتاؤ تو ہمیں۔" ایڈمنڈ نے کہا۔ اور ایک بار پھر انھیں خود کو مضبوطی سے سنبھالنا پڑا۔ جہاز کے کسی حصے پر دوبارہ بجلی گری تھی۔ لیکن راڈرک نے انھیں کچھ بتانے کی زحمت نہ کی۔ وہ تھراٹل کی طرف بڑھا، اور اس نے اسے انتہائی اوپر تک کردیا۔ جہاز کا اگلا حصہ آسمان کی طرف بلند ہوگیا اور اب وہ اوپر اُٹھ رہا تھا۔ بالکل کسی راکٹ کی طرح۔ مسافر کرسیوں سے چپک گئے تھے۔ ہوسٹیس جہاز کے آخری حصے میں گر پڑی تھیں اور انھیں کافی چوٹیں آئی تھیں۔ خود پائلٹ کیبن کے دروازے پر جا گرے تھے۔ اب جہاز ایک کنویں کی طرح تھا جس کی دیواروں میں نصب شدہ کرسیوں میں انسان لٹک رہے تھے۔ اگر مضبوط چمڑے کی پٹیاں انھیں سنبھالے نہ ہوتیں تو وہ سب جہاز کی دُم میں بکھرے ہوتے۔

"راڈرک۔ تم پاگل ہوگئے ہو، یہ کیا کررہے ہو، جہاز سیدھا کرو۔" ایڈمنڈ اپنے اوپر سے دوسرے پائلٹوں کو دھکیلتا ہوا بولا۔

"اگر تم لوگوں میں سے کسی نے مجھے روکنے کی کوشش کی تو اسے قتل کردوں گا۔" راڈرک نے دیوانگی سے کہا۔ وہ جہاز کے تھراٹل سے لٹکا ہوا تھا اور ایک ہاتھ سے جہاز کی رفتار مسلسل تیز کرتا جارہا تھا۔ پائلٹوں نے خوف سے آنکھیں بند کرلیں۔ جو وہ اُٹھنے کی ہمت بھی نہیں کرسکتے تھے ان کے دماغ سنسنا رہے تھے آنکھوں میں تاریکی پھیلتی جارہی تھی اور جہاز کسی راکٹ کی طرح آسمان پر [illegible]ھا اُٹھ رہا تھا۔ اس وقت اگر بجلی کی کوئی لہر اسکے اُوپری حصے کو چوم لیتی تو وہ اس کا آخری بوسہ ہوتا۔ اس کے بعد جہاز کا وجود باقی نہ رہتا۔ لیکن برقی جھکڑوں کے تمام نشانے خالی جارہے تھے۔ البتہ اگر جہاز سیدھی حالت میں ہوتا تو اب تک ان کے کئی حملے کامیاب ہوچکے ہوتے۔

نہ جانے کتنی بلندی تک وہ اسی طرح اُٹھتا رہا۔ مسافروں کے دم گھٹے جارہے تھے اور پھر راڈرک نے دوسری کوشش کی۔ اس نے تمام تھراٹل جھکا دیئے اور ایک بار پھر خوفناک افراتفری مچ گئی۔ بہت سے مسافر زخمی ہوگئے تھے۔ ایک ہوسٹس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں۔ پائلٹ بھی جہاز کے انجن سے ٹکرائے تھے۔ مائیکل کا سر پھٹ گیا تھا چنانچہ ایڈمنڈ اور والکوب دیوانہ وار راڈرک پر جھپٹے۔ انھوں نے اس دیوانے کو قابو میں

کرنے کی کوشش کی۔ لیکن راڈرک ان چاروں میں سب سے کم عمر سب سے قوی ہیکل تھا۔ اس وقت اس کی ذہنی حالت بالکل درست نہ تھی۔ اس کے طاقتور گھونسے نے والکوب کو کئی فٹ اُچھال دیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اس نے ایڈمنڈ کی گردن پکڑلی تھی۔

"میں آپ کی بے حد عزت کرتا ہوں مسٹر ایڈمنڈ۔ براہِ کرم اس وقت صرف وہ ہونے دیجئے جو میں چاہ رہا ہوں" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔ اور ایڈمنڈ نے دونوں ہاتھ اُٹھا دیئے۔ "شکریہ۔" راڈرک نے اس کی گردن چھوڑ دی اور پھر اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ جہاز تیز رفتاری کی آخری حدود کو چھونے لگا۔ اس کے انجنوں سے شعلے نکلنے لگے۔ لیکن راڈرک کو کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ اب وہ جہاز کو نیچے۔ اور نیچے اُتار رہا تھا۔ اور چند منٹ کے بعد ان سب نے محسوس کیا۔ کہ طوفان پیچھے رہ گیا ہے۔ وہ جہاز کا تعاقب کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اور یہ احساس حیرت انگیز تھا۔ یہ احساس جسموں میں مسرت کی لہریں پیدا کرنے والا تھا کہ انھوں نے طوفان کو شکست دیدی ہے۔ وہ طوفان کے چنگل سے نکل آئے ہیں اور اب طوفان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ زخمی ہونے کے باوجود ان کے دلوں میں نئی اُمنگیں پیدا ہوگئیں۔ ان کے جسموں میں پھرتی آگئی۔ انھوں نے حواسوں میں آکے اپنا کام سنبھال لیا۔ لیکن جہاز کی کیفیت دیکھ کر ان کے ہوش گم ہوگئے۔ صرف دو انجن کام کر رہے تھے۔ ایندھن کی مقدار بتانے والی سوئی اب بے جان ہو چکی تھی۔ گویا ایندھن ختم ہو چکا ہے۔ اور جہاز صرف ریزرو میں چل رہا ہے۔ دو انجن تباہ ہو چکے ہیں۔ اور باقی دو انجن بالکل بیکار ہیں۔ وہ کتنی دیر تک ساتھ دیں گے۔

اس خوفناک صورتِ حال کے بعد پہلی بار جس چیز کا جائزہ لینا تھا وہ جہاز کی بلندی تھی۔ ایڈمنڈ سسکو نے بلندی کے آلے کا جائزہ لیا۔ اور اس کا منہ حیرت سے کھُل گیا۔ جہاز زمین سے صرف پچاس فٹ اوپر تھا۔ معجزہ ہی تھا۔ ہاں۔ یہ معجزہ تھا کہ ابھی تک جہاز کے پرخچے نہیں اُڑے تھے۔ انھوں نے آنکھیں صاف کر کے ونڈشیلڈ سے دوسری طرف دیکھا۔ تاحدِ نگاہ سفید میدان نظر آرہے تھے۔

"برف۔" ان کے ذہن میں تصور اُبھرا، وہ کسی برفانی علاقے میں ہیں۔ مگر کیا ان برف کے میدانوں میں طیارہ باحفاظت اُتر سکے گا۔ اگر اُتر نہ سکا تو گر پڑے گا۔ ایڈمنڈ سسکو کو خود ہی اپنے سوال کا جواب مل گیا۔ دیر کرنا موت کو قریب تر لانا تھا۔ چنانچہ اس نے بڑی نرمی سے راڈرک پر اپنا مافی الضمیر واضح کر دیا۔ اور راڈرک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آپ کا مشورہ درست ہے مسٹر سسکو۔ یہ لیجئے۔" اس نے طیارے کو پھر خوفناک انداز میں نیچے جھکا لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی انجن بند کر دیئے۔ طیارے نے برف سے ایک خوفناک رگڑ کھائی اور برف کے سفید ذرات کا بادل بلند ہوگیا۔ ونڈشیلڈ ڈھک گئی اور پھر طیارہ حیرت انگیز طور پر رُک گیا۔ نہ جانے کیسے۔ ؟ لیکن بہرحال رُک گیا تھا۔

سسکو نے ایک گہری سانس لی۔ وہ راڈرک کی بے مثال جرآت پر دنگ تھا۔ درحقیقت اس وقت راڈرک جیسا آدمی ہی اس بیدردی سے طیارے کو زمین پر دے مار سکتا تھا۔ اگر وہ احتیاط سے اسے نیچے اُتارنے کی کوشش کرتے تو اتنی آسانی سے کامیابی حاصل نہ ہوتی۔ اور ممکن تھا طیارہ ضایع ہو جاتا۔ اس وقت اندھے اقدامات کی ہی ضرورت تھی۔

وہ سب دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر گہری گہری سانسیں لینے لگے۔ ونڈشیلڈ برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ لیکن اب اس کی طرف توجہ دینا کوئی ضروری نہیں تھا۔ اس سے قبل مسافروں کی خبر لینی تھی۔ چنانچہ وہ چاروں ہمت کر کے اُٹھے اور پائلٹ کیبن کا دروازہ کھول کر دوسری طرف نکل آئے۔ مسافروں میں سکرات کا عالم طاری تھا۔ کوئی آواز نہیں سُنائی دے رہی تھی۔ زخمی ہوسٹسیں بے ہوش پڑی تھیں۔ بہت سے مسافروں کے جسموں سے خون بہہ رہا تھا۔ ان میں سے اکثر کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ شاید بے ہوش ہوگئے تھے۔ بہت سوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں وہ حواس کھو بیٹھے تھے اور ان پر سکتہ طاری تھا۔

" ہماری طرف سے زندہ بچ جانے پر مبارکباد قبول کریں۔ طیارے کو نیچے اُتار لیا گیا ہے۔" ایڈمنڈ سسکو نے ان لوگوں کی ناگفتہ بہ حالت کو تشویش سے دیکھتے ہوئے کہا اور بہت سے بے جان جسموں میں زندگی دوڑ گئی۔

"ہاں۔ بچ گئے۔ بچ گئے ہم۔ بچ گئے۔" کئی آوازیں ابھریں۔ اور دوسرے لوگ بھی چونک پڑے اور پھر انھوں نے دیوانہ وار پیٹیاں کھول دیں۔ قہقہے لگانے لگے۔ ناچنے لگے۔ ان سب کے اعصاب کشیدہ تھے۔ لیکن اب بھی بہت سے لوگ اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔

"تم لوگ ہوسٹسوں کو دیکھو۔ وہ بے چاریاں اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے سب سے زیادہ مصیبت کا شکار رہی ہیں۔" سسکو نے تینوں پائلٹوں سے کہا اور ان تینوں نے اس کے حُکم کی تعمیل کی۔ انھوں نے ہوسٹسوں کو اُٹھا اُٹھا کر ایک جگہ لٹا دیا۔ دو ہوسٹسیں زندگی کھو بیٹھی تھیں۔ ان میں سے ایک کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں۔ دوسری کا سر پاش پاش ہوگیا تھا۔ ان دونوں کی لاشوں کو کپڑوں سے ڈھک دیا گیا۔ اور وہ دوسرے مسافروں کا جائزہ لینے لگے۔

پھر سسکو نے مسافروں سے اپیل کی "ہمارے پاس فرسٹ ایڈ

کاکافی سامان موجود ہے۔ براہ کرم آپ میں سے جو حضرات ڈاکٹر ہوں یا ابتدائی طبی امداد سے واقفیت رکھتے ہوں وہ رضاکارانہ طور پر دوسروں کی مدد کریں" اور اس کی اپیل پر بہت سے لوگ تیار ہوگئے۔ انھوں نے سسکو کی بتائی ہوئی جگہ سے فرسٹ ایڈ کا سامان حاصل کیا اور زخمی مسافروں کی مرہم پٹی کرنے لگے۔ سسکو اور اس کے ساتھی بھی تیزی سے مصروف عمل تھے۔ ابھی تک انھوں نے اس جگہ کی طرف توجہ نہیں دی تھی جہاں طیارہ اُترا تھا۔ بہرحال وہ بعد کی بات تھی۔ پہلے مسافروں کی مکمل خبرگیری ضروری تھی۔ یہ بہت ضروری کام تھا۔ جہاز کے مسافر پوری تندہی سے تعاون کر رہے تھے۔ معمولی زخم والوں نے اپنے زخموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دوسروں کی مرہم پٹی پر زیادہ توجہ دی تھی۔ اور سب کے تعاون سے وہ بہت جلد حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہوگئے۔

لیکن پورے مسافروں کے سروے سے چند المناک انکشافات بھی ہوئے تھے۔ مسافروں میں سے تینتالیس افراد حرکت قلب بند ہونے سے ہلاک ہوگئے تھے۔ ان میں زیادہ عورتیں تھیں اور چند کمزور دل کے مرد بھی تھے۔ دو ہوسٹسیں ہلاک ہوئی تھیں۔ اس طرح مرنے والوں کی تعداد پینتالیس تھی اور بہرحال یہ بڑی تعداد تھی۔ لیکن کیا کیا جاسکتا تھا۔ باقی لوگوں کا بچ جانا ہی معجزہ تھا۔

لاشوں کو جہاز کے آخری حصے میں پہونچا دیا گیا۔۔۔ سیٹیں کھول دی گئیں، چند ہوسٹسیں ہوش میں آگئی تھیں۔ ہوش میں آتے ہی انھوں نے اپنے فرائض سنبھال لئے۔ کچن میں گرم کافی تیار ہونے لگی اور پھر وہ مسافروں میں تقسیم کر دی گئی۔ اس کے بعد سسکو، راڈرک اور دوسرے دونوں پائلٹ طیارے کے دروازے کے قریب پہونچ گئے۔ انھوں نے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ جام ہوگیا تھا۔ کافی دیر تک کوشش کرنے کے بعد بھی وہ ناکام رہے تو انھوں نے مسافروں کو مدد کے لئے طلب کیا اور سب مل کر کوشش کرنے لگے۔ لیکن دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ پھر سسکو کو ہی کچھ خیال آیا۔ اور اس نے سیٹوں کے برابر والے شیشوں سے دوسری طرف جھانکا اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ شیشوں کے دوسری طرف برف آئی ہوئی تھی اور جس انداز میں برف نظر آرہی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ طیارہ کافی حد تک برف میں دھنسا ہوا ہے۔

"والکوب!" اس نے ایک پائلٹ کو آواز دی۔ اور والکوب جلدی سے اس کے قریب پہونچ گیا۔ "ونڈشیلڈ کے وائپر چلا کر اُسے صاف کرو۔ میں ایک اور خطرے کے بارے میں سوچ رہا ہوں"

"بہت بہتر" والکوب نے خطرے کی وضاحت نہیں طلب کی اور اس کی ہدایت پر عمل کرنے پائلٹ روم میں داخل ہوگیا۔ اس نے وائپر چلانے کی کوشش کی لیکن وائپر کامیاب نہ ہو سکے۔ ونڈشیلڈ پر بھی برف کی موٹی تہہ تھی جسے طاقتور وائپر صاف نہ کر سکے تب اس نے واپس آکر سسکو کو اس کے بارے میں بتایا۔

"ہوں" سسکو نے ایک گہری سانس لی۔ اور پھر وہ راڈرک سے مخاطب ہو کر بولا۔ "راڈرک۔ میرا اندازہ ہے کہ طیارہ برف کی کسی پہاڑ میں گھس گیا ہے۔ میں اس کے اس طرح رک جانے کی وجہ سوچ رہا تھا۔ جواب معلوم ہوتی ۔۔ گویا یوں سمجھو کہ ہم برف کی قبر میں دفن ہیں۔ اور اس خطرناک صورت حال کے بھیانک نتائج کا اندازہ تم بخوبی لگا سکتے ہو۔ آکسیجن زیادہ دیر تک ساتھ نہ دے سکے گی۔ اور اس کے بعد پھر وہی بے بسی کی موت!"

راڈرک کے چہرے پر گہرے غور و فکر کے آثار پیدا ہوگئے۔ پھر اس نے کہا "ہم نے انتہائی حد تک اپنے فرائض کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن صرف ہم لوگ سب کچھ نہیں کر سکتے۔ اس لئے زندگی بچانے کے لئے جہاز کے مسافروں کو ہماری مدد کرنا ہوگی۔ میرا خیال ہے اب صورتِ حال مختلف ہے ہم ان سے صاف کہہ دیتے ہیں کہ انھیں ہمارے ساتھ انتھک محنت کرنا ہوگی۔"

"میرا خیال ہے یہ لوگ انکار نہیں کریں گے۔ لیکن کیا کیا جائے؟"

"یہ سب کچھ آپ میرے اوپر چھوڑ دیں، ہاں ایک بات اور عرض کر دوں وہ یہ کہ ان حالات میں طیارے کے یہاں سے نکلنے اور اس کی درستگی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ انجن جل چکے ہیں اور ایندھن ختم ہوگیا ہے۔ البتہ ہمارے وائرلیس کام کر سکتے ہیں۔ ان کے ذریعہ ہم امدادی پارٹیوں کو طلب کریں گے۔ لیکن ایسی صورت میں جبکہ ہمیں کھلی ہوا میں پہنچنے کا موقع مل سکے۔"

"لیکن پروگرام کیا ہے راڈرک۔؟"

"ہم برف میں سرنگ بنائیں گے جو ہمیں باہر تک پہونچادے۔ اور اس کے لئے ہمیں سیٹیں توڑ کر ان کے پائے وغیرہ نکالنے پڑیں گے جن سے برف کھرچی جا سکے" راڈرک نے کہا۔ اور سسکو گردن ہلانے لگا پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"بلاشبہ قدرت نے تمہیں بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ میں تمہارے اس کارنامے کی تعریف تفصیل سے اور فرصت کے وقت کروں گا جو تم نے طیارے کو طوفان سے نکال کر انجام دیا ہے۔ فی الحال ہم زندگی تو بچا لیں۔۔!" اور پھر وہ مسافروں کے درمیان کھڑے ہو کر بولا۔

"دوستو۔۔! پیشہ ورانہ فرائض کی انجام دہی میں ہم نے زندگی

کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو کچھ کیا ہے، وہ آپ کے سامنے ہے۔ میں اس طیارے کا فرسٹ پائلٹ ہوں لیکن مجھے یہ اعتراف کرتے ہوئے شرمندگی ہے کہ میں آپ لوگوں کی اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تھا۔ خوفناک طوفان نے ہمیں چاروں طرف سے جکڑ لیا تھا۔ عقل ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ اعضأ مفلوج ہو گئے تھے آپ اس خوفناک صورتِ حال کا تصور بھی نہیں کر سکتے، جو ہمیں درپیش تھی۔ کیونکہ آپ کو اصل بات بتانے سے گریز کیا گیا تھا۔ ایسی صورت میں جبکہ ہم ہمت ہار بیٹھے تھے اور موت لحظہ بہ لحظہ قریب ہوتی جا رہی تھی میرے نوجوان دوست نے اپنے خون کی گرمی کو استعمال کیا۔ اُس نے ایک بہادر نوجوان ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے موت کے چیلنج کو قبول کیا، اور درحقیقت ہوابازی کی دنیا کو اگر کبھی اس کارنامے کو جاننے کا موقع ملا۔ تو میرا دوست راڈرک، دنیا بھر کے ہوابازوں کا ہیرو ہو گا! اُس نے ایک ایسا ناقابلِ یقین کارنامہ انجام دیا جسے عقل کبھی تسلیم نہیں کر سکتی! خدا کی مدد شامل رہی اور طیارہ نیچے اترنے میں کامیاب ہو گیا۔ ساتھیو۔ طیارے کے دو انجن تباہ ہو چکے ہیں۔ ایندھن قطعی ختم ہو گیا ہے۔ اور اس وقت یہ طیارہ ہمارے لئے صرف ایک سر چھپانے کی جگہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمارے فرائض اسی وقت تک ہم پر لاگو ہیں جب تک ہم قدرت کے ہاتھوں بے بس نہ ہو جائیں اور ہم اس دور سے کہیں آگے نکل آئے ہیں۔ چنانچہ۔ میری درخواست ہے کہ آپ ہمیں اپنی مصیبتوں کا ذمہ دار نہ سمجھیں۔ ہم میں سے کسی کی غلطی سے یہ حادثہ نہیں پیش آیا ہے۔ اب ایسی صورت میں جبکہ ہم ایک قدرتی آفت کا شکار ہو کر کسی نامعلوم جگہ آ پڑے ہیں۔ تو ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اپنی اور دوسروں کی زندگی بچانے کے لئے اپنی رضاکارانہ خدمات پیش کر دے۔ اجتماعی جدوجہد ہماری زندگیاں بچا سکتی ہے۔ میں آپ سے حقیقتِ حال نہیں چھپاؤں گا! طیارے کے ناکارہ انجن کسی نہ کسی طرح اسے نیچے تو لے آئے! لیکن وہ اسے روکنے میں ناکام رہے، اور زمین پر اترنے کے بعد طیارے کے خود بخود رُک جانے کی وجہ ہماری سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی۔ لیکن دروازہ کھولنے کی کوشش اور دوسرے حالات کا جائزہ لینے کے بعد انکشاف ہوا ہے کہ طیارہ برف کے

کسی تودے میں گھس گیا ہے۔ یہی اس کے رک جانے کی وجہ تھی۔ نہیں کہا جا سکتا کہ برف کا یہ تودہ کتنا طویل و عریض ہو۔ بہر حال۔ جو کچھ بھی ہو۔ ہمیں نکلنے کی جدوجہد تو کرنا ہی ہے۔ کیونکہ بہت تھوڑے وقت کے بعد ہم آکسیجن کی کمی کا شکار ہو جائیں گے اور یہ طیارہ ہماری قبر بن جائیگا، اس لئے ضرورت ہے کہ ہم ہر معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کریں،

میں آپ میں سے ہر ایک کی رائے قبول کروں گا کیونکہ اب مسئلہ ہم سب کے لئے یکساں ہے۔ میری رائے ہے کہ ہم سب جو کچھ بھی ہاتھ لگے اسے لے کر برف میں سوراخ کریں اور بالآخر اس کے اختتام تک پہنچ جائیں، کیا آپ لوگ ہماری مدد کریں گے؟"

عورتوں کے علاوہ تقریباً تمام ہی مسافر اُٹھ کھڑے ہوئے، ان میں بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی۔ ان سب نے سسکو کے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا! اور سسکو خوش ہو گیا۔

"زندگی میں بہت سے مرحلے آتے ہیں دوستو، کچھ لوگ ایڈونچر کی زندگی پسند کرتے ہیں۔ لیکن ان کی مصروفیات انھیں اجازت نہیں دیتیں۔ اب غیر متوقع طور پر اس کا موقع مل گیا ہے۔ کل جب آپ، اپنے مکانوں کے ڈرائنگ روم میں، یا خواب گاہ میں بیٹھ کر اپنے بچوں اور دوستوں کو اس خوفناک سفر کی کہانی سنائیں گے تو آپ کو ایک عظیم مسرت کا احساس ہو گا! آیئے۔ زندگی کی جدوجہد کی ابتداء کریں۔!" سسکو نے کہا۔ اور پھر وہ سب سیٹیں اکھاڑنے لگے! سب ہی کے چہروں سے خوف دُور ہو گیا تھا!

جو لوگ زخمی تھے اور اُن کا ساتھ نہ دے سکتے تھے۔ انھوں نے معذرت کی تو سسکو نے کہا۔ "ہم آپ کو بھی اپنے شانہ بشانہ محسوس کر رہے ہیں۔ آج آپ زخمی ہیں، تو ہم آپ کے لئے کام کر رہے ہیں کل ہم بھی زخمی ہو سکتے ہیں۔ اس وقت آپ ہماری مدد کریں۔!"

سسکو کا خیال تھا کہ سب سے پہلے دروازے کو اندر سے اکھاڑ لیا جائے اور اس کے بعد برف میں سرنگ کی کھدائی شروع کی جائے، لیکن راڈرک نے ایک بار پھر ذہانت کا مظاہرہ کیا۔ اُس نے کہا۔ طیارے کی دائیں بائیں سمت، غیر یقینی ہے۔ نہ جانے اس تودے کی چوڑائی کتنی ہو۔ اس کے برعکس اس کے سامنے کی سمت زیادہ موزوں ہے کیونکہ بہر حال اس طرف برف اتنی نرم تھی کہ طیارے کو داخل ہونے کا موقع مل گیا۔ اس لئے ونڈ شیلڈ توڑ کر سامنے کے رخ پر کھدائی موزوں رہے گی۔"

"مناسب خیال ہے۔" سسکو نے اس سے اتفاق کیا اور

نوجوانوں کی ٹیم ان لوگوں کی قیادت میں پائلٹ روم میں داخل ہو گئی۔ ان سب کے ہاتھوں میں طیارے کی کرسیوں کا لوہا اور دوسری چیزیں تھیں۔ ونڈ شیلڈ پر ضربیں لگائی جانے لگیں اور چند منٹ کے بعد مضبوط ونڈ شیلڈ چکنا چور ہو گئی۔ انھوں نے شیشے کے ٹکڑے صاف کئے۔ اور پھر راڈرک، سسکو، والکوب اور مائیکل اپنے ہاتھوں میں پکڑے اوزار۔ ۔ ۔

برف میں سوراخ کرنے لگے! اگر برف کے بجائے مٹی ہوتی تو انھیں ایک بڑی
مشکل یہ پیش آسکتی تھی کہ وہ کھودی ہوئی مٹی کو کہاں لے جاتے۔ ظاہر ہے
اسے طیارے میں بھرنا تو ممکن نہیں تھا۔ لیکن برف میں دب جانے کی
خاصیت ہوتی ہے۔ اس چیز کو انھوں نے مدِ نظر رکھا تھا۔ گویا اتنا بڑا
سوراخ کیا جا رہا تھا جس کی برف سوراخ کی دیواروں میں دب کر ٹھوس
ہو جائے۔ یہ ترکیب انتہائی کارآمد رہی۔ برف کی کھدائی میں بھی زیادہ
مشکلات نہیں پیش آرہی تھیں کیونکہ وہ زیادہ سخت نہیں تھی۔ دوسرے لوگ
اپنی باری کا انتظار کرتے رہے۔ پھر تقریباً پانچ فٹ کی کھدائی کے بعد ایک
دوسری ٹیم مصروف ہو گئی اور یہ لوگ بیٹھ کر آرام کرنے لگے! اس طرح
چار چار آدمیوں کی ٹولیاں کھدائی میں مصروف رہیں۔ کام تیزی سے
جاری تھا۔ وہ لوگ پوری دلچسپی سے اس میں حصہ لے رہے تھے اور
اجتماعی جدوجہد کے کامیاب نہ ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہر پارٹی
ناپ ناپ کر پانچ پانچ فٹ کھدائی کر رہی تھی۔ اس طرح جب آٹھویں
پارٹی کی باری آئی تو اسے زیادہ محنت نہ کرنی پڑی۔!

انہوں نے ابھی پانچ فٹ کھدائی پوری بھی نہیں کی تھی کہ انکی
کدال برف کی دیوار کے پار نکل گئی! ہوا کا ایک سرد جھونکا ان کے چہروں
سے ٹکرایا۔ اور ان کے منہ سے خوشی کی چیخیں نکل گئیں۔ انہوں نے جلدی
جلدی اس سوراخ کو چوڑا کیا اور پھر برف کے دوسری طرف نکل گئے۔!
اس طرح انہوں نے برف میں تقریباً چالیس فٹ لمبی سرنگ بنا کر باہر نکلنے
کا راستہ تیار کر لیا۔! ذرا سی دیر میں دوسرے لوگوں کو اس کی خبر کر دی
گئی! اور تھوڑی دیر میں جہاز کے بہت سے مسافر باہر آگئے! ان میں
سسکو اور اس کے ساتھی بھی تھے۔

لیکن باہر کا منظر بہت عجیب تھا۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی
تھی برف کے میدان نظر آرہے تھے۔ ان میدانوں میں درخت بھی تھے،
لیکن برف سے ڈھکے ہوئے۔ اونچے نیچے برف کے تودے چاروں طرف بکھرے
ہوئے تھے اور سب سے خطرناک بات یہ تھی کہ ان کے بائیں سمت تقریباً
چار پانچ فرلانگ کے بعد خوفناک ڈھلان پھیلے ہوئے تھے۔ گو یہ ڈھلان بھی
برف سے ڈھکے ہوئے تھے لیکن ان کی گہرائی سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ
زمین سے ہزاروں فٹ کسی بلند مقام پر ہیں۔ گویا اس طویل وعریض میدان
کے اختتام پر بھی ڈھلان ہوں گے اور جغرافیائی حیثیت سے ان ڈھلانوں
پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ نہ جانے کہاں وہ خوفناک کھڈوں سے
پُر ہوں جن میں گرنے کے بعد زندگی کا تصور بھی حماقت ہوگا۔!

دوسرے لوگ اس خوبصورت منظر کو دلچسپی کی نگاہ سے دیکھ رہے
تھے۔ لیکن سسکو اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر عجیب سے تاثرات پھیلے
ہوئے تھے!

"بہرحال۔ ایک مرحلہ طے ہو گیا۔ ہمیں احساس ہے کہ یہ پلان
بھی ہمارے لئے سود مند نہیں ہے۔ اگر ہم امدادی پارٹیوں کو اس طرف
متوجہ نہ کر سکے تو یہاں سے نکلنا آسان کام نہ ہوگا' لیکن زندگی کی آخری
سانس تک جدوجہد ضروری ہے۔ کیا تم یہ خوفناک صورتحال محسوس کر رہے
ہو سسکو۔۔؟"

"کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے تمام جہاندیدہ لوگ اسے محسوس
کر رہے ہوں گے۔۔؟"

"ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں یہاں کب تک رکنا پڑے۔ بہرحال
اس کے لئے ضروری انتظامات کرتے ہوں گے! مثلاً خوراک اور دوسری
چیزوں کا خیال رکھنا ہوگا۔ کوئی چیز ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کی جائے۔
ظاہر ہے ہمارے پاس خوراک کا بندوبست تو ہے نہیں۔ اب صرف امدادی
پارٹیوں کی آس ہے۔ اگر وہ یہاں تک پہنچ گئیں تب تو ٹھیک ہے۔ ورنہ
زندگی بڑے مشکل مرحلے میں داخل ہو جائے گی!"

"اب کیا حکم ہے جناب۔" والکوب نے پوچھا۔

"ابتدائی انتظامات۔۔ میرا خیال ہے۔ طیارے کی گمشدگی کی
اطلاع سب کو مل گئی ہوگی۔۔ اور امدادی پارٹیاں بہت جلد روانہ ہو جائیں
گی۔ اس لئے سب سے پہلے جہاز کے تمام مسافروں سے رنگین کپڑے لے لو۔
اور ان کے فلیگ بنا کر پوری چوٹی پر پھیلا دو۔ پہلے یہ کام کر لو۔ اس کے
بعد ہم وائرلیس پر باہر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں گے! بلکہ والکوب
اور راڈرک دوسرے نوجوانوں کے ساتھ مل کر یہ کام سنبھال لیں۔ ہم کسی
بلند جگہ پر وائرلیس اسٹیشن قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہاں سے
قریبی ممالک سے رابطہ قائم کیا جائے۔!" سسکو نے کہا۔

"مناسب۔! ویسے کیا آپ اس علاقے کے بارے میں کوئی
اندازہ قائم کر سکتے ہیں مسٹر سسکو۔!"

"بہت مشکل ہے۔۔ اور اگر کر بھی لیں تو وہ فی الحال ہمارے
لئے سود مند نہیں ہے۔ اس سے فائدہ بھی کیا ہوگا۔!"

"ہاں۔ یہ تو درست ہے بہرحال ہم اپنے مشن پر چلتے ہیں۔
آپ اپنے کام کو تکمیل تک پہنچائیں۔" راڈرک نے کہا اور وہ واپس سرنگ
میں داخل ہو گئے۔!

◊◊◊◊◊◊◊◊◊◊

دنیا کے نہ جانے کونسے غیر آباد اور ویران خطے میں یہ آبادی ہو گئی

تھی۔ انسانی زندگی جدوجہد میں مصروف تھی۔ ذہانتیں ابھر آئی تھیں۔
نوجوانوں نے اپنے اپنے کام بانٹ لیے تھے۔ یہ سب عیش و عشرت کے رسیا تھے
ان کی صلاحیتیں اطلس و کمخواب میں لپٹی ہوئی گہری نیند سو رہی تھیں۔ لیکن
زندگی کے اس نازک موڑ پر وہ جاگ اٹھے تھے اور وہ سب کچھ کر رہے تھے جو
زندگی کا مقصد ہے۔

برف کی تقریباً تمام بلند چوٹیوں پر رنگین کپڑے لہرا رہے تھے،
انہیں اونچی اونچی راڈوں میں باندھ دیا گیا تھا۔ جہاز سے ہر وہ چیز نکال لی گئی تھی
جو اس سلسلے میں کام آ سکتی تھی۔ راڈرک درحقیقت بہترین انتظامی صلاحیتوں
کا مالک ثابت ہوا تھا۔ اس سے قبل بھی اس کے ساتھیوں نے اس کے ساتھ
وقت گزارا تھا۔ لیکن اس وقت اس کی جو صلاحیتیں سامنے آئی تھیں۔ وہ
حیرت انگیز تھیں۔ اس نے جہاز کے فرنیچر سے لکڑیاں نکالی تھیں۔ اور ان لکڑیوں
کے اس نے اسکائنگ شوز بنائے تھے اور پھر دو راڈوں کی مدد سے سب سے پہلے
اس نے ان اسکائنگ شوز کا تجربہ کیا تھا اور اس تجربے کی شاندار کامیابی سے
نوجوانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی تھی۔!

وہ جو برف پر اسکیٹنگ کے ایکسپرٹ تھے، برف کے میدان پر پھسلتے پھر
رہے تھے۔ برف کا طویل اور دشوار گزار سفر اب ان کے لئے کچھ نہیں رہا تھا
انہوں نے میدان کے قرب و جوار کے تمام علاقے کی سیر کر لی تھی، ہاں دور دراز
کے علاقے ابھی باقی تھے اور اس طرف کوئی بھی جانے کی ہمت نہیں کر سکا تھا!
دوسری طرف سسکو اور مائیکل چند نوجوانوں کے ساتھ وائرلیس کا تمام سامان
لے کر ایک بلند تودے کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد اس پر وائرلیس اسٹیشن
بنا چکے تھے۔ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کس وقت برف کا طوفان آجائے اور
برفباری ہونے لگے، اس لئے انھوں نے اسٹیشن پر چھت کا بندوبست بھی
کیا تھا۔ کافی بلند انٹینا باندھے تھے۔ بہرحال جس انداز میں کام ہو رہا تھا، اس
سے ان لوگوں میں زندگی کا پتہ چل رہا تھا اور اگر ایک خوفناک تصور ان کے
ساتھ نہ ہوتا تو شاید وہ اسے اپنی زندگی کا خوبصورت دور کہہ سکتے تھے۔ ان کے
دلوں میں لگن تھی اور وہ کسی کام میں تھکن نہیں محسوس کرتے تھے، یہ دوسری بات
ہے کہ اگر ان سب کے ذہنوں پر وہ خوفناک تصور نہ ہوتا تب شاید ان میں سے ایک
بھی اس جذبے اور اس لگن سے کام نہ کرتا۔! بہرحال ہمدردی، اور نیکیوں
کے بے شمار مناظر دیکھنے میں آ رہے تھے اور وقتی طور پر وہ سب مایوسی کے
گڑھوں سے نکل آئے تھے۔ انہیں امید تھی کہ بہت جلد وہ یہاں سے واپس
جا سکیں گے۔!

پھر ایڈمنڈ سسکو نے وائرلیس سے پہلا پیغام نشر کیا۔ اس نے
اپنا کوڈ نمبر پوری دنیا کے لئے دوہرایا اور اپنی پوزیشن بتانے لگا! یہ سلسلہ
سورج چھپنے تک جاری رہا لیکن ٹرانسمیٹر پر جوابی پیغام نہیں وصول ہوا تھا
اس کا مطلب تھا کہ قریب میں، کم از کم اس وائرلیس کے حیطۂ عمل میں کوئی
ایسی آبادی نہیں تھی جو ان پیغامات کو وصول کر سکتی یا اگر تھی تو شاید موسم کی
خرابی، یا کسی اور وجہ سے وہ پیغامات وصول نہیں کر سکی تھی۔ بہرحال سسکو
مایوس نہیں ہوا۔ سورج چھپنے پر اس نے وائرلیس اسٹیشن پر دو آدمیوں کی
ڈیوٹی لگا دی۔ یہ مائیکل اور روالکوب تھے۔ باقی تمام لوگ سرنگ کے راستے
دفن شدہ جہاز میں آگئے۔!

زخمیوں کی حالت بہتر تھی۔ ہوسٹسیں بے چاری یہاں بھی اپنے
فرائض کی انجام دہی میں مصروف تھیں۔ وہ ہلکا کھانا تیار کر رہی تھیں، جو تیار
ہونے کے بعد جہاز کے مسافروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مائیکل اور روالکوب کو
کھانا وائرلیس اسٹیشن میں پہنچا دیا گیا تھا۔ ویسے رات کے جھکتے ہی باہر کی
فضا کافی سرد ہو گئی تھی۔ اس لئے والکوب اور مائیکل کے لئے موٹے لباس کا
خاص بندوبست کر دیا گیا۔ اس کے بعد سسکو نے نوجوانوں کو مخاطب کر کے
کہنا شروع کر دیا۔

"میرے دوستو۔ کیا ہم اس بات پر فخر نہ کریں کہ اس قدرتی حادثے
سے نمٹنے کے لئے ہم نے جس اتحاد کا ثبوت دیا ہے وہ لاثانی ہے۔ ہم نے
چند گھنٹوں میں اپنی بقاء کے لئے جو کچھ کیا ہے۔ وہ ناقابل شکست ہے۔
ہم میں سے ہر فرد نے اپنی ذہانت کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ اور اب ہم۔
سب اس وقت تک ایک ہی خاندان کے افراد ہیں جب تک امدادی
پارٹیاں یہاں نہیں پہنچ جاتیں۔ اس کے بعد ہم اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے
لیکن میرا خیال ہے زندگی کے آخری لمحات میں بھی اس سفر کو نہ بھول سکیں گے،
میں کوئی فلاسفر نہیں ہوں، ایک سیدھا سادا سا انسان ہوں اور دانشوروں
کے چند اقوال سے واقف ہوں جنہیں آپ کے سامنے دوہرانا چاہتا ہوں۔
میرے خیال میں سائنس کی آمدورفت جدوجہد کی دوسری شکل ہے ہماری
زندگی ہمیں درس عمل دیتی ہے اور یہی عمل ہمیں زندہ رکھتا ہے جس طرح ایک
جوہری سونے کا زیور تیار کر کے اس میں رنگین نگینوں سے گلکاری کرتا ہے،
اسی طرح زندگی کا حسن حادثات سے نکھرتا ہے۔ یہ حادثے زندگی میں جڑے
ہوئے نگینے ہوتے ہیں جن کی چمک انسان کو تر و تازہ رکھتی ہے۔ بعض اوقات
یہ حادثے ہمیں پستیوں میں پہنچا دیتے ہیں اور بعض اوقات یہی ہماری زندگی
کا عروج ہوتے ہیں۔ میں اپنی گفتگو طویل نہیں کرنا چاہتا۔ صرف چند باتیں
عرض کروں گا۔ میں نے وائرلیس پر دن بھر کوشش کی ہے۔ لیکن کسی بھی

وجہ سے کسی کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم نہیں ہو سکا۔ ممکن ہے امدادی پارٹیاں، ایک ہفتہ، ایک ماہ۔ ایک سال تک یہاں نہ پہنچ سکیں۔ ممکن ہے ہمارا کسی جگہ سے رابطہ قائم نہ ہو سکے۔ ایسی صورت میں کیا ہم خودکشی کر لیں گے؟ میرا خیال ہے یہ انسانیت کی توہین ہوگی۔ اور اس طرح جان دینے والے سکون سے مر بھی نہ سکیں گے۔ ہمیں اس وقت تک جدوجہد کرنی ہوگی جب تک ہم اپنی منزل پر نہ پہنچ جائیں۔ یا جان نہ دے دیں۔ ہم مرنے کی کوشش کے بجائے زندہ رہنے کی کوشش کریں گے اور اگر اس کوشش میں موت آ جائے تو میرے خیال میں وہ زندگی کی صحیح منزل ہوگی۔ میں آپ کو مایوسی کا سبق نہیں دے رہا، آپ لوگ خود ذہین ہیں، خود مختار ہیں۔ ہمیں ہر قسم کے حالات سے دوچار ہونے کے لئے خود کو تیار کرنا ہوگا، میں تو صرف جہاز چلانا جانتا ہوں۔ ان حالات سے نپٹنے کے لئے مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہوگی، میں چاہتا ہوں کہ ہم ایک طویل جدوجہد کا بندوبست کریں۔ اس برف پر زندگی گزارنے کے بارے میں سوچیں۔ یہ ہماری قسمت ہے کہ ہم کل ہی یہاں سے خوش و خرم روانہ ہو جائیں۔ اور اگر نہ روانہ ہو سکیں تو مایوسی کا شکار نہ ہوں، بلکہ یہاں وقت گزارنے کے لئے ہمارے پاس تمام ذرائع ہوں۔ آپ میرا مقصد سمجھ رہے ہیں۔۔؟"

"ہاں مسٹر سسکو! آپ کی گفتگو حقیقت سے قریب ہے!" ایک معمر شخص نے کہا۔

"یہاں کوئی کسی کو گائیڈ نہیں کرے گا! کوئی کسی پر مسلط نہیں ہوگا! ہر فرد کو آزادی ہے کہ اپنی اور دوسروں کی بھلائی کے لئے سوچے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کی تلقین کرے۔"

"مناسب مشورہ ہے۔!"

"جہاز میں جو کچھ موجود ہے اب وہ صرف ہم سب کی بھلائی کے لئے ہے۔ میں اس پر اپنا یا اپنی کمپنی کا حق نہیں سمجھتا، اب سب کچھ آپ کا ہے۔ اس کی تفصیل آپ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔ خود دیکھ سکتے ہیں۔

آپ اس کے حقدار ہیں۔ ہاں اتنا میں عرض کر دوں کہ ہمارے پاس مختصر ترین سامان ہے جو شاید چند روز کے لئے بھی کافی نہ ہوگا! اس برف پر پانی کی کمی نہیں ہے۔ ہم جتنا پانی چاہے حاصل کر سکتے ہیں۔ البتہ خوراک کا مسئلہ ہے۔ میری ناچیز رائے یہ ہے کہ یہ مسئلہ نوجوانوں کی کسی ٹولی کے سپرد کر دیا جائے انہیں خاص طور سے اسکائنگ شوز مہیا کئے جائیں تاکہ وہ دور دور تک نکل کر شکار تلاش کریں۔ اور دوسروں اور اپنے لئے خوراک مہیا کریں۔"

"لیکن کیا آپ کے خیال میں اس برف پر شکار ملنے کی امید ہو سکتی ہے مسٹر سسکو۔؟" کسی نے سوال کیا۔

"ہاں۔ برفانی پرندوں کے بارے میں، میں نے سنا ہے۔ انہیں شکار کرنے یا دیکھنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔؟" ایڈمنڈ سسکو نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے میں اس سلسلہ میں کچھ مدد کر سکتا ہوں" ایک درمیانی عمر کے جسیم آدمی نے کہا۔ جس کی خوبصورت داڑھی تندرست و توانا جسم اور بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے ذہانت کا اظہار ہوتا تھا۔

"ضرور۔ فرمائیے مسٹر۔؟" ایڈمنڈ سسکو سوالیہ انداز میں خاموش ہو گیا۔

"آپ مجھے پروفیسر خاور کے نام سے یاد کر سکتے ہیں میری مستقل رہائش گاہ نیویارک میں ہے۔ میں وہاں گورنمنٹ کے محکمہ نباتات کا ڈائریکٹر جنرل ہوں۔ میرا وطن ایشیا ہے جہاں میرے عزیز موجود ہیں۔ انہیں میں سے ایک عزیز کے بچے کی شادی کے سلسلے میں، میں اپنی دونوں بچیوں، فرزانہ اور فروزاں" اس نے مڑ کر دو خوبصورت لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا "کے ساتھ اپنے وطن جا رہا تھا کہ یہ حادثہ پیش آ گیا۔۔! میں اس پورے ت میں آپ لوگوں کی کارکردگی کو دل سے سراہتا ہوں، گو بوڑھا ہوں لیکن اس جدوجہد میں جوانوں کی طرح حصہ لینے کو تیار ہوں اور اپنی تمام تر خدمات پیش کرتا ہوں۔ ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ برفانی پرندوں کا شکار سخت مشکل کام ہے، اور خاص طور سے ایسی شکل میں جب آپ کے پاس بارودی ہتھیار نہ ہوں خوش قسمتی سے میں شکاری بھی رہا ہوں۔ اس لئے اس کے بارے میں جانتا ہوں، البتہ یہاں آپ کو بہترین غذا مل سکتی ہے، جو برف کی زندگی کے لئے ضروری بھی ہے۔ یہ ایک خاص قسم کی مچھلی ہوتی ہے جسے "براڈوے" کہتے ہیں۔ ان جگہوں پر جہاں مستقلاً برف جمی رہتی ہے، یہ برف کے نیچے رہتی ہے۔ اس کے پاؤں بھی ہوتے ہیں اور برف میں سوراخ کرنے کے سلسلے میں وہ اپنے پاؤں استعمال کرتی ہے۔ جگہ جگہ سوراخ کر کے مچھلیوں کے غول خوراک کی تلاش میں باہر نکل آتے ہیں۔ بہر صورت۔ اگر ہم وہ غول تلاش نہ بھی کر سکے تب بھی ایسی جگہوں پر جہاں برف کی سطح نرم ہو۔ تقریباً چار فٹ گہرا گڑھا کر کے ان مچھلیوں کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔ یہ نہایت گرم ہوتی ہیں اور ان کا گوشت لذیذ اور زود ہضم ہوتا ہے۔ اور اس علاقے میں وہ مچھلیاں بکثرت مل سکتی ہیں، میں ان کی تلاش کیلئے اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔"

"بلاشبہ آپ کی قیمتی معلومات، ہم سب کے لئے زندگی بخش ہیں" سسکو نے تعریفی لہجے میں کہا اور دوسرے لوگ بھی پروفیسر خاور کو مبارکباد

پیش کرنے لگے۔!

خاصی رات گئے تک وہ ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرتے رہے۔ بیشتر لوگ اس مہم کے لئے کارآمد تھے۔ ان سب کے سپرد اُن کی ذمہ داریاں کردی گئیں۔ اس طرح برف کے نیچے اس عجیب و غریب کمین گاہ میں وہ لوگ ایک خاندان کی حیثیت اختیار کر گئے! باہر شاید سردی شدید ہو، لیکن اندر اس کا قطعی احساس نہیں تھا، البتہ آدھی رات کے قریب مائیکل اور والکوب واپس آگئے! انھوں نے بتایا کہ سردی ناقابلِ برداشت ہے۔ اگر وہ پوری رات وہاں رہے تو ٹھٹھر کر مرجائیں گے۔!

"ٹھیک ہے۔ ہم دن کے وقت اپنا کام جاری رکھیں گے اور رات میں آرام کریں گے۔" سکو نے کہا اور ان لوگوں کو آرام کا مشورہ دے کر خود بھی ایک گوشے میں لیٹ گیا۔!

●●●●●●●●●●

دس روز۔۔۔ دس طویل کہانیاں۔۔ اُمید و بیم کی کہانیاں، جن میں اُمیدوں کی روشنیاں، مایوسی کی تاریکیاں پنہاں تھیں۔ ہر نیا سورج اُمیدوں کی روشنی لے کر طلوع ہوتا اور مایوسی کی تاریکی میں غرق ہوجاتا۔ رات آہوں اور سسکیوں کی رات ہوتی۔ بے چینی سے کروٹیں بدلی جاتیں۔ مستقبل پر غور کیا جاتا۔ لوگ لاکھ عزم رکھتے تھے۔ لیکن گزرنے والا وقت انھیں مایوسی کی طرف کھسکا دیتا تھا۔ اور وہ بالآخر ایک بے بسی کی موت پر غور کرنے لگے۔! انھیں یقین ہوتا جارہا تھا کہ ایک دن ان سفید قبروں میں ان کی قبریں بھی شامل ہوں گی جو ایک قطار میں بنی ہوئی تھیں۔ یہ ان لوگوں کی قبریں تھیں جو طوفان کے خوف سے ہلاک ہوگئے تھے۔ ابھی تک اس قبر میں کسی نئی قبر کا اضافہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن چند بوڑھوں کی حالت کافی خراب تھی۔ وہ سردی کا شکار ہوگئے تھے اور قریب المرگ تھے۔ یہ لوگ ان کے لئے کچھ نہیں کرسکتے تھے! البتہ جہاز کے مسافروں کے لئے پروفیسر خاور کا دم بے حد غنیمت تھا۔ یہ دبلا پتلا بوڑھا گوناگوں صلاحیتوں کا مالک تھا۔ اس نے نوجوانوں کی ٹیم کے ساتھ "براڈوے" تلاش کرلی تھی اور اب ہر صبح نوجوانوں کی ایک ٹیم مچھلیوں کی تلاش میں نکل جاتی اور بہرحال اتنی مچھلیاں حاصل کرلیتی کہ وہ زندہ رہ سکتے۔ انھیں مچھلیوں کے خون کو پروفیسر خاور نے ان بیماروں کو استعمال کرایا تھا، لیکن جن لوگوں کے قویٰ ہی زندگی کی آخری کہانی سنا رہے ہوں، انھیں اس خون سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا تھا۔

وائرلیس پر بیٹھنے والے اب صرف لکیر پیٹ رہے تھے، ورنہ ان کی ہر کوشش ناکام ہوچکی تھی۔ ایسا لگتا تھا، جیسے ہزاروں میل تک کوئی آبادی نہ ہو۔۔ وہ دنیا کے ایسے سرے پر ہوں جہاں اب تک انسان کے قدم نہ پہنچ سکے ہوں۔ ان دس دنوں میں انھوں نے آسمان کی انتہائی حدوں سے بھی کسی طیارے کو گزرتے نہ دیکھا تھا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے دنیا ابھی تک اس علاقے سے ہی ناواقف ہو۔۔ اسے اس کے وجود کا ہی علم نہ ہو۔!

اور یہ صورتِ حال سب محسوس کر رہے تھے، لیکن ابھی ان کے حوصلے پست نہ ہوئے تھے، چند لوگ اب بھی پُرعزم تھے اور دوسروں کو بھی زندگی کے راستے دکھانے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے اور انہیں کی کوششوں نے ابھی تک سب کو کنٹرول کیا ہوا تھا۔ گیارہویں صبح دو بوڑھے آدمی جاں بحق ہوگئے۔ اور یہ صبح تمام مسافروں کے لئے سخت منحوس تھی۔ سب کے دل کانپ گئے تھے اور ان سب کو اپنا مستقبل نظر آگیا تھا۔ دونوں بوڑھوں کو بغیر کفن کے دفن کردیا گیا۔ اُن کے جسموں سے لباس بھی اُتار لیا گیا تھا تاکہ وہ دوسروں کی زندگی بچانے کے کام آسکے۔ ظاہر ہے اب اِن مردہ جسموں کو لباس کی ضرورت نہیں تھی۔ عورتیں خاص طور سے متاثر تھیں۔ ان کے چہرے خوف سے سفید ہوگئے تھے۔ ان میں بہت کم تھیں جو طیارے سے باہر نکلتی تھیں، ورنہ وہ زیادہ تر اندر ہی رہتی تھیں۔!

اس روز نوجوان شکار کو بھی نہ گئے، چنانچہ جہاز کے کچن ہی سے ضروریات پوری کی گئیں۔ جو بہرحال خطرناک بات تھی۔!

●●●●●●●●●●

پورا ڈیڑھ ماہ گزر چکا تھا۔ اور اس ڈیڑھ ماہ میں حالات کافی بدل گئے تھے۔ ہر شخص خودمختاری کی زندگی گزار رہا تھا۔ اخلاقیات کے سارے لکچر بے اثر ہوگئے تھے۔ انسان فطری درندگی پہ اُتر آیا تھا۔ اب کوئی کسی کے لئے کچھ نہ کرتا، جہاز کی ایک ایک چیز ختم ہوگئی تھی۔ اب خود شکار کرو خود کھاؤ پر عمل ہو رہا تھا۔ ڈیڑھ ماہ کے عرصے میں مزید تیس آدمی ہلاک ہوگئے تھے۔ ان میں سے بہت سے بھوک کے شکار ہوئے تھے اور بہت سے سردی کے۔ خاص طور سے عورتوں کی مٹی پلید ہوگئی تھی۔ وہ بے چاریاں محفوظ تھیں جن کے ساتھ مرد تھے، ورنہ باقی صرف رحم دلوں کے رحم و کرم پر تھیں۔ جہاز کے چاروں پائلٹ لاوارث عورتوں کے ہمدرد تھے، وہ خود بھوکے رہ کر انھیں کھلاتے تھے لیکن کب تک، مسلسل فاقوں نے انھیں بھی لاغر کردیا تھا اور وہ صحیح طور سے کام نہیں کرسکتے تھے۔ اس وقت کوئی نہ تھا جو دوسروں کے لئے سوچے۔ جو سوچنا بھی چاہتے تھے وہ دوسروں کے رویے سے بددل ہوگئے تھے۔ اگر کوئی اس سلسلے میں نوجوانوں کو سمجھانے کی کوشش کرتا تو دوسرے اُس کا مذاق اڑاتے یا اس جگہ سے اُٹھ کر چلے جاتے۔ سب کے سب انسانیت سے دور ہو رہے تھے اور اب چھوٹے چھوٹے حادثے بھی ہونے لگے تھے

وہ ایک سرمئی شام تھی۔ سفید برف پر سرمئی آسمان کے سائے
پڑ رہے تھے اور فضا بے حد حسین ہوگئی تھی۔ لیکن ان لوگوں کے لئے اب موسم
سے لطف اندوز ہونے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ وہ سب تو زندگی کے لئے
ترس رہے تھے۔ موسم کا حسن تو فرصت کی باتیں تھیں بہت سے لوگ مچھلیوں کی
تلاش میں نکلے تھے۔ گو یہاں مچھلیوں کی بہتات تھی، لیکن جگہ جگہ انہیں نقصان
پہنچا تھا اس لئے مچھلیاں بھی اب محتاط ہوگئی تھیں، وہ کھلے ہوئے علاقوں
میں پھنسنے سے گریز کرتیں۔ اس لئے بہت سے ناتجربے کار لوگوں کو بھوکے
ہی رہنا پڑتا تھا۔!

پروفیسر حاور اپنی دونوں لڑکیوں کے ساتھ اس وقت ٹیلے
سے کافی دور ایک برفانی ٹیلے کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک
نوکدار آلہ تھا جس سے وہ برف کھود رہا تھا۔ گرم لباس میں دونوں لڑکیاں
اداس بیٹھی ہوئی تھیں۔ پروفیسر چونکہ اس سلسلے میں کافی تجربے کار تھا اس لئے
کسی بھی دن اسے اور اس کی بچیوں کو بھوکا نہیں مرنا پڑا تھا۔ بلکہ دوسری کچھ
لاوارث عورتیں بھی اسی کی کاوشوں پر انحصار کرتی تھیں۔

اس وقت بھی اس نے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا تھا جو دوسروں
کی نگاہوں میں بیکار تھیں، لیکن پروفیسر کو یقین تھا کہ مچھلیوں نے یہ جگہ
محفوظ خیال کی ہوگی اور یہاں ضرور موجود ہوں گی۔ گڑھے کے کنارے
برف کا کافی ڈھیر جمع ہوگیا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد پانی نکل آیا۔
پروفیسر نے پیشانی سے پسینہ خشک کیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس کی
تیز نگاہیں پانی کا جائزہ لے رہی تھیں، دفعتاً وہ جھپٹا، اور دوسرے لمحے اس
نے ایک مچھلی کو پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا ـــــ فروزاں کے پاس
شکاری چاقو تھا، اس نے جلدی سے مچھلی کی گردن علیحدہ کردی، حالانکہ
یہاں آنے سے قبل وہ بے حد نفاست پسند اور الٹرا ماڈرن لڑکی تھی، اس نے
اپنی زندگی میں شاید مچھر بھی نہ مارا ہو، لیکن اب مچھلیوں کو وہی صاف کرتی
تھی اور ان کے گوشت کے قتلے بناتی تھی۔

پروفیسر مچھلی اس کے حوالے کرکے دوسری مچھلی تلاش کرنے لگا
اور پھر اس نے دوسری مچھلی بھی پکڑلی۔ اس کے بعد وہ تیسری مچھلی تلاش
کر رہا تھا کہ ٹیلے کے دوسری سمت قدموں کی آواز سنائی دی اور پروفیسر گردن
موڑ کر دیکھنے لگا! آنے والا جون آلٹرے تھا۔! چھوٹی چھوٹی کینہ توز آنکھوں
اور موٹی گردن والا جون آلٹرے جو ہالینڈ کے ایک کلب میں ورزش کراتا
تھا۔ اس کا جسم بے حد تنومند تھا۔ دائیں گال پر چاقو کے زخم کا گہرا نشان
تھا جو اس کی شخصیت کی صحیح نشاندہی کرتا تھا۔!

"ہیلو۔ پروفیسر۔" اس نے طنزیہ سے انداز میں کہا اور پھر
دونوں لڑکیوں کو دیکھنے لگا!

"ہیلو۔!" پروفیسر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"خوب۔ خوب۔ تم نے خوراک کا بندوبست کرلیا ہے نجانے
ان مچھلیوں کو ہم سے کیا بیر ہوگیا ہے۔ صبح سے مصروف ہوں ایک بھی
ہاتھ نہیں لگی!"

"مجھے ایک مچھلی اور چاہیئے۔ اس کے بعد یہ گڑھا تمہارے
حوالے کرسکتا ہوں۔"

"حالات کچھ ایسے ہوگئے ہیں پروفیسر کہ اب خود کچھ کرنے کو دل
نہیں چاہتا۔ میں نے بھی سوچا کہ کیوں نہ دوسروں کی محنت پر ہاتھ صاف
کیا جائے۔ اس تصور کو ذہن میں جگہ ہی دی تھی کہ آپ سے ملاقات ہوگئی،
اب اگر آپ کا احترام کرتا ہوں تو پہلے ہی مرحلے پر ناکامی کا سامنا کرنا ہوگا۔
کیا یہ درست ہوگا پروفیسر۔؟" اس نے دوسری بار لڑکیوں کو دیکھا

"کیا کہنا چاہتے ہو۔؟" پروفیسر بدستور گڑھے کی طرف متوجہ تھا

"میں ان میں سے ایک مچھلی لئے جارہا ہوں۔ تم ایک کے
بجائے دو پکڑ لینا۔!"

"ممکن ہے دو مچھلیاں نہ مل سکیں۔!" پروفیسر نے سکون
سے کہا۔

"تب بھی۔ یہ تمہارے لئے ناکافی ہوں گی۔"

"نہیں ڈیر آلٹرے۔ کچھ اور لوگ بھی ہیں جن کی خوراک کا
بندوبست مجھے کرنا ہے۔ میرا خیال ہے وہ تم سے زیادہ اہم ہیں کیونکہ وہ
خود یہ سب کچھ نہیں کرسکتیں۔!"

"اوہ۔ تم شاید عورتوں کی باتیں کر رہے ہو۔ اپنی فکر کرو پروفیسر،
اپنے بارے میں سوچو۔ حالات ایسے ہوگئے ہیں کہ ہمیں صرف اپنے بارے
میں سوچنا چاہیئے۔ ویسے میں تو ایک اور بات سوچ رہا ہوں۔"

"وہ بھی بتادو۔!" پروفیسر نے گردن اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں سوچ رہا ہوں پروفیسر۔ کہ یہاں اس چھوٹے سے خطے میں،
جہاں خوراک کے لئے ان مچھلیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے افراد کی تعداد
زیادہ ہے۔ ظاہر ہے یہ مچھلیاں بھی ایک دن ختم ہوجائیں گی۔ کیوں نہ افراد
کی کمی کردی جائے تاکہ دوسرے لوگ زیادہ عرصے تک زندہ رہ سکیں۔"

"وہ کس طرح۔؟" پروفیسر اب سیدھا ہوگیا تھا۔

"تم بوڑھے لوگ زندگی کے بہت سے دور دیکھ چکے ہو۔ تم نے کافی عیش کر لیئے ہیں۔ اب ایسی صورت میں تو ہم نوجوانوں کو زندہ رہنے کا موقع دو۔ یہاں تم لوگوں کی وجہ سے ایک تکلف کا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔ نوجوان لڑکیاں تم سے چمٹی ہوئی ہیں۔ کون جانے یہاں سے زندہ واپس جانے کا بندوبست ہو یا نہ ہو۔ کیوں نہ اس تھوڑی سی زندگی کو رنگینیاں بخش دی جائیں۔ لیکن بوڑھوں کی وجہ سے یہ ناممکن سا ہو گیا ہے۔ اس لیئے میرا خیال ہے تمہیں ہمارے لیئے میدان خالی کر دینا چاہیئے۔ تم لوگ رضاکارانہ طور پر خودکشی کر لو۔ تاکہ تمہارے بعد ہم عیش کر سکیں۔"

"خوب۔ خوب۔" پروفیسر خاور نے مسکراتے ہوئے کہا "کیا تم نے دوسرے بوڑھوں سے مشورہ کر لیا ہے۔؟"

"ابتداء تم سے کی ہے۔؟" آلٹرے بدستور بدتمیزی سے بولا۔

"بوڑھے تمہاری بات ماننے سے انکار کر دیں تو۔؟"

"تب پھر ان تمام بوڑھوں کو ڈھلان سے نیچے سرکا دیا جائے یہی ان کے حق میں بہتر ہوگا! ویسے مجھے تمہاری یہ لڑکی بہت پسند ہے پروفیسر" اس نے فرزانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ فی الحال لڑکیوں کے بجائے بوڑھوں کی باتیں کرو میرے بچے۔ کیونکہ ظاہر ہے اپنی زندگی میں تو وہ تمہیں لڑکیوں سے قریب نہ ہونے دیں گے۔"

"یہ گفتگو پھر کبھی تفصیل سے ہوگی۔ فی الحال مجھے بھوک لگی ہے اس لیئے میں اپنا حصہ لے جا رہا ہوں۔" وہ فروزاں کی طرف بڑھا۔ دونوں لڑکیاں ایک دوسرے کے قریب ہو گئی تھیں اور سہمی سہمی نگاہوں سے اس بدہیئت آدمی کو دیکھ رہی تھیں۔

"ہاں، ہاں۔ ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ میرا خیال ہے میں نے ابھی تمہارا حصہ تسلیم نہیں کیا ہے۔ میرے اپنے خیال میں یہ پہلے ہمارا حصہ ہے اور پھر ان عورتوں کا جنہیں مچھلیاں پکڑ کر دینے والا اور کوئی نہیں ہے۔!" بوڑھے خاور نے اس کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔

"تمہارے تسلیم کرنے نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا!" آلٹرے نے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"فرق پڑے گا میرے بچے۔ ضد نہ کرو۔!" بوڑھے نے لجاجت سے کہا۔

"کیا فرق پڑے گا! وہ بھی بتا دو۔" آلٹرے نے ایک مچھلی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"یہ۔!" بوڑھے نے جواب دیا اور اس کی لات آلٹرے کے منہ پر پڑی۔ آلٹرے مچھلی سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔ اور لڑکیوں کے منہ سے سہمی ہوئی چیخ نکل گئی۔ آلٹرے نے اٹھنے میں پھرتی دکھائی تھی کیونکہ بہرحال وہ ایک کلب کا پیشہ ور لڑاکا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے وہ نوکدار آلہ سیدھا کر لیا جسے مچھلیاں حاصل کرنے کے لیئے استعمال کیا جاتا تھا، اور بوڑھے پر حملہ کرنے کے لیئے تیار ہو گیا۔ بوڑھا دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ آلٹرے کے چہرے پر خوفناک آثار تھے۔ پھر اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اب میں نہ صرف ان مچھلیوں۔ بلکہ ان لڑکیوں کے لیئے بھی تم سے جنگ کروں گا' تمہارے بعد یہ میری ملکیت ہوں گی اور مجھے یقین ہے کہ میرے اس اقدام کو میرے نوجوان دوست سراہیں گے۔"

"بیشک۔ بیشک، یہ تمہارا کارنامہ ہوگا! اور وقتی طور پر تم ان کے ہیرو بن جاؤ گے۔ آؤ۔ آؤ۔ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ تمہاری طرح پھرتیلا نہ ثابت ہو سکوں گا!" پروفیسر خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور آلٹرے نے پوری قوت سے اس پر حملہ کر دیا۔ لیکن اسے خود بھی احساس نہ ہوا کہ کس طرح وہ آلے سمیت پروفیسر کے سر سے اچھل کر دور جا گرا۔ لیکن نیچے گرتے ہوئے اس نے پھر اپنے ورزشی داؤ کا استعمال کیا تھا۔ چنانچہ دوسرے لمحے وہ پھر پیروں کے بل کھڑا تھا۔ اب اس کی آنکھیں کبوتر کے خون کی طرح سرخ تھیں۔

"ذرا احتیاط سے حملے کرو آلٹرے۔ کیا لڑکیوں کی طرح اچھل کود کر رہے ہو۔ تمہاری کامیابی پر نوجوانوں کی خوشیوں کا انحصار ہے۔ میں چاہتا ہوں تم کامیاب ہو جاؤ۔ آؤ یار۔ ذرا پھرتی سے وار کرو۔ کافی وقت ضائع ہو رہا ہے۔" اور درحقیقت اس بار آلٹرے نے پوری صلاحیتیں استعمال کی تھیں۔ اس نے پروفیسر کو ایک طرف جھکائی دی اور دوسری طرف سے حملہ کر دیا۔ نوکدار آلہ پروفیسر کے سینے کی طرف لپکا اور بغل سے نکل گیا۔ البتہ اب وہ پروفیسر کے موٹے بازوؤں میں پھنسا ہوا تھا۔ بالکل اس انداز میں جیسے معانقہ کر رہا ہو، آلہ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن ۔۔۔ اس انداز میں کہ اس کے ہاتھ جنبش بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اور خود اس کا دم گھٹا جا رہا تھا۔ اس نے جسم کی بھرپور قوت صرف کر کے خود کو پروفیسر کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کی۔!

لیکن خدا کی پناہ۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ لوہے کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہو۔ اس کی سانس اکھڑنے لگی!

"تمہیں کلیجے سے لگا کر بڑی فرحت مل رہی ہے میرے بچے۔

درحقیقت بہادر آدمیوں سے مل کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔! کیا میں تمہاری پسلیاں اپنے جسم میں نصب کروں، دوسرے جسم کا مالک کہلاؤں گا۔!" پروفیسر نے بڑے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ لیکن آلڑے کی حالت خراب تھی۔ اس کی زبان بند ہو چکی تھی۔ ہاتھ میں دبا ہوا نوکدار آلہ برف پر گر پڑا تھا اور آنکھوں کے نیچے تاریکی چھائی جا رہی تھی۔ "کچھ بولو تو سہی میرے لعل۔ تمہاری خوش فعلیاں کہاں گئیں۔؟" پروفیسر نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

"ہم۔ ہم۔ مم۔ مجھے۔ چھ۔ چھوڑ دو۔" بمشکل تمام آلڑے کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔

"آہ عزیز من، اتنی جلدی۔ ابھی تو حسرتیں دل کی دل میں ہیں۔ بہرحال اگر تم تکلیف میں ہو تو ٹھیک ہے۔" پروفیسر نے ایک دم اسے چھوڑ دیا۔ اور وہ پیٹ سے برف پر گر پڑا۔ خوف کے باوجود دونوں لڑکیوں کی ہنسی نکل گئی تھی۔ لیکن آلڑے کے دل پر جو بیت رہی تھی وہی جانتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اُٹھ کر بھاگ جائے، لیکن بوڑھے شیطان نے نہ جانے کیا کیا تھا کہ اس کے اعصاب اس کے قابو میں نہ تھے، وہ اُٹھ کر بیٹھنے کی ہمت بھی نہ پا رہا تھا۔ بوڑھا چند ساعت اُسے دیکھتا رہا۔ پھر مچھلیوں کے گٹھے کے پاس جا بیٹھا۔!

آلڑے چند ساعت اسی طرح پڑا رہا۔ پھر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحات دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے بیٹھا رہا۔ اور پھر پاؤں اس قابل ہو گئے کہ اُٹھ کر بھاگ سکے تو تیزی سے اُٹھ کر ایک طرف دوڑا چلا گیا۔

"مچھلی تو نہیں لے گیا۔!" بوڑھے خاور نے چیخ کر کہا۔ اور دونوں لڑکیاں بے تحاشہ ہنس پڑیں۔ بوڑھے کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔!

◊◊◊◊◊◊◊◊◊◊

برفانی قید خانے کی صعوبتوں سے بہت سے لوگ دل برداشتہ ہو گئے تھے۔ سب ایک دوسرے سے بیزار تھے لیکن ایک ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ رات کو خاص طور پر وہ یکجا ہو جاتے تھے کیونکہ برف کی سخت سردی جہاز کے دفن شدہ مکان تک نہیں پہنچ سکتی تھی اور وہ ان کے لئے محفوظ پناہ گاہ تھا۔ اگر یہ پناہ گاہ نہ ہوتی تو شاید ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا ہوتا۔ رات کو سردی ایسی ہی شدید ہوتی تھی۔ دن بھر وہ لوگ جانوروں کی طرح خوراک کی تلاش میں نکل جاتے اور رات کو تھکے ماندے جہاز کے ڈھانچے میں آپڑتے تھے۔ بعض اوقات سب کے موجود ہونے کے باوجود بے پناہ خاموشی چھائی ہوتی، کوئی ایک دوسرے سے بات کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس خاموشی کو کسی کے رونے کی آواز توڑ دیتی، لیکن عالم یہ تھا کہ لوگ رونے والے کو سر اٹھا کر دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ سب ایک ہی مصیبت کا شکار تھے تو کون کسے تسلی دیتا۔!

یہ رات بھی دوسری بھیانک راتوں کی طرح تھی۔ جہاز میں لوگ الٹے سیدھے پڑے تھے۔ کچھ جاگ رہے تھے، کچھ سو رہے تھے۔ خاصی رات گزر چکی تھی۔ دفعتاً جہاز میں ایک تیز نسوانی چیخ گونج اٹھی۔ لوگوں نے کسلمندی سے پہلو بدلے۔ اور پھر گھٹنوں میں سر چھپا لئے!

"نہیں۔ نہیں۔ خدا کے لئے نہیں۔!" درد آمیز نسوانی آواز پھر سنائی دی۔ یہ آواز ان عام آوازوں سے ذرا مختلف تھی جو روزانہ سنائی دیتی تھیں۔ کسی کو مخاطب کر کے کچھ کہا گیا تھا۔ اس لئے سونے والے کچھ چونکے۔!

"نہیں۔ نہیں۔ آہ۔ نہیں۔!" عورت کی آواز پھر گونجی اور پھر وہ زور سے چیخی۔ "بچاؤ۔!"

اور اس بار بہت سی گردنیں اُٹھ گئیں۔ جہاز کی دُم کے قریب ایک ٹوٹی سیٹ پر کوئی ڈرامہ ہو رہا تھا۔ وہ ایک اسپینش نوجوان تھا جس نے اپنے قریب سوئی ہوئی ایک لاوارث لڑکی پر وحشیانہ حملہ کر دیا تھا۔ چونکے ہوئے لوگ گردنیں کچھ اور بلند کر کے ان دونوں کی دھینگا مشتی دیکھنے لگے۔!

"میں۔ میں تجھے قتل کر دوں گا، سمجھی۔ ورنہ خاموش رہ۔!" اسپینش نوجوان کی غرّاتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی کپڑے پھٹنے کی آواز سنائی دی۔

"بچاؤ۔ آہ۔ بچاؤ۔" لڑکی پھر چیخی۔ اور پھر وہ اُٹھ کر بھاگی۔ اسپینش نوجوان نے لپک کر اس کی ٹانگیں پکڑ لیں اور لڑکی بُری طرح گری۔ دوسرے لمحے اسپینش نوجوان اس پر سوار تھا لڑکی کی گھٹی گھٹی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔

لیکن اسی وقت ایک اور نوجوان اُٹھ کر اسپینش نوجوان کے سر پر پہنچ گیا۔

دوسرے نوجوان نے پوری قوت سے اس کے لمبے بالوں کو پکڑ کر اسے لڑکی پر سے اٹھا لیا۔!

"میرا خیال ہے اس سخت سردی کے باوجود ابھی یہاں موجود لوگوں کے خون اس قدر سرد نہیں ہوئے ہیں۔" اس دوسرے نوجوان نے کہا اور اسپینش نوجوان نے اسے ایک موٹی سی گالی دی۔ دوسرے لمحے وہ دوسرے

نوجوان سے پیٹ پڑا۔ لیکن اسپینش نوجوان کے مقابلے میں یہ دوسرا نوجوان کافی طاقتور تھا۔ اس نے اسپینش نوجوان کے دبلے پتلے جسم کو کمر سے پکڑ کر اٹھایا اور پوری قوت سے جہاز کی دیوار سے دے مارا۔ اسپینش نوجوان کی دلخراش چیخ سنائی دی۔ اور بہت سے لوگ گھبرا کر اُٹھ گئے۔!

روشنی میں جہاز کی دیوار کے قریب اسپینش نوجوان بُری طرح تڑپ رہا تھا۔ اُس کا سر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا پائلٹ۔؟" ایک اور نوجوان نے کہا۔

"تم میں سے جتنے اس کے حمایتی ہوں اُٹھ کھڑے ہوں۔" دوسرے نوجوان نے جو جہاز کا پائلٹ راڈرک تھا غرّائی ہوئی آواز میں کہا اور اس کے تینوں ساتھی اُٹھ کر اس کے قریب پہنچ گئے! اسپینش کی حمایت میں بولنے والے نوجوان نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی تھی۔! دوسرے لوگوں میں سے بھی کوئی کچھ نہ بولا۔ اسپینش نوجوان نے تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا تھا۔

"اس کی لاش اُٹھا کر باہر پھینک دو۔!" راڈرک نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور رالکوب اور مائیکل نے آگے بڑھ کر اسپینش نوجوان کی ٹانگیں پکڑ لیں، پھر وہ اسے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جانے لگے، درمیان میں سونے والے جلدی جلدی اُٹھ گئے تھے۔ انھوں نے لاش لے جانے والوں کو راستہ دے دیا تھا اور پھر مائیکل اور رالکوب لاش باہر پھینک کر واپس آگئے۔! تمام مسافروں پر سکتہ طاری تھا۔ لڑکی ایک کونے میں بیٹھی رو رہی تھی۔ بوڑھے خاور نے اپنی بیٹی کو آواز دے کر کہا کہ لڑکی کو اپنا لباس دے دو۔ اور فروزاں اور فرزانہ جلدی سے اُٹھ کر لڑکی کے قریب پہنچ گئیں۔ انہوں نے لڑکی کو لباس پہنایا، اور اسے اپنے پاس ہی لٹا لیا۔ جہاز کے مایوس مسافر پھر اپنی جگہوں پر لیٹ گئے۔ سب خاموش تھے اور سب کے ذہنوں میں بے شمار خیالات کلبلا رہے تھے۔ اُن کے ذہن نہ جانے کہاں کہاں دوڑ رہے تھے۔! اور رات بھر لوگ کبھی سوتے اور کبھی جاگتے رہے، خاص طور سے عورتوں کی بُری حالت تھی۔ سب ہی خوفزدہ تھیں۔ اگر یہ رجحان بڑھ گیا تو۔؟

دوسری صبح حسب معمول اُداس تھی۔ لوگ جہاز کے ڈھانچے سے باہر نکل آئے! اور اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہوگئے۔ وہی بیزاری، وہی مایوسی، خوراک کی تلاش! وہی روزمرّہ کے معمولات، رات کے واقعے کو سب فراموش کر چکے تھے۔ شاید وہ لڑکی بھی جس کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا تھا۔!

"کیا تم کچھ دیر مجھ سے گفتگو کرنا پسند کروگے۔؟" جون آلٹرے نے نوجوان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور نوجوان چونک کر رُک گیا۔ اُس نے سوالیہ نظروں سے جون آلٹرے کو دیکھا۔ یہ وہی نوجوان تھا جس نے اسپینش نوجوان کی موت پر آواز بلند کی تھی۔ لیکن پھر راڈرک اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر خاموش ہوگیا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اُس نے آلٹرے کے تنومند جسم سے خوفزدہ ہوکر پوچھا۔

"ایک انتہائی اہم مسئلہ۔!" آلٹرے نے کہا۔ "آؤ۔ ہم اُس ٹیلے پر چل کر بیٹھیں۔" اس نے دوستانہ انداز میں نوجوان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور نوجوان اس کے ساتھ چل پڑا۔

"میں اس کے لئے رنجیدہ ہوں، جسے رات کو بیدردی سے مار ڈالا گیا۔!" آلٹرے نے برف کے سخت تودے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا وہ تمہارا دوست تھا۔!"

"نہیں۔ اسی سفر میں شناسائی ہوئی تھی۔" نوجوان نے کہا۔

"تمہارا نام شاید بارٹر ہے۔؟"

"ہاں۔"

"تو مسٹر بارٹر۔ اگر غور کیا جائے تو اب تو ہم سب ایک دوسرے کے دوست، ایک دوسرے کے مونس ہیں۔ تقدیر نے اس ویرانے میں ہمیں لا پھینکا ہے۔ اور یہاں ہم موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا یہ بے بسی کی موت سب کو قبول ہے؟"

"میں سمجھ نہیں سکا!" بارٹر نے کہا۔

"معمولی سی بات ہے مسٹر بارٹر۔ ہم جانتے ہیں کہ موت ہم سے قریب تر ہوتی جا رہی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس برفستانی قبرستان سے نکلنا ناممکن ہے۔ لیکن یہ خشک لمحات۔ موت کا انتظار۔ ہم موت کا انتظار اس طرح کیوں کریں۔؟ کیوں نہ ہم برف کی سفیدی میں کچھ رنگینیاں شامل کرلیں تاکہ ہنستے کھیلتے موت کو قبول کرلیں۔!"

"رنگینیوں سے کیا مراد ہے؟"

"یہ لڑکیاں۔ جن کی تعداد نوجوانوں کے برابر ہی ہوگی۔ کیونکہ ہم مردوں میں بوڑھوں کا شمار نہیں کریں گے۔ یہ لڑکیاں ہماری اس مختصر زندگی کو دلچسپ بنا سکتی ہیں۔ لیکن بوڑھوں نے اس بھیانک مقام پر بھی ہمارے اوپر پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ نوجوانوں کے مقابلے میں بوڑھوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اگر ہم نوجوان اتحاد کرلیں تو ان بوڑھوں کی ہمارے سامنے کیا چلے گی۔ اور اگر انھوں نے ہمارے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کی تو ہم انھیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے،

بلکہ میرا تو یہی خیال ہے کہ بوڑھوں کی زندگی ضروری نہیں ہے۔ یہاں ہمارے
گزارے کے لئے صرف یہ مچھلیاں ہیں جن کی تعداد کے بارے میں کوئی
اندازہ لگانا مشکل ہے۔ لیکن بہرحال یہ ہمارا کچھ وقت ضرور گزار سکتی ہیں
ان بوڑھوں کی وجہ سے یہ خوراک بھی ضائع ہو رہی ہے جو ہمارا حق ہے چنانچہ
انھیں قتل کرنے سے کافی خوراک بچ سکتی ہے۔ ہم میں سے ہر نوجوان اپنی
پسند کی لڑکی منتخب کرے گا اور اس لڑکی کا کفیل ہو گا۔ اس کے لئے
خوراک تلاش کرے گا! میں ایک بات کہوں گا" اگر ہماری زندگی میں یہ
لڑکیاں شامل ہو جائیں تو ہمارے دلوں میں اُمنگ پیدا ہو جائے گی۔ اور
اس طرح ممکن ہے کہ ہماری پوشیدہ صلاحیتیں اُبھر آئیں۔ اور ہم یہاں سے
نکلنے کا بندوبست کر لیں۔!"

بارٹر متحیرانہ نگاہوں سے آلٹرے کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر
اُس نے ہونٹ تر کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے متفق ہوں
مسٹر آلٹرے! لیکن کیا دوسرے نوجوان اس کے لئے تیار ہو جائیں گے؟"

"انھیں تیار کرنا ہو گا! اگر تم میری بات سے متفق ہو تو
دوسرے بھی متفق ہوں گے۔ پھر کیوں نہ اس کی ابتداء ہم کریں۔ اگر ہم
انہیں متفق کر سکے تو پھر کس کی مجال ہو گی کہ ہمارے سامنے آئے! میں
جانتا ہوں کہ نوجوانوں میں سے کچھ سرپھرے ہمارے مخالف بھی ہوں گے
لیکن اگر ہماری تعداد بڑھ گئی تو پھر وہ کچھ نہ کر سکیں گے!"

"بالکل ٹھیک ہے مسٹر آلٹرے۔ پھر براہ کرم مجھے بتاؤ۔
مجھے کیا کرنا ہے۔"

"خفیہ طور پر آج ہی سے یہ مہم شروع کر دی جائے۔ تم اپنے
طور پر اور میں اپنے طور پر نوجوانوں سے بات کرتا ہوں۔ اور پھر وہ بھی
یہی کام کریں۔ تمام تحریکیں اسی طرح جڑ پکڑتی ہیں۔"

"میں یہ کام آج ہی شروع کر دوں گا!"

"وعدہ۔!" آلٹرے نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا

"وعدہ۔!" بارٹر نے جواب دیا۔ اور وہ ایک دوسرے
سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے۔!

◊◊◊◊◊◊◊◊◊◊◊◊◊

بوڑھا پروفیسر خاور آج سب سے آخر میں نکلا تھا۔ دوسرے
تمام شکار کی تلاش میں جا چکے تھے لیکن بوڑھا کچھ تیاریوں میں مصروف تھا۔ نہ
جانے وہ جہاز میں کیا کیا تلاش کرتا پھرا تھا۔ آج اس نے اسکائنگ شوز بھی
ساتھ لئے تھے۔ جسے دیکھ کر اس کی بیٹی فرزانہ نے پوچھا۔

"یہ اسکائنگ شوز کیوں ڈیڈی۔؟"

"آج میں ذرا لمبے راستے پر جاؤں گا۔" خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم لوگ۔؟"

"تم لوگ آج یہیں رہو۔ دوسری لڑکیوں کو ساتھ لے کر قرب و جوار
کی سیر کرو۔ میرا خیال ہے تم لوگ اپنی حفاظت کر سکتی ہو۔؟"

"لیکن کیوں ڈیڈی۔ آج یہ تبدیلی کیوں۔؟"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں فرزانہ۔ آج میں ذرا لمبا سفر کروں گا! کیا
میں تمھاری طرف سے مطمئن ہو جاؤں۔؟"

"جیسی آپ کی مرضی ڈیڈی"۔ فرزانہ نے کہا۔ اور بوڑھے نے مسکرا کر
ان دونوں کے شانے تھپتھپائے اور پھر وہ برف کی سرنگ سے باہر آگیا۔ باہر آکر
اس نے اسکائنگ شوز پیروں میں باندھے اور ہاتھوں میں پکڑے ہوئے گزوں
سے اپنے جسم کو دھکیلنے لگا! اور پھر وہ برف کے میدان میں پھسلنے لگا! بہت سے
نوجوان اسے راستے میں ملے لیکن وہ ان سب کو نظر انداز کر کے آگے بڑھتا رہا! آج
اس کا رُخ ان ڈھلانوں کی طرف تھا جو ناقابل عبور تھے۔

برف پر رزق کی تلاش میں سرگرداں لوگوں کو وہ بہت پیچھے
چھوڑ آیا۔ بلاشبہ یہ طاقت ور بوڑھا بے شمار صلاحیتوں کا مالک تھا وہ شاندار
اسکائنگ کر رہا تھا اور تیزی سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ جس لائن پر وہ آگے بڑھ
رہا تھا اسے اس نے پوری طرح ذہن نشین کر لیا تھا اور پھر وہ اتنا آگے نکل آیا
تھا جتنا دوسرے لوگ کبھی نہیں آئے تھے لیکن وہ وہاں بھی نہ رکا۔ کافی دیر
کے بعد وہ بالآخر ڈھلانوں کے قریب پہنچ گیا۔ گہرے ڈھلان تاحدِ نگاہ پھیلے
ہوئے تھے اور ان کا کہیں اختتام نہیں نظر آ رہا تھا۔ یقیناً ان ڈھلانوں کے
اختتام پر دوسرے ڈھلان بھی تھے۔ وہ نہ جانے کہاں تک گئے ہوں۔ بوڑھا
ڈھلانوں کے کنارے پر کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس کی نگاہ برف
کے ایک سرے پر کسی سیاہی پر پڑی۔ اور وہ اسے گھورتا رہا۔ پھر اس نے گز سنبھالے
اور اس سیاہی کی طرف بڑھنے لگا! تھوڑی دیر کے بعد وہ سیاہی کے نزدیک
پہنچ گیا۔ یہاں رُک کر اس نے پھر ڈھلانوں کو دیکھا۔ اس طرف کے ڈھلان
دور تک ہموار تھے اور راستے میں برف کے ابھرے ہوئے تودے نہیں نظر آتے
تھے کئی منٹ تک ان ڈھلانوں کو دیکھنے کے بعد اس نے ان سیاہ چٹانوں
کو دیکھا جو برف سے جھانک رہی تھیں یہاں برف کی تہہ زیادہ موٹی نہیں
تھی اور وہ چٹانیں اُبھر آئی تھیں۔ وہ چٹانوں کے قریب پہنچ گیا اور انھیں
ہاتھوں سے ٹٹولنے لگا! چٹانوں کا جائزہ لینے کے بعد اس نے کندھے پر لٹکے
ہوئے تھیلے سے برف کھودنے کا آلہ نکالا اور پھر ایک چٹان کے پاس بیٹھ گیا۔
اس نے اسکائنگ شوز کھول کر ایک طرف رکھے اور پھر چٹان کی جڑ سے برف
صاف کرنے لگا۔ کافی برف کھودنے کے بعد اس نے گہری سانس لی۔ وہ چٹان

کی جڑ صاف کر چکا تھا۔ اس کے بعد اس نے چٹان کے ایک ٹکڑے کو کاٹنے کی کوشش شروع کر دی۔ نہ جانے کیا بات تھی چٹان زیادہ سخت نہ نکلی اور تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ اس کا ایک بڑا ٹکڑا علیحدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تقریباً دو من وزنی پتھر کو ایک طرف سرکانے کے بعد وہ پھر ویسا ہی ایک ٹکڑا علیحدہ کرنے لگا اور دو گھنٹے کی سخت محنت کے بعد اس نے چار وزنی پتھر چٹان سے جدا کر دیئے۔ پھر وہ ان وزنی پتھروں میں سے ایک کو برف پر کھسکاتا ہوا ڈھلان کے کنارے پر لے آیا۔ دوسرے پتھر کو اس نے اس جگہ سے تقریباً پچاس گز دور رکھا اور اس طرح باقی دونوں ٹکڑوں کو بھی اس نے پچاس پچاس گز کے فاصلے پر رکھ دیا۔ اس تمام کام سے تھک گیا تھا، چنانچہ ایک جگہ بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا، تھوڑی دیر سستانے کے بعد وہ پھر اٹھا اور ایک ٹکڑے کے قریب پہنچ گیا۔ پتھر ڈھلان کے کنارے پر تھا۔ تھوڑی طاقت نے اُسے ڈھلان پر دھکیل دیا اور وزنی پتھر ڈھلان پر پھسلنے لگا۔ وہ تیزی سے ڈھلان پر جا رہا تھا اور بوڑھا گہری آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ وہ پتھر کی رفتار بھی نوٹ کر رہا تھا اور اس کے پھسلنے کا انداز بھی دیکھ رہا تھا۔!

لیکن اچانک پتھر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ نرم برف کے کسی حصے میں غروب ہو گیا تھا۔ بوڑھے کا دل دھک سے ہو گیا۔ چند منٹ وہاں رہنے کے بعد وہ دوسرے پتھر کے نزدیک آیا اور اس نے اُسے بھی ڈھلان میں دھکیل دیا۔ دوسرا پتھر بھی اسی رفتار سے چل پڑا۔ اس نے پہلے پتھر سے کافی زیادہ سفر طے کیا لیکن ایک مخصوص فاصلے پر پہنچ کر وہ زور سے اُچھلا اور فضا میں کئی گز بلند ہو گیا۔ اس کے بعد نیچے گرا اور پھر بلند ہو گیا۔ اس دوران وہ اُلٹ پلٹ ہوتا رہا تھا۔ بہرحال کافی دور تک نظر آنے کے بعد وہ بھی نگاہوں سے اُوجھل ہو گیا۔ بوڑھے نے ایک گہری سانس لی۔ پھر تیسرے پتھر کی طرف چل پڑا۔ تیسرا پتھر بھی ڈھلان طے کرنے لگا اور بوڑھا اس کا گہری نظروں سے جائزہ لیتا رہا۔ یہ تیسرا پتھر بغیر کسی رکاوٹ کے ان ڈھلانوں تک پہنچ گیا جو آگے جا کر نگاہوں سے معدوم ہو جاتے تھے اور بوڑھے نے ایک گہری سانس لی۔ اس نے برف پر ایک گہرا نشان بنا دیا اور آخری پتھر کی طرف چل پڑا۔ اور اس پتھر نے بھی اپنا سفر بخیر و خوبی طے کیا تھا اور وہ بھی نگاہوں سے معدوم ہو گیا۔ بوڑھے نے یہاں بھی ایک نشان بنایا اور پھر وہ قرب و جوار میں ابھری ہوئی چٹانوں دیکھنے لگا۔

سورج ڈھلنے لگا تھا۔ بوڑھے نے چند چھوٹے چھوٹے پتھر کاٹ کر برف کا ایک تودہ بنایا اور پتھروں کو اس پر رکھ دیا۔ یہ گویا اس نے نشان بنایا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اُس نے اسکائنگ شوز دوبارہ باندھے اور پست روی سے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ اب اس نے اپنا اصل کام شروع کر دیا۔ وہ گزوں سے برف ٹٹول رہا تھا۔ ایک جگہ وہ رُک گیا اور اس نے اسکائنگ شوز دوبارہ کھول دیئے۔ اُس کے بعد وہ برف میں گڑھا کھودنے لگا یہاں تک کہ پانی نکل آیا اور شام کو چار بجے کے قریب جب وہ واپس پلٹا تو اس کے تنومند جسم سے چار مچھلیاں لٹکی ہوئی تھیں۔

****

وہ ایک ابرآلود صبح تھی۔ رات بھر برفباری ہوتی رہی تھی۔ اور برف کی تہہ جگہ جگہ موٹی ہو گئی تھی۔ حسبِ معمول بوڑھے اور جوان بچے کچھے گوشت کا ناشتہ کر کے شکار کی تلاش میں جانے کی تیاریاں کر رہے تھے پھر وہ ایک ایک کر کے باہر نکلنے لگے۔ نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد آج معمول سے پہلے باہر نکل گئی تھی صرف چند نوجوان تھے جو بوڑھوں کے ساتھ ہی باہر نکلے تھے۔ سرنگ کے دہانے سے وہ چند ہی گز گئے ہوں گے کہ اچانک نوجوانوں کا ایک گروہ سامنے سے نکل آیا۔ ان کی تعداد ستر کے قریب تھی سب کے سب برف کھودنے کے آلات سے مسلح تھے اور سب کے چہروں پر ایک خوفناک تاثر تھا۔ بوڑھے اور ان کے ساتھی نوجوان چونک کر رُک گئے۔

تب آلٹرے آگے بڑھا۔ اس کا چہرہ شرارت سے چمک رہا تھا۔ اس نے ایک زہرخند مسکراہٹ سے خاور کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"بوڑھے پروفیسر خاور۔ میں نے جس وقت کی پیشن گوئی کی تھی۔ بالآخر وہ آ گیا۔ آج نوجوانوں کا یہ گروہ میرا ہم خیال ہے اور میرے ایک اشارے پر تم سب کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو تیار ہے۔"

"لیکن بات کیا ہے مسٹر آلٹرے" ایڈمنڈ سسکو نے جو بوڑھوں کی صف میں شامل تھا، حیرت سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم نوجوانوں نے ایک فیصلہ کیا ہے مسٹر سسکو۔ کافی غور و خوض کے بعد ہم نے ان نوجوانوں کو چھانٹا ہے جو ہمارے ہم خیال ہیں۔ امید ہے تم بھی ہم سے اتفاق کرو گے۔"

"وہ فیصلہ کیا ہے مسٹر آلٹرے؟" ایڈمنڈ سسکو نے پریشانی سے کہا

"مسٹر سسکو۔ آپ کو علم ہے کہ یہاں اس برف پر ہماری زندگی لمحاتی ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کون کس وقت موت کے شکنجے میں جا پھنسے یہاں ہمارے لئے موت کے علاوہ کچھ نہیں۔ برف، سردی، بھوک۔ یہ تمام چیزیں موت کو آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھا رہی ہیں اور بہرحال ہم اسے قبول کرنے کے لئے مجبور ہیں یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں جب ہم اپنی انتہا کو پہنچ چکے ہیں تو کیوں نہ زندگی کے یہ لمحات آزادی سے اور اپنی مرضی سے گزاریں ہم نے محسوس کیا ہے کہ ہم تم بوڑھوں کے قیدی بن کر رہ گئے ہیں۔ تم نے اپنی زندگی کا زیادہ وقت عیش و عشرت میں گزارا ہے لیکن ہمیں اس نوجوانی میں

موت قبول کرنا پڑ رہی ہے کیا یہ ناانصافی درست ہے۔"

"لیکن یہ ناانصافی ہم سے سے کسی کی نہیں ہے آلٹرے۔کیا تم ہمیں اس کا ذمہ دار سمجھتے ہو۔" سسکو نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔تم اس کے ذمہ دار نہیں ہو لیکن تم نے جو قیود ہمارے اوپر لگا رکھی ہیں۔کیا تم ان سے انکار کرو گے؟"

"براہ کرم ان کی تفصیل بتاؤ۔؟"

"لڑکیاں۔یہ تمام لڑکیاں بوڑھوں کی قیدی ہیں۔ہم سب مایوسی کے شکار ہیں۔ہم سب موت کے راہی ہیں۔ہماری زندگی اندھیرے کے بھنور میں پھنسی ہوئی ہے ہمیں روشنی کی ضرورت ہے۔ہمیں تازگی کی ضرورت ہے،ہمیں تبدیلی کی ضرورت ہے۔تم جانتے ہو سسکو۔عورت مرد کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتی ہے۔اگر اس کا قرب مل جائے تو صلاحیتیں جاگ اٹھتی ہیں۔مایوسیاں دور ہو جاتی ہیں لیکن تم نے لڑکیوں کو ہم سے دور کر رکھا ہے۔تم نے اس ناقابل یقین زندگی میں رنگینی کے لمحات ہم سے چھین لئے ہیں۔ہم ان لمحات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ہم سب ان لڑکیوں کو آپس میں بانٹ لینا چاہتے ہیں۔ہم اس چند روزہ زندگی کو حسین بنانا چاہتے ہیں لیکن ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ تم لوگ ہو۔" آلٹرے خاموش ہو گیا۔تمام بوڑھوں کے چہرے خوف سے سفید ہو گئے تھے۔یہ بڑا خطرناک رجحان تھا۔

"لیکن تم مہذب دنیا کے مہذب لوگ ہو۔کیا تمہارے ضمیر یہ برداشت کر لیں گے کہ یہ بے سہارا باعزت لڑکیاں تمہاری ہوس کی بھینٹ چڑھ جائیں۔؟" سسکو نے اپیل کی۔اور آلٹرے نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"مہذب دنیا۔کون سی مہذب دنیا۔کس دنیا کی بات کر رہے ہو سسکو وہ تو ایک خواب تھا۔کیا تم وہ خواب ہمیں دوبارہ دکھا سکتے ہو۔؟"

"پھر تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔" سسکو نے کسی کو نہ بولتے دیکھ کر پوچھا۔

"ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ۔اب ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔تمہاری وجہ سے یہ مچھلیاں ضائع ہو رہی ہیں جنہیں ہم زیادہ عرصہ تک اپنی خوراک بنا سکتے ہیں تم نہ ہو گے تو ہم زیادہ عرصہ تک زندہ رہ سکتے ہیں۔اس لئے ہماری پیشکش ہے کہ تمام بوڑھے نوجوانوں کی زندگی کے لئے،رضاکارانہ طور پر خودکشی کر لیں،ورنہ دوسری شکل میں ہم انہیں قتل کر دیں گے۔" آلٹرے نے کہا

سسکو کے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔پھر اس نے نفرت سے ان سب کو گھورتے ہوئے کہا۔"کیا تم سب لوگ اس سے متفق ہو۔؟"

"ہاں۔ہم نے آلٹرے کو اپنا لیڈر بنا لیا ہے یہی ہماری ترجمانی کرے گا۔"

"تم بھول رہے ہو کہ تم بھی کسی کی اولاد ہو۔تمہارے بھی بزرگ دنیا میں ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے لیکن اب اس دنیا سے ہمارا کیا واسطہ۔" آلٹرے نے جواب دیا۔

"گویا تمہارا فیصلہ اٹل ہے۔؟"

"بالکل"

"تم ہمیں کوئی مثبت راستہ تلاش کرنے کی اجازت بھی نہ دو گے؟"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا۔" آلٹرے نے جواب دیا۔

"ان دوسرے نوجوانوں کا کیا ہو گا جو ہمارے ساتھ ہیں۔"

"ان کا مقدر بھی تمہارے ساتھ وابستہ ہے۔ہاں اگر ان میں سے کچھ لوگ دل سے ہمارے ساتھ شامل ہونے کو تیار ہوں تو ہم انہیں خوش آمدید کہیں گے۔"

"لیکن میرے دوست۔ہم بوڑھے اتنی آسانی سے تو جان نہ دیں گے۔ہم تم سے جنگ کریں گے۔ٹھیک ہے تم جوان ہو۔ہم پر حاوی ہو جاؤ گے،لیکن ہم تم میں سے چند کو ہلاک کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ان لوگوں کو اس جدوجہد سے کیا فائدہ ہو گا جو اس جنگ میں ہلاک ہو جائیں گے۔؟"

"وہ باقی نوجوانوں کے لئے جان دیں گے کسی بھی تحریک کے لئے قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔" آلٹرے نے کہا۔

"تب پھر غور سے سن لو جوان آلٹرے۔" دفعتاً پروفیسر خاور نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔"میں سب سے پہلے تمہیں ہلاک کروں گا۔اور تم جانتے ہو میں اس میں کامیاب ہو جاؤں گا۔اس کے علاوہ میں عہد کرتا ہوں کہ تم میں سے کم از کم پندرہ جوانوں کو ہلاک کر دوں گا۔ہمیں تمہارا چیلنج قبول ہے۔تیار ہو جاؤ۔" بوڑھے خاور کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے!

آلٹرے بوکھلا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔دوسرے بہت سے لوگوں کے چہروں پر بھی خوف کے آثار ابھر آئے۔

"یہ بوڑھا واقعی شیطان ہے ہمیں پوری قوت صرف کر کے پہلے اسے ہلاک کرنا ہو گا۔" آلٹرے نے کہا

"سنو آلٹرے۔ٹھنڈے دل سے سنو۔جوش میں مت آؤ۔بوڑھے پروفیسر نے مچھلیاں حاصل کرنے میں تمہاری رہنمائی کی ہے ہم ناپسندیدہ ہیں قتل و غارت گری سے پرہیز کرو ممکن ہے ہم سب ایسی کوئی صورت نکال ہی لیں جو سب کے لئے سلامتی کا باعث ہو۔ہمیں موقع دو کہ ہم غور و خوض کر کے کوئی ایسا حل تلاش کر لیں جس کے تحت تمہیں یہ ضرورت پیش نہ آئے۔"

"کیا تم لڑکیاں ہمارے حوالے کرنے کو تیار ہو۔؟"

"اس کا جواب ہم ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہیں دیدیں گے۔" سسکو نے کہا۔

"تب تمہیں تھوڑی دیر کی رعایت ہے۔ اُس طرف جاؤ اور کوئی ایسا فیصلہ کرکے واپس آؤ جو ہمیں قابلِ قبول ہو۔"

"آؤ دوستو ہمیں ان جذباتی نوجوانوں کے بارے میں ہمدردی سے غور کرنا چاہئے۔ آؤ" مسسکو نے کہا۔ اور تمام لوگ واپس پلٹ کر ان سے دور چلے گئے۔ نوجوانوں کا گروہ ان کے سامنے پوری طرح تیار کھڑا تھا۔

"انسان۔ دنیا کا سب سے خوفناک درندہ ہے۔ تہذیب و اخلاق کے ضابطوں نے اس پر لبادے ڈال دیئے ہیں لیکن جب وہ ننگا ہوتا ہے تو اپنی اصلی شکل میں آجاتا ہے۔ بیشک یہ صورتِ حال تکلیف دہ ہے۔ لیکن کیا اس سے نپٹنے کا راستہ اس کے علاوہ کوئی اور ہے کہ ہم ان کی بات مان لیں۔ میں اپنے تمام دوستوں سے مشورہ چاہتا ہوں۔" مسسکو نے کہا

"یہ کیسے ممکن ہے مسٹر مسسکو۔ ہم میں سے کون اپنی زندگی میں اپنی عزت کا نیلام دیکھ سکے گا! ٹھیک ہے ہم سب لڑیں گے۔ اپنی آبرو کے لئے لڑیں گے اور ہم اپنی بیٹیوں کو بھی جنگ میں شریک کریں گے۔ اس برف پر ایک خونریز معرکہ ہوجانے دو مسسکو۔ وہ ہماری اولادیں ہیں۔ ہم ان کی زندگی کے محافظ ہیں۔ ہم نے انہیں پیدا کیا ہے۔ ہم انھیں بھیڑیوں کے حوالے کیسے کرسکتے ہیں" ایک بوڑھے نے روتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں دوست، میں بھی ان لڑکیوں پر آنچ آنے سے پہلے جان دے دینا پسند کرتا ہوں۔ میں صرف تمہاری رائے چاہتا تھا۔ درندوں کو ان کے ارادوں سے روکنے کے لئے عقل کی ضرورت ہے۔ بیشک ہماری زندگیاں موت کے مقابل ہیں۔ خواہ وہ بھوک سے آئے۔ یہاں سے نکلنے کی کوشش میں آئے۔ ان لوگوں سے جنگ کی شکل میں آئے۔ موت اتفاقیہ طور پر زیادہ قریب آگئی ہے۔ پھر جب مرنا ہی ہے تو انتظار کیوں کیا جائے۔ آپ میں سے ہر ایک کو بولنے کی آزادی ہے ــــ جو بہتر سوچ سکے فوراً بولے" مسسکو نے کہا۔

"آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے مسٹر مسسکو۔" ایک بوڑھے نے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔ ابھی کچھ اور باقی ہے۔ اب میں ان نوجوانوں سے سوال کرتا ہوں جو ہمارے ساتھ ہیں۔ دوستو تم جوان ہو۔ شاید تمہاری رگوں میں ضرورت سے زیادہ شریف خون ہے۔ ورنہ نوجوانوں کے گروہ میں تم بھی شریک ہوتے۔ کیا اتنا کہ اس جنگ میں تم ہم بوڑھوں کا ساتھ دوگے۔"

"ہم زندگی کی بازی لگانے کے لئے بے چین ہیں" نوجوانوں نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"شکریہ شریف نوجوانو۔ اگر شر کے ساتھ خیر کا وجود نہ ہوتا تو دنیا انسانیت سے کبھی کی خالی ہوچکی ہوتی۔ اب تم اس ناچیز کی رائے سنو۔ ہمیں ان درندوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کچھ تیاریوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی بیٹیوں کو بھی آبرو کی اس جنگ میں شریک ہونے کے لئے تیار کرنا ہے انھیں غیرت پر مر مٹنے کا سبق دینا ہے۔ تاکہ جب ہم ان کے مقابلے پر آئیں تو تیار ہوں ـــ لیکن اندازے سے پتہ چلتا ہے کہ نوجوان ہمیں اس کا موقع دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ سنو میرے دوستو! بڑے فتنے کو رفع کرنے کے لئے کچھ قربانیاں بھی دی جاتی ہیں۔ ہمیں کچھ ایسے بھی کام کرنے ہوں گے جن سے ہمارے ضمیر داغدار ہوجائیں لیکن مایوسی کے انتہائی اندھیروں کو روشن کرنے کے لئے ضمیر کا بوجھ بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ نوجوانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہمیں ان سے تعاون کرنا پڑے گا ایسی باتیں کہنا پڑیں گی جو ان کے لئے دلکش ہوں۔ قابلِ قبول ہوں۔ سنو۔ میں خدا کے وجود کو سامنے رکھ کر کہتا ہوں کہ تمہاری بیٹیاں میری اپنی بیٹیاں ہیں۔ تمہاری بہنیں میری اپنی بہنیں ہیں۔ میں جو کچھ ان لوگوں سے کہوں گا وہ میرے اور تمہارے ضمیر کے خلاف ضرور ہوگا۔ وہ تمہارے دل کے ٹکڑے ضرور کردے گا لیکن۔ یہ ضروری ہے میرے دوستو۔ یہ ضروری ہے ہم دشمن پر فتح حاصل کرلیں گے۔ اگر ہم مرے تو آبرو سے مریں گے۔ اپنی بیٹیوں کی عزت کے ساتھ دفن ہوں گے۔ تم اگر پسند کرو تو نوجوانوں سے گفتگو کرنے کے لئے میرا انتخاب کرلو۔ میں جو کچھ کہوں، جو کچھ کروں اسے مصلحت جانو۔ اور اس پر صاد کرو۔"

"ہم تمہارے اوپر بھروسہ کرتے ہیں ایڈمنڈ سسکو" بہت سے لوگوں نے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ اب میں جوانوں سے مخاطب ہوں میرے نیک بچو۔ تم نے جس عزم اور نیک نیتی کا اظہار کیا ہے میں تمہیں اس پر خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اب ہم جو کچھ کریں گے وہ مصلحت ہوگی تمہیں اپنے ضمیر کے خلاف ان لوگوں سے دوستی کرنا ہوگی۔ ان کے ارادوں میں شریک ہونا پڑے گا۔ اس کا اظہار کرنا پڑے گا!"

"آپ جو کچھ کہیں گے ہم وہی کریں گے مسٹر سسکو۔"

"تب سنو۔ میں نوجوانوں کے لئے تجاویز پیش کرتا ہوں جو ان کے حق میں ہوں گی۔ مجھے یقین ہے وہ انہیں پسند کریں گے۔ تم کہو گے کہ تم بھی اس حق سے کیوں محروم رہو۔ اور تم نوجوانوں کے اس گروہ میں شامل ہو جاؤ گے۔"

"ہم آپ کی ہدایات پر عمل کریں گے" نوجوانوں نے کہا۔

"تب آؤ۔ ہم انھیں فیصلہ سنا دیں" سسکو نے کہا۔ اور وہ سب نوجوانوں کے گروہ کی طرف بڑھ گئے جو انہیں شبہ کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ سسکو نے چہرے پر مایوسی پیدا کر لی۔ چند ساعت کے بعد وہ سب نوجوانوں کے سامنے پہنچ گئے۔ تب آلرٹے آگے آیا۔ اور کینہ توز نظروں سے سسکو کو گھورتے ہوئے بولا۔

"تم نے کیا فیصلہ کیا بوڑھے چالباز۔ ہم تمہارا فیصلہ سننے کے لئے بے چین ہیں"

"فیصلہ تمہارے حق میں ہے میرے بگڑے ہوئے بچو۔ لیکن کچھ شرائط کے ساتھ"

"کیا شرائط ہیں۔" آلرٹے نے پوچھا

"ہم سے اس انداز میں گفتگو مت کرو آلرٹے۔ بہرحال جتنی بھی ہے ہم قوت ضرور رکھتے ہیں۔ ہم تمہیں بتا چکے ہیں کہ اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو تم میں آدھے باقی رہیں گے۔ اس کے بعد ہی تم جو کچھ کر سکو گے کرو گے۔ لیکن — عقل و دانش کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنی قوت بحال رکھیں — نادان لڑکو، ہماری ذہانت، تجربہ، اور تمہارا عمل، دونوں مل کر ایک ایسا دن لاسکتے ہیں جب ہم سب یہاں سے آزاد ہوں۔ ہم مہذب دنیا میں پہنچ سکیں۔ اگر ہم کبھی مہذب دنیا میں پہنچ گئے تو ہمارے ضمیر اس فعل پر ہمیشہ ملامت کرتے رہیں گے جس کے خواہشمند تم ہو۔ چنانچہ ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ایسا حل تلاش کیا جائے جو تمہیں اور ہمیں دونوں کو قبول ہو جس سے تمہارا مقصد بھی پورا ہو جائے اور ہمارا ضمیر بھی داغدار نہ ہو"

"کیا تم ایسا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے بوڑھے سسکو!" آلرٹے نے کہا۔

"ہاں میرے خیال میں ہم ایسا حل تلاش کر سکے ہیں"

"تو بتاؤ ممکن ہے ہم اس پر ہمدردی سے غور کریں"

"ہم لڑکیاں تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن ایک شرط پر۔ تم سب ان میں سے اپنی پسند کی لڑکیاں تلاش کر لو۔ اس کے بزرگ سے اس کے بارے میں بتا دو۔ ہم میں سے کوئی بھی بوڑھا تمہارے ساتھ اس کی شادی کرا دے گا۔ تم اُسے بحیثیت بیوی رکھ سکو گے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا اگر ہم تم مل کر کبھی مہذب دنیا میں پہنچ سکے۔ تو وہ عورت تمہارے سر پر مسلط نہ ہوگی۔ تم چاہو تو اُسے طلاق دے سکتے ہو۔ اس طرح ہم گنہگار بھی نہ ہوں گے اور تمہارا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ تم اپنی بیویوں کے ساتھ زندگی گزار سکو گے۔ بتاؤ کیا اس سے تمہارا مقصد باعزت طور پر حل نہ ہو جائے گا اور کیا اس عمل سے ان لوگوں کو بھی سکون نہ ملے گا جن کی بیٹیوں کو تم اس طرح پامال کرنا چاہتے ہو — ؟ رہ گئے ہم بوڑھے — تو ہم پیش کش کرتے ہیں کہ ہم تمہاری خدمت کریں گے۔ تمہارے لئے شکار کریں گے۔ آج سے ایک ضابطہ بنالو۔ ہم شکار کریں گے۔ ایک جگہ جمع کریں گے اور پھر اسے آپس میں تقسیم کر لیں گے خواہ کتنا ہی حصہ میں کیوں نہ آئے۔ اس کے علاوہ بھی ہم تمہاری ہر ممکن خدمت کریں گے۔ ہمیں بھی زندہ رہنے دو۔!"

آلرٹے کے چہرے پر غور و خوض کے آثار ابھر آئے اور پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔ "کیا دوسرے لوگ بھی اس کے لئے تیار ہیں"

"ہاں۔ ان غیر یقینی حالات میں، میں نے انہیں اس پر آمادہ کر لیا ہے۔؟"

"لیکن — ایسی شکل میں ہم کیوں گھاٹے میں رہیں مسٹر سسکو۔!" راڈرک نے مداخلت کی۔

"کوئی گھاٹے میں نہیں رہے گا۔ ہم سب کے لئے ایک ہی انداز میں سوچیں گے"

"ہم بھی مسٹر آلرٹے کے ساتھ شامل ہیں" راڈرک نے کہا اور نوجوانوں کا ٹولہ پروگرام کے مطابق آلرٹے کے ساتھیوں میں جا ملا۔

"کیا مشورہ ہے دوستو۔؟" آلرٹے نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے" [illegible] نے یک زبان ہو کر کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ ہمیں تمہاری شرط منظور ہے" آلرٹے نے جواب دیا۔ اور نوجوان خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ بوڑھوں کی گردنیں [illegible]

میں نوجوانوں کے لیڈر کی حیثیت سے تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ اپنی لڑکیوں کو باہر بھیج دو، اور تم لوگ اسی وقت سے ہمارے لئے کام کرنا شروع کر دو۔" آلٹرے نے کہا۔

"ہم تمہاری دُوسری ہدایت پر فوری عمل کرنے کے لئے تیار ہیں مسٹر آلٹرے۔ تم نہ صرف نوجوانوں کے، بلکہ ہمارے بھی لیڈر ہو۔ ہم کوئی کام تمہاری مرضی کے بغیر نہ کریں گے۔ لیکن جو باعزت سمجھوتہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہوا ہے، تمہیں بھی اس کی پابندی کرنا ہوگی۔" سسکو نے کہا

"کیا مطلب، میں نہیں سمجھا۔" آلٹرے نے سسکو کے انداز گفتگو سے قدرے نرم ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ فیصلہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہوا ہے، بے چاری لڑکیوں کو بھی اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ اگر ہم نے اسی طرح انہیں تمہارے سپرد کر دیا تو ان کے ذہن تم میں سے کسی کو قبول نہ کر سکیں گے۔ اور یوں بھی مصیبت کے وقت میں رومان ان کے ذہنوں میں نہ ہوں گے۔ خاص طور سے اس لئے کہ وہ لڑکیاں ہیں، ممکن ہے ان میں سے کچھ تم میں سے کسی کو پسند کرتی ہوں۔ میرے کہنے کا مقصد ہے کہ تمہیں اس سلسلے میں تھوڑا سا وقت دینا ہوگا۔ ہم ان کے ذہنوں کو تمہاری طرف رجوع ہونے کے لئے تیار کر سکیں۔"

آلٹرے کچھ سوچنے لگا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم تمہیں وقت دینے کے لئے تیار ہیں، لیکن ایک بات کی نشاندہی کر دینا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ تم لوگوں نے اگر ہمارے خلاف سازش کی تو پھر ہم ہر معاہدے سے آزاد ہوں گے۔ اور اس کے بعد ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی گفتگو نہ ہوگی۔"

"برف کے اس ویرانے میں ہماری زندگیاں یوں بھی بہت مختصر ہیں۔ یہاں سازشوں کی گنجائش نہیں ہے۔ اسکے علاوہ ہم تمہاری صلاحیتوں کو بھی استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اگر لڑکیوں کے حصول کے بعد تمہارے ذہن یکسو ہو سکیں تو ہمیں خوشی ہوگی۔ کیونکہ اس طرح یہاں سے نکلنے کے لئے کوئی ترکیب سوچی جا سکتی ہے۔ لیکن لڑکیوں کو بھی بہر حال صورتِ حال سمجھانا ہوگی۔ ہاں وہ شرط برقرار ہے۔ ہم مناسب اوقات میں تم لوگوں کو عارضی ازدواجی رشتوں میں منسلک کئے بغیر لڑکیاں تمہارے حوالے کرنے کو تیار نہ ہوں گے۔"

"ہم وہ شرط منظور کر چکے ہیں۔" آلٹرے نے کہا اور نوجوان خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے چلے گئے۔ ان کے ساتھ شامل ہونے والے شریف نوجوان بھی ان کے ساتھ چلے گئے تھے۔ تاکہ ان کے عزائم سے باخبر رہیں۔ نوجوانوں کے

گروہ کے جانے کے بعد بوڑھے سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ ان کے چہرے پر فکر مندی کے آثار تھے۔ وقتی طور پر انہوں نے اس طوفان کو ٹال دیا تھا۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ طوفان ٹلا نہیں ہے۔ اس سے نمٹنے کے لئے سخت کاوشیں کرنا ہوں گی۔"

کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر بوڑھے خاور نے کہا "میرا خیال ہے ہمیں لڑکیوں سے گفتگو کر لینا چاہئے۔ انہیں ان کی عزت بچانے کی مہم میں برابر کا شریک رکھا جائے تو بہتر ہے۔"

"میرے خیال میں ہمارا ان سے گفتگو کرنا درست نہ ہوگا پروفیسر خاور اور پھر بہر حال نوجوان ذہین ہیں۔ مایوسی نے انہیں درندہ بنا دیا ہے۔ وہ بہک گئے ہیں لیکن ذہانتیں برقرار ہیں۔ ان سے نمٹنے کے لئے زبردست صلاحیتوں سے کام لینا پڑے گا۔" سسکو نے کہا۔

"آپ کی کیا رائے ہے مسٹر سسکو؟"

"اس سلسلے میں آپ کو اپنی لڑکیوں کی صلاحیتوں سے بھی کام لینا ہوگا۔ میں نے محسوس کیا ہے پروفیسر کہ آپ کی بچیاں کافی خود اعتماد ہیں۔ وہ اس پورے ہنگامے کے دوران خوفزدہ یا مایوس نظر نہیں آئیں۔ آپ یہ کام اپنی دونوں بچیوں کے سپرد کر دیں۔ وہ دوسری لڑکیوں کو صحیح انداز میں صورتِ حال سے باخبر کر کے انہیں حالات سے نمٹنے کے لئے تیار کریں اور ان کا عندیہ لیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔" خاور نے کہا "بہر حال دوسرا کام ہمیں آج سے کرنا ہوگا۔"

"یعنی شکار کی تلاش؟"

"ہاں۔" پروفیسر خاور نے جواب دیا۔

"اس کے لئے ہمیں آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے"

"میرے اندازے کے مطابق یہاں ابھی خوراک موجود ہے جو ہمارے لئے ایک ماہ تک کافی ہوگی۔ میں ان جگہوں کی نشاندہی کر دوں گا۔ پہلے میں لڑکیوں کو صورتِ حال سے باخبر کر دوں۔ آپ لوگ انتظار کریں۔" پروفیسر خاور نے کہا۔

اور پھر وہ برف کی سرنگ کے اندر داخل ہو گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ لڑکیوں کے قریب تھا۔ اس نے فرزانہ اور فروزاں کو دوسری لڑکیوں سے الگ بلایا اور ان کے قریب بیٹھ گیا۔ لڑکیاں بغور باپ کے چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

"کیا بات ہے ڈیڈی، آپ کچھ فکر مند ہیں؟"

"فکر مند نہیں، البتہ کچھ مسائل ضرور درپیش آگئے ہیں۔" پروفیسر خاور نے کہا۔

"وہ کیا ڈیڈی؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"تم دونوں میری عادت سے واقف ہو۔ میرے نظریات بھی جانتی ہو میں

سانس کی آمد و رفت تک انسان کو بے بس نہیں سمجھتا، انسان صرف خدا
کے سامنے بے بس ہے۔ خدا نے اسے زندگی دی ہے۔ اور جب وہ
لیتا ہے تو اسے بھی قبول کرنا پڑتا ہے۔
دوسرے لوگ مایوسی
کے شکار ہیں لیکن میں مایوس نہیں ہوں، بس اس برف پر اس وقت تک
کی زندگی پر یقین رکھتا ہوں جب تک موت کا وقت نہ آجائے۔ تمہیں
یہ سن کر شاید حیرت ہو کہ میں اس ویرانے سے فرار کا منصوبہ تیار کر چکا تھا
میرا خیال تھا کہ تم دونوں کو ساتھ لے کر یہاں سے نکل جاؤں اور بلا شبہ
میں نے اس کے انتظامات بھی کر لئے ہیں، لیکن یہ انتظامات دوسروں کی نگاہ میں
دیوانگی ہی کہلائے ۔۔ کوئی میرا ساتھ نہ دیتا سوائے تم دونوں کے۔ اس لئے
میں نے کسی سے ذکر ہی نہ کیا۔ میں اگر ایک احمقانہ کوشش کر رہا ہوں تو یہ میرا ذاتی
فعل ہے۔ دوسروں کو کیوں میں اپنے تجربے کے بھینٹ چڑھاؤں۔ ممکن
تھا آج ہم ایک عجیب سفر شروع کر دیتے جس کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا
تھا کہ وہ زندگی کی پرخار وادیوں کی سیر کراتا یا موت کی پرسکون منزلوں میں
پہنچاتا۔ لیکن بہرحال میں نے اسے مناسب سمجھا تھا۔ اس وقت تک مجھے
دوسروں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں اپنا مسئلہ خود حل کرتا کیونکہ وہ میرا ساتھ
نہیں دے سکتے تھے۔ لیکن اب صورت حال اچانک بدل گئی ہے۔ اور میں
مجبور ہو گیا ہوں کہ اس وقت انھیں تنہا نہ چھوڑوں،" خاور نے بجھے ہوئے لہجے
میں کہا۔ اور لڑکیاں پریشانی سے اس کی شکل دیکھنے لگیں۔ خاور کی الجھی
ہوئی گفتگو ان کی سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔

"در، نوجوانوں کا ایک گروہ۔ اس بدبخت اکثر سک کی سرکردگی
میں بغاوت پر آمادہ ہو گیا ہے جسے میں نے مارا تھا۔"

"بغاوت ۔۔ وہ کیا چاہتے ہیں ڈیڈی" فرزانہ نے پوچھا۔

"لڑکیاں ۔ ان کا خیال ہے کہ اس ویرانے میں ان کی موت بے رنگ
نہ ہو۔ اور مرنے سے قبل وہ اپنی سفلی آرزؤں کی تکمیل کر لیں۔ چنانچہ انھوں نے
بوڑھوں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، تاکہ لڑکیوں کو اپنے تصرف میں لا سکیں"

"اوہ ۔" فرزانہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"تھوڑی سی غلطی میری بھی تھی۔ میں نے اس خطرناک پاگل کے
رجحان کو پڑھ لیا تھا۔ مجھے چاہئے تھا اسے اسی دن برف میں دفن کر دیتا۔ لیکن
میں نے انسانی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا مناسب نہ سمجھا۔ اسے بھاگ جانے دیا
اور وہ بہت خطرناک ثابت ہوا۔"

"پھر کیا طے پایا ڈیڈی؟" فرزانہ نے کہا۔

"ہم نے وقتی طور پر اس وعدے کے ساتھ ان وحشیوں کو سنبھال
لیا ہے کہ لڑکیاں ان کے حوالے کر دی جائیں گی۔ لیکن زیادہ عرصے تک ہم انھیں
نہ روک سکیں گے چنانچہ اب اپنی عزتوں کی حفاظت کے لئے لڑکیوں کو خود میدان عمل
میں آنا پڑے گا۔"

"انھیں کیا کرنا ہوگا؟"

"نوجوانوں کی دلدہی۔ انہیں اپنی ذہانت سے اپنی عزت بچانا ہوگی۔
اور ہمیں اتنا وقت فراہم کرنا ہوگا کہ ہم ان سے نبٹنے کی تیاریاں مکمل کر سکیں لیکن
یہ بات صرف لڑکیوں کی ذہانت پر مبنی ہے۔ ہمیں انھیں نوجوانوں سے ملنے کی
آزادی دینا ہوگی، ورنہ نوجوان شبہات میں مبتلا ہو جائیں گے اور ممکن ہے وقت
سے پہلے یہاں کوئی خونریز معرکہ ہو جائے۔ اب یہ کام صرف لڑکیوں کا ہے کہ وہ
کس طرح انھیں بے وقوف بنا کر ٹال سکتی ہیں۔ ہم فرار [illegible]
عارضی شادی کر دیں گے۔ تاکہ وہ عزت سے ایک ایک لڑکی کے مالک بن کر [illegible]

"ہمارے لئے کیا حکم ہے ڈیڈی" فرزانہ نے پوچھا۔

"تمہیں بوڑھوں کے گروہ نے مقرر کیا ہے کہ تم دوسری لڑکیوں
کو اس کام پر آمادہ کر سکو۔ اور سنو۔ میں تمہیں اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ تم
بھی دوسروں کی طرح اپنا کام کرو۔ یہ انسانیت کی جنگ ہے اس میں ہر حربہ
جائز ہے۔ میں چشم پوشی کر دوں گا۔ کیا میں جاؤں" بوڑھے پروفیسر خاور نے
کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اوکے ڈیڈی۔ آپ جائیں۔ رات کو ہم آپ کو رپورٹ دیں گے"
فرزانہ نے کہا۔

"لیکن نہایت ہوشیاری سے، نوجوان ہماری طرف سے خوفزدہ
ہیں۔ وہ ہم پر کڑی نگاہ رکھیں گے"، خاور نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں" فرزانہ نے جواب دیا۔ اور خاور گردن ہلاتا
ہوا باہر نکل آیا۔ باہر آکر اس نے سسکو وغیرہ کو بتایا کہ اس نے انتظام کر لیا ہے
اور پھر وہ مچھلیوں کی تلاش میں چل پڑے۔

شام کو بوڑھوں کی ٹیم واپس آئی۔ نوجوانوں کا گروہ انھیں
سرنگ کے باہر ہی ملا۔ لیکن ۔ ایک چھوٹے سے کیبن کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ یہ
کیبن جہاز کی ٹوٹی ہوئی سیٹوں، پائلٹ کیبن کے پارٹیشن اور کینوس کے ٹکڑوں
سے بنایا گیا تھا۔ قریب پہونچنے پر انھیں معلوم ہوا کہ یہ نوجوانوں کا ہیڈ کوارٹر
ہے، جہاں سے وہ بوڑھوں پر نگاہ رکھیں گے۔ نوجوان بہت خوش تھے اور
بوڑھوں کے کندھوں سے لٹکی ہوئی مچھلیاں دیکھ کر
قہقہے لگا رہے تھے۔

وہ بہت خوش ہوئے تھے۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ سب لوگوں نے پروفیسر خاور کی صلاحیتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ لیکن لطف کی بات تو یہ ہے کہ جب پروفیسر خاور روزانہ ہمیں اتنی مچھلیاں فراہم کر سکیں" آلٹرے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اگر تم نے ہم سے تعاون کیا مسٹر آلٹرے، تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں یکساں غذا سے نجات مل جائے۔ ہو سکتا ہے ہم اس ویرانے سے نہ نکل سکیں، لیکن ہم برف کی ان ڈھلانوں سے پرے ایک ایسی دنیا تلاش کر سکیں جہاں زندگی بسر کرنے کی آسانیاں ہوں۔" بوڑھے خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھا پروفیسر" آلٹرے نے حیرانی سے کہا۔

"میں تم سے پھر گفتگو کروں گا آلٹرے" خاور نے سنجیدگی سے کہا۔

"ضرور۔ اور میں تمہیں خاص طور سے اہمیت دوں گا کیونکہ مستقبل میں میں تمہارے عقیدتمندوں میں شامل ہوں گا۔ میں تمہاری لڑکی سے اپنی پسندیدگی کا اظہار پہلے ہی کر چکا ہوں" آلٹرے نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور خاور خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"اے محنت کش بوڑھو۔ مچھلیاں تلاش کرنے کے ہتھیار یہاں جمع کرا دو۔ تم روزانہ صبح یہ ہتھیار یہاں سے حاصل کر سکتے ہو۔ جہاز سے ایسی ہر چیز ہٹا کر اس کیبن میں جمع کر دی گئی ہے جو بطور ہتھیار استعمال ہو سکے۔ کیونکہ انسان کے مزاج کو بگڑتے دیر نہیں لگتی۔ یہ رائے ہمارے نوجوان دوست راڈرک کی تھی۔ کیونکہ بہرحال مسٹر راڈرک دوسروں سے بہتر صلاحیتوں کے مالک ہیں۔" ایک اور نوجوان نے کہا۔

"ہاں۔ دوسرے نوجوانوں کی ہم میں شمولیت نے ہمارے عزم کو بلند کر دیا ہے۔ خاص طور سے مسٹر راڈرک۔! ہمارے لئے ایک ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔" آلٹرے نے کہا۔

ہتھیار اس طرح جمع کرانے کے تصور سے بوڑھوں کے ذہنوں میں مایوسی کی لہریں دوڑ گئی تھیں لیکن سسکو وغیرہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ رائے راڈرک کی ہے تو اسے اعتماد ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس میں کوئی مصلحت ہوگی۔ راڈرک کی نیک نیتی پر وہ آنکھ بند کر کے اعتماد کر سکتے تھے۔ پھر آلٹرے کی زیر ہدایت مچھلیاں آپس میں تقسیم کر لی گئیں اور لوگ اپنے اپنے لئے ڈنر .... [illegible]نے میں مصروف ہو گئے۔

ایک درجن نوجوان ہیڈ کوارٹر میں رہنے کا پروگرام بنا چکے تھے پہلے اس کیبن کو ہواؤں سے محفوظ بنا لیا گیا تھا۔ اور بارہ نوجوان .... آسانی اس میں رہ سکتے تھے۔ باقی حسب معمول رات کو سونے کے لئے جہاز میں چلے گئے۔ آج ان کے چہروں پر مسرت کی چمک تھی۔ اور آج۔ انھیں لڑکیاں بھی التفات کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

خاصی رات گزر چکی تھی۔ فرزانہ اور فروزاں پروفیسر کے قریب سو رہی تھیں، لیکن درحقیقت وہ جاگ رہی تھیں۔ جب انھیں جہاز کے اندر تمام افراد کے سو جانے کا یقین ہو گیا تو فرزانہ نے اپنے ہونٹ پروفیسر کے کانوں کے نزدیک کر لئے۔

"کیا آپ جاگ رہے ہیں ڈیڈی؟" وہ سرگوشی میں بولی۔

"ہاں۔ میں تمہاری رپورٹ کا منتظر ہوں" پروفیسر نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

"میں نے کام آپ کی مرضی کے مطابق کیا ہے۔ ایک ایک لڑکی کو اس کا کام سمجھا دیا گیا ہے۔ لڑکیاں پہلے تو خوفزدہ ہو گئی تھیں۔ لیکن میں نے کہا کہ ان کی حفاظت کا عزم کر لیا گیا ہے۔ اُن پر آنچ اسی وقت آئے گی جب سارے مرد ختم ہو جائیں گے ـــــ ہاں اگر انھوں نے کمزوری سے کام لیا تو پھر صورت حال دوسری ہوگی اور اس کے بعد ان کی عزت اور ان کی زندگی ضمانت نہیں دی جا سکے گی، تو وہ سب خوش اسلوبی سے اپنا کام کرنے پر تیار ہو گئیں۔ اور اس کے بعد ڈیڈی۔ شام تک ہم نے ان لوگوں کو اپنا کام انجام دینے کی تربیت دی ہے۔ کل سے ہی وہ اپنا کام شروع کر دیں گی"

"ویری گڈ۔ مجھے تمہاری صلاحیتوں پر پورا بھروسہ ہے۔ گویا میں اس طرف سے مطمئن ہو جاؤں۔"

"میں آپ کو اطمینان دلاتی ہوں، ڈیڈی۔ آپ مطمئن رہیں۔"

"میں مطمئن ہوں فرزانہ بیٹی" پروفیسر خاور نے جواب دیا اور فرزانہ خاموش ہو گئی۔

دوسرے دن حسب معمول بوڑھوں کا گروہ شکار کی تلاش میں نکل گیا۔ نوجوان البتہ ابھی تک بستروں میں اینڈ رہے تھے۔ ان کی چور نگاہیں لڑکیوں کو تک رہی تھیں۔ پھر آلٹرے نے لڑکیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"میں نوجوان لڑکیوں سے مخاطب ہوں۔ برف کے اس ویرانے میں ہماری زندگی حباب کی طرح ہے۔ نہ جانے کون کس وقت موت کا شکار ہو جائے۔ جب موت مقدر ہی ہے تو ہم اس سے خوفزدہ کیوں ہوں۔ زندگی کے جو لمحات باقی ہیں انھیں فطرت کی نشاندہی کے مطابق رنگین کیوں نہ بنایا جائے ـــ تاریخ گواہ ہے کہ مرد کو اگر عورت کی محبت اور سہارا مل جائے تو وہ ایسے ایسے کارنامے انجام دیتا ہے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔ ممکن ہے آپ لوگوں کا سہارا ہمارے ذہنوں کو کوئی ایسی ترکیب بخش دے

کہ ہم یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوچ سکیں، ہم نے آپ کے بزرگوں سے بات کرلی ہے۔ انھیں آپ کے اور ہمارے میل جول پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ممکن ہے انھوں نے یہ بات آپ کو بتا بھی دی ہو۔ چنانچہ میں اپیل کرتا ہوں کہ خوف و دہشت کی اس فضا کو قہقہوں میں بدل دیں۔ آپ کو اپنے ساتھی کے انتخاب کی آزادی ہے۔ ہم اس سلسلے میں آپ پر جبر نہ کریں گے۔ ہاں دوسری صورت ممکن ہے ہمیں آپ پر جبر کرنے پر مجبور کردے۔" آلٹرے خاموش ہوگیا۔

لڑکیوں کے دلوں کی جو کیفیت ہوئی تھی، اس سے وہی بخوبی واقف تھیں، لیکن یہ الفاظ ان کیلئے غیر متوقع نہیں تھے، وہ خود کو ان کے لئے تیار کرچکی تھیں۔ اسلئے کسی قسم کے جذبات کا اظہار ان کے چہرے سے نہ ہوا۔

"کیا آپ نے ہماری اپیل قبول کرلی ہے؟" آلٹرے نے پوچھا۔

"لیکن ہمارے بزرگوں نے تو ہم سے کچھ اور کہا ہے۔" ایک لڑکی نے کہا

"وہ کیا؟"

"انھوں نے ——— انھوں نے کہا ہے کہ ہم ——— ہم رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد —— ؟"

"ٹھیک کہا ہے۔ دقیانوسی بوڑھوں کی بات ہم نے مان لی ہے۔ اور اس میں حرج بھی کیا ہے۔ ناک خواہ یوں پکڑی جائے یا یوں۔" آلٹرے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "آپ کو بہرحال اس بات کی اجازت ہے کہ ان بوڑھوں کے فیصلے کا انتظار کرلیں۔ لیکن اس دوران ہمیں ایک دوسرے سے گھلنے ملنے اور فیصلہ کرنے کا حق تو ہے۔"

"ہاں۔ اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" فرزانہ نے جواب دیا اور آلٹرے شرارت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تب مس فرزانہ ـــ میں آپ سے درخواست کروں گا، کیا آپ میرے ساتھ گھومنے چلیں گی؟" اس نے کہا، اور فرزانہ شرمائی ہوئی سی آگے بڑھ آئی۔ آلٹرے نے محبت سے اس کا ہاتھ پکڑا اور باہر نکل آیا۔ "عیش کرو ساتھیو ـــ اپنا کام تو بن گیا۔" اس نے سرنگ کے دہانے میں داخل ہوتے ہوئے کہا اور دوسرے نوجوان بھی نعرہ لگا کر کھڑے ہوگئے۔ اور پھر نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کا گروہ باہر نکل آیا۔ وہ ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالے برف پر پھیل گئے۔ طویل مایوسی کے بعد آج پھر دلوں میں اُمنگیں جاگی تھیں۔ موت کے اندھیروں سے وہ چند ساعت کے لئے نکل آئے تھے۔ نوجوان جوڑے برف پر کلیلیں کرتے رہے۔ لڑکیاں جانتی تھیں کہ اسی میں ان کی آبرو کی بقا ہے کہ ان نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ بیوقوف بنایا جائے۔ فرزانہ نے انھیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا اور وہ اپنا رول نہایت خوبی سے ادا کر رہی تھیں۔

آلٹرے فرزانہ کو لے کر برف کے ایک تودے کے پیچھے پہونچ گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے فرزانہ کے دونوں ہاتھ پکڑے اور اسے اپنے سامنے بٹھالیا۔ "بالآخر میں نے آپ کو حاصل کرلیا، مس فرزانہ" اس نے کہا۔

"کیا آپ مجھے پہلے سے پسند کرتے تھے یا ـــ اس دن ـــ؟"

"اوہ، اس منحوس دن کی یاد نہ دلاؤ۔ نہ جانے مجھے کیا ہوگیا تھا ورنہ میں پیشہ ور جوڈو ماسٹر ہوں۔ بس قسمت ہی خراب تھی۔ ورنہ تمہارے ڈیڈی کی زندگی نہ بچتی۔ اور جب تم نے مجھے قبول کرلیا ہے تو تمہارے ڈیڈی کو قتل کر کے مجھے افسوس بھی ہوتا۔"

"مجھے تو اس دن بھی افسوس ہوا تھا جب ڈیڈی نے آپ کی دُرگت بنائی تھی اور آپ برف پر پڑے بے بسی سے ہاتھ پاؤں پٹخ رہے تھے۔ آپ کے چلے جانے کے بعد میں نے ڈیڈی سے احتجاج کیا تھا کہ انھیں آپ کے ساتھ یہ بُرا سلوک نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

آلٹرے چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ فرزانہ اس پر طنز کر رہی ہے یا حقیقت کہہ رہی ہے۔ لیکن چالاک فرزانہ کے چہرے سے وہ کوئی اندازہ نہ لگا سکا۔

"تمہیں کیوں افسوس ہوا تھا؟" اس نے پوچھا، اور فرزانہ نے شرما کر سر جھکا لیا۔ "اوہ" آلٹرے نے انگلی سے اس کی ٹھوڑی اُٹھائی، اور اپنے پیاسے ہونٹ فرزانہ کے چہرے کی طرف جھکا دیئے۔ تب فرزانہ ایک ادا کے ساتھ پیچھے ہٹ گئی۔

"نہیں مسٹر آلٹرے اپنے وعدے پر قائم رہیئے۔ میں ـــ میں بھی آپ کو پسند کرتی ہوں لیکن ـــ لیکن۔ کوئی رشتہ قائم ہوئے بغیر میں آپ کے قریب نہیں ہوسکتی۔ میں مشرقی لڑکی ہوں۔ اور اپنا آئیڈیل بھی باوقار چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اور آپ کے ساتھی اپنا قول نبھائیں تاکہ ہم آپ کی بیوی بن کر فخر محسوس کریں۔"

"میں اپنا قول نبھاؤں گا مس فرزانہ۔ آپ جیسی محبوبہ مل جائے تو انسان نہ جانے کیا سے کیا بن سکتا ہے۔ بے فکر رہیں۔ میرا کوئی ساتھی کسی لڑکی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرسکتا۔"

"شکریہ" ـ فرزانہ نے ایک ادا سے کہا، اور آلٹرے اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے اُٹھ گیا۔ اسی وقت ایک اور برف کے تودے کے عقب سے ایک [illegible] اُبھری اور وہ دونوں چونک پڑے۔ آلٹرے تیزی سے تودے کے پیچھے [illegible] اور فرزانہ بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑی۔ تب انھوں نے ایک شرمناک [illegible]

منظر دیکھا۔ جہاز کی ایک ہوسٹس ایک قوی ہیکل نوجوان کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی۔

"گریک۔" آلٹرے دہاڑا۔ اور نوجوان چونک پڑا۔ اس نے لڑکی کو بدستور نیچے دباتے ہوئے آلٹرے کی طرف دیکھا۔

"بھاگ جاؤ آلٹرے۔ جاؤ۔ یہاں سے ہٹ جاؤ۔"

"کھڑے ہو جاؤ گریک۔ ورنہ تمہارا حشر بھی جہاز کے نوجوانوں سے مختلف نہ ہوگا۔" آلٹرے نے خونخوار لہجے میں کہا اور گریک کے سر پر پہونچ گیا گریک نے اسے ایک گندی سی گالی دی تھی۔ اور دوسرے لمحے آلٹرے نے اسکے سر کے بال پکڑ کر اٹھالیا۔ اور دوسرے لمحے اس کا گھونسہ گریک کے مُنہ پر پڑا۔ گریک اُچھل کر کئی فٹ دُور جا گرا تھا، لیکن وہ بھی خاصا قوی ہیکل تھا۔ اور پھر اس نے وحشیانہ انداز میں آلٹرے پر حملہ کر دیا۔

آلٹرے پروفیسر خاور کے مقابلے میں واقعی حقیر ثابت ہوا تھا۔ لیکن قوی ہیکل گریک کے لئے وہ بہت خطرناک ثابت ہوا، اس نے گریک کے ہر حملے کو ناکام بنادیا۔ اور کئی بار اسے سر سے بلند کر کے برف پر دے مارا۔ اور پھر اس وقت تک مارتا رہا جب تک گریک بے ہوش نہ ہو گیا۔ فرزانہ نے.... [illegible]ی ہوئی لڑکی کے لباس سے اس کا برہنہ جسم چھپا دیا۔ اور پھر وہ اور آلٹرے لڑکی کو ساتھ لے کر برف کی سُرنگ کی طرف بڑھ گئے۔

آلٹرے خود بھی گریک سے مختلف نہیں تھا لیکن فرزانہ کا جادو سر چڑھ کر بولا تھا۔ وہ فرزانہ کی محبت سے سرشار ہو گیا تھا۔ اور گریک کی [illegible]امت اسی لئے آئی تھی۔ اگر فرزانہ چالاکی سے کام نہ لیتی تو شاید خود آلٹرے [illegible]ی اس کے ساتھ یہی سلوک کر سکتا تھا۔ بہر حال وہ اس وقت خود کو ایک [illegible]ریف النفس انسان ثابت کرنے کے لئے کوشاں تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے [illegible]عد وہ ایک بھونپو کے ذریعہ نوجوانوں کو ایک جگہ اکٹھا ہونے کا حکم دے رہا تھا۔ [illegible]وان جوڑے ایک جگہ جمع ہو گئے تو اس نے کہا۔

"دوستو۔ یہ طے ہے کہ بوڑھوں نے ہمارے ساتھ ایک باعزت [illegible]اہدہ کر کے ہمارے مطالبے کو تسلیم کر لیا ہے۔ ہمیں لڑکیوں پر تصرف کا حق مل گیا ہے۔ [illegible]انچہ جب ہم نے انکی بات کو تسلیم کر لیا ہے تو ضروری ہے کہ ان سے کئے ہوئے [illegible]ے کا پاس بھی کریں۔ ابھی کچھ دیر قبل ہمارے ایک ساتھی گریک نے اپنی [illegible]اتھی لڑکی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس لڑکی کو [illegible]چالیا۔ اور اب میرا حکم ہر نوجوان کیلئے یہی ہے۔ لڑکیاں اگر ہم پر اعتماد کر کے باہر [illegible]آئی ہیں تو ہمیں ان کا اعتماد برقرار رکھنا ہوگا۔ اگر کسی نے کسی لڑکی کے [illegible]اتھ زیادتی کی تو۔ اس کا حشر گریک سے مختلف نہیں ہوگا۔ جو برف کی اس چٹان کے عقب میں زخمی، بے ہوش، یا مُردہ پڑا ہے۔"

"ٹھیک ہے، ہم سب معاہدے کی پابندی کریں گے۔ راڈرک کی آواز اُبھری........ فروزاں اس کے ساتھ تھی اور پھر راڈرک کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگوں نے بھی اس بات کا اقرار کر لیا۔ اور آلٹرے ان کا شکریہ ادا کر کے واپس جہاز کی سُرنگ کی طرف چل پڑا۔

"مجھے یقین ہے کہ مس فرزانہ نے اس وحشی کو رام کر لیا ہے۔" راڈرک نے آہستہ سے فروزاں سے سرگوشی کی۔

"شاید۔"

"آپ کافی بجھی بجھی سی ہیں مس فروزاں۔ یقین کیجئے آپ میرے ساتھ اُس حیثیت سے نہیں ہیں جیسے دوسری لڑکیاں ان بگڑے ہوئے نوجوانوں کے ساتھ ہیں۔ میں آپ کی دل سے عزت کرتا ہوں،" اس نے کہا۔

"اوہ۔ نہیں مسٹر راڈرک۔ میں آپ کی شرافت پر بھروسہ کرتی ہوں۔" فروزاں نے کہا۔ اور راڈرک گردن ہلانے لگا۔

شام کو بوڑھے واپس آگئے۔ اس شام راڈرک نے بوڑھوں سے ہتھیار بھی واپس نہ مانگے تھے۔ لیکن بوڑھوں نے مچھلیاں ایک جگہ ڈھیر کرنے کے بعد ہتھیار خود اس ہیڈ کوارٹر میں جمع کر دیئے۔ اور پھر وہ ایک جگہ جمع ہو کر میٹنگ کرنے لگے۔

آلٹرے نے انھیں دیکھا اور مسکراتا ہوا ان کے قریب پہونچ گیا۔ "کیا میٹنگ ہو رہی ہے بزرگو۔" اس نے ایک بوڑھے کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اس نے محسوس کیا کہ بوڑھوں کے چہروں سے کوئی خاص بات عیاں ہے۔ چنانچہ وہ سنجیدہ ہو گیا۔

"ممکن ہے تم ہماری تجویز قبول نہ کرو آلٹرے۔ لیکن اگر تم نے اسکی مخالفت کی تو بلاشبہ یہ ایک افسوسناک اقدام ہوگا۔" ایڈمنڈ سسکو نے کہا۔

"کون سی تجویز۔ مجھے بتاؤ۔ میں اس پر غور کروں گا۔" آلٹرے نے کہا

"تمہیں یاد ہے پروفیسر خاور نے ایک بات کہی تھی۔ انھوں نے کہا تھا کہ اگر تم ہم سے تعاون کرو تو ہو سکتا ہے ہمیں یکساں غذا سے نجات مل جائے۔ ہو سکتا ہے ہم اس ویرانے سے نہ نکل سکیں لیکن ہم برف کی ان ڈھلانوں سے پرے ایک ایسی دنیا تلاش کر سکیں جہاں زندگی بسر کرنے کی آزادی ہو۔"

"اور ہاں پھر پروفیسر نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اس سلسلے میں پھر مجھ سے بات کریں گے۔" آلٹرے نے کہا۔

"درحقیقت مسٹر آلٹرے۔ مسٹر خاور اس برف کے جہنم میں ہمارے

لئے فرشتہ رحمت ہیں۔ اگر وہ ان مچھلیوں کی نشاندہی کر کے ہمارے لئے غذا کا مسئلہ نہ حل کرتے تو، ہم میں سے کتنے افراد زندہ ہوتے؟۔ شاید ایک بھی نہیں۔ پروفیسر سے گفتگو کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ پروفیسر لامحدود علوم کے ماہر ہیں۔ وہ زمین دیکھ کر اس کے جغرافیائی حالات کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔ . . . . انھوں نے مجھے بتایا کہ ان ڈھلانوں سے پرے۔ برف کا دبیز علاقہ ختم ہو جاتا ہے اور وہاں درخت اور پھل پھول موجود ہیں۔ وہاں خشکی کے جانور بھی مل سکتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ علاقہ بھی آبادی کی نشاندہی نہ کر سکے۔ لیکن کم از کم وہاں رہ کر زندگی اتنی ناپائیدار رہے گی جس کے امکان اس برف پر موجود ہیں۔ فرض کرو یہاں کوئی شدید طوفان آجاتا ہے۔ اس وقت ہم کہاں ہوں گے۔ برف کے نیچے مچھلیوں کی تعداد بھی ختم ہوتی جا رہی ہے اور وہ چند روز ہی چل سکیں گی۔ اس کے بعد موت یقینی ہے۔ چنانچہ پروفیسر کی ہدایت کے مطابق کیوں نہ زندگی کے لئے، زندگی سے بھرپور ایک کوشش کر لی جائے۔

"لیکن وہ نئی دنیا ہمیں برف کے ڈھلانوں کو عبور کرنے کے بعد ہی تو حاصل ہو سکتی ہے؟" آلٹرے نے بے چینی سے کہا۔

"ہاں ہمیں برف کے ڈھلان عبور کرنے ہوں گے۔"

"یہی تو مسئلہ ہے۔ کیسے۔؟"

"اس کے لئے بھی پروفیسر کی بے پناہ صلاحیتیں کام کر رہی ہیں۔ ہمیں اس عظیم انسان کا شکرگزار ہونا چاہئے مسٹر آلٹرے۔ اگر وہ چاہتا تو آج ہم میں نہ ہوتا۔ اپنی لڑکیوں سمیت فرار ہو چکا ہوتا تو ہمارے لئے یہاں سے نکلنے کا تصور بھی ناممکن تھا!"

"میں اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ براہ کرم آپ میں سے چند افراد میرے ساتھ کیبن میں آجائیں" آلٹرے نے کہا۔

"تم ان نوجوانوں کے لیڈر ہو آلٹرے، کیا یہ سب تمہاری بات مانیں گے؟"

"ہاں اس کا تجربہ آج ہو چکا ہے۔ آپ مس فرزانہ سے معلوم کر سکتے ہیں" آلٹرے نے مختصر الفاظ میں آج کی کاروائی دہرائی اور خادر اور سسکو حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

"بہرحال تم نے شرافت کا ثبوت دیا ہے آلٹرے، بیشک ہم تم سے جو وعدہ کر چکے ہیں اسے ضرور پورا کریں گے۔ لیکن اس سے پہلے بہتر زندگی گزارنے کے لئے جدوجہد کر لی جائے تو کیا حرج ہے" سسکو نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"میں تیار ہوں" آلٹرے نے جواب دیا اور سسکو، خادر اور دوسرے چند لوگ آلٹرے کے ساتھ کیبن میں داخل ہو گئے جہاں جہاز کی سیٹیں موجود تھیں، وہ سب ان کرسیوں پر بیٹھ گئے تب خادر نے کہا۔

"میں نے پوری زندگی خطرناک مہمات میں گزاری ہے۔ ان مہمات نے مجھے زمین کو پہچاننے کا تجربہ بھی دیا ہے اور اس تجربے کے تحت میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ڈھلانوں سے پرے سنگلاخ زمین موجود ہے، جہاں درخت، پھل پھول اور پانی کے چشمے موجود ہیں۔ ہم وہاں رہ کر بہترین زندگی گزار سکتے ہیں اور ممکن ہے وہاں پہنچ کر ہمیں مہذب دنیا تک سفر کرنے کی سہولت بھی فراہم ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے پروفیسر، لیکن یہ ناقابل عبور ڈھلان۔؟"

"برف کی اس ناپائیدار اور تکلیف دہ زندگی سے نجات حاصل کر کے بہتر زندگی گزارنے کے لئے خودکشی کے انداز میں اگر ایک کوشش کر لی جائے تو کیا حرج ہے؟"

"آپ کے ذہن میں کوئی ترکیب ہے؟" آلٹرے نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں چند روز قبل چند تجربات بھی کر چکا ہوں۔ اور اگر یہ نئی صورت حال نہ پیدا ہوتی تو میں شاید اپنے پروگرام پر عمل بھی کر چکا ہوتا۔" پروفیسر خادر نے کہا۔

"خوب، تب آپ مجھے اس تجربے کے بارے میں بتائیں گے پروفیسر!"

"ہاں، لیکن کل صبح۔ میں عملی طور پر اپنے تجربے کی نمائش کروں گا"

"اگر وہ کامیاب تجربہ ہے پروفیسر۔ تو تم نوجوانوں کو اس کے لئے تیار پاؤ گے" آلٹرے نے کہا۔

"ٹھیک ہے چنانچہ باقی گفتگو کل صبح تک کے لئے ملتوی" پروفیسر نے کہا۔ اور وہ لوگ اٹھ گئے۔ آلٹرے انھیں باہر تک چھوڑنے کے لئے آیا تھا۔ اور پھر وہ مچھلیاں تیار کرنے میں مصروف ہو گئے۔

اسی رات ۔۔ پروفیسر اور فرزانہ حسب معمول ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے "آلٹرے کے رویے نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ کیا حقیقت ہے کہ اس نے کسی لڑکی کی آبرو بچائی تھی؟"

"ہاں، یہ حقیقت ہے ڈیڈی۔ لیکن سانپ نے وقتی طور پر کینچلی چڑھالی ہے۔ وہ کسی بھی وقت کینچلی سے باہر آسکتا ہے۔"

"اوہ۔ میں تفصیل چاہتا ہوں" پروفیسر نے سرگوشی کی۔

"صبح کو ان کے تیور خطرناک تھے۔ انھوں نے لڑکیوں سے کہا وہ اداسی کی فضا ختم کر دیں اور اب جبکہ ان کے بزرگ فیصلہ کر چکے ہیں کہ انھیں نوجوانوں کے سپرد کر دیں گے تو لڑکیوں کو بھی ان کا فیصلہ قبول کر لینا چاہئے"

میں نے چونکہ تمام لڑکیوں کو سمجھا دیا تھا کہ اگر ہم ان نوجوانوں کو چالاکی سے بیوقوف نہ بنا سکے تو پھر خودکشی ہی کرنی ہوگی۔ اس لئے لڑکیوں نے انھیں خوش آمدید کہا اور ان کے ساتھ باہر نکل آئیں۔ خود ذلیل آلٹرے نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ میں اس کے ساتھ باہر آگئی تھی اور پھر میں نے اسے بیوقوف بناکر اس بات پر آمادہ کرلیا کہ اس وقت تک لڑکیوں کے اور اپنے ضمیر کو داغدار نہ کیا جائے جب تک پروگرام کے مطابق وہ ان کی نہ ہوجائیں۔ وہ گدھا بن گیا اور اسی چکر میں اس نے گریک کو قتل کردیا۔"

"اوہ۔" پروفیسر نے گہری سانس لی۔ پھر سرگوشی میں بولا۔۔۔

"بہرحال میرے ذہن کا بوجھ دور ہوگیا۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ ایک زوردار قہقہہ لگاؤں۔ بھیڑیا بھیڑ کی کھال اوڑھ کر بھیڑوں میں شامل ہونا چاہتا تھا۔ بس اب سوجاؤ فرزانہ۔ ممکن ہے کل کا دن ہمارے لئے بے حد اہمیت رکھتا ہو۔"

دوسرے دن صبح حسب معمول سب لوگ جاگ گئے۔ وافر مقدار میں مچھلیاں حاصل کی جارہی تھیں، اس لئے آج کل صبح کا ناشتہ بھی ہونے لگا تھا ناشتہ سے فارغ ہوکر وہ سب باہر نکل آئے۔ نوجوان بھی ساتھ تھے۔ تب لٹرے نے نوجوانوں کو اکٹھا کیا اور بولا۔

"دوستو! بوڑھوں نے ہم سے تعاون کا وعدہ کیا تھا اور اب تک لھوں نے اس پرخلوص نیت سے عمل کیا ہے اس بات سے ہم سب واقف یں کہ اس ویرانے پر ہم صرف موت کا انتظار کررہے ہیں۔ کون اس بات سے انکار رسکتا ہے کہ کسی بھی وقت برف کے نیچے مچھلیوں کا ذخیرہ ختم ہوجائے۔ ل پھر کوئی خوفناک طوفان آجائے اور ہم سب برف کے نیچے دفن ہوجائیں لا صورت میں یہ بوڑھے بھی ہمارے لئے کچھ نہیں کرسکیں گے۔ پروفیسر خاور کے سے ہیں میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ مچھلیوں کی نشاندہی نہ کرتے تو۔۔ ب اب تک ہلاک ہوچکے ہوتے۔ انھیں پروفیسر خاور نے اپنی لامحدود ماہ مات اور تجربے سے پتہ چلایا ہے کہ برف کی ان ڈھلانوں کے دوسری ں سنگلاخ زمین موجود ہے۔ جہاں درخت، پھل پھول اور شکار موجود ہے۔ وہاں تک پہونچ جائیں تو برف کے اس ویرانے سے نجات پاسکتے ہیں ان ہے اس کے بعد بیرونی دنیا سے رابطہ قائم کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نکل ۔ پروفیسر نے وہاں تک پہونچنے کے لئے کوئی تجربہ بھی کیا ہے، جسے وہ ۔ سامنے دہرانا چاہتے ہیں۔ دوستو! اگر بوڑھے وعدہ کریں کہ وہاں جاکر وہ اپنے وعدے پر قائم رہیں گے اور بغیر کسی تاخیر کے لڑکیوں کو ہمارے حوالے ں کردیں تو ہمیں ان کے اس تجربے سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ آپ لوگوں کی [illegible]

"اگر برف کے اس جہنم سے نجات مل سکے تو اس سے بڑی بات اور کون سی ہوسکتی ہے۔" لڈورک نے کہا۔ اور ان تمام نوجوانوں نے ۔۔۔۔۔ ہاتھ اٹھادیئے جو دراصل بوڑھوں کے ساتھی تھے، اور انکی دیکھا دیکھی دوسرے نوجوان بھی تیار ہوگئے۔

تب آلٹرے نے پروفیسر سے درخواست کی "پروفیسر!۔ ہم آپ کا تجربہ دیکھنا چاہتے ہیں، لیکن اس سے قبل یہ وعدہ ضروری ہے کہ وہاں جاکر بھی آپ اپنے وعدے کے پابند رہیں گے۔"

"مسٹر آلٹرے! ہم بوڑھے یہاں سے نکلنے کی ایک کوشش کررہے ہیں۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہوگئے تو اس جگہ پہنچ کر بھی ہم آپ کے محکوم ہی رہیں گے۔ وہاں جاکر ہماری قوت تو نہ بڑھ جائے گی۔ میں ایک بار پھر یہی کہونگا کہ اگر لڑکیوں کے حصول سے نوجوانوں کی صلاحیتیں نکھر آتی ہیں تو ہم خوشی سے انھیں ان کے حوالے کرنے کو تیار ہیں۔۔ ہاں ۔۔ یہ وعدہ ہے۔ یہ ہم سب بوڑھوں کا وعدہ ہے کہ نئی دنیا میں قدم رکھتے ہی، نوجوانوں کو تمام لڑکیوں سے منسلک کردیا جائے گا اور اجازت دے دی جائے گی کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں۔" ایڈمنڈسسکو نے کہا۔

"ہم سب تیار ہیں ۔۔ ہم سب تیار ہیں۔" نوجوان خوشی سے چیخنے لگے۔ تب بوڑھے خاور نے انھیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور وہ سب اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ ان کا رخ خوفناک ڈھلانوں کی طرف تھا۔۔۔ ڈھلانوں تک کا طویل اور دشوار گزار راستہ طے کرکے وہ اس نشان تک پہونچ گئے جو پروفیسر خاور نے کچھ روز قبل ایک تجربہ کرنے کے بعد لگایا تھا۔۔۔ پروفیسر خاور اس نشان کے پاس پہونچ کر رک گیا۔

"یہ میرے تجربے کا نشان ہے۔ یہاں برف بہت ہلکی ہے اور اسکے نیچے ویسے ہی سیاہ پتھر موجود ہیں جو میں نے بطور نشان لگایا ہے۔ کیا نوجوان چند وزنی پتھر کاٹنے میں میری مدد کریں گے۔"

"ضرور۔" چند نوجوانوں نے کہا، اور پھر وہ برف توڑنے والی کدالوں سے برف ہٹاکر پتھروں کے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹنے لگے۔ تھوڑی دیر میں چار پانچ وزنی پتھر اکھاڑ لئے گئے۔ اور پھر پروفیسر کے اشارے پر ایک پتھر نشان سے دور لے جایا گیا، اور ڈھلان کے کنارے پر پہونچ کر اسے نیچے لڑھکا دیا گیا۔ پتھر کسی برق رفتار گھوڑے کی طرح برف کی ڈھلانوں پر پھسلنے لگا۔ اور نوجوان وہ خوفناک منظر دیکھنے لگے۔ پھر ایک جگہ پہونچ کر پتھر زور سے اچھلا اور نہ جانے کہاں غائب ہوگیا۔ نوجوانوں کے دل دہل اٹھے تھے۔

"اس لئے میں نے یہ جگہ ناموزوں قرار دے دی۔" بوڑھے خاور نے

کہا۔ اور پھر اس نے ایک پتھر اسی انداز میں نشان کے دوسری طرف لڑھکایا۔
اس پتھر کا حشر بھی ویسا ہی ہوا تھا۔ پھر یکے بعد دیگرے تین پتھر اس نشان کے
سامنے آگے پیچھے رکھے گئے، اور پہلے پتھر کو نشان کے سامنے والے ڈھلان میں
دھکیل دیا گیا۔ پتھر کا طوفانی سفر شروع ہو گیا اور وہ تیزی سے نگاہوں سے
دور ہوتا گیا۔ لیکن اس پتھر نے برف کے طویل وعریض میدان کو بخوبی پار
کر لیا اور اس کی سیاہی اس وقت تک نظر آتی رہی جب تک نگاہوں کی حد
ختم نہ ہو گئی۔ پروفیسر کے اشارے پر دوسرا اور پھر تیسرے پتھر کو بھی اسی طرح
لڑھکایا گیا۔ اور ان دونوں پتھروں نے اپنا سفر بخیر وخوبی طے کر لیا۔
نوجوان خوفزدہ نظروں سے اس تجربے کو دیکھ رہے تھے۔

پروفیسر خاور نے دلچسپ نگاہوں سے انھیں دیکھا اور پھر بولا "میں نے طے
کیا تھا کہ ایک چوڑی سِل کاٹوں گا جس میں چاروں طرف برف کھودنے والے
آلات کیلوں کی طرح گاڑ دیئے جائیں گے۔ میں اس سل پر نرم چیزیں بچھا کر
انھیں اس قابل بنالوں گا کہ انسانی جسم کو ان پر تکلیف نہ ہو۔ پھر رسیوں کی
مدد سے میں اپنی دونوں بچیوں اور خود کو ان کیلوں سے جکڑ لوں گا اور اس کے
بعد ہم ان ڈھلانوں کا سفر شروع کر دیں گے اور اس وادی تک پہونچ جائینگے
جو اس برف کے قید خانے سے کہیں زیادہ بہتر ہے اور جہاں رہ کر زندگی زیادہ
کٹھن نہیں رہے گی۔ ہم وہاں سے آگے بڑھنے کے انتظامات بھی کر سکتے تھے
لیکن پھر مجھے احساس ہوا کہ میں خود غرضی سے کام لے رہا ہوں۔ میں نے
سوچا اپنی تجویز دوسروں کے سامنے پیش کر دوں تاکہ دوسرے بھی ہمت کریں میں
پورے خلوص سے اپنا پروگرام آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ ہم نے اس
برف سے گزر کر اس وادی میں جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور اب آپ سب کو
اس سفر کی دعوت دیتے ہیں۔ سفر کا طریقہ کار البتہ تھوڑا سا بدل دیا گیا ہے"
خاور نے خاموش ہو کر نوجوانوں کے خشک چہرے اور خوفزدہ آنکھیں
دیکھیں۔ اور اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے آپ کے چہرے دیکھ کر دکھ ہوا ہے۔ آپ جو ہم بوڑھوں
کو قتل کرنے کیلئے بڑے پرجوش نظر آ رہے تھے، میری تجویز سن کر دہشت زدہ
ہو گئے ہیں۔ عجیب رنگ ہے آپ کے خون کا۔ کیا آپ کی دلیری یہیں تک
محدود ہے"

"طنز نہ کریں پروفیسر" آلٹرے نے آگے بڑھ کر کہا "بلاشبہ
آپ کا تجربہ خطرات سے بھرپور ہے لیکن برف کے اس ویرانے میں سسک
کر موت کا انتظار کرنے سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ ایک بار زندگی کی بھرپور
جدوجہد کر لی جائے۔ اگر اس جدوجہد میں موت آ جائے تو وہ زیادہ
بہتر ہوگی۔ میں تمام نوجوانوں کے بارے میں تو نہیں کہتا، لیکن مجھے یقین
ہے کہ ہم میں سے چند ایسے ضرور ہوں گے جو اس جدوجہد میں حصّہ لینا پسند
کریں گے۔ لیکن اس سے قبل چند سوالات ضروری ہیں"

"کیا۔؟"

"نمبر ایک۔ کیا ہمیں پتھروں پر اس انداز میں سفر کرنا ہوگا،
جس طرح آپ نے بتایا ہے۔ نمبر دو۔ کیا آپ بوڑھے ہمارے ساتھ دھوکا
تو نہیں کر رہے ہیں۔ نمبر تین۔ اگر ہم اس وادی میں بخیر وخوبی پہونچ گئے
تو کیا آپ لوگ اپنے وعدوں سے انحراف تو نہ کریں گے؟"

"بس یہی سوال ہیں؟" پروفیسر خاور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔"

"سوال نمبر ایک کا جواب ہے کہ۔ اس سلسلہ میں، میں ایک
بات کہہ چکا ہوں کہ سفر کا طریقہ کار اجتماعی طور پر تھوڑا سا بدل دیا گیا ہے
جس کے بارے میں، میں ابھی بتاؤں گا۔ سوال نمبر دو کا جواب ہے کہ کسی
قسم کے دھوکے کا امکان یوں نہیں ہے کہ یہ سفر اجتماعی طور پر کیا جائے گا
یعنی ہم سب ساتھ ہوں گے۔ زندگی یا موت جو کچھ بھی ہوگا ساتھ ہوگا
اور سوال نمبر تین کے بارے میں صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے یہاں
بھی خود کو بے بس نہیں سمجھا ہے۔ یہاں بھی ہم تم سے اس وقت تک جنگ
کر سکتے ہیں جب تک ہم سب ختم نہ ہو جائیں اور ظاہر ہے ہم بزدل نہیں ثابت
ہوں گے۔ لیکن ہم نے نوجوانوں کے مطالبات کو عقل کی روشنی میں پرکھ
صرف اس لئے منظور کر لیا کہ ممکن ہے اس سے ان کی صلاحیتیں جاگ اٹھیں
اور وہ یہاں سے نکلنے کا کوئی طریقہ۔۔۔۔ سوچ لیں، یہی کوشش اس
وادی میں پہونچنے کے بعد ہوگی۔ چنانچہ کسی قسم کے انحراف کا سوال ہی
نہیں پیدا ہوتا"

آلٹرے گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے کہا "میں مطمئن ہوں"
اب براہ کرم وہ طریقہ بتائیے جس کے تحت ہم سفر کریں گے"

پروفیسر خاور نے مسکراتے ہوئے نوجوانوں کی طرف دیکھا۔ اور
پھر بولا۔ "ہم تباہ شدہ طیارے کے ڈھانچے کو برف کے پہاڑ سے کھود
نکال لیں گے۔ اس کا سامنے کا ٹوٹا ہوا حصّہ درست کر لیں گے اور پھر
اسے ڈھلان تک لے آئیں گے۔ پھر ہم سب اس طیارے میں بیٹھ جائیں
اور طیارہ ڈھلان پر چھوڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ ہمارا سفر بذریعہ طیارہ ہوگا
لیکن بدقسمتی سے طیارہ فضا میں نہیں پرواز کرے گا بلکہ برف پر دوڑے گا

"اوہ" آلٹرے کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے

وہ حیران نگاہوں سے پروفیسر خاور کو دیکھ رہا تھا۔ دوسرے بہت سے
نوجوانوں کے چہرے بھی سرخ ہو گئے تھے۔ پتھر پر سفر کرنے کی بہ نسبت
طیارے کے ڈھانچے میں سفر کرنے کا تصور زیادہ دلچسپ تھا۔ اور اس کے
لئے تقریباً سبھی تیار تھے جس کا اندازہ ان کے چہروں سے ہو رہا تھا۔
"کیا خیال ہے دوستو! کیا زندگی کی اس جدوجہد میں تم حصہ
لینے کے لئے تیار ہو؟"
"ہم سب تیار ہیں۔" تقریباً سبھی نے بیک وقت جواب دیا۔
"پروفیسر خاور درحقیقت عظیم دماغ رکھتے ہیں۔ اس ناگہانی
آفت میں اگر پروفیسر ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو ہم سب اب تک مر کھپ
گئے ہوتے۔ ان کی لازوال ذہانت نے غذا کا مسئلہ حل کیا۔ اور اب
پروفیسر کی ذہانت نے ایک اور گل کھلایا ہے۔ درحقیقت برف پر تیز رفتار
سفر زندگی کا ایک انوکھا تجربہ ہوگا۔ نتیجہ کچھ بھی ہو۔ ہم سب آپ کے
ساتھ ہیں پروفیسر۔ ہم سب آپ کے زیر ہدایت کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔"
آلٹرے نے اعلان کیا اور نوجوان تالیاں بجانے لگے۔ ان میں بوڑھوں کی
تالیاں بھی شامل تھیں۔ لیکن چند چہرے ایسے بھی تھے جو صرف مسکرا رہے تھے۔
اور ان کی مسکراہٹ میں موت چھپی ہوئی تھی۔ جیسے ایڈمنڈ سسکو۔ پروفیسر
خاور۔ راڈرک۔۔۔۔

*

برف کی کھدائی کا منظر بے حد پُرجوش تھا۔ تقریباً سوا دو سو
افراد برف کے اس مضبوط پہاڑ کو ڈھا دینے کے لئے کوشاں تھے۔ یہ کھدائی
زیادہ مشکل نہیں تھی۔ صرف برف کے اس تودے کو زمین پر بکھرا دینا تھا، جو
پہاڑ کی شکل رکھتا تھا۔ اور سب اس میں مصروف تھے۔ بوڑھے نوجوان لڑکیاں
سب ہی برف کھود رہے تھے۔ لڑکیوں کو ساتھ کام کرتے دیکھ کر نوجوانوں کے
جسموں میں اور چستی آ گئی تھی اور وہ پوری محنت اور جانفشانی سے کام کر
رہے تھے۔ البتہ پروفیسر خاور کی رہنمائی میں بوڑھوں کی ایک ٹیم جو دس
افراد پر مشتمل تھی علیحدہ ہو گئی تھی۔ یہ لوگ مچھلیاں حاصل کرنے
گئے تھے۔

شام کو جب ٹیم واپس آئی تو اس کے ساتھ مچھلیوں کا ایک
بڑا ذخیرہ تھا۔ جسے دیکھ کر کھدائی کرنے والوں نے خوشی کا نعرہ لگایا۔
پورے دن کی سخت محنت کا نتیجہ خاطر خواہ ہوا تھا۔ پہاڑ کی نچلی سمت سے
طیارے کا ڈھانچہ چمکنے لگا تھا۔ بہرحال اس کے بعد کام کل پر ملتوی کر
دیا گیا۔ اور وہ لوگ کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔

اب ہر دل میں امنگ تھی۔ لیکن جو لوگ اپنی مقدر پر سیاہی
مل چکے تھے، ان کی خوشی عارضی تھی اور بوڑھوں کا گروہ انھیں صرف اپنے
مقصد کے لئے استعمال کر رہا تھا۔ اس گروہ سے بوڑھوں کو کوئی دلچسپی نہیں
تھی جو ان کی عزت کے درپے تھا۔ اگر وہ چالاکی سے کام نہ لیتے تو شاید
وہ انھیں قتل بھی کر چکے ہوتے اور برف پر ایک شرمناک ڈرامہ کبھی کا شروع
ہو چکا ہوتا۔ جس میں نسوانیت کی دھجیاں اُڑا دی جاتیں۔ انسانیت کی
چیخیں اس ویرانے میں گونج رہی ہوتیں، ایسے درندوں کو بیوقوف تو بنایا
جا سکتا ہے، ان سے ہمدردی کیسے ہو سکتی ہے؟
دوسرے دن صبح سے وہ لوگ پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے
بوڑھے خوراک کی تلاش میں نکل گئے۔ نوجوان آج کل سے بھی زیادہ تیزی اور
تندی سے کام کر رہے تھے۔ چنانچہ سورج نے جب واپسی کا سفر شروع کیا، تو
اس کی کرنوں نے جہاز کے ڈھانچے کو برف میں دور سے اُجاگر کر رہا تھا۔ جہاز اب برف
کے پہاڑ سے نکل آیا تھا۔ اور یہ ڈھانچہ واپس آنے والے بوڑھوں نے بھی
دیکھ لیا تھا جو مچھلیاں لا رہے تھے، بوڑھے خوش ہو گئے تھے۔ پروفیسر خاور
کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ کام کرنے
والوں کے پاس پہونچ گئے۔ سب ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ شام کو
کھانے پینے سے فارغ ہو کر ایک میٹنگ ہوئی جس میں اب دوسرے اقدامات
پر غور کرنا تھا۔

چنانچہ آلٹرے نے پروفیسر خاور سے سوال کر دیا۔ "اب ہمیں کیا
کرنا ہے پروفیسر؟"
"کل کا دن ہمارے سفر کا دن ہوگا۔ ممکن ہے کل کام مکمل نہ
ہو سکے۔ ایسی صورت میں پرسوں صبح ہم ضرور سفر کے قابل ہو جائیں گے۔
جہاز میں موٹے موٹے رسّے موجود ہیں چنانچہ ان رسّوں سے طیارے کو باندھ کر برف
پر گھسیٹنا ہے۔ خاصا مشکل کام ہے۔ لیکن جب یہ بے جان طیارہ ہم تمام
لوگوں کو اُٹھا کر پرواز کر سکتا ہے تو کیا ہم جاندار اسے گھسیٹ کر وہاں تک نہیں
لے جا سکتے۔ چنانچہ کل ہمارا یہی کام ہوگا۔ ہمارے پاس مچھلیوں کا خاصا
ذخیرہ موجود ہے، اس لئے کل ہمیں خوراک کی تلاش کی ضرورت نہیں پڑے گی۔
میں نے اس راستے کا انتخاب کر لیا ہے جس پر سے ہم طیارے کو گھسیٹ کر مطلوبہ
نشان تک لے جائیں گے۔ وہاں پہونچ کر ہم اس کے ونڈ شیلڈ والے حصے
کو بند کر دیں گے۔ جس سے ہماری آمد و رفت کا راستہ ہے۔ اس کے لئے ہم
سیٹوں کے ڈھانچے استعمال کریں گے جو آج تک ہمارے بڑے کام آئے ہیں۔
لیکن۔ طیارے کو ڈھلان کے سرے تک پہونچانے کا کام سب سے مشکل

ہوگا۔ اس کے لئے جان جوکھوں میں ڈالنا ہوگا اور وہیں دلیر نوجوانوں کا انتخاب ہوجائے گا۔

"آپ فکر نہ کریں پروفیسر۔ ہم نوجوان آپکی ہدایت پر سب کچھ کرنے کو تیار ہیں" آلٹرے نے جواب دیا۔ اور پھر چند سوالات کے بعد دن بھر کے تھکے ماندے آرام کرنے لیٹ گئے۔

دوسری صبح پھر جد و جہد کی صبح تھی۔ آج کی جد و جہد سب سے سخت تھی۔ چنانچہ علی الصبح ہی سب اُٹھ گئے۔ یہاں سے موٹے موٹے رسّے نکالے گئے۔ یہ ریشمی رسّے کافی مضبوط تھے، جنہیں پوری مضبوطی کے ساتھ جہاز کے مختلف حصّوں سے باندھ دیا گیا اور پھر کئی ٹیمیں بن گئیں، جن میں لڑکیوں اور بوڑھوں کی ٹیمیں علیحدہ علیحدہ تھیں۔ طیارے کو مضبوطی کے ساتھ رسّیوں سے باندھ کر وہ رک گئے۔ انھوں نے ہلکا سا ناشتہ کیا۔ اور پھر اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر آگئے۔ پروفیسر خاور کمانڈر کی حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ تمام ٹیموں کے تیار ہونے کے بعد اس نے اشارہ کیا۔ اور سب لوگ طاقت صرف کرنے لگے۔ اجتماعی طاقت تھی اور طیارہ بہت ہلکا ہوچکا تھا۔ وہ لوگ اسے آسانی سے اپنی جگہ سے کھسکانے میں کامیاب ہوگئے ـــ اور پھر انھوں نے سفر شروع کردیا۔ دیو ہیکل طیارے کا ڈھانچہ برف پر کھسک رہا تھا اور پھر جب وہ برف سے نکل آیا تو اس کے سفر میں اور آسانی ہوگئی۔ اسکے پہیے کھلے ہوئے تھے اور برف میں دفن ہونے کے باوجود جام نہیں ہوئے تھے۔ اس طرح ان پہیوں کی مدد سے طیارے کو آسانی سے برف پر ڈھکیلا جانے لگا۔ وہ لوگ اس غیر متوقع کامیابی پر بہت خوش تھے۔ ان کے خیال میں طیارے کو برف پر دھکیل کر اتنا طویل سفر کرنا بے حد مشکل کام تھا۔ لیکن اب یہ کام بہت آسان ہوگیا تھا اور وہ طیارے کو کسی گھوڑے کی طرح رسّی سے باندھ کر... سخت برف پر اس کو گھسیٹنے میں زیادہ طاقت نہیں صرف کرنا پڑ رہی تھی۔

سسکو اور خاور ساتھ ہی تھے۔ تب خاور نے آہستہ سے سسکو سے کہا "اس غیر متوقع کامیابی سے اس سفر کے آج ہی شروع ہوجانے کے امکانات ہیں۔ لیکن مسٹر سسکو۔ میں ایک بات سوچ رہا تھا۔"

"وہ کیا مسٹر خاور؟" ایڈمنڈ سسکو نے پوچھا۔

"ان پہیوں کے ساتھ برف پر پھسلنے سے طیارہ کسی جگہ پھنس کر اُلٹ بھی سکتا ہے۔ کیا ان پہیوں کا میکنزم ٹھیک ہے؟"

"ممکن ہے ایسا ہو۔ ہم اسے چیک کرلیں گے۔ ویسے اگر پہیے بند نہ ہوسکے تو انھیں نکال لیا جائے گا۔"

"ہاں یہ ضروری ہے۔ پہیئے نقصان دہ ہوسکتے ہیں"

فاصلہ تیزی سے طے ہو رہا تھا۔ سب اس بات پر خوش تھے کہ کام غیر متوقع طور پر آسان ہوگیا ہے، اب وہ طویل سفر باقی ہے جو آہستہ آہستہ طے ہو رہا ہے۔ اور ڈھلان تک کا سفر طے ہوگیا۔ نوجوانوں نے ڈھلان سے کچھ دور رسّیاں چھوڑ دیں۔ یہاں تک آنے میں انھیں صرف ڈیڑھ گھنٹہ لگا تھا۔ گویا ابھی پورا دن باقی تھا۔ چنانچہ نوجوان برف پر چاروں طرف بیٹھ کر سستانے لگے۔ آلٹرے خاور اور سسکو کے پاس پہونچ گیا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے معزز بوڑھو۔ ہمارے لئے کیا حکم ہے۔"

"فی الوقت آرام کرو۔ ہم اس وقت تک کچھ کام کرلیتے ہیں۔ ہمارا مقصد پہیئے بند کرنا یا نکالنا...... اور ونڈشیلڈ بند کرنا ہے۔ اس کے بعد اندر کے ماحول کو سفر کے قابل بنانا ہے ہاں آلٹرے سب سے مشکل کام باقی ہے۔ میرا خیال ہے تم اس سلسلے میں نوجوانوں کو تیار کرلو۔"

"نوجوان بڑے پُرامید ہیں۔ انھوں نے تمہاری ہر بات ماننے کا فیصلہ کرلیا ہے اور وہ اس یقین دہانی پر بے حد خوش ہیں کہ اس نئی دنیا میں جانے کے بعد بھی تم لوگ اپنے وعدے پر قائم رہوگے۔"

"بالکل۔ ہم اپنے وعدے پر قائم ہیں آلٹرے" سسکو نے کہا۔

"تب پھر بتاؤ، وہ کام کیا ہوگا؟" آلٹرے نے پوچھا۔

"جہاز کو ایک مخصوص حد تک ڈھلان کے اوپر لے جانا ہے۔ یعنی اس کا اتنا حصّہ ڈھلان کے دوسری طرف نکل جائے جس پر دباؤ پڑنے سے جہاز ڈھلان پر لڑھک سکے۔ ظاہر ہے جہاز میں ہم سب ایک ساتھ داخل ہوں گے۔ پھر جہاز کو ڈھلان پر کیسے دھکیلا جاسکے گا۔ چنانچہ طے یہ کیا گیا ہے کہ جہاز کے اگلے حصّے کو ڈھلان پر لے جایا جائے گا اور پھر سب پیچھے سے اس میں داخل ہوجائیں گے اور اس کے بعد دروازہ بند کرکے سارا وزن اگلے حصّے پر ڈال دیا جائے گا۔ تاکہ جہاز کا اگلا حصّہ دبے اور وہ ڈھلان پر لڑھک جائے۔"

"اوہ۔ واقعی خطرناک کام ہے لیکن کیا کس طرح جائے گا؟"

"جہاز کے اگلے حصّے میں ایک مضبوط رسّی باندھی جائے گی اور نوجوان مضبوطی سے وہ رسّی پکڑے ہوئے ڈھلان میں اُتریں گے۔ وہی جہاز کو ڈھلان پر کھینچیں گے اور جب وہ ایک مخصوص حد تک آگے پہونچ جائے گا تو نوجوان واپس آجائیں گے۔"

"خدا کی پناہ۔ بے حد خوفناک کام ہے۔ لیکن بہر حال میرے جیالے ساتھی اس سے بھی انکار نہیں کریں گے۔ ان کے جسموں میں چنگاریاں دوڑ رہی ہیں۔ ہر ایک اپنی منظورِ نظر کو حاصل کرنے کے لئے بے چین

ہے۔ اور پھر نئی دنیا کے تصور نے ان کے جسموں میں بے پناہ طاقت بھر دی ہے
"تب پھر جاؤ۔ ہم جلد فیصلہ چاہتے ہیں" سسکو نے کہا اور
آلٹرے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی سسکو نے غیر محسوس انداز میں راڈرک کو
اشارہ کیا اور راڈرک ان کے قریب پہونچ گیا۔

"کیا تم نے اپنا کام کر لیا ہے راڈرک؟"

"مکمل طور پر۔ اس مہم میں ہمارا ایک بھی ساتھی شریک
نہیں ہوگا۔ ہم نے گفتگو کر لی ہے" راڈرک نے جواب دیا۔

"گڈ" سسکو نے کہا اور پھر بولا "ٹھیک ہے، اب تم جاؤ، اور
ان کی گفتگو سنو" راڈرک کے چلے جانے کے بعد وہ جہاز میں داخل ہوگئے۔

٭

باقاعدگی سے چلنے والی گھڑیوں کے مطابق اُس وقت دن کے
دو بجے تھے جب وہ کیبل کاٹنے سے لیس ہو چکے تھے۔ ونڈ شیلڈ کا حصہ
مضبوطی سے بند کر دیا گیا تھا۔ پہیے بند ہو چکے تھے اور جہاز کے اندر رسیوں کا
ایسا جال بُن دیا گیا تھا کہ برق رفتاری کے باوجود وہ سب اس جال میں پھنسے
رہیں اور لڑھک کر ایک دوسرے پر جا نہ گریں یا جہاز کے دوسرے حصوں سے نہ ٹکرا
جائیں۔ یہ بہترین انتظام پروفیسر خاور کی ذہنی کاوشوں کا نتیجہ تھا۔
آلٹرے اور دوسرے نوجوانوں نے یہ انتظام دیکھ کر اطمینان کا اظہار کیا۔

باہر آلٹرے اپنا کام کر چکا تھا۔ اس نے ساٹھ ایسے آدمی تیار
کر لئے تھے جو جہاز کو ڈھلان تک کھینچ لے جانے کے لئے تیار تھے۔ باقی
نوجوانوں کا خوب مذاق اُڑایا گیا تھا جو اس خوفناک کام میں شریک نہیں ہوئے
تھے۔ شریک آلٹرے بھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن بہرحال وہ نوجوانوں کا لیڈر تھا
اور اسے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ بوڑھوں نے اپنے بڑھاپے اور کمزور ہاتھوں
کا عذر پیش کیا تھا۔ اس لئے باغی نوجوانوں کے بڑے گروہ نے ہی یہ ذمہ داری
اپنے سر لی تھی۔ جہاز کے اندر ایک مضبوط کڑے سے ایک موٹا رسہ باندھ دیا
گیا۔ سسکو اور ایک اور پائلٹ اندر بیٹھ گئے۔ خاور اور دوسرے بوڑھے
باہر ہی کھڑے تھے۔ اور پھر ساٹھ نوجوان رسے کی طرف بڑھے۔ انہوں نے
مضبوطی سے رسہ پکڑ لیا۔ اور اس خوفناک ڈھلان میں اترنے لگے۔ مضبوط
رسے کو پکڑے ہوئے وہ سب نیچے اتر رہے تھے۔ ان کے چہرے فق تھے۔ جسم
لرز رہے تھے۔ لیکن بہرحال اب تو وہ اس کام کا بیڑہ اٹھا ہی چکے تھے۔ ایک
لائن سے وہ نیچے اترتے رہے اور کافی گہرائی میں پہونچ گئے۔ یہاں تک کہ
رسہ ختم ہوگیا۔ اور پھر وہ برف پر پاؤں ٹکا کر زور لگانے لگے۔ اور دیوہیکل
طیارہ آگے بڑھنے لگا۔ دیکھنے والوں کے سانس رکے ہوئے تھے۔ بلاشبہ
بے حد خوفناک کام تھا۔ طیارہ ڈھلان پر کھسک رہا تھا اور پھر اس کا سامنے
کا حصہ ڈھلان پر کافی حد تک آ گیا۔ تب دروازے پر کھڑے ہوئے آدمی نے خاور
کا اشارہ پا کر سسکو سے کچھ کہا اور سسکو کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ ایک خوفناک
ذمہ داری اس کے سپرد کی گئی تھی۔ ایک بھیانک کام اسے کرنا تھا۔ اور یہ کام
انجام دیتے ہوئے اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ لیکن یہ ذمہ داری اسے پوری کرنی
تھی۔ ان لڑکیوں کی آبرو کی حفاظت کیلئے جوان بوڑھوں پر بھروسہ کرتی تھیں خود
بوڑھے سسکو کی بیٹی امریکہ میں موجود تھی۔ یہ بھی اس کی بیٹیاں تھیں اور ان کی
آبرو کی ذمہ داری بھی اسی طرح اس کے کاندھوں پر تھی جس طرح اپنی بیٹی کی۔
یہ بگڑے ہوئے نوجوان، ان معصوم لڑکیوں کی عصمت کو داغدار کرنا چاہتے تھے
یہ وحشی درندے انسانیت کی تمام قدروں کو کھو بیٹھے تھے۔ یہ درندے جنہیں ان
کا محافظ ہونا چاہئے تھا، ان کی عصمتوں کے دشمن بن گئے تھے۔ اور ان کمزور
اور مظلوم لڑکیوں کی عزت بچانے کی ذمہ داری اس وقت سسکو کے سپرد کی گئی تھی۔

اس کے لرزتے ہوئے ہاتھ اس رسے کی طرف بڑھے جسے نوجوان
پکڑے ہوئے تھے۔ رسے میں لگی ہوئی گرہ ان کی زندگی کی ضمانت تھی۔ اس گرہ
میں ان کی زندگی کے تار بندھے ہوئے تھے۔ اور یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم
تھی کہ ان بدنصیب نوجوانوں کی موت کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ لڑکیوں
کو بچانے کے لئے کیا گیا تھا۔

سسکو کے لرزتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھے۔ طیارہ بدستور آہستہ آہستہ
رینگ رہا تھا اور پھر سسکو نے گرہ کا پھندا نکال لیا۔ وہ کیبل اپنی جگہ سے ہٹا
دی جس سے رسی بندھی ہوئی تھی۔

اور باہر کہرام مچ گیا۔ لوگ دہشت سے چیختے ہوئے ایک دوسرے
سے لپٹ گئے۔ لڑکیاں خوف سے رونے لگیں۔ البتہ خاور کے چہرے پر بے پناہ
سنجیدگی تھی۔ رسہ کھینچنے والے نوجوانوں کی فلک شگاف چیخیں لکیروں کی طرح
فضا میں اُبھر رہی تھیں اور سفید برف پر سیاہ نقطے پھیلتے نظر آ رہے تھے۔

اسی وقت آلٹرے نے دہاڑتے ہوئے پروفیسر خاور کا گریبان
پکڑ لیا۔ "یہ کیا ہوا بوڑھے خبیث۔ یہ کیا ہوا رسی کیسے کھل گئی۔ یہ سازش ہے
کُتے بول۔ جواب دے" دوسرے لمحے خاور کا زوردار گھونسا آلٹرے کے چہرے
پر پڑا۔ اور آلٹرے دوسری طرف اُلٹ گیا۔

"ہاں، مردود۔ یہ سازش ہی تھی۔ یہ تم جیسے ناپاک انسانوں کو
موت کے غار میں دھکیلنے کا پروگرام تھا۔ تجھے میری بیٹی پسند تھی نا۔ تو نے ناپاک
ارادوں سے میری بیٹی کا ہاتھ پکڑا تھا نا۔ پُرہوس کُتے۔ تم لوگوں کا انجام اس سے
بھی بدتر ہونا چاہئے تھا۔ ہاں ہم نے تم پر فتح حاصل کی ہے۔ میں نے اپنی

بیٹیوں کی عزت بچائی ہے۔ ان تمام معصوم لڑکیوں کی عزت بچائی ہے جو خطرے
میں تھیں۔ ان کمزور بوڑھوں نے اپنی بیٹیوں کو اس لئے پرورش نہیں کیا تھا کہ
وہ انھیں تمہاری ناپاک ہوس کی بھینٹ چڑھا دیں۔ ہم نے یہ سازش اسی
وقت تیار کر لی تھی جب تم انسانیت کی سطح سے گرے تھے۔ ہم بھی تو اس
برف کے ویرانے میں تمہارے ساتھی تھے۔ ہمیں بھی تو اپنوں کا خیال تھا۔ تم
نوجوان جو ہمارا سہارا بنتے، ہماری عزت کے درپے ہو گئے۔ تم نے ہمیں قتل
کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن ہم نے تمہیں قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا ۔۔۔ اور
دیکھ لو۔ ہم کامیاب ہو گئے۔"

"میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا درندے۔ میں تجھے زندہ
نہیں چھوڑوں گا۔ ساتھیو۔ آؤ۔ اس کتے کو فنا کر دو۔" آلٹرے دہاڑا۔
اور اس کے بچے ہوئے ساتھی خاور کی طرف دوڑے۔ لیکن۔ اسی وقت
راڈرک اور وہ دوسرے نوجوان جو چالاکی سے باغی نوجوانوں کے گروہ میں
شامل ہو گئے تھے آگے بڑھ آئے۔

"ہماری موجودگی میں یہ کیسے ممکن ہے دوستو! یہی موت تمہارا
بھی مقدر ہے۔ ہمارے بازو اس قدر کمزور نہیں ہیں۔ ہمارے خون اس قدر سرد
نہیں ہیں کہ ہم اس عملی جدوجہد میں حصہ نہ لیتے۔ لیکن موت تمہاری تقدیر بن
چکی تھی۔ ہم دل سے ان لڑکیوں کی عزت کرتے ہیں۔ ہم انھیں اپنی آبرو
سمجھتے ہیں۔ ان کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔ ہم تمہارے ساتھ اسی لئے شامل
ہوئے تھے کہ تمہیں جہنم رسید کریں۔ یہ ہمارے بزرگوں کا پروگرام تھا ۔۔۔!"
راڈرک نے کہا۔

دیوانے وحشی ان نوجوانوں سے دست و گریباں ہو گئے اور برف
پر زندگی اور موت کی جدوجہد ہونے لگی۔ آلٹرے پاگل ہو گیا تھا۔ وہ وحشیوں کی
طرح خاور پر حملے کر رہا تھا۔ لیکن ۔۔۔ شکست آج بھی اس کا مقدر تھی ۔۔۔
پروفیسر خاور اسے بری طرح مار رہا تھا اور وہ اپنی تمام تر جنگی مہارت کے
باوجود ابھی تک خاور کو ہاتھ بھی نہ لگا سکا تھا۔ دوسری طرف شریف نوجوانوں
نے ان بچے کھچے باغی نوجوانوں کو درست کر دیا تھا۔ ان میں سے بہت سے زمین
پر پڑے بے بسی سے انھیں تک رہے تھے۔ پھر خاور نے آلٹرے کو دونوں
بازوؤں پر اٹھایا اور سر سے بلند کر لیا۔ آلٹرے سخت جدوجہد کر رہا تھا لیکن
گرانڈیل خاور کے سامنے اس کی ایک نہ چل رہی تھی۔ خاور اسے ڈھلان کے
کنارے لے گیا اور آلٹرے چیخنے لگا۔ اب وہ رو رہا تھا، گڑگڑا رہا تھا، زندگی
کی بھیک مانگ رہا تھا۔

"تیرا خون گندہ ہے آلٹرے، میں تجھے معاف نہیں کر سکتا۔
تاکہ تو دوسروں کے لئے خطرہ نہ بنا رہے۔" خاور نے کہا اور آلٹرے کو ڈھلان
پر اچھال دیا۔ آلٹرے کی چیخ بے حد بھیانک تھی۔ وہ ڈھلانوں پر پھسلتا
جا رہا تھا اور لڑکیاں کانپ رہی تھیں۔

"ان سب کا حشر آلٹرے سے مختلف نہیں ہو گا۔" خاور مڑ کر
غرایا۔ اور برف پر پڑے ہوئے نوجوان چیخ پڑے۔ انھوں نے اٹھ کر بھاگنے
کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے نوجوانوں نے انھیں پکڑ لیا اور پھر انھیں بھی
ایک ایک کر کے ڈھلانوں پر پھینک دیا گیا۔ یہ تھا ان سفاک انسانوں کا
انجام جو انسانیت کے باغی تھے۔ جو اپنا فرض بھلا کر ہوس کے شکنجے میں
جکڑ گئے تھے جنہوں نے شیطان کو دوست بنا لیا تھا۔

کئی لڑکیاں دہشت سے بے ہوش ہو گئی تھیں، دوسری لڑکیاں
بھی کانپ رہی تھیں، لیکن ان کے دل کے گوشوں سے سکون کی لہریں
بھی اٹھ رہی تھیں۔ وہ مصیبت زدہ تھیں اور مصیبت میں اگر ایک اور
مصیبت شامل ہو جاتی تو ان کا پرسانِ حال کون تھا۔ وہ سب بے یار و مددگار
تھیں۔ ان کے سرپرست بوڑھے تھے، جیسے بھی تھے بہرحال ان کے لئے
اہمیت رکھتے تھے اور وہ ان قوی ہیکل نوجوانوں سے جنگ میں جیت
نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ جو کچھ ہوا بہتر ہی ہوا تھا۔

ہوا سائیں سائیں کر رہی تھی اور چاروں طرف سناٹا طاری
تھا۔ ڈھلان پر پھسلنے والوں کا اب نشان بھی نہ تھا۔ البتہ ان کی چیخوں کی
بازگشت نہ جانے کہاں کہاں سے ہوتی ہوئی، اب بھی کانوں تک پہنچ
رہی تھی یا پھر یہ صرف سماعت کا وہم تھا۔ سب خاموش تھے ۔۔۔ اس
بھیانک واقعہ کے بعد ان کے اعصاب کشیدہ ہو گئے تھے۔ کان سائیں
سائیں کر رہے تھے اور دم گھٹے جا رہے تھے۔ اندر جہاز میں سسکو سر پکڑے
بیٹھا تھا۔ وہ اپنے ضمیر سے جنگ کر رہا تھا۔ بیشک وہ ان سب لوگوں کا
قاتل تھا۔ لیکن ۔ وہ تھے بھی تو اسی قابل۔ اگر وہ زندہ رہتے تو نہ جانے
کتنے بھیانک المیئے جنم لیتے۔ ویسے سب لوگ اس پروگرام سے واقف نہیں
تھے۔ اس لئے ان کے لئے یہ اچانک صورت حال اور زیادہ بھیانک تھی۔
وہ سب خوف و دہشت سے سفید پڑ گئے تھے۔ کافی دیر تک یہ طلسمی فضا
قائم رہی۔ پھر پروفیسر خاور نے ایک گہری سانس لی اور بھاری آواز میں بولا

"ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اور یہی انسانیت
کا تقاضہ بھی تھا۔ خدا کی قسم اگر میرے ساتھ میری بیٹیاں نہ ہوتیں تب بھی
میں اس سلسلے میں اتنی ہی سرگرمی سے حصہ لیتا اور ان کا وہی حشر کرتا جو
میں نے کیا ہے۔! چنانچہ میرے دوستو۔ شیطان کا سوگ منانا بھی

فضول ہے۔ ان کی موت پر سجدۂ شکر ادا کرنا چاہئے۔ خدا کی قسم ہم اپنی زندگی میں ان معصوم بھیڑوں کو ان بھیڑیوں کے حوالے کرنے کو تیار نہ ہوتے۔ خواہ ان کا ساحشر ہمارا کیوں نہ ہوتا۔ سوگ کی فضا ختم کرو میرے دوستو۔ آؤ۔ میں تمہیں حقیقت سے واقف کروں۔ آؤ میرے قریب آجاؤ۔"

اور فضا کی خاموشی ختم ہوگئی۔ سب گہری گہری سانسیں لینے لگے۔ سسکو کا پنتے قدموں سے باہر آگیا۔ راڈرک، بوڑھے اور شریف نوجوان بھی ایک جگہ اکٹھے ہوگئے۔ تب بوڑھے خاور نے کہنا شروع کیا۔

"میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے۔ ڈھلانوں سے پرے کی دنیا کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں کہ وہاں کیا ہے؟ — یہ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ہمارا یہ خوفناک سفر کہاں ختم ہو۔ جس نئی دنیا کا تصور میں نے پیش کیا تھا، وہ صرف ایک فریب ہے۔ اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ البتہ ذاتی طور پر میں نے وہی کچھ طے کیا تھا جو میں نے بتایا تھا۔ یعنی میں اپنی بچیوں کے ساتھ کسی وقت ان ڈھلانوں سے گزرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اور اگر وہ صورتِ حال پیش نہ آتی جو آگئی تھی تو شاید اس وقت میں تمہارے درمیان نہ ہوتا۔ میں نے پتھروں کو پھسلا کر مناسب جگہ پر نشان لگالیا تھا۔ لیکن ان لڑکیوں کی آبرو خطرے میں چھوڑ کر جانا میرے ضمیر نے گوارہ نہ کیا۔ اور میں نے وقتی طور پر اپنا پروگرام ملتوی کر دیا۔ ہم ہر وقت ان خطرناک نوجوانوں کے بارے میں سوچتے رہتے تھے جو بھٹک گئے تھے۔ تب میں نے سسکو سے اپنا تجربہ بیان کیا اور ان کے سامنے یہ تجویز رکھی جسے انھوں نے بہت پسند کیا۔ اگر ہم ان نوجوانوں کو اس حسین دنیا کے خواب نہ دکھاتے تو وہ کبھی اس کام پر تیار نہ ہوتے۔

بہرحال! میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب آئندہ اقدام کا فیصلہ کرنا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم جہاز کو یہاں تک لے آئے ہیں۔ کیونکہ ان کے بغیر ہم یہ کام اتنی آسانی سے نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن ابھی وقت نہیں گزرا۔ اسے واپس بھی لے جایا جاسکتا ہے۔ تاہم اس بے یقینی کی زندگی سے بہتر ہے کہ ہم جان کا خطرہ مول لے لیں۔ اگر آپ لوگ اس سفر کے لئے تیار نہ ہوں تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔ البتہ میں آج ہی یہاں سے جاؤں گا۔ اور اب میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔"

"ہم واپس نہیں جائیں گے پروفیسر۔ آپ نے جو کچھ کیا ہے، ٹھیک کیا ہے۔ ہم واپس نہیں جائیں گے۔ ہم یہ سفر کریں گے خواہ اس کا انجام موت ہی کیوں نہ ہو۔" بہت سے لوگوں نے کہا۔

"میرے بہادر دوستو۔ زندگی جدوجہد کا نام ہے۔ اس ویرانے میں ہم اپاہجوں کی طرح نہیں پڑے رہ سکتے۔ زندگی کو داؤ پر لگا دو۔ اس وقت مقصد زندگی ہے اور موت بہرحال زندگی کی انتہا ہے جو ان ڈھلانوں پر بھی موجود ہے اور اس برف کے میدان میں بھی۔

"ہم سب تیار ہیں — ہم سب تیار ہیں۔" تقریباً سب نے کہا۔

"تب آؤ۔ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ کسی نئی زندگی۔ یا فرشتۂ اجل کو انتظار کی تکلیف کیوں دی جائے۔ فرزانہ۔ فروزاں۔ آؤ سب سے پہلے ہم اس سفر کے لئے کمربستہ ہوں۔" اور پروفیسر کی دونوں لڑکیاں آگے بڑھ آئیں۔ پھر وہ جہاز کے دروازے کے اندر داخل ہوگئے۔ اور ان کے پیچھے دوسری لڑکیاں۔ بے ہوش لڑکیوں کو ان کے والد اٹھا کر اندر لائے تھے اور ان کی مدد نوجوانوں نے کی تھی۔ طیارے کے اندر رسیوں کے بنے ہوئے جال کے ایک ایک خانے میں ایک فرد کو بٹھا دیا گیا۔ اور رسیاں ان کے جسموں سے جکڑ دی گئیں۔ بڑا شاندار انتظام کیا گیا تھا۔ ایک ایک کرکے تمام لوگ جہاز میں داخل ہوگئے۔ بہت پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑ رہا تھا۔ جہاز کئی بار ڈگمگا چکا تھا۔ بالآخر آخری آدمی بھی اندر آگیا۔ اور جہاز کا دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا گیا۔

جہاز اب بھی معلق تھا۔ تب پروفیسر خاور نے ایک رسہ پکڑا، اور جہاز کے اگلے حصے میں پہونچ گیا۔ پھر اس نے دوسروں کو اشارہ کیا۔ سسکو اور اس کے تینوں ساتھی پائلٹ بھی اگلے حصے میں پہونچ گئے۔ جہاز ایک بار زور سے ڈگمگایا۔ اس کا اگلا حصہ نیچے جھکنے لگا تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی چند اور نوجوان بھی رسے مضبوطی سے پکڑے ہوئے آگے آگئے۔

جہاز کا توازن بگڑ گیا۔ ایک خوفناک جھٹکا ہوا اور ان کی چیخیں نکل گئیں۔ جہاز سست رفتاری سے نیچے پھسل رہا تھا۔ وہ سب برق رفتاری سے واپس پلٹے اور رسّوں کی مدد سے اپنی جگہوں پر آگئے۔ لیکن جہاز ڈھلان پر آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کے پہیوں کی راڈیں برف کھرچ رہی تھیں اور جب وہ برف کی گرفت سے آزاد ہوئیں تو اچانک جہاز طوفانی رفتار سے آگے بڑھنے لگا۔ اب وہ باقاعدگی سے برف پر پھسل رہا تھا اور بے رفتار! ان کے دل اچھل کر حلق میں آگئے۔ جہاز کی کھڑکیوں کے شیشوں سے باہر کا منظر نظر آرہا تھا۔ جہاز کے پھسلنے سے سخت جمی ہوئی برف کھرچ کر بلند ہو رہی تھی اور دونوں طرف برف کی چادریں بلند ہوگئی تھیں۔ آنکھیں بند ہوگئیں دلوں کی دھڑکنیں سست پڑگئیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ آسمان سے نیچے گر رہے ہوں — کچھ کمزور دل ساکت ہوگئے، کبھی نہ دھڑکنے کے لئے۔ کسی کو کسی کا ہوش نہیں تھا۔ سب کے دانت بھنچے ہوئے تھے اور وہ جانکنی

کی کیفیت میں مبتلا تھے۔ انھوں نے مضبوطی سے رسیاں پکڑی ہوئی تھیں۔ جہاز کو خوفناک جھٹکے لگ رہے تھے۔ تب کسی بوڑھے کے حلق سے قہقہہ بلند ہوگیا۔" وادیاں ۔۔۔ ہا ہا ہا۔ موت کی وادیاں۔ ہم تیزی سے موت کی منزلیں طے کر رہے ہیں ۔۔۔ ہا ہا ہا ۔۔۔ ہا ہا ہا" وہ قہقہے لگاتا رہا۔ اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا۔ لیکن کس کی ہمت تھی کہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھ سکے۔ سب پر یہی کیفیت طاری تھی۔ سب کے دماغ خالی ہو رہے تھے۔ باہر کا کسی کو پتہ نہیں تھا۔ نہ جانے جہاز کہاں جا رہا تھا۔ نہ جانے کتنا فاصلہ طے ہو چکا تھا۔ نہ جانے کتنی سانسیں باقی رہ گئی تھیں۔ اب وہ صرف حالات کے رحم و کرم پر تھے۔ دفعتاً جہاز بہت زور سے اُچھلا۔ اب ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ فضا میں اوپر کی طرف اُٹھ رہا ہو۔ بوڑھے خاور نے بمشکل آنکھیں کھول کر اپنے برابر کی کھڑکی سے جھانکا۔ جہاز واقعی کسی چیز سے ٹکرا کر اُچھل گیا تھا اور اب اس کے نیچے کچھ نہیں تھا۔ اس نے اپنی دونوں بیٹیوں کی طرف دیکھا۔ دونوں کی گردنیں ڈھلکی ہوئی تھیں۔ دونوں ہی بے ہوش ہوگئی تھیں۔ یا شاید مر چکی تھیں۔

تقریباً سب کی ایک جیسی کیفیت تھی۔ تب جہاز زور سے نیچے گرا۔ اور رُک گیا۔ پھر وہ گیند کی طرح اُچھلا اور کئی گڈے کھانے کے بعد پھر اسی رفتار سے آگے بڑھنے لگا۔ لیکن ۔۔۔ اس دوران قیامت برپا ہوگئی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے تھے۔ ایک ٹوٹا ہوا شیشہ سسکو کے نرخرے سے گھس کر گُدّی سے نکل آیا تھا۔ جہاز کی کھڑکیاں اور دروازے ٹوٹ ٹوٹ کر لوگوں پر آگرے تھے۔ کسی کا سر غائب ہوگیا تھا، کسی کی گردن۔ راڈرک کا بھیجہ باہر نکل پڑا تھا۔ کسی بوڑھے کی گردن خاور کی گود میں آگری تھی اور خون اُگل رہی تھی۔ اور جہاز کے پیندے پر برف کی رگڑ کی آواز کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھی۔

پھر جہاز کے پیندے میں ایک بڑا سوراخ ہوگیا اور جو لوگ اس سوراخ کے قریب بیٹھے تھے، ان کی ٹانگیں غائب ہونے لگیں۔ ان کے بغیر ٹانگوں کے جسم اُچھل کر رسیوں کے جال سے باہر نکل آئے اور پورے جہاز میں پُھدکنے لگے۔ بڑا دہشت خیز منظر تھا۔ کہیں سر اُچھل رہے تھے۔ کہیں کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں تڑپ رہے تھے۔ کوئی کسی خون اُگلتے دھڑ کے نیچے دب گیا تھا۔ کوئی اپنے اچانک غائب ہو جانے والے شانوں کی تلاش کر رہا تھا۔ کھلی ہوئی کھڑکیوں کے سوراخوں سے برف اندر آ رہی تھی اور خون پر مٹی کی طرح جمتی جا رہی تھی۔ پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا اور جہاز کا دروازہ کُھل گیا۔ کُھلے ہوئے دروازے سے برف کی ایک چادر اندر گھس آئی۔ پھر کسی مضبوط چیز سے رگڑ کھا کر دروازہ اُکھڑ گیا۔ مضبوط دروازے کے اُکھڑنے سے جہاز گھوم گیا۔ اس کا رخ بدل گیا۔ لیکن۔ اس کا سفر اب بھی جاری تھا۔ وہ اب بھی پھسل رہا تھا۔

بوڑھے خاور کے ہونٹوں سے خون کی دھار اُبل رہی تھی۔ لیکن اس کے دانت بھنچے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھیں تاریک ہوگئیں۔ جہاز کو ایک اور خوفناک جھٹکا لگا اور وہ سیدھا نیچے جانے لگا۔ اور پھر ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ اور اس کے بعد کچھ نہ تھا۔ شاید جہاز کا سفر ختم ہوگیا تھا۔

سفید سفید ہیولے واضح ہوتے گئے۔ وہ انسان ہی تھے ۔۔۔ ان کے جسموں پر لمبے چغے تھے لیکن انکے چہرے بے حد خوفناک تھے۔ وہ خونخوار نگاہوں سے اسے گھور رہے تھے اور ان کے ارادے اچھے نہیں معلوم ہو رہے تھے۔

"یہی ہے۔" ان میں سے ایک نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں، یہی ہے۔" پیچھے سے کئی آوازیں اُبھریں۔ اور ان میں سے چند ہیولے پیچھے سے نکل کر آگے بڑھ آئے۔ تب اس نے دیکھا۔ سب سے آگے والا ہیولا، آلٹرے کا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبا چاقو تھا، جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ وہ خشمگیں نظروں سے اسے گھورتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اور پھر اس نے بھیانک آواز میں کہا۔

"بوڑھے شیطان ۔۔۔ اب بول ۔۔۔ اب میرے ہاتھوں سے بچ کر کہاں جائے گا۔ تو میرا قاتل ہے۔ اور اب میں تجھے قتل کروں گا۔ ہا ہا ہا۔ اب میں تجھے قتل کروں گا۔ اس نے چاقو لہرایا، اور چاقو خاور کے بائیں شانے میں پیوست ہوگیا۔ ایک تیز کراہ اس کے منہ سے نکل گئی اور آلٹرے قہقہے لگاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ پھر دوسرے لوگ سامنے آئے اور یہ وہی نوجوان تھے جنہیں اس کے حکم سے قتل کیا گیا تھا۔ ان سب کے ہاتھوں میں لمبے لمبے چاقو تھے۔ پھر وہ اس کے جسم پر چھوٹے چھوٹے نشان لگانے لگے۔ اور ان نشانوں سے خون اُبلنے لگا! وہ اسے اذیتیں دے کر مارنا چاہتے تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی چاقو کا ایسا وار نہیں کیا تھا جو کارگر ہوتا اور اس کی زندگی ختم کر دیتا۔

وہ چنگھاڑتا رہا کراہتا رہا اور نوجوان اس کے جسم پر زخم لگاتے رہے یہاں تک کہ وہ زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑا اور نوجوان قہقہے لگانے لگے۔ پھر انہوں نے اس کے گرد وحشیانہ رقص شروع کر دیا۔ وہ اس کے جسم کو ٹھوکریں مار رہے تھے۔ اور ہر ٹھوکر پر اس کی کراہ نکل جاتی۔ کافی دیر تک یہ رقص جاری رہا۔ پھر نوجوانوں نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے چاقو زمین پر پھینک دیئے۔ اور اس کی طرف جھک آئے انہوں نے اسے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ اور اس کے زخموں سے چور چور جسم کو لے کر ایک طرف چل دیئے اس کی آنکھوں کے سامنے نیلا آسمان تھا اور جسم درد سے پھٹا جا رہا تھا کافی دور چل کر وہ رُکے۔ اور اسکے بعد انہوں نے اسے فضا میں اچھال دیا۔

ایک اور دلخراش چیخ اس کے حلق سے آزاد ہو گئی — وہ نیچے گر رہا تھا۔ گہرائیاں — اور گہرائیاں — نہ جانے ان گہرائیوں کی انتہا کیا تھی وہ گرتا رہا۔ اور پھر ایک اور دھماکہ ہوا — وہ کسی چیز پر گر پڑا تھا۔ تب اس کے ذہن پر تاریکی مسلط ہو گئی — وہ اسی طرح گم صم پڑا رہا۔ اتنی بلندی سے گرنے کے باوجود وہ زندہ تھا۔ اور اس زندگی پر اسے حیرت تھی۔ اُس نے اس جگہ کو ٹٹولا، جہاں وہ گرا تھا۔ نہ جانے کونسی جگہ تھی — نہ جانے کیسی جگہ تھی۔ اس کے ہاتھ کسی لجلجی شئے سے ٹکرائے۔ اور بھیگ گئے۔ تب اُس نے بمشکل آنکھیں کھولیں اور اس گیلی شئے کو دیکھنے لگا! چند لمحات تو کچھ نظر نہ آیا۔ پھر آنکھوں کی روشنی واپس آ گئی — اور تب اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ خون میں ڈوبے ہوئے تھے — لیکن — وہ لجلجی شئے کیا ہے —؟ اس نے کہنیوں پر زور دیا۔ تھوڑی سی گردن اُٹھائی۔ ایک سیاہ سی شئے تھی —! پورے طور سے حواس مجتمع کر کے اس نے دیکھا۔ وہ انسانی جسم کا کوئی اندرونی ٹکڑا تھا —!

شاید پھیپھڑے — کلیجہ — یا اور کوئی ایسی ہی شئے۔ ! لیکن یہ اس کا جسم ہے — یہ کونسی جگہ ہے جہاں اُسے پھینکا گیا ہے — سر پر آسمان تو نہیں ہے۔ یہ سیاہ سی چھت کیسی ہے — اور یہ تو زیادہ اونچی بھی نہیں ہے کوئی صندوق — شاید کوئی صندوق — لیکن ان لوگوں نے تو اُسے کسی صندوق میں بند کر کے نہیں پھینکا تھا۔ پھر یہ صندوق کہاں سے آ گیا —؟

وہ حیرانی سے سوچتا رہا — اور پھر — اسے واقعات یاد آتے گئے۔ وہ نوجوان کہاں سے آ گئے — وہ تو مر چکے تھے۔ الڑے بھی مر گیا تھا اور وہ خود — اوہ — وہ خود تو جہاز میں تھا —!

جہاز — اُس کے ذہن میں چھناکا ہوا۔ جہاز میں تو فرزانہ بھی تھی — فرزاں بھی تھی اور دوسرے لوگ بھی تھے — اس کے باوجود کہ پورے جسم میں شدید ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں — وہ ہڑبڑا کر اُٹھ گیا۔ ! تب ایک ہولناک منظر اس کی نگاہوں کے سامنے آ گیا — وہ تو اسی جہاز میں تھا۔ جہاز کا تڑا مڑا ڈھانچہ اس کے سامنے تھا۔ اُس کی چھت کہیں کہیں پچک کر فرش سے مل گئی تھی اور اس کے نیچے جو بھی تھا پچک گیا تھا۔ البتہ ان پچکے زخموں سے خون اب بھی پھواروں کی شکل میں اُچھل رہا تھا، پورے جہاز میں خون ہی خون تھا۔ اعضاء بکھرے ہوئے تھے — مسخ شدہ چہرے ہولناک نظر آ رہے تھے —! پچکے ہوئے جسموں سے اندرونی اعضاء بھی نکل آئے تھے، نوجوان انسان ایک دوسرے پر پڑے تھے —!

تب سب کچھ اس کے ذہن میں آ گیا۔ سفر ختم ہو چکا تھا۔

اوہ — اوہ — وہ زندہ تھا — مگر — فرزانہ — فرزاں —؟ وہ اپنے زخموں کو بھول گیا۔ اس نے ایک رسی سے دونوں ہاتھ لٹکائے، ٹانگوں پر قوت صرف کی اور کھڑا ہو گیا۔

"فرزانہ —!" اس کے حلق سے دہاڑ نکلی۔ "فرزاں"۔ وہ پھر چیخا — اور رسیاں پکڑ پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ فرش دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا — اس کا دل غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا تھا۔ جہاز کا ایک بھی مسافر زندگی کی سانس نہیں لے رہا تھا — سب مر چکے تھے۔ لیکن وہ کیسے زندہ تھا — اور ابھی تھوڑی دیر قبل جو کیفیت اس پر بیت رہی تھی — وہ — وہ صرف ایک تصور تھی — ایک خواب تھی — اس کے جسم پر زخم تھے جن میں ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں — لیکن یہ زخم چاقوؤں کے نہیں تھے — اس کے پاؤں کی ٹھوکر کسی چیز کو لگی اور وہ چیز اُچھل کر رسیوں کے جال پر آ گری، اُس نے اسے دیکھا اور دل پکڑ کر رہ گیا — یہ نوجوان راڈرک کا سر تھا۔ وہی جیالا جس نے مسافروں کو بچانے کی ایک کامیاب کوشش کی تھی، انہیں برف پر اتار لایا تھا۔

لیکن کس کس کو دیکھتا۔ لمبے لمبے سنہرے بالوں میں چھپا ہوا ایک چہرہ اس کے سامنے تھا — یہ بارتھا تھی — ایک شوخ و شنگ ہوسٹس — نوجوان حسین —! لیکن اس کا جسم چہرے کے ساتھ نہیں تھا۔ جسم نہ جانے کہاں تھا — اس کا دل ڈوبنے لگا — کیا فرزاں کا چہرہ بھی اسی طرح خون میں ڈوبا پڑا ہو گا۔ آہ — نہیں — نہیں — یہ ناممکن ہے — یہ ناممکن ہے — فرزاں — فرزانہ —! اس نے دہشت سے کانپتی آواز میں کہا۔ وہ رسیوں کے جال میں جھانکتا ہوا آگے بڑھتا رہا — اور پھر وہ جہاز کے آخری حصے میں پہنچ گیا — لیکن انسانی لاشوں کے ٹکڑے میں زندگی کہاں سے ہوتی، کوئی زندہ نہیں نظر آ رہا تھا۔ خون میں ڈوبے ہوئے چہروں کے صحیح خدوخال بھی نہیں پہچانے جاتے تھے، پورے پورے جسم اعضاء کے نیچے دبے پڑے تھے — اس کی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے —! "فرزانہ —" اس کی ڈوبتی ہوئی آواز اُبھری اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا — اُس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ کافی دیر تک وہ منہ ڈھکے بیٹھا رہا۔ پھر اس نے چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹائے — حالات سے اندازہ ہوتا تھا کہ فرزاں اور فرزانہ بھی نہیں بچ سکی ہیں — وہ دو لڑکیاں بھی اسی المناک موت کا شکار ہو گئی ہیں — پھر اب —؟ اسے کیا کرنا چاہیے — خودکشی —! ایک لفظ اس کے ذہن میں ابھرا۔ ہاں — اب اس تنہا زندگی میں کیا رکھا ہے — نہ جانے وہ خود کیوں بچ گیا، یہ سب کچھ دیکھنے

کے لئے ۔۔ حالانکہ خودکشی حرام ہے ۔ لیکن ان حالات میں جب تمام ساتھی بچھڑ گئے ۔ سب موت کا شکار ہو گئے۔ زندگی کا مقصود اُسکی دونوں بچیاں ختم ہو گئیں۔ پھر اُس کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تنہا زندہ رہ کر کیا کرے گا ۔۔ !

لیکن ان دونوں کی لاشیں تو تلاش کر لی جائیں ۔ انھیں کہیں دفن تو کر دیا جائے ۔ اس کے ذہن میں خیال آیا ۔۔ اور وہ اپنے جسم کے زخموں کو بھول گیا۔ اُس نے جہاز کے سرے سے ابتدا کی۔ وہ لاشوں کو الٹ پلٹ کرنے لگا۔ انسانی سر، دھڑ۔ اور دوسرے اعضاء اُٹھا اُٹھا کر ایک طرف ڈالنے لگا۔ وہ ان اعضاء کو بغور دیکھتا جا رہا تھا ۔۔ وہ اپنی بچیوں کے جسم کے ایک ایک حصے سے واقف تھا ۔ لیکن ابھی تک اُسے کوئی ٹکڑا فروزاں یا فرزانہ کا نہیں نظر آیا تھا۔

وہ آگے بڑھتا رہا ۔۔ لاشیں کھنگالتا رہا ۔ اور پھر ۔۔ اچانک اُس کا دل اُچھل کر حلق میں آگیا۔ اُسے فرزانہ کی شکل نظر آئی تھی۔ ہاں فرزانہ کا سر بہت سی لاشوں کے نیچے دبا پڑا تھا۔ اُس کے چہرے پر خون ہی خون تھا۔ لیکن پروفیسر خاور اس کے چہرے کو اس حالت میں بھی پہچان سکتا تھا۔ "میری بچی ۔۔" اس کے دل سے کراہ نکلی اور اس نے فرزانہ کا سر اٹھا کر سینے سے لگا لینا چاہا ۔۔ لیکن ! ۔۔ یہ سر بقیہ جسم سے الگ نہیں تھا۔ اس سر سے جسم جڑا ہوا تھا ۔۔ یہ محسوس کر کے پروفیسر نے جلدی جلدی اس کے جسم پر پڑے ہوئے انسانی جسموں کے ٹکڑے ہٹائے اور فرزانہ کو نکال لیا۔ اُس کا جسم سالم تھا ۔ گو پورا لباس خون میں ڈوبا ہوا تھا، لیکن جسم کا کوئی حصہ کم نہیں تھا ۔۔ اس نے تیزی سے اسے اٹھا کر ایک قدرے صاف جگہ پر لٹا دیا۔ اور اس کے دل کی دھڑکنیں سننے لگا ! اور پھر وہ اچھل پڑا۔ فرزانہ کا دل دھڑک رہا تھا ۔ وہ زندہ تھی ۔ لیکن فروزاں ۔۔ ! اُسے تو جگر کے دونوں ٹکڑوں سے یکساں محبت تھی ۔ اُسے بھی تلاش کیا جائے ۔ ممکن ہے قدرت کوئی معجزہ دکھانے پر آمادہ ہو۔ ورنہ ان حالات میں فرزانہ کا زندہ بچنا ہی حیرت انگیز تھا۔ اب اس نے لاشیں اُلٹنے کی رفتار بہت تیز کر دی ۔ اُس نے آن کی آن میں پورے جہاز کو کھنگال مارا ۔ لیکن ۔ اُسے تعجب ہونے لگا، فروزاں کی نہ تو لاش ہی مل سکی ۔۔ نہ اس کا کوئی نشان ملا ۔ شاید تلاش کرنے میں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے ۔۔ اس نے ایک بار پھر لاشوں کو ٹٹولا ۔ چہرے پہچانے لیکن بے سود ۔ فروزاں یہاں نہ تھی ۔ اب ایک ہی بات سوچی جا سکتی تھی۔ وہ جہاز کے اس حصے میں تھی جو چپک گیا ہے اور اب جس کے نیچے سے کوئی لاش نہیں نکالی جا سکتی ۔ گویا فروزاں اس سے دور چلی گئی تھی ۔ فرزانہ کے زندہ مل جانے سے جو خوشی ہوئی تھی، وہ فروزاں کی دردناک موت کے خیال سے کافور ہو گئی ۔۔ وہ اپنی بچی کی لاش بھی نہیں دیکھ سکتا ۔ ! وہ تھکے تھکے قدموں سے فرزانہ کے خون آلود جسم کے قریب پہنچ گیا۔ اُس نے دھندلائی ہوئی آنکھیں صاف کیں ۔ اور اس کے جسم کو ٹٹولنے لگا، فرزانہ کے جسم کے بہت سے حصوں سے خون رِس رہا تھا۔ لیکن بظاہر جسم صحیح سالم معلوم ہوتا تھا۔ کوئی بڑی چوٹ نہیں نظر آ رہی تھی اور وہ صرف بے ہوش معلوم ہوتی تھی۔ "فرزانہ ۔ میری بچی ۔ فرزانہ ۔ ہوش میں آ میری بچی ۔۔ !" وہ درد بھری آواز میں بولا ۔ اور ۔۔ اسی وقت اس کے کانوں میں ایک باریک سی آواز گونجی۔ "ڈیڈی ۔" شاید فرزانہ ہوش میں آگئی تھی ۔ ! اُس نے فرزانہ کی طرف دیکھا ۔ اور پھر اس کے سینے کو جھنجھوڑتا ہوا بولا۔ "فرزانہ ۔ فرزانہ ۔۔ !"

"ڈیڈی ۔۔ !" باریک آواز پھر اُبھری ۔ اور وہ اچھل پڑا۔

یہ فرزانہ کی آواز نہیں تھی ۔ نہ ہی فرزانہ کے لب ہلے تھے ۔ ہاں ۔۔ یہ تو ۔ فروزاں کی آواز تھی ۔ ہاں ۔ یہ اُس کی فروزاں کی ہی آواز تھی۔

"فروزاں ۔۔ !" وہ پھیپھڑوں کی پوری قوت سے چیخا ۔ اور دیوانوں کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا ۔ !

"ڈیڈی ۔۔ !" آواز اس بار تیز تھی۔ تب اُسے اندازہ ہوا کہ آواز طیارے کے باہر سے آ رہی ہے ۔ دوسرے لمحے وہ طیارے کے دروازے کی طرف لپکا اور پھر اس کی بلندی کا اندازہ کئے بغیر نیچے کود گیا ۔

"فروزاں ۔۔ !" اس نے ایک بار پھر چیخ کر آواز دی۔

"ڈیڈی ۔" اسے اپنے بائیں سمت سے فروزاں کی آواز سنائی دی ۔ اور وہ اس طرف لپکا۔ تب اُس نے فروزاں کو لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ تیر کی طرح لپکا اور فروزاں کے قریب پہنچ گیا ۔ !

"فروزاں ۔ میری بچی ۔ میری آنکھوں کا نور ۔" اُس نے فروزاں کو سینے سے بھینچ لیا ۔۔ اور پھر وہ فروزاں کے جسم کو ٹٹولنے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں ڈیڈی ۔ چند چھوٹے چھوٹے زخم ہیں ۔۔ باجی کہاں ہیں ۔۔ ؟"

"وہ ۔ وہ بھی ٹھیک ہے ۔۔ وہ بھی ٹھیک ہے ۔ آہ، میری بچیو ۔ اے خدا ۔ میں ۔ میں تیرا احسان مند ہوں ۔" اُس نے آنسوؤں میں ڈوبی آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ یہ درحقیقت صرف معجزہ تھا۔ ایسی حالت میں جبکہ جہاز میں موجود ایک ایک فرد موت کی آغوش میں سو چکا تھا۔ کسی ایک انسان کے بھی مکمل جسمانی اعضاء یکجا

نہیں کئے جا سکتے تھے، وہ تینوں زندہ تھے۔ عقل تسلیم نہیں کرتی تھی۔ لیکن قدرت کے لئے ایسے کام مشکل نہیں ہوتے۔ اُس نے فروزاں سے کچھ نہیں پوچھا اور جہاز کے دروازے کی طرف بڑھا۔ فروزاں کو نیچے کھڑا کر کے وہ اُچھلا اور جہاز کے دروازے سے لٹک گیا۔ پھر اس نے اپنے جسم کو اوپر اٹھایا اور جہاز میں داخل ہو گیا۔ فرزانہ اسی طرح بے سدھ پڑی تھی اس نے فرزانہ کی نبض ٹٹولی۔ نبض بدستور چل رہی تھی۔ وہ فرزانہ کے جسم کو احتیاط سے بازوؤں میں اُٹھائے دروازے پر آیا۔ نیچے بیٹھا اور پھر پوری احتیاط سے نیچے کود گیا۔

"باجی ۔۔۔!" فروزاں کے منہ سے چیخ نکلی۔ اور وہ فرزانہ پر جھک گئی۔!

"ٹھیک ہے۔ بیہوش ہے۔ اسے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا ہے۔ کوئی مناسب جگہ تلاش کرو۔"

"اِدھر۔ اِدھر آیئے ڈیڈی۔ میں دو تین گھنٹے سے اس علاقے میں بھٹک رہی ہوں۔ یہاں تک پہنچنے کے لئے مجھے طویل سفر طے کرنا پڑا ہے۔ اس طرف نرم گھاس کی جھاڑیاں ہیں۔ بے حد نرم۔ حیرت انگیز طور پر نرم۔ شاید میں انہیں کی وجہ سے بچ گئی ورنہ ۔۔!"

پروفیسر فرزانہ کے بے ہوش جسم کو اُٹھا کر تیز تیز قدموں سے چل پڑا اور پھر وہ اس حیرت انگیز سنہری گھاس کی جھاڑیوں کے قریب پہنچ گئے جو بہوٹی چھوٹی اور اسفنج کی طرح نرم تھی۔ اس نے فرزانہ کو گھاس پر لٹا دیا۔ اور پھر جلدی سے اپنی قمیض اتار دی۔ قمیض پھاڑ کر اس نے فرزانہ کے چہرے سے خون صاف کیا اور دونوں اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن کافی دیر کی کوشش کے باوجود وہ ناکام رہے۔ فرزانہ زندہ تھی لیکن اس پر طویل بے ہوشی طاری تھی۔

فروزاں اُٹھ گئی۔ اُس نے قرب وجوار کے علاقے سے خشک گھاس جمع کی۔ اور پتھروں کے دو ٹکڑے اُٹھا لائی۔ وہ پتھروں کو رگڑ رگڑ کر آگ جلانے کی کوشش کرتی رہی۔ اس دوران خاور بدستور فرزانہ کو ہوش میں لانے کی ترکیبیں کرتا رہا تھا۔ اس کے حواس گم ہوئے جا رہے تھے۔ ذہنی کیفیت اعتدال پر نہیں تھی اس لئے کسی اور سلسلے میں انہوں نے کچھ نہ سوچا تھا۔ بس پوری کوشش اس بات پر صرف ہو رہی تھی کہ اس طرح فرزانہ کو ہوش آ جائے۔!

فروزاں آگ جلانے میں کامیاب ہو گئی۔ اُس نے خشک ٹہنیاں، اور بہت سی چیزیں آگ میں جھونک دی تھیں۔ اور آگ کی خوشگوار حرارت دور دور تک پھیل گئی تھی۔ فرزانہ کے سانس اعتدال پر تھے اور یہی بات اطمینان کا باعث تھی۔ خاور اس کے جسم پر کوئی گہرا زخم تلاش کرتے میں بھی ناکام رہا تھا۔ البتہ یہ بے ہوشی۔ شاید دماغ کی کسی اندرونی چوٹ کا نتیجہ ہو۔!

تب خاور نے چند گہری گہری سانسیں لیں اور پھر وہ فروزاں کی طرف دیکھ کر بولا۔ "حواس قائم رکھو فروزاں۔ ہمیں ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔!"

"جہاز کے دوسرے لوگوں کی ہم کوئی مدد نہیں کر سکتے ڈیڈی کیا زخمی ہماری مدد کے مستحق نہیں ہیں۔؟" فروزاں نے کہا۔ "میرا خیال ہے باجی خطرے میں نہیں ہیں میں ان کی دیکھ بھال کر رہی ہوں۔ آپ ان لوگوں کو دیکھئے۔!" اور پروفیسر کی گردن جھک گئی۔ پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اب ان میں سے کوئی بھی ہماری مدد کا محتاج نہیں ہے۔!"

"اوہ۔!" فروزاں کی ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔۔۔

"تو کیا وہ سب۔؟"

"ہاں۔!" پروفیسر نے گلوگیر لہجے میں کہا۔ اور پھر چونک کر بولا۔ "لیکن۔ کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا۔ اوہ فروزاں تم جہاز سے باہر کیسے پہنچ گئیں۔؟"

"مجھے کچھ احساس نہیں ڈیڈی۔ جہاز کی تیز رفتاری سے دماغ سن ہو گیا تھا۔ حواس گم ہو گئے تھے جھٹکے لگ رہے تھے اور بہت سی چیزیں میرے جسم سے ٹکرائی تھیں مجھے چوٹ کا احساس بھی نہیں تھا بس جسم سن ہو گیا تھا۔ اور پھر جہاز کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور میں اپنی جگہ سے اچھل گئی۔ اور پھر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں پرواز کرتی ہوئی جہاز کے کھلے دروازے سے باہر نکل گئی۔! مجھے نیچے گرنے کا احساس بھی تھا ڈیڈی۔ بس۔ اس کے بعد میں بے ہوش ہو گئی۔ ہوش آیا۔ تو یہاں سے دور ۔۔ ایسی ہی گھاس کے ایک بڑے ڈھیر پر پڑی تھی۔ بڑی نرم گھاس ہے۔ شاید میں اسی پر گرنے کی وجہ سے بچ گئی تھی۔!"

"ناقابل یقین بات ہے لیکن معجزوں پر اندھا یقین کرنا پڑتا ہے قدرت ہمیں بچانا چاہتی تھی، اور وہ بچانا چاہے تو ایسے ہی ناقابل یقین واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ پھر کیا ہوا۔؟"

"بس میں ہوش میں آ کر گھاس کے ڈھیر سے اتر آئی، مجھے آپ کی تلاش تھی۔ اور دور سے مجھے یہ جہاز نظر آیا۔ میں اس کی طرف چل

پڑی اور آپکے پاس پہنچ گئی ۔ !،،

۔غور کرو فرزاں ۔ جہاز اس بلندی سے اس وادی میں گرا ہے کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ اتنی بلندی سے گرنے کے بعد کوئی چیز سلامت رہ سکتی ہے ۔ لیکن ۔ ہم بچ گئے ۔۔۔ ! کاش دوسرے بھی زندہ بچ جاتے ۔ !،،

،،سب مر گئے ڈیڈی ۔ کوئی بھی زندہ نہیں بچا ۔؟" فرزاں نے سرسراتے لہجے میں پوچھا۔

۔ ہاں فرزاں ۔ کوئی بھی ۔ زندہ نہیں بچا ۔!" پروفیسر نے آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا ۔ اور فرزاں کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے ۔ اسی وقت فرزانہ کی کراہ سنائی دی اور وہ دونوں اچھل پڑے ۔ پروفیسر نے اس کا سر اٹھا لیا اور اس کے خون آلود بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولا ۔

۔ فرزانہ ۔ فرزانہ ۔ میری بچی ۔ فرزانہ ۔۔ ؟" فرزانہ نے آہستہ آہستہ پلکیں جھپکائیں ۔ اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں ۔

۔ڈیڈی ؛ وہ کمزور آواز میں بولی ۔

۔ ہاں میری بچی ۔ میں تیرے پاس موجود ہوں ۔ میں تیرے قریب ہوں میری بچی ۔ ! ،، پروفیسر نے اس کا سر سینے سے لگا لیا ۔

۔ فرزاں کہاں ہے ۔ ؟ ،، فرزانہ نے کمزور آواز میں پوچھا ۔

۔میں یہاں ہوں باجی ۔ یہ رہی تمہارے پاس ۔ !،،

۔ خدا کا شکر ۔ خدا کا شکر ہے ۔ !،، فرزانہ کے منہ سے نکلا اور پھر وہ مضطربانہ انداز میں بولی ؛ اوہ ۔ آپ زخمی ہیں ڈیڈی ۔۔؟ آپ زیادہ زخمی تو نہیں ہیں ؟ ،،

۔ بالکل نہیں فرزانہ ۔ تمہیں کہاں چوٹ آئی ہے ۔ مجھے بتاؤ ۔! پروفیسر نے اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے کہا ۔

۔میں نہیں جانتی ۔ کیا ۔ میں بھی زخمی ہوں ۔ ؟ دوسرے لوگوں کا کیا حال ہے ۔ ؟

۔سب ٹھیک ہے ۔ بالکل ٹھیک ہے ،، پروفیسر نے اسکا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا ۔ اور فرزانہ سہارا لے کر بیٹھ گئی ۔ پروفیسر اندرونی طور پر خوشی محسوس کر رہا تھا ۔ گو وہ ایک بھیانک المیے سے دوچار ہو چکے تھے ۔ لیکن یہ کیا کم تھا کہ خود پروفیسر کے جسم پر کوئی زخم نہیں آیا تھا ۔ اس کی اپنی دونوں بچیاں زندہ تھیں ۔ اسی طرح نیویارک ایرپورٹ سے پرواز کرنے والے اس بدنصیب طیارے کے عملے سمیت تین سو چار مسافروں میں سے صرف یہ تین مسافر زندہ بچے تھے ۔ لیکن کون جانے ان کی زندگی کے لئے بھی آئندہ کون کون سے حادثات تیار ہوں ۔ فی الحال تو وہ اس جگہ کے بارے میں بھی اندازہ نہیں لگا سکے تھے کہ یہ کون سی جگہ ہے ۔ فرزانہ اب بالکل ٹھیک تھی ۔ گو اس کے جسم پر بھی چند زخم تھے لیکن قابل تشویش ایک بھی زخم نہیں تھا ۔

پروفیسر کافی دیر تک دونوں بچیوں کو سینے سے لگائے گھاس کے ڈھیر پر بیٹھا رہا ۔ اس کی نگاہوں میں اپنے ساتھیوں کی تصویریں رقص کر رہی تھیں ، جہاز کے اندرونی مناظر گھوم رہے تھے اگر لڑکیاں ان مناظر کو دیکھ لیتیں تو یا تو خوف سے پاگل ہو جاتیں یا ان کے ہارٹ فیل ہو جاتے ۔ لیکن اب ۔ اب کیا کرنا چاہیئے ۔ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا اور یہ حقیقت تھی کہ اگر نوجوان باغی نہ ہو جاتے اور لڑکیوں کی آبرو کو خطرہ نہ پیش آتا تو پروفیسر کسی دن خاموشی سے اپنا سفر شروع کر دیتا ! اور ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ آتا ۔ ظاہر ہے وہ صرف اپنی زندگی خطرے میں ڈال سکتا تھا دوسروں کی نہیں ، لیکن پھر حالات بدل گئے اور اسے اپنی تجویز میں ترمیم کرنا پڑی ۔ موت ان لوگوں کا مقدر تھی ۔ یہاں آ گئی ۔ برف پر بھی آ سکتی تھی ۔

وہ اپنے اعصاب کو درست کرنے کی کوشش کرنے لگا ! اب آئندہ حالات سے نمٹنا تھا اور اس کے لئے پہلے اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگانا تھا ۔ یہ کون سی جگہ ہے اور یہاں کا حدود اربعہ کیا ہے ۔۔۔!

چنانچہ وہ دونوں بچیوں سے مخاطب ہوا ۔

۔ فرزاں ، فرزانہ ۔ اگر تم لوگ ٹھیک ہو تو مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو ۔ میں اس وادی کے بارے میں جاننے کی کوشش کروں

۔ انکل سسکو کو بھی ساتھ لے لیں ڈیڈی ۔۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ ۔ ۔ ۔ ۔ ،،

۔ ہاں ، ہاں تم فکر مت کرو ۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں ؛ پروفیسر خاور نے کہا ! اور پھر وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا ۔

تقریباً ایک مربع میل کے علاقے میں پھیلی ہوئی یہ وادی پہاڑوں کے درمیان ایک گڑھے کی حیثیت رکھتی تھی ۔ چاروں طرف پہاڑوں کی بلند دیواریں تھیں جہاں تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں تھا ۔ البتہ ان دیواروں میں غاروں کے دہانے نظر آ رہے تھے ۔ ایک طرف بلندی سے آبشار گر رہا تھا جو ایک چھوٹی سی ندی بناتا ہوا ایک پہاڑی دیوار کے سوراخ میں گھس کر نہ جانے کہاں جا رہا تھا ۔ جگہ سرسبز تھی ۔ خودرو درخت بے شمار تھے ۔ بعض جگہوں پر سانپ اور دوسرے زہریلے جانور بھی نظر آئے البتہ اور کسی جانور کا وجود نہیں تھا ۔ سب سے حیرت انگیز چیز وہ چشمہ تھا جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی ۔ چشمے کے کنارے دور دور تک زمین خشک تھی ۔ پروفیسر چشمے کے کنارے پہنچ گیا ، وہ اس بھاپ کا راز جاننا چاہتا تھا ۔ اس نے چشمے کے پانی میں ہاتھ ڈالا خاصا گرم پانی تھا اور اس میں گندھک کی بو شامل تھی ، چنانچہ یہ اندازہ لگانے میں دقت نہ ہوئی کہ چشمے کے نیچے گندھک کی کان ہے ۔ یہ پانی زخموں

کے لئے بے حد مفید ثابت ہو سکتا تھا اور اسے ٹھنڈا کر کے استعمال کیا جاسکتا تھا۔ خاور وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ وہ وادی کے تین حصّے دیکھ چکا تھا اور اب اس کا رخ چوتھے حصّے کی طرف تھا۔ یہاں ــ اس نے دیوار میں ایک عظیم الشان سوراخ دیکھا کسی بہت بڑے غار کا دہانہ تھا پروفیسر دہانے کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر کچھ سوچ کر وہ دہانے میں داخل ہو گیا غار قدرتی ہی تھا لیکن قدرت نے اس میں انسانی زندگی کی بہت سی ضروریات پوری کر دی تھیں جگہ جگہ سے سوراخوں سے روشنی آرہی تھی جس سے غار منور تھا۔ ایک بڑا سا سپاٹ اور ہموار ہال تھا وہاں خوشگوار گرمی پھیلی ہوئی تھی، دیواریں شفاف تھیں اور سیلن وغیرہ ذرا سی بھی نہیں تھی ــ! اور پھر پروفیسر کی نگاہ ایک دروازہ پر پڑی اور وہ اچھل پڑا۔

ہاں ــ وہ دروازہ ہی تھا، پتھر کی ایک سِل کو دروازے کی شکل میں تراشا گیا تھا لیکن یہ سِل قطعی غیر قدرتی تھی۔ گویا یہاں انسانی قدم آچکے ہیں لیکن کیا اب بھی یہاں انسان موجود ہیں لیکن کس قسم کے انسان دروازے کی تراش سے معلوم ہوتا تھا کہ جس نے بھی اسے تراشا ہے وہ جدید تہذیب سے بخوبی واقف ہے۔ وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر اس نے دروازے پر قوت آزمائی کی لیکن قوت آزمائی کی ضرورت ہی نہ پیش آئی، دروازہ تھوڑی سی قوت سے کھل گیا۔ دوسری طرف بھی ایک ہال تھا۔ ویسا ہی روشن اور صاف ستھرا۔ لیکن اس ہال میں اور بھی کچھ تھا جسے دیکھ کر پروفیسر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ہال میں نفیس تراش کا فرنیچر موجود تھا، جو تھا تو قدیم طرز کا، لیکن نہایت قیمتی اور اعلیٰ درجے کا تھا۔ دیواروں پر نفیس اور قیمتی کپڑے کے پردے لٹکے ہوئے تھے اور ایک باریک پردے کے پیچھے ایک اور دروازہ نظر آرہا تھا۔

پروفیسر کے دل میں عجیب عجیب خیالات آرہے تھے لیکن اس نے اسے بھی تائیدِ غیبی جانا، شاید غیب سے اس کی مدد ہو رہی ہے۔ ان غیر یقینی حالات میں ہر واقعے، ہر حادثے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ چنانچہ اس خیال کے تحت اس نے دونوں بچیوں کو یہاں لے آنے کا فیصلہ کیا، اور پھر اس نے پھرتی سے ایک طرف کا پردہ قوت صرف کر کے پھاڑ لیا۔ نفیس اور ملائم ریشمی پردہ لے کر وہ دروازے سے باہر نکل آیا۔ اور پھر ہال سے بھی باہر نکل آیا گندھک کے چشمے کے پاس پہنچ کر اس نے پردہ پانی میں بھگو دیا اور اسے ٹھنڈا کئے ہوئے واپس چل پڑا ــ! فرزانہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے تاہم فرزاں لے جہاز والوں کا حشر بتا چکی تھی۔ پروفیسر کو دیکھ کر ان دونوں نے آنسو پونچھ لئے۔ اور پھر پروفیسر نے مختصراً انہیں اس وادی کے بارے میں بتایا۔ اس غار کے بارے میں بتایا اور دونوں لڑکیوں کے دل میں اسے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا۔

"غار کس کا ہے وہاں کون ہے، اس سے ہمیں سروکار نہیں۔ ممکن ہے وہاں سے ہماری ضرورتیں پوری ہو سکیں۔ اسی لئے میں وہاں جانے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ کیا تم مجھ سے متفق ہو ــ؟"

"ہاں ڈیڈی" ــ لڑکیوں نے کہا۔ اور پروفیسر گرم پانی سے فرزاں اور فرزانہ کے چہرے صاف کرنے لگا۔

"تم ان پردوں سے اپنے لئے لباس تیار کر سکتی ہو، اس کے بعد ہی تمہیں ان خون آلود کپڑوں سے نجات مل سکے گی" اس نے ان کے چہرے صاف کر کے کہا۔ اور پھر ان دونوں کو ساتھ لیکر چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دوبارہ غار میں داخل ہو رہے تھے۔ اس پراسرار غار کو دیکھ کر فرزانہ اور فرزاں بھی اپنے ساتھ پیش آنے والے خوفناک حادثے کو بھول گئیں اور یہاں کی ایک ایک چیز کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔

"اس دوسرے دروازے کے پیچھے کیا ہے ڈیڈی ــ؟" فرزاں نے پوچھا۔

"معلوم نہیں۔ میں نے اسے نہیں دیکھا۔ میں یہیں سے واپس ہو گیا تھا۔ دیکھو۔ اس دیوار سے میں نے پردہ پھاڑا ہے"۔

"دیکھیں ڈیڈی" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں ــ آؤ"! پروفیسر خاور نے کہا۔ اور وہ تینوں آہستہ آہستہ دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ پھر پروفیسر نے دروازے کو دھکا دیا اور دروازہ کھل گیا۔ لیکن دروازہ کھلتے ہی ایک عجیب سی خوشبو ان کی ناک سے ٹکرائی۔ بڑی خوشگوار بو تھی، البتہ دروازے کے پیچھے کا ماحول قدرے تاریک تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ وہاں کی چیزوں کو نہ دیکھ سکیں۔

پروفیسر اندر داخل ہو گیا۔ اور اندر قدم رکھتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ ایک عظیم الشان لیبارٹری تھی۔ پورے ہال میں چاروں طرف الماریاں بنی ہوئی تھیں، ان الماریوں میں پرانے طرز کی چمڑے کی شیشیاں اور مرتبان چنے ہوئے تھے۔ ایک طرف زمین سے چھت تک بنی ہوئی الماری میں اوپر تک موٹی موٹی کتابیں چنی ہوئی تھیں، جن کی جلدیں چمک رہی تھیں۔ درمیان میں شیشے کی نلکیوں، مرتبانوں کا ایک جال پھیلا ہوا تھا۔ بلاشبہ اسے دنیا کی عظیم ترین سائنسی لیبارٹری کہا جاسکتا تھا پروفیسر اس پورے کارخانے کو پراسرار نظروں سے دیکھنے لگا۔ اسے ایک انوکھا سا احساس ہو رہا تھا۔ جسے وہ کوئی نام نہیں دے سکتا تھا ــ! اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے بھی تصویرِ حیرت بنے ہوئے تھے۔

دفعتاً فرزاں نے پروفیسر کا بازو پکڑ لیا اور سرسراتی ہوئی آواز میں بولی "ڈیڈی۔ ڈیڈی ــ وہ کیا ہے ــ؟ وہ کیا ہے ــ"

کہانی

پروفیسر خاور نے چونک کر اس کے اشارے کی سمت دیکھا اور ایک لمحے کے لئے اس پراسرار منظر کو دیکھ کر اس کے دل میں بھی سرد لہریں اٹھنے لگیں، وہ شیشے کا بنا ہوا ایک خوبصورت تابوت تھا جس کے اندرونی مناظر بھی صاف نظر آرہے تھے۔ تابوت میں گلابی رنگ کا سیال اوپر تک بھرا ہوا تھا اور اس سیال میں ایک انسانی جسم تیر رہا تھا۔ تابوت کا ڈھکن بند تھا اور اس کے عین اوپر چاندی کی بنی ہوئی ایک بہت بڑی بوتل اوندھی لٹکی ہوئی تھی۔ اس بوتل کا چوڑا دہانہ شاید بند تھا لیکن اس دہانے میں کوئی ننھا سا سوراخ بھی تھا جس سے ایک چمکدار قطرہ وقفہ وقفہ سے تابوت پر ٹپک رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے تابوت پر چنگاریاں گر رہی ہوں۔ اور پھر شاید یہ قطرہ اسی گلابی سیال میں تحلیل ہو جاتا، کیونکہ اس کے کسی جگہ بہنے کے نشانات نہیں نظر آرہے تھے۔

اس پراسرار غار میں یہ تابوت، اور اس میں موجود انسانی جسم نظر آنے کے بعد یہاں رکنا ایک مشکل کام تھا لیکن پروفیسر ایک مضبوط دل انسان تھا۔ اسے موت وحیات کی حقیقت معلوم تھی، لیکن تھوڑی سی بزدلی ان لڑکیوں کی وجہ سے پیدا ابھی ہو سکتی تھی لیکن وہ اور کیا کرتا۔ کہاں جاتا۔ وادی کا نظارہ وہ کر چکا تھا۔ چاروں طرف حشرات الارض کی بھرمار تھی۔ کوئی جائے پناہ نہیں تھی۔ اگر اس خوفناک غار سے نکل بھی جاتا تو باہر کی دنیا تو اس سے بھی خوفناک تھی۔ اور پھر یہ تو دن کا وقت تھا۔ رات کسی طور یہیں گذاری جا سکتی تھی۔

"خدا ان لڑکیوں کے دل مضبوط کرے۔" اس کے دل سے دعا نکلی اور اس نے دونوں لڑکیوں کے بازو پکڑ کر انہیں خود سے قریب کر لیا۔ فرزانہ نے بہن کی طرف دیکھا۔ اور فروزاں مسکرا دی۔ اب بوڑھے نے سرد انداز میں دونوں لڑکیوں کی گردن میں باہوں کی گرفت سخت کر دی اور چہکتے ہوئے انداز میں بولا۔

"آؤ دیکھیں یہ بزرگ کون ہیں اور انہیں یہ طویل غسل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی، نیز یہ کہ کیا یہ پراسرار وادی انہیں کی ملکیت ہے یا یہ کسی خوف سے یہاں آچھپے تھے۔" اور ان الفاظ کو ادا کرنے کے بعد وہ بے نیازی سے آگے بڑھا اور تینوں اس پراسرار تابوت کے پاس پہونچ گئے!

قریب پہنچ کر تابوت کے اندر موجود انسانی جسم صاف نظر آنے لگا۔ انھوں نے اسے دیکھا، اور دیکھتے رہ گئے۔ وہ ایک جوان العمر آدمی تھا۔ اس کے جسم پر پرانی طرز کا ایک خوبصورت لباس تھا جو سیال میں ہونے کے باوجود بھیگا ہوا نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ اس کا چہرہ شیشے کی طرح چمکدار تھا۔ ہلکی نیلاہٹ لئے خوبصورت بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی آنکھیں پرسکون انداز میں بند تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ سکون کی نیند سو رہا ہو۔

وہ تینوں منہ پھاڑے اسے دیکھتے رہے۔ مردانہ حسن کا کوئی انتہائی تصور ہو سکتا ہے تو وہ اس سے بڑھ کر نہ ہوگا۔ ایسا متناسب اور سڈول جسم، ایسا پر وجاہت چہرہ اس سے قبل انسانی نگاہوں سے نہیں گذرا ہوگا۔ ڈ یونانی سنگتراشی کا سب سے حسین شاہکار نظر آتا تھا۔ دونوں لڑکیاں اس سے بیحد متاثر معلوم ہو رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں شوق و پسندیدگی کے آثار تھے۔ کئی منٹ تک وہ بتوں کی طرح ساکت و جامد کھڑے اسے دیکھتے رہے۔ اس کے چہرے سے نظر ہٹانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ پھر بوڑھا خاور ہی چونکا۔

"واہ۔ اس قلمرو کے شہنشاہ تو بے مثال ہیں۔ کیا خیال ہے ان حضرت سے تعارف حاصل کیا جائے۔" اور بوڑھے کی آواز سے دونوں لڑکیاں چونک پڑیں۔ پھر انھوں نے چاروں طرف دیکھا۔ اور فروزاں بول پڑی۔

"یہاں کوئی اور بھی ہو سکتا ہے ڈیڈی؟"

"ممکن ہے پہلے اسے تلاش کیا جائے۔ کیا خیال ہے؟"

"آیئے دیکھ لیں۔" فروزاں نے کہا۔ وہ تینوں تابوت کے پاس سے ہٹ گئے! اور غار کے دوسرے حصوں کی تلاشی لینے لگے۔ پھر بوڑھے خاور نے دو تین آوازیں لگائیں۔ وہ کسی انجانی شخصیت کو پکار رہا تھا لیکن اس کی پکار کا کوئی جواب نہیں ملا۔ صرف اس کی آواز کی بازگشت تھی۔ اور اس وقت تک گونجتی رہی جب تک اسے دہانے سے باہر نکل جانے کا موقع نہیں ملا۔

"کوئی نہیں ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا

"ممکن ہے غار کے دوسرے حصوں میں کوئی ہو۔ آپ نے وہ لمبی سرنگ دیکھی ہے۔؟"

"ہاں۔ آؤ۔ اس طرف چلیں۔" بوڑھے نے کہا۔ اور پھر لڑکیوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے اس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جس کے دوسری طرف ایک خوبصورت کمرہ تھا اور اسی کمرے میں ایک سرنگ کا دہانہ نظر آرہا تھا۔ وہ سرنگ کے دہانے پر پہونچ گئے لیکن لطف کی بات یہ تھی کہ یہ سرنگ بھی تاریک نہیں تھی اس میں روشنی لانے کا خاص انتظام کیا گیا تھا۔ سیلن اور گھٹن جیسی کوئی شے اس پورے غار میں کہیں موجود نہیں تھی۔ وہ آہستگی سے سرنگ میں داخل ہو گئے۔ ان کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے لیکن ان دھڑکنوں میں خوف کا عنصر نہیں تھا بلکہ ایک ہلکا سا تجسس تھا۔ وہ اس پراسرار دنیا کے حسن پر عش

غش کر رہے تھے۔ سرنگ میں چلتے ہوئے انہیں احساس ہوا کہ ان کے پیروں کے نیچے موٹا قالین ہے۔ بوڑھے خاور نے جھک کر اس قالین کو دیکھا تھا اور پھر طویل سانس لے کر سیدھا ہو گیا تھا۔

سرنگ واقعی لمبی تھی اور پھر وہ تقریباً دو سو گز چلنے کے بعد بائیں سمت گھوم گئی تھی لیکن جوں ہی وہ گھومے انہیں تیز روشنی نظر آئی۔ یہ قدرتی روشنی تھی۔ گویا یہ سرنگ باہر نکلنے کا دوسرا راستہ تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سرنگ کے دہانے پر پہونچ گئے اور پھر دوسری طرف دیکھ کر ایک بار پھر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

یہ کوئی بیرونی جگہ نہیں تھی۔ بلکہ اس کا تعلق اس پراسرار غار سے ہی تھا۔ ایک سرسبز میدان تھا جسے ایک خوبصورت لان کی شکل دی گئی تھی۔ چاروں طرف پھلوں کے درخت تھے ان کے نیچے پھول کھلے ہوئے تھے۔ پھر ان کے عین درمیان میں ایک سنگ مرمر کا خوبصورت حوض بنا ہوا تھا اور اس حوض کے شفاف پانی میں رنگین مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ حوض کے کنارے لنارے لحد کی شکل میں سفید سنگ مرمر سے تراشی ہوئی بنچیں پڑی تھیں جوانوں کا سا دلکش منظر معلوم ہوتا تھا۔ جس نے بھی یہ غار اور یہ دنیا تعمیر کی تھی، بلاشبہ وہ صاحب ذوق تھا۔ لیکن وہ کون تھا، کہاں تھا، یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ انھوں نے لان کا ایک چکر لگایا۔ سب خاموش تھے۔ پروفیسر نے دونوں لڑکیوں سے رُکنے کے لئے کہا اور خود پھلوں کے ایک درخت کی طرف بڑھ گیا اور پھر جب اس نے درخت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو دونوں لڑکیاں سہم گئیں۔ انہیں الف لیلوی قصے یاد آ گئے جن میں اس قسم کے باغات جادوگروں کے ہوتے تھے اور انہیں ہاتھ لگانے سے شم شم دیو آ جاتا تھا لیکن بوڑھے خاور نے اطمینان سے پھل توڑے اور انہیں گود میں بھر کر ان کے پاس پہونچ گیا۔

"اس قلمرو کے حکمران کی طرف سے ہماری پہلی ضیافت۔" اس نے مسکرا کر پھل لڑکیوں کو دیتے ہوئے کہا۔ اور دونوں لڑکیاں بھی مسکرا دیں۔ "مگر یہ پھل ہمارے لئے کس قدر اجنبی ہو گئے ہیں۔ ہماری زبانیں تو پھیکے اور کچے گوشت کے ذائقے کی عادی ہو گئی ہیں۔"

"ظل پناہ کی زیارت ہو جائے۔ اس کے بعد ممکن ہے ہمیں کچھ اور بھی نوازا جائے۔" خاور نے بدستور پر مزاح انداز میں کہا۔ اس طرح وہ ان کے ذہن سے خوف زائل کرنا چاہتا تھا اور انہیں اس پراسرار وادی کے اسرار سے دلچسپی لینے کے لئے تیار کر رہا تھا۔ وہ خود بھی غیر یقینی کیفیت سے دوچار تھا۔ اسے یہ سب کچھ خواب معلوم ہو رہا تھا۔ مہذب دنیا سے دور ان پہاڑوں کی ان خطرناک ڈھلانوں کی انتہا پر یہ پراسرار دنیا کیا معنی رکھتی تھی۔ بے شمار جادوئی واقعات اس نے بھی سنے اور پڑھے تھے لیکن ان کی کسی عملی شکل کا مظاہرہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھے گا، اس کا اُسے یقین نہیں تھا۔ واقعات ایسے غیر مربوط تھے کہ اس کا ذہن بھی منتشر تھا اور وہ حقیقی نقطہ نگاہ سے کسی چیز کا جائزہ لینے سے معذور تھا۔ ان غاروں میں جو کچھ تھا عقل انسانی اسے کسی طرح تسلیم نہیں کرتی تھی لیکن یہ سب کچھ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اسے یہ دنیا تسلیم کرنی تھی۔ یہاں اُسے نہ جانے کتنا وقت گذارنا تھا، چنانچہ اگر ذہن پر خوف مسلط رہا تو زندگی کچھ اور کٹھن ہو جائے گی۔ اگر یہ جنوں اور بھوتوں کی دنیا ہے، تو بہرحال ان کے ساتھ گذارا کرنا تھا، خواہ وہ ان لوگوں سے کسی طرح بھی پیش آئیں۔ اور وہ اسی کے لئے اپنی بیٹیوں کو تیار کر رہا تھا۔

پھل کھانے سے اُن کے جسموں کو نئی تازگی کا احساس ہوا۔ پھر انھوں نے حوض سے چلوؤں میں بھر کر پانی پیا اور پھر بوڑھے خاور نے ایک زبردستی کی ڈکار لے کر کہا۔ "تو ثابت ہوا لڑکیوں۔ کہ فی الوقت یہاں اس تابوت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ ممکن ہے اس پراسرار دنیا کا شہنشاہ شکار کھیلنے گیا ہوا اور اپنی فوج کے ساتھ واپس آنے والا ہو۔ بہرحال ہم اس کا انتظار کریں گے اس سے ملاقات خاصی دلچسپ رہے گی بھئی یہ بھی ممکن ہے کہ وہ افراسیاب کا کوئی عزیز ہو۔ اور۔ تابوت میں لیٹا ہوا نوجوان شہزادہ بدرالمہتاب ہو جسے افراسیاب کے بیٹے نے اس جادوئی تابوت میں قید کر لیا ہو۔ چنانچہ تمھارا کیا خیال ہے کیا ہم شہزادہ بدرالمہتاب کو افراسیاب کے چنگل سے نکالنے کی کوشش کریں۔ تمہیں علم ہے کہ آخر میں جیت بدرالمہتاب کی ہی ہوتی ہے چنانچہ اس جیت کا ذریعہ ہم کیوں نہ بن جائیں۔"

فرزانہ اور فروزاں بوڑھے خاور کی دلچسپ باتوں پر مسکرا رہی تھیں درحقیقت بوڑھا ان کے دلوں سے خوف زائل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ چنانچہ فرزانہ نے کہا۔

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں ڈیڈی۔؟"

"دیکھیں تو سہی۔ تابوت میں کون صاحب آرام فرما رہے ہیں۔ ان کے آرام میں خلل اندازی کی جائے۔"

"مم۔ مگر وہ۔ لل لاش ہے۔!" فروزاں ہکلائی۔

"یہی تو معلوم کرنا ہے کہ وہ لاش کیوں ہے۔ ویسے ہے انسان کی لاش کسی گدھے کی نہیں ہے جو تابوت سے نکلتے ہی دولتیاں مارنا شروع کر دے۔" پروفیسر نے کہا اور ان دونوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے واپس سرنگ کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اسی تابوت کے نزدیک کھڑے تھے۔ تابوت کا جسم اسی انداز میں تھا اور چاندی کی بوتل سے بدستور چنگاریاں گر رہی تھیں۔ پروفیسر اس وقت قدرے بہتر حالت میں تھا، چنانچہ اس نے

بڈھے غور سے چنگاریوں کا عمل دیکھا۔ بوتل سے گرنے والا آتشیں سیال تابوت
کے ایک مخصوص حصے میں گر رہا تھا اور اس حصے میں ایک گڑھا تھا جس میں انتہائی
باریک سوراخ تھے۔ سیال ان سوراخوں کے ذریعے اس گلابی سیال میں شامل
ہو جاتا تھا۔ بوڑھا اس پر غور کرتا رہا۔ اور پھر وہ تابوت کے نزدیک دو زانو بیٹھ
گیا۔ اس نے چاروں طرف سے اسے دیکھا تب اسے تابوت کے بائیں سمت
ایک گول لٹو سا نظر آیا۔ وہ گھٹنوں کے بل چلتا ہوا بائیں سمت پہونچ گیا اور پھر
اس نے ہاتھ بڑھا کر اس لٹو کو ٹٹولا۔ لٹو گھوم سکتا تھا۔ بوڑھے نے آہستہ آہستہ
پہلے بائیں اور پھر دائیں سمت گھمایا لیکن کوئی ردِ عمل نہ ہوا۔ تب پھر اس نے
پہلے لٹو کو کھینچا اور پھر اندر دبا دیا۔ اندر دباتے ہی اچانک گلابی سیال میں
ہلچل سی مچی۔ اور پھر تابوت کے ایک طرف کا خانہ کھل گیا۔ گلابی سیال تیزی
سے اس خلنے سے باہر بہنے لگا! لیکن وہ خانے کے نزدیک ایک سوراخ میں
جا رہا تھا۔ غالباً یہ سوراخ اسی لئے بنایا گیا تھا۔

بوڑھا متجسس نگاہوں سے تابوت کو سیال سے خالی ہوتے دیکھتا
رہا۔ فضا میں ایک انتہائی لطیف خوشبو پھیل گئی جو یقیناً اسی خارج ہونے والے
سیال سے اٹھ رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے تابوت سیال سے خالی ہو گیا، اب اس میں
صرف انسانی جسم پڑا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر وہی سکون تھا۔ بوڑھا اپنی جگہ
سے اٹھ بیٹھا اور پھر اس نے دوسرا عمل کیا۔ اس نے قوت صرف کر کے چاندی کی
اس بوتل کا رُخ بدل دیا جس سے آتشیں سیال ٹپک رہا تھا اور بوتل سے
سیال گرنا بند ہو گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر بوڑھے خاور نے تابوت کے
وزنی ڈھکن کو ٹٹولا۔ اور اس کے رخنوں میں ناخن پھنسا کر اسے تھوڑا سا
کھسکایا۔ پھر اس میں انگلیاں ڈال کر اسے اوپر اٹھایا۔ تیز خوشبو سے پوری فضا
مہک اٹھی تھی۔

دونوں لڑکیوں کی نگاہیں خوبرو نوجوان کی لاش پر تھیں اور
۔ دفعتاً وہ چونک پڑیں۔ انھوں نے لاش کے چمکدار چہرے کی مہک کو ماند
پڑتے دیکھا، اس کے ساتھ ہی چہرے کے سکون میں بھی فرق آ گیا تھا، جیسے سوتا
ہوا شخص بے آرامی محسوس کر رہا ہو۔

"آپ۔ آپ نے کچھ محسوس کیا ڈیڈی۔" فرزاں نے آہستہ لیکن
لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں میں محسوس کر رہا ہوں۔" پروفیسر نے کہا اور دونوں ہاتھ
تابوت کے کناروں پر رکھ کر قریب سے لاش کو دیکھنے لگا۔ دونوں لڑکیاں
بھی بے ساختہ میں کناروں پر جھک آئیں۔ اور وہ لاش کے چہرے کے بدلتے
ہوئے تاثرات دیکھتے رہے۔ پھر لاش کے دونوں جڑے ہوئے ہونٹ کھل گئے
اور آنکھوں کے پپوٹے لرزنے لگے۔

"بلاشبہ حیرت انگیز۔ ناقابلِ یقین۔" پروفیسر آہستہ سے بڑ
اور اسی وقت فرزانہ کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی جب لاش کی دونو
آنکھیں کھل گئیں۔ وہ چمکدار، سیاہ آنکھیں، جن میں دلوں کو موہ لینے وا
کشش تھی۔ وہ آنکھیں پہلے حیرانی سے چھت کو تکتی رہیں۔ پھر آہستہ آہستہ ا
کی پتلیاں گھومیں، اور فرزاں اور فرزانہ کے چہروں پر مرکوز ہو گئیں۔!

اور پھر لاش کے حسین چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خوبصورت
ترتیب سے جمے ہوئے دانتوں کی قطار آبدار موتیوں کی طرح چمکی۔ اور ایک
سرگوشی سنائی دی۔ ایک واضح سرگوشی۔ کوئی جملہ کہا گیا تھا۔ لیکن اس کا مفہو
لڑکیوں کے لئے اجنبی تھا۔! البتہ پروفیسر کے چہرے پر حیرت کے نقوش ا
گہرے ہو گئے!

جملہ جس زبان میں کہا گیا تھا۔ وہ ایک مخصوص علاقے کی قدیم
زبان تھی اور پروفیسر اس زبان کی تھوڑی سی شُد بُد رکھتا تھا۔ اگر اس کا
اندازہ غلط نہیں تھا، تو جملہ کچھ یوں تھا۔

"شکر ہے کہ یہ طلوع بھی اتنا ہی حسین اور دلکش ہے جس کا میں
خواہش مند رہتا ہوں۔"

لڑکیاں تابوت کے نزدیک سے ہٹ گئی تھیں۔ وہ ایک دوسر
سے چمٹ کر کھڑی ہوئی تھیں اور ان کے جسم میں ایک غیر محسوس لرزش تھی۔ ان
کی ٹانگیں بے جان ہوئی جا رہی تھیں۔

تب پروفیسر نے ہمت کر کے کہا "کیا میں تمہیں تابوت سے نکالنے
میں تمھاری مدد کروں۔" اس وقت پہلی بار اس نے گردن گھما کر پروفیسر کی
طرف دیکھا۔ اور اس کی آنکھوں میں کچھ اور زندگی پیدا ہو گئی اور پھر اس کے
ہونٹوں سے ایک بڑبڑاہٹ نکلی جس کا مفہوم پروفیسر نے سمجھ لیا۔ جو یہ تھا!

"اور یہ بھی شکر ہے کہ ان کے ساتھ ایک مدبر موجود ہے۔ ورنہ یہ
حسن میری زندگی سے خوفزدہ ہو جاتا۔"

پروفیسر اس زبان کو صرف کسی حد تک سمجھ سکتا تھا۔ اس کا
ایک لفظ بھی بولنا اس کے بس کی بات نہیں تھی اور شاید وہ بھی پروفیسر کی
زبان کو نہیں سمجھ سکتا تھا کیونکہ اس نے پروفیسر کی پیش کش کا کوئی جواب نہیں
دیا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ سمیٹے، اور انہیں تابوت کے کناروں پر جما
اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہ چاندی کی بوتل پر پڑی۔ اور اس کے ہونٹ سکڑ
گئے! تب اس نے کہا۔" اوہ۔ وقت پورا نہیں ہوا۔ بلکہ درمیان میں جگا دیا
گیا ہوں۔ لیکن کوئی حرج نہیں ہے۔ سب کچھ ماحول کے مطابق ہے۔" پھر وہ
تابوت کے اندر کھڑا ہو گیا اور دونوں لڑکیاں خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ
گئیں۔ تب اس نے ہاتھ اٹھایا اور مسکراتے ہوئے بولا "تم انہیں بتاؤ مدبر۔ مجھ

خوفزدہ نہ ہوں۔ میں تو حُسن کا شیدائی ہوں۔ میں انہیں کوئی نقصان نہیں پہونچاؤں گا!"

بوڑھے خاور کی سمجھ میں کچھ الفاظ آئے، کچھ نہ آئے۔ تاہم اس نے ان کی طرف رُخ کرکے کہا "کیا تم میری زبان نہیں سمجھتے۔؟" اس بار اس نے خالی خالی نگاہوں سے خاور کی طرف دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

"یہ صورتِ حال میرے لئے نئی نہیں ہے لیکن ٹھہرو۔ میرے پاس اس کا حل موجود ہے۔" وہ تابوت سے باہر نکل آیا۔ وہ اپنے جسم کو اس طرح حرکت دے رہا تھا، جیسے رگ پٹھے درست کر رہا ہو۔ پھر وہ آہستہ قدموں سے ایک طرف بڑھ گیا۔ اس کا رُخ ایک الماری کی طرف تھا۔ پھر چمڑے کی ایک بوتل اٹھاکر وہ ایک دوسری الماری کی طرف بڑھا۔ جہاں سے اس نے لکڑی کے چار خوبصورت گلاس نکالے۔ ان گلاسوں میں اس نے بوتل کا رنگین سیال انڈیلا اور انہیں لئے ہوئے ان کے قریب آگیا، پہلا گلاس اُس نے بوڑھے کی طرف بڑھایا اور بوڑھے خاور نے گلاس تھام لیا۔ پھر وہ دونوں گلاس لے کر فرزاں اور فرزانہ کی طرف بڑھا۔ اس نے ادب سے وہ دونوں گلاس ان کے سامنے پیش کر دیئے۔

دونوں نے ایک ساتھ گردن ہلادی۔ اور اس کے ہونٹوں پر وہی قاتل مسکراہٹ دوبارہ ابھر آئی "نفی کا انداز گردن کی جنبش ادوار بدل گئے اقدار نہیں بدلے۔ انسان کبھی نہیں بدل سکتا۔ میں بھی وہی ہوں نازنینو صدیوں سے پوچھو۔ میں کیا ہوں۔ ماہ و سال میرے عشق کی گواہی دیں گے۔ میں تو تمہارا پجاری ہوں۔ میرے جسم و جاں کی کوئی جنبش تمہارے خلاف نہ ہو گی۔ اسے پی لو۔ یہ ہمارے درمیان اجنبیت ختم کردے گا۔ یہ ذہنوں کے فاصلے مٹائے گا، ہم ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گے۔ دیکھو۔ میں اسے خود بھی پیتا ہوں تاکہ تمہیں سمجھ سکوں۔ اندازہ لگا سکوں کہ یہ صدی کون سی ہے" اس نے اپنا گلاس ان کے سامنے کر دیا اور پھر اس کا سیال پی گیا۔

بوڑھا خاور اس کی حرکات دیکھ رہا تھا۔ اس کی آواز سُن رہا تھا اس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اُس نے اندازہ لگایا کہ وہ یہ سیال پی کر کچھ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور خاور نے خود بھی گلاس کا سیال حلق میں انڈیل لیا۔ لڑکیوں نے اب بھی اُسے قبول نہیں کیا تھا۔ بڑا خوش ذائقہ اور لذیذ سیال تھا لیکن اس کے اثرات کیا تھے۔؟ وہ اندازہ نہ لگا سکا۔ اور پھر اسے اپنے ذہن کے بہت سے خانے کھلتے ہوئے محسوس ہوئے ایک عجیب سی سنسناہٹ کے بعد فضا صاف ہوتی محسوس ہوئی۔ اور وہ اس کے سامنے آگیا۔۔۔ اس کی حسین آنکھیں بوڑھے خاور کا جائزہ لے رہی تھیں وہ دلچسپی سے خاور کے لباس کو دیکھ رہا تھا۔!

اور پھر اس کی آواز اُبھری "مجھے یقین ہے کہ تمہارا دماغ روشن ہو گیا ہوگا مدبر۔ کیا تم میری آواز سُن رہے ہو۔ میری گفتگو سمجھ رہے ہو۔؟" اور بوڑھے خاور کی آنکھیں شدید حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ اسی کی زبان تھی۔ یہ خود خاور کی زبان تھی اور وہ اہل زبان کی طرح بول رہا تھا۔

"تم۔ تم ہماری زبان بول رہے ہو۔" اس نے حیرت سے کہا۔

"یہ خیالات کی زبان ہے۔ وقت کی زبان ہے۔ میں یہی زبان بول رہا ہوں جواب سے کچھ دیر قبل بول رہا تھا تم اپنی زبان بول رہے ہو جو میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن اب الفاظ کی اہمیت ختم ہو گئی۔ ہمارے خیالات ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو گئے ہیں۔ الفاظ کچھ بھی ہوں۔ ان الفاظ کا وہی مفہوم تمہارے ذہن میں آئے گا جو ادا کیا گیا ہے۔ براہ کرم ان لڑکیوں سے بھی کہو۔ وہ بھی ہم میں شریک ہو جائیں۔"

"حیرت انگیز۔ خدا کی قسم حیرت انگیز لیکن تمہاری لیبارٹری دیکھ کر مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ تم کر سکتے ہو۔ لاؤ۔ یہ گلاس مجھے دو۔" پروفیسر نے کہا اور اس کے ہاتھوں سے دونوں گلاس لے لئے۔ پھر وہ لڑکیوں کے قریب پہنچ کر بولا۔

"فرزانہ۔ فرزاں، اسے پی لو۔ یہ کوئی بُری چیز نہیں ہے۔ شاید ہم ایک عظیم انسان سے روشناس ہونے والے ہیں۔ اسے پی لو ممکن ہے بیسویں صدی کی اس نئی الف لیلیٰ کے مصنف ہم ہی ہوں۔ پی لو اسے۔ یہ نقصان دہ نہیں ہے" اور لڑکیوں نے جھجکتے ہوئے گلاس لے لئے۔ ایک ہلکا سا گھونٹ لے کر وہ سیال چکھا اور پھر گلاس خالی کر دیئے۔! پروفیسر ان کے سامنے کھڑا ان کی کیفیت دیکھ رہا تھا۔ لڑکیوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ شاید وہ ذہنی انتشار برداشت نہ کرسکی تھیں لیکن چند منٹ کے بعد انھوں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ حیرت سے پروفیسر کو دیکھ رہی تھیں۔ تب تابوت کا انسان آہستہ قدموں سے چلتا ہوا ان کے نزدیک پہونچ گیا۔

"دوستی کا سلام قبول ہو"! اس نے خم ہوتے ہوئے کہا۔ اور لڑکیوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ اس سے قبل وہ اس کی زبان نہیں سمجھ رہی تھیں لیکن اب وہ انہیں کی زبان بول رہا تھا۔! "اپنی اس چھوٹی سی دنیا میں میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ کیا اس خطے کی بھی ہیئت بدل گئی۔؟" اس نے پھر کہا۔ اور پروفیسر خاور اس کے قریب پہونچ گیا۔

"میں دوست کی حیثیت رکھتا ہوں مدبر۔ میری طرف سے بدگمان نہ ہو"

"لیکن میں اپنے دوست کی شخصیت سے ناواقف ہوں۔" خاور نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"اس کے لئے کچھ مہلت طلب کروں گا۔ فرائض مہمان نوازی ادا کرنے کے لئے مجھے لمحات درکار ہیں۔ کیا اجازت ہے۔؟" اور پروفیسر نے گردن ہلائی اس نے لڑکیوں کی طرف گردن خم کی اور ایک طرف چل دیا۔ بڑی شاہانہ چال تھی، بڑا پُروقار انداز تھا۔ وہ بے حد اسمارٹ تھا اور اس کی شخصیت ہر انسان پر حاوی ہوجانے والی تھی۔! پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تو فروزاں نے متحیر لہجے میں کہا۔

"یہ — یہ سب کیا ہے ڈیڈی۔؟"

"عجائباتِ عالم۔ بہر صورت وہ معزز لگتا ہے۔ اور ایسے شخص سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"لیکن وہ اس تابوت میں کیا کر رہا تھا۔؟ وہ سیال میں غرق تھا۔ اس ہوابند تابوت میں قید تھا۔ اس کے باوجود زندہ ہے۔!"

"کون جانے وہ کیا ہے لیکن ہمیں اس پر اعتماد کرنا پڑے گا ممکن ہے اس پراسرار انسان کے ذرائع لامحدود ہوں ممکن ہے وہ ہمیں بیرونی دنیا تک پہنچانے کا بندوبست کرسکے۔!

"خدا کرے۔" فرزانہ کے منہ سے حسرت آمیز انداز میں نکلا۔!

"اس نے خود پر ملمع نہ چڑھا رکھا ہو ڈیڈی۔ اپنی اصلی شکل میں آکر وہ ہمارے لئے خطرناک نہ ثابت ہو۔" فروزاں نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

"ایسی شکل میں بھی ہم مجبور ہوں گے۔ اس وقت قسمت ہمارے لئے راستے متعین کرے گی۔ ہم بے بس ہوچکے ہیں۔"

"وہ سیال کیسا تھا ڈیڈی۔؟" فرزانہ نے پوچھا

"تم اس لیبارٹری کو دیکھ رہی ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کوئی عظیم سائنسداں ہے۔ ممکن ہے وہ اس ویرانے میں کوئی تجربہ کر رہا ہو۔ بہرحال اس کا تعلق بیرونی دنیا سے ضرور ہوگا! یہ سیال اس کے خیال میں خیالات کو ہم آہنگ کرلیتا ہے۔ گویا ہونٹ کسی زبان میں کچھ بھی کہیں۔ وہ اسی زبان میں ہم تک پہنچے گا جو ہم بولتے اور جانتے ہیں۔"

"اوہ! اسی لئے ہم اس کی زبان سمجھنے لگے تھے۔!"

"ہاں اس کا یہی کہنا ہے۔"

"لیکن یہ فراڈ بھی تو ہوسکتا ہے ڈیڈی۔ ممکن ہے وہ خود کو پُراسرار اور مافوق الفطرت ظاہر کرنے کے لئے یہ اداکاری کر رہا ہو۔" ذہین فرزانہ نے کہا

"اس کا تجربہ تم کرسکتی ہو۔ وہ ہم سے دوبارہ ملے گا، ہونٹ ہلنے کے انداز سے بات کا پتہ چل جاتا ہے۔ تم اس کے ہونٹوں پر نگاہ رکھنا۔ اگر اس کی ادائیگی الفاظ سے ملتی جلتی ہو تو۔ ہم اسے فراڈ سمجھ سکتے ہیں۔ ورنہ پھر ہمیں اس کی باتوں پر یقین کرنا پڑے گا!"

"ونڈر فل۔ میں بھی خیال رکھوں گی۔" فروزاں نے کہا اور اسی وقت دور سے انہیں وہ آتا نظر آیا۔ اس کے جسم کا لباس بدل چکا تھا، اور وہ اسے دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ وہ اعلیٰ درجے کا سوٹ پہنے ہوئے تھا جس پر میچ کرتی ہوئی ٹائی باندھی گئی تھی البتہ بالوں کا اسٹائل قدیم تھا، جس سے اس کا حسن بے پناہ ہوگیا تھا۔ بلا شبہ لڑکیوں نے اس سے زیادہ وجیہہ نوجوان اپنی زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ مشرقیت مانع تھی ورنہ وہ اپنی پسند کا اظہار ایک دوسرے پر کر دیتیں۔ وہ تینوں اسے دیکھنے لگے۔ "عزیز مدبر — کیا میں نے اس لباس کا استعمال غلط کیا ہے۔" اس نے بوڑھے خاور کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔ اور خاور اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس کے انداز میں بچوں کی سی معصومیت تھی۔

"لیکن چند لمحات میں یہ خوبصورت لباس تم نے کہاں سے مہیا کرلیا" بوڑھے خاور نے حیرانی سے کہا۔ اور اس کے ہونٹوں پر پھر وہی دلکش مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ ایک طویل داستان ہے۔ آؤ۔ میں نے تمہارے لئے کچھ بندوبست کیا ہے۔ تم لوگوں کو شاید کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ میں تمہارے چہروں پر خراشیں دیکھ رہا ہوں۔ ہاں ایک بات اور بتاؤ۔ کیا تمہارے ساتھ کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں؟"

"تھے۔" پروفیسر نے اداسی سے کہا "لیکن اب ان میں سے کوئی زندہ نہیں ہے!

مجھے ہمدردی ہے۔ بہرحال۔ انھوں نے فنا کا حسن اپنا لیا ہے۔ تم ان کے لئے آزردہ ہو لیکن تم کیا جانو انھوں نے کیسا سکون پایا ہے۔!" اس کے آخری الفاظ حسرت آمیز ہوگئے۔ اور وہ پھر حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگے اس کی بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"آؤ حسین لڑکیو۔ میں نے تمہارے لئے اور اس محترم انسان کے لئے لباس کا بندوبست کیا ہے۔ لباس تبدیل کرلو۔ اس کے بعد زندگی کے دوسرے لوازمات سے لطف اندوز ہوں گے۔! اس نے دونوں لڑکیوں کے ہاتھ پکڑ لئے اور نہ جانے اس کے لمس میں کیا مقناطیسیت تھی کہ وہ دونوں اپنی شخصیت سلب ہوتی محسوس کرنے لگیں۔ وہ اس کی مطیع ہوگئیں۔ اس کے ہاتھ کی لطیف حرارت ان کے رگ و پے میں سرایت کرگئی اور ان کا دل چاہا کہ وہ زندگی کی آخری سانس تک ان کے ہاتھ اسی طرح تھامے رہے۔ البتہ بوڑھے خاور کے چہرے پر ہلکی سی تشویش کے آثار پھیل گئے تھے۔ تاہم وہ بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔! وہ انہیں لئے ہوئے ایک دروازے میں داخل ہوگیا۔ خاور کو یاد نہ آیا کہ وہ اس دروازے میں داخل ہوا تھا یا نہیں۔ البتہ اس نے وہ ملبوسات نہیں دیکھے تھے، جو

یہاں موجود تھے!

"میں روشن ضمیر نہیں، البتہ قیافہ شناس ضرور ہوں تمہیں میرا اس طرح لڑکیوں کا ہاتھ پکڑنا پسند نہیں آیا ہے۔ اس بارے میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ میں بے ضرر ہوں۔ میں اپنی مرضی کسی پر مسلط نہیں کرتا۔ ہاں اگر حسن خود میری آغوش میں آگرے، تو پھر میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔ تاہم تم مجھ سے بُرے سلوک کے متوقع نہ رہو کیونکہ تم میری دنیا میں میرے مہمان ہو۔ اس نے لڑکیوں کے دونوں ہاتھ چھوڑ دیئے اور بولا" بے تکلفی سے لباس پسند کرلو۔ انہیں تبدیل کرلو اور اس دروازے سے باہر آجاؤ۔ عزیز مدبر تم بھی۔ میری طرف سے فکر مند نہ ہو۔ میں تمہارے جذبات کا خیال رکھوں گا" وہ باہر نکل گیا۔

پروفیسر اور لڑکیاں ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے لڑکیاں ہ خجل تھیں۔ تب پروفیسر نے ان کی خجالت دور کرنے کے لئے کہا "کیا تم نے اُس ے ہونٹوں پر غور کیا۔؟"

"ہاں ڈیڈی۔؟"

"کیا اندازہ لگایا۔؟"

"اس کے الفاظ کی ادائیگی، الفاظ سے مختلف ہوتی ہے" فرزانہ نے کہا

"میرا بھی یہی خیال تھا۔ اس طرح ہمیں اس کے بیان پر یقین کرنا گا۔ بہرحال میرا خیال ہے ہم اس سے تعاون کریں گے۔ اور تم بھی۔ وہ ہمارے ام آسکتا ہے لیکن وہ خطرناک قسم کا قیافہ شناس ہے۔ کوئی کام ایسا نہ کرنا جو اُسے ار کرے خواہ اس کے لئے تمہیں کچھ اخلاقی قیود کو توڑنا پڑے۔ میری طرف ے اجازت ہے کیونکہ مجھے تمہارے اوپر اعتماد ہے"

"شکریہ ڈیڈی" فرزانہ نے کہا۔

"بس اب لباس تبدیل کرلو۔ میں بھی اپنے لئے کچھ تلاش کرلیتا ہوں ان کپڑوں کو دیکھ کر یہ لباس جسم پر چبھنے لگا ہے" پروفیسر نے کہا۔ اور پھر اس نے اپنے لئے ایک ڈھیلی ڈھالی عبا، اور ایک پرانے طرز کا لباس پسند کیا اور اُسے ئے ہوئے دوسری طرف چلا گیا۔ فرزانہ نے فروزاں کی طرف دیکھا اور دونوں ایک دوسرے سے شرما گئیں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ تینوں لباس تبدیل کرکے اس دروازے طرف بڑھ گئے جس کے بارے میں اس نے بتایا تھا۔ دروازے کے دوسری طرف ں راہداری تھی جو پہاڑ تراش کر چوکور بنائی گئی تھی اور اس راہداری کے ام پر ایک کمرہ تھا۔ وہ کمرے میں ایک خوبصورت میز کے سامنے کھڑا تھا میز پر ں کی چمکدار طشتریاں رکھی ہوئی تھیں، جن میں خشک میوے، اور نمکین ت سجا ہوا تھا۔ اس نے پُراخلاق انداز میں انہیں میز کے گرد پڑی ہوئی وں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"شروع کرو مدبر۔ مجھے مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے" اس نے کہا اور بوڑھے نے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھالیا۔ اس نے اُسے چکھا اور پھر مزے لے لے کر کھانے لگا۔ بڑا لذیذ گوشت تھا۔ فروزاں اور فرزانہ بھی ایک طویل عرصہ کے بعد اس نعمت کو کھانے لگیں۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی دراصل انہیں بوڑھے خاور کی پیشن گوئی یاد آرہی تھی بوڑھے نے ازراہِ مذاق کہا تھا کہ جہاں پناہ کو جاگ جانے دو، نہ جانے ہمیں کون کون سی نعمتوں سے نوازا جائے" گو بوڑھے نے یہ الفاظ ازراہ مذاق کہے تھے لیکن اس کا ایک ایک لفظ کتنا درست ثابت ہوا تھا۔ درحقیقت ان پر عنایتوں کے دروازے کھول دیئے گئے تھے۔

"میں تمہارے بارے میں سب کچھ جاننے کے لئے بے چین ہوں نوجوان جیرت کی بات یہ ہے کہ ابھی تک مجھے تمہارا نام بھی نہیں معلوم۔" خاور نے گوشت کے ایک بڑے ٹکڑے کو چباتے ہوئے کہا۔

"میں اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتانے کو تیار ہوں مدبر۔ لیکن اس کے لئے تمہیں طویل وقت صرف کرنا پڑے گا۔ میری داستان مختصر نہیں ہے"

"اگر تم اتنا لذیز گوشت، اور ایسے نفیس میوے پیش کرتے رہے تو طویل وقت صرف کرنے میں کیا حرج ہے" بوڑھے خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ چیزیں تم اپنی پوری زندگی کھاسکتے ہو۔ یہاں اس کا بہت بڑا ذخیرہ ہے" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حیرت ہے۔ حالانکہ یہاں میں نے ایسے جانور نہیں دیکھے جن کا شکار کیا جاسکے۔ شاید وہ اس وادی کے کسی پوشیدہ حصے میں پائے جاتے ہیں"

"شکار کے جانور اس وادی کے کسی حصے میں نہیں پائے جاتے۔ یہ گوشت، جو تم کھارہے ہو۔ صدیوں پرانا ہے۔ اب یہ تم ہی بتاسکتے ہو کہ یہ کون سی صدی ہے"

"کیا مطلب۔؟" بوڑھے کا ہاتھ رک گیا۔ فروزاں اور فرزانہ بھی چونک پڑیں۔

"کھاتے رہو۔ میں نے درست کہا ہے" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"شاید تم مذاق کررہے ہو" بوڑھے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ بھی مسکرانے لگا۔

"شاید۔" اس نے کہا۔ اور بوڑھا پھر کھانے میں مشغول ہوگیا۔ خوب سیر ہوکر کھانے کے بعد وہ میز سے اٹھ گئے۔ اور وہ انہیں ساتھ لئے ہوئے ایک اور کمرے میں پہونچا یہاں چاروں طرف سپاٹ دیواریں تھیں۔ تب ایک دیوار کے قریب پہونچ کر اس نے دیوار کا ایک حصہ دبایا۔ اور دیوار میں ایک چوڑی سل کھل گئی۔ اندر عجیب سی دھات کے بنے ہوئے شفاف صندوق میں گوشت کے پارچے اوپر تک چنے ہوئے تھے۔ بوڑھے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"میں نے مذاق نہیں کیا تھا۔ ایک خاص عمل سے اس گوشت کو صدیوں کے لئے محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اس میں روزِ اوّل کی سی لذت اور وہی کیفیت ہمیشہ برقرار رہے گی!" اس نے کہا۔ اور بوڑھا منہ پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔

"مجھے اپنے بارے میں بتاؤ دوست۔ تم تو درحقیقت مجھے الف لیلیٰ کا کوئی کردار معلوم ہوتے ہو کیا تم کوئی جادوگر ہو۔؟"

"جادو۔ الف لیلیٰ۔!" وہ حقارت سے مسکرایا۔ پھر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا "آؤ۔ نشست کے کمرے میں چلیں۔ وہاں بیٹھ کر گفتگو کریں گے!"

"تمہارے بارے میں بے شمار الجھنیں ہمارے ذہنوں میں ہیں۔ کیا تم ایک دوست کی حیثیت سے انہیں دور نہیں کرو گے؟"

"میں حاضر ہوں مدبّر۔ میں تمہاری ہر الجھن دور کرنے کو تیار ہوں دلائل کے ساتھ، ثبوت کے ساتھ۔ اور اس کے ساتھ متمنی بھی ہوں کہ تم میری ہر بات کو حقیقت سمجھو گے۔" اس نے کہا

"وعدہ۔ ویسے میرا نام خاور ہے" بوڑھے نے کہا "اور یہ میری دونوں بچیاں فروزاں اور فرزانہ ہیں"

"خاور۔ یعنی آفتاب، سورج۔ فروزاں۔ روشن، فرزانہ، جہاندیدہ ہوشیار، بڑے خوبصورت اور موزوں نام ہیں" اس نے کہا۔

"اب یہی بات تعجب خیز ہے۔ تم ہماری زبان سے ناواقف ہو لیکن اس کے معنی سمجھتے ہو۔ تمہارے جسم پر قدیم لباس تھا لیکن اب تم سوٹ میں نظر آ رہے ہو۔ یہ سب کیا ہے۔ یا تو صرف جادو۔ یا۔ پھر تم کوئی ایڈونچر پسند ہو جو اس ویرانے میں تفریحات کر رہے ہو۔؟" بوڑھے نے کہا۔ اور وہ ہنس پڑا۔

"ابھی یہ سب کچھ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ میرے بارے میں تمہارا اور کیا خیال ہے؟"

"تم شیشے کے تابوت میں لیٹے تھے۔ تابوت میں گلابی رنگ کا سیال بھرا ہوا تھا اور اوپر ایک بوتل لٹک رہی تھی جس سے چنگاریاں ٹپک رہی تھیں، وہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ کیا تھا؟"

"چنگاریاں حیات تھیں روح کو زندہ رکھنے میں معاون تھیں نیند کو گہرا اور بااثر بنانے میں اکسیر تھیں، اور گلابی سیال جسم کا محافظ تھا۔ لیکن تم ابھی نہ سمجھو گے!"

"تب۔ تم ایک سائنسداں ہو۔ اور دنیا سے دور، اس ویرانے میں تجربات کر رہے ہو۔؟"

"تمہارے تمام قیافے غلط ہیں میرے دوست۔ ! لیکن فکر نہ کرو۔ میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتاؤں گا! تم کسی چیز سے ناواقف نہ رہو گے۔ کیونکہ تم میرے مہمان ہو۔ آؤ۔ اس کمرے میں آؤ میں تمہیں اپنی اصلیت دکھاؤں۔ آؤ۔ اور وہ انہیں لئے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کمرے کو پروفیسر پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ یہ وہی کمرہ تھا جہاں بے شمار کتابیں چنی ہوئی تھیں۔

"ان کتابوں میں تاریخ کائنات چھپی ہوئی ہے" اس نے الماریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "لیکن میں نے وقت کا ایک تعین رکھا ہے۔ اس نے ایک الماری کے اوپری خانے سے ایک کتاب نکالی لیکن یہ کتاب نہیں تھی۔ ایک صندوقی سا تھا جسے کتاب کی شکل دے دی گئی تھی۔ اس نے صندوق کھولا اس میں سیاہ رنگ کی کوئی چیز تھی۔ لکڑی کی طرح سخت ٹکڑے جن پر عجیب سے نشانات کھُرچے ہوئے تھے۔ اس نے وہ ٹکڑے نکال نکال کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔

"یہ تحریر کی ابتداء ہے۔ جب انسان کے ذہن میں اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے کے اس خیال نے زندگی پائی تھی۔ یہ لکیریں اس کے خیالات کی ترجمان ہیں۔ یہ درختوں کی چھال ہے۔ اور اس پر یہ نشانات لمبے ناخنوں سے تحریر کئے گئے ہیں۔ تم اس زبان کو نہ پڑھ سکو گے لیکن میں آج بھی اس سے اسی طرح واقف ہوں جس طرح اس وقت واقف تھا، جب یہ طریقہ رائج ہوا تھا۔ ظاہر ہے یہ تمہاری سمجھ سے بالاتر ہے" اس نے ٹکڑے واپس صندوق میں رکھ دیئے۔ اور پھر ایک اور صندوق اتار لیا۔ اس صندوق میں خشک پتے چنے ہوئے تھے۔ اس نے چند پتے نکال کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ یہ تحریر کا دوسرا دور ہے۔ جب انسان ترقی کی منازل پر گامزن ہو گیا تھا۔ پتوں پر رنگین مٹی سے بنے ہوئے نشانات خیالات کے ترجمان بنے۔ اس سلسلہ میں تحقیقات ہوتی رہیں۔ ٹیڑھے میڑھے نقوش مختلف اشکال اختیار [illegible]۔ جانوروں کی شکلیں ظہور پذیر ہوئیں۔ انسانی شکلیں [illegible] لگیں۔ اگر تم ابتداء سے لے کر آج تک کی تحریروں کے نمونے دیکھو [illegible] کئی ہفتے اسی میں صرف ہو جائیں گے۔ میں نے یہ کتابیں بڑی احتیاط سے رکھی ہیں۔ ان کتابوں میں ادوار کی تاریخ ہے۔ ایک ایک حروف اپنے دور کا ترجمان ہے۔!"

پروفیسر خاور کی آنکھوں میں تاریکیاں ناچ رہی تھیں۔ اس کا دماغ سنسنا رہا تھا۔ یہ پراسرار انسان اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"یہ۔ یہ کتابیں۔ تم نے کہاں سے حاصل کیں۔ اگر۔ اگر، مہذب دنیا کو مل جائیں۔ تو پوری دنیا میں تہلکہ مچ جائے۔!" اس نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔

"میری توہین نہ کرو دوست۔ ! میں ان کتابوں کا مصنف ہوں یہ سب میں نے تحریر کی ہیں۔ صدیوں کی محنت کے بعد۔ بڑی جانفشانی کی ہے میں نے ان پر، ہاں یہ میری ہی تحریریں ہیں۔ اور پھر ادوار کی ہیئت اور تہذیب کے ارتقاء پر میں نے پیش گوئیاں کیں۔ جو ان کتابوں میں درج ہیں

وہ آگے بڑھا اور اس نے ایک کتاب نکالی ۔ یہ نفیس قسم کے کاغذ پر تحریر کردہ ایک قلمی کتاب تھی۔ اس نے اس کے صفحات الٹے اور پھر کتاب کا ایک صفحہ ان کے سامنے کر دیا۔ دیکھو۔ شاید یہ تحریر تمہاری سمجھ میں آسکے۔ یہ تمہارے دور کی پیشین گوئی ہے۔ یہ اس زبان کا عکس ہے جو اس وقت کے لئے ہے، جب مجھے جاگنا تھا۔ ہاں لیکن یہ میری آخری کتاب نہیں ہے۔ کیا تم بتا سکو گے میرے دوست کہ میری یہ پیشین گوئی درست ہے یا غلط۔ اور خاور کتاب پر جھک گیا دونوں لڑکیاں بھی بے ساختہ جھک آئی تھیں اور درحقیقت ان کی زبان تھی۔ الفاظ بے معنی تھے۔ کوئی ربط نہ تھا ان میں لیکن زبان انہیں کی تھی۔ صرف معمولی سی غلطیوں کے ساتھ ان الفاظ سے تحریر بن سکتی تھی ۔!

”ہاں“ خاور نے گردن ہلائی ”یہ ہی ہماری زبان ہے۔ بیشک یہ ہماری زبان کے حروف ہیں۔“

”تب تمہیں میرے جسم پر موجود لباس پر حیرت نہ ہونی چاہیئے۔ میں نے اس دور کے لئے یہ لباس تیار کرایا تھا اور اس وقت کے لوگ اس لباس کو دیکھ کر خوب ہنسے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ مجھے کس دور میں آنکھ کھولنی ہے۔ اس کے لئے ضروری تیاریاں میں نے کرلی تھیں۔ تمہارے جسم پر بھی یہی لباس تھا لہٰذا میں نے تمہارے لباس میں آنا مناسب سمجھا۔“

بوڑھے خاور کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ اس کا دماغ ماؤف ہوا جا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ تب اس نے خاور کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی!

”ابھی تو تم میری فطرت کا، میری شخصیت کا ہزارواں حصہ بھی نہیں جان سکے ہو۔ اور تمہاری حالت بگڑ رہی ہے۔ لیکن۔ میں تمہیں سب کچھ بتانے کا تہیہ کر چکا ہوں۔ آؤ۔ ان کرسیوں پر بیٹھو۔ میں نے یہ سب کچھ تمہارے لئے ہی تیار کرایا ہے۔ یہ سب تمہارے لئے ہے میرے دوست، نہ صرف تمہارے لئے۔ بلکہ اس دور کے ہر شخص کے لئے۔ اور جب میں دوبارہ سونے کی تیاریاں کروں گا، تو اپنی پیشین گوئی کے طور پر آئندہ دور کا انتظام کروں گا اس دور کا انتظام جو میری کتابوں میں درج ہے۔ ہاں میں نے اس دور کے بعد کے دور کے لئے بھی پیشین گوئی کی ہے۔ اور اس کا تعین میں موجودہ دور میں کروں گا یہی میرا طریقہ کار ہے۔ اس نے انہیں بیٹھنے کے لئے کرسیاں پیش کیں۔ اور وہ بے جان سے ان کرسیوں پر گر پڑے۔

وہ پُر اعتماد قدموں سے چلتا ہوا باہر نکل گیا لیکن اس کے جانے کے بعد بھی کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ ایک لفظ بھی بول سکے ۔۔۔ وہ سب تمام ذہن اور زبان کو مفلوج محسوس کر رہے تھے۔ پھر جب وہ واپس آیا، تو اس کے ہاتھوں میں ایک خوبصورت ٹرے تھی۔ جس میں تین گلاس رکھے ہوئے تھے۔ ان گلاسوں میں ایک رنگین مشروب موجود تھا۔

”اسے پی لو۔ تمہارے اعصاب درست ہو جائیں گے“

”یہ کیا ہے۔“ بوڑھے خاور نے گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

”میرا تیار کردہ ایک مشروب ہے۔ اسے پی لو۔ اس کی افادیت کا اندازہ تمہیں ہو جائے گا۔“ اس نے کہا اور بوڑھے کی تقلید دونوں لڑکیوں نے بھی کی۔ انھوں نے گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لئے۔! اس سے پہلے بھی اس نے ایک مشروب پیش کیا تھا اور وہ اس کا کمال دیکھ چکے تھے۔ اس لئے انہیں یہ مشروب پینے میں تامل نہ ہوا۔ اور ۔۔۔ یہ مشروب بھی حیرت انگیز ثابت ہوا انہیں اپنے ذہنوں میں ایک خوشگوار کیفیت کا احساس ہوا۔ ان کی طبیعت بحال ہو گئی۔ اعصاب درست ہو گئے۔ ذہن صاف ہو گئے۔ آنکھوں کو ایک ہلکے سے سرور کا احساس ہوا۔ طبیعت میں جولانی سی پیدا ہو گئی۔! اور بوڑھے خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم جو بھی ہو دوست۔! میں تمہاری حیرت انگیز شخصیت کا اعتراف کرتا ہوں۔ درحقیقت انسان تمہاری گفتگو سن کر پاگل ہو سکتا ہے لیکن تم اسے پاگل نہیں ہونے دیتے۔ یہ تمہارا کمال ہے۔ لیکن ابھی تک میں تمہارے نام سے بھی ناواقف ہوں؟“

”نام۔!“ اس نے پُرخیال انداز میں کہا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا ”مجھے اس دور کا نام تم دو گے۔ میرا کوئی نام نہیں ہے۔ ہر دور کے انسان مجھے اپنی پسند کا نام دیتے رہے ہیں۔ تم بھی جو چاہو مجھے کہہ سکتے ہو۔!“

”لیکن خود تمہارا کوئی نام ضرور ہو گا؟“ پروفیسر نے کہا۔

”میرا نام۔ ہاں۔ میرا نام وقت ہے۔ میرا نام خیال ہے۔ تم مجھے ایک تصور کہہ سکتے ہو۔ جو نہ جانے کہاں سے کہاں تک ہے۔ مجھے خود بھی اپنے بارے میں نہیں معلوم یقین کرو میرے دوست۔ میں اپنی ابتدا نہیں بتا سکتا۔ میں اپنی انتہا نہیں بتا سکتا۔ میں نہ ابتداء ہوں۔ نہ انتہا۔“ وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

”تمہارے والدین نے تمہیں کوئی نہ کوئی نام ضرور دیا ہو گا؟“

”والدین ۔۔۔ میں اس نام کے مفہوم سے آشنا ہوں۔ لیکن میرے والدین نہیں تھے۔ مجھے صدیوں نے جنم دیا ہے۔ کوئی عورت میری ماں نہیں تھی۔ میں تو صدیوں کا بیٹا ہوں۔ بس ہر صدی میری ماں۔ ہر دور میرا باپ ہے۔ انھوں نے مجھے کوئی نام نہیں دیا۔ بس وہ میری پرورش کرتے رہے۔ میری ابتدا ایک خیال تھی۔ جب دنیا ویران تھی۔ نہ جانے اس دنیا میں کیا کیا تھا، میرے جسم کے حقیر ذرات فضا میں منتشر تھے، میں اس وسیع کائنات میں بھٹک رہا تھا۔ میرے جسم کی کوئی شکل نہیں تھی۔ صرف ایک خیال تھا۔ دنیا کے وجود کا احساس

تھا۔ میں نے زلزلوں سے لرزتی ہوئی ویران زمین کو دیکھا تھا جس میں نت نئے غار
بنتے رہتے تھے۔ اس کی شکلیں بدلتی رہتی تھیں اور میں ان شکلوں سے بخوبی
واقف تھا۔ میں نے خلا میں گردش کرتے سیاروں کو بہت قریب سے دیکھا تھا
جو ایک دوسرے سے ٹکراتے تو فضا میں آگ روشن ہو جاتی تھی۔ میرے ذرات
اس آگ میں پرورش پاتے رہے تھے۔ میں چمکدار شعلوں میں نہاتا اور پھر یہ شعلے
زمین تک پہنچ گئے۔ اور زمین سے آتش فشاں اُبل پڑے۔ مجھے چنگاریاں اگلتے
ہوئے یہ سوراخ بہت پسند تھے۔ میرے ذرات اس کھولتے ہوئے لاوے میں شامل
ہو کر دور تک بہہ جاتے۔ یہ میرا دلچسپ مشغلہ تھا لیکن میں کیا تھا۔ کیا ہوں۔ اس
کا مجھے کوئی احساس نہیں ہے۔ آگ کی حدت، پانی کی ٹھنڈک میرے لئے بے معنی
ہے میں نے گہرے سمندروں میں سفر کیا۔ زمین کی انتہا دیکھی۔ اور پھر خشکی پر
ابھر آیا۔ زمین کی تبدیلیاں جاری رہیں۔ اور پھر اس پر بڑے بڑے کوہان ابھر آئے۔
زمین سکڑ کر بلند ہو گئی۔ اور یہ بلندیاں مجھے بہت پسند تھیں۔ !میں نے یہ
بلندیاں اپنالیں پھر ان بلندیوں پر سبزہ اُگ آیا۔ اونچے اونچے درخت پیدا
ہو گئے۔ ان درختوں سے ٹکرا کر آنے والی ہوا مجھے بہت پسند تھی۔ میں نے انہیں
بلندیوں پر رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر نہ جانے کیا ہوا۔ میرے جسم کے منتشر ذرات سمٹ
گئے۔ ایک جگہ یکجا ہو گئے۔ تو میں نے ان کی ایک عجیب وغریب شکل پائی۔ کسی
درخت کی طرح لیکن میرا رنگ سنہری تھا۔ میری ہیئت درخت سے مختلف تھی
درخت ساکت تھے لیکن میں چل پھر سکتا تھا۔ میں نے اپنے اس عجیب وغریب جسم کو
دیکھا اور مجھے خوب ہنسی آئی۔ نہ جانے میں کیا بن گیا تھا کیسی عجیب شکل بن گئی تھی
لیکن۔۔ ان دلچسپیوں میں کچھ تکلیفیں بھی پیدا ہو گئی تھیں۔ میرے درخت نما جسم
کے درمیانی حصے میں ایک عجیب سا درد اٹھنے لگا اور پہلی بار میں کسی تکلیف سے
آشنا ہوا۔ اس تکلیف نے مجھے پاگل کر دیا۔ مجھے شدید غصہ آنے لگا۔ میں ان
بلندیوں پر آوارہ پھرنے لگا۔ تب ایک دن مجھے ایک عجیب وغریب شے نظر آئی۔
یہ شے میری جسامت سے بڑی تھی۔ اس کے ذرات بھی شاید یکجا ہو گئے تھے۔
لیکن یہ شے میری طرح خوبصورت نہیں تھی۔ اس کا اوپری حصہ سپاٹ تھا۔ باقی
حصے پر بال ہی بال تھے۔ مجھے یہ شے بہت دلچسپ محسوس ہوئی اور میں رک کر اُسے
دیکھنے لگا لیکن میرے جسم کے درمیانی حصے کی تکلیف مجھے چین نہیں لینے دیتی
تھی۔ تب وہ۔ میری طرح چلتی پھرتی شے میری طرف آئی۔ اس کے جسم
میں بھی شاید میری طرح درد تھا۔ اس نے میرے جسم کو اپنی گرفت میں
لینے کی کوشش کی اور مجھے بھی غصہ آ گیا۔ میں نے بھی اس کی طرح اسے اپنی گرفت
میں لینے کی کوشش کی، اور بلندیاں ہماری آوازوں سے گونج اٹھیں۔ ہم دونوں
ایک دوسرے پر حاوی ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہر چند وہ شے مجھ سے جسیم تھی۔
لیکن میری بے پناہ قوت کے سامنے وہ کچھ بھی نہ تھی۔ اس نے میری طرح آگ سے غسل
نہیں کئے تھے۔ اس نے میری طرح سمندروں کی گہرائیاں نہیں ناپی تھیں میں نے
اسے زیر کر لیا۔ میں نے اسے نیچے دبا لیا۔ میں اُسے زیادہ سے زیادہ اذیت پہنچا سکتا تھا۔ میرے
ہاتھ اُسے گرفت میں لئے ہوئے تھے لیکن میرے پاس ایسا کوئی ہتھیار نہیں تھا جس سے
میں اُسے مزید اذیت پہنچا سکوں، تب میں نے اپنا منہ کھولا، اور اس کے بالوں
سے صاف حصے کو اس کی گرفت میں لے لیا۔ میرے تیز دانت اس
کی گردن میں پیوست ہو گئے۔ وہ درد سے بلبلا اٹھی اور اس کی گردن سے سُرخ
پانی نکل پڑا اور جب یہ پانی میری زبان سے ٹکرایا تو مجھے بڑی فرحت محسوس ہوئی میں نے
دانتوں کی گرفت اور مضبوط کر دی اور اس کے جسم سے نکلتے ہوئے سُرخ پانی کو
زیادہ سے زیادہ اپنے حلق سے نیچے اتارنے لگا۔ اس طرح میری آتش انتقام سرد
ہو رہی تھی۔ اور میرے جسم کے درمیانی حصے کی تکلیف بھی کم ہوتی جا رہی تھی۔ میں
نے اس جانور کی گردن کے گوشت کو دور تک اُدھیڑ دیا۔ اور اُسے چبانے لگا
آہ۔ کیا لذت تھی، اور اب میرے پیٹ کی تکلیف بالکل رفع ہو گئی تھی۔ جب
میں خوب سیر ہو گیا تو میں نے اس جانور کو چھوڑ دیا۔ اور وہ چیختا چلاتا پوری قوت سے
ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔ !

لیکن مجھے سکون مل گیا تھا۔ مجھے اس درد سے نجات مل گئی تھی
میں خوش خوش بلندیوں کی سیر کرنے لگا۔ اب میں پرسکون تھا لیکن زیادہ وقت
نہ گذرا تھا کہ پھر وہی درد شروع ہو گیا۔ لیکن اب میں اس کا علاج دریافت کر چکا تھا
چنانچہ میں پھر اسی جانور کی تلاش میں چل پڑا۔ اب مجھے اس درد سے نجات حاصل
کرنے کی ترکیب معلوم ہو چکی تھی لیکن وہ جانور مجھے نہ مل سکا۔ ! میں پریشان
ہو گیا۔ میں نے دُور دُور تک کی بلندیاں چھان ماریں۔ لیکن وہ نہ جانے کہاں
روپوش ہو گیا تھا۔ ! یہاں تک کہ میں تھک کر ایک جگہ گر پڑا۔ درد شدید ہوتا
جا رہا تھا، بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ دفعتاً کوئی متحرک شے میرے قریب سے
گذری، چھوٹی سی، سفید سی شے، اور میں چونک پڑا۔ کیا یہ جانور اس کا بدل
ثابت ہو سکتا ہے۔ میں نے سوچا اور میں جلدی سے اُٹھ گیا۔ میں نے اس متحرک
چھوٹے سے جانور کو دیکھا، وہ ایک طرف جا رہا تھا۔ میں نے اس پر چھلانگ
لگائی۔ وہ بہت تیز دوڑتا تھا لیکن مجھ سے تیز نہیں۔ میں نے جلدی ہی اسے
جا لیا۔ اور پھر میں نے اسے اپنے مضبوط ہاتھوں میں دبوچ لیا۔ اُسے اٹھایا اور
اس کے جسم میں اپنے دانت پیوست کر دیئے۔

آہ۔۔ وہی لذت۔ وہی سکون۔ میں نے اس چھوٹے سے
جانور کو جگہ جگہ سے اُدھیڑ ڈالا۔ اور اس کے گوشت کو چبانے لگا۔ میں اس کے
پورے جسم کا نرم نرم گوشت چبا گیا۔ سخت ہڈیاں مجھے پسند نہیں آئیں۔ میرے
پیٹ کا درد بند ہو گیا۔ اور میں پہلے کی طرح چاق وچوبند ہو گیا۔ اپنی کہانی
میں تمہیں موجودہ دور کے الفاظ میں سنا رہا ہوں۔ ورنہ اس وقت درد،

لذت، گوشت، چبانا، پیٹ، پکڑنا، دوڑنا، دبوچنا کسی چیز کے لئے کوئی
الفاظ نہ تھے۔ زبان کا استعمال صرف چیخنے کی حد تک تھا، کوئی زبان ایجاد
نہ ہوئی تھی۔ کوئی اشارہ ایجاد نہ ہوا تھا۔ اپنے علاوہ میں نے کسی انسان کو
دیکھا تھا۔ مجھے خود بھی معلوم نہیں تھا کہ میں کیا ہوں۔ کیوں ہوں۔ زمین
کیا ہے۔ کائنات کیا ہے۔ آسمان کیوں ہے۔ کوئی سوال نہ تھا کوئی جواب
نہ تھا، صرف احساس تھا۔ ہاں احساس سب سے قدیم چیز ہے۔

جانور کی ہڈیاں پھینکنے کے بعد۔ میں پھر چل پڑا۔ کہاں؟
کیوں؟ اس کا کوئی ذکر نہ تھا۔ البتہ ایک خیال میرے دل میں ضرور پیدا
ہوا۔ وہ یہ کہ میں اس درد سے تڑپتا رہوں گا اور اگر اسے رفع کرنے کے
لئے کوئی جانور نہ ملا۔ تو۔ تو نہ جانے کیا ہوگا۔ میں تڑپتا رہوں گا، چنانچہ
اس کے لئے ضروری ہے کہ درد کے اٹھنے سے قبل کسی دوسرے جانور کو تلاش
کر لیا جائے۔ تب میرے ذہن میں خوف بیدار ہوا۔ اس درد کا خوف جسے
اب ہم بھوک کہتے ہیں اور اس خوف نے مجھے مائل کیا اس بات کی طرف کہ میں
اس درد کے رفع کرنے کا بندوبست کروں۔ انسان جنم لے چکا تھا، پیٹ کا
سلسلہ شروع ہو چکا تھا جو آج تک جاری ہے۔ چنانچہ دوسری قدیم چیز بھوک ہے
اور میں آوارہ گردی کرنے کے بجائے جانور کی تلاش کرنے لگا۔!

لیکن ان بلندیوں پر۔ جہاں چاروں طرف برف جمی ہوئی
تھی اِکّا دُکّا جانور ملتے تھے۔ ان کے جسم سردی برداشت نہیں کر پاتے تھے
اس لئے وہ پستیوں میں چلے جاتے تھے۔ بڑی تلاش کے بعد مجھے ایک اور
جانور مل سکا۔ یہ جانور بڑا قوی ہیکل اور خونخوار تھا۔ وہ خود بھی بھوک کا
شکار تھا، چنانچہ اس نے مجھ سے شدید مدافعت کی۔ وہ میرے جسم
میں بھی وہی سرخ سیال نکالنے میں کامیاب ہو گیا جسے خون کہتے ہیں۔ لیکن
میں اس کے بس کا نہ تھا، بہرحال اسے پسپا ہونا تھا، اور وہ پسپا ہوا،
میں اس وقت اسے کھانے کی خواہش نہ رکھتا تھا۔ اسی لئے میں نے سوچا کہ
... کیا جائے۔ میں اسے دبا کر بیٹھ گیا۔ میں نے اسے بے بس کر دیا۔ لیکن اسے
... کئے رہنے میں مجھے کافی محنت کرنا پڑ رہی تھی۔ اور پھر اس کی وجہ سے
مجھے ایک جگہ رکنا پڑا تھا۔ میں کوئی ایسی ترکیب کرنا چاہتا تھا جس سے وہ دیر
تک بغیر مدافعت کے میرے قابو میں رہ سکے۔ میں ترکیب سوچتا رہا لیکن ایسی
کوئی ترکیب میرے ذہن میں نہیں آسکی، وہ مسلسل جدوجہد کر رہا تھا، اور پھر
وہ میری گرفت سے نکلنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ میں اس کی طرف لپکا لیکن اس
نے زندگی بچانے کے لئے پستیوں میں چھلانگ لگا دی تھی۔ شکار کو یوں قابو سے
نکلتے دیکھ کر میں بھی بے قابو ہو گیا اور پھر میں اس کے تعاقب میں پستیوں میں
اتر گیا۔ وہاں میری فطرت رہنمائی کر رہی تھی۔ میں نے اس جانور کے انداز میں
پستیوں میں چھلانگ نہیں لگائی تھی بلکہ میں پتھروں سے بچتا احتیاط سے
نیچے اتر رہا تھا۔ وہ بھی نیچے کی سمت بھاگ رہا تھا اور اس کی رفتار مجھ سے
تیز تھی۔ اسے زندگی کا خوف تھا جبکہ میں اس کا ساجذبہ نہیں رکھتا تھا اس
لئے میں اسے نہ پاسکا اور وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

اپنی ناکامی پر مجھے بڑی جھنجھلاہٹ تھی۔ میں نے پھر بلندیوں
کا رخ نہیں کیا بلکہ نیچے اترتا رہا۔ یہاں تک کہ روشنی چھپ گئی اور تاریکی
مسلط ہو گئی۔ تاریکی جو ہیبت ناک ہوتی تھی جس سے خوف محسوس ہوتا تھا
اور یہ خوف اس وقت تک طاری رہتا تھا جب تک نیند نہ آجائے۔ سونے کے
لئے مناسب جگہ کی تلاش ابتدا سے رہی ہے، چنانچہ میں نے بھی ایک چٹان
کا سایہ پسند کیا اور اس کے نیچے لیٹ گیا۔ اس وقت کوئی سوچ نہیں تھی،
کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ لیٹنے کے بعد صرف سونا ہوتا تھا اور نیند بھی فوراً آجاتی
تھی۔! میں سو گیا۔ اور جب سورج کی لطیف روشنی پھیل گئی تو میری آنکھ
کھل گئی۔ میں چٹان کے نیچے سے نکل آیا۔!

درد کی ابتدا ہو گئی تھی۔ ہلکا ہلکا سا احساس شروع ہو گیا تھا
اور میں اس درد سے خوفزدہ تھا۔ ہاں درد دوسرے تمام احساسات پر حاوی
تھا۔ سب سے پہلے اس کا مداوا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے چاروں طرف
نگاہیں دوڑائیں، مجھے شکار کی تلاش تھی، ہر وہ شے جو متحرک ہو میرے لئے
دلکش تھی۔ میں نے پتھروں کو بھی چبانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس درد کا
مداوا نہیں کر سکتے تھے۔ میں شکار کی تلاش میں نیچے اترنے لگا! ۔ اور
۔ بہت دور ۔ پستیوں میں کبھی کبھی کوئی متحرک شے نظر آجاتی تھی۔ میں
اس وقت سے قبل کوئی متحرک شے پکڑ لینا چاہتا تھا جب درد شدید ہو۔

اور اسی خوف سے میں کافی نیچے اتر آیا۔ اب پستیوں کی انتہائی
حدود آگئی تھیں۔ اس کے بعد نیچے کوہان تا حد نگاہ پھیلے ہوئے تھے
اور ان کوہانوں کے درمیان سبزہ جھانک رہا تھا۔

دفعتاً میں ٹھٹھک گیا۔ ایک بڑے پتھر کی آڑ میں، میں نے
کوئی متحرک شے دیکھی تھی۔ عجیب سی ساخت کی شے تھی، وہ آہستہ آہستہ
دوسری طرف کھسک رہی تھی۔ میں چوکنا ہو گیا۔ میں اس پر چھلانگ لگانے
کے لئے تیار ہو گیا۔ میں نے اس پر کامیاب چھلانگ لگانے کے لئے مناسب
جگہ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ اور پھر بے آواز اس اونچی چٹان پر
پہنچ گیا جہاں سے میں اس پر کود سکتا تھا۔ پھر میں نے اپنے جسم کو تولا
اور اس پر کود پڑا۔!

میرا قوی ہیکل جسم اس شے پر جا پڑا اور اس کے منہ سے
ایک سریلی چیخ نکلی۔! میں اس پر حاوی ہو گیا۔ اور میں نے اطمینان سے
اسے اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔! لیکن ۔ پھر ۔ مجھے ایک انوکھا احساس
ہوا۔ وہ شے تو بڑی لطیف تھی۔ اس کا گوشت تو بہت نرم تھا، ان دوسرے

جانوروں سے مختلف، جنہیں میں نے اب تک شکار کیا تھا اور میں خوب غور سے اُسے دیکھنے لگا! میری آنکھوں میں حیرت امنڈ آئی۔ یہ جانور تو میری طرح تھا۔ ہاں۔ بالکل میری طرح۔ صرف معمولی سا فرق تھا۔ اس کے سر کے بال بہت لمبے تھے۔ اس کے سینے پر دو چھوٹے چھوٹے سخت کوہان ابھرے ہوئے تھے۔ درد کی جگہ سے کچھ نیچے کی ساخت بھی مجھ سے تھوڑی مختلف تھی۔ بس۔ اس کے علاوہ اور کوئی اختلاف نہیں تھا۔

اپنے جیسے ایک جاندار کو دیکھ کر مجھے حیرت بھی تھی اور میں کچھ خوشی بھی محسوس کر رہا تھا۔ گو درد کی ابتدا ہو چکی تھی۔ لیکن میں اس متحرک شے سے اپنا درد دُور نہیں کر سکتا تھا! میرا دل اسے کھانے کو نہیں چاہا۔ حالانکہ وہ پوری طرح میری گرفت میں تھی۔ دفعتاً اس کے مُنہ سے ایک تیز چیخ نکلی اور اس نے اپنے لمبے ناخنوں سے میرے جسم پر کئی خراشیں بنا دیں وہ غصہ کا اظہار کر رہی تھی۔ میں نے اظہارِ خیر سگالی کے طور پر اسے چھوڑ دیا اس نے ایک زقند بھری اور مجھ سے دور جا کھڑی ہوئی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی! اس کی کالی کالی آنکھوں میں غصہ، مایوسی اور نہ جانے کیا کیا تھا! میں بھی خاموشی اس انوکھے اور دلکش جانور کو دیکھتا رہا! میرا دل اس کی طرف کھنچ رہا تھا۔ پھر میں نے مُنہ سے ایک بے معنی آواز نکالی اور اس کی طرف بڑھ گیا۔!

لیکن اس نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی تھی وہ بھی خود سپردگی کے انداز میں کھڑی رہی اور میں اس کے قریب پہنچ گیا! میں نے آہستہ سے ہاتھ بڑھایا اور نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تب۔ اس کے ہونٹ پھیلے اور وہ دلکش انداز میں مسکرا دی۔ ہنسی اظہارِ خوشی کا قدرتی طریقہ ہے۔ میں بھی ہنس دیا گویا ہم دونوں نے ایک دوسرے کو قبول کر لیا نہ اس نے میرے اوپر حملہ کیا، نہ میں نے اس کے اوپر، ہم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ اس کے ہاتھ کی لہریں میرے جسم میں منتقل ہو رہی تھیں۔ یہ دنیا کی پہلی زبان تھی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ بھی درد کا شکار ہے۔ ایک جگہ اس نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا اور میں بھی رک گیا۔ ہم نے خود سے تھوڑی دُور پر ایک سبزہ زار میں ایک سفید رنگ کے جانور کو کچھ تلاش کرتے دیکھ لیا تھا۔! میں آہستہ سے آگے بڑھا ہی تھا کہ اس نے مجھے دبوچ لیا۔ وہ مجھے آگے بڑھنے سے روک رہی تھی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور پھر اس نے جھک کر ایک پتھر اٹھا لیا۔ ایک نوکدار پتھر اور اسے ہاتھ میں تولنے لگی۔ میں اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پتھر بلند کیا اور پھر آگے بڑھنے لگی۔ اور پھر اس نے اس جانور کے سر کا نشانہ لیکر پتھر اس پر کھینچ مارا پتھر سیدھا اس جانور کے سر پہ لگا تھا۔ اور دوسرے لمحہ وہ جانور الٹا ہو گیا تب اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور کھینچتی ہوئی اس جانور کی طرف دوڑی۔ جانور کا سر لہولہان تھا اور وہ تڑپ رہا تھا۔

اس نے جانور کو پکڑ لیا اور مسرت سے اُچھلنے کُودنے لگی، لیکن میں اس پتھر کو اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ شکار کرنے کا یہ طریقہ میرے لیے بہت بہتر تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ پتھر کے اس ٹکڑے نے کیسا کام کیا تھا۔ وہ مجھ سے زیادہ ذہین تھی کہ اس نے شکار کرنے کا اتنا آسان طریقہ دریافت کر لیا تھا۔! پتھر کو الٹ پلٹ کر غور سے دیکھنے کے بعد میں نے اسے نیچے ڈال دیا۔ اس دوران وہ جانور کا تیا پانچا کر چکی تھی۔ اس نے بے پناہ قوت سے کام لیتے ہوئے جانور کے ہاتھ پاؤں توڑ دیئے تھے اور وہ ساکت تھا۔ تب میں بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا ہم دونوں نے اس کے بال علیحدہ کر دیئے اور پھر اس کے ٹکڑے کر کے اس کا گوشت کھانے لگے! اس کے گلابی ہونٹوں سے خون ٹپک رہا تھا اور چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ ہم دونوں نے سیر ہو کر گوشت کھایا اور پھر اسی جگہ بیٹھ گئے۔ وہ دلکش نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے ایک بات محسوس کی تھی وہ یہ کہ جس طرح وہ میرے لئے اجنبی تھی کیونکہ میں نے اپنے جیسے کسی جانور کو نہ اس طرح کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کا تصور کیا تھا، اس طرح میں اس کے لئے اجنبی نہیں تھا۔ وہ مجھ سے بہت جلد مانوس ہو گئی تھی، لیکن میں ابھی تک حیران تھا۔ میں بار بار اس کے جسم کو دیکھ رہا تھا، اپنے جسم سے موازنہ کر رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا۔!

ہم لوگ کافی دیر تک وہاں بیٹھے آرام کرتے رہے۔ جانور کو ہڑپ کرنے کے بعد ہمیں اس درد سے نجات مل گئی تھی۔ لیکن مجھے احساس تھا کہ یہ درد ہمیشہ کے لئے ختم ہونے والا نہیں ہے۔ ہمیں ہمیشہ اس سے دو چار رہنا پڑے گا۔ اس لئے میں آئندہ کے لئے سوچ رہا تھا۔ میں اس کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے لیٹی تھی۔ اور چمکدار گیند ہمارے سروں پر پہنچ گئی۔! تب وہ اٹھی۔ اس نے حسب معمول میرا ہاتھ پکڑا اور ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ اس کا سڈول جسم گو میری طرح طاقت ور اور سخت نہیں تھا لیکن وہ میرے جسم سے زیادہ حسین اور دلکش تھا۔ اور اسے دیکھ کر میرے حواس پر ایک نشہ سا طاری ہو رہا تھا۔ ہم اس وقت کسی کیفیت کو کوئی نام نہیں دے سکتے تھے، البتہ محسوسات سے الگ نہ تھے۔

سورج کی چمک ماند پڑ گئی۔ ہم پہاڑوں میں کلیلیں کرتے رہے پھر وہ رک گئی۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ اور پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر درد کی جگہ رکھ لیا۔ میں اس کی اس حرکت کو غور سے دیکھنے لگا۔ میرا ہاتھ اس کے پیٹ پر رکھا ہوا تھا۔ اور میں اس حرکت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تب اس نے زمین پر پڑا ہوا ایک پتھر اٹھا کر میرے سامنے کر دیا۔ ا[illegible] ہنس پڑی۔ اس کی دلکش ہنسی کی کھنک آج بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ میں بھی ہنس دیا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیٹ پر رکھ دیا۔ اور پھر

دونوں قہقہے لگانے لگے۔ پھر میں نے بھی ایک پتھر ہاتھ میں اٹھالیا اور ہم دونوں
شکار کی تلاش میں چل پڑے۔

اس طرح بھوک کے اظہار کے لئے ہم نے ایک اشارہ ایجاد کر لیا
ابھری ہوئی چٹانوں کے درمیان ہم دوڑتے رہے اور شکار تلاش کرتے رہے
اور پھر ہمیں شکار نظر آگیا۔ بہت بڑا شکار تھا۔ لمبی سی گردن کا بدہیت جانور
جس کے سامنے کے حصے پر نوکدار سینگ ابھرے ہوتے تھے۔

وہ رک گئی۔ شاید جانور کی جسامت سے وہ خوفزدہ ہو گئی
تھی لیکن میں اس سے خوفزدہ نہیں تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ کی گرفت میرے
ہاتھ پر سخت کر دی اور میں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پتھر اس کے انداز میں تولا لیکن
اس نے مجھے پتھر مارنے سے منع کر دیا تھا۔ پھر اس نے مجھے کھینچنا شروع کر دیا۔ وہ
مجھے وہاں سے نکال لے جانا چاہتی تھی۔ میں نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔
مجھے تعجب تھا کہ وہ شکار کو دیکھ کر کیوں فرار ہو رہی ہے۔ لیکن وہ شاید اس
خوفناک جانور سے واقف تھی۔ البتہ اسے میری قوت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم
تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیٹ پر رکھ لیا۔ اور وہ میری شکل دیکھنے
لگی۔ اور پھر قدرے تذبذب کے بعد وہ بھی جانور کے شکار کے لئے تیار ہو گئی۔ جانور
گردن جھکائے اپنے نوکیلے سینگ سے زمین ادھیڑ رہا تھا۔ میں نے پتھر تولا اور پھر
پوری قوت سے اس پر کھینچ مارا۔ میں اس کے سر کا نشانہ نہیں لے سکا تھا اس لئے
پتھر جانور کے بازو پر پڑا، اور وہ درد سے چیخ پڑا۔ اسی وقت اس نے بھی پتھر
جانور پر دے مارا۔ یہ پتھر جانور کے سر پر لگا تھا لیکن اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا!

اور دیوپیکر درندہ غصے سے چنگھاڑتا ہوا ہماری طرف لپکا
اس نے ایک چیخ ماری اور میرا ہاتھ پکڑ کر پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن اس
کی یہ بات مجھے پسند نہ آئی اور میں اس خونخوار جانور سے جنگ کرنے کے لئے
تیار ہو گیا۔ جانور وزنی ڈیل ڈول کی وجہ سے زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتا تھا۔ پھر بھی
وہ طوفانی رفتار سے ہم دونوں کی طرف آرہا تھا۔ اس نے خوفزدہ انداز میں ایک
اور چیخ ماری اور اچھل کر ایک چٹان پر چڑھ گئی!

اس دوران جانور میرے قریب آچکا تھا۔ اس نے دونوں پاؤں
زمین پر ملائے اور پھر گردن جھکا کر اپنے نوکدار سینگوں سے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس
کی ٹکر بہت خوفناک تھی، لیکن فطرت میری رہنمائی کر رہی تھی۔ میں پھرتی سے اس
کے سامنے سے ہٹ گیا اور اس کے نوکیلے سینگ ایک چٹان سے ٹکرائے۔!

چٹان کا ایک ٹکڑا اکھڑ گیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس جانور کو
بھی مزہ آگیا تھا۔ اس کا ایک سینگ اپنی جگہ سے اکھڑ گیا! اور خون کی موٹی
دھار نے اس کی آنکھوں کو ڈھک لیا۔ اس دوران میں اس کے سینگ کے زخم
سے لہو کا سرخ ابل پڑا تھا۔ اور ہم دونوں میں خوفناک قوت آزمائی ہونے لگی۔

میں وقت کا بیٹا۔ اس لڑکی کے قبیلے والوں سے ہزار گنا طاقتور
تھا۔ اس سے قبل اس نے کسی انسان کے اتنے قوی ہیکل جانور سے لڑنے کا
تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ میری اور اس جانور کی ٹکر برابر کی
ہے، گو وہ جسامت میں مجھ سے دس گنا بڑا تھا۔ لیکن بہرحال میں اسے
گرانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تب میں نے ہوشیاری سے کام لیا اور اسے ایک
پھر ویسا ہی طوفانی حملہ کرنے کا موقع دیا۔ جیسا اس نے پہلے کیا تھا۔ اس
بار میں جان بوجھ کر ایک بڑی چٹان کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اور وہی ہوا
جو میں چاہتا تھا۔ زخمی درندہ پھر سنبھلا اور اس نے ایک اور خوفناک حملہ
میرے اوپر کیا۔ وہ غصے سے چنگھاڑ رہا تھا اور میرے جسم کے ٹکڑے
کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن میں کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ جونہی وہ میرے قریب
پہنچا میں اس کے سامنے سے ہٹ گیا اور اس بار اس کی دہاڑ بہت
خوفناک تھی۔ اس کا دوسرا سینگ بھی اکھڑ کر نیچے لٹک گیا تھا۔ میں نے
عقب سے اس پر حملہ کر دیا اور اس بار میں اسے نیچے گرانے میں کامیاب ہو گیا
دوسرے لمحے میں نے چٹان سے نیچے چھلانگ لگا دی اور ایک بڑا پتھر اٹھا کر
اس جانور پر دے مارا۔ جانور پہلے ہی نیم جان ہو رہا تھا۔ پتھر کے وار کی تاب
نہ لا سکا اور آہستہ آہستہ اس کی دہاڑیں سست پڑتی گئیں۔ پھر اس نے
دم توڑ دیا۔ اس نے خوشی کی ایک چیخ ماری اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی
اس کا جسم جیسے میرے جسم میں پیوست ہو گیا اور میں اپنے جسم میں لطف
حرارت محسوس کرنے لگا! پھر وہ آہستہ سے الگ ہو گئی اور ہم اس جانور
کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس کے موٹے اور سخت جسم کے ٹکڑے کرنے میں بھی
ہمیں کافی دقت پیش آئی لیکن بہرحال ہم اس کی ایک ٹانگ علیحدہ کرنے
میں کامیاب ہو ہی گئے اور پھر ہم ایک پتھر پر بیٹھ کر مزے سے اس بدمزہ
گوشت کی ضیافت اڑانے لگے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے دانت گوشت
ادھیڑنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ جانور کی ایک ٹانگ ہی ہمارے
لئے کافی ہوئی ـــ! روشنی کم ہو گئی تھی اور تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔

ہم اپنے لئے پناہ گاہ تلاش کرنے لگے اور اس کے لئے زیادہ
تگ و دو نہ کرنی پڑی۔ ایک سایہ دار چٹان کے نیچے ہم نے رات گزارنے کا
پروگرام بنایا۔ وہ وہاں کی زمین کو چھوٹے چھوٹے پتھروں سے صاف کرنے
لگی اور میں تعجب سے اسے دیکھتا رہا۔ اس سے قبل مجھے کسی جگہ کے صاف
کرنے کا خیال نہ آیا تھا حالانکہ رات کو سوتے وقت چبھنے والے پتھر
تکلیف دہ ہوتے تھے۔ اس نے وہ جگہ صاف کر لی اور جگہ صاف کرتے
ہوئے میں اس کے خوبصورت جسم کو دیکھتا رہا۔ گو اس کے اور میرے
جسم میں تھوڑی سی تبدیلی تھی۔ لیکن نہ جانے مجھے اس کا جسم اس قدر پر کشش

کیوں معلوم ہو رہا تھا۔ ہم کھردری اور سنگلاخ زمین پر لیٹ گئے۔ تاریکی پھیل گئی تھی ۔۔ اور اب اس کا چہرہ بھی صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں سو جانے کے لئے کوشاں تھا اور وہ بھی یہی کوشش کر رہی تھی اور پھر ہماری آنکھوں میں غنودگی تیرنے لگی ۔ اس کی گہری گہری سانسیں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں، اس کے جسم سے بھینی بھینی خوشبو اٹھ رہی تھی جو مجھے بہت پسند آئی تھی ۔ میں نے اس کی طرف رخ کر لیا ۔ اور پھر مجھے نیند آ گئی ۔

رات گزرتی رہی ۔ لیکن ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی ۔ کسی جانور کی چنگھاڑ سے میں جاگ گیا تھا، اور جاگنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ وہ میرے جسم سے لپٹی بے خبر سو رہی تھی اور اس کے سانس میرے سانسوں سے ٹکرا رہے تھے ۔ اس کے سانسوں میں ایک دلفریب مہک تھی، جس سے میں پوری طرح بیدار ہو گیا ۔ مجھے اس کے نرم و لطیف جسم کا لمس بہت بھلا معلوم ہو رہا تھا ۔ میں اس کے سانس کی خوشبو کو اور قریب لانے کے لئے اس کی طرف جھک گیا اور

وہ بھی جاگ گئی ۔ اس کے سانس گرم ہو گئے تھے اور ایک لطیف آنچ ان سے اٹھ رہی تھی ۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت دوڑ رہی تھی ۔

کوئی خوفناک جانور ہمارے نزدیک ہی چنگھاڑ رہا تھا لیکن ہمیں کسی بات کی پرواہ نہیں تھی، خواہ وہ ہمارے چیتھڑے ہی کیوں نہ اڑا دیتا ۔ ہم کتاب فطرت پڑھ رہے تھے اور کچھ نہ جاننے کے باوجود اس کا ایک ایک باب ہمارے سامنے کھلتا جا رہا تھا ۔

کیف و مستی سکون و سرور کی ایک دنیا آباد ہو گئی ۔ اس کی پھرتی، اس کے جسم کی لچک اس وقت سے کہیں زیادہ تھی جب وہ شکار کی تلاش میں ہوتی اور اس پر حملہ آور ہوتی ۔ اس کا ہیجان، اس کی تڑپ اس وقت سے کہیں زیادہ تھی جب وہ بھوک سے تڑپ رہی ہوتی اور اس کے بعد ہمارے اعضاء اسی طرح سکون پذیر ہو گئے جیسے ہم نے پیٹ بھر کر گوشت کھا لیا ہو ۔ وہ میرے سینے سے لپٹ کر بے سدھ ہو گئی ۔

میری آنکھوں پر بھی منوں بوجھ آ پڑا تھا ۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی ۔ آتشیں گولہ نمودار ہو گیا ۔ اور اس نے اپنا سفر شروع کر دیا ۔ تب اس نے میرے سینے سے منہ نکالا ۔ اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی ۔ رات کے کھیل کے اثرات ہم دونوں کے چہروں سے عیاں تھے ۔۔ ہم دونوں ہی اس کھیل کی دریافت پر مسرور تھے ۔ غذا کا معقول بندوبست تھا، چنانچہ ہم اپنے قوی ہیکل شکار کے نزدیک پہنچ گئے ۔ جس نے ہمارے بہت سے دنوں کو ہم پر آسان کر دیا تھا ۔ ہم نے جانور کا گوشت حاصل کیا، سیر ہو کر کھایا اور پھر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے پہاڑوں میں قلانچیں بھرنے لگے ۔ ہم بہت خوش تھے۔ مسرت ہمارے چہروں سے عیاں تھی ۔ وہ پستیوں کے اس علاقے سے بخوبی واقف تھی اور اطمینان سے ایک مخصوص سمت جا رہی تھی ۔ میں صرف اس کا ساتھ دے رہا تھا، تب وہ مجھے لئے ہوئے ایک نیلے پانی کی جھیل کے قریب پہنچ گئی ۔ جھیل کے چاروں طرف سرسبز درخت ایستادہ تھے اور ان درختوں کے درمیان وہ جھیل بے حد حسین نظر آ رہی تھی ۔ جھیل میں کنول کھلے ہوئے تھے، اس نے محبت بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور جھیل میں چھلانگ لگا دی ۔ جھیل کے شفاف پانی میں وہ مچھلی کی طرح تیر رہی تھی، کبھی غوطہ لگاتی اور کبھی سطح پر آ جاتی ۔

پھر ایک بار کنارے پر آ کر اس نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا اسے حیرت تھی کہ میں اس دلچسپ کھیل سے دور کیوں ہوں ۔ اور میں اس سے دور نہ رہ سکا ۔ میں بھی پانی میں کود گیا ۔ اور نہ جانے کب تک ہم جھیل میں کلیلیں کرتے رہے ۔ دنیا بہت مختصر تھی ۔ ہمیں دیکھنے والا کوئی نہ تھا پھر جب ہم نہاتے نہاتے تھک گئے ۔ تو وہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے کنارے کی طرف چل پڑی ۔۔۔ میں بدستور اس کا ساتھ دے رہا تھا ۔ اور کائنات ہمارے ملاپ پر خوش تھی ۔ اس جسمانی مشقت سے ہمیں پھر بھوک لگنے لگی تھی لیکن ہم نے نئے شکار کی تلاش کے بجائے اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹنا مناسب سمجھا اور تیزی سے واپسی کا سفر شروع کر دیا ۔ اب ہم دونوں ایک دوسرے کی ضرورت سمجھنے لگے تھے، گو ابھی اشارے ایجاد نہ ہوئے تھے، لیکن آنکھیں دل کی ترجمان تھیں ۔ آنکھوں کے تاثر سے ہم ایک دوسرے کا مقصد سمجھ لیتے تھے طویل فاصلہ طے کر کے ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے ۔۔!

لیکن ہمارے ٹھکانے پر زبردست ہنگامہ برپا تھا ۔ فضاؤں میں پرواز کرنے والے لمبی گردن کے بدصورت پرندے ہمارے شکار کو مال غنیمت سمجھ کر اس پر حملہ آور ہو گئے تھے ۔ لیکن پھر آپس میں نااتفاقی ہو گئی تھی، اور وہ ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ کر شکار کا زیادہ سے زیادہ گوشت حاصل کرنے کے لئے کوشاں تھے ۔۔ ہمیں دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو گئے ۔ اور اپنی جنگ بھول گئے ۔ لیکن انہوں نے شکار کے گوشت کو جگہ جگہ سے توڑ ڈالا تھا ۔ اس نے چھوٹے پتھر اٹھا کر ان کی طرف اچھالے اور وہ پھرّا مار کر فضا میں بلند ہو گئے تب ہم نے اپنے شکار سے گوشت حاصل کیا اور اسے کھانے لگے ۔ لیکن اس گوشت کا مزہ خراب ہو گیا تھا ۔ ہمیں وہ زیادہ پسند نہیں آیا ۔ لیکن، مجبوری تھی ۔ اس وقت اسی پر گزارہ کرنا تھا ۔ چنانچہ ہم نے حسب ضرورت

گوشت حاصل کرکے کھایا اور پھر آرام کرنے لیٹ گئے۔!
حسبِ معمول تاریکی ابھر آئی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ بھی میرے نزدیک لیٹی مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں اس کی طرف کھسکا اور وہ جیسے میرے اشارے کی منتظر تھی۔ اور پھر رات کی سرگوشیاں گہری ہو گئیں۔ ان سرگوشیوں میں ہماری لذت آمیز سسکیاں بھی شامل تھیں اور پھر سانسوں کی بازگشت بڑھنے لگی۔ اور ہم ان جانوروں کی طرح ساکت ہو گئے، جس کے سینگ ٹوٹ چکے تھے۔

وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں اس پراسرار زندگی کے خواب لہرا رہے تھے اور اس کے سامنے بیٹھے انسانوں کے چہرے مختلف کیفیات کے حامل تھے۔ وہ ایک پراسرار سحر میں گرفتار تھے۔ وہ خود کو اسی ماحول میں محسوس کر رہے تھے، جب انسان جانوروں سے بدتر تھا۔ اُسے زندگی کے کسی اقدار سے واقفیت نہیں تھی۔ وہ خود کو نہیں پہچانتا تھا۔ اس بے باک نوجوان کی آواز میں ایسا سحر تھا کہ اس سحر سے نکلنے کو جی نہیں چاہتا تھا اور جب اس کی خاموشی سے یہ سحر ٹوٹا تو وہ جاگ پڑے۔ پروفیسر خاور نے اپنی بچیوں کی طرف دیکھا۔ اور فرزانہ اور فروزاں گھبرا کر ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔ پھر ان کے چہرے پر شفق پھوٹ آئی۔ ان کی نگاہیں شرم سے جھک گئیں اور ان کی پیشانی پر پسینے کے قطرات ابھر آئے۔ باپ کی موجودگی میں یہ دلکش داستان سن کر وہ محجوب ہو گئی تھیں۔ لیکن داستان گو ان کی کیفیات سے بے خبر اپنی ہی دھن میں مست تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ اس ماحول سے نہیں نکلنا چاہتا تھا، جہاں کا تصور اس کے ذہن میں تھا۔!

لیکن یہ داستان ایسی ہی دلکش، ایسی ہی حیران کن تھی کہ ان تمام کیفیتوں کے باوجود وہ اسے سننے کے خواہشمند تھے اور اس کی خاموشی انہیں گراں گزر رہی تھی۔ بوڑھے خاور کی گہری گہری سانسیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتے۔ اس کی آواز پھر ابھری۔

"دوسری صبح حسبِ معمول تھی۔ ہمارے دلی رابطے کچھ اور گہرے ہو گئے تھے۔ ہم کسی بھی کیفیت کے اظہار سے بے نیاز تھے، لیکن وہ گہرے رشتے جو ہمارے دلوں کے درمیان قائم ہو چکے تھے، اس اظہار کے متقاضی نہیں تھے۔ ہم نے اپنے باسی شکار کا گوشت کھایا، لیکن بہت کم مقدار میں۔ ہمیں وہ گوشت بالکل پسند نہیں آیا تھا۔! اور اس گوشت کے ساتھ ہی ہمیں اس جگہ سے بھی نفرت ہو گئی۔ اس طرح ہم اس بات سے واقف ہوئے کہ تازہ شکار کا مزہ اچھا ہوتا ہے۔ ہم وہاں سے چل پڑے۔ اس کی خوشی آج بھی قائم تھی۔ اس کے چہرے کی دمک کچھ اور نکھر آئی تھی اور وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ ہم نے اسی جھیل میں پانی کا کھیل کھیلا اور بہت دیر تک کھیلنے کے بعد اکتا کر باہر نکل آئے! اس کے بال اس کے چہرے اور گردن سے چپٹے ہوئے تھے اور اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ وہ تھکی دیر تک میرا سہارا لئے چلتی رہی۔ اور پھر ہرنیوں کی طرح کلیلیں بھرنے لگی، آج ہم جھیل کی مخالف سمت جا رہے تھے۔ نہ جانے ہم کہاں سے کہاں نکل آئے۔ زمین وسیع تھی۔ سرسبز علاقہ بہت پیچھے رہ گیا تھا اور اب ہم سنگلاخ چٹانوں کو طے کر رہے تھے۔ دور ایک دیوار نظر آ رہی تھی، جو آسمان کی چھت سے مختلف تھی۔ نہ جانے اس سفید دیوار کے عقب میں کیا تھا۔ اب ہمیں بھوک لگ رہی تھی۔ ہم نے دو پتھر اٹھا کر ہاتھوں میں پکڑ لیے اور شکار تلاش کرنے لگے۔ لیکن ان سنگلاخ چٹانوں میں ہمیں شکار نظر نہ آیا اور ہم اس کی تلاش میں بہت دور نکل آئے!۔ سورج تیزی سے سفر کر رہا تھا اور اب اس کے چہرے پر تھکن کے آثار نظر آ رہے تھے۔!

دوسری طرف ہمیں بھی بھوک نے نڈھال کر دیا تھا۔ ہماری رفتار بھی سست ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی، لیکن ہمیں شکار نہ ملا۔ ہم دونوں بھوکے تھے۔ لیکن مجبوری۔ یہ رات بھوکے رہ کر ہی گزرانی تھی۔ اس رات کو ہمیں مناسب جگہ بھی نہ مل سکی۔ اس لئے ہم نے کھلے آسمان کے نیچے ہی رات گزاری۔ پھر جوں ہی وہ میری بانہوں میں آئی ہم اس درد کو بھول گئے جو تھوڑی دیر پہلے محسوس ہو رہا تھا۔ وہ میرے بازوؤں میں جذب ہو گئی اور ہم گہری نیند سو گئے۔

لیکن دوسری صبح بھوک سے حالت خراب تھی۔ ہم نے سفر شروع کر دیا۔
لیکن یہ سفر بہت سست رفتار تھا۔ ہمارے قدم بھوک سے ڈگمگا رہے تھے
اور ہم شکار کی تلاش میں چاروں طرف نگاہیں دوڑا رہے تھے۔

اس سنگلاخ علاقے سے گزر کر ہم پھر ایسے علاقے میں نکل آئے
جہاں سبز گھاس اُگی ہوئی تھی۔ چھوٹی چھوٹی گول اور سفید چٹانیں بکھری
ہوئی تھیں۔ ہم ان چٹانوں کے رخنوں میں جھانکتے ہوئے آگے بڑھ رہے
تھے کہ دفعتاً۔ ایک تیز چیخ ہمارے کانوں سے ٹکرائی اور ہم اچھل پڑے۔ ہم
نے وحشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ اور اسی وقت چیخ دوبارہ
سُنائی دی۔ اس بار ہم چیخ کی سمت کا اندازہ کر چکے تھے۔ چنانچہ مجھ سے پہلے
وہ اس طرف دوڑی۔! اور پھر ایک اونچی چٹان کے عقب میں پہنچ کر اس
طرح ٹھٹکی جیسے خوفزدہ ہو گئی ہو۔ دوسرے لمحے میں بھی اس کے قریب پہنچ
چکا تھا۔!

میری کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔ چٹان کے دوسری
طرف، میری ساتھی جیسی ایک جاندار موجود تھی۔ اور اس کے خوبصورت جسم
کو ایک عجیب سے جانور نے اپنے نرغے میں لے رکھا تھا۔ میں نے اس سے قبل
ایسا جانور نہیں دیکھا تھا۔ اس کا جسم درخت کی شاخوں کی طرح گول لیکن
چمکدار تھا۔ درمیان سے موٹا اور آخر میں پتلا ہوتا چلا گیا تھا۔ رنگ مٹی کی
طرح تھا اور خوفناک منہ میں لمبی زبان تھی۔ اُس نے اپنے لمبے لچکدار جسم سے
اس دوسری جاندار کو کس رکھا تھا۔ اور وہ خوف و تکلیف سے نڈھال تھی۔
میں تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ جانور کا خوفناک چہرہ اس کے چہرے
سے قریب تھا اور اس کی لمبی سیاہ زبان بار بار باہر نکل رہی تھی۔ میں نے
اس لچکدار جانور کے جسم کو چھو کر دیکھا۔ اس کا جسم نرم تھا، تب میرے ذہن
میں ایک خیال آیا۔ اس کا گوشت بھی مزیدار ہوگا! لیکن اسے کیسے حاصل کیا
جائے۔ دوسری طرف مجھے اپنی ساتھی جیسی ایک اور جاندار کو دیکھ کر بھی
حیرت ہو رہی تھی۔ میں نے جانور کے پورے جسم کو دیکھا اور پھر میری سمجھ
میں ایک ترکیب آ ہی گئی۔ جانور کا چہرہ لڑکی کے چہرے کے نزدیک تھا
اس کا پورا جسم لڑکی کے جسم سے لپٹا ہوا تھا۔ بظاہر اس کے جسم پر ایسی کوئی
چیز نظر نہیں آ رہی تھی جو مجھے نقصان پہنچا سکتی، اس لئے میں نے اپنی ساتھی
کی طرف دیکھا، اور ایک پتھر اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور وہ میرا
مطلب سمجھ گئی۔ پھر میں اس جانور کے چہرے کی طرف بڑھا اور اس کی
موٹی گردن کو پکڑ لیا۔ جانور کا جسم ربڑ کی طرح لچکدار تھا، لیکن اس میں
بے پناہ طاقت تھی۔ مجھے بڑی قوت صرف کرنی پڑی، تب کہیں جا کر
میں اس کے سر کو چٹان پر رکھ سکا۔ میری ساتھی میرے قریب ہی پتھر لئے
منتظر تھی، جونہی میں نے جانور کا سر پتھر پر رکھا، میری ساتھی نے ہاتھ میں
پکڑا ہوا پتھر اس کے سر پر دے مارا۔ جانور کی دونوں آنکھیں پھوٹ گئیں
اور اس کا سر لہولہان ہو گیا۔ اس نے تیزی سے اپنے شکار کے جسم کے گرد
سے اپنا جسم کھولنا شروع کر دیا۔ اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔
اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں، چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ اُس نے ایک
چٹان کا سہارا لیا۔ اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس خوفناک جانور کے تڑپتے
ہوئے جسم کو دیکھنے لگی۔!

دوسری طرف ہم دونوں اس کے جسم کے ساکت ہونے کا انتظار
کر رہے تھے۔ ہم شدت سے بھوکے تھے اور اس وقت ہمیں صرف پیٹ بھرنے
کی فکر تھی۔ میری توجہ اب اس دوسری لڑکی کی طرف سے بھی ہٹ گئی تھی یہاں
تک کہ ہمارا شکار ساکت پڑنے لگا! تب میں نے ایک پتھر اٹھایا۔ شکار
کے وزنی جسم کو پتھر پر کھینچ کر میں نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پتھر سے اس کے
ٹکڑے کئے۔ پھر ایک بڑا ٹکڑا میں نے اپنی ساتھی کو دیا۔ اور دوسرا خود
لے کر کھانے لگا!

پھر مجھے اس دوسری لڑکی کا خیال آیا۔ جو اس شکار کے چنگل
سے بچی تھی۔ میں نے اسے پتھر سے ٹکے کھڑے دیکھا اور مجھے اس پر رحم آنے
لگا۔ میں نے شکار کے ایک ٹکڑے کو درمیان سے توڑا۔ اور اس کی طرف
بڑھا دیا۔!

"اکاتے۔ اکاتے۔!" اس کے منہ سے آواز نکلی۔ اور میں
اور میری ساتھی حیرانی سے اس کی شکل دیکھنے لگے۔ ہمارے ذہنوں میں آواز
صرف چیخنے کی ضرورت پورا کرتی تھی۔ اسے کسی مخصوص انداز میں ڈھال کر
کسی اور شکل میں نکالا جا سکتا ہے اس بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم تھا۔
"اکاتے۔!" وہ پھر بولی۔ اور ہمیں اس کی آواز پر ہنسی آ گئی۔
میری ساتھی ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئی۔ اس کے منہ سے چبے ہوئے گوشت
کے ٹکڑے باہر نکل پڑے۔! دوسری لڑکی بھی مسکرا رہی تھی۔ پھر وہ چٹان
کے پاس سے ہٹی۔ اور آگے بڑھ گئی۔ اس نے قرب و جوار سے خشک گھاس
اور جھاڑیوں کی سوکھی ٹہنیاں جمع کیں اور ایک جگہ ڈھیر لگانے لگی۔ پھر اس
نے دو موٹی ٹہنیوں کے درمیان ایک ٹہنی باندھی اور انہیں اس ڈھیر کے
اوپر کھڑا کر دیا اس کے بعد اس نے گوشت کے ایک بڑے ٹکڑے کو اس میں
اڑس دیا اور پتھروں کے دو ٹکڑے ہاتھوں میں لے کر خشک گھاس کے
نزدیک بیٹھ گئی۔ ہم دلچسپی سے اس کی یہ حرکت دیکھ رہے تھے، اور مسکرا

تھے۔ کبھی کبھی ہمارے منہ سے قہقہے بھی نکل جاتے۔ وہ دونوں پتھروں کو ایک دوسرے پر مار رہی تھی۔ کئی مرتبہ اس نے یہ عمل دوہرایا۔ اور اچانک ۔۔۔ خشک گھاس میں روشنی ہوگئی۔ ہم دونوں کی ہنسی غائب ہوگئی۔ ہم گوشت کھانا بھول گئے۔ اور خوف و دہشت سے بھڑکتی ہوئی آگ کو دیکھنے لگے۔ جس نے خشک ٹہنیوں کو پلیٹ میں لے لیا تھا' اور پھر آگ سے ایک عجیب سی بو اُٹھنے لگی! ہمیں وہ بو بہت پسند آئی اور ہم گہری گہری سانسیں لینے لگے۔ دوسری لڑکی آگ سے دور کھڑی تھی۔ آگ جلتی رہی اور پھر وہ سرد ہوگئی۔!

تب لڑکی آگے بڑھی اور اس نے گوشت کے ٹکڑے کو جو اب بدرنگ ہوگیا تھا جلی ہوئی ٹہنی سے اتار لیا۔ اُسے ہاتھ سے صاف کیا' اور ہمارے قریب آگئی۔۔۔ چند لمحات ہماری شکل دیکھتی رہی پھر اس نے اس گوشت کا تھوڑا تھوڑا حصہ ہم دونوں کو دیا۔ اور ہم حیرت سے اُسے دیکھتے رہے۔ ہم نے متحیرانہ انداز میں اُسے دیکھا۔ لڑکی اپنا حصہ کھا رہی تھی۔ تب ہم نے بھی اسے چکھا۔ اور بلاشبہ وہ بے حد لذیز تھا۔ ہم تعجب سے اچھل پڑے اور ہم نے ذرا سی دیر میں وہ گوشت چٹ کر لیا۔ یہ گوشت ہم دونوں کو اس قدر پسند آیا تھا کہ ہم دونوں نے ایک ہی بات سوچی۔ میری ساتھی قرب و جوار کے علاقے سے خشک گھاس اور ٹہنیاں جمع کرنے لگی اور میں بھی یہی کام کر رہا تھا۔ پھر ہم نے نئی دوست کی مدد سے چمکدار جانور کے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے بھونے اور انہیں ساتھ رکھ لیا۔ دوسری لڑکی اب ہماری گہری دوست بن گئی تھی۔ چنانچہ ہم نے اسے ساتھ لیا اور آگے بڑھ گئے۔ اب ہمارے پاس عمدہ خوراک تھی اور ہمیں بھوکے رہنے کی کوئی فکر نہ تھی۔

ویسے ہماری یہ دوسری ساتھی ہم سے بہت ذہین تھی۔ اس رات ہم نے ایک چشمے کے کنارے قیام کیا اور بلاشبہ قیام کے لئے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں تھی۔ چشمے پر طرح طرح کے جانور پانی پینے آتے تھے' اس طرح شکار کی بہتات تھی۔ اس کے نزدیک ایسی چٹانیں تھیں جو اندر سے کھوکھلی تھیں اور ان میں داخل ہونے کے بعد بلا تکلیف وہ ہواؤں سے بھی محفوظ رہا جا سکتا تھا۔ چنانچہ چشمے کے کنارے ایک ایسی ہی کھوکھلی چٹان میں ہم داخل ہوگئے۔ ہم نے گوشت کے ٹکڑے ایک جگہ جمع کر لیئے اور دونوں لڑکیاں میرے سامنے بیٹھ گئیں۔ ہماری نئی ساتھی بغور ہمارا جائزہ لے رہی تھی۔!

پھر تاریکی میں اس کی آواز اُبھری۔ "آ۔ گا۔ لے۔!" اور ہم چونک پڑے۔ اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگے' لیکن ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اس کے منہ سے ایسے کئی جملے نکلے اور ہم پاگلوں کی طرح اسے دیکھتے رہے۔ پھر اسے احساس ہوگیا کہ ہمارے ساتھ مغز زنی بیکار ہے۔ چنانچہ وہ خاموش ہوگئی۔!

پیٹ بھرا ہوا تھا۔ ہمارے قوی تھکن محسوس کر رہے تھے' میری ساتھی حسبِ معمول میرے بازو پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اس سے کچھ پرے دوسری لڑکی لیٹی ہوئی تھی

باہر تیز ہوائیں چل رہی تھیں جن کے سرد جھونکے کبھی کبھی اندر داخل ہو جاتے تھے۔

نہ جانے کتنی رات گزری تھی' نیند میں ہمارے جسموں کی پوزیشن بدل گئی تھی۔ میری ساتھی اب دوسری طرف کروٹ لئے سو رہی تھی۔ دفعتاً میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنے جسم پر کوئی چیز رینگتی ہوئی محسوس کی تھی' میں چونک پڑا۔ میں نے اس رینگتی ہوئی چیز کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ وہ بھی ایک ہاتھ ہی تھا۔!

لیکن ۔۔۔ میری ساتھی لڑکی دوسری طرف کروٹ بدلے سو رہی تھی۔ اس سے قبل کہ میں اس ہاتھ کے بارے میں جان سکوں اچانک میرے اوپر ایک نرم بوجھ آپڑا۔ میں اگر چاہتا تو اس بوجھ کو اٹھا کر دور پھینک سکتا تھا' لیکن ۔ میرے ہاتھوں نے وہ ہلانے کے بجائے نقوش ٹٹول لیئے تھے جو مجھے پسند تھے۔

یہ دوسری لڑکی پہلی لڑکی سے بھی زیادہ خوبصورت اور دلکش تھی' پہلے میں نے اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ لیکن اب میں اس کی اہمیت [illegible] محسوس کر رہا تھا۔! میری ساتھی کی آنکھ کھل گئی۔ تاریکی میں وہ شاید صورتِ حال کا جائزہ نہیں لے سکی تھی۔ لیکن بہت جلد وہ حقیقت سے واقف ہوگئی اور پھر میری ساتھی لڑکی نے [illegible] بال پکڑ لیئے تھے اور پوری قوت سے اُسے کھینچ رہی تھی۔ دوسری لڑکی [illegible] ۔۔۔۔۔۔ چیخوں سے غار گونج رہا تھا۔ میری ساتھی نے اس کے بال بدستور پکڑے ہوئے تھے ۔۔۔ وہ بپھری ہوئی شیرنی نظر آ رہی تھی اور اس دوسری لڑکی کو لاتوں اور گھونسوں سے مار رہی تھی۔ پھر اس نے زور سے اسے دھکا دیا اور وہ ایک طرف جا پڑی۔!

میں خاموشی سے غار کے ایک حصے میں کھڑا اپنی ساتھی کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ رقابت کے اس جذبے کو میں اس وقت نہیں سمجھ سکتا تھا۔ دوسری لڑکی غار کی دیوار سے ٹکی ہانپ رہی تھی۔ دفعتاً اس

کی غراہٹ گونجی۔ اور پھر ایک تیز چیخ کے ساتھ وہ میری ساتھی لڑکی پر لپکی اور اس کی گردن دبوچ لی۔ میری ساتھی لڑکی بھی مدافعت کے لئے تیار تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئیں اور درندوں کی طرح لڑنے لگیں۔ وہ ایک دوسرے کو کاٹ رہی تھیں، بھنبھوڑ رہی تھیں، اپنے تیز ناخنوں کو استعمال کر رہی تھیں۔ اور پھر غار میں ایک تیز چیخ گونجی۔ ایک دلدوز چیخ۔ یہ میری ساتھی لڑکی کی چیخ تھی۔!

اور جنگ رک گئی۔ دوسری لڑکی کی تیز تیز سانسیں غار میں گونج رہی تھیں۔ اور میں بدستور بت کی طرح ساکت کھڑا تھا۔ میں نے ان کے معاملات میں دخل اندازی ضروری نہیں سمجھی تھی۔ اور پھر جب فاتح لڑکی لڑکھڑاتے قدموں سے میرے نزدیک پہنچی تو میں نے اسے وہ سب کچھ دے دیا جو وہ چاہتی تھی .... میں نے اس کی فتح کا پورا پورا اعتراف کیا۔ دن کی روشنی میں، میں نے اپنی پہلی ساتھی کا حشر دیکھا۔ اس کا بھیجہ پاش پاش ہو گیا تھا۔ دوسری لڑکی نے پوری قوت سے اس کا سر دیوار پر دے مارا تھا اور یہی دیوار اس کی فتح کا باعث بنی تھی۔ لیکن مجھے اس کے ختم ہو جانے کا کوئی افسوس نہ تھا۔ افسوس یا رنج کی کوئی حس ہی نہ تھی۔ چنانچہ اب دوسری لڑکی میری ساتھی بن گئی، گو اس کے جسم پر جگہ جگہ خراشیں تھیں، جن سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔ بہت سی جگہوں پر کاٹنے کے نیلے نیلے نشان پڑے ہوئے تھے، لیکن اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ اسے میں مل گیا تھا۔!

ہم نے رات کا تیار کیا ہوا گوشت کھایا، چشمے پر پانی پیا اور پھر اسی چشمے میں اتر گئے۔ ٹھنڈے پانی نے شاید لڑکی کے زخموں میں سوزش پیدا کر دی تھی، اس لئے وہ جلدی سے باہر نکل آئی اور اپنے بھیگے بالوں کو خشک کرنے لگی! پھر تھوڑی دیر تک وہ دھوپ میں بیٹھی رہی اس کے بعد مجھے باہر ہی چھوڑ کر اندر غار میں چلی گئی۔ اس نے پہلی لڑکی کی لاش گھسیٹ کر باہر نکالی اور اسے بیدردی سے کھینچتی ہوئی دور لے گئی، میں خاموشی سے اس کے اقدامات کا جائزہ لیتا رہا۔ لڑکی کی لاش کو دور پھینکنے کے بعد وہ میرے پاس واپس آ گئی اور میرے قریب بیٹھ گئی۔ وہ میرے تعاون پر مسرور تھی۔

مجھے اس کے چہرے پر بے پناہ مسرتیں بکھری نظر آ رہی تھیں بلاشبہ وہ پہلی لڑکی سے زیادہ دلکش اور حسین تھی۔ پھر اس نے اپنی مخصوص زبان میں کہا۔

"لا۔ کا۔ لا کا۔" اس کے بعد اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ دیا۔ اور میں اس کی بات کا کچھ اور مفہوم سمجھا۔

لیکن اس نے جلدی سے میرا ہاتھ ہٹا دیا۔ اور گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

"لا کا۔ لا۔ کا!" اور اس کے ساتھ ہی اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ اپنے سینے پر رکھ دیا۔ میں اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اور میں بھی اسی کے انداز میں اپنی زبان توڑتے مروڑتے لگا۔

"لا۔" وہ بولی۔ اور میں نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔

"لا۔!"

"کا۔!" اس نے کہا اور میرا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔

"کا۔!" میں نے کہا اور اس بار خود بخود اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھ دیا۔ وہ خوش ہو کر زور زور سے گردن ہلانے لگی۔

"لا کا۔ لا کا۔!" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"لا کا۔!" میں نے بھی اسی کے انداز میں گردن ہلائی اور وہ زور سے ہنس پڑی۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیا اور سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی!

"لا کا۔!" میں نے بہ آسانی کہا۔ زبان کے اس استعمال سے مجھے ایک انوکھی لذت کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے گردن ہلا دی۔ اس بار اس نے مخالف سمت میں گردن ہلائی تھی۔ اور پھر وہ بار بار میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھنے لگی۔! نہ جانے کس طرح میں نے بھی بے بسی سے گردن نفی کے انداز میں ہلا دی تھی۔ وہ سنجیدہ ہو گئی اور پھر کچھ سوچنے لگی! چند لمحات کے بعد اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔

"تو۔ سا۔!" اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور میں نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ "لا کا۔" اس نے یہ ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھ کر بولی۔ "توسا۔!"

"توسا۔!" میں نے کہا۔ اور وہ جلدی جلدی گردن ہلانے لگی۔ "لا کا۔" میں نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا اور پھر اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر بولا۔ "توسا!"

اس طرح پروفیسر۔ انسانی جسم اختیار کرنے کے بعد مجھے پہلا نام ملا وہ توسا تھا۔! میں نے یہ نام قبول کر لیا۔ لاکا نے مجھے یہ نام دیا تھا اور لاکا کو میں بہت پسند کرتا تھا۔ دوسری لڑکی کا احسا

بھی میرے ذہن سے فنا ہوگیا تھا۔ لاکا اس سے زیادہ ذہین تھی۔ اس نے شکار کرنے کے سلسلے میں میری بڑی مدد کی۔ اس وقت انسانی زندگی کو صرف یہی ایک ضرورت لاحق تھی۔ چنانچہ لاکا کی مدد سے میں نے پہلا ہتھیار بنایا۔ ایک بڑے اور مضبوط پتھر کو دوسرے پتھر پر گھس کر ایک لمبی موسلی کی شکل دے دی گئی جس کا اگلا حصہ وزنی اور نوکدار تھا۔ پچھلا حصہ اتنا پتلا کر لیا گیا کہ ہاتھ کی مٹھی میں آسکے۔ اس کے بعد اس نے مجھے شکار پر نشانہ لگانے کی مشق کرائی۔ ہم چھوٹے چھوٹے پتھروں کو دور رکھ کر دوسرے پتھروں سے اس پر نشانہ لگاتے تھے۔ میں خصوصی ذہانت کا مالک تھا۔ کیونکہ میں ان انسانوں سے مختلف تھا جو اس وقت روئے زمین پر موجود تھے۔

میرے ہاتھ میں ہتھیار آگیا تھا۔ پھر مجھ سے بڑا جنگجو کون ہوتا۔ جنگل کے بڑے بڑے جانور میری شکل دیکھتے ہی دُم دبا کر بھاگ جاتے۔ ہاں جسے میں اپنا شکار منتخب کر لیتا، اُس کی زندگی ناممکن تھی۔ لاکا میرے شانہ بشانہ ہوتی۔ وہ جانوروں کا گوشت آگ پر بھون کر مجھے کھلاتی تو خود بھی میرے ساتھ کھاتی۔ صبح کو چشمے کے سرد پانی میں کلیلیں کرتے۔

اس طرح زندگی ہنسی خوشی گزرنے لگی۔۔!

لیکن وہ تو زندگی کی ابتدا تھی۔ ابھی تو انسانیت کو نہ جانے کتنی منازل طے کرنی تھیں اور ادوار بدلنے کے لئے انقلاب کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان انقلابات کی مختلف اشکال ہوتی ہیں۔ ارتقا کی منازل حادثات کے شانہ بشانہ ہیں۔ چنانچہ زندگی کا جمود ایک خوفناک زلزلے کی شکل میں ٹوٹا آدھی رات کا وقت تھا۔ ہم سکون کی منازل طے کر رہے تھے لاکا کے گرم جسم کی خوشگوار لہریں میرے جسم میں پیوست ہو رہی تھیں دفعتاً وہ میری آغوش سے اُچھل کر دور جا گری۔ ایک خوفناک گڑگڑاہٹ ہوئی اور ہمارا چھوٹا سا گھر ہلنے لگا۔!

"تابے شا۔ تابے شا۔" لاکا دہشت زدہ آواز میں چیخی۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر باہر کی طرف بھاگی۔ میں بھی خوفزدہ ہوگیا تھا اور ہمارے باہر قدم رکھتے ہی وہ چٹان جس پر ہمارا گھر تھا، اچھل کر فضا میں بلند ہوگئی پھر ایک خوفناک دھماکے سے وہ ہمارے قریب ہی گری اور اس کے ٹکڑے اڑ گئے۔! ہمارے قدموں کے نیچے زمین لرز رہی تھی۔ چشمے کا پانی بلند ہو رہا تھا۔ اور پھر اچانک میرے سامنے کی زمین شق ہوگئی۔ میں نے اور لاکا نے ایک ساتھ چھلانگ لگائی۔۔۔۔!

اور شق زمین کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ لاکا بےحد خوفزدہ تھی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر دوڑنا شروع کر دیا۔ زلزلہ بے حد خوفناک تھا۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو رہے تھے۔ نئی نئی چٹانیں زمین سے بلند ہو رہی تھیں اور ہم دوڑ رہے تھے نئی ابھرنے والی چٹانوں سے بچتے ہوئے، خوفناک گہرائیوں سے سنبھلتے ہوئے جو اچانک ہمارے قدموں کے نزدیک نمودار ہو جاتی تھیں۔ اکثر چٹانیں اس انداز میں ابھرتیں کہ ہم ان کے ساتھ ساتھ بلند ہو جاتے اور ان سے بچنے کے لئے ہمیں اُن پر سے چھلانگیں لگانا پڑتیں۔!

لاکا اب دہشت سے چیخ رہی تھی اور اس کی چیخیں مجھے پریشان کر رہی تھیں۔ دوڑنے والوں میں ہم تنہا ہی نہ تھے، بھاری جسم والے بہت سے جانور بھی ہمارے ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے۔ ایک تو زلزلے کی گرج اوپر سے ان دوڑنے والے جانوروں کے قدموں کی دھمک اور پھر ان میں سے کوئی جانور جب اچانک کھل جانے والے زمین کے دہانے میں جا گرتا تو اس کی خوفناک چنگھاڑ پورے ماحول کو خوفزدہ کر دیتی۔ دفعتاً لاکا کا ہاتھ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں نے اس کی تیز چیخ سُنی اور میرے قدم رُک گئے۔ میں نے لاکا کو دیکھا۔ لیکن وہ موجود نہ تھی البتہ میرے پیچھے ایک گہری دراڑ نظر آرہی تھی، جو اتنی چوڑی تھی کہ اُسے عبور کرنا ناممکن تھا اور جو اتنی گہری تھی کہ اس کی گہرائیوں میں نگاہ نہیں پہنچ سکتی تھی۔

"لاکا۔۔!" میں نے چیخ کر اسے پکارا۔ لیکن جب اس کا جواب نہ ملا تو میں آگے بڑھ گیا۔ مجھے یقین ہوگیا تھا کہ لاکا اب اِن گہرائیوں سے واپس نہیں آئے گی۔۔ لیکن رنج و غم جیسی کوئی چیز میرے سینے میں نہیں تھی میں آگے بڑھ گیا اور خود کو ان گہرائیوں سے بچانے لگا۔ [illegible] کم ہوئی۔ زمین کی تھرتھراہٹ مدھم پڑنے لگی۔ [illegible] نے اور میرے قدم بھی سست پڑ گئے۔ میں رُک کر چاروں [illegible] تاریکیاں چھٹ رہی تھیں۔ دور سے روشنی نمودار ہو رہی تھی میں تھک گیا تھا، چنانچہ میں ایک نوزائیدہ چٹان پر لیٹ گیا [illegible]ت کے ڈھیر کی طرح نرم و سپاٹ تھی، دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر میں نے نمودار ہوتی روشنی کی طرف دیکھا۔ یہ روشنی کہاں سے آتی ہے، کہاں جاتی ہے [illegible] میرے ذہن میں نہیں تھا، لیکن نہ جانے کیوں مجھے نمودار ہوتی ہوئی یہ روشنی عجیب لگی، میں اُسے دیکھتا رہا اور دیکھتے دیکھتے سو گیا۔ سوتا رہا نہ جانے کب تک ہاں۔ اتنا یاد ہے کہ جب جاگا تو روشنی میرے سر پر سے براہ راست میرے جسم پر پڑ رہی تھی۔ لیکن میرا جسم اس روشنی کی تیزی سے متاثر نہیں تھا، مجھے

روشنی کی تیزی کا کوئی احساس نہیں تھا۔ ہاں وہ جانا بوجھا درد میرے جسم کی درمیانی جگہ میں موجود تھا، جس کے علاج سے اب میں بخوبی واقف تھا۔ چنانچہ میں شکار تلاش کرنے لگا۔!

اور آج یہ کام بالکل مشکل نہ ہوا۔ زلزلے کے شکار بہت سے جانور مجھ سے تھوڑے فاصلے پر مردہ اور نیم مردہ موجود تھے۔ ان میں کچھ شدید زخمی ہو گئے تھے، کچھ مر چکے تھے۔ میں نے ایک زخمی جانور کو تاکا جس کے زخموں سے تازہ تازہ خون بہہ رہا تھا اور وہ درد سے تڑپ رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے جسم کے ایک ادھڑے ہوئے حصے پر دانت جما دیئے اور وہ تکلیف سے چنگھاڑ اٹھا، لیکن اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ مدافعت کرتا۔!

میں نے اس کے جسم سے کافی گوشت نوچا اور اسے دانتوں سے چبانے لگا، لیکن خدا جانے کیوں مجھے اب اس گوشت میں لطف نہیں آرہا تھا۔ میری ساتھی جس طرح گوشت کو آگ پر بھون لیتی تھی اس سے گوشت مزیدار ہو جاتا تھا۔ تاہم یہاں ایسے انتظامات نہ تھے، اور میں اس سلسلے میں اتنی محنت نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے میں نے ایسے ہی گوشت کھا لیا اور میری تکلیف رفع ہو گئی۔۔۔ نہ جانے میں اپنی پہلی جگہ سے کتنی دور نکل آیا تھا۔ یہاں میرے جیسا کوئی دوسرا موجود ہے یا نہیں۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ لیکن، مردہ جانوروں کی لاشوں اور جنگلی درختوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا تب میں دوبارہ اس چٹان کی طرف مڑ گیا جس پر میں سوتا رہا تھا۔

پھر میری نگاہ چٹان کے دوسری طرف اٹھ گئی اور میں تعجب سے ادھر دیکھنے لگا۔ دوسری طرف خوفناک گہرائیاں تھیں، لیکن ان گہرائیوں کی انتہا نظر آ رہی تھی۔ سنہری سپاٹ ریت۔ جس کا طویل میدان تا حدِ نگاہ چلا گیا تھا اور اس کے آخری طرف لہریں لیتا ہوا نیلا پانی۔ جو دور آسمان سے ملا ہوا تھا۔ یہ منظر مجھے بے حد حسین لگا! کیسا انوکھا تھا یہ منظر۔ سمندر میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ لیکن اس کی تصویر میرے ذہن کے آخر گوشوں میں تھی اور میں اس وقت اسے کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ تاہم میں اس کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے ان گہرائیوں میں اتر کر اس کے نزدیک پہنچنے کی کوشش شروع کر دی، اور میں اترتا رہا ۔ روشنی گزرتی رہی۔ اور اس وقت روشنی زرد پڑ گئی تھی جب میں نے گہرائیوں میں پہلا قدم رکھا لیکن پہلا قدم رکھتے ہی میرے کانوں میں ایک عجیب سا شور گونج اٹھا، ایک خوفناک شور۔ میں اچھل پڑا۔۔۔ شاید زمین پھر لرزنے والی تھی۔ میں سنبھل گیا لیکن زمین نہ لرزی البتہ۔۔۔ دور۔۔۔ میں نے بہت سے جانوروں کو بھاگتے دیکھا وہ بے تحاشا بھاگے چلے جا رہے تھے اور ان کے عقب میں ایک بہت بڑی چٹان رینگ رہی تھی۔ سیاہ رنگ کی اس خوفناک چٹان کو رینگتے دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی اور اس سے زیادہ حیرت اس وقت ہوئی جب یہ جانور میرے قریب سے گزرے۔!

یہ جانور وہ نہ تھے جن کا میں شکار کرتا تھا۔ بلکہ یہ تو سب میرے جیسے تھے، بالکل میرے جیسے۔ ان کے ہاتھوں میں پتھر کے ہتھیار تھے۔ لیکن وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ رہے تھے اور سیاہ چٹان اُن کے پیچھے رینگتی ہوئی ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ !چند دوڑتے ہوئے جانداروں نے میری طرف بھی دیکھا۔ شاید انہیں تعجب تھا کہ میں ان کی طرح خوفزدہ کیوں نہیں ہوں۔۔ اور پھر جب انھوں نے مجھے دوڑتے نہ دیکھا۔۔ تو ان میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور مجھے دھکیلنے لگا۔

میں اس کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ نہ جانے میرے ذہن میں کیا آیا کہ میں نے بھی دوڑنا شروع کر دیا۔ اب میں انہی کے انداز میں ان کے ساتھ بھاگ رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ پتھروں کی ایک اونچی دیوار کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس دیوار میں چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے۔ سب ان سوراخوں میں گھس گئے۔ یہ سوراخ اندر سے کافی کشادہ تھے اور ان میں عجیب سی روشنیاں بھری ہوئی تھیں۔ یہ روشنیاں پتھروں کے گڑھوں میں ہو رہی تھیں۔۔ اور روشنیوں کے نزدیک چھوٹے چھوٹے جاندار۔۔ اور لاکا جیسی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ چھوٹے جاندار ان کے سینوں سے لپٹے ہوئے تھے، اور سینے پر ابھرے ہوئے کوہانوں کو چوس رہے تھے۔!

میں تعجب سے یہ مناظر دیکھتا رہا۔ اس وقت وہ لوگ خوفزدہ تھے۔ اس لئے اپنے درمیان ایک اجنبی پر انہوں نے توجہ نہ دی۔ وہ پتھر کے بڑے بڑے ٹکڑے ان سوراخوں میں پھنسا رہے تھے۔ میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آرہی تھی۔ دفعتاً میرے کانوں میں ایک دلدوز چیخ ابھری اور میں چونک پڑا۔ یہ چیخ لاکا سے مشابہ تھی۔

"لاکا۔۔!" میرے منہ سے اچانک نکل گیا۔

"بے نی۔۔ بے نی۔۔!" میرے قریب بیٹھا ایک بوڑھا بول پڑا

"لاکا!" میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"بے نی۔۔ بے نی۔۔!" اس نے خوفزدہ انداز میں سوراخ کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے سوراخ کی طرف دیکھا۔ اس سوراخ کو بھی پتھر کے بڑے ٹکڑے سے بند کر دیا گیا تھا۔ نہ جانے میرے ذہن میں کیا آئی کہ میں اُٹھ کر سوراخ کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے سوراخ کا پتھر ہٹایا۔۔ اور

باہر نکل گیا۔!

سیاہ متحرک چٹان زیادہ دور نہ تھی۔ میں نے پہلی بار اسے قریب سے دیکھا۔ وہ چٹان نہیں تھی۔ وہ تو کوئی جاندار تھا۔ جو اپنے سیاہ خول سے گردن نکال نکال کر اپنے قریب کسی ننھی سی شئے پر لے جاتا اور ننھی سی شئے اچھل کر دور ہٹ جاتی۔ میں نے اس ننھی سی شئے کو دیکھا۔ وہ شئے کم از کم میرے برابر تھی، اور لاکا جیسی تھی، تیز چیخیں اسی کے منہ سے نکل رہی تھیں۔ میری آنکھوں میں لاکا گھوم گئی۔ اور میں تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ وہ اچھل اچھل کر سیاہ شئے کی گردن سے بچنے کی کوشش کر رہی تھی اور سیاہ شئے بار بار گردن بڑھا کر اسے اپنے منہ میں پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں جانوروں کے شکار سے واقف تھا، گو میرا پتھر کا ہتھیار میرے پاس نہیں تھا لیکن دوسرے خوفناک اور نوکیلے پتھر چاروں طرف بکھرے پڑے تھے، میں نے ان میں سے ایک لمبا نوکیلا پتھر اُٹھا لیا اور پھر بلا تیزی سے اس سیاہ شئے کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ میری طرف سے غافل، بدستور اس خوبصورت مخلوق پر حملے کر رہی تھی۔ میں اس کی گردن کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے اس کی گردن پر پوری قوت سے وار کر دیا۔ سیاہ شئے تلملائی اور میری طرف متوجہ ہو گئی۔ اس کے سر کے حصے پر دو بڑی بڑی آنکھیں تھیں، جو انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔

اس نے لڑکی کی طرف سے توجہ ہٹا کر میری طرف مبذول کر دی لیکن میں اس کے لئے تر نوالہ نہیں تھا۔ میں نے بہت جلد محسوس کر لیا کہ وہ خوفناک جانور تیزی سے اپنی گردن کو حرکت نہیں دے سکتا اور اسے اپنے پہاڑ جیسے جسم کو حرکت دینے کے لئے گردن سمیٹنی پڑتی ہے۔ اُس کا جسم ناقابلِ تسخیر ضرور ہے لیکن اس کی گردن پر قابو پانا بڑی بات نہیں ہے چنانچہ میں پھرتی سے پینترے بدل بدل کر اس کی گردن پر وار کرنے لگا۔!

میرے ہر وار پر سیاہ جانور تلملا جاتا تھا۔ لیکن وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔ دفعتاً مجھے کچھ خیال آیا اور اس بار میں نے اس کی آنکھ کا نشانہ لیا۔ اور پھر میرے ہاتھ کا نوکیلا پتھر پوری قوت سے اس کی آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ پھچاک سے آواز آئی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس جانور کا منہ کھل گیا۔ ایک تیز اور خوفناک دہاڑ سنائی دی اور جانور نے اپنی گردن اپنے جسم میں داخل کر لی۔ پھر اس کا چٹان جیسا جسم پیچھے سرکنے لگا۔ وہ بہت تیزی سے پیچھے جا رہا تھا۔

میں نے کچھ اور پتھر اٹھا لیے۔ اور اس کے جسم پر مارنے لگا ان ضربات سے گھبرا کر وہ تیزی سے پیچھے ہٹا اور پھر پلٹ کر اس برق رفتاری سے بھاگا کہ میں حیران رہ گیا۔ میرا یہ خیال باطل تھا کہ وہ تیز نہیں دوڑ سکتا۔ اور اسی وقت سوراخوں سے شور اُبل پڑا۔ چیختے چلاتے لوگ باہر نکل آئے تھے اور اب وہ بھی میری طرح سیاہ جانور پر سنگباری کر رہے تھے، ان میں وہ بھی شامل تھی جو جانور کے چنگل میں پھنس گئی تھی!

یہاں تک کہ جانور پانی میں گھس گیا اور پھر وہ سمندر کی گہرائیوں میں بیٹھ گیا۔ پتھر مارنے والے رُک گئے تھے۔ ایک لمحے کے لئے سکوت رہا اور ایک بار پھر وہ شور مچانے لگے۔ ان کے منہ سے ایک آواز نکلی۔

"بانا کو۔ بانا کو" اور پھر سب بانا کو بانا کو چیختے ہوئے میرے گرد ناچنے لگے۔ بعد میں مجھے اس لفظ کے معنی معلوم ہوئے۔ وہ مجھے فاتح شکار کرنے والا کہہ رہے تھے۔!

پھر چند ایسے لوگ جن کے بال بہت بڑھے ہوئے تھے میرے پاس آئے۔ اور ان میں سے ایک نے کہا۔ "کوبے۔ کوبے۔!"

لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ تب اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "کوبے۔؟" میں اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تب وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "آتام۔ آتام" پھر اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا۔ "کوبے۔!"

اور اس بار اس کی بات میری سمجھ میں آگئی۔ اور اس کے ساتھ ہی لاکا کا دیا ہوا نام مجھے یاد آگیا۔

"توسا۔!" میں نے جواب دیا۔

"توسا۔" وہ خوشی سے چیخا۔ اور پھر اس نے دوسروں کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "توسا۔!" اور وہ سب خوشی سے توسا توسا چیخنے لگے۔

انھوں نے میرے گرد حلقہ بنا لیا تھا اور وہ ناچ رہے تھے، ان میں لاکا جیسی عورتیں بھی شامل تھیں اور مرد بھی تھے، پھر وہ بھی آگئی جو جانور کے چنگل میں پھنس گئی تھی۔ وہ میرے بالکل قریب پہنچ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں خوبصورت پتھروں کی ایک مالا تھی جو اس نے اظہارِ عقیدت کے طور پر میری گردن میں ڈال دی۔ اور ایک دم سب لوگ خاموش ہو گئے، وہ مجھ سے دور دور ہٹ گئے صرف وہی لڑکی میرے پاس تھی۔ مالا ڈالنے کے بعد اس نے اپنے سر کے لمبے خوبصورت بالوں میں سے چند بال توڑے اور انہیں ایک گچھے کی شکل میں موڑنے لگی۔ پھر اس نے وہ بال میری مالا میں باندھ دیئے

——— اس طرح پروفیسر اس نے مجھے؛ مالک تسلیم کر لیا تھا۔ یا موجودہ زبان میں آپ اسے میری بیوی سمجھ سکتے ہیں۔!" وہ رُک گیا۔ اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے فرذان اور

اور پھر پروفیسر کی طرف دیکھا۔ "تشریف لائیے۔ کیا آپ میری داستان سے اکتاہٹ محسوس کر رہے ہو۔ ؟ لیکن ٹھہرو۔ میرا خیال ہے تم بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہوگے۔ آؤ کچھ چہل قدمی ہو جائے۔ !"

"تمہاری داستان ایک تاریخ ہے نوجوان۔ ہو سکتا ہے تم بہت بڑے محقق ہو اور یہ تاریخ اب دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ادوار کی تفصیل بہت سے لوگوں نے لکھی ہے' البتہ تمہاری داستان اس لئے دلکش ہے کہ تم خود کو اس کا ایک کردار بنا کر پیش کر رہے ہو۔ اگر تم مجھے معاف کر دو نوجوان تو میں یہ کہوں گا کہ درحقیقت تم ایک بے مثال داستان گو ہو' اور تمہاری داستان گوئی انسانی اذہان کو بے شک اسی ماحول میں لے جاتی ہے جس کی کہانی سنائی جا رہی ہو۔ حقیقت کیا ہے یہ تو تم ہی جان سکتے ہو" پروفیسر خاور نے صاف گوئی سے کہا۔

"میں تم سے بے اعتباری کی شکایت نہیں کروں گا مدبر۔ ہاں وقت تمہیں میری سچائی کا ثبوت خود دے گا اور ایک دن تم اپنی زبان سے کہو گے کہ میرا ایک ایک لفظ درست ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ سب اس کمرے سے نکل آئے اور اس پراسرار پہاڑی عمارت کے ایک کھلے ہوئے حصے میں آ گئے۔ اس خوشنما حصے کو پروفیسر خاور پہلے دیکھ چکا تھا۔ اس وقت موسم کے لحاظ سے یہ علاقہ اور حسین ہو گیا تھا۔ وہ سب سر سبز گھاس پر بیٹھ گئے۔ پروفیسر خاور نے کہا۔

"اس غار سے باہر۔ دوسری طرف بے پناہ حشرات الارض ہیں۔ کیا وہ رینگ کر یہاں نہیں آ سکتے۔ ؟"

"یہ پراسرار دنیا میری صدیوں کی تحقیق ہے۔ میں نے اسے مکمل کرنے میں بڑی محنت کی ہے۔ ہر بار جب میں یہاں آرام کرنے آتا ہوں تو ضرورت کے مطابق تبدیلیاں کر لیتا ہوں۔ حشرات الارض یہاں نہیں پھٹک سکتے۔ ان کے لئے ایک حصار قائم کر دیا گیا ہے۔ اس حصار میں وہ داخل ہونے کی کوشش کریں گے تو تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے۔ زلزلے اس دنیا پر اثر انداز نہیں ہو سکتے کیونکہ اس صورت میں یہ پہاڑیاں نرم ربڑ کی ثابت ہوں گی۔"

"میں تمہیں دنیا کا سب سے زیادہ ذہین اور پراسرار سائنسداں کہہ سکتا ہوں!" پروفیسر نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"ہم کہانی سننے کے لئے بے چین ہیں مسٹر۔ !" فروزاں نے کہا اور وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

"اس کا نام بے تی تھا۔ دنیا بہت سمٹی ہوئی تھی۔ چھوٹے چھوٹے انسانی گروہ قریب قریب رہتے تھے لیکن ایک دوسرے سے ناواقف تھے وہ اپنی دنیا خود تک محدود سمجھتے تھے ان میں سے کچھ ابھی دنیا اور اس کی ضرورتوں سے نابلد تھے۔ کچھ جو عقل کا استعمال سیکھتے جا رہے تھے اپنی ضروریات پوری کرنے میں غیر محسوس انداز میں کامیاب ہوتے جا رہے تھے' ارتقا کا عمل جس تیزی سے اس دور میں طے ہوا اس کے بعد بہت سست پڑ گیا۔ ان لوگوں نے ایک ضابطہ حیات بنا لیا تھا وہ عورت اور شکار کے لئے لڑتے جھگڑتے نہیں تھے۔ وہاں سرداری نظام رائج تھا۔ جو سب سے عقلمند' سب سے طاقتور ہوتا' اسے دوسروں سے افضل تسلیم کر لیا جاتا۔ اسی کے ایماء پر اجتماعی شکار ہوتا۔ سب میں تقسیم ہوتا' عورتیں بھی باقاعدگی سے تقسیم ہو جاتیں اور ایک وقت میں ایک ہی شخص انہیں استعمال کر سکتا تھا اس میں عورت کی پسند بھی قبول کی جاتی۔ ویسے اس وقت پسند کا کوئی معیار نہیں تھا! کچھ رسومات بھی ایجاد ہو گئی تھیں جو میرے ساتھ بھی ادا کی گئیں۔ مجھے سمندر کے پانی سے غسل دیا گیا اور پھر میرے جسم پر جلنے والی چربی ملی گئی جس سے میرا جسم چکنا اور چمکدار ہو گیا۔ یہ اس وقت کا سنگھار تھا۔ ان لوگوں نے چربی جلانے کا طریقہ دریافت کر لیا تھا' اس طرح اس آگ کو محفوظ رکھا جا سکتا تھا جو گوشت بھوننے اور روشنی رکھنے میں معاون ثابت ہوتی۔ پتھر کے ٹکڑوں میں گڑھے کر کے ان میں چربی بھر دی جاتی اور پھر یہ چربی آہستہ آہستہ جلتی رہتی جس سے ان کے غاروں میں روشنی رہتی تھی۔

چربی مل کر میرے جسم پر رنگین مٹی سے نقش و نگار بنائے گئے اور پھر مجھے ایک چھوٹا سا غار عنایت کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ انہوں نے میری اس خدمت کے اعتراف میں کیا تھا جو میں نے سیاہ جانور کو اذیت دے کر بھگانے میں انجام دی تھی اور پھر بے تی کو میری خلوت میں بھیج دیا گیا۔ چمکدار بے تی کے جسم کی لذت لاکا اور میری پہلی ساتھی لڑکی سے کہیں زیادہ تھی وہ پُر جوش لڑکی مجھ سے بہت متاثر تھی کیونکہ میں نے اس کی زندگی بچائی تھی۔ میری راتیں پھر سے حسین ہو گئی تھیں' اب بے تی میری شریک حیات تھی' اور میں ذہنی طور پر بے حد مطمئن تھا۔ ! میں ان کے ساتھ شکار میں شریک ہوتا میں ان کی ذہانت دیکھتا اور پھر اس میں اختراع کرتا۔ اس طرح میں نے شکار کے چند نئے طریقے ایجاد کئے' جس سے شکار آسان ہو گیا۔ وہ سب بھی مجھ سے بے پناہ متاثر تھے۔ پھر ایک شام ہم سب ایک خوفناک لمبے سینگ والے گینڈے کا شکار کر رہے تھے۔ یہ طویل القامت گینڈا بہت خوفناک تھا اور اس بستی کا سردار پتھر کے ہتھیار لے کر اس کے سامنے ڈٹ گیا تھا' لیکن وہ گینڈے کو ہلاک کرنے میں ناکام رہا اور ایک بار گینڈے کا داؤ چل گیا اس کا لمبا اور نوکدار سینگ سردار کے سینے میں اتر گیا اور سردار کا جسم اس کے سینگ میں پھنس گیا۔ گینڈا اس کے جسم سے جان چھڑانے کے لئے بھاگ رہا تھا اور ہم اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ لیکن سردار کا خون اچھل اچھل کر گینڈے کی آنکھوں کو ڈھک رہا تھا' چنانچہ ایک بار ٹھوکر کھا کر وہ گرا اور پھر سنبھل نہ سکا! ہم نے اسے شکار

کرلیا۔ لیکن سردار مرچکا تھا۔ اور میرے ذہن میں ایک خیال گردش کر رہا تھا۔
گینڈے کا یہ سینگ پتھر کے ہتھیار سے زیادہ مضبوط ہے۔

سردار کی لاش کو گینڈے کے سینگ سے نکال لیا گیا۔ لوگوں نے اسے حسب دستور ایک بڑے پتھر پر رکھ دیا اور شکار لے کر غاروں میں واپس آگئے۔ ! دوسرے لوگ بھی اپنے اپنے شکار لے آئے تھے چنانچہ شکار کا گوشت تقسیم ہوا۔ سب نے اسے آگ پر بھونا اور کھانے میں مصروف ہوگئے۔ !

بے نی میرے ساتھ غار میں تھی !۔ میں اور وہ گوشت لے آئے تھے اور میں خاص طور سے گینڈے کا سینگ اٹھا لایا تھا جسے میں ایک موثر ہتھیار بنانا چاہتا تھا۔ چنانچہ گوشت کھانے کے بعد میں بے نی سے پیار و محبت کی باتیں کرنے کے بجائے گینڈے کے سینگ کو صاف کرنے لگا، میں نے اس کی نوک دیکھی اور خیال کیا کہ جس طرح یہ نوک سردار کے سینے میں اتر گئی تھی، اسی طرح یہ میرے ہاتھوں سے کسی بھی جانور کے سینے میں اتر سکتی ہے۔ ! میں نے گینڈے کے سینگ کے کنارے پر لگے ہوئے تمام گوشت کو دانتوں سے صاف کیا۔ اس سینگ میں میرا ہاتھ آسانی سے اندر تک چلا جاتا تھا۔ بے نی دلچسپی سے میرے اس ہتھیار کو دیکھ رہی تھی۔ اور جب میں اس ہتھیار سے مطمئن ہوگیا تو میں نے اسے ایک طرف رکھ دیا۔

دوسرے دن بستی کے بوڑھوں نے سردار کے انتخاب کا فیصلہ کیا۔ اس روز ایک خاص انداز سے شکار کھیلا گیا۔ یعنی لوگ ٹولیوں میں بٹ کر شکار کھیلنے نہیں گئے تھے بلکہ اجتماعی طور پر نکلے تھے اور پھر سب سے پہلا جو شکار سامنے آیا۔ وہ ایک طویل القامت بھینسا تھا جس کی ناک سے شعلے نکل رہے تھے۔ ایک قوی ہیکل آدمی کو اس کے شکار کے لئے بھیجا گیا اور وہ اپنا پتھر کا ہتھیار لے کر شکار کرنے گیا۔ !

لیکن بھینسا اس سے زیادہ طاقتور اور چالاک تھا۔ اس نے اطمینان سے قوی ہیکل جوان کو ہلاک کر دیا۔ میں نے اپنا نیا ہتھیار اپنے ہاتھ پر چڑھا لیا تھا اور اسے استعمال کرنے کے لئے تیار تھا۔

بھینسا اپنے شکار کو ہلاک کر کے گروہ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن ایسی خوفناک شکل میں بھی انہوں نے اسے اجتماعی طور پر ہلاک نہیں کیا بلکہ ایک آدمی کو اس کے مقابلے پر چھوڑ دیا گیا، لیکن وہ بے چارہ بھینسے کی ایک ٹکر کی بھی تاب نہ لا سکا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ گروہ فرار ہونے کی کوشش کر رہا ہے کوئی بھی اس خونی بھینسے کے مقابل نہیں آرہا تب میں نے اپنے نئے ہتھیار کو آزمانے کا فیصلہ کیا اور گروہ کے فرار ہونے سے پہلے ہی بھینسے کی طرف لپکا۔

خونی بھینسا دو آدمیوں کو ہلاک کر کے اپنی طاقت کا اندازہ لگا چکا تھا، چنانچہ اس نے اپنے اس نئے مقابل یعنی مجھے بھی سینگوں پر رکھنے کی کوشش کی، لیکن میں نے پھرتی سے اس کا داؤ خالی دیا اور اپنا مضبوط ہتھیار اس کی پسلیوں پر مارا۔ بھینسے کے لئے یہ ضرب غیر متوقع تھی۔ اس کے قدموں نے ٹھوکر کھائی۔ اور اسی دوران میں نے دوسرا وار اس کے سینے کے نرم حصے پر کیا جہاں پسلیاں نہ تھیں۔ میرے مضبوط ہاتھ کی قوت اور پھر نوکدار سینگ۔ بھینسے کے سینے سے خون کا فوارہ بلند ہوگیا۔ اور پھر میرے پے درپے واروں نے اسے ہلاک کر دیا تب چاروں طرف سے "توسا۔ توسا" کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اور اس طرح میں اس بستی کا سردار بن گیا۔ اب میری سربراہی میں شکار ہوتا اور میں ان کے مسائل کا حل کرنے والا بن گیا۔ !

اور پروفیسر زندگی گزرتی رہی۔ ہم ترقی کرتے رہے۔ جانوروں کی ناکارہ ہڈیوں میں سے مضبوط ہڈیاں چھانٹ لی گئیں اور ان کے ٹیڑھے سیدھے لمبے ہتھیار بننے لگے۔ اب پورے گروہ نے پتھروں کے ہتھیار چھوڑ کر ہڈیوں کے ہتھیاروں کا استعمال شروع کر دیا تھا۔ بے نی بوڑھی ہوگئی۔

لیکن میں حیرت انگیز طور پر جوان تھا۔ میرے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ پھر ایک دن بے نی بیمار ہوگئی۔ اسے بڑھاپے کی بیماری تھی اور وہ مرگئی۔ اس کی لاش ایک پتھر پر رکھ دی گئی۔ اب میں تنہا رہ گیا تھا۔

میرے سامنے پیدا ہونے والے بچے جوان ہوئے اور پھر بوڑھے ہوگئے لیکن میں وہی تھا۔ میں ان لوگوں سے منفرد تھا اور اب مجھے ایک وسیع تجربہ تھا میرا دل وہاں سے اکتا گیا۔ ان لوگوں کے ساتھ زندگی ایک محور پر قائم ہوگئی تھی چنانچہ میں اس زندگی سے اکتا گیا تھا، پھر ایک شام میں نے اپنے مضبوط ہتھیار لئے اور ان سے جدا ہوگیا۔ میں سمندر کے کنارے کنارے سفر کرنے لگا! مجھے کسی نئی دنیا کی تلاش تھی۔ سورج ڈوبتے رہے، چاند ابھرتے رہے اور میں سفر کرتا رہا اور ایک صبح جب میں نے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا تو میں ایک خوبصورت اور سرسبز وادی میں کھڑا تھا۔ چاروں طرف درخت جھوم رہے تھے۔ اور ان درختوں پر عجیب سے گھونسلے بنے ہوئے تھے، ان گھونسلوں میں میرے جیسے بے شمار انسان موجود تھے۔ !

میں اس نئی دنیا کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ دور تک تاحد نگاہ سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ ! روشنی نکلتے ہی درختوں پر موجود انسان نیچے اتر آئے انہوں نے مجھے دیکھا اور قہقہے لگانے لگے !میں بھی انہیں غور سے دیکھ رہا تھا ان لوگوں نے درختوں کے چوڑے پتوں سے جسم کے وہ حصے ڈھکے ہوئے تھے جو پوشیدہ اعضاء میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ تہذیب سے قریب کے انسان تھے۔ میں ان کے قہقہوں کے جواب میں قہقہے لگانے لگا! میں نے ان سے دوستی کی خواہش ظاہر کی اور انہوں نے مجھے دوست تسلیم کر لیا۔ مجھے ایک درخت پر لے جایا گیا۔ مجھے درخت پر چڑھنا آتا تھا، چنانچہ چند انسانوں نے مجھے

درخت پر چڑھایا اور میں ان کے مکان کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ انہوں نے
اپنی ضروریات جس طرح پوری کی تھیں اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ اور پہلی
بار ان لوگوں کے ساتھ میں نے گوشت کے علاوہ اور کوئی چیز بھی کھائی۔
یہ پھل اور سبزیاں تھیں۔!

میں صرف گوشت کی لذت سے آشنا تھا۔ پہلے یہ سبزیاں مجھے
پسند نہ آئیں۔ لیکن میں ان کی تہذیب کو اپنانا چاہتا تھا۔ یہ دنیا میرے لئے
انوکھی تھی، چنانچہ میں نے انہی کے انداز میں سبزیاں استعمال کیں۔ انہی کی طرح
میں نے اپنے جسم کو پتوں سے ڈھکا اور ان میں شامل ہو گیا۔ انہوں نے پورے
خلوص سے مجھے قبول کر لیا۔ وہ مجھ میں کافی دلچسپی لے رہے تھے۔ مجھے کوئی
انوکھی مخلوق سمجھ رہے تھے۔ یہاں بھی سرداری نظام رائج تھا۔ ان کا سردار ایک
نوجوان اور قوی ہیکل آدمی تھا۔ اس کی درجنوں بیویاں تھیں اور ایک بہت
بڑے درخت پر وہ ایک بہت بڑے مکان میں رہتا تھا۔ یہ لوگ زبان استعمال
کرتے تھے اور انھوں نے اس میں کافی ترقی کر لی تھی، چنانچہ چند لوگوں نے مجھے اپنی
زبان سکھانا شروع کر دی۔ میں جہاندیدہ انسان تھا اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا
تھا۔ میں آسانی سے ان کی زبان سیکھنے لگا۔ وہ سب مجھ سے خوش تھے اور
میں بھی ان سے پورا پورا تعاون کر رہا تھا۔ میں ایک طویل زندگی گزار چکا تھا
اور اب زندگی کے بہت سے راز میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ میری زندگی پر جو
جمود طاری ہو گیا تھا وہ ان لوگوں میں آ جانے سے ٹوٹ گیا تھا!

وقت گزرتا گیا۔ اب میں ان میں سے ایک تھا۔ ان کے ساتھ
رہنا۔ ان کے ساتھ کام کرنا۔ درختوں پر رہنے والے یہ نئے انسان ترقی کے
خواہشمند تھے گو ان کے اذہان میں ترقی کا کوئی خاص تصور نہیں تھا۔
لیکن انسانی ضروریات خود بخود راستے مہیا کر دیتی ہیں۔ پھر ایک شام جب میں سردار
کے ساتھ بیٹھا پتھروں کا ایک دلچسپ کھیل کھیل رہا تھا کہ قبیلے کا ایک آدمی دوڑتا ہوا
آیا۔ "گومیے لا۔ گومیے لا۔!" اس نے سردار کو بتایا اور سردار اچھل کر کھڑا ہو گیا
اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"بے کا۔ بے کا۔!" اس نے پوچھا جس کا مطلب تھا کہاں؟ اور
آنے والے نے درختوں کے دوسری طرف اشارہ کیا۔ سردار نے اس کا ہاتھ پکڑا
اور چل پڑا۔ میں بھی سردار کے ساتھ تھا۔

"گومیے لا۔!" سردار نے مجھ سے کہا۔ لیکن میں تو گومیے لا کے بارے
میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ میں چلتا رہا۔ دوسرے بہت سے لوگ بھی ہمارے ساتھ
شامل ہو گئے تھے۔ درختوں کے دوسری طرف ہم نے چند لوگوں کو آتے دیکھا
ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے بانس تھے، جن کے سروں پر انسانی کھوپڑیاں پرندوں
کے پر اور ایسی ہی دوسری عجیب و غریب چیزیں بندھی ہوئی تھیں۔ وہ سب ایک
قطار میں اسی طرف آ رہے تھے۔ میں نے سردار کا چہرہ دیکھا، سردار شدید غصے
میں تھا اور دانت پیس رہا تھا۔ جوں جوں وہ قریب آتے گئے، سردار کے
غصے میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہ لوگ بھی پتے لپیٹے ہوئے تھے اور ان کے جسموں
پر رنگین مٹی سے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔

"کیوں آئے ہو۔؟" سردار نے غصے سے لرزتے ہوئے کہا۔ "تم نے
اس طرف کا رخ کیوں کیا ہے۔؟" اور آنے والوں میں سے سب سے آگے آنے
والے نے چوڑے چوڑے سیاہ ٹکڑے سردار کی طرف بڑھائے۔ یہ درختوں کی
سیاہ چھال تھی، جس پر نشانات کھدے ہوئے تھے۔ وہ لوگ سردار کی زبان نہیں سمجھتے
تھے اور سردار ان ٹکڑوں کی زبان نہیں جانتا تھا۔ اس نے ان ٹکڑوں کو غور سے
دیکھا۔ اور پھر انہیں ایک طرف پھینک دیا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ
کیا۔ اور وہ سب آنے والوں پر ٹوٹ پڑے۔ میں نے انسان کا انسان کو
ہلاک کرنے کا تماشہ دوسری بار دیکھا۔ پہلی بار میں نے یہ تماشہ اس وقت دیکھا
تھا جب لاکا نے جوش رقابت میں میری پہلی ساتھی کو قتل کر دیا تھا۔!

ذرا سی دیر میں ہڈیوں کے چوڑے ہتھیاروں سے آنے والوں میں
سے ایک ایک کو ہلاک کر دیا گیا۔ اور پھر ان کے سر پتھروں پر رکھ کر ہڈیوں
کے ہتھیاروں سے ان کی گردنیں علیحدہ کر دی گئیں۔ اس کے بعد بانسوں سے
ان کھوپڑیوں کو اتارا گیا جو وہ لوگ لائے تھے اور بانس کے نوکیلے سروں پر
ان لوگوں کی کھوپڑیاں ٹانگ دی گئیں اور پھر کچھ لوگ ان بانسوں کو لے کر
چل پڑے۔ کھوپڑیوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ سردار بانسوں والوں کی رہنمائی
کر رہا تھا۔ کئی میل کا سفر ختم کر کے ہم اس علاقے میں پہنچ گئے جہاں درختوں کا سلسلہ
ختم ہو جاتا تھا اور خشک چٹانی علاقہ شروع ہوتا تھا۔ سردار کے اشارے پر چٹانوں
کے سوراخوں میں بانس گاڑ دیئے گئے۔ تب کہیں جا کر سردار کا غصہ اترا۔ اور
پھر ہم سب واپس چل پڑے۔ لیکن سردار کے چہرے سے کسی خاص جذبے کا
اظہار ہو رہا تھا۔!

سیاہ چھال کے ٹکڑے اسی جگہ پڑے تھے جہاں سردار نے پھینکے
تھے اور پروفیسر خاور، وہ سیاہ چھال اسی انداز کی تھی جس کی کتاب میں نے
تمہیں دکھائی ہے۔ یہ کتاب میری تحریر کردہ ہے۔ اور ان لکیروں میں اس دور
کی ایک ایک تفصیل موجود ہے۔ میں اس کتاب کا مصنف ہوں اور اس میں وہ
باب بہ آسانی تلاش کر سکتا ہوں جس میں، میں نے ان لوگوں کے طرز رہائش
اور وہاں کے اہم واقعوں کی تفصیل لکھی ہے۔ گو اس تحریر میں ربط نہیں ہے
منظر کشی نہیں ہے، لیکن بہر حال تم اسے دنیا کی ابتدائی کتابوں میں سے ایک

کہہ سکتے ہو۔! راستے میں سردار نے ان ٹکڑوں کو اٹھالیا۔ وہ لکیروں کی
زبان نہیں سمجھ سکتا تھا۔ لیکن اس پر غور کرنا ضروری تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا
کہ میدانوں میں رہنے والے گومبے لا اس کے لئے کیا لائے تھے۔ بعد میں مجھے
گومبے لا کی تفصیل معلوم ہوئی۔ گومبے لا ایک قبیلہ تھا جس کے تمام باشندوں
کو یہ لوگ گومبے لا کہتے تھے۔ انسان میں رقابت اور دشمنی ابتدا ہی سے ہے'
گومبے لا قبیلے کے لوگ درختوں پر رہنے والوں سے زیادہ ذہین تھے' ہوشیار
تھے لیکن ان کی زندگی سخت کٹھن تھی۔ چٹانی علاقے میں انہیں شکار نہیں ملتا
تھا' سبزیوں کا وجود نہیں تھا اور سب سے بڑی دقت یہ کہ انہیں پانی مشکل سے
دستیاب ہوتا تھا۔ پانی حاصل کرنے کے لئے وہ مجبوراً اس علاقے میں آتے تھے
لیکن اس علاقے کے لوگ ان سے نفرت کرتے تھے اور اکثر انفرادی جھڑپیں
ہوتی تھیں جن میں گومبے لا والے اس قبیلے کے لوگوں کو ہلاک کر دیتے تھے اور
کبھی یہ لوگ گومبے لا والوں کو کافی جانی نقصان پہنچاتے تھے۔ اس طرح
نفرت و رقابت کا یہ سلسلہ طویل ہوتا جارہا تھا۔ اب تک کوئی ابتدائی جنگ نہیں
ہوئی تھی۔ لیکن گومبے لا والے شاید اس کی تیاریوں میں مصروف تھے اور
آنے والے ان کے قاصد تھے جو اس قبیلے کے لئے کوئی پیغام لائے تھے۔

چنانچہ سردار نے قبیلے کے ذہین لوگوں کو جمع کیا' اور پھر درختوں
کی چھال کی آڑی ترچھی لکیروں پر غور کیا جانے لگا۔ یہ لکیریں کسی نوکدار چیز سے
کھرچ کر بنائی گئی تھیں' بظاہر ان کا کوئی مفہوم واضح نہیں ہوتا تھا۔ لیکن
وہ سب اپنے طور پر قیاس آرائی کرتے رہے' اور کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔!
لکیروں کا پیغام ان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ چنانچہ جب کئی دن کے غور و خوض
کے بعد بھی کوئی فیصلہ نہ ہوسکا تو سردار نے چھال کے ان ٹکڑوں کو پھینک دیا'
اور مطمئن ہوگیا۔ زندگی حسب معمول گزرنے لگی! لیکن میں کچھ تردد میں مبتلا تھا۔
ابھی تک اس قبیلے کی کوئی لڑکی میری طرف ملتفت نہیں ہوئی تھی۔ میری ایک
مہمان کی حیثیت کب کی ختم ہوچکی تھی۔ اب تو میں اسی قبیلے کا ایک فرد تھا۔ یہ
درست تھا کہ میرے خدوخال ان لوگوں سے مختلف تھے لیکن باقی اور کوئی
ایسی بات نہیں تھی۔ سردار نے بھی یہ بات ضروری نہ سمجھی تھی۔ آپس میں یہ لوگ
عشق و محبت کرتے تھے۔ مرد و زن ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تھے۔ لیکن میں
کسی نسوانی وجود سے محروم تھا اور یہ محرومی بعض اوقات میرے لئے غصے
کا باعث بن جاتی تھی۔ میں سوچتا کہ یا تو زبردستی کسی لڑکی کو اپنالوں۔ یا پھر
یہ قبیلہ چھوڑ دوں۔ لمبے قد کی ان بھدے خدوخال والی لڑکیوں نے نہ جانے
کیوں مجھے نظر انداز کر دیا تھا۔ لیکن اس سے قبل کہ میں اپنے دونوں ارادوں
میں سے کسی کو عملی جامہ پہناتا' اچانک ایک شام' حالات بدل گئے۔!

سردار اور اس کے ساتھی گومبے لا کی طرف سے غافل نہیں
رہتے تھے۔ سرحدوں کی حفاظت کی جاتی تھی اور کچھ لوگ ہمیشہ نگرانی کرتے
رہتے تھے۔ شام کو سردار اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ درخت کے نیچے گھاس
پر بیٹھا تھا کہ نگراں دوڑتے ہوئے آئے اور سردار کے سامنے جھک گئے۔

"کیا بات ہے۔؟" سردار نے چونک کر پوچھا۔

"گومبے لا۔ گومبے لا۔!"

"پھر آئے ہیں وہ ؟" سردار غصے سے بولا۔

"ابری بامے' ہوبا۔ ہوبا۔" آنے والوں نے بتایا اور سردار اچھل
پڑا۔ اس کا مطلب تھا کہ اس بار وہ جنگ کرنے آئے ہیں اور ان کے ساتھ
پورا لشکر ہے۔ سردار اچھل کر کھڑا ہوگیا اور پھر سخت افراتفری کے عالم میں
اس نے اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کو اکٹھا کیا۔ پتھر اور ہڈیوں کے ہتھیار [illegible]
کئے گئے اور مرد عورتیں اور بچے۔ سب ہی ان ہتھیاروں کو لے کر جنگ کرنے
چل پڑے۔ میرے پاس بھی پتھر کا ایک بڑا ہتھیار تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سردار
بپھرے ہوئے لشکر کے ساتھ سرحد پر پہنچ گیا جو درختوں کے اختتام پر تھی۔
سامنے ہی بے شمار گومبے لا نظر آرہے تھے۔ دراز قامت او
سخت جسم۔ میدانوں میں رہنے سے ان کے جسموں پر براہ راست دھوپ
پڑتی تھی اور ان کے جسم تانبے کی رنگت اختیار کر گئے تھے۔ لیکن ان کے خد
درختوں میں رہنے والوں سے حسین تھے اور جسم بھی سخت مشقت کی وجہ سے
مضبوط تھے جبکہ درختوں میں رہنے والے آسائشوں کی وجہ سے موٹے
بھدے لیکن سفید تھے۔ گومبے لا حسب معمول کھوپڑیوں اور پرندوں کے
پروں کے علم اٹھائے ہوئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کے ہتھیار ہلکے اور
ہموار ہیں۔ وہ زیادہ سبک روی سے کام کر سکتے ہیں۔ پھر ان کے لڑاکوں میں
صرف مرد تھے۔ جوان اور بوڑھے' مرد ہی مرد۔ جن کی تعداد کافی تھی۔ دونوں
لشکر آمنے سامنے آگئے۔!

پھر گومبے لا کی طرف سے لکڑی کے ڈھول پیٹے جانے لگے اور اس
کے ساتھ ہی وہ اپنی زبان میں چیخنے چلانے لگے۔ اور اس کے بعد وہ طوفان
کی طرح آگے بڑھے۔ میں صورت حال کا اندازہ لگاچکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ گومبے لا
یقیناً اس قبیلے پر بھاری پڑیں گے۔ ان کی تعداد بھی زیادہ ہے اور وہ طاقتور بھی
ہیں! لیکن مجھے بہرحال ان لوگوں کا ساتھ دینا تھا کیونکہ میں ان میں ہی رہ رہا
تھا اور یہی ہوا۔ دونوں لشکر آپس میں گتھ گئے۔ اور گومبے لا کے
خطرناک ہتھیار کھوپڑیوں کے ٹکڑے کرنے لگے۔ انہوں نے اس قبیلے کی صفیں
الٹ دیں۔ ان کے ایک ایک جوان نے اس قبیلے کے دس دس افراد کو ہلاک

کیا ۔۔۔ وحشت اور بربریت میں وہ بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، انھوں نے مرد اور عورت کی تخصیص کے بغیر ہر تھیار بند کو ہلاک کر دیا۔ میں بھی جنگ کر رہا تھا۔ میرے ہاتھ میں پتھر کا ایک وزنی ہتھیار تھا۔ اور اب تک اس ہتھیار سے میں چھ گوبیے لا ہلاک کر چکا تھا۔! دفعتاً دو قوی ہیکل گوبیے لا میری طرف بڑھے، ان کے جسم چٹانوں کی طرح مضبوط تھے، اور ان کے ہاتھوں میں مضبوط ہڈیوں کے ہتھیار تھے۔ دونوں نے ایک ساتھ میرے اوپر حملہ کیا اور میں نے پینترہ بدل کر ان کے وار خالی دیئے۔ پھر میرا پتھر کا ہتھیار گھوما اور ان میں سے ایک کی کمر درمیان سے ٹوٹ گئی۔ دوسرا پیچھے ہٹ گیا تھا اس نے سنبھل کر مجھ پر حملہ کیا، لیکن میں نے پھر اس کا حملہ اپنے ہتھیار پر روکا اور ہڈی کا ہتھیار درمیان سے ٹوٹ گیا۔ قریب تھا کہ میں اپنے ہتھیار سے اس گوبیے لا کا بھی صفایا کر دوں۔ کہ اچانک بہت سے گوبیے لا اس شخص کے گرد کھڑے ہو گئے۔ وہ اس کے لیے اپنی زندگی قربان کرنے کو تیار تھے ۔۔! اس کا مطلب تھا کہ وہ ان میں کوئی ممتاز شخصیت تھی۔

میں اپنے ہتھیار کو گردش دے رہا تھا، پھر گوبیے لا کا ایک اور گروہ ان [illegible] لگا! مجھے اب زیادہ محنت کرنا پڑ رہی تھی [illegible] کراچٹ جاتے تھے اور میرا ہر وار کاری ہوتا تھا۔ [illegible] ان کے ہتھیار میرے اوپر کارگر نہیں ہوتے تھے اور اس صورت حال نے انہیں خوفزدہ کر دیا۔ اب وہ میرے سامنے آنے سے کترانے لگے۔ دوسرے گوبیے لا اپنے سردار کو گھیرے کھڑے تھے، پھر میرے مقابل پسپا ہونے لگے۔ وہ دوسروں سے جنگ کرنے لگے۔ میرے مقابل کوئی نہ تھا۔ سردار بالکل تنہا کھڑا تھا ۔۔۔ میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور نہ جانے کیوں وہ بھی مسکرانے لگا! اس نے مسکرا کر کچھ کہا، سامنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ میں نے قبیلے والوں کو دیکھا اور حیران رہ گیا۔ تقریباً سب ہی کام آ چکے تھے اور جو باقی بچے تھے وہ فرار ہو رہے تھے۔ انھیں شکست ہو رہی تھی۔!

یہ سب کچھ میری توقع کے مطابق تھا، میں انہیں دیکھتا رہا اور پھر میں نے اپنا ہتھیار پھینک دیا۔ میرے ہتھیار پھینکتے ہی اس شخص کے گرد کھڑے گوبیے لا میری طرف لپکے، وہ اپنے ہتھیاروں سے مجھے قتل کر دینا چاہتے تھے، لیکن اسی وقت وہ شخص چیخا۔ اس نے زور زور سے اپنے آدمیوں سے کچھ کہا اور وہ سب رک گئے اور پھر واپس پلٹ گئے، تب وہ شخص آگے بڑھا، اس نے میرا ہتھیار اٹھایا۔ میرے ہاتھ میں دیا اور پھر میرا بازو پکڑ کر اپنے بازو پر رکھ لیا۔! یہ اظہارِ دوستی تھا۔ اس کے چہرے سے میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ مجھ سے دوستی چاہتا ہے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا وہ مسکرا رہا تھا۔ میں بھی مسکرا دیا۔ پھر اس نے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

جا بجا مقامی لوگوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ زخمی پڑے ہوئے تھے اور گوبیے لا انہیں چن چن کر ہلاک کر رہے تھے۔ مجھے اب اس منظر سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ شکست خوردہ لوگ میرے نہیں تھے میں تو ان کے درمیان ایک اجنبی کی سی زندگی گزار رہا تھا۔ مکمل فتح حاصل کرنے کے بعد گوبیے لا ایک جگہ اکٹھے ہو گئے۔ ان کے بھی بے شمار ساتھی مارے گئے تھے۔

اور پھر میرے ساتھی نے جسے وہ لوگ "آکے" کہہ کر پکار رہے تھے اپنی زبان میں چیخ کر کچھ کہا اور تمام گروہ لاشیں اٹھانے پر پل پڑا۔ وہ لاش کو کندھوں پر رکھ کر کہیں دور لے جا رہے تھے۔ میرا قوی ہیکل ساتھی ایک اونچی جگہ کھڑا یہ کام دیکھ رہا تھا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ میں اس کی زبان نہیں جانتا۔ اس لئے وہ کبھی کبھی اشاروں میں مجھ سے گفتگو کر رہا تھا اور میں اگر اس کے اشارے سمجھ لیتا تو اسی طرح اسے جواب دیتا۔ مگر اس نے میرے ناک چہرے اور آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اشارہ کیا کہ میرے خدوخال اس قبیلے والوں سے مختلف ہیں۔ کیا میں ان ہی میں سے نہیں ہوں۔؟ پھر جب میں دو تین دفعہ کے بعد اس کی بات سمجھ گیا تو میں نے گردن ہلا دی۔ میں نے کہا۔ کہ میں دور سے آیا ہوں۔ بہت دور سے جہاں زمین ملتی ہے۔۔ اس نے سمجھ جانے والے انداز میں گردن ہلائی تھی۔

پورا علاقہ لاشوں سے صاف کر کے وہ چل پڑے۔ ان کا پورا لشکر میدانوں کی طرف واپس جا رہا تھا۔ میں بھی آکے کے ساتھ تھا۔ وہ مجھ سے بڑی مہربانی سے پیش آ رہا تھا۔ میں نے بھی اس کی دوستی قبول کر لی دونوں ہی میرے لئے اجنبی تھے۔ بہرحال یہ فاتح تھے اور مجھے تو کسی کے ساتھ زندگی گزارنی تھی۔ طویل سفر کے بعد ہم ان میدانوں میں پہنچ گئے جہاں گوبیے لا آباد تھے۔ میں ان کی طرز رہائش دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ان لوگوں نے میدانوں میں مکان بنا رکھے تھے۔ چٹانی پتھروں کو چن چن کر انھوں نے دیواریں کھڑی کی تھیں اور ان پر لکڑی اور گھاس کی چھت ڈالی تھی۔ گویا ذہنی طور پر وہ بے حد آگے تھے اور انھوں نے مکانوں کی ابتدا کر لی تھی۔

میں نے ان مکانوں کو حیرت سے دیکھا۔ ویسے مجھے یہ مکان بہت پسند آئے تھے۔ خاص طور سے ان پر لکڑی اور گھاس کا استعمال۔ یہ لکڑی انہوں نے نہ جانے کہاں سے حاصل کی تھی۔ شاید درختوں کے اس علاقے سے چوری چھپے۔ لیکن اب یہ پورا علاقہ انہی کا تھا۔! اور اب ان کے لئے ترقی کے راستے کھل گئے تھے۔!

مکانوں کی اس بستی سے دور۔ عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کے
ایک زبردست ہجوم نے اپنے فاتح جوانوں کا استقبال کیا۔ وہ سب رنگین پر
ہلا رہے تھے۔ خوشی سے چیخ رہے تھے، ان کی عورتیں بھی انہی کی طرح دراز قامت
اور حسین خدوخال کی مالک تھیں، انھوں نے بھی اپنے جسم مختصر سی چھال سے ڈھکے
ہوئے تھے اور رنگ برنگے پروں میں چھپی ہوئی تانبے کی رنگت والی اور سنہرے
بالوں والی یہ لڑکیاں مجھے بہت پسند آئیں۔ ان کے لمبے جسم بے حد سڈول تھے
ان کی کمر چیتے کی کمر کی طرح پتلی اور نچلا حصہ سبک تھا۔!

استقبال کرنے والوں میں سب سے آگے ایک طویل القامت
بوڑھا کھڑا تھا، جس کے سینے پر لمبی ڈاڑھی لہرا رہی تھی، سر پر پروں کی
ٹوپی تھی اور جسم پر پتھروں سے تراشے ہوئے ٹکڑوں کے بے شمار ہار پڑے
ہوئے تھے جن سے اس کا پورا جسم چھپا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی
اور روشن تھیں اور چہرہ بے حد پُرجلال۔! دوسرے تمام لوگ اس کے پیچھے
کھڑے تھے۔ اب تک میں اس نوجوان کو سردار سمجھ رہا تھا، لیکن میں نے اسے
بھی بوڑھے کے سامنے اس کے قدموں میں جھکتے دیکھا۔ گویا یہ بوڑھا گوبے لا
کے لئے کوئی خاص حیثیت رکھتا تھا۔ فاتح گوبے لا پوری رات خوشیاں
مناتے رہے۔ میرا دوست مجھے اپنے ساتھ اپنے مکان میں لایا۔ چنے ہوئے
پتھروں کا یہ مکان اندر سے بہت خوبصورت تھا، نرم گھاس بچھا کر سونے کا بندوبست
کیا گیا تھا۔ جانوروں کے خشک سروں سے اسے سجایا گیا تھا اور جگہ جگہ بکھرے
ہوئے رنگین پر اڑے ہوئے تھے، ہڈیوں کے نازک ہتھیار سجے ہوئے تھے۔ وہ
میری زبان نہ سمجھنے کی وجہ سے بے چین تھا۔ لیکن مجبوری۔ ہم اشاروں میں
بات چیت کر رہے تھے۔!

پھر خاصی رات گئے وہ میرے لئے بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے
لایا اور ایک پتھر کے پیالے میں پانی۔ اس نے بھی میرے ساتھ کھانا کھایا اور پھر
[illegible] دکھانے لے گیا۔ جو بے معنی اچھل کود پر مبنی تھا۔ چربی کی مشعلیں روشن
تھیں اور ان کی دھندلی روشنی میں لڑکیاں اور نوجوان اچھل رہے تھے۔ وہ فتح
کے نشے سے سرشار تھے۔ مفتوحہ علاقے کو فی الحال یونہی چھوڑ دیا گیا تھا۔!

مجھے وہاں کا ماحول بہت پسند آیا۔ دوسری صبح میں نے پوری بستی
کا [illegible] کی۔ یہ لوگ بڑی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ ایک مخصوص نظام کے تحت
کام کر رہے تھے۔ کوئی ذہین دماغ ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ دوپہر گزر گئی اور
شام کو میرا دوست واپس آیا۔ اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ جسے میں سمجھ نہ سکا
[illegible] اس نے میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھایا تو میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے کہیں لے
جانا چاہتا ہے، چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک
[illegible] سے ہٹ کر بنے ہوئے مکان کے نزدیک پہنچ گئے۔ یہ مکان بستی کے
تمام مکانوں سے بڑا اور اندر سے خوب سجا ہوا تھا۔ یہاں گھاس کے ڈھیر پر
مجھے وہی بوڑھا بیٹھا نظر آیا۔

نوجوان اس کے سامنے جھکا۔ اور میں اس کی دیکھا دیکھی بوڑھے
کے سامنے جھک گیا۔ اس بات سے بوڑھا بہت خوش ہوا اور اس کے پُراسرار ہونٹوں
پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے ایک ہاتھ اٹھایا اور مجھے بیٹھ جانے کا اشارہ
کیا۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گیا اور بوڑھا نوجوان سے کچھ گفتگو کرتا رہا۔!

نوجوان میرے سامنے جھکا اور پھر مکان کے دروازے سے باہر نکل
گیا۔ بوڑھا غور سے مجھے دیکھ رہا تھا اور مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس
کی نگاہیں میرا ذہن ٹٹول رہی ہوں۔ پھر اس نے گردن ہلائی اور اٹھ کر پتھروں
سے چنی ہوئی دیوار کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے دیوار کی ایک درز سے خشک
پتیاں نکالیں۔ سوکھی ہوئی پتیاں تکونی تھیں۔ ان کا آدھا حصہ سبز تھا اور
باقی سوکھ کر پیلا ہو گیا تھا۔ بوڑھے نے وہ پتیاں دونوں ہتھیلیوں میں مسلیں اور
میری طرف بڑھا دیں۔ میں کچھ نہ سمجھ سکا تو اس نے اپنا منہ کھولا۔ اور تھوڑی
سی مسلی ہوئی پتیاں پھانک لیں، باقی میری طرف بڑھا دیں۔ اب میں اس کا
مطلب سمجھ گیا اور میں نے بھی وہی عمل کیا جو اس نے کیا تھا، میں نے وہ بدذائقہ
پتیاں پھانکیں اور انہیں چبانے لگا! نہ [illegible] نے وہ ایسا کیوں کرنا چاہتا تھا۔!

لیکن ان بدذائقہ پتیوں کا ردِ عمل حیرت انگیز تھا مجھے اپنے
جسم میں سنسناہٹ سی محسوس ہوئی اور پھر جیسے میرے ذہن کے بہت سے دروازے
کھل گئے۔ ان دروازوں سے ہوا کی سائیں سائیں سنائی دے رہی تھی اور اسی
میں بوڑھے کی آواز ابھری۔

"مجھے یقین ہے کہ اب تم میری بات سمجھ رہے ہوگے۔!"

میں اچھل پڑا۔ نہ جانے اچانک میں بوڑھے کی زبان سے کیسے
واقف ہو گیا تھا، شاید تمہیں یقین آجائے پروفیسر۔ کہ وہ پتیاں جو میں نے
تمہیں اور ان لڑکیوں کو پلایا ہے، انہی پتیوں کی ایک جدید شکل ہے اور
اس کے نتیجے میں تم میرا مافی الضمیر اپنی زبان میں بخوبی سمجھ رہے ہو۔ درحقیقت
اس سلسلے میں ارساس نے میری مدد کی تھی، اور میں اس کی دریافت سے آج تک
فائدہ اٹھا رہا ہوں۔!

بہرحال! میں نے اثبات میں گردن ہلا دی تو بوڑھا خوش ہو گیا
پھر اس نے اپنا تعارف کرایا۔ "میرا نام ارساس ہے۔ اور تمہارا۔۔"
"توسا۔!" میں نے جواب دیا۔ لاکا مجھے اس وقت یاد تھی سال [illegible]
تمہارے حساب سے پروفیسر۔ اسے مرے ہوئے تین سو سال گزر چکے تھے۔
"تین سو سال۔!" فرزانہ حیرت سے اچھل پڑی۔
"ہاں خوبصورت لڑکی۔ پورے تین سو سال جن کا اندازہ [illegible] لے

بعد میں کیا۔" اس نے فرزانہ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔
"پھر کیا ہوا۔؟" فرزانہ بول پڑی۔ وہ اس کہانی کے
طلسم کو برقرار رکھنا چاہتے تھے اور اس میں کوئی مداخلت سخت ناگوار گزرتی تھی
"مجھے اپنے بارے میں بتاؤ نوجوان۔ تم کون ہو۔؟ اکے نے بتایا تھا
کہ تم بہت بڑے لڑاکے ہو اور تمہارے ہاتھ میں موجود ہتھیار کی ضرب لاجواب ہے۔
کیا تمہارا تعلق درختوں میں رہنے والوں سے ہے۔؟" بوڑھے نے پوچھا
"نہیں۔!" میں نے جواب دیا۔
"آکے کا بھی یہی خیال ہے اور اسی خیال کے تحت اس نے تمہاری
زندگی کی حفاظت کی تھی۔ میں تمہارے چہرے پر کچھ خصوصیات دیکھ رہا ہوں، اور تمہارے
بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ
رہنا پسند کرو گے۔؟" میں نے اظہار آمادگی کر دیا تو وہ خوش ہو گیا اور پھر اس نے
میرے بارے میں پوچھا۔ اور میں نے الجھے ہوئے انداز میں اسے اپنے بارے میں
بتایا جسے سن کر وہ ششدر رہ گیا۔! وہ مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا
پھر وہ گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"میرا علم تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتاتا۔ اور کوئی بات میرے
علم سے پوشیدہ نہیں۔ میں دیکھوں گا۔ میں پرکھوں گا کہ تم کیا ہو۔؟"
اور بوڑھے ارساس نے مجھے اپنی زندگی کا مقصد بنا دیا۔ وہ ہر لمحہ مجھے اپنے
ساتھ رکھتا۔ میں آج تک حیران ہوں پروفیسر خاور۔ اس وقت جبکہ تہذیب
نوزائیدہ تھی اس بوڑھے نے وہ علوم کہاں سے حاصل کر لیئے تھے جو صدیوں کے بعد
عام ہوئے، وہ جادوگر تھا' وہ سائنسداں تھا۔ یقیناً اس کی معلومات نے دنیا
کو بہت کچھ دیا۔ اس نے مجھے بھی بہت کچھ سکھایا جو شاید میں صدیوں کے بعد سیکھتا
بوڑھے نے مجھے [illegible] ہر کا فن سکھایا' اور یہ فن مجھے بہت دلکش معلوم ہوا میں
نے اس میں [illegible] اصل کرلی' اب میں ہر خیال کو لکیروں میں ڈھالنے کا ماہر ہو گیا
تھا۔ اس [illegible] دی وسعت دی۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس کا بہترین جانشین
ثابت ہوں گا [illegible] ں میں انسانیت کا درد تھا۔ وہ اس جاندار کو ترقی دینا
چاہتا تھا اس طرح دنیا کے ابتدائی دور میں ہی انسان کے ذہن میں ترقی کا
خیال پیدا ہو گیا تھا۔!

اور میں اس کے ہر کام میں اس کا معاون تھا۔ نہ جانے کتنا عرصہ
مجھے وہاں رہتے گزر گیا۔ آکے بوڑھے کا بیٹا تھا۔ میدانوں کی تقریباً آدھی
آبادی جنگلوں میں منتقل ہو گئی' باقی لوگوں نے بستی میں رہنا پسند کیا تھا۔ وہ
ضروریات کی چیزیں جنگلات سے حاصل کرتے اور بستی نکھرتی جا رہی تھی۔ بوڑھے
کو یہ میدان ہی پسند تھے۔ اور ایک دن اس نے مجھے بتایا کہ ان میدانوں میں
بہت کچھ پوشیدہ ہے۔ اس نے مجھے پوری طرح پرکھا اور ایک ثابت قدم

دلیر اور ذہین انسان پاکر بالآخر اس نے مجھے اپنی حقیقت سے آگاہ ک
اس نے مجھے اپنے راز بتائے۔!
ایک شام جب میں اپنے نئے مکان میں بیٹھا تھا کہ مکان
دروازے سے کوئی اندر داخل ہوا۔ میں چونک پڑا۔ اور میں نے حیرت
اسے دیکھا۔ ایک طویل عرصہ میں بستی میں گزار چکا تھا۔ بستی کے تقریباً
باشندوں سے واقف تھا۔ تمام عورتیں اور مرد میری نگاہ میں تھے' لیکن
پہلی بار میرے سامنے آئی تھی۔ دراز قامت' سنہرے بالوں والی اس خو
حسینہ کو دیکھ کر میرا دل دھڑک اٹھا۔!
مجھے دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹکی' ٹکٹکی باندھ کر
رہی۔ پھر آگے بڑھی اور اٹکتے ہوئے الفاظ میں بولی"کیا تم توسا ہو۔
"ہاں۔!" میں نے کہا۔"اور تم۔؟"
"میں ساحی ہوں۔ ارساس کی بیٹی۔ آکے کی بہن۔" ا
کہا اور میں نے غور کیا۔ اس کے خد و خال آکے سے ملتے جلتے تھے' لیکن
نسوانیت تھی' اس کا جسم سنگ مرمر سے تراشا ہوا معلوم ہوتا تھا' چکن
سڈول۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا۔!
"مگر تم پہلے یہاں نہ تھیں۔؟" میں نے کہا۔
"تھی۔ لیکن یہاں سے دور۔ میں نے ارساس سے تمہارے با
میں سنا تھا۔ لیکن' میں غاروں میں رہتی ہوں اور ایک طویل عرصے کے بعد
سے آئی ہوں۔!" میں نے خوشی سے گردن ہلائی۔ "نہیں میرے ساتھ چلنا
ارساس تمہیں بلاتا ہے۔" اس نے کہا اور میں کھڑا ہو گیا۔ مجھے اس کی آ
حیرت بھی تھی اور خوشی بھی۔ ایک طویل عرصے سے میں عورت سے جدا تھا۔
دل چاہا کہ اسے بازوؤں میں دبوچ لوں' پیار کروں۔ اور وہی پرانا کھیل کھیلا
جو میں نے لاکا۔ اپنی ساتھی سے کھیلا تھا۔ لیکن یہ لڑکی ان دونوں سے مخ
تھی' بدل میں بھی گیا تھا۔ پہلے میں اپنی کسی ضرورت کے بارے میں سوچتا نہ
تھا' پوری کر لیتا تھا' لیکن اب کیفیت بدل گئی تھی۔ سوچ کا انداز بدل گ
اب ایک جھجک تھی۔ اس وقت تک جب تک مقابل خود سپردگی کا اظہار نہ کرے
اور میں نے ایسا کوئی اظہار نہ پایا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہو
پسندیدگی کے جذبات تھے' لیکن ان میں خود سپردگی نہیں تھی' چنانچہ میں وہ
کر سکا جو چاہتا تھا۔ انسان کے دل میں تہذیب نے جنم لے لیا تھا۔ اقدار متع
ہو گئے تھے۔ میں اٹھا اور اس کے ساتھ باہر نکل گیا۔ میں اس کے پیچھے چل
اس کی چال بہت دلکش تھی۔ سبک اور تیز رو۔ اس کے قدم زمین
چھو رہے تھے۔ قدم جمنے سے پہلے ہی وہ آگے بڑھ جاتی۔ انوکھی تھی بل
اس کی تیز رفتاری کا ساتھ دینے کے لئے مجھے اس کے سا

بھاگنا پڑ رہا تھا۔ راستے میں اس نے کوئی بات نہ کی۔ میں بھی صرف اس کے بارے
میں سوچ رہا تھا۔ یہ پہاڑوں میں کیوں رہتی ہے۔ اتنے طویل عرصے سے وہاں
کیا کر رہی تھی۔؟ ہم لوگ اس سمت کا راستہ طے کر رہے تھے جس طرف میں کبھی
نہیں گیا تھا حالانکہ مجھے یہاں رہتے ہوئے بھی کافی دن گزر چکے تھے، لیکن
یہ سمت میرے لئے اجنبی تھی اور آج میں اسی اجنبی سمت جا رہا تھا، جہاں
بڑی بڑی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور پھر ہم چٹانوں میں پہنچ گئے۔ ایک
بہت بڑی چٹان کے پیچھے پہنچ کر وہ رکی۔ سامنے ہی ایک غار کا دروازہ
نظر آ رہا تھا۔ اس نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"آجاؤ۔" اس نے کہا اور خود غار میں داخل ہو گئی۔ میں بھی
اس کے پیچھے غار میں داخل ہو گیا۔ ایک لمبی سرنگ تھی جس کے دونوں طرف
دیواروں کے سوراخوں میں چربی جل رہی تھی، چربی کی تیز لو پھیلی ہوئی تھی
اور روشنی ہو رہی تھی۔ اس روشنی میں ہم آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ سرنگ
کا دوسرا دہانہ آ گیا۔ اور میں سامی کے ساتھ اس دہانے سے اندر داخل ہو گیا
یہاں ایک بہت بڑا غار تھا۔ دیواروں میں کافی بلندی پر چربی جل رہی تھی
جس سے پورے غار میں روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس میلی روشنی میں، مجھے غار
میں بے شمار چیزیں بکھری نظر آئیں۔ جانوروں کی ہڈیوں کے ٹیڑھے میڑھے برتن
..مک، جانوروں کے سر، پرندوں کے پر۔ ان کے سوکھے ہوئے جسم، گھاس
کے ڈھیر، غرض تمام چیزیں انوکھی تھیں، لیکن ان انوکھی چیزوں نے غار کی
فضا کو بے حد پراسرار بنا دیا تھا۔!

اسی غار کے ایک کونے میں بوڑھا راساس نظر آیا، وہ گھاس کے
ایک ڈھیر پر دراز تھا۔ سامی اس کے سامنے جھکی اور میں نے بھی اس کی تقلید
کی۔ میں حیرانی سے غار کو دیکھ رہا تھا۔!

"یہ میری خفیہ تجربہ گاہ ہے۔!" بوڑھے نے کہا اور میں چونک
پڑا۔ "یہاں رہ کر میں اپنے قبیلے کی بہتری کے لئے سوچتا ہوں۔ یہاں میں
قبیلے کو مضبوط بنانے کی کوششوں میں مصروف ہوں اور میری بیٹی سامی
میری معاون ہے۔ ہاں۔ سامی کو تم نہیں جانتے تو سنو۔ میں اسے پورے
قبیلے کی سب سے ذہین لڑکی سمجھتا ہوں۔ میرے کاموں میں میری سب سے بڑی
معاون ہے۔ لیکن یہ تنہا کچھ نہیں کر سکتی۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں اس میں، میں
اس کو پوری پوری مدد نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میرے اوپر قبیلے کی دوسری
ذمہ داریاں بھی ہیں۔ لیکن۔ اب میں سامی کے کندھوں کا کچھ وزن تمہارے
کندھوں پر رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ تم اس کے لئے موزوں ہو۔!"

میں خاموشی سے بوڑھے کی بات سن رہا تھا۔! "سنو میرے بچے!
میرا علم بتاتا ہے کہ دنیا اتنی مختصر نہیں ہے جتنا ہم سمجھ رہے ہیں۔ دنیا بہت
وسیع ہے تم اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاؤ تو تمہاری عمر ختم ہو جائیگی
اور اس پوری دنیا میں قبیلے آباد ہیں۔ سب جگہ لوگ رہتے ہیں اور آسائشوں
کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ سنو۔ میرا علم بتاتا ہے کہ انسان پیدا ہوتے رہیں گے
ختم ہوتے رہیں گے، یہ سلسلہ بہت طویل ہے۔ اتنا طویل جس کا ہم تصور نہیں کر سکتے
اور سنو جس قبیلے پر جمود طاری ہوا، جس نے کچھ نہ کرنا چاہا۔ وہ اسی طرح تباہ ہو جائے
گا جس طرح درختوں والے۔ چنانچہ اپنے اپنے قبیلوں کو زندہ رکھنے کے لئے محنت
کرنا ہو گی۔ اپنے علم سے کام لے کر ان کی بقا کے لئے کام کرنا ہو گا، ان کے لئے
وہ سب کچھ مہیا کرنا ہو گا جس کی انہیں ضرورت ہو گی۔ میں ان کا سردار ہوں۔
میں ان کا باپ ہوں۔ مگر میں تنہا ان کے لئے سب کچھ نہیں کر سکتا۔ سامی تنہا سب
کچھ نہیں کر سکتی۔ مجھے ایسے انسانوں کی ضرورت ہے جو میرا کام مکمل کر سکیں،
اور ان میں سامی کے بعد دوسرے انسان تم ہو۔ میں تمہیں اپنا علم سکھانا چاہتا ہوں
تم سامی کے ساتھ مل کر کام کرو گے اور پھر جب میں ختم ہو جاؤں، تو تم میری
طرح کا کام کرتے رہو گے۔ تم دوسرا اپنے جیسے لوگوں کا انتخاب کرو گے اور
یہ تمہارا فرض ہو گا۔ مجھے بتاؤ۔ کیا تم یہ کرو گے۔؟"

بوڑھے کی باتیں میرے لئے عجیب تھیں۔ مجھے وہ پاگل معلوم ہو رہا
تھا۔ نہ جانے وہ کیسی باتیں کر رہا تھا۔ لیکن۔ میں تیار ہو گیا۔ کیونکہ اس نے کہا تھا
کہ مجھے سامی کے ساتھ مل کر کام کرنا ہو گا۔ اور سامی مجھے پسند تھی۔ چنانچہ میں نے
بوڑھے سے اقرار کر لیا۔ میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ میں اس کے کہنے کے مطابق
کام کروں گا! اور بوڑھے نے اس پراسرار غار میں ایک علاقہ میری رہائش کے لئے
ٹھیک کر دیا۔ میری رہائش گاہ سامی کی رہائش گاہ سے زیادہ دور نہیں تھی
بوڑھے نے دو تین روز تک مجھے تحریر کے بارے میں بتایا۔ میرے کئی امتحان لئے
اور پھر ایک شام وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔

"تم۔" اس نے راستے میں ... بہت حیرت انگیز
ہو۔ تم نے اپنے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اگر وہ ... تو میری سمجھ میں نہیں
آتا، میں تمہیں کیا سمجھوں۔ اس طرح تو تمہاری عمر مجھ سے ... زیادہ ہے، لیکن
تم ہمیشہ یونہی رہو گے۔ سنو۔ کیا تمہیں اپنا بچپن یاد ہے۔"

"بچپن۔!" میں نے حیرت سے کہا۔ "یہ کیا ہوتا ہے؟"

"میرا مطلب ہے، تم کبھی چھوٹے تھے۔ ایسے جیسے قبیلے کی عورتوں
کی چھاتیوں سے چمٹے ہوئے بچے ہوتے ہیں۔"

"نہیں۔ میں نے جب پہلی بار خود کو دیکھا، تو میں ایسا ہی تھا
جیسا اب ہوں۔!"

"کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ میں کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ تمہارے معاملے
میں میرا علم ساتھ نہیں دیتا۔ نہ جانے تم کیا ہو۔ مجھے اس سے غرض نہیں ہے

میں صرف یہ جانتا ہوں تم میرا ساتھ دے سکو گے۔ سنو۔ دوسرے قبیلے بھی اسی طرح ہم سے واقف ہوں گے جس طرح ہم انہیں جانتے ہیں' ان قبیلوں میں بھی میرے جیسے انسان ضرور ہوں گے' جو اپنے قبیلے کو مضبوط بنانے کی کوشش کر رہے ہوں گے تاکہ ان کے درختوں' سبزوں اور ان کی زمینوں پر قبضہ کر سکیں۔ لیکن ۔ میرا خیال ہے ابھی وہ اس چیز سے واقف نہ ہوئے ہونگے جس سے میں واقف ہو گیا ہوں۔"

"وہ کیا چیز ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"وہی میں آج تمہیں دکھانے لے جا رہا ہوں۔" اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ اب میں اس چیز کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ آخر وہ کیا چیز ہے۔ بوڑھے نے دور کی پہاڑیوں کا طویل سفر کیا۔ اور پھر وہ ایک اور پہاڑی غار کے نزدیک پہنچ گیا۔ لیکن یہ جہنم کے غار تھے۔ ان غاروں میں آگ روشن تھی۔ خوفناک آگ ۔ اور یہ غار زمین کی گہرائیوں میں نہ جانے کہاں تک چلے گئے تھے۔ ان غاروں سے شعلے ابل رہے تھے۔ مجھے خوف محسوس ہونے لگا۔ لیکن مجھ سے زیادہ بوڑھے کی حالت خراب تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔!

"یہ خوف کے غار ہیں۔ لیکن یہ ہمیں نقصان نہیں پہنچاتے۔ اکثر ان غاروں سے چنگاریاں اڑتی ہیں اور پھر یہ چنگاریاں زمین پر گر کر سرد ہو جاتی ہیں۔ ایک بار میں نے ان چنگاریوں کو رات بھر دیکھا اور جب یہ ٹھنڈی ہو گئیں تو میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ اب یہ گرم نہ تھیں۔ لیکن چٹانوں پر ایک عجیب چیز موجود تھی۔ یہ چیز ان سرد چنگاریوں سے ہی بنی تھی۔ میں نے سخت پتھروں کی مدد سے ان چنگاریوں کو کھرچ دیا۔ اور یہ چنگاریاں بہت سخت تھیں۔ تب میرے بچے۔ میں انہیں اٹھا لایا۔ میرے ذہن میں ایک نیا خیال آیا۔ میں نے ان چنگاریوں سے بن جانے والی پتھریلی چیز کو پتھروں پر گھسا اور اس سے ایک خوفناک چیز بن گئی۔ یہ چیز بہت خطرناک ہے' تم [illegible] سے ان درختوں کو کاٹ سکتے ہو۔ تم ان سے دوسرے انسانوں کو بہ آسانی ہلاک کر سکتے ہو۔ ان غاروں کے دہانوں سے بہنے والی چنگاریوں کا ایک بڑا ذخیرہ یہاں موجود ہے۔ میں ابھی دوسرے لوگوں کو اس کے بارے میں نہیں بتانا چاہتا۔ آؤ۔ میں تمہیں سرد چنگاریاں دکھاؤں۔" اور بوڑھا مجھے غاروں کے دوسری طرف لے گیا۔

یہاں ایک سیاہ سی شے پتھروں کے درمیان جمی ہوئی تھی' لیکن وہ شے پتھروں سے الگ تھی' بوڑھے نے نوکیلے پتھروں کی مدد سے اسے کھرچا اور اس کی پپڑیاں اکھڑ آئیں' بلاشبہ وہ پتھر سے زیادہ سخت تھی' پتھر سے زیادہ وزنی تھی اور پتھر کی طرح ٹوٹنے والی نہیں تھی۔ جانتے ہو پروفیسر وہ کیا تھا۔؟ وہ فولاد تھا۔ آتش فشانوں نے فولاد پگھلا کر اگل دیا تھا اور بالآخر وہ انسان تک پہنچ گیا۔ ہم فولاد کے بہت سے ٹکڑے غاروں میں اٹھا لائے اور میں سامی کے ساتھ مل کر پتھروں پر گھس گھس کر ہتھیار بنانے لگا۔ یہ بوڑھے کا پراسرار راز تھا جسے وہ ابھی طاقت آزما نہیں کرنا چاہتا تھا' بلاشبہ اس دور کے لئے یہ پراسرار راز تھا۔ اس راز سے واقف ہو کر قبیلے مضبوط بن سکتے تھے۔ اور جس قبیلے کو یہ راز معلوم ہوتا وہ اس دور کا سب سے طاقتور قبیلہ ہوتا۔ اور بوڑھا اپنے قبیلے کو سب سے زیادہ طاقتور بنانا چاہتا تھا۔!

اس نے ہمیں ہتھیاروں کی شکل ڈیزائن کر کے دی اور ہم اس کی مرضی کے مطابق کام کرنے لگے! بوڑھا میری محنت سے بہت خوش تھا۔ ہم اس کی مرضی کے مطابق ہتھیار تیار کر رہے تھے اور جب اسے یقین ہو گیا کہ ہم یہ کام بخوبی انجام دے سکتے ہیں تو اس نے ہمیں مکمل طور پر اختیارات دے دیئے۔ اس نے کہا کہ وہ قبیلے کے دوسرے امور دیکھنے واپس جا رہا ہے اور وہ پہاڑوں سے چلا گیا۔ اب سامی اور میں تنہا رہ گئے تھے۔ اس دوران سامی مجھ سے بے تکلف ہو گئی تھی۔ وہ مجھ سے متاثر ضرور تھی' لیکن تنہائی میں بھی کبھی اس نے میری طرف کسی خاص التفات کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس کی وجہ بعد میں میری سمجھ میں آئی۔ وہ اپنے باپ' بوڑھے ارساس سے خوفزدہ تھی' چنانچہ اس کے چلے جانے کے بعد' جب ہم آگ اگلنے والے پہاڑوں سے سیاہ شے جمع کر رہے تھے۔ وہ تھک کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ پتھر پر بیٹھ کر وہ میری طرف دیکھنے لگی اور اس کی آنکھوں میں ایک پیغام ابھر آیا۔!

"کیا بات ہے سامی۔ واپس نہ چلو گی۔؟" میں نے اس کے قریب جا کر پوچھا۔

"میں تھک گئی ہوں۔ سنو۔ پہاڑوں کے اس طرف ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ ہے' اگر ہم اس چشمے میں نہا لیں تو طویل تھکن دور ہو سکتی ہے۔ روشنی کا سفر ابھی دیر کا ہے' جس وقت آگ پہاڑوں میں غروب ہو گی ہم واپس پہنچ چکے ہوں گے۔"

"چلو۔!" میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور سامی میرے ساتھ چل پڑی۔ دراز قامت اور سبک جسم کی مالک یہ لڑکی مجھ سے تیز چل رہی تھی۔ وہ چھوٹی چھوٹی چٹانوں کو بہ آسانی پھلانگ سکتی تھی۔ میں بھی اس کے ساتھ چل رہا تھا اور جب وہ کسی اونچی چٹان سے نیچے کودتی تو اس کے جسم کی حرکت [illegible] میرے جسم میں ہیجان برپا کر دیتی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم چشمے کے قریب پہنچ گئے! خشک بنجر پہاڑیوں میں اس چشمے کا وجود بہت دلکش تھا۔ اکثر پرندے اس پر پانی پینے آجاتے تھے۔ سامی نے اپنے لمبے جسم کو جھکایا ـــــــ اور چشمے میں چھلانگ لگا دی۔! میں چشمے کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ شفاف پانی میں وہ مچھلی

کی طرح تیر رہی تھی۔ کبھی غوطہ لگاتی اور اس کی ٹانگیں پانی چیرنے کے لئے پھیل جاتیں اور پھر وہ اچانک پلٹتی اور اس کا رُخ میری طرف ہو جاتا کئی منٹ تک وہ اسی طرح پانی سے اٹھکیلیاں کرتی رہی۔ پھر ایک بار اس نے چشمے سے گردن نکالی۔

"توسا۔!" اس نے آواز دی۔

"ہوں۔!" میں نے کہا۔

"کیا تمہیں پانی سے خوف لگتا ہے۔؟"

"نہیں۔!" میں نے کہا۔

"تو پھر نہاتے کیوں نہیں۔ آؤ۔" اس نے کہا اور دوسرے لمحے میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

وہ میری طرف دیکھ کر ہنسی اور پھر اس نے پانی میں غوطہ لگایا۔ وہ میرے مقابلے میں کہاں تیر سکتی تھی۔ ہم چشمے کی تہہ میں پہنچ گئے۔ اس نے میری طرف دیکھا اور ہنستی ہوئی میرے قریب آگئی۔ اس کا مچھلی کی طرح چکنا جسم میرے قریب تھا۔ میں اس سے زیادہ انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں کسی گھڑیال کی طرح جھپٹا اور اس ننھی سی مچھلی کو بازوؤں میں دبوچ لیا' اس کا چکنا جسم میرے ہاتھوں سے پھسل رہا تھا۔ لیکن وہ خود مجھ میں جذب ہو جانا چاہتی تھی۔ اور وہ جنگلی بیل کی طرح مجھ سے لپٹ گئی۔ . .

پھر ہمیں مجبوراً تھوڑی دیر کے لئے ایک دوسرے کو چھوڑنا پڑا ہم کنارے کی طرف بڑھ گئے اور پھر کنارے پر وہ دوبارہ مجھ سے لپٹ گئی۔

اس نے میرے سینے میں منہ چھپالیا۔ اور جب شام بالکل سیاہ ہو گئی تو ہم دونوں اٹھے اور غاروں میں واپس آگئے۔ اس روز ہم سیاہ دھات نہیں لائے تھے' ساقی کی چال میں عجیب سی لڑکھڑاہٹ تھی۔ اس کی آنکھیں ایک انوکھے خمار میں ڈوبی ہوئی تھیں اور راستے بھر وہ میرے جسم سے لگی لگی چلتی رہی تھی' غار میں داخل ہو کر وہ ایک بار پھر میرے سینے سے لگ گئی۔

عجیب دیوانگی سی طاری تھی اُس پہ ـــــــــــ

میں نے اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھایا۔ اور غار کے اس حصّے میں پہنچ گیا جہاں کھانے پینے کا سامان موجود تھا۔

"میں بھوکا ہوں ساقی۔!" میں نے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔

پھر وہ سنبھل گئی۔ اُس نے کھانے پینے کا سامان اکٹھا کیا اور ہم کھانے میں مصروف ہو گئے۔ وہ مسکرا کر مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کی اس معصوم مسکراہٹ پر میں بھی مسکرا رہا تھا۔!

ساقی نوخیز تھی' جبکہ میں جہاندیدہ۔ میں نے دنیا دیکھی تھی' مجھے کئی لڑکیوں کا تجربہ تھا' جبکہ ساقی کی زندگی میں' میں پہلا مرد تھا' بوڑھے ارساس نے اسے پورے قبیلے سے دور رکھا تھا۔ وہ ساقی کو نہ جانے کیا بنانا چاہتا تھا اور ساقی اس کے معیار پر پوری اتری تھی' وہ بوڑھے ارساس کی بہترین نائب تھی۔ اس نے بوڑھے کی ذہانت کا بڑا حصہ حاصل کر لیا تھا! لیکن بہر حال وہ ایک عورت تھی' ایک معصوم کلی تھی۔ اور کلیاں کھلنے کے بعد ہی پھول بنتی ہیں۔ ہر کلی کے دل میں گلشن دیکھنے کی آرزو ہوتی ہے' چنانچہ ساقی کی آرزو پوری ہو گئی تھی اور یہ چمن اُسے اس قدر پسند آیا کہ وہ بار بار اسے دیکھنے کی آرزو کرنے لگی۔ اور میں نے اس کی تمام آرزوئیں پوری کر دیں۔ میری راتیں پھر سے دلکش ہو گئیں۔ رات بھر ہم ایک دوسرے کی آغوش میں رہتے' دن کو البتہ پابندی سے بوڑھے ارساس کی ہدایت کے مطابق کام کرتے تاکہ اسے شکایت نہ ہو۔ ارساس تو جیسے ہمیں بھول ہی گیا تھا۔ ہفتوں گزر گئے۔ ایسا لگتا تھا' جیسے دنیا میں ہمارے علاوہ کسی کا وجود نہ ہو۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے زندہ تھے۔

ایک رات ساقی میری آغوش میں تھی۔ اس کا حسین جسم میرے جسم سے چپکا ہوا تھا۔ وہ میرے سینے میں منہ چھپاتے کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے مجھے آواز دی۔

"توسا۔!"

"ہوں۔!" میں نے کہا۔

"کیا تم نے سمندروں کی سیر کی ہے۔؟"

"نہیں۔!" میں نے جواب دیا۔

"بابا ارساس۔ بہت بڑا جادوگر ہے۔ وہ سمندر میں سیر کر سکتا ہے۔"

"کیسے۔؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"یہ اس کا پوشیدہ راز ہے۔ لیکن میں تم سے کوئی راز نہیں چھپا سکتی تمہارے علاوہ اب میرے پاس کیا ہے۔ آج ہم سیاہ پتھر نہیں جمع کریں گے آج ہم سمندر کی سیر کریں گے۔!"

"لیکن کس طرح۔؟"

"بس تم دیکھ لینا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر دوسری صبح ہم نے کھانے پینے سے فارغ ہو کر سمندر کا رخ کیا۔ سمندر یہاں سے کافی دور تھا۔ لیکن ہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے اونچی اونچی چٹانوں کو

پھلانگتے ہوئے سمندر کی طرف دوڑ رہے تھے۔ سورج بلند ہوتا جا رہا تھا اور پھر دن خوب چمکنے لگا تھا جب ہم سمندر کے نزدیک پہنچے۔ سمندر میرے لئے کوئی نئی چیز نہیں تھا، لیکن انسانی ہیکیا اختیار کرنے کے بعد سے اب تک مجھے سمندر میں داخل ہونے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ میں نے ان دیو پیکر موجوں کو دور سے دیکھا تھا۔ سمندر کے کنارے ریت کے اونچے نیچے ٹیلے بکھرے ہوئے تھے سامی آہستہ آہستہ کنارے کی طرف بڑھنے لگی۔ میں ابھی تک اس کی بات پر حیران تھا۔ اس حالت میں ان لہروں پر سیر کیسے کی جا سکتی تھی۔ تب سامی نے کہا۔

میرے بابا ارساس۔ ایک پوشیدہ علم جانتے ہیں، جس سے دوسرے لوگ ناواقف ہیں۔ ان کا علم انہیں نت نئے راستے بتاتا ہے، بابا کا کہنا ہے کہ ہم سخت ہتھیاروں کو لے کر سمندر پر سفر کرتے ہوئے دوسری بستیوں کی تلاش میں جائیں گے۔ نئے جہاں دیکھیں گے اور بابا اسی سلسلے میں دن رات سوچتے رہتے ہیں۔ کالے پتھروں کے ہتھیار بھی انہوں نے اسی لئے بنائے ہیں کہ دوسرے لوگوں کے پاس ان ہتھیاروں کا جواب نہ ہوگا۔ دوسری چیز جو میرے بابا نے دریافت کی ہے۔ وہ لکڑی ہے۔ ہاں توسا، یہ درخت، جن پر ہمارے قبیلے نے قبضہ کیا ہے، بابا کے لئے بہت کارآمد ہیں، بابا اس قبیلے پر صرف اس لئے قبضہ نہیں کرنا چاہتے تھے کہ وہاں اچھا پینے کا پانی اور سبزیاں ملتی ہیں، بلکہ ان کی سب سے بڑی ضرورت وہ درخت ہیں جن کی لکڑیوں سے وہ ایک انوکھی چیز بنانا چاہتے ہیں اور اس انوکھی چیز کا ایک نمونہ یہاں موجود ہے اس کے بارے میں صرف مجھے معلوم ہے اور کوئی اسکے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور بابا۔ ایک بار مجھے اس کی سیر بھی کرا چکے ہیں۔ آہ توسا۔ سمندر کی لہروں پر اچھلنا بہت دلکش ہوتا ہے ——— کیا تم سمندر کی سیر کرو گے۔؟" اس نے پوچھا اور میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ریت کے ایک ٹیلے کے نزدیک پہنچ گئے۔

سامی نے احتیاطاً چاروں طرف دیکھا اور پھر وہ گھٹنوں کے بل ٹیلے کے نزدیک بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے سے ایسا ہی لگتا تھا، جیسے وہ کسی خزانے کا انکشاف کرنے جا رہی ہو۔ اس نے اپنی لمبی لمبی انگلیوں سے ریت کریدنا شروع کر دی، چند لمحے وہ ریت کریدتی رہی اور پھر اس کی مدد کے لئے میں بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا، ہم نے کافی ریت ہٹا دی تو کوئی گول گول سی سخت شے برآمد ہوئی اور ہم ریت ہٹاتے رہے۔ میں درختوں کی لکڑیوں کے اس چوکور ڈبے کو دیکھ رہا تھا، جو میرے لئے انوکھا تھا۔ درخت کی موٹی موٹی ٹہنیاں ہموار کاٹ کر انہیں مضبوطی سے جوڑ کر درخت کی لمبی چھال سے باندھ دیا گیا تھا۔ بلاشبہ دفیسر اس دور میں یہ کام سخت مشکل تھا۔ موٹی اور مضبوط چھال سے ان لکڑیوں کو اس طرح جکڑا گیا تھا کہ اس کی مثال ملنا مشکل تھی

اس کا پہلے فرش بنایا گیا تھا اور پھر اسی انداز میں اس کے چاروں طرف دیواریں کھڑی کی گئی تھیں، وہ بغیر ڈھکن کے کسی صندوق کی شکل رکھتی تھی۔ یہ کشتی کی ابتدائی شکل تھی۔ میں اسے دنیا کی پہلی کشتی نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس وقت پوری دنیا کے بارے میں کوئی معلومات نہیں تھی۔ نہ جانے کون سے خطے میں کون کون سے لوگ آباد ہوں گے۔ ان میں نہ جانے کتنے ذہین لوگ ہوں گے۔ بہرحال میں نے پہلی کشتی دیکھی، اور پھر ہم دونوں اس کشتی کو پکڑے ہوئے سمندر کے قریب پہنچ گئے۔ سامی بے دھڑک سمندر میں اتر گئی اور اس نے کشتی لہروں پر چھوڑ دی۔ پھر وہ اس کے کنارے پکڑ کر اچھل کر اس میں بیٹھ گئی۔ اور یہی عمل میں نے کیا۔ سامی نے کشتی کے ایک طرف رکھی ہوئی دو موٹی موٹی لکڑیاں اٹھائیں، ایک میرے ہاتھ میں دے دی اور دوسری خود پکڑ لی، پھر اس نے مجھے کشتی کھینا سکھایا۔!

اور کشتی سمندر کی لہروں پر ڈولتی آگے بڑھنے لگی۔ بلاشبہ مجھے اس چھوٹے سے سفر میں بے حد لطف آیا تھا۔ مضبوط کشتی لہروں پر ہچکولے لیتی آگے بڑھ رہی تھی اور سامی مسرت سے مسکرا رہی تھی، کافی دیر تک ہم سمندر کی سیر کرتے رہے۔ پھر سامی نے کشتی واپس موڑنے کا طریقہ بتایا اور کشتی کنارے کی طرف چل پڑی، جونہی وہ کنارے پر پہنچی میں کود کر نیچے اتر آیا۔ پھر میرا سہارا لے کر سامی بھی نیچے آگئی اور ہم دونوں کشتی کو گھسیٹتے ہوئے ٹیلے کے نزدیک آگئے کشتی کو اسی احتیاط سے ریت میں چھپا دیا گیا جس طرح وہ پہلے تھی۔ ریت برابر کرنے کے بعد ہم پھر اپنے کام پر چل پڑے۔ اور سیاہ پتھر کی دھات لے کر واپس غار میں آگئے۔

مڑے ہوئے تیز دھار والے ہتھیاروں کے ڈھیر لگتے رہے ہم نے پہاڑوں کی اگلی ہوئی تمام دھات ہتھیاروں میں بدل دی، لیکن بوڑھا ارساس واپس نہ آیا، شاید وہ ان غاروں میں ہمیں چھوڑ کر بھول گیا تھا، یا پھر وہ درختوں والی بستی کو از سر نو تعمیر کر رہا تھا۔ وہ کچھ بھی کر رہا ہو، ہمیں اس کی پرواہ نہیں تھی، اس غار میں رہ کر ہم پوری دنیا کو بھول گئے تھے، ہمارے کھانے پینے کے لئے یہاں اتنا کچھ موجود تھا کہ ہم سالہا سال گزار سکتے تھے۔ پھر سامی کے لئے میں تھا اور میرے لئے سامی ــــ لیکن ہاں اس کا پیٹ پھول گیا تھا اور وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتا ہی جا رہا تھا میں اس کے پھولے ہوئے پیٹ کو دباتا۔ اور وہ تکلیف سے چیخ اٹھتی۔

"ایسے نہ کرو توسا۔!" وہ ناز سے کہتی اور میں مسکرا دیتا۔ میں جانتا تھا کہ اس کا پیٹ کیوں پھول گیا تھا۔ گو میرے ساتھ رہنے والی دوسری لڑکیوں کے پیٹ کبھی نہ پھولے تھے، لیکن میں نے کئی قبیلوں میں افزائش نسل دیکھی تھی۔

پھر ایک شام اچانک بوڑھا ارساس واپس آگیا۔ ہم نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ ارساس بھی مسکرا رہا تھا، اس نے شام

کے عقبے میں سامی کے پیٹ پر غور نہیں کیا تھا، لیکن مشعل کی روشنی میں اس نے ہتھیاروں کو دیکھ کر خوشی سے قلقاریاں لگائی تھیں اور پھر اس نے ہم دونوں کی خوب تعریفیں کیں۔ وہ ہتھیاروں کے ڈھیر کو کافی دیر تک دیکھتا رہا۔

"بلاشبہ تم دونوں میری امیدوں پر پورے اترے، میں نے تم پر غلط اعتماد نہیں کیا تھا۔ بہت جلد میں تمہیں ایک اعلیٰ منصب دوں گا توسا۔! بہت جلد ہم بڑے قبیلوں میں شمار ہونے لگیں گے۔ اور پھر ہم زمین کا سفر کریں گے ہمارے لشکر دوسرے قبیلوں کی طرف بڑھیں گے اور ہم ان قبیلوں کو اپنا فرمانبردار بنائیں گے۔ ہم ان پر اپنی طاقت کا اظہار کریں گے۔"

انسان کے دل میں ہوسِ ملک گیری جنم لے چکی تھی۔ ارساس نے ہم لوگوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور پھر وہ اپنی مصروفیات کے بارے میں بتانے لگا! اس نے بتایا کہ درختوں والے بہت ذہین تھے، لیکن انہیں وہ علم نہیں آتے تھے جو بوڑھا ارساس جانتا ہے۔ بوڑھا ارساس زمینوں کے سینے سے سبزیاں کھینچ سکتا ہے اور بوڑھے ارساس نے جانوروں سے بھی ایک چیز حاصل کی ہے جسے اس وقت کوئی نام نہیں دیا گیا تھا لیکن اب ہم اسے دودھ کہتے ہیں، ان لے درختوں کے درمیان سے وحشی جانور پکڑے اور انہیں انسان کا مطیع کر دیا اب جانور اس سے مانوس ہیں اور وہ ان کے تھنوں سے وہ چیز حاصل کرتا ہے جو بچے اپنی ماؤں کی چھاتیوں سے حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ بڑے کام کی چیز ہے۔!

رات کے بہت بڑے حصے میں بوڑھا اپنے کارناموں کی تفصیل ناتا رہا۔ اور پھر وہ گھاس کے ڈھیر پر سو گیا۔ اس رات میں سامی سے ... رہا۔ سامی بھی گھاس کے ڈھیر پر پڑی بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ ... اس نے بھی بوڑھے کی موجودگی کو نظر انداز کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ او... رات کے کسی حصے میں ہم سو گئے۔!

صبح کو جب میری آنکھ کھلی تو میں نے بوڑھے کو دیکھا۔ جو بوکھلائے ... انداز میں سامی کا پیٹ ٹٹول رہا تھا، اس کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے۔ ... نے چاروں طرف سے سوتی ہوئی سامی کو دیکھا اور پھر اسے تھپڑ مار مار کر جگانے لگا! سامی جاگ گئی۔ میں خاموش لیٹا بوڑھے کو دیکھ رہا تھا۔ ... حیران سی نگاہوں سے بوڑھے کو دیکھ رہی تھی۔!

"یہ۔ یہ کیا ہے۔ اس میں کیا ہے۔؟" بوڑھے نے سامی کے ... انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ سامی نے اپنے پیٹ کی طرف دیکھا، اور پھر ... طرف دیکھنے لگی! میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"ہوں۔ تو میرا خیال ٹھیک تھا۔ اس کا ذمہ دار یہی ہے۔ مگر یہ ... اچھا نہیں کیا سامی۔ یہ تو نے بہت برا کیا۔ اور اس نے بھی بہت برا کیا ... افسوس۔ میں نے تم پر اعتماد کر کے برا کیا۔ تو آکے کی ملکیت تھی سامی! میں نے آکے سے تیرے لئے وعدہ کیا تھا۔ اب آکے میرا جانشین نہیں ہوگا۔ اس قبیلے کا نظام مفلوج ہو جائے گا! ہمارے سارے خواب ڈھیر ہو گئے۔ تیری وجہ سے۔ تیری وجہ سے۔ میرا سارا پروگرام درہم برہم ہو گیا۔ اب میں تیرے لئے کیا کروں سامی۔ میں کچھ نہ کر سکوں گا۔ میں کچھ نہ کر سکوں گا۔ ہمارا قبیلہ پستیوں میں جا گرا ہے، اب جو کچھ کرے گا آکے کرے گا، میں آکے کو اس سانحے کی اطلاع دوں گا، اور ممکن ہے اب میں کبھی واپس نہ آسکوں۔ آہ، تو نے مجھے فنا کر دیا۔!" بوڑھا ارساس غار کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اور میں اور سامی بت بنے خاموشی سے اسے جاتے دیکھتے رہے اور پھر جب کافی دیر گزر گئی تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔!

"کیا ہوا سامی۔! یہ سب کیا ہے۔ کیا تمہارے قبیلے میں مرد اور عورت تعلقات قائم نہیں کرتے۔؟" میں نے پوچھا۔

"کرتے ہیں توسا۔ مگر۔ میں آکے کی ملکیت ہوں۔ آکے میرا حقدار ہے۔ ہمارا بچپن ایک دوسرے سے منسوب ہے اور ہماری سرداری اسی لئے قائم ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لئے جوڑے پیدا کرتے رہیں۔ ارساس نے اپنی بہن سے شادی کی اور اس کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، یعنی میں اور آکے۔ اس سے قبل ارساس کے باپ اور اس سے قبل اس کے باپ کے ہاں بھی ایسا ہی ہوا تھا، لیکن اب آکے کے دور میں یہ روایت ختم ہو گئی۔ اب سرداری ہمیں نہیں ملے گی اور آکے اور ارساس عام لوگ ہوں گے، سردار وہ بہن بھائی ہوں گے ایک دوسرے سے شادی کر سکیں گے اور پھر یہ سرداری انہی کی نسل میں چلتی رہے گی بشرطیکہ وہ ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا کرتے رہیں۔"

بات کسی حد تک میری سمجھ میں آگئی۔ درحقیقت بوڑھے کی پوری زندگی ناکام ہو گئی تھی۔ لیکن مکمل غلطی میری نہیں تھی۔ وہ ہمیں ان غاروں میں تنہا چھوڑ گیا تھا۔ سامی نوجوان تھی، امنگوں بھری تھی اور میں بھی بہرحال انسان تھا۔

"اب کیا ہوگا سامی۔؟"

"کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ آؤ۔ ہمیں یہ لمحات ایک دوسرے سے الگ نہیں گزارنے چاہئیں۔ ارساس کے آجانے سے رات بڑی بے کل گزری ہے۔" سامی نے کہا۔ بلاشبہ وہ ایک نڈر لڑکی تھی۔ میں پریشان تھا، آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن سامی کی بے خوفی نے مجھے نڈر کر دیا سامی نے اپنے جذبات کا انتہائی مظاہرہ کیا کیونکہ یہ اس کی زندگی کے آخری لمحات تھے وہ نڈھال سی ہو کر گھاس کے ڈھیر پر لیٹ گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دوپہر کو وہ کھانے کے لئے بھی نہ اٹھی تو میں نے اسے آواز دی۔

"سامی۔!"

"ہوں۔!" اس نے کہا۔ وہ جاگ رہی تھی۔

"کیا بات ہے۔ کیا سوچ رہی ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"میں سوچ رہی ہوں' بابا ارساس کو دیر کیوں ہوگئی۔ وہ ابھی تک کیوں نہیں آیا۔!"

"کیا تم اس کا انتظار کر رہی ہو۔؟"

"ہاں۔!"

"کیوں۔؟"

"وہ آئے گا۔ اور اس کے ساتھ قہر و غضب کی بجلیاں ہوں گی۔ اس نے آج تک مجھے قبیلے والوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا۔ وہ بے حد محتاط انسان ہے۔ وہ اپنی نسل سے سرداری نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔ وہ ضرورت سے زیادہ ہی خوفزدہ تھا۔ تم دوسرے قبیلے کے انسان تھے۔ اس نے نہ جانے کیوں تمہارے اوپر اس قدر اعتبار کر لیا۔ لیکن وہی ہوا' جس کے لئے اُس نے پوری زندگی محنت کی تھی۔ وہ تباہ ہو گیا۔ اب ہم اس کے دشمن کی حیثیت رکھتے ہیں' ہم نے اس کی نسل سے سرداری چھین لی ہے۔ وہ ہم سے انتقام ضرور لے گا۔ مجھے تعجب ہے وہ ابھی تک کیوں واپس نہیں آیا۔!"

"یہ انتقام کیسا ہوگا۔؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ بہر حال وہ موت سے کم نہ ہوگا۔؟" سامی نے کہا۔

"سامی۔! کیوں نہ ہم ریت میں چھپی ہوئی ننّے کے ذریعے سمندر کے راستے فرار ہو جائیں۔ ہم سیاہ پتھروں کے ہتھیار لے کر کیوں نہ دوسری دنیاؤں کی تلاش میں چل پڑیں جن کا تذکرہ بوڑھا ارساس تم سے کرتا رہا ہے۔" میں نے تجویز پیش کی۔ تب سامی نے مجھے جواب دیا۔

"توسا۔! میں اس کی بیٹی ہوں' وہ میرا باپ ہے۔ تھوڑی سی غلطی اس کی تھی' کہ اس نے تم جیسے خوبصورت اور قوی ہیکل نوجوان کو میرے پاس تنہا چھوڑ دیا' میں جذبات میں بہہ گئی۔ میں نے وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو مجھے آکے سے ملتا' میں قبیلے سے دُور تھی لیکن میری فطرت قبیلے کی دوسری لڑکیوں سے مختلف نہیں تھی اور توسا! میں اپنے بابا کی وفادار بھی ہوں۔ میں نے ایک غلطی کی' جس سے میرے بابا کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ چنانچہ وہ مجھ سے انتقام لینے میں حق بجانب ہے۔ میں نے اُسے ایک بڑا دکھ دیا ہے' لیکن دوسرا بڑا دکھ میں اسے نہیں دینا چاہتی۔ اس نے پوری زندگی محنت کر کے جو چیز بنائی' اگر اس میں تم فائدہ اٹھاؤ تو پھر اس کے پاس کیا رہ جائے گا' کیا اپنی اس ناکامی پر اس کا دل تڑپ نہ اُٹھے گا۔ میں اُسے دوسرا دکھ نہیں دینا چاہتی۔ اور نہ میں تمہیں ایسا کرنے دوں گی' اگر تم نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو میں سیاہ پتھر کے ہتھیار سے تمہیں ہلاک کر دوں گی۔ میں نے تمہیں اپنے جسم کی ساری رعنائی دیدی ہے۔ اس کے عوض میں نے تم سے کچھ نہیں مانگا۔ تم میری راتوں کا خراج اس طرح ادا کرو۔ کہ میرے ساتھ خود کو بھی بابا کے انتقام کے حوالے کر دو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں خوشی سے مرنا پسند کروں گی۔ میں بابا سے دوسری بار غداری نہیں کر سکتی۔!"

میں اس کی باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ بے شک وہ درست کہہ رہی تھی۔ اس کی ذمہ داری مجھ پر بھی عائد ہوتی تھی۔ میں نے بوڑھے کے اعتماد کو تباہ کیا تھا۔ سزا کا حقدار میں بھی تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ اس کے ساتھ میں بھی سزا قبول کرنے کو تیار ہوں۔ اور وہ میرے اس فیصلے سے بہت خوش ہوئی! پھر سورج ڈھلا ہی تھا کہ پہاڑوں کے نزدیک غیض و غضب کی چیخیں بلند ہونے لگیں۔!

وہ آگئے تھے۔ اور غیض و غضب کا طوفان لائے تھے۔!

"آؤ دیکھیں۔ بابا ہمارے لئے کیا سوغات لایا ہے۔؟" سامی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرا ہاتھ پکڑے غار سے باہر نکل آئی۔

پوری بستی امڈ آئی تھی۔ ان کی سربراہی آکے اور ارساس کر رہے تھے۔ آکے کے منہ سے جھاگ اُبل رہے تھے۔ وہ سخت طیش میں معلوم ہوتا تھا۔ غاروں سے کچھ دور وہ رُک گئے۔ بستی کے لوگ ہماری طرف گھونسے ہلا رہے تھے' ہتھیار بلند کر کے ہم سے نفرت کا اظہار کر رہے تھے' اور آکے خاموش تھا۔ اس کے چہرے پر طوفان ساکن تھے۔ تب بوڑھا ارساس آگے بڑھا اور مضبوط قدموں سے ہمارے قریب پہنچ گیا۔ پھر اس نے سامی کا ہاتھ پکڑا اور اسے آگے بڑھا دیا۔

"لوگو۔ دیکھو۔ یہ میری لڑکی ہے۔ دیکھو۔ یہ آکے کی امانت ہے۔ جس کا اسے انتظار تھا۔ لیکن دیکھو۔ اس نے قبیلے سے غداری کی ہے۔ دیکھو۔ اس نے اجنبی سے خود کو داغدار کر لیا ہے۔ دیکھو۔ اس نے میری نسل کی سرداری ختم کر دی ہے۔ ہاں' تم میں سے وہ سردار ہوں گے جو صاف ہوں گے اور جن کی نسل برقرار رہے گی۔ یہی اصول ہے اور یہی انصاف! سامی کے پیٹ میں اجنبی کا بچہ ہے۔ دیکھو میں غلط نہیں کہتا۔!" اس نے سامی کے جسم سے پتے ہٹا کر اسے برہنہ کر دیا۔

قبیلے والے پھر ہتھیار ہلانے لگے۔ اور پھر بوڑھا پیچھے ہٹا۔ اور بولا۔ "اور دیکھو۔ یہ اجنبی ہے۔ جسے ہم نے پناہ دی۔ جسے ہم نے عزت دی اس نے ہمیں دکھ دیا ہے۔ یہ ہمارا دشمن ہے۔ اس لئے لوگو۔ سرداری چھوڑنے سے قبل۔ میرا آخری حکم سن لو۔ غداری کے الزام میں' ان دونوں کو آگ کی سزا دی جائے گی۔ آگ تیار کر لی گئی ہے۔ اور ہم وقت کے منتظر ہیں۔!"

مجمع پھر شور مچانے لگا! تب آکے آگے بڑھا۔ اس نے اپنا

ا بانیزہ بلند کیا۔ اور اس کے ساتھ بہت سے آدمی آگے بڑھ آئے، انھوں
نے مجھے اور سامی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔!

"تمہیں ہمارا فیصلہ منظور کرنا ہوگا۔ بولو۔ کیا تم جنگ کروگے
ہمارے فیصلے کے سامنے سر جھکا دوگے۔!"

"ہمیں فیصلہ منظور ہے۔!" سامی نے آہستہ سے کہا۔

"تب آگے بڑھو۔! بستی کا الاؤ، تمہارا منتظر ہے۔!" اُس
نے کہا اور نیزوں سے ہمیں اشارہ کیا۔ سامی نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم آگے
بڑھنے لگے۔ ہجوم نے ہمیں راستہ دیا۔ کچھ اور اس کے ساتھی ہمیں آگے
آگے لے کر چل رہے تھے۔ میرے جسم سے مختصر لباس نوچ دیا گیا تھا۔ سامی پہلے
ہی برہنہ ہوگئی تھی اور ہم آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ بستی کے نزدیک پہنچ
گئے۔ بستی میں موجود عورتوں اور بچوں نے نفرت سے ہاتھ ہلاتے ہوئے
ہمارا استقبال کیا۔ ہم ہر ایک کی نفرت کا شکار تھے۔ سامی بالکل خاموش
تھی، میری گردن بھی جھکی ہوئی تھی اور پھر بستی کے وسط میں ہمیں لکڑیوں
کے اس الاؤ کے پاس لے جایا گیا جو ہماری آخری منزل تھی۔ شاید بوڑھا
... اس تمام وقت میں یہ الاؤ تیار کراتا رہا تھا اس نے الاؤ کی یہ لکڑیاں
... کے علاقے سے منگوائی تھیں۔ لکڑیوں پر جلنے والی چربی چھڑکی گئی تھی
اور ہم دونوں کو الاؤ کے درمیان بٹھا دیا گیا۔ ہم بالکل خاموش تھے۔ میرے
دل میں موت کا کوئی خوف نہیں تھا، بس ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے زندگی کی
... ضرورت پوری ہو رہی ہو۔ لیکن مجھے سامی پر حیرت تھی۔ وہ بھی خوفزدہ
نہیں تھی اور پھر جب لکڑیاں سمیٹ کر ہمارے چاروں طرف اکٹھا کر دی گئیں اور
... ان میں چھپ گئے تو سامی مسکراتے ہوئے مجھ سے لپٹ گئی۔

"توسا۔!" اس نے پیار سے کہا۔ "تم مجھے آگ سے زیادہ
... ہو۔"

اس سے قبل کہ آگ ہمارے جسموں کو چھوئے۔ آؤ۔.....
... بار محبت سے لپٹ جائیں۔ آؤ۔" اور میں نے اُسے اپنی آغوش
... لے لیا۔ اسی وقت شعلے بھڑک اٹھے۔

شعلوں کی تپش محسوس ہونے لگی۔ اور سامی کے اعضاء میں
... آگئی۔ وہ آگ کے قریب آنے سے پیشتر میرے جسم میں سما جانا چاہتی
... لیکن شعلوں کی زبانیں بہت تیز تھیں۔ الاؤ کے شعلے آسمان تک جا رہے
... آگ نے سامی کو مہلت نہ دی اور اس کے جسم سے لپٹ گئی۔ تکلیف کی
... سے سامی نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں بھی بدحواس ہوگیا۔ سامی کے سنہرے
... نے آگ پکڑ لی تھی۔ میری آنکھیں بھی بند ہونے لگیں۔ لیکن ... دفعتاً
محسوس ہوا جیسے میرے جسم کو ایک لطیف توانائی مل رہی ہو۔ میری رگ و پے
میں خون کی گردش تیز ہوگئی ہو۔ آگ کی ہلکی حرارت میرے جسم کو بے حد خوشگوار
محسوس ہو رہی تھی۔ اور پروفیسر خاور ... یہ میرے جسم کی پوشیدہ قوت تھی۔ یہ
وہ حرارت تھی جو میرے ذرات کو فضاء میں ملی تھی۔ اس حرارت پر وقت کی تہہ
جم گئی تھی۔ میں خود کو انسان سمجھنے لگا تھا اور میرے ذرات کی پوشیدہ صلاحیتیں
سوگئی تھیں۔ لیکن اس جلن نے مجھے اپنی قوت کا احساس دلا دیا۔ سامی کا
پورا جسم جل رہا تھا۔ وہ کبھی کی مر چکی تھی اور اب اس کا جسم سیاہی مائل کوئلے
میں بدل چکا تھا۔ پگھل رہا تھا۔ چربی کی بو پھیل رہی تھی۔ خدوخال بدل گئے
تھے۔! لیکن میں نے اپنے جسم میں ایک عجیب سی سرخی محسوس کی، میرے ذرات نے
حرارت تازہ کر لی تھی۔ میری صلاحیتیں جلا پا رہی تھیں۔ میں ایک نیا انسان
بن رہا تھا۔ انسانی جسم اختیار کرنے کے بعد میں ایک عام انسان بن گیا تھا
اور اس کے بعد سے میں نے اپنی حقیقت پہچاننا چھوڑ دی تھی، میں خود کو
بھول گیا تھا۔ لیکن اب مجھے یاد آگیا۔ آگ کی حرارت، سمندروں کی
ٹھنڈک ——— میرے لئے جانی پہچانی چیز تھی۔ خوف میری توہین تھا۔
طاقت میری غلام تھی۔ میں شہنشاہ تھا۔ جس کی اطاعت لازمی تھی، اور آگ
کے شعلوں نے مجھے میری حیثیت یاد دلا دی تھی۔!

میں نے اپنے ہاتھ پاؤں اور پورے جسم کو دیکھا۔ میرا جسم
کندن بن گیا تھا۔ میں نکھر گیا تھا۔ میرے بال آتشی رنگ کے ہوگئے تھے،

چہرے پر خون کی سرخی اور بڑھ گئی۔ اور آگ آہستہ آہستہ سرد ہو رہی تھی۔ وہ اپنا کام ختم کر چکی تھی۔!

تب میں ایک شہنشاہ کے سے وقار کے ساتھ کھڑا ہوا۔ اور آگ کے سرد ہوتے الاؤ سے باہر نکل آیا۔ بستی والے خاموش کھڑے تھے۔ وہ ارساس کی سرداری کا سوگ منا رہے تھے۔ آکے سر جھکائے کھڑا تھا۔ پھر بستی والوں نے مجھے آگ سے نکلتے دیکھا اور عورتوں کی چیخیں ابھریں۔ سب چونک پڑے بوڑھے ارساس نے مجھے دیکھا اور آکے کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ آکے نے مجھے دیکھا اور اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔!

میں ان سب کو حقیر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔! تب آکے کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ آگے بڑھا اور مجھے غور سے دیکھنے لگا۔!

"آگ سے بچ جانے والے۔ تیری سزا بہر حال موت ہے، اگر آگ نے تجھے بخش دیا تو میرے نیزے کی دھار تیرا خاتمہ کر دے گی، تیری زندگی ہم سب کی موت ہے۔" اس نے نیزہ سیدھا کر لیا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

"واپس لوٹ جا حقیر کیڑے۔!" میں نے اس سے کہا "میری توہین نہ کر۔ ورنہ سزا پائے گا!" اور آکے نے دانت کچکچا کر اپنے خوفناک نیزے سے میرے جسم پر وار کیا۔ بلاشبہ یہ وار ایسا تھا کہ انسانی جسم ترازو ہو جاتے۔ نیزہ میرے سینے پر پڑا اور درمیان سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ تب میں نے اطمینان سے آکے کو اٹھایا اور اس کے ساتھیوں کی طرف اچھال دیا۔!

"بوگاسا۔ بوگاسا۔" بستی والوں میں سے ایک ضعیف العمر بوڑھا چیخا اور دوسرے لمحے لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ بھاگنے والوں میں آکے اور ارساس بھی تھے۔ ذرا سی دیر میں الاؤ کا میدان خالی ہو گیا۔ اب وہاں صرف میں تھا، بجھی ہوئی آگ تھی، یا اس آگ میں پڑی سامی کی جھلسی ہوئی لاش۔

میں ایک بار پھر الاؤ کی طرف بڑھا اور میں نے اس میں سے سامی کی لاش اٹھالی۔ سامی۔ وہ پُرجوش اور محبت کرنے والی لڑکی، جو مجھ سے جدا ہو گئی تھی۔ جو اپنی محبت، اپنی وفا کا شکار ہو گئی تھی، میں اسے الاؤ سے نکال لایا اور اس وقت کے دستور کے مطابق اسے ایک اونچے پتھر پر رکھ دیا۔ کئی منٹ تک میں خاموش اس کے نزدیک کھڑا رہا اور پھر وہاں سے پلٹا۔!

میرے دل میں ہلکی سی خلش تھی۔ ہم اسے رنج کا نام دے سکتے ہیں لیکن یہ خلش زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ میں نے اسے دل سے مٹا دیا اور واپس بستی کی طرف چل دیا۔ میں بستی والوں کے جذبات سے آگاہ ہونا چاہتا تھا۔ میں انہیں بتانا چاہتا تھا کہ میں ان سے افضل انسان ہوں، مجھے ان پر فوقیت حاصل ہے۔ لیکن جب میں بستی میں پہنچا تو میں نے ایک دلچسپ منظر دیکھا۔!

بستی خالی پڑی تھی۔ بستی والے افراتفری کے عالم میں اسے خالی کر گئے تھے۔ وہ اپنا جو سامان لے جا سکتے تھے، لے گئے تھے۔ باقی چھوڑ گئے تھے۔ وہ مجھ سے خوفزدہ ہو گئے۔ بوگاسا شاید ان کے لئے کوئی خوفناک نام تھا۔ میں اگر چاہتا تو درختوں کا رخ کر سکتا تھا، اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں ادھر کا رخ کرتا۔ تو وہ درختوں کے علاقے کو بھی چھوڑ بھاگتے۔ اگر نہ بھاگتے تو پھر میری خوفناک قوتوں سے مزید خوفزدہ ہو کر بستی چھوڑتے لیکن میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ میں اپنی قوتوں سے ایسا کوئی کام نہیں لینا چاہتا تھا کیونکہ مجھے انسانوں سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ انہوں نے اپنی بستی کی ایک لڑکی کو جلا کر فنا کر دیا تھا، میرا کیا بگاڑا تھا۔

چنانچہ میں نے بستی سے ان غاروں کا رخ کیا جہاں بوڑھے ارسا کے بنائے ہوئے ہتھیار موجود تھے۔ تم ان ہتھیاروں میں سے کچھ کو اب بھی دیوار پر آویزاں دیکھ سکتے ہو پروفیسر خاور۔ لوہے کے وہ ہتھیار۔ جو اس وقت بنائے گئے تھے، جب لوگ فولاد سے ناواقف تھے، جب وہ اسے آگ اگلنے والے غاروں سے نکل آنے والی ایک عجیب چیز سمجھتے تھے۔

ان غاروں میں غذائی اشیاء وافر مقدار میں موجود تھیں۔ یہ یہاں ایک طویل عرصہ گزار سکتا تھا۔ چنانچہ میں وہاں رہنے لگا! سامی اب میرے پاس موجود نہیں تھی۔ لیکن اس کی روح میرے گرد منڈلاتی رہتی تھی میں نے درجنوں بار سامی کی آہٹیں، اس کی ہنسی کی جھنکار وہاں سنی۔ اس کے قدموں کی چاپ محسوس کی۔ اور رات کی گھور تاریکیوں میں اس کے مرمریں ہاتھوں کو اپنے جسم پر محسوس کیا۔ میں اس تنہائی سے اکتا گیا، ان غاروں سے اکتا گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ تب میں نے درختوں کی چھال کے ٹکڑوں پر اپنی داستانِ حیات لکھی، میں نے تجربات، ابتدائی بلندیوں کے ذکر سے شروع کئے۔ ان میں میری بے نام ساتھی کا تذکرہ بھی تھا۔ ان میں لاکا بھی تھی اور ان تمام قبیلوں کا تذکرہ تھا، جن میں، میں نے زندگی گزاری۔ اور جب یہ طویل کہانی اس دور تک پہنچی جو میں سامی کے غاروں میں گزار رہا تھا، تو ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ یہ وہ کتاب تھی پروفیسر خاور۔ جو دنیا میں سب سے پہلے لکھی گئی۔ میں نے تمہیں وہ کتاب دکھائی ہے۔ وہ میری تحریر کردہ ہے۔

میری کتاب مکمل ہو گئی۔ اس کتاب کو تحریر کرتے ہوئے میرا وقت خوب گزرا۔ میں نے ایک نئی دلچسپی تلاش کر لی تھی۔ لیکن کتاب ختم ہو گئی، اور اب میرے لئے کوئی مشغلہ نہیں تھا۔! میں نے کہ میں درختوں میں جاؤں۔ ان لوگوں کے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر لیکن پھر میں نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔ وہ میرے دشمن تھے، مجھ سے خوفزدہ

ھے، ایسی صورت میں، میں ہمیشہ ان کی نفرت کا نشکار رہتا، نہ ہی قبیلے کی
ی لڑکی مجھے محبت ہو سکتی تھی۔!

نے میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ کیوں نہ بوڑھے ارساس کی
نائی ہوئی ریت میں دفن کشتی سے میں سمندروں کی سیر کروں۔ ممکن ہے
وڑھے کے خیال کے مطابق میں دوسری دنیاؤں میں جا نکلوں۔ اس دنیا
ں مجھ سے نفرت کرنے والے نہ ہوں گے، اور میں ان کے درمیان آرام
ے رہ سکوں گا! یہ خیال میرے ذہن میں جڑ پکڑ گیا۔ اور میں نے اس سمندری
سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مجھے اپنی کتاب سے بہت محبت تھی، میں نے
ے سنبھال کر رکھا۔ کچھ آہنی ہتھیار لئے اور کافی مقدار میں کھانے پینے کی چیزیں
یں، پھر میں نے ریت میں دفن کشتی کو کھود کر نکالا۔ اور اسے لے کر سمندر
طرف چل پڑا سمندر میں کشتی ڈال کر میں نے اپنا سامان اس میں بار کیا اور
مانی کے بتائے ہوئے نقشوں کے مطابق کشتی آگے بڑھا دی۔ سبک روکشتی
مندر کی لہروں پر جھومتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ مجھے سامی یاد آئی جس کے
اتھ میں نے سمندر کی سیر کی تھی، لیکن اب میں تنہا تھا۔ سامی کے کھنکتے قہقہے
میرے ساتھ نہ تھے۔ ساحل دور ہوتا رہا، کشتی سفر کرتی رہی۔ سمندر پر میری
پہلی رات سخت خوفناک تھی۔ تیز ہوائیں لہروں میں ہیجان برپا کر رہی تھیں اور
طاقتور لہریں مجھے اپنی طاقت کا احساس دلا رہی تھیں۔ رات بھر مجھے نیند نہ آسکی
قریب صبح کی روشنی پھوٹی تو مجھے کچھ سکون ہوا۔ سمندر بھی اب مجھے اتنا خوفناک
ہیں معلوم ہو رہا تھا، جس قدر رات کو۔ کشتی آگے بڑھتی رہی، اب اسے میرے
نقشوں کی مدد کی ضرورت نہیں تھی۔ لہروں نے خود آگے بڑھنے کا کام سنبھال لیا تھا
اور وہ اپنی مرضی سے میرے لئے راستے منتخب کر رہی تھیں۔ دن میں میں نے
سو ملاہٹ کھانا کھایا اور پھر وہی خوفناک رات آگئی!

دن رات کا سفر جاری رہا۔ اب راتیں بھی میرے لئے خوفناک
نہیں رہی تھیں، رات کو میں آرام سے کشتی میں سو جاتا اور سورج نکلتے جاگتا سمندر
کی مخلوق سے بھی میری شناسائی ہو گئی تھی، دن کا کچھ حصہ میں اپنی پہلی کتاب کو
۔۔ن کرنے میں صرف کر دیتا، اور کچھ اور ٹکڑوں پر میری تحریر کے نقش کندہ
ہونے لگے۔ یہ میرے سفر کی داستان تھی۔

نہ جانے کتنے عرصے میں سمندر پر بہتا رہا۔ کھانے پینے کی چیزیں
ختم ہو گئی تھیں، اب میں بھوکا تھا لیکن نہ جانے کیوں اب بھوک میرے لئے
ناقابل برداشت نہیں رہی تھی، بھوک پیاس کے عالم میں، میں نے ایک طویل
عرصہ گزار دیا۔ سورج کی شعاعوں سے میرے جسم کو توانائی مل رہی تھی اور میں
زندہ تھا۔ لیکن اب میرے ذہن پر اکتاہٹ سی سوار ہو گئی تھی۔ نہ جانے میرا
دل کیا چاہنے لگا تھا۔ میری آنکھوں کے پپوٹے وزنی ہو گئے تھے۔ میں سونا
چاہتا تھا، ایک رات کی نیند نہیں، ایک طویل نیند۔ ایک ایسی نیند جب میں
اس نیند سے جاگوں تو میرا ذہن صاف ہو۔ دنیا میرے لئے نئے سرے سے
دلکشی کی حامل ہو۔ اس کے پرانے انداز بدل گئے ہوں۔ نئے لوگ پیدا
ہو گئے ہوں۔!

لیکن اس نیند کا راز مجھے معلوم نہ تھا۔ اس نیند کا تصور میرے
ذہن میں موجود تھا۔ لیکن اس کے حصول کا ذریعہ میرے پاس نہیں تھا اور
پھر ایک رات میری یہ خواہش پوری ہو گئی۔ شاید ہولناک ہوائیں مجھ سے
تعاون کے لئے چلی تھیں۔ ہاں۔ تاریک رات تھی۔ آسمان پر روشنی کی کوئی
رمق نہیں تھی۔ فضا میں عجیب سی بے کلی تھی۔ میرا ذہن ساکت تھا۔ فضا
ساکت تھی۔ لیکن پھر میرے عقب سے ہوا کے زبردست جھونکے ابھرے
لہریں چیخ پڑیں، کشتی ڈگمگانے لگی۔ اور پھر سمندر کی ایک طوفانی لہر کشتی کو
اپنے سر پر بلند کئے انجانی سمت میں کو دوڑنے لگی۔ ہوائیں چیخ رہی تھیں۔
سمندر گہرائی میں چلا گیا تھا۔ میں لہر کے دوش پر اڑا جا رہا تھا۔ اور لہر کا
سفر جاری تھا۔ یہ لہر نہ جانے مجھے کہاں لے جانا چاہتی تھی۔ اور لہر کا طویل
سفر جاری رہا۔

پھر میری آنکھوں نے ایک سفید زمین دیکھی۔ تاحدِ نگاہ
سفید زمین۔ جو طوفانی رفتار سے میری طرف دوڑ رہی تھی۔ میں اس خوفناک
سفیدی کو گھور رہا تھا۔ لہر نے مجھے اس سفیدی پر پٹخ دیا۔ میرے جسم کو ٹھنڈی
ہواؤں کا احساس ہوا۔ اور اس خنکی میں مجھے نیند آگئی۔ عالم نوم میں
میں نے اپنے جسم پر سفید ذرات کی بارش محسوس کی۔ سفید ذرات میرے جسم پر
تہہ در تہہ چڑھتے جا رہے تھے اور میں ان ذرات کی خوشگواری میں گہری نیند
سو گیا۔ ایک طویل عرصے کے لئے۔!

فروزاں

کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں لیکن اس نے اس رنگین اور پراسرار داستان کا ایک ایک لفظ بغور سنا تھا۔ ایک تو اس کا اندازِ بیان، پھر اس کی پراسرار لیکن لوں کو موہ لینے والی شخصیت، اس کی مردانہ وجاہت، جو صنفِ مخالف پر بھرپور تاثر چھوڑتی تھی ــــ اس کے بولنے کا انداز، اس کی آنکھوں کی چمک، سننے والے کو انہیں جہانوں کی سیر کرا دیتی تھی، جن کی داستان وہ بیان کر رہا تھا جب وہ خاموش ہوتا تو ایسا لگتا جیسے رواں دواں زندگی پر گہرا سکوت چھا گیا ہو کائنات خاموش ہو گئی ہو۔ دونوں لڑکیوں کو محسوس ہوتا جیسے انہیں ان وادیوں سے زبردستی نکال دیا گیا ہو جہاں کی وہ سیر کر رہی تھیں۔ ہاں انہیں وادیوں کی جہاں لاکا کی وحشیانہ چیخیں گونجی تھیں، انہیں وادیوں کی جہاں سامی کو آگ میں زندہ جلا دیا گیا تھا، جب وہ کسی جنگ کی داستان بیان کرتا تو ان کے دل خوف سے دھڑکنے لگتے وہ اس جنگ کا اختتام جاننے کے لئے بے چین ہو جاتیں۔ جب وہ اپنی کسی مصیبت کے بارے میں بتا رہا ہوتا تو ان کا دل اس کے لئے تڑپنے لگتا اور ان کی آرزو ہوتی کہ وہ اس مصیبت سے بخیر و خوبی نکل آئے اور جب وہ فخر سے سینہ تانے فاتح بن کر نکلتا تو وہ اس طرح سکون کے سانس لیتیں جیسے خود کوئی معرکہ سر کر آئی ہوں جب وہ کسی خوبصورت لڑکی کا ذکر کرتا ــــــــــ، تو ان کے چہروں پر شفق پھوٹ آتی اور وہ چور نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگتیں جیسے ان کی چوری پکڑی گئی ہو، جیسے ان کے رنگین خیالوں کو سرِعام عریاں کر دیا گیا ہو۔

ایسے موقعوں پر پروفیسر خاور کی موجودگی سے بھی وہ شرما جاتیں، وہ جس ماحول کی پروردہ تھیں اس میں یہ اجازت نہ تھی کہ بیٹیاں دیدہ دلیری سے باپ کے سامنے بیٹھ کر حسن و عشق کی رنگین داستانیں سنیں ــــ لیکن ــ وہ جن ہولناک واقعات سے دوچار ہوئے تھے انہوں نے باپ بیٹیوں کے درمیان سے ایک حد تک حجاب اٹھا دیا تھا شاطر فطرت نوجوانوں کے مقابلے کو سازش کے ذریعہ ناکام بنانے میں پروفیسر نے بحالتِ مجبوری بیٹیوں کا سہارا لیا تھا اور ان سے ایسی گفتگو کی تھی، جو یقیناً ایک باپ کو زیب نہیں دیتی تھی۔ لیکن اس کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا تھا! اور ابھی غیر یقینی حالات ختم نہیں ہوئے تھے۔ ان کی منزل نہ جانے کتنی دور تھی۔ نہ جانے ابھی انہیں کون کون سے مراحل سے گذرنا تھا۔

شاید یہی وجہ تھی کہ پروفیسر خاور نے بھی ابھی تک اس بات کا نوٹس نہیں لیا تھا۔ اور پھر یہ داستان چند جگہوں سے قابلِ اعتراض ضرور تھی لیکن اس میں تاریخ تہذیب تھی۔ ایک ایسا انسان یہ کہانی سنا رہا تھا جو پتھروں اور غاروں کے زمانے کا انسان تھا، جس کے نزدیک تہذیب کا ارتقا صرف ایک رنگین داستان تھی۔ وہ اس داستان کے کسی بھی پہلو کو پوشیدہ نہیں رہنے دینا چاہتا تھا اور کوئی رنگین منظر بیان کرتے وقت اس کی توجہ ان لڑکیوں کی طرف نہیں ہوتی تھی۔ خاور نے خاص طور سے یہ بات نوٹ کی تھی۔ چنانچہ اس نے اس بیباک نوجوان کو معاف کر دیا تھا۔ وہ اپنی بچیوں کو بھی اس داستان کے سننے سے منع نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ اس طرح وہ اس پراسرار اور دلکش کہانی سے محروم رہ جاتیں چنانچہ۔ کچھ دیر کے لئے پروفیسر خاور اپنے رشتہ کو بھول گیا تھا۔ وہ لوگ انسان کی تاریخ سن رہے تھے۔ دورِ قدیم کے انسان کے بارے میں جان رہے تھے۔ اور اگر اس داستان سے وہ رنگین حصے جدا کر دیئے جاتے تو تاریخ کا ایک باب نامکمل رہ جاتا۔ انسان نے جنس کے بارے میں کس دور میں کس انداز سے سوچا، یہ بات نہ معلوم ہو سکتی۔ اس لئے اس نے بھی بیٹیوں کی موجودگی نظرانداز کر دی تھی۔

داستان کے اس حصے پر آ کر وہ رکا۔ اور پھر اس نے مسکراتی نگاہوں سے دونوں لڑکیوں کو دیکھا۔ اور ان کی پلکیں جھپک گئیں۔

"نیند ــ!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا "زندگی کی دوسری اہم ضروریات میں سے ایک ہے۔ میں تو صدیوں جاگتا ہوں۔ اور پھر صدیوں کی نیند صدیوں تک پوری کرتا ہوں۔ لیکن آپ لوگوں کا تعلق اسی عالم سے ہے پروفیسر ــ میں ان دونوں حسین لڑکیوں کی آنکھوں میں نیند کے سائے دیکھ رہا ہوں اس لئے اب چند لمحات کے لئے اپنی داستان ملتوی کرتا ہوں ــ تاکہ آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔ اس وقت تک میں ان واقعات کو اپنے ذہن میں تازہ کر لوں گا جو میری پہلی نیند کے بعد شروع ہوئے۔ کل دن کی روشنی اور غاروں کو جگائے گی تو میں اپنی داستان کے کچھ اور حصے آپ کو سناؤں گا۔"

پروفیسر خاور نے ایک گہری سانس لی اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"تم جو کوئی بھی ہو تمہاری داستان دنیا کی سب سے زیادہ پراسرار داستان ہے۔ جو کچھ تم نے بتایا ہے پوری دنیا کے لئے حیرت انگیز ہوگا! تاریخیں تو بہت سی لکھی ہوئی ہیں، لیکن انسان کی معلومات صرف ان کتابوں تک محدود تھی جو انہیں دوسرے مورخوں نے لکھیں۔ انسانی تاریخ کا کوئی بھی مورخ تاریخ کو اس خوبصورت داستان کی طرح نہیں بیان کر سکتا۔ اگر تم نے روداد کو اسی انداز میں لکھا تو میں تمہیں کیا کہوں۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔"

"تم میری داستان پر شبہ کرنے میں حق بجانب ہو پروفیسر لیکن میں تمہیں ایسے ثبوت دوں گا جن سے تمہیں میری داستان کے ایک ایک لفظ پر یقین آ جائے گا، اطمینان رکھو۔!" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے

کہا۔ اور پھر اس کے اشارے پر پروفیسر اٹھ کھڑا ہوا۔! اور وہ ان تینوں کو لئے ہوئے غار کے ایک حصے میں آیا۔

"مجھے یقین ہے پروفیسر، کہ تم یہاں خوشگوار نیند سو سکو گے۔ ہاں ایک بات اور کہدوں۔ تاریخ کے بیشمار ادوار میں میرے بیشمار روپ رہے ہیں۔ لیکن میں ہمیشہ ایک باظرف دوست رہا ہوں۔ میری نگاہ میں انسان کی وقعت ہے، اس لئے دل سے میرے بارے میں تمام وسوسوں کو نکال کر سکون سے سوؤ۔ اور اپنا اعتماد بحال رکھو۔ یہی بات میں ان لڑکیوں سے کہوں گا! دوسری صورت میں میرے دل کو تکلیف ہوگی۔ اچھا کل تک کے لئے رخصت۔!" اور وہ غار سے باہر نکل گیا۔

تب پروفیسر نے ایک گہری سانس لی۔ "آرام کرو فروزاں۔ لیٹ جاؤ فرزانہ۔ بیشک اس کی کہانی ایک تاریخی سرمایہ ہے، کاش ہم اسے مہذب دنیا تک لے جا سکیں وہ! کچھ بھی ہے، درحقیقت ایک باوقار دوست ہے۔ اس کے ایک بھی انداز میں میں نے لغزش نہیں پائی ہے اور یہ میرا تجربہ ہے اس لئے تم آرام سے سو جاؤ۔"

لڑکیاں خاموشی سے لیٹ گئیں، پروفیسر ان سے کچھ دور لیٹ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کے خراٹے گونجنے لگے۔ فرزانہ اور فروزاں بھی ایک دوسرے سے چپٹی ہوئی لیٹی تھیں۔ حالانکہ نیند سے ان کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں لیکن ذہن میں ابتک کے سنتے ہوئے واقعات گردش کر رہے تھے اور یہ واقعات نیند کو قریب نہیں پھٹکنے دے رہے تھے۔

کافی دیر تک خاموشی رہی۔ تب فروزاں نے فرزانہ کے کان میں سرگوشی کی "باجی!"

"ہوں"! فرزانہ چونک پڑی۔

"تمہیں بھی نیند نہیں آرہی"

"ہاں"! فرزانہ نے ایک گہری سانس لی۔

"کیا سوچ رہی ہو باجی؟"

"کچھ نہیں۔!" فرزانہ نے جواب دیا۔

"کیا تم اس کی داستان کو جھوٹ سمجھتی ہو۔"

"نہیں۔!"

"تب وہ کیا ہے باجی۔؟" فروزاں نے سسکی سی لی۔

"ایک ناقابل یقین شخصیت! اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"وہ جو کچھ بھی ہے باجی۔ اس کی داستان بڑی پرکشش ہے۔ ہائے نہ جانے کیسے لوگوں کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ بیشک اس دور کی لڑکیاں بھی اس کی پراسرار شخصیت کو بہت پسند کرتی ہوں گی۔"

"ہاں فروزاں۔ اس سے زیادہ حسین نوجوان آج تک نگاہوں سے نہیں گذرا۔ کتنا بہادر ہے وہ۔!"

"لیکن ہمیں اس سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے باجی۔ وہ مافوق الفطرت حیثیت کا حامل ہے۔ ہمیں اس کی داستان کا کوئی حصہ نہیں بننا چاہیئے۔ ہمیں احتیاط کرنا ہوگی۔"! فروزاں نے کہا اور فرزانہ گردن گھما کر اسے دیکھنے لگی۔ تب فروزاں نے شرم سے آنکھیں بند کرلیں، اس کی آنکھوں میں کچھ انجانی خواہشیں صاف پڑھی جا سکتی تھیں۔ فرزانہ کو ہوشیار رہنے کی تلقین کرتے ہوئے وہ خود خوف زدہ تھی۔! اس طرح ان دونوں نے رات سوتے جاگتے گذاری جبکہ پروفیسر خاور اطمینان سے خراٹے نشر کر رہا تھا۔

دوسری صبح وہ دونوں اٹھ گئیں۔ رات کی کچی پکی نیند کے تاثرات دونوں کے چہروں سے عیاں تھے۔ ان کی آنکھوں کے پپوٹے نیم متورم تھے، اور آنکھوں میں گلابی ڈورے پھیلے ہوئے تھے لیکن نیم گرم پانی کے غسل نے انکی تھکن دور کردی۔ پروفیسر خاور اس پورے ماحول سے اس طرح بے تکلف نظر آرہا تھا، جیسے وہ اپنے کسی دوست کے گھر مہمان ہو۔

غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر تینوں اس قدرتی کمرے سے باہر نکل آئے اور اس طرف چل پڑے جہاں پچھلی رات نشست رہی تھی۔ وہ ہال میں ایک آرام کرسی پر دراز تھا۔ اس کے جسم پر نیا لباس تھا، بال سلیقے سے جمے تھے اور چہرہ تر و تازہ تھا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر وہ کرسی سے اٹھا۔ قدرے خم ہوکر انہیں تعظیم دی اور پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

"مجھے یقین ہے رات آرام سے گذری ہوگی دوستو۔!"

"بے حد آرام سے، بڑی خوشگوار نیند آئی، اور تمہیں یہ سنکر خوشی ہوگی کہ میں نے تمہاری میڈم لاکا، اور خاتون سامی سے بھی ملاقات کی تھی، دونوں خیریت سے ہیں۔" پروفیسر خاور نے مزاحیہ انداز میں کہا اور وہ ہنس پڑا۔

"خوب۔ خوب۔ آپ نے وہاں میری جگہ تو نہیں لے لی پروفیسر۔" اس نے بھی مذاق کیا۔

"اوہ۔ نہیں بھئی۔ جنگلی جانوروں سے مجھے بڑا خوف محسوس ہوتا ہے اور پھر تمہاری طرح میرے جسم نے کائنات کے ہر موسم میں پرورش نہیں پائی" پروفیسر نے جواب دیا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ فرزانہ اور فروزاں کو اس کے موتی جیسے دانتوں کی دلکش چمک بے حد پسند تھی تب وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"آئیے پروفیسر۔ ناشتہ ہو جائے اس کے بعد نشست

جمے گی۔ ویسے میں لڑکیوں کو زیادہ خوش و خرم نہیں دیکھ رہا۔ شاید انہیں
خوفناک خواب ستاتے رہے ہیں اور یہ سکون کی نیند نہیں سو سکیں۔"

"میں نہیں کہہ سکتا کہ دونوں میں سے کون سی بات ہے۔ ممکن ہے
میرے خراٹے ان کی نیند میں خلل انداز ہوئے ہوں۔"

"اوہ۔ نہیں ڈیڈی۔ ایسی کوئی بات نہیں۔" نرزانہ نے
جلدی سے کہا۔

"بہرحال۔ آپ لوگوں کی کسلمندی ابھی دور ہو جائے گی۔"
اس نے کہا۔ اور وہ اس ہال سے نکل کر اس دوسرے ہال میں پہنچ گئے جہاں کھانے
کی خوبصورت میز پڑی ہوئی تھی اور اس میز پر انواع و اقسام کا ناشتہ چنا ہوا تھا۔

"کیا مطلب۔ یہ انتظامات کس نے کئے؟" پروفیسر نے حیرت سے کہا

"میں نے۔ بس آپ لوگوں کا انتظار تھا۔ میں نے سوچا آپ کی
نیند میں خلل انداز نہ ہوں۔ ورنہ ناشتہ تو بہت پہلے تیار تھا۔"

"بھئی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ یہ کام تمہارا نہیں ہے۔ کل سے تکلف
بالائے طاق رکھ کر یہ کام لڑکیوں کے سپرد کر دو۔"

"اگر ضرورت محسوس ہوتی تو ایسا ضرور کرتا۔ مجھے ان میں سے کچھ
تیار نہیں کرنا پڑا ہے۔ آپ دیکھ چکے ہیں۔"

"مگر یہ صدیوں پرانی چیزیں بھی خوب ہیں! اور ان کو تر و تازہ رکھنے
کا انتظام بھی تم نے خوب کیا ہے۔" پروفیسر ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے بولے
اس نے لڑکیوں کو بیٹھنے کی پیشکش کی اور خود بھی بیٹھ گیا۔ پھر
اس نے ایک سبز رنگ کا جگ اٹھایا جس میں سبز سیال موجود تھا۔ جو اس نے
آدھا آدھا گلاسوں میں انڈیلا اور ان تینوں کی طرف گلاس بڑھا دیئے۔

"یہ کیا ہے۔؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"کام کی چیز ہے پروفیسر۔ براہ کرم آپ بھی اسے پی لیں۔!"
لڑکیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر گلاس اٹھائے۔ سیال کی خوشبو
ہی سحر کن تھی۔ انہوں نے اسے حلق میں انڈیل لیا۔ پروفیسر نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔!
سیال کا اثر فوری ہوا تھا انہیں اپنے جسموں کی تھکن نچڑتی محسوس
ہوئی۔ آنکھوں کا بوجھ معدوم ہو گیا اور ذہنوں پر خوشگوار کیفیت چھا گئی۔ تب
پروفیسر نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"اگر مناسب سمجھو تو مجھے ایک بات بتاؤ۔!"

"ضرور پروفیسر۔ آپ کو اجازت ہے مجھ سے کسی بھی وقت
کوئی بھی بات پوچھ سکتے ہیں۔"

"شکریہ۔ میں نے تمہاری پراسرار شخصیت کو تسلیم کر لیا۔
بیشک تم نے مختلف ادوار میں زندگی گزاری ہے۔ تم نے بہت کچھ دیکھا ہے۔ لیکن
سائنس کے یہ فارمولے تمہیں کہاں سے مل گئے۔"

"آپ سائنس کو آج کا علم کیوں سمجھتے ہیں پروفیسر۔ سائنس ت
میں رہی ہے۔ کیا آپ کے خیال میں زمانہ قدیم کے انسان سائنس سے ناواقف تھ
اگر آپ کا یہ خیال ہے تو غلط ہے۔ سائنس وقت کی ضرورت ہے۔ اگر آپ آج
سائنس کو بہت زیادہ ترقی یافتہ کہتے ہیں، تو وہ بھی غلط ہے۔ دراصل ہر
نے اپنی ضروریات پوری کی ہیں اور انسان کی تحقیق نے اسے وہ تمام چیزیں مہ
کر دیں جن کی انہیں ضرورت تھی۔ میں نے طویل عمر گزاری ہے میں نے ہر دور ک
تحقیق کی ہے۔ میں نے صرف زندگی گزارنے کیلئے نہیں گزاری بلکہ ان حقیقتو
پر بھی نگاہ رکھی ہے جو کسی بھی دور کے انسان کی ضرورت ہوتی ہیں۔ میں محققوں ک
ساتھ رہا ہوں اور میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے ——— مجھے اپنی
کے لئے ان چیزوں کی ضرورت پیش آئی۔ آپ نے میری لیبارٹری دیکھی
عمل دیکھا جس سے میرا جسم اسی حالت میں موجود تھا، جس میں میں سویا تھا۔ یہ
کچھ میری ان کاوشوں کا نتیجہ ہیں جو میں نے ہر دور کے محققوں کے ساتھ وقت
صرف کر کے کی ہیں۔ میں نے ان کے تجربات سے بے حد فائدہ اٹھایا ہے انہ
پیشین گوئیوں سے میں نے آنے والے زمانے کے متعلق سمجھا ہے۔ وہ لوگ
کی رفتار سے، فضاؤں کی تبدیلی سے آنے والے انسانوں، اور تبدیل ہونے والی
کا اندازہ لگاتے تھے۔ میں بھی اس فن میں ماہر ہو گیا۔ اور پھر میری پیشین گوئیاں
بہتر نکلیں، سب حقیقت آپ خود دیکھ رہے ہیں پروفیسر۔ یہ لباس، یہ زبا
کتابیں ضروریات کا یہ سامان۔ یہ سب میری پیشین گوئی کی حیثیت رکھتا ہے
آپ دیکھ لیں کہ میری پیشین گوئی بالکل درست ہے۔ یہ لباس میں نے اس د
تیار کرایا تھا۔ اس وقت یہ لباس تیار کرنے والے مجھے پاگل تصور کر رہے تھے۔ لی
خیال ہے یہ آپ کے لئے اجنبی نہیں ہے۔"

"ہوں۔!" پروفیسر نے ایک گہری سانس لی: "اس کا م
کہ تم آئندہ آنے والے ادوار کی بھی پیشین گوئی کرو گے۔؟"

"کروں گا نہیں پروفیسر۔ کر چکا ہوں۔ میں تمہیں آئندہ
روشناس کراؤں گا۔ میرا وعدہ ہے اور تم دیکھو گے کہ میری پیشین گوئی میں
فرق نہیں تھا۔"

"لیکن بھئی، میں تمہاری طرح وہ دور دیکھنے کے لئے زند
رہ سکوں گا۔" پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ہونٹوں پر بھی
پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی، ایک ایسی مسکراہٹ جسے کوئی معنی نہیں پہنائے جا
ناشتہ شروع ہو گیا۔ لڑکیاں بے چین تھیں۔ گو یہ گفتگو

تھی لیکن وہ اس کے بعد کی داستانیں سننا چاہتی تھیں۔ وہ جاننا چاہتی تھیں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ چنانچہ انہوں نے جلدی جلدی ناشتہ کر لیا۔ وہ بدستور مسکرا رہا تھا ان کی کیفیت سمجھ رہا تھا چنانچہ ناشتہ ختم کرنے کے بعد وہ اٹھ گیا۔

"آئیے پروفیسر۔ اسی کمرے میں چلیں۔ آپ کی لڑکیاں بے چین ہیں"۔

"اوہ۔ ہاں بھئی۔ میں بھی جاننا چاہتا ہوں۔ کہ تم اس پہلی نیند سے کس طرح جاگے۔ جو تمہارے لئے متوقع نہیں تھی۔ میرا مطلب ہے تم جان بوجھ کر تو نہیں سوئے تھے؟"

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور وہ خاموشی سے اٹھ کر واپس اسی کمرے میں آ گئے جہاں پچھلی رات گفتگو کرتے رہے تھے۔!

اس نے ان لوگوں کو بیٹھنے کی ہدایت کی اور پھر خود ایک میز کی طرف بڑھ گیا۔ اس میز پر بھی ایک چوکور بکس رکھا ہوا تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا وہ بکس اٹھایا اور اسے لئے ہوئے پروفیسر کے سامنے پہنچ گیا۔ پھر اس نے بکس کھولا اس میں تہہ در تہہ عجیب سے پتے چنے ہوئے تھے۔ ان سبز پتوں پر سفید رنگ کی اجنبی سی تحریر تھی۔ اس نے ایک چوڑا پتہ نکال کر ہتھیلی پر رکھا اور اسے پروفیسر کے سامنے کرتے ہوئے بولا۔

"اس تحریر سے آپ واقف نہ ہوں گے پروفیسر" اور پروفیسر نے سر جھکا لیا۔ ظاہر ہے اس کے فرشتے بھی اس تحریر کو نہ سمجھ سکتے تھے اس نے گردن ہلائی۔ تب وہ مسکرایا۔ "یہ بھی میری ہی تحریر ہے جو اس دور میں رائج تھی جب میں نے دوسری بار آنکھ کھولی۔ اس نے چند پتے الٹے۔ اور پھر ان میں سے دو چوڑے پتے اٹھائے۔

"سنو پروفیسر۔ یہ تحریر میری ہے۔ لیکن میں نے بوڑھے کاک کی کتاب سے نقل کی تھی۔ اور کاک جو میرا دوست تھا اور بلاشبہ اپنے دور کا ایک عالم تھا۔ چونکہ یہ تحریر میرے متعلق تھی اس لئے میں نے اس کی اجازت سے اسے نقل کر لیا تاکہ میری کتاب مکمل ہو جائے۔ سنو پروفیسر!"

"ارسلانہ کے خونریزوں کی چیرہ دستیاں بڑھ چکی ہیں۔ برف کے سفید گالے ہمارے خون سے رنگ گئے ہیں۔ سفید برف پر سرخ دھبے نظر آتے ہیں تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ ارسلانہ کے وحشیوں کا کوئی گروہ ادھر سے گذرا ہے۔ خوف [illegible] ہو گیا ہے۔ آگ جاگ رہی ہے اور اس آگ کا نام ہے بارڈک۔ بلاشبہ [illegible] ہے۔ جلانے والا اس کی رہنمائی کرے۔"

اس نے پتہ رکھ دیا اور دوسرا پتہ اٹھا لیا۔!

"یہاں سکوت ہے۔ بارڈک کے لشکری بڑھتے جا رہے ہیں۔ ماضی کے غار فولادی ہتھیاروں کے مسکن بن گئے ہیں۔ بہت جلد روشنی ہماری ہو گی۔ ہم تاریکیوں سے نکل آئیں گے۔ اب ہمارے پاس بیشمار دوڑنے والے جانور ہیں اور بیشمار بہادری دکھانے والے۔

تیسرے پتے کی تحریر یوں تھی۔

"خبر دینے والوں نے ارسلانہ کے خونریزوں کے بارے میں بتایا کہ وہ ادھر آرہے ہیں۔ ہم نے سفر کیا اور محفوظ ویرانوں کا رخ کیا جہاں پانی کی چادریں فضا میں بلند ہیں اور اپنے ساتھ برف کی زمین کو بہا کر لے جاتی ہیں۔ جلانے والے کا روشن چہرہ ہمارے سامنے ہے۔ لیکن۔ یہ اجتماع کیوں ہے۔ شاید بارڈک اپنے لشکریوں کو ہدایات دے رہا ہے۔ نہیں کوئی اور بات ہے۔ اوہ۔ برف کی تہہ سے جھانکتی ہوئی سیاہی، یہ کیا ہے؟

لشکریوں نے بارڈک کی ہدایت پر اس شے کو نکالا۔ آہ۔ یہ تو سمندر کی لہروں پر تیرنے والا جانور ہے جسے لکڑی سے تیار کیا جاتا ہے گر اس میں یہ کون ہے۔

جلانے والے کی قسم۔ یہ تو ہمارا جیسا انسان ہے۔ مگر یہ۔ اس برف میں کہاں سے آیا کیا یہ ہماری فتح کی علامت ہے کیا یہ جلانے والے کا اشارہ ہے؟۔

"یہ میں تھا پروفیسر۔!" اس نے پتے کو احتیاط سے بکس میں رکھتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے پتے اس پر جمانے لگا۔ پھر اس نے یہ عجیب وغریب کتاب بند کر دی۔ بکس کو احتیاط سے اس کی جگہ رکھ دیا۔ پھر ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ترقی کا دور شروع ہو چکا تھا۔ انسان نے غذائی اجناس اگانے شروع کر دیئے، بہتر مکانات تیار کر لئے تھے، اپنی مادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے مناسب انتظامات کر لئے تھے۔ یوں سمجھیں کہ پروفیسر کہ انسان حجری اور برنجی دور سے گذر کر آہنی دور میں داخل ہو گیا تھا۔ سفید فام، زرد فام اور سیاہ فام نسلیں وجود میں آچکی تھیں۔ الگ الگ گروہ بن چکے تھے، خوف پیدا ہو گیا تھا اور آسمانی قوتوں کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے مجھے دریافت کیا سورج پرست تھے اور اسے جلانے والے کے نام سے پکارتے تھے جیسا کہ مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ شہروں کی تشکیل ہو گئی تھی۔ فوجوں کا تصور بیدار ہو گیا تھا اور اب انسان نے دوسروں پر برتری کے خوابوں پر عمل شروع کر دیا تھا جس کا اندازہ آپ کو اس تحریر سے ہو گیا ہو گا۔ چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے مجھے دریافت کیا وہ خانہ بدوش تھے۔ جن پر فتح حاصل کر کے انھیں مطیع کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے کشتی سمیت برف سے نکال لیا۔ سورج کی شعاعیں

نے میرے جسم کو حرارت بخشی۔ اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنے گرد پھیلے ہوئے انسانوں کو دیکھا۔ یہ گندمی رنگ کے، کھڑے کھڑے نقش ونگار کے، خوبصورت نیلی آنکھوں والے لوگ تھے۔ انہوں نے اپنے جسموں کو رنگین کپڑوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ان کے جسموں کے پوشیدہ حصے برہنہ نہیں رہے تھے انسان کو ستر پوشی کا احساس ہو گیا تھا، جو موسمی لحاظ سے بھی ضروری تھی۔

میں نے ان لوگوں کو تعجب سے دیکھا۔ میں گزشتہ واقعات پر غور کرنے لگا اور آہستہ آہستہ مجھے سب کچھ یاد آ گیا۔ سمندر کی ایک طوفانی لہر نے مجھے برف کی چادر پر دھکیل دیا تھا۔ اور پھر میرا جسم برف کے خنک ذرات میں ڈھک گیا تھا۔ لیکن میرے گرد کھڑے ہوئے یہ لوگ کون تھے۔ اس وقت میں ان کی حقیقت نہیں سمجھ سکا تھا۔

وہ بھی مجھے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ سب سے آگے ان کا نوجوان سردار بارک تھا۔ ایک دراز قامت انسان، جس کی نیلی آنکھوں میں بجلیاں کوندتی تھیں بلاشبہ اس کی آنکھوں میں بہادری کی چمک تھی۔ تب۔ نیلی آنکھوں والے نے مجھے مخاطب کیا۔

زبان بدلی ہوئی تھی جو پہلے تو میری سمجھ میں نہ آئی۔ لیکن پھر میں نے اپنی ان ذہنی قوتوں کو آواز دی جو مجھ میں پوشیدہ تھیں۔ میں نے وہی عمل دوہرایا جو ارساس نے مجھے بخشا تھا، اور ان کی باتیں میری سمجھ میں آ گئیں وہ مجھ سے میرے بارے میں پوچھ رہے تھے! بدلے ہوئے دور کا مجھے احساس تھا۔ میں اس اگلے [illegible]لے دور سے نکل آیا تھا۔ صدیوں کی نیند نے میرے ذہن کو تازہ کر دیا تھا۔ ! چنانچہ میں نے سردار بارک سے بڑی دلچسپ گفتگو کی۔ میں نے اس سے کہا کہ میں ایک پوشیدہ شخصیت ہوں۔ وہ مجھے جو چاہے سمجھ لے، جو چاہے نام دیدے۔

لیکن اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ مجھے کیا سمجھ رہے تھے وہ مجھے سورج کا اشارہ سمجھ رہے تھے۔ وہ مجھے ایک ایسی قوت سمجھ رہے تھے جو ان کے لئے آسمان سے اتری ہو۔ اور جو جلانے والے کا پیغام ہے فتح و کامرانی کا پیغام۔ اور سردار بارک نے اپنے لشکریوں کو یہ پیغام پہنچا دیا۔ میرے جواب نے اس کے وہم کو یقین کا درجہ دے دیا تھا۔

لشکری شور و غل مچانے لگے! وہ خوشی سے ناچ رہے تھے انہوں نے میری کشتی پر حملہ کر دیا۔ اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور اس کے ایک ایک ٹکڑے کو تبرک آپس میں تقسیم کر لیا۔ بمشکل تمام میں اپنی کتاب اور ان چیزوں کو بچا سکا جو گزشتہ دور کی یادگار تھیں۔ سردار بارک نے احترام سے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ لیکر برف سے ڈھکے ہوئے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گیا پھر نقارے بجنے لگے

اور دور دور پھیلے ہوئے لشکری ٹیلے کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ سفید برف انسانوں سے ڈھک گئی بڑا عظیم لشکر تھا۔ وہ سب میرے متعلق باتیں کر رہے تھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہے تھے۔

تب سردار بارک کی آواز ابھری۔

"عظیم ساتھیو! ۔ تمہیں آرسانہ والے حقارت سے دیکھتے ہیں۔ تم جو جلانے والے کے پرستار ہو۔ تم جو اپنی حیثیت، اپنے وجود کو منوانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ خوش ہو جاؤ، سجدۂ شکر کرو جلانے والے کا اس نے "لاتوئی"، کو ہمارے درمیان بھیج دیا۔ ہاں یہ وہی لاتوئی ہے جس کی اط[illegible] ہمارے بڑوں نے دی۔ اور کہا کہ اس کی آمد نصرت کا نشان ہے۔ خوش ہو جاؤ غار[illegible] میں لبنے والو۔ کہ اب آرسانہ کی بستیاں ہماری ہوں گی، ہمارے حقوق ہمیں [illegible] جائیں گے۔ آرسانہ والے ہمارے غلام ہوں گے۔ ان کی ہمیں غلام بنانے کی کوشش[illegible] فنا ہو جائیں گی، جلانے والے نے ہماری مدد کی ہے ہمیں لاتوئی کے وجود کو س[illegible] کرنا چاہیئے! جھک جاؤ۔ سب لاتوئی کے سامنے جھک جاؤ"

اور میں نے دیکھا، وہ سب اوندھے منہ گر پڑے، خود سردار بارک[illegible] بھی میرے سامنے سربسجود ہو گیا تھا۔ اس وقت یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آیا لیکن[illegible] جہاندیدہ تھا۔ میں نے دنیا دیکھی تھی میں انہیں سمجھنے کی کوشش کرنے لگا! میں ان[illegible] کی کسی حرکت سے انحراف نہ کیا۔

پھر وہ اٹھے۔ اور بارک مجھے اسی احترام سے نیچے لے آیا۔ ت[illegible] سب خوشی سے ناچنے کودنے لگے! شور مچانے لگے اور بارک مجھے لیتے ہوئے [illegible] دیوار کے دوسری طرف پہنچ گیا، جہاں ان کی عورتیں اور بچے خیموں میں موجود تھے[illegible] یہاں بھی مجھے سجدے کئے گئے اور ایک بڑے خیمے میں پہنچا دیا گیا، اور یہیں میرا[illegible] ملاقات ارکاک سے ہوئی۔ ارکاک جو ایک مخلص انسان تھا اور جس کے پاس[illegible] کی بے پناہ قوتیں تھیں۔ ارکاک مجھ سے بڑے احترام سے ملا اور مجھے اس کی نگاہ[illegible] میں بہت کچھ نظر آیا۔ چنانچہ میں نے اس کا احترام کیا۔

"میں تیرا غلام ہوں لاتوئی۔ تیرا ایک ادنیٰ غلام۔ میں تیری خا[illegible] میں حاضر رہوں گا! ان لوگوں نے مجھے تیری خدمت کے لئے مقرر کیا ہے۔ میں تم[illegible] ہدایات لے کر انہیں دوں گا! ہم مظلوم ہیں لاتوئی۔ آرسانہ کے انسانوں نے[illegible] عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے۔ ہم ان کے ظلم سے نجات چاہتے ہیں ہمیں نجات دلا[illegible]

"فتح تمہاری ہے۔" میں نے اس سے کہا اور اس نے[illegible] باہر نشر کر دیا۔ ان کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہا۔ کیا بتاؤں پروفیسر کہ انہوں نے[illegible] کس انداز میں خوشیاں منائیں مجھے یہ ماحول بہت پسند آیا تھا۔ اس ماحول[illegible] اجنبیت تھی، دلکشی تھی، ندرت تھی، چنانچہ میں نے اس ماحول کو اپنا لی[illegible]

فیصلہ کر لیا۔ میں نے سوچ لیا کہ میں پہلے ان کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا اور انہیں اپنا ایک مقام بتاؤں گا جس انداز میں بھی ہو سکا، ان کی مدد کروں گا اور اپنا بھرم قائم رکھوں گا۔!

چنانچہ بوڑھا آرکاک اس سلسلہ میں میرا زبردست معاون ثابت ہوا یہ بوڑھا زیرک تھا، ہوشیار تھا، لیکن میرا وجود جس طرح ظہور میں آیا تھا اس کے پیشِ نظر وہ بھی مجھے کوئی آسمانی قوت سمجھتا تھا اور میرے اوپر ایمان رکھتا تھا۔

انہوں نے میری خاطر مدارات میں زمین آسمان ایک کر دیئے عمدہ اور لذیذ کھانے جن کا مزہ میرے لیئے بالکل نیا تھا اب وہ آگ پر پکے ہوئے تھے آگ کے بغیر اب کھانوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھل اور سبزیوں کی بات دوسری تھی۔ یہیں میں نے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے ان سیاہ و سفید جانوروں کا استعمال دیکھا جنہیں گھوڑا کہتے ہیں۔ میں نے یہ لفظ غلط تو نہیں استعمال کیا پروفیسر۔؟ اور پروفیسر نے نفی میں گردن ہلا دی۔

بہرحال۔ یہاں مجھے لاتوئی کا نام دیا گیا۔ جس کا مطلب تھا سورج کا بیٹا۔! اور پروفیسر اس لحاظ سے میرے اس دوسرے دور میں میرا نام لاتوئی تھا۔ میں لاتوئی بن گیا اور لاتوئی ہی بنے رہنے میں، میں نے عافیت سمجھی! ان لوگوں نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ اور میرے احکامات کے منتظر تھے میں چاہتا تھا کہ جلد از جلد ان کے بارے میں معلومات حاصل کر لوں۔ اس وقت سے پہلے جب آرسانہ کے لوگ یہاں تک پہنچ جائیں۔ اب ان کی زندگی کی حفاظت میرا بھی فرض تھا!

چنانچہ میں ان میں گھس گیا۔ میں نے ان کے خیموں میں دیکھا وہ فطرتِ انسانی کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ صرف تھوڑی سی ترقی یافتہ تبدیلیوں کے ساتھ۔ مجھے ان کے رہن سہن کو سمجھنے میں دقت نہ ہوئی۔ تب ایک شام آرکاک میری خدمت میں حاضر تھا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی کہ میں نے اس سے کہا۔

"مجھے آرسانہ کے بارے میں بتاؤ ارکاک۔ مجھ سے اپنی تکلیفیں بیان کرو۔ تم اب تک کیوں خاموش ہو۔؟"

"ہم تیرے حکم کے منتظر تھے لاتوئی۔! ہم تیرے احکامات کا انتظار کر رہے تھے۔ اور یہ تیرے قدموں کی برکت ہے کہ آرسانہ والوں کا رخ اس طرف نہیں ہوا۔ ورنہ اب تک وہ یہاں پہنچ جاتے۔"

اور میں نے تعجب کی گہری سانس لی۔ اگر آرسانہ والے یہاں آ جاتے اور جنگ ہوتی تو میری وقعت کم ہو جاتی شاید وہ اپنے فیصلوں پر نظرِ ثانی کرتے چنانچہ میں نے پھر وہی الفاظ دوہرائے۔ !بوڑھے ارکاک نے نظریں جھکا کر کہنا شروع کیا۔ "تو سب کچھ جانتا ہے لاتوئی۔ تاہم اگر تیرا حکم ہے تو سُن۔ قرب و جوار کے تمام قبیلے سمٹ کر آرسانہ سے جا ملے ہیں۔ آرسانہ والے ان کی تحقیر کرتے ہیں کیونکہ ان کے رنگ سفید ہیں۔ وہ خود کو برف کا پرستار سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کی قوت نے تمام قبیلوں کو زیر کر لیا ہے۔ ہم جن کی کوئی بستی نہیں ہے ہم جو برف کے مسافر ہیں ایک جگہ قیام کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آرسانہ والوں کا خیال ہے کہ ہمیں بھی ان کا غلام ہونا چاہیئے۔ ہم نے یہ غلامی قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ ہم پر ستم کرتے ہیں، ہمارے قافلوں پر حملہ کر کے ہمیں تباہ کر دیتے ہیں۔ موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں اور ہم ان کے خوف سے چھپے چھپے پھرتے ہیں۔ لیکن۔ اب ہم سب بارک کی قیادت میں جمع ہو گئے ہیں۔ ہم نے آرسانہ والوں کے ہتھیاروں کی نقل شروع کر دی ہے اور برف کے اس میدان سے پرے، ہمارے بیشمار آدمی ہتھیاروں کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ہمارے آدمیوں کا ایک گروہ خشک علاقے سے گھوڑے پکڑ کر انہیں سدھانے پر مامور ہے۔ ہم اپنی بقاء کی آخری جنگ چاہتے ہیں، ہم غلامی قبول نہیں کریں گے!"

میں بوڑھے ارکاک کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ جس کے خدوخال میں آزادی کی چمک تھی۔ وہ حریت پسند انسان تھا۔ اور ایسے لوگوں کی مدد انسانی فرض ہوتا ہے چنانچہ میں نے تہیہ کر لیا کہ میں حتی المقدور ان کی مدد کروں گا!

"آرسانہ یہاں سے کتنی دور ہے؟" میں نے پوچھا۔

"برف کے دوسرے سرے پر آباد ہے۔ انہوں نے خشکیاں اپنا رکھی ہیں اور وہاں اونچے اونچے مکان بنا کر رہتے ہیں۔"

"گویا اُن کے اور ہمارے درمیان یہ برف کے میدان حائل ہیں"؟

"ہاں!"

"تب پھر ہم برف پر کیوں رہتے ہیں۔؟ جب تک ہم ان سے جنگ کر کے ان کی بستیوں پر قابض نہ ہو جائیں ہمیں ان سے زیادہ فاصلے پر رہنا چاہیئے۔ میرا خیال ہے اس جگہ، جہاں ہمارے ساتھی ہتھیار تیار کر رہے ہیں۔"

اور ارکاک مجھ سے کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا۔ اس نے لاتوئی کا پہلا حکم سُنایا، اور تمام لوگ سفر کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ اب یہ دنیا میرے لیئے اجنبی نہیں رہی تھی، میں ان لوگوں کو خوب سمجھ گیا تھا۔ اور مجھے ان میں اپنا بھرم قائم رکھنا تھا اس کے لئے میں چالاکی سے کام لے رہا تھا۔ میں ان پر اپنی اصلیت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ کس طرح میرے احکامات پر زندگی لٹانے کو تیار ہیں۔ اس لئے ان کی حفاظت میرا فرض بن گئی تھی۔ اور میں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے انہیں نقصان ہو اور وہ مجھ سے بدظن ہو جائیں گھوڑے کے سفر میں مجھے بڑی دقتیں پیش آئی تھیں۔ میں نے

اس سے قبل کسی جانور پر سفر نہیں کیا تھا لیکن میں اس سواری سے لاعلمی یا اناڑی پن
کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہتا تھا، چنانچہ میں نے بڑی احتیاط سے گھوڑے کی
سواری کی۔ اور پروفیسر، مجھے اس سواری میں بہت لطف آیا۔ ایک لشکرِ عظیم
میری رہنمائی میں سفر کر رہا۔ میری ذہنی قوتیں بیدار تھیں اور میں ہر ضرورت کے
وقت اس انداز سے ارکاک سے دریافت کر لیتا تھا کہ اسے شبہ بھی نہ ہو، اور میرا
بھرم بھی قائم رہے۔

لیکن بارڈک کے لشکر میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے، میں جن کے
ذہنوں میں چبھ رہا تھا۔ چنانچہ سفر ہی کے دوران۔ ایک سرمئی شام کو، جب
ہم نے ایک برفانی تودے کے پیچھے اپنے خیمے ڈالے ہوئے تھے۔ میں نے خیمے کے
باہر کچھ شور سنا۔ اس وقت میں اپنے خیمے میں تنہا تھا۔ شور بڑھتا ہی جا رہا تھا
میں نے ان کی آوازیں سنیں لیکن میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

تب میرے ذہن میں خیال گذرا۔ شاید آرسانہ والوں نے حملہ کر دیا ہے!
اور میں بجلی کی سی تیزی سے باہر نکل آیا۔ وہاں میں نے ایک جمِ غفیر دیکھا۔ لوگ کسی کو
کھینچ رہے تھے۔ اس پر ناراضگی کا اظہار کر رہے تھے۔ میں آگے بڑھا اور ان کے نزدیک
پہنچ گیا۔ تب مجمع پر سکوت طاری ہو گیا۔ لوگوں نے مجھے جگہ دے دی اور ادھر ادھر
چھٹ گئے۔

میں نے درمیان میں دس بارہ آدمیوں کو دیکھا جن کے لباس پھٹ
گئے تھے، جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا۔ ان کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے
تھے۔ لوگ اب بھی خونخوار نگاہوں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ ان میں بارڈک
بھی شامل تھا۔

"کیا بات ہے بارڈک۔ کیا بات ہے۔ یہ کون لوگ ہیں۔ اور
انہوں نے کیا کیا ہے؟" میں نے گونجدار آواز میں پوچھا۔

"یہ گنہگار ہیں لاتوتی۔ یہ فاسد ہیں۔ قابلِ سزا ہیں، انہیں
سزا دے لاتوتی۔" بارڈک نے غضبناک آواز میں کہا۔

"مجھے ان کا گناہ بتاؤ بارڈک۔ بتاؤ انہوں نے کیا کیا ہے؟" میں نے
پوچھا۔ اور مجمع میں سے ارکاک نکل کر میرے سامنے آ گیا۔

"گناہِ عظیم کیا ہے انہوں نے جلانے والے کے بیٹے۔ انہوں نے ہمارے
معبود کی توہین کی ہے۔"، ارکاک کے منہ سے جھاگ اڑ رہے تھے وہ بھی سخت
غضبناک معلوم ہوتا تھا۔ میں ابھی تک کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔ چنانچہ میں پریشان
نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"انہوں نے تیرے اوپر شک کیا ہے لاتوتی۔ ہاں وہ تیرے لئے
دل میں شبہ رکھتے ہیں۔" اس بار بارڈک نے کہا۔

"میرے لئے۔۔۔؟" میں تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ انہوں نے وہ الفاظ کہے ہیں جو ہم ادا نہیں کر سکتے"
بارڈک نے کہا۔

"مجھے بتاؤ انہوں نے کیا کہا ہے؟" میں عتاب زدہ لوگوں کو
دیکھتے ہوئے بولا۔ "مجھے بتاؤ۔ یہ میرا حکم ہے۔" اس بار میں نے سخت لہجے میں کہا
درحقیقت ان کی خاموشی پر مجھے غصہ آ رہا تھا۔

"انہوں نے کہا ہے لاتوتی ۔ کہ ۔ تُو لاتوتی نہیں ہے۔ ہم نے
تجھے لاتوتی تصور کر لیا ہے۔ تو جلانے والے کا بیٹا نہیں ہے۔ اور انہوں نے کہا
ہے لاتوتی۔ کہ ہو سکتا ہے تو آرسانہ والوں کا مخبر ہو۔ اور چالاکی سے یہاں تک
پہنچا ہو۔ انہوں نے گناہِ عظیم کیا ہے لاتوتی۔ انہیں تو ہی سزا دے۔ یہ تیرے
گنہگار ہیں۔"

میں نے ایک بار پھر ان زخمیوں کو دیکھا۔ بیشک وہ ذہین
تھے اور انہوں نے ذہانت کی بات کی تھی۔ اپنے مذہبی عقائد کی بنا پر انہوں نے
ان لوگوں کو مجرم سمجھا تھا۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ چالاک تھے اور قابلِ سزا نہ
تھے۔ زمانے کے سرد و گرم نے مجھے غیر فانی زندگی بخش دی تھی پروفیسر۔ کیونکہ میں ان
لوگوں میں سے نہ تھا جو پیدا ہوتے اور مر جاتے ہیں۔ میں تو ہر دور کا مدبر ہوں،
اور اب میں نے جینے کے ڈھنگ سیکھ لئے تھے۔ میں اپنی حیثیت پہچان گیا تھا
میرا اندازِ فکر ان سے بالکل مختلف تھا۔ کیونکہ میرے جسم میں خاص قوتیں سرایت
کر گئی تھیں۔ کائنات نے جس کے وجود کا احساس مجھے بہت بعد میں ہوا مجھے
ایک خاص قوت بخشی تھی، یعنی ہمیشہ زندہ رہنے کی قوت، تو اس قوت کے ساتھ اس
نے مجھے ذہن بھی ایسا بخشا تھا کہ میں دوسروں سے منفرد انداز میں سوچ سکتا تھا۔
ہاں میں نے تہذیب کا ارتقاء دیکھا اور خود کو اسی رنگ میں ڈھالنے کی قوت
پائی۔ مجھے جینا آتا تھا، مجھے ہر دور میں اپنی جگہ بنانی آتی تھی اور اس کے لئے
مجھے جو خصوصی ذہانت بخشی گئی تھی میں اسے ہمیشہ بروئے کار لاتا رہا۔

مجھے ان کے ساتھ رہنا تھا۔ دنیا دیکھنی تھی، علم سیکھنے تھے اور
میں جانتا تھا کہ وہ اس دور کے انسان ہیں، مجھے ان میں اپنا بھرم
قائم رکھنا ہے۔ چنانچہ میں نے کچھ سوچا۔ میں چاہتا تو انہیں موت کی سزا
دے سکتا تھا جنہوں نے میرا کھوج لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ان چند لوگوں
کو سزا دے کر میں اس خیال کو فنا نہیں کر سکتا تھا۔ نہ جانے کتنے ہوں گے جو میرے
بارے میں اس انداز میں سوچتے ہوں گے۔ مجھے انسانی زندگی سے کوئی دشمنی بھی
نہیں تھی کہ میں ان لوگوں کی جان لینے کی کوشش کرتا۔ چنانچہ میں نے ایسی ترکیب
سوچی کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ نفرت کی آوازوں پر میرا

آواز غالب آگئی۔

"سنو اے لاتوئی والو۔ سنو۔ غور سے سنو۔ یہ لوگ مجرم نہیں ہیں۔ یہ اپنی ملت کے وفادار ہیں۔ ہاں یہ ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ جینا جانتے ہیں۔ یہ اپنی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔ تم نے کیا دیکھ کر مجھے لاتوئی مانا ہے۔ صرف یہ کہ میں برف میں دفن ملا ہوں۔ یہ میرے لاتوئی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ انہیں آزاد کر دو، اور انہیں اپنے سوال کا جواب لینے کا حق بخشو۔ اگر یہ حق انہیں نہ ملا تو پھر مجھ میں اور آرسانہ والوں میں کیا فرق رہ جائے گا جو حقوق غصب کر کے آوازیں دبانا چاہتے ہیں۔"

میری یہ چھوٹی سی تقریر ان کے لئے بڑی سنسنی خیز ثابت ہوئی۔ بارڈک کے چہرے پر شرمندگی کے آثار ابھر آئے۔ ارکاک کا منہ لٹک گیا لیکن میں نے دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں اپنے لئے عظمت اور محبت دیکھی۔ تب بارڈک کے اشارے پر بندھے ہوؤں کو کھول دیا گیا۔ وہ لوگ بھی اب مجھ سے نگاہیں نہیں ملا رہے تھے۔

لیکن میں نے انہیں آواز دی اور اپنے سامنے کھڑے ہونے کو کہا

"مجھ سے پوچھو لوگو۔ کہ میں کون ہوں۔ میں تمہیں جواب دوں گا۔" میں نے کہا۔

"ہم جاننا چاہتے تھے کہ کیا تم لاتوئی ہو۔" ان میں سے ایک نے بے خوفی سے کہا۔

"تم نے مجھے یہ نام دیا ہے۔ تم نے مجھے لاتوئی کہا ہے۔ بتاؤ کیا تم میں سے کوئی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے خود کو لاتوئی کہا ہے۔ جواب دو۔!" اور میرے اس سوال پر وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

پھر جب کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے خود کہا۔ "لیکن تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں لاتوئی ہوں۔ اگر تم لاتوئی اسے کہتے ہو جو تمہاری مدد کرنے آیا ہے، جو تمہیں آرسانہ کے ظلم و ستم سے نجات دلانے آیا ہے تو ہاں میں لاتوئی ہوں۔ میں آرسانہ والوں کی موت ہوں۔ میں ان سب سے زیادہ طاقتور ہوں جو تمہارے اوپر ظلم کرتے ہیں اور میں تمہیں اس کا ثبوت دوں گا۔ لیکن سنو اگر اس ثبوت کے بعد بھی اگر تم نے میرے اوپر شک کیا تو پھر میں خاموشی سے تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا۔ اور پھر آرسانہ والے میرے دوست ہوں گے۔"

تب میں نے بارڈک کو آواز دی ـــ "!بارڈک۔ اپنے سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار انہیں دو۔ یہ میرا حکم ہے۔"

"ہتھیار دو ـــ!" بارڈک نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور اس کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ ان سب لوگوں کو فولاد کے تیز دھار والے چمکدار ہتھیار دیئے گئے ـــــــ، اور وہ ہتھیار لیکر لرزنے لگے۔

"سنو۔ میرے جسم پر وار کرو۔ پوری قوت سے۔ اور اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو میں تمہیں سزا دوں گا، تم میں سے ایک ایک کو قتل کر دوں گا۔"

"ہمیں معاف کر دے لاتوئی۔ ہمیں معاف کر دے۔" وہ سب ہتھیار پھینک کر اوندھے منہ گر پڑے۔ لیکن میں ان سب پر اپنی ہیبت، اپنی پراسرار قوتوں کی دھاک بٹھانا چاہتا تھا۔ مجھے وہ جنگ یاد تھی جو میں نے گولامیوں سے لڑی تھی۔ اس جنگ میں گولامیوں کے ہتھیار میرے جسم پر بے کار ثابت ہوئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ ان کے ہتھیار بھی میرے اوپر کارگر نہ ہوں گے۔

"میرے حکم کی تعمیل کرو۔" میں نے چیخ کر [illegible] سینکڑوں انسانوں کے مجمع پر سکوت طاری تھا۔ میرا غصہ کارآمد ہوا۔ وہ لوگ لرزتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کانپتے ہاتھوں سے ہتھیار اٹھا لئے، اور پھر وہ میرے سامنے کھڑے ہو گئے۔

"میرے جسم پر وار کرو۔ اگر تمہارے وار کمزور ہوئے تو میں تمہیں ہلاک کر دوں گا۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں ارکاک کی طرف رخ کر کے بولا۔ "ارکاک، آگ کا ایک بڑا الاؤ تیار کرو۔ فوراً۔!" اور ارکاک نے بھی گردن جھکا دی۔ سب لرز رہے تھے، یہاں تک کہ بارڈک کے جسم پر بھی رعشہ طاری تھا۔ بہرحال میرے دوسرے حکم کی بھی تعمیل ہونے لگی۔

وہ لوگ بادلِ نخواستہ میرے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو گئے تھے اور پھر میرے سامنے کھڑے ہوئے قوی ہیکل جوان نے اپنے مڑے ہوئے تیز دھار والے تیغے سے میرے بائیں شانے پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ اور اپنے بارے میں میرا اندازہ غلط نہ تھا۔ اس کا خوفناک ہتھیار میرے شانے پر پڑ کر اچٹ گیا۔ اور حملہ آور کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ پھر جیسے انہیں اس کام سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ وہ ہتھیاروں سے میرے اوپر حملے کرنے لگے۔ اور مجھے بھی اپنی اس پراسرار قوت کو آزمانے کا موقع مل گیا۔

یہاں تک کہ وہ لوگ تھک گئے اور جونہی انہوں نے ہتھیار پھینکے بارڈک سمیت تمام لوگ سجدوں میں گر پڑے۔ اب وہ دل سے میری پراسرار قوتوں کے قائل ہو گئے تھے۔ لیکن میں نے اسی پر اکتفا نہ کیا۔ اور بارڈک کی طرف بڑھ کر بولا۔

"نوجوان سردار ـــ تم نے مجھے لاتوئی کہا ہے۔ تم جلانے والے کی پرستش کرتے ہو۔ دیکھو۔ آگ میرے لئے ایک حقیر شے ہے۔ وہ مجھے نہیں جلا سکتی کیونکہ ـــ میں اسی آگ کا مظہر ہوں۔ آؤ ـــ اس کے بعد

تمہارے دل میں کوئی خلش نہ رہ جائے ۔" میں آگ کے اس دہکتے ہوئے الاؤ کی طرف بڑھا جس کے شعلے آن کی آن میں آسمان سے باتیں کرنے لگے تھے لوگوں کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔ خوفناک الاؤ سے دور تپش پھیل گئی تھی اور اس کی تپش سے برف پگھل رہی تھی۔ میں اطمینان سے آگ میں داخل ہو گیا۔ یہ آگ میرے لئے واقعی حقیر تھی۔ آگ تو میرے جسم کو جلا بخشتی تھی۔ میرے ذہن پر چھائی ہوئی کہر صاف ہو گئی۔ میرا رنگ اور نکھر آیا۔ اب میں دو آتشہ ہو گیا تھا۔ آگ کے دہکتے ہوئے الاؤ سے جب میں نے باہر قدم رکھا تو میرے مخالف زمین پر لوٹ رہے تھے وہ اپنے چہرے پیٹ رہے تھے کہ انہوں نے مقدس لاتوتی پر شک کیوں کیا۔ بازوک اور ارکاک گردن جھکائے کھڑے تھے ۔ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی ان پر۔ میں تمہیں کیا بتاؤں پروفیسر۔ کہ ان لوگوں کی کیا کیفیت تھی۔ خوف اور امید کی ملی جلی کیفیت !تب میں نے مسکراتے ہوئے انہیں تسلی دی

"تم نے میری حقیقت جاننا چاہی تھی۔ میں نے تمہیں بتا دی۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ سفر شروع کرو۔ کامرانی کا سفر۔!" ان سب کے چہرے مسرت سے کھل اٹھے اور وہ لوگ خوشی سے اچھلنے لگے! اس طرح میں نے اُن کے دل فتح کر لئے تھے ۔

تم مجھے ہر دور کا ذہین ترین انسان کہہ سکتے ہو پروفیسر۔ ممکن ہے تمہاری نگاہ میں یہ خود پرستی ہو۔ لیکن تاریخ گواہ ہے، واقعات شاہد ہیں کہ میں نے جس دور میں بھی آنکھ کھولی، دنیا کو جہاں بھی پایا، وہاں اپنا ایک منفرد مقام بنا لیا۔ وہاں کے باشندوں میں۔ وہاں کی سلطنتوں میں ایک ممتاز حیثیت کا حامل رہا۔ میں اب دنیا کو پوری طرح سمجھ گیا تھا۔ میں ہر دور کی ضروریات سے آگاہ تھا، کیونکہ میرے پاس تجربات تھے۔ میں دوسروں سے بہتر سوچ رکھتا تھا۔ میں قوموں کی تقدیریں بدلنے کی قوت رکھتا تھا۔ چنانچہ غار والے مجھے مقدس لاتوتی کے نام سے مخاطب کرتے تھے ۔ وہ صرف میرے احکام مانتے تھے اور میں انہیں منظم کر رہا تھا۔ میں انہیں ایک زبردست جنگ کے لئے تیار کر رہا تھا۔ ارکاک جیسا جہاندیدہ شخص میرا مشیر تھا۔ میں نے اس سے اس وقت کے بہت سے علوم سیکھے، رائج الوقت تحریر سیکھی اور اس دور کی مکمل تاریخ لکھنے لگا۔ میرا صرف یہی کام نہیں تھا۔ میں ان لوگوں کو آرسانہ پر فتح حاصل کرنے کی ترکیبیں بھی بتا رہا تھا۔ میں نے غاروں میں ان کی حکومت قائم کر دی تھی۔ ان کی سرحدوں کی ناکہ بندی کرا دی تھی۔ کچھ لوگ سرحدوں کی حفاظت کرتے اور آرسانہ والوں سے ہوشیار رہتے ۔

آرسانہ کے فوجی دستے کبھی کبھی ان علاقوں سے گذرتے اور غاروں والے نفرت سے انہیں دیکھتے۔ لیکن میری سخت ہدایت پر کبھی غار والوں نے آرسانہ کے دستوں کے سامنے آنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ ان سے ہمیشہ پوشیدہ رہے۔ حالانکہ ہم چاہتے تو ان دستوں کو آسانی سے ختم کر سکتے تھے لیکن میں حکمتِ عملی سے کام لے رہا تھا۔ میں ابھی غار والوں کی قوت منظرِ عام پر نہیں لانا چاہتا تھا۔ آرسانہ والوں کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا کہ برف کے ناکارہ باشندے ایک بڑی قوت بن کر سامنے آ سکتے ہیں۔ میں خاموشی سے ان پر ٹوٹ پڑنا چاہتا تھا، اور اس کے لئے بھرپور تیاریاں کر لینا چاہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آرسانہ کے دستے بے خوف و خطر نقل و حرکت جاری رکھے ہوئے تھے

ویسے میں نے ان سفید فاموں کو دیکھا تھا، وہ بڑے خوبصورت تھے غار والوں کی طرح ان کے نقوش تیکھے تھے۔ اور رنگ سفید جس کی وجہ سے وہ بہت خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ ان کے ہتھیار بھی خوب چمکدار ہوتے اور ان کے گھوڑے تندرست ہوتے۔ میں جانتا تھا کہ بڑا سخت مقابلہ ہو گا! اور میں غار والوں کو مکمل تیاری کے بغیر ان کے سامنے لانا نہیں چاہتا تھا

یہاں مجھے ہر طرح کا آرام تھا، سوائے ایک تکلیف کے۔ اور وہ تکلیف جنس کی تھی۔

ہاں پروفیسر۔ یہاں اس قبیلے میں، میں ابھی تک عورت سے محروم تھا۔ اس نئے دور میں کوئی عورت میرے قریب نہیں آتی تھی۔ دراصل رشتے متعین ہو چکے تھے۔ باپ بھائی، ماں، بہن بیٹی کا تصور پیدا ہو گیا تھا بھائی اور بہن آ گے اور سامی بھی تھے۔ سامی کو صرف اس لئے ہلاک کر دیا گیا کہ وہ آکے کے لئے تھی اور اس نے اپنا جسم آکے کے بجائے مجھے پیش کر دیا تھا۔ لیکن اس زمانے میں، میں نے رشتوں کی تفریق دیکھی۔ بھائی بہن کو غلط نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا تھا، باپ بیٹی کو اور ماں بیٹے کو۔

میں اگر چاہتا تو یہاں کی ہر لڑکی میرے حرم میں داخل ہو جاتی لیکن وہ مجھے اپنا مقدس رہنما مانتے تھے۔ ہر لڑکی مجھے باپ سمجھتی تھی۔ اور اسی انداز میں پیش آتی تھی۔ اُن دنوں میں ایک ایسے غار میں مقیم تھا جو دوسرے غاروں سے قدرے بلند مقام پر تھا۔ یہاں میرے لئے ہر آسائش کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ یہاں سے میں دُور دُور تک نظر رکھ سکتا تھا اور اکثر شام کی کجلاہٹوں میں، میں غار سے باہر نکل آتا، اور غروب ہوتے سورج کا منظر دیکھتا۔ یہ منظر مجھے بہت پسند تھا۔

ایسی ہی ایک شام کو میں تن تنہا غار سے دور ایک پتھر پر بیٹھا تھا، میری نگاہیں پتھروں میں بھٹک رہی تھیں کہ میں نے کچھ آہٹیں سنیں اور میری گردن اس طرف گھوم گئی۔ رنگین لباس میں ملبوس، ایک شعلہ بدن، لمبے بالوں ایک لڑ

بڑھ رہی تھی۔ جس طرف وہ بڑھ رہی تھی۔ میں نے اس طرف دیکھا، تب میری نگاہ
اس نوجوان پر پڑی۔ وہ جو ایک پتھر سے ٹکا بیٹھا تھا۔ اس کا فولادی ہتھیار اس کے
نزدیک رکھا تھا۔ یہ شاید پہرے داروں میں سے تھا اور لڑکی اسی طرف جا رہی تھی۔

گویا یہاں بھی حسن و عشق کی دلکشی موجود ہے۔ میں نے سوچا اور
دلچسپی سے یہ منظر دیکھنے لگا۔ میرے دل میں لاکا جاگ اٹھی تھی۔ مجھے ساہی یاد آگئی
تھی، اس سے پہلے کی لڑکیاں یاد آگئی تھیں، جن کا کوئی نام نہیں تھا۔ میں نے لڑکی
کو اس نوجوان کے قریب پہنچتے ہوئے دیکھا۔ تب نوجوان نے شاید اس کے قدموں
کی آہٹ سن لی۔ اس نے بجلی کی طرح تڑپ کر اپنا ہتھیار اٹھایا اور لڑکی کی طرف
جھپٹ پڑا۔

لڑکی ایک سریلی سی چیخ مار کر ہنس پڑی۔ اور نوجوان بھی ہنسنے لگا
اس نے لپک کر لڑکی کو دبوچ لیا۔ اور لڑکی اس کے بازوؤں میں سما گئی۔ دونوں
ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ نوجوان نے اُسے پتھر پر لٹا دیا۔۔۔
اس کی باہنیں اس کی گردن میں حمائل تھیں۔

اس منظر نے میری رگوں میں انگارے بھر دیئے اور میں بے چین ہو گیا
مجھے پھر کسی ساہی کی ضرورت تھی۔ میں ایسی ہی مرمریں باہنیں اپنی گردن میں حمائل
دیکھنا چاہتا تھا۔ میں پُرشوق نگاہوں سے ان دونوں کو پیار کرتے دیکھتا رہا۔
دونوں نے محبت کی حدود قائم کر رکھی تھیں اور پھر دونوں کافی دیر تک گفتگو کرتے
رہے۔ سورج چمکتا رہا۔ یہاں تک کہ تاریکی پھیل گئی۔ میں پتھر کے بُت کی طرح
ساکت تھا۔ میرے دل و دماغ میں ہیجان برپا تھا۔ پھر لڑکی نے شاید نوجوان
سے اجازت مانگی اور اپنا لباس درست کرتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

نہ جانے میرے ذہن میں کیا سمائی۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور
اسی گذرگاہ پر پہنچ گیا جہاں سے لڑکی کو گذرنا تھا۔ لڑکی واپس آ رہی تھی اور
میں ایک طرف چھپا ہوا تھا، اور پھر جونہی وہ میرے قریب پہنچی۔ میں اس کے سامنے
آ گیا۔ لڑکی کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔

اس نے مجھے دیکھا۔ اور اس کے چہرے پر عقیدت کی سُرخی دوڑ گئی
اس کا خوف رفع ہو گیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" میں نے اس سے کہا اور واپس مڑ گیا۔
وہ میرے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ یہاں تک کہ میں اپنے غار میں داخل ہو گیا۔ غار
میں موجود وہی مشعلیں میں نے روشن کر دیں۔ یہ مومی مشعلیں تھیں جن کی روشنی
بہت تیز ہوتی تھی۔ اور ان مشعلوں کی روشنی میں، میں نے لڑکی کے چہرے کو
دیکھا۔ اس کے چہرے پر سکون تھا جیسے اسے میری طرف سے کوئی خدشہ نہ ہو
وہ میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اور اس کی نگاہیں جھک گئیں۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"کوکی۔!" اس نے جواب دیا۔

"کہاں سے آ رہی ہو۔؟"

"وہ۔ وہ۔" اس کے چہرے پر ہلکی سی زردی پھیل گئی۔ لیکن
مجھ سے جھوٹ بولنا گناہ تھا۔ اس لئے اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"سالوگ کے پاس سے۔"

"وہ تمہارا کون ہے؟"

"کوئی۔ کوئی نہیں۔ مگر۔ میں اسے پیار کرتی ہوں۔" اس
نے جواب دیا۔ یہ جواب بھی بحالتِ مجبوری دیا گیا تھا، ورنہ شاید اگر کوئی اسے قتل
بھی کرتا تب بھی وہ یہ بات نہ بتاتی۔ میں نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ وہ
انتہائی خوبصورت جسم کی مالک تھی۔

میں آگے بڑھا اور میں نے اس کے دونوں شانے پکڑ لئے۔ اس
نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا، اس کے ہاتھ لٹکے رہے۔ اس نے ۔۔۔۔۔
گرم جوشی کا ثبوت نہ دیا ــــــ میں تلملا کر رہ گیا۔ میں نے اس
کے شانے چھوڑ دیئے۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا پر وقیس۔ البتہ اس
کی آنکھوں سے اب بھی عقیدت جھلک رہی تھی۔ اور اس وقت یہ عقیدت مجھے زہر
معلوم ہونے لگی میں اسے گھورتا رہا۔ اس کی آنکھیں پھر جھک گئی تھیں۔ میں اسکے
جذبات بیدار کرنا چاہتا تھا لیکن میری گردن اس کی باہنوں کو ترستی رہی۔ میرے
ہونٹ اس کی تحریک کو ترستے رہے۔

وہ اب بھی عقیدت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"کوکی۔!" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"م۔ مقدس لاتوئی۔!" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھی ـــ لیکن اسکے

چہرے کا سکوت میرے ذہن کو جھنجھوڑ رہا تھا۔
"کوکی!" میں نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دباتے ہوئے کہا۔
"مقدس لاتوئی!"
"بیٹھ جاؤ!" میں نے کہا۔ اور وہ میرے اشارے پر بستر پر بیٹھ گئی۔ "لیٹ جاؤ!" میں نے کہا۔ اور وہ لیٹ گئی! "اگر میں تمہارے اس حسین جسم کو پامال کر دوں تو تمہارے کیا تاثرات ہوں گے!" میں نے پوچھا۔
"میں۔ میں سمجھوں گی ۔۔۔ میں سمجھوں گی مقدس لاتوئی! اسی میں میری بہتری ہو گی۔ اسی میں میری نجات ہو گی۔" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا اور میرے ذہن میں تاریکی چھا گئی۔ یہ صورتِ حال میرے لئے سخت اذیت ناک تھی۔ میں غار والوں کے تمام جوانوں سے زیادہ حسین تھا۔ ان سب سے زیادہ خوبصورت جسم کا مالک تھا۔ لیکن ان سب کے دلوں میں میری عقیدت تھی۔ وہ مجھے ایک مرد کی حیثیت سے دیکھنا بھی گناہ سمجھتی تھیں ۔۔۔ اور پروفیسر۔ جنس مخالف اگر خود سپردگی کا اظہار نہ کرے تو اس کے حصول میں کیا لذت رہ جاتی ہے۔ میرے ضمیر نے مجھے ملامت کی۔ میں خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ اور وہ اسی انداز میں لیٹی رہی جس طرح میں نے کہا تھا۔ تب میں نے اسے اٹھنے کا حکم دیا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میرے دوسرے حکم پر خاموشی سے باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں پریشان بیٹھا رہا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہاں کا بچہ بچہ میری عزت کرتا ہے۔ مجھے اوتار سمجھتا ہے۔ اپنا مقدس پیشوا سمجھتا ہے۔ چنانچہ مجھے یہاں جنس کی لطافت نہ مل سکے گی۔ اس تصور سے میں پریشان ضرور رہا لیکن میرے دل میں کوئی ایسی بات نہ آئی جو ان کے لئے نقصان دہ ہوتی۔ میں اب بھی ان کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار تھا! چنانچہ میں نے خود کو تسلی دی۔ جو کام ہے اسی میں خود کو مصروف رکھنا ہو گا، ذہن سے عورت کا تصور نکالنا ہو گا۔

اور میرے دل میں پاکیزگی سرایت کر گئی۔ اس قبیلے میں یہ پہلا اور آخری واقعہ تھا پروفیسر۔ اس کے بعد میں نے قبیلے کی لڑکیوں کو فراموش کر دیا۔ کوکی نے مجھے بہترین سبق دیا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں میرے ذہن میں ایک خلش بیدار ہو گئی تھی۔ میں اب قبیلے کی کسی لڑکی کو غلط نگاہ سے نہ دیکھتا، لیکن عورت کی طلب کو میں نظر انداز بھی نہیں کر سکا تھا۔ تب ایک رات میرے ذہن میں ایک انوکھا خیال آیا۔ مجھے غار والوں کی سرحدوں سے گزرنے والے سفید فام آرسانی یاد آئے۔ غار والے مجھے مقدس لاتوئی سمجھتے تھے لیکن آرسانہ کے لوگ مجھ سے واقف نہ تھے۔ اور یقیناً ان کی عورتیں بھی ان کی طرح حسین ہوں گی۔ سچ کہوں پروفیسر۔ مجھے آرسانہ والوں سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ ان کی بہیمیت کے قصوں نے مجھے ان سے متنفر کر دیا تھا اور میں ان کو تباہ کر دینا چاہتا تھا حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہیں تھا۔ انہیں پرکھا نہیں تھا۔ لیکن جن لوگو سے میرا واسطہ تھا وہ اتنے اچھے تھے کہ آرسانہ والوں کو میں برا سمجھنے پر مجبور یہ سیدھے سادے لوگ بلا وجہ کسی سے پرخاش نہیں رکھتے تھے۔ وہ صرف آ رہنے کے خواہشمند تھے۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ آزادی ان کا حق تھی۔ طاقت کے پر انہیں غلام بنانے والوں کو فنا ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ میں نے جو ترکیب سوچی یوں تھی کہ کیوں نہ جنگ سے پہلے میں آرسانہ والوں کو دیکھوں۔ ان کی طاقت جائزہ لوں۔ اور اگر مل سکے تو وہاں سے کوئی عورت حاصل کروں! ان تمام میں عورت کا تصور میرے لئے بے حد دلکش تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی اسکیم پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اسی دن میں نے ارکاک کو طلب کیا۔

بوڑھا مدبر میرے سامنے پہنچ کر جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہ
"میں محسوس کر رہا ہوں ارکاک، کہ ہماری تیاریاں تیزی سے تکمیل کو پہنچتی جا
"لاتوئی کی برکت سے۔" بوڑھے نے کہا۔
"چنانچہ اب میں ایک دوسرا کام کرنا چاہتا ہوں۔"
"ہم سب پر لاتوئی کے احکامات کی تعمیل فرض ہے۔" بوڑھے
"تب میری روانگی کا بندوبست کر دو۔ مجھے دوڑنے والا طا جانور دو۔ میں آرسانہ جانا چاہتا ہوں!" میں نے کہا اور ارکاک کی آنکھ حیرت سے پھیل گئیں۔
"مجھے میری جسارت پر معاف کر لاتوئی۔ میں پوچھ سکتا ہوں کہ" اس نے شدید حیرت کے عالم میں کہا۔
"ہاں۔ تم لوگوں کی تیاریاں تکمیل تک پہنچ رہی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آرسانہ والے ہمارے بھرپور حملے کی تاب نہیں لا سکیں گے۔ لیکن ان طاقت کا صحیح اندازہ کرنا ضروری ہے ہم حملہ آور ہوں گے۔ دوسرے کی جا کر لڑیں گے۔ اس لئے ہمارا کوئی پہلو کمزور نہیں رہنا چاہئے۔ مجھے کوئی ایسا ہے جس نے آرسانہ کی سیر کی ہو۔ اگر ہے تو میرے سامنے لاؤ اس سے آرسانہ کے در و دیوار کے بارے میں پوچھوں۔ میں معلوم کر آرسانہ والوں کی اندرونی قوت کتنی ہے ہم کون سے رخ سے حملہ کریں زیادہ نقصان نہ ہو۔"
"ایسا کوئی نہ ہو گا لاتوئی۔" بوڑھے نے کہا۔
"تب زیرک ارکاک ۔۔۔ میں کیوں نہ آرسانہ میں داخلے راستوں کا جائزہ لوں ان کی طاقت کا اندازہ کروں تاکہ جب ہم آرسانہ پر حملہ آ تو ہمارے لئے سیدھے راستے موجود ہوں۔"

آرکاک گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن اٹھاکر دبی آواز سے کہا: "تو جس مقدس مقصد سے جارہا ہے مقدس لاتونی۔ وہ خطرناک ہے ۔۔۔تیری موجودگی سے غار والوں کے دل بڑھے ہوئے ہیں۔ اگر تو ان کے درمیان نہ ہوگا تو ان کے دل بجھ جائیں گے۔ اور ممکن ہے ان کے حوصلے پست ہوجائیں؟"

"تم میرے مقصد کی تشہیر کرسکتے ہو۔ یہ غار والوں کے مفاد میں ہے"

"اگر تو بہتر سمجھتا ہے مقدس لاتونی۔ تو یقیناً ایسا ہی ہوگا میں ابھی باروک کے پاس جارہا ہوں۔۔!" آرکاک میرے پاس سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ دونوں واپس آئے آرکاک اور باروک دونوں پریشان تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ کوئی میرے ساتھ جائے، لیکن میں نے انہیں روک دیا۔

"میرے عزیز دوستو"، میں نے کہا: "میں جس طرح تمہارے لئے اجنبی تھا، اسی طرح ان کے لئے اجنبی ہوں۔ لیکن تمہارے چہرے وہ پہچانتے ہیں میں ان میں ایک اجنبی کی حیثیت سے داخل ہوں گا۔ اور تم جانتے ہو کہ وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ لیکن اگر انہوں نے تمہیں پایا تو بیدریغ تمہیں ہلاک کردیں گے۔ اس لئے میں تم میں سے کسی کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ تم تیاریاں جاری رکھو اور میرا انتظار کرو۔ میرا یہ پیغام غار والوں کو پہنچادو"

اور انہوں نے گردن جھکادی۔ تب میں نے اپنے سفید رنگ کے لمبی بیکل گھوڑے کو ایڑ لگادی۔ اب میں گھوڑے کی سواری میں طاق تھا اور اسے تیز رفتاری سے دوڑانے میں میرے لئے کوئی دشواری نہیں تھی آرسانہ کا راستہ مجھے معلوم تھی، اور میں دل میں نئی آرزوئیں بسائے اس خطرناک علاقے کی طرف چل پڑا۔ حالات و واقعات کافی بدل چکے تھے۔ مجھے ابتدائی دور بھی یاد تھا، جب پہلی بار میں نے بھوک کو ایک تکلیف کی شکل میں محسوس کیا تھا! اور پھر ایک جانور کے خون سے پیٹ کی آگ بجھائی تھی۔ اس کے بعد کے ادوار بھی مجھے یاد تھے انسان بتدریج ترقی کی راہوں کی طرف گامزن تھا۔ اس وقت کا میں آج سے کس قدر مختلف تھا، آج دنیا کے بے شمار علوم مجھے آتے تھے۔ میں ذہانت و کمال سے سوچ سکتا تھا۔ میں ہر دور کے انسانوں سے کچھ حاصل کرتا آیا تھا میں نے زندگی بے مقصد نہیں گذاری تھی بلکہ اپنی زندگی میں کچھ کیا تھا۔ بہت کچھ کسی قبیلے سے بھی منسلک ہوا، اس کے لئے کچھ نہ کچھ کرتا رہا۔ چنانچہ آج میں غار والوں کے لئے بہت کچھ کرنے جارہا تھا۔

لیکن میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ انسان کے اپنے بھی اغراض و مقاصد ہوتے ہیں۔ خود میرے دل میں بھی ایک غرض تھی۔ ایک طلب تھی۔ اور میں وہ طلب پوری کرنا چاہتا تھا۔ انسان کی فطرت پر غور کریں پروفیسر۔۔۔ وقت کے ساتھ اس میں کیسی کیسی تبدیلیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ میں نے جب خود کو انسانی وجود میں محسوس کیا تھا، تو جنس بھی میرے لئے ایک طلب تھی جو کہیں سے بھی پوری کی جاسکتی تھی۔ جب میری دوسری ساتھی لڑکی نے میری پہلی ساتھی کو رقابت میں ہلاک کیا تھا تو مجھے کوئی دکھ نہیں ہوا تھا۔ دوسری لڑکی موجود تھی۔ اس سے آپ انسانی فطرت کی اصلیت کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ یوں سمجھ لیں۔ انسان میں سب کچھ موجود تھا، بس وہ خود نامکمل تھا اور جوں جوں وہ مکمل ہوتا گیا اس میں تبدیلیاں آتی گئیں۔ طلب، رقابت، محبت، سب کچھ اس میں موجود تھا۔ ورنہ میری دوسری ساتھی پہلی ساتھی کو ہلاک نہ کرتی۔ یہاں غار والوں میں میری فطرت نے ایک نیا انداز سیکھا۔ یعنی وہ لڑکی۔

اگر میں اسے حکم دیتا تو وہ پوری زندگی میرے ساتھ گذارے لمحات کا ذکر کسی سے نہ کرتی۔ لیکن پھر۔ میرے دل نے ہی اسے قبول نہ کیا۔ میں قبیلے کی دوسری لڑکیوں کو بھی آزما سکتا تھا۔ لیکن میں جان گیا کہ وہ لوگ مجھے کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اس کے بعد میری ہمت نہ ہوئی کہ میں کسی اور لڑکی کو آزماؤں۔ اور اس کے لئے میں نے آرسانہ جانے کا خطرہ مول لیا۔ بہرحال میرا گھوڑا انجانے راستوں پر دوڑتا رہا۔ برف کی زمین جاری تھی۔ لیکن بتدریج برف کی تہہ ہلکی ہوتی جارہی تھی یہاں تک کہ برف بالکل ختم ہوگئی اور ہموار زمین شروع ہوگئی۔

یہ علاقہ میرے لئے اجنبی تھا، اس سے قبل میں نے ادھر کا رخ نہیں کیا تھا۔ لیکن مجھے اس بات کی کوئی پریشانی نہیں تھی میں سفر کررہا تھا، یہاں تک کہ سورج ڈوبا اور شام ہوگئی۔ تاریک رات میں، میں ان اجنبی راستوں پر سفر [illegible] اس لئے میں نے وہیں قیام کا فیصلہ کرلیا، اور پھر ایک مناسب جگہ دیکھ کر [illegible] کو روک لیا۔ گھوڑے کو ایک جگہ باندھا اور [illegible] پشت پر لٹکا کھانے پینے کا سامان لے کر میں ایک بلند اور مسطح چٹان پر چڑھ گیا۔ لیکن چٹان سے کچھ دور روشنیاں دیکھ کر میں چونک پڑا، مشعلوں کی روشنیاں تھیں اور ان روشنیوں میں لوگ چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔

"آرسانی۔۔!" میرے ذہن نے کہا۔ یقیناً آرسانی تھے۔ ان کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔ ان کے خیمے سفید اور اونچے تھے۔ جگہ جگہ آگ روشن ہورہی تھی۔ میرے دل میں گدگدیاں ہونے لگیں۔ شاید کوئی آرسانی دستہ ہے میں نے جلدی جلدی پیٹ کی آگ بجھائی اور پھر ان لوگوں سے مل بیٹھنے کی ترکیب سوچنے لگا۔ کوئی حرج نہیں تھا۔ اگر یہ لوگ مجھے قیدی بناکر بھی آرسانہ لے جائیں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن ان لوگوں کو اپنی یہاں موجودگی کا احساس کس طرح دلاؤں۔۔؟ میں سوچتا رہا۔

اور تاریکی پھیلتی رہی۔ ابھی میں یہ غور و خوض کر ہی رہا تھا کہ اچانک کچھ عجیب سی آوازیں آنے لگیں۔ اور میں چونک پڑا۔ یہ آوازیں میں نے پہلے کبھی

نہیں سُنی تھیں۔ ویسے جنگی ڈھول میں نے سُنے تھے، لیکن اُن کی آوازیں بھیانک اور دِلوں کو گرمانے والی ہوتی تھیں۔ ان آوازوں میں ڈھول بھی شامل تھا، لیکن اس میں دلکشی اور دل موہ لینے والی قوت پوشیدہ تھی۔ آوازیں تیز ہوتی گئیں، اور میں خود پر قابو نہ پا سکا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس طرف چل پڑا اور چند منٹ کے بعد میں ان لوگوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ عجیب محفل جمی ہوئی تھی۔ تیز روشنیوں کے درمیان ایک خوبصورت لڑکی دلکش لباس میں ملبوس تھرک رہی تھی اسے دیکھنے والے خوشی سے دانت نکالے ہوئے تھے۔

"یہ کیا کر رہی ہے؟"، میں نے سوچا بہرحال جو کچھ بھی کر رہی ہے اچھا ہے۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ یقیناً ارسانی تھی۔ حسین نقش و نگار، سفید رنگ، خوبصورت اور متناسب اعضا۔ میں ان لوگوں کے بالکل قریب پہنچ گیا، وہ ایسے محو تھے کہ انہیں میری آمد کا احساس بھی نہیں ہوا۔ میں بھی ان کے اس کھیل میں مست ہو گیا تھا۔ درحقیقت مجھے یہ سب بہت دلچسپ محسوس ہو رہا تھا میں نے گرد و پیش کے ماحول پر نگاہ ڈالی تب میری نگاہ سامنے اٹھ گئی۔ ایک خوبصورت نشست گاہ پر ایک خوبصورت عورت، چمکدار لباس پہنے بیٹھی تھی۔ یہ لباس اس کے جسم پر چُست تھا۔ اور اس میں رنگین چمکدار پتھر ٹنکے ہوئے تھے۔ اس کے سر پر ایک کلغی تھی جس میں ایک بڑا چمکدار پتھر جگمگا رہا تھا۔ کچھ اور خوبصورت لڑکیاں [illegible] تھیں۔

[illegible] عورت شاید ان میں کسی ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔ میں نے سوچا [illegible] درمیان میں ابھی تک تھرک رہی تھی۔ پھر اچانک [illegible] بند کر دیا اور پھر وہ اس عورت کے سامنے جا کر جھکی [illegible] عورت نے اپنی [illegible] سے موتیوں کا ایک ہار اتار کر اس کی طرف اُچھال دیا۔

یہ سب کچھ میرے لئے بالکل نیا تھا۔ اور میں اسے دیکھ کر عجیب سی دلچسپی محسوس کر رہا تھا لیکن اسی وقت ان لوگوں میں سے کسی کی نگاہ میرے اوپر پڑ گئی۔ اس نے دوسروں سے کہا۔ اور پھر تقریباً سب ہی مجھے دیکھنے لگے۔ میں اب بھی اسی کھیل کا منتظر تھا لیکن کھیل رک چکا تھا اور وہ سب مجھے دیکھ رہے تھے میں ان میں اجنبی تھا، میرا آتشی رنگ، آتشی بال یہ سب کچھ ان کے لئے اجنبی تھے وہ تعجب سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر ان کا مجمع چھٹ گیا انہوں نے میرے گرد ایک طویل دائرہ بنا لیا تھا۔ اور ان میں سے کچھ اس عورت کی طرف اشارہ کر کے کچھ بتا رہے تھے۔

میں سب کچھ سمجھ گیا لیکن دل ہی دل میں، میں مطمئن تھا۔ یہ تو میں خود چاہتا تھا۔ تب وہ عورت کھڑی ہو گئی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کچھ کہا۔ الفاظ فوری طور پر میری سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ میں اپنی ذہنی قوتوں کے سہارے سے انہیں سمجھنے لگا۔ عورت کہہ رہی تھی۔

"اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔ گرفتار کر کے اسے میرے سامنے لاؤ۔ اکیا یہ میدانوں کا باشندہ ہے؟"

"نہیں ملکہ۔۔۔ یہ کوئی اجنبی ہے"۔

"گرفتار کر لو۔ ہاں اسے نقصان نہ پہنچے"۔ اس نے کہا اور اس وقت میں نے ایک فیصلہ کیا۔ میں ان کی زبان سے بھی اجنبیت ظاہر کروں گا اور نہ انہیں اپنی زبان سمجھنے دوں گا، میں ان سے پتھروں کے دور کی زبان بولوں گا۔

بہرحال۔ ان کا دائرہ میرے گرد تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ شاید میری جسامت سے خوفزدہ تھے۔ کیونکہ ان کے مقابلے میں میرا جسم بے حد قوی تھا۔ میرا سینہ چوڑا تھا اور اس پر گوشت کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں۔ میری کمر چیتے کی طرح پتلی تھی اور میں جسم ہی سے بے حد پھرتیلا نظر آتا تھا۔ بہرحال وہ میرے بالکل قریب پہنچ گئے۔ اور پھر ڈرتے ڈرتے انہوں نے میرے بازو پکڑ لئے۔

میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تو ان کی ہمت اور بڑھی، اور پھر کئی آدمیوں نے میرے بازو اور جسم کو جگہ جگہ سے پکڑ لیا۔ اور مجھے اس عورت کی طرف دھکیلنے لگے جسے انہوں نے ملکہ کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

میں خاموشی سے عورت کے سامنے پہنچ گیا۔ مجھے پکڑنے والوں نے میرے جسم پر اپنی گرفت اور سخت کر دی تھی۔ تب میں نے اچانک اپنے جسم کو زوردار جھٹکا دیا اور اس میں بالکل مبالغہ نہیں ہے پروفیسر، کہ وہ لوگ اچھل کر کئی فٹ دور جا گرے۔ تمام ارسانیوں کے منہ سے عجیب سی آوازیں نکل گئیں۔ انہوں نے اپنے ہتھیار سنبھال لئے۔ لیکن اسی وقت عورت نے ہاتھ بلند کر کے انہیں روک دیا۔ وہ مجھے بڑے اچنبھے سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے ہتھیار اٹھانے والوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور عورت کو دیکھنے لگا۔

اس کی عمر ڈھلنے لگی تھی لیکن جسم مضبوط تھا۔ اس عمر میں بھی کافی حسین اور پرکشش تھی، لیکن مجھے بحیثیت عورت اس سے خاص رغبت نہیں محسوس ہوئی۔ تب عورت مسکرائی اور اٹھ کر میرے نزدیک آ گئی۔

"تم کون ہو نوجوان۔۔۔؟ یقیناً تم ان میں سے نہیں ہو جو باغی ہیں"۔ اس نے کہا۔ میں نے اس کی بات سمجھی، لیکن اپنے چہرے پر تاثرات نہ پیدا ہونے دیئے جس سے اسے اندازہ ہو کہ میں اس کی بات سمجھ سکا ہوں۔

"تاارسی کی قسم۔ تم تو آسمان سے اترے ہوئے کوئی [illegible] معلوم ہوتے ہو۔ تمہارا جیسا دلکش جوان اس دنیا میں نہیں پیدا ہو سکتا"۔ اس نے میرے چوڑے سینے کے اوپر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا [illegible] میں نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔

"بتاؤ تم کون ہو — مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔ فکرمت کرو، تم سارتیہ کی پناہ میں ہو"۔ وہ پھر بولی۔ اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"اوہ۔ شاید تم ہماری زبان سے ناواقف ہو۔ کیا تم غار والوں کی زبان جانتے ہو۔؟" اس نے کہا، لیکن میں تو خاموش رہنے کا تہیہ کر چکا تھا۔

"باکوس۔ یہ وحشی ہرن ہماری بات نہیں سمجھ رہا۔ تم اس سے بات کرو"۔ اس نے اپنی مدد کے لئے ایک درمیانی عمر کے قوی ہیکل آدمی کو بلایا اور وہ میرے سامنے پہنچ گیا۔

"آرسانہ کی ملکہ سارتیہ تم سے ہمکلام ہے۔ اس کی بات کا جواب دو"۔ اس نے مجھ سے کہا۔ اور پھر کئی زبانوں میں یہ جملے دہرائے۔ ہر بات میری سمجھ میں آرہی تھی۔ کیونکہ میں اپنی قوتوں کے سہارے الفاظ کو ذہن سے پڑھتا تھا یہ عمل مجھے بوڑھے ارساس نے سکھایا تھا، لیکن میں خاموش ہی رہا۔ تب باکوس نے پریشانی سے کہا۔

"تاآری کی قسم ملکہ۔ یہ تو کسی اور ہی جہاں کا باشندہ ہے، کوئی زبان نہیں سمجھتا"۔

"ہم نے سچ کہا تھا باکوس۔ یہ آسمان سے اترا ہوا کوئی دیوتا ہے۔ اور دیوتاؤں کی زبان ہم بھی نہیں سمجھ سکتے! ہم اس سے دل کی زبان میں بات کریں گے۔ تم اسے ہمارے خیموں میں پہنچا دو۔ اور ہاں اس سے جنگ کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ تم دیکھ رہے ہو وہ کس قدر طاقت ور ہے"۔ ملکہ نے کہا۔ اور واپس مڑ گئی۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ ہر چند یہ عورت دلکش نہیں تھی لیکن بہرحال عورت تھی۔ اور مجھے ایسی عورت کی شدید ضرورت تھی جو مجھے بحیثیت مرد پسند کرے۔ دیکھنا یہ تھا کہ یہ ملکہ آرسانہ ایک دیوتا کے ساتھ کیا سلوک کرتی تھی۔

باکوس نے میری کمر پر ہاتھ رکھ کر مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا، اور میں بلاتعرض اس کے ساتھ چل پڑا۔ تب وہ مجھے ایک بلند خیمے کے نزدیک لے گیا جس کے سامنے دو آدمی ہتھیار لئے کھڑے تھے۔ باکوس نے خیمے کا پردہ اٹھایا اور مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ میں اندر چلا گیا۔

وسیع و عریض خیمہ خوب سجا ہوا تھا۔ یہاں میں نے سجاوٹ کے نئے نئے سامان دیکھے۔ بہرحال یہ میری معلومات میں اضافے کی حیثیت رکھتے تھے۔ خیمے میں میرے علاوہ کوئی نہ تھا۔ ایک صندلی میز پر بڑی پلیٹ میں بہت سے خوبصورت اور نئے نئے پھل رکھے ہوئے تھے۔ میں نے اس میں سے کچھ پھل اٹھائے اور اطمینان سے کھانے لگا۔

رنگین شمعیں روشن تھیں جن سے چمکدار پتھر جگمگا رہے تھے پھر مجھے ان پتھروں میں لغزش محسوس ہوئی اور میں چونک کر پلٹا۔ میں نے ملکہ سارتیہ کو دیکھا، جو ایک خوبصورت رنگ برنگے لباس میں ملبوس کھڑی تھی، اس باریک لباس سے اس کا سفید جسم صاف نظر آرہا تھا۔ میں اسے دیکھتا رہا اور وہ مسکراتی رہی۔

"تو کون ہے جنگلی ہرن۔ تاآری کی قسم — ہم نے تجھ جیسا حسین مرد اس سے پہلے نہیں دیکھا، کاش تو ہماری آغوش قبول کرلے۔ تو پورے آرسانہ سے زیادہ حسین ہے۔ ہمارا دل چاہتا ہے ہم تیری غلامی قبول کرلیں — !" اس نے عجیب سے مخمور لہجے میں کہا۔ اور پھر آگے بڑھ آئی۔ اس نے آہستگی سے میرا ہاتھ پکڑا اور میں خاموشی سے کھڑا ہوگیا۔

تب وہ مجھے لئے ہوئے خیمے کے اس دروازے کی طرف بڑھ گئی جو دوسری طرف تھا اور ہم خیمے سے باہر نکل آئے، باہر ایک تختہ رکھا ہوا تھا۔ اونچا تختہ جس میں رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اور یہ رسیاں چار قوی ہیکل گھوڑوں سے بندھی ہوئی تھیں، ملکہ نے مجھے تختہ پر کھڑا کیا اور پھر خود بھی میرے برابر آکھڑی ہوئی اور پھر اس نے گھوڑوں کے چابک رسید کردیا۔ گھوڑے آگے بڑھے اور تختہ ان کے ساتھ پھسلنے لگا۔ میں ڈگمگایا لیکن پھر سنبھل گیا۔ ملکہ شاید اس عجیب و غریب سواری کی عادی تھی اس لئے اسے کوئی دقت نہ ہوئی۔ اور تختہ ہموار زمین پر پھسلتا رہا۔

مجھے اس انوکھے سفر میں بہت مزہ آرہا تھا۔ اس سے قبل میں نے صرف گھوڑے کی سواری کی تھی۔ میرے لئے یہ سواری [illegible] لطف اندوز ہو رہا تھا۔

سفر طویل نہیں تھا، تھوڑی دور چلنے کے بعد ہم ایک آبشار کے نزدیک پہنچ گئے۔ یہ شاید ملکہ کی خصوصی تفریح گاہ تھی۔ یہاں بھی چند خیمے لگے ہوئے تھے۔ یہ خیمے بلندی پر تھے۔ اور نیچے بہت سے آرسانی سپاہی تعینات تھے گھوڑے ہمیں لے کر خیموں کے نزدیک پہنچ گئے۔ پتھروں میں موٹی مشعلیں روشن تھیں، جنہیں خاص انداز میں ہوا سے محفوظ کیا گیا تھا۔ یہاں ہم اس سواری سے اتر آئے اور ملکہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک خیمے کی طرف چل دی۔ راستے سے بہت سی حسین لڑکیاں جو رنگین اور خوبصورت لباسوں میں ملبوس تھیں، ہمارے ساتھ ہوگئیں لیکن وہ اس خیمے کے اندر نہیں داخل ہوئی تھیں، جس میں ملکہ مجھے لے گئی تھی۔

تب ملکہ نے ایک لڑکی کو بلا کر اسے کچھ ہدا[یت کی اور وہ باہر] نکل گئی۔ میں بظاہر انجان بنا ہوا تھا، لیکن ملکہ کی باتیں بخوبی سن رہا تھا یہ شوقین عورت مجھ سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کا ارادہ کر چکی تھی۔ بہرحال میں آیا ہی اسی لئے تھا۔ گو وہ میری پسند نہیں تھی، لیکن بہرحال میری ضرورت تھی۔

"میں تجھ سے کس طرح باتیں کروں اے حسین دیوتا۔ کاش

تُو میری زبان جانتا" وہ میرے چوڑے سینے کو چومتے ہوئے بولی۔ میں نے اس کی اس حرکت پر بھی تعرض نہیں کیا تھا، تاہم اپنی طرف سے کوئی حرکت نہ کر کے میں اس کی آتش شوق کو ہوا دے رہا تھا۔ اس لڑکی نے چند منٹ کے بعد واپس آ کر ملکہ کو انتظامات مکمل ہو جانے کی اطلاع دی۔ اور ملکہ ایکبار پھر خیمے سے نکل آئی۔ اس بار ہم آبشار کے اس طرف پہنچ گئے، جہاں چراغاں کیا گیا تھا مشعلوں کی روشنی سے یہ جگہ بقعہ نور بنی ہوئی تھی۔ ہر مشعل کے نزدیک پتھروں پر حسین لڑکیاں نیم برہنہ بیٹھی ہوئی تھیں، ان میں سے کچھ کے ہاتھوں میں عجیب وغریب ساز تھے۔ جن سے سحر انگیز نغمے پھوٹ رہے تھے یہ موسیقی میرے لئے نئی چیز تھی۔ تاہم اس نے مجھے بے حد متاثر کیا بعض [illegible] پر دو دو لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ ان کے لباس نہ ہونے کے برابر تھے

یہ گویا مجھے ملکہ کی طرف راغب کرنے کی کوشش تھی۔ ملکہ مجھے لئے ہوئے ایک چوڑی چٹان پر پہنچ گئی جہاں دو لڑکیاں صرف اپنے نسوانی اعضاء پر رنگین پٹیاں چپکائے دو زانو بیٹھی تھیں۔ سامنے ہی فرش بچھا ہوا تھا جس کے گرد شمعیں روشن تھیں۔

ملکہ میرے ساتھ فرش پر بیٹھ گئی۔ ! اور پھر ایک لڑکی ہاتھوں میں عجیب برتن لئے ہوئے قریب پہنچ گئی۔ اس نے وہ برتن سامنے رکھے اور پھر ایک [illegible] سے کوئی رنگین سیال دو گلاسوں میں انڈیل دیا۔ پھر اس نے لکڑی کا [illegible] گلاس ملکہ کے ہاتھ میں اور دوسرا میرے ہاتھ میں تھما دیا میں نے گلاس کے سیال کو دیکھا۔ اور پھر ملکہ نے مسکراتے ہوئے گلاس میرے ہونٹوں سے لگا دیا میں اس سیال کی حقیقت جاننا چاہتا تھا، لیکن ملکہ نے مجھے اس کا [illegible] دیا اور میں نے وہ خوش رنگ لیکن کسی قدر بدمزہ سیال پی لیا اب میں [illegible] ہی نہیں تھا کہ اس بات کو سمجھ نہ سکتا۔ چنانچہ میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس ملکہ کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ اور ملکہ نے خوشی سے اسے پی لیا۔

اس کے ساتھ ہی دو زانو بیٹھی ہوئی لڑکیاں اٹھ کھڑی ہوئیں، سازوں کی آواز تیز ہو گئی اور لڑکیاں رقص کرنے لگیں۔ رقص کیا تھا پروفیسر بے معنی اچھل کود تھی، جس میں صرف جسمانی اعضاء کا مظاہرہ کیا جا رہا تھا، انہیں ہیجان انگیز انداز میں ایک دوسرے سے ٹکرایا جا رہا تھا۔ بار بار میرے سامنے لایا جا رہا تھا۔

دوسری طرف ملکہ رنگین سیال کے کئی گلاس مجھے پلا چکی تھی، پتھروں پر بیٹھی ہوئی لڑکیوں کی حرکات میں تیزی آتی جا رہی تھی، اور — نہ جانے کیوں یہ سیال پینے کے بعد میری بھی کچھ عجیب حالت ہو گئی تھی۔ میرے جسم میں چیونٹیاں سلگنے لگی تھیں، اور میں ہوش وحواس سے عاری ہوا جا رہا تھا۔ تب ملکہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور میری دیوتائیت رخصت ہو گئی تھی اور میں زمین کا انسان بن گیا تھا، یہی غنیمت تھا کہ میں نے اپنی زبان پر قابو رکھا ورنہ کیا عجب تھا کہ میں اپنی حقیقت اگل دیتا، ملکہ بھی دیوانی ہو گئی تھی، لڑکیوں کے رقص میں تیزی آ گئی تھی۔ اب وہ انتہائی ہیجان خیز حرکات کر رہی تھیں۔

میں بھی حواس باختہ ہو گیا تھا۔

میں ان تمام لڑکیوں کو بھول گیا تھا جو میرے قریب کھڑی ہوئی تھیں میں لاآکا کے ساتھ خود کو کسی غار میں محسوس کر رہا تھا، میں سامی کے ساتھ چشمے کی سیر کر رہا تھا۔ لاآکا، سامی اور دوسری لڑکیاں ملکہ میں سما گئی تھیں اور پھر ماحول میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

مجھے یوں لگا کہ میں فضاؤں میں منتشر ہو گیا ہوں۔ میرا وجود باقی نہ رہا تھا۔ صرف ملکہ تھی، جو میں تھا۔ اور جو میں تھا وہ ملکہ تھی۔

دوسری صبح میں نے خود کو اسی خیمے میں پایا۔ جہاں سے ملکہ مجھے پہاڑوں پہ لے گئی تھی۔ میں ایک نرم بستر پر پڑا ہوا تھا۔ میرے علاوہ خیمے میں کوئی نہیں تھا۔ میں رات کے واقعات کا جائزہ لیتا رہا۔ میں اسی چٹان پر ہوش وحواس کھو بیٹھا تھا۔ جہاں ملکہ مجھے لے گئی تھی۔ ملکہ نے خود کو میرے سپرد کر دیا تھا، لیکن میرے حواس قائم نہ تھے۔ نہ جانے کیسی کیفیت طاری تھی مجھ پر — شاید یہ اس رنگین سیال کا اثر تھا جو ملکہ نے مجھے پلایا تھا۔ تم اس رنگین سیال کی حقیقت سمجھ گئے ہو گے پروفیسر — !

پھر کچھ لڑکیاں خیمے میں آ گئیں۔ انہوں نے بڑے پیار سے مجھے اٹھایا۔ بلاشبہ یہ لڑکیاں ملکہ سے زیادہ حسین تھیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ نوجوان تھیں۔ لیکن میں جانتا تھا کہ ان کی طرف بڑھنا مناسب نہیں ہے ملکہ صاحب اختیار ہے۔ وہ ناراض بھی ہو سکتی ہے۔

الغرض پروفیسر اس طویل اور رنگین داستان کا ایک ایک باب دلکش ہے، لیکن میں مختصراً سناؤں گا۔ یوں سمجھو کہ ملکہ میری دیوانی تھی۔ وہ ان لمحات کو جاوداں کر دینا چاہتی تھی، وہ پوری زندگی میری آغوش میں گذار دینا چاہتی تھی۔ ہر رات شب وصال ہوتی، محفل جمتی، عجیب عجیب ڈرامے ہوتے اور ان ڈراموں کا اختتام میری آغوش میں ہوتا۔ میں اس پر کیف ماحول میں اپنا مشن بھول گیا تھا۔ مجھے یاد نہ رہا تھا کہ غار والے میری کامیاب واپسی کے منتظر ہیں۔

پھر ایک دوپہر — چند گھوڑے سوار ملکہ کے سامنے آئے، انہوں نے ملکہ کو کوئی پیغام دیا۔ اور ملکہ نے ان کے ساتھ واپسی کا حکم دے دیا۔ لیکن مجھے وہ کیسے چھوڑ سکتی تھی۔ میں اب اس کے اشارے سمجھنے لگا تھا۔ میں نے اسے اپنا نام تک نہیں بتایا تھا، البتہ پتھروں کی زبان میں اس سے چند جملے ضرور کہے تھے جو مجھے یقین ہے کہ اس کی سمجھ میں نہیں آ سکے تھے۔

واپسی کی تیاریاں ہونے لگیں، خیمے اکھاڑ دیئے گئے اور پھر ہم چل پڑے۔ ملکہ گھوڑے پر سوار تھی۔ میں اسی گھوڑے پر سوار تھا جو غار والوں نے میرے سپرد کیا تھا۔ اور اتنے دن کے بعد جونہی میں گھوڑے پر سوار ہوا، مجھے اپنا مشن یاد آ گیا مجھے سب کچھ یاد آ گیا اور میں سنبھل گیا۔

اس بوڑھی ملکہ کی آغوش ہی سب کچھ نہیں تھی۔ مجھے ان لوگوں کے لئے بھی کچھ کرنا تھا، جو مجھ سے کچھ آس لگائے بیٹھے تھے، بہرحال کام خود بخود ہو رہا تھا۔ مجھے آرسانہ لے جایا جا رہا تھا لیکن میری حیثیت بلند تھی۔ میں ملکہ کا منظور نظر تھا۔ ہم بڑی شان سے آرسانہ میں داخل ہوئے لیکن آرسانہ کو دیکھ کر میرے حواس گنگ ہو گئے۔

میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آرسانہ اس قدر ترقی یافتہ شہر ہو گا۔ اس میں خوبصورت گلی کوچے تھے، خوبصورت مکانات تھے، ایسے مکانات جن کا میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا، مجھے یہ پورا ماحول طلسمی معلوم ہوا۔ میرا علم اس ماحول کے سامنے کچھ بھی نہ تھا۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں انہیں دیکھ کر احساسِ کمتری کا شکار ہو گیا۔ غار والوں کا مستقبل مجھے تاریک نظر آنے لگا۔ ان لوگوں سے غار والے کیا جنگ کر سکتے تھے جو ایسے مکانات بنا سکتے تھے۔ جو ذہنی طور پر اتنے بلند ہوں۔ لیکن پھر مجھے ملکہ کا خیال آیا۔ ملکہ میں تو کوئی خاص بات نہیں ہے، وہ تو ایک عام عورت ہے۔ ملکہ جسمانی طور پر تو وہ عام عورتوں سے بھی بدتر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں میں بھی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ملکہ مجھے اپنے خوبصورت مکان میں لے گئی۔ اس نے مجھے غلاموں کے حوالے کر دیا۔ کنیزوں سے اس نے مجھے دور رکھا تھا۔ اور میں پہلی بار ایک ایسے مکان میں رہنے لگا جو جھونپڑوں اور خیموں سے مختلف تھا۔ گو اسے پتھروں سے ہی بنایا گیا تھا۔ لیکن اس میں صناعی تھی۔

مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں تھی، سوائے اس کے کہ ملکہ ان تین دن میں ایک بار بھی میرے پاس نہیں آئی تھی۔ دوسری لڑکیاں اکثر میرے سامنے سے گزرتیں اور میں دلچسپی سے انہیں دیکھتا، لیکن وہ میرے لئے نہیں تھیں۔ ملکہ نے شاید خاص طور سے ان سب کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ میرے پاس نہ آئیں۔ لیکن چوتھی رات کو ملکہ خاموشی سے میرے پاس آئی۔ شاید وہ چھپ کر آئی تھی۔ اس نے اپنا جسم اپنا چہرہ ایک کپڑے سے چھپایا ہوا تھا۔ وہ آتے ہی مجھ سے لپٹ گئی۔

"تم یقیناً اداس ہو گئے ہو گے میری زندگی۔ میں بھی تمہارے لئے تڑپ رہی تھی۔ لیکن میں مجبور تھی، بوڑھا شہنشاہ مجھے چھوڑ نہیں رہا تھا لیکن آج وہ دو دن کے لئے چلا گیا ہے۔ دو دن کے بعد وہ پھر آ جائے گا، لیکن یہ دو دن میں تمہارے پاس ہی گذاروں گی۔ آہ۔ میں تمہیں کیا بتاؤں کہ تم کیا ہو۔ میرا بس چلتا تو تمہیں ہی آرسانہ کا شہنشاہ بنا دیتی۔"!

اس کی باتیں میری سمجھ میں آ رہی تھیں، لیکن میں خاموش تھا۔ ویسے

مگر ملکہ سے میرا دل اکتا گیا تھا۔ میں کچھ اور چاہتا تھا۔ ملکہ نے درحقیقت دو دن تک مجھے نہ چھوڑا۔ لیکن تیسرے دن وہ غائب ہو گئی اور پھر کئی دن تک آئی۔ میری راتیں تکلیف میں گذر رہی تھیں اور اب میں اس جمود کو برداشت نہیں کر سکتا تھا چنانچہ اس رات کو میں نے خاموشی سے نکل جانے کا پروگرام بنایا۔ میں نکلنا چاہتا تو مجھے کون روک سکتا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آدھی رات کو میں نکل جاؤں گا۔

لیکن اس وقت رات کا ایک پہر گذرا تھا، کہ میری قیام گاہ پر دستک ہوئی۔ میں چونکہ جاگ رہا تھا اس لئے چونک پڑا۔ دروازے سے اندر داخل ہونے والی ملکہ تھی۔ اس نے وہی لباس اوڑھا ہوا تھا۔ اندر آتے ہی اس نے لباس پھینک دیا اور مجھ سے لپٹ گئی۔ میرا دل اسے قبول نہیں کر رہا تھا لیکن مصلحت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ میں نے ملکہ سے محبت کا اظہار کیا۔ حالانکہ مجھے کوفت ہو رہی تھی کہ میرا یہاں سے نکلنے کا پروگرام ادھورا رہ گیا۔ ملکہ بہت دن سے مجھ سے جدا تھی۔ وہ انتہائی بے صبر ہو رہی تھی۔ وہ ان تمام دنوں کی قیمت چند لمحات میں [illegible] کر لینا چاہتی تھی

لیکن۔ ابھی میں ملکہ کے پاس بیٹھا ہی تھا۔ کہ اچانک میری قیام گاہ کا دروازہ کھلا۔ اور بہت سے لوگ اندر گھس آئے! ان میں سب سے آگے ایک لمبی گردن والا بوڑھا تھا، جس کے چہرے سے مکاری عیاں تھی۔ بوڑھے کی آنکھیں غیض و غضب میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ وہ آتشی نگاہوں سے ملکہ کو گھور رہا تھا۔ اور ملکہ۔ میرے بستر پر پڑی ہوئی کانپ رہی تھی۔

"مجھے بتاؤ سارینہ۔ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے"

گردن والے کی کانپتی ہوئی آواز ابھری۔ لیکن ملکہ سارینہ اسی طرح کانپ رہی۔ اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی۔

"یہ اطلاع مجھے ایک عرصہ پہلے ملی تھی۔ لیکن افسوس میں نے اطلاع دینے والے کے سینے میں اپنے ہاتھ سے خنجر بھونک دیا۔ میں نے اسے جھوٹا سمجھا تھا! لیکن۔ اب ان تمام لوگوں کو سزا ملے گی جو یہ بات جانتے تھے، کھڑی ہو جاؤ

اور سارینہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ مجھے یہ تماشہ بھی خاصا دلچسپ لگ رہا تھا۔ چند منٹ پہلے یہ عورت میری محبت میں مری جا رہی تھی۔ لیکن اب اس پر موت کا خوف طاری تھا، اور وہ اس خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ مجھے اس کے خوف پر بے تحاشہ ہنسی آ رہی تھی۔ لیکن میں غیر سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا اور پوری دلچسپی سے اس پر لطف منظر کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے کانپتی ہوئی ملکہ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ میں اس لمبی گردن والے بوڑھے کو بھی دیکھ کر ہنسی ضبط کر رہا تھا جس کی شکل عجیب نظر آ رہی تھی۔ پھر اس بوڑھے نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے لوگوں سے کہا۔

"اسے گرفتار کر لو"۔ ۔ ۔ ۔ لمبی گردن والے کے ساتھی مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے مجھے رسیوں سے باندھ دیا لیکن میں نے کوئی مزاحمت

نہیں کی۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو ان سب کی گردنیں بہ آسانی توڑ سکتا تھا۔ میرے لئے ان رسیوں کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ جو میرے جسم سے بندھی ہوئی تھیں، لیکن میں خاموش تماشائی بنا رہا۔ میں تو ان حالات سے لطف اٹھا رہا تھا، میرے علم میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میں نئی نئی باتیں سیکھ رہا تھا۔

تب مجھے ایک خطرناک جگہ پر۔۔۔ ایک بڑے پتھریلے غار میں بند کر دیا گیا جس میں موٹی فولادی دیواروں کا دروازہ تھا۔ اس دروازے کے دوسری طرف بہت سے سپاہی ہتھیاروں سے آراستہ کھڑے تھے۔

تین دن تک میں خاموش رہا۔ یہاں لاکر میری رسیاں کھول دی گئی تھیں۔ اگر نہ کھولتے تو میں توڑ دیتا۔ بہرحال تیسرے دن مجھے اس غار سے نکالا گیا۔ سپاہیوں کی پوری فوج مجھے لے کر ایک عجیب سی جگہ پہنچ گئی۔ یہ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ جس کے اوپر بیٹھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ اور یہاں وہی لمبی گردن والا شہنشاہ بے شمار انسانوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

ہال کے ایک سرے پر لکڑی کے ایک موٹے سے ستون سے ملکہ رسیوں سے بندھی کھڑی تھی۔ اس کے چہرے کی جھریاں نمایاں تھیں اور اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں۔ پھر میں نے ہال کی ایک دیوار کے سوراخ سے قوی ہیکل جوانوں کو نکلتے دیکھا۔ ان کی تعداد پندرہ بیس کے قریب تھی اور ان کے ہاتھوں میں فولاد کے چمکدار لمبے لمبے ہتھیار تھے۔ میں نادان نہ تھا، میں سمجھ گیا کہ ملکہ کو سزا دی جا رہی ہے اور اس کے بعد شاید میری باری ہوگی۔

لکڑی کے ایک ایسے ہی ستون سے مجھے باندھ دیا گیا۔ میں نے اب بھی کوئی تعرض نہیں کیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ میرے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

پھر میں نے ایک اور عجیب منظر دیکھا۔ ہال کی دیوار کے دوسرے سوراخ سے بہت سے لوگوں کو نکالا گیا، ان میں بوڑھا باکوس بھی تھا اور دوسرے لوگ بھی میرے جانے پہچانے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اس وقت ملکہ کے ساتھ تھے جب میں نے اسے دیکھا تھا۔

اوہ۔۔۔ یہ بھی عتاب زدہ ہیں۔۔۔ شاید اس لئے کہ [illegible] نے میرے بارے میں شہنشاہ کو نہیں بتایا تھا بہرحال یہ سب کچھ میرے لئے بہت دلچسپ تھا میرے ذہن کی تمام گرد دھل گئی تھی اور میں بڑا لطف حاصل کر رہا تھا میں سوچ رہا تھا۔ درحقیقت میں نے یہاں آکر بہت اچھا کیا ہے۔ ورنہ یہ سب کچھ دیکھنے کو ملتا

پہلے سپاہیوں کو ہال میں چھوڑ دیا گیا۔ اور پھر ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے گئے۔ لیکن وہ رو رہے تھے۔ گڑگڑا رہے تھے، سجدے کر رہے تھے معافی مانگ رہے تھے۔

تب شہنشاہ کھڑا ہو گیا اور اس نے چیخ کر کہا: "ہتھیار اٹھاؤ بزدل غدارو۔۔۔ تم نے میرے ساتھ غداری کی ہے۔ تم نے اس روسیاہ عورت کے کرتوتوں کی پردہ پوشی کی ہے۔ ہتھیار اٹھاؤ اور جوان مردوں کی موت مرو۔۔۔ موت تمہارا مقدر ہے۔ لڑ کر جان دو۔۔۔ تاکہ لوگ تمہاری بزدلی پر نہ ہنسیں۔"

میں نے اس لمبی گردن والے بیوقوف کو دیکھا جو چیختے ہوئے کانپ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے دو خوبصورت لڑکیاں بیٹھی نظر آئیں اور میں انہیں دیکھ کر چونک پڑا۔۔۔ یہ کنیزیں نہیں تھیں۔ میں نے انہیں پہلی بار دیکھا تھا۔ اور درحقیقت دونوں لڑکیاں بے حد خوبصورت تھیں کاش ان میں سے کوئی مجھے مل جائے۔۔۔ میں نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سوچا۔ اور پھر میں نے تہیہ کر لیا کہ یہاں سے فارغ ہو کر میں ان لڑکیوں کی جستجو کروں گا۔

نہتے آدمیوں نے ہتھیار نہیں اٹھائے تھے۔ تب شہنشاہ نے چیخ کر ہتھیار والوں کو مخاطب کیا۔ "قتل کر دو انہیں۔ مار ڈالو۔ تباہ کر دو۔ ٹکڑے کر دو۔۔۔ ان بزدلوں کے۔ بزدلی کی موت ان کا مقدر ہے"! ہتھیار والے بھوکے جانوروں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے مقابلہ نہیں کیا تھا، ذرا سی دیر میں ان کے جسموں کے ٹکڑے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ پھڑکتے ہوئے اعضاء عجیب منظر پیش کر رہے تھے۔ ہتھیار والوں کے چہروں سے مایوسی ٹپک رہی تھی۔!

تب شہنشاہ نے میری طرف دیکھا۔ اور بولا۔ "تو کیا چاہتا ہے گمنام اجنبی۔ کیا تو بھی بزدلی کی موت چاہتا ہے یا ان سے مقابلہ کرے گا"؟ تب کسی نے میرے بارے میں بتایا کہ میں ان کی زبان نہیں جانتا۔ مجھ سے اشاروں میں باتیں کی جا چکی ہیں۔ اور پھر ایک آدمی میرے نزدیک آ گیا۔ اس نے ایک لمبا فولادی ہتھیار اٹھا کر میرے سامنے کیا۔ اور ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا جو ہتھیار لئے ہوئے کھڑے تھے۔

میں نے حقارت سے ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ یہاں میں خود کو نہ روک سکا پروفیسر۔ اور میں نے اپنے جسم کو بل دے کر ستونوں کی رسیاں توڑ ڈالیں۔ میں نے وہ ستون اکھاڑ کر پھینک دیا جس سے میں بندھا ہوا تھا۔ اور چاروں طرف عجیب آوازیں ابھریں۔ پھر میں نے اس شخص سے ہتھیار لیا۔ جو میرے سامنے کھڑا تھا اور اب بھاگ جانے کی سوچ رہا تھا۔ میں نے ہتھیار دونوں ہاتھوں میں پکڑا اور ایک جھٹکے سے توڑ کر اسے حقارت سے ایک طرف پھینک دیا۔

ی اس حرکت سے وہ شخص درحقیقت بھاگ نکلا اور ہال میں کھڑے لڑاکے پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔ کون تھا جس کے چہرے پر حیرت کے نقوش نہیں تھے۔ طاقت کا ایسا بے پناہ مظاہرہ کس نے دیکھا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور ان لڑاکوں کی طرف بڑھا جنہوں نے ابھی بہت سے

لوگوں کو بیدریغ قتل کر دیا تھا اور جن کے ہتھیاروں سے ابھی تک خون کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ ملکہ بھی کھڑی تھی، لیکن اس حیرت انگیز منظر سے وہ اپنی ذات کو بھی چند منٹ کے لئے بھول گئی تھی۔

ہتھیار بند لڑاکے جلدی سے سمٹ گئے! وہ اجتماعی طور پر مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ لمبی گردن والا شہنشاہ بے چینی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے حلق سے ایک دہشت زدہ آواز نکالی اور ان لڑاکوں پر ٹوٹ پڑا۔ ان کے ہتھیار اٹھے، چمکے اور پوری قوت سے میرے جسم پر پڑے۔ لیکن نتیجے کا اندازہ کم کر سکتے تھے ہیر فیسر — ان کے دلوں میں خوف سما گیا۔ وہ تعجب سے ان کند ہتھیاروں کو دیکھنے لگے جو میرے جسم پر خراش بھی نہیں ڈال سکے تھے۔

میں نے ایک لڑاکے کو پکڑ لیا۔ سر سے بلند کیا اور دوسروں پر دے مارا — دوسرے لڑاکے چیخ پڑے تھے۔ پھر وہ اپنی زندگی بچانے کے لئے مجھ سے جنگ کرنے لگے لیکن ایک ایک کو پکڑ کر مارنا مجھے بالکل آتا تھا۔ وہ پورے ہال میں بھاگتے ہوئے تھے تب میں نے جھک کر وہ ستون اٹھا لیا جس سے مجھے باندھ دیا گیا تھا، اور پھر میں ستون گھمانے لگا۔

پورے ہال میں شور مچ رہا تھا۔ لوگ طرح طرح کی آوازیں نکال رہے تھے۔ جھک جھک کر یہ خوفناک جنگ دیکھ رہے تھے۔ ان میں دونوں حسین لڑکیاں بھی تھیں۔! ذرا سی دیر میں میں نے تمام لڑاکے مار گرائے۔ ان میں سے کسی کی گردن ٹوٹ گئی تھی، کسی کا سر غائب ہو گیا تھا، کسی کا بھیجہ نکل پڑا تھا اور کسی کی ٹانگیں علیحدہ ہو گئی تھیں۔

"تاآری کی قسم — یہ انسان نہیں ہے —!" شہنشاہ نے چیخ کر کہا: "گرما — گرما — اس پر بھوکے شیر چھوڑ دو — جلدی کرو — یہ وحشی باہر نہ آ جائے۔" وہ بدحواسی سے بولا۔

لیکن میں اطمینان سے اپنے کام میں مصروف رہا۔ اور پھر جب ایک بھی لڑاکا باقی نہ رہا تو میں نے ستون پھینک دیا۔ میں اپنے کام سے فارغ ہو چکا تھا۔ لیکن جلد ہی میں نے اپنے عقب میں خوفناک گرج سنی۔ اس کے ساتھ ہی ملکہ ساریتہ کی دہشت ناک چیخ سنائی دی تھی —!

ساریتہ

کی چیخ سن کر میں چونک پڑا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا اور ایک خوفناک منظر میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ ساریتہ کی گردن اس کے شانوں پر موجود نہیں تھی۔ گردن اور شانوں کے درمیانی غار سے سرخ خون اُبل رہا تھا، ابھی میں اس کی گردن تلاش بھی نہیں کر سکا تھا کہ خوفناک غراہٹ کے ساتھ ایک بوجھ میرے اوپر آ پڑا اور میرا جسم ہل گیا۔ خونخوار درندے نے اپنے تیز پنجے کھول رکھے تھے، وہ دوسرے انسانوں کی طرح مجھے بھی تر نوالہ محسوس کر رہا تھا، لیکن

پھر وہ خود بخود میرے جسم سے پھسل گیا، پنجوں کی مدد سے وہ میرے جسم پر گرفت کرنے میں ناکام رہا تھا، میں ساریتہ کی زندگی نہیں بچا سکا تھا جس کا مجھے کوئی افسوس تو نہیں تھا لیکن ان درندوں پر مجھے غصہ آ گیا، جن کی تعداد چار تھی۔ بڑے طویل القامت اور قوی الجثہ درندے تھے، ان میں سے ایک تو باقاعدہ ملکہ ساریتہ کے جسم کو پھاڑ رہا تھا اور اس وقت ساریتہ کے جسم کے بہت سے حصے غائب ہو گئے۔ بقیہ تین کے حصے میں میں آیا تھا، وہ تینوں اپنی سڈول دُمیں ہلا کر بھوکی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

دوسری طرف آرسانہ کے باشندے سانس روکے ہوئے شیروں کی کامیابی کے منتظر تھے — میں نے ایک نگاہ ان پر ڈالی اور پھر خونخوار شیروں کو دیکھنے لگا! ان میں سے ایک نے پہل کی اور میرے اوپر جست لگائی۔ میں بھی ان سے نپٹنے کے لئے لائحہ عمل بنا چکا تھا۔ چنانچہ میں نے اس جانور کی جست ناکام بنا دی، البتہ اس کی پچھلی ٹانگیں میرے مضبوط پنجوں کی گرفت میں آ گئی تھیں، میں نے ان ٹانگوں کو پکڑ لیا اور پھر اس قوی جانور کے پورے جسم کو فضا میں گردش دینے لگا، دوسرے جانور جو مجھ پر حملہ کرنے کے لئے تیار تھے، یہ منظر دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے، شاید انہیں اپنی کارکردگی دکھانے کا موقع نہیں مل رہا تھا، یا پھر وہ اس حیرت انگیز منظر سے پریشان ہو گئے تھے اوپر بیٹھے ہوئے تماشائیوں کی نگاہیں شیر کے بھاری بھرکم جسم کے ساتھ گھوم رہی تھیں، ان سب کے چہرے حماقت آمیز انداز میں پھیل گئے تھے۔ میں نے گھمانے کی رفتار تیز کر دی۔ میں شیر کے بھاری جسم کو ہتھیمر تھرو کی طرح گھما رہا اور پھر میں نے اس کی دونوں ٹانگیں چھوڑ دیں، شیر وزنی ہتھیر کی طرح میرے ہاتھ سے نکلا، مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی دور جا کر گرے گا، وہ پوری قوت سے ایرینا کی دیوار سے ٹکرایا تھا، لیکن میرے گھومنے سے دوسرے شیروں کو موقع مل گیا اور انہوں نے بیک وقت میرے اوپر حملہ کر دیا، ایک شیر کی گردن میری گرفت میں آ گئی اور میں نے اسے نیچے پٹخ دیا۔ دوسرا شیر میری گردن، پشت، شانوں پر حملے کر رہا تھا، اور خود کو حیران محسوس کر رہا تھا، اس کے تیز ناخنوں کی کاٹ میرے جسم پر اثرانداز نہیں ہو رہی تھی، اس کے نوکیلے لمبے دانت میرے شانوں میں اترنے میں ناکام رہے تھے اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اس کی کیفیت ایسی ہی رہ گئی تھی، جیسے کوئی بوڑھا مدبر دو لڑتے ہوئے بچوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔!

لیکن سامنے والے شیر کی حالت خراب تھی، وہ زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا تھا، اس کی گردن پر میری گرفت سخت ہوتی جا رہی تھی اور اس کی خونخوار آنکھیں بے بسی کے انداز میں پھٹی ہوئی تھیں، بالآخر اس کی زبان

باہر نکل پڑی، تب میں نے اپنے سے اٹھکیلیاں کرنے والے شیر کی طرف دیکھا
لیکن اس جواں مرد نے اب بھی ہار نہیں مانی تھی اور مسلسل کوششوں میں مصروف
تھا۔ تب میں نے اسے بھی زندگی کی قید سے نجات دلانے کا فیصلہ کیا' اور
تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی اپنے ساتھی کے برابر محوِ استراحت ہو گیا' تیسرا
زندہ شیر اب سیاریتیہ کی پنڈلی کی ہڈی چبا رہا تھا۔

میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا لیکن اس کے انداز
میں مصالحت تھی' اس کی آنکھوں سے ایسا ہی لگ رہا تھا' جیسے کہہ رہا ہو "کھا
پی لینے دو بھائی۔ بہت دن کے بعد غذا میسر ہوئی ہے۔" چنانچہ میں نے
اسے معاف کر دیا' اور پھر میں نے منہ پھاڑے' محوِ حیرت بیٹھے لوگوں کی
طرف دیکھا۔ سب کے سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ ان کے
چہرے دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ اور پھر میں نے مزید دلچسپی کی غرض سے ایک
چوڑا کھانڈا اٹھایا اور ایرینا کے اوپر جانے والی سیڑھی کی طرف بڑھا

وحشت زدہ تماشائیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ سب سے پہلے لمبی
گردن والا شہنشاہ اٹھ کر بھاگا تھا' اور اس کے پیچھے اس کے وفادار
ساتھی۔ لیکن بوڑھا شہنشاہ اپنے نوجوان ساتھیوں کی طرح تیز رفتاری سے نہیں
دوڑ سکتا تھا۔ تاہم دوڑ رہا تھا۔ اور اس خطرناک ہنگامے میں سب سے پیچھے
رہ جانے والی وہی دونوں لڑکیاں تھیں' جنہیں میں نے شہنشاہ کے ساتھ
بیٹھے ہوئے دیکھا تھا' وہ بے چاریاں کئی بار گری تھیں' کئی بار اٹھی تھیں۔
لیکن جان کے خوف سے بھاگنے والوں نے ان کے حسن و نزاکت کو نظر انداز
کر دیا تھا!

بھاگنے والے دور پہنچ چکے تھے۔ مجھے ان کا تعاقب کرنے کی
ضرورت نہیں تھی' چنانچہ میں ان لڑکیوں کے قریب پہنچ گیا۔ دونوں لڑکیاں
سہم کر ایک دوسرے سے چمٹ گئیں۔ مجھے دیکھ کر ان کی شکلیں بگڑ گئی تھیں
مجھے یہ سہما ہوا حسن بے حد پسند آیا۔ میں نے کھانڈا ایک طرف پھینک دیا اور
انہیں دیکھ کر مسکرانے لگا۔ میری مسکراہٹ سے ان کی کچھ ہمت بندھی اور
میں ان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

"خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے لڑکیو۔۔!" میں نے ان سے
کہا اور وہ اچھل پڑیں۔ ان کے لئے میرا بولنا بھی حیرت انگیز تھا' کیونکہ اب
تک میں نے ان کی زبان سے لاعلمی ظاہر کی تھی۔ "میں نے صرف ان لوگوں
کو قتل کیا ہے جو مجھے قتل کرنا چاہتے تھے' اس کے علاوہ میں نے کسی کو
نقصان نہیں پہنچایا' پھر تم مجھ سے خوفزدہ کیوں ہو۔۔؟"

دونوں کچھ نہ بولیں۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں'
"اس کے باوجود۔۔ کہ تمہارے شہر میں میرے ساتھ اچھا سلوک
نہیں کیا گیا' میں تم سے دوستی کا خواہشمند ہوں' تمہاری ملکہ نے مجھے زبر
اپنے جال میں پھانس لیا تھا۔ میں خود اس کی طرف راغب نہیں ہوا تھا۔
ہو سکے تو اپنے شہنشاہ کو میری دوستی کا پیغام پہنچا دو۔ میں اپنے سا
ہونے والے سلوک کو نظر انداز کر دوں گا' اور اگر مجھے دوستی نہ ملی'
اسے بتا دو کہ میری دشمنی کس قدر خطرناک ہو گی۔"

"تت۔ تم کون ہو۔؟"

"آسمان کا باشندہ۔ کائنات میں بھٹکتا ہوا تمہارے درمیان آ گیا
ہوں۔ لیکن مہمانوں کے ساتھ تمہارا سلوک اچھا نہیں ہے۔" لڑکیاں میری گفتگو
سے متاثر نظر آنے لگیں' ان کا خوف دور ہوتا جا رہا تھا۔ پھر ان میں سے ایک بو

"شہنشاہ نے اگر تمہیں پناہ نہ دی تو خود اس کے لئے نقصان دہ
ہو گا۔ وہ تمہیں زیر کرنے میں ناکام رہے ہیں' تم عظیم قوتوں کے مالک
آؤ ہمارے ساتھ' اگر تم دوستی کے پیغامبر ہو تو شہنشاہ کو تمہاری دوستی قبول
کر لینا چاہیئے۔"

"شکریہ۔۔! چلو۔۔!" میں نے کہا اور پھر میں دونوں لڑکیوں
کے درمیان چل پڑا۔ انسانوں کا دور دور تک پتہ نہیں تھا' ہم ایرینا کی
عظیم الشان عمارت کے عظیم الشان دروازے سے باہر نکل گئے اور
ایک چوڑی سڑک پر پیدل چلنے لگے!

"افسوس' بھاگنے والے سواریاں بھی لے گئے۔ ہمیں پیدل
محل تک جانا پڑے گا۔"

"محل زیادہ دور نہیں ہے۔" میں نے دور سے محل کی عما
کو دیکھتے ہوئے کہا۔ لڑکیوں نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا
ویسے وہ بار بار چور نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگتی تھیں۔ سڑکیں ویران
پڑی تھیں' لوگوں نے اپنے گھروں میں پناہ لے لی تھی۔ سڑک پر اِکا
چلنے والے بھی دور سے ہمیں دیکھ کر چھپ جاتے' ان کے چہرے خوف
سفید ہو جاتے' میری حیرت انگیز قوت کی داستانیں آرسانہ کے ہر گلی کو
میں پھیل گئی تھیں' میں یہ دلچسپ مناظر دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اور لڑکیوں کا
قرب سے خوش بھی تھا' راستے میں' میں نے ایک لڑکی سے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"بائیسا۔۔!" اس نے جواب دیا۔

"اور تمہارا۔۔؟" میں نے دوسری لڑکی سے پوچھا۔

"آلکاشا۔۔!" دوسری لڑکی نے جواب دیا۔

"تم دونوں بے حد خوبصورت ہو۔" میں نے کہا اور ان کے چہرے
شرم کی سرخی پھیل گئی۔ "شہنشاہ سے تمہارا کیا رشتہ ہے میں نے تمہیں اس

پاس بیٹھے دیکھا تھا۔"

"وہ ہمارا باپ ہے۔"

"اوہ۔ تو تم سارتیہ کی لڑکیاں ہو۔؟"

"نہیں۔ ہم شہنشاہ کی دوسری بیویوں کی اولاد ہیں۔ شہنشاہ کی بہت سی بیویاں ہیں، لیکن اس کی اولاد میں ہم دونوں ہی ہیں۔ ہماری مائیں بھی الگ الگ ہیں۔"

"بڑا بزدل ہے تمہارا باپ۔ اپنی اولاد کو چھوڑ کر فرار ہو گیا۔" میں نے کہا اور دونوں لڑکیوں کے چہرے شرم سے لٹک گئے! لیکن اسی وقت میں چونک پڑا۔ سامنے ہی آہن پوش سپاہیوں کا ایک بہت بڑا ہجوم راستہ روکے کھڑا تھا۔ ان کے چمکدار ہتھیار آنکھوں کو خیرہ کر رہے تھے اور وہ یقیناً جان دینے اور جان لینے پر تُلے ہوئے تھے۔

میں بڑھتا رہا۔ لڑکیوں کے سینوں کا زیر و بم بڑھ گیا تھا انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر دونوں ہی تیزی سے آگے بڑھ گئیں پھر انہوں نے چیخ چیخ کر سپاہیوں سے کہا۔

"منتشر ہو جاؤ۔ راستہ مت روکو۔ ہمارے لئے سواری فراہم کرو۔ وہ دوست ہے بُرے ارادے نہیں رکھتا، ہاں اگر تم نے اسے روکنے کی کوشش کی تو نقصان اٹھاؤ گے۔ راستہ چھوڑ دو، اس کے سامنے دشمن کی حیثیت سے مت آؤ۔ یہ ہمارا حکم ہے۔ میں شہنشاہ کے نام پر تمہیں حکم دیتی ہوں۔" انہوں نے چیخ چیخ کر کئی بار یہ الفاظ کہے اور سپاہیوں کی صفوں میں افراتفری پھیل گئی۔ انہوں نے راستہ چھوڑ دیا اور منتشر ہونے لگے! پھر ان کے درمیان سے ایک ویسی ہی گاڑی نکل آئی جس میں سارتیہ مجھے یہاں لائی تھی۔ سنہرے رنگ کی گاڑی میں گھوڑے جتے ہوئے تھے، بائیسا نے کوچوان کو گاڑی سے اترنے کے لئے کہا اور خود گھوڑوں کی باگیں سنبھال لیں، میں اور آکاشا گاڑی پر سوار ہو گئے اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ آہن پوش سپاہی ہمیں دیکھتے رہ گئے تھے

گاڑی کافی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی محل میں داخل ہو گئی اور محل کی عمارت کے سامنے رک گئی۔ ہتھیار لئے ہوئے سپاہی دہشت زدہ ہو کر ادھر ادھر ہٹ گئے تھے، میں سینہ تانے ہوئے محل میں داخل ہو گیا۔ دونوں لڑکیاں دل سے میری میزبانی کے فرائض انجام دے رہی تھیں، وہ محل کے خاص گوشے کی طرف میری رہنمائی کر رہی تھیں، ویسے پورے محل میں سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ خوفزدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ لڑکیاں چلتے ہوئے ایک خوبصورت کمرے کے دروازے پر پہنچ گئیں، انہوں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئیں۔

"آؤ۔ ہمیں تمہارا نام معلوم نہیں ہے۔" آکاشا نے کہا۔

"نام۔ میرا کوئی نام نہیں ہے، جس کا جو دل چاہتا ہے کہہ لیتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ اُلجھے ہوئے انداز میں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔

"اگر تم اجازت دو۔ اور اسی کمرے میں رہنے کا وعدہ کرو تو ہم شہنشاہ سے تمہارے بارے میں بات کریں۔ ہم شہنشاہ کو تمہاری دوستی کا احساس دلائیں گے۔"

"میں اس وقت تک دوست ہوں، جب تک تم لوگ میرے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ زیادتی کے جواب میں، میں بھی جواب دوں گا۔"

"تمہیں کوئی کچھ نہ کہے گا! اطمینان رکھو۔" آکاشا نے کہا اور وہ دونوں باہر نکل گئیں، ان کے چلے جانے کے بعد میں نے کمرے کے ماحول کو دیکھا، بڑا خوبصورت کمرہ تھا، غاروں میں رہنے والے اس حسین جگہ کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، بیشک یہ لوگ ترقی کی راہ پر گامزن تھے، مجھے ان ذہین لوگوں کی مدد کرنی چاہئے تھی جنہوں نے زندگی کو اس قدر حسین بنا دیا تھا، لیکن یہ ظالم تھے، یہ پہاڑ والوں سے زندگی کا حق چھین کر انہیں اپنا محکوم بنانے کے خواہشمند تھے حالانکہ وہ بھی ان جیسے انسان ہی تھے، یہ بات درست نہیں تھی، یہ خود کو افضل کیوں سمجھتے تھے، یہ غاروں اور پہاڑوں والوں کو بھی خود میں شامل کر کے ترقی کی منازل کیوں نہیں طے کرتے تھے، یہی بات ناقابل برداشت تھی اور یہی بات مجبور کرتی تھی کہ میں ان کے خلاف کام کروں تاکہ میرے دوست بارک اور اس کے ساتھیوں کو بھی زندہ رہنے کا حق مل جائے۔!

بہرحال میں نے ان سے وعدہ کیا تھا، وہ لوگ مجھ سے آس لگائے بیٹھے تھے۔ میں انہیں دھوکہ نہیں دے سکتا تھا۔ ہاں اگر صلح کی کوئی کوشش ہو سکتی تو ٹھیک تھا، اگر یہ لوگ خلوص دل سے بارک اور اس کے ساتھیوں کا حق بھی قبول کر لیتے تو ٹھیک تھا۔!

یہ خیال میرے ذہن میں آیا تھا پروفیسر۔ لیکن یہ میرا اپنا خیال نہیں تھا۔ ارتقاء کی منازل قدم بہ قدم طے ہو رہی تھیں انسان کو انسان سے ہمدردی ہوتی جا رہی تھی، سیاست کی ابتداء ہو چکی تھی، بڑی طاقت چھوٹی طاقت کو محکوم بھی رکھنا چاہتی تھی، لیکن اسے حقوق دلوانے کے لئے بھی طاقت ہی سے کام لیا جا سکتا تھا۔ انسان وہی سب کچھ سوچ رہا تھا جو اسے سوچنا چاہئے تھا، ذہن کے اندر دریچے کھل رہے تھے، نئے نئے خیال آ رہے تھے اور انہیں عملی جامہ پہنانے کی قوت بھی پروان چڑھتی جا رہی تھی۔

میں اس کمرے کے آرام دہ فرش پر دراز ہو گیا۔ یہاں سکون ہی

سکون تھا' مجھے یہ دنیا بہت پسند آئی تھی' میں ان عقلمند لوگوں کی عقل و دانش کو دل ہی دل میں سراہ رہا تھا' لیکن ان کی طرف سے میرے دل میں کدبھی تھی اور بعد میں ظاہر ہو گیا پروفیسر۔ کہ وہ لوگ ذہین ضرور تھے لیکن ان کی ذہانت نے ان کے ذہنوں کو غرور سے پراگندہ کر دیا تھا۔ وہ خود کو دوسروں سے برتر سمجھ کر زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ اور یہ فطرت میرے' یا کسی کے بدلنے سے نہیں بدل سکتی تھی۔ یہ فطرت آج تک نہیں بدل سکی ہے پروفیسر۔ اس وقت بھی نہیں بدلی تھی جب میں آخری بار سویا تھا۔ کیا اب انسان میں کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں؟" اس نے سوال کیا۔

اور آرسانہ کے طلسمی ماحول سے نکلنے میں پروفیسر اور ان کی لڑکیوں کو کافی دقت پیش آئی۔ اس نے کئی بار ان سے اپنا سوال دوہرایا تو وہ چونکے۔!

"کیا کہا تم نے۔؟" پروفیسر نے سوال کیا۔

"اوہ شاید تم آرسانہ میں تھے۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا

"ہاں۔ میں اس کمرے میں تمہیں فرش پر دراز دیکھ رہا تھا' میں اس دنیا میں کھویا ہوا تھا' جس میں تم موجود تھے۔"

"میں نے سوال کیا تھا پروفیسر۔ کہ کیا اس دور کے انسان کے ذہن میں برتری کے خیال نے گھر نہیں کیا' کیا انسانی اقدار بدلی ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ جذبہ اور [illegible] ہو گیا ہے' رنگ' نسل' آب و ہوا کے بل پر انسان ایک دوسرے کو حقیر سمجھتے ہیں۔ آج بھی احساسِ برتری کا دور دورہ ہے۔!"

"یہ چیز بھی انسان کی فطرت میں ابتدا سے ہے' اس نے کائنات کے ایک ایک ذرے پر قابو پالیا ہے' لیکن سچ جانو پروفیسر۔ انسان آج تک خود پر قابو نہیں پا سکا ہے' وہ نئی نئی ایجادات کرتا ہے۔ عقل و دانش کی بلندیوں پر پرواز کر رہا ہے' لیکن خود وہ کیا ہے' وہ آج تک نہیں جان سکا' یہ رازِ فطرت ہے جسے حل کرنے کی کوششوں کے باوجود انسان اس سے ناواقف ہے۔ اگر وہ خود کو پہچان لے تو اس کائنات میں عظیم تبدیلیاں [illegible] جائیں۔

بہر حال۔ مجھے کافی دیر گزر گئی۔ تب میں نے اس دروازے کے باہر قدموں کی چاپ سنی۔ پہلے آکاشا اور ریائیسا ہی اندر داخل ہوئی تھیں' بزدل شہنشاہ نے خود اندر داخل ہونے کی جرأت نہیں کی تھی۔ لیکن جب لڑکیوں نے اسے اندر آنے کی دعوت دی' تو پہلے دو جغادری بوڑھے اس کے پیچھے چار مسلح جوان اور پھر شہنشاہ اندر آیا۔! وہ سب خوفزدہ تھے اور اسی انداز میں اندر آئے تھے کہ اگر بھاگنے کی ضرورت پیش آئے تو سب سے پہلے وہی نکل سکیں۔!

میں فرش پر بیٹھ گیا اور وہ ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔

تب آکاشا نے کہا۔" میں نے شہنشاہ کو بتایا ہے کہ اس کی کوششوں کے باوجود تم خود کو اس کا دوست ثابت کر سکتے ہو۔ کیا میں نے غلط کہا ہے۔؟"

"نہیں۔ یہ درست ہے شہنشاہ۔!" میں نے کہا اور تمام لوگ اچھل پڑے۔

"تم۔ تم ہماری طرح بول سکتے ہو۔ مگر اس سے قبل تو تم ہماری بات بھی نہیں سمجھ سکتے تھے۔" شہنشاہ نے کہا۔

"یہ ان پراسرار قوتوں کے راز ہیں شہنشاہ۔ جنہوں نے مجھے تم میں بھیجا ہے۔ ہاں۔ اس وقت تک میں نہیں بول سکتا تھا' تمہاری بات صرف اشاروں میں میری سمجھ میں آتی تھی' لیکن پھر ان قوتوں نے مجھے بولنے کی قوت دی۔ تمہاری زبان سمجھنے کی قوت دی۔ اور میں تم سے بات کرنے لگا۔!"

"تم کونسی قوتوں کی بات کرتے ہو۔؟" شہنشاہ نے کہا۔

"میں نہیں جانتا تم ان قوتوں کو کس نام سے پکارتے ہو' کوئی انہیں روشنی کہتا ہے تو کوئی تاریکی' کوئی انہیں گرج کا نام دیتا ہے تو کوئی چمک کا' میں انہیں آسمانی قوتوں کی بات کرتا ہوں جن کی پوجا کی جاتی ہے۔"

"تاآری کی قسم۔ یہ تو دیوتاؤں کی طرح بات کرتا ہے۔ کیا یہ درحقیقت آسمان سے اترا ہوا کوئی دیوتا ہے۔ کیا یہ آسمان کا بیٹا ہے۔!" شہنشاہ کے ساتھ آنے والے ایک بوڑھے نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور شہنشاہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔!

"ہاں۔ یہ آسمان کا بیٹا ہے۔ ورنہ زمین پر کونسی ایسی نسل موجود ہے۔ [illegible] تین شیروں کو ہلاک کر دے۔ جس کے سامنے درجنوں [illegible] کے بے اثر ہوں۔ یہ آسمان کا بیٹا ہے۔ یہ آسمان کا بیٹا ہے۔!" چاروں بوڑھے چیخنے لگے' اور پھر وہ میرے سامنے اوندھے گر پڑے' بوڑھا شہنشاہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا' جیسے اس نے دل سے ان لوگوں کی بات قبول نہیں کی ہو۔ لیکن میرے سلسلے میں وہ بےبسی کا شکار تھا۔ آخر کیا کرتا میرا۔!

چنانچہ آہستہ آہستہ وہ جھکا اور پھر ان چاروں کی طرح اوندھے منہ گر پڑا۔ اس کی دیکھا دیکھی لڑکیاں بھی انہیں سب کے انداز میں گر پڑیں۔ اور مجھے ہنسی روکنا مشکل ہو گئی۔! پھر سب سے پہلے بوڑھے شہنشاہ نے ہی گردن اٹھائی۔ کھڑا ہوا اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے بولا۔

"ہم تجھے آرسانہ کی سرزمین پر خوش آمدید کہتے ہیں آسمان کے بیٹے! ہر چند کہ تیری آمد عجیب و غریب انداز میں ہوئی۔ ہم نہیں جانتے کہ آرسانہ کی بے غیرت ملکہ نے تجھے کہاں سے حاصل کیا اور تو نے کیوں اس کے ناپاک جسم

کو قبول کیا جبکہ زمین کی کنواریاں تیرے لیئے خوشی سے آغوش وا کر دیتیں لیکن دیوتاؤں کی مصلحت سے تو ہی واقف ہوگا' وہ کیفر کردار کو پہنچ گئی جس نے دغا کی تھی' عہد شکنی کی تھی' لیکن تیرے اوپر آسمانوں کا سایہ ہے' ہم تجھے ختم نہ کرسکے اور یہ ہمارے بس میں نہیں تھا۔ ہم تیری آمد سے خوش ہیں۔ ہمارے درمیان رہ ۔ اور ہم پر برکتیں نازل کر۔!" بوڑھا خاموش ہوگیا اور اس کی آواز بند ہوتے ہی زمین پر پڑے بوڑھے بھی اُٹھ گئے ۔ اُن کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔!

"جاؤ۔ اے آرسانہ کے مدبرو۔ عوام سے کہہ دو کہ وہ دیوتا ہے' جو ہمارے درمیان آیا ہے' وہ ہمارا دوست ہے' اس سے خوفزدہ نہ ہوں۔ جاؤ کہ آرسانہ پر برکتیں نازل ہوں گی اور پہاڑوں کے سرکش زیر ہوں گے۔ اب کوئی آرسانہ کا ہم پلہ نہ ہوگا۔ اور دُور دُور تک کی ریاستیں ہمارے زیر نگیں آجائیں گی۔ جاؤ۔ تیاریاں کرو کہ ہم آسمان کے بیٹے کی سربراہی میں پہلی کاری ضرب پہاڑوں کے سرکشوں پر لگائیں گے۔"

چاروں بوڑھے کوٹھی سے باہر نکل گئے اور بوڑھے لیکن چالاک شہنشاہ نے دونوں لڑکیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔" بلاشبہ آکاشا اور بانیسا' تم نے ہمیں صحیح راہ دکھائی ہے' تم نے وہ کیا ہے جو آرسانہ کے حق میں تھا' ہم تم سے خوش ہیں۔ آؤ۔ تاکہ ہم معزز مہمان کی آسائش کے انتظامات کرسکیں۔" اس نے لڑکیوں کو دروازے کی طرف دھکیلا اور لڑکیوں نے ... سے میری طرف دیکھا' پھر وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئیں۔!

ان کے جانے کے بعد میں پھر فرش پر دراز ہوگیا' میرے ذہن میں بہت سے خیالات گردش کر رہے تھے۔ جو کچھ ہوا وہ میری توقع کے خلاف نہیں تھا انہوں نے اس انداز میں میری برتری قبول کی' کسی نہ کسی انداز میں کرنی ہی تھی۔ ... مجھے کام کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ یہ خیال اب بھی میرے ذہن میں موجود ... پہاڑ والوں اور ان لوگوں میں صلح کرا دوں۔ جنگ نہ ہو اور یہ لوگ ان کا حق تسلیم کریں۔ انہیں اپنی ایک دنیا بنا کر رہنے کی اجازت دے ... اور ان کی زندگی میں مداخلت نہ کریں۔ ہر چند کہ میں نے لمبی گردن والے شہنشاہ کی آنکھوں میں مکاری کی جھلکیاں پائی تھیں اور مجھے یہ کام سخت مشکل نظر آرہا تھا۔!

شہنشاہ کے محل میں میری خوب خاطر مدارات ہوئیں۔ درجنوں لونڈیاں ... غلام میری خدمت پر مامور کر دیئے گئے' جو دن رات میرا خیال رکھتے تھے' لیکن میں جلد سمجھ گیا کہ ان میں سے کچھ میری نگرانی بھی کرتے ہیں' لیکن مجھے ان کی پرواہ نہیں تھی۔ ان میں سے کوئی میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا' میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا تھا جو لونڈیاں میری خدمت پر مامور کی گئی تھیں' ان میں سے کئی خوبصورت تھیں' لیکن میں نے ان کی طرف التفات نہیں کیا' میں تو ان دونوں لڑکیوں کو پسند کرنے لگا تھا اور ان میں سے کسی کو چاہتا تھا' لیکن تین دن گزر گئے تھے اور ابھی تک مدعا حاصل نہیں ہوا تھا۔ میں الجھن میں تھا کہ کس طرح انہیں حاصل کروں کہ چوتھی رات میری مشکل حل ہوگئی' لڑکیاں اس دوران دو تین مرتبہ میرے پاس آئی تھیں' لیکن خرانٹ شہنشاہ ان کے ساتھ ہوتا' اس لیئے میں دل کی بات نہیں کہہ سکا تھا' چوتھی رات جب شہنشاہ مجھ سے ملاقات کر کے واپس جا چکا تھا اور میں کھانے وغیرہ سے فارغ ہو چکا تھا کہ بانیسا میرے پاس آئی۔ بظاہر وہ میرے پاس شہنشاہ کا پیغام لائی تھی' لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس رات شہنشاہ محل سے باہر تھا اور اسے موقع مل گیا تھا۔!

اتنی رات گئے میں بانیسا کو دیکھ کر خوش ہوگیا۔ وہ شرمائی شرمائی سی تھی۔ "کیسے آنا ہوا بانیسا۔؟" میں نے اس کے شرمائے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے پہرے داروں کو بتایا ہے کہ میں تمہارے لئے شہنشاہ کا پیغام لائی ہوں۔" اس نے مترنم آواز میں کہا۔

"اور حقیقت کیا ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"حقیقت یہ ہے کہ۔ حقیقت یہ ہے کہ میں تمہیں بتانے آئی ہوں شہنشاہ' میرا باپ' ایک کینہ پرور شخص ہے۔ اس نے دل سے تمہیں قبول نہیں کیا ہے۔ وہ تمہاری طرف سے مشکوک ہے' وہ تمہیں آسمان کا بیٹا نہیں تسلیم کرتا' اس کا خیال ہے کہ تم کوئی زمینی مخلوق ہو جو بے پناہ طاقتور ہے اور اس طاقت نے تمہیں مافوق الفطرت بنا دیا ہے' وہ دھوکے سے تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے' یہ بات وہ اپنے خاص مشیروں سے کر رہا تھا میں نے سن لی اور تمہیں بتانے کے لئے بے چین ہوگئی۔"

"اسے اجازت ہے بانیسا' جو دل چاہے کرے' وہ پہلے بھی ناکام رہا ہے' آئندہ بھی ناکام رہے گا۔ لیکن میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے مجھے اپنے باپ کی سازش سے کیوں آگاہ کیا۔ تم خود بھی اس سازش میں شریک کیوں نہ ہوگئیں؟" میں نے اس کی ٹھوڑی کو انگلی سے اُٹھاتے ہوئے کہا۔

اس کی پرتپاش آنکھیں جھک گئیں' پھر اس کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ ہلے۔" کیونکہ۔ کیونکہ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں' تمہیں ... چاہنے لگی ہوں۔" اس نے کہا اور اس کا سر میرے سینے سے آ ٹکا۔ میرے رگ و پے میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں۔ وہ ہوگیا تھا جو میں چاہتا تھا اور میں نے اسے سینے سے لگا لیا ... گیا۔ اس نے اپنا سر میری آغوش میں ... تھا۔

"اگر تم مجھے پسند کرنے لگی تھیں ... تو پھر تین دن مجھ سے

ورره کر کیوں گزارے۔" میں اس کے حسین جسم سے کھیلتے ہوئے بولا۔

"شہنشاہ نے خاص طور سے ہماری نگرانی شروع کرادی ہے تم نہیں جانتے، وہ کس قدر چالاک ہے اس کا خیال تھا کہ چونکہ ہم تمہیں ساتھ لیکر آئی ہیں، اس لئے ہمارا تم سے خاص تعلق نہ قائم ہوگیا ہو۔"

"اس کا خیال درست ہی تھا بائیسا۔ میں بھی اسی وقت سے تمہیں پسند کرنے لگا تھا جب میں نے ایرینا میں اترتے وقت تمہیں شہنشاہ کے قریب بیٹھے ہوئے دیکھا تھا" میں نے کہا اور اس کی آنکھوں میں مستی بھر آئی۔ اس نے بے خود ہوکر خود کو میرے سپرد کردیا اور میری دیرینہ آرزو پوری ہوگئی۔ آرسانہ کی حسیناؤں کے لئے میں یہاں آیا تھا، لیکن راستے میں ملکہ عاریتہ مل گئی۔ درمیانی عمر کی وہ عورت بہت زیادہ پرکشش نہیں تھی تاہم عورت ضرور تھی، وقتی طور پر میں نے اسے قبول کر لیا تھا، لیکن میری طلب برقرار رہی تھی اور آج وہ خواہش بھی پوری ہوگئی تھی۔ صبح ہونے تک بائیسا میرے ساتھ رہی اور پھر اس نے رخصت کا پروگرام بنالیا اور کہا۔

"میں نہیں جانتی کہ اب تم سے دور رہ کر میرا وقت کس طرح گزرے گا تاہم جس وقت بھی موقع مل سکا، میں ضرور آؤں گی۔"

"موقع جلد ملے گا، تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا اور پھر وہ چلی گئی۔ لیکن شہنشاہ اس رات بھی واپس نہیں آیا تھا۔ چنانچہ بائیسا پہرے داروں کو رشوت دے کر میرے پاس آگئی۔ اس رات وہ مجھ سے بہت بے تکلف تھی اور اپنی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی، اس نے دیوتاؤں سے دعا مانگی کہ شہنشاہ کافی دنوں تک واپس نہ آسکے۔ لیکن اس نے ایک اور بات بھی جو میرے لئے خاصی دلچسپ تھی۔ اس نے بتایا کہ پچھلی رات کو اس کی یہاں آمد کی اطلاع آکاشا کو مل گئی تھی اور یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ میں رات بھر تمہارے پاس رہی ہوں، بائیسا نے بتایا کہ آکاشا اس کی بہن کے علاوہ ایک رازدار دوست بھی ہے، چنانچہ اس نے رات کی کہانی بائیسا سے پوچھی اور بائیسا نے اسے سب کچھ سچ سچ بتادیا، لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ آکاشا بھی مجھ میں دلچسپی لینے لگی ہے، آکاشا کی اداسی سے اس نے اندازہ لگایا تھا۔ اور پھر اصرار کرنے پر آکاشا نے بتایا کہ وہ بھی مجھے چاہتی ہے۔ لیکن بائیسا اس سے زیادہ دلیر نکلی کیونکہ وہ کوشش کے باوجود میرے نزدیک آنے کی جسارت نہیں کرسکی تھی۔!

مجھے یہ واقعہ بہت دلچسپ معلوم ہوا پروفیسر۔ رقابت کی کہانی نے اخلاق کے لبادے اوڑھ لئے تھے، ایک دور وہ تھا جب لاکا نے میری پہلی ساتھی لڑکی کو رقابت کی آگ میں جل کر وحشیانہ انداز میں ہلاک کر دیا تھا۔ اور اب ۔۔۔ انداز فکر بدل گیا تھا۔ انسان تہذیب سے آشنا ہوگیا تھا۔ ایک دوسرے کے لئے قربانی کا جذبہ پیدا ہوگیا تھا!

بظاہر یہ عام سی کہانی تھی پروفیسر۔ لیکن میں اس کہانی کی روح سے واقف تھا۔ میں بدلتی ہوئی اقدار سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میں انسان کی تبدیلیوں سے آشنا ہو رہا تھا، گو ابھی مجھے آرسانہ والوں کی تہذیب سے آشنا ہونے کا پورا پورا موقع نہیں ملا تھا۔ یہاں میری شخصیت کو آزادی نہیں تھی، لیکن جہاں تک میں اندازہ لگا سکا تھا، آرسانہ کے انسان ترقی کی کچھ منازل طے کر چکے تھے لیکن ان کے اندر ایک اور جذبہ بیدار تھا، یعنی خود پرستی وہ خود کو دوسرے انسانوں سے افضل سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ صرف حکمرانی کے لئے پیدا ہوتے ہیں اور دوسروں کو صرف ان کی اطاعت کرنا چاہیئے۔ اگر وہ اس جذبے سے ہٹ کر کام کرتے پروفیسر تو مجھے یقین تھا کہ اس وقت کی سب سے ذہین اور ترقی یافتہ قوم ہوتے، لیکن وہ خود کو کھونے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ انسان ذہنی سطح پر ابھی پست تھا۔ ایرینا میں ہونے والا خونی کھیل۔ پتھروں کے زمانے کی داستان دوہرا رہا تھا۔ انسان کی ذہنی سطح کسی حد تک بلند ہوئی تھی، لیکن ابھی اس میں وحشیانہ خو باقی تھی، بلکہ اگر وحشت کا اندازہ لگایا جائے تو وہ پتھر کے دور کے انسان سے بھی بدتر ہوگیا تھا۔ پتھر کے دور کا انسان صرف اپنی بقاء کے لئے وحشت و بربریت کے کھیل کھیلتا تھا، لیکن اس دور کا انسان بے وجہ بھی اس کھیل سے لطف اندوز ہونے کی حس رکھتا تھا۔ میں نے اپنی دوسری کتاب میں اس دور کے انسان کے بارے میں تفصیلات لکھی ہیں اور اسی دور میں میرے ناقص ذہن نے اندازہ لگایا تھا کہ اگر انسان اسی راہ پر چلتا رہا تو وہ ترقی کی راہوں پر کہیں سے کہیں نکل جائے گا، لیکن وہ وحشیانہ خُو بُو جو اس میں ابتدا سے ہے کچھ اور بڑھ جائے گی، اور یہ حقیقت اسے سب کچھ بنا دے تو انسان نہ بننے دے گی۔ ترقی کی انتہائی منازل طے کرنے کے بعد بھی اس کے مسائل برقرار رہیں گے، یہ ترقی اسے سب کچھ دے دے گی، لیکن سکون و اطمینان کی دنیا سے بہت دور کردے گی۔ اور تاریخ شاہد ہے پروفیسر کہ میری پیشگوئی حرف بحرف درست نکلی، میں نے اس کے بعد کے سینکڑوں دور دیکھے، اور ہر نئے دور کے انسان کو سکون کی منزل سے دور پایا۔ اس نے سب کچھ حاصل کر لیا، لیکن سکون نہ حاصل کرسکا۔!

بائیسا اس رات بھی میرے پہلو میں رہی، اور پھر دو مزید راتیں اس نے مجھے دیں۔ پھر شہنشاہ واپس آگیا۔ اور بائیسا اپنی جگہ محصور ہوگئی۔ میں ایک آزاد انسان، جسے قیدیوں کی زندگی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی، قید کیسے رہ سکتا تھا اور اس قید سے نکلنے کے لئے مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت تھی، چنانچہ میں نے باہر نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ میرے غلاموں اور کنیزوں نے مجھے دیکھا، مجھ سے باہر نہ جانے کی درخواست کی، لیکن میں اس درخواست کو

قبول کرنے کے لیے مجبور تو نہیں تھا' میں اپنے کمرے سے نکل آیا۔ میں نے پورے محل کو گھوم پھر کر دیکھا' کس کی مجال تھی کہ مجھے روکے' جس طرف میں جاتا' سپاہی خوفزدہ ہو کر راستہ چھوڑ دیتے۔ شہنشاہ کو بھی میرے باہر آنے کی اطلاع مل گئی تھی۔ چنانچہ اس وقت میں محل کے دروازے پر تھا' جب شہنشاہ اپنے آدمیوں کی پوری فوج کے ساتھ میرے نزدیک آگیا۔

"آسمان کے بیٹے کی خدمت میں تعظیم۔۔۔!" اس نے خم ہوتے ہوئے کہا۔ "کہاں کا ارادہ ہے۔۔؟"

"میں اپنے عجیب میزبان کی دنیا کو دیکھنے جا رہا ہوں' جس نے مجھے مہمان بنا کر قیدیوں کی سی حیثیت دے دی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں سخت مصروف تھا دیوتاؤں کے منظورِ نظر۔ آپ میرے ساتھ آ۔۔ میں تجھے اس دنیا کی سیر کراؤں گا۔۔!" اُس نے احترام سے کہا۔

"نہیں۔۔ میں آزادی سے گھومنا چاہتا ہوں' میں تنہا ہی تمہارے شہر کی سیر کروں گا!" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ تب بحالتِ مجبوری شہنشاہ نے میرے لیے دوڑنے والے جانوروں کی ایک گاڑی مہیا کر دی' میں نے اس گاڑی کے کوچوان کو بھی ساتھ نہیں لیا تھا۔ پھر میں گاڑی کو چلاتا ہوا سڑکوں پر نکل آیا۔ پورے شہر کے لوگ مجھے دیکھنے کے مشتاق تھے۔ ذرا سی دیر میں تمام کاروبار بند ہو گئے۔ میرے گھوڑوں کو آگے بڑھنے میں سخت مشکلات کا سامنا تھا' لوگ سینکڑوں کی تعداد میں مجھے دیکھنے جوق در جوق آ رہے تھے۔۔ بہت سی جگہوں پر میرے اوپر پھول بھی برسائے گئے۔ مجھے کھانے پینے کے تحائف اور لباس بھی پیش کیے گئے۔ لیکن میں نے ان کے لیے معذرت کر لی اور میری گاڑی شہر کے مختلف حصوں میں گھومتی رہی' شام تک میں نے آدھا شہر دیکھ ڈالا۔ اپنا پروگرام بھی پیشِ نگاہ تھا۔ چنانچہ میں اس کے لیے بھی اپنے ذہن میں نقشہ مرتب کرتا جا رہا تھا اور بہت سی کام کی باتیں سوچ چکا تھا۔ شام کو میں واپس محل پہنچ گیا۔ رات کے کھانے پر شہنشاہ نے مجھ سے ملاقات کی' اس نے مجھے اپنے ساتھ ہی کھانے کی پیشکش کی تھی اور درحقیقت شہنشاہ سے میری یہ پہلی تفصیلی ملاقات تھی

کھانے کی میز پر اس کے بہت سے جغادری مشیر بھی تھے' سب نے میری تعظیم کی' لیکن میں نے ان کی آنکھوں میں اپنے لیے کینہ پروری کے تاثرات پلتے ہوئے دیکھے تھے۔ لمبی گردن والا مکار مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتا رہا' اور میں اس کے جوابات دیتا رہا۔ بے وقوف انسان مجھ سے میری شخصیت اگلوانا چاہتا تھا' لیکن اس کی پچاس پشتیں بھی میرے تجربے کو نہیں پہنچ سکتی تھیں' وہ اپنے مطلب کی ایک بھی بات مجھ سے نہیں معلوم کر سکا تھا۔ اس کے مشیروں نے بھی کچھ سوالات کیے اور میں نے انہیں بھی جوابات دیئے۔

پھر کھانا ختم ہو گیا۔ اور میں آرام کرنے چلا گیا' بائیسا نے میرے جسم کی دبی ہوئی چنگاریاں کرید دی تھیں' وہ پھر مجبوری کی قید میں چلی گئی تھی' اس لیے میری راتیں بے چینی سے گزر رہی تھیں' دوسری باندیاں مجھے حاصل ہو سکتی تھیں' لیکن میں انہیں پسند نہیں کرتا تھا۔ میں اپنا معیار برقرار رکھنا چاہتا تھا۔!

دوسری صبح میں نے حسبِ معمول پھر شہر کی سیر کا پروگرام بنا لیا' گاڑی مہیا ہو گئی اور میں چل پڑا۔ میری خواہش تھی کہ اب میں جلد از جلد اپنا کام مکمل کر لوں اور یہاں سے چل پڑوں' تاکہ جب پہاڑ والوں کے ساتھ آرسانہ میں داخل ہوں تو میری حیثیت ہی دوسری ہو۔

آرسانہ والوں کے جوش و خروش کا وہی عالم تھا' لوگ مجھ سے ملنے کے لیے ٹوٹے پڑ رہے تھے' وہ مجھے دیکھتے اور حیران رہ جاتے' کیونکہ شکل و صورت میں' میں اُن سے مختلف تھا۔ اس کے علاوہ ان میں سے کچھ نے مجھے ایرینا میں لڑاکوں اور شیروں سے جنگ کرتے ہوئے دیکھا تھا' کچھ نے صرف وہ کہانیاں سنی تھیں' لوگوں کے ہجوم سے میں بمشکل گزر سکا۔ مجھے کسی پُرسکون گوشے کی تلاش تھی' چنانچہ میں نے ایک سمت گاڑی دوڑا دی اور بہت جلد تیز رفتار گھوڑوں کی مدد سے میں شہر سے دور نکل آیا۔ سرسبز علاقہ تھا اور ان علاقوں میں سبزے کی کاشت کی گئی تھی۔ اِکا دُکا لوگ مجھے کھیتوں میں کام کرتے ہوئے ملے۔ انہوں نے زمین کی حقیقت معلوم کر لی تھی' اس کے سینے میں پوشیدہ خزانوں سے واقف ہو کر وہ انہیں نکالنے میں کوشاں تھے۔

لیا چکر کاٹ کر جزیرے کے عقبی حصے میں پہنچا اور چونکہ لڑائی کا سارا زور
سامنے کی سمت تھا، اور ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ تھیوڈورس
کا کوئی جہاز پوزیشن چھوڑ کر عقب سے حملہ کرنے جائے گا۔!
سو بلاشبہ یہ ایک خطرناک کاروائی تھی ۔ یوں سمجھو اگر عقب
والے خاموشی سے کنارے پہنچ جاتے اور کمندوں کے ذریعے فصیلوں پر
چڑھ جاتے ۔ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھتے اور حملہ کر دیتے ۔۔ تو کیا ہماری توجہ
سامنے سے نہ ہٹ جاتی ۔ اس طرح تھیوڈورس کو امداد ملتی اور وہ سامنے سے ایک
بھرپور حملہ کر کے صورت حال اپنے ہاتھ میں لے سکتا تھا ۔ گویا ۔ یوں سمجھو،
کہ ہم بڑی مشکل میں پڑ جاتے ۔ ممکن ہے ہم اس حملے کو ناکام بنا دیتے لیکن ۔۔
اپنے سینکڑوں ساتھیوں کی قربانی کے بعد ۔۔ تو اس لحاظ سے عظیم جنرل
لیپاس اور اس کے بہترین معاون یعنی میکارا نے سینکڑوں انسانوں کی
زندگیاں بچالیں ۔ لیکن کیا تمہیں معلوم ہے میرے ساتھیو ۔ کہ اس جزیرے
پر ایک بھی انسان موجود نہیں تھا جس کے ذریعے اس عقبی جہاز کو تباہ کیا گیا؟
دربار میں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ گونج اٹھی۔
"بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی عظیم تائیورس۔"
"میں بڑی شرمندگی سے کہہ رہا ہوں کہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں
آئی ۔ سنو ۔ تم سب سنو ۔ ممکن ہے تم لوگ مجھے اس بات پر یقین دلا دو
ورنہ بعد میں میں اپنے دوست میکارا سے اس موضوع پر گفتگو کروں گا۔"
"لیکن ۔۔ لیکن ۔۔" درباریوں کی آواز ابھری۔
"مجھے تمہاری بے چینی کا احساس ہے ۔ لیکن جس حیرت انگیز بات
کو میں تم سے کہہ رہا ہوں وہ ایسی ہی ہے کہ تم اس سے زیادہ پریشان
ہو جاؤ گے ۔ سنو ۔ غور سے سنو ۔ عقبی جزیرہ ۔۔ صرف دو بازوؤں
نے چلایا ۔۔ اور ۔۔ عظیم الشان جہاز ۔۔ جس میں سینکڑوں انسان سوار
تھے ۔ اس آسانی سے اٹھ گیا کہ دو سو آدمی بھی اسے اتنی آسانی سے
نہیں اٹھا سکتے تھے ۔ اور پھر جہاز ایک کروٹ گر گیا اور اس کے جنگجو سمندر
برد ہو گئے ۔ آدم خور مچھلیوں نے خوب ضیافت اڑائی ۔"
"صرف ۔۔ دو ۔۔ ہاتھ ۔۔ صرف ۔۔ دو بازو۔"
بے شمار حیرت زدہ آوازیں ابھریں۔
"ہاں دوستو ۔۔ صرف دو بازو ۔۔ اور وہ دو بازو میکارا
کے تھے۔"
اور ساری گردنیں میری طرف گھوم گئیں ۔ نگاہوں میں حیرت
تھی ۔ بے یقینی تھی ۔ اور ۔۔ بعض بعض نگاہوں میں مضحکہ بھی تھا ۔!
"جس وقت لیپاس نے مجھے یہ بات بتائی ۔ تو میں نے
بھی اسے اسی حیرانی سے دیکھا تھا ۔" تائیورس نے کہا ۔ "لیکن لیپاس
کو میری یہ حیرانی، یہ بے یقینی پسند نہیں آئی ۔ تب اس نے ثبوت کے طور پر
مجھے غرق شدہ جہاز دکھایا اور رھٹوں کے سارے نگرانوں کو طلب کر کے
پوچھا کہ کس نے عقبی حصے میں کام کیا تھا ۔ اور سب نے لاعلمی ظاہر کی ۔ لیپاس
کے بارے میں تم جانتے ہو لوگو ۔۔ بہرحال میں اسے جھوٹا نہیں سمجھتا۔"
"کیا یہ طاقت کا دیوتا ہے؟"
"کیا یہ آسمان سے اترا ہے ۔؟"
"کیا یہ ہم جیسا انسان نہیں ہے؟"
بے شمار آوازیں ابھریں ۔ بہت سے سوالات کئے گئے ۔
"میکارا خود کو انسان کہتا ہے ۔ لیکن شاید تم یہ بھول رہے ہو کہ
گستاک نے اس کی آمد کی پیش گوئی کی تھی ۔ اور اس کے لئے دیناتیاگ دی گئی
پھر چادر فلک پر اس کا کوئی ستارہ نہیں ہے جبکہ دیوتاؤں کے ستارے بھی موجود
ہوتے ہیں ۔ ایسی صورت میں ہم کوئی بھی بات سوچ سکتے ہیں ۔"
"لیکن یہ ناقابل یقین ہے ۔"
"میکارا ۔ میرے دوست ۔ کیا تم اس مسئلے کو حل کر سکتے ہو؟"
"کیا یہ مسئلہ صرف زبان سے حل ہو جائے گا؟" میں نے پوچھا۔
ان بے یقین لوگوں پر بالآخر مجھے غصہ آنے لگا تھا۔
"زبان سے حل ہونا کیا معنی رکھتا ہے ۔؟" ایک درباری نے
کہا اور میں نے اس کی شکل دیکھی ۔
"ثبوت چاہتے ہو ۔؟" میری آواز میں غراہٹ تھی۔
"ہاں ۔ تم ثابت کرو کہ یہ بات درست تھی ۔!" اس نے مرعوب
ہوئے بغیر کہا ۔
"دوسروں کی بھی یہی رائے ہے ۔؟" میں نے دوسرے درباریوں
کی جانب دیکھا ۔
"بالکل ۔ اس کے بغیر ہم مطمئن نہ ہوں گے ۔"
"اور تو کیا کہتا ہے تائیورس ۔؟"
"مجھے تجھ پر یقین ہے میکارا ۔ اگر تو نہ چاہے تو کوئی ثبوت
پیش نہ کر ۔ اور اگر چاہے تو ان کی تسلی کر دے ۔!" تائیورس نے کہا۔
اور اب میں شدید غصے میں بھر چکا تھا ۔ چنانچہ میں نے چاروں طرف دیکھا ۔ اور
پھر آہستہ قدموں سے اس بڑے دالان کے ستونوں کی طرف بڑھ گیا ۔ جس میں
بہت سے درباری بیٹھے ہوئے تھے ۔ ایک انتہائی موٹے ستون کے قریب
پہنچ کر میں رکا ۔ گول گول چٹانوں کو تراش کر اسے بنایا گیا تھا ۔ میں نے دانت
بھینچ کر اس ستون پر قوت صرف کی ۔۔ اور کیا مجال تھی اس ستون کی جو اپنی
جگہ قائم رہ جاتا ۔
ایک خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ ستون نے اپنی جگہ چھوڑ دی، اور
دالان کی چھت ایک طرف جھکنے لگی ۔ تب تو ایسا کہرام مچا کہ توبہ ہی بھلی ۔ درباری
اس طرح دالان کے نیچے سے نکل کر بھاگے جس طرح تیر کمان سے نکلتے ہیں ۔ وہ
احمق بری طرح چیخ چلا رہے تھے ۔ تب میں دوسرے ستون کی طرف بڑھ گیا
اور جونہی دوسرے ستون نے جگہ چھوڑی دالان کی چھت خوفناک دھماکوں کے

ساتھ نیچے آ رہی۔ گرد و غبار کا ایک طوفان اٹھا تھا۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا جو چیخ چلا نہ رہا ہو۔ شاید تائیورس بھی دربار سے نکل بھاگا تھا۔

لیکن اب میں اپنی تسلی ہی کر کے دم لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ...

گرد و غبار کے طوفان میں، میں دوسرے ستون تلاش کرنے لگا۔ اور نئے ستون گرنے لگے۔ بس اچانک دماغ گرم ہو گیا تھا۔ میں اپنی شخصیت کے بارے میں مکمل ثبوت ہی دے دینا چاہتا تھا۔ اس وقت مجھے تائیورس کی پرواہ بھی نہیں تھی۔

بے شمار سپاہی گرتے ہوئے دربار کے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے۔ وہ بری طرح چیخ رہے تھے۔ مجھے منع کر رہے تھے۔ لیکن میں اس وقت تک نہ رکا، جب تک دربار کا آخری ستون بھی منہدم نہ ہو گیا۔ اب عالیشان دربار کی جگہ کھنڈر نظر آ رہا تھا۔ ملبے کے ڈھیر سے گرد و غبار کا طوفان اب بھی اُٹھ رہا تھا!

تب میں باہر نکل آیا۔ اور میں نے چیخ کر درباریوں کو آوازیں دیں۔ "کہاں ہو سب کہاں گئے۔ کیا تمہارے لئے یہ ثبوت کافی ہے۔ یا اور ثبوت پیش کروں تائیورس۔ تم کہاں ہو۔؟"

"میں یہاں ہوں میکارا۔" ایک طرف سے تائیورس کی آواز سنائی دی۔

"کیا خیال ہے میرے دوست۔ کیا تمہارے درباری مطمئن ہو گئے ہوں گے۔"

"ضرورت سے زیادہ۔ کافی ہے میکارا۔" تائیورس نے کہا اور ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "لیکن افسوس۔ شاید ان میں سے بہت سے جواب دینے کے لئے موجود نہ ہوں۔"

"بے یقینوں کے لئے افسوس کی گنجائش نہیں ہوتی۔" میں نے کہا۔ اور تائیورس میرے نزدیک پہنچ گیا۔ بلاشبہ وہ بھی مجھ سے سہما ہوا تھا۔

"شاید تجھے غصہ آ گیا تھا میکارا۔؟"

"نہیں۔ صرف ان لوگوں کی تسلی کرنا چاہتا تھا جو زبان پر یقین نہیں رکھتے۔"

"مجھے افسوس ہے۔ لیکن میکارا۔ تجھے دیوتاؤں کی قسم، اب بتا دے تو کون ہے۔؟"

"کیا میں نے تجھے پہلے نہیں بتایا تائیورس۔ کیا میں نے یہ نہیں کہا کہ میں چاہوں تو تھیوڈوس کی پوری فوج کو فنا کر دوں۔ سن میں انسان ہوں۔ لیکن عام انسانوں سے مختلف۔ میں دیوتا نہیں ہوں۔ یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دے۔ میں دوست ہوں دوستوں کا۔ اور دشمن ہوں ان کا جو بھروسہ نہیں کرتے۔ سن۔ مجھے تیری زمین بہت پسند آئی ہے۔ اور میں یہاں رہ کر ستارہ شناسی کے فن سے واقف ہونا چاہتا ہوں۔ بول کیا تیری قلمرو میں میرے لئے جگہ ہے۔؟"

"جو کچھ ہوا۔ اس کا مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ جتنے بچ گئے ہیں انہیں تیرے اوپر یقین آ جائے گا۔ لیکن میں تیرے بارے میں سخت حیران ہوں۔"

"تو حیران رہ تائیورس۔ میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں میرے دوست۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ تیری موجودگی تو ہمیں بہت سی آفات سے بچائے گی۔ ہاں بس تیری حیثیت کا تعین درکار ہے۔"

"نہیں تائیورس۔ مجھے کسی حیثیت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف ایک چھوٹا سا مکان چاہتا ہوں۔ ستارہ شناسوں کی معیت چاہتا ہوں اور بس۔ اس کے بدلے میں، میں تجھے وہ کچھ دے سکتا ہوں جس کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ضروری امور کے بارے میں تو مجھ سے مشورہ کر سکتا ہے۔ میرے مشورے تیرے لئے مشعل راہ ہوں گے۔"

"سر آنکھوں پر میرے دوست۔ مجھے منظور ہے۔"

سو تائیورس نے بلاوجہ ایک بڑا نقصان کیا۔ پورے شہر میں پھر سے کہرام مچ گیا تھا۔ محل سے ملحق دربار کی عمارت مکمل طور پر تباہ ہو گئی تھی۔ اسے تعمیر کرنے کے لئے بھی مدت درکار تھی۔ ممکن ہے دل ہی دل میں تائیورس نے یہ بات پسند نہیں کی ہو۔ لیکن، بہرحال حیرت نے غصے کے جذبات تو ختم کر دیئے ہوں گے۔ پھر میری حیثیت کا تعین بھی ضروری تھا۔ تائیورس مجھے اپنے ساتھ ہی محل میں لے گیا۔ اس کے انداز سے اب بھی شدید حیرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ محل ہی کا ایک حصہ مجھے آرام کرنے کے لئے دیا گیا۔ اور اپنی آرام گاہ میں پہنچ کر میں اپنے بدن کی مٹی صاف کرنے لگا! میں گرد آلود ہو گیا تھا۔! لیکن تائیورس نے میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے محل کے لوگوں کو خاص ہدایات دے دی تھیں۔

چنانچہ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ چھ خوبصورت عورتیں اس دروازے سے اندر داخل ہوئیں، جہاں میں موجود تھا۔!

میں چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔!

ان سب نے ہاتھ اُٹھائے۔ اور پھر جھک گئیں۔ "ہم تیری کنیزیں ہیں میکارا۔ ہمیں تیرے احکامات کی تعمیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

سرزمین یونان کی حسین لڑکیاں تھیں۔ لیکن بہرحال ابھی میں کسی حد تک محتاط تھا اور آنکھیں بند کر کے گر پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے کہا۔

"میرا بدن گرد آلود ہے۔ کیا تمہارے یہاں حمام موجود ہے؟"

"بالکل قریب۔ بالکل نزدیک۔" عورتوں میں سے ایک نے جواب دیا۔

"تو بس۔ مجھے وہاں لے چلو۔ میں غسل کرنا چاہتا ہوں۔"

اور یہ معلوم کر کے مجھے ہنسی آ گئی کہ حمام تو اس دروازے کے دوسری طرف ہے جو میرے کمرے میری رہائش گاہ کا دوسرا دروازہ ہے۔

لڑکیوں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔!

شاہی محل تھا۔ شاہی حمام تھا' جس قدر خوبصورت ہوتا کم تھا۔ سنگ مرمر سے بنا ہوا خوبصورت حوض جس میں نیچے جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ سیڑھیاں پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ حوض کے کنارے غسل کرانے کے نرم اسفنج اور دوسری چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

اور پھر میں نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ لڑکیاں بھی نزاکت سے سیڑھیاں اترتی ہوئی حوض میں آ گئی تھیں۔ کناروں پر رکھے ہوئے نرم اسفنج اٹھا کر انہوں نے میرا بدن ملنا شروع کر دیا۔ اور پھر اس کھیل میں مست ہو گئیں۔!

میں خود تو برف ہو گیا تھا۔ گو جذبات بھڑک رہے تھے لیکن میں اس کا تماشا دیکھنا چاہتا تھا۔ جوں جوں لڑکیاں میرا بدن مل رہی تھیں۔ میرے بدن کا سنہرا پن نکھرتا جا رہا تھا۔ وہ اسفنج کے بجائے اپنے نرم نرم ہاتھوں سے سونے کی چمک کو ٹٹول رہی تھیں اور ان کی آنکھوں میں سنہری چمک اور پسندیدگی اترتی آ رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ان کی آنکھوں میں گلابی ڈورے تیرنے لگے۔ عجیب سی حالت تھی۔ ان کے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ تنفس تیز ہو گیا تھا اور وہ میرے بدن سے زیادہ سے زیادہ قریب ہونے میں کوشاں تھیں۔ سب خاموش تھیں۔ ایک دوسرے سے شرما رہی تھیں' اپنے جذبات چھپانا چاہتی تھیں اور اس میں ناکام تھیں۔

تب پھر۔۔۔ میں نے ہی یہ کھیل ختم کر دیا۔!

"بس" میں نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔۔۔ اور لڑکیاں ٹھٹھک گئیں۔ لیکن ان کے ہاتھ میرے بدن سے نہیں ہٹے تھے۔

"شکریہ خوبصورت لڑکیو۔" میں کنارے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا لڑکیاں جذبات سے بہک رہی تھیں۔ لیکن اس وقت صورتحال دوسری تھی۔ میں ان کی پذیرائی نہیں کر سکتا تھا۔

بہر حال میں باہر نکل آیا۔۔۔ اور پھر میں نے اپنا مختصر لباس پہن لیا۔ لڑکیاں بھی بادل ناخواستہ باہر نکل آئی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ درست ہو گئیں اور لباس پہن کر باہر نکل آئیں۔ لیکن ان کی آنکھوں میں اب بھی میرے لئے محبت کے جذبات موجود تھے۔۔۔ اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

تو پروفیسر۔۔۔ یوں وقت گزرنے لگا! میں نے غصے میں آ کر تائیورس کا دربار تباہ کر دیا تھا۔ نہ جانے کتنے مدبر ہلاک ہو گئے تھے لیکن غلطی ان کی تھی۔ انہوں نے میری بات پر یقین نہیں کیا تھا۔۔۔ ہاں جو باقی بچ گئے تھے انہیں خوب یقین آ گیا تھا۔ لیکن اس واقعے کے بعد بھی تائیورس کا رویہ مجھ سے خراب نہ ہوا۔

اس نے دو بار مجھ سے سرسری ملاقات کی۔ اور یہ ملاقاتیں کافی پرجوش تھیں۔ تیسری ملاقات میں اس نے مجھ سے جشن فتح میں شریک ہونے کی درخواست بھی کی۔!

"میں تیری خوشی میں برابر کا شریک ہوں تائیورس۔ لیکن اس کے علاوہ بھی میں تجھ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"میں حاضر ہوں میرے دوست میکالا۔" تائیورس نے کہا۔

"لیکن شاید تیرے پاس وقت نہیں ہے۔؟"

"تیری باتیں دوسری تمام باتوں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔"

"تو سکون سے بیٹھ جا۔ میں تجھ سے اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور تائیورس اطمینان سے میرے سامنے بیٹھ گیا۔ بلاشبہ وہ تعاون کرنے والوں میں تھا۔

"تو فتح کا جشن منا رہا ہے تائیورس۔؟"

"ہاں میکالا۔ میری قوم بہت خوش ہے۔ تو نے تھیوڈوس کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ لیکن جتنا مختصر وقت تو نے گزارا ہے' ممکن ہے تجھے اس کے بارے میں تفصیل نہ معلوم ہو سکی ہو۔"

"مجھے بتاؤ تائیورس۔!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اہل یونان۔ تھیوڈوس کے سائے سے بیزار ہیں۔ قرب و جوار کے جتنے جزائر ہیں سب تھیوڈوس کے نام سے کانپتے ہیں۔ کسی نے اس سے جنگ کا تصور بھی نہ کیا ہو گا۔ یوں سمجھو۔ ریاستوں کے مالک وہاں کے عوام ہیں۔۔۔ اور ان سب کا شہنشاہ تھیوڈوس ہے۔ کوئی اسے ناراض نہیں کر سکتا۔ کوئی اس کے غصے کو نہیں للکار سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"تو میرے عظیم دوست۔۔۔ دیوتاؤں نے میری مدد کی اور میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے ایسے شخص کو شکست دی ہے جس کے نام کے ساتھ شکست کا تصور بھی وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔!"

"میری طرف سے اس فتح کی پرخلوص مبارکباد قبول کرنا تائیورس' لیکن اس کے علاوہ میں تجھ سے کچھ اور سوالات کروں گا۔"

"ضرور میرے دوست۔"

"کیا تھیوڈوس ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا۔؟"

"ایں۔؟" تائیورس اس طرح چونکا' جیسے درحقیقت اس نے اب تک اس بارے میں سوچا ہی نہ ہو۔

"کیا یہ بات تیرے علم میں نہیں ہے تائیورس' کہ وہ زندہ نکل گیا ہے؟"

"ہاں۔ ہے۔؟" تائیورس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"تیرے خیال میں اب وہ کہاں گیا ہو گا۔؟"

"میرے خیال میں وہ۔۔۔ وہ کہیں بیٹھا زخم چاٹ رہا ہو گا۔"

"کیا میرے خیال میں اس کے زخم ابھی نہیں بھریں گے ـ ؟"

"بھریں گے ـ لیکن اب وہ اس قابل نہیں ہو سکتا کہ دوبارہ ؟"

"تنک بلو میرے دوست ـ رک جاؤ ـ" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا ـ "تب یوں سمجھو کہ میں نے اس مختصر سے عرصے میں جو معلومات حاصل کی ہیں ـ وہ تم ایک طویل عرصے میں نہیں کر سکے ـ"

"کیا مطلب ؟"

"تھیوڈوس کی قوت صرف اس قدر نہیں تھی جسے تم نے تباہ کر دیا وہ معمولی سے بیڑے کو لیکر صرف تمہیں سزا دینے آیا تھا ـ اس کا عظیم الشان بیڑہ تو اس پراسرار جگہ پر موجود ہے جہاں وہ اپنی قوت جمع کر رہا ہے ـ تم اس کے ارادوں سے ناواقف ہو تائیورس ـ"

"اوہ ـ مجھے تفصیل سے بتاؤ میکارا ـ" تائیورس سنجیدہ ہو گیا تھا ـ

"یہ باتیں خود تھیوڈوس نے مجھے بتائی تھیں ـ وہ خشکی کے کسی بڑے علاقے پر قبضہ کر کے ان سارے جزائر کا شہنشاہ بننا چاہتا ہے ـ اس کی لوٹی ہوئی دولت ایک عظیم الشان قوت تعمیر کر رہی ہے ـ عام حالات میں وہ صرف چند جہازوں سے حملہ کرتا ہے ـ اپنی قوت کو اس نے ابھی تک محفوظ کیا ہوا ہے ـ"

"اوہ ـ" تائیورس پرخیال انداز میں بولا ـ

"اس کے علاوہ میرے دوست ـ تم تھیوڈوس کی فطرت سے بھی واقف نہ ہو گے ـ"

"ہاں ـ اچھی طرح نہیں ـ"

"وہ جنونی ہے ـ اب وہ اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھے گا جب تک تم سے انتقام نہ لے لے ـ"

"تب تو ـ تب تو میکارا ـ ہمارے لئے ابھی کافی مشکلات ہیں ؟"

"میرے معصوم دوست ـ میں نے تو سوچا تھا کہ ان تمام باتوں پر تمہاری نگاہ ہو گی ـ لیکن تم بہت عمدہ جنگ لڑنے کے باوجود بے حد سادہ ہو ' تم اس جنگ کو اختتام سمجھ بیٹھے تھے ـ"

"ہاں ـ مجھے [illegible]ت کا احساس ہے ـ" تائیورس نے پریشان لہجے میں کہا ـ

"تم نے مجھے اپنا اعزازی مشیر مقرر کیا ہے تائیورس ـ"

"تم ـ تم نہ جانے کیا ہو میکارا ـ"

"میرے بارے میں سوچنا چھوڑ دو ـ ان چیزوں کے بارے میں سوچو تائیورس ـ جو ضروری ہیں ـ تمہارا یہ جشن وقتی خوشی ہے ـ سنو ' میں محسوس کرتا ہوں اگر تم اسی انداز میں خاموش بیٹھ جاتے جس طرح تم نے [illegible] تھا ـ تو تم تھیوڈوس کے دوسرے حملے کی تاب نہیں لا سکتے تھے ـ [illegible] اس شکست نے تھیوڈوس کو بہت کچھ دیا ہے ـ"

"میں نہیں سمجھا ـ"

"آئندہ وہ ایسی تیاری [illegible] آئے گا کہ تمہاری ترکیب کو ناکارہ کر دے ـ"

"ہوں ـ تمہارا خیال درست ہے میکارا ـ مگر میرے دوست ـ اب تو میں ایک اور بات سوچ رہا ہوں ـ"

"کیا ـ ؟"

"اگر تم سچ مچ تھیوڈوس کے ساتھی ہوتے ' تو کیا ہوتا ـ"

"بہرحال نہیں ہوں ـ لیکن مجھے یقین دلاؤ ـ کہ کیا تم میرے اوپر بھروسہ کرتے ہو ـ ؟"

"دیوتاؤں کی قسم میکارا ـ تم کتنے ہی عجیب ہو ـ تم کوئی بھی ہو ' میں تمہارے اوپر بھروسہ کرتا ہوں ـ"

"تب پھر سنو ـ جیسا میں کہتا ہوں کرتے رہو ـ فائدے میں رہو گے ـ"

"میں دل سے تیار ہوں میکارا ـ"

"تائیورس میرے دوست ' تم ایک دن جشن ضرور مناؤ گے ـ لیکن اس وقت جب تھیوڈوس کا وجود نہ ہو گا ـ یہ میری پیش گوئی ہے دل چاہے تو ستاروں سے پوچھ لینا ـ"

"تو عظیم انسان ہے میکارا ـ میں دل سے تیری عزت کرنے لگا ہوں ـــــ تو نے میرے ذہن میں ایک نئی فکر جگا دی مجھے بتا میں کیا کروں ـ ؟"

"میں نے اس کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے ـ" میں نے جواب دیا ـ

"کیا ؟"

"بس تائیورس ـ قرب و جوار کے سارے جزیرے تھیوڈوس سے خوفزدہ ہوں گے ـ ؟"

"ہاں ـ"

"تمہارے ان جزائر سے کیسے تعلقات ہیں ـ ؟"

"ہم سب ایک دوسرے سے لاپرواہ ہیں ـ البتہ دکری بیوس کے نظریئے کے قائل ہیں ـ ایک دوسرے کی سرحدوں میں دخل اندازی مت کرو ـ اس وقت تک جب تک اس سے جنگ مقصود نہ ہو ـ"

"گویا تعلقات خراب نہیں ہیں ـ"

"نہیں ـ انہیں خراب نہیں کہا جا سکتا ـ"

"کیا کبھی ایک ریاست کے لوگ دوسری ریاست والوں سے ملتے ہیں ـ"

"ہاں ـ ضرورت کے تحت ـ"

"سرکاری پیمانے پر ملاقاتیں ہوتی ہیں ـ ؟"

"ہاں ـ کبھی کبھی ـ یا اس وقت جب کوئی دوسرے کو مدعو کرے ـ"

"کیا دوسرے جزائر والوں کو معلوم ہے کہ تو نے تھیوڈوس کا خراج بند کر دیا ہے۔"

"ہاں۔ میں نے اس کی اطلاع انھیں بھجوادی تھی۔"

"کسی طرف سے کوئی ردِ عمل۔؟"

"صرف مجھ سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا تھا۔ اور کہا گیا تھا کہ میرا فیصلہ غلط ہے۔ کہیں میں اس سے نقصان نہ اٹھاؤں۔"

"بس۔؟"

"ہاں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔"

"کیا کسی بھی جزیرے کو معلوم ہوا ہوگا کہ تو نے تھیوڈوس کو شکست دی ہے۔؟"

"میں نہیں جانتا۔ لیکن سمندر میں ہمارے جہاز گشت کرتے ہیں، یوں سمجھو اگر کسی دوسرے جزیرے کی جنگ ہوئی ہوتی، تو مجھے یقیناً معلوم ہو جاتا۔"

"بہت خوب۔ تو گویا نزدیکی جزیرے کو اس جنگ کے بارے میں ضرور معلوم ہوگا۔!"

"ہونا تو چاہیے۔"

"تو میرے دوست، یوں کرتے ہیں کہ ایک ایک ریاست [illegible] ہیں۔ انھیں بتاتے ہیں کہ ہمارے عزائم کیا ہیں۔ اُن سے کہتے ہیں کہ وہ بھی تھیوڈوس سے خوف کھانا چھوڑ دیں۔ ہم انھیں پیشکش کرینگے کہ تھیوڈوس کا دوسرا وار بھی ہم ہی برداشت کریں گے۔ لیکن اس صورت میں وہ ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں۔"

میری تجویز پر تائیورس سوچ میں ڈوب گیا۔ کافی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھائی۔ "انتہائی مناسب خیال ہے میکارا۔ لیکن اس کے لئے کچھ میں بھی کہوں گا۔"

"کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کام کے لئے تم سے عمدہ اور کوئی شخص میری نگاہ میں نہیں ہے۔"

"میں۔؟"

"ہاں۔!"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تائیورس۔ لیکن میں ان جزیروں سے واقف نہیں ہوں بلکہ میں اس مشن کو اچھا سمجھتا ہوں کیونکہ اس طرح مجھے تمہاری ثقافت دیکھنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے گا۔"

"جنرل لیپاس تمہارے ساتھ۔۔۔ ہوگا۔" تائیورس نے ایک لمحے کے لئے رُک کر کہا۔

"لیپاس۔؟" میں نے زیرِ لب کہا۔ اور تائیورس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔!

"ہاں۔ کیا وہ ایک اچھا ساتھی نہیں ہے۔؟"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور تائیورس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ پھر اس نے بڑے متاثر لہجے میں کہا۔

"تم کوئی بھی ہو میکارا۔ میرے ذہن میں اُلجھے ہوئے ضرور ہو۔ لیکن مجھے تمہارے اوپر مکمل اعتماد ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ تم فیقلولیہ کے لئے دیوتاؤں کا انعام ہو۔"

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور پھر تائیورس وہاں سے چلا گیا۔!

میری بات تائیورس کے ذہن میں بیٹھ گئی تھی۔ صحیح معنوں میں اب اس کی دلچسپی جشن وغیرہ سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ ہماری روانگی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔

آج کل میرا وقت گستاک کے ساتھ گزر رہا تھا۔ گستاک میرے ساتھ اس طرح پیش آتا تھا جیسے میں اسی کی تخلیق ہوں۔ وہ بڑے فخر سے میری طرف دیکھتا تھا اور درحقیقت تائیورس نے اس کی حیثیت ہی بدل دی تھی۔ گستاک کو عظیم منجم کا خطاب ملا تھا۔ اسے سرکاری وظیفے سے نوازا گیا تھا۔ اور وہ بہت خوش تھا۔!

"تو نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا گستاک۔" ایک روز میں نے کہا

"کیا میرے دوست۔؟"

"تو نے مجھے اشلاک اور رکجرن سے روشناس کرانے کے لئے کہا تھا؟"

"میں ہر وقت حاضر ہوں۔ لیکن میں نے تجھے یہ بھی بتایا تھا میکارا! کہ میرا علم صرف دو ستاروں تک محدود ہے۔ جبکہ یہاں تجھے ایسے ایسے منجم ملیں گے جو ساری کہکشاں سے واقف ہیں۔"

"میں اُن سے ملاقات بھی کر لوں گا۔ لیکن پہلے تم ان ستاروں سے میری دوستی کراؤ جنھوں نے میرے بارے میں تمہیں بتایا تھا۔"

"جیسی تیری مرضی۔ میں تیار ہوں۔"

"تو سنو گستاک۔ میں تائیورس کے ایک خصوصی مشن پر جا رہا ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو گے۔"

"ضرور چلوں گا۔ کیا ہمیں سفر کرنا ہوگا۔؟"

"ہاں۔"

"مجھے سمندری سفر بہت پسند ہیں سُن میکارا۔ تائیورس سے کہہ کر اس جہاز پر جو ہمیں لے کر چلے، ایک ایسا مستول بنوانا جس کا اوپری حصہ خوب کشادہ ہو۔ تاکہ ہم وہاں بیٹھ کر ستارہ شناسی کر سکیں۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ کام میں کر لوں گا!" اور میرے اور گستاک کے درمیان یہ بات طے ہوگئی۔

چنانچہ جب تائیورس نے مجھے وہ جہاز دکھایا جس پر ہمیں سفر کرنا تھا۔ تو میں نے اس سے اپنے مطلب کے ایک مستول کے لئے کہا۔

"تیرے حسبِ منشا کام کرا دیا جائے گا میکارا۔ لیکن تیرے ساتھ

کتنے افراد جائیں گے۔؟"

"میرے خیال میں اس بارے میں جنرل لیپاس سے مشورہ کیا جائے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"جنرل لیپاس ہے کہاں۔ اس نے طویل عرصے سے مجھ سے ملاقات نہیں کی۔ کیا وہ بہت مصروف انسان ہے۔؟"

"مصروف تو زیادہ نہیں ہے۔ لیکن۔ لیکن وہ تنہائی پسند ہے۔ بہت کم لوگوں سے ملتا ہے۔"

"بہر حال اب تو اسے میرے ساتھ ایک اہم کام انجام دینا ہے۔ میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیرا پیغام اسے دیدوں گا۔"

"وہ تیرا بھائی ہے نا تائیورس۔"

"ہاں۔!" تائیورس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"میں آج رات کو اس سے ملاقات کروں گا۔"

"ہم دونوں تیری رہائش گاہ پر پہنچ جائیں گے۔"

"میں انتظار کروں گا۔"

چنانچہ اسی رات جنرل لیپاس تائیورس کے ساتھ میرے پاس آگیا۔ اس وقت بھی اس نے بدن چھپانے والا عجیب لباس پہنا ہوا تھا۔ بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھا۔!

"جنرل لیپاس۔!" میں نے اس کا خیر مقدم کیا۔

"عظیم میکارا۔" جنرل لیپاس نے خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"لیکن تو بے مروت ہے لیپاس۔"

"کیوں۔؟"

"تو نے اس کے بعد۔ مجھ سے ملاقات کی کوشش نہیں کی۔"

"میں تیرے بارے میں حیران کن باتیں سن سن کر ششدر تھا میکارا۔ تجھ سے ملنے کی جرأت نہیں کر سکا تھا۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"خیر۔ اب تو ہمارا طویل ساتھ ہے۔"

"ہاں۔" لیپاس [illegible] گہری سانس لی۔

"کیا تو اس شن[illegible] رہے۔؟"

"تیری شخصیت بہت سے کام بنادے گی۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"تو اپنی شخصیت کے سحر سے بھی انکار نہیں کر سکتا لیپاس۔"

"تیرا شکریہ میکارا۔" لیپاس کے چہرے پر کسی قدر جھینپنے کے آثار نظر آئے تھے۔

"میرا خیال ہے اب کام کی باتیں ہو جائیں۔" تائیورس نے ہماری گفتگو میں دخل دیا۔

"یقیناً۔"

"جنرل لیپاس کا خیال ہے کہ زیادہ افراد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں اس سے متفق ہوں۔"

"چنانچہ لیپاس نے کل سترہ آدمیوں کا انتخاب کیا ہے۔"

"یقیناً یہ لوگ عمدہ ہوں گے۔"

"میرے بھروسے کے لوگ ہیں۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے لیپاس۔"

"اس کے علاوہ جہاز کا عملہ ہوگا۔"

"مناسب۔ صرف ایک آدمی کی سفارش میں کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"وہ کون ہے؟"

"گستاک۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ تیرا دوست میکارا۔ ٹھیک ہے، اس نیک انسان پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" لیپاس نے کہا۔

اور پھر ضروری امور طے ہوگئے۔ مجھے تو اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ لیپاس پہلے کون سے جزیرے کا رخ کرے گا۔ یہ ساری باتیں لیپاس اور تائیورس کے سوچنے کی تھیں۔ میں تو صرف ایک ساتھی تھا۔ تب لیپاس نے کہا۔

"میں ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں میکارا۔"

"کیا۔؟"

"تیری شخصیت یقیناً دوسرے جزائر پر زیر بحث آئے گی۔ لوگ تجھے دیکھنے کے بعد تیرے بارے میں جاننے کے خواہشمند ہوں گے۔ کیا۔ تو خود کو فیقلولیہ کا باشندہ بتانے میں عار محسوس کرے گا۔؟"

"نہیں۔ اس میں کیا حرج ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ظاہر ہے پروفیسر ان الفاظ سے میری شخصیت پر کیا اثر پڑتا۔!

"اوہ۔ اوہ۔ میکارا۔ ہمارے دوست ہمارے محسن۔ یہ سوال میرے اور لیپاس کے درمیان کافی دیر تک موضوع بنا رہا تھا۔" تائیورس نے اطمینان کا سانس لیکر کہا۔

"کیوں۔؟"

"لیپاس کا خیال تھا کہ شاید تو خود کو فیقلولیہ کا باشندہ بتانا پسند نہ کرے۔ شاید اس سے تیری کسی انا کو ٹھیس پہنچے۔"

"میں تجھ سے کہہ چکا ہوں تائیورس۔ کہ میں دوستوں سے کھل کر دوستی، اور دشمنوں سے کھل کر دشمنی کرتا ہوں۔ میں نے خود کو فیقلولیہ کا دوست کہا ہے، اس کے وقار کیلئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

اور دونوں میرے جواب کے تاثر میں ڈوبے رہے۔

"اب تو تیرے لئے شکریے کے الفاظ ناکافی ہیں میکارا۔ ہم تیرے احسانمند ہیں۔"

"تیاریاں کب تک مکمل ہو جائیں گی تائیورس۔" میں نے بات ٹالتے ہوئے پوچھا۔

"تو نے جس سٹول کے لئے کہا ہے وہ کل تک تیار ہو جائے گا۔ پرسوں روانہ ہو جانا۔"

"ٹھیک ہے لیپاس تم تیار ہو۔"

"بالکل۔" لیپاس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بلاشبہ اس کی مسکراہٹ بہت حسین تھی۔ لیکن میرا شبہ بلکہ میرا تجربہ۔ لیپاس کی آنکھیں بتاتی تھیں کہ ان میں مردانگی نہیں ہے۔ ان آنکھوں میں ایک مخمور سی کیفیت تھی۔ ایک عجیب سا حجاب تھا۔! گو تائیورس میرے ساتھ مخلص تھا لیکن اس نے بھی لیپاس کے بارے میں چھپایا تھا۔ نہ جانے کیوں۔؟ بہرحال میں نے بھی لطف لینے کا فیصلہ کر لیا۔ ویسے ایک طرح سے میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ ممکن ہے یہ میرا وہم ہی نکلے۔ گو اس کے امکانات کم تھے لیکن کوئی فرق نہیں پڑتا میری جان لیپاس۔ میں بھی تیرا بھرم قائم رہنے دوں گا۔!

سو پروفیسر تیسرا دن آ گیا۔ اہلِ فیقلولیہ نے ساحل سمندر پر ہمیں الوداع کہا۔ گنے چنے لوگ ہی ہمارے مشن کے بارے میں جانتے تھے۔ لیپاس میرے نزدیک کھڑا تھا۔ دوسری جانب میرا دوست گستاک تھا جس کا سینہ فخر سے اتنا پھول گیا تھا کہ اندیشہ تھا پھٹ نہ جائے۔ تائیورس زور زور سے ہاتھ ہلا کر ہمیں الوداع کہہ رہا تھا۔

ساحل دور ہوتا گیا۔ دور۔ اور دور۔ اور دور۔ پھر جزیرے کی بلندیاں نگاہوں سے اوجھل ہونے لگیں۔ اونچی چوٹیاں سمندر کی لہروں سے نیچے ہو گئیں اور جب سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا جب چاروں طرف سمندر کے علاوہ کچھ نہ رہا۔ تو میں نے جنرل لیپاس کی طرف دیکھا۔

"کیا سوچ رہے ہو میرے دوست۔" میں نے بے تکلفی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور لیپاس اچھل پڑا۔

"کچھ نہیں۔" اس نے بے تکے انداز سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر بھی۔"

"بس۔ میں اس مشن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"کیا۔؟"

"یہی کہ تم نے بہت دور کی کوڑی تلاش کی۔ اگر ہمارا مشن کامیاب ہو جائے تو تھیوڈوس کے لئے صرف پانی کی قبر رہ جاتی ہے۔ وہ بدترین شکست سے دوچار ہو گا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے لیپاس۔ کیا دوسرے لوگ تمہاری مدد پر آمادہ ہو جائیں گے۔؟"

"ستارے یہی کہتے ہیں۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو کیا تمہیں بھی علم نجوم سے دلچسپی ہے۔؟"

"فیقلولیہ۔ اور نہ صرف فیقلولیہ بلکہ اہلِ یونان میں شاذ و نادر ہی ایسے لوگ ہوں گے جو ستارہ شناس نہ ہوں۔ ہمارے یہاں مختلف تعلیمات کے ساتھ یہ تعلیم بھی ضروری ہے۔" لیپاس کے بجائے گستاک بول پڑا۔

"بہت خوب۔ بلاشبہ تم لوگ بہت ذہین ہو۔ کیا تم مجھے یونان کے بارے میں تفصیلات نہ بتاؤ گے۔؟"

"اگر تم برا نہ مناؤ۔ تو اس کے لئے رات موزوں ہے۔ کیوں نہ ہم پورے جہاز کا گشت کر کے اطمینان کر لیں۔" لیپاس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے طویل سانس لیکر کہا۔ اور پھر ہم آگے بڑھ گئے۔ گستاک سائے کی طرح ہمارے ساتھ لگا ہوا تھا۔ لیکن ابھی کوئی حرج نہیں تھا تاوقتیکہ اس کی علیحدگی کی ضرورت نہ پیش آ جائے۔

جہاز کافی بڑا تھا اور افراد کم تھے۔ بڑی پرسکون فضا تھی۔ ہر قسم کی آسائشیں مہیا کر دی گئی تھیں۔ جہاز کا کپتان ایک تجربہ کار اور نیک شخص تھا۔ چنانچہ پورا دن خوشگوار گزرا۔ اور پھر شام ہو گئی۔ سورج کے چھپنے کا منظر بے حد حسین تھا۔ لیپاس بہت دیر تک اس منظر پر نگاہیں جمائے رہا تھا۔!

اور جب سورج کا گولہ سمندر میں غائب ہوا تو میں نے لیپاس کی طرف دیکھا۔

"جنرل لیپاس۔؟"

"ہوں۔" وہ چونک پڑا۔

"کیا بات ہے۔ تم زیادہ تر سوچ میں ڈوبے رہتے ہو۔ اس رات تو تم ایسے نہ تھے جس رات تھیوڈوس نے حملہ کیا تھا۔؟"

"نہیں۔ میں کوئی خاص بات نہیں سوچ رہا تھا۔"

"اور اس رات کے بارے میں کیا کہو گے۔؟"

"اس رات کی بات اور تھی۔ وہ ہنگاموں کی رات تھی۔ ویسے عموماً میں خاموش رہنے کا عادی ہوں۔"

"یہ عادت اچھی نہیں ہے۔"

"شاید۔"

"اسے ترک کر دو۔"

"میں کوشش کروں گا۔"

"اور ہاں۔ رات کو ہم ایک ہی کمرے میں سوئیں گے۔ مجھے تم سے یونان کے بارے میں کچھ معلومات کرنا ہیں۔"

"ہم۔۔۔ میری معلومات زیادہ وسیع نہیں ہیں۔" لیپاس کسی قدر گھبرا گیا۔

"جس قدر بھی ہیں وہ تم سے معلوم کروں گا۔ اور باقی دوسروں سے۔" میں نے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہ گفتگو ہم ستاروں کے نیچے کھلی فضا میں کریں گے۔ یوں بھی میں دیر سے سونے کا عادی ہوں، لیکن نیند مجھے تنہائی میں ہی آتی ہے۔ خواہ پوری رات گزر جائے۔ مجھے امید ہے تم محسوس نہ کرو گے۔"

"تم کہتے ہو تو محسوس نہ کروں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لیپاس بھی خواہ مخواہ مسکرانے لگا۔ گستاک اس وقت ہم سے دور تھا۔ لیکن ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کی بھنک سن کر وہ ہماری طرف دوڑا اور ہمارے قریب آکھڑا ہوا۔

"کیا گفتگو ہو رہی ہے۔ ذرا میں بھی تو سنوں۔"

"اب ختم ہو گئی۔ آؤ۔ رات کے کھانے کا جائزہ لیں۔" میں نے کہا اور ہم تینوں آگے بڑھ گئے۔

سادہ دل گستاک نے رات کو بھی ہمارا پیچھا نہ چھوڑا۔ اس کے لئے تو اور کوئی جگہ بھی نہیں تھی۔ رات ہوتے ہی اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ "کیا خیال ہے میکارا۔ کیا ہم اپنا کام شروع کر دیں۔ ستارے نکل آئے ہیں۔؟"

"آج نہیں گستاک۔ کل سے ہم کام کریں گے۔ آج تو سمندر کی پہلی رات ہے۔"

"ٹھیک ہے کل سہی۔ در اصل کھلا آسمان ہمارے کام کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اگر بادل گھر آئے تو مشکلات پیش آئیں گی۔"

"میں پیش گوئی کرتا ہوں کل آسمان صاف رہے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ ویسے آثار بھی نہیں نظر آتے۔ لیکن یہ رات کیسے گزاری جائے گی؟"

"میں نے لیپاس سے کہا ہے کہ وہ مجھے یونان سے آگاہ کرے۔"

"اوہ۔ ہاں مجھے یاد آیا۔ لیکن اس گفتگو کے لئے ہمیں کوئی مناسب جگہ منتخب کرنی چاہیئے۔"

"ہمیں۔؟" میں نے ایک گہری سانس لیکر پوچھا۔

"ہاں۔ میری موجودگی بہت ضروری ہے۔"

"کیوں۔؟"

"لیپاس ا[illegible]۔ اسے قدیم یونان مناسب طور پر یاد نہ ہو گا ہم موجود رہوں گا تو ا[illegible] رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مردہ سے لہجے میں کہا۔ گستاک چھوڑنے والوں [illegible] نہیں تھا جبکہ میری خواہش تھی کہ لیپاس کے ساتھ تنہا وقت گزاروں اور اس کی حقیقت معلوم کروں۔

بہر حال رات گئے میں نے لیپاس کو بلایا اور ہم جہاز کے ایک الگ گوشے میں بیٹھ گئے جہاں سے سمندر کی لہروں پر ستاروں کا عکس صاف نظر آئے۔ پانی کو چھوتی ہوئی سرد ہوائیں ہمارے جسموں کو مس کرتی ہوئی گزریں، اور ماحول کی شراب ذہنوں میں رچے ہوئے سرور کو دو آتشہ کر دے۔ بلاشبہ بڑا خوشگوار منظر تھا!

"لیپاس۔؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا بات ہے میکارا۔"

"ہمارے لباس نم ہواؤں کے حسن کو فنا کر رہے ہیں۔ گستاک کیا تم اس موٹے لباس میں خوشگوار کیفیت محسوس کر رہے ہو؟"

"تب کیوں نہ ہم اوپری جسم کو لباس سے آزاد کر دیں۔ اور پھر میں تو یوں بھی لباس کا عادی نہیں ہوں۔ تائیوس نے مجھ سے لباس پہننے کی درخواست کر کے مجھ پر ایک بوجھ لاد دیا ہے۔" میں نے اپنا اوپری لباس اتار پھینکا۔

"سمندر میں اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن گستاک شاید براہ راست ہواؤں کو برداشت نہ کر سکے!" لیپاس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔ لیکن وہ خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔

"لیکن تم تو نوجوان ہو لیپاس۔ اتار پھینکو اس لباس کو۔ دیکھو بدن کو چھونے والی ہوائیں کس قدر خوشگوار ہیں۔"

"اوہو۔ اوہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ میں تو سمندری ہواؤں سے سخت بیمار ہو جاتا ہوں۔ میرے لئے یہ ناممکن ہے۔"

"بیمار ہو جاتے ہو۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یقین کرو۔"

"تمہاری مرضی۔" میں نے کہا۔ "بہر حال تم مجھے یونان کے بارے میں کچھ بتانے والے تھے۔؟"

"ہاں۔ میں نے قدیم یونان کے بارے میں جو کچھ جانا ہے۔ وہ تمہیں بتا سکتا ہوں۔ لیکن وہ اس قدر جامع اور مکمل نہ ہو گا کہ تمہاری تشفی ہو سکے۔"

"پھر بھی جس قدر ہو۔"

"باقی میں بتا دوں گا!" گستاک نے کہا۔

"میرے بجائے تمہارا علم زیادہ ہے ستارہ شناس۔ کیوں نہ تم ہی میکارا کو اپنی قیمتی معلومات سے مستفیض کرو۔" لیپاس نے کہا اور احمق گستاک فوراً تیار ہو گیا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" اس نے خلوص سے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور میں دانت پیس کر رہ گیا۔ بوڑھا مفکر گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا یونان کی کہانی کہاں سے شروع کروں۔؟ افروجیہ سے سسلی تک پھیلی ہوئی اقوام کا تذکرہ کروں، افروجی۔ ٹروپانی، تھریسی، مقدونوی۔ دلیریائی، دیپاٹردسی لوگوں کی زندگی کے بارے

میں بتاؤں یا دیونی سیوس کے دور سے آگے کی بات کروں ۔ میرا خیال ہے میں میکارا کو ہرقل گرونیس کے بارے میں بتاؤں جس کے کوششیں ان کو ہیا چرا کر لے جاتا تھا ۔ تو میرے اجنبی دوست! کیا تو قنطار کے بارے میں جانتا ہے؟ کیا تو نے ازوری اور ہرمیس کے بارے میں سنا ہے جو طوفان کے دیوتا ہیں ۔ دراصل مجھے قصے شروع کرنا نہیں آتے ۔ اس لئے میری سمجھ میں نہیں آ رہا ۔ کہ میں اصل کہانی کہاں سے شروع کروں ۔؟" گستاک نے بے بسی کہا۔

"تم مجھے یونان کے موجودہ حالات بتاؤ گستاک ۔ جب تک مجھے ان لوگوں کی تفصیل نہ معلوم ہو جائے جن کے تم نے نام لئے ہیں تب تک میں اُن کے بارے میں کیسے جان سکتا ہوں ۔" میں نے بیزاری سے کہا۔

"ان کی تفصیل ۔ تو ستارے ہی بتا سکیں گے ۔" گستاک نے کہا ۔ "ہاں میں تمہیں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ بردے تھیوس گرج کا دیوتا ہے اور تھامائیوس چمک کا ۔ دوسرے سارے دیوتا ان سے خوف کھاتے ہیں اور عموماً ان کے راستے میں نہیں آتے ۔ لیکن جب دیوتاؤں میں جنگ ہوتی ہے تو قیامت آ جاتی ہے ۔ اور پھر ہم انتظار کرتے ہیں اس جنگ کے خاتمے کا ۔ لیکن وہ خوش نصیب ہوتے ہیں جو اس جنگ کا اختتام دیکھنے کے لئے زندہ بچتے ہیں ۔"

"کیا تمہارے سارے کام دیوتا کرتے ہیں ۔؟" میں نے پوچھا۔

"تو ان کے علاوہ اور کون ہے ۔ خدائے ساوی کے یہی ہرکارے نظام کائنات کے مالک ہیں ۔ انہی کے کاندھوں پر دنیا کا بوجھ ہے ۔" گستاک نے بتایا۔

"ہوں ۔" میں نے ایک گہری سانس لی ۔ ان لوگوں کے سوچنے کا انداز بھی دوسرے لوگوں سے مختلف نہیں تھا ۔ یہاں صرف یہ فرق تھا کہ ان لوگوں نے ہر کام کے لئے ایک دیوتا کا تعین کر لیا تھا ۔ لیکن گستاک کم فہم تھا ۔ وہ ان دیوتاؤں کے بارے میں تفصیل نہیں بتا سکتا تھا ۔

"یہ دیوتا کہاں رہتے ہیں گستاک ۔ کیا تم لوگوں کو ان کا مسکن معلوم ہے؟"

"ہاں ۔ پے تیوس کے کنارے ۔ اولمپوس کی سیاہ چوٹیوں پر جہاں ابر کی چادر تاریکی نازل کرتی ہے ۔ وہی ہمارے معبودوں کا مسکن ہے ۔ وہی متبرک جگہ ہے ۔"

"خوب ۔ یہ پے تیوس کہاں ہے ۔؟"

"تھسلی میں ۔" گستاک نے جواب دیا اور مجھے ہنسی آ گئی ۔ اب میں اس بے وقوف سے تھسلی کے بارے میں پوچھتا تو وہ کسی اور جگہ کا نام لے دیتا ۔ ظاہر ہے مجھے اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم تھا ۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا ۔ میں نے سوچا یہ مسئلہ اس سیدھے سادھے انسان سے حل نہیں ہو گا ۔ اس کے لئے دوسرے ذرائع استعمال کرنے پڑیں گے ۔

"کیا تمہاری سمجھ میں یونان آ گیا میکارا ۔؟" گستاک نے سوال کیا ۔ اور اس بات پر میرے حلق سے ایک قہقہہ اُبل پڑا ۔

"اچھی طرح گستاک ۔ بہت اچھی طرح ۔"

لیکن گستاک میری ہنسی کی وجہ نہ سمجھ سکا ۔ چند ساعت احمقانہ انداز میں میری شکل دیکھتا رہا ۔ پھر بولا ۔ "شکریہ ۔ میں تمہارے کسی کام آ سکا ۔!"

اور میں ہنستا رہا ۔ شاید لیپاس بھی میری ہنسی کی وجہ نہیں سمجھ سکا تھا ۔ "لیپاس ۔ رات خاصی ہو گئی ہے ۔ کیوں نہ ہم آرام کریں ۔؟"

"مناسب یہی ہے ۔" لیپاس نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا ۔ گستاک ابھی میرا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا ۔ چنانچہ اس نے بھی اُٹھتے ہوئے کہا ۔

"ابھی کونسی رات ہو گئی ہے ۔ میں تمہیں یونان کے بہت سے قصے سناؤں گا ! میرا خیال ہے میں تمہارے ساتھ ہی قیام کروں ۔"

"مناسب ہو گا گستاک ۔ میں تنہا سونے کا عادی ہوں ۔" میں نے جواب دیا اور گستاک خاموش ہو گیا ۔ لیکن لیپاس نے ایک بار عجیب سی نگاہوں سے میری جانب دیکھا ۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس نے میری وہ پیشکش یاد کی ہے جب میں نے اُسے اپنے ساتھ رہنے کے لئے کہا تھا ۔ بہر حال ۔ میں واپس اپنی قیام گاہ پر آ گیا اور آرام کرنے لیٹ گیا ۔ کافی دیر تک میری آنکھوں میں مختلف تصویریں چکراتی رہیں ۔ ان میں لیپاس کی تصویر بھی تھی ۔ اور زمانہ قدیم کے بہت سے کردار بھی تھے اور نہ جانے کون کون سی شکلیں آنکھوں میں سمٹتے میں نے آنکھیں بند کر لیں ۔!

دوسری صبح حسب معمول خوشگوار تھی ۔ میں کافی دیر تک اپنی قیام گاہ سے باہر نہ آیا ۔ میں نے سوچا کہ اب میں کسی سے یونان کے بارے میں معلوم نہ کروں گا ۔ بلکہ تھیوڈوس کے مسئلے سے نپٹنے کے بعد خود ہی اس کے ایک ایک خطے میں گھوم کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا ۔

تب گستاک نے میرے کمرے میں جھانکا اور پھر اندر گھس آیا ۔

"رب ارزاس کی قسم ۔ میں نے سوچا کہ تمہاری طبیعت خراب نہ ہو گئی ہو ۔ ورنہ تم اتنی دیر آرام نہ کرتے ۔"

"نہیں میں ٹھیک ہوں گستاک ۔ لیپاس کہاں ہے؟"

"کپتان کے پاس ۔ اُس سے گفتگو کر رہا ہے ۔"

"گستاک ۔ کیا تم مجھے اس پراسرار نوجوان کے بارے میں بتاؤ گے"

"کس کے بارے میں ۔؟"

"لیپاس کے بارے میں ۔"

"کیوں ۔ اس میں کیا خاص بات ہے؟"

"تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو ۔؟"

"وہی جو تم جانتے ہو ۔"

"میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے کہ وہ جنرل لیپاس ہے تابورس کا بھائی ہے۔ ایک پُرجوش نوجوان ہے۔"

"بس۔؟"

"ہاں۔" گستاک نے جواب دیا۔ لیکن میں مطمئن نہیں ہو سکا تھا۔ میں کیسے تسلیم کر لیتا کہ وہ نوجوان ہے۔ جبکہ مجھے اس کی ہر ادا نسوانیت سے بھرپور معلوم ہوئی تھی۔

"تابورس کب سے یہاں کا حکمراں ہے؟"

"اپنے باپ کی موت کے بعد سے۔"

"اس کے کتنے بھائی بہن ہیں۔؟"

"لیپاس کے علاوہ کوئی نہیں۔"

"اوہ۔" میں نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں سوچا۔ نہ جانے کیا چکر ہے۔ میں اگر چاہتا تو لیپاس کو چند لمحات میں کھول لیتا۔ اور اپنی تسلی کر لیتا۔ لیکن اب اتنی بڑی بھی مصیبت نہیں ہے۔ ممکن ہے وہ مرد ہی ہو۔ میں دوسرے طریقوں سے یہ راز کھولوں گا۔ میں نے سوچا اور اس وقت کے بعد میں نے تشویش اور تجسس چھوڑ دیا۔

میں گستاک کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پھر میں نے گستاک نے اور لیپاس نے ناشتہ کیا۔ اور پھر جہاز کے اوپری کونے پر کھڑے ہو کر ہم گفتگو کرنے لگے۔!

"ہماری پہلی منزل کہاں ہوگی لیپاس۔؟" میں نے پوچھا۔

"لیوہارا۔ یہ سب سے نزدیکی جزیرہ ہے۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"لیوہارا کا حکمراں کون ہے؟"

"ہیروولش۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"کیسا انسان ہے۔؟"

"میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔ خراج گزار ہے۔ اس کی کہانیاں بھی عام نہیں ہیں۔"

"کتنا سفر باقی رہ گیا لیوہارا کا۔؟"

"میرا خیال ہے آج سورج چھپنے تک ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔" لیپاس بولا۔

"اوہ۔ اس کا [illegible] ہے کہ ستاروں سے شناسائی کی رات آج [illegible] ہلکے گی۔" گستاک بڑبڑایا۔ اور میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ [illegible] اس قدر سنکی ہے اس کا اندازہ مجھے نہیں تھا۔ ورنہ شاید میں اسے [illegible] نہ لگاتا۔!

بہرحال اس کی بات کا کسی نے جواب نہ دیا۔ گستاک خود ہی کچھ [illegible] ضائع کرنے کے بعد خاموش ہو گیا۔

وہ دن بھی حسبِ معمول گزرا۔ شام ہونے میں کچھ وقت باقی رہا تھا کہ افق پر ایک سیاہ لکیر نمودار ہوئی اور لیپاس نے مجھے اطلاع دی کہ سامنے لیوہارا نظر آ رہا ہے۔ اس کے بعد مستول پر دوستی کا جھنڈا چڑھا دیا گیا تاکہ جزیرے والے کسی غلط فہمی کے شکار نہ ہوں۔

چھ چھوٹی کشتیوں نے ساحل سے بہت دور ہمارا استقبال کیا یہ لیوہارا کے فوجی تھے۔ چاق و چوبند، سرخ و سفید، تندرست و توانا خوبصورت لباسوں میں ملبوس، گویا لیوہارا ایک خوشحال ریاست ہے۔

جہاز روک دیا گیا۔ اور آنے والی کشتی سے پوچھا گیا۔ "کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیوں آئے ہو؟" "تم نے دوستی کا جھنڈا دیکھ لیا ہے؟"

"ہاں۔ لیکن تمہارا تعلق کونسے جزیرے سے ہے؟"

"ہم فیقلولیہ سے آئے ہیں۔"

"کوئی پیغام لائے ہو۔؟"

"ہاں۔!"

"آجاؤ۔ ہیروولش تم سے ملاقات پسند کرے گا کیونکہ وہ تمہارے بہی خواہوں میں سے ہے۔" کشتیاں واپسی کے لئے مڑ گئیں اور جہاز بھی ساحل کی طرف رینگنے لگا۔ ساحل زیادہ دور نہ رہ گیا تھا۔ ہم ساحل پر کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔ لیپاس کی التجا پر میں نے ایک لباس پہن لیا تھا۔ اور لیپاس کی آنکھوں میں اس لباس کی حیثیت بھی دیکھ لی تھی۔ لیکن لیپاس نے حسبِ معمول بکواس شروع کر دی۔

"اوہ۔ اوہ میکالا۔ میرے عظیم دوست۔ کون کہہ سکتا ہے کہ تو زمین سے تعلق رکھتا ہے۔ ربِ ارزاس کی قسم تو بارش کا دیوتا معلوم ہوتا ہے۔ جو برکتیں نازل کرتا ہے اور کھیتیاں ہری ہو جاتی ہیں۔"

"کم باتیں کیا کرو گستاک۔" میں نے کہا۔

"مجھ پر یقین نہ ہو تو لیپاس سے پوچھ لو۔" گستاک نے لیپاس کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے تم سے اختلاف نہیں ہے گستاک۔" لیپاس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جہاز ساحل سے جا لگا تھا۔ سامنے ہی ایک خوبصورت رتھ کھڑا ہوا تھا جس میں سیاہ رنگ کے دس گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ اس کے گرد بے شمار لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ خوبصورت لباسوں والے خوبصورت سپاہی تھے۔

سب سے پہلے میں اور لیپاس جہاز کے تختے سے نیچے اترے تھے۔ ساحل پر دو رویہ کھڑے ہوئے لوگوں نے کائی کی طرح پھٹ کر ہمیں جگہ دیدی اور ہم آگے بڑھنے لگے۔ تب دو قوی ہیکل لوگ ہمارے سامنے آئے۔

"کیا تم فیقلولیہ سے آئے ہو۔؟"

"ہاں۔ ہم وہیں سے آئے ہیں۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"کیا فیقلولیہ فنا ہو چکا ہے۔؟"

"نہیں۔ فیقلولیہ اسی طرح سرسبز و شاداب ہے۔" لیپاس نے جواب دیا۔

میں نہ آسکو۔!" میرے الفاظ سے آکاشا چونک پڑی' اس نے اپنے حواس سنبھالے اور گھوڑے کی باگیں تھام لیں۔

"کیا وہ قریب آگئے۔؟" اس نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"ہاں آکاشا۔ میں ان سے لڑے بھڑے بغیر تمہیں نکال لے جانا چاہتا تھا' لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی موت قریب آگئی ہے۔ انہیں ہلاک کر دینا ضروری ہے۔"

"مگر تم۔۔۔؟ تم۔۔؟"

"فکر مت کرو۔ کیا تم تیار ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔!" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا اور گردن موڑ کر پیچھے آنے والوں کو دیکھنے لگی۔ تب میں نے اپنے جسم کو تولا اور پھر گھوڑے سے اوپر اچھل گیا۔ گھوڑا میرے نیچے سے نکل گیا تھا۔ میں نے سنبھل کر زمین پر پاؤں ٹکائے اور آنے والوں کا انتظار کرنے لگا۔! مجھے گھوڑے سے گرتے دیکھ کر ان کی ہمتیں بڑھ گئیں اور آن کی آن میں انہوں نے مجھے آلیا۔ انہوں نے آگے چلی جانے والی آکاشا کی پرواہ نہیں کی تھی اور یہی میرے حق میں بہتر تھا۔ اگر ان میں سے کچھ سوار آگے نکل کر آکاشا کا تعاقب کرتے تو شاید میں وقتی دلجمعی سے ان سے نہ لڑ سکتا۔

تمام گھوڑے میرے گرد پھیل گئے۔ پھر دو سواروں نے نیزے سیدھے کئے اور گھوڑے میری طرف دوڑائے' ان کے چہرے سرخ ہو رہے تھے۔ رات بھر دوڑتے رہنے کی وجہ سے ان کی حالت بھی خراب تھی' ایک کا نیزہ میرے سینے سے ٹکرایا۔ دوسرا میرے برابر سے نکل گیا' لیکن سینے سے ٹکرانے والے نیزے کو میں نے پکڑ لیا اور میرے زبردست جھٹکے سے وہ گھوڑے کی پشت سے نیچے آپڑا۔ دوسرے کا گھوڑا جھونک میں آگے نکل گیا تھا۔!

بہرحال نیزہ میرے ہاتھ میں آگیا۔ اب ان کو کون بچا سکتا تھا ——— پہلی دلدوز چیخ گونجی اور وہ سب چونک پڑے انہوں نے اجتماعی طور پر مجھ پر حملہ کر دیا۔ بہت سے ہتھیار میرے جسم سے ٹکرائے' لیکن میرے نیزے نے ایک اور سوار کا خون پی لیا تھا۔ وہ پے در پے مجھ پر حملے کر رہے تھے اور اگر میں غیر فانی جسم کا مالک نہ ہوتا پروفیسر تو میرا قیمہ بن گیا ہوتا۔ لیکن صورت حال دوسری تھی! ان کے ہتھیار میرے جسم سے ٹکرا کر اچٹ رہے تھے اور میرا نیزہ ہر بار ان میں سے کسی نہ کسی کو گرا لیتا تھا۔ یہ جنگ ان کے حق میں بہتر ثابت نہیں ہوئی جس کا انہیں بہت جلد احساس ہو گیا۔ چنانچہ اس بار پروگرام کے تحت وہ گھوڑے دوڑا لے گئے اور پھر سب گھوڑوں سے اتر پڑے۔ انہوں نے اپنی چوڑی تلواریں نکال لی تھیں۔! جو بات انہوں نے اپنے حق میں بہتر سمجھی تھی وہ در اصل میرے لئے سود مند تھی۔ پہلے ان کے تیز رفتار گھوڑے میرے قریب سے تیزی سے نکل جاتے تھے اور ایک آدھ آدمی نشانہ بنتا تھا لیکن اب دست بدست جنگ کا موقع مل گیا تھا جو بہر حال ان کے حق میں بہتر نہیں تھا البتہ مجھے آسانی ہو گئی تھی۔ میں نے جلدی سے ایک مردہ سپاہی کے نیام سے تلوار کھینچ لی اور ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ سب ایک حلقہ بنائے آگے بڑھ رہے تھے' شاید انہوں نے بھی موت کی جنگ لڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ میرے بالکل قریب پہنچ گئے۔! تب انہوں نے ایک وحشیانہ نعرہ لگا کر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ بے شمار تلواریں میرے جسم پر پڑیں اور کند ہو گئیں۔ صرف میری تلوار کام کر رہی تھی۔ میں بھی جلد از جلد یہ قصہ نپٹا دینا چاہتا تھا۔ اس لئے میرے ہاتھ پھرتی سے ان کا صفایا کرنے لگے۔ ان کی آنکھوں میں خوف امنڈ آیا۔ چند میرے ہاتھوں سے اسی جگہ مارے گئے ——— جو نسبتاً عقلمند تھے ——— وہ فرار ہونے لگے' لیکن میں انہیں فرار ہونے کی مہلت نہیں دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں ان پر لپک لپک کر انہیں قتل کرنے لگا۔!

یہاں تک کہ آخری آدمی بھی کھیت ہو گیا' ان سب کا صفایا کرنے کے بعد میں نے فاتحانہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا' سوائے لاشوں یا جانکنی کے عالم میں تڑپتے جسموں کے اور کچھ نہیں تھا۔ تب میں نے آکاشا کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ لیکن آکاشا مجھے نظر نہیں آئی اور میں چونک پڑا۔! آکاشا کہاں گئی۔؟ میں نے سوچا اور میری نگاہ دور ایک سیاہ ڈھیر پر پڑی۔ وہ یقیناً گھوڑا تھا۔ میرا گھوڑا۔ جس پر سوار ہو کر ہم یہاں تک آئے تھے' لیکن وہ زمین پر پڑا تھا۔ میرے دل کی عجیب کیفیت ہونے لگی! کیا کوئی سپاہی وہاں بھی پہنچ گیا تھا۔ کیا آکاشا اور گھوڑے کو ہلاک کر دیا گیا۔ میں مردہ گھوڑے کی طرف دوڑا۔ اور آن کی آن میں اس کے قریب پہنچ گیا۔!

گھوڑا مر چکا تھا۔ شاید اس نے دوڑنے میں پوری قوت لگا دی تھی' اس کی ناک کے نتھنوں سے خون بہہ رہا تھا' جسم پر اور کوئی زخم نہیں تھا۔ پھر میں نے آکاشا کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ گھوڑے سے کچھ دور پر وہ بے ہوش پڑی تھی۔ اس کے سینے کے زیر و بم سے میں نے اس کی زندگی کا احساس کیا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس کا سر اٹھا کر زانو پر رکھ لیا۔ اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا اسے ہوش میں آنے میں کافی وقت لگا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اور کئی منٹ تک خالی الذہنی کے عالم میں میری شکل دیکھتی رہی

پھر اس کی آنکھوں میں خوف اُمڈ آیا۔!

"کیا۔ کیا وہ فرار ہو گئے۔؟" اس نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ پوچھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

"ہاں۔ وہ زندگی سے فرار ہو گئے آکاشا۔!" میں نے پیار سے کہا اور وہ میرے زانو سے گردن اٹھا کر اُدھر دیکھنے لگی، جہاں لاشیں پڑی ہوئی تھیں! میں نے اس کے چہرے پر مسرت کے آثار دیکھے۔

"اوہ۔ تو تم نے ان پر فتح حاصل کر لی۔ بے شک تم فاتح اعظم ہو۔ تم۔ تم۔" وہ مجھ سے لپٹ گئی اور میں نظرِ محبت سے اس کے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرنے لگا۔ وہ کئی منٹ تک اسی طرح مجھ سے لپٹی نہ جانے کیا سوچتی رہی پھر اس نے دونوں ہاتھ میرے سینے پر رکھے اور مجھ سے دُور ہٹ گئی۔!

میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ اس کی یہ نئی حرکت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ وہ اُلجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، پھر اس نے نظریں جھکا لیں اور آہستہ سے بولی۔ "یہاں سے نکل چلو۔ شہنشاہ بہت ضدی ہے۔ وہ اپنے اور آدمی روانہ کرے گا اور اس وقت تک ہمارا تعاقب کرے گا جب تک ہم اس کے ہاتھ نہ آجائیں۔"

"اس کی یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی۔ لیکن تمہاری خاطر یہاں سے چلنا ضروری ہے۔ تم بے ہوش کیوں ہو گئی تھیں۔؟"

"میں نہیں جانتی۔ گھوڑا گر پڑا تھا، میں بھی گر گئی اور اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ کیا گھوڑا مر گیا۔؟"

"ہاں۔ اس نے اپنی قوت سے زیادہ جدوجہد کی تھی، لیکن فکر مت کرو۔ سپاہیوں کے گھوڑے موجود ہیں۔ گو ان کی حالت بھی خراب ہے لیکن میرا خیال ہے کہ ہم ان سے کام لے سکتے ہیں۔"

"تو پھر چلو۔ یہاں سے نکل چلو۔؟" اُس نے خوفزدہ انداز میں کہا اور میں اس کے شانے پر تھپکی دے کر سپاہیوں کے گھوڑوں کی طرف چل پڑا جو خالی پشت اِدھر اُدھر پھر رہے تھے۔ میں نے ان میں سے دو گھوڑوں کو پکڑا اور ان کی باگیں تھامے ہوئے آکاشا کے نزدیک پہنچ گیا۔ آکاشا بھی ہمت کر کے کھڑی ہو گئی تھی، میں نے اُسے سہارا دے کر ایک گھوڑے پر سوار کرا دیا اور پھر دوسرے گھوڑے کی باگیں پکڑ کے آکاشا کے گھوڑے کے ساتھ پیدل چلنے لگا۔!

"اس علاقے سے جلد نکل چلو ورنہ۔؟"

"تم بالکل بے فکر رہو۔ اگر شہنشاہ کے اور آدمی بھی یہاں پہنچ گئے تو ان کا حشر دوسروں سے مختلف نہ ہوگا!" میں نے کہا اور وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔ تھوڑی دور چل کر میں نے کہا: "اگر شہنشاہ تمہیں پالے تو تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔؟"

"میرا حشر بھی بائیسا سے الگ نہ ہوگا۔" اس نے جواب دیا۔

"آخر کیوں۔؟"

"یہ اُس کی آن کا سوال ہے اور میں تمہارے ساتھ ہوں، اسے میرے فرار اور تمہاری آمد کا علم ہو گیا ہوگا۔!"

"بہت ظالم ہے وہ۔؟"

"اسے انسانوں سے نفرت ہے۔ وہ صرف خود سے محبت کرتا ہے اپنی آن پر ہر ایک کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔!"

"کیا تم اپنے ظالم باپ سے اب بھی محبت کرتی ہو۔"

"نہیں۔ میں اس سے بے پناہ نفرت کرتی ہوں۔ اس نے تمہارے اور بائیسا کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کے بعد میں اس کی صورت دیکھنے کو بھی تیار نہیں ہوں۔ اُس نے اپنے بھتیجے، چچا کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اس کے مظالم کی کہانیاں سن کر دل دھڑکنا بھول جاتے ہیں!"

"لیکن ہر ظالم کتے کی موت مرتا ہے آکاشا۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ تمہارا باپ بھی ایسی ہی موت کا شکار ہوگا۔!"

"اسے میرا باپ کہہ کر مخاطب نہ کرو۔ میں شرمندہ ہو جاتی ہوں۔ وہ تو ایک وحشی درندہ ہے۔"

"میں تمہارے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں۔" میں نے دل سے کہا" یوں بھی تم ایک ایثار پسند لڑکی ہو۔ مجھے وہ لمحات یاد ہیں جب تم نے بائیسا کا پیغام مجھے دیا تھا۔ حالانکہ تم خود بھی مجھے چاہتی تھیں۔ میرے ان الفاظ پر اس نے عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا، لیکن زبان سے کچھ نہ بولی۔

"کیا تم میرے ساتھ زندگی گزارنا پسند کروگی آکاشا۔!" میں نے کہا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپالیا۔ پھر اس کی سسکیاں سنائی دیں، اور اس نے روتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے یہ نہ ہوسکے گا! یہ مجھ سے نہ ہوسکے گا آسمان کے بیٹے۔ تم بائیسا کے محبوب ہو۔ اور [illegible] مرنے کے بعد اسے تکلیف نہیں دینا چاہتی!" میرے قدم رک گئے۔ میں اس عظیم لڑکی کو تعجب سے دیکھنے لگا! پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔ یہ حقیقت تھی مجھے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ اس کے بعد میں خاموشی سے سفر کرنے لگا! وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھے سسکیاں لیتی رہی۔ کافی دور پیدل سفر کرنے کے بعد میں بھی گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ اب مجھے کسی ایسی جگہ تلاش تھی جہاں ہمیں شکار مل سکے، بھوک لگنے لگی تھی اور سورج کافی [illegible] آیا تھا۔ گھوڑے سست روی سے دوڑتے رہے، آکاشا اب سنبھل گئی تھی۔ اس کا گھوڑا میرے گھوڑے کے برابر دوڑ رہا تھا۔ اس طرح ہم اس جگہ [illegible] آئے جہاں لاشیں پڑی تھیں۔ تب مجھے دور سے وہ جھرنے نظر آئے جہاں میں نے ملکہ سارتیہ کو پہلی بار دیکھا تھا۔ میں خوشی سے اچھل پڑا۔ کیونکہ اس جگہ میں نے کافی وقت گزارا تھا اور مجھے معلوم تھا کہ وہاں شکار بھی موجود ہے۔ میں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی، آکاشا کے گھوڑے کی رفتار بھی تیز [illegible] گھوڑوں نے بھی پانی دیکھ لیا تھا اس لئے وہ بھی تیز دوڑ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم جھرنوں کے قریب پہنچ گئے۔ [illegible] پانی پر جھپٹ پڑے تھے۔ میں نے آکاشا کو سہلا [illegible] کر اتار لیا۔ اور پھر میں اسے لئے ہوئے اس خوبصورت جگہ پہنچ گیا جہاں میں نے سارتیہ کے ساتھ پہلی رات گزاری تھی۔ آکاشا دلچسپ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر کچھ نشانات دیکھ کر اس کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھر آئے۔!

"کیا بات ہے۔؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"یہاں سے جلدی نکل چلو۔ شاید پہاڑی دستے ادھر سے گزرے ہیں۔ یہ دیکھو ان کے قیام کے نشانات۔!" اس نے زمین کی طرف اشارہ کیا۔!

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں جانتا تھا کہ یہ نشانات کسی پہاڑی گشتی دستے کے نہیں تھے بلکہ سارتیہ کے قیام کے نقوش تھے جبکہ سارتیہ موت کی آغوش میں سو چکی تھی

تب میں نے آکاشا سے پوچھا۔ "یہ تمہارے ملک کے گشتی دستے ان پہاڑوں میں کیوں بھٹکتے ہیں۔"

"باغیوں کی تلاش میں۔ جو آرسانہ کے دشمن ہیں۔" اس نے معصومیت سے جواب دیا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"کیا تم مجھے ان باغیوں کے بارے میں کچھ بتاؤگی آکاشا۔؟" میں نے اس سے پوچھا اور معصوم لڑکی میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"مجھے ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں نے جو کچھ سنا ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ ظالم ہیں، لٹیرے ہیں، وہ بستیوں کو آگ لگادیتے ہیں۔ انہیں آرسانہ سے نفرت ہے اور وہ آرسانہ کی تباہی کے خواہشمند ہیں۔ اس کے باوجود کہ وہ ہم سے کمتر ہیں، وہ ہمارے زیر نگیں آنا پسند نہیں کرتے۔ شہنشاہ کے حکم کے مطابق آرسانہ کے ہر باشندے پر فرض ہے کہ وہ کسی باغی کو دیکھے تو فوراً اسے قتل کردے یا اگر ان کی تعداد زیادہ دیکھے تو فوجیوں کو اطلاع دے جو ان کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، تاکہ فوجی انہیں ٹھکانے لگادیں۔" آکاشا نے جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

"خود تمہارا ان کے بارے میں کیا خیال ہے آکاشا۔؟" میں نے پوچھا۔

"میں۔ میں نے تو کبھی ان کے بارے میں نہیں سوچا۔ ہاں پہاڑوں کی سیر کرتے ہوئے میں ان سے خوفزدہ ضرور رہی ہوں۔ لیکن ممکن ہے شہنشاہ نے ان کے بارے میں بھی غلط کہا ہو کیونکہ میں تمہیں شہنشاہ کے بارے میں بتاچکی ہوں وہ جسے پسند نہیں کرتا اس کے بارے میں طرح طرح کی افواہیں پھیلا دیتا ہے۔"

"تب یقین کرو آکاشا۔ اس نے پہاڑ والوں کے بارے میں بھی آرسانہ والوں سے سب کچھ غلط کہا ہے۔ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح امن و سکون کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ رنگ و نسل کوئی چیز نہیں ہے تمام انسان ایک ہی انداز سے پیدا ہوتے ہیں، ایک ہی طرح مرتے ہیں، پھر انسان، انسان کا غلام کیوں بنے۔ شہنشاہ کو ان سے یہ شکایت ہے کہ وہ برتری کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ وہ دوسروں کی طرح اس کے غلام کیوں نہیں بن جاتے۔ یہ کیسے ممکن ہے وہ اپنے طور پر زندگی گزارنے کے خواہشمند ہیں، وہ آرسانہ والوں سے نفرت نہیں کرتے بلکہ ان سے برابری کا حق مانگتے ہیں۔"

"یقیناً!" آکاشا نے کہا "شہنشاہ بہت تنگ دل ہے۔ اس نے

رسانہ میں ان کے لئے نفرت کی فضا پیدا کردی ہے۔ مگر سنو۔ تم پہاڑوالوں
کے بارے میں یہ سب کچھ کیسے جانتے ہو۔؟"

"میں کائنات کا بیٹا ہوں آکاشا۔ میں ان کے بارے میں بھی جانتا
وں جن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ میں پہاڑوالوں کے قریب رہ چکا ہوں
ہ میری عزت کرتے ہیں۔ میں نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ میں آرسانہ والوں سے ان کا
ں مانگ لاؤں گا' وہ انہیں پہاڑوں میں آباد ہونے کی اجازت دیدیں گے۔ وہ ان
وج کشی نہیں کریں گے۔ وہ ان کا قتلِ عام نہیں کریں گے' اور یہی سب کچھ کرنے
لئے میں آرسانہ آیا تھا آکاشا کہ راستے میں شہنشاہ کی ملکہ مجھے مل گئی' اور اس
ر نے مجھے اپنے جسم کے فریب میں پھانس لیا تب میں اسکے ساتھ آرسانہ گیا اور وہاں
نشاہ نے میرے ساتھ جو سلوک کیا وہ پوری طرح تمہارے علم میں ہے۔ اس کے باوجود
نے شہنشاہ سے پہاڑوالوں کے بارے میں گفتگو کی' میں نے اس سے کہا کہ
ڑوالوں کو زندہ رہنے کا حق دیا جائے۔ لیکن یہ بات شہنشاہ کے دماغ میں نہیں
کہ سانولے رنگ کے لوگ بھی اس کے ہم پلہ زندگی گزار سکتے ہیں۔ اور پھر۔
شا۔ میں نے پیش گوئی کردی کہ شہنشاہ کی ضد آرسانہ والوں کے لئے مصیبت
جائے گی انہیں ایک تباہ کن نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اور یہ پیشگوئی
بھی سن لو۔ ہم پہاڑوالوں میں چل رہے ہیں۔ وہ آرسانہ پر برسنے کے لئے
ہوں گے اور ہماری کوئی کوشش انہیں نہیں روک سکے گی۔!"

"مگر ہم وہاں کیوں چل رہے ہیں۔؟" آکاشا نے خوفزدہ انداز
پوچھا۔

"میں نے ان سے وعدہ کیا ہے آکاشا۔ اور وعدہ ضرور پورا
چاہیئے۔"

"مگر وہ مجھے دیکھتے ہی قتل کردیں گے۔ وہ پہچان لیں گے کہ میں
ہوں۔؟"

"یہ خیال تمہارے دماغ میں صرف اس لئے آیا ہے کہ تم ان سے
ف ہو۔ وہ اتنے وحشی نہیں ہیں کہ ایسا کریں۔ تم ان کے بارے میں
ے یہ خیال نکال دو۔ ہاں۔ آرسانہ کی تباہی کو میں نہ روک سکوں گا۔"

"مجھے آرسانہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مجھے اپنے سنگدل باپ سے
وئی محبت نہیں ہے۔ اُس نے میری بہن کو آگ میں جلا دیا ہے اور اپنی
رض پر وہ یہی سلوک میرے ساتھ بھی کرسکتا ہے۔"

"تب ٹھیک ہے آؤ۔ آج ہم اس جگہ قیام کریں گے جہاں ملکہ
پہلی بار مجھے ملی تھی۔!" میں نے کہا اور آکاشا چونک پڑی۔

"وہ جگہ کہاں ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"یہ وہی جگہ ہے سارتیہ۔ یہ نشانات جن کو تم باغی دستے کے قیام کے نقوش کہتی ہو۔ یہاں پہلی بار سارتیہ مجھے ملی تھی۔" میں نے کہا۔ اور آکاشا گہری گہری سانسیں لینے لگی' میں نے اسے ایک مناسب جگہ بٹھا دیا گھوڑے چرنے لگے تھے۔ تب میں شکار کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا' اور پر فیسر۔ میں نے بہت دور۔ ہرنوں کی ایک ڈار چرتے دیکھی۔ میرے پاس مرنے والے سپاہیوں کے ہتھیار تھے۔ لیکن میں نے آج قدیم طریقے سے شکار کھیلنا پسند کیا۔ وہ طریقہ جو صدیوں پہلے رائج تھا اور آکاشا مجھے برق کی طرح دوڑتے دیکھتی رہی۔ ہرنوں کی ڈار مجھے دیکھ کر قلانچیں بھرنے لگی تھی' لیکن میرا فاصلہ ان سے کم سے کم ہوتا جارہا تھا۔ اور پھر ایک دوڑتا ہوا ہرن میرے ہاتھ آگیا۔ کمزور جانور نے مدافعت کرنے کی کوشش کی' لیکن اس کے نوکیلے سینگ میرے جسم پر ناکارہ تھے۔ میں اسے بازوؤں میں دبوچے ہوئے واپس آکاشا کے پاس پہنچ گیا۔ آکاشا آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی' تب میں نے ہرن کو ذبح کیا اور چقماق کے ذریعے آگ روشن کرکے اُسے بھوننے لگا۔

آکاشا بھی بھوکی تھی اور میں بھی' ہرن کا گوشت کچھ زیادہ ہی مزیدار محسوس ہوا۔ ہم دونوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور آکاشا کے وجود پر کھانے کا نشہ طاری ہوگیا۔ میں نے اسے ایک سایہ دار جگہ پر لٹا دیا اور وہ گہری نیند سوگئی' میں اس کے حسین پیکر کو گھورنے لگا۔ بلاشبہ آکاشا بھی مجھے پسند تھی اور اگر بانشیا کے بجائے آکاشا پہلے میری طرف پیش قدمی کرتی تو میں اُسے بھی نہ ٹھکراتا۔ اب جبکہ بانسیا مرچکی تھی' پہاڑوں کی لڑکیاں مجھے آسمان کا بیٹا تصور کرکے صرف میری عزت کرتی تھیں اور خود کو میرے قرب کے قابل نہیں سمجھتی تھیں۔ آکاشا کی اہمیت مسلّم تھی۔ میرے لئے صرف وہی عورت تھی' لیکن اس کے ذہن پر بانسیا سوار تھی۔ چنانچہ میں الجھنے لگا' اگر بانسیا مستقلاً اس کے ذہن پر سوار رہی تو۔ پھر مجھے بہت دقت پیش آئے گی۔ لیکن پھر میں نے خود کو تسلّی دی۔ میں نے سوچا آکاشا کے ذہن پر تازہ زخم ہے۔ زخم مندمل ہونے کے بعد وہ خود بخود ڈھل جائے گی۔

اور اس کے لئے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ وہی جھرنے تھے' اور وہی بےخود کردینے والی فضا' جہاں سارتیہ نے پہلی بار مجھے خوشیاں بخشی تھیں۔ شام کو جاگنے کے بعد آکاشا نے غسل کیا تھا' اور غسل کرنے کے بعد وہ نکھر گئی تھی' شام کے لئے بھی میں نے تازہ شکار کرلیا تھا اور پھر گوشت کھانے کے بعد ہم جھرنے پر آگئے۔ گنگناتا پانی پھواریں اڑا رہا تھا' یہ پھواریں آکاشا کے چہرے اور جسم کو نم کررہی تھیں' میں نے اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور میں نے آکاشا کے جسم میں ایک نمایاں لرزش دیکھی۔ وہ خاموش لیٹی تھی۔

"آکاشا۔!" میں نے اسے آواز دی۔

"ہوں۔" اس نے آنکھیں بند کر کے جواب دیا' اس کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا جس سے اس کے رخساروں میں گڑھے پڑ گئے تھے' اور چاندنی میں وہ بے حد حسین نظر آنے لگی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو۔؟"

"اپنے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ میری زندگی کا کیا مقصد ہے۔ میں سب سے بچھڑ گئی ہوں۔ میرا دل خالی ہے۔ ذہن خالی ہے' تم کب تک مجھے اپنے ساتھ رکھو گے آسمان کے بیٹے۔ ایک دن تم بھی مجھے چھوڑ کر آسمان پر چلے جاؤ گے۔ تب میری زندگی کا کیا مصرف ہوگا۔!"

"[illegible] مجھے دیوتا آکاشا۔ میں اس کی حفاظت کروں گا۔ میں تمہیں خود سے جدا نہ کروں گا! یہ میرا وعدہ ہے" اور آکاشا اپنی حسین آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں محبت کی لہریں گردش کر رہی تھیں' وہ میرے اوپر اعتبار کر لینا چاہتی تھی' اور شاید [illegible] میرے اوپر اعتبار کر لیا تب اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

"تم۔ تم میری آرزو ہو آسمان کے بیٹے۔ میں تو پہلی ہی نگاہ میں اول ہار بیٹھی تھی۔ مگر۔ بانمبیا۔ میں اس کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئی' میں نے سوچا' تم اسے پسند کرتے ہو' اور پھر اس نے میری آغوش میں سر چھپا لیا۔ میں نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھاما اور اسے خود سے قریب کر لیا۔ چاندنی کا حسن بکھر گیا۔ فضا میں سرسراہٹیں ابھرنے لگیں۔ ان سرسراہٹوں میں آکاشا کے گہرے گہرے سانس شامل تھے' میری گرمجوشی شامل تھی' ہم دونوں کی چاہت شامل تھی' اور ان تمام چیزوں کے اشتراک نے ایک حسین ماحول کو جنم دیا' جھرنے کی تیز آواز مدہم ہو گئی جیسے وہ دبے پاؤں ہمیں دیکھنے آ گئی ہو۔ ہم سے پوشیدہ رہنا چاہتی ہو کہ یہ طلسم ٹوٹ نہ جائے۔

تھوڑی دیر کے بعد آکاشا میرے پہلو میں بے سدھ پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں' ہونٹ خشک تھے۔ ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی اس پر۔ میں اسے دیکھتا رہا پھر میں نے اسے آواز دی۔ لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ رات آہستہ آہستہ بہہ رہی تھی' آکاشا نے پہلی بار زندگی کا راز جانا تھا' پہلی بار اس کی لذتوں سے ہمکنار ہوئی تھی۔ لیکن ابھی کچھ پہلو اس کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ گئے تھے۔ چنانچہ وہ بار بار سر پٹک رہی تھی' میں نے اسے زندگی کی دلکشی سے سیراب کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اور۔ پوری رات آنکھوں میں گزر گئی۔ چاندنی میں سکون آمیز سسکیاں گھلتی رہیں اور پھر چاندنی بھی سیراب ہو کر سو گئی۔ سفید کرنوں والا بوڑھا سورج لال پیلی آنکھیں نکالے

نمودار ہوا۔ اسے کنواری چاندنی کی یہ بے باکی پسند نہیں آئی تھی اس نے نگاہوں سے ہم دونوں کو گھورا۔ لیکن ہمیں ان بڑے میاں کی کیا پرواہ ہو ہم دونوں جھرنے میں اتر گئے۔ آکاشا کے حسین جسم کو پانی میں بھگونے میں لطف آیا۔ وہ بھی بے انتہا خوش تھی شاید آنے والی ہر دلکش راتوں کے تصو کیونکہ میں اب اس کا تھا۔!

میں نے شکار کیا۔ آکاشا اسے بھوننے کے انتظامات کر اور پیٹ بھرنے کے بعد ہم تازہ دم گھوڑوں پر بیٹھ کر آگے بڑھ گئے ایک رات میں آکاشا سب کچھ بھول گئی تھی' اس نے آرساز کو فراموش کر د وہ بانمبیا کی موت بھول گئی تھی۔ پہاڑ والوں کا خوف اس کے دل سے تھا۔ سفر کی صعوبتوں کا بھی اسے کوئی احساس نہیں تھا' ہاں کبھی کبھی ا نگاہیں آسمان کی طرف ضرور اٹھ جاتیں۔ شاید وہ سوچ رہی تھی کہ سور کب ختم ہوگا' رات کب آئے گی۔ چاندنی کب نکلے گی' سرگوشیاں ک اور میں اس کے انتظار کو محسوس کر رہا تھا۔ اس سے محظوظ ہو رہا تھا۔

گھوڑے مناسب رفتار سے سفر کرتے رہے۔ ہم نے جا کر ان کی رفتار تیز نہیں کی تھی' میں جانتا تھا کہ پہاڑ والوں میں جا کر مجھے ہونا پڑے گا' ممکن ہے پھر ہمیں ——— کوئی تنہا رات نصیب نہ ہو ہم ان پہاڑوں میں ایک اور خوبصورت رات بسر کرنا چاہتے تھے۔

جوں جوں شام جھک رہی تھی' آکاشا کے گالوں سے ش رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کی چمک بڑھتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ سو ہو کر آرام کرنے چلا گیا۔ چاندنی اسے بھلا دینے کے لئے روپوش تھی ایک مسطح چٹان ——— منتخب کی' دن کا محفوظ کیا ہوا کھایا اور پھر آرام کرنے لیٹ گئے۔!

ستارے ایک دوسرے سے سرگوشی کر رہے تھے۔ ہم چاند کو چپکے سے اطلاع کر دی اور چاند مسکراتا ہوا بادلوں کے غلا اٹھا کر جھانکا۔ ہمیں ——— ایک دوسرے میں گم پا کر وہ کچھ اور ابھرا اخلاقی بندشیں توڑ کر ہمارے سروں پر آ دھمکا۔ آج وہ کل سے زیادہ تھا۔ اور آج آکاشا کو اس کی پرواہ نہیں تھی۔ اس نے چاند کو نظر انداز مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے بھی اس کی گرمجوشی کا جواب بھرپور گرمجوشی تھا۔ اور یہ رات بھی پچھلی رات سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ آکاشا میرے سر رکھ کر سو گئی۔ اور مجھے بھی نیند آ گئی۔ دوسری صبح ہم حسب معمو تیاریاں کرنے لگے۔ اور ضروریات زندگی سے فارغ ہو کر چل پڑے یہاں سے زیادہ دور نہیں رہ گئی تھی جہاں سے میں پہاڑ والوں

ہوا تھا، مجھے یقین تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد پہاڑ والے مجھے دیکھ لیں گے اور انہیں میری واپسی کی اطلاع مل جائے گی اور میرا یہ اندازہ غلط نہیں تھا۔ سورج نے نصف سفر بھی طے نہیں کیا تھا کہ میں نے ڈھول کی آواز سنی یہ پہاڑ والوں کی پیغام رسانی کا ذریعہ تھا۔ جس کے ذریعہ وہ آرسانہ کے جنگی دستوں کی اطلاع ایک دوسرے کو دیتے تھے!

لیکن اس ڈھول کے بھی اشارے تھے، انہوں نے میری آمد کی اطلاع دی تھی۔ اور آن کی آن میں ہر پہاڑی انسان اگلنے لگی۔ عورتیں، مرد، بچے بوڑھے سب ہی اپنی جگہ سے نکل کر ہمیں حیرانی سے دیکھ رہے تھے اور پھر وہ لاتوی مقدس لاتوی، سورج کا بیٹا آگیا۔ سورج کا بیٹا آگیا کے نعرے لگاتے ہوئے ہماری طرف دوڑ پڑے۔ چاروں طرف سے انسانوں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ آکاشا سہم کر اپنا گھوڑا میرے گھوڑے کے برابر لے آئی۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے دوڑتے ہوئے انسانوں کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ۔ یہ۔ کیا یہ ہمیں قتل کر دیں گے آسمان کے بیٹے۔ کیا یہ ہیں۔۔۔؟"

"نہیں آکاشا۔ وہ سب خوشی کا اظہار کرنے کے لئے آرہے ہیں، تم بے فکر رہو۔" میں نے جواب دیا اور آکاشا سہمی ہوئی نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی۔ دوڑنے والے ہمارے نزدیک پہنچ گئے اور پھر وہ سب میرے گھوڑے کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ میں نے فخریہ نگاہوں سے آکاشا کو دیکھا اس کے ہونٹوں سے بھی مسکراہٹ پھوٹ رہی تھی، دور سے باروک اور ارکاک بھی گھوڑے دوڑاتے ہوئے آرہے تھے، شاید انہیں میری آمد کی اطلاع دیر سے ملی تھی۔ تب میں گھوڑے سے اتر آیا اور پھر میں نے سہارا دے کر آکاشا کو بھی اتار لیا۔

"اٹھو۔ محبت کے پرستارو۔ اٹھو آزادی کے متوالو۔ آزادی آگئی ہے۔ ہاں میں نے اسے تمہارے لئے تلاش کر لیا ہے۔ اٹھ جاؤ اب آرسانہ کے لوگ تمہارے غلام ہوں گے، اٹھو۔ آرسانہ والوں کی گردنیں تمہاری تلواروں کی منتظر ہیں اور سنو خوب غور سے سنو۔ ان کی گردنیں تمہاری تلواروں کے سامنے موم کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ تمہارے بازوؤں کی تاب نہ لاسکیں گے۔ ہاں یہ تمہارے لاتوی کی طرف سے خوشخبری ہے۔ جاؤ۔ تیاریاں کرو۔ اپنی قسمت بدل ڈالو۔"

اور زمین پر پڑے لوگ اٹھ گئے۔ وہ خوشی سے چیخ رہے تھے، پہاڑ لرز رہے تھے۔ وہ میرے نام کے نعرے لگا رہے تھے۔ تب باروک اور ارکاک میرے پاس پہنچ گئے۔ وہ دونوں گھوڑے سے اترے اور خوشی سے مجھ سے لپٹ گئے!

"ہر چند کہ یہ گناہ تھا مقدس لاتوی۔ لیکن ہمارے دل تیرے لئے پریشان تھے۔ ہم جانتے تھے کہ آرسانہ کے حقیر لوگ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے لیکن ہم تیری سلامتی کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔"

"اور میں۔۔۔ فتح کی تلاش میں تھا۔ تیار ہو جاؤ۔ آرسانہ کی سرزمین ہمارے گھوڑوں کے قدموں تلے روندے جانے کی منتظر ہے۔ کیا تمہاری تیاریاں مکمل ہیں۔؟"

"ہم پوری طرح تیار ہیں مقدس لاتوی۔ لیکن۔۔۔ یہ کون ہے؟" سردار باروک نے پہلی بار آکاشا کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"یہ آرسانہ کے شہنشاہ کی بیٹی ہے لیکن تمہاری ہمدرد۔ اس نے اپنا وطن چھوڑ دیا ہے کیونکہ یہ شہنشاہ کے ظلم سے نالاں تھی۔"

"یہ ہمارے لئے قابلِ احترام ہے لاتوی، کیونکہ یہ تمہارے ساتھ ہے آ۔ اے مقدس عورت، ہم تیرا استقبال کرتے ہیں!" ارکاک نے کہا۔ اس کے بعد وہ سب مجھے اور آکاشا کو لے کر چل دیئے۔ میرے لئے بنایا ہوا جھونپڑا اچھا اور خوشنما بنا دیا گیا تھا، ہم نے وہاں قیام کیا۔ پہاڑ والے خوشیاں منا رہے تھے۔ لاتوی کی واپسی سب کے لئے خوشیوں کا پیغام لائی تھی۔ ہمارے سامنے بے شمار تحائف پیش کئے گئے۔ اب آکاشا بھی یہاں آکر خوش تھی۔ جس کا اظہار اس نے کیا۔

"میں جانتی ہوں یہ جفاکش لوگ فتح حاصل کریں گے۔ آرسانہ کے لوگ طاقت کے نشے میں طاقت کھو بیٹھے ہیں۔ بے شک وہ ان کی [illegible] کی تاب نہیں لا سکیں گے، میں خیال کی آنکھ سے ان کو غلام دیکھ رہی ہوں کیونکہ غلامی ان کا مقدر ہے۔ لیکن میں خود تمہارے ساتھ ان میں رہ کر خوشی محسوس کروں گی آسمان کے بیٹے۔ کیونکہ یہ تمہیں احترام سے دیکھتے ہیں ان کے دلوں میں تمہاری محبت ہے۔"

"یقیناً ایسا ہی ہوگا۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

رات کو ارکاک اور باروک میرے پاس آئے، وہ مجھ سے آئندہ کے لئے ہدایات لینے آئے تھے۔

"کل شام تک لشکر منظم کر دو، سب کو مسلح کر دو، جس قدر گھوڑوں کا انتظام ہو سکے کر لو۔ کل صبح میں تمہیں نقشۂ جنگ بتاؤں گا اور پھر رات کو ہم آرسانہ کی طرف چل دیں گے۔"

"جو حکم مقدس لاتوی۔!" باروک نے کہا اور وہ دونوں ہمارے جھونپڑے سے چلے گئے۔ آکاشا کی آنکھوں میں طلب کے سائے رقص کر رہے تھے۔ میں نے بڑھ کر اسے آغوش میں کھینچ لیا۔ یہ رات طویل تھی کیونکہ اس کے بعد ممکن ہے مجھے مصروف رہنا پڑتا۔ میں نے آکاشا کو سینے سے لگائے لگائے

صبح کی روشنی کو دیکھا۔ ہماری آنکھوں میں رات کا خمار تھا۔ آکاشا تو ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد سو گئی اور میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر باہر نکل آیا۔ تب میں نے دور ہی سے میدان کی طرف دیکھا، پورے میدان میں سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ ان کے ہتھیار چمک رہے تھے۔ ہر شخص زبردست خوشیاں منا رہا تھا، بے پناہ جوش و خروش کا اظہار کر رہا تھا۔

بہت سی جنگیں میں دیکھ چکا تھا۔ بہت سوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا تھا، لیکن اس سے قبل میری اپنی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ مجھے لڑنے والوں کی ہار جیت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن اس بار میں باقاعدہ ایک فریق کی حیثیت رکھتا تھا، میں اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر کے آرسانہ والوں کو شکست دینا چاہتا تھا اور یقیناً آرسانہ والوں پر بہت برا وقت آنے والا تھا۔ میں اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا۔ تب بارک کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی۔ وہ اپنے تجربے کار جرنیلوں کو لے کر میرے پاس پہنچ گیا، ارکاک بھی ان میں شامل تھا۔ چنانچہ ایک سرسبز پہاڑی کے عقب میں ہماری یہ ہنگامی میٹنگ ہوئی جس میں میری رائے ان کے لئے حرفِ آخر تھی۔!

میں نے بارک سے پہلا سوال کیا۔ ”بارک۔ کیا عورتیں اور بچے بھی ہمارے ساتھ میدانِ جنگ میں جائیں گے؟“

”ہم سب پہاڑوں سے نکل کر بستیوں کا رخ کر رہے ہیں مقدس لاتوئی۔ سب کی خواہش ہے کہ وہ بستیاں آباد کریں۔ تیری کہی ہوئی بات پر سب کو یقین ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم فتح حاصل کرنے جا رہے ہیں۔ اس خوشی میں سب شریک ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن ہوگا وہی جو تو چاہے گا۔“

”ٹھیک ہے۔ ہم اپنے آدمیوں کو چار حصوں میں تقسیم کریں گے ایک حصہ عورتوں اور بچوں کی نگرانی کرے گا اور ان کے ساتھ شریک رہے گا اگر جنگ کے دوران آرسانہ کے دستے عقب سے حملہ آور ہوں گے تو وہ دستہ جنگ کرے گا ورنہ اس کی قوت محفوظ رہے گی! پہلا دستہ آرسانہ کے دروازے پر حملہ کرے گا۔ دوسرا حصہ تین حصوں میں بٹ کر اس کے چاروں طرف پھیل جائے گا، تیسرا حصہ اپنی طاقت محفوظ رکھے گا اور اس وقت جب دوسرا حصہ اور پہلا حصہ جنگ کرتے کرتے تھک جائے گا، یہ تیسرا حصہ جنگ میں کود پڑے گا، آرسانہ والے تھک چکے ہوں گے، اور اس تازہ دم حصے کی ضرب کی تاب نہیں لا سکیں گے، چنانچہ شکست ان کا مقدر بن جائے گی۔ یہی صورتحال اس وقت بھی رہے گی۔ اگر آرسانہ والوں نے میدان میں آ کر جنگ کی ہاں اس وقت جنگ کا فیصلہ جلد ہو جائے گا۔!“

”بلاشبہ پروفیسر۔ یہ میرا پہلا جنگی پلان تھا۔ اس وقت تک دنیا میں بہت سی جنگیں ہوئی ہوں گی۔ لیکن ایک تجربے کار جرنیل کے انداز میں کسی نے جنگی حکمتِ عملی سے کام نہ لیا ہوگا۔ لوگ غیظ و غضب میں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے تھے، ہلاک کر دیتے تھے۔ ہلاک ہو جاتے تھے البتہ باقاعدہ جنگ کی یہ پہلی مثال تھی جس پر بارک اور ارکاک کے علاوہ دوسرے لوگ بھی.. انگشت بدنداں رہ گئے۔ بات ان کی سمجھ میں آ گئی تھی، مقابل کی قوت پر کاری ضربیں لگانے کے لئے یہ پہلی جنگی حکمتِ عملی تھی جسے ان لوگوں نے بہت پسند کیا۔ اس کے علاوہ میں نے چھوٹی چھوٹی فوجی ٹکڑیوں کے نگراں مقرر کئے جن کے سپرد ان ٹکڑیوں کی دیکھ بھال تھی، یہ تجربے کار لوگ تھے۔ دوپہر تک ہم اس کام سے فارغ ہو گئے۔ جس قدر گھوڑے مل سکتے تھے ساتھ لے لئے گئے، باقی لوگ پیدل تھے۔ خچر اور اونٹ بھی تھے جنہیں عورتوں اور بچوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ ان پر سامان خورد و نوش لدا ہوا تھا، جو پیدل چل سکتے تھے وہ پیدل تھے اور باقی ان خچروں اور اونٹوں پر سوار۔ پیدل دستے ان کے نگراں تھے۔!

اور پھر سورج جھکا تو۔ ہم نے سفر شروع کر دیا۔ آکاشا میرے ساتھ گھوڑے پر سوار تھی۔ میں، بارک، ارکاک اور دوسرے کچھ تجربے کار جنگجو ایک ساتھ آگے آگے چل رہے تھے، میرا دل جوشِ غضب سے معمور تھا۔ ہر ہاتھ خون بہانے کے لئے بے چین تھا۔ حالانکہ پیدل دستے بھی تھے لیکن اس کے باوجود ہماری رفتار بہت تیز تھی۔ دوسرے وقت کا انتخاب اس طرح کیا گیا تھا کہ سورج کی حشر سامانیوں کا شکار نہ ہوں۔ چنانچہ صبر و سکون کا سفر جاری رہا۔ رات ہوئی لیکن سفر جاری رہا۔ چلتے چلتے کھانے پینے سے فراغت حاصل کی گئی اور پوری رات ہم سفر کرتے رہے۔ حکمتِ عملی کے تحت مشعلیں روشن نہیں کی گئی تھیں ان کی ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ چاند ہمارا دوست تھا۔ آخر۔ رات تک اس نے ہماری رہنمائی کی، اور پھر تھوڑی دیر کے لئے دوبارہ تاریکی کا سفر جاری رہا۔ صبح ہونے تک ایک طویل فاصلہ طے ہو چکا تھا۔!

پھر جب سورج نے سر ابھارا تو ہم ایک عظیم الشان پہاڑی سلسلے کے دامن میں تھے۔ پہاڑوں کے دامن میں ہم نے آرام کیا۔ رات بھر کی تھکن اتاری اور اس وقت تک سفر ملتوی رکھا جب تک سورج قہر برساتا رہا۔ پھر جب سورج نے واپسی کا سفر شروع کیا تو ہمارے دستے تازہ دم ہو چکے تھے، سب کچھ میری مرضی کے مطابق ہو رہا تھا اور ان لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچ رہا تھا اس لئے وہ بہت خوش تھے۔

حسبِ معمول ہم نے شام کو اور رات بھر سفر جاری رکھا، ابھی تک آرسانہ کے کسی گشتی دستے سے بھی مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے دن اسی انداز میں آرام کیا اور پھر تیسرے دن حسبِ معمول سفر شروع کر دیا۔ اس بار

کی صبح جب ہوئی تو ہم دُور سے آرسانہ کے آثار دیکھ سکتے تھے ۔ آج آرام کا دن نہیں تھا کیونکہ دشمن سے اس قدر قریب پہنچ کر آرام نہیں کیا جا سکتا تھا ۔

البتہ یہ ہماری خام خیالی تھی کہ آرسانہ والوں کو اس سیلابِ عظیم کی خبر نہیں ہوئی تھی ۔ حقیقتاً اُن کے جاسوسوں نے انہیں کافی عرصہ پہلے ہماری آمد کی خبر دیدی تھی اور اس وقت وہ ہمارے بھرپور استقبال کے لئے تیار تھے ان کی فوجیں اسی میدان میں صف آراء تھیں جس میں چند روز قبل انہوں نے سالانہ جشن منایا تھا اور بائیسا کو آتش فشاں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

ہم نے آرسانہ کی فوجوں کا جائزہ لیا' بلاشبہ وہ ہم سے کم تھے ، لیکن ہمارے مقابلے کے لئے پوری طرح تیار تھے ۔ اب مجھے احساس ہوا کہ آرسانہ کے گشتی دستوں سے ملاقات کیوں نہیں ہوئی ۔ یقیناً تمام دستے سمیٹ کر ایک جگہ جمع کر لیے گئے تھے ۔ اور وہ جنگ کے لئے آمادہ تھے ۔ !

"یہ اور بہتر ہوا ۔؟" میں نے بارک سے کہا ۔" اب ہم آرسانہ والوں سے کھلے میدان میں جنگ کریں گے ۔ اور ان سے یہیں نمٹ کر فاتح کی حیثیت سے آرسانہ میں داخل ہوں گے ۔"

"مقدس لاتوئی کی برکت سے ایسا ہی ہوگا ۔ ہمارے جرنیلوں نے ایک درخواست کی ہے ۔" باروک نے کہا ۔

"وہ کیا ۔؟" میں نے پوچھا ۔

"جرنیلوں کی خواہش ہے کہ مقدس لاتوئی کسی بلند جگہ کھڑا ہو کر ہماری رہنمائی کرے ۔ ہم اس کی تلوار کے سائے میں آرسانہ والوں سے جنگ کریں گے ۔ !"

"اس درخواست کے پسِ پردہ حقیقت کو میں سمجھ رہا ہوں بارک' لیکن میں اس درخواست کو قبول نہیں کروں گا' ان سے کہو کہ لاتوئی ان کے شانہ بشانہ جنگ کرے گا' وہ اس کی تلوار کی سُرخ چمک دیکھ کر جنگ کریں ۔ اور تم دیکھو گے بارک کہ آرسانہ کے بزدل کس طرح اس تلوار کی چمک سے خوفزدہ ہونگے ان سے کہہ دو کہ لاتوئی عورت نہیں ہے ۔ وہ جنگجو ہے اور آرسانہ کو شکست دینے میں بھی اس کی تلوار بھرپور کردار ادا کرے گی ۔"

"میں تیرے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا لاتوئی ۔ لیکن یہ میری بھی خواہش تھی ۔!" بارک نے دبی آواز میں کہا ۔

"اور میری خواہش ہے باروک کہ دل سے تمام خدشات نکال دو ۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور اس کے بعد باروک کو مزید کچھ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی ' تب میں نے آکانشا سے درخواست کی ! "آکانشا میں چاہتا ہوں تم ... جاؤ ۔ اب ہم آرسانہ کے شاہی محل ہی میں ملیں گے ۔

"میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گی آسمان کے بیٹے۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تو آرسانہ کی پوری فوج کو شکست دے سکتا ہے۔ ہاں آرسانہ کے جیالے تیری شکل دیکھ کر ہی پریشان ہو جائیں گے، پھر یا تو وہ فرار اختیار کریں گے یا موت کا یقین کر کے الٹے سیدھے ہاتھ پاؤں چلائیں گے۔" آکاشا اپنے گھوڑے پر عورتوں کے کیمپ کی جانب روانہ ہو گئی۔

میں جانتا تھا کہ آرسانہ والے پہل نہیں کریں گے۔ وہ پہاڑ والوں کی پیش قدمی کا انتظار کریں گے اور میں اس انتظار سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا میں جانتا تھا کہ رات بھر کا تھکا ہوا لشکر تھوڑی بہت دیر آرام چاہتا ہو گا چنانچہ میں نے ارکاک کو طلب کیا اور اس سے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"آرسانہ والے پہل کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ وہ ہماری طرف سے جنگ کی ابتدا کا انتظار کریں گے۔ لہٰذا اس انتظار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آگے کے دستوں کو ہوشیار رہنے دو۔ اور پیچھے والوں سے کہو وہ آرام کریں۔ ہم [illegible]والوں کو جنگ کی ابتدا فوری طور پر نہ کر کے پریشان کر دیں گے اور اس اثنا میں ہمارے دستے آرام بھی کر لیں گے۔"

"تو کتنا ذہین ہے [illegible]لاتوئی۔ بے شک یہ دوہری چال ہے ادھر تو آرسانہ کے لوگ جو جنگ کے منتظر ہیں پریشان ہوں گے اور دوسری طرف ہمارے لوگ آرام بھی کر لیں گے۔!"

ہر دستے تک یہ پیغام پہنچا دیا گیا۔ اور حرف بہ حرف وہی ہوا جو میں چاہتا تھا۔ تمام دستے دو دو گھنٹے آرام کر کے آگے آتے رہے اور آگے والے آرام کرنے جاتے رہے۔ اس طرح ہمارے فوجی نہ صرف اپنی ضروریات سے فارغ ہو گئے بلکہ انہوں نے اپنی سفر کی تکان بھی اتار لی۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔

یہ رات بھی آرام کی رات تھی۔ میری ہدایت پر پورے لشکر میں مشعلیں روشن کر دی گئیں جس سے معلوم ہو کہ لشکر جاگ رہا ہے، لیکن صورتحال وہی رہی یعنی لشکری دو دو گھنٹے آرام کرتے رہے۔ سامنے کے رخ کو متحرک رکھا گیا تھا لیکن آرسانہ کے جیالے رات بھر پریشان رہے ان میں سے کوئی بھی ایک لمحے کو نہ سو سکا ہو گا۔ مبادا ہم رات میں حملہ کر دیں۔!

اس کا نتیجہ نہایت خوشگوار ثابت ہوا، ہمارا پورا لشکر صبح کو چاق و چوبند تھا، جبکہ آرسانہ کے فوجی انتظار سے تھک گئے تھے، یقیناً یہ زبردست ذہنی جنگ تھی۔ صبح بھی ہم نے اطمینان سے ضروریات سے فراغت حاصل کی، اب ہمارے لشکر کا ایک ایک جوان تازہ دم تھا۔!

باروک ارکاک اور دوسرے لوگ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔ انہوں نے جنگ کرنے کا فیصلہ تو کر لیا تھا، لیکن اس جنگ میں وہ ایسی زبردست پوزیشن اختیار کر جائیں گے انہیں گمان بھی نہیں تھا، چنانچہ وہ بے حد خوش تھے۔ اور پھر اس طوفانی صبح کو ضائع کرنا ہم نے پسند نہ کیا۔

پروگرام کے مطابق ہمارا پہلا حصہ آگے بڑھا۔ باقی دوسرے حصے کے فوجی تین حصوں میں بٹ کر تین طرف پھیل گئے۔ فوجوں کی اس نقل و حرکت نے آرسانہ والوں میں کھلبلی مچا دی وہ بھی جلد از جلد صف آرا ہونے لگے اور پھر ہمارے گھوڑ سوار دستے نے پیش قدمی شروع کر دی۔ ہماری رفتار بہت تیز تھی، میں سب سے آگے تھا میرے ساتھ باروک اور ارکاک بھی تھے کیونکہ ہمیں پہلا دباؤ ہی زبردست ڈالنا تھا۔ میں نے دور سے لمبی گردن والے مکار شہنشاہ کو دیکھا، اس نے بھی میری شکل دیکھ لی تھی اور سراسیمہ نظر آ رہا تھا، آرسانہ کے فوجی دستے بھی خوف و دہشت سے آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہے تھے ان میں بہت سے وہ بھی تھے جو پہلے مجھے آرسانہ میں دیکھ چکے تھے۔

تب آرسانہ کی فوجوں سے تھوڑے فاصلے پر میں نے اپنی چوڑی تلوار بلند کر کے اپنے ساتھیوں کو رکنے کا اشارہ کیا۔ اور گھوڑے رک گئے، ہمارے آدمی دشمن پر ٹوٹ پڑنے کے لئے بے چین تھے لیکن بہر حال وہ میرے احترام میں خود کو روکے ہوئے تھے۔ تب میں نے بلند آواز میں کہا۔

"آرسانہ کے مکار شہنشاہ۔۔۔ دیکھ تیری موت کتنی قریب ہے۔ یاد کر میں نے تجھے خیر سگالی کا پیغام دیا تھا، میں نے کہا تھا کہ تو پہاڑوں میں رہنے والوں کو بھی انسان سمجھ۔ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ تو انہیں بھی جینے دے۔ تب تو نے کہا تھا کہ کالے غلام کبھی میرے برابر نہ بیٹھ سکیں گے۔ تو نے کہا تھا کہ وہ دن کبھی نہ آئیگا دیوتاؤں کو تیرا پیغام دے دوں۔ تو سن۔ میں نے دیوتاؤں کو تیرا پیغام دے دیا جانتا ہے دیوتاؤں نے کیا کہا۔ انہوں نے کہا۔ اب آرسانہ کے مقدر میں تباہی لکھ دو۔ اس کے مغروروں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دو اور یہ قول پورے آرسانہ کا مقدر بن گیا۔ سنو تم کہ جو مجھے جانتے ہو اور جو مجھے نہیں جانتے، میں آسمان کا بیٹا ہوں، میں وہ ہوں جسے تمہارے شہنشاہ نے قتل کرانے کے لئے پوری فوج بھیجی تھی، جس نے میرے اوپر شیر چھوڑے تھے، ہاں میں وہی ہوں، جسے آگ کے پہاڑ میں گرا کر قتل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن نتیجہ تمہارے سامنے ہے اور آج میں اپنے جیسے بے شمار انسانوں کے ساتھ تمہارے سامنے آیا ہوں۔ تم صرف قتل ہونے کے لئے ہو۔ اور وہ میری طرح ناقابل تسخیر ہم تم سب کو قتل کر دیں گے، ہوشیار ہو جاؤ کہ تم نے اپنے شہنشاہ کے ایما پر ہمارے سامنے آنے کی کوشش کر کے اپنی موت کو پکار لیا ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ میں نے اپنی تقریر کا ردعمل ان کے چہروں پر دیکھا۔ بلاشبہ صرف میری تقریر نے ان لوگوں کو ادھ موا کر دیا تھا۔

ان کے چہرے دہشت سے پھیل گئے۔ خود شہنشاہ کی زبان گنگ تھی۔ وہ میری تقریر کے جواب میں اپنے سپاہیوں کی ہمت بھی نہ بندھا سکا اور ایسے موقع سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت تھی۔

میں نے بارک کو اشارہ کیا اور پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

میری تلوار گری، اور سر اڑنے لگے، خون اچھلنے لگا، آرسانہ والے گومگو کی کیفیت میں تھے، ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جنگ کریں یا نہ کریں، کہ ان پر مصیبت نازل ہو گئی۔ بارک، ارکاک اور اس کے پیچھے پورے لشکر نے وحشیانہ حملہ کر دیا، آرسانہ والوں کے بازو شل ہو گئے تھے۔ وہ اپنی تلوار سنبھالنے کے قابل بھی نہیں رہے تھے، مدافعت یا حملہ کیا کرتے، صرف میری موجودگی ہی انہیں موت کا یقین دلانے کے لئے کافی تھی نہ کہ پھر میری تقریر۔! تو یقین کرو پروفیسر۔۔۔ انسانوں کی پہلی صف کو ٹھکانے لگانے میں ہمیں چند لمحات بھی نہ لگے اور پلک جھپکتے ہم دوسری صف پر تھے۔۔۔ آرسانہ کے سپاہی جنگ کرنے کے بجائے خوف و دہشت سے چیخ رہے تھے۔ اور ایسی بزدل قوم کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی۔ یوں سمجھو جنگ ہی نہیں ہو رہی تھی۔

اور یہ جنگ جس غیر متوقع انداز میں جیتی گئی اس کی مثال مشکل ہے۔ لمبی گردن والا شہنشاہ بھی خوف سے کانپ رہا تھا، یہاں تک کہ میں راستہ صاف کرتا ہوا اس تک پہنچ گیا۔ تب اسے ہوش آیا۔ اس نے تلوار سنبھال کر میرے اوپر وار کیا۔ میں نے اس کی تلوار کو جسم پر پڑنے کا موقع دیا، لیکن تلوار میرے جسم پر لگی اور اچٹ گئی۔۔ دوسرا وار اس نے پوری قوت سے کیا تھا، اس لئے اس بار تلوار اس کے ہاتھ میں رہ نہ سکی اور چھوٹ گئی۔

تب میری تلوار نے اس کی گردن کاٹی، اور گردن میں نے اس احتیاط سے کاٹی تھی کہ وہ نیچے نہ گرنے پائے۔ میں نے اسے تلوار کی نوک پر بلند کر لیا اور تلوار والا ہاتھ اوپر اٹھا لیا۔ اپنے شہنشاہ کی گردن دیکھ کر تو آرسانہ والوں کے ہوش اڑ گئے۔ تمام جنگی قوت عمل بیکار ہو گئی، سوچا کچھ تھا، ہوا کچھ۔ آرسانہ کے جیالے میدان میں ٹک ہی نہ سکے۔ یہ جنگ اس آسانی سے جیت لی جائے گی یہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا، آرسانہ والے میدان چھوڑ چکے تھے۔ پوری فوج تازہ دم تھی، تعاقب کیا گیا، بہت سوں کو ٹھکانے لگا دیا گیا۔ لیکن میرے ایما پر قتل عام کا سلسلہ بند ہو گیا اور اب ہمارے فوجی صرف آرسانہ والوں کو قیدی بنا رہے تھے۔

پورے میدان میں فتح کا اعلان کر دیا گیا۔ اور پھر میری سرکردگی میں بہت سے دستے آرسانہ کی طرف بڑھنے لگے! آرسانہ میں داخل ہو کر وہاں کی سب سے اونچی جگہ پر شہنشاہ کا سر لٹکا دیا گیا۔ یہ فتح کی علامت تھی، اور آرسانہ کے شہری گھروں سے نکل نکل کر میدانوں میں جمع ہونے لگے۔ سیاہ فاتح اب پورے شہر میں دندناتے پھر رہے تھے۔ اور پروفیسر میں نے انسانیت کا فرض پورا کیا۔ وہ رسومات جو ایک سچے مذہب نے دنیا میں پھیلائیں۔ وہ رسومات جو انسانیت کا تقاضا تھیں، میں نے بھی پوری کیں، شہریوں، عورتوں اور بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ آرسانہ والے اپنے وطن سے محروم ہو گئے تھے۔ اب وہ صرف قیدی تھے۔۔۔ اور سیاہ غلام اب شہر کے مالک تھے۔۔!

بڑی انوکھی فتح تھی پروفیسر وہ۔ جس کا سہرا وہ سب میرے سر باندھ رہے تھے اور تم یقین کرو پروفیسر۔۔۔ یہ حقیقت بھی تھی۔ میری تقریر۔ میری شکل نے ان کے حواس گم کر دیئے تھے ورنہ وہ اتنے نکمے نہ ثابت ہوتے۔۔۔

"آرسانہ فتح ہو گیا پروفیسر۔ میرا خیال ہے باقی داستان کل۔!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فرزان کے قریب نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ان عجیب سی نگاہوں سے اسے کی طرف دیکھنے لگا! فرزان اور فرزانہ کا دل تھا۔ یہ پراسرار داستان۔ نہ ختم ہونے والی داستان، اگر پوری رات بھی سے بھی وہ نہ اکتاتیں۔ ان کے ذہن انہیں جہانوں میں بھٹک جاتے تھے جہاں کی داستان وہ بیان کر رہا ہوتا۔!

"ہاں۔ تھکن تو محسوس نہیں ہو رہی۔ لیکن میرا خیال ہے آرام۔۔۔ ضروری ہے۔" پروفیسر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ پھر چونک کر بولا۔" ایک سوال پوچھوں۔۔؟"

"ضرور پروفیسر۔!"

"کیا تمہاری قوتیں ابھی تک برقرار ہیں جن کا تذکرہ تم کرتے آئے ہو۔۔؟"

"امتحان چاہتے ہو پروفیسر۔۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ یہ جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن۔۔"

"میں تمہارا اعتماد چاہتا ہوں پروفیسر۔۔ تم اس داستان سے اسی وقت لطف اندوز ہو سکتے ہو جب میرے اوپر اعتماد کرو۔"

"نہیں۔۔ نہیں یہ بات نہیں ہے۔۔" پروفیسر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کوئی حرج نہیں ہے پروفیسر۔۔! اس بار تم میرے دوست ہو نئے دور کے نئے دوست۔۔ اور پھر دنیا بہت بدل چکی ہے، اس کے علاوہ مجھے بھی تھکن کا احساس ہو رہا ہے۔ کل کا دن امتحان کا دن ہوگا پروفیسر۔ کل میں امتحان دوں گا، اور دوبارہ چاق و چوبند ہو کر اپنی بقیہ داستان مکمل کروں گا۔"

"مم۔ میرا یہ مطلب بالکل نہیں تھا' یقین کرو۔"

"مجھے تمہاری نیت پر بھروسہ ہے پروفیسر۔ اب آرام کرو۔"

وہ اُٹھتے ہوئے بولا۔ اور پروفیسر بھی اُٹھ گیا۔ دونوں لڑکیاں بھی اٹھ گئی تھیں۔ وہ اپنے کمرے میں آگئے۔ بوڑھا خاور کسی گہری سوچ میں گم تھا' لڑکیاں برابر لیٹی کچھ اور سوچ رہی تھیں۔ تب خاور نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"وہ کیا امتحان دینا چاہتا ہے؟"

"نہیں معلوم ڈیڈی۔ لیکن۔ کہیں۔ کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔" فروزاں نے کہا۔

"کیسی گڑبڑ۔؟"

"وہ یہاں ہماری امیدوں کا سہارا ہے۔ اگر اسے کچھ ہوگیا تو اس [illegible] کا راستہ نہ مل سکے گا۔!" فروزاں نے جواب دیا۔

"[illegible] ہے۔ اگر وہی ہے تو فروزاں! اسے کچھ نہ ہوگا۔ [illegible] تو نہیں سکتے۔ نہ جانے وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔"

[illegible] نے کہا اور فروزاں خاموش ہوگئی۔ پروفیسر بھی کافی دیر تک خاموش رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا" بہرحال ذہن اُلجھانے سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ ہم تو غیر یقینی حالات کے شکار ہیں۔ ہر حادثے' ہر واقعے کے لئے خود کو تیار رکھو۔" اس کے بعد کوئی کچھ نہ بولا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر نے کروٹ بدل لی۔ اس کے خراٹے سنائی دینے لگے! لیکن لڑکیاں جاگ رہی تھیں۔

"فرزانہ۔" فروزاں نے سرگوشی کی۔

"ہوں۔!" فرزانہ آہستہ سے بولی۔

"تم کیا سوچ رہی ہو۔؟"

"کچھ نہیں باجی۔!" فرزانہ نے گہری سانس لی۔

"عجیب سحر انگیز داستان ہے۔ ایسی انوکھی باتیں سناتا ہے کہ ذہن کھو کر رہ جاتا ہے۔ سچ کہو فرزانہ' کیا تمہیں اکتاہٹ کا احساس ہوتا ہے۔؟"

"قطعی نہیں باجی۔ اس کے برعکس وہ تمام کردار ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ جن کے بارے میں وہ بتا رہا ہوتا ہے۔ بتاؤ۔ تم کس سے واقف نہیں ہو۔ بتاؤ کون سے کردار کی شخصیت تمہاری آنکھوں میں نہیں ہے۔"

"ہاں۔!" فروزاں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر بولی: "فرزانہ"

"جی باجی۔"

"تم نے ایک بات پر غور نہیں کیا ہے۔"

"کیا۔؟"

"اسے ہر دور میں لڑکیوں کی آرزو رہی ہے۔ اور اس نے ہر جائز اور ناجائز طریقے سے انہیں حاصل کر لیا ہے۔ کبھی کبھی تو مجھے خوف محسوس ہونے لگتا ہے۔"

"کیسا خوف باجی۔؟" فرزانہ نے سرگوشی کی۔

"تم کیوں بھول جاتی ہو کہ ہم بھی ..."

"لیکن باجی۔ اس نے ہر دور میں انسانیت کا ثبوت دیا ہے۔ وہ صرف محبت کرتا رہا ہے۔ اس نے کسی کو مجبور نہیں کیا۔ اس کی پُرسحر شخصیت خود ذہنوں پر طاری ہو جاتی ہے۔ ہمارے ساتھ وہ ایسا نہیں کرے گا!" فرزانہ نے کہا۔

"اس کے باوجود میں خوفزدہ ہوں فرزانہ۔!" فروزاں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیوں باجی۔؟ میں نہیں سمجھی۔"

"اگر۔ اگر ہم میں سے کوئی' اس کے سحر میں گرفتار ہوگیا تو۔؟" فروزاں نے کہا اور فرزانہ چونک پڑی۔ اس نے غور سے فروزاں کا چہرہ دیکھا اور پھر وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"ایسی باتیں نہ کرو باجی۔ ہم مہذب دُنیا کی لڑکیاں ہیں۔ اور پھر ہمارے دلوں میں ایمان ہے۔ بے شک وہ قابلِ محبت ہے۔ اس کی شخصیت پُرسحر ہے' لیکن ہمیں ڈیڈی کی عزت کا احساس ہے۔ میرا خیال ہے ہم سے لغزش نہ ہوگی۔"

فروزاں خاموش ہوگئی۔ پھر دوسری صبح اس نے حسبِ معمول مسکراتے ہوئے انہیں صبح بخیر کہا۔ سب نے ناشتہ کیا۔ اور پھر وہ پروفیسر' فرزانہ اور فروزاں کو لیئے ہوئے ایک طرف چل پڑا۔ پروفیسر کے چہرے پر کشمکش کے آثار تھے' لیکن راستے بھر وہ کچھ نہ بول سکا! آج اس نے ان غاروں کے انتہائی سرے کا رُخ کیا تھا' اور وہ وادی کے عقب میں پہنچ گئے۔ لیکن جس جگہ وہ پہنچے وہاں آگ کا ایک سُرخ اور دہکتا ہوا الاؤ دیکھ کر ان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ پروفیسر کا چہرہ فق ہوگیا تھا۔ لڑکیاں بھی سراسیمہ نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔

"یہ۔ یہ الاؤ۔!" پروفیسر گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"آگ کا الاؤ ہے پروفیسر۔ میری غذا ہے۔ جتنی شدید آگ ہو میرے لئے زیادہ فرحت بخش ہوگی۔ ان پگھلے ہوئے آتشی پتھروں کی بہ نسبت یہ آگ پانی کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ اس کی تپش محسوس کر رہے ہوں گے

اس سے آپ کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ مصنوعی نہیں ہے۔"

"لیکن کیا تم ۔۔؟"

"ہاں پروفیسر ۔ آپ کو امتحان بھی دیدوں گا، اور میرے جسم کی تھکن بھی دور ہو جائے گی، یوں بھی ہر دور میں غسلِ آتش میری زندگی کو جلا بخشتا ہے۔"

"نہیں ۔ نہیں ۔ سنو ۔" پروفیسر نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔

"تم شاید میری بات کا برا مان گئے ہو۔"

"نہیں معزز پروفیسر ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔ میں کہہ چکا ہوں کہ آگ میری جسمانی بقا کے لئے ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ آپ فکر نہ کریں، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، حقیقت ہے۔" اس نے لباس اتارتے ہوئے کہا۔

فروزاں نے فرزانہ کا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا اور دونوں لڑکیاں پروفیسر کے بالکل نزدیک پہنچ گئیں۔ وہ سہمی ہوئی تھیں۔ اس نے پورا لباس اتار دیا اور لڑکیوں کی نگاہیں شرم سے جھک گئیں۔

"مختلف ادوار میں تہذیب نے مختلف روپ دھارے ہیں ستر پوشی کافی عرصہ پہلے رائج ہو گئی تھی اور بہر حال اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا یہ انسان کی دلکشی میں اضافہ کر دیتی ہے، لیکن میں ابتداء سے ہوں ۔ میرے لئے برہنگی کوئی اجنبی چیز نہیں ہے ۔ نہ جانے کتنا وقت میں نے اسی انداز میں گزارا ہے، اس لئے آپ میری اس حرکت کا احساس نہ کریں پروفیسر ۔ میں ان لڑکیوں سے بھی معذرت خواہ ہوں۔" اس نے کہا۔ اور پھر الاؤ کے نزدیک ایک ستون سے لٹکا ہوا ایک لکڑی کا ڈرم اٹھایا ۔ اسے سر بلند کیا اور الاؤ میں جھونک دیا ۔ ڈرم سے سیاہ رنگ کی کوئی چیز نکل کر بہہ نکلی اور آگ کے شعلے ایک دم بلند ہو گئے ۔ آگ بے پناہ ہو گئی ۔ اور دوسرے لمحے اس نے آگ میں اس انداز میں چھلانگ لگا دی جیسے پانی میں غوطہ خوری کی جاتی ہے۔

لڑکیوں کی چیخیں نکل گئیں ۔ وہ شرم و حیا بھول کر اس برہنہ انسان کے ہیولے کو دیکھنے لگیں، جو آگ میں نظر آ رہا تھا۔ آگ میں سے اس کی لذت آمیز سکاریاں سنائی دے رہی تھیں، شعلوں میں اس کا مسرور چہرہ نظر آ رہا تھا، وہ دونوں ہاتھوں سے آگ کو جسم پر مل رہا تھا ۔ اور پروفیسر منہ پھاڑے آگ میں جھانک رہا تھا۔

"فروزاں ۔ فرزانہ ۔ سنو ۔ آج ۔ آج اس کے بیان کردہ ایک ایک لفظ پر یقین کرنا پڑے گا ۔ بولو ۔ کیا تم اب بھی اس پر شک کرو گی ۔ ۔ میرے دل میں کشمکش تھی ۔ میرے ذہن کے ۔۔۔ گوشوں میں ایک خیال چھپا ہوا تھا، میں سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے وہ کوئی عظیم داستان گو ہو

ممکن ہے تہذیب پر اس کی بے پناہ ریسرچ ہو ۔ میں سوچتا تھا کہ ممکن ہے وہ ایک عظیم سائنسداں ہو اور اس ویرانے میں کچھ بھیانک تجربے کر رہا ہو، ممکن ہے وہ ہم لوگوں کو کسی خاص مقصد کے تحت بے وقوف بنا رہا ہو لیکن یہ آگ ۔ یہ منظر ۔ اسے ہم کیا سمجھیں ۔ ؟ پھر ۔ کیا اب بھی ہم اس کی داستان کا کوئی حصہ غلط سمجھ لیں۔"

لڑکیاں کچھ نہ بولیں ۔ وہ آگ میں نہانے والے کو دیکھ رہی تھیں نہ جانے کتنی دیر تک وہ شعلوں میں غسل کرتا رہا اور پھر شعلے سرد پڑنے لگے آگ نیچی ہونے لگی تب وہ آگ سے باہر نکل آیا ۔ اس کا آتشیں بدن کندن بن گیا تھا، وہ دنیا کا حسین ترین انسان نظر آ رہا تھا، اس کے خدوخال اور تیکھے ہو گئے تھے ۔ اس کے بال آتشی رنگ میں رنگ گئے تھے ۔ اس میں ایک انوکھا بانکپن پیدا ہو گیا تھا ۔ اس نے اطمینان سے اپنا لباس پہنا اور پھر سنور کر ان کے قریب پہنچ گیا ۔ پروفیسر خاور اور اس کی دونوں لڑکیاں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"یہ ایک چھوٹا سا مظاہرہ ہے پروفیسر ۔ ان مظاہروں میں سے ایک، جو میں قدیم لوگوں کو اپنی شخصیت، اپنی قوتوں کا یقین دلانے کے لئے کرتا رہا ہوں ۔ لیکن تمہیں مطمئن کرنے کے لئے میں ایسے ایسے بہت سے مظاہرے کر سکتا ہوں ۔ آؤ، میرے ساتھ آؤ ۔ مجھ پر یقین کر لینے کے بعد تمہیں میری داستان میں زیادہ لطف آئے گا ۔ میں نے ہر دور میں تجربات کئے ہیں اور کرتا رہوں گا ۔ اس دور میں بھی میں نے ایک تجربے کے بارے میں سوچا تھا، اس سلسلے میں تمہیں پھر بتاؤں گا ۔ فی الوقت ہم دوسری باتیں کر رہے ہیں ۔ آؤ پروفیسر پلیز میرے ساتھ آؤ۔"

"سنو ۔ میرا خیال ہے کسی دوسرے تجربے کی ضرورت نہیں ہے ۔ ہم اطمینان کر چکے ہیں۔" پروفیسر نے کہا۔

"آؤ بھی پروفیسر ۔ تھوڑی سی چہل قدمی ہی سہی ۔" اس نے دوستانہ انداز میں کہا اور آگے بڑھ گیا ۔ اب وہ آگ کے الاؤ سے کافی دور نکل آیا تھا پھر اس نے پروفیسر اور لڑکیوں سے ایک جگہ رکنے کے لئے کہا ۔ اور ۔۔ چاروں طرف دیکھنے لگا ۔ "میرا خیال ہے آپ لوگ اس چٹان پر کھڑے ہو جائیں۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا ۔ اور پروفیسر لڑکیوں کے ساتھ چٹان پر پہنچ گیا۔

"براہ کرم یہاں سے ہلنے جلنے کی کوشش نہ کریں، ورنہ آپ کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔" اس نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا ۔ جس جگہ یہ لوگ کھڑے تھے، وہاں سے تقریباً دو سو گز دور پر وہ ایک بھاری چٹان کے

قریب پہنچ گیا۔ یہ چٹان بہت سی دوسری چٹانوں کا بوجھ سنبھالے ہوئے تھی اور اس
طرح ابھری ہوئی تھی کہ انسانی ہاتھوں کی گرفت اس پر ہو سکتی تھی، لیکن اسے
اپنی جگہ سے اکھاڑنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تاہم اس کے لمبے اور
مضبوط ہاتھ اس کے گرد پہنچ گئے۔ پروفیسر کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرنا
چاہتا ہے۔ اصل بات تو وہ اس وقت سمجھ سکے تھے، جب انہوں نے چٹان
کا اوپر کا پتھر لڑھکتے دیکھا۔ یہ پتھر بھی پتھر کہلانے کے بجائے ایک چھوٹی چٹان
کہلا سکتا تھا، جب اس نے اپنی جگہ چھوڑی تو تینوں کے منہ سے بے اختیار
چیخیں نکل گئیں۔ کیونکہ پتھر اسی طرف گر رہا تھا جہاں وہ موجود تھا۔ وزنی چٹان
اس کے جھکے ہوئے شانوں پر گری، اس کے پیچھے ایک دوسری چٹان
آ رہی تھی۔!

"ڈیڈی۔ ڈیڈی۔" فرزان نے کانپتے ہوئے پروفیسر کا بازو
بھینچ لیا۔ پروفیسر بھی تھوک نگلتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ اب بڑی چٹان
جس پر وہ طاقت صرف کر رہا تھا، اپنی جگہ چھوڑ چکی تھی اور اس کے جگہ چھوڑتے
ہی اس کے اوپر جو کچھ تھا، وہ ایک خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ نیچے آ رہا
تھا۔ بڑے بڑے منوں وزنی پتھر اس کے جسم پر گر کر اچھل رہے تھے، اور پھر
ان کی تعداد اتنی ہو گئی کہ اس کا جسم ان پتھروں میں چھپ گیا۔ وہ چھوٹے
بڑے پتھروں میں دفن ہو گیا تھا۔!

"یہ۔ یہ کیا ہوا ڈیڈی۔؟" فرزانہ کی بھرائی ہوئی آواز نکلی۔
لیکن پروفیسر خاموش کھڑا تھا۔ وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے پتھروں کے اس ڈھیر
کو دیکھ رہا تھا جس کے نیچے وہ موجود تھا۔ گوشت پوست کے کسی انسان کی زندگی
کا تصور بھی حماقت تھی۔ ان سنگی چٹانوں کے نیچے سے کسی کا زندہ نکل آنا ناقابلِ
یقین بات تھی۔ وہ ان غیر متحرک پتھروں کو دیکھتے رہے۔

"وہ۔ وہ مر گیا ڈیڈی۔ وہ ان بھاری چٹانوں کے نیچے دب
کر ہلاک ہو گیا۔" فرزان لرزتے ہوئے بولی۔ لیکن دوسرے لمحے فرزانہ چیخی۔
"وہ دیکھو۔ وہ دیکھو باجی۔" اور سب چونک پڑے۔ ایک
وزنی چٹان فضا میں بلند ہو رہی تھی۔ دو ہاتھ اسے بلند کئے ہوئے تھے۔ پھر
چٹان اچھل کر ایک طرف جا پڑی۔ اس کے بعد پتھر خود بخود لڑھکنے لگے۔
وہ اچھل اچھل کر دوسری طرف گر رہے تھے۔ اور پھر وہ ان کے نیچے سے نکل
آیا۔ وہ اپنے جسم کی گرد جھاڑ رہا تھا۔ ایک چٹان پر چڑھ کر وہ کودا۔
اور پھر ان کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے جسم یا کپڑوں پر ایک بھی سرخ نشان
نہیں تھا۔ چند منٹ کے بعد وہ ان کے قریب پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں
میں مسکراہٹ تھی۔!

"مجھے افسوس ہے پروفیسر۔ کہ یہ ایک بچکانہ حرکت تھی لیکن
کو جو کچھ کہتا رہا ہوں، اس کی وہ اہمیت نہ تھی جو اس کے بعد ہو گی۔ میں کہ
ہوں کہ ایسے ایسے بہت سے تماشے میں آپ کو دکھا سکتا ہوں۔ لیکن یہ تہذ
کا ابتدائی دور نہیں ہے۔ ان لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے ایسے شعبدوں
ضرورت ہوتی تھی۔ آج کے لئے دلائل اور میرا کتب خانہ کافی ہے، اپنے
کے یا اس سے پہلے کے کسی بھی محقق کی کوئی تصنیف اٹھا کر دیکھ لو۔ جن
میں تہذیب کا ارتقاء ہوا ہے، میری گفتگو اس سے الگ نہیں ہے۔ فرق
اتنا ہے کہ انہوں نے تاریخ کے حوالوں سے اپنی تصانیف مرتب کی ہیں اور
نے ان ادوار میں سانس لی ہے۔"

"تم بے حد عجیب ہو۔ تم انتہائی حیرت انگیز ہو۔" پروفیسر
منہ سے نکلا۔

"مجھے اس دور کے لئے کوئی نام نہ دو گے پروفیسر۔؟" اس
مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے لئے کوئی نام تلاش کرنے میں ناکام رہوں گا۔
صدیوں کے مسافر ہو۔ میں تمہیں صدیوں کا بیٹا ہی کہہ سکتا ہوں۔" پروفیس
کہا اور وہ مسکرانے لگا۔ پھر اس نے پروفیسر کا ہاتھ پکڑا اور مسکرا
ہوئے بولا۔

"آؤ پروفیسر۔ آرسانہ کی کہانی مکمل کر لیں۔ تماشے تو ہوتے
رہیں گے۔ آؤ۔ میں تمہیں زندگی کا رس پلاؤں۔ اسے پی کر تم خود کو
بوڑھا نہ محسوس کرو گے۔" وہ پروفیسر کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی
کے بعد وہ اپنی لیبارٹری میں تھا۔

"یہ لیبارٹری تمہارے لئے حیرت انگیز ہو گی پروفیسر۔ میں
باقاعدہ سائنسدان نہیں ہوں۔ لیکن سائنس کا تصور آج کا نہیں ہے
نے اپنی ضروریات سے ہٹ کر بھی بہت کچھ سوچا ہے۔ اس کے ذہن
کے ذرے ذرے کا تصور ہمیشہ سے ہے اور حالات نے جب بھی اسے
فراہم کی ہیں اس نے کائنات کے بارے میں سوچا ہے۔ اس پر کام کیا
اگر وہ اس کام کو مکمل نہیں کر سکا، تب بھی اس نے دوسروں کے لئے
ضرور ہموار کر دیئے ہیں اور انسان ایک دوسرے کی مدد سے آگے بڑھا
ہے۔ میں تمہیں اپنی پیش گوئی کی وہ کتاب دکھاؤں گا جس میں، میں
انسان کے اس دور کے بارے میں بھی کہا ہے۔ پھر میں تم سے پوچھوں
میری پیش گوئی کس حد تک درست ہے۔"

اس نے ایک عجیب ساخت کی ٹنکی کے ڈھکن کو کھولا

سرخ رنگ کی بھاپ بلند ہونے لگی۔ ٹنکی میں ایک سرخ سیال کھول رہا تھا۔ اس نے
گھونٹتے ہوئے سیال کا ایک گلاس بھرا۔ "یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے پروفیسر جسے
پیتے ہوئے تم سوچو کہ اس کا ٹکراؤ تمہاری مذہبی قیود سے تو نہیں ہے۔ اس لئے
پی لو اسے۔ تم خود میں نمایاں تبدیلی محسوس کرو گے۔"

پروفیسر نے گلاس لے لیا۔ اس کا خیال تھا کہ گلاس سخت گرم
ہوگا کیونکہ سیال کھول رہا تھا اور گلاس سے بھی سرخ بھاپ اٹھ رہی تھی۔ لیکن
گلاس بہت ٹھنڈا تھا، اس سے اٹھنے والی بھاپ بھی بالکل سرخ تھی۔ پروفیسر اسے
ناک کے قریب لے گیا۔ اس کی خوشبو نہایت خوشگوار تھی، تب پروفیسر نے
گھونٹ گھونٹ کر کے اسے پی لیا۔ اسے اپنے جسم میں سرور کی لہریں دوڑتی محسوس
ہوئیں۔ اس اثنا میں اس نے دو گلاس بھر کر لڑکیوں کی طرف بڑھائے تھے۔
لڑکیوں نے جھجکتے ہوئے گلاس لے لئے اور پھر انہوں نے بھی گلاس خالی کر کے
اس کی طرف بڑھا دیئے۔

"درحقیقت اس کی تاثیر حیرت انگیز ہے۔" پروفیسر نے اعتراف کیا
"لیکن۔ ایک بات میرے ذہن میں چبھ رہی ہے۔"

"وہ کیا پروفیسر۔؟" اس نے پروفیسر کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتے
ہوئے پوچھا۔

"تم نے یہ تمام چیزیں کہاں سے دریافت کیں۔؟"

"دراصل۔ زندگی کے ابتدائی دور سے نکل کر جب میں نے تہذیب
کے دور میں قدم رکھا تو سوچنے سمجھنے کی قوت دوسروں کی بہ نسبت میرے ذہن
میں زیادہ تھی پروفیسر۔ دوسرے سلسلوں سے ہٹ کر میں نے فرصت میں ایسے
لوگوں کو تلاش کیا، جو انسانیت کو ترقی کی راہ پر لے جانے کے لئے سرگرم تھے، ہر
دور میں ایسے لوگوں کا ہمعصر رہا۔ ان کی تحقیقات سے میں فیضیاب ہوتا
رہا۔ بہت سے نکتے جو ان کے ذہنوں میں پوشیدہ تھے اور کسی طور وہ انہیں
حل نہ کر پاتے تھے، میں نے اپنی کوششوں سے حل کئے۔ ان کی زندگی نے ان کا
ساتھ نہ دیا جو وہ اپنا کام مکمل کرتے، لیکن اگر میرے ذہن میں کوئی گرہ رہ جاتی
تو پھر اس کی لگن میں لگ جاتا، اور جو کام وہ مکمل نہ کر سکتے تھے، میں مکمل کر لیا کرتا
تھا۔ آج کے دور میں ان لوگوں کے نام احترام سے لئے جاتے ہوں گے۔ انہیں
اہل تہذیب کہا جاتا ہوگا، یا ممکن ہے ان میں سے کچھ لوگوں کے نام منظر عام پر
نہ آئے ہوں کیونکہ انسان کی معلومات محدود ہے، لیکن میں جانتا ہوں وہ کیا
تھے۔ انہوں نے کیا کیا ہے۔ ان سب کی تحقیقات کا نچوڑ حاصل کر کے میں نے
اس میں اپنی ذہانت شامل کی ہے پروفیسر۔ لیکن ۔۔۔ میں اس ذہانت سے
فائدہ اٹھاتا رہا ہوں۔ کیونکہ میرے ذہن میں خود پرستی کبھی نہیں آئی میں نے
خود کو دنیا سے روشناس کرانے کے بارے میں کبھی نہیں سوچا، میں تو الگ تھلگ
انسان ہوں، جو اپنے طور پر زندگی گزار رہا ہوں۔"

"خوب۔ تو تم نے دنیا کے مشہور ترین لوگوں شلاً افلاطون،
سقراط، بقراط اور لقمان وغیرہ کے ساتھ بھی زندگی گزاری ہے۔؟"

"یہ سب نام میرے لئے اجنبی ہیں۔ ممکن ہے یہ بہت بعد کے
انسان ہوں۔ ان سے پہلے کے لوگوں سے میں واقف ہوں۔"

"ہوں۔!" پروفیسر نے ایک گہری سانس لی، وہ لیبارٹری سے
نکل کر پھر اسی جگہ آ گئے جہاں ان کی نشست ہوتی تھی۔!

"پہاڑ والوں کا کیا ہوا۔؟" فروزاں بول اٹھی۔ اور اس نے
مسکراتے ہوئے فروزاں اور پھر فرزانہ کی طرف دیکھا۔ پھر ایک گہری سانس لیکر
گردن جھکالی۔

"سیاہ رو فاتح آرسانہ میں داخل ہوئے۔ ان کے دلوں میں نفرت
تھی، انتقام کی خواہش تھی، لیکن وہ لاتوئی کے حکم کے خلاف نہیں چل سکتے تھے۔ وہ
ان سے انتقام نہیں لے سکتے تھے۔ آرسانہ کے سفید فاموں کو پناہ دی گئی، ان
سب کو حکم دیا گیا کہ سیاہ فاموں کی اطاعت کریں، ان کے ساتھ مل جل کر زندگی
گزاریں۔ اور اگر انہوں نے کبھی سرکشی کی تو موت ان کے لئے آسان ہو جائے گی۔ اور
آرسانہ والوں نے وفاداری کا ثبوت دیا۔ تب بارک شہنشاہ کے محل میں
داخل ہو گیا۔ ارکاک بھی اس کے ساتھ تھا، لیکن وہ دونوں ہی میرے ممنون تھے۔
ان کے خیال میں میری وجہ سے انہیں یہ فتح حاصل ہوئی تھی۔!

بلاشبہ سیاہ فام فاتح کسی طور آرسانہ کے سفید فاموں سے کم نہ تھے
انہوں نے آرسانہ کا پورا نظام اس طرح سنبھال لیا جیسے وہ چل رہا تھا۔ یہ میری
تجویز تھی۔ میں نے بارک کو بتایا کہ ابتداء میں پورے نظام کو سمجھنے کے لئے اسے
سفید فاموں کی ضرورت ہے۔ وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ انہیں اپنے
ساتھ شامل کرے۔ اور بارک نے یہی کیا۔ اس نے آرسانہ کے ذہین لوگوں کو
اپنے قریب ہونے کا موقع دیا۔ اور ان کے ساتھ مل کر کام کرنے لگا۔

بہت سے سورج نکلے، غروب ہوئے، اور پھر آرسانہ پر بارک کا
مکمل کنٹرول ہو گیا۔ اب کوئی دقت نہیں تھی۔ سیاہ فاموں کے لئے نئے مکان
تعمیر ہو رہے تھے۔ سفید فام اور سیاہ فام مل کر کام کر رہے تھے۔ کھیتیاں وسیع
کی جا رہی تھیں۔ زمین میں سوراخ کر کے پانی کے حصول کا انتظام ہو رہا تھا۔ میرا
تجربہ بھی ان تمام کاموں میں شامل تھا۔ میری حیثیت منفرد تھی۔ محل کا ایک
خوبصورت گوشہ میرے لئے تھا، جہاں رات کی پرسکون تنہائیوں میں آکاشا
کی نرم بانہیں میری گردن میں حمائل ہوتیں۔ آکاشا نے سب کچھ فراموش کر دیا تھا،

وہ صرف مجھ میں گم ہو گئی تھی، اور میں بھی اس کی محبت کی بھرپور پذیرائی کر رہا تھا،
اور پھر جب تمام کام مکمل ہو گئے تو بارک نے آرسانہ کے حکمراں کی حیثیت سے
میرا نام لیا۔ کون تھا جو اس بات پر خوش ہو کر سوچ کا بیٹا ان کا حکمراں ہو گا! کسی کو
اعتراض نہیں تھا، اعتراض صرف مجھے تھا۔ چنانچہ میں نے ارکاک اور باروک کو سمجھایا
"میرے لئے یہ کسی طور ممکن نہیں ہے باروک کہ میں انسانوں پر حکمرانی
کروں ۔ میں تمہارے درمیان موجود ہوں ۔ میں تمہارے ساتھ شریک ہوں میری
مدد تمہارے ساتھ رہے گی ۔ حکمراں تم ہو گے باروک ۔ میں تمہیں صرف ہدایات دوں گا
اور تم ان پر عمل کرو گے ۔ اور یہ ہدایات تمہارے قدم مضبوط کریں گی ۔ اس کے
علاوہ میں تمہارے لئے اور کچھ نہ کر سکوں گا۔"
"یہ سب کی خواہش تھی سوچ کے بیٹے۔"
"اور یہ میری خواہش ہے۔" میں نے کہا۔ "میں تمہیں اپنے ہاتھوں
سے حکمرانی کا تاج پہناؤں گا۔" اور میری خواہش کا احترام کیا گیا۔ باروک کو میں
نے اپنے ہاتھوں سے شہنشاہ بنایا اور پورے آرسانہ میں خوشیاں منائی گئیں۔
ان خوشیوں میں آرسانہ کے قدیم باشندے بھی شریک تھے۔ باروک حکمرانی کرنے
لگا۔ اور میں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ پورے آرسانہ میں امن و سکون کی زندگی
گزرنے لگی۔ آرسانہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ انسانوں کی سہولتوں کے لئے کام
کئے جانے لگے ۔ ان میں ارکاک پیش پیش تھا۔ بے شک بوڑھا ارکاک بے پناہ
ذہانت کا مالک تھا، اس کے ذہن میں تحقیقاتی جراثیم موجود تھے۔ اور جب آرسانہ
کے لئے اس کا کام مکمل ہو گیا تو اس نے اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ ستاروں کی
چالیں معلوم کرنے کا شوقین تھا، اور جب اس نے مجھے اپنے ساتھ شریک کر لیا تو وہ
دو آتشہ ہو گیا۔ تو پروفیسر ہم دونوں نے ستاروں کی گردش پر نگاہ رکھنی
شروع کر دی، اور تھوڑے عرصے میں ہم نے علم نجوم پر دسترس حاصل کر لی۔ ہم آرسانہ
کے موسم کے بارے میں پیش گوئی کر سکتے تھے۔ انسانوں پر موسم کے جو اثرات ہوتے
ان پر ہم بہت کچھ سوچ سکتے تھے۔ در حقیقت میں نے ارکاک سے بہت کچھ
سیکھا، لیکن ارکاک میری بالادستی تسلیم کرتا رہا۔ اس کے ذہن میں جو نئی
بات آتی وہ مجھ سے کہتا ۔ اور میں اس پر اپنی ذہنی توانائیاں صرف کر کے اس بات
کو تکمیل تک پہنچا دیتا ۔ یوں میں علم نجوم میں یکتا ہو گیا۔ وقت گزرتا رہا۔ آکاشا
کے سر کے بال چاندی کے تاروں میں بدلنے لگے۔ باروک بوڑھا ہو گیا، اس کی
اولادیں جوان ہونے لگیں۔ ارکاک مر گیا۔ پھر باروک بھی مر گیا اور میں نے
اپنے ہاتھوں سے اس کے بیٹے کو تخت نشین کر دیا۔ پھر جب آکاشا بھی بوڑھی
ہو کر مر گئی تو میرا دل آرسانہ سے اُچاٹ ہو گیا۔ میں چاہتا تو آرسانہ کی کوئی
بھی حسین لڑکی میری آغوش کی زینت بن سکتی تھی ۔ لیکن پروفیسر میرے
دل نے اسے قبول نہ کیا ۔ میں وہاں ایک معزز اور مقدس شخصیت کا مالک تھا۔
لڑکیاں میری نگاہوں کے سامنے پیدا ہو کر جوان ہوئی تھیں، اس لئے میں
انہیں اپنے تصرف میں نہیں لا سکتا تھا ۔ !
تب ایک رات ۔ تنہائی میں، میں نے آرسانہ کو چھوڑنے کا
فیصلہ کر لیا۔ میں نے سوچا میں نئے جہان تلاش کروں جہاں میری حیثیت
اجنبی ہو ۔ "
اب میں آرسانہ میں تنہا رہ گیا تھا ۔ وہ لوگ مر چکے تھے
جن کے ساتھ میں آرسانہ میں داخل ہوا تھا ۔ نئے نئے لوگ میرے سامنے
تھے ۔ گو میری عزت اسی انداز میں ہوتی تھی میں ایک طرح سے ان کا دیوتا
بن گیا تھا ۔ وہ محل جس میں میں رہتا تھا اب ایک معبد کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔
باروک کے بیٹے نے اپنے لئے ایک نیا محل بنوا لیا تھا اور اس محل میں چند غلاموں
کے ساتھ میں رہتا تھا، باروک کا بیٹا مجھے تعظیم دیتا تھا ۔ وہ ہفتہ میں ایک بار
مجھ سے دعائیں لینے آتا تھا ۔ لیکن ۔ میں اب آرسانہ سے بیزار ہو گیا تھا۔
میں کسی نئی دنیا میں جانے کے لئے بے چین تھا ۔ میں جانتا تھا کہ اگر میں نے اپنی
اس خواہش کا اظہار ان لوگوں سے کر دیا تو پورا آرسانہ میری منت کرنے کے
لئے آ جائے گا ۔ وہ تمام برکتیں میرے دم سے سمجھتے تھے ۔ وہ مجھے بہت بڑا
اوتار مانتے تھے ۔ چنانچہ میں نے خاموشی سے یہاں سے نکل جانے کا فیصلہ کر لیا
اور پھر ایک رات، میں نے ایک مضبوط گھوڑا اور چند ہتھیار لئے، اور جب چاند
آخری سفر کر رہا تھا، آرسانہ گہری نیند سو رہا تھا، میں اپنا اثاثہ یعنی چند کتابیں
لے کر چل پڑا، یہ کتابیں میں نے ہر دور میں زندگی سے عزیز رکھی ہیں پروفیسر
سچ پوچھو تو یہی میرا سرمایہ ہے ۔ میں جب بھی جاگتا ہوں انہیں دیکھ کر تر و تازہ
ہو جاتا ہوں ۔ !
رات کی تاریکی میں، میں ایک سمت چل پڑا، کسی نے مجھے نہیں دیکھا
تھا، کوئی منزل متعین نہیں کی تھی، بس چل رہا تھا ستاروں کے نقشے سے
میں نے ایک ایسی سمت متعین کی تھی جس طرف میں کبھی نہیں گیا تھا ۔ رات
گزرتی رہی ۔ سورج نکل آیا ۔ روشنی میں، میں نے ایک صحرا دیکھا ۔ بلاشبہ
میں نے رات کے اس مختصر حصے میں کافی سفر کیا تھا، آرسانہ کے نقوش دور
دور تک نہیں تھے ۔ میں نے سورج کی پرواہ نہیں کی، چلتا رہا ۔ البتہ جب میں
نے گھوڑے میں تھکن کے آثار محسوس کئے تو ایک مناسب جگہ قیام کر لیا
میرے پاس ہتھیار تھے، صحرائی جانوروں کی کمی نہیں تھی، جب ضرورت ہوتی
شکار کر لیتا، گھوڑے کے لئے البتہ بعض اوقات پریشانی اٹھانی پڑتی۔
اس کے لئے مناسب جگہوں سے خوراک کا ذخیرہ بھی کرنا پڑتا ۔
زمین کی طوالت طے ہوتی رہی ۔ دن رات گزرتے رہے

منزل نامعلوم تھی۔ نہ جانے کتنے سورج سر سے گزرے، نہ جانے کتنے چاند نکلے۔ سفر جاری رہا۔ اور پھر ایک طویل عرصے کے بعد میں نے انسانوں کی شکل دیکھی۔ پتھر کے ٹکڑوں سے ایک کنواں بنا ہوا تھا۔ اور یہ انسان اس کے گرد آرام کر رہے تھے۔ میں ان کی طرف بڑھ گیا۔ نہ جانے کیوں انسانوں کو دیکھ کر میں نے اپنے دل میں خوشی محسوس کی تھی۔ میرا گھوڑا تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا ان انسانوں کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر میں گھوڑے سے اتر گیا۔ نہ جانے کیوں مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ یہ ساکت لوگ آرام نہیں کر رہے تھے، بلکہ ان میں زندگی نہیں تھی۔ ہاں یہ مردہ تھے۔ میں نے جھک کر ان میں سے ایک کو دیکھا۔ وہ اوندھا پڑا ہوا تھا، میں نے اسے شانے سے پکڑ کر سیدھا کیا۔ تب مجھے اس کے پہلو میں ایک خنجر پیوست نظر آیا۔ زخم سے بہنے والا خون خشک ہو گیا تھا۔ میں اس کی شکل دیکھتا رہا، عجیب سی ہیئت تھی اس کی۔ جسم پر باقاعدہ لباس تھا۔ ایک کپڑا سر سے بھی بندھا ہوا تھا۔ تمام لوگوں کے لباس یکساں تھے۔ اور سب کے سب ہی مردہ تھے۔ سب کے جسموں پر خون تھا۔ تب میں نے پریشان نگاہیں چاروں طرف دوڑائیں —— اور بہت دور مجھے کچھ گھوڑے چرتے ہوئے نظر آئے۔ یہ غالباً انہیں لوگوں کے گھوڑے تھے۔ لیکن نہ جانے کس نے انہیں قتل کر دیا تھا، کیوں قتل کر دیا تھا، ان کے چہروں سے کسی بات کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ میں نے الٹ پلٹ کر ان کی لاشیں دیکھیں اور پھر کچھ نہ سمجھ کر ایک گہری سانس لے کر آگے بڑھ گیا۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ کوئی بستی قریب ہے۔ انسانوں سے جلد ملاقات ہونے والی ہے نہ جانے کیسے لوگ ہیں۔ نہ جانے کس انداز میں پیش آئیں لیکن بہرحال مجھے فکر نہیں تھی۔ میں تو ہر قسم کے لوگوں میں جگہ بنانے کا عادی تھا۔ گھوڑا دوڑتا رہا۔ یہ وفادار جانور شروع سے باوفا ہے اسے ہمیشہ انسانوں سے محبت رہی ہے۔ وہ میری طرح طاقتور نہیں تھا۔ لیکن بہرحال میرے بوجھ کو گھسیٹ رہا تھا، یہاں تک کہ مجھے ایک بہت بڑا حصار نظر آیا۔ یہ حصار گہرائی میں تھا اس لئے یہاں سے صاف نظر آتا تھا اس کی دیواریں کافی اونچی تھیں، اس لئے اندر کا ماحول تو نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن اس کے طول و عرض کا پتہ ضرور چل جاتا تھا۔ اس کے سامنے کے رخ لکڑی کا ایک عظیم الشان دروازہ تھا۔ جو بند تھا۔ فصیلوں کی بلندیوں پر بہت سے انسان نظر آ رہے تھے۔!

میں بلندی سے ان کا جائزہ لیتا رہا۔ اور پھر میں نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ تب وہ چوکور لکیر نمایاں ہونے لگی جو دور سے سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ یہ لکیر ایک گہرا گڑھا تھا جو دروازے کے سامنے اور حصار کے چاروں طرف موجود تھا، اس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ میں غور کرنے لگا۔ یقیناً یہ حفاظتی گڑھا تھا، جو شاید دشمنوں کو اندر آنے سے باز رکھنے کے لئے بنایا گیا تھا۔

میں اس ذہانت کی دل میں داد دیئے بغیر نہ رہ سکا، یقیناً اس حصار کے باسی ذہین لوگ ہوں گے اور میں ان لوگوں سے ملاقات کرنا چاہتا تھا، چنانچہ میں آگے بڑھتا رہا اور پھر پانی کی اس خندق کے کنارے پہنچ گیا۔

تب میں نے چیخ کر کہا۔

"بستی کے لوگو۔ دروازہ کھولو۔ مجھے اندر آنے کا راستہ بتاؤ، میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔" فصیلوں پر کھڑے ہوئے لوگ میری طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ ہاتھ ہلا کر دوسرے لوگوں کو بلا رہے تھے، اور اس طرح بہت سارے لوگ بلند فصیلوں پر جمع ہو گئے۔ نہ جانے وہ میرے بارے میں کیا صلاح مشورے کر رہے تھے۔ میں ان کی طرف دیکھ کر چیختا رہا تھا۔!

پھر دفعتاً بہت سے لوگ پیچھے ہٹے۔ ان کے ہاتھوں میں نہ جانے کیا چیز تھی۔ میں اسے نہ سمجھ سکا، لیکن پھر بہت سے نوکیلے ہتھیار میری طرف لپکے ان ہتھیاروں سے میں ضرور واقف تھا، یہ چھوٹے نیزے کی شکل کے تھے بہت سے نوکدار ہتھیار میرے جسم سے ٹکرائے لیکن وہ میرے جسم پر اثر انداز ہونے کی قوت نہیں رکھتے تھے۔ ہاں ان میں سے کچھ میرے گھوڑے کے جسم میں ترازو ہو گئے۔ گھوڑا زور سے اچھلا، واپس پلٹا اور میں اس کی پشت سے گر پڑا، لیکن نوکیلے ہتھیار بدستور برس رہے تھے۔ چند اور ہتھیار گھوڑے کے لگے اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اس نے میری نگاہوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا۔ مجھے اس بے زبان دوست کی موت پر بہت غصہ آیا۔ اور میں نے دانت پیس کر کہا۔

"او مردودو۔ کیوں اپنی موت کو دعوت دیتے ہو۔ دروازہ کھول دو۔ ورنہ ——" لیکن میری بات کے جواب میں بھی نوکیلے تیر برستے رہے۔ یقیناً وہ اچھے لوگ نہیں تھے۔ مجھے ان پر شدید غصہ آ گیا۔ انہیں میرے جسم سے ٹکرا کر ناکام ہونے والے ہتھیاروں پر سخت حیرت تھی۔ چند منٹ کے بعد ہتھیار برسنا بند ہو گئے۔

میں کھڑا انہیں دیکھتا رہا۔ وہ دو حصوں میں بٹ گئے تھے۔ پھر ان میں ایک اور شخص نمودار ہوا۔ یہ رنگین لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس کے چہرے پر داڑھی تھی۔ ہاتھ پاؤں کا بھی بہت مضبوط نظر آتا تھا۔ وہ مجھے دیکھتا رہا اس کی شخصیت سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ان لوگوں کا شہنشاہ یا دوسری کوئی معزز شخصیت ہے۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ ہلائے اور واپس پلٹ گیا۔ میں اب بھی غصے سے کھول رہا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں نے خوفناک چرچراہٹ کے ساتھ عظیم الشان دروازے کو ایک پل کی طرح خندق پر چھاتے

دیکھا اور جوں ہی وہ زمین سے نکلا۔ بے شمار انسان گھوڑوں پر سوار باہر کی طرف لپکے۔ آن کی آن میں انہوں نے میرے گرد حصار بنا لیا۔ وہ تلواریں لہرا لہرا کر کچھ کہہ رہے تھے۔ میں اُن کے الفاظ، ان کے اشاروں کو سمجھتا رہا۔ میں نے اپنی پُراسرار ذہانت سے کام لیا۔ اور ان کی زبان سے واقف ہو گیا۔ وہ مجھے اندر چلنے کا حکم دے رہے تھے۔ تب میں ان کے ساتھ اندر چل پڑا۔ اپنے گھوڑے کی موت کا مجھے افسوس تھا، ان لوگوں نے اسے بے گناہ قتل کر دیا تھا، لیکن بہرحال، طویل عرصے کے بعد مجھے ایک نئی دنیا دیکھنے کو ملی تھی میں یہاں دشمنوں کے انداز میں نہیں داخل ہونا چاہتا تھا۔ میں نے خود پر قابو پا لیا، ورنہ جتنے لوگ مجھے گرفتار کرنے آئے تھے انہیں تو میں چند سیکنڈ میں قتل کر سکتا تھا!

چوبی دروازے سے گزر کر میں اندر شہر میں داخل ہو گیا۔ درمیانے قسم کا شہر تھا، گندہ اور بدبودار۔ عمارتیں بھی کشادہ اور صاف ستھری نہیں تھیں، اس کی بہ نسبت آرسانہ بہت اچھا شہر تھا، مجھے گرفتار کر کے لانے والے مجھے لے کر چل پڑے، سب سے پہلے میری نگاہ جس چیز پر پڑی وہ لکڑی کے موٹے موٹے ستون تھے جن سے رسیاں بندھی ہوئی تھیں اور ان رسیوں سے لاشیں لٹکی ہوئی تھیں۔ ان لاشوں کی تعداد درجنوں سے زیادہ تھی۔ سب ایک لائن سے لٹکے ہوئے تھے، میں چونک کر رک گیا۔ تب گھوڑوں پر سوار سپاہیوں نے میرے جسم میں لمبے نیزے چبھو کر مجھے آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا۔

میں ذہنی طور پر اُلجھا ہوا تھا، لیکن بہرحال ان نئے لوگوں کے بارے میں جاننے کا خواہشمند تھا، مجھے احساس ہوا کہ اس آبادی کا حکمراں شاید آرسانہ کے شہنشاہ سے بھی زیادہ سنگدل ہے۔ گھوڑ سوار سپاہی مجھے ایک بھدی پتھروں کی عمارت کے قریب لے گئے۔ چوبی دروازے کو کھول کر مجھے اندر دھکیل دیا گیا۔ اندر بہت سے لوگ موجود تھے۔ تباہ حال۔ بھوکے پیاسے، برہنہ جسم۔ سوکھے ہوئے ہڈیوں کے ڈھانچے۔ اُن کے ساتھ کچھ قوی ہیکل لوگ بھی تھے جو کوڑے لئے اِدھر اُدھر پھر رہے تھے۔ میں اس وسیع عمارت کی بلند دیواروں کو دیکھنے لگا! بلاشبہ یہ قیدی یہاں سے فرار نہیں ہو سکتے تھے! لیکن یہ کون تھے۔۔؟ کیوں قید تھے۔۔؟ اس سلسلے میں فی الحال کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔۔!

میں پوری عمارت کی سیر کرتا رہا۔ قیدیوں میں عورتیں بھی تھیں، بچے بھی اور بوڑھے بھی۔ سب کی حالت تباہ تھی۔ وہ قابلِ رحم تھے۔ پوری عمارت دیکھنے کے بعد میں ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ مجھے فیصلہ کرنا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ ان قیدیوں کے سلسلے میں، میں حیران بھی تھا۔ بہرحال، میں انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ تمام قیدی بھوکے تھے۔ پورے دن انہیں کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں دی گئی تھی۔ رات ہونے سے قبل کچھ لوگ عمارت کے چوبی دروازے سے اندر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے لکڑی کے برتن لٹکے ہوئے تھے جن میں ایک بدبودار سیال تھا، جس سے بھاپ اُٹھ رہی تھی۔ قیدی لکڑی کے پیالے لے کر لائن سے بیٹھ گئے اور آنے والے تھوڑا تھوڑا سیال ان پیالوں میں ڈالنے لگے۔ میں بھی بھوکا تھا، لیکن جس انداز میں یہ سیال دیا جا رہا تھا اور جو اس کی کیفیت تھی اس کے تحت میں کسی قیمت پر اسے پینے کے لئے تیار نہیں تھا!

وہ لوگ میری طرف بھی آئے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"تمہارا برتن کہاں ہے؟"

"یہ نیا آیا ہے؟" دوسرے نے کہا۔

"اوہ۔ تب پھر آج اسے بھوکا رہنے دو۔" پہلے نے نخوت سے کہا اور وہ آگے بڑھ گئے۔ میں خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گیا۔ ابھی ان سے الجھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا، تاوقتیکہ حالات معلوم نہ ہو جائیں۔ اسی وقت میں نے درمیانی عمر کے ایک آدمی کو پکڑ لیا۔

"سنو،" میں نے اس سے کہا۔ "میں اس قید خانے میں نیا آیا ہوں، مجھے نہیں معلوم کہ تم لوگوں کو یہاں کیوں قید کیا گیا ہے۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے" اس شخص نے حیرت سے مجھے دیکھا اور بولا۔ "کیا تم بھی اسی لئے قید نہیں کئے گئے جس لئے ہم۔۔؟"

"نہیں۔ میری قید کی کوئی وجہ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا

"آہ۔ یہ قید ہماری وفاداری کا امتحان ہے۔ ہم اس روشنی کے پجاری ہیں جو پہاڑوں میں پھوٹتی ہے۔ ہم اس کی باتوں کو حق سمجھتے ہیں جو نیکیوں کے راستے دکھاتا ہے۔ بے شک وہ سچ بولتا ہے۔ بلاشبہ وہ سچ کہتا ہے۔ طاآس ہماری طرح انسان ہے، وہ کسی کا معبود نہیں ہو سکتا۔ طاآس ایک حقیر کیڑا ہے جو بہرحال فنا ہو جائے گا، ہمارا گناہ یہی ہے کہ ہم طاآس کو معبود نہیں مانتے۔ ہم اسے معبود سمجھتے ہیں جو پہاڑوں میں رہتا ہے، جو روشنی طلوع کرتا ہے۔ ہم طلوع کے پجاری ہیں اور طاآس ہمیں اپنی محکومی پر مجبور کرتا ہے۔ ہم اسے حاکم روحانی نہیں مان سکتے، خواہ وہ ہم میں سے ہر ایک کو فنا کر دے۔!"

"کیا روشنی کے پجاریوں کی تعداد صرف اتنی ہے جتنے یہاں موجود ہیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ جہاں جہاں طاآس کی حکومت ہے وہاں لوگوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔ روشنی کو معبود سمجھنے والوں کی تعداد بہت بڑی ہے ہر جگہ ان کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے، لیکن اہلِ وفا اندرانہ زندگی بیتا

ہیں، کرتے رہیں گے۔" بوڑھے نے پُرجوش انداز میں کہا اور میں نے اپنے ذہن میں ایک خوشگوار سی کیفیت محسوس کی۔ میں زندگی کے ایک نئے باب سے روشناس ہو رہا تھا پروفیسر۔ یوں سمجھو مذہب کی ابتداء ہو گئی تھی۔ عقائد کے پروانوں نے اصولِ زندگی پر نثار ہونا سیکھ لیا تھا۔ انسانیت تشکیل پا رہی تھی۔ گو اس کی شکل بھدی اور بے خدوخال تھی۔ لیکن ارتقاء کی منازل طے ہو رہی تھیں۔ اس رات میں نے اپنا کردار تلاش کیا۔ نئے لوگوں میں خود میری اپنی پوزیشن کیا ہونی چاہیئے۔ مجھے کس کا ساتھ دینا چاہیئے۔ میں کسی کو معبود نہیں مان سکتا تھا۔ طاآس بھی ایک انسان تھا۔ ان قیدی انسانوں کی مانند۔ اسے بھی کوئی قید کر سکتا تھا، جبکہ یہ لوگ مجھے قید رکھنے کے مجاز نہیں تھے۔ یہ جھگڑا اعتقاد و اقتدار کا تھا۔ میں نے اس سے دور ہی رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ ان لوگوں کی مظلومیت پر تھوڑا سا افسوس ضرور ہوا تھا۔ لیکن یہ ایک جگہ محدود نہیں تھے۔ میں انہیں کہاں کہاں سہارا دیتا۔

دوسری صبح حسبِ معمول تھی۔ قیدیوں سے یہاں کوئی کام نہیں لیا جاتا تھا۔ البتہ ان پر نگرانی سخت رکھی جاتی تھی۔ کوڑے بردار سپاہی ان کی ایک ایک نقل و حرکت کا جائزہ لیتے رہتے تھے، اور جب انہیں کوئی ناپسندیدہ حرکت نظر آتی تب بے مقصد کوڑے برسانا شروع کر دیتے۔ تمام دن اسی کیفیت میں گزارا۔ اور پھر شام ہو گئی۔ شام کو حسبِ معمول لکڑی کے برتنوں میں سیال لایا گیا۔ مجھے سخت بھوک لگ رہی تھی، لیکن میں یہ سیال کسی طور پینے کے لئے تیار نہیں تھا، چنانچہ میں نے کچھ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ سپاہی سیال تقسیم کرتے رہے، اور پھر وہ میرے پاس بھی پہنچ گئے۔ !

"تمہارا برتن کہاں ہے۔۔؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔ اور اس سوال پر مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے اطمینان سے گرم سیال کی بالٹی سپاہی کے ہاتھ سے چھینی اور اس کے سر پر الٹ دی۔ سپاہی کی دلدوز چیخوں سے پورے قیدیوں میں سراسیمگی پھیل گئی۔ تب دوسرے بہت سے سپاہی میرے اوپر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے چاروں طرف سے کوڑے برسانا شروع کر دیئے اور کوڑے کھانے کے بعد میں نے دو سپاہیوں کے کوڑے پکڑ کر انہیں جھٹکا دیا اور اپنے قریب کھینچ لیا۔ ان دونوں کی گردنیں میرے آہنی ہاتھوں کے شکنجوں میں پھنسی ہوئی تھیں، سپاہی انہیں میری گرفت سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن میں نے انہیں اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک ان کی بانہیں باہر نہ لٹک گئیں۔ ان دو آدمیوں کی موت پر سپاہی سخت برانگیختہ ہو گئے۔ انہوں نے ہتھیاروں کا استعمال شروع کر دیا، لیکن یہ بھی ان کی نادانی تھی۔ انہوں نے ہتھیاروں سے میرے اوپر حملہ کر کے مجھے ہتھیار فراہم کر دیئے تھے، چنانچہ ایک سپاہی کی چوڑی تلوار میرے ہاتھ آ گئی۔ اور میں نے قید خانے کو سپاہیوں کا [illegible] چیختے چلاتے کونوں کھدروں میں چھپ رہے تھے۔

قید خانے کا ایک ایک سپاہی میرے ہاتھوں قتل ہو گیا تو میں اپنی خون آلود تلوار لہراتا ہوا قید خانے سے باہر نکل آیا۔ دوسرے قیدیوں کو قید خانے سے باہر نکلنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔ میں قید خانے سے تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ سپاہیوں کا ایک غول سامنے سے آتا نظر آیا۔ اور میں تلوار لے کر تیار ہو گیا۔ لیکن پھر میں نے کچھ اور سوچا۔ میں نے سوچا دیکھوں تو یہ لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اگر انہوں نے دوبارہ مجھے اسی قید خانے میں لے جانے کی کوشش کی تو میں انہیں قتل کر دوں گا۔ ہاں اگر مجھے طاآس کے سامنے پیش کیا جائے تو ٹھیک ہے، اس طرح کم از کم مجھے اس سے ملاقات کا تو موقع ملے گا! سپاہیوں نے میرے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا۔ اور مجھے تلوار پھینک دینے کا حکم دیا۔ میں نے تلوار پھینک دی۔ تب وہ گھوڑوں سے اترے اور مجھے رسیوں سے باندھ لیا۔ یہ رسیاں میرے لئے کچے دھاگوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔ لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک روا رکھتے ہیں۔ اس بار مجھے اس قید خانے میں تو نہیں لے جایا گیا، لیکن ایک دوسرے قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہوا، میں نے سوچا۔ اس قید خانے میں، میں تنہا تھا اس کی دیواریں بھی بہت مضبوط تھیں۔ لیکن اب مجھے بھوک ستا رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس بھوک سے کیسے نجات حاصل کروں لیکن اس کے لئے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ مسلح سپاہیوں کا پورا دستہ قید خانے پر پہنچ گیا اور مجھے قید سے نکال لیا گیا۔ اس بار مجھے ایک گھوڑے کی پیشکش کی گئی تھی۔ میں گھوڑے پر سوار ہو گیا اور سپاہی مجھے لے کر چل پڑے۔ جہاں ہم پہنچے وہ شہنشاہ طاآس کا محل تھا۔ ایک طویل رقبے کا احاطہ کئے ہوئے محل بھدے طرزِ تعمیر کا نمونہ تھا۔ تاہم قیمتی سامان سے آراستہ۔ عظیم الشان دروازے سے گزر کر ہم ایک چوڑی روش کو عبور کرتے ہوئے ایک اور دروازے کے سامنے پہنچے۔ اس دروازے کے دوسری طرف طاآس کا دربار لگا ہوا تھا۔ بہت سے لوگ باادب بیٹھے تھے۔ پکے فرش پر جانوروں کی کھالوں کا فرش بچھا ہوا تھا، جو طاآس کے تخت تک چلا گیا تھا۔ طاآس کے قریب اس کی پانچ بیویاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور پروفیسر۔ یہ سب کی سب جوان اور خوبصورت تھیں۔ میں نے دور سے انہیں دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ !

خود طاآس ایک قوی ہیکل جسم کا مالک اور خطرناک شکل کا آدمی تھا۔ یہ وہ شخص نہ تھا جسے فصیل پر دیکھ کر میں نے شہنشاہ سمجھا تھا، اس کی گہری نگاہیں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ سپاہی مجھے لے کر اس کے سامنے پہنچ گئے اور پھر ایک سپاہی نے میری گردن پر ہاتھ رکھ کر سخت آواز میں کہا۔

"جھک جا احمق نوجوان۔ جھک جا اب طاآس کے سامنے۔"

لیکن سپاہی کے بازو کی طاقت مجھے جھکا نہ سکی۔ البتہ میں نے اس کا بازو پکڑا، اُسے زمین سے اٹھایا اور دور اچھال دیا۔

طاآس کی نگاہوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی' اُس نے ہاتھ بلند کیا اور تمام سپاہی پیچھے ہٹ گئے۔ تب طاآس کی آواز گونجی۔

"تم کون ہو جوان۔ کیا تمہارا تعلق ہماری قلمرو سے نہیں ہے؟"

"کیا تم شہنشاہ ہو۔؟" میں نے سوال کیا۔

"نہ صرف شہنشاہ۔ بلکہ تمہاری قسمتوں کا مالک بھی۔"

"تب شاید تم نے میرا رزق بھی ختم کر دیا ہے۔ میں تین روز سے بھوکا ہوں۔" میں نے ازراہِ تمسخر کہا۔

"اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تم نے ہماری معبودیت تسلیم نہیں کی۔"

"جس معبودیت کی ابتداء فاقہ کشی سے ہو۔ اسے کون تسلیم کر سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور شہنشاہ لاجواب ہو کر درباریوں کو دیکھنے لگا۔

"کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تمہیں گستاخی کے باوجود زندگی دی گئی ہے۔"

"زندگی کا تعلق پیٹ سے بھی ہے شہنشاہ۔ یہ انوکھی زندگی میری سمجھ میں نہیں آئی۔!" میں نے بیباکی سے کہا۔ اور شہنشاہ کی تقریباً تمام بیویاں مسکرا اٹھیں۔ درباریوں کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آئی اور غائب ہو گئی۔

"تمہیں اس گستاخی کی سزا موت بھی دی جا سکتی ہے۔"

"تب میری خواہش ہے شہنشاہ۔ کہ مجھے غذا میں زہر دے کر [illegible] بھوکے پیٹ موت قبول نہیں کروں گا اور شاید تمہیں علم ہو چکا [illegible] تمہارے سپاہی مجھے قتل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔"

"تمہارا غرور بھی خاک میں مل جائے گا!" شہنشاہ نے گرجدار آواز میں کہا۔ اور پھر اُس نے ایک درباری کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اسے خوراک مہیا کرو۔"

شہنشاہ کے حکم کی تعمیل ہوئی اور میں نے سکون کا سانس لیا۔ بھنا ہوا بکرا۔ موٹی موٹی روٹیاں اور دوسری چیزیں۔ خاصی عمدہ خوراک تھی۔ تین دن کی بھوک کے بعد اس میں سے کچھ باقی بچنے کی گنجائش نہیں تھی۔ دربارِ عام میں گویا خوش خوراکی کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں، میں نے سب کچھ صاف کر دیا۔ اور پھر شہنشاہ کی شکل دیکھی۔ وہ اپنی بیویوں سے کچھ کھسر پسر کر رہا تھا۔ جب میرے سامنے سے برتن ہٹ گئے تو شہنشاہ نے مجھ سے سوال کیا۔

"اب ہمیں اپنے بارے میں بتاؤ جوان۔ تم کون ہو؟"

"اگر اسی طرح کھانا مہیا کرتے رہو تو تمہارا دوست۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری موت ہی آگئی ہے بے وقوف نوجوان۔ تم شہنشاہ سے دوستی کا اظہار کر رہے ہو۔ وہ عظیم ہے۔ وہ طاقت ور ہے۔ اس کے ایک اشارے پر تمہاری گردن اڑائی جا سکتی ہے۔" ایک درباری نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"یہی تمام خصوصیات مجھ میں ہیں۔ میں عظیم ہوں۔ میں طاقتور ہوں اور کس کی ہمت ہے جو میری گردن اڑا دے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہم نے سُنا ہے کہ تم نے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا ہے۔ ہم تمہاری طاقت کا امتحان لیں گے۔"

"اب میں ہر امتحان کے لئے تیار ہوں شہنشاہ۔" میں نے جواب دیا اور شہنشاہ نے ایک طرف ہاتھ کر کے کوئی اشارہ کیا۔ چند لمحات کے بعد تین دیو ہیکل انسان ایک دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ ان کے اوپری جسم برہنہ تھے۔ نچلے جسم پر انہوں نے عجیب ساخت کے زیر جامے پہن رکھے تھے، جن پر کمر کے قریب رسّی بندھی ہوئی تھی۔ ان تینوں کے جسم فولاد سے ڈھلے معلوم ہوتے تھے، سر بہت بڑے بڑے اور گنجے تھے، گردنیں شانوں سے ملی ہوئی تھیں۔

"اس کے جسم کا ایک ایک عضو علیحدہ کر دو۔" شہنشاہ نے حکم دیا اور وہ تینوں میرے گرد آ گئے۔ وہ لڑاکا مرغوں کی طرح گردنیں جھکائے ہوئے تھے پھر ان میں سے ایک آگے بڑھا اس کے انداز میں لاپرواہی تھی۔ اس نے اپنے قوی ہیکل بازو پھیلائے اور مجھے ان میں دبوچنے کی کوشش کی۔ میرا موڈ بھی بہت خوشگوار تھا۔ میں نے اس کے پھیلے ہوئے بازوؤں پر توجہ نہ دی۔ البتہ میں نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلیوں سے اس کا گنجا سر پکڑ لیا۔ اور پھر تھوڑی سی قوت صرف کرنے سے اس کا سر اخروٹ کی طرح تڑخ گیا۔ اس کے حلق سے ایک کریہہ چیخ نکلی اور اس کا بھیجہ خون میں شامل ہو کر باہر نکل آیا۔

تمام درباری دم بخود رہ گئے تھے۔ لیکن دوسرے پہلوانوں نے اپنے ساتھی کے حشر سے عبرت نہ حاصل کی۔ وہ ذہنی طور پر بھی پہلوان ہی تھے دونوں بیک وقت میرے اوپر ٹوٹ پڑے۔ دوسرے لمحے ان کی گردنیں میری بغلوں میں پھنسی ہوئی تھیں اور وہ پوری قوت صرف کر کے میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کئی منٹ تک میں نے انہیں موقع دیا اور جب اس دلچسپ کھیل سے میری طبیعت اکتا گئی تو میں نے دونوں کے سر پوری قوت سے ٹکرا دیئے۔ دونوں جنگلی بھینسوں کی طرح چیخے۔ ان کی کھوپڑیاں [illegible] اُگل رہی تھیں۔ درباری خوفزدہ انداز میں کھڑے ہو گئے تھے۔

اور شہنشاہ۔ اس کے اوپر بھی برا وقت آ گیا تھا۔ وہ منہ پھاڑے کھڑا تھا۔ اور اسی عالم میں کئی منٹ گزر گئے۔ تب میں آگے بڑھا

شہنشاہ نے خوفزدہ انداز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری دوستی قبول کرتا ہوں۔ بے شک تم میری دوستی کے قابل ہو۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں شانے جھکا کر اسے تعظیم دی اور سیدھے کھڑے ہو کر درباریوں کی طرف دیکھا۔ درباریوں کی اب بھی بری حالت تھی۔ تب شہنشاہ تیزی سے ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی بیویاں بھی اس کے پیچھے لپکی تھیں۔ شہنشاہ دروازے میں غائب ہو گیا۔ درباری البتہ اب بھی میرے سامنے کھڑے تھے۔

"کیا حکم ہے میرے لئے دوستو۔!" میں نے پوچھا۔ اور ایک بوڑھا میرے قریب آگیا۔

"تم۔ تم شہنشاہ کے دوست ہو۔ ہمارے لئے قابلِ احترام ہو۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ ہم تمہیں دوستوں کے مقام پر پہنچا دیں۔" اور میں ان کے ساتھ چل پڑا۔!

بہت ہی خوبصورت تھا یہ دوستوں کا مقام پروفیسر۔ سبزہ زار سے لدا ہوا۔ پھولوں سے ڈھکا ہوا۔ چھوٹی سی خوبصورت عمارت مجھے بہت پسند آئی تھی۔ اور میں اس نئی دنیا میں آگیا۔ کئی خادم میری خدمت پر مامور کر دیئے گئے۔ ان میں کوئی عورت نہیں تھی۔ یہاں مجھے جو حالات پیش آئے تھے ان میں کچھ تکلیف دہ ضرور تھے لیکن نہ جانے کیوں مجھے یہ جگہ دلچسپ محسوس ہو رہی تھی، میں جانتا تھا کہ یہاں بھی بہت جلد اپنے لئے جگہ بنا لوں گا، بہرحال ارسانہ کی اکتا دینے والی زندگی سے یہ زندگی خاصی بہتر تھی۔

میں نے کافی وقت غور و خوض میں گزارا۔ سچ پوچھو پروفیسر۔ ارسانہ والوں نے مجھے سوچ کا منبع سمجھا تھا، انہوں نے مجھے ایک مذہبی حیثیت دی تھی۔ گو میں نے اس کی تردید نہیں کی تھی۔ لیکن میری یہ خواہش بھی نہیں تھی کہ وہ کسی دیوتا کی طرح میری پوجا کریں۔ ان کا احترام میں نے ضرور قبول کیا تھا لیکن ان کا پیشوا بننے کی کوشش کبھی نہیں کی۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو یہ ڈھونگ بھی رچایا جا سکتا تھا۔ لیکن مجھے ایسے کسی ڈھونگ سے دلچسپی نہیں تھی۔ میری شخصیت تو خود میرے ذہن میں الجھی ہوئی تھی، جب بھی میں نے کبھی خود پر غور کیا میرے ذہن میں ویرانیاں امڈ آئی تھیں اور میں ان ویرانیوں سے بہت خوف کھاتا ہوں پروفیسر۔ اس لئے میں اپنے بارے میں کبھی نہیں سوچتا۔ مذاہب کے بے شمار ادوار گزرے ہیں۔ کچھ لوگوں نے ذاتی خود نمائی کے لئے مذاہب ایجاد کئے۔ کچھ نے دیوانگی میں عجیب عجیب دعوے کئے۔ کچھ لوگ انسانیت کی بھلائی کے لئے سامنے آئے۔ کچھ حقیقی مذہب لے کر آئے۔ میں نے کبھی مذاہب کا تجزیہ نہیں کیا۔ یوں سمجھو۔ میں نے اپنی طویل زندگی میں صرف ایک شعبہ چھوڑ دیا۔ میں نے مذاہب کی گہرائی نہیں ناپی۔ یہاں انسانیت کی قدریں مجھے پسند ہیں، جو مذہب انسانیت کی بھلائی کا درس دیتا ہے وہ میرے نزدیک محترم ہے۔ چنانچہ طاآس کی دیوانگی سے بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ان لوگوں کی ضد سے بھی مجھے کوئی لگاؤ نہیں تھا جو روشنی کے پجاری تھے۔ اگر وہ طاآس کی خدائی تسلیم کر لیتے تو ان پر نعمتوں کی بارش ہو جاتی۔ یہ ان کا اور طاآس کا جھگڑا تھا۔ جس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور میرے خیال میں یہ جھگڑا انہیں خود ہی طے کرنا چاہیئے تھا۔!

میری خوب خاطر مدارات کی گئی۔ بہترین قسم کا گوشت پھل وغیرہ میرے لئے آتے رہے۔ پھر تیسرے روز طاآس کے پاس میری طلبی ہوئی۔! میں بے تکلفی سے سپاہیوں کے ساتھ چل پڑا۔ طاآس نے مجھے اپنے خاص محل میں بلایا تھا۔ اس کی دورانیاں اس کے پاس موجود تھیں۔ میں مسکراتا ہوا اس کے سامنے پہنچ گیا۔ طاآس نے مجھے خوفزدہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔ لیکن پھر اسے اپنی حیثیت کا خیال آگیا۔ اور وہ سنبھل گیا۔ اس نے مجھے بیٹھنے کے لئے ایک تخت کی طرف اشارہ کیا جو اس کے عین سامنے تھا۔

میں نے دونوں رانیوں کو سرسری نگاہ سے دیکھا تھا، ویسے ان میں سے ایک مجھے پسند آئی تھی، یہ ایک سانولے رنگ کی دراز قامت عورت تھی۔ اور پروفیسر۔ میں نے اس کی نگاہوں میں بھی پسندیدگی کے جذبات پائے تھے۔! مجھے لانے والے واپس چلے گئے تو طاآس نے اپنے کمرۂ خاص کا دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر میری طرف مخاطب ہو کر بولا۔

"تمہارا نام کیا ہے بہادر۔؟"

"کوئی نام نہیں ہے۔ جس نے جو دل چاہے نام دیا ہے۔ تم بھی اپنی پسند کا کوئی نام مجھے دے سکتے ہو۔"

"کہاں کے باشندے ہو۔ میرا دعویٰ ہے کہ میری قلمرو سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تمہارے خدوخال مختلف ہیں۔!"

"اسی زمین پر ہوش سنبھالا ہے۔ تم نے زمین کی حد بندی کی ہے لیکن میں اس پوری زمین کو اپنی ملکیت سمجھتا ہوں۔ تم مجھے زمین کا باشندہ کہہ سکتے ہو!"

"تمہارے لہجے میں دوستی کی بو نہیں ہے۔"

"دشمنی کے خیال کو ذہن سے نکال دو۔ جو کچھ ہوا وہ فطرت کے مطابق تھا۔ میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے اور جب دشمن نہیں ہوتے تو دوست ہوتے ہیں۔" میں نے جواب دیا اور طاآس پریشان نگاہوں سے اپنی بیویوں کو دیکھنے لگا۔ تب سانولی عورت مسکرائی اور اس نے شیریں لہجے میں کہا۔

"پھر بھی دنیا نہیں کسی نام سے تو پکارنی ہوگی۔ تم اس زمین کے کونسے حصے سے یہاں آئے ہو۔؟"

"میں ان دونوں باتوں کا جواب دے چکا ہوں اور جو کچھ کہہ چکا

ہوں، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیا یہ درست ہے کہ تم طاآس کی قلمرو کے باشندے نہیں ہو۔"

"ہاں یہ درست ہے۔ میں بہت دُور سے آیا ہوں۔" میں نے ذہین عورت کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اسے دیکھا۔ اس کے خوبصورت ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"تم دوستوں کے وفادار رہتے ہو بہادر۔؟"

"بے شک۔ بشرطیکہ میرے دوست خود کو میری دوستی کا اہل ثابت کریں۔"

"کیا تمہیں طاآس کی قوت کے بارے میں معلوم ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس کی فوجوں نے دشمنوں کے سر ہمیشہ جھکائے ہیں؟"

"میں صرف ذاتی قوت کا قائل ہوں اور اس طرح میں طاآس سے زیادہ طاقتور ہوں۔"

"ہم اب بھی تمہاری باتوں کا بُرا نہیں مانیں گے نوجوان۔ کیونکہ تم نے خود کو بہادر ثابت کر دیا ہے اور ہم بہادروں کی عزت کرتے ہیں۔ ہم انہیں ان کی بہادری کے مطابق مرتبہ دیتے ہیں۔ تم ہمارے دوست ہو۔ ہمارے ملک کے بہی خواہ ہو۔ ہمیں تمہاری دوستی عزیز ہے۔" طاآس نے کہا۔ اور پھر مسکرانے لگا۔!

"بے شک میں تمہارا دوست رہوں گا۔" میں نے کہا۔

"بتاؤ ہم کس طرح خود کو تمہاری دوستی کا اہل ثابت کریں۔ مانگو ہم سے کچھ مانگو۔ ہم معبود ہیں۔ ہم قادر ہیں۔ ہم تمہیں سب کچھ بخش سکتے ہیں" شہنشاہ نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

"مانگ لو نوجوان۔ بے شک جو چاہو مانگ لو۔ میں جانتی ہوں شہنشاہ بے حد فراخ دل ہیں۔ وہ بخش دیتا ہے اسے سب کچھ، جسے وہ چاہتا ہے" خوبصورت عورت نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ میں آہستہ آہستہ شہنشاہ کی طرف بڑھا اور پھر میں نے خوبصورت عورت کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"یہ عورت مجھے دیدو شہنشاہ۔!" میں نے کہا اور عورت کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ شہنشاہ اچھل پڑا۔ اس کی آنکھوں میں خون کا سیلاب موجزن نظر آیا۔ وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا، لیکن میں لاپرواہی سے مسکرا رہا تھا۔ عورت کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا اور اس نے میری گرفت سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

شہنشاہ خونی نگاہوں سے مجھے گھورتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے خدوخال اعتدال پر آتے گئے۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔ "اس کے جواب میں ہمیں کیا دو گے بہادر۔؟"

"اپنی دوستی۔ جو تمہارے لئے بے حد قیمتی شے ہو گی۔"

"دوست، دوست کو مایوس نہیں کرتا۔ کیا تمہیں اس بات کا احساس ہے۔؟"

"ہاں، میں جانتا ہوں۔"

"تب لتاکا آج سے تمہاری ہے۔ یہ تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔"

اس نے کہا اور میں نے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے تعظیم دی۔ تب میں نے عورت کی آنکھوں میں جھانکا اور اس کی نگاہوں کی گہرائیوں میں تردد نہ پاکر سکون کی سانس لی، وہ اس بخشش سے ناخوش نہیں تھی۔

"ہم آرام چاہتے ہیں۔ تم بھی آرام کرو نوجوان۔ لتاکا آج رات تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔" اور میں واپس پلٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی قیام گاہ پر آ گیا۔ لیکن دل ہی دل میں، میں ہنس رہا تھا۔ میری دوستی مغرور شہنشاہ کو بہت مہنگی پڑی تھی۔ لیکن اس کے باوجود میں چوکنا تھا۔ میں لمبی گردن والے شہنشاہ کو نہیں بھول سکا تھا۔ جس نے میرے ساتھ بابیّا اپنی بیٹی کو بھی آگ میں جھونک دیا تھا۔ طاآس بھی اس سے کم نہیں نظر آتا تھا، بہرحال مجھے اپنی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ میں جانتا تھا کہ شہنشاہ طاآس مجھ سے خوش نہیں ہے۔ یہاں اسے مجھ سے نقصان کے علاوہ کیا ملا تھا۔ نہ جانے اس نے میری دوستی کیوں قبول کر لی تھی۔ بہرحال یہ واقعات مختلف انداز کے تھے اس لئے میں ان میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا۔ میں بے چینی سے رات کا انتظار کرتا رہا، اور پھر جونہی دن کی روشنی نے سیاہ چادر اوڑھی۔ لتاکا حسین لباس میں میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے وجود میں انوکھی مہک تھی، وہ شرمائی شرمائی سی تھی، اور اس کی آنکھوں کا یہ اجنبی اجنبی سا حجاب مجھے بے حد پسند آیا۔! وہ میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"بے شک طاآس وعدے کا پابند انسان ہے۔ میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ کیا تمہیں میری طلب سے دکھ ہوا ہے لتاکا۔؟"

"نہیں،" اس نے گردن ہلاتے ہوئے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے دیکھا "لیکن تم نے مجھے ہی کیوں طلب کیا، جبکہ تمہاری طلب پر ایک سے ایک حسین لڑکی تمہارے حوالے کی جا سکتی تھی۔!"

"مجھے تم اسی وقت پسند آ گئی تھیں جب پہلی بار مجھے شہنشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔"

"میں نے بھی تمہیں پسند کیا تھا۔ لیکن تم میری دسترس سے بہت دُور تھے۔ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ میری خواہش اس طرح پوری ہو جائے گی۔" اس نے شرماتے ہوئے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں بہت خوش ہوں۔ ہاں، اگر تمہیں میری

اس مانگ سے افسوس ہوتا تو میں اپنے الفاظ واپس لے سکتا تھا۔"

"نہیں۔ تم بے حد حسین ہو۔ بے پناہ طاقتور اور بہادر۔ لیکن اس کے ساتھ ظالم اور سنگدل بھی ہو۔"

"وہ کیوں۔ ؟" میں نے پوچھا اور وہ اٹھ میرے قریب آگئی۔

"تم کسی کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے۔"

"کس طرح اندازہ لگایا۔ ؟"

"میں بھی تمہارے نام سے ناواقف ہوں۔ مجھے بھی نہیں معلوم تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو۔ ؟"

"اگر میں اپنے بارے میں تمہاری بستی کو بتا دوں تو طاآس کی شہنشاہیت اس کی معبودیت خطرے میں پڑ جائے گی، اس وقت میں معبود کہلانے کا صحیح حقدار ہوں گا، لیکن میں ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا، رہا نام کا سوال تو میں نے درست کہا تھا۔ میرا کوئی نام نہیں ہے۔ دنیا مجھے اپنے پسند کے نام دیتی رہی ہے، کسی نے مجھے توسا کہا ہے، کسی نے لاتوئی۔ کوئی مجھے آسمان کا بیٹا کہتا رہا ہے تو کوئی سورج کا بیٹا۔ میں جاننا چاہتا ہوں تم مجھے کیا کہو گی ؟"

"صرف بہادر۔ !" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کی آنکھیں شراب برسانے لگیں۔ آکاشا کی موت کے بعد یہ پہلی عورت تھی جو میری خلوت میں آئی تھی۔ میں خود پر قابو نہیں پا سکتا تھا، —— وہ ہر معاملے میں میری شریک تھی اور طویل عرصے کے بعد مجھے لاکا یاد آئی۔ لاکا جیسی گرمجوشی مجھے اس عورت میں ملی تھی۔ میری وحشت عود کر آئی، میں اسی دور کا انسان بن گیا جس دور میں لاکا مجھے ملی تھی اور یقیناً میں لناکا کے لئے انوکھا مرد تھا۔ اس نے ایک مصنوعی معبود کو دیکھا تھا، جو جنسی معاملات میں بھی اپنی معبودیت برقرار رکھتا تھا۔ اور ظاہر ہے لناکا کو یہ معبودیت پسند نہ ہوگی۔ وہ میری پُرجوش فطرت سے حیران رہ گئی۔ تب وہ مجھے بے پناہ چاہنے لگی۔ صرف ایک رات نے طاآس کی معبودیت ختم کر دی۔ وہ اسے بھول کر میری دیوانی ہو گئی اور رات کے آخری پہر میں، میرے سینے سے لپٹے ہوئے مجھے اس نے بتایا۔

"بہادر۔ کیا تم مجھے معاف کر دو گے۔ اگر میں تمہیں ایک راز بتا دوں۔ ؟"

"میں نے تمہیں بتانے سے پہلے معاف کر دیا۔ اب بتاؤ کیا راز ہے۔ !"

"میں خلوصِ نیت سے تمہارے پاس نہیں آئی تھی۔"

"کیا تمہارے لباس میں کوئی خنجر پوشیدہ ہے۔"

"خنجر نہیں۔ البتہ میرے سینے میں طاآس کا ایک پروگرام پوشیدہ ہے۔ اس کی دوستی بے غرض نہیں ہے۔"

"کیا چاہتا ہے وہ مجھ سے۔ ؟" میں نے پوچھا۔

"وہ تمہارے ذریعے اگناس کو گرفتار کرنا چاہتا ہے۔ وہ تمہاری طاقت سے بہت مرعوب ہے، لیکن اگناس کی گرفتاری کا تصور بھی موت کے مترادف ہے۔ وہ انسان نہیں ہے۔"

"اگناس کون ہے۔ ؟ مجھے اُس کے بارے میں بتاؤ۔"

"طاآس کا سب سے بڑا مخالف۔ الکورہ کا سب سے بڑا باغی جس نے طاآس کی فوجوں کے منہ پھیر دیئے ہیں۔"

"کیا وہ بہت طاقتور ہے۔ ؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ سُنا ہے کہ اس نے تنہا اس کی پوری فوج کو شکست دی ہے۔ اور اب طاآس کی فوج کے بڑے بڑے سورما اس کی گرفتاری کے تصور سے دبک جاتے ہیں۔ طاآس کسی سورما کو اس کی گرفتاری کے لئے تیار نہیں کر سکا ہے۔"

"تب وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ ؟"

"اس کی خواہش ہے کہ میں تمہیں چالاکی سے کام لے کر اگناس کی گرفتاری کے لئے آمادہ کروں۔ ممکن ہے تم اگناس کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو تو مارے جاؤ گے، اور طاآس کے مقابلے کی دوسری طاقت فنا ہو جائے گی۔"

"ہوں۔" میں سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر میں نے گردن اٹھاتے ہوئے کہا "قصور صرف طاآس کی نیت کا ہے۔ اگر وہ مجھے ایک دوست کی حیثیت سے یہ کام سونپتا تب بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ میں اس کی خواہش کی تکمیل کرتا۔ !"

"اس نے اسی لئے مجھے تمہارے حوالے کر دیا ہے۔ میرا کام صرف یہ تھا کہ میں تمہیں اس کے لئے تیار کروں۔ اگر تم اگناس کو گرفتار کر لاتے تو وہ مجھے تمہارا انعام سمجھ لیتا اور اگر تم اگناس کے ہاتھوں مارے جاتے تب بھی طاآس کے لئے سودا بُرا نہیں تھا۔"

"میں کہہ چکا ہوں۔ صرف اس کی نیت کا قصور ہے، جسے میں معاف کرتا ہوں، بے شک وہ صاف دل دوست نہیں ہے، لیکن اُس نے تمہیں مجھے دے کر میرے اوپر ایک قرض لاد دیا ہے۔ میں اس قرض کو اگناس کی صورت میں اتار دوں گا !"

"نہیں بہادر۔ میں نہیں چاہتی۔ اب میں نہیں چاہتی کہ تم اگناس کو گرفتار کرنے پر آمادہ ہو جاؤ۔"

"کیوں۔ ؟" میں نے پوچھا۔

"جو کچھ میں نے اس کے بارے میں سُنا ہے۔ وہ اچھا نہیں ہے۔ اگناس شیطان ہے۔ بہت سی بڑی بلائیں اس کے قبضے میں ہیں۔ وہ انسانی

نہیں ہے۔ اُسے گرفتار کرنا انسان کے بس سے باہر ہے۔"

"میرے دل میں اس سے ملاقات کا اشتیاق بڑھ گیا ہے سنو، تم طاآس کو اپنی کامیابی کی داستان سنا دو۔ میں اگناس کی گرفتاری کے لئے روانہ ہونے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن ایک شرط ہوگی ۔۔ وہ یہ کہ تم میرے ساتھ جاؤ گی ۔!"

"نہیں بہادر۔ نہیں۔ اب میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں، میں کبھی اس بات پر آمادہ نہ ہوں گی، سنو۔ ہم ایک ترکیب کرتے ہیں تم اگناس کی گرفتاری کا وعدہ کر لو۔ مجھے ساتھ لے چلو۔ ہم یہاں سے چلیں گے، فوج ہمارے ساتھ ہوگی، لیکن راستے سے ہم فرار ہو جائیں گے اور طاآس کی سرحدوں سے اتنی دور نکل جائیں گے جہاں طاآس کے فوجی ہمیں تلاش نہ کر سکیں۔!" اس نے میرے سینے سے منہ رگڑتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ !

"تم ہنس کیوں رہے ہو بہادر۔؟" لناکا نے اپنا رخسار میرے سینے پر رکھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا

"کیوں۔؟"

"احمق طاآس کی بدنصیبی پر ہنس رہا ہوں۔ اس کی سازش کس طرح ناکام ہو رہی ہے۔ بیوی بھی گئی اور مقصد بھی پورا نہ ہو سکا" میں نے جواب دیا۔

"وہ احمق نہیں ہے بہادر۔ پوری دنیا میں اس سے زیادہ شریر اور وحشی انسان نہ ہوگا۔ اس نے ایسے خطرناک جال پھیلا رکھے ہیں کہ جن سے اس کے دشمن پناہ مانگتے ہیں۔ وہ خود کو معبود کہتا ہے۔ انسانوں کی قسمت کا مالک کہتا ہے اور اس دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لئے اس کے پاس ایسے لوگ ہیں جو اس کی ہر پیش گوئی کو حقیقت بنا دیتے ہیں۔ میں ان لوگوں کے بارے میں جانتی ہوں۔ لیکن دوسرے لوگ اس کی خدائی قوتوں کے قائل ہو جاتے ہیں اور اس سے خوف کھاتے ہیں۔ وہ صرف قوت کی برتری تسلیم کرتا ہے۔ اسے احساس ہے کہ تم بے پناہ طاقتور ہو۔ اور اس کی کوئی کوشش تمہیں شکست نہیں دے سکے گی۔ اس لئے دیکھو، اس نے کس چالاکی سے تمہیں راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اگناس کی گرفتاری ناممکنات میں سے ہے۔ وہ جو کچھ ہے اس کے بارے میں طاآس اچھی طرح جانتا ہے۔ اس لئے اس نے تمہیں اس سے مقابلے کے لئے منتخب کیا۔ دونوں میں سے کوئی ہلاک ہو جائے اس کا بہر حال فائدہ ہے۔ کیا اس کے بعد بھی تم اسے احمق کہو گے۔؟"

"ہاں۔!" میں نے جواب دیا۔

"آخر کیوں۔۔؟" لناکا نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس لئے لناکا، کہ اُس نے اس معاملے میں تمہیں راز دار بنایا ہے، اور اتنی بڑی ذمہ داری تمہارے کندھوں پر ڈال دی۔ اس نے یہ نہ سوچا کہ تم میری محبت کا شکار بھی ہو سکتی ہو اور مجھے یہ سب کچھ بتا سکتی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور لناکا لاجواب ہو گئی۔ واقعی اس بات کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"تاہم۔۔!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا، "میں اسے خوش ہونے کا موقع ضرور دوں گا۔ اور تم۔۔ لناکا تم اسے خوشخبری سنا دو گی کہ تم نے اپنا کام کامیابی سے انجام دیا ہے۔ میں اگناس کو گرفتار کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"لیکن ہم اگناس کو گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کریں گے، بلکہ فرار ہو جائیں گے۔"

"نہیں لناکا۔ ہم اسے گرفتار کر کے طاآس کے سامنے ضرور پیش کریں گے۔" میں نے کہا اور لناکا پریشانی سے میری شکل دیکھنے لگی۔!

"ضد نہ کرو بہادر۔ ضد نہ کرو۔ میں تمہیں پیار کرتی ہوں۔"

"غلط۔ اگر مجھے پیار کرتی ہو تو پھر موت سے کیوں ڈرتی ہو۔ اگر اگناس گرفتار نہ ہو سکا، تو زیادہ سے زیادہ ہم مارے جائیں گے۔" میں نے کہا اور لناکا خاموش ہو گئی۔

صبح ہوتے ہی لناکا چلی گئی، دوسری رات کو واپس آنے کا وعدہ کر کے۔ اور میں مسکراتے ہوئے اگناس کے بارے میں سوچنے لگا۔ در اصل پروفیسر۔ میں اب زندگی کو رواں دواں رکھنا پسند کرتا تھا۔ طویل وقت گزر جانے سے میرے ذہن پر کہولت سی طاری ہو گئی تھی اور یہ کہولت اسی شکل میں دور ہو سکتی تھی کہ میں متحرک رہوں میرے اوپر جمود نہ طاری ہو سکے۔ اگناس کتنا ہی طاقتور ہو اگر وہ اس دنیا کا انسان ہے۔ تو میرے مقابلے پر نہ رک سکے گا۔ اور اگر وہ بھی میری طرح کوئی مافوق الفطرت شخصیت ہے تو پھر مقابلہ دلچسپ رہے گا۔ بہر حال میں اس سے ملنے کا متمنی تھا!

دوپہر کو طاآس کے خاص ملازم میرے لئے خلعت فاخرہ لائے طاآس نے مجھے اپنے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت دی تھی۔ میں نے طاآس کا بھیجا ہوا قیمتی لباس پہنا اور پوری طرح سج بن کر طاآس کے خاص محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں مجھے دیکھنے والے حیرت سے انگلیاں کاٹنے لگتے تھے۔ بلاشبہ میں اس وقت روئے زمین کا سب سے حسین، سب سے شاندار انسان لگ رہا تھا۔ قیمتی جواہرات کا عکس میرے چہرے کے آتشی رنگ پر قوس قزح کی طرح دمک رہا تھا۔ اور جب میں طاآس کے کمرۂ طعام میں پہنچا، تو طاآس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کی تمام رانیاں آنکھیں اور منہ پھاڑے

مجھے دیکھتی رہ گئیں۔ ان کی آنکھوں میں حسرت امنڈ آئی اور ایک کونے میں کھڑی ہوئی لتا کا' ان سب کی کیفیت دیکھ کر پُرغرور انداز میں مسکرانے لگی' شہنشاہ طاآس احساسِ کمتری کا شکار ہوگیا تھا۔ تاہم اُس نے خود کو سنبھالا' اور اپنے ہونٹوں پر مصنوعی مسکراہٹ لاتے ہوئے بولا۔

"خوش آمدید اجنبی بہادر۔ خوش آمدید ہمارے دوست۔ اور خوش آمدید اگناس کے قاتل۔ ہاں۔ میں تیری پیشانی پر چمکدار ستارے رقصاں دیکھ رہا ہوں۔ یہ ستارے فتح کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہ ستارے عظمت کی راہبری کرتے ہیں۔ ہماری آنکھیں زمین کی گہرائیوں اور آسمان کی بلندیوں کا ہر راز جانتی ہیں اور ہم فطرت کے ان مقدس رازوں میں سے ایک راز کا انکشاف کرتے ہیں کہ تو فاتح ہے۔ ہمیشہ فاتح رہے گا۔ شکست تیرے دامن تک کبھی نہ پہنچے گی۔ آ۔ ہم تیرا استقبال کرتے ہیں۔"

وہ کھڑا ہوگیا۔ اور اس کی تمام رانیاں اس کے ساتھ کھڑی ہوگئیں' ب میں آگے بڑھا اور اس کے مقابل پہنچ گیا۔ اُس نے آگے بڑھ کر میری پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں اس کی گرمجوشی کا راز خوب جانتا تھا پروفیسر۔ شاید لتا کا نے اسے میری آمادگی سے آگاہ کر دیا تھا۔ پھر اس نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی اور میں دسترخوان پر بیٹھ گیا۔ لتا کا میرے برابر آبیٹھی۔ طاآس کی دوسری تمام رانیاں طاآس کے دونوں طرف بیٹھی تھیں اور میری نگاہیں یونہی طاآس کے نزدیک بیٹھی سیاہ آنکھوں والی ایک کمسن رانی کی طرف اُٹھ گئیں۔ ہاں پروفیسر۔ ان سیاہ آنکھوں میں رقابت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ سیاہ آنکھیں حسد سے تلملا رہی تھیں۔ میں نے ان آنکھوں میں اجنبی چمک دیکھی لیکن اس وقت ان کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ لیکن سیاہ آنکھوں والی رانی بڑی ہی خوبصورت تھی۔ طاآس کی دوسری تمام رانیوں سے خوبصورت' اور ان سب سے کمسن۔!

لیکن دیکھنے کے قابل چہرہ اس وقت لتا کا کا تھا' جو میرے قریب پھولی نہیں سما رہی تھی' دوسری تمام رانیوں کے چہرے اس کے سامنے پھیکے نظر آ رہے تھے' رنگین لباس والے خادموں نے ہمارے سامنے لذیذ کھانوں کے خوان لگائے اور ہم کھانے میں مشغول ہوگئے۔ بڑی پُرلطف محفل رہی' خوب کھایا اور کھانے کے بعد طاآس اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اُس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور پھر انہیں دونوں سمت گرا لیا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ تخلیہ چاہتا تھا۔ پھر اس نے لتا کا کی طرف انگلی اٹھا دی تھی۔!

تمام رانیاں ایک ایک کرکے طعام کے کمرے سے نکل گئیں اور کمرے میں صرف میں' طاآس اور لتا کا رہ گئے تھے۔ تب طاآس نے محبت سے ہاتھ پکڑا دوسرے ہاتھ سے اُس نے لتا کا کا بازو پکڑا اور طعام کے کمرے سے دوسرے کمرے میں داخل ہوگیا۔ یہ کمرہ ایک خوبصورت نشست گاہ تھا۔ قیمتی سازوسامان سے آراستہ۔! طاآس نے زرنگار کرسیوں پر ہم دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ہمارے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ بغور میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سلسلۂ گفتگو شروع کیا۔

"لتا کا نے مجھے ایک عجیب خبر سُنائی ہے اور میں اس حقیقت سے انحراف نہیں کرسکتا کہ یہ خبر میرے لئے دلکش بھی ہے اور حیرت انگیز بھی۔ اس خبر سے میں نے لتا کا کی ذہانت کا اعتراف بھی کیا ہے اور تمہاری دلیری اور احسان شناسی کا بھی اور نہ جانے کیوں مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اگناس صرف تمہارے ہاتھوں شکست کھا سکتا ہے۔ چنانچہ پہلے مجھے یہ بتاؤ نوجوان کہ کیا یہ خبر صحیح ہے۔؟" طاآس نے بے باکی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ میں دل ہی دل میں اُسکی مکاری پر مسکرا رہا تھا۔ تاہم میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"لتا کا نے تمہیں کیا بتایا ہے طاآس۔؟"

"ہاں۔ میں تمہیں بتاؤں گا بہادر شخص۔ سنو۔ ہماری قلمرو زمین کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیلی ہوئی ہے اور غور سے سنو۔ ہم براہِ راست آسمان سے ماں کے پیٹ میں اُترے تھے۔ ہمارا کوئی باپ نہیں ہے اس کی تصدیق مقدس بزرگ کردیں گے۔ ہم دوسروں سے افضل ہیں جسے سب نے تسلیم کیا اور بزرگوں نے اس کی تصدیق کی۔ گردشِ کائنات ہمارے قبضے میں ہے۔ بارش اور خشک ہوائیں ہماری مٹھی میں بند ہیں۔ ہم جہاں چاہیں قہر بن جاتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں اپنی عنایتوں کی بارش کر دیتے ہیں اس مملکت کے معبود ہیں۔ ہم زندگیاں لیتے ہیں' زندگیاں بخشتے ہیں بہادر دوست۔ یوں سمجھو کہ ہم سا کوئی نہیں ہے اور حالات شاہد ہیں کہ جس نے ہم سے سرکشی کی زندہ نہ رہ سکا' ہمارا انتقام اسے زمین دوز کر دیتا ہے۔ ہم تم پر بھی قادر ہیں لیکن تم نے خود کو ہماری دوستی کا اہل ثابت کر دیا اور ہم نے تمہیں اپنی دوستی بخش دی' یہی نہیں بلکہ ہم نے تمہیں منہ مانگا انعام۔ اپنی چہیتی لتا کا بھی دے دی اور ہمیں اس پر افسوس نہیں ہے کیونکہ درحقیقت تم منہ مانگے انعام کے مستحق ہو۔ تو ہمارے عزیز دوست لتا کا واقف ہے اس بات سے کہ الکورہ کے ایک بڑے حصے میں ہمارے خلاف بغاوت سر اُبھار رہی ہے اور اس کا سربراہ اگناس ہے۔ اگناس۔ جو نہ جانے کہاں سے اپنے جسم میں بڑی قوت سمیٹ لایا ہے اور وہ زیر نہیں ہوتا ہماری فوجوں سے۔ ہم اگناس کے لئے کچھ اور نہیں کر پاتے تھے لیکن جیسا کہ ہمیں لتا کا نے بتایا کہ اس کے ذہن میں تمہارا خیال آیا۔ اور بے شک یہ خوب خیال تھا بے شک صرف تم ہو جو اگناس کا غرور توڑ سکتے ہو۔ اور لتا کا نے تم سے بات کی اور آفرین ہے تم پر۔ کہ تم نے حقِ وفاداری ادا کرتے ہوئے اس کی بات مان لی۔ چنانچہ اگر یہ درست ہے میرے دوست تو میری مبارکباد وصول کرو۔ میں تمہارے

اس فیصلے سے بہت خوش ہوں۔"

تو پروفیسر خلدون۔ میں غور سے اس بدمعاش طاآس، اس خود ساختہ خدا کی بکواس سن رہا تھا اور دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ بےشک وہ بہت بڑا بیوقوف تھا۔ اسے وہ خوف یاد نہیں رہا تھا جو اس وقت اس پر طاری ہوا تھا جب میں نے اس کے تینوں جیالوں کو چوہے کی موت مار دیا تھا اور پھر میں اس کی طرف بڑھا تھا۔ اس کی خدائی قوتیں اس وقت اس کا ساتھ نہ دے سکی تھیں اور وہ ان کا بھرم بھی نہیں قائم رکھ سکا تھا۔

تب اس نے کہا۔" اور۔ دلیر جانباز۔ اگر تم اگناس کو قتل کر کے سرخرو واپس آئے تو اطمینان رکھو، تم گھاٹے میں نہیں رہو گے۔ ہم الکورہ کی حکومت تمہارے حوالے کر دیں گے۔ تم ہمارے دوستوں میں شمار ہو گے اور ہم تم پر خراج بھی معاف کر دیں گے۔ تم الکورہ کے سیاہ و سفید کے مالک ہو گے۔!"

"لیکن طاآس۔ اگناس کی سرکوبی کے لئے تم مجھے کیوں بھیج رہے ہو۔ تم اس خطۂ ارض کے معبود ہو۔ آسمانی قوتیں تمہارے قبضے میں ہیں۔ تم الکورہ پر اپنے قہر کی بارش کر دو۔ اگناس کو موت کی آغوش میں ڈھکیل دو۔ الکورہ میں قحط سالی کر دو۔ وہاں کے بادلوں کی نمی چھین لو۔ وہ خود تمہاری خدائی کا اعتراف کرتے ہوئے تمہارے قدموں میں آگریں گے۔"

اور پروفیسر میری بات پر اس بے وقوف شہنشاہ کا چہرہ اتر گیا۔ بغلیں جھانکنے لگا! اور اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں لناکا کی طرف دیکھا۔ لناکا نے گردن جھکائی تھی۔ تب وہ سنبھلا۔ اور اس نے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آہ میرے معصوم دوست۔ تم بےحد بہادر ہو۔ بےحد دلیر۔ لیکن تم خدائی رمز کیا جانو۔ ہمارے ہر کام میں مصلحت پوشیدہ ہے۔ اگر ہم الکورہ پر تباہی نازل کریں گے تو وہ لوگ بھی اس کے شکار ہو جائیں گے جو دل ہی دل میں ہماری پرستش کرتے ہیں۔ ہم صرف ظالموں اور نافرمانوں کے لئے قہر ہیں۔ اپنے ماننے والوں کے لئے ہم مجسم رحم و کرم ہیں۔ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ اگناس اور اس کے حواریوں کو سزا ملنی چاہئیے۔ بےگناہوں کو نہیں۔"

"ہوں۔!" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔" بہرحال تم نے ٹھیک کہا ہے۔ میں اگناس کی سرکوبی کے لئے تیار ہوں۔ مجھے بتاؤ اس سلسلے میں مجھے کیا کیا انتظامات کرنے ہوں گے۔"

"سب انتظامات ہم کریں گے۔ ہم تمہیں اپنی بہترین فوج دیں گے۔ تم اس فوج کی قیادت کرو گے اور اگناس کے علاقے پر حملہ کرو گے لناکا تمہارا دل بہلانے کے لئے تمہارے ساتھ ہو گی۔ تمام راستے اسے معلوم ہیں۔ تم مطلق العنان ہو گے، جس طرح چاہو گے فوجوں کو لڑاؤ گے۔ اور پھر اگناس کی گردن یا اسے زندہ گرفتار کر کے لے آؤ گے۔"

"تب میں تیار ہوں۔!" میں نے کہا۔ اور طاآس نے کھڑے ہو کر مجھے سینے سے لپٹا لیا!

لناکا رات کو میرے کمرے میں داخل ہوئی تو میری شکل دیکھتے ہی ہنس پڑی۔ وہ بے تحاشہ ہنس رہی تھی اور میں مسکراتے ہوئے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ سانولی سلونی سی یہ لڑکی ہنستے ہوئے بےحد خوبصورت لگ رہی تھی۔ یوں بھی آج اس نے انوکھا سنگھار کر رکھا تھا۔ اس کے جسم پر انوکھا لباس تھا۔ کمر پر سرخ موتیوں کی پٹی بندھی ہوئی تھی جس میں لٹکی ہوئی باریک موتیوں کی جھالر نے اس کے جسم کو چھپانے کی ناکام کوشش کی تھی ___ اوپری لباس سیاہ موتیوں کا تھا۔ موتیوں ہی کی ایک لڑی اس نے اپنی چمکدار اور کشادہ پیشانی پر باندھی ہوئی تھی اور اس کے نیلاہٹ لئے ہوئے سیاہ بالوں میں سفید رنگ کے پھول مہک رہے تھے اور پھر اس کے بے تحاشا ہنسنے سے موتیوں کی جھالریں ہل رہی تھیں جن سے اس کا پورا جسم رقصاں نظر آ رہا تھا۔ میری آنکھوں میں پسندیدگی کے جذبات تھے۔

وہ ہنستی ہوئی میری آغوش میں آگری۔ اس بے پناہ ہنسی کی وجہ۔؟" میں نے خوبصورت جسم کو آغوش میں لیتے ہوئے پوچھا۔

"یہ قہقہے تو نہ جانے کیسے میں نے ضبط کئے ہیں۔؟" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"کیوں۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"احمق طاآس کی حماقت پر۔ کس طرح گھما پھرا کر تم سے گفتگو کر رہا تھا۔ لیکن تم نے بھی اسے خوب بے وقوف بنایا۔ تمہارے سوال پر اس کی گھبراہٹ دیکھنے کے قابل تھی۔"

"ہاں۔ بہرحال اس نے بات بنا ہی دی۔ لیکن تم نے اس سے کیا کہا تھا۔؟"

"میں نے بتایا تھا کہ میں نے اپنے طور پر تمہیں اگناس کے بارے میں بتایا اور تمہیں جوش دلایا کہ تم اگناس کو گرفتار کرو۔ بس تم جوش میں آکر تیار ہو گئے اور اب طاآس تم سے بات کرے۔"

"خوب۔ اب کیا پروگرام ہے۔ میرا مطلب ہے اگناس کی گرفتاری کا پروگرام۔"

"میں تمہاری کنیز ہوں۔ جو تم چاہو گے اس سے انحراف نہیں کروں گی میری زندگی تو اب تمہاری ہے۔ ہاں تمہاری زندگی مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے وہی ہو گا جو تم چاہو گے۔!"

"میں اگناس سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا ہوں ۔"

"اب تو میں بھی یہی چاہتی ہوں ۔ درحقیقت اگر تم نے اگناس پر قابو پالیا تو طاآس الکورہ کی حکومت تمہارے حوالے کر دے گا' اور پھر میں الکورہ کی ملکہ ہوں گی اور تم شہنشاہ ۔ اس سے بڑی آرزو اور کیا ہو سکتی ہے ۔" اور میں نے اس حسین عورت کی تمام آرزوئیں پوری کرنے کا فیصلہ کر لیا ۔ حالانکہ مجھے حکومت اور شہنشاہیت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

پورے دس دن تک الکورہ جانے والی فوج کے لئے تیاریاں کی جاتی رہیں ۔ بڑے بڑے بہادروں کو مقرر کیا گیا تھا ۔ بڑے بڑے جغادری جرنیل تیار کئے گئے تھے ۔ ایک سے ایک بہادر سپاہی منتخب کیا گیا تھا ۔ گو کہ فوج کی تعداد زیادہ نہیں تھی' لیکن وہ پوری طرح اسلحہ میں غرق تھی ۔ اور اس کے پاس فولاد کے جدید ترین ہتھیار تھے ۔ ہتھیاروں کی کچھ نئی قسمیں میں نے ان لوگوں کے پاس دیکھیں' جن میں تیر کمان بھی تھے اور یہ حقیقت ہے پروفیسر کہ مجھے ان کا یہ ہتھیار بہت پسند آیا تھا۔

اعلیٰ نسل کے ایک گھوڑے پر میں سوار تھا ۔ اور دوسرے پر لتاکا ۔ جرنیلوں کا پورا گروہ ہمارے پیچھے تھا ۔ طاآس نے ایک خاص تقریب میں ہمیں رخصت کیا اور ہم بوڑھے گورب کی رہنمائی میں الکورہ کی طرف چل پڑے ۔ گورب ان علاقوں کا بڑا تھا اور سفر کے فن سے پوری طرح واقف بلکہ اس کا ماہر تھا ۔ لتاکا بہت خوش تھی ۔ اسے مجھ سے عشق ہو گیا تھا ۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی پروفیسر ۔ جتنی لڑکیوں کو میرے قریب آنے کا موقع ملا وہ پھر میرے ہی گن گاتی رہیں تاآنکہ موت نے ان کی گردن نہ دبوچ لی ۔ میں تمہاری محبت کئے جانے کے قابل ۔ ہر دور کی عورتوں نے میری پذیرائی کی ہے ۔ ہر دور کی عورتیں میرے عشق میں گرفتار رہی ہیں اور انہوں نے مجھ پر جان چھڑکی ہے ۔ چنانچہ لتاکا کو احساس تھا کہ وہ ایک خطرناک مہم پر جا رہی ہے لیکن میں اس کے ساتھ تھا ۔ اسے میری خوبیوں کا علم نہیں تھا ۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اسے موت بھی آئی تو میرے نزدیک ہی آئے گی اور وہ اسی بات پر خوش تھی۔

طاآس کے ملک کی سرحدیں بہت وسیع تھیں ۔ ہمارے برق رفتار گھوڑے زمین کا سینہ ہلاتے دوڑ رہے تھے اور بہت جلد شہر کے آثار نگاہوں سے معدوم ہو گئے ۔ سورج کی روشنی میں ہم نے سفر شروع کیا تھا ۔ صبا رفتار گھوڑے ہوا سے تیز سفر کرنا چاہتے تھے' چنانچہ شام ہوتے ہوتے ہم نے ایک طویل فاصلہ طے کر لیا ۔ اور پھر سیاہ رنگ کی سنگلاخ چٹانوں میں رات کی تاریکی نے ہمارے قدم پکڑ لئے ۔ اور ہم نے گھوڑے روک دیئے ۔ !

بڑی خوفناک جگہ تھی پروفیسر ۔ یقیناً اس علاقے میں کبھی کوئی خوفناک آتش فشاں ہو گا جو اب زمین کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہو گیا ہے کسی مناسب وقت سر ابھارنے کے لئے ۔ لیکن پوشیدہ ہونے سے قبل اس نے خوفناک تباہی مچائی تھی' جس کے آثار دور دور تک نمایاں تھے ۔ !

میلوں دور تک سیاہ جلے ہوئے پتھر نظر آ رہے تھے ۔ زمین بھی سیاہ تھی اور اس علاقے میں رات بھی ٹوٹ کر آئی تھی ۔ فوجیوں نے چھوٹے چھوٹے گروہ بنا کر قیام کیا تھا ۔ بے شمار مشعلیں روشن تھیں لیکن ان کی روشنی اس علاقے کی بھیانک سیاہی دور کرنے میں ناکام رہی ۔ ! پھر چاند نکل آیا ۔ اور سیاہ چٹانوں پر چاندنی عجیب مناظر پیش کرنے لگی۔

میرے لئے خاص طور سے ایک خیمہ ایستادہ کرایا گیا تھا' پانی یا شکار کی کوئی دوسری چیز یہاں ملنے کا کوئی امکان نہیں تھا ۔ اس لئے ساتھ لائی ہوئی چیزوں پر گزارہ کیا گیا ۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں اور لتاکا خیمے سے نکل آئے' باہر ہمارے پہریدار مودب کھڑے تھے !

"گورب کو ہمارے پاس بلاؤ ۔ !" میں نے ایک پہریدار کو حکم دیا اور لتاکا کا ہاتھ پکڑ کر ایک اونچی چٹان کے نزدیک پہنچ گیا ۔ پھر میں نے اسے سہارا دے کر چٹان پر چڑھایا ۔ اور ہم دونوں بیٹھ کر چاندنی کی کرنوں کا رقص دیکھنے لگے ۔ تب عقب سے بوڑھے راہبر کے قدموں کی چاپ سنائی دی ۔ گورب جلد ہی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا۔

"ان سیاہ چٹانوں کی کیا داستان ہے گورب ۔ ؟" میں نے اسے ایک سیاہ پتھر پر بیٹھنے کا اشارہ کرنے کے بعد پوچھا۔

"یہ چٹانیں بہت قدیم ہیں بہادر ۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں کھولتے ہوئے پتھروں کا بہت بڑا سیلاب آیا تھا ۔ اس سے قبل یہاں ایک بستی آباد تھی لیکن سرخ سیلاب نے آبادی کو ہضم کر لیا اور پھر یہ سیلاب نہ جانے کہاں نکل گیا پتھر ٹھنڈے ہو کر سیاہ چٹانوں میں تبدیل ہو گئے اور اب یہاں پودے نہیں اگتے ۔" گورب نے بتایا۔

میرا خیال درست تھا ۔ یہ آتش فشاں کا لاوا ہی تھا ۔ بہرحال پھر میں نے گورب سے راستے کے بارے میں پوچھا ۔ "الکورہ کئی راتوں کے سفر پر ہے' جس طرف ہم جا رہے ہیں یہ محفوظ راستہ ہے سیاہ چٹانوں کے بائیں سمت سے جانے پر ہمیں سپاٹ اور صاف راستہ مل سکتا ہے' لیکن اس طرف بستیاں آباد ہیں' ان میں سے چند بستیوں کے بارے میں سنا ہے کہ وہاں اگناس کے مخبر موجود ہیں ۔ وہ طاآس کی ان فوجوں کے بارے میں اگناس کو اطلاع دے دیتے ہیں جو اگناس پر حملہ آور ہوتے جاتی ہیں' چنانچہ مجھ ناچیز کی رائے ہے کہ ناہموار راستہ اختیار کیا جائے جو بستیوں سے دور گزرتا ہے ۔ اس طرح ہم پوشیدہ طور پر اگناس کے

پیچھے پہنچ سکتے ہیں۔ اس راستے پر شکار اور پانی موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم اسی راستے سے ہی سفر کریں گے۔ بس اب تم واپس جاؤ۔" اور گورب گردن جھکا کر چلا گیا۔ تب میں تنا کا کی طرف متوجہ ہوگیا جس کے جسم میں انگڑائیاں ٹوٹ رہی تھیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور وہ مچل کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"مجھے ان سیاہ چٹانوں سے خوف محسوس ہو رہا ہے بہادر۔ آؤ خیمے میں چلیں۔!" اس نے بوجھل لہجے میں کہا اور میں اسے لئے ہوئے خیمے میں داخل ہوگیا۔

سفر کرتے ہوئے ہمیں پانچ دن گزر چکے تھے۔ اب ہم جس علاقے میں سفر کر رہے تھے یہ سرسبز تھا۔ یہاں شکار کی بہتات تھی، جنگلی جانور بھی تھے لیکن فوجوں کی کثیر تعداد دیکھ کر دور بھاگ جاتے تھے۔ بہر حال خوب شکار ہو رہا تھا۔ پانی کی بہتات تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر جھرنے اور دریا مل جاتے تھے۔ ان تمام چیزوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ مجھے نہ اگناس کی فکر تھی اور نہ کسی اور کی، میری زندگی کا مقصد پورا ہو رہا تھا۔ سہانا سفر اور حسین ساتھی۔ اس کے علاوہ اور کیا چاہیئے تھا۔

اور وہ سفر کی ساتویں رات تھی۔ سرسبز علاقہ ختم ہوگیا تھا۔ اور اب بے آب وگیاہ پہاڑ آگئے تھے۔ نوکیلے پہاڑ جو انتہائی دشوار گزار تھے۔ گورب کچھ راستے ایسے جانتا تھا جن کی وجہ سے ان پہاڑوں کی بلندیوں پر چڑھنے کے بجائے ان کے درمیان سُرنگ نما راستوں سے گزرا جا سکتا تھا۔

ویسے میں نے اپنے چند جرنیلوں کے چہروں پر عجیب سے تاثرات دیکھے تھے۔ نہ جانے کیوں وہ کچھ مضطرب سے تھے۔ پھر چاند بھی نہیں نکلا تھا کہ وہ سب جمع ہو کر میرے خیمے پر پہنچ گئے۔ پہریدار نے مجھے ان کے آنے کی اطلاع دی اور میں باہر نکل آیا۔!

"کیا بات ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہم آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں معزز سردار۔؟" ایک جرنیل نے کہا

"آؤ۔ میرے خیمے میں آجاؤ۔!" میں نے کمال نرمی سے کہا اور وہ سب اندر آگئے۔ میں نے انہیں بیٹھنے کی پیشکش کی اور وہ ممنون انداز میں بیٹھ گئے۔!

"ہمیں گورب کی نیت پر شبہ ہو رہا ہے بہادر۔!"

"کیا مطلب۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"صحرا اور پہاڑوں کا کوئی راستہ اتنا طویل نہیں ہے کہ ابھی تک ہمیں الگورہ کے آثار بھی نہ ملیں اور یہ پہاڑیاں خوف کی پہاڑیاں کہلاتی ہیں جن میں بھٹکنے کے بعد انسان کبھی راستہ نہیں پاتے۔ اگر ہم اس راستے سے واپس جانے کی کوشش کریں، جس سے یہاں تک آئے ہیں تو طاآس کی قسم ہمیں وہ راستہ کبھی نہ ملے گا۔!"

میں نے حیرت سے اس جرنیل کی بات سُنی۔ غور کیا اور اندازہ لگایا کہ کم از کم راستے کے بارے میں وہ درست کہہ رہا ہے۔ "لیکن گورب کی نیت کے بارے میں تم کیا کہہ رہے ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"نہ کہتے۔ اگر ہماری فوج کے دو سپاہی راتوں رات غائب نہ ہو جاتے یہ دونوں آدمی وہ تھے جو گورب کے ساتھی تھے۔ اکثر ہم نے ان تینوں کو یکجا دیکھا ہے۔ وہ کچھ پُراسراری گفتگو کرتے تھے اور اگر کوئی ان کے قریب پہنچ جاتا تو وہ طاآس کی عظمت اور اگناس کی گرفتاری کی باتیں کرنے لگتے تھے۔"

"اوہ۔۔۔ وہ دونوں کب غائب ہوئے۔۔؟"

"پچھلی رات۔ چونکہ ہم نے اپنے اپنے دستوں کی پوری ذمہ داری سنبھال رکھی ہے۔ ایک ایک سپاہی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اس لئے آج قیام کے وقت جب سپاہیوں کی پڑتال کی گئی تو۔۔۔ دو سپاہی کم تھے۔ ان کے گھوڑے بھی غائب ہیں۔ تب ہم نے لوگوں سے پوچھ گچھ کی تو ایک سپاہی نے بتایا کہ اس نے شام کے سفر میں ان دونوں کو دیکھا تھا۔ وہ رات کے کسی حصے میں غائب ہوئے ہیں۔ ہم نے گورب سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ وہ تو ان دونوں سے واقف بھی نہیں ہے۔ اور یہی شبہ کی بنیاد ہے۔"

وہ چپ ہوا تو ایک اور جرنیل بول اٹھا۔

"ہمیں اندیشہ ہے معزز سردار۔ کہ گورب اگناس کا ہم خیال نہ ہو۔ باغیوں کی تحریک بہت زبردست ہے۔ بے شمار لوگ ان کے حامی ہیں۔ نہ جانے ہماری فوج میں ہی کون کون ہو۔ حالانکہ ان کا انتخاب کرتے وقت ان باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ گورب جان بوجھ کر ہمیں اس راستے پر لایا ہے تاکہ ہم اگناس تک نہ پہنچ سکیں۔"

"خوف کی پہاڑیوں کی پُرہول داستانیں مشہور ہیں۔ یہاں زلزلے آتے ہیں اور ان پہاڑیوں کی ہیئت بدل جاتی ہے۔ ان میں بڑی بڑی چٹانیں کافی بلندیوں پر ہیں اور اس انداز میں رکھی ہوئی ہیں کہ تھوڑی سی کوشش سے اپنے ساتھ بے شمار پتھر لئے لڑھک سکتی ہیں۔"

"ہوں۔!" میں نے ایک گہری سانس لی، ان کا چہرہ اترا ہوا

تھا۔ لیکن ظاہر ہے مجھے کیا فکر ہو سکتی تھی۔ تاہم ان لوگوں کا اطمینان بھی ضروری تھا۔ چنانچہ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اور میرے ساتھ ہی وہ سب بھی اٹھ گئے۔!

"گورب کو میرے سامنے پیش کرو۔"

"میں ایک اور درخواست بھی کرنا چاہتا ہوں معزز سردار۔"

"کہو۔ کیا بات ہے۔؟"

"ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم مشتبہ سپاہیوں کو گرفتار کریں۔ ایسے کچھ لوگ اور ہوں گے جو اگناس کے ساتھی ہوں۔"

"میری نگاہ میں ایک سپاہی ہے۔" ایک جرنیل بول اٹھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"وہ میرے دستے کا سپاہی ہے۔ جس وقت سپاہیوں کا انتخاب کیا جا رہا تھا تو ان کے قد و قامت کا خاص خیال رکھا گیا تھا شرط تھی کہ وہ سب کے سب قوی ہیکل اور طاقتور ہوں تاکہ اگناس کی فوج کے خلاف موثر طور پر لڑ سکیں۔ لیکن وہ سپاہی نہ صرف پستہ قد ہے بلکہ عمر اور ناتجربہ کار بھی معلوم ہوتا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ وہ سب سے الگ تھلگ رہتا ہے۔"

"عجیب باتیں بتا رہے ہو تم لوگ۔ بہرحال گورب کو بلاؤ۔" میں نے کہا۔ لناکا بھی میرے ساتھ باہر نکل آئی۔ جرنیلوں کے چلے جانے کے بعد اس نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"یہ تو بہت خوفناک بات ہوئی بہادر۔ اب کیا کرو گے؟ اگر اگناس کی فوج نے ہمیں یہاں گھیر لیا تو ہماری فوج کی تمام بہادری رکھی رہ جائے گی۔ اگناس پہاڑوں کا کیڑا ہے۔ وہ پتھروں سے سر اٹھائیں گے اور ہمیں فنا کر دیں گے۔"

"خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے لناکا۔ گورب کو آجانے دو ممکن ہے ہمارے ساتھیوں کا خیال غلط ہو۔"

"میری تجویز اب بھی برقرار ہے بہادر۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیا۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"بہترین موقع ہے۔ ہم راستے کی تلاش میں چلتے ہیں اور کسی دن نکل جاتے ہیں۔ اگر اگناس فوج کو گھیر کر مار بھی دے تو ہمیں کیا؟"

"نہیں لناکا۔ یہ خود غرضی ہے۔ اوّل تو میں بزدلوں کی طرح اگناس سے بھاگنا نہیں چاہتا اور پھر ایسی صورت میں، جب یہ سب خود مصیبت میں گرفتار محسوس کر رہے ہیں۔"

لناکا ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ تب ہم نے دُور سے گورب کو جرنیلوں کے ساتھ آتے دیکھا اور ہم اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ گورب آہستہ آہستہ ہماری طرف آ رہا تھا پھر وہ میرے سامنے پہنچ کر جھکا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ جرنیل اس کے پیچھے کھڑے تھے۔!

"کیا ان لوگوں نے تمہیں بتا دیا گورب۔ کہ تمہیں یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"نہیں سردار۔ انہوں نے صرف آپ کا پیغام دیا ہے!" گورب نے صاف لہجے میں کہا۔

"کیا یہ پہاڑیاں خوف کی پہاڑیاں کہلاتی ہیں گورب۔؟" میں نے پوچھا اور گورب کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ چند لمحے وہ اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"ہاں۔!"

"کیا یہاں زلزلے آتے رہتے ہیں۔؟"

"ہاں۔!" اس نے پاٹ دار آواز میں کہا۔

"گویا یہ جگہ بے حد خطرناک ہے۔؟"

"ہاں۔!" گورب نے اسی انداز میں جواب دیا۔ اس کی آنکھوں سے ایک عجیب سی کیفیت عیاں ہونے لگی تھی۔ چہرے کے خدوخال بے حد سخت ہو گئے تھے۔ غالباً وہ سمجھ گیا تھا کہ اس پر شبہ ہو گیا ہے۔ لیکن کسی اندرونی جذبے نے اسے بے خوف کر دیا تھا۔

"تب پھر تم نے اس طرف کا رُخ کیوں کیا۔؟"

"جان بوجھ کر!" گورب نے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔؟"

"یہ پہاڑیاں نہ صرف خوف کی پہاڑیاں، بلکہ موت کی پہاڑیاں بھی کہلاتی ہیں سردار۔ یہاں داخل ہونے والے زندہ نہیں بچتے۔ کیونکہ یہاں دن رات زلزلے آتے رہتے ہیں۔ زلزلے نہ بھی آئیں تو یہاں سے نکلنے کے راستے تلاش کرنا تمہاری فوج میں سے کسی کے بس کی بات نہیں ہے تم انہیں پہاڑیوں میں بھٹکتے رہو گے تاوقتیکہ کوئی زلزلہ تمہیں نہ آئے۔" گورب نے بڑے سکون سے جواب دیا اور جرنیلوں کے چہرے بگڑ گئے۔ ان کے دانت خوفزدہ انداز میں باہر نکل آئے اور انہوں نے اپنی تلواریں سونت لیں لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں صبر کرنے کا اشارہ کیا اور نرمی سے گورب سے پوچھا۔

"لیکن تم تو ہمارے راہبر تھے گورب۔ تم نے ایسا کیوں کیا۔؟"

"میں اگناس کی معبودیت قبول نہیں کرتا۔ میں تو روشنی کا پجاری ہوں

میں طلوع کا پرستار ہوں اور ان سینکڑوں لوگوں میں سے ایک ہوں جنہیں ظالم طاآس کی نگرانی پر متعین کیا گیا ہے۔ تاکہ طلوع کے پرستاروں کو طاآس کی کی ریشہ دوانیوں سے باخبر رکھا جاسکے۔ میرے لئے اس سے زیادہ سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ میں طاآس کی ایک بڑی فوج کو اپنی حکمت عملی سے تباہ کردوں۔ اور تم۔ سنو سردار۔ تم بے پناہ طاقتور ہو۔ لیکن میری بات غور سے سن لو اگناس پر طلوع کا سایہ ہے وہ اس وقت پیدا ہوا تھا جب سورج کی پہلی کرن نمودار ہوئی تھی اور اس پہلی کرن نے سب سے پہلے اگناس کے جسم کو چھوا تھا۔ اس کے رہبر روشنی کے سائے ہیں۔ اسے تم کیا تمہارے جیسے ہزار ہا انسان بھی زیر نہ کرسکیں گے۔"

میں دلچسپی سے گورب کی بے باکانہ گفتگو سن رہا تھا۔ جرنیلوں کا برا حال تھا۔ ان کے بدن خوف سے کپکپا رہے تھے۔

"تم نے ان دو آدمیوں کو کہاں بھیجا ہے گورب۔؟"

"وہ بھی طلوع کے پرستار تھے۔ وہ اگناس کو تمہارے بارے میں بتانے گئے ہیں۔ اگر زلزلہ نہ آیا۔ تو اگناس تمہیں ان پہاڑیوں میں گھیر کر مارے گا!" گورب نے بتایا اور جرنیل بے قابو ہوگئے۔

"ذلیل۔ کتے۔ بزدل۔" وہ اس پر ٹوٹ پڑے انہوں نے بے پناہ درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے گورب کو گھونسے مار مار کر ہلاک کردیا۔ انہوں نے اس کی گردن توڑ دی۔ ہاتھ پاؤں ایک دوسرے سے جدا کردیئے اور اس کے جسم کے ٹکڑوں کو فضا میں اچھال دیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا تھا کہ میں کچھ بھی نہیں کرسکا۔!

اور پھر جب وہ وحشی پرسکون ہوئے تو میں نے غصیلی آواز میں انہیں پکارا۔ "طاآس نے تم سب کو ہدایت کی تھی کہ تم میرے حکم کی تعمیل کرو۔ پھر تم نے گورب کو کس کے حکم سے قتل کیا۔؟"

"وہ غدار تھا۔ وہ دشمن تھا سردار۔!" ایک جرنیل نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا۔

"اس نے ہمیں موت کی وادیوں میں لا پھینکا ہے۔ اب ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے۔؟"

"تم سب بے وقوف ہو۔ کیا اسے زندہ رکھ کر ہم اس سے یہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں دریافت کرسکتے تھے۔ اب تم میں سے کون یہ راستہ تلاش کرے گا؟ جواب دو۔!" اور جرنیلوں میں سناٹا چھا گیا۔

"ہم اسے اذیت دے کر راستہ بتانے پر مجبور کرسکتے تھے۔ لیکن تم نے یہ راہ بند کردی۔ اس کے ذمہ دار تم ہو۔ صرف تم۔ چنانچہ اب تم راستہ تلاش کرو اور مجھے اطلاع دو۔ جاؤ۔" میں دہاڑا اور جرنیل کان دبائے لوٹنے لگے۔ مجھے درحقیقت غصہ آگیا تھا۔ گورب کو میں زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس سے اگناس کے بارے میں معلومات کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے اس کے ساتھ نرم رویہ رکھا تھا۔!

دفعتاً مجھے کچھ خیال آیا۔ اور میں نے اس جرنیل کو آواز دی جس نے مجھ سے کسی مشکوک سپاہی کا تذکرہ کیا تھا۔ وہ کانپتا ہوا میرے سامنے آگیا

"تم نے مجھ سے کسی ایسے سپاہی کا تذکرہ کیا تھا جو تمہاری نگاہ میں مشکوک ہے۔"

"ہاں سردار۔!" اس کی آنکھوں میں چمک آگئی۔

"اسے میرے پاس لے آؤ۔!"

"بہت اچھا سردار۔" جرنیل دوڑتا ہوا چلا گیا اور میں خاموشی سے چٹان پر بیٹھ گیا۔ لتا کا اب بھی میرے بازو سے چمٹی ہوئی کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ خوف سے سفید ہورہا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور وہ میرے بازو سے رخسار رگڑنے لگی۔

"تم خوفزدہ ہو لتا کا۔؟"

"تم نہیں ہو بہادر۔؟"

"نہیں۔ میں یہاں سے نکلنے کی ہمت رکھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اور پھر اچانک اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ مجھے معاف کرنا۔ میں بھول گئی تھی۔ ہاں میں جانتی ہوں تم غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہو۔ تم ان سب سے افضل ہو جو اس فوج میں شامل ہیں۔ بے شک تم راستہ تلاش کرسکتے ہو۔"

"راستہ موجود ہے لتا کا۔ اور یہی کافی ہے۔ جو چیز موجود ہے اسے تلاش نہ کرسکنا کیا معنی رکھتا ہے۔ جب اس فوج میں شامل عام سپاہی باہر نکل سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں۔"

"ہاں۔ ہم نکل سکتے ہیں۔ لیکن یہ زلزلوں کی وادی ہے۔ یہاں سے جس قدر جلد ہوسکے نکل چلو۔ مجھے یہاں بہت خوف محسوس ہورہا ہے

"رات گزرنے کا انتظار کرنا ہوگا۔ دیکھنا یہ ہے کہ جرنیل کیا تیر مارتے ہیں۔؟"

"آؤ۔ خیمے میں چلیں۔ میں تمہارے بازوؤں میں سمٹ کر یہ خوف دل سے نکال دینا چاہتی ہوں۔" وہ کھڑی ہوگئی۔

"صرف چند لمحے اور۔ اس سپاہی کو آجانے دو جو پستہ قد ہے۔!
میں نے اسے روکتے ہوئے کہا اور وہ گردن جھکائے میرے نزدیک بیٹھ گئی۔

اُس کی دلجوئی کرنے لگا۔ مجھے کوئی خوف نہیں تھا پروفیسر۔ ہاں طاآس کی پوری فوج ضرور مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ یہاں پر تم مجھے خود غرض بھی کہہ سکتے ہو۔ لیکن بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جہاں انسان کوشش کے باوجود کچھ نہیں کر سکتا اور پھر یہاں بھی پہاڑ والوں جیسا معاملہ تھا۔ مسائل مختلف تھے لیکن وہی جذبہ کارفرما تھا۔ آرسانہ کا شہنشاہ سیاہ فاموں پر اپنی برتری قائم رکھنا چاہتا تھا انہیں اپنا محکوم دیکھنا چاہتا تھا۔ اور طاآس خدا بن بیٹھا تھا۔ وہ سب کو اپنی روحانی برتری کا قائل کرنا چاہتا تھا۔ یہی چکر چل رہا تھا۔ حالانکہ اگر صحیح طور پر دیکھا جاتا تو میں ان سب سے برتر تھا پروفیسر۔ کیونکہ میری پلاٹ ان سے مختلف تھی۔

بہرحال۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جرنیل واپس آگیا۔ اُس کی گردن لٹکی ہوئی تھی۔ میں نے تعجب سے اُسے دیکھا کیونکہ وہ تنہا تھا۔ "کیوں۔ کیا بات ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"شاید ہماری موت ہی آگئی ہے سردار۔ ہر قدم پر ناکامی ہو رہی ہے۔ وہ سپاہی غائب ہے۔ تلاش کے باوجود اس کا پتہ نہیں چل سکا۔"

"اوہ۔!" میں نے گردن ہلائی۔ "گویا وہ بھی نکل گیا۔ خیر ٹھیک ہے۔ جاؤ۔ راستے تلاش کرو۔ اور اگر مل جائیں تو مجھے اُن کے بارے میں بتاؤ میں اپنے خیمے میں آرام کر رہا ہوں۔!" میں نے لناکا کا بازو پکڑا اور خیمے کی طرف بڑھ گیا۔ لناکا کی کیفیت عجیب تھی۔ حالات پر غور کرتی تو خوفزدہ ہو جاتی اور پھر جب میں ڈھارس بندھاتا تو مطمئن ہو جاتی۔

اور پھر رات گئے وہ حسب معمول میری آغوش میں منہ چھپا کر سو گئی۔ مجھے بھی سوچتے سوچتے نیند آگئی۔ اور نہ جانے کتنی رات گزری تھی کہ اچانک کسی آہٹ سے میری آنکھ کھل گئی!

سوتے ہوئے لناکا مجھ سے الگ ہو گئی تھی۔ وہ دوسری طرف کروٹ لئے سو رہی تھی۔ اور خیمے میں تاریکی تھی۔ اس تاریکی نے ہی مجھے ہوشیار کر دیا۔ عام طور پر مشعل جلتی رہتی تھی اور اس کے بجھنے کی کوئی وجہ نہیں تھی تاوقتیکہ کوئی اسے بجھا نہ دے۔ لیکن گہری تاریکیاں بھی میری آنکھوں سے وہ بینائی نہیں چھین سکی تھیں جو صدیوں نے مجھے بخشی تھی۔ میں رات کی تاریکی میں دن کے اجالے کی طرح دیکھ سکتا تھا۔ اور میں نے اس پستہ قد سائے کو دیکھ لیا جس کا ہاتھ بلند ہو کر جھکنے ہی والا تھا۔ اس ہاتھ میں ایک چمکدار خنجر تھا میرے دماغ میں بجلی کوند گئی۔ ایک لمحہ۔ صرف ایک لمحہ، چشم زدن میں ہاتھ لناکا کے سینے پر پہنچ جائے گا اور خنجر اس میں پیوست ہو جائے گا۔ خون کا فوارہ ابل پڑے گا اور لناکا کا جسم تڑپے گا پھر ساکت ہو جائے گا۔

چنانچہ میں نے ایک ساعت کے ہزارویں حصے میں فیصلہ کر لیا۔ اس سائے کو پکڑنے کی کوشش اس وقت مناسب نہیں تھی۔ اس کے بجائے لناکا کو اس کے خنجر کی زد سے بچانا زیادہ سودمند تھا۔ میں نے بجلی کی سی تیز رفتاری سے لناکا کا بازو پکڑ کر زور سے کھینچا اور اسی وقت خنجر کھچاک سے لناکا کے بستر میں گھس گیا۔ لناکا چیخ پڑی۔ وہ میرے کھینچنے کی وجہ تو نہیں سمجھی ہوگی البتہ شاید وہ اگناس کے پہاڑیوں کے زلزلے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ اس لئے اس کی چیخ کافی زوردار تھی۔!

اور حملہ آور سائے نے خیمے کے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی میں لناکا کو اس کی زد سے بچا کر زور سے اچھلا اور خیمے کے دروازے کی طرف لپکا۔ لیکن جب میں دروازے سے باہر نکلا۔ تو چاروں طرف خاموشی چاندنی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ کوئی چاپ نہیں تھی۔ چالاک حملہ آور جانتا تھا کہ قدموں کی چاپ پر میں اس کے پیچھے چلا آؤں گا۔ اس لئے اس نے کسی بڑی چٹان کے عقب میں پہنچ کر سانس روک لی تھی۔ میں نے ایسی چٹانوں کا تعین کیا جہاں وہ چھپ سکتا تھا اور پھر وہ تمام چٹانیں چھان ماریں۔ لیکن حملہ آور کا کہیں پتہ نہ چل سکا! تب میں خیمے کی طرف واپس چل پڑا۔ نہ جانے لناکا کا کیا حال ہو۔!

لناکا خاموش پڑی تھی۔ یہی غنیمت تھا کہ وہ صورت حال نہیں سمجھ سکی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچا اور اسے آواز دی۔ اس نے میری آغوش میں سر رکھ دیا اور سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کیا ہوا تھا بہادر۔ کیا ہو گیا تھا۔ کہاں گئے تھے تم۔؟"

"کیا تم خواب دیکھ رہی تھیں لناکا۔؟"

"ہاں۔ کیا میں خواب میں چیخ پڑی تھی۔؟"

"شاید ایسا ہی ہوا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ بہادر۔ میں نے خواب دیکھا تھا۔ میں نے ان پہاڑیوں کو لرزتے دیکھا تھا۔ بڑے بڑے پتھر گر رہے تھے اور پھر ایک پتھر میرے جسم کی سیدھ میں آرہا تھا کہ تم نے مجھے کھینچ لیا۔ کیا تم نے بھی وہی خواب دیکھا تھا جو میں نے دیکھا؟"

"یونہی سمجھ لو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ حقیقت بتا کر میں اسے خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"پھر تم باہر کیا کرنے گئے تھے۔؟" لناکا نے پوچھا۔

"دیکھنے گیا تھا کہ پہاڑیاں سچ مچ تو نہیں ہل رہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر۔۔؟" لتاکا نے خوفزدہ انداز میں پوچھا۔

"وہ صرف خواب تھا۔"

"اوہ۔۔!" لتاکا نے گہری سانس لی اور میرے سینے میں گھس کر دوبارہ سو گئی۔ لیکن میں پھر نہ سو سکا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سایہ کون تھا؟ وہ لتاکا کو کیوں قتل کرنا چاہتا تھا۔ کیا وہ میرے دھوکے میں لتاکا کو قتل کر رہا تھا۔؟ لیکن ایسی حماقت ممکن نہیں تھی۔ مجھ میں اور لتاکا میں تو بہ آسانی تمیز کی جا سکتی تھی۔ پھر۔۔؟ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی اور صبح ہو گئی۔ خوفزدہ سپاہیوں نے ہمیں ناشتہ پیش کیا۔ ان کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے سب کام کر رہے تھے۔ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں لتاکا کو ساتھ لے کر باہر نکل آیا۔ تمام مسلح فوجی چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹے چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ ایک بھی جرنیل ان میں موجود نہ تھا۔ میں نے ایک فوجی سے جرنیلوں کے بارے میں پوچھا۔

"وہ سب راستے کی تلاش میں گئے تھے۔ ابھی تک واپس نہیں آئے۔" فوجی نے خوفزدہ انداز میں بتایا۔

"رات ہی کو چلے گئے تھے۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

اور میں گردن ہلانے لگا۔ مجھے خدشہ ہو گیا تھا کہ وہ راستہ بھٹک کر پہاڑوں کی بھول بھلیوں میں نہ گم ہو گئے ہوں اور جوں جوں وقت گزرتا رہا میرا شبہ یقین میں بدلتا گیا۔ دوپہر ڈھل گئی۔ شام ہو گئی اور ایک بھی جرنیل واپس نہیں آیا۔ دوسری رات بھی میں نے اسی جگہ گزاری۔ اس رات میں تشویش میں مبتلا تھا اور لتاکا مطمئن۔ نہ جانے کون سے خیال نے اسے مطمئن کر دیا تھا لیکن میں جرنیلوں میں الجھا ہوا تھا۔ اگر کل صبح تک بھی وہ واپس نہ آئے تو پھر انہیں مردہ تصور کر لیا جائے اور اس کے بعد۔۔! اس کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں آگے کا سفر شروع کر دوں گا۔!

لتاکا سو گئی۔ لیکن اس رات میں سکون سے نہیں سو سکا۔ مجھے لتاکا پر پچھلی رات کا حملہ یاد تھا جس کے بارے میں، میں دن بھر میں بھی کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا۔ پھر صبح ہو گئی۔ معمول میں کوئی فرق نہ تھا سوائے اس کے کہ ناشتہ لانے والوں کے چہرے کچھ اور اتر گئے تھے۔ سورج نے ایک طویل سفر طے کر لیا تو میں نے فوجیوں کو ایک جگہ جمع ہونے کو کہا اور سب کے سب فوجی میرے سامنے پہنچ گئے۔

"طاآس کے وفادارو۔ تمہارے معتوں نے ایک غلط آدمی کو بطور رہبر ہمارے ساتھ بھیج دیا تھا۔ یہ اس کا کام تھا کہ وہ صحیح آدمی کا تعین کرتا کیونکہ میں ان راستوں سے واقف نہیں تھا۔ پھر تمہارے جرنیلوں نے اس شخص کو قتل کر دیا جو ہمیں کسی نہ کسی طرح راستہ بتا سکتا تھا اور پھر جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ راستے کی تلاش میں چل پڑے۔ طویل وقت گزر چکا ہے اور ان میں سے کوئی واپس نہیں لوٹا، جس سے صرف ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ راستے کی بھول بھلیوں میں گم ہو گئے۔ جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ زلزلوں کی سرزمین ہے۔ یہ پہاڑیاں بے حد مخدوش اور خطرناک ہیں۔ چنانچہ اگر ہم نے یہاں رک کر جرنیلوں کا انتظار کیا تو کوئی بھی زلزلہ ہمیں آلے گا اور ہم بے موت مارے جائیں گے۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آگے بڑھیں۔ متحد ہو کر چلیں اور ہر قسم کے حالات سے نپٹنے کے لئے تیار رہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔؟"

"ہم سب تمہارے وفادار ہیں۔ تمہارے حکم کی تعمیل کریں گے۔" انہوں نے بیک آواز کہا۔

"تب تیار ہو جاؤ۔۔! اور سفر شروع کر دو۔" میں نے کہا اور پھر میرے اشارے پر سپاہی منتشر ہو گئے۔ میں نے بھی لتاکا کو ساتھ لیا۔ لباس تبدیل کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم بھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ ہمارا خیمہ اکھاڑ کر گھوڑے پر بار کر دیا گیا تھا۔ جب تمام سپاہی تیار ہو گئے تو میں نے ان کا جائزہ لیا۔ میں اس شخص کے بارے میں اندازہ لگانا چاہتا تھا، جو پچھلی رات لتاکا پر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن کوئی اندازہ نہ لگا سکا اور پھر میں نے انہیں آگے بڑھنے کا حکم دے دیا۔

خوفناک پہاڑیوں۔ گہری گھاٹیوں اور دشوار گزار راستوں کو طے کرتے ہوئے ہم سست رفتاری سے آگے بڑھتے رہے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ جوں جوں ہم آگے بڑھ رہے ہیں، راستہ خطرناک سے خطرناک تر ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔ کہ ہم یہ راستہ طے کرتے رہیں۔ اور راستہ طے ہوتا رہا۔ کبھی کبھی کسی سپاہی کے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز اور اس کی آخری چیخ سنائی دیتی تو ہم سب چونک پڑتے۔ لیکن سپاہی کی لاش اتنے گہرے کھڈ میں پڑی ہوتی کہ اسے نکالنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مرنے والے کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں دیتا تھا۔ سب کو اپنی اپنی زندگی کی فکر لاحق تھی۔ بعض جگہ اتنے تنگ راستے ملتے کہ ایک ایک سوار بمشکل گزر سکتا۔ اور بعض جگہ زمین کا صرف اتنا سا ٹکڑا ملتا کہ گھوڑا بمشکل قدم جما کر نکل سکتا۔ دونوں سمت گہرے کھڈ ہوتے۔ ہوا کی پراسرار سیٹیاں اس خوفناک علاقے کی ہیبت کو اور بڑھا دیتیں۔

ہاں خوفزدہ سپاہی بعض اوقات ایسے راستوں پر سے گزرتے ہوئے خود ہی گھوڑے سے چھلانگ لگا کر زمین کی پستیوں میں چلے جاتے۔ انہیں

قدم قدم پر مرنے کے بجائے ایک دفعہ کی موت بہتر لگتی ۔ اس طرح فوج کے جوان کم ہوتے جا رہے تھے ۔ لیکن ہم آگے بڑھ رہے تھے ۔ اور میں الگناس کے بارے میں سوچ رہا تھا ۔ !

بلاشبہ اس کے وفادار گورب نے طاآس کی فوج کو اس مصیبت میں ڈال کر ایک بیش بہا کارنامہ انجام دیا تھا اور اب طاآس کی یہ ٹوٹی پھوٹی فوج، اگر اس علاقے سے نکل بھی گئی تو الگناس کی تازہ دم فوج کے مقابلے میں چند منٹ بھی نہیں ٹھہر سکتی ۔ تو یہ ہے الگناس ۔ ! اور جوں جوں میں اس کے بارے میں سوچتا' میرے دل میں اس سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوتا جاتا۔

سورج چھپ گیا۔ تاریکی پھیل گئی اور سپاہی رُک گئے ۔ رات کی خوفناک تاریکی میں ایک قدم آگے بڑھنے کی ہمت نہیں رہی تھی ۔ راستے کی خوفناک صعوبتوں نے فوجیوں کو زندگی سے مایوس کر دیا تھا ۔ آج انہوں نے میرا خیمہ بھی نہ لگایا ۔ ہر شخص بیزار بیزار سا نظر آ رہا تھا ۔ زرد چہرے' ایک دوسرے کی شکل میں موت تلاش کر رہے تھے ۔ خاموش خاموش ۔ جانکنی کی کیفیت میں مبتلا ۔ کچھ نہ ہوا ۔ کھانے پینے کا بھی کسی کو خیال نہ آیا ۔ میں نے بھی یہ رات کھلے ماحول میں گزارنے کا فیصلہ کیا ۔ لتاکا میرے پاس تھی ۔ وہ بھی خاموش تھی ۔ سب بُت مردہ تھے سوائے میرے ۔ !

"لتاکا ۔ !" میں نے اُسے آواز دی اور اس نے اُداس آنکھوں سے میری طرف دیکھا ۔ "کیا سوچ رہی ہو ۔ ؟"

"کچھ نہیں ۔" وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی ۔

"میرے ساتھ آنے پر افسوس کر رہی ہو ۔ ؟"

"نہیں ۔"

"پھر ۔ ؟" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے پوچھا ۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ زندگی کی منزل قریب آ گئی ۔ !" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا ۔

"اتنی مایوسی اچھی نہیں ۔" میں نے کہا ۔

"لیکن جو لمحات میں تمہارے ساتھ گزار چکی ہوں ۔ وہ حاصلِ زندگی تھے ۔ تمہاری آغوش' دنیا کی سب سے حسین جگہ ہے ۔ کوئی بھی عورت ۔ اسے پا کر کسی اور چیز کی آرزو نہیں کر سکتی ۔ اسے سب کچھ مل جاتا ہے ۔" اس نے میری بات سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا ۔

"میری موجودگی میں تمہیں فکر نہیں کرنی چاہیئے لتاکا ۔ !" میں نے اسے تسلی دی ۔ لیکن اس نے میری اس بات پر بھی توجہ نہیں دی ۔ اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر میری گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی ۔

"آخری بار ۔ ہاں ۔ شاید آخری بار ۔۔۔ مجھے پیار کر لو ۔ شاید اس کے بعد مجھے کچھ نہ ملے ۔۔۔ اور پھر وہ اسی دیوانگی کے عالم میں مجھے پیار کرنے لگی ! میں نے اس وقت سوچا تھا کہ وہ ذہنی طور پر ناکارہ ہونے کی وجہ سے ایسی حرکات کر رہی ہے ۔ لیکن بعد میں مجھے اندازہ ہوا پروفیسر کہ اسے موت کی آہٹ سنائی دے گئی تھی ۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ زندگی کے لمحات مختصر ہیں ۔۔۔۔۔۔ موت آنے والی ہے اور میں نے اسے مایوس نہیں کیا ۔ عجیب ہیجان خیز لمحات تھے پروفیسر اور اس کے بعد ۔ اس کے بعد سے آج تک میری زندگی میں ایسی رات نہیں آئی پروفیسر میں اس کی وحشت سے پریشان ہو گیا تھا کہ اچانک ۔۔۔۔ ایک خوفناک گڑگڑاہٹ سنائی دی ۔ ! میں اچھل پڑا ۔

"زلزلہ ۔" لتاکا کی دہشت خیز چیخ ابھری ۔ اور وہ چھپکلی کی طرح مجھ سے چمٹ گئی ۔ !

"زلزلہ ۔ زلزلہ ۔" فوجیوں کی بھیانک چیخیں ابھریں اور وہ پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر دوڑنے لگے ۔ بڑی بڑی چٹانیں لڑھک رہی تھیں ۔ دھماکے ہو رہے تھے' گرد اُڑ رہی تھی اور فضا بے حد بھیانک ہو گئی تھی ۔ چاروں طرف سے وحشت خیز کراہیں' خوفناک چیخیں ابھر رہی تھیں' پھر ایک بہت بڑا پتھر میری ٹانگوں پر گرا اور اچھل کر دور جا گرا ۔ مجھے کوئی احساس نہیں ہوا تھا ۔ ایک اور چٹان میری پشت پر آ گری ۔ اور میرے نیچے دبی ہوئی لتاکا کی بھیانک چیخ گونجی ۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا ۔ چٹان کا صرف ایک کونہ اس کے سر کو چھو گیا تھا ۔ لیکن یہی کافی تھا ۔ لتاکا کے سر کا اب کوئی وجود نہیں تھا ۔ اس کا بھیجہ خون کی آمیزش کے ساتھ چٹان کے رخنوں سے باہر نکل گیا تھا ۔ اس کا جسم ہولے ہولے کئی بار میرے جسم کے نیچے تڑپا اور ساکت ہو گیا ۔ !

لتاکا مر چکی تھی ۔ اب اس کے بے جان جسم کی حفاظت بے سود تھی ۔ میں نے قوت صرف کر کے چٹان اپنے جسم سے ڈھکیلی اور کھڑا ہو گیا زمین ڈگمگا رہی تھی ۔ بڑے بڑے شگاف بن رہے تھے ۔ چٹانیں پُرشور آواز کے ساتھ اکھڑتیں اور اپنے ساتھ پتھروں کا لشکر لئے نیچے کی طرف دوڑتیں ۔ اور تاک تاک کر شکاروں کو نشانہ بناتیں ۔ چیخیں کم ہو گئی تھیں ۔ چیخنے والے خاموش ہو چکے تھے ۔ ہمیشہ کے لئے ۔ ! بچے کھچے بھی موت کا مزہ چکھ رہے تھے یہ چٹانیں میرے جسم پر بھی گر رہی تھیں ۔ لیکن میں ابھی تک ان سے محفوظ تھا ۔ پھر چند چٹانوں نے بیک وقت مجھ پر حملہ کیا ۔ اور میں ان کے نیچے دب گیا ۔

میں نے بھی سوچا کہ اب جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دیا جائے۔ زلزلہ ختم ہو جائے
اس کے بعد نکلوں گا! چنانچہ میرے اوپر پتھروں کا انبار لگتا رہا۔!

نہ جانے کب تک یہ خوفناک گڑگڑاہٹ جاری رہی اور اس کے
بعد مکمل سکوت چھا گیا۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی تیز رفتار ٹرین گزر جانے
کے بعد سکوت چھا جاتا ہے۔ اور پھر جب چھوٹے بے سہارا پتھر بھی اپنی جگہ
حاصل کر چکے تو میں نے اپنے اوپر پڑی چٹانوں کے وزن کا اندازہ کیا۔ اپنے
دونوں ہاتھ اوپر اُٹھائے اور چٹانیں میرے ہاتھوں کے ساتھ بلند ہو گئیں۔ میں
نے انہیں دور پھینکنا شروع کیا اور بالآخر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔!

اس علاقے کا نقشہ ہی بدل چکا تھا۔ میں نے چاروں طرف
دیکھا۔ چند کراہوں کے علاوہ کوئی آواز نہ تھی۔ میں نے کراہوں کی سمت کا
جائزہ لیا۔ اور اس طرف بڑھا۔ لیکن وہ شاید آخری کراہیں تھیں کیونکہ اس کے
بعد کسی آواز نے میری رہنمائی نہیں کی۔ میں نے پورے علاقے کا ایک طویل
چکر لگایا اور کہیں زندگی کی رمق نہ پاکر بالآخر ایک بڑی چٹان پر بیٹھ گیا۔

اپنی ذہنی حالت کا میں کوئی تجزیہ نہیں کر سکتا پروفیسر۔ میں نہیں
کہہ سکتا اس وقت میں کیا سوچ رہا تھا۔ مجھے طاکا کے مرنے کا افسوس ضرور تھا
لیکن۔ وہ میری آرزو نہیں تھی۔ وہ میری آخری چاہت نہیں تھی۔ میں جانتا تھا
کہ اگر اس نے اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک بھی میرا ساتھ دیا۔ تو وہ کتنی ہو گی
ایک روز وہ مر جائے گی۔ پھر ایسی ناپائیدار ہستیوں کے لئے پریشان ہونے کی
کیا ضرورت تھی۔ ہاں میں تنہا رہ گیا تھا اور اب مجھے تنہائی کا احساس تھا
میں نے چٹان پر بیٹھے بیٹھے بہت سے پروگرام بنائے۔ جن کی انتہا یہی کہ تہذیب
پرانا گناس کو تلاش کیا جائے۔ اس سے دو دو ہاتھ کئے جائیں۔ دیکھا تو جائے
وہ کیا ہے۔ ممکن ہے وہ بھی میرے جیسا ہی کوئی انسان ہو۔! اس چٹان پر مجھے
صبح ہو گئی۔ سورج نکلا اور اس کی روشنی نے ایک بھیانک ماحول کو اجاگر کیا
خون میں رنگی ہوئی چٹانیں۔ مٹی میں ابھرے ہوئے انسانی اعضاء۔ کچلے ہوئے
سر، ٹوٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ انسانی لاشے
اوندھے منہ زمین میں گڑے ہوئے تھے۔ صرف دو ٹانگیں اُبھری ہوئی
تھیں، باقی جسم چٹانوں میں پوشیدہ۔

یہ لرزہ خیز منظر اس قدر بھیانک تھا کہ اگر میرے جیسے مضبوط دل و
دماغ کے انسان کے بجائے کوئی عام انسان اسے دیکھتا تو ذہنی توازن کھو بیٹھتا
لیکن میں نے تو نہ جانے کتنی بار ایسی تباہی دیکھی تھی۔ میرے سامنے تو نہ جانے
کون کون سے بھیانک مناظر آ چکے تھے ان مناظر نے مجھے زیادہ متاثر نہیں کیا۔ ہاں
طاآس کی فوج کا ایک سپاہی بھی زندہ نہیں بچا تھا۔ میں لاشوں کے قریب جا جا

کر انہیں دیکھتا رہا۔ اور پھر میں نے ٹیلوں سے آگے بڑھ جانے کا فیصلہ کیا۔
اس فیصلے کے تحت میں مڑا ہی تھا کہ مجھے ایک انسانی کراہ سنائی دی۔ میں
چونک پڑا۔ میری تیز نگاہیں قرب و جوار کا جائزہ لینے لگیں۔ تب میری
نگاہ چٹانوں کے اس سائبان کے نیچے پڑیں جو قدرتی طور پر بن گیا تھا۔ دو
عظیم الشان نوکدار چٹانیں بیک وقت گر کر ایک دوسرے سے ٹکرا گئی تھیں ان
کی نوکیں آپس میں جڑ گئی تھیں اور ان کے نیچے ایک خلاء رہ گیا تھا۔ پتھروں
کے دوسرے ٹکڑے ان عظیم الشان چٹانوں کی پوزیشن نہیں بدل سکے تھے اور
ایک انسانی زندگی اس خلاء میں محفوظ تھی۔

ہاں۔ یہ ایسے ہی عجوبوں میں سے ایک تھا، جو اکثر میری
نگاہوں کے سامنے سے گزر چکے تھے۔ مجھے احساس تھا۔ ہر دور میں احساس
رہا کہ ایک پُراسرار اندیکھی قوت اس کائنات میں موجود ہے جو انوکھے
کارنامے دکھا کر اپنی زندگی کا احساس دلاتی ہے اور مجھے حیرت زدہ کرتی رہتی ہے
میں نے کسی دور میں اس قوت کو نہیں دیکھا، لیکن اس کے وجود کا احساس کیا ہے
اس پر یقین رکھا ہے۔ لیکن میں اسے کوئی نام نہیں دے سکا، البتہ تم اسے
خدا کہتے ہو پروفیسر۔ تم نے اسے اپنے ایمان میں شامل کیا ہے۔ اور میں نے
اسے ہر دور میں قریب پایا ہے اور اس وقت بھی اس قوت کا پیش کردہ
تماشا دیکھ رہا تھا۔

میرے قدم تیزی سے ان چٹانوں کی طرف بڑھ گئے۔ طاآس
کی فوج کا ایک سپاہی تھا۔ جو شاید بے ہوش تھا اور اب اسے ہوش آ رہا تھا
میں چٹان کے نیچے جھکا، اور میں نے اس سپاہی کی ٹانگیں پکڑ کر اسے
باہر گھسیٹ لیا۔ ٹانگیں کھینچنے سے اس کے سر پر منڈھا ہوا خود اتر گیا
اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ خود اترتے ہی لمبے لمبے بال بکھر گئے تھے
نرم اور ریشمی بال۔ میں نے ان بالوں کے نیچے ایک جوان
اور حسین چہرہ دیکھا، جو گرد سے اٹا ہوا تھا۔ لیکن۔ جو نہ جانے کیوں مجھے
جانا پہچانا لگ رہا تھا۔ میں نے اسے احتیاط سے باہر کھینچ کر اس کا سر اپنے
زانو پر رکھ دیا۔ بلاشبہ یہ عورت ہی تھی جو پوری طرح ہوش میں نہیں آئی تھی
لیکن۔ میری حیرت کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ طاآس کے فوجیوں
میں عورت بھی ہو گی۔ میرے گمان میں بھی نہیں تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں
حسین اور دلربا آنکھیں۔ دل موہ لینے والی سیاہ آنکھیں۔ جو کھوئے کھوئے
انداز میں مجھے تک رہی تھیں۔ میری ذہنی کیفیت عجیب تھی۔ میں ان آنکھوں
کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

تب وہ آنکھیں ہوش میں آ گئیں۔ ان میں خوف در آیا۔ اللہ

اس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ نسوانی اور دلکش چیخ ۔ جو میرے کانوں میں ایک خوشگوار اثر چھوڑ گئی تھی۔

"زلزلہ۔ زلزلہ۔" اس نے دوبار کہا۔

"ختم ہوگیا ہے۔!" میں نے اسے تسلی دینے والے انداز میں کہا اور اس کا سر سینے سے بھینچ لیا۔ وہ بھی کسی خوفزدہ بچے کی طرح مجھ سے چمٹ گئی۔! کئی منٹ تک اسی طرح میری آغوش میں منہ چھپائے، آنکھیں بند کئے لیٹی رہی۔ پھر اس نے اپنے جسم کو جنبش دی ۔ اور میرا سہارا لے کر اُٹھ بیٹھی۔ اب وہ میری شکل دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت تھی۔ پھر اس کے ہونٹ ہلے اور اُن سے آواز نکلی ۔!

"لتاکا کہاں ہے؟"

"زلزلے کی نذر ہوگئی۔ مگر تم کون ہو۔؟" میں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"تم مجھے نہیں پہچانتے۔؟" اس نے شناکی انداز میں کہا۔

"ہاں۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے یاد نہیں آسکا۔ تاہم میں نے تمہیں دیکھا۔"

"میں انطاریہ ہوں۔ طاآس کی سب سے چھوٹی رانی۔ کیا تمہیں یاد آگیا۔؟" اس نے قدرے طنزیہ انداز میں کہا اور میری آنکھوں سے ایکدم پردہ ہٹ گیا۔ میرے ذہن سے غبار چھٹ گیا اور مجھے وہ شام یاد آگئی جب شہنشاہ طاآس اپنی رانیوں کے ساتھ بیٹھا ۔۔۔۔ مجھے اگناس کی گرفتاری پر آمادہ کر رہا تھا، اور میری نگاہیں اس کی ایک کمسن رانی کی طرف اٹھ گئی تھیں۔

تب میں اس حسین رانی کی آنکھوں میں رقابت کے جذبات محسوس کئے تھے۔ سیاہ حسین آنکھوں میں رشک وحسد کی آگ دیکھی تھی۔ یہی تو وہ آنکھیں تھیں۔ یہی تو وہ خدوخال تھے جو گرد میں اَٹے ہونے کے باوجود انتہائی دلکش تھے ۔!

لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے شدید حیرت ہوئی تھی۔ "تم۔ ہاں، میں تمہیں پہچان گیا۔ لیکن تم ۔ یہاں اس لباس میں ۔؟" میں نے حیرت سے کہا۔ اور اس نے ایک گہری سانس لے کر رخ دوسری طرف کرلیا۔

"ہاں ۔ میں انطاریہ ہوں۔ طاآس کی سب سے چھوٹی رانی۔ اس کی سب سے بڑی چاہت۔ لیکن ۔ وہ میری چاہت نہیں بن سکا، میں نے تمہیں دیکھا، اور پسند کرلیا۔ لیکن تم ۔ بے درد انسان ۔ تم نے ایکبار بھی میری طرف نہیں دیکھا۔ تم تو لتاکا میں کھوئے ہوئے تھے۔" اُس کے انداز میں شکایت تھی۔

"ہاں ۔ مجھے اعتراف ہے۔ لیکن تم یہاں کب اور کیسے آگئیں؟"

"میں تمہاری محبت میں پاگل ہوگئی تھی اور دیکھ لو۔ تمہارے لئے میں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ میں چالاکی سے بھیس بدل کر اس فوج میں شامل ہوگئی جو اگناس کی سرکوبی کے لئے تمہاری سرکردگی میں آرہی تھی۔ میں نے تمہاری معیت میں یہ دشوارگزار راستے پار کئے۔ میں، جس نے کبھی پھولوں کی پتیوں سے پاؤں نیچے نہیں اُتارا۔ لیکن لتاکا تمہارے گلے کا ہار بنی رہی ۔ ہم یہاں تک آگئے۔ تب مجھ پر انکشاف ہوا کہ جرنیل میرے چھوٹے قد کی وجہ سے میرے اوپر شبہ کرنے لگے ہیں اور میں انھیں پہاڑوں میں روپوش ہوگئی۔ وہ مجھے نہیں تلاش کرسکے اور مجھے بھی گورب کا ساتھی سمجھ لیا گیا۔ مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔ میں تو بس لتاکا کو ہلاک کرکے تمہارا قرب چاہتی تھی اور پچھلی رات میں نے لتاکا کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تو تم جاگ گئے اور تم نے اسے بچالیا تم نے میرا تعاقب کیا۔ لیکن میں تمہارے خیمے کے عقب میں پوشیدہ ہوگئی۔ اگر تم مجھے پالیتے تو ہلاک کردیتے نا۔ بولو۔"

میں دیوانوں کی طرح منہ پھاڑے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ بڑی عجیب کہانی سُنائی تھی اُس نے ۔ بڑی حیرت انگیز لڑکی تھی وہ ۔ اس کے ساتھ ہی میں اپنی قسمت پر بھی ناز کررہا تھا۔ میری تنہائی دُور ہوگئی تھی۔ ایک اور حسین ساتھی میرا مقدّر بن گیا تھا۔ اب مجھے ان پہاڑوں کی کوئی پرواہ نہیں تھی میں تو یوں بھی ہر ماحول میں زندگی گزارنے کا عادی تھا۔ اور مجھے جس چیز کی ضرورت تھی وہ مل گئی تھی ۔ بہرحال حیرت کی وجہ سے میرے حواس ابھی تک بحال نہیں ہوئے تھے ۔!

"لتاکا مرچکی ہے اور تم ابھی اس کا سوگ مناؤ گے۔ کیوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں بھی کیوں نہ مرگئی۔ فوج کے باقی لوگ کہاں ہیں۔ کیسا زلزلے نے کچھ اور لوگوں کی بھی جاں بخشی کردی ہے ۔؟"

"کوئی بھی زندہ نہیں بچا انطاریہ ۔ ان خوفناک پہاڑوں میں اب میرے اور تمہارے سوا کوئی جاندار نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرانے لگی ۔!

"کیا اب بھی تم میری محبت کے قائل نہیں ہوگے۔ کیا تمہیں احساس نہیں ہے کہ میری شدید محبت کی تڑپ نے ہی تمہاری زندگی ... بچالی ہے ورنہ تم بھی دوسروں کی طرح کچل کر مرجاتے۔"

اس کی عمر بہت کم تھی پروفیسر۔ اس کی آواز، اس کے لہجے اور اس کے سوچنے کے انداز میں بے پناہ معصومیت تھی۔ وہ اپنی طلب کی سچائی پر نازاں تھی اور خود کو میری زندگی کا محافظ سمجھ رہی تھی ۔ میں اس کی معصومیت پر مر مٹا ۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے آغوش میں لے لیا اور بولا۔

"بے شک۔ میری زندگی صرف تمہاری وجہ سے بچ گئی ہے!"

میری غیر متوقع حرکت، میرا محبت بھرا انداز، میرے لہجے کی حلاوت۔ ان تینوں چیزوں نے اسے حیران کر دیا۔ اسے ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی غیر متوقع چیز مل گئی ہو۔ وہ حیرانی سے ان تینوں باتوں کا یقین کرنے لگی۔ کیسا معصوم انداز تھا پروفیسر۔ پھر یہ جاننے کے بعد کہ یہ سب کچھ اس کے تصور کا وہم تو نہیں تھا۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا!

"میں چاہتی ہوں تم ہمیشہ زندہ رہو۔ لتاکا تو اب مر ہی گئی۔ بس تم مجھے پیار کرتے رہو۔!" اس نے محبت سے میری گردن اور رخسار چومتے ہوئے کہا۔

"تم کہتی ہو تو میں ہمیشہ زندہ رہوں گا، تم نے میرے لئے بہت تکلیف اٹھائی ہے۔" میں نے گرم جوشی سے اسے سینے سے بھینچتے ہوئے کہا۔

"تم لتاکا کو تو یاد نہیں کرو گے۔" اس نے مشتبہ انداز میں مجھے گھورا۔

"بالکل نہیں۔" میں نے جواب دیا اور وہ خوش ہو کر مجھ سے لپٹ گئی۔ کافی دیر تک اپنے دل کی دھڑکنیں میرے سینے میں جذب کرتی رہی۔ میں اس کے حسین چہرے کی دلکش چمک دیکھ کر مسرور ہو رہا تھا۔! کافی دیر کے بعد وہ مجھ سے علیحدہ ہوئی۔ پھر اس نے بچوں کے سے انداز میں چاروں طرف دیکھا اور [illegible] سے بولی۔

"لیکن اب ہم یہاں سے کیسے نکل سکیں گے۔؟"

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"اوہ۔ ہاں۔ میں بھول گئی تھی۔ تم تو میرے ساتھ ہو۔"

اس نے جیسے مطمئن ہو کر کہا اور پھر وہ مطمئن انداز میں میری طرف دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں سے محبت کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔

"آؤ۔ یہاں سے چلیں۔ اس جگہ کے مناظر اچھے نہیں ہیں۔ کچھ عرصے کے بعد یہاں تعفن پھوٹنے لگے گا۔ ہمیں یہاں سے دور نکل چلنا چاہیئے۔!"

"پیدل چلیں گے۔ گھوڑے تو مر چکے ہوں گے!" اس نے کہا۔

"ہاں۔ پیدل چلیں گے!" میں نے کہا۔ اور ہم پیدل چل پڑے۔ میں سب کچھ بھول گیا تھا۔ صرف یہ نئی لڑکی مجھے یاد تھی جو لتاکا سے زیادہ حسین تھی۔ اس سے زیادہ معصوم تھی اور میں بے حد خوش تھا۔ میں اسے سہارا دے کر خطرناک راستے عبور کر رہا تھا۔ میری خواہش تھی کہ جلد از جلد ان پہاڑوں سے دور نکل جاؤں۔ اور ہم سفر کرتے رہے۔ کافی تیز رفتاری سے خطرناک گھاٹیاں، سربلند خوفناک پہاڑیاں عبور کرتے رہے۔ اچانک انطاریہ نے ایک طرف اشارہ کیا۔ اور میں نے اس کے اشارے کی طرف دیکھا۔

ایک جنگلی جانور تھا۔ ان علاقوں میں یہ پہلا جانور نظر آیا تھا اس جانور کے بہت سے سینگ تھے۔ اس سے قبل بھی میں ایسے جانور شکار کر چکا تھا۔ بلاشبہ اس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ میں جانور کی طرف دیکھتا رہا۔ اس جانور کی یہاں موجودگی سے اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی سبزہ زار زیادہ دور نہیں تھا۔ ممکن ہے اس پہاڑی دیوار کے دوسری طرف اس جیسے پہاڑوں کے بجائے ہموار میدان ہوں۔ جن سبزہ اگا ہوا ہو۔! ہم لوگ بھوکے بھی تھے۔ میں نے ایک لمحے سوچا اور پھر فیصلہ کر لیا کہ زمانۂ قدیم کی طرح اسے شکار کروں گا، میرے لئے کوئی بات اجنبی نہیں تھی، میں نے انطاریہ کو رکنے کا اشارہ کیا اور ایک نوکدار پتھر تلاش کر کے اٹھا لیا۔ پھر میں دبے پاؤں جانور کی طرف بڑھا۔ لیکن چالاک جانور کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی اور اس نے قلانچ بھری۔ میں اسے نکلنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا چنانچہ میں نے بھی اس کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ جانور نے ایک سمت کا رخ کیا تھا اور پھر وہ ایک بہت بڑے غار کے دہانے میں گھس گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے دہانے میں داخل ہو گیا تھا۔ اندر تاریکی تھی لیکن بائیں سمت سے کچھ ہٹ کر روشنی کا ایک دھبہ دکھائی دے رہا تھا۔ میں تیزی سے اس دھبے کی طرف مڑا اور بہت تھوڑا فاصلہ طے کر کے اس کے قریب پہنچ گیا۔ دوسری طرف تیز روشنی تھی میں جلدی سے روشنی میں نکل آیا۔!

تب میں حیران رہ گیا۔ دوسری طرف ایک طویل میدان تھا۔ سبز گھاس، درخت، اور دور کافی دور ایک چمکدار لکیر نظر آ رہی تھی۔ پانی۔! میرے ذہن نے نعرہ لگایا۔ تب میں نے اس جانور کی تلاش میں نگاہ دوڑائی وہ میرے بائیں سمت دوڑ رہا تھا۔ میں نے پھر اس کی طرف چھلانگ لگائی اور جب فاصلہ کم ہو گیا، تو میرے ہاتھ کا نوکدار پتھر پوری قوت سے نکل کر جانور کی پسلیوں پر پڑا۔ وہ زور سے اچھلا اور نیچے گر پڑا۔ تب میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ جانور کی پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ اور وہ دم توڑ رہا تھا۔ میں نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے اس کی گردن توڑ کر اسے زندگی کی تکلیف سے نجات دے دی۔ اور پھر میں اسے وہیں چھوڑ کر واپس پلٹا۔ پہاڑ کے دہانے سے نکل کر میں دوسری طرف آیا جہاں انطاریہ حیران و پریشان کھڑی تھی۔

مجھے دیکھ کر اس نے خوشی کی آواز نکالی اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ "میں تمہارے لئے خوشخبری لایا ہوں۔" میں نے مسرور لہجے میں کہا۔

"کیا۔؟" اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

"آؤ۔!" میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور وہ نزاکت سے میرے

ساتھ چل پڑی۔ میں اس کے لوچدار جسم کو اپلک دیکھ رہا تھا۔ بے چاری نے
میری وجہ سے کس قدر مشقت کی ہے ورنہ وہ سچ مچ پھولوں کی رانی ہے۔
میں سوچ رہا تھا۔ ہم سوراخ میں داخل ہو کر دوسری طرف نکل آئے اور
دوسری طرف کا منظر دیکھ کر وہ خوشی سے چیخ پڑی۔

"آہ۔ ہم کس قدر دلکش ماحول میں آگئے۔ کیسی حسین جگہ ہے
یہ۔ مگر تمہارا شکار کہاں ہے۔؟"

"وہ اس طرف۔" میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ "اس بے چارے
نے صرف یہاں تک ہماری رہنمائی کرنے کے لئے جان دی ہے۔ آؤ ہم اسے
احترام سے پیٹوں میں اتارلیں۔!" میں نے قدرے مزاحیہ انداز میں کہا اور
وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ بڑا جاندار۔ بڑا معصومانہ قہقہہ تھا۔ میں کافی دیر
تک اس کی نغمگی میں کھویا رہا۔ اور پھر پروفیسر۔ میں نے اپنے ہاتھوں
سے اپنے شکار کی کھال اتاری۔ اس کی مضبوط ہڈیاں توڑیں۔ خشک
لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی اور شکار بھوننے لگا۔

انطاریہ بہت خوش تھی۔ وہ کبھی مجھے کام کرتے دیکھتی اور کبھی
اس مرغزار پر نگاہیں دوڑاتی۔ گوشت بھن گیا۔ سورج جھک گیا تھا میں
نے ایک ران انطاریہ کے ہاتھوں میں پکڑا دی اور دوسری خود دانتوں سے
بھنبھوڑنے لگا۔ انطاریہ بھی میری طرح کھا رہی تھی اور بہت خوش نظر
آرہی تھی۔ بارہ سنگھے کا گوشت چباتے ہوئے اس نے کہا۔

"محلوں کے تکلفات سے دور۔ اس طرح کھانے میں کس قدر
لطف آرہا ہے۔ اسی کی وجہ شاید یہ بھی ہو کہ اس میں میرے محبوب کے ہاتھوں
کی بورچی ہوئی ہے۔"

اس کے الفاظ سے میں سرشار ہو گیا۔ میں نے اس کے قریب
پہنچ کر کہا۔ "تم اس قدر چاہتی ہو مجھے انطاریہ۔؟"

"کاش میں الفاظ سے اپنی محبت کا صحیح اظہار کر سکتی۔"

ہم نے خوب پیٹ بھر کر گوشت کھایا' باقی گوشت
میں نے ساتھ لے لیا اور انطاریہ کا ہاتھ پکڑ کر اس چمکدار لکیر کی طرف بڑھ گیا
جو دور سے اب بھی صاف نظر آرہی تھی۔ انطاریہ خوشی خوشی میرے ساتھ
سفر کر رہی تھی۔ طویل فاصلہ طے ہو گیا۔ اور ہم پانی کے قریب پہنچ گئے۔!

صاف و شفاف پانی۔ جس کی تہہ صاف نظر آرہی تھی۔ بھوری
ریت کے اوپر بہتا ہوا پانی دیکھنے ہی میں خوشنما معلوم ہوتا تھا۔ ہم نے چلوؤں
سے پانی پیا۔ اور پھر سیر ہونے کے بعد گردن اٹھائی۔ تب میری نگاہ
انطاریہ کے سیاہ بالوں پر پڑی جو دھول سے اٹے ہوئے تھے۔ اور میرے
دل میں گدگدی ہونے لگی۔

"انطاریہ۔" میں نے اُسے آواز دی۔

"ہوں۔!" وہ کھسک کر میرے سینے سے آلگی۔

"تمہارے بالوں میں مٹی اٹی ہوئی ہے۔ چہرہ بھی گرد آلود ہے
کیوں نہ ہم نہالیں۔ اس شفاف پانی میں نہانے سے تمام تھکن دور ہو جائے گی۔"
اُس نے شرمائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر گردن ہلادی۔

"تب پھر اُٹھو۔!" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اُٹھاتے ہوئے
کہا۔ اُس کا شرمایا شرمایا سرخ چہرہ بے حد بھلا لگ رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں حیا
سے جھکی ہوئی تھیں۔

نسوانیت کا یہ انوکھا انداز اس سے قبل میرے سامنے نہیں آیا
تھا۔ اور یہ بات مسلم ہے پروفیسر۔ کہ نسوانیت اگر حیا لئے ہوتے ہو
تو اس کی کشش ہزار گنا بڑھ جاتی ہے۔ اب تک مجھے جو عورتیں ملی تھیں انہوں
نے مجھ سے زیادہ ہوس کا مظاہرہ کیا تھا۔ بے شک وہ بحیثیت عورت بہت
کچھ تھیں۔ لیکن انطاریہ کا یہ شرمایا شرمایا انداز ان تمام عورتوں کی گرم جوشی
پر حاوی تھا۔! میرے دل میں خوشگوار دھڑکنیں بیدار ہو گئیں پھر میں
اسے بازوؤں میں اٹھائے پانی کی طرف بڑھ
گیا۔ وہ بالکل خاموش تھی۔ میں پانی میں اُتر گیا۔ ٹھنڈا فرحت بخش
پانی۔ میں نے جھرنے کی ندی میں بیٹھ کر اسے پانی میں غوطہ دیا تو وہ سردی
سے متاثر ہو کر میرے جسم سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں

"انطاریہ۔" میں نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"ہوں۔!" اس نے آنکھیں بند کئے کئے جواب دیا۔

"نہاؤ گی نہیں۔؟"

"ہوں۔!" وہ پھر اسی انداز میں بولی۔ اور اس کے ہونٹوں
پر شرمگیں مسکراہٹ اُبھر آئی۔ میں نے شرارتاً اسے پانی میں پھینک دیا۔
اور اس نے گھبرا کر جلدی سے آنکھیں کھول دیں اس نے نچلا ہونٹ دانتوں
میں دبالیا اور دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

عجیب لڑکی تھی پروفیسر۔ وہ۔ انتہائی عجیب۔!

اُس نے رُک کر پروفیسر خاور کے چہرے کی طرف دیکھا۔ بوڑھے
خاور کی آنکھوں میں جوانی کی چمک نظر آرہی تھی۔ اس کے چہرے پر اشتیاق
کے آثار تھے۔ وہ خود کو اسی ماحول میں محسوس کر رہا تھا۔ وسیع و عریض میدان
سبزے سے لدا ہوا۔ جس کے درمیان بہتی ہوئی حسین ندی۔ اور اس حسین
ندی میں دو چمکدار جسم۔ جوانی سے بھرپور۔ حسن و عشق کی اٹھکیلیوں

میں مصروف اور خود پروفیسر خاور ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ وہ ان سے زیادہ دور نہیں
تھا۔ اس مرغزار میں۔ ایک درخت کی اوٹ سے جھانکتا ہوا۔ خشک
ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا۔ ان جسموں پر نگاہیں جمائے، اس نوشگفتہ جوڑے
کے آئندہ اقدامات کا انتظار کر رہا تھا۔!

اس کے رکنے سے طلسم ٹوٹ گیا تھا۔ پروفیسر خاور کی نگاہ اس
کے چہرے پر پڑی اور وہ اچھل پڑا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے درخت کی
اوٹ سے اس کا سر نظر آگیا ہو اور اب وہ دونوں اسے دیکھ رہے ہوں۔
اس کی موجودگی پر شرمسار ہوں۔ اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں داستان گو
کا چہرہ دیکھا۔ اور پھر اپنی بچیوں کی طرف۔ ۔!

فرزانہ اور فروزاں کے چہرے بھی جوشِ جذبات سے سرخ ہوگئے
تھے۔ ان کے تنفس بھی تیز تھے۔ ان کے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں،
ان کی آنکھوں میں نشہ تیر رہا تھا۔ بالکل اسی طرح، جیسے انطاریہ کی آنکھوں
میں۔ ! پروفیسر نے گھبرا کر ان کے چہرے سے نگاہ ہٹالی۔ وہ بدحواس
ہوگیا تھا۔!

داستان گو کی طویل خاموشی سے لڑکیاں بھی چونک پڑیں۔
سب نے ایک دوسرے کو دیکھا اور چور بن گئے۔ سب ایک دوسرے سے نظریں
چرانے لگے۔ داستان گو کو احساس ہوگیا۔ اس کے ہونٹوں کی شرارت آمیز
مسکراہٹ نے سب پر عیاں کر دیا کہ وہ سب کی چوری پکڑ چکا ہے۔ انطاریہ
اور بہادر نے کچھ دور کھڑے تینوں افراد کو دیکھ لیا تھا جو درخت سے جھانک
رہے ہیں۔!

لیکن اس نے انہیں مزید شرمسار ہونے سے بچا لیا اور جلدی سے
اپنی داستان دوبارہ شروع کر دی۔ "کافی دیر تک ہم پانی میں نہاتے رہے
پروفیسر۔ انطاریہ جذبات میں ڈوب گئی تھی۔ اس کی خاموش آنکھیں چھلکار
رہی تھیں۔ میں نے اس کی آواز سنی اور اسے اپنے سینے میں جذب کر لیا۔ ایسی
خود سپردگی مجھے آج تک نہ ملی تھی پروفیسر۔ اس میں حجاب بھی تھا، بے حجابی بھی،
طلب بھی تھی اور جھجک بھی۔ اور میں نے تمام چیزیں خود میں سمیٹ لیں۔ میں
اسے بازوؤں میں بھینچے ہوئے باہر نکل آیا۔ ندی کے کنارے کی لمبی لمبی گھاس
پر لٹا دیا اور پھر میں اس پر جھک گیا۔ روشنی نے شرما کر تاریکی کی چادر اوڑھ
لی۔ چہچہاتے پرندے خاموش ہوگئے۔ وہ ہماری سرگوشیاں سن رہے تھے!

اور پھر جب چاند نے سر ابھارا تو انطاریہ کا گلنار چہرہ میرے
سامنے تھا ۔۔۔۔۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سکون تھا اس نے میرے
لئے ایک طویل جدوجہد کی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں ایک ہی خواہش کی تھی
اور اپنی پسند حاصل کرنے کے بعد اسے دنیا کی کسی اور چیز کی ضرورت نہ رہی
تھی اور اب وہ میری آغوش میں کیف و سرور کے سمندر میں غوطہ زن تھی۔
میں بھی آنکھیں بند کئے لیٹا تھا۔ میرے ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ بہت سے
احساسات تھے۔ یوں تو سوچنے کے لئے میرے پاس نہ جانے کیا کیا تھا۔ ہر
دور کی کہانی میرے ذہن میں محفوظ تھی۔ کہاں تک سوچتا۔ کس کس کو یاد کرتا۔
بس ذہن کے پردے پر گزرے ہوئے واقعات کی پرچھائیاں تیزی سے دوڑتی
گزر جاتیں، مناظر بدلتے رہتے اور میں سوچتا کہ ان میں سے کون سے دور کو
اپنی زندگی کا سب سے حسین دور کہوں۔ یہ فیصلہ بے حد مشکل تھا۔ ہر دور نے
ہر تبدیلی نے مجھے نئی نئی مسرتوں سے روشناس کیا تھا۔ ہر نیا دور مجھے
کچھ دے کر گیا تھا۔ ہاں ایک بات کا احساس مجھے کبھی کبھی ہونے لگتا تھا اور
یہ کہ میں بے شمار لوگوں کے ساتھ زندگی گزار چکا تھا۔ بہت سے لوگوں کی
قسمت بدل دینے میں میرا ہاتھ تھا۔ لیکن میری حیثیت ابھی تک کوئی ٹھوس
شکل اختیار نہیں کر سکی تھی۔ میں ایک سیلانی روح کی طرح تھا اور ادوار سے گزرتا
اور ماحول کو دیکھتا چلا جاتا۔ خود میں نے اپنے آپ کو ان ادوار سے روشناس
کرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تاریخ مجھے کوئی حیثیت نہیں دے سکی تھی اور
کبھی کبھی میں سوچنے لگتا تھا کہ میں اپنے ساتھ زیادتی کر رہا ہوں۔ خود کو
کچل رہا ہوں۔ ! پھر میں اپنی فطرت سے سوال کرتا۔ ! جو کچھ میں ہوں۔ اگر
وہ نہ رہوں تو کیا بن جاؤں ۔۔۔ ؟ بلاشبہ اپنے زورِ بازو سے میں بہت بڑا
قلمرو کا حکمراں بن سکتا تھا۔ میری سلطنت اتنی وسیع ہو سکتی ہے کہ روئے
زمین پر کسی کی نہ ہوتی۔ اور میں دنیا کا سب سے کامیاب و کامران حکمراں
ہوتا۔ لیکن ۔۔۔ اس سے فائدہ۔ لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ مرجانے کے لئے
مختصر زندگی ہوتی ہے۔ اس زندگی میں جو کچھ کر جاتے ہیں اس پر ناز کرتے
ہیں۔ میری زندگی مختصر نہیں تھی۔ میں کہاں تک، کیا کیا کرتا اور اگر کرنے
ہی کو دل چاہ گیا تو طویل زندگی پڑی ہے۔

نہ جانے کیوں اس وقت اس قسم کے خیالات ذہن میں آ رہے
تھے۔ میری محبوبہ میرے پہلو میں پڑی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ دفعتاً
مجھے اپنی کمر میں ایک چبھن کا احساس ہوا۔ نہ جانے کیا تھا، میں نے گردن گھمائی
تانبے کی رنگت کی دو ٹانگیں نظر آئیں۔ ایک لمبا نیزہ نظر آیا جس کی انی میری
کمر میں چبھی ہوئی تھی۔

"میں چونک پڑا۔ اچھل پڑا۔ دوسرے لمحے میں نے انطاریہ
کو تھپ تھپایا اور آہستہ سے بولا۔" اٹھو انطاریہ سین بدل گیا ہے۔"

"سونے دو۔" انطاریہ نے نشہ آلود آواز میں کہا۔

"اٹھ جاؤ انطاریہ۔!" میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا اور
اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن نہ جانے اس نے کیا دیکھا کہ اس کے حلق

سے چیخ نکل گئی۔ اور پھر وہ بجلی کی سی تیزی سے اُٹھ گئی۔ تب میں بھی مسکراتا ہوا اُٹھ گیا۔ میں نے صرف دو ٹانگیں دیکھی تھیں۔ لیکن اٹھنے کے بعد مجھے بے شمار لوگ نظر آئے جو میرے چاروں طرف کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے صرف ایک بات پر حیرت ہوئی۔ نہ جانے کیوں میں ان لوگوں کے قدموں کی آہٹ نہیں سُن سکا تھا۔!

پھر اپنے سامنے کھڑے ہوئے آدمی کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔

"کیا چاہتے ہو جوان۔؟"

"خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ اگر کوئی حرکت کی تو تمہیں اور لڑکی کو قتل کر دیا جائے گا۔"

"کوئی حرکت نہیں ہوگی۔ اطمینان رکھو۔ مگر تم کون ہو۔؟"

"الکورہ کے محافظ۔"

"اگناس کے ساتھی۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ عظیم اگناس کے جاں نثار۔" اُس نے جواب دیا۔

"مجھے کیوں گرفتار کرنا چاہتے ہو۔؟"

"یہ طلوع پرستوں کی سرزمین ہے۔ جس کی طرف خود ساختہ خدا طاآس کی بُری نگاہیں ہمیشہ پڑتی ہیں۔ وہ اس سرزمین کے اسرار معلوم کرتا رہتا ہے۔ اس کے ہرکارے اگناس کی طاقت کا زور جاننے کے لئے سرگرداں رہتے ہیں۔ وہ ہماری بستیوں کے نشان حاصل کرنا چاہتا ہے تاکہ انہیں تباہ کر سکے اس لئے ہم اجنبیوں کو اس سرزمین پر پسند نہیں کرتے۔ کون جانے تم بھی طاآس کے ساتھی ہو۔ اور یہاں کسی خاص مقصد کے تحت آئے ہو۔"

"تب پھر۔ اب تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں اگناس کے سامنے پیش کریں گے۔ اگناس تمہارے بارے میں فیصلہ کرے گا۔"

"ٹھیک ہے دوستو میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں" میں نے مسرور ہوتے ہوئے کہا۔ میں تو خود اگناس سے ملاقات کا خواہشمند تھا۔ میں اس باغی سردار کو دیکھنا چاہتا تھا جس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ میں نے انطاریہ کو آواز دی۔ اور انطاریہ میرے قریب آ گئی۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے انطاریہ۔ یہ لوگ ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"مگر۔ یہ اگناس کے آدمی ہیں۔"

"تو کیا ہوا۔؟"

"اگناس طاآس کا دشمن ہے۔ اسے جب معلوم ہوگا کہ ہم طاآس کے ساتھی ہیں تو......"

"تو کچھ بھی نہ ہوگا انطاریہ۔ تم بے فکر رہو۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس کا بازو پکڑ کر ان لوگوں کو چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ سب...... نیزے تانے آگے بڑھنے لگے۔ ان کی تعداد پچاس سے کم نہ ہوگی سب میرے گرد گھیرا بنائے چل رہے تھے۔

"تمہاری بستی یہاں سے کتنی دور ہے۔ اور کیا تم پیدل سفر کرو گے؟" میں نے چیخ کر پوچھا۔

"بستی زیادہ دُور نہیں ہے۔ اور ہم گھوڑوں پر سفر کریں گے۔ گھوڑے درختوں کے دوسری طرف موجود ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں نے اطمینان کی سانس لی۔ مجھے اپنی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن انطاریہ میرے ساتھ تھی نہ جانے اس صنف میں کیا کشش ہے کہ انسان ہمیشہ اس کی بہتری کے لئے سوچتا رہا ہے۔ وہ خود دنیا بھر کی تکلیف گوارہ کر لیتا ہے لیکن عورت کی تکلیف اس سے نہیں دیکھی جاتی۔ بہرحال ہم ان لوگوں کے ساتھ درختوں کے دوسری طرف پہنچ گئے جہاں دو آدمی گھوڑوں کی نگرانی کر رہے تھے انہوں نے دو مضبوط گھوڑے ہمارے حوالے کر دیئے۔ جن لوگوں کے گھوڑے ہمارے استعمال میں آئے تھے وہ دوسروں کے ساتھ ان کے گھوڑوں پر بیٹھ گئے ــــ وہ ہمارے گھوڑوں کو گھیرے میں لئے چل رہے تھے تاکہ ہم فرار نہ ہو سکیں۔ گھوڑوں کی رفتار بھی سست تھی۔ ہم سفر کرتے رہے۔ راستے میں میں نے انطاریہ سے پوچھا۔

"کیا طاآس کو تمہاری گمشدگی پر حیرت نہ ہوگی انطاریہ۔؟"

"نہ صرف حیرت بلکہ وہ سخت پریشان ہوگا۔ بوڑھا لوہوس سب سے زیادہ مجھے چاہتا تھا۔ لیکن میرے دل میں کبھی اس کی محبت پیدا نہ ہو سکی اور سچ پوچھو بہادر۔ تو میں بھی اس کی معبودیت کو دل سے تسلیم نہیں کرتی۔ وہ دوسروں کے سامنے خدا بن جاتا ہے۔ لیکن تنہائی میں وہ ایک بے بس چوہا ہوتا ہے جس کے قبضہ قدرت میں کچھ نہیں ہے۔"

"اس نے تمہیں تلاش کرنے کی کوشش کی ہوگی۔؟"

"اپنی قلمرو کے چپے چپے میں۔ وہ بہت نڈھال ہوگا۔"

"کیا دیوانگی میں اپنی فوجیں تو یہاں نہ بھیج دے گا۔؟"

"اگناس کے علاقے میں وہ کوئی کمزور قدم اُٹھانا حماقت سمجھتا ہے۔ ایسا نہ کرے گا۔" انطاریہ نے جواب دیا۔ اور میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

سفر جاری رہا۔ گھوڑوں کی سست رفتاری کی وجہ سے
خاصی دیر لگی اور پھر ہمیں ایک بستی کے آثار نظر آئے۔ عارضی بستی تھی جو ایک
بلند و بالا پہاڑی کے دامن میں بسائی گئی تھی چاروں طرف سر بفلک پہاڑیاں
سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ درمیان میں خوبصورت جھونپڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔
پہاڑیاں ناقابل عبور تھیں اور بستی تک پہنچنے کے لئے صرف ایک درہ تھا۔
گویا اگر کوئی بیرونی فوج حملہ آور ہو تو پوری قوت اس درے پر لگائی جاسکتی
تھی اور اس طرح فوج کو روکنا بہت آسان تھا۔ ہاں اگر بہت ہی بڑے لشکر
سے مقابلہ ہو اور وہ پہاڑیاں عبور کر کے اس بستی پر حملہ آور ہوں تو دوسری بات
تھی۔ ایسی شکل میں بھی ان پہاڑیوں سے دفاع کیا جاسکتا تھا۔

جھونپڑیوں کی تعداد ناقابل شمار تھی۔ بس تا حد نگاہ جھونپڑیاں ہی
جھونپڑیاں نظر آ رہی تھیں جس سے اس بستی کی بے پناہ آبادی کا اندازہ ہوتا
تھا۔ جگہ جگہ کنوئیں بنے ہوتے تھے جن سے ہوا کے ذریعے پانی نکالا جاتا تھا۔
گویا یہاں پن چکیاں ایجاد ہو چکی تھیں جو اس سے قبل میں نے کہیں اور
نہیں دیکھی تھیں۔

بعد میں میں نے ان لوگوں کا پورا نظام عمل دیکھا اور دنگ
رہ گیا۔ بلاشبہ یہ دنیا کی ذہین ترین نسل تھی۔ خود طاآس کی عالیشان قلمرو میں بھی وہ
کچھ نہیں تھا جو یہاں اس بستی میں موجود تھا۔ میں نے ایک نگاہ میں ہی اندازہ
لگا لیا کہ یہ قابل ترقی اور ناقابل تسخیر قوم ہے۔ اور طاآس ان پر کبھی فتح نہیں
حاصل کر سکتا۔

جھونپڑیوں کے درمیان لوگ چل پھر رہے تھے۔ تندرست و توانا
لوگ۔ عورتیں، مرد، بچے، بوڑھے۔ سب کے سب ہشاش بشاش۔ ہم ان
کے درمیان سے گذرتے رہے۔ کوئی جھونپڑی ایسی نہیں تھی جس کے سامنے
کے حصے میں ترکاریاں نہ لگی ہوں۔ بہت سی جھونپڑیوں کے درمیان سے
گذرتے ہوئے بالآخر ہم ایک جھونپڑی کے سامنے پہنچ گئے۔ اس جھونپڑی کا صحن
دوسری طرف تھا۔ چنانچہ گھوڑے سوار سب ایک طرف مڑ گئے۔ صرف
دو آدمی مجھے اور انطاریہ کو ساتھ لے کر جھونپڑی کے دوسری طرف چل پڑے۔
وہ اب بھی گھوڑوں پر تھے۔

صحن میں ترکاریاں لگی ہوئی تھیں۔ اور میں نے ان پودوں
کے درمیان ایک دیو قامت نوجوان کو دیکھا۔ بلاشبہ وہ دیو ہی تھا۔ انتہائی
لمبا قد۔ لمبے لمبے بال۔ تانبے کی طرح سرخ چہرہ۔ بڑی بڑی خوبصورت
آنکھیں۔ درختوں کی موٹی شاخوں جیسی کلائیاں۔ وہ ترکاریوں کے
پودوں کے درمیان سے خود رو پودے چھانٹ رہا تھا۔

گھوڑوں کے قدموں کی چاپ سن کر اس نے گردن اٹھا کر
ہماری طرف دیکھا۔ ان آنکھوں میں غضب کا جلال تھا۔ تب وہ کھڑا
ہو گیا اور تعجب سے ہمیں دیکھنے لگا۔

دونوں گھوڑے سوار نیچے اتر آئے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی
میں بھی نیچے اتر گیا اور انطاریہ بھی۔ دیو قامت نوجوان تعجب سے مجھے دیکھ
رہا تھا۔ تب ایک گھوڑے سوار نے آگے بڑھ کر کہا۔

"میں نے اسے مابسا کی سرحد کے قریب سے گرفتار کیا ہے
اگناس۔"

"کون ہیں یہ دونوں؟" اگناس نے پوچھا۔ میں اس مشہور زمانہ
انسان کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ یہ دنیا کا طاقتور ترین انسان
ہوگا۔"

"مابسا کی چھوٹی ندی کے کنارے۔ ایک دوسرے سے ہم آغوش
تھے۔ ہمارے لئے اجنبی ہیں۔" ہمیں لانے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"کیا انہوں نے سرکشی کی تھی۔؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ اگناس کے نام پر انہوں نے خود کو چوہوں کی طرح
ہمارے حوالے کر دیا۔"

"کیا تم نے ان سے کوئی بدسلوکی کی۔؟" اس نے قدرے
ناگواری سے پوچھا۔

"نہیں اگناس۔ ان سے معلوم کر سکتے ہو۔"

"کیا یہ درست کہہ رہے ہیں۔؟" اس نے براہ راست مجھ سے پوچھا

"ہاں۔ انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی۔" میں نے
جواب دیا۔ اور اگناس نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ پھر وہ اپنے آدمیوں
سے مخاطب ہو کر بولا۔

"اجنبیوں کو مہمانوں کی حیثیت سے رکھو۔ کل سمجھداروں کے
سامنے ان سے سوال و جواب کئے جائیں گے۔ اور تم جانتے ہو کہ مہمانوں
کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے۔"

"ہم تیرے حکم کا احترام کریں گے اگناس۔" اس کے دونوں ساتھیوں
نے سر جھکا کر کہا۔ اور پھر ہمیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ وہ ہم دونوں کو لے کر ایک
خوشنما جھونپڑی کے پاس آیا۔ اور پھر ہمیں اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ اب
ان کے رویے میں نرمی تھی۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہم میزبانی کے لئے حاضر ہیں قابلِ احترام شخص۔ تمہیں یہاں
کوئی تکلیف نہیں ہوگی لیکن مہمان کے بھی کچھ فرائض ہوتے ہیں۔ ہمیں امید
ہے کہ تم ایک معقول مہمان ثابت ہو گے۔"

"تمہیں مایوسی نہ ہو گی۔" میں نے کہا۔ اور وہ گردن جھکا کر

نکل گئے۔ میں نے جھونپڑی کو اندر سے دیکھا۔ خاصی کشادہ جھونپڑی تھی۔ دیواروں پر جانوروں کی کھالیں منڈھی ہوئی تھیں۔ پرندوں کے پروں کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا آرام دہ بستر موجود تھے میں نے انطاریہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ فکر مند سی بیٹھ گئی۔

"اب کیا ہوگا۔۔؟" اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"کیوں۔ تم پریشان کیوں ہو۔۔؟" میں نے بے فکری سے سوال کیا۔

"ہم اگناس کے قیدی ہیں۔"

"ہم کسی کے قیدی نہیں ہیں انطاریہ ۔۔۔ ان کی کیا مجال تھی کہ وہ مجھے یہاں تک لے آتے۔ لیکن میں اگناس سے ملنے آیا تھا۔ طاآس نے مجھے اس کی گرفتاری کے لئے بھیجا ہے میں اس شخص کو دیکھنا چاہتا تھا جس نے طاآس کی پوری فوج کو شکست دی تھی۔"

"اور تم نے دیکھ لیا۔ وہ کون سے جہان کا انسان ہے۔؟"

انطاریہ نے کہا "میں نے اپنی زندگی میں اتنا طاقتور انسان نہیں دیکھا"

بلاشبہ ہماری خوب خاطر کی گئی پھل، گوشت اور دودھ ہمارے سامنے ڈھیر کر دیا گیا۔ شام کو کچی اور پکی ترکاریوں اور دودھ سے تواضع کی گئی۔ اور رات کو بھنا ہوا گوشت اور دوسرا کھانا ۔۔۔ جو میں نے اور انطاریہ نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ پھر رات آگئی۔ اور میں نے جھونپڑی کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ میں بالکل پُرسکون تھا کم از کم اتنا اندازہ میں نے لگا لیا تھا کہ وہ لوگ بُرے نہیں ہیں اور اس وقت تک بُرے نہ ثابت ہوں گے جب تک ان کے ساتھ کوئی شرارت نہ کی جاتے۔

اور پھر رات تھی اور انطاریہ ۔۔۔ حسن و دلکشی کا پیکر ۔۔۔ خود سپردگی، لیکن حجاب کے ساتھ ۔۔۔ دیوانگی لیکن اظہار صرف آنکھوں سے ہوتا تھا۔ یہ رات بھی زندگی کی دلکش راتوں میں سے تھی۔ انطاریہ بھی بے حد خوش تھی۔ اس نے لڑکھڑاتے لہجے میں کہا تھا کہ میرا قرب پانے کے بعد اسے دنیا کی اور کسی چیز کی آرزو نہیں رہی ہے۔ رات کے کسی حصے میں ہم تھک کر سو گئے۔ اور دوسری صبح جبکہ روشنی نہیں نکلی تھی۔ زور زور کے نقارے بجنے سے ہماری آنکھ کھل گئی۔

"یہ کیسا شور ہے۔؟" انطاریہ نے پریشانی سے پوچھا۔

"پتہ نہیں" میں نے جواب دیا اور جھونپڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ باہر چند لوگ کھڑے تھے۔ وہ شاید میرے پاس ہی آئے تھے۔

"کیا بات ہے۔؟" میں نے ان سے پوچھا۔

"اگر تم طلوع کے پجاری ہو تو ہمیں حکم ملا ہے کہ عبادت کی جگہ تک تمہاری رہنمائی کریں۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"میں طلوع کا پجاری نہیں ہوں لیکن تمہاری عبادت دیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور وہ چونک پڑے پھر وہ پریشانی سے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ بالآخر کسی نتیجے پر پہنچ کر انہوں نے کہا۔

"تم چل سکتے ہو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے ممکن ہے تمہارا ذہن اس مقدس روشنی کی طرف راغب ہو جائے جو زندگی بخشتی ہے۔"

"تب میں تیار ہوں۔" میں نے کہا اور انطاریہ کو لباس پہن کر باہر آنے کے لئے کہا۔ انطاریہ تیار ہو کر آگئی اور ہم ان لوگوں کے ساتھ چل پڑے جھونپڑیوں سے دُور ایک وسیع میدان میں انسانوں کا سمندر موجزن تھا۔ بستی کا ایک ایک فرد نکل آیا تھا شیر خوار بچے تک ماؤں کی گودوں میں تھے اور جاگ رہے تھے۔ سہانی ہوا چل رہی تھی۔ آسمان پر ابر تھا بڑا دلکش ماحول تھا۔ ہم بھی اسی میدان کی سمت جا رہے تھے۔ اور پھر ہم ان لوگوں کے قریب پہنچ گئے۔ سب ایک قطار میں بیٹھے تھے مجھے اور انطاریہ کو چھوڑ کر سب لانے والے کہیں اور چلے گئے۔ یہاں ہمارے اوپر کوئی پابندی نہیں تھی۔ میں انطاریہ کا ہاتھ پکڑے ان لوگوں سے قدرے فاصلے پر ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ اور انہیں دیکھتا رہا۔ بلاشبہ لاکھوں کا مجمع تھا۔ لیکن کیا مجال جو کوئی ہلکی سی آواز بھی سنائی دے رہی ہو۔ دیو قامت اگناس بھی لوگوں کی قطار میں موجود تھا اور بیٹھے ہوئے بھی وہ کھڑے ہونے والوں سے لمبا نظر آ رہا تھا۔ صرف اپنے قد کی وجہ سے اسے شناخت کیا جا سکتا تھا ورنہ اس میں اور عام لوگوں میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔

وقت خاموشی سے گذرتا رہا۔ اور پھر ۔۔۔ سامنے کی جھاڑیوں میں اُجالے کی کرنیں پھوٹ پڑیں۔ اور آہستہ آہستہ ایک بھنبھناہٹ گونج اُٹھی۔ وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہے تھے۔ جوں جوں روشنی بلند ہوتی رہی یہ بھنبھناہٹیں بڑھتی رہیں۔ اور جب سورج کی پہلی کرن نے زمین کا رُخ کیا تو وہ سب کھڑے ہو گئے۔ ان کا ایک ہاتھ بلند تھا اور وہ زور زور سے کہہ رہے تھے۔

"خوش آمدید ۔۔۔ خوش آمدید اے شہنشاہِ نور ۔۔۔ خوش آمدید اے رحم والے ۔۔۔ خوش آمدید اے برکت والے ۔۔۔ ہماری آنکھوں نے تیرا منور چہرہ دیکھا۔ یقیناً برکتوں کی شام آئے گی۔ ہمیں تجھ پر بھروسہ ہے۔ تو ہمارا معبود ہے۔ تیری ضیا سے زمین اناج اُگلتی ہے۔ بھیڑیں دودھ دیتی ہیں تو ہماری پرورش کرتا ہے ۔۔۔ ہماری عبادت قبول کر ۔۔۔ ہماری دُعا قبول کر۔"

اور وہ خاموش ہو گئے۔ پھر وہ سب جھکے۔ انہوں نے زمین پر

ہاتھ رکھ کر پیشانی پر لگایا۔ اور عبادت ختم ہو گئی۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ سورج کے پجاری اس کی زیارت کرنے کے لئے صبح ہی صبح جاگ جاتے تھے۔ بہر حال یہ عبادت مجھے کافی دلچسپ محسوس ہوئی۔ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ واپس چل پڑا لیکن میں نے محسوس کر لیا تھا کہ میرے اردگرد کے لوگ چوکنے ہیں۔ ایک طرح سے وہ میری نگرانی کر رہے ہیں۔ میں نے ان کی پرواہ نہ کی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس اپنی جھونپڑی میں آ گئے۔

"عجیب لوگ ہیں۔" انطاریہ نے تبصرہ کیا۔

"ان کی تعداد کتنی ہے۔؟" میں نے کہا۔

"بے پناہ۔ اور وہ سب قوی ہیکل ہیں۔

اور اگناس۔ میں نے آج ہی اسے دیکھا۔ وہ اس دنیا کا آدمی نہیں ہے میری بات مانو۔ طاآس اسے کبھی شکست نہ دے سکے گا۔"

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ نہ ہی اسے اپنی ذہنی محسوس کیا۔ غریب انطاریہ تو میرے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ حالات اسے خود بتا دیں گے کہ میں کیا ہوں۔ بہر حال تھوڑی دیر بعد ہمارے لئے ناشتہ آ گیا۔ حسب معمول [illegible] پھلوں اور عجیب ساخت کی موٹی موٹی روٹیوں پر مشتمل تھا۔ میں نے بے تکلفی سے ناشتہ کیا۔

پھر سورج نے تھوڑا سا سفر طے کیا تھا کہ کچھ نیزہ بردار ہمارے جھونپڑے پر آ گئے۔ ان میں سے ایک اندر داخل ہو گیا۔

"اگناس نے تم دونوں کو طلب کیا ہے۔" اس نے کہا۔

"ہم تیار ہیں۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں انطاریہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر نکل آیا۔ نیزہ بردار میرے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ صرف ایک شخص ہماری رہنمائی کے لئے آگے چل رہا تھا۔ اس طرح ہم ایک طویل فاصلہ طے کر کے ایک احاطے کے قریب پہنچ گئے جس کا بہت بڑا دروازہ تھا۔ یہ عظیم الشان احاطہ بھی بانسوں سے بنایا گیا تھا۔ میں انطاریہ کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ احاطے میں تقریباً دو سو آدمی موجود تھے۔ دیوار کے کنارے کنارے پتھر کی نشستیں تھیں ___ جن پر وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے ایک بڑا چبوترہ تھا جس پر تین کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے درمیانی کرسی پر اگناس بیٹھا تھا اور اس کے دونوں طرف ایک انتہائی ضعیف بوڑھا ___ جس کی ڈاڑھی پیٹ تک آتی تھی۔ اور ایک اس سے کم عمر کا بوڑھا موجود تھا دونوں بوڑھے چہرے اور آنکھوں سے انتہائی دانش مند اور زیرک نظر آتے تھے [illegible] س کے چہرے پر بے پناہ جلال تھا۔ وہ بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ہمارے قریب آؤ اجنبی۔ اس عورت کے ساتھ۔" اگناس نے کہا۔ اور میں بے خوفی سے انطاریہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

"ہم نے اس روئے زمین پر تمہارے جیسے رنگ اور تمہاری جیسی شان کا انسان نہیں دیکھا۔ بے شک تم متاثر کرنے والی شخصیت کے مالک ہو۔ اور تمہاری ساتھی بے حد خوبصورت ہے۔ کیا تم ہمیں اپنے بارے میں بتاؤ گے۔؟" اگناس نے کہا۔

"اگناس کیا پوچھنا چاہتا ہے۔؟"

"ہماری سرحد میں تم کیوں آئے ہو۔؟ اور کس حیثیت سے آئے ہو۔؟"

"ایک دشمن کی حیثیت سے آیا تھا۔ باغی اگناس کی سرکوبی کے لئے ___ اسے گرفتار کرنے کے لئے۔ لیکن فی الحال اس کا مہمان ہوں۔" میں نے کہا اور انطاریہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ البتہ اگناس کی آنکھوں میں ناپسندیدگی کے جذبات پیدا ہو گئے تھے۔

"باغی سے تمہاری کیا مراد ہے۔؟"

"طاآس کا نمائندہ۔"

"تو تم طاآس کے نمائندے ہو۔؟"

"ہاں ___ یہی سمجھ لو۔"

"کیا تم طاآس کی قلمرو کے باشندے ہو؟"

"نہیں میں ایک اجنبی دنیا سے طاآس کی دنیا میں آیا تھا۔"

"ہمیں تفصیل سے بتاؤ بہادر۔ تمہارے سینے میں بہت بڑا دل معلوم ہوتا ہے کیونکہ تم حق گو ہو۔" اگناس نے کہا۔

"طاآس کی قلمرو میں میں اجنبی تھا۔ طاآس کے سپاہیوں نے مجھے گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کیا اور طاآس نے میری طاقت سے مرعوب ہو کر مجھے اپنا دوست بنا لیا۔ اس نے اپنی ایک رانی مجھے پیش کر دی اور اس کے ذریعے پیش کش کی کہ میں حقِ دوستی ادا کروں۔ اور طاآس کے سب سے بڑے دشمن باغی اگناس کو گرفتار کر کے زندہ یا مردہ اس کے حضور پیش کر دوں۔ طاآس کے دوستانہ رویّے سے متاثر ہو کر میں نے اس کی پیش کش قبول کر لی۔ اگناس کے بارے میں مجھے معلوم ہوا تھا کہ وہ غیر معمولی قوتوں کا مالک ہے اور غیر معمولی قوّتوں والے انسان کو گرفتار کرنے سے مجھے خاصی دلچسپی تھی۔ طاآس نے اپنی بہترین فوج تیار کی اور ہم چل پڑے لیکن تمہارے ایک وفادار گوسب نے چالاکی سے ہمیں لرزتی وادیوں میں پہنچا دیا جہاں طاآس

کی پوری فوج پتھروں کا شکار ہو گئی۔ صرف ہم اور یہ لڑکی بچ سکے۔"

"میں تمہاری حق گوئی کی عظمت کا قائل ہوں جوان۔ اس کے بعد کیا ہوا۔؟" اگناس نے کہا۔

"کچھ نہیں۔ ہم پہاڑ کے سوراخ سے اس طرف نکل آئے اور تمہارے ساتھیوں نے مجھے آلیا۔"

"گورب کا کیا ہوا۔؟"

"اس نے حقیقت بتادی تو طاآس کے جرنیلوں نے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔"

"تمہارے حکم سے؟" اگناس نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں ایسا احمقانہ حکم نہیں دے سکتا تھا کیونکہ اگر جرنیل جلد بازی سے کام نہ لیتے تو گورب ہی ہمیں باہر نکلنے کا راستہ بتاتا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"یہ بہت اچھا ہوا جوان۔ ورنہ گورب کے قتل کا انتقام ضرور تم سے لیا جاتا۔ بے شک تم نے ایک ایک لفظ سچ کہا ہے۔ گورب نے اس فوج کی آمد کی اطلاع کے لئے دو سپاہی بھیجے تھے جو ہمارے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے وہ سب کچھ بتادیا تھا جو اب ہم کہہ رہے ہیں۔ لیکن ایک اور سوال ہم تم سے کریں گے۔" اگناس نے کہا۔

"وہ بھی کرو۔" میں نے کہا۔

"کیا طاآس تمہارا دشمن تھا۔ کیا وہ تمہیں موت کے جبڑوں میں دیکھنا چاہتا تھا؟"

"یہ اندازہ تم نے کیونکر لگایا۔؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔

"کیا تمہیں اگناس کی قوت کے بارے میں نہیں بتایا گیا تھا؟"

"میں طاآس کی پیش کش قبول نہ کرتا لیکن اگناس کے افسانے سن کر میرے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ میں اسے ضرور گرفتار کروں۔ مجھے اس فوج کی چنداں ضرورت نہیں تھی جو طاآس نے میرے ساتھ بھیجی کیونکہ یہ معمولی کام میں خود بھی انجام دے سکتا تھا۔" میں نے بدستور لاپرواہی سے کہا اور انطاریہ کا چہرہ خوف سے زرد ہو گیا۔ اگناس کے دربار میں بھنبھناہٹیں گونج اٹھیں اور پھر اگناس کے قریب بیٹھے... بوڑھے نے ہاتھ اٹھایا اور خاموشی چھا گئی۔

"کیا اگناس کو دیکھنے کے بعد بھی تم اسے معمولی کام کہہ سکتے ہو۔؟" بوڑھے نے کہا۔

"میں۔۔۔ میں اب بھی اس کام کو معمولی سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا اور انطاریہ نے میرا بازو دبایا۔ میں نے مسکرا کر اس کا شانہ تھپتھپایا اور اگناس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں سکون تھا اور چہرے پر پہاڑوں کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"کیا تم فاترالعقل ہو۔؟" بوڑھے نے قدرے درشت لہجے میں کہا اور اگناس نے ہاتھ اٹھا لیا۔

"اس سے صرف سوالات کرو محترم استاد۔ بدکلامی نہ کرو۔" اور بوڑھا سنبھل گیا۔ چند ساعت وہ خاموش رہا۔

"کیا تم اب بھی اگناس کو گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"میری ساتھی انطاریہ اگر پسند کرے تو میں اگناس کو گرفتار کر کے طاآس کے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا اور ایک بار پھر بھنبھناہٹیں گونج اٹھیں۔

"گویا تم اگناس کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتے تمہیں اپنی طاقت پر گھمنڈ ہے۔" بوڑھے نے بمشکل اپنے غصّے کے جذبات کو دباتے ہوئے کہا۔

"ہاں معزز بزرگ۔ ایسی ہی بات ہے۔" میں نے کہا۔

"حالانکہ تم اگناس کے قیدی ہو۔" بوڑھے نے ہونٹ دباتے ہوئے کہا۔

"میں اگناس کا مہمان ہوں معزز بزرگ۔ وہ لوگ جو مجھے یہاں تک لائے ہیں صرف اس لئے مجھے یہاں لا سکے ہیں کہ میں خود یہاں آنا چاہتا تھا۔ میں اگناس کی قوت دیکھنا چاہتا تھا، ورنہ ان کی لاشیں تمہیں دریا کے کنارے مل جاتیں۔" میں نے کہا۔

"اگر تمہاری ساتھی تم سے کہہ دے کہ تم اگناس کو گرفتار کرلو تو کیا تم اس بستی سے اگناس کو گرفتار کر کے لے جا سکتے ہو؟"

"ہاں میں اس بستی کے ایک ایک فرد کو قتل کر دوں گا۔ اس قتلِ عام میں مجھے وقت ضرور لگے گا لیکن جب میں فارغ ہوں گا تو صرف اگناس زندہ بچے گا اور میں اسے گھوڑے پر بٹھا کر طاآس کے پاس لے جاؤں گا۔"

"تو۔۔۔ تو یقیناً دیوانہ ہے۔ تو یقیناً پاگل ہے۔ طاقت والا مجھے معاف کرے۔ میں مجبور ہوں اگناس۔۔۔ اس سے زیادہ میرے کان کچھ نہیں سن سکتے۔" بوڑھا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو استاد محترم۔ یہ تمہاری شان کے خلاف ہے۔ کیا تمہارے خیال سے اگناس کا ثانی اس پوری کائنات میں نہیں ہے۔ اگر یہ خیال ہے تو تم غلط راستے پر ہو۔ ہم تو اس کائنات کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔۔۔ نہ جانے روشنی نے اس جہاں کو کون سی طاقتیں بخشی ہیں۔ نا ہم۔۔۔ اس

جوان کو اپنی حسرت نکالنے کی آزادی ملنی چاہیئے۔ سنو اے بہادر حق گو! ممکن ہے تم بے حد نڈر اور بہادر ہو۔۔۔ ممکن ہے تمہاری گفتگو صرف لاف گزاف نہ ہو۔ لیکن تم نے ان لوگوں کے سامنے جس بات کا اظہار کیا ہے اس کا مظاہرہ کر سکو گے۔؟"

"تم کیا چاہتے ہو دوست۔؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"دیکھنا چاہتے ہیں کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ درست ہے یا صرف تمہاری خبط الحواسی۔؟"

"تو دیکھو۔ لیکن اگر میں فاتح ہوا تو۔۔؟"

"اگناس تمہارا غلام ہوگا۔ یہ پوری بستی تمہاری غلام ہوگی۔ اور اگناس کے وفادار اگناس کے قول کا احترام کریں گے پھر تم چاہو گے تو اگناس ہاتھ باندھ کر طاآس کی خدمت میں پیش ہو جائے گا۔"

"میں تیار ہوں اگناس۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہادر۔۔۔ بہادر۔۔۔ ایسا نہ کرو۔ میں۔۔۔ میں زندہ نہ رہوں گی۔ میں کس کے سہارے رہوں گی۔؟"

"عورت میری کمزوری نہ بن سکے گی انطاریہ۔۔۔ مجھے معاف کرنا۔ تمہاری یہ آرزو پوری نہ کر سکوں گا۔" میں نے کہا۔ اور انطاریہ کا بازو پکڑ کر اسے بیٹھے ہوئے لوگوں کے قریب چھوڑ دیا۔

"میں حاضر ہوں اگناس۔" میں نے کہا اور اگناس اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنی پشت سے ایک ستون نما گرز اٹھایا جو خالص فولاد کا بنا ہوا تھا۔ اور اس کا وزن تمہارے لئے ناقابل یقین ہوگا بے شک اگناس کے چوڑے ہاتھ کی انگلیاں ہی اسے گرفت میں لے سکتی تھیں۔ اگناس اسے لئے ہوئے چبوترے سے نیچے اترا اور گرز کو زمین پر ڈال دیا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور زمین لرز اٹھی پھر وہ ایک کمان اور تیر اٹھا کر لایا اور۔۔۔۔ اسے بھی میرے قدموں کے نزدیک رکھ دیا۔ تب اس نے مسکرا کر میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اس گرز کو زمین سے اٹھا کر اس احاطے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لے جاؤ نوجوان۔ اور اس تیر کو کمان پر چڑھا کر فضا میں پھینک دو۔ تب تم پہلے امتحان سے گزر سکو گے۔"

میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر گردن جھکا دی۔ اور اگناس باوقار انداز میں چلتا ہوا چبوترے پر پہنچ گیا۔ میں نے انطاریہ کی طرف دیکھا۔ اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ اس کی معصوم آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے خیال میں میں نے اپنے لئے مصیبت کھڑی کر لی تھی۔ اور اب میری زندگی کے امکانات نہیں تھے میرا دل چاہا کہ ایک قہقہہ لگاؤں لیکن میں نے خود کو باز رکھا۔ اور پھر۔۔۔

میں نے جھک کر اگناس کے گرز کو اٹھا لیا۔ اسے دونوں ہاتھوں میں پکڑا اور فضا میں گھما کر اسے میدان کے دوسرے سرے پر پھینک دیا۔ میرے جسم میں زندگی لوٹ آئی تھی۔ یہ کام میں نے اس طرح چشم زدن میں کیا تھا کہ وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ انہوں نے بے انتہا وزنی گرز کو میدان کے دوسرے سرے پر پڑے دیکھا۔ وہ احمقوں کی طرح اسے دیکھتے رہ گئے۔ تب میں نے کمان اٹھایا۔ اس کا چلا چڑھایا۔ موٹا نیزے نما تیر اس میں رکھا اور اسے آسمان کی طرف رخ کر کے چلا کھینچا اور نیزہ فضا میں بلند ہو گیا وہ سب آنکھیں اور منہ پھاڑے فضا میں دیکھ رہے تھے لیکن نیزہ ان کی نگاہوں کی حد سے دور چلا گیا تھا۔ تب میں نے اگناس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اور پہلی بار میں نے اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پائے۔

"مجھے بہت افسوس ہے اگناس تم نے میرے امتحان کا معیار بہت پست رکھا تھا" میں نے کہا۔ ہال میں بیٹھے لوگ کھڑے ہو گئے۔ پھر جلدی سے بیٹھ گئے۔ بوڑھے کا منہ کھلا ہوا تھا۔ البتہ میں نے لمبی ڈاڑھی والے بوڑھے کو اس طرح مطمئن دیکھا جیسے وہ پہلے بیٹھا تھا۔

"ہاں۔ مجھے بھی افسوس ہے دوست۔ میں نے واقعی تمہارے بارے میں صحیح طور سے نہیں سوچا تھا۔ اور اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ میں ابھی اور اسی جگہ اپنے اور تمہارے بارے میں فیصلہ کر لوں"

"میں تیار ہوں اگناس۔ اصل میں تمہیں میری طاقت کا اندازہ اسی سے لگا لینا چاہیئے کہ تم طاآس کی خدائی کو ختم نہیں کر سکے۔ اور اس کے خوف سے پہاڑوں میں پوشیدہ ہو جبکہ میں نے بھرے دربار میں۔۔۔ طاآس کو اپنی قوت کا احساس دلا کر خوف زدہ کر دیا تھا اور وہ بحالت مجبوری مجھے دوست بنانے پر تیار ہوا تھا۔ اس نے مجھے تمہاری سرکوبی کے لئے اس لئے بھیجا تھا کہ اگر میں تمہارے ہاتھوں مارا گیا تو وہ ایک بڑی قوت سے محفوظ ہو جائے گا اور اگر تمہیں زیر کر لیا تو یہاں کی حکومت میرے سپرد کر کے مجھے اپنا دوست بنا سکتا تھا۔ بے شک طاآس کی خدائی ختم کرنے والا واحد انسان اس روئے زمین پر صرف میں ہوں۔"

"کیا تم طاآس کو معبود تسلیم نہیں کرتے۔" اگناس نے پوچھا۔

"میں اسے بے حقیقت انسان سمجھتا ہوں اور جب چاہوں اسے چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہوں۔"

"کیا تم روشنی کے پجاری بھی نہیں ہو۔؟"

"نہیں۔ کیونکہ میں اس روشنی کو خود میں جذب کر سکتا ہوں میں نے اس روشنی میں پرورش پائی ہے۔ یہ گرم سمندر میرے وجود کو فنا نہیں کر سکتا۔"

"کفر نہ بکو جوان۔ کفر نہ بکو۔ آؤ۔ میں اپنا عہد پورا کروں۔" اگناس نے کہا اور اپنا اوپری لباس اتارنے لگا چند ساعت کے بعد اس کے چمڑے کا زیریں لباس رہ گیا اور وہ میرے مقابل آ گیا۔ بلاشبہ گوشت اور ہڈیوں کا ایک پہاڑ میرے سامنے موجود تھا۔ اور میں گردن اٹھا کر ہی اس کے چہرے کو دیکھ سکتا تھا پتھر کی کرسیوں پر بیٹھے لوگ اضطراب کے عالم میں کھڑے ہو گئے تھے۔ اور انطاریہ کے چہرے پر غشی کی سی کیفیت طاری تھی۔

بے شک اگناس کے مقابل کھڑے ہونے والے اس کے جسم کے عقب میں دوسری چیزیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اتنا ہی چوڑا تھا اس کا جسم۔ اس کی ستون نما پنڈلیاں' درختوں کی شاخوں جیسے مضبوط ہاتھ جن کی گرفت میں آ کر کوئی شئے سالم نہیں رہ سکتی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ سامنے کر دیئے اور اچانک اس کے چہرے کے خطوط بگڑ گئے۔ ان میں درندگی ابھر آئی۔ جیسے اسے احساس ہو گیا ہو کہ اب وہ اپنے دشمن کے سامنے ہے۔ دشمن کی قوت کا اندازہ اس نے بخوبی لگا لیا تھا۔ جس نے اس کے ناقابل تسخیر ہتھیاروں کا طلسم توڑ دیا تھا۔ وہ ہتھیار' جن پر اگناس کی پوری قوم کو ناز تھا۔ میں نے ان ہتھیاروں کو کھلونا بنا لیا تھا۔ اس طرح اگناس جانتا تھا کہ پہلی بار اسے ایک صحیح مقابل ملا ہے۔!

لیکن اس کے چہرے پر بے پناہ اعتماد تھا جیسے اسے یقین تھا کہ بہت جلد اس کا مقابل اس کی گرفت میں آ جائے گا ہم دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ہمارے ہاتھوں میں کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ہم پہلے اپنی جسمانی قوت آزمانا چاہتے تھے'۔۔ یوں جسمانی طور پر ایک دوسرے کو زیر نہ کر سکنے کے باعث ہم کسی بھی وقت ہتھیار طلب کر سکتے تھے۔

اگناس کی خونخوار نگاہیں میرے جسم پر جمی ہوئی تھیں۔ بلاشبہ جسمانی طور پر میں اس کا پاسنگ بھی نہیں تھا لیکن دیکھنے والے میری طاقت بھی دیکھ چکے تھے اور دیکھ رہے تھے۔ اگناس کی عمر چند روزہ تھی' جبکہ میرے پاس صدیوں کا تجربہ تھا اور نہ جانے آئندہ کب تک کی زندگی میری اپنی تھی' اگناس ایک عظیم الشان پہاڑ تھا۔ لیکن میرا جسم ٹھوس پتیل کا ڈھلا ہوا تھا' میری آنکھوں میں اس سے زیادہ دم تھا۔۔ میں اس سے زیادہ چاق و چوبند تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے پھر اگناس کی غراہٹ ابھری۔

"تو طاآس کا ماننے والا بھی نہیں ہے۔ تو روشنی کا بھی مذاق اڑاتا ہے' پھر تو کون ہے جوان۔ مجھے بتا تاکہ میں تیرے بارے میں اندازہ لگا سکوں۔!"

"تو مجھے نہیں سمجھ سکے گا اگناس۔ میرے بارے میں جاننے کی خواہش چھوڑ دے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تو میرے ہاتھ سے مارا گیا تو میں تیرے بارے میں ہمیشہ الجھن میں رہوں گا۔"

"فکر مت کر اگناس۔ میں تیرے بس کی بات نہیں ہوں۔ نہ میں تجھے قتل کروں گا۔ کیونکہ حسب وعدہ میں تجھے طاآس کے سامنے پیش کروں گا۔ لیکن اب وقت ضائع نہ کر۔ میں تیرا طلسم توڑنے کے لئے بے چین ہوں۔"

"آہ۔ آہ۔ تیری باتیں بے شک غصہ دلانے والی ہیں۔ سنبھل۔ بے خبری میں حملہ نہیں کرنا چاہتا۔" اگناس نے عجیب سی غراہٹ کے ساتھ کہا۔ اس کے موٹی موٹی شاخوں جیسے ہاتھ آگے بڑھے اور میں نے ان چوڑے ہاتھوں میں پنجے ڈال دیئے۔ وہاں بیٹھے لوگوں کا خیال ہو گا کہ میں نے اگناس کے حملے کو اپنی پھرتی سے روکنے کے بجائے اس سے پنجہ کشی کر کے سخت حماقت کی ہے اور اب کم از کم میرے ہاتھ فوری طور پر ناکارہ ہو جائیں گے۔ میں نے یہ بات کئی لوگوں کے چہروں پر محسوس کی۔

لیکن پروفیسر۔ میں احمق نہیں تھا۔ میں جو کچھ تھا تم کچھ کچھ تو جان چکے ہو گے۔ اگناس میرے پنجوں پر قوت آزمائی کرنے لگا اور میں نے اسے اس کا پورا پورا موقعہ دیا۔ میں اس دیو کی طاقت کے بارے میں تمہیں کیا بتاؤں پروفیسر۔ زمین اس کے وزن کا بوجھ برداشت کرنے سے قاصر تھی' جہاں اس کے قدم جمتے' تو میں اندر دھنس جاتی۔ لیکن مجھے صدیوں نے پرورش کیا تھا۔ میرے جسم کو آگ نے نمو دی تھی' پانی نے سینچا تھا' میں عام انسان نہیں تھا۔ اس لئے اگناس کو کوئی کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ اس کی برگد کی طرح مضبوط باہیں میرے بازوؤں کو موڑنے میں ناکام رہیں اور جب وہ اپنی کوشش میں ناکام ہو گیا تو میں نے اچانک پوری قوت صرف کر کے اس کے بازو موڑ دیئے اور پھر اپنے گھٹنے کو اس کی کمر سے نکال کر اسے ایک زوردار دھکا دیا۔

دیو پیکر اگناس کئی قدم دوڑتا چلا گیا۔ لیکن وہ گرنے سے بچ گیا تھا اور اب اس کے چہرے پر شدید حیرت تھی۔۔ وہ پلٹ کر مجھے تعجب سے دیکھ رہا تھا! پھر اچانک اس کے چہرے پر خون ہی خون نظر آنے لگا! اس نے ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ میرے اوپر حملہ کر دیا۔ لیکن میں بھی پوری مستعدی سے اس کے حملے کو ناکام بنانے کے لئے تیار تھا۔ اگناس کے جسم کی چٹان میرے جسم سے ٹکرائی'

میں تڑپا اور میں نے اگناس کی کمر پکڑ کر ایک مخصوص داؤ مارا۔ اگناس فضا میں اُچھل کر زمین پر گرا۔ اور شاید اس کی کمر نے پوری زندگی میں پہلی مرتبہ زمین دیکھی تھی۔ وہ ایک لمحے تک زمین پر پڑا رہا۔ پھر اُس نے دونوں ٹانگیں اٹھائیں۔ اور ان کی قوت سے اچھلا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ ہم دونوں پھر مقابل آگئے۔ میں ہر بار اگناس پر ایک نیا داؤ لگانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ اِس بار میں آگے بڑھا۔ میں نے اس طرح جھکائی دی جیسے اگناس کی ٹانگوں کو پکڑنا چاہتا ہوں۔ اگناس یہی میرا داؤ ناکام بنانے کے لئے جھکا اور دوسرے لمحے اس کا بڑا سا سر میرے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں تھا' میں نے ایک پاؤں اس کے سینے پر رکھا اور ایک دم چت گر پڑا' اگناس میرے سر سے اچھل کر بُری طرح دوسری طرف گرا تھا۔ اُس نے اپنا چہرہ بچانے کے لئے پوری کوشش کی تھی' ورنہ اس کا چہرہ زمین سے ٹکرا کر لہولہان ہو جاتا۔

اگناس کے ساتھیوں کی بُری حالت تھی۔ وہ بار بار کھڑے ہو رہے تھے۔ بیٹھ رہے تھے۔ ہاتھ مسل رہے تھے۔ مٹھیاں بھینچ رہے تھے۔ نہ جانے کیا کیا کر رہے تھے۔ ان کے دل خون ہو رہے تھے۔ ان کا ہیرو۔۔۔ ان کا ناقابلِ تسخیر بیٹا' مصیبت میں گرفتار تھا۔ لیکن خاص بات یہ تھی کہ کسی کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ سب کی آوازیں بند ہو چکی تھیں۔ یہ اگناس ہی کا حکم تھا۔!

اگناس اُٹھ کر پھر میرے مقابل آگیا تھا۔

میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے انطاریہ کی طرف دیکھا' جو خود بھی ایک کونے میں کھڑی ہوئی تھی۔ اور پروفیسر کیا بتاؤں میں۔ اس وقت انطاریہ کی کیا کیفیت تھی۔ کون کون سے تاثرات تھے اس کے چہرے پر۔ وہ میری خوفناک قوت کے بارے میں سوچ رہی تھی' میری پُرسحر شخصیت کے بارے میں سوچ رہی تھی اور پھر یہ سوچ رہی تھی کہ یہ قوت' یہ شخصیت اُس کی اپنی ہے۔ فی الحال وہ بلا شرکتِ غیرے اس کی مالک ہے اور پروفیسر۔ شاید وہ اپنے وجود میں' اپنے آپ میں' میرے جسم کے تاثرات محسوس کر رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ میں ایک ناقابلِ تسخیر انسان' اس وقت کیا تھا' جب وہ میری آغوش میں تھی! اور اب۔ اگناس جیسے پہاڑ کی میرے ہاتھوں یہ درگت دیکھ کر وہ سوچ رہی تھی کہ اس کی زندگی کو ایک مضبوط پناہ گاہ مل گئی ہے۔

بے شک' وہ یہ سوچ رہی تھی پروفیسر' کہ اگناس مجھے زیر نہ کر سکے!

اور شاید اگناس بھی اب یہی سوچ رہا تھا۔ لیکن ایک باوقار دشمن تھا۔ باوقار انداز میں لڑ رہا تھا۔ اور شاید اس وقت تک لڑتے رہنا چاہتا تھا' جب تک شکست تسلیم کر لینے کو دل نہ چاہے۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ اب اس کے خدوخال نرم پڑ گئے تھے۔ ان میں نرمی آگئی تھی۔ اس بار وہ یقیناً سوچ رہا تھا' کہ کوشش کر کے میرے جسم کو گرفت میں لے لے۔ مجھے نیچے گرا کر اس پر چڑھ بیٹھے اور اس وقت تک زور آزمائی کرتا رہے' جب تک میں تھکن سے نڈھال نہ ہو جاؤں۔ اور جب میں تھک جاؤں تو وہ اپنی بچی کھچی قوت مجتمع کر کے میرے اوپر صرف کر دے۔!

لیکن تم جانتے ہو پروفیسر۔ یہ اس کی خام خیالی تھی۔ جو کچھ وہ سوچ رہا تھا' وہ کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ میں تو اس سے ہفتوں اسی انداز میں جنگ کر سکتا تھا۔ ٹھیک ہے قصور اس بے چارے کا نہیں تھا۔ ظاہر ہے وہ غریب میرے بارے میں کچھ جانتا بھی تو نہیں تھا۔ اگناس نے اس بار بڑے محتاط انداز میں حملہ کیا تھا۔ اس کے تنومند بازوؤں نے میرے جسم کو گرفت میں لے لیا۔ اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔ آنکھیں انگارے کی طرح سُرخ ہو گئیں۔ وہ پوری قوت صرف کر کے مجھے گرانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے مضبوط بازو بہت جلد دُکھ گئے میرے ٹھوس فولادی جسم کا اسے احساس ہو گیا۔ وہ جان گیا کہ وہ مجھے گرانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا! میں نے کوئی مدافعت نہیں کی۔ میں چاہتا تھا کہ اس کی مزید بے عزتی نہ ہو۔ اُس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اب اس کی آنکھوں سے تھکن کا اظہار ہونے لگا تھا۔ اس نے بھرّائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"کیا تم ہتھیاروں سے مقابلہ کرنا پسند کرو گے جوان۔!"

"مجھے ہر وہ بات پسند ہے جسے تم پسند کرو اگناس۔ اس بات کا یقین کرو۔ کہ تم کسی طور میرے اوپر فتح نہیں حاصل کر سکو گے۔"

"لیکن۔ میں آخری کوشش بھی کر لینا چاہتا ہوں۔ بے شک تم غیر معمولی انسان ہو۔ اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ مجھے تمہارے ہاتھوں شکست ہو گی۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ کل میری قوم کہے کہ میں نے کوتاہی کی تھی۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اگناس۔!" میں نے کہا اور اگناس نے اپنا نیزہ طلب کیا۔ نیزہ کیا تھا ایک ستون تھا جس کی سامنے کی نوک بال سے باریک تھی وہ مضبوط فولاد کی ڈھلی ہوئی تھی۔

"تم کونسا ہتھیار پسند کرو گے۔؟" اُس نے پوچھا۔

"میں ہتھیار نہیں استعمال کروں گا۔!" میں نے جواب دیا۔

"کیوں۔؟" وہ اچھل پڑا۔

"میں تمہیں زخمی نہیں کرنا چاہتا اگناس۔ تمہیں میرے ساتھ طاآس کی قلمرو کا سفر کرنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اس سے زیادہ کسی کی کیا بے عزتی ہو سکتی ہے پروفیسر۔ اگناس غم و غصے سے مجھے دیکھتا رہا۔ لیکن میں نے پہلے بھی جو کہا تھا سچ کہا تھا اور کر دکھایا تھا۔ اور اگناس کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی کہ مجھے قائل کر سکے۔ اس نے اپنے لوگوں کی طرف دیکھا اور پھر ستون نما نیزہ سنبھال لیا۔ چند ساعت وہ وزنی نیزہ تولتا رہا اور پھر اس نے خوفناک انداز میں مجھ پر حملہ کر دیا۔

میں چاہتا تو اس کے نیزے کا وار اپنے سینے پر بھی روک سکتا تھا

لیکن میں نے صرف نیزہ بدلنے پر اکتفا کی۔ دراصل اس جنگ کو میں خوش دلی سے نہیں لڑ رہا تھا۔ مجھے اگناس کی شرافت کا احساس تھا۔ وہ ایک باوقار شخص تھا کسی عیاری سے کام نہیں لے رہا تھا اور دورانِ جنگ بھی اس نے شرافت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔!

اگناس نے دوسرا حملہ کیا جو پہلے سے بھی زیادہ خوفناک تھا اور اس بار میں نے اس کے نیزے پر ہاتھ ڈال دیا۔ میں نے ایک جھٹکا دیا اور نیزہ اس کے ہاتھ سے نکل کر میرے ہاتھ میں آگیا۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور درمیان سے توڑ دیا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ نیزہ کا بقیہ حصہ بھی فولادی تھا۔

اگناس کا دیوپیکر جسم تھلتھلا رہا تھا۔ وہ غم و غصے سے کانپ رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں گھٹنے زمین پر ٹکا دیئے۔ دونوں ہاتھ سورج کی طرف اٹھا دیئے۔

"مقدس روشنی کے مالک۔ تو جانتا ہے اگناس کو شکست ہو چکی ہے۔ بے شک یہ تیری رضا ہے اور تیری ہر جنبش میں راز نہاں ہوتے ہیں۔ تو نے جب تک چاہا اگناس کو سرخروئی عطا کی، اور جب تو نے پسند کیا اُسے ذلت کے غاروں میں دھکیل دیا۔ بلاشبہ میں تیرے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ چمکدار اجنبی کو جسمانی طور سے زیر کرنے میں، میں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن تو نے اس کے ہاتھوں میری شکست لکھ دی ہے۔ میں تیرا یہ عطیہ بھی قبول کرتا ہوں۔!" اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ ایک لمحے اسی انداز میں ساکت رہا۔ پھر کھڑا ہو گیا اور میری طرف گردن جھکا کر بولا۔

"میں نے شکست تسلیم کرلی ہے بہادر فاتح۔ میں اور میری قوم اس قول کی پابند ہے جو میں نے تجھ سے کیا تھا۔ تو میرا آقا ہے۔ تو اس سرزمین کا خالق ہے۔ ہم سب تیرے احکامات کے پابند ہیں۔ ہمیں حکم دے ہم کیا کریں۔" اور پھر وہ مجمع کی طرف دیکھ کر بولا۔ "بتاؤ۔ میرے لوگو میرے ساتھیو کیا تم اگناس کے قول پر صاد کرو گے یا اسے شکست خوردہ سمجھ کر اس سے بغاوت کرو گے۔؟" اگناس کی آواز بھرّا گئی اور بستی کے لوگ بلک اٹھے، ہر شخص پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ بین کر رہا تھا۔ اور اگناس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو لرز رہے تھے۔ میں بھی اس صورت حال سے متاثر تھا لیکن بہرحال میں ایکبار اگناس کو طاآس کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔ پھر بستی کے چند بوڑھے آگے بڑھ آئے۔!

"تو ہماری زندگی ہے اگناس۔ ہم تیرے قول کا پاس اپنی زندگی کو کھو کر بھی کریں گے۔ ہم سب الکورہ کو برباد کر کے پہاڑوں میں روپوش ہوجائیں گے [illegible] ہم سب مل کر طاآس پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اُسے فنا کرنے کی کوشش میں خود بھی فنا ہوجائیں گے۔" ان میں سے ایک بوڑھے نے کہا۔

"نہیں میرے لوگو۔ اگناس تمہارے درمیان نہ ہوگا۔ لیکن خبردار۔ سنو۔ غور سے سنو۔ اگناس کے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم طلوع کے پجاری ہو۔ تمہارے درمیان کوئی دوسرا اگناس بھیج دیا جائے گا۔ وہ تمہاری رہنمائی کرے گا۔ طاآس آج بھی اگر الکورہ پر لشکرکشی کرے تو تم پر فتح نہ حاصل کرسکے گا ہاں اگر وہ تم پر لشکرکشی کرے تو پھر تم اس سے جنگ کرو۔ میری غیرموجودگی میں تم طاآس سے جنگ کی تیاریاں کرتے رہو۔ یہ میرا حکم ہے۔ یہ میری التجا ہے۔"

اور سب نے گردن جھکا دی۔!

اور پروفیسر۔ وہ بڑی بھیانک رات تھی۔ آسمان میں چاند بھی پوشیدہ تھا۔ چاروں طرف گھپ تاریکی تھی۔ پورے شہر میں ایک بھی چراغ روشن نہیں کیا گیا تھا۔ یہ اگناس کی شکست کا سوگ تھا۔ رات بھر پوری بستی بین کرتی رہی تھی۔ میں اور انطاریہ اپنے خیمے میں تھے، اور اگناس خیمے کے باہر چوکیداری کر رہا تھا۔ وہ ایک پتھر پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ اس کی بستی کا کوئی جوان ہتھیلی پر رکھ کر میرے قتل کے ارادے سے نہ چل پڑے۔!

اور اگناس کسی قیمت پر یہ بدعہدی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

انطاریہ کو جونہی تنہائی ملی۔ وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے میرے پورے چہرے اور پھر جسم کے بے شمار بوسے لئے۔ اس نے میرے مضبوط بازوؤں پر اپنی آنکھیں رگڑیں۔ میں اس کی یہ بے پناہ اُلفت دیکھ کر مسکرایا تھا اور جب میں اس کے بوسوں سے تھک گیا تو میں نے اسے روکا۔

"بس کرو انطاریہ۔ تھک جاؤ گی۔؟" میں نے اسے بازوؤں میں بھینچتے ہوئے کہا۔

"آہ۔ کس طرح اپنی محبت، اپنی عقیدت کا اظہار کروں بہادر۔ تم دنیا کے سب سے عظیم فاتح ہو۔ تم نے کس طرح گوشت کے پہاڑ کو شکست دی ہے۔ اس کا تصور بھی کسی ذہن میں نہیں آسکتا۔ اور پھر میں یہ سوچ کر مرجانا چاہتی ہوں کہ یہ عظیم فاتح میرا ہے۔ اس کا چوڑا جسم، اس کی ناقابلِ تسخیر آغوش میری ہے۔ آہ بہادر۔ اس تصور کے عوض اگر کوئی میرے جسم کا رواں رواں مانگ لے تو مجھے اعتراض نہ ہوگا۔ اپنی یہ عظمت کسے دکھاؤں کس کو اپنی خوش قسمتی کے بارے میں بتاؤں۔؟" وہ پھر میرے بازو سے لپٹ گئی۔

"مجھے بتاؤ انطاریہ۔ میں تمہارا ہوں۔!" میں نے اسے سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

"کاش۔ کوئی ان الفاظ کے عوض میری زندگی لے لے۔" انطاریہ نے وفورِ محبت سے مجھ سے لپٹتے ہوئے کہا۔

"تمہاری زندگی قائم رہنی چاہیئے انطاریہ۔ کیونکہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔" میں نے انطاریہ پر جھکتے ہوئے کہا۔

"میرے روئیں روئیں کا رس نچوڑ کر اپنے پاؤں دھولو بہادر۔ کاش میں تمہیں تمہارے شایانِ شان محبت دے سکتی۔۔؟" اُس نے خود سپردگی سے کہا اور میری آنکھوں میں نشہ اُتر آیا۔ میں انطاریہ میں گم ہوگیا۔ میں نے اپنے وجود کو تحلیل کردیا۔ میں فنا ہوگیا۔ لیکن انطاریہ۔ اپنی زندگی کا پورا پورا ثبوت دے رہی تھی۔ اس وقت یہ کمزور سی ہستی میرے وجود پر چھائی ہوئی تھی۔ اس کا نازک بدن میری قوتوں کا مذاق اڑا رہا تھا' اس نے میری برتری تسلیم نہیں کی تھی۔ نازک سی یہ گڑیا میرے مقابل تھی۔ اور بلاشبہ خوب مقابل تھی۔ ہم دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے سے شکست قبول کرلی۔ ایک حسین اور دلکش شکست اور پھر ہم ایک دوسرے میں گم ہوکر گہری نیند سوگئے۔ اگناس جیسے انسان کی بستی میں مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اُس نے خود کو میرا غلام کہدیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ آخر تک اس کا پاس رکھے گا۔!

دوسری صبح سورج کی روشنی بھی نہیں ہوئی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی انطاریہ حسبِ توقع میرے پہلو میں سو رہی تھی۔ میں اس کے حسین چہرے کو دیکھ کر آنکھیں روشن کرتا رہا۔ تب اُس کی آنکھ بھی کھل گئی۔ اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا' اور پھر میرے بازو پر رخسار رکھ دیا۔

"کیا خیال ہے انطاریہ۔ طلوع کا منظر دیکھیں۔۔؟"

"باہر کی فضا بے حد خوشگوار ہوگی۔" انطاریہ نے کہا اور میں اٹھ گیا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے باہر نکل آئے لیکن باہر سب سے پہلے ہماری نگاہ جس پر پڑی' وہ اگناس تھا۔ وہ اسی طرح پتھر پر بیٹھا تھا جس طرح میں نے رات کو اُسے چھوڑا تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ دوسرے لمحے میں اُس کے نزدیک تھا۔

"اگناس۔۔!" میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ چونک کر اُٹھ گیا

"آقا۔۔!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"تم رات بھر اسی طرح بیٹھے رہے ہو۔۔؟"

"غلام کی یہی ڈیوٹی تھی۔"

"مگر میں نے تمہیں غلام نہیں تسلیم کیا۔"

"عزت افزائی ہے۔۔ لیکن غلام کو اپنی حیثیت کا احساس ہے۔"

"تم طلوع کی پرستش کے لئے بھی نہیں گئے۔ کیا بستی کے دوسرے لوگ بھی آج عبادت کرنے نہیں گئے۔۔؟"

"سب جا چکے ہیں آقا۔ غلام بھی آخری بار اپنی بستی والوں کے ساتھ عبادت کا خواہشمند تھا' لیکن آقا کی مرضی کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔۔ آقا سو رہے تھے غلام جگانے کی جسارت کس طرح کرسکتا تھا۔"

"تم جذباتی انداز میں مت سوچو اگناس۔ تم میرے غلام نہیں تم عبادت کیلئے جاسکتے ہو۔ جاؤ۔۔ ورنہ روشنی طلوع ہوجائے گی۔ میں واپسی کے بعد تم سے گفتگو کروں گا۔!"

"آقا کی اجازت سے۔۔!" اگناس نے کہا اور سر جھکائے آگے بڑھ گیا۔ ہم دونوں خاموشی سے اسے جاتے دیکھتے رہے۔ پھر جب وہ نگاہ سے اوجھل ہوگیا تو انطاریہ نے ایک گہری سانس لی اور بولی۔

"کچھ بھی ہو۔ یہ قول کا سچا ہے۔"

"ہاں۔ ایک باوقار دشمن۔ ایک باظرف جیالا۔ میں اس کی عزت کرنے لگا ہوں انطاریہ۔"

"تب۔ اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"خیال۔۔؟" میں نے سوالیہ انداز میں انطاریہ کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ اسے آزاد کردو۔ اسے دوست بناؤ۔ اور اس کے قلمرو میں رہ پڑو۔ ہم یہاں باعزت طور پر رہ سکیں گے۔"

"نہیں انطاریہ یہ ناممکن ہے۔ میں اسے قید کرکے طاآس کے پاس ضرور لے جاؤں گا۔ طاآس ہی اس کا فیصلہ کرے گا۔"

"کیا کہہ رہے ہو بہادر۔ کیا تم طاآس کے پاس واپس جاؤ گے؟"

"ہاں۔ میں اُس سے وعدہ کرکے آیا ہوں۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو بہادر۔ اس سے وعدے کی کیا حیثیت ہے وہ خود بھی تمہارے لئے مخلص نہیں تھا۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں' اس نے تمہیں اگناس کے ہاتھوں قتل کرانے بھیجا تھا۔ وہ اب بھی تمہارے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتا ہوگا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے انطاریہ۔ میں اُسے انتہا تک پہنچا چکا ہوں۔ دیکھتا ہوں اس کے بعد وہ کونسی نئی چال چلے گا۔!" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر بہادر۔ میرے بارے میں بھی تو کچھ سوچو۔ میں کس طرح اس کے پاس واپس جاسکوں گی۔۔؟"

"کیوں۔ تم میری محبوبہ کی حیثیت سے طاآس کی قلمرو میں جاؤ گی پھر کس کی مجال ہے جو تمہاری طرف نگاہ اٹھا سکے۔۔!"

"ضد نہ کرو بہادر۔ خونخوار اور مکار طاآس' ہم دونوں کو نہیں چھوڑے گا! اور پھر اس شخص کو معاف کرکے تم اس کی پوری قوم کروگے۔ دیکھو نا۔ کس طرح سب بے چارے رو رہے ہیں۔"

"نہیں انطاریہ۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہاری کوئی

سکتا۔ میں اگناس کو طاآس کے دربار میں ضرور پیش کروں گا۔ یہ میرا عہد
ہے۔" میں نے کہا اور انطاریہ پریشان انداز میں خاموش ہوگئی۔ بہرحال اس کے
بعد اس نے اس بارے میں کچھ نہ کہا۔

سورج نکل آیا' بستی آباد ہوگئی۔ اگناس ہمارے لئے ناشتہ لے
کر آیا۔ اور میں نے اُس سے کہا۔ "تم ہمیں شرمندہ کر رہے ہو اگناس۔!"

"تصور بھی نہ کریں آقا۔! غلاموں کے یہی کام ہوتے ہیں۔
[illegible] حیثیت ختم ہوچکی ہے۔ اب میں صرف ایک غلام ہوں۔ اور غلام اپنا فرض
جانتا ہے۔"

میں خاموش ہوگیا۔ میں نے انطاریہ کے ساتھ ناشتہ کیا اور پھر میں
نے اگناس کو طلب کیا۔ اگناس فوراً میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "میں چاہتا ہوں اگناس'
۔ جیسا کہ میں طاآس سے عہد کرکے آیا ہوں۔ تمہیں گرفتار کرکے اس کے پاس
لے جاؤں۔ کیا تمہیں اعتراض ہوگا۔؟"

"غلام زبان دے چکا ہے آقا۔ اب آپ مجھے طاآس کیا کسی
[illegible] کے پلّے کے سامنے لے جاکر ڈال دیں گے تو میں اعتراض نہیں کروں گا،" اگناس
نے کہا۔

"تب پھر تیاریاں کرو اگناس۔ ہمیں سفر کے لئے تین اعلیٰ قسم کے گھوڑے
[illegible] کے لئے کھانے پینے کا سامان' ایک خیمہ راستے کے قیام کے لئے' اور سفر کی
دوسری ضرورتوں کا بندوبست کرنا ہے۔ کیا تم اس سلسلے میں مدد کرسکو گے۔؟"

"غلام ہر کام کرسکتا ہے!" اگناس نے کہا اور وہ واپس چلا گیا۔ سورج
نے ایک مخصوص فاصلہ طے کیا تھا' جب اگناس تمام تیاریوں کے ساتھ واپس پہنچ
گیا۔ اس کے پیچھے اس کی پوری قوم تھی۔ لوگوں کے چہرے لٹکے ہوئے تھے' ان
کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ لیکن اس وقت کسی کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ سب کے
سب خاموش تھے۔ ان کی آہ وزاری پر یہ پابندی اگناس کی لگائی ہوئی تھی۔!

میں اور انطاریہ گھوڑے پر سوار ہوگئے۔ تو اگناس نے ایک پتھر پر
کھڑے ہوکر کہا۔ "میرے ہموطنو۔ میرے دوستو۔ میرے ساتھیو۔ میرا اور تمہارا
ساتھ اسی وقت تک تھا۔ روشنی کے دیوتا کی یہی مرضی تھی اور ہم نے ہمیشہ اس کی
مرضی پر سر جھکایا ہے اور اس کا اچھا صلہ پایا ہے۔ آج بھی اس بات کو یاد رکھو۔
میرے جانے سے یہ نہ سوچو کہ تمہاری قوت ختم ہوگئی۔ میں کبھی ناقابلِ تسخیر نہیں تھا۔
[illegible] کا شہنشاہ ہم میں سے کسی ایسے کو اٹھائے گا جو طاآس کی خدائی کو پیروں تلے
روند دے گا۔ اور ممکن ہے یہ اسی کا پیش خیمہ ہو۔ میری قوم کے لوگو۔ خود کو
[illegible] سے مضبوط تر بنانے کی کوشش کرو۔ مجھے اپنے ذہنوں سے فراموش
کردو۔ کسی اور کو اپنا سردار بنا لینا' لیکن وہ جو روشنی کا اطاعت گزار ہو۔ آنکھ
سے بہتے ہوئے آنسو بے حقیقت ہوتے ہیں۔ اُن کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

ان آنسوؤں کو آتشی سیال بنا لو۔ تاکہ تمہاری دہکتی ہوئی آنکھیں تمہارے دشمن
کے لئے خوف بن جائیں۔ روشنی تمہاری حفاظت کرے۔!" اُس نے آخری الفاظ
کہے اور اچھل کر اپنے مخصوص گھوڑے پر بیٹھ گیا۔

طویل القامت اور مضبوط گھوڑا اسے لے کر چل پڑا۔ اُس نے میرے
[illegible] دونوں ہاتھ سامنے کر دیئے۔ "آقا اگر ضرورت سمجھیں تو میرے ہاتھ
پاؤں کس دیں تاکہ قیدی کی شان مکمل ہوجائے۔"

"اسی طرح ہمارے ساتھ چلے آؤ اگناس۔؟" میں نے کہا اور گھوڑے
کو ایڑ لگادی۔ انطاریہ کا گھوڑا میرے برابر دوڑ رہا تھا' اور اگناس ہم دونوں
کے عقب میں اس گھوڑے کو سنبھالے چلا آرہا تھا جس پر خیمہ اور سامان لدا ہوا
تھا۔! رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ پھر بھی سورج چھپنے سے پہلے ہم اتنی دور
نکل آئے کہ بستی کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔!

چاند نکلنے تک ہم سفر کرتے رہے۔ اگناس خاموشی سے ہمارے
پیچھے آرہا تھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا جیسے اب اس نے ذہن سے ہر خیال نکال
دیا ہو۔ وہ اپنے بارے میں کچھ نہ سوچ رہا ہو۔ کئی بار میں نے اس کی کیفیت پر غور
کیا تھا۔ مجھے اس پر ترس بھی آیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ اسے واپسی کی اجازت
دے دوں۔ لیکن طاآس۔ مکّار طاآس کو بھی میں ایک سبق دینا چاہتا تھا اس لئے
میں نے یہ خیال ذہن سے نکال [illegible] ذہن میں ایک اور اسکیم پرورش
پانے لگی۔

پھر ایک [illegible] جگہ ہم نے گھوڑے روک دیئے۔ اور اگناس جلدی
سے ہمارے قریب پہنچ گیا۔ "آقا قیام کا ارادہ رکھتے ہیں۔؟"

"ظاہر ہے اگناس۔ رات ہوچکی ہے۔"

اگناس نے جلدی سے گھوڑے سے خیمہ کھولا اور اسے زمین پر
ایستادہ کرنے لگا۔ چند منٹ کے بعد وہ اس کام سے فارغ ہوگیا۔ پھر اُس نے
گھوڑے پتھروں سے باندھے اور ان کے سامنے گھاس وغیرہ ڈال دی۔ اس کے بعد
وہ کھانے کی تیاریاں کرنے لگا! اور تھوڑی دیر کے بعد اُس نے غلاموں کے سے
انداز میں کھانا ہمارے سامنے پیش کردیا۔

"تم بھی شریک ہوجاؤ اگناس!" میں نے کہا۔

"آقا اسے گستاخی نہ تصور کریں تو غلام تنہا کھانے کی اجازت چاہتا
ہے۔" اگناس نے کہا۔

"جیسا تم پسند کرو۔" میں نے کہا اور اگناس گردن جھکائے چلا گیا۔
انطاریہ کھانا کھاتی رہی۔ لیکن وہ کچھ پریشان سی نظر آرہی تھی۔ پھر اُس نے گردن
ہلاتے ہوئے کہا۔

"میری بات کا یقین کرو بہادر۔ طاآس اس شریف انسان کے ساتھ

بہت بُرا سلوک کرے گا' وہ کینہ پرور انسان اپنے دشمنوں کو زیادہ سے زیادہ اذیت دے کر خوش ہوتا ہے۔"

"ہم طاآس کی قلمرو میں چل کر سوچیں گے!" میں نے جواب دیا۔ ہم لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے اور پھر باہر نکل آئے! آج بھی چاند بادلوں کی آغوش میں چھپا ہوا تھا۔ ستاروں کی مدھم چھاؤں میں ہم نے اگناس کو سر جھکائے ہوئے دیکھا۔ نہ جانے اس غریب کے دل پر کیا بیت رہی تھی۔ ہم دونوں اس کے قریب پہنچ گئے۔ تب ہم نے دیکھا۔ کھانا اس کے سامنے رکھا ہوا تھا اور اس کے گالوں پر آنسو چمک رہے تھے۔ ہمارے قدموں کی آہٹ پر وہ چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے آنسو خشک کر لیے اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اگناس۔!" میں نے اسے آواز دی۔

"آقا۔!"

"تم نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ تم نے ہمیشہ روشنی کے شہنشاہ کی رضا پر سر جھکایا ہے۔ اور اس کا صلہ ہمیشہ اچھا پایا ہے۔"

"کہا تھا آقا۔!"

"کیا تم اپنے اس نظریئے سے پھر گئے۔؟"

"نہیں۔ نہیں آقا۔ یہ میرا ایمان ہے۔!"

"تب پھر تمہارے نظریئے [illegible] تمہارے معبودوں نے تمہارے لئے جو راہ متعین کی ہے۔ وہ تمہاری اور [illegible] بہتری کے لئے فلاح کی راہ ہوگی۔ ممکن ہے اس میں تمہارا کوئی مفاد وابستہ ہو۔ اگر تم اپنے مذہب پر یقین رکھتے ہو تو پھر یہ اداسی اور پریشانی کیسی۔؟" میں نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ اور اگناس پاگلوں کی طرح میری شکل دیکھنے لگا۔ کئی منٹ تک وہ بت بنا کھڑا رہا۔ پھر اُس نے بھاری آواز میں کہا۔

"آپ نے مجھے نئی راہ دکھائی ہے آقا۔ بے شک آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ آہ۔ میں نے اب تک گناہ کیا ہے۔ میں ذہنی طور پر پریشان رہا ہوں۔ میں نے اس پر بھروسہ نہیں کیا جو عالم کو روشنی دکھاتا ہے۔ میں نے گناہ کیا ہے۔ روشنی کا شہنشاہ میرے گناہ کو معاف کرے۔" وہ لرزتا ہوا..... بولا اور میں اسے مزید تسلیاں دیتا رہا۔ یہ حقیقت ہے پروفیسر کہ اس وقت بھی میرے ذہن میں کوئی خاص نظریہ، کوئی خاص خیال نہیں تھا۔ لیکن بعد میں خود مجھے اِن الفاظ کی اہمیت کا احساس ہوا جو بے خیالی میں، میں نے کہے تھے۔!

اس رات کے بعد میں نے اگناس کو اُداس نہیں دیکھا۔ وہ پوری طرح مستعد تھا۔ وہ ہماری ہر خدمت بجا لانے کے لئے تیار رہتا' اس نے راستوں کے بارے میں بہت سے مفید مشورے دیئے تھے۔ چنانچہ اس بار ہم وادی لرزاں سے سینکڑوں میل دُور سے سفر کر رہے تھے۔ یہ سفر آسان تھا اور اگناس کی موجودگی نے اور ان علاقوں سے اس کی واقفیت نے اسے اور آسان بنا دیا تھا۔ انطاریہ میری آغوش کی زینت ہوتی۔ دوسری لڑکیوں کی طرح یہ لڑکی بھی بہت خو[illegible] اور اس کی موجودگی سے میں خود کو مطمئن محسوس کرتا تھا۔ لیکن انطاریہ جوں جوں طاآس کی قلمرو کی طرف بڑھ رہی تھی، پریشان ہوتی جا رہی تھی۔ اُس کا رنگ زرد ہونے لگا تھا۔ ہونٹ خشک رہنے لگے تھے۔ آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا بعض اوقات مجھے اُس کی یہ کیفیت دیکھ کر غصہ آجاتا تھا۔

"یہ تمہاری بداعتمادی کا اظہار ہے انطاریہ۔ گویا تمہیں میرا بھروسہ نہیں ہے۔" ایک صبح میں نے اُس سے کہا۔

"نہیں میرے محبوب۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تمہارے او[illegible] مجھے مکمل بھروسہ ہے۔ یقین کرو میری زندگی۔ تم سے ملنے سے پہلے مجھ[illegible] زندگی سے اس قدر پیار نہیں تھا۔ میں کسی بھی وقت موت کی آغوش میں چلی جا[illegible] لیکن۔ اب میں لالچی ہو گئی ہوں۔ اب سوچتی ہوں کہ اگر ماری گئی تو تمہار[illegible] آغوش سے محروم ہو جاؤں گی۔" انطاریہ نے میرے گلے میں بانہیں ڈالتے ہو[illegible]

"لیکن تم یہ کیوں سوچتی ہو۔؟" میں نے کہا۔

"تم دنیا کے سب سے طاقتور انسان ہو۔ میں جانتی ہوں۔ تم [illegible] کو تہہ و بالا کرنے کی قوت رکھتے ہو۔ کوئی شیر تمہارے مقابل آجائے تو تم اس [illegible] ایک باوقار مقابلہ کر کے اسے شکست دے سکتے ہو۔ لیکن اگر کوئی سو [illegible] سے تم پر حملہ کرے۔؟"

"اسے شرمندگی ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے لئے تم ———— ہر اس شخص کو قتل کر دو گ[illegible] میری طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھے گا! لیکن اگر خاموشی سے مجھے زہر دے [illegible] تو تم کیا کرو گے۔ میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہتی ہوں میری زندگی، کہ طاآس ایک [illegible] بھیڑیا ہے۔ وہ اپنی تمام رانیوں میں سب سے زیادہ مجھے چاہتا تھا۔ میری جُد[illegible] اسے دیوانہ بنا دیا ہوگا' اُس نے نہ جانے کہاں کہاں مجھے تلاش کیا ہوگا۔ نہ [illegible] اُس کی کیا حالت ہوئی ہوگی اور اب جب وہ مجھے تمہارے ساتھ دیکھے گا' [illegible] تمہارے ساتھ نہ پائے گا تو۔ اُس کی جو کیفیت ہوگی میں جانتی ہوں۔ ہاں [illegible] محبوب' اُس کے چہرے کے عضلات میں صرف تھوڑا سا تناؤ پیدا ہوگا۔ سُلگتی ہوئی نگاہوں سے مجھے اور پھر تمہیں دیکھے گا' سرسری انداز میں [illegible] بارے میں معلوم کرے گا اور پھر اس طرح نظر انداز کر دے گا جیسے اس [illegible] کی اس کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہ ہو۔ لیکن میں جانتی ہوں حقیقت معلو[illegible] کے بعد وہ ان چند لمحات میں دل ہی دل میں خطرناک فیصلے کرے گا' اور [illegible] کون ہے جو اسے اِن فیصلوں سے روک سکے۔ وہ فیصلے اس قدر بھیانک [illegible] کہ ہم ان کے بارے میں سوچ بھی نہ سکیں گے۔ اور وہ سب کچھ ہو جا[illegible]

جو ــ جو ــ !"

"تم مجھے مجبور کر رہی ہو انطاریہ ــ کہ میں طاآس کی قلمرو میں جاکر [illegible] پہلا کام یہ کروں کہ اس کی گردن اس کے شانوں سے اتار دوں ــ میں تمہیں اطمینان [illegible] دلاتا ہوں کہ تمہاری زندگی محفوظ رہے گی ۔ ہاں اگر تم فکر مند رہیں تو میری محبت کھو بیٹھو [illegible] کیونکہ یہ میری توہین ہے ــ !"

اور انطاریہ سنبھل گئی ۔ اس کے بعد خواہ مصنوعی طور پر ہو ــ [illegible] نڈر اور بے خوف نظر آنے لگی، تاآنکہ ہم نے طاآس کی قلمرو کے پہلے نشان دیکھے [illegible] طاآس کے علاقے میں داخل ہونے والے تھے ۔

" دلیر آقا ۔" طاآس کی قلمرو کا پہلا نشان دیکھ کر اگناس نے کہا ۔ "ہم [illegible] طاآس کی قلمرو میں داخل ہو چکے ہیں ۔ یہ مجھے معلوم ہے آقا کہ آپ کی اعلیٰ ظرفی نے [illegible] اوپر اعتماد کیا اور میں ایک قیدی ہونے کے باوجود اس انداز میں یہاں تک آیا [illegible] آپ کا دوست ہوں ــ اور میں نے کوشش کی آقا کہ اپنے فرائض سے غافل [illegible] ہوں ــ لیکن اب ہم ان لوگوں میں جا رہے ہیں جو باظرف نہیں ہیں ــ وہ ظرف کی [illegible] نہیں سمجھ سکتے ــ ان کی نگاہوں میں یہ قیدی کھٹکے گا کیونکہ اس کے جسم سے کوئی [illegible] بندھی ہوئی نہیں ہے ــ طاآس اس قید پر شک کرے گا اور سوچے گا کہ شاید [illegible] میرا اور آپ کا گٹھ جوڑ ہے ــ چنانچہ ــ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے رسیوں [illegible] باندھ دیں اور قیدی کی طرح لے چلیں ــ ! سنیں آقا ــ اگناس ناقابلِ تسخیر [illegible] ــ طاآس کی فوجیں بھی اسے زیر نہ کر سکیں ــ وہ بھی خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتا تھا [illegible] اور جب اسے زندگی میں پہلی شکست ہوئی تو وہ اچنبھے میں پڑ گیا ــ اسے اس [illegible] انسان سے دلچسپی ہو گئی جس نے اسے شکست دی تھی ــ اور پھر جب اس [illegible] سلسلے میں کوئی شبہ نہ رہا، تو وہ انوکھا انسان اس کا ہیرو بن گیا ــ اب اس کے [illegible] میں کوئی غلط رائے قائم کرے تو یہ بات مجھ سے برداشت نہ ہوگی ۔ اس لئے [illegible] میرے جسم سے رسیاں کس دیں ۔"

انطاریہ حیرت سے اگناس کی باتیں سن رہی تھی ــ میں بھی اس کی گفتگو پر [illegible] رہا تھا ــ بلاشبہ میں بھی یہ بات محسوس کر رہا تھا کہ طاآس اگناس کی اس قید کو [illegible] دیکھے گا ! چنانچہ میں نے اگناس کی بات مان لینے کا فیصلہ کر لیا ــ میں نے [illegible] اتر کر رسیوں سے اسے جکڑ دیا ــ انطاریہ کے چہرے پر ہمدردی اور تکلیف [illegible] آثار ابھر آئے تھے ــ اگناس کی شرافت نے اس کے دل میں بھی جگہ کر لی تھی ــ !

دیو پیکر اگناس کا حلیہ ایسا نہ تھا کہ کوئی اسے دیکھتا اور پہچان نہ لیتا [illegible] کے پہلے فرد نے ہمیں تعجب سے دیکھا ــ اور اس کے حلق سے ایک دہاڑ نکلی

"اگناس ــ اگناس ــ اگناس ــ" اور پوری آبادی میں ایک ہلچل مچ [illegible] گئی، لوگ چاروں طرف دوڑ پڑے ــ گھروں کے جھروکوں سے آنکھیں آ لگیں ــ [illegible] کو یہ دیکھ کر سکون ہوا کہ اگناس رسیوں سے بندھا ہوا ہے ــ جو لوگ مجھے پہچانتے تھے وہ طرح طرح سے میرے نام کے نعرے لگانے لگے ــ کچھ لوگ میرے ساتھ ملکہ انطاریہ کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے ــ بہرحال ہمارے طاآس کی قلمرو میں داخلے نے لوگوں کی ذہنی حالت خراب کر دی تھی ــ جتنے منہ اتنی باتیں تھیں ــ لوگ ہمارے چاروں سمت دوڑ رہے تھے ــ پیدل، گھوڑوں پر ــ آگے والوں کو اطلاع کر رہے تھے، یہاں تک کہ یہ اطلاع طاآس تک پہنچ گئی ــ یقیناً طاآس بھی بھونچکارہ گیا ہوگا ــ اسے اس ناقابلِ یقین بات پر نہ جانے کس طرح یقین آیا ہوگا ــ بہرحال ــ جب میں شہر پناہ کے پھاٹک پر پہنچا تو طاآس اپنے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ میرے استقبال کو موجود تھا ــ ! ہاں اس کا چہرہ ان تمام کیفیات کا آئینہ دار تھا جو اگناس کو قیدی کی حیثیت سے اور انطاریہ کو میرے ساتھ دیکھ کر اس کے دل پر گزر سکتی تھیں ــ !

مکار بدخو کو جہاں اپنے خوفناک دشمن اگناس کو بے بسی سے گھوڑے پر بیٹھے دیکھ کر خوشی ہوئی تھی، وہیں اپنی سب سے چہیتی ملکہ کو میرے ساتھ دیکھ کر اتنا ہی رنج ہوا تھا ــ تاہم اس نے چند لمحات میں خود کو سنبھال لیا ــ اور میرے استقبال کے لئے گھوڑے سے اتر آیا ــ !

"خوش آمدید طاقت کے شہنشاہ ــ خوش آمدید اے ناقابلِ تسخیر انسان ۔ ہاں ہماری قوتوں نے ہمیں پہلے سے بتا دیا تھا کہ تو اگناس پر غالب آئے گا، ہمارا سایہ تیرے سر پر موجود تھا اور بھوسکا کہ تو نے اس سائے کے اثر سے اس قوی دشمن پر فتح پائی جو تجھ سے کئی گنا [illegible] عظیم اور طویل ہے ۔"

"طاآس کی خدمت میں اگناس کا تحفہ پیش کر کے میں خوش ہوں ــ تیرا دشمن موجود ہے طاآس ۔" میں نے کہا ۔

"ہاں بہادر ــ تو نے وہ خدمت انجام دی ہے جو ہماری فوجیں نہ دے سکی تھیں ــ بے شک تو ان انعامات کا مستحق ہے جن کا ہم نے وعدہ کیا تھا ــ لیکن ہماری بقیہ فوج کہاں ہے جو تیرے ساتھ گئی تھی ــ ؟"

"اس کے بارے میں تنہائی میں تجھے بتاؤں گا ۔"

"تب قیدی کو سپاہیوں کے حوالے کر دے اور میرے ساتھ چل ــ اور ہاں ــ اگر مجھے شبہ نہیں ہے تو تیرے ساتھ لتا کا کے بجائے انطاریہ ہے، اس کی کیا وجہ ہے ــ ؟"

"یہ وجہ بھی تنہائی میں بتائی جائے گی ۔" میں نے کہا ۔ "سن طاآس، اگناس تیرا دشمن، لیکن میرا قیدی ہے ۔ اس کے بارے میں جو بھی فیصلہ ہوگا، ہم مل کر کریں گے ــ لیکن اس سے قبل اسے ایک باوقار قیدی کی حیثیت دی جائے گی، یہ میری خواہش ہے اور اگر میری یہ خواہش پوری نہ ہوئی تو میرے اور تیرے درمیان سے دوستی کے رشتے اٹھ جائیں گے ؟"

مکار طاآس چونک کر میری شکل دیکھنے لگا ــ میرے الفاظ پر غور

کرتا رہا۔ پھر اُس نے گردن ہلائی "ٹھیک ہے۔ وہی ہوگا جو تو چاہے گا۔" اُس نے شاہی دستے کے کمانڈر کو نزدیک بلایا اور اُسے اگناس کے بارے میں ہدایات دینے لگا۔ اور یہ ہدایات اطمینان بخش تھیں۔ میں نے اگناس کے چہرے پر ممنونیت کے آثار پائے۔

سپاہی قیدی کو لے کر چلے گئے۔ اور میں انطاریہ اور طاآس کے ساتھ طاآس کے محل کی طرف چل دیا۔ محل کے سب سے خوشنما حصے میں، طاؤس ہمیں لیکر گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہمیں تنہائی مل گئی۔ طاآس کی گہری نگاہیں بار بار انطاریہ پر پڑ رہی تھیں، وہ شاید اگناس سے زیادہ انطاریہ کے بارے میں جاننے کا خواہشمند تھا۔ چنانچہ بیٹھتے ہی سب سے پہلے اُس نے یہی سوال کیا۔

"میں یہ بعد میں پوچھوں گا بہادر، کہ میری فوج کا کیا ہوا۔ میں لتاکا کے بارے میں بھی بعد میں سوال کروں گا۔ سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ میری پیاری ملکہ، میری سب سے چہیتی بیوی انطاریہ تمہیں کہاں ملی۔ اس کی اچانک گمشدگی نے میرے حواس معطل کر دیئے۔ کونسی جگہ تھی جہاں میں نے اُسے تلاش نہیں کیا۔ بتاؤ تم نے اُسے کہاں سے حاصل کیا۔؟"

"اس کی کہانی مختصر ہے طاآس۔ چند الفاظ میں سن لو۔ یہ مجھے پسند کرتی تھی۔ چنانچہ جب میں نے فوج کے ساتھ یہاں سے کوچ کیا تو یہ خفیہ طور پر ایک سپاہی کے بھیس میں میرے ساتھ چل پڑی۔ لتاکا کے مرنے کے بعد اس کا بھید کھل گیا اور میں نے اُس کی محبت قبول کر لی۔"

میرے الفاظ سُنکر انطاریہ کا چہرہ دھواں ہوگیا۔ اس کا خیال تھا کہ اس سلسلے میں، میں کوئی عمدہ سی بات بناؤں گا۔ جس سے طاآس بھی مطمئن ہو جائے گا اور کوئی ایسی صورتحال بھی نکل آئے گی کہ انطاریہ مستقلاً مجھے مل جائے۔ لیکن میں نے ایک جبر برابر جھوٹ نہیں بولا تھا اور جو حقیقت تھی وہی کہہ دی تھی۔ اور بلاشبہ اس حقیقت کو سُنکر طاآس کا چہرہ آگ کی طرح دہک اُٹھا۔ کسی مرد کے لئے اس سے زیادہ توہین آمیز بات کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی عورت دوسروں کو اس پر ترجیح دے۔

"آہ۔ انطاریہ۔ تو نے یہ غداری کی ہے۔ تو نے اپنے معبود سے۔ اپنے شوہر سے یہ فریب کیا ہے۔ میں۔ میں تجھے اس فریب کی، ایسی سزا دوں گا کہ۔ کہ زمین و آسمان کانپ اٹھیں۔" طاآس نے غضبناک لہجے میں کہا۔

"کیا تو نے میرے الفاظ نہیں سُنے طاآس۔ میں نے آخر میں کہا ہے کہ میں نے اُس کی محبت قبول کر لی اور جس کی محبت میں نے قبول کر لی جسے میں نے اپنا بنا لیا اُس سے سخت لہجے میں بات کرنے والے ہمیشہ کے لئے قوتِ گویائی کھو بیٹھتے ہیں۔ تو سُن طاآس۔ سُن اے احمق انسان، انطاریہ کو اگر تیری قلمرو میں کوئی گزند پہنچا۔ تو تیرے ملک کی ایک بھی عمارت سلامت نہیں رہے گی۔ میں اس پورے شہر کو پتھروں کے ڈھیر میں تبدیل کر دوں گا یہ میرا عہد ہے۔"

طاآس چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔ اُس کی آنکھوں میں آگ رقصاں تھی۔ لیکن وہ مصلحت کوش تھا اور ماحول کے مطابق خود کو بدلنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک گہری سانس لے کر گردن جھکالی اور پھر وہ سرد لہجے میں بولا۔

"لیکن بہادر۔ یہ میری سب سے چہیتی بیوی ہے۔ میں اسے سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔ اس نے مجھ سے غداری کی ہے۔ تجھ سے بھی کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ تو نے لتاکا کو مانگا۔ میں نے اُسے تیرے حوالے کر دیا اور پورے ملک کے طعنے سُنے کہ اب میں بیویاں رکھنے کے قابل نہیں ہوں۔ اور اپنی بیویاں دوسروں کے حوالے کر دیتا ہوں۔ اور اب اگر انطاریہ کے فسانے زبان زدعام ہوں گے تو لوگ پھر میرا مذاق اڑائیں گے۔"

"نہیں طاآس۔ تو لوگوں سے کہہ سکتا ہے کہ اگناس کی گرفتاری سے خوش ہو کر تو نے انطاریہ مجھے بخش دی۔" میں نے کہا اور طاآس کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ میں اس شیطان صفت بادشاہ کی دلی کیفیت کو سمجھ رہا تھا۔ لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ وہ میری مرضی کے خلاف کچھ نہ کر سکے گا۔ اسے میری قوت کا احساس ہو گیا ہے۔!

کافی دیر کے بعد اس نے ایک گہری سانس لی اور کہا "اب مجھے لتاکا کا حال سُنا، اس فوج کی داستان سُنا، جو تیرے ساتھ گئی تھی مجھے بتا کہ ان میں سے کوئی واپس کیوں نہیں آسکا۔ مجھے بتا کہ اگناس جیسے دیو قامت پر تو نے کس طرح قابو پایا۔؟"

"طاآس۔ تو خود کو خدا کہتا ہے۔ لیکن افسوس تجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ خود تیری قلمرو میں، نہ صرف قلمرو میں بلکہ تیری فوج میں اگناس کے بے شمار ہمدرد اور خادم موجود ہیں۔ ان خادموں کو تیرا اعتماد حاصل ہے۔ کیا تیری خدائی تیرا ساتھ نہیں دیتی؟"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو بہادر۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔" طاآس ہونٹ بھینچ کر کھڑا ہو گیا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں طاآس۔ تو جانتا ہے میں جھوٹ بولنے کے لئے مجبور نہیں ہوں۔ اگناس کی سلطنت کی طرف میری رہنمائی کرنے والا نیزار سرگروب، اگناس کا وفادار تھا۔ اُس نے مجھے ادھر بہکایا

فوج کو وادئ لرزاں میں پہنچا دیا۔ جو زلزلوں کی زمین ہے اور جہاں داخل ہونے کے بعد واپس نکلنے کا راستہ تلاش کرنا ناممکن ہے۔ تب زلزلے نے پوری فوج کو آ لیا۔ اور جا دیکھ۔ کہ ہر چٹان کے نیچے تیرا ایک آدمی موجود ہے۔ بچنے والوں میں صرف میں تھا اور انطاریہ جو چٹان کے سائبان میں اتفاق سے بچ گئی تھی۔"

"اوہ۔۔۔ یہ ہمارے لئے انوکھا انکشاف ہے۔ لیکن اب کیا پرواہ۔ اب تو اگناس ہمارے قبضے میں ہے۔ لیکن بہادر۔۔ پھر تو تو تنہا رہ گیا ہوگا۔ پھر اس گوشت کے پہاڑ کو تو نے کس طرح گرفتار کیا۔۔؟"

"اس کا جواب تجھے انطاریہ دے گی۔" میں نے کہا۔

"میں اس بے وفا سے مخاطب نہیں ہوں گا بہادر۔ مجھے بتا۔ تو نے اگناس کو کیسے قابو میں کیا۔"

"تو نے میری دوستی قبول کی ہے طاآس۔ سُن، ہر چند کہ مجھے تاکا نے بتا دیا تھا' [illegible] بات میں بتایا تھا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ تیری خواہش تھی کہ میں اگناس کے ہاتھوں ملا جاؤں۔ یا پھر اگر اگناس کو زیر کر لوں تو بہر حال پھر تیرا ایک دشمن رہ جائے گا۔ گویا تو میرے لئے بھی مخلص نہیں تھا۔ تاکا کا خیال تھا کہ میں اسے لے کر خاموشی سے تیری قلمرو سے نکل جاؤں۔ لیکن میں جانتا تھا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تو اور تیری فوج میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی اس لئے میں نے اُس کی بات نہ مانی اور خوش ہو کر اس سے کہا کہ طاآس نے میری پسندیدہ عورت مجھے دے دی ہے۔ اس لئے میں اس کی خواہش ضرور پوری کروں گا۔ میں اگناس کو اس کا قیدی ضرور بناؤں گا' تو سُن طاآس' تیری نیت بھی صاف نہیں تھی۔ ظلم کسی ایک نے نہیں کیا ہے' اور اب' جبکہ انطاریہ میری محبوبہ ہے۔ تو اس کی توہین کر کے میرے غضب کو دعوت دینے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکے گا۔"

"یہ زیادتی ہے بہادر۔۔ تاہم تو نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ میرے لئے اتنا اہم ہے کہ میں تیری ہر خواہش پوری کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بتا دے بہادر کی محبوبہ۔ اگناس کیسے گرفتار ہوا تھا۔"

طاآس کی یہ بے چارگی دیکھ کر انطاریہ کے حواس بحال ہو گئے تھے اس کے چہرے سے خوف کے آثار مٹتے جا رہے تھے۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ طاآس میرے سامنے کتنی ہی لاف گزاف کرے، لیکن اس کے ذہن کے گوشوں میں میرا خوف چھپا ہوا ہے۔ اور وہ اس کے خلاف نہیں کرے گا۔ جو میں چاہوں گا چنانچہ وہ سنبھل کر بولی۔

"اس وقت۔ جب ہماری فوج ختم ہو چکی تھی۔ ہم نے لرزتے پہاڑوں کے دوسری طرف جانے کا راستہ دریافت کیا۔ اور جب ہم پہاڑوں کے دوسری طرف پہنچے تو اگناس کی فوج ہماری منتظر تھی۔ بہادر اور میں اگناس کے فوجیوں کے ساتھ اگناس کے سامنے پہنچ گئے۔ تب بہادر نے اگناس سے کہا کہ وہ طاآس کے لئے اُسے گرفتار کرنے آیا ہے۔ اور اگناس کے ساتھی بہادر کا مذاق اڑانے لگے۔ انھوں نے پوچھا کہ بہادر اگناس کو کس طرح گرفتار کر کے لے جائے گا۔ تب بہادر نے کہا کہ اگر اگناس کی پوری قوم نے مداخلت کی تو وہ اس کی قوم کو قتل کر دے گا اور پھر اگناس کو گرفتار کر کے لے جائے گا۔ اس پر اگناس کی قوم مشتعل ہو گئی اور پھر اگناس نے تحقیر آمیز انداز میں اپنے ہتھیار بہادر کے سامنے پھینک دیئے۔ اور بہادر نے اس کے ہتھیاروں کو بچوں کے کھلونے ثابت کر دیا۔ تب اگناس خود اس کے مقابلے پر آیا اور بہادر نے اُسے بھی عبرتناک شکست دی اور اس کے عہد کے مطابق اسے باندھ کر لے آیا۔" طاآس منہ پھاڑے یہ کہانی سن رہا تھا۔ انطاریہ کے خاموش ہونے کے بعد اس نے کہا۔

"میں جانتا تھا۔۔۔۔۔ مجھے انتظار تھا' اور جب وہ آیا تو میں نے اسے پہچان لیا اور میں نے اس کا تھوڑا سا امتحان لیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی ہے جس کا میں انتظار کر رہا تھا۔ بے شک اس کے علاوہ کون تھا جو اگناس کو شکست دے سکتا۔"

میں خاموشی سے اس رنگ بدلتے خدا کو دیکھ رہا تھا جو پوری طرح میرے قابو میں تھا۔ اس کی قلابازیاں میرے لئے قابلِ دید تھیں پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "اگناس کو کہاں قید کیا ہے طاآس۔۔؟"

"یقیناً وہ ایسی جگہ لے جایا جائے گا جہاں سے وہ فرار نہ ہو سکے گا"

"اُس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔؟ اسے کونسی سزا دی جائے گی۔؟"

"صرف ایک رات' ہم نے اسے ایک رات کی زندگی اور بخشی ہے کل پورے ملک کے کاروبار بند رہیں گے۔ سب لوگوں کو شہر پناہ کے میدان میں لے جایا جائے گا۔ اور پھر۔ وہاں اگناس کو موت کی سزا دی جائے گی! بہادر' ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے دشمن کو مہلت ملے اور وہ اپنی رہائی' اور حالات سے نمٹنے کے لئے کوئی ترکیب سوچ سکے۔!"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر مسکراتے ہوئے طاآس سے پوچھا۔ "میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے طاآس۔؟"

"تم۔ تم میرے گہرے دوستوں میں شامل ہو گئے ہو۔۔۔۔ حسب وعدہ الکورہ کی حکومت تمہارے حوالے کر دوں گا' لیکن اس کے ساتھ

ایک شرط بھی ہوگی۔۔ اگر تم وہ شرط پوری کرنے پر تیار ہو جاؤ۔۔ تو کل اس میدان
میں جہاں اگناس کو موت کی سزا دی جائے گی، وہیں تمہارے الکورہ کے شہنشاہ ہونے
کا اعلان بھی کر دیا جائے گا۔"

میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔۔ تاہم میں نے اُس سے پوچھا۔ "شرط
کیا ہوگی طاآس۔۔؟"

"تمہیں طاآس کی خدائی تسلیم کرنا ہوگی۔ تمہیں میری معبودیت
پر یقین لانا ہوگا۔ الکورہ کا شہنشاہ بننے کے بعد تمہیں روشنی کی پوجا، طاقت
کے ذریعے ختم کرنا ہوگی اور طاآس کی معبودیت کا پرچار کرنا ہوگا۔۔!"

"اور۔۔ اور اگر میں تیری یہ بات ماننے سے انکار کر دوں۔۔
طاآس۔۔ تو۔۔؟"

"تو۔۔۔۔ مجھے بہت کچھ سوچنا پڑے گا! لیکن تم بھی غور کر لو۔
ابھی بہت وقت ہے۔۔ کل تک سوچ لو۔۔ اور اگر مزید وقت درکار ہو تو پھر
کل یہ اعلان نہیں کیا جائے گا۔ کل کے بجائے کسی اور دن سہی۔"

"ہوں۔۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر گردن ہلاتے
ہوئے میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے معزز طاآس۔۔! کل اس میدان میں ہی میں
بھی تجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں گا۔۔!"

"یہ بہت اچھی بات ہوگی کہ اگناس کی لاش پر کھڑے ہو کر دوسرے
شہنشاہ کا اعلان کیا جائے۔۔۔!" طاآس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"لیکن طاآس۔۔! الکورہ والے میری شہنشاہیت کیسے تسلیم کریں گے
بہرحال اُن کی بڑی قوّت ہے۔۔"

"یہ کونسی بڑی بات ہے۔۔ بات اسی وقت تک بگڑی ہوئی تھی
جب تک اگناس ان میں موجود تھا۔ اگناس کی موت کی خبر اُن کی کمر توڑ دے گی اور
ایسی صورت میں ہماری خوفناک لشکر کشی اُن کے حواس گم کر دے گی۔ پھر وہ اس
کے علاوہ اور کچھ نہیں کریں گے کہ ہماری وفاداری کا اعلان کر دیں۔۔"

"بہت بہتر طاآس۔۔ مجھے کوئی اچھی آرام گاہ بتا۔ جہاں میں
انطاریہ کے ساتھ آرام کر سکوں۔۔!" میں نے کہا اور طاآس نے ایسی نگاہوں
سے مجھے دیکھا جنہیں میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا پروفیسر۔۔ نہ جانے کیا کیا
تھا ان نگاہوں میں۔۔ خوف، نفرت، غم، غصہ۔۔ کس ڈھٹائی سے میں اُسکی
بیوی کو اپنی خلوت میں لے جانا چاہتا تھا۔ ایسی حالت میں جبکہ وہ برسرِ اقتدار
تھا۔ یہ اُس کا محل تھا۔ لیکن وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ کیسی انوکھی بے بسی تھی۔۔ اور
میں۔۔ میں اس بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔۔!

بالآخر ہوا وہی جو میں چاہتا تھا۔ طاآس نے تالی بجا کر خادموں کو
کو بلایا۔۔ اور مجھے کوئی عمدہ سا کمرہ دینے کے لئے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم
ایک خوبصورت اور آرام دہ کمرے میں پہنچ گئے ۔۔ انطاریہ ہنستے ہوئے مجھ سے
لپٹ گئی۔ "آج تو بڑا عجیب دن گزرا بہادر۔۔ میری زندگی کا سب سے حیرت انگیز
دن۔" اُس نے کہا۔

"کیوں۔۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"طاآس سے۔۔۔ اس سے زیادہ مغرور دنیا میں کوئی انسان
نہ ہوگا، اس سے زیادہ شاطر کوئی نہ ہوگا، اس سے زیادہ ظالم کوئی نہ ہوگا۔ جو خود
کو معبود کہتا ہے۔۔ وہ جو دنیا کی ہر عورت پر اپنا حق سمجھتا ہے۔۔ اس کی عورت کو
اس کے سامنے کوئی دوسرا خلوت میں لے جائے ۔۔ وہ خود اس کے لئے خلوت مہیا
کرے۔۔ نہیں نہیں بہادر۔۔ طاآس کی کسی بات کو سچ نہ جاننا۔ بھول کر بھی
یقین نہ کرنا کہ وہ تمہیں الکورہ کی حکومت بخش دے گا۔۔ وہ تمہارے خاتمے
کے لئے البتّہ کوئی بہتر ترکیب سوچے گا۔۔ اگناس کے بعد تم اس کے سب سے
بڑے دشمن ہو۔۔ ایک دشمن کو اُس نے تمہارے ہاتھوں شکست دیدی ہے دوسرے
دشمن کے لئے بھی اس کے شیطانی ذہن نے کچھ منصوبے بنائے ہوں گے۔۔"
انطاریہ نے کہا۔۔ اور میں نے مسکراتے ہوئے اسے اپنی آغوش میں کھینچ لیا

"اس مغرور، ظالم اور شاطر طاآس کی زندگی کی شام قریب ہے
انطاریہ، تم خود دیکھو گی، اس نے میرے خلاف جو بھی منصوبہ بنایا وہ کس طرح
ناکام ہوگا۔۔ اسے شکست کے علاوہ اور کچھ نہیں ملے گا۔"

"آہ۔۔ تم اُس کی آنکھوں میں غیظ و غضب کے وہ رنگ نہیں دیکھ سکے
بہادر۔۔ جو تمہارے خلوت طلب کرنے سے پیدا ہوئے تھے۔۔ میں جان گئی۔
میں نے محسوس کر لیا کہ طاآس تمہارے سامنے بے بس ہے ۔۔۔ وہ تمہارے
سامنے اپنی خدائی برقرار نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے۔ وہ تم سے کبھی خوش نہ
ہوگا۔ اس کے علاوہ وہ مجھے بھی معاف نہیں کرے گا، وہ کینہ پرور انسان ہے
وہ ضرور مجھ سے اپنی بے عزّتی کا انتقام لے گا۔"

"اور یہ بات ناممکن ہے۔ تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟

"تمہاری آغوش سے صرف ایک بار سیراب ہونے کے بعد دنیا میں
اور کس چیز کی آرزو ممکن ہے۔" انطاریہ نے محبّت سے میری گردن میں
بانہیں ڈالتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی محبّت کو خود میں جذب کر لیا۔
رات کے نہ جانے کونسے پہر ہم دونوں تھک کر سو گئے۔۔! اور پھر روشنی
پھوٹ آئی۔۔! انطاریہ نے مجھے
جگایا۔۔ ہم نے غسل کیا، لباس پہنا اور پھر طاآس کے ساتھ ناشتے کے لئے
نکل آئے۔۔!

ناشتے کے کمرے میں آج طاآس کے سوا کوئی نہ تھا۔ میری وجہ سے
آج اُس نے اپنی رانیوں کے ساتھ ناشتہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ بلاشبہ میں اس
سلسلے میں کافی خطرناک ثابت ہوا تھا۔ طاآس اگر اپنی رانیوں کو میرے سامنے نہ
لاتا تو اسے اپنی دو رانیوں سے ہاتھ نہ دھونے پڑتے۔ چنانچہ اس نے اس غلطی
کا اعادہ نہیں کیا تھا۔ کون جانے کونسی رانی مجھے پسند آجائے۔ یا کونسی رانی
مجھے پسند کرلے!

طاآس نے مصنوعی خوش اخلاقی سے میرا استقبال کیا اور پھر ہم
ناشتہ کرنے لگے۔ ناشتے سے فراغت کے بعد طاآس نے میری آنکھوں میں
دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم نے کیا فیصلہ کیا بہادر۔؟"

"میرا خیال ہے ہمارے فیصلوں کے انکشاف کے لئے وہ میدان
مقرر کیا گیا ہے جہاں اگناس کو سزا دی جائے گی۔"

"ہاں۔ میں نے اپنے طور پر تم سے معلوم کیا تھا۔" طاآس نے کہا

"ابھی میرا فیصلہ صیغۂ راز میں ہے۔ میدان ہی میں، میں اس کے بارے
میں بتاؤں گا! ہاں۔۔۔ اگناس کو سزائے موت دینے کے لئے کیا طریقہ اختیار
کیا جائے گا۔؟" میں نے پوچھا۔

"پورے ملک کے لوگ متوقع ہیں کہ ہم اسے کوئی دلچسپ سزا
دیں گے۔ میں نے اس کی سزا کے تین دور رکھے ہیں۔ ان میں سے وہ کسی بھی
دور کا شکار ہوجائے گا۔"

"مثلاً۔؟" میں نے پوچھا۔

"اوّل۔ پچاس خوفناک قیدی، جن سے کہا جائے گا کہ انہیں
اسی طرح رہائی مل سکتی ہے کہ وہ اگناس کو تلواروں سے قتل کردیں۔ یہ قیدی
اگناس پر حملہ آور ہوں گے اور اسے قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر وہ
کامیاب ہوئے تو میری قلمرو کا سب سے خوفناک ہاتھی "بوچھک" جو شیطنت
میں اپنی مثال آپ ہے، اس پر حملہ آور ہوگا، اور اس کے جسم کو کچلنے کی کوشش
کرے گا۔ اگر بوچھک بھی اس میں کامیاب ہوسکا تو پھر تیر اندازوں کا ایک
ٹولہ۔ اس پر تیر اندازی کرکے اس کے پورے جسم کو چھلنی کردے گا۔" طاآس
نے بتایا۔ اور میں فکر میں ڈوب گیا۔ بلاشبہ پروفیسر، یہ ظالم طاآس بہت
مکّار تھا۔ لیکن۔۔۔ میں بھی۔ اس کی مکّاریوں سمیت خاک میں ملانے کا
فیصلہ کرچکا تھا۔!

طاآس داد طلب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں اس
مکّار شخص کو قبل از وقت ہوشیار ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا چنانچہ
میں نے ایک طویل سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے طاآس۔
اس بارے میں تیرے جو پروگرام ہوں گے تو نے ان پر غور کرلیا ہوگا۔"

"میں صرف تیری وفاداری چاہتا ہوں بہادر۔ الکورہ کے شہنشاہ
کی حیثیت سے تیری جو قدر و منزلت ہوگی، اس کا ابھی تو تصور بھی نہیں کرسکتا
ہم صرف الکورہ تک محدود نہیں رہیں گے۔ الکورہ کے قرب و جوار میں دوسری
بہت سی آبادیاں ہیں۔ جو تیرے جیسے ناقابلِ تسخیر انسان کے قدموں کی منتظر
ہیں۔ تو طاآس کی خدائی کو پورے خطۂ ارض پر پھیلادے۔ طاآس تجھے عزت
بخشے گا۔!"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ناشتہ ختم ہونے کے بعد ہم باہر
نکل آئے! تب طاآس نے مجھ سے کہا۔ "اگر تو مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ
کردیتا بہادر تو میں زیادہ خوشی کے ساتھ قتل کے میدان میں جاسکتا تھا۔ تاہم۔
میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تو مجھ سے تعاون کرے گا۔ میں تیرے لئے خلعت
بھجوا رہا ہوں بہادر۔ آج تو میرا تیار کردہ لباس پہن کر، میری جیسی گاڑی
میں سوار ہوکر لوگوں کے سامنے جائے گا، تاکہ لوگ، الکورہ کے شہنشاہ کو
پہچان لیں۔!"

میں مسکرا کر خاموش ہوگیا۔ تب ہم، یعنی میں اور انطاریہ اپنے کمرے
میں واپس چلے آئے۔ طاآس میرے فیصلے پر دل ہی دل میں بہت بے چین تھا،
جس کا اندازہ میں نے بخوبی لگالیا تھا۔ کمرے میں آکر انطاریہ نے مسکراتے
ہوئے کہا۔ "درحقیقت تمہارے سلسلے میں طاآس کو بہت سی کڑوی گولیاں نگلنی
پڑ رہی ہیں۔ بلاشبہ وہ جتنا بے بس اب ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھا۔ لیکن
تم میدان میں کیا اعلان کروگے بہادر۔؟"

"میدان کی بات میدان ہی میں ہوگی۔ ذاتی طور پر میں طاآس کی خدائی
قبول کرنے کو تیار ہوں،۔۔۔ اگر وہ میری ایک شرط پوری کردے اور یہ شرط
میں اسے میدان میں ہی بتاؤں گا۔"

تھوڑی دیر گزری تھی کہ چند خادم سروں پر تھالیاں اٹھائے ہوئے
اندر داخل ہوگئے۔ ان میں میرے اور انطاریہ کے لئے زرنگار لباس رکھے ہوئے
تھے۔ بڑے حسین اور بڑے قیمتی لباس تھے یہ جو شاید طاآس نے اپنی نگرانی میں
تیار کرائے تھے۔۔۔ بہرحال میں نے طاآس کا یہ تحفہ قبول کرلیا۔ خدام چلے گئے تو
انطاریہ نے پیار بھرے انداز میں یہ لباس مجھے پہنایا اور مجھ پر نثار ہونے لگی۔
پھر میرے کہنے سے اس نے بھی اپنا حسین لباس پہنا اور ہم دونوں تیار ہوگئے۔

یہاں تک کہ وقت ہوگیا۔ سپاہیوں کی ایک پوری فوج میری
خدمت میں حاضر ہوئی، وہ سب نئے اور چمکدار لباس پہنے ہوئے تھے، ایسے
لباس پہلے یہاں نہیں پہنے جاتے تھے۔ اس دستے کے سربراہ نے میری تعظیم

کی اور گویا ہوا۔ "الکورہ کے شہنشاہ! ہم آپ کے خادم آپ کے جاں نثار ہیں۔ ہم الکورہ کے سپاہیوں کے نئے لباس میں آئے ہیں۔ تاکہ لوگ الکورہ کے شہنشاہ کو آسانی شناخت کریں۔ باہر سواری تیار ہے۔ خداوند طاآس اپنی سواری میں کھڑا آپ کا انتظار کر رہا ہے!"

میں نے انطاریہ کا ہاتھ پکڑا اور باہر نکل آیا۔ میرے جاں نثار میرے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ باہر لوگوں کا اژدھام تھا' طاآس مختلف لباس والے سپاہیوں کے ساتھ آٹھ گھوڑوں والی سیاہ رنگ کی گاڑی میں کھڑا تھا۔ اس سیاہ گاڑی میں لگے ہوئے گھوڑوں کے رنگ گہرے سیاہ چمکدار تھے۔ اس کے فوجی دستے کے لوگوں کے گھوڑے بھی سیاہ تھے۔ اس سے کچھ دُور ہٹ کر سفید گھوڑوں والی ایک خوبصورت سفید رنگ کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ اس گاڑی کے پیچھے میرے فوجی دستے بھی سفید گھوڑوں پر سوار تھے۔ طاآس کے دل کی کیفیت کچھ بھی ہو لیکن اس نے میری عزت افزائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ لیکن پروفیسر' میری نگاہوں میں یہ معمولی حرکتیں کیا حیثیت رکھتی تھیں۔ نہ ہی میں اتنے کمزور ذہن کا انسان تھا کہ ان باتوں سے متاثر ہو جاتا۔ اگناس کی آنسو بہاتی قوم مجھے یاد تھی اور اگناس کی اعلیٰ ظرفی کو میں فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

طاآس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا سیاہ کپڑا بلند کیا اور اس کے نوجوانوں نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ میری گاڑی بھی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ اس طرح ہم میدان کی طرف چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم میدان کو دُور سے دیکھ سکتے تھے۔ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو نہ جانے کہاں سے اُبل پڑا تھا۔ شاید طاآس کی قلمرو کے تمام لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ وہ سب فیل پیکر اگناس کا تماشا دیکھنے آئے تھے۔

راستہ صاف ہونے لگا' لوگ طرح طرح کے نعرے لگا رہے تھے عورتیں لڑکیاں بوڑھے جوان بچے سب خوشی سے سرشار تھے۔ میدان کے ایک سرے پر آراستہ محراب بنائے گئے تھے اور عارضی عمارتیں کھڑی کر دی گئی تھیں جو ہمارے لیے تھیں۔ اپنے اپنے دستوں کے ساتھ ہم ان عمارتوں کے قریب پہنچ گئے۔ اور پھر ہماری گاڑیوں کے آگے قوی ہیکل مرد جن کے اوپری جسم ننگے تھے گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل جھک گئے۔ میں نے طاآس کی طرف دیکھا۔ طاآس نے بڑے کرّوفر سے جھکے ہوئے آدمی کی پشت پر پاؤں رکھا اور نیچے اُتر آیا۔ گویا اس سے سیڑھی کا کام لیا گیا تھا۔ میری گاڑی کے نیچے جھکا ہوا آدمی منتظر رہا۔ لیکن میں نے دروازہ کھولا اور اس کی پشت سے پھلانگتا ہوا نیچے اُتر آیا' پھر میں نے اس کی پشت پر تھپکی دی اور اسے کھڑا ہو جانے کا اشارہ کیا۔ سیڑھی بنا ہوا شخص ہٹ گیا تو میں نے اپنے ہاتھوں کے سہارے سے [illegible] کو اُتارا۔ دوسرے لوگ تعجب سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

طاآس نے بھی شاید یہ منظر دیکھا تھا۔ اور اسے پسند نہیں کیا تھا۔

ہم الگ الگ محرابوں سے داخل ہو کر اندر پہنچ گئے۔ لوگوں کا ہجوم ایک نظر مجھے دیکھنے کے لیے بے چین تھا۔ بہر حال زرنگار تختوں میں سے ایک پر طاآس دوسرے پر میں انطاریہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ طاآس میری خوشنودی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے تمام کام وہ کیے تھے' جو اس نے خود اپنے لیے کیے تھے۔ وہ مجھے اپنے برابر کا درجہ دے رہا تھا۔

لوگ نعرے لگاتے رہے۔ اور پھر اچانک ایک خوفناک شور و غل ہوا۔ لکڑی کے ایک بہت بڑے پنجرے کو بہت سے گھوڑے گھسیٹتے ہوئے لا رہے تھے اور درختوں کے موٹے تنوں کو جوڑ کر بنائے گئے اس پنجرے میں خوفناک جسامت والا اگناس بند تھا۔ وہ پنجرے کے ایک کونے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

میں اس دلیر انسان کی بے بسی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جونہی اگناس میدان میں داخل ہوا' لاکھوں کا مجمع خاموش ہو گیا۔ لوگ سانس روکے اس انسان کو دیکھ رہے تھے۔ جسے انسان سمجھنا بھی مشکل تھا۔

پنجرہ میدان کے درمیان کھڑا کر دیا گیا۔ لوگ اب بھی خاموش تھے۔ مجمع پر سکوت چھایا ہوا تھا۔ تب طاآس اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے ہاتھ بلند کیا اور پورا مجمع پتھر کی طرح ساکت ہو گیا۔

"طاآس کے بندو۔ طاآس' تمہارا معبود۔ تمہارے سامنے روشنی کے پرستار کو لے آیا ہے۔ ہاں' طلوع کے پجاری' اپنے نجات دہندہ کو میری قید میں دیکھ کر سمجھ چکے ہوں گے کہ طاآس عظیم ہے۔ کوئی قوت اس کی مقابل نہیں ہے۔ طاآس جب چاہتا ہے' روشنی فنا ہو جاتی ہے۔ وہ جب چاہتا ہے ایک طاقتور جیالے کو طلب کرتا ہے۔ بلندیوں سے آنے والا۔ اگناس کی پوری قوم کو شکست دے کر' اگناس کو مُردہ گدھے کی طرح ڈھو لاتا ہے۔ یہ وہی اگناس ہے جس کی قوت کے گیت بنائے گئے ہیں۔ دیکھو۔ کس طرح یہ پنجرے میں بند ہے اور اسے پنجرے میں بند کر کے لانے والا۔ وہ بہادر ہے۔ جو مستقبل میں الکورہ کی سلطنت سنبھالے گا۔ ہاں۔ یہ روشنی والوں کی قسمتوں کا مالک ہو گا۔ یہ انہیں روشنی کے بھنور سے نکال کر طاآس کی امان میں پہنچا دے گا۔ اور پھر ہماری قلمرو وسیع تر ہو گی۔ نہ صرف الکورہ بلکہ قرب و جوار کے دوسرے علاقوں پر بھی ہماری خدائی ہو گی۔" طاآس خاموش ہو گیا اور لوگ کان پھاڑنے والے نعرے لگانے لگے۔ وہ میری شان میں گیت گا رہے تھے۔ اور اچھل اچھل کر مجھے دیکھ رہے تھے۔

بمشکل تمام یہ ہنگامہ فرو ہوا تو پھر اگناس کے پنجرے کے دروازے کو کھول دیا گیا۔ اور اگناس کو باہر لے آیا گیا۔ پنجرہ ایک کونے میں کھڑا کر دیا گیا تھا۔ طاآس ایک بار پھر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے اگناس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تو خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتا تھا اگناس۔۔!"

"نہیں طاآس۔ تو نے کب اور کس سے سُنا کہ میں نے خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھا۔!" اگناس نے بھاری آواز میں کہا۔

"کیا تو نے میری فوج سے جنگ کر کے تنہا اسے شکست نہیں دی۔؟"

"ہاں۔ تیری فوج بزدل اور کمزور تھی۔ وہ میرے مقابلے کی تاب نہ لا سکی۔!" اگناس نے کہا۔

"بکواس۔ کیا میرے ایک آدمی نے تجھے زیر نہیں کر لیا۔؟"

"طاآس۔ کیا وہ شخص تجھے خدا مانتا ہے۔؟" اگناس نے ایک خوفناک سوال کیا۔ طاآس اس سوال پر گھبرا گیا تھا۔ لیکن پھر اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ بات وہ خود بتلائے گا۔ لیکن تجھے اس سے کیا۔؟"

"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تو جھوٹا خدا ہے۔ تو ایک عام انسان ہے جو کسی پر فوقیت نہیں رکھتا۔ دیکھنا تو بھی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیگا پھر تو کیسا خدا ہے۔ ہاں اس نے مجھے زیر کیا۔ میں نے اس سے قول ہارا تھا۔ اور میں قول بھانے چلا آیا۔ وہ میرا آقا بن گیا تھا۔ تیرے یہ معمولی سپاہی مجھے قید نہیں رکھ سکتے تھے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ لکڑی کا یہ پنجرہ میرا قید خانہ بن سکتا تھا۔ یہ تیری بھول ہے طاآس۔ اگر میرا آقا مجھے حکم دے تو میں اس پنجرے کی سلاخوں کو تنکوں کی طرح توڑ کر پھینک دوں گا۔"

"خوب۔ خوب۔ تو یوں سمجھ لے اگناس۔ اگر تو طاآس کی خدائی کو سچ مان لیتا تو آج تیرا یہ حشر نہ ہوتا۔! بہرحال روشنیوں کو پکار۔ تاکہ وہ تیری مدد کریں۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد تو ایک اذیت ناک موت کا شکار ہو جائیگا۔"

"روشنی ہماری زندگی کا تعین کرتی ہے۔ موت و زیست کا مسئلہ اس کے ہاتھ ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں اس کے نام پر مروں گا!" اگناس نے کہا۔

"تو مر۔ اور مرنے کے بعد بھی اذیت میں مبتلا رہ۔!" طاآس نے اپنا انگوٹھا بلند کر دیا۔ اور دور کسی کونے سے ڈھول کی آواز اُبھری۔ اس کے ساتھ ہی پچاس قیدی چمکدار ہتھیار لئے میدان میں اتر گئے۔ یہ سب کے سب دیوہیکل اور خونخوار تھے۔ طاآس کے ایک آدمی نے ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر کہا۔

"جنگجو بہادرو۔ تمہارے سامنے گوشت کا پہاڑ کھڑا ہے۔ اپنے دھار والے ہتھیاروں سے اس کے جسم کے ٹکڑے کر دو۔ اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو تمہیں آزادی بخش دی جائے گی۔ طاآس تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم آزاد انسان کہلاؤ گے۔! اپنی پوری قوت صرف کر دو تمہیں اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ملے گا۔"

اور قیدیوں کے دانت نکل پڑے! تب اگناس نے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "آقا۔ تو فاتح اگناس ہے۔ میں صرف تیرے ہاتھوں مرنا چاہتا ہوں ہاں تو اگر حکم دے تو میں ان کے سامنے جھک کر بیٹھ جاؤں تاکہ انہیں مجھے قتل کرنے میں دشواری نہ ہو۔"

"ان سے جنگ کرو اگناس۔ اگر یہ تمہارے اوپر قابو پالیں تو ان کا حق انھیں مل جائے گا اور اگر یہ تمہارے ہاتھوں مارے گئے تو زندگی کی قید سے آزاد ہو جائیں گے۔!"

"موت میرا مقدر ہے آقا۔! یہ زندگی کے لئے جنگ کریں گے میں ان کی زندگی کیسے چھین سکتا ہوں۔ تاہم اگر یہ تیرا حکم ہے تو میں تیار ہوں!" اگناس نے کہا اور پھر اُس نے اپنے شاخوں جیسے ہاتھ پھیلا دیئے اور پچاس لڑاکے اس کے چاروں طرف بکھر گئے۔! لوگ دلچسپی سے یہ خونی مقابلہ دیکھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ پھر جوں ہی طاآس نے اپنا انگوٹھا نیچے کیا۔ لڑاکے اگناس پر ٹوٹ پڑے انھوں نے اپنے تیز ہتھیار اگناس کی طرف جھکائے اور اگناس نے کمالِ پھرتی سے جھکائی دے کر ان کے وار خالی کر دیئے۔ تب ایک لڑاکے کی گردن اس کے مضبوط پنجے میں آ گئی اور اس نے ہلکے سے کھلونے کی طرح اسے بلند کر لیا' دوسرے لمحے لڑاکا اپنے ساتھیوں پر جا گرا۔ اس کا لمبا نیزہ اگناس کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ اگناس نے اس نیزے کو لاٹھی بنا لیا۔۔۔ واقعی اگناس کی جنگ دیکھنے کے قابل تھی۔۔۔ بیک وقت پچاس انسانوں کے وار روکنا انہیں خود سے دُور رکھنا سخت مشکل کام تھا۔ لیکن چند لمحات میں ہی میں نے محسوس کر لیا کہ بے وقوف طاآس نے صرف ان لوگوں کو اگناس کے ہاتھوں قتل کرانے اور اپنا مذاق اڑوانے کے لئے اُس کے سامنے بھیجا ہے۔ اگناس ایسے ایسے داؤ پیچ استعمال کر رہا تھا' کہ انھیں سمجھنا بھی مشکل تھا۔!

لیکن چند لمحات کے اندر ہی میں نے ایک اور بات محسوس کر لی' وہ یہ کہ اگناس خود ان لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ صرف اُن کے ہتھیار ناکارہ کر رہا تھا۔ زد پر آئے ہوئے لوگوں کو وہ صرف ایک آدھ ہاتھ مار کر بے ہوش کر دیتا تھا۔ اور اس سے جنگ کرنے والوں کی تعداد لمحہ بہ لمحہ گھٹتی جا رہی تھی۔ طاآس اس صورتِ حال پر بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ دیکھنے والے دم بخود تھے۔ اور پھر بہت زیادہ دیر نہ لگی۔ جب طاآس کے قیدی زمین پر اوندھے سیدھے پڑے تھے۔

طاآس غصے کی شدت سے کھڑا ہو گیا۔ اُس نے دانت پیستے ہوئے
کہا۔ "باچھک کو لاؤ۔ وہ اس سرکش بھینسے کی سرکوبی کرے گا۔ لاؤ۔ اسے لاؤ!"

اگناس چاروں طرف دیکھنے لگا' تب میں نے اپنے فوجی دستے کے
انچارج سے کہا۔ "سنو۔ بے ہوش قیدیوں کو میدان سے ہٹا دو۔ ورنہ وہ ہاتھی
کے پیروں تلے آکر کچل جائیں گے۔"

میرے دستے کے سردار نے گردن جھکائی اور پھر اپنے بہت سے
ساتھیوں کے ساتھ میدان میں اُتر گیا۔ اس نے قیدیوں کے بے ہوش جسم اٹھائے
تو طاآس چیخ کر بولا۔ "انھیں مت اٹھاؤ۔ ان کی موت بھی اسی میدان میں ہوگی'
باچھک انھیں ان کی سستی کی سزا دے گا!" اور انچارج رُک گیا۔ تب میں نے
کھڑے ہو کر کہا۔

"انھیں اٹھالو۔ ہم انھیں بعد میں سزا دیں گے۔" طاآس نے
چونک کر میری طرف دیکھا۔ میں سپاٹ چہرے سے انچارج کی طرف دیکھ رہا تھا
تب طاآس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تعمیل کی جائے۔" اور انچارج اور اس کے ساتھی
[illegible] جلدی) انسانی جسم اٹھانے لگے۔ انھیں دور سے باچھک کی چنگھاڑ سنائی
[illegible] تھی۔ آن کی آن میں میدان صاف کر دیا گیا۔ اب صرف اگناس میدان
میں موجود تھا۔ ویسے ہجوم کی سرگوشیاں پھیل رہی تھیں' شاید یہ پہلا موقع
تھا جب طاآس کی بات کاٹی گئی تھی اور یہ بات طاآس نے قبول کر لی تھی۔

لوگ بُری طرح اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔ درجنوں افراد بھورے
مٹیالے رنگ کے خوفناک ہاتھی کو زنجیروں میں جکڑے لا رہے تھے' بھورے
رنگ کا یہ پہاڑ بے حد خوفناک تھا۔ اس کی آتشی آنکھیں دہک رہی تھیں اور ان سے
شیطنیت ٹپک رہی تھی۔ اگناس بھی غور سے اس کے لمبے سفید دانتوں کو دیکھ رہا تھا جو
کئی گز آگے کو نکلے ہوئے تھے۔ ہاتھی کو میدان میں لے آیا گیا اور پھر اس کی زنجیریں
نکال دی گئیں۔ لوگ خوف و دہشت سے خونخوار ہاتھی کو دیکھ رہے تھے' جو
اپنے ستون جیسے پاؤں سے مٹی اُڑا رہا تھا۔ اس کی چھوٹی لیکن تیز نگاہیں
چاروں طرف دیکھ رہی تھیں اور پھر چالاک جانور سمجھ گیا کہ مدِمقابل کون ہے۔
اب وہ صرف اگناس کو دیکھ رہا تھا۔ اور اگناس کے چہرے پر پہلی بار ہلکی سی
دلچسپی کے آثار نظر آئے تھے۔

گویا ہاتھی کی خونخوار کیفیت سے وہ متاثر نہیں تھا۔ وحشی درندہ
کئی منٹ تک کھڑا اگناس کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کی سونڈ اٹھی' اس کے منہ سے
ایک خوفناک چنگھاڑ نکلی اور عوام دہشت سے لرز اٹھے! پھر وہ اگناس کی طرف
بڑھا۔ بڑا خوفناک انداز تھا۔ اگناس سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ اگناس سے چند فٹ
کے فاصلے پر پہنچ کر وہ کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے سونڈ اٹھا کر ایک خوفناک چنگھاڑ
ماری اور اگناس پر حملہ کر دیا!

اگناس ایک [illegible] ہٹا۔ لیکن ہاتھی کی سونڈ نے اسے جکڑ لیا تھا
وہ اس کی کمر کے گرد لپٹ گئی اور دیوقامت ہاتھی اسے اٹھانے کی کوشش کرنے
لگا! لیکن دیکھنے والوں نے ایک بھیانک منظر دیکھا۔ ہاتھی کے ستون نما پاؤں
زمین پر پھسل رہے تھے۔ وہ اپنی ساری قوت صرف کر رہا تھا لیکن اگناس کو اٹھانے
میں ناکام تھا۔ پھر اگناس نے اس کی قوت سے مطمئن ہو کر اس کے ستون نما سفید
دانت پکڑ لیے۔ اور ایک زوردار تڑاخ کے ساتھ ہاتھی کے دونوں دانت
اُکھڑ گئے!

ہاتھی نے گھبرا کر اگناس کو چھوڑ دیا۔ اُس کے منہ سے اذیت ناک
چنگھاڑیں نکل رہی تھیں۔ ایک بار وہ کئی گز پیچھے ہٹا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر
حملہ کر دیا۔ لیکن اس بار اگناس نے اسے خود کو گرفت میں لینے کا موقع نہیں
دیا' بلکہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ہاتھی کی سونڈ پکڑ لی اور پھر وہ پوری قوت سے
سونڈ کو مروڑنے لگا۔ ہاتھی اس مصیبت سے سخت پریشان تھا۔ وہ چنگھاڑ
رہا تھا۔ سونڈ کو اگناس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش میں بُری طرح اچھل
رہا تھا۔ لیکن اگناس کی گرفت بہت مضبوط تھی پھر اس کے ایک طرف کے پاؤں اکھڑ
گئے۔ اس کے زمین پر گرنے کا دھماکہ بڑا زوردار تھا۔

لوگوں کے منہ سے ڈری ڈری چیخیں نکل رہی تھیں۔ ہاتھی اذیت
سے تڑپ رہا تھا۔ اور اب اگناس اُس کی گردن پر سوار تھا۔ اس نے ہاتھی کی
سونڈ بُری طرح موڑ رکھی تھی۔ تب اس نے سونڈ کو اپنے گھٹنے کے نیچے دبایا
اور پھر اس کے گرز نما ہاتھ اٹھے۔ اس نے مٹھی بنائی اور ہاتھی کی پیشانی پر
ایک زوردار گھونسہ رسید کر دیا۔ ہاتھی نے تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن
اگناس کا دوسرا گھونسہ اس کی پیشانی پر پڑا اور ہاتھی کی پیشانی کی ہڈی چٹخ گئی

چاروں طرف ایک شور بلند ہو گیا۔ لیکن اگناس اس شور سے
بے خبر اپنے شکار سے نمٹنے میں مصروف تھا۔ اور چند منٹ کے بعد ہاتھی
کا جسم ساکت و جامد پڑا تھا۔ اگناس نے اس کی موت کا یقین کرنے کے بعد اسے
چھوڑا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا!

"شیطان ہے۔ بے شک یہ شخص شیطان ہے۔ سپاہیو
تیر اندازوں کو سامنے لاؤ۔ اس کے پورے جسم میں زہریلے تیر پیوست کر دو
خبردار جسم کا کوئی حصہ نہ بچنے پائے۔" طاآس اُٹھ کر چیخا۔ اور اب میری باری
تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے ہاتھ اٹھائے اور کہا۔

"میں طاآس سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ رُک جاؤ۔ تیر اندازو

امنے نہ لاؤ۔"

طاآس کے خادم سمجھ گئے کہ میری آواز طاآس کی آواز ہے۔ بلکہ میری
ازوہ ہے جس پر طاآس اپنے احکامات [illegible] دیتا ہے۔ چنانچہ سب رک
ئے۔! طاآس پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ غالباً اس کو خطرے کا احساس ہو گیا تھا۔
ں کی سوا یہ نگاہیں میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

"طاآس کے پجاریو۔" میں نے بلند آواز میں کہا۔ "تم سب طاآس کی
دائی کا اعتراف کرتے ہو۔ تم جانتے ہو میں تم میں سے نہیں ہوں۔ میں روشنی
والوں میں سے بھی نہیں ہوں۔ میں روشنی کو خدا نہیں مانتا۔ میں طاآس کو خدا
یں مانتا' اس کے باوجود' مقدس طاآس نے مجھے اپنے دوستوں میں جگہ دی ہے'
ں نے خود کو اس کی دوستی کا اہل قرار دیا ہے۔ دیکھو لو۔ میں تمہارے سامنے
ے لے آیا ہوں' جو لڑاکوں کی پوری فوج کو۔ مسلح فوج کو اپنے مضبوط ہاتھوں
ے زیر کر لیتا ہے۔ میں اسے باندھ کر تمہارے سامنے لایا ہوں جو تمہارا دشمن ہے'
ر جو بھورے ہاتھی کو گھونسے مار کر مار ڈالتا ہے۔ طاقت کے اس عظیم پہاڑ کو میں
ہوں کی طرح پکڑ لایا ہوں۔ لیکن میں ابھی تم میں سے نہیں ہوں۔! میں نے
ی طاآس کی خدائی تسلیم نہیں کی ہے۔ لیکن۔ میں طاآس کو خدا ماننا چاہتا
وں۔!" میں خاموش ہوا۔ طاآس کے چہرے پر رونق بڑھ گئی۔ اس کے
ٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے مطمئن انداز میں مجھے دیکھا۔ اور
ون سے بیٹھ گیا۔

"تیر اندازوں سے کہو واپس جائیں۔" اس نے کہا لیکن اس کی
لت نہیں تھی تیر انداز واپس جا چکے تھے۔ تب میں نے کہا۔
"طاآس کے ماننے والو۔ تم نے دیکھا۔ پچاس مسلح آدمی اگناس کو
ہیں کر سکے۔ تم نے دیکھا' بھورا سرکش ہاتھی اس کے ہاتھوں موت کی نیند نہیں سو گیا
نے محسوس کیا کہ وہ کس قدر طاقتور ہے۔ اگر وہ طاآس کی جگہ خدائی کا دعویٰ
ے تو کیا تم اسے خدا ماننے سے انکار کر دو گے۔؟"

لوگوں میں چہ میگوئیوں کی زبردست لہر اٹھی۔ خود طاآس میرے
الفاظ سے بے چین ہو گیا۔ اس نے پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھا' وہ
ا چاہتا تھا' کہ میں کیا چاہتا ہوں۔

"تم یقیناً اسے خدا نہیں تسلیم کرو گے۔!" میں نے کہا۔ "کیونکہ خدا
تمام طاقتوں سے برتر ہوتا ہے جو اس کے سامنے ہوں۔ بے شک طاآس
ں سے زیادہ طاقتور ہے۔ اس کے پاس پراسرار قوتیں ہیں۔ وہ تمہیں
علی دیتا ہے۔ اس کی جنبشِ سر سے زندگیاں فنا کی راہ پاتی ہیں۔ وہ
ں سے زیادہ طاقتور ہے۔ میں ابھی تمہارے سامنے اس کی خدائی تسلیم

کر لوں گا! اور اس کے خادموں میں شامل ہو جاؤں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں
اس کا امتحان لوں گا۔!"

طاآس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔!

"بتاؤ اے طاآس کے ماننے والو۔ میں۔ تمہاری دنیا کا اجنبی'
میں جس نے اگناس کو شکست دے کر اسے قیدی بنا لیا' کیا میں طاآس کی
قوتوں کا امتحان لیئے بغیر اسے خدا مان سکتا ہوں۔؟ نہیں نہیں۔ میں
یہ نہ کر سکوں گا۔ طاآس کو اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ وہ اگناس کو
شکست دے گا' تلوار سے۔ جسمانی قوت سے۔ پراسرار قوتوں سے۔
مقدس۔ طاآس۔!" میں نے براہِ راست طاآس کو مخاطب کر کے کہا۔
"تو عظیم ہے۔ تیری قلمرو تجھے خدا مانتی ہے۔ اپنی خدائی کا ثبوت دے۔ اپنی
مقدس انگلیوں سے ایک ایسی آگ پیدا کر' جو اگناس کو جلا کر خاک کر دے
اگر تو یہ آگ نہیں پیدا کر سکتا' تو۔ آسمان سے تیر برسا جو کسی انسان کے
چلائے ہوئے نہ ہوں۔ اگر یہ بھی تیرے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے تو میدان میں
آ کر اپنی پراسرار قوتوں سے اگناس کو ہلاک کر دے۔ اگر تو ان میں سے کوئی
کام نہیں کر سکتا تو' تو کیسا خدا ہے۔ میں کیوں تجھے خدا مانوں۔ اگر تو
نے اٹھ کر اگناس کو شکست نہ دی۔ تو تیری خدائی جھوٹی ہے۔ میں اور
تیری قوم تجھے خدائی کے فریب کا مجرم قرار دے گی۔ اور میں تجھے قتل کر دوں گا

لوگوں پر سکتہ طاری تھا۔ ہزاروں ذہنوں نے میری بات قبول
کر لی تھی۔ لیکن طاآس کے چہرے سے بدحواسی جھلک رہی تھی۔ اور اگناس'
وہ ساکت و جامد کھڑا میری شکل دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے سخت حیرانی
جھانک رہی تھی۔ تب طاآس کھڑا ہو گیا۔!

"یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو بہادر۔ میں تمہارا دوست ہوں۔!"
"میں تیری خدائی تسلیم کرنا چاہتا ہوں طاآس۔ مجھے مطمئن کر دے
پھر مجھ سے بڑا وفادار تیرے لئے کوئی نہ ہوگا۔"

"تم غداری کر رہے ہو۔ میں طاقت ہوں' میں عظمت ہوں۔ میں
یہ معمولی کام نہیں کر سکتا۔ میں پوری کائنات پر قادر ہوں۔!"
"تو کیسا خدا ہے طاآس۔ تو ہماری اتنی سی بات نہیں مان سکتا'
پھر ہم تیری یہ بات کیوں مانیں۔ سن۔ اگر تو فوراً نیچے اتر کر اگناس کے
مقابلے پر نہ آیا۔ تو پھر میں تیری گردن اتار لوں گا اور تیری خدائی کے جھوٹے
دعوے کو ملیا میٹ کر دوں گا۔"

میں نے قریب کھڑے ہوئے ایک سپاہی کی نیام سے چمکدار
تلوار نکال لی اور پروفیسر۔ موت ہی ناچ گئی طاآس کی آنکھوں میں۔

دلچسپ بات یہ تھی کہ اس کے عوام خاموش تھے۔ گویا وہ مجھ سے متفق تھے۔ میں تلوار لے کر آگے بڑھا۔ اور طاآس دوڑ کر سپاہیوں کے پیچھے چھپ گیا۔

"سپاہیو۔ قتل۔ قتل کردو اس غدار کو۔ مار ڈالو اسے۔ جلدی کرو۔ مار ڈالو۔" وہ لرزتی ہوئی آواز میں چیخا۔ اور اس کے سپاہیوں نے تلواریں سونت لیں۔

"اگناس۔ میں تمہارے آقا کی حیثیت سے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جو بھی مقابل آئے اسے ہلاک کردو۔ تیار ہو جاؤ۔ تم ہر ہتھیار استعمال کر سکتے ہو۔" اور پھر میں طاآس کے سپاہیوں پر ٹوٹ پڑا۔ بے شمار تلواریں میرے جسم پر پڑیں اور اچٹ گئیں۔ میری تلوار طاآس کے سپاہیوں کی گردنیں اڑانے لگی۔ آن کی آن میں میں نے پہلی صف صاف کردی۔ سپاہی مجھے جانتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مجھ سے مقابلے کا انجام موت ہے۔ اس کے علاوہ ہر شخص طاآس سے بددل ہو گیا تھا۔ طاآس کی خدائی کی پول کھل گئی تھی سب کو اس کے جھوٹا ہونے کا یقین ہو گیا تھا۔ دوسری طرف اگناس نے درختوں کے تنے کا پنجرہ توڑ کر ایک موٹا تنا سنبھال لیا تھا۔ وہ سپاہیوں کے ریوڑ کو اس تنے سے ہانک رہا تھا۔!

اور لاکھوں انسان خاموش کھڑے تھے۔ سپاہی شور مچا رہے تھے۔ چیخ رہے تھے۔ مر رہے تھے۔ لیکن کب تک۔ دو ناقابلِ تسخیر انسان ان کے مقابل تھے۔ جن کی موت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ معرکہ میری توقع سے کہیں زیادہ مختصر نکلا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ شاید عوام کے جمِ غفیر میں بھی کچھ سرپھرے طاآس کے اندھے جاں نثار ہوں گے۔ میں فیصلہ کر چکا تھا کہ جب تک وہ لوگ طاآس کو جھوٹا تسلیم نہ کر لیں گے میں انہیں قتل کرتا رہوں گا۔ خواہ اس قتلِ عام میں کئی دن لگ جائیں۔ لیکن مقابل صرف سپاہی تھے جو بڑی بددلی سے لڑ رہے تھے۔!

پھر جیتے ہوئے سپاہیوں نے ہتھیار پھینکنا شروع کر دیئے۔ وہ امان مانگ رہے تھے۔ وہ طاآس کی خدائی سے تائب ہو رہے تھے اور امان مانگنے والوں کو میں نے کچھ نہ کہا۔ یہاں تک کہ طاآس اکیلا رہ گیا۔! اسے بھاگنے کے لئے بھی جگہ نہیں تھی۔ اس کے تمام دوست اس سے علیحدہ امان مانگنے والوں کے ساتھ جا کھڑے ہوئے تھے۔!

چنانچہ پروفیسر۔ یہ معرکہ شروع ہوا اور ختم ہو گیا۔ میں خون ٹپکاتی ہوئی تلوار لے کر طاآس کی طرف بڑھا، اور طاآس کی شکل بگڑ گئی۔!

"میں تجھے فنا کر دوں گا!" اس نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں طاآس۔!" میں نے اس کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔ اور اسے کھینچ کر میدان میں لے آیا۔ اگناس نے درخت کا تنا پھینک دیا تھا۔ اور اب وہ میرے اشارے کا منتظر تھا۔!

"عظیم اگناس۔" میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں تیری قلمرو میں گیا۔ میں نے اپنے لوگوں کے ساتھ تیرا سلوک دیکھا۔ بے شک کسی کا بھی پجاری ہو۔ تیرے اصول بہت عمدہ ہیں۔ تیری نیکیاں تیری پیشانی پر جگمگاتی ہیں، تو قول کا صادق ہے۔ مجھے معاف کردے میرے دوست! میں تجھے یہاں لایا۔ میں نے تجھے ذلیل کیا۔ لیکن۔ مجھے تیری توہین مقصود نہیں تھی۔ میں صرف حقیقت سامنے لانا چاہتا تھا، سو میں نے لوگوں کو طاآس کی اصلی شکل دکھا دی۔ یہ جھوٹا خدا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ ایک معمولی انسان ہے۔ تو نے دیکھ لیا۔ پھر اس معمولی انسان کی پوجا کیوں کی جائے تیرے اصول، تیری محبت کیوں نہ اپنائی جائے۔ سنو لوگو! اگناس تو قول کا صادق ہے۔ یہ اپنی قوم سے محبت کرتا ہے۔ چنانچہ تم اس سے بہتر حکمراں نہ پاؤ گے۔ سنو۔ آج سے طاآس کی قلمرو بھی الکورہ کہلائے گی۔ اگناس تمہارے لئے سکون و خوشحالی فراہم کرے گا۔ تم اس کے وفادار رہو گے۔ اگر تمہیں اس سے انکار ہے تو آؤ۔ سامنے آؤ۔ تاکہ میں گندگی چھانٹ دوں اور ان لوگوں کو باقی رہنے دوں جو حقیقت کو پسند کرتے ہیں۔ اور اگر تم میری بات سے متفق ہو۔ تو اگناس کو اپنا شہنشاہ تسلیم کرو۔!"

اور پروفیسر۔ لاکھوں آوازوں کے شور سے کانوں کے پردے پھٹنے لگے، وہ سب اگناس کی شان میں نعرے لگا رہے تھے اور اگناس منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا۔!

پھر وہ چند قدم آگے بڑھا۔ میرے سامنے آیا اور گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ پھر اس نے میرے پاؤں پکڑ لئے اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا! "مجھے غلام رہنے دو آقا۔ اس وقت تک، جب تک میری پشت نے زمین نہیں دیکھی تھی، میرے دل میں آرزوئیں تھیں، میں حکمرانی کا خواہشمند تھا لیکن اب میں اس قابل نہیں ہوں۔ تم نے مجھے عزت بخشی، میں فخر سے تمہاری غلامی کروں گا! میں اس کے علاوہ اور کسی بات کا خواہشمند نہیں ہوں!"

"میں نے تجھے جس قابل سمجھا۔ اس کا اظہار کر دیا اگناس میں تیرا دوست ہوں، آقا نہیں۔ طاآس نے بھی میری دوستی چاہی تھی لیکن وہ میرے قابل نہیں تھا اور اب وہ اس دنیا کے قابل بھی نہیں ہے اس لئے میرا حکم ہے۔ اسے اس دنیا سے نابود کر دے۔!"

"تیرا حکم سر آنکھوں پہ آقا۔" اگناس نے کہا اور طاآس کی طرف مڑا۔

"بھاگ جاؤ۔ میری نگاہوں سے دور ہو جاؤ۔ تم سب غدار ہو۔ تم۔ تم احسان فراموش ہو۔ تم۔" اُس نے میری طرف اشارہ کیا۔

"تو سازشی ہے طاآس۔ تو نے احسان نہیں سازش کی تھی۔ اور تیری سازش ناکام ہوگئی۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔

"میں تمہارا معبود ہوں۔ میں۔ تمہارا معبود ہوں۔ جھک جاؤ میرے سامنے، ورنہ تم پر عذاب نازل ہوگا، جھک جاؤ۔ جھک جاؤ۔" طاآس حلق پھاڑ کر چیخا۔ پھر وہ اپنے لوگوں سے مخاطب ہوا۔ "کیا دیکھ رہے ہو۔ فنا کر دو ان سب کو، جتنے غدار ہیں سب کو مارو۔ سنتے کیوں نہیں مار دو ان سب کو۔"

"انھیں عقل آگئی ہے طاآس۔ ہاں اگر تو نیک ہوتا تو آج تیری بے بسی پر ترس کھانے والوں کی بھی بڑی تعداد ہوتی۔ لیکن آج تیرا دوست کوئی نہیں ہے۔ دنیا تیرے لیئے دشمن ہوگئی ہے۔ اگناس اسے اس دنیا سے روانہ کردو۔ جلدی کردو۔" اور اگناس نے اچھل کر طاآس کو پکڑ لیا۔ پھر اُس نے طاآس کو اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اور طاآس کسی بھیڑ کے بچے کی طرح چیخنے لگا اس کی آنکھیں اور زبان باہر نکل پڑی۔ اس کی تمام پسلیاں ٹوٹ گئیں اور پھر اگناس نے اس کے مردہ جسم کو چھوڑ دیا۔!

تو یوں طاآس کی کہانی ختم ہوئی پروفیسر۔! لاکھوں انسانوں کا مجمع تھا، لیکن کسی کو اس سے دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے لوگوں کو منتشر ہونے کا اشارہ کیا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میدان میں چند دلچسپ مناظر بکھر کر رہ گئے۔ بھوسے درندے کی لاش اور ان لوگوں کی لاشیں، جنہوں نے طاآس سے وفاداری کی تھی۔ وہ سپاہی ہمارے گرد مؤدب کھڑے تھے۔ جنہوں نے طاآس کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ طاآس کے بوڑھے مشیر بھی کھڑے تھے لیکن یہ بذاتِ خود کچھ نہیں تھے اس لیئے مجھے ان کی موت سے دلچسپی نہیں تھی۔ تب میں پتھر کی طرح ساکت و جامد بیٹھی انطاریہ کے قریب پہنچا، اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور اسے ساتھ لے کر چل پڑا۔ اگناس اور دوسرے لوگ میرے پیچھے چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم طاآس کے محل میں داخل ہو رہے تھے۔ محل میں تھوڑے سے سپاہی تھے اور طاآس کی بیویاں تھیں۔ جنہیں طاآس اب میرے خوف سے ساتھ نہیں رکھتا تھا۔ اس انقلاب کی خبر نے سب کو گنگ کر دیا، لیکن کس کی مجال تھی جو اس سلسلے میں احتجاجی جملے کہتا۔ یا کوئی اور حرکت کرتا۔!

✡

طاآس کو ختم ہوئے پورا ہفتہ گزر گیا۔ اس ہفتے میں دو مشکل کام مجھے کرنے پڑے۔ اول تو یہ کہ بمشکل تمام میں اگناس کو اس بات پر تیار کر سکا کہ وہ دستور اپنی قوم کی رہنمائی کرے۔ اگناس کسی طرح تیار نہ تھا۔ وہ میری غلامی میں ہی خوش تھا۔ لیکن میں بھلا کہیں کی حکمرانی کو کب پسند کر سکتا تھا۔ میں آزاد طبیعت کا آزاد انسان تھا۔ ایک سیلانی انسان۔ نہ جانے کب یہاں سے دل بھر جائے اور میں کہیں چل دوں۔! بہر صورت میرے لاکھوں بار کہنے سننے سے اگناس تیار ہو سکا! میں نے اس کی عزت اسے واپس دی تھی!

دوسرا مشکل کام طاآس کی ڈیڑھ درجن بیویوں کا تھا۔ انطاریہ بدستور میرے ساتھ تھی۔ لیکن طاآس کی بیویوں نے مجھ پر دعویٰ کر دیا تھا، طاآس کی موت کے بعد وہ سب یا تو میری ملکیت تھیں، یا اگناس کی۔ یہی اس قوم کا رواج تھا، میں عورت پسند ضرور تھا، لیکن اتنی ساری عورتوں کا کیا کرتا۔ لیکن وہ سب میرے ساتھ رہنے پر بضد تھیں۔ اور انھوں نے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا تو وہ خود کو ہلاک کرلیں گی۔!

میں نے اگناس سے مدد کی درخواست کی اور کہا کم از کم ایک درجن بیویاں وہ رکھ لے، لیکن اگناس شرماتے ہوئے انداز میں ہنس پڑا۔

"میں نے آج تک عورت کا تصور بھی نہیں کیا آقا۔! روشنی کے شہنشاہ نے ابھی تک میری جسامت کی کوئی عورت نہیں پیدا کی۔ اگر وہ چاہتا تو مجھے بھی عورت سے روشناس کر دیتا لیکن یہ اس کی خوشی نہیں ہے۔ اور اس کی مرضی میں، میں بھی خوش ہوں۔ یہ عورتیں میرے کس کام کی۔ میں انھیں کیا حیثیت دے سکوں گا۔ اور مرد کی حیثیت سے تو یہ میرے لیئے بیکار ہیں۔"

بات اگناس کی بھی درست تھی۔ میں نے جب اُن عورتوں سے اگناس کا تذکرہ کیا تو وہ چیخیں مار کر ایک دوسرے سے لپٹ گئیں اور خوف سے لرزنے لگیں۔ بہر حال کوئی حل نہیں نکلا تھا، تب میں نے انطاریہ سے مشورہ کیا

"اصول کے تحت اب یہ سب تمہاری بیویاں ہیں۔ تمہیں انھیں قبول کرنا ہی ہوگا بہادر۔! میں بھی اس بات کی مخالفت نہیں کر سکتی۔" انطاریہ نے جواب دیا۔

"لیکن کیا تم انھیں برداشت کرلوگی انطاریہ۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں، کرنا ہوگا۔ کسی کا حق کیوں مارا جائے۔!"

"تب پھر لیتا کا کو تم نے قتل کرنے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"وہ تنہا تمہارے ساتھ تھی۔ تم اسے صرف انعام میں مل گئے تھے اور اب اصول کی بات ہے۔! تمہیں ہر عورت کو وقت دینا ہوگا۔ میری فوقیت برقرار رہے گی۔ صرف میں ہوں گی جو ہر وقت تمہارے ساتھ رہوں گی اس وقت بھی۔ جب کوئی اور عورت تمہاری خلوت میں ہوگی۔"

چنانچہ پروفیسر۔ میں ڈیڑھ درجن خوبصورت عورتوں کا

شوہر بن گیا۔ بہت پُرلطف تھا وہ دور۔ ہر روز نئی بیوی، میں تو صرف ان
بیویوں کے چکر میں پھنس کر رہ گیا تھا۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ میں سب سے
زیادہ اسے پیار کروں۔ اور میں، نرا شہ بن کر رہ گیا البتہ اگناس سخت محنت و
فراست سے طاآس کی قلمرو کے مسائل حل کر رہا تھا۔ اس دیو قامت انسان
کا دماغ بھی اُسی کے سائز کا تھا۔ بڑے بڑے مسائل کو وہ چٹکی بجاتے
حل کر دیتا تھا۔ اور طاآس والوں کی آنکھیں حیرت سے کھُل رہی تھیں۔ وہ اب
سوچ رہے تھے کہ طاآس کس طرح ان کے سینوں کا سانپ بن گیا تھا۔ اُس نے
کس طرح اُن کے حقوق غصب کیے تھے۔ اگناس نے چند ماہ میں اس علاقے کا
حلیہ ہی بدل دیا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ اگر طاآس کا خوف نہ ہوتا تو اب تک وہ
اپنے وطن الکورہ کو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیتا۔ تو پروفیسر۔ ہزاروں
برس قبل، انسانی حقوق، مساوات کی بنیاد انسان کے ذہن میں پیدا ہو گئی تھی۔
ایک دوسرے کے مسائل حل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے کام آنا، سب کی ایک
حیثیت سمجھنا، سب کی محنت کرنا، سب کا کھانا رائج ہو چکا تھا۔ ہاں
اس نظریئے کا عروج وزوال ہوتا رہا ہے۔ غاصبوں نے اس کے خاتمے کے
لئے سردھڑ کی بازی لگا دی ہے۔ انہوں نے اپنی قوت اپنی سازشوں سے اس
نظریئے کو نقصان پہنچانے میں کامیابی بھی حاصل کر لی تھی۔ لیکن ہوتا یہ کہ ایک
ہی قلمرو کے انسان، ایک ہی نسل کے افراد ہوتے، جن میں سے ایک مساوات
پسند ہوتا۔ دوسرا تفریق پسند۔ مساوات پسند حکمراں ہوتا تو حالات سدھر
جاتے، لوگ ایک دوسرے کے برابر حیثیت حاصل کر لیتے، اور تفریق پسند
برسرِ اقتدار آتا تو حقوق چھن جاتے۔ خونریزی ہوتی۔ یہ جھگڑا تو بہت پرانا ہے
پھر جب اگناس نے مکمل طور پر طاآس کی قلمرو کو سدھار دیا۔
تو پھر اس نے ایک وفد۔ الکورہ بھیجا۔ اس وفد کے ہمراہ اس نے اپنی پوری
تفصیل لکھ بھیجی۔ جس میں میرا ذکر ان الفاظ میں تھا کہ میں شرمندہ ہو گیا تھا
اس نے لکھا کہ اگر الکورہ پر کسی سنجیدہ اور معزز انسان کو حکمراں بنا دیا گیا ہے
تو اگناس اس سے دوستی کا اظہار کرتا ہے اور دعوت دیتا ہے کہ اس کے
لئے جو خدمت ہو لکھ بھیجی جائے۔ اور اگر ابھی تک یہ فیصلہ نہ ہو سکا ہو
اور وہ اگناس کی خدمات قبول کرنا چاہیں تو اگناس حاضر ہے۔
اور اس کے جواب میں پورا الکورہ ناچتا گاتا، خوشیاں مناتا امنڈ
پڑا۔ انہوں نے اگناس کو اس طرح گلے لگایا کہ میں دیکھ کر رشک محسوس
کرتا تھا۔ وہ میرے بھی ممنون تھے۔ اور صورت حال پہلے سے مختلف نہ تھی
پروفیسر۔ میں ایک دیوتا کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔
لیکن اُس وقت یہ دیوتا ڈیڑھ درجن دیویوں کے چکر میں پھنس
گیا تھا۔ ایک سے ایک حسین، ایک سے ایک امنگوں بھری۔ نت نئی خصوصیات

کی حامل، اور پروفیسر ایک سے ایک چاہنے والی۔ انھوں نے طاآس کی موت
پر بڑی طمانیت کا اظہار کیا تھا۔ وہ طاآس جیسے بوڑھے گدھے سے متنفر تھیں
جو اُن کی جوان آغوش میں مرے ہوئے کوّے کی طرح پڑا رہتا، جوان کے
جذبات کیلئے برف کی سل ثابت ہوتا تھا۔!
لیکن میں تو مجسمۂ آگ تھا۔ یہاں تک تو غنیمت تھا پروفیسر۔ لیکن
جب وہ جنگلی بلیوں کی طرح آپس میں لڑتیں تو میرے لیے مصیبت بن جاتیں،
مجھ جیسے ذکی اور فہیم انسان بھی ان کے مسئلوں کا حل نہ تلاش کر پایا۔ اور
ان سب عورتوں کے بے پناہ مسائل خود میرے لیے ایک مسئلہ بن گئے جن کا
حل میرے پاس موجود نہیں تھا۔ لیکن کب تک۔ بالآخر میں نے ایک
حل سوچ ہی لیا۔ اور وہ تھا فرار۔!
ہاں۔ ایک رات۔ میں نے خاموشی سے ایک توانا گھوڑا
لیا۔ اور اس رات کی بیوی جب میرے پہلو میں خراٹے لینے لگی۔ میں چپکے
سے دروازہ کھول کر نکل آیا۔ ان عورتوں نے مجھے ایسا الجھا دیا تھا کہ
میں اپنے پیارے دوست اگناس سے بھی نہ مل سکا، اس کی ان پریشانیوں
اور الجھنوں کا بھی مجھے خیال نہیں آیا، جو میری گمشدگی کے بعد پیدا ہو سکتی تھیں
یوں بھی میں نے کوئی ان الجھنوں کا ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا تھا۔ بس ایک
ہمدردی تھی۔ لیکن یہ بھی میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ان بیویوں کی موجودگی
میں میں الکورہ اور اگناس کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکوں گا! اس لئے بھاگ
جانے میں ہی عافیت تھی۔!
فرزانہ اور فروزاں بے ساختہ ہنس پڑیں اور وہ بُری طرح
اچھل پڑا۔ اُس نے خوفزدہ نگاہوں سے دونوں لڑکیوں کو دیکھا، دیکھتا
رہا۔ اور پھر اس طرح گہری گہری سانسیں لینے لگا جیسے کسی مصیبت سے
بچ گیا ہو۔!
اُس کی اس کیفیت سے پروفیسر خاور کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ
پھیل گئی اور وہ بولے۔ "کیا بات ہے۔ تم چونک کیوں پڑے۔؟"
"مجھے معاف کرنا لڑکیو۔ دراصل۔ کسی دور کی باتیں کرتے کرتے
میں اسی دور میں کھو جاتا ہوں میرے محسوسات وہی ہو جاتے ہیں، جو اُس وقت
تھے۔ تمہاری ہنسی سُن کر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری چند بیویاں کہیں چھُپی مجھے
دیکھ رہی ہوں اور مجھے بھاگتے نہ دیکھ لیا ہو" اس نے کہا اور لڑکیاں جھینپ گئیں
"گویا تم ان عورتوں سے اس قدر خوفزدہ تھے۔؟"
"کیا عرض کروں پروفیسر۔ زندگی کا سب سے بھیانک تجربہ تھا۔
یہاں میں نے طاآس کی بڑائی تسلیم کی تھی۔ اٹھارہ بیویوں کا رکھ لینا کوئی بڑی
بات نہیں ہے لیکن ان کے مسائل سے نمٹنا دنیا کا سب سے کٹھن کام ہے جسے میں انجام

نہیں لے سکتا تھا اور اسی لئے بے سروسامانی کی کیفیت میں وہاں سے فرار ہوا تھا

بہرحال۔ میں نے الکورہ کا رخ نہیں کیا تھا۔ میں ادھر سے گزرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک نئی راہ اختیار کی۔ اور میرا گھوڑا اس نامعلوم سمت دوڑتا رہا۔ دن نکلا، شام ہوئی، رات گزری۔ میں مسلسل سفر کرتا رہا۔ پھر جب گھوڑے نے رینگنا شروع کر دیا تو میں اس بے زبان جانور کو آرام دینے کے لئے رک گیا۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں میری بیویاں میرا تعاقب نہ کریں۔ اور پروفیسر۔ اس کے بعد میں مسلسل سفر کرتا رہا۔ فی الحال مجھے عورت کی خواہش نہیں تھی۔ اٹھارہ عورتوں نے میرا دماغ درست کر دیا تھا۔ اس لئے ایک طویل عرصہ میں عورت کے بغیر گزارنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں چلتا رہا۔ نئے نئے مقامات میرے سامنے آتے رہے۔ یہاں تک کہ میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا، جہاں زمین ختم ہو گئی تھی اور آگے سمندر تھا۔!

طاقتور گھوڑا ابھی تو میرا ساتھ دے رہا تھا۔ لیکن اب میں اسے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ ویسے سمندر کے کنارے کا یہ علاقہ خوب سرسبز تھا اور یہاں گھوڑے کو زندگی گزارنے کے لئے بہت کچھ تھا۔ البتہ انسان یہاں موجود نہیں تھے اور اگر تھے بھی تو ایسی جگہ پوشیدہ تھے جہاں میں انہیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔!

میں نے یہاں تھوڑے عرصے قیام کیا۔ گھوڑے کو میں نے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ لیکن وفادار جانور میرے اردگرد ہی منڈلاتا رہتا تھا۔ وہ اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے کہیں سے کہیں نکل جاتا، لیکن رات میرے ساتھ ہی گزارتا تھا۔ اس دوران میں سمندر سے سفر کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اسی ارادے کے تحت میں نے ایک دن ایک تناور درخت پر زور آزمائی کی اور اسے گرا لیا۔ پندرہ دن تک میں اس کے خشک ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ ایک حماقت یہ کی تھی کہ اپنے ساتھ ہتھیار نہیں لئے تھے۔ بہرحال میں پتھر کے دور میں رہ چکا تھا، سخت اور نوکیلے پتھروں کا استعمال خوب جانتا تھا۔ اس لئے میں نے پہاڑی چٹانوں سے اپنے مطلب کے پتھر حاصل کئے اور پھر چند نوکدار پتھروں سے میں نے درخت کے تنے کو کھوکھلا کرنا شروع کیا۔ اس طرح سخت محنت کے بعد میں نے ایک کشتی تیار کر لی۔ درخت کی شاخوں کے چپو بنائے اور پھر ایک دن دن بھر شکار کرتا رہا، چرندوں اور پرندوں کے ڈھیر لگ گئے۔ اور پھر انہیں آگ پر بھوننے لگا! گوشت کے ایک انبار کو بھون کر میں نے لکڑی کے بنائے ہوئے ایک بہت بڑے ڈبے میں محفوظ کیا، دوسرے ڈبے میں ایک چشمے سے میٹھا پانی بھرا اور اب میں سمندری سفر کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ ایک صبح جب میرا گھوڑا چرنے نکل گیا، میں نے گوشت اور پانی کے ڈبے کشتی پر لادے اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔!

سمندر کے دن رات میرے لئے اجنبی نہیں تھے۔ روشنی تاریکی، صبح شام۔ منزل کا کوئی تعین نہیں تھا، زندگی لامحدود تھی، سمندر کی موجیں تھیں، میری کشتی تھی اور میں تھا۔ بھوک لگتی تو کھانا کھا لیتا، نیند آتی تو سو جاتا۔ پھر سورج کی شعاعیں گدگداتیں، جاگ اٹھتا، منزل کی خواہش بھی نہیں تھی، بس ایک سفر تھا، جاری تھا۔ واقعات پیش آنا لازمی تھے۔ سمندر لامحدود ہے۔ لیکن اس میں بھی واقعات کے بھنور رہتے ہیں۔ زمین کی رکاوٹیں، افسانے جنم دیتی رہتی ہیں۔ اور نئی کہانی کی رات آگئی، میری کشتی لہروں کا کھلونا بنی ہوئی تھی، حالانکہ ابتدائی رات کا چاند ڈوب چکا تھا، تاریکی پھیل گئی تھی۔ لیکن آج رات مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ دماغ بوجھل بوجھل سا تھا، سمندر کے نمک نے تازگی چھین لی تھی۔ ایک کسل کا احساس ہو رہا تھا۔ شاید ذہن پر طویل نیند مسلط ہو رہی تھی۔ شاید صدیوں کی نیند طاری ہونے والی تھی۔ لیکن سمندر میں ایک مشعل دیکھ کر میں چونک پڑا! یہ عظیم الشان مشعل سمندر کے درمیان نصب تھی اور اس سے عظیم شعلے بلند ہو رہے تھے۔!

یہ کیا ہے۔؟ میں اسے غور سے دیکھنے لگا، لیکن پانی کی یہ آگ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ تب میں نے پہلی مرتبہ اپنی کشتی کے پتوار سنبھالے اور کشتی کو آگ کی سمت کھینے لگا۔ میرے مضبوط بازو پانی کو آسانی سے کاٹنے لگے اور کشتی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح آگے بڑھنے لگی۔ یہاں تک کہ آگ قریب آگئی۔ تب میں نے بغور دیکھا۔ کوئی عظیم الشان جزیرہ تھا، جس کے کنارے کے درختوں میں خوفناک آگ لگی ہوئی تھی۔ آگ کے سائے میں سرخ زمین نظر آرہی تھی۔ میں کشتی کو اس حد تک آگے لے گیا کہ اس کی لکڑی آگ کی لپیٹ میں نہ آجائے۔ تب میں نے کشتی کو چھوڑ دیا اور پانی میں اتر گیا۔ میں زمین کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خوفناک آگ کی تپش میرے جسم کو لطیف حرارت بخش رہی تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ یہ حرارت حاصل کرنے کے بعد میں چاق و چوبند ہو جاؤں گا۔!

کنارے کا پانی کھول رہا تھا۔ آگ شاید کئی دن سے لگی ہوئی تھی۔ خشک اور تناور درخت کوئلوں کی شکل میں دہک رہے تھے۔ ایک خوفناک جہنم زار سلگ رہا تھا۔ میں اس جہنم میں داخل ہو گیا اور میرے جسم میں سرور کی لہریں دوڑنے لگیں۔ میرا وجود زندگی بخش حرارت حاصل کرنے لگا اور میں آگ کے جنگل میں آگے بڑھتا رہا، میں جاننا چاہتا تھا کہ یہ آگ کہاں تک پھیلی ہوئی ہے۔ میں بڑھتا رہا۔ بڑے جاندار شعلے تھے۔ کافی گاڑھی آگ تھی۔ پورا جنگل خاک ہو چکا تھا۔ یقیناً آگ لگنے سے قبل یہ ایک حسین سبزہ زار ہوگا۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ تب میرے کانوں میں ایک عجیب سی

آواز گونجی۔ یہ کسی بہت بڑے ڈھول کی آواز تھی جس سے جھنجھناہٹ بلند ہو رہی تھی۔ انسان۔! میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آگ کے اس جنگل میں انسان بھی موجود ہیں۔ لیکن کیا آتشی انسان۔؟ تب میں نے خود ہی اس خیال کی تردید کردی۔ ممکن ہے یہ آگ ایک مخصوص پھیلاؤ میں ہو اور اس کے بعد۔!

میرا اندازہ درست ہی تھا۔ نارنجی شعلوں میں میری آنکھیں دور تک دیکھ رہی تھیں، آگ کا جنگل تقریباً پچاس گز دور جاکر ختم ہوگیا تھا۔ اس کے بعد ایک معمولی سا ڈھلان تھا اور اس ڈھلان پر ایک چھوٹی سی اتھلی لیکن پاٹ پھیلاؤ والی ندی بہہ رہی تھی۔ چونکہ ڈھلان کے بعد درخت نہیں تھے اس لئے آگ ندی پار نہیں کرسکتی تھی۔!

میں کچھ اور آگے بڑھا۔ تب بھوری زمین پر میں نے ایک کالی لکیر دیکھی۔ یہ کالی اور چوڑی لکیر۔ انسانی سروں کی تھی، جو مخصوص انداز میں جھکے ہوئے تھے۔ میں رک گیا۔ یہ کالے سر ان لوگوں کے ہیں۔ یقیناً یہ اس علاقے کے باشندے ہونگے۔ میرے دل میں انھیں دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوگیا پھر میرے قدموں کی رفتار تیز ہوگئی۔ اور میں آگ کے انتہائی سرے پر پہنچ گیا۔ پھر جب میں آگ کے دوسری طرف نکلا تو میرا جسم بھی آگ کی طرح روشن تھا۔ اس کی روشنی کے سائے زمین پر پڑ رہے تھے اور زمین چمک رہی تھی۔ سیاہ جھکے ہوئے سر اسی طور جھکے ہوئے تھے۔ لیکن شاید انہیں میری آمد کی اطلاع ہوگئی۔ دوسرے لمحے ڈھول زور زور سے بجنے لگا! اور سر اٹھ گئے۔ سیاہ سروں کے نیچے اتنے ہی سیاہ چہرے تھے۔ میں نے اس سے قبل اتنے سیاہ لوگ نہیں دیکھے تھے۔ ان کے جسموں پر لباس نہیں تھے۔ البتہ انھوں نے مختلف جانوروں کے پرسیم سے چپکا کر ستر پوشی کی تھی۔ ان کے سیاہ چہروں پر سفید آنکھیں بڑی خوفناک معلوم ہوتی تھیں۔

لیکن۔۔ اس وقت ان آنکھوں میں خوف، حیرت اور نہ جانے کیا کیا تھا۔! میں کچھ اور آگے بڑھا۔ اور وہ لوگ کھڑے ہوگئے۔ بڑے قدآور اور تندرست لوگ تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبی لمبی نوکدار لکڑیاں تھیں جو غالباً ان کے ہتھیار تھے۔ یہ لوگ تہذیب سے دور کے انسان تھے شاید ان کے علاقے میں ابھی تک تہذیب نہیں پہنچی تھی۔ مجھے صدیوں قبل کی دنیا یاد آگئی۔ وہ لوگ یاد آگئے جن کے ساتھ میں نے انسانی زندگی کی ابتدا کی تھی۔!

وہ چند ساعت کھڑے رہے۔ پھر اچانک وہ اوندھے گر پڑے انھوں نے اپنے سر گھٹنوں میں دے لئے تھے۔ اسی انداز میں ان کے ہونٹوں سے جھنجھناہٹ کی آواز نکل رہی تھی۔ تب ان میں سے ایک چھوٹا سا بچہ دوڑتا ہوا باہر نکلا۔ اور میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔! یہ سیاہ فام بچہ بے حد معصوم شکل کا تھا۔ وہ اپنی سفید آنکھیں پٹپٹا پٹپٹا کر مجھے دیکھ رہا تھا ان معصوم آنکھوں میں دلچسپی کی چمک تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے یہ بچہ بہت پیارا لگا اور میں نے جھک کر اسے گود میں اٹھالیا۔ سیاہ فاموں میں ایک زبردست غلغلہ اٹھا۔ بچہ مسکرا کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ننھے ننھے ہاتھ میرے آتشیں بالوں کو چھو رہے تھے۔ وہ میری آنکھ ناک اور منہ کو چھو رہا تھا۔ پھر اس نے معصوم آواز میں پوچھا۔

"کیا تم بوتیکا ہو۔؟"

"بوتیکا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ہاں۔ آگ کے بیٹے۔ ہم تمہارا انتظار کررہے تھے۔" بچے نے کہا۔

"تم سب۔؟"

"ہاں۔ میری ماں نے یہی کہا تھا۔ دیکھو پوری بستی کے لوگ تمہارا انتظار کررہے ہیں۔" بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لیکن ذہانت سے میں نے تھوڑا بہت سمجھا، تہذیب سے دور کے یہ لوگ کسی بوتیکا کا انتظار کررہے تھے جو آگ سے نکلنے والا ہے۔ اور میں آگ سے ہی نکلا تھا۔ توہمات کو یوں تقویت ملتی ہے۔

"ان سے کہو کھڑے ہوجائیں۔! تمہارا نام کیا ہے۔؟"

"یوکے۔" بچے نے جواب دیا۔

"یوکے۔ ان سے کہو سب کھڑے ہوجائیں۔" میں نے بچے سے کہا۔ اور اس نے منہ کے سامنے دونوں ہاتھ رکھ کر میرا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا۔ وہ سب کے سب سجدے سے اٹھ گئے اور یوکے کو میری گود میں دیکھ کر ان کی حیرت اور شدید ہوگئی۔ میں آگے بڑھا اور میں نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا۔ "بستی کے لوگو۔ میں تمہارے درمیان مہمان بن کر آیا ہوں۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ میری دوستی قبول کرو۔ تم میں سے کچھ سمجھدار میرے پاس آؤ۔ تاکہ میں تم سے گفتگو کروں۔!"

میری آواز پر سکوت چھا گیا۔ وہ لوگ میری گفتگو غور سے سن رہے تھے۔ میں نے بچے کو گود سے اتار دیا۔ میرے خاموش ہوتے ہی ان کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے۔ انھوں نے ہاتھ اٹھائے اور سب یک لخت چیخے۔ "مہربان بوتیکا آگیا۔ ہماری قسمت جاگ اٹھی۔!"

اور پھر چار ضعیف العمر لوگوں کے مجمع سے نکل کر میرے قریب آئے اور جھک گئے۔!

"سیدھے ہو جاؤ۔ میں تمہارا دوست ہوں"۔ میں نے کہا۔

"عظیم بوتیکا۔ ہمارا دوست۔!" انھوں نے پلٹ کر کہا اور لوگ خوشی سے چیخنے لگے۔

"تمہاری بستی کا کیا نام ہے۔؟"

"کمتال۔ ہم تیرے پرستار ہیں بوتیکا۔ ہم عرصے سے تیرے منتظر ہیں۔ ہمیں خوشحالی بخش۔ ہمیں ترقی کے راستے دکھا۔" ایک بوڑھے نے کہا۔

"تمہارا سردار کون ہے۔؟"

"میں ہوں عظیم بوتیکا۔ لیکن ہم سب آشوشا کے خادم ہیں۔ آشوشا جس نے ہمیں تیرے آنے کی خبر دی تھی۔!"

"آشوشا کہاں ہے۔؟"

"پہاڑوں میں۔ وہ وہیں تیرا استقبال کرے گا۔"

"جنگل میں آگ کب سے لگی ہے۔؟"

"آٹھ سورج نکل چکے۔ کل نواں سورج نکلے گا۔ لیکن ہم جانتے ہیں، یہ خوشحالی کا سورج ہوگا۔!"

"آؤ۔ مجھے اپنی بستی میں لے چلو۔!" میں نے کہا اور بوڑھے خوشی سے اچھلنے لگے! دلچسپ گفتگو تھی۔ نیا ماحول تھا۔ یہ توہم پرست سیاہ فام بھی دوسروں کی طرح مجھے کچھ اور سمجھے تھے۔ بہرحال ان کا دل توڑنے میں کوئی فائدہ نہیں تھا۔ یہاں کا ماحول دیکھنے کے بعد ان کے ساتھ بھی کچھ وقت گزارا جا سکتا تھا!

بستی کے لوگوں نے مجھے آگے جانے کا راستہ دیا۔ بوڑھے میرے پیچھے تھے۔ پھر سب ان کے پیچھے چل پڑے۔ بوڑھے رہنمائی کر رہے تھے اور میں ایک نامعلوم بستی کی طرف بڑھ رہا تھا۔!

وہ رکا۔ اور اس نے پروفیسر خاور کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی نگاہیں لڑکیوں کی طرف اٹھ گئیں۔ لڑکیاں پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس سے نگاہ ملتے ہی وہ چونک پڑیں۔

"ایک بات بتاؤ گے دوست!" پروفیسر خاور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ضرور۔ ضرور پروفیسر۔"

"کیا تمہیں اس طویل زندگی سے اکتاہٹ نہیں محسوس ہوتی۔؟ کیا تم نے کبھی اس کے خاتمے کی خواہش نہیں کی۔؟"

"اکتاہٹ۔!" اس نے ایک گہری سانس لی "اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے پروفیسر۔ لیکن زندگی کا خاتمہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ہاں میں طویل نیند سو جاتا ہوں اور جب صدیاں گزرنے کے بعد کسی نئے دور میں میری آنکھ کھلتی ہے تو مجھے یہی احساس ہوتا ہے جیسے میں دوبارہ پیدا ہوا ہوں۔"

"گویا ہندوازم کے مسئلہ آواگون کا تمہاری زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ وہ لوگ نئی نئی شکلوں میں پیدا ہونے کی بات کرتے ہیں اور تم ابتدا سے ایک ہی جسم اپنائے ہوئے ہو۔"

"نہیں پروفیسر۔ ان کے تصوّرات حقائق پر مبنی نہیں ہیں۔ وہ کوئی ٹھوس حیثیت نہیں پیش کر سکے جبکہ میرا وجود مسلّم ہے۔ مجھ سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ میں ایک ٹھوس حقیقت ہوں۔" اس نے کسی قدر ناگواری سے کہا اور پروفیسر کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا۔

"تم کس خیال میں گم ہو حسین لڑکیو۔؟" اس نے فروزاں اور فرزانہ کو مخاطب کر کے کہا اور وہ دونوں چونک پڑیں۔ پھر فروزاں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہم تو پراسرار آشوشا کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ وہ کون تھا اور اس نے تمہارے بارے میں پیشن گوئی کیسے کی تھی۔؟"

"آشوشا۔!" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ہاں لڑکیو۔ یہ شخص میری زندگی کا پہلا شخص تھا جس کے پُراسرار علوم سے میں بے حد متاثر ہوا۔ اور یوں سمجھ لو۔ کہ آج جو علوم میرے قبضے میں ہیں، ان کے سلسلے میں میرا پہلا استاد وہی حیرت انگیز بوڑھا تھا۔ دنیا کے ابتدائی دور میں، اس حیرت انگیز انسان نے جو معلومات مہیا کی تھیں، وہ اس وقت کا جادو تھیں۔ وہ اپنے وقت کا عظیم سائنسدان تھا۔ وہ اپنے وقت کا عظیم محقق تھا۔ ان وحشیوں ہی کی نسل کا ایک انسان، جس کی صحیح کیفیت سے میں آج بھی ناواقف ہوں۔"

"اوہ۔ تب ہمیں اس کے بارے میں بتاؤ۔" پروفیسر نے کہا۔ اور وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا۔!

"آشوشا"

اس نے گردن اٹھا کر کہا۔ اس سے میری ملاقات دوسرے دن ہوئی۔ پہلے دن بستی والے مجھے اپنی بستی میں لائے، گھاس پھونس کی جھونپڑیوں پر مشتمل یہ بستی بہت بڑی تھی۔ بڑی زبردست آبادی تھی۔ لاکھوں افراد دُور تک پھیلے ہوئے تھے، لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ تہذیب ناآشنا تھے۔ اُن کے ہاں خوراک کا مسئلہ تھا۔ وہ اپنی خوراک زمین سے اُگلنے کے طریقے سے ناواقف تھے۔ وحشی درندوں سے لے کر حشرات الارض تک وہ چٹ کر جاتے تھے۔ لیکن جنگل سے ان کی خوراک پوری کہاں ہوتی تھی اس لئے زیادہ تر آبادی فاقہ کشی کا شکار تھی۔ اکثر لوگ گھاس اور درخت کے پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ سمندر کے جانور بھی اُن کے ہاتھوں محفوظ نہیں تھے۔ سمندر کی گلی سڑی گھاس بھی ان کی غذا بن جاتی تھی۔ سمندر کا ہر جانور ان کے لئے حلال تھا، مچھلیاں تو خیر ایک نعمت تھیں، کچھوے اور گھڑیال بھی ان کی مرغوب غذا تھے لیکن یہ غذا حاصل کرنے کے لئے انھیں سخت جدوجہد کرنا ہوتی تھی۔

بستی کی ایک بڑی جھونپڑی میں میرے قیام کا بندوبست کیا گیا یہ جھونپڑی کافی بڑی تھی۔ لیکن بے ترتیبی سے بنائی گئی تھی۔ پوری بستی کی ایک جھونپڑی بھی ترتیب سے نہیں تھی۔ ان معاملات میں یہ لوگ بہت پیچھے تھے۔ بہرحال میرے سامنے سانپ کے گوشت کی گول گول بوٹیاں جو بس یونہی آگ پر سینک لی گئی تھیں، پیش کی گئیں۔ ظاہر ہے میرا دل انھیں قبول نہیں کر سکتا تھا تاہم ان کی خوشی کے لیے میں نے ان کا تحفہ قبول کر لیا۔

بستی کے بوڑھے مجھے گھیرے بیٹھے تھے۔ وہ سب میرے چہرے اور جسم کو خوف و حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ بہرحال کچھ بھی ہے یہ لوگ معصوم ہیں۔ بظاہر ان میں منافقت اور نفرت نہیں ہے۔ شاید سب ایک دوسرے سے ہمدردی رکھتے ہیں، محبت کرتے ہیں اور یہ بہرحال پسندیدہ بات تھی۔ پچھلا کچھ عرصہ میں نے نفرت اور سازش کے درمیان گزارا تھا۔ ان متمدن لوگوں کی بہ نسبت یہ سادہ دل لوگ زیادہ پُرکشش تھے۔

کافی دیر تک میں ان لوگوں کے بارے میں سوچتا رہا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ کچھ وقت ان لوگوں کے ساتھ گزاروں گا۔ انھیں زندگی گزارنے کے صحیح راستے بتاؤں گا اور پھر یہاں سے بھی آگے بڑھ جاؤں گا۔ میں تو صدیوں کا مسافر ہوں۔ وقت گزرتا رہے گا اور میں آگے بڑھتا رہوں گا۔ درمیان کے مسائل کو میں زندگی سے نکال تو نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے گفتگو کے لئے چند بوڑھوں کو منتخب کیا۔ اور باقی لوگوں کو جھونپڑی سے چلے جانے کے لئے کہا۔ پانچ ضعیف العمر میرے سامنے سر جھکائے بیٹھے تھے۔

"تمہاری یہ بستی کب سے آباد ہے۔۔؟" میں نے پوچھا، اور میرے سوال پر بوڑھے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ پھر اُن میں سے ایک بوڑھے نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم بوتیکا۔۔ ہم نے ہوش سنبھالا تو اسی بستی کو دیکھا ہمارے باپ دادا بھی اسی بستی کو دیکھتے آئے تھے۔ عظیم آشوشا ہمیشہ سے اس بستی میں ہے۔۔ اس نے ہمارے باپ دادا کے دور میں بھی بوتیکا کی آمد کی پیش گوئی کی تھی۔ ہم سب صدیوں سے تیرا انتظار کر رہے ہیں بوتیکا۔ لیکن آہ۔۔ ہماری قسمت کہ ہمارے اگلے تیری آمد کا انتظار کرتے کرتے سمندر برد ہو گئے۔۔ ہم بھی عمر کے اس حصے میں داخل ہو گئے، جب جسم کی گرمی ختم ہو جاتی ہے اور انسان سمندر نشین ہونے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن ہماری قسمت، کہ ہم سمندر نشین ہونے سے قبل تجھے دیکھ سکے۔۔ اب ہم لہروں کی آغوش میں خوش و خرم جائیں گے۔ ہماری نئی نسل کا پاسباں بوتیکا ہوگا۔ بڑی خوش نصیب ہے یہ نسل۔۔!" بوڑھے نے کہا اور میں اس کی عجیب و غریب باتوں کو حیرت سے سننے لگا۔

گویا یہ بوڑھے صدیوں سے کسی بوتیکا کی آمد کے منتظر ہیں، جو انھیں خوشحالی بخشے گا۔ لیکن انھیں اس کی آمد کا یقین نہیں تھا۔ دوسری حیرت انگیز بات آشوشا کی ازلی کیفیت تھی کیا میری ہی نسل کا کوئی اور فرد بھی یہاں موجود ہے، جو ہمیشہ سے زندہ ہے۔۔ یا پھر یہ کوئی اور پُراسرار سلسلہ ہے۔ بہرحال میں اس سے ملنے کا خواہشمند تھا۔

"آشوشا نے تمہارے باپ دادا سے بوتیکا کے بارے میں کیا کہا تھا" میں نے بوڑھے سے پوچھا۔

"ہم بدحالی اور بھوک کے شکار ہیں۔۔ ہماری آبادی بڑھ رہی ہے۔ اور جنگل کے شکار ختم ہو رہے ہیں۔ گھاس پھونس اور درخت بھی ایک ایک کر کے ختم ہوتے جا رہے ہیں، بس پہاڑوں سے بہنے والے پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔۔ یا پھر سمندر کی عظیم مخلوق۔۔ جو ہماری غذا بنتی ہے۔۔ لیکن اس کے حصول میں بڑی دشواریاں ہیں۔۔ ہم اسے آسانی سے نہیں حاصل کر سکتے آشوشا نے کہا کہ ہماری مصیبتوں کا حل صرف بوتیکا ہے۔۔ وہ جب آئے گا تو بستی خوشحال ہو جائے گی، خوراک کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ہر ضرورت پوری ہو جائے گی اور ہم اس کے منتظر تھے۔ ہمارے اجداد اس کے منتظر رہے ہیں۔ اور پھر۔۔ جب کنارے کے درخت بھڑک اٹھے تو ہماری خوشیوں کا ٹھکانہ نہ تھا کہ یہی بوتیکا کی آمد کی نشانی تھی۔۔ بوڑھے دیوتا نے یہی نشانی بتائی تھی۔۔ اور اب تم آ گئے عظیم بوتیکا، کتنے مختلف ہو تم ہم سے۔۔ ہمیں یقین ہے کہ تمہارے چمکدار جسم کی روشنی سے خوشحالی بکھر جائے گی۔۔ یقیناً تم ہمارے لئے بہت کچھ لائے ہوگے۔"

میں گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا! ان معصوم اور سادہ دل لوگوں کے دل توڑنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ میں ان کی مدد کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ بوتیکا کی آمد کا انتظار یہ صدیوں سے کر رہے ہیں۔ اگر میں اُن سے کہوں کہ میں بوتیکا نہیں ہوں تو ان کے دل ٹوٹ جائیں گے۔ یہ اس انداز میں کام نہیں کر سکیں گے، جس انداز میں اس وقت کریں گے جب انھیں یقین ہو جائے کہ میں ہی بوتیکا ہوں۔ میرا کیا تھا۔ میں تو نہ جانے کیا کیا بن چکا تھا۔ کہیں میں مقدس لاتوئی تھا، کہیں آسمان کا بیٹا، کہیں کچھ کہیں کچھ، بوتیکا بھی سہی چنانچہ میں نے اپنے بوتیکا ہونے کی تردید نہیں کی۔! اور پھر بوڑھے سردار سے میں نے آشوشا سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔!

"مقدس آشوشا کو تیری آمد کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ وہ تیرے استقبال کی تیاریاں کر رہا ہے۔"

"آشوشا کہاں رہتا ہے۔؟"

"مقدس پہاڑیوں میں۔ جہاں سے سفید پانی بلندی سے نیچے گرتا ہے اور لکیریں بناتا ہوا سمندر میں جا گرتا ہے۔" میں سمجھ گیا وہ کسی جھرنے کی بات کر رہے تھے۔!

"مجھے اس کے پاس لے چلو۔!" میں نے کہا۔ اور بوڑھے تیار ہو گئے۔ اس پُراسرار بوڑھے سے ملنے کے بعد میں اپنے کام کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ بوڑھوں کی رہنمائی میں، میں پہاڑوں کی طرف چل پڑا۔ بستی کے لوگ پُرشوق تھے۔ عورتیں اور بچے مجھے عقیدت سے تک رہے تھے، جوانوں کے چہرے میری آمد کی خوشی میں اور چمک اٹھے تھے۔ میں نے بستی کی عورتوں کو دیکھا۔ سیاہ فام تھیں، بدہیئت تھیں، لیکن بھرپور جوان تھیں۔ ان کے ٹھوس برہنہ جسم نسوانی دلکشی کا پیکر تھے۔ بعض کے نقش و نگار خصوصی طور پر حسین تھے۔ بعض کے چہرے بھی سیاہ ہونے کے بجائے سرخی مائل تھے۔!

"بہرحال وقت گزارا جا سکتا ہے۔" میں نے دل ہی دل میں سوچا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم بستی سے نکل آئے! خشک اور چٹیل میدانوں سے گزر کر سرسبز و شاداب علاقہ شروع ہو گیا۔ لیکن یہاں بھی صرف گھاس کے ڈنٹھل تھے، گھاس، پھول، درخت سب خوراک بن چکے تھے اور ظاہر ہے یہ زمین کے سینے سے سبزہ اگانا نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ جو کچھ خودرو تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ تاہم زمین سے اندازہ ہوتا تھا کہ اگر اس پر کاشت کی جائے تو وہ پوری بستی کو سیراب کر دے گی۔ میں اس پورے علاقے کا مکمل جائزہ لیتا ہوا چلا جا رہا تھا تب دور سے میں نے ___ بلندی سے ایک عظیم الشان آبشار کو گرتے دیکھا سفید دھواں اس کے قرب و جوار میں پھیلا ہوا تھا۔ بہت بڑا آبشار تھا۔ جو پُرشور انداز میں بہتا ہوا نہ جانے کہاں جا کر گم ہو رہا تھا۔!

رفتہ رفتہ ہم اس آبشار کے نزدیک پہنچ گئے۔ آبشار کے بائیں سمت خشک چٹانوں پر پانچ سیاہ فام کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی ویسی ہی لمبی نوکدار لکڑیاں تھیں۔ ہمیں دیکھتے ہی وہ چٹانوں پر اچھلنے لگے اور پھر وہ نیچے اُتر آئے۔ انھوں نے میرے گرد حلقہ بنا لیا۔ اور اسی طرح اچھلتے کودتے رہے تب ایک بوڑھے نے مجھ سے کہا۔

"مقدس آشوشا تیرا منتظر ہے بوتیکا۔ اس کے خادم تیرے استقبال کے لئے آئے ہیں۔ تو ان کے ساتھ چلا جا۔ ہم یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔"

اور میں آگے بڑھ گیا۔ ایک سیاہ فام میرے آگے تھا، اور باقی چار میرے عقب میں چل رہے تھے۔ میں اس چالاک بوڑھے کے بارے میں سوچ رہا تھا، جو میرے استقبال کو نہیں آیا تھا!

چٹانوں کو طے کرنا میرے لئے مشکل نہیں تھا۔ آبشار کے نم دھوئیں میں نیچے کا ماحول روپوش ہو گیا تھا۔ آگے کا راستہ بھی صرف سیاہ فام ہیولوں کی رہنمائی میں طے کر رہا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک بہت بڑے غار کے دہانے کے نزدیک پہنچ گئے۔ غار کے اندر سے عجیب سنسناہٹ کی آواز اُبھر رہی تھی۔ اس سے روشنی بھی جھلک رہی تھی جو کافی تیز تھی۔ اور غار میں داخل ہونے والا پہلا قدم ہی میرے لئے تعجب خیز تھا۔ میں نے غار کی دیواروں میں کسی دھات کے ٹکڑے دیکھے جو روشن تھے۔ یہ ٹکڑے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لگے ہوئے تھے۔ لیکن ایک پتلی سی پتی انھیں ایک دوسرے سے منسلک کئے ہوئے تھی، کبھی ان ٹکڑوں کی روشنی مدھم ہو جاتی اور کبھی تیز۔ بہرحال مجموعی طور پر ___ انھوں نے غار کو روشن کر رکھا تھا۔

بغور دیکھنے پر بھی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ روشنی کس طرح نکل رہی ہے۔ میں نے روشنی کرنے کے مختلف طریقے دیکھے تھے۔ لیکن یہ طریقہ سب سے انوکھا تھا۔ دوسری بات جو غار میں داخل ہونے کے بعد میں نے محسوس کی وہ اس کی غیر معمولی ٹھنڈک تھی۔ حالانکہ باہر کا موسم سخت گرم تھا، لیکن یہاں کافی سردی تھی۔ میں اس انوکھی سرنگ نما غار میں آگے بڑھتا رہا۔ اور پھر غار بند ہو گیا۔ آگے ایک عظیم الشان چٹان نظر آ رہی تھی۔

یہاں محافظ رُک گئے۔ انھوں نے مجھے چٹان سے اندر جانے کا اشارہ کیا۔۔۔ اور میں ایک لمحے کے لئے حیران رہ گیا۔ کیا اس چٹان کو راستے سے ہٹانے کے لئے مجھے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا پڑے گا! لیکن اگر اس کے دوسری طرف جانے کا راستہ ہے تو پھر یہاں کے لوگ وہ راستہ کیسے بناتے ہوں گے۔؟

اعتراف کرتا ہوں پروفیسر۔ کہ میں کسی قدر حیران ہو گیا تھا۔ لیکن یہ حیرانی میں نے دوسروں پر نہیں ظاہر ہونے دی، اور چٹان کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے چٹان کے ایک سرے پر ہاتھ رکھ کر اسے اندر دبایا۔ اور جسم کی پوری قوت صرف کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ لیکن ہاتھ کے تھوڑے سے دباؤ سے ہی میں نے چٹان کو اندر دبتے ہوئے دیکھا اور چونک پڑا۔ مزید ہلکے سے دباؤ سے چٹان بالکل گھوم گئی۔ تب میں نے بغور اس حیرت انگیز ترکیب کو دیکھا۔!

چٹان کے نیچے ایک نوک تراشی گئی تھی جو پتھر میں بنے ہوئے ایک پیالے میں رکھی تھی، گویا یہ چول تھی۔ اس طرح چٹان اس پیالے میں گھوم رہی تھی۔ اس کے دوسرے سرے کو بھی اسی طرح چھت میں پیالہ بنا کر پھنسا دیا گیا تھا۔ اس طرح اس خوفناک حد تک وزنی کواڑ کو ایک آدمی آسانی سے کھول سکتا تھا ان حیرت انگیز چیزوں نے مجھے بوڑھے آشوشا کی اہمیت کا احساس دلا دیا۔ اور میں سنبھل گیا۔ اس قدر ذہین انسان سے اپنے بارے میں محتاط ہو کر گفتگو کرنا ہو گی۔ میں نے چٹانی دروازے کے دوسری سمت دیکھا ایک طویل و عریض غار تھا جس کا دوسرا سرا نظر نہیں آرہا تھا۔ پورے غار میں ایسی ایسی ہیبتناک چیزیں بکھری پڑی تھیں کہ میرے علاوہ اگر کوئی اجنبی انسان انہیں دیکھتا تو شاید دہشت سے اس کی حرکت قلب ہی بند ہو جاتی۔ انسانوں اور جانوروں کے ڈھانچے۔ بے پناہ سالم پنجر۔ جن میں ہاتھیوں سے کر زمانہ قدیم کے بڑے جانوروں کے ڈھانچے بھی تھے۔ ہڈیوں کی نلکیاں ایک دوسرے میں منسلک چھت تک چلی گئی تھیں۔ لکڑی کے بڑے بڑے پیالوں میں نجانے کیسا کیسا سیال بھرا ہوا تھا۔ کہیں آگ روشن تھی اور اس پر برتن چڑھے ہوئے تھے۔ غرض یہ کہ اس پورے ہال میں ایسی ہی ہیبتناک چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔ نہ جانے یہاں کیا کیا تھا۔! میں تعجب سے یہ تمام چیزیں دیکھتا ہوا، ایک ایک قدم آگے بڑھ رہا تھا۔

تب میرے کانوں میں ایک آواز گونجی۔ "عظیم بوتیکا کی آمد سے میری آنکھوں میں نور بھر گیا ہے۔ میں اس حقیر غار میں بوتیکا کو خوش آمدید کہتا ہوں۔" لرزتی ہوئی سی آواز ہر در و دیوار سے آرہی تھی۔ پورا غار اس آواز سے گونج رہا تھا اور الفاظ بار بار دیواروں سے نکل رہے تھے۔ میں سمجھ گیا آواز ایک تھی، لیکن یہ اس کی بازگشت تھی جو ابھی تک گونج رہی تھی۔ تاہم میں نے اطمینان کرنے کے لئے ایک پتھر سے ایک پیالہ اٹھایا اور زور سے زمین پر پھینک دیا۔ پیالہ گرنے کی آواز بھی دیر تک گونجتی رہی تھی۔ اور جب وہ آواز ہلکی ہوئی تو لرزتی آواز نے کہا۔

"تیرا خیال درست ہے بوتیکا۔ یہ آواز کا طلسم ہے جو ان سخت پتھروں میں پھنس گیا ہے۔"

"تم کہاں ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"سیدھا چلا آ۔ تو ٹھیک سامنے پر آرہا ہے۔!" جواب ملا اور میں آگے بڑھنے لگا۔! یہ طلسمی غار میری توقع سے کہیں زیادہ بڑا تھا۔ میں چلتا رہا۔ ویسے میں اس ذہین آدمی سے مرعوب ہو گیا تھا، جس نے یہ پُراسرار جال پھیلایا تھا۔ میرے ذہن میں بہت سے سوالات مچل رہے تھے۔ بہر حال میں اس سے ملنے کے بعد ہی ان سوالات کا حل تلاش کر سکتا تھا۔

اور پھر میں غار کے انتہائی سرے پر پہنچ گیا۔ یہاں بھی تیز روشنی تھی اور روشنی اسی انداز کی تھی جیسی پورے غار میں پھیلی ہوئی تھی۔ البتہ یہ حصہ صاف ستھرا تھا اور یہاں گھاس بچھی ہوئی تھی۔ ایک پتھر کی چوڑی سل پر ایک سیاہ فام نظر آیا۔ جس کی سفید داڑھی اس کے پیٹ تک پھیلی ہوئی تھی سر کے بال بھی بہت لمبے اور سفید تھے۔ ہاتھ پاؤں سوکھی لکڑیوں کی طرح لمبے لمبے اور پتلے تھے۔ پنڈلیوں کی ہڈیوں کو دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ یہ شخص پیروں پر کھڑا بھی نہ ہو سکتا ہو گا! البتہ اس کی آنکھیں۔ پورے جسم میں آنکھوں کے علاوہ اور تھا بھی کیا۔ آنکھیں دو سرخ نگینے معلوم ہو رہے تھے۔ روشن نگینے۔ بڑے بڑے۔ سرخ آنکھوں میں سیاہ پتلیاں بہت چھوٹی تھیں، اس طرح وہ آنکھیں بے حد خوفناک نظر آرہی تھیں۔ اور یہ آنکھیں مجھے بہت توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہی تھیں۔

"خوش آمدید بوتیکا۔!" آہستہ اور بے حد سرد لہجے میں کہا گیا۔

"کیا میں آشوشا کے سامنے ہوں۔" میں نے بے خوفی سے پوچھا۔ سب کچھ تھا، لیکن خوف کا میرے سامنے کیا گزر۔!

"ہاں میں تیرا خادم آشوشا ہوں۔ اس تصور کا خادم جو صدیوں سے میرے ذہن میں تھا۔ جس کے بارے میں بار بار میرے علم نے بتایا اور ہر صدی میں، میں جس کا منتظر رہا۔ میری خوشیوں کا اندازہ کر بوتیکا۔ میرے علم کا ایک اور باب مکمل ہو چکا ہے۔ بلاشبہ تو انوکھا ہے۔ میں نے تیرا تصور کیا تھا لیکن تو میرے تصور سے بھی عجیب ہے۔ یقیناً تو ان میں سے نہیں ہے جو پیدا ہوتے ہیں اور پھر سمندر میں جا گرتے ہیں۔ تیرے جسم سے خارج ہونے والی روشنی ہزاروں بیماریوں کا علاج لئے ہوئے ہے۔ اور۔ آہ۔ میں نے ایک اور انوکھی بات بھی محسوس کی ہے۔ میری اس بات کی تصدیق کر دے بوتیکا کہ کیا تو مجھ سے بھی طویل العمر نہیں ہے۔ تیری آنکھوں میں صدیوں کے افسانے بسے ہوئے ہیں، خوب۔ خوب۔ میں ان افسانوں کو پڑھ سکتا ہوں۔ یہ افسانے انوکھے ہیں

میرے جسم کے رُوئیں رُوئیں میں ایک کہانی ہے۔ بول۔ بتا دے بونیکا کیا تو صدیوں کا بیٹا نہیں ہے۔ کیا تو اس زمین سے اُگنے والے جانداروں سے مختلف نہیں ہے۔"

بوڑھے کی باتیں میرے جسم میں سرد لہریں پیدا کر رہی تھیں۔ بلاشبہ اس کا علم لامحدود تھا۔ بلاشبہ وہ آج تک ملنے والے تمام لوگوں سے عجیب تھا۔ میں اس سے بے حد متاثر ہو گیا۔!

"مجھے جواب دے بونیکا۔ میں تیرا پرستار ہوں۔ تیری آمد سے میرے علم میں اضافہ ہوگا۔ میں تیرا ساتھی تیرا مددگار ہوں، میں تیرے احکامات پر چلوں گا۔ میں تیرا دوست ہوں۔ مجھے بتا دے میرے علم نے مجھے دھوکہ تو نہیں دیا ہے۔ آہ جس دن یہ علم مجھے دھوکہ دے گا میں سمندر کی گہرائیوں میں جا سوؤں گا۔!"

"تیرے علم نے تجھے دھوکہ نہیں دیا ہے آشوشا، بلاشبہ تیرا علم لامحدود ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"عظیم بونیکا۔!" بوڑھے کا منہ کھل گیا اور اس کے سفید دانت چمکنے لگے! "یہ سامنے والا پتھر تیرا ہے۔ بیٹھ جا۔ میں نے اس پر اپنے بالوں کا بستر کیا ہے۔ یہ بال میں نے ایک طویل عمر سے جمع کئے ہیں، تاکہ جب تو آئے تو تجھے اپنی عقیدت پیش کر دوں۔!"

"میں تیری عظیم ذہانت کا دل سے قائل ہو گیا ہوں آشوشا۔ اور تیری محبت میرے دل کی گہرائیوں تک پہنچ گئی ہے۔ بلاشبہ اس انداز سے پذیرائی کر کے تو نے مجھے عزت بخشی ہے۔ جس کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔" میں نے دوسرے پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تو بھوکا ہے بونیکا۔ میں اندازہ کر سکتا ہوں۔ پہلے میں تیرا پیٹ بھر دوں۔ پھر تجھے مہینوں بھوک نہیں لگے گی، تو توانا رہے گا" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پتلی پتلی ٹانگوں سے چلتا ہوا دور نکل گیا۔ پھر وہ ایک لکڑی کے پیالے میں ایک سُرخ سیّال لے آیا۔ جو کھول رہا تھا۔ اس میں سے رنگین روشنیاں اُبل رہی تھیں۔ اُس نے پیالہ میرے ہاتھوں میں تھما دیا۔ بلاشبہ مجھے سخت بھوک لگ رہی تھی۔ سیاہ لوگوں کی لائی ہوئی ایک چیز بھی مجھے پسند نہیں آئی تھی۔ میں اس سیّال سے بھی ناواقف تھا۔ لیکن میں نے اس پیالے کو پکڑ کر منہ سے لگا لیا۔ اور پروفیسر میں نے اُسے خالی کر دیا۔!

کیا ہی لذیذ سیّال تھا۔ میں آج تک اس کی لذت اپنے ہونٹوں پر محسوس کرتا ہوں۔ سیّال میرے معدے میں اُتر گیا۔ اور میں نے اپنی بھوک مٹتے محسوس کیا۔ اس کے ساتھ ہی جسم میں توانائی آ گئی تھی۔ میں نے پیالہ ایک طرف رکھ دیا۔ بوڑھا مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"تو گفتگو کا انداز یہ ہونا چاہیئے بونیکا۔ کہ ایک سوال تو کرے۔ اور ایک میں۔ اس طرح کسی ایک کو تشنگی کا احساس نہیں رہے گا۔ دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہوتے رہیں گے۔" اس نے کہا۔ اور مجھے اس کی یہ بات پسند آئی۔!

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں آشوشا۔!"

"تو مہمان ہے۔ میرا دوست ہے۔ پہلا سوال کرنے کا حق تجھے ہے۔"

"میں تیرا شکر گزار ہوں۔ میرا پہلا سوال یہ ہے کہ تیری عمر کیا ہے" میں نے کہا۔

"عمر۔" بوڑھے نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "اس قوم کی آٹھویں پشت میں، میں پیدا ہوا تھا۔ جبکہ اب یہ قوم اپنی تیسویں پشت سے گزر رہی ہے۔ اور ہر پشت کا تخمینہ کم از کم ڈیڑھ صدی لگا لو۔" اس نے جواب دیا۔

"خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہر چند کہ میرے ذہن میں اسی سوال سے متعلق کئی سوال مچل رہے ہیں۔ لیکن اصول کے تحت اب تمہارے سوال کی باری ہے۔"

"اصول پرستی ایک اچھا عمل ہے۔ میرا سوال بھی کم و بیش وہی ہے جو تو نے میرے بارے میں کیا ہے۔ اس سوال کو پوچھنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ میری عمر کے بارے میں معلوم کر کے تجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ جبکہ یہ طویل عمری کی ایک نادر مثال ہے۔!"

اُس کے سوال پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "تیرا خیال درست ہے آشوشا میرے لئے تیری عمر کچھ بھی نہیں ہے۔ اور رہی میری عمر۔ تو اس کا تخمینہ بھی مشکل ہے۔ یوں سمجھ کہ جب یہ زمین لرزاں تھی، زلزلے بکھرے ہوئے تھے، لاوے اُبل رہے تھے۔ دھوئیں اُٹھ رہے تھے، کسی جاندار کا وجود نہیں تھا، لیکن میں موجود تھا۔ میں نے اسے قرار پاتے دیکھا۔ میں نے اس پر کونپلیں پھوٹتے دیکھیں، اور پھر میں نے اس پر کیڑے رینگتے ہوئے دیکھے۔ ابخارات کی نمی نے اس زرخیز مٹی سے بہت کچھ نکال دیا تھا۔ یہ سب میرے سامنے تشکیل ہوا۔ اور جب میں نے زمین پر بہت سے انسانوں کو دیکھا تو پھر میں بھی اُن میں شامل ہو گیا۔ اس وقت کچھ نہ تھا، صرف پہاڑ تھے۔ سمندر تھے۔ درخت تھے۔ انسان خود کو انسان نہیں سمجھتا تھا۔ کوئی زبان نہیں تھی۔ کوئی آواز نہیں تھی۔ سب جاندار صرف جاندار تھے۔ میں نے انسان کا ارتقاء اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے،

میں نے اس جاندار کو دوسرے جانداروں پر افضلیت حاصل کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میں ان تمام مرحلوں میں اس کا شریک رہا ہوں ۔۔۔!" میں نے جواب دیا۔

بوڑھا آشوشا پاگلوں کی طرح میری شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ میرے خاموش ہونے پر بھی مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اٹھا اور میرے قدموں میں گر گیا

"میں۔۔ میں تو تیرے قدموں کی خاک بھی نہیں ہوں تونیکا۔ مجھے معاف کر دے' میں اپنی اس چھوٹی سی کائنات کو تشکیل کر کے ہی مغرور ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ تو اسے دیکھ کر بہت متاثر ہو گا۔ میں نے سوچا تھا کہ میں تجھ پر افضلیت رکھتا ہوں۔ لیکن میں تو تیرے سامنے زمین پر رینگنے والا ایک حقیر کیڑا ہوں" وہ میرے پیر دل سے سر رگڑتے ہوئے بولا۔

"نہیں آشوشا۔ اٹھ جاؤ۔۔ یہ بات نہیں ہے ۔ میں نے صدیوں کی زندگی بھٹکتے ہوئے گزاری ہے ۔ میں انسانوں کے ساتھ ایک تماشائی کی حیثیت سے رہا ہوں۔ میں نے اس طویل زندگی میں کوئی تحقیقی کام نہیں کیا' جبکہ تمہاری یہ کائنات' جسے تم مختصر کہتے ہو میرے لئے بہت دلکش اور حیرت انگیز ہے ۔ مثلاً یہ روشنی کے پھول ۔ میں ان کی حقیقت نہیں سمجھ سکا!"

"روشنی کے پھول۔" آشوشا نے روشن دھات کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" یہ میری دریافت ہے۔ میں ابتدا سے ہی سوچتا رہا ہوں تونیکا۔ کہ اس کائنات کو تشکیل دینے والے نے جو کچھ بنایا ہے' بے مقصد نہیں ہو سکتا۔ ہر چیز میں کوئی خاصیت پنہاں ہے۔ ورنہ زینت دنیا کسی ایک چیز سے بھی ہو سکتی تھی۔ ان تمام چیزوں کو بنانے کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہو گا۔ اور میں اس مقصد کی تلاش میں سرگرداں رہا ہوں۔ میری طویل العمری کا راز بھی میری ایک دریافت میں چھپا ہوا ہے۔ دنیا کی چھان بین کے دوران مجھے کچھ ایسی چیزیں مل گئیں جن کے استعمال سے زندگی قائم رکھی جا سکتی ہے اور میں نے انہیں چیزوں کا استعمال جاری رکھا ہے۔ ہاں تو بات اس روشنی کی ہو رہی تھی۔ یہ روشنی مجھے آبشار سے ملتی ہے پانی کی بے پناہ قوت' ایک بار میں ان پہاڑوں کی سیر کر رہا تھا کہ پھسل کر آبشار پر جا گرا۔ میرے پاس دھات کی ایک چھڑی تھی۔ گرنے کی قوت سے چھڑی پانی سے رگڑی اور اس میں روشنی پیدا ہو گئی جس پر سخت سراسیمگی کے باوجود میری نگاہ پڑ گئی۔ بہرحال میں سخت زخمی ہو گیا۔ لیکن مجھے اپنے زخموں کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ میں تو روشنی کا راز دریافت کر چکا تھا۔ اور پھر جب میں تندرست ہو گیا تو میں نے اس روشنی سے پورا فائدہ اٹھایا۔۔ میں نے ایک آہنی نظام قائم کیا۔ جس کا تعلق گرتے ہوئے پانی سے ہے اور اس طرح میں روشنی لے آیا۔ تم یہاں رہو گے تو میں تمہیں ایک ایک چیز سے روشناس کرا دوں گا۔"

"بے شک۔ تیری سوچ عظیم ہے آشوشا۔ تو تحقیق کا بادشاہ ہے" میں نے متاثر کن انداز میں کہا۔

انسان کسی دور میں بھی پسماندہ نہیں رہا ہے پروفیسر۔ صرف سوچنے کی قوت کو مختلف رنگ ملتے رہے ہیں۔ اور جو رنگ جس قدر پکا ہوا' اس کے سوچنے والے کو فوقیت مل گئی۔ غور کرو' بجلی کے نظام کو کتنے عرصے قبل دریافت کر لیا گیا تھا' بات صرف وہیں تک محدود نہیں تھی' پر اسرار آشوشا نے صدیوں کی تحقیقات سے ایسے ایسے نوادرات جمع کئے تھے جو اس دور کے انسان کے لئے بھی جادوئی حیثیت رکھتے ہیں۔

"لیکن تیری طویل العمری کی داستان سن کر' تیری شخصیت پر غور کرنے کے بعد میں کچھ نہیں رہا تونیکا۔ کیا مجھے سوال کی اجازت ہے ۔؟" آشوشا نے کہا۔

"بے شک ۔۔!" میں نے جواب دیا۔

"میں تیرے جسم کی چمک کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ اپنی اس طویل العمری کے باوجود تیرے حسن' تیری جوانی کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔!" بوڑھے آشوشا نے رشک بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"انسانی جسم میں آنے سے قبل ۔ میں نے خود کو خلاؤں میں بھٹکتے ہوئے محسوس کیا ہے آشوشا' میرے ذرات چاند ستاروں سے لپٹے ہوئے تھے میں نے چاند کی روشنی جذب کی ہے ۔ میں نے ستاروں کو چھوا ہے۔ میں نے سمندر کی گہرائیوں کو ناپا ہے ۔ اور آشوشا اگر تو جھوٹ نہ سمجھے تو ۔ میں نے سورج کے کھولتے ہوئے لاوے میں زندگی گزاری ہے ۔ آگ' پانی' ہوا میرے لئے بے معنی ہے ۔ پانی میری روح کو غسل دیتا ہے ۔ آگ میری جوانی کو تازہ کر دیتی ہے ۔ ہر چیز میرے لئے بے معنی ہے ۔ ہر چیز میری دوست ہے تم مجھے آگ کے سمندر میں جھونک دو ۔ گہرے پانی میں غرق کر دو ۔ ! کوئی نقصان نہیں پہنچے گا!"

"یقیناً ۔ دیوتاؤں کا وجود ہے ۔ تو ہمات بے معنی نہیں ہیں شاید تو اس مخلوق سے ہے جسے پوجا جاتا ہے ۔ تو اس کی زندہ تصویر ہے مجھ سے سب کچھ پوچھ ڈال عظیم تونیکا ۔ اب میرے سوالات ختم ہو گئے' تیری باری ہے ۔"

"میرے ذہن میں بہت سے سوال ہیں آشوشا ۔ !"

"ابتدا کر ۔ میں جواب دوں گا!" آشوشا نے کہا۔

"کالے سردار کا کہنا ہے کہ صدیوں سے تو تونیکا کی آمد کا انتظار کرتا رہا ہے ۔ کیا یہ درست ہے ۔؟"

"ہاں ۔۔ یہ درست ہے تونیکا ۔ میرا علم مجھے بتاتا رہا ہے کہ

کے سمندر سے ایک انسان نکلے گا جو کٹائی والوں کو خوشحالی بخش دے گا۔ کیونکہ وہ خوشحالی کے راز سے واقف ہوگا۔ اور جب جزیرے کے درختوں میں آگ لگی تو میں نے انھیں خوشخبری دی کہ بونیکا کی آمد قریب ہے اور وہ تیرے استقبال کو پہنچ گئے۔!"

"یہ کونسا علم ہے جس نے تجھے یہ اطلاع دی۔!"

"ستاروں کا علم۔! آسمان پر بکھرے ہوئے ستارے ایک تحریر رکھتے ہیں۔ ان میں تفسیر کائنات چھپی ہوئی ہے۔ ہر خطے کے لوگ ان سے ماحول کی رد و بدل کی داستان پڑھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ انھیں ستاروں کی گردش دیکھنے میں دسترس ہو۔۔ میں نے بے شمار راتیں ستاروں کی چال سمجھنے میں گزاری ہیں' اور بالآخر میں ان کی چالیں سمجھنے میں کامیاب ہوگیا۔" یہ علم نجوم تھا پروفیسر جس کی حیثیت مسلم ہے۔ اور دنیا پر چڑھنے والی لاکھوں تہیں اس علم کو نہ دبا سکیں۔ ایک دور ایسا آیا جب دنیا کے بے شمار لوگ علم نجوم کے ماہر تھے اور آج تک ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو ستاروں کی چال کے ماہر ہوتے ہیں۔

"خوب علم ہے آشوشا۔ بس اب ایک سوال اور ہے اس کے بعد ہماری تیری سوال و جواب کی گفتگو ختم ہو جائے گی۔"

"ضرور۔۔ سوال کر بونیکا۔" آشوشا نے مستعدی سے کہا۔

"تو نے اتنی طویل عمر پائی ہے آشوشا' تو صدیوں سے ان لوگوں کے ساتھ رہا ہے۔ تو ان میں سے ہی ایک ہے۔ تیری ذہانت عظیم ہے۔ تو نے اتنے علم حاصل کئے' پھر تو نے ان لوگوں کو خوشحالی کی راہ کیوں نہیں دکھائی۔ تو نے انھیں بونیکا کا محتاج کیوں رکھا۔ تیرے لوگ تھے۔ یہ تیری نسل تھی۔ بھوک اور افلاس سے یہ لوگ خاتمے کے قریب ہیں' تو نے ان کی مدد کیوں نہیں کی ہے۔؟"

"یہ سوال میری زندگی کی کمزوریاں ظاہر کرتا ہے بونیکا۔ لیکن میں تجھ سے اپنی اس کوتاہی' اس خودغرضی کی معافی مانگ لوں گا۔ دراصل ابتدا میں مجھے اس طویل عمری کا احساس نہیں تھا۔ میں اپنی زندگی کو بھی دوسروں کی طرح مختصر سمجھتا تھا۔ لیکن اس تھوڑی سی زندگی میں' میں کچھ علم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مجھے بچپن ہی سے اس کا شوق تھا۔۔ میں نے ان کی طرف توجہ نہیں دی۔ کیونکہ میں خود کو ان سے الگ سمجھتا تھا۔ پھر مجھے طویل عمر مل گئی۔ اور میری تحقیقی حس بڑھ گئی۔ میری عمر جس قدر بڑھتی گئی میرے قویٰ میں اسی قدر سنی آتی گئی۔ میں اپنا ہر لمحہ تحقیق میں گزارنے کا خواہشمند تھا۔ اس لئے میں ان کے لئے کچھ نہ کر سکا' کیونکہ کچھ کرنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔!"

"مجھے یہ سنکر حیرت ہوئی آشوشا۔"

"میری اس خودغرضی پر مجھے معاف کردے بونیکا۔ بے شک میں مجرم ہوں۔ مگر تو ان لوگوں پر خوشحالی ضرور نازل کر۔ اس کے عوض میں اپنے تمام علوم کا نچوڑ تجھے دیدوں گا۔!"

"مجھے یہ سودا منظور ہے آشوشا۔! یوں بھی میں ان کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ معصوم ہیں۔"

"میں ہر قدم پر تیرے ساتھ رہوں گا! میرے تجربات' میری کاوشیں تیرے ساتھ ہوں گی۔"

اور ہم دونوں میں یہ بات طے ہوگئی۔۔ میں اس عالم و فاضل انسان سے کچھ سیکھنے کا خواہشمند تھا اور میں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ وہ میرا پہلا استاد تھا جس نے مجھے بہت کچھ دیا۔ آشوشا نے اپنے خادموں کو بلایا۔ انھیں ہدایت دی کہ وہ بستی والوں کو خوشخبری سنا دیں۔ ان سے کہہ دیں کہ آشو اور بونیکا کی گفتگو مکمل ہوگئی ہے۔ وہ لوگ آبشار کے سامنے والے میدان میں جمع ہو جائیں۔ آشوشا انھیں خوشخبری دے گا۔"

خادم چلے گئے۔! اور آشوشا میری خاطر مدارات کرنے لگا! ہم دونوں میں کچھ اور شرائط طے ہونے لگیں۔ مثلاً آشوشا نے کہا تھا کہ میں چھ سورج ان لوگوں میں' یعنی بستی والوں میں گزاروں۔ ساتویں سورج کی ہر رات آشوشا کے ساتھ گزرے گی اور اس رات میں آشوشا مجھے اپنے علوم سکھایا کرے گا! میں نے یہ بات منظور کرلی تھی۔

دوسری صبح پوری بستی امڈ آئی تھی۔۔ ہر سو انسانی سر نظر آ رہے تھے۔ بے پناہ آبادی تھی پروفیسر۔ بے شک اگر کچھ اور دن کے لئے خوراک کا انتظام اور نہ ہوتا تو اس آبادی میں خوفناک بربادی پھیلتی' معصوم لوگ بھوک سے بلک بلک کر مرجاتے۔ میں نے اس آبادی کو دیکھا۔ ان تمام معصوموں کی زندگی بچانی تھی۔ انھیں جدید نظام زندگی دینا تھا اور میں اس نظام سے بخوبی واقف تھا۔ جب سورج نکل آیا تو آشوشا میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ بوڑھا آشوشا اس قدر ناتواں ہونے کے باوجود بے حد پھرتیلا اور چاق و چوبند تھا۔ اس کی آنکھوں کی توانائی اس کے پورے جسم کی نمائندگی کرتی تھی۔ سیاہ چہرے پر اس کی برف جیسی سفید ڈاڑھی بے حد عجیب معلوم ہوتی تھی۔ اور اس کے ساتھ میں تھا۔ میں پیلے رنگ کا شعر انسان۔!

سیاہ فاموں نے ہمیں دیکھا۔ اور سجدے میں گر پڑے۔ مجھے احمق طاآس یاد آگیا۔ ان مناظر سے تو وہی خوش ہو سکتا تھا۔ یہ مناظر

اس کو بہت پسند تھے۔ مجھے ان سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ میں نے بوڑھے آشوشا
کی طرف دیکھا۔ آشوشا خود بھی میری طرف ہی دیکھ رہا تھا۔!

"ان سے کہو آشوشا کھڑے ہو جائیں۔ میں ان میں سے ہوں۔
میں ان کا دوست ہوں' ان کا معبود نہیں۔ مجھے سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں
یہ مجھے اپنا دوست اپنا ہمدرد سمجھیں۔!"

"بے شک۔ طاقت کے ساتھ اگر عظمت بھی ہو تو شخصیت ناقابل تسخیر
ہوتی ہے۔ میں تمہاری عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ سنو۔ سنو۔ کمتالی کے خوش نصیبو
عظیم لوتیکا کیا کہتا ہے۔ سنو غور سے سنو۔ یہ وہی ہے جس کے بارے میں
میں صدیوں سے کہتا آرہا ہوں۔ یہی تمہارا رہنما ہے۔ یہی تمہارا رہبر ہے۔ سنو
وہ کہتا ہے۔ وہ تمہارا دوست ہے' تمہارا دیوتا نہیں' اسے سجدہ مت کرو۔
اسے اپنی تکلیفیں بتاؤ۔ اس سے بھائیوں کی طرح مدد طلب کرو' وہ تمہارے
شانہ بشانہ رہ کر کام کرے گا۔ تمہاری خوشحالی کے لئے تمہارا شریک ہوگا۔!
سنو۔ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم اس کے احکامات پر عمل کرو۔ اس بات پر
غور کرو کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ صرف وہ کرو جو وہ کہتا ہے۔ تب خوشحالی
تمہارے قدم چومے گی اور تم سرسبز و شاداب ہو گے۔"

"عظیم لوتیکا۔ سلامت رہے۔ عظیم لوتیکا' ہمارا بھائی۔ ہمارا
ساتھی' ہمارا دوست سلامت رہے۔!" چاروں طرف سے غلغلہ اٹھا اور
ہاڑیاں ہلنے لگیں۔ میں محبت آمیز نگاہوں سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔
اس دلچسپ بستی میں میرا دل لگ گیا تھا۔ میں ان لوگوں کو تہذیب کی لذتوں
سے روشناس کرانے کا خواہشمند تھا۔ وہ محبت کے جواب میں محبت دینے والے
انسان تھے۔ تب میں نے پہلی بار ایک حکم صادر کیا۔

"کمتالی کے لوگو!۔ میرا جھونپڑا بھی تمہارے درمیان ہوگا۔ میرے
لئے ایک بڑا جھونپڑا بنادو۔ یہ جھونپڑا میری نگرانی میں بنے گا۔ تم اس کے لئے
سامان اکٹھا کرلو۔ مقدس آشوشا کے مشوروں سے میں تمہارے مسائل حل کروں گا
مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں تمہارے لئے اس زمین کو خوشحال بنادوں گا۔"

ایک بار پھر خوشی کے نعرے بلند ہوئے۔ آشوشا بھی خوش نظر
آرہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "جاؤ۔ لوتیکا کے کہنے پر عمل کرو۔!"

اور لوگوں انسانوں کا سمندر منتشر ہونے لگا! تب آشوشا نے
میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "میری بستی کے نجات دہندہ۔ میرے دوست' جاؤ
ان کے لئے کام کرو۔ ساتویں چاند کی رات میں اسی چٹان پر تمہارا انتظار کروں گا۔"

"ٹھیک ہے آشوشا۔ لیکن مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"بتاؤ میرے دوست۔ تمہیں کیا چاہیئے۔؟" آشوشا نے پوچھا

غضب کا قیافہ شناس تھا یہ شخص جس کا اندازہ مجھے بار بار ہوا۔ صرف عضلات
کی کھنچاوٹ سے وہ پتہ لگا لیتا تھا کہ مقابل کیا سوچ رہا ہے۔

"مجھے وہ دھات چاہیئے' جس سے تو نے روشنی پیدا کی ہے۔!

"اوہ۔ اس کا بڑا ذخیرہ میرے پاس موجود ہے۔ بستی کے
لوگوں کو بھیج دے۔ میں ذخیرہ تیرے پاس منتقل کردوں گا۔"

"بس ٹھیک ہے۔!" میں نے کہا اور بوڑھے آشوشا نے میری
پیشانی کو بوسہ دیا۔ تب میں پہاڑ سے اترا اور بستی کی طرف چل دیا۔ بہت
لوگ راستے میں میرے ساتھ ہو لئے تھے۔ وہ اپنے لکڑی کے نوکدار ہتھیار
جھکائے میرے پیچھے احترام سے چل رہے تھے۔ ان کے ساتھ میں بستی میں
داخل ہوا۔ یہاں میں نے ایک دلچسپ منظر دیکھا۔ ایک کھلے میدان میں درختوں
اور جھاڑ جھنکاڑوں کا انبار لگا دیا گیا تھا۔ بے شمار لوگ لکڑیاں اور دوسری
چیزیں لئے چلے آرہے تھے۔ میں نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور انہیں مزید کچھ
لانے سے منع کیا۔ تب وہ رک گئے اور سردار میرے نزدیک پہنچ گیا۔ لوہا موجود
نہیں تھا۔ تمام کام ہاتھ سے لینے تھے۔ میں نے انھیں زمین پر لکیریں کھینچ کر
بتایا کہ میرا کرال کس طرح بنے گا۔ سردار غور سے اسے دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے
دوسرے کچھ لوگوں کو بلا کر وہ نقشہ دکھایا۔ سب حیران رہ گئے۔ بہر حال کام
شروع ہو گیا۔ بے شمار لوگ تھے جو کام کر رہے تھے۔ سردار مجھ سے پوچھ پوچھ کر
انھیں ہدایات دے رہا تھا۔ اور وہ پوری تندہی اور خوش دلی سے کام کر رہے تھے
جو کام دل و جان سے کیا جائے' اس کے بگڑنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔
عظیم الشان کرال پلک جھپکتے تیار ہو گیا۔ اور جب کرال تیار ہو گیا تو سردار اور
دوسرے لوگوں نے اسے حیرت و تعجب سے دیکھا۔

"بے شک۔ یہ لوتیکا کا کرال ہے۔" سردار نے تعریفی لہجے میں کہا

"کچھ عرصے کے بعد تمہارے کرال بھی ایسے ہی ہوں گے۔ اپنے لوگوں
سے کہو واپس جائیں۔ آج ہی میں بہت سے احکامات دوں گا! اور تم
جوانوں کو آشوشا کے پاس بھیج دو' میں نے آشوشا سے جو چیز مانگی ہے اسے لے
آئیں۔!" میرے منہ سے نکلا۔ تعمیل ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد لوہے کا
بڑا ذخیرہ میرے کرال کے صحن میں ڈھیر تھا۔

تب میں نے نقشوں کی مدد سے زمین میں گڑھے کھود کر بھٹیاں
تیار کرائیں اور سردار کو دوسرا حکم دیا۔ قوی ہیکل جوان یہ کام سوچے سمجھے بغیر
نہایت دلچسپی سے کر رہے تھے۔ نوکدار پتھروں سے مٹی کھودی جارہی تھی۔
فی الحال انھیں پتھروں سے کام لیا جارہا تھا۔ سمندر کے پانی سے گارا بنایا گیا
اور رات ہونے تک بہت سی بھٹیاں تیار ہو گئی تھیں۔ اب مجھے ان

کے خشک ہوجانے کا انتظار تھا۔ چنانچہ میں نے سردار اور دوسرے لوگوں کو
آرام کرنے کے لئے کہا۔ اور وہ سب چلے گئے۔ لیکن چند سیاہ فام رضاکارانہ
طور پر میرے کرال کے گرد پہرہ دینے کے لئے رُک گئے تھے۔ فی الحال ان لوگوں
کو صرف اپنے وسائل سے کام لینا تھا۔ بہرحال کام شروع کرنے کے لئے
تھوڑا بہت وقت درکار تھا۔

نرم سمندری گھاس کے بستر پر لیٹا ہوا میں ان لوگوں کے بارے
میں سوچ رہا تھا۔ میرے دل میں ایک انوکھی اُمنگ تھی۔ اتنی دلچسپی مجھے کبھی
نہیں محسوس ہوئی تھی حالانکہ میں نے دوسروں کے لئے بہت کچھ کیا تھا۔
لیکن ان سادہ اور معصوم لوگوں کے لئے میرے تاثرات ایسے ہی تھے جیسے
ایک مشفق باپ کے اپنی اولاد کے لئے ہوتے ہیں۔۔ میں ان لوگوں کو ایسا سمجھ
رہا تھا۔ جیسے وہ معصوم بچے ہوں۔ ان کے پاؤں کمزور ہوں۔۔ اور میں انہیں
دنیا دکھانے کی تیاریاں کر رہا ہوں۔!

نہ جانے کب تک میں ان کے بارے میں پروگرام بناتا رہا۔ مجھے صبح
ہونے کا انتظار تھا۔ میں چاہتا تھا کہ جلد صبح ہوجائے اور میں کام شروع
کرادوں۔ پھر مجھے بوڑھے آشوشا کی شخصیت یاد آئی۔۔ ان لوگوں کو پسماندہ
رکھ کر آشوشا نے ایک جرم کیا تھا۔ اگر وہ بذاتِ خود ان کے لئے کام کرتا تو آج
یہ بھی شاندار انسانوں کی سی زندگی بسر کر رہے ہوتے۔ لیکن عجیب تھا وہ۔ اپنے
علوم میں اس قدر مگن تھا کہ صدیاں گزرنے پر بھی وہ کسی دوسرے کا انتظار
کر رہا تھا۔!

بہرحال دل سے میں اس کے علوم کا قائل تھا۔ میں تو اتفاق سے
ادھر آنکلا تھا۔ ورنہ سمندر کی اس آگ کو نظرانداز کر کے میں آگے بھی بڑھ سکتا
تھا۔ لیکن۔۔ اس کے علم نے بتایا تھا کہ میں ضرور آؤں گا اور آگ سے
برآمد ہوں گا! ستاروں کا علم بھی عجیب تھا۔ بہرحال میں اس بوڑھے سے
کچھ سیکھنا چاہتا تھا اور اس کے عوض میں اس کی بستی کو خوشحال بنانے کے لئے تیار
تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے ذہن کو خالی کر دیا۔ خاص بات یہ تھی کہ مجھے بھوک
پیاس کا کوئی احساس نہیں تھا اور یہ بھی بوڑھے آشوشا کے اس لذیذ سیال کا کمال
تھا اس نے مجھے پہلے ہی اس کے بارے میں بتادیا تھا۔! صبح کو سردار اور اس
کے ساتھ چند لوگ میرے پاس آئے، ان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء
تھیں لیکن اوّل تو مجھے بھوک نہیں تھی سوئم اس میں کوئی قابلِ استعمال چیز بھی نہیں
تھی۔ میں نے نرمی سے سردار کو منع کر دیا کہ ابھی مجھے خوراک کی ضرورت نہیں ہے۔
پھر میں نے چند ذہین اور محنتی جوانوں کو طلب کیا۔۔ اور تقریباً تیس آدمی میرے
سامنے آگئے۔! میں نے انہیں ایک طرف بٹھادیا۔ باقی لوگوں سے میں بھٹیوں
کے لئے خشک لکڑیاں لانے کے لئے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد بھٹیاں سلگ
اٹھیں۔ آگ بھڑکنے لگی۔ تب میں نے اس آگ میں لوہا ڈال دیا۔ فولاد پگھلنے میں
خاصا وقت لگا! اس دوران میں نے زمین میں گڑھے کر کے سانچے بنا لئے تھے۔ یہ
کلہاڑیوں اور درخت کاٹنے کے دوسرے سامان کے سانچے تھے۔ اس کے ساتھ میں
نے صاف اور مضبوط پتھر بھی منگوالئے تھے۔ پگھلے ہوئے لوہے کو بھٹیوں
سے نکالنے کا کام بھی لمبے لمبے پتھروں کی مدد سے ہی کیا گیا۔ میں خود انہیں
سب کچھ کر کے بتا رہا تھا۔ پگھلے ہوئے سرخ فولاد کو زمین کے سانچوں میں بہتے
دیکھ کر سب حیران اور خوفزدہ تھے۔ انھوں نے اس سے قبل ایسے عجوبے نہیں
دیکھے تھے۔ لیکن سب انتہائی دلچسپی اور لگن سے میرے احکامات پر عمل کر رہے
تھے۔ دوپہر تک میں یہ کام کرتا رہا۔ اور تمام سانچے بھر گئے۔ کام میری
مرضی کے مطابق ہو رہا تھا۔ پھر جب فولاد ٹھنڈا ہوگیا تو میں نے سانچوں کو کھلوا کر
فولاد کے ڈھیر نکلوا لئے۔ اب دوسرا کام انہیں پتھروں پر گھسوا کر دھاردار
بنانا تھا۔!

پھر جب رات ہوئی تو سینکڑوں کلہاڑیاں، اور دھاردار تیشے
تیار ہوچکے تھے۔ لیکن اِن سادہ دل انسانوں کی سمجھ میں یہ نہیں آیا تھا۔ کہ ان
کا کیا کیا جائے گا! صبح کو میں نے کلہاڑیوں کے دستے وغیرہ تیار کرائے، اور پہلا
مرحلہ مکمل ہوگیا۔۔ میں نہایت سرگرمی سے کام کر رہا تھا، پھر جب پہلی کلہاڑی
لے کر سردار کے ساتھ میں تھوڑے فاصلے کے ایک چوڑے درخت کے قریب پہنچا
تو سب مجھے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے سردار اور دوسرے لوگوں کو
مخاطب کیا اور دستہ پکڑ کر کلہاڑی کو درخت کی جڑ میں مارا۔ سب چونک پڑے
تھے۔ میں کلہاڑی سے درخت کی جڑ کاٹتا رہا۔ فولاد کی مضبوط کلہاڑی۔ اور
پھر میرے بازو۔ وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسے تناور درخت کو اس
آسانی سے گرایا جاسکتا ہے۔ وہ تو کسی درخت کو بھی گرانے کے لئے نہ جانے
کون کون سے جتن کرتے تھے۔ تھوڑی دیر کی محنت کے بعد تناور درخت زمین
پر آرہا۔ اور جنگلی خوف و دہشت سے نعرے لگانے لگے! وہ خوش بھی تھے
اور حیران بھی۔ کبھی وہ گرے ہوئے درخت کو دیکھتے اور کبھی مجھے۔ تب
میں نے ان سب کے ہاتھوں میں بھی کلہاڑیاں دیں اور ان سے اسی انداز میں
درخت کاٹنے کے لئے کہا۔ پھر جب چند جنگلیوں نے ایک درخت گرالیا تو
ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔۔ وہ کلہاڑیاں پھینک کر درخت کے گرد ناچنے
لگے۔ خود سردار بھی بے حد خوش نظر آرہا تھا۔

یہ موٹے درخت کاٹنے کا دن تھا۔ ابھی تو مجھے بہت کچھ کرنا
تھا۔ چنانچہ رات کی نشست میرے کرال میں ہوئی، میں نے سردار سے کہا کہ

اب جوانوں کے گروہ بنا دیئے جائیں۔ جنہیں مختلف کام سونپ دیئے جائیں، اور سردار نے میری رائے سے اتفاق کیا۔ اس نے یہ کام نہایت خوبی سے کر لیا۔ چنانچہ پروفیسر۔ میں نے پتلے اور لمبی چھال والے درختوں سے چھال اتروانا شروع کر دی۔ یہ کام عورتیں بھی کر سکتی تھیں۔ سیاہ فام وحشی دن رات کام میں مصروف رہنا چاہتے تھے۔ ان کے لئے یہ انوکھے کام بہت دلکش تھے، اور اب ایک بہت بڑا ورکشاپ قائم ہو گیا تھا۔ عورتیں مچھلیاں پکڑنے کے جال بن رہی تھیں، جو درختوں کی مضبوط چھال کے تھے اور مرد درختوں کے تنوں کو کھوکھلا کر کے کشتیاں بنا رہے تھے۔ یہ کام کا پانچواں دن تھا۔ اور بے شمار کشتیاں اور جال تیار تھے۔ لیکن ان لوگوں کی سمجھ میں ابھی یہ نہیں آ رہا تھا کہ ان سب کا ہوگا کیا۔؟

پانچویں دن کی دوپہر کے بعد میں نے ایک بڑی کشتی پانی میں [illegible] دو چپوّ اور مضبوط پتوار سنبھالے۔ اور جب میں سردار کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا تو سردار بُری طرح کانپ رہا تھا۔ میں نے اسے [illegible] اور ہمت سے کام لینے کا مشورہ دیا اور پتوار کی مدد سے کشتی آگے [illegible]۔ پوری بستی سمندر کے کنارے اُمڈ آئی تھی۔ سب منہ پھاڑے دیوقامت کشتی کو لہروں سے کھیلتے ہوئے آگے بڑھتے دیکھ رہے تھے۔ کشتی سبک روی سے سمندر میں آگے بڑھ رہی تھی۔ کنارا بہت دُور رہ گیا تھا اور جب ہم کھلے سمندر میں نکل آئے۔ تو میں نے پتوار سمیٹ لئے، اور چھال کی رسیوں سے بنا مضبوط جال اُٹھا لیا۔ سردار بت کی طرح ساکت بیٹھا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سوچ رہا ہو کہ اگر اس نے ذرا بھی جنبش کی تو سمندر میں جا پڑے گا۔ وہ پھٹی پھٹی ہوئی آنکھوں سے میری حرکات دیکھ رہا تھا، اور پھر میں نے جال سمندر میں پھینک دیا۔ اور انتظار کرنے لگا۔ جال کی مضبوط ڈوریاں میرے ہاتھوں میں تھیں اور میں بغور سمندر کا جائزہ لے رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں جال بے انتہا وزنی ہو گیا تو میں نے اسے کھینچ لیا۔ اور پھر میں اسے کھینچنے لگا۔ سردار نے بڑے خوفزدہ انداز میں گردن ٹیڑھی کر کے جال کی طرف دیکھا۔ اس دن قسمت بہت مہربان تھی۔ جال باہر آیا تو مچھلیوں سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ چھوٹی بڑی بے شمار مچھلیاں اس میں پھڑک رہی تھیں۔ سردار اپنی بے ساختگی کو نہ روک سکا۔ وہ پھرتی سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن کشتی ڈگمگائی تو چاروں شانے چت گر پڑا۔ اور مجھے ہنسی آ گئی۔ لیکن اس وقت اسے کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ کشتی کے کنارے پکڑ کر اٹھا۔ اور کنارے پکڑے ہی پکڑے مچھلیوں کو دیکھتا رہا۔ اتنی مچھلیاں ــــــ تو تمام لوگوں نے مل کر بھی کبھی... نہیں پکڑی ہوں گی۔ مچھلیاں تو ان کے ہاں عنقا تھیں، کبھی کبھی ہاتھ لگتی تھیں،

بہرحال میں نے جال کشتی میں خالی کر دیا اور پھر کشتی وہاں سے آگے بڑھا دی۔ صرف تین جال ڈالے گئے۔ یہ دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ وہاں مچھلیاں کثیر تعداد میں تھیں۔ تین جالوں میں کشتی لبالب بھر گئی۔ اس سے زیادہ گنجائش نہیں تھی۔ تب ہم واپس چل پڑے۔ سردار کا حلیہ جوشِ مسرت سے بگڑ گیا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح کبھی مچھلیوں کو دیکھتا کبھی مجھے، اور کبھی ساحل کو۔ اور جب کشتی ساحل کے قریب پہنچی تو اس نے کافی لمبی چھلانگ لگا دی۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھائے اُچھل رہا تھا۔ اور سخت بدحواسی کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

"بستی والو۔ دیکھو۔ حیرت سے پاگل ہو جاؤ۔ یوبیکا نے درختوں کو خالی کیا اور وہ سمندر پر دوڑنے لگے۔ پھر اس نے جادو کا رستہ پانی پر پھینکا اور مچھلیاں اس پر لپکیں۔ دیکھو، چاندی کی طرح چمکتی ہوئی مچھلیوں کو دیکھو، جو درخت میں بھری ہوئی ہیں۔ دیکھو۔" اور لوگ کشتی کی طرف دوڑ پڑے۔ اِس دوران میں نے رسّے کی مدد سے کشتی کو کنارے پر کھینچ لیا۔ تمام وحشی مچھلیاں دیکھتے ہی ٹوٹ پڑے۔ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ میں انھیں خوش ہونے کا پورا پورا موقعہ دینا چاہتا تھا۔ اور جب وہ سب خوشی سے سرشار ہو گئے تو میں نے کہا۔

"بستی والو۔ میری طرف سے پہلا تحفہ قبول کرو۔ درختوں کے خالی تنوں میں بیٹھ کر تم سمندر میں جاؤ گے، اور انھیں مچھلیوں سے بھر لاؤ گے۔ یہ تمہاری خوراک کا عارضی بندوبست ہے۔ ابھی تو بہت کچھ ملے گا! آؤ میرے ساتھ سمندر میں چلو۔ میں تمہیں مچھلیاں پکڑنی سکھا دوں۔!"

بہت سے جیالے میرے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔ میں نے انھیں کشتیوں میں بٹھایا۔ پتوار چلانا سکھایا۔ اور اس سلسلے میں بہت سے دلچسپ حادثے پیش آئے! لیکن میں موجود تھا۔ پانی میں گر جانے والوں کو میں نے بہ آسانی نکال لیا۔ پوری شام میں انھیں مچھلیاں پکڑنا سکھاتا رہا۔ گو مچھلیاں بہت زیادہ نہیں پکڑی گئی تھیں۔ لیکن پھر بھی یہ بڑی کامیاب کوشش تھی مزید کشتیاں تیار کر کے اور خوب تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ لوگ کھلے سمندر میں دور تک نکل کر مچھلیاں پکڑ سکتے تھے۔ اور اس طرح ان کی غذا کا مسئلہ کسی حد تک حل ہو سکتا تھا۔! سو پروفیسر۔ پورے ایک ہفتے تک میں انھیں سمندر میں مچھلیاں پکڑنے کے گُر سکھاتا رہا۔ اور ان میں سے ہر ایک میرا بہترین شاگرد ثابت ہوا۔ وہ لوگ اب خود درختوں کے تنے کاٹ کر ان کی کشتیاں بنا لیتے تھے۔ اور پھر میرے سکھائے ہوئے لوگ انھیں بھی مچھلیاں پکڑنا سکھا دیتے۔ میں زیادہ سے زیادہ کشتیاں تیار کرانا

چاہتا تھا کیونکہ فی الحال کاشت وغیرہ میں کافی دیر لگ جاتی۔ مچھلیاں انھیں وقتی سہارا دے سکتی تھیں۔ چنانچہ اب بستی کا ہر فرد کشتی بناتا نظر آتا اور دوسرے لوگ اسے کشتی رانی کی تربیت دیتے۔ عورتیں جال بنتیں اور اب ہر شام سمندر سے تھوڑے فاصلے پر مچھلیوں کے انبار نظر آتے۔ یہ بہترین غذا اب تقریباً سب کو مل جاتی تھی۔ وہ اسے باقاعدہ آگ پر بھون کر کھانا سیکھ گئے تھے! چنانچہ اب میں دوسرے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اس ضمن میں، میں آشوشا سے ملاقاتوں کا حال نظر انداز نہیں کروں گا پروفیسر۔ کیونکہ ہزاروں سال قبل کے عظیم سائنسداں کے کارناموں کو نظر انداز کر دینا ناانصافی ہو گی اور پھر میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ بہت سے علوم کے حصول میں وہ میرا استاد ہے۔ آشوشا کو میرے پہلے کارنامے کی خبر ہو چکی تھی ساتویں رات وہ خود ساحل پر آیا۔ اور اس نے بڑی دلچسپ نگاہوں سے کُنتالی کے باشندوں کو مچھلیاں پکڑتے دیکھا۔ واپسی میں اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

"کیا تم یہ رات میرے ساتھ نہیں بسر کرو گے یوتیکا۔؟"

"حسبِ وعدہ۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

"بلاشبہ تم نے کُنتالی کے افسردہ لوگوں کی قسمت کا ایک باب کھول دیا ہے۔ میں اس کے لئے تمہارا احسانمند ہوں۔"

"میں نے کسی کو احسانمند کرنے کے لئے یہ کام نہیں کیا۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم آبشار کے نزدیک پہنچ گئے۔ تب بوڑھے نے ایک سُرنگ تک میری رہنمائی کی۔ اس سُرنگ کا دہانہ آبشار کے گرتے ہوئے پانی میں کھلتا تھا۔ یہاں بوڑھے نے مجھے روشنی کا نظام دکھایا جو گرتے ہوئے پانی سے توانائی حاصل کر کے بنایا گیا تھا۔! اور میں نے اس نظام کو بغور دیکھا۔ پھر رات کو جب میں بوڑھے کے ساتھ سُرخ سیّال پی رہا تھا تو میں نے اس سے کہا۔" اس طرح تو پوری بستی روشن کی جا سکتی ہے آشوشا۔!"

"کیا مطلب۔؟"

"میں تمہیں عملی طور پر بتاؤں گا۔!"

"ناممکن ہے یوتیکا۔ یہاں صرف ایک آبشار ہے۔ اس سے صرف تھوڑی سی قوت حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ پراسرار قوت کہیں اور نہیں لے جائی جا سکتی۔!" آشوشا نے کہا۔

"میں تمہیں عملی طور پر یہ کر کے دکھاؤں گا آشوشا۔ تم سمندر کو نظر انداز کیوں کر رہے ہو۔؟"

"لیکن اس کا پانی ساکن ہے۔ وہ حرکت نہیں کر سکتا۔"

"میں اسے حرکت دوں گا۔ اور جب میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا تو تمہیں اطلاع دوں گا۔!" میں نے کہا۔ اور آشوشا میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"تو غیر معمولی انسان ہے۔ تیرے ذہن میں کائنات کی وسعت ہے۔ اگر تو نے ایسا کر لیا تو مجھے حیرت نہ ہو گی۔ بتا اب میں تجھے کونسا علم سکھاؤں میں جو کچھ جانتا ہوں تجھے بتا دوں گا۔ میں تجھے اپنا سب کچھ سونپنے کو تیار ہوں۔"

"میں پیشگوئی کرنا سیکھنا چاہتا ہوں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ آنے والے وقت کا پتہ کس طرح چل سکتا ہے۔؟"

"تب آ۔ ہم ستاروں کے نیچے چلیں۔ میں تجھے ستاروں کی زبان سکھاؤں گا۔" اور ہم دونوں اُٹھ کر کھلے آسمان کے نیچے نکل آئے۔ آشوشا ایک پتھر پر بیٹھ گیا تھا۔ اور پھر وہ مجھے ستاروں کی پہچان کرانے لگا! بھلا مجھے انھیں پہچاننے میں کیا دقت ہو سکتی تھی۔ میں نے تو انھیں بہت قریب سے دیکھا تھا میرے ذہن میں تو ان کی پوری ہیئت محفوظ تھی۔ تو یوں پروفیسر میں نے اس سے ستاروں کا علم سیکھنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف میں اپنا کام بھی کر رہا تھا! اب میں نے مختلف کاموں کے لئے مختلف گروہ بنا لئے تھے۔ ایک گروہ مچھلیاں پکڑنے نکل جاتا اور ساحل پر مچھلیوں کے انبار لگاتا رہتا، دوسرے لوگ ان مچھلیوں کو صاف کرتے۔ اجتماعی طور پر انھیں بھونا جاتا۔ شام کی خوراک ہی صبح اور دوپہر کو استعمال ہوتی تھی۔ دوسرا گروہ اب آبشار سے بہنے والی [illegible] کو کاٹ کر خشک زمینوں میں لے جا رہا تھا۔ اور اس علاقے کا ایک بڑا حصہ [illegible] پانی سے سیراب ہو رہا تھا۔ خود میں آج کل سردار اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ جنگل میں ترکاریوں اور اناج کے بیج تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ ایک تیسرا گروہ مضبوط پتھروں کے زمین کھودنے والے ہل بنا رہا تھا۔ ایک خراب بات یہ تھی کہ ان سیاہ فاموں نے جنگل کے کسی جانور کو نہیں چھوڑا تھا۔ چرندے، درندے سب ان کی خوراک بن گئے تھے اور اب جنگل میں کسی جانور کا نشان نہیں نظر آتا تھا جن کی افزائشِ نسل کی جاتی۔

دوسرے مرحلوں میں ہلوں سے زمین کا سینہ چیرا گیا اور اس میں بیج دفن کر دیئے گئے۔ پھل والے درختوں کے پودے لگائے گئے۔ اور اس طرح پہلی فصل کی تیاریاں ہونے لگیں۔ مچھلیاں وقتی طور پر کارآمد ثابت ہو رہی تھیں فصل اُگانے کی پوری تربیت کے بعد میں نے دوسرے کاموں کی طرف توجہ دی اس دوران بوڑھے آشوشا کی اور میری ملاقاتیں جاری رہیں۔ میں ستاروں کے علم میں کامل ہو گیا تھا۔ اب میں موسم کے بارے میں پیشگوئیاں کرتا جو

حرف بحرف درست نکلیں۔ میں نے ستاروں کے علم سے بہت سے تجربے کئے جو
مکمل طور پر کامیاب ہوئے۔ بوڑھے آشوشا کی شخصیت کے پردے آہستہ آہستہ چاک
ہو رہے تھے۔ اس نے مجھے علم القیافہ کے بارے میں بتایا۔ جس کا اس وقت کوئی
نام نہیں تھا۔ تمام علوم کو جادو سے تعبیر کیا جاتا تھا!

یہ ایسی ہی ایک رات کی بات تھی۔ یہاں ان وحشیوں میں رہتے
ہوئے طویل عرصہ گزر گیا تھا۔ اس دوران میں عورت سے بالکل دور رہا تھا۔
خاص طور سے ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ ہاں کبھی کبھی کسی نوخیز لڑکی کے برہنہ
جسم کو دیکھ کر ذہن میں سنسنی دوڑ جاتی تھی۔ ابھی تک میں ان کے لئے لباس کا بندوبست
نہیں کر سکا تھا۔ تاہم میں نے ایسی چیزیں کاشت ضرور کرا دی تھیں جن سے لباس
تیار ہو سکتا تھا۔ اس شام بھی جب میں آشوشا کے پاس جا رہا تھا' پہاڑی کے
دامن میں' میں نے ایک نوجوان جوڑے کو دیکھا' جو بے فکری سے ایک دوسرے
میں مگن تھا۔

حسب معمول یہاں بھی میں ایک مقدس حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے
خود کو لئے دیئے رکھنا پڑتا تھا۔ میں وہاں نہ رکا۔ لیکن دل میں ایک ہلچل مچ
گئی تھی۔ میں ان سیاہ فام لڑکیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جن کے رنگ سیاہ
ہوتے تھے۔ خد و خال بھی جاذب نگاہ نہ ہوتے' لیکن جسم بے حد حسین ہوتے۔
کیا ان میں سے کوئی لڑکی مجھے نہیں مل سکے گی!

ظاہر ہے یہ لوگ خود تو ایسی کوئی بات سوچ نہیں سکتے۔ پھر
میں کیا کروں۔ کس طرح اپنی اس ضرورت کا اظہار کروں۔ کوئی ترکیب سمجھ
میں نہیں آئی! پہاڑوں کے پراسرار غار میں آشوشا میرا منتظر تھا۔ بوڑھی لیکن
گہری سرخ نگاہوں نے مجھے دیکھا' اور آشوشا اپنے لاغر بدن کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"خوش آمدید پوتیکا۔ میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔!"

"آج کس موضوع پر گفتگو ہو گی آشوشا۔؟"

"آج میں تم سے گزرے ہوئے دور کی داستانیں معلوم کروں گا۔
تمہاری زندگی کے وہ حصے زیر بحث لاؤں گا جو ابھی تک میری نگاہوں سے
پوشیدہ ہیں۔"

"میری زندگی تو صدیوں کی طویل داستان ہے آشوشا۔ جس
باب کو شروع کروں گا' ختم ہونا مشکل ہو گا۔!"

"مجھے احساس ہے۔" آشوشا نے عجیب سے انداز میں کہا اور میری شکل
دیکھنے لگا! اچانک اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا ہوئی اور اس نے کہا۔ "میں
صرف چند باتیں معلوم کروں گا۔!"

"پوچھو۔؟"

"اس طویل زندگی میں تم کبھی اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتے۔؟"

"اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میں نے خود پر جمود نہیں طاری
ہونے دیا۔ میں متحرک رہا' ایک جگہ سے دوسری جگہ۔ نت نئے کام' نت
نئے ہنگامے۔ تاہم کبھی کبھی مجھے طویل نیند کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔"

"طویل نیند۔؟ اس سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"جب میں تھک جاتا ہوں آشوشا' تو پھر صدیوں کے لئے سو
جاتا ہوں۔ اور وقت آگے بڑھ جاتا ہے۔ اور جب میں نئے وقت میں
آنکھ کھولتا ہوں تو ماحول بدل چکا ہوتا ہے۔ اور نئے ماحول کی دلچسپیاں
مجھے خود میں گم کر لیتی ہیں۔"

"اوہ۔ بہت عمدہ۔ بہت عمدہ۔" وہ دلچسپی سے آگے بڑھ آیا
"خوب بات بتائی تم نے' بلاشبہ اگر زندگی طویل ہو۔ تو یوں فطرت کا
جمود ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن جوان۔ لیکن میرے عظیم دوست' لیکن مقدس
پوتیکا۔ طویل نیند کے دوران تم اپنے جسم کو کس طرح محفوظ رکھتے ہو۔؟"

"میں نے کبھی اس کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ میں نے جاگنے
کے بعد خود کو ہمیشہ یکساں پایا۔" میں نے کہا اور اسے اپنی طویل نیند کی کہانی
سنائی۔!

"تمہاری خوش بختی۔ اگر تم برف میں دفن نہ ہوتے تو شاید تمہارا
جسم خراب ہو جاتا۔ اور اگر آئندہ طویل نیند سونے سے قبل تم نے اپنے
جسم کی حفاظت نہ کی تو ممکن ہے تم ہڈیوں کے خشک ڈھانچے میں بدل جاؤ۔
اس لئے میری ہدایت ہے کہ جسم کو محفوظ کرنے کے گُر ضرور سیکھ لو۔ میں
تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔"

"ممکن ہے۔ تمہارا خیال درست ہو۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا
بوڑھے کا خیال مجھے درست ہی معلوم ہوا تھا۔ ہوا اور پانی کی نمی کی غیر موجودگی
سے جسم خراب بھی ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے میں کسی نیند سے جاگتا تو میرا جسم بھی گل
چکا ہوتا۔ میں نے اس سلسلے میں کچھ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

"اس کے علاوہ۔!" بوڑھے نے پرخیال انداز میں کہا۔ "تمہیں
آنے والے دور کا تعین کر کے سونا چاہئے۔ تم انسانی خیال کا تجزیہ کرو تو
اس سے تم آئندہ ادوار میں انسان کے ذہنی ارتقاء کا تعین کر سکتے ہو۔ اس
کے رجحان سے اس کے انداز فکر کا پتہ لگا سکتے ہو اور اس طرح جب تم سو کر
اٹھو گے تو تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ انسان ترقی کی کتنی منزلیں طے کر چکا ہے۔"

اور پروفیسر۔ یہ خیال میرے ذہن میں ایک پسماندہ قبیلے کے
پُراسرار بوڑھے آشوشا نے پیدا کیا تھا۔ وہ شخص مجھے اس کے لئے صحیح
راستے نہیں بتا سکا، لیکن مجھے راستوں کی تلاش بھی نہیں تھی۔ میرے لئے تو بس یہ
سوچ کافی تھی۔ میں سوچتا رہا۔ دوسری بار جاگا تب بھی سوچتا رہا۔ اور کام
کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میں اس قابل ہو گیا کہ آج تمہارے سامنے ہوں۔

میں نے بوڑھے کی بات کو گرہ میں باندھ لیا۔ اور پھر اس سے
پوچھا کہ جسمانی حفاظت کے سلسلے میں وہ میرے لئے کیا کر سکے گا۔؟

"مقدس بونیکا۔ میں بھی صدیوں سے زندہ ہوں۔ لیکن میری
زندگی وہ نہیں ہے جو تمہاری ہے۔ میں تمہارے جیسا جوان اور تندرست نہیں
ہوں۔ تمہیں دیکھ کر میرے دل میں خیال ہوتا ہے کہ میں تمہاری مدد سے
صدیوں کو شکست دوں۔ میں بھی اپنی جوانی واپس لے آؤں۔ تو ہم یوں
کریں کہ میں تمہیں جسم کی حفاظت کے گُر بتاؤں۔ اور تم مجھے جوانی اور تازگی
کے۔ میں ان پر تجربات کروں گا۔ کامیابی اور ناکامی کو ہم حالات پر
چھوڑ دیں گے۔"

"میں تیار ہوں آشوشا۔!" میں نے کہا۔

آشوشا کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلا کر
مسکراتے ہوئے کہا۔ "یوں میری طویل العمری کارآمد بن جائے گی۔ میں نے
طویل زندگی کا راز ضرور پا لیا ہے بونیکا، لیکن یہ زندگی میرے لئے اس حد تک
دلچسپ ہے کہ میں تجربات کرتا ہوں۔ میرے قویٰ مضمحل ہیں اور ان تجربات کے
علاوہ میری زندگی میں اور کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ حالانکہ فطرت نے انسان
کے دل کو موہ لینے کے لئے سب سے پہلے عورت پیدا کی ہے۔ عورت ہر حال میں
دلکش ہے۔ کیا تم اس سے انکار کرو گے بونیکا کہ اس طویل زندگی میں تم
عورت سے دور رہے ہو۔؟"

"نہیں مقدس آشوشا۔ عورت ہر دور میں میرے ساتھ رہی ہے
میں بھی عام لوگوں کی طرح عورت کے بغیر خوش نہیں رہ سکتا۔"

"یقیناً عورت کا قرب ہزاروں مسرتوں پر بھاری ہے۔" آشوشا
نے اقرار کیا۔ اور اس کے بعد آشوشا ان جڑی بوٹیوں کے جوہر کے بارے
میں بتاتا رہا جن کے استعمال سے اس کی زندگی طویل ہو گئی تھی۔ وہ رات
ہم نے گفتگو میں گزاری۔ آشوشا نے بہت سے نئے خیال میرے ذہن میں
پیدا کر دیئے تھے۔ اور اب میرے سوچنے کا انداز بدل گیا تھا۔ بلاشبہ یہ
بھی انوکھی بات تھی پروفیسر، کہ اگر کسی صدی میں، میں سو کر اٹھوں تو میرا جسم
گل سڑ چکا ہو۔ میں ایک بدہیئت بدروح کی شکل اختیار کر گیا ہوں۔
اور اس دور کے لوگ مجھ سے خوفزدہ ہو کر در و دیوار میں منہ چھپاتے پھریں۔
میں جو ہمیشہ حُسن پرست اور طالبِ حُسن رہا ہوں، نفرتوں کا شکار بن جاؤں۔
بڑا بھیانک تصور تھا میرے لئے۔ اور میں اس تصور سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔
مجھے خوشی تھی کہ میں کسی ایسی جگہ دفن ہوا تھا جہاں برف موجود تھی، ورنہ
نہ جانے کیا ہوتا۔ چنانچہ اس دوران میں سوچتا رہا کہ میں اپنی نیند کے لئے کوئی
ایسی جگہ تلاش کروں جہاں میرے لئے بہت سی آسانیاں فراہم ہوں۔ میں
بوڑھے آشوشا سے جسم کو محفوظ رکھنے کا راز دریافت کر لوں۔"

کمتانی کی ترقی کے لئے میرے اقدامات جاری تھے۔ بستی کے
لوگ میری محبت سے سرشار تھے۔ اب وہاں خوشحالی تھی۔ آبشار کا پانی
زمین کو سیراب کر رہا تھا۔ زرخیز زمین سونا اگل رہی تھی۔ پھلوں اور
ترکاریوں کے انبار لگ رہے تھے۔ مچھلیوں کے ساتھ اب پھل اور ترکاریاں
بھی استعمال ہونے لگی تھیں۔ محنت کش لوگوں کو راستہ مل گیا تھا۔ انھیں
زندگی گزارنے کے راز ہاتھ آ گئے تھے۔ اب مجھے قدم قدم پر ہدایات دینے
کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی۔ وہ لوگ خود آگے بڑھ رہے تھے۔

میرے خوبصورت کرال کو دیکھ کر انھیں بھی اپنے جھونپڑے خوبصورت
بنانے کا خیال آیا اور انھوں نے اس خیال پر عمل کر لیا۔ سردار نے میرے
مشورے سے باقاعدہ منصوبہ بندی کی اور زراعت کے لئے زمین کو مخصوص
کر دیا گیا۔ رہائش کے لئے جھونپڑوں کی قطاریں ترتیب دی گئیں۔
میں انھیں بہت کچھ دینا چاہتا تھا۔ میرے ذہن میں خیال تھا کہ ان کو
کو باقاعدہ مکانات میں تبدیل کر دوں۔ لیکن پہلے دوسرے کام ضروری
تھے۔ اس لئے میں فی الحال خاموش رہا۔!

حسبِ معمول ساتویں چاند کو میں آشوشا کی رہائش گاہ پر چلا گیا
آشوشا حسبِ معمول میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ خوشی سے کھل اٹھا
اُس نے اپنے جھریوں بھرے ہاتھوں سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

"ستاروں کے علم نے بونیکا کی آمد کی خبر دی تھی آشوشا،
لیکن بہت سے راز ایسے ہیں جن کا معلوم کرنا ابھی ہمارے بس سے باہر
ہے۔ جیسے کہ تم۔ میں صدیوں سے تمہاری پیش گوئی کرتا آ رہا ہوں۔ لیکن
صرف اس حد تک کہ تم کمتانی کے لوگوں کے لئے نجات دہندہ بن کر آؤ گے
مجھے کبھی یہ نہ معلوم ہو سکا کہ میری بہت سی خوشیاں بھی تم سے وابستہ ہیں۔
میں تمہارے ذریعے جوانی حاصل کر سکوں گا۔ یہ پورے چاند میں نے خوشیوں
کے دوران گزارے ہیں۔ صرف یہ سوچتے ہوئے کہ مجھے جوانی مل جائے گی۔
آہ کیسی دلکش چیز ہے جوانی بھی۔!" بوڑھے نے مسکراتے ہوئے کہا اور

اس کی اس بچکانہ مسرت پر مجھے بھی ہنسی آگئی۔ ! بوڑھا آشوشا بھی ہنسنے لگا تھا۔
پھر اس نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"اس دوران جبکہ تم کمٹالی کے لوگوں کے لئے اچھی زندگی کی جدوجہد کر رہے تھے۔ بوڑھے آشوشا نے وہ تمام انتظامات مکمل کر لئے جو تمہارے جسم کی حفاظت کے لئے کام آسکتے ہیں۔ میں نے ان تمام جڑی بوٹیوں کی تفصیل مہیا کرلی ہے۔ جن کا جوہر انسانی جسم کی مکمل حفاظت کرتا ہے۔ آؤ۔ میں تمہیں ان کے بارے میں بتاؤں۔!"

اُس نے ایک گہری سانس لی۔ ! اور پھر پروفیسر اور لڑکیوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "میرے پاس وہ کتاب بھی محفوظ ہے پروفیسر جو میں نے کمٹالی بستی کے قریب آبشار والے غار میں بیٹھ کر پتوں پر لکھی تھی۔ اس کتاب میں ان تمام بوٹیوں کی تفصیل ہے جو اس وقت ایک پتھر پر سجی ہوئی تھیں۔ بوڑھا آشوشا مجھے لئے ہوئے غار کے ایک دور افتادہ حصے میں گیا۔ اس نے کافی دیر تک مجھے ہر بوٹی کے بارے میں بتایا، اس کی خاصیت اور اس کے جوہر کے حصول کا طریقہ بتایا۔ میں نے ان تمام باتوں کو ذہن کی گہرائیوں میں دفن کرلیا پروفیسر۔ تم نے جس شیشے کے تابوت میں مجھے پایا۔ اور اس کے قرب وجوار میں جو کچھ دیکھا۔ بلاشبہ جسم محفوظ کرنے کے لئے وہ میری اپنی سوچ تھی۔ لیکن اس سلسلے میں جس جس جوہر کا استعمال کیا گیا وہ آشوشا کا بتایا ہوا تھا۔ انھیں جڑی بوٹیوں میں اس کی طویل زندگی کا راز بھی چھپا ہوا تھا۔!

اِس وقت چاند آدھا سفر طے کرچکا تھا، جب بوڑھے آشوشا سے مکمل معلومات کے بعد ہم دونوں فارغ ہوئے۔ آشوشا وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ اور پھر اس نے غار کی ایک نئی سمت کا رخ کیا، اس سے قبل میں نے غار کا یہ رخ نہیں دیکھا تھا۔ اور دریلے قسم کے سوراخ کے قریب آشوشا رکا۔ اس نے اپنی آتش بار نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ لیکن اس کے ہونٹ مسکرا رہے تھے۔ اس کی آنکھوں اور خدوخال میں کبھی ہم آہنگی نہیں ہوتی تھی۔ اس نے محبت سے میرا ہاتھ پکڑ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کمٹالی کے سادہ دل لوگ تمہیں خود سے بالکل جدا سمجھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تم صرف دیتا ہو۔ اور دیوتا صرف دوسروں کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ خود اس کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگر اس کی کوئی ضرورت ہوتی بھی ہے، تو کسی انسان کی کیا مجال ہے کہ اسے پورا کرسکے۔ انھوں نے کبھی تمہاری کسی ضرورت کے بارے میں نہیں سوچا۔ لیکن اگر انھیں علم ہوجائے کہ تمہاری کوئی ضرورت ان سے وابستہ ہے تو وہ تمہارے سامنے اپنی گردنیں اتار کر رکھ دیں گے اور وہ اس بات پر فخر کریں گے کہ تمہارے کسی کام آسکے ! اس لئے وہ سادہ دل قابلِ معافی ہیں۔ لیکن بوڑھے آشوشا کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ تمہارے دوستوں میں شمار ہوتا ہے اور اس کی قوتِ قیافہ نے اُسے تمہاری کچھ ضروریات سے آگاہ کر دیا ہے۔ اندر جاؤ میرے دوست، تمہاری ایک ضرورت تمہاری منتظر ہے۔ ہماری آج کی ملاقات اسی قدر تھی۔"

"لیکن اندر کیا ہے آشوشا۔؟" میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا

"یہ تمہیں غار کے اندر جاکر ہی معلوم ہوسکے گا۔" آشوشا نے کہا۔

اور میں متعجبانہ انداز میں غار کے سوراخ سے اندر داخل ہوگیا۔ غار کا دہانہ چھوٹا تھا، لیکن وہ اندر سے بے حد کشادہ تھا۔ یہاں روشنی بھی باہر کی بہ نسبت بہت زیادہ تھی۔ جگہ جگہ روشنی کی دھات لگی ہوئی تھی، جس سے روشنیاں پھوٹ رہی تھیں۔ فرش پر جانوروں کی نرم کھالیں بچھی ہوئی تھیں۔ لیکن اس غار کو سب سے زیادہ حسن بخشنے والا اس کا دوسرا دہانہ تھا، جہاں سے آبشار کا ایک حصہ چھو کر گزرتا تھا۔ پانی کی ہلکی پھوار ہلکی ہوا کے ساتھ اندر آرہی تھی، گرتے ہوئے پانی پر اندر کی روشنیاں پڑ رہی تھیں جس سے چاندی کی ایک روشن دیوار متحرک نظر آتی تھی۔

بلاشبہ اس پورے غار کا سب سے حسین حصہ تھا۔ لیکن یہاں میری کونسی ضرورت پوری ہونی تھی۔ میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا، تب میری نگاہ غار کے ایک کونے میں جا پڑی جہاں رنگین پروں کا ایک ڈھیر متحرک تھا میں چونک پڑا۔ بوڑھے جادوگر نے کیا چکر چلایا ہے۔ میں متحیرانہ انداز میں اس ڈھیر کے قریب پہنچ گیا۔ اور قریب جاکر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ تو ان خوبصورت پروں میں لپٹا ہوا کوئی انسان ہے۔ میں اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ کونے میں دبکے ہوئے انسان نے بھاری پروں کو چہرے سے ہٹایا۔ دو گہری سیاہ آنکھوں نے خوف و دہشت سے مجھے دیکھا اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا سیاہ آنکھوں کے نیچے تانبے کی رنگت جیسے رخسار تھے، اور ان رخساروں کے نیچے ابھرے ہوئے ہونٹ۔ وہ لڑکی تھی۔ کوئی نوجوان لڑکی۔ بوڑھے کے الفاظ میرے کانوں میں گونجے۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی رنگین مزاج بوڑھے نے اپنی جوانی کی خوشی میں مجھے تحفہ پیش کیا تھا۔!

"کھڑی ہوجاؤ۔!" میں نے نرم آواز میں کہا اور پر کانپنے لگے

لیکن کس کی مجال تھی جو میرے حکم کی تعمیل نہ کرتا۔ لمبے قد اور حسین ترین جسم کی مالک۔ ایک کمسن لڑکی تھی۔ جو مجھ سے خوفزدہ تھی۔ اس کے ابھرے جسم پر رنگین پروں کی جھالریں لٹکی ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں رنگین مٹی

ش ونگار بنے ہوئے تھے۔

مجھے بوڑھے کی اس اُپچ پر ہنسی آنے لگی ۔ لڑکی اب بھی خوف سے
انپ رہی تھی ۔ وہ نوجوان تھی اور اس کا جسم بے پناہ دلکش تھا۔ دراز قامت
ڈا سینہ ۔ پتلی کمر، گو اس کا چہرہ حسین نہیں تھا، لیکن اس کی
لائی ۔ میں نے دل ہی دل میں بوڑھے کا شکریہ ادا کیا، جو کام میں یہاں رہ کر
بھی نہیں کر سکتا تھا، وہ بوڑھے نے کر دیا تھا۔!

میں آگے بڑھا۔ اور لڑکی سمٹ کر دیوار سے جا لگی ۔ تاہم میں
س کے قریب پہنچ گیا۔ "کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہو۔ ؟" میں نے اس کے
ہرے سے جھالر اتارتے ہوئے کہا۔ اُس کے گھنے سیاہ بال بکھر گئے۔ بہت
لمبے اور چمکدار بال تھے، بائیں سمت ایک سفید پھول لگا ہوا تھا، جو اس کے
سیاہ بالوں میں بہت خوبصورت نظر آرہا تھا۔

"کیا مجھ سے ڈرتی ہو۔ !" میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ
رکھ کر اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ اور میرے
اس نرم اور محبت آمیز رویئے سے اس کے چہرے پر اطمینان کی لکیریں پھیل
گئیں ۔ اُس نے محبت پاش نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور پھر ایکدم زمین
پر بیٹھ کر میرے پاؤں پکڑ لیے !

"بو ۔ تی ۔ کا ۔ !" اس کے ہونٹوں سے لرزتی ہوئی آواز
نکلی ۔ میرے دل میں سرور کی لہریں دوڑ گئیں ۔ وہ مجھ سے خوفزدہ نہیں تھی۔
بلکہ میرا احترام کرتی تھی ۔ ان سیاہ لڑکیوں کے وہم و گمان میں بھی یہ بات
نہیں تھی کہ انھیں سونے کی طرح چمکدار جسم والے بوتیکا کا قرب حاصل ہو سکتا
ہے ۔ ! میں جھکا ۔ میں نے اس کے شانے مضبوطی سے پکڑے اور اسے
کھڑا کر دیا۔

"تمہارا کیا نام ہے ۔ ؟" میں نے اسے اپنے مقابل کر کے پوچھا
"سی ۔ بیلا ۔ !" اُس نے جواب دیا ۔ اب اس کی آواز کی لرزش
کم ہو گئی تھی۔

"تمہیں یہاں کون لایا ہے ؟" میں نے پھر پوچھا۔

"آشوشا ۔ !" اس نے پھر اسی انداز میں جواب دیا ۔ اس کی
آواز بھی مہین اور دلکش تھی۔

"کیا تم اپنی خوشی سے آئی ہو ۔ یا آشوشا نے تمہیں زبردستی
بھیجا ہے ۔" میرے اس سوال پر اس کے سانس تیز ہو گئے ۔ اس کے سینے
کا مدوجزر تیز ہو گیا ۔ نہ جانے وہ میرے سوال کا کیا مطلب سمجھی تھی ۔ تب
میں نے اس کا بازو پکڑا اور اسے نرمی سے پکڑے ہوئے آبشار کے قریب
پڑے ہوئے پتھر تک لایا، جہاں سے پانی کی باریک بوندیں اندر آرہی تھی۔
میں نے اسے اس رومان پرور جگہ بٹھا دیا ۔ اور خود بھی اس کے
قریب بیٹھ گیا۔ بیٹھنے سے پیروں کی جھالریں سمٹ گئی تھیں میرے ذہن میں
سرور کی لہریں اٹھتی رہیں لیکن میں یہ خوف کی فضا ختم کرنا چاہتا تھا۔

"سیبیلا۔ !" میں نے اُسے مخاطب کیا اور اس نے میری طرف نگاہیں
اٹھا دیں ۔ "میں تمہارا دوست ہوں سیبیلا۔ میں نہیں چاہتا کہ تم لوگوں کو میری
وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے۔ میں ہر حال میں تم لوگوں کی خوشی چاہتا ہوں۔ مجھے
صاف صاف بتاؤ۔ تمہیں یہاں کیا کہہ کر لایا گیا ہے۔ کیا تم اپنی خوشی سے آئی ہو یا
میری طرف سے ۔ ؟"

"بوتیکا۔" سیبیلا پھر اٹھی اور میرے قریب بیٹھ کر اس نے میرے
گھٹنوں پر سر رکھ لیا ۔ وہ میرے گھٹنوں سے آنکھیں رگڑ رہی تھی۔

"تم جب تک مجھے جواب نہ دوگی سیبیلا۔ میں پریشان رہوں گا۔" میں
نے اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے کہا۔

"بوتیکا۔ تو ہمارا آقا ہے ۔ تو ہمارا نجات دہندہ ہے۔ تو ستاروں
کا بیٹا ہے، تو چاند کی طرح حسین ہے۔ کٹالی کی کون سی کنواری اپنے دل میں تیری
آرزو نہیں رکھتی۔ لیکن تو دیوتا ہے اور ہم سب تیری پجارن ہیں۔ ہم دل میں تیری
آرزو کر کے بھی ڈرتی ہیں کہ گناہ نہ ہو۔ پھر جب مقدس آشوشا نے سردار سے کہا
کہ بوتیکا قبیلے کی کسی کنواری کو سرفراز کرنا چاہتا ہے تو قبیلے کی ہر نوجوان کنواری
کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش! بوتیکا کی خلوت میں اُسے بھیجا جائے۔ میں
بھی اُن سے جدا نہیں تھی بوتیکا اور جب سردار نے مجھے منتخب کیا تو میں خوشی
سے پاگل ہو گئی۔ مجھے یقین نہیں آیا کہ میرا خواب سچ ہو سکتا ہے۔ میں نے خوابوں
میں خود کو تیری آغوش میں دیکھا تھا بوتیکا، جب میرے جسم کو پروں سے سجایا
جا رہا تھا۔ مجھے اس وقت بھی یقین نہیں تھا، جب تاریک سرنگ سے گزار کر مجھے
یہاں تک لایا گیا۔ میں سب کچھ خواب سمجھ رہی تھی۔ میں سوچ رہی تھی کہ جب
اس خواب سے جاگوں گی تو میری کیا حالت ہو گی ۔ مجھے یقین دلادے بوتیکا
یہ سب کچھ خواب نہیں ہے ۔ مجھے یقین دلادے بوتیکا۔

اس کے الفاظ میری روح کی ٹھنڈک تھے۔ میرا سرور بڑھ گیا۔
میں نے اس کے سر کو اٹھایا۔ اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈالے اور اسے اپنے مقابل کھڑا
کر لیا۔ اس کے چہرے کی سیاہی ڈھل گئی تھی۔ اب وہ مجھے حسین نظر آرہی تھی
اس کی سیاہ آنکھوں میں محبت تھی، عقیدت تھی۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔

"میں تم لوگوں کا دوست ہوں سیبیلا۔ تمہارا آقا نہیں۔ مجھے بھی تمہاری
ضرورت ہے۔ مجھے تم سے محبت ہے ۔ اپنے دل سے میرا خوف نکال دو۔ میں تو محبت کرنے

والوں میں سے ہوں۔ مجھ سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"
"میں خود سے ڈر رہی تھی ہوتیکا۔ بڑے میں نے سنا تھا کہ مجھے
تیری خلوت نصیب ہوگی۔ میں بلندیوں میں پرواز کر رہی تھی۔ میں سوچ میں تھی
کہ چاند کی طرح حسین ہوتیکا مجھے دیکھ کر ناراض نہ ہو جائے۔ مجھے ٹھکرا نہ دے لیکن
تو مہربان ہے ہوتیکا۔ تو عظیم ہے۔" سیبلا کے دراز قد اور سڈول
جسم نے میری روح کو سکون میں ڈبو دیا۔ اور اس وقت کی صبح بہت خوشگوار
تھی۔ میں محبت کے خمار میں ڈوب کر بے خبر سو گیا تھا کہ بوڑھے آشوشا کی آواز
نے مجھے جگا دیا۔

"روشنی والا ابھر رہا ہے ہوتیکا۔ بستی تجھے پکار رہی ہے۔ وہ تیری
غیر موجودگی پر حیران ہے اٹھ جا۔ ساتویں چاند کی رات پھر آئے گی اور میں وعدہ
کرتا ہوں کہ وہ رات بھی اسی رات کی طرح حسین ہوگی۔"

میں جاگ گیا۔ میں نے ادھر ادھر نظریں دوڑا کر سیبلا کو تلاش کیا
لیکن وہ جا چکی تھی جس کی اطلاع مجھے آشوشا نے دی۔ "وہ جا چکی ہے کامیابی و
کامرانی کے خواب آنکھوں میں سجائے۔ وہ بہت خوش تھی۔ اب تو بھی جا میں تیری
قسمت پر رشک کرتا ہوں۔ بیشک تو مجھ سے افضل ہے۔ تیری عمر بھی طویل
ہے اور جوانی بھی۔ کاش میں بھی تیری طرح کنواریوں کا خواب بن سکوں۔؟"

"میں تیرا شکر گزار ہوں آشوشا۔ تو نے میری خوب مدارت کی ہے
اب میں بستی جا رہا ہوں اور ساتویں رات کا وعدہ نہ بھولنا۔ میں اس رات کا بے چینی
سے انتظار کروں گا۔" میں نے کہا اور آشوشا مسکرانے لگا۔ پھر وہ مجھے رخصت کرنے
آیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہی بستی واپس آ گیا۔ سیبلا کی زبانی مجھے بستی کی کنواریوں
کی آرزو معلوم ہو گئی تھی۔ اب یہ بستی میرے لئے خشک نہیں تھی۔ تاہم میں ایسی
کوئی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے میرے وقار پر حرف آئے۔ ہاں دل سے میں
بستی والوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ ان محبت کرنے
والوں کے لئے جو کچھ بھی کیا جاتا کم تھا۔ میرے بتائے ہوئے طریقوں پر بھرپور عمل
ہو رہا تھا۔ بستی کا ہر جوان بستی کو خوشحال بنانے کی دھن میں مست تھا۔ میں نے
بوڑھے آشوشا سے ایک دعویٰ کیا تھا۔ وہ یہ کہ جس انداز سے اس نے اپنی رہائش گاہ
کو روشن کیا تھا۔ اسی انداز سے میں پوری بستی کو روشن کر سکتا ہوں چنانچہ اب
میں نے اس کی فکر کرنا شروع کر دی۔ میں نے اپنے تیار کردہ لوہے کے اوزار لئے
اور چار عورتوں کو اپنے ساتھ کام میں لگا لیا۔ پہلے مرحلے میں، میں نے لکڑی کے بھاری
تختوں کے درمیان سے چروا دیا۔ اور اس کے چوڑے چوڑے تختے بنوا لئے۔ اگر میں یہ
کہوں پروفیسر کہ پن چکی کا تصور میرے اپنے ذہن کی پیداوار ہے تو شاید تم یقین
نہیں کرو گے۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا۔ ممکن ہے مجھ سے پہلے یا میرے بعد کسی نے
ان کے بارے میں بہتر طور پر سوچا ہو۔ لیکن اس وقت بوڑھے آشوشا کو آبشار سے دا
پیدا کرتے دیکھ کر میں نے بھی ان کے بارے میں سوچا تھا اور پہلے ہفتے میں، میں نے
پن چکی کے پر تیار کر لئے۔ میں نے اس میں ہر چیز کا خیال رکھا تھا۔ میرے ساتھ کام کر
والے سیاہ فاموں کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے لیکن وہ میرے
اوپر اندھا عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ہوتیکا کوئی بھی کام بے مقصد نہیں کا

پھر ساتویں چاند کی رات آ گئی۔ اور میں پوری دلچسپی سے آشو
کی رہائش گاہ کی طرف چل دیا۔ بوڑھا جادوگر بھی اب دل سے میری طرف متوجہ ہو گیا
تھا اسے یقین تھا کہ میں اس کی جوانی اسے واپس دے دوں گا لیکن خود میری سمجھ میں
اس کی مناسب ترکیب نہیں آئی تھی۔ اس معاملے میں تو میں خود بھی لاعلم تھا۔ میں ایک
انوکھی مخلوق تھا۔ جبکہ بوڑھے آشوشا نے جڑی بوٹیوں کے ذریعے طویل العمری کا
زور پایا تھا۔ میں اس کے جسم کو وہ جوہر کہاں سے دوں جو میرے جسم میں پوشیدہ تھا
ممکن ہے اس کا جسم وہ چیزیں برداشت نہ کر سکے، جو میرے جسم کیلئے بے ضرر تھیں
لیکن آشوشا جوانی حاصل کرنے کے لئے ہر تجربے سے گزرنے کو تیار تھا۔

اس رات بھی وہ پہلی راتوں کی طرح بڑی خوش اخلاقی سے مجھ سے
ملا۔ اس وقت اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ وہ مجھے لے کر فوراً
میں نہیں گیا بلکہ ایک اونچے پتھر پر بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے آشوشا۔ تم خاموش ہو۔؟"

"نہیں مقدس ہوتیکا۔ کوئی خاص بات نہیں ہے اس ہفتے میں
نے ستاروں کا بغور مشاہدہ کیا ہے۔ میں نے ہواؤں کے رنگ دیکھے ہیں اور
علم نے عجیب و غریب انکشافات کئے ہیں۔"

"وہ کیا۔؟" میں نے پوری دلچسپی سے پوچھا۔

"تم میرے جسم کی ان بوڑھی ہڈیوں کو دیکھ رہے ہو۔ گو ابھی یہ
ابھی جوان نہیں ہوا ہوں ـــ لیکن ـــ میں ان ہڈیوں میں جوانی کی امنگ
محسوس کرنے لگا ہوں اور یہ صرف مستقبل کا فریب ہے۔ جب میں آنے والے
وقت کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ اس دور کا تصور کرتا ہوں جب میں جوان
ہوں گا اور بہت سی حسینائیں میرے گرد ہوں گی۔ اسی خوشی میں، میں نے ان
کے بارے میں بھی سوچا جو آنے والے ہیں۔ میں نے ان ادوار کے انسانوں کے
ان کے طرز رہائش وغیرہ کے بارے میں اندازہ لگایا تو عجیب انکشافات ہوئے

"خوب ـــ" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "وہ کیا انکشافات ہیں آشوشا"

"وہ خود کو تہذیب کے دور کا انسان کہیں گے۔ ذہنی طور پر وہ
کافی آگے بڑھ چکے ہوں گے۔ ان کا نظامِ حیات ہوگا۔ زندگی گزارنے کا
بہت تعجب خیز ہے لیکن پھر میں نے تمہارے اوپر غور کیا ہوتیکا۔ اور محسوس کیا

تم صدیوں آگے کی روح ہو۔ جو وقت سے پہلے پیدا ہو گئی ہے تمہیں توان ذہین
لوگوں کے ساتھ پیدا ہونا چاہیئے تھا، کیا تم بھی انہیں کے انداز سے نہیں سوچتے
جیسا اب وہ سوچیں گے۔ کیا تم نے پوری بستی کو اپنی ذہانت سے مصیبتوں کی
دلدل سے نہیں نکال لیا۔ یہ زمین وہی ہے۔ یہاں پر موجود اشیاء وہی ہیں
لیکن یہ سب کچھ انسان کے ذہن میں بند تھا۔ تم نے ان کے ذہن کھول دیئے اور
میرا خیال ہے کہ اب تمہیں ان کی کارکردگی سے مایوسی نہ ہوگی"۔

"وہ ذہین لوگ ہیں آشوشا۔" میں نے اعتراف کیا۔

"بہرحال آنے والے دور کے عجیب لوگوں کے بارے میں، سوچ کر
مجھے کافی حیرت ہوتی تھی اور اب میں اپنی زندگی اور جوانی کی واپسی میں بہت
دلچسپی لینے لگا ہوں۔ میرا کام کب سے شروع ہوگا۔؟"

بوڑھا مجھے غار میں اپنی نشست کے کمرے میں لے گیا۔ میں اسی مقام
پر جانے کے لئے بے چین تھا جہاں مجھے سیبیلا ملی تھی لیکن بہرحال بوڑھے کی تشفی
ضروری تھی۔ چنانچہ اس نے کہا۔

"بستی والوں کے لئے میں ایک کام اور کر رہا ہوں۔ باقی سب کام
انھوں نے سنبھال لئے ہیں۔ اس کام کو انجام دینے کے بعد میرا کام ختم ہو جائے گا
اور پھر میں تمھارے لئے کام کر سکوں گا!"

"وہ کیا کام ہے۔؟" آشوشا نے پوچھا۔

"میں نے کہا تھا کہ میں اس غار کی طرح پوری بستی کو روشن
کر دوں گا میں اسی پر کام کر رہا ہوں۔ اور تھوڑے عرصہ میں تم پوری بستی روشن
دیکھو گے"۔

"کیا مطلب۔؟" بوڑھا اچھل پڑا۔ "مگر تم پانی کی قوت کہاں سے
لاؤ گے۔؟"

"میں اپنا کام کر لوں پھر سب کچھ تمھارے سامنے آجائے گا"۔

"اگر تم ایسا کر سکے تو بلاشبہ میرے تمام جادو تمھارے جادو کے
سامنے ماند پڑ جائیں گے اور مجھے احساس ہے کہ تم ایسا ضرور کرو گے کیونکہ تمھارے
پاس صدیوں کا دماغ ہے۔ تمھارے پاس طویل تجربہ ہے۔ تم ضرور ایسا کرو گے لیکن
کس طرح کرو گے یہ میری سمجھ سے باہر ہے۔ تاہم میں تمھاری کامیابی کا بے چینی
سے انتظار کروں گا کیونکہ اس کے بعد ہی میری سب سے بڑی خواہش پوری
ہوگی۔ ٹھیک ہے مقدس توبیکا۔ میں انتظار کروں گا۔ چنانچہ آج کی گفتگو
ختم۔ اور اب تم اپنی خوشیاں وصول کرنے پرانی جگہ چلے جاؤ۔ کیا مجھے تمھاری
رہنمائی کی ضرورت ہے"۔

"نہیں۔ میرے قدم مجھے خودبخود وہاں لے جائیں گے"۔ میں
نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن بوڑھے کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں آئی۔ وہ حسرت بھری
نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کے چہرے کو نظرانداز کر دیا اور تھوڑی
دیر کے بعد میں اسی غار میں داخل ہو گیا جہاں میری ملاقات سیبیلا سے ہوتی تھی۔
پردوں میں لپٹی ہوئی لڑکی کونے میں موجود تھی۔ میں انتظار کئے بغیر اس کی طرف بڑھ
گیا۔ "سیبیلا۔" میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور مجھے
اس کے جسم میں تھرتھراہٹ محسوس ہوئی۔ میں نے قوت صرف کر کے اسے اٹھایا۔
لیکن اس کا چہرہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ وہ سیبیلا نہیں تھی... بلکہ ایک اور
نوجوان لڑکی تھی۔ جس کا جسم سیبیلا کی طرح سڈول اور حسین نہیں تھا، اس کا
قد بھی سیبیلا کی طرح نہ تھا لیکن چہرہ سیبیلا کی نسبت زیادہ نمکین اور حسین نقش
ونگار لئے ہوئے تھا۔

"تم کون ہو۔؟" میں نے اسے اپنے سامنے کرتے ہوئے پوچھا

"سنالنی۔" اس نے جواب دیا۔

"سیبیلا کہاں ہے؟"

"اپنے کرال میں۔ توبیکا۔ سوانے آج مجھے تمھارے لئے منتخب
کیا ہے"۔

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔ "کیا تم اپنی خوشی سے یہاں نہیں
آئی ہو؟"

"خوشی۔" اس نے اپنے ابھرے ہوئے ہونٹ دانتوں میں دباتے
ہوئے کہا۔ "اس بستی کی کنواریوں کو اس سے بڑی خوشی کون سی مل سکتی
ہے کہ وہ جانے کے بیٹے کی آغوش میں رات گزاریں"۔

"اوہ۔" میں نے سکون کی سانس لی۔ مجھے سیبیلا کی گفتگو یاد آگئی
اس نے کہا تھا کہ قبیلے کی ہر لڑکی میری آغوش کی خواہشمند ہے۔ اگر یہ لڑکی اپنی
مرضی سے نہ آئی ہوتی تو میں اسے واپس کر دیتا۔ میں بوالہوس نہیں تھا [illegible]
نئی لڑکی کی آرزو نہیں تھی۔ اگر یہ رسم قربانی کی رسم سے [illegible]
کسی طور پر قبول نہیں کرتا کیونکہ میں کسی پر تشدد نہیں چاہتا [illegible]
والوں کے لئے یہ گناہ کی بات نہیں تھی۔ وہ توبیکا کی خدمت [illegible]
تھے۔ اپنی لڑکیاں پیش کرنا ان کے نزدیک گناہ نہیں [illegible] بات تھی اور یہ
لڑکیاں بھی خوش تھیں۔ چنانچہ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

تو پروفیسر۔ مختصر یہ کہ وہ لڑکی سنالنی بھی اس رات میری
آغوش کی زینت بنی۔ میں دل سے قبیلے کی ان پرجوش لڑکیوں کا قائل ہو رہا
تھا۔ بلاشبہ وہ بھرپور عورتیں تھیں۔ یہ رات بھی حسب معمول گذری۔ اور
میں اب تمھارے چہرے پر تھکن کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ اس لئے میرا خیال ہے

کچھ دیر آرام کرو۔"

"ہوں۔" اُس کے خاموش ہونے کے بعد پروفیسر نے ایک گہری سانس لی "تمہاری داستان اس قدر دلکش ہے کہ ہم سب کچھ بھول گئے ہیں۔ دل چاہتا ہے سُنتے جائیں۔ کاش ہمیں تمہاری دنیا میں جانے کا موقع مل جاتے ہیں اس داستان کو تمہارے ساتھ مل کر تحریر کروں گا بلاشبہ یہ دنیا کی سب سے حیرت انگیز داستان ہوگی۔"

فرزانہ اور فروزاں بھی کسمسا رہی تھیں۔ ان کے دل چاہ رہے تھے کہ وہ طویل انگڑائیاں لے کر بدن کو چور چور کر دیں۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتی تھیں۔ اول تو پروفیسر خاور۔۔۔ ان کا باپ ان کے سامنے موجود تھا دوم یہ کہ یہ انگڑائیاں ان کے دلوں کا بھید کھول دیتیں۔ یہ احساس دلا دیتیں کہ یہ داستانیں اور اس کے دلکش رنگین مناظر ان کے ذہنوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور اس طرح یہ پُراسرار داستان گو غلط فہمی کا شکار ہو سکتا تھا۔

داستان گو ان تینوں کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا "کیا تمہارا ماحول۔۔۔ تمہاری دنیا آسانی سے اس داستان پر یقین کر لے گی۔۔؟"

"تم جو میرے ساتھ ہو گے تمہیں بطور ثبوت پیش کر دوں گا۔!" پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ تو تم مجھے اپنے ساتھ اپنی دنیا میں لے جاؤ گے پروفیسر؟"

"ہاں۔ جب تم نئی دنیا دیکھنے کے لئے یہاں سے قدم نکالو گے تو میں درخواست کروں گا کہ اس دنیا کو تم پہلی بار میرے ساتھ دیکھو" پروفیسر نے کہا

"تمہاری دعوت کا شکریہ۔ لیکن کیا تم میری کہانی نہیں سنو گے؟"

"ضرور سنوں گا۔ تمہاری داستان میں یہ وقفے تو مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے۔ بہرحال۔ ٹھیک ہے۔ ہم آرام کریں۔ اس کے بعد باقی داستان سنیں گے۔" پروفیسر خاور نے کہا اور پھر وہ لڑکیوں کے ساتھ اُٹھ گیا۔

اپنے مخصوص کمرے میں بستر پر لیٹتے ہی پروفیسر خاور تو آرام سے سو گیا۔ البتہ لڑکیاں جاگ رہی تھیں۔ انھیں حسبِ معمول نیند نہیں آ رہی تھی

"ڈیڈی کا سکون دیکھ رہی ہو فروزاں" فرزانہ نے مسکراتے ہوئے کہا

"ہاں باجی۔ ڈیڈی تو اتنے ہی پُرسکون ہیں، جیسے اپنے گھر میں آرام کر رہے ہوں۔ انھوں نے ایک بار بھی یہاں سے نکل چلنے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا ہے۔" فروزاں بولی۔

"اس کم بخت کی کہانی اتنی دلچسپ ہے کہ اُسے درمیان سے ادھورا چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ ویسے میں نے ایک بات محسوس کی ہے فروزاں"

"وہ کیا باجی۔۔؟"

"وہ اپنے حسن پر بہت نازاں ہے۔ اُسے اپنی مردانگی پر بے پناہ غرور ہے۔ مانا کہ یہ دونوں چیزیں اس میں بے پناہ ہیں لیکن اس کا یہ غرور ابھی اپنی نگاہوں میں بے غرضی کی کوئی حیثیت ہی نہیں سمجھتا۔ مجھے بتاؤ۔ آج تک ایک بھی عورت اُسے ایسی ملی جو اس کے حسن کی دیوانی نہ ہو گئی تھی۔ ہر لڑکی اس پر فریفتہ تھی، ہر لڑکی اس کی آغوش میں جانے کو بے چین تھی۔ احمق کہیں کا۔ تم بتاؤ فروزاں کیا تمہارے دل میں اُسے دیکھ کر ایسی کوئی خواہش پیدا ہوئی؟"

فروزاں سُن رہ گئی۔ فرزانہ نے بے باکی میں اُس سے کیسا نازک سوال کر ڈالا تھا۔ وہ اس سوال کا کیا جواب دیتی۔ فرزانہ کو بھی فوراً اپنے سوال کی نزاکت کا احساس ہو گیا چنانچہ اس کے چہرے پر بھی شرم کے آثار پھیل گئے۔ پھر اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا "معاف کرنا فروزاں میں غصے میں ایک بے تکا سوال کر بیٹھی۔ بہرحال میں اپنی کیفیت سے تمہیں آگاہ کرتی ہوں، بحیثیت ایک نوجوان، وہ بے حد دلکش اور خوبصورت ہے۔ اس کا رویہ ہم لوگوں کے ساتھ پُرخلوص اور دوستانہ ہے جس کی میں قدر کرتی ہوں کیونکہ اس ویرانے ماحول میں ہم اس کے رحم و کرم پر ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ جو سلوک بھی چاہے کر سکتا ہے لیکن ابھی تک اس کے کردار کی کوئی کمزوری ہماری نگاہوں میں نہیں آئی ہے چنانچہ یہ بات بھی ذہن کو متاثر کرتی ہے۔ جہاں تک اس کی داستان کی دلکشی کا سوال ہے اس سے کس کافر کو انکار ہو سکتا ہے۔ اس کا اندازِ بیان بہت خوبصورت ہے اور اس کی آواز اور انداز انہیں جہانوں کی سیر کرا دیتا ہے جہاں کی وہ داستان سنا رہا ہوتا ہے۔ وہ ایک پُراسرار شخص ہے اور چونکہ اپنی داستانوں کا وہ خود ہیرو ہے اس لئے اُسے دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ خوبصورت شخص، جو ہمارے سامنے بیٹھا ہے۔ کیسا انوکھا ہے۔۔۔ ان تمام چیزوں نے مل کر اس کے لئے دل میں پسندیدگی کے جذبات ضرور پیدا کر دیئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی دل کے گوشوں میں اس کے لئے اور کوئی جذبہ نہیں اور نہ ہی ابتک کے دور کی لڑکیوں کی طرح مجھے اس سے دلچسپی ہوئی ہے۔ یہ تو ہے میری کیفیت جس میں میں نے ذرا بھی بددیانتی سے کام نہیں لیا۔ اور سب کچھ تمہیں صحیح بتا دیا ہے لیکن اب میں تمہاری کیفیات جاننے کے لئے بے چین ہوں۔"

فروزاں مسکرا رہی تھی پھر اس نے فرزانہ کے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے کہا "تمہارے سر کی قسم باجی میرے اور تمہارے خیالات میں سرِمو فرق نہیں ہے"

"مجھے یقین ہے۔ تو نے آج تک میری جھوٹی قسم نہیں کھائی" فرزانہ نے اُسے لپٹاتے ہوئے بولی۔ اور دونوں بہنیں کافی دیر تک اس کے بارے میں کھسر پھسر کرتی رہیں۔ طے یہ ہوا کہ دونوں میں سے کوئی بھی ابھی تک اس پر عاشق نہیں

ہوئی ہے۔!

*

"دوسری صبح پروفیسر" اس نے اپنی داستان دوبارہ شروع کردی۔" دوسری صبح پچھلی حسین داستان کی صبح سے مختلف نہیں تھی۔ لڑکی غائب تھی لیکن ابھی تک بوڑھا آشوشا مجھے جگانے نہیں آیا تھا۔ میں اٹھا میرے دل میں غسل کرنے کی خواہش تھی، چنانچہ میں غار کے اس دہانے کی طرف بڑھ گیا جس کے دوسری سمت آبشار تھا۔ یہ حسین دہانہ عام انسانوں کے لیے بے حد خوفناک تھا کیونکہ اس کے دوسری سمت قدم جمانے کی کوئی جگہ نہیں تھی، بس بلندی سے گرتا ہوا آبشار تھا جس کا پانی سینکڑوں فٹ کی گہرائیوں میں جاتا تھا۔ میرے دل میں ایک انوکھی خواہش بیدار ہوئی۔ کیوں نہ میں اس آبشار کے پانی کے ساتھ بہتا ہوا نیچے تک چلا جاؤں۔ میں کوئی بھی خواہش کرلیتا اس میں غور وخوض کی کیا ضرورت تھی۔ میں دہانے پر چڑھ گیا۔ عجیب بات یہ تھی کہ اس وقت آشوشا اس غار میں داخل ہوگیا۔

مجھے اس خوفناک جگہ کھڑا دیکھ کر وہ خوف سے چیخا۔" دوسری طرف اترنے کی کوشش مت کرنا بوتیکا۔ ادھر کچھ نہیں ہے!"

میں نے مسکراتے ہوئے پلٹ کر اسے دیکھا۔ اور آبشار پر چھلانگ لگادی۔ بوڑھے کی چیخ مجھے دور تک سنائی دی تھی۔ آبشار کی ایک مضبوط دھار نے مجھے خود سنبھال لیا۔ اور میں جسم میں ایک انوکھی گدگداہٹ محسوس کرتا بلندیوں سے نیچے جانے لگا۔ یقیناً بوڑھے آشوشا نے مجھے مردہ سمجھ لیا ہوگا اس نے سوچا ہوگا کہ بوتیکا کی کہانی ختم ہوگئی۔ آگ سے نکلنے والا پانی میں گم ہوگیا لیکن میں پورے اطمینان سے نیچے جارہا تھا۔ آبشار کی دھار نے مجھے نیچے پہنچادیا۔ ایک لمحے تک میں گنگناتی ندی کی تہہ میں غوطے لگاتا رہا۔ پھر کم گہرائی کی طرف چل پڑا۔ اور اس وقت میں نہانے سے تقریباً فارغ ہوچکا تھا۔ جب بوڑھا آشوشا، اپنی پتلی پتلی ٹانگوں کے ساتھ دوڑتا ہوا اپنے آدمیوں کو ہدایت دیتا ہوا نظر آیا۔ وہ شاید میری لاش تلاش کرنے آیا تھا۔

ندی سے تھوڑی دور اس نے مجھے دیکھ لیا۔ اور اس کے قدم پتھر کے ہوگئے۔ وہ پاگلوں کی طرح منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے بدحواسی میں دوڑنا شروع کردیا اور ندی کے کنارے آکر رک گیا۔

میں مسکراتا ہوا کنارے کی طرف چل پڑا۔ اور ندی سے نکل آیا۔ آشوشا کے ساتھی میری زندگی کی تاب نہ لاسکے اور اوندھے گر گئے۔ آشوشا اب بھی منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"شاید تجھے میری حقیقت کا یقین نہیں آیا آشوشا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں۔ اگر کوئی شک بھی تھا تو اب دل سے نکل چکا ہے۔ میں بھول گیا تھا کہ تو دیوتا ہے۔" آشوشا نے کہا۔ اور پھر میں نے اس سے کہا کہ اپنے آدمیوں کو واپس جانے کا حکم دے۔ میں بھی اس کے ساتھ چل پڑا۔ پھر ہم دونوں جدا ہوگئے۔ آشوشا اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا اور میں بستی کی طرف۔!

اس پورے ہفتے میں پروفیسر۔ میں نے ہوا سے کنٹرول ہونے والی پہلی پن چکی تیار کرلی۔ میں نے وہ پن چکی سمندر کے پانی میں نصب کردی اور پھر میں نے لکڑی کے لمبے لمبے لٹھے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر نصب کردیئے۔ اس میں لوہے کے پھول آویزاں کئے اور پن چکی سے حاصل ہونے والی توانائی نے ساحل روشن کردیا۔ اس عظیم کارنامے نے بستی والوں کو انگشت بدنداں کردیا تھا۔ خود آشوشا اپنی عظیم اور قابل فخر ایجاد کی مٹی پلید ہوتے دیکھتے آیا۔ آپ نے اس کی ایجاد کو بالکل معمولی قرار دے دیا تھا۔ اس نے میری عظمت کا اعتراف کیا تھا۔ اور بستی والوں کے سامنے مجھے خود سے بہت بڑا جادوگر مان لیا تھا۔

کمالی بستی میں وقت گذرتا رہا پروفیسر۔ میں اپنی سمجھ کے مطابق انہیں دے سکتا تھا دے چکا تھا۔ بستی روشن تھی۔ اب ان کے جھونپڑے مکانات میں بدلنے لگے تھے۔ لوگوں کو کچی مٹی کا استعمال آگیا تھا وہ اسے آگ میں پکا کر مضبوط کرلیتے تھے اور ان سے اپنے مکانات بناتے تھے۔ بوڑھے آشوشا نے تقریباً تمام علوم مجھے سکھادیئے تھے اور اس دوران میں سیبیلا اور سنائلی کے علاوہ رکبی نومہ، فولہ، ارپانزہ اور دوسری بہت سی کنواریوں سے روشناس ہوچکا تھا۔ ہر لڑکی دل میں محبت کے چراغ جلائے میرے پاس آتی اور پھر نہ جانے کیسے جذبات لئے واپس چلی جاتی۔ دوسری بار کسی لڑکی سے میری ملاقات نہیں ہوتی تھی لیکن ان لڑکیوں میں مجھے سب سے زیادہ جس لڑکی نے متاثر کیا وہ سیبیلا ہی تھی۔ بلاشبہ وہ لڑکی جسمانی جاذبیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ دوسری طرف آشوشا جوانی حاصل کرنے کے لئے بے چین تھا۔

پھر ایک رات اس نے اس کا اظہار کرہی دیا۔" بوتیکا۔ تونے پوری بستی کی قسمت بدل دی۔ تونے بستی والوں کو وہ سب کچھ دے دیا جن کی انہیں ضرورت تھی۔ اب وہ زمین سے خوراک حاصل کرتے ہیں۔ لباس حاصل کرتے ہیں۔ سمندر نے مچھلیوں کے خزانے ان پر اگل دیئے ہیں۔ اب تیز بارشیں ان کے جھونپڑے نہیں گرا سکتیں۔ اب بھوک سے بستی کی آبادی کم نہیں ہوگی۔ پوری بستی کو تو نے سب کچھ دے دیا بوتیکا۔ اب مجھے جوانی دیدے۔ مجھے وہ جوہر دے دے جو مجھے بھی زندہ رہنے کی خوشی بخش سکے۔ اب تو ان پہاڑوں کو اس وقت تک کے لئے اپنا مسکن بنالے جب تک میں تیرے جیسا نہ ہوجاؤں!"

میں نے بوڑھے کی بات غور سے سنی اور پہلی بار میں نے سنجیدگی سے اس کے بارے میں غور کیا۔ میں جانتا تھا کہ یہ جوہر، جو میرے جسم میں موجود

ہے۔ بوڑھے کے پاس نہیں ہے۔ نہ میں نے یہ جوہر اپنی کوشش اپنی کاوش سے حاصل کیا ہے۔ پھر میں بوڑھے کو کیا دوں۔ کیا صرف جسمانی اذیتوں سے گزر کر وہ یہ سب کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ صرف یہی ایک ذریعہ تھا چنانچہ میں نے اس سے کہا۔

"میں تجھے بتا چکا ہوں آشوشا۔ کہ میری جسمانی کیفیت کسی تجربے کی عملی شکل نہیں ہے۔ بس میری یہ خاصیت ابتدا سے ہے۔"

"تو نے مجھے بتایا تھا بوتیکا کہ جب تو خود میں انحطاط محسوس کرتا ہے تو آگ کا غسل کر لیتا ہے اور تو پھر سے جوان ہو جاتا ہوں۔ میں بھی طویل العمر ہوں مجھے یقین ہے کہ جوہر میں استعمال کرتا ہوں وہ مجھے صدیوں زندہ رکھے گا۔ میں بھی تیری طرح تجربات کرنا چاہتا ہوں بس تو مجھے وہ طریقہ بتا جن کے ذریعے میں یہ تجربات کر سکوں۔"

"میں تجھے مایوس نہیں کروں گا آشوشا۔ تو آج سے اپنے کام کی ابتدا کر دے۔ میں تجھے سمندر میں لے جاؤں گا۔ تو سمندر کی گہرائیوں میں اُتر جا، دیکھنا یہ ہے کہ سمندر تجھے قبول کرتا ہے یا نہیں۔ اور بوڑھے آشوشا نے میری بات قبول کر لی۔ اُس نے اپنی زندگی بڑھانے کا عمل دہرایا۔ اور خوب مضبوط ہو گیا۔ تب وہ میری نگرانی میں سمندر کی گہرائیوں میں اُترا میں اُس کے ساتھ تھا وہ برہنہ جسم سمندر کی گہرائیاں ناپ رہا تھا۔ بوڑھا حیرت انگیز انسان تھا۔ سمندر کی سب سے نچلی تہہ میں پہنچ کر ہم رُکے۔

"کیا سمندر کی گہرائی تیرے جسم کو تکلیف پہنچا رہی ہے آشوشا۔"

"نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔" آشوشا نے سکون سے جواب دیا

تو پروفیسر حیرت انگیز بوڑھا پورے تین روز میرے ساتھ سمندر کی گہرائیوں میں رہا اور اس کی صحت اور ہیئت میں کوئی فرق نہ پیدا ہوا۔ تب میں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ معمولی جسمانی قوتیں رکھتا ہے ممکن ہے وہ میرا جیسا انسان ہو۔ مجھے خوشی ہوئی اس کے بہت کچھ دے دینے کے جواب میں میں بھی اُسے کچھ دے سکتا ہوں تیسرے دن ہم سمندر سے برآمد ہوئے۔ بلاشبہ بوڑھے کے چہرے پر رونق آگئی تھی میں نے خوش ہو کر اُسے مبارکباد دی۔ "میں بہت پُر امید ہوں معزز دوست۔ مجھے خوشی ہے کہ تو اپنے عمل میں کامیاب رہا ہے۔ بلاشبہ تیرے جسم میں تکلیف جذب کرنے کی بے پناہ قوت ہے۔ میں نے ان تین دنوں میں تیرے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں پائی۔ کیا تو خود میں کوئی خاص بات محسوس کر رہا ہے۔؟"

"آہ۔ میرے عظیم ساتھی میرے مقدس دیوتا۔ میں اپنے جسم میں ایک خاص توانائی محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں پہلے سے زیادہ ہی طاقتور ہو گیا ہوں۔"

"تو سُن۔ یہ علامت ہے کہ تیری طویل زندگی جوانی حاصل کرے گی۔ تیرے جسم پر بڑھاپا جسم کی طویل العمری کی ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے ہے لیکن اب ہمیں برف کی تلاش ہے۔ میں تیرے جسم پر سردی کے اثرات دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اس کے لئے ہمیں سفر کرنا ہوگا طویل سفر۔ تاکہ برف کے سمندر کے نزدیک پہنچ جائیں۔ کیا تو میرا ساتھ دے گا بوتیکا۔؟"

"کیوں نہیں۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اگر تو دائمی زندگی کے ساتھ اپنی پسند کی جوانی بھی حاصل کر لے۔ تو مجھے اس بات کی خوشی ہوگی کہ زندگی کے طویل راستوں پر مجھے ایک ساتھی مل گیا۔ میں تنہا نہیں ہوں۔ اور پھر ہم دونوں مل کر صدیوں کا سفر کریں گے۔

"تب پھر بستی چھوڑنے کے لئے تیار ہو جا۔" آشوشا نے کہا اور ہم دونوں تیار ہو گئے۔ پھر ایک صبح ہم نے خاموشی سے بستی چھوڑ دی۔ میں تو سیلانی تھا۔ مجھے کسی بات سے عار نہ تھی۔ بستی کے لوگ سب خوشحال ہو گئے تھے بہترین زندگی گذارنا سیکھ گئے تھے۔ اب نہ مجھے اُن کی فکر تھی اور نہ آشوشا کی چنانچہ ہمارا سفر شروع ہو گیا۔ نئے جہانوں کی طرف ـــ اور ہم چلتے رہے۔ ایک طویل مسافت طے کرتے رہے۔ وقت گزرتا رہا ـــ ہم اُسے چھوڑتے آگے بڑھتے رہے۔ دُبلا پتلا، جھریوں والے جسم کا آشوشا بے حد مضبوط انسان ثابت ہوا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ دائمی زندگی کے ساتھ دائمی جوانی بھی حاصل کر لے گا۔ راستے میں ہمیں بے شمار چھوٹے بڑے حادثے پیش آئے لیکن ہم چلتے رہے۔ یہاں تک کہ زمین کی سطح سفید ہو گئی۔ سرد ہوائیں برفانی علاقے کا پتہ دینے لگیں اور پھر ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں برف ہی برف تھی۔!

یہ ہماری مطلوبہ جگہ تھی۔ بوڑھے آشوشا کے ننگے بدن پر سردی کا کوئی اثر نہ تھا۔ وہ بھی موسم کی کیفیتوں سے بے نیاز تھا۔ تب ہم نے ایک مناسب مقام پر رہنے کے لئے ایک جگہ بنائی اور پھر ایک صبح میں نے آشوشا کے لئے برف کی قبر تیار کر لی۔ بوڑھا آشوشا جوانی حاصل کرنے کی خوشی میں ہر اذیت سے گزرنے کے لئے تیار تھا چنانچہ اس کی مرضی سے میں نے اُسے برف کی قبر میں دفن کر دیا اور پھر اس پر ایک نشان نصب کرنے کے بعد گہرے سانس لئے! اس کے بعد میں نے برف کے اس ویرانے کی سیر کا پروگرام بنایا۔ اور وہاں سے چل پڑا۔ عجیب علاقہ تھا تا حدِ نگاہ برف پھیلی ہوئی تھی۔ خوفناک ڈھلان بکھرے ہوئے تھے۔ طویل عرصہ تک میں برف پر مارا مارا پھرتا رہا۔ خوراک ختم ہو رہی تھی۔ مجھے شکار کی تلاش تھی۔ تب میں نے اس عریض میدان کے سرے پر خوفناک ڈھلان دیکھے۔ ان ڈھلانوں کے دوسری طرف نہ جانے کیا تھا۔ میں

ہم جو انسان ۔۔ میں ان ڈھلانوں کو کیسے فراموش کر سکتا تھا میں ان ڈھلانوں
کو طے کرنے لگا۔ بڑے انوکھے ڈھلان تھے پروفیسر ۔ کئی بار میں برف میں دفن
ہوا اور اس کی گہرائیاں کھود کر نکلا۔ بالآخر ایک طویل عرصہ میں میں نے
ڈھلان طے کر لئے۔ اور ایک چھوٹی سی وادی میں پہنچ گیا۔ درختوں سے
ڈھکی ہوئی یہ پُرسکون وادی مجھے بے حد پسند آئی۔ یہاں پہاڑ تھے جن میں عظیم
الشان غار بنے ہوئے تھے۔ ایسے ایسے غار جنہیں دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی تھی
اس ویران وادی کے چاروں طرف دور دور تک انسان کا نشان نہیں تھا
تب پروفیسر میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا۔ آئندہ جب میں
طویل نیند سوؤں گا، تو اس کے لئے یہی وادی اچھی رہے گی۔ میں ان غاروں
کو آرام گاہ بناؤں گا۔ یقیناً یہ غار پُرسکون آرام دہ ثابت ہوں گے۔ وہ ایک
لمحے کے لئے خاموش ہوا۔ لیکن بوڑھے پروفیسر خاور کے چہرے پر عجیب سی
بے چینی کے نقوش ابھر آئے تھے۔ اس نے الجھی ہوئی نگاہوں سے اپنی بیٹیوں کی
طرف دیکھا۔ ذہین لڑکیاں بھی شاید اس کے انداز میں سوچ رہی تھیں۔ اس نے
شاید ان لوگوں کی بے چینی محسوس کر لی۔ اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی
"میں جانتا ہوں آپ کیا سوچ رہے ہیں پروفیسر" اس نے
مسکراتے ہوئے کہا۔
"تو ۔ تو کیا ہمارا خیال درست ہے۔؟" پروفیسر نے سرسراتی ہوئی
آواز میں پوچھا۔
"ہاں پروفیسر ۔ یہ وہی وادی ہے۔ یہ وہی ڈھلان ہے جہاں سے
گذر کر تم آئے تھے۔ اور میں برف کے اسی ویرانے کی بات کر رہا ہوں، جہاں تمہارا
جہاز تباہ ہوا تھا" اس نے کہا۔ لڑکیوں کے چہروں پر حیرت نظر آ رہی تھی تب
پروفیسر نے کہا۔
"کیا تم اس کی جغرافیائی پوزیشن بتا سکتے ہو ۔ میرا مطلب ہے۔
حالانکہ تم نے یہاں تک آنے کے لئے ایک طویل سفر کیا ہے ۔؟"
"اس کے لئے بے چین نہ ہو پروفیسر ۔ میں تمہیں اس علاقے کی
پوری تفصیل بتا دوں گا۔ یہاں میں نے کئی طویل نیندیں لی ہیں۔ یہ خالی غار تھے
یہاں جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ باہر کے علاقوں سے لا کر جمع کیا گیا ہے۔ اس بات سے
اندازہ کرو کہ میں ان علاقوں سے کس حد تک واقف ہوں"
"یقیناً۔ یقیناً۔ اوہ کیسی انوکھی اطلاع ہے یہ۔ لیکن اس سے بھی
دلچسپ بوڑھے بوالہوس کی کہانی ہے۔ بوڑھے کی کیا کہانی ہے اسے پورا کرو۔ اس
کا کیا حشر ہوا۔ کیا اس غار میں تمہارے سوا کوئی اور بھی جاندار موجود ہے۔ یا
وہ کسی اور جگہ اپنی طویل نیند پوری کر رہا ہے ۔۔ یا ۔۔؟" پروفیسر خاموش
ہو گیا۔ وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔
ان غاروں میں خاصا وقت گزارنے کے بعد میں نے ان کا مکمل جائزہ
لیا۔ اور پھر بوڑھے کی خبر لینے چل پڑا۔ ڈھلانوں کی خوفناک چڑھائی میرے
راستے روکتی رہی لیکن یہ اس کے لئے ممکن نہیں تھا میں اوپر پہنچ گیا۔ بوڑھے
کی قبر پر نصب شدہ نشان برف کی تہوں میں ڈھک گیا تھا اور اگر میں کچھ اور
وقت گزار لیتا تو شاید بوڑھے کو دوبارہ نہ تلاش کر پاتا۔!
بہرحال میں نے قبر کھودنا شروع کر دی۔ برف کی موٹی تہہ کو
کھودنے میں بھی کافی وقت لگا۔ تب مجھے بوڑھے کا جسم نظر آ گیا۔ وہ آنکھیں بند
کئے لیٹا تھا۔ میں نے اسے نکال لیا۔ تو پروفیسر میں نے محسوس کیا کہ اس کے جسم
نے کچھ اور توانائی حاصل کر لی ہے۔ میں نے اس کے جسم کی حرارت کا اندازہ کیا۔
اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔
میں نے اس کا حال پوچھا۔ تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا "بڑی
خوشگوار نیند تھی یوتیکا۔ آہ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے دوبارہ پیدا ہوا ہوں
کیا تم میری جسمانی حیثیت میں کچھ تبدیلی محسوس کر رہے ہو۔؟"
"ہاں۔ تم پہلے سے توانا محسوس ہو رہے ہو۔ تمہارا جسم توانائی
جذب کر رہا ہے" تب بوڑھا خوشی سے مجھ سے لپٹ گیا۔ اس کی سرخ آنکھوں میں
بے پناہ خوشیاں کروٹیں بدل رہی تھیں۔ اور پروفیسر ۔ اس کے سفید بال
سیاہ ہونے جا رہے تھے۔ اس کی پتلی پتلی ٹانگوں پر گوشت کی تہیں چڑھ رہی تھیں
بوڑھے کی اس کیفیت سے میں بھی خوش تھا میں اس کے
احسانات کا صلہ دینے کے لئے تیار تھا بس اب آخری تجربہ باقی تھا۔ اور ممکن ہے جب
وہ آخری تجربے سے گزرے تو اس کی جگہ ۔ ایک قوی ہیکل جوان کھڑا ہو جس
کا رنگ سونے کی طرح چمکدار ہو۔ اور جس کے جسم کی توانائی بے پناہ ہو۔
"ہم آخری تجربہ اپنی زمین پر چل کر کریں گے" آشوشا نے کہا اور
میں تیار ہو گیا۔ چنانچہ ہم نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ آشوشا کی چال اب
جوانوں کی سی تھی۔ راستے میں اس نے کئی بار مجھ سے اس کا اظہار کیا۔
"میرے جسم کی قوت بے پناہ بڑھ گئی ہے یوتیکا۔ مجھے یقین ہو گیا
ہے کہ میں دائمی جوانی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اور پھر عظیم یوتیکا۔
میرے مقدس دوست میرے محسن، ہم دونوں مل کر صدیوں کا سفر کریں گے"
"تمہیں اپنا ہمسفر پا کر مجھے بے پناہ خوشی ہوگی مدبر۔ بلاشبہ
ہم دونوں مل کر دنیا کے بدلتے ہوئے رنگ دیکھیں گے اور اپنی ان پیشگوئیوں
کو آزمائیں گے جو ہم نے اس کے بارے میں کی ہیں۔ میں نے جواب دیا اور آشوشا
جوانی کے خواب آنکھوں میں بساتے میرے ساتھ بستی واپس آ گیا۔ اس کے خادم

اس کے منتظر تھے۔ آشوشا کو قرار نہیں تھا۔ اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر، ایک ویران غار میں لکڑیوں کا ڈھیر جمع کرانا شروع کر دیا اور پھر مخصوص دواؤں کے ذریعہ اس ڈھیر میں آگ لگا دی گئی۔ پورے ایک ہفتے تک یہ آگ سلگتی رہی۔ پہاڑ گرم ہو گئے چٹانیں چٹخنے لگیں اور جب ایک خوفناک آتش کدہ تیار ہو گیا تو ہم کسی اور کو ساتھ لئے بغیر آتش کدے کے نزدیک پہنچ گئے!

دور دور تک زمین تپ کر سرخ ہو گئی تھی۔ خوفناک آگ کی تپش نے میلوں دور کے علاقے کو جہنم زار بنا دیا تھا۔ اس جہنم زار پر ننگے پاؤں چلتے ہوئے آشوشا نے کہا۔ "اس کی حرارت کس قدر لطیف ہے بوتیکا میں دور سے آگ کے غار کو دیکھ رہا ہوں لیکن میرے دل میں خوف کیوں پیدا ہو رہا ہے؟

"کیا تمہیں خوف محسوس ہو رہا ہے۔؟" میں نے پوچھا

"ہاں۔ صرف اس قدر۔ کہ میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا ہے کہ آگ شاید [illegible] برف کی طرح مہربان نہ ہو لیکن میرے ان الفاظ سے تم یہ نہ سمجھنا کہ میں جوانی حاصل کرنے کے خیال کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوں ہم آتش کدے کی طرف بڑھتے گئے۔ آشوشا اب بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ پتھروں کی تپش سے زمین پگھلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ تب میں نے آشوشا سے کہا۔ "میں آگ کے سمندر میں داخل ہو کر واپس آتا ہوں آشوشا تاکہ تو دیکھ لے کہ آگ زندگی کو کس طرح جلا بخشتی ہے۔"

"میں بھی تیرے ساتھ چلوں گا بوتیکا میں بھی تیرے ساتھ چلوں گا۔" آشوشا نے نہ جانے کس جذبے کے تحت میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"انتظار کر آشوشا۔ میں خود کو قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ میں تازہ دم ہو جاؤں۔ اس کے بعد میں تجھے لے جاؤں گا۔" میں نے کہا۔ آشوشا خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا اور میں اس سے ہاتھ چھڑا کر آگ کے جہنم زار میں داخل ہو گیا۔ میرے جسم کے مسامات آگ جذب کرنے لگے۔ ایک لطیف حرارت میرے رگ و پے میں سرایت کرنے لگی۔ میرا ذہن جاگ اٹھا۔ تمام گرد چھٹ گئی اور میں تازہ دم ہو گیا۔ میری رنگت نکھر گئی۔ جسم کی طاقت اور چمک بڑھ گئی اور میں اس آتش کدہ کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک سیر کرنے لگا۔ پھر جب میں باہر آیا تو آشوشا کی بری حالت تھی۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا لیکن مجھے دیکھ کر وہ سکتے میں رہ گیا۔

"آہ۔ تو کیا بن گیا بوتیکا۔ تو کس قدر حسین نظر آ رہا ہے۔ آگ نے تجھے لبنا رو بخش دیا ہے۔ کتنی مہربان ہے یہ آگ۔ بس اب مجھے اس سے دور نہ رہنے دے۔ بس اب میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا بوتیکا۔" بوڑھے پاگل نے ایک دم آتش کدے میں چھلانگ لگا دی۔ وہ موٹے موٹے شعلوں میں گھس گیا اور میرے کانوں نے اس کی چیخیں سنیں۔ دل ہلا دینے والی چیخیں۔ اور میں بدحواس ہو گیا۔ میں نے آگ کے غار میں چھلانگ لگا دی۔ میری آنکھیں روشن آگ میں دیکھ رہی تھیں۔ تب میں نے ایک سیاہ کوئلے کو اچھلتے دیکھا۔ وہ انسانی جسم کی ہیئت رکھتا تھا۔ وہ آگ کی سرخ زمین پر بار بار اچھل رہا تھا اور نیچے گر رہا تھا۔ اب اس کی چیخیں بند ہو گئیں تھیں۔ میرے پہنچنے تک وہ دو تین بار اچھلا۔ پھر وہ بھی آگ کی طرح سرخ ہو گیا۔ جلنے کے بعد اس نے آگ جذب کر لی تھی۔ ہاں یہ آشوشا ہی تھا۔ جوانی کا طلب گار بوڑھا مدبر۔ آگ نے اسے خود پر برتری حاصل نہیں کرنے دی تھی۔ وہ اس پر چھا گئی تھی۔ میں نے اس روشن کوئلے کو اٹھا لیا اور وہ ٹوٹ کر میرے ہاتھ سے نیچے گر گیا۔ چند ساعت کے بعد وہ ننھی ننھی چنگاریوں میں بدل گیا۔ اب آشوشا کا کوئی وجود نہیں تھا

اس کی موت میرے لئے سانحہ عظیم تھی۔ میں نے اس کے لئے خلوص دل سے سوچا تھا۔ میں نے اسے صدیوں کے لئے منتخب کیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ اب میں تنہا صدیوں کا سفر نہیں کروں گا۔ میرا ایک ساتھی ہو گا۔ میرا ایک دوست ہو گا جو میرا ہم پلہ ہو گا۔ بلاشبہ وہ میرا استاد تھا اس نے بہت سے علوم مجھے سکھائے تھے اور اس دنیا میں میرے لئے بے شمار دلچسپیاں فراہم کر دی تھیں، لیکن خود وہ ان خوشیوں میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ وہ جوانی حاصل کرنے کی آرزو میں فنا ہو گیا تھا۔ اگر وہ بڑھاپے پر ہی قناعت کرتا پروفیسر تو شاید ایک طویل زندگی حاصل کر لیتا۔۔۔ لیکن یہ صدیوں کی کہانی ہے۔ انسان کی ہوس آج کی بات نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ ہی سے کچھ چاہتا رہا ہے جو ملتا ہے اس پر بس نہیں کرتا۔ اسے تمام تعیشات کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم لفظ قناعت کو ایک اخلاقی حیثیت دیتے رہیں۔ لیکن اگر خود کا تجزیہ کریں پروفیسر۔ تو زندگی کی آخری سانس کو بھی قرار نہیں ہے۔ انسان ہمیشہ اس سے مطمئن نہیں ہوتا ہے، جو وہ ہوتا ہے۔ وہ سارے جہاں کو خود میں سمیٹ لینے کا آرزو مند ہوتا ہے۔ میں انسان کی اس طلب کا کوئی تجزیہ نہیں کر سکا البتہ اس کے بارے میں سوچا ضرور ہے۔ کاش بوڑھا آشوشا جو تھا وہی رہنا چاہتا۔ سمندر نے اس سے تعاون کیا تھا کیونکہ وہ نرم مزاج اور مہربان ہے۔ برف کی قدرت کو بھی اس کے منحنی جسم نے برداشت کر لیا تھا اور برف نے اپنی توانائی اسے بخش دی تھی۔ لیکن آگ۔ وہ تند مزاج ہے۔ وہ کسی سے مسخر نہیں ہوتی طاقت سے اسے وبا دو لیکن جب [illegible] کی تو بھرپور ہو گی۔ میری بات اور تھی۔ میں نے کسی چیز کی طلب نہیں کی تھی۔ میں تو وقت کی [illegible] تھا۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ مجھے کس نے جنم دیا۔ کون میرا باپ تھا کون میری ماں تھی یقیناً پروفیسر۔ میں نے صدیاں گزاری ہیں، تحقیق و تجسس سے، میں نے ادوار کا تجزیہ کیا ہے۔۔۔ میں نے فطرت کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن میں کتنا بے بس انسان ہوں کہ خود اپنے بارے میں آج تک کچھ نہیں جان سکا۔ مجھے نہیں معلوم پروفیسر کہ میں کیا ہوں۔ میں خود اپنی کھوج میں ہوں اور جس دن مجھے معلوم

ہو گیا کہ میں کیا ہوں ۔۔۔ وہ شاید میرا آخری دور ہو ۔ میں بھی اس دنیا سے بور ہو کر اس ماحول کو چھوڑ دوں اور شاید ان نئے جہانوں میں چلا جاؤں جن کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ۔۔!"

وہ خاموش ہو گیا ۔ پروفیسر اور اس کی دونوں لڑکیاں حسبِ معمول اس کی باتوں میں کھوئے ہوئے تھے ۔ ان کی نگاہوں میں غار میں سلگتا ہوا خوفناک الاؤ تھا جس میں آشوشا کے جلے ہوئے جسم کی چنگاریاں راکھ بن چکی تھیں ۔ وہ اس کے بارے میں بھی غور کر رہے تھے ۔ انسانی پیکر میں، دیکھا ہے، اس کی ظاہری شکل و صورت، اس کی خواہشات، اس کی فطرت بالکل انسانوں کی طرح ہے، لیکن بذاتِ خود وہ کیا ہے ۔۔۔؟ اور جب اس کی خاموشی طویل ہو گئی تو فروزاں سے نہ رہا گیا ۔۔۔ اور وہ بول پڑی ۔

"اس کے بعد کیا ہوا ۔۔؟"

اور وہ چونک پڑا ۔ اس نے اسی اجنبی انداز میں ان تینوں کو دیکھا ۔ جو کبھی کبھی اس پر طاری ہو جاتا تھا ۔ جیسے وہ ماحول سے بے خبر ہو گیا ہو ۔ اسے کچھ یاد نہ رہا ہو کہ وہ کہاں ہے، کیا کر رہا ہے ۔ رفتہ رفتہ اس کی آنکھوں کی رونق لوٹ آئی ۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا ۔

"مجھے یقین ہے میرے اس سوال کا جواب کبھی نہیں ملے گا ۔ کس کے پاس یہ جواب ہے ۔ روحانیت کا دور گزر چکا پروفیسر ۔ مذاہب کی تشکیل کا دور گزر چکا ۔ ورنہ میں کسی مذہبی رہنما سے پوچھتا کہ میں کیا ہوں ۔ ممکن ہے تو میری تخلیق کرنے والے مجھے میرے سوال کا جواب دیدیتے ۔ میں نے بڑی غلطی کی لیکن اب تو افسوس کا وقت بھی گزر چکا ہے ۔ ادوار گزرتے رہیں گے ۔ میں ان کی کہانیاں سناتا رہوں گا ۔ نئی کہانیاں تخلیق ہوں گی اور میں ان میں شامل ہوں گا لیکن میں خود اپنی کہانی کبھی نہ جان سکوں گا ۔" اس نے گردن جھٹکی اور پھر اس کی مسکراہٹ جاندار ہو گئی ۔ "اونہہ ۔۔۔ میں پھر الجھ گیا ۔ ظاہر ہے میری یہ خواہش کبھی نہ پوری ہو گی تو پھر میں اس میں کیوں الجھوں ۔۔۔ تو تم اس کے بعد کی کہانی سنو ۔۔!"

میں آشوشا کی راکھ بھی نہ سمیٹ سکا ۔ تمہیں میری پوری زندگی کا علم ہو چکا ہے ۔ تم نے میرے بارے میں بخوبی جان لیا ہے ۔ تمہیں معلوم ہے کہ ادوار میرے سامنے بنے بگڑے ۔ سلطنتیں تباہ ہو گئیں ۔ انسان برباد ہوئے، لاکھوں ملے ۔ لاکھوں بچھڑ گئے ۔ لیکن آشوشا کی یہ جدائی مجھے بہت شاق گزری تھی ۔ میں اس کی راکھ کو یونہی چھوڑ کر آگ کے غار سے نکل آیا ۔ کھویا کھویا سا ۔ بوجھل سا ۔ میں نے سوچا ۔ آشوشا کی طلب ہی غلط تھی ۔ جڑی بوٹیوں نے اسے طویل زندگی دے دی تھی ۔ لیکن وہ مٹی کا انسان تھا ۔۔۔ اور مٹی کی حدود مقرر ہیں ۔ حدود سے پرواز کسی طور ممکن نہیں ہے ۔ چنانچہ میں الوشا کے غار کی طرف چل پڑا ۔ پورا غار جوں کا توں تھا ۔ آشوشا کے عجائبات تھے لیکن آشوشا ختم ہو چکا تھا ۔ بستی والوں کو اس کے بارے میں کیسے بتاؤں ؟ انہیں بتا کر ملے گا بھی کیا ۔ اور اب وہ آشوشا کے محتاج نہیں تھے اب انہیں جڑی بوٹیوں کی بھی ضرورت نہیں تھی ۔ وہ ترقی کے دور میں داخل ہو گئے تھے، انہیں زندگی گزارنا آگئی تھی ۔ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا تھا ۔ پھر میں کیوں ان پر مسلط رہوں ۔۔۔ سچ پوچھو پروفیسر ۔ تو آشوشا کی موت نے میرے ذہن پر ایک عجیب سی کیفیت طاری کر دی تھی ۔ اس سے پہلے میں اتنا بددل کبھی نہیں ہوا تھا ۔ کتنی والے آج بھی بوتیکا کی اتنی ہی عزت کرتے تھے ۔ وہ اب بھی اس پر اپنا سب کچھ نثار کرنے کو تیار تھے ۔ کیونکہ وہ احسان فراموش نہ تھے بستی کی کنواریاں آج بھی بوتیکا کے آتشیں بدن کی حرارت اپنے کنوارے جسموں میں جذب کرنے کو تیار تھیں، لیکن اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی تھی، ایک انوکھی سی بیزاری میرے ذہن پر طاری ہو گئی تھی ۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں ۔ کسی نئی جگہ، کسی نئے جہان میں ۔!

کئی دن تک میں ان غاروں میں پڑا سوچتا رہا ۔ آشوشا کی محنت کو میں اس طرح ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا ۔ اس نے میرے ذہن کو نئے راستے دیئے تھے ۔ میں ان سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا تب ۔۔۔ تب میں نے اس جگہ کو یاد کیا جہاں میں آشوشا کو برف میں دفنانے کے بعد گیا تھا ۔ اور میرے ذہن نے ایک نئے خیال کو جنم دیا ۔ کیوں نہ میں آشوشا کے بخشے ہوئے علوم کو جلا دوں ۔ کیوں نہ میں ادوار کے بارے میں نئی نئی باتیں معلوم کروں، پروفیسر ۔ یہ خیال میرے ذہن میں پختہ ہو گیا ۔ میں نے آشوشا کی دولت جمع کی ۔۔۔ جڑی بوٹیاں اور دوسری بہت سی چیزیں جو میرے کام آسکتی تھیں میں ان غاروں میں ایک انوکھی دنیا تعمیر کرنا چاہتا تھا ۔ ہاں ۔۔۔ یہ ایک بہتر مشغلہ ہو گا ۔ میں نے سوچا ۔ اس طرح میں زندگی کی یکسانیت سے بھی بچ پاسکوں گا ۔ یہی میرے لئے بہتر ہے ۔ تب پروفیسر ۔ میں نے دن رات کی محنت سے اپنے لئے ایک گاڑی تیار کی جو میری چیزوں کو بار کر سکے ۔ اس گاڑی کے لئے میں نے بستی سے چار گھوڑے حاصل کئے اور ایک رات میں ان تمام چیزوں کو بار کر کے چل پڑا ۔ میرا رخ برف کے انہیں میدانوں کی طرف تھا ۔ اب یہی میرا اثاثہ تھا جس کی میں پوری پوری حفاظت کرنا چاہتا تھا ۔! طویل سفر بے پناہ دشواریاں رکھتا تھا ۔ جانور گھوڑے بہت کم فاصلے تک ساتھ دے سکے ۔ ایک ایک کر کے چاروں مر گئے ۔ تب ان کا فرض میں نے سنبھال لیا اور بالآخر میں اپنے اثاثے کو بحفاظت یہاں لانے میں کامیاب ہو گیا ۔ میں آشوشا سے زیادہ ذہین تھا پروفیسر ۔ آشوشا کے غار ان غاروں کے مقابلے میں صفر سے بھی کم حیثیت رکھتے تھے ۔ میں نے شدید محنت سے ان غاروں کو صاف ستھرا کیا ۔ اپنی اثاث یہاں سجائی اور یہ کام مجھے بہت دلچسپ معلوم ہوا ۔ مجھے انسانوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ۔ برف کے خطرناک ڈھلوانوں کے اس طرف کی دنیا میری اپنی دنیا تھی ۔ میں یہاں صرف اپنے نقوش قائم کرنا چاہتا تھا ۔۔۔ اور میں دن رات تگ و دو میں مصروف ہو گیا ۔ یہاں بیٹھ کر میں نے اپنی کل زندگی کی داستان قلمبند کی ۔ آئندہ کے لئے لائحہ عمل بنایا ۔۔۔ اور نہ جانے کب تک میں ان کاموں میں مصروف رہا ۔!

غاروں کی چھت میری آبزرویٹری تھی ۔ جہاں سے میں ستاروں
کی چال کا مطالعہ کرتا تھا ۔ یہ ستارے میرے دوست تھے ۔ یہ مجھے ماضی،
حال اور مستقبل کی کہانیاں سُناتے تھے ۔ مستقبل میرے لئے بہت دلکش تھا
لیکن میں نے اپنی معلومات ستاروں تک ہی محدود نہ رکھی ۔ یہاں رہ کر میں نے
سورج کا مطالعہ کیا ۔ سورج ۔ جو کائنات کے سربستہ رازوں کا منبع
ہے ۔ میں نے اس کی کرنوں کو اپنایا اور یہ کرنیں بھی میری دوست بن
گئیں ۔ میں اپنے ان دوستوں میں مگن تھا ۔ اس کے ساتھ ساتھ میرے
تجربات بھی جاری تھے ۔ نہ جانے کتنا عرصہ گزر گیا ۔ شاید کئی صدیاں
تب میں نے اس غار کو اس شکل میں ترتیب دیا پروفیسر، جو تمہارے سامنے ہے ۔!
آشوشا کا غم میرے سینے سے مٹ چکا تھا ۔ میری زندگی میں
رہبانیت آ گئی تھی ۔ میرے سوچنے کا انداز بدل گیا تھا ۔ میں دنیا کے تمام
علوم اس غار میں جمع کر لینا چاہتا تھا ۔ میں کوزے میں دریا سمیٹ لینا چاہتا
تھا ۔ لیکن ایک رات ۔ جب میں اخترشناسی کر رہا تھا ۔ میرے ذہن
میں کہولت تھی ۔ مجھے اچانک ماحول سے بیزاری کا احساس ہوا ۔ میں نے
اپنا تجزیہ کیا ۔ میں کیا چاہتا ہوں ۔ عورت ۔ ؟ لیکن میرے اعضاء
نے اس خیال کو رد کر دیا ۔ اور بہت دیر کے بعد میں نے سمجھا ۔ میرے
جاگنے کا وقت مکمل ہو چکا تھا اب مجھے ایک طویل
نیند کی ضرورت تھی ۔ ہاں، اب مجھے سو جانا چاہیئے ۔ میں نے سوچا تھا ۔
لیکن میں جانتا تھا کہ نیند عارضی ہوتی ہے، ایک روز مجھے پھر جاگنا ہے ۔
میں جاگنے کے لئے وقت کا تعین ضرور کر لینا چاہتا تھا ۔ انسانی زندگی کے جو روپ
میں نے دیکھے تھے وہ یکساں تھے ۔ صرف تھوڑی سی رد و بدل کے ساتھ ادوار
میرے سامنے آئے تھے ۔ ہر قبیلے اور افراد کے ہر گروہ میں، میں ایک منفرد حیثیت
کا حامل رہا تھا ۔ ہر دور میں میری پوجا کی گئی تھی، کوئی میرا مقابل نہیں تھا ۔
میں سب سے ارفع و اعلٰے تھا ۔ لیکن یہ میری طلب نہیں تھی ۔ میں اقتدار اور پوجا
کا خواہشمند نہیں تھا ۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گا پروفیسر، کہ اس وقت
تک جو لوگ میرے سامنے آئے تھے ۔ وہ مجھ سے کمتر تھے ۔ میں ہر طرح ان پر
فوقیت رکھتا تھا ۔ بذاتِ خود وہ کچھ نہ تھے اس لئے میں نے ان کے لئے تگ و دو
کی ۔ یوں سمجھو پروفیسر کہ میں جس کے ساتھ ہوتا، کامیابی اور کامرانی
اس کے ہم قدم ہوتی ۔ لیکن یہ میری خواہش نہیں تھی ۔ بس حالات نے مجھے
مجبور کر رکھا تھا ۔ کچھ ایسا ماحول پیش آتا کہ میں ان کے لئے کچھ کرنے پر مجبور
ہو جاتا ۔ بہت سے قبیلوں کو میری وجہ سے سرفرازی ملی تھی ۔ اب کیا میں
طاآس کی جھوٹی خدائی چلنے دیتا ۔ کیا میں آگناس جیسے نیک نفس انسان کو
طاآس کے ظلم کا شکار ہونے دیتا ۔!
لیکن پروفیسر ۔ یوں سمجھو کہ آشوشا نے مجھے تحصیلِ علم کے جس راستے
پر لگایا تھا، اس نے میرے اندر ایک انوکھی خودغرضی پیدا کر دی، میں نے صرف
اپنے لئے جینے کا فیصلہ کر لیا ۔ مجھے ادوار میں صرف ایک تماشائی کی حیثیت
اختیار کر لینا چاہیئے ۔ میں خود کسی کے معاملات میں ٹانگ کیوں اڑاؤں، مجھے
تو صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ وقت کے دھارے کے ساتھ انسان کی سوچ کون
کونسے روپ بدلتی ہے، دنیا کس انداز میں آگے بڑھتی ہے ۔ میں کسی کے معاملے
میں مداخلت کیوں کروں ۔ مجھے تو صرف ایک محقق ہونا چاہیئے ۔ ہاں اپنی
دلچسپی کے لئے جس اقدام کی ضرورت پیش آئے اس سے گریز بھی حماقت ہے
ہر دور میں صرف اپنا کام کرو ۔ اپنے لئے جیو ۔ اور دُنیا کا تماشا دیکھو ۔
میں نہیں کہہ سکتا پروفیسر، کہ میری یہ سوچ دُرست ہے یا غلط ۔ لیکن اس کے
بعد میں کامیابی سے اس پر عمل پیرا ہوں ۔ یعنی میں نے دوسروں کے درد
سمیٹنا بند کر دیئے ہیں ۔ ہاں کسی ماحول میں اپنی ذات ضم کرنے کے لئے اگر کبھی
ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے اس سے دریغ نہیں کیا ۔ اور
تم جانتے ہو پروفیسر، کہ کسی معاملے میں کامیابی حاصل کر لینا میرے لئے کونسی
بڑی بات تھی ۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد سے آج تک دلچسپ ترین واقعات کا ایک
سمندر ہے، جو رواں دواں رہا اور میں اس سمندر کی ایک ایک موج سے لطف
حاصل کرتا رہا ۔ میرے سامنے بڑے بڑے جابروں کے دور گزرے ۔ میں نے بڑے
بڑے محیر العقول کارنامے دیکھے جو درحقیقت میری سمجھ میں بھی نہیں آ سکتے تھے ۔
میں نے ان پر تحقیق کرنے کی کوشش بھی کی، لیکن بعض معاملات میں مجھے
اپنی ناکامی کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے ۔ بہرحال میں اپنی طویل نیند کی
تیاریوں میں مشغول ہو گیا ۔ میں نے ضروری انتظامات کئے اور یہ انتظامات
ان انتظامات سے مختلف نہیں تھے پروفیسر ۔ جو تم نے یہاں آنے کے
بعد دیکھے ۔!
تب ۔ میں ریت کے پگھلے ہوئے جز سے ڈھلے ہوئے اس تابوت
میں لیٹ گیا ۔ میرے جسم کی حفاظت کے لئے جوہرِ حیات کے قطرے مجھ پر ٹپکتے
تھے ۔ میں نے اپنے جاگنے کے لئے ایک دور کا تعین کر لیا تھا ۔ ہاں، میرے دوست
ستاروں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ دور تہذیب کا دور کہلائے گا ۔ اس دور کا
انسان مہذب ہونے کا دعویٰ کرے گا ۔ وہ دور ایجادات کا دور ہوگا،
انسان اپنی سہولتوں کے بہت سے سامان کرے گا ۔ اور دُنیا کا رنگ بدلتا
چلا جائے گا ! میں تہذیب کے اس دلچسپ دور میں آنکھ کھولنے کی خواہش
لے کر گہری نیند سو گیا ۔ گہری اور طویل نیند ۔ !
اور دن گزرتے رہے ۔ ماہ گزرتے رہے ۔ سال گزرتے رہے اور
صدیاں گزرتی رہیں، موسم بدل گئے، جغرافیئے بدل گئے، حالات بدل گئے
یہاں تک کہ میرے جسم پر ہونے والی جوہرِ حیات کی بارش رُک گئی ۔ میرے
اعضاء میں اینٹھن ہونے لگی ۔ تب میں نے ایک طویل انگڑائی لی ۔ اور
آنکھ کھول دی ۔ میں جاگ گیا ۔ ایک سوئے ہوئے مسافر کی طرح میری
آنکھ کھلی ۔ منزل کا خیال آیا اور میں کہولت کی انگڑائیاں لیتا ہوا تابوت سے
نکل آیا ۔ میرا جسم بے رنگ ہو رہا تھا ۔ میرے اعضاء میں تھکن تھی ۔ جوہرِ حیات
نے مجھے تر و تازہ رکھا تھا ۔ برف کی سردی نے میری حیثیت میں تبدیلی نہیں
ہونے دی تھی ۔ لیکن ۔ میں شدت سے غسلِ آتش کی ضرورت محسوس
کر رہا تھا ۔ تب میں نے غار سے باہر نکل کر دیکھا ۔ دنیا ضرور بدل گئی

تھی۔ لیکن قبر کا یہ ویرانہ انسانی قدموں سے دور تھا۔ تہذیب کے دور کے انسان نے اب اس قدر ترقی بھی نہیں کی تھی کہ وہ ان ناقابلِ عبور ویرانوں کو مسخر کر لے۔ باہر کی فضاء جوں کی توں تھی۔ حالات جوں کے توں تھے۔ ایک لمحے کے لئے مجھے احساس ہوا کہ کہیں میں وقت سے پہلے تو نہیں جاگ اٹھا۔ کیا واقعی صدیاں گزر گئیں۔ ؟ کیا واقعی وہ دور آگیا جس کا تعین کر کے میں سویا تھا۔ میرا اندازہ غلط تو نہیں ہو سکتا بہر حال اس کا تجزیہ تو ان ویرانوں سے نکل کر ہی کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اس سے قبل مجھے اپنی جسمانی غذا کا انتظام کرنا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے تیز آگ کا انتظام کیا ایسی آگ جو میرے ایک ایک عضو سے تھکن نچوڑ دے۔ میں نے اس کے لئے پہاڑوں کے ایک غار کا انتخاب کیا اور پھر اس غار میں آگ روشن کر دی، ایک خوفناک آگ جو پتھروں کو بھی پگھلا دے۔ آگ بھڑکتی رہی اور جب غار کا رنگ سرخ ہو گیا پتھروں سے سرخ پسینہ بہنے لگا تو میں اپنی روحانی اور جسمانی غذا حاصل کرنے کے لئے اندر داخل ہو گیا۔ آہ۔ پروفیسر۔ آگ میری زندگی کو جلا بخشتی ہے۔ آگ مجھے ایسا سکون دیتی ہے جس کو الفاظ میں لانا محال ہے!

غار سے برآمد ہوا تو گویا نوزائیدہ تھا۔ چاق و چوبند، ہر آزار سے آزاد۔ تمام جسمانی قوتیں واپس آگئی تھیں، تمام ذہنی قوتیں عود کر آئی تھیں۔ غار میں واپس آیا۔ اپنے پروگرام پر نگاہ ڈالی اور پھر اپنی تمام چیزوں کو محفوظ کر کے واپس چل پڑا۔ ان ڈھلانوں کو عبور کیا اور اسی علاقے کا رخ کیا جہاں کٹمالی آباد تھا۔ طویل سفر حسبِ معمول جاری رہا۔ راستے بھر شکار ملتا رہا، کئی جنگل ابھر آئے تھے۔ نئے راستے نکل آئے تھے، لیکن آتش فشاں کے پہاڑ جوں کے توں تھے، وہ آبشار اسی طرح گر رہا تھا جو صدیوں پرانا تھا۔ لیکن ان پہاڑوں کے دوسری طرف دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ پہاڑوں کے دوسری طرف سمندر تھا۔ صرف سمندر۔ ہاں پروفیسر۔ جہاں کبھی درخت تھے، کرال تھے۔ کھیتی باڑی ہوتی تھی۔ ہنستے کھیلتے گھرانے آباد تھے، وہاں اب سمندر کی بے رحم موجیں سر مار رہی تھیں۔ کٹمالی کا وجود ختم ہو گیا تھا۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا پروفیسر۔ میں غمگین ہو گیا۔ یہ سمجھنے میں دقت نہ ہوئی کہ سمندر نے وسعت اختیار کی اور کٹمالی نیست و نابود ہو گیا۔ ہاں وہ ذہین لوگ نہ جانے کس طرح موت کے شکار ہوئے ہوں گے۔ میں اس بستی کا خالق تھا اور اپنی بنائی ہوئی اس بستی کی تباہی دیکھ کر مجھے دکھ ہوا تھا۔ میں نے اس بستی سے بہت کچھ لیا تھا۔ اسے بہت کچھ دیا تھا۔ کیا تم نے میری اس بات پر یقین کر لیا تھا پروفیسر کہ میں نے اس بستی کو سمندر کے پانی سے روشن کیا تھا۔ کیا یہ انوکھی بات نہیں تھی۔ ؟"

پروفیسر خاور چونک پڑا۔ اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ "درحقیقت اس طویل کہانی میں یہ نکتہ سب سے زیادہ ناقابلِ یقین تھا۔"

"کیا اس دور کے لوگ وہ روشنی نہیں دریافت کر سکے جو توانائی سے حاصل ہوتی ہے۔ ؟"

"وہ روشنی۔ اب تو ایسی اشکال اختیار کر گئی ہے کہ تم دنگ رہ جاؤ گے۔ توانائی نے ہماری زندگی کا ہر کام سنبھال لیا ہے۔ لیکن ہم اسے جدید دور کی دریافت سمجھتے ہیں اور کسی طور یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ ماقبل تاریخ کا انسان بھی الیکٹرسٹی دریافت کر چکا تھا" پروفیسر خاور نے صاف گوئی سے کہا۔

"نہیں پروفیسر۔ ماقبل تاریخ کے طویل ادوار میں انسانی ترقی کے متعلق جو تفاصیل ہیں ان میں تم اس بات کو نظر انداز نہیں کرو گے کہ ماقبل تاریخ کے انسان نے غذائی اجناس دریافت کیں، بہتر مکان تیار کر لیے۔ اپنی مادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے خاص ترین انتظامات کر لیے مختلف ادوار کے کچھ نام تجویز ہوئے مثلاً حجری۔ برنجی اور آہنی۔ خود ان سے منکشف ہوتا ہے کہ انسان معمولی اوزاروں سے ترقی کرتے کرتے اعلیٰ درجے کے اوزار بنانے لگا۔ اس سے صاف اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کہ انسان وسائل کو مقاصد کے مطابق بنانے کی صلاحیت میں آگے بڑھتا گیا۔ یہی شئے ہے جسے ہم آج فنی اصلاح قرار دیتے ہیں۔ ماقبل تاریخ کا انسان بھی آج کے انسان سے مختلف نہیں تھا۔ ہاں اس کے پاس ٹھوس وسائل نہیں تھے۔ ابھی وہ ذہنی طور پر پختہ نہیں ہوا تھا۔ کسی اچانک اور حادثاتاً دریافت ہو جانے والی چیز پر ٹھوس تجربات نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کچھ دریافت شدہ چیزیں کسی وجہ سے ضائع ہونے کے بعد دوبارہ اس شکل میں نہ آسکیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی بعض خوبیاں ان کے ساتھ ختم ہو گئیں اور جدید دور کے انسان نے جب ان کے انداز میں سوچا تو [illegible] وسائل سے کام لیا۔ اس کے بارے میں پختگی سے تجربات کئے۔ اور وہی گمشدہ قوتیں پھر عود کر آئیں۔ نئے دور کا انسان انہیں خود سے منسوب کرنے میں حق بجانب ہے۔ لیکن ۔۔۔ وہ پرانے دور کے انسان کو بالکل بے صلاحیت ظاہر کرنے میں تنگ دلی سے کام لیتا ہے۔ کٹمالی کے لوگ اگر حیات پاتے، تو شاید وہ سب سے پہلے لوگ ہوتے جو توانائی سے پیدا ہونے والی روشنی کے موجد کہلاتے۔ لیکن حالات نے انہیں موقع نہ دیا۔ اور وہ سمندر کے شکار ہو گئے۔"

بہرحال۔ جدید دنیا شاید تمہارے اس انکشاف کو قبول نہ کرے۔"

"مجھے اس دنیا سے کیا لینا ہے پروفیسر۔۔۔ میں تو تمہیں اپنی کہانی سنا رہا ہوں جس کا ہر لب تمہارے لئے ناقابل یقین ہوگا لیکن میں تمہیں ایک ایک چیز کا ٹھوس ثبوت مہیا کروں گا صرف ایک ثبوت، جس کے بعد تم میری ہر بات کا یقین کرنے پر مجبور ہو گے۔"

"تمہارے حیرت انگیز ہونے پر تو مجھے یقین ہے دوست بہرحال جاگنے کے بعد کی کہانی سناؤ۔"

"میں۔۔۔ میں جانتا ہوں تمہارا ذہن الجھ رہا ہوگا۔ بہرحال۔۔۔ میں کھلی وادیوں کو کسی نئے روپ میں دیکھنا چاہتا تھا لیکن ان کے تمام خشک سمندروں کی تہہ ہو گئے تھے میرے اندازے کے مطابق، ستاروں کی پیش گوئی کے مطابق تہذیب کا دور شروع ہو چکا تھا لیکن اس نئے دور کے لوگ کہاں تھے؟ ان کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ اس بار سمندر کے سفر کو دل نہ چاہا اور میں نے مخالف سمت چلنا شروع کر دیا۔ اگر اس زمین کی انتہا بھی باقی رہی تب دیکھا جائے گا۔ لیکن اس وقت تک خشکی کے لاتے سفر کروں گا جب تک زمین باقی ہے۔ مجھے تہذیب کے گہواروں کی تلاش تھی میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تہذیب کی ابتدا کس منزل میں ہوتی ہے۔ میں چلتا رہا۔ اور پھر ستارے نکل آئے میں نے قیام کیا پیٹ بھرا۔ اور پھر اپنے پرانے دوستوں سے ملاقات کرنے لگا میرے دوست مجھے دیکھ رہے تھے جیسے شناسائی کا اظہار کر رہے تھے۔ اور میں ان سے گفتگو کر رہا تھا میں ان سے تہذیب کی سمتیں معلوم کر رہا تھا۔ اور انہوں نے مجھے مایوس نہ کیا۔ سمت، چاند ستارے سب میرے معاون تھے۔ ستاروں نے مجھے منزل کی سمت دکھائی۔ اور سورج کی کرنوں نے نشان مہیا کیے۔ میں چلتا رہا۔ پہاڑوں میں، میدانوں میں، دلدلوں میں۔۔۔ اور سفر طے ہوتا رہا۔ نہ جانے کتنے چاند نکلے۔ کتنے سورج ڈوبے۔ میرا سفر جاری رہا طویل سفر۔ تہذیب کی تلاش میں۔۔۔ اور پھر مجھے انسان کے نشان ملنے لگے۔

میری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا میں نے جس دور کی خواہش کی تھی اب میں اس دور کے انسانوں میں پہنچنے والا تھا۔۔۔ میں ان کے ساتھ سانس لوں گا میں نئے دور کے نئے انسانوں کو دیکھوں گا۔ ان کا رہن سہن، ان کی زندگی ان کا عمل، گھوڑے کے قدموں کے نشانات، بھیڑوں کے گلے اور ایسی ہی دوسری چیزیں دیکھتا ہوا میں آگے بڑھتا رہا میرا جسم حسب معمول چاند کی طرح سنہرا تھا۔ میرے بال آگ کی طرح سرخ تھے اور میرے چہرے پر جوانی کی تازگی تھی۔

تب میں نے تاریخ کے اس دور کے پہلے انسان کو دیکھا یہ بھیڑوں کا نگہبان تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے وہ بھیڑوں کے ریوڑ کو ہنکار رہا تھا۔ بھیڑوں کا غول اس کے آگے چل رہا تھا۔ میں نے قدموں کی رفتار تیز کر دی۔ اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ یہ ایک عمر رسیدہ مرد تھا جس کے چہرے پر لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں اور آنکھوں میں تجربہ نظر آ رہا تھا۔ میں اس کے سامنے پہنچا تو وہ چونک کر رک گیا۔ اس نے تیکھے سے اور چونک کر مجھے دیکھا اور پھر اس نے تنک زبان میں پوچھا۔

"تو کون ہے۔؟"

اس زبان کو سمجھنے میں مجھے زیادہ وقت نہیں ہوئی لیکن میں نے اپنا مخصوص عمل دہرایا اور پھر اسی کی زبان میں کہا۔

"تیری طرح کا انسان۔"

"کیا چاہتا ہے۔؟"

"تیری ہم نشینی، تیری دوستی۔۔۔" میں نے جواب دیا۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی تھی کہ تہذیب کے دور کے اس انسان نے میری ہیئت پر حیرت نہیں کی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر خوفزدہ بھی نہیں ہوا تھا۔

"تو کون سے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے؟" اس نے پوچھا اور اس کا جواب میرے لئے ذرا مشکل تھا۔ نہ جانے وہ کون کون سے قبیلوں کے بارے میں جانتا ہے بہرحال اس کی دوستی حاصل کرنے کے لئے اسے مطمئن کرنا ضروری تھا چنانچہ میں نے یونہی ایک نام لے دیا۔

"میرا تعلق ارباس سے ہے۔"

"ارباس۔" اس نے ذہن پر زور دینے والے انداز میں کہا اور پھر گردن ہلاتے ہوئے بولا "میں نہیں جانتا کہ یہ قبیلہ کون سا ہے۔ کہاں ہے؟ اور جب میں تیرے قبیلے کے بارے میں نہیں جانتا تو مجھ سے دوستی عبث ہے۔" وہ آگے بڑھنے لگا تب میں نے جلدی سے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"تو میرے قبیلے کے بارے میں نہیں جانتا لیکن تو مجھے ایک ہمدرد اور مشفق دوست پائے گا۔ میں تیری دوستی کا خواہش مند ہوں۔"

"عجیب مرد ہے تو۔ کیا تجھے دودھ کی خواہش ہے۔؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے تیری دوستی کے سوا کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔" میرے ان جملوں پر اس نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔

"اگر تو میرا دوست ہے۔ تو کیا تو میرے دشمنوں کو سرنگوں کرنے کی قوت رکھتا ہے۔؟"

"ہاں۔ میں انہیں زمین کے نیچے پہنچا سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تب آ۔۔۔ میں نے تیری دوستی قبول کی۔" بوڑھے کے باریک ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے لکڑی اٹھائی اور اس کی رکی ہوئی بھیڑیں پھر چل پڑیں۔ میں تہذیب کے دور کے اس انسان کا تجزیہ کر رہا تھا۔ اس میں بظاہر کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ میری ہیئت سے مرعوب نہیں ہوا تھا میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

"تیرا نام کیا ہے۔؟" راستے میں میں نے اس سے پوچھا۔

"تارح۔" میں متوقع تھا کہ وہ بھی میرا نام پوچھے گا لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور میں خاموش ہو رہا۔ ہم پہاڑی راستے طے کرتے رہے۔ تب وہ

سے ایک بستی نظر آتی جو کچی اینٹوں کے مکانوں سے آباد کی گئی تھی۔ بظاہر ان مکانوں میں کوئی خاص بات نہیں تھی سوائے اس کے کہ وہ کشادہ تھے اور زیادہ جگہ پر احاطہ کئے ہوئے تھے۔ ہاں ان کی ترتیب عمدہ تھی۔ مکانوں کے درمیان راستے چھوڑے گئے تھے جو بہتر گزرگاہ کا کام دیتے تھے۔ ان کے سامنے احاطے تھے جن میں بھیڑیں، بکریاں اور گھوڑے بندھے ہوتے تھے۔ لکڑی سے بہترین کام لیا گیا تھا مکانوں کی تعمیر میں لکڑی استعمال کی گئی تھی۔ یقیناً یہ لوگ زمین کے استعمال سے بھی واقف ہوں گے۔ میں نے سوچا اور میرا یہ خیال یقین میں بدل گیا۔ میں نے احاطے کے ایک حصے میں لکڑی سے بنی ہوئی گاڑیاں دیکھیں جن کے پہیوں میں جگہ جگہ لوہا استعمال کیا گیا تھا۔ کچی عمارت کے اندرونی حصے میں زمین میں سوراخ کرکے پانی نکالنے کا بندوبست بھی کیا گیا تھا۔ غرض تہذیب کے دور کے اس انسان کی نرالی حیثیت مجھے جگہ جگہ مل رہی تھی۔

مکان میں ایک بوڑھی عورت بھی تھی جس سے تارح نے یہ کہہ کر میرا تعارف کرایا۔ "یہ اجنبی قبیلے کا جوان ہمارا دوست ہے۔ ہمارے دشمنوں کے خلاف یہ ہماری ڈھال ہے۔ اور یہ ہماری لڑکیوں کا مرد ہے کہ اس سے ہماری نسل بڑھے گی اور ہمارا خاندان چلے گا۔"

"کیا خوب ہے یہ مرد۔" عورت نے کہا۔ اس نے محبت سے میرا ہاتھ پکڑا اور اندر لے گئی۔ جہاں دو نوجوان لڑکیاں موجود تھیں۔ سیدھے سادے لباس میں ملبوس دو سانولی لڑکیاں ـــــ!

مجھے بوڑھے کے الفاظ یاد آگئے۔ "یہ ہماری لڑکیوں کا مرد ہے۔"

تب میں نے گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لیا۔ اور یہ لڑکیاں مجھے بُری نہ معلوم ہوئیں ان کی آنکھوں میں عجیب سے خوف کے احساسات تھے۔ میں انہیں دیکھ کر مسکرایا بہرحال میں نے یہاں کچھ دن قیام کا فیصلہ کرلیا۔ میں ان کی نسل بڑھانے کے تو کیا کام آتا۔ البتہ وہ میری اہم ضرورت پوری کرنے کے کام ضرور آسکتی تھیں جسے انہیں دیکھنے کے بعد میں محسوس کرنے لگا تھا۔ بوڑھی عورت نے بیٹھنے کے لئے لکڑی کی کرسی پیش کی۔ اور پھر اپنی لڑکیوں سے دودھ لانے کے لئے کہا۔ تب کسی دھات کے پیالے میں مجھے بھیڑوں کا تازہ دودھ پیش کیا گیا جسے میں نے شکریے سے پی لیا۔

"مختصر یہ پروفیسر ـــــ کہ نئے انسانوں نے بھی مجھے خوش آمدید کہا۔ اور میں نے تہذیب کے دور میں نئی زندگی کی ابتدا کردی۔ یہ دور مجھے بہت بھلا لگا۔ اس دور کے انسانوں کو کچھ سکھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ مائل بہ ترقی تھے۔ نئے نئے ہتھیار ـــــ کارآمد اور مفید انداز زندگی گزارنے کے نئے نئے طریقے ـــــ جو میں نے پوری بستی میں گھوم پھر کر دیکھے۔ بلاشبہ میں ان طریقوں کو اور بہتر بنانے میں ان کی مدد کرسکتا تھا لیکن میں بتا چکا ہوں کہ میں نے یہ شعبہ اپنی زندگی سے نکال دیا تھا۔ میں تو میں صرف ایک محقق کی حیثیت رکھنا چاہتا تھا۔ اور اب بلاشبہ مجھے اس نئے دور کی تحقیق کرنا تھی۔ ان کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا تھیں۔ ہاں اگر تم اجازت دو تو زیب داستان کے لئے میں اس داستان کے رنگین پہلو نظر انداز نہ کروں۔"

"ہم ـــــ اس دور کے ہر پہلو کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔" پروفیسر خاور نے جلدی سے کہا۔ اور پھر اچانک اسے اپنے الفاظ کا احساس ہوا اور اس نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ لڑکیوں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔

"ہم ـــــ میرا مطلب ہے میں ـــــ میں۔" خاور گھبرا کر بولا۔

"جنس تو ابتدائے آدمیت سے ودیعت ہے پروفیسر۔ کسی دور، کسی مذہب نے اس سے پہلوتہی نہیں کی ہے۔ ہاں اس کے اقدار، اس کی شکل بدلتی رہی ہیں۔ مذاہب نے اس کی بہتری اور اخلاقی برتری کے لئے کچھ قیود عائد کی ہیں جو کسی طور ناگوار نہیں رہی ہیں اور انسان خود کو اس انداز میں ڈھالتے رہے ہیں۔ کیونکہ بہرحال اس کا حصول ممنوع نہیں قرار دیا گیا۔ چنانچہ جب میں تمہارے دور کی بات کروں گا۔ تو میرے الفاظ ملفوف ہوں گے ان ادوار کی صحیح تفصیل جاننے کے، ان کے کسی پہلو سے پردہ پوشی جائز نہیں ہے۔ اور پھر میں تو اس دور کی داستان بیان کر رہا ہوں جب تہذیب کی ابتدا ہوگئی تھی۔ جب انسانوں نے علی الاعلان کچھ ضابطے مقرر کرلئے تھے۔ بے شمار مذاہب، عقائد اب بھی ایسے موجود ہیں جہاں جنس کو مختلف درجے دیئے گئے ہیں۔ نئے انسان کے لئے یہ درجے عجوبے ہیں لیکن ان کے پیرو ان سے کسی طرح شرمندہ نہیں ہیں۔ میں ان لوگوں میں سے بھی گزرا ہوں جن کا تذکرہ آئندہ کروں گا۔ ہاں تو میں اس بوڑھے تارح کی دونوں لڑکیوں کی بات کہہ رہا تھا۔ میں نے تہذیب کے شہر کی مکمل تفصیلات معلوم کیں۔ ان کے رسم و رواج، ان کے عقائد کا حال معلوم کیا۔ لیکن چونکہ یہ اس سے بعد کی بات ہے [illegible] وقت کی داستان میں بیان کر رہا ہوں۔ اس لئے ان کا تذکرہ بعد میں ہی مناسب رہے گا۔"

"تو جس روز میں بوڑھے تارح کے ساتھ اس کی بستی میں اس کے مکان میں داخل ہوا۔ یہ اسی رات کی بات ہے۔ تارح نے دل سے مجھے اپنا دوست تسلیم کرلیا تھا۔ بوڑھی اس کی شریک زندگی تھی۔ انسانوں نے کچھ رشتے تراش لئے تھے جن کے تحت ایک اجنبی یا غیر اجنبی عورت کو زندگی کا ساتھی بنا لیا جاتا تھا۔ بعض اوقات ان عورتوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہوتی تھی۔ ان کو رکھنے والا ہر طرح ان کی کفالت کرتا۔ ان دونوں کے ملاپ سے پیدا ہونے والے بچوں کی کفالت کرتا اور اس کا پورا پورا ذمہ دار ہوتا۔ اکثر لوگ اجنبی لڑکوں اور لڑکیوں کا ملاپ کراتے لیکن اگر یہ صورت باقی نہ رہتی تو پھر جو لڑکا اور جو لڑکی مناسب نظر آتی۔ ان دونوں کو کچھ رسومات کے ساتھ یکجا کرلیا جاتا تاکہ نسل بڑھتی رہے۔ مختلف قبائل مختلف رسومات ادا کرتے تھے لیکن ان کا مقصد ایک ہی ہوتا تھا۔ افزائش نسل ـــــ اور افزائش نسل ہو رہی تھی۔

بوڑھے کی صرف دو لڑکیاں تھیں۔ اور کوئی لڑکا نہ تھا۔ شاید ان لڑکیوں پر دعویٰ کرنے والا ابھی کوئی نہ تھا اس لئے اسے میں ہی غنیمت معلوم

ہوا۔ اور اسی رات ــــ بوڑھے نے ان دونوں لڑکیوں کو نئے لباس سے آراستہ کیا۔ ان کے بالوں کو کسی چیز سے سنوارا اور چمکدار کر کے ان کی چوٹیاں بنائیں۔ اور ان کے جسموں کو خوشبوؤں سے معطر کیا۔ اور پھر ہم گھر کے ایک حصے میں جا بیٹھے جو صاف ستھرا تھا۔

"تو نے مجھ سے دعویٰ کیا تھا اے جوان کہ تو میرا دوست ہے۔ اور میرے دشمنوں کے خلاف میرا مددگار ــــ تو میری پریشانیوں کا حل تلاش کرے گا۔ تو اجنبی قبیلے کا فرد ہے۔ سو میں تجھے اپنوں میں شامل کر رہا ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ اب سے تو خود کو اسی قبیلے کا فرد گردانے گا، انہیں بھول جائے گا جو تیرے تھے۔ اور ان میں واپس نہیں جائے گا۔ اقرار کر کہ تو فعل کا سچا ہے۔"

میرا قبیلہ ہی کون سا تھا پروفیسر ــــ جسے چھوڑنے میں مجھے تردد ہوتا۔ میں تو نئے دور کے انسان کی ایک ایک ادا سے محظوظ ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے وہی سب کچھ کہہ دیا جو بوڑھے نے کہا تھا۔ میری نگاہ دونوں لڑکیوں کے چہروں پر تھی۔ جو وصال کے تصور سے گلنار تھیں۔ میرے الفاظ کی ادائیگی سے بوڑھے اور اس کی بیوی کا چہرہ کھل اُٹھا۔ انہوں نے ایک بڑے پیالے میں دودھ بھرا۔ اور دونوں لڑکیوں کو میرے سامنے بٹھا لیا۔ سفید دودھ میں میں [illegible] پھر دودھ کے پیالے کو بوڑھی عورت نے میرے [illegible] نے اس میں سے دو گھونٹ بھرے۔ تیسرے گھونٹ کا [illegible] تھا کہ بوڑھی عورت نے جلدی سے پیالہ کھینچ لیا۔

"بس ــــ اور نہ پی ــــ میری صرف دو لڑکیاں ہیں۔" اور میں نے دودھ سے ہونٹ ہٹا لئے۔ میرے ذہن میں عجیب سی گدگدی ہو رہی تھی۔ یہ سب مجھے بے حد انوکھا لگ رہا تھا۔ پیالہ باری باری دونوں کی طرف بڑھایا گیا۔ اور انہوں نے اس میں سے ایک ایک گھونٹ لے لیا۔ پھر بوڑھا اور اس کی عورت اٹھے۔ انہوں نے ہمیں بھی اشارہ کیا۔ اور ہم سب اس کے صحن میں پہنچ گئے۔ جہاں کچی مٹی میں ایک گہرا گڑھا کھودا گیا تھا جو زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ پیالہ جس میں بچا ہوا دودھ موجود تھا۔ ایک لکڑی کے ڈھکن سے ڈھک کر گڑھے میں اتار دیا گیا اور سب سے پہلے مجھے اس پر مٹی ڈالنے کی ہدایت کی گئی۔ میں نے اس پر عمل کیا۔ اس کے بعد دونوں لڑکیوں نے اس پر مٹی ڈالی۔ اور پھر بوڑھے اور اس کی شریک عورت نے اس گڑھے کو پوری طرح بند کر دیا۔

گویا دودھ کا یہ پیالہ ہماری محبت کا امین تھا۔ اس نے میرے دل میں لڑکیوں کی محبت ڈالی تھی تاکہ میں زندگی کی آخری سانس تک ان کی محبت میں دفن رہوں۔ اور وہ میری محبت اور وفادار رہیں ــــ میں ان تمام باتوں میں پوری دلچسپی لے رہا تھا۔ تاہم میں دل سے ان کی ان معصوم حرکتوں سے متاثر نہیں تھا۔ میں جانتا تھا ان کی یہ کوشش لاحاصل ہے میں کہاں ان دونوں لڑکیوں میں سر کھپا تا رہوں گا، ہاں اس وقت وہ ضرور میرے کام کی تھیں۔ جب تک نئے لوگ، نئے جہاں میرے سامنے نہیں آتے۔

تو پروفیسر اس طرح وہ دونوں لڑکیاں میرے تصرف میں دے دی گئیں اور وہ بہت خوش تھیں۔ وہ میرے سنہرے اور سڈول بدن کو دیکھ کر خوشی پھولی نہیں سما رہی تھیں اور ایک دوسرے کو اشارے کر رہی تھیں۔ لیکن بڑی وقت اس وقت پیش آئی جب وہ دونوں بیک وقت میری خلوت میں داخل ہوئیں۔ حسن و جمال میں دونوں یکتا تھیں۔ دونوں کی جوانی بھرپور تھی۔ اور دونوں ہی بیک وقت میری الفت کی طالب تھیں۔ بلاشبہ اس سے کہیں زیادہ سنگین حالات مجھے پیش آتے تھے لیکن ان کی نوعیت دوسری تھی۔ مثلاً طاآس کی بے شمار بیویاں ــــ جو میرے لئے وبالِ جان بن گئی تھیں۔ اور جن کی وجہ سے مجھے طاآس کا شہر چھوڑ کر بھاگنا پڑا تھا۔ لیکن ان میں بھی ایک آسانی تھی یعنی ہر رات ایک بیوی میری خلوت میں آتی تھی اور اس کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ میں سب سے زیادہ اسے ہی پسند کروں۔ عورت کی رقابت سے میں بخوبی واقف تھا۔ میں اس وقت کو کبھی نہیں بھولا تھا جب میری ہوش و حواس کی زندگی کی پہلی عورت کو ــــ دوسری عورت جس کا نام لاکا تھا، نے قتل کر دیا تھا۔ گویا رقابت ازل سے ہی چلی آ رہی ہے۔"

اور اس وقت ــــ یہ دو حسین لڑکیاں بیک وقت میرے پہلو میں موجود ہیں۔ گو وہ دونوں بہنیں ہی سہی۔ لیکن کیا مرد کے معاملے میں وہ عورت نہیں بنیں گی؟ لیکن چونکہ یہ بھی ایک تجربہ تھا اس لئے پروفیسر میں نے خود کو اس تجربے کے لئے تیار کر لیا۔ دونوں لڑکیوں نے خلوت گاہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور میرے دونوں بازوؤں سے آ لگیں۔

لکڑی کی بنی ہوئی ایک مسہری پر مجھے لایا گیا جس پر نرم گھاس کے اوپر کسی جانور کی کھال منڈھی ہوئی تھی جو نرم اور مخملیں ریشوں کی طرح کی تھی۔ تب دونوں لڑکیاں میرے اردگرد بیٹھ گئیں۔ میں نے ابھی تک ان میں سے کسی کی آواز نہیں سنی تھی۔ بہرحال میں ان کا مرد تھا اور میری خدمت دونوں پر واجب تھی چنانچہ میں نے ان سے پہلی بات کی۔

"تم دونوں کے نام کیا ہیں ــ؟"

"ساوَل ــ" ایک نے کہا۔

"حکیلہ ــ،، دوسری نے بھی کہا۔ ان کی آواز بھی ان کے چہروں کی طرح دلکش اور مترنم تھی۔ ان میں ایک طرح کی شرم پائی جاتی تھی۔

"تم میں سے بڑی کون ہے؟" میں نے دوسرا سوال کیا۔

"حکیلہ" ساوَل نے دوسری لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تب پھر ــ آج رات، صرف حکیلہ میری خلوت میں ہو گی ــ تمہیں کل طلب کروں گا۔" میں نے کہا اور دونوں لڑکیوں کے چہرے خوف سے زرد ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔ ان کی آنکھوں سے بے پناہ خوف جھانکنے لگا تھا۔ میں ان کے اس خوف پر حیران رہ گیا اور ان کی شکل دیکھنے لگا۔ جب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تو میں نے ان سے پوچھا۔ "کیوں! کیا بات ہے ــ تم پریشان کیوں ہو گئیں ــ؟"

"نہیں۔ نہیں۔ ساؤل تمہاری خلوت میں رہے گی میں چلی جاتی ہوں۔ میں۔ میں۔ ساؤل پر اپنی زندگی قربان کر سکتی ہوں۔" اچانک حکیلہ نے ہذیانی انداز میں کہا اور ساؤل کو کھینچ کر سینے سے لپٹا لیا۔ ساؤل کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"نہیں حکیلہ، تیری محبت کا شکریہ۔ اس کی فرمانبرداری ہم پر فرض ہے۔ خداوند را آبیان تجھ پر برکتیں نازل کرے۔" ساؤل نے روتے ہوئے کہا اور میں بری طرح بوکھلا گیا۔

"ارے یہ کیا شروع کر دیا تم لوگوں نے۔ کیا ہو گیا تمہیں۔" میں نے ان کے درمیان آتے ہوئے کہا۔

دونوں یاس بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

"حکیلہ تم بتاؤ۔ یہ رونا دھونا کیسا ہے۔" میں نے حکیلہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے ساؤل کو اپنی آغوش سے دور رکھنے کا فیصلہ کیا! اس طرح اس پر موت واجب ہو گئی۔ مقدس کاسین اعظم اور خداوند را آبیان کے احکامات کے مطابق اب اس کے لئے موت کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟ براہِ کرم مجھے تفصیل سے بتاؤ۔"

"خداوند را آبیان کی قسم، ہم دونوں کنواری اور پاک ہیں۔ کسی مرد کی نگاہ نے ہمارے جسم کے پوشیدہ حصوں کو نہیں دیکھا اور جب ہمیں مقدس عہد کر کے اس کے حوالے کیا گیا جو ہمارے جسموں کا مالک ہے تو اس نے ہم میں سے ایک کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ہاں جو وصالِ محبوب سے محروم رہے گی اس کا انکار تیل کی لہریں ہوں گی جب تک کاسین اعظم اس کا قصور معاف نہ کریں جب تک خداوند را آبیان اس کی زندگی نہ بخش دیں۔"

"عجیب باتیں کہی ہیں تم نے حکیلہ۔ بڑی انوکھی۔ اور بڑے ہی الجھے ہوئے ہیں لیکن میں اس رات ان کے بارے میں تم سے نہ پوچھوں گا اپنے ہونٹوں کی ہنسی واپس لے آؤ۔ میں نے تم میں سے کسی ایک کو ناپسند نہیں کیا ہے اور سنو، تمہارے کنوارے جسموں پر اعتماد ہے۔ میں تمہاری معصومیت پر یقین رکھتا ہوں اگر میرے الفاظ سے یہ مطلب نکلتا ہے تو میں اپنا حکم واپس لیتا ہوں اور اب اس کا ماننا تم پر فرض نہیں ہے۔" اور ان کے چہرے کھل اٹھے۔ چاند بدلیوں سے نکل آیا! اور تبسم کی پاکیزگی نکھر اٹھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ میری اتنی سی بات انہیں اتنے بڑے عذاب میں مبتلا کر دے گی میں نے تو ایک سہولت چاہی تھی لیکن یہ سہولت مجھے بہت مہنگی پڑنے والی تھی چنانچہ بہر صورت میں ان نئے لوگوں کے انوکھے قانون سے بہت محظوظ ہوا۔ ان کے بارے میں اب کچھ جاننے کی خواہش میرے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی۔

لیکن اس وقت یہ ممکن نہیں تھا کیونکہ دونوں حسین لڑکیاں جذبات سے دیوانی ہو کر میرے جسم میں چٹکیاں لے رہی تھیں۔ وہ دونوں مردوں کی نگاہوں سے ضرور ناواقف تھیں لیکن قانونِ فطرت انہیں خوب معلوم تھا اور وہ بڑی لذت گذار تھیں کیونکہ ضروری مدارج طے کرنے کے سلسلے میں انھوں نے مجھے ہاتھ پاؤں نہ ہلانے دیئے۔ وہ نہ صرف ایک دوسرے کی مدد کر رہی تھیں بلکہ دونوں مل کر میری بھی مدد کر رہی تھیں۔ چنانچہ پروفیسر ان لڑکیوں کے ساتھ ایک حسین رات گذارنے کا یہ میرا دوسرا تجربہ تھا۔! پہلا تجربہ تمہیں یاد ہوگا، میری مرد لاکا سے ہے۔ جس نے ایسے ہی ایک منظر میں ایک خونی اضافہ کر دیا تھا یعنی وہ میری ساتھی لڑکی کو میرے جسم میں پیوست نہ دیکھ سکی تھی اور اس نے اسے پتھر سے کچل کر ہلاک کر دیا تھا۔

لیکن تہذیب یافتہ نسل کی یہ دونوں لڑکیاں بڑی فراخ دل تھیں وہ مجھے ایک دوسرے کو تحفتہً پیش کر رہی تھیں اور میری حیثیت اس وقت کسی تبرک کی سی رہ گئی تھی جو ان دونوں میں بٹ رہا تھا۔ چنانچہ پروفیسر یہ تبرک رات بھر بٹتا رہا۔ اور صبح کو خالی برتن رہ گیا۔" اس نے کچھ اس انداز سے کہا کہ پروفیسر خاور کی ہنسی نکل گئی۔! اس نے ایک بے تکا سا قہقہہ لگایا۔ جو آخر میں ایک شرمندہ سی مسکراہٹ پر ختم ہو گیا۔! دونوں لڑکیاں نہ جانے کس طرح اپنی سنجیدگی برقرار رکھنے میں کامیاب ہوئی تھیں لیکن ان کے چہرے سرخ ہو رہے تھے، حیا سے، ہنسی روکنے کی کوشش، یا نہ جانے کسی اور تصور سے۔ پروفیسر کے بے تکے اور احمقانہ قہقہے نے ماحول کو اور بھی شدید کر دیا تھا۔ وہ بے چاریاں ہنس بھی نہیں سکتی تھیں۔ چنانچہ پروفیسر نے ایک دم اٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ اب باقی داستان کل۔ کچھ تھکن سی ہو رہی ہے۔" [illegible]

"ضرور۔ ضرور پروفیسر۔ میں بھی اس سخت رات کو خود پہ چھتی محسوس کر رہا ہوں۔" اس نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ اور اٹھ گیا۔ ابھی سورج نہ چھپی، روشنی باقی تھی رات نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ عموماً رات کو ہی اس کی داستان گوئی وہ ہوتا تھا۔ تاہم آج وہ دن میں ہی اُٹھ گئے۔ اور اس کے پاس سے چلے گئے دور تک

"یہاں کوئی خطرہ تو ہے نہیں ڈیڈی۔" اچانک فروزاں نے سوال

"کیسا خطرہ۔؟" پروفیسر چونک کر بولا

"کیا ہم ان غاروں سے باہر کی سیر کر سکتے ہیں؟"

"اوہ۔ ہاں۔ ضرور جاؤ۔ یہ علاقہ شاید خطرناک جانوروں سے پاک ہے۔ لیکن کہاں جاؤ گی؟"

"ایک نگاہ ان ڈھلانوں کو دیکھیں گے جن پر ہم نے ایک خوفناک سفر کیا تھا لیکن اس باران کی کچھ اور اہمیت بھی ہوگی۔ تاریخ کا یہ انسان انھیں ڈھلانوں سے گزر کر آتا رہا ہے۔"

"ہاں ہاں ضرور جاؤ۔" پروفیسر نے کہا اور خود اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ دونوں لڑکیاں غاروں سے باہر جانے والے راستے پر چل پڑیں دونوں خاموش تھیں۔ غار سے باہر نکل کر فروزاں نے فرزانہ کی طرف دیکھا۔ اور فرزانہ کے کپکپاتے ہونٹوں کو دیکھ کر بے ساختہ ہنس پڑی۔

"خاموش ہوجاؤ بے وقوف۔!" فرزانہ بھی اپنی ہنسی نہ روک سکی اور پھر دونوں پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

"آپ نے۔۔ آپ نے اس تبرک کو دیکھا باجی" فروزاں نے کہا اور پیٹ پکڑ کر دوہری ہو گئی۔

"چپ ہو جاؤ فروزاں۔ کم بخت بڑا بے شرم ہے۔ کیسے بے تکے منظر کو کتنے فخر سے سناتا ہے۔ کمینہ کہیں کا۔"

"لیکن ڈیڈی کو کیا ہو گیا ہے باجی۔" فروزاں نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی بھی اس کے ساتھ سنکی ہو گئے ہیں۔" فرزانہ نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"وہ اُن سے ایسے واقعات کو حذف نہ کرنے کی درخواست کرتے ہیں"

"بھئی چپ ہو جاؤ فروزاں۔ دیوانی ہو گئی ہو" فرزانہ جھینپ بھی رہی تھی، ہنس بھی رہی تھی۔ عجیب حالت تھی اس کی۔ کافی دیر تک وہ ایک دوسرے سے مذاق کرتی رہیں۔ اور بڑی دیر کے بعد سنجیدہ ہو سکیں۔ دور سے برف کے ڈھلان نظر آ رہے تھے۔!

"کیا اس نے ان ڈھلانوں کی داستانیں ٹھیک سنائی ہیں باجی۔؟" تھوڑی دیر کے بعد فروزاں نے کہا۔

"ہم اس کی باتوں کو غلط نہیں کہہ سکتے فرزانہ۔ اس نے ہمارے سامنے محیر العقول ثبوت پیش کئے ہیں۔۔ یا پھر اس ویرانے میں جہاں انسان نے آنے کا تصور بھی نہیں کیا ہو گا، ایسی عظیم الشان لیبارٹری، اور یہ سب ساز و سامان کسی اور طرح لانے کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔؟"

"کبھی کبھی تو میں اس کے بارے میں کچھ اور سوچنے لگتی ہوں باجی۔"

"کیا۔؟" فرزانہ نے پوچھا

"وہ کوئی روح تو نہیں ہے۔؟ اس کی زندگی کا کیا ثبوت ہے؟"

"تم اسے روح بھی کس طرح ثابت کر سکتی ہو؟"

"ممکن ہے وہ افراسیاب کی نسل کا کوئی جادوگر ہو۔ جو مر کر بھوت بن گیا ہو۔ اور اس نے اپنے طلسم کے ذریعہ یہ سب کچھ مہیا کیا ہو۔ جادوگروں کے لئے یہ سب کچھ کیا مشکل ہے۔؟"

"اگر تم اسے جادوگر ہی سمجھ رہی ہو تو وہ سب کچھ کیوں نہیں سمجھتیں جو وہ کہہ رہا ہے"

"یہ عقل میں نہیں آتا۔"

"اور جادوگر والی بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔ اس سے وزن دار تو یہ دلیل ہے۔"

"وہ کیا؟"

"میں کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ وہ ایک انتہائی ذہین، انتہائی تعلیم یافتہ سائنسدان ہے جس نے بھری پُری دنیا چھوڑ کر ان ویرانوں کو اپنے تجربات کا مرکز بنایا ہے۔ وہ سائنس اور ہسٹری سے زبردست دلچسپی رکھتا ہے اور اس کا ماہر ہے چنانچہ اس نے وقت گزاری کے لئے اپنے تجربات کی روشنی میں یہ طویل داستان گڑھی ہے۔ اور ہمیں سنا رہا ہے۔ اس طرح اس کی تنہائی بھی دور ہو گئی ہے۔"!

"لیکن تم یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ وہ ہمیں ایک شیشے کے تابوت میں ملا تھا۔ اور اس کا جسم عجیب ہیئت میں تھا۔"

"یہ بھی سائنس کا کمال ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے وہ کوئی تجربہ کرنے کے لئے اس تابوت میں لیٹا ہو۔ اور اتفاق سے ہم آ گئے ہوں۔"

"لیکن باجی۔ اس کا چمکدار جسم۔ اور پھر وہ پتھروں والا تجربہ۔!"

"بھئی اس دور کی سائنس میں سب کچھ ممکن ہے۔"

"لیکن وہ یہاں کیا کر رہا ہے۔؟"

"شاید چاند پر جانے کی تیاریاں۔ ممکن ہے کسی دن یہ فضا میں بلند ہو جائیں اور پھر ان کی منزل کوئی پراسرار سیارہ ہو۔"

"ہائے باجی۔۔ پھر ہمارا کیا ہو گا۔؟" فروزاں نے خوفزدہ انداز میں کہا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ فرزانہ کھلکھلا کر ہنس پڑی لیکن فروزاں سنجیدہ ہی رہی تھی۔

"تم ہنس رہی ہو باجی لیکن اگر تمہارا خیال سچ نکلا تو۔؟"

"تو کیا، کسی سیارے کی سیر کریں گے۔"

"لعنت ہے۔ میں تو کبھی نہیں جاؤں گی۔ کہے دیتی ہوں۔ اور یہ ڈیڈی۔ آج میں ان سے بات کروں گی۔ ہمیں یہاں آئے ہوئے کتنے دن گذر گئے اب تو یاد بھی نہیں بس زندگی یہیں تک محدود ہو گئی ہے۔ رات ہو۔ صبح ہو۔ صبح کو کھاؤ پیو اور اس کی بکواس سننے بیٹھ جاؤ۔!"

"سچ کہو فروزاں۔ کیا اس کی بکواس دلچسپ نہیں ہوتی۔؟"

"دلچسپ تو ہوتی ہے باجی۔ لیکن۔ آخر کب تک۔ کوئی حد بھی ہو۔!"

"ڈیڈی بھی مجبور ہیں فروزاں۔"

"کیوں۔ کیا مجبوری ہے؟"

"کیا اس کی مدد کے بغیر ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں؟"

"تو پھر اس سے مدد کے لئے کیوں نہیں کہتے۔ وہ تو صرف اس کی داستان میں الجھے ہوئے ہیں اور اس کے رنگین قصے خوب مزے لے لے کر سنتے ہیں!" فروزاں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

فرزانہ ہنستی رہی۔ پھر بولی۔ "سچ مچ فروزاں بعض اوقات میں بھی الجھن میں پڑ جاتی ہوں۔ اس کی کہانی نئے نئے جہانوں کی سیر کراتی ہے۔ ہم خود کو اسی ماحول میں محسوس کرتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم بھی انہیں ادوار میں سانس لے رہے ہوں۔ بڑی فرحت محسوس ہوتی ہے اس وقت۔ لیکن جب خود پر نگاہ جاتی ہے تو ایک عجیب سے خوف کا احساس ہوتا ہے۔ نہ جانے اس کی کہانی کس قدر طویل ہو۔ ہمیں اس کی کہانی مکمل ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ اور اس کے بعد اس سے درخواست کریں گے کہ وہ ہمیں یہاں سے نکلنے میں مدد

میں بھی چاہتی ہوں کہ ڈیڈی اس سے اس سلسلے میں بات کریں لیکن جب سچ پوچھو تو دل چاہتا ہے کہ جلد تیاریاں مکمل ہوں اور اس کی کہانی شروع ہو جائے!"

"وہ ساحر ہے باجی، پر سچ کہتی ہوں وہ ساحر ہے۔ ہم اسی طرح اس کے طلسم میں پھنسے رہیں گے۔ وہ اپنی کہانی سناتا رہے گا۔ یہاں تک کہ ہم بوڑھے ہو جائیں گے تب وہ اس نئی دنیا کو دیکھنے نکل پڑے گا!" فروزاں نے کہا۔

"آؤ اس بارے میں ڈیڈی سے گفتگو کریں۔ آؤ واپس چلیں" فرزانہ نے کہا اور فروزاں پلٹ پڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس غار میں داخل ہو رہی تھیں اور پھر وہ اس حصے میں جا پہنچیں جہاں سے پروفیسر کے گنگنانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ ایک رومانی شعر گنگنا رہا تھا۔

"دیکھا۔ ڈیڈی یہاں کتنے مگن ہیں" فروزاں نے دانت پیس کر کہا۔

"مجھے تو خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔" فرزانہ نے مسکرا کر ہنستے ہوئے کہا

"کیا---؟" فروزاں نے چونک کر پوچھا

"اس کی رنگین کہانیاں سن سن کر ڈیڈی بھی جوان ہو رہے ہیں۔ تم دیکھ لینا جب ہم یہاں سے روانہ ہو رہے ہوں تو میرے اور تمہارے بال سفید ہوں گے اور ڈیڈی کے سیاہ۔!"

فروزاں بے ساختہ ہنس پڑی اس کی ہنسی کی آواز شاید پروفیسر نے بھی سن لی تھی چنانچہ اس کے گنگنانے کی آواز بند ہو گئی۔ تب دونوں لڑکیاں اندر داخل ہو گئیں۔

"اوہ۔ بڑی جلدی واپس آگئیں بچو۔ کیوں۔ کیا باہر کے ماحول سے دہشت ہونے لگی تھی۔؟"

"نہیں ڈیڈی۔ یہ فروزاں بہت پریشان ہے۔!" فرزانہ نے کہا۔

"ارے --- کیوں ---؟" پروفیسر نے چونک کر پوچھا

"آپ کو تو کوئی احساس نہیں رہا ڈیڈی۔ برف کے اس ویرانے میں ہم بے بس اور مجبور تھے۔ آپ اپنی ہمت اور جدوجہد سے وہاں سے نکل آئے یہاں کم از کم وہ بے بس نہیں ہے۔ یا اگر بے بس بھی ہے تب آپ ہمت ہارے بیٹھے ہیں لیکن یہ تو سوچئے۔ کیا پوری زندگی یہیں گزار دی جائے گی کیا ہم باہر کی دنیا کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔؟" فروزاں نے کہا۔

"ایں ---؟" پروفیسر چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے تھے۔ پھر حیرت کی جگہ پریشانی اور گہرے غور و فکر نے لے لی۔ وہ گردن ہلاتے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"میں شرمندہ ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ کچھ دنوں سے میں نے یہ بات فراموش ہی کر دی تھی یقیناً میں نے یہاں سے نکلنے کا تصور ہی چھوڑ دیا تھا لیکن یہ نہیں تھی میری بچو، کہ میں نے تمہارا خیال چھوڑ دیا تھا۔ نہیں مجھے تمہارے مستقبل کا پورا پورا خیال ہے۔"

"اونہہ، مستقبل کی بات چھوڑیں ڈیڈی۔ مستقبل جائے جہنم میں۔ ہمیں یہاں سے تو نکلنا ہی ہے۔!" فروزاں نے کہا۔

"ہاں۔ یہاں سے نکلنا ہے۔ دراصل تاریخ میری بہت بڑی کمزوری ہے۔ اور پھر اس کا بیان تم لوگوں کے تصورات جانتا ہوں فروزاں لیکن مجھے اس کے بیان پر یقین آچکا ہے۔ اس کی شخصیت، اس کی ذات کچھ کیسی ہو میں خود بھی اس کی شخصیت کا تذکرہ الفاظ میں نہیں کر سکتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا ہے لیکن وہ جو کچھ کہہ رہا ہے ٹھیک ہے۔ اور یہی دلچسپی مجھے بے خبر کئے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ میں چاہتا ہوں فروزاں کہ اس کی کہانی مکمل ہو جائے تو پھر میں اس سے درخواست کروں کہ وہ ہمیں یہاں سے نکالنے کا بندوبست کرے۔ ہمیں اس کی بھرپور دوستی کی ضرورت ہے۔ ورنہ تم جانتی ہو کہ ہم اس پر جبر نہیں کر سکتے۔ اس سے دشمنی مول نہیں لے سکتے۔"

"ہاں یہ تو درست ہے ڈیڈی لیکن اس کی کہانی نہ جانے کب تک جاری رہے۔ نہ جانے ہمیں یہاں کتنا وقت گزر چکا ہے۔"

"کل اس سے بات کریں گے۔" پروفیسر خاور نے کہا

"نہیں ڈیڈی۔ اب ہم اس کی کہانی سننے کے بجائے اس سے اس موضوع پر بات کریں گے۔ میں آپ سے متفق ہوں" فرزانہ نے کہا پھر فروزاں کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ "فروزاں۔ ڈیڈی کی مشکلات کا بھی اندازہ کرو میرا خیال ہے ہمارے سوچنے کا انداز غلط تھا۔!"

"مجھے احساس ہے باجی۔ آئی ایم سوری ڈیڈی" فروزاں نے شرمندگی سے کہا۔

"اوہ، نہیں بچی۔ کمزوری میری ہی ہے۔ بہرحال کچھ اور انتظار کرلو۔ اس کے بعد میں اس سے سنجیدگی سے گفتگو کروں گا" پروفیسر خاور نے کہا اور خاموشی چھا گئی۔ بستروں پر لیٹنے کے بعد بھی وہ اسی گفتگو کے بارے میں سوچتی رہیں۔ اور انفرادی طور پر ایمانداری سے انہوں نے اپنا اپنا جائزہ لیا۔ دلچسپی، اس کی ذات سے نہیں، اس کی کہانی سے ضرور تھی۔ اس کی سحر بیانی کی وہ دل سے قائل تھیں۔ وہ دنیا کو ابتدا سے لے کر چلا تھا اور تہذیب کے دور تک آپہنچا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کہانی سننے والے تمام افراد انہیں مراحل سے گزر رہے ہوں۔ ان میں کوئی بھی غیر تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ ارتقائے انسانیت پر انہوں نے بھی بہت کچھ پڑھا تھا۔ دنیا کی تبدیلیوں کی داستان انہیں بھی معلوم تھی لیکن جس انداز میں یہ داستان بیان کی جا رہی تھی، وہ انوکھا تھا اور یہ تصور کہ ان ادوار سے گزرا ہوا ایک انسان ان کے سامنے موجود ہے اور وہ آپ بیتی سنا رہا ہے۔ ان ادوار کی کہانیوں کو اور دلکش بنا دیتا تھا۔

کیا وہ خود بھی اس کہانی کو ادھورا چھوڑ کر جا سکتی ہے۔ فروزاں نے سوچا۔ نہیں پھر ایک خلش رہے گی۔ اور یہ خلش کبھی مٹ نہ سکے گی۔ تب پھر کیا اس سے درخواست کی جائے کہ وہ کہانی جلد ختم کر دے۔ لیکن اس سے تشنگی پیدا ہو جائے گی اوہ --- ایک اور خیال اس کے ذہن میں آیا۔!

وہ ایک طویل نیند سے جاگا ہے۔ بقول اس کے۔ اور اس نے اس نئی دنیا کا تعین کر لیا۔ تو کیا۔ وہ اس نئی دنیا کا نظارہ نہیں کرے گا۔

کیا وہ اسی غار میں بیٹھا ہم سے باتیں کرتا رہے گا نئی دنیا اس کی منتظر ہے! اسے یقیناً اس نئے ماحول سے دلچسپی ہوگی۔ وہ اس نئے ماحول میں خود کو ضم کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور — اور — یقیناً۔ اُسے اِس نئے دور کی لڑکیوں کی بھی جستجو ہوگی۔

نئے دور کی لڑکیاں — دو بہنیں حکیلہ — اور ساؤل — فرزانہ اور فروزاں — دو لڑکیاں — ! فروزاں کا دل دھک سے ہو گیا۔ لاحول ولا قوۃ — کیا بے ہودہ بات سوچ رہی ہے وہ۔ ہونہہ۔ شہزادہ حسن بس اپنے آپ میں مگن رہیں۔ باہر نکل کر ان بے وقوف لڑکیوں کو تلاش کریں جو ان کے حسن پر فریفتہ ہو کر دیوانی ہو جائیں۔ نہ میں ان کے پھندے میں آنے والی ہوں اور نہ باجی — ہاں اس بات کے اعتراف میں کوئی عار نہیں ہے کہ نئی نسل کی نوجوان لڑکیاں ہمیشہ سے زیادہ آزاد — اس پر ٹوٹ پڑیں گی اور پھر حضرت کو بھاگنا پڑے گا اسی طرح، جیسے طاآس کی بیویوں کو چھوڑ کر بھاگے تھے۔

اس کے منہ سے ہنسی نکل گئی۔ اور قریب لیٹی ہوئی فرزانہ چونک پڑی — "فروزاں۔" اس نے آواز دی۔

"جی باجی" فروزاں ہنسی دباتی ہوئی بولی

"جاگ رہی ہو؟"

"ہوں"

"کیوں؟" فرزانہ نے اُسے غور سے دیکھا۔

"بس ایسے ہی باجی۔ کچھ سوچ رہی تھی"

"کیا۔" فرزانہ نے اُسے شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا

"میں سوچ رہی تھی باجی۔ کہ ہم اس سے بات کریں کہ کیا وہ نئی دنیا نہیں دیکھے گا۔ پھر کیوں نہ وہ اپنی بقیہ کہانی نئی دنیا میں چل کر مکمل کرلے" فروزاں نے سرگوشی کی!

"ہوں۔ تو تم ابھی تک اسی کے بارے میں سوچ رہی تھیں"

"ہاں باجی۔" فروزاں نے کہا۔

"یہ اچھی بات نہیں ہے فروزاں۔ وہ بہت بے باک انسان ہے۔ ہماری ذرا سی حرکت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اور اس کے بعد تم جانتی ہو ہم اور ڈیڈی اس کی قوت کے سامنے بے بس ہوں گے"

"اوہ یہ تو ٹھیک ہے باجی۔ ہماری کسی بھی حرکت سے اُسے غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے"

"ہاں۔ اسی لئے کہہ رہی ہوں کہ اس کے بارے میں سوچنا بھی چھوڑ دو۔ اور ہاں تم ہنسی کیوں تھیں۔" فرزانہ نے پوچھا

"بس ایک بات سوچ کر ہنس پڑی تھی باجی"

"کیا —؟"

"یہی کہ اُسے اپنے حسن پر بڑا غرور ہے۔ ہر دور کی لڑکیاں اس پر دھڑا دھڑ مرتی رہی ہیں۔ ہمارے بارے میں بھی شاید وہ خوش فہمی کا شکار ہو لیکن ہم ایمانداری سے اس سے متاثر نہ ہونے کا اعتراف کر چکے ہیں لیکن یہ بات نظر انداز نہیں کی جا سکتی باجی کہ اس کی شخصیت ہے عجیب۔ جدید دنیا کی بدحواس لڑکیاں اس پر ٹوٹ پڑیں گی اور اس کی سٹی گم ہو جائے گی۔ طاآس کی بیویوں سے خوفزدہ ہو کر کیا بھاگا تھا جواب بھاگے گا ان لڑکیوں سے جان چھڑانے کے لئے" فروزاں پھر ہنس پڑی۔ اور اب فرزانہ بھی ہنس رہی تھی۔ اس کے انداز میں اطمینان تھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کیا۔ ناشتے کی میز پر ناشتہ تیار تھا۔ وہ کھانے میں مصروف ہو گئے۔ میز پر ایک صراحی میں وہ عجیب قسم کا مشروب بھی رکھا تھا۔ جیسے وہ کبھی کبھی ان لوگوں کو پلاتا تھا اور جسے پی کر وہ جسم میں بے پناہ چستی اور نئی اُمنگ محسوس کرتے تھے۔ ناشتے کے بعد اس نے پیالوں میں وہ مشروب انہیں پیش کیا اور بولا۔

"میں آپ لوگوں کے چہروں پر کسی قدر اضمحلال کے آثار دیکھ رہا ہوں پروفیسر۔ یہ مشروب پی لیں۔ اضمحلال دور ہو جائے گا!"

"اوہ۔ ہاں تمہارا خیال درست ہے۔ دراصل کبھی کبھی ہمیں اپنی دنیا یاد آجاتی ہے اور ہم سوچنے لگتے ہیں کہ نہ جانے ہم اسے دوبارہ دیکھ سکیں گے یا نہیں"

"میں ہر عالم کی تصویریں آپ کو دکھا رہا ہوں پروفیسر۔ آپ کہہ چکے ہیں کہ اس دنیا سے آپ کو کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے اطمینان سے چلیں گے پروفیسر، جلدی کیا ہے" اس نے کہا اور پروفیسر خاموش ہو گیا۔ اس کے اشارے پر لڑکیوں نے بھی مشروب کے پیالے اٹھا لئے تھے۔ اور مشروب نے درحقیقت ان کے ذہن سے تردد نکال دیا۔ ان کے جسموں میں سرور کی لہریں گردش کرنے لگیں۔ اور ان کی روح فرحت محسوس کرنے لگی۔

"کہانی وہاں سے ختم ہوئی تھی جہاں تم تبرک کی طرح بٹ رہے تھے" پروفیسر نے مسکراتے ہوئے اُسے یاد دلایا۔

"تبرک بٹ چکا تھا پروفیسر۔ وہ دونوں بے حد مطمئن اور خوش تھیں۔ ابتدائی دنوں میں میں بھی خوش رہا۔ بوڑھے چرواہے کی بھیڑوں کی ذمہ داری اب میں نے لے لی تھی میں اس کی بھیڑیں پہاڑوں میں لے جاتا۔ میرے ساتھ میری دونوں بیویاں ہوتیں، جو زیادہ وقت مجھ سے اظہار الفت میں گذارتیں۔ اور ان سے نئی تہذیب کے ان علاقوں کے بارے میں معلوم کرتا۔ انہوں نے مجھے عجیب باتیں بتائی تھیں پروفیسر۔ گو ان کی معلومات زیادہ نہیں تھیں لیکن بہرحال میں نے ان کی باتوں سے بہت سے نتائج اخذ کئے تھے، جن کی میں نے بعد میں تصدیق کی۔ جو کچھ میں نے معلوم کیا اور پھر جس کی میں نے تصدیق کی وہ کچھ یوں تھا۔

"جیسا کہ میں بیان کرتا آیا ہوں پروفیسر کہ ماقبل تاریخ کا انسان

ی ذہانت سے عاری نہیں تھا۔ وہ ابتدا میں بھٹکتا رہا لیکن پھر اس نے منظم
ہنے کی ضرورت محسوس کر لی اور وہ گروہ بنا کر رہنے لگا۔ اجتماعی زندگی میں
ہت سے اذہان مل کر ضروریات کے بارے میں سوچتے تھے اور پھر ان پر عمل
رتے تھے۔ چنانچہ ابتدائی تہذیبی دور سے پہلے کا انسان بھی مکان بناتا تھا
اس استعمال کرتا تھا، برتن بناتا تھا، کھیتی باڑی کرتا تھا، کشتیوں میں سمندر
ر دوڑتا پھرتا تھا۔ پھر یہ گروہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے۔ اچھی معقول
بہتر طرز زندگی کے لئے جدوجہد شروع ہوئی۔ اور طاقتور گروہ کمزور گروہ
غالب آنے لگے۔ بہت سے گروہوں میں مفاہمت کی فضا قائم ہوئی اور
ن سب نے مل کر آبادیاں قائم کیں، یوں شہر وجود میں آئے اور پھر شہری نظم و
ق، مجلسی اور اقتصادی طبقے منظم مذہب، بادشاہی وغیرہ وجود میں آگئے
ب ماقبل تاریخ ہوا ــ مشرق قریب میں تہذیب کی ابتدا ساڑھے چار ہزار
ل قبل مسیح ہو گئی تھی۔ وادئ نیل، دجلہ فرات اور وادئ سندھ میں حقیقی
ر بن گئے تھے۔ نیل اور دجلہ و فرات کی نزدیکی وادیوں کے خانہ بدوش قبیلے
ب خشک وادیوں میں زندگی نہ گزار سکے تو انھوں نے دریاؤں کے کناروں
رُخ کیا اور وہ اجتماعی حیثیت میں آباد ہو گئے۔ انھوں نے اجتماعی مفاہمت کے
عدان دریاؤں پر پشتے بنائے اور کھیتی باڑی کرنے لگے۔ ابتدا میں ان گروہوں
ں سخت رقابت رہی اور دن رات خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں۔ طاقتور گروہ
وروں پر غالب آتے رہے اور حکومتیں قائم کرتے رہے۔ دریاؤں کے قریب کی
شحالی خشک علاقوں میں آباد گروہوں کو لالچ دلاتی۔ اور وہ دوسرے
مل کر حملہ آور ہوتے۔ عموماً حملہ آوروں کو فتح حاصل ہوتی لیکن اس سے
یاؤں کے کناروں کی خوشحالی متاثر ہوتی۔

دریائے نیل کے ساتھ مصر آباد ہوا پھر دجلہ و فرات میں مختلف
ومتیں بن گئیں مثلاً کلدانی، بابلی، آشوری، ان چھوٹی بڑی حکومتوں نے
دیوں تک اپنی انفرادیت اور آزادی برقرار رکھی۔ پھر آس پاس کے ایرانی
ے مشرقی علاقے کو زیر نگیں لے آئے۔ یہ خانہ بدوش قبائل سے زیادہ ذہین
ے انھوں نے اقصائے مصر سے ہندوستان اور روس کی سرحدوں تک کا
ا علاقہ مسخر کر لیا۔

''تاریخی مصر نیل کی تنگ وادی پر مشتمل ہے۔ جس کی لمبائی دوسر
شار اور ڈیلٹا کے درمیان آٹھ سو میل ہے۔ تقریباً پانچ ہزار سال قبل مسیح
مصر کی تاریخ کا باقاعدہ دور شروع ہوا۔ مصریوں نے صحرائی علاقے سے
حیرہ قلزم تک راستہ پیدا کر لیا تھا۔ تجارت شروع ہو گئی تھی، چار ہزار تین سو
ل قبل مسیح، مصر میں دو حکومتیں قائم تھیں۔ بالائی مصر جو نیل کے پہلو
میں تھا اور زیریں مصر ــ جو اس کے زیریں حصے اور ڈیلٹا میں تھا لیکن بعد
میں یہ دونوں حکومتیں ایک ہو گئیں۔ مختلف گروہوں کے مختلف مذاہب تھے
کوئی بت پرست تھا، کوئی آتش پرست کوئی سورج پرست، مذہبی چپقلشیں بھی
لب چلتی تھیں۔ شاہی خاندان بدلتے رہتے تھے کبھی آتش پرست ہوتے کبھی
بت پرست اور کبھی سورج پرست، چوتھے شاہی خاندان کے برسر اقتدار آنے کے
بعد سورج پرستوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ ان کے عقائد سب سے زیادہ پر اسرار تھے،
حسب سابق مصر کے بادشاہ فرعون کہلاتے تھے اور چوتھے خاندان کا دارالحکومت
ممفس تھا۔ اس وقت جب میں مصر کے بالائی حصے کی ایک بستی میں قیام پذیر تھا
چوتھے خاندان کے فرعون را عبوس کی حکومت قائم تھی۔ داع سورج کو کہتے
ہیں اور فی تنکیری علامت ہے گویا بادشاہ کا لقب ''فارع'' تھا، یہی لفظ
عبرانی زبان میں فاراعو۔ اور عربی میں فرعون بن گیا۔

فرعون چہارم کے تاریخی دور میں، میں نے ایک دلکش زندگی
گذاری۔ ابتدا میں، میں اس چھوٹی سی بستی تک محدود رہا اور اس نئی مملکت
کے بارے میں معلومات فراہم کرتا رہا۔ میری دونوں بیویاں حکیلا اور ساڈل میری
بہت وفادار تھیں۔ اور درحقیقت پروفیسر تھوڑے عرصے میں، میں ان کی
شرافت، محبت اور وفاداری کا قائل ہو گیا تھا لیکن مجھے قرار کہاں تھا فرعون
کے نمائندے کبھی کبھی بستی میں نئے احکامات سنانے آجاتے تھے اور میں ان کے
تزک و احتشام کو دیکھ کر سوچتا کہ جب یہ معمولی کارندے اس قدر شان و شوکت
رکھتے ہیں تو دربار فرعون کی کیا کیفیت ہو گی۔ فرعونی دربار کو دیکھنے
کی خواہش آہستہ آہستہ میرے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی لیکن ان دو لڑکیوں
کے چکر میں، میں گھن چکر بن گیا تھا۔ اب میرا کام صرف یہ رہ گیا تھا کہ میں بوڑھے
فارح کی بھیڑیں چرانے لے جاؤں، شام کو انھیں واپس لا کر احاطے میں بند
کروں۔ پھر کھانا کھاؤں اور رات اپنی بیویوں کے ساتھ گزار دوں۔

بوڑھا فارح بھی بہت خوش تھا اسے ایک مضبوط ملازم مل گیا
تھا۔ چنانچہ وہ دن رات آرام کرتا اور خوب موٹا ہو گیا تھا وہ تو پروفیسر ــــ
درگت بن رہی تھی مجھ جیسے انسان کی ــ لیکن میں صرف ایک فائدہ حاصل کر رہا
تھا یعنی جس وقت میں بھیڑیں واپس لاتا۔ کھانا لیتا۔ اور رات ہونے میں کچھ
دیر باقی رہ جاتی ــ تو ــ بستی کے ان بوڑھے لوگوں میں جا بیٹھتا جو شام کو ایک
جگہ بیٹھ کر آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ یہ گفتگو فرعون کی تمکنت اور وقار کے
بارے میں ہوتی۔ وہ اسے خداوند سمجھتے۔ احکام فرعون ایک طرح سے خدا کا
حکم ہوتا۔ پوری زمین کا وہی مالک تھا۔ اور اسی کے حکم سے سب کو روٹی ملتی تھی
فرعون کے کاروبار کو کاہن چلاتے تھے۔ جو معبدوں میں عیش کرتے تھے اور
درحقیقت ان کو فرعون کے پُراسرار نظام کو مزید پُراسرار بنانے میں انھیں
کا ہاتھ تھا۔ وہ نئے نئے قانون وضع کرتے اور فرعون ان کی تصدیق کر دیتا۔ کس
کی مجال تھی کہ ان قوانین سے پہلو تہی کرے۔ قانون شکنی کرنے والے کو بدترین سزائیں
ملتی تھیں میں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ مصر میں آباد ہونے والے مختلف قبائل سے
تعلق رکھتے تھے۔ ان کے عقائد ایک دوسرے سے مختلف تھے لیکن جس کی لاٹھی
اس کی بھینس والا معاملہ تھا یعنی، پورے ملک کا عقیدہ، اور قانون وہی ہوتا جو
فرعون وقت کا ہوتا۔ کس کی مجال تھی کہ اس عقیدے سے انحراف کرے۔ یوں تو اب
بھی لوگ چوری چھپے اپنے عقیدوں پر کاربند تھے لیکن صورت حال یہ تھی کہ اگر

ان کے بارے میں فرعون کے کارندوں یا اُس کے مخبروں کو معلوم ہوجاتا تو وہ کاہنوں کے احکامات کے مطابق ان لوگوں کو گرفتار کر کے لے جاتے اور اس کے بعد ان کا حشر کسی کو نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ہاں یہ آج تک کی تاریخ تھی کہ ان میں سے کوئی کبھی واپس نہیں آیا تھا۔!

وقت گزرتا رہا اور میں تہذیب کے اُن نئے انسانوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جس قدر میں معلوم کرنا چاہتا تھا معلوم کر چکا۔ اب میں وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ بوڑھا فالج یوں تو بہت خوش تھا لیکن اُسے اس بات کی سخت شکایت تھی کہ انتہائی قوی ہیکل ہونے کے باوجود میں ابھی تک اس کی لڑکیوں کو حاملہ نہیں کر سکا تھا بوڑھا اپنی نسل بڑھانا چاہتا تھا اور کئی بار اس سلسلے میں مجھ سے تذکرہ کر چکا تھا لیکن میں مسکرانے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔ اب میں رات دن اس سوچ میں تھا کہ کس طرح یہاں سے نکل چلوں۔ اور فرعون کے شہر کا رُخ کروں تب میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور میں نے اس پر عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کر لیا لیکن اس میں ایک قباحت تھی۔ وہ یہ کہ جس انداز میں، میں فرعون کے دربار تک رسائی چاہتا تھا، اس میں بوڑھے اور اس کے اہلِ خاندان بھی ملوث ہو سکتے تھے۔ یہ لوگ مفت میں مارے جاتے میں یہ نہیں چاہتا تھا۔ بوڑھے کی پوری بستی خطرے میں پڑ جاتی۔

چنانچہ پہلے میں نے اُن سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا اور اس شام بوڑھے سے میری تلخ کلامی ہو گئی۔ جنگل میں، میں نے ایک بھیڑ ذبح کر کے بھون کر کھائی تھی۔ چنانچہ جب میں واپس آیا اور بوڑھے نے بھیڑوں کی گنتی کی تو ایک بھیڑ کم پائی۔ اس نے سختی سے اس کے بارے میں استفسار کیا تو میں نے کہہ دیا کہ مجھے بھیڑ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔

"تو اپنی جسامت کے خلاف بڑا کم تر انسان نکلا میں نے تجھے اجنبی سمجھ کر پناہ دی۔ اپنی بیٹیاں تیرے حوالے کیں لیکن تو ان سے اولاد بھی پیدا نہ کر سکا۔ بہتر ہے کہ تو میری بیٹیوں سے قطع تعلق کر۔ اور آج ہی یہاں سے چلا جا"

"یہی بہتر ہے فارح۔ میں نے تیری لڑکیوں کو چھوڑا۔"

"اس طرح نہیں۔ زمین کھود کر دودھ کا پیالہ نکال کر پھینک دے۔ چنانچہ میں زمین کھودنے کے اوزار لے کر نکلا۔ اور میں نے زمین کھود کر وہ پیالہ نکال دیا۔ جس کا دودھ کبھی کا خشک ہو چکا تھا۔ تب بوڑھے کی دونوں بیٹیاں روتی چنگھاڑتی آئیں اور بوڑھے کو برا بھلا کہنے لگیں لیکن اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔

بوڑھا باہر آیا۔ اُس نے بستی کے لوگوں کو جمع کیا اور بتایا کہ اب اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ مجھے بوڑھے سے متعلق نہ سمجھا جائے۔ بستی کے لوگوں نے مجھے نفرت سے دیکھا لیکن بہرحال میں آزاد ہو گیا تھا اور اب مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ میں بستی سے نکل آیا۔ اور اُسی سمت چل پڑا جہاں کے بارے میں مجھے معلوم ہوا تھا کہ یہ راستہ شہر جاتا ہے۔ رفتار سست تھی مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے کتنی دور چلنا ہوگا۔ بہرحال میں چل دیا تھا۔ میری آنکھوں میں دربارِ شاہی کا نقشہ گھوم رہا تھا۔ میں اس عجیب و غریب ایوان کو دیکھنے جا رہا تھا۔ جس کے جبروت و جلال کی بے شمار کہانیاں سُن چکا تھا۔ اور ان لوگوں میں اپنی حیثیت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اور پھر ایک دن ایک رات کا سفر گزر رہا تھا پروفیسر۔ کہ میں ایک شام ایک بستی میں جا نکلا۔ یہ بستی پہلی بستی سے خوبصورت تھی۔ اس کے مکانات زیادہ بڑے اور زیادہ خوبصورت تھے۔ حالانکہ ابھی سورج چھپا ہی تھا لیکن پوری بستی ویران نظر آ رہی تھی۔ گلیوں اور بازاروں میں کسی انسان کا پتہ نہیں تھا۔ گھروں میں چراغ روشن تھے اور کسی بچے کے رونے تک کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں سخت بھوکا تھا۔ بستی دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی تھی کہ بہرحال یہاں مجھے کچھ کھانے کو مل جائے گا۔ لیکن اس کی ویرانی دیکھ کر میرے اوپر حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ آخر یہ کیسی بستی ہے۔ یہاں کے لوگ اس قدر خاموش کیوں ہیں؟ کیا پوری بستی ویران ہے۔ گھروں میں چراغ روشن ہیں۔ لیکن آبادی نہیں ہے۔ میں ان حیرت انگیز مکانوں کے درمیان سے گزرنے لگا۔ تب میں نے ایک مکان کے دروازے پر رک کر دستک دی۔

"کون ہے۔۔۔؟" اندر سے ایک ڈری ڈری آواز سنائی دی۔

"باہر آؤ۔" میں نے کہا اور بمشکل تمام دروازہ کھلا اور ایک سہمے ہوئے چہرے نے باہر جھانکا۔ "میں بھوکا ہوں۔ مجھے کچھ کھانے کو دو۔" میں نے کہا۔

"چھپ جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔ کیوں ہماری زندگی کے گاہک ہو رہے ہو۔" جھانکنے والے نے کہا اور جھپاک سے دروازہ بند کر لیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ بہرحال میں نے دوبارہ دستک دینا مناسب نہ سمجھا۔ ہاں اتنا اندازہ تھا کہ بستی کے لوگ کسی کے خوف سے خاموش ہیں لیکن یہ کیسا خوف ہے اور کیوں ہے؟ میرے دل میں تجسس پیدا ہو گیا لیکن خوف کی یہ وجہ کہاں تلاش کروں۔۔۔؟

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک میرے کانوں میں ساز کی آواز سنائی دی۔ یہ اس بستی کی پہلی آواز تھی اور میرے کان اس آواز سے نا آشنا نہیں تھے۔ تب میرے قدم آواز کی لہروں کی سیدھ میں آگے بڑھنے لگے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس مکان کے سامنے جا پہنچا جس میں خوب روشنی ہو رہی تھی۔ اندر سے مردانہ قہقہوں کی بدمست آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یقیناً اندر بہت سے لوگ تھے اور ساز بھی بج رہے تھے۔ میں نے گھوم پھر کر اس طویل عریض مکان کو چاروں طرف سے دیکھا۔ مکان کی عقبی سمت میں ایک بڑا اصطبل تھا اور اندر داخل ہونے کا یہی ایک راستہ تھا لیکن یہ راستہ بہت سے گھوڑوں کی موجودگی کی وجہ سے بند ہو گیا تھا۔

بے شمار چاق و چوبند اور تندرست گھوڑے کھڑے ہوئے تھے جن سے اندر موجود انسانوں کی تعداد کا اندازہ ہوتا تھا۔ تب میں اس سامنے والے دروازے پر آیا جو خوب مضبوط لیکن اندر سے بند تھا۔ میں نے دروازہ

دستک دی لیکن سازوں اور قہقہوں کے شور میں دستک کسی نے نہ سنی میں نے
دوسری بار زور سے اور تیسری بار اور زور سے دستک دی لیکن اندر کے
بدستور لوگ قہقہے لگاتے رہے۔ اگر میں بھوکا نہ ہوتا پروفیسر تو یقیناً مجھے غصہ نہ
آتا اور میں دروازہ کھلوانے کی جدوجہد جاری رکھتا لیکن بھوک شدت
سے لگ رہی تھی اور پُرلطف بات یہ تھی کہ اندر سے گوشت بھننے کی اشتہا انگیز
خوشبو بھی اٹھ رہی تھی!

چنانچہ خود پر قابو پانا مشکل ہوگیا اور میں نے بائیں شانے سے
ایک زوردار ٹکر اس چوبی دروازے پر ماری۔ گو دروازہ بہت مضبوط تھا لیکن
مجھے بھوک بھی شدت سے لگ رہی تھی۔ دوسری طرف سے کچھ چیخیں سنائی دیں۔
دروازہ چوکھٹ سمیت اکھڑ کر کسی پر جا پڑا تھا۔ اور دروازے کے نیچے دبے
ہوئے لوگ چیخ رہے تھے۔

ساز ایک دم خاموش ہوگئے قہقہے بیک وقت رک گئے گردنیں
میری طرف مڑ گئیں میں نے ایک نگاہ سے پورے ماحول کو دیکھا۔ قوی ہیکل جوان
لڑکی اور پتھر کی بنچوں پر بیٹھے ہوئے تھے، ان کے جسموں پر فرعون کے سپاہیوں
کے لباس تھے۔ برہنہ اور نیم برہنہ لڑکیاں ان کی آغوش میں دبی ہوئی تھیں۔ ——
—— لڑکیوں کے چہروں پر
ہراس تھا اور جوانوں کے چہروں پر ہیبت، ان کے سامنے لکڑی کی میزوں پر
پتھر کے مرتبان موجود تھے جس میں نشہ آور سیال تھا۔ ساتھ ہی ساتھ بھیڑوں اور
مرغوں کے بھنے ہوئے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے بھی تھے۔ درمیانی عمر کی چند
عورتیں لباس سے عاری پورے ہال میں کھڑی تھیں بعض کے ہاتھوں میں
بھنا ہوا گوشت تھا اور بعض کے ہاتھوں میں شراب کے جام۔ میری اچانک
مداخلت سے ماحول بکھر گیا تھا۔ اُن لڑکیوں کی انگلیاں سازوں پر ساکت
ہوگئی تھیں۔ جوان کو خوش کرنے کے لئے ساز بجا رہی تھیں۔

شاید یہ قحبہ خانہ تھا لیکن اتنی لڑکیوں کی یہاں موجودگی یقیناً
حیرت انگیز تھی۔ تب میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ ممکن ہے بستی کی نوجوان
لڑکیاں یہاں لائی گئی ہوں۔ یقیناً ایسا ہی تھا۔ ظاہر ہے وہ فرعون کے سپاہی تھے
کس کی مجال تھی کہ انہیں روکنے کی جرأت یا ان کے حکم سے سرتابی کرے۔

ماحول کی یہ سنگینی کچھ لمحوں تک قائم رہی۔ سوائے ان لوگوں
کے جو وزنی دروازے کو خود پر سے ہٹانے کی کوشش میں ناکام رہے تھے اور
چیخ رہے تھے۔

میں ماحول کا جائزہ لے چکا تھا۔ چنانچہ میں آگے بڑھا —
دروازے کے نیچے سے چوٹا نگیں جھلک رہی تھیں۔ وہ بھی فرعونی سپاہیوں
کی تھیں۔ نزدیک ہی ایک الٹی پلٹی میز بھی پڑی تھی جس پر رکھے ہوئے جار
ٹوٹ جانے سے شراب زمین پر بہہ رہی تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے
چلتا اور گرے ہوئے دروازے پر چڑھ کر دوسری طرف جانے لگا۔

دروازے کے نیچے دبے ہوئے سپاہی اس طرح چیخ رہے تھے
جیسے اُن کی گردن پر چھری پھیری جا رہی ہو۔ لیکن درحقیقت ان کی یہ چیخیں
موت کی چیخیں ہی تھیں۔ دروازے میں نکلی ہوئی کیلیں اُن کے داغوں
میں پیوست ہو کر میرے وزن سے اندر گھس گئی تھیں اور اب وہ دروازے
کے نیچے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے لیکن میں نے اُن کی طرف توجہ
نہیں دی اور آگے بڑھتا رہا۔ پھر میرے سامنے سب سے پہلی میز آئی، جس کے
گرد ایک قوی ہیکل سپاہی ایک لڑکی کو دبوچے میری طرف دیکھ رہا تھا۔
لڑکی کے شفاف سینے پر خون کی لکیریں رقصاں تھیں۔ اُس کے رخساروں پر
دانتوں اور کھروچوں کے نشانات واضح تھے جن سے خون چھلک رہا تھا۔

میں نے یہ سب کچھ دیکھا اور پھر میز پر رکھی ہوئی بھیڑ کی مسلم
ران کو۔ جس سے دھوئیں کے ہلکے ہلکے اشتہا انگیز بخارات اٹھ رہے تھے۔ تب
میں نے ہاتھ بڑھا کر ران اٹھالی اور دونوں ہاتھوں میں دبا کر اُسے دانتوں سے
اُدھیڑنے لگا۔ میں جس انداز سے اندر داخل ہوا تھا اور میری جو ہیئت اور
جسامت تھی اُس نے چند لمحات کے لئے ان لوگوں کو مرعوب کر دیا تھا۔ لیکن پھر
وہ سنبھل گئے۔ ہال میں کچھ غراہٹیں بلند ہوئیں جن میں سب سے نمایاں غراہٹ
اُس شخص کی تھی جس کی میز کے نزدیک میں کھڑا تھا۔ اُس کا چہرہ کبوتر کے خون
کی طرح سرخ ہوگیا تھا اور دانت بھیانک انداز میں نکل آئے تھے۔ اور
پھر اُس نے گود میں پڑی ہوئی لڑکی کو بالوں سے پکڑ کر ایک طرف دھکیل دیا
اور ایک وحشیانہ چیخ کے ساتھ مجھ پر جھپٹا۔ لیکن میں ردعمل کے لئے تیار تھا
ہاتھ میں پکڑی ہوئی بھیڑ کی ران میں نے پوری قوت سے گھمائی اور اُس کے منہ
پر دے ماری۔ چھوٹی سی ران کی ہڈی اتنی مضبوط نہیں تھی لیکن بہرحال
وہ میرے ہاتھ میں تھی اور میں نے ماری بھی زور سے تھی۔ پھر کوئی شاندار
نتیجہ کیوں نہ نکلتا۔ اُس کی پیشانی نے گاڑھا خون اگل دیا تھا جس میں سے
کچھ خون بھنی ہوئی ران کو بھی لگ گیا تھا۔

اُس کی چیخ بہت بھیانک تھی۔ خون اُس کی آنکھوں میں بھر
گیا تھا اور وہ اندھوں کی طرح دونوں ہاتھوں سے مجھے ٹٹول رہا تھا۔
لیکن میں نے ران سے انسانی خون بھی صاف نہیں کیا اور پھر اطمینان سے
اُسے اُدھیڑنے میں مصروف ہوگیا۔ اُس کے ساتھیوں کو میری یہ وحشیانہ حرکت
شاید بہت پسند آئی تھی کیونکہ نہ تو کوئی اُس کی مدد کے لئے اٹھا نہ کسی
نے ایک لفظ منہ سے کہا بلکہ اس کے برعکس بہت سوں کے چہروں پر پسندیدگی
کے تاثرات پیدا ہوگئے تھے۔ وہ مسکرانے بھی لگے تھے۔

لیکن اس کی حالت بہت خراب تھی۔ وہ اب ہرانے لگا تھا۔
اور اُس کے حلق سے دبی دبی کربناک چیخیں آزاد ہو رہی تھیں۔ اور پھر وہ
کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ میں آگے بڑھا اور اُس کے
سینے پر پاؤں رکھ کر میں نے چاروں طرف دیکھا لیکن اب بھی اُن میں سے کسی
کے انداز سے ایسا نہیں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اُٹھیں گے۔

میں اطمینان سے اُس کے سینے پر پاؤں رکھے کھاتا رہا۔ اور
جب میرے ہاتھ میں پکے ہوئے گوشت کی صرف ہڈی رہ گئی تو میں نے اُسے
ایک طرف اُچھال دیا۔ لڑکی اب بھی اسی طرح پڑی ہوئی تھی۔ میں نے

ایک نگاہ اُس کی طرف دیکھا اور پھر ہال میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگوں کی طرف۔ اچانک خدمت گار... معمر عورتوں میں سے ایک، ایک بڑے خوان میں بھنے ہوئے گوشت کا ایک بہت بڑا ٹکڑا لئے کرسی ہوئی میرے سامنے پہنچ گئی۔ وہ یہ گوشت میرے لئے لائی تھی۔

"شکریہ مہربان خاتون۔ میں نے نرم لہجے میں اُس سے کہا۔ اور گوشت اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔ عورت میرے نرم لہجے اور الفاظ سے حیران رہ گئی تھی۔ تب میں نے زمین پر گری ہوئی لڑکی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور وہ میرے ہاتھ کے سہارے سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ شاید ہال میں بیٹھی ہوئی تمام لڑکیاں ظلم کا شکار تھیں۔ اُن کے چہروں پر چھایا ہوا خوف دہراس ہی بتا رہا تھا وہ میرے ساتھ اس میز پر آگئی جہاں پہلے میرا شکار بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اُس کی کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔ برہنہ لڑکی نے میری آغوش میں بیٹھنا چاہا۔ وہ یہی سمجھی تھی کہ میں ان لوگوں سے مختلف نہیں ہوں لیکن میں نے اُسے روک دیا۔

"تمہارا لباس کہاں ہے؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"وہ۔ وہ۔ اس طرف۔" اُس نے ایک سہما ہوا سا اشارہ کیا۔

"وہ لباس پہن کر آؤ۔" میں نے اُس سے کہا۔ اور وہ تڑپ کر اُٹھ گئی۔ شاید اُس کی آرزو بھی یہی تھی۔ میں نے دوسرے لوگوں کی طرف دیکھا سب اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ وہ بدمست تھے اور قہقہے لگا رہے تھے۔ وہ شخص بدستور اسی طرح پڑا تھا جسے میں نے زخمی کیا تھا۔ اس میں ہوش کے آثار نہیں تھے۔ یا پھر شاید وہ مر چکا تھا۔

چند منٹ کے بعد لڑکی میرے پاس آگئی۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ میں نے گوشت کے ٹکڑے سے کچھ گوشت نوچ کر اُسے دیا۔ اور پھر دونوں کہنیاں میز پر ٹکا کر گوشت اُدھیڑتے ہوئے میں نے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"شاتلا۔" لڑکی نے مترنم آواز میں جواب دیا۔

"اس بستی کا کیا نام ہے؟"

"انافعہ۔" اُس نے قدرے حیرت سے کہا۔ اور میں اُس کی حیرت کی وجہ سمجھ گیا۔ تب میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تم دیکھ رہی ہو۔ میں ان میں سے نہیں ہوں۔ میں تمہاری بستی میں اجنبی ہوں۔ مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ۔ میں اُن کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"خداوند اعموس کے سپاہی ہیں۔ موت ان کے قدموں میں لوٹتی ہے جس طرف نکل جائیں اُن کا احترام فرض ہے۔ اُن کے مقدس حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ ورنہ زندگی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ لیکن یہ تم نے یہ کیا کہا۔ نہ تم اُن کے بارے میں جانتے ہو اور نہ اس بستی کے بارے میں۔

"میں تو تمہارے خداوند اعموس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تمہارا تعلق کون سے قبیلے سے ہے؟" لڑکی نے پوچھا۔

"میں بذاتِ خود ایک قبیلہ ہوں۔ کیا ان لڑکیوں میں سے کوئی بھی اپنی مرضی سے ان کے پاس نہیں ہے۔؟"

"نہیں۔ یہ سب بستی کی کنواریاں ہیں۔ بزرگ اسی دن کو ڈرتے تھے کہ کہیں سپاہیوں کا کوئی دستہ اس طرف نہ آجائے۔ اور وہ آئے انھوں نے شراب گوشت اور لڑکیاں طلب کیں۔ کس کی مجال تھی کہ اُن کے حکم سے انحراف کرتا۔ لیکن تم۔" لڑکی نے اپنا سوال پھر دہرانا چاہا۔

"میں بہت دور سے آیا ہوں۔ سیاہ پہاڑوں کے درمیان سے۔ تم میرے بارے میں نہ سمجھ سکو گی۔ ہاں۔ اپنے خداوند کے بارے میں ضرور سمجھاؤ"

"اپنے خداوند؟" لڑکی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور سہمے ہوئے انداز میں بولی "نہیں اجنبی۔ ایسا مت کہو۔ وہ سب کا خداوند ہے اُس کی برتری تسلیم کرنے میں ہی زندگی ہے۔ ایسا مت کہو۔ ورنہ یہ بھوکے بھیڑیئے تمہارے جسم کی تکا بوٹی کر دیں گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں نے کہا۔ "لیکن میں اسے خداوند کس طرح کہوں جسے میں نے دیکھا بھی نہیں ہے۔ کیا محض یہاں سے زیادہ دُور ہے؟"

"چند راتوں کی مسافت ہے بشرطیکہ تمہارا گھوڑا تیز رفتار ہو۔ لیکن اس کے باوجود تم خداوند کو صرف چڑھتے چاند کی تیسری رات میں دیکھ سکتے ہو۔ جب وہ کاہن اعظم سالوس کے ساتھ معبد کے کلس میں دیدار کراتا ہے۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ اور پھر گوشت کی چکناہٹ میں ڈوبی ہوئی انگلیاں اپنے لباس سے صاف کر لیں۔ میں شکم سیر ہو چکا تھا تب میں نے پانی طلب کیا۔ اور اُسے پینے کے بعد ڈکاریں لیں۔

"کیا میں ان سب کو قتل کر دوں؟" میں نے لڑکی سے پوچھا

"نہیں نہیں۔ اب ان کو نہ چھیڑو۔ انھوں نے اپنے ساتھی کی موت برداشت کر لی ہے۔ آؤ اٹھو میرے ساتھ اگر تم اجنبی ہو تو ان خونی بھیڑیوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہو گے۔ وہ نشے میں چور ہیں اگر ہوش میں آگئے تو... تو اٹھو۔ آؤ۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف چل پڑی۔ نہ جانے وہ مجھے کہاں اور کیوں لے جا رہی تھی۔ بہرحال پھر وہ میرے ساتھ اس مکان عقبی حصے کے ایک کمرے میں پہنچ گئی۔ اور اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا پھر اُس نے دروازے سے پشت ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

میں کمرے کو دیکھ رہا تھا۔ سادہ سا کمرہ تھا۔ ایک طرف لکڑی کا ایک تخت پڑا ہوا تھا جس کے اوپر نرم بستر تھا۔ میں آہستہ آہستہ تخت کی طرف بڑھا اور اُس پر بیٹھ گیا۔ تب وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اُس نے میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا اور بولی۔

"چمکدار جسم والے اجنبی مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"بتا چکا ہوں۔ میں پہاڑوں سے آیا ہوں۔ اور یہاں نو وارد ہوں"

"لیکن اس قدر اجنبی کیوں ہو۔ کیا تمہارے قبیلے کے لوگوں نے تمہیں مصر کی حکومت کے بارے میں نہیں بتایا ہے؟"

"اپنے قبیلے کا تنہا فرد ہوں!"

"اوہ۔ باقی کہاں گئے؟" اُس نے تعجب سے پوچھا۔ اور پھر خود ہی ایک سسکی لے کر بولی۔ "میں سمجھ گئی۔ شاید انھیں قتل کر دیا گیا ہوگا۔"

تم سے ہمدردی ہے اجنبی۔ کبھی میرا قبیلہ بھی یہاں حکمراں تھا، میری ماں بتاتی ہے کہ یہ پشتوں قبل کی بات ہے اس کے بعد حالات بدل گئے۔ اور اب ہم اگر کسی سے کہدیں کہ ہمارا تعلق اس شاہی نسل سے ہے تو شاید یہ لوگ ہماری بوٹیاں تبرکاً آپس میں تقسیم کرلیں۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ وہ غلط فہمی میں تھی۔ بہرحال یہی بہتر ہے کہ اُس نے خود ہی کچھ فرض کرلیا تھا۔ میں بے مقصد باتوں سے اُلجھ رہا تھا وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ اور مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"تم ان وحشیوں سے بہت مختلف ہو۔ حالانکہ تم ان سے زیادہ طاقتور اور بہادر ہو۔"

"کیا وہ بہت ظالم ہیں ؟"

"ظالم سے بھی بڑا کوئی لفظ ہو تو کہو۔ اُن کی نظروں میں انسانی زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ وہ انسان اور کتے میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔"

"خوب۔ تو میرا خیال درست ہے۔ انھوں نے تم لوگوں کو زبردستی پکڑا ہے۔"

"میں بتا چکی ہوں۔ یہ سب مجبور و بےکس لڑکیاں ہیں جنھیں انھوں نے گھروں سے ہانک کر نکالا ہے۔ نجانے کتنے مزاحمت کرنے والے قتل کر دیئے گئے اور اس وقت ـــــ آس پاس کی بستیوں میں نہ جانے کیا ہو رہا ہوگا۔"

"کیا مطلب۔ کیا اُن کی کوئی بڑی تعداد یہاں موجود ہے ؟"

"ہاں۔ وہ کسی مہم سے واپس لوٹے ہیں اور اب دارالحکومت جا رہے ہیں۔ جس علاقے میں رات ہو جائے گی اُس کے قرب و جوار کی بستیوں پر تباہی ضرور آئے گی یہی اُن کا اصول ہے۔ وہ ٹکڑیوں میں بٹ کر مختلف بستیوں میں نکل گئے ہوں گے۔ جیسے یہ ٹکڑی یہاں آئی ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور کسی سوچ میں گم ہوگیا۔ ظاہر ہے میں کسی کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ انسان نے ہر دور میں تہذیب کے نئے نئے لبادے اوڑھے ہیں۔ لیکن میرا تجربہ شاہد ہے پروفیسر کہ جب بھی وہ ان لبادوں کے نیچے سے جھانکتا ہے، پہلے سے زیادہ وحشی اور خونخوار نظر آتا ہے۔ بہرصورت لڑکی سے مجھے بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوئیں وہ اس قحبہ خانے کی مالک کی لڑکی تھی اور وہیں رہتی تھی۔ یہ لوگ ناچ گا کر پیٹ بھرتے تھے۔ اور پروفیسر پھر لڑکی نے مجھے ایک پیشکش کی۔

"وہ وحشی۔ جس کی آغوش سے تم نے مجھے نکالا ہے، جب شراب کے نشے میں چُور ہو جاتا تو میرے جسم پر بے پناہ خراشیں بن جاتیں۔ میں اس کی ہوس کا شکار بنتی۔ وہ میرا پسندیدہ مرد نہیں تھا۔ اس لئے اُسے قتل کرنے کے انعام کے طور پر میں تمہیں یہ رات بخشنا چاہتی ہوں اجنبی۔ کیا تم مجھے قبول کروگے ؟" اُس نے اوپر کھسک کر میری گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔ اور پروفیسر میں اسے قبول کیوں نہ کرتا۔ جوان تھی۔ خوبصورت تھی اور پھر اُس نے خود ہی دعوت دی تھی۔ ہاں اگر وہ مجھے دعوت نہ دیتی پروفیسر، تو پھر میں ان وحشیوں میں سے ایک نہ بنتا۔ لیکن میرے اصول سے میرے لئے جائز تھی۔ چنانچہ میں نے اس جائز مال سے پورا پورا منافع کمایا۔ اور۔ وہ رات بھی میری زندگی کی دلچسپ راتوں میں شامل ہو گئی۔ اس جدید دور میں حکیک اور سائکی کے بعد یہ تیسری لڑکی تھی جو بہرحال مجھے پسند آئی۔

اس دلکش رات کی بھی صبح ہوگئی۔ میں اور شہلا اس کمرے سے نکل آئے۔ نہ جانے اس عمارت کے دوسرے مکینوں پر کیا گزری تھی۔ بہرحال ہم نے ہال میں آکر دیکھا۔ میزیں الٹی پڑی تھیں۔ کہیں کہیں خون کے بڑے بڑے دھبے نظر آ رہے تھے۔ بوتلیں ٹوٹی پڑی تھیں۔ غرض وحشت اور بربریت کے تمام نقوش موجود تھے۔ لیکن ہال کسی جاندار کے وجود سے خالی تھا۔

"کیا وہ لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے گئے ؟" میں نے شہلا سے پوچھا

"نہیں۔ انھیں اُن کے گھروں میں دھکیل دیا ہوگا۔ شاید وہ ابھی کہیں قریب موجود ہیں ورنہ بستی کے ہر گھر سے رونے پیٹنے کی آوازیں آ رہی ہوتیں۔" لڑکی نے بتایا۔ اور پھر چونک کر بولی۔ "نہ جانے میری ماں کہاں ہے۔" اور وہ ایک طرف دوڑتی چلی گئی۔ یہاں اب میرا کوئی کام نہیں تھا۔ اور پھر اب یہاں رکنا ان لوگوں کو بھی پریشانی میں مبتلا کرنا تھا۔ ممکن ہے زخمی شخص ہوش میں آگیا ہو۔ اور ہوش میں آنے کے بعد اُس نے میرے بارے میں پوچھا ہو۔ اور اب انتقام لینا چاہتا ہو۔ میری کوئی بات نہیں تھی لیکن اگر یہ لڑکیاں بھی اس انتقام کی بھینٹ چڑھ گئیں تو یہ بلاوجہ برباد ہو جائیں گی۔ اور میں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ اب میں کسی نئے چکر میں پڑنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ میں ایک سیدھی سادی زندگی گزارنا چاہتا تھا جس میں صرف تحقیق ہو۔ میں اب صرف اپنے لئے جدوجہد کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں ان لڑکیوں کو اُن کے حال پر چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ لیکن عمارت سے باہر قدم رکھتے ہی میں ٹھٹھک گیا۔ تاحدِ نگاہ آہن پوش نظر آ رہے تھے۔ اُن کے گھوڑے زمین پر سم مار رہے تھے۔ اور اُن ...... کے سامنے زمین پر اس شخص کی خون آلود لاش رکھی ہوئی تھی میرا شکار جانبر نہ ہو سکا تھا۔

اُن سب کا رُخ مکان کی طرف تھا اور وہ خاموش کھڑے تھے۔ لیکن۔ ان کی تعداد ان لوگوں سے بہت زیادہ تھی جو رات کو اس مکان میں موجود تھے۔ شاید دوسری بستیوں میں پھیلے سپاہی بھی سمٹ کر آ گئے تھے۔

صرف ایک لمحے کے لئے میں رکا۔ اور پھر اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔

تب سامنے والی قطار سے عقب کے چھ گھوڑے نکلے۔ اُن کے سوار بڑے قوی ہیکل تھے اور اُن کے جسم پر فولادی لباس موجود تھا۔ چھ گھوڑے ایک مخصوص دائرے کی شکل میں میرے گرد پھیل گئے۔ پھر انھوں نے تلواریں سونت لیں اور اس وقت میں نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔

"سنو۔ پہلے میری بات سُن لو۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" لیکن انھوں نے میری بات نہ سُنی۔ چھ آدمیوں نے وحشیانہ نعرے لگائے اور اپنے گھوڑے مجھ پر دوڑا دیئے۔ تب میں بھی اُن سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔

ایک سوار نے میری گردن پر تلوار کا وار کیا۔ میں نے جھک کر اُس کا وار خالی دیا اور پھر اُس کے گھوڑے کی ٹانگ پکڑ کر اُسے موڑ دیا۔ گھوڑا ہنہنا کر بُری طرح نیچے گرا۔ اُس کے سوار نے چھلانگ لگا کر بچنے کی کوشش کی تھی لیکن بہرحال وہ گھوڑے کے نیچے دب گیا۔ اس اثنا میں دوسرا سوار بھی پہنچ گیا تھا۔ اُس نے تلوار کا بھرپور وار کیا۔ لیکن میں نے اُس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا

تھا۔ تب میں نے گرے ہوئے سواروں کی گردنوں کو اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ چار گھوڑے اب بھی میرے گرد پینترے بدل رہے تھے لیکن اب وہ حملہ اس لئے نہیں کر رہے تھے کہ ان کے ساتھیوں کو ڈھال بنایا جا سکتا تھا۔

"اب بھی وقت ہے۔ میری بات سن لو۔ ورنہ تمہارے جتنے ساتھی میرے ہاتھوں ہلاک ہوں گے ان کے ذمہ دار صرف تم ہو گے۔" میری بغلوں میں دبے ہوئے سوار ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ وہ میری گرفت سے نکل جانا چاہتے تھے لیکن اپنی تمام تر کوشش کر کے وہ تھک گئے تھے اور جب وہ دوبارہ جدوجہد کرنے کی کوشش کرتے تو میں ان کی گردنوں پر دباؤ ڈال دیتا۔ اور ان کی چیخیں بند ہونے لگتیں۔

تب ایک سوار گھوڑے سے اترا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے ان چاروں گھوڑ سواروں کو واپس جانے کے لئے کہا۔ جو اب بھی مجھ پر حملہ کرنے کا مناسب موقع تلاش کر رہے تھے۔ سوار چلے گئے تو وہ مجھ سے مخاطب ہوا

"انہیں چھوڑ دو۔ میں تم سے بات کرنے کے لئے تیار ہوں۔" اور میں نے اطمینان سے ان دونوں سپاہیوں کو چھوڑ دیا جن کی بری حالت تھی میری گرفت سے نکلتے ہی وہ اس طرح بھاگے جیسے قید سے چھوٹے ہوں جان بچ گئی ہو تب میں اس شخص کے سامنے آگیا۔

"تو کون ہے اے شخص۔ اور تو نے خداوند کا عذاب کیوں خریدا ہے۔" اس نے کہا۔

"کیا تمہارے خداوند نے تم سے یہی کہا ہے کہ تم بستیوں کو اس طرح تاراج کرتے پھرو۔ یہاں کے معصوم لوگوں کو اس طرح پریشان کرو۔"

"کیا تیرا تعلق اس بستی سے ہے؟" اس نے پوچھا۔

"پہلے میری بات کا جواب دو۔"

"پوری مملکت خداوند امون کے زیر نگیں ہے۔ وہ ہر شخص کی جان و مال کا مالک ہے اور اس کے غلاموں کو حق ہے کہ اس کی قلمرو کی ایک ایک چیز کو حسب ضرورت اپنے استعمال میں لائیں۔ کیا تو امون کے اس فرمان کو قبول نہیں کرتا۔؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور ایک بار پھر تلواریں نیام سے نکل آئیں۔ لوگ دانت پیسنے لگے۔ لیکن اس شخص نے ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو روکا۔ اور حیرت بھری نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا۔

"کیا تو خداوند کے فرمان کا باغی ہے؟"

"میں تمہارے خداوند کو نہیں جانتا۔" میں نے کہا۔

"کیا تو اس قلمرو کا باشندہ نہیں ہے۔؟"

"نہیں۔"

"نہیں۔؟" اس نے تعجب سے کہا۔ "پھر تو کہاں سے آیا ہے۔"

"آسمانوں سے۔ ہاں میں پرسوں رات آسمان سے اترا ہوں۔ تمہارے ہتھیار میرے بدن پر کند ہیں۔ تمہاری طاقت میرے سامنے ہیچ ہے۔ اگر تم مجھ سے جنگ کرو گے تو میں ایک ایک کر کے تمہیں قتل کر دوں گا۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ تم میرے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ مجھے اپنے خداوند کے سامنے لے چلو۔ میں اسے اپنے بارے میں بتاؤں گا۔ اس کے بارے میں جانوں گا۔"

"تم آسمان کے باشندے ہو۔؟" اس شخص نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم آمون کے ہرکارے ہو۔؟ آمون۔ اناک کا دیوتا۔"

"ہاں۔ آمون نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔" اور سپاہی کا چہرہ فق ہو گیا۔ وہ واپس پلٹا اور اس نے چیخ کر کہا۔ "اے لوگو۔ اے بہادر سپاہیو! اسے کچھ نہ کہو۔ اس کا احترام کرو۔ یہ وہ ہے جس کی خداوند نے پیش گوئی کی تھی ہاں یہ وہی تو ہے جسے آنا تھا۔ اور وہ آگیا۔ دیکھو۔ اس کے چمکدار جسم کو کیا اس میں آمون کی چمک نہیں ہے۔ غور کرو اس پر۔ شرم کرو خود پر کہ تم اسے نہ پہچان سکے۔ اپنے گھوڑوں کی پشت خالی کر دو کہ اس کی تعظیم واجب ہے

اور میں نے دیکھا پروفیسر کہ آہن پوش جیالے گھوڑوں سے کود گئے۔ وہ سب سجدے میں گر گئے تھے۔ اور پروفیسر یہ کیفیت ماقبل تاریخ کے انسان سے جدا نہ تھی۔ غور کرو پروفیسر، طاقت کا فلسفہ۔ طاقت ہر دور میں حاوی رہی ہے۔ اگر میں طاقت ور نہ ہوتا۔ اگر میں ان کو شکست نہ دیتا۔۔۔

تو شاید وہ میری بات تسلیم نہ کرتے۔ وہ بھی طاقت کے پجاری تھے۔ طاقت کے سامنے جھک گئے تھے۔ انسان ہر دور میں طاقت کے سامنے جھکتا آیا ہے۔ میں بتا چکا ہوں پروفیسر۔ میں نے مذاہب کے بارے میں کوئی تحقیق کی ہے۔ میں کسی مذہب کی توہین نہیں کروں گا۔ بہت سے مذہب اچھی تعلیمات لے کر آئے انھوں نے بہتری کے راستے سکھائے۔ انسانی حقوق کا احساس دیا۔ لیکن انھیں ماننے والے کس طرح ان کے سامنے جھکے کیا پہلے انھوں نے ان مذاہب سے سرکشی نہیں کی؟ اس کے بعد انھوں نے طاقت کی برتری نہیں تسلیم کی۔

پروفیسر کے انداز میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ جسے اس نے محسوس کر لیا۔ اور وہ رک گیا۔ پھر چند ساعت کے بعد بولا۔ "کیا بات ہے پروفیسر آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔ میرا خیال ہے مذاہب کے بارے میں تمہاری تحقیق ناقص ہے۔" پروفیسر نے جرأت سے کہا

"ممکن ہے پروفیسر۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں پروفیسر کہ میں ایک محقق رہا ہوں۔ میں نے کسی چیز کو دیکھا۔ اسے پرکھا اپنے انداز میں اور پھر اس کے بارے میں جو کچھ محسوس کیا اس پر بھروسہ کر لیا۔ میں محقق ضرور ہوں مبلغ کبھی نہیں رہا۔ میں نے اپنی معلومات اپنی ذات تک محدود رکھی ہیں اگر آپ مذاہب کے بارے میں مجھے کچھ سمجھا سکیں تو میری معلومات میں اضافہ ہو گا۔"

"میں تمہاری وسیع النظری اور فراخ دلی کی قدر کرتا ہوں میں خود بھی ایک افضل و اعلیٰ مذہب کا پیرو ہوں۔ میرے مذہب نے کسی طاقت کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ ہم سب خدا کو مانتے ہیں اور اسی کی برتری کے قائل ہیں۔"

"میں نے غلط نہیں کہا ہے پروفیسر۔ بیشک آپ کا دین بہت مستحکم ہے۔ اس کی خوبیاں انسانیت کے ستون ہیں۔ لیکن میں مردود دور کی بات کر رہا ہوں۔ اپنے مذہب سے قبل آپ جو کچھ تھے۔ وہ انسانیت کے لئے نقصان دہ تھا۔ آپ کو انسانیت کے حقوق یاد دلائے گئے۔ ایک ایسی طاقت والے نے جو آپ پر حاوی ہے۔ اگر آپ اس طاقت کے مقابل آ سکتے تو شاید تسلیم نہ کرتے۔ گویا یہاں بھی طاقت مسلم رہی۔ ہاں۔ اس طاقت کے عمل اور اصلاحات کو آپ نے قبول کیا۔ مگر میں نے جو دیکھا تو وہ اس طاقت کے لئے تھا

بلکہ صرف آپ کی بھلائی۔ انسانیت کی بھلائی کے لئے تھے۔ چنانچہ میرا مطلب صرف انسانی طاقت سے ہی نہیں ہے۔"

"ہاں۔ ہم خدا کی برتری کے قائل ہیں۔ اور اپنے مذہب کو سچا تسلیم کرتے ہیں۔"

"یقیناً یقیناً۔ چنانچہ میں صرف طاقت کا ذکر کر رہا تھا۔ وہ لوگ بھی ایک طاقت کے سامنے سربسجود تھے۔ مجھے یہاں بھی اسی ڈھونگ کا سہارا لینا پڑا تھا جو پہلے میرے کام آیا تھا۔ تب میں نے انہیں اٹھایا۔ اور وہ مجھے گھوڑے پر بٹھا کر لے چلے اپنے خداوند کے سامنے۔ بالکل وہی کیفیت تھی جو طاکس کے دور کی تھی۔ طاکس۔۔۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی اپنا دفاع کیا تھا لاش وہیں چھوڑ دی گئی تھی۔ سپاہی میرا بڑا احترام کر رہے تھے۔ میں سفر کرتا رہا۔ راستے میں بہت سی بستیاں آئیں۔ رات بھی ہوئی لیکن ان راتوں کو وہ بستیوں کو تاراج نہ کر سکے۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی۔۔۔ اور اب میں فرعون کے دربار کی طرف جا رہا تھا۔ میں خود کو اس پر جلال شہنشاہ کا سامنا کرنے کے لئے تیار کر رہا تھا۔

یہاں تک کہ ہم ممفس میں داخل ہو گئے۔ سپاہی مودبانہ انداز میں مجھے لے کر چل رہے تھے۔ میں نے اس شہر کے گلی کوچے بازار دیکھے۔ بلاشبہ یہ انسانی ذہن کے ارتقا کا ثبوت تھے۔ خوبصورت مکانات، دلکش باغات مجھے بے حد پسند آئے تھے۔ بڑی بڑی عظیم الشان عمارتیں۔ سب کچھ میرے تصور کے مطابق تھا۔ اور صدیوں قبل۔ گہری نیند سونے سے پہلے ستاروں نے جس دور کی پیشگوئی کی تھی۔ وہ سب میرے سامنے تھا! بلاشبہ یہ وہی انسان تھے۔ میں ان انسانوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ یہ سب میرا آئیڈیل تھے یہ سب میرے خوابوں کی تعبیر تھے۔

مجھے ایک پراسرار عمارت میں پہنچا دیا گیا۔ یہ فرعون کا سب سے بڑا معبد تھا۔ عظیم الشان چوبی دروازے پر ایک بہت بڑے سورج کا نشان بنا ہوا تھا جس سے کرنیں خارج ہو رہی تھیں۔ یہ سورج دیوتا کا نشان تھا جس کا میں ہرکارہ تھا۔ سورج درمیان سے شق ہوا اور کواڑ کھل گئے۔ تب سپاہی باہر رک گئے۔ اور صرف آٹھ سپاہیوں کا ایک دستہ مجھے لیکر اندر داخل ہوا۔ یہاں لمبے لمبے چغوں اور لمبی داڑھیوں والے بہت سے لوگ موجود تھے۔

سپاہیوں نے زمین پر گر کر اُن کے پیروں کو بوسہ دیا۔ اور پھر میرے بارے میں بتایا۔ لمبی داڑھی والے چونک چونک کر مجھے دیکھنے لگے پھر وہ میرے قریب آ گئے۔ کسی نے میرے جسم کو چھو کر دیکھا تھا۔ پھر اُن میں سے ایک نے سپاہی سے کہا۔

"تم پر آمون کی برکتیں نازل ہوں ۔۔۔ خداوند رامون تم پر مہربان رہے۔ تم نے جو کچھ بتایا بلاشک کاہن اعظم کی پیش گوئی کے مطابق ہے۔ اسے چھوڑ جاؤ۔ کاہن اعظم ہی یہ خوشخبری اہل مصر کو سنائے گا بشرطیکہ اس کا دعویٰ سچ ہو۔ جاؤ۔ واپس جاؤ۔ ہم اسے کاہن اعظم کے سامنے پیش کر دیں گے۔" کاہنوں نے کہا۔ اور سپاہی رکوع میں جھکے اور پھر اُن کی طرف پشت کئے بغیر واپس لوٹ گئے۔!

بوڑھے کاہنوں کا ایک جم غفیر میرے ارد گرد پھیل گیا وہ مجھے کسی عجوبے کی طرح دیکھ رہے تھے۔ اور آپس میں میرے بارے میں تبصرے کر رہے تھے۔ "یہ عجیب فرد ہے لیکن کیا کاہن اعظم کی پیش گوئی اتنی جلدی پوری ہو جائے گی۔ ابھی تو وہ وقت نہیں آیا۔"

"یہ تو کاہن اعظم ہی کو معلوم ہوگا" ایک دوسرے بوڑھے نے کہا۔

"کاہن اعظم تو معبد میں موجود نہیں ہیں۔"

"ہاں۔ انہیں خداوند امون نے کسی اہم مشورے کے لئے طلب کیا ہے۔"

"لیکن اس سے کچھ معلوم تو کرو۔"

"اس سے گفتگو تو کرو۔" دوسرے نے کہا

"کیا یہ ہماری بات سمجھے گا ؟"

"اگر یہ آمون کا ہرکارہ ہے تو اسے کیا نہ آتا ہوگا" ایک بوڑھے نے کہا۔ اور پھر وہ دوسرے کاہن سے مخاطب ہو کر بولا۔ "تیتو تم کاہن اعظم کی خدمت میں جاؤ اور انہیں اس کی آمد سے مطلع کرو۔ مبادا یہ فرد کا ہو اور ہماری تاخیر ہمارے لئے موجب پریشانی نہ ہو۔"

"میں جاتا ہوں۔ ہر چند کہ میں بھی اس گفتگو میں شریک ہونا چاہتا ہوں جو اس سے کی جائے گی۔ لیکن میرے سپرد جو ذمہ داری کی گئی ہے اُسے پورا کرنا بھی ضروری ہے۔" کاہن نے کہا اور خاموشی سے باہر نکل گیا۔

میں سُرخ پتھروں سے بنے ہوئے معبد کے اس بڑے ہال کو دیکھ رہا تھا جس میں چاروں طرف دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اُن میں بیشمار تصویریں قدیم تھیں اور کچھ جدید۔ سینکڑوں نقوش تھے اور داستانیں کہانیاں ان تصویروں میں چھپی ہوئی تھیں۔ چاروں طرف سرسری نگاہ ڈال کر میں بوڑھوں کے اس ہجوم کی طرف متوجہ ہو گیا جس کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔ وہ میری طرف بے اعتنا بھی تھے اور مجھ سے خوفزدہ بھی۔ تب ایک بوڑھے کو مجھ سے گفتگو کے لئے منتخب کیا گیا۔

"کیا تو ہم سے گفتگو کرے گا سورج کے نمائندے ؟"

"ہاں میں تمہاری تسلی کے لئے تم سے گفتگو کروں گا!" میں نے کہا

"کیا خداوند کے غلاموں نے سچ کہا۔ کیا درحقیقت تو آمون کا نمائندہ ہے۔ ؟"

"اُن کا کہا درست ہے۔ تم مجھے وہی پاؤ گے جو تمہاری توقع ہے۔"

"لیکن تیرا نزول۔ مقدس کاہن اعظم تو اس سنگی بت کی تحریک کے منتظر تھے جو معبد کے ایک کونے میں ایستادہ ہے۔ ؟"

"آمون تمہارا دیوتا ہے۔ تمہارا محکوم نہیں کہ سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق کرے۔ اُس نے جو بہتر سمجھا کیا۔" میں نے ترش روئی سے کہا۔ اور وہ سب کانپ گئے۔

"بیشک وہ اعلیٰ و ارفع ہے۔ وہ قادر ہے کہ جو چاہے کرے۔ کیا تیرے جسم کی چمک آمون کا پرتو ہے ؟"

"ہاں۔ یہ تمہاری عقلوں کے لئے مشعل ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا مصر کی قسمت میں بلندی ہے۔ کیا فرعون چہارم کو سرفرازی ہے۔ یا اُس کی خدائی محدود ہو جائے گی۔"

"یہ تمھیں بتانے کی باتیں نہیں ہیں۔ اور وہ کچھ نہ کرو جو تمہاری حیثیت سے بڑھ کے ہے۔ میں سالموس سے گفتگو کروں گا۔" میں نے کہا اور ان کے چہرے لٹک گئے۔ انھوں نے مجھے ایک سنگ سیاہ پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور اُس کے بعد کوئی کچھ نہ بولا لیکن چہروں سے وہ سب بڑے بیتاب معلوم ہوتے تھے اور نہ جانے کیا کیا سوچ رہے تھے وہ اپنے دلوں میں۔ انکی خاموشی نے مجھے سوچنے کے مواقع فراہم کر دیئے۔ میں چالاکی سے انکے الفاظ کی روشنی میں اپنی آئندہ گفتگو کا لائحہ عمل تیار کرنے لگا۔ کاہن مجھے عجیب عجیب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ مجھے اس معبد کے در و دیوار بڑے پراسرار معلوم ہو رہے تھے اُس کی چھت بے حد بلند تھی۔ دیواروں پر بنے ہوئے نقوش حیرت انگیز شکلیں لئے ہوئے تھے۔ فضا میں ایک عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ بہرحال یہ ماحول بھی میرے لئے کافی دلکش تھا۔ اور نہ جانے اس معبد میں کیا ہو۔ لیکن میں ایک دم سب کچھ نہیں جان سکتا تھا۔ مجھے آہستہ آہستہ ہی ان کے بارے میں معلوم ہو سکتا تھا

کافی دیر گزر گئی۔ کاہن سنگی مجسموں کی طرح خاموش کھڑے تھے

تب پھر اچانک ہال کے دروازے پر قدموں کی آوازیں سُنائی دیں۔ پھر دروازے میں ایک طویل القامت بوڑھا نظر آیا جس کی صحت قابل رشک تھی۔ حالانکہ اس کی عمر بہت زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ اُس کی داڑھی سینے سے نیچے لٹکی ہوئی تھی مونچھیں داڑھی میں گم تھیں۔ بھنویں بھی برف کی طرح سفید اور ضرورت سے زیادہ چوڑی تھیں۔ لیکن پورے چہرے میں سب سے جاندار چیز اُس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں سرخ آگ کی مانند۔ آنکھیں جن میں مکاری اور چالاکی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

وہ میرے سامنے آیا۔ چند ساعت مجھے دیکھتا رہا۔ اور پھر اچانک رکوع کے انداز میں جھک گیا۔ گویا اُس نے مجھے وہ تسلیم کر لیا تھا جو وہ سمجھ رہے تھے۔ دوسرے کاہنوں کی حالت اس سے بھی زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ وہ سب اوندھے منہ گر پڑے تھے اور اُن کے جسم کانپ رہے تھے۔

"خوش آمدید۔ آمون کے منظور نظر۔ خوش آمدید ہماری قسمتوں کے خالق۔ ہماری محبت ہماری سعادت مندی قبول فرما۔ زہے نصیب کہ تو ہمارے درمیان آیا۔ زہے قسمت کہ ہماری بے نور آنکھوں میں تجھے دیکھ کر روشنی آئی۔ اٹھو۔ مقدس کاہنوں جشن چراغاں کرو۔ منادی کرا دو پورے مصر میں کہ وہ آ گیا ہے جو ہمارے لئے برکتیں لایا ہے۔ جاؤ۔ ایک ایک بچے کو روشن کر دو۔

کاہن اُٹھے اور جلدی جلدی باہر جانے لگے۔ تب بوڑھا کاہن آہستہ آہستہ میرے نزدیک آ گیا۔ وہ بہت غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اور میں نے اُس کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ محسوس کی۔

"ہمیں خوشحالی کی دعا دے آمون کے پیغامبر۔ ہمیں بتا کہ تو کوئی نیا دین لے کر آیا ہے۔" اُس نے کہا۔

"نہیں۔ میں تمہارے لئے صرف برکتیں لایا ہوں۔ میں تمہارے ہاتھ مضبوط کرنے آیا ہوں۔"

"لیکن تیرے جسم پر یہ چمک کیسی ہے۔ کیا رات کی تاریکی میں یہ معدوم ہو جاتی ہے۔؟"

"نہیں۔ رات کو یہ چمک اور بڑھ جاتی ہے۔"

"کیا سرد پانیوں کی گہرائیوں میں یہ چمک گم ہو جاتی ہے۔؟"

"نہیں۔ پانی اس سے اور چمک جاتا ہے۔

"تب تو عظیم ہے۔ لیکن کیا تیرے جسم کی قوت روئے زمین کے انسانوں سے اعلیٰ ہے؟"

"ہاں تمہاری دنیا کے لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"تب تو عظیم ہے۔!" بوڑھے نے مخصوص انداز میں کہا۔

"لیکن خداوند راعموس؟"

"وہ میرے قول کو صادق پائے گا۔"

"تب تو برتر ہے ہم سب سے۔ لیکن ہمیں بتا۔ ہم تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا کریں۔ ہم کیسے تجھے خوش کریں۔ اور تو یہ بھی بتا کہ تو نے کون کون سے راستے اپنائے۔ ہمیں درس دے کہ ہم قوموں پر غلبہ حاصل کریں۔" بوڑھا کاہن بولا۔ اور میں نے اس چالاک انسان کی باتوں پر غور کیا۔ مجھے یہ بوڑھا حد سے زیادہ فریبی اور مکار معلوم ہوا۔ بہرحال پروفیسر میری عمر اُن سے لاکھوں سال زیادہ تھی۔ وہ میرے سامنے کیا حیثیت رکھتا تھا۔ چالاک بوڑھا انتہائی عیاری سے مجھ سے میرے بارے میں سوال کر رہا تھا۔ بظاہر اُس کے ہر سوال سے عقیدت جھلک رہی تھی۔ وہ سب کچھ پوچھ لینا چاہتا تھا۔ لیکن میں بھی کائیاں تھا۔ اُسے تسلی بخش جواب دیتا رہا۔

کاہن میرے بارے میں منادی کرنے چلے گئے تھے۔ بوڑھے کاہن نے مجھ سے بہت سے سوالات کئے۔ اور پھر مجھ سے میرے مجسمے کے نزدیک چلنے کی درخواست کی۔ میں اُٹھ گیا۔ مجھے تو خود معبد دیکھنے کا شوق تھا ایک دروازے سے گذر کر ہم نے زمین کی گہرائیوں میں جانے والی سیڑھیاں طے کرنا شروع کر دیں۔ اور عجیب تھیں یہ سیڑھیاں پروفیسر کہ شاید اُن کا اختتام زمین کی آخری تہہ میں جا کر ہوا تھا۔ نیچے سخت گھٹن اور بدبو تھی۔ لیکن کاہن اعظم کی آنکھیں اسی طرح چمک رہی تھیں۔ میں اس گھٹن سے پریشان نہیں تھا کاہن اعظم کا خیال تھا کہ شاید اس خوفناک تاریکی میں، میں اندھا ہو گیا ہوں لیکن اس بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ میں بھی اسی طرح دیکھ سکتا ہوں جس طرح دن میں اس وقت جب سورج چمک رہا ہو۔

سیڑھیاں ختم ہو گئی تھیں اور اب ایک عظیم الشان ہال نظر آ رہا تھا جس میں ایک مجسمہ نصب تھا۔ سیاہ رنگ کے پتھر سے بنا ہوا ایک خوفناک مجسمہ۔ جو تاریکی کا جزو ہی معلوم ہو رہا تھا لیکن اُن کے لئے جو تاریکی کے عادی نہ ہوں۔

"تو کیا دیکھ رہا ہے۔" کاہن نے پوچھا۔

"سیاہ مجسمہ۔" میں نے جواب دیا۔ اور کاہن کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔ اُس نے پُراسرار نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور پھر تعجب بھرے لہجے میں بولا۔

"کیا تو تاریکی میں دیکھ سکتا ہے؟"

"ہاں۔ روشنی اور تاریکی میرے لئے یکساں ہیں۔"

"بُت تو درحقیقت انوکھا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مجھے تیری حقیقت درکار ہے۔" اس بار اُس کے لہجے میں کوئی چیز تھی۔ جسے میں نے صاف محسوس کیا۔

"کیا تو میری حقیقت سے واقف نہیں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ جو تو نے کہا ہے وہ میں نے سُنا ہے لیکن میں وہ نہیں جانتا جو تو ہے۔"

"تو اسے بھی جان لے۔"

"تیری زبانی۔" کاہن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اُس کے سفید دانتوں کی قطار تاریکی میں چمکی۔

"دل کی آنکھیں کھول میری زبان تجھے کچھ نہ بتائے گی۔"

"میں نے دل کی آنکھیں کھول لی ہیں۔"

"کیا محسوس کر رہا ہے۔؟" میں نے اس گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ دنیا کا ایک انوکھا لیکن بے حد چالاک انسان میرے سامنے موجود ہے۔" اُس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"دنیا کا نہیں۔ آسمانوں کا۔ کیا تجھے آمون کا نام یاد نہیں ہے؟" سب نے کہا۔

"نہیں اے خاکی پتلے۔ مجھے آمون کے تمام عہد یاد ہیں۔ لیکن اُس نے کسی ایسے ہرکارے کا عہد نہیں کیا تھا جیسا کہ تو ہے۔" بوڑھے گیدڑ نے چالاکی سے کہا۔ اُس کی ہنسی بہت خوفناک تھی۔

"لیکن تو نے تسلیم کیا تھا۔"

"یقیناً۔ کیونکہ آمون کی طرف سے وہ عہد میں نے کیا تھا۔"

"تو نے۔؟" میں نے چونک کر پوچھا

"ہاں۔ یہ ضروری تھا۔ اور اب تو بتا کہ تو کون ہے۔ اور کیا مقصد لے کر یہاں آیا ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔ تیرے ساتھی اور مددگار کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔" میں بوڑھے کی گفتگو پر غور کرنے لگا۔ درحقیقت بوڑھا بہت چالاک تھا۔ ایک مذہبی بدمعاش جس نے نہ جانے کیا کیا چکر چلا رکھے تھے۔

میں غور کرتا رہا۔ پھر میں نے کہا

"تو سُن اے بدنصیب کہ میرا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ میں ہی ہوں جس کو تو نے جھٹلایا ہے۔ تو آمون کے عہد کو اپنا عہد کہہ رہا ہے۔ کیا تو اس بات سے بے خبر ہے کہ اس گستاخی کی تجھے سزا ملے گی۔؟"

میری اس گفتگو پر بوڑھا ہنس دیا۔ دیر تک ہنستا رہا۔ پھر بولا

"مجھے اپنا نام بتا۔؟"

"میرا کوئی نام نہیں ہے۔ تو چاہے جس نام سے مجھے پکار سکتا ہے۔"

"تب میں تجھے اسلاک کہوں گا جو وہ نہیں ہوتا ہے جو وہ کہتا ہے لیکن اپنے بارے میں جو کچھ کہتا ہے اُسے منوانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن اُن کے سامنے جو علم نہیں رکھتے کہ وہ کیا ہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"تجھ پر آمون کا عتاب نازل ہوگا۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اگرچہ تو سچا ہو لیکن تو سچا نہیں ہے۔ تو وہ ہے جو میری تخلیق ہے۔ خود تیری حقیقت کیا ہے۔ یہ تجھے بتانا ہوگا۔ مجھے بتا کہ تیرے جسم کی چمک کا راز کیا ہے۔؟"

"یہ پرتو ہے فرعون کا۔!"

"غلط کہا تو نے۔ فرعون کو تجھ سے کیا نسبت۔ وہ نہیں بھیجتا انہیں اپنا کہہ کر جو اُس جیسے نہ ہوں۔ اور تو ہم جیسا ہے۔ تو سُن اے مکار کہ تو دنیا میں آیا فرعون کا جھوٹا نمائندہ بن کر۔ اور میں نے پیش کیا تجھے اس کے سامنے جس میں زندگی دوڑ جائے گی ایک دن تو اُس نے غضب کیا تجھ پر۔ اور تو نیست و نابود ہو گیا۔ یہ کہانی پہنچے گی اُن تک جو تیری آمد کی خبر سُن چکے ہیں اور کل وہ دیکھیں گے اس کے مُردہ جسم کو کہ موت جس پر واجب نہیں ہے۔" بوڑھے نے کہا۔ اور اچانک میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ اور میں تحت الثریٰ میں جا گرا۔ بیشک پروفیسر میں انتہائی گہرائیوں میں گرا تھا جہاں میرے علاوہ کوئی اور گرتا تو اس کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئی ہوتیں۔ لیکن میں تو انوکھی زندگی کا مالک تھا۔ زمین پر گرنے کے بعد میں کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے اپنے گرد و پیش دیکھا۔ تب مجھے بیشمار خوفناک سانپ پھنکارتے نظر آئے جن کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ میں نے انھیں دیکھا اور وہاں ایسی کوئی چیز تلاش کرنے لگا جس سے اِن پھنکارنے والوں کو کچل سکوں۔ اور ایسی چیزوں کی وہاں کمی نہیں تھی۔ بڑی غلیظ اور ناہموار جگہ تھی جہاں بیشمار پتھر پڑے ہوئے تھے میں نے ایک پتھر اٹھایا۔ لیکن اُس کے وزن سے متعجب ہو گیا۔ وہ بہت ہلکا تھا۔ تب مجھ پر اس کا راز کھلا۔ وہ انسانی کھوپڑی تھی اور کسی سانپ کو کچلنے کے لئے کار آمد نہیں تھی۔ میں نے اُسے پھینک دیا۔ اور اس جیسے دوسرے پتھروں پر غور کیا۔ تب مجھے بوڑھے شیطان کی کارکردگی کا پتہ چلا۔ یقیناً اُس نے اپنے بیشمار دشمن اس خوفناک غار میں گرائے تھے جن کے خشک اعضا یہاں بکھرے پڑے تھے۔

میرے اردگرد بیشمار سانپ لہرا رہے تھے۔ نہ جانے کیوں انھوں نے ابھی تک میرے اوپر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ تب پروفیسر میں نے تلاش کر کے ایک وزنی اور بڑا پتھر اُٹھایا اور سانپوں کے ایک غول پر دے مارا۔ لاتعداد پھنکاریں گونج اٹھیں۔ بہت سے سانپ تھپک کر نیچے آکر کچلے گئے۔ اور پھر میں سانپوں کو کچلنے کا دلچسپ کھیل کھیلنے لگا۔ میں نے تاک تاک کر انھیں نشانہ بنایا۔ اور بالآخر سانپ بھی بپھر گئے۔ انھوں نے انتقام کا نعرہ بلند کیا اور اجتماعی حیثیت میں مجھ سے آلپٹے۔ اُن کی تعداد بیشمار تھی۔ وہ میری پنڈلیوں، گردن اور جسم کے دوسرے کھلے ہوئے حصوں پر منہ مار رہے تھے۔ اس طرح میں پریشان ہو گیا تھا اور انھیں اپنے جسم سے نوچ کر ہلاک کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ اس کام میں کافی وقت گزر گیا۔ سانپوں کی تعداد اتنی تھی کہ مجھے انھیں ہلاک کرنے میں کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

ابھی میں اپنے کام میں مصروف تھا۔ کہ طویل و عریض غار کے ایک سمت سے ایک گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ شاید کوئی چٹان جگہ چھوڑ رہی تھی۔

میں نے اپنے جسم سے لپٹے ہوئے آخری سانپ کو خود سے چھڑا کر
ایک طرف پھینک دیا اور اس غار کی طرف دیکھنے لگا، جہاں سے
اب ایک روشنی نمودار ہو رہی تھی۔ روشنی پھیلتی گئی اور اب یہ پُراسرار غار پوری
طرح روشن ہو چکا تھا۔ تب مجھے بوڑھے کاہن اعظم کا شیطانی چہرہ نظر آیا
اُس کی سرخ آنکھیں اندر کے ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں جو روشنی میں
واضح ہو گیا تھا۔ اور پھر اُس کے منہ سے حیرت کی ایک آواز نکلی۔

"اسلاک۔ کیا تو زندہ ہے؟"

"ہاں۔ میں زندہ ہوں بوڑھے مکار۔ اور تیرے سانپ فنا
ہو چکے ہیں۔" میں نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔ میں ان باریک جالیوں کے
عقب میں کاہن کا حیرت بھرا چہرہ صاف دیکھ رہا تھا جن کے دوسری طرف
سانپ نہیں جا سکتے تھے۔ بوڑھا کاہن کسی طور اس طرف آنے کی جرأت نہیں
کر سکتا تھا۔

کافی دیر تک بوڑھا پاگلوں کی طرح میری شکل دیکھتا رہا۔
اُس کا شیطانی دماغ نہ جانے کیا فیصلے کر رہا تھا۔ پھر میں نے بھرائی ہوئی
آواز میں کہا "کیا تو باہر آنا پسند کرے گا؟"

"میں بہر طور باہر آ جاؤں گا۔ کیا اب بھی تو میری قوتوں سے
انکار کرتا ہے؟" میں نے کہا۔

"نہیں۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ تو سمجھ میں نہ آنے والوں میں
سے ہے۔ میں نے تجھے اتنی بلندیوں سے گرایا تھا کہ تیرا جسم پاش پاش ہو جائے
اور پھر غار کے بچھو کے سانپ تیرے گوشت سے ضیافت اُڑائیں اور تیری
ہڈیوں میں رہنے کے لئے مکان بنا لیں۔ لیکن۔ یہاں صورتِ حال دوسری
ہے۔ تو زندہ سلامت ہے اور سانپ مر چکے ہیں۔ کیا اب بھی تو مجھے
معاف کر کے میری دوستی قبول کرے گا۔ کیا تیرے دل میں اتنی وسعت ہے؟"

"ہاں۔ بشرطیکہ تو میرے احکامات کی تعمیل پر رضامند ہو۔"
میں نے کہا۔

"میں تجھے خود سے برتر تسلیم کرتا ہوں۔ میرے دوست کی حیثیت
سے باہر آ۔ بیشک میں اس کا حقدار نہیں ہوں۔ لیکن اس کے باوجود تجھ سے
اُمید کرتا ہوں کہ تو ایک بار مجھے ضرور معاف کر دے گا۔"

"غار کا دروازہ کھول۔ اور باہر آ جا۔ میں تجھے قتل نہیں
کروں گا۔ بشرطیکہ تو میرا اطاعت ہو۔"

"میں تجھ سے مکمل تعاون کروں گا۔ رب سوس کی قسم، میں اب
تجھ سے مکمل تعاون کروں گا۔"

"دروازہ کھول بوڑھے احمق۔ تو خوف سے کانپ رہا ہے۔ اطمینان
رکھ۔ بے خوف باہر آ جا۔ میں تجھے قتل نہیں کروں گا" میں نے بوڑھے کاہن
اعظم کے لرزتے ہوئے جسم کو دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ اور کاہنِ اعظم نے کوئی
کل گھمائی۔ غار کی جالی نے راستہ چھوڑ دیا اور میں اس سے دوسری طرف
نکل آیا۔

"میرے غسل کا بندوبست کر۔ تیرے زہریلے سانپ میرے
جسم پر غلاظت بکھیر گئے ہیں۔ میں اس غلاظت سے نجات پانا چاہتا ہوں۔"
میں نے کہا۔

"آ۔ میرے ساتھ آ۔" بوڑھے نے کہا اور پھر اُس نے ایک شمع
ہاتھ میں اُٹھائی اور میرے آگے آگے چل پڑا۔ وہ اوپر جانے والی سیڑھیاں
طے کر رہا تھا۔ سیڑھیاں کئی سو کی تعداد میں تھیں جنہیں طے کرنے میں بہت وقت
صرف ہوا۔ اُن کا اختتام ایک بہت بڑے کمرے میں ہوا تھا جس کی فضا
عجیب تھی۔ نہ جانے اس بوڑھے نے یہاں کیسا شیطانی کارخانہ پھیلا رکھا تھا
بلاشبہ وہ بے حد پُراسرار انسان تھا۔

بوڑھے نے اس کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا پھر وہ
ایک دوسرے کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہوا اور سامنے ہی ایک خوبصورت
حوض نظر آ رہا تھا۔

"غسل کر لے۔ کیا میں تیرے لئے لباس کا بندوبست کروں؟"

"کیا یہ کوئی نئی آزمائش ہے؟" میں نے حوض کی طرف اشارہ
کر کے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ اب میں خود میں ایسی جرأت نہیں پاتا۔ تو مجھے اپنا
دوست، اپنا وفادار پائے گا۔" بوڑھے نے گردن جھکاتے ہوئے کہا اور میں
نے ہنستے ہوئے حوض میں چھلانگ لگا دی۔ بوڑھے نے میرے لئے ایک خوبصورت
لباس کا انتظام کیا تھا۔ یہ شاید معبد کا دوسرا درجہ تھا اور یہاں عام انسانوں
کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ وہ بذاتِ خود میرے لئے لباس لایا تھا۔
ٹھنڈے اور شیریں پانی سے غسل کر کے میں باہر نکل آیا۔ کمرے کے دروازے
پر بوڑھا میرا منتظر تھا۔ اُس کے حواس پوری طرح درست ہو گئے تھے۔
اب شاید وہ میرے ساتھ کسی چالاکی پر آمادہ نہیں تھا۔

"آؤ۔ اس دنیا کے حیرت انگیز انسان۔ میرا تمام تجربہ تیری
شخصیت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ نہ جانے تو کون ہے۔ کیا ہے۔ میں تیرے
بارے میں سب کچھ جاننے کا خواہشمند ہوں۔" اُس نے کہا اور میں مسکرا کر
اُس کے ساتھ چلتا رہا۔ پھر وہ مجھے لے کر ایک اور خوبصورت کمرے میں آ
گیا۔ یہاں انواع و اقسام کے پھل وغیرہ چُنے ہوئے تھے۔ بوڑھا کاہن
میز کے گرد پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں بھی اس
کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"کیا تو نے خلوص دل سے مجھے معاف کر دیا ہے؟" اس
نے پوچھا۔

"تو بے حد احمق معلوم ہوتا ہے کاہن۔ تو نے میرے ساتھ کون سی
بھلائی کی ہے جو میں اتنی جلدی سے تیری طرف سے دل صاف کر لوں گا۔
تیرا آئندہ رویہ۔ تیرے بارے میں فیصلہ کرے گا۔" میں نے صاف گوئی سے
"میرے لئے یہ بات بھی اُمید افزا ہے۔ مجھے بتا میں
کس طرح حاصل کروں؟"

"میری ہر بات کا سچ جواب دے کر۔" میں نے ایک بین اٹھا کر اسے دانتوں سے کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔"

"تب تو مجھے بتا۔ تو مجھے آمون کا نمائندہ سمجھنے سے کیوں انکار کرتا ہے۔ جبکہ تو نے اس سے پہلے اپنے لوگوں سے اس کی پیشگوئی کی ہے۔" میں نے کہا اور بڈھے کی گردن جھک گئی۔ اُس کی پیشانی پر تفکر کی شکنیں پڑ گئی تھیں۔

"اگر تو برا نہ محسوس کرے تو اس سے قبل میں تجھ سے ایک سوال کروں؟" اُس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"اگر میں نہ چاہوں تو تجھے یہ حق نہ دوں لیکن۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ بول کیا سوال کرنا چاہتا ہے؟"

"مجھے بتا اے اجنبی انسان۔ تو کونسے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے؟"

"میرا کوئی قبیلہ نہیں ہے۔ میں آسمان کا باشندہ ہوں جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ کیا تیرے لوگوں میں کوئی مجھ جیسا ہے۔؟ اگر ہے تو مجھے بتا۔ ورنہ مجھے انوکھا انسان تصور کر۔"

"بیشک۔ میری عمر نے تجھ جیسا عجیب انسان نہیں دیکھا۔ اچھا بتا کہ آموں کو خدا مانتا ہے؟"

"میں اُسے ایک حقیر کیڑے کی طرح مسل سکتا ہوں۔ پھر میں اُسے خود سے برتر کیوں سمجھوں؟"

"میرا مقصد حل ہو گیا۔ اب میں تیرے ہر سوال کا جواب دے بھی سکتا ہوں۔ تو سن اے انوکھے شخص۔ آمون کے جس نمائندے کا خیال اُن کے ذہنوں پر مسلط ہے وہ میری تخلیق ہے۔ بیشک آمون عظیم ہے، برتر ہے سب انسانوں سے لیکن اُس نے کوئی ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا۔ یہ نمائندہ صرف تخلیق ہے کہ بہت سے امور میں جھوٹی تسلیوں کی ضرورت لازمی ہوتی ہے۔" بوڑھے نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بے بس بوڑھا خود ہی اپنا طلسم توڑنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ میں اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ تہذیب کی علمبردار مصر کی عظیم الشان سلطنت کا کاہن اعظم جس کے اختیارات فرعون وقت سے کسی طرح کم نہیں تھے جس کے کاندھوں پر راعموس کی سلطنت ٹکا ہوا تھا، میرے سامنے ایک معمولی سا انسان بن کر رہ گیا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگتا تھا۔ بیشک پروفیسر۔ وہ چالاکی اور مکاری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا لیکن وہ کسی ایسے شخص کا کیا کرتا، جسے وہ قتل ہی نہ کر سکتا ہو۔ سانپوں کے اس غار کے تصور سے ہی رونگٹے تن کر کھڑے ہو جاتے، جسے بھاگ نکلنے پر غور کرتی ہے لیکن میں نے اس کو بے بس کر کے رکھ دیا تھا۔ اُس کی مکاریاں میرے سامنے بے دست و پا تھیں۔

"تو نے آمون کے نمائندے کا کردار کیوں تخلیق کیا تھا؟"

"اپنی بقا کے لئے۔ فرعون جیلام مجھ سے نہیں ہے۔ اُس کا تعلق میرے قبیلے سے بھی نہیں ہے۔ لیکن وہ دل سے میری قوتوں کا قائل ہے اُس کی خدائی برقرار رکھنے کے لئے مجھے بہت سی روایتیں پھیلانی ہوتی ہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"لوگوں نے مجھے آمون کا نمائندہ تسلیم کر لیا۔ لیکن تو نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی۔ اگر میں ہلاک ہو جاتا کیا تجھ سے باز پرس نہ ہوتی؟"

"اسے باز پرس نہ کہو۔ ہاں لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے میں انہیں یہ ضرور بتاتا کہ کاہن اعظم کی آنکھیں ہمیشہ کھلی رہتی ہیں۔ وہ نیکی بدی کو پہچاننے کی اہلیت رکھتا ہے اور جھوٹے انسان کو اب آمون نے موت کی نیند سلا دیا۔ باز پرس کرنے کی ہمت یہاں کوئی نہیں رکھتا۔"

"مجسمے کا کیا راز ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بھی ایک ماہر سنگتراش نے تراشا ہے۔ اور مصر کے لوگ اس کے جاگنے کے منتظر ہیں۔ فرعون کے کھوئے ہوئے اقتدار یا سالوس کے گرتے ہوئے وقار کو سہارا دینے کے لئے اس کا وجود ضروری تھا۔ سو اس کی جگہ ہر وہ شخص لے سکتا تھا جو میرا وفادار ہوتا۔"

"ہوں۔" میں نے بڈھے مکار کی تمام مکاریوں سے واقف ہوتے ہوئے کہا۔ میں جانتا تھا کہ بوڑھا میرے ہاتھوں بے بس ہے۔ وہ میری قوت تسلیم کر چکا ہے۔ یہ جان چکا ہے کہ میں اُس کے اقتدار کی جڑیں ہلا سکتا ہوں۔ وہ میرا بال بیکا نہیں کر سکتا اور اگر میں منظر عام پر اعلان کر دوں کہ آمون نے کاہن اعظم کو ناپسند کیا اور اس سے اس کا اقتدار چھین لیا تو اُس کی کوئی حیثیت نہیں رہ جائے گی۔ میں ہر دور کا فاتح ہوں پروفیسر، کسی دور کا انسان میرے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکا ہے۔

بہرحال بوڑھا مکار میرے سامنے عریاں ہو گیا تھا۔ میری نگاہوں میں اُس کی کوئی وقعت نہیں رہ گئی تھی۔ وہ خود بھی اس بات سے واقف تھا۔ پھر میں نے اُس کی بے بسی پر ترس کھاتے ہوئے کہا۔

"ہر چند کہ بوڑھے سالوس تو نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تاہم۔ تیری سازشوں کے دور میں، میں تہذیب کا یہ گہوارہ دیکھنے آیا ہوں۔ یہاں رہوں گا۔ اور تہذیب کے اس دور کی داستان قلمبند کروں گا پھر یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں گا۔ میں تیری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا سکتا ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ تیری اس تہذیب کے بارے میں، میں جو کچھ تجھ سے معلوم کروں، جو کچھ چاہوں، تو مجھے بتا۔ اور مہیا کر۔ کیا تو اس کے لئے تیار ہے؟"

"میں تیار ہوں اسلاک۔ تیری دوستی میرے لئے باعث عزت ہوگی اور میں وہ کچھ کروں گا جس کے لئے میں سرگرداں ہوں۔" بوڑھے کاہن کے چہرے پر مکار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو کیا کرنا چاہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ تجھے ابھی نہ بتا سکوں گا۔ تاہم۔ مجھے اجازت دے کہ میں تیری آمد کی خبر فرعون تک پہنچاؤں اور پورے مصر کو تیری خبر دوں۔ یہ معبد تیرا مسکن رہے گا۔ اور کسی قسم کی فکر نہ کر۔ یہاں تجھے ضرورت کی ہر چیز مہیا ہوگی۔ یہ معبد تیرے تصور سے کہیں اچھا ہوگا۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کاہن اعظم مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں آرام سے بیٹھا مکار بوڑھے کے بارے میں سوچتا اور مسکراتا رہا۔ یہ سب کچھ میرے لئے اجنبی نہیں تھا پروفیسر۔ ایسے ہی واقعات میں دوچار ہوتا رہا تھا۔ انسان ازل سے بوالہوس ہے۔ وہ جو کچھ ہوتا ہے اسے پسند نہیں کرتا۔ کچھ اور ہونا چاہتا ہے۔ بہرحال تہذیب کا یہ ابتدائی ماحول بھی میرے لئے ناپسندیدہ نہیں تھا۔ اور میں یہاں مطمئن تھا۔

ابھی مجھے بیٹھے ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ سرزمینِ مصر کی دو قتالائیں اندر داخل ہو گئیں۔ ایک نے اپنے نازک کندھے پر ایک خوبصورت صراحی اُٹھائی ہوئی تھی۔ دونوں کے چہروں پر حیرت اور مسکراہٹ تھی۔ انہوں نے اپنا لایا ہوا سامان ایک جگہ رکھ دیا۔ اور پھر وہ دونوں میرے نزدیک آگئیں۔ اُن کی سیاہ آنکھوں میں دلچسپی کی چمک تھی۔

"را آبیان کی قسم یہ دیوتا کے سوا کچھ نہیں ہے۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"آمون نے اس کے جسم کو اپنی روشنی دیدی ہے۔" دوسری نے کہا۔

"پورے مصر نے ایسا حسین جوان نہ دیکھا ہوگا۔"

"ہاں اسے دیکھ کر دل کھنچتا ہے۔"

"لیکن یہ ہمارے لئے نہیں ہے۔" دوسری اُداسی سے بولی۔

"شاید یہ ہمیں قبول کرلے۔"

"آؤ اس کے پاس چلیں۔" پہلی بولی۔ اور پھر وہ دونوں میرے نزدیک پہنچ گئیں۔ "آسمان کے باشندے۔ کیا ہم تیری خدمت میں شراب پیش کر سکتے ہیں؟" اُن میں سے ایک نے پوچھا۔

"تم دونوں کون ہو؟ اور یہاں تمہارا کیا کام؟" میں نے پوچھا۔

"ہم خادمائیں ہیں آقا۔ اور تمہاری خدمت کے لئے ہمیں بھیجا گیا ہے۔ کیا ہم تمہاری خدمت میں انگور کا شربت پیش کریں؟" اُن میں سے ایک نے پوچھا۔

"تمہیں سالموس نے بھیجا ہے؟"

"مقدس کاہنِ اعظم نے ہمیں تمہاری خدمت کے لئے مقرر کیا ہے۔ سو ہمارے جسم کا رواں رواں تمہاری خدمت کے لئے تیار ہے۔"

"سالموس واقعی ذہین ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ میری ضروریات عام انسانوں سے مختلف تو نہیں ہیں۔ تو یہ حقیقت ہے کہ ظاہر کی نگاہ میں، میں ایک عام انسان ہوں لیکن میری حقیقت کیا ہے۔ یہ وہ بوڑھا کبھی نہیں سمجھ سکے گا کہ میرے سامنے طفلِ مکتب ہے۔ لاؤ۔ انگور کی شراب پیش کرو۔ میں پیاسا ہوں۔" اور لڑکیاں مجھے جام بھر بھر کر دینے لگیں۔ اُن کے ہاں مرد چند جام میں لڑھک جاتے ہوں گے لیکن صراحی خالی ہونے کو تھی اور میری آنکھوں میں ہلکے سے سرور کے سوا کچھ نہ تھا جس پر لڑکیاں بھی انگشت بدنداں تھیں۔ بہرحال کافی دیر تک اٹھکھیلیاں کرتی رہیں۔ اور میں اُن کی شرارتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر میں نے اُن میں سے ایک سے کہا

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"ارسانہ۔" اُس نے جواب دیا جو مجھ سے خوب بے تکلف ہو گئی تھی

"کیا اس رات تم میری تنہائی دور کر سکو گی؟"

"میری خوش قسمتی ہوگی۔" اُس نے کہا۔

"تب تم جاؤ۔ تاکہ رات تک کے لئے ہمارے درمیان اجنبیت رہے اور جب تم میرے پاس آؤ۔ تو میں تمہارا استقبال ایک اجنبی حیثیت سے کروں۔" لڑکیوں نے سر جھکایا اور باہر نکل گئیں۔ میں تنہا رہ گیا۔ اور بوڑھے کے بارے میں سوچنے لگا۔ چالاک بوڑھا کیا میری طرف سے مطمئن ہو گیا ہے؟ یا پھر وہ میرے لئے کوئی اور چال سوچ رہا ہے۔ اُس نے اپنے بارے میں صاف گوئی سے سب کچھ بتا کر پیچ مجھے چکر میں ڈال دیا تھا۔ لیکن بس اُلجھن کے علاوہ اور کوئی بات نہیں تھی۔ میں بہرحال اس نئی تہذیب کے گہوارے کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ اور فرعون راعموس سے بھی ملاقات کرنے کا خواہشمند تھا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ اس کے بعد سے میں نے اپنی فطرت بدل لی تھی میں ادوار کے انسانوں کی فلاح کی خاطر اب صرف اپنی معلومات کے لئے کام کرنا چاہتا تھا۔ ہاں اپنے راستے کے پتھروں کو ہٹانے کے لئے مجھے جو کچھ کرنا پڑتا، وہ بس کرنے کے لئے تیار تھا۔ اس ضمن میں ہی میں نے جو ضرورت سمجھی کیا۔ فرعون کے سپاہیوں کی ہلاکت بھی میرے اپنے ہی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ بہرحال پہلے تو بوڑھے سالموس کے ہتھکنڈوں کو ناکام بنا کر اُسے اپنا مطیع کرنا تھا۔ اس کے بعد ہی محض میں، میں اپنا کام شروع کر سکتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ میں یہاں قید ہو کر نہیں رہنا چاہتا تھا۔ بلکہ سلطنتِ مصر کو گھوم پھر کر دیکھنا چاہتا تھا۔ آخر ان لوگوں نے اپنے ملک کو کیا خصوصیت بخشی ہے۔

شام کو بوڑھے کاہنِ اعظم نے میرے ساتھ کھانا کھایا۔ وہ بغور میرا جائزہ لے رہا تھا۔ میری ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔ اس احمق کو صرف اسی بات پر حیرت تھی کہ میں عام انسانوں کی طرح ضروریات کا محتاج ہوتے ہوئے بھی اُن سے ہٹ کر کیوں ہوں۔ چنانچہ کھانے کے بعد اُس نے میرے لئے ایک خاص قسم کی شراب منگوائی اور پھر مجھے معبد کی نچلی منزل میں واپس لے گیا۔ اوپر سے یہ معبد ایک مقدس عبادت گاہ تھی جہاں سورج کی پوجا ہوتی تھی۔ لیکن اس کی دوسری تہہ میں ایک عالیشان تعیش گاہ بنی ہوئی تھی جس کا اندازہ مجھے اب ہوا۔ ہم ایک اور اجنبی ہال میں پہنچ گئے۔ جو بے حد خوبصورت تھا۔ رنگین مشعلیں چاروں سمت نصب تھیں۔ اعلیٰ قسم کے موم شمعدان روشن تھے۔ اور دن کا سا سماں پیدا ہو گیا تھا۔ ہال میں زریں تخت پڑے ہوئے تھے جس میں سے ایک تخت میں نے سنبھال لیا۔ اور دوسرا خود کاہن اعظم نے۔

تب اچانک ہال کی دیواروں کے اندر بنے ہوئے چھوٹے سوراخ کھلے اور ہر سوراخ نے ایک رنگین عورت اُگل دی۔ باریک آنچل لہراتی ہوئی یہ حسینائیں پورے ہال میں چکرانے لگیں۔ اُن کے درمیان ہوا

بل کھا رہے تھے۔ اور در و دیوار سے ایک انوکھی موسیقی اُبل رہی تھی۔ میں اس مسحور کن موسیقی کی دھنوں میں کھو گیا۔ مجھے احساس بھی نہ ہوا کہ کب میرے عقب سے چند نوخیز حسینائیں نکل آئیں جن کے ہاتھوں میں شراب کی صراحیاں تھیں۔

میں تو اس وقت چونکا جب ایک گلفام نے اپنا نرم رخسار میرے زانو پر رگڑا۔ اُس کے لمبے سیاہ بال میرے آتشیں انگ پر عجیب بہار دکھانے لگے۔ میں نے چونک کر سالموس کی طرف دیکھا۔ اُس کے نزدیک بھی ایک لڑکی صراحی اور جام لئے موجود تھی۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہوں۔ تو فرعون کے مقدس معبد کا صحیح مصرف یہ ہے۔ میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا۔ بہرحال یہ مناظر میرے لئے اجنبی نہیں تھے۔ اس لئے میں نے ان سے لطف اندوز ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

لڑکی نے میری آنکھوں میں نرمی دیکھی تو مسکراتی ہوئی اُٹھ گئی۔ پھر اُس نے خوشرنگ شراب کا ایک جام مجھے پیش کیا۔ اور میں نے جام اُس کے ہاتھوں سے لے کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ شراب کا پیانہ حلق میں انڈیل کر میں نے اُسے واپس کر دیا۔ اور وہ دوبارہ اسے لبریز کرنے لگی۔ رقاصائیں حسین رقص پیش کر رہی تھیں اُن کے جسم کی ہر جنبش ذہن پر سرور طاری کر رہی تھی۔

میں نے سالموس کی طرف دیکھا۔ وہ میری طرف نگراں تھا

میری ساقی لڑکی شاید میرے اشارے کی منتظر تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور پھر شراب کا جام طلب کیا۔ اُس نے جام بھر کے میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ لیکن اس بار میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اپنے زانو پر گرا لیا۔ اور وہ ہنستی ہوئی میری آغوش میں سما گئی۔ میں نے اس کے کھلے ہوئے منہ میں شراب انڈیل دی

شراب کے چند قطرے ہی اُس کے حلق سے اُترے ہوں گے کہ باقی شراب اُس کی گردن اور سینے پر بہہ گئی لیکن اچانک میں نے محسوس کیا کہ لڑکی لطف اندوز نہیں ہو رہی۔ بلکہ شاید میری گرفت سے نکلنا چاہتی تھی۔ میں نے تحیرخیز انداز میں اُسے چھوڑ دیا۔ لڑکی کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ اُس کے دونوں ہاتھ اپنی گردن پکڑے ہوئے تھے اور پھر وہ میری گرفت سے مچل کر نیچے گری اور تڑپنے لگی۔

رقص رُک گیا۔ تڑپتی ہوئی لڑکی کئی بار زور سے اچھلی۔ اور پھر ساکت ہو گئی۔ اُس کا چہرہ بھیانک انداز میں سیاہ ہو گیا تھا۔

اس سے قبل کہ میں واقعے پر غور کروں اچانک ساز زور زور سے بجنے لگے اور پھر چار دیو قامت انسان کئی فٹ اونچی چھلانگیں لگاتے ہوئے آ گئے۔ اُن کے ہاتھوں میں برہنہ شمشیریں تھیں اور اُن کے لباس عجیب وضع کے تھے۔ وہ برق کی طرح کوندتی تلواریں ہلاتے ہوئے رقص کرنے لگے بلاشبہ اُن کے جسم سیماب کی مانند تھے۔ اُن پر نگاہ جمانا مشکل تھا۔ تیز دھار والی تلواروں کو وہ اس طرح گھما رہے تھے کہ وہ اُن کے ہاتھوں میں معلوم ہی نہیں ہوتی تھیں۔ میں وقتی طور پر اُن کی طرف متوجہ ہو گیا تھا لیکن میری توجہ سامنے پڑی ہوئی مُردہ لڑکی پر بھی تھی۔ میں اُس کی موت کے اسباب پر غور کر رہا تھا اور اسباب میری سمجھ میں آ گئے۔ بیشک یہ اُس شیطان صفت بوڑھے کی دوسری حرکت تھی جو میری جان لینے کے لئے تھی۔ شراب میں کوئی زہر قاتل حل کیا ہوا تھا۔ جسے میں پیتا رہا تھا۔ زہر مجھے تو نقصان نہیں پہنچا سکا تھا لیکن اس کے چند قطرے ہی اس کمزور لڑکی کے لئے کافی تھے اور یہ کارنامہ بوڑھے سالموس کے علاوہ کس کا ہو سکتا تھا۔ لیکن بات یہیں تک محدود نہ رہی۔ بوڑھے نے نہایت مناسب انتظامات کئے تھے۔ ان دیو قامت انسانوں کے طوفانی رقص کی وجہ میں اس وقت سمجھا جب وہ رقص کرتے اور اونچی اونچی چھلانگیں لگاتے ہوئے میرے چاروں طرف بکھر گئے۔ اور پھر اُن کی چمکدار تلواریں برق کی طرح کوند کر میری طرف لپکیں اور کھٹا کھٹ میرے جسم سے ٹکرا کر کند ہو گئیں۔ اس انوکھے واقعے پر وہ حیران ہو گئے۔ یہ برق پاش تلواریں تو درخت کے موٹے تنوں کو کاٹنے کی قوت رکھتی تھیں لیکن میرے جسم پر وہ ناکارہ رہی تھیں۔ انھیں احساس تھا کہ ان کا رکنا قیامت ہے۔ اگر میں اُٹھ گیا تو شاید میں انھیں نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جاؤں اس لئے انھوں نے پہلے حملے کی ناکامی کے بعد دوسرا حملہ کیا اور اس بار بھی اُن کا حشر پہلے سے مختلف نہ تھا۔

رقاصائیں اچھل کر کناروں پر چلی گئی تھیں۔ کاہن اعظم اپنے تخت پر سمٹ گیا تھا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے ایک قاصہ کو پکڑ کر سر سے بلند کیا اور پھر زمین پر دے مارا۔ اس کے بعد میں نے ہنستے ہوئے کاہن اعظم سے کہا۔

"مقدس کاہن اعظم۔ میرا خیال ہے یہ رقص خاصا دلچسپ تھا۔ لیکن کیا اب اس کا خاتمہ ممکن نہیں ہے ۔۔۔؟"

"رُک جاؤ۔ رُک جاؤ۔ اے بدنصیب انسانو۔ رُک جاؤ۔ تم نے اب آمون کے معبد میں خون بہانے کی کوشش کی ہے۔ میں تمہاری لاشیں سیاہ دلدل میں پھنکوا دوں گا۔ رُک جاؤ" اور پھر اُس نے ایک طرف لٹکا ہوا ایک بڑا سا پیتل کا طباق ہتھوڑی سے بجایا اور دس مسلح آدمی اندر داخل ہو گئے۔

"لے جاؤ۔ ان موت کے ہرکاروں کو لے جاؤ ان بدنصیب انسانوں کو زنداں میں ڈال دو۔ اور ان سے معلوم کرو کہ کس نے انھیں اس ذلیل کام پر اکسایا تھا۔ میں اُن کے خاندان کے کسی فرد کو [illegible] نہیں کروں گا۔ اور اُٹھاؤ اس ذلیل رقاصہ کی لاش۔ اُس نے آمون کے بیٹے کو زہر ملا پلا دینے کی کوشش کی ہے لیکن خود اس کا شکار ہو گئی۔"

اپنی دونوں کوششوں کی ناکامی کے بعد کاہن اعظم سالموس بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اور اُس نے احمقانہ بہانے شروع کر دیئے تھے۔ وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اسے ان معاملات کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ یہ کسی اور ہی کا کام ہے ۔۔۔ سپاہی رقاصوں کو دھکیلتے ہوئے لے گئے اور

وہ خود میرے پاس دوڑا چلا آیا۔

"تو محفوظ ہے ناسورج کے بیٹے۔ تجھے کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"تو نے سانپوں کے گڑھے میں دیکھ لیا تھا سالموس تیرے سانپ بھی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے تھے اور اب بھی تو نے دوبار دیکھا۔ زہر ملی ہوئی شراب کی صراحی میں نے خالی کردی ہے اور تیرے ہرکاروں کی تلواریں میرے جسم پر ناکارہ ہوگئی ہیں۔ بددیانتی چھوڑ۔ مجھے بتا۔ تو کیا چاہتا ہے؟"

بوڑھے کی آنکھیں جھپک گئیں۔ اُس نے کئی منٹ گردن جھکائے رکھی۔ اور پھر بولا۔ "بلاشبہ تو عظیم ہے آمون کے بیٹے۔ آخر میں تیرے اوپر ایمان لے آیا۔ سُن لے مقدس دیوتا۔ سُن لے ناقابلِ تسخیر انسان، میں تجھے بتا چکا ہوں ــــــــ" وہ رُکا اور پھر اُس نے تالی بجا کر سب کو چلے جانے کو کہا۔ اور تھوڑی دیر میں ہال خالی ہوگیا۔ "میں تجھے بتا چکا ہوں"۔ وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "کہ آمون کا ہرکارہ میری اختراع تھی۔ لیکن مقدس نقوش میں اُس کی نشانیاں ضرور ملتی ہیں۔ لیکن میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ کیا تو وہی ہے کہ زہر ہلاہل جس کے لئے بے کار ہے۔ کیا تو وہی ہے جس کی موت زمین کے ناہکاروں کے بس میں نہیں ہے"۔ بوڑھے نے ایک اور قلابازی کھائی تھی۔ میں اس کی بکواس پر ہنس پڑا۔ اور میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"گویا تجھے اب بھی میرے اوپر یقین نہیں آیا۔ ٹھیک ہے تو کوشش کرتا رہ۔ تیرے تمام حربے میرے اوپر ناکام رہیں گے۔ ہاں تیری چالاکیوں پر میرے دل میں نفرت بڑھتی جائے گی۔ اور پھر جب میں تیری حرکتوں سے اُکتا جاؤں گا تو تجھے کتے کی موت ماردوں گا۔"

"آہ کیا تجھے میرے اوپر یقین نہیں آیا۔ سورج کے بیٹے۔ آہ۔ کیا یہ بدنصیب راہب اپنی آواز کھو بیٹھا ہے"۔ بوڑھے نے غم و اندوہ بھرے لہجے میں کہا۔

"بس بس۔ مزید بکواس نہ کر۔ میں سونا چاہتا ہوں۔ اور ہاں تیری ایک خادمہ نے میرے ساتھ رات گزارنے کا وعدہ کیا ہے۔ اُسے میری خلوت میں بھیج دینا"۔ میں نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ بوڑھے کے چہرے پر ناکامی کے آثار صاف نظر آرہے تھے۔ اُس نے مجھے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ اور میں اپنی آرام گاہ میں واپس آگیا۔

چالاک بوڑھے پر غصہ بھی آرہا تھا اور ہنسی بھی۔ بلاشبہ اس مکار شیطان نے نت [illegible] ہتھکنڈوں سے حکومت مصر کو جکڑ لیا ہوگا۔ اُس کی سازشیں لوگوں [illegible] وبالِ جان بن گئی ہوں گی۔ لیکن بہرحال اس بار وہ پھنس گیا تھا۔ اگر اُس نے میرے سامنے ہتھیار نہ ڈالے تو پھر اُس کے خلاف کچھ کرنا ہی ہوگا۔

میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ مجھے ارسانہ کا انتظار تھا اور یہ انتظار طویل نہ ثابت ہوا۔ خوشبوؤں میں بسی ہوئی ارسانہ میرے پاس آگئی اُس کے جسم پر موتیوں کا حسین لباس تھا جس سے اُس کا مرمریں جسم جھلک رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں دعوت تھی۔ اور میں نے بیتابی سے اس دعوت کو قبول کرلیا۔

پھر جب وہ میرے سینے پر سر رکھے نڈھال پڑی ہوئی تھی تو میں نے اُس سے پوچھا۔

"سالموس نے تمہیں کونسے تیروں سے آراستہ کیا ہے؟"

"میں سمجھی نہیں آمون کے بیٹے۔ میں کچھ نہیں سمجھی"۔ ارسانہ نے تعجب سے کہا۔

"اگر تو کچھ بھی نہیں جانتی تو ٹھیک ہے۔ میں تیرے ذہن کو پریشان نہیں کروں گا"۔ میں نے اُسے دوبارہ آغوش میں بھینچتے ہوئے کہا۔

"آہ۔ میں تو کچھ نہیں جانتی سوائے اس کے کہ تیرا چمکدار بدن میرے بدن سے پیوست ہو کر میری روح کو منور کر چکا ہے۔ یقیناً میری ماں بے حد خوش ہوگی کہ اُس کے خون میں آمون کے بیٹے کا خون شامل ہوگیا۔ آہ۔ تیرے جسم میں کیسی لطیف خوشبو ہے۔ تو کیسا انوکھا ہے آسمان کے باشندے"۔ وہ بے خودی سی بولتی رہی۔ اور پھر نڈھال ہو کر سوگئی۔

دوسری صبح حسب معمول تھی۔ آج میں یہاں نہیں رُکنا چاہتا تھا۔ بوڑھے سالموس کا رویہ مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اپنی شہرت سے فائدہ اٹھا کر خود فرعون راعموس سے ملوں گا۔ مجھے یہاں کوئی مشن تکمیل تک نہیں پہنچانا تھا۔ بس تہذیب کے اس دور کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ اس نئے دور کی تاریخ میں اپنی معلومات درج کرسکوں۔ چنانچہ ناشتے کے وقت سالموس نے مجھ سے پھر ملاقات کی۔ اُس کی آنکھیں انگاروں کی طرح سُرخ ہورہی تھیں۔ چہرے کی سرخی کسی قدر زردی میں تبدیل ہوگئی تھی۔

"میں تجھ سے چند سوال کرنا چاہتا ہوں نوجوان"۔ اُس نے بالکل بدلے ہوئے انداز میں سوال کیا۔ میں نے اس انداز کو بخوبی محسوس کیا تھا شاید اُس نے میرے سامنے شکست تسلیم کرلی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ شکست خوردہ بوڑھا کم از کم اس وقت جو کچھ کہے گا سچ کہے گا۔ میں اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ بوڑھے کے سرخ و سفید چہرے پر کئی رنگ آئے اور چلے گئے تب اُس نے بھاری آواز میں کہا۔

"اسلاک۔ ہاں۔ میں ہمیشہ تجھے یہی کہوں گا۔ کیونکہ میں تجھے وہ تسلیم نہیں کرتا جو تو کہتا ہے لیکن تیری شخصیت میری سمجھ سے باہر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تو کونسی دنیا کا باشندہ ہے۔ ہاں میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں تیرے نام سے خوفزدہ ہوں۔ میں جانتا ہوں تو ماحول بدلنے کی قدرت رکھتا ہے۔ راعموس کے دل میں میری جس قدر عزت ہے۔ اہل مصر میری عظمت کے جس قدر قائل ہیں تو اُسے فنا کرسکتا ہے۔ تیرے مقابل مجھے ذلت رسوائی اور شکست کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ ہاں۔ میں نے تجھے ایک چالاک اور طاقتور جوان سمجھا تھا۔ میں نے سمجھا تھا کہ تو مصر میں کسی خاص ارادے کے تحت داخل ہوا ہے۔ اور میرا خیال ابھی تک برقرار ہے۔ سو میں نے تجھے چالاکی سے سانپوں کے غار میں گرادیا وہاں تو نے اپنے آپ کو ایک انوکھے روپ میں پیش کیا۔ اور میں سہم گیا۔ رات کو بھی میں نے دوبارہ کوشش کی۔ لڑکی نے میرے ہی ایما پر شراب میں زہر ملا

ملایا تھا۔ لیکن وہ خود اس کا شکار ہو گئی۔ وہ سب میرے ہی ملازم تھے جو رقص کے دوران تجھے قتل کر دینا چاہتے تھے۔ لیکن میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوا۔ اس ناکامی نے میرے وجود کو متزلزل کر دیا ہے۔ پوری رات میں ایک پل کے لئے نہیں سو سکا۔ میں تیرے ہی بارے میں سوچتا رہا۔ بالآخر میں نے کچھ فیصلے کئے۔ میں نے سوچا۔ اگر تو مصر کا روحانی پیشوا بننا چاہتا ہے تو میں تجھے نہ روکوں گا، میں تیرے راستے سے ہٹ جاؤں گا، لیکن اس کے لئے تجھ سے درخواست کروں گا کہ میری عزت قائم رہنے دے۔ میں خوش دلی سے، بھرے دربار میں آمون کے بیٹے کی حیثیت سے تجھے تسلیم کروں گا اور اپنا عہدہ تیرے قدموں میں ڈال دوں گا۔ اور پھر خود گوشہ نشین ہو جاؤں گا۔ یا پھر اگر اس کے علاوہ تیرا کچھ اور مقصد ہے تو میں اس کی تکمیل میں تجھ سے تعاون کروں گا۔ لیکن اب میرے اوپر شک چھوڑ دے۔ میری طرف سے تجھے قتل کرنے کی کوئی اور کوشش نہ ہو گی۔"

بوڑھے کی آواز میں التجا تھی۔ میرا اندازہ درست تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے سرخ رنگ کا ایک سیب اٹھا لیا اور اسے دانتوں سے کاٹ کر چباتے ہوئے بولا۔

"احمق سالموس۔ تو میری قوت سے واقف ہو چکا ہے۔ مصر کی پوری فوج بھی میرے مقابل آ جائے تو آہستہ آہستہ اسے تہہ تیغ کر دوں گا اس میں کچھ وقت ضرور لگے گا لیکن وہ میرا بال بھی بیکا نہ کر سکیں گے۔ اس کا مظاہرہ تو دیکھ چکا ہے، ایسی صورت میں اگر مجھے کسی اقتدار کی ضرورت ہوتی تو مصر کی شہنشاہیت ہی ہو سکتی ہے۔ تیری جگہ لے کر میں کیا کروں گا۔ فرعونِ چہارم کو میں اطمینان سے قتل کر کے مصر کے تخت پر قابض ہو سکتا ہوں لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ اب تیرے الفاظ سے سچائی کی بو آ رہی ہے۔ اگر تو سچ بولنے پر آمادہ ہو گیا ہے تو اس کا انعام پا۔ اور سن، میں ایک سیلانی انسان ہوں میری شخصیت تیری سمجھ میں نہیں آ سکے گی اس لئے میں اس کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ ہاں صرف اتنا بتاؤں گا کہ میری عمر لاکھوں سال ہے۔ اور تیری بہ نسبت مجھے ان لاکھوں سال کا تجربہ ہے۔ میں صرف ایک محقق ہوں اور تیرے وطن کو دیکھنے اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آیا ہوں۔ اگر یہاں میرا دل لگا تو کچھ عرصہ قیام کروں گا اور اگر مصر کی حسینائیں میرا دل نہ بہلا سکیں تو یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں گا اگر تو میری دوستی چاہتا ہے تو میری طرف سے بے فکر ہو کر اپنے کاموں میں مصروف رہ اور مصر کی تاریخ کے بارے میں مجھے کچھ بتا۔ اپنے عقائد۔ اور اپنے مذہب کی تفصیل بتا۔ مجھے اس کے سوا اور کچھ درکار نہیں ہے۔"

بوڑھا کاہن کافی دیر تک احمقانہ انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔

پھر اس کے چہرے پر خوشی کی سرخی پھوٹ پڑی۔ اس کی سانس تیز ہو گئی۔ اور اس نے محبت سے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "اگر تو سچ کہتا ہے سلاک تو مجھے اپنی حماقت پر شرمندگی ہے۔ بیشک میں نے تیرے بارے میں خواہ مخواہ غلط قسم کے منصوبے بنا رکھے تھے۔ تو مجھے اپنا دوست پائے گا۔ تیرے کام میں، میں پوری مدد کروں گا۔ مجھے تیری دوستی پر فخر ہے۔ تو جو کچھ بھی ہے اگر تو پسند نہیں کرتا تو میں تیرے بارے میں تجھ سے کچھ نہیں پوچھوں گا۔ بس میرے لئے یہ کافی ہے کہ تو میرا دوست ہے۔"

میں مسکراتا رہا۔ اور درحقیقت پروفیسر۔ مصر کا عظیم کاہن اعظم سالموس، جس کے نام سے اہلِ مصر کانپتے تھے جس کے ایک اشارے پر سینکڑوں گردنیں اڑ جاتی تھیں۔ اس دن سے میرا گہرا دوست بن گیا۔ اس نے میرے بارے میں اعلان کرا دیا۔ اس نے مصر کے چپے چپے کو میری آمد کی خبر دے دی۔ اس نے مجھے آمون کا بیٹا تسلیم کر لیا تھا۔

لیکن مجھے ایک بات پر حیرت تھی۔ فرعون مصر نے ابھی تک میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ نہ جانے کیوں۔ ممکن ہے سالموس نے ہی کوئی چکر چلایا ہو۔ میری منظورِ نظر رسانہ ہر رات میری خدمت میں حاضر ہو جاتی۔ خاصی لڑکی تھی۔ اس کی معیت نے مجھے مطمئن کر دیا تھا۔ اور بظاہر میں خوش تھا۔ ابھی تک میں نے مصر کے بازاروں میں نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس سلسلے میں سالموس نے بھی مجھ سے درخواست کی تھی۔

بہرحال۔ میں اس چالاک بوڑھے سے کوئی پرخاش نہیں رکھتا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ کسی مخصوص موقع پر وہ مجھے منظرِ عام پر لائے گا۔ اور میں نے اس کی یہ درخواست قبول کر لی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے میری دوسری ضروریات بھی پوری کرنا شروع کر دی تھیں۔ سب سے پہلے اس نے مجھے مصر کے اہرام دکھائے۔ یہ پہلے، دوسرے اور تیسرے خاندانوں کے فرعون کے مقبرے تھے جن میں ان کی حنوط شدہ لاشیں موجود تھیں۔ ان پراسرار تابوتوں کے ساتھ ان کی تاریخ بھی موجود تھی جو ایک خاص قسم کے کاغذ۔ جانوروں کی کھال کی جھلی پر محفوظ تھی۔ قدیم مصری تہذیب کا نمایاں عقیدہ یہ تھا کہ ہر معاملے میں حیات بعد الموت کا تصور قائم رکھا جاتا تھا۔ جسم و روح کا رابطہ ازلی و ابدی سمجھا جاتا تھا۔ ان کے تصور میں جسم کا ایک مثنیٰ تھا۔ جسے (کا) کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد بھی اس کی زندگی پر یقین رکھا جاتا تھا۔ قبر، حنوط اور اشاری مجسمے اس غیر فانی 'کا' کے لئے مہیا کئے جاتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ انسان مرتا نہیں اس کی پچھلی زندگی اس کی آئندہ زندگی کی رہبر ہوتی ہے۔ یہ عقیدہ ہندو عقیدے سے ملتا جلتا ہے۔ خدا جانے ہندو ازم نے یہ تصور کہاں سے لیا ہے بوڑھا سالموس بھی اسی عقیدے کا پیرو تھا لیکن ہر دور میں صاحبِ اقتدار لوگوں نے اپنی سہولتوں کے لئے عقیدوں میں تبدیلیاں کی ہیں۔ کاہنِ اعظم سالموس بھی کچھ تبدیلیاں چاہتا تھا۔ جنہیں وہ آہستہ آہستہ اہلِ مصر کے دلوں میں سرایت کر رہا تھا۔ مصریوں کے عقیدے کے مطابق سورج دیوتا آمون کہلاتا تھا جو روزانہ مرتا اور روزانہ زندہ ہوتا ہے۔ یہی تمام دیوتاؤں کا آقا اور ان کا باپ تھا۔ کاہنِ اعظم اس عقیدے میں تھوڑی سی تبدیلی چاہتا تھا۔۔۔ اور تاریخ گواہ ہے پروفیسر۔ کہ اپنے عہد میں تو کاہنِ اعظم تبدیلیاں نہ کر سکا۔ لیکن اس کے بعد کی مصری تاریخ میں بہت سے عقیدوں [illegible] ۔ ملیاں عمل میں آئیں۔

بہرصورت قدیم تحریریں۔ فراعون کے [illegible] ہے میرے لئے بہت دلکش تھے۔ اس سے زیادہ میں کچھ چاہتا بھی نہ [illegible] ۔ میرا کام ہو رہا

تھا میں نے جو حیثیت اختیار کی تھی وہ اس سے زیادہ نہ تھی۔ اور اب میں ادوار کی گہما گہمیوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تھا چنانچہ میں نے سالوس کی دوستی قبول کر لی تھی۔ اور مجھے اُس کے باقی معاملات سے کوئی سروکار نہیں تھا لیکن چالاک بڑھا میری دوستی سے بھی بہت سے فائدے اُٹھانے کا پروگرام بنا چکا تھا۔ چنانچہ اُس کی ابتدا اس شام سے ہوئی جب سالوس نے مجھے فرعون کی ملکہ اگیسی کی معبد میں آمد کے بارے میں بتایا۔

" اور آج دن ہے اسلاک کہ میں تمہیں فرعون راعموس کی ملکہ سے روشناس کراؤں۔ اس میں میرا بھی مفاد چھپا ہوا ہے لیکن ایسا مفاد جو تمہارے لئے کسی طور تکلیف دہ نہیں ہوگا۔"

" ضرور ملاؤ سالوس لیکن مجھے بتاؤ کہ میں اس کے ساتھ کس طرح پیش آؤں؟"

" دیوتاؤں کی شان سے۔ آمون کے بیٹے کی شخصیت شہنشاہوں سے کم نہیں ہے۔ تم اُس سے برابری کے درجے سے ملو گے۔"

" ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور سالوس مطمئن ہو کر چلا گیا۔ اُس نے خادماؤں کے ذریعے میرے لئے ایک انوکھا لباس بھجوایا۔ رنگین لباس جس سے میرے جسم کا بہت سا حصہ عریاں رہ جاتا تھا۔ سونے کا بنا ہوا ایک خوبصورت تاج جس کے اوپر سورج چمک رہا تھا۔ اس لباس کو پہنانے میں بہت سی حسین لڑکیوں نے میری مدد کی۔ اور پھر میرے ہاتھ میں ایک عجیب قسم کی چھڑی دے دی گئی جو سونے کی بنی ہوئی تھی اور جس کی موٹھ سانپ کے پھن کی شکل کی تھی۔ جس کی ننھی آنکھوں کی جگہ دو قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے۔

سو اس شان سے سالوس اعظم نے مجھے سجا دیا۔ اور پھر ملکہ کی آمد کی خبر مجھے دے دی گئی۔ میں معبد کے نچلے حصے میں تھا جہاں سے مجھے سیڑھیاں طے کر کے ایک بلند مینار میں پہنچنا پڑا۔ اس مینار کا دروازہ معبد کے سب سے بڑے ہال میں کھلتا تھا۔ جو شیشے کی طرح چمکدار تھا۔ اور جس کی دیواروں پر تصویروں کی شکل میں مصر کی پوری تاریخ کندہ تھی۔

طاق پر چوٹ پڑی اور ہال کی دیواروں نے اس کا جواب دیا۔ کاہنوں کی پوری فوج لمبے لباسوں اور لمبی داڑھیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس کے آگے کاہن اعظم ملکہ اگیسی کے ساتھ کھڑا تھا۔ تقریباً ساڑھے پانچ فٹ لمبی یہ عورت حسن و جمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ اس کے لمبے لمبے سیاہ بال کمر پر بکھرے ہوئے تھے۔ انتہائی حسین لباس میں وہ ایک مجسمہ نظر آ رہی تھی۔ اُس کی نگاہیں اس دروازے پر لگی ہوئی تھیں جس سے میں برآمد ہونے والا تھا۔

چار کاہن میرے عقب میں چل رہے تھے۔ میں بھی بڑی شان سے اس دروازے سے باہر نکلا کھڑے ہوئے پجاری سجدے میں گر پڑے۔ خود کاہن اعظم رکوع کی شان میں جھک گیا۔ لیکن ملکہ اگیسی اسی طرح مبہوت کھڑی رہی۔ میں بھی اس شاندار عورت کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن۔ وہ میری آنکھوں کی تاب نہ لا سکی اور اُس کی نگاہیں جھک گئیں اور پھر اُس کی گردن بھی جھک گئی۔

تب کاہن اعظم کی آواز اُبھری "کیا ہمارے نصیب نہیں ہیں کہ سورج کا بیٹا ہمارے درمیان موجود ہے۔ کیا تم اس کی حقیقت سے انکار کر سکتی ہو؟"

" نہیں سالوس اعظم۔ وہ دیوتا ہے۔ یقیناً وہ دیوتا ہے۔ زمین کے بسنے والوں سے الگ۔ حُسن و جمال کا مجسمہ جس کے جسم پر آمون کی کرنیں لوٹتی ہیں۔ میں اس کے سامنے عقیدت پیش کرتی ہوں۔"

" ملکہ اگیسی کی عقیدت قبول کر آمون کے بیٹے!" سالوس اعظم کی آواز اُبھری۔ اور پھر وہ سیدھا ہو گیا۔ میں خاموش کھڑا تھا۔ سالوس نے ملکہ کا ہاتھ پکڑا اور اُسے لئے ہوئے میری طرف بڑھا۔ ملکہ پُرشوق نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اور اس طرح مجھے دیکھتی ہوئی وہ میرے نزدیک پہنچ گئی۔ تب اس نے ایک خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ میرے سامنے ہلکی سی گردن خم کی اور سیدھی ہو گئی۔ میں نے چھڑی والا ہاتھ بلند کیا۔ اور اُسے دیکھ کر مسکرایا۔

" بیشک تو انوکھا ہے۔ کاہنِ اعظم کا کہنا غلط نہ تھا۔" وہ آہستہ سے بولی۔

" ہم تیری پیشانی پر روشنی دیکھ رہے ہیں۔ آمون تیرے اوپر برکتیں نازل کرے گا!"

" مجھے تیرا دیدار ہو گیا۔ کیا تو میرے محل کو عزت نہیں بخشے گا؟"

" وقت آنے پر۔" میں نے جواب دیا۔

" میں چاہتی ہوں وہ وقت بہت جلد آ جائے۔ مجھے تیری دعاؤں کی ضرورت ہے۔" اگیسی نے کہا۔

"میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں۔" میں نے کہا۔ کاہن اعظم ہماری باتیں بہت غور سے سُن رہا تھا اور دل ہی دل میں مسرور تھا۔ اُس کے خیال میں، میں اپنا کردار بخوبی ادا کر رہا تھا۔ کافی دیر تک ملکہ میرے اور کاہن اعظم کے ساتھ رہی۔ میں اُس کی پُرشوق نگاہوں کو پہچان گیا تھا اور خود بھی اُس کے لئے بے چین تھا۔ کیا کہوں پروفیسر۔ تمہارے علم میں ہے کہ سینکڑوں لڑکیاں میرے نزدیک آ چکی تھیں اُن میں سے ایک سے ایک حسین لڑکی تھی۔ لیکن اس شان کی یہ پہلی عورت میں نے دیکھی تھی جو لڑکی تو نہ تھی لیکن حسن و جمال میں ہزاروں پر بھاری تھی۔

پھر ملکہ نے رخصتی چاہی۔ اور میری دعائیں اور دوسری ملاقات کی اجازت لے کر واپس چلی گئی۔ اُس کے جانے کے بعد کاہن اعظم مسکراتا ہوا میرے پاس آ گیا۔ اُس کی نظروں میں بڑی خوشی تھی۔ "میں تیرا شکر گزار ہوں اسلاک، تو نے میرے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں بڑی مدد کی ہے۔ لیکن کچھ نئے اور دلچسپ مسائل جنم لے چکے ہیں۔"

" میں نہیں سمجھا سالوس۔" میں نے کہا۔

" تیرے علاوہ اب اور کسے سمجھاؤں گا اسلاک ۔ میں تجھے سب
کچھ بتا دوں گا ۔ یہی میرے لئے ضروری ہے اور یہی مناسب ۔" کاہن اعظم
میرے نزدیک بیٹھ گیا ۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بولا ۔
" مصر کی تاریخ میں تیرے سامنے دہرا چکا ہوں اسلاک ۔ اپنے
بارے میں تھوڑی سی تفصیل باقی رہنے دی ۔ میرا تعلق تیرے خاندان سے ہے
میرے خاندان نے مصر کی تاریخ کا مستند دور شروع کیا ہے لیکن پھر چوتھے
خاندان کے لوگوں نے سازش کر کے میرے خاندان کی حکومت ختم کر دی ۔ ہمارے
عقائد چوتھے خاندان سے تھوڑے مختلف تھے جس کا اندازہ تو نہ لگا سکا ہو گا لیکن
میری گفتگو سے تجھے اندازہ لگا لینا چاہیئے تھا ۔ بہرحال میرے خاندان کے بیشتر
افراد قتل کر دیئے گئے ۔ میں نے نہ جانے کس طرح یہ بات چھپائی کہ میرا تعلق اسی
خاندان سے ہے ۔ تاہم میں کوشش کرتا رہا ۔ یہاں تک کہ اس عہدے پر فائز
ہو گیا ۔ لیکن درپردہ میں اپنی کوششوں میں مصروف رہا ۔ میں ایک بار پھر
اپنے خاندان کو برسر اقتدار لانا چاہتا ہوں ۔ اور تجھے یہ سن کر شدید حیرت ہو گی
کہ اگیسی میرے خاندان کی عورت ہے لیکن وہ خود اس بات سے لاعلم ہے ۔
اور خود کو چوتھے خاندان ہی کا فرد سمجھتی ہے ۔ میں نے ایک لمبی سازش تیار کی ہے
اور اس کے لئے ایک طویل عرصے سے کام کر رہا ہوں ۔ چنانچہ آج سے عرصہ قبل جب
راعموس کی ایک بیوی کے بطن سے اُس کا پہلا لڑکا پیدا ہوا تو میں نے ہوشیاری
سے کام لے کر اس لڑکے کو اغوا کرا لیا اور اُس کی جگہ اپنے خاندان کا ایک لڑکا
جس کی عمر اس وقت صرف پانچ روز تھی ، راعموس کی بیوی کے پہلو میں پہنچا دیا ۔
راعموس کے پہلے بیٹے کو میں نے قتل کرا کر نیل کی موجوں کے حوالے کر دیا ۔ گویا
تیسرے خاندان کا خون چوتھے خاندان کی آغوش میں پرورش پانے لگا ۔ اس
کے بعد ماحول میرے ہاتھ میں تھا ۔ آکاس راعموس کا بیٹا کہلاتا ہے لیکن درحقیقت
اس کا باپ اور ہے جو میرے خاندان سے تعلق رکھتا ہے ۔ تب دوسرے مرحلے
میں اگیسی کو راعموس کی خلوت میں دے دیا گیا ۔ کہ اُسے اس بارے میں کچھ نہیں
معلوم ۔ راعموس اگیسی کو چاہتا ہے ۔ اور خطرہ تھا کہ کہیں اگیسی کی کوئی اولاد
مصر کی سلطنت کے لئے موزوں نہ قرار دے دی جائے ۔ اس لئے جوان العمر اگیسی
کو آکاس کے سامنے لایا گیا اور نوجوان عورت اپنے سوتیلے بیٹے سے دل ہار بیٹھی ۔
وہ اسے بے پناہ چاہنے لگی اور میری کوششوں سے جلد از جلد آکاس نے اگیسی
کی تنہائی حاصل کر لی ۔ اگیسی کا پہلا بیٹا گو راعموس کی اولاد کہلاتا ہے ۔ لیکن
میرے علاوہ کوئی اس راز سے واقف نہیں ہے کہ دراصل وہ آکاس کے نطفے
سے ہے ۔ یا پھر اگیسی اس بات کو جانتی ہے ۔
اور پھر تیسرا مرحلہ شروع کیا گیا ۔ یعنی اگیسی کے ذہن میں یہ
بات ڈالی گئی کہ اس سے قبل کہ راعموس اپنے کسی بیٹے کو ولی عہد نامزد کر دے اُس
کی موت ضروری ہے تاکہ شاہی خاندان چہارم کے دستور کے مطابق سب سے
پہلے بیٹے کو بادشاہت مل جائے اور اس کے بعد وہ بہ آسانی اگیسی کے بیٹے
یعنی اپنے نطفے کو حکومت منتقل کر لے ۔ یوں تیسرے خاندان کو برسر اقتدار لانے
کا منصوبہ بنایا گیا ہے لیکن مکمل حقیقت سے میرے علاوہ اور کوئی واقف نہیں
تھا ۔ یہاں تک کہ اگیسی اور آکاس بھی نہیں ۔ ہاں ۔ تو میرا دوست ہے ۔
میرے لئے محترم ہے اس لئے میں نے تیرے اوپر اعتماد کر لیا ہے ۔"
بوڑھا خاموش ہو گیا ۔ میں ۔ یہ حیرت انگیز سازش سن کر دنگ
رہ گیا تھا ۔ تہذیب کے دور کی یہ سازش میرے لئے سخت حیرت انگیز تھی ۔ اس
سے قبل کے ادوار میں ، میں کسی ایسی سازش سے آشنا نہیں ہوا تھا لیکن ہمارے
میرے دوست میری حیرت پر مسکراتے تھے ۔ اُنھوں نے مجھے بتایا تھا کہ جوں
جوں انسان تہذیب کے لبادے اوڑھتا رہے گا ، اقدار فراموش کرتا رہے گا اور
ایک وقت دنیا ایسی انوکھی جگہ ہو جائے گی جہاں کے قصے کہانیاں کسی طور
عقل میں نہیں آئیں گے ۔
لیکن ۔ میں تو ایک محقق تھا پروفیسر ۔ دنیا کے بدلنے کے
طریقے میرے پاس نہیں تھے ۔ ہاں ہر دور کا مشاہدہ میرا محبوب مشغلہ تھا اور پھر
مجھے دنیا بدلنے کی ضرورت بھی کیا تھی ۔ نہ ہی یہ سب کچھ میرے بس کی بات تھی
مجھے تو صرف دیکھتے ہوئے گزر جانا تھا ۔
بوڑھا میری شکل دیکھ رہا تھا ۔ پھر اُس نے ایک گہری سانس
لے کر کہا " میں نے کچھ نئے ۔ اور دلچسپ مسائل کے بارے میں ذکر کیا تھا ۔"
" ہاں ۔ وہ مسائل کیا ہیں ؟ " میں نے پوچھا ۔
" اگیسی کی نگاہیں ۔" بوڑھے نے جواب دیا " میری زیرک آنکھوں
نے اُس کے چہرے کی جلد میں دوڑتے ہوئے خون میں ایک طلب دیکھی ہے ۔
بیشک تو دنیا کا حسین ترین مرد ہے اسلاک ۔ کون عورت تیرے قرب کی خواہشمند
نہ ہو گی ۔ اگیسی بھی ایک حسن پرست عورت ہے ۔ اُس کی طلب ، اُس کی حسن پرستی
کہیں تاریخ نہ بدل دے ۔"
" میں اب بھی نہیں سمجھا سالموس ۔" میں نے کہا
" اُس نے تجھے پسند کیا ہے ۔ وہ تجھے اپنی خلوت میں ضرور طلب
کرے گی ۔ یہ میری پیش گوئی ہے ۔ لیکن تیرے حسن کی چمک کہیں اُسے اپنا ارادہ
بدلنے پر مجبور نہ کر دے ۔"
" وہ اپنا ارادہ کیسے بدل سکتی ہے ۔ ؟" میں نے پوچھا ۔
" اہل مصر آمون کے بیٹے کی حکومت کو دوسرے تمام انسانوں
پر ترجیح دیں گے ۔ فرعون کی فوج کے اندر بھی اس سے باغی ہو سکتے ہیں بشرطیکہ
وہ آمون کی حقیقت سے واقف ہو جائیں اور تمہاری حیرت انگیز شخصیت
تمام یقین دلانے کے لئے کافی ہے ۔"
" اگر ایسا ہو جائے تو تمہاری کیا کیفیت ہو گی ؟ " میں نے
مسکراتے ہوئے پوچھا ۔
" میں ایسی بے بسی محسوس کروں گا جو اس سے پہلے کبھی نہیں
محسوس کی ۔" سالموس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا ۔
" ہوں ۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا " لیکن تمہیں فکر نہیں
کرنی چاہیئے سالموس ۔ مجھے دنیا کی کسی حکومت کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں
انسانوں میں کوئی نمایاں حیثیت نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میری ضروریات

پُوری ہوتی رہیں۔ میں کسی مشن پر یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرا جو مقصد تھا؟ تمہارے ذریعہ پُورا ہوگیا ہے۔ مزید کچھ ہے تو وہ تمہارے تعاون سے ہوجائیگا ہاں میں تمہارے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہوں۔"

دراصل پروفیسر۔ میں نے خود میں بہت سی تبدیلیاں کرلی تھیں۔ میں نے انسانوں کے لئے بہت کچھ کیا تھا۔ میں نے جہاں ظلم دیکھا اُس کے خلاف کھڑا ہوگیا۔ لیکن انسانوں نے خود اپنے لئے کیا کیا تھا؟ یہ چیز تو انسان کی فطرت ہے' وہ اگر طاقتور ہوتا ہے تو ظلم کرتا ہے' کمزور ہوتا ہے تو ظلم سہتا ہے۔ اس لئے اب مجھے ان کاموں سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی میں تو صرف اپنا مقصد پُورا کرنا چاہتا تھا۔

میری بات پر کاہن اعظم نے آنکھیں بند کرلیں اور کافی دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر آنکھیں کھول کر بولا "تم ایسے انسان ہو کہ میرا تمام تجربہ تمہارے سامنے باطل ہوگیا ہے۔ میں تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ تاہم ایک بار پھر کہتا ہوں کہ مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے جب تم میری اس قدر مدد کرنے پر آمادہ ہو تو پھر میں تم سے کچھ اور بھی چاہتا ہوں گا۔"

"ہاں۔ ہاں کہو۔ کیا چاہتے ہو؟"

"اگر ملکہ آگیسی تمہارا قرب چاہے تو تم اُسے مایوس مت کرنا اگر وہ تم سے کچھ اور خواہش کرے تو پھر یہ تمہاری فراست پر مبنی ہے کہ تم اسے ٹال دینا۔ تم جانتے ہو۔ عورت دنیا کی سب سے عجیب شے ہے۔ وہ تاریخ کا رُخ بدل سکتی ہے۔ تمہاری طرف سے مطمئن ہونے کے بعد مجھے اس سے خطرہ ہے کہ کہیں وہ میرے پروگرام کو درہم برہم نہ کردے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ تم بے فکر رہو۔" میں نے کہا۔ اور وہ خوش خوش وہاں سے چلا گیا۔

اور بوڑھے کا اندازہ بالکل درست نکلا۔ آگیسی دوسرے دن پھر موجود تھی۔ اس بار وہ سادہ سے طریقے سے آئی تھی۔ اُس کا لباس بھی سادہ تھا۔ اور اُس کے انداز میں عجیب سی بے چینی پائی جاتی تھی۔

"مقدس کاہن اعظم۔" اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں بے چین ہوں۔ میں پریشان ہوں۔" اُس نے کہا۔

"میں تیری بے چینی محسوس کررہا ہوں آگیسی۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے جو تو چاہتی ہے۔"

"تیرا دل روشن ہے کاہن اعظم۔ ناممکن کو ممکن بنا۔ میرے دل کا درد اس سے کہدے۔"

"وہ خود بھی جانتا ہوگا۔ وہ دیوتا ہے۔"

"تب مجھے اس کے حضور جانے دے۔ میں اس سے دل کا درد کہوں گی۔ میں اس سے درد کی دوا مانگوں گی۔" آگیسی نے کہا۔

"لیکن آکاس کا کیا ہوگا؟ تیرے ارادے کیا ہوں گے؟"

"وہ سب اپنی جگہ ہوں گے۔ سب کچھ اسی طرح ہوگا جیسے تو چاہتا ہے کاہن اعظم۔ لیکن وہ بھی ہوگا جو میں چاہتی ہوں۔ میں اُس کے

"تو جانتی ہے آگیسی۔ میں تیرے تمام رازوں کا امین ہوں۔ میں تیرا یہ راز بھی راز رکھوں گا۔ آج رات۔ اگر تو آسکے۔ تو معبد کے چور دروازے تیرے لئے کھلے ہوں گے۔ باقی کام یہ تو تیرا ہے' دیوتاؤں کا قرب حاصل کرنا انسان کے بس سے باہر ہے۔"

"تو اسے میری قسمت پر چھوڑ دے۔" تو یہ تھی وہ گفتگو جو کاہن اعظم اور آگیسی کے درمیان میری غیر موجودگی میں ہوئی۔ لیکن آگیسی کے واپس جاتے ہی کاہن اعظم نے مجھے بتائی۔

"تب پھر تیرا کیا خیال ہے سالوس؟" میں نے پوچھا۔

"میری درخواست برقرار ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ارسانہ آج رات میری خلوت میں نہ آنے پائے اس کا خیال رکھنا۔" میں نے کہا اور کاہن خوش خوش واپس چلا گیا۔ تو پروفیسر اس رات میں بے چینی سے اپنی پسندیدہ عورت کا انتظار کرنے لگا۔ وقت گذرتا رہا۔ میرے کان دروازے کے باہر قدموں کی آہٹ پر لگے ہوئے تھے اور پھر اچانک میرے کانوں نے دروازے کی آواز سنی۔ میں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ آگیسی کا حسین چہرہ سامنے تھا۔

میں کھڑا ہوگیا۔ اور آگیسی ایک انتہائی حسین لباس میں اندر آگئی۔ اُس کے طویل القامت جسم پر یہ لباس بہترین لگ رہا تھا۔ لباس کی تراش اس قسم کی تھی کہ اُس کے جسم کے بیشتر حصے عریاں تھے۔ اُس کی آنکھیں گلابی ہورہی تھیں۔ ہونٹ تشنگی سے خشک تھے اور اُن میں ہلکی ہلکی لرزش تھی۔

"سُورج کے بیٹے۔ تو۔ رحم کا دیوتا ہے۔ میں تیری پناہ چاہتی ہوں۔ میں تیری محبت میں گرفتار ہوگئی ہوں۔ میں تیرے قرب کی طلبگار ہوں مجھے بتا۔ میں کیا کروں۔؟ یا تو میرے دل کو سکون دے۔ میرے ذہن سے اپنی چاہت فنا کردے۔ یا پھر۔ مجھے اپنے مضبوط بازوؤں میں لے کر میرے دل کی پیاس بجھادے۔"

وہ میرے بالکل نزدیک آگئی۔ تو تم جانو پروفیسر۔ دل کا سکون بخشنا تو میرے امکان میں نہیں تھا۔ میں کوئی رُوحانی پیشوا نہیں تھا جو اس کے دل کا سکون تلاش کرسکتا۔ ہاں باقی جو کچھ میں کرسکتا تھا حاضر تھا چنانچہ میں نے اسے بالکل قریب آجانے کا موقع دیا

وہ میری پسندیدہ عورت تھی پروفیسر۔ اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ اُس نے کسی ابہام و تفہیم سے کام نہیں لیا تھا۔ دو ٹوک بات کہدی تھی۔ چنانچہ اب کسی تکلف کا سوال نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اُس کی گرمجوشی کے جواب میں' میں نے بھی اسی گرمجوشی کا ثبوت دیا

میرے آتشی جسم کے قرب نے اُسے مدہوش کردیا اور

وہ بھی میری زندگی کی ایک یادگار رات تھی۔ اس رات میں حقیقی معنوں میں عورت کی قوت کا قائل ہوا۔ میں نے بڑے بڑے سورماؤں کو شکست دی تھی کسی کی قوت کا لوہا نہیں مانا تھا۔ لیکن ابھی تک میرا واسطہ ایسی کسی سورما سے نہیں پڑا تھا۔ سو آج میرا مقابل مل ہی گیا تھا اور کیا کیا داؤ پیچ ہوتے پروفیسر

کست کا صفحہ ہی نہیں دکھا گیا تھا۔ وہ سکون کی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔
یسا معلوم ہوتا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار اسے سکون ملا ہو۔ کافی دیر تک وہ
دنیا و مافیہا سے بے خبر رہی پھر اس کے حواس واپس آگئے۔ اس نے مخمور
نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر بوجھل لہجے میں بولی۔
"اس ایک رات کے لئے۔ ان چند لمحات کے لئے۔ میں اپنی پوری
زندگی قربان کرنے کو تیار ہوں۔ آہ۔ آسمان سے آنے والے، تو دنیا والوں
سے کس قدر مختلف ہے۔"

"اسی لئے تمہاری دنیا میں میرا گذارا مشکل ہے۔" میں نے کہا
"میری خواہش ہے کہ تو ہمیشہ یہاں رہے۔ اس وقت تک جب تک
سرزمین مصر کا وجود نہ مٹ جائے۔ مجھے ابدی زندگی مل جائے اور میں ہر
دم تیرے ساتھ رہوں۔"

"یہ سرزمین نہ مٹنے کے لئے ہے۔ یہ ہمیشہ قائم رہے گی لیکن آمون
جو مشن میرے سپرد کیا ہے۔ میں اسے انجام دے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تیری
خواہش بیکار ہے۔"
"مگر میں تیری دیوانی ہو گئی ہوں سورج کے بیٹے۔ میں ہر رات
ری آرزو کروں گی۔"
"وہ آرزو تیرے لئے ذلت بن جائے گی۔ اس ایک رات پر اکتفا
ممکن ہے ایسی چند راتیں اور آئیں۔ اس کے بعد میں یہاں نہ رہوں گا۔ ہم
سمان کے باسی زمین پر صرف چند روزہ مہمان ہوتے ہیں اور پھر آسمانوں پر
چلے جاتے ہیں۔"
"آہ۔ تو کیا تو بھی یہاں سے چلا جائے گا؟" اس نے درد بھرے
انداز میں پوچھا۔
"ہاں شاید بہت جلد۔" میں نے جواب دیا۔ حالانکہ وہ مجھے بےحد
پسند آئی تھی۔ اس کی وجہ سے میں ایک طویل عرصہ یہاں رہ سکتا تھا! اس وقت
بھی جب تک اس کے جسم میں جھریاں نہ پڑ جائیں۔ اس وقت تک بھی جب
وہ بالکل بوڑھی نہ ہو جائے۔ آخر میں کئی عورتوں کے ساتھ اس انداز میں
تھا لیکن میں اپنے دوست سالموس سے وعدہ کر چکا تھا۔ میں اس عورت
لئے کاہن اعظم کی امیدوں کو خاک میں نہیں ملانا چاہتا تھا۔ بہرحال اس
میری مدد کی تھی اور میں تاریخ کے اسی گھپلے کے بارے میں اس سے اور
بہت کچھ معلوم کرنے کی توقع رکھتا تھا۔
تب اگیسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس
۔ اور بولی۔" ہاں۔ آسمان کے باسیوں نے زمین کو کب اپنایا ہے۔ یہی تیرا
م ہے کہ تو نے اپنے قرب کے چند لمحات مجھے دے دیئے۔ لیکن مجھے ایک اجازت اور
یدے۔ جب تک تو یہاں ہے، میں تیرے وصل سے لطف اندوز ہوتی رہوں؟"
"تو جب چاہے یہاں آ سکتی ہے۔" میں نے کہا اور سوچنے لگا
یہ بات کاہن اعظم کی مرضی کے خلاف تو نہ ہو گی۔ بہرحال اگر ہوئی تو بعد میں
یم بھی کی جا سکتی ہے۔!
اور پھر وہ چلی گئی۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر کے بعد کاہن اعظم

آگیا۔ اس نے گہری نگاہوں سے میرا چہرہ دیکھا اور بولا۔" کیا میرا خیال غلط تھا
اسلاک؟ کیا اس نے تیرے دائمی قرب کی خواہش نہیں کی۔؟"
"نہیں تیرا خیال درست تھا لیکن میں نے خوش اسلوبی سے اسے
ٹال دیا۔ مجھے بہرحال تجھ سے کئے ہوئے وعدے کا پاس تھا!"
"اوہ۔ وہ کسی قسم کی رنجش لے کر یہاں سے گئی ہے؟"
"نہیں۔ اس کے برعکس اسے قرار آ گیا تھا۔" میں نے جواب دیا
"یہ تیرا کمال ہے جس کے لئے میں تیرا شکر گذار ہوں! اب آرام
کر۔ کل میں تیری خدمت میں حاضر ہوں گا اور اس کے بعد ہم دونوں مل کر
نئے فیصلے کریں گے۔" وہ چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد میں بھی سونے کی تیاریاں
کرنے لگا۔ دوسرا دن حسب معمول تھا۔ کاہن اعظم ناشتے پر مجھ سے ملا۔ اس کا
چہرہ پرسکون تھا۔ ناشتے کے دوران اس نے کہا۔" تیری آمد سے میرے حوصلوں کو
جلا مل گئی ہے۔ تو جس کا دوست بن جائے اسے دنیا کے کسی اور انسان کی فکر نہیں
رہنی چاہئے۔ میں تیرے اس احسان کو کبھی نہیں بھولوں گا۔ موجودہ فرعون کو
اقتدار سے ہٹانا یوں بھی ضروری ہے۔ وہ اپنے خاندان کے دوسرے فرعون
سے زیادہ ظالم ہے اس کے دور حکومت میں زیادہ قتل عام ہوتے ہیں وہ اپنے
دشمنوں یا مخالفوں کو ایک لحظہ زندگی دینے کا قائل نہیں ہے۔ چنانچہ انسانیت
کے نام پر بھی راعموس کی بادشاہت کا خاتمہ ضروری ہے۔"
"تو میرے سپرد جو کام کرے گا میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں
سالموس۔!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"کام تو صرف اگیسی کرے گی۔ اس وقت وہی سب سے اہم ہستی ہے
ہاں۔ اگر اس کی مدد کی ضرورت پیش آ گئی تو پھر ہم دریغ نہیں کریں گے۔ ویسے
آج میں سوچ رہا ہوں کہ فرعون کو تیرا دیدار کراؤں۔ وہ کئی بار تیرے بارے
میں پوچھ چکا ہے۔ لیکن وہ اتنا مغرور ہے کہ آمون کے بیٹے سے ملاقات کے لئے
خود اپنے قدموں سے چل کر معبد میں آنا پسند نہیں کرتا۔"
"کوئی حرج نہیں ہے۔ میں خود اس کے محل میں جانا پسند کروں
گا۔" میں نے کہا۔ ناشتے کے بعد کاہن اعظم نے اپنے خادموں کو شہر میں پھیلا
دیا۔ وہ ان راستوں کا اعلان کر رہے تھے جہاں سے سورج کے بیٹے کی سواری
گذرنے والی تھی۔ وہ لوگوں کو دیوتا کے دیدار کی خوشخبری دے رہے تھے راعموس
کے پاس بھی یہ اطلاع پہنچ گئی تھی کہ آمون کا بیٹا اس سے ملاقات کے لئے
آ رہا تھا! سورج چڑھے سواری کی تیاری کر لی گئی اور خوب انتظام کیا تھا اس
بوڑھے چالاک نے۔ بیس سفید گھوڑوں کا رتھ جو سونے کا بنا ہوا تھا اور جن میں
جڑے ہوئے جواہرات آنکھوں کو ناکارہ بنا رہے تھے، میری سواری کے لئے تھا
اس کے پیچھے لمبی داڑھی والے کاہنوں کا گروہ تھا۔ یوں ہماری سواری فرعون کے
محل کی طرف چل پڑی۔ لوگوں نے کاروبار بند کر دیئے تھے۔ راستوں پر انسانی ہجوم
تھا جیسے فرعون کے گھوڑے سوار سنبھالے ہوئے تھے۔ لوگ خوشی سے نعرے لگا رہے
تھے۔ پھول بکھیر رہے تھے۔ اور سواری کشاں کشاں شاہی محل کی طرف بڑھ رہی
تھی۔ یہاں تک کہ ہم شاہی محل کے نزدیک پہنچ گئے!
دور سے محل کی خوبصورت عمارت نظر آ رہی تھی۔ ہم اس کے اطلے

سے اندر داخل ہوگئے۔ جہاں درباری استقبال کے لئے دو طرفہ کھڑے تھے۔ پھر لمبی سیڑھیوں کی ایک بلند عمارت تھی اور سب سے آخری سیڑھی کے بعد ایک اونچا چبوترہ تھا جس پر فرعون رائموس اپنے مشیروں وزیروں کے ساتھ استقبال کے لئے کھڑا ہوا تھا۔

رتھ سیڑھیوں کے نزدیک پہنچ کر رک گیا۔ اور کاہنوں نے گھوڑوں کی باگیں تھام لیں۔ سونے کی سیڑھی رکھی گئی اور میں نیچے اتر گیا کاہن اعظم بھی میرے ساتھ ہی نیچے آگیا تھا۔ اور پھر سب سے آگے میں، میرے دو قدم پیچھے سالموس اور پھر کاہنوں کا گروہ سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ رائموس کو شاید میری شخصیت، میری وجاہت نے متاثر کیا تھا۔ اس لئے وہ مزید کئی سیڑھیاں نیچے آگیا۔ اور سیڑھیوں پر ہی اس نے میرا استقبال کیا۔

"آمون کے لئے۔ اہل مصر کے لئے تیری آمد مبارک ہو۔ میں مصر کا خدا سرزمین مصر پر تجھے خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"تجھ پر برکتیں نازل ہوں۔" میں نے مختصراً کہا۔ اور پھر تیزی سے رائموس کے ساتھ بقیہ سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ درحقیقت یہ شخص مجھے بڑا خودسر اور مغرور معلوم ہوا لیکن مجھے اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ اس کا جو انجام ہونے والا تھا مجھے معلوم تھا۔ پھر مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں اس کی خودسری پر توجہ دیتا۔!

چبوترے پر موجود لوگ سربسجود ہوگئے اور رائموس ان کے درمیان سے گذرتا ہوا دربار میں داخل ہوگیا۔ دربار بے مثال تھا۔ مصر کی دولت کا صحیح اندازہ اس دربار کو دیکھ کر ہوتا تھا۔ رائموس تخت زریں کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے بائیں سمت اور دائیں سمت دو تخت اور پڑے ہوتے تھے، جن میں سے ایک پر میں اور دوسرے پر کاہن بیٹھ گیا۔ درباری بھی حسب منصب اپنی نشستوں پر فروکش ہوگئے تھے۔ تب رائموس مجھ سے مخاطب ہوا۔

"مقدس کاہن نے مجھے تیری آمد کی اطلاع دی تھی۔ میں تجھ سے ملاقات کا خواہش مند تھا۔"

"وقت چتہ کئے بغیر میں تیرے پاس نہیں آسکتا تھا۔" میں نے کہا

"کیا تو اپنے ساتھ آمون کی نشانیاں لایا ہے؟"

"ہاں لیکن انھیں صرف وہ دیکھ سکتا ہے جو اس کا اہل ہو۔ جو شخص اپنے منصب کے قابل نہ ہو وہ انھیں نہیں پہچان سکتا۔" پوچھا کاہن اعظم سے۔ کیا میں نے غلط کہا؟"

"نہیں نہیں۔۔ میں تجھ میں آمون کا پرتو محسوس کرتا ہوں۔" رائموس جلدی سے بولا۔ مجھے اس کی بات پر ہنسی آئی تھی لیکن میں سنجیدہ رہا۔

"اہل مصر کے لئے تیرا کیا پیغام ہے۔؟" اس نے پھر پوچھا

"یہی کہ اچھے برے کی تمیز کریں۔ اس کی اطاعت کریں جو خوبیوں کا مالک ہو۔ ایسے نیست و نابود کر دیں جو انسانیت کا احترام کرنا نہ جانتا ہو" میں نے کہا۔ اور رائموس کے چہرے پر بے چینی کے آثار پھیل گئے کاہن اعظم نے بھی چونک کر میرے چہرے کی طرف دیکھا تھا لیکن منہ سے کچھ نہ بولا میرے جواب دینے کے جارحانہ انداز سے وہ کچھ خوفزدہ سا ہوگیا تھا۔

"کیا تو آمون کی تعلیمات کو عام کرے گا؟"

"ہاں۔ میرے سپرد یہی خدمت کی گئی ہے۔"

"لیکن اہل مصر جانتے ہیں کہ میں منصف المزاج ہوں۔ میں صرف وہ کرتا ہوں جس میں انسانوں کی بھلائی ہو۔"

"شاید وہ اسی لئے تیری اطاعت کرتے ہیں۔ اور کرتے رہیں گے۔" میں نے کہا۔ اور میرے اس جواب سے رائموس کا چہرہ کھل اٹھا۔ کاہن اعظم کی بے چینی بھی اعتدال پا گئی۔

"اب آمون مجھے ایسا ہی پائے گا جیسا کہ وہ چاہتا ہے۔" رائموس نے کہا اور پھر بولا۔ "میری خواہش ہے کہ تو میرے ساتھ قیام کر۔ میری فراست دیکھ میرا انصاف دیکھ۔ کیا مجھ سے زیادہ اور کوئی فرعون بننے کے قابل ہے اور جب تو آمون کی خدمت میں جائے تو میرے بارے میں اس سے سب کچھ کہہ دے۔"

"میں نے تیری دعوت قبول کی۔ میں تیرے ساتھ قیام کے لئے تیار ہوں۔" اس نے کہا۔ کاہن اعظم نے ایک ٹھنڈی سانس لی تھی۔ بہرحال وہ منہ سے کچھ نہ بولا تھا۔ نہ جانے وہ کس سوچ میں گم ہوگیا تھا۔

رائموس مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتا رہا۔ وہ زیادہ چالاک آدمی نہیں تھا۔ پھر اس نے میرے سامنے چند مقدمات سنے۔ بیشتر ایسے لوگوں کی کہانیاں تھیں جنہوں نے اس کی اطاعت سے انکار کیا تھا۔ اس کے سپاہیوں کی داستان تھی جن کے مظالم کے خلاف آواز اٹھانے کی کوشش کی گئی تھی۔

لیکن رائموس ان کا خداوند تھا اور اس کے سپاہی اس کے احکامات کی تعمیل کرتے تھے اس کے خلاف آواز اٹھانے والے باغی تھے۔ اور باغیوں کی سانسیں جس قدر محدود ہوں درست ہے۔ رائموس اس عقیدے کا مالک تھا، چنانچہ باغیوں کو سزا دینے میں کوتاہی نہیں کی گئی۔ یہ چیز تفریح میں بھی شامل تھی اور جیسا کہ بعد میں پتہ چلا کہ رائموس ایسی تفریح روزانہ کرتا تھا۔ اگر تفریح کے مواقع مہیا نہ ہوتے تو وہ اداس ہو جاتا اس لئے سپاہیوں کو ہدایت تھی کہ اس کے لئے روزانہ ایسے مواقع فراہم کئے جائیں اور جب کوئی نہ ملے تو آخر بے گناہ شہریوں کا بھی کوئی مصرف ہے وہ کس دن کام آئیں گے۔

چنانچہ پروفیسر یہ تفریح میں نے بھی دیکھی۔ آج تو کافی تعداد میں مجرم موجود تھے۔ رائموس کے بہترین جنگجو دستے نے خوب باغیوں کو میدان میں دوڑایا اور پھر جب وہ تھک گئے تو ان کی گردنیں اتار لی گئیں۔ اور انھیں فضا میں اچھال اچھال کر فضا میں ہی ان پر تیر اندازی کی جانے لگی۔!

اس کے بعد ہاتھیوں کے دوسرے دستے کا دور شروع ہوا۔ اس بار مست ہاتھیوں کا ایک غول بھی میدان میں لایا گیا۔ ان ہاتھیوں کو کودنا بخوبی آتا تھا چنانچہ پیروں میں بھاری زنجیر پڑے ہونے کے باوجود، باغی ہاتھیوں سے بچنے کے لئے دوڑ رہے تھے اور ہاتھی ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ مزید دلچسپی کے لئے ان زنجیروں میں پیتل کی ننھی ننھی گھنٹیاں بھی باندھ دی گئی تھیں جو باغیوں کے دوڑنے کی کوشش میں بج رہی تھیں اور سپاہی قہقہے لگا رہے تھے۔

خود رائموس بھی بہت خوش نظر آرہا تھا۔ وہ بار بار ران پر

ہاتھ مار کر ہنس پڑتا۔ اس کے نزدیک ہی ایک حسین لڑکی اسے شراب کے جام دے رہی تھی جنہیں وہ ہاتھ میں لئے بیٹھا رہتا اور پھر جب دل چاہتا حلق میں انڈیل لیتا۔ عجیب بے نیاز اور ظالم فطرت انسان تھا۔ یوں وہ شہریوں کی تعداد میں روزانہ کمی کر رہا تھا۔ تو میں نے سوچا پروفیسر۔۔ کہ اس ظالم انسان کی موت ضروری ہے۔ خواہ وہ کاہن اعظم کے پروگرام کے تحت آئے یا میرے ہاتھوں سے۔

راعموس کی بے رحمی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار قہقہہ لگاتے ہوئے اس کے جام سے شراب چھلک کر اس کے لباس پر گر گئی۔ بے تحاشہ قہقہہ اس نے اس بات پر لگایا تھا کہ اس وقت ایک ہاتھی ایک نوجوان پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ نوجوان بے پناہ پھرتیلا اور طاقتور تھا۔ بھاری زنجیروں کے باوجود وہ چھلانگیں لگا کر خود کو ہاتھی سے بچا رہا تھا وہ ہاتھی بھی جھلا گیا تھا جو اس پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ چنانچہ اس بار اس نے نوجوان کا پیچھا نہ چھوڑا۔۔ لیکن نوجوان نے بھی چالاکی سے کام لیا اور اچھل کر ہاتھی کی پشت پر سوار ہو گیا ہاتھی سونڈ پلٹ کر اسے پشت سے گھسیٹنے کی کوشش کر رہا تھا اور نوجوان اچھل اچھل کر خود کو بچا رہا تھا۔ اس کھیل سے راعموس بہت خوش ہوا تھا اور اسی خوشی میں اس کے جام سے شراب چھلک گئی۔ تب اس کا قہقہہ رک گیا۔ اس نے خونی نگاہوں سے حسین لڑکی کی طرف دیکھا جس کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ راعموس نے اسے اشارہ کیا اور وہ سہمے ہوئے قدموں سے اس کے نزدیک آگئی۔ راعموس نے خاموشی سے اپنی پیٹی میں اڑسا ہوا خنجر کھینچا اور لڑکی تھر تھر کانپنے لگی میں غور سے راعموس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اس نے خنجر بلند کر کے لڑکی کی طرف بڑھا دیا۔ لڑکی کے خدوخال بگڑ چکے تھے۔ اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئی تھیں۔ اس نے خنجر راعموس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اسے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اپنی طرف کیا اور پھر دانت بھینچ کر اپنے پہلو میں دستے تک پیوست کر دیا۔ اس کے بھینچے ہوئے دانتوں سے کراہیں نکل رہی تھیں اور راعموس کے چہرے پر سکون پھیل گیا تھا۔

لڑکی تڑپ کر سرد بھی نہ ہونے پائی تھی کہ راعموس کے سپاہی آگے بڑھے انھوں نے لڑکی کی ٹانگیں پکڑیں اور اسے گھسیٹ کر نیچے لڑھکا دیا۔۔ جہاں دوسری بہت سی لاشیں پڑی تھیں۔ اور پھر آن کی آن میں راعموس کے سامنے پڑا ہوا لڑکی کا خون صاف کر دیا۔ لیکن راعموس اب اس واقعے کو بھول گیا تھا اور باغیوں کے آخری دستے کی موت کے مناظر دیکھ رہا تھا۔

ایک بار پھر میرے خون میں اُبال پیدا ہوا پروفیسر۔ میرا دل چاہا اس ظالم انسان کو ایک لمحے میں فنا کر دوں لیکن میں نے عقل سے کام لیا۔ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا تھا۔ جب میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ تو پھر اب کیا فائدہ۔ خاموشی سے تماشہ دیکھنا زیادہ مناسب تھا۔ چنانچہ میں نے خود کو سنبھال لیا۔ باغیوں کی آخری کھیپ بھی ختم ہو گئی تھی۔ چنانچہ کھیل ختم ہو گیا۔ یوں بھی کافی وقت گزر چکا تھا۔ اس لئے راعموس اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اور پھر وہ میری طرف متوجہ ہو گیا۔ "آمون کے بیٹے۔ کیا یہ دلچسپ کھیل تجھے پسند آیا۔؟"

"بے حد۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور راعموس نے ایک زبردست قہقہہ لگایا۔

"تو تب آ۔۔ اب آرام کا وقت شروع ہو گیا ہے" اور پھر وہ کاہن اعظم کی طرف رخ کر کے بولا۔ "تیرا شکریہ مقدس کاہن اعظم۔ اب مجھے آمون کو خوش کر دینے دے۔ اب یہ معبد کی خشک زندگی سے نکل کر راعموس کے ساتھ کچھ وقت گذارے گا۔" اور کاہن نے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا عجیب انداز تھا جیسے وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں بہت کچھ کہہ رہا ہو۔ اور میں نے بھی اسی کے انداز میں اس کی بات کا جواب دیا۔ کاہن اعظم رخصت ہو گیا اور میں راعموس کے ساتھ اس کے محل میں داخل ہو گیا۔ کچھ اور لوگ بھی ہمارے ساتھ چل رہے تھے۔ میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ ویسے دل ہی دل میں میں سوچ رہا تھا کہ خود کاہن اعظم بھی راعموس سے خوفزدہ ہے۔ بے شک اس کا رتبہ اہل مصر کی نگاہوں میں خداوند راعموس سے کم نہیں ہے لیکن راعموس اس پر حاوی ہے۔

ہم محل کے اندرونی حصے میں پہنچ گئے اور راعموس نے ایک خوبصورت دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اس کے دوسری طرف تیری آرام گاہ ہے جہاں تجھے ہر سہولت مہیا ہو گی۔ ہم رات کا کھانا تیرے ساتھ کھائیں گے"

میں خاموشی سے اس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ راعموس کے دل میں میری کوئی وقعت نہیں ہے۔ وہ ایک عام انسان کی حیثیت مجھے دے رہا ہے۔ بہر حال میں اس میں بھی خوش تھا۔ کیونکہ وہ سب کچھ خود ہونے والا تھا۔ جو یہ دیکھنے کے بعد مجھے کرنا چاہیئے تھا۔ میرے عقب میں دو خادم آ رہے تھے۔ انھوں نے میرے لئے دروازہ کھول دیا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ اندر نیم عریاں لباسوں میں چھ خوبصورت لڑکیاں موجود تھیں۔ جو آپس میں ایک دوسرے سے چہلیں کر رہی تھیں۔ میری شکل دیکھتے ہی ساکت ہو گئیں۔ اور پھر وہ میرے سامنے جھکیں۔ مجھے لانے والے واپس چلے گئے تھے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور بولا۔ "تم کون ہو؟"

"تیری خادمائیں آمون کے بیٹے۔ خوش نصیبی ہے کہ ہمیں تیری خدمت کا فخر حاصل ہوا۔" ان سب نے بیک وقت کہا۔

"کیا تمہیں میری آمد کا علم تھا۔؟"

"ہاں۔ کاہن اعظم کا پیغام پہلے ہی مل چکا ہے۔" اس بار ایک لڑکی نے کہا۔

"ہوں۔ میرے غسل کا بندوبست کرو۔"

"بندوبست ہے۔" لڑکیوں نے کہا۔ اور میری رہنمائی اس کمرے کے ایک دروازے کی طرف کی اور پھر انھوں نے دروازہ کھول دیا۔ دوسری طرف ایک خوبصورت حوض موجود تھا۔

پانی میں خوشبویات ملائیں اور پھر دو لڑکیاں میرے بازو پکڑ کر مجھے حوض میں لے گئیں۔ میرا دماغ مہک رہا تھا۔ لڑکیوں کے برہنہ چمکدار جسم میری نگاہوں کے سامنے تھے وہ خود بھی میرے سنہرے جسم سے بے حد حیران تھیں انھوں نے اپنی زندگی میں ایسی رنگت والے انسان کو نہ دیکھا ہو گا۔ ان کی نگاہوں میں حیرانی بھی تھی اور پسندیدگی بھی۔

تب انھوں نے اپنے نرم ہاتھوں سے میرے بدن پر کئی روغن ملے اور پھر مجھے غسل کرانے لگیں لیکن اس دوران میں نے خود کو قابو میں رکھا تھا۔ میرے جذبات ضرور مچل رہے تھے لیکن یہاں اس محل میں ابھی مجھے بہت سے کام انجام دینا تھے اس لئے میں خود کو بہکا انسان نہیں ثابت کرنا چاہتا تھا۔ خود

لڑکیوں کے نفس تیز ہو گئے تھے ان کی حرکات سے بھی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ میرے
جذبات بھڑکانا چاہتی ہیں لیکن پروفیسر آخر میں ایک عمر رسیدہ انسان تھا۔
ان جوان چھوکریوں کے بچکانہ پن سے میرا کیا بگاڑ سکتے تھے میں غسل سے فارغ ہو گیا
اور حوض سے باہر نکل آیا۔ مایوس لڑکیوں نے مجھے لباس پہنایا اور پھر میں نے
ان سے کھانے کی فرمائش کی۔

عمدہ کھانا کھانے کے بعد میں نے انہیں اجازت دے دی اور
خود آرام کرنے لیٹ گیا میرے ذہن میں بہت سے خیالات تھے۔ درندہ صفت راعموس
قابل نفرت تھا میں نے تہیہ کر لیا کہ اگر کاہن اعظم اپنی سازش میں ناکام بھی
ہو گیا تب بھی میں اسے زندہ نہ رہنے دوں گا گو یہ میرے بنائے ہوئے اصول
کے خلاف تھا لیکن اس درندے کے لئے وقتی طور پر میں اپنا اصول توڑنے کو
تیار تھا۔

تو پروفیسر پھر رات ہو گئی۔ رات کو شاندار محل بے حد روشن
ہو گیا چاروں طرف مومی شمع دان روشن ہو گئے۔ رات کا کھانا راعموس نے میرے
ساتھ کھایا۔ کھانے پر بھی وہی تزک و احتشام تھا جو ہونا چاہیئے تھا۔ راعموس
بہت خوش تھا اور خوب چہک رہا تھا اسی دوران اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"آسمانوں کی خشک زندگی میں تیرا دل نہیں گھبراتا آسمانوں کے
بیٹے۔ یا پھر وہاں بھی یہ سب لوازمات موجود ہیں۔؟"

"آسمانوں کے راز۔ زمین کی پستیوں تک نہیں آنے چاہئیں"
میں نے خشک لہجے میں کہا اور راعموس چونک پڑا۔ اس نے خونخوار نگاہوں سے
میری طرف دیکھا اور پھر کھانے سے ہاتھ روک کر بولا۔

"کیا زمین کی پستیاں ہمارے وجود کے بعد بھی آسمانوں کی ہم پلہ
نہیں بن گئیں۔ کیا یہاں خداوند۔ راعموس کا تقدس کوئی حیثیت نہیں رکھتا"
میں سنبھل گیا۔ اس پاگل دیوانے کو گرفتار رکھنا ضروری تھا چنانچہ میں نے
اسی پروقار انداز میں کہا۔

"تو زمین پر ایک مشن لے کر آیا ہے راعموس ممکن ہے تو آسمانوں
کو بھول گیا ہو لیکن تیرا ٹھکانہ بھی وہیں ہے۔"

"میں سمجھ نہیں سکا۔"

"تو زمین کے بسنے والوں سے بلند ہے کیونکہ تو ان کا خدا ہے
میں زمین پر رہنے والوں کی بات کر رہا ہوں۔ کیا وہ تیرے تابع نہیں ہیں؟
کیا تو ان کی زندگی، ان کی خوشحالی کا مالک نہیں ہے؟"

"ہاں ـــــ یہ تو نے درست کہا۔ میں ان سے برتر ہوں۔ میں
ان سے اعلیٰ و ارفع ہوں لیکن کیا اس کے باوجود آسمانوں کے راز مجھ پر منکشف
نہیں کئے جا سکتے۔"

"تو خود ان سے واقف ہے پھر تو زمین پر رہنے والوں کی
طرح یہ سوال کیوں کرتا ہے۔ اگر تو ان سے واقف نہیں ہے تو پھر ان انسانوں
کا معبود نہیں ہے اور فریب سے کام لے رہا ہے۔"

نہ جانے اس بیل کی سمجھ میں کیا آیا کہ وہ ہنسنے لگا۔ اور پھر اس نے
دوبارہ کھانا شروع کرتے ہوئے کہا "ہاں ـــــ میں خداوند ہوں میں سب کچھ
جانتا ہوں بے شک زمین والوں پر آسمانوں کے راز منکشف نہیں ہونے
چاہئیں۔ تو نے ٹھیک کہا آسمانوں کے بیٹے۔ تیری باتوں میں صداقت ہے۔"
اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ ظاہر ہے فریب کی باتیں راعموس کے
علاوہ اور کون سمجھ سکتا تھا۔

اس نے مجھ سے بہت سی احمقانہ باتیں کیں اور پھر ہم کھانے
سے فارغ ہو گئے۔ تب اس نے اٹھتے ہوئے کہا "تو آسمانوں کی وسعتوں سے
آیا ہے۔ وہاں تیرا وقت جیسے بھی گزرتا ہو۔ لیکن آ ـــــ میں تجھے اپنی ترتیب
دی ہوئی جنت دکھاؤں۔ میری جنت یقیناً تجھے پسند آئے گی۔" اور میں اس
کے ساتھ چل پڑا۔

بلاشبہ اس نے جنت ہی کا سا سماں پیدا کر رکھا تھا ہم محل
کے عقبی حصے میں آ گئے تھے۔ یہاں اوپر کھلا ہوا آسمان تھا۔ جہاں ستارے
چمک رہے تھے۔ زمین پر حسین ترین قطعات لگے ہوئے تھے۔ سنگِ مرمر کی
ایک بڑی بارہ دری تھی۔ درختوں میں مومی شمعیں چھپی ہوئی تھیں۔ وسیع و
عریض بارہ دری ـــــ ایک لمبا حوض تھا جس میں رنگین شراب بھری ہوئی تھی۔
اور حوض کے کنارے دنیا کا انوکھا حسن بکھرا ہوا تھا لباسوں سے بے نیاز
حسینائیں ہاتھوں میں صراحیاں اور جام لئے نیم دراز تھیں۔ درختوں کے
کنج میں حسینائیں بیٹھی ہوئی تھیں

نقرئی قہقہے جلترنگ بکھیر رہے تھے اور دور کہیں سے سازینے
کی آواز فضا کو سحر آلود کر رہی تھی۔ راعموس مجھے لئے ہوئے بارہ دری میں داخل
ہو گیا اور چھ حسینائیں ہمارے نزدیک ہو گئیں۔ انہوں نے بے حد باریک لباس
پہنے ہوئے تھے جس سے ان کے نسوانی خطوط ابھر آتے تھے۔ وہ ہمیں ساتھ
لئے ہوئے ایک حسین تخت پر پہنچ گئیں جہاں راعموس بیٹھ گیا میں بھی اس
کے قریب دوسرے تخت پر بیٹھ گیا اور باریک لبادوں والی حسینائیں ہمارے
دائیں بائیں کھڑی ہو گئیں۔ پھر چار اور لڑکیاں کندھوں پر سونے کے تھال
اٹھائے ہوئے آ گئیں جن پر صراحیاں اور جام رکھے ہوئے تھے۔

وہ ہمارے قدموں کے نزدیک بیٹھ گئیں اور انہوں نے نہایت
نفاست سے جام بھر کر ہمیں پیش کئے۔ جونہی راعموس نے جام ہاتھ میں لیا۔
اچانک سازوں کا جھماکا ہوا اور اس کے ساتھ ہی درختوں سے چار آدمی نیچے
کودے۔ ان کے جسموں پر سیاہ لباس تھے۔ جن سے ان کے چہرے تک ڈھکے
ہوئے تھے۔ صرف آنکھوں کی جگہ دو دو سوراخ تھے۔ انہوں نے اپنے
بازوؤں پر لمبے لمبے بنڈل تھامے ہوئے تھے۔ وہ بنڈل اٹھائے دوڑتے ہوئے
بارہ دری میں آئے اور انہوں نے بنڈلوں کو سرے سے تھام کر انہیں ایک دم
کھول دیا۔ ہر بنڈل میں ایک ایک رقاصہ موجود تھی۔ چاروں سیمیں بدن رقاصائیں
زمین پر تڑپنے لگیں۔ وہ رقص سیماب پیش کر رہی تھیں اور ان کے بجلی کی طرح
تھرکتے جسموں کے ساتھ سازوں نے بھی دبی آواز اختیار کر لی تھی۔

چاروں سیاہ پوش اب تلواریں سونت کر کھڑے ہو گئے تھے
اور گویا اس تاک میں کھڑے تھے کہ جونہی لڑکیوں کے بدن کی حرکت رکے وہ
انہیں قتل کر ڈالیں۔ راعموس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے شراب
کا جام حلق میں انڈیل لیا اور رقص دیکھتا رہا۔ لڑکیاں دیکھتی رہیں۔ اور جتنی

عروج پر پہنچ گئی اور پھر موسیقی کا ایک اور جھماکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی۔ لڑکیاں اس طرح کھڑی ہو گئیں کہ احساس بھی نہ ہوا۔ سیاہ پوشوں نے اُن پر تلواروں کے وار کئے لیکن موسیقی کے دوسرے جھماکے کے ساتھ ساتھ لڑکیاں بڑی خوبی سے یہ وار بچا گئیں۔ اور پھر پے در پے جھماکے ہونے لگے۔ نقاب پوش ہر جھماکے کے ساتھ وار کر رہے تھے اور لڑکیاں اُچھل اُچھل کر یہ وار بچا رہی تھیں

اور بلاشبہ پروفیسر — یہ صرف مذاق نہیں تھا۔ اگر کوئی لڑکی یک لمحے کے لئے جھک جاتی تو اس کے جسم کو دو ٹکڑے ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا لیکن وہ سب ماہر فن تھیں۔ اور یہ وحشیانہ رقص پورے اہتمام سے ترتیب دیا گیا تھا۔ راعموس خوشی سے مسکرا رہا تھا۔ سیاہ پوش وار کرتے رہے اور پھر انہوں نے تلواریں پھینک دیں۔

تب موسیقی نے دوسرا رُخ اختیار کر لیا۔ اب وہ طرب کا نغمہ پیش کر رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی لڑکیاں مسکراتی ہوئی رقص کرنے لگیں۔ وہ حملہ آور نقاب پوشوں پر نثار ہو رہی تھیں اور نہ وہ وحشی رام نہیں ہو رہے تھے۔ وہ اب بھی پینترے بدل بدل کر خود کو لڑکیوں سے دُور رکھ رہے تھے۔

عجیب رقص تھا لیکن بہرحال اس کی دلچسپی سے میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ لڑکیاں ہمارے خالی جام شراب سے بھر رہی تھیں اور سرور بڑھتا جا رہا تھا۔ راعموس بھی رقص میں مگن تھا۔ رقاصائیں جب نوجوان سیاہ پوشوں کی وحشت سے اکتا گئیں تو انہوں نے انہیں اپنے مرمریں جسم کے جال میں پھانسنے کی کوشش کی

میری آنکھیں بھی جل رہی تھیں۔ مگر اب تو میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی لیکن رقص کرنے والوں کی ہیجان خیز حرکتیں مجھے بھی ہوش و حواس سے بیگانہ کئے دے رہی تھیں۔ راعموس اب تخت سے نیچے اُتر آیا تھا اور کئی لڑکیوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا — لڑکیوں کے کھنکتے ہوئے قہقہوں میں کبھی کبھی راعموس کا منحوس قہقہہ بھی سُنائی دے جاتا تھا۔

راعموس کو اب رقص سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ وہ مجھے بھول چکا تھا۔ اور یوں بھی وہ لڑکیوں کے غول میں۔ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا — میرے نزدیک بیٹھی ہوئی لڑکی نے میری آغوش میں سر رکھ لیا۔

اور — میں ایک جھٹکے سے اُٹھ گیا۔ اب میں [illegible] بھی نہیں تھا پروفیسر کہ تہذیب کے اس گہوارے کے باشندوں کی طرح اپنے آپ کو پاگلوں کی صف میں لا کھڑا کرتا۔ میں بھاری قدموں سے چل [illegible] میری کنپٹیاں سلگ رہی تھیں۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ بدن جل رہا تھا۔ اور میں چل رہا تھا۔ اپنی خواب گاہ کی طرف — ہاں، مگر خواب گاہ میں اب بھی میری خادمائیں موجود ہوتیں اور انہوں نے میری آغوش پسند کی۔ تو بس ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لوں گا۔

محل میں چاروں طرف خاموشی تھی۔ رات کافی حد تک گذر چکی تھی میری خادم لڑکیوں کا بھی دُور دُور تک کوئی وجود نہیں تھا۔ میں خواب گاہ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

تب رنگین شمع دانوں کی روشنی میں — میں نے اپنے خوبصورت بستر پر کوئی تحریک محسوس کی میری آنکھیں کھل گئیں۔ سرخ رنگ کے جھلملاتے لباس میں — میرے بستر پر اگیسی موجود تھی۔

اگیسی — میری پسندیدہ عورت — میرا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔ اس وقت اگیسی کی موجودگی میرے لئے ایسی ہی تھی جیسے پیاس سے جان توڑتے ہوئے انسان کے ہونٹوں تک پانی پہنچ جاتے۔ میں تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ اور اگیسی کے خوبصورت ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں جانتی تھی۔" اس نے سرگوشی کی۔

"کیا جانتی تھیں اگیسی۔؟" میں نے اس کے قریب بیٹھ کر اسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آسمان کے رہنے والے، زمین کے پست انسانوں سے بلند ہوتے ہیں۔ وہ کسی طور ان جیسے نہیں ہو سکتے۔" اگیسی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔" میں نے اس کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

"تم راعموس کی جنت سے آ رہے ہو۔" اُس نے کہا۔

"ہاں۔"

"اور — میں اس جنت کے بارے میں خوب جانتی ہوں"

"کیا جانتی ہو اس کے بارے میں۔؟"

"وہاں زمین کی پستیاں اُبھر آتی ہیں۔ خود کو خداوند کہلانے والا — وہاں — عریاں کنیزوں کے بدن چاٹتا ہے۔ اور اپنی حقیقت کا اعلان کر دیتا ہے۔"

"تم نے درست کہا اگیسی — اس وقت کوئی معمولی رقاصہ اسے گردن دبا کر مار سکتی ہے۔ اس وقت کوئی ادنیٰ کنیز اس کے چہرے پر تھوک سکتی ہے۔"

"لیکن تم وہاں کیوں نہیں رُکے۔؟"

"مجھے وہ منظر پسند نہیں آیا۔ میں انسان اور جانوروں میں فرق پسند کرتا ہوں۔"

"یہ تمہارے دیوتا ہونے کا ثبوت ہے — ہاں تم میرے دیوتا ہو تم فرعونوں سے برتر ہو — لیکن میں — تمہارے لئے ہوں —"

اگیسی صبح تک میرے پہلو میں رہی۔ اور پھر جب روشنی .... پھوٹنے لگی تو وہ اُٹھ گئی۔

"کل — میرا انتظار کرنا۔" اس نے سرگوشی کی۔

"بے چینی سے۔" میں نے کہا

اور پھر وہ چلی گئی۔ میں آرام کرنے لیٹ گیا اور سورج چڑھے تک سوتا رہا۔ پھر جب جاگا تو میری کنیزیں میری منتظر تھیں۔ میں نے پہلے دن کی طرح غسل کیا۔ کنیزیں اب بھی میری معاون تھیں لیکن میں نے ان کی طرف توجہ

نہیں دی۔ اور وہ حسبِ معمول پیاسی رہیں۔

کافی دیر کے بعد میں دربار پہنچا اور راعموس جو بدستور اپنے .... وحشیانہ کھیل میں مشغول تھا۔ مجھے اکیلا دیکھ کر مسکرایا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت کی چمک تھی۔ حسبِ معمول دوپہر کو وہ اٹھا اور میرے ساتھ محل میں آگیا

"تیرے مقدموں کی برکت سے میرے بہت سے کام بن رہے ہیں ــــــ وہ وحشی قبیلے ہمارے دام میں آگئے ہیں جو مجھے معبود تسلیم نہیں کرتے تھے۔ میرے ہرکاروں نے آج مجھے اطلاع دی ہے۔ اور ــــ یہ بھی بتایا ہے کہ قید ہونے والوں کی تعداد بہت بڑی ہے اب تو دیکھے گا آعون کے نورِ نظر، کہ اس میدان میں نت نئے کھیل ہوں گے۔ ہاں ــ بس، قیدیوں کے یہاں پہنچ جانے پر بڑا کھیل ترتیب دوں گا۔ یہ بڑا کھیل ہمیشہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی قبیلہ ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ میں اس بات کا قائل ہوں سورج کے لختِ جگر کہ دشمن کو زندگی بھی نہ دو جو نت نئے خطرات سر اٹھاتے رہیں۔ تیرا کیا خیال ہے۔ ؟"

"زمین کے معاملات تو خود ہی بہتر جانتا ہے۔" میں نے بیزاری سے کہا اور وہ ہنسنے لگا۔

"ہاں۔ تیرے آسمان پر یہ دلچسپ فضا نہ ہوگی ــ ہاں سچ بتانا میری جنت تجھے پسند آئی۔ ؟"

"بے حد ــ" میں نے کسی خیال کے تحت مسکراتے ہوئے کہا بے وقوف بادشاہ وہاں کنیزوں کے جھرمٹ میں بدمست پڑا تھا اور اس کی ملکہ.... میرے بازوؤں میں دم توڑ رہی تھی۔

"خوب ــ خوب ــ آج تیرے اعزاز میں میں نے اپنے غلاموں کو ہدایت کی ہے کہ نئے نئے کھیل پیش کریں۔ آج کی رات بہت حسین ہوگی چنانچہ اب اپنی آرام گاہ میں جا اور کھیل کے لئے خود کو تیار کر۔"

دوسری رات پہلی رات سے مختلف نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ آج کچھ اور شرمناک نظارے دیکھنے میں آئے۔ نئے انداز سے کچھ رقص ترتیب دیئے گئے تھے اور ان کا اختتام کچھ اسی انداز سے ہوا۔ عیاش فطرت راعموس بوالہوس کتا بن گیا اور جب وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگیا تو میں وہاں سے چلا آیا۔ میرے بدن میں آج بھی مستیاں ٹوٹ رہی تھیں۔ لیکن میری طلب میرے کمرے میں موجود تھی۔ اگیسی نے کچھ انداز سے خود کو سجایا تھا کہ میں بے قابو ہوگیا۔

اگیسی نے بھی میری پذیرائی کی تھی۔ رات کے آخری حصے میں وہ میرے سینے میں منہ چھپائے بوجھل لہجے میں بولی۔

"سورج کے بیٹے۔ تم آسمان کے مہمان ہو۔ میں تمہیں پسند کرتی ہوں لیکن اپنا نہیں سکتی۔ میری عمر کا یہ دور سب سے حسین دور ہے۔ تم سے کونسی بات پوشیدہ ہے۔ میں آکاس سے محبت کرتی ہوں اور تمہاری جدائی کے بعد وہی میری تنہائیوں کا رازدار ہوگا۔ آسمان کے رہنے والے، کاہن اعظم نے بتایا ہے کہ تم دلوں کی حقیقت سے واقف ہو۔ تم میرے دل کا حال بھی جانتے ہو ــ مجھے بتاؤ ــ میرے لئے کون سا وقت موزوں ہے؟"

میں نے اس کی شکل دیکھی۔ میں سمجھ گیا پروفیسر کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "ہاں اگیسی ــــ میں جانتا ہوں۔ میں سب کچھ جانتا ہوں ــ کیا تجھے اور کاہن اعظم کو راعموس کی رنگین دنیا دیکھنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا ؟"

"میں اس کے بارے میں سب کچھ جانتی ہوں ــ" اگیسی نے کہا۔

"تب مجھے حیرت ہے اگیسی ــ تو نے آج تک اس سنہرے موقعے کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ راعموس شراب کے نشے سے چور ہو کر ایک بے ضرر کیچوا بن جاتا ہے۔ وہ اس قدر پی لیتا ہے کہ اسے کچھ ہوش نہیں رہتا ــ ایسی شکل میں اگر اس کو شراب کا ایک ایسا جام پلا دیا جائے جس میں زہرِ قاتل ہو تو ــــ کوئی تیری طرف دھیان نہیں دے سکے گا۔ تو سوگ منانا ــ اور پھر اپنی مشکل حل کر لینا۔"

اگیسی میرے پہلو سے اٹھ گئی۔ وہ تعجب خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ کئی لمحات تک وہ اسی طرح بیٹھی رہی ــ اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا: "ہاں ــ تو نے بالکل ٹھیک کہا۔ اس سے اچھا موقع اور کون سا ہو سکتا ہے ــ آسمان کے باشندے، تو نے میری مشکل حل کر دی۔ اوہ ــــ میں نے اس کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ اس سے اچھی ترکیب اور کیا ہو سکتی ہے۔ تب ــــ میری ایک کنیزِ خاص ان میں شامل ہو جائے گی جو اسے شراب پلاتی ہیں ــ اور ــــ میں تمام انتظام کر لوں گی۔ میں تیری احسانمند ہوں۔ بیشک میں تیری احسانمند ہوں۔ بس مجھے رخصت دے۔ یہ کام میں جس قدر جلد کر لوں بہتر ہے۔"

اگیسی اٹھ گئی اور ــ باہر نکل گئی۔ میں ایک گہری سانس لے کر اگیسی کے بارے میں سوچنے لگا۔ خوب عورت تھی۔ اسے ہمیشہ کے لئے اپنایا جا سکتا تھا۔ میرا مطلب ہے اس وقت تک جب تک وہ زندہ ہے۔ یا جوان ہے ــ لیکن کاہنِ اعظم کا وقار اسی میں تھا۔ بوڑھا بہرحال میرا دوست بن چکا تھا۔ اور پھر مجھے بادشاہ وغیرہ بننے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو وہاں رہتے ہوئے تحقیق بھی ــ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے ایک عورت کے لئے کسی جھگڑے میں پڑنے سے کیا فائدہ ؟ ــ رہ گئی راعموس کی بات ــــ تو وہ درندہ تھا اور انسانی زندگیوں کو وہ جس انداز میں ضائع کر رہا تھا۔ اس کے تحت، اس کی موت ایک نیک کام تھی۔ بشرطیکہ اس کا بیٹا، اس کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش نہ کرے۔ لیکن اس کا خطرہ یوں نہیں تھا کہ کاہنِ اعظم کے کہنے کے مطابق وہ راعموس کی اولاد نہیں تھا۔ بلکہ تیسرے خاندان کا ایک فرد تھا۔ پھر مجھے اتنی گہرائی میں جانے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کا کام تھا۔ یہ لوگ نمٹیں گے ــ میں آرام سے سو گیا ــ

دوسرا دن حسبِ معمول تھا۔ اس روز میں راعموس کے پاس دربار میں اس کا شیطانی مشغلہ دیکھنے نہیں گیا بلکہ میں نے محل ہی میں آرام کیا۔ اور اس روز دوپہر کو کاہنِ اعظم مجھ سے ملاقات کے لئے آیا۔ اس نے

تنہائی میں مجھ سے ملاقات کی تھی۔

"اگیسی نے آج مجھے تمہارے بتائے ہوئے پروگرام کے بارے میں بتایا ہے۔ بیشک یہ پروگرام انتہائی کامیاب رہے گا۔ ہم راعموس کو ہلاک کرنے کے الزام میں کسی بھی کنیز کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور فتنہ دب جائے گا۔ اور پھر دربار میں..... تمہاری اجازت سے، اور میرے حکم سے آکاس کو یہاں فرعون مشہور کر دیا جائے گا۔ کیا تم اس پورے پروگرام میں ہماری مدد کرو گے اسلاک۔"

"ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔" میں نے بیزاری سے کہا مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بہر حال ان لوگوں میں رہنے کے لئے ان کی مدد کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے حامی بھر لی۔ اور پروفیسر۔۔۔ یہ رات رنگینیوں کی رات نہ تھی۔ کل مصر کی تاریخ میں کچھ نئے ہنگامے جنم لے رہے تھے تاہم میں حسب معمول راعموس کے عشرت کدے میں موجود تھا۔ اور میں نے اس کنیز کو بھی دیکھ لیا تھا جو اس خاص کام کے لئے مقرر تھی اور کنیز نے اپنا کام بخوبی انجام دیا۔

احمق شہنشاہ کو معلوم بھی نہ ہو سکا کہ یہ اس کی زندگی کی آخری رات ہے۔ ہاں اس کی آخری چیخیں بے حد بھیانک تھیں۔ وہ گردن پکڑے چیخ رہا تھا۔ اور بدمست قہقہے امنڈ رہے تھے۔ سب یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ بھی نشے کی کیفیت ہے۔ لیکن جب اس کے حلق سے خون کے جمے ہوئے قتلے نکل پڑے تو بہت سے چونک پڑے اور اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اسے دم توڑتے دیکھنے والوں میں میں بھی تھا۔ اور اس کے ساتھ رنگ رلیاں منانے والوں کی چیخیں میں نے بھی سنیں اور پھر چالاک عورت کے ماتم کرنے کا انداز۔۔۔ بیشک پروفیسر۔۔۔ اگیسی اس دور کی عمدہ اداکارہ تھی۔ اس نے وہ بین کئے کہ میں حیران رہ گیا۔ وہاں کنیز کی نشاندہی میرے علاوہ اور کون کر سکتا تھا۔ میں جو روشن ضمیر تھا۔ چنانچہ اس بدقسمت لڑکی کی موت کا ذمہ دار میں آج تک خود کو ٹھہراتا ہوں۔ اس نے جان دینے کیلئے یہ کام یوں کیا تھا کہ شہنشاہ نے اسے ٹھکرا کر دوسری کنیز کو اپنایا تھا۔ چنانچہ اس نے انتقام لیا۔ اور پھر اس سے بھی خوب انتقام لیا گیا۔ اسی دوپہر کو کنیز کو بر سر عام قتل کر کے اس کا گوشت کتوں کو کھلا دیا گیا۔ اہل مصر انگشت بدنداں تھے۔ خداوند راعموس اس طرح اچانک رخصت ہو جائیں گے۔ کسی کو گمان بھی نہیں تھا۔ بہر حال پورے شہر میں بحران پیدا ہو گیا۔ یقیناً مصر کے جن جن حصوں میں یہ اطلاع پہنچ رہی ہوگی وہاں کی زندگی بدل گئی ہوگی۔

اس رات اور اس کے دوسرے دن بھی اگیسی سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔ محل کے کہرام کی تو مثال ہی نہیں تھی۔ ہاں، آکاس محل میں آگیا تھا۔ چھ فٹ طویل جوان جو خوبصورت بھی تھا۔ اسے دیکھ کر میرے دل میں کوئی رقابت پیدا نہیں ہوئی۔ اس کا اور میرا مقابلہ ہی کیا تھا۔ میں جب چاہتا اسے چٹکیوں سے مسل کر پھینک سکتا تھا لیکن اگیسی سے قبل بہت سی عورتیں میری زندگی میں نمایاں طور پر شریک رہی تھیں۔ صرف اگیسی ہی تو نہیں تھی جس سے تعلقات ہوتے ہوں چنانچہ عورت کے لئے میرے دل میں رقابت کا جذبہ ختم ہو گیا تھا۔

میں نے سوچا ٹھیک ہے۔ اگیسی آکاس کے پہلو میں چلی جاتی ہے تو چلی جائے۔ میرے لئے یہاں دوسری لڑکیاں ہیں۔ نہ سہی........ اگیسی جیسی۔ کوئی تبدیلی ہی ہوگی۔!

خود آکاس نے میرے قدم چومے تھے اور میرے سامنے سجدہ کیا تھا۔ جو مجھے بالکل پسند نہیں تھا۔ اور پھر تیسرے دن ہی سے نئے شہنشاہ نئے فرعون کے لئے ہنگامے شروع ہو گئے۔ کاہن اعظم نے عبوری نظام سنبھالا ہوا تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ چوتھے خاندان کا ولی عہد آکاس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ آکاس کو نیا فرعون بنا دیا جائے گا۔ کاہن اعظم نے کہا چونکہ دیوتا آمون کا بیٹا خود ہمارے درمیان موجود ہے۔ اس لئے توقع کی جاتی ہے کہ۔۔۔ آکاس کی سلطنت دوسری سلطنتوں سے بہتر ہوگی اس کے دور حکومت میں مصر ہنگاموں سے دور رہے گا۔ ایسے میں بہت سے دعوے کئے گئے پروفیسر۔ جو نئے حکمران کرتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ٹھیک ایک ہفتے کے بعد آکاس کو فرعون بنا دیا گیا۔ اس کے سر پر تاج اور ہاتھ میں عصا دے دیا گیا۔ اس دوران دور دور سے آنے والوں نے سورج کے بیٹے کے درشن بھی کئے۔ میں نے بھی احمقانہ انداز میں آکاس کو دعائیں دیں اور اگیسی اس دوران میری نگاہوں سے بھی روپوش رہی وہ فرعون کا سوگ منا رہی تھی۔

لیکن اس رات کو۔۔۔ فرعونی دستر خوان پر۔ جہاں صرف چند مخصوص لوگ موجود تھے۔ اگیسی بھی نظر آئی۔ اس کا چہرہ مسرت سے دمک رہا تھا۔ یہاں کون تھا جو اسے دیکھتا اور حریف ہوتا۔ صرف جاننے والے تھے، یعنی آکاس، میں اور کاہن اعظم سالوس۔ اگیسی کی آنکھوں میں آکاس کے لئے شمعیں روشن تھیں اور آکاس بھی اس سے خوب اظہار عشق کر رہا تھا۔ کاہن اعظم بھی خوش تھا۔ اس کی وہ ترکیب کامیاب ہوئی تھی جس کے لئے اس نے ایک طویل عرصہ گذارا تھا لیکن معلوم نہ تھا ان دونوں یعنی اگیسی اور آکاس کو بھی کہ در حقیقت کیا ہوا ہے۔ نہ جانے اس میں کیا مصلحت تھی بوڑھے کاہن اعظم اور میرے دوست کی!

کھانے کے بعد شراب کا دور چلا۔ اگیسی نے اپنے ہاتھ سے جام بنا کر پہلے آکاس کو، پھر مجھے، پھر کاہن اعظم کو دئے اور آخر میں خود اپنے لئے جام تیار کیا جام پینے کے بعد اس کے چہرے پر خون جوش مارنے لگا اور اس نے آکاس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"خداوند آکاس۔ یہ عرصہ بخوبی طے ہو گیا لیکن اب بتا کاہن اعظم کون بنے گا، کیا تیرے ذہن میں کوئی ہے؟"

"اس کا فیصلہ بھی ہم مقدس آمون کے بیٹے سے کرائیں گے" آکاس نے بدمست آواز میں کہا۔ میں نے حیرانی سے ان دونوں کو دیکھا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ فرعون کی تبدیلی کے ساتھ کاہن اعظم کی تبدیلی کیا معنی رکھتی تھی اور میں نے یہ سوال کر ہی ڈالا ان دونوں سے۔

"نئے کاہن اعظم کی ضرورت لازمی ہے۔ کیونکہ سالوس کو تو روانہ کر دیا گیا راعموس کے پاس۔ اور یہ ضروری تھا کیونکہ رازوں کی حفاظت

کے لئے بہت سی قربانیاں ضروری ہوتی ہیں :۔ اگیسی نے قہقہہ لگا کر سالموس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں نے اس کے جملوں پر غور کرتے ہوئے کاہن اعظم کی طرف دیکھا جس کی گردن اس کے سینے پر ڈھلک گئی تھی. میں نے اسے ہلا جُلا کر دیکھا۔ لیکن اب اس میں زندگی کی کوئی رمق نہیں رہ گئی تھی. میں اچھل پڑا. اور میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اسے کیا ہوا ـ؟"

"وہی ـــ جو رامُوس کو ہوا تھا۔" اگیسی نے کہا اور آکاس کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگی۔

آکاس کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن میرا ذہن جھنجھنا کر رہ گیا تھا۔ احمق سالموس ـــ نے اپنی پوری زندگی اس سازش کو کامیاب کرنے میں صرف کر دی تھی کہ ایک بار پھر اس خاندان کو برسرِ اقتدار لے آئے جس کا وہ فرد ہے، اور جب اس کی سازش کامیاب ہوئی تو انہی لوگوں نے اسے قتل کر دیا جو اس کی امیدوں کا مرکز تھے۔ وہ انہیں حقیقت بھی نہیں بتا سکا کہ وہ کون ہیں اور سالموس خود کیا تھا اور یہ وحشی عورت۔ میں نے اگیسی کی طرف دیکھا۔ وہ بدستور میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"ہاں تو مقدس دیوتا کے بیٹے۔ اس کام کے سلسلے میں بھی تیری رائے سب سے بہتر اور مستحکم ہوگی۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں اگیسی، کہ تو نے کاہن اعظم سالموس کو کیوں ہلاک کر دیا۔؟" میں نے کسی قدر غصے سے کہا۔ آکاس چونک پڑا لیکن اگیسی اسی طرح مسکرا رہی تھی۔

"تو دلوں کا حال ضرور جانتا ہوگا آمون کے بیٹے۔ تجھے یقیناً معلوم ہوگا کہ رازوں کی پردہ پوشی کے لئے سب کچھ کرنا ہوتا ہے۔ تو اس زمین پر پیدا نہیں ہوا اور آسمان کے لوگ معصوم ہوتے ہیں۔ کاہن اعظم کو حقیقت معلوم تھی چنانچہ مجھے اور آکاس کو اس کے ہاتھوں میں کھیلنا پڑتا۔ ہمیں صرف اس کے احکامات کی پابندی کرنا ہوتی کیونکہ وہ جس وقت بھی چاہتا حقیقت منکشف کر کے ہمارے لئے مشکلات پیدا کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس کی روانگی ہی بہتر تھی۔" اگیسی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں دلوں کا حال بھی جانتا ہوں اگیسی۔ لیکن تو نہیں جانتی وہ پوشیدہ راز جو اب صرف میرے علاوہ اور کسی کو معلوم نہیں ہے۔ افسوس احمق عورت تو نے اسے فنا کر دیا جو تیرا اور تیرے سابق بیٹے اور موجودہ شوہر کا سب سے بڑا بہی خواہ تھا۔ سن تو نے اسے موت دی ہے جس نے اپنی پوری زندگی صرف اسی کام کے لئے وقف کر دی تھی کہ مصر کی حکومت پھر سے تیرے خاندان کو سونپ دی جائے۔ درست کہتا ہوں میں اے سنگدل عورت کہ تیرا اور تیرے موجودہ شوہر کا تعلق اس تیسرے خاندان سے ہے جسے معزول کر کے چوتھا خاندان یعنی رامُوس کے اجداد برسرِ اقتدار آئے تھے اور تب ہی سے سالموس نے اپنا اقتدار بحال کرنے کی کوشش شروع کر دی! اور طویل عرصے کی جدوجہد کے بعد مصر کا سب سے بڑا کاہن بن گیا۔ پھر وہ تجھے رامُوس کی خلوت تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا کہ یہ سب اس کی کوشش تھی۔ اور اس نے رامُوس کی پہلی بیوی کے بچے کو غائب کر کے تجھ کو باور کرا دیا کہ وہ پانچ دن کا تھا اور آکاس نے اس کی جگہ لے لی۔ کیونکہ یہ تیسرے خاندان کی اولاد میں سے تھا۔ سو یوں بڑے

چالاک نے تیسرے خاندان کے ایک فرد کو رامُوس کی نگرانی میں پرورش کرا لیا، اور حکومت اسی کے لئے تھی کیونکہ وہ رامُوس کی پہلی اولاد گردانا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ رامُوس کی موت اور آکاس کی شہنشاہیت تک بات پہنچی۔ اور آج جب اس کی خوشی کا پہلا دن تھا تو، تو نے اسے موت کی نیند سُلا دیا۔

تو پروفیسر سکتہ ہو گیا تھا ان دونوں کو میری باتیں سن کر اور تمام نشہ ہرن ہو گیا تھا ان کا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر بہت دیر گذر گئی تو آکاس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "آہ۔ ہم سے جلد بازی ہوئی اگیسی جس شخص نے ہمیں یہاں تک لانے کے لئے ایسی سخت جدوجہد کی تھی وہ ہمارے ہاتھوں ہلاک ہو گیا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو ہمارے قدم مضبوط کرنے کے لئے کیا کچھ کرتا۔

ہاں۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ اس کی موت قبل از وقت ہوگئی۔

تاہم اب وہ اس دنیا سے جا چکا ہے، لیکن وہ اپنا مشن پورا کر کے گیا ہے اس لئے اس کی روح کو چنداں افسوس نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس کی موت سے کوئی فتنہ بپا ہو سکے گا۔ آمون کے بیٹے تو نے دیر سے ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کیا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔"

"اس کے باوجود، مجھے اس کی موت کا رنج ہے"۔ آکاس نے کہا۔

"غم نہ کرو آکاس، ہمیں اس کا نعم البدل مل جائے گا۔ آمون کا بیٹا ہماری رہنمائی کرے گا۔" اگیسی نے کہا۔ اور میں نے نفرت سے اس عورت کو دیکھا۔ بڑی بے غیرت عورت تھی وہ پروفیسر۔ تم غور کرو۔ میری خلوتوں میں وہ مجھ سے دیوانہ وار محبت کا اظہار کر چکی تھی اور اب آکاس کے پہلو میں عین میرے سامنے اس سے اسی قدر محبت کا اظہار کر رہی تھی۔ اپنے عظیم محسن کو اس نے زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا اور اپنے شوہر کی جان بھی لے چکی تھی لیکن بڑی ڈھٹائی سے مجھ سے بھی مدد مانگ رہی تھی چنانچہ میں وہاں سے اٹھ گیا۔ "میں تیری اس حرکت سے خوش نہیں ہوں اگیسی۔ میں غور کروں گا کہ میرا رویہ تیرے اور آکاس کے ساتھ کیا ہونا چاہیئے" میں نے کہا اور واپسی کے لئے مُڑ گیا۔ میرے ذہن میں درحقیقت جھنجھلاہٹ تھی بڑھا کاہن اعظم میرا دوست تھا۔ ابتدا جیسی بھی تھی۔ اس نے میری ہلاکت کے لئے کوششیں کی تھیں، لیکن بعد میں وہ میرے لئے مخلص ہو گیا تھا۔ اور میں اس سے مصری تہذیب کے بہت سے راز معلوم کر رہا تھا۔ میں اس کمرے سے نکل آیا اور پھر میں محل میں بھی نہیں رکا۔ اور تنہا کاہن کے معبد میں آ گیا جہاں کسی کو اس

موت کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔

میں جانتا تھا کہ میرے اس طرح چلے آنے سے اگیسی اور آکاس پر کیا گذری ہوگی۔ آکاس غیر متوقع فرعون تھا۔ یہ ٹھیک تھا کہ اس کی بادشاہت تسلیم کرلی گئی تھی صرف اس لئے کہ رائموس کے انتقال کے بعد وہی شہنشاہیت کا حقدار تھا۔ لیکن رائموس کے وفاداروں کو اگر اس سازش کا علم ہوجاتا۔ تو بلاشبہ مصر کی حکومت سنگین بحران سے دوچار ہوجاتی اور تیسرے خاندان کے دشمن آکاس اور اگیسی کو کبھی معاف نہ کرتے۔

معبد کے ایک کمرے میں بیٹھ کر میں اپنے آئندہ اقدامات پر غور کرنے لگا۔ تب پروفیسر۔ وہی بیزاری میرے ذہن میں ابھر آئی۔ میں ان لوگوں سے لاتعلق تھا۔ میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ میں تو یہاں اجنبی تھا۔ جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دیا جائے۔ شہنشاہیت بدلنے سے میرے اوپر کیا اثر پڑے گا۔ وہ مرچکا تھا جو میری ضرورت تھی۔ میں یہاں نہ رہوں گا کہیں اور چلا جاؤں گا۔ اگیسی نے جو کچھ کیا وہ اس کا فعل ہے اگر کسی دوسرے ذریعہ سے اس کے بارے میں پتہ چل جائے گا تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اہلِ مصر اگر گیسی اور آکاس کو برسرِعام سنگسار کردیں گے تو مجھے کوئی دکھ نہ ہوگا اور میری کسی کوشش سے کوئی ہنگامہ جنم لے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اور یہی فیصلہ کیا میں نے وہاں بیٹھ کر۔ کہ میری حیثیت صرف ایک تماشائی کی ہے۔ یہی سکون کا حل ہے۔ رہ گئیں میری ضرورتیں تو مصر میں حسیناؤں کی کیا کمی تھی۔ اب تو میں یہاں کے ماحول کو پوری طرح سمجھ چکا تھا۔ اس لئے مجھے ان کے حصول میں کوئی دقت نہیں تھی۔ اور یہ فیصلے کرنے کے بعد میں مطمئن ہوگیا۔

لیکن آکاس اور اگیسی کیسے مطمئن ہوسکتے تھے۔ چنانچہ اگیسی کا قاصد میرے پاس پہنچ گیا۔ اور اس نے مجھے اس کا پیغام دیا۔

"ملکہ اگیسی آج شام آپ کی قدم بوسی کی طلبگار ہیں"۔ قاصد نے کہا۔

"میں شام کو معبد میں اس کا انتظار کروں گا"۔ میں نے کہا اور قاصد واپس چلا گیا۔ پھر رات ہوگئی۔ اور جب تاریکیاں پورے ماحول کو نگل چکیں تو گیسی ایک سیاہ لبادہ اوڑھے ہوئے میری خلوت میں داخل ہوئی۔ اور اندر داخل ہوکر اس نے لبادہ اتار دیا۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا اور آنکھیں کسی قدر سرخ اور متورم نظر آرہی تھیں گردن جھکا کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔ میں نے لبادے کے نیچے اس کا لباس دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ عجیب تراش کا لباس پہنا ہوا تھا اس نے، جسم کے نسوانی خاص طور سے کھلے رکھے گئے تھے

*

اگیسی اب آکاس ہی کو اپنا چکی تھی۔ میں جانتا تھا کہ اب اس کا حصول محال ہے۔ آج بھی نہ جانے وہ آکاس سے کیا کہہ کر آئی ہوگی۔ اس کے بعد شاید اسے کبھی موقع نہ مل سکے کیونکہ آکاس اسے کسی دوسرے کے تصرف میں کب دیکھ سکے گا۔ اور اس شکل میں کہ وہ مصر کا مطلق العنان شہنشاہ ہے۔

"مجھے تمہارا پیغام مل گیا تھا اگیسی۔ کہو۔ کیا بات ہے؟"

"میں تائب ہونے آئی ہوں آسمان کے بیٹے، میں شرمندگی کا اظہار کرنے آئی ہوں۔ آہ۔ مجھ سے حماقت ہوئی۔ میں نے اسے کھو دیا، جس نے میری زندگی کے پرکٹھن راستے میں میرا ساتھ دیا"۔ اس نے غمگین لہجے میں کہا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مقصد بیان کرو اگیسی۔ بلاجھجک۔ میں غور سے سنوں گا"۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا، اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ میں اس کی اداکاری سے متاثر نہیں ہوا ہوں۔

"مقصد"۔ وہ ہونٹ بھینچ کر بولی "مقصد یہ ہے آسمان کے بیٹے کہ کیا اب تم ہمارے حق میں دعا نہ کروگے۔ مقدس سالوس میری حماقت کا شکار ہوا ہے آکاس بے قصور ہے۔ اور اگر تم نے ہم دونوں کو معاف نہ کیا تو ہم جانتے ہیں کہ ہمارا اقتدار برقرار نہ رہ سکے گا"۔

"تم اپنے اقتدار کی ضمانت طلب کرنے آئی ہو۔ ؟"

"ابھی مصر میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ آکاس کی حکومت کے خلاف آواز اٹھا سکے۔ لیکن اگر آمون کا بیٹا انہیں بتائے کہ کیا ہوا ہے، تو پورے مصر میں بغاوت پھوٹ اٹھے گی اور تخت ہل کر رہ جائے گا۔ پھر شاید آکاس اپنے قدم نہ جما سکے خاص طور سے اس لئے کہ وہ تیسرے خاندان کا فرد ہے"۔ اگیسی نے جواب دیا۔

میں ہنسنے لگا۔ "یہ درست ہے اگیسی کہ کاہن اعظم میرا دوست تھا۔ لیکن تم وہ کرچکی ہو جو تمہیں نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ تاہم تم نے بھی میری دوستی حاصل کرلی ہے۔ میں ان راتوں کو فراموش نہیں کرسکوں گا۔ جو میں نے تمہارے ساتھ گذاری ہیں۔ اور ان ہی راتوں کے عوض میں سب کچھ بھول جاؤں گا، لیکن مجھے بتاؤ، کہ کیا آکاس کی موجودگی میں بھی، تم مجھے تنہائیاں بخش سکوگی"۔؟

اگیسی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آکاس میری پسند ہے۔ لیکن اس وقت کی جب تم میرے سامنے نہ تھے میں نے تمہیں پیشکش کی تھی آمون کے بیٹے کہ اگر تم مصر کی حکومت پسند کرو تو میں آکاس کو ٹھکرا سکتی ہوں لیکن تمہیں اپنا جواب یاد ہوگا۔ تب میں مایوس ہوگئی۔ اور میں نے آکاس ہی کو غنیمت سمجھا۔ اگر تم اب بھی مصر کا شہنشاہ اور اگیسی کے شوہر بننا چاہو تو آکاس کو بھی رائموس اور کاہنِ اعظم کی خدمت میں روانہ کیا جاسکتا ہے۔ بولو۔ کیا تم تیار ہو۔ ؟"

"اور میرا جواب حسب سابق ہو تو۔۔۔ ؟"۔ میں نے مسکراتے ہوئے چالاک اور وحشی عورت کی آنکھوں میں جھانکا۔

"تب میں ان مجبوریوں کو نظرانداز نہ کروں گی۔ آکاس جوان ہے میں اس کی پسندیدہ عورت ہوں۔ میرے ساتھ گذرنے والی پہلی رات کے بعد وہ ایک لمحے کے لئے مجھ سے جدا ہونا پسند نہ کرے گا۔ اس لئے۔ میں اپنی مجبوری تمہارے گوش گذار کررہی ہوں۔ ہاں میرا وعدہ ہے کہ جب بھی تنہائی نصیب ہوئی تم میرے مالک ہوگے"۔

"مجھے منظور ہے"۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ خوشی کے مارے اٹھ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"میں خود بھی تمہیں دوسرے ہزار مردوں پر ترجیح دیتی ہوں۔ کون عورت تمہاری آرزو نہ کرے گی اور پھر وہ جس نے تمہارا قرب پالیا ہو۔ وہ تمہیں زندگی کی آخری سانس تک نہ بھول سکے گی۔ اسے جب مرد کی آرزو ہوگی تو تم اس کی نگاہ سے

زنٹ سو گئے۔ آؤ۔ ہم ہر ملاقات کو آخری ملاقات سمجھیں گے۔ اور آرزو کریں گے کہ یہ آخری ملاقات نہ ہو۔ وہ میرے بدن سے چپک گئی تھی اور میں جانتا تھا پروفیسر کہ یہ میری زبان بندی کی رشوت ہے۔

اور پروفیسر میں نے بھی خوب رشوت وصول کی۔ وہ جو کہتے ہیں کہ انسان گناہ کرے تو بے لذت نہ ہو۔

اگیسی کے سارے کس بل نکل گئے۔ وہ جس قدر تیاریوں کے ساتھ آئی تھی، انہوں نے دم توڑ دیا۔

تب وہ اٹھی اور نڈھال سی میرے سامنے بیٹھ گئی۔ "جب میں تیرا قرب حاصل کر لیتی ہوں آسمان کے بیٹے، تو پھر ساری دنیا مجھے ہیچ نظر آنے لگتی ہے۔" وہ اداس لہجے میں بولی۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

گردن لٹکائے لٹکائے بولی۔ "تو اب میں اطمینان سے واپس جاؤں"۔؟

"ہاں۔ جو اطمینان تو چاہتی ہے، وہ میں تجھے دلا چکا ہوں۔ لیکن یہاں میری کیا حیثیت ہوگی؟"

"جو حیثیت تو چاہے۔ مصر کی سرزمین تیرے لئے کھلی پڑی ہے۔ اگر میری مان تو کچھ روز کے لئے کاہنِ اعظم کا اختیار سنبھال لے۔ اور اسی معبد میں رہ۔"

"نہیں اگیسی۔ میں ایسی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کروں گا۔ میری رائے ہے کہ تو اپنے مقصد کا آدمی تلاش کر کے منتخب کر لے۔ میں تیری مدد کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور اگیسی کسی سوچ میں گم ہو گئی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں آکاس سے مشورہ کروں گی۔ تیری طرف سے اطمینان ہونے کے بعد مجھے کوئی فکر نہیں رہی ہے۔ مگر پھر تو سرزمینِ مصر میں کیا حیثیت چاہتا ہے"۔؟

"میں اس وقت تک یہاں ہوں گا، جب تک پسند کروں گا۔ شہر سے دور۔ نیل کے کنارے، میرے لئے ایک عمارت تعمیر کرا دے جہاں میں اپنے دوست ستاروں سے گفتگو کرتا ہوں۔ اس عمارت کو حسین لڑکیوں سے آراستہ کر دے جو میری ضرورت پوری کرتی رہیں، اور اس عمارت کو آمون کا معبد قرار دے جو صرف اسی وقت لوگوں کے سامنے آتا ہے جب اسے ضرورت ہو۔ میرا مطلب سمجھ گئی ہوگی"۔؟

"ہاں۔ خوب سمجھ گئی ہوں اور ایسا ہی ہوگا جیسا کہ تو پسند کرے گا میں تیری ہر ضرورت کا خیال رکھوں گی۔" اس نے کہا اور پھر وہ واپس چلی گئی۔ تو یوں میں نے مصر میں قیام کی ٹھان لی۔ میں اس کے اندرونی معاملات سے الگ رہ کر اپنا کام جاری رکھنا چاہتا تھا اور میں تو ایک سیلانی انسان تھا پروفیسر۔ جب میرا دل یہاں سے بھر جاتا تو میں کسی اور طرف نکل جاتا۔

معبد کے چند روز بڑے پھیکے اور بے کیف گذرے۔ میں صبر کر رہا تھا اور ادھر گھڑی تک رہی تھی۔ اگیسی نے گو آکاس کو یقین دلا دیا تھا کہ میں ان کے لئے خطرہ نہیں ہوں، لیکن آکاس ایک بزدل فرعون تھا۔ وہ اگیسی کی خلوت میں بھی مرد نہ بن سکا میرے خوف سے اور اس نے کہا کہ اس کا اقتدار میرے قدموں تلے ہے۔ سو اسے ایسا اقتدار قبول نہیں ہے جس میں خوف شامل ہو۔ اور اس نے اگیسی کو اکسایا کہ میں غیر فانی انسان نہیں ہوں بس ایک چالاک ہستی ہوں جسے مٹانا مشکل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اس نے آمادہ کر لیا اس عورت کو شرارت پر۔۔۔ اور ایک شام دو حسین

عورتیں اس کا پیغام لے کر آگئیں میرے پاس معبد میں کہ اگیسی محل میں مجھ سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔

معبد کی خشک زندگی سے میں بھی اکتا گیا تھا، کیونکہ اب سالوس نہیں تھا، جو میری ضرورتوں کا خیال رکھتا اور دوسرے کاہنوں کو میری ضروریات پوچھنے کی جرأت نہیں تھی۔ وہ تو صرف میری پوجا کرتے تھے اور مجھ سے خوفزدہ رہتے تھے۔ چنانچہ اس شام میں اگیسی کے پاس پہنچ گیا۔ لیکن وہ فاحشہ تنہا نہ تھی، اس کا بیٹا، اس کا محبوب اس کے پہلو میں موجود تھا۔ اور بربط نواز بربط بجا رہے تھے۔ تب اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور ساز رک گئے۔ اور پھر بربط نواز گردنیں جھکائے ہوئے باہر نکل گئے۔

تب اگیسی مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "آمون کے بیٹے۔ ہم نے تجھے مشورے کے لئے طلب کیا ہے"۔

"کیسا مشورہ درکار ہے اگیسی۔؟" میں نے سپاٹ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ اگیسی کے چہرے کی سُرخی اور آکاس کے چہرے کی مسرت سے مجھے احساس ہو گیا کہ آکاس کی طلب پوری ہو گئی ہے۔ اسے اگیسی کا وصال نصیب ہو گیا ہے۔ اور شاید اگیسی بھی قوی ہیکل نوجوان سے غیر مطمئن نہیں ہے۔

"کاہن اعظم کے بارے میں، کہ اس کا ہونا ضروری ہے۔ اندرونِ شہر ـــــــ چہ میگوئیاں ہونے لگی ہیں کہ کاہنِ اعظم سالوس کہاں روپوش ہے۔"

"اس کے بارے میں تجھے بتا چکا ہوں اگیسی۔ کاہنِ اعظم کی لاش کہاں گئی۔"

"اسے میں نے ٹھکانے لگا دیا ہے مقدس آمون کے بیٹے۔ لیکن میں حیران ہوں۔ آگ کے شدید الاؤ میں کاہنِ اعظم کی لاش اس طرح تیر رہی تھی جیسے پانی پر۔ اور آج بھی اس کی وہی کیفیت ہے۔ میں نہیں جانتا اس کا کیا راز ہے۔" آکاس نے جلدی سے کہا اور مجھے اس کی بکواس سن کر واقعی حیرت ہوئی۔

"یہ الاؤ کہاں ہے۔؟ کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ میری بھی یہی رائے تھی آمون کے بیٹے۔ تو اس آگ پر تیرتی ہوئی لاش کا معمہ حل کر۔ اور ہمیں پریشانی سے نجات دلا مبادا سالوس کا راز کھل جائے آ۔ میرے ساتھ اٹھ۔۔۔" آکاس اٹھ گیا۔ اور ہم تینوں چل پڑے اس حیرت انگیز الاؤ کو دیکھنے۔ لیکن میں نے اگیسی کے چہرے پر نگاہ نہ کی تھی ورنہ صاف پتہ چل جاتا کہ اس کے خوبصورت چہرے پر جرم کے سائے منڈلا رہے ہیں۔

کئی پر پیچ راستوں سے گذر کر ہم فرعون کے آتشکدے تک آ پہنچے۔ وہ کافی گہرائی میں تھا۔ آتشکدہ تھا یا جہنم زار۔ قرب و جوار کا ماحول تپ رہا تھا۔ آگ گہرائی میں تھی۔ لیکن شعلے بلندیوں تک پہنچ رہے تھے۔

ایک جگہ آکاس رک گیا۔ "اُف آگ کی تپش کس قدر شدید ہے۔ ہم اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ دیکھ آمون کے بیٹے۔ کاہن اعظم کی لاش شعلوں کی زبان کے ساتھ بلند ہو رہی ہے۔ کیا تو آگے بڑھنے کی قوت رکھتا ہے۔" اور درحقیقت پروفیسر میں بدکار آکاس کی چالاکی کو سمجھ گیا اور اس پتھر کی طرف بڑھ گیا جو آتشکدے کا آخری سرا تھا۔ لیکن جونہی میں نے پتھر پر قدم جما کر آگ کے شعلوں میں جھانکا، آکاس نے وہ رسی کھینچ دی جو اس پتھر کو روکے ہوئے تھی۔ اور پتھر نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔

میرے قدم نہ سنبھل سکے اور میں آتشکدے میں جا گرا۔ لیکن وہ ہال

نہیں جانتے تھے کہ اس آگ کو دیکھ کر خود میرے جسم کے مسامات کچھ طلب کرنے لگے تھے۔ اگر وہ مجھے نہ گراتے اور کاہن اعظم کی لاش نہ بھی ملتی تب بھی میں غسلِ آتش کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ ان دونوں کی چالاکی پر مجھے غصہ بھی آ رہا تھا، لیکن آگ کی لطیف حرارت میرے جسم میں لذت بن کر داخل ہو رہی تھی۔ اس حسین غسل کے طفیل میں نے فراخدلی سے کام لے کر ایک بار پھر ان دونوں کو معاف کر دیا۔ آگ میرے جسم میں سرایت کرتی رہی اور میرے ذہن و دل نکھرتے رہے میرے مسامات نے نئی زندگی حاصل کر لی اور میرا سونے کی طرح چمکدار جسم کچھ اور چمکدار ہو گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ آکاس نے میری موت کیوں ضروری سمجھی۔ کیا رقابت کی وجہ سے؟ کیا اسے احساس ہو گیا ہے کہ اگیسی کا جسم اس سے پہلے میرا رہ چکا ہے۔ یا پھر۔ کوئی اور وجہ — ؟

لیکن وجہ تو وہ دونوں ہی بتا سکتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ خود اگیسی بھی آکاس کی سازش میں شریک تھی۔ اس نے بھی کاہن اعظم کی تیرتی ہوئی لاش کی تصدیق کی تھی۔ ان ری عورت — کس بے پناہ محبت کا اظہار کر رہی تھی، لیکن قتل کرنے کی سازش میں بھی پیش پیش تھی اور اس سے قبل کہہ رہی تھی کہ اگر میں مصر کا حکمراں بننے کے لئے تیار ہو جاؤں — تو آکاس کو بھی رامُوس کے پاس پہنچا دیا جائے۔

"آگ کے غسل سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے بعد میں نے اوپر نکلنے کی سوچی۔ مجھے یقین تھا وہ دونوں میری موت کی تصدیق کرنے کے لئے نہیں رُکے ہوں گے ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ آگ کے خوفناک شعلے کسی کو زندگی بھی بخشتے ہوں گے چنانچہ وہ میری موت کا یقین کئے بغیر واپس جا چکے ہوں گے۔

میں نے آتشکدے کی دیواروں کو ٹٹولا۔ کنگورے دار دیواریں تھیں چنانچہ میں ان کنگوروں کو پکڑ کر اوپر چڑھنے لگا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد آتشکدہ سے نکل آیا! اوپر کوئی نہیں تھا۔ میں اس کمرے کے دروازے کی طرف چل پڑا جو آتشکدے تک آنے کا راستہ تھا۔ دروازہ دوسری طرف سے بند تھا لیکن میری دو ٹکروں سے وہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ اس کی آواز دور تک سنی گئی تھی۔ چنانچہ فوراً ہی دو مسلح خادم اندر گھس آئے۔

انہوں نے میری شکل دیکھی اور منہ پھاڑ کر رہ گئے۔ یہ آتشکدے کے محافظ تھے اور شاید آکاس کے پروگرام سے واقف تھے۔ مجھے زندہ سلامت اور ایک نئے روپ میں دیکھ کر وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگے۔ لیکن میں نے ملائمت سے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھے اور باہر نکل آیا۔ میرا رخ اگیسی اور آکاس کی خواب گاہ کی طرف تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ان کی خواب گاہ پر تھا۔ اگیسی اور آکاس اندر موجود تھے۔ خواب گاہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے دربان شاید اس سازش سے ناواقف تھے۔ وہ میری حیثیت بھی جانتے تھے۔ اس لئے جب میں خواب گاہ کے دروازے سے اندر داخل ہوا تو انہوں نے صرف سر جھکا دیئے اور میں اندر پہنچ گیا۔

آکاس اگیسی کی آغوش میں سر رکھے لیٹا تھا۔ اور اگیسی انگور کے ایک خوشے کو اس کے ہونٹوں سے لگا رہی تھی۔ دونوں ایک دوسرے میں اس قدر مگن تھے کہ انہیں میرے قدموں کی چاپ بھی نہیں سنائی دی۔ تب میرے کانوں میں آکاس کی آواز ابھری۔

"ممکن ہے یہ بھی اس کی اپنی اختراع ہو۔ کیا ضروری ہے کہ ہم اس کی بات پر یقین کر لیں۔"

"سالموس ختم ہو گیا۔ وہ بھی ختم ہو گیا جس نے ہمیں اس کا راز بتایا تھا۔ چنانچہ اگر سالموس کا کوئی راز بھی تھا تو وہ اس کے ساتھ فنا ہو گیا اب اسے دہرانے سے کیا حاصل۔ ہمارا مقصد بہرحال پورا ہو گیا ہے۔"

"لیکن کیا ایک بار پھر تم میری فراست کی داد نہ دو گی اگیسی۔ وہ شخص ہمارے لئے ایک مستقل خطرہ تھا۔ اس کی زندگی میں ہم چین سے حکومت نہیں کر سکتے تھے۔ ہمارے دل اس کے خوف سے ہمیشہ لرزتے رہتے اور ہماری زندگی میں وہ مسرت کبھی نہ آتی جس کے ہم خواہشمند تھے۔ مجھے بتاؤ۔ اگر وہ شخص خود کو کبھی مصر کا حکمراں باور کرانے کی کوشش کرنے لگتا تو کوئی تھا جو اسے اس کے دعوے سے روک سکتا۔"

"اسے حکومت کی خواہش نہیں تھی آکاس — وہ تو ایک سیلانی انسان تھا وہ کیا تھا۔ اس کے بارے میں کیا تم وثوق سے بتا سکتے ہو؟"

"اب اس پر بحث کرنے سے کیا حاصل۔ آؤ۔ ہم مستقبل کے لئے خوشگوار پروگرام بنائیں۔ خطرے مٹ چکے ہیں اور اب خداوند آکاس کا کوئی مقابل نہیں ہے۔" آکاس نے کروٹ بدل کر اگیسی کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

لیکن کروٹ بدلنے سے اس کا چہرہ میری طرف ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں اور پھر دہشت سے اس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ اس کے جذباتِ عشق مُردہ ہو گئے اور وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کے منہ سے آواز بھی نہ نکل سکی۔ جبکہ اگیسی اس کے کسی پرجوش اقدام کی منتظر تھی۔ آکاس اسی طرح کانپتا رہا۔ میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا اور مجھے دل ہی دل میں ہنسی آ رہی تھی۔

پھر اگیسی نے آکاس کے جسم کی تھرتھراہٹ محسوس کر لی اور پیار سے اس کے بالوں میں انگلیاں گھماتے ہوئے بولی "تم جذبات میں نڈھال ہو جاتے ہو آکاس۔ اور یہ مرد کی شان نہیں ہے۔ مرد — تو بھیڑیئے کی حیثیت میں بھلا لگتا ہے" اس نے آکاس کو سیدھا کر دیا اور پھر خود اس کے چہرے پر جھکی۔

لیکن جھکتے جھکتے اس کی نگاہ آکاس کے سفید چہرے اور پھٹی ہوئی آنکھوں پر پڑی، اور وہ چونک پڑی "کیا بات ہے آکاس۔ کیا اچانک تمہاری ...."

"نہیں۔ نہیں —" آکاس شدتِ دہشت سے چیخا "تم زندہ نہیں ہو — تم زندہ نہیں ہو" اس نے میری طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ اور اگیسی بھی ایک دم چونک پڑی۔ وہ میری طرف مڑی۔ اور اب اس کی حالت بھی آکاس سے مختلف نہیں تھی۔ وہ دونوں مجھے دیکھتے رہے، کانپتے رہے۔ اور میرا خیال ہے پروفیسر — ان پر جو وقت گذر رہا تھا، وہ ان کے لئے ایک مناسب سزا تھی۔ در اصل وہ سخت ذہنی پریشانی میں مبتلا تھے۔"

اول تو انہیں حیرت تھی کہ میں آگ سے زندہ کیسے نکل آیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آگ کے خوفناک شعلے کسی کو ——— بچ کر جانے دیں۔ دوم اگر میں زندہ بچ گیا ہوں تو اب ان کے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ اور میں بھی خاموش تھا پروفیسر، میری یہ خاموشی سزا ان کے لئے کافی تھی، کیونکہ میں اس سے زیادہ سزا دینا نہیں چاہتا تھا۔

پھر مجھے احساس ہوا کہ خوف سے ان کے دلوں کی دھڑکنیں بند نہ ہو جائیں۔ جب میں انہیں معاف کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں تو پھر۔ یہ کھیل ختم ہی ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر ایک کرسی کی طرف بڑھ گیا۔

"میں تمہاری خلوت میں چلے آنے کے لئے، شرمندہ ہوں اگیسی"۔ میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ان دونوں کے بے جان چہروں پر زندگی کے آثار نظر آئے۔ انہوں نے خوف سے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اپنے حواس درست کرلو۔ جو کچھ تم کرچکے ہو میں اسے معاف کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن اس کے بارے میں تم سے تھوڑی سی گفتگو ضرور کروں گا"۔

"ہم۔ ہم شرمندہ ہیں آمون کے بیٹے"۔ آکاس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"کیا۔ اس سے قبل، تم نے مجھے دل سے سورج کا بیٹا تسلیم نہیں کیا تھا آکاس ۔۔؟"

"یہ حقیقت ہے آمون کے بیٹے۔ میرا خیال تھا تو ایک غیر معمولی انسان ہے۔۔ اور بس ۔۔!"

"اگیسی۔ تم نے ۔۔؟" میں نے اگیسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اگیسی کے ہونٹ پھڑپھڑائے لیکن اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ اب اس کے اوپر شرمندگی کا حملہ ہوا تھا۔

"جواب دو اگیسی!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہم ۔ میں نے بھی۔ یہی سوچا تھا۔

"اس کے باوجود۔ ابھی تک میرا کوئی اقدام تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے نہیں ہوا تھا۔ یہاں تک کہ اس وقت بھی جب تم نے میرے دوست سالموس کو بھی چالاکی سے قتل کردیا۔ میں نے تم سے ایک مطالبہ کیا تھا اگیسی۔ اس کے جواب میں تم نے میری زندگی لینے کی کوشش کی۔ اس کی وجہ بتاؤ"۔

"میں بتاؤں گا آمون کے بیٹے۔ میں کہوں گا کہ میں تیرا مجرم ہوں۔ جو کچھ سامنے آیا، جو کچھ ہوا میں اس سے خوفزدہ تھا۔ ہاں تیری زبان کی جنبش ہماری موت بن سکتی تھی۔ اس لئے میں متردد تھا۔ اور اسی لئے میں نے اگیسی کے ساتھ مل کر یہ پروگرام طے کیا۔ لیکن اس وقت تک میں ایمان نہیں لایا تھا کہ تو، سورج کا بیٹا ہے"۔

"اور اب ۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تو عظیم ہے۔ تو مافوق الفطرت ہے۔ آگ کے شعلے تیرے بدن کو نکھارتے ہیں۔ اب اس میں کون شبہ کرے گا کہ تو ہی آمون کا بیٹا ہے! ہم ایمان لائے اے عظیم دیوتا"

"نہیں ۔۔ میں سورج کا بیٹا نہیں ہوں۔ مجھے تمہارے دیوتا سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا آمون کون ہے۔ یہ تمہارا عقیدہ ہے تم اس پر قائم رہو۔ میں کیا ہوں۔ یہ تم نہ جان سکو گے۔ ہاں یوں سمجھ لو، میری موت تم جیسے فانی انسانوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ میں زندہ ہوں۔ زندہ رہوں گا۔ میں صرف ایک محقق ہوں جو ادوار کی تخلیق کرتا ہوں۔ تو سن اے اگیسی ۔۔ وہی کر جو میں نے کہا ہے۔ اور آکاس کے ساتھ مل کر حکمرانی کر ۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ میں نے تم دونوں کی اس حرکت کو معاف کردیا ہے"۔

میں اٹھ گیا۔۔ ان دونوں کے چہرے تصویر حیرت بنے ہوئے تھے ۔

تو پروفیسر۔۔ میں وہاں سے اٹھ کر معبد چلا آیا۔ اب میں ان لوگوں کے سروں پر سوار رہنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اس کے بعد انہوں نے وہی کیا جو میں نے کہا تھا۔ ایک عالیشان معبد میرے لئے بنوایا گیا۔ جو آج تک نیل کے کنارے کے کھنڈرات میں موجود ہے۔ لوگ اسے بھی کسی فرعون کا مقبرہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس کی تاریخ کسی کے پاس نہیں ہے۔ لیکن تم آج بھی اسے دیکھ سکتے ہو۔ یہاں میری نشانیاں محفوظ ہیں۔ ایک طویل عرصہ وہاں رہ کر میں نے تاریخ کے اس پہلے گہوارے کے بارے میں تجربات کئے تھے۔ میں نے مصر کی ایک طویل تاریخ اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ آکاس اور اگیسی کا دور ختم ہوا۔ قدیم بادشاہی کا سلسلہ تیسرے چھٹے شاہی خاندان تک محدود رہا۔ یہ دور ۲۷۰۰ قبل مسیح سے ۲۲۰۰ قبل مسیح تک رہا۔ پھر ایک سو سال تک مصر افراتفری کا شکار رہا۔ یہاں تک کہ نویں خاندان ۲۰۰۰ قبل مسیح فرعونی اقتدار بحال کیا اور دو صدی تک ان کا سورج چمکتا رہا۔ پھر ہکسوس نے مصر پر حملہ کیا اور اسے فتح کرلیا۔ یہ ایشیائے کوچک کے باشندے تھے۔ بے حد جری اور بہادر۔ لیکن سترہویں خاندان نے ہکسوس کو شکست دے کر دوبارہ اپنی حکومت قائم کرلی جو ۱۵۸۰ سے لے کر سنہ ۱۰۹۰ قبل مسیح تک قائم رہی۔ اس دوران مصریوں نے بہت سے علاقے فتح کئے۔ فلسطین اور شام اب ان کے قبضے میں تھے۔ لیکن بعد کے فرعون ان علاقوں کو کھو بیٹھے اور ایک بار مصر پھر اجنبی ہاتھوں میں چلا گیا۔ پھر چھبیسواں خاندان برسر اقتدار آیا۔ یہ حبش سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن چھبیواں خاندان پھر مصری تھا جسے سیت کہتے ہیں ۔

مصر کی شکل بدلتی رہی۔ یہ طویل دور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ۔۔ مختلف خاندانوں میں میری مختلف حیثیت رہی۔ لیکن کسی خاندان نے میرے آڑے آنے کی کوشش نہیں کی، میری حیثیت صرف ایک تماشائی کی تھی۔ ہر دور میں میری ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ مجھے جو کچھ درکار تھا فراہم کیا گیا۔ اور میری زندگی حسب معمول بہترین گذرتی رہی یہاں رہ کر میں نے اپنے علوم میں اور اضافہ کیا تھا۔ اب میری توجہ اس سائنس کی طرف تھی جو آئندہ دنیا کی ایک ضرورت بننے والی تھی۔ ستارے، میرے دوست میری رہنمائی کرتے تھے۔ ہر خاندان کی حسین لڑکیاں، میری خلوت میں زندگی گذارتی تھیں، اور یہ پہلا طویل عرصہ تھا پروفیسر کہ مجھے اپنی زندگی سے کوئی اکتاہٹ نہیں محسوس ہوتی تھی۔ میں سکون سے وقت گذار رہا تھا۔ لیکن ۔ کب تک ۔؟

بالآخر۔ میں وہاں سے اکتا گیا۔ میں نے نئے جہانوں کی تلاش کا فیصلہ کرلیا۔ اس دوران اجنبی فاتح بھی میرے دوست رہے تھے۔ وہ میری عزت کرتے تھے یوں سمجھو عزت کرنے پر مجبور تھے۔ میں ان سے ان کی سرزمین کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ مجھے قرب وجوار کے بہت سے علاقوں کی تفصیل معلوم ہوچکی تھی۔ چنانچہ اب میں اپنا مسکن چھوڑنے کے بارے میں غور کرنے لگا۔ مصر کی مکمل تاریخ، وہاں کی مکمل زندگی ایک کتاب کی شکل میں میرے پاس موجود تھی۔ جسے میں نے پوری تحقیق کے بعد لکھا تھا، چنانچہ ابوالہول کے دیس سے میں روانگی کے لئے تیار ہوگیا۔ اہم واقعات اور پراسرار انسانوں کی سرزمین چھوڑتے ہوئے مجھے کوئی دکھ نہ تھا۔ میں اپنے آپ کو محدود تو نہیں کرسکتا تھا اس ملک کی دلچسپیوں نے مجھے ایک طویل عرصہ تک خود میں مقید رکھا تھا۔ اب میں اس قید سے نکل جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے وہ تمام ضروری اشیاء جمع کیں جو میرا سرمایہ تھیں ۔ اور روانگی کے لئے تیار ہوگیا۔

مجھے کسی کو اطلاع دینے کی ضرورت تو نہ تھی۔ حالانکہ فرعونِ وقت

باعوسی میرا بہت بڑا مداح تھا۔ وہ میرے عقیدتمندوں میں سے تھا اور ہفتے میں ایک بار میری خدمت میں حاضری دے کر اپنے مسائل بیان کرتا میں اس کی رہنمائی کر دیتا تھا اور اکثر میرے مشوروں سے اسے کامیابیاں نصیب ہوتی تھیں۔ اس نے میرے معبد کو از سرِ نو تعمیر کرایا تھا اور اس میں میری ضروریات کے مطابق تبدیلیاں کرائی تھیں۔

لیکن یہاں سے روانگی کے لئے میں نے اس سے مشورہ بھی طلب نہ کیا میں جانتا تھا کہ باعوسی مجھے یہاں سے روانگی کی اجازت نہیں دے گا۔ وہ میرا اس قدر مداح تھا کہ اس نے اپنی سب سے حسین بہن جوفا کو مستقلاً میری تحویل میں دے دیا تھا۔ دبلے پتلے اور نازک بدن والی یہ لڑکی میرے قرب سے آسمانوں کی سیر کرنے لگتی تھی لیکن پروفیسر میں کسی ایک عورت کے لئے خود کو پابند تو نہیں کر سکتا تھا۔ میں اپنے مشن پر جمود تو نہ طاری ہونے دینا چاہتا تھا۔

چنانچہ ایک رات میں نے خاموشی سے معبد چھوڑ دیا۔ اور اپنا مختصر سامان لے کر چل پڑا۔ ایک سیاہ طاقتور گھوڑا مجھے لے کر نامعلوم راستوں پر چل پڑا۔ لیکن وہ راستے میرے لئے نامعلوم نہیں تھے۔ میں ان رستوں کی کہانیاں سن چکا تھا۔ میرا رُخ تہذیب کے دوسرے گہوارے، یعنی بابل اور نینوا کی طرف تھا۔ یہاں کے بارے میں میری معلومات وسیع تھیں۔ بابل نینوا کی تاریخ مصر کی تاریخ کے کچھ عرصے کے بعد شروع ہو چکی تھی۔ اور مصر کی طرح وہ بھی ہنگاموں کی سرزمین تھی جس کی مکمل تفصیل مجھے وہاں جانے کے بعد ہی معلوم ہوتی لیکن اس سے قبل بھی میں اس سے ناواقف نہیں تھا۔

تو پروفیسر میں نے دوآبہ دجلہ و فرات اختیار کیا لیکن آرام کا وقت شروع ہو گیا ہے۔ تم تھک گئے ہو گے۔ میں محسوس کر رہا ہوں — اور پروفیسر چونک پڑا اسے فراعنہ کی سرزمین سے نکل آنے پر شدید حیرت ہوئی۔ وہ تو خود کو اہراموں کی سرزمین پر محسوس کر رہا تھا۔ افناطون اور توت امنخ — کے دور میں اپنے آپ کو دیکھ رہا تھا۔ سب کچھ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ لیکن اب — اچانک فلم چلتے چلتے رک گئی تھی۔ اور وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے گردوپیش دیکھ رہا تھا۔ یہی کیفیت شاید دونوں لڑکیوں کی تھی۔

لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے حواس میں آگئے۔ اور پروفیسر کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عجیب داستان ہے یہ — بلاشبہ یہ دنیا کی سب سے انوکھی داستان ہے کیونکہ اس میں سننے والے کی آنکھیں اس داستان کا ایک ایک کردار کو دیکھتی ہیں۔ اسے محسوس کرتی ہیں۔ اس کی آنکھوں میں جذب ہو کر اس ماحول میں کھو جاتی ہیں۔ بلاشبہ میں نیل کے کنارے تمہارے معبد کی دیواروں میں تھا۔ جہاں سے نیل کی موجوں کے ٹکرانے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اور اب اچانک ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مجھے وہاں سے ہاتھ پکڑ کر یہاں لے آیا گیا ہو۔

وہ مسکرانے لگا۔ "یہ دن — ہماری داستان کے بقیہ دنوں سے بے حد مختلف ہے پروفیسر — کیونکہ اس دن میں لاتعداد صدیاں چھپی ہوئی ہیں۔ ہاں یہ صدیوں کی داستان ہے۔ مصر میں اس دوران جتنے فراعون آئے۔ ان کے عہد میں جو کچھ ہوا، اگر میں ان کی تفصیل بتانے بیٹھ جاؤں۔ تو — تو بہت وقت لگ جائے۔ ہر فرعون اپنی الگ کہانی رکھتا ہے۔ لیکن وہ کہانیاں میں نے اپنی کتاب میں محفوظ کر رکھی ہیں۔ میری کتاب، صدیوں کی کتاب ہے پروفیسر—"

"یقیناً۔ مجھے اعتراف ہے" پروفیسر نے ایک گہری سانس لے کر کہا

"کیا آپ قلوپطرہ کے دور میں مصر میں موجود نہیں تھے؟" فرزانہ نے اچانک سوال کیا۔

"کلوپیٹرا" اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ہاں۔ کلوپیٹرا کا دور بہت بعد میں شروع ہوا۔ اس وقت میں مصر چھوڑ چکا تھا۔ تیسویں خاندان کے دور کے بعد سکندر مصر پر قابض ہو گیا۔ بطلیموسیوں کا یونانی شاہی خاندان مصر پر حکمران رہا۔ یہ چوتھی صدی قبل مسیح کی بات ہے۔ یہاں تک کہ کلوپیٹرا اور اینٹونی نے شکست کھائی اور ۳۰ سنہ قبل مسیح مصر رومیوں کے زیرِ اقتدار آ گیا۔ بہرصورت اس عورت کی رنگین داستانیں میں نے دوسروں کی زبانی سنیں۔ میں نہیں جانتا کہ اگر میں اس وقت مصر میں ہوتا، تو کلوپیٹرا کی داستان میں کون کونسی تبدیلیاں ہوتیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور فرزانہ خاموش ہو گئی۔

پھر وہ اپنی آرامگاہ میں چلے آئے — پروفیسر ایک گہری سانس لے کر لڑکیوں کی طرف مخاطب ہوا "کیا تمہیں اب بھی اس کی داستان پر شبہ ہے لڑکیو؟" اس نے پوچھا۔

فرزانہ اور فروزاں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔ پھر فروزاں بولی "آپ کا کیا خیال ہے ڈیڈی؟"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا، سوائے اس کے کہ اگر وہ پوری زندگی تاریخ کی کہانی دوہراتا ہے تو مجھے اکتاہٹ نہ ہو۔ میں تاریخ کے ایک انوکھے کردار کے ساتھ زندگی گذار رہا ہوں۔ یہ انوکھی لذت صرف محسوس کی جا سکتی ہے الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔"

"بہرحال اس نے صدیوں کے فاصلے طے کر لئے ہیں۔ ممکن ہے اب اس کی داستان زیادہ طویل نہ ہو۔ ہاں میں اس کی اس بات سے متفق ہوں کہ اگر وہ ہزاروں سال کی تفصیل بتانے بیٹھ جاتا تو ہماری یہ زندگی ناکافی ہوتی۔" فرزانہ نے کہا

"تو پروفیسر" دوسرے دن حسبِ معمول اس نے اپنی داستان شروع کرتے ہوئے کہا "میں نے سرزمین مصر چھوڑ دی۔ اور دن رات گذرنے لگے۔ میں ان راستوں سے گذر رہا تھا جہاں سے مصر پر حملہ آور اپنے نشان چھوڑتے ہوئے گذرے تھے ان راستوں کے تاریخی نشان بے پناہ دلکش تھے۔ اور ان سے حملہ آوروں کے بارے میں خاصی معلومات فراہم ہوتی تھیں"۔

مصر اور دوآبہ دجلہ و فرات کی وادیوں میں نمایاں فرق ہے مصر کی تاریخ میں جتنے بھی نشیب و فراز آئے، وادیٔ نیل پر آبادیاں قائم رہیں۔ اس کے برعکس دجلہ و فرات کے بیشتر حصے بارہا ویران ہوئے۔ اہم واقعات کی ایک الگ تاریخ ہے۔ ان تباہیوں اور بربادیوں سے مختلف داستانیں منسوب کی جاتی تھیں، جن میں دیویوں اور دیوتاؤں کے قہر کی باتیں ہوتی تھیں۔ لیکن اصل میں وجہ یہ تھی کہ دجلہ و فرات میں اچانک طغیانیاں آجاتی تھیں اور بعض اوقات

خاصی خطرناک صورت حال ہوجاتی ۔ آبادیوں کا نام ونشان مٹ جاتا۔ اور جہاں کہیں کبھی گھنی آبادی ہوتی وہاں تاحد نگاہ صرف دلدل نظر آتی۔ اس کے برعکس نیل کی طغیانی کا وقت مقرر تھا۔ اور قرب وجوار کی آبادیاں اس سے واقف ہوتیں۔ یوں نیل کے کنارے محفوظ رہتے تھے۔ اور طغیانی کے بعد پھر سے آباد ہوجاتے۔

سرزمین مصر کا آخری نشان چھوڑنے کے بعد میں نے ایک طویل سفر کیا۔ میرے دوست ستارے میرے لئے سمتوں کا تعین کر رہے تھے اور میں دن رات طے کر رہا تھا۔ اور یہ ایک شام کی بات ہے۔ میرا وفادار اور چاق وچوبند گھوڑا ابھی تھک چکا تھا ———— میں ایک ویران اور ناہموار گھاٹی میں سفر کر رہا تھا، جہاں نوکدار چٹانوں اور ان کے درمیان اگی ہوئی کانٹوں دار جھاڑیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ سورج اپنا سفر ختم کر چکا تھا۔ لیکن میں کچھ اور سفر کرنا چاہتا تھا تاکہ ایسے علاقے میں پہنچ جاؤں جہاں گھوڑے کے لئے سبز گھاس اور پانی موجود ہو۔ لیکن اس وسیع وعریض میدان کا سلسلہ تاحد نگاہ تھا اور بظاہر ایسے آثار بھی نظر نہیں آتے تھے کہ گھاس ملنے کی امید ہو۔ ان چٹانوں میں کسی شکار کا ملنا بھی ناممکن ہی تھا۔ لیکن اسے عبور کرنے کی کوشش میں میں کیوں گھوڑے کی زندگی خطرے میں ڈالتا۔ ہاں ایک رات کھائے پئے بغیر گذارنا ایسا مشکل کام نہ تھا کیونکہ میں اور میرا گھوڑا اس کے عادی تھے چنانچہ میں نے گھوڑے کا ایسا معلوم کیا۔ اور پھر اس سے اتر آیا میں اس کی لگام پکڑے نوکیلی چٹانوں سے کچھ دور قدرے صاف حصے کی طرف چل پڑا صاف حصے میں پہنچ کر میں نے گھوڑے پر سے اپنا مختصر سامان اتار کر احتیاط سے رکھ دیا۔ اور پھر گھوڑے کو آزاد چھوڑ دیا۔ میں جانتا تھا کہ یہ وفادار جانور دغا باز نہیں ہے ۔ گھوڑا اپنی مدد آپ کرلے کے اصول پر عمل کر کے چٹانوں کے درمیان گھومنے لگا۔ اور میں ایک پتھر سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ مجھے ستاروں کے نکلنے کا انتظار تھا جن کی معیت میں میری رات خوب گذرتی تھی۔ میں ان سے سوالات کرتا تھا اور وہ میرے سوالات کا تسلی بخش جواب دیتے تھے۔

لیکن یہاں کا آسمان گرد آلود تھا۔ فضا میں بادلوں کے ٹکڑوں کا راج تھا اس لئے ستارے بادلوں کے دبیز لحاف سے باہر منہ نہ نکال سکے۔ اور وقت گذرتا رہا۔ میرے ذہن میں سوچنے کے لئے بہت کچھ تھا مصر کی مکمل تاریخ۔ وہ علاقے جہاں میں، مصر میں آنے سے پہلے تھا۔ اہراموں کی پراسرار سرزمین انوکھے واقعات کا مسکن تھی۔ یہاں کی پوری زندگی میرے لئے ایک یادگار حیثیت رکھتی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں تہذیب کے دوسرے علاقوں کو دیکھنے کا متمنی تھا۔ جہاں مصر کی تہذیب کے تھوڑے عرصے کے بعد ہی تہذیب کا آغاز ہو چکا تھا۔ یقیناً وہاں کے واقعات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے۔ سو اسی لئے میں وہاں سے چل پڑا تھا پروفیسر۔ اور اب سرزمین دوآبہ دجلہ وفرات دور نہ رہ گئی تھی۔

رات گئے مایوس گھوڑا واپس آگیا۔ اس کی گردن لٹکی ہوئی تھی جس سے اندازہ ہو گیا کہ وہ ان چٹانوں میں اپنی خوراک تلاش کرنے میں ناکام رہا ہے۔ میں نے اس کی گردن تھپک کر اسے تسلیاں دیں۔ بے شک وہ میری طرح سخت جان نہیں تھا۔ اور نہ ہی بھوک برداشت کرنے کی قوت رکھتا تھا۔

تاہم یہ صرف ایک رات کی بات تھی۔ دوسرے دن تھوڑی سی مشقت کے بعد ہم دونوں خوراک تلاش کر سکتے تھے۔ تو پروفیسر میں گھوڑے کو تسلی دینے کے بعد خود بھی لیٹ گیا۔ یہ رات ستاروں سے گفتگو میں بسر نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ ستارے روپوش تھے۔ نیند میری آنکھوں میں در آتی۔ لیکن گھوڑے کی تیز ہنہناہٹ نے مجھے سونے نہ دیا۔ میری آنکھ کھل گئی، اور میں نے گھوڑے کی طرف دیکھا۔ وہ کس بات کی نشاندہی کر رہا ہے۔

گھوڑا چوکنے انداز میں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اردگرد کے ماحول پر نگاہ ڈالی اور تب میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ آسمان پر چمکنے والے ستارے زمین پر اتر آئے تھے۔ اور میرے اردگرد بکھرے ہوئے تھے۔ یہ چمکدار ستارے نوکدار چٹانوں سے طلوع ہوئے تھے۔ اور یہ سخت حیرت کی بات تھی۔ اپنی طویل زندگی میں میں نے اتنا حیرت انگیز منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں بے وقوفوں کی طرح ان متحرک ستاروں کو دیکھتا رہا جو آہستہ آہستہ جگہ بدل رہے تھے اور ان کا حلقہ میرے گرد تنگ ہوتا جا رہا تھا۔

کافی دیر کے بعد ان ستاروں کی اصلیت پتہ چل سکی۔ اور میں حیران رہ گیا۔ اپنی حماقت پر۔ شاید نیند بھرے ذہن سے میں نے ان کے بارے میں سوچا تھا ——
وہ ستارے نہ تھے بلکہ روشن مشعلیں تھیں جو یقیناً انسانوں کے ہاتھوں میں ہوں گی۔ لیکن یہ کچھ اجنبی مشعلیں تھیں کیونکہ ان سے شعلے چمکتے نہیں نظر آرہے تھے، بلکہ ان کی روشنیاں ٹھنڈی سی اور سلا دینے والی تھیں۔ مشعلوں کا حلقہ ایک مخصوص فاصلے پر رک گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ میرے قریب نہ آنا چاہتے ہوں بلکہ دور سے ہی نگرانی کر رہے ہوں۔ شاید وہ بھی مجھ سے خوفزدہ تھے اور دن کی روشنی کے منتظر تھے۔

لیکن دن کی روشنی کتنی دور ہے ؟ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تاریکی کے سوا کچھ نہ تھا۔ گویا ابھی صبح دور تھی۔ لیکن یہ احمق لوگ میرے نزدیک کیوں نہیں آتے۔ کیا میں ان کی موجودگی کو نظرانداز کر کے سو سکتا ہوں ۔ ؟ ناممکن ہے۔ گویا رات بیکار جائے گی۔

بہرحال ان ننھے جگنوؤں کا راز جانے بغیر میں ان کے قریب نہیں جانا چاہتا تھا۔ میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اگر وہ روشنی کے منتظر ہیں تو یہی سہی۔ ستارے چمکتے رہے اور پھر آسمان پر سفید کرنیں نمودار ہونے لگیں۔ طویل رات گذر گئی تھی اور صبح ہونے والی تھی۔ اور صبح کی روشنی کے ساتھ ساتھ ستارے ماند پڑتے جا رہے تھے۔ تب ان لوگوں کی شکلیں واضح ہو گئیں جو چٹانوں کی آڑ میں پوشیدہ تھے۔ وہ چوکنے ہو کر میری نگرانی کر رہے تھے۔ ستارے اب بجھ چکے تھے۔ نہ جانے یہ کیسی مشعلیں تھیں۔ بہرحال روشنی نکلتے ہی وہ سب چٹانوں سے بلند ہو گئے۔ اور پھر عجیب طرح شور مچانے لگے۔

مشعلیں یا تو انہوں نے زمین پر پھینک دی تھیں یا پھر کسی جگہ جمع کر دی تھیں۔ البتہ اب ان کے ہاتھوں میں سفید سفید چمکدار تلواریں نظر آرہی تھیں۔ عجیب تھے وہ لوگ۔ میں ان کے بارے میں کچھ نہ سمجھ سکا۔ وہ سرخ رنگ کے چست لباسوں میں ملبوس تھے۔ سینوں پر ایک گول دائرہ بنا ہوا تھا جس کا رنگ سیاہ تھا۔ چہرے صاف ستھرے، لیکن خدوخال ذرا مختلف تھے۔ اب وہ چٹانوں کے درمیان اچھل اچھل کر شور مچا رہے تھے۔ اور میرا گھوڑا خوف سے کنوتیاں بدل رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں، میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ میرے لئے جارحانہ عزائم رکھتے ہیں۔ مجھ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں، لیکن شاید انہیں کسی کا انتظار ہے۔ تب نوکیلی چٹانوں کے آخری سرے پر میں نے ایک غبار سا دیکھا جو واضح ہوتا گیا۔ چند گھوڑے بے تحاشہ دوڑتے چلے آرہے تھے۔ وہ بڑی بے جگری سے نوکیلی چٹانیں پھلانگ رہے تھے اور میں نے ان گھوڑوں پر ایسے ہی سرخ پوشوں کو سوار دیکھا۔ ان کی بھنویں اوپر کو اٹھی ہوئی اور ٹیڑھی تھیں۔ ٹھوڑیوں پر ننھی ننھی نوکیلی داڑھیاں نظر آرہی تھیں، لیکن درمیان میں جو سوار تھا اس کا چست لباس سفید تھا۔ جب یہ لوگ کچھ اور قریب آئے تو میں نے محسوس کیا کہ چست سفید لباس والا سوار دوسروں سے مختلف ہے۔ اس کے چہرے پر وحشت تو ہے، لیکن داڑھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ لمبے لمبے سیاہ بال اس کے سفید چہرے کے گرد ہالہ بنائے ہوئے ہیں۔ میری نگاہ کچھ اور نیچے گئی۔ تب میرے خیال کی تصدیق ہوگئی۔

سفید لباس والی عورت تھی۔ اور شاید ان لوگوں کی سربراہ بھی بالآخر وہ بھی سرخ لباس والوں کے نزدیک پہنچ گئی اور ان کا جوش و خروش ختم گیا۔ وہ ساکت ہو گئے۔ لیکن اب ان کا دائرہ سمٹنے لگا تھا اور وہ ایک جگہ جمع ہوتے جارہے تھے۔ میں دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میرے دل میں خوف کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ ٹھیک ہے ان کی تعداد کافی تھی۔ وہ سب عجیب حیثیت کے مالک تھے۔ لیکن۔ اس کے باوجود وہ میرا کیا بگاڑ سکتے تھے۔ میں تو پہاڑ نما درندوں سے بھی خوفزدہ نہ ہونے والا تھا اس لئے میں خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔

تب عورت کے ساتھ آنے والے نوکیلی داڑھیوں کے مالک سب سے آگے صف آرا ہوئے۔ انہوں نے عورت کو اپنی پشت پر کر دیا۔ اور پھر انہوں نے اپنی لمبی سفید اور چمکدار تلواروں کی نوکیں میرے سامنے کرلیں اور آہستہ آہستہ ان کے گھوڑے میری طرف بڑھنے لگے۔ میں کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر تن کر کھڑا ہوگیا۔ اور دلچسپی سے نزدیک آنے والوں کو دیکھنے لگا۔

عورت کے محافظ میرے نزدیک آگئے۔ تب ان کے گھوڑے میرے چاروں طرف چکر لگانے لگے۔ میرے گھوڑے کو یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔ اس لئے وہ پچھلے پیروں پر کھڑا ہو ہو کر غصے سے ہنہنا رہا تھا۔ چکر لگانے والے کافی دیر تک شغل کرتے رہے۔ میں عورت کی شکل دیکھ رہا تھا۔ بلا کی خوبصورت تھی۔ جوان اور سڈول جسم کی مالک، لیکن اس کے چہرے پر بے پناہ وحشت تھی۔ چمکدار دانت بھیڑیوں کے دانتوں کی مانند تھے، بھنویں اوپر کو مڑی ہوئی تھیں اور اس کے ہونٹ اس طرح سرخ تھے جیسے کسی کا خون پی کر آئی ہو۔ تاہم اس کی گردن سفید اور صراحی دار تھی۔ شانے بھرے ہوئے اور گداز تھے۔ سینہ خوب ابھرا ہوا تھا۔ کمر پتلی تھی۔ کولہے بھاری اور خم دار ابھار لئے ہوئے تھے۔ رانیں کسرتی اور سڈول تھیں۔ اور پنڈلیاں حسین پیچ و خم رکھتی تھیں۔

لیکن چہرے کی وحشت، شاید یہ وحشت ہی اسے دوسری عورتوں سے ممتاز کر رہی تھی۔ میں دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ تب ایک نوکیلی داڑھی والا میرے نزدیک آیا۔ اور اس نے اپنی تلوار کی نوک میری گردن پر رکھ دی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا اور میری تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ بھلا یہ بدتمیزی میں کس طرح برداشت کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے پیچھے ہٹ کر اس کی تلوار پر ہاتھ ڈال دیا اور ایک جھٹکے سے اسے گھوڑے سے نیچے گھسیٹ لیا۔ تلوار اب میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے اسے دستے کی طرف سے پکڑا اور اپنی قوتِ بازو کے مظاہرے کے طور پر اس کے گھوڑے کی پشت پر وار کیا۔

میرے بازو کی قوت، اور تلوار کی کاٹ، گھوڑا دو حصوں میں تقسیم ہوگیا خون اچھلنے لگا۔ اور نیچے گرے ہوئے آدمی کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اس نے تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اپنا پاؤں اس کے سینے پر رکھ دیا اور اب کس کی مجال تھی کہ میرے پاؤں کو ہٹا کر نکل جائے۔ میرے گرد دوڑتے ہوئے گھوڑے رک گئے۔ سب کے سب حیرت سے گھوڑے کے منقسم ٹکڑوں کو دیکھ رہے تھے۔ عورت کے چہرے کی وحشت بھی کسی قدر کم ہوگئی تھی اور اس پر حیرت کا حسن نظر آنے لگا تھا۔

لیکن پھر وہ ایک دم چونکی اور تیز آواز میں اپنے ساتھیوں سے بولی۔

"کیا تم اندازہ لگا چکے ہو کہ اس کا قبیلہ پہاڑوں میں پوشیدہ نہیں ہے؟"

"ہاں۔ یہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔" ایک داڑھی والے نے جواب دیا۔

"تب یہ غول سے بھٹکا ہوا ہرن ہے۔ اسے مار دو۔" عورت نے کہا۔

میں اس کی گفتگو بخوبی سن رہا تھا۔ میرے علم کے مطابق وہ بابلی زبان بول رہی تھی چنانچہ میں نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور انہیں ایک مخصوص انداز میں ہلانے لگا تمام جانباز مجھے گھورنے لگے۔ میں نے عورت کو مخاطب کیا۔

"مجھے اندازہ ہے کہ تو ان کی سردار ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ تو بے وجہ ان کی زندگیوں سے کھیلنا پسند نہ کرے گی۔ تو نے میرے بارے میں غلط

اندازہ لگایا، اور غلط الفاظ ادا کئے تو نے میرے لئے۔ میں غول سے بھٹکا ہوا ہرن نہیں ہوں، بلکہ بدمست ہاتھی ہوں جس کے جلو میں تباہی و بربادی چلتی ہے — چنانچہ تیرا فرض ہے کہ بے گناہ مرنے والوں کو کتے کی موت سے محفوظ رکھ میں تیرے پورے لشکر کو قتل کر ڈالوں گا اور اس کے بعد تیری سرداری ختم ہو جائے گی۔ پھر تو بے یار و مددگار ہو کر میرے رحم و کرم پر ہو گی اور اس وقت تو سوچے گی کہ کاش تو میرے ساتھ اچھا سلوک کرتی اور اس تباہی سے دوچار نہ ہوتی۔"

"بڑی بڑی باتیں کرنے والے شیخی باز۔ گھوڑے کی پشت پر تیز دھار تلوار آزما کر تو سمجھ رہا ہے کہ تو بہت طاقتور ہے، لیکن فیلان کے گرز کا ایک وار تجھے زمین پر دراز کر دے گا۔ تیرے پاؤں چٹانوں میں گھس جائیں گے۔ شاکوس کی تلوار تیرے جسم کو قیمہ کر دے گی۔ میرے لشکر میں سب اس چوہے آلیوز کی طرح کمزور نہیں ہیں۔" عورت نے خوبصورت دانت وحشیانہ انداز میں پیستے ہوئے کہا۔

"میں تجھے دوستی کی پیش کش کرتا ہوں لیکن اگر تو خون بہاتے بغیر میری دوستی قبول نہیں کر سکتی تو انہیں بھیج دے جن پر تو ناز کرتی ہے۔ اور جن کی موت پر بعد میں افسوس کرے۔ تو دیکھے گی کہ وہ میرے ایک وار کی تاب نہ لا سکیں گے اور اس کے بعد بھی اگر تو اپنے لشکریوں کی موت کی خواہاں ہے تو میں تیرے سامنے ان سب کا خون بہا دوں گا، بعد میں تجھے رنج ہو تو اس کی ذمہ داری میرے اوپر نہ ہو گی۔"

"فیرون۔ شاکوس، ہالبوز آگے آؤ۔ اسے زبان درازی کا مزہ چکھا دو۔" عورت عقب میں رخ کر کے بولی۔ اور میں نے ——— نیچے دبے ہوئے چوہے پرسے پاؤں ہٹا لیا۔ پھر اس کی کمر میں پاؤں پھنسا کر اسے پاؤں ہی سے اس کے لشکریوں کی طرف اچھال دیا جو اگر اسے سنبھال نہ لیتے تو کسی چٹان پر گر کر اس کے جسم کی تمام ہڈیاں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتیں۔ اس کے بعد میں ان تین ہاتھی نما انسانوں کو دیکھنے لگا جو اپنے گھوڑے بڑھاتے ہوئے میری طرف آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں گرز تھا لیکن یہ گرز اگناس کے گرز کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔ باقی دو تلواریں لئے ہوئے تھے وہ تینوں خونخوار انداز میں میری طرف لپکے۔ سب سے پہلے گرز کا وار ہوا تھا۔ میں نے اس وار کو ہاتھ پر روکا۔ اور پھر گرز بردار کو گرز سمیت گھوڑے سے اٹھا کر نیچے پٹخ دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کھٹا کھٹ کر کے میرے جسم پر تلوار کے دو وار ہوئے لیکن میں نے ان کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ البتہ حریف تلوار باز گھوڑوں کو جکڑ دے کر پھر میری طرف آ رہے تھے۔ جوں ہی وہ میرے قریب پہنچے میں نے دونوں گھوڑوں کی ایک ایک ٹانگ پکڑ لی۔ گھوڑے منہ کے بل نیچے گرے تھے۔ اور سب دیکھ رہے تھے کہ گھوڑوں پر سے گرنے والوں کے بھیجے پاش پاش ہونے میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔

البتہ فیرون بہت اچھل کود مچا رہا تھا، اس لئے میں نے اس کے گرز کو اس کے سینے پر دے مارا۔ گرز اس کی ہڈیوں سے گزرتا ہوا زمین سے ٹکرایا تھا تب میں نے اسے پھینک دیا اور ایک طرف ہٹ گیا۔

حیرت زدہ عورت گھوڑے سے اتر پڑی تھی۔ اور اب وہ آنکھیں پھاڑے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بڑبڑائی "کیا تو مین پال ہے؟"

"یہ کیا ہوتا ہے —؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر تو کون ہے۔ بیشک تو ویسا ہی ہے جیسا کہ کہتا ہے۔ تو نے کس آسانی سے ان تینوں کو مار ڈالا جو تمیں پر بھاری تھے۔"

"میں بڑے اطمینان سے تیرے اس لشکر کو قتل کر دوں گا جو ایک فوج کی حیثیت رکھتا ہے"۔

"چونکہ تو نے وہی کیا، جو کہا تھا۔ اس لئے اب میں تجھے آزمانے کی ہمت نہیں رکھتی۔ بتا تیرا قبیلہ کون سا ہے۔ اور کہاں ہے؟" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

"میں بذاتِ خود اپنا قبیلہ ہوں۔ اور میرے قبیلے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے"۔

"تب تو مین پال نہیں ہو سکتا، لیکن ستاروں نے بتایا تھا کہ وہ صرف مین پال ہو گا جو میرے انتقام کی آگ سرد کرے گا۔"

"کیا تو ستارہ شناس ہے —؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔ اور مجھ جیسا ستارہ شناس پورے بابل، یا نینوا میں نہ ہو گا۔ مگر تو فاتح اعظم مین پال نہیں ہے اس بات پر مجھے دکھ اور حیرت ہے۔"

"اور میں تیرا یہ دکھ نہیں بانٹ سکتا۔ مگر تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے؟"

"میں انتقام کی دیوی عشتار ہوں۔ اور میری پیشانی پر آشیری کی تقدیر لکھی ہوئی ہے۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔ اور میں اس کے الفاظ پر غور کرنے لگا۔ انتقام کا کوئی معاملہ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن پھر مین پال کون ہے جس کا وہ انتظار کر رہی ہے۔

"میں آشیری کو نہیں جانتا،" میں نے کہا۔

"مناتی کتا۔ مناتیوں کا بزدل خدا، جو مضبوط دیواروں میں بیٹھ کر خدائی کے جھوٹے دعوے کرتا ہے اور میدانِ جنگ سے یوں لرزتا ہے جیسے شجر لرزاں، اس نے بھیڑیوں کے غول پالے ہوئے ہیں اور ان پر ناز کرتا ہے۔" اس نے بدستور بپھرے ہوئے انداز میں کہا۔ میں اس کے بولنے کے انداز کو دیکھ رہا تھا، اور پروفیسر — کچھ بھی کہو — کچھ بھی سمجھو۔ اس کے بولنے کے انداز میں مجھے بڑی کشش نظر آئی۔ درحقیقت وہ نفرت کی خوبصورت دیوی تھی۔ جب اس کے ہونٹ نفرت سے سکڑتے اور قطار میں جمے ہوئے دانت بھیڑیوں کے دانتوں کی طرح چمکتے اور چہرہ تمتماتا تو وہ ایک انوکھی مخلوق معلوم ہونے لگتی۔

"مین پال کون ہے، جس کا تم انتظار کر رہی ہو"۔

"فاتح اعظم مین پال۔ جس کے بارے میں ستاروں کی پیش گوئی ہے کہ بابل اور نینوا پر سب سے طویل حکومت کرے گا۔ ہاں میں اس کا انتظار کر رہی ہوں تاکہ اربیلا کے جلتے ہوئے شہر، تیروں سے چھلنی لوگوں کا پورا پورا انتقام لے سکوں" اس نے جواب دیا۔

"کیا وہ تمہارا دوست ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ان سب کا دوست ہے جو اس کی طاقت تسلیم کر لیں اور ان سب کا دشمن ہے جو اس سے سرتابی کریں۔ وہ ضرور ادھر سے گزرے گا، اسی کے انتظار میں، میں ان پہاڑوں میں روپوش ہوں"۔

"ہوں ۔" میں نے ایک گہری سانس لی ۔ "پھر میرے بارے میں تیرا کیا خیال ہے ؟"

"میں اپنے بارے میں تجھے سب کچھ بتا چکی ہوں ۔ اب تو مجھے اپنے بارے میں بتا ۔ تو کون ہے ۔ کہاں سے آیا ہے ۔ کیا ارادے رکھتا ہے ؟" عشتار نے کہا ۔

"اگر تو چاہے تو مجھے اپنے دوستوں میں پائے گی ۔ ہر چند کہ تیرے تین جاں نثار میرے ہاتھوں مارے گئے ہیں ۔ لیکن میں انہیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا تھا جس کا اظہار میں نے تجھ سے کیا تھا ۔"

"گزرے ہوؤں پر غور کرنا میری سرشت نہیں ہے ۔ تیری دوستی کی کیا شرائط ہوں گی ، اور کیا تو مطمئن کر سکے گا مجھے اپنے بارے میں ۔ ؟"

"میری شرائط کچھ بھی نہ ہوں گی ، ہاں تو جس طرح اپنا اطمینان پسند کرے ۔"

"تب ہمارے ساتھ غاروں میں چل ۔ میں وہیں تجھ سے گفتگو کروں گی ۔" اس نے کہا اور اچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گئی ۔ پھر اس نے چند لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا ۔ "مرنے والوں کی لاشیں گڑھوں میں ڈال دو ۔ ان کے ہتھیار سنبھال لو ہمیں ان کی ضرورت ہے اور وہ ان کی لاشوں سے قیمتی ہیں ، اور پھر واپس چلے جاؤ ۔"

اس کے غلام اس کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئے ۔ میں نے اپنے گھوڑے کو تیار کیا ۔ اپنا مختصر سامان گھوڑے کی پشت پر لادا ۔ اور پھر خود بھی اس پر سوار ہو گیا ۔ پھر ہم آہستہ آہستہ چٹانی فاصلے طے کرنے لگے ۔ ہمارا رُخ ان پہاڑوں کی طرف تھا جو میدان کے انتہائی سرے پر نظر آ رہے تھے ۔ میرا تھکا ہوا بھوکا گھوڑا اس تیزی سے نوکیلی چٹانوں کا راستہ طے نہیں کر سکتا تھا جس تیزی سے عشتار کا سفید اور تیار گھوڑا ۔ تاہم میں اس کا ساتھ دے رہا تھا ۔ اور میرے گھوڑے کی سست رفتاری سے اس کے خدوخال کے تیکھے پن میں کچھ نرمی آ گئی تھی ۔ اور ایک غیر محسوس سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی ۔

"تیری طاقت کی طرح تیرے جسم کا وزن بھی بہت زیادہ ہے ۔" اس نے چلتے چلتے کہا ۔

"کیوں ۔ ؟ تجھے کیسے اندازہ ہوا ؟"

"تیرے گھوڑے کی سست رفتاری سے ۔"

"نہیں ۔ یہ بھوکا ہے ۔ ان ویران پہاڑیوں میں اسے گھاس نہیں ملی ہے ۔ میرا خیال ہے ان پہاڑیوں کی دوسری سمت گھاس کے میدان ہوں گے ؟"

"کیا تو ان علاقوں میں اجنبی ہے ؟"

"ہاں ۔"

"تو کہاں سے آیا ہے ؟"

"مصر سے ۔" میں نے جواب دیا اور وہ چونک پڑی ۔ اس نے حیرت سے میری طرف دیکھا اور بولی ۔

"تو مصری باشندہ ہے ؟"

"نہیں ۔" میں نے جواب دیا اور وہ پھر چونک پڑی ۔ پھر اس نے غور سے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا ۔

"اگر تو مصری بھی نہیں ہے تو پھر کون ہے کس سرزمین کا انسان ؟"

"میرے بارے میں فکر مند نہ ہو ۔ میں جو بھی ہوں تیرا دوست ہوں ۔"

"تیرے جسم کی سنہری چمک ۔ میرے لئے عجیب ہے ۔ میں نے پہلے ایسے انسان نہیں دیکھے ۔ اور تیرے یہ آتشی بال ۔ کیا تیرے جیسے اور بھی انسان روئے زمین پر موجود ہیں ۔ ؟"

"شاید نہیں ۔" میں نے کہا ۔

"گویا تو تنہا انسان ہے ۔ ؟" وہ مسکرا دی ۔ اور پھر اس مسکرانے سے اس کے خدوخال بالکل ہی بدل گئے ۔ وہ ایک نئی عورت معلوم ہونے لگی ۔ ملیح اور دلکش ۔"

"ہاں ۔ میں تنہا ہوں ۔" میں نے اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا ۔

"تب تیرا باپ کون تھا ؟"

"وقت ۔" میں نے جواب دیا ۔

"اور تیری ماں ؟"

"کائنات ۔" میں نے جواب دیا ۔ اور وہ ہنس پڑی ۔ "انوکھی ہیں تیری باتیں ۔ میری سمجھ میں نہیں آتیں ۔ ہاں تو عجیب ہے ۔ اور تیرا یہ سنہرا رنگ بہت بھلا لگتا ہے ۔ تو طاقتور ہے بے پناہ ۔ لیکن افسوس کہ تو مین پال نہیں ہے کہ مجھے اس کا شدید انتظار ہے ۔"

"تو اشیری کو قتل کرنا چاہتی ہے ۔ ؟"

"کتے کی موت مارنا چاہتی ہوں اسے ۔" اچانک اس کے خدوخال پھر بگڑ گئے اور اس کے چہرے پر وہی درندگی نظر آنے لگی ۔

"میں اسے ہلاک کرنے میں تیری مدد کر سکتا ہوں ۔" میں نے پیشکش کی اور وہ چونک کر میری شکل دیکھنے لگی ۔ کئی منٹ دیکھتی رہی ۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی ۔

"بیشک ، تو بے پناہ طاقتور ہے ، لیکن اشیری نے ایک عظیم لشکر جمع کر رکھا ہے ۔ وہ خود میدان جنگ میں نہیں آتا ۔ اس کے سالار فوجوں کو لڑاتے ہیں ۔ چنانچہ اسے قتل کرنے کے لئے ایسے لشکر کی ضرورت ہے جو پہلے اس کے لشکر کو فنا کرے اور جب اشیری بے یار و مددگار رہ جائے تو پھر اسے زخمی کتے کی طرح گھیر لیا جائے ۔ اور اس کے لئے مین پال ہی موزوں ہے ۔ اس لئے تو اس بارے میں نہ سوچ ۔"

"ہوں ۔" میں نے ایک گہری سانس لی اور سنبھل گیا ۔ ایک بار پھر میں دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑا رہا تھا ۔ مجھے کیا ضرورت پڑی تھی ۔ بس حسب سابق یہاں اپنا کام کروں اور پھر یہاں سے بھی آگے بڑھ جاؤں ۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا ۔ ہم لوگ دوران گفتگو میدان طے کر چکے تھے ۔ یہاں تک کہ ہم پہاڑوں کے نزدیک پہنچ گئے ۔ اور پھر ایک تنگ درے سے داخل ہو کر ہم بلند ترین پہاڑوں کے دامن میں غاروں کے ان دہانوں پر پہنچ گئے جو تقریباً بیس بیس فٹ کے قطر رکھتے تھے ۔ بیشک یہ غار ایسی جگہ تھے کہ حملہ آوروں سے مکمل طور

پر محفوظ رہا جا سکتا تھا۔ تنگ درے سے تھوڑے تھوڑے انسان گذر سکتے تھے، دوسرا کوئی راستہ ایسا نہ تھا کہ ان غاروں تک رسائی ہو سکے۔ چنانچہ درے میں داخل ہونے والے بہ آسانی ہلاک کئے جا سکتے تھے۔

عشتار مجھے لے کر غار میں داخل ہو گئی۔ اندر سے گویا پوری پہاڑیاں خالی تھیں۔ بے حد بلند اور کشادہ، صاف ستھری، جگہ جگہ مشعلیں روشن تھیں۔ دیواروں میں چمکدار پتھر آویزاں تھے جو روشنی کے لئے تھے۔ گھوڑوں کے لئے اصطبل اور دوسرے شعبے الگ تھے۔ غرض یہ غار ہر طرح مکمل تھے۔ میں نے عشتار کے ایما پر اپنا گھوڑا ایک شخص کے حوالے کر دیا اور پھر خود اس کے ساتھ ایک اور غار میں داخل ہو گیا، جو اس بڑے غار سے ملحق تھا۔ یہاں فرش پر نرم بستر بچھا ہوا تھا۔ جگہ جگہ مختلف چیزوں سے آرائش کی گئی تھی۔ پتھر کی ایک چوکی کے گرد مجھے بٹھا دیا گیا۔ اور پھر عشتار اس جگہ سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد دو آدمی پھلوں کے ظروف اور قہوے کے برتن اٹھائے اندر داخل ہوئے اور میرے سامنے رکھ کر واپس چلے گئے۔

پھر عشتار داخل ہوئی۔ اس نے جنگی لباس اتار کر زنانہ بابلی لباس پہن لیا تھا۔ اور اس لباس میں بابل کی حسینہ بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ وہ بیباکی سے میرے سامنے بیٹھ گئی۔ اور اس نے مجھے اشارہ کر کے پھل کھانے کی دعوت دی اور میں بغیر کسی تکلف کے شروع ہو گیا۔

بھوکا تھا۔ خوب پھل کھائے اور قہوہ پیا۔ یہاں تک کہ سیر ہو گیا۔ وہ بھی میرا ساتھ دے رہی تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثرات نہیں تھے۔ وہ مجھ سے زیادہ متاثر نہیں معلوم ہوتی تھی۔ جب ہم فارغ ہو گئے تو اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تیرا مذہب کیا ہے۔ ؟"

"دوستی۔" میں نے ترت جواب دیا۔ اور ایک بار پھر وہ مسکرا اٹھی۔

"تو جو کوئی بھی ہے نہایت چرب زبان ہے۔ تو نے اپنے بارے میں کئے گئے سوالات کو اس خوبصورتی سے ٹالا ہے کہ میں ابھی تک تیرے بارے میں کچھ نہیں جان سکی۔ خیر۔ تیرا نام۔؟"

"میں نے کسی سوال پر تجھے ٹالا نہیں ہے عشتار۔ سب کچھ سچ کہا ہے اور سچ کہنا میری سرشت میں داخل ہے۔ رہا نام کا سوال تو میرا کوئی نام نہیں ہے۔ جس کا دل چاہا مجھے جس نام سے پکارتا چلا آیا ہے۔ تو بھی جو چاہے نام مجھے دیدے مجھے اعتراض نہ ہو گا۔"

"ہاں۔ تو نے بتایا ہے کہ وقت تیرا باپ ہے اور کائنات تیری ماں۔ تب پھر ان دونوں نے تجھے کوئی نام بھی نہ دیا ہو گا۔ بہرحال تو میرے لئے حیرت انگیز انسان ہے میں تجھے تیری مناسبت سے ہی کوئی نام دوں گی۔ یہ تو بتائے گا کہ تو یہاں کیوں داخل ہوا ہے۔ اگر تو مصر سے آیا ہے۔"

"میں جہاں گرد ہوں۔ دنیا دیکھتا پھر رہا ہوں۔ ہر جگہ کے بارے میں معلومات مہیا کرنا میرا مشغلہ ہے۔ چنانچہ ایک طویل عرصہ مصر میں گذار لینے کے بعد میں نے ادھر کا رخ کیا ہے اور تم لوگ اس علاقے میں ملنے والے پہلے انسان ہو۔"

"بہرحال تو جو کچھ بھی ہے۔ میں نے تجھے اپنے دوستوں میں شمار کر لیا لیکن اس وقت میری زندگی کا صرف ایک مقصد ہے۔ اشیری کی موت، میں دوستیاں نہیں نبھاتی۔ ہاں دوستوں سے درخواست ضرور کرتی ہوں کہ وہ میرے مشن میں میری مدد کریں۔ کیا تو اشیری کے خلاف جنگ میں میری مدد کرے گا؟"

"میں تیری مدد کروں گا عشتار۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اشیری کی موت تیرے ہاتھوں ہو گی۔ اور یہ ایک دوست اور سچے انسان کا وعدہ ہے۔ جب اور جس وقت تو چاہے اسے قتل کر سکتی ہے۔"

"میں صرف مین پال کی منتظر ہوں۔ وہ میرے بھائی کا دوست تھا یقیناً وہ اپنی فتوحات سے واپسی پر ادھر سے گزرے گا۔ اور میرے لوگوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ دور نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن کیا تو مجھے اشیری کے بارے میں نہیں بتائے گی؟"

"وحشی منائی۔ ملک گیری کی ہوس کا شکار۔ شیر کی کھال میں چھپا ہوا گیدڑ۔ جب اپنی طاقت بے پناہ کر چکا تو اس نے سب سے پہلے اپنے قریب ترین ہمسایہ اربیلا پر فوج کشی کی تھی۔ ہم صلح پسند لوگ جنگ و جدل کے لئے تیار نہ تھے۔ میرا بھائی نبل سیدھا سادا انسان تھا۔ اس نے منائیوں کی لشکر کشی کے جواب میں لشکر کشی نہیں کی۔ بلکہ اس نے صلح کی درخواست بھیج دی۔ تب وحشی اشیری نے جو اپنی طاقت کے زعم میں دیوانہ تھا، پیغام بھجوایا کہ نبل اس کے خیمے میں آئے اپنی تلوار اس کے قدموں میں رکھ دے اور اس کا محکوم بن جائے۔ اور میرا صلح جو بھائی اس کے لئے بھی تیار ہو گیا وہ صرف پانچ جوانوں کو لیکر اشیری کے خیمے کی طرف چل پڑا۔ لیکن بے ضمیر اشیری کو بڑی مایوسی ہوئی۔ وہ تو اپنے لشکریوں کی طاقت آزمانا چاہتا تھا۔ اس نے صلح کی یہ شرائط اسی لئے رکھی تھیں کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ جب میرا بھائی وہاں پہنچ گیا تو اسے بہت غصہ آیا۔ اور اس نے میرے بھائی کو قتل کرا کے اس کی لاش اپنے خیمے کے سامنے لٹکا دی۔ اور پھر ان پانچوں جوانوں کی ناکیں کاٹ کر انہیں واپس بھیج دیا کہ اہلِ اربیلہ کو جوش آ جائے ــــ اور یہی ہوا۔ اربیلہ کے جانباز اشیری کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن اشیری کے خونخوار لشکر کے سامنے ان کی تعداد کچھ نہ تھی۔ تھوڑی دیر میں وہ ہلاک ہو گئے۔ یوں اربیلہ منائیوں کے قبضے میں آ گیا۔

منائی اربیلا میں داخل ہوئے اور انہوں نے تباہی پھیلا دی تب میں بچے کھچے جانبازوں کو لے کر وہاں سے نکل آئی۔ اور میں نے ان پہاڑوں کو اپنا مسکن بنا لیا۔ ہم نے یہاں چھوٹے چھوٹے قافلے لوٹنا شروع کر دیئے تاکہ اسلحہ جمع کر سکیں، اور جب مین پال یہاں آئے تو اس کے ساتھ مل کر اشیری سے جنگ کریں۔"

میں نے اس کی پوری داستان سنی، دلچسپ تھی، تو یہ انتہا کی دیوانی، حسینہ تھی۔ بہرحال اس کے ساتھ بھی ظلم ہوا تھا۔ اور اشیری کو اس کئے کی سزا ملنی ہی چاہیئے تھی۔

وہ خاموش ہو گئی۔ اس کا چہرہ پھر انتقام کی آگ سے تمتما [illegible]

بہرحال میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس لڑکی کی مدد کروں گا اور بابل کی سرزمین میں [illegible] تعارف بھی تو ضروری تھا۔ چنانچہ پروفیسر۔ میں بھی لڑکی کے ساتھی کی حیثیت سے انہیں غاروں میں فروکش ہو گیا۔ حالانکہ وہ میری حیثیت نہیں پہچانتے تھے اگر وہ میری حیثیت پہچان لیتے تو، پھر میرے سامنے کس کا چراغ جلتا [illegible]

خود سے انہیں کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔ نہ ہی میں نے اس سے قبل ایسا کیا تھا۔ اور نہ
ہی پروفیسر، میں اس کے لئے بے چین تھا کہ فوری طور پر میری حیثیت ظاہر ہو جائے
بس بابل کی حسینہ مجھے پسند آئی تھی اور میں اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

لیکن ۔ وہ میری طرف مائل نہیں نظر آتی تھی۔ وہ میرے ساتھ عام لشکریوں جیسا سلوک کرتی تھی۔ مجھ سے گفتگو بھی کر لیتی تھی۔ لیکن بس۔ اس کے علاوہ نہ تو میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لئے کوئی خاص تاثرات پائے۔ نہ ہی اس نے مجھے کوئی اہمیت دی۔ اور وقت گزرتا رہا۔

اور پھر ایک روز مجھے اس پر اپنی شخصیت کو متعارف کرانے کا موقع مل گیا۔ سکون کی شام تھی۔ فضا پر سناٹے مسلط تھے۔ پر اسرار سناٹے جو دلوں میں دہشت پیدا کرتے ہیں۔ نہ جانے یہ سناٹے کیسے تھے۔ لیکن ان کا راز جلد ہی کھل گیا۔ خوفناک گڑگڑاہٹ ہونے لگی۔ زلزلہ آگیا تھا۔ شدید زلزلہ۔ چٹانوں کے رخنوں سے مٹی جھڑنے لگی۔ تمام چیزیں جگہ چھوڑنے لگیں۔ ہر شخص خوفزدہ ہو گیا۔ پہلا جھٹکا چند ساعت کا تھا لیکن دوسرا جھٹکا طویل تھا۔ دہشت زدہ لوگ باہر بھاگے۔ لیکن ابھی وہ غار کے دروازے کے باہر بھی نہ نکلے تھے کہ ایک پہاڑ اوپر سے ٹوٹا اور اس سے غار کا بیرونی دروازہ ڈھک گیا۔ باہر نکلنے کی کوشش کرنے والے آخری چیخیں بھی نہیں مار سکے تھے۔ ایسے وقت میں، میں نے عشتار کا چہرہ دیکھا اور مجھے وہ لڑکی بے حد دلچسپ معلوم ہوئی۔ اس کی کیفیت رسیوں سے جکڑے ہوئے چیتے کی مانند تھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف نہ تھا۔ جبڑے بھینچے ہوئے تھے جیسے وہ طوفان سے لڑنا چاہتی ہو۔

زلزلہ ختم ہو گیا۔ چیخنے والے خاموش ہو گئے۔ ان کے چہرے موت کے خوف سے زرد تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر زلزلہ تیسری بار آگیا تو پھر ان کی زندگی محال ہے۔ لیکن حواس بحال ہونے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ ان کی زندگی تو اب بھی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ وہ عظیم چٹان جس نے غار کا دہانہ ڈھک دیا ہے، اسے توڑنا یا ہٹانا کوئی معمولی ـــــ بات نہ تھی۔ جبکہ وہ کچھ اس طرح غار کے منہ پر آ پڑی تھی کہ راستہ مسدود ہونے کے ساتھ ہوا کا داخلہ بھی بند ہو گیا تھا۔

غار اگر بے پناہ کشادہ نہ ہوتے تو شاید چند منٹ میں موت کا سبب بن جاتے، لیکن تازہ ہوا کا نہ آنا، چند گھنٹوں کے بعد موت لا سکتا تھا۔ چند منٹ کے بعد ہی اس خوفناک صورت حال کا سب کو احساس ہو گیا۔ عشتار غار کے دہانے پر چٹان کے رخنے تلاش کرنے لگی۔ جہاں سے چٹان کو توڑنے میں آسانی ہو۔

لیکن چٹان غار کے دہانے سے کافی بڑی تھی اس لئے کوئی رخنہ نہ مل سکا اندر ہوا کم ہوتی جا رہی تھی اور سانس بھاری ہونے لگے تھے۔ تب ایسی کوئی کمزور جگہ تلاش کی جانے لگی جہاں سے کھدائی کر کے ہوا اندر لائی جا سکے۔ لیکن ایسی کوئی جگہ بھی نہ دستیاب ہوئی۔ تو عشتار سخت پریشان ہو گئی۔ پھر ایک اونچے پتھر پر کھڑے ہو کر اس نے پریشان حالوں سے کہا۔

"ہماری زندگی کا ایک مشن تھا جسے پورا کرنے کے لئے ہم نے زندگی کی بازی لگا دی تھی۔ اگر دیوتاؤں کو اخشیری کی شکست منظور نہیں ہے تو ہماری کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہم موت کے آرزومند تھے۔ کیونکہ ہم بے وطن اور بے گھر ہیں۔ لیکن یہ موت اگر اخشیری کے لشکر کو تباہ کرتے وقت آتی تو کامیاب موت تھی۔ بہرصورت۔ زندگی کے لئے موت سے جنگ کرنا ضروری ہے تاکہ مرنے کے بعد ہم کاہلوں میں شمار ہو کر دیوتاؤں کے حضور نہ شرمائیں۔ اس لئے اپنے وزنی ہتھیار سنبھالو اور چٹان توڑنے کی کوشش کرو۔"

گہری گہری سانسیں لینے والے وزنی ہتھیار لے کر چٹان پر ٹوٹ پڑے لیکن اسے چٹان کہنا اس کی توہین تھی وہ تو پہاڑ تھا جو نیچے آ گرا تھا۔ ان سب کی مشترکہ کوششیں اسے جنبش بھی نہ دے سکیں۔ شاید ان کے پھیپھڑوں کو ہوا ملتی تو وہ زیادہ دیر تک کام کرتے رہتے۔ لیکن ایک کے بعد ایک زمین پر گرتا رہا۔ عشتار بھی محنت کرنے والوں میں شامل تھی۔ اور اس کی حالت بھی خراب ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن صرف میں تھا جو اطمینان سے ایک پتھر پر بیٹھا ان کی کوششیں دیکھ رہا تھا۔

تب عشتار نے مجھے دیکھا اور مایوسی سے گردن لٹکائے ہوئے میری طرف بڑھ آئی: "تم نے اس جدوجہد میں حصہ نہیں لیا۔ شاید تم جانتے ہو کہ یہ کوششیں صرف دل بہلانے کے لئے ہیں۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ سے بولی: "مجھے افسوس ہے اجنبی کہ اخشیری کو قتل کرنے کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔"

"لیکن میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ اخشیری کو تم اپنے ہاتھوں سے قتل کرو گی۔ شاید اسے تم نے اہمیت نہ دی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں۔ میں یقین رکھتی تھی کہ اگر حالات سازگار رہے تو تم اسے زیر کرنے میں میری پوری پوری مدد کرو گے۔ کیونکہ تم بے پناہ بہادر ہو۔" عشتار نے میرا دل رکھنے کے لئے کہا۔

"میں ناسازگار حالات میں بھی کام آنے والا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر بدستور مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

"کیا تمہارے ذہن میں کوئی تجویز ہے؟"

"جس جگہ تمہاری تدبیریں ناکام ہو جائیں وہاں مجھ سے مدد مانگ لینا"

میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پہاڑ سے زور آزمائی آج تک نہیں کی تھی پروفیسر۔ لیکن ہمت اور یقین ضرور رکھتا تھا کہ کچھ نہ کچھ کر سکوں گا۔ عشتار احمقانہ انداز میں میری شکل دیکھنے لگی۔ وہ نہیں سمجھ سکی تھی کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں۔ چٹان سے زور آزمائی کرنے والے تھک کر بیٹھ چکے تھے۔ ان کے گہرے گہرے سانس غار کی محبوس فضا میں گونج رہے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے لاتعداد اژدہے غار میں بند ہوں۔ خود عشتار کے بھی چہرے سے پسینہ جھلک رہا تھا اور اس کی سرخی بڑھتی جا رہی تھی۔ لیکن صدیوں تک برف کی تہہ میں سونے والا مسرور و مطمئن تھا۔ میں نے ہاتھوں سے پیٹ پیٹ کر چٹان کے کمزور حصے تلاش کئے اور پھر میں نے ایک سپاٹ اور چکنے حصے سے اپنی پشت لگا دی اور زمین میں پاؤں پھنسانے کے لئے جگہ تلاش کرنے لگا۔ جب میرے پاؤں نے مناسب جگہ تلاش کر لی تو میں نے گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھے اور پشت سے چٹان پر قوت آزمائی کرنے لگا۔ ہزارہا سال کی مجتمع قوت صرف کر کے میں چٹان ہٹانے کا خواہشمند تھا۔ عشتار اور دوسرے لوگ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

ہاں ان کی سمجھ میں اس وقت کچھ آیا، جب ایک گڑگڑاہٹ ہوئی، اور روشنی کی شعاعیں اندر رینگ آئیں۔ اس کے ساتھ ہی اندر داخل ہونے کے لئے

بے چین ہوا جلدی سے اندر گھس آئی۔ چٹان کا کمزور حصہ غار کی دیوار چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ ہوا محسوس ہوتے ہی نیم مردہ چہروں پر زندگی کی رمق نظر آنے لگی۔ عشتار کے حلق سے کسی بھوکے عقاب کی سی چیخ نکلی۔ اور اس نے عقاب ہی کی طرح چٹان کے رخنے کی طرف غوطہ لگایا۔ اور میرے قریب پہنچ گئی لیکن ابھی اتنی جگہ نہیں تھی کہ انسان باہر نکل سکے میں نے پوزیشن بدل دی۔ اور ایک بار پھر چٹان کے اسی حصے سے پشت لگا دی۔ اس سے قبل ممکن ہے عشتار نے میری اس کوشش کو حماقت یا دیوانگی سمجھا ہو۔ لیکن — اب غیر اختیاری طور پر اس کا نازک سا ہاتھ میرے سینے پر آ گیا تھا۔ گویا وہ میری حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔

میں نے پھر گھٹنوں پر ہاتھ رکھے۔ غار کے تمام لوگ تازہ ہوا پھیپھڑوں میں کھینچنے کے لئے میرے سامنے جمع ہو گئے تھے۔ فی الحال وہ سوچنے سمجھنے کی قوت کھو بیٹھے تھے۔ اور پہلے صرف زندگی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ چٹان نے چونکہ اپنی بنائی ہوئی جگہ چھوڑ دی تھی اس لئے اب وہ کمزور پڑ گئی تھی۔ اس بار وہ مسلسل پیچھے ہٹتی چلی گئی گو اس میں کافی قوت صرف کرنا پڑی تھی۔ اور پتھریلی زمین میں، میرے پیروں کے گڑھے تقریباً چار چار پانچ پانچ انچ گہرے ہو گئے تھے۔ لیکن بہرحال چٹان کسی دروازے کی طرح کھل گئی اور اب اس میں اتنی جگہ بن گئی کہ تین چار آدمی بیک وقت نکل سکیں۔

میں نے عشتار کا ہاتھ پکڑا اور رخنے سے باہر نکل آیا۔ پھر میں جلدی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ ہلا مار کر نکلنے والے چیختے چلاتے باہر آ رہے تھے۔ انہیں ایک لمحے کی تاب نہیں تھی۔

لیکن عشتار — وہ میری طرف دیکھ رہی تھی۔ عجیب نگاہوں سے پھر اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"کیا میں نے تمہیں پہچاننے میں غلطی کی ہے۔ کیا درحقیقت تم دیوتا ہو؟"

"نہیں عشتار — دوسروں کی طرح مت سوچو — میں سوچنے والوں کے اس انداز سے تنگ آ گیا ہوں۔ کچھ نیا پن چاہتا ہوں۔ مجھے وہی سمجھو جو اب تک سمجھتی رہی ہو۔ میں دیوتا نہیں ہوں۔"

"نہیں — تم — انسان بھی نہیں ہو۔ انسان تو وہ ہیں جو اپنی اجتماعی قوت صرف کرنے کے بعد اسے جنبش بھی نہ دے سکے تھے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ احشیری، اپنے بھائی کے قاتل کو تم اپنے ہاتھوں سے قتل کرو گی۔ اور میں یہی چاہتا ہوں۔ تمہیں باور کرانا چاہتا ہوں کہ ایسا ہی ہوگا جیسا میں نے کہا ہے۔ اور تم یقین کر لو اس واقعے سے جو ابھی پیش آیا ہے۔ کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہی ہوگا۔"

"مجھے یقین ہے —" عشتار نے سر جھکا کر کہا۔ اور پھر بولی۔ "لیکن اس کے باوجود — میں تمہیں انسان سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"چلو — یہ جھگڑا بعد میں طے کر لیں گے۔ پہلے اپنے ساتھیوں کی خبر لو اپنا سامان غار سے نکال لو۔ ممکن ہے زلزلے کے بعد یہ غار مخدوش ہو چکے ہوں اور کسی وقت بھی انسانوں کا مدفن بن جائیں۔ ہم ان پر بھروسہ نہیں کر سکتے، تاوقتیکہ ان کی خوب دیکھ بھال نہ کر لی جائے۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔" عشتار نے بھاری چٹان کو گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ لوگ ٹھنڈی اور تازہ ہوا سے اپنے پھیپھڑے درست کر لیں تو میں انہیں دوسرا حکم دوں۔"

غار کا ایک ایک فرد باہر نکل آیا تھا۔ اور وہ تھکے ہوئے بیل کی طرح زمین پر اوندھے پڑے، ہاتھ ٹیکے، گہری گہری سانسیں لے رہے تھے۔ میں ایک طرف بیٹھ گیا۔ عشتار اب بھی چور نگاہوں سے میری طرف دیکھ لیتی تھی۔ میری سانسیں بھی ہموار تھیں اور اس قدر قوت آزمائی کے باوجود میری حالت میں کوئی تغیر نہیں تھا۔ اس پر اسے شدید حیرت ہوئی۔

رفتہ رفتہ لوگ اعتدال پر آ گئے۔ چٹان کے نیچے دبے ہوئے لوگوں کا خون رخنوں سے ہو کر باہر آ رہا تھا۔ لیکن ان لوگوں کی لاشوں کو اب نکالنے کا سوال ہی نہیں ہوتا تھا۔ مرنے والے مر گئے اب ان کی فکر بیکار تھی۔ چنانچہ ان کی طرف کسی نے توجہ بھی نہ دی۔ اور پھر عشتار نے ان لوگوں کو سامان باہر لانے کا حکم دیا۔ تمام لوگ مصروف ہو گئے اور سامان باہر آنے لگا۔ میں بھی عشتار سے اجازت لے کر اندر آ گیا اور اپنا اثاثہ اٹھا لایا۔

تھوڑی دیر کے بعد تمام سامان باہر آ گیا تھا۔ گھوڑے وغیرہ بھی کر لئے گئے تھے۔ میں نے عشتار کے ساتھیوں کا اندازہ کیا۔ تھوڑے ہی لوگ کام آئے تھے۔ بہرحال اب وہ عشتار کے دوسرے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔

"اس زلزلے نے ہمارا کھیل بگاڑ دیا۔ ان علاقوں میں ان غاروں سے عمدہ جگہ اور کوئی نہیں تھی۔ اب ہمیں نئے ٹھکانے تلاش کرنے پڑیں گے۔"

"کیوں نہ ہمارا ٹھکانہ منانیوں کا شہر ہو۔۔۔؟" میں نے کہا۔ اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے حیرت سے کہا۔

"مین پال کے بغیر۔۔۔؟ یہ کیسے ممکن ہے؟"

اور — میں خاموش ہو گیا۔ بات ٹھیک ہی تھی۔ میں احشیری کے لشکر میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو قتل کر سکتا تھا۔ لیکن وہ بھی ہاتھ پاؤں رکھتے ہیں وہ عشتار کے ساتھیوں کو قتل کریں گے۔ اور ممکن ہے عشتار کے ساتھی ان کے ایک حملے کی تاب نہ لا سکیں۔ اس لئے پوری ذمہ داری میں کیوں قبول کروں۔"

سامان گھوڑوں پر بار کر دیا گیا اور ہم نوکیلی چٹانوں کے دوسری طرف نئے راستے پر چل پڑے۔ عشتار خوفزدہ تو نہیں البتہ پریشان ضرور تھی۔ وہ مجھ سے بہت متاثر تھی۔ اور اس کا گھوڑا میرے گھوڑے کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ راستے میں وہ کہنے لگی۔ "ہمیں کوئی مناسب جگہ ضرور تلاش کرنی ہوگی۔ میرا لشکر اتنا بڑے لشکر سے جنگ کرنے کی قوت نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ زلزلے نے ہمیں بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔"

"کیا ان علاقوں میں احشیری کے لوگ گشت کرتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"بات صرف احشیری کی نہیں ہے دوسرے لوگوں کا سامنا بھی ہو سکتا ہے۔ بابل کا شیرازہ منتشر ہے۔ ہر شخص ہی سلطنت وسیع کرنا چاہتا ہے اور اس نے یہ طے کر رکھا ہے کہ کمزور قوتوں کو مجتمع نہ ہونے دے۔ اس لئے کوئی بھی لشکر کسی وقت ادھر سے گزرتے ہوئے حملہ آور ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے یہ بہت آسان بات ہے کہ تھوڑے سے لوگوں کو قتل کر دے۔"

"فکر مت کرو — یہ آسان بات نہ ہوگی۔" میں نے کہا۔

"میں تمہارے بارے میں تم سے اس وقت تک نہ پوچھوں گی جب تک تم خود نہ بتاؤ گے۔" عشتار نے کہا۔

"میں نے کوئی خاص بات تم سے نہیں چھپائی ہے۔" میں نے کہا۔

"تمہاری بے پناہ طاقت کا کیا راز ہے ؟"

"راز — راز شاید کچھ نہیں ہے - میں تمہاری زمین پر اجنبی ہوں -
...ن میں یہاں قیام کروں گا اور میرا خیال ہے تم مجھ سے بخوبی واقف ہو جاؤ گے"۔

"تمہارے چمکدار جسم - اور لافانی حسن کا کیا راز ہے - ؟" عشتار نے
...دوبارہ پوچھا۔

"تمہارا حسنِ نظر — اور کچھ نہیں -" میں نے مسکرا کر کہا - اور وہ گہری
...سانس لے کر میری طرف دیکھنے لگی - پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمہارے ساتھ کوئی عورت نہیں ہے ؟"

"اس وقت تو تم ہو — میرا خیال ہے تم ایک حسین اور پرکشش عورت
...ہو" میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا اور اس کے چہرے پر اداسی پھیل گئی -

"میں —" اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "میں نے اپنے بھائی
...کی موت کے بعد خود کو عورت سمجھنا چھوڑ دیا ہے - اب تو میں صرف انتقام ہوں - اگر انتقام
...میں کامیاب ہو گئی تو شاید پھر کبھی عورت بن جاؤں اور اگر ماری گئی تو مجھے کوئی
...افسوس نہ ہوگا"

"میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ اشیری تمہارے ہاتھوں مارا جائے گا"۔

"اگر ایسا ہو سکا تو — تو — اگر ایسا ہو سکا تو" وہ کچھ کہتے کہتے
...رک گئی - پھر اس نے عجیب نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور اداس لہجے میں بولی —
...لیکن تمہیں تو میرے اوپر بھروسہ ہی نہیں ہے"۔

"کیوں — ؟ یہ اندازہ کیونکر قائم کیا تم نے ؟"

"اس لئے کہ — میں ابھی تک تمہارے نام تمہاری حیثیت سے ہی ناواقف ہوں"

"میرا نام - میری حیثیت - اس کے بارے میں، میں تمہیں بتا چکا ہوں
...مزید کچھ نہیں بتا سکتا - میں تم لوگوں سے مختلف ہوں - میں وہ قوتیں رکھتا ہوں
...جو تم نہیں رکھتے - لوگ مجھے بہت سے نام دیتے رہے ہیں، پر میں نے ان کی مرضی پر چھوڑ دیا
...میں خود اپنے نام کا تعین نہیں کر سکا - اور نہ آئندہ کر سکتا ہوں - ہاں میں عام حالات
...میں ایک عام انسان ہوں، میری خصوصیات، میری ضروریات انسانوں جیسی ہی ہیں"۔

"بہر حال - میں تمہیں مجبور بھی نہیں کروں گی -" اس نے کہا اور
...خاموش ہو گئی -

لوہا نرم تھا، پگھل ہی جائے گا - پہلے اس کا کام ہو جائے - میں نے
...دل ہی دل میں سوچا اور خاموشی سے اس کے ساتھ سفر کرتا رہا - اس نے ایک بلند پہاڑ
...کا انتخاب کیا تھا جس کے بارے میں راستے میں اس نے کہا۔

"جب تک ہمیں غار نہیں ملتے قیام کے لئے کوئی بلند مقام مناسب
...ہے - کیونکہ وہاں سے دشمن پر نگاہ رکھی جا سکتی ہے -" میں نے اس کے خیال کی تائید
...کی تھی - سورج کے غروب ہونے تک ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے - برف سے محفوظ پہاڑ
...بہت مناسب قیام گاہ تھا - وہاں گھوڑوں کے لئے سبز گھاس بھی موجود تھی - اور
...چوٹی سے گزرتا ہوا چشمہ بھی جو ایک آبشار کی شکل میں دوسری طرف وادی میں
...گرتا تھا - مجھے یہ مقام بہت پسند آیا -

گھوڑے کھول دیئے گئے - سامان اتار کر سلیقے سے رکھا گیا - اور پھر لوگ
...رات کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے - پورا دن بغیر کھائے پئے گذر گیا تھا - چنانچہ وہ سبز

گھاس پر نظر آنے والے ہر جانور کو شکار کرنے لگے - اور پھر خوراک تیار ہو گئی - میرے
لئے بھی چند پرندے آگ پر سینکے ہوئے آئے اور میں نے انہیں کھایا۔

اور پھر رات میں نے ایک ہموار چٹان پر گذاری - عشتار نے بھی اپنے لئے
کوئی جگہ منتخب کر لی تھی - دوسری صبح ہی اس سے ملاقات ہو سکی - وہ اسی چست
لباس میں ملبوس تھی اور کافی چاق و چوبند نظر آ رہی تھی - رات کے بچے ہوئے شکار
کا گوشت اور کسی جنگلی بوٹی کا جوش کیا ہوا عرق پایا گیا - جس نے تازہ دم کر دیا - اور
پھر عشتار کہنے لگی -

"سنہرے اجنبی - میں نے طے کیا ہے کہ لوگوں کا پورا گروہ لے کر
غاروں کی تلاش میں جانے کے بجائے صرف میں اور تم چلیں - اور پہاڑ کے دامن میں
ایسے غار تلاش کریں جو ہمارے لئے مسکن بن سکیں"۔

"میں تیار ہوں" میں نے کہا - چنانچہ عشتار نے اپنا اور میں نے
اپنا گھوڑا سنبھالا اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے گھوڑے پہاڑ کے ڈھلوانوں میں
دوڑنے لگے -

عشتار بہترین سوار تھی - ہم ایسے ڈھلوانوں سے اتر رہے تھے دوسرے
لوگ جس کے تصور سے ہی خوفزدہ ہو جاتے - لیکن میں نے ایک بار بھی عشتار کو گھوڑے
کی پشت سے اترتے ہوئے نہیں دیکھا تھا - یہاں تک کہ ہم وادی میں پہنچ گئے —
آبشار سے گرنے والا پانی ایک ننھی سی بل کھاتی ندی بناتا آگے بڑھ رہا تھا - لیکن
ہماری منزل یہ نہیں تھی - ہمیں تو پہاڑوں کے دامن میں دور تک گھوڑے دوڑانے
تھے - تاکہ غاروں کو تلاش کیا جائے - چنانچہ ہم سست رفتاری سے چل پڑے -
غاروں کے چھوٹے چھوٹے دہانے نظر آتے رہے - لیکن یہ چھوٹے
غار ہمارے لئے موزوں نہیں تھے - ہمیں بڑے غاروں کی تلاش تھی - پہاڑ کے ساتھ
ساتھ ہم کافی دور تک نکل آئے - سورج اب پوری طرح بلند ہو گیا تھا - لیکن کوئی ایسا
غار نہ مل سکا جس کی ہمیں تلاش تھی - تب عشتار نے ایک جگہ گھوڑا روک دیا -

"ہم چھوٹے غاروں کو نظر انداز کرتے آئے ہیں - ممکن ہے ان چھوٹے
دہانوں کے دوسری سمت کشادہ غار ہوں - اگر ایسا ہے تو ان دہانوں کو کشادہ
بھی کیا جا سکتا ہے"۔

"ہاں - ہم سب طرف دیکھ لیں - بائیں سمت دیکھو - ایک دہانہ
نظر آ رہا ہے" میں نے ایک طرف اشارہ کیا اور عشتار گھوڑے سے نیچے آ گئی - میں نے
بھی گھوڑے کی پشت خالی کر دی تھی - اور پھر ہم دونوں نے گھوڑے چھوڑ دیئے
اور غار کی طرف بڑھے - غار اندر سے تاریک نظر آ رہا تھا - لیکن عشتار مجھ سے چند
قدم آگے تیزی سے اس طرف بڑھ رہی تھی - اور پھر مجھ سے پہلے ہی وہ غار میں داخل
ہو گئی - میں بھی اس کے پیچھے غار میں جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اچانک عشتار اچھل کر
باہر آ گری - اس کی ہلکی سی کراہ سنائی دی تھی - میں چونک پڑا -

عشتار نے سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کی - لیکن اس سے قبل کہ میں
اسے سنبھالنے کے لئے آگے بڑھتا، غار کے دہانے سے ایک ہیبت ناک شکل نے باہر جھانکا
یہ ایک گول چٹان سی تھی جس میں آگے کی سمت ایک لمبی نوک ابھری ہوئی تھی - نوک کے
دونوں طرف دو آنکھیں نظر آ رہی تھیں -

پھر وہ چٹان باہر نکل آئی - ایک انتہائی طویل القامت گینڈا تھا

جس کی ناک کے نتھنوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح سُرخ تھیں اوران سے شیطنت جھلکتی تھی۔ اس نے اپنا ستون نما پاؤں زمین پر مارا اور پھر گردن جھکا کر نیچے گری ہوئی عشتار کی طرف بڑھا۔

عشتار کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ نہ جانے اسے کہاں چوٹ آئی تھی۔ وہ کھڑی نہیں ہو پارہی تھی اور اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ میں نے زور دار آواز منہ سے نکال کر گینڈے کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔ غصے سے اس کے نتھنوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ پھر اس نے دونوں پاؤں زمین پر جمائے اور پورے جسم کی قوت صرف کرکے میری طرف لپکا۔ اس خوفناک عفریت سے ٹکرانے کا تصور بھی لرزہ خیز تھا۔ لیکن ــــ اس کا مقابل کوئی عام انسان نہ تھا۔

گینڈا میرے قریب آیا۔ اس نے اپنا لمبا اور بعدا سینگ میرے پیٹ میں مارنا چاہا۔ لیکن کیا ہی لطف آیا اس سے جنگ میں پروفیسر۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کا سینگ پکڑ لیا۔ اس نے اپنی موٹی گردن پیچھے کھینچ کر اپنا سینگ میری گرفت سے چھڑانا چاہا۔ اور بہت ناز تھا اسے اپنی قوت پر۔ لیکن وہ مجھے جنبش بھی نہ دے سکا اوراب میری باری تھی۔ میں نے سینگ پر قوت صرف کی اور اسے موڑنے لگا۔ گینڈے نے پوری قوت صرف کردی۔ اور پھر اس کا جسم ایک دھماکے سے چٹان پر گرا۔ لیکن میں اسے چھوڑنے والا کہاں تھا۔ میں تو دشمن سے سب سے پہلے اس کا ہتھیار چھیننا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اپنے جسم کی قوت مجتمع کی اور ایک بار دانت بھینچ کر زور لگایا گینڈے کا پورا جسم کھنچا چلا آیا۔ لیکن اب میں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا تھا۔ اور پھر گوشت کا بہت بڑا تودہ سینگ کے ساتھ اکھڑ آیا۔ اور گینڈے کے چہرے سے خون اُبل پڑا۔ اس کا لمبا سینگ جڑ سے اکھڑ کر میرے ہاتھوں میں آگیا تھا۔ میں نے اس وزنی شے کو دُور پھینک دیا۔ گینڈے نے وزن ہلکا ہو جانے پر اٹھنے کی کوشش کی۔ کھڑا ہوا۔ پھر گر پڑا۔ اب وہ پاؤں رگڑ رگڑ کر دم توڑ رہا تھا۔

تب میں عشتار کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ کوشش کرکے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی کمر کے پاس سے خون بہہ رہا تھا۔ میں جلدی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے اسے بازوؤں میں سنبھال لیا۔

"کیا تمہیں زیادہ چوٹ آئی ہے عشتار ـ؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں۔ البتہ اس نے ٹکر زور دار ماری تھی۔ خون پتھر چبھ جانے سے نکلا ہے۔"

"اوہ ــ لاؤ ــ میں تمہارا زخم دیکھوں۔" میں نے کہا۔ اور عشتار نے رخ بدل لیا۔ تب میں نے اس کے چست لباس کی نچلی ڈوریاں کھولیں اور اسے زخم سے نیچے کھسکا لیا۔ اس کی سفید کھال پر سرخ خون بہہ رہا تھا۔ میں نے اسے ایک بستر پر لٹا دیا اور ایک طرف دوڑ گیا۔ یہاں چوڑے پتوں والے پودے نظر آرہے تھے۔

میں نے پودے سے چند پتے توڑے اور اس کے پاس واپس آگیا۔ پھر اس نے اپنے لباس سے کپڑا پھاڑا۔ اس کا خون صاف کیا اور پتے زخم پر رکھ کر کپڑا باندھ لیا۔ اس طرح اس کا خون رک گیا تھا۔

اس کام سے فارغ ہوکر میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی عشتار کا لباس درست کرکے اس کی ڈوریاں باندھیں۔ اور وہ سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔

"حملہ اچانک تھا۔ اور غار تاریک ـــ اس کے ساتھ ہی اس کا سیاہ جسم۔ جو تاریکی میں مدغم تھا۔ ورنہ میں اس طرح چوٹ نہ کھاتی۔"

"میں نے اس سے تمہارا انتقام لے لیا ہے۔"

اور پروفیسر ــ میرا کام بن گیا ــ ان نگاہوں میں عورت کا اعتراف تھا۔ بالآخر میں نے اس وحشی ہرنی کو شکست دے دی تھی ــ لیکن ـــــــ دوسرے لمحے کسی خیال کے تحت وہ سنبھل گئی ــ!

"ہم آج کی مہم ملتوی کریں ــ کل تک میں اس زخم کی تکلیف پر قابو پالوں گی۔" اس نے کہا اور کھڑی ہوگئی۔ لیکن اس کے قدموں میں لرزش تھی۔

میں نے خاموشی سے اس کے گھوڑے کو سنبھالا اور اسے سہارا دے کر گھوڑے پر بٹھا دیا۔ پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ اور ہم سست روی سے پلٹ پڑے۔ لیکن.... چڑھائی پر چڑھتے وقت عشتار کچھ نڈھال سی نظر آنے لگی۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ اگر تھوڑی دیر وہ اسی طرح بیٹھی رہی تو گھوڑے سے گر پڑے گی ــ چنانچہ میں نے اپنا گھوڑا روک لیا۔

"اگر تم دقت محسوس کررہی ہو ــ تو میں تمہیں سہارا دے سکتا ہوں۔" میں نے کہا اور جواب میں اس نے بے بسی سے میری طرف دیکھا! اسکی آنکھوں سے میں نے اس کا جواب حاصل کرلیا۔ دوسرے لمحے میں اپنا گھوڑا اس کے گھوڑے کے برابر لے گیا۔ اور اسے اطمینان سے گھوڑے کی پشت سے اُٹھا کر اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا۔ پھر میں نے اس کے گھوڑے کی لگام اپنے گھوڑے کی لگام میں پھنسائی۔ ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ تب میرا گھوڑا بلندیاں طے کرنے لگا۔

اس کے پورے بدن کا بوجھ میرے سینے پر تھا۔ لیکن میں اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بہرحال سست۔ لیکن بے حد پُرلطف سفر طے کرنے کے بعد ہم اوپر پہنچ گئے اور عشتار کے غلام دوڑ پڑے۔ آرام سے لیٹنے کے بعد عشتار نے میرا شکریہ ادا کیا اس کے چہرے کی سختی بالکل غائب ہوگئی تھی اور اب وہ نرم نظر آرہی تھی۔

دوسرا دن اور پھر تیسرا دن بھی اسی بہاؤ پر گذر گیا۔

شکار بکثرت تھا۔ پانی بھی موجود تھا۔ کوئی اضطراب نہیں تھا۔ عشتار کا زخم پوری طرح مندمل تو نہیں ہوا تھا لیکن وہ اچھی طرح اٹھ کر چلنے پھرنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ چوتھا روز بھی گذر گیا۔ پانچویں دن جب سورج بلندی پر پہنچ چکا تھا۔ تو میدانوں پر نگاہ رکھنے والوں نے اچانک چیخنا شروع کردیا۔

عشتار جو ایک پتھر پر خاموش بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی چونک پڑی۔ اور پھر وہ دوڑتی ہوئی چیخنے والوں کے قریب پہنچ گئی۔ لیکن ان سے کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی کیونکہ میں غرق سپاہیوں کے ایک عظیم لشکر کو وہ بھی دیکھ سکتی تھی۔ میں بھی اس کے قریب پہنچ گیا۔

تب میں نے بھی اس لشکر کو دیکھا۔ بے شک مصریوں کے مقابلے میں یہ لشکر زیادہ مضبوط اور عمدہ سامانِ حرب سے آراستہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کے جوان بھی تندرست و توانا تھے۔ اور گھوڑے بھی خوب تھے لشکر صفیں بنائے راستہ طے کر رہا تھا۔

"کاش میں اس کے سردار کو یہاں سے دیکھ سکتی۔"

"کیوں ۔۔۔ تم خطرہ محسوس کر رہی ہو ۔۔؟"

"اگر وہ دشمن ہیں تو یقیناً ہم خطرے میں ہیں۔ کیونکہ ان کی تعداد تم دیکھ رہے ہو۔ اور اگر ۔۔۔۔ وہ مین پال ہے تو ۔۔۔ مگر میں اسے قریب سے کیسے دیکھوں؟"

"یہ کام تم میرے سپرد کردو۔" میں نے کہا۔

"تم ۔۔؟" اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ اور پھر وہ گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "ہاں ۔۔ تم وہ سب کچھ کرنے والوں میں سے ہو جو دوسرے نہیں کرسکتے۔ لیکن تم کیا کروگے ۔۔؟"

"میں اُن کے پاس جا کر ان کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ اگر وہ مین پال ہے تو میں اسے تمہارے بارے میں اطلاع دے دوں گا۔ اور اگر تمہارا کوئی دشمن ہے تو اس کو دھوکہ دے کر آگے بڑھ جاؤں گا۔ اور پھر ایک طویل فاصلہ طے کر کے واپس آجاؤں گا۔"

عشتار میری طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ تاہم میں اپنے لوگوں کو یہاں رکھوں گی تاکہ اگر مقابلہ کرنا پڑے تو ہم گیدڑ کی موت نہ مارے جائیں۔"

تو اس نے مجھ پر بھرپور بھروسہ کرلیا پروفیسر ۔۔ اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑ کی عقبی سمت سے اترنے لگا تاکہ وہ لوگ اس پہاڑ کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔ میرے گھوڑے نے انتہائی برق رفتاری سے دشوار گذار ڈھلان طے کئے اور میں ایک لمبا چکر کاٹ کر ان پہاڑوں کی بالکل مخالف سمت سے لشکر کے سامنے والے حصے کی طرف بڑھا۔

بالآخر لشکریوں نے مجھے دیکھ لیا۔ آگے چلنے والوں نے ہاتھ اٹھائے اور منظم لشکر رک گیا۔ پھر تین گھوڑے آگے بڑھے جن میں درمیان کا گھوڑا سفید اور زیادہ قد آور تھا۔ باقی اور گھوڑے سیاہ تھے۔ سفید گھوڑے والا بے حد پُر رعب انسان تھا۔ وہ میرے نزدیک آنے کا انتظار کرنے لگے۔

اور جب میں ان کے مقابل پہنچا تو بہت سی تلواریں نیام سے نکل آئیں۔ سفید گھوڑے والے نے ہاتھ بلند کر کے غصیلے جوانوں کو روک دیا تھا۔ اور اب میرا فاصلہ ان سے چند گز سے زیادہ نہ رہ گیا تھا۔ تب ایک سیاہ گھوڑے والے نے بلند آواز سے کہا۔

"گھوڑے سے اُترا بدبخت۔ اور جھک جا عظیم طاقت والے پال کے سامنے جو موت کا دیوتا ہے اور جس کے قدموں سے آندھیاں جنم لیتی ہیں۔ تو اُس کی قوت کا اعتراف کر ۔۔۔ اور زندگی ہار ورنہ ذلیل موت کے لئے تیار ہو جا۔"

"اونچی بات نہ کر او بے وقوف ۔۔۔ اور اس لئے میں نے تجھے اس بکواس پر معاف کیا کہ تو مجھ سے واقف نہیں ہے۔ اگر میں پیغامبر نہ ہوتا کسی کا تو تیری زبان کاٹ کر تیرے ہاتھ پر رکھ دیتا۔" میں نے کہا۔ لیکن درمیان کے شخص کا ہاتھ اٹھا تھا۔ شاید اسے خدشہ تھا کہ میرے جواب پر میرا سر قلم کردیا جائے گا۔

پھر سفید گھوڑا میرے مقابل پہنچ گیا۔ اور خونخوار شکل والے نے سرخ آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا تو احیشری کا قاصد ہے ۔۔؟"

"نہیں ۔۔ میں احیشری کے دشمنوں میں شمار ہوتا ہوں۔"

"دشمنوں میں ۔۔ تب تو ہمارا دوست ہوا۔"

"ہاں ۔۔ بشرطیکہ تیرے بے وقوف مصاحب اپنی زبان بند رکھیں۔ یا پھر ان سب کو اجتماعی شکل میں بھیج اور انتظار کر کہ پہلے میں ان کی زبانیں بند کردوں اس کے بعد تجھ سے گفتگو کروں۔"

"تیری بیباکی ہمیں پسند آئی کہ تو مین پال کے نام سے واقف ہونے کے بعد بھی اپنے تیور قائم رکھے ہوئے ہے۔ تاہم شاید تجھے اس کے بارے میں مکمل معلومات نہیں، اس لئے تو قابلِ معافی ہے۔ اور اب جلدی بتا تو کس کا قاصد ہے۔ اور تو نے تنہا ہمارے سامنے آنے کی جرأت کیونکر کی؟"

"جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے۔ میں تجھ سے اور تیرے لشکر سے مرعوب نہیں ہوں۔ اگر تو مجھے تنہا ان کے درمیان چھوڑ دے۔ تو سورج چھپنے تک ان میں سے آدھوں کو پائے۔ لیکن ۔۔ میں قاصد ہوں۔ اور میرا کام صرف پیغام دینا ہے۔"

"خوب اے مغرور انسان ۔۔ لیکن میں نہیں جانتا تو کس کا قاصد ہے۔"

"تیرے دوست بعل کی بہن عشتار کا قاصد۔" میں نے جواب دیا۔ اور مین پال چونک پڑا۔ اس نے اپنا گھوڑا چند قدم اور آگے بڑھایا اور مضطربانہ انداز میں بولا۔

"آہ ۔۔ تو اے قاصد جلدی بتا۔ کیا بعل کی شکست اور اس کی موت کا افسانہ درست ہے ۔۔؟"

"بعل کی موت اور اس کی شکست ایک حقیقت ہے۔ اربیلا کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی ہے اور عشتار مٹھی بھر جانبازوں کے ساتھ پہاڑوں میں بھٹکتی پھر رہی ہے۔ وہ تیری منتظر تھی اور اسے یقین تھا کہ تو اپنے دوست کی موت کی کہانی سن کر ضرور ادھر کا رخ کرے گا۔ تو وہ دن رات تیری راہ پر آنکھیں لگائے ہوئے تھی۔ لیکن اس کے ساتھیوں کی تعداد اس قدر کم ہے کہ جب اس نے تیرا لشکر عظیم دیکھا تو دہشت سے چٹانوں کی آڑ میں چلی گئی کہ مبادا احشری کے لشکری نہ ہوں جو راہ کی تلاش میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ صرف میں تھا جو تیرے سامنے آنے کی جرأت کرسکتا تھا، سو میں چلا آیا۔!

"آہ۔ بعل میرے دوست۔ تیری موت کی کہانی سن کر میں اپنا جلال بھول چکا ہوں۔ میں نے تیری لاف گزاف بھی نظر انداز کر دی (یعنی) کہ مجھے اپنے دوست کی موت کا صدمہ تھا۔ ہاں وہ نیک تھا اور اس کی تعلیمات مجھے متاثر کرتی تھیں۔ کہاں ہے عشتار، اسے میرے سامنے لا۔ اور اس سے کہہ کہ وہ خوف نہ کرے۔ مین یال انتقام لینا جانتا ہے اور وہ دیکھے گی کہ اس نے بعل کے لہو کی ایک ایک بوند کا حساب لیا ہے۔ جا اے عشتار کے قاصد، اس سے کہہ کہ مین یال اس کی مدد کو آگیا ہے۔ اور وہ مہربان ہے اپنے دوست کی بہن پر کہ اس نے اس کے چرب زبان قاصد کو گستاخی کی سزا نہیں دی ہے۔ واپس جا قاصد — اور اسے ہمارے سامنے لے آ۔!"

"طاقت کے نشے میں ڈوبے ہوئے بے وقوف کی بکواس تھی پروفیسر۔ ورنہ میرا ایک تھپڑ اسے زندگی کی آخری سانس لینے پر مجبور کر دیتا لیکن میں طیش میں آنے والا نوجوان نہ تھا، بلکہ صدیوں کا تجربے کار تھا۔ سو میں نے دل میں سوچا کہ اے بے وقوف، کچھ عرصہ کے بعد تو خود میری بڑائی کا اعتراف کرے گا، جلدی کیا ہے۔ تجھے اس احمقانہ گفتگو کی فوری سزا دینے کا مطلب یہ ہے کہ عشتار کی مہم ناکام ہو جائے۔ اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میری پسندیدہ لڑکی، میرے خلاف بدگمانی کا شکار ہو۔"

چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے اپنے گھوڑے کا رخ موڑا اور واپس چل پڑا البتہ میں نے اپنے کانوں میں چند بڑبڑاہٹیں سنی تھیں جو کچھ اس قسم کی تھیں۔

"بڑا ہی گستاخ ہے یہ شخص"

"نوسکو کی قسم اگر مین یال اس پر مہربان نہ ہوتا تو پھر اس کی دھجیاں بکھر دیتے"

"دیکھو کس طرح پشت کر کے جا رہا ہے"

"اور وہ گھوڑے سے بھی نہیں اترا۔!"

"صرف یہی الفاظ میرے کانوں تک آئے تھے۔ اس کے بعد میرا گھوڑا آوازوں کی حدود سے نکل گیا۔ میں مسکراتا ہوا گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ مغرور مین یال اپنے لشکر پر نازاں تھا۔ اس سے پہلے والے بھی اپنی طاقت کے بجائے دوسروں کی طاقت کے بل پر اکڑتے رہے تھے اور بالآخر فنا ہو گئے تھے لیکن میں اپنی ذات میں ایک لشکر تھا، اس لئے میں ان سے عظیم تھا لیکن اس وقت میں عشتار سے وعدہ کر کے لوٹا تھا کہ میں اس کے قاصد کے فرائض انجام دوں گا۔ اس لئے میں نے اپنی شخصیت پس پشت ڈال دی تھی —!"

برق رفتار گھوڑا پہاڑیوں کی بلندیاں ناپتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں منتظر عشتار کے پاس پہنچ گیا۔ جو اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی۔

میرے قریب پہنچنے سے قبل وہ اپنا گھوڑا آگے بڑھا لائی اور بے چینی سے بولی "کیا خبر لایا اے سنہرے انسان، جلدی بتا کیا وہ دوستوں کا لشکر ہے۔ یا اس کے گھوڑے ان پہاڑیوں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔؟"

"وہ مین یال ہے عشتار۔ اور تیرا منتظر ہے۔" میں نے سادگی سے جواب دیا اور عشتار کا چہرہ گلزار ہو گیا۔ چند ساعت وہ وفور انبساط سے میری شکل دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں سے ایسا ہی اظہار ہو رہا تھا کہ اگر اسے اپنے وقار، اپنی قسم کا احساس نہ ہوتا تو وہ بے ساختہ مجھ سے لپٹ جاتی۔ تاثر کی منازل تو طے ہو چکی تھیں پروفیسر۔ صرف ایک آن تھی، ایک قسم تھی، جو اسے میرے قریب آنے سے روک رہی تھی۔ ورنہ — یہ وحشی حسینہ۔ جو مجھے قدیم دور کی یاد دلاتی تھی۔ میری آغوش میں ہوتی۔"

پھر اس نے اپنے لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا "اے لوگو۔ چلو۔ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ وہ آگیا ہے۔ احشری کا قاتل آگیا ہے۔ چشم تصور سے دیکھ لو۔ آذر تو موت کا مسکن بنا ہوا ہے۔ احشری کی ناپاک لاش اس کے شہر کی گلیوں میں سڑ رہی ہے۔ ہاں یہ عشتار کی پیشن گوئی ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ ایسا ہی ہوگا۔!

اور اس کے ساتھی خوشی کے نعرے لگانے لگے۔ وہ سب اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے، اور عشتار میرے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑے پر آگے بڑھنے لگی۔ باقی لوگ اس سے دو گھوڑوں کے فاصلے کے برابر پیچھے چل رہے تھے۔ صرف میرا گھوڑا تھا جو اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ تب راستے میں اس نے خوشی سے لرزتی آواز میں کہا

"تو نے اس سے کیا گفتگو کی سنہری بدن والے۔ تو نے کون سے الفاظ میں ہمارا پیغام اس تک پہنچایا؟ اور اس نے اس کے جواب میں کیا کہا، ہمیں بتا۔؟"

"عام انسانوں کی مانند وہ بھی ایک مغرور شخص ہے۔ اس کے سپاہی ناراض ہوئے اس بات پر کہ میں نے گھوڑے سے اتر کر اس کی تعظیم نہیں کی لیکن عشتار، میں دوستوں سے محبت تو کر سکتا ہوں، سرکشوں کی تعظیم نہیں کر سکتا کہ یہ میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ میں نے اسے یہ بات بتا دی۔ شاید وہ میری باتوں پر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا لیکن شکر ہے اس نے یا اس کے کسی آدمی نے ان باتوں کو آزمانے کی کوشش نہیں۔ بالآخر میں نے بھی اسے ایک عام انسان سمجھ کر معاف کر دیا، مجھے تیرا خیال تھا۔ پھر میں نے اسے تیرا پیغام دیا اور وہ کسی قدر نرم ہو گیا۔ اس نے بے چینی سے اپنے دوست کی موت کا قصہ سنا اور پھر تجھے بلا بھیجا۔"

عشتار پریشان نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میرے خاموش ہونے پر اس نے سکون کی سانس لی۔ لیکن اس کے باوجود اس کے ذہن میں الجھنیں رہ گئی تھیں۔ اسے شاید میری شمولیت سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ میں فاتح ہوں اور جھکنے والوں میں نہیں ہوں۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ میں مین یال کے لئے بھی مصیبت بن سکتا ہوں۔ اور وہ اپنی قوت بھول جائے گا لیکن وہ مجھے جھکانا بھی نہیں

جانتی تھی۔
ہم پہاڑوں سے اترتے رہے۔ تب وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔
"طاقت کے دیوتا۔ کیا میں تجھ سے ایک درخواست کرنے کا حق رکھتی ہوں؟"
"ضرور۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"آخر کیوں۔ تو نے مجھے یہ حق کیوں دیا ہے۔" اس نے میری نگاہوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔
"کیونکہ تو میری پسندیدہ عورت ہے۔"
"اگر تو مجھے پسند کرتا ہے تو اب تک تو نے بزور طاقت مجھے حاصل کیوں نہیں کر لیا۔ تجھے تنہائیاں بھی نصیب ہوئیں، میں اپنے لوگوں سے دور بھی تیرے ساتھ رہی، میں کمزور عورت، تجھے کیسے روک سکتی تھی؟"
"حسن کی رضامندی میری فطرت میں شامل ہے۔ میں نے کسی عورت پر آج تک جبر نہیں کیا۔!"
"اگر میں رضامند ہو جاؤں تو، تو مجھے اپنا لے گا۔" "ہاں۔ یہ میری آرزو ہے۔"
"میں۔ دل کی گہرائیوں سے تجھے چاہنے لگی ہوں۔ سُن کسی مرد کی مجال نہیں ہے کہ وہ میرے بدن کی طرف بری نظر اٹھائے۔ میرے لوگ مجھے دیوی کی حیثیت دیتے ہیں لیکن سُن، میں تیری آغوش کی آرزومند ہوں۔ میں اپنا سب کچھ تیرے حوالے کر دینا چاہتی ہوں۔ اور یہ بھی سُن کہ مجھے حکمرانی کی ہوس نہیں ہے لیکن بعل کی موت کا انتقام، میری زندگی کا مقصد ہے۔ اور جس وقت یہ مقصد پورا ہو جاتا میں خوشی سے جان دے دیتی لیکن اب میرے دل میں ایک اور آرزو پیدا ہو گئی ہے اور یہ آرزو مجھے بعل کے انتقام کے بعد بھی زندہ رکھے گی۔ اور وہ آرزو تیری ہے۔ ہاں اس کے بعد کی زندگی، تیرے لئے ہوگی میں تیری آغوش میں مرجانا پسند کروں گی، لیکن میرے محبوب۔ میری قسم پوری کرنے میں میری مدد کر۔ مین پال مغرور ہے اس کا غرور قائم رہنے دے۔ میری لئے اس کی برتری تسلیم کرے۔ گو تو اس سے عظیم ہے۔ اسے میرا دوست رہنے دے۔"
میں پہلے ہی عشتار کی گفتگو کا مقصد سمجھ گیا تھا لیکن عشتار کے جسم کی قیمت اس قدر بھی نہیں تھی کہ میں، صدیوں کا بیٹا کسی انسان کی تعظیم کرتا! اسے خود سے برتر مان لیتا۔ ہاں۔ اس کے دوسرے ذرائع ہو سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے عشتار سے کہا
"تب تو مجھے اپنی فوجوں کے سب سے عقبی حصے میں چلا جانے دے اور جس وقت تو اور تیرا لشکر مین پال کی تعظیم کر رہا ہو۔ میں کسی چٹان کی آڑ میں پوشیدہ رہوں، اور جب تعظیم ختم ہو جائے تب سامنے آؤں اور خاموشی سے فوجوں میں شامل ہو جاؤں اور پھر اس وقت تک سامنے نہ آؤں، جب تک تو اپنا مقصد حاصل کر لے۔ یہی مجھ سے ممکن ہے عشتار، اور اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں کر سکتا۔"
"اگر تو اس پر بضد ہے تو یہی سہی، لیکن ان دنوں تو اپنے دل پر میل نہ لائے گا۔ میں تجھ سے اقرارِ محبت کر چکی ہوں اور تو سمجھتا ہے کہ تیرے دل کا میل مجھے گوارہ نہ ہوگا!"
"ہاں۔ تیرے اس اقرار سے مجھے مسرت ہوئی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ مشن میں رکاوٹ نہ ہوں۔" میں نے کہا۔ ہم پہاڑ کے دامن میں پہنچ چکے تھے اور اب مین پال کا لشکر ہمارے سامنے تھا۔ ان لوگوں نے بھی ہمیں پہاڑ سے اترتے دیکھ لیا تھا۔ میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ دوسرے لوگوں نے مجھے جگہ دے دی تھی۔ وہ میری بے پناہ طاقت کا احترام کرنے لگے تھے، ایک طرح سے زلزلے کے بعد غار سے میں نے ہی ان کی زندگی بچائی تھی، ورنہ وہ مایوس ہو چکے تھے۔
چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں لشکر کے آخری سپاہی سے بھی بہت پیچھے رہ گیا۔ یہاں سے میں ان لوگوں کی گفتگو نہیں سُن سکتا تھا، تاہم انہیں دیکھ سکتا تھا لشکر مین پال کے سیل عظیم کے نزدیک پہنچتا جا رہا تھا۔ میں نے ایک ایسی چٹان منتخب کر لی تھی جہاں میں رک جاؤں اور ان لوگوں کا نظارہ کر سکوں۔
بالآخر لشکر مین پال کے قریب پہنچ گیا۔ عشتار گھوڑے سے اتر گئی اور اس کے ساتھ ہی تمام لشکری بھی اُتر کر اس کے سامنے جھک گئے تھے۔ ہوائیں میری طرف چل رہی تھیں۔ اس لئے لشکریوں کی آوازیں کسی قدر میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں چنانچہ مین پال کی آواز سنی۔!
"ہمیں افسوس ہے ہمارے دوست کی بہن، کہ ہم اس وقت تیرے سامنے آئے، جب تو مصیبتوں کا دور جھیل چکی ہمیں اپنی کوتاہی کا احساس ہے، اور یقیناً ہم تیرے سامنے شرمندہ ہیں کہ ہم بروقت اپنے دوست کی مدد کو نہ پہنچے۔ آہ۔ یقین کر۔ جس وقت ہمارے کانوں میں بعل کی موت کی خبر پہنچی تو ہمارے ہاتھ سے شراب کا جام چھُٹ گیا۔ ہم نے کہا یہ کیسے ممکن ہے لیکن اطلاع دینے والے نے کہا یہ بالکل حقیقت ہے۔ تب ہم نے اس منحوس اطلاع دینے والے کا سر اپنے خنجر سے اتار دیا اور شراب کا جام اس کے خون سے بھر کر کہا۔ کہ اس وقت تک شراب ہم پر حرام ہے جب تک ہم بعل کی موت کا بھرپور انتقام نہ لے لیں۔ ایسا انتقام۔ جو ہمارے خون کی حدت سرد کر دے۔"
بڑی خوفناک قسم تھی پروفیسر۔ اس سنگدل انسان کے چہرے سے ہی میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اسے کر دکھائے گا۔
عشتار سیدھی کھڑی تھی نہ جانے اس کے چہرے پر کیسے تاثرات تھے۔ پھر میں نے عشتار کی آواز سنی۔!
"عظیم مین پال، میں صرف تیرے انتظار میں زندہ تھی۔ ہاں۔ ورنہ اربیلا کے خون آشام مناظر دیکھنے کے بعد زندگی سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہ جاتی ہاں اگر تو میرے ذہن میں نہ ہوتا تو میں خود کو بے بس سمجھ کر موت کی آغوش اپنا لیتی۔ لیکن میں نے اپنی پشت پر تیرے ہاتھ کا وزن محسوس کیا۔ میں نے اپنے دل سے سوال کیا تو اس نے کہا کہ بعل کی موت رائیگاں نہیں جائے گی۔ ابھی مین پال زندہ ہے تب میں نے بعل کی لاش پر کھڑے ہو کر قسم کھائی۔ اور وہ قسم یہ تھی۔ میں بعل کے سرخ لہو کے عوض ۔۔۔ اشیری کی لاش آذر تو کی گلیوں میں گھسیٹوں گی اور پھر اس

بے سیاہ رنگ کے غلیظ کتے چھوڑ دوں گی، اور جس وقت تک ایسا نہ کرلوں گی، زندگی کے تعیشات مجھ پر حرام ہیں، میں کوئی ایسا کام نہ کروں گی جو میرے لئے لذت آمیز ہو۔ اور جس کا تعلق صرف میری ذات سے ہو۔ میں اپنی جوانی کے تقاضے بھی پورے نہ کروں گی، کسی مرد کی آغوش نہیں اپناؤں گی اور اگر میں انتقام نہ لے سکی، اور جس وقت خود کو بے بس تصور کیا، تو اطمینان سے کسی پہاڑ کی بلند چوٹی سے نیچے چھلانگ لگا دوں گی!"

مین پال عشتار کے دمکتے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور اس نے کہا

"لیکن اب تو بے بس نہیں ہے عشتار۔ تیرے ساتھ مین پال کا عظیم لشکر ہے کون ہے جو اس لشکر کے سامنے قدم جما سکے۔ تو سمجھ لے کہ تیری قسم پوری ہو گئی۔"

"مقدس مین پال عظیم ہے۔ اور اجیشری کی موت برحق" عشتار لرزتی آواز میں بولی۔ اور پھر اس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ تب میں نے اپنا گھوڑا احتیاط سے چٹان کی آڑ سے نکالا۔ اور فوج میں شامل ہو گیا۔ بلاشبہ مجھے کوئی نہ دیکھ سکا تھا۔

"تیرا وہ قاصد کہاں ہے عشتار۔ جو بے حد بے باک اور انوکھی شخصیت کا مالک تھا!" مین پال نے سب سے نازک سوال کر لیا۔ یقیناً عشتار کے چہرے پر اضطراب کے آثار پھیل گئے ہوں گے۔

"وہ موجود ہے مین پال"

"وہ کون ہے۔ کیا اربیلا کا باشندہ ہے؟ وہ ہمارا پسندیدہ شخص ہے مگر وہ ہمیں نظر نہیں آیا؟" مین پال نے گردن اٹھاتے ہوئے کہا

"وہ اربیلا کا باشندہ نہیں ہے مین پال لیکن بلا کا بہادر۔ اور بے حد وفادار ہے۔ تو اس کی شخصیت کو بالکل منفرد پائے گا۔" عشتار نے کہا۔

"یقیناً اس نے ہماری تعظیم نہیں کی تھی۔ وہ خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتا ہے اس نے کہا تھا کہ اگر ہمارا لشکر اس پر حملہ کردے تو وہ سوچ سمجھے تک ان میں سے آدھوں کو قتل کردے گا، کچھ بھی ہو عشتار ہمیں اس کی یہ دلیرانہ گفتگو پسند آئی ہے۔ بذاتِ خود وہ کچھ بھی ہو لیکن وہ ہماری آنکھوں میں بیباکی سے آنکھیں ڈال کر گفتگو کرنے والا پہلا شخص ہے مگر وہ ہے کہاں؟" ایک بار پھر اس نے گردن اٹھا کر مجھے تلاش کیا، اور میں گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس کے سامنے پہنچ گیا۔

"آہا ـــ مین پال نے تمسخرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا" اجیشری کے لشکر کے کتنے حصے کو تو نے اپنے لئے مخصوص کیا ہے جیالے؟"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر میں نے سادہ سے لہجے میں بولا "میں قتل کرتے وقت گنتی نہیں کرتا سردار۔ ہاں میرے کشتوں کے انبار اتنے عظیم ہوتے ہیں کہ ان کی گنتی ناممکن ہے۔"

"خوب۔ خوب!" مین پال ہنس پڑا میں اس کے انداز کو محسوس کر رہا تھا۔ لیکن میں گرم خون والا نوجوان نہیں تھا کہ اس کے انداز سے سیخ پا ہو جاتا اور کوئی اقدام کر بیٹھتا، ہاں عام حالات میں، میں نے اس سے جو کچھ کہا تھا اس کا عملی تجربہ بھی پیش کر دیتا لیکن عشتار کی درخواست بھی سامنے تھی۔ اس لئے گریز کر دیا۔

چنانچہ مین پال عشتار کی طرف متوجہ ہو گیا "میرے دوست کی نوجوان اور خوبصورت بہن۔ اگر تو میری منتظر تھی تو میں آگیا ہوں اور دیکھ میرے ساتھ لشکرِ عظیم ہے۔ میں اجیشری کی قوم کو فنا کر دوں گا۔ میں اسے ایسی سزا دوں گا جو ایک مثال بن جائے گی۔ ہمیں صلاح و مشورے کرنا ہیں۔ چنانچہ کیوں نہ پہاڑوں کے اس طرف میدان میں ہم خیمہ زن ہو جائیں۔ اور اس کے بعد آگے بڑھیں۔"

"میرے مٹھی بھر نوجوان۔ جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ گو مین پال کے عظیم لشکریوں جیسے نہیں ہیں۔ تاہم انہیں بھی لشکر میں شامل کر کے ان کی عزت افزائی کی جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم نے انہیں خود میں شامل کر لیا۔"

"چنانچہ میں بھی کنیز ہوں۔ مجھ سے مشورہ نہ لیا جائے۔ بلکہ مجھے حکم دیا جائے"

"اوہ۔ نہیں عشتار۔ تو کنیز نہیں ہے۔ ہمارے دوست کی بہن ہے۔ ایک حسین شہزادی ہے۔ ہم تیری عزت شہزادیوں کی طرح کریں گے۔ تیرا خیمہ ہمارے خیمے کے نزدیک ہوگا۔" مین پال نے کہا۔

اور پروفیسر ـــ میں نے اس ادھیڑ عمر کے قوی ہیکل بوڑھے کی آنکھوں میں ایک عجیب کیفیت دیکھی۔ شاید اب وہ صرف اپنے دوست کا انتقام لینے کے لئے عشتار کی مدد نہیں کر رہا تھا، بلکہ خود عشتار کا قرب اس کی توجہ حاصل کرنے کا خواہشمند تھا۔ ایک دلچسپ صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی۔ عشتار مجھے بھی پسند تھی اور اس بوڑھے جلاد کو بھی۔ لیکن دیکھنا یہ تھا کہ خود عشتار کیا فیصلہ کرتی ہے۔

اگر اس بوڑھے کے حق میں بھی فیصلہ کرتی تو مجھے کوئی خاص اعتراض نہیں تھا یہ اس کا اپنا فعل ہوتا، ہاں میں اپنی دلچسپیوں کے بارے میں غور کرتا کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہیے۔ یا یہاں سے آگے بڑھ جانا چاہیے۔ کیونکہ بہرحال میں عشتار کے ہمدردوں اور وفاداروں میں سے نہ تھا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ عشتار جو مجھ سے محبت کا اقرار کر چکی ہے۔ اگر مصلحت کے تحت خود کو بوڑھے مین پال کے حوالے کر دیتی ہے۔ تو میں اسے اس کے دعوے کا احساس دلاؤں گا اور پھر ان لوگوں کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤں گا! اور اگر معاملات کوئی دوسرا رُخ اختیار کرتے ہیں تو وہ میرے لئے دلچسپ ہوں گے، بوڑھے مین پال کو قتل کرنے میں مجھے کوئی تکلف نہیں تھا۔!

لشکر آگے بڑھتا رہا! یہاں میری حیثیت میں ایک نمایاں تبدیلی تھی۔ اس لشکر میں میری کوئی اہمیت نہیں تھی۔ میں ایک معمولی سپاہی سے زیادہ کچھ نہ تھا اور پروفیسر مجھے زندگی کا یہ نیا پن پسند آرہا تھا۔ دوسرے سپاہیوں کی مانند میں بھی چلتا رہا اور ہم ایک طویل و عریض میدان میں پہنچ گئے۔ مین پال کا لشکر ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ عشتار کے آدمیوں کو ان میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور بعض خیموں میں دو دو آدمی گذارہ کرنے لگے۔ درمیان میں عشتار اور مین پال کا خیمہ تھا۔ عشتار اس دوران مین پال کے ساتھ رہی تھی۔ اور بظاہر میری طرف متوجہ بھی نہیں تھی میں بھی مین پال کے ایک عام سپاہی کے ساتھ ایک خیمے میں فروکش ہو گیا۔ میرا ساتھی ڈھلتی عمر کا ایک آدمی تھا۔ تندرست و توانا اور جنگجو۔ میدان میں شام ہو گئی مین پال

کے لشکری کھانے پکانے کی تیاری کرنے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ مصروف تھا۔ پھر میں نے اور میرے ساتھی نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔

میرا ساتھی جس کا نام الوآ تھا بار بار میری طرف دلچسپ نگاہوں سے دیکھنے لگتا تھا۔ کھانے کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تو تم بھی ان شکست خوردہ لوگوں میں سے ہو جنہوں نے انیسٹری سے شکست کھائی ہے۔؟"

"نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اگر بعل کے لشکر میں، میں شامل ہوتا تو اسے شکست نہ ہوتی۔"

"خوب۔ میں نے تمہاری باتیں اس وقت بھی سنی تھیں جب تم پہلی بار قاصد کی حیثیت سے آئے تھے، تمہارے جسم کا رنگ عجیب ہے؟"

"ہاں۔ میری فطرت بھی عجیب ہے"۔ میں نے کہا

"کیا تم کسی نمایاں خصوصیت کے حامل ہو۔؟"

"یقیناً"

"کیا تم بے حد طاقتور ہو جیسا کہ تمہارے جسم سے ظاہر ہے۔؟"

"تمہارا خیال درست ہے۔"

"تب تم صبح کی ورزش میں ہبلوم کو للکار دینا، تاکہ تمہارے ذہن سے یہ خیال ہمیشہ کے لئے نکل جائے۔" بوڑھے نے مسکراتے ہوئے کہا اس کے لہجے میں اور چہرے پر مضحکہ اڑانے والی مسکراہٹ تھی لیکن میں نے سکون سے اس کے الفاظ سُنے۔ اور پھر اسی سکون سے پوچھا۔

"ہبلوم کون ہے؟"

"پہاڑ۔ پورے لشکر میں اس سے زیادہ مضبوط نوجوان نہیں ہے۔ وہ بیک وقت آٹھ آدمیوں کو پچھاڑ دیتا ہے۔"

"تو بوڑھے۔ تم میری طرف سے ہبلوم کو اس کی شکست کا پیغام دے دینا۔"

"اپنی بات کے ذمہ دار تم خود ہوگے۔" بوڑھے نے کہا

"اور ہبلوم کی موت کے ذمہ دار تم۔" میں نے جواب دیا

"خوب خوب۔ ویسے تمہاری باتیں دلچسپ ہوتی ہیں۔ ہبلوم کی ایک بری عادت ہے۔ وہ اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑتا جو اسے للکارنے کی جرأت کرے، ہاں اس وقت وہ مجبور ہوتا ہے، جب مین پال اسے حکم دے۔ تاہم کل کی صبح میں تمہاری اجازت سے تمہارا نام پکاروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ اور دل میں سوچا کہ کچھ تو تفریح رہے عشتار تو میرے بارے میں بخوبی جانتی ہے لیکن مین پال کو بھی تو کچھ معلوم ہونا چاہیئے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور خواہش جاگی۔ کیا میں عشتار اور مین پال کی گفتگو نہ سنوں۔ دیکھوں تو سہی عشتار مین پال کی دوستی کی کیا قیمت ادا کر رہی ہے۔ اور اگر انتقام کی آگ میں جل مرنے کے لئے مجھ سے کئے ہوئے وعدے سے پھر گئی اور اس نے خود کو مین پال کی آغوش میں دے دیا ہے تو۔ پھر ان دونوں کی موت واجب ہے۔"

ہاں پروفیسر۔ پہلی بار میرے دل میں رقابت کے جذبات پیدا ہوگئے تھے نہ جانے یہ تبدیلی میرے اندر کیوں آئی تھی۔ اس کی وجہ شاید۔ ہو کہ یہاں عشتار کے علاوہ کوئی دوسری عورت نہیں تھی اور بہرحال عشتار ایک بھرپور عورت تھی جو مجھے پتھروں کے دور کی لڑکیوں کی یاد دلاتی تھی۔

چنانچہ جب میرا ساتھی لیٹ گیا اور اس کے حلق سے کٹے ہوئے بکرے کی سی آوازیں ابلنے لگیں تو میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ ماحول پر سکوت تھا۔ مین پال کے لشکری، خیموں کے بیرونی حصوں پر پہرہ دے رہے تھے۔ اندرونی حصار میں پہرے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی۔

چنانچہ مجھے مین پال کے خیمے تک کا راستہ طے کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی یوں بھی اندھیری رات تھی۔ مین پال کے خیمے کا دروازہ بند ہوا تھا۔ اس میں تاریکی تھی لیکن اس کے نزدیک ہی عشتار کے خیمے سے روشنی چھن رہی تھی۔ اور اندر سے گفتگو کی آواز سنائی دے رہی تھیں، اس لئے میں اسی خیمے کی پشت پر پہنچ گیا۔ میں نے خیمے کے عقب میں کوئی ایسا سوراخ تلاش کرنے کی کوشش کی جس سے میں اندر جھانک سکوں لیکن کوئی سوراخ موجود نہ تھا۔ تاہم کپڑے سے بنے ہوئے خیمے میں سوراخ بنا لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ میرے تیز خنجر نے آنکھ کی راہ ہموار کر دی اور میں نے اندر کا منظر دیکھا۔

عشتار ایک زرنگار کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور مین پال کی لمبی ستون نما ٹانگیں مجھے قریب ہی نظر آرہی تھیں۔ عشتار کی گردن جھکی ہوئی تھی اور مین پال کہہ رہا تھا۔

"بعل ہمارا گہرا دوست تھا، نیکیوں کا شہنشاہ۔ کاش ہم اس سے بے خبر نہ رہتے، کاش وہ زندہ رہتا۔ اگر وہ زندہ ہوتا عشتار تو ہمیں اس سے اپنے دل کا حال کہنے میں عار نہ ہوتا۔ اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ہمارے چہرے پر مایوسی کی شکن دیکھنا کبھی پسند نہ کرتا۔"

عشتار سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"تم نہیں سمجھیں عشتار۔ ہم تمہیں اس وقت سمجھا کر یہ احساس نہیں دلانا چاہتے کہ ہم تمہاری مجبوری سے کوئی ناجائز فائدہ اٹھانے کی فکر میں ہیں۔"

"میں جاننا چاہتی ہوں عظیم مین پال۔" عشتار کی آواز ابھری۔

"ہم قصوروار نہ ہوں گے عشتار، کیونکہ تم نے خود ہمارے دل کا حال جاننے کی کوشش کی ہے۔"

"مجھے تجسس پیدا ہو گیا ہے مین پال۔ آخر تو کیا کہنا چاہتا ہے۔" عشتار نے کہا

"ہم جب بعل سے جدا ہوئے تھے۔ ہم نے جب آخری بار اسے دیکھا تھا، تو تو بھی ہماری نگاہوں میں آئی تھی عشتار لیکن اس وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جوان ہو کر، تو ایسی تباہ کن بن جائے گی۔ ہم تیرے حسن سے بے حد متاثر ہیں عشتار۔ ہم نے تجھے پہلی بار دیکھا تو ہم حیران رہ گئے ہمیں گمان بھی نہ تھا کہ ان پہاڑوں میں لعل بدخشاں پوشیدہ ہے اور پھر ہمارے دل میں تیری محبت پیدا ہوگئی۔ ہم تجھے اپنی ملکہ بنانا چاہتے ہیں عشتار۔ ہم تجھے حاصل کرنا چاہتے ہیں"

تب میں نے عشتار کی شکل دیکھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بوڑھے مین پال کی شکل دیکھ رہی تھی۔ بھلا اس کا، اور اس بوڑھے کا کیا جوڑ تھا لیکن بادشاہ بوڑھے نہیں ہوتے۔ وہ نوجوان رہتے ہیں اور نوجوان لڑکیوں پر اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اس لئے مین پال کے ذہن میں بڑھاپے کا گمان بھی نہ تھا۔ پھر عشتار کے چہرے پر الجھن پیدا ہو گئی۔ اور میں اس کی یہ الجھن بخوبی سمجھتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت اس کی نگاہوں میں میرا تصور ہے۔ اسے اپنا وعدہ یاد ہے اور وہ بخوبی دیکھ رہی ہے کہ مجھ جیسے سرکش انسان نے صرف اس کے لئے ایک معمولی حیثیت اختیار کر رکھی ہے، جب کہ وہ میری حیثیت سے بخوبی واقف تھی اور پروفیسر۔ جو لڑکی مجھ سے واقف ہو جائے، شاید زندگی بھر دوسرے مرد کا تصور نہ کرے۔!

لیکن اس کے ساتھ ساتھ عشتار کو یہ بھی خیال ہو گا کہ اگر اس نے مین پال سے صاف صاف انکار کر دیا کہ وہ بحیثیت مردائے قبول نہیں کر سکتی، تو مین پال اس کی مدد کرنے سے انکار کر دے گا۔ نہ صرف انکار کر سکتا ہے، بلکہ عین ممکن ہے ؤ لیے اس دوران میں گرفتار کر کے واپس لوٹ جائے اور اپنی حرم میں ڈال لے، وہ طاقت ور تھا اسے کون روک سکتا تھا۔ چنانچہ میں خوب غور سے عشتار کی کیفیات کا جائزہ لیتا رہا، اور میرے کان اس کی آواز کا انتظار کرنے لگے۔

تب عشتار کی آواز ابھری۔ "آہ۔ عظیم مین پال۔ کون عورت ہو گی، جو تیری آغوش ناپسند کرے گی، کون تجھ جیسے عظیم شہنشاہ کو ٹھکرانے کی جرأت کرے گی، میں بھی ایک عورت ہوں۔ لیکن بعل کی خون آلود لاش پر کھڑے ہو کر میں نے عہد کیا تھا کہ جب تک اجیشری کی لاش اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں گی، جب تک اس کے خون سے غسل نہ کر لوں گی، اپنے دل کی ہر خواہش کو سلا دوں گی اور اگر کبھی یہ مقدس عہد ٹوٹا تو خنجر اپنے پہلو میں بھونک لوں گی۔ چنانچہ تجھے انتظار کرنا ہو گا مین پال عظیم شہنشاہ میرا عہد پورا ہونے دے، اس وقت میں تجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں گی اور اس وقت تو دل کی مراد پا سکے گا، اگر تو مجھے یہ مہلت نہیں دے سکتا تو میں تجھے اجازت دیتی ہوں کہ اپنا خنجر نکال اور میرے پہلو میں اتار دے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے عشتار۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تیری طلب تو میرے جنون کو تیز کر دے گی۔ میں نے تجھ سے یہ کب کہا کہ مجھے تیری شرط منظور نہیں ہے" مین پال نے کہا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں سمجھ گیا کہ منہ زور گھوڑا رام ہو گیا ہے۔ اور عشتار کامیابی سے اسے ٹال چکی ہے۔ ہر چند کہ ایک الجھن پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن میں کس لئے تھا، اس وقت جب اجیشری کے لشکر کو شکست ہو جائے گی، اس وقت جب مین پال اپنا حق طلب کرے گا، تو میں سامنے آ جاؤں گا، اور تب میں اس بوڑھے گدھے کو بتاؤں گا کہ عشتار کا قاصد کیا ہے! ہاں مجھے اطمینان ہو گیا کہ عشتار مجھ سے بد عہدی پر آمادہ نہیں ہے۔ وہ عہد کی پابندی کرے گی کیونکہ وہ مین پال کی محبوبہ ہے۔ اور میں اس کا محبوب ہوں۔ چنانچہ میں جس خاموشی سے یہاں تک آیا تھا اسی خاموشی سے واپس اپنے خیمے میں آ گیا۔ کٹا ہوا بکرا ابھی تک چیخ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اسے اس جانکنی سے نجات دلا دوں لیکن پھر میں نے اسے معاف کر دیا۔ کیا فائدہ ایک بے گناہ کی زندگی لے کر اور پھر میں اس کی کریہہ آوازوں کو نظر انداز کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔

دوسری صبح مجھے میرے ساتھی نے ہی جگایا تھا۔ اور میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ گیا۔ میرا ساتھی مجھے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اور پھر اس نے مخصوص مضحکانہ انداز میں پوچھا۔

"اوہو۔ کیا بات ہے جیالے۔ کیا رات کی تاریکی نے تمہاری امنگوں کو نگل لیا ہے۔ کیا تمہاری عقل نے تمہیں کوئی تیز مشورہ دیا ہے؟"

"کیوں بوڑھے بے وقوف۔ یہ تو نے کیسے تصور کیا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"ممکن ہے تم اس لئے دیر تک سوتے رہے ہو کہ ہلوم کی ورزش کا وقت نکل جائے۔ اور تمہاری جان بچ جائے۔"

"یہ بات نہیں ہے گدھے۔ دراصل تو رات بھر کٹے ہوئے بکرے کی مانند چیختا رہا ہے۔ اس لئے میں دیر سے سو سکا۔" میرے ساتھی نے میری توہین آمیز الفاظ کا برا نہیں منا۔ اور مسکراتا رہا پھر بولا۔

"تب تیار ہو جا۔ اور میرے ساتھ چل۔ ہلوم اکھاڑے میں آ چکا ہو گا، اور ورزش کر رہا ہو گا۔"

میں نے پانی سے ہاتھ منہ دھویا اور پھر اس کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں میں نے ورزش کے بارے میں تفصیل معلوم کی تو بوڑھے نے مجھے بتایا کہ مین پال اپنی فوجوں کو چاق و چوبند رکھنے کے لئے ان سے ورزش کراتا ہے۔ ایک ایک جتھے کے لئے ایک ایک دن مخصوص ہے کیونکہ اس بے پناہ لشکر کے تمام سپاہی بیک وقت ورزش نہیں کر سکتے، ہاں جو مخصوص لوگ ہیں، وہ روزانہ ورزش کرتے ہیں اور ورزش کرنے والوں کی نگرانی کرتے ہیں، جیسے ہلوم۔"

"خوب۔ کیا خود مین پال اس ورزش کو دیکھتا ہے۔؟"

"بلاناغہ۔ وہ اپنے سپاہیوں کو مستعد دیکھنا چاہتا ہے، اگر وہ خود ان پر نگاہ نہ رکھے تو وہ کاہل ہو جائیں۔ وہ ان کی کمزوری اور کسی تکلیف کا بھرپور ازالہ کرتا ہے۔"

"کیا وہ اکھاڑے میں پہنچ چکا ہو گا۔؟"

"نہ پہنچا ہو گا تو پہنچنے والا ہو گا" میرے ساتھی نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ دلچسپ صورتحال تھی۔ میرے لئے پسندیدہ۔ اور ہم خیموں کے دوسری طرف میدان میں پہنچ گئے۔ جہاں مین پال کے سپاہی ایک طویل دائرہ بنائے کھڑے تھے اور ان کے درمیان آج کے ورزش کرنے والے جسمانی کمالات دکھا رہے تھے۔ ایک بڑی چوکی ایک طرف بنی ہوئی تھی جس پر فرش بچھے ہوئے تھے۔ یہ چوکی شاید بہت سے لکڑی کے ٹکڑوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی، ہم اس چوکی کے عقب میں جا کھڑے ہوئے۔ دوسرے لوگوں نے ہمیں راستہ دے دیا تھا۔

تب میں نے گوشت کے پہاڑ ہلوم کو دیکھا۔ درحقیقت جسامت میں وہ پہاڑ تھا لیکن افناس کا عشر عشیر بھی نہیں تھا۔ وہ اکھاڑے کے درمیان وزنی پتھر اٹھائے ورزش کر رہا تھا، دوسرے لوگ بھی مختلف ورزشوں میں مصروف تھے۔

"یہ پتھر جو اس کے ہاتھ میں گھوم رہے ہیں۔ دس آدمی مل کر اٹھا سکتے ہیں

میرے ساتھی نے بتایا۔" اور جس گھوڑے پر بہلوم سفر کرتا ہے اس کی زندگی چند ماہ سے زیادہ نہیں ہوتی، اس کی کمر ناکارہ ہو جاتی ہے تب دوسرا سب سے مضبوط گھوڑا اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح بہلوم کی زندگی پر درجنوں گھوڑے کام آچکے ہیں۔

"خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کے کھانڈے کا وزن بھی اتنا ہی ہے۔ اتنا لمبا کھانڈا تم نے اپنی زندگی میں نہ دیکھا ہوگا۔ اور اس کے وار سے بیک وقت کئی آدمی جان دیدیتے ہیں۔" میرا ساتھی اس کی مدح سرائی کر رہا تھا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ گوشت کے اس پہاڑ میں وہ وقار و دبدبہ بھی نہیں تھا جو افناس میں تھا۔ افناس۔ میری زندگی کا عظیم ترین انسان بے شک نہ بھولنے والی شخصیت، اس کے جسم میں جو بھی طاقت ہو، لیکن اس کے دل میں چھپی ہوئی عظمت اس کے مقابل کو مسحور کر دیتی تھی۔ وہ عظیم انسان بھی تھا اور اس کے برعکس یہ چھچھورا شخص، جو وزنی پتھروں کو گھما کر خود کو دنیا کا سب سے طاقتور انسان سمجھ رہا تھا۔

"کیا خیال ہے جیالے؟ کیا تمھاری رگوں میں دوڑتا ہوا خون رک نہیں گیا؟ کیا تمہیں اپنی بات کی حماقت کا احساس ہوا؟" میرے ساتھی نے سوال کیا اور میں ہنس پڑا۔

"اے بے وقوف انسان۔ کیا اس کی طاقت صرف یہی ہے کہ وہ یہ پتھر گھما رہا ہے۔ اگر تو اسے ہی طاقت سمجھ رہا ہے تو سُن میرے ہاتھ کی قوت اس پتھر کو مٹی میں بدل سکتی ہے اور یہ شخص۔ میں اسے اس طرح مار سکتا ہوں کہ پھر یہ زندگی میں کسی کو للکارنے کی جرات نہ کرے۔" میرا ساتھی حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔ شاید اسے میری دماغی کیفیت پر شبہ ہونے لگا تھا۔ پھر اس نے مضحکانہ انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہائے رے ہائے۔ ساتھی بھی ملا تو صرف ایک رات کے لئے، اور وہ بھی ایسا احمق۔ چلو ٹھیک ہے۔ آج تک اکیلا رہا ہوں پھر اکیلا ہو جاؤں گا۔"

"یقیناً۔ یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ اس کی موت کے بعد اس کا خیمہ خالی ہو جائے گا اور وہ مجھے مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے بھائی۔ تو باتوں کا ماہر ہے۔ وہ دیکھ۔ خود مین پال۔ عظیم حکمران اکھاڑے کی سیر کو آگیا ہے۔ آہا اس کے ساتھ عشتار بھی ہے۔ کیسا دکھ ہوگا تیری موت پر عشتار کو۔ آخر اس کا ایک اور آدمی جان دے بیٹھا۔"

اس بار میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اور مین پال اور عشتار کو دیکھ رہا تھا، جو پتھر کی چوکی کی طرف آرہے تھے۔ پھر وہ دونوں چوکی پر جا کھڑے ہوئے۔ اکھاڑے میں ورزش کرتے ہوئے لوگوں نے گردن جھکا کر اطاعت کا اعلان کیا۔ اور پھر بہلوم پتھر پھینک کر سینہ تانے ہوئے مین پال کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے بھی گردن جھکائی تھی۔ تب مین پال نے عشتار کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"اسے دیکھ عشتار، میرے دوست کی بہن، اس جیسے انسان کی گردن بھی میرے سامنے جھکتی ہے۔ ہاں میں دنیا کا واحد شخص ہوں جس کے سامنے یہ گردن جھکاتا ہے۔ ورنہ کسی سرزمین نے ایسا انسان نہیں پیدا کیا جو اس کا سر جھکا دے، اس کی جسامت دیکھی کیا اس سے قبل ایسا جوان دیکھا ہے؟ بولو عشتار، کیا تمھارے آدمیوں میں سے کوئی ہے جو اس کا مقابل ہو؟"

"یہ سوال ہے شہنشاہ؟ جس کا جواب مجھے دینا ہوگا؟" عشتار نے پوچھا

"کیا مطلب؟ ہم نہیں سمجھے عشتار۔" مین پال نے پوچھا۔

"میں کہنا چاہتی تھی مین پال۔ میں تمہیں بتانا چاہتی تھی کہ میں نے بھی ایک ہیرا تمھاری غلامی میں دیا ہے، ہاں مجھے معلوم نہ تھا کہ عظیم مین پال جیالوں کی اس قدر عزت افزائی کرتا ہے لیکن ٹھیک ہی تو ہے۔ عظیم مین پال ہی جیالوں کی قدر کر سکتا ہے کہ، وہ خود دلیروں کا دلیر ہے۔" عشتار نے چالاکی سے کہا۔ اور یہ الفاظ میں نے سُن لئے تھے۔ میں عشتار کی چالاکی پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

"تیرا اندازہ درست ہے عشتار۔ ہمارے اس جوان کو فوج میں پوری مراعات حاصل ہیں۔ اس کی ہر ضرورت، ہر خواہش کی تکمیل ہوتی ہے، اسے دوسروں سے ممتاز سمجھا جاتا ہے اور میدانِ جنگ میں یہ سارے ادھار چکا دیتا ہے۔ مگر تو نے کون سے ہیرے کی بات کہی تھی؟"

"تجھے وہ قاصد یاد نہیں رہا مین پال، جو تیرے پاس گیا تھا؟"

"اوہ سنہرے بدن والا۔ مگر کیا تو اُسے صحیح الدماغ سمجھتی ہے؟ وہ معمولی سا انسان ہیرا کیسے ہو سکتا ہے؟۔ ہمیں بتا۔!"

بہلوم واپس چلا گیا تھا اور اب وہ بیک وقت پانچ پہلوانوں سے زور آزمائی کر رہا تھا۔

"مین پال تو اُسے صحیح الدماغ کیوں نہیں سمجھتا؟" عشتار نے پوچھا۔

"کیونکہ اس نے ایسی ہی لاف و گزاف کی تھی۔ جانتی ہے اس نے کیا کہا؟ اس نے کہا تھا کہ اگر میں اُسے اپنے پورے لشکر سے جنگ کرنے چھوڑ دوں تو سورج چھپنے تک میرے سپاہی آدھے رہ جائیں۔ وہ جو کچھ بھی ہو خوش قسمت ضرور ہے کہ ان الفاظ کی ادائیگی کے بعد زندہ واپس آگیا لیکن صرف تیرے نام کی وجہ سے۔!"

"وہ بے پناہ طاقت ور ہے مین پال! اس کی طاقت ضرور آزما تاکہ میدانِ جنگ میں تو اس کے سپرد بہتر کام کر سکے!"

"کیا تیرا خیال ہے کہ میں اسے بہلوم کے مقابل لے آؤں؟" مین پال نے حیرت سے پوچھا۔

"بہلوم۔ شاید اس کے سامنے ایک حقیر چیونٹی کی حیثیت رکھتا ہے" عشتار نے کہا۔ اور یہ اس کا تجربہ تھا، غار کی چٹان کا ذکر اس نے مین پال سے نہیں کیا تھا لیکن بہرحال وہ اس کی آنکھوں دیکھا واقعہ تھا۔

لیکن اس کے الفاظ سے مین پال کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ وہ چند لمحے سپاٹ نگاہوں سے عشتار کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "دقت یہ ہے کہ بہلوم اپنے شکار کو زندہ نہیں چھوڑتا۔ یہ اس کا اصول ہے اور شاید درست بھی ہے، کیونکہ اس طرح اس کے سامنے صرف وہ آتا ہے جسے موت کی آرزو ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہر کس و ناکس آکر اُسے پریشان کرے، اور میں

عشتار کے نازک دل کو ٹھیس نہیں لگا سکتا۔ اس وقت ہمارا ایک ایک آدمی قیمتی ہے"
میں پوری توجہ سے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ مگر میرا احمق ساتھی کچھ اور ہی گھات لگائے ہوئے تھا۔ چنانچہ اس نے اچانک باہر نکل کر لڑنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس کے ہونٹوں کے گوشے ہنسی سے کپکپا رہے تھے۔

"سنو اے جیالو سنو۔ یہاں ایک ایسا بھی موجود ہے جو بہلوم کی قوت کو للکارنا چاہتا ہے۔ سنو اس کی دلچسپ بات سنو، اور وہ میرا ساتھی ہے یعنی وہی قاصد جس نے کل لطیفے سنائے تھے۔ یہ اس کا تازہ لطیفہ ہے کہ وہ خود کو بہلوم کا مقابل سمجھتا ہے۔ کیا اس کے اس دلچسپ دعوے کی تصدیق کی جا سکتی ہے!"

بہلوم نے یہ الفاظ سنے اور ہاتھوں میں تھامے ہوئے پتھر پھینک دیئے، پھر وہ آہستہ آہستہ میرے احمق ساتھی کی طرف بڑھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ اور غصے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے میرے ساتھی کے گریبان کے لباس پر ہاتھ ڈالا اور اسے زمین سے تین فٹ اوپر اٹھا کر اپنے مقابل کر لیا۔

"تو نے جو کچھ کہا کیا یہ حقیقت ہے۔" اس نے گرجدار آواز میں پوچھا اور ایک عورت کے لئے میں اس سے زیادہ برداشت کی قوت نہیں رکھتا تھا، چنانچہ میں عقب سے نکل آیا۔!

"ہاں یہ حقیقت ہے۔ اس بے وقوف کو چھوڑ دے۔ میں تیرے سامنے ہوں۔" میں نے کہا اور بہلوم نے لٹکے ہوئے آدمی کو نیچے پھینک دیا اور پھر میری طرف گھور کر دیکھا۔ اور پھر مین پال کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"عظیم شہنشاہ۔ کیا تو اسے پہچان گیا۔ یہ وہی احمق قاصد ہے جس نے کل تیری شان میں گستاخی کی تھی لیکن تیرے اشارے پر میں خود پر جبر کر گیا تھا آج پھر اس نے ایک حماقت کی بات کہی ہے۔ میں انسان ہوں اور زیادہ قوتِ برداشت نہیں رکھتا، تاہم تیرا حکم ماننے کے لئے اب بھی تیار ہوں۔"

"یہ اکھاڑہ ہے بہلوم۔ اور یہاں ہماری نہیں تیری حکومت ہے۔ اس نے تجھے اکھاڑے میں للکارا ہے، ہماری طرف سے اجازت ہے اسے جواب دے گا۔" مین پال نے کہا اور مسکراتے ہوئے عشتار کی طرف دیکھا، عشتار کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ تھی تب میں بھی اس کے سامنے پہنچ گیا۔

"میں بھی اجازت چاہتا ہوں۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ اکھاڑے کے کھیل ہیں۔ میری سمجھ سے باہر۔ تاہم میری طرف سے ایک ہدایت ہے۔" عشتار نے کہا اور مین پال دلچسپی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ کھیل دشمنی کے نہیں ہیں بلکہ صرف ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ عظیم مین پال کی فوج کا ایک ایک جوان ہمارا ہمدرد ہے، چنانچہ میں چاہتی ہوں کہ بہلوم کو قتل نہ کیا جائے تم اس بات کا خیال رکھنا۔ یہ میری خواہش ہے۔"

"اس خواہش کا احترام کیا جائے گا۔" میں نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ اور میری بات کو بہلوم اور مین پال دونوں نے سُنا۔ مین پال کی مسکراہٹ گہری ہو گئی اور بہلوم کا چہرہ اور سرخ ہو گیا۔

"لیکن معزز شہنشاہ۔ میں یہ رعایت نہ دے سکوں گا، میرے اصول کے خلاف ہے"

"تمہیں اجازت ہے بہلوم۔" مین پال کے بجائے عشتار بول اٹھی۔ اور میں واپسی کے لئے مڑ گیا۔ تب میں نے اپنا اوپری لباس اتار دیا اور صرف زیریں جسمت لباس میں رہ گیا میرے بازوؤں کی مچھلیاں تڑپ رہی تھیں اور میں اس دلچسپ کھیل کے لئے تیار تھا بہلوم بھی مست ہاتھی کی طرح پلٹا اور میرے مقابل آگیا۔

دوسرے تمام پہلوانوں نے اور سپہ گروہ نے ہاتھ روک لئے، ایسا شاید ان کی زندگی میں چند بار ہی ہوا تھا کہ کسی نے باقاعدگی سے بہلوم کے مقابل آنے کی جرأت کی ہو۔ ہاں اگر قسمت کا مارا کوئی آ ہی جائے تو یوں سمجھا جاتا کہ اس کی موت اسی طرح مقدر تھی اور آج بھی ان کی دانست میں کسی کی موت آئی تھی لوگ ایک طرف سمٹ گئے اور اب اکھاڑے میں صرف میں اور بہلوم تھے۔!

"تو اے بے وقوف انسان سنبھل۔ میں نہیں جانتا کہ تو مخبوط الحواس ہے یا خردمند لیکن میرے مقابل آکر تو نے موت کو آواز دی، اور افسوس کہ اب میں بھی اسے ٹال نہیں سکتا۔" بہلوم نے جھکتے ہوئے کہا۔

"گوشت اور ہڈیوں کے پہاڑ — اس وزنی ڈھیر پر مغرور ہونا مناسب نہیں ہے۔ میں تیری بنیادیں ہلا دوں گا۔ کائنات محدود نہیں ہے اور لاکھوں سربستہ رازوں سے بھری پڑی ہے۔ اس میں کیا کیا ہے۔ اس کے بارے میں کون جان سکتا ہے۔ ایک سے ایک زورآور، اور حیرت انگیز انسان کائنات میں موجود ہے۔ تیری حقیقت کیا ہے۔ چنانچہ مغرور ہونا بری بات ہے۔ اور اس کا نتیجہ تو ابھی دیکھ لے گا۔"

"تو سنبھل۔" بہلوم کسی اندھے بھینسے کی طرح گردن جھکائے آگے بڑھا وہ میرے سینے پر ٹکر لگا کر پہلے ہی وار میں میرا کام تمام کر دینا چاہتا تھا اور اسے وہ اپنے شایانِ شان سمجھتا تھا کہ پہلے ہی وار میں دشمن کا خاتمہ کر دیا جائے، ورنہ اس میں اور عام لڑاکوں میں کیا فرق رہ جاتا۔

عام لوگوں کا خیال ہوگا کہ میں اپنی بہ نسبت ہلکی پھلکی جسامت سے کام لے کر اس جنگلی سور کا وار بچا جاؤں گا، اور پھرتی سے ایک طرف ہٹ جاؤں گا، لیکن اس وقت لوگوں کی حیرت سے چیخیں نکل گئیں جب میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر اس کی خوفناک ٹکر کو اپنے جسم پر روکا،

لیکن لوگوں نے دیکھا کہ میں وزنی پہاڑ کی مانند اپنی جگہ قائم ہوں اور ایک انچ بھی نہیں ہلا، اور پھر میں نے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے آسانی کے پیچھے دھکیل دیا۔

بہلوم نے ایک جھرجھری لی۔ اس کی آنکھوں سے وحشت جھانک رہی تھی، ایک بار پھر اس نے اسی انداز میں گردن جھکائی اور اس بار اس کا حملہ پہلے سے بھی زیادہ شدید تھا لیکن میں تو کھلا کھلا کر مارنے کا عادی ہوں، مغرور کو خود اس کی نگاہ میں ذلیل کر دیتا ہوں۔ میں نے اس بار بھی اس کی ٹکر کو اسی انداز میں جسم پر روکا۔ اور اسے پیچھے ڈھکیلتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا مذاق کر رہا ہے بہلوم۔ کوئی مضبوط وار کر — یہ ٹکریں تو میرے پیٹ میں گدگدی کر رہی ہیں۔!"

لوگ ہذیانی انداز میں ہنس پڑے اور پھر اس طرح خاموش ہوگئے جیسے اس سے پہلے کبھی نہ ہنسے ہوں. اور اس کے بعد کبھی نہ ہنسیں گے، ان کی ذہنی کیفیت خراب ہوگئی تھی. یہ سب کچھ ان کے لئے غیر متوقع تھا۔

اور بہلوم کا چہرہ آگ کی مانند نظر آنے لگا، اس بار وہ دونوں بازو پھیلا کر میری طرف جھپٹا، اب وہ مجھے جکڑنے کا خیال رکھتا تھا۔ اس نے سوچا کہ مجھے اپنی گرفت میں لے کر پیس دے اور ۔۔ اس نے مجھے اپنے درختوں کی ٹوٹی شاخوں جیسے بازوؤں میں لے بھی لیا، لیکن اس بار میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کا سر پکڑ لیا اور اسے کچے تربوز کی مانند دبایا، تو بہلوم نے گھبرا کر مجھے چھوڑ دیا۔ اسے خدشہ ہوا تھا کہ اس کا سر چٹک نہ جائے۔ تب میں نے اسے سر ہی سے پکڑا اور گھما کر دور پھینک دیا۔ بہلوم کروٹ کے بل گرا تھا لیکن صرف ایک لمحے، دوسرے لمحے وہ اپنے پیروں پر کھڑا تھا!

اتنا مجمع تھا لیکن سانسوں کی آواز بھی صاف سنائی دے رہی تھی عشتار کے چہرے پر پھول کھلے ہوئے تھے، اور مین پال کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں، اب میں بہلوم کو اس کے غرور کی سزا دینے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر اسی لمحے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں لگایا، بہلوم نے تڑپ کر میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی، لیکن وہ گرفت ہی کیا جس سے شکار نکل جائے۔ میں نے بہلوم کو سر سے اونچا اٹھایا اور زمین پر دے مارا۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ بہلوم پھر اٹھ گیا۔ اس گڑیا کی مانند جس کے نچلے حصے میں سیسہ بھرا ہوتا ہے، اور وہ دبلنے ہی اٹھ کھڑی ہوتی ہے لیکن اب اس کی ٹانگوں میں لرزش تھی اور چہرے پر بدحواسی، اسے ایسے انوکھے مقابل کی امید نہیں تھی جس پر کوئی داؤ کارگر ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پریشان تھا کہ کیا کرے۔!

میں پھر اس کی طرف بڑھا اور اس نے مدافعتی انداز میں ہاتھ آگے بڑھا دیئے

"کیا خیال ہے۔ معاف کر دوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اور اس نے جلدی سے دونوں ہاتھ نیچے گرا لیئے۔ ایک بار پھر اس نے پوری قوت مجتمع کر کے حملہ کیا۔ لیکن میں اس بار کھیل ختم کر دینا چاہتا تھا، میں نے اسے گرفت میں لے لیا اور اس بار میری گرفت ایسی تھی کہ وہ نکل نہ سکا، میں نے اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا، پھر اس کی دونوں ٹانگیں میں نے گردن میں پھنسائیں اور اوپری جسم نیچے چھوڑ دیا، اس نے خود کو زمین سے ٹکرانے کے لئے دونوں ہاتھوں کا سہارا لینے کی کوشش کی، لیکن یہ کوشش بے سود تھی، میں نے اس کی ٹانگیں کو اونچا کیا اور اس کا سر زمین سے ٹکرا دیا، اور اب میں یہ دلچسپ کھیل مسلسل کھیل رہا تھا۔

عشتار بے تحاشہ ہنس رہی تھی، مین پال کا چہرہ ستا ہوا تھا اور وہ بے بسی سے ہاتھ مل رہا تھا، لوگوں کے منہ سے دبی دبی آوازیں نکل رہی تھیں، اور اب بہلوم بھی چیخنے لگا تھا، پھر جب وہ سر کچلا ہوا سانپ بن گیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا اور وہ دھپ سے زمین پر گر پڑا! شاید وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔

چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قریب آ کر اسے دیکھنے لگے اس دیوائی شکست بھی حیرت انگیز تھی۔ میں آہستہ آہستہ عشتار کی طرف بڑھ گیا۔

اور پروفیسر ۔۔ درحقیقت اس وقت وہ صرف عورت نظر آ رہی تھی، ایسی البیلی الھڑ دیہاتن محبوبہ، جو اپنے محبوب کی فتح پر نازاں ہو۔ اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں محبت کا اعتراف کیا اور پھر اسے مین پال کا خیال آگیا۔ تب وہ ایک دم سنبھل گئی۔ اس کی یہ وارفتگی کھیل بگاڑ سکتی تھی۔

"عظیم مین پال۔ میرا سپاہی تیری داد کا منتظر ہے۔" اس نے پاٹ دار آواز میں کہا۔

"نہ صرف داد ۔۔ بلکہ عظیم مرتبے کا مستحق ہے یہ شخص۔ کیونکہ یہ وہ ہے جو کہتا بھی ہے اور کرتا بھی ہے، بیشک اس نے بہلوم کو بدترین شکست دی ہے اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس کے بدن میں پوشیدہ قوت سب سے انوکھی ہے، یوں سمجھو۔ بہلوم اس کے سامنے شیرخوار بچے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔"! مین پال نے خلوص دل سے اعتراف کیا۔

میرا خیال تھا کہ مین پال کو اپنے سپاہی کی شکست پسند نہ آئی ہوگی لیکن درحقیقت اس نے پورے خلوص سے اعتراف کیا تھا۔ تب اس نے بلند آواز سے کہا

"سن لے جیالے۔ سن لے بہادر۔ تو قائم ہے۔ تو عظیم ہے۔ تیری عظمت کے انعام کے طور پر، ہم تجھے اپنی آدھی فوج کا سالار مقرر کرتے ہیں۔ اور۔ تو نے عشتار کا حکم مانا۔ اور اپنے شکار کو کوئی ایسی اذیت نہیں دی جس سے اس کی موت واقع ہو جاتی اس لئے، تیری اس وفاشعاری کے انعام کے طور پر ہم تجھے اپنے خاص مصاحبوں اور مشیروں میں شامل کرتے تھے۔ ہمارے لشکر میں تیری حیثیت سب سے ممتاز رہے گی۔"

"مین پال عظیم ہے ۔۔ وہ بہادروں کا قدردان ہے۔" عشتار نے کہا اور یوں یہ دلچسپ صبح ختم ہوئی، اور مجھے وہ نمایاں حیثیت مل گئی جو ابھی میری اصلیت سے میل نہ کھاتی تھی، لیکن بہرحال غنیمت تھی، آگے کا کھیل تو ابھی باقی تھا۔

عشتار مین پال کے ساتھ ہی واپس چلی گئی۔ میرے اس ساتھی کو تو سانپ ہی سونگھ گیا تھا جس کے ساتھ میں مقیم تھا، اور جس نے میرا مذاق اڑایا تھا۔ اکھاڑے سے میں واپس اسی کے خیمے میں گیا تھا لیکن وہ نہ جانے کہاں تھا۔ کافی دیر تک میں خیمے میں بیٹھا گزرے ہوئے واقعات پر غور کرتا رہا۔ پھر جب بیٹھے بیٹھے اکتا گیا تو باہر نکل آیا ۔۔ تب میں نے دیکھا، میرا ساتھی خیمے کے باہر زمین پر گردن جھکائے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔

"اوہ ۔۔ تم یہاں کیوں بیٹھے ہو جیالے ۔۔؟" اور وہ بری طرح اچھل پڑا پھر اس طرح گھبرا کر اٹھا جیسے میں جھپٹا مار کر اسے دبوچنے والا ہوں۔ لیکن جب میں نے ایسا نہ کیا تو وہ تعجب خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا!

"کیوں ۔۔؟ تمہیں کیا ہوا ۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"تم ۔۔ تم مجھ سے ناراض نہیں ہو ۔۔؟" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"کیوں ۔۔؟ تم سے ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟"

"میں نے تمہارا مذاق اڑایا تھا ۔۔!"

"اوہ ۔۔ اس میں مذاق کی کیا بات تھی ۔۔ تم میرا امتحان لینا چاہتے تھے۔

میں نے امتحان لے لیا۔"

"لیکن میں نے تمہیں مصیبت میں پھنسا دیا تھا۔"

"تم نے دیکھا، مصیبت میں کون پھنس گیا۔"

"کیا تم نے دوسری بات بھی صحیح کی تھی۔۔؟"

"دوسری بات کونسی۔۔؟"

"جب تم عشتار کے قاصد بن کر آئے تھے اور تم نے مین پال سے کہا تھا کہ تم لشکر کا قتلِ عام کر سکتے ہو اور خود قتل نہ ہو گے۔"

"سنو میرے دوست، میں کوئی بات غلط نہیں کرتا۔ تم جب چاہو آزما لینا"

"تب تو۔۔ تب تو تم مین پال کے پورے لشکر پر بھاری ہو۔۔ لیکن ایک بات سنو، اگر تم دونوں کے ہاتھوں میں ہتھیار ہوتے، تو کیا اس وقت بھی تم بہلوم پر قابو پا لیتے، بہلوم صرف پہلوان ہی نہیں، ایک اچھا سپاہی بھی ہے۔۔ میرا خیال ہے اس کے دھار دار کھانڈے کے وار سے تم جان نہ بچا سکتے۔"

اور اس کی بات سنکر مجھے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ "ایک بات بتاؤ مکار سپاہی۔۔؟ کیا تمہاری بہلوم سے کچھ دشمنی ہے۔۔؟"

"نیر گل کی قسم، ہرگز نہیں۔۔"

"پھر تم اس کی زندگی کے گاہک کیوں ہو۔۔؟"

"اماّن کی قسم، میں نہیں سمجھا۔"

"تو سنو۔۔ اگر بہلوم کو عقل نہ آئی ہو اور اس کے دل میں ہتھیار استعمال کرنے کی حسرت رہ گئی ہو، تو کل کے کھیل میں تم اعلان کر سکتے ہو کہ میں بہلوم کو ہر فنِ سپاہ میں شکست دے سکتا ہوں۔ میں اس کے ناقابلِ تسخیر کھانڈے کو پیڑ کے درخت کی کمزور ٹہنی کی مانند ناکارہ کر دوں گا۔ میں اس کے تیز نیزے کی انی کو اپنے جسم پر ٹک کر موڑ دوں گا، میں اس سے ہر طریق جنگ پر جنگ کرنے کو تیار ہوں۔"

"مگر اب وہ تم سے جنگ نہ کر سکے گا۔!"

"کیوں۔۔؟"

"کیونکہ تمہاری حیثیت اس سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے۔ ارے باپ رے باپ، میں تم سے اس بے تکلفی سے کیسے مخاطب ہوں، تم تو میرے افسرِ اعلیٰ بن چکے ہو۔" اس نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی، لیکن میں نے لپک کر اس مسخرے کی گردن پکڑ لی۔

"سن او نامعقول، میں اب بھی تیرا دوست اور ساتھی ہوں۔۔ مجھے مین پال کی سالاری سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، تاہم عشتار کے لئے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

"عشتار۔۔!" اس نے میری طرف دیکھا، پھر بیوقوفوں کی طرح مسکرانے لگا اور پھر گردن مٹکاتے ہوئے بولا۔ "تو یہ قصہ ہے بڑے بھائی۔۔ ٹھیک ہے، بڑے آدمیوں کی بڑی باتیں۔"

"تو کل تم اسے میری طرف سے للکار رہے ہو۔۔؟" میں نے پوچھا اور اس نے دونوں کان پکڑ لیئے اور زور زور سے کھینچنے لگا۔

"نہیں، نہیں۔ شمش کی قسم ہرگز نہیں۔ تم نے میرے ساتھ ایک زیادتی بھی کی ہے۔"

"وہ کیا۔۔؟"

"جب تم نے اسے شکست دی تھی تو اُسے قتل کیوں نہیں کر دیا۔ بہلوم بڑا کینہ پرور انسان ہے۔ وہ یہ بات کبھی نہیں بھولے گا کہ میں نے اُسے تم سے مقابلے پر اکسایا ہے اور میری جان کسی بھی وقت عذاب میں آ جائے گی۔"

"تم فکر مت کرو، اگر اس نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی تو میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ خوشی سے کھِل گیا، اور پھر اچھلتے ہوئے بولا۔

"تب تم مجھے اپنے مصاحبوں میں شامل کر لو۔۔ مجھے اپنے ساتھ ہی لگا لو، یقین جانو، بہت اچھا اور بے حد وفادار ثابت ہوں گا!"

"ٹھیک ہے۔۔ لیکن ایک شرط بھی ہو گی۔۔؟"

"کہو کہو۔۔ جلدی کہو۔"

"تمہارا خیمہ میرے خیمے سے اتنی دُور ہو گا، کہ رات کو سوتے ہوئے تمہاری کٹے ہوئے بکرے جیسی آواز مجھ تک نہ پہنچے۔"

"ہاں ہاں۔۔ ایسا ہی ہو گا، لیکن یقین کرو، اس میں میری کوئی غلطی نہیں ہے۔۔ میں نے بدبخت سوما کو بھی یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔۔ لیکن، ہائے افسوس، وہ نہ مانی اور اس نے میری شریکِ زندگی بننے سے انکار کر دیا۔"

"سوما کون تھی۔۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"میری محبوبہ۔۔ لیکن صرف دن کی، ایک دفعہ رات کو بھی وہ میرے ساتھ رہ گئی تھی، بس اسی دن سے اس نے مجھ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور پھر کسی قیمت پر میرے ساتھ زندگی گزارنے پر آمادہ نہ ہوئی۔" مجھے بے تحاشا ہنسی آ گئی۔ وہ دلچسپ آدمی تھا۔ اور اس وقت تک جب تک عشتار کی معیت حاصل نہ ہو جاتی، اس کے ساتھ اچھا وقت گزر سکتا تھا۔ میں اس سے کچھ اور گفتگو کرنے والا تھا کہ اسی وقت مین پال کے خصوصی دستے کے دو سپاہی نظر آئے! وہ میرے سامنے آ کر جھک گئے تھے۔

"عظیم مین پال تجھے طلب کرتا ہے۔" وہ بیک وقت بولے۔ اور میں نے اپنے ساتھی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میں چلتا ہوں۔۔ تجھ سے جو گفتگو ہوئی ہے اس کا خیال رکھوں گا۔"

اور میں اُن دونوں کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں، مین پال کے خیمے میں داخل ہو گیا۔ عشتار اس کے ساتھ موجود تھی۔ مین پال منتظر تھا کہ میں اس کی تعظیم کے لئے جھکوں، لیکن یہ میرے بس کی بات نہیں تھی۔ تب مین پال کے ہونٹ سکڑ گئے۔ اُس نے عشتار کی طرف دیکھا اور عشتار نے مسکراتے ہوئے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اس مسکراہٹ میں، مین پال کا غصہ جذب ہو گیا۔ تب اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے کھردری آواز میں کہا۔

"تیرا نام کیا ہے جیالے۔ عشتار کا کہنا ہے کہ اسے تیرا نام معلوم نہیں ہے۔"

"تو مجھے قوت کے نام سے پکار سکتا ہے۔"

"کیا تو مصر سے آیا ہے۔۔؟"

"ہاں۔!"

"مصری کا باشندہ ہے۔۔؟"

"نہیں۔"

"میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مصر آنے سے قبل تو کہاں رہتا تھا۔ تیرا حسب نسب کیا ہے۔ تیرا قبیلہ کونسا ہے۔۔؟"

"سن اے مین پال۔ عشتار نے تجھے میرے بارے میں جو کچھ بتایا ہے، وہ حقیقت ہے۔ اس سے زیادہ نہ عشتار کو معلوم ہو سکا ہے نہ تجھے معلوم ہو گا۔ میں نے عشتار سے وعدہ کیا ہے کہ اس وقت تک اس کے ساتھ رہوں گا جب تک اس کا انتقام نہ پورا ہو جائے۔۔ سو میں اپنے وعدے کی پابندی کروں گا۔ اسی لئے میں یہاں ہوں، میرے اوپر کوئی پابندی مسلط نہ کی جائے۔ مجھ سے کسی معاملے میں کوئی توقع نہ رکھی جائے۔ اسی میں تمہاری بہبود مضمر ہے۔"

مین پال غور سے میری گفتگو سن رہا تھا۔ لیکن میری باتوں سے نہ جانے کیوں وہ ناراض نہیں ہوا اور مسکراتا رہا۔۔!

"عشتار بتا چکی ہے کہ تو حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے، تو بڑی بڑی چٹانوں کو لڑھکا سکتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ حسین عشتار جھوٹ نہیں بولتی۔۔ بہرحال ہم نے تجھے تیرے شایانِ شان عہدہ دیا ہے۔۔ کیا تو اس سے خوش نہیں ہے۔۔؟"

اور اس کی اس بات پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تب میں نے مسکراتے ہوئے کہا "شاید تو میری بات پر یقین نہ کرے، لیکن میں تجھے ضرور بتاؤں گا کہ مجھے تو پورے مصر کی بادشاہت سونپی جا رہی تھی اور اس سے قبل بھی بہت سی حکومتوں نے اپنا ملک میرے حوالے کرنے کی پیشکش کی تھی۔ لیکن مین پال، میں ایک سیلانی انسان ہوں۔۔ دنیا دیکھتا پھر رہا ہوں، مجھے عہدوں اور حکومتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔ میں تو شہنشاہوں کا شہنشاہ ہوں، رہا تیری فوج میں شامل ہونے کا سوال۔۔ تو اگر تو ایسا کرے، کہ اپنی ساری فوج کا ایک حصہ بنا اور دوسرے آدھے حصے کے لئے صرف مجھے تنہا رہنے دے، تو میری کارکردگی تیری فوج سے کسی طرح کم نہ ہو گی۔۔!"

مین پال منہ پھاڑے میری باتیں سن رہا تھا۔۔ شاید میری چند باتوں نے اُسے مطمئن کر دیا تھا۔۔ اس لئے اس کے چہرے کی مسکراہٹ برقرار رہی۔ اور پھر اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تو نے جو کچھ بھی کہا اس میں کیا جھوٹ ہے اور کیا حقیقت، تاہم ہم تیری قوتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے یونہی سہی لیکن ہمیں تیرے جیسے جیالے جوان کی ضرورت ہے۔ فی الحال جو عہدہ ہم نے تیرے حوالے کیا ہے اسے سنبھالے رکھ اس کے بعد اپنے بارے میں فیصلہ کرنا تیرا کام ہو گا۔! ہاں۔ ہم نے پوری فوج کو احکامات دے دیئے ہیں۔ تیرے ماتحت افسر تیرے پاس آئیں گے، آج رات، چاند نکلنے پر ہم کوچ کریں گے۔ دن کی روشنی میں اپنے افسروں سے مل کر اپنے دستوں کو منظم کر لے۔" میں نے گردن ہلا دی۔۔ اور خیمے سے باہر نکل آیا۔!

یوں پروفیسر، مجھے براہِ راست ایک فوج کی قیادت نصیب ہوئی۔ اسی رات جبکہ پہاڑ تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے، مین پال کے لشکر نے کوچ کر دیا، رات کا سفر اُن کے نزدیک کامیابی کی ضمانت ہوتا تھا۔ عشتار، مین پال اپنے خاص مصاحبوں کے ساتھ آگے تھے۔۔ اُن کے دونوں طرف دو دو گھوڑے تھے، جن میں سے ایک پر میں، اور دوسرے پر بقیہ آدھی فوج کا سالار جو ایک ادھیڑ عمر تجربے کار تھا، سوار تھے۔ یہ گھوڑے رات کو سفر کے عادی تھے، اس لئے سورج بلند ہونے تک کسی گھوڑے نے ایک بار بھی ٹھوکر نہیں کھائی اور کوئی ناخوش گوار واقعہ نہیں پیش آیا۔

ہمارا رُخ منائیوں کی سرزمین کی سمت تھا۔۔ اور ہم برق رفتاری سے اس طرف بڑھ رہے تھے۔۔ راستے میں میں نے کئی گھوڑ سواروں کو دیکھا جو ہمیں دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے تھے، اور انہوں نے مین پال کے ٹڈی دل لشکر کی خبر دے دی۔ لیکن اشیری شاید مین پال کی قوت کا اندازہ نہیں لگا سکا تھا چنانچہ اس نے پہلی منزل پر مقابلے کی ٹھانی اور یزقا کے مقام پر اس کی فوج... صف آرا ہو گئی، تیسری رات کی صبح جب ہم یزقا کے سامنے پہنچے، تو منائی اس طرح ساکت ہو گئے تھے، جیسے بلی کے سامنے چوہا، اُن کی ٹانگوں میں شاید جان نہیں تھی کہ وہ بھاگ سکتے۔۔ اُن کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اُن کا مقابلہ کسی فوج سے نہیں، بلکہ ایک سمندر سے ہو گا اور جب سمندر سامنے آگیا تو وہ بھی جان چھوڑ بیٹھے، بھاگتے تو کہاں، اس سمندر سے چھٹکارا مشکل تھا!

چنانچہ پروفیسر۔۔ ہماری فوجیں آگے بڑھیں، اور منائی فوجوں کو نرغے میں لے لیا، منائیوں نے خوف سے ہتھیار پھینک دیئے۔ اور گھوڑوں سے کود کر اوندھے گرنے لگے۔ لیکن۔۔ فاتح اعظم مین پال ان کی جان بخشی پر آمادہ نہ تھا، اس نے تلوار بلند کی اور مین پال کے فوجی نہتے لوگوں پر ٹوٹ پڑے۔۔ یکطرفہ جنگ شروع ہو گئی منائیوں کو مرنے سے بھی انکار نہیں تھا، جیسے موت کو وہ اپنا مقدر سمجھ چکے ہوں۔

لیکن میں اس جنگ کے خلاف تھا، میں نے اپنی تلوار بلند نہیں کی، جبکہ ایک ایک سپاہی، خود مین پال اور عشتار قتلِ عام میں مصروف تھی۔ عشتار کا پورا چہرہ، پورا جسم خون میں ڈوبا ہوا تھا اور وہ زیادہ سے زیادہ قتلِ عام کر رہی تھی، میں کس کس کو روکتا، چنانچہ میں ایک طرف جا کھڑا ہوا۔!

تب عشتار ایک بار میرے نزدیک سے گزری، اور میں نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی لگامیں پکڑ لیں۔۔ وحشی ناگن پھنکار رہی تھی۔۔ اس نے اپنی مضبوط تلوار میری طرف گھمائی اور پھر مجھے پہچان کر اسے بلند کر لیا۔!

"اوہ۔۔ جیالے۔۔ تم ان لوگوں کو قتل کرنے میں حصہ نہیں لے رہے؟"

"کیا یہ جنگ کر رہے ہیں؟"

"لیکن یہ اشیری کے فوجی ہیں۔۔ میرے بھائی کے قاتلوں میں سے ہیں۔" عشتار نے کہا۔

"جنگ نہ کرنے والوں کو صرف گرفتار کر لیا جاتا ہے عشتار، انہیں اس طرح قتل نہیں کیا جاتا۔"

"لیکن میں ایک ایک منائی سے اپنے بھائی کے خون کا قصاص چاہتی ہوں!" عشتار نے کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھ گئی۔ چند گھنٹوں میں پوری فوج کا صفایا ہو گیا۔ اور ہم یزقا میں داخل ہو گئے۔۔ سہمے ہوئے انسانوں کی بستی۔ ہر چہرہ خوف سے زرد۔۔! مین پال کا گھوڑا۔ یزقا کے بازاروں، گلیوں اور میدانوں سے گزر رہا تھا۔ خونخوار فوجی اس کے اشارے کے منتظر تھے۔ پھر عشتار بھی اس کے قریب پہنچ گئی اور پھر ایک بہت بڑے میدان میں پہنچ کر مین پال رکا۔ اُس نے اپنی تلوار بلند کی اور ایک دم خاموشی چھا گئی۔ مجھے طوفان کی آمد کا احساس

تھا۔ یہ خاموشی اس کی ابتداء تھی۔

اور پھر اچانک مین پال نے ایک زوردار آواز کے ساتھ تلوار لہرائی، اور اس کے فوجیوں کے گھوڑے شہر کے گلی کوچوں کی طرف دوڑ پڑے۔ یزقا تباہ کیا جانے لگا! دلسوز چیخوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا، عورتیں بچے مرد بوڑھے قتل کئے جانے لگے۔ سامان لوٹا جانے لگا، مویشی کھول لئے گئے۔ شور قیامت بلند تھا۔ وحشت و بربریت کے مظاہرے عام تھے۔ لیکن میں ان میں شامل نہ تھا۔ میرا گھوڑا میدان کے ایک کونے میں خاموش کھڑا تھا۔ مجھے یہ سب کچھ پسند نہ تھا لیکن تہذیب کے اس دوسرے گہوارے کو میں دیکھ رہا تھا۔ یہ سب کچھ مصر میں نہیں ہوا تھا۔ ظالم وہاں بھی تھے۔ فرعون ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے، لیکن ان کا کوئی پس منظر ہوتا تھا۔ یوں عورتوں اور بچوں کو مظالم کا نشانہ نہیں بنایا جاتا تھا۔

لیکن جو ہونا تھا ہو رہا تھا۔ اگر میں ان میں نہ شامل ہوتا تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اِن بدقسمتوں کے مقدر میں یہی لکھا تھا۔!

تب اچانک عشتار کی نگاہ میرے اوپر پڑی اور اس کی کسی بات پر مین پال نے بھی مجھے دیکھ لیا۔ وہ دونوں ہی گھوڑے دوڑاتے میرے پاس آ گئے تھے۔ مین پال نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولا۔

"اوہ۔ سنہرے بدن والے۔ کیا تجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا تو خوبصورت عورتوں کا طلب گار بھی نہیں ہے۔ جا تو بھی ان میں شامل ہو جا، اپنی پسند کی عورت حاصل کرلے، اپنی ضرورت کا سامان لے لے۔"

"نہیں مین پال۔ مجھے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تیری اِس حرکت سے اختلاف ہے۔"

میرے گستاخانہ الفاظ سے مین پال کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ لیکن موقع شناس تھا، اس وقت تنہا تھا اور میری قوت سے واقف بھی۔ اس لئے مشتعل نہ ہوا، اور بولا۔

"تجھے کیا اختلاف ہے۔؟"

"فوجی مقابلے پر نہیں آئے تھے۔ اُن کی گرفتاری مناسب تھی، قتلِ عام نہیں۔!"

"اوہ۔ مگر وہ بے بس ہو گئے تھے، اگر ہمارے ساتھ اتنی بڑی فوج نہ ہوتی تو وہ مقابلہ کرتے اور ہمارا وہی حشر کرتے، جو ہم نے اُن کا کیا ہے۔ پھر یہ بتا کہ ہم انھیں قیدی بنا کر اُن کا کیا کرتے۔ انھیں کہاں رکھتے، اور کیا وہ ہمارے لئے الجھن نہ بن جاتے۔"

"اور ان بے گناہوں کے بارے میں کیا خیال ہے مین پال۔ جنھیں ان کے گھروں سے نکال کر مارا جا رہا ہے۔؟"

"یہ فوجی۔ جو اپنا وطن، اپنا سب کچھ چھوڑ کر، مشقیں اٹھائے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔ ان کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔؟ کیا یہ احمق ہیں اور بے مقصد ہی مصائب جھیلتے رہے ہیں۔؟ اُن کے لئے یہ سب ضروری ہے فتح حاصل کرنے کے بارے میں ان کی سب سے بڑی خوشی یہی ہوتی ہے کہ فتح حاصل کرنے کے بعد مالِ غنیمت حاصل کریں۔" مین پال نے کہا۔

میں خاموش ہو گیا۔ میرے پاس اس کا کیا جواب تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے یزقا سے شعلے اور دھواں بلند ہوتے دیکھا، ظالم فوجیوں کے لوٹ مار کرنے کے بعد شہر کو آگ لگا دی گئی تھی اور پھر بے شمار بھیڑیں گائیں بکریاں اور انھیں کی مانند نوجوان لڑکیوں کو ہانکتے ہوئے، وہ لوگ واپس آ گئے۔ ان عورتوں کے ساتھ کوئی بچہ، کوئی بوڑھا نہ تھا، صرف نوجوان اور نوخیز لڑکیاں تھیں۔ جو اُن سپاہیوں کی ملکیت تھیں۔ مین پال نے یزقا سے کچھ آگے جا کر قیام کا ارادہ کیا۔! اور سب وہاں سے چل پڑے۔

میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں میں بددل ہو گیا تھا۔ اب عشتار بھی میرے دل سے اترتی جا رہی تھی۔ انھیں وحشیوں میں سے ایک، اسے چاہیئے تھا کہ اشیری سے اپنے بھائی کا بدلہ لے لیتی، لیکن وہ بھی مین پال کی طرف ایک ایک فرد سے بدلے لے رہی تھی۔! تھوڑی دور ایک میدان میں قیام کیا گیا، اور جشنِ فتح منایا گیا تھا۔ لوٹا ہوا مال تقسیم ہونے لگا۔ بھیڑیں بکریاں ذبح کر کے بھونی جانے لگیں، شراب کے دور چلنے لگے۔ بدمست قہقہے۔ یاہو۔ شور و غوغا۔!

لیکن میں اپنے خیمے سے باہر نہیں نکلا۔ میں ان وحشتناک مناظر کو دیکھ کر خود پر قابو نہیں پا سکتا تھا، جبکہ میں جانتا تھا کہ انھیں روکنا بھی میرے بس کی بات نہیں ہے۔ دوسری صبح ہم مناتو چل پڑے۔ اشیری کو پہلی خوفناک شکست کا احساس ہو گیا تھا۔ اس لئے مناتو تقریباً خالی ملا۔ لیکن صرف انسانوں اور فوجوں سے البتہ مال و اسباب یونہی موجود تھا۔ چنانچہ فوجیوں نے مال و اسباب لوٹنے اور شہر جلانے پر ہی اکتفا کی۔ اور پھر یہاں سے بھی آگے بڑھ گئے۔!

اسی طرح دن رات سفر طے کرتے ہوئے ہم ازرنو تک پہنچ گئے۔! شہر مال و اسباب، مویشیوں سے بھرے ملتے، لیکن انسان صرف وہی ملتے جو کسی وجہ سے فرار نہ ہو سکے ہوں گے۔ چنانچہ مین پال کے فوجی تبرکاً انھیں قتل کر دیتے۔ انھیں میں سے ایک کی زبانی معلوم ہوا کہ اشیری اشتتی چلا گیا ہے، اور پوری قوت سے شہر کے استحکام، اور فوجوں کو مضبوط کرنے میں مصروف ہے۔ چنانچہ مین پال آندھی اور طوفان کی طرح اشتتی کی طرف چل پڑا۔ عشتار اس کی شریکِ کار تھی اور بلاشبہ وہ مین پال کے فوجیوں سے زیادہ وحشت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اس کے کسی انداز میں، نسوانیت نہیں تھی۔ قتلِ عام کرتی تو اس کے لباس پر خون کی موٹی موٹی تہیں جم جاتیں۔ لوٹ مار کرتی تو وحشت و بربریت میں اپنا ثانی نہ رکھتی۔

اور پھر ہم اشتتی کے سامنے پہنچ گئے! بہت مضبوط قلعہ تھا، چاروں طرف وسیع خندقیں کھودی گئی تھیں، جن میں پانی بھرا ہوا تھا۔ ایک طرح سے اس تک پہنچنا ناممکن ہی تھا، مین پال زخمی شیر کی طرح غرا رہا تھا، بہرحال اس نے چاروں طرف سے قلعہ کو محصور کر لیا، اور اس پر حملہ آور ہونے کی ترکیبیں کرنے لگا۔

لیکن بظاہر کوئی ترکیب نہیں سمجھ میں آتی تھی، ہاں، صرف میں تھا، جو اس قلعے کو کھول سکتا تھا۔! اور کتنے دن کے بعد عشتار کے ذہن میں میرا خیال آیا۔ اور۔ ایک رات وہ میرے خیمے میں پہنچ گئی۔ وہ پوشیدہ طور پر آئی تھی میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"تم مجھ سے ناراض ہو میرے محبوب۔؟" اس نے میرے نزدیک بیٹھتے ہوئے کہا

"نہیں عشتار، لیکن جس انداز میں، جو کچھ ہو رہا ہے، مجھے پسند نہیں ہے۔"

"عظیم مین پال کے وحشی فوجی، اس کے بغیر جنگ پر آمادہ نہیں ہو سکتے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ یہی سب کچھ ہونا چاہیئے جو ہو رہا ہے۔ تم نہیں جانتے۔ انھوں نے اربیلا کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تھا۔ بلکہ اس سے بھی بدتر۔ میرا بھائی انھیں لوگوں کے ہاتھوں ہلاک ہوا تھا اور اس کی موت پر انھوں نے جشنِ فتح منایا تھا۔ میں انھیں دیکھ کر خود پر قابو نہیں پا سکتی۔"

"لیکن تمہارے بھائی کے قتل میں بے گناہ عورتیں اور بچے تو شامل نہ تھے؟"

"آہ۔ سنہرے بدن والے۔ انھیں ماؤں نے ان اولادوں کو جنم دیا تھا جو جوان ہو کر میرے بھائی کے قاتل بنے۔ یہی بچے جوان ہو کر وحشت و بربریت کی مثالیں قائم کرتے ہیں ان کی بنیادیں اکھاڑ دینا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ مستقبل میں کوئی اور بعل نہ قتل ہو جائے۔"

"مجھے اس سے اختلاف ہے۔ اور میں اس سلسلے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔"

"لیکن تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا جیالے۔ کہ تم اخیثری کو قتل کرنے میں میری مدد کرو گے۔؟"

"ہاں۔ میں وہ وعدہ پورا کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن ایک شرط پر۔"

"کیا شرط ہے بتاؤ۔" عشتار جلدی سے بولی۔

"اشتستی میں داخل ہو کر ہم اخیثری کی فوجوں کو قتل کریں گے۔ اخیثری کو بدترین موت ماریں گے لیکن شہر میں نہ تو قتلِ عام ہو گا اور نہ اسے نذرِ آتش کیا جائے گا۔"

"اوہ۔ مگر۔ مگر میں فوجیوں کو کیسے روک سکوں گی۔!" عشتار پریشانی سے بولی۔

"مین پال کے ذریعے۔ وہ تمہاری ہر بات مانتا ہے۔ میں اس بات سے ناواقف نہیں ہوں کہ وہ تمہارا عاشق ہے اور تم نے فتح کے عوض اس سے اپنا سودا کر لیا ہے۔"

عشتار چونک کر مجھے دیکھنے لگی، پھر ایک گہری سانس لے کر بولی "ہاں۔ یہ درست ہے۔ لیکن جیالے۔ میں نے اسے دھوکہ دیا ہے، میں اقرار کر چکی ہوں کہ میں صرف تمہیں چاہتی ہوں، میں فاحشہ نہیں ہوں کہ ہر ایک سے اقرارِ محبت کرتی پھروں۔ تم میرے محبوب ہو اور مین پال میری ضرورت۔ اور ضرورت پوری ہونے کے بعد اس کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔؟"

"میں مین پال سے بات کروں گی، میں اسے تیار کر لوں گی۔ لیکن تم یہ تو بتاؤ کہ ہم شہر میں کس طرح داخل ہوں گے۔"

"میں خندق میں اتر کر شہر کے دروازے پر جاؤں گا، اسے کلہاڑے سے توڑ ڈالوں گا، اور پھر اسے کھول دوں گا، تب تمہاری فوجیں آسانی سے شہر میں داخل ہو جائیں گی۔!"

"یہ کام تم تنہا کر لو گے۔؟"

"ہاں۔ اسی طرح جیسے میں نے تمہیں بند غار سے نجات دلائی تھی۔"

"لیکن وہ اور بات تھی۔ شہر کی فصیلوں سے تم پر آگ برسائی جائے گی۔"

"مین پال اگر میری بات ماننے پر تیار ہو جائے، تو میں اپنے کام کا خود ذمہ دار ہوں۔!"

"لیکن مجھے تمہاری زندگی کی ضرورت ہے۔"

"میں زندہ رہوں گا۔" میں نے کہا اور پھر ضروری اقراناموں کے بعد وہ واپس چلی گئی۔ رات کے دوسرے پہر، مین پال نے مجھے بتایا، اس کے چہرے سے مکاری عیاں تھی۔ لیکن میں نہ سمجھ سکا کہ وہ عشتار سے کوئی خفیہ بات طے کر چکا ہے۔ اس نے بھی مجھ سے ضروری سوالات کیے، اور شاید مطمئن نہ ہوا، تاہم اس نے یہ حیرت انگیز کام میرے سپرد کر دیا۔!

راتوں رات میرے لیے ایک مضبوط اور بے حد وزنی کلہاڑا تیار کیا گیا اور دوسرے دن مین پال کی فوجیں صف بستہ ہو گئیں، لیکن کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مین پال نے خندق عبور کر کے دروازہ کھولنے کا کیا پروگرام بنایا ہے۔ تب میں اپنے گھوڑے پر سوار اپنا کلہاڑا کندھے سے لٹکائے خندق کی طرف بڑھا اور قلعے سے میرے اوپر تیروں کی بارش ہونے لگی، لیکن مین پال، اور اس کے لوگوں نے پوری پوری آنکھیں پھاڑ کر یہ حیران کن منظر دیکھا کہ تیر میرے جسم سے ٹکرا ٹکرا کر ادھر ادھر گر پڑتے تھے، جبکہ میں آہنی لباس میں بھی نہیں تھا۔! ہاں ایک تیر نے میرے گھوڑے کی گردن میں سوراخ کر دیا۔ اور وہ نیچے گر پڑا۔ لیکن اب گھوڑے کی ضرورت بھی نہیں تھی، میں لوہے کی مضبوط زنجیر دونوں ہاتھوں میں سنبھالے خندق کے قریب پہنچ گیا، یہ زنجیریں میری مرضی کے مطابق بنائی گئی تھیں۔ تب میں نے خندق میں چھلانگ لگا دی۔ اور کیا ہی زوردار بارش ہوئی پھر میرے اوپر آگ کے گولوں کی، جلتا ہوا سیّال دھاروں کی شکل میں میرے بدن پر گر رہا تھا، اور پانی پر آگ بھڑک اٹھی تھی۔!

لیکن آگ۔ میری غذا۔ میرے جسم میں تو ہلکی ہلکی حرارت نے ایک خوشگوار کیفیت پیدا کر دی تھی۔ آگ اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی، خندق کا جلتا ہوا پانی اچھل رہا تھا اور میں دوسرے کنارے پر بڑھ رہا تھا۔ شاید میں مین پال کے آدمیوں کے ساتھ ساتھ، قلعے والوں کی نگاہوں سے بھی روپوش ہو گیا تھا۔ کیونکہ آگ اور دھوئیں نے پورے ماحول کو آغوش میں لے لیا تھا۔ پھر میں نے زنجیر کا وہ سرا اوپر اچھالا، جس میں ایک نوکدار آنکڑا منسلک تھا آنکڑا کسی مناسب جگہ پھنس گیا، اور میں زنجیر کے سہارے اوپر چڑھ گیا۔ اور اب میں اس عظیم الشان دروازے کے نزدیک تھا جسے مجھے کھولنا تھا اور جو خندق پر ایک پل کی حیثیت رکھتا تھا، میں نے دروازے کا بخوبی جائزہ لیا، اوپر والے بدستور اپنا کام کر رہے تھے، عشتار اور مین پال کی دانست میں اب تو میرے بدن کے کوئلے بھی بن گئے ہوں گے۔ لیکن میں پورے اطمینان سے اپنے کام کا آغاز کرنے والا تھا۔ میں ان چیزوں کی تلاش کر رہا تھا جنھیں باہر سے توڑ دینے سے دروازہ نیچے آ پڑتا۔ لمبی لمبی دو چوبیں مجھے نظر آگئیں۔ انھیں کے

دوسری طرف وہ فولادی زنجیریں تھیں جو پھاٹک کو روکے ہوئے تھیں چنانچہ میں نے کمر سے اپنا کلہاڑا اتارا اور چولوں کو توڑنے لگا! ذرا محنت کرنا پڑی تھی۔ کیونکہ اشیری نے اس پر معقول خرچ کی تھی۔ لیکن کام ہو گیا۔ کلہاڑے کی مضبوط ضربوں نے فولادی زنجیریں کاٹ دیں۔ اور یقیناً جب پھاٹک تیز گڑگڑاہٹ کے ساتھ نیچے گرا ہوگا تو مین پال اور اس کے فوجیوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی ہوں گی۔!

میں پھاٹک ہی کے عقبی حصے سے لٹک گیا تھا اور یہی بہتر ہوا، مین پال کے فوجی طوفان کی طرح اندر داخل ہوئے اور پورے شہر میں ہو ہو کار مچ گئی۔! میں بھی نیچے سے نکل آیا اور ایک خالی گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گیا جو اپنے مالک کی لاش کو لاشوں میں سونگھتا پھر رہا تھا۔ لیکن اندر کے مناظر کچھ اور ہی تھے۔!

شہر میں بغاوت ہو چکی تھی، اشیری کو قتل کر دیا گیا تھا اور اس کی لاش گھوڑوں سے بندھی ہوئی گلی کوچوں میں گھسٹ رہی تھی۔ یہ صورت حال، حیران کن تھی۔ لیکن مین پال کے فوجیوں کو اس بغاوت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو اپنا محبوب کھیل کھیل رہے تھے۔ عشتار کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اشیری کو قتل کر سکے، تاہم اشیری کے حشر سے وہ غیر مطمئن بھی نہیں تھی۔ اور پھر اس نے اشیری کے خاندان کے لوگوں سے اپنے انتقام کی پیاس بجھائی۔! میرے عہد کی دھجیاں اڑا دی گئیں۔ میں نے عشتار کو اسی عالم میں دیکھا جس میں دیکھتا چلا آیا تھا۔!

اور۔ ایک دفعہ۔ میں نے اُسے روکا۔! عشتار نے خون کی پیاسی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور مسکراتے ہوئے سفاکی سے بولی: "میری پیاس نہیں بجھی ہے۔ ابھی، ابھی مجھے نہ روکو۔ میں۔ میں اس وقت کوئی بات نہیں سن سکتی۔ مجھے بعل کی موت کا انتقام لے لینے دو۔ جاؤ۔ میرے راستے میں نہ آؤ۔؟"

"لیکن مجھے بدعہدی سے نفرت ہے۔!" میں نے کہا۔

"بدعہدی تم سے بھی ہوئی ہے، اشیری میرے ہاتھوں قتل نہیں ہوا، یہ تڑپ سرد ہو جانے دو۔ میں تم سے معافی مانگ لوں گی۔" اور وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی، میں اپنی جگہ کھڑا غصے سے کھولتا رہا، اگر میں پھاٹک کھولتا تو یہ کامیابی آسان نہ تھی۔ مجھے ان بدعہد لوگوں سے نفرت ہو گئی، ٹھیک ہے یہ ان کے آپس کے معاملات تھے، مجھے کیا پڑی تھی جو ان میں ٹانگ اڑاتا پھروں، چنانچہ میں نے ایک تندرست و توانا گھوڑا سنبھالا، اور شہر پناہ سے نکل آیا۔ اپنے خیمے میں آکر میں نے اپنا سامان لیا اور وہاں سے چل پڑا۔ منزل کے بارے میں نہ کبھی پہلے سوچا تھا اور نہ اب اس کا خیال ذہن میں تھا۔

پورے دن سفر کرتا رہا، پہاڑوں میں، گھاٹیوں میں، سرسبز مقامات پر۔ اور پھر رات کو ایک جگہ قیام کیا۔ بڑی خوبصورت جگہ تھی، چاروں جانب سبزہ لہلہا رہا تھا۔ ایک چھوٹی ندی کہیں دور سے آئی تھی اور نہ جانے کہاں تک چلی گئی تھی، ندی کے ایک کنارے سے گھاس کا میدان دور تک چلا گیا تھا، اور دوسرے کنارے پر پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں جن میں لاتعداد غار تھے۔ یہ جگہ مجھے اتنی پسند آئی کہ میں نے کچھ روز یہاں رہ کر آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور پھر اپنے قیام کے لئے میں نے ایک چھوٹا سا صاف ستھرا غار منتخب کیا۔! بہت دنوں سے میں نے کوئی کام نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اس پرسکون مقام پر میں نے اپنی کتاب کے صفحات لکھنے کا پروگرام بھی بنایا اور اس کے لئے تیاریاں کرنے لگا! یہ کام بھی کم دلچسپ نہیں تھا۔ تیاریاں مکمل کرنے کے بعد میں نے اپنی معلومات کے مطابق دشواریوں کی داستان قلمبند کرنا شروع کر دی، بابلی تہذیب کی تفصیلات لکھنا شروع کر دیں، اور اب دن بھر کی مصروفیات یوں مرتب ہوئی تھیں۔ صبح کو جاگتا، گھوڑے کو لیتا اور شکار پر نکل جاتا۔ ہرن اور دوسرے عمدہ گوشت والے جانور پکڑتا، انہیں بھون لیتا اور شام تک کے لئے فارغ ہو جاتا۔ گھوڑا اس دوران آزاد پھرتا رہتا تھا اور شام کو واپس آجاتا۔ دوپہر کو ندی کے کنارے ایک عمدہ نشست گاہ میں بیٹھ کر اپنی کتاب قلمبند کرتا اور شام تک یہ شغل جاری رہتا اور پھر رات کے کھانے کے بعد پہاڑی کی سب سے اونچی سطح چٹان پر آ لیتا، اور میرے دوست ستارے میرے گرد بکھر جاتے، وہ مجھے انوکھی کہانیاں سناتے اور اس وقت تک میں ان سے ماضی حال اور مستقبل کی باتیں کرتا، جب تک نیند نہ آنے لگتی۔ پھر جب نیند آتی تو غار میں واپس آجاتا اور سونے کی کوشش کرنے لگتا۔!

ہاں۔ چوبیس گھنٹے کا صرف یہ ایک حصہ ایسا ہوتا جس میں مجھے کسی کمی کا احساس ہوتا تھا۔ اور یہ کمی کسی گداز بدن، کسی چمکتے چہرے، اور غار کی دیواروں سے ٹکرانی لذت آمیز سسکیوں کی ہوتی۔ ایسے وقت مجھے عشتار یاد آتی۔ بدعہد وحشی عشتار، پھر اس کا حسن یاد آتا۔ اور پھر نیند آجاتی۔!

یوں ایک طویل عرصہ گزر گیا۔ موجودہ ماہ و سال کے حساب سے تقریباً ایک ماہ۔! میری داستان مکمل ہو رہی تھی۔ اور اب میں نئے جہانوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کہ ایک شام۔ جب سورج نہیں چھپا تھا کہیں دور سے میرے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی، اور میں اپنے مشاغل سے چونک پڑا۔ گھوڑے اسی وقت ہنہناتے ہیں جب کوئی خاص بات ہو۔ اور وہ خاص بات بہت جلد مجھے نظر آگئی۔ گھوڑے نے اپنی ہم نسل کو دیکھ لیا تھا اور میں نے عشتار کو، جو اس پر سوار تھی۔ میری تیز نگاہ نے اُسے دور ہی سے پہچان لیا تھا۔ تب میں نے اس کے عقب میں دور دور تک نگاہیں دوڑائیں۔ لیکن اور کوئی اس کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ تنہا تھی!

لیکن وہ کہاں جا رہی ہے۔؟ وہ تنہا کیوں ہے؟ کیا وہ میری تلاش میں ہے۔؟ کئی خیالات میرے ذہن میں آئے۔! عشتار نے بھی شاید میرے گھوڑے کی ہنہناہٹ محسوس کر لی تھی۔ اُس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچیں اور چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگی۔ پھر اُس کی نگاہ میرے گھوڑے پر پڑ گئی اور اس نے اسی طرف اپنا گھوڑا چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے گھوڑے کے نزدیک تھی میرے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اُس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی بالآخر میں اُسے نظر آ ہی گیا۔ میں نے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ خود ہی میری طرف دوڑ پڑی تھی۔!

اور — چند ساعت کے بعد وہ میرے قریب تھی — اس وقت اس کے چہرے پر بے حد نرمی تھی۔ اس کا حلیہ ہی بدلا ہوا تھا، گو وہ اپنے مخصوص لباس میں تھی لیکن اس کے تاثرات لباس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ اُن پر تاسف اور پشیمانی کی جھلکیاں تھیں — !

"تم — تم مجھ سے ناراض ہو — ؟" اُس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

"یہاں کیسے نکل آئیں عشتار — ؟" میں نے اس کے سوال کا جواب دیئے بغیر اُس سے سوال کر دیا۔

"آہ — پورے دس چاند سے تمہاری تلاش میں بھٹکتی پھر رہی ہوں۔"

"میری تلاش میں کیوں — ؟"

"تم — تم میرے محبوب ہو — تم — میں تمہیں چاہتی ہوں۔"

"خون کی پیاس بجھ گئی — ؟" میں نے طنزیہ کہا اور اس نے گردن جھکالی — پھر شرمندگی سے بولی۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم سے بدعہدی کی — "

"لیکن اس بدعہدی پر مجھے تم سے نفرت ہو گئی ہے عشتار۔ تمہارے ہاتھوں سے بے گناہ انسانوں کے لہو کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ تمہارے پورے جسم سے اس لہو کا تعفن اُٹھ رہا ہے — یہاں سے چلی جاؤ — میں تمہیں قبول نہیں کر سکتا۔"

"نہیں نہیں میرے محبوب — اب میں کہیں نہیں جاؤں گی — تم ایک بڑے پتھر سے میرا سر کچل دو — اور مجھے بدعہدی کی سزا دے لو۔ مگر میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔" وہ گھوڑے سے کود آئی۔ "مجھے اپنے بازوؤں میں جگہ دے دو جیالے — یہ بازو اب میری سب سے بڑی طلب ہیں۔ ہاں میں بعل کے انتقام میں پاگل ہو گئی تھی، مجھے تم سے کیا ہوا عہد پورا کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن اب میں بدعہدی کی ہر سزا قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

میں نے غور سے اس حسین و جمیل عورت کو دیکھا۔ جو انتقام کی دیوی سے اب صرف عورت بن گئی تھی، اور ان غاروں میں، میں نے عورت کی طلب شدت سے محسوس کی تھی۔ ہاں اس ندی کے کنارے کے حسین میدان میں، جہاں میرے علاوہ کسی کا وجود نہیں ہے، ایک حسین وجود اور شامل ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ کچھ اور دلچسپ وقت گزر جائے گا، رہی بدعہدی کی بات تو جو قتل ہوئے تھے وہ کون سے میرے عزیز تھے، اس سے قبل لاکھوں افراد لاکھوں افراد کو قتل کرتے رہے اگر میں ان میں شامل نہ ہوتا، تو نہ جانے کتنے، کتنوں کو قتل کرتے۔ مین پال کی لائی ہوئی تباہی یقینی تھی۔ شہر میں بغاوت ہو چکی تھی۔ باغی گروپ دروازہ کھول دیتا، اور وہی ہوتا جو ہو چکا ہے — میں ان حسین لمحات کو کیوں ٹھکراؤں — اور یہ خیال میرے ذہن میں جاگزیں ہو گیا۔

"مین پال کا کیا ہوا؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"وہ اشتستی میں موجود ہے اور اس نے اشیری کے بیٹے عصلی کو تخت پر بٹھا دیا ہے۔" عشتار نے بتایا۔

"تمہارے بارے میں اُس نے کیا سوچا — ؟"

"اُس نے پہلے مجھے پیشکش کی۔ لیکن اب میں حکومت نہیں چاہتی، میں کسی کی آغوش چاہتی ہوں۔ میں نے اربیلا تک کی حکومت قبول نہیں کی۔ اس کے بارے میں مین پال خود سوچے گا۔"

"میرا مطلب اِس دوسرے عہد سے ہے۔ جو تم نے اُس سے کیا تھا۔ !"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں سنہرے بدن والے، وہ جھوٹا عہد تھا، اور اس کے بارے میں اسی وقت میرے دل میں کھوٹ تھی، جب میں یہ عہد کر رہی تھی۔ اس طرح میں مین پال کی مدد سے اشیری کی شکست چاہتی تھی۔"

"کیا مین پال تم سے دستبردار ہو گیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں — ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد اُس نے مجھ سے میرے عہد کا ایفا چاہا، میں اُسے دو دن تک ٹالتی رہی اور پھر ایک رات خاموشی سے وہاں سے فرار ہو گئی اور تمہاری تلاش میں نکل پڑی۔ !"

اور پروفیسر — اس عورت کے گناہ میں نے معاف کر دیئے۔ یعنی وہ بدعہدی جو اُس نے میرے ساتھ کی تھی — میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی اور میری مسکراہٹ سے شہ پا کر وہ میرے سینے سے آلپٹی — !

"میں تمہیں دل و جان سے چاہنے لگی ہوں سنہرے بدن والے۔ تمہارے بغیر تو زندگی کا تصور فراموش کر بیٹھی ہوں۔ مجھے اس لافانی جسم کی ضرورت ہے، مجھے ان مضبوط بازوؤں کی خواہش ہے، زندگی کی آخری سانس بھی میں تمہارے قدموں میں نچھاور کر دینا چاہتی ہوں، اب مجھے خود سے جدا مت کرنا۔"

اور میں اسے سینے سے لگائے ہوئے غار کے نیم تاریک ماحول میں لے گیا — اس کی تمام خواہشات پوری ہو گئی تھیں، سوائے میری خواہش کے — اور اب وہ اُس خواہش پوری کرنے کے لئے بے چین تھی، اور پروفیسر، میں بھی بھوک سے بلک رہا تھا۔ میں بھی عرصے سے تڑپ رہا تھا اور پھر اس عورت کے لئے تو مجھے طویل انتظار کرنا پڑا تھا، یوں سمجھو، اتنا انتظار کسی عورت کے لئے میں نے اِس سے قبل نہیں کیا تھا۔ !

چنانچہ ہم دونوں کا جنون ایک دوسرے میں پیوست ہو گیا۔ ہم نے تاریکیوں کا انتظار فضول سمجھا۔ اور نیم تاریکیوں ہی کو غنیمت جانا — وحشی عورت اس وقت بھی قتلِ عام پر آمادہ تھی، اُس نے لہو کا غسل کر لیا تھا، اور وہ خون بہاتے بہاتے سیر ہو گئی۔ لیکن جوانی کے اس کھیل میں بھی وہ اپنی وحشی فطرت کو فراموش نہ کر سکی اور اُس نے پوری پوری وحشت کا اظہار کیا، لیکن اسے مقابل کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا، کچھ بھی تو نہیں — اس کا مقابل فاتح تھا، ہر دور کا فاتح — کی زندگی میں شکست کا نام نہیں آیا تھا۔ وہ تو صرف جیتنا جانتا تھا۔ چنانچہ وحشی شیرنی ہار گئی۔ اور — بار بار ہاری — یہاں تک کہ اُس کے حوصلے پست ہو گئے — تمام وحشت دھری رہ گئی اور اس سے اعترافِ شکست کرتے ہی بن پڑی۔ !

سورج چھپے ہم نے گنگناتی ندی میں غسل کیا، پھر شکار کھیلا، شکار بھونا، کھایا اور رات ہو گئی — حسین سیاہ رات، جو دلوں کو از سرِ نو آباد کرتی ہے، دن کی وحشی ذہن و دل پر مصنوعیت طاری کر دیتی ہے، جوانی کے لذت رات کی امانت ہوتے ہیں، چنانچہ غار میں پھیلی خاموش سیاہیوں نے ہمارے دل ایک دوسرے کی طلب سے منور کر دیئے۔ عشتار میرے پہلو میں آباد تھی، اس نے اربیلا کا نظام میرے حوالے کر دیا تھا — اور میں نے اس امانت سے پورا پورا انصاف کیا۔ تب وہ سکون سے

میری آغوش میں منہ چھپا کر سو گئی ۔۔ گہری نیند ۔۔!

دوسری صبح زیادہ پُررونق تھی ۔۔ سورج ہنس رہا تھا۔ ندی کی گنگناہٹ بلند ہوگئی تھی۔ گھاس کے میدان زیادہ سبز ہو گئے تھے، یا پھر یہ سب حُسنِ نظر، حُسنِ سماعت تھا۔ کیونکہ انسان کی ازلی طلب پوری ہوگئی تھی۔ فضا عورت کے قہقہوں سے معمور ہوگئی تھی، گھاس کے سبز میدان نازک پاؤں تلے روندے رہے تھے، نرم پتیاں ناگوار وزن نہیں محسوس کر رہی تھیں، اس لئے خوش تھیں ۔۔ اور دور ۔۔ ایک دلچسپ منظر ہمارا منتظر تھا ۔۔!

یہ عشتار کا اور میرا گھوڑا تھا، شاید وہ بھی ایک دوسرے کو چاہتے تھے، یقیناً وہ نر اور مادہ تھے، جس کی تصدیق عشتار سے ہوگئی، وہ گھوڑی پر آئی تھی۔ دونوں شانے سے شانہ ملائے گھاس چر رہے تھے، اور بہت خوش نظر آ رہے تھے ۔۔!

میں ہنس پڑا۔ عشتار بھی ہنس پڑی ۔۔!

"میں اب سمجھا عشتار ۔۔" میں نے شرارت سے کہا۔

"کیا ۔۔؟"

"یہی کہ مجھے تلاش کرنے میں تمہیں دقت کیوں نہ پیش آئی ۔۔!"

"میں نہیں سمجھی ۔۔؟"

"تمہاری گھوڑی نے تمہاری رہنمائی کی تھی، یقیناً وہ میرے گھوڑے کی بو سونگھتی ہوئی ادھر آنکلی تھی۔" میں نے کہا اور عشتار بے تحاشا ہنس پڑی۔ ہم دونوں قہقہے لگانے لگے ۔۔ عشتار کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو رہا تھا۔ پھر ہم نے شکار کا فیصلہ کیا۔ اور گھوڑوں کی ننگی پشت پر بیٹھ کر گھاس کے میدانوں کے اس پار نکل گئے۔ ہم نے ایک نیل گائے کو گھیرا اور ہمارے گھوڑے اسے پریشان کر کے تھکانے لگے، نیل گائے جان بچانے کے لئے بھاگ رہی تھی ۔۔ پھر جب وہ تھک کر گر پڑی تو ہم گھوڑوں سے اتر گئے۔ اور ابھی ہم نیل گائے کے قریب بھی نہ پہنچے تھے کہ بے شمار گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں چاروں طرف سے اُبھریں اور میں چونک پڑا ۔۔!

میں نے گردن اٹھا کر دیکھا۔ گھوڑے سوار شاید دیر سے ہماری تاک میں تھے اور کسی مناسب مقام پر ہمیں گھیرنا چاہتے تھے ۔۔ جس طرح ہم نے نیل گائے کو گھیرا تھا ۔۔!

سب سے پہلے جس انسان کو دیکھا وہ مین پال تھا ۔۔ قہر و غضب کا پیکر! درندہ صفت مین پال ۔۔ اس کے نزدیک فیل پیکر بہلوم تھا، اور دائیں بائیں دو دو سوار ۔۔ اور باقی سوار جن کی تعداد بہت زیادہ تھی ۔۔ ایک دائرے کی شکل میں کھڑے ہوئے تھے۔ عشتار بھی پاگلوں کی طرح گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی، اور اس کے چہرے پر زردی امڈ آئی تھی ۔۔ لیکن میں حسب معمول بے فکر تھا۔ ہاں میں نے گردن اٹھا اٹھا کر ان سواروں کے عقب میں جھانکا، میں جاننا چاہتا تھا کہ مین پال کے ساتھ صرف یہی لوگ ہیں، یا اور بھی ہیں ۔۔!

لیکن مین پال صرف ایک دستے کے ساتھ آیا تھا۔ اور میں نے دل میں سوچا کہ ٹھیک ہے، ان مٹھی بھر لوگوں سے نمٹنے میں زیادہ وقت نہ صرف ہوگا! تب مین پال کی گرجدار آواز گونجی۔

"عشتار!" اور عشتار سہم کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر اُس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

"ادھر آ۔ او دغاباز عورت۔ میرے دل میں پہلے ہی شبہ تھا کہ تیرا قاصد تیرا محبوب بھی ہو سکتا ہے۔" مین پال نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا۔

"تو واقعی زیرک ہے مین پال ۔۔!" عشتار کے بجائے میں آگے بڑھا۔ "لیکن اس کے بعد بھی تو احمق کیسے بن گیا ۔۔؟"

"خاموش رہ او گستاخ، او بے ادب ۔۔ تیری زبان کاٹ لی جائے گی!" بہلوم نے گرج کر کہا۔ اور میں مضحکانہ انداز سے اُسے دیکھنے لگا، پھر میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میری زبان کون کاٹے گا او موٹے چوہے، تو ۔۔؟ کیا تیری کھوپڑی کی ہڈیاں پھر درد کر رہی ہیں ۔۔؟"

"سنہرے بدن والے۔ میرا تجھ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ میں تجھ سے نہیں اُلجھنا چاہتا، اس بدعہد لڑکی کو میرے حوالے کر دے ۔۔!" مین پال نے کہا۔

"سن اے بے وقوف بادشاہ ۔۔ تو انتہائی احمق بلکہ گدھا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تو اپنے دوست بعل کا انتقام لینے آیا تھا تو نے اپنے دوست کی بہو عشتار کی مدد کی اور بعل کے قاتل کو سزا دی ۔۔ کیا تو اس کی قیمت عشتار کی شکل میں وصول کرنا چاہتا ہے۔"

"نہیں ۔۔ وہ میری محبوب ہے ۔۔ اُس نے وعدہ کیا تھا کہ اخشیری کی موت کے بعد وہ میری آغوش میں آجائے گی ۔۔!"

"تو بکواس کرتا ہے۔ اس کا وعدہ میں نے بھی سنا تھا، اس نے کہا تھا کہ جب تک وہ اپنے بھائی کی موت کا انتقام نہیں لے لے گی، وہ دُنیا کا عیش و آرام حرام سمجھتی ہے، اس کے بعد وہ اپنی زندگی کے بارے میں سوچے گی ۔۔!"

"کیا یہ اس کا وعدہ نہیں ہے، جبکہ میں نے اُس سے اس کی خواہش کی تھی!"

"تو اُس نے اپنی زندگی کے بارے میں سوچ لیا۔ اُس نے حکومت ٹھکرا دی ہے اور میرے پہلو میں آ گئی ہے۔"

"میں اسے اس کی سزا دوں گا۔" مین پال نے کہا۔

"میرے ہوتے ہوئے کس کی مجال ہے کہ اسے ہاتھ لگائے۔" میں نے عشتار کو اپنی پشت پر کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر تو نہ ہوگا ۔۔! رب مین کی قسم، تو نہ ہوگا!" مین پال نے گرجتے ہوئے کہا اور پھر بہلوم کی طرف دیکھ کر بولا۔ "بہلوم تو نے کہا تھا کہ تو نہتا ہونے کی وجہ سے اس سے شکست کھا گیا۔ اگر تیرے ہاتھ میں تیرا کھانڈا ہو تو، تو اس کے جسم کو ٹکڑوں میں تقسیم کر سکتا ہے۔"

"میں نے کہا تھا عظیم مین پال ۔۔!" بہلوم نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تو آگے بڑھ ۔۔ اور اس گستاخ اور مغرور کی زبان ہمیشہ کے لئے بند کر دے!" مین پال نے کہا اور بہلوم نے نہ جانے کس دل سے اپنا کھانڈا کندھے سے اتارا۔ اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھ آیا ۔۔!

"سنو مین پال ۔۔" اچانک میں نے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بات تو طے ہے کہ میں اپنی زندگی میں عشتار کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا، کیوں نہ ایسا

کیا جائے کہ ہم دونوں آپس میں جنگ کرنے کے بجائے عشتار ہی کو قتل کر دیں۔ اِس طرح ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا ہی نہیں رہے گا۔"

"کیا بکتا ہے او مردود۔ عشتار میری محبوبہ ہے۔ وہ میری خلوت کی زینت بنے گی، تجھے ابھی خاک و خون میں نہلا دیا جائے گا' بے شک تو نے ہبلوم کے کھانڈے کا کمال ابھی تک نہیں دیکھا ہے۔" مین پال جلدی سے بولا۔ عشتار میری بات پر چونک کر مجھے دیکھنے لگی تھی۔ لیکن میرا مقصد پورا ہو گیا تھا' مجھے مین پال کا ارادہ معلوم ہو گیا تھا۔ وہ کسی طور عشتار کو قتل نہیں کرے گا۔ بلکہ اس کی حفاظت کر کے میری موت کا انتظار کرے گا" چنانچہ میں نے جلدی سے کہا۔

"تب ٹھیک ہے' لیکن ایسا نہ ہو کہ یہ ہماری جنگ میں کام آ جائے' اس لئے اسے کسی محفوظ جگہ کھڑا کر دے' اور اس کے ہاتھ پاؤں کس دے تاکہ یہ فرار نہ ہو جائے!"

عشتار کا چہرہ پُر سکون نظر آیا' شاید وہ میری چال کو سمجھ گئی تھی' چنانچہ یہی ہوا' عشتار کے ہاتھ اور پاؤں خود مین پال نے باندھے تھے اور پھر اُسے ایک اونچی چٹان پر بٹھا دیا گیا۔ تاہم عشتار کے چہرے پر خوف و دہشت تھی۔ مین پال میری موت کا منظر دیکھنے واپس میدان میں آ گیا۔ ہبلوم کھانڈا ہاتھ میں لئے مین پال کے اشارے کا منتظر تھا۔ تب مین پال نے اُسے للکارا۔

"کیا دیکھ رہا ہے ہبلوم۔ صرف ایک وار کر۔ اور اسے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے۔" اور ہبلوم کھانڈا ہاتھ میں تولنے لگا' بلاشبہ بڑا نفیس ہتھیار تھا' تیز دھار والا وزنی ہتھیار۔ جو ہبلوم جیسے دیو صفت کے ہاتھ میں خوب سج رہا تھا۔ اور پھر ہبلوم کے سفید دانت مضبوطی سے ایک دوسرے پر آ جمے اور اس نے برق کی طرح کوند کر میرے اوپر حملہ کر دیا۔

لیکن بڑا ناکام حملہ تھا' وزنی کھانڈے کو میری گردن کی طرف جھکاتے ہوئے اسے خود بھی گھوڑے پر ایک سمت جھکنا پڑا تھا' تو میں نے اس کے کھانڈے کے وار کو روکا اور اس پر ہاتھ ڈال دیا۔ گھوڑا اپنی پشت کا بوجھ ہلکا کر کے دونوں ٹانگوں سے کھڑا ہو کر ہنہنایا' لیکن مین پال کی سمجھ میں یہ بات کسی طور نہ آ سکی کہ کھانڈا کس طرح میری گرفت میں آیا اور میں نے کس طرح گھوڑے کی لٹکتی ہوئی باگیں پکڑیں' اور جب گھوڑے نے اپنے دونوں پاؤں زمین پر رکھے تو میں اس کی پشت پر تھا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات بھی نہ آ سکی کہ جب خوفزدہ ہبلوم نے اچھل کر میرے وار سے بچنے کی کوشش کی، تو وہ اپنی گردن سنبھالنے کیوں نہ لپکا' جو اس کے شانوں سے اچھل کر فضا میں پرواز کر گئی تھی۔!

ہاں' اس وقت اسے صورتِ حال کی نزاکت کا احساس ہوا جب میرا گھوڑا میرے اشارے پر بے خبر کھڑے ہوئے سواروں کی طرف لپکا اور آن کی آن میں اُن کے سروں پر پہنچ گیا۔ ہبلوم کا وزنی کھانڈا۔ میری قوتِ بازو۔ اور موم کی گردنیں۔ اچھلتی ہوئی خون کی پھواروں اور ہنہنا کر الٹ جانے والے گھوڑوں کو دیکھ کر مین پال کو بگڑتی ہوئی صورتِ حال صاف نظر آ گئی' اور دوسرے لمحے اُس نے چیخ کر اپنے آدمیوں سے ہوشیار ہونے کو کہا۔ اور چاروں طرف سے سمٹنے والوں نے میرے اوپر بھرپور حملہ کر دیا۔!

بڑی ہی مایوسی ہوئی اُنھیں اپنی کُند تلواروں سے' جو میرے جسم پر پڑ پڑ کر اُچٹ رہی تھیں۔ بھلا وہ اس فولادی جسم کو کیسے اپنی دھار کا شکار بنا سکتی تھیں جو صدیوں کی سختی جذب کر چکا تھا۔ تلواریں کُند' اور چہرے دہشت کا شکار ہو گئے۔ بہت سے جوان جان چھوڑ بیٹھے' اور انھوں نے اپنے گھوڑوں کے رُخ موڑ دیئے۔ انھوں نے مین پال کی وفاداری کو سلام کیا اور اس سے ناطہ توڑ لیا۔ ہاں وفادار جو زندگی سے عاجز تھے۔ زندگی دے کر ہی ہٹے۔!

"کہاں جاتے ہو مردودو۔ کیا تم زمین کے کسی گوشے میں پناہ لے سکو گے۔ مین پال کا قہر تمہیں پوری کائنات سے ڈھونڈ کر سزا دے گا۔!" مین پال نے گرجدار آواز میں بھاگنے والوں سے کہا۔

"ان کی ذہانت کی داد نہ دے گا مین پال۔ وہ جانتے ہیں کہ اب مین پال آخری لمحات کا مہمان ہے۔ نہ وہ ہو گا' نہ انھیں تلاش کیا جا سکے گا۔ میری مان' عقل سے کام لے۔ یہاں سے بھاگ جا۔ اپنی جان بچا' تاکہ اِن بھگوڑوں کو سزا دی جا سکے' جنہوں نے ہمیشہ تیری مراعات سے فائدہ اٹھایا اور جب دانائی کا وقت آیا تو فرار ہو گئے۔" میں نے مین پال کو مشورہ دیا۔ لیکن وہ احمق جذباتی قسم کا بہادر تھا' اُس نے تلوار سونتی اور میرے مقابل آ گیا۔!

اُس کی آنکھوں میں وحشت تھی۔ اتنے لوگوں کو ناکام دیکھنے کے بعد یہ تصور ہی فضول تھا کہ وہ اپنی نازک سی تلوار سے میرا کام تمام کر سکے گا۔ لیکن شدید غصے کی وجہ سے دماغی توازن قائم نہیں رہتا۔ اور اس وقت وہ حواس کی حدود سے نکل گیا تھا۔ مجھے اس پر رحم آ گیا۔ میں نے سوچا زندگی بھر کا فاتح آخری لمحات میں شکست کا بوجھ سمیٹ کر زندہ رہے گا' اس کا دل ہمیشہ شکست کے احساس تلے دبا رہے گا' اس لئے کیوں نہ اس کی کلفتوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ میں نے اُسے زیادہ موقع نہ دیا۔ میں نے اپنا کھانڈا بلند کیا۔ اور مین پال کی گردن پر وار کیا' اُس نے اپنی خوبصورت تلوار پر میرے کھانڈے کے وار کو روکنے کی کوشش کی۔ تلوار ٹوٹی' اور کھانڈا اس کی گردن سے گزر کر گھوڑے کی پشت پر پڑا اور اس کے پیٹ کے نچلے حصے سے نکل گیا۔ گھوڑے کے دونوں ٹکڑے زور زور سے اچھلنے لگے اور مین پال کی گردن زمین سے اچھل کر ایک چٹان پر پہنچ گئی۔ پھر وہاں سے پھدک کر نیچے آ گئی۔ مرنے کے بعد بھی وہ انوکھا کھیل کھیل رہا تھا۔

اب میدان صاف تھا۔ صرف لاشیں تھیں یا مرنے والوں کے گھوڑے جن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کریں۔ اور چٹان پر عشتار بیٹھی ہوئی پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں مسکراتا ہوا اُس کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے اُس کے ہاتھ پاؤں کھولتے ہوئے کہا۔

"بوڑھا مین پال جوان محبوبہ کے حصول کی کوشش میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اُس نے یہ کیوں نہ سوچا عشتار کہ سیماب اور مٹی کا کیا جوڑ ہے۔"

عشتار نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ میرے بدن پر ہاتھ پھیر کر نہ جانے کیا اندازہ لگا رہی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہارا جسم کونسی دھات کا بنا ہوا ہے۔ جب تم ایک گرمجوش نوجوان کی طرح میرے جسم سے ہم آغوش ہوئے تو تمہارے بدن کی حرارت انتہائی دلکش تھی، تم ایک گوشت و پوست کے خوبصورت جوان تھے لیکن جب ان کی تلواریں تمہارے جسم پر پڑ کر اُچٹ رہی تھیں تو میں سوچ رہی تھی کہ تم کسی اور جہاں کی مخلوق ہو۔ یہ کیسا راز ہے۔؟"

"مین پال کی موت پر تمہارے کیا تاثرات ہیں۔؟" میں نے اس کے سوال کو نظرانداز کر کے پوچھا۔ ظاہر ہے میں اسے اپنے جسم کا راز کیا بتاتا۔ اس کے لئے تو ایک طویل داستان سُنانی ہوتی، جس پر شاید وہ یقین نہ کرتی، یا پھر یقین کر بھی لیتی تو کسی ذہنی الجھن کا شکار ہو جاتی اور اپنے مستقبل پر غور کرنے لگتی اور اس کا مستقبل مجھے معلوم تھا۔ جوان رہتی اور میری آغوش گرم کرتی رہتی۔ پھر بوڑھی ہوتی اور مٹی میں مل جاتی۔ یہی اُس کا مستقبل تھا۔ کیونکہ میری دوسری محبوبائیں بھی یہی مستقبل رکھتی تھیں۔

"مین پال۔ وہ میرا محسن تھا۔ لیکن اُس نے اپنے احسان کی غلط قیمت وصول کرنا چاہی تھی۔ اور انسان جب غلط راستے اختیار کر لیتا ہے تو اس کی عظمت کی کہانیاں دو ٹکڑے ہو جاتی ہیں۔ دیکھ لو۔ یہ وہی عظیم مین پال ہے، جو فاتحِ اعظم کہلاتا تھا۔ اُس نے صرف فتح کی شکل دیکھی تھی۔ جس طرف نکل جاتا۔ فتوحات اُس کے قدم چومتی تھیں لیکن انسان کو [illegible] جائے کہ کب وہ غلط راہیں اختیار کر رہا ہے تو [illegible] وہ فانی نہ ہے۔ اور زمین کا بوجھ بڑھتا جائے۔!" اُس نے پُر خیال انداز میں کہا۔

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے سب کچھ چھوڑ دیا ہے۔ اُس کے لئے جس کی حقیقت مجھے کبھی نہ معلوم ہوگی۔ تاہم میری پسند میری چاہ حقیقی ہے، اس کے علاوہ میں ہر حقیقت فراموش کرنے کو تیار ہوں۔ عشتار اب تمہاری غلام ہے، اس کے بارے میں تم سوچو گے، وہ خود نہیں۔!" اُس نے اُداس لہجے میں کہا۔ اور میں نے اس کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈال کر اُسے زمین سے اُٹھا لیا۔

"تم میری ساتھی ہو۔ ہم ساتھ رہیں گے۔

"آؤ۔ یہاں سے چلیں۔ دور نکل جائیں۔ گو یہ وادی بہت خوبصورت ہے۔ لیکن ممکن ہے مین پال کا سالار اپنے شہنشاہ کو تلاش کرتا ہوا ادھر آ نکلے اور تمہیں پھر مصروف ہونا پڑے۔ اب میں تمہیں صرف خود میں مصروف رکھنا چاہتی ہوں۔" اُس نے اپنے گھوڑے کو آواز دی [illegible] گھوڑا بھی میرے نزدیک آ گیا۔ اور ہم دونوں ان پر سوار ہو کر چل پڑے۔!

منزل نامعلوم تھی۔ بس جدھر منہ اُٹھ گیا۔ یوں بھی ہمیں کسی منزل کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم تو صحرا گرد تھے۔ زمین جہاں لے جائے۔ ہم چلتے رہے رات ہوتی تو کسی جگہ پناہ لیتے شکار کرتے، اُسے بھون کر کھاتے، اور پھر رات کی حسین کہانی دوہرائی جاتی، کبھی چاند ہماری سانسوں کا رازدار بن جاتا، کبھی تاریکیاں ہمیں حیا کا سبق سکھاتیں۔ لیکن ہم سب سے بے نیاز تھے۔!

عشتار کا خیال تھا کہ وہ اپنی جسمانی طلب سے میرے بدن کا سونا ماند کر دے گی، اور ایک دن میں عام انسان ہوں گا، لیکن ہر رات وہ اپنی کوشش پر ناکام رہتی۔ اور اس آتشی بدن سے شکست کھا جاتی۔ تب اُسے احساس ہوتا کہ وہ اس کی جوانی اب شکست خوردگی کی تصویر نظر آتی ہے۔ اور میرے جسم کی آب و تاب یونہی باقی ہے۔ لیکن اسے اپنی شکست پر بھی مسرت تھی کیونکہ وہ نسبتاً میرے بدن کے سونے کی مالک تھی۔ کسی کی رخنہ اندازی، یا کسی شب خون کا اندیشہ نہ تھا۔ میرے لئے بھی وہ غنیمت تھی کہ مجھے تنہائی کا احساس نہ تھا۔ میں باتیں کر سکتا تھا۔ اس کے لئے شکار کر سکتا تھا اور اپنے لئے سکون حاصل کر سکتا تھا۔ راستے میں چند چھوٹے موٹے واقعات پیش آئے، بارہا ہمیں شکار نہ ملا اور بھوکے رات گزارنا پڑی۔ جنگلی جانوروں سے مڈبھیڑ ہوئی لیکن ان انجانوں کو اپنے مقابل کے بارے میں معلوم نہ تھا۔ وہ مار کھا جاتے تھے [illegible] زندگی کا طویل سفر طے ہوتا رہا۔ اور پھر ایک صبح ہم نے دیکھا کہ زمین ختم ہو گئی شاید ہم دنیا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تھے۔! آگے نیلے پانی کی زمین تھی۔ لیکن بائیں سمت ہمیں آبادی بھی نظر آ رہی تھی، اور اب میں آبادی سے ناواقف نہیں تھا۔!

عشتار، جس کے چہرے پر اب بڑھاپے کی جھریاں نمودار ہونے لگی تھیں تھکی تھکی سی نظر آتی تھی، اسے شدت سے احساس تھا کہ وہ تھک رہی ہے۔ اور میں اسی طرح جوان ہوں۔ کبھی کبھی وہ دور بیٹھی ہوئی عجیب سی نگاہوں سے مجھے تکنے لگتی تھی۔ مجھے اُس کی اس کیفیت پر رحم آتا تھا۔ لیکن جب رات ہوتی اور میں اپنی آغوش اس کے لئے اسی مانند کھول دیتا، جیسے روزِ اوّل۔ تو اس کے چہرے سے اُداسی کے داغ دُھل جاتے اور وہ یہ سوچ کر خوش نظر آنے لگتی کہ وہ ابھی تک میری چاہت، میری ضرورت ہے۔

"وہ انسانی آبادی ہے عشتار۔ طویل عرصے کے بعد ہم آبادی کے نزدیک آئے ہیں۔ کیا تم وہاں نہ چلو گی۔؟"

"کیا کریں گے وہاں جا کر۔ ہمیں انسانوں سے کیا لینا ہے۔" عشتار نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن آگے سمندر ہے۔ اب ہم کہاں جائیں۔؟"

"سمندر کے کنارے کنارے چل پڑو۔ دیکھتے ہیں پانی کی زمین کتنی وسیع ہے۔"

"میرا خیال ہے چند روز آبادی میں گزار کر وقت کی یکسانیت بدل لی جائے۔ دیکھیں یہاں کے لوگ کیسے ہیں۔؟ اُن کے کیا مسائل ہیں۔؟ ان کا طرزِ زندگی کیسا ہے۔؟"

"جیسا تم پسند کرو۔!" عشتار نے بیزاری سے کہا۔ درحقیقت وہ عمر کی بہت سی منازل طے کر چکی تھی، اور اب اس کے ذہن میں، بیقراری اُبھر آئی تھی، بہرحال ہمارے گھوڑے آبادی کی طرف چل پڑے۔

یہ لمبے لمبے لباس، اور گھنی ڈاڑھیوں والے لوگوں کی آبادی تھی، جو قوی ہیکل تھے، کرخت چہرے رکھتے تھے۔ اور لمبے قد کے مالک تھے۔ انھوں نے

ہمیں اجنبی نگاہوں سے دیکھا۔ اور پھر بہت سے لوگ ہمارے گرد جمع ہوگئے۔ میں
ن کی نگاہوں سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ اُن کے ہاں ہماری حیثیت پسندیدہ
ہے' یا ناپسندیدہ۔؟

تب دو بوڑھے آگے بڑھے جن کے چہرے کرخت تھے اور آنکھیں سُرخ!
"کون ہو تم دونوں۔۔۔ اور یہاں کیوں آئے ہو۔؟"

"ہم آوارہ گرد ہیں صحرا صحرا بھٹکتے ہوئے اِدھر آنکلے ہیں۔ کچھ روز
تمہارے ساتھ گزاریں گے اور پھر یہاں سے کہیں اور چلے جائیں گے۔"

"جھوٹ بولتے ہو۔ تم یوحنا کے جاسوس ہو۔ اور یہ معلوم کرنے آئے
ہو کہ آئندہ ہماری یلغار کہاں ہوگی۔؟" ایک بوڑھے نے توہین آمیز انداز میں کہا۔

"یوحنا کون ہے۔؟" میں نے کہا۔ "اور تمہارا خیال غلط ہے۔ ہماری
ذات سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ ہمیں کچھ روز اپنے درمیان رہنے دو۔۔۔
اپنا مہمان بناؤ۔۔۔ پھر ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔۔۔ یا تم کہو گے تو تمہارے درمیان
پڑ رہیں گے۔۔ اور یہاں زندگی گزاریں گے۔"

دونوں بوڑھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' اور پھر کندھے پر
ہاتھ رکھے ہمارے پاس سے دُور چلے گئے۔ شاید وہ ہمارے بارے میں فیصلہ کرنے
گئے تھے۔ چند اور لوگ بھی اُن میں شامل ہوگئے تھے۔ کافی دیر تک وہ سر جوڑے
رہے۔ پھر وہی دونوں بوڑھے ہمارے پاس آگئے۔

"ہم نے تمہیں اپنا مہمان بنانا قبول کرلیا ہے' اجنبی مرد اور عورت گھوڑوں
سے اُتر آؤ۔ ہمارے ساتھ چلو۔" اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے
گردن ہلائی۔ اور گھوڑے کی پُشت سے اُتر گیا۔ عشتار نے بھی چاروناچار میری
تقلید کی تھی۔ لیکن وہ شاید یہاں قیام سے خوش نہ تھی۔ اُس کے دل میں خدشات
جاگ رہے تھے' اور وہ خدشات کیا تھے' اِس کا علم مجھے بعد میں ہوا۔!

اِن لوگوں نے ہمارے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں۔ اور بہت سے لوگوں
کا ہجوم ہمیں لکڑی سے بنے ہوئے ایک مکان کی سمت لے چلا۔ جو انوکھے طرز کا
بنا ہوا تھا۔!

مکان کا دروازہ کھول کر ہمیں اندر چلنے کے لئے کہا گیا اور میں عشتار
کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ مکان خوب سجا ہوا تھا۔ اُس پر رنگین کھالوں سے نقش و
نگار بنائے گئے تھے۔ ضروریاتِ زندگی' ذرا مختلف لیکن معیاری طور پر بنائی
گئی تھیں۔۔۔ دونوں بوڑھوں نے مسکراتے ہوئے گردن جھکائی اور پھر اُن میں سے
ایک بولا۔ "یہ مہمان خانہ ہے اجنبی مہمانو۔ سکون و آرام سے یہاں رہو۔ تمہیں کھانے
پینے کی ہر چیز فراہم کی جائے گی۔ جب تم یہاں اُکتا جاؤ تو ہماری بستی کی سیر کرسکتے
ہو۔ ہر جگہ آنے جانے کی آزادی ہے۔ صرف تمہارے گھوڑے ہماری تحویل میں رہیں گے
کیونکہ ہماری اجازت کے بغیر تم بستی چھوڑنے کے مجاز نہ ہوگے۔"

"ایسا ہی ہوگا' جیسا تم نے کہا ہے۔ اور تم دیکھو گے کہ ہم تمہارے لئے
تکلیف دہ نہ ہوں گے۔" اور بوڑھے گردن ہلاتے ہوئے باہر نکل گئے۔ میں نے
پُر آرام جگہ پر دراز ہو کر مسکراتے ہوئے عشتار کی طرف دیکھا' لیکن اس کا
چہرہ سپاٹ تھا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا عشتار۔ کہ تمہیں اِن لوگوں میں آکر کیا اُلجھن ہے؟"
میں نے کہا۔

"نہیں۔ کوئی اُلجھن نہیں ہے۔" عشتار نے کسی خیال سے چونک
کر کہا تھا۔

"پھر تم پریشان کیوں ہو۔؟"

"پریشان نہیں ہوں' بس تنہائی کی زندگی کی اس قدر عادی ہوگئی ہوں
کہ انسانوں کے ہجوم سے وحشت ہوتی ہے' لیکن تم تردّد نہ کرو۔ یہ وحشت جلد
دور ہوجائے گی۔" اُس نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی اور میں نے آنکھیں
بند کرلیں۔ بے شک عشتار نے اپنی زندگی کا طویل سفر کافی حد تک طے کرلیا تھا
اب وہ تھکن محسوس کر رہی تھی۔ لیکن میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا تھا' کیونکہ اُس نے
میرے لئے حکومت چھوڑ دی تھی اور میرے ساتھ زندگی کا تکلیف دہ سفر طے
کر رہی تھی۔!

اب میں اُن بستی والوں کے بارے میں جاننا چاہتا تھا جو درحقیقت
مہمان نواز تھے۔ انھوں نے ہمیں وقت پر کھانا دیا۔ اور یہ کھانا بہت لذیز تھا۔
بہت عرصے کے بعد ہم نے شکار کے پھیکے اور بدمزہ گوشت کے بجائے سبزیاں'
پنیر اور دودھ استعمال کیا تھا۔۔ وہ رات بھی دوسری راتوں سے مختلف نہ تھی۔
عشتار گو اب میرا ساتھ نہ دے سکتی تھی' اس کا سفید بدن ڈھیلا پڑ گیا تھا
اور جگہ جگہ سے گوشت لٹک گیا تھا۔ لیکن وہ اپنی جوانی کو یاد کرکے
پورے طور پر جوان بننے کی کوشش کرتی تھی۔۔۔ اور۔۔ اس میں ناکام رہتی
تھی۔ لیکن میں نے اُسے ناکامی کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔ اور اسی بات
سے وہ کسی حد تک مطمئن ہوجاتی تھی۔

دوسرے دن ہم صبح ناشتے کے بعد بستی میں نکل آئے۔ چھوٹی چھوٹی
تنگ گلیوں اور لکڑیوں کی دوکانوں کے بازاروں کی یہ بستی بے حد خوشحال تھی۔
یہاں لوازماتِ زندگی بھرپور طور سے موجود تھے۔ ہر آدمی خوشحال اور تروتازہ
نظر آتا تھا۔ بچے' بوڑھے' عورتیں' جوان۔ سب کے سب خوش و خرم اور قہقہے
لگاتے ہوئے۔!

لیکن ایک بات میں نے خاص طور سے محسوس کی' ہم جہاں بھی گئے
چند لوگ سایوں کی طرح ہمارے پیچھے لگے رہے' گویا وہ ہماری نگرانی کر رہے تھے۔
مجھے اس بات کی کیا پرواہ ہوسکتی تھی۔ ظاہر ہے میں یہاں سچ مچ کسی یوحنا کے لئے
جاسوسی کرنے تو نہیں آیا تھا۔!

بستی میں کھیل تماشے بھی تھے۔ ایک آدھ جگہ مجھے لوگ بانسوں پر
کرتب کرتے نظر آئے۔ ایک آدمی نے لمبے لمبے بانس پیروں میں باندھے ہوئے تھے
اور سڑک پر چل رہا تھا۔ بچوں کا ہجوم اُس کے پیچھے تھا۔ وہ خوشی سے قہقہے لگا رہے
تھے۔ بانسوں پر چلنے والا لکڑی کے گھروں میں جھانک جھانک کر بچوں کو بتا رہا تھا
کہ اُن گھروں میں کیا ہو رہا ہے۔ مجھے اس دلچسپ حرکت پر ہنسی آگئی' اور عشتار میری توجہ

سے مسکرادی۔ لوگوں کے لئے دوسرا تماشا میں بن گیا، کیونکہ میرے سنہرے بدن کو سب حیرت سے دیکھ رہے تھے، جس پر لباس نام کی کوئی چیز بھی نہیں تھا۔!

ایک نوخیز لڑکی جس کی جوانی ابھی ابتدائی مراحل میں تھی، میرے قریب آئی اور میرے سینے پر ہاتھ پھیر کر دیکھنے لگی۔ وہ سیب کی طرح خوش رنگ تھی، اور اس کی جوانی کے گلاب کھلنے کے لئے بے چین تھے۔ میں مسکرا کر اس کی حرکت دیکھتا رہا۔ لیکن عشتار نے اچانک مجھے آگے دھکیل دیا۔ اور لڑکی پیچھے ہٹ گئی!

تب میں نے عشتار کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اور اچانک پوری بات میری سمجھ میں آگئی۔ عشتار کو اپنے چہرے، اپنے بدن کی جھریوں کا احساس تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ جوان اور حسین لڑکیاں میرے قریب آسکیں۔ میں نے غور کیا تو مجھے اس کی تشویش بجا نظر آئی۔ یہ حقیقت تھی کہ عشتار میں اب کچھ نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن —— میں بہرحال ایک رحم پسند انسان تھا۔ مجھے اس کے ایثار کا احساس تھا چنانچہ اس کی زندگی میں، میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وقتی طور پر مجھے کوئی لڑکی پسند آجائے اور وہ میری خلوت تک پہنچ سکے۔!

ہم نے بستی کی خوب سیر کی۔ اور پھر واپس اپنے مکان میں آگئے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ہمیں اطلاع دی گئی کہ گستارو شام کے کھانے پر ہمارا ساتھ پسند کرے گا۔!

"گستارو کون ہے؟" میں نے اطلاع دینے والے سے پوچھا۔

"گستارو — اوہ۔ تم گستارو کو نہیں جانتے۔ گستارو شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ وہ اس بستی کا ماسٹر ہے۔ یہاں اسی کا حکم چلتا ہے۔ یہاں کے باشندوں کی زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔" اطلاع دینے والے نے بتایا۔ اور میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

تو یہاں بھی شہنشاہوں کا شہنشاہ موجود ہے، اِن لوگوں سے کہیں نجات نہیں، ہر جگہ موجود ہیں۔!

"مجھے گستارو کا مکان نہیں معلوم۔ اس کے علاوہ میں نہیں جانتا کہ مجھے کس وقت وہاں پہنچنا ہوگا۔؟" میں نے کہا۔

"گستارو کے خادم تمہارے پاس آئیں گے۔ تمہیں اور تمہاری ساتھی بوڑھی عورت کو تیار رہنا چاہیئے۔" آنے والے نے کہا اور گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔

میں نے چونک کر عشتار کی طرف دیکھا۔ اس شخص کے الفاظ پر وہ ناگن کی طرح بل کھا رہی تھی۔ "میں —— میں اس دعوت میں نہیں جاؤں گی۔" اُس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"کیوں عشتار۔؟"

"بس میں نے کہہ دیا، میں نہیں جاؤں گی۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"ہمیں جانا چاہیئے عشتار۔ ہم اِن لوگوں سے مفاہمت چاہتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں یہاں رہنا ہے۔"

"میں ان سے کوئی مفاہمت نہیں چاہتی۔ کیونکہ مجھے ان کے درمیان نہیں رہنا۔"

"ضد نہ کرو عشتار۔ میں کچھ روز یہاں گزارنا چاہتا ہوں۔"

"تم تھک گئے ہو۔ تم بوڑھے ہوتے جا رہے ہو۔" عشتار نے چیختے ہوئے کہا۔ اور میرا دل چاہا کہ میں ایک زوردار قہقہہ لگاؤں۔ لیکن پھر میں نے خود پر جبر کیا اور سنجیدگی سے اُسے سمجھانے لگا۔ بمشکل تمام وہ چلنے پر رضامند ہوئی تھی۔

شام کو گستارو کے آدمی ہمیں لینے آگئے۔ اور ہم دونوں اُن کے ساتھ چل پڑے۔ ہمیں تیاریاں ہی کیا کرنی تھیں۔ عشتار کے جسم پر چیتے کی کھال کا بوسیدہ لباس تھا۔ میں بھی چیتے ہی کی کھال کا ایک چھوٹا سا لباس پہنے ہوئے تھا۔ یہ لباس ہم دونوں نے خود تیار کئے تھے۔ لیکن کافی پرانے تھے، اور آبادی میں رہنے کے لئے ہمیں نئے لباس کی ضرورت تھی۔

تاہم، ہم گستارو کے بہت بڑے مکان میں داخل ہوگئے۔ یہ مکان بھی لکڑی کا تھا، لیکن بہت نفاست سے بنایا گیا تھا۔ ایک بہت بڑے چوبی دروازے سے ہم اندر داخل ہوئے تو بے شمار قہقہے اُبل پڑے۔ اندر کا منظر بہت رنگین تھا۔ تقریباً نو فٹ چوڑی اور بیس پچیس فٹ لمبی مضبوط لکڑی کی بھدی میز پڑی ہوئی تھی، جس کے دونوں طرف کرسیاں بھی تھیں۔ میز پر انواع و اقسام کے پھل، بھنے ہوئے پرندے اور بھنی ہوئی جانوروں کی رانیں رکھی ہوئی تھیں۔ جگہ جگہ لکڑی کے ڈول رکھے تھے، جن میں رنگین شراب بھری ہوئی تھی، سینگ کے کٹے ہوئے ٹکڑے بہت سے لوگوں کے ہاتھوں میں تھے جن سے وہ شراب پی رہے تھے، خوبصورت لڑکیاں اُن کی آغوش میں تھیں جن کے ساتھ وہ خوش فعلیاں کر رہے تھے۔!

میں ٹھٹھکا۔ پھر آگے بڑھ گیا۔ ہنستے ہوئے لوگ ایکدم ساکت ہوگئے۔ سب کی نگاہیں میرے اور عشتار کے اوپر تھیں۔ چند ساعت وہ ہمیں گھورتے رہے، پھر ایک بوڑھا آدمی ہنس پڑا۔ اور اس کے بعد بے شمار قہقہے۔

لیکن میں نروس نہیں ہوا۔ میں بھی کرسیوں کی طرف بڑھ گیا، اور پھر میں نے ایک کرسی عشتار کے لئے کھینچی اور دوسری اپنے لئے —— ! ہم دونوں بھی بیٹھ گئے ——! میں نے ایک بھنی ہوئی ران اُٹھائی اور اسے دانتوں سے اُدھیڑنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے عشتار کو بھی اشارہ کیا۔ لیکن وہ اس ماحول سے گھبرائی گھبرائی سی تھی۔!

میں البتہ اِن وحشیوں میں اجنبی نہیں رہنا چاہتا تھا، اور درحقیقت میری اس بے تکلفی نے اور کھانے کے انداز نے وحشی انسانوں کو مرعوب کر لیا اور ان کی توجہ میری طرف سے ہٹ گئی۔

اچانک سکوت چھا گیا —— دروازے سے ایک اور آدمی اندر داخل ہوا تھا۔ یہ کافی قوی ہیکل تھا۔ اس کے سر پر کسی جانور کے سینگ لگے ہوئے تھے۔ ماتھے پر کسی رنگین چیز کا نشان تھا۔ اور اس کی ایک آنکھ پر کپڑا چڑھا ہوا تھا۔

"دہاڑنے والا گستارو۔!" کسی نے آواز لگائی، اور گستارو اچھل

کر کھانے کی میز پر چڑھ گیا۔ اس کے پیروں میں پتلے چمڑے کے جوتے تھے اور اس کے پتلے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، پھر اس نے گوشت کی پلیٹ میں پاؤں رکھا اور آگے بڑھا۔ کھانے کی چیزوں پر چلتا ہوا وہ آگے بڑھتا رہا، اور میز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ گیا۔ لوگ اس کی روندی ہوئی چیزوں کو اٹھا کر کھا رہے تھے۔!

اس مغرور انسان کی یہ بات مجھے پسند نہ آئی۔ لیکن ایک ران جو میرے ہاتھ میں تھی، میں اسے اُدھیڑتا رہا۔ عشتار البتہ اب نفرت سے ان سب کو دیکھ رہی تھی۔ یکایک سینگ والے گستارو کی نگاہ میرے اوپر رک گئی۔ اور وہ اپنی اکلوتی آنکھ سے مجھے گھورنے لگا۔! اور پھر وہ میز پر چلتا ہوا میرے سامنے آگیا۔ مجھے گھورتا رہا۔ اور پھر جھک کر میرے ہاتھ سے ران چھین لی۔ میں نے تعرض نہیں کیا، کیونکہ گوشت کی ران میں اب گوشت نہیں صرف ہڈی رہ گئی تھی۔ میں نے اس پر بھی توجہ نہیں دی اور رومال سے منہ صاف کرنے لگا۔!

"کون ہو۔؟" اس نے انتہائی سرد آواز میں پوچھا۔

"مہمان، قیدی، جو دل چاہے سمجھ لو۔!" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ چونک پڑا۔

"اوہ۔ مہمان۔ بستی میں آنے والے اجنبی۔ تم وہی ہو۔ میں نے تمہیں بلایا تھا۔!"

"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہا۔ عیش کرو۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ تمہارے جسم کا رنگ سنہرا کیوں ہے؟" وہ کود کر میز سے نیچے اتر گیا۔ پھر اس نے ایک کرسی گھسیٹی اور بیٹھ گیا۔ اس نے پشت پر ایک ہاتھ اٹھایا اور ایک آدمی نے بھنے ہوئے تیتر اور شراب کا بڑا جار اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے ڈونگے سے جار سے شراب نکال کر سینگ میں انڈیلی، اپنے ہونٹوں کی طرف لے گیا۔ پھر میری طرف دیکھ کر مسکرایا۔ اور سینگ میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے اس کی دوستی قبول کر لی اور اس کے ہاتھ سے سینگ لے لیا۔

دوسرے لمحے میں نے ساری شراب حلق میں انڈیل لی۔ وہ دوسرے سینگ میں شراب بھر رہا تھا۔ پھر اس نے اشارہ کیا۔ اور دوسرا جار میرے سامنے رکھ دیا گیا۔ ابھی تک وہ عشتار کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا، لیکن شراب پیتے ہوئے اس نے عشتار کی طرف دیکھا اور پھر اپنی کرسی سے اٹھ کر تھوڑا سا جھکا۔

"خاتون۔!" اس نے گردن خم کی، اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"تمہاری ماں ہیں؟"

"کیا۔؟" میں چونک پڑا۔ اور عشتار کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔

وہ ہونٹ کاٹ رہی تھی۔ "نہیں۔ تم اسے میری بیوی سمجھ لو۔" میں نے کہا۔

"بیوی!" اس بار اس کے چونکنے کی باری تھی۔ لیکن اس سے قبل۔ کہ وہ اور کچھ کہتا، اچانک چار پانچ آدمی اچھلتے کودتے اندر داخل ہوگئے۔ وہ اونچی اونچی چھلانگیں لگا رہے تھے۔ اور انھوں نے عجیب قسم کے رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے جو مضحکہ خیز تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے گول برتن تھے، جن پر کسی جانور کی کھال منڈھی ہوئی تھی اور وہ خوب زور زور سے انھیں بجا رہے تھے پورے ہال میں افراتفری پھیل گئی۔ وہ آندھی اور طوفان کی طرح سارے ہال میں چکراتے پھر رہے تھے۔ پھر اچانک وہ کونوں میں کھڑے ہو گئے اور ایک رقاصہ برآمد ہوئی۔!

نوجوان اور حسین رقاصہ جس کا قد چھ فٹ سے کم نہ تھا۔ لباس کی شکل میں اس نے باریک کپڑے کی پٹیاں باندھی ہوئی تھیں، لیکن طوفانی رقص میں وہ پٹیاں اس کے جسم کے پوشیدہ حصوں کو ڈھکنے میں ناکام تھیں۔ بڑے حسین جسم کی مالک اور بڑی خوبصورت اور شوخ عورت تھی۔ خاص طور سے اس کی پھرتی قابلِ دید تھی۔ وہ بجلی کی طرح پورے ہال میں ناچتی پھر رہی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ طویل عرصے کے بعد ایک جوان اور حسین شکل نظر آئی تھی۔ ورنہ عشتار کے علاوہ اب تو عورت یاد ہی نہیں رہ گئی تھی۔

کانا سردار بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے رقص میں سستی آگئی۔ اور سازوں کا رنگ بھی بدل گیا۔ اب رقاصہ دھیمے دھیمے ناچ رہی تھی۔ وہ میز کے قریب آئی اور وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں سے اٹھکیلیاں کرنے لگی۔ لوگ قہقہے لگا رہے تھے، اس پر آوازے کس رہے تھے۔ رقص کرتے کرتے وہ میرے سامنے بھی آئی۔ میری طرف دیکھا۔ اور اس کے چہرے کی شوخی ایکدم رخصت ہو گئی۔ اس کا رقص اور مدھم پڑ گیا۔!

لیکن اچانک اس نے لہر لی اور پھر میری گود میں آگری۔ دوسرا ہاتھ اس نے میرے سینے پر پھیرا۔ اور پھر آہستہ سے بولی "اے سنہری پتلے۔ اے سونے کے دیس کے شہزادے۔" پھر وہ مچلی۔ دونوں جملے اس نے گانے کے انداز میں کہے تھے۔ وہ میری گود میں تھرک رہی تھی۔ سازوں کی دھن بھی بدل گئی، اور وہ اس کے گانے اور رقص سے ہم آہنگ ہو گئے۔ "اے دلوں کو قابو میں کر لینے والے۔ تیرا سینہ، جیسے سونے کی سِل۔ اس پر سر رکھ کر سو جانے کو دل چاہے۔"

"کس دیس کا اجنبی ہے تو۔ کہاں سے آیا ہے؟" وہ میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر جھکی۔ لیکن اسی وقت، اچانک ہی عشتار نے ایک ہڈی اٹھائی اور پوری قوت سے رقاصہ کی پشت پر ماری۔!

رقاصہ کی دلخراش چیخ گونجی۔ اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگی عشتار نے زخمی شیرنی کی مانند اس پر چھلانگ لگائی اور اس سے قبل کہ لوگ اسے روک سکیں اس نے ہڈی کے لگاتار وار کر کے رقاصہ کے سر کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ رقاصہ کا چہرہ گوشت اور خون کا لوتھڑا نظر آرہا تھا۔ اس کا نچلا جسم تڑپ رہا تھا اور اس کے خون سے عشتار کا چہرہ بھی سرخ ہو گیا تھا۔

تمام لوگ کھڑے ہو گئے۔ میں سکتے کے عالم میں تھا۔ عشتار کی

درندگی سے میں پہلے بھی واقف تھا۔ لیکن اس وقت مجھے اس حرکت کا گمان بھی نہیں تھا۔ میں خود اُسے نہ روک سکا۔ بہت سے لوگوں نے خنجر نکال لئے۔ رقاصہ دم توڑ چکی تھی اور ہال پر سکوت طاری تھا۔

تب میری نگاہ گستارو پر پڑی۔ وہ اکلوتی آنکھ سے مجھے دیکھ رہا تھا۔! میں نے عشتار کی طرف دیکھا۔ اور مجھے عشتار سے نفرت محسوس ہوئی۔ اُس نے جو کچھ کیا تھا وہ انتہا تھی۔!

"وہ میری بیوی ہے۔ اور بوڑھی ہو چکی ہے۔" میں نے گستارو سے کہا اور میرے الفاظ عشتار نے بھی سن لئے۔ وہ مجھے گھورتی رہی۔ اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ اور پھر اچانک اُس نے ایک خوفناک چیخ ماری اور لوگوں کے ہجوم پر حملہ آور ہو گئی۔ اُس نے اُن میں سے کئی کو زخمی کر دیا۔ تب ایک آدمی نے اپنا خنجر اُس کے پہلو میں اُتار دیا۔ اور پھر بہت سے لوگوں نے پے در پے وار کر کے اس کے جسم کے ٹکڑے اڑا دیئے۔

میں نے کسی کے کام میں مداخلت نہیں کی۔ میں عشتار کے اِس حشر سے متفق تھا۔ اور یقیناً عشتار نے میرے الفاظ سے میری نفرت کا اندازہ لگا لیا تھا اُس نے یہی سوچ کر اُن پر حملہ کیا تھا کہ وہ اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیں۔ کانا گستارو اب بھی مجھے اسی انداز میں گھور رہا تھا۔!

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے آہستہ لہجے میں اُس سے کہا "وہ میری بیوی تھی۔ بوڑھی بیوی۔ اور خوبصورت لڑکیوں کے مقابلے میں احساسِ کمتری کا شکار۔!" تب گستارو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے مسکراتے ہوئے شراب سینگ میں بھری اور میری طرف بڑھا دی۔ میں نے اُس کے ہاتھ سے سینگ لے کر اونچا کیا اور پھر اُس کی شراب حلق میں انڈیل لی۔

"دونوں لاشوں کو یہاں سے ہٹا دو۔ اجنبی دوست ہے۔ زندہ دل ہے۔ ہا ہا۔!" اُس نے چیخ کر اپنے آدمیوں سے کہا' اور یہ سردار کا حکم تھا' اُس کا مطلب تھا کہ کدورت دھو دی جائے۔ قاتل کو سزا مل گئی' اب کوئی جھگڑا نہیں ہے۔! لاشیں ہٹا دی گئیں۔ میں نے سامنے رکھا شراب کا جار اُٹھا لیا اور اُسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر منہ سے لگا لیا۔ سردار نے مجھے دلچسپی سے دیکھا تھا۔! اور جب جار خالی ہو گیا تو میں نے اُسے میز پر رکھ دیا۔!

سردار کی آنکھوں میں تحسین کے آثار تھے۔ قہقہے اسی طرح جاری ہو گئے۔ وحشیوں کے لئے یہ بھی ایک دلچسپ حادثہ تھا' جس سے لطف اندوز ہونے کے بعد وہ اُسے بھول گئے۔! کافی دیر تک یہ ہنگامہ جاری رہا۔ اور پھر بدمست لوگ جنون کی حدود میں داخل ہو گئے۔ شرمناک مناظر اُبھر آئے۔ لیکن سردار کنٹرول میں تھا' اُس کی توجہ کسی لڑکی پر نہ تھی اور پھر وہ میری طرف جھک کر بولا۔ "کیا تم مجھ سے گفتگو کرنا پسند کرو گے۔؟"

"ضرور گستارو۔!" میں نے جواب دیا اور وہ اُٹھ گیا۔ پھر وہ میرے ساتھ اس ہال سے نکل کر ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔

یہ کمرہ بھی اس دور کے لحاظ سے نفیس تھا۔ لکڑی کی پلیٹوں میں تازہ پھل اور شراب کے جار رکھے ہوئے تھے۔ کرسیاں تھیں جن پر عمدہ گدے پڑے ہوئے تھے۔ اُس نے مجھے ایک گدے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور کمرے کی روشنی ناکافی سمجھ کر کچھ اور شمعدان روشن کر دیئے۔ شاید اس طرح وہ میرے چہرے کے تاثرات سے باخبر رہنا چاہتا تھا۔

"مجھے حیرت ہے وہ تمہاری بیوی تھی۔ حالانکہ تمہاری اور اس کی عمر میں بہت فرق تھا۔ تمہیں یہ بوڑھی بیوی کیوں پسند آئی۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا ہر کس و ناکس کو اپنے بارے میں تفصیل بتانے کی چنداں ضرورت نہ تھی اور پھر اس اسرار پر کوئی اثر بھی نہیں ڈالنا چاہتا تھا' کیونکہ یہ بے مقصد تھا۔ اس لئے میں نے اسے کوئی بات نہ بتائی۔ اور ٹالنے کی غرض سے بولا۔

"بس سردار گستارو۔ وہ ایک محبت کرنے والی عورت تھی' اور طویل عرصے سے میرے ساتھ تھی۔"

"لیکن اسے شدت سے تمہاری جوانی اور اپنے بڑھاپے کا احساس تھا۔ اس لئے وہ رقاصہ کی حرکت سے دل برداشتہ ہو گئی۔"

"یہی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے تمہاری تنہائی کا افسوس ہے۔ لیکن تم پسند کرو گے تو تنہا نہ رہو گے یہاں بہت سی لڑکیاں تمہاری پذیرائی کریں گی۔ یوں بھی تم غیر معمولی انسان ہو۔ تمہارا سنہرا رنگ سب کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ کیا یہ رنگ مصنوعی ہے۔؟"

میں مسکرایا۔ سردار گستارو یقیناً چالاک تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے مطلب پر آ رہا تھا۔ لہٰذا میں نے کہا۔

"شکریہ سردار گستارو۔ ابھی چند روز میں اس کا سوگ مناؤں گا۔ کیونکہ بہر حال وہ پرانی ساتھی تھی۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو تم سے کہہ دوں گا۔ رنگ مصنوعی نہیں ہے۔"

"کیا تمہارے دیس کے باشندے اسی رنگ کے ہوتے ہیں؟"

"میرا کوئی دیس نہیں ہے سردار۔ میں دنیا گرد ہوں۔ یہاں آیا ہوں' کہیں اور چلا جاؤں گا۔"

"کہاں جاؤ گے۔؟"

"کوئی تعین نہیں۔ اِدھر سے گزرتے ہوئے تمہاری بستی کے مکانات دیکھے۔ طویل عرصے کے بعد انسان نظر آئے تھے اس لئے اس طرف چلا آیا' ورنہ تو جنگلوں میں زندگی گزر رہی تھی۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ میں نے تمہاری اِس بات کو درست نہیں سمجھا' تو یقیناً تمہیں افسوس ہوگا۔" سردار نے انگور کا ایک خوشہ اُٹھاتے ہوئے کہا اور پھلوں کی پلیٹ میری طرف سرکا دی۔

"نہیں مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ میں تم سے گفتگو کر کے تمہیں مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔!" میں نے جواب دیا۔

"تب مجھے سچ سچ بتا دو۔ یوحنا نے تمہیں کونسے مشن پر بھیجا ہے۔؟"

"میرے دوست۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میرے کانوں

میں اس سے قبل بھی یوحنا کا نام آچکا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ ابھی تک یہی سمجھ رہے ہو کہ میں کسی کا نمائندہ، یا جاسوس ہوں۔ میں نے ان لوگوں کو بھی دیکھا ہے جو میری نگرانی کرتے ہیں۔ تو غور سے سنو۔ اور یقین کر سکتے ہو تو یقین کر لو گستارو۔ کہ میں کسی یوحنا کو نہیں جانتا۔ میں ایک آزاد منش ہوں، اور بعض حالات میں، میں تم لوگوں سے مختلف ہوں۔ میرے جسم میں بے پناہ طاقت ہے، یوں سمجھ لو کہ انسانوں کے لئے میں ناقابلِ تسخیر ہوں، اور یوحنا یا اور کوئی مجھے اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکتا۔ میں نے جو کچھ کہا سچ کہا۔ اور اس کا تجزیہ تم خود کر لوگے میری طرف سے آزادی ہے۔ تمہاری کسی کوشش پر مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔!" سردار گستارو حیرت سے میری باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"ممکن ہے تم درست کہہ رہے ہو۔ میں تمہاری بات پر یقین کر بھی لوں تو اس سے کچھ نہ ہوگا۔ کیونکہ معاہدے کے تحت میں سی سارا کو جواب دہ ہوں، اور تمہارے بارے میں صحیح فیصلہ سی سارا ہی کرے گا۔!"

"مجھے ہر شخص کا فیصلہ منظور ہوگا۔ اپنے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں، اور اب جاننا چاہتا ہوں کہ سی سارا کون ہے۔ یوحنا کون ہے؟۔ اگر مناسب سمجھو تو مجھے بتا دو۔"

"تمہاری شخصیت میں ایک انوکھی کشش ہے۔ کچھ مخصوص قسم کے انسان مجھے پسند ہیں اور تم ان میں سے ایک ہو۔ اس لئے میں تمہاری دوستی قبول کرتا ہوں اور دوست بنانے کے بعد میں تمہیں اس بارے میں بتانا برا نہیں سمجھتا۔! یہ بستی مجرموں کی بستی ہے۔ یوں سمجھ لو کہ اس علاقے کا شہنشاہ یوحنا ہے، جو بڑے بڑے آباد شہروں میں رہتا ہے اور وہیں اس کی حکومت ہے۔ لیکن سمندروں پر ہمارا قبضہ ہے۔ اور خشکی کے کچھ علاقے بھی ہمارے پاس ہیں۔ ہم نے ان علاقوں کو یوحنا کی فوجوں کے لئے ناقابلِ تسخیر بنا دیا ہے۔ یوحنا نے کئی بار کوشش کی کہ ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے، لیکن اسے نقصان اٹھا کر واپس لوٹنا پڑا۔ اور پھر اسے ان کوششوں کی جو قیمت ادا کرنی پڑی، وہ اس قدر تھی کہ اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ ہم نے سمندروں کو اس کے لئے جہنم بنا دیا۔ اس کے تجارتی جہاز لوٹ لئے اور ان کے مسافروں کو سمندر میں غرق کر دیا۔ تب سے ہماری اور اس کی شدید دشمنی چلی آرہی ہے۔ اور وہ مسلسل کوشش میں مصروف رہتا ہے کہ کسی طرح سے ہمیں شکست دے کر ہمارا زور توڑ دے۔ اور اب تم سمجھ گئے ہوگے کہ ہم کون ہیں۔؟"

"بحری قزاق۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا خیال درست ہے۔ ہماری اپنی حکومت ہے۔ ہماری کئی بستیاں ہیں، جہاں ذیلی حکمران متعین ہیں۔ ہم سب کا سربراہ سی سارا ہے۔ میں بھی ان ذیلی حکمرانوں میں سے ایک ہوں۔"

"خوب۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یہ کیم شحیم انسان بہرحال ایک اچھا دوست تھا اور میں نے اس کی دوستی قبول کر لی تھی۔

"میں سی سارا کو تمہاری طرف سے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا" تاہم میرے دوست! اگر وہ تمہارے بارے میں کوئی غلط فیصلہ کرے گا تو اس پر میں مجبور ہوں گا۔"

"میں ہر فیصلہ قبول کر لوں گا، تم فکر مت کرو۔ ویسے تمہاری دشمنی صرف یوحنا سے ہے یا دوسرے سمندری جہاز بھی تمہاری چیرہ دستیوں سے محفوظ نہیں۔!"

"ہم سمندری لٹیرے ہیں۔ اور لوٹنے والی ہر چیز لوٹ لیتے ہیں۔ ہم بستیوں پر حملہ کر کے انسانوں کو پکڑتے ہیں۔ اور انھیں منڈیوں میں جا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ کبھی کبھی ہم ساحلی بستیوں کو بھی لوٹ لیتے ہیں۔ اس طرح سمجھ لو، ہمارا پیشہ یہی ہے۔" اس نے بتایا۔

"ہوں۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"تو میں سمجھ لوں کہ تم مجھ سے تعاون کروگے۔ اور سی سارا کے آنے تک یہاں سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کروگے۔؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔!" میں نے کہا اور وہ مسکرانے لگا۔ پھر میں نے اس سے اجازت لی اور اس نے اپنے دو آدمیوں کو آواز دی۔

"میرے معزز دوست کو احترام کے ساتھ ان کے مکان تک چھوڑ آؤ۔"

اور ان دونوں نے گردن جھکا دی۔

تنہا مکان میں، مجھے عشتار یاد آئی۔ اور میں اس کے خیال میں ڈوب گیا۔ عشتار، جس نے اپنی زندگی کے بہترین سال مجھے دیئے تھے، لیکن وہ بڑھاپا برداشت نہ کر سکی۔ اگر میں بھی بوڑھا ہو جاتا تو اسے کوئی پرواہ نہ ہوتی، چاہے پوری دنیا اسے بوڑھا کہتی، لیکن میں جوان تھا۔ اور اسے احساس تھا کہ عورتیں میری طرف متوجہ ہوتی ہیں اور بوڑھے اس کی طرف۔ یہاں تک کہ گستارو نے اسے میری ماں سمجھا تھا۔ عورت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے پروفیسر۔ صرف اپنی نسائیت کی توہین نہیں۔ چنانچہ رقاصہ کی وارفتگی نے اسے دیوانہ کر دیا۔ اور وہ جذبات سے مغلوب ہو کر اس پر پل پڑی، بالآخر موت کا شکار ہوگئی۔ لیکن پروفیسر۔ تم ضرور سوچو کہ میرا کردار اس وقت کیا رہا۔ کیا میں خود اس سے جان چھڑانے کا خواہشمند تھا۔؟ غور کروگے پروفیسر تو میری اس وقت کی سرد مہری میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ میں اس وقت سے، اس وقت تک عشتار کا مخلص رہا جب وہ مجھے ملی تھی، اور جب وہ ہلاک ہوئی، میرے جیسے انسان کے لئے پوری زندگی ایک لڑکی کے نام لکھ دینا، ممکن نہیں تھا۔ لیکن عشتار کے بڑھاپے کو میں کیسے ٹال سکتا تھا۔ وہ جوان رہنا چاہتی تھی اور یہ میرے لئے مشکل تھا۔ جب عشتار نے ان لوگوں پر حملہ کیا تو اس کے ذہن میں بھی یہی خیال تھا کہ جواب میں وہ لوگ اسے ہلاک کر دیں گے۔ اس کو موت کی خواہش تھی، میں نے پوری ہونے دی۔

بہرحال تنہا مکان میں، میں نے بہت کچھ سوچا۔ عشتار کی موجودگی میں میرا تعلق میرے دوست ستاروں سے قطعی منقطع ہو چکا تھا۔ مجھے مستقبل کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ کچھ دن سکون و اطمینان سے گزاروں گا اور اس کے بعد۔۔۔ اس کے بعد۔۔۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ سی سارا کیا شے ہے۔ یوحنا کا خیال بھی تھا۔ نہ جانے یہ کونسی نسل کا حکمران ہے۔!

وہ رات آرام سے گزری۔ دوسری صبح عشتار یاد آئی۔ لیکن پھر میں نے اُسے ذہن سے جھٹک دیا۔ کوئی عورت میرے دماغ پر تسلط نہیں جما سکتی تھی۔ دن نکلتے ہی گستارو نے اپنے قاصد بھیج کر مجھے بُلا لیا۔ وہ شاید مجھ سے بہت متاثر ہو گیا تھا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔

"آؤ — مگر کیسی انوکھی بات ہے۔ مجھے اپنے دوست کا نام بھی نہیں معلوم ہے۔!"

"آوارہ گرد کہہ لو۔ یا پھر جو نام تمہیں پسند ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔ کیا تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟"

"نہیں۔ میں نے نام کے جھگڑوں سے خود کو آزاد رکھا ہے۔ ہر شخص مجھے اپنی پسند کا نام دیتا ہے۔"

"اوہ۔ شاید تمہارے والدین تمہاری پیدائش کے فوراً بعد مر گئے ہوں گے! اسی لئے۔!"

"میرے والدین شاید میری پیدائش سے بہت پہلے مر گئے تھے یا پھر خود میرے والدین کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے۔ اس لئے مجھے نام کون دیتا۔ تم بتاؤ۔ مجھے کیا نام دو گے۔؟"

"اَشْتُو دِلے۔ چمکدار اور دلچسپ!" گستارو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے یہ نام قبول ہے۔"

"میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچا ہے۔ تمہارے انداز سے بیناہ مردمی ٹپکتی ہے۔ تم ایک بھرپور مرد ہو۔ پُرکشش اور حسین۔ نہ جانے تمہارے اندر کیا خوبی ہے کہ تم بار بار میرے ذہن میں آجاتے ہو۔ میں نے سوچا ہے کہ کیوں نہ سلطان سے کہہ کر تمہیں اپنا ساتھی بنا لوں۔ لڑائی بھڑائی سے کوئی دلچسپی ہے؟۔ یوحنا کے فوجیوں سے مقابلہ کرنے میں بہت لطف آتا ہے۔ بڑے بزدل ہوتے ہیں وہ لوگ، سمندر میں ہمارے جہاز دیکھ کر یوں بھاگتے ہیں، جیسے موت تعاقب کر رہی ہو۔ اور جب ہم اُن پر جا پڑتے ہیں تو اُن کی تلواروں کے وزن بڑھ جاتے ہیں۔ وہ اس طرح انھیں ہلاتے ہیں جیسے کاغذ کے بنے ہوئے ہوں۔ اور پھر اُن کی لہو اُگلتی گردنیں سمندر کو دُور تک سُرخ کر دیتی ہیں۔ تمہیں سرخ سمندر بہت پسند آئے گا! جس میں آدمی کے گوشت کی شوقین مچھلیاں پاگل ہو جاتی ہیں۔"

میں خاموشی سے گستارو کی باتیں سنتا رہا۔ وحشت اور بربریت کے سوا انسان کے پاس کچھ بھی تو نہ تھا۔ انسان ازل سے ہی وحشی ہے پروفیسر! بلکہ میرے خیال میں دنیا کے تمام جانداروں میں یہ عقلمند مخلوق سب سے خونخوار اور سب سے زیادہ وحشی ہے۔ اگر اسے ذہانت کے جال میں نہ جکڑ دیا جاتا۔ اگر یہ دنیا کا حکمراں نہ ہوتا' اور اسے تہذیب کے غلاف میں ملفوف نہ کر دیا جاتا۔ تو شاید جنگلوں میں اس سے وحشی' اس سے زیادہ خونخوار جانور اور کوئی [illegible] ہوتا۔ تہذیب کے لباس میں بھی اس کی بربریت عروج پر ہے۔ اُس نے ظلم و بربریت کے کیسے کیسے طریقے ایجاد کئے۔ وحشی درندہ شکار پر جھپٹتا ہے' عموماً پیٹ بھرا نہ ہونے کی شکل میں۔ کیونکہ پیٹ بھرنا اس کی ضرورت ہے۔ سوائے چند شریر جانوروں کے' جو [illegible]خواہ آدمی کے دشمن ہوتے ہیں۔ باقی جانور صرف شکار کرتے ہیں۔ لیکن انسان پیٹ بھرا ہونے کے باوجود تباہ کن ہتھیار ایجاد کرتا ہے۔ تاکہ انسانوں کی پوری نسل کو نیست و نابود کر دے۔ آخر کیوں؟ یہ وحشت نہیں تو اور کیا ہے۔؟

بہرحال۔ میں نے گستارو کی گفتگو سُنی۔ اِس گفتگو میں کوئی سوال نہیں تھا۔ اِس لئے میں خاموش رہا۔ گستارو۔ کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرتا رہا۔ دوپہر کا کھانا بھی اُس نے میرے ساتھ کھایا۔ اور پھر شام تک میں اس کے ساتھ رہا۔ رات کو اُس سے رخصت ہو کر میں واپس اپنے مکان کی طرف چل پڑا۔ چلتے وقت اُس نے پھر مجھ سے کہا تھا۔

"اشتو دلے۔ اگر تمہیں تنہائی پسند نہ آئے تو اس کے لئے جب چاہو اِنتظام ہو سکتا ہے۔ میری بستی کی لڑکیاں تمہیں خوش آمدید کہیں گی۔"

"اگر میں ضرورت محسوس کروں گا سردار' تو تم سے کہہ دوں گا۔"

"ضرور۔ ضرور۔" اُس نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں واپس اپنے مکان میں آگیا۔ لیکن اس رات میں لکڑی کی چھت کے نیچے گزارا نہ کر سکا۔ میں نے اپنے پُرانے دوستوں سے ملاقات کی ٹھانی اور مکان سے باہر نکل آیا۔ چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ سردار گستارو درحقیقت بُرا آدمی نہ تھا۔ وحشی لُٹیرا ہونے کے باوجود اُس میں کسی قدر انسانیت اور پاسِ دوستی تھا' چنانچہ آج میری نگرانی کرنے والے بھی موجود نہ تھے۔ میں ایک سنسان ٹیلے کی طرف چل پڑا۔ چوری چھپے فرار کی نہ مجھے کوئی ضرورت کبھی پیش آئی تھی' اور نہ آج تھی۔ ہاں اگر کسی اور کی زندگی بچانا مقصود ہوتی تو دوسری بات تھی۔ بذاتِ خود میں' جب یہاں سے جانا چاہتا' تو جا سکتا تھا۔ کس کی مجال تھی کہ مجھے روکتا۔!

اونچے ٹیلے پر بیٹھ کر میں نے آسمان کی سمت دیکھا۔ ستارے چمکے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر مُسکرانے لگے! ایسا لگتا تھا' جیسے کبھی میری اُن سے بہت گہری قربت رہی ہو۔ نہ جانے کب۔؟ شاید اس وقت جب میں بھی اُن کی مانند خلاء میں گردش کرتا تھا' اور سورج کی شعاعوں سے چمکتا تھا۔!

میں نے اُن سے ماضی کے گزرے ہوئے واقعات پوچھے اور انھوں نے مجھے معقول جواب دیا۔ پھر میں نے اُن سے مستقبل کے بارے میں رائے لی۔ اور وہ میرے سچے رہنما تھے۔ انھوں نے مجھے آنے والے واقعات کی کہانیاں سُنائیں' اور میں اُن کہانیوں کو ذہن نشین کرنے لگا! ساری رات ستاروں میں گزری۔ اور جب انھوں نے کنکھیوں سے سورج کی طرف اشارہ کیا۔ تو میں نے انھیں الوداع کہا۔ اور اُن کی پردہ پوشی سے قبل ہی واپس اپنے مکان کی طرف چل پڑا۔! واپس آتے وقت میں نے دُور سے' سمندر کے انتہائی سِرے پر سفید بادبان دیکھے۔!

میری نگاہ بے پناہ تیز تھی' ورنہ بادبان ابھی کہر میں لپٹے ہوئے تھے اور صاف نہیں نظر آ رہے تھے۔ چند ساعت میں انھیں دیکھتا رہا۔ یقیناً وہ کوئی بڑی کشتی یا جہاز تھا' لیکن کیا۔ بحری لٹیرے اُس پر حملہ آور نہ ہوں گے! میرے لئے یہ خوشی کی بات نہیں تھی۔ نہ جانے کون' کس ضرورت سے کہاں

جارہا ہوگا۔ اگر وہ راستے میں لُٹ جائے ۔ مارا جائے ۔ تو یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی ۔ ہاں اگر یوحنا کے سپاہیوں نے نئے ساز و سامان کے ساتھ کسی یلغار کا فیصلہ کیا ہے ۔ تو پھر ایک دلچسپ جنگ دیکھنے میں آئے گی ۔!

بہرحال جہاز ابھی اتنی دور تھا کہ دیر تک اُس کے دیکھ لئے جانے کا امکان نہیں تھا ۔ اس لئے میں اپنے مکان میں واپس آگیا ۔ اور پھر میں آرام کرنے لیٹ گیا ۔ صبح ہونے کو تھی جب میری پلکیں جُڑ گئیں ۔ اور میں سو تا رہا ۔ عارضی نیند ۔ جو گہری نہ ہوتی تھی ۔!

اور پھر اُس وقت آنکھ کھلی جب باہر بے پناہ شور ہو رہا تھا ۔! میں دماغ پر زور دے کر اس شور کی وجہ جاننے کی کوشش کرنے لگا ۔ اور تب مجھے وہ جہاز یاد آیا جس کے سفید بادبان کُھلے ہوئے تھے ۔!

اوہ ۔ تو یوحنا کے فوجی خشکی پر چڑھ آئے ۔! شاید جنگ شروع ہو چکی ہے ۔ میرے جسم میں انگڑائیاں سی ٹوٹنے لگیں ۔ ذرا دیکھوں تو باہر کا معرکہ کیسا ہے ۔ اور میں اپنے دوست گستارو کی کیا مدد کر سکتا ہوں ۔ نیز یہ کہ اُسے مدد کی ضرورت بھی ہے ۔ یا وہ دشمن پر حاوی ہے ۔!

چنانچہ میں مکان سے باہر نکل آیا ۔ ہر شخص ساحل کی طرف دوڑ رہا تھا ۔ لیکن ان کے ہاتھوں میں ہتھیار نہیں تھے ۔ اور بچے، بوڑھے، عورتیں سبھی تو تھے ۔ یہ کیا ماجرا ہے ؟ میں نے حیرت سے سوچا اور پھر میں بھی ساحل کی طرف چل پڑا ۔ سورج خوب چمک رہا تھا ۔ اور جہاز کے بادبان صاف نظر آ رہے تھے اور ایک بہت بڑا جھنڈا لگا ہوا تھا جس کے درمیان ایک گول نشان تھا ۔ اس کا رنگ سیاہ تھا اور درمیان میں ایک پیلے رنگ کا دھبہ نظر آ رہا تھا ۔ ساحل پر کھڑے لوگ اُسے دیکھ کر خوشی سے ہاتھ ہلا رہے تھے ۔ وہ مسرت کا اظہار کر رہے تھے ! میں نے ایک بوڑھے کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا ۔!

"یہ سب کیا ہے ۔ ؟ جہاز کس کا ہے ۔ ؟"

"سی سارا ۔!" بوڑھے نے جواب دیا اور میں چونک پڑا ۔ اوہ ۔ میں نے اس کے بارے میں تو سوچا ہی نہیں تھا ۔ تو سی سارا واپس آگیا ۔ گویا یہاں کے ماحول میں کچھ تبدیلیاں ۔ ؟

جہاز آہستہ آہستہ ڈیک کی طرف بڑھ رہا تھا ۔ لکڑی کی سیڑھیوں کے نزدیک بہت سے جوان مستعد کھڑے تھے ۔ ایک طرف ایک عظیم الشان چرخی لگی ہوئی تھی جس کے لٹھے کی موٹائی کافی تھی اور وہ خوب لمبا تھا ۔ دس بارہ جوان اس لٹھے کے پاس کھڑے تھے اور وہیں ڈیک پر گستارو بھی چند خاص لوگوں کے ساتھ موجود تھا ۔

لوگ چیختے رہے ۔ لباس اور اپنی چیزیں اچھال اچھال کر خوشی کا اظہار کرتے رہے ۔ اور جہاز آہستہ آہستہ قریب آتا گیا ۔ پھر اُس پر سے رسّے اُچھالے گئے جنہیں ڈیک پر پکڑ لیا گیا ۔ رسّے چرخی میں پھنسائے گئے اور پھر جوان چرخی گھمانے لگے ۔ جہاز اب ڈیک کے نزدیک آ رہا تھا ۔!

پھر چار خوبصورت عورتیں ہاتھوں میں پھولوں کے موٹے ہار لئے ہوئے گستارو کے پیچھے پہنچ گئیں ۔ اُن کے جسموں پر خوبصورت لباس تھے اور بالوں میں پھول لگے ہوئے تھے ۔ میں نے انہیں دلچسپی سے دیکھا تھا ۔ بہرحال میں عام لوگوں میں کھڑا سی سارا کے استقبال کی تقریب دیکھتا رہا ۔ جہاز پر میری نگاہیں سی سارا کو تلاش کر رہی تھیں ۔

جہاز ڈیک سے لگ گیا ۔ پھر درمیان میں ایک دروازہ کھلا ۔ اور سب سے آگے آنے والا آدمی لکڑی کے پلیٹ فارم پر کود آیا ۔ اُس نے ایک لمبا چغہ پہنا ہوا تھا ۔ لیکن وہ غیر معمولی طور پر لمبا تھا ۔ بلاشبہ اُس کا قد آٹھ فٹ سے کم نہ تھا ۔ اس کے سر کے بال جھاڑیوں کی طرح اُگے ہوئے تھے اور اُسے مزید بلند کرنے میں ان کا بھی ہاتھ تھا ۔ قلمیں کافی وزنی تھیں اور ٹھوڑی تک آئی ہوئی تھیں باقی چہرہ صفاچٹ تھا ۔ رنگ تانبے کی طرح سرخ تھا ۔ اور آنکھوں سے درندگی کا اظہار ہوتا تھا ۔!

"ای ہا ۔ گستارو ۔!" اُس نے گونجدار آواز میں کہا اور اس کے دانت باہر جھانکنے لگے ۔!

"سی سارا ۔!" گستارو نے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا اور سی سارا گستارو سے بغلگیر ہوگیا ۔ پھر لڑکیاں آگے بڑھیں اور انہوں نے اچھل اچھل کر ہار سی سارا کی گردن میں ڈال دیئے ۔

پھر وہ گستارو کے ساتھ چل پڑا ۔ ایک ہجوم اُن کے پیچھے چل رہا تھا ۔ میں جانتا تھا کہ اب وہ گستارو کے مکان پر چلا جائے گا اور وہاں اس سے عقیدت کے اظہار کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا ۔ چنانچہ میں جہاز کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا ۔ بلاشبہ بہت بڑا جہاز تھا ۔ کسی عظیم الشان عمارت کی مانند ۔ لکڑی اور لوہے سے بنایا ہوا ۔ سینکڑوں آدمی اُس سے سفر کر سکتے تھے ۔ اس کی شکل و صورت بھی بہت بھیانک تھی ۔ مسافر بردار جہازوں کے سامنے جب یہ نمودار ہوتا ہوگا ۔ تو بے شک دل لرز جاتے ہوں گے ۔

میں جہاز پر کام کرتے ہوئے لوگوں کو دیکھتا رہا ۔ سب کے سب وحشی صفت خلاصی تھے ۔ جو بڑے بڑے پیپے اور دوسری چیزیں اتار رہے تھے ۔ کافی دیر تک یہی کام ہوتا رہا ۔ اور میں ایک مخصوص جگہ کھڑا سب کچھ دیکھتا رہا ۔ پھر میں واپس پلٹنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ اچانک میں نے عجیب سی کھڑکھڑاہٹ سُنی ۔ خلاصی ہاتھوں میں تلواریں لے کر پلیٹ فارم پر کھڑے ہو گئے ۔ اور اس کے بعد پریشان حال لوگوں کی ایک قطار باہر نکلی ۔ اُن کے ہاتھوں میں لوہے کی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں ۔ اُن کے لباس پھٹے ہوئے تھے اور جسم برہنہ نظر آ رہے تھے ۔ صورت شکل سے بھی وہ وحشی نہیں معلوم ہوتے تھے لیکن نہ جانے کون سے علاقے کے سفید اور خوبصورت لوگ تھے ۔ اُن کی تعداد بہت کافی تھی ۔ میں رک کر دلچسپی سے انہیں دیکھنے لگا ۔

یقیناً یہ قیدی تھے ۔ گستارو کے الفاظ مجھے یاد آگئے ۔ وہ لوگ سارے کاروبار کرتے تھے جن میں انسانوں کی خرید و فروخت بھی شامل تھی ۔ میں نے غور سے قیدیوں کی طرف دیکھا ۔ اور پھر وہ مجھے نظر آگیا جو میں تلاش کر رہا تھا ۔ قیدی مردوں کے بعد عورتوں کی باری تھی اور پروفیسر ۔ میں نے بے بس اور

لاچار حسن کے نظارے کئے۔ پھٹے ہوئے لباس، خشک چہرے، ویران اُجڑے اُجڑے ۔۔۔ بڑی ہی حسین لڑکیاں تھیں۔ بوسیدہ لباسوں سے ان کا حسن بے پناہ جھانک رہا تھا۔ بعض کے لباس تو اِس قدر بوسیدہ تھے کہ وہ تقریباً برہنہ ہو گئی تھیں لیکن اُن کی نسوانیت بھی مصائب کے بوجھ تلے دم توڑ چکی تھی اور اب انھیں جسموں کی برہنگی کا احساس نہیں تھا۔!

اور اُن لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر اچانک میرے دل میں جذبۂ ہمدردی جوش مارنے لگا! ٹھیک ہے، مجھے اس دور کے وحشیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں اب زیادہ تر تماشائی رہنا پسند کرتا تھا۔ لیکن ان انسانوں کے لئے جو آزاد تھے، ایسے مجبور انسانوں کی مدد نہ کرنا جو اپنی مرضی سے ہاتھ بھی نہیں ہلا سکتے تھے۔۔۔ غیر انسانی بات تھی۔!

میرے ہونٹ بھنچ گئے۔ اِن لوگوں کی مدد کے سلسلے میں، میں گستارو کی دوستی بھی ٹھکرا سکتا تھا۔ لیکن جذباتی انداز میں سوچنا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ میں اس طرح اُن کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ چالاکی سے کام لینا ہوگا۔ اگر میں گستارو سے کہوں کہ وہ انھیں آزاد کر دے، تو وہ حیرت سے مجھے دیکھے گا۔ یہ بات تو اُس کے بس میں بھی نہیں ہوگی اور پھر ظاہر ہے وہ میری دوستی کے لئے اپنا کاروبار قربان نہیں کرے گا!

نہیں ۔ یہ مشکل ہے۔ اگر میں ان لوگوں کے لئے جنگ کروں، تب بھی بے سود ہوگا۔ وہ چاہیں تو انھیں قتل بھی کر سکتے ہیں۔۔۔ اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ بالکل غلط۔ کوئی گہری چال۔ تاکہ یہ مظلوم انسان محفوظ بھی رہیں۔!

قیدیوں کی تعداد دو سو کے قریب تھی ان میں آدھے مرد تھے اور آدھی عورتیں۔ لیکن ان کی خرید و فروخت کہاں ہوگی۔۔؟ یہیں، اسی جگہ۔۔؟ یا انھیں کہیں اور لے جایا جائے گا! اِس بارے میں بھی خاموشی سے معلوم کرنا پڑے گا اور پھر قیدیوں کے پیچھے چلتے ہوئے میں نے ایک بات سوچی ۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ ابھی تک گستارو پر میری غیر معمولی شخصیت کا اظہار نہیں ہوا۔۔۔ اس طرح وہ میرے بارے میں لاعلم ہے۔۔۔ اور یہ عمدہ بات ہے۔!

یہاں پہلی بار میں نے لکڑی سے بنا ہوا وہ عظیم الشان پنجرہ دیکھا، جو اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ ظاہر ہے قیدی آتے رہتے ہوں گے اور ان کے قیام کے لئے اِس سے عمدہ جگہ اور کوئی نہ ہوگی۔ پنجرے پر چھت موجود تھی۔ باقی چاروں طرف لکڑی کے موٹے موٹے ستون تھے جو صرف اس قدر جگہ رکھتے تھے کہ باہر سے اندر کے مناظر نظر آتے رہیں اور کوئی قیدی اُن کے درمیان سے نکل نہ سکے!

دروازہ کھلا۔۔۔ اور قیدیوں کو اندر دھکیل دیا گیا۔ پھر پنجرے کا دروازہ بند ہو گیا۔۔۔ اور بہت سے مسلح آدمی اُس کے گرد پھیل گئے۔۔۔ میں دور یہ سب کچھ دیکھتا رہا تھا۔ پھر میں ایک گہری سانس لے کر واپس چل پڑا۔۔۔! اپنی قیام گاہ تک پہنچتے پہنچتے میں نے ایک فیصلہ کیا تھا۔ میں چالاکی سے یہ بات معلوم کروں گا کہ قیدی یہیں رکھے جائیں گے یا انھیں دوبارہ جہاز پر بار کر کے لے جایا جائے گا؟ اگر وہ جہاز پر بار کر کے لے جائے گئے تو پھر میں سارا

کا ساتھی ہوں۔ ورنہ گستارو کی محبت مجھے کہیں نہ جانے دے گی۔

اور اس معلومات کے لئے، مجھے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی، جو سب کچھ جانتا ہو۔ چنانچہ میرے تجربے کار ذہن نے اس بارے میں بھی سوچ لیا۔ اور پھر میں انتظار کرنے لگا! مجھے اندیشہ تھا کہ میرا عزیز دوست گستارو، قزاقوں کے شہنشاہ کی موجودگی میں مجھے فراموش نہ کر دے۔ لیکن جہاں تک گستارو کی بات تھی، بلاشبہ وہ بُرا ہونے کے باوجود بھلا آدمی تھا۔ چنانچہ اس کے آدمی کے ذریعے مجھے اس کا پیغام ملا۔!

"عظیم سی سارا آ گیا ہے۔ آج اس کے اعزاز میں بڑی دعوت ہے، جس میں تمہیں شریک ہونا ہے۔!"

"مجھے کس وقت آنا ہوگا۔۔؟"

"سورج چھپتے ہی۔!" گستارو کے پیغام لانے والے نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی، چنانچہ جب سورج چھپا تو میں تیار ہو کر گستارو کی قیام گاہ کی طرف چل پڑا۔ وہی سماں تھا۔ لیکن آج سب نے زرق برق لباس پہنے تھے، عورتیں اور مرد شراب میں غرق تھے۔ بھنے ہوئے جانوروں کی خوشبوئیں اُٹھ رہی تھیں۔ پھلوں اور خشک میووں کے انبار لگے ہوئے تھے اور رنگ رلیاں جاری تھیں۔!

میں بھی لوگوں کے ہجوم میں عام انداز میں شامل ہو گیا۔ چند لڑکیاں میرے گرد بھی آ گئی تھیں۔ وہ مجھ سے باتیں کرنے لگیں، جو زیادہ تر میرے بارے میں تھیں۔ پھر گستارو اور سی سارا بہت سے لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہوئے، اور دوسرے لوگوں کے ساتھ میں بھی مؤدب ہو گیا۔

سی سارا بہت خوش تھا اور گستارو کے کندھے پر ہاتھ رکھے چل رہا تھا۔ اچھے اچھے قد آور اس کے سامنے بونے لگ رہے تھے۔۔۔ وہ باتیں کرتا اور ہنستا چلا آ رہا تھا۔ پھر اُس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور بھاری آواز میں بولا۔

"طویل عرصے کے بعد۔۔۔ میں تم سے ملاقات کر کے خوش ہوا۔ اِن دوران بہت کچھ ہوا، جس کی رپورٹ گستارو دے گا، ہم آرام سے ہیں، یوجنا کے فوجیوں نے ہمارے تقریباً دو سو آدمیوں کو قتل کیا۔۔۔ ہم نے یوجنا کے ایک ہزار سے زیادہ آدمی مارے۔ چھ جہاز لوٹے اور بہت سی بستیوں سے غلام پکڑے۔۔ میں خوش ہوں تم بھی خوش ہو جاؤ اور بڑی دعوت کی رنگ رلیاں مناؤ۔۔!"

اس کے ساتھ ہی ایک زبردست شور اُٹھا۔ اب تو سی سارا کی اجازت تھی۔ یک چشم گستارو بھی کھل کھیلا۔۔۔ اور وہ طوفان بے پناہ اُٹھا کہ بس۔۔۔ بہت سی لڑکیاں سی سارا اور گستارو پر لد گئیں۔۔۔ وہ ان دونوں کو شراب سے نہلا رہی تھیں اور دونوں بدمست ہو رہے تھے۔!

میں جانتا تھا کہ ایسے میں میری پوچھ گچھ کیا ہوگی۔۔۔ اور میرے خیال میں یہ عمدہ بات تھی۔ تب میں نے اپنے شکار کی تلاش میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ سب کھل کھیل رہے تھے۔!

میری نگاہ نے ایک حسینہ کو تاک لیا۔ لمبے بالوں، دراز قد اور سنہری آنکھوں والی اس حسینہ کی عمر بیس بائیس سے زیادہ نہ ہوگی۔ وہ ایک ٹیبر یا تھول

میں دبائے اُسے ادھیڑ رہی تھی ۔ پھر اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر اٹھیں ... میں جلدی

آگے بڑھ گیا۔ میں نے شراب کا ایک جام اٹھایا اور سینگ کے خالی پیمانے میں شراب انڈیل دی۔

حسینہ نے میری طرف دیکھا۔ اور پھر اچنبھے سے اُس کے ہاتھ سے سینگ گر گیا۔ "سنہری بدن والے ۔ !" اُس کے منہ سے نکلا۔

"حسینۂ وقت ۔ !" میں نے اس کی گردن پر جھکتے ہوئے کہا۔

یہ سب کچھ اس کے لئے غیر متوقع تھا۔ اُسے یقینا اس ہاتھ آجانے کا گمان بھی نہیں تھا۔ چنانچہ اُس نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور میری گردن سے لپٹ گئی ۔ پھر اُس نے کہا۔

"آشو ولے ۔ میری جان ۔ تو دنیا کا سب سے حسین مرد ہے۔ آہ تیرے لمس نے میرے بدن میں چنگاریاں بھر دی ہیں ۔ میں اس لمس کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے جان دے سکتی ہوں۔"

"تو اس محفل کی سب سے خوبصورت عورت ہے ۔ مجھے حیرت ہے کہ سی سارا کی نگاہ تجھ پر کیوں نہ پڑی۔"

"میں نے خود ہی بوڑھے دیو سے نگاہ بچائی ہے ۔ کہاں وہ کہاں تو ۔ مگر کیا تو مجھے مل سکے گا ۔ ؟"

اور کیا چاہیئے تھا پروفیسر ۔ وہ خود اظہارِ الفت کر رہی تھی اور کس قدر آسان ہو گیا تھا میرا کام ۔ میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اٹھالیا۔

"کیا تم میرے لئے یہ محفل چھوڑ سکتی ہو ۔ ؟" میں نے پوچھا۔

"میں تو تیرے لئے دُنیا چھوڑ سکتی ہوں ۔ تو اس محفل کی بات کرتا ہے، کس کے دل میں تیری آرزو نہیں ہے ۔ کون تیرا قرب حاصل کرنے کے لئے بے چین نہ ہوگا مگر جس کی تقدیر کھل جائے ۔ سب مایوس ہیں تیری طرف سے ۔ لیکن مجھے ان پر فوقیت حاصل ہو گئی ۔"

"تب آؤ ۔ میرے ساتھ چلو ۔ میری قیام گاہ پر ۔ !" میں نے کہا اور وہ تو جیسے ادھار کھائے بیٹھی تھی، فوراً ہی باہر نکل آئی ۔ کھانے پینے سے وہ بھی سیر ہو گئی تھی ۔ شراب اس نے اتنی پی لی تھی کہ اس کی آنکھوں سے چھلک رہی تھی ۔ اس کے گداز ہونٹ مسکرا رہے تھے ۔ !

اور میرے بدن سے چپکی چپکی وہ میرے ساتھ باہر نکل آئی ۔ میں اسے لئے ہوئے اپنی قیام گاہ پر آگیا ۔ ! اُس کے انگ انگ سے مسرت پھوٹ رہی تھی ۔

اور میں نے اُسے مایوس نہ کیا ۔ !

تھوڑی دیر کے بعد وہ بے خود پڑی تھی ۔ اُس کی تمام حسرتیں نکل گئی تھیں ۔ ! میں نے اُس کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا ۔ ؟"

"گوشا ۔ !" اس نے آنکھیں بند کئے کئے جواب دیا۔

"تم بہت خوبصورت ہو گوشا ۔ !"

"اور تم ۔ تم اپنے بارے میں کیا کہو گے ۔ روئے زمین پر تم جیسا دوسرا مرد نہ ہوگا ۔"

"کیا تم اسی بستی میں پیدا ہوئی تھیں گوشا ۔ ؟"

"ہاں ۔ کیوں ۔ ؟"

"میں سوچ رہا تھا، یہاں تم جیسی کوئی دوسری نہیں ہے ۔" میں نے کہا اور وہ دیوانی ہو گئی ۔ فرطِ محبت سے وہ مجھ سے لپٹ گئی ۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ میں ہر دور کی عورتوں کا پسندیدہ مرد رہا ہوں، بلاشبہ مجھ سے افضل لوگ پیدا ہوئے ہوں گے، لیکن مجھ سا کہاں ۔ اور جب میں کسی عورت کی تعریف کر دوں تو اُس کی خوشیوں کی انتہا کہاں ۔ یہی کیفیت گوشا کی ہوئی تھی۔

پھر اُس نے میرے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں سے کہیں جاؤ گے تو نہیں آشو ولے ۔ اگر تم یہاں سے جاؤ، تو مجھے ساتھ لیتے جانا ۔ نہ لے جاسکو تو ہلاک کر دینا ۔ تمہارے بغیر زندگی کا تصور اب ممکن نہیں ہے ۔"

"میں تو گستارو کا قیدی ہوں گوشا ۔ میں نہیں جانتا سی سارا میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا ۔ ویسے گستارو میرے اوپر بہت مہربان ہے ۔ ممکن ہے وہ مجھے یہیں روک لے ۔ ویسے سی سارا کس قسم کا آدمی ہے ۔ ؟"

"جیسا اُسے ہونا چاہیئے ۔ وہ بلا کا سنگدل اور ظالم شخص ہے لیکن جس پر مہربان ہو جائے اُسے عیش کرا دیتا ہے ۔"

"قیدیوں کے ساتھ اس کا کیا سلوک ہوتا ہے ؟"

"بے حد سخت ۔ وہ انہیں انسان نہیں سمجھتا ۔" گوشا نے جواب دیا۔

"اوہ ۔ کیا انہیں یہاں لا کر فروخت کر دیا جاتا ہے ۔ ؟"

"نہیں ۔ وہ انہیں اتلی میں لے جائے گا، وہاں انہیں فروخت کیا جائے گا۔"

"یہاں نہیں ۔ ؟"

"نہیں ۔ یہاں انہیں خریدنے کون آئیگا ۔ !"

"لیکن ان کے لئے یہاں پہرہ موجود ہے ۔ ممکن ہے وہ انہیں یہاں چھوڑ جائے ۔ ؟"

"آج تک ایسا نہیں ہوا ۔ انہیں وقتی طور پر اتار لیا گیا ہے ۔ جب جہاز روانہ ہوگا تو انہیں پھر جہاز کے نچلے حصے میں پہنچا دیا جائے گا ۔ اس دوران جہاز صاف بھی کر دیا جائے گا ۔ !"

"ہوں ۔ !" میں نے ایک گہری سانس لی ۔ میرا کام بن گیا تھا ۔ جو کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا، وہ معلوم ہو چکا تھا ۔ اور اب مجھے اپنا لائحہ عمل مرتب کرنے میں دقت نہیں ہو گی ۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں سی سارا کو متاثر کرنے کی کوشش کروں گا ۔ ! دوسرے دن صبح ہوتے ہی گوشا واپس چلی گئی ۔ اور میں اپنی تیاریوں میں مشغول ہو گیا ۔ میرا خیال تھا، کہ ممکن ہے گستارو مجھے بلائے، اس لئے گیارہ بجے تک میں انتظار کرتا رہا ۔ اور پھر اپنی قیام گاہ سے باہر نکل آیا ۔ میرا رُخ ساحل کی طرف تھا، جہاں جہاز

لشکر انداز تھا!

دُور سے میں نے دیکھا کہ گستارو۔۔ اور سی سارا ابھی جہاز پر موجود ہیں۔ جہاز پر کام ہو رہا تھا۔ لمبے اور اونچے مستول اکھاڑ کر دوبارہ صحیح کئے جا رہے تھے۔ میں بھی ڈیک سے گزر کر جہاز پر پہنچ گیا۔ ابھی تک گستارو اور سی سارا نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ایک سب سے بڑے مستول کی طرف دیکھ رہے تھے، جو بہت وزنی تھا۔ اُسے گرا کر ــــــ درُست کیا گیا تھا، اور اب تقریباً بیس پچیس آدمی اسے سیدھا کھڑا کرنے میں مصروف تھے، وہ مستول کے اوپری سرے پر رسیاں باندھ رہے تھے تاکہ اس کے نچلے سرے کو خانے میں رکھ کر، دوسری طرف سے رسیاں کھینچیں اور اسے سیدھا کریں۔۔ یہ بڑا مشکل کام تھا، اور گستارو وغیرہ اُس کی نگرانی کر رہے تھے۔

میں اونچے چبوترے سے اُتر کر نیچے مزدوروں کے قریب پہنچ گیا جو پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ وزنی اور تقریباً سو فٹ بلند مستول کو سنبھالے رکھنے میں انھیں بڑی دقت ہو رہی تھی۔ اور اُن کے نزدیک یہ گھنٹوں کا کام تھا کیونکہ ابھی تو ریت پر اُتر کر انھیں مستول سیدھا کرنا تھا۔ مجھے دیکھ کر خلاصی اور مزدور چونک پڑے۔ میرا رنگ اور حلیہ اُن کے لئے بھی اجنبی تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ اب گستارو اور سی سارا کی نگاہ بھی میری طرف ہو گی لیکن میں خود اُن کی طرف متوجّہ نہ ہوا اور میں نے ایک خلاصی کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کیا تم اُسے اٹھا کر اس خانے میں داخل کرنا چاہتے ہو۔؟" میں نے پوچھا

"ہاں۔ مگر تم کون ہو۔ ہم نے پہلے تمہیں نہیں دیکھا۔"

"میں بھی تم میں سے ایک ہوں۔ اگر تم کہو تو میں اس مستول کو اٹھا کر اس خانے میں رکھ دوں۔؟"

"وہ کیسے۔؟" مزدور نے حیرت سے پوچھا۔

"تم اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ اس کے قریب سے ہٹ جائیں۔ بندھی ہوئی رسیاں چھوڑ دیں۔" میں نے کہا۔ مزدور ہنس پڑا۔

"تم اکیلے اسے اٹھا لوگے؟"

"ہاں۔ تم دیکھو گے۔ میں یہ کام کروں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور خلاصی نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ساتھیوں کو متوجہ کیا۔

"ہے۔۔ اس کی سنو۔ یہ آسمان کا باشندہ کیا کہتا ہے۔ ہٹ جاؤ۔ تماشا دیکھو۔ یہ اسے اٹھا کر کھڑا کر دے گا!"

خلاصی چونک کر رُک گئے۔ وہ تمسخرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ لیکن یہ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ لوگوں نے میرے دعوؤں پر میرا اسی طرح مذاق اُڑایا تھا اور پھر منہ کی کھائی۔ وزنی مستول کو سیدھا کر دینا میرے لئے مشکل کام نہیں تھا۔ چنانچہ خلاصی اپنا اپنا کام چھوڑ کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں جھکا اور میں نے مستول کا نچلا حصہ دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لے لیا اور پھر میں نے اس وزنی ستون کو نچلی طرف سے جھکایا اور اُس کے اوپری وزنی سرے کو اوپر اُٹھانے لگا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اوپری سرا سیدھا اُٹھتا چلا گیا۔ اُس میں ایک لمحے کا سکتہ بھی نہیں تھا۔ خلاصیوں کے منہ سے عجیب سی آوازیں نکل گئی تھیں۔ یہاں تک کہ مستول سیدھا ہو گیا اور میں اُسے ہاتھوں میں سنبھالے نیچے سے اُٹھ گیا اور پھر میں نے اُسے اُس کے کھانچے میں فٹ کر دیا۔ اور خلاصی حیرت سے چیخ پڑے۔ گھنٹوں کا کام منٹوں میں ہو گیا تھا۔ خلاصی میرے گرد جمع ہو گئے۔۔ وہ منہ سے کچھ نہ بول رہے تھے، لیکن حیرانی سے میری شکل دیکھ رہے تھے۔

"آشو ولے۔ آشو ولے۔" دُور سے گستارو کی آواز آئی۔ اور میں نے اس انداز میں چونک کر اس طرف دیکھا، جیسے پہلے سے اُس کی موجودگی کا احساس نہ ہو۔۔ اور پھر میں نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا اور اُن دونوں کی طرف بڑھ گیا۔ سی سارا کی گہری آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ میں اُن دونوں کے سامنے پہنچ کر جھکا اور سیدھا ہو گیا۔

"تم یہاں کیسے آ گئے آشو ولے۔؟" گستارو نے پوچھا۔

"بس سردار۔ تنہا تھا، جہاز کی رونق دیکھنے چلا آیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رات کو تم جشن میں شریک تھے۔؟"

"موجود تھا سردار۔ عظیم سی سارا کو قریب سے دیکھنے کا شوق مجھے وہاں لے گیا تھا۔ میں نے شیروں کے شیر کو دیکھا اور بے حد متاثر ہوا، لیکن میری جرأت نہ ہوئی کہ میں سی سارا کا قرب حاصل کروں۔!"

اور میں نے دیکھا پروفیسر۔ کہ سنگدل اور چالاک قزاق کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ اگر وہ میرے بارے میں غلط بھی سوچ رہا ہو گا تو میرے الفاظ نے اُس کی سوچ اس کے ذہن سے اُڑا دی۔

"تم بے حد طاقتور ہو جوان۔۔ ہمیں تمہاری حیرت انگیز طاقت دیکھ کر تعجب ہوا ہے۔"

"عظیم سی سارا کا ادنیٰ خادم ہوں۔ اِس بستی میں میرے ساتھ دوستوں کا سلوک کیا گیا ہے۔ اور میں محبّت کا جواب محبّت سے دیتا ہوں۔"

"گستارو نے بتایا ہے کہ تم آوارہ گرد ہو۔۔ اور گھومتے ہوئے یہاں آ نکلے ہو۔۔؟"

"ہاں عظیم سی سارا۔ میں کبھی کسی کا محکوم نہیں رہا۔ جنگلوں میں بھٹکتا پھرا ہوں۔"

"لیکن نوجوان دوست۔ کیا ثبوت ہے کہ تم یوحنا کے جاسوس نہیں ہو۔؟" سی سارا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست سردار گستارو نے بھی یہی بات کہی تھی، لیکن اپنے دوستوں کو اسی طور یقین دلا سکتا ہوں کہ یوحنا کی گردن پکڑ کر میرے سامنے لے آیا جائے تو میں دونوں ہاتھوں سے اُس کی کھوپڑی پکڑ کر اُسے شانوں سے نکال لوں اور پھر سی سارا سے درخواست کروں کہ اس کھوپڑی کو اپنی نشست گاہ کے سامنے رکھ لے اور اسے پیر رکھنے کے لئے استعمال کیا کرے۔"

"واہ۔!" سی سارا ہنس پڑا۔ "کیا عمدہ خیال پیش کیا ہے تم نے حقیقتاً

مغرور بادشاہ اس قابل ہے۔ اور ہمیں یقین ہو گیا گستارو کہ اُس نے یوحنا کا نام بھی پہلے کبھی نہیں سُنا۔ یوحنا نے طلسمی چکّر چلا کر اپنی رعایا کو مسحور کر رکھا ہے' اس قدر کہ وہ اسے دیوتا سمجھتے ہیں۔ اور آسمان سے اُترنے والے کے بارے میں وہ کبھی نازیبا الفاظ استعمال نہیں کرتے خواہ اُن کی گردن اُتار دی جائے۔ سو ہمیں اُس پر یقین آگیا اور بلاشبہ تم نے ایک انتہائی کام کے آدمی سے ہمیں متعارف کرایا ہے۔"

گستارو کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن اب اسے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ سی سارا کی دلچسپی کہیں مجھے اُس سے جُدا نہ کر دے۔ اور وہی ہوا جس کا خطرہ تھا' لیکن جو میری خواہش تھی۔

"تم ہمارے بہترین ساتھی ثابت ہو سکتے ہو جوان۔ کیا نام لیا گیا تھا تمہارا۔ آشووے؟"

"میں معزز شہنشاہ کا غلام ہوں۔" میں نے چالاکی سے کہا۔

"خاص لوگوں کو ہم دوست بناتے ہیں غلام نہیں۔! گستارو نے بتایا تھا کہ تمہارے ساتھ تمہاری بوڑھی بیوی بھی تھی۔؟"

"ہاں سردار۔ وہ مر گئی۔!"

"وہ بوڑھی کیوں تھی۔؟"

"جنگل میں وہی عورت دستیاب ہوئی تھی اور مجھے عورت کی ضرورت تھی۔!" میں نے کہا اور سی سارا ہنس پڑا۔

"بے حد دلچسپ انسان ہو تم۔ اور ہم نے تمہیں پسند کر لیا۔ تم ہمارے ساتھی بن گئے' گستارو۔ ہم نے تمہارا یہ تحفہ خوشی سے قبول کر لیا۔"

گستارو کے منہ سے آواز نہ نکل سکی' البتہ وہ اُداس ہو گیا تھا۔!

"تم آوارہ گردی کے شوقین ہو۔ اور ہمارا جہاز سمندر کی وسعت ناپتا رہتا ہے۔ اور تم دیکھو گے کہ اس پر تمہاری تفریح کے کتنے سامان ہوں گے' چنانچہ تم ہمارے ساتھ رہو۔ آج سے تمہیں ہم نے اپنا ساتھی بنا لیا۔" میں نے گردن جھکا کر خوشی کا اظہار کیا تھا۔

لیکن اسی شام گستارو مجھ سے میری قیام گاہ پر ملا۔ اُس کے چہرے سے عجیب سی کیفیت کا اظہار ہو رہا تھا۔ "آشووے۔ میں نے تمہیں اپنا ساتھی منتخب کر لیا تھا۔ تم بہت عمدہ انسان ہو۔ لیکن مجھے دُکھ ہے کہ تم' سی سارا کے سامنے پہنچ گئے اور اُس نے تمہیں پسند کر لیا۔!"

"اوہ۔ تم اُداس ہو سردار۔؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔"

"تو میں سی سارا سے منع کر دوں گا کہ میں اس کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ میں اپنے دوست گستارو کے ساتھ رہوں گا۔"

"نہیں سادہ دل انسان۔ نہیں۔ ایسا غضب مت کرنا سی سارا تمہیں قتل کرا دے گا' وہ اپنی پسندیدہ چیزیں اپنے پاس رکھنا پسند کرتا ہے یا پھر انہیں ضائع کر دیتا ہے۔ مجبوری ہے۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ بہر حال سی سارا نے تمہیں پسند کر لیا ہے' جہاز پر تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔"

"جیسا حکم سردار گستارو۔" میں نے شانے ہلا کر جواب دیا۔

"ویسے تم حیرت انگیز طاقت کے مالک ہو۔ اِس سے قبل تم نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ اُس وقت بھی نہیں جب وہ تمہاری بیوی پر حملہ آور ہوئے تھے۔"

"اُس نے بھی رقاصہ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔ اسے اسکی حماقت کی سزا ملی۔!"

"ہوں۔ خیر۔ سی سارا کل روانہ ہو رہا ہے' ممکن ہے میری اب تم سے تفصیلی ملاقات نہ ہو۔ اس لئے رخصت۔" یک چشم دوست نے میرے گال کو بوسہ دیا اور رخصت ہو گیا۔

اور پروفیسر۔ دوسرے روز صبح ہی سی سارا نے مجھے طلب کر لیا' اور میں اُس کے حضور پہنچ گیا۔!

"آؤ آشووے۔ ہم سفر کے لئے تیار ہیں۔ تم دیکھو گے یہ تمہاری زندگی کا بہترین سفر ہو گا' کیا تم جنگ وجدل سے گھبراتے ہو۔؟"

"دوستوں کے لئے دشمنوں سے لڑنا زندگی کا مقصد سمجھتا ہوں۔"

"خوب۔ خوب۔ بڑے کام کے آدمی ہو۔ بہت سے کام لئے جا سکتے ہیں تم سے۔ مثلاً سرکش غلاموں کی سرکوبی۔ اوہ۔ میں تمہیں غلاموں کا نگراں مقرر کرتا ہوں۔! کیا یہ کام تمہارے لئے دلچسپ ہو گا!"

"کیا مجھے سرکشوں کی ہڈیاں توڑنے کی اجازت بھی ہو گی سی سارا۔؟"

"بالکل۔ لیکن نوجوان اور مضبوط جوانوں کو درگزر کرنا۔ کیونکہ ہمیں اُن کی اچھی قیمت وصول ہو گی۔ ہاں بوڑھے بیمار اور ناکارہ لوگوں سے تم اپنا شوق پورا کر سک[illegible]

"میں خوشی سے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب تم اپنا کام شروع کر دو۔ گیشے۔!" اُس نے ایک سیاہ فام کو آواز دی۔ جو چمڑے کے لباس میں تھا' اور بے حد خونخوار نظر آ رہا تھا۔ سیاہ فام قریب آ گیا۔" اپنا نشان اسے دے دو۔ یہ غلاموں کا انچارج ہے۔ تم اس کی ماتحتی میں کام کرو گے اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرو گے۔"

سیاہ فام نے گردن جھکا دی۔ لیکن وہ کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ غالباً مجھ سے قبل وہ غلاموں کا نگراں تھا۔ بہر حال اُس نے پیتل کا ایک نشان میرے سینے پر آویزاں کر دیا۔ میں نے اُسے قریب سے دیکھا۔ گوشت اور ہڈیوں کا پہاڑ تھا۔ اُس کے سینے پر سخت گوشت کی تہیں کافی موٹی تھیں اور کلائی کی ہڈی بے حد چوڑی تھی۔

نشان لگا کر اُس نے دانت نکال دیئے اور اُس کے منہ سے بھیڑیئے کی غراہٹ نما ہنسی نکل گئی۔

"جہاز پر اسے نیا لباس دو۔! ہر طرح کا خیال رکھا جائے۔!" مہربان سی سارا نے کہا اور گیشے نے گردن جھکا دی۔

"آؤ جوان۔ تمہارا نام کیا ہے۔؟" اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"آشو ولے!" میں نے جواب دیا۔
"میں گیشے ہوں۔ اور اس بات کا خیال رکھنا کہ میں نے کسی کی ماتحتی قبول نہیں کی ہے۔ البتہ میری دوستی حفاظت کی ضمانت ہے۔"
"تو میں سی سارا سے بات کروں کہ تمہیں میری ماتحتی قبول نہیں ہے۔" میں نے رک کر پوچھا۔
"یہ بات نہیں ہے۔" اس نے دانت پیس کر مجھے آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔
"پھر کیا بات ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ اور اس کے ساتھ چل پڑا۔
"میں نے ذاتی طور پر تمہیں یہ بات بتائی ہے۔"
"تو کیا جہاز پر صرف سی سارا کا حکم نہیں چلتا۔؟"
"تم یا تو بہت سیدھے آدمی ہو۔ یا ضرورت سے زیادہ چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ بہر حال میں تم سے پھر گفتگو کروں گا! آؤ میں تمہیں نیا لباس دیدوں۔" وہ بولا۔ اور میں اس کے ساتھ جہاز پر پہنچ گیا۔ اس نے ایک کیبن سے چمڑے کے بہت سے عمدہ لباس نکالے۔ ایک بہت خوبصورت لباس مجھے پسند آیا۔ یہ چمڑے کی بازوؤں سے کھلی اور نیچی جیکٹ تھی۔ اور چمڑے کا ہی زیریں لباس تھا۔ اُسکے ساتھ ہی ہوتے چمڑے کے پنڈلیوں تک کے جوتے۔ میں نے اس سے قبل ایسا لباس کبھی نہیں پہنا تھا۔ لیکن... یہ لباس پہن کر میں خود کو اجنبی اجنبی محسوس کرنے لگا۔
تھوڑی دیر کے بعد میں لباس سے فارغ ہو گیا۔
"قیدیوں کے رہنے کی جگہ کہاں ہے۔؟" میں نے پوچھا۔
"آؤ میرے ساتھ۔" گیشے نے کہا۔ اور ہم جہاز کی تہہ میں جانے والی سیڑھیاں طے کرنے لگے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد لکڑی کے بہت بڑے ہال میں پہنچ گئے جہاں سخت بدبو پھیلی ہوئی تھی۔
"یہ قیدیوں کا ہال ہے۔ اور وہ تمہارا دفتر۔ رات کو تم دفتر میں نہیں رہوگے۔ دن کو بھی سلاخیں بند رکھوگے!"
"لیکن کیا تمہیں یہاں بدبو نہیں محسوس ہو رہی۔؟" میں نے کہا۔
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے ہمیں تھوڑی دیر یہاں رہنا پڑتا ہے۔"
"اور قیدیوں کو۔۔؟"
"عجیب انسان ہو۔ قیدی اور کہاں رہیں گے؟"
"ہوں۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "گیشے۔!"
"کیا بات ہے؟" میرے لہجے کی تبدیلی پر اس نے چونک کر مجھے دیکھا
"صفائی کرنے والوں کو بلاؤ۔ اور پورے ہال کو دھلواؤ۔ یہاں ذرا بھی بدبو رہی تو میں تم سے جواب طلب کروں گا۔" میں نے کہا۔
"کیا بکواس ہے؟" گیشے دہاڑا۔
"جو کہہ رہا ہوں کرو۔ ورنہ میں ماتحتوں کو سیدھا کرنا بھی جانتا ہوں"

میں نے کرخت لہجے میں کہا اور گیشے کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ مجھے
سے گھورتا رہا۔ "جتنے لمحات تم نے ضائع کئے اس کے تم ذمہ دار ہوگے
یہ کام شروع کرا دو۔ بدبو باقی رہی تو اس کے لئے تم سی سارا کے سامنے جواب دہ ہو
"ٹھیک ہے۔" اس نے جھٹکے دار آواز میں کہا اور باہر نکل گیا۔ میں
مسکراتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔ اس آدمی کو درست کرنا پڑے گا۔ بے ڈول میں
بہر حال میں وہاں سے نکل آیا اور پھر جہاز کے اوپری حصے
آگیا۔ باہر کام ہو رہا تھا۔ سامان جہاز پر لادا جا رہا تھا۔ چاروں طرف بھاگ د
ہو رہی تھی۔ گستارو اور سی سارا بھی موجود تھے۔ دونوں نے مجھے پسندیدہ نگاہ
سے دیکھا اور میں ان کے قریب پہنچ گیا۔
"بہت عمدہ آشو ولے۔ تم درحقیقت مجھے جہاز کے کپتان معلوم ہو رہے ہو۔ گستارو نے مجھے بہت عمدہ آدمی دیا ہے۔" اور گستارو مسکرا کر
میں اس کی ذہنی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ چنانچہ موقع پا کر میں نے اس سے کہا
"دوسری بار جب جہاز یہاں آئے گا تب میں شہنشاہ سی سارا
یہاں رہنے کی اجازت مانگ لوں گا۔!"
"میں انتظار کروں گا آشو ولے۔" گستارو نے کہا۔
تقریباً تین گھنٹے تک جہاز پر کام ہوتا رہا۔ قیدی ابھی پنجرے میں
تھے۔ میں پھر جہاز پر واپس پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے قیدیوں کے ہال کا معائ
کیا۔ صفائی کرنے والے صفائی کر چکے تھے اور اب ہال میں بدبو نہ تھی۔ "اے گیشے۔" میں نے گیشے کو آواز دی۔ اور وہ میرے قریب آگیا۔
"ٹھیک ہے۔ میں تیرے کام سے خوش ہوں۔"
"لیکن میں تجھ سے خوش نہیں ہوں آشو ولے۔ اگر سی سارا کو درمیا
میں نہ لائے تو میں تجھے چیلنج کردوں کہ جہاز پر تیری زندگی بہت کم ہو گی!"
مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی۔ "اور تو سن لے گیشے۔ میں تیرا چیلن
قبول کرتا ہوں سن۔ میں تیری پہلی غلطی پر تیرے بدن کی کھال اتار دوں گا۔
دوسری غلطی پر تیرے ہاتھ پاؤں توڑ دوں گا اور تیسری غلطی پر تجھے قتل کر
سمندر میں پھینک دوں گا۔!"
"لیکن سی سارا ہمارے درمیان نہ ہوگا۔"
"بالکل نہیں ہوگا۔ میرا وعدہ ہے۔" میں نے کہا۔ اور گیشے نے گردن
ہلادی۔ بے وقوف سیاہ فام کی موت ہی آئی تھی میں کیا کرتا۔!
ہم دونوں ساتھ ہی باہر آئے تھے۔ اب قیدیوں کے لے جان
کی باری تھی۔ چنانچہ میرے کوڑا بردار ماتحت میرے نزدیک آگئے۔ سی سارا نے
سب کو بتا دیا تھا کہ اب ان کا سربراہ میں ہوں اور پھر میرے سینے پر نشان بھی
موجود تھا۔ چنانچہ میرے اشارے پر کوڑا بردار قیدیوں کے کٹہرے کی طرف چل پڑ
"عظیم سی سارا۔" میں نے سی سارا کے قریب پہنچ کر کہا۔ اور سی سارا
میری طرف متوجہ ہو گیا۔
"کیا بات ہے۔؟"

"تم نے قیدیوں کی نگرانی میرے سپرد کی ہے۔ یہ قیدی ہم بازار میں اچھے داموں فروخت کریں گے۔ اور اچھی قیمت صرف انہی قیدیوں کی لگے گی جو چاق و چوبند اور تندرست ہوں۔ کیا لوگ بیمار غلام پسند کرتے ہیں؟"

"نہیں۔ قیدیوں کی پوری حفاظت کی جائے گی۔"

"تب پھر مجھے اجازت دے کہ میں ان کی اچھی قیمت وصول کرنے کے لئے ان کی اچھی دیکھ بھال کرسکوں۔"

"تجھے ایسا ہی کرنا چاہئے آشوفلے۔"

"میری راہ تو نہ روکی جائے گی۔"

"کون ہے جو سی سارا کی بخشی ہوئی مراعات قبول نہ کرے۔ کیا کسی نے تیرے ساتھ عدم تعاون کیا ہے۔؟"

"نہیں سی سارا۔ بس مجھے اجازت درکار تھی۔"

"اجازت ہے۔ قیدیوں کی پوری دیکھ بھال تیرے ذمے ہوگی ان کی پوری ذمہ داری تیرے اوپر ہے۔ اگر کوئی تیرے حکم عدولی کرے تو میری اجازت کے بغیر تو اسے سزا دے سکتا ہے۔"

"شکریہ عظیم شہنشاہ۔" میں نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں قیدیوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ پنجرے کا دروازہ کھول دیا گیا تھا اور قیدیوں کی قطار سر جھکائے باہر نکل رہی تھی۔ محافظ کوڑے پھٹکار رہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی کوڑا کسی قیدی کا بدن بھی چاٹ لیتا تھا۔

میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ ایک محافظ نے ایک بوڑھے قیدی پر کوڑا اٹھایا تو میں نے اسے عقب سے پکڑ لیا۔ محافظ نے پلٹ کر خونخوار نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر کوڑا چھیننے کے لئے زور لگایا لیکن میرے ایک جھٹکے سے وہ منہ کے بل نیچے آپڑا۔ "کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے اس کی پسلیوں پر ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ اور وہ دانت پیستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"جب تک کوئی قیدی گڑبڑ نہ کرے۔ انھیں ایک بھی کوڑا نہ مارا جائے۔" میں نے گرج کر کہا۔ اور یہ انوکھی آواز تھی۔ یہ ایسے الفاظ تھے جو قیدیوں نے اس سے قبل نہیں سنے تھے۔ بہت سے لوگوں نے گردنیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ لیکن ان کی قطار چلتی رہی۔ البتہ دوسرے محافظوں نے میرا حکم سن لیا تھا، چنانچہ کوڑوں کی پھٹکاریں بند ہوگئیں۔ قیدی بھی شرافت سے چل رہے تھے۔ مردوں کے بعد عورتوں کی باری آئی اور سب ایک ایک کرکے جہاز کے اندر داخل ہونے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد تمام قیدی ہال میں پہنچ گئے۔

ہال کی بدلی ہوئی کیفیت دیکھ کر وہ حیران تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ اندر آیا تھا۔ پھر میں نے گیشے کو حکم دیا۔ "گیشے ہال کے اندر کوئی قیدی گڑبڑ کرے تو اسے میرے پاس پیش کیا جائے کوئی محافظ کسی قیدی کو اپنی مرضی سے سزا نہ دے۔ اس حکم کی پابندی کی جائے ورنہ سزا دوں گا۔"

گیشے خاموش کھڑا رہا تھا۔ پھر میں باہر نکل آیا۔ اب تمام کام مکمل ہوگیا تھا۔ اس لئے سی سارا روانگی کے لئے تیار تھا اس نے گستارو کو الوداع کہا اور گستارو نے ہم سب کو۔ پھر سی سارا میرے ساتھ جہاز کی طرف چل پڑا۔

"اس بار جہاز پر تمہاری موجودگی سے میں بہت خوش ہوں۔ کیا تم ہمیشہ میرے ساتھ رہنا پسند کروگے۔؟"

"عظیم سی سارا کے قدموں میں زندگی گزارنے سے بڑی خواہش اور کیا ہوسکتی ہے۔"

"تم بہت خوش گفتار ہو۔ جہاز پر تمہارا احترام کیا جائے گا، تمہاری ہر ضرورت خواہ وہ عورت ہو پوری کی جائے گی جبکہ دوسروں کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔"

"میں سی سارا کی فراخدلی کا قائل ہوں۔" میں نے کہا اور ہم جہاز میں داخل ہوگئے۔ سی سارا لوگوں کو ہدائتیں دینے لگا۔ جہاز کا دروازہ بند کرلیا گیا اور اس میں آہنی کیلیں ڈال دی گئیں۔ اور پھر رسّے کھل گئے اور بادبانوں کے رخ موڑ دیئے گئے۔ غلام پتواروں سے جہاز کو گہرے سمندر کی جانب ڈھکیلنے لگے اور جہاز سست روی سے آگے بڑھ گیا۔ ہم سب ڈیک پر کھڑے دور ہوتی ہوئی زمین کو دیکھتے رہے۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لی اور جہاز کے ایک سنسان حصے کی طرف بڑھ گیا۔

اس بار پھر میرے دل میں انسانی ہمدردی جاگی تھی۔ اور میں ان قیدیوں کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا گو میں عام انسان نہیں تھا پروفیسر۔ لیکن میرے احساسات ان سے مختلف بھی نہیں تھے۔ جب میں اپنے بارے میں گہرے انداز میں سوچتا تو مجھے احساس ہوتا کہ میں جن کے درمیان ہوں، ان میں سے نہیں ہوں۔ پھر میں ان جیسا کیوں بن جاؤں خود کو ان سے افضل کیوں نہ سمجھوں۔ اور میں خود کو ان سے برتر سمجھتا۔ لیکن اس میں بھی مزہ نہیں تھا انسان کی ایک زندگی ہوتی ہے اور اس کے ذہن میں زندگی کے بعد کا تصور ہوتا ہے۔ لیکن میرے پاس یہ تصور نہیں تھا میں ایکدم سب کچھ نہیں کرلینا چاہتا تھا۔ میرے پاس تو وقت ہی وقت تھا۔ اور اس وقت کو گزارنے کے لئے زندگی میں نت نئی تبدیلیوں کی ضرورت تھی۔ اور میں بتا چکا ہوں کہ میری ضرورتیں عام انسانوں سے مختلف نہیں تھیں۔ سو میں اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کرکے زندگی کو متحرک رکھتا تھا۔ اور انھیں کاموں میں دل لگا رہتا تھا، ورنہ جانے میرا کیا حال ہوتا۔

چنانچہ اس بار یہ قیدی میرے سامنے تھے۔ جن کی مختصر زندگی بھی ان سے چھین لی گئی تھی۔ آزادی بہت بڑی نعمت ہے پروفیسر اور انسان سے یہ بھی چھین لی جائے تو پھر اس کی زندگی میں کیا رہ جاتا ہے۔ میں ان لوگوں کی آزادی واپس دلانا چاہتا تھا اور اب اس کے لئے مجھے کام کرنا تھا۔!

جہاز کا سفر اب باقاعدگی سے شروع ہوگیا۔ پتوار رکھ دیئے گئے۔ بادبانوں میں ہوا بھر گئی اور ان کے رخ درست کرلئے گئے۔ سی سارا بھی اپنے کام سے فارغ ہوکر اپنے کمرے میں چلا گیا اور میں نے سوچا کہ میں بھی تو دیکھوں کہ میرے ماتحت کیا کررہے ہیں۔ جس وقت میں تہہ خانے میں پہنچا، میرے

سارے ماتحت گیشے کے گرد جمع تھے اور گیشے آہستہ آہستہ ان سے کچھ کہہ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر سب خاموش ہوگئے۔ لیکن سب کی آنکھوں میں میرے لئے نفرت کے جذبات تھے۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں ان کے درمیان سے گزرتا ہوا اس چھوٹے سے کمرے کی طرف چل پڑا جس میں لوہے کا دروازہ لگا ہوا تھا اندر ایک میز اور ایک کرسی پڑی ہوئی تھی۔

"گیشے ۔!" میں نے گیشے کو آواز دی۔ محافظ منتشر ہوگئے تھے۔ گیشے میرے پاس آگیا۔ "تو تم نے اپنا کام شروع کر دیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ لیکن تمہیں اپنی شرط یاد رکھنی ہوگی۔!"

"فکر مت کرو۔! مجھے یاد ہے۔ تمہارا جو دل چاہے کرو۔ قیدیوں کی تعداد کتنی ہے؟"

"دو سو آٹھ۔!"

"کتنے مرد اور کتنی عورتیں ہیں۔؟"

"مرد نوے ہیں اور عورتیں ایک سو اٹھارہ!"

"ہوں۔!" میں نے قیدیوں پر نگاہ ڈالی۔ مرجھائے ہوئے چہرے والے انسانوں پر مجھے بہت ترس آیا۔ اور میں نے گردن ہلائی۔

"ان لوگوں کو کھانا کس وقت ملتا ہے۔؟"

"دوپہر کو۔ جب سورج واپسی کا سفر شروع کرنے والا ہوتا ہے۔"

"صبح کو۔؟"

"سورج نکلنے کے بعد۔ اور رات کو جب۔ جب چاند کا وقت ہو جاتا ہے۔!"

"ان اوقات میں تبدیلی کرنا ہے۔"

"کیوں۔؟" گیشے نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"میں چاہتا ہوں اس لئے۔!" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"کیا اوقات ہوں گے۔؟"

"صبح ——— دوپہر ——— اور شام ———!"

"میں ہدایات دے دوں گا۔!"

"اس کے خلاف نہ ہو۔! کیا جہاز کے دوسرے عملے کا کھانا بھی اُن کے کھانے کے ساتھ پکتا ہے۔؟"

"نہیں۔ قیدیوں کا کچن الگ ہے۔"

"کتنے آدمی کام کرتے ہیں؟"

"دس۔!"

"ہوں۔ جاؤ۔ مجھے ایک بجے کھانا تیار چاہیے۔" میں نے گیشے سے کہا اور گیشے تلملاتا ہوا باہر نکل گیا۔ لیکن سی سارا نے اسے میری ماتحتی میں دیا تھا اس لئے وہ میری حکم عدولی نہیں کر سکتا تھا۔ ٹھیک ایک بجے لکڑی کی بالٹیوں میں دال اور روٹیاں لائی گئیں۔ قیدیوں نے ان لوگوں کو آتا دیکھ کر جلدی سے قطار بنائی اور بیٹھ گئے۔ انھوں نے لکڑی کے برتن ہاتھوں میں پکڑ لئے تھے۔ میں نے سب سے آگے والے کے قریب آکر اس سے دال کی بالٹی طلب کی۔ دال کیا پانی تھا جس میں نمک مرچ ڈال دیا گیا تھا۔ روٹیاں بھی ناقص آٹے کی تھیں۔ میں نے دال چکھی اور خاموش ہوگیا۔

قیدیوں کو کھانا تقسیم کیا گیا۔ اور وہ بے چارے جانوروں کی طرح کھانے لگے۔ میرے دل میں دُکھن سی ہو رہی تھی۔ لیکن اس وقت میں نے کچھ نہ کہا۔ پھر جب قیدی کھانا کھا چکے تو میں نے گیشے سے پوچھا۔ "قیدیوں کی خوراک کا ذخیرہ کہاں ہے؟"

"ذخیرہ۔؟ کچن کے قریب ہے!" گیشے نے جواب دیا۔

"میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"آؤ۔!" گیشے نے کہا اور پھر وہ مجھے ذخیرے تک لے گیا۔ بے شمار اشیاء موجود تھیں، جو ایک سال بھی ختم نہ ہوتیں۔ اس کے علاوہ سبزیوں وغیرہ کے بھی ڈھیر تھے۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور ذخیرہ گاہ سے نکل آیا۔ اسی شام میں سی سارا سے ملا۔ سی سارا اس وقت جہاز کے ایک حصے میں کھڑا سمندر دیکھ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔

"آشو۔ جہاز کا پہلا دن کیسا رہا۔؟"

"بہت اچھا سی سارا۔ اور پھر عظیم شہنشاہ نے جو کام میرے سپرد کیا ہے، وہ بہت دلچسپ ہے۔ میں اس میں کچھ اور مراعات چاہتا ہوں۔"

"ہاں۔ ہاں۔ میں تیار ہوں۔ کیا خواہش ہے تیری؟"

"میں نے قیدیوں کی خوراک کا ذخیرہ دیکھا ہے۔ سی سارا عظیم ہے وہ شہنشاہ ہے اور شہنشاہوں کے پاس کونسی چیز کم ہوتی ہے۔ ہم ان قیدیوں کو تندرست و توانا فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ان کی خوراک میں تھوڑی سی تبدیلی کرکے اُن کی صحت برقرار رکھنا غلط ہوگا۔؟"

"نہیں۔ کیا ذخیرہ کم ہے۔؟"

"ذخیرہ بہت بڑا ہے۔ ہمارا یہ سفر کتنا طویل ہوگا؟"

"زیادہ سے زیادہ دو چاند۔!"

"ذخیرہ اتنا ہے کہ دس چاند تک کام آسکتا ہے۔ مجھے اجازت دے کہ میں اُن کی خوراک بہتر کر دوں۔!"

"تو ان کا محافظ ہے۔ ہم سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ جیسا چاہے کر۔ ہمیں تیرے اوپر مختصر وقت میں ہی اعتماد ہو گیا ہے۔ اور ہم غلط لوگوں پر بھی اعتماد کرلیں تو اُسے قائم رکھتے ہیں۔"

"میں شہنشاہ کی اس بات کو یاد رکھوں گا۔ قیدیوں کے تمام معاملات میرے ذمے۔ یہ کام مجھے بہت دلچسپ معلوم ہوا ہے!" میں نے سی سارا سے کہا۔

اور پھر اسی شام قیدیوں کے کھانے کی کیفیت بدل گئی۔ مختصر یہ پروفیسر کہ میں نے ان مظلوم انسانوں کے حالات تین دن کے اندر کافی سنبھال دیئے۔ اب ان پر محافظوں کے کوڑے نہیں برستے تھے۔ انھیں وقت پر کھانا

ملتا تھا۔ بچاس بچاس کی ٹکڑیاں دن میں چار دفعہ کھلی ہوا میں آتی تھیں اور قیدیوں کی حالت کسی قدر بحال تھی۔!

یہ چوتھے دن کی بات ہے۔ اس وقت میں قیدیوں کے ہال میں اپنے دفتر کی کرسی پر آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔ میرے ذہن میں نہ جانے کیا خیالات رقص کر رہے تھے۔ میں خیالات میں اس قدر اُلجھا ہوا تھا کہ مجھے ایک قوی ہیکل جوان قیدی کی بیڑی کی سرسراہٹ بھی نہ سُنائی دی، جو رینگتا ہوا کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں لمبا خنجر تھا جسے وہ مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ !میں تو اس وقت چونکا جب قیدی نے ہاتھ اُٹھا کر میرے اوپر خنجر کا بھرپور وار کیا۔ خنجر کی نوک میرے پہلو پر دل کے مقام پر پڑی تھی اور میں چونک پڑا۔

آبدار خنجر کی نوک کند ہو گئی تھی، لیکن قیدی نے وحشیانہ انداز میں میرے اوپر دوسرا حملہ کر دیا۔ اور میں نے کھڑے ہو کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیئے۔ قیدی بُری طرح مچل رہا تھا۔ وہ ہر قیمت پر میرا خاتمہ کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن اب وہ میری گرفت میں تھا۔ میں نے خنجر اُس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ دوسری طرف سارے قیدی دم سادھے ہوئے تھے، ان کے چہروں سے خوف و ہراس عیاں تھا۔ اسی وقت ایک نسوانی چیخ سُنائی دی۔

”نہیں۔ نہیں۔ آہ۔ نہیں، اسے ہلاک نہ کرنا!“

میں نے چیخنے والے کی طرف دیکھا۔ ایک دبلی پتلی سی زرد چہرے والی لڑکی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ اُٹھائے چیخ رہی تھی! اُس کی آنکھوں میں رحم کی التجا تھی۔ میں نے ایک ہاتھ سے قیدی کو دبوچے رکھا۔ دوسرے ہاتھ سے خنجر کو میز کی موٹی سطح پر رکھا اور زور سے موڑ دیا۔ خنجر درمیان سے دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ لڑکی نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیئے۔ میرے خنجر توڑ دینے سے اُسے کسی قدر اطمینان ہو گیا تھا کہ میں اپنے مجرم کو قتل نہیں کروں گا! ۔ میں نے مسکراتے ہوئے اپنے چنگل میں پھنسے ہوئے پرندے کو دیکھا اور پھر اُسے چھوڑ دیا۔ اُس کا قوی ہیکل جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ میں نے اُس کے شانے پر تھپکی دی، اور کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ ”فکر مت کرو۔ میں تمہیں کوئی سزا نہیں دوں گا! اگر تم نہ بتانا چاہو تو یہ بھی نہ پوچھوں گا کہ تم مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے تھے۔!“

قوی ہیکل قیدی پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے گھورنے لگا! اور پھر وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رو پڑا۔ وہ سسک سسک کر رو رہا تھا: ”میں ذلیل ہوں۔ میں۔ میں نے غلط کیا۔ میں۔ میں۔“

”بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔ مجھے بتاؤ۔ تمہیں مجھ سے کیا تکلیف پہنچی؟“

”مجھے معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو۔ دیوتا کے لئے مجھے معاف کر دو۔!“ وہ میرے پیروں پر گر پڑا۔ لیکن میں نے جلدی سے اُسے اُٹھا لیا اور پھر میں نے اسے کرسی پر بٹھا دیا۔ دوسرے بہت سے قیدی بھی خاموشی سے رو رہے تھے۔ دُبلی پتلی لڑکی کی سسکیاں بھی میرے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ وہ کرسی پر بیٹھا روتا رہا۔ اور میں اُس کے شانے پر ہاتھ رکھے کھڑا اسے اور دوسرے قیدیوں کو دیکھتا رہا۔ پھر جب وہ خوب رو چکا تو میں نے اُس کے کاندھوں کو تھپتھپایا اور بولا۔

”اگر تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ اگر اپنی ناراضگی کی وجہ مجھے بتاؤ تو میری اُلجھن دُور ہو جائے گی۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف ہے تو میں اُسے دُور کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”مجھے معاف کر دو۔ بس مجھے معاف کر دو۔“ وہ روتے ہوئے بولا۔

”اگر تم یہی چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا، لیکن۔ مجھے بتاؤ تو سہی، تمہیں اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟“

”ایملی۔ میری بہن ہے۔“ اُس نے سسکتے ہوئے بتایا۔

”ایملی کون۔ اوہ۔ وہ دُبلی پتلی سی لڑکی تو نہیں؟“

”ہاں۔!“

”ٹھیک ہے پھر۔؟“

”وہ بیمار ہے۔ سخت بیمار ہے۔ اُس کا بدن لوہے کی طرح تپ رہا ہے۔!“

”اوہ۔“ میں اُسے گھورنے لگا۔

”گیشے نے کہا تھا کہ اگر میں تمہیں قتل کر دوں تو وہ ایملی کے لئے دوا مہیا کر سکتا ہے۔ پوری دنیا میں میری ایک ہی بہن ہے۔ میں اُسے چاہتا ہوں۔ اس لئے میں مجبور ہو گیا تھا۔“

”گیشے نے کہا تھا۔؟“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”ہاں۔ یقین کر لو۔ اُسی نے کہا تھا۔ ورنہ میں جانتا ہوں جب سے تم آئے ہو، ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک ہونے لگا ہے۔ ہم پر بے جا مظالم نہیں توڑے جاتے، ورنہ گیشے بہت ظالم ہے، اُس نے کہا تھا کہ اگر میں نے تمہارا کام تمام نہ کیا تو وہ ایملی کو قتل کر دے گا۔ اور یہ کام گیشے کے لئے مشکل نہیں ہے اِس سے پہلے اُس نے تین افراد کو کوڑے مار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔!“

”ہوں۔؟“ میں نے ہونٹ بھینچ لئے۔ ”تمہارا کیا نام ہے؟“

”پوگاس۔!“

”فکر مت کرو پوگاس۔ تم مجھے قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے لیکن گیشے تمہاری بہن کو قتل نہیں کر سکے گا! اور ایملی کو دوا ابھی ضرور مل جائے گی ابھی تھوڑی دیر میں، میں اس کا انتظام کرتا ہوں۔“

”میں گنہ گار ہوں۔ میں بہت بے بس ہوں۔ مجھے خودکشی کر لینی چاہیئے۔“ وہ پھر رونے لگا۔

”نہیں پوگاس۔ میں تمہیں معاف کر چکا ہوں۔ تمہیں زندہ رہنا چاہیئے۔ مجھے تم سے بہت سے کام لینے ہیں۔ جاؤ۔ اپنے ساتھیوں میں بیٹھو۔ پہلے میں ایملی کے لئے دوا کا بندوبست کر دوں۔“ میں نے کہا۔ اور اسے قیدیوں میں واپس پہنچا کر اوپر آیا۔ جہاز کے ڈاکٹر سے میں نے بخار کی دوا لی۔ گیشے اس وقت کہیں دُور تھا۔ ایک محافظ کو میں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ایملی کو دوا دے کر میں نے اُس کا شانہ تھپتھپایا' اور پھر محافظ سے کہا کہ گیشے کو تلاش کر کے میرے پاس لائے۔ محافظ خاموشی سے چلا گیا۔!

"پوگاس تم یہاں آجاؤ۔" میں نے کہا اور وہ گردن جھکائے میرے کمرے میں چلا آیا۔ میں نے ٹوٹا ہوا خنجر میز پر رکھ لیا۔ "کیا یہ خنجر بھی گیشے نے مہیا کیا تھا۔؟" میں نے پوچھا اور پوگاس نے گردن ہلادی۔

"ہوں۔!" میں نے کہا۔ اور گیشے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد گیشے محافظ کے ساتھ میرے پاس پہنچ گیا۔ پوگاس اور ٹوٹے ہوئے خنجر کو دیکھ کر اس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔

"گیشے۔!" میں نے سرد لہجے میں کہا اور وہ چور نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا! "اِس شخص نے اس خنجر سے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی'

"قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔؟" گیشے نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔ اور پھر اُس نے پھرتی سے خنجر کھینچتے ہوئے کہا۔ "تب تو اس نے بغاوت کا جرم کیا ہے۔ اسے زندہ نہ رہنا چاہیئے۔!" اُس نے بجلی کی سی تیزی سے پوگاس پر وار کیا۔!

اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اور یہ صرف اس کی کوشش تھی ورنہ درحقیقت میں اس وقت اس کی زندگی بچانے کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن گیشے پوگاس کو کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ وہ بے وقوف سمجھ رہا تھا کہ ابھی تک اُس کا راز نہیں کھلا ہے۔ اس لئے وہ راز کھلنے سے قبل رازدار کو موت کی نیند سُلا دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ دوبارہ پوگاس پر جھپٹا۔ اُس کا خنجر تیزی سے پوگاس کی طرف لپکا۔ پوگاس کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا تھا۔ اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے موت کی تصویر نظر آنے لگی تھی' لیکن میں برق کی سی تیزی سے اس پر جھپٹا اور میں نے گیشے کی کلائی پکڑ لی۔

"مجھے چھوڑ دو آشورے۔ میں غدار کو موت کی نیند سُلا کر ہی دم لوں گا۔!" گیشے نے ایک جھٹکے سے کلائی چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

"یہ کام تو میرے سپرد کر دے گیشے۔ تو فکر مت کر۔ میں غدار کو موت کی نیند سُلا کر ہی دم لوں گا!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے ذومعنی الفاظ پر گیشے چونک پڑا۔ اس کا رنگ اور پھیکا پڑ گیا تھا۔ کلائی چھڑانا اس کے بس کی بات نہیں تھی ورنہ پوگاس سے پہلے وہ یہ خنجر میرے سینے میں اتارنے کی کوشش کرتا۔ وہ کلائی چھڑانے کے لئے طاقت صرف کرتا رہا' اور میں اُسے گھورتا رہا۔ پھر اس کی اچھل کود سے تنگ آ کر میں نے اُس کی کلائی پر اپنے پنجے کی گرفت سخت کر دی' اور تب گیشے کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہو گئے۔ اُس نے بے بسی سے مجھے دیکھا' اور خنجر اس کے بے جان ہاتھ سے نکل کر نیچے گر گیا۔!

"غداری کا فیصلہ تو نہیں' میں کروں گا گیشے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ تیرے کہنے سے میں اس شخص کو غدار تسلیم کر لوں گا!" میں نے اُسے پیچھے دھکا دیا اور وہ گرتے گرتے بچا۔ اُس نے ایک دیوار کا سہارا لے لیا تھا' اور اب وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ "تو نے عمدہ کوشش کی تھی گیشے لیکن دیکھ لے تو ناکام رہا ہے۔ چنانچہ اب مجھے اجازت دے کہ میں شرط پوری کروں۔"

"کیوں بکواس کرتا ہے۔ میں نے کیا کیا ہے۔؟" گیشے دہاڑا۔

"پوگاس نے وفاداری سے تیرا حکم بجالانے کی کوشش کی تھی' لیکن تیری بدقسمتی ہے کہ اس کا مقابل میں تھا۔ بہرحال اس کی بہن کو دوا مل چکی ہے اس لئے اب اسے تیری پرواہ نہیں ہے۔"

"تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا!" گیشے نے خوفناک لہجے میں کہا۔

"میں اپنا عہد پورا کروں گا۔" میں نے کہا اور پوگاس کو اشارہ کر کے بولا۔ "محافظ سے کوڑا طلب کرو۔!"

پوگاس نے ہچکچاتے ہوئے گیشے کی طرف دیکھا اور گیشے ہذیانی انداز میں [illegible] "تیرا حکم کوئی نہیں مانے گا۔!"

"پوگاس۔ محافظ سے کوڑا طلب کرو۔" اور پوگاس ایک محافظ کے نزدیک پہنچ گیا۔

"آشورے کوڑا طلب کرتا ہے۔" اُس نے کہا لیکن محافظ خاموش کھڑا رہا۔ اُس کے پاس کوڑا موجود تھا۔ پوگاس نے میری طرف دیکھا۔

"اسے کوڑا دے دو۔!" میں نے محافظ سے کہا۔ لیکن محافظ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ تب میں آگے بڑھا اور محافظ کے قریب پہنچ گیا۔ "کوڑا لاؤ۔!" میں نے اُس سے کہا' لیکن محافظ اسی طرح کھڑا رہا اور دوسرے لمحے میرا ہاتھ کسی گرز کی طرح اُس کی گردن پر پڑا۔ اور ہڈی ٹوٹنے کی آواز صاف سُنی گئی۔ محافظ کی دلدوز چیخ گونجی اور اُس کے منہ سے خون کی پھوار نکل پڑی۔! پوگاس اچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اسی لمحے گیشے نے میرے اوپر چھلانگ لگا دی' لیکن میں نے نہ صرف محافظ کے ہاتھ سے کوڑا لے لیا تھا' بلکہ خود کو گیشے کی زد سے بچانے کے لئے ایک طرف ہٹ بھی گیا تھا۔ گیشے نے بمشکل خود کو گرنے سے بچایا تھا۔!

"میں نے کوڑا سنبھال لیا۔ اور دوسرے لمحے کوڑا شائیں شائیں کی آواز کے ساتھ گیشے کے جسم پر پڑا۔ گیشے تلملا گیا تھا' لیکن کوئی بس نہیں چلتا تھا۔ کیا کرتا۔ پوگاس نے محافظ کی لاش گھسیٹ کر ایک کونے میں کر دی' اور خود بھی وہیں کھڑا ہو گیا۔ قیدیوں نے اس سے قبل یہ تماشا کبھی نہیں دیکھا تھا۔ گیشے سے سب بے پناہ نفرت کرتے تھے۔ آج تک وہ اس کے ظلم سہتے رہے تھے۔ اور آج شکاری خود شکار بن گیا تھا۔ اُن کے لئے یہ تماشا بے حد دلچسپ تھا' میں نے گیشے کے جسم پر دوسرا وار کیا۔ اور گیشے نے کوڑا پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے ایک جھٹکے سے اُسے کھینچ لیا' اور گیشے اوندھے منہ آ گرا۔ دوسرے لمحے میں نے اُس کی کمر پر پاؤں رکھ دیا۔ گیشے زخمی سانپ کی مانند بل کھا رہا تھا۔ تب

میں نے اُس ۔ ۔ ۔ ۔ کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا اور میرے مضبوط جھٹکے سے اس کا لباس نیچے تک پھٹ گیا، دوسرے جھٹکے میں میں نے گیشے کا اوپری جسم برہنہ کر دیا تھا۔ اُس نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن میری زبردست لات اس کی کمر پر پڑی اور وہ ایک دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا۔ اِس کے بعد میں نے اسے اُٹھنے کی مہلت نہ دی۔ میرے ہاتھ انتہائی برق رفتاری سے چل رہے تھے، اور گیشے کے بدن پر خون اگلتی لکیریں اُبھر رہی تھیں۔ میں اپنے عہد کو پوری طرح نبھانا چاہتا تھا۔ چنانچہ گیشے کے بدن کی کھال جگہ جگہ سے اُترنے لگی اور پھر وہ بیہوش ہو گیا۔

محافظ ایک قطار باندھے کھڑے ہوئے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں اب نفرت کے بجائے خوف کے آثار تھے۔ جب میرے جذبات کچھ ٹھنڈے ہوئے تو میں نے ایک گہری سانس لی۔ اور محافظوں کی طرف رُخ کر کے بولا۔

"آگے آؤ۔" وہ سب بادلِ ناخواستہ آگے بڑھ آئے تھے۔

"اس کی لاش اٹھا کر سمندر میں پھینک دو۔ اور گیشے کو یہاں سے اُٹھا کر لے جاؤ۔" میں نے حکم دیا۔ اُن میں سے چند نے محافظ کی لاش اٹھائی، باقی گیشے کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ میں نے کوڑا ایک طرف پھینک دیا۔ اور قیدیوں کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ ان سب کے چہرے بھی کھلے ہوئے تھا۔ پوگاس جھجکتا ہوا میرے پاس آیا اور پھر وہ میرے پیروں کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔

"تو عظیم ہے آشورے۔ تو عظیم ہے۔ ہم سب تیرے شکر گزار ہیں۔"

"لیکن میں تم سے خوش نہیں ہوں پوگاس۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بے شک میں نے ایسی ہی خطا کی ہے، لیکن تو مجھے معاف کر چکا ہے آشورے۔" پوگاس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

"میں اس وجہ سے ناراض نہیں ہوں پوگاس۔ بلکہ مجھے اس بات سے اتفاق نہیں ہے کہ اتنے عرصے کی قید میں رہنے کے باوجود اتنے مظالم سہنے کے باوجود تم نے رہائی کی کوئی کوشش نہیں کی۔" اور میری بات کسی دھماکے سے کم نہ تھی۔ پوگاس کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ وہ پاگلوں کی طرح میری شکل دیکھ رہا تھا۔

"یہ۔ یہ تو کیا کہہ رہا ہے آشورے۔ یہ تو۔ کیا کہہ رہا ہے۔؟"

"ہاں۔ کم ہمت اور بزدل انسانوں کے لئے یہ انوکھی بات ہے۔ اگر تمہارے اندر کبھی ہمت جاگ اٹھے تو اس بارے میں مجھ سے ضرور بات کرنا۔ لیکن یہ کام جتنی احتیاط سے کرو گے، تمہاری زندگی اتنی ہی بڑھ جائے گی کیونکہ سی سارا سے مجھ سے زیادہ تم واقف ہو۔" میں نے کہا اور پوگاس کو حیرت زدہ چھوڑ کر باہر نکل آیا۔!

محافظ اب مجھ سے خاصے مرعوب ہو گئے تھے، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کچھ عرصے کے بعد انہیں ہونا ہی تھا۔ چنانچہ اب وہ میرا ادب کر رہے تھے۔ میں نے گیشے کے کمرے میں جا کر اس کی حالت دیکھی۔ وہ بدستور بیہوش تھا اور محافظوں نے اُس کے بدن پر کوئی دوا نہیں لگائی تھی۔ میں مسکراتا ہوا باہر نکل آیا اور پھر سی سارا کی طرف چل پڑا۔ سی سارا جہاز کے ایک گوشے میں شباب و شراب کی محفل سجائے بیٹھا تھا۔ حسین لڑکیاں ساز بجا رہی تھیں۔ چند خادم مؤدب کھڑے تھے اور چند حسین اور نیم برہنہ لڑکیاں اُسے شراب کے جام پلا رہی تھیں۔ میں بے دھڑک اس کے نزدیک پہنچ گیا جبکہ دوسرے زندگی میں ایک بار بھی یہ جرأت نہیں کر سکتے تھے، سی سارا کی محفل میں یہ پہلی مداخلت ہوئی تھی۔ ساز ایکدم رُک گئے۔ خادموں کے چہرے حیرت و خوف سے پھیل گئے۔ جام بھرتی ہوئی لڑکیوں کے ہاتھ سے جام چھوٹتے چھوٹتے بچے۔ اور ماحول کی اس بدلی ہوئی کیفیت پر سی سارا نے چونک کر دیکھا اس کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ میں بھی اُسے دیکھ رہا تھا۔ سی سارا کی آنکھوں میں غیظ و غضب کا طوفان اُمڈ پڑا۔ اُس نے شعلے برساتی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ لیکن میرا چہرہ سپاٹ تھا۔ البتہ میری آنکھوں کی سرد آگ سی سارا کی طرف لپک رہی تھی۔

"احمق کیڑے۔ تو دوسروں کے بل پر قوت حاصل کر سکا ہے۔ میں پہاڑ ہوں۔ تو چیونٹیوں میں سسلے جلنے والوں میں سے ہے۔ میں ناقابلِ تسخیر ہوں، خود کو مجھ سے برتر نہ سمجھ۔ میں تجھ سے عظیم ہوں۔" اور سی سارا کی آنکھوں کے شعلے مدھم پڑتے گئے۔ میری آنکھوں کی سرد آگ نے ان شعلوں کو نگل لیا تھا۔ تب آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

"جاری رکھو۔" اُس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اور سازندے چونک پڑے۔ "وہ میرا دوست ہے۔ وہ میری مانند غیر معمولی ہے۔ جاری رکھو۔"

ساز پھر شروع ہو گئے، سازندوں، شراب پلانے والیوں اور خادموں کے چہروں کی رونق لوٹ آئی۔ وہ کسی ناخوشگوار حادثے کے لئے تیار تھے لیکن خطرہ ٹل گیا تھا۔

"آشورے۔ آ۔ آگے آ۔ میری ہم نشینی قبول کر کہ آج سے پہلے یہ منصب کسی کو نہیں ملا۔ سی سارا سمندروں کا بادشاہ ہے۔ سمندر کی لہریں اُس کی عظمت کے گیت گاتی ہیں۔ تو بھی اس کی عظمت کا مشاہدہ کر۔ وہ اپنے ادنیٰ خادموں کو دوستی کا درجہ بخش دیتا ہے۔ آ۔ آشورے، میرے پاس بیٹھ جا۔ کنیز۔ اسے شراب دے۔ کہ یہ میرے پاس بیٹھنے کے قابل ہے۔"

میں اس کی بکواس پر دل ہی دل میں مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اور پھر میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ ایک نازک اندام حسینہ نے میرے ہاتھ میں جام دے دیا۔ جسے میں نے حلق میں انڈیل لیا۔ سی سارا ایکدم چونک پڑا، اُس نے مجھے گھورا۔ اور پھر ہنستے ہوئے بولا۔

"سمندری شیر۔ مے نوشی کے آداب ہوتے ہیں۔ پہلے جام پینے والا خود سر ہوتا ہے۔ تاہم، تو آداب سے ناواقف ہے اس لئے قابلِ سزا نہیں ہے، اپنے جام کو ہمارے جام سے ٹکرا۔ اور پھر اسے پی۔!"

"سی سارا۔ تو شیروں کی مانند شراب نہیں پیتا۔ یہ چھوٹے چھوٹے جام تیری شخصیت سے شرمندہ ہوتے ہیں۔ انہیں پھینک دے۔"

"تو کیا کہنا چاہتا ہے۔ صاف الفاظ میں کہہ۔!" سی سارا نے جھنجھلاتے ہوئے انداز میں کہا اور میں نے شراب کا مٹکا اُٹھا لیا۔ بلوری مٹکے میں شراب اوپر

تک بھری ہوئی تھی۔ میں نے اُسے منہ سے لگا لیا۔ اور جب تک اس کی تلچھٹ تک حلق میں نہ انڈیل لی تب تک مٹکا واپس نہ رکھا۔!

ایک بار پھر سب پر حیرت کا دورہ پڑا۔ میں نے کلائی سے ہونٹ خشک کیے۔ سی سارا منہ پھاڑے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب تو گریبان پھاڑ کر سمندر میں چھلانگ لگا دے!"

"نہیں سی سارا۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر۔؟"

"میں ایسے ایسے گیارہ مٹکے اور پی سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تو مہیا کرے۔"

"نہیں جوان۔ مجھے تیری زندگی عزیز ہے۔ لیکن تو نے سی سارا کی عظمت خاک میں ملا دی ہے۔ تجھے دیر تک میرے ساتھ اس محفل میں شریک رہنا پڑے گا، اور اگر شراب تیرے اوپر اثر انداز ہوئی تو میں اپنی تلوار سے تیری گردن اُتار دوں گا۔ گو تو اس سے زیادہ سزا کا مستحق ہے۔"

"میں سی سارا کے حکم کی تعمیل کروں گا!" میں نے گردن جھکاتے ہوئے کہا اور سی سارا مطمئن ہو گیا۔ اُس نے پھر شراب نوشی شروع کر دی، میں اطمینان سے بیٹھا رہا۔ پھر ایک رقاصہ نے رقص شروع کر دیا۔ بڑی حسین اور فتنہ خیز لڑکی تھی۔ وہ جھوم جھوم کر رقص کرتی رہی۔ اور سی سارا اُسے داد دیتا رہا۔! چاندنی چٹک آئی تھی، خاصی رات ہو چکی تھی، سی سارا نے محفل ختم کر دی۔ اُس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ اور پھر میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ "تو ہر لحاظ سے عجیب ہے آشورے۔ بے شک تیرے اوپر شراب کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا۔"

"میں نے بارہ مٹکوں کی بات کی تھی سی سارا۔ اور سی سارا کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت مجھے نہیں ہو سکتی۔"

"تب تو عہدِ قدیم کی کوئی روح ہے۔ بارہ مٹکے کسی ہاتھی تک کو رقص کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ تاہم کسی روز یہ بھی دیکھوں گا۔ اِس رات عیش کر۔ شیما، ادھر آ۔" اُس نے ایک حسین لڑکی کو آواز دی۔ اور پھر اس کا بازو پکڑ کر میری طرف دھکیل دیا۔ "ایک رات کا انعام۔!" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے اس انعام کو لپک لیا۔ درحقیقت مجھے اس کی سخت ضرورت تھی۔ اور سی سارا کا انعام بھی خوش تھا، اس کے ہونٹوں پر انبساط کی مسکراہٹ تھی۔

سی سارا چلا گیا۔ اور میں اپنا انعام سمیٹے ہوئے اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ گیشے کی جانب سے میں مطمئن تھا۔ ابھی وہ کوئی نئی حرکت کرنے کے قابل نہیں تھا۔ بہر حال کرتا بھی تو میرا کیا بگاڑ سکتا تھا۔! اُس بے وقوف کو کیا معلوم تھا کہ میرا جاگنا اور سونا یکساں حیثیت رکھتا ہے۔!

نازک بدن شیما کو لیے ہوئے میں اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ اور پھر اسے اپنے سامنے بٹھا کر دیکھنے لگا! وہ ناز سے مُسکرا رہی تھی۔ عورت ہر حال میں محبوب ہوتی ہے۔ وہ مجھے پسند آئی، اور میں نے اُسے آواز دی۔ "شیما۔!"

"آشورے۔!" اُس نے برجستہ کہا۔

"یہ اچھی بات ہے کہ تو میرے نام سے واقف ہے، لیکن اس کے باوجود اگر تو مجھے پسند نہ کرے تو آرام سے سو سکتی ہے۔ میں تجھے مالِ غنیمت نہیں سمجھوں گا۔"

"تجھے کون نہ پسند کرے گا سنہرے بدن والے۔ تو حسینوں کا حسین ہے۔"

وہ اُٹھ کر میرے پہلو میں آ بیٹھی۔ اسے مرد کی کمزوری سمجھ لو پروفیسر۔ انسان کی کمزوری سمجھ لو۔ صدیوں کا تجربہ رکھتے ہوئے بھی میں اِن الفاظ سے خوش ہوتا تھا اور اِس وقت بھی اس کی واہیت پر میں نے خوش ہو کر اُسے اپنے بازوؤں میں لے لیا۔! اور اس کے بعد میں لوچ دار جسم والی شیما کی دلکشی کی بھرپور داد دینے لگا۔

دوسری صبح حسبِ معمول تھی۔ جہاز سمندر پر رواں دواں تھا۔ مستول پر چڑھے ہوئے لوگ شکار تلاش کر رہے تھے۔ وہ دُور دُور تک نظریں دوڑا رہے تھے کہ شاید سمندر میں کوئی جہاز نظر آئے، اور لوٹ مار شروع کی جائے، لیکن ابھی حالات سازگار نہ تھے۔ بہر حال اگر شکار مل جاتا تو منافع کما لیا جاتا۔ ورنہ غلام منڈی لے جائے جا رہے تھے، اُن کی فروخت سے بھی کافی آمدنی ہو سکتی تھی۔ میں حسبِ معمول اپنے کاموں میں مشغول تھا۔ رات کا انعام واپس جا چکا تھا اور اپنی دلکشی کا سرور چھوڑ گیا تھا۔ قیدیوں کے محافظ پوری سنجیدگی اور احتیاط سے اپنا کام انجام دے رہے تھے۔ مرنے والے محافظ کے بارے میں شاید سی سارا کو کسی نے اطلاع نہیں دی تھی۔ بہر حال وہ جانتے تھے کہ سی سارا نے مجھے مکمل اختیارات دیئے ہوئے ہیں اور وہ میرے اختیارات میں مداخلت پسند نہیں کرے گا۔ میں قیدیوں کے ہال میں پہنچ گیا۔ قیدی اپنی جگہ ٹھیک ٹھاک تھے، ان کی آنکھوں میں میرے لیے تشکر کے جذبات تھے۔ پوگاس کی بہن میرے سامنے ہی موجود تھی، میں اُس کے قریب پہنچ گیا میں نے اس کا ہاتھ دیکھا۔ اب اُسے بخار نہیں تھا۔

"تم لوگوں کو کھانا ٹھیک ملا۔؟" میں نے پوچھا، اور سب نے گردن ہلا دی "محافظوں نے کسی پر تشدد تو نہیں کیا۔؟"

"نہیں۔!" پوگاس آہستہ سے بولا۔ وہ میرے قریب آ گیا تھا، "لیکن انھوں نے ہمیں دھمکیاں ضرور دی ہیں۔"

"کیا دھمکی دی ہے۔؟"

"وہ قوی ہیکل شخص جس کا نام پوڈے ہے، دانت پیستے ہوئے کہہ رہا تھا کہ بہت کم وقت باقی ہے جب وہ اپنے ہنٹر سے ہمارے بدن کی کھال اُتار دے گا۔ نیا سربراہ زیادہ دیر تک نہیں چل سکے گا۔!"

"تم فکر مت کرو پوگاس۔ وقت کا انتظار کرو۔"

"میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں جناب۔!"

"ابھی وقت نہیں آیا میرے دوست۔ میں نے صرف تمہیں احساس دلایا ہے۔ خود کو، اور اپنے جیسے مضبوط جوانوں کو اس بات کے لئے تیار کر لو، کہ تمہیں آزادی حاصل کرنی ہے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ سارے قیدیوں کا جائزہ لے کر میں پلٹا۔ پوگاس سُن کھڑا تھا۔ میں اس کے قریب سے بھی گزر گیا اور پھر پوڈے کے قریب پہنچ کر میں رُکا۔ اور وہ ٹھٹھک گیا۔

"گیشے کیسا ہے۔؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" اُس نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے تمہیں قیدیوں کی نگرانی کے بجائے، اپنے دوست گیشے

کی تیمارداری کرنی چاہیئے۔ جاؤ۔ تم اس کی رہائش گاہ پر جا کر اس کی تیمارداری کرو۔!" میں نے کہا۔ لیکن وہ کھڑا رہا۔

"میں تمہیں حکم دے رہا ہوں۔!" میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔ اور وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا! پھر وہ پلٹا' اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ میں خود بھی آہستہ قدموں سے گیشے کی طرف چل پڑا تھا۔ گیشے کی...

رہائش گاہ میں اس وقت آٹھ محافظ موجود تھے۔ پوڈے بھی ان میں شامل تھا وہ کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

"کیسے ہو گیشے۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔ فکر مت کرو۔ بہت جلد تمہارے مقابل آؤں گا!" اُس نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ صرف ایک چیز کی ضرورت ہے۔!" گیشے نے کہا۔

"مجھے بتاؤ۔"

"تمہارے سر کی۔!" اس نے نفرت سے جواب دیا۔

"افسوس گیشے۔ تمہیں اس کے لئے خود محنت کرنا ہوگی۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" اچانک پوڈے نے کہا۔ اور اپنی لمبی تلوار لے کر میرے اوپر پل پڑا۔ میں اس اچانک حملے کے لئے تیار نہ تھا۔ تلوار میرے کندھے پر پڑی اور چمڑے کا بند کٹ گیا۔ شاید یہ بھی گیشے کا پروگرام تھا۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہی بقیہ لوگوں نے بھی میرے اوپر حملہ کر دیا تھا۔ تلوار سے حملہ کرنے والے کو میرے کٹے ہوئے بازو سے خون ابلنے کی توقع تھی' لیکن وہ اپنی آبدار تلوار کی مڑی ہوئی دھار دیکھ رہا تھا' اور اُس کی آنکھوں میں حیرت کے سائے تھے۔

باقی لوگ فیصلہ کر چکے تھے کہ مجھے ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ زخمی گیشے بھی اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اور اپنے آدمیوں کی ہمت بندھا رہا تھا "شاباش! پوری قوت سے حملے کرو۔ سی سارا کو میں جواب دہ ہوں۔ ہوشیاری سے۔!" اور اس کے ٹینی مرغے ایک ناقابلِ یقین کام کر رہے تھے۔ لیکن اپنے ہتھیار کند کرنے کے سوا اور کیا کر سکتے تھے۔ جب میں نے بھی اپنے ہاتھوں کا استعمال شروع کر دیا۔ لیکن میں کسی اور محافظ کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا تھا' اس لئے میں صرف اُن کے ایسے ہاتھ لگا رہا تھا کہ وہ حواس کھو دیں۔ اور یہی ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آٹھوں فرش پر اوندھے سیدھے پڑے تھے۔ اور گیشے بدحواسی سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔

تب میں اس کی طرف مڑا۔ "گیشے۔" میں نے اُسے پکارا۔

"نہیں۔ نہیں۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔!" وہ دیوار سے ٹک گیا۔

"یہ تمہاری دوسری حرکت ہے گیشے۔ پہلی حرکت کا حساب برابر۔ اب میرا قرض بھی اتار دو۔!"

"تت۔ تو کیا تم۔ میرے ہاتھ پاؤں توڑ دو گے۔؟" وہ خوفزدہ آواز میں بولا۔

"اصول' اصول ہے گیشے۔ میں نے تمہیں نہیں روکا۔ تم بھی مجھے نہ روکو۔" میں اُس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ اور گیشے نے آنکھیں بند کر لیں۔

"تمہارا خیال درست ہے۔ میں تمہیں تسخیر نہیں کر سکتا۔ ٹھیک ہے آشورے مجھے بزدل مت سمجھنا۔ میں خوشی سے تیار ہوں۔!" اور میں ٹھٹھک گیا۔ یہ میرے اوپر کاری ضرب تھی۔ ایسے آدمی کو کیا ماروں جس نے خود کو میرے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہو۔ گیشے میرا منتظر تھا۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔!

"جلدی کرو آشورے۔ جلدی کرو۔"

"آنکھیں کھولو گیشے۔!" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ میں اپنی شکست کو نہیں دیکھنا چاہتا۔ براہِ کرم میری ایک خواہش پوری کر دو۔"

"کیا گیشے۔؟"

"مجھے قتل کر دو۔ میں اب مرنا چاہتا ہوں۔"

"بہادر ایسی موت نہیں مرتے گیشے۔ مردوں کی طرح جان دو۔"

"میرے اندر ہمت نہیں ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں۔" گیشے نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن میں بزدل نہیں ہوں گیشے۔ میں کسی ایسے آدمی کو قتل نہیں کر سکتا جس نے خود کو موت کے لئے پیش کر دیا ہو۔!" میں نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "جاؤ۔ اپنے اندر ہمت پیدا کرو۔ اپنی نفرت کو ہوا دو۔ میں تمہاری اس دوسری حرکت کو حساب میں شامل نہیں کروں گا۔" میں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"آشورے۔!" دروازے کے قریب مجھے گیشے کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور میں رک گیا۔

"کیا بات ہے۔؟" میں نے کرخت لہجے میں کہا' اور گیشے میرے قریب پہنچ گیا۔

"زندگی دی ہے آشورے۔ تو پھر معافی بھی دے دو۔ میں نادم ہوں۔ اپنی حرکتوں پر شرمندہ ہوں۔ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ صرف تمہارا وفادار رہوں گا۔ صرف تمہارا۔!" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"صرف مجھ سے کیا مراد ہے گیشے۔؟" میں نے پوچھا۔

"سی سارا کا نام تمہارے ہاتھوں مر چکا ہے۔ میری زندگی اب تمہاری ہے۔ گیشے تمہارا غلام ہے۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم قول کے سچے ہو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔" میں نے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ اور اُس کے چہرے پر مسرت ناچنے لگی۔ میرے لئے یہ کونسی بات تھی پروفیسر۔ ایک انسان کی زندگی میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ وہ کسی طور میرے لئے نقصان دہ نہیں تھا۔

لیکن سیاہ جلد کے وفادار نے ثابت کر دیا کہ وہ قول کا سچا ہے۔ میری مخالفت ختم ہو گئی۔ گیشے میرا اطاعت گزار بن گیا۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ شیما میری دیوانی ہو گئی۔ وہ اب ہر رات میرے پہلو میں گزارنے کے لئے

بے چین رہتی تھی ۔۔ اور بہرحال میری ایک ضرورت پوری ہو رہی تھی ۔ اس لئے میں چوری چھپے اپنی رہائش گاہ میں آنے والی شیما کو کیسے منع کرتا ۔ سی سارا کو اگر علم ہو جائے تو کیا حرج ہے ۔۔ اس سے بھی نپٹ لیا جائے گا! ویسے جہاز میں اب میرے دشمنوں کا کوئی وجود نہیں تھا ۔ گیشے ایک کتے کی مانند میرے پیچھے دم ہلاتا تھا ۔۔ وہ صرف وہ کرتا جو میری خواہش ہوتی ۔۔ اور آنکھیں بند کر کے کرتا ' یہ سوچے بغیر کہ مقصد کیا ہے اور اس کی حیثیت کیا ہے ۔ !

اس کے باوجود میں ان لوگوں پر اعتماد نہیں کر سکتا تھا اور کسی طور اپنے راز میں شریک نہیں کر سکتا تھا ۔ پوگاس اکثر مجھے پُراسرار نگاہوں سے دیکھتا رہتا تھا ۔ اس نے دوبارہ مجھ سے گفتگو کرنے کی ہمت نہیں کی تھی، لیکن میں اس کی آنکھوں میں انوکھے سوال پڑھتا تھا ۔ !

لیکن ایک شام ۔۔ جبکہ اتفاق سے کوئی محافظ نزدیک موجود نہ تھا ' پوگاس میرے پاس آگیا ۔۔ "اگر تو اجازت دے آقا ۔ تو میں تجھ سے گفتگو کروں ۔ تو نے اجازت نہ دی تو میں بے چینی سے مر جاؤں گا ۔ !"

"کیا بات ہے پوگاس ۔ ؟"

"تیرے الفاظ آج بھی میری لوح میں کھٹک رہے ہیں ۔ کیا تو مجھے ان کے بارے میں نہیں بتائے گا ۔ ؟"

"یہاں تیرے اعتماد کے کتنے لوگ ہیں پوگاس ۔ ؟"

"ہر جوان ۔۔ کیونکہ سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں ۔"

"کیا تو ان پر مکمل بھروسہ کر سکتا ہے؟"

"ہم سب آزادی چاہتے ہیں آشورے ۔ پھر بھروسہ کرنے کی کیا بات ہے ۔ ہم نے آزادی کے بارے میں غور بھی نہیں کیا تھا ۔ ہم نے ظلم سہنا اور مایوس رہنا سیکھ لیا تھا ' لیکن تیری جلائی ہوئی ہمدردی کی شمعوں نے ہمارے سینے سلگا دیئے ہیں اور اب آزادی کی آنچ ہمیں پگھلائے دے رہی ہے ۔"

"تب سن پوگاس ۔۔ میں ان بحری قزاقوں میں سے نہیں ہوں ۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں ۔ جوان کی بستی میں جا نکلا تھا اور اس بستی کے لوگوں نے میرے وجود کو تسلیم کر لیا تھا ۔ وہ مجھے عزت دینے کو تیار تھے لیکن سی سارا کا جہاز پہنچ گیا اور میں نے تمہیں دیکھا ۔ تمہارے بارے میں معلوم کیا ۔ اور اسی وقت میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں تمہیں آزاد کراؤں گا ۔ ! اور پوگاس تم لوگوں کے لئے میں اس جہاز پر آیا ہوں ۔ تمہاری وجہ سے میں نے سی سارا جیسے احمق انسان کی برتری تسلیم کی ہے حالانکہ میں اس کے تمام ساتھیوں پر حاوی ہوں ۔ میں انہیں آسانی شکست دے سکتا ہوں ۔ تم سوچ رہے ہو گے شاید میں لاف و گزاف کر رہا ہوں ' لیکن وقت آنے پر تم دیکھ لو گے کہ میں نے غلط نہیں کہا تھا ۔۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم محفوظ رہو ۔ تم میں سے کسی کی زندگی ضائع نہ ہو ۔ ہم کسی ایسے وقت میں ان پر ضرب لگائیں گے ۔ جب وہ غافل ہوں ۔۔ اس کا انتظام میں کروں گا ' تم صرف ان لوگوں کو تیار رکھو جو تمہارے ہمنوا ہوں اور تمہارے اشارے پر آزادی کی تلاش میں چل پڑیں ۔"

پوگاس عقیدت سے میری شکل دیکھ رہا تھا ۔ پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا ۔ "اے دیوتاؤں کی سی شکل رکھنے والے ۔ اے ہمارے لئے نجات تلاش کرنے والے ' جب سے تو نے ہم میں قدم رکھا ' ہمارے لئے زندگی کی کلفتیں نرم ہو گئیں ۔ سب کو اعتراف ہے کہ تو نے پہلی مدافعت اس وقت کی تھی ' جب ہمیں دوبارہ جہاز پر لایا جا رہا تھا ۔ اس وقت ہم نے ایک ہمسدا آواز سنی اور ہم کوڑوں سے محفوظ رہے ' جو اپنی جلن اور اپنے داغ ہمارے جسموں پر چھوڑ دیتے ہیں ۔ پھر ہمارے کھانے میں ترمیم ہوئی ۔ ہمیں مرہم ملا ' اور ہم نے سمجھ لیا کہ شاید دیوتاؤں کو ہماری آہ و زاری پر ترس آگیا ۔ اسے آزادی کی شمع ' تو ہمیں خود سے دور نہ پائیگا ہم تیرے احکامات کی تعمیل کریں گے ۔ تو جو کہے گا ہم کریں گے ۔"

"تمہارے پاس مردوں کی تعداد نوّے ہے ۔۔ ان میں سے جنگ کرنے والے کتنے ہیں ۔ ؟"

"ہر شخص تیار ہے ۔ ہر شخص رازدار ہے ۔ کوئی تیرے حکم سے انحراف نہیں کرے گا ۔ اِس کے علاوہ ہم میں کچھ عورتیں بھی ہیں جو جنگ میں ہمارا ساتھ دینے کو تیار ہیں ۔ !"

"بات مردوں تک ہی رہنے دو ۔۔ اور ہر وقت تیار رہو ۔ جب بھی میں کوئی مناسب وقت دیکھوں گا ' تم لوگوں کو اطلاع دے دوں گا ۔ !"

"دیوتا تجھے خوش رکھیں ۔ تو ہمیں مستعد پائے گا !" پوگاس نے کہا ۔

وہ بے حد خوش نظر آنے لگا تھا ۔ پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا اور میں ان کے بارے میں سوچنے لگا ! مجھے نہیں معلوم تھا کہ جہاز کا سفر کتنا باقی رہ گیا ہے ۔ اگر جہاز اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ گیا اور اس وقت تک میں کچھ نہ کر سکا ! تو پھر مشکل ہو جائے گی ۔ اس لئے طویل انتظار کرنا مناسب نہ ہوگا ۔ فوری طور پر کوئی... ترکیب سوچی جائے ۔ !

انسان کوئی بات سوچ لے پروفیسر ۔ تو پھر حالات اس کا ساتھ دیتے ہیں ۔ وقت اُسے مواقع فراہم کرتا ہے ۔۔ یہ دوسری بات ہے ' کہ بعض اوقات حالات اور واقعات اس انداز میں پیش آتے ہیں کہ انسان ان میں افادیت تلاش کرنے میں ناکام رہتا ہے ۔ لیکن میں وقت کھونے والوں میں سے نہیں ہوں ۔

اسی شام کی بات ہے ۔ مستول پر آدمی موجود تھے ۔ سی سارا ۔ خود عرشے پر کھڑا سمندر کا نظارہ کر رہا تھا ۔ میں اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا ' کہ اچانک مستول پر موجود لوگ زور زور سے پیتل کے گھنٹے بجانے لگے سب کے ساتھ میں بھی چونک پڑا تھا ۔ سی سارا گردن اُٹھا کر اوپر دیکھنے لگا اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں کا بھونپو بنا کر چیخ کر کہا ۔

"کیا بات ہے ۔ ؟"

"شکار ۔ !" دوسری طرف سے آواز آئی ۔

"ہا ۔ !" سی سارا کے منہ سے خوشی کا نعرہ نکلا ۔ اور پھر وہ چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا ! میں نے بھی سمندر پر نگاہ دوڑائی ۔ لیکن سمندر کی لہروں کے سوا کچھ نظر نہ آیا ۔ دوسری طرف مستول سے ایک آدمی رسی کی سیڑھی سے نیچے اُتر رہا تھا ۔ سی سارا کے پاس کچھ دوسرے لوگ بھی آ کھڑے ہوئے

سب اُس شخص کے نیچے پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے ۔ اور پھر شکار دیکھنے والا نیچے آگیا ۔!

"کس طرف ہے شکار ۔ کیا دیکھا ۔ کیا تو اسے غور سے دیکھ سکا ہے ۔؟"

"ہاں ۔ اس طرف جہاں سے چاند نمودار ہوتا ہے ۔ اُس کے میلے بادبان نظر آرہے تھے ۔"

"تجھے دھوکہ تو نہیں ہوا ۔؟"

"نہیں عظیم سی سارا ۔ مجھے اپنی آنکھوں پر بھروسہ ہے ۔"

"کتنے بادبانوں کا جہاز ہے ۔؟"

"کم از کم تین بڑے اور متعدد چھوٹے ۔" اُس نے جواب دیا ۔

"فاصلہ کتنا ہوگا ۔؟"

"چاند کے نمودار ہوتے سے غروب ہونے تک کا ۔!"

"ہوں ۔" سی سارا نے گردن ہلائی ۔ "اس کا مطلب ہے کہ بڑا جہاز ہے، ٹھیک ہے اُس پر نگاہ رکھ اور راستہ بتا،" سی سارا نے کہا ۔ اور وہ شخص واپس رسی کی سیڑھی سے اوپر چڑھنے لگا ۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اوپر پہنچ گیا اور پھر رنگین کپڑے سے سمت بتائی جانے لگی ۔ بہت سے لوگ بادبانوں پر چڑھ گئے تھے، اور پھر بادبانوں کا رُخ پھیرا جانے لگا ۔ اچانک جہاز پر زندگی جاگ اٹھی تھی، ہر شخص خوش تھا ۔ خون آشاموں کو خون کی پیاس تھی ۔ وہ لوٹ مار کرنے کے لئے تیار تھے ۔ ہر شخص اپنے کام میں مصروف ہوگیا تھا ۔ ہتھیار نکالے جا رہے تھے ۔ جہاز کے کناروں پر مورچے بن رہے تھے ۔ غرض ایک عجیب چہل پہل ہوگئی تھی ۔ میں دُور کھڑا ان لوگوں کی کارروائیاں دیکھ رہا تھا، اور میرا ذہن سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ سی سارا کی نگاہ میرے اوپر پڑی ۔

"اے آشورے ۔" اُس نے مجھے آواز دی اور میں اس کے قریب پہنچ گیا ۔ "تیار ہو جا ۔ دلچسپ مناظر بکھرنے والے ہیں، تو نے ایسے خوبصورت مناظر کبھی نہ دیکھے ہوں گے، انسانی خون اور گوشت کی طلبگار مچھلیوں کو عمدہ غذا ملنے والی ہے ۔ اور ہمیں مال و دولت ۔ ممکن ہے جہاز پر خوبصورت لڑکیاں بھی موجود ہوں، تو ان میں سے جسے چاہے اپنے لئے پسند کر لینا ۔ اور سُن ۔ غلاموں کا انتخاب تو خود کرے گا، انھیں گرفتار کرنا ہے جو تندرست اور تر و تازہ ہوں ۔ بوڑھے اور بیمار لوگوں کو قتل کر دینا بہتر ہوتا ہے ۔ کیا تو ایک عمدہ جنگجو بھی ہے ؟"

"سی سارا دیکھے گا ۔ میں اس کے لئے کیا کرتا ہوں ۔"

"ہاں ۔ میں جانتا ہوں تو بے پناہ طاقتور ہے ۔ وہ لوگ تیری قوت کی تاب نہ لا سکیں گے، لیکن خیال رکھنا، جوانوں کو پکڑنا ہے اور بوڑھوں کو قتل کرنا ہے، یا پھر انھیں جو زیادہ بہادری کے مظاہرے کریں ۔ اگر تو بہتے ہوئے سُرخ لہو کو پسند کرتا ہے تو کل کی صبح کا سورج تیرے لئے حسین مناظر فراہم کرے گا ۔" سی سارا بہت خوش نظر آرہا تھا ۔ میں بھی مسکرانے لگا، لیکن میرا ذہن بدستور سوچ میں ڈوبا ہوا تھا ۔

"اور ہاں ۔ گینتے کو سخت ہدایت کر دینا ۔ ایسے مواقعوں سے قیدی فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ وہ بغاوت نہ کر دیں ورنہ ہم... دونوں طرف سے پس جائیں گے ۔ ابھی ہمیں شکار کی طاقت کا کوئی اندازہ نہیں،" اور میرے ذہن میں پھلجھڑیاں چھوٹنے لگیں ۔ شکریہ سی سارا شکریہ! تو نے میری بڑی مشکل خود حل کر دی ۔ یقیناً مجھے ایسا ہی کرنا چاہئے ۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر جلدی سے سی سارا سے بولا ۔

"قیدیوں کے بارے میں فکر مت کر سی سارا ۔ وہ تیری قوت سے واقف ہیں ۔ میں نے اُن کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ سی سارا سے تعاون میں زندگی ہے، اور اس کا غضب موت کا پیامبر ہے ۔ اور ان میں سے کوئی موت کا خواہشمند نہیں ہے ۔ ہاں اس سے قبل وہ دکھوں اور تکلیفوں میں مبتلا تھے ۔ لیکن عیش و عشرت کی روٹی جد و جہد کے خاتمے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے ۔ میں نے انھیں آسائش کا زہر دے دیا ہے اور اب وہ آسائش کے اس زہر کے عادی ہوگئے ہیں، اس لئے بغاوت کا تصور بھی اُن کے ذہنوں میں نہیں اُبھرے گا ۔"

"اوہ ۔ اوہ آشورے ۔ تو کیا ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ مجھ جیسے تجربے کار بھی تیری حقیقت ابھی تک نہیں سمجھ سکا ۔ تیرے جسم میں بے پناہ طاقت ہے ۔ تیرے دماغ میں بے پناہ عقل ہے ۔ خوب کیا ہے تو نے، یقیناً اب وہ بغاوت کے بارے میں نہ سوچ سکیں گے ۔ تاہم تو ان کی نگرانی رکھ ۔ اور شکار کے بارے میں بھی ہمیں مشورے دے ۔"

"میں عزت افزائی کے لئے شکر گزار ہوں سی سارا ۔" میں نے کہا ۔ لیکن دل ہی دل میں، میں سوچ رہا تھا کہ فکر مت کر سی سارا بہت کم وقت رہ گیا ہے جب میری حقیقت تیرے سامنے آجائے گی ۔!

جہاز کا رُخ بدل گیا تھا اور اب بادبان اسے دوسرے جہاز کی طرف لے جا رہے تھے ۔ یہ رات میرے لئے بھی مصروفیت کی رات تھی، اس میں میں نے شیما کو بھی اپنی خوابگاہ میں نہ داخل ہونے دیا ۔ میں نے پوگاس کو بھی ہوشیار رہنے کا مشورہ دیا تھا اور کہا تھا کہ ممکن ہے وہ وقت آگیا ہو جب انھیں آزادی مل جائے ۔ پھر پورے جہاز پر گھوم پھر کر میں نے اسلحہ خانے کے بارے میں معلومات حاصل کیں ۔ سی سارا کے لڑاکوں کا اندازہ لگایا، گویا راتوں رات میں اپنا کام مکمل کر چکا تھا ۔

اور دوسری طرف سی سارا نے اپنے مورچے بنا لئے تھے، اس کے آدمی تیر کمانوں سے لیس تھے، انھوں نے نوکدار انی والے بھالے بھی جگہ جگہ ڈھیر کر لئے تھے، وہ پورے طور پر جنگ کے لئے تیار تھے ۔ مستولوں پر تازہ دم لوگ بھیجے جاتے رہے تھے ۔ لیکن ـــــ اس وقت جب چاند نے سر چھپایا اور دشمن نے اپنی آمد کا اعلان کیا ۔ اچانک جہاز پر سراسیمگی پھیل گئی ۔ مستول سے اترنے والے نے سی سارا کو کوئی بری خبر سنائی تھی ۔ اور سی سارا کے چہرے پر تفکر اُبھر آیا تھا ۔

"کیا بکواس کرتے ہو ۔؟" وہ دہاڑا ۔ میں بھی اس کے قریب پہنچ گیا ۔

"میں جھوٹ بولنے کی جسارت کیسے کرسکتا ہوں سی سارا۔" اس شخص نے لرزتے ہوئے کہا۔

"دوسرے آنکھوں والے کیا اندھے ہوگئے تھے۔" انھوں نے اندازہ کیوں نہ لگایا۔؟"

"میں کیا عرض کرسکتا ہوں سی سارا۔" اس نے کانپتے ہوئے کہا سی سارا کا چہرہ خون کی طرح سرخ ہوگیا تھا۔ پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"حالات خراب ہوگئے ہیں۔"

"میں پوچھ سکتا ہوں سی سارا۔ کیا بات ہے؟"

"یوجنا کے جہازوں نے ہمیں گھیر لیا ہے۔"

"یوجنا۔!" میں چونک پڑا۔

"ہاں۔ ہمارا دشمن۔ ہمارا سب سے بڑا دشمن۔!"

"لیکن کیسے۔؟"

"میرے نمک حرام کتوں نے غفلت سے کام لیا ہے۔ انھوں نے ایک جہاز کی اطلاع دی تھی، لیکن اس وقت تین جہاز سمندر میں موجود ہیں اور تین مختلف سمتوں سے ہماری طرف بڑھ رہے ہیں۔ ان پر یوجنا کے جھنڈے لہرادیئے گئے ہیں، اور ثابت ہوگیا ہے کہ وہ صرف جنگی جہاز ہیں جن پر اسلحے اور انسانوں کے علاوہ کچھ نہ ہوگا۔"

"لیکن جہاز تو ایک دیکھا گیا تھا" اور یقیناً اس وقت اس پر یوجنا کا جھنڈا نہ ہوگا!"

"ہاں۔ یوجنا سمندروں میں میری تلاش میں رہتا ہے۔ اس بار اس نے کامیاب چال چلی ہے۔" سی سارا نے کہا۔" اس نے باقی دونوں جہاز آڑ میں رکھے ہوں گے اور اپنے جہاز پر جھنڈا ابھی نہ لہرایا ہوگا" تاکہ میں اس جہاز کو شکار سمجھ کر اس کی طرف لپکوں۔ اور۔!" سی سارا خاموش ہوگیا۔

"تین جہازوں پر افرادی قوت بہت زیادہ ہوگی۔"

"ہاں۔ سب کے سب جنگجو سپاہی ہوں گے۔" سی سارا تشویش سے بولا۔

"میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں سی سارا۔ اگر تو قبول کرے۔" میں نے کہا۔

"میں حالات کو تسلیم کرلینے کا عادی ہوں۔ ہم ان جنگی جہازوں کے اتنے قریب آگئے ہیں کہ اب فرار کا سوال ہی نہیں ہے۔ میں نے اپنی خراب پوزیشن سمجھ لی ہے۔ اس لئے اب ہر تجویز مان لینے کو تیار ہوں۔"

"کیوں نہ ہم قیدیوں کی قوت بھی حاصل کریں۔"

"کیا مطلب۔؟" سی سارا حیرت سے بولا۔

"نوجوان قیدیوں کو جنگ میں استعمال کیا جائے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ قیدی ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ ہمارے سلوک سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ ہمارا ساتھ کیوں دیں گے۔ وہ ہمارے لئے کیوں لڑیں گے۔؟ نہیں نہیں آشورے۔ ہم اتنا بڑا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔"

"میں انھیں اپنے کنٹرول میں رکھوں گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں آشورے۔ میں اس کی اجازت کسی طور نہیں دوں گا۔ یوں ہمیں دوسرا خطرہ درپیش ہوگا۔ باہر سے یوجنا کے فوجی ہمارے اوپر موت برسا رہے ہوں گے اور اگر اندر سے قیدی بھی شروع ہوگئے تو پھر سنبھالنا مشکل ہوجائے گا۔ جنگ شروع ہوا چاہتی ہے۔ تم خاص طور سے قیدیوں کی نگرانی کرو۔" اور میں خاموش ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا تھا۔ کیوں نہ سی سارا کی بات ہی مان لی جائے۔ قیدیوں کو زیادہ جدوجہد بھی نہیں کرنا پڑے گی اور کام بھی آسان ہوجائے گا۔ یعنی یوجنا کے فوجی سی سارا کی فوجوں کا صفایا کریں گے اور بچے کھچوں کو ہم دیکھ لیں گے۔ یہ خیال زیادہ مناسب تھا۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر اپنا پروگرام بدل دیا۔ اور خاموشی سے واپس قیدیوں میں آگیا۔!

قیدیوں کے پاس اس وقت کوئی محافظ نہیں تھا۔ سب کے سب جنگ کے لئے جمع ہوگئے تھے۔ پوگاس جلدی سے میرے قریب پہنچ گیا۔

"کیا حکم ہے آشورے۔؟" اس نے کہا۔

"آرام کرو پوگاس۔ یوجنا کے جنگی جہازوں نے اس جہاز کو گھیر لیا ہے۔ میرا خیال ہے سی سارا کی شکست یقینی ہے۔ سی سارا کو شکست ہوجائے اس کے بعد ہم یوجنا کے فوجیوں کا رویہ دیکھیں گے۔ کیا تمہیں یوجنا کے بارے میں کچھ معلوم ہے پوگاس۔؟" میں نے پوگاس سے پوچھا۔

"یوجنا ایک جابر حکمراں ہے۔ وہ خود کو آسمان کا باشندہ بتاتا ہے اور اس کا جادو عظیم ہے۔ ہاں وہ ایک عظیم جادوگر ہے۔ وہ صرف ان کو زندگی دیتا ہے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس کے بتوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ باقی لوگوں کی تلاش میں موت رہتی ہے اور وہ نافرمانوں کو موت کا مستحق قرار دیتا ہے اور پھر اس کے جادو سے وبائیں پھیلتی ہیں اور انسان اجتماعی طور پر لقمۂ اجل ہوجاتے ہیں۔ بڑا ہی جابر انسان ہے وہ۔ آس پاس کے جزیروں پر تباہی لاتا رہتا ہے۔ اس نے اپنے نائب مقرر کر رکھے ہیں، جنہیں وہ اپنی قوتیں بخش دیتا ہے اور وہ قرب و جوار کے علاقے کو اس کا مطیع بنانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔!" پوگاس نے یوجنا کی تفصیل بتائی۔

ہوں۔ تو یہ حضرت بھی کچھ کم نہیں۔ میں نے دل میں سوچا۔

بہرحال بڑی ہوشیاری سے کام لے کر ان قیدیوں کی زندگی بچانی تھی۔ میں ان میں گھل مل گیا۔ میں نے پوگاس سے اس کی کہانی پوچھی۔ دوسروں کی داستانیں پوچھیں۔ سب مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ سب کے سب مظلوم تھے۔ ان پر بڑے ستم توڑے گئے تھے۔ سی سارا درحقیقت ہندی عفریت تھا۔ میں نے ان سے ہمدردی کا اظہار کیا اور انھوں نے میرا شکریہ ادا کیا۔ تب میں نے پوگاس سے کہا۔

پوگاس۔ یہ یقینی امر ہے کہ یوجنا کے فوجی بالآخر سی سارا کو شکست دیں گے۔ سی سارا خود بھی بوکھلایا ہوا نظر آتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُسے جنگ جیتنے کی توقع نہیں ہے۔ بہرحال سی سارا کی شکست کے بعد یوجنا کے آدمی جہاز پر آئیں گے اور ہمیں قیدیوں کے حصے سے برآمد کیا جائے گا۔ میں خود بھی قیدیوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ تم لوگ یہی کہو گے کہ میں بھی قیدی ہوں، اس کے بعد ہم یوجنا کے فوجیوں کا رویہ دیکھیں گے اور تب فیصلہ کریں گے۔ کیا خیال ہے؟"

"درست ہے۔ ہم سب تمہاری اطاعت کریں گے۔"

"میں چاہتا ہوں پوگاس۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک کی بھی زندگی ضائع نہ ہو۔ اس لئے مجھے بہت ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا! کیا تمہیں اسلحہ خانے کا راستہ معلوم ہے۔؟"

"نہیں۔!"

"تو آؤ۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں دکھادوں۔ ہمیں ہوشیاری سے تھوڑے تھوڑے ہتھیار یہاں جمع کرنا ہیں۔ یہ ہتھیار چھپے رہیں گے۔ ممکن ہے ہمیں ان کی بھی ضرورت پیش آجائے۔"

پوگاس میرے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں، میں نے اُسے اپنی تجویز بتادی جسے پوگاس نے بہت پسند کیا تھا۔ باہر کی فضا اب بہت خطرناک ہوگئی تھی، جہاز ابھی تیروں کی زد پر نہیں آئے تھے۔ لیکن آدمی نشانہ لئے تیار کھڑے تھے، خود سی سارا ایک محفوظ جگہ سے نگرانی کر رہا تھا۔ بلاشبہ وہ ایک نڈر انسان تھا۔ اور اب جب دشمن قریب آگیا تھا، اس کے چہرے پر خوف یا سراسیمگی کے ذرا بھی آثار نہیں تھے۔!

پوگاس کو اسلحہ خانہ دکھا کر میں نے واپس کر دیا! اور خود جہازوں کی جنگ شروع ہونے کا انتظار کرنے لگا! اور پھر اچانک دونوں طرف سے جنگی نقارے بجنے لگے۔ بڑی خوفناک آوازیں تھیں اُن کی۔ سمندر کی پُرشور موجوں سے ہم آہنگ، بھیانک عفریت چیخ رہے تھے۔!

اور پھر جنگ شروع ہوگئی۔ تیروں کی بارش ہونے لگی۔ فضا تیروں سے ڈھک گئی۔ بہت سے تیر میرے بدن سے بھی ٹکرائے، لیکن میں تو قدرتی طور سے محفوظ تھا۔ البتہ دونوں طرف سے چیخیں ابھر رہی تھیں۔ غیر محفوظ لوگ نشانہ بن رہے تھے، اور بڑے بے جگر تھے سی سارا کے لڑاکے۔ وہ جان توڑ کر لڑ رہے تھے، حالانکہ ان پر تین طرف سے حملے ہو رہے تھے، لیکن میں نے ایک بھی لڑاکے کے چہرے پر خوف نہیں دیکھا تھا۔ وہ بھیڑیوں کی طرح غرا رہے تھے۔ زخمی ہو رہے تھے، لیکن اپنے زخموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جوابی حملے کر رہے تھے۔ اور میں نے لڑائی کے ابتدائی لمحات میں یوجنا کے فوجیوں کا زبردست نقصان دیکھا۔ انہیں گمان بھی نہ ہوگا کہ مقابل ایسے خونخوار ہیں۔!

جہاز قریب آتے جا رہے تھے، اچانک میں نے سی سارا کے لڑاکوں کی ایک اور حرکت دیکھی۔ وہ آگ روشن کر رہے تھے، شاید انہوں نے اس کے لئے پہلے ہی انتظام کر رکھا تھا۔ کیونکہ آن کی آن میں شعلے بھڑک اُٹھے اور پھر انہوں نے تیروں کے سرے کسی سیال میں ڈبو کر آگ سے جلائے اور دشمن کے جہازوں کے بادبانوں کی طرف پھینکے۔ اس کام میں ایک پورا دستہ مصروف ہوگیا۔ دشمن کی طرف سے ابھی یہ کارروائی نہیں شروع ہوئی تھی، لیکن سی سارا کے تجربے کار سپاہیوں نے جوابی کارروائی کا خیال رکھا تھا، چنانچہ اپنی اس کارروائی کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے بادبان گرانا شروع کر دیئے تھے۔

میں دل ہی دل میں اُن کی مستعدی کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ بلاشبہ وہ سمندری جنگ کے ماہر تھے اور اس وقت تو اپنے دشمن پر بھاری پڑ رہے تھے، تینوں جہازوں کے بادبانوں نے آگ پکڑ لی تھی۔ ہوا تیز تھی اس لئے آگ نے دوسری چیزوں کو بھی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اب جہاز دھڑا دھڑ جل رہے تھے۔ لیکن، ابھی تک یوجنا کے فوجیوں نے خطرناک صورتحال محسوس نہیں کی تھی، وہ اب بھی اسی انداز میں لڑ رہے تھے، ہاں جب آگ نے اُن کے جسموں کو چھونا شروع کر دیا اور ان کا سامان بھی اس کی لپیٹ میں آگیا تو وہ گھبرا گئے۔ اور اس کے بعد ان کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ سمندر میں کود کر بحری قزاقوں کے جہاز کی طرف بڑھیں، چنانچہ بے شمار لوگ ہتھیار لے کر سمندر میں کود پڑے۔ لیکن نیچے ایک اور قیامت ان کی منتظر تھی۔ یہ آدم خور مچھلیاں تھیں۔ جو ہنگامے کی آوازیں سن کر اوپر ابھر آئی تھیں۔ اور پھر وہ نیچے گرنے والوں کو لقمۂ تر سمجھ کر اُن پر ٹوٹ پڑیں۔!

اور بڑا ہی خوفناک منظر تھا پروفیسر۔ سمندر میں گرنے والے پاگلوں کی طرح گلے پھاڑ کر چیخ رہے تھے۔ وہ ایک اور دشمن سے نبرد آزما ہوگئے تھے، انہیں پانی پر اپنا وزن بھی برقرار رکھنا تھا، اور اپنے دشمن کے وار سے بچ کر اُن پر وار بھی کرنا تھا۔ چنانچہ یوں سمجھا جائے کہ سی سارا کو ایک اور مددگار فوج مل گئی تھی، جو بے پناہ طاقتور تھی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک بہت بڑی مچھلی نے یوجنا کے ایک فوجی کی ٹانگ پکڑ لی، اور اسے چبا گئی۔ یوجنا کے فوجی نے پلٹ کر کھانڈے سے اُس پر وار کیا اور مچھلی کی پشت میں گہرا زخم پڑ گیا۔ لیکن اُس نے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ اور یوجنا کے فوجی کی ٹانگ دانتوں میں دبا کر نیچے بیٹھ گئی۔ اُس نے بہرحال اپنے شکار کو نہیں چھوڑا تھا۔

اور ان حالات میں پروفیسر مجھے اندیشہ ہوگیا کہ یوجنا کی کثیر قوت کو شکست ہو جائے گی، اب اس کے لئے بڑی مشکل آ پڑی ہے، لیکن پھر میں نے پانسہ پلٹتے ہوئے بھی دیکھا۔ اور پانسہ یوں پلٹا کہ بائیں سمت کے جہاز پر کوئی تجربے کار جنرل موجود تھا۔ اُس نے فوری طور پر اس طرف کی جنگ بند کرادی اور پوری کوشش کر کے اپنا جلتا ہوا جہاز سی سارا کے جہاز کے بالکل نزدیک لانے کی کوشش کرنے لگا۔ بلاشبہ اب صرف اسی بات کی ضرورت تھی کہ دست بدست جنگ کی جائے۔ اور یہی طریقہ کارآمد ہو سکتا تھا۔ جہاز پر آگ تھی سمندر میں مچھلیاں تھیں اور سی سارا کے جہاز پر اس کے خون آشام سپاہی۔ لیکن

آخری چال یہی مناسب تھی۔ سی سارا کے فوجی کمزور پڑ رہے تھے۔ لیکن ابھی اُن پر کوئی خاص افتاد نہیں پڑی تھی۔ اس لئے وہ دشمن کے مقابلے میں زیادہ چاق چوبند تھے۔! جنگ کے بہت سے رُخ اختیار کئے تھے۔ میں نے بہت سی جنگیں دیکھی تھیں پروفیسر! لیکن یہ جنگ سب سے زیادہ دلچسپ تھی، اس میں جنگی چالیں چلی جا رہی تھیں، صرف وحشت اور دیوانگی ہی نہیں تھی۔ چنانچہ تجربے کار جنرل نے اندھا اقدام نہ کیا۔ سب سے پہلے تو اُس نے سی سارا کے جہاز میں ایک زوردار ٹکر ماری اور اس ٹکر کی وجہ سے سی سارا کے آدمی توازن برقرار نہ رکھ سکے، اور چند لمحات کے لئے خود کو سنبھالنے میں مصروف ہو گئے لیکن دوسرے جہاز پر اس سے فائدہ اُٹھایا گیا اور لڑاکوں نے وحشیانہ انداز میں سی سارا کے جہاز پر چھلانگیں لگا دیں، اُن کے ہاتھوں میں کھانڈے اور تیز دھار تلواریں تھیں۔

دوسرے جہاز والوں نے جو یہ کوشش دیکھی تو وہ بھی سنبھلے۔ سمندر میں چھلانگ لگانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ چنانچہ انھوں نے چپوؤں اور جلتے ہوئے بادبانوں کی مدد سے جہازوں کے رُخ بدلے اور جنگ ایک جگہ مرکوز کرنے کیلئے اس جہاز کے عقب میں آنے کی کوشش کرنے لگے جو سی سارا کے جہاز سے آ لگا تھا انھوں نے شدید محنت کر کے یہ مرحلہ طے کیا تھا اور اب سی سارا کے جہاز تک پہنچنے کے لئے پُل بن گیا تھا۔! دوسری طرف تجربے کار جنرل کے احکامات کے تحت اس کے سپاہی سی سارا کے سپاہیوں سے دست بدست جنگ کر رہے تھے اور اب سی سارا کے جہاز پر زبردست خونریزی ہو رہی تھی۔!

سی سارا کا ایک ایک آدمی عفریت بن گیا تھا۔ ان کی تلواروں سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ اُن کے لباس سُرخ ہو گئے تھے اور اُن کے جسموں سے خون اس طرح بہہ رہا تھا جیسے انھوں نے خون کے سمندر میں غوطے لگائے ہوں۔ بلاشبہ اُن میں سے ایک ایک نے یوحنا کے دس دس فوجی قتل کئے تھے اور اس کے باوجود وہ مزید لوگوں کو قتل کرنے کے خواہشمند تھے۔ لیکن پُل بن جانے سے جہاز والے پیچھے کچھے فوجی سی سارا کے جہاز کی طرف دوڑ پڑے تھے، اب تو یہی جہاز اُن کی پناہ گاہ بھی تھا۔ ان کے اپنے جہاز آگ کے گولے بن گئے تھے اور اس طرح جل رہے تھے کہ ان کی آگ بجھانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔! زندگی سے مایوس، زندگی حاصل کرنے کے خواہاں لوگوں کی اس یلغار نے سی سارا کے فوجیوں کے حوصلے پست کرنا شروع کر دیئے تھے، اور میں نے محسوس کر لیا کہ اب پانسہ پلٹنے ہی والا ہے۔

آخر سی سارا کے سپاہی کتنوں کو قتل کرتے، اگر وہ دس آدمیوں کو مارتے تو گیارہواں آدمی بہرحال انھیں قتل کر دیتا تھا۔ اِس طرح ان کی تعداد کم سے کم ہوتی جا رہی تھی ــــ اور پھر میں نے سی سارا کو بھی تلوار لے کر جنگ میں کودتے دیکھا۔! میں سمجھ گیا تھا کہ آخری وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ میں تیزی سے پوگاس کی طرف لپکا۔!

ذہین اور چالاک پوگاس اپنا کام انجام دے چکا تھا اور نوجوں جوانوں کی تازہ دم فوج اسلحے سے لیس کھڑی تھی۔ یہ میری فوج تھی، جو ہر حالت میں فتح مند تھی۔!

"کیا وقت آ گیا۔؟" پوگاس نے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔ کیا تمہارے پاس دو چوڑے کھانڈے ہیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"یہ فاضل اسلحہ ہے۔ جو ہمارے بعد ہماری عورتیں استعمال کریں گی۔"

"عورتیں۔ نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ تم تیار رہو۔" میں نے اسلحے کے ڈھیر میں دو وزنی کھانڈے تلاش کرتے ہوئے کہا۔ اور مجھے میری مرضی کی چیز مل گئی۔! میں نے انھیں اُٹھا لیا۔ اور پوگاس کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ ہم دونوں پوشیدہ طور پر باہر نکل آئے۔ باہر کے مناظر بدل گئے تھے۔ یوحنا کے فوجی آخری معرکہ سر کر رہے تھے۔ انھوں نے سی سارا کے آدمی گھیرے میں لے رکھے تھے۔ خود سی سارا بھی اُن میں شامل تھا، اور بڑی بے جگری سے جنگ کر رہا تھا۔ یہ خوبی کی بات تھی۔ چاروں طرف سے یوحنا کے فوجیوں کی یلغار تھی۔ ایسی شکل میں جنگ کرنا حماقت کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ لیکن اُس نے ہتھیار ڈالنا پسند نہیں کیا تھا۔ بہرحال یہ بے جگری کی بات تھی۔ لیکن یوحنا کے فوجیوں کی کامیابی نزدیک سے نزدیک تر آتی جا رہی تھی۔ چنانچہ اب وہ صرف جنگ ہی نہیں کر رہے تھے، بلکہ دوسری احتیاطی تدابیر بھی ہو رہی تھیں۔ بہت سے فوجی جہاز کو جلتے ہوئے جہازوں سے دور لے جانے کی کوشش کر رہے تھے کیونکہ خود اُن کے تینوں جہاز تو تباہ ہو چکے تھے، اور اب ان کی جگہ صرف شعلے ہی دکھائی دے رہے تھے۔ اس لئے یہ جہاز اُن کی اُمیدوں کا مرکز تھا۔ اسی سے وہ زندگی بچا سکتے تھے اس لئے اس کی حفاظت میں مصروف تھے کہ کہیں یہ بھی آگ کی لپیٹ میں نہ آ جائے۔!

اور اس میں وہ کامیاب ہو گئے۔ اب سی سارا کے صرف آٹھ دس سپاہی باقی رہ گئے تھے۔ خود سی سارا ایک بازو سے محروم ہو گیا تھا۔ لیکن گرتے گرتے بھی اس نے مزید دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ سی سارا کے گرتے ہی یوحنا کے فوجیوں نے یلغار کی اور آخری آدمی کو بھی قتل کر دیا۔ اور جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔! فوجیوں نے منتشر ہونے کی کوشش کی۔ لیکن اُن کے جنرل نے انھیں روک دیا۔ آگ کی خوفناک سرسراہٹ بلند ہو رہی تھی۔ سمندر میں گرنے والے بھی اب جدوجہد ترک کر چکے تھے، صرف آدم خور مچھلیوں کا راج تھا جن سے سمندر پٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔ خون آلود کپڑے، پانی پر تیرتے نظر آ رہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی کربناک چیخ اُبھرتی اور پھر کوئی مچھلی نظر آتی، جو کچھ نہ کچھ منہ میں دبائے بھاگ رہی ہوتی۔ ایک انسانی سر پانی پر دوڑتا ہوا نظر آیا۔ لیکن بقیہ جسم موجود نہ تھا اس کے ساتھ ہی ایک مچھلی کی دُم نظر آئی تھی۔ چاروں طرف بھیانک مناظر پھیلے ہوئے تھے۔ جنرل کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس جہاز پر اور بھی لوگ موجود ہوں گے ــــ اور ہونے بھی نہیں چاہیئے تھے، کیونکہ جنگی نقطہ نگاہ

سے ایک ایک فوجی کو جنگ میں شریک ہونا چاہیئے تھا۔ اور جب سردار ہی مارا گیا تھا
تو پھر فوجی کیا کریں گے۔ اس طرح وہ ایک بھیانک خطرے سے قطعی لاعلم تھے۔!
جنرل کے حکم سے زندہ بچے ہوئے فوجی ایک جگہ جمع ہونے لگے اور میں
نے دل ہی دل میں جنرل کا شکریہ ادا کیا۔ اس طرح مجھے اُن کی تعداد معلوم ہونے میں
آسانی ہوئی ۔۔ ان کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد نہ تھی۔ یہ بھی سب کے سب خستہ حال تھے
تقریباً سب ہی کے کہیں نہ کہیں زخم تھے ۔ کچھ آگ سے جھلسے ہوئے تھے۔ کچھ
تیروں کا شکار ہوئے تھے اور پھر وہ بُری طرح تھکے ہوئے بھی تھے۔
جلتے ہوئے جہاز اب کافی دُور ہو گئے تھے۔
"کیا حکم ہے آشورے ۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا۔؟" پوگاس نے
سرگوشی کی۔
"تم نیچے جاؤ۔ اور میری آواز پر تیار رہو۔!" میں نے کہا' اور
پوگاس نے میرے حکم کی فوری تعمیل کی۔ تب میں نے دونوں کھانڈے ہاتھوں
میں پکڑے اور ستون کے عقب سے نکل آیا جہاں میں پوشیدہ تھا۔!
"یوجنا کے فوجیو۔ تم نے سی سار پر فتح پالی۔ لیکن تمہاری بدقسمتی
نے ابھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ابھی اس جہاز پر میں موجود ہوں ۔ میں تمہیں حکم
دیتا ہوں کہ ہتھیار پھینک کر میرے سامنے جھک جاؤ ۔ اپنی شکست کا اعلان کردو
تمہاری جاں بخشی کردی جائے گی۔"
میری آواز ان کے لئے ایک دھماکے سے کم نہ تھی۔ سب کے سب بُری
طرح اچھل پڑے تھے۔ انھوں نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور پھر ایک
دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ "تم کون ہو۔؟" جنرل کی غراہٹ اُبھری۔
"حکمراں ۔ سردار ۔ لاتوئی ۔ آشورے، جو دل چاہے سمجھ لو۔ اور
فیصلہ کرو کہ زندگی چاہتے ہو یا موت ۔؟"
"کیا تم تنہا ہو۔؟"
"تنہا ہی تم سب پر بھاری ہوں ۔ آزمانا چاہتے ہو۔؟"
"آؤ۔ قریب آجاؤ۔" جنرل نے تلوار ہلاتے ہوئے کہا۔ اس نے اپنی
دانست میں چالاکی سے کام لیا تھا۔ لیکن اُسے ایسے بے وقوف کی اُمید نہ تھی جو
طاقت کے نشے میں اس قدر چور ہو کہ ڈیڑھ سو خونخوار سپاہیوں کے نرغے میں گھس
آئے۔ اور انھوں نے میری حماقت پر دل ہی دل میں خوشی محسوس کی ہوگی۔!
میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔ جنرل غور سے میرے سنہری جسم کو دیکھ رہا تھا
"تم کہاں کے باشندے ہو۔؟"
"جہاں کا دل چاہے سمجھ لو۔ یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔" میں نے مسکراتے
ہوئے کہا۔
"کیا تم تنہا ہم لوگوں کو شکست دے سکو گے۔؟"
"تمہاری تعداد بہت معمولی ہے۔ میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔!"
"کیا تم سی سار کے سپاہیوں میں سے ہو۔؟"
"نہیں۔ لیکن عرصے تک اُن کے ساتھ رہا ہوں۔"
"تم نے اس کی طرف سے جنگ نہیں کی، اور وہ مارا گیا۔!"
"میں آخری جنگ کرتا ہوں، جس میں فتح میری ہوتی ہے۔!" میں نے جواب دیا
"تنہا جہاز پر تم کیا کرو گے۔؟"
"یہ بات تمہارے سمجھنے کی نہیں ہے۔"
"ہم تم سے جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ یہ کھانڈے پھینک دو۔ اور
ہماری اطاعت قبول کرلو۔ ہم تمہیں یوجنا کے دربار میں پیش کریں گے ۔ وہ
انوکھے لوگوں کی قدر کرتا ہے۔"
"لیکن اس شکل میں اُسے نقصان ہوگا۔"
"کیوں۔؟"
"اسے اپنا تخت چھوڑنا پڑے گا۔ کیونکہ میرے سامنے کوئی دوسرا
حکمراں نہیں ہوتا۔" میں نے جواب دیا اور یوجنا کے سپاہی غصے میں بھر گئے۔
"اسے قتل کردو ۔ اس نے مقدس یوجنا کی توہین کی ہے۔ یہ پاگل
ہے۔ یہ دیوانہ ہے۔!"
"ٹھیک ہے۔ اسے قتل کردو۔" جنرل نے لاپرواہی سے کہا۔ اور پھر
بے شمار سپاہی میرے اوپر ٹوٹ پڑے۔ اُن کی تلواریں کھٹا کھٹ میرے جسم پر پڑیں
اور اچٹ گئیں۔ میں نے پیچھے ہٹ کر دونوں کھانڈے سنبھالے اور ناقابلِ یقین
قتلِ عام کرنے لگا۔ میرا ہر وار گردنوں کی ایک لائن صاف کر دیتا۔ جنرل اس حملے کو
الیئے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن اُس کے سامنے کوئی دوسرا چارہ بھی نہیں تھا۔
وہ بدحواسی سے قتل ہوتے ہوئے سپاہیوں کو دیکھ رہا تھا۔ اور پھر چیخوں کی
آوازیں شاید پوگاس کے کانوں تک پہنچ گئیں۔ وہ بے چارہ میرے حکم کا انتظار
کررہا تھا لیکن اُسے کیا معلوم تھا کہ میں اطمینان سے ان لوگوں کو قتل کردوں گا۔!
سپاہی پوری شدت سے حملے کررہے تھے۔ اور حیران تھے۔ ان
کے سامنے قتل ہونے والا نہیں، صرف مارنے والا تھا۔! اور پھر اچانک خونخوار
قیدی بھرا مار کر نکل آئے۔ اور سپاہی گھگھیانے لگے! اس تازہ دم فوج نے ان کے حوصلے
پست کردیئے تھے۔!
اور کچھ بھی مزہ نہ آیا قیدیوں کو جنگ کرنے میں۔ کیونکہ اُن کے مقابل جو
اب تلوار ہلانے کے قابل بھی نہیں تھے۔ ان تازہ دم قیدیوں کی وہ بہت پٹائی
کہ اُن میں سے بہت سے ہاتھ ہلائے بغیر ہی مرگئے۔ قیدیوں کے لئے اس سے نرم
چارہ اور کون سا ہوسکتا تھا۔ انھوں نے نہایت آسانی سے ایک ایک سپاہی
کو موت کی نیند سلا دیا۔ اس طرح یوجنا کا آخری سپاہی بھی موت کی آغوش
میں پہنچ گیا۔ اور کسی قیدی کو خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہانا پڑا۔
اور اس کے بعد انھیں آزادی کا احساس ہوا۔!
"آشورے۔!" پوگاس نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ "کیا ہم
آزاد ہیں آشورے۔؟"

"ہاں — تم آزاد ہو پوگاس، تمہارے ساتھی آزاد ہیں — اب تمہیں بازار میں فروخت نہیں کیا جائے گا — اب تمہارے جسم کو ایک بھی کوڑا نہ چھوئے گا!" میں نے جواب دیا۔

"دوستو — ہم آزاد ہیں۔" پوگاس نے نعرہ لگایا اور قیدی ایک لمحے کے لئے سکتے میں رہ گئے۔ اور پھر اُن کی کان پھاڑ دینے والی آوازیں گونجیں۔

"ہم آزاد ہیں — ہم آزاد ہیں۔" اور اس کے ساتھ ہی عورتیں بھی نکل آئیں۔ سب کے سب خوشی سے پاگل ہو گئے تھے — مردوں نے اپنی اپنی پسندیدہ عورتوں کو سینے سے لپٹا لیا تھا اور عورتوں نے بھی اُن کی چاہت کا جواب فراخ دلی سے دیا، کسی کو اس پر اعتراض نہیں تھا — اور میں مسکراتی نگاہوں سے ان آزاد لوگوں کو دیکھ رہا تھا — ! پھر پوگاس کو ہی میرا خیال آیا، اور وہ اپنی محبوبہ کو ساتھ لئے ہوئے میری طرف لپکا — ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر اُس نے اپنے ساتھیوں کو پکارا۔

"سنو — میری بات سنو — دوستو میری طرف متوجہ ہو۔" اور سب کی گردنیں اس کی طرف گھوم گئیں — "اسے کیوں بھول رہے ہو جو ہمارا نجات دہندہ ہے۔ اُسے کیوں نظر انداز کر رہے ہو جس نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائی ہے — آؤ۔ اُس کے قدموں میں جھک جاؤ — آؤ اس کی اطاعت کا اعلان کرو۔"

اور سب میری طرف دوڑے — میرا جسم خون آلود تھا۔ لیکن اُن میں سے ہر ایک نے میرے خون آلود جسم کو بوسہ دیا۔ اور مجھ سے محبت کا اظہار کرنے لگے، میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے — "دوستو — میں بھی تمہاری خوشی میں برابر کا شریک ہوں — میں پوگاس کو بتا چکا ہوں کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں — تم لوگوں کی بے بسی مجھے اس جہاز پر لائی تھی — اور حالات بدلتے رہے — اگر یہ حالات نہ پیدا ہوتے تب بھی میں تمہیں آزاد کرانے کی جدوجہد کرتا — مجھے مسرت ہے کہ تم آزاد ہو — یہ جہاز اب ہمارا ہے — آؤ — اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو جائیں — اس کے بعد غور کریں گے کہ ہمارا دوسرا اقدام کیا ہو گا۔"

"ہمیں حکم دے آشورے — ہم سب تیری اطاعت کریں گے۔"

"جہاز پر خون اور انسانی لاشوں کے انبار ہیں — ان لاشوں کے جسم سے قیمتی سامان، لباس وغیرہ جو قابلِ استعمال ہو اُتار کر رکھ لیا جائے اور انھیں سمندر میں ڈال دیا جائے تاکہ مچھلیوں کی ضرورت بھی پوری ہو — ورنہ سڑنے والے لاشے بیماری پھیلائیں گے — !"

"ہم ابھی کام شروع کرتے ہیں — !"

"عورتیں سمندر سے پانی نکال کر جہاز سے خون صاف کریں گی — دس پندرہ عورتیں وہاں چلی جائیں جہاں خوراک کے ذخائر ہیں، اور کھانا تیار کریں۔ ہم سب بھوکے ہیں — !" اور پروفیسر، وہ سب میرے احکامات کی تعمیل میں مصروف ہو گئے — میں نے خود بھی اُن کے ساتھ کام میں شریک ہونا چاہا — لیکن دس بارہ لوگوں نے مجھ سے التجا کی۔

"ہمارے نجات دہندہ — تو صرف ہم پر حکومت کر — ہمیں احکامات دے — ہمارے ساتھ شریک ہو کر ہمیں شرمندہ مت کر — ہماری گردنیں تیرے عظیم احسان سے جھکی ہوئی ہیں — !"

"عزیز دوستو — میں صرف تمہاری بہتری کا خواہشمند ہوں — میں تم پر حکومت نہیں کرنا چاہتا — تو سنو — میرے مشوروں پر عمل کرنا، اپنے دُکھ درد خود نہ طے کرنا بلکہ اُس میں میری رائے لے لینا — میں تمہیں تکلیف نہ ہونے دوں گا!" میں نے کہا — اور انھوں نے گردنیں جھکا دیں — یوں مجھے اطاعت گزار دوست مل گئے اور وہ میرے احکامات کی تعمیل کرنے لگے۔

جہاز پر خوراک کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ جنگلی پرندے پنجروں میں بند تھے جن سے تازہ گوشت حاصل کیا جاتا تھا — اُن کے انڈے بھی کام آتے تھے اور ان کی تعداد بہت زیادہ تھی — اس کے علاوہ سبزیاں اور دوسری اجناس، طویل سفر کے لئے موجود تھیں — گویا خوراک کی کوئی کمی نہ تھی، کیونکہ وہ سب سارا۔ کے بے شمار سپاہیوں کے لئے تھی — اس کے علاوہ ہتھیار — جو دوسری اہم ضرورت تھے کافی مقدار میں تھے گویا طویل سمندری سفر کے لئے کوئی تکلیف نہیں تھی — چنانچہ اس طرف سے اطمینان تھا — باورچی خانے کی عورتوں نے خوراک تیار کر لی — اور پھر انھوں نے بڑے اہتمام سے ایک صاف جگہ پکائے ہوئے کھانے کا ذخیرہ کر دیا — اُن کے چہروں سے مسرت ہویدا تھی — نہ جانے کتنے عرصے کے بعد انھیں انسانوں کی مانند کھانا نصیب ہوا تھا — !

کام کرنے والے رُک گئے، انھوں نے پانی سے خون آلود ہاتھ صاف کیئے اور ایک جگہ آ بیٹھے — میں بھی کھانے میں اُن کے ساتھ شریک تھا — اُن میں سے بہت سوں کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے — اور میں اُن کی دلی کیفیات محسوس کر رہا تھا۔

"دیوتا تجھے خوش رکھیں آشورے — تو نے دوبارہ ہمیں انسانوں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔" ایک آدمی نے گلوگیر آواز میں کہا۔ اور بہت سے لوگ باقاعدہ رونے لگے، ان میں عورتوں کی تعداد زیادہ تھی۔

"خاموش ہو جاؤ — رونے کا وقت گزر گیا ہے — ہنسو — اور نئی زندگی کی تعمیر کرو۔"

کھانے کے بعد سب دوبارہ اپنے کاموں میں لگ گئے، اور سورج نے واپسی کا آدھا سفر طے کر لیا، تب کہیں جا کر تمام لاشیں سمندر میں پھینکی جا سکی تھیں اور جہاز کا خون آلود فرش صاف ہو سکا۔ اب سب اپنے کام سے فارغ ہو گئے تھے — !

"ہمیں سفر کی ایک سمت متعین کرنی ہے پوگاس — دورانِ سفر ہی ہم فیصلہ کریں گے کہ ہماری آئندہ زندگی کیا ہو گی — ؟"

"مناسب خیال ہے آشورے۔" پوگاس نے مجھ سے اتفاق کیا۔

"چند افراد کا عملہ منتخب کرو، جنہیں جہاز رانی کا تجربہ ہو — کیا ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں — ؟"

"میں معلوم کئے لیتا ہوں۔" پوگاس نے کہا اور پھر اس نے مردوں

سے اس بارے میں پوچھا۔ تین آدمیوں نے خود کو پیش کیا جو جہاز رانی سے واقف تھے
"کافی ہے۔ تم لوگ اپنے ساتھی منتخب کر لو۔ جو تمہاری ہدایات
پر عمل کریں۔ تین ٹیمیں بناؤ۔ جو مخصوص وقفے سے اپنا کام انجام دیں۔ ہر ٹیم دس
افراد پر مشتمل ہو۔۔!" میں نے کہا۔ ہر ایک اپنے آپ کو پیش کر رہا تھا' اس لئے یہ
کام بھی پوگاس کو کرنا پڑا۔ اس نے تیس مضبوط آدمی منتخب کر لیئے اور پہلی ٹیم نے
اپنا کام شروع کر دیا۔۔!

بادبان کھول دیئے گئے۔ مستول درست کیئے گئے۔۔۔ دو آدمی اوپر
پہنچ گئے۔ اور باقی بادبان کنٹرول کرنے لگے۔۔! یوجنا کے جلتے ہوئے جہاز اب
سمندر برد ہو رہے تھے۔ خون آلود سمندر دُور دُور تک سرخ تھا۔! بادبانوں میں
ہوا بھر گئی۔ اور پھر متفقہ فیصلے کے تحت جہاز کا رخ ایک طرف کر دیا گیا۔! باقی
لوگوں نے اپنے اپنے آرام کے لئے جگہیں منتخب کر لیں' جس کی انہیں پوری پوری
آزادی تھی۔ اب ان پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ پورا جہاز اُن کا تھا۔ لڑکیاں بھی ایک
جگہ جمع ہو گئی تھیں۔ بہت سے لوگ گنگنا رہے تھے۔ حالانکہ ایک خون آشام دن
گزرا تھا۔ لیکن ان لوگوں کے لئے یہ دن مسرت کا دن تھا۔ مجھے بھی دلی خوشی محسوس
ہو رہی تھی۔ گو ابھی کوئی مناسب مقام نہیں مل سکا تھا' نہ ہی راستے کا تعین ہو سکا
تھا' لیکن آزادی کے ساتھ اگر موت بھی آئے تو بڑی نعمت ہوتی ہے۔!

"کیا خیال ہے پروفیسر۔؟" وہ یادوں کی دنیا سے واپس آ گیا۔ لیکن
پروفیسر خاور' فرزانہ اور فروزاں گم صم بیٹھے رہے۔۔۔ وہ آزاد ہونے والوں کی خوشی
میں شریک تھے اور سوچ رہے تھے کہ اب کیا ہو گا۔ ان لوگوں کے وطنوں کا تعین
کس طرح ہو گا؟ کیا جہاز سکون کے ساتھ منزل پر پہنچ جائے گا یا ابھی کچھ اور خطرات
باقی رہ گئے ہیں۔؟

اُس نے مسکراتے ہوئے سامنے بیٹھے گم صم لوگوں کو دیکھا۔۔۔ اور پھر اُس
نے انہیں اس دنیا سے واپس لانا مناسب سمجھا اور بولا "یوں جہاز پر آزادی کی پہلی
رات آ گئی' جہاز چلانے والوں کی ڈیوٹی بدل گئی۔ تجربہ کار لوگوں نے اپنی اپنی ٹیم کو
پوری طرح جہاز چلانے کے طریقے سمجھا دیئے تھے اور اس زمانے میں جہاز صرف ہوا کے
رحم و کرم پر ہوتے تھے۔ مشینیں تو تھیں نہیں کہ اُن میں پیچیدہ کل پُرزے ہوں۔ سو رات
کی تاریکی میں جہاز سمندر کے چوڑے سینے پر چلتا رہا۔ سونے والے سو گئے۔ جاگنے والے
جاگتے رہے۔ وہ مستعدی سے اپنی ڈیوٹیاں سنبھالے ہوئے تھے۔"

میں بھی ایک مناسب جگہ آرام کرنے لیٹ گیا جو خصوصی طور پر میرے
لئے بنائی گئی تھی۔ رات بیتی۔ اور دن کی روشنی نے منہ چمکایا۔ جاگنے والوں کو
یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ آزادی کی صبح ہے۔۔۔ اب اُن پر پابندیاں نہیں ہیں۔ کوڑے
برسانے والے' خونخوار نگاہوں سے گھورنے والے فنا ہو چکے ہیں۔!

ہر شخص نے اپنا کاروبار سنبھال لیا۔ مجھے کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت
نہیں تھی۔ تب ایک خوبصورت سی لڑکی نے میرے سامنے ناشتہ پیش کیا۔ اُس کے
ہونٹوں پر بڑی دلنواز مسکراہٹ تھی۔ "دوسرے لوگوں نے ناشتہ کر لیا۔؟" میں نے
اُس سے پوچھا۔

"سب کو اُن کی جگہوں پر تقسیم ہو رہا ہے۔"

"خوب۔ اتم نے ناشتہ کیا۔؟"

"نہیں۔۔!" اُس نے شرماتے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"کیوں۔؟"

"میرا ناشتہ اس میں شامل ہے۔" اُس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تب پھر آؤ۔ لیکن کیا پوگاس نے تمہیں یہ ہدایت کی تھی۔؟"

"نہیں۔! لیکن کیا تو میری اس جسارت پر ناراض ہے آشوسے۔؟"

لڑکی کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

"بالکل نہیں۔ بلکہ میں تیری اس محبت سے خوش ہوں۔" میں نے اس کا
نرم و نازک ہاتھ پکڑ کر اُسے نزدیک بٹھاتے ہوئے کہا' اور اُس کا چہرہ پھول کی مانند
کھِل گیا۔ "تیرا نام کیا ہے۔؟"

"شیرایہ۔!" اُس نے جواب دیا۔

"بڑا میٹھا نام ہے۔ تیرا وطن کونسا ہے شیرایہ۔؟"

"ریانہ کی خوبصورت گلیوں میں آنکھ کھولی تھی۔ مردوق میں بُرا وقت
گزرا' اور پھر میرا باپ جہاز پر مجھے ارطبہ لے جا رہا تھا کہ ہمارے جہاز پر بحری قزاقوں
نے حملہ کر دیا۔ میرا باپ بوڑھا تھا اس لئے سی سارا نے اُسے سمندر برد کر دیا' اور
مجھے قیدی بنا لیا۔" اُس نے اُداس لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے شیرایہ۔ گزرے ہوئے وقت کی یاد کو ذہن سے نکال دینا
چاہیئے۔ نیا ماحول اپنا لو۔ زندگی گزارنے کے لئے یہ ضروری ہے۔"

"میں نے وقت سے سمجھوتہ کر لیا ہے آشوسے۔ اور پھر اب ہمیں کوئی
فکر نہیں ہے۔ تو ہمارے ساتھ ہے۔" اُس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔ اور پروفیسر
لڑکی کی نگاہوں میں میرے لئے صرف عقیدت نہیں تھی۔۔۔ اُس کی گہری خوبصورت آنکھیں
کچھ اور کہہ رہی تھیں۔ تب میں نے دوسری نگاہوں سے اُس کا جائزہ لیا۔ حالات
نے اس وقت انہیں میری رعایا بنا دیا تھا۔ مجھے چاہیئے تھا کہ ان میں سے کسی کو اپنے
تصرف میں لاؤں۔۔۔ وہ بے چارے میرا کیا ساتھ دے سکیں گے۔ لیکن جہاز پر اب
رومانی موسم شروع ہو گیا تھا۔ خوف کی فضا چھٹ گئی تھی۔ رنگینیاں اور ضرورتیں
اُبھر آئی تھیں۔ خود سی سارا کی عورتیں بھی یوجنا کے سپاہیوں کا شکار ہو گئی تھیں'
ایک بھی نہ بچی تھی جو میرا ساتھ دے سکتی۔ صرف یہ قیدی عورتیں تھیں۔۔۔ اور پھر ان کی
تعداد بہت زیادہ تھی۔ مردان کے مقابلے میں کم تھے۔ اگر ایک ایک عورت بھی ایک
ایک کے تصرف میں آ جائے تب بھی بہت سی بچ جاتیں۔۔۔ اور ان کا کوئی نہ کوئی
مصرف بہرحال ہونا۔۔!

ممکن ہے اس لڑکی کا طلب گار بھی کوئی نہ ہو۔ لیکن اگر کسی کی حق تلفی
ہوئی تو۔۔۔؟ مجھے یقین تھا کہ میری عقیدت میں لوگ کچھ نہ کہیں گے۔ لیکن پھر بھی'
۔۔۔ وہ میرے ساتھ ناشتہ کرتی رہی اور مسلسل خاموشی چھائی رہی۔

"مجھے اپنے بارے میں نہ بتائے گا آشورے۔؟" اُس نے آہستہ سے کہا۔
"دوسرے لوگوں سے تجھے میرے بارے میں نہیں معلوم ہوا۔؟"
"مگر میں تیری حقیقت جاننا چاہتی ہوں۔ دیوتا زمین پر نہیں آتے۔ وہ آسمانوں سے حکمرانی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر تو خود کو دیوتا کہے تو میں یقین کر لوں گی۔"
"میں نے کسی کے سامنے خود کو دیوتا نہیں کہا۔"
"لیکن وہ سب تجھے نجات کا دیوتا سمجھتے ہیں۔ تیری صورت ہمیں جس دن سے نظر آئی' ہمارے دن پھر گئے۔ ہماری تکلیفوں کا ایک ایک کر کے مکمل خاتمہ ہو گیا۔ کیا تو کسی مجبور کی دعا ہے۔؟"
"تیری باتیں مجھے پسند آئی ہیں شیرایہ۔ میں تجھ جیسا انسان ہوں۔ ہاں میرے اندر کچھ خصوصی قوتیں ہیں جو مجھے دوسروں سے جدا کرتی ہیں' اور انھیں قوتوں سے کام لے کر میں نے تمہاری مدد کی ہے۔!"
"اگر تو انسان ہے تو میں تیری آرزو کیوں نہ کروں۔ تیرا مردوں میں سب سے بڑا مرد' اور حسینوں میں سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیرا بدن سونے کی طرح چمکدار ہے اور تیرا چہرہ چاند کی طرح دمکتا ہے' اگر تو انسان ہے تو میں تجھے ایک عورت کی حیثیت سے پسند کرتی ہوں اور تیری گرم آغوش کی طلب گار رہوں۔ اور اگر دیوتا ہے تو زندگی بھر تیری پرستش کرتی رہوں گی۔ اگر میں تیری پسندیدہ عورت نہیں بن سکتی' تو صرف مجھے اپنے قریب آنے دے' اپنی خدمت کرنے کی اجازت دے۔ میں اس سے آگے کچھ نہ مانگوں گی۔!"
"تو بہت چالاک اور بے حد خوش گفتار ہے شیرایہ۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی اور تجھے پسند کرتا ہو تو اس کی حق تلفی پر مجھے دکھ ہو گا۔"
"آزادی ملنے سے پہلے۔ ہمارے ذہنوں میں حسن و عشق کا تصور ضرور تھا' لیکن وقت کی چکی نے ہمیں اس طرح پیسا تھا کہ ہم یہ سب کچھ بھول گئے تھے۔ چنانچہ یقین کر کہ کسی زبان کی آنکھوں نے مجھے کوئی پیغام نہیں دیا۔ میں کنواری ہوں اور میرا جسم کسی کی نگاہ سے آلودہ نہیں ہے۔!"
"آؤ شیرایہ۔ دوسروں کی خبر لیں۔!" میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھتے ہوئے کہا' اور میرے ہاتھ کے لمس سے خوش ہو کر وہ میرے ساتھ آگے بڑھ آئی۔!
پوگاس انتظامی امور میں مصروف تھا۔ جہاز چلانے والی ٹیم مستعد تھی اور جہاز سبک روی سے سمندر کے سینے پر بہہ رہا تھا۔ شیرایہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے آگے بڑھتی رہی اور میں نگاہوں کا جائزہ لیتا رہا۔ کسی کی نظروں میں کوئی اعتراض نہیں تھا۔ سب نے شیرایہ کے اس مقام کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ تب میں نے ایک گہری سانس لی۔ گویا مردوں میں اس کا کوئی عاشق نہیں ہے۔ رہ گئی بات عورتوں کی۔ تو ممکن ہے شیرایہ کی مانند ان میں سے کچھ اور میری طلب گار ہوں۔ لیکن۔ جو آگے بڑھ کے جام اُٹھا لے۔! چنانچہ ذہنی طور پر میں نے شیرایہ کو قبول کر لیا۔ ابھی اس کا اظہار مناسب نہیں تھا۔! لیکن شیرایہ کی گردن فخر و انبساط سے تن گئی تھی۔!

ہم نے پورے جہاز کا چکر لگایا۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور اپنے طور پر خوش و خرم تھے۔ گو اُن میں سے ہر۔۔۔ ایک الگ داستان رکھتا تھا اور اس داستان میں غم و اندوہ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ لیکن ہر بڑی تکلیف چھوٹی تکلیف کے احساس کو ختم کر دیتی ہے اور جب اس بڑی تکلیف سے نجات ملتی ہے تو انسان خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کرتا ہے۔ یہی کیفیت اُن لوگوں کی تھی۔ انھوں نے قید و بند کی شدید صعوبتیں جھیلی تھیں۔ سخت مشکلات میں گرفتار رہے تھے۔ غیر یقینی ماحول میں رہے تھے۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ ان کا مستقبل کیا ہو گا۔ اِن تمام چیزوں میں پھنس کر وہ اپنا وطن' اپنے لوگوں کو بھول گئے تھے' انھیں صرف اپنا وجود یاد تھا۔ اور اب جب ان کا وجود تاریکیوں سے نکل آیا تھا تو وہ اِس طرح خوش تھے جیسے انھیں اب اور کوئی غم نہ رہا ہو۔!
پورے جہاز کا چکر لگانے کے بعد میں واپس اپنی قیام گاہ پر آ گیا۔ شیرایہ سائے کی طرح میرے ساتھ تھی۔ "آشورے۔" اُس نے آہستہ سے سرگوشی کی' اور میں سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ "میرے بارے میں تو نے کیا سوچا آشورے۔؟"
"تو کیا چاہتی ہے شیرایہ۔؟"
"تیرا قرب۔ تیرا لمس۔!" اس نے بیباکی سے کہا۔
"کیا ابھی اس کا وقت آ گیا۔؟"
"کیا تو میری زندگی کی ضمانت دے سکتا ہے آشورے۔ کیا تو یقین سے کہہ سکتا ہے کہ یہ جہاز کسی دوسرے حادثے کا شکار نہیں ہو گا۔ کیا یہ طوفان کی لپیٹ میں نہیں آ جائے گا۔ کیا یوحنا اپنی پوری قوت سے اس پر نہیں چڑھ دوڑے گا' اور ہم سب کو آگ میں زندہ نہیں جلا دے گا۔ اگر تو ان تمام باتوں کی ضمانت دے تو میں انتظار کر سکتی ہوں۔ اُس وقت تک' جب تک تو چاہے۔" اُس نے کہا۔ اور مجھے اس لڑکی کی دیوانگی پر ہنسی آ گئی۔ انوکھی تھی۔ بڑی غیر معمولی قسم کی تھی۔ میں نے ہنستے ہوئے اُس کے شانے تھامے اور گھسیٹ کر اپنے قریب کر لیا۔
"چاند کا انتظار کر شیرایہ۔ تاریکیاں پھیل جانے دے۔" میں نے کہا۔
اور شیرایہ نے بے چارگی سے گردن ہلا دی۔!
سورج ڈھلان پر تھا' جب پوگاس میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہو۔ میں نے خود ہی اس کی مشکل حل کر دی۔
"کیا بات ہے پوگاس۔ تم کچھ کہنا چاہتے ہو۔؟"
"ہاں نجات دہندہ۔"
"تو پھر کہو۔ اس میں تکلف کیسا۔؟"
"دوسرے لوگ' جن میں میں بھی شریک ہوں' اپنا مستقبل معلوم کرنا چاہتے ہیں۔!" پوگاس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔
"مستقبل۔؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "اپنے اپنے مستقبل کے فیصلے تم خود کرو گے پوگاس۔ میں ان میں تمہارا مددگار رہوں گا اور بس۔ میں تمہیں ساراگی قید' اُس کی غلامی سے نجات دلانا چاہتا تھا۔ سو میری خواہش پوری ہو گئی۔ اب تم مکمل طور

پر آزاد ہو، میں تمہارا مددگار ہوں آقا نہیں۔ تم میں سے ہر ایک اپنے مستقبل کے فیصلے کے لئے آزاد ہے۔ مجھے صرف یہ بتاؤ کہ میں تمہارے لئے کیا کروں۔؟"

پوگاس کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا۔ وہ شدتِ جوش سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور پھر اُس نے میرے قدموں میں جھکتے ہوئے کہا۔ "تو در حقیقت عظیم ہے آشورے، تو در حقیقت دیوتا ہے۔ میں نے ان بے وقوفوں کو یہی سمجھانے کی کوشش کی تھی میں نے انھیں بتایا تھا کہ آشورے نے صرف ہم پر مہربانی کی ہے۔ وہ ہم سے کسی معاوضے کا طلب گار نہیں ہے۔ وہ ہمیں اپنے غلاموں میں شامل کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن وہ بضد تھے کہ آشورے سے اس کا منشا معلوم کیا جائے۔ اُس سے پوچھا جائے کہ ہم اُس کے کس کام آ سکتے ہیں۔ اور آشورے۔ وہ دل و جان سے اس کیلئے تیار تھے۔ وہ تیرے ایسے ہی عقیدتمند ہیں۔ وہ تیرے ہر کام آنے کے لئے تیار ہیں!"

"اُن سے کہدو پوگاس۔ اُن سے کہدو میرے دوست کہ آشورے خود اُن کا غلام ہے، وہ انھیں اپنا ساتھی، اپنا دوست سمجھتا ہے۔ وہ کبھی اُن میں سے کسی پر جبر نہیں کرے گا۔ وہ اُن کے ہر مسئلے پر ان سے تعاون کرے گا۔ وہ کسی پر جبر کرنے کا قائل نہیں ہے۔"

"یہ بات تُو ان سے اپنی زبان سے کہدے آشورے۔ ان کی مسرت کا ٹھکانہ نہ رہے گا!" پوگاس نے درخواست کی۔

"میں تیار ہوں پوگاس۔ تو سب کو ایک جگہ جمع کر دے۔" میں نے کہا۔

اور پوگاس خوشی خوشی اٹھ کر چلا گیا۔ سورج نے تمازت ختم کر دی تھی، جب جہاز کے مرد عورتیں ایک جگہ جمع ہو کر میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں ان سادہ لوح انسانوں کے درمیان ایک بلند جگہ پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے انھیں مخاطب کیا۔

"میرے اپنے دوستو۔ میرے بھائیو۔ میرے ساتھیو۔! پوگاس نے مجھے بتایا ہے کہ تم میرے بارے میں کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ تمہارا خیال ہے، تمہیں سی سارا کے مظالم سے نجات دلانے کے بعد میں تمہیں اپنا غلام بنانا چاہتا ہوں، تو تمہارا یہ خیال غلط ہے میرے ساتھیو۔ میں تو خود تمہارا غلام ہوں۔ تمہارے ہر کام آنے والا میرے لائق جس وقت کوئی کام محسوس کرو، مجھے بتاؤ۔ میں تمہارے کام آؤں گا۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ میں تم سے الگ نہیں ہوں۔ میری ضروریات تم سے مختلف نہیں ہیں، میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ میں تمہارے ساتھ تو رہ سکتا ہوں۔ تم پر حکومت نہیں کر سکتا۔ تم سب اپنے اپنے طور پر آزاد ہو۔ تم اپنی مرضی کے مالک ہو۔ میں وہی کروں گا جو تم چاہو گے۔ تو سنو۔ میری طرف سے دل کے تمام خدشات نکال دو۔ میں تم میں سے کسی پر جبر نہیں کروں گا! ہاں۔ میں تمہارے درمیان پھیلنے والی بدامنی کو روکنے میں حق بجانب ہوں گا کہ یہ ہم سب کی حفاظت کے لئے ہوگی۔ میں تمہارے مسائل کے حل کے لئے اپنی خدمات پیش کر دوں گا۔ ایک دوست کی حیثیت سے۔ سنو۔ جہاز کا سفر ایک نہ ایک دن ضرور ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد تمہاری مرضی ہوگی۔ تم جہاں چاہو، جا سکو گے۔ میں تمھیں روکنے کا حق نہ رکھوں گا۔ اور سنو۔ ہم سمندر کے سینے پر رواں دواں ہیں۔ زمین نہ جانے کتنی دور ہے۔ تم اس جہاز کو اپنا گھر بھی بنا سکتے ہو۔ زندہ رہنے کی تمام ضرورتیں یہاں موجود ہیں۔ ہمیں ان کی پرواہ نہیں ہے۔ لیکن زندگی میں کچھ اور بھی ضرورتیں ہوتی ہیں۔ یہاں مرد کی ضرورت عورت۔ اور عورت کی ضرورت مرد بھی موجود ہے۔ انسانیت کے دائرے میں۔ تہذیب کے دور سے ہٹ کر اگر تم ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہو، تو باہمی رضامندی سے مستقبل کے فیصلے کر سکتے ہو، کہ اس سے زندگی میں روانی رہتی ہے۔ لیکن یہ تمہاری خواہشات پر مبنی ہے۔ اگر اس کی ضرورت محسوس کرو تو۔! پھر جب پہلی زمین آئے، تو تم جہاز چھوڑ دو۔ جو جہاں جانا چاہے چلا جائے۔ کسی پر کوئی پابندی نہ ہوگی۔ ہاں کچھ ایسے بھی ہوں گے جن کے پاس کوئی راستہ نہ ہوگا، سو دوسرے انھیں سہارا دینا چاہیں تو اپنا لیں۔ اور یہ اچھی بات ہوگی۔!" میں خاموش ہو گیا۔

مردوں کے چہرے جوشِ مسرت سے سرخ ہو گئے تھے۔ عورتوں کے چہروں پر شرم کے تاثرات جاگ اٹھے تھے، لیکن ناخوش وہ بھی نہ تھیں۔ ظاہر ہے جب خوف سے آزادی ملتی ہے تو زندگی کے تقاضے اُبھر آتے ہیں۔ یہ تقاضے کسی دوسرے خوف کے تابع ضرور ہو سکتے ہیں، لیکن مردہ نہیں ہو جاتے۔!

مردوں نے جوشِ مسرت سے نعرے لگائے اور عورتیں جھینپے ہوئے انداز میں مسکرانے لگیں۔! سو یہ طے ہو گیا کہ سمندر کے سینے پر سب کو آزادی ہے اور جب زمین آئے گی تو وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔ اس فیصلے نے زندگی رواں دواں کر دی تھی۔ مرجھائے ہوئے دل کھل گئے تھے، اور جہاز کی اِس چھوٹی سی دنیا میں کچھ اور خوشیوں نے جنم لے لیا تھا۔ قہقہوں اور ہنسی مذاق میں شام گزری، یہاں تک کہ ایک جوڑا سرچ ٹاور پر چڑھ گیا۔ تاکہ وہاں ڈیوٹی بھی انجام دی جا سکے اور فضا میں ہنی مون بھی منایا جا سکے۔ دوسرے لوگوں نے بھی، اپنے اپنے جوڑوں کا انتخاب کر لیا تھا۔ خود پوگاس ایک سلونی سی حسین دوشیزہ کو لے کر میرے پاس آیا، اور گردن جھکا کر مسکرانے لگا۔

"تمہارا انتخاب عمدہ ہے پوگاس۔!" میں نے مسکراتے ہوئے داد دی۔

رات کے کھانے کے بعد جب میں اپنی قیام گاہ میں۔ اپنے بستر پر پہنچا، تو مجھ سے پہلے میرے بستر میں کوئی اور موجود تھا، جسے دیکھ کر میں ٹھٹک گیا۔ اُس نے سر سے پاؤں تک ایک کپڑا اوڑھا ہوا تھا۔ لیکن کپڑے کے نیچے سے ایک نسوانی جسم کے خطوط ایک دلکش چغلی کھا رہے تھے۔! میں نے ان خطوط کو ناپا۔ اور یہ شیرایہ کے علاوہ کسی اور کے نہ تھے۔ ارمان بھری لڑکی اپنا حق، اپنی محبت وصول کرنے آ گئی تھی!۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔

۔۔دیوانی۔۔ صدیوں پرانے بوڑھے کیلئے یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن ہیرے جیسے دل کو توڑنا گناہ ہے۔ میں نے دل میں سوچا اور میرے ہاتھ اس کی طرف بڑھ گئے۔ اُس کے جسم میں جیسے بجلیاں بھر گئیں۔ اس نے گھبرا کر چہرے سے چادر اُلٹ دی۔ اور عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"یہ تم میرے بستر میں کیوں ہو شیرایہ۔؟" میں نے شرارت سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری اجازت سے آشورے۔؟" وہ کپکپاتے ہونٹوں سے بولی۔

"میری اجازت۔؟" میں نے حیرانی سے کہا۔

"ہاں۔ تم نے کہا تھا کہ تم ہم میں سے ہو۔ تم ہمارے دوست ہو ہمارے آقا نہیں۔ اور پھر تم نے اجازت دی تھی کہ ہم میں سے جو چاہے ایک دوسرے کو پسند کرلے۔ سو میں نے ایک مرد کو پسند کرلیا ہے۔" شیرابہ نے معصومانہ انداز میں کہا اور میں اس کی شرارت اور چالاکی پر ہنس پڑا۔

"خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ مرد بھی تمہیں پسند کرنے کا پابند ہے۔ چلو ٹھیک ہے۔ تم نے میرے دیئے ہوئے حقوق خوب استعمال کئے اور سنو۔ اپنے بارے میں باقی اختیارات بھی میں نے تم ہی کو دے دیئے۔ یوں سمجھو، تم میری مرد ہو۔!"

دوسری صبح بے حد خوشگوار تھی۔ بہت سے چہرے کھلے ہوئے تھے، یہ خوشی میری بخشی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ میرے ممنون تھے۔! لیکن کچھ چہرے ادھ کھلے بھی تھے۔ اور یہ عورتیں ہی تھیں، کیونکہ ان کی تعداد زیادہ تھی اور وہ مردوں سے محروم رہ گئی تھیں۔

میں نے سنجیدگی سے اُن کے بارے میں سوچا۔ لیکن ان کے لئے میرے پاس کوئی حل نہیں تھا، سوائے اس کے کہ میں خود اپنی خدمات انھیں پیش کردوں۔ لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ یہ خدمات پائیدار تو نہیں ہو سکتی تھیں، اسکے علاوہ شیرابہ اب کسی دوسری عورت کی مجھ سے قربت کیسے برداشت کرسکتی تھی، پورا دن میں نے اسی الجھن میں گزارا۔ باقی کوئی الجھن نہیں تھی۔ اور اس دن کی رات کو میں نے شیرابہ سے اس بارے میں ذکر کیا۔ "شیرابہ۔! میں نے کوشش کی ہے کہ تم لوگوں کی تکالیف دور کروں۔ اس جہاز پر جتنے لوگ ہیں اُن کے مسائل میرے اپنے مسائل ہیں۔ کیا تم اس کا اعتراف کرتی ہو۔؟"

"ہاں آشورے۔!" اُس نے جذبات میں ڈوبی آواز میں کہا۔ اس وقت وہ کسی دوسرے مسئلے پر گفتگو کرنا نہیں چاہتی تھی، کیونکہ خود ایک مسئلے میں الجھی ہوئی تھی

"اگر جہاز پر موجود کسی بھی فرد کے لئے کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے تو یقینی طور پر مجھے الجھن ہو گی۔؟"

"میں سمجھتی ہوں۔"

"جو۔۔ میرے لئے پیدا ہو گیا ہو۔۔ اُسے میں کس سے حل کرنے کے لئے کہوں۔؟" میں نے سوال کیا۔

"میں سمجھی نہیں آشورے۔" شیرابہ تڑپتی ہوئی بولی۔ میں نے ذہنی طور پر اُسے یکسوئی کرنے کے لئے اس کی ضرورت کا احترام کیا اور جب اُسے سکون مل گیا، تو پھر اُسے اسی گفتگو پر آمادہ کرلیا۔

"میں تمہیں اپنے مسئلے کے لئے سمجھاؤں گا شیرابہ۔ لیکن تم جذبات سے دور رہ کر اس پر غور کرسکو گی۔"

"ایسی کیا بات ہے آشورے۔؟" وہ حیران ہو کر بولی۔

"تم نے دیکھا ہے شیرابہ۔ جہاز پر موجود نوجوانوں نے حسین اور اپنی پسندیدہ لڑکیوں کو اپنا لیا ہے۔"

"ہاں۔ اور سب بہت خوش ہیں۔"

"لیکن جو ناخوش ہیں۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"میں ان لڑکیوں کی بات کر رہا ہوں جن کے لئے مرد موجود نہیں ہیں۔"

"اوہ۔ ہاں۔ بہت سے چہرے پژمردہ ہیں کیونکہ انھیں کسی نے پسند نہیں کیا۔"

"کیا مجھے ان سے ہمدردی نہیں ہونی چاہیئے۔؟"

"لیکن تم اُن کے لئے کیا کروگے۔؟"

"تمہارا کیا خیال ہے شیرابہ۔ زمین آجانے کے بعد تم کیا کروگی۔؟"

"میں۔ میں۔" شیرابہ گھبرا گئی۔ "میں کیا کروں گی آشورے۔ میرے سامنے تو کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کے بعد بھی مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہوگی۔"

"تو غور سے سنو شیرابہ۔ میں نے تمہاری طرف رجوع نہیں کیا تھا۔ تم خود میری طرف متوجہ ہوئی تھیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم مجھے پسند نہیں ہو۔ میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔ ہاں میں بذات خود تمہاری طرف متوجہ نہ ہوتا۔ کیونکہ میں نہیں جانتا کہ میری دوسری منزل کونسی ہوگی۔ ممکن ہے تمہیں میرے الفاظ پسند نہ آئیں شیرابہ۔ لیکن کیا تم میری صاف گوئی پسند نہ کروگی۔ سنو میں دنیا کے چند افراد کے لئے محدود نہیں ہوں۔ ممکن ہے کچھ دوسروں کو میری مدد کی ضرورت ہو۔"

شیرابہ خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اُس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ "تو کیا تم مجھے چھوڑ دوگے آشورے۔ مجھے ٹھکرا دوگے۔؟"

"نہیں۔ میں تمہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں۔ مگر ایک شرط پر۔!"

"مجھے وہ شرط منظور ہے۔"

"سنو اور غور کرکے جواب دو۔ کیا تم اپنے دل میں اس قدر وسعت پاتی ہو کہ اپنی ناپسندیدہ باتوں کو درگزر کرو۔!"

"تمہارے لئے میں سب کچھ کروں گی آشورے۔"

"تو تمھیں صرف یہ کرنا ہوگا کہ میری مجبوریوں کو نظر انداز نہ کرنا۔!"

"میں نہیں سمجھی۔"

"میں کسی کے لئے کچھ کرنا چاہوں۔ اور وہ بات تمھیں پسند نہ ہو، تو اسے برداشت کرنا۔!"

"میں ایسا ہی کروں گی۔"

"نہ صرف برداشت کروگی، بلکہ اس میں میری مدد بھی کروگی، اور تمہاری پیشانی شکن آلود نہ ہوگی۔"

"میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گی۔!" شیرابہ مجھ سے جدائی کے تصور سے بے حد خوفزدہ ہوگئی تھی۔ میں نے کہا۔

"تو سنو شیرابہ۔ جو لڑکیاں مردوں سے محروم ہیں۔ اگر ان میں سے کچھ

میرے قریب آنا چاہیں تو تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ انھیں خوش رکھنا بھی میرا فرض ہے۔" میں نے کہا۔ دل کا حال تمہیں کیا بتاؤں پروفیسر۔ یوں سمجھ لو۔ میری نگاہوں کے سامنے پیاسا حسن تھا اور میں حسن کا پجاری۔ ان کی افسردگی احساسِ فرض بھی پیدا کر رہی تھی اور اپنی ضرورت بھی سر چڑھ کر بول رہی تھی۔ ہاں وہ جو اسے پسند کرے۔ ان سے سروکار نہ تھا جو اجتناب کریں۔!

لیکن شیرابہ کے لئے میرا یہ فرض تکلیف دہ تھا۔ تاہم عقل بھی رکھتی تھی۔ اُس نے سوچا کہ میں اس کا محکوم نہیں ہوں۔ میں نے تو ان سب پر احسان کیا ہے۔ اس لئے اُس نے عقل سے کام لیا۔ الھڑ تھی، نوخیز تھی، جذبات سے بھرپور تھی، لیکن حالات سے بھی واقف تھی۔ اُس نے میری باتوں پر غور کیا، اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"تم سمندر ہو آشورے۔ اور سمندر کی گہرائیاں ہر حقیقت کو جذب کر لیتی ہیں۔ میں تمہاری راہ کا ایک حقیر تنکا ہوں۔ تمہارا کیا بگاڑ سکتی ہوں، لیکن اس کے بعد میری کیا حیثیت ہوگی۔؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں۔!"

"کیا۔ مجھے تمہاری آغوش ملتی رہے گی۔؟"

"ہاں۔ میں حقیقت میں تو تمہارا رہوں گا۔"

"تب مجھے منظور ہے۔ لیکن اگر اجازت دو تو ایک درخواست کروں؟"

"ضرور۔!"

"میں تمہاری رازدار رہوں گی۔ میں اُن کی بھی رازدار رہوں گی۔ یوں وہ میری احسان مند بھی رہیں گی اور یہ بھی محسوس کرتی رہیں گی کہ آشورے ہر حال میں میرا ہے۔ اس طرح وہ تمہارے اوپر قبضہ جمانے کی کوشش نہ کریں گی۔!"

"ہوں۔!" میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔ یہ صورتحال بھی میرے لئے نئی نہیں تھی۔ اکثر ان دلچسپیوں سے بھی روشناس ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں نے اُسے اجازت دے دی۔ "نہ صرف یہ۔ بلکہ ان کے دلوں کا حال بھی تم ہی معلوم کرو گی شیرابہ، ہاں اُن میں سے کوئی ایسی نہ ہو جو میری خلوت پسند نہ کرے۔"

"تب مجھے خوشی سے منظور ہے۔"

یوں یہ رات گزر گئی۔ دوسری صبح وہی روزمرہ کے معمولات تھے اور ہم، سامنے بیکراں سمندر تھا جسے دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ کائنات میں صرف اس جہاز کا وجود ہے یا اس پر موجود انسانوں کا۔ باقی سب سمندر ہے۔ صرف سمندر۔ سرج ٹاور کے لوگ دُور دُور کی اطلاع دیتے رہتے تھے اور اُن میں کوئی خاص بات نہ تھی۔!

اسی دوپہر میری ملاقات۔ ابانیہ سے ہوئی۔ یہ پوگاس کی بہن تھی۔ وہی دُبلی پتلی سلگتی ہوئی سی لڑکی، جس کے لئے پوگاس نے میرے اوپر حملہ کیا تھا، اور جسے میں نے دوا دلائی تھی۔ یہ بھی محروم لڑکیوں میں سے ایک تھی اور دوسروں کی طرح پژمردہ۔!

اِس وقت میں جہاز کے ایک کونے میں کھڑا سمندر کی لہروں کا جائزہ لے رہا تھا کہ ابانیہ کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ لکڑی کے برتن میں ایک خوش رنگ سیال لئے کھڑی تھی، جس سے ہلکی ہلکی بھاپ اُٹھ رہی تھی۔!

"اوہ۔ ابانیہ۔؟" میں نے خوش خلاقی سے کہا اور اُس کی سلگتی ہوئی سیاہ آنکھیں میری طرف اُٹھ گئیں۔ چند لمحے وہ میری طرف دیکھتی رہی۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کیا خیالات تھے، لیکن پھر وہ ایکدم سنبھلی۔ اور گھبرائے ہوئے انداز میں اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا برتن میری طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔

"یہ۔ یہ۔!"

"بڑا خوشرنگ ہے۔ کیا یہ تم نے میرے لئے تیار کیا ہے۔؟" میں نے برتن اس کے ہاتھوں سے لیتے ہوئے کہا، اور اس نے معصومانہ انداز میں گردن ہلا دی۔ "تب میں تمہارا شکر گزار ہوں لڑکی۔!"

"جب میں اپنے گھر میں تھی۔ تو یہ بناتی تھی۔ یہ میرا پسندیدہ شوربہ ہے۔ میرے دل میں خواہش تھی کہ میں اپنی پسندیدہ چیز تمہیں پیش کروں۔" اس نے کہا۔ اور میں نے برتن منہ سے لگا کر اس شوربے کو چکھا۔ بلاشبہ بے حد لذیذ تھا۔ اس میں گوشت اور سبزی کے ریزے شامل تھے۔!

"تمہاری پسند عمدہ ہے۔!" میں نے تعریف کی اور اُس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک لہرائی۔ میں گھونٹ گھونٹ کر کے شوربہ پیتا رہا اور پھر چونک کر بولا۔ "اوہ۔ یہ شوربہ اتنا عمدہ ہے کہ میں تمہیں اس میں شریک کرنا بھول گیا تاہم کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا تم اسے میرے ساتھ پینا پسند کرو گی؟"

"تم تو میرے بارے میں بہت کچھ بھول گئے آشورے۔" وہ آہستہ سے بولی، اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھا ابانیہ۔"

"میں تمہیں سمجھا بھی نہیں سکتی۔!" اُس نے ایک سسکی لے کر کہا اور ایک طرف چل پڑی۔ میرے لئے اس کی یہ کیفیت سمجھنا مشکل نہ تھا پروفیسر۔ کیسی پُرلطف بات تھی۔ یہ جہاز عشق کا جہاز بن گیا تھا، انسان کتنی جلدی حالات کو بھول جانے کا عادی ہوتا ہے۔ چند روز پہلے اُن کی کیا حالت تھی، لیکن اب ہر لڑکی، اور ہر نوجوان عشق کے چکر میں تھا۔ مجھے ہنسی آگئی۔ لیکن ابانیہ۔! اُس کی عمر بھی بہت کم تھی۔ شیرابہ سے بھی کم۔ گو اس کے خدوخال حسین تھے۔ لیکن میرے قوی ہیکل جسم کے سامنے اس کی جسمانی حیثیت کچھ بھی نہ تھی اور پھر میں۔ میں اب اس جہاز پر حسن پرست کی حیثیت سے مشہور ہوتا جا رہا تھا میری عظمت کچھ بھی رہی تھی۔ معمولی معمولی لڑکیاں میرے حصول کے خواب دیکھنے لگی تھیں۔!

اُس نے ایک گہری سانس لے کر پروفیسر، فرزانہ اور فروزاں کی طرف دیکھا۔ اور پھر چونک کر بولا۔ "اوہ۔ تمہاری آنکھوں کی نمی تمہاری تھکن کا اظہار کر رہی ہے پروفیسر۔ میرا خیال ہے آج کی داستان یہیں تک۔ باقی کل۔!"

"ایں۔؟ پروفیسر خاور چونک پڑا' اور پھر جلدی سے بولا" نہیں، نہیں۔۔ ابانیہ کی کہانی پوری کردو۔ اس کے بعد۔!" لیکن اس کے ساتھ ہی خاور کو اپنی لڑکیوں کا احساس ہوا۔" ہاں۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔۔ باقی کل۔!"

وہ شرمندگی سے اُٹھ گیا۔ اُس کے ہونٹوں کی شریر مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ پروفیسر کی ذہنی کیفیت سمجھ رہا ہے۔ خود پروفیسر کو بھی احساس تھا کہ ان دلکش کہانیوں میں گُم ہو کر وہ حالات کو بھول جاتا ہے۔ فرزانہ اور فروزاں خاموش تھیں۔" ٹھیک ہے پروفیسر۔ آرام کریں۔ کل کی روشنی میں ہماری ملاقات ہوگی، اور وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔ فرزانہ اور فروزاں بھی بادل نخواستہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی تھیں۔ کسی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں کی تھی، اُن کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ تب وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اپنی خواب گاہ کی طرف بڑھ گئیں۔

خوبصورت اور آرام دہ مسہری پر لیٹ کر انھوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن نیند اُن کی آنکھوں سے کوسوں دُور تھی۔ پروفیسر خاور البتہ عمر کی اس منزل سے گزر چکا تھا جب بے چینیاں جنم لیتی ہیں۔ وقتی طور پر باسی کڑھی میں ابال ضرور آجاتا تھا۔ لیکن پھر عقل و فراست اسے تھپک تھپک کر سُلا دیتی تھی البتہ اس کے بڑھاپے اس کے تجربے نے ایک ٹھوکر کھائی تھی۔ اُس نے دونوں جوان لڑکیوں کے جذبات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ توجہ دیتا بھی تو کیا کر سکتا تھا۔ یہاں تو صرف بے بسی تھی!۔۔

رات کافی گزر گئی تھی۔ فروزاں اور فرزانہ ایک دوسرے کی طرف سے کروٹیں لئے سو رہی تھیں۔ دونوں نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی لیکن دونوں جانتی تھیں کہ اُن میں سے کسی کو نیند نہیں آئی ہے۔ اب فروزاں نے کروٹ بدلی اور لرزتی آواز میں بولی۔" باجی۔"

"ہوں۔!" فرزانہ نے بھی اس کی طرف سے کروٹ بدل لی۔

"آپ سوئی نہیں باجی۔؟"

"تم کیوں نہیں سوئیں؟" فرزانہ نے اُسے اپنے دہکتے ہوئے بدن میں بھینچتے ہوئے کہا۔

"نیند نہیں آرہی باجی۔" فروزاں کراہی۔

"کیوں فروزاں۔؟"

"باجی۔ مجھے اُس سے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"کیوں۔؟"

"باجی۔ اس کی کہانی۔ اس کی باتیں دل و دماغ میں آگ لگا دیتی ہیں"

"ہاں۔ وہ آتش بیان ہے فروزاں۔ لیکن ہمیں ڈگمگانا نہیں چاہیئے' اگر ہم خود پر قابو پا سکے فروزاں۔ تو سمجھ لو کہ تاریخ کے انسان کو شکست دیں گے' اس انسان کو جس نے کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا' اور جو اپنی فتوحات کو بڑے فخر سے بیان کرتا ہے۔"

"ہم اسے ضرور شکست دیں گے باجی۔ لیکن یہ جسم کیوں سُلگتا ہے۔ یہ بدن میں آتشیں لہریں کیوں اُٹھتی ہیں۔؟"

"اِن لہروں کو دبانا پڑے گا فروزاں۔ ورنہ۔ ورنہ۔ ہم خود کو دنیا کی سب سے ذلیل مخلوق سمجھیں گے۔ ہم بھی ان عورتوں میں شامل ہو جائیں گے جن کی تحقیر وہ ہمارے سامنے کر رہا ہے۔ پھر اس کی کہانیوں میں ایک اور کہانی کا اضافہ ہو جائے گا اور وہ کسی کے سامنے مزے لے لے کر ہماری داستان بھی سُنائے گا۔"

"ہم اس داستان میں خود کو کبھی شامل نہ ہونے دیں گے باجی۔ ہم جدید دور کے ذہین لوگ ہیں۔ ہم اس چالاک انسان کے فریب میں نہیں آئیں گے' کبھی نہیں آئیں گے۔"

"ہاں۔ کبھی نہیں۔!" فرزانہ نے اُسے خود میں جذب کرتے ہوئے کہا۔ لیکن وہ سوچ رہی تھی کہ کیا آگ سے آگ بجھائی جا سکتی ہے۔!

داستان گو کے خلاف وہ دل میں کیسی ہی نفرت کیوں نہ کرتیں لیکن اس کی داستان کو فراموش کرنا اُن کے بس کی بات تھی نہ پروفیسر خاور کے۔ !چنانچہ دوسری صبح وہ اُس کے حضور حاضر تھیں۔ رات کے جذبات فرزانہ اور فروزاں کے چہروں پر ہویدا تھے۔ انھوں نے ایک دوسرے کی ناکام امداد کرنے کی کوشش کی تھی لیکن دونوں ہی ناکام رہی تھیں جسم تپتے رہے تھے۔ احساسات کچھ طلب کرتے رہے تھے۔ لیکن خود اعتمادی نے کسی حد تک ساتھ دیا تھا۔ ان ضرورتوں کے لئے کم از کم وہ اس مغرور انسان سے بھیک نہیں چاہتی تھیں۔ اور دونوں ہی اپنے فیصلے پر اٹل تھیں۔!

اُس نے مسکراتے ہوئے انھیں دیکھا۔ ایک خاص مشروب سے اُن کی تواضع کی۔ جو جسموں کے نظام کو ایک انوکھا سرور بخش دیتا تھا۔ اور طبیعت کی اُداسی فرحت میں بدل جاتی تھی۔ مشروب سے فارغ ہو کر اُس نے پروفیسر خاور کی طرف دیکھا۔

"آپ کو یاد ہے پروفیسر۔ میں نے اپنی کہانی کہاں سے چھوڑی تھی۔؟"

"وہ بھی کوئی بھولنے کی بات تھی۔ ابانیہ تمہیں مشروب دے کر اور ایک جملہ کہہ کر چلی گئی تھی۔!" پروفیسر نے جلدی سے جواب دیا اور وہ ہنس پڑا۔" مجھے معاف کرنا لڑکیو'۔ لیکن اس کی کہانی اسی قدر دلچسپ ہے۔" پروفیسر نے شرمندگی سے کہا۔ لیکن فرزانہ اور فروزاں کے چہرے سپاٹ رہے۔ اُس نے گہری نگاہوں سے اُن دونوں کو دیکھا اور پُر خیال انداز میں بولا۔

"ابانیہ کو مجھے سمجھانے کی ضرورت بھی نہ تھی پروفیسر۔ میں ان لڑکیوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ لیکن اب میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ ابانیہ پوگاس کی بہن تھی۔ اور پوگاس بہرحال میرا دوست تھا۔ لیکن اس جہاز پر تو ہر فرد کو مکمل آزادی تھی۔ خود پوگاس اپنی پسندیدہ حسینہ کے ساتھ دادِ عیش دے رہا تھا۔ کیا اُس نے ابانیہ کی پرواہ کی تھی۔ تو کیا میری دوسری عورت ابانیہ بن سکتی ہے؟ میں نے سوچا۔ پھر اس میں حرج بھی کیا تھا۔ بہرحال وہ لڑکی تھی تنہا تھی اور تنہا لڑکیوں کے لئے میں نے خود کو وقف کر دیا تھا۔!

چنانچہ مشروب کے آخری گھونٹ کے ساتھ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس سے قبل کہ شیرایہ میرے لئے دوسری عورت کا انتخاب کرے، مجھے شیرایہ کو ابانیہ کے بارے میں آگاہ کر دینا چاہیے۔ چنانچہ میں شیرایہ کی تلاش میں چل پڑا۔

شیرایہ مجھے جہاز کے ایک حصے میں مل گئی۔ وہ تنہا تھی اور کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بے وقوف لڑکی خود ہی اپنی الجھنوں میں الجھی ہوئی ہے میری الجھنوں کا حل کیا تلاش کرے گی۔" میں نے اُسے دیکھتے ہوئے سوچا لیکن بہرحال اس سے گفتگو کرنا ضروری تھی۔ چنانچہ میں نے اُس کے قریب پہنچ کر اُسے آواز دی۔

"شیرایہ۔" اور اُس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ پھر جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ "کیا سوچ رہی تھیں شیرایہ۔؟"

"تمہارے بارے میں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا سوچا۔؟" میں نے گہری نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

"یہی کہ تم ہم میں سے نہیں ہو۔ تم بہت عظیم ہو۔ تم ہمارے نجات دہندہ ہو۔ ہمیں ہوا کو گرفت میں لینے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ ہمیں بہرحال تمہارے احکامات کی تعمیل کرنی چاہیئے۔"

"میں نہیں سمجھا شیرایہ۔؟" میں نے بدستور گہری نظروں سے اُس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"تم نے مجھے اپنی قربت کے چند لمحات بخشے آتشورے۔ تم میری زندگی کے پہلے مرد ہو۔ اور اس کے بعد مجھے دُنیا کا ہر نوجوان ہیچ نظر آنے لگا! لیکن غلطی تو میری ہے۔ میں تم پر غلط حق سمجھ بیٹھی تھی۔ اس لئے میں نے بہت سی توقعات قائم کر لیں۔ لیکن حالات نے مجھے سمجھا دیا ہے۔ میں تم جیسے عظیم انسان کے قابل نہیں ہوں۔ ہاں جسے تمہارے سنہرے بدن کی قربت مل جائے وہ خوش نصیب ضرور ہے۔ اور میں ساری خوش نصیبیوں کا تنہا خود کو حقدار نہیں سمجھتی۔ میں اب بالکل مطمئن ہوں آتشورے۔ میں نے اپنے سوچنے کا انداز بدل لیا ہے۔"

"بے شک تم ذہین لڑکی ہو شیرایہ۔!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ صرف شیرایہ کے چکر میں پڑ کر میں خود کو محدود نہیں کر سکتا تھا۔

"مجھے بتاؤ آتشورے۔ میں تمہارے لئے کونسی لڑکی پسند کروں۔؟"

"فی الحال یہ کام میرے اوپر رہنے دو۔ آج رات تم میرے قریب نہ ہوگی۔ بس اس کا خیال رکھنا۔!"

"میں ایسا ہی کروں گی آتشورے۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ سے بولی۔ اور میں اُس کے پاس سے ہٹ گیا۔ مجھے ایک ہلکی سی جھنجھلاہٹ کا احساس ہوا تھا۔ بے وقوف شیرایہ نے خود ہی غلطی کی تھی۔ وہ کتنا عرصہ میرا ساتھ دے سکتی ہے اور پھر یہ حقیقت ہے وہ ایک عام سی لڑکی تھی۔ میرا اور اس کا کیا ساتھ۔ میں اس کے لئے اپنے ذہن کو پراگندہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس جہاز میں کوئی لڑکی ایسی نہیں تھی جسے میں برابر کی حیثیت دیتا۔ ہاں، جو بھی میرے قریب آنے کی کوشش کرے۔ وہ بہرحال میری چند لمحات کی ضرورت ضرور بن سکتی تھی۔

چنانچہ میں نے شیرایہ کو ذہن سے جھٹک دیا اور وہاں سے چل پڑا۔

یہاں ہر فرد میری توجہ کا محتاج تھا۔ میرے لئے سب کی حیثیت یکساں تھی، اب جس کی جو ضرورت بھی مجھ سے پوری ہو سکتی ہو۔ میں جہاز میں کام کرنے والوں کے پاس آ گیا۔ سب مطمئن اور مسرور تھے۔ پوگاس مجھے دیکھ کر میرے قریب آ گیا۔ "کیا ہو رہا ہے پوگاس۔؟"

"بس۔ سمندر کی آغوش میں رواں دواں ہیں۔ کسی کو ساحل کی آرزو نہیں ہے۔ کیونکہ انھوں نے زندگی کے خزانے اس بحری ویرانے میں پالیئے ہیں۔" پوگاس نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اس قید سے آزادی پر سب کے اندر نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ قید کی صعوبتوں سے مرجھائے ہوئے دلوں کو زندہ کرنے کیلئے ہماری یہ ترکیب بے حد کارگر رہی ہے۔"

"ہاں آتشورے۔ تیری قیادت نے ہماری کون کون سی مشکلات حل نہیں کر دی ہیں۔ ہم تو تیرے احسانات کا صلہ اتارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ صرف میں ہی نہیں، جہاز پر موجود ہر شخص تیرا احسانمند ہے۔!"

"میں نے صرف اپنی فطرت کی طلب پوری کی ہے۔ زمین ضرور آئے گی اور تم سب منتشر ہو جاؤ گے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد ایک دوسرے کو اپنانے والوں کا کیا حال ہوگا۔"

"میرا ذاتی خیال ہے آتشورے، جو پودے تو نے لگا دیئے ہیں۔ وہ پروان چڑھیں گے۔ ہم سب ایک دوسرے کی محبت میں اس طرح گرفتار ہو گئے ہیں، کہ اب علیحدگی کے بارے میں سوچیں گے تو تکلیف ہوگی۔"

"لیکن وہ جوان نعمتوں سے محروم رہ گئے ہیں؟ میری مراد اُن لڑکیوں سے ہے جن کے لئے مرد موجود نہیں ہیں۔ اُن کا کیا ہوگا۔؟"

"ہاں۔ میں نے بھی اکثر اُن کے بارے میں سوچا ہے اور کوئی حل تلاش کرنے میں ناکام رہا ہوں، سوائے اس کے کہ چند جوان دو، دو عورتیں رکھیں لیکن اس میں ایک خطرہ ہے۔ عورتوں میں رقابت پیدا ہوگی اور اُس سے کچھ حادثے بھی جنم لے سکتے ہیں۔ چنانچہ اُن کا فیصلہ اُس وقت کیا جائے گا جب زمین نظر آ جائے۔" پوگاس نے کہا۔

"لڑکیاں افسردہ ہیں۔ میں نے اُن کے چہروں پر اُداسی دیکھی ہے۔"

"میں نے بھی محسوس کیا ہے۔ خود میری بہن ان میں شامل ہے۔ لیکن افسوس وہ کسی مرد کو متاثر نہیں کر سکی۔ میں اس کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔!"

پوگاس نے پریشانی سے کہا۔ اور پھر گردن جھٹکتے ہوئے بولا۔ "اس کے بارے میں بھی تیری عقل کو آواز دوں گا آتشورے۔ اُن کے لئے جو مناسب فیصلہ ہو۔ تو ہی کر۔"

اور میں بھی سوچ میں ڈوب گیا۔ ایک فیصلے کے علاوہ اور کیا فیصلہ کر سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ جو باقی بچی ہیں انھیں اپنی بیویاں بنا لوں۔ لیکن اتنا بڑا ایثار میں نہیں کر سکتا تھا۔!

وقت حسب معمول گزر رہا۔ مجھے ابانیہ کی تلاش تھی۔ چند افسردہ عورتوں کے ساتھ وہ بھی نظر آئی۔ اور میں نے اُسے آواز دی۔ ابانیہ نے

نگاہیں اٹھاکر مجھے دیکھا' اور پھر دوسری عورتوں کو دیکھنے لگی۔ پھر وہ اٹھ کر میرے نزدیک آگئی۔! اُس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ میں اُسے دیکھتا رہا۔۔ اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"آج رات کو ۔۔ اپنی خلوت میں' اپنی خوابگاہ میں' میں تیرا انتظار کروں گا ابانیہ

وہ چونک پڑی۔ لیکن میں اپنے الفاظ دوہرا کر آگے بڑھ گیا تھا۔ اور پھر میں دوسرے لوگوں میں گم ہوگیا۔ مجھے یقین تھا پروفیسر۔ میں کسی لڑکی کو رات کی دعوت دوں' اور وہ میری دعوت نظرانداز کردے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا پروفیسر۔۔ یہ بات میری طویل زندگی میں کبھی نہیں ہوئی۔!

چنانچہ اس رات ۔۔ جب میں اپنے بستر پر دراز ۔ کسی کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ کوئی آیا۔۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھا۔۔ اور پھر چونک پڑا۔!

نہ تو وہ شیرابہ تھی' نہ ابانیہ ۔۔ وہ ایک اور نوخیز جوانی تھی' جس کا میں شکل آشنا تھا۔ واقف کار نہیں تھا۔! "تم ۔۔؟" میں نے کہا' اور اُس نے گردن جھکالی۔!

"تم یہاں کیوں آئی ہو۔۔؟" میں نے اُس سے پوچھا۔ لیکن اُس کے ہونٹوں سے آواز نہ نکل سکی۔ میں اس انوکھی صورتِ حال پر حیران رہ گیا تھا۔۔ لڑکی بالکل خاموش تھی۔ دوسری لڑکیوں کی طرح وہ بھی جوان اور حسین تھی۔۔ سی سارا نے ایسی ہی لڑکیوں کا انتخاب کیا تھا' جو بھرپور جوان ہوں۔ خوبصورت ہوں۔ اور اُن کی عمدہ قیمت مل سکے۔ بہرحال لڑکی کی خاموشی ایک ہی کہانی دوہرا رہی تھی ۔۔ زندگی کی کہانی' ضرورت کی کہانی۔ جس کے علاوہ کائنات میں اور کوئی کہانی نہیں ہے۔

آج نہ سہی کل' وہ میری فہرست میں ضرور شامل ہوتی۔ حالات ایسے ہی ہوگئے تھے' چنانچہ کل کے بجائے' آج میں نے اُسے قبول کرلیا۔ اب اس سے سوالات بیکار تھے۔۔ ایسے سوالات' جن کے جواب دیتے ہوئے' وہ خود کو حقیر محسوس کرے' چنانچہ میں نے لہجہ بدل لیا اور اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ لگاتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔۔؟"

"انتارا۔!" اُس نے جواب دیا۔

"جہاز پر تمہارا کوئی اور عزیز موجود ہے۔۔؟"

"تمہارے سوا کوئی نہیں۔!" اُس نے جذبات انگیز آواز میں جواب دیا۔

"تم میرے سب کچھ ہو۔۔ تم میرے محبوب ہو۔" اُس نے اسی انداز سے جواب دیا۔

"ہوں۔۔ لیکن تم نے اچانک یہاں آنے کا فیصلہ کس طرح کیا۔۔؟"

"میری دلی خواہش تھی۔ لیکن۔۔ شیرابہ مجھ سے پہلے تمہاری منظورِ نظر بن چکی تھی۔ میں دل پر جبر کرکے رہ گئی' یہاں دوسری لڑکیوں نے اپنے محبوب اور مردوں نے اپنی محبوبائیں منتخب کرلی تھیں۔ میری قسمت میں یہ نہ تھا۔ لیکن ۔۔ کچھ دیر قبل کی' شیرابہ اور ابانیہ کی گفتگو نے میرے اندر یہ جرأت پیدا کردی ہے۔؟" اُس نے بتایا۔

"اوہ۔ کیا اُن دونوں کے درمیان کوئی گفتگو ہوئی تھی؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں ۔۔ ابھی تھوڑی دیر قبل ۔ اُن کے درمیان ایک ایسی گفتگو ہوئی تھی' جس نے میرے اندر یہاں آنے کی جرأت پیدا کردی۔"

"کیا گفتگو ہوئی تھی ۔ مجھے بتاؤ انتارا۔"

"ابانیہ شاید یہاں آرہی تھی۔ شیرابہ نے اس کا راستہ روک لیا۔ اُس نے پوچھا کہاں جارہی ہو ابانیہ ۔۔ تو ابانیہ نے بڑے فخر سے بتایا کہ تمہارے پاس۔!"

"کیوں ۔۔؟" شیرابہ نے سوال کیا۔

"اس لئے کہ اُس نے مجھے اپنی خلوت میں طلب کیا ہے۔" ابانیہ نے جواب دیا۔

"نہ جاؤ ابانیہ۔ اس کے پاس نہ جاؤ۔۔ وہ کسی کا مرد نہیں ہے۔ کیا فائدہ ۔ میری حیثیت سے عبرت حاصل کرلو۔ میں نے ایک رات اس کے ساتھ گزاری ۔۔ اور اب زندگی بھر کسی مرد کی آغوش مجھے سکون نہ دے سکے گی وہ آگ ہے ۔۔ اس کی قربت روح کو پھونک کر خاکستر کردیتی ہے اور پھر وہ ٹھکرا دیتا ہے ۔۔ ہمیشہ کیلئے ۔۔ اور اس کی بخشی ہوئی آگ جسم کو پھونکتی رہتی ہے ۔۔ وہ کسی کا مرد نہیں ہے ابانیہ ۔ وہ تو آسمان سے اترا ہوا دیوتا ہے جو ایک دن ہمارے درمیان سے چلا جائے گا۔ اور پھر کبھی واپس نہیں آئے گا ۔ ہم سلگتے رہیں گے ۔ نہ جا میری بہن اس کے پاس نہ جا۔ وہ بے رحمی سے ٹھکرایا جاتا ہے ۔۔ میں تڑپ رہی ہوں ۔ صرف مجھ سے ہمدردی کر۔ خود اس آگ کا تماشا نہ دیکھ ۔۔ اور شیرابہ رونے لگی، تب ابانیہ جو نوخیز ہے ۔ الھڑ ہے' سہم گئی ۔۔ اور رک گئی' اس نے تمہارے پاس آنے کا ارادہ ملتوی کردیا ۔۔ اور اب وہ دونوں ایک دوسرے سے ہمدردی کررہی ہیں۔" انتارا نے ہلکی سی ہنسی سے کہا۔

لیکن میں سنجیدہ تھا۔ مجھے الجھن ہونے لگی تھی۔ میں نے انتارا کی طرف دیکھا اور پھر اس سے بولا۔ "تم نے یہ گفتگو کیسے سنی انتارا۔۔؟"

"اتفاقیہ ۔ میں بھی اُدھر سے گزر رہی تھی۔"

"لیکن تم نے اُن کی گفتگو سے عبرت کیوں نہ حاصل کی۔۔؟"

"کیونکہ میری سوچ ان سے مختلف ہے۔ میرے دل میں تمہاری آرزو تھی۔ میں بھی تمہیں پسند کرتی تھی۔ لیکن ناقابلِ حصول سمجھتی تھی۔ میں نے اس گفتگو کو پرکھا۔ میں نے سوچا۔ اس رات تم ابانیہ کے منتظر ہوگے۔ لیکن وہ نہ پہنچے گی۔ اور تم انتظار کروگے۔ میں نے سوچا۔ پسند کا حصول تو زندگی مکمل کردیتا ہے' اس کے بعد موت بھی آجائے تو کیا حیثیت رکھتی ہے۔ ساری زندگی کی حسرت سے اس ایک رات کا حصول بہتر ہے۔ اگر زندہ رہنا چاہو تو باقی زندگی اس لذت کے احساس میں گزار دو۔ وہ تپش تو نہ رہے گی۔ سلگنے کے بھی

انداز ہوتے ہیں ۔۔۔ کچھ لوگ پانے کی آرزو میں سُلگتے ہیں ۔۔۔ کچھ کھونے کے غم میں ۔ دونوں کی حیثیت ایک ہوتی ہے ۔ پھر پاکر کیوں نہ سُلگا جائے' تاکہ جو طلب ہے اُس کا غم باقی نہ رہے ۔۔!"

اور میں اس کی گفتگو پر چونک پڑا ۔۔۔ غیر معمولی عورت تھی ۔ گہری سوچ کی مالک ۔۔۔ اور اس کی یہ بات مجھے پسند آئی ۔ میں نے اپنی آغوش اس کے لئے وا کردی ۔۔! "میں اس رات کے لئے تمہیں پسند کرتا ہوں انتارا ۔ تم ان سے بہتر ہو۔" اور وہ میری آغوش میں سما گئی ۔۔۔ وہ جانتی تھی کہ یہ اُس کی خوشیوں کی پہلی اور آخری رات ہے ۔۔۔ وہ پکّی سوداگر تھی ۔ چنانچہ ۔ اُس نے زندگی کی بازی لگادی ۔ اور اس رات میں وہ کچھ حاصل کرلینا چاہا جو اُس کی ضرورت تھی ۔ چنانچہ ۔ اُس نے رات کے آخری لمحات میں بھی مجھے نہ سونے دیا ۔ اُس کی بس ایک یہی آرزو تھی ۔ یہ رات اس انداز سے گزرے ۔ کہ دوسری صبح اس میں زندگی نہ ہو ۔۔! اور اس کی یہ آرزو یقیناً پوری ہوئی ۔

اس کی یہی کیفیت تھی ۔۔ اگر میں غیر معمولی انسان نہ ہوتا تو میری بھی یہی کیفیت ہونی چاہیئے تھی ۔ صبح کو نہ جانے کونسی قوت مجتمع کرکے وہ میری ... خواب گاہ سے باہر نکلی ۔ چلتے وقت اُس نے مجھ سے کچھ بھی نہیں کہا تھا ۔ اُس کا چہرہ زرد تھا ۔ وہ نڈھال تھی' لیکن اُس کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی ۔ لیکن یہ دن ۔۔۔ واقعات کا دن تھا ۔ اس چمکدار دن میں زندگی کی رفتار سست نہ رہی ۔ ہوا یوں کہ مستول پر چڑھے ہوئے لوگ اچانک چیخنے لگے ۔ اور ان کے الفاظ صاف سُنائی دیتے تھے ۔

"زمین ۔۔۔ زمین ۔۔!"

اور یہ الفاظ سُن کر سب ہی چونک پڑے تھے ۔۔۔ سب ایک جگہ جمع ہوگئے تھے ۔ اور سب کی گردنیں اوپر اُٹھی ہوئی تھیں ۔ اُن کی سماعت اسی طرف متوجہ تھی ۔

"زمین ۔ ہمیں زمین نظر آرہی ہے ۔۔!" اوپر والوں نے نیچے والوں کو آواز دی ۔

"کون سے رُخ پر ۔۔؟" پوگاس نے چیخ کر پوچھا ۔

"جدھر سے سورج بلند ہوا ہے ۔" جواب ملا ۔ اور نظریں بیک وقت سورج کے طلوع ہونے کی سمت مڑ گئیں ۔۔۔ لوگ زمین تلاش کرنے لگے ۔۔ لیکن خود میری بینائی نے بھی کامیابی حاصل نہ کی ۔ یا پھر سمندر کی بلند موجیں ہماری نگاہوں کے سامنے حائل تھیں ۔!

تب آگے میں اور پیچھے پوگاس مستول کی سیڑھی سے اوپر جانے لگے ۔۔ اوپر والے دوسری سیڑھی سے نیچے آرہے تھے کیونکہ مستول پر ہم دو انسانوں سے زیادہ وزن ڈالنے کے حق میں نہیں تھے ۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں مستول پر کھڑے اس بھوری لکیر کو دیکھ رہے تھے' جو صاف نظر آرہی تھی ۔۔ پوگاس کو اس بارے میں کوئی تجربہ ہو یا نہ ہو ۔ میں بخوبی پہچان گیا تھا کہ وہ زمین ہی ہے ۔۔۔ اور یہاں سے جہاز والوں کی زندگی کا ایک نیا باب کُھلے گا ۔ نہ جانے وہ کیسی زمین ہے ۔۔۔ وہاں کون لوگ آباد ہیں ۔۔۔ بات صرف یہی نہیں تھی کہ ہمیں زمین مل گئی تھی ۔ ممکن ہے وہ بھی گستارو جیسے کسی سردار کی زمین ہو' اور وہاں مشکلات ہماری منتظر ہوں ۔!

لیکن دوسرے لوگوں کے ذہن میں ابھی یہ بات نہیں پیدا ہوئی ہوگی ۔ وہ تو زمین کے تصور سے خوش ہیں اور یہ خیال باندھے ہوئے ہیں کہ زمین پر قدم رکھتے ہی اُن پر آسائشوں کے دروازے کُھل جائیں گے' اور وہ اپنی اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہیں گے' منہ اُٹھا کر رخت سفر باندھ لیں گے ۔

"وہ زمین ہی ہے آشوپے ۔۔؟" پوگاس نے خوشی سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا ۔

"ہاں پوگاس ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے ۔ لیکن کیا ہم اتنی دُور سے اس زمین کو پہچان سکتے ہیں ۔۔؟"

"میں نہیں سمجھا آشوپے ۔۔؟"

"ہم زمین پر ضرور اُتریں گے آشوپے ۔ لیکن ہمیں اُس کی مشکلات کا بھی خیال رکھنا ہوگا ۔"

"مشکلات ۔۔؟" پوگاس کی سمجھ میں اب بھی کچھ نہیں آیا تھا ۔ وہ دیوانہ بھی دوسروں کی مانند صرف زمین نظر آجانے سے خوش تھا ۔

"کیا تم اس کے بارے میں وثوق سے کہہ سکتے ہو کہ وہ دشمنوں کی سرزمین نہ ہوگی ۔ ممکن ہے وہاں ایسے لوگ آباد ہوں جو وہاں ہمارے قیام کو پسند نہ کریں ۔"

"اوہ ۔" پوگاس کا چہرہ اُتر گیا ۔ اب اُس نے بھی سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کیا ۔ چند لمحے سوچتا رہا' پھر بولا ۔ "ہاں یہ عین ممکن ہے کہ وہ ایسی زمین نہ ہو جہاں ہمارے لئے آسائشیں مہیا ہوسکیں ۔ لیکن کیا اس تصور کے ساتھ ہم اسے نظر انداز کرکے آگے بڑھ جائیں گے ۔۔؟"

"ہرگز نہیں ۔ یوں تو ہم کسی بھی زمین کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتے ۔ میری مراد صرف یہ ہے کہ نئی زمین کی نئی مشکلات کے لئے خود کو پوری طرح تیار کرکے ہمیں اس طرف کا رُخ کرنا چاہیئے ۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ ہم خوشی میں آکر مشکلات کا شکار ہوجائیں ۔۔!"

"تو درست کہتا ہے آشوپے ۔ ہمیں تمام خطرات کے لئے تیار کرلینا چاہیئے ۔ لیکن یہاں بھی تو ہماری رہنمائی کر ۔ ہمیں کیا کرنا چاہیئے ۔"

"جہاز کے تمام جوان تیری بات مانتے ہیں پوگاس ۔ تو ان میں ایک برتر حیثیت رکھتا ہے ۔ ان لوگوں سے گفتگو کرکے انھیں ہوشیار اور کسی بھی طرح کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رکھ ۔ ہمارے پاس بہترین ہتھیار موجود ہیں ۔ ممکن ہے اُن کے استعمال کی ضرورت آجائے ۔۔ زندگی گزارنے کے لئے ہر لمحے سپہ گری کے فن سے آشنا رہنا ضروری ہے ۔"

"میں تجھ سے متفق ہوں ۔ کیا میں ان منتظر لوگوں میں جاؤں اور انھیں ان باتوں سے آگاہ کردوں ۔۔؟" پوگاس نے پوچھا ۔

"ہاں — بادبانوں کے رُخ بھی تبدیل کرا دے۔ ہمیں تیز رفتاری سے اس طرف سفر کرنا ہوگا تاکہ سورج کے روپوش ہونے سے قبل اس زمین پر اتر کر اس کا جائزہ لے سکیں۔"

پلگاس تیزی سے واپس پلٹ پڑا۔ اور پھر وہ اسی تیزی سے سیڑھیاں اُترنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد سارے جوان اس کے گرد جمع تھے اور وہ انھیں میری ہدایات سے آگاہ کر رہا تھا۔ میں نے اُن لوگوں کے چہروں پر بے پناہ مسرت دیکھی۔ سب کے سب تیزی سے کاموں میں مصروف ہوگئے تھے۔

بادبانوں کے رُخ بدل دیئے گئے۔ اور پھر جوانوں نے پتوار سنبھال لیے جہاز کی رفتار غیر معمولی حد تک تیز ہوگئی تھی اور چمکتے ہوئے سورج میں بھوری لکیر برق رفتاری سے واضح ہوتی گئی۔ میری تیز نگاہیں اب اس زمین کا جائزہ لے سکتی تھیں۔ مجھے اس پر درختوں کے جھنڈ سے نظر آ رہے تھے۔ بھورے کنارے سنسان تھے اور وہاں انسانوں کے نقوش موجود نہیں تھے۔ بہت دُور ہونے کے باوجود میں نے اندازہ قائم کیا کہ کم از کم ساحل آباد نہیں ہیں۔ آبادی ہے تو درختوں کے دوسری طرف ہے اور یقیناً وہاں ایسے لوگ آباد ہیں جو ابھی جدید ترقیوں سے روشناس نہیں ہوئے ہیں۔ اور میں ایسے لوگوں سے خوب واقف تھا۔ ظاہر ہے میرے علاوہ اور کون انھیں جان سکتا تھا۔

جہاز زمین کی طرف چلتا رہا۔ جوانوں میں بے حد جوش و خروش تھا۔ میرا ذہن متضاد خیالات کا شکار تھا اور میری توقع سے بہت پہلے جوانوں نے جہاز کو ریت کی زمین پر پہنچا دیا۔ اب سب لوگ اس زمین کو قریب سے دیکھ سکتے تھے اور دیکھنے والے دیکھ رہے تھے۔ خوشی سے بلبلا رہے تھے۔

میں بھی دیکھ رہا تھا اور بہت دُور تک دیکھ رہا تھا۔ میں اپنے خیالات پر اٹل تھا۔ طویل و عریض زمین پر کسی جاندار کا وجود نہیں تھا۔ انسان تو کجا، جانور بھی نہیں نظر آ رہے تھے۔ ہاں درختوں کی کثرت تھی، جن میں ناریل تاڑ اور دوسرے درخت بھی نمایاں تھے۔ کھجوروں کے درختوں کی بھی بہتات تھی، گویا زندگی گزارنے کے لوازمات موجود تھے، سوائے پانی کے۔ پانی مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ اور میرے ذہن میں یہ علاقہ آباد نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی آئی تھی کہ یہاں پانی موجود نہیں ہے۔!

جہاز پر اب بھی پانی کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ لیکن اتنا بھی نہیں تھا کہ کوئی متبادل انتظام نہ ہونے کے باوجود زندگی گزاری جا سکے، ان حالات میں یہ بیکار زمین تھی۔ لیکن بالکل مایوسی بھی نہیں تھی۔ درختوں کی نمو بھی آخر کسی چیز سے ہوئی ہوگی۔ کم از کم زمین کے نیچے ایسا پانی ضرور موجود ہے جو درختوں کو زندگی دے سکتا ہے۔ ورنہ یہ علاقہ سرسبز نہ ہوتا۔

بالآخر جہاز اتنے پانی میں پہنچ گیا جہاں سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اور طاقتور بازوؤں والے جوانوں نے چپو چھوڑ دیئے۔ میں نیچے اُترنے لگا اور پھر ان کے درمیان پہنچ گیا۔ انھوں نے مجھے اپنے درمیان نمایاں جگہ دیدی تھی!

"اب کیا حکم ہے آشورے — ہم سب تیری رہنمائی کے منتظر ہیں؟" پلگاس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"سورج کی روشنی میں ابھی کافی جان باقی ہے۔ تاہم دس مضبوط جوان ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میرے ساتھ آئیں۔ میں اس زمین کا جائزہ لوں گا۔ پانچ پانچ جوانوں کی مسلح ٹولیاں زمین پر پھیل کر اتنی دور تک جائیں جہاں سے انھیں دیکھا جاتا ہے۔ اس کام کے لئے دو آدمی سرخ ٹاور پر چڑھ جائیں، جہاں سے وہ ان ٹولیوں پر نگاہ رکھیں اور باقی جوان ہتھیاروں سے لیس جہاز پر منتظر رہیں تاکہ کوئی خطرہ درپیش ہو تو فوری طور پر اس سے نپٹنے کی سعی کر سکیں۔ عورتیں حسب معمول خوراک وغیرہ کی تیاریوں میں مصروف رہیں اور ایک خاص ہدایت اور یاد رکھی جائے۔ وہ یہ کہ فوری طور پر پانی کا استعمال کم سے کم کر دیا جائے تاوقتیکہ ہم قابل استعمال پانی تلاش نہ کر لیں۔"

"کیا تم نجات دہندہ آشورے کی ہدایات سمجھ گئے۔؟" پلگاس نے دوسرے لوگوں کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"ہاں۔ ہم نے سُن لیا۔ ہم ایسا ہی کریں گے جیسی ہدایت ملی ہے۔" سب نے بیک وقت کہا۔ اور پھر میں نے دس آدمیوں کا انتخاب کیا جن میں پلگاس شامل نہیں تھا۔

"میرے لئے کیا حکم ہے آشورے۔؟" پلگاس نے پوچھا۔

"تمہارا جہاز پر رہنا ضروری ہے پلگاس۔ تم جانتے ہو یہ زمین ہمارے لئے اجنبی ہے۔ ہم نہیں جانتے اس کی کیا کیفیت ہے۔ یہاں کیسے حالات ہمارے منتظر ہیں۔ اس لئے جہاز ہمارے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ تم ان لوگوں میں سب سے ذہین اور منظم شخصیت کے مالک ہو۔ اس لئے تم بہتر طور پر اس کی نگرانی کر سکتے ہو۔؟"

"جو حکم آشورے۔ ہم تیرے حکم کی تعمیل کریں گے۔" پلگاس نے خوشدلی سے کہا۔ دوسرے پانچ پانچ افراد کی ٹولیاں بھی منتخب ہو گئیں۔ اور پھر ہم پانی کو عبور کر کے ریت کی زمین پر آ گئے۔ بھوری نرم ریت میں پاؤں دھنس رہے تھے۔ ریت شفاف تھی۔ اس پر کوئی نشان نہیں تھا۔ اگر ریت پر نشانات ہوں گے بھی تو ہوا اُن کی ترتیب بگاڑ دیتی ہوگی۔ ریت بلندیوں کی طرف گئی تھی چنانچہ ہم یہ بلندیاں عبور کرنے لگے۔! اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ ریت کی چوٹی پر پہنچ گیا جہاں سے ڈھلان شروع ہوتے تھے۔!

ہوا نے اس علاقے کی صفائی کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر سنبھالی ہوئی تھی۔ اس لئے درختوں کے سوکھے ہوئے پتے اور دوسری چیزیں ترتیب سے ایک لائن میں سمٹی ہوئی تھیں۔ ڈھلان پر سب سے پہلے ہماری نگاہ ایک پنجر پر پڑی۔ شاید وہیل مچھلی کا پنجر تھا۔ اچھا خاصا چھوٹا موٹا جھونپڑا معلوم ہو رہا تھا۔ اس میں تعفن کا کوئی نشان نہیں تھا۔ شاید بہت پرانا تھا۔

ہم اس کے قریب پہنچ گئے اور غور سے اُسے دیکھنے لگے! لیکن

ساخت سے پتہ چلا کہ وہ وہیل مچھلی کا نہیں۔ بلکہ کسی چوپائے کا پنجر ہے۔
لیکن اتنا بڑا چوپایہ۔ اس دور میں ممکن نہیں تھا۔ میں نے ابتدائی دور میں
بہت بڑے بڑے جانور دیکھے تھے۔ انوکھے اور عجیب وغریب، لیکن جوں جوں
وقت گزرتا رہا۔ وہ جانور مفقود ہوتے گئے۔ شاید انسان کی مشکلات کم کرنے
کیلئے عظیم قوت نے انہیں فنا کر دیا تھا۔ ورنہ اگر وہ باقی ہوتے تو دنیا کی ترقی میں
سب سے بڑی رکاوٹ ہوتے۔

میں نے پنجر سے اس جانور کی ساخت کا پتہ لگایا، اور پھر غور کرنے لگا،
کہ یہ پنجر کتنا پرانا ہو سکتا ہے۔ اگر یہ زیادہ پرانا نہیں ہے تو اس پراسرار سرزمین
پر اس کی موجودگی کسی بھیانک خطرے کی علامت تو نہیں ہے۔ کیا ایسے ہی دوسرے
جانور بھی یہاں موجود ہو سکتے ہیں۔؟

میرے اندازے سے یہ پنجر زیادہ پرانا نہیں تھا۔ تاہم میں نے اپنے
ساتھیوں سے اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی اور آگے بڑھ گیا۔ باقی ٹولیاں
منتشر ہو گئی تھیں۔ اور میں سیدھا درختوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بے حد گھنے درخت
تھے۔ جن کے درمیان راستہ تلاش کرنا بھی مشکل تھا۔ لیکن میں نے مشکلات
کی پرواہ کب کی تھی، ہاں ان لوگوں کا خیال ضرور تھا، جو میرے ساتھ تھے۔ اس لئے
میں نے انہیں پشت پر رکھا تھا اور خود آگے آگے چل رہا تھا۔ سورج میں اب بھی
زندگی تھی۔ روشنی درختوں سے چھن رہی تھی اس لئے زمین بھی صاف نظر آ رہی تھی۔
اس کے علاوہ میرے کان سوکھے ہوئے پتوں کی چاپ پر بھی لگے ہوئے تھے۔ ممکن
ہے کوئی جنگلی درندہ تاک میں ہو۔!

لیکن خاموشی تھی۔ بظاہر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ لیکن میرا
تجربہ کہتا تھا کہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔ اس حصے میں جانوروں تک کی...
عدم موجودگی کسی خاص بات کی علامت ہے۔ سوائے چھوٹے موٹے کیڑے کوڑوں
کے اور کوئی جانور نہیں نظر آ رہا تھا۔! نہ جانے اس کی کیا وجہ تھی۔

وجہ نامعلوم تھی۔ میں درختوں میں آگے بڑھتا رہا۔ میرے ساتھی
خاموش تھے۔ شاید وہ اس پراسرار ماحول سے خوفزدہ تھے۔ بہت دور
نکلنے کے باوجود درختوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ ہاں آگے جا کر یہ سلسلہ زیادہ
گھنا نہیں تھا۔! بلکہ چھدرا ہو گیا تھا۔ لیکن۔ اتنا راستہ طے کرنے میں
کافی وقت لگ گیا تھا اور اچانک یوں محسوس ہوا تھا، جیسے سورج کا گولہ
ایک جھٹکے سے سمندر میں گر پڑا ہو۔ ایک دم ہی تاریکی پھیل گئی تھی۔

تب میں نے سوچا کہ اگر میں تنہا ہوتا تو دن کی روشنی، یا رات کی
تاریکی کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن میرے ساتھ دس جوانوں کی زندگی
کا سوال ہے۔ ان کی زندگی کو خطرات پیش آ سکتے ہیں۔ اس لئے آج کی
مہم جوئی ترک کی جائے اور باقی کام کل پر چھوڑا جائے۔ چنانچہ میں نے واپسی
کا حکم دے دیا اور لوگوں نے اطمینان کی سانس لی۔ شاید وہ لوگ خود بھی
یہی چاہتے تھے۔ واپسی کا سفر بہت تیزی سے کیا گیا، کیوں کہ ہم جلد سے جلد
ان درختوں سے نکل جانا چاہتے تھے۔!

اور پھر بغیر کسی حادثے یا واقعے کے ہم درختوں کے درمیان سے
نکل آئے۔ ویسے میں اس پراسرار سرزمین کے بارے میں زیادہ پرامید نہیں
تھا۔ حالات بتاتے تھے یہاں خطرات موجود ہیں۔ میرے لئے تو تمام خطرات
بےضرر تھے۔ لیکن ان لوگوں کی زندگی کی حفاظت بہرحال میرے ذمہ آ پڑی تھی۔

ہم جہاز پر پہنچ گئے۔ دوسری ٹولیاں بھی واپس آ گئی تھیں۔ وہ
لوگ اپنے ساتھ بہت سے ناریل اور کھجوریں لائے تھے اور انہیں صاف کر دیا
گیا تھا۔ ہمارے پہنچنے پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ سب ہمیں گھیر کر
کھڑے ہو گئے تھے۔

"تم میں سے کسی نے کوئی خاص بات معلوم کی؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں نجات دہندہ۔ سوائے ایک کے"
ایک ٹولی کے آدمی نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"میں اپنی ٹولی کے ساتھ جنوبی سمت گیا تھا۔ ہم لوگوں نے
کافی تیز رفتاری سے سفر کیا تھا۔ راستے میں ہمیں جانوروں کے پنجر ملے چھوٹے
بڑے جانور تھے لیکن ایک تازہ پنجر شیر کا تھا۔ جس کی گردن سلامت تھی
لیکن اس کی نچلے جسم کی ہڈیاں تک چبالی گئی تھیں عجیب حالت تھی اس کی"

"خوب!" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "تمہارے خیال میں وہ
پنجر کتنا پرانا ہو گا!"

"زیادہ نہیں۔ کیونکہ شیر کی گردن کا گوشت سڑ رہا تھا۔"

"ہوں۔ کونسی سمت بتائی تھی تم نے؟"

"جنوبی سمت۔"

"ٹھیک ہے۔ کل ادھر کا جائزہ لیں گے۔" میں نے اس اطلاع
پر کسی خاص جوش یا جذبہ کا اظہار نہیں کیا۔ اور پھر سب منتشر ہو گئے۔ جہاز
پر موجود لوگوں کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا وہ اسی طرح اپنے کاموں
میں مشغول ہو گئے جس طرح سمندر میں سفر کرتے ہوئے رہتے تھے پھر رات
کے کھانے کے بعد میں نے انہیں کچھ اور ہدایات دیں۔ احتیاطاً میں نے دو
آدمیوں کو مستول پر اور آٹھ آدمیوں کو جہاز کے چاروں طرف پہرے کے
لئے تعینات کر دیا۔ میں نے ان کے اوقات مقرر کر دیئے۔ پوری رات کے لئے
چار پارٹیاں ترتیب دی گئی تھیں جنہیں اپنے اپنے وقت پر پہرہ دینا تھا۔
میں نے انہیں خصوصی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"چونکہ یہ سرزمین ہمارے لئے نئی اور بالکل اجنبی ہے ممکن ہے
یہاں کی رات، یہاں بسنے والے درندوں کے لئے شکار کا وقت ہو، ممکن
ہے یہاں وحشی لوگ آباد ہوں جو جہاز کو دیکھ کر چھپ گئے ہوں، اور رات
کی تاک میں ہوں۔ اس لئے پہرہ دینے والی پارٹی کی پوری پوری ذمہ داری ہے
کہ وہ جاگ کر اور ہوشیاری سے قرب وجوار کے ماحول پر نگاہ رکھے اور اگر
کوئی خطرہ پیش آئے تو شور مچا کر سب کو ہوشیار کر دے۔ اس کے علاوہ سونے
والے اپنے اپنے ہتھیار نزدیک رکھ کر سوئیں تاکہ کسی فوری ضرورت پر انہیں تبدیل

تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔"
"ہم ایسا ہی کریں گے آشورے۔" پوگالن نے کہا۔
یوں پہلی پارٹی کے دو جوان مستول پر چڑھ گئے۔ اور باقی دو دو کی تعداد میں جہاز کے چاروں سمت گشت کرنے لگے، تاکہ سمندر اور خشکی دونوں طرف نگاہ رکھی جائے۔
ان کاموں سے فارغ ہو کر میں آرام کرنے چل پڑا۔ میں اپنی خواب گاہ میں داخل ہونے والا تھا کہ مجھے شیرایہ نظر آئی۔ وہ شاید میری منتظر تھی۔ میں ٹھٹھک کر رک گیا۔
شیرایہ آہستہ قدموں سے میری طرف بڑھ آئی اور پھر وہ میرے قریب پہنچ کر رک گئی۔ میں اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔
"کیا آج کی رات، میں تیری خدمت میں رہ سکتی ہوں آشورے؟"
"تو تو مجھ سے ناراض تھی شیرایہ!" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے قریب کرتے ہوئے کہا۔
"تجھ سے کون ناراض ہو سکتا ہے آشورے۔ ہاں ہر دل میں تیرے لئے حسرت ضرور پیدا ہو سکتی ہے۔ ہر عورت تجھے زندگی بھر کے لئے اپنانے کی آرزو ضرور کر سکتی ہے۔ اور جب آرزوئیں پوری نہ ہوں تو گھٹن لازمی امر ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہمارے پاس تیری تسخیر کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے۔"
"اندر آ۔ میں تجھ سے گفتگو کروں گا۔" میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ اندر آ گئی۔ میں نے اسے اپنی آغوش میں بٹھاتے ہوئے کہا۔
"تو اب تو مجھ سے ناراض نہیں ہے؟"
"میں پہلے بھی تجھ سے ناراض کہاں تھی آشورے۔ ہاں اس وقت میرے پاس دل کی پیاس بجھانے کا کوئی حل نہیں تھا۔"
"اور اب۔؟" میں نے پوچھا۔
"اب ہم نے ایک حل تلاش کر لیا ہے بشرطیکہ تو قبول کر لے۔"
"ہم نے؟، ہم نے سے کیا مراد ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔
"ہم سے مراد وہ سب ہیں جو تیری آرزو مند ہیں جنہیں پوری زندگی جرأت نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ تیرا قرب حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کر سکیں۔ لیکن میں نے سب کی مشکل حل کر دی ہے۔ اور تجھے حیرت ہو گی آشورے۔ ان میں وہ بھی شامل ہیں جو دوسروں کو اپنا چکی ہیں۔ وہ تیرے پانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے مرد منتخب کر لئے۔ یا یوں سمجھ کہ جس مرد نے انہیں قبول کیا انہوں نے اس پر قناعت کی۔ لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ تو قابل حصول ہے تو وہ ہماری خوشامدوں پر اتر آئیں اور انہوں نے ہماری بڑی منتیں کیں۔" شیرایہ نے بتایا اور مجھے بیساختہ ہنسی آ گئی۔
"یہ مخلوق بھی خوب ہے پروفیسر۔ جہاں ہو۔ جس حال میں ہو۔ اس کے اپنے مسائل ہوتے ہیں جن کا دماغ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ انہوں نے اپنی ذمہ داریاں مردوں کو سونپ دی ہیں۔ یہ ان کے برابر آنے کی ہمت کا دعویٰ کرتی ہیں لیکن عملی زندگی میں ان کی اپنی سوچ بیکار ہے اور بہرحال وہ مردوں کا تسلط قبول کرتی ہیں۔ ان کا صرف ایک ہی مسئلہ ہے، جہاں بھی ہوں۔ جس حال میں بھی ہوں۔ اور ٹھیک بھی ہے ان کی بنیاد ہی یہ ہے۔ دنیا کی نمو کے لئے اگر ان کی ضرورت محسوس نہ کی جاتی تو یہ ایک بیکار وجود تھیں۔ میں معذرت خواہ ہوں لڑکیو۔ لیکن میں صدیوں کے تجربے کی بات کر رہا ہوں۔ اور مجھے اپنے تجربے میں کبھی جھول نہیں نظر آیا۔"
اس نے فرزانہ اور فروزاں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ دونوں لڑکیوں کے چہرے پر ناخوشگوار تاثرات تھے۔ لیکن انہوں نے اس بحث میں حصہ لینے کی ضرورت نہ محسوس کی۔ تب وہ مسکرایا اور بولا۔
تو پروفیسر۔ میں نے شیرایہ سے اس بکواس کی تفصیل پوچھی۔
"جہاں کھانے کا ذخیرہ ہے اور جہاں کھانا تیار ہوتا ہے وہاں ان سب کا اجتماع تھا۔ ان میں اِنتارا بھی شامل تھی۔ بے حد خوش بے حد مسرور۔ اتفاق سے ایک لڑکی نے اس سے اس مسرت کی وجہ پوچھی۔
"خوب۔ پھر۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
اس نے گذری رات کی داستان سنائی اور ہمیں بتایا کہ کس طرح اس نے ہماری گفتگو سن کر موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اس نے بتایا کہ آشورے اجنبی انسان ہے۔ وہ دیوتاؤں کی دنیا کا باشندہ ہے۔ کوئی اس پر حق کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ہاں وہ جسے قرب بخش دے۔ اسے زندگی میں کسی دوسرے مرد کی تمنا نہیں رہتی۔ اس کے ساتھ گذاری ہوئی ایک رات زندگی کا ماحصل ہے۔ سو ان بے شمار راتوں کا کیا فائدہ۔ جو بیزاری سے گذاری جائیں۔ اس نے کہا کہ وہ اس رات کے تصور میں بقیہ زندگی سکون سے گذار سکتی ہے۔ اس نے کہا کہ اسے آشورے پر کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ خواہ اب پوری زندگی اسے آشورے کی سانس کی قربت نصیب نہ ہو۔ اور ہم سب اس کی باتوں سے بہت متاثر ہوئے۔ ہم نے مل کر سوچا کہ ہم میں سے کون کون اس کی طلبگار ہے۔ تب انہوں نے بھی دل کے راز کہہ دیئے۔ جو ان رازوں کو ہمیشہ سینے میں چھپائے رہتی تھیں۔ انہیں اس بات پر بڑی حیرت تھی کہ ہمیں آشورے کی تنہائی نصیب ہو چکی ہے اور یہ کہ وہ خود بھی اس کی قربت حاصل کر سکتی ہیں۔ سو طے ہوا کہ آشورے ایک بہت بڑا حاصل شدہ خزانہ ہے۔ جو بھی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس میں سے کچھ لے لے۔ اور یہ کسی ایک کا نہیں بلکہ ایک مشترکہ مسئلہ ہے تو کیوں نہ مل بانٹ کر کھایا جائے۔ بشرطیکہ آشورے اسے قبول کر لے اور جسے وہ قبول نہ کرے وہ قسمت پر شاکر ہو جائے۔ اور کسی سے گلہ نہ کرے تب آشورے ہماری ایک انجمن بنی اور متفقہ رائے سے مجھے اس انجمن کا سربراہ بنایا گیا۔ کیونکہ میں تمہاری پہلی عورت تھی اور ان کے خیال میں ان کے بارے میں تم سے گفتگو کر سکتی تھی اور اپنے مسئلے میں تم سے تمہاری رائے معلوم

کر سکتی تھی۔ چنانچہ اعزازی طور پر یہ رات مجھے بخشی گئی۔

تم خود غور کرو پروفیسر۔ کیا اس سے دلچسپ، اس سے مضحکہ خیز بات کچھ اور ہو سکتی تھی۔ میری طلبگار عورتوں نے ایک انجمن بنائی تھی۔ کتنا بڑا مسئلہ بن گیا تھا میں ان کے لئے۔ شیرابہ کی بکواس پر میں دل کھول کر ہنسا اور وہ بھی ہنستی رہی۔ اور پھر اس نے پوچھا کہ کیا مجھے اس انجمن کے اغراض و مقاصد پر کوئی اعتراض ہے؟

"اس لئے نہیں شیرابہ کہ تم اس کی سربراہ ہو۔" میں نے اسے خوش کرنے کے لئے کہا اور میری اتنی سی بات پر عورت کے چہرے کے کنول کھل گئے۔ یہ ہوتی ہے عورت کی کمزوری اور یہ ہوتی ہے اس کی حیثیت۔ تو پروفیسر۔ اس رات شیرابہ دوسری بار میرے بازوؤں کی زینت بنی۔ بڑی امنگوں بھری تھی شیرابہ بھی۔ تفصیل کا تصور تم خود کر لو۔ یہاں میری حیثیت نے ایک اور انوکھا رخ اختیار کیا تھا اور یہ رخ مجھے ناپسند نہیں تھا۔

دوسری صبح پرسکون تھی رات کے ذمہ دار مناسب انداز میں اپنی ڈیوٹی انجام دیتے رہے تھے۔ صبح کو انہوں نے مجھے مشترکہ رپورٹ دی انہوں نے بتایا ساحل سنسان پڑے رہے۔ درختوں کی سمت بھی کوئی تحریک نہیں تھی۔ گویا ابھی تک اس ویران ساحل کی کوئی تفصیل سامنے نہیں آئی تھی۔

لیکن کل کی رپورٹ میرے پیش نگاہ تھی۔ شیر کی تازہ لاش۔ لاش، وہ بھی شیر کی۔ قابلِ غور بات تھی۔ لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کسی اتفاقی حادثے کا شکار ہو۔ اس کے جسم کا گوشت گل گیا ہو۔ لیکن یہ تو دیکھنے کے بعد ہی فیصلہ کیا جا سکتا تھا۔ ویسے میں کچھ اور انوکھی باتیں سوچ رہا تھا جس کا اظہار بعد میں کروں گا۔

تو یوں سمجھو پروفیسر کہ آج میں اپنی خصوصی قوتوں کو صحیح معنوں میں بروئے کار لانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ لوگاس اور اس کے ساتھیوں کا خیال تھا کہ کل کی مانند آج بھی پارٹیاں ساحل کے بارے میں معلومات کو نکلیں گی، لیکن میں یہ ذمہ داری آج صرف اپنے اوپر رکھنا چاہتا تھا۔

ناشتے وغیرہ کی ضروریات سے فارغ ہو کر لوگاس میری خدمت میں حاضر ہو گیا اور پھر اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"آج کے لئے کیا ہدایت ہے نجات دہندہ۔؟"

"آج پورے دن تم اس جہاز پر آرام کرو گے لوگاس۔ زیادہ سے زیادہ ساحل پر اتر سکتے ہو۔ لیکن خبردار جہاز سے زیادہ دور نہ جانا جہاز کی مکمل حفاظت کی ضرورت ہے۔"

"تو کیا۔ آج اس جنگل کے اسرار معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی؟" لوگاس نے حیرت سے پوچھا۔

"یوں سمجھو لوگاس۔ کہ آج اس کے بارے میں کوئی مناسب فیصلہ کر لیا جائے گا۔ ممکن ہے ہم یہاں قیام کریں یا ممکن ہے ابتدائی چند روز اس ساحل پر اتر کر خشکی کا لطف اٹھائیں اور پھر سمندر میں آگے بڑھ جائیں کسی ایسی دوسری زمین کی تلاش میں جہاں کا ساحل ہمارے لئے زیادہ کارآمد ہو۔"

"لیکن آشورے۔؟" لوگاس بدستور حیرت زدہ تھا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں لوگاس، پوری بات سنو۔ آج میں تنہا اس علاقے کے حالات معلوم کرنے جاؤں گا اور دور تک جاؤں گا میرا خیال ہے میں یہ کام بخوبی کر لوں گا۔ تمہیں میرے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے آشورے۔ جہاز کا ایک بھی فرد تنہا تیری زندگی خطرے میں ڈالنے کے حق میں نہیں ہوگا تو ہمارے لئے ایک نعمت ہے اگر جنگلات میں تجھے کچھ ہو گیا تو ہم بے سہارا رہ جائیں گے۔"

"مجھے کچھ نہیں ہوگا میرے دوست۔ میری درخواست ہے جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس میں رخنہ اندازی نہ ہو۔ یوں میں بہتر طور سے کام کر سکوں گا۔"

لوگاس منہ کھول کر رہ گیا میرے فیصلہ کن لہجے کے آگے کچھ بولنے کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی تھی۔ تاہم اس کے چہرے سے الجھن صاف عیاں تھی۔ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تجھے فکرمند ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے لوگاس۔ میں تیری ضرورت ہوں خود مجھے اس کا احساس ہے لیکن اگر مجھے خطرات لاحق ہوتے تو میں خود کوئی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔ تو مجھ سے واقف نہیں ہے۔ آہستہ آہستہ ہو جائے گا اس وقت تک جب تک تو مجھ سے واقف نہیں ہے میری باتوں پر بھروسہ کر۔ مجھے کہیں کسی بھی جگہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں جاؤں گا جنگل میں دیکھ کر اندازہ لگاؤں گا اور پھر تیرے پاس واپس پہنچ جاؤں گا۔ ہاں یہ میری ہدایت ہے۔ میں جب تک واپس نہ لوٹوں تو میرا انتظار کرے گا۔ مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"میں تیرے حکم کا احترام کروں گا آشورے لیکن میں قسمت بے چین رہوں گا،" لوگاس نے گردن لٹکاتے ہوئے کہا۔

"دوسرے لوگوں کو تو خود سمجھا دینا۔ انہیں ہر قیمت پر تیرے حکم کی تعمیل کرنا چاہیئے۔" میں نے کہا اور پھر میں نے اپنے استعمال کے لئے ایک وزنی کھانڈا ساتھ لیا اور جہاز کی رسی کی سیڑھی سے نیچے اتر گیا خشکی پر آ کر میں نے وہی رخ اختیار کیا جس کے بارے میں کل مجھے اطلاع ملی تھی۔

میرے قدموں کے نیچے ریتیلی زمین تھی۔ یہ ماحول میرے لئے اجنبی نہیں تھا میں نے تو صدیوں تک صحرا گردی کی تھی۔ جہاز کے لوگ مجھے ایک غیر معمولی انسان سمجھتے تھے۔ وہ جو صرف ان میں برتر ہو۔ ان سے طاقتور ہو ان سے ذہین ہو۔ اور بس۔ میری اصل حیثیت ابھی تک ان کے علم میں نہیں آئی تھی۔

اور اس سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا تھا میں کونسا بے چین تھا انہیں اپنے بارے میں بتانے کے لئے۔ ہاں ان کے ساتھ رہ کر ایک طویل عرصے سے میں نے اپنے مشاغل چھوڑ رکھے تھے۔ میں نے اپنے دوست ستاروں سے

زمانے کی بدلتی حقیقتوں کے نئے راز نہیں معلوم کئے تھے ـ لیکن اِن حالات میں یہ ممکن بھی نہیں تھا ـ میں اُن سے اُکتا کر اپنے مشاغل نہیں شروع کر سکتا تھا بہر حال میں نے انھیں ایک بڑی مصیبت سے نکال لیا تھا، لیکن ابھی ان کی زندگی کو کوئی مناسب راہ نہیں ملی تھی ـ اور انھیں درمیان میں چھوڑ دینا ان کی ہلاکت تھی ـ اس لئے میں چاہتا تھا کہ انھیں کوئی ٹھوس راستہ مل جائے ـ اور وہ اس پر گامزن ہو جائیں۔

ریت کی زمین طے ہوتی رہی ـ جہاز نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اور اب مڑ کر دیکھنے سے نظر نہیں آتا تھا۔ پھر مجھے شیر کا وہ ڈھانچہ نظر آیا جس کے بارے میں جہاز والوں نے بتایا تھا۔

میں اس کے قریب پہنچ کر رک گیا ـ بلاشبہ انوکھی چیز تھی ـ جسم کا نصف سے زیادہ سارا گوشت غائب تھا ـ لیکن یہ گوشت گل کر مٹی نہیں بنا تھا ـ صاف ظاہر تھا کہ اُسے چبایا گیا ہے، کیونکہ ہڈیاں بھی اسی انداز سے چکی ہوئی تھیں جیسے انھیں کسی نے چبایا ہو ـ !

جنگل کا کوئی جانور اتنے مضبوط جبڑے نہیں رکھتا جو شیر کی ہڈیاں چبا سکے ـ میں نے اُسے دیکھتے ہوئے سوچا ـ اور پھر یہ اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا تھا ـ کہ یہ کام مردہ شیر کے ساتھ کیا گیا ہے، یا جس وقت شیر شکار ہوا، وہ زندہ تھا ـ ! بہر حال دلچسپ صورت حال تھی ـ کیا جنگل میں ایسا کوئی عفریت بھی موجود ہے جو شیر تک کو خاطر میں نہ لائے؟ مگر وہ کونسا جانور ہے ـ ؟ کتنا بڑا ہے ـ ؟

اس کے بارے میں جاننا ضروری ہے ـ ! میں نے اپنی تفتیش شروع کر دی ـ شیر کا مکمل جائزہ لینے کے بعد میں نے اس کے قرب و جوار میں دیکھا ـ دقت یہ تھی کہ ہوا ریت کے نقوش بگاڑتی رہتی ہے ـ شیر کے ڈھانچے کے نزدیک بھی ریت ہموار تھی، اس پر کوئی نشان نہیں تھا تب میں نے درختوں کی سمت دیکھا ـ اور پھر میں اندازے سے درختوں کی طرف چل پڑا ـ میں نے وہ سیدھ اختیار کی تھی جو شیر کی سمت آتی تھی۔

درختوں کی جانب چلتے ہوئے میرا ذہن ایک خاص انداز میں سوچ رہا تھا ـ شیر کی لاش کی موجودگی ظاہر کر رہی تھی کہ یہاں جانوروں کا وجود ضرور ہے ـ لیکن ـ کیا ان جانوروں نے یہ جنگل خالی کر دیا ہے ـ ؟ کیوں ـ ؟ کیا ان جنگلات میں کوئی ایسا وجود موجود ہے، جس سے وہ خوفزدہ ہیں ـ ؟

لیکن وہ ایسا کونسا جانور ہے، جو شیر کے لئے بھی ہیبت ناک ہے ؟

مجھے اسی کی تلاش تھی ـ اور تھوڑی دیر کے بعد میں درختوں کے پاس پہنچ گیا ـ اور یہ دیکھ کر میری ہمت بندھی کہ گھنے درختوں کے درمیان ایک پگڈنڈی سی موجود ہے ـ گویا یہ درختوں کے اندر جانے کا راستہ تھا ـ ! میں اسی راستے پر چل پڑا ـ تب میں نے کچھ اور حیرت انگیز مناظر دیکھے۔

مجھے اندازہ ہوا کہ یہ راستہ قدرتی نہیں ہے ـ ایسا لگتا تھا کہ جیسے کوئی پہاڑ نما شئے یہاں سے گزری ہو ـ اور اس کے بدن کی ٹکر سے یہ راستہ بن گیا ہو ـ درختوں کی شاخیں ٹوٹ ٹوٹ کر لٹک گئی تھیں ـ سوکھ کر خشک ہو گئی تھیں ـ یہ شاخیں یقیناً اس وجود کے راستے میں آئی ہوں گی اور اس نے انھیں معمولی تنکے کی مانند توڑ دیا ہو گا، جوں جوں آگے بڑھ رہا تھا، حیرت انگیز انکشافات ہو رہے تھے ـ بات صرف شاخوں تک ہی محدود نہیں تھی، درخت بھی اکھڑے ہوئے تھے ـ خوفناک وجود نے انھیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا تھا۔ آخر وہ کونسا جانور ہے ـ جو اس قدر جسیم، طاقتور اور خوفناک ہے ـ اور اگر جنگل میں اس جانور کا وجود ہے ـ تو پھر ـ وہ جہاز کے کمزور انسانوں کے لئے خوفناک بھی ہے ـ کیا اِن حالات میں اس سرزمین پر سفر کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے ـ ؟

ہاں، اگر وہ میرے سامنے آجائے ـ تو پھر میں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ بھی کر سکتا تھا ـ اب مجھے اس کی تلاش تھی اور میں ایسی کسی انوکھی شئے کو نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا ـ اُسے تلاش کئے بغیر یہاں سے جانا بھی میرے لئے ممکن نہیں تھا ـ !

میں آگے بڑھتا رہا ـ دیکھوں تو ـ ان درختوں کا اختتام کہاں ہوتا ہے ـ یوں میں نے درختوں کے دوسری طرف کا طویل سفر طے کیا ـ لیکن دلچسپ بات تھی کہ یہاں میں نے کسی چھوٹے بڑے جانور کو نہیں دیکھا تھا، یہاں تک کہ پرندے بھی موجود نہیں تھے، سوائے حشرات الارض کے، جو مجھے کہیں کہیں رینگتے نظر آجاتے تھے ـ شاید وہ بھی یہاں رہنا پسند نہ کرتے، اگر وہ سست رفتار اور ناسمجھ نہ ہوتے ـ

تب ـ اچانک مجھے درختوں کے دوسری طرف کی زمین نظر آئی ـ درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور پروفیسر ـ کیا ہی خوبصورت زمین تھی ـ قدرت نے اس بدنما کوڑے کے درمیان ایسے نقوش دیئے تھے ـ جو انسان کا دل موہ لیتے تھے ـ سبز زمین ـ خوبصورت گھاس سے لدی ہوئی ـ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس بدنما حصے کے دوسری طرف ایسا سبزہ زار ہو گا۔ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں، جو کسی وسیع علاقے میں بنے ہوئے مکانات معلوم ہوتے تھے ـ اور سب سے خاص بات یہ تھی کہ دُور ـ کافی دور، ایک خوبصورت ندی گنگناتی ہوئی گزر رہی تھی، نہ جانے یہ ندی کہاں سے آئی تھی اور کہاں تک گئی تھی ـ تا حدِ نگاہ یہی حسین منظر پھیلا ہوا تھا ـ اس زمین کے قریب سے گزرنے والے جہاز یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ درختوں کے دوسری طرف قدرت کا ایسا حسن پوشیدہ ہو گا ـ !

تو اس حسین خطے نے میرا دل موہ لیا پروفیسر ـ اور میں نے سوچا کہ یہاں تو کافی عرصے تک قیام کیا جا سکتا ہے ـ ! اس خوفناک عفریت کے تصور کو نظر انداز کرتے ہوئے یہاں کے حسن سے لطف اندوز نہ ہونا بدذوقی ہے ـ اور پھر ـ دیکھا جائے گا ـ میں کس سے خوفزدہ ہو سکتا ہوں ـ رہ گیا جہاز والوں کی حفاظت کا سوال ـ تو یہ ذمہ داری بھی میں ہی قبول کر لوں گا ـ اور میں نے مزید آگے جانے کی ضرورت نہیں سمجھی ـ جاتا بھی کہاں ـ دور دور

تک کے مناظر میری نگاہ میں تھے ۔۔۔ چنانچہ میں نے ایک نزدیکی پہاڑی پر
چڑھ کر یہ مناظر دیکھے اور پھر پہاڑی سے اُتر آیا ۔ میں جہاز والوں کے لئے ایک
عمدہ خوشخبری لے کر جا رہا تھا ۔
واپسی کے سفر میں بھی کوئی خاص بات نہ تھی ۔ مجھے تو ان مناظر میں
کھو کر وقت کا احساس بھی نہیں ہوا تھا ۔ لیکن جہاز والے میرے لئے سخت بے چین
تھے، کیونکہ جب میں واپس پہنچا تو سورج کا آغاز شروع ہو گیا تھا ۔!
پوگاس وغیرہ نے مجھے دور سے دیکھا اور خوشی کے نعرے لگانے
لگے ۔۔ وہ میری زندہ سلامت واپسی سے بہت خوش تھے، پوگاس جہاز سے
کود کر میری طرف لپکا اور میرے قریب پہنچ گیا ۔
" اوہ ۔۔ آشورے ۔۔ دیوتاؤں کی مہربانی سے تو زندہ سلامت
لوٹ آیا ہے ۔ ہمارے لئے اس سے زیادہ مسرت کی اور کوئی بات نہیں ہے ۔"
" تم میرے لئے پریشان تھے پوگاس ۔۔؟"
" نہ صرف میں ۔۔ بلکہ جہاز کے دوسرے لوگ میری اس بات سے
ناخوش تھے کہ میں نے آشورے کو تنہا روانہ کر کے ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیا ہے ۔"
" ہاں ۔۔ وہ مجھ سے ناواقف ہیں، اور تو بھی ۔۔!" میں نے آہستہ سے
کہا اور پوگاس کے ساتھ جہاز پر پہنچ گیا ۔۔ سب لوگوں نے مجھے گھیر لیا تھا ۔!
" کیا تو نے درختوں کے دوسرے سرے کا جائزہ لیا آشورے ۔۔ کیا
اس زمین پر درختوں کے علاوہ بھی کچھ ہے ۔۔ کیا یہاں آبادی کا وجود ملتا ہے؟"
بہت سے لوگوں نے مجھ سے سوال کیا ۔
" یہ سرزمین تمہارے تصورات کے بالکل برعکس ہے دوستو ۔۔ اس سرزمین
کے حسن کا تم اندازہ نہیں لگا سکتے ۔۔۔ اسے دیکھ کر میرے ذہن میں کچھ اور خیالات
اُبھرے ہیں، جو تمہارے لئے خوشگوار نہ ہوں گے، لیکن میں انہیں تمہارے سامنے
پیش کرنے سے باز نہ رہوں گا ۔"
" ہمارے بارے میں تو جو کچھ سوچے گا، وہ یقیناً ہمارے حق میں بہتر
ہوگا ۔۔ ہمیں یقین ہے آشورے ۔۔!" بہت سے لوگوں نے بیک وقت کہا ۔
" تو پہلے اس سرزمین کے بارے میں جان لو دوستو ۔۔ درختوں کے دوسری
طرف ۔۔ ایک طویل و عریض میدان ہے جس کے طول و عرض کے بارے میں نہ میں
اندازہ لگا سکا ہوں، اور نہ تم کوئی اندازہ لگا سکو گے ۔"
" میدان ۔۔!" بہت سے لوگ بیک وقت بولے " اس میدان میں
کیا ہے آشورے ۔۔؟"
" سرسبز گھاس، درخت، پہاڑیاں ۔۔ اور ٹھنڈا پانی ۔۔!"
" پانی ۔۔" سب خوشی سے چیخ پڑے ۔
" ہاں ۔۔ زندگی گزارنے کا سب سے اہم ذریعہ ۔۔ دوستو ۔۔ کیا تم
ایک اور طویل سفر کے لئے تیار ہو ۔۔؟"
" ہم تھک چکے ہیں آشورے ۔۔ اس وقت تک نہیں جب تک ہمارے
سامنے کوئی راستہ نہ ہو ۔"
" تمہارا خیال درست ہے ۔ آبادیاں یونہی بنتی ہیں ۔۔ انسان کسی جگہ
جمع ہو کر زندگی گزارتے ہیں ۔ شہر اسی طرح تشکیل پاتے ہیں ۔ تم مختلف علاقوں کے
باشندے ہو ۔۔ اگر تم اپنی زمین پر جانے کا تصور کرو ۔۔ تو یہ ناممکن بھی ہو سکتا
ہے ۔۔ نہ جانے تم کہاں سے کہاں جا نکلو ۔ نہ جانے کتنے لوگ سمندری سفر سے زندہ
بچیں ۔۔ اور کتنے موت کا شکار ہو جائیں ۔۔ یہ زمین تمہارا استقبال کرنے کو
تیار ہے ۔ میری رائے ہے تم یہاں آبادی تشکیل دو ۔ زندگی گزارنے کے لئے یہ
زمین تمہاری بہترین معاون ہوگی ۔ تمہارے لئے زندگی کی ہر ضرورت موجود ہے،
غذا حاصل کرنے کے ذرائع اور عورت ۔۔ یہی انسان کی بنیادی ضرورت ہے،
اس زمین کو آباد کرو ۔ یہاں کھیتی باڑی کرو ۔۔ اور اس کو ایک عظیم آبادی دو ۔"
میری باتوں پر سب غور کرنے لگے ۔!
" ابھی فیصلہ نہ کرو ۔ کل ہم درختوں کے دوسری سمت چلیں گے،
اس جگہ کو دیکھیں گے ۔ اس دوران تم اپنی عورتوں سے مشورے کر لینا ۔ تمہیں اگر کشتی
مل جائے ۔ کوئی اجنبی خطہ مل جائے ۔۔ وہاں تم ایک دوسرے سے جدا ہونے کے
بارے میں سوچو گے ۔ وہاں تمہاری سوچ سینکڑوں الجھنیں لئے ہوگی، لیکن!
یہاں آباد ہونے میں کوئی دقت نہیں ہے ۔"
" ہم تیری رائے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں آشورے ۔۔ لیکن کیا تو
یہاں ہمارے ساتھ رہے گا ۔۔؟" پوگاس نے پوچھا ۔
" ہاں ۔۔ اس وقت تک، جب تک تم اطمینان سے زندگی کی راہ پر
نہ چل پڑو ۔ تمہارے راستے کی ساری مشکلات دور نہ ہو جائیں ۔ یا پھر حالات
کوئی ایسا رخ نہ اختیار کر لیں جو ہمارے لئے دوسرا راستہ متعین کرے ۔"
" ہمیں یہ رات دے آشورے ۔ ہم اپنی عورتوں سے گفتگو کر لیں ۔"
" میں تمہیں یہ رات دے چکا ہوں ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا، اور
پھر میرے اشارے پر وہ سب منتشر ہو گئے ۔۔ لیکن میرے لئے ایک سوچ باقی تھی
اور وہ تھی اس انوکھے عفریت کا تصور ۔۔! میرا تجربہ یہی کہتا تھا کہ یہ حسین خطہ
بلاوجہ ویران نہیں ہے ۔ کوئی ایسی شئے یہاں ضرور موجود ہے جس کی وجہ سے جانوروں
نے بھی یہ جنگل چھوڑ دیا ہے ۔ لیکن ۔۔ ممکن ہے ان کے لئے یہ شئے ناقابل تسخیر
ہو لیکن میری موجودگی انہیں اس سے نجات دلا سکتی تھی ۔ تردد صرف اس بات کا
تھا کہ اگر کوئی ایسی شئے یہاں موجود ہے تو وہ ان لوگوں میں سے کسی کو نقصان
نہ پہنچا دے ۔ بہرحال اس کا فیصلہ وقت کرے گا، اگر جہاز کے لوگ یہاں قیام نہ
کرنا چاہیں گے تو میں انہیں مجبور نہیں کروں گا اور خوشی سے جہاز ان کے حوالے کر کے
انہیں جانے کی اجازت دے دوں گا ۔ رہا میرا سوال ۔۔ تو میں تو اس کے بارے
میں جانے بغیر یہاں سے جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا ۔
جہاز کے لوگ آپس میں صلاح مشورے میں مصروف رہے ۔ اور سورج
سفر طے کرتا رہا ۔ رات کے کھانے کے بعد حسب معمول جہاز پر پہرے کا انتظام کر دیا
گیا ۔ جس کے بارے میں پوگاس نے مجھ سے ایک سوال کیا ۔ اور میں خود چاہتا تھا
کہ وہ لوگ جان لیں ۔ اور میں نے اُسے لاعلم نہیں رکھا ۔ پوگاس نے مجھ سے پوچھا ۔
" پہرے کے باقاعدہ انتظام سے معلوم ہوتا ہے آشورے ۔ کہ تو

ابھی اس علاقے سے زیادہ مطمئن نہیں ہے؟"
"تیرا خیال درست ہے آشورے۔" میں نے جواب دیا۔
"تو یہاں کیا خطرہ محسوس کرتا ہے۔ کیا یہاں آبادی موجود ہے؟"
"میرے خیال سے دُور دُور تک کوئی انسانی آبادی نہیں ہے۔"
"کیا انسان یہاں تک پہنچ نہیں سکے۔؟"
"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ یا ممکن ہے وہ یہاں زندگی نہ گزار سکے ہوں۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا یہاں خطرناک جانور موجود ہیں۔؟"
"بظاہر نہیں۔ ویسے میرا خیال بھی یہ ہے کہ یہاں جانور موجود نہیں ہیں۔"
"ہاں۔ مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔" پوگاس نے کہا۔
"لیکن میں نے یہاں شیر کی لاش دیکھی تھی۔"
"اوہ۔!"
"جس کا مطلب ہے کہ جانور یہاں موجود تھے۔ یا ممکن ہے موجود ہوں، اور اس علاقے سے خوفزدہ ہو کر کہیں دُور جا بسے ہوں۔"
"خوف کی وجہ۔؟" پوگاس نے کہا۔
"شیر کی لاش ظاہر کرتی تھی کہ اسے کسی بے پناہ طاقتور جانور نے شکار کیا ہے۔ اس جانور نے اُس کی ہڈیاں چبا ڈالی ہیں، اور ایسا جانور معمولی نہ ہوگا۔"
"اوہ۔ گویا یہاں اس کا وجود ہے۔؟"
"ہاں جانوروں کے نہ ہونے کا سبب، وہ وجود بھی ہو سکتا ہے۔"
"لیکن ایسی کیا شئے ہو سکتی ہے۔؟"
"میں اسی کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"
"تب تو ہمیں بھی اس سے خطرہ درپیش ہو سکتا ہے۔؟" پوگاس نے متاثر لہجے میں کہا۔
"یقینی امر ہے پوگاس۔ کل روانگی سے قبل میں اس بارے میں تم سے ضرور گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ میرے دوست! میں ہر حالت میں تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔ اگر تم میں سے کوئی بھی شخص کسی پریشانی کا شکار ہو گیا تو مجھے شدید دکھ ہوگا۔ میری ایک رائے ہے۔"
"وہ کیا آشورے۔؟"
"جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں، کہ یہاں کسی ایسے عفریت کے وجود کا امکان ہے، جو ہمارے فہم سے باہر ہے۔ ممکن ہے اُس سے ہمیں نقصان بھی پہنچ جائے۔ تمہارے سامنے دو راستے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ اس سرزمین کو پسند کر کے یہاں آباد ہو جاؤ۔ اور یہاں پیش آنے والے ہر خطرے سے نپٹنے کے لئے خود کو تیار رکھو۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ جہاز یہاں سے آگے لے جاؤ۔ اور قسمت کے سہارے آئندہ عمل کا راستہ تلاش کرو۔ مجھے ان دونوں باتوں میں سے کسی پر اعتراض نہ ہوگا۔"
"تو ہمارے لئے کیا بہتر سمجھتا ہے آشورے۔؟" پوگاس نے پوچھا۔
"میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ اگر تم یہاں زندگی گزارنا پسند کرو۔ تو یہ میری بھی پسندیدہ بات ہوگی۔ دوسری صورت میں، میں تمہیں اس زمین پر الوداع کہدوں گا۔ کیونکہ میری سرشت میں شامل ہے کہ کسی جستجو کو ادھورا نہ چھوڑوں۔"
"اوہ۔ تو۔ کیا تو۔ کیا تو۔ اگر ہم یہاں سے جانے کا فیصلہ کر لیں۔ تو کیا تو ہمارے ساتھ نہ ہوگا۔؟"
"نہیں۔ کیونکہ یہ زمین مجھے پسند آئی ہے۔ اور اس عفریت کو تلاش کئے بغیر میں یہاں سے نہ جا سکوں گا۔"
"پھر ہمارے جانے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔" پوگاس نے مضبوط لہجے میں کہا۔
"نہیں پوگاس۔ یہ صرف تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔"
"اور ہم صرف تیری قربت چاہتے ہیں۔"
"دوسروں سے مشورہ کر لو پوگاس۔ تمہاری زندگیوں کو خطرات بھی پیش آ سکتے ہیں۔"
"ہماری زندگی کو سخت خطرات لاحق تھے، بلکہ ہماری زندگی ہی کہاں باقی رہی تھی۔ وہ تو تیری رہینِ منت ہے۔ اگر تو ہمارے ساتھ ہوگا تو ہم ہر خطرے کا مقابلہ کریں گے۔"
"پھر بھی میری خواہش ہے کہ تم دوسروں سے مشورہ کر لو۔"
"میں تیری خواہش کا احترام کروں گا۔" پوگاس نے کہا اور پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ پوگاس کو اس خطرے سے آگاہ کرنے کے بعد مجھے کافی اطمینان ہو گیا۔ اب سب لوگ اس سے آگاہ ہونے کے بعد فیصلہ کریں گے، اور ساری ذمہ داری میرے اوپر ہی نہ ہوگی۔
میں اطمینان سے اپنی خواب گاہ کی طرف چل دیا۔ اور یہاں سے حسن و عشق کی کہانی پھر شروع ہوتی ہے پروفیسر۔ میں شیرایہ کی باتوں پر غور کرنے لگا! کیا خوب پروگرام بنایا تھا ان خوبصورت لڑکیوں نے میرے عیش تھے۔ میری ضرورت پوری کرنے کا انھوں نے خوب انتظام کیا تھا جسے وہ بظاہر اپنی ضرورت محسوس کرتی تھیں۔!
دیکھنا یہ ہے کہ میری اس رات کی ساتھی کون ہے۔ اور میرے کان قدموں کی آہٹ تلاش کرنے لگے۔ زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ میری خوابگاہ کے دروازے پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔
"کون ہے۔ آ جاؤ۔" میں نے پکارا۔ لیکن آنے والا آگے نہ آیا۔
تب میں خود ہی آگے بڑھا اور اس کے سامنے پہنچ گیا۔ اس رات کی حسین ساتھی کو دیکھ کر میں چونک پڑا۔ وہ ابانیہ تھی۔ پوگاس کی بہن ابانیہ۔ پُراسرار لڑکی جس نے مجھے کچھ سمجھنے کی کوشش کی تھی۔!
"ابانیہ۔" میں نے آہستہ سے اسے پکارا۔ اور پھر میں اُس کا بازو پکڑ کر اندر لے آیا۔ ابانیہ کا جسم مہک رہا تھا کنوار پن سے۔ اُس کے سینے میں زیروبم تھا۔ دُبلی پتلی سی یہ لڑکی جذبات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اسے اپنے سامنے بٹھا لیا اور پیار بھری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا! "ابھی تک

ناراض ہوا ابانیہ ---؟" میں نے پوچھا۔

"میں ناراض نہیں ہوں آشورے ---!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"پھر خاموش کیوں ہو --- ؟"

"تو تو مجھ سے ناراض نہیں ہے --- ؟"

"نہیں ابانیہ --- میرے ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے ---"

"میں نے تیری حیثیت کا غلط انتخاب کیا تھا آشورے ---" وہ سسکی سی لے کر بولی۔ "میں نے تجھے خود میں سے ایک جانا تھا --- یہ میری بے وقوفی تھی --- تجھے شاید یاد نہ ہو --- تو نے غور بھی نہ کیا ہو --- اس وقت --- جب ہم پنجروں سے نکالے جا رہے تھے --- سی سارا کے ایک خونخوار محافظ کا کوڑا میری طرف اٹھا' لیکن تیرے حکم سے رک گیا --- ہم اس وقت جانوروں کی حیثیت میں تھے آشورے --- لیکن اس کے باوجود میں تیری مہربانی نظر انداز نہ کر سکی' میں نے تجھے دیکھا' اور انوکھے انسان' میری تکلیفوں میں ایک اور تکلیف کا اضافہ ہو گیا --- میرے دل نے تیری محبت کا اعلان کر دیا تھا --- میں نے اس تکلیف کو بھی دوسری تکلیفوں میں شامل کر لیا --- پھر تو ہمارے محافظ کی حیثیت سے میرے سامنے آیا --- میں نے تجھے دیکھا' اچانک مجھے محسوس ہوا کہ ہماری سرپرستی ایک مہربان شخص کر رہا ہے ---------

--------- پھر میرے بھائی نے تجھے قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ سازش تیرے خلاف ہو رہی ہے --- میں تیری ہی تو بیمار تھی آشورے۔ پگاس ناکام رہا اور تو نے اس پر نہ صرف مہربانی کی بلکہ میری دوا بھی کر دی --- اگر وہ دوا تیری دی ہوئی نہ ہوتی آشورے تو میں ٹھیک نہ ہوتی --- ان تمام باتوں کو سامنے رکھئے' تو میرا قصور بھی کم ہو جائے گا --- ہاں --- میں نے نادانی کی کہ تجھ سے اپنی محبت کا جواب چاہا --- مگر اب مجھے احساس ہو گیا ہے آشورے --- تو آسمان ہے --- آشورے --- میں ان عورتوں میں اس لئے شامل ہوئی تھی کہ ایک بار تجھے دل کا حال کہہ دوں --- میری خوشی پوری ہو گئی ہے --- تو میرا دیوتا ہے --- میں صرف تیری پجارن بن کر رہنا چاہتی ہوں --- اگر میری باتیں ناگوار گزری ہوں تو مجھے معاف کر دے --- اگر میرا وجود تیرے لئے الجھن بن جائے تو مجھے جانے کی اجازت دے دے ---"

میں نے ایک بار پھر غور سے اس دبلی پتلی لڑکی کو دیکھا --- یہ بیچاری میرا ساتھ کیا دے سکتی ہے --- لیکن ایک رات کی محبت اسے بھی دے دوں تو کیا حرج ہے --- وہ امیدیں لیکر آئی ہے --- ہاں یہ ممکن تھا کہ بعد کی ملاقاتوں میں' میں اسے ایک خاص حیثیت بخش دوں --- اس لئے میں نے اس کا دل نہ توڑا --- اور کہا۔ "تو اگر پسند کرے ابانیہ --- تو یہ رات میرے ساتھ گزار"

"میں حاضر ہوں آشورے" اس نے کہا۔ "بتا میں تیری کیا خدمت کروں --- ؟"

"کیا میرا حصول تیری خواہش نہیں ہے --- ؟"

"ہے آشورے --- بشرطیکہ تیری عظمت مجروح نہ ہو ---"

"یہ تیری خوشی پر منحصر ہے ابانیہ --- میں تجھے مجبور نہ کروں گا!" میں نے بددلی سے کہا۔ اور وہ میری شکل دیکھنے لگی --- پھر اس نے میرے چہرے سے نہ جانے کیا اندازہ لگایا --- وہ آگے بڑھی --- اور میرے سامنے کھڑی ہو گئی ---

"میں حاضر ہوں آشورے ---" اس نے کہا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے --- میں نے اس وقت ان تمام تاثرات کو نظر انداز کر دینا ہی مناسب سمجھا --- یہ لڑکی پہلے بھی الجھن بنی ہوئی تھی اور اس وقت بھی الجھن ثابت ہوئی تھی --- چنانچہ میں نے اس الجھن کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں ---

صبح --- میں نے اس کے چہرے پر شگفتگی سی دیکھی تھی اور اس دبلی پتلی سی نازک اندام لڑکی کو دیکھ کر پروفیسر مجھے تھوڑی سی شرمندگی ہی ہوئی تھی --- عورت جسمانی طور پر کیسی ہی ہو --- بحیثیت عورت ایک طاقتور مقام رکھتی ہے --- اور ابانیہ بھی دوسری عورتوں کی مانند طاقتور تھی ---

پھر وہ چلی گئی ---! اور میں آرام کرتا رہا --- پھر جب روشنی پوری طرح ابھر آئی --- تو میں باہر نکل آیا --- جہاز کے لوگ پگاس کی نگرانی میں اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے --- میں نے بھی چند ضروری باتوں پر غور کیا تھا --- مثلاً جہاز پر موجود سامان --- کیا اسے جہاز پر چھوڑ دیا جائے --- یا اس کی حفاظت کیلئے کچھ لوگوں کو چھوڑا جائے --- ؟

لیکن میرے خیال میں ان میں سے تمام مردوں اور عورتوں کو ان کی رہائش کی جگہ دکھا دی جائے تا کہ بعد میں کسی کو یہ احساس نہ ہو کہ اس پر فیصلے مسلط کئے گئے۔ بہر حال جہاز کو اس کے حال پر چھوڑنے کا فیصلہ کیا گیا --- ہاں اسے مضبوطی سے لنگر انداز کرنے کے بارے میں غور کر لیا گیا تھا --- سورج میں خوب چمک آ گئی تھی --- جب جہاز کے لوگ کیل کانٹے سے لیس ہو کر جہاز سے اترے' ایک لمبی قطار تھی --- سامنے آدھے مسلح مرد تھے' ان کے درمیان عورتیں اور پیچھے آدھے مرد پشت پر تھے --- اور ان سب کی رہنمائی میں کر رہا تھا --- میں انہیں اسی طرف لئے جا رہا تھا --- جو راستہ کل میں نے دریافت کیا تھا۔

درخت اب بھی پر سکون تھے اور ان میں کوئی خاص بات نہیں تھی --- ہم خاموشی سے فاصلہ طے کرتے رہے --- بالآخر درختوں کے درمیان کا طویل سفر ختم ہو گیا --- اور جب ہم نے درختوں کے دوسری طرف قدم رکھا --- تو کوئی نہ تھا جس کے منہ سے حیرت و تعجب کی آواز نہ نکلی ہو --- کون تھا جس کی آنکھوں میں پسندیدگی اور فرحت کے آثار نہ ابھر آئے ہوں ---

"حیرت انگیز --- دیوتاؤں کی قسم حیرت انگیز ---" پگاس نے کہا۔

"یہ یقیناً دیوتاؤں کی سرزمین ہے ---" اس کے برابر کھڑے ہوئے شخص نے کہا۔

"بلاشبہ --- اس ویران خطے میں اس جگہ کا وجود حیرت انگیز ہے ---" تیسرے آدمی نے کہا۔

"اس زمین کو دیکھ کر --- آشورے --- کون ہے جو یہاں سے جانے کے بارے میں سوچے گا ---"

"لیکن ان سب کی رائے لینا ضروری ہے --- ممکن ہے کچھ ہوں جو ہم سے متفق نہ ہوں ---" میں نے اعتراض کیا۔

"ہاں۔ میں سب سے معلوم کروں گا۔ کیا ہم آگے بڑھیں تو سہی؟"

"آؤ۔!" میں نے کہا۔ اور سبز گھاس پر ہم آگے بڑھ گئے۔

پروفیسر حیرت انگیز گھاس تھی۔ مخمل کی طرح نرم اور خوشگوار۔ سب کی عجیب کیفیت تھی۔ وہ اس خطے کے حسن کے سحر میں گرفتار تھے اور وارفتگی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم خوبصورت ندی کے نزدیک پہنچ گئے۔!

اور ندی کے شفاف پانی کے نیچے چمکدار سنگریزوں کو دیکھ کر عورتیں دیوانی ہوگئیں۔ ان میں سے بہت سی ندی میں اتر کر ان سنگریزوں کو چننے لگیں۔ بہت سے لوگ ندی کے پانی کو چکھنے لگے! تب اعلان کیا گیا کہ ندی کا پانی انتہائی شیریں اور خوشگوار ہے۔

"اس کے قرب و جوار کی زمین قابلِ کاشت ہے۔ ہم اس پر عمدہ فصلیں اگا سکتے ہیں۔" پوگاس نے کہا۔

"میرا خیال ہے قیام کے لئے یہ مناسب ترین جگہ ہے۔ تم پہاڑی کی یہ دیوار دیکھ رہے ہو۔ اگر اس دیوار کو پشت پر کر کے اس کے دامن میں مکانات بنائے جائیں تو۔ یہ محفوظ ترین جگہ ہوگی۔"

"یقیناً۔ ندی یہاں سے قریب ہے۔ درخت یہاں سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ اور پھر سمندر بھی قریب ہے۔ سمندر سے ہم مچھلیاں حاصل کر سکتے ہیں۔ پانی اور غذا دونوں چیزیں موجود ہیں۔ کیا خیال ہے۔ میں باقاعدہ دوسرے لوگوں سے گفتگو کروں۔؟"

"ہاں۔ ابتدا کرو۔ تاکہ ہم اپنا کام شروع کریں۔"

"بہتر۔!" پوگاس نے کہا اور پھر وہ ایک پتھر پر کھڑا ہوگیا۔ اور اس نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ "سنو۔ جہاز کے لوگو سنو۔ نجات دہندہ کی اجازت سے میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" اور سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔!

"میں تمام مردوں۔ تمام عورتوں سے مخاطب ہوں۔! دوستو، یہ جگہ کیسی ہے۔؟"

"بہت خوبصورت۔ بہت حسین۔!" سب نے جواب دیا۔

"تو پھر سنو میرے ساتھیو۔ ہم لوگ مختلف قبیلوں، مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے دوسرے بھائی بھی تھے۔ لیکن سی سارا نے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ ان میں سے سب مارے گئے۔ باقی جو ہمارے قبیلوں میں تھے، ہمیں صبر کر چکے ہوں گے، گویا اب ہماری زندگی ان کی نگاہ میں نہ ہوگی، اگر غور کریں تو ہم سب سی سارا کی قید میں جا کر مر چکے تھے۔ ہماری کوئی حقیقت نہ تھی۔ ہم غلام ہوتے، اور ہمارے آقا جہاں چاہتے ہمیں رکھتے۔ یوں ہم کبھی اپنوں سے نہ مل سکتے تھے۔ کیا یہ درست ہے۔؟"

"یقیناً۔؟" اس بار بھی تمام آوازیں ابھریں۔

"دوستو۔! سمندر بیکراں ہے۔ اس میں آبادیوں کا کوئی نشان نہیں ہے۔ وہ طوفانوں کا مرکز ہے۔ کوئی بھی طوفان ہمیں سمندر نشین کر سکتا ہے۔ کیا یوں زندگی کھو دینا جائز ہے۔؟"

"ہرگز نہیں۔!" جواب ملا۔

"ہم آبادیوں کی تلاش میں سمندر میں سرگرداں رہ سکتے ہیں لیکن یوں ممکن ہے ہم پھر کسی سی سارا کی قید میں جا پھنسیں۔ اور ممکن ہے پوری زندگی سمندر میں بھٹکتے ہوئے گزر جائے۔ اور پھر بے کراں سمندر پر زندگی کتنی طویل ہو سکتی ہے۔ غذا ختم ہو جائے گی۔ پانی ختم ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد نہایت اطمینان سے زندگی ختم ہو جائے۔ تو ہماری زندگی کا یہ المناک اختتام مناسب ہے۔؟"

"ہرگز نہیں۔ ہم یوں مرنا نہیں چاہتے۔!"

"تب پھر یہ میری۔ اور نجات دہندہ کی رائے ہے کہ ہم اس خوبصورت خطے کو اپنا نیا وطن بنائیں۔ ہمارے آباؤ اجداد بھی یہی کرتے آئے ہیں۔ انہوں نے گروہ بنائے جن میں عورتیں اور مرد شامل ہوتے تھے اور ویرانوں کو آباد کیا۔ اولادیں پیدا کیں اور شہر تشکیل ہوگئے۔ ہمارے پاس بھی عورتیں ہیں۔ جو ہم سے محبت کرتی ہیں۔ ہماری اپنی ہیں۔ یہ خطۂ زمین خوبصورت ہے۔ ضروریات کی دولت سے مالا مال ہے۔ یہاں پانی موجود ہے۔ قابلِ کاشت زمین ہے۔ سمندر ہے، جہاں سے مچھلیاں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ جب سب کچھ موجود ہے تو پھر کیوں نہ اسے اپنا لیا جائے۔ کیوں نہ یہاں ایک نئی زندگی کا آغاز کیا جائے۔"

لوگ ایک لمحے کے لئے خاموش ہوگئے۔ ان کے چہروں پر کشمکش ابھری۔ انہوں نے اداسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر ان کی نگاہیں اطراف میں بھٹکنے لگیں۔ اور خوبصورت ماحول نے ان سے سفارش کی۔! تب یکے بعد دیگرے آوازیں ابھرنے لگیں۔

"سمندر میں بھٹکنے کے بجائے اس آبادی کو اپنا لینا بہتر ہے۔"

"سمندر میں موت سرگرداں ہے۔ ہمیں راستوں کا اندازہ نہیں ہے۔"

"ہم میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہم کہاں جا نکلیں گے۔"

"ممکن ہے کوئی دوسری ایسی سرزمین نہ ملے۔ اور ہم اس کے لئے کفِ افسوس ملتے رہیں۔"

"ہمیں یہ زمین اپنا لینا چاہئے۔!"

یہ آوازیں چاروں طرف سے ابھر رہی تھیں۔ تب پوگاس عورتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ "میں عورتوں سے بھی ان کی رائے معلوم کروں گا، کیونکہ انہیں بھی ہمارے ساتھ زندگی گزارنا ہے۔ کیا وہ اس خطے کو آباد کرنا پسند کریں گی؟"

"کیا نجات دہندہ ہمارے ساتھ قیام کرے گا۔؟" یہ ابانیہ کی آواز تھی۔ "ہاں۔ اس نے ہماری مدد کے لئے خود کو وقف کر دیا ہے۔ وہ ہمارا ساتھی ہے۔"

"تب ہم میں سے کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ ہم خوشی سے یہاں قیام

کر دی گے ۔" اور پھر سب عورتیں ایک رائے ہو گئیں ۔ تب پوگاس نے مردوں سے کہا۔

"یہ خطۂ زمین بے حد خوبصورت ہے ۔ لیکن ہر خوبصورت چیز کا حصول آسان نہیں ہوتا ۔ یہاں کی خوبصورت زندگی حاصل کرتے میں ہمیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ۔ لیکن ممکن ہے ہمیں کچھ تکالیف سے دوچار ہونا پڑے ۔ ممکن ہے یہاں کچھ بھیانک خطرات پوشیدہ ہوں ۔ ہمیں اُن سے نپٹنے کے لئے بھی تیار رہنا ہوگا ۔"

"ہم بزدل نہیں ہیں ۔"

"تب ٹھیک ہے دوستو ۔!" اس بار میں نے گفتگو میں دخل دیا ۔ "ہم یہاں ایک شاندار زندگی کا آغاز کریں گے، اور ممکن ہے بعد کی تاریخ میں چند لوگوں کی یہ آبادی ایک حسین شہر بن کر اُبھرے ۔ میری طرف سے اس شاندار فیصلے کی مبارکباد قبول کرو ۔"

"ہمیں قدم قدم پر تیری رہنمائی کی ضرورت ہوگی نجات دہندہ ۔!" لوگوں نے کہا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں ۔ اس وقت تک تمہارے ساتھ رہوں گا جب تک تم ایک پُرسکون زندگی گزارنے کے قابل نہ ہو جاؤ ۔" میں نے کہا ۔ وہ سب خوشی کے نعرے لگانے لگے ۔!

یوں پروفیسر ۔ میری زندگی کا ایک اور دور شروع ہو گیا ۔

یہ دور میرے لئے اجنبی نہیں تھا ۔ میں اس سے قبل بھی ایسے کھیل، کھیل چکا تھا، میں نے اور بھی بستیاں آباد کرائی تھیں ۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں پلٹ کر دوبارہ ان بستیوں کی طرف نہیں گیا ۔ لیکن انسان کبھی انگلی پکڑ کر نہیں چلا ہے ۔ اسی لئے وہ دوسری جاندار مخلوق سے افضل ہے ۔ اسے کسی راستے پر ڈھکیل دو ۔ اس کے بعد وہ نئی نئی راہیں خود بخود تلاش کر لیتا ہے ۔

کون جانے پروفیسر میری آباد کی ہوئی بستیاں اب کس کس نام کے شہروں میں تبدیل ہو گئی ہوں ۔ تو میں نے ان لوگوں کو بھی راستے پر لگا دیا ۔!

ضرورت کی ہر چیز موجود تھی ۔ تیز دھار والے مضبوط ہتھیاروں سے قرب و جوار کے درخت کاٹے گئے ۔ اُن کی چھالوں کی مضبوط رسیاں بٹ کر اور ان کو لکڑیوں میں سوراخ کر کے ان میں دوسری لکڑیاں پھنسا کر پہاڑی کے دامن میں چھوٹے چھوٹے لیکن آرامدہ مکانات بنائے گئے جو پوگاس کی رہنمائی میں سارے مرد کچھ عورتوں کے ساتھ تعمیر کرتے رہتے تھے ۔ میں بھی ان کی مدد کرتا ۔ مضبوط درخت گرانے میں میرا کوئی ثانی نہیں تھا ۔!

اور اب رفتہ رفتہ وہ میری حیرت انگیز قوتوں سے واقف ہو رہے تھے ۔ اب ان کے ذہنوں میں یہ بات پیدا ہوتی جا رہی تھی کہ میں درحقیقت کوئی غیر معمولی شئے ہوں ۔ میں مضبوط رسّوں کو درختوں میں پھنسا کر اُن پر اپنی قوت صرف کرتا اور دیکھنے والے درختوں کی بے بسی کا تماشہ حیرت و خوف سے دیکھتے، تناور درخت جڑوں سے اکھڑ آتے اور وہ انگشت بدنداں رہ جاتے ۔ پھر میں ان وزنی درختوں کو کندھے پر رکھ کر ان کے سامنے لا ڈالتا تھا ۔ اور وہ ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے میں مصروف ہو جاتے ۔ اس کے علاوہ میں نے ایک کام اور کیا تھا ۔!

میں نے ایک ٹکڑا زمین کھدوا کر اس میں ایک عظیم الشان الاؤ تعمیر کرایا تھا ۔ اور درختوں کی خشک لکڑیوں کی کمی نہیں تھی، چنانچہ یہ الاؤ ایک ہفتے کے اندر اندر روشن ہو گیا ۔ اور آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے ۔ آگ میری بھی ضرورت تھی، لیکن اس کے روشن کرنے کی ایک وجہ اور تھی ۔ وہ یہ کہ رات میں بھی دور دور تک روشنی رہے ۔ اور قرب و جوار کے ماحول پر نگاہ رکھی جا سکے ۔!

اس پُراسرار وجود کے تصور کو میں ابھی تک فراموش نہیں کر سکا تھا ۔ اور اس سے ہوشیار رہنا چاہتا تھا ۔ گو اس کے بعد اس کا کوئی نشان نہیں ملا تھا ۔ ایک چاند گزر گیا تھا ۔ اب پہاڑ کے دامن میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت مکانات مکمل ہو گئے تھے ۔ ہر جوڑے کے پاس ایک مکان تھا ۔ اور وہ اس میں بہت خوش تھا، جہاز کی غذا ۔ اس میں موجود دوائیں ۔ ابھی کافی دنوں تک ساتھ دے سکتی تھیں ۔ لیکن مکانات مکمل ہونے کے بعد میں فوری طور پر انہیں غذا کے حصول کے لئے آمادہ کرنا چاہتا تھا !

چنانچہ ایک رات پوگاس سے گفتگو کر کے میں نے کاشت کی تیاریاں شروع کرا دیں، اور دوسرے دن سے کاشت کاری شروع کر دی گئی ۔ میری ہدایت کے مطابق زمین تیار کی جانے لگی ۔ ایک ہفتے کے اندر اندر میں نے وہاں بیج ڈلوا دیا ۔ یوں یہ کام بھی مکمل ہو گیا ۔

اس کے ساتھ ہی دوسرے کام بھی ہو رہے تھے ۔ میری پرستار لڑکیوں نے میری ایک بھی رات خالی نہیں جانے دی ۔ مردوں کو اس کا علم ہو گیا تھا ۔ لیکن کسے اعتراض ہو سکتا تھا ۔ دُبلی پتلی لڑکی ایانہ میری توقع کے خلاف بے حد جاندار ثابت ہوئی تھی ۔ اور میں اس پر خصوصی توجہ دیتا تھا جس کی وجہ سے وہ بہت مسرور تھی ۔ اب لوگ ایک لگے بندھے اصول کے تحت کام کرتے تھے ۔ سب کے سپرد اُن کی ذمہ داریاں تھیں ۔ کچھ سمندر سے مچھلیاں پکڑ کے لاتے تھے ۔ کچھ کھیتوں پر کام کرتے تھے، کچھ مکانات کو درست کرتے تھے ۔ ہر شخص مسرور تھا ۔!

بہت سی عورتیں حاملہ ہو گئی تھیں اور ان کے پیٹ نکلنے آ رہے تھے، جن کی عورتیں تھیں وہ بہت خوش تھے اور اپنے آنے والے مہمانوں کے لئے تیاریاں کر رہے تھے ۔!

یوں پروفیسر آٹھ چاند گزر گئے ۔! اب سب ایک پروگرام کے تحت زندگی گزار رہے تھے ۔ لیکن پھر ایک مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا ۔ جہاں کچھ لوگ ہوتے ہیں وہاں کچھ مسئلے بھی اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں ۔ ان لوگوں میں آپس میں چھوٹے موٹے جھگڑے بھی ہوئے تھے ۔ لیکن دشمنی کسی نے کسی سے نہیں کی تھی ۔ جھگڑے طے کر دیئے جاتے اور پھر ۔ پہلے کی سی فضا پیدا

ہوجاتی — لیکن اس بار ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا تھا۔! یہاں ہمارے
مسائل حل ہوگئے تھے — لیکن لباس کا مسئلہ باقی تھا۔ کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس سے
لباس تیار کئے جاسکتے — لوگوں کے جسموں پر جو لباس تھے وہ اب چیتھڑے بن
چکے تھے — جانور بھی موجود نہیں تھے، جن کی کھالیں کام آسکتیں۔ نہ ہی ایسے
درخت تھے جنہیں کسی حیثیت سے لباس کے حصول کا ذریعہ بنایا جاسکتا۔!
تندرست و توانا انسان لباس کے بغیر بھی جی سکتے تھے، لیکن نومولود بچے —
وہ موسم سے محفوظ رہنے کے لئے بہر حال لباس کی ضرورت رکھتے تھے۔! اور جھگڑا
اسی بات پر ہوا تھا۔!

پشکا نے کچھ پھٹے ہوئے لباسوں پر قبضہ کرلیا تھا، جنھیں وہ
اپنے پیدا ہونے والے بچے کے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔! لیکن اس میں
دروکا کا لباس بھی تھا — اور خود دروکا کو بھی اپنے ہونے والے بچے کے لئے
لباس کی ضرورت تھی۔ چنانچہ دونوں میں جھگڑا ہوگیا اور نوبت چھینا جھپٹی تک
پہنچ گئی! یہاں تک کہ دونوں گتھم گتھا ہوگئیں اور وحشی بلیوں کی طرح لڑنے
لگیں — دونوں کے چہروں اور جسموں پر خراشیں آگئیں۔! تب اُن کے مردوں
کو اطلاع ملی — اور وہ بھی ایک دوسرے کے مقابل آگئے — دونوں نے
ہتھیار اٹھائے تھے —! لیکن پوگاس نے سختی سے مداخلت کی اور کسی ناخوشگوار
واقعے کو نہ ہونے دیا — معاملہ میرے سامنے پیش کیا اور میں بھی سوچ میں
گم ہوگیا — درحقیقت پروفیسر — مجھے بچوں وغیرہ کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔
لیکن بہر حال میں اُن کے احساسات سمجھتا تھا۔!

"ہمارے پاس اس کا کیا حل ہے آشورے — میرے ذہن میں
کوئی بات نہیں آتی۔"

"ہاں — لباس کا حصول مشکل ہے۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"لیکن پیدا ہونے والے بچوں کی زندگی کے لئے وہ ضروری ہے۔"

"تب میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے پوگاس۔"

"وہ کیا — ؟"

"اپنا لباس اتار دو پوگاس —!" میں نے کہا۔

"مم — میں نہیں سمجھا آشورے —!"

"تمہاری عورت کہاں ہے؟"

"گھر میں موجود ہے۔"

"جاؤ پوگاس — کل صبح ہم ایک نئی رسم کا آغاز کریں گے، سب سے
پہلے تم — اور تمہاری عورت برسرِ عام لباس اتاریں گے اور پھر تم سب سے اپیل
کروگے کہ وہ لباس کا استعمال اس وقت تک کے لئے ترک کردیں جب تک
ہم لباس حاصل کرنے کے قابل نہ ہوجائیں — جمع شدہ لباس تحویل میں لے لئے
جائیں اور ان سے ان بچوں کے لباس تیار کئے جائیں جو پیدا ہوں گے، یہ لباس
وہ بچے اس وقت تک استعمال کریں، جب تک وہ موسم کی سختیاں برداشت
کرنے کے قابل نہ ہوجائیں — اور پھر وہ لباس دوسرے بچوں کے لئے رکھ دیئے
جائیں — ہاں اگر لباس کے کچھ ٹکڑے عورتوں اور مردوں کے زیریں جسم
پر رہنے دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے — لیکن ظاہر ہے وہ زیادہ دنوں
تک چل سکیں گے۔ لیکن اس طرح کم از کم لوگ برہنگی برداشت کرنے
کے عادی ہوجائیں گے۔"

پوگاس کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ
ابھری، اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔!

"کیا سوچ رہے ہو پوگاس — ؟"

"میں اس برہنگی کے اثرات پر غور کر رہا تھا آشورے۔"

"اس کے بارے میں نہ سوچو پوگاس — انسان کی ابتدا اسی
انداز میں ہوئی تھی۔ میں نے وہ دور بھی دیکھا ہے — اس دور میں زیادہ
آسانیاں تھیں۔"

"میں نہیں سمجھا آشورے؟" پوگاس نے تعجب سے کہا۔

"میں نے تمہیں سمجھانے کی کوشش نہیں کی پوگاس — ورنہ تم...
سمجھ جاتے۔!"

"براہ کرم مجھے ان جملوں کا مطلب بتاؤ آشورے۔"

"میں نے جو کچھ کہا ہے اس کا مطلب وہی ہے — میں نے انسان
کا ابتدائی دور دیکھا ہے، جب وہ پہاڑوں میں رہتا تھا۔ برہنہ پھرتا تھا۔
اور تہذیب سے اس کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔"

"تم نے — تم نے — ؟" پوگاس نے حیرت سے دیکھا۔

"ہاں پوگاس — تم میری عمر کا اندازہ نہیں لگا سکتے — تمہیں یقین
نہیں آئے گا — میں صدیوں سے زندہ ہوں — میں ہر صدی میں رہا ہوں۔
تم مجھے صدیوں کا بیٹا کہہ سکتے ہو۔"

"بڑی حیرت انگیز بات کہی تو نے آشورے — لیکن تو جھوٹ
نہیں بولتا — یہ کیسے ممکن ہے — ؟"

"میرے جسم نے صدیوں کی صعوبتیں جھیلی ہیں — میں فولاد سے
زیادہ سخت ہوں — آگ میرے جسم کی خوراک ہے — میرے تجربے کو کون چیلنج
کرسکتا ہے — آ میری ضرورت دیکھ — اور یقین کرلے کہ میں نے غلط نہیں
کہا ہے — لیکن میرا راز تجھ تک رہے تو ٹھیک ہے — اس طرح دوسرے
لوگ بلاوجہ مجھے مافوق الفطرت سمجھنے لگیں گے اور اپنا اور میرا وقت برباد
کریں گے، لیکن تجھے یہ جاننے کی ضرورت ہے تاکہ تو میری بات پر گردن جھکا کر
سوچ میں نہ پڑ جایا کرے۔!"

میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے کھڑا کردیا — اور پھر اسے اپنے
ساتھ لے کر چل پڑا — "میں شرمندہ ہوں آشورے — شاید تو ناراض
ہوگیا۔" اُس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"نہیں — میرے جسم کو آگ کی طلب محسوس ہو رہی تھی، اس کے
ساتھ ہی اگر تو میرے بارے میں جان لے تو یہ اچھی بات ہوگی۔"

"آگ کی طلب۔۔!" پوگاس اور حیرت زدہ ہوگیا۔ تب میں نے خاموشی اختیار کی۔ اور پھر میں اُسے لئے ہوئے دہکتے ہوئے الاؤ کے پاس پہنچ گیا۔ پوگاس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔

"ایک طویل عرصہ گزارنے کے بعد میں غسلِ آتش کرتا ہوں، آگ کی حرارت میرے جسم کو نئی زندگی بخش دیتی ہے اور یہ میری طویل زندگی کا راز ہے، میں تجھے اس کا ثبوت دینے جارہا ہوں۔"

"تو کیا تو آگ سے غسل کرے گا آشورے۔۔؟" پوگاس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔ میرے دوست میرا انتظار کر۔" میں نے کہا اور اس سے قبل کہ پوگاس مجھے روکنے کی کوشش کرے میں نے دوڑ کر دہکتے ہوئے الاؤ میں چھلانگ لگا دی۔ خوفناک شعلے میری طرف لپکے۔۔ اس کے ساتھ ہی پوگاس کی دلدوز چیخ سُنائی دی اور میں ہنس پڑا۔۔! پوگاس کے خیال میں حسین اور مدبر آشورے ہمیشہ کے لئے اُن سے جُدا ہوگیا تھا۔۔ وہ ایک عمدہ رہنما سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔۔ شاید اس رہنما کے دماغ کی کوئی کل ڈھیلی ہوگئی تھی۔ یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا تھا۔۔!

لیکن آگ ۔۔ میری صدیوں کی دوست میری روح کو غسل دے رہی تھی۔ میرے جسم میں لطیف قوت سمو رہی تھی۔۔ اور روشن آگ میں پاگلوں کی طرح منہ پھاڑے، کنارے پر کھڑے پوگاس نے مجھے دیکھا، تو میں شعلوں کو اپنے جسم پر مل رہا تھا۔

"آشورے ۔۔ آشورے۔" اُس کی ڈرتی ہوئی آواز اُبھری۔

"میں ابھی واپس آجاؤں گا میرے دوست ۔۔ میرا انتظار کر۔" میں نے چیخ کر کہا۔ لیکن میری آواز بھی اسے سماعت کا دھوکہ لگی ہوگی۔ میرا ہیولیٰ بھی اُسے نظر کا واہمہ محسوس ہوا ہوگا۔ ہاں، اس وقت اُس کی حالت قابلِ دید تھی، جب میں چاندی کی طرح دمکتا ہوا سنہرا بدن لے کر اس کے پاس پہنچا۔۔! میرے انگ انگ سے جوانی رس رہی تھی۔۔ میں طاقت کے نشے میں مست ہو رہا تھا۔۔!

"آ۔۔ شو۔۔ رے۔۔!" پوگاس کی دماغی قوتیں جواب دینے لگیں

"یہ میرے بیان کی تصدیق ہے میرے دوست۔ میں تیرا ساتھی ہوں۔۔ میری آنکھوں میں صدیاں سجی ہوئی ہیں ۔۔ میں نے ارتقا کی بے شمار منازل دیکھی ہیں۔۔ اس لئے میری بات بلا چون وچرا مان لیا کر۔۔! سو وہی ہونا چاہیئے جو میں نے کہا ہے ۔۔ آ۔۔ واپس چلیں۔۔!"

اور۔۔ پوگاس لڑکھڑاتے قدموں سے میرے ساتھ واپس چل پڑا۔ لیکن وہ بار بار میرے وجود کا تعین کرنے کے لئے مجھے دیکھ لیتا تھا۔ اُس نے کئی بار ڈرتے ڈرتے میرے بدن کو ہاتھ بھی لگایا تھا۔!

اس رات پوگاس پر کیا گزری ہوگی۔ یہ مجھے نہیں معلوم لیکن اس رات ۔۔ میں کنوارا تھا۔ آگ کے غسل نے میری شخصیت کا غبار دھو ڈالا تھا ۔۔ اور میری قوتیں اصل حالت میں تھیں۔۔

اس صبح پوگاس پھر میرے پاس حاضر ہوگیا۔ اُس کی نگاہوں میں بے پناہ عقیدت تھی۔ اس نے میرے سامنے جھکتے ہوئے کہا۔ "کیا تو مجھے اجازت نہیں دے گا آشورے ۔۔ کہ میں لوگوں کو بتا دوں کہ جسے ہم اپنے جیسا انسان سمجھتے تھے۔۔ وہ انسان نہیں دیوتا ہے ۔۔ ہاں، میں ان سے کیوں نہ کہہ دوں کہ میں نے دیوتا کو پہچان لیا ہے اور کیا وہ اس بات سے خوش نہ ہو جائیں گے کہ وہ دیوتا کی ہم نشینی میں ہیں۔۔؟"

"نہیں پوگاس ۔۔ ایسا کوئی کام نہ کرو۔"

"کیوں ۔۔؟"

"اس لئے کہ میں دیوتا نہیں ہوں ۔۔ ہاں میں نے تمہیں اپنے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں ہوں ۔۔ اس لئے مجھے دوسروں کی نگاہ میں وہی رہنے دو، جو میں ہوں ۔۔!"

"لیکن اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھنے کے بعد میں تجھے عام انسانوں میں کس طرح شامل رہنے دوں آشورے ۔ اگر کسی نے کبھی نادانستگی میں تیرے ساتھ کوئی گستاخی کی، تو وہ میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوگی۔"

"میں اسے درگزر کروں گا! بس جیسا میں کہہ رہا ہوں ۔ ایسا ہی کر!"

اور پروفیسر ۔۔ اب کیا مجال تھی کہ پوگاس یا اس کی عورت میرے حکم سے سرتابی کرے، چنانچہ اس دن صبح ۔ پوگاس نے تمام لوگوں کو جمع کرلیا۔ اس نے اپنی عورت کو اپنے نزدیک کھڑا کرلیا تھا۔

"سنو لوگو۔ تمہیں علم ہے کہ عظیم نجات دہندہ ہمارے لئے وہی سوچتا ہے، جو بہتر ہو اور جس میں ہماری خوشیاں، ہمارے لئے آسانیاں پوشیدہ ہوں۔ اور سنو۔ اگر وہ کچھ کہے اور اس کی تعمیل نہ کی جائے، تو یہ نجات دہندہ کی عظمت سے انحراف ہے اور اس کے نافرمان کبھی خوش نہیں رہ سکتے، جنہیں صرف فائدہ پہنچایا گیا ہو اور نقصان کی ایک بات بھی نہ کی گئی ہو۔ تو کیا تمہیں نجات دہندہ کے فیصلوں پر اعتماد کیا ہے ۔؟"

"آشورے ہمارا سچا دوست ہے۔" سب نے بیک زبان کہا۔

"تو یہ اس کا حکم ہے ۔۔ ہماری دشواریوں کا حل ہے کہ آج سے لباس کا استعمال اتنا مختصر کرلیا جائے کہ ہم اپنا لباس اپنے بچّوں کے لئے محفوظ کردیں۔ اور سنو یہ نجات دہندہ کی تجویز ہے کہ اس سے ہمارے بچّوں کی ضرورت پوری ہوگی اور ہمیں اپنی نسل ختم نہیں کرنی پڑے گی۔"

پوگاس نے میری تجویز دوہرائی۔ اور چہرے ترحم سے تمتما اٹھے۔

"سو میں جانتا ہوں کہ یہ تجویز درست ہے۔ اور وہ ہم میں سے نہیں ہوں گے جو اس پر عمل نہ کریں۔ یوں سب سے پہلا انسان میں اور دوسری میری عورت ہے، جو نجات دہندہ کے حکم پر عمل کر رہے ہیں۔" پوگاس نے اپنا لباس اتار کر میرے قدموں میں ڈال دیا۔ اس کے زیریں جسم پر صرف چند دھجیاں رہ گئیں۔ اس

کے ساتھ ہی اس نے اپنی عورت کو اشارہ کیا جو ایک حسین جسم کی مالک تھی۔ جو عورت نے آنکھیں بند کرکے پہلے اپنا اوپری جسم برہنہ کیا اور اس کے بعد وہ بھی صرف ایک دھجی میں رہ گئی ۔!

سب کی آنکھیں جھک گئیں ۔ لباس تہذیب کی ضرورت تھی لیکن مجبوریاں انسان کی فطرت تبدیل کرتی رہتی ہیں اور وہ، وہ بنتا جاتا ہے جو وہ نہیں ہوتا۔

لیکن ابھی برہنہ ہونے والے صرف دو تھے اور بہت مطمئن تھے وہ ۔!

تب پوگاس نے میری طرف رُخ کر کے کہا "میری راہ میں تو نے مشکل حائل کر دی ہے آشولے۔ میں بدقسمت ہوں کہ انھوں نے پیروی نہیں کی۔ اور تیرے قدموں میں صرف دو لباس ہیں۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی بھی تیرے حکم کی تعمیل نہ کرے تب بھی تو میرے جسم پر لباس نہ دیکھے گا اور نہ میری عورت کے ۔ !

"نہیں ۔ نجات دہندہ کے حکم کی تعمیل سب پر فرض ہے" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ اور پروفیسر میرے حکم کی تعمیل کرنے والی سب عورتیں تھیں۔ اور ان کے اقدام نے دوسروں میں بھی تحریک کی۔ ہاں ایک بات چپکے سے بتا دوں کہ تعمیل کرنے والے دوسرے لوگوں میں پہل کرنے والی میری عورتیں تھیں۔ اور جب ایک ایک عورت برہنہ ہو گئی تو ان میں مرد بھی شامل ہونے لگے۔

ہنستے، مسکراتے، جھینپتے، شرماتے مرد بھی لباس اتارتے رہے۔ بڑا مضحکہ خیز منظر تھا کسی کے بے ہنگم جسم کو دیکھ کر دوسرے ہنس دیتے۔ وہ ایک دوسرے کی جانب دیکھنے سے شرماتے۔ پھر دیکھتے اور مسکرا دیتے ۔ یوں سب برہنہ ہو گئے میرے سامنے۔

"وہ ایک تاروں بھری رات تھی۔ ابانیہ میری آغوش میں تھی۔ فطرت کے حسن سے متاثر ہو کر ہم چاندنی میں نکل آتے تھے اور ہم نے ایک اونچی پہاڑی منتخب کی تھی۔

تو یوں یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ اور اس کا اثر اچھا ہی ہوا۔ بچوں کے لئے لباس تیار کئے گئے۔ اور اب سب خوش تھے۔ پھر جب پہلی عورت کے ہاں ایک ننھی سی مخلوق نے جنم لیا تو خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ یہ نئی زندگی کا آغاز تھا اور کیسی انوکھی تھی یہ ننھی مخلوق جس نے عجیب حالات میں زندگی پائی تھی ۔ !

یوں اس آبادی کی ابتدا کی گئی۔ لوگ بظاہر خوش تھے۔ انھوں نے مطمئن رہنا سیکھ لیا تھا لیکن حالات کو کہاں ثبات ہے ۔!

۔ اچانک ہمارے کانوں نے ایک آواز سنی۔ ایک انوکھی اور پُراسرار آواز جذبات کا بھوت اُتر گیا۔ ہم چونک پڑے۔ کیونکہ یہ آواز ہم میں سے نہ تھی اور اس خوبصورت وادی کے پُراسرار ویرانے میں، اس سے قبل ہم نے کوئی اجنبی آواز نہیں سنی تھی ۔!

ابانیہ میری آغوش سے نکل گئی۔ میں خود اس کی طرف متوجہ نہیں تھا

"آشولے ۔" اس نے حیرت سے کہا

"ہوں ۔؟"

"یہ کیسی آواز ہے ۔؟" وہ تعجب سے بولی۔

"چمڑہ منڈھے ہوئے لکڑی کے خول۔ جن سے ایسی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن یہ خول انسانی ہاتھوں سے بنتے ہیں۔" میں نے جواب دیا

"تو کیا ۔ اس وادی میں ہمارے علاوہ بھی انسان بستے ہیں۔؟"

ابانیہ حیرت سے بولی۔

"اس سے قبل میں نے اس بات پر غور کیا تھا۔ قرب و جوار میں ایسے نشانات تلاش کئے تھے۔ لیکن یقیناً میلوں دُور کے علاقے میں انسانی وجود کے نشانات نہیں ملے تھے۔ مگر یہ آوازیں ۔ ان آوازوں کے بارے میں، میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں، کہ یہ انسانی ہاتھوں سے ہی پیدا ہو رہی ہیں ۔" میں نے جواب دیا۔

ابانیہ کے چہرے پر خوف کے آثار اُبھر آئے۔ اُس کی آنکھوں میں اُن کی پرچھائیاں نظر آنے لگیں۔ پھر وہ لرزتے ہوئے لہجے میں بولی۔ "لیکن ۔ اب ۔ اب یہ انسان کہاں سے آگئے؟"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خوف و دہشت میرے قریب ہو کر نہیں گزرے تھے ۔ خوف انھیں ہوتا ہے جنہیں زندگی کا خوف ہو۔ میں نے ابانیہ کا بازو پکڑا اور اسے اُٹھا دیا۔

"ہاں ۔ ہمیں واپس چلنا چاہیئے ۔ ہمیں دوسرے لوگوں کو آگاہ کر دینا چاہیئے۔" ابانیہ نے کہا۔ میں نے ابانیہ کی شکل دیکھی میرے اٹھنے کا یہ مقصد نہیں تھا۔ میں تو صورتحال معلوم کرنے کے لئے جانے والا تھا لیکن ابانیہ کا خیال بھی درست تھا۔ پوگاس اور دوسرے لوگوں کو ہوشیار کرنا بھی ضروری تھا۔ لازمی ہے کہ وہ بھی ڈھول کی آوازیں سُنیں گے اور سراسیمہ ہو جائیں گے۔ ایسی شکل میں وہ کوئی احمقانہ اقدام بھی کر سکتے ہیں۔ مثلاً وہ مسلح ہو کر ان آوازوں کی طرف چل پڑیں اور نقصان اُٹھائیں ۔ نہ جانے ان لوگوں کی تعداد کتنی ہے، اور نہ جانے وہ کس ارادے سے اس علاقے میں آئے ہیں۔؟

"آؤ ۔!" میں نے ابانیہ سے کہا اور وہ میرے ساتھ چل پڑی۔

اور ہمارا خیال دُرست ہی نکلا۔ پوگاس دوسرے چند لوگوں کے ساتھ ایک بلند ٹیکرے پر کھڑا وہ آوازیں سن رہا تھا۔ چونکہ چاندنی چٹکی ہوئی تھی، اس لئے ان نے ہم دونوں کو دیکھ لیا اور پھر وہ جلدی سے ٹیکرے سے اُتر آیا۔!

"تو نے یہ آوازیں سُنیں آشولے ۔؟"

"ہاں ۔ میں سُن رہا ہوں ۔!"

"کیا یہ انسانی ہاتھوں سے بنائے ہوئے لکڑی کے خول سے نہیں بلند ہو رہیں؟"

"تیرا خیال دُرست ہے ۔" میں نے تائید کی۔

"لیکن ۔ لیکن اس علاقے میں تو ہمارے سوا انسان نہ تھے۔"

"کہیں سے آگئے ہوں گے۔ کہاں سے آئے ہیں اور کس ارادے سے آئے ہیں، یہ معلوم کرنے میں جا رہا ہوں اور تیرے پاس اس لئے آیا ہوں پوگاس، کہ انہوں کو ہوشیار رکھنا۔ ان کی تلاش میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں جا رہا ہوں۔

اور اگر اُن کا رُخ اسی طرف ہے تو یقیناً میں ان سے پہلے یہاں واپس آجاؤں گا اور اس کے بعد تجھے ہدایات دوں گا۔ اور اگر کوئی خطرہ نہیں ہے اور یہ کوئی اور معاملہ ہے، تو پھر میں اسے ایک تماشے کی حیثیت سے دیکھوں گا اور تو فکر نہ کرنا۔ میں خطرے سے پہلے ضرور تجھے آگاہ کروں گا۔"

"جو حکم آشورے۔!" پوگاس نے گردن جھکا کر کہا۔ بھلا وہ اب میرے احکامات پر کیسے تشویش کا اظہار کر سکتا تھا۔ اپنے دل میں تو وہ مجھے آسمانوں سے اترا ہوا دیوتا تسلیم کر چکا تھا۔ "کیا میں تمہارے لئے ہتھیار لے آؤں آشورے؟"

"ہاں صرف میرا کھانڈا۔ اس کے علاوہ مجھے اور کسی شئے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا اور پوگاس میرا کھانڈا لے آیا۔ اابانیہ نے میرا بازو پکڑ لیا تھا

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی آشورے۔!" وہ سرگوشی کے انداز میں بولی

"تم۔؟" میں نے ہچکچائے ہوئے انداز میں اُسے دیکھا۔

"میں ضرور چلوں گی آشورے۔ میں ضرور چلوں گی۔" اس نے میرے بازو پر گرفت سخت کر کے ضدی بچوں کے سے انداز میں کہا اور اس کا یہ انداز مجھے پسند آیا تھا۔ تب میں نے گردن ہلا کر اس کی پشت تھپتھپائی اور وہ مطمئن ہوگئی۔

"پوگاس۔ تم اگر چاہو۔ تو بلند مقامات سے حالات پر نگاہ رکھو۔ میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور ابانیہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ خود پوگاس کی بھی مجال نہیں تھی کہ وہ اپنی بہن کے بارے میں کوئی سوال کرے چنانچہ میں آگے بڑھ گیا۔ ابانیہ میرے ساتھ تھی۔ سچ پوچھو پروفیسر، تو یہ لڑکی مجھے بہت پسند تھی۔ اس سے قبل کی بے شمار عورتیں بھی اپنے اندر خصوصیات رکھتی تھیں، لیکن اس کی کمسنی میرے لئے بہت دلکش تھی۔ عمر کے لحاظ سے بھی وہ کم تھی۔ جسمانی طور پر بھی وہ بہت چھوٹی لگتی تھی۔ اُس کی اداؤں میں بچپن تھا۔ وہ بچوں کی طرح ضد کرتی تھی

چنانچہ اپنی اس پسندیدہ لڑکی کو لے کر میں اِن آوازوں کی سمت چل پڑا۔ میرے کان ہواؤں کے رُخ پر ان آوازوں کی سمت تلاش کر رہے تھے، اور مجھے یقین تھا کہ میں نے صحیح رُخ اختیار کیا ہے۔

"سفر لمبا بھی ہو سکتا ہے ابانیہ۔" میں نے راستے میں کہا۔ کیونکہ آگے بڑھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا تھا کہ ہوائیں ان آوازوں کو قریب لے آئی ہیں۔ ورنہ یہ اتنی قریب کی آوازیں نہیں ہیں۔

"تم ساتھ ہو آشورے۔" وہ محبت بھرے انداز میں بولی۔

"لیکن تم تھک جاؤ گی۔"

"تمہارے ساتھ کبھی نہ تھکوں گی، خواہ زندگی بھر چلتے رہو۔" وہ خالص رومانی گفتگو کر رہی تھی۔

"غور کر لو۔!"

"کر لیا۔!" اُس نے بڑے وثوق سے کہا اور اس کے اس الھڑپن کے جواب میں میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں تمہیں بہت پسند کرنے لگا ہوں ابانیہ۔" میں نے کہا۔

"دوسری لڑکیوں سے زیادہ۔"

"ہاں۔!"

"شیرابہ سے بھی زیادہ۔؟" اُس کے لہجے میں خوشی تھی۔

"ہاں۔ ہاں۔"

"اور سباستا۔ میرا مطلب ہے سباستا سے بھی زیادہ۔؟" اس کی معصومیت اُبھر آئی۔

"میں کہہ چکا ہوں۔ یہاں موجود تمام لڑکیوں سے زیادہ۔!" میں نے جواب دیا۔ اور وہ چلتے چلتے رُک گئی۔

"ہائے آشورے۔ ایک بار پھر یہی بات کہہ دو۔!"

"آؤ۔" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ اگر ڈھولوں کی آواز مسلسل نہ آ رہی ہوتی تو میں اس کی اس ادا کو نظر انداز نہ کرتا۔ اور اپنی اس معصوم ادا کے جواب میں ابانیہ کو سخت مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا۔ لیکن اجنبی آوازوں کا تسلسل ہر قسم کے جذبات پر حاوی تھا، میں اُن کے بارے میں جان لینا چاہتا تھا۔ یہ ویران، لیکن جنت نظیر علاقہ، جہاں میں نے ان لوگوں کو آباد کیا تھا، جو زندگی کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے۔ انھوں نے میرے اوپر اعتماد کیا تھا۔ انھیں میرے اوپر بھروسہ تھا۔ میں نے ایک لفظ کہا اور وہ اس پر عمل کرنے پر کمربستہ ہوگئے چنانچہ میں بھی اُن کے راستے کی ہر مشکل دُور کرنے پر آمادہ تھا۔ اور انھیں ہر آفت سے بچانے کے لئے اپنی صلاحیتیں صرف کر دینا چاہتا تھا۔

اور یہ اجنبی آوازیں۔ ان آوازوں کا راز جاننا ضروری تھا۔ کون ہے۔ کیا چاہتا ہے۔ کہاں سے آیا۔؟ اس کا مطلب تھا کہ اس علاقے کو دیکھنے کے لئے میں نے جہاں تک کا سفر کیا، وہ کافی نہ تھا۔ مجھے کچھ اور آگے دیکھنا چاہیئے، وہاں جہاں سے یہ لوگ آئے تھے۔

میں آگے بڑھتا رہا، ابانیہ میرے قدموں سے قدم ملا رہی تھی۔ چاند ہمارے ساتھ سفر کر رہا تھا اور ہوائیں ان آوازوں کی سمت بتا رہی تھیں، درحقیقت آوازیں ہمارے اندازے سے بھی دور تھیں۔ لیکن ہمت ہارنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔!

سفر۔ طویل سفر۔ ہم چلتے رہے۔ لیکن شیطانی آوازیں ہنوز دُور تھیں۔ کئی بار میں نے سوچا کہ ممکن ہے میں نے کوئی غلط سمت اختیار کی ہو۔ لیکن صدیوں آشنا کان۔ اِس قدر دھوکا تو نہیں کھا سکتے تھے۔ سمت درست تھی جس کی تصدیق ہوگئی۔

اب آوازوں میں تبدیلی ہوئی تھی۔ وہ زیادہ واضح اور زیادہ قریب سُنائی دینے لگی تھیں۔ چاند اپنا سفر ختم کر چکا تھا۔ نہ جانے ہم کہاں نکل آئے تھے۔ بے شک اس جگہ بھی دُور، جہاں میں اس سے قبل آیا تھا۔ اجنبی علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ پہاڑ خشکی اختیار کر رہے تھے۔ سبزہ ختم ہوتا جا رہا تھا۔ اور اب پیروں کے نیچے چٹیل زمین تھی۔

دفعتاً مجھے ابانیہ کا خیال آیا۔ پھول سی نازک لڑکی، جس نے

میری محبت میں، میرے ساتھ آنے کی کوشش کی تھی جس نے کہا تھا کہ سفر کتنا ہی طویل ہو، وہ میرا ساتھ دے گی اور وہ میرا ساتھ دے رہی تھی، لیکن رات بھر کے فاصلے ۔۔۔؟ کیا وہ تھک گئی ہوگی!

میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے، لیکن وہ ان سے تکلیف کی کوئی آواز خارج نہیں ہونے دے رہی تھی۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا نا ۔۔۔ مجھے اس کی اس معصومیت پر بھی پیار آگیا۔ میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔ رکا اور اسے کسی گڑیا کی مانند اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی اور پھر جب میں آگے بڑھا تو اس نے مچلتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں تھی آشورے ۔۔۔ میں ٹھیک ہوں ۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے ۔۔۔ یہ میری خوشی ہے۔" میں نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ بھلا اس نازک سے وزن کا مجھے کیا احساس ہو سکتا تھا وہ خاموش ہوگئی اور میں آگے بڑھتا رہا۔ مشرق سے سفیدی ابھرنے لگی تھی، اور میں خیالات میں ڈوب گیا تھا۔ ڈھول کی آوازیں اب بالکل قریب ہوتی جا رہی تھیں ۔۔۔ رات کی خاموشی میں ہوائیں ان آوازوں کو لے کر ہمارے پاس پہنچ گئی تھیں۔ ورنہ یہ فاصلہ کم نہیں تھا اور اگر دن کا اجالا ہوتا تو ممکن ہے ہم ان آوازوں سے لاعلم ہی رہتے ۔۔۔!

بہرحال ۔۔۔ اب ان کا راز معلوم ہونے والا تھا ۔۔۔ اور میں ہوشیار بھی ہوگیا تھا۔ ظاہر تھا کہ ڈھول کی آوازیں انسانی ہاتھوں کی رہین منت تھیں ۔۔۔ چنانچہ میں ان انسانوں کے بارے میں جانے بوجھے بغیر ان کے سامنے نہیں آ سکتا تھا۔ میں ان سے پوشیدہ رہنا چاہتا تھا۔!

اور اب آوازیں بالکل قریب تھیں ۔۔۔ میں نے ڈھول کی آوازوں کے ساتھ ایک وحشیانہ گیت کی آوازیں بھی سنیں اور میں رک گیا۔ اب آوازوں کی سمت کا اندازہ لگانے میں بھی دشواری نہیں ہو رہی تھی۔ جس جگہ میں تھا، یہ ایک اونچی پہاڑی تھی جس کا اختتام ایک گھاٹی پر ہوتا تھا۔ گویا ہم بہت بلندی پر تھے ۔۔۔ اور یہاں سے پستیاں شروع ہوتی تھیں۔ لیکن یہ ڈھلان ناقابل عبور نہیں تھے، بلکہ انھیں آسانی سے طے کر کے گھاٹی میں پہنچا جا سکتا تھا گھاٹی بہت طویل و عریض تھی، اور اس کے بعد پھر ایک پہاڑی سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

"ابانیہ ۔۔۔" میں نے ابانیہ کو آواز دی۔

"آشورے ۔۔۔" اس نے سرسراتی آواز میں کہا اور پھر بولی "مجھے نیچے اتار دو ۔۔۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" اور میں نے اسے نیچے اتار دیا۔

"ہم ان کے قریب پہنچ گئے ہیں۔"

"ہاں ۔۔۔ یہ آوازیں ۔۔۔ کیا یہ گیت کی آواز ہے ۔۔۔؟"

"ہاں۔"

"نہ جانے وہ کیا کہہ رہے ہیں۔؟"

"رک جاؤ ۔۔۔ میں سننے کی کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے ان آوازوں پر کان لگا دیئے، اور آہستہ آہستہ ان کے بول میری سمجھ میں آنے لگے۔ گانے والے گا رہے تھے۔

"اے عظیم طاقت ۔۔۔

اے متحرک پہاڑ ۔۔۔ اے وہ جو ہماری بستیوں کو ویران کرنے کی قوت رکھتا ہے۔

لیکن ہم تیرے غلام ۔۔۔ ہم تیرے پرستار ۔۔۔

تیرے خادم ۔۔۔

ہم جو صدیوں سے تجھ پر اپنی جانیں نثار کر رہے ہیں ۔۔۔ ہم جو نہیں بھولتے ۔۔۔ چڑھتے چاند کی آٹھویں رات کو۔

اور دیکھ ۔۔۔ آج بھی تیرے غلام آئے ہیں۔ وہ ہمیشہ کی طرح تیرے لئے تیرا پسندیدہ تحفہ لائے ہیں۔

اسے قبول کر ۔۔۔! اسے قبول کر ۔۔۔!"

یہ عجیب و غریب گیت میرے کانوں میں گونجا، اور میں نے ابانیہ کو بھی اس سے لاعلم نہ رکھا۔!

"اوہ ۔۔۔ تو یہ کوئی مذہبی رسم ہے۔!" ابانیہ نے گہری سانس لی۔

"ہاں ۔۔۔ لیکن یہ لوگ ۔۔۔ ان کی بستیاں کہاں ہیں ۔۔۔؟ ان کے گیت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کہیں دور سے آتے ہیں۔ چڑھتے چاند کی ہر آٹھویں رات کو، لیکن اس سے قبل تو ہم نے کبھی ڈھول کی آوازیں نہیں سنی تھیں ۔۔۔!" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ ابانیہ خاموش تھی۔ اس نے اس گیت پر کوئی مزید تبصرہ نہیں کیا۔ ہاں میں اس عظیم طاقت کے بارے میں سوچ رہا تھا، جسے انھوں نے مخاطب کیا تھا۔ وہ جو ان کی بستیوں کو ویران کرنے کی قوت رکھتا ہے ۔۔۔ وہ کون ہے؟

"کیا ہم آگے بڑھ کر ان لوگوں کو دیکھنے کی کوشش نہ کریں ۔۔۔؟" ابانیہ نے کہا۔

"آؤ ۔۔۔!" میں نے جواب دیا۔ لیکن نیچے جھانکنے سے قبل ہم نے کوئی ایسی آڑ تلاش کی جہاں سے ہم ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکیں۔

اور یہ آڑ ایک نوکیلی چٹان تھی۔ جو ڈھلان کے کنارے پڑی ہوئی تھی، ہم دونوں اس کی آڑ میں پہنچ گئے ۔۔۔ تب ہم نے انھیں دیکھا ۔۔۔ وہ رنگین کھالوں کے لباس پہنے ہوئے تھے ۔۔۔ ان کے پیروں میں موٹے چمڑے کے جوتے بھی تھے، ان کے پاس لوہے کے ہتھیار بھی تھے ۔۔۔ بظاہر وہ بالکل غیر مہذب نہیں معلوم ہوتے تھے ان کی تعداد تقریباً پچاس تھی ۔۔۔ لیکن پانچ ایسے تھے، جو ان سے مختلف معلوم ہوتے تھے۔ مختلف صرف اس انداز میں کہ ان کے ہاتھ پاؤں کھال کی پٹیوں سے کسے ہوئے تھے اور انھیں پٹیوں کے ذریعہ ہی ایک لکڑی کے ستون سے باندھ دیا گیا تھا، جسے شاید ان لوگوں نے ہی نصب کیا تھا!

"کیا یہی اس عظیم طاقت کا پسندیدہ تحفہ ہیں ۔۔۔؟" میں نے کہا۔

"کیا مطلب ۔۔۔؟" ابانیہ چونک پڑی۔

"لکڑی کے ستون سے بندھے ہوئے لوگوں کو دیکھ رہی ہو۔؟"

"اوہ۔ ہاں۔ تت تو۔۔ وہ عظیم طاقت۔۔ زندہ ہے۔ نظر آنے والی ہے۔؟" وہ سہمے ہوئے انداز میں بولی۔

"شاید۔۔!" میں نے آہستہ سے کہا اور پھر میں نے دیکھا۔ سورج طلوع ہو رہا ہے۔ جوں ہی سورج کی پہلی کرن نے باہر جھانکا۔ ڈھول اور گیت بند ہو گیا۔ اچانک خاموشی چھا گئی اور ویرانہ سائیں سائیں کرنے لگا۔ عجیب سا سناٹا فضا پر مسلط ہو گیا تھا۔۔! پھر ان لوگوں نے قطاریں بنائیں اور ایک طرف چل پڑے۔ ستون سے بندھے ہوئے لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ وہ اپنوں کی خبر گیری کی وصیتیں کر رہے تھے اور میں معنی خیز نگاہوں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔!

کیا قصّہ ہے۔۔؟ کیا معاملہ ہے۔۔؟ میں سوچ رہا تھا اور میری نگاہیں۔۔ دُور۔۔۔ ایک پہاڑی درّے میں جاتے ہوئے لوگوں پر تھیں۔ اُن کی رفتار بہت تیز تھی۔۔۔ اور تھوڑی دیر میں وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تب میں نے ابانیہ کی طرف دیکھا۔

"کیا خیال ہے ابانیہ۔؟"

"ہمیں ان لوگوں کی مدد کرنی چاہیئے۔" ابانیہ نے جواب دیا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے ابانیہ کو اپنے بازوؤں کی گرفت میں لیتے ہوئے کہا۔

"تم ہر لحاظ سے میرے لئے موزوں ہو ابانیہ۔۔" اور اس نے اپنی باہیں میری گردن میں ڈال کر اچک کر میری آنکھوں کو چومتے ہوئے کہا۔

"کیوں آشورے؟"

"کیونکہ تم اسی انداز میں سوچتی ہو جس طرح میں۔۔۔ اسی انداز میں فیصلہ کر لیتی ہو جیسے میں پسند کرتا ہوں۔"

"میری خوش نصیبی ہے آشورے۔۔ ورنہ میں تو تیرے قدموں کی خاک بھی نہیں ہوں۔"

"آؤ۔۔ ہم ان لوگوں کی روداد سُنیں۔" میں نے کہا اور ہم ڈھلان اُترنے لگے۔۔ ڈھلان سے وادی میں اترنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ابانیہ اپنے قدموں سے اُتر رہی تھی۔ اس ہلکی پھلکی لڑکی کو بھلا کیا دقت ہو سکتی تھی۔ یوں ہم ڈھلان عبور کر کے وادی میں پہنچ گئے اور ہمارا رخ اُن کی طرف ہو گیا جو ستون سے بندھے ہوئے تھے۔

اُن لوگوں نے بھی ہمیں دیکھ لیا۔ اور اچانک ان کی گریہ زاری بند ہو گئی۔ وہ متعجب نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

تب ہم ان کے قریب پہنچ گئے۔ چمڑے کی پیٹیوں سے نہ صرف ان کے ہاتھ بلکہ پاؤں بھی کَسے ہوئے تھے۔ پانچوں نوجوان تھے، اُن کے رنگ سانولے تھے سیاہ نہیں تھے۔ جسمانی طور پر بھی وہ مضبوط انسان تھے۔

چند لمحات ان پر حیرت کا سکوت طاری رہا۔ پھر اچانک جیسے سب ہوش میں آ گئے۔ اور پھر وہ بیک وقت چیخنے لگے۔ "اے آزاد انسان ہمیں آزاد کر دو۔ دیوتاؤں کے لئے ہمیں آزاد کر دو۔ ہم زندگی بھر تمہارے احسان مند رہیں گے۔"

"میں تمہیں آزاد کر دوں گا دوستو۔ لیکن کیا تم بندشیں کھلتے ہی بھاگ تو نہ جاؤ گے۔؟"

"یہ جگہ بہت خوفناک ہے۔ ہمارا اور تیرا۔ اگر تو اس جگہ سے واقف ہے، یہاں سے نکل جانا موزوں ہے۔ ہمیں جلدی سے کھول دے۔ مبادا وہ آ نہ جائے۔۔۔ یقیناً وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ لیکن وہ یہاں ضرور آ جائے گا کیونکہ یہ غار اس کا مسکن ہیں۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"میں نہیں جانتا تم کس کے بارے میں کہہ رہے ہو۔ تاہم پہلے میں تمہیں آزاد کئے دیتا ہوں، تاکہ اس کے بعد تم سے سکون سے گفتگو کر سکوں۔"

میں نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے اُن کے ہاتھوں اور پیروں میں بندھی ہوئی چمڑے کی پیٹیاں توڑ دیں۔ اور وہ اپنے ہاتھ مسلنے لگے۔ اُن کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھے۔ وہ خوفزدہ تھے، لیکن اُن میں سے کسی نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی۔ ان کے چہروں سے احسان مندی کے تاثرات جھلک رہے تھے۔ پھر اُن میں سے ایک بولا۔ "تو نے ہماری زندگی بچائی ہے ہمارے محسن۔ بتا ہم تیرے اس احسان کا کیا بدلہ دیں۔۔؟"

"کیا تم اسی وقت بدلہ اتار دینے پر آمادہ ہو۔؟" میں نے اُن کے چہروں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ تو نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ اس کا کوئی بدلہ نہیں ہے۔ لیکن ہم تیرے احکامات کی پابندی کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا تم کچھ وقت میرے ساتھ گزار سکتے ہو۔۔؟"

"ہاں۔ ہم پوری زندگی تیرے ساتھ گزار سکتے ہیں۔ کیونکہ اب ہماری بستی ہمارے لئے اجنبی ہو چکی ہے۔"

"کیا تم اس وادی میں خوف محسوس کرتے ہو۔؟"

"ہاں۔ اگر تو ان علاقوں سے اجنبی ہے تو جان لے یہ وادی موت کی وادی ہے۔ کیونکہ یہاں وہ بھیانک طاقت رہتی ہے جس کا نام نیوگن ہے۔ آہ۔ اسکے نام کے ساتھ ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب ہم پیدا ہوتے ہیں تو ہماری مائیں سب سے پہلے ہمارے لئے دعا کرتی ہیں کہ دیوتا ہمیں نیوگن کی شکل نہ دکھائے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"خوب۔ تو آؤ۔ بلندیوں پر چلیں۔۔۔ اور وہاں چل کر گفتگو کریں" میں نے پیشکش کی۔

"اس سے کوئی جگہ محفوظ نہیں ہے۔ تاہم یہاں سے نکل چلنا ہی بہتر ہے۔۔!" انھوں نے کہا۔ اور ہم نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اوپر پہنچ گئے۔۔!

ابانیہ کے چہرے سے نقاہت ٹپک رہی تھی۔ ظاہر ہے رات بھر کی جاگی ہوئی تھی، تھکی ہوئی تھی، بھوکی تھی۔۔ یوں بھی وہ دُبلی پتلی کمزور لڑکی

تھی، اپنی مرضی سے میرے ساتھ آئی تھی اس لئے کچھ بول بھی نہیں سکتی تھی۔ لیکن اوپر آکر وہ زمین پر بیٹھ گئی۔۔!

"سنو۔" میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا۔ "کیا یہاں یا کچھ دور کے علاقے میں خوراک کا کوئی بندوبست ہو سکتا ہے۔ میری عورت بھوکی ہے اور بھوک سے نڈھال ہے۔"

ان لوگوں نے کچھ سوچا سہمے ہوئے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر ان میں سے دو آدمی بیک وقت بولے۔ "میں جاتا ہوں۔ میں جاتا ہوں۔"

"تم دونوں جاؤ۔ اور کوئی بندوبست ہو سکے تو ضرور کرو۔!"

ان دونوں نے گردن ہلا دی۔ اور پھر وہ ایک سمت دوڑ پڑے۔ میں ان کے بھاگنے کے انداز کو دیکھ رہا تھا۔ وہ یقیناً دنیا کے تیز ترین دوڑنے والے تھے تھوڑی دیر کے بعد وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔۔!

"وہ خوراک کہاں تلاش کریں گے۔؟" میں نے کہا۔

"ان چٹیل پہاڑوں میں۔ کالے خرگوش اکثر مل جاتے ہیں۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

"لیکن ہتھیار۔۔ ان کے پاس ہتھیار کہاں ہیں؟"

"اوہ۔۔ ہم دوڑ کر ان خرگوشوں کو پکڑ سکتے ہیں۔۔ وہ دونوں یہ کام بخوبی کر سکتے ہیں۔"

"خوب۔" میں نے تعریفی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں جس انداز میں دوڑتے ہوئے غائب ہوئے تھے، اس سے اندازہ ہو گیا تھا کہ۔۔ دوڑنے میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ لیکن ایک اور خیال بھی تھا۔ ممکن ہے وہ لوگ اس طرح زندگی بچ جانے کو غنیمت سمجھیں، اور واپس آنے کی کوشش نہ کریں۔!

سورج بلند ہوتا جا رہا تھا۔ گو اس میں ابھی زیادہ حدت نہیں پیدا ہوئی تھی لیکن اندازہ ہوتا تھا کہ جب سورج بلند ہوگا تو بہت سی مشکلات منہ کھول دیں گی۔ میں صرف ابانیہ کے لئے فکرمند تھا، جو درحقیقت ایک مسئلہ بن گئی تھی۔ اگر میں اسے ساتھ نہ لاتا تو بہتر تھا۔ بہرحال جو کچھ ہو چکا تھا اسے ٹالا نہیں جا سکتا تھا۔ ہم جانے والوں کا انتظار کرتے رہے۔ پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ دونوں واپس آتے نظر آئے، ان کے ہاتھوں میں چار سیاہ خرگوش لٹکے ہوئے تھے، جو زندہ تھے۔ انھوں نے ان کی ٹانگیں پکڑی ہوئی تھیں بہرحال اس سے اندازہ ہو گیا کہ وہ لوگ وفادار تھے۔

خرگوش آ گئے تھے۔ لیکن اب انھیں بھوننے کا مسئلہ تھا۔ تاہم میرے ذہن میں ایک اور بات آئی۔ میں نے ابانیہ کی طرف دیکھا۔ "ابانیہ۔؟"

"آشورے۔" اس نے اسی جیتے جاگتے لہجے میں کہا، جیسے اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔

"کیا تم کچے خرگوش کھا سکو گی؟"

"کچے۔؟ آشورے۔ مگر۔ مجھے، مجھے تو بھوک نہیں ہے۔"

"اگر میں تم سے کہوں ابانیہ۔ کہ ہم خرگوش کا کچا گوشت کھائیں گے تو کیا تم انکار کر دو گی۔؟"

"نن۔ نہیں آشورے۔!" وہ عجیب سے انداز میں بولی۔

"تب ٹھیک ہے۔ پہلے تم ایک خرگوش کھا لو۔ اس کے بعد ہم دوسرا پروگرام بنائیں گے۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی۔ گو ابھی اس کی بھوک انتہا کو نہیں پہنچی تھی، لیکن اصل میں میرے ذہن میں کوئی صحیح بات نہیں آئی تھی۔ وہ پانچوں سہمے ہوئے تھے۔ اس علاقے سے نکل بھاگنا چاہتے تھے۔ اگر میں انھیں یہاں روکنے کی کوشش کرتا تو ممکن ہے وہ میری بات نہ مانتے۔ اور میں انھیں ہاتھ سے نہیں کھونا چاہتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ میں اس پُراسرار نیمون کو تلاش کرنا چاہتا تھا جو نہ جانے کیا تھا۔

بہرحال۔ یہ علاقہ میں نے ذہن نشین کر لیا تھا۔ میں دوبارہ بھی یہاں آ سکتا تھا۔ اس وقت ابانیہ کو واپس پہنچا دینا اہم مسئلہ تھا کیونکہ بہرحال وہ میری پسندیدہ عورت تھی۔!

زمانہ قدیم کا انسان نہ انھوں نے دیکھا تھا، نہ ابانیہ نے۔ لیکن میں نے ان کے سامنے ابتدائی دور لوٹا دیا۔ میں نے ایک زندہ خرگوش کی دونوں ٹانگیں پکڑیں اور اسے درمیان سے چیر دیا۔ خون کی دھار بہنے لگی، جس سے میں نے منہ لگا دیا۔ میں مزے سے خرگوش کا خون پی رہا تھا۔ وہ لوگ بھی اچھل پڑے تھے جو میرے لئے خرگوش لائے تھے اور ان کی نگاہوں میں دہشت ابھر آئی۔ پھر میں نے دانتوں سے خرگوش کی کھال ادھیڑی اور اسے تھوک دیا۔ اس کے بعد بیکار آلائش صاف کر کے میں نے خرگوش کی ہڈیاں تک چبا ڈالیں۔

اور پھر ابانیہ کی طرف دیکھا۔ وہ سہمے ہوئے انداز میں مسکرا دی تھی، تب میں نے دوسرے خرگوش کی ٹانگیں چیریں اور ابانیہ نے آنکھیں بند کر کے خون سے منہ لگا دیا۔ اس کے چہرے کے نقوش بگڑے ہوئے تھے، لیکن میں، اس کا محبوب، اسی میں خوش تھا۔ اس لئے اس نے بھی وہی کیا جو میں نے کیا تھا۔ البتہ ہمیں دیکھنے والوں نے منہ پھیر لیے تھے۔

لیکن بہرحال ابانیہ کے جسم میں غذا پہنچ گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں اس کی حالت بہتر ہو گئی۔ تب میں نے اپنے دوستوں کا شکریہ ادا کیا اور ان سے ان کے نام پوچھے۔

ایبلو۔ ولکے۔۔ اور ایسے ہی دوسرے نام تھے ان لوگوں کے۔

میں نے ان سے پوچھا۔ "اب تمہارا کیا ارادہ ہے دوستو۔؟ کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"ہم پانچوں کسی اجنبی بستی کی تلاش میں نکلیں گے، اگر ملکہ شیمونا کے ہاتھ لگ گئے تو دوبارہ ہمارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا۔ اور اگر نیمون مل گیا تو۔۔ بہرحال جو دیوتاؤں نے ہمارے لئے طے کیا ہے۔" ہانو نے کہا۔

"تب پھر کیوں نہ تم میرے ساتھ شریک رہو۔ میں تمہیں اپنی بستی میں لے جاؤں گا۔!"

"تمہاری بستی۔۔؟" وہ پانچوں چونک پڑے۔

"ہاں۔ جنگلوں کے اس پار جہاں پانی کی وسیع و عریض چادر پھیلی ہوئی ہے۔ ہماری بستی ہے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ تم وہاں رہتے ہو۔ لیکن وہ علاقہ تو نیمون کا ہے ہمارے لوگ تو ادھر کا نام سُن کر کانپتے ہیں، سُنا ہے نیمون وہاں غسل کرنے جاتا ہے۔" وہ خوفزدہ انداز میں بولے۔

"ہاں۔ میں وہیں رہتا ہوں۔ لیکن تمہارا نیمون ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ چلو، تم میرے ساتھ چلو۔ تمہیں وہاں نیمون بھی نہیں ملے گا اور تم ملکہ سے بھی محفوظ رہو گے۔"

"کیا تمہارے ساتھ دوسرے لوگ بھی رہتے ہیں۔۔؟" واکے نے پوچھا۔

"ہاں۔۔ اور ہم میں سے کسی کو نیمون نے نقصان نہیں پہنچایا۔" میں نے جواب دیا۔ وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے، پھر بولے۔

"کسی اجنبی بستی کی تلاش میں بھٹکنے کے بجائے اگر ہم تمہارے ساتھ ہی چلیں تو ٹھیک ہے۔ ہاں، ہم سب تیار ہیں۔۔ ہم تمہارے غلام ہیں۔ تمہارے لئے سب کچھ کریں گے۔"

"تب پھر آؤ۔۔!" میں نے کہا اور واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ وہ سب ہمارے ساتھ تھے۔۔ اور ہماری رفتار بہت تیز تھی۔ میں نے ابانیہ کو حسبِ معمول کندھے پر لاد لیا تھا۔۔ اور وہ مجھ سے۔ اور دوسرے لوگوں سے شرما رہی تھی۔

"تمہاری بستی کہاں ہے۔؟" راستے میں، میں نے پوچھا۔

"بہت دُور۔۔ نیمون کے سائے سے دُور۔۔ وہ کبھی ادھر کا رُخ نہیں کرتا۔"

"کیا تم کاشت کرتے ہو۔۔ زمین سے اناج اور ترکاریاں اگاتے ہو؟"

"ہاں۔ ہم اپنی غذا خود پیدا کرتے ہیں۔"

"کیا تمہارے پاس دودھ دینے والے مویشی ہیں؟"

"ہاں۔ ہم ان کا دودھ استعمال کرتے ہیں۔"

"خوب۔ تمہاری بستی میں کتنے لوگ ہیں۔؟"

"لاتعداد۔ اُن کا شمار مشکل ہے۔"

"کیا تم مکان بنا کر رہتے ہو۔؟"

"ہاں۔ ہمارے مکان لکڑی سے بنائے جاتے ہیں۔"

"خوب۔ اس کا مقصد ہے کہ تم ترقی یافتہ ہو۔ کیا تمہاری بستیاں دُور دُور ہیں۔؟"

"ہاں۔۔ وہ پہاڑوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ سب ملکہ شیمونا کے وفادار ہیں۔" اُن میں سے ایک نے جواب دیا۔

"ملکہ شیمونا کس قسم کی عورت ہے؟"

"وہ بہت بڑی جادوگر ہے۔۔ اس کا تعلق براہِ راست دیوتاؤں سے ہے۔ اُس کے قہر و جلال سے سب ڈرتے ہیں۔۔ ہم سب نکلے چاند کی پہلی رات اُس کے درشن کرتے ہیں۔ اس کے بعد پورے ایک ماہ تک وہ مقدس تاریکیوں میں رہ کر احکامات جاری کرتی ہے، لیکن اسے ایک ایک بات کا علم ہوتا ہے، تاریکیاں اس کے لئے روشن ہیں۔۔ وہ سب کچھ دیکھ لیتی ہے۔"

"کیا تم لوگوں کو کسی قسم کی سزا ملی تھی۔؟"

"ہاں۔ ہم قیدی تھے۔۔ اور تین چاند کے بعد پانچ قیدی نیمون کے لئے تحفتاً بھجوائے جاتے ہیں۔ اس بار ہماری باری آگئی۔"

"تم قیدی کیوں تھے۔؟"

"ہم نے مقدس ہیگے کی توہین کی تھی۔"

"ہیگے کون ہے۔؟"

"ہیگے بہت سے ہوتے ہیں۔ سب کے سب ملکہ کے خادم۔ وقار کے محافظ ہوتے ہیں اور ملکہ انہیں کے ذریعے احکامات صادر کرتی ہے۔!"

"تم نے ہیگے کی کیا توہین کی تھی۔؟"

"ہم پانچوں ایک زمین پر کام کر رہے تھے۔ ایک ہیگا ادھر آنکلا۔ ہم کاموں میں ایسے مصروف تھے کہ ہم اس کے سامنے سجدہ ریز ہونا بھول گئے۔ بس ہمیں قید کر لیا گیا۔"

"اوہ۔۔!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ میں اس بستی کے حالات سمجھ رہا تھا۔ "کیا ملکہ کا کوئی شوہر نہیں ہے۔؟"

"نہیں۔۔ اس کی شادی نہیں ہوئی۔۔ وہ ہمیشہ کنواری رہتی ہے اور جب وہ مر جاتی ہے تو ہیگے اس کی لاش تاریک قید خانے میں رکھ دیتے ہیں پھر وہ دیوتاؤں سے دوسری شیمونا مانگتے ہیں۔۔ اور مقدس روشنی جس عورت کو حلقے میں لے لیتی ہے وہی تی شیمونا بن جاتی ہے۔"

"بہت دلچسپ، بہت عمدہ۔۔! کیا تمہارے ہاں سپاہی بھی ہوتے ہیں۔؟" "محافظ۔۔! ہاں محافظ ہوتے ہیں۔۔ اور یہ وہی تھے جو ہمیں نیمون کے حوالے کر گئے تھے۔"

"اب نیمون کی بات کرو۔۔ وہ کون ہے؟۔ کیا ہے؟ کیا تم میں سے کسی نے اُسے دیکھا ہے۔؟"

"نہیں۔ دیوتا اسے دیکھنے سے قبل ہماری آنکھوں کی بینائی چھین لیں۔ وہ بہت خوفناک ہے!"

"تم نے اس کے بارے میں سُنا ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا سُنا ہے۔ مجھے بتاؤ۔؟"

"وہ سیاہی کا پہاڑ ہے۔ چلتا ہے تو درخت اکھڑ کر گر پڑتے ہیں۔ گرجتا ہے تو بجلیاں چمکنے لگتی ہیں۔ اس کے دو ہاتھ ہیں۔۔ دو پاؤں ہیں۔ وہ انسانوں کی مانند دیکھ سکتا ہے۔ سُن سکتا ہے۔ دوڑ سکتا ہے۔ بہت خوفناک ہے وہ۔ بہت خوفناک ہے۔!" واکے نے خوفزدہ انداز میں بتایا۔

ادھیوں میں کلبلاہٹ ہونے لگی۔ وہ سیاہی کا پہاڑ ہے۔ چلتا ہے
اکھڑ کر گر پڑتے ہیں۔ پھیلے ہوئے درختوں کے درمیان کا راستہ میں
یکا تھا۔ کیا نیمون وہی پراسرار وجود تھا' جس کا مجھے شبہ ہوا تھا۔
مجھے کیوں نہیں نظر آیا۔ آج تک وہ کہاں روپوش رہا۔؟ اور وہ
ہے۔؟

لیکن یہ خوفزدہ لوگ اس سے زیادہ اُس کے بارے میں کچھ نہیں
جانتے۔ ملکہ شیمونا کے بارے میں بھی انھوں نے جو کچھ بتایا تھا' وہ بہت
تھا۔ بھلا میں اس جادوگرنی سے ملے بغیر کیسے رہ سکتا تھا' لیکن اپنی
اور اپنی تفریحات سے زیادہ مجھے پوگاس اور اس کے ساتھیوں کی
خوفناک بلا' جسے یہ لوگ نیمون کا نام دیتے ہیں' کسی وقت سمندر
رخ نہ کرلے' اگر وہ ادھر نکل آئی تو میری آباد کی ہوئی خوبصورت بستی
کی۔!

ہم چلتے رہے۔ اور ہمارا علاقہ شروع ہوگیا۔!" دیوتاؤں کی
نیمون کی سرزمین ہے۔ خوف کا دیوتا یہیں رہتا ہے۔ اس کے
یہی کہا گیا ہے۔!" ایلو نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ واکے۔!" میں نے واکے سے کہا۔ اور وہ میری
ہوگیا۔ "نیمون مرتا نہیں ہے۔ یہ کب سے زندہ ہے؟"

"صدیوں سے۔ ہماری نسلیں اسے دیکھتی آئی ہیں۔؟"

"کیا اس کی کیفیت بھی شیمونا جیسی تو نہیں ہے۔ ایک مرجاتا
اُس کی جگہ لے لیتا ہو۔؟"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اُسے موت نہیں ہے۔ وہ تنہا ہے'
وہ کبھی دوسرے کو نہیں دیکھا۔ وہ کبھی نہیں مرتا۔ وہ کبھی نہیں مرسکتا۔
بڑوں کی پیش گوئی ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ دُور سے سمندر کی نم
نے لگی تھیں۔ میں اپنی بستی کے قریب پہنچ رہا تھا۔ ابانیہ اب بھی میرے
تھی' اور خوب مزے میں تھی۔ لیکن اس بے وقوف کا خیال تھا کہ شاید
سے تھک گئے ہوں گے اس کے خیال میں' میں نے اس کے لئے تکلیف
۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے پروفیسر کہ بعض اوقات مجھے پلو بھی نہ رہا تھا
ندھے پر سوار ہے۔

بستی کے قریب آتے ہی اُس نے چلانا شروع کر دیا۔ "آشورے'
اب مجھے اتار دو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں بستی میں ایسے
ہوں گی۔"

"کیوں۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس' میں لوگوں پر نہیں ظاہر ہونے دینا چاہتی کہ میں اتنی کمزور اور
ہوں۔" اس نے [illegible] ہوئے کہا اور میں نے اُسے نیچے اتار دیا۔ دُور
[illegible] نے [illegible] پوگاس زور زور سے چیختا ہوا

ہماری طرف دوڑا۔ اور واکے وغیرہ سہم گئے۔

"دیوتاؤں کی قسم۔ نیمون کی سرزمین میں بھی انسان بستے ہیں۔ کیا
یہ تمہارے ساتھی ہیں آشورے۔؟"

"ہاں۔ یہ میرے ساتھی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ پوگاس وغیرہ
دوڑتے ہوئے ہمارے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ دوسرے لوگ حیرت سے نئے آنے
والوں کو دیکھ رہے تھے۔ انھیں تعجب تھا کہ میں ان اجنبی انسانوں کو کہاں سے
پکڑ لایا۔ اور بغیر رسی کے یہ قیدی کیسے ہیں۔ لیکن کسی نے اُن کے سامنے کوئی
سوال نہیں کیا۔

تب میں نے پوگاس سے کہا۔ "پوگاس۔ فی الحال یہ ہمارے مہمان ہیں
اس کے بعد ممکن ہے یہ ہمارے ساتھی بن جائیں۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک
کیا جائے۔!"

پوگاس نے میری ہدایت دوسروں تک پہنچادی۔ واکے وغیرہ
میرے ممنون ہوگئے تھے۔ ابانیہ اپنے مکان کی طرف چل پڑی اور ہم سب مہمانوں
کے ساتھ۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے پاس صرف پوگاس اور دوسرے چند
ذہین لوگ رہ گئے تھے۔

"کیا یہ ڈھول والوں میں سے ہیں آشورے۔ کیا تو نے آوازوں کا
راز معلوم کرلیا۔؟"

"ہاں۔ یہ انھیں میں سے ہیں اور آوازوں کا راز بہت ہی دلچسپ
ہے۔" میں نے کہا۔

"ہمیں بتاؤ آشورے۔ ہم بھی ان کے بارے میں جاننے کے لئے
سخت بے چین ہیں۔" پوگاس نے کہا۔

"کیا تمہیں اس ویرانے میں۔ ان اجنبی لوگوں کی موجودگی سے
حیرت نہیں ہوئی۔ جبکہ ہم دُور دُور تک انسان تو کجا' جانور بھی تلاش
کرنے میں ناکام رہے تھے۔"

"ہاں۔ ہمیں سخت حیرت ہے۔"

"دراصل۔ ہم نے تلاش کا دائرہ محدود رکھا تھا۔ اگر ہم مزید
کچھ دُور نکل جاتے تو ہمیں ایک دلچسپ آبادی مل جاتی۔ یہ ملکہ شیمونا کی حکومت
ہے' اور اس کے بارے میں مجھے ان لوگوں سے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے۔"
میں نے من وعن وہ تفصیل ان لوگوں کو بتادی' جو مجھے واکے اور دوسرے
لوگوں سے معلوم ہوئی تھی۔ میں نے بغیر پس وپیش کے پُراسرار نیمون کے
بارے میں بھی بتادیا۔ اور ان لوگوں سے کہہ دیا کہ نیمون کسی بھی وقت ہمارے
لئے خطرہ بن سکتا ہے۔!"

پوگاس تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ اُس کی آنکھوں سے فکرمندی
جھلک رہی تھی۔!

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات
دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں

جاسوسی ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ
صدیوں کا بیٹا
A contact loved ones.
ایک رابطہ اپنوں سے
Aik Rabta Apno Se.
پاکستانی پوائنٹ
www.PakistaniPoint.Com

"بے شک یہ خطرہ انوکھا ہے ۔!" اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اس کے لئے ہمیں صرف ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے ۔ تاکہ وہ بے خبری میں ہم پر نہ آپڑے ۔؟"

"درست ہے آشورے ۔ ہمیں بتا، ہمیں کیا کرنا چاہیئے ؟"

"سب سے اونچا درخت تلاش کر کے، اس کی سب سے اونچی شاخ پر ایک پاڑ باندھنی چاہیئے ۔ جہاں سے دن اور رات میں دُور دُور تک نگاہ رکھی جائے ۔ اس کے لئے آدمیوں کے اوقات مقرر کرنے ہوں گے ۔؟"

"اور اگر کسی وقت وہ اِدھر آہی گیا ۔؟"

"تب فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ ہم اس سے مقابلہ کریں گے ۔"

"ٹھیک ہے آشورے ۔ تیری موجودگی ہمیں ہر قسم کی فکروں سے نجات دلادیتی ہے ۔" بوگا اس کسی حد تک مطمئن ہو گیا ۔ پھر بولا ۔ "ان اجنبیوں کے بارے میں کیا ہدایت ہے ؟"

"انسان ہیں ۔ اپنی بستی کھو چکے ہیں ۔ اگر ہم انہیں خود میں شامل کرلیں تو کیا حرج ہے ۔ یوں بھی ہمارے یہاں مردوں کی تعداد کم ہے ۔ یہ جوان ہیں ۔ شکل و صورت سے بھی معقول ہیں ۔"

"میں تجھ سے اختلاف نہیں کر سکتا آشورے ۔ تو جو کہتا ہے ۔ ٹھیک کہتا ہے ۔!"

اور اُس رات اگنیا میری آغوش میں تھی ۔ طویل القامت اور دوسری لڑکیوں سے کسی قدر زیادہ عمر والی اگنیا، جس کے اپنے مسائل تھے، اور وہ مجھے اس وقت اپنے علاوہ کسی اور بارے میں نہیں سوچنے دینا چاہتی تھی ۔

"آشورے ۔" اُس نے سکون کی گہری سانس لیتے ہوئے کہا ۔

"ہوں ۔" میں چاہتا تھا کہ اُسے جلد نیند آجائے ۔!

"کیا ۔ کیا میرا جسم دوسری لڑکیوں سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے ۔؟"

"ہوں ۔" میں نے مختصراً کہا ۔

"کیا ۔ کیا میں تجھے خوش کرنے میں ناکام رہتی ہوں ؟"

"نہیں ۔"

"کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ تو مجھے دوسری لڑکیوں پر فوقیت دے ؟"

"نہیں ۔" میں نے بے خیالی میں کہا اور وہ چونک پڑی ۔ اس کے چہرے پر غم آلود تاثرات اُبھر آئے ۔! اور وہ غم و غصے سے مجھے گھورنے لگی ۔ میں چونک پڑا ۔ "کیا ہوا اگنیا ۔؟" مجھے اپنے کہے ہوئے الفاظ کا احساس نہیں تھا ۔

"کیوں ۔؟ آخر کیوں ۔؟" وہ مجھے جھنجوڑتے ہوئے بولی ۔

"مگر ہوا کیا ۔؟"

"وہ ابانیہ ۔ سب سے کہتی پھر رہی ہے کہ تو اسے سب سے زیادہ پسند کرتا ہے ۔ تو نے اس سے اظہارِ اُلفت کیا ہے ۔"

"تو اس میں کیا حرج ہے اگنیا ۔ آج میں تجھ سے اظہارِ اُلفت کر دیتا ہوں ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

"اور کل کسی اور سے ۔ کیوں ۔؟" اس نے شکایتی انداز میں کہا ۔

"ہاں ۔ یقیناً ۔!" میں نے گردن ہلا دی ۔

"تو ۔ تو ہم سب کو بے وقوف سمجھتا ہے آشورے ۔ کیوں ۔؟"

"ہاں ۔ تیرا خیال درست ہے ۔" میں نے اس کے گال پر چٹکی لیتے ہوئے کہا ۔

"تو ۔ تو اب میں کبھی تیرے پاس نہیں آؤں گی ۔ سمجھا ۔ اب میں کبھی تیرے

پاس نہیں آؤں گی۔ میں نئے آنے والوں میں سے کسی جوان کو پسند کروں گی۔" وہ
اپنا مختصر لباس اپنے بدن پر لپیٹتے ہوئے بولی۔ اور مجھے اس کی حماقت پر ہنسی آگئی۔
اور اس ہنسی سے وہ اور جھنجلا کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

آہ ۔۔۔! میں نے سکون کی ایک گہری سانس لی۔ اگنیا نے مجھے
تنہا چھوڑ کر میرے لئے سوچنے کے مواقع فراہم کر دیئے تھے۔ میں سکون سے لیٹ
گیا اور پھر میں نے اس نئے ماحول پر نئے سرے سے نگاہ دوڑائی۔! سی سارا۔
قیدی۔ نیا مقام اور نئے مسائل۔ پراسرار نیموں۔ وہ کیا ہے۔ عہدِ قدیم
کا کوئی دیوقامت درندہ۔ ممکن ہے۔ شیر کی کھائی ہوئی لاش۔ ٹوٹے درخت
اس کے خوفناک وجود کی نشاندہی کرتے تھے۔ لیکن اس کی عمر۔!

کیا عہدِ قدیم کے درندے بھی یہ عمر پا سکتے ہیں؟ اس کے علاوہ اور
کوئی بات ذہن میں نہیں آتی تھی۔ پھر میری ذہنی رو اس دلچسپ آبادی کی طرف
مڑ گئی۔ جہاں شیمونا کی حکومت تھی۔ یا یوں سمجھ لیا جائے کہ ہیگوں یعنی بیچارے
کی حکومت تھی۔ اور شیمونا ہیگوں کے ہاتھوں کا کھلونا ہوئی تھی۔

کیا اس دلچسپ آبادی کو دیکھا نہ جائے۔؟ سوال ہی نہیں پیدا
ہوتا تھا۔ میری اپنی فطرت مجھے سکون سے کہاں بیٹھنے دے سکتی تھی۔ لیکن صرف
ایک قباحت تھی۔ ایک مشکل تھی۔ اس آبادی کی طرف جانے سے قبل میں نیموں کو
تلاش کر کے ہلاک کر دینا چاہتا تھا۔ تاکہ پوگاس اور اس کے ساتھیوں کے لئے خطرہ
باقی نہ رہے۔!

اور اس کے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اسے اس پورے
علاقے کے کونوں کھدروں میں تلاش کروں؟ اور پروفیسر میں نے اسے تلاش کرنے
کا فیصلہ کر لیا۔ تب میں اطمینان کی نیند سو گیا۔! اور دوسرے دن خوب دن
چڑھے جاگا تھا۔

میرے پرستار میرے لئے ناشتہ تیار کر چکے تھے۔ میں نے پوگاس اور
مہمانوں کے ساتھ ناشتہ کیا۔ اور اسی موقع کو غنیمت جان کر میں نے وہ گفتگو کرنے
کا فیصلہ کر لیا جو میں کرنا چاہتا تھا۔!

میں نے مہمانوں کو مخاطب کیا۔ "میرے دوستو۔" میں نے کہا۔ "کیا یہ
بستی تمہیں پسند آئی۔؟"

"بے حد مقدس آشورے۔ ہم سکون کی دنیا میں آگئے ہیں۔ آہ۔۔۔
اس وقت جب موت ہمارے سروں پر اپنے سائے پھیلا چکی تھی، تو نجات کا دیوتا بن کر
ہمارے پاس آیا اور تو نے ہمیں موت کے سائے سے نکال کر اس سکون کی بستی
میں لا ڈالا۔ کیسی حسین کیسی مختصر سی یہ بستی۔ کتنے حسین ہیں یہاں کے لوگ۔!"

"تم نے دیکھا۔ انھوں نے زندگی گزارنے کے کیا انداز نکالے ہیں؟
یہاں سب محنت کرتے ہیں۔ سب کھاتے ہیں۔ کوئی کسی کا محکوم نہیں ہے۔
کوئی کسی کا غلام نہیں ہے۔ تم اپنی بستی چھوڑ چکے ہو۔ تم اپنوں سے رشتے توڑ
چکے ہو۔ کیا تم نئے رشتے قائم کرو گے۔؟ کیا تم نئی زندگی اپناؤ گے۔؟"

"ہم اس قابل تو نہیں ہیں آشورے۔ ہم نے تیرے لئے کچھ بھی تو نہیں
کیا۔ تو ہی ہم پر مہربانیاں کرتا رہا ہے۔ ہم تیری ان مہربانیوں کا کیا صلہ
دیں گے۔؟" وہ ممنونیت سے بولے۔

"اگر مجھے صلے کی ضرورت ہوئی تو تم سے طلب کر لوں گا فی الحال
مجھے ضرورت نہیں ہے اس لئے تم یہ بات ذہن سے نکال دو۔! پوگاس کیا
تم ان لوگوں کو خود میں شامل کرنے کے لئے تیار ہو۔؟"

"تیرا حکم سر آنکھوں پر آشورے۔ پوگاس کی مجال ہے کہ تیرے حکم سے
انحراف کرے۔!" پوگاس نے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ انھیں ان کی پسند کی عورتیں دو۔ ان کے
مکان بنانے میں ان کی مدد کرو۔ اور انھیں کاشت کے طریقے سکھاؤ۔ اور
دوستو۔ پوگاس تمہارا آقا نہیں ہے۔ لیکن وہ اس گروہ کا سربراہ ہے۔ تمہیں
چاہیئے کہ اس کے احکامات کی تعمیل کرو۔ اور اپنے امور اور مسائل میں اس سے
مشورے کرتے رہو۔"

"ہم ایسا ہی کریں گے مقدس آشورے۔" ان پانچوں نے
بیک وقت کہا تب میں نے پوگاس سے کہا۔ "پوگاس۔ ایک پراسرار وجود جس
کی بہت سی نشانیاں ہمارے سامنے آچکی ہیں اور جس کے بارے میں یہ لوگ بتاتے
ہیں کہ وہ سیاہ پہاڑ اور موت کا دیوتا ہے۔ ہماری اس خوبصورت بستی کے لئے ایک
مستقل خطرہ ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں اسے تلاش کر کے فنا کر دوں۔ کیا تم
مجھے اجازت دو گے کہ میں اس کی تلاش میں نکل جاؤں۔؟"

پوگاس میری بات سن کر دنگ رہ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب
تاثرات تھے۔ پھر اس نے سنبھل کر کہا۔ "میری مجال ہے آشورے کہ میں تیری
بات کی اجازت دوں۔ ہاں میری ایک درخواست ضرور ہے۔"

"کیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہمیں تیری ضرورت ہے آشورے۔ تو ہمارے درمیان رہے گا تو
ہم ایک مضبوط قوت بن جائیں گے۔ ہمیں چھوڑ کر نہ جا آشورے۔ ہم تیرے
بغیر خود کو کمزور محسوس کریں گے۔"

"میں نے تمہیں چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔ میں تمہارے ہی ایک
کام سے جانا چاہتا ہوں۔"

"اگر وہ بلا کبھی ادھر کا رخ کرے تب ہم سب مل کر اس کا مقابلہ
کریں گے، اگر تو اس کی تلاش میں نکل پڑا اور اس نے ادھر کا رخ کر لیا تو ممکن ہے
ہم اس سے اپنا دفاع نہ کر سکیں۔"

"میں کوشش کروں گا کہ تم سے زیادہ دور نہ رہوں۔ تاہم میری فطرت
اس کا انتظار نہیں کر سکتی۔ اور میں خود کو اس کی تلاش سے باز نہیں رکھ سکتا۔!"

"اگر تیری خواہش ہے تو کون تجھے روک سکتا ہے!" پوگاس گردن جھکا کر
بولا ۔۔۔ "ہاں پوگاس۔ میرا جانا ہی بہتر ہے اور سن۔ ابانیہ بھی میرے ساتھ
جائے گی۔"

"وہ تیری غلام ہے آشورے۔" پوگاس بولا۔
"اس کے علاوہ دوستو۔۔۔ مجھے تم لوگوں سے بھی گفتگو کرنی ہے۔"
اب میں نئے مہمانوں سے مخاطب ہوا۔
"ہم حاضر ہیں آشورے!" سب بیک وقت بولے۔
"مجھے تم میں سے ایک کی ضرورت پڑے گی۔ جو میرے ساتھ اس مہم پر نکلے گا۔ کیا تم میں سے کوئی جیالا میرا ساتھ دے سکے گا؟"
"ہماری زندگیاں تیری وجہ سے بچی ہیں آشورے اور ہم میں سے کوئی اتنا ناسپاس نہیں ہے کہ تیرے کسی حکم پر پیچھے ہٹ جائے۔ تو ہم میں سے جسے حکم دے، ہم حاضر ہیں۔" ایلو نے کہا۔
"سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ۔۔ کہ تمہاری قربانی کے لئے وہی جگہ کیوں منتخب کی گئی، جہاں میں نے تمہیں پایا۔؟"
"کیونکہ قربانی کے لئے وہی جگہ مخصوص ہے۔"
"کیوں۔؟"
"سامنے کی پہاڑیوں میں ایک عظیم الشان اور مہیب غار ہے۔ مقدس ہگوں کا کہنا ہے کہ نیمون اسی غار میں رہتا ہے اور اس سے قبل کی قربانیوں کو بھی وہیں قبول کر لیا گیا ہے۔ ڈھول بجا کر نیمون کو اطلاع دی جاتی ہے کہ قربانی حاضر ہے۔۔ اور اگر وہ غار میں موجود نہیں ہوتا تو ان آوازوں کو سُنکر آجاتا ہے۔"
"اوہ۔۔! کیا ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وہ ان آوازوں کو سُنکر قبل از وقت آجاتا ہو۔ اور اس نے قربانی لے کر آنے والوں، میرا مطلب ہے ڈھول بجانے والوں پر حملہ کر دیا ہو۔!؟"
"نہیں۔۔ ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ وہ اپنوں کو پہچانتا ہے۔ وہ اپنے پرستاروں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا، ہاں ان کی دی ہوئی بھینٹ خوشی سے قبول کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کبھی بھینٹ نہ پہنچ سکے، تو پھر وہ بستیوں کا رُخ بھی کر لیتا ہے اور اس کے بعد بستیوں کی خیر نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہگوں نے اس کے لئے ایک قانون بنایا ہے۔ ہر بستی کے لوگ بھینٹ دیتے ہیں۔"
میں نے ساری تفصیل سُنی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی، نیمون کا صحیح حلیہ نہیں بتا سکا۔ بہر صورت میں اس کی تلاش میں جانے کے لئے مکمل طور پر تیار تھا۔ تب میں نے اعلان کیا۔
"میرے ساتھ ہافو جائے گا۔"
ہافو ایک کم سخن جوان تھا۔ بھاری جبڑے اس کی سخت گیر طبیعت کا پتہ دیتے تھے۔ چمکدار آنکھیں پھرتی اور دلیری کا اظہار کرتی تھیں۔ "کیا تمہیں اعتراض ہوگا ہافو۔؟" میں نے پوچھا۔
"بالکل نہیں آشورے۔۔ مجھے خوشی ہے کہ تو نے اچانک میرا انتخاب کر لیا۔۔ اور تو جس کا انتخاب کر لے۔ اس کے لئے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہو سکتی ہے۔"
"تب ہم کل روانہ ہوں گے۔۔ تجھے تیار رہنا ہوگا۔"
"میں تیار رہوں گا آشورے۔!" ہافو نے کہا اور یوں یہ نشست برخاست ہو گئی۔!
دوسری صبح میرے ایما پر ان پانچوں جوانوں کو آزادی دی گئی کہ وہ اپنے لئے پانچ عورتیں پسند کر لیں۔ وہ جھینپے، شرمائے اور پھر اپنی اپنی پسندیدہ عورتوں کی طرف انگلی اُٹھا دی۔
جو بچ گئی تھیں، ان کی نگاہوں میں دبی دبی چنگاریاں تھیں۔ میں نے دل میں سوچا۔ ان کے لئے بھی کہیں نہ کہیں سے پکڑ کر لاؤں گا، فی الحال کیا کروں یہی پانچ ملے تھے۔۔ یہ رسم پوری ہو گئی تو میں نے روانگی کا اعلان کر دیا۔ تب ہافو میرے قریب آگیا۔
"میں اپنی عورت سے کیا کہوں آشورے؟" اس نے پوچھا۔
"یہی کہ وہ تیرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو جائے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔
"کیا یہ سچ ہے آشورے۔ کیا درحقیقت میں اسے لیجا سکتا ہوں؟"
"ہاں۔ تیری عورت تیرے ساتھ جائے گی۔۔ اور میری عورت میرے ساتھ۔" میں نے کہا۔
"تو نے میرے ذہن پر ایک بڑا بوجھ لادا اور پھر اسے آسانی سے اُتار دیا آشورے۔۔ جب تو نے مجھے عورت دی تو میں پریشان ہو گیا کہ اب اس عورت کا کیا کروں گا۔ لیکن، لیکن۔۔!" وہ خوشی کے عالم میں پوشیانا کی طرف دوڑ گیا۔۔ میں مسکراتا رہا۔۔ بہرحال پھر میں نے روانگی کی تیاریاں کیں۔ پانی اور خوراک کا بندوبست کیا۔ اور اتنی خوراک ساتھ لے لی کہ کافی روز کام آسکے! سیاہ خرگوشوں کے شکار کے لئے میں نے چپٹے پھل والے، اور پھینک کر مارنے والے چاقو لے لیئے، جن کا صحیح نشانہ اچھے خاصے جانور کو پچھاڑ سکتا تھا۔!
تب میں نے ابانیہ سے پوچھا کہ کیا وہ میرے ساتھ خوشی سے چلنے کو تیار ہے۔؟
"میں تو تیرے ساتھ زندگی کے آخری سانس تک رہنے کو تیار ہوں آشورے۔ میں تیری شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے دوسروں میں سرفراز کیا۔"
یوں پروفیسر۔ دو جوڑے جنگل کو روانہ ہوئے۔ پھرتیلے اور طاقتور ہافو کے پاس بھی عمدہ ہتھیار تھے۔۔ افسوس ہمارے پاس سفر کیلئے عمدہ گھوڑے نہیں تھے۔ ورنہ یہ سفر زیادہ آسان اور زیادہ تیز رفتار ہوتا۔
تاہم نہ مجھے پرواہ تھی نہ ہافو کو۔۔ ہاں، ہم دونوں اس قدر مضبوط تھے کہ کم از کم اپنی عورتوں کو گھوڑوں کی کمی محسوس نہ ہونے دیتے۔!
پوگاس اور ہمارے سارے ساتھی ہمیں رخصت کرنے آئے تھے، پوگاس کے چہرے پر اب بھی سخت تشویش کے آثار تھے۔ "میں تیری واپسی کا بے چینی سے انتظار کروں گا آشورے۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔
"میں تیری بستی کے لئے کچھ اور سہولتیں، کچھ اور آسائشیں لیکر لوٹوں گا پوگاس۔۔ تو فکر نہ کر۔!" میں نے اُسے جواب دیا۔ اور پھر وہ لگ

اس وقت تک کھڑے رہے جب تک ہم انہیں نظر آتے رہے۔!

ابانیہ بہت خوش تھی، بافو بہت خوش تھا اور پوشیانا کے چہرے پر بھی مسرت کے آثار تھے۔ اسے بھی مستقل طور پر مرد مل گیا تھا، اور اب اسے اپنی باری کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔

سبزہ زار گم ہوتے رہے۔ ہم اپنا علاقہ بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے سفر کی ابتدا تھی۔ خاصی تیز رفتاری سے فاصلے طے کئے گئے اور پھر سورج ہمارے سروں سے گزرتا ہوا مغرب میں جا پڑا۔ تب ہم نے قیام کر لیا۔ چٹانیں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ خطرناک علاقہ تھا۔ حشرات الارض مل سکتے تھے کیونکہ درندوں نے تو یہ سرزمین خالی ہی کر دی تھی۔

میں نے بافو اور پوشیانا کو اس خطرے سے خبردار کیا۔!

"تم لوگ کسی عمدہ سی چٹان کے پیچھے اپنا مسکن بنا لو، لیکن ہوشیار رہنا یہاں زہریلے کیڑے مل سکتے ہیں۔"

"تیرا خیال درست ہے آشورے۔ تاہم میں احتیاط رکھوں گا؟" بافو نے کہا۔ ہم نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور پانی پیا۔ پھر بافو نے مجھ سے اجازت طلب کی۔

"ضرور۔ ضرور۔ لیکن اپنی عورت کے ساتھ پہلی رات تو عجیب و غریب ماحول میں گزار رہا ہے بافو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تاہم یہ رات میرے لئے بہت دلکش ہے۔" بافو شرماتے ہوئے بولا۔

"ابھی کچھ دیر کے بعد چاند نکل آئے گا اور رات اور زیادہ دلکش ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔ اور وہ پوشیانا کے ساتھ ایک چٹان کے عقب میں چلا گیا۔

تب میں نے ابانیہ کی طرف دیکھا۔ وہ بھی مسکراتی نگاہوں سے مجھے [illegible] "ابھی چاند نکل آئے گا آشورے۔؟" اس نے جذبات بھری [illegible]

[illegible] طرف روشنی پھیلی ہوئی ہے۔" میں نے رومان [illegible] ہوئے کہا۔

"کہاں۔ اندھیرا تو ہے۔" ابانیہ حیرانی سے بولی۔

"نہیں ابانیہ۔ میرا چاند میرے پہلو میں ہے۔ تو بھی چاند کی مانند خوبصورت ہے۔"

"اوہ۔ آشورے۔ میرے محبوب۔ تیرا بدن روشنی سے بنا ہوا ہے۔ میں تیری منظور نگاہ ہوں۔ جو چاہے مجھے کہہ لے۔ لیکن تیرے بارے میں یہ بات کسی ستائش پر محمول نہیں ہے۔ کون ہوگا تیرا جیسا۔ روئے زمین پر تیرا جیسا جوان نظر نہ آئے گا۔ میں تیری دیوانی ہوں میرے محبوب۔ تیرے چٹان جیسے سینے کی سختی، اور کشادگی۔ تیرے فولادی بازوؤں کی گرفت، کس عورت کا ارمان نہ ہوگی۔" ابانیہ نے اپنے نازک ہاتھ میری گردن میں ڈال دیئے۔ میرے چند فقروں نے اسے بے قابو کر دیا تھا۔ اپنی اپنی طبیعت کی بات ہے۔ وہ میرے فقروں سے بے قابو ہوئی اور میں اس کے نازک جسم کے لمس سے۔۔۔ اور گویا میری آغوش میں سمٹ گئی۔ لیکن صرف

دیکھنے کی گڑیا۔ اور حقیقت میں بہت کچھ۔!

ابانیہ نیم غنودگی کی کیفیت میں تھی۔ میری نگاہیں بھی چاند پر جمی ہوئی تھیں۔ ماحول پُرسکون تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اپنے دوست ستاروں سے بہت عرصے سے ملاقات نہیں کی۔ انہوں نے دنیا کا نیا رنگ نہیں بتایا۔ حالات کیا کہہ رہے ہیں۔ ماحول کیا کہہ رہا ہے۔؟

لیکن فی الوقت اس کا کیا سوال تھا ابھی تو دوسرے کام بھی خاصے الجھے ہوئے تھے۔ پہلے انہیں سلجھانا تھا۔ پراسرار سینگوں کی سرزمین کی ملکہ تیمونا بار بار میرے ذہن میں آجاتی تھی۔ میں اس جادوگر ملکہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس کا جادو میرے اوپر کیا اثر کرے گا۔!

رات کا سکوت جاری تھا۔ اور پھر اس سکوت میں اگر ایک بھیانک چیخ اچانک بلند ہو جائے۔ تو کون نہ اچھل پڑے گا۔ چیخ کی آواز اس چٹان کے عقب سے آئی تھی جہاں بافو اور پوشیانا موجود تھے۔ اور چیخ یقیناً پوشیانا کی تھی۔ ابانیہ گھبرا کر جاگ گئی۔!

لیکن میں ابانیہ کو کچھ بتانے کا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے اپنا کھانڈا اٹھا کر چٹان کی طرف چھلانگ لگا دی اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ دونوں موجود تھے۔

بافو اپنی زندگی کی سخت [illegible]۔ غالباً وہ دونوں یکجائی کے سرور سے آسودہ ہو کر سکون کی نیند [illegible]۔ اور رات کے شکاری نے اپنا شکار تاک لیا تھا۔ بہت زیادہ لمبا اور بہت ہی موٹا اژدھا تھا۔ لیکن اسے اژدھا کہنا مناسب تھا کیونکہ اژدھے سانپ کی مانند [illegible] پھیلاتے۔ چنانچہ وہ کوئی دیو قامت نسل کا سانپ تھا جس کا رنگ [illegible] اور چاندنی میں چمکنے والا تھا۔!

خطرناک بات یہ تھی کہ وہ بافو کے عین سر پر تھا۔ بافو [illegible] چت لیٹا تھا اور سانپ کا سایہ اس کے پورے چہرے پر پڑ رہا تھا۔

ہاں پوشیانا اس سے کچھ دور تھی۔ اسی لئے وہ چیخ کر مجھے اپنی سمت متوجہ کر سکی تھی۔ اب صورت حال یہ تھی کہ بافو چت پڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنا جسم کسی مردے کی مانند ساکت کر لیا تھا۔ اگر وہ ہلنے کی ذرا سی بھی کوشش کرتا تو سانپ اسے مدافعت سمجھ کر اس پر حملہ کرنے میں پہل کر دیتا۔

صورت حال خطرناک تھی۔ لیکن میرے لئے نہیں۔ میں صرف یہ کوشش کرنا چاہتا تھا کہ سانپ بافو کے بجائے میری طرف متوجہ ہو جائے۔ اور اس کے لئے میں نے سانپ کی پشت پر پہنچ کر زور زور سے زمین پر پاؤں مارے۔۔۔! اور چالاک شکاری دھوکہ کھا گیا۔!

سانپ اپنی خوفناک جسامت کے باوجود تیزی سے پلٹا۔ اور اب وہ میرے مقابل تھا۔! بافو نے برق کی طرح چھلانگ لگائی اور کھڑا ہو گیا۔

"تم دور رہو بافو۔" میں نے سانپ کی روشن آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ سانپ مجھ سے جنگ کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ لیکن اس حقیر کیچوے کا اور میرا کیا مقابلہ۔۔۔ بالآخر میں نے پہل کی اور اس کی طرف بڑھا۔

سانپ کی پھنکار بڑی خوفناک تھی۔ اُس کے منہ سے چنگاریاں نکل پڑی تھیں۔
ممکن ہے یوشیانا اور بانو لرز گئے ہوں، لیکن میں سانپ کی شرارت سے
ذرا بھی مغلوب نہیں ہوا۔ میں نے کھانڈا تولا۔ اور دوسرے لمحے اُسے زور
سے گھما دیا۔!

سانپ نے پھرتی سے اپنے آپ کو اس وار سے بچایا۔ اور دوسرے
لمحے اُس نے میری ران پر منہ مارا۔ لیکن کیا ہی مایوسی ہوئی تھی اسے۔ بھلا
چٹانوں پر بھی کوئی اثر ہوتا ہے۔ میں نے اسے دو تین بار حملہ کرنے کا موقع
دیا۔ اور اسی لمحے ابانیہ کی چیخ سنائی دی۔

"آشورے۔ آشورے۔ آہ۔ آشورے۔"

وہ پاگل سمجھی تھی کہ سانپ نے میرا کام تمام کر دیا۔ غالباً وہ سانپ
کو میرے جسم پر کامیاب ہوتے دیکھ چکی تھی۔ اب چونکہ وہ میری طرف دوڑی
آ رہی تھی، چنانچہ مجھے خطرہ ہوا کہ جوشِ محبت میں، وہ سانپ سے میرا بدلہ لینے پر
نہ تل جائے اور اس خوفناک جانور کے سامنے اس کی حیثیت کچھ نہ تھی۔ وہ
ایک پھنکار میں اُسے پانی کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ابانیہ کے قریب پہنچنے سے
قبل یہ کھیل ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔!

تب میں نے پوری مہارت سے کھانڈا سنبھالا۔ اور اس بار اس
موذی کی ساری چالاکی رکھی رہ گئی۔ کھانڈے کے ایک وار نے اس کی
موٹی گردن اس کے جسم سے دور کر دی۔ اور وہ کافی فاصلے پر جا گری۔ لیکن
کٹی ہوئی گردن جس کی لمبائی تین فٹ اور موٹائی بھی تقریباً ڈیڑھ فٹ تھی،
کٹنے کے بعد بھی۔ تقریباً پچاس گز تک دوڑی گئی تھی۔! اور اس سے
نکلنے والی خون کی موٹی دھار سنگلاخ چٹان پر ایک چوڑی سرخ لکیر چھوڑ
گئی تھی۔! باقی جسم عجیب تماشا دکھا رہا تھا۔ اس میں بل پڑ رہے تھے اور کبھی
درمیان سے بلند ہو کر اٹھتا چلا جاتا۔ پھر وہ حصہ نیچے آ جاتا اور دوسرا
حصہ بلند ہو جاتا۔!

ابانیہ ٹھٹھک گئی تھی۔ یوشیانا بانو کے جسم سے لپٹ کر کانپ
رہی تھی۔ بانو کا چہرہ بھی چاندنی میں زرد نظر آ رہا تھا۔ اس طرح ہم سب
خاموشی سے اس دیوقامت سانپ کے جسم کی قوت دیکھتے رہے۔ ہاں۔
بلاشبہ اگر اس جسم کی لپیٹ میں کوئی آ جاتا تو اس کی قوت اسے پیس کر رکھ
دیتی۔ لیکن بانو اور یوشیانا اس سے کافی دور تھے۔

تب آہستہ آہستہ جسم سرد ہو گیا۔ اور پھر اس کی تمام حرکتیں
بند ہو گئیں۔!

"آہ۔ آشورے۔ آشورے۔ کیا۔ کیا تم محفوظ ہو۔ آہ،
کیا وہ تمہارے جسم کو مضروب کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ہے۔" ابانیہ نے
کہا اور پھر میری طرف دوڑی۔!

میرے نزدیک آ کر وہ میرے جسم کو ٹٹولنے لگی۔ اور میں نے
اس کے گال پر پیار سے چپت لگائی۔ "دیوانی۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ
سکتا تھا۔!"

"آشورے۔ آشورے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے تیرے
جسم پر حملہ آور ہوتے دیکھا تھا۔ مجھے بتا میرے محسن۔ تیرے جسم میں
زہر تو نہیں داخل ہوا۔؟" بانو بھی میرے قریب پہنچ گیا۔

"نہیں بانو۔ میں محفوظ ہوں۔ تو فکر نہ کر۔ لیکن بڑا شریر
جانور تھا۔ اور بڑا ہی حاسد۔ شاید اسے کوئی مادہ نہیں ملی۔ اسی لئے وہ
تیری رنگین رات برداشت نہیں کر سکا! مجھے افسوس ہے کہ تو نے اپنی عورت کے ساتھ پہلی
رات خوف کی رات منائی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو محفوظ ہے آشورے۔ آہ میرے محسن۔ مجھے سب کچھ مل گیا
ہے۔ میں شرمندہ ہوں کہ تیری مدد کے لئے آگے نہ بڑھ سکا۔ لیکن میرے حواس
بحال نہ رہ گئے تھے۔"

"تو اس بات پر میری ایک ہدایت سن بانو۔ یہ بہت اچھی بات ہے
کہ اس کا موقع مل گیا۔ سن ہدایت یہ ہے کہ جب میں اپنے دشمن سے نبرد آزما
ہوں، تو یہ سوچ کر میری اور اس کی جنگ میں کبھی مداخلت مت کرنا کہ میں اس
سے کمزور پڑ رہا ہوں۔ میرا حکم ہے۔ میری درخواست ہے۔ میری التجا ہے
کہ اس وقت مجھ سے اور میرے دشمن سے دور رہنا۔ ورنہ میں تمہاری
مداخلت کی وجہ سے نقصان بھی اٹھا سکتا ہوں۔!"

"اوہ۔ تب تجھے مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے آشورے؟"

"ہرگز نہیں۔ بلکہ میرے حق میں بہتر ہے کہ جب میں اپنے دشمن سے
جنگ کر رہا ہوں تو میری پوری توجہ اسی طرف رہنے دی جائے۔"

"میں خیال رکھوں گا آشورے۔" بانو نے گردن جھکاتے ہوئے کہا

تب میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"کیوں ابانیہ۔؟ ابھی رات باقی ہے۔؟"

"ہاں۔ اور اس حادثے نے رات کو تازگی اور ولولوں کو طلب
بخشی ہے۔ ابھی رات باقی ہے میرے محبوب۔ ابھی رات باقی ہے۔!"
دُبلی پتلی لڑکی نے بڑی ہمت سے کہا۔

اور ہم دونوں نے بھی اسے اپنی پہلی رات گردانا۔ ابانیہ حیرت انگیز
خصوصیات کی مالک تھی۔ بے حد نازک۔ لیکن کبھی نہ تھکنے والی۔ لیکن
دوسری صبح بانو کی حالت زیادہ اچھی نہ تھی۔! نہ جانے خوف سے یا چاندنی
کے خراج سے اس کا چہرہ اترا اترا تھا۔ تاہم میں نے اس سے کوئی سوال نہ کیا،
ہم نے صبح کی غذا کھائی۔ اور پھر میرے ایماء پر۔ سانپ کے جسم کے ایک
مخصوص حصے کو چھوڑ کر بقیہ حصے کی کھال اتار دی گئی۔ اس کے ٹکڑے
کئے گئے اور ہم نے انہیں اپنی کمر پر لاد لیا۔ اس طرح ہمارے دشمن نے
ہمارے لئے عمدہ گوشت فراہم کر دیا تھا۔!

دوسرے دن کا سفر شروع ہو گیا۔ اور یہ سفر ہمیں ہماری
منزل پر پہنچانے والا تھا۔ جو ہم نے سوچ کر واپسی پر پائی۔ ہاں یہ وہی جگہ
تھی جہاں میں نے بانو اور اس کے ساتھیوں کی مدد کی تھی۔ سنگلاخ چٹیل
علاقہ جو دیکھنے میں بھیانک معلوم ہوتا تھا۔ سامنے ہی ڈھلان تھے۔ اور

ڈھلانوں سے نیچے وادی ہیں وہ پہاڑیاں جن میں عظیم الشان غار تھے اور بقول ہافو اور اس کے ساتھیوں کے، یہی نیمون کے رہنے کی جگہ تھی۔!

تو کیا خوفناک وجود اسی غار میں موجود ہے؟ میں نے سوچا۔ تب میں نے ان لوگوں کو رکنے کا اشارہ کیا۔ اور سب ڈھلان کے کنارے پر رک گئے۔! "ہم رات اسی کنارے پر گزاریں گے۔" میں نے اعلان کیا۔ ظاہر ہے میری مخالفت کرنے والا کون تھا۔ "یہاں تمہارے لئے کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے ہافو۔ لیکن ہم فاصلے اپنا لیتے ہیں۔"

"جیسی تیری مرضی" ہافو نے کسی قدر مردہ دلی سے کہا۔

"کیوں۔ تیری آواز سست کیوں ہے ہافو۔؟" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آشورے۔ اس بھیانک جگہ سے تو واقف نہیں ہے۔ گو پچھلی رات بھی میری زندگی موت سے ہمکنار ہوتے ہوتے بچی، لیکن تو بھروسہ کر کہ میں دوسری رات بھی وہاں سکون سے گزار سکتا ہوں۔ لیکن نیمون کے اس علاقے میں سکون کہاں۔ وہ بڑا بھیانک ہے، اور اگر وہ یہاں موجود ہے تو ہم اس سے اس آسانی سے گلو خلاصی نہیں پا سکیں گے، جس طرح ہم نے سانپ سے زندگی بچائی تھی۔"

اس کی بات پر مجھے ہنسی آگئی۔ "گویا تیرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس رات تو اپنی عورت سے بھی لطف اندوز نہ ہو سکے گا۔؟"

"اس رات۔ اس رات تو میں زندگی کے کسی شغل سے مطمئن نہ ہو سکوں گا آشورے۔ تاہم تیری موجودگی سے میں مطمئن ضرور رہوں گا۔ اس لئے یہ رات مجھے اپنے ساتھ ہی گزارنے دے۔"

میں نے زوردار قہقہہ لگایا۔ اور پھر پوشیانا سے کہا۔ "تیرا مرد تو بہت بزدل ہے پوشیانا۔ تو اسے دلیر بنانے کی کوشش کر۔ یہ میری رات بھی خراب کرنا چاہتا ہے۔!"

لیکن میری اس بات پر پوشیانہ کے چہرے پر نہ تو مسکراہٹ آئی۔ نہ اُس نے اس خیال پر کوئی تبصرہ کیا۔ بس خاموش رہی۔ مجھے اس خاموشی پر کسی قدر تعجب ہوا تھا۔ لیکن میں نے اس کی تشریح نہیں کی۔ بہرحال میں نے انھیں مطمئن کرنے کے لئے بہت سی باتیں کیں۔ ہافو کے چہرے سے جھجک کا اظہار ہو رہا تھا۔ تاہم وہ پوشیانہ کو لے کر چلا گیا تھا۔

تب میں نے مسکراتے ہوئے ابانیہ کی طرف دیکھا۔ "کیا تو بھی خوف محسوس کر رہی ہے ابانیہ۔؟"

"میں۔ جہاں کہیں بھی ہوں آشورے۔ اگر تو میرے ساتھ ہو تو پھر خوف نام کی کوئی چیز میرے پاس نہیں پھٹک سکتی۔" ابانیہ مسکراتے ہوئے بولی۔ پھر آہستہ سے کہنے لگی۔

"آشورے۔؟"

"ہوں۔! کیا بات ہے؟" میں نے اسے اپنی آغوش میں گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"ایک بات بتاؤں۔؟"

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔؟"

"تو نے پوشیانا کی نگاہوں پر غور کیا ہے کبھی۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"اس وقت کوئی اسے دیکھے۔ جب اسے احساس ہو کہ کوئی اس کی جانب متوجہ نہیں ہے۔ اور اس کی نگاہیں تم پر جمی ہوئی ہوں۔"

"اوہ۔ تم نے دیکھا۔؟"

"ہاں۔"

"کیا محسوس کیا۔"

"وہ تیری طلب گار ہے آشورے۔ شاید اسے اپنا مرد نہیں بھایا۔!"

"تو عورت ہے ابانیہ۔ تو نے محسوس کیا ہوگا۔؟"

"ہاں۔ میں نے محسوس کیا۔ اور۔ کچھ اور بھی۔"

"وہ کیا۔؟"

"وہ مجھ سے ناخوش ہے۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھیں سُلگ اٹھتی ہیں۔"

"اوہ۔ یہ بات غلط ہے۔" میں نے چونک کر کہا۔ میرے ذہن میں صدیوں پرانی ایک بات آگئی تھی۔ جب رقابت کی کہانی پہلی بار میری نگاہوں میں آئی تھی۔ انسان نے بہت سے روپ بدلے ہیں۔ لیکن اس کی فطرت آج بھی برقرار ہے۔!

"تب تو تمہیں اُس سے ہوشیار رہنا چاہیئے ابانیہ۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اگر وہ تجھ سے ناخوش ہے تو۔ انتقام لینے کی کوشش کرے گی۔"

"مگر میں نے اُس کا کیا بگاڑا ہے۔ میں نے اس کے خلاف کچھ نہیں کیا۔"

"اس کے باوجود۔ بہرحال تو اس کے پسندیدہ مرد کی پسند ہے۔ اور تجھے معلوم ہے کہ تم لوگوں کے معاہدے کے تحت وہ بھی میری خلوتوں میں آ چکی ہے۔!"

"ہاں۔ یہ بات مجھے معلوم ہے۔"

"بہرحال۔ میں خود بھی کسی وقت اُس سے بات کروں گا۔ لیکن تو ہوشیار رہنا۔"

"میں بھی اتنی کچی نہیں ہوں آشورے۔ تیری منظور نظر ہوں۔ اور اس تصور نے میرے بدن میں بجلیاں بھر دی ہیں۔ میں پہلے سے کئی گنا طاقتور ہو گئی ہوں۔"

"بے شک۔ بے شک۔ تیری طاقت کا راز ہر رات میرے اوپر کھلتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس نے بھی مسکراتے ہوئے میری آغوش میں منہ چھپا لیا۔ تب صبح ہو گئی۔

سورج کے سر ابھارتے ہی ہافو خوش خوش میرے پاس دوڑا آیا۔

"ہم رات گزار چکے ہیں آشورے۔!"

"ہاں۔ ہم رات گزار چکے ہیں۔!"

"ایک پُرسکون اور پُرامن رات ۔۔!" ہافو مسرت سے بولا۔
"یقیناً ۔!" میں اس کی بدحواسی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولا۔
دراصل وہ اتنا سہما ہوا تھا کہ اسے اس رات میں خوفناک ہنگاموں کا یقین تھا۔ لیکن رات غیر متوقع طور پر پُرسکون تھی۔

پھر ہم نے ناشتہ کیا ۔ سانپ کے گوشت کے لذیذ قتلے بھونے گئے، ہمارے پاس انھیں بھوننے کا سامان موجود تھا ۔ اور پھر ناشتے کے بعد ہم سب چاق وچوبند ہوگئے۔ تب میں نے ہافو سے کہا۔
"رات کی خاموشی سے تو نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہافو ۔؟"
"یہی کہ نیمون یہاں موجود نہیں ہے ۔"
"ممکن ہے وہ غار سے نہ نکلا ہو ۔"
"ہاں ۔ یہ بھی ممکن ہے ۔"
"کیا تو میرے ساتھ غار میں جانا پسند کرے گا!"
"تو حکم دے گا تو ضرور ۔!" ہافو نے کہا۔
"تب میں حکم دیتا ہوں کہ تو یہاں رہ کر عورتوں کی نگہداشت کر، میں ان غاروں میں نیمون کو تلاش کروں گا۔"
"تنہا ۔؟" ہافو تھوک نگلتے ہوئے بولا۔
"ہاں ۔ تنہا ۔!"
"لیکن ۔ لیکن یہ مناسب بات نہ ہوگی آشورے ۔ تو اس خطرے سے ناواقف ہے جسے نیمون کہتے ہیں۔"
"میں جو کہہ رہا ہوں وہی کیا جائے ۔!" میں نے ہافو کی بکواس سے کسی قدر مکدر ہوتے ہوئے کہا ۔ اور ہافو خاموش ہوگیا لیکن اسی وقت ابانیہ بول پڑی۔
"مجھے بھی اعتراض ہے آشورے ۔"
"کیا اعتراض ہے تجھے ۔؟" میں نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔
"میں تجھے تنہا نہیں جانے دوں گی ۔ میں خود بھی تیرے ساتھ چلوں گی!" ابانیہ نے پوری مضبوطی سے کہا ۔ گو بات ایسی تھی جس پر غصہ آئے ۔ بھلا یہ بے وقوف لڑکی میرے ساتھ جا کر کیا کرے گی ۔ کیا اسے ساتھ لا کر حماقت کی ہے ۔! لیکن ایک دوسرے خیال نے میرے ذہن کو ٹھنڈا کر دیا ۔!
جس جگہ سے ہافو جیسا جیالا خوفزدہ ہے ۔ وہاں یہ لڑکی میرے ساتھ جانے کو تیار ہے ۔ صرف محبت کے ہاتھوں مجبور ہوکر ۔ اس طرح اس کی یہ حماقت کی بات بھی قابلِ معافی ہے تاہم میں نے کہا۔
"میں خود تجھے خود سے جدا کرنا پسند نہیں کرتا ابانیہ ۔ لیکن جس جگہ میں جا رہا ہوں، وہاں تیرا جانا مناسب نہ ہوگا ۔ اور اب میں چلتا ہوں۔ ہافو ۔ ابانیہ کی حفاظت تیرا فرض ہے ۔ اور تیری عورت کے بارے میں تو مجھ سے کچھ کہنا بیکار ہے۔"
"بے فکر رہ آشورے ۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ نیمون یہاں موجود نہیں ہے ۔ اور اس کے بعد مجھے کسی شئے کی پرواہ نہیں رہ جاتی۔" ہافو نے کہا ۔ اور اس کے بعد میں نے ابانیہ سے کوئی گفتگو نہیں کی ۔ میں ڈھلان پر اترنے لگا! اور اب چونکہ میں تنہا تھا، سوائے اپنے چوڑے کھانڈے کے میرا کوئی ساتھی نہ تھا ۔ اس لئے اُترنے کی رفتار بہت تیز تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نیچے پہنچ گیا ۔ وہ ستون ابھی تک وہیں پڑا ہوا تھا جس سے ہافو اور اس کے ساتھیوں کو باندھ دیا گیا تھا ۔ میں نے اس خوفناک غار کی طرف رُخ کیا، جس کا دہانہ اتنا بلند تھا کہ کئی ہاتھی اوپر نیچے کھڑے ہوکر گزر سکتے تھے ۔ اس کی چوڑائی بھی ایسی ہی تھی ۔ لیکن قریب پہنچنے سے اس کی شکل بڑی عجیب نظر آتی تھی۔
نوکیلے پتھر اس طرح ابھرے ہوئے تھے جیسے کسی عفریت کے دانت ہوں ۔ کھلا ہوا غار کسی بھیانک جانور کے کھلے ہوئے جبڑوں کی مانند تھا۔ میں نے تیزی سے سفر طے کیا اور غار کے سامنے پہنچ گیا ۔ فاصلہ اتنا ہوگیا تھا کہ ڈھلان کے کنارے پر کھڑے ہوئے تینوں افراد نظر نہیں آرہے تھے ۔ غار کے دروازے پر پہنچتے ہی شدید تعفن محسوس ہوا ۔ سڑتے ہوئے گوشت کی بدبو تھی ۔ ایک لمحے کے لئے میں رُکا اور پھر اندر داخل ہوگیا۔
غار اندر سے زیادہ تاریک نہیں تھا ۔ اوپری سمت میں کہیں کہیں رخنے تھے، جن سے روشنی کی شعاعیں اندر آرہی تھیں اور غار میں اتنی روشنی تھی کہ اندرونی منظر صاف نظر آسکے!
انتہائی عظیم الشان غار تھا ۔ چاروں طرف ہڈیاں، کھوپڑیاں اور پنجر بکھرے ہوئے تھے ۔ ان میں جنگلی بیلوں کے پنجر، شیروں اور دوسرے جانوروں کے پنجر بھی تھے ۔ اور انسانی ڈھانچے، کھوپڑیاں، ہاتھ اور پاؤں بھی تھے ۔ بے حد خوفناک منظر تھا ۔ یقیناً لڑکیاں اور شاید ہافو بھی یہاں آجاتا تو خوف سے اُن کے دلوں کی حرکت بند ہوجاتی۔
لیکن پورے غار میں اس خوفناک وجود کا نشان نہیں تھا ۔ یہ بات تو طے ہوگئی تھی کہ یہ اس کا مسکن ہے، لیکن خود وہ یہاں موجود نہیں تھا۔
ایک بار پھر میرے ذہن میں الجھن پیدا ہوگئی ۔ کاش وہ مل جاتا، کاش میں اسے دیکھ سکتا ۔ اس سے دو دو ہاتھ کر سکتا، لیکن وہ کونسا جانور ہے جو شیر اور دوسرے خوفناک جانوروں کو بھی نہیں چھوڑتا۔
بہرحال مجھے مایوسی ہوئی تھی ۔ یہاں ان غاروں میں اور کچھ نہیں تھا ۔ دفعتاً ایک سرسراہٹ ہوئی اور میں چونک پڑا ۔ میں نے پلٹ کر دیکھا اور ایک لمحے کے لئے چکرا کر رہ گیا ۔ ایک استخوانی کھوپڑی، آہستہ آہستہ میری طرف رینگ رہی تھی ۔ اس کی آنکھوں کے خالی حلقے مجھے گھورتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے ۔ میں تعجب سے اُسے دیکھنے لگا ۔!
کھوپڑی آہستہ آہستہ میرے بالکل قریب آگئی ۔ وہ میرے پیروں کو چھونے لگی ۔ اور پھر میرے پاس رُک گئی ۔ اب وہ دائیں بائیں کھسک رہی تھی ۔ میری حیرت بڑھتی جا رہی تھی ۔ پھر میں نے جھک کر کھوپڑی کو اُٹھا لیا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے کیا کہہ رہی ہے ۔؟

لیکن ــــ دوسرے لمحے ایک سیاہ رنگ کا چوہا کھوپڑی کے نیچے سے نکل کر ایک طرف دوڑ گیا ــ میں نے چوہے کو دیکھا ــ اور پھر مجھے ہنسی آگئی۔ گوشت کی بو پر چوہا کسی طرح کھوپڑی میں داخل ہو گیا تھا ــ اور پھر وہ اس میں بند ہو کر رہ گیا ــ چنانچہ وہ کھوپڑی کو لے کر چل رہا تھا ۔!

بہر حال یہاں کچھ نہیں تھا ــ اس لئے میں غار سے باہر نکل آیا ــ یقیناً ڈھلان کے بلند سرے پر کھڑے ہوئے لوگ غار کے دہانے پر نظریں جمائے دہشتناک چیخوں اور خوفناک آوازوں کے منتظر ہوں گے ــ لیکن ــــ اب کرنا کیا چاہیئے ــ؟ کہاں اس پراسرار وجود کو تلاش کیا جائے ــ؟

کچھ بھی ہو ــــ اس کی تلاش میں تو آگے بڑھنا ہی پڑے گا ــ!

میں وادی کے میدان کو عبور کرنے لگا! اور پھر ڈھلان کے سرے پر پہنچ گیا ــ اوپر کھڑے ہوئے لوگ ہاتھ ہلا ہلا کر چیخ رہے تھے ــ شاید وہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے ــ سورج پورے طور سے بلند ہو گیا تھا!

میں ڈھلان چڑھنے لگا ــ اور تھوڑی دیر کے بعد میں ان کے قریب پہنچ گیا ــ تینوں میری طرف دوڑ پڑے تھے ــ "کیا ہوا آشورے ــ؟ کیا ہوا ــ کیا وہ اندر موجود نہیں تھا ــ؟" ہافو نے بے صبری سے پوچھا۔

"ہاں ــ اندر کچھ نہیں تھا ــ!" میں نے جواب دیا۔

"میں سمجھ گیا تھا ــ میں سمجھ گیا تھا ــ اگر وہ ہوتا ــــ تو ماحول اتنا پُرسکون نہ ہوتا ــ" ہافو نے مسرت کی قلقاری لگاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اُسے تلاش کرنا ضروری ہے ہافو ــ ہم اسے تلاش کریں گے؟"

"میں حاضر ہوں آشورے ــــ لیکن تیرا جیسا جیالا ــ تیرا جیسا دلیر میں نے اس سے قبل نہیں دیکھا ــ یقیناً تو دیوتاؤں کی سی دلیری رکھتا ہے ــ یقیناً تو عام انسانوں سے بہت مختلف ہے ــ"

"ہمیں کس طرف چلنا ہوگا ہافو ــــ ہاں میں ایک بات تیرے ذہن میں ڈال دینا چاہتا ہوں ــ"

"وہ کیا آشورے ــ؟"

"میں نے محسوس کیا ہے ــ عام حالات میں تو دلیر انسان ہے ــ لیکن نیموما کے نام پر تیرا چہرہ زرد ہو جاتا ہے ــ میری خواہش ہے کہ تو اس سے خوفزدہ ہونا چھوڑ دے ــ اور اس بات پر یقین رکھ ــ کہ میرا اور اس کا جب سامنا ہوگا تو میں اُسے قتل کر دوں گا! ہاں اگر تو نے اس کی تلاش میں بزدلی سے کام لیا تو پھر میں تیرا ساتھ چھوڑ دینے پر مجبور ہوں گا!"

"میں تیرے احکامات کی تعمیل کروں گا آشورے ــ لیکن میں کیا کروں اس کا خوف میرے خمیر میں ہے ــ میری پشتیں اُس سے خوفزدہ چلی آئی ہیں ــ میں اس خوف کو دل سے نہیں نکال سکتا آشورے ــ اس وقت تک جب تک اس کی لاش اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں ــــ ہاں ــــ مجھے تیرے حکم کے سامنے زندگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے ــ چنانچہ اس کی تلاش میں میں تیری بھرپور مدد کروں گا لیکن میں نہیں کہہ سکتا آشورے ــ کہ اس کے سامنے میری کیا کیفیت ہو ــ"

"ٹھیک ہے ــ تجھے اس کا سامنا کرنے کے لئے میں نے پہلے ہی منع کیا ہے ــ اس کے مقابل صرف میں آؤں گا ــ"

"تب ہمیں وادی میں اترنا چاہیئے ــ!" ہافو نے کہا۔

"آؤ لڑکیو ــ کیا تمہیں سہارے کی ضرورت ہے؟"

"نہیں آشورے ــــ ہم چل سکتے ہیں ــ" ہولیابانیہ جلدی سے بولی ــ میں نے مسکراتے ہوئے تعریفی نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

لیکن میری نگاہوں کو پوشیانا نے بھی دیکھ لیا ــ اور اس کا ردِعمل بھی ہو گیا ــ پوشیانا کسی پھرتیلے بندر کی طرح نیچے جانے لگی ــ وہ ابانیہ سے زیادہ پھرتی اور دلیری کا مظاہرہ کر رہی تھی ــ اور عورت کی اس سادگی پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ آئی جسے بہر حال میں نے پوشیانا سے چھپانے کی کوشش کی ــ!

ڈھلان زیادہ خطرناک نہ تھے ــ اگر ہوتے تب بھی پوشیانا اسی انداز میں اُترنے کی کوشش کرتی اور نقصان اٹھاتی ــ بہر حال ہم نیچے پہنچ گئے

"میں غار کے نزدیک سے اُن کے قدموں کے نشانات تلاش کروں گا آشورے ــ؟" ہافو نے کہا۔

"اوہ ــ لیکن کیا اس پتھریلی زمین پر اس کے قدموں کے نشانات مل سکیں گے ــ؟"

"ہاں ــــ اُن کے وزن سے پتھروں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں ــ اگر وہ زیادہ سخت نہ ہوں ــ!"

"خوب ــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا ــ اور گردن ہلا دی ــ یوں ہم آگے بڑھ گئے ــــ اور تیزی سے سفر کرتے ہوئے غار کے قریب پہنچ گئے ــ غار کا تعفن دور دور تک پھیلا ہوا تھا ــ!

"اُف کیسی بھیانک جگہ ہے ــ کیا میں اندر جھانک کر دیکھ لوں ــ آشورے ــ؟" ابانیہ نے یہاں بھی پوشیانا پر سبقت لے جانے کی کوشش کی!

"نہیں ــ اس میں کچھ نہیں ہے ــ اور وقت ضائع کرنا فضول ہے ہافو کو اپنا کام کرنے دو ــ بلکہ تم بھی اس کی مدد کرو" ــ میں نے ابانیہ سے کہا ــ اور ابانیہ مستعدی سے آگے بڑھ گئی۔

ہاں البتہ پوشیانا نے نہ جانے کیا سوچ کر اس وقت آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ہافو نے غار کے دہانے کے اطراف میں ایک چکر لگایا ــ اور پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا ــ وہ زمین سونگھنے کی کوشش کر رہا تھا ــ پراسرار علاقے کا باشندہ نہ جانے کون کون سی خصوصی حسیات کا مالک تھا! اور پھر وہ کسی چوپائے کی مانند ہاتھوں اور پیروں کے بل ایک طرف چل پڑا ــ

ابانیہ اس کے ساتھ تھی ــ وہ اس کے پیچھے پیچھے تعجب سے اُسے دیکھتی ہوئی چل رہی تھی۔

"آشورے ــ!" دفعتاً مجھے پوشیانا کی آواز سنائی دی ــ اور میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا! پوشیانا کے چہرے پر جذبات سلگ رہے تھے ــ!

"کیا بات ہے پوشیانا ــ؟" میں نے پوچھا

"تو۔۔ تو مجھے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دے آشورے۔ میری خواہش ہے کہ تو میری گردن دبا کر مجھے ان ویرانوں میں پھینک دے۔"

"مجھے کیا ہو گیا پوشیانا ۔؟ کیا ہو گیا اچانک تجھے۔" میں نے حیرت سے کہا

"اچانک نہیں آشورے۔ میں تجھ سے گفتگو کے موقع کی تلاش میں تھی۔ اس وقت گو مناسب وقت نہیں ہے لیکن مناسب وقت کبھی نہیں آئے گا میرے دل کی بات سن لے آشورے۔"

"کیا تو خوش نہیں پوشیانا ۔؟"

"نہیں آشورے۔ جو عورت تجھ سے منسلک ہو جائے۔ وہ پھر کسی اور کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔"

"لیکن۔ لیکن بافو۔ ایک خوبصورت اور تندرست جوان ہے۔"

"مجھے اعتراف ہے۔ بیشک وہ بے شمار جوان اور زیادہ جوان۔ اور حسین ہے لیکن آشورے۔ میں تو تیری دیوانی ہوں۔ تیرا سا قرب۔ تیرا سا لمس دیگر انسانوں میں کہاں۔ تیری آغوش کے سامنے ہر چیز ماند ہے آشورے مجھے اپنا لے آشورے۔ میں اب صرف تیری بن کر رہ سکتی ہوں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے پوشیانا ۔؟"

"تیرے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ کون ہے جو تیرے حکم سے سرتابی کرے۔ ابانیرہ بھی تو تیرے ساتھ ہے۔"

"لیکن بافو نے تجھے پسند کر لیا ہے۔ اب تو اس کی عورت ہے۔"

"جو تیری ہو۔ وہ کسی دوسرے کی نہیں ہو سکتی۔ تو ابانیرہ کو اس کے حوالے کر دے۔ وہ کبھی میری محبت، میرا انس نہیں حاصل کر سکے گا۔ خواہ مجھے پوری زندگی اس کے ساتھ گزار دینی پڑے۔"

"یہ غلط ہے پوشیانا۔ اگر میں نے تجھے اپنانے کی کوشش کی تو وہ مجھے بد دیانت کہے گا۔ تو بہرحال اس کی ہو چکی ہے۔"

"مجھے نہ ٹھکرا آشورے۔ مجھے نہ ٹھکرا۔ میں تیرا لمس چاہتی ہوں۔ کیا مجھے پسند نہیں ہے۔" پوشیانا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اسی وقت بافو کی چیخ سنائی دی۔ "میں نے تلاش کر لیا آشورے۔ میں نے صحیح سمت پا لی ہے۔ دیکھ یہ اس کے قدموں کے نشانات ہیں۔" اور میں تیزی سے اس طرف دوڑ پڑا۔ پوشیانا بمشکل گرتے گرتے بچی تھی۔ بہرحال میں بافو کے قریب پہنچ گیا۔ ابانیرہ بھی جھک کر اس نشان کو دیکھ رہی تھی۔

"میرا دعویٰ ہے۔ یہ اس کے تازہ نشانات میں سے ایک ہے۔" بافو نے کہا اور میں بھی اس کے قریب زمین پر بیٹھ گیا۔!

یہ ایک نشان تھا گو یہ بھی سنگلاخ زمین تھی لیکن یہاں کے پتھر دوسرے سخت پتھروں کی بہ نسبت کسی قدر نرم تھے اور ان میں یہ نشان نمایاں تھا بالکل کسی انسان کے تلوے اور ایڑی کا نشان تھا۔ لیکن کسی ہاتھی کے پاؤں کی طرح چوڑا۔ لمبائی بھی کم تھی۔ میں اس سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ بہرحال بافو اس نشان پر یقین رکھتا تھا۔! اور درحقیقت یہ نشان آگے بڑھ رہے تھے۔ میں نے ان کا فاصلہ نوٹ کیا۔ ایک نشان سے دوسرے نشان کا فاصلہ تقریباً تین فٹ تھا۔!

"کیا تم آگے تک یہ نشان تلاش کر سکو گے بافو۔؟"

"ہاں آشورے۔ میں اس کے قدموں کی بو سونگھ کر اس کی سمت کا پتہ لگا سکتا ہوں۔"

"تب ہمیں آگے بڑھنا چاہیئے۔"

"ٹھیک ہے۔" بافو نے کہا۔ اور پھر اس نے پوشیانا کی طرف دیکھا جو آہستہ آہستہ اسی سمت آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر سکوت تھا لیکن کسی نے اس کے چہرے پر کوئی توجہ نہیں دی۔ اور ہم خاموشی سے آگے بڑھنے لگے۔ قدموں کے نشانات مجھے بھی مل رہے تھے۔ اور انھیں دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ہم صحیح سمت جا رہے ہیں۔

ویسے جو کوئی بھی تھا بہت وزنی جانور تھا اور یقیناً اس کے مقابلے میں بہت سخت ہو گا۔ ہم قدموں کے نشانات پر سفر کرتے رہے۔ سورج نے واپسی کا سفر شروع کر دیا تھا۔ رات گئے تک ہم کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکے! چاروں طرف بے آب و گیاہ پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔

دونوں عورتیں نڈھال ہو گئی تھیں۔ لیکن یہاں ابانیرہ نے پوشیانا پر اپنی برتری ثابت کر دی تھی۔ وہ اب بھی بہت ہمت سے چل رہی تھی۔ تب میں نے ایک جگہ قیام کا اعلان کر دیا۔

"میں بھی یہی کہنے والا تھا آشورے۔ لیکن ایک بات بڑی بھیانک ہے۔" بافو نے کہا

"وہ کیا۔؟"

"جانتا ہے ہم کون سے رخ پر چل رہے ہیں۔؟"

"نہیں۔ یہ راستہ میرے لئے اجنبی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہمارا رخ گودری بستی کی طرف ہے۔ اس علاقے کی پہلی بستی جو تیموناکی قلمرو میں شامل ہے۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ نیمون نے ادھر کا رخ کیا ہے۔؟"

"ہاں آشورے۔ اور میں اچانک بہت سے خطرے محسوس کرنے لگا ہوں۔"

"مثلاً۔" میں نے پوچھا

"وقت مقررہ پر۔ جب نیمون کو اس کی بھینٹ نہیں ملتی۔ جب تیموناکا وعدہ جھوٹا ہو جاتا ہے۔ تو وہ بستی کا رخ کرتا ہے۔ اس کا غصہ بہت شدید ہوتا ہے۔ اور۔ اس کے بعد بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ ایسے ایسے المناک واقعات ہوتے ہیں جن پر برسوں آنسو بہائے جاتے ہیں۔ اور آشورے اس بار نیمون کو اس کی بھینٹ نہیں ملی ہے۔ کیونکہ۔ کیونکہ تو نے ہماری زندگیاں بچالی تھیں۔"

"اوہ۔ تو۔ گویا۔ اس نے گودری بستی کا رخ کیا ہے۔؟"

"ہاں۔ اس کے قدموں کے نشانات اسی سمت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ گودری بستی کے بے بس لوگ یقیناً مشکل میں گرفتار ہوں گے۔ نیمون

اگر وہاں تک پہنچ چکا ہے تو۔ اس نے تباہی مچادی ہوگی۔" ہافو نے کہا
اور میری پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔!

عورتیں۔ کاش یہ عورتیں ساتھ نہ ہوتیں۔ تو میں اسی وقت
ادھر کا رخ کرتا۔! ابھی اور اسی وقت۔! لیکن عورتوں کے چہروں سے
اندازہ ہوتا تھا۔ کہ اب وہ سفر کے قابل نہیں ہیں۔! تب میں نے ہافو سے کہا
"کیا خیال ہے ہافو۔ کیا ہم جلد از جلد گودری کے لوگوں کی مدد
کو نہ پہنچیں۔"؟

اور جواب میں ہافو نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا۔ جیسے کہہ رہا
ہو۔ کیوں زندگی کو مختصر کر رہے ہو آشورے۔ کچھ وقت اور گزار لینے دو۔ تم
گودری کے لوگوں کی کیا مدد کر سکتے ہو۔؟ انسان اور پہاڑ کا کیا مقابلہ۔
ہاں تم زندگی ضرور کھو بیٹھو گے۔!

ہافو

کی نگاہوں کا مفہوم میری سمجھ میں آگیا۔ لیکن پروفیسر
میں اس بے وقوف کو کیا بتاتا۔ میں دوسرے امور
پر غور کرنے لگا۔ ہافو میری طرح طاقتور نہیں
ہے۔ اگر میں رکے بغیر گودری بستی کا سفر شروع کردوں
تو کیا ہافو میرا ساتھ دے گا؟ ابانیہ کے لئے کوئی مشکل نہیں تھی۔ لیکن ہافو
تو خود بھی تھک گیا ہے، اس کا اظہار اس کے چہرے سے ہو رہا ہے۔ میں اپنی
عورت کو کندھے پر بٹھا کر دن رات سفر کر سکتا ہوں۔ لیکن ہافو تو ایک رات
بھی پیدل نہیں چل سکے گا۔ پوشیانا کا بوجھ اٹھا کر سفر کرنے کا تو سوال ہی
نہیں پیدا ہوتا۔!

چنانچہ مجبوری تھی، ایک رات گزارنی تھی اور دوسری صبح تیز سفر کرنا
تھا۔ "ہم اس رات سفر نہیں کر سکیں گے ہافو۔ لیکن ہم گودری والوں کی خبر گیری
ضرور کریں گے۔"

"ہم ان کے لئے کیا کر سکتے ہیں آشورے۔؟"

"یہ وہاں چل کر دیکھیں گے۔ اور یہ درست ہے کہ رات کا وقفہ
وقت کو ہاتھ سے نکال دے گا۔ لیکن میں جانتا ہوں تو اپنی عورت کو کندھے پر
بٹھا کر پوری رات سفر نہیں کر سکے گا۔"

"میں اعتراف کرتا ہوں آشورے۔ میں اتنا طاقتور نہیں ہوں اور
پھر میری عورت بھی ہلکی نہیں ہے کہ اس کا بوجھ سنبھال کر سفر کرنا آسان ہو۔" ہافو نے
کسی قدر تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"چنانچہ رات کے قیام کا انتظام کر۔!" میں نے بیزاری سے کہا۔ درحقیقت
ہافو کے انتخاب میں مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ وہ دوسروں سے تندرست اور مضبوط
ضرور تھا لیکن اتنا جری نہیں تھا جتنا میں نے سمجھ لیا تھا۔

اور ہافو رات کے قیام میں مصروف ہوگیا۔ لیکن اس کے ذہن پر تو
عورت سوار تھی، حالانکہ پچھلی رات کا تجربہ اسے خوفزدہ کرنے کے لئے کافی تھا۔
لیکن عورت انوکھی شئے ہے پروفیسر۔ انسان اس کے لمحاتی قرب کے لئے
پوری زندگی داؤ پر لگا دیتا ہے۔ ہافو نے دو جگہیں تیار کیں۔ ایک اپنے لئے۔
دوسری میرے لئے۔ اور پھر کھانے وغیرہ کا بندوبست کرنے لگا۔

ابانیہ حسب معمول مسرور تھی۔ لیکن آج میرا ذہن گودری بستی کے انسانوں
میں الجھا ہوا تھا۔ میں ان لوگوں کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اول تو مجھے اس کی سمت
نہیں معلوم تھی کہ میں سوتے ہوئے لوگوں کو چھوڑ کر اس بستی کی طرف دوڑ جاؤں
اور وہاں کی داستان معلوم کروں۔ اس سلسلے میں مجھے ہافو کی ضرورت تھی۔

ممکن ہے نیموں نے گودری کا رخ نہ کیا ہو۔؟ اس کی سمت کوئی اور
ہو۔ چنانچہ میرا سفر بیکار ہی ثابت ہو۔ اور پھر یہ ممکن بھی نہیں تھا۔ ہاں اگر ناز
دکھلانے والی عورتیں ساتھ نہ ہوتیں تو اس رات میں بھی، میں ہافو کو مجبور کرتا کہ اپنی
حیرت انگیز قوت شامہ سے کام لے کر آگے بڑھے۔ اور نیموں کا نشان تلاش
کرلے۔ "آشورے۔؟" ابانیہ نے مجھے پکارا۔ اور میں خیالات سے چونک پڑا

"ہوں۔!" میں نے اس کی جانب دیکھا۔

"روشنی نکلنے والی ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔

"ہاں۔!" میں نے آسمان کے ایک سرے پر ابھرتے ہوئے چاند
کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہواؤں نے موسم بدل دیا ہے۔"

"مجھے احساس ہے۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"تجھے کہاں احساس ہے۔ تو نہ جانے کن خیالوں میں
کھویا ہوا ہے۔ میرے لب پیاس سے خشک ہو رہے ہیں۔

ابانیہ کے الفاظ پر مجھے پوشیانا کے الفاظ یاد آگئے۔ قصوروار
وہ لڑکی بھی نہیں تھی۔ ہافو لاکھ تندرست و توانا سہی۔ لیکن میری بات کچھ اور
تھی۔ ہاں اگر پوشیانا مجھ سے دور رہتی تو شاید آہستہ آہستہ وہ ذہنی طور پر ہافو
کو قبول کرلیتی، لیکن اس کے لئے یہ بات تازیانہ تھی کہ اس جیسی ایک لڑکی میرے
قرب سے سرشار ہے۔ وہ قرب جو دوسرے مردوں سے بہتر ہے۔!

سچ پوچھو تو پروفیسر۔ عورت ہر دور میں میرے لئے الجھن رہی ہے
لیکن قدرت نے اس صنف میں وہ کشش پیدا کی ہے کہ انسان ان الجھنوں سے
واقف ہوتے ہوئے بھی نئی الجھنوں کو اپنانے کے لئے تیار ہوتا ہے۔

"آشورے۔!" ابانیہ نے مجھے پھر مخاطب کیا۔ اور سچ بات یہ ہے
کہ آج بے دلی سے میں نے ابانیہ کو قبول کیا۔ میرے ذہن میں بہت سی الجھنیں یکجا
ہوگئی تھیں۔ جن میں سب سے بڑی الجھن گودری بستی والوں کی بے بسی تھی۔ اگر
نیموں اس طرف نکل گیا ہے تو غریب انسانوں کا نہ جانے کیا حال ہوگا۔

ابانیہ میرے لمس سے سرشار تھی

حصول مقصد کے بعد وہ بے سدھ ہو کر سو گئی اور میں صبح کا انتظار
کرتا رہا۔ چاند کا سفر بہت سست تھا۔ بمشکل تمام اس نے آسمان کی طوالت
طے کی اور پھر جب وہ بے نور ہونے لگا تو میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مجھ سے
تھوڑی دور پر ہافو موجود تھا۔ میں اس کی طرف چل پڑا۔ اور جب میں ہافو

کے نزدیک پہنچا تو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

ابھی مکمل طور پر صبح نہیں ہوئی تھی۔ نہ جانے کتنی رات کو سوئے ہوں وہ دونوں کیا ابھی انہیں نہ جگاؤں۔۔؟

لیکن اُن سے زیادہ ہمدردی کے مستحق وہ تھے جو نہ جانے کس مصیبت سے دوچار ہو چکے ہوں گے۔ تب میں نے ہافو کو آواز دی۔۔ ہافو کی نیند بہت گہری تھی لیکن پوشیانا کی آنکھ کھل گئی۔

میں نے ہافو کو جھنجھوڑ دیا اور زور سے آواز دی "ہافو۔۔!"

میرے جھنجھوڑنے پر ہافو ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔

"کیا ہے؟" اُس نے گھگھیائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اُٹھ جاؤ۔!"

"آگیا۔ نیمون آگیا۔" ہافو اور زیادہ سراسیمہ ہو کر کھڑا ہو گیا، اور چاروں طرف دیکھنے لگا! مجھے اُس کے خوف پر ہنسی آگئی اور میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"نیمون نہیں آگیا۔ صبح ہو گئی۔!"

اس نے پھر احمقانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا، اور پھر سر پکڑ کر گرکر بیٹھ گیا۔ میں انتظار کرتا رہا۔ اپنی حالت سنبھالنے کے بعد وہ پھر اُٹھا اور جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔

"میں سوتے میں نیمون کو دیکھ رہا تھا۔"

"خیر خیر۔ اب جاگ گئے ہو۔" میں نے اُسے اس کی بزدلی کا طعنہ نہیں دیا۔ بہرحال وہ ایک عام انسان تھا۔ میں سب کو تو اپنی مانند نہیں بنا سکتا تھا۔ سو پروفیسر۔ میں نے اسے بمشکل تمام سنبھالا اور اپنا مقصد بتایا۔

"اوہ۔ تو ہم تیاریاں کریں۔؟"

"تیاریاں کیسی۔ صبح کی خوراک راستے میں کھائیں گے، پوشیانا جاگ اٹھی ہے۔ تم سنبھل جاؤ تو میں ابانیہ کو جگاؤں۔؟"

"میں سنبھل چکا ہوں۔!" اُس نے کہا۔ اور میں گردن ہلاتا ہوا ابانیہ کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے اپنی عورت کو جگایا اور یہ ابانیہ کی خوبی تھی۔ وہ کسی بات پر ہچکچاہٹ کا اظہار نہیں کرتی تھی۔ چنانچہ وہ تیار ہو گئی اور اس نے ذرا بھی تعرض نہیں کیا۔ پوشیانا بھی بادلِ ناخواستہ ہمارا ساتھ دے رہی تھی۔

سو ہم چل پڑے۔ ہافو نے پھر اپنا کام شروع کر دیا تھا، اور میں اس کی قوتِ شامہ کی غیر معمولی کیفیت سے دلچسپی لیتا ہوا اُس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ جب سورج نکلا تو ہم ایک مناسب سفر کر چکے تھے۔! تھوڑی دیر کے لئے رُک کر ہم نے خوراک اور پانی لیا۔ اور اس کے بعد پھر چل پڑے۔!

ہافو جوں جوں آگے بڑھ رہا تھا، اُس کے چہرے پر سراسیمگی پھیل رہی تھی۔ ایک بار اس کی زبان سے نکل گیا۔ "دیوتا گودری والوں پر رحم کریں۔"

"کیوں ہافو۔؟" میں نے پوچھا۔

"اب گودری بستی زیادہ دُور نہیں ہے۔"

"اوہ۔!"

"اور نیمون کے بدن کی خوشبو ہمیں اسی طرف لے جا رہی ہے۔"

"ہوں۔!" میں نے تشویشناک انداز میں کہا۔ میں تو رات ہی سے ان لوگوں کے لئے پریشان تھا۔ بہرحال میں نے ہافو سے سفر اور تیز کرنے کے لئے کہا اور ہافو کی رفتار تیز ہو گئی۔ سورج سر پر پہنچا تو سنسان علاقوں میں چلنے والی ہواؤں نے ہمارے کانوں تک کچھ آوازیں پہنچائیں۔ یہ انسانوں کے رونے پیٹنے کی آوازیں تھیں۔!

میں چونک پڑا۔ اور میرے ساتھ ہی ہافو اور لڑکیاں بھی۔

"تو نے سُنا آشورے۔ تو نے سُنا۔ گودری مصیبت کا شکار ہو گئی۔؟" ہافو نے رُندھے ہوئے لہجے میں کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہاں اس کے بعد برداشت کرنا میرے بس سے باہر تھا۔ چنانچہ میں نے دوڑنا شروع کر دیا۔ بے حد تیز۔ میرے ساتھی میرے پیچھے دوڑے لیکن کون میری گرد پا سکتا تھا۔ رونے والوں کی آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں، اور میں سوچ رہا تھا کہ شاید۔ آج اس پُراسرار وجود سے مُلاقات ہو جائے۔ اگر وہ گودری بستی والوں پر ظلم ڈھا رہا ہو گا تو میں اپنے چوڑے کھانڈے سے اس کا وجود فنا کر دوں گا۔!

تب مجھے دُور سے متحرک انسان نظر آئے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے کچی مٹی کے مکانات اور گھاس پھونس کے جھونپڑے دیکھے۔ اور جوں جوں میں قریب پہنچتا گیا۔ تباہی کے نشانات واضح ہونے لگے۔ جب میں نے بستی میں قدم رکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ طوفان گزر چکا ہے۔ اب صرف اس کی تباہ کاریوں کے نشانات باقی ہیں۔

میں نے بستی میں کسی انسان کی پہلی لاش دیکھی۔ لیکن یہ لاش عجیب تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی بڑی چٹان کے نیچے سے نکالا گیا ہو۔ بُری طرح کچلا گیا تھا۔ بستی کی عورتیں، مرد، بچے بوڑھے، اپنوں کے لئے بین کر رہے تھے۔ بلک بلک کر رو رہے تھے۔ کچھ ایسے تھے جن کے اپنوں کی لاشیں کسی نہ کسی شکل میں ان کے سامنے موجود تھیں۔ ٹوٹی ہوئی گردن، منتشر ہاتھ پاؤں کے ساتھ۔ بہت سے ایسے تھے جو گمشدگان کی لاشیں تلاش کر رہے تھے۔

اور بہت سے ایسے تھے۔ جن کی آنکھوں کے سامنے ان کے جیتے جاگتے عزیز نیمون کا شکار ہو گئے تھے۔ بستی کے بیشتر مکانات ملبے میں تبدیل ہو گئے تھے۔ بلاشبہ کوئی خوفناک طوفان تھا جس نے پوری بستی کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ لوگ اپنی مصیبت میں اس طرح گرفتار تھے کہ کسی نے مجھ اجنبی کی جانب توجہ نہیں دی۔ میں خود ہی خاموشی سے اس پوری بستی کا جائزہ لے رہا تھا۔ اور حالات مجھے معلوم ہو چکے تھے۔!

یہاں تک کہ میں نے پوری بستی کا چکر لگا لیا۔ اور جب چکر مکمل کر کے میں واپس اس جگہ پہنچا جہاں سے بستی میں داخل ہوا تھا تو میں نے دیکھا

کہا تو ابانیہ اور پوشیانا بھی دوڑتے ہوئے بستی کے قریب پہنچ چکے ہیں۔!
ہافو دوڑنے کا ماہر تھا لیکن میری تیز رفتاری پر اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔ البتہ دوڑنے والی لڑکیوں کی بُری حالت تھی۔ اُن کے سانس دھونکنی کی طرح چل رہے تھے۔ اور۔۔۔ پھولتے پچکتے سینے اُن کی دلکشی میں اضافہ کر رہے تھے۔

"بالآخر۔۔۔ بالآخر۔۔۔ گودری والے مصیبت کا شکار ہو گئے۔؟" ہافو نے کہا۔

"ان سے معلوم کرو ہافو۔۔۔ ان سے پورا ماجرا معلوم کرو۔" میں نے کہا اور ہافو نے ایک بین کرتی ہوئی بوڑھی عورت کو پکڑ لیا۔

"تیرا کیا نقصان ہوا ماں۔۔۔؟" اُس نے بوڑھی سے پوچھا۔

"میری بستی پر موت نازل ہوئی۔۔۔ اور تو پوچھتا ہے کہ تیرا کیا نقصان ہوا۔۔؟" بوڑھی نے روتے ہوئے کہا۔

"کیا تیرا بیٹا موت کا شکار ہو گیا۔۔؟"

"میری اپنی کوکھ سے کسی بیٹے نے جنم نہیں لیا۔ لیکن بستی کا ہر آدمی میرا بیٹا ہے۔۔۔ وہ مر گئے جو مجھے ماں کہتے تھے۔ نیمون نے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"نیمون یہاں کب آیا تھا؟"

"دیوتا غارت کریں ہیگوں کو، جنھوں نے قربانی نہیں دی، اور ہم مصیبت کا شکار ہو گئے۔ سورج چھپے بستی والوں نے نیمون کا سایہ دیکھا۔ غضب کا دیوتا ایسے آیا تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ ہم جب جاگے، جب اُس نے حملہ کر دیا۔ بھاگنے والے بھاگ گئے جو بچے نیمون کے قہر کا شکار ہوئے۔۔۔ دیکھ لے اس نے ہماری بستی اجاڑ دی۔ دیکھ لے گودری خون میں نہا گئی۔۔!"

"وہ کب تک یہاں رہا ماں۔؟" اس بار میں نے پوچھا۔

"رات گئے تک۔۔۔ جب تک، اس وقت تک، جب اس کے غصے کی آگ ٹھنڈی نہ ہو گئی۔ اس نے قربانی نہ دینے والے نافرمانوں کا بدلہ ہم سے لے لیا۔؟"

"وہ کس طرف گیا ماں۔ کیا تم نے دیکھا۔؟"

"سب نے دیکھا۔۔۔ اس نے پہاڑوں کا رُخ کیا۔۔۔ اس طرف نکل گیا تھا وہ۔" بوڑھی نے ایک سمت اشارہ کیا۔۔۔ اور میں بلند و بالا پہاڑیوں کی طرف دیکھنے لگا! پھر میں نے ہافو سے کہا۔

"ہافو۔ کیا تم اس بستی میں ٹھہر کر ان لوگوں کے دکھ درد بانٹنے کی کوشش کرو گے۔؟"

"تیرا جو حکم ہو آشوبے۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ تم یہاں قیام کرو۔۔۔ میں نیمون کی تلاش میں جاتا ہوں۔"

"تنہا۔؟" ہافو نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔۔!"

"کیا اپنی عورت کو بھی ساتھ نہیں لے جاؤ گے آشوبے۔؟"

"نہیں۔۔۔ وہ میری تیز رفتاری میں رکاوٹ بنے گی۔"

"اوہ۔۔۔ ہاں۔۔۔ تو حیرت انگیز طور پر تیز رفتار ہے آشوبے۔ تیرا خیال درست ہے۔ لیکن میری بات سن۔۔۔ میری مان۔۔۔ تو اگر اسے تلاش بھی کر لے گا تو کیا کر سکے گا۔!"

"یہ وقت بتائے گا۔!"

"کیا تو بستی والوں کی بے بسی۔ اُن کی تباہی دیکھنے کے بعد بھی اس بات پر آمادہ ہے کہ اسے تلاش کر کے اس سے جنگ کرے۔ جبکہ یقین رکھ۔ ان میں بھی فولاد کے لوگ موجود ہیں۔"

"اور میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تو اپنی بکواس بند کر کے صرف وہ کر جو میں کہہ رہا ہوں۔!" میں نے کسی قدر غصیلے انداز میں کہا۔

"تیرا جو حکم آشوبے۔"

"ہاں۔ ابھی میری عورت کو معلوم نہ ہو کہ میں کیا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"نہیں معلوم ہو گا!"

ابانیہ اور پوشیانا بستی کی ایک عورت کے نزدیک کھڑی تھیں۔ وہ بستی والوں کی زبان نہیں جانتی تھیں۔ لیکن غم اور اظہارِ غم کی کوئی زبان نہیں ہوتی۔ وہ بستی کے دکھ میں شریک تھیں۔

چنانچہ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ بڑھیا نے جس سمت اشارہ کیا تھا، میں ٹہلنے کے انداز میں اسی طرف بڑھ گیا۔ اور جب میں اسی رفتار سے بستی سے نکل آیا کہ کسی کو شبہ نہ ہو تو اچانک میں نے رفتار تیز کر دی۔ اب میں دوڑ رہا تھا۔۔۔ میں تھوڑی دیر میں وہ فاصلہ طے کر لینا چاہتا تھا جو نیمون نے رات بھر میں طے کیا ہو گا!

اور میرے پیروں کو پنکھ لگ گئے۔۔۔ میں انتہائی برق رفتاری سے ناقابلِ عبور چٹانیں پھلانگ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں اطراف سے غافل بھی نہیں تھا اور میری نگاہیں قرب و جوار میں کوئی مہیب چیز تلاش کر رہی تھیں۔ ہاں ہافو کی طرح میرے اندر زمین سونگھ کر آگے بڑھنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ ورنہ میں یہی کرتا۔! بلاشبہ میں نے چند گھنٹوں میں اتنا طویل سفر کر لیا۔ جتنا ایک تیز رفتار گھوڑا سپاٹ میدان میں بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں بہت دُور نکل آیا۔ عجیب بے ہنگم علاقہ تھا۔ جگہ جگہ پہاڑیاں اُبھری ہوئی تھیں۔ ہواؤں کی تراش نے انھیں عجیب عجیب نقوش دے ڈالے تھے۔۔۔ کہیں وہ کسی مینار کی مانند کھڑی تھیں۔ کہیں اُلٹے خود کی طرح۔ کہیں کسی جانور کی شکل میں۔۔۔ اور کہیں کسی پھیلے ہوئے درخت کی مانند۔ میں نے سفر کی رفتار سست کر دی۔

اندازے سے میں اتنی دُور نکل آیا تھا۔ جتنا سفر کوئی بھاری بھرکم درندہ رات بھر میں کر سکتا تھا۔ لیکن یا تو نیمون بے حد تیز رفتار تھا۔ یا نگاہوں سے اوجھل ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ یا تیسری بات یہ بھی ہو سکتی تھی کہ میں نے ابتدا سے ہی غلط سمت اختیار کی ہو۔ ممکن ہے بوڑھی صحیح راہنمائی نہ کر سکی ہو۔ یا ممکن

انہوں نے آگے چل کر رخ تبدیل کرلیا ہو۔

ایسی صورت میں۔۔۔؟ میں نے سوچا۔۔۔ ایسی صورت میں کیا میرا یہ
... میری یہ جدوجہد بے معنی نہیں ہوگی۔۔؟ میں اور کتنی دور جاؤں۔۔؟

لیکن ناکام واپسی بھی مجھے پسند نہیں تھی۔ بالآخر میں رک گیا۔ بھوک
لگ رہی تھی۔ اپنے ساتھ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں لایا تھا۔ بہرحال میں ایسا
معاملہ بھوک پیاس نڈھال کرسکتی! میں نے چند لمحات میں فیصلہ کیا۔ مجھے
... ل کی تلاش جاری رکھنی چاہیئے۔ ہاقو اور لڑکیاں میرے لئے معاون نہیں
... ہوئی تھیں۔ اب وہ موجود نہیں ہیں تو کیوں نہ تھوڑی سی کوشش اور
... لوں۔۔!

اور یہی فیصلہ کرکے میں آگے بڑھ گیا۔!

مناظر بدلتے رہے۔۔۔ ایک بار پھر سبزہ زار شروع ہوگیا تھا۔
اور سبزے کی موجودگی کا مطلب تھا پانی۔۔۔ اور شاید خوراک بھی۔ بھیڑیوں
کے تجربے کار کا خیال بھلا غلط ہوسکتا تھا۔ مجھے پانی بھی نظر آگیا۔ ایک جھیل
تھی جو اس ویرانے میں اپنا حسن دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ کئے موجود تھی۔
اس نے خود کو رسوا نہیں ہونے دیا تھا اور پوری فراخ دلی سے اس علاقے کو حسن
بخش رہی تھی۔

میں پہلا انسان تھا جس نے اُس کے کنوارے بدن کو چھوا جس کی
آنکھوں نے اس کا حسن لوٹا۔ بے اختیار پانی میں کود پڑنے کو دل چاہا اور یہاں
اس کنواری جھیل کا بدن داغدار ہوگیا۔ بڑا شیریں پانی تھا۔ قرب و جوار میں
چھوٹے بڑے پرندے نظر آرہے تھے۔۔۔ میں نے کسی مناسب جانور کی تلاش
میں نگاہیں دوڑائیں۔

لیکن جانور بھی نظر آیا تو عجیب بدہیئت۔۔۔ بھلا اس خوبصورت
علاقے میں اس کا کیا کام۔۔۔ وہ ایک کریہہ شکل گدھ تھا' لیکن مجھے اس کی
شکل سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی۔ ہاں میں جانتا تھا کہ اس کے اندر خاصا گوشت
ہوگا۔ گدھ کافی فاصلے پر زمین پر آ بیٹھا تھا۔ میں نے اپنا کھانڈا سنبھالا۔

ویسے مجھے احساس تھا کہ یہ اس کھانڈے کی توہین ہے۔ ہاتھیوں
کا شکار کرنے والا کھانڈا ایک ننھے سے گدھ کا شکار کرنے جارہا تھا۔ لیکن
ضرورت۔۔!

کھانڈا کسی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح سنسناتا میرے ہاتھ
سے نکلا۔ گدھ نے کوئی عجیب شئے اپنی طرف آتے دیکھی تو اُس نے پنکھ
پھیلا کر پرواز کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح یہ ہوا کہ وہ کھانڈے کے بوجھ تلے
دب کر چور چور نہیں ہوگیا بلکہ اطمینان سے اس کے دو ٹکڑے ہوگئے۔۔۔ اور
دونوں ٹکڑے الگ الگ پھڑکنے لگے! میں مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اور
پھر گدھ کے قریب پہنچ کر میں نے اس کا آدھا جسم اٹھالیا۔ اس کے پر نوچ کر
میں نے گوشت صاف کیا اور پھر دوسرے حصے کو بھی صاف کرنے لگا۔ دونوں
حصوں کو صاف کرکے میں جھیل کے نزدیک آگیا۔ بھوننے کے لئے خشک گھاس
مل جائے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پھر کچے سے ہی کام چلایا جاسکتا ہے۔ لیکن،
خشک گھاس دُور دُور تک نہیں تھی۔

چنانچہ میں نے جھیل کے پانی سے اُسے صاف کیا اور پھر مزے لے
لے کر اس کا گوشت چبانے لگا! یوں میں نے شکاری کا شکار کیا اور پیٹ بھر لیا
شکم سیر ہونے کے بعد میں چند منٹ کے لئے جھیل کے کنارے لیٹ گیا۔ تھکن
نہیں تھی بلکہ اس خوبصورت جھیل کو خراج تھا۔ بڑی پُر سکون جگہ تھی۔

کافی دیر تک لیٹے رہنے کے بعد میں اٹھ گیا۔ کہاں تلاش کیا جائے
اس بدبخت نیمون کو۔۔؟ میں نے سوچا۔ لیکن ہمت ہارنے کا سوال ہی نہیں پیدا
ہوتا تھا۔ بہرحال مجھے اسے تلاش کرنا تھا۔ اس لئے میں پھر چل پڑا۔ سبزہ زار
میدان۔ چٹیل پہاڑ۔۔۔ دن رات۔ پھر دن۔۔۔ اور پھر تیسری رات۔ نہ جانے کہاں
سے کہاں نکل آیا تھا میں۔۔!

لیکن' نیمون کا کوئی نشان نہیں تھا۔ میرے ذہن پر جھلاہٹ
سوار ہونے لگی تھی۔ ممکن ہے میں بالکل ہی غلط سمت میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔

تب اس رات میں نے سنجیدگی سے سوچا۔ دراصل ابتدا ہی غلط ہوئی
تھی۔ مجھے یونہی نہیں چل پڑنا چاہیئے تھا۔ زمین بے حد وسیع ہے۔ کوئی چھوٹی
سی جگہ ہو تو کسی کو تلاش کیا جائے۔۔۔ اس انداز میں تو شاید میں کبھی اُسے
تلاش نہ کرسکوں۔۔۔ مجھے دوسرے طریقے اختیار کرنے چاہئیں۔

مثلاً! میں ان بستیوں میں بھٹکتا پھروں۔ جہاں نیمون کی خبر ملے،
وہاں پہنچنے کی کوشش کروں۔ اسی طرح میں اسے تلاش کرسکتا ہوں ورنہ اس
زمین پر تو آدمی بھٹکتا پھرے۔ تلاش مشکل ہے۔۔۔ اور اب واپسی کے سوا
کوئی چارہ نہیں تھا۔ لیکن میری زندگی میں یہ انوکھی واپسی تھی۔ اس سے قبل
میں اپنے معاملات میں ناکام نہیں رہا تھا۔

لیکن بہرحال یہ بھی ایک تجربہ تھا۔ اور ہر تجربہ میرے لئے دلچسپ
ہوتا تھا۔ میں نے اِس ناکامی میں بھی دلچسپی تلاش کی۔ اور واپسی کا سفر شروع
کردیا۔ یہ سفر زیادہ تیز نہ تھا کیونکہ ناکامی کا سفر تھا۔ اور تین دن اور تین راتیں
میں نے جو سفر کیا تھا' واپسی میں اس میں پورے سات دن لگ گئے۔!

ساتویں دن میں نے دوبارہ اس بستی میں قدم رکھا' جہاں کے
لوگوں نے اب صبر کرلیا تھا۔ وہ از سرِ نو زندگی کی تعمیر میں مصروف ہوگئے تھے
ٹوٹے ہوئے مکانات بنائے جارہے تھے۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا جارہا
تھا۔ جو بے سہارا ہوگئے تھے انہیں سہارا دیا جارہا تھا۔

نہ جانے ابانیہ کیا سوچ رہی ہو؟۔۔۔ نہ جانے ہاقو نے میرے بارے
میں کیا رائے قائم کی ہو۔ ممکن ہے ہاقو کا خیال ہو کہ بالآخر میں نیمون کا شکار
ہوگیا۔ ممکن ہے اُس کے خیال میں نیمون نے میرے چیتھڑے اڑادیئے ہوں۔

بستی کے پہلے انسان نے مجھے دیکھا اور چیخ پڑا۔ کھانڈے والا'
کھانڈے والا آگیا۔!

خوب۔۔۔ تو ان لوگوں نے مجھے نام بھی دے دیا۔ ظاہر ہے جب

"سنو سردار — میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو —؟"

"نیمون کی قربانی کے لئے ملکہ شیمونا اپنے خاص لوگوں کا انتخاب کر کے بھیجتی ہے؟"

"نہیں — وہ ہم میں سے ہوتے ہیں۔"

"کیا تم میں سے کسی کو یقین ہے کہ کبھی اس کی باری نہیں آئے گی؟"

"نہیں — ملکہ شیمونا جسے طلب کرے گی اسے جانا پڑے گا۔"

"کیا ہافو اور اس کے ساتھی تم میں سے نہیں تھے —؟"

"تھے — گو ان کا تعلق مختلف بستیوں سے تھا۔ لیکن وہ بہر حال ہمارے اپنے تھے۔"

"تو تمہارے اپنوں کی جان بچا کر میں نے تم سے دشمنی کی ہے —؟" میں نے سوال کیا اور اس سوال پر وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ وہ الجھن میں پڑ گئے تھے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"لیکن اگر تم ان کی جان نہ بچاتے تو ہمارے اتنے آدمی موت کا شکار نہ ہوتے۔"

"سنو — اگر نیمون وہاں آجاتا' جہاں وہ لوگ بندھے ہوئے تھے تو یقین کرو۔ تم لوگ نیمون کے عذاب سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جاتے۔ اور سنو — میں نے تمہاری بستی کا رخ اسی لئے کیا تھا کہ نیمون سے تمہاری جان بچاؤں — اور جب میں نے سنا کہ' میں نے دیکھا کہ نیمون تمہیں نقصان پہنچا کر چلا گیا ہے تو میں اس کی تلاش میں نکل گیا اور یقین کرو' اگر نیمون مجھے نظر آجاتا تو میں تمہیں اس کی لاش دکھانے لے چلتا — کیا اس کے باوجود تم مجھے اپنا دشمن گردانتے ہو —؟"

"تم نیمون کو ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ تم ایک حقیر انسان —؟" سردار نے حقارت سے کہا۔

"ہاں — اور اطمینان رکھو — میں ہی اُسے ہلاک کروں گا —!"

"معلوم ہوتا ہے تم ہمارے لئے کسی بڑی تباہی کے انتظامات کر رہے ہو۔ ضرور تم ہمارے اوپر تباہی لاؤ گے۔ نیمون قہر کا دیوتا ہے اور تم ایک عام انسان —!"

"نیمون دیوتا نہیں ہے — وہ صرف ایک خونخوار درندہ ہے اور میں اُسے ہلاک کر دوں گا۔ تم لوگ یقین رکھو۔"

"بیکار باتیں مت کرو کھانڈے والے اجنبی۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے تم کون ہو — لیکن اس سے قبل کہ ہم تمہارے ساتھ بُرا سلوک کرنے کے بارے میں سوچیں۔ بہتر ہے کہ تم دونوں اجنبی عورتوں کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ — ہم تمہیں فوراً نکل جانے کا حکم دیتے ہیں —!" سردار نے کہا۔

"اور میری خواہش ہے کہ تم میرے غضب کو آواز مت دو۔ جو نیمون کے قہر سے زیادہ خوفناک ہے — میری باتیں غور سے سنو۔ نیمون میرے کھانڈے کی ضربوں کی تاب نہیں لا سکے گا! میں اُسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا — لیکن اس سے قبل میں ہافو کی زندگی بچاؤں گا — مجھے سان بارے کا راستہ بتاؤ — میں شیمونا سے کہوں گا کہ وہ ہافو کو واپس کر دے — میں اس کے لوگوں کو نیمون سے نجات دلا دوں گا!"

"خوب' خوب — اگر تمہاری موت ہی آگئی ہے اجنبی' تو پھر ہم تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیوں کریں — پہلے ہم نے یہی سوچا تھا کہ تمہیں اور دونوں عورتوں کو گرفتار کر کے شیمونا کی خدمت میں پیش کر دیں' لیکن پھر دوسروں نے کہا کہ اگر شیمونا کو تمہاری ضرورت ہوتی تو اس کے ہرکارے واپس تمہاری تلاش میں آتے — یا پھر اگر تم نہ ملتے تو وہ تمہاری عورتوں کو ہی لے جاتے۔ بہر حال اگر موت تمہیں آواز دے رہی ہے تو جاؤ — سان بارے کا راستہ کھلا ہوا ہے۔"

"ہمیں کس طرف جانا ہوگا —؟" میں نے صبر و سکون سے پوچھا۔

"مشکل راستہ نہیں ہے — بھورے میدان کو پار کرنے کے بعد ایک رہنما ندی مل جائے گی۔ اسی کے کنارے کنارے سفر کرتے رہو۔ سان بارے پہنچ جاؤ گے۔"

"فاصلہ کتنا ہے —؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں کئی چاند چلنا پڑے گا — سان بارے سیاہ پہاڑوں کے دوسری سمت ہے — آگ اگلنے والا تمہیں اس کی خبر دے گا۔"

سیاہ پہاڑ — آگ اگلنے والا — میں نے سوچا۔ بہر حال ان باتوں کو میں نے ذہن نشین کر لیا — اور پھر میں نے ان سے آخری بات کی۔

"گودری والو — میں نے تمہارے پاس گھوڑے دیکھے ہیں — مجھے تین گھوڑے درکار ہوں گے۔"

"احمق اجنبی — ہم تمہارے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کریں گے۔ تم یہاں سے غذا کا ایک دانہ نہیں لے جا سکو گے۔ گھوڑے تو بہت دور کی بات ہیں۔" سردار نے غرا کر کہا۔

"او احمق سردار — تو نے میرے صبر کا امتحان لے لیا ہے۔ اس سے قبل کہ میں تیری گردن مروڑ دوں — اور اس سے قبل کہ میں ہر اس آدمی کو قتل کر دوں جو میرے سامنے آکر مزاحمت کرے — اس سے قبل کہ بستی کی عورتیں کچھ اور لوگوں کے لئے روئیں' میرے ساتھ آ — اور میرے دعوے کی تصدیق کر۔ سُن میں نے جو کچھ کہا ہے حقیقت ہے — نیمون کو میں ہی قتل کروں گا — آ میرے ساتھ آ —" میں نے آگے بڑھ کر سردار کی کلائی پکڑ لی۔

اور لوگ چیخ پڑے — دوسرے ہاتھ سے میں نے کھانڈا سنبھال لیا' اور گرج کر دوسرے لوگوں سے بولا۔ "سب خاموشی سے میرے پیچھے چلے آؤ۔ اگر کسی نے کوئی حرکت کی تو زندگی نہیں بچا سکے گا۔"

لوگ ہمارے پیچھے پیچھے چل رہے تھے — اُن کے چہرے غصے سے بگڑے ہوئے تھے' لیکن یہ اچھی بات تھی کہ انھوں نے میری بات پر غور کیا تھا اور کسی نے سردار کو میرے چنگل سے چھڑانے کی کوشش نہیں کی تھی' یہاں تک

کر میں اسے لئے ہوئے ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں بہت بڑے بڑے اور تناور
درخت تھے۔ تب میں نے سردار کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اپنے لمبے چوڑے
کھانڈے کو داہنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔!

"نیموں کا حشر بھی اس سے مختلف نہیں ہوگا گودری والو۔
دیکھو۔ میری بات کا یقین کر لو۔!" اور اس کے ساتھ ہی میں نے کھانڈا
تولا۔ اور ایک درخت کے تنے کے درمیان مار دیا۔ اور میرے کھانڈے
کو کوئی قباحت نہ ہوئی مجھے اس کی دھار پر پورا اعتبار تھا۔

ہاں بستی والوں کو آنے والے درخت سے بچنے کے لئے چھلانگیں
لگانا پڑی تھیں۔ میں نے لپک کر دوسرے درخت پر وار کیا اور موٹا تنا
…مان کی طرح کٹ گیا۔ اور پے بعد دیگرے میں نے کئی درخت کاٹ ڈالے
…تی والے دہشت سے چیخ پڑے۔ وہ خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔
…رتے ہوئے درختوں سے بھی جان بچانا تھی۔!

تھوڑی دیر میں کئی درخت ڈھیر تھے، تب میں نے کھانڈا ایک
…ف ڈال دیا اور اس بار میں نے خالی ہاتھوں سے ایک درخت پر زور آزمائی
…ی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے والوں نے درخت کی جڑ اکھڑتی دیکھی جو
…نے ساتھ مٹی کا پہاڑ لئے زمین سے نکل رہی تھی، اور یہ آخری درخت بھی۔
…زمین بوس ہو گیا۔

تب بستی والوں نے خوفزدہ انداز میں کہا "بس کر۔ بس کر کھانڈے
والے ہم تیری قوت کے قائل ہو گئے۔ بلاشبہ ہم تیرے عذاب میں گرفتار ہونے
والے تھے لیکن تو رحم کا دیوتا ہے۔ تو نے ہمارے اوپر رحم کیا اور ہمیں عذاب نہ
… ہم سے غلطی ہوئی تھی۔ ہمیں معاف کر دے رحم کے دیوتا۔ ہمیں معاف
…!"

"اور میں نے کہا ہے کہ میں نیموں کو قتل کر دوں گا۔ میں اسے ہلاک
…ڈالوں گا۔ اور اس کے بعد وہ تمہارے لئے عذاب نہ بن سکے گا۔ کیا تم نے
… اعتبار کیا؟"

"بلاشبہ تیری قوت نیموں سے کم نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ تیری
…ت پوشیدہ ہے اور وہ ظاہر ہے۔ وہ کسی درخت کی مانند قد آور ہے،
…و عام انسانوں کی شکل میں ہے۔ اسی لئے ہم تجھے نہ پہچان سکے۔ کیا تو۔
…ماؤں سے ہمیں نیموں سے بچانے کے لئے اترا ہے؟"

"بس ان باتوں کے بجائے وہ کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ مجھے تین
گھوڑے درکار ہیں اور راستے کے سفر کے لئے غذا۔ تم یہ چیزیں مجھے فراہم کر دو،
… سال بارے کا سفر کروں گا۔ پہلے ہافو کی جان بچاؤں گا اور اس کے بعد۔
…موں کو تلاش کروں گا۔!"

سو پروفیسر طاقت کی برتری کا ہر دور میں اعتراف کیا گیا ہے یقیناً قدیم
ادوار سے ابتدا سے آج تک جو آسانیاں رہی ہیں، کمزوروں کو نہیں حاصل ہو سکیں۔
بستی والوں نے تین شاندار اور مضبوط گھوڑے مہیا کر دیئے۔ اس کے علاوہ
انھوں نے کھانے پینے کی بے شمار اشیاء ان گھوڑوں پر بار کر دی تھیں۔!

تب میں دونوں لڑکیوں کے پاس گیا۔ اور ان سے پوچھا "کیا تم
سفر کے لئے تیار ہو۔؟" خلاف معمول ابانیہ کے ساتھ ساتھ پوشیانا بھی خاموشی
سے اٹھ گئی، لیکن میں نے اس سے ایک لفظ نہیں کہا۔ ہاں جب ہم اپنے
گھوڑوں پر سوار ہو کر یہاں سے نکلے تو میں نے راستے میں کہا۔

"میں اس وقت بھی تم پر جبر نہیں کروں گا پوشیانا۔ آخری وقت
ہے۔ فیصلہ کر لو۔ میرے ساتھ مصائب ہیں اور دوسرا راستہ بہر حال تمہاری
بستی تک جاتا ہے۔!"

"میں تنہا بستی نہ جا سکوں گی۔!" پوشیانا نے خلاف توقع نرم
لہجے میں کہا۔

"وہاں۔ اس میں بھی دشواریاں ہیں۔ اگر تم چاہو تو گودری میں رہ
کر ہمارا انتظار کرو۔ ہم واپسی پر تمہیں لیتے ہوئے چلیں گے۔"

"نہیں آشورے۔ میں خوشی سے تیرے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"
پوشیانا نے کہا۔

"یہ بہت اچھی بات ہے آشورے۔ پوشیانا ہمارے ساتھ بہتر
رہے گی، اور سن پوشیانا۔ تو چاہے تو اس وقت تک آشورے کی تنہائیاں
اسی طور حاصل کر سکے گی جس طرح ہم نے پہلے معاہدہ کیا تھا۔ اور تو اس
معاہدے کی شریک بھی رہ چکی ہے۔ جب تک تیرا مرد تجھے واپس نہ مل جائے۔"
فراخ دل ابانیہ نے کہا۔

لیکن پوشیانا نے اس فراخ دلانہ پیشکش کا کوئی جواب نہ دیا۔
وہ خاموش رہی۔!

کتنے ادوار بیت چکے ہیں پروفیسر۔ عورت۔ نرم و نازک بدن
اور نرم و نازک طبیعت کی مالک۔ خاموش خاموش سی شے۔ خود کو بہت
سے پردوں میں چھپانے کی کوشش میں کامیاب ہو گئی ہے۔ لیکن میرا صدیوں
کا تجربہ ہے۔ قوی ہیکل مخلوق جذبات کے اظہار میں ہمیشہ بے تکلف
رہی ہے۔ لیکن ایک دور میں عورت کی حقیقت بھی بے نقاب رہی ہے جب
وہ سادگی سے اپنی ہر ضرورت کا اظہار کر دیتی تھی۔ اور میں نے دیکھا پروفیسر
کہ قوی ہیکل مخلوق بہت سی ضروریات سے دوچار رہتی ہے۔ اسے خوراک
پیدا کرنا ہوتی ہے۔ اسے گھر بنانا پڑتا ہے۔ اسے دشمنوں سے جنگ
کرنا پڑتی ہے۔ اسے جب عورت کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ بے تکلفی سے
اس کا اظہار کر دیتی ہے۔ لیکن عورت۔ عورت کی سب سے بڑی ضرورت مرد
رہا ہے۔ عورت نے ہمیشہ مرد کے بارے میں سوچا ہے۔ اس کی پریشانی
مرد ہے۔ اس کی خواہش مرد ہے۔ اور یہ دلچسپ بات ہے پروفیسر کہ
عورت کی خاموشی نے مرد کو شکست دے دی ہے۔ یہ مخلوق ضبط کی ماہر ہے
اور اسی ضبط نے اسے فتح سے ہمکنار کیا ہے۔ ورنہ اس کی خود سپردگی مرد سے
کہیں زیادہ شدید ہے۔ اگر مرد ضبط کر سکتا پروفیسر۔ تو تم یقین کرو۔

عورتیں سڑکوں پر مردوں کے لئے قتلِ عام کرتیں۔ تاریخ کے بہت سے رُخ بدلے ہوتے، لیلیٰ مجنوں کے لئے صحرا گردی کرتی، شیریں فرہاد سے جوئے شیر نکلوانے کے بجائے خود اس کے لئے شیر کا انتظام کرتی پھرتی۔ اور نہ جانے کیا کیا ہوتا۔!"

پرفیسر ہنس پڑا۔ فرزان اور فرزانہ بھی اپنی ہنسی نہ روک سکی تھیں۔

"میں نے ایک ایک لفظ درست کہا ہے پرفیسر۔ پوشیانا نے ابانیہ کی فراخ دلی کا کوئی جواب نہیں دیا۔ نہ جانے کس تصور کے ساتھ اُس نے خود کو بدل لیا تھا۔ شاید اس کے دل میں بھی وہی بات ہو جو ابانیہ نے کہی تھی، ہمارے گھوڑے بستی سے دُور نکل آئے۔ بستی والوں نے جو راستہ بتایا تھا ہمیں اس راستے پر چل پڑا۔

اور جب چاند نکلا ۔۔۔ تو ہم ایک خوبصورت ندی کے موڑ پر کھڑے تھے۔ بڑی طویل و عریض ندی تھی ۔۔ پانی سے لبریز۔ اور اس نے اپنے دونوں کناروں کو سرسبز کر رکھا تھا۔ چنانچہ ایک سبزہ زار پر ہم نے رات گزارنے کا فیصلہ کیا۔ پوشیانا پُراسرار طور پر خاموش تھی۔!

وہ ہم سے دور گھاس پر دراز ہو گئی۔ گویا اُس نے ہم دونوں کے لئے خلوت مہیا کر دی تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم آرام کرنے لیٹ گئے ہمارے گھوڑے بھی شکم سیر ہو گئے تھے۔ ابانیہ میری گود میں سر رکھے لیٹی ہوئی چاند دیکھ رہی تھی۔ اور میری نگاہیں پانی سے کھیلتی ہوئی چاندنی پر جمی ہوئی تھیں۔

"آشورے ۔۔!" ابانیہ نے مجھے پکارا اور میں چونک پڑا۔

"کیا بات ہے ابانیہ ۔۔؟"

"مجھے پوشیانا سے ہمدردی ہے ۔۔ وہ کس قدر خاموش ہے۔"

"ہاں ۔۔ میں دیکھ رہا ہوں۔"

"وہ اب بھی تجھے چاہتی ہے آشورے ۔۔ صرف تجھے۔"

"کیا مطلب ۔۔؟"

"میرا خیال ہے اُسے ہانو کبھی پسند نہیں آیا۔!"

"یہ خیال تجھے کس طرح آیا۔۔؟"

"اگر ۔۔ میں تیرا قرب حاصل کرنے کے بعد کسی اور کی آغوش میں ڈال دی جاؤں، تو میں بھی خوش نہ رہ سکوں گی آشورے ۔۔ اور میں جانتی ہوں کہ پوشیانا بھی تیرا قرب حاصل کر چکی ہے۔"

"اوہ ۔۔! ہانو بھی ایک قوی ہیکل جوان تھا۔"

"تیری سی بات کہاں ۔۔؟"

"ممکن ہے تو درست کہہ رہی ہو۔"

"یہ رات اسے دیدے آشورے ۔۔ میں خوشی سے تیار رہوں۔" ابانیہ نے کہا۔

"تو بہت عظیم ہے ابانیہ ۔۔ بے شک تیرا سینہ بہت کشادہ ہے، لیکن تو جانتی ہے میں پوشیانا کو طلب نہیں کروں گا اور میں نہیں چاہوں گا کہ تیرے دل پر میل آئے۔"

"میں پوشیانا کو تیری آغوش میں لاؤں گی۔

چنانچہ میں نے ابانیہ کی خوشی پوری کرنے کا اظہار کر دیا۔ اور ابانیہ پوشیانا کے نزدیک پہنچ گئی ۔۔ وہ اُس سے گفتگو کرنے لگی ۔۔ میں ان دونوں کی جانب سے لاپرواہ ہو، یا جیسے مجھے اُن سے کوئی سروکار نہ ہو۔ لیکن جب کافی دیر گزر گئی تو میں نے گردن گھما کر اس طرف دیکھا۔

اور میری آنکھوں میں حیرانی اُبھر آئی ۔۔ ابانیہ تنہا واپس آ رہی تھی، خوب ۔۔! میں نے دل ہی دل میں کہا، پوشیانا کا ذہن صاف تو نہیں ہے۔ ابانیہ میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"کیوں ۔۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ کینہ پرور عورت ہے۔" ابانیہ نے کہا۔

"کیا بات ہوئی۔؟"

"میں نے اُسے صاف دلی سے پیشکش کی۔ لیکن اُس نے اس پیشکش کو نفرت سے ٹھکرا دیا۔"

"اوہ ۔ کیا کہنے لگی۔؟"

"اس نے کہا کہ وہ مرد کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہے۔ اُس کا مرد ہانو ہے ۔ آشورے نہیں ۔۔ اُس نے میرا مذاق اڑایا، کہنے لگی، کیا میں آشورے کی ضرورت پوری نہیں کر سکتی جو دوسری عورت کا سہارا لینے آئی ہوں۔ وہ کسی طور تیار نہیں ہوئی۔"

"جانے دو ابانیہ ۔۔ مجھے اس کی نہیں تمہاری ضرورت ہے۔" میں نے ابانیہ کو آغوش میں گھسیٹ لیا۔ اور وہ مسکرانے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بے خود ہو گئی ۔۔ اُسے ماحول کا کوئی احساس نہیں تھا، لیکن میری نگاہوں نے پوشیانا کو دیکھ لیا۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اور اس کی نگاہیں ہم دونوں پر گڑی ہوئی تھیں۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کون کون سے طوفان اُٹھ رہے ہوں گے ۔۔! اونہہ جہنم میں جائے ۔۔ میں اس کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔

چنانچہ میں اس کی جانب سے لاپرواہ ہو گیا۔ پھر جب تھکی ہوئی ابانیہ میری آغوش میں گہری نیند سو رہی تھی تو میں نے ایک بات سوچی۔ کہیں جوشِ رقابت میں پوشیانا ابانیہ کی زندگی لینے کی کوشش نہ کرے ۔۔ اور یہ خیال تشویشناک تھا۔ مجھے ابانیہ کی حفاظت کرنا ہوگی۔!

میں نے ابانیہ کو خود میں جذب کر لیا اور پھر سو گیا۔!

دوسری صبح حسبِ معمول تھی ۔ انتہائی خوشگوار ماحول تھا۔ پرندے بھی نظر آ رہے تھے ۔ چھوٹے چھوٹے جانور بھی کلیلیں کرتے نظر آ جاتے تھے ۔ میں نے پوشیانا کو دیکھا۔ وہ شاید ندی میں غسل کر کے نکلی تھی، اور اس کا چہرہ بڑا نکھرا نکھرا تھا۔ ہم دونوں کو دیکھ کر وہ مسکرائی اور مجھے اس کے بدلے ہوئے رنگ پر حیرانی ہوئی۔

"بڑا فرحت بخش پانی ہے۔ کیا تم دونوں غسل نہیں کرو گے۔؟"
اُس نے کہا۔

"ضرور کریں گے۔ لیکن تم بہت صبح جاگ گئیں؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ رات بڑی پُرسکون تھی۔ اچھی نیند آئی۔"

"خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پوشیانا مجھے اور ابانیہ کو باور کرانا چاہتی تھی کہ وہ پُرسکون ہے۔ بہر حال غسل کرنے کو میرا دل بھی چاہ رہا تھا۔ چنانچہ میں ابانیہ کے ساتھ ندی میں اتر گیا۔

اور جب ہم نہا کر نکلے تو پوشیانا نے ناشتے کا انتظام کر لیا تھا۔ اب سچ مچ میں حیران ہو گیا۔ یہ بدلی ہوئی عورت کیا ارادے رکھتی ہے۔؟ یا پھر اس کے خلوص پر اعتماد کیا جائے۔ لیکن زیادہ اُلجھنے کی ضرورت میں نے محسوس نہیں کی۔ پوشیانا کی ذہنی کیفیت کچھ بھی ہو۔ وہ میرا کیا بگاڑ سکتی ہے۔ ہم نے ناشتہ کیا۔ پوشیانا بھی ہمارے ساتھ شریک تھی اور آج اس کے چہرے پر رقابت کی گرد نہیں تھی۔ وہ صاف ستھری نظر آ رہی تھی۔

چنانچہ دورانِ سفر میں نے بھی اپنا رویہ درست کر لیا۔ اب میں پوشیانا سے گفتگو کر رہا تھا۔ ہمارے گھوڑے ایک قطار میں سفر کر رہے تھے اور ہم ایک دوسرے سے گفتگو کرتے جا رہے تھے۔ موضوع نیمون تھا۔ سان بار کے باشندے تھے۔ ہافو تھا۔ ملکہ شیمونا تھی۔ اس طرح سفر دلچسپی سے کٹا۔ شام ہو گئی اور پوشیانا نے تھکن کا اظہار کیا۔ قیام کے لئے ندی کے کنارے سے عمدہ جگہ اور کونسی ہو سکتی تھی، لیکن یہاں ایک دقت تھی۔ ویرانے کے باسی خونخوار گھڑیال ندی کے کنارے مٹی کے ڈھیروں کی شکل میں پڑے گہری گہری سانسیں لے رہے تھے۔ یہ جگہ قیام کے لئے مناسب نہیں تھی۔ اُن کی تعداد اتنی تھی کہ اُن سے نپٹنا بھی آسان نہیں تھا۔

میں نے کچھ اور آگے جانے کا فیصلہ کیا اور ہم آگے بڑھنے لگے۔ کافی دُور نکل آنے کے بعد صاف جگہ نظر آئی۔ یہاں ندی کے کنارے سخت تھے۔ اور دلدل نہیں تھی اس لئے یہ گھڑیال کے لئے ناپسندیدہ جگہ تھی۔ چنانچہ ہم نے یہاں قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کھانے کا بندوبست کر لیا گیا۔ اور پھر کھانے کے بعد آرام۔!

پوشیانا نے آج خود اپنے لئے ایک دُور کی جگہ منتخب کی تھی۔
"ہافو کی غیر موجودگی میں تمہیں تنہائی کا شدید احساس ہوتا ہوگا پوشیانا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے آشورے۔ لیکن میں تمہاری خلوت میں مخل ہونا بھی نہیں چاہتی۔" اُس نے بڑے خلوص سے کہا اور میں اُس کی بیچارگی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"آج کی رات صبر کرو پوشیانا۔ میں ابانیہ سے بات کروں گا۔ جہاز کے معاہدے کی تجدید کر لی جائے تو کیا حرج ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔" پوشیانا نے تجاہل سے کام لیا۔

"ابانیہ تمہارے ساتھ اپنی راتیں بانٹ لے گی۔"

"اوہ۔ میں اس کا دل دکھانا پسند نہیں کرتی آشورے۔ وہ تیرے لئے ہے اسے۔۔!" لیکن وہ جملہ پورا نہ کر سکی۔ کیونکہ ابانیہ ہماری طرف آ رہی تھی۔

"اب آرام کرو آشورے۔ میں دن بھر کے سفر کے بعد تھکن محسوس کر رہی ہوں۔" اُس نے کسی قدر مشکوک انداز میں ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اور یہ انداز اس نے پہلی بار اختیار کیا تھا۔ یہ دُبلی پتلی لڑکی تو کسی طور تھکنے والی نہیں تھی۔ اگر اس کی ٹانگیں تھکن سے بے جان بھی ہو جاتیں تب بھی یہ اُس کا اظہار نہ کرتی۔ لیکن ایک جوان عورت۔ دوسری جوان عورت کی موجودگی میں ضرور تھک جاتی ہے جبکہ اسے احساس ہو کہ اس کا مرد دوسری عورت کی تازگی سے متاثر ہے۔

میں اس لڑکی کو بددل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور اپنے ٹھکانے کی سمت چل پڑا۔ ابانیہ خاموش تھی۔ "کیا سوچ رہی ہو ابانیہ۔؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔!" اُس نے بُجھی بُجھی آواز میں جواب دیا۔ نہ معلوم اُس نے میرے اور پوشیانا کے کچھ جملے سُن لئے تھے یا پھر عورت چونکہ خاص حسیات کی مالک ہوتی ہے اس لئے اس نے ہم دونوں کے چہروں پر ایک دوسرے کے لئے کوئی تاثر پڑھ لیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے مجھے اس کی یہ تنگ نظری پسند نہ آئی۔ میں کسی کی جاگیر نہیں ہوں۔ میں نے سوچا۔

لیکن ابانیہ کے سابقہ ریکارڈ کی وجہ سے میں خاموش ہو گیا۔ آج پہل بھی مجھے کرنی پڑی تھی۔ لیکن میری جذبات انگیز حرکتوں کی وجہ سے ابانیہ بہت جلد ٹھیک ہو گئی۔ اور پھر زندگی کا سب سے دلکش، سب سے اہم ڈرامہ کھیلا جانے لگا۔ جسے ابتدائے آفرینش سے کھیلا جا رہا ہے اور انسان اس کھیل سے آج تک نہیں اُکتایا۔!

نڈھال سانسوں کے درمیان ابانیہ نے کہا۔ "پوشیانا سے کیا گفتگو ہو رہی تھی آشورے۔؟"

"میں اس کی بدلی ہوئی کیفیت پر حیران ہوں ابانیہ۔"

"ہاں۔ میں نے بھی اس میں تبدیلیاں محسوس کی ہیں۔"

"کیا یہ تبدیلیاں قابلِ رحم نہیں۔؟"

"میں نہیں سمجھی۔"

"تم عورت ہو ابانیہ۔ عورت ہر قسم کی تبدیلیوں کو بخوبی سمجھتی ہے۔ اگر میں تم سے طویل عرصے کے لئے دُور ہو جاؤں تو تم کیسا محسوس کرو گی۔؟"

"میں زندہ نہ رہ سکوں گی آشورے۔" ابانیہ جلدی سے بولی۔

"تب پھر سوچو۔ ہافو کی غیر موجودگی پوشیانا کے لئے کتنی کٹھن ہوگی۔؟"

"ہاں۔ لیکن ہم اسی کے لئے سفر کر رہے ہیں۔"

"یہ فیصلہ تو نہیں کیا جا سکتا کہ ہافو کب تک دستیاب ہو سکے گا۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو آشورے۔"

"یہی ابانیہ — کہ تم فراخ دلی سے کام لو — جہاز پر ہونے والے معاہدے میں تم بھی شریک تھیں — اس وقت تک جب تک ہافو نہ مرا جائے۔ پوشیانا کی ضرورت اگر مجھ سے پوری ہو جائے تو کیا حرج ہے —؟"

میری اس بات پر ابانیہ خاموش ہو گئی۔ کافی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ "کیا پوشیانا نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے —؟"

"کبھی نہیں کرے گی — یہ میں نے سوچا ہے۔"

"کیا میں تمہارے لیے کشش کھو چکی ہوں آشورے —؟"

"ہرگز نہیں — تم روزِ اوّل کی طرح پرکشش ہو — لیکن پوشیانا بھی انسان ہے۔"

"میں یہ نہیں برداشت کر سکتی آشورے — اب — جب سب سے دُور — تو نے مجھے اپنا لیا ہے — میں اس کی شرکت کیسے پسند کروں گی —؟"

"یہ بھی سوچو ابانیہ — کہ تمہاری جگہ پوشیانا بھی ہو سکتی تھی اور تم پوشیانا کی جگہ۔" میں نے کہا — اور میری بات سے ابانیہ کو سخت دھچکا لگا — "کیا — کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے آشورے —؟" اُس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں — حالات یہ رُخ بھی اختیار کر سکتے ہیں — میری پسند دوسری سمت بھی مُڑ سکتی ہے۔"

"تب میں تمہاری خوشی میں خوش ہوں — تم جو پسند کرو آشورے۔"

اُس نے اسی انداز سے کہا — اور میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا — رات کے آخری پہر میں ہم سو گئے —!

نہ جانے کیوں اس رات میں ماحول سے پوری طرح بے خبر ہو گیا تھا یہاں تک کہ چپکے سے صبح ہو گئی اور جب میرے کانوں نے ایک بھنچی بھنچی چیخ سُنی تب میں جاگا — میں نے اپنے نزدیک سوتی ہوئی ابانیہ کی طرف نظریں گھمائیں اور چونک پڑا — ابانیہ وہاں موجود نہ تھی —! اسی وقت میرے کانوں میں دوسری چیخ گونجی! اور میں اچھل پڑا — دوسرے لمحے میں پھرتی سے کھڑا ہو گیا — یہ نسوانی چیخ ابانیہ ہی کی ہو سکتی تھی — میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں — تب میری نگاہ ندی میں جا پڑی — وُہ — پانی میں دو جسم تحرک تھے — یقیناً اُن میں سخت جدوجہد ہو رہی تھی — دوسرے لمحے میں نے دوڑ کر پانی میں چھلانگ لگا دی — فاصلہ کافی تھا — میں نے پوشیانا کا سر اُبھرتے ہوئے دیکھا — اُس کے چہرے پر درندگی تھی اور وہ دانت بھینچے ہوئے دونوں ہاتھوں سے ابانیہ کا چہرہ پانی میں ڈبوئے رکھنے میں کوشاں تھی۔ میرے ہوش گم ہو گئے — تو یہ تھا پوشیانا کی بدلی ہوئی کیفیت کا راز —!

چند ساعت میں میں اس کے قریب پہنچ گیا — میں نے عقب سے پوشیانا کے بال پکڑ کر اسے زوردار جھٹکا دیا — اور وہ ایک وحشیانہ چیخ کے ساتھ دوسری طرف الٹ گئی —! ابانیہ اس کی گرفت سے آزاد ہو گئی تھی — میں نے جلدی سے اُسے سطح پر ابھارا — لیکن — اُس کا منہ کھلا ہوا تھا اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں — وحشی پوشیانا اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئی تھی — ابانیہ کے جسم میں اب زندگی کی کوئی رمق نہیں تھی — میں پھرتی سے اُسے کھینچ کر کنارے لے گیا — کنارے پر لٹا کر میں نے اُس کا تنفس بحال کرنے کی کوشش کی۔

لیکن اب یہ کوشش بے سود تھی — ابانیہ مر چکی تھی — میں نے اس کا برہنہ جسم سیدھا کر دیا — وحشی پوشیانا بھی کنارے پر نکل آئی تھی — اور اب اُس کے ہونٹوں پر ایک خوفناک مسکراہٹ تھی۔

"میری سب سے بڑی خواہش پوری ہو گئی آشورے — میں بہت خوش ہوں —!" اُس نے درندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا — میں کھڑا ہو گیا — دل چاہ رہا تھا کہ اس وحشی عورت کی ٹانگیں درمیان سے چیر دوں۔

"ہونہہ — مجھے راتوں کی بھیک دینا چاہتی تھی۔" پوشیانا نے زمین پر تھوک دیا۔

"تم نے اسے کیوں قتل کر دیا پوشیانا —؟" میں نے سکون سے پوچھا۔

"یہ بھی پوچھنے کی بات ہے آشورے — میں نے نہ جانے کتنی راتیں سُلگتے ہوئے گزاری ہیں — اس وقت بھی جب ہافو ہمارے درمیان موجود تھا اور اس کے بعد بھی —!"

"لیکن میں نے تم سے کہا تھا کہ میں اُس سے بات کروں گا۔"

"میں اپنے اور تیرے درمیان کوئی دیوار نہیں چاہتی تھی آشورے — میں بلا شرکت غیرے تیری بننا چاہتی تھی۔"

"کیا اس درندگی کے بعد بھی تم ایسی توقع رکھتی ہو —؟"

"اس ویرانے میں میرے سوا کوئی عورت نہیں ہے آشورے — اور عورت تیری ضرورت — میرے جسم پر نگاہ دوڑا — دیکھ کیسا چمکدار اور کیسا سڈول ہے یہ — اگر تو چاہے تو ابانیہ کے انتقام کے لئے اس کے ٹکڑے کر ڈال — مجھے ملال نہ ہوگا — میں تو خوش ہوں کہ ابانیہ اب تیری کوئی رات حاصل نہ کر سکے گی —" وہ اپنے بھیگے ہوئے جسم کی نمائش کرتے ہوئے بولی۔

لیکن مجھے اس کے وجود سے گھن آ رہی تھی — میں اُس سے سخت نفرت کرنے لگا تھا — تاہم میں نے نرم آواز میں پوچھا۔ "تو ابانیہ کو ندی پر کیسے لے گئی تھی پوشیانا —!"

"میں نے اُسے آہستگی سے جگایا — اور وہ اُٹھ گئی — تب میں نے اُس سے کہا کہ ندی کا پانی بہت خوبصورت ہے — آؤ ہم اس میں نہائیں — تب جانتا ہے اس بے وقوف نے کیا کہا —؟"

"کیا کہا —؟" میں نے اسی سکون سے پوچھا۔

"اُس نے کہا کہ آشورے کو جگا لیں — تینوں ایک ساتھ غسل کریں گے۔"

"پھر —؟"

"تو اس کے جواب میں، میں نے اس سے کہا کہ آشورے اس کا موڈ ہے اور میں اب اس کے حق میں مخلص ہوں۔ میں اس کے سامنے مکمل طور سے برہنہ نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ میرے ساتھ نہانا پسند نہ کرے تو میں اسے مجبور نہیں کروں گی ۔۔۔ اور وہ تیار ہو گئی۔ تب اس نے ندی کے راستے میں کہا کہ آشورے نے رات کو اس کے بارے میں کچھ کہا تھا۔ میں نے پوچھا، کیا کہا تھا تو اس نے مجھے وہی بات بتائی جو تم نے کہی تھی آشورے ۔۔۔ لیکن میں کسی کی دی ہوئی بھیک نہیں لیتی ۔۔۔ میں تو خود اپنا مقام حاصل کرنا جانتی ہوں ۔۔۔ کتنی حیرت ہوئی اسے آشورے۔ جب نہاتے نہاتے اچانک میں نے اس کی گردن پکڑ لی اور اسے دبلتے ہوئے پانی میں اس کا چہرہ ڈبو دیا۔ میری مضبوط انگلیوں کا دباؤ ۔۔۔ اور پھر پانی ۔۔۔ لیکن آشورے اس کمزور سی لڑکی کے بدن میں بلا کی طاقت تھی ۔۔۔ اس نے اتنی سخت جدوجہد کی کہ میں پریشان ہو گئی۔ بلاشبہ اگر ایک بار وہ میری گرفت سے آزاد ہو جاتی تو پھر میں اس پر ۔۔۔"

لیکن اس سے زیادہ مجھ سے نہ سنا گیا۔ میرا الٹا ہاتھ پوشیانا کے منہ پر پڑا ۔۔۔ اور وہ کئی فٹ اچھل کر دور جا گری۔ اس کے منہ سے خون کی دھار پھوٹ نکلی تھی۔

"میں تجھ سے نفرت کرتا ہوں پوشیانا ۔۔۔ میں تیرے منہ پر تھوکتا ہوں۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"میں تیری نفرت کو محبت میں بدل دوں گی آشورے۔" اس نے خون تھوکتے ہوئے کہا۔

"میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا پوشیانا۔"

"ابانیہ کی موت کے بعد تیرے ہاتھوں آنے والی موت بھی مجھے پسند ہے۔ مرنے کے بعد میں اس آگ میں تو نہیں جلوں گی کہ ابانیہ تیری آغوش میں ہے۔" اس نے خون آلود ہونٹوں سے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن میری آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں ۔۔۔

"میں تجھے موت سے بھی زیادہ سخت سزا دوں گا پوشیانا!"

میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"ایک بار ۔۔۔ صرف ایک بار میرے جسم کو آغوش میں لے لے آشورے اس کے بعد تیری دی ہوئی ہر سزا مجھے قبول ہو گی۔"

"تو سوچ بھی نہیں سکتی پوشیانا ۔۔۔ تو سوچ بھی نہیں سکتی۔ میں نے جو سزا تیرے لئے تجویز کی ہے۔" میں نے کہا اور در حقیقت میں اس کے لئے سزا تجویز کر چکا تھا۔

چنانچہ میں نے اپنا کھانڈا اٹھایا ۔۔۔ اور پوشیانا کی مسکراہٹ ہری ہو گئی ۔۔۔!

"اب تو میری گردن میرے شانوں سے اتار دے گا۔ کیوں ۔۔۔ مجھے منظور ہے۔" وہ دوزانو بیٹھ گئی ۔۔۔ اس کے بیٹھنے کی ادا بڑی دلکش تھی۔ ابانیہ کے دبلے پتلے بدن کے مقابلے میں اس کا بدن زیادہ پرکشش، زیادہ سڈول اور زیادہ چمکدار تھا ۔۔۔ بلاشبہ وہ ایک بھرپور عورت تھی۔

لیکن مجھے اس سے سخت نفرت تھی۔ میں اس کی کسی ادا سے متاثر نہیں ہو سکتا تھا ۔۔۔ چنانچہ میں کھانڈا لے کر گھوڑوں کی طرف بڑھا۔ تینوں گھوڑے ایک جگہ کھڑے تھے ۔۔۔ میں نے کھانڈا بلند کیا ۔۔۔ اور میرا وحشی کھانڈا ایک گھوڑے کی پشت کو دو ٹکڑے کر گیا۔ گھوڑے کی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی ۔۔۔!

البتہ بقیہ دو گھوڑے بھڑک اٹھے۔ لیکن اتنی دیر میں دوسرے گھوڑے کا کام بھی تمام ہو چکا تھا ۔۔۔ پوشیانا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کی سمجھ میں گھوڑوں کی موت نہیں آئی تھی ۔۔۔ وہ تو اس وقت چونکی جب میں اچھل کر تیسرے گھوڑے پر بیٹھ گیا ۔۔۔ اور میں نے اس کی لگامیں سنبھالتے ہوئے کہا۔ "اب تو ان ویرانوں میں بھٹک پوشیانا۔ بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دے دے ۔۔۔ تیری آنکھیں انسانوں کو تلاش کریں گی لیکن فکر مت کر ابانیہ کی لاش موجود ہے۔ اس کے پاس بیٹھ کر اس سے دل بہلانا ۔۔۔ اور جب یہ انتقام کے لئے اٹھ بیٹھے تو خود بھی اس ندی میں کود کر خودکشی کر لینا۔ یہی تیرا انجام ہے۔"

اور پوشیانا خوفزدہ انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی ۔۔۔!

"آشورے ۔۔۔!" وہ میری طرف دوڑی۔ "نہیں نہیں آشورے ایسا مت کر آشورے ۔۔۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دے ۔۔۔ مجھے تنہا نہ چھوڑ آشورے ۔۔۔ میں خودکشی نہیں کر سکتی ۔۔۔ آشورے ۔۔۔ مجھے تنہا نہ چھوڑ۔"

"میں نے تیرے لئے یہی سزا متعین کی ہے پوشیانا۔" میں نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا اور پھر پوشیانا کی دلدوز چیخیں میرے کانوں میں دور تک گونجتی رہیں اور بالآخر معدوم ہو گئیں۔ وہ بہت دور رہ گئی تھی ۔۔۔!

ٹھیک ہے ۔۔۔ دونوں عورتوں کا چکر ختم ہوا ۔۔۔ یہ عورتیں میری شخصیت کے آڑے آ گئی تھیں۔ اب میں زیادہ سکون سے کام کر سکوں گا۔ اتنا عرصہ ناکامیوں میں گزرا تھا ۔۔۔ بلاشبہ میں نے ایک طویل عرصہ صرف ان لوگوں کی الجھنوں میں گزارا تھا ۔۔۔ اپنے لئے کچھ بھی نہیں کیا تھا ۔۔۔ نہ میری ملاقات اپنے دوست ۔۔۔ ستاروں سے ہوئی تھی، اور نہ ہی میں کوئی کام کر سکا تھا۔ لیکن اب میں آزاد تھا ۔۔۔ اب میرے لئے کوئی الجھن نہیں تھی ۔۔۔ اور اس کے بعد میرے لئے دو مشغلے تھے۔

اول تو یہ کہ نیموں کو تلاش کروں اور ہلاک کر دوں ۔ دوسرے ہیگوں کی خدائی سنبھالے دیکھوں ۔۔۔ یہ دونوں خواہشیں میرے دل میں مچل رہی تھیں ۔۔۔ اور پرلطف بات یہ تھی کہ میں انہیں پوری کرنے کے لئے

آزاد تھا۔!

پوشیانا کا خیال میں نے ذہن سے نکال دیا۔ درندہ صفت لڑکی بالآخر مر جائے گی۔ یہی اس کا انجام میرے نزدیک مناسب تھا چنانچہ میرا گھوڑا برق رفتاری سے سفر کرتا رہا۔ ویسے میں نے ندی کا کنارہ نہیں چھوڑا تھا۔ اور کتنی طویل تھی یہ ندی۔ یوں سمجھو پروفیسر کہ پورا دن اور پوری رات میں نے اس کے کنارے کنارے دوڑتے گزار دئے جبکہ گھوڑے کی رفتار بھی معمولی نہیں تھی۔ ہاں دوسری صبح وہ تھک گیا تھا۔ اب اوقات کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ جب دل چاہے سفر کرتا۔ چنانچہ میں نے گھوڑے کی ٹانگوں کی مالش کی اور معصوم جانور خوش ہو گیا۔ پھر میں نے اسے چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور اپنے لئے بھی خوراک کا بندوبست کرنے لگا۔!

دوپہر تک میں نے آرام کیا' اور گھوڑا بھی چاق و چوبند ہو گیا۔ تب میں اُس پر سوار ہو کر پھر چل پڑا۔ چاروں طرف پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ کہیں ندی میں چمکدار پتھر بکھرے ہوئے تھے جن کی رنگین روشنی پانی کی سطح سے اُبھر کر بہت خوبصورت مناظر پیش کر رہی تھی۔ جوں جوں میں آگے بڑھ رہا تھا۔ ندی چوڑی ہوتی جا رہی تھی اور اس کے پانی میں تیزی آتی جا رہی تھی۔ اور اس کی وجہ بھی مجھے بہت جلد معلوم ہو گئی۔

سامنے ہی پہاڑیوں کی ایک بلند دیوار نظر آ رہی تھی۔ اور یہ ندی انھیں پہاڑیوں سے نکلی تھی۔ ایک طویل دیوار سے سفید پانی زوردار آواز کے ساتھ نیچے گر رہا تھا۔ اور یہی سان بارے کی علامت تھی۔ پتہ بتانے والوں نے یہی نشان بتایا تھا۔ اس پہاڑی دیوار کے دوسری طرف سان بارے تھا۔!

میں ندی کے آخری سرے تک پہنچ گیا۔ بڑا خوبصورت منظر تھا۔ گرنے والے پانی کی پھواریں دُور دُور تک پھیل رہی تھیں اور قرب وجوار کی پتھریلی زمین نے بھی سبزہ اُگل دیا تھا۔! میں گھوڑے کی پشت سے اتر آیا۔ گھوڑے کی آنکھوں سے بھی لالچ ٹپک رہا تھا۔ اس سرسبز علاقے کو دیکھ کر وہ بھی مچل گیا تھا۔ چنانچہ میں نے بلندیاں طے کرنے سے قبل اسے آرام کے لئے چھوڑ دیا۔ ویسے پہاڑی کو دیکھتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ یہ سان بارے والوں کے لئے ایک مضبوط رکاوٹ ہے۔ لیکن کیا یہاں سے باہر نکلنے کے لئے وہ انھیں بلندیوں کو طے کرتے ہوں گے۔؟ یا پھر پہاڑ دل میں کوئی ایسا رخنہ پوشیدہ ہے جو دوسری طرف جانے کا دروازہ ہے۔

لیکن اب اس رخنے کی تلاش میں کون سرگرداں رہے۔ پہاڑیاں ناقابلِ عبور تو نہیں تھیں۔ گھوڑے کو بھی تھوڑی سی محنت کرنا پڑتی۔ اس لئے میں نے اسے پوری طرح خوش ہونے کا موقع دیا۔ اور جب وہ سیر ہو گیا تو میں نے اسے قریب بلایا۔

"کیوں دوست۔ کیا خیال ہے۔ کیا تم یہ بلندیاں طے کرنے کی ہمت رکھتے ہو۔؟" میں نے اُس کی گردن ہاتھ بھینچتے ہوئے کہا اور سمجھدار جانور نے زور زور سے آوازیں نکالیں۔ وہ اپنی دلیری کا اعلان کر رہا تھا۔

"تو پھر چلو۔!" میں نے اُس کی پشت سنبھال لی اور گھوڑے نے گردن اٹھا کر مناسب راستہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔ میں نے بھی اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا۔ اور پروفیسر بلاشبہ وہ اپنے کام کا ماہر تھا۔ پہاڑیوں کے دامن میں وہ تھوڑی دُور تک گیا۔ پھر ایک جگہ سے اُس نے بلندی کی طرف رُخ موڑ دیا۔!

میں اس کی پشت پر اس طرح جما ہوا تھا جیسے اس کے بدن ہی کا ایک حصّہ ہوں۔ اور گھوڑا آسانی سے پہاڑی کی بلندیاں طے کرتا رہا۔ اس نے جس راستے کا انتخاب کیا تھا وہ آسان تھا۔ صرف چند جگہوں پر مجھے اس کی مدد کرنا پڑی۔ زمین بہت نیچے رہ گئی تھی اور بلندیاں طے کرتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ سان بارے والے بیشک عقلمند ہیں۔ اگر دوسری طرف جانے کا کوئی راستہ ہے تو وہ ان کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہو گا۔!

چنانچہ وہ نیمون سے بھی محفوظ ہیں۔ نیمون کو یہ بلندیاں طے کرتے ہوئے دشواری ہوتی ہو گی۔ ممکن ہے وہ پہاڑوں کے اس طرف کبھی نہ گیا ہو۔ اس طرح وہ نیمون سے بھی محفوظ ہیں۔ اور اس کے عتاب کا شکار صرف دوسری بستیوں والے ہی ہوتے ہوں گے۔ خوب ہیں یہ چالاک لوگ۔!

کئی بڑی بڑی چٹانیں جو بظاہر مضبوط معلوم ہوتی تھیں' گھوڑے کے وزن کو نہ سہار سکیں اور انھوں نے خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑ دی۔ لیکن گھوڑا بے حد پھرتیلا تھا۔ پہلی ہی جنبش کے بعد' جگہ چھوڑ دیتا اور ایک ہی چھلانگ میں کوئی مناسب جگہ پکڑ لیتا۔!

چٹانیں زبردست گڑگڑاہٹ پیدا کرتی ہوئی نشیب کی طرف لڑھکنے لگتیں اور یہ گڑگڑاہٹ دیر تک گونجتی رہتی۔ لیکن ہم اپنے کام میں مشغول تھے۔

ہاں ایک موقع پر صورتِ حال خوفناک ہو گئی۔ ہمارے تصوّر میں بھی نہیں تھا کہ پہاڑ کے درمیان کوئی اتنی گہری خلاء ہو گی۔ گھوڑے نے ایک چٹان پر دونوں پاؤں رکھے تو وہ چٹان عقب کے بجائے آگے کی طرف جھکی اور یہ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ گھوڑا کوشش کے باوجود پچھلے پاؤں نہ جما سکا۔ اُس نے ایک زور کی چیخ ماری۔ شاید اسے اپنی بے بسی اور موت کا احساس ہو گیا تھا۔ گو میں صورتحال سمجھ نہیں سکا تھا۔ لیکن پروفیسر دنیا کے کسی بھی انسان نے اتنی پھرتی نہ دکھائی ہو گی۔ وحشی جانور بھی کیا یاد کرتا ہو گا کہ کس بلا کو وہ پشت پر لادے پھر رہا ہے۔ میں برق کی مانند نیچے کود گیا اور میرے قدم پتھر پر پڑے۔ لیکن گھوڑا آگے کی طرف جھک گیا اور اب اُس کے بدن کا زیادہ حصّہ نشیب کی طرف جھک گیا تھا۔ گویا اب اس کے سنبھلنے کے امکانات نہیں رہے تھے۔

لیکن اس کی پچھلی دونوں ٹانگیں میرے ہاتھ میں آ گئیں اور تصوّر

کرو پروفیسر اس وقت کا، جب گھوڑے کی ٹانگیں سوار کے ہاتھوں میں ہوں اور اس کا بقیہ جسم گہرے خلاء میں جھکا ہوا ہو۔ خوفزدہ جانور ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ لیکن میرے فولادی پنجے اسے کہاں چھوڑنے والے تھے۔ ہاں میں اس جگہ کی مضبوطی سے فکرمند تھا۔ جہاں میں کھڑا ہوا تھا اگر اس پتھر نے بھی جگہ چھوڑ دی جہاں میں کھڑا تھا تو پھر میں گھوڑے کی زندگی نہیں بچا سکوں گا۔

لیکن ۔ وہ جگہ میرے ساتھ تعاون پر آمادہ تھی۔ میں نے گھوڑے کو اس انداز سے اوپر کھینچا کہ اس کے جسم پر نوکیلے پتھروں کی خراشیں بھی نہ پڑیں ۔ یہاں تک کہ گھوڑا اوپر آگیا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے دہشت ٹپک رہی تھی۔ "گھبرانے کی ضرورت نہیں میرے دوست ۔ حادثے تو زندگی کی علامات ہیں۔ لیکن یہ ہے کیا بلا۔"

گھوڑے کو پیچھے ہٹا کر میں نے خلاء میں جھانکا۔ تقریباً دس فٹ چوڑی خلا تھی ۔ لیکن نیچے ۔ شاید زمین کی گہرائیوں تک چلی گئی تھی ۔ شاید کسی زلزلے نے یہ خلاء پیدا کی تھی۔ نیچے صرف تاریکیاں نظر آرہی تھیں۔ زمین کا کوئی نشان نہیں تھا۔ قدرت نے سان بارے والوں کی حفاظت کے لئے اس خلاء کا انتظام کیا تھا۔ یقیناً دس فٹ چوڑی خلاء کو عبور کرنا انسانی بس سے باہر تھا۔ جانور بہرحال انسان سے زیادہ حساس ہوتے ہیں۔

"کیا خیال ہے دوست ۔ کیا تم اس خلاء کو عبور کرنے کی ہمت رکھتے ہو ۔؟" میں نے گھوڑے سے پوچھا اور وہ خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔ "اگر نہیں تو ۔ پھر یہاں سے ہماری اور تمہاری جدائی ہو جائے گی واپس جاؤ اور اس وقت تک جنگلوں میں عیش کرو ۔ جب تک نیموں سے تمہارا ٹکراؤ نہ ہو جائے ۔ یا پھر آؤ ۔ ہمت کرو ۔ سان بارے دیکھیں لیکن تم تنہا ہی آنے کی کوشش کرنا۔ میں اس خلاء کو عبور کر سکتا ہوں۔"

میں نے ایکبار پھر اس کی پشت تھپکی ۔ خلاء کے دوسری طرف کے پتھروں کی جڑوں کا اندازہ کیا اور ایک مناسب مقام دیکھ کر اپنا بدن تولا ۔ اور پھر دوسری طرف چھلانگ لگادی!

اور یہ میرے لئے معمولی بات تھی پروفیسر ۔ میں اطمینان سے دوسری طرف پہنچ گیا ۔ اب میرے اور گھوڑے کے درمیان خلاء حائل تھی ۔ گھوڑا زور زور سے ہنہنا رہا تھا ۔ وہ خلاء کو عبور کرنے کی ہمت نہیں پا رہا تھا ۔!

"ہمت ہے تو زندگی کی بازی لگاؤ دوست ۔ ورنہ واپس چلے جاؤ ۔ مجھے تمہاری بے وفائی سے کوئی گلہ نہ ہوگا۔" میں نے کہا اور کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ گھوڑے کے اندر خلاء کو عبور کرنے کی ہمت نہیں ہے ۔ "ٹھیک ہے تم واپس جا سکتے ہو ۔ زندگی بہت قیمتی شے ہے۔" میں نے ہاتھ ہلا کر کہا ۔ اور گھوڑے نے اس وقت تھوڑی سی شرمندگی ہی مناسب سمجھی ۔ وہ پلٹ گیا اور اب وہ واپسی کا سفر کر رہا تھا۔

مجھے ہنسی آگئی ۔ "ابتداء والے نہ رہے ۔ تم سے کیا کہوں ۔؟" میں نے کہا اور پھر میں نے بقیہ چڑھائی کی ٹھانی ۔ میں مڑا اور بقیہ بلندی طے کرنے لگا۔ میرے لئے یہ کام مشکل نہیں تھا۔ پتھروں میں تو میں نے صدیاں گزاری تھیں ۔ لیکن ابھی میں کچھ دور ہی گیا تھا کہ ایک دلچسپ واقعے سے دوچار ہونا پڑا ۔!

پتھروں پر ایک ہلکی سی آواز سُنائی دی تھی لیکن میں نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ پتھروں پر ایک مستقل آواز سُنائی دی اور میں نے پلٹ کر دیکھا ۔ میرا گھوڑا میرے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ درحقیقت پروفیسر، میں خوشی سے اچھل پڑا۔ گھوڑے کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے لپٹا لیا۔

"تو بہرحال ہر دور کے انسانوں سے بہتر ہے ۔ وفا کی بو ہے تجھ میں ۔ آخر تو جان کی بازی لگا کر میرے پاس پہنچ ہی گیا۔" گھوڑے کے چہرے پر بھی کامیابی کی مسرت کا اظہار ہو رہا تھا ۔!

"میں تیری محبت کی قدر کرتا ہوں دوست ۔ آؤ ۔ کٹھن منزل طے ہو چکی ہے ۔ صرف تھوڑا سا سفر باقی ہے ۔ پھر دیکھیں گے دوسری سمت کیا ہے ۔؟" میں نے کہا اور اسے ساتھ لے کر پیدل ہی چلنے لگا۔ گھوڑا اطمینان سے میرے ساتھ آ رہا تھا۔ باقی بلندی ہم نے دو دوستوں کی طرح طے کی اور اس کے بعد کا راستہ زیادہ سخت نہ تھا۔

یہاں تک کہ ہم پہاڑ کی بلند چوٹی پر پہنچ گئے ۔ چوٹی پر سپاٹ میدان تھا جو تقریباً ایک فرلانگ تک چلا گیا تھا۔ یہاں درخت بھی موجود تھے اور سبزہ بھی ۔ کہیں کہیں برف نظر آ رہی تھی۔ لیکن اندازہ ہوتا تھا کہ بہت پُرانی ہے ۔ گویا موسم کے لحاظ سے برف پڑتی ہے ۔ یہ چوٹیاں ہمیشہ برف سے نہیں ڈھکی رہتیں۔

ہم دونوں آگے بڑھتے رہے، اور پھر اس میدان کے دوسرے سرے پر پہنچ گئے ۔ اور دوسری طرف کا منظر دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ سان بارے اتنی خوبصورت بستی ہوگی ۔ انوکھی ساخت کی عمارتیں پھیلی ہوئی تھیں ۔ ہر مکان میں ایک پتھر کا مینار ضرور تھا۔ بہت عالیشان اسٹیڈیم نظر آرہے تھے ۔ ایک عظیم الشان عمارت بنی ہوئی تھی جو یقیناً شیمونا کا محل ہوگا۔ بستی کے چاروں طرف پھلوں کے درخت لگے ہوئے تھے ایک خوبصورت سی ندی چاندی کے سانپ کی مانند بستی کے درمیان سے گزرتی نظر آرہی تھی ۔ اتنا حسین منظر تھا کہ میں گردوپیش سے بے خبر ہو گیا۔

یہاں تک کہ آنے والوں کے قدموں کی چاپ بھی نہ سُن سکا ۔ اس وقت میں اس حسین بستی کے سحر سے چونکا جب میرے دوست نے مجھے آواز دی ۔ ۔ "کیا حسین ماحول ہے ۔!" میں نے کہا اور پلٹا ۔ لیکن ۔ اپنے اردگرد تقریباً پچاس بھالوں کو اٹھے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ سان بارے

کے سپاہی تھے۔ عمدہ لباس میں ملبوس۔ تندرست و توانا۔ تیز ہتھیاروں سے آراستہ۔!

بہرحال بڑی خاموشی اور چالاکی سے آئے تھے۔ اور کس طرف سے آئے تھے میں اندازہ نہ کرسکا۔!

"ہاں۔! میں تمہارے لئے بے ضرر ہوں دوستو۔!" میں نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ اور پھر میں نے اپنا کھانڈا بھی کھول کر نیچے رکھ دیا۔ اس طرح میں نے انہیں اپنے امن پسند ہونے کا یقین دلایا۔

"کون ہو تم۔ کہاں سے آئے ہو۔؟" ایک تنومند آدمی نے کرخت آواز میں پوچھا۔

"کون ہوں۔ کہاں سے آیا ہوں۔ یہ کچھ نہیں بتاؤں گا۔ بہرحال تمہارا مہمان ہوں۔ تنہا ہوں اس لئے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تمہاری خوبصورت بستی دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔"

"تم نے یہ پہاڑی کس طرف سے عبور کی۔؟"

"بس یہ سیدھا راستہ ہے۔ اگر تم پہاڑیوں کے محافظ ہو تو دیکھ چکے ہو گے۔"

"یہ ناممکن ہے۔ اس طرف سے پہاڑیاں عبور کرنا انسان کے بس سے باہر ہے۔"

"میں ہر وہ کام کرتا ہوں، جو انسان کے بس سے باہر ہو۔"

"صحیح بتاؤ جوان۔ سان بالے میں اجنبی نہیں داخل ہو سکتے۔ اور اگر کوئی آ بھی جائے تو اس کی سزا موت ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ اسے پہاڑیوں پر ہی قتل کر دیا جائے۔ لیکن تمہاری موت ٹل سکتی ہے اگر تم ہمیں سان بالے میں داخلے کی وہ کمزور جگہ بتا دو جہاں سے تم یہاں تک آئے ہو۔"

"سنو احمق۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔ میری کسی بات کو جھوٹ مت سمجھو۔ میں سیدھے راستے سے آیا ہوں۔ بے شک وہ تمہارے لئے کٹھن ہے۔ لیکن میرے لئے آسان۔ بس۔ چلو مجھے اپنی بستی لے چلو۔ میں ایک پُرامن انسان، ایک قابل اعتماد دوست کی حیثیت سے تمہاری بستی میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ تم دشمنی کی ابتدا نہ کرو۔!"

"اگر تم صحیح راستہ نہیں بتاؤ گے تو پھر تمہیں بستی لے جانے سے کیا فائدہ۔ تمہیں یہیں قتل کر دینا مناسب ہوگا۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ تم احمق ہو۔ چلو ٹھیک ہے مجھے قتل کر دو۔ اگر نہ قتل کر سکے تو پھر تمہیں میری بات ماننا ہوگی۔"

"اوہ۔ تو تم مجھے نہیں جانتے۔ میرا نام سیکا ہے۔ اور میں پہاڑوں کے محافظوں کا انچارج ہوں۔" قوی ہیکل شخص نے نیزہ تانتے ہوئے کہا۔

"آؤ۔ آؤ۔ جلدی کرو۔ میرا وقت برباد ہو رہا ہے۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ اور سیکا پیچھے ہٹ گیا۔ میں اگر چاہتا تو اپنا کھانڈا اٹھا سکتا تھا۔ لیکن میں اس سے دور ہٹ آیا۔

"اپنا ہتھیار اٹھا لو۔ تاکہ مرنے کے بعد تمہیں حسرت نہ رہے کہ تم نے جنگ نہیں کی۔" سیکا نے کہا۔

"جلدی کرو بہادر۔ تمہاری پیشکش قابل قدر ہے۔ چلو جلدی کرو۔؟" میں نے ہاتھ ہلا کر کہا اور سیکا نے پوری جنگی مہارت سے نیزہ میرے پہلو میں دل کے مقام پر مارا۔!

لیکن فولاد سے ٹکرانے کے بعد نیزے کا جو حشر ہونا تھا وہی ہوا۔ اس کی انی مڑ گئی۔ اور سیکا پاگلوں کے سے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ پھر وہ میرے قریب آیا۔ اگر میں برہنہ نہ ہوتا تو وہ یہی سوچتا کہ میں نے اپنے لباس کے نیچے لوہے کا لباس پہن رکھا ہے۔

"دیوتاؤں کی قسم۔ اس کے جسم پر تو کوئی لباس نہیں ہے۔!" اُس نے میرا بدن ٹٹولتے ہوئے کہا اور بہت سے آدمی میری طرف جھک آئے۔ سب کے سب نیزے کی انی کو دیکھ رہے تھے۔

"میں کوشش کروں سیکا۔؟" ایک دوسرے جوان نے جس کے ہاتھ میں کلہاڑا تھا۔ اپنا کلہاڑا ہلاتے ہوئے کہا۔ اور سیکا پیچھے ہٹ گیا۔

"چلو تم بھی آؤ۔!" میں نے اُس سے کہا اور وہ کلہاڑا تول کر پینترے بدلنے لگا۔ اور پھر اُس نے پوری قوت سے میرے اوپر وار کیا۔ میں اگر چاہتا تو وار بچا کر اس کے کلہاڑے پر ہاتھ بھی ڈال سکتا تھا۔ لیکن میں ابھی اس بستی میں پُرامن رہنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے اس کا وار شانے پر لیا۔ اور کلہاڑے کا دستہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ یقیناً اس کا ہاتھ جھنجھنا گیا ہوگا۔!

"دیوتاؤں کی قسم یہ انسان نہیں ہے۔" اُس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"پھر یہ کون ہے۔؟"

"شاید کوئی دیوتا۔"

"تب تو ہم سے بہت غلطی ہوئی۔!" وہ سب چہ میگوئیاں کرنے لگے!

"اگر دیوتا نہ ہوتا تو ان ناقابلِ عبور راستوں سے آتا؟"

"ہاں۔ یہ دیوتا ہے۔ ہاں یہ دیوتا ہے۔" چاروں طرف سے آوازیں ابھریں۔ اور سارے بے وقوف میرے سامنے جھک گئے۔

"چلو ٹھیک ہے۔ اگر تم مجھے دیوتا سمجھتے ہو تو یہی سہی۔ اب مجھے اپنی بستی لے چلو۔"

"کچھ دیر ٹھہر۔ ہم تیری آمد کا اعلان کر دیں۔" سیکا نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں سیکا۔ میں خاموشی سے تمہاری بستی میں چلوں گا!"

"مقدس ہیگے ناراض ہوں گے کہ انہیں دیوتا کی آمد کی اطلاع نہیں دی گئی۔ ہمیں اجازت دو کہ ہم تمہاری آمد کا اعلان کریں۔" سیکا نے کہا' اور پھر اس نے کئی آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ بستی کی طرف جائیں اور مقدس ہیگوں کو دیوتاؤں کی آمد کی اطلاع دیں۔!

"ٹھیک ہے یہی سہی۔" میرے لئے کونسی نئی بات تھی۔ میں نے تو خود کو کبھی دیوتا نہیں کہا۔ لیکن ان دیوتاؤں نے خوب تسلط جما رکھا ہے انسانوں کے ذہن پر۔ اور غور کرو پروفیسر۔ تو سچ بات یہ ہے کہ طاقت ہر دور میں دیوتا رہی ہے۔ انسان صرف اس کے سامنے جھکتا آیا ہے جو طاقتور ہے۔ بہرحال سیکا کے آدمی اپنے گھوڑوں پر دوڑ گئے۔ اور سیکا مجھے احترام سے اس جگہ لایا جہاں اس کا قیام تھا۔! اس کی آنکھوں سے عقیدت جھلک رہی تھی اور اس عقیدت کا عملی ثبوت اس نے خوش ذائقہ پھلوں اور دودھ اور کچی کھجوروں سے تیار شدہ ایک مشروب کی شکل میں دیا۔ حسین اور پُراسرار علاقے کی پہلی ضیافت مجھے پسند آئی تھی۔ خوب سیر ہو کر کھایا' اور پھر سیکا کی خواہش کے احترام میں اس کے آدمیوں کا انتظار کرنے لگا۔!

سیکا اب بھیگی بلی بن گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس کی کیفیت ہی بدل گئی تھی۔ میرے ساتھ وہ پہاڑی کے کنارے تک آیا۔ "تجھے بہت حیرت ہوئی سیکا کہ میں اس پہاڑ پر کونسے راستے سے آیا۔؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اس وقت تک مجھے حیرت تھی جب تک مجھے تیرے دیوتا ہونے کا علم نہیں ہوا تھا۔!" سیکا نے کہا

"لیکن شیمونا کو کس سے خطرہ ہے کہ اس نے پہاڑ پر پہریدار بٹھا دیئے ہیں۔"

"جنگل کی آبادی بہت وسیع ہے۔ اکثر ان علاقوں کے لوگ لوٹ مار کرنے آجاتے ہیں جہاں خشک سالی ہے۔" سیکا نے جواب دیا۔

"کیا انہیں اس خفیہ راستے کا علم نہیں ہے جسے تم لوگ استعمال کرتے ہو۔؟"

"نہیں۔ ہم نے اُسے پوشیدہ رکھا ہے۔ لیکن تو جانتا ہے۔ کیونکہ تو دیوتا ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔ تم مجھے بتاؤ سیکا۔" میں نے کہا۔

"تو سب کچھ جانتا ہے مقدس دیوتا۔ تو کونسی بات نہیں جانتا؟"

"پھر بھی تو مجھے بتا سیکا۔ راستہ کہاں ہے؟"

"عظیم دیوتا۔ تو میرا امتحان لینا چاہتا ہے۔ لیکن تو سب کچھ جانتا ہے۔ راستہ سیاہ پہاڑی کے درمیان سے ہے، جو باہر سے صرف دیوار لگتی ہے۔" سیکا نے کہا اور میں غور کرنے لگا۔ شاید میں نے بھی اس سیاہ پہاڑی کو دیکھا تھا اور نظرانداز کر دیا تھا۔ بہرحال تنہا کافی راستہ میں خود تلاش کر سکتا تھا۔

"کیا وہ راستہ نیمون کے علم میں بھی نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور سیکا کے چہرے پر زلزلے کے آثار پیدا ہو گئے۔

"دیوتا رحم کریں۔ اگر کبھی سال بھر ہمارے پر تباہی نازل ہوئی تو نیمون کو وہ راستہ خود بخود معلوم ہو جائے گا۔"

"نیمون نے کبھی ادھر کا رخ نہیں کیا۔؟"

"صرف ایک بار۔ صرف ایک بار۔ لیکن دیوتاؤں کی مہربانی سے وہ اپنے بھاری جسم کے ساتھ یہ پہاڑی نہیں طے کر سکا۔ ہاں اگر اسے راستے کا علم ہو جائے تو وہ اس چٹانی دیوار کو اکھاڑ پھینکے گا۔"

"نیمون نے گودری بستی میں تباہی مچائی ہے۔ کیا تمہیں اس کا علم ہے۔؟"

"ہاں۔ اس بار اس کو بھینٹ نہیں ملی۔"

"تمہارے کتنے آدمی اس کی نذر ہو چکے ہیں۔؟"

"ہزاروں۔ لاکھوں۔ وہ ہماری پشتوں سے قربانی لیتا آ رہا ہے۔"

"کیا تم نے کبھی اسے ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کی۔؟"

"دیوتا رحم کریں۔ دیوتا رحم کریں۔ انسانوں کی کیا مجال ہے کہ اس کا تصور بھی کریں۔ کون ہے جو اس کے مقابل آئے گا۔!" سیکا نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"اگر تم نے اجتماعی طور پر کوشش کی ہوتی تو شاید اس میں کامیاب ہو جاتے۔"

"مقدس ہیگوں کا کہنا ہے کہ اس کی موت کے بارے میں سوچنا بھی گناہ ہے۔ وہ دیوتاؤں کا قہر ہے اور دیوتاؤں کی تخلیق کی ہوئی شے کبھی ختم نہیں ہوتی۔ نیمون کے خون سے ہزاروں نیمون جنم لے لیں گے۔ اور انہیں ہلاک کرنا ناممکن ہو گا۔ اور اس کے بعد۔ اس کے بعد ایک بھی آدمی زندہ نہیں بچے گا۔ نیمون سب کو شکار کر لے گا۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ گویا ہیگے نہیں چاہتے کہ نیمون موت کا شکار ہو۔ بہرحال وہ سازشی لوگ بہت مضبوط ہیں۔ اور انہوں نے اپنا کاروبار چلانے کے لئے یہ سب کچھ کر رکھا ہے۔ خوب! تو ان سے نمٹنے میں کافی دلچسپیاں ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ میرے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں۔؟

"نیمون کو اس بار بھینٹ کیوں نہیں ملی۔؟" میں نے پوچھا۔

"جن لوگوں کی بھینٹ دی گئی تھی انہوں نے شیمونا کے احکامات سے بغاوت کی اور اپنی جان بچا کر نیمون کے قہر کو آواز دی۔ ان میں سے ایک کو گودری بستی سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

"خوب۔ اور اس کا نام ہافو ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عظیم دیوتا سب کچھ جانتا ہے۔" سیکا نے حیرت سے کہا اور میں

دل ہی دل میں ہنسنے لگا! جو کچھ میں جانتا ہوں۔ درحقیقت میں ہی جانتا ہوں۔ کافی دیر گزر گئی۔ اور پھر بستی کے سب سے بڑے دروازے سے میں نے بے شمار سپاہیوں کو نکلتے ہوئے دیکھا۔ وہ سب ہتھیاروں سے لیس تھے۔ اور ان کے آگے آگے وہ سپاہی تھے جو بلندی سے اطلاع دینے گئے تھے۔! سپاہیوں کے درمیان ایک رتھ تھا جس میں بے شمار گھوڑے جتے ہوئے تھے کوئی بیٹھا تھا۔ اور پھر بے شمار گھوڑے سوار پہاڑ کے دامن کی طرف دوڑنے لگے۔!

میں سمجھ گیا کہ ہیگے دھوکے میں نہیں آسکے ہیں اور صورتحال کافی دلچسپ ہوگی۔ ممکن ہے مجھے ان میں سے کچھ کو قتل کر کے انہیں عقل دلانی پڑے اور میں اس کے لئے تیار تھا۔ میرا کھانڈا میرے ساتھ تھا۔ آنے والے پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے۔ اور پھر وہ سپاہی اوپر آگئے جو اطلاع دینے گئے تھے۔! اوپر پہنچنے کے بعد انھوں نے خوفزدہ لہجے میں بتایا۔ "مقدس کاہلوس نے اعلان کیا ہے کہ آنے والا جھوٹا دیوتا ہے اس کے علم نے کسی دیوتا کی آمد کی خبر نہیں دی' چنانچہ اس نے حکم دیا ہے کہ جھوٹے دیوتا کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔"

اور سیکا کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اور پھر اپنے ساتھیوں سے بولا "کیا تم نے انھیں نہیں بتایا کہ ہم اسے گرفتار نہیں کر سکتے۔؟"

"ہم نے سب کچھ کہا تھا سیکا۔ لیکن ہیگوں کا حکم۔!"

"اوہ۔ میں تجھے کیسے گرفتار کروں دیوتا۔ وہ تجھے نہیں جانتے لیکن میں واقف ہوں۔ میں واقف ہوں اور جانتا ہوں کہ وہ بہت جلد تیری عظمت تسلیم کر لیں گے۔"

"مجھے گرفتار کرنے کی ضرورت نہیں ہے سیکا۔ چل میں خود تیرے ساتھ چلوں گا۔"

"میرے بچوں پر تیرا احسان ہوگا دیوتا۔ تو امتحان کی منزل سے گزر جائے گا مجھے یقین ہے، لیکن میں تجھے گرفتار نہیں کر سکوں گا اور مارا جاؤں گا!"

"تو فکر نہ کر۔ چل میں تیرے ساتھ چلوں گا!" میں نے اپنے گھوڑے کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ اپنا کھانڈا اٹھایا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے ساتھ نیچے چل پڑا۔

سیکا اور اس کے ساتھی بھی پھرتی سے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور میرے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ میں دلچسپی سے نیچے کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھتا ہوا اتر رہا تھا۔ سیکا میرے برابر آیا تو میں نے کہا۔

"گھوڑوں کی مرصع گاڑی میں کیا ملکہ شیمونا سوار ہے۔؟"

"نہیں۔ ملکہ شیمونا عام طور پر لوگوں کے سامنے نہیں آتی۔ ڈھلتی رات کے آخری چاند میں وہ دربار لگاتی ہے اور اس کے سامنے فیصلے کئے جاتے ہیں۔ یا پھر وہ اس وقت سامنے آتی ہے جب کوئی اہم مسئلہ درپیش ہو۔"

"پھر گاڑی میں کون ہے۔؟"

"مقدس ہیگا۔" سیکا نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نیچے پہنچ گئے اور گھوڑوں پر سوار سپاہیوں نے ہتھیار سنبھال لئے وہ منتشر ہونا شروع ہو گئے۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ مجھے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ پھر انھوں نے میرے گرد دائرہ بنا لیا۔

میں گھوڑے سے اتر گیا۔ سیکا اور دوسرے لوگوں نے بھی میری تقلید کی تھی۔ اور پھر میں ہیگے کی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا! تب سپاہیوں کا حلقہ میرے گرد تنگ ہونے لگا اور پھر آٹھ مسلح سپاہی میرے سامنے آگئے!

"اپنا ہتھیار ہمیں دے دو قیدی۔" ان میں سے ایک نے کہا۔ اور میں نے مسکراتے ہوئے کھانڈا اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے کھانڈا پکڑا اور اوندھے منہ گر پڑا۔ کھانڈے کا وزن اس سے نہیں سنبھالا گیا تھا۔

"دیوتاؤں کی قسم۔ یہ بہت وزنی ہے۔" اس نے کہا میں آگے بڑھ گیا تھا۔ اور پھر گاڑی کے سامنے پہنچ گیا۔

خوبصورت گاڑی میں بندر کی شکل کا ایک آدمی بیٹھا تھا اس کے پورے چہرے پر جھریاں تھیں اور لطف کی بات یہ تھی کہ اس نے اپنے چہرے کو مختلف رنگوں میں رنگا ہوا تھا۔ اس کا سوکھا ہوا پورا جسم برہنہ تھا۔ نچلے بدن پر اس نے ایک رنگین کپڑا پہنا ہوا تھا۔ گردن اور سر پر اس نے بیش قیمت میرے لپیٹے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے نایاب ہیروں کا ہار اس کی گردن میں پڑا ہوا تھا۔ اور بائیں ہاتھ میں اس نے ایک فولادی چھڑی سنبھالی ہوئی تھی جس کے سرے پر ستارہ بنا ہوا تھا جس کی نوکیں بے حد تیز تھیں۔! اس نے بندر ہی کی مانند پلکیں جھپکا کر مجھے دیکھا۔ اور پھر سیکا سے مخاطب ہوا۔

"تو نے اسے رسیوں سے باندھ کر کیوں نہیں پیش کیا۔؟" اس کی آواز بہت باریک اور پھٹی پھٹی سی تھی۔

"میں نے محسوس کیا ہے مقدس ہیگا کہ میں اسے رسیوں سے نہیں باندھ سکتا۔" سیکا نے جواب دیا

"کیوں۔؟"

"کیونکہ ایک قوی ہیکل سپاہی اس کا کھانڈا نہیں اٹھا سکتا۔!"

"تو نہتا تو نہ تھا۔؟"

"ہاں۔ میں نے اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میرے ہتھیار اس کے بدن پر کند ہو گئے۔"

"جھوٹ۔ بکواس۔ فریب۔ یہ انسان ہے۔ بالکل انسان ہے۔ اس میں دیوتاؤں کی سی ایک بات بھی نہیں ہے۔"

"مقدس ہیگا مجھ سے بہتر جانتا ہے۔"

"یہ پہاڑ عبور کرنے والا اجنبی ہے۔ اس کی سزا قتل ہے۔ اسے پہلے کیوں نہیں دی گئی۔؟"

"میں نے کوشش کی تھی مقدس ہیگا لیکن کامیاب نہیں ہو سکا" ہیگا نے جواب دیا۔

"میں نہیں مانتا۔ میں نہیں مانتا۔ تو نے فرض سے غفلت کی ہے۔ تجھے اس کی سزا ملے گی۔!" ہیگا نے کہا

"میں بے قصور ہوں مقدس ہیگا۔ میں بے قصور ہوں میں نے غفلت نہیں کی۔"

"یہ بے انصافی ہے پجاری! اپنے سب سے مضبوط آدمی سے کہہ۔ مجھے قتل کر دے اگر وہ کامیاب ہو جائے تو پھر سیکا کو ضرور سزا دی جائے اور اگر وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے تو پھر اس کی سزا کیا معنی رکھتی ہے۔؟" میں نے مداخلت کی

"ہاں۔ ہاں۔ تو نے ٹھیک بات کہی۔ تیری بات درست ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ تیری سزا اس وقت تک کے لئے ملتوی۔ جب تک یہ قتل نہ ہو جائے۔ لیکن اس کا فیصلہ تو مقدس کاہلوس کرے گا!۔ تو جا۔ اپنا کام انجام دے۔" بندر نے اچک اچک کر کہا۔ وہ کسی قدر پاگل معلوم ہوتا تھا۔

سیکا نے سر جھکایا۔ مجھے ایک نگاہ دیکھا۔ اس کی نگاہ میں احسانمندی تھی۔ دوستی تھی اور پھر وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ بلندیوں کی طرف چل پڑا۔

"سپاہیو۔ اسے رسیوں سے جکڑ دو۔ اسے باندھ کر لے چلو۔" اس نے

"سرا[illegible]۔ باہو میں تیرے ساتھ چل رہا ہوں ہیگا۔ باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بکواس۔ تو قیدی ہے۔ تو نے جھوٹا دیوتا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ سپاہیو! اسے باندھ لو۔"

"باندھ لو۔" میں نے سپاہیوں سے کہا۔ اور درختوں کی چھالوں سے [illegible] ہوئی رسی میرے بدن کے گرد لپیٹی جانے لگی۔ کئی آدمیوں نے مجھے خوب کس [illegible] باندھ دیا۔ وہ سب مستعد اور ہوشیار تھے۔ جب وہ پوری طرح مطمئن ہو گئے [illegible] مجھے میرے گھوڑے پر سوار کرا دیا گیا۔ اور پھر وہ میرے چاروں طرف پھیل گئے!

بندر نما آدمی مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی زرد [illegible] صندلائی ہوئی آنکھیں بہت خوفناک تھیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا!

"اب تو خوش ہے؟"

"چلو۔ لے چلو اسے۔" ہیگا نے کہا۔ اور میں نے سانس اپنے جسم [illegible] [illegible] ل۔ اور پھر جسم پھیلایا تو مضبوط رسیاں تڑ تڑ کر کے ٹوٹ گئیں۔ تب [illegible] نے رفتار سے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا۔

"یہ۔ یہ کیا ہوا۔ ارے یہ کیا ہوا؟" ہیگا گاڑی میں سے چیخا۔

"تو مجھے قید کر کے نہ لے جا سکے گا! تیری کوششیں ناکام رہیں گی بس [illegible] لے چل۔ ورنہ تیرے ساتھیوں میں سے بہت سے کم ہو جائیں گے۔" میں نے کہا [illegible] [illegible]اں ٹوٹنا کوئی کم حیرت انگیز واقعہ نہیں تھا۔ سپاہی بھی دنگ رہ گئے تھے اور [illegible] [illegible] ہوں نے مجھے کس کر باندھا تھا۔!

ہیگا غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑایا [illegible] اس کے اشارے پر گاڑی آگے بڑھا دی گئی۔ "مقدس کاہلوس نے تجھے طلب کیا ہے۔ ورنہ میں تجھے یہیں قتل کرا دیتا۔" اس نے کہا

"سان بارے چل کر قتل کرا دینا۔!" میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ اور میرا گھوڑا اس کی گاڑی کے برابر چلتا رہا۔ یوں ہم سان بارے کے خوبصورت شہر کی طرف چل پڑے۔ اور میناروں کے اس شہر کا طرز تعمیر مجھے بہت پسند آیا تھا۔ گھوڑے تیزی سے فاصلے طے کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہم شہر کے دروازے میں داخل ہو گئے۔ دروازے سے داخل ہونے کے بعد جو پہلی چیز مجھے نظر آئی تھی وہ ایک بہت بڑے گوریلے کا سیاہ مجسمہ تھا۔

مجسمہ تراشنے میں بھی مہارت کا ثبوت دیا گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کی جگہ زرد ہیرے لگائے گئے تھے اور دور سے اسے دیکھتے سے ہیبت طاری ہوتی تھی۔ اس کے بعد خوبصورت مکانات پر مشتمل وہ شہر پھیلا ہوا تھا جس کا نام سان بارے تھا۔

سان بارے کے باشندے اپنے گھروں سے نکل آئے تھے! عورتیں، بچے، بوڑھے، سب کے سب منہ پھاڑے کھڑے تھے اور حیرت سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں اطمینان سے اُن کے درمیان چلتا رہا اور پھر پتھروں سے بنی ہوئی ایک مضبوط عمارت کے سامنے ہمارا سفر ختم ہوا جس کے اندر جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ قید خانہ ہے۔

تو پروفیسر مجھے اس قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ پتھروں کا بنا ہوا بہت بڑا کمرہ تھا، جس کے فرش پر خون کے بڑے بڑے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ دیواروں سے زنجیریں لٹکی ہوئی تھیں، جن میں قیدیوں کو باندھ دیا جاتا ہوگا۔! احمق سپاہیوں نے میرے جسم کے گرد بھی زنجیریں لپیٹ دیں۔! ہیگا اب بھی ساتھ تھا اور مجھے بندھا دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا۔ پھر جب انھوں نے اپنی دانست میں مجھے خوب کس دیا تو میں نے ہیگا کو مخاطب کیا۔

"میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا گیا ہے؟"

"رات کو تجھے مقدس کاہلوس کے سامنے پیش کیا جائے گا۔"

"رات کو کیوں۔ ابھی کیوں نہیں ہے؟"

"احمق۔ کاہلوس رات کو ہی اپنی خانقاہ سے باہر آتا ہے۔ تجھے رات تک انتظار کرنا چاہیئے۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں انتظار کر لوں گا!" میں نے کہا اور ہیگا واپس مڑا۔! "سنو!" میں نے اُسے روکا اور وہ رک گیا۔

"رات کے بعد میں انتظار نہ کر سکوں گا! اور ہاں میرے آرام کرنے کے لئے ایک بستر کا بندوبست کر دیا جائے۔ یہ زنجیریں کاہلوس کو میری طرف سے پیش کر دینا۔!" میں نے اپنے جسم کو جھٹکے دیئے، اور فولادی زنجیروں کی کڑیاں کھلنے لگیں۔ سپاہیوں نے خوفزدہ انداز میں ہتھیار سنبھال لیئے تھے اور بندر اچھل کر دور کھڑا ہو گیا تھا۔

"کھانے پینے کا انتظام بھی معقول ہونا چاہیئے۔" میں نے آخری

زنجیر بھی کچے دھاگے کی مانند توڑ کر ان کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔
بندر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ پھر اس نے بوکھلائے
ہوئے انداز میں کہا۔ "چلو۔ باہر نکلو۔ باہر نکلو۔ چاروں طرف
پھیل جاؤ۔ اگر یہ بھاگنے کی کوشش کرے تو اس کی ٹانگیں کاٹ
دینا۔" اور پھر وہ خود جلدی سے باہر نکل گیا۔ اس کے پیچھے ہی
بدحواس سپاہی بھی باہر نکل گئے تھے اور قید خانے کا چٹانی دروازہ باہر
سے بند کر دیا گیا۔!

میں نے گہری سانس لی۔ یہ غار اور اس کا دروازہ میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن تنہائی ملی تھی
اس تنہائی میں تھوڑا سا وقت گزار کر میں سان بارے
کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا۔ یہاں کے لوگوں کے بارے میں غور کرنا چاہتا تھا۔
ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ کیا انہیں بھی اپنی دیوتائیت سے
مرعوب کیا جائے یا دوسرے طریقے استعمال کئے جائیں۔!
حالانکہ میرے لئے کوئی مجبوری نہیں تھی۔ وقت جیسا بھی ہو اس کے
مطابق کام کیا جائے۔ میں قید خانے کی ایک دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔ اور
گزرے ہوئے وقت کے بارے میں سوچنے لگا۔ طویل عرصہ ہو گیا تھا۔ میں نے مستقبل
کے بارے میں کوئی نئی بات نہیں جانی تھی۔ میں نے آسمان پر آنے والے حالات کے
نقشوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ یوں سمجھو پروفیسر۔ کہ زندگی کے یہ سال تاریک گزرے
تھے۔ میں نے صرف وقت ضائع کیا تھا۔ سوائے کچھ مخصوص واقعات کے جو مجھے
پیش آئے تھے۔ اور کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا تھا۔
لیکن میں نے خود کو اس انداز میں تسلی دی۔ میری زندگی تو ایک طویل
سفر ہے۔ صدیوں کے اس سفر میں اگر چند لمحات ٹھہر جاتے ہیں تو کیا مضائقہ ہے،
ابھی تو زندگی بہت طویل ہے۔ ماہ و سال کا ذخیرہ بے پناہ ہے۔ اس میں سے
کچھ ضائع ہو گیا تو کونسی مصیبت آگئی۔ اور پھر میری زندگی کا کوئی طور تو نہیں ہے
یں واقعات سے پُر زندگی میں جو لمحات بھی آئیں۔ وہی اسے رواں دواں رکھنے کے
لئے ضروری ہیں۔ میں ان میں تبدیلی کیوں کروں۔ سفر تو سفر ہے۔ اس میں جو کچھ
بھی نظر آئے۔! ہاں میں ان میں جو حیثیت رکھوں وہی میرے لئے مناسب و ممکن
ہے۔ میں لمحات کا تعین کیوں کروں۔ یوں میں نے سوچ کے رُخ بدلے۔
اور پھر میں نے اس بندر کے بارے میں سوچا۔ جو خوبصورت رتھ میں بیٹھ کر
آیا تھا۔ تو اب مجھے ان بندروں سے نپٹنا ہے۔ لیکن یہ بندر چالاک ضرور ہیں
وہ سان بارے کے خونخوار لوگوں کو بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ اور پھر کاہلوس۔ ان بندروں
کا استاد۔ جس سے رات کو میری ملاقات ہونے والی تھی۔
دیکھنا ہے یہ کاہلوس اعظم کیا حیثیت رکھتے ہیں۔!
وقت گزرتا رہا۔ پھر اچانک غار کی چھت میں ایک سوراخ نمودار ہوا۔
اور اس سوراخ سے میرے لئے کھانا لٹکا دیا گیا۔ وہ لوگ غار کا دروازہ کھولنے
کی ہمت نہیں کر سکے تھے۔

میں نے کھانا دیکھا۔ عمدہ اور میرا پسندیدہ کھانا تھا۔ میں نے اُسے
قبول کر لیا۔ ویسے میں نے سوچا کہ فوری طور پر ان سے تعاون کروں۔ اس کے
بعد حالات جو بھی ہوں۔ اس کے مطابق کام کرنا مناسب ہوگا۔
کھانے کے بعد میں اطمینان سے لیٹ گیا۔ اور رات ہونے کا انتظار
کرنے لگا۔ چھت کا سوراخ کھلا رہنے دیا گیا تھا۔ وہ میرے فرار کا راستہ نہیں بن
سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی تھی۔ اس سوراخ سے تیز ہوا
آ رہی تھی۔ جس نے غار کی گھٹن ختم کر دی تھی۔ اس سوراخ سے چاندنی اندر آئی جس
نے رات کا احساس دلایا۔!
اور پھر چاند غار سے گزرنے لگا تو۔ باہر بے شمار لوگوں کی بھنبھناہٹ
سنائی دی۔ یہ آوازیں غار کے دروازے سے سنائی دے رہی تھیں اور پھر
دروازہ کھولا جانے لگا! دروازہ کھل گیا۔ اور ایک بہت بڑے سر نے اندر
جھانکا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بھاری گرز تھا۔
"باہر آجاؤ قیدی۔ تمہیں مقدس کاہلوسِ اعظم نے طلب کیا ہے؟"
اس کی آواز کی گڑگڑاہٹ گونجی۔
میں باہر نکل آیا۔ تب دس بارہ آدمی موٹی موٹی زنجیریں لئے ہوئے
آگے بڑھے۔ اور میں نے گرز والے کو مخاطب کیا۔
"تمہارا کیا نام ہے"
"فولو۔ روحافولو" اس نے اسی انداز میں جواب دیا۔
"تمہاری کیا حیثیت ہے۔؟" میں نے پوچھا۔
"میرے گرز کی ضرب چٹانوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔ میرے جسم
کی قوت سان بارے کے تمام لوگوں پر حاوی ہے۔ اس لئے میں سان بارے کی جنگجو
فوجوں کا اتالیق اور ان کا سربراہ ہوں۔ اگر مقدس کاہلوس نے تمہارے قتل کے
احکامات صادر کئے تو میں ہی تمہارا قاتل ہوں گا۔ کیونکہ سُنا ہے تم نے سان
بارے کے باشندوں کو اپنی قوت کے شعبدے دکھائے ہیں۔ میں شعبدہ شکن ہوں
قیدی۔ اس لئے اس وقت تک خود کو قابو میں رکھو۔ جب تک مقدس کاہلوس تمہارے
قتل کا حکم نہ دے دے۔ اس کے بعد۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں شعبدے
دکھانے کا پورا پورا موقع دوں گا۔ تمہاری موت چوہوں کی مانند نہ ہوگی
بلکہ تم دل کی حسرتیں نکال کر مر سکو گے۔"
"تو پھر طاقتور روحا۔ میں تجھ سے ایک معاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔"
میں نے کہا۔
"کیسا معاہدہ۔؟"
"ان بے وقوفوں سے کہدے کہ یہ زنجیریں واپس لے جائیں۔
یہ جانتے ہیں زنجیریں میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ یہ بیکار بوجھ میرے
جسم پر نہ لادو۔ میں تیرے وعدے کی قدر کروں گا۔"
اور روحا نے غور سے میری آنکھوں میں دیکھا۔ اور پھر گردن ہلا کر
بولا۔ "گو کاہلوسِ اعظم کے سامنے کسی قیدی کو آزاد لیجانا اسے ناگوار بھی گزرے

سکتا ہے۔ لیکن روحا اپنی ذمہ داری پر تیری بات مان لیتا ہے۔ اس کی گرفت کمزور نہیں ہے۔" پھر اس نے اپنے آدمیوں کی طرف رُخ کر کے کہا۔" زنجیریں واپس لے جاؤ۔ قیدی اسی طرح چلے گا۔"

کسی نے تعرض نہیں کیا۔ اور میں نے روحا کا شکریہ ادا کیا۔ بے شمار لوگوں نے میرے گرد دائرہ بنا لیا۔ وہ سب کھلے ہوئے ہتھیاروں سے لیس تھے۔ روحا میرے برابر اپنا وزنی گرز لیکر چل رہا تھا۔ وہ بھی میری طرف سے چوکنا تھا۔ یوں ہم سان بارے کے بازاروں سے گزرتے ہوئے پہاڑوں کی طرف جا رہے تھے۔

"کاہلوس کہاں رہتا ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"بستی سے دور۔ پہاڑوں میں۔ یوکا کے معبد کے پاس۔"

"اور ملکہ شیمونا۔؟" میں نے پوچھا۔

"سیاہ محل میں۔ اس کا قیام وہیں ہوتا ہے۔"

"دوسرے پجاری کہاں رہتے ہیں۔؟"

"یوکا کے معبد میں۔ بستی کی گہما گہمیوں سے دُور۔ انہیں تنہائی پسند ہے۔ ہاں مقدس ہیگے ضرورت پڑنے پر بستی میں آتے رہتے ہیں۔"

"تم لوگوں کے ساتھ ہیگوں کا سلوک کیسا ہے۔؟"

"وہ قادر ہیں۔ جو بہتر سمجھتے ہیں کرتے ہیں۔" روحا نے بھاری آواز میں کہا۔

"گویا ہیگوں کے سامنے شیمونا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

"فضول باتوں سے پرہیز کر قیدی۔ مجھے غصہ بھی آ سکتا ہے۔"

"اس میں غصے کی کونسی بات ہے؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"شیمونا ملکہ ہے۔ اس کا حکم آخری ہوتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے آخری حکم وہ مقدس کاہلوسِ اعظم سے مشورے کے بغیر نہیں صادر کرتی۔" روحا نے [illegible]یا۔ اور میں گردن ہلانے لگا۔

"بات ایک ہی ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ اور ہم سان بارے کی [illegible] پر سکوت بستی سے نکل آئے۔ چہار جانب ایک پُراسراری خاموشی [illegible] ہوئی تھی۔ اس خاموشی میں صرف سپاہیوں کے قدموں کی آوازیں رخنہ انداز [illegible] یوں۔ یوکا کے معبد تک کا مختصر سفر طے ہو گیا۔ یہ معبد پہاڑیاں تراش [illegible] بنایا گیا تھا۔ پہاڑی میں ایک چٹان کو بھدے ہتھیار کی شکل دی گئی تھی۔ نیچے [illegible] غار نما دروازہ تھا جس پر پتھر کا عظیم الشان دروازہ لگا ہوا تھا۔ دروازہ [illegible] کے لئے ایک چرخی قریب ہی لگی ہوئی تھی۔ یہ چرخی بھی بھاری پتھروں سے [illegible] گئی تھی اور اسے کئی آدمی مل کر گھما سکتے تھے۔ چنانچہ چند افراد چرخی کی طرف [illegible]۔ اور پھر ایک زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ دروازہ [illegible] پیلے رنگ کی روشنی نظر آئی۔ اس کے ساتھ ہی چربی جلنے کی بو بھی۔ یہ [illegible] سے جلائی جانے والی مشعلیں تھیں جو جگہ جگہ دیواروں میں نصب تھیں۔

لیکن معبد کے اس عظیم الشان غار کو دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی۔ بہت طویل غار تھا۔ اندر سے بالکل صاف ستھرا۔ چھت بھی کافی بلند تھی، اور اس میں جا بجا سوراخ تھے جن سے خوب ہوا آ رہی تھی۔ ہوا کی وجہ سے مشعلوں کے شعلے لرز رہے تھے۔ لیکن مخصوص قسم کی چربی کی وجہ سے وہ بجھ نہیں سکتی تھیں۔ پورے غار میں سکون تھا۔ جگہ جگہ ہیگے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ پتھروں کے بت کی مانند خاموش اور ساکت تھے۔ کسی کے سانس لینے کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی۔

سامنے ہی ایک چوڑا چبوترا سا بنا ہوا تھا۔ جس پر انگارے بچھے ہوئے تھے۔ ان انگاروں سے سفید دھواں بلند ہو رہا تھا۔ شاید صندل کی لکڑیاں ان پر ڈالی گئی تھیں۔ ایسی ہی خوشبو اُٹھ رہی تھی۔ غرض انتہائی پُراسرار ماحول تھا۔ مجھے ایک مخصوص حصے میں لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔ سپاہی کچھ تو باہر ہی رہ گئے تھے۔ ہاں روحا اور تقریباً دس مسلح آدمی اب بھی میرے گرد کھڑے تھے۔!

"یہ مقدس کاہلوس کا دربار ہے۔" روحا نے کہا۔

"خوب۔ کاہلوس کہاں ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی چند لمحات کے بعد۔ اس کی زیارت ہو گی۔"

"ہوں۔!" میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے ہیگوں کی جانب دیکھ کر کہا۔ "کیا یہ پتھر سے تراشے ہوئے انسان ہیں۔"

"خاموش۔ ان کی شان میں گستاخی نہ کر۔ ورنہ زبان کاٹ لی جائے گی۔" روحا دبی زبان میں غرایا۔

"پھر یہ ساکت کیوں ہیں۔ ہل جل بھی نہیں رہے۔"

"کاہلوسِ اعظم کے دربار کی یہی شان ہے۔ سینکڑوں ہیگے یہاں ساکت جامد کھڑے ہو کر کشف کرتے ہیں۔ کاہلوسِ اعظم انہیں علم سے نوازتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی حیثیت عظیم ہے، لیکن کاہلوس کے دربار میں سب ہیچ ہیں۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

میں نے گردن ہلا دی۔ نیا ڈرامہ نہیں تھا۔ میں نے بے شمار لوگ دیکھے تھے۔ بڑے بڑے انوکھے لوگوں سے میرا واسطہ پڑا تھا۔ لیکن میں بار بار بلند ہوتے ہوئے سفید دھوئیں کو دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے یہ دھواں کہاں سے آ رہا تھا۔ جبکہ اس چبوترے کے نزدیک کوئی بھی نہیں تھا۔!

خاموشی سے کھڑے کھڑے بہت دیر گزر گئی تو میں نے بے چینی سے روحا کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "کیا تمہارا کاہلوسِ اعظم سو رہا ہے۔ ابھی تک کیوں نہیں آیا؟"

"اے شخص۔ گستاخی نہ کر۔ میری درخواست ہے کہ اس کے حضور گستاخی نہ کر۔ ورنہ میں اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکوں گا۔" روحا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔ اسے آواز دے۔ ممکن ہے میرے امن [illegible] ارادے بدل جائیں۔ میں اس کا غلام نہیں ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ۔!" روحا نے اپنی پیٹی سے خنجر کھینچ لیا۔ لیکن اسی وقت غار کی دیواروں نے پریاں اگلنا شروع کر دیں۔ غار کی دیواروں کے ان سوراخوں

پر پہلے میں نے غور نہیں کیا تھا۔ لیکن جب ان سے بے شمار نیم عریاں لڑکیاں نکل آئیں تو میں نے غور سے انھیں دیکھا۔ لڑکیوں کے جسم پر لباس نہ ہونے کے برابر تھے۔ انھوں نے جسم کے مختلف حصّوں کو۔ گاڑھے رنگوں سے رنگا ہوا تھا۔ کچھ حصّوں پر پرندوں کے رنگین پَر چپکائے گئے تھے۔ سروں پر انھوں نے مور کے پَروں کے تاج سے پہنے ہوئے تھے۔ لیکن یہ لڑکیاں سب کی سب نوخیز اور جاندار چہروں والی تھیں۔! انھوں نے ایک قطار بنائی اور چبوترے کی طرف بڑھیں۔! پھر وہ چبوترے کے سامنے جھک گئیں۔ ان کے جسموں کے حسین خط و خال نمایاں ہو گئے۔ ان کے عقبی جسم بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ اکثر نے دونوں حصّوں کو مختلف رنگوں سے رنگ رکھا تھا۔

کافی دیر تک وہ اسی طرح جھکی رہیں۔ پھر سیدھی ہو گئیں۔ اور پھر ان کی آوازیں ابھریں۔

"کائنات کے سب سے بڑے جادوگر۔
آسمان کی خبر رکھنے والے۔ ہماری آنکھیں تیری منتظر ہیں۔ دیکھ کتنے لوگ تیرے سامنے ہیں۔
دیوتاؤں کے منظورِ نظر۔ آجا۔ تیری خادمائیں تیرے گیت گا رہی ہیں ان کی آنکھوں کی روشنی مدھم پڑتی جا رہی ہے۔"

اور پروفیسر۔ اچانک انگارے لو دینے لگے۔ سفید دھواں غائب ہو گیا۔ اب پیلے رنگ کے شعلے بلند ہونے لگے تھے۔ اور یہ شعلے بڑی تیزی سے بڑھتے جا رہے تھے۔ مجھے اچانک بلند ہو جانے والی آگ پر حیرت تھی۔ نہ جانے کس ترکیب سے یہ آگ روشن کی گئی تھی۔

پھر میں نے آگ کے پیچھے سے ایک سایہ نمودار ہوتے دیکھا۔ لگ رہا تھا جیسے کوئی زمین سے نکل رہا ہو۔ یقیناً یہ سایہ آگ کے دوسری طرف صاف جگہ میں تھا۔ ایک انسانی سایہ آگ کے عقب میں صاف نظر آنے لگا تھا۔ اس کا اوپری جسم برہنہ تھا۔ شاید نچلا جسم بھی لباس سے عاری تھا، لیکن آگ کے شعلے اسے لپیٹ میں لیئے ہوئے تھے۔ اس لئے صاف اندازہ نہیں ہوتا تھا۔

اور گیت ختم ہو گیا۔ سر جھک گئے۔ جھکنے والے اس کے حکم کے بغیر سر نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ لیکن میں بے باک نگاہوں سے اس شعبدہ باز کو دیکھ رہا تھا۔ جس کے ہاتھ میں ویسی ہی لمبی چھڑی تھی جیسی میں نے پہلے ہیگے کے ہاتھ میں دیکھی تھی۔

اس نے چھڑی بلند کی اور بولا۔ "میں نے تمہاری تعظیم قبول کی۔"

اور جھکے ہوئے سر اُٹھ گئے۔ تب پُراسرار وجود آگ کے چبوترے میں در آیا۔ اور میں نے خوب غور سے اُسے دیکھا۔ وہ شعلوں کے درمیان پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ شعلے اس کے جسم کو چاٹ رہے تھے۔

کیا اپناہی کوئی بھائی بند ہے۔؟ میں نے سوچا۔ یقیناً وہ آگ کے اندر سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔ بہر حال میں نے اِس پُراسرار شخص کے بارے میں خوب جان لیا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ ان ناسمجھ لوگوں میں کیا حیثیت رکھتا ہوگا۔

رقص کرنے والی نیم برہنہ لڑکیاں پروانوں کی مانند اس آگ کے گرد چکرانے لگیں۔ ایک عجیب سے ناقوس سے ایک بھیانک آواز بلند ہونے لگی، اور اس آواز کے [illegible] ہی کسی تھر پر ایک مخصوص تال دی جا رہی تھی۔ جو کچھ بھی تھا۔ ماحول کو پُراسرار بنانے میں جو کارروائی کی گئی تھی، میں اس کا دل سے معترف تھا۔ بلاشبہ یہاں ذہنوں کو گرفت میں لیا جا سکتا تھا۔!

نیم برہنہ لڑکیاں اب بے باک ہوتی جا رہی تھیں۔ اُن کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی اور ان کے رقص میں ایک عجیب سا ہیجان سا پیدا ہو گیا تھا۔ میں اس رقص سے خاصا محظوظ ہوا۔ اور میں نے سوچا کسی دیار میں ایسا رقص کیا معنی رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میری نگاہیں آگ میں بیٹھے ہوئے شخص کو بھی دیکھ رہی تھیں، جس کا چہرہ اب خوب چمک رہا تھا۔ یقیناً وہ مادر زاد برہنہ تھا اور اس کا چہرہ بھی جھریوں سے بھرا اور خوب بھیانک تھا۔

کئی منٹ کے بعد اُس نے چھڑی اٹھائی اور رقص اس طرح رک گیا جیسے کسی میکنزم کو فوری طور پر بند کر دیا گیا ہو۔! اس نے چھڑی سے اشارہ کیا اور رقاصہ لڑکیاں ایک ایک کر کے انھیں سوراخوں سے اندر چلی گئیں۔

"روحا۔!" بھیانک شخص نے بھیانک آواز میں کہا۔

"مقدس کاہلوسِ اعظم۔!" روحا آگے بڑھ کر جھکا۔

"اجنبی کو سامنے لاؤ۔"

روحا نے گردن جھکائی۔ اور پھر وہ میرے قریب آگیا۔ اُس نے میرا بازو پکڑ کر آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے دونوں بازو ایک دوسرے سے باندھ لئے تھے۔ اور جسم سخت کر لیا تھا۔ روحا کی کوشش مجھے ہلا نہ سکی۔ تب روحا نے پوری طرح میرے بازو پر گرفت کی اور مجھے زور سے جھٹکا دے کر کاہلوس کے سامنے گرانے کی کوشش کی۔ لیکن میں بھی کاہلوسِ اعظم کو چند شعبدے دکھانا چاہتا تھا۔!

چنانچہ روحا کی پوری قوت میرے بدن کو جنبش بھی نہ دے سکی، اور روحا بدحواسی سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے مجھ سے لپٹ پڑنے کی کوشش کی۔ اس کے دوسرے ساتھی بھی آگے بڑھ آئے تھے، اور پروفیسر، روحا اور اس کے ساتھی مجھے آگے بڑھانے کے لئے زور لگا رہے تھے۔ لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ بدن کا کوئی حصّہ اپنی جگہ سے ہل گیا تو پھر بات ہی کیا بنی۔؟

ساری گردنیں میری سمت گھوم گئی تھیں۔ لوگ مجھے حیرت و نفرت سے دیکھ رہے تھے۔ ہاں میں نے کاہلوس کی آنکھوں میں ایک عجیب معنی خیز چمک دیکھی۔ پھر کاہلوس کی تمسخرانہ آواز گونجی۔ "روحا تیری قوت کیا ہوئی۔؟ کیا تو اپنی قوت کھو چکا ہے۔؟"

"یہ۔ یہ شخص شعبدہ گر ہے مقدس کاہلوس۔" اس نے فولادی زنجیریں توڑ دی تھیں۔ اس نے۔ اس نے۔" شدتِ حیرت سے روحا کی ذہنی حالت عجیب ہو گئی تھی۔ اور اس کے منہ سے صاف الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔

"شعبدہ گر نہیں کاہلوس۔ تمہارا بے وقوف غلام مجھے جادوگر سمجھا

کرنے سے ہچکچا رہا ہے۔" میں نے [illegible] ہوئے کہا۔

"جسمانی قوت کے شعبدے دکھانے والے جادوگر نہیں کہلا سکتے اجنبی۔ اگر تم جادوگر ہو تو تمہارا امتحان لیا جا سکتا ہے۔!"

"ضرور۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اپنی اس چھڑی سے اشارہ کرو اور مجھے اپنے سامنے بلا لو۔"

"میں چاہوں تو زمین کا یہ ٹکڑا اپنی جگہ چھوڑ دے گا اور تمہیں میرے پاس لے آئے گا۔ لیکن اجنبی۔ میرے سامنے آؤ۔ مجھ سے گفتگو کرو۔!"

"ہاں۔ یہ دوسری بات ہے۔!" میں نے کہا۔ اور آگے بڑھ کر اس کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ بھی مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"ہیگوں کا کہنا ہے کہ تم خود کو دیوتا کہتے ہو۔؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔ تمہارے آدمیوں نے مجھے دیوتا کہا۔"

"تم خود کو کیا کہتے ہو۔؟"

"گوشت و پوست کا ایک انسان۔ جیسے تم ہو۔!"

"میں۔؟" پراسرار شخص کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس مسکراہٹ میں حقارت تھی۔ "خیر۔ مجھے تم نہیں جانتے۔! ہاں تمہارے جسم پر چمکدار پلاسٹ کیوں ہے۔؟ تمہارے بال آگ کے رنگ کے کیوں ملتے ہیں۔؟"

"یہ میرا جادو ہے۔"

"غلط۔ یہ کسی بوٹی کا کمال ہے۔ اور میں یہ طلسم بہ آسانی توڑ سکتا ہوں۔"

"میں تمہیں اس کی دعوت ضرور دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تم سان بائے کیوں آئے ہو۔؟"

"ہافو کو رہا کرانے۔" میں نے بے خوفی سے جواب دیا۔

"ہافو۔ ہافو کون ہے۔؟" اس نے پوچھا۔

"سنا تم لوگوں نے۔ تمہارا بے خبر بچارہ کچھ نہیں جانتا۔ وہ لاعلم ہے" میں نے دوسروں کی طرف رخ کر کے کہا۔

"اس کی زبان کاٹ دی جائے۔"

"اس کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں۔"

"یہ بدلگام ہے۔"

"یہ بیباک ہے۔"

"یہ مقدس ہیگے کا مذاق اڑا رہا ہے۔" بہت سی طیش میں بھری آوازیں ابھریں۔ لیکن کاہوس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی بلند کر دی۔

"یہی سب کچھ اس کے ساتھ ہوگا۔ تم دیکھ لوگے۔ کہ اسے ہلاکت کی کیسی عبرتناک سزا ملے گی۔ لیکن ابھی نہیں، رک جاؤ۔ مجھے اس سے سوالات کرنے دو۔"

شور مچانے والے غصیلی آوازیں نکالتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ تب اس نے مجھ سے سوال کیا۔ "ٹھیک ہے۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن مجھے ہافو کے بارے میں بتاؤ۔ وہ کون ہے۔؟"

"ہافو۔ وہ نوجوان ہے جسے تمہارے آدمی گودری بستی سے پکڑ کر لائے ہیں۔ اس پر الزام ہے کہ اس نے نیمون کا نوالہ بننے سے بچنے کی کوشش کیوں کی۔؟"

"اوہ۔ اوہ۔ دیوتاؤں کی قسم۔ تو کیا تم وہی انسان ہو جس نے ہافو اور اس کے ساتھیوں کو نیمون کے غار کے سامنے سے آزاد کیا تھا۔ تم ہی وہ مجرم ہو جس کی وجہ سے گودری کے لوگ موت کا شکار ہوئے؟"

"ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور تم نے پانیوں کے کنارے کوئی بستی آباد کی ہے؟"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اور تم ایسے سرپھرے ہو کہ نیمون کو ہلاک کر دینے کا دعویٰ کرتے ہو۔؟"

"یہ بھی درست ہے۔!"

"سنتے ہو لوگو۔ ارے سنتے ہو لوگو۔ یہ سرپھرا قہر کے دیوتا کو ہلاک کرنے کی سوچ رہا ہے۔ یہی ہے وہ احمق۔ یہی ہے وہ پاگل دیوانہ۔ ذرا غور کرو۔ ہاں۔ اس کے بدن میں کچھ طاقت ہے۔ اور یہ کم ظرف اسی طاقت کے بل پر ایسی ایسی احمقانہ باتیں سوچتا ہے۔"

"تمہارے خیالات ٹھیک ہیں کاہوس۔ کیا اب تم میرے چند سوالات کے جواب دوگے۔"

"ہر چند کہ میں اس کے لئے مجبور نہیں ہوں۔ مجھے کون مجبور کر سکتا ہے لیکن تو دلچسپ آدمی ہے۔ تیری باتوں پر ہنسی آتی ہے۔ یقیناً تیرے سوالات بھی ایسے ہی احمقانہ ہوں گے۔ ٹھیک ہے سوال کر۔!"

"کیا ہافو زندہ ہے۔؟"

"ہاں۔ زندہ ہے۔ جسے نیمون کی بھینٹ کیلئے منتخب کر لیا گیا ہو۔ اسے کوئی دوسرا ہلاک بھی نہیں کر سکتا۔ تین چاند کے بعد اسے نئے لوگوں کے ساتھ پھر نیمون کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے گا!"

"اوہ۔!" میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کی زندگی ابھی کافی عرصے تک محفوظ ہے اور مجھے اس کی زندگی بچانے کے لئے کسی فوری تگ و دو کی ضرورت نہیں ہے۔

"کیا تم نے ہافو کو اذیتیں دی تھیں۔؟"

"نہیں۔ ہم سوالات کرنے کے لئے اذیتیں نہیں دیتے۔ اگر انسان ہمارے سوالات کا جواب دینے میں ہچکچائے تو اس کی زبان ہمارا حکم پورا کرے گی۔ ہافو نے سب کچھ صاف صاف بتا دیا۔ لیکن آدمی تم بھی گہرے ہو۔ خوب چکر چلاتے ہو۔"

"میرے ساتھ اب کیا سلوک کیا جائے گا۔؟"

"اس کا فیصلہ ہیگے کریں گے۔ ہماری مجلس مشاورت ہوگی اور اس میں تمہارے لئے جو بھی طے کیا جائے۔"

"وقت تک میری حیثیت کیا ہوگی۔؟"

"ایک قیدی کی۔ صرف ایک قیدی کی۔"

"اور مجھے یہ حیثیت قبول نہیں ہے۔ سنو کاہلوس۔ تمہارا جادو ان لوگوں کو احمق بنا سکتا ہے۔ میں ان تمام چیزوں سے الگ ہوں۔ میں تمہارے ساتھ تعاون کر سکتا ہوں۔ دو باتوں پر۔ شیمونا کی نشاندہی کرو۔ اور اس تک پہنچانے میں میری مدد کرو، تاکہ میں اُسے قتل کر دوں۔ دوسری بات یہ کہ میرے ساتھی ہالو کو رہا کرو۔ میں اُسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"دیوتاؤں کی قسم تمہیں تمہاری لاف زنی کی سزا ضرور ملے گی۔ ایسی ... تم سب کچھ بھول جاؤ۔"

"میں نے جو مناسب سمجھا تم سے کہہ دیا۔ اب صرف یہ سوچو مجھے قیدی بنا کر کس طرح رکھو گے۔" میں نے کہا۔

"زرد جسم والے اجنبی۔" کاہلوس نے کہا۔ "تیرے اندر انوکھی قوتیں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ شیمونا کے روبرو پیش کئے بغیر تجھے قتل کر دوں۔ میں تجھے زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔"

"تو مجھے ملکہ کے سامنے پیش کر دو۔"

"ابھی نہیں۔ ملکہ کے ظہور میں ابھی چند روز باقی ہیں۔ وہ ایک مخصوص دن دربار کرتی ہے۔"

"کوئی حرج نہیں۔ میں اس وقت تک انتظار کر لوں گا۔!"

"لیکن میری مجلس مشاورت نے اگر یہ طے کیا کہ تجھے ملکہ کے سامنے لائے بغیر قتل کر دیا جائے۔ تو پھر ایسا ہی ہوگا۔!"

"اب میں صاف زبان استعمال کروں گا بوڑھے کاہلوس سن۔ میرے سامنے تیرا جادو کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ تو ان بارے کے سیدھے سادے لوگوں کو اپنے شعبدوں کے جال میں پھانس کر بے وقوف بنا سکتا ہے۔ مجھے نہیں۔ تو آگ کے ان شعلوں میں بیٹھ کر ان لوگوں پر رعب ڈال سکتا۔ مجھ پر نہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔" روحا اب برداشت نہ کر سکا۔ وہ اپنا گرز لیکر میرے اوپر ٹوٹ پڑا۔ گرز کی خوفناک ضرب میرے کاندھے پر پڑی اور پھر دوسری ضرب میری کمر پر۔ روحا میرے جسم کی ہڈیاں پاش پاش کر ڈالنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ میرے اوپر تابڑ توڑ حملے کرتا رہا۔ اور میں خاموشی سے اس کے گرز کی چوٹیں سہتا رہا۔ پھر ایک بار۔ صرف ایک بار میں نے ہاتھ ہلائے۔ اور روحا کے گرز کو پکڑ لیا۔ اس کے بعد میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کے گرز کو درمیان سے موڑ کر پھینک دیا۔ کاہلوس آگ کے چبوترے پر کھڑا ہو گیا تھا اس کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔

تب میں نے آگے بڑھ کر روحا کی گردن پکڑ لی۔ اور دوسرے لمحے ... سر سے بلند ہو گیا۔ میں نے اُسے دو تین چکر دیئے اور پھر زمین پر کھڑا کر دیا۔ "میں تجھے قتل نہیں کروں گا روحا۔ کیونکہ تیری آنکھیں بند ہیں۔" روحا دیوانوں کی طرح اپنے گرز کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ تب کاہلوس کی آواز اُبھری۔

"سُن اے بے پناہ طاقت والے۔ تو نے مقدس آگ کے بارے میں بھی کچھ کہا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ دیوتاؤں کا پرتو ہے۔ کیا تو اس کی بھی توہین کرے گا۔"

"آگ میرے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔"

"تب میں تجھے نزدیک آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ آ۔ میرے قریب ہی آگ میں بیٹھ جا۔!"

"اس کے بعد کیا ہوگا۔؟"

"میں اپنے علم کو آواز دوں گا۔ میں جاننا چاہوں گا کہ میرے جا... نے دیوتا کی آمد کے بارے میں مجھے غلط اطلاع کیوں دی تھی۔ ممکن ہے مو... ہی غلطی ہوئی ہو۔"

"یہ ٹھیک ہے۔" میں نے تسلیم کیا۔ میں سمجھ گیا کہ بوڑھا شید... آخری چال چل رہا ہے۔ وہ مجھے آگ میں بھسم کر دینا چاہتا ہے۔ یقیناً اس... سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔!

چنانچہ میں چبوترے کی طرف بڑھ گیا۔ کاہلوس آگ سے نکل گیا اور آگ کے شعلے اور بھڑک اٹھے تھے۔ اس وقت آگ اچانک کافی تیز تھی۔ نہ جانے انھوں نے آگ روشن کرنے کا کونسا نظام قائم کیا تھا۔

اب ساکت و جامد کھڑے بیگے بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر عجیب سے تاثرات نمایاں تھے۔ میں آگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور پھر میں روح کو غذا پہنچانے والی آگ میں داخل ہو گیا۔ ... کی لطیف حرارت میرے مسامات سے اندر داخل ہونے لگی اور میں شعلے ... ملنے لگا۔ کاہلوس کی آنکھیں پاگلوں کی طرح پھیلی ہوئی تھیں۔ بیگے ... منہ پھاڑے مجھے گھور رہے تھے۔

لیکن میری آنکھیں فرط سرور سے بند ہو ... اور کا... تک غسل آتش کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ میرا بدن ... گیا تھا میرے بال اور زیادہ آتش رنگ ہو گئے تھے۔

کاہلوس کے چہرے پر اب نمایاں طور پر پریشانی نظر آ رہی تھی۔ ... نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر مضطربانہ انداز میں "... ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے میرا خیال غلط ہو۔ ہو سکتا ہے تو دیوتا ہی ہو۔ اگر ایسا ہے تو۔ مجھے مہلت دے۔ میں اپنے علم میں تجھے تلاش کروں۔ ... اب تو قیدی نہیں ہو سکتا۔ اب تو قابل احترام ہے۔ اور تیرا قیام ... ہوگا۔ لیکن اس وقت تک۔ جب تک ملکہ شیمونا سے تیری ملاقات نہ ہو جا... وہ عظیم ہے۔ وہ دیوتاؤں کی منظور نظر ہے۔ وہ تیرے بارے میں مناسب ... کرے گی۔"

"میں تیار ہوں۔ میں اس سے ضرور ملاقات کروں گا۔"

"روحا۔ اسے رنگ محل لے جاؤ۔ اس کی آسائشوں کا خیا...

جاؤ — میں دربار برخاست کرتا ہوں — اور ہاں — اجنبی دیوتا — تجھے جس شئے کی ضرورت ہو طلب کر لینا۔"

"شکریہ کاہلوس۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں رُوحا کے ساتھ باہر نکل آیا۔ روحا کمزور انسان کی مانند حرکت کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر سخت پریشانی کے آثار تھے۔ بہر حال جس جگہ مجھے لایا گیا تھا وہ بہت آرام دہ تھی۔ اسے قید خانہ نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ یہاں آسائشوں کے سارے سامان موجود تھے۔ میں نے یہاں قیام پسند کیا۔ دوسرے لوگوں کو میں نے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ رات کافی گزر گئی تھی لیکن پھر بھی میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ اور مجھے نیند آگئی — وہ نیند جو عارضی ہوتی ہے اور جو صرف اعضا کو سکون دینے کا ایک ذریعہ ہے۔

دوسرے دن جب میری آنکھ کھلی تو خدام میری خدمت کیلئے حاضر تھے مجھے غسل کی پیشکش کی گئی۔ لیکن غسلِ آتش کے بعد کسی اور غسل کی خواہش نہیں رہتی تھی۔ پھر مجھے ناشتہ پیش کیا گیا — وہ لوگ میری خاطر و مدارات میں بچھے جا رہے تھے، سورج جب سر پر پہنچ گیا تو ایک خادم میرے پاس آیا اور جھک کر بولا۔

"روحا آپ سے ملاقات کا متمنی ہے۔"

"بھیج دو۔" میں نے کہا۔ اور چند ساعت کے بعد روحا میرے قریب آگیا۔ اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر مجھے تعظیم دی، اور پھر گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے روحا — ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اپنی گستاخیوں پر شرمندگی کا اظہار کرنے آیا ہوں عظیم دیوتا۔"

"وہ تیرا فرض تھا روحا — مجھے شکایت نہیں ہے۔"

"دیوتا کا سینہ بے حد کشادہ ہے — لیکن روحا اب تیرے سوا کسی کا غلام نہیں ہے — اس کا دل صرف تیری غلامی قبول کر سکتا ہے اور کسی کی نہیں — روحا [illegible] تک صرف اپنے عقیدے کا غلام رہا ہے — اس نے آنکھیں بند کر کے ہیگوں پر بھروسہ کیا ہے — لیکن اب صورتِ حال دوسری ہے — ہیگوں کی شخصیت [illegible]ی نگاہ میں مشکوک ہو گئی ہے — مجھے اب ان پر بھروسہ نہیں رہا ہے۔"

"ایسی کیا بات ہو گئی روحا — ؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کل کے واقعات — وہ جو تیرے سامنے — تیری موجودگی میں پیش آئے — اور وہ جو تیرے چلے آنے کے بعد —!"

"اوہ — میرے چلے آنے کے بعد کیا ہوا تھا — ؟" میں نے دلچسپی سے [illegible]

"جو کچھ تیرے سامنے ہوا تھا — میرے لئے وہی بہت کچھ تھا۔ میں [illegible]ی طاقت، تیری قوت کا لوہا مان لیا تھا — میں نے سوچا تھا کہ میں ایک [illegible] طاقت کے مقابل آگیا — اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے — لیکن اس وقت [illegible] آنکھیں کھلیں جب میں نے تجھے آگ میں دیکھا۔ کیا اس کے بعد میری اداسی [illegible] ہوگی۔ میں نے خوش ہو کر سوچا کہ مجھے کسی انسان نے نہیں ایک دیوتا [illegible] شکست دی ہے — سو میرا دل تیری عقیدت سے بھر گیا — اور میں نے سوچا کہ [illegible] کاہلوس کا علم جھوٹا کیوں نکلا — کاہلوس نے ایک جھوٹا اعلان کیوں کیا۔

اور کاہلوس کے چہرے پر جو اضطراب تھا اس نے میرے دل میں تجسس پیدا کر دیا تب سب لوگوں کو واپسی کی ہدایت ملی اور میں بظاہر چل دیا۔ لیکن میرے دل میں پیدا ہو جانے والے تجسس نے میرے قدم روک لئے — اور میں پوشیدہ راستوں سے واپس اسی جگہ پہنچ گیا، جہاں مقدس کاہلوس ابھی تک موجود تھا۔ لیکن اب صرف چند خاص ہیگوں کے علاوہ اس کے پاس کوئی نہیں تھا۔ گویا وہ لوگ جا چکے تھے جو اجنبی تھے — صرف وہ تھے جو دیوتاؤں کے دل سمجھے جاتے تھے — اور یہی کاہلوس کی مشاورتی کونسل تھی۔

"ناقابلِ فہم بات ہے — ناقابلِ یقین بات ہے — کیسے تسلیم کی جائے — کیونکر تسلیم کی جائے۔" کاہلوس کہہ رہا تھا۔

"یقیناً کاہلوس اعظم — لیکن اس اجنبی کا وجود ہے اور ہمارے درمیان ہے — ہم اسے ٹال نہیں سکتے — ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ہم اس سے نجات حاصل کر سکیں۔"

"اگر اس نے سان بارے کے لوگوں کو مسخر کر لیا — تو سان بارے انقلاب سے دوچار بھی ہو سکتا ہے — ہیگوں کی حکومت ختم بھی ہو سکتی ہے۔" ایک ہیگے نے کہا۔

"ناممکن ہے۔" کاہلوس نے غرا کر کہا۔ "میرا جادو بہر حال اسے ختم کر دے گا — میں صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ خود کیا ہے — کیا تم اسے آسمان سے اترا ہوا کوئی دیوتا تسلیم کرنے کو تیار ہو۔"

"اس سے قبل کوئی دیوتا آسمان سے نہیں اترا مقدس کاہلوس ہم اُسے دیوتا کیسے مان لیں۔"

"تو پھر سوچ لو — ایک اجنبی شخص ایک بڑے خطرے کی حیثیت سے ہمارے درمیان آگیا ہے — جسے فنا کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے — لیکن جسے ختم کرنا ضروری ہے۔"

"ہم اسے کیسے ختم کریں گے — ؟"

"کاہلوس کے پاس ابھی بہت سی ترکیبیں ہیں — مجھے تم سے صرف اسی قدر مشورہ درکار ہے کہ کیا اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائے —؟"

"یقیناً — اس کا وجود — ہمارے لئے سخت خطرہ ہے — اگر وہ انوکھی شکلیں لیئے ہوئے ہمارے لوگوں کے درمیان آگیا تو لوگ اسے ضرور دیوتا تسلیم کر لیں گے — اور پھر کسی دیوتا کے آگے ہماری کوئی حیثیت نہ ہوگی۔"

"تب پھر سنو — اس غیر معمولی انسان پر یکے بعد دیگرے میں اپنے جادو آزماؤں گا — ممکن ہے ہم اس وقت سے قبل اس سے نجات حاصل کر لیں جب تک شیمونا سے اس کا سامنا ہو — اور اگر اس میں کامیاب نہ ہوئے تو پھر — وہ روز تو اس کا آخری روز ہوگا جس دن وہ شیمونا کا دیدار کرے گا!"

"کس طرح مقدس کاہلوس — ؟" ایک ہیگے نے پوچھا۔

"یہ کاہلوس کے راز ہیں — جنہیں کاہلوس تک ہی رہنے دو۔" کاہلوس نے مسکراتے ہوئے کہا — اور پھر اس نے ایک ہیگے کو مخاطب کیا۔

"ہوما۔"

"کاہلوسِ اعظم۔!" ہیگے نے جواب دیا۔

"قتیلہ کو بلاؤ۔۔۔ ہماری اس منظورِ نظر کو بلاؤ۔ جسے ہم نے ہواؤں سے بھی پوشیدہ رکھا ہے۔ لیکن دشمن کے مقابلے میں ہم اپنے سارے مہرے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ اور قتیلہ ایک شاندار مہرہ ہے۔"

"جو حکم کاہلوس اعظم۔" ہوما نے جواب دیا۔ اور پھر وہ دیوار کے ایک سوراخ کی طرف بڑھ گیا۔ یوکا کا معبد ہیگون کا پُراسرار محل ہے۔ اس کے اسرار سے کوئی شخص مکمل طور سے واقف نہیں ہے۔ سوائے ہیگوں کے۔۔۔ میں چونکہ ہمیشہ کاہلوس کے بڑے وفاداروں میں رہا ہوں، اس لئے وہاں کی چند باتوں سے واقف رہا ہوں۔ لیکن کسی قتیلہ کے وجود کا مجھے بھی علم نہیں تھا۔۔۔!

"سو اب تم لوگ جاؤ۔ قتیلہ عام انسانوں کے سامنے نہیں آتی۔" کاہلوس نے باقی ہیگوں سے کہا۔ اور سب کے سب سر جھکا کر اُٹھ گئے۔۔۔ میں سوچ رہا تھا کہ مقدس کاہلوس اعظم کا جادو کہاں سو گیا۔ اُس نے ابھی تک میرے بارے میں نشاندہی کیوں نہیں کی۔ کیا کاہلوسِ اعظم کی جادوئی قوتیں فنا ہو چکی ہیں، یا سرے سے ان کا وجود ہی نہیں تھا۔

سو میں یہی سوچ رہا تھا۔ کہ ہوما۔۔۔ جو کاہلوس کا معتقدِ خاص بلکہ بعض روایات میں خود اسی کی اولاد میں سے ہے۔ رنگین کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک قاتلہ کو لے آیا۔ میں سان بارے کا رہنے والا ہوں۔ میں نے وہیں زندگی گزاری ہے۔ میں اس بستی کے ایک ایک مرد، ایک ایک عورت کو جانتا ہوں، لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ لڑکی کس کی اولاد ہے۔۔۔ اس کا حسن بے مثل ہے، اس کی آنکھوں میں بجلیاں تڑپتی ہیں۔ اس کے انگ انگ سے جوانی اُبل رہی ہے۔ اور اس کی مسکراہٹ دلوں میں طوفان لاتی ہے۔

میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وہ ایک انوکھی ادا سے کاہلوس کے سامنے جھکی تھی۔ تب کاہلوسِ اعظم نے ہوما سے بھی چلے جانے کے لئے کہا۔ لیکن اس کا جادو میری نشاندہی نہ کر سکا۔ میں ہنوز اس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔۔۔! تو مقدس کاہلوسِ اعظم نے جسے ہم تارک الدنیا سمجھتے ہیں۔ جس کے بارے میں ہم سوچتے ہیں کہ وہ دنیاوی ضرورتیں ترک کر کے ہی علم و فن کی بلندیوں پر پہنچے ہیں۔۔۔ وہ پاک ہیں ہم گندوں کی بہ نسبت۔۔۔ لیکن بوالہوس ہیگے نے اس حسینہ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔۔۔

حسینہ بھی اس کی بوڑھی محبت کا جواب، اپنی جوان امنگوں سے دے رہی تھی۔ کافی دیر انہی لغویات میں گزری۔ پھر کاہلوسِ اعظم مطلب پر آگیا۔ اس نے قتیلہ کو اپنی آغوش میں بٹھا کر کہا۔

"میں نے تمہیں ایک خاص مقصد سے تکلیف دی ہے قتیلہ۔!"

"قتیلہ کاہلوس اعظم کے اشارے پر سر کٹانے کو تیار ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں۔ اور تمہاری وفا شعاری کا دل سے معترف ہوں۔"

"تب مجھے بتاؤ۔ کیا بات ہے۔؟"

"پہاڑوں کے ناقابلِ عبور راستے سے آنے والے اجنبی کے بارے میں تم نے کچھ سنا ہے۔؟"

"ہاں۔۔۔ اُڑتی اُڑتی خبریں کانوں میں پہنچی ہیں۔۔۔ وہ خود کو دیوتا کہتا ہے۔"

"ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔ میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔"

"تو کیا وہ دیوتا ہے۔؟"

"نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ دیوتاؤں کا کوئی وجود نہیں ہے۔ وہ صرف انسان کا وہم ہوتے ہیں۔۔۔ لیکن یہ وہم بستی والوں کے لئے ضروری ہے۔ انہیں خوفزدہ کرنے کے لئے دیوتاؤں کا سہارا لازمی ہے ورنہ ہم لوگوں کو بڑی مشکلات پیش آئیں۔"

"تو کیا کوئی دیوتا نہیں ہوتا۔؟" قتیلہ نے پوچھا۔

"ہوتا ہوگا تو اس کی دنیا آسمانوں تک محدود ہوگی۔ زمین سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔۔۔ نہ اُس نے کبھی زمین پر قدم رکھا۔ نہ ہی اہلِ زمین نے اُسے دیکھا۔ یہ سب اختراع ہے۔"

"تو پھر وہ شخص خود کو دیوتا کیوں کہتا ہے۔؟"

"جھوٹ بولتا ہے، جس طرح ہم دیوتاؤں کے بارے میں بولتے رہے ہیں۔"

"اوہ۔۔۔! مگر وہ کیا چاہتا ہے۔؟"

"صحیح بات ابھی تک نہیں معلوم ہو سکی۔ لیکن بظاہر وہ ایک شخص ہافو کی رہائی کے بارے میں کہتا ہے۔۔۔ لیکن میرا خیال ہے، وہ اس کے علاوہ بھی کچھ چاہتا ہوگا۔"

"ممکن ہے۔؟"

"یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی چالاکیوں سے کام لے کر ہیگوں کی حکومت ختم کرنے کی کوشش کرے۔ اس [illegible] لوگوں کے سامنے میرا خوب توہین کی ہے۔ میرے جادو کو للکارا ہے اس لئے میں اس کے بارے میں بہت فکر مند ہوں۔"

"پھر مجھے بتا۔ میرے سپرد کیا خدمت ہے؟" قتیلہ نے پوچھا۔

"میں نے تجھے ہواؤں سے بھی پوشیدہ رکھا ہے قتیلہ۔ میں نے تجھے ہر میلی نگاہ سے بچا کر رکھا ہے۔ لیکن انسان کی ہر قیمتی شئے اسی وقت کے لئے ہوتی ہے، جب اُسے اس کی ضرورت ہو۔۔۔ مجھے بتا۔۔۔ اگر آسمان سے دیوتا بھی اُتر آئیں، تو کیا وہ تیرے حُسنِ جہاں سوز کو نظرانداز کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ دیوتاؤں کی قسم ہرگز نہیں۔ جھوٹا دیوتا بے حد طاقتور ہے۔۔۔ وہ نڈر اور انوکھی شخصیت کا مالک ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس کی شکست ہے تو۔۔۔ صرف تو ہے۔"

"مجھے حکم دے کاہلوس۔ میں کیا کروں۔"

"کل تجھے اس کی خلوت میں جانا ہوگا۔ اسے مسخر کرنا ہوگا۔ تیرے حسن کے جال میں جکڑ کر وہ بے دست و پا ہو جائے گا۔ اور پھر تو اسے زمرد کا زہر دے گی۔ اس کا صرف ایک ریزہ ایک ہزار انسانوں کو موت کی نیند سُلادے گا، اور اس کی قوت بہرحال اس سے زیادہ نہیں ہوگی۔"

"مقدس کاہلوس۔ اپنے پسندیدہ انسان کے لئے میں یہ کام بخوبی انجام دوں گی۔"

"اور تیرے اختیارات ہمیشہ شیمونا سے زیادہ رہیں گے۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ تیرے بطن سے پیدا ہونے والی لڑکی مستقبل کی شیمونا ہوگی۔ یہ بھی میرا وعدہ ہے۔"

"اور مجھے تیرے وعدوں پر اعتبار ہے۔!" قتیلہ نے جواب دیا۔

تو یہ گفتگو مقدس کاہلوس اعظم اور قتیلہ کے درمیان ہوئی دیوتا۔ جسے میں نے سُنا۔ اور اس کے بعد میرے ذہن کی کیفیت بدل گئی۔ میں نے بہت سوچا۔ ہاں۔ یہ خیال ٹھیک ہے۔ حکومت شیمونا کی ہے۔ ملکہ وہ ہے۔ لیکن شیمونا ہیگوں کے ہاتھوں میں پل کر جوان ہوتی ہے اور پھر وہ ہیگوں ہی کے اشارے پر چلتی ہے۔ تو اصل حکومت تو ان ہیگوں کی ہوتی ہے اور جب کاہلوسِ اعظم جھوٹا ہے تو اس کے حواری بھی ایسے ہی ہوں گے۔"

میں خاموشی سے رُدحا کی گفتگو سُن رہا تھا۔ جب وہ خاموش ہوگیا تو میں نے اس سے کہا۔

"سُن رُدحا۔ میں نے کبھی اپنی زبان سے خود کو دیوتا نہیں کہا۔ کیونکہ میں دیوتا نہیں ہوں۔ ہاں میری جسمانی قوتیں، عام انسانوں سے ہٹ کر ہیں۔ تمہارے سرحدی محافظ سیکا نے مجھے گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ اور نہ کر سکا۔ تو مجھے دیوتا کہنے لگا! یقیناً یہ بات صرف اس کی کہی ہوئی ہے۔ میں نے کبھی اس کی تصدیق نہیں کی۔ تو تم بھی میرے دوست رُدحا۔ تم بھی مجھے دیوتا مت کہو۔ میں دیوتا نہیں ہوں۔ لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ میں اس شخص ہاتو کی تلاش میں یہاں آیا ہوں اور اگر تم لوگ قہر کے دیوتا نیمون کی نشاندہی کر سکو، تو میں اسے بھی قتل کر کے تمہیں اس سے نجات دلا سکتا ہوں۔"

وہ حیرت سے میری باتیں سُن رہا تھا۔ پھر اس نے شدید حیرت سے کہا۔ "تو۔ تو بھی انسان ہے۔؟"

"ہاں۔ تمہاری مانند۔"

"لیکن تیرے اندر یہ حیرت انگیز قوتیں کہاں سے آئیں۔؟"

"ان کے بارے میں جو کچھ بتاؤں گا، تیری سمجھ میں نہیں آسکے گا رُدحا۔ اس لئے اس گفتگو کو ختم کردے۔ اور ہاں یہ بتا کہ کیا تو میری دوستی قبول کرے گا۔!"

"میں تیری غلامی قبول کر چکا ہوں۔ کیونکہ تو نے مجھے شکست دی ہے۔

"میں خود کو تیرا دوست ہی سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر تو چاہے تو میں اِن ہیگوں کا بھرم توڑ دوں۔؟"

"سخت مشکل کام ہوگا۔ تو اِن چکروں میں نہ پڑ۔ میری خواہش ہے کہ اپنی زندگی بچا۔ اور خاموشی سے یہاں سے چلا جا۔ ایک نہ ایک دن ہیگوں کا طلسم ٹوٹ جائیگا۔"

"تب پھر مجھے ایک بات بتا رُدحا۔؟"

"ضرور پوچھ۔"

"ہاتو کہاں قید ہے؟"

"وہ میری تحویل میں نہیں ہے ورنہ اسے ابھی لاکر تیرے سامنے پیش کر دیتا۔ تاہم میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔"

"اس کا پتہ چلا۔ اور اگر ہو سکے تو اُسے قید سے نکال کر کسی جگہ پوشیدہ کردے۔" "میں ایسا ہی کروں گا۔ تو اطمینان رکھ۔"

"نیمون کے ٹھکانے کے بارے میں تجھے معلوم ہے۔؟"

"نہیں میرے دوست۔ بالکل نہیں۔ قہر کا دیوتا جنگلوں کا باسی ہے۔ اس کے صحیح ٹھکانے کے بارے میں تو کوئی بھی نہیں جانتا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے اس کے علاوہ کچھ نہیں معلوم کرنا۔"

"مجھے اجازت دے۔ میں تیرا کام کرنے کے بعد تجھے اطلاع دوں گا۔" رُدحا نے کہا اور پھر میری اجازت سے باہر نکل گیا۔ تب مجھے سوچنے کا موقع ملا۔ اور میں نے قتیلہ کے بارے میں سوچا۔

قتیلہ ۔۔۔ میری زبان نے چٹخارہ لیا۔ اباتیہ کی موت کو کئی دن گزر گئے تھے۔ اور اس کے بعد سے میں عورت سے محروم تھا۔ زہر دینے کے لئے ہی آئے۔ کسی سازش کے تحت ہی آئے۔ عورت تو ہوگی۔ اور پھر رُدحا نے جس انداز میں اس کے حسن کی تعریف کی تھی، اس کے تحت اندازہ ہوتا تھا کہ بہت خوب ہوگی! چنانچہ میں اس کا انتظار کرنے لگا۔

اور دن گزر گیا۔ شام ہوئی اور حویلی کی شمعیں روشن ہوگئیں میں بہت بے چین تھا اور پھر میں نے اپنے مکان کے سامنے چند افراد کو دیکھا۔ وہ میری طرف ہی آرہے تھے اور ان کے درمیان کوئی تھا۔ موتیوں کے لباس میں ملبوس۔ رنگین کپڑوں میں لپٹا ہوا۔ تب ایک آدمی میرے سامنے آکر جھکا۔

"مقدس کاہلوس نے دوستی کا پیغام بھیجا ہے۔ اس کی جانب سے یہ تحفہ قبول کرو۔" اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر میرے سامنے کر دیا۔ اس کا چہرہ موتیوں کی جھالر میں پوشیدہ تھا۔ ایک جھلک بھی نظر نہیں آتی تھی۔

"میری جانب سے کاہلوس کا شکریہ ادا کر دینا۔" میں نے کہا اور اندر مڑ گیا۔ لڑکی میرے پیچھے آرہی تھی۔ لیکن چہرہ ڈھکا ہونے کی وجہ سے وہ کچھ نہ دیکھ سکتی تھی۔ اس لئے ایک دفعہ اس نے ٹھوکر کھائی اور میں نے اسے بازو پر سنبھال لیا۔

"کیا میں تیرا چہرہ کھول دوں۔؟"

"ابھی نہیں۔ ابھی نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ بڑی دلکش آواز تھی

تب میں نے اُسے اپنے بازوؤں پر اُٹھالیا اور اس کے پھول جیسے وزن کو سنبھالے ہوئے اندر داخل ہوگیا۔ میں نے اسے آرام دہ بستر پر ڈال دیا اور وہ سمٹ کر بیٹھ گئی۔!

"کاہلوسِ اعظم کی دوستی کے ثبوت کو میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"مشعلوں کی روشنیاں تیز کردو۔ تاکہ میں تمہیں نظر آسکوں۔؟"

اس نے کہا۔ وہ اپنے حُسن سے واقف تھی اور پہلا ہی وار بھرپور کرنا چاہتی تھی۔ بدقسمت لڑکی۔ غلط جگہ آگئی تھی۔ غلط خیالات لیکر آئی تھی۔ لیکن بہرطور مجھے منظور تھی۔

چنانچہ میں نے روشنیاں تیز کردیں۔ اور میرا کمرہ جگمگانے لگا۔!

تب میں اس کے قریب پہنچا۔ اور میں نے موتیوں کی جھالریں اُسکے چہرے سے علیحدہ کردیں۔ اور پروفیسر۔ اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ دنیا کا لاجواب حُسن تھا۔ بڑی بڑی حسینائیں میری نگاہوں سے گزر چکی تھیں، لیکن وہ سینکڑوں پر بھاری تھی۔ انتہائی حسین اور جاذبِ نگاہ نقوش تھے۔ دل میں کھب جانے والے۔ اگر روحا مجھے حقیقتِ حال سے آگاہ نہ کردیتا تو اس لڑکی کو میری جانب سے شدید محبت ملتی اور شاید میں اسے طویل عرصے کے لئے پسند کرلیتا۔!

لیکن۔ دوسری طرف بھی کچھ ہوا تھا پروفیسر۔ اُس نے مجھے دیکھا۔ پہلے اس کی آنکھوں میں حیرت، اور پھر پسندیدگی نظر آئی۔ اور پھر عجیب سے تاثرات اس کی آنکھوں میں اُبھر آئے۔!

وہ میری طرف دیکھتی رہی۔ اور اس کے چہرے کے تاثرات بدلتے رہے۔ پھر اس کی آواز اُبھری۔ "تو۔ کون ہے۔؟"

"کیا تجھے کاہلوس نے میرے بارے میں نہیں بتایا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بتایا تھا۔ لیکن۔ آہ۔ تُو تو انوکھا ہے۔ کیسا نرالا ہے تُو۔ تیرا جیسا تو کوئی نہیں ہے۔ تیرا بدن سونے کی مانند چمکتا ہے۔ اور تیرے بال۔ ان سے تو آگ کے شرارے نکل رہے ہیں۔ اور تیری آنکھیں۔ تیری آنکھیں جھرنے کی ندی کی مانند نیلی ہیں، جس میں آسمان کا عکس نظر آتا ہے۔ اور تیرا بدن۔ پتھر کے تراشے کی طرح ہے۔ تُو۔ تُو تو انوکھا ہے۔"

"کیا میں تیری پسند ہوں۔؟"

"تو نے تو ایک نگاہ میں میری شخصیت ہی بدل دی۔ تو نے کیا کردیا اجنبی۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"میں نہیں جانتا۔"

"آہ۔ کیا تو سچ مچ آسمانوں سے اُترا ہے۔ اگر۔ اگر ایسا ہے تو۔ تو۔"

"کیا اب تو کاہلوس کے کہنے پر عمل نہ کرے گی۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیسا عمل۔؟" اُس نے چونک کر پوچھا۔

"میں تجھ سے کچھ نہ پوچھوں گا۔ کچھ نہ کہوں گا تجھ سے۔ لیکن میں سب جانتا ہوں۔ کیا تو مجھے شراب نہ پلائے گی۔؟"

"آہ۔ آسمانوں کے باسی۔ تو سب کچھ جانتا ہے۔ کاہلوس احمق ہے کہ اس نے تیرے بارے میں نہیں جانا۔ اس بے وقوف نے یہ بھی نہ سوچا کہ تو عورت کے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے میرا انتخاب کرکے سخت غلطی کی۔"

"گو اُس نے تجھے بُرے ارادے سے میرے پاس بھیجا ہے قتیلہ۔ لیکن اس کے باوجود تجھے دیکھ کر میں اس کا شکر گزار ہوں۔"

"آہ۔ تو میرا نام بھی جانتا ہے۔ مگر۔ میں تجھے نہیں جانتی۔ افسوس، میں تیرے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"میں سنہرے دیس کا باسی ہوں۔ لیکن سُن۔ تو شراب کو زہر آلود کرکے مجھے دے دے۔ میرا اُس سے کچھ نہ بگڑے گا۔ اس طرح تو کاہلوس کے عتاب کا شکار بھی نہ ہوگی۔"

"تیرے نزدیک آنے کے بعد۔ زندگی کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے تیرا قرب حاصل کرنے کے بعد زندہ رہنے کی آرزو فنا ہو جاتی ہے۔ میں وہ زہر خود کھالوں گی میرے محبوب۔ میں تیرے اوپر اپنے بدن کا رواں رواں قربان کردوں گی۔"

یوں پروفیسر۔ کاہلوسِ اعظم بدترین شکست سے دوچار ہوا۔ اور اس کی پسندیدہ عورت میری دیوانی بن گئی۔ اور کیا خوب عورت تھی۔ واہ، واہ، جنگل کا حُسن۔ پتھروں کی مانند۔ اور وہ رات۔ طویل عرصے کے بعد ایک خصوصی رات میری زندگی میں آئی۔ اور اس رات کے خاتمے پر تو قتیلہ سچ مچ خودکشی پر آمادہ ہوگئی۔!

"اس کے بعد زندہ رہنے کی آرزو نہیں ہے اجنبی۔ میں جانتی ہوں کاہلوس تیرا دشمن ہے۔ اور اب وہ میرا بھی دشمن ہوگا اور کاہلوس جیسا شاطر جس کا دشمن ہو، اس کی زندگی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ مجھے تجھ سے ضرور جُدا کردے گا۔ اور تیری جدائی موت سے بدتر ہے۔ اس کے لئے مجھے زہرِ ہلاہل کھا کر مر جانے دے اجنبی۔ اب زندگی میری نگاہوں میں ہیچ ہے۔"

"تو میرے پاس رہ قتیلہ۔ اپنی زندگی کی حفاظت مجھے سونپ دے، بس تو یہاں سے نہ جا۔ باقی کام میں خود کرلوں گا۔"

"میں تیرا حکم نہیں ٹالوں گی اجنبی۔ ٹھیک ہے۔ جس شکل میں بھی آئے موت ہی آئے گی۔ تیری قربت کے جو لمحات بھی میسر ہو جائیں غنیمت ہیں۔" اُس نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ یوں میری تنہائی دُور ہوگئی۔ اور اب میں سکون سے پورے چاند کی رات کا انتظار کرسکتا تھا۔ رہ گیا کاہلوس۔ تو میں اس سے نپٹنے کے لئے بھی تیار تھا۔

سو وہی ہوا۔ دن کے ایک حصے میں کاہلوس کے ہرکارے، ایک بیگے کے ساتھ اس مکان میں آئے اور انھوں نے قتیلہ کو آواز دی۔ ! یہ وہی بیگا تھا جو

قتیلہ سے واقف تھا۔

لیکن اس کے جواب میں، ہی باہر نکل آیا۔! اور ہیگے نے معنی خیز انداز سے مجھے دیکھا۔ شاید اسے اطلاع دی گئی تھی کہ یہاں سے میری لاش دستیاب ہوگی۔ "کیا تمہیں مقدس کالوس اعظم نے بھیجا ہے۔؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔!" ہوما نے جواب دیا۔

"کیا میرے لئے اس کا کوئی پیغام ہے۔؟"

"نہیں۔ اس نے اس عورت کو طلب کیا ہے۔ جو تمہارے پاس موجود ہے۔"

"آؤ۔ اندر آؤ۔ میں اسے تمہارے حوالے کردوں۔!" میں نے کہا۔ اور اسے لئے ہوئے اندر داخل ہوگیا۔ قتیلہ خوف سے دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ میں نے ہوما کو احترام سے بٹھایا۔ اور پھر اس سے بولا۔ "بلاشک۔ مقدس کالوس نے مجھے اپنی دوستی سے نوازا ہے۔ اُس نے اس حسین لڑکی کو میرے پاس بھیج کر میری ہمدردیاں حاصل کرلی ہیں۔ سو میں تمہاری بھی عزت اور تم سے محبت کرتا ہوں۔ آؤ۔ میرے ساتھ شراب کا ایک جام پیو۔ اس کے بعد لڑکی کو لے جاؤ۔"

ہوما مسکرانے لگا! تب میں دوسرے کمرے میں گیا جہاں قتیلہ موجود تھی۔ "لاؤ۔ وہ زہر مجھے دے دو۔ جو تمہیں کالوس سے ملا ہے۔؟" میں نے اس سے کہا۔

"کون آیا ہے۔ کیا کہہ رہا ہے۔؟" قتیلہ نے خوفزدہ انداز میں پوچھا۔

"کالوس اعظم کا خاص دوست۔ ہوما۔!"

"اوہ۔ کیا کہہ رہا ہے۔؟"

"تمہیں لے جانے آیا ہے۔"

"پھر۔؟ اب کیا ہوگا۔؟"

"کچھ نہیں قتیلہ۔ یہ تمہارے سوچنے کی بات نہیں ہے۔"

"مگر تم زہر کیوں طلب کررہے ہو۔؟"

"سوالات نہ کرو۔ میں تمہیں اس کے بارے میں بتادوں گا۔" میں نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اور قتیلہ نے پتھر کی وہ انگوٹھی میرے حوالے کردی تھی جس میں زہر موجود تھا۔

"تم یہاں آرام سے بیٹھو۔ کسی قسم کا تردد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں واپس ہیگے کے پاس آگیا۔

"وہ روانگی کے لئے تیار ہورہی ہے۔ جب تک ہم کالوس کی دوستی کا جام پیں۔" میں نے شراب کے برتن سے شراب اُلٹی اور ہوما کے جام میں چالاکی سے ڈال دیا۔ تب میں نے اس کا جام اس کے حوالے کردیا۔

ہوما نے مسکراتے ہوئے جام ہونٹوں سے لگالیا۔ لیکن زہر غضب کا تھا۔ قیامت تھا! اس نے دو ہی گھونٹ لئے ہوں گے کہ اسے زور کی کھانسی اٹھی اور خون کے قطرے اس کے منہ سے اُبل پڑے۔ اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن زمین پر گر کر اپنے ہی خون میں لوٹنے لگا۔

اور چند ساعت کے اس تماشے کے بعد اس نے دم توڑ دیا۔

میں پُرسکون نگاہوں سے اس کی موت کا منظر دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے باہر کھڑے ہوئے لوگوں کو آواز دی۔ اور ان میں سے دو آدمی اندر آگئے۔! انھوں نے اندر کا منظر دیکھا۔ اور خوف سے اچھل پڑے۔

"اسے اٹھا کر کالوس کے پاس لے جاؤ۔ میری طرف سے کہہ دینا کہ میں نے دوستی کا تحفہ قبول کرلیا۔ اور تحفے واپس نہیں ہوتے۔ ہاں جوابی تحفہ ارسال ہے۔ اسے قبول کرکے مجھے عزت بخشے۔"

آنے والے پاگلوں کی مانند ہیگے کی لاش دیکھ رہے تھے۔ کسی ہیگے کی موت ان کے لئے بہت بڑی بات ہوتی تھی۔ پوری بستی سوگ مناتی تھی۔ اور عجیب عجیب رسومات ہوتی تھیں۔ لیکن اس وقت کالوس کا معتمد خاص یوں خاموشی سے اور بُری حالت میں مر گیا تھا۔ وہ لوگ اس کی لاش اٹھاتے ہوئے ڈر رہے تھے۔

"اگر تم نے اس کی لاش نہ اٹھائی۔ تو چند ساعت کے بعد میں باہر کھڑے ہوئے دوسرے لوگوں کو بلاؤں گا اور اس وقت انھیں اس ہیگے کے ساتھ تم دونوں کی لاشیں بھی اٹھانی پڑیں گی۔"

اور پروفیسر۔ یہ دونوں بھی میرے بارے میں یا تو سُن چکے تھے یا دیکھ چکے تھے۔ چنانچہ انھوں نے خوفزدہ انداز میں ہوما کی لاش اُٹھائی، اور باہر نکل گئے۔ تب میں مسکراتا ہوا واپس قتیلہ کے پاس پہنچ گیا۔ قتیلہ اب بھی خوفزدہ بیٹھی تھی۔

"کیا ہوا۔ کیا وہ لوگ واپس چلے گئے۔؟"

"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میرے بارے میں تم نے کیا کہا۔؟"

"یہی کہ دوستی کے تحفے واپس نہیں ہوتے۔ ہاں ایک جوابی تحفہ میں نے اسے بھیج دیا۔"

"اوہ۔ وہ کیا۔؟"

"ہوما کی لاش۔"

"کیا۔؟" وہ اچھل پڑی۔

"ہاں۔ تمہارا لایا ہوا زہر شراب میں حل کرکے میں نے ہوما کو دے دیا۔ اور اس کے ساتھ آنے والے اس کی لاش اٹھا کر لے گئے۔"

"بہت بُرا ہوا یہ۔ بہت بُرا ہوا۔ کسی ہیگے کی موت بہت بڑا طوفان لاسکتی ہے۔"

"میں نے ساری زندگی طوفانوں سے جنگ کی ہے۔ تم خوف کا اظہار کرکے مجھے غصہ نہ دلاؤ۔!" اور قتیلہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ تب میں نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ "خوفزدہ لڑکی۔ جب تک تو میری آغوش میں ہے۔ محفوظ ہے۔ کسی قسم کا تردد نہ کر۔ مجھے اپنے بارے میں بتا۔ کالوس کے بارے میں بتا۔ شیمونا کے بارے میں بتا۔"

اور قتیلہ نے ایک گہری سانس لی۔ "تیری آغوش میں آنے والی موت بھی دلکش ہوگی۔ مجھے اپنی پرواہ نہیں ہے۔ بس میں چاہتی ہوں کہ تو کالوس

کی خوفناک چالوں سے محفوظ رہے۔"

"مجھے کالوس کے بارے میں بتاؤ۔"

"کالوس بے حد چالاک انسان ہے۔ وہ جڑی بوٹیوں سے خوب واقف ہے۔ اُس نے ایسی بوٹیاں تلاش کی ہیں جو حیرت انگیز خاصیتیں رکھتی ہیں۔ یہی اس کا جادو ہے۔ لیکن اس کے اندر ایک بڑی کمزوری ہے۔ عورت کے جسم سے ہم آغوش ہوکر وہ اپنی شخصیت بھول جاتا ہے اور کوئی بھی عورت، جو اسے پسند آجاتی ہے۔ اس کا کچا چٹھا معلوم کرسکتی ہے۔ میں نے اُس سے کچھ بھی نہیں پوچھا تھا۔ لیکن اس نے مجھے سب کچھ بتادیا۔"

"اوہ۔ مثلاً کیا کیا۔؟"

"اپنے بہت سے جادو اس نے میرے سامنے کھول دیئے۔ جن پہاڑوں میں وہ رہتا ہے وہ تہہ در تہہ ہیں۔ اس بڑی جگہ کے نیچے جہاں وہ دربار کرتا ہے، ایک اور غار ہے جو نیچے سے بہت کشادہ اور پیچیدہ ہے۔ اس کے بے شمار راستے ہیں جو نہ جانے کہاں کہاں نکلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیکھنے والے تھوڑی دیر قبل اسے دربار میں دیکھتے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے دُور کہیں اور۔"

"خوب۔!" میں نے ان مفید معلومات سے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"اس نے جڑی بوٹیوں سے انوکھے زہر حاصل کئے ہیں جو ہواؤں میں شامل ہوکر انسان کو ہلاک کردیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُس نے جڑی بوٹیوں سے ہی طویل عمری کا راز دریافت کیا ہے۔ چنانچہ وہ جس کو چاہتا ہے قیمتی زندگی بخش دیتا ہے اور جسے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ وہ صرف ہوا میں سانس لے کر ہلاک ہوجاتا ہے۔"

"بہت خوب۔ وہ آگ میں نظر آتا ہے۔ اس کا کیا راز ہے؟"

"تیرے کے ایک جار میں ایک بدبودار سیّال ہے، جو کسی درخت کا دودھ ہے۔ اس کے چند قطرے پانی میں ڈال کر اس سے غسل کرنے کے بعد اگر وہ آگ کے سمندر میں کود جائے، تب بھی آگ اس پر بے اثر ہوگی۔"

"اوہ۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تو یہ ہے کالوس کا جادو۔"

"ہاں۔!" اس نے بے شمار جال پھیلا رکھے ہیں، اور خود کو بے حد مضبوط بنا لیا ہے۔"

"اب تم شیمونا کے بارے میں بتاؤ۔"

"شیمونا صرف ایک فریب ہے۔ اس کا انتخاب ہیگوں کا کام ہوتا ہے۔ کسی بھی خوبصورت لڑکی کو شیمونا منتخب کرلیا جاتا ہے۔ ہیگے اسے یوکا کے معبد میں پرورش کرتے ہیں۔ وہ اُن کے درمیان رہتی ہے۔ اور جوان ہوکر دوسری شیمونا کی جگہ لے لیتی ہے۔ موجودہ شیمونا ایک حسین اور نوجوان لڑکی ہے۔ جسے کالوس کہیں اور سے لایا تھا۔ شیمونا کے منہ میں ہیگوں کی زبان ہوتی ہے۔ وہ وہی کچھ کہتی ہے جو کالوس کا ایماء ہوتا ہے چنانچہ موجودہ شیمونا بھی کالوس کی غلام ہے۔"

"اب صرف تمہاری بات رہ گئی۔؟"

"میں بہت چھوٹی تھی۔ میری عمر صرف گیارہ سال تھی، جب کالوس کے آدمی مجھے سوالبتی سے اُٹھا لائے تھے۔ میرے والدین تھے۔ بہن بھائی تھے۔ لیکن اب تو سب مجھے بھول گئے ہوں گے۔ چودہ سال کی ہوئی تو کالوس نے مجھے دوشیزہ سے عورت بنادیا۔ اور میں اُسے اس قدر پسند آئی کہ اس نے مجھے صرف اپنے لئے پوشیدہ کردیا۔ ورنہ عموماً لڑکیاں لائی جاتی ہیں۔ ایک سال وہ کالوس کا دل بہلاتی ہیں، اور اس کے بعد دوسرے ہیگوں کے استعمال میں رہتی ہیں۔ عموماً لڑکیاں مرجاتی ہیں۔ جو نہیں مرتیں انہیں قتل کردیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد ان کا کوئی مصرف نہیں ہوتا۔"

"تم نے کبھی فرار ہونے کی کوشش نہیں کی۔؟"

"نہیں۔ میں گیارہ سال کی یہاں آئی تھی۔ اور اتنی ہی زندگی یہاں گزار چکی ہوں۔ میرے ذہن کے کسی خانے میں فرار کا خیال نہیں تھا۔ اگر تم میرے سامنے نہ آتے۔ اور کالوس مجھے تمہارے سامنے بھیجنے کی بے وقوفی نہ کرتا تو شاید میں آخری دم تک اس کی وفادار رہتی۔"

"لڑکی۔! تم مجھے پسند آگئی ہو۔ سنو۔ کالوس جیسے ہزاروں افراد بھی تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"اگر تم میری زندگی چاہتے ہو۔ تو کسی طرح مجھے یہاں سے نکال لے چلو۔"

"ضرور۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ لیکن صرف دو کام چاہتا ہوں۔ اوّل تو اپنے دوست ہافوکو رہا کراؤں گا! دوئم۔ ایک بار شیمونا کی زیارت ضرور کروں گا۔"

"یہاں گزرنے والا ہر لمحہ میرے لئے خطرناک ہے۔ کالوس آسانی سے مجھے قتل کرسکتا ہے۔ لیکن میں تمہارے کسی ارادے میں رخنہ انداز نہیں ہوں گی۔ ٹھیک ہے جو تم نے سوچا ہے۔"

"تم بے فکر رہو۔ میں دیکھوں گا کالوس اب میرے خلاف کیا کرتا ہے۔"

لیکن پروفیسر۔ رات ہوگئی۔ اور کالوس نے میرے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھایا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا کوئی کمزور قدم اُسے تباہی کی طرف لے جائیگا۔ وہ میری حقیقت کے بارے میں اُلجھن میں تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ میں کیا ہوں۔ اور اپنے جادو سے بھی وہ اچھی طرح واقف تھا، اس نے سوچا کہ اس کا جادو اس شخص کے سامنے نہیں چلے گا، جس نے [illegible] میں آگ جذب کرلی تھی اور جس نے زہر کا نسخہ خود اس کے آدمی پر آزما ڈالا تھا۔

اگر فوری طور پر غصے میں ڈوب کر وہ میرے خلاف کوئی قدم اُٹھا بیٹھتا، تو نہ جانے اس کا جواب کیا ہوتا۔ چنانچہ وہ مصلحت کوش شخص خاموش ہوکر بیٹھ گیا۔ اُس نے اپنی محبوبہ سے بھی ہاتھ دھولئے تھے۔ ہاں میں جانتا تھا کہ وہ کوئی اور سازش ضرور کرے گا۔ ایسی خاموش سازش، جو پہلے سے زیادہ سخت، اور پہلے سے زیادہ مؤثر ہو۔ وہ کھل کر سامنے آنے والوں میں سے نہیں تھا۔ ضرور کرے۔ میں تو اس کا شکر گزار تھا کہ اُس نے میری تنہائیاں دُور کردی تھیں۔ وہ بھی قتیلہ جیسی زندگی سے بھرپور عورت ہے۔ قتیلہ بھی مجھے پسند کرنے والی سابقہ لڑکیوں کی مانند۔ زیادہ سے زیادہ میری قربت کی طلبگار تھی۔

بہرحال میں نے بھی اُسے اپنی محبت سے محروم نہیں رکھا۔ اور اس کی

ساری خواہشیں پوری کردیں۔ ہیگیے کی خاموش موت — اور کاہلوس کی پُراسرار خاموشی سے وہ بھی حیران تھی اور کہتی تھی۔

"یقین کرو شہر کے اجنبی — اِس سے قبل کسی ہیگیے کی موت اتنی خاموشی سے قبول نہیں کرلی گئی — اس سے قبل کاہلوس نے اپنے کسی دشمن کو اتنی زندگی نہیں دی — نہ جانے کیوں وہ خاموش ہے۔"

اور یہ بات میں جانتا تھا کہ کاہلوس کیوں خاموش ہے — اپنی پہلی ناکامی — اور قتیلہ پر میرے قبضے کے بعد اُس نے سوچا ہوگا کہ ممکن ہے قتیلہ نے مجھے اس کے بارے میں سب کچھ بتادیا ہو۔ اور میں اُس کے حربوں سے واقف ہوکر ان سے بچاؤ کا مؤثر بندوبست کرچکا ہوں۔ بہرحال وہ سمجھ گیا تھا کہ حریف کمزور نہیں ہے

اور میرے اس مکان کے قیام کو پورے چار روز گزر گئے۔ قتیلہ میرے ساتھ تھی، کھانے پینے کی چیزیں وافر مقدار میں مل رہی تھیں — اور کوئی اُلجھن نہیں تھی — میں بھی عیش کر رہا تھا۔ ہاں اس دوران روحا کے نہ آنے پر مجھے حیرت تھی —!

کیا بدنصیب روحا کا راز کھل گیا —؟ کیا کاہلوس کو معلوم ہوگیا کہ مجھے حالات سے آگاہ کرنے والا روحا ہے۔ اور اس نے سب سے پہلے روحا کو سزا دیدی۔

لیکن اسی رات میرے اس خیال کی تردید ہوگئی۔ روحا مجھ سے ملنے آیا تھا۔ قتیلہ کو دیکھ کر اس نے ہچکچاتے ہوئے میری جانب دیکھا۔

"بے دھڑک ہوکر بات کرو — اب یہ میری دوست اور کاہلوس کی دشمن ہے۔"

"اوہ — تو عظیم ہے دیوتا — تیرا سحر کاہلوس کے سحر سے برتر ہے۔ میں نے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرلی ہیں۔"

"کہاں ہے وہ —؟"

"سارادہ کے قید خانے میں تھا۔ ملکہ کے حکم کے مطابق اسے دوسری دنیا میں نیمون کی خدمت میں روانہ کیا جانے والا تھا۔"

"اور پھر —؟"

"میں نے اُسے وہاں سے رہا کرالیا ہے۔"

"رہا کرالیا ہے —؟" میں خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں — تیری خدمت میں حاضر ہونے میں اسی وجہ سے تاخیر ہوئی۔"

"اب وہ کہاں ہے —؟" میں نے پوچھا۔

"انتہائی محفوظ مقام پر — میں نے اُسے خاموشی سے فرار کرایا۔ بظاہر [illegible] معلوم ہوگا کہ جیسے وہ قید خانہ توڑ کر فرار ہوا ہے — وہ مختلف سمتوں [illegible] کریں گے۔ لیکن آزاد جگہوں پر انھیں اس کا نشان بھی نہیں ملے گا۔ [illegible] کہ کیا وہ اسے کسی دوسرے قید خانے میں تلاش کریں گے —؟ [illegible] وہاں سے آزاد کرکے اس قید خانے میں ڈال دیا ہے جو میری تحویل میں [illegible] اسے ہر سہولت مہیا کردی گئی ہے — تو جب چاہے گا اسے تیری [illegible] کردیا جائے گا —!"

"خوب — خوب —!" میں روحا کی فراست سے بہت خوش ہوا۔ درحقیقت اس نے نہایت ذہانت سے فیصلہ کیا تھا — میں نے اُسے مبارکباد دی اور خوشی کا اظہار کیا۔

"مقدس کاہلوس نے تیرے خلاف اور کیا قدم اٹھایا —؟"

"وہ خاموش ہے —!"

"صرف ایک سورج درمیان باقی ہے اس کے بعد والے دن کی رات کو شیمونا کا دربارِ عام ہوگا، کیونکہ وہ پورے چاند کی رات ہوگی اور مجھے یقین ہے دیوتا، کہ اس رات کاہلوس تیرے اوپر آخری وار کرے گا۔ میں تجھے آگاہ کرتا ہوں۔"

"تو نے مجھے خوشی کی خبر سُنائی ہے روحا — میں تیری عزت کرتا ہوں۔ فکر نہ کر — میں اس آخری وار کے لئے تیار ہوں — وہ ساری زندگی میرے اوپر وار کرتا رہے، اسے اپنی بے بسی پر رونے کے علاوہ اور کچھ نہ مل سکے گا۔"

"میرے لئے جو حکم ہوتا ہے —؟"

"تو اپنا فرض انجام دے چکا ہے — اس کے بعد اگر مجھے تیری ضرورت پڑی تو میں تجھے تکلیف دوں گا۔ ہاں جب میں یہاں سے جاؤں گا تو اگر تو پسند کرے تو میرے ساتھ چل سکتا ہے۔"

"اگر تیرا قرب مجھے حاصل رہے تو میرے لئے اِس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہوسکتی ہے۔"

"بس — تو میرے ساتھ چلیگا — اب تو جا سکتا ہے۔"

اور روحا چلا گیا۔ قتیلہ میری اور اس کی گفتگو غور سے سُن رہی تھی۔ روحا کے جانے کے بعد اُس نے کہا "روحا کی خوفناک قوت سے سبھی واقف ہیں۔ اس کی حیثیت بہت بڑی ہے — مجھے حیرت ہے کہ یہ — جو کاہلوس سے اندھی عقیدت رکھتا تھا۔ تمہارا غلام کس طرح بن گیا۔"

"میں اسے اپنا دوست سمجھتا ہوں —" میں نے کہا۔

"وہی سہی۔"

"تب اس کی مثال تم ہو قتیلہ۔"

"میری بات اور ہے۔" قتیلہ نے مسکراتے ہوئے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

"اس کی بات بھی اور ہے —!"

اور پھر پورے چاند کی رات آگئی۔ اس رات کی صبح سے ہی بستی کے لوگوں میں ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی — ہر شخص تیاریوں میں مصروف تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس روز میرے مکان کے گرد بے شمار مسلح افراد جمع ہوگئے تھے۔ نہ جانے کیوں — شاید انھیں خطرہ تھا کہ میں فرار نہ ہوجاؤں۔ لیکن میں ایسی کوشش کیوں کرتا — میں تو خود انتظار کر رہا تھا کہ شیمونا کے درشن کروں۔ ہاں اگر میں فرار ہونا چاہتا تو یہ لوگ مجھے کیا روک سکتے تھے —؟

سورج چھپے — انسانوں کا ایک گروہ میرے پاس آیا۔ اور ان میں سے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر کہا۔

"مقدس کاہلوس اعظم نے کہا ہے — کیا تم شیمونا کی زیارت کروگے؟"

"اگر میں اس سے انکار کردوں تو ۔؟"

"ہم اُسے تمہارا انکار پہنچادیں گے۔" اُس نے کہا۔

"نہیں ۔ میں تمہاری ملکہ کی زیارت ضرور کروں گا ۔ !"

"تب کاہلوسِ اعظم نے کہا ہے کہ تمہیں بڑوں کی جگہ دی جائے۔ کیا تم ہمارے ساتھ چلو گے ۔؟"

"بڑوں کی جگہ سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"شیموناکے دربار میں لوگوں کو حفظِ مراتب مقامات دیے جاتے ہیں ۔ یوکا کی سب سے بلندی پر شیموناکا تخت ہے۔ اس کے نزدیک اُس سے کچھ نیچے مقدس کاہلوس کی نشست گاہ ہے۔ اس کے بعد مقدس ہیگوں کا مسکن ہے۔ پھر وہ امرأ اور بہادر آتے ہیں جو نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور پھر عمدہ اور دلیرانہ کارنامے انجام دینے والے ۔ سامنے عوام کا ہجوم ہوتا ہے۔"

"میری جگہ کونسی ہے ۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس کا انتخاب مقدس کاہلوس کرے گا۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔؟"

"تمہیں اس حصے میں پہنچا دیں جہاں سے یوکا کی کنواریاں تمہیں تمہارے مقام پر لے جائیں گی۔"

"میری محبوبہ بھی میرے ساتھ ہوگی"

"یہ ممکن نہ ہوگا! ہر شخص کے مرتبے میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا۔"

"لیکن میں اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"ہم تمہیں مجبور نہیں کرسکتے۔ اس بارے میں کاہلوسِ اعظم بہتر جانتا ہے۔"

"میں اسی شرط پر تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں کہ قتیلہ میرے ساتھ ہوگی ۔" میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"ہم اعتراض نہیں کرسکتے۔ کیونکہ اعتراض کا حق صرف مقدس کاہلوسِ اعظم کو ہے ۔"

"ٹھیک ہے ۔ میں اسے تیار کرکے تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور قتیلہ کی طرف چل پڑا۔ لیکن وہ اوٹ سے میری گفتگو سن رہی تھی۔ میری باتوں سے سرشار ہو کر اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

"اگر تم مجھے ساتھ نہ لے جاتے تو میں خود مرجاتی ۔" اس نے کہا۔

"میں تمہیں خود سے جدا نہ کرنے کا وعدہ کرچکا ہوں۔" اس وقت تک جب تک تم زندہ ہو۔" اور قتیلہ نے میرا منہ چوم لیا۔ بہرحال وہ تیار ہوگئی اور پھر ہم اس گروہ کے ساتھ چل پڑے۔ بستی پیچھے رہ گئی ۔ اور ہم یوکا کی بلند ترین پہاڑیوں کی طرف چل پڑے ۔!

"کیا تم ان علاقوں کے بارے میں جانتی ہو۔؟"

"کافی حد تک ۔!"

"اگر ہمیں کسی مشکوک جگہ لے جایا جائے تو تم مجھے بتا دینا۔"

"ہم ٹھیک چل رہے ہیں ۔"

"امراء اور بہادروں وغیرہ کے بارے میں جو کچھ اس نے بتایا تھا ٹھیک تھا۔؟

"ہاں ۔ شیموناکے درشن کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"تب ٹھیک ہے ۔ کیا شیموناوہاں مجرموں کے بارے میں فیصلے سُناتی ہے۔؟"

"ہاں ۔ وہ مسائل جو ہیگوں سے حل نہ ہوتے ہوں ۔ اور عوام کے ذہن میں اُلجھے ہوئے ہوں ۔ انھیں شیموناکے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور ان کے بارے میں شیموناکا فیصلہ حرفِ آخر ہوتا ہے۔"

"تب ہمارا مسئلہ بھی شیموناکے سامنے پیش ہوگا؟"

"یقیناً ۔! اور وہ فیصلہ صادر کرے گی ۔ اس کے فیصلے کے بعد کسی کو زبان ہلانے کی جرأت نہیں ہوتی اور جس بارے میں وہ فیصلہ کرتی ہے۔ وہ مسئلہ ختم سمجھا جاتا ہے ۔"

"ٹھیک ہے قتیلہ ۔ میں تمہارے قبیلے کی رسم بدل دوں گا۔ میں ملکہ کے کسی فیصلے کو بھی قبول نہیں کروں گا۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک پہاڑی غار میں داخل ہوگئے اور قتیلہ نے جھک کر میرے کان میں کہا۔ "یوکا کے معبد کے اندرونی حصے کا سفر شروع ہوگیا ہے ۔ یہاں سے روشنیاں ختم ہوجاتی ہیں۔"

"کیا مطلب ۔؟"

"تاکہ کوئی معبد کی بھول بھلیوں سے واقف نہ ہوسکے ۔ ہاں قدم قدم پر ستاروں والے ملیں گے ۔"

"ستاروں والے ۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ دیکھو ۔!" قتیلہ نے تاریکی میں ایک طرف اشارہ کیا۔ ایک ستارہ محدود حصے میں کرنیں بکھیرتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا تھا ۔ اور پھر آواز ابھری۔

"آؤ ۔ مجھے تمہارا مقام معلوم ہے ۔"

میں نے غور سے اُسے دیکھا تب میں صورتحال سمجھ گیا۔ چمکتی چیز سیاہ ہیرہ تھا جو کسی لکڑی میں نصب اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا۔ انہی کرنوں کی مدھم روشنی میں ہم سیڑھیاں طے کرنے لگے جو ایک نیچی سُرنگ میں بنی ہوئی تھیں۔ سرنگ کی چھت ہمارے سروں سے لگ رہی تھی، لیکن وہاں گھٹن نہیں تھی۔ ہم [illegible] وہ سوراخ کہاں تھے جن سے ہوا آرہی تھی۔

سیڑھیاں بلندی کی طرف بڑھتی رہیں ۔ پھر ایک مقام آیا جہاں [illegible] نے چند ساعت قیام کیا ۔ وہاں ایک دوسرا ستارے والا ملا، جو ہمارا آگے [illegible] تھا ۔ اور ہم نے اس کی معیت میں دوسرا سفر شروع کردیا۔ سرنگوں کا جال [illegible] ہوا تھا اور یقیناً وہ اس قدر ٹیڑھی میڑھی تھیں کہ اُن کے بارے میں اندا[illegible] کرنا مشکل تھا۔

اور پُرفریب سرنگوں کا یہ سفر اس قدر طویل تھا کہ میں حیران ہونے [illegible] نہ جانے یہ لوگ ہمیں کہاں سے کہاں لے جارہے تھے ۔ قتیلہ کے انداز سے [illegible] نمایاں تھی ۔ لیکن بہرحال وہ میرا ساتھ دے رہی تھی۔ اور پھر شاید ہم ا[illegible] پر پہنچ گئے ۔!

یہ ایک چھوٹا سا غار تھا۔ جہاں دیوار میں چند ہیرے نصب تھے۔ ان کی دھندلی روشنی غار کو منور کر رہی تھی۔ یہاں آخری ستارے والے نے ہمیں چھوڑ دیا۔!

"سامنے دروازہ موجود ہے۔ اور اس کے سامنے تمہاری نشست ہے۔ چاند کی پہلی کرن آواز دے تو اپنی جگہ پہنچ جانا۔!" اُس نے کہا اور خود دروازے سے باہر نکل گیا۔!

میں نے گہری سانس لیکر قتیلہ کی طرف دیکھا۔ قتیلہ کے چہرے پر خوف کے سائے لرزاں تھے۔ اُس کے ہونٹ خشک تھے اور اس کے گہرے گہرے سانسوں کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔

"اس سے قبل کبھی یہاں تک آئی ہو۔؟"

"نہیں۔" اُس نے گردن ہلا دی۔

"پہلے کبھی شیمونا کا دیدار نہیں کیا۔؟"

"عام لوگوں کے ساتھ۔"

"اوہ۔ آؤ۔ دیکھیں۔ اس دروازے کے دوسری طرف کیا ہے؟"

میں نے کہا اور اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا۔ دیوار میں چٹانی دروازہ موجود تھا۔ میں نے چٹانی دروازے کو دھکیلا۔ اور وہ کھل گیا۔ دروازے کے سامنے مجھے ایک بڑا چبوترہ سا نظر آیا۔ میں نے اس پر قدم رکھا اور پھر اطمینان سے اس پر اُتر گیا۔ بحقیقت کمزور دل لوگوں کے لئے بڑا ہیبت ناک منظر تھا۔ یہ چبوترہ دراصل ایک نکلی ہوئی چٹان تھی جو پہاڑ کی دیوار سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ اور اس چٹان کے کناروں کے بعد کچھ نہیں تھا۔ بس تاریک گہرائیاں، جو نہ جانے کونسے جہانوں کی پیکرانی تھیں۔

میں نے چاروں طرف دیکھا۔ کھو کھلے پہاڑ میں جگہ جگہ یہ چٹانیں اُبھری ہوئی تھیں۔ اور ایک بلند ترین جگہ ایک بہت بڑی اور سب سے اونچی چٹان تھی۔ جہاں سے شیمونا کے درشن ہوتے تھے۔ چٹانیں حفظ مراتب لوگوں کے بیٹھنے کے لئے تھیں۔ اور سامنے۔ پہاڑ کے عین سامنے۔ تاریکی میں عجیب سی بھنبھناہٹ ابھر رہی تھی۔ میں نے غور سے دیکھا اور ایک طویل سانس لیکر رہ گیا۔

یہ سان بارے کے عوام تھے۔ جو سامنے کے میدان میں شیمونا کے درشن کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ تاحدِ نگاہ انسان ہی انسان نظر آرہے تھے۔ میں نے چٹان کا اچھی طرح جائزہ لیا اور دروازے سے واپس پہنچ گیا۔

چاند آہستہ آہستہ اُبھر رہا تھا۔ قتیلہ میرے شانے سے چپک کر کھڑی تھی۔ "سنہرے اجنبی۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو کیا محسوس کر رہا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ میں پُرسکون ہوں۔ ہاں ملکہ شیمونا کو میں ضرور دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اس کے علاوہ تو کچھ نہیں محسوس کر رہا۔؟"

"بالکل نہیں۔"

"لیکن میری عجیب کیفیت ہے۔ میرے کانوں میں انوکھی آوازیں آرہی ہیں۔ یہ آوازیں جانی پہچانی ہیں۔ ہواؤں کے شور کی مانند۔ لیکن کوئی مجھے آواز دے رہا ہے۔ نہ جانے کس کی آوازیں ہیں۔ شاید میرے اپنوں کی۔ جنھیں میں چھوڑ چکی ہوں۔ سنہرے اجنبی۔"

"تم اس جگہ سے بہت متاثر ہو۔ شاید تمہارے دل میں ابھی تک کاہلوس کا خوف ہے۔"

"خوف۔ یقین کرو سنہرے اجنبی۔ تم اسے خوف نہ کہو۔ ایک عجیب سی کیفیت ہے۔ میں اسے بے پناہ خوشی بھی سمجھ سکتی ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے مضبوط سینے سے نہ چمٹاؤ گے۔"

"پاگل مت بنو قتیلہ۔ اطمینان سے کاہلوس کا ڈرامہ دیکھو۔!" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور قتیلہ مجھ سے لپٹ کر بیٹھ گئی۔ چاند آہستہ آہستہ اُبھر رہا تھا۔ پھر چاند کی ایک کرن کسی راستے سے اندر رینگ آئی اور میں چونک کر اس سوراخ کو دیکھنے لگا جس سے روشنی اندر آئی تھی۔ عمدہ انتظام کیا گیا تھا۔

بہرحال۔ میں نے قتیلہ کا ہاتھ پکڑا اور چٹانی دروازہ کھول کر چٹان پر اُتر آیا۔ قتیلہ میرے ساتھ تھی۔ ہم نے دیکھا۔ چاند دُور کی پہاڑیوں سے اُبھر رہا تھا۔ اور ہر چٹانی سائبان روشنی میں نہاتا جا رہا تھا۔ عجیب منظر تھا۔ جگہ جگہ سونے کی چٹانیں اُبھری ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ نہ جانے ان چٹانوں کو انسانی ہاتھوں نے تراشا تھا یا یہ قدرتی تھیں۔

جو کچھ بھی تھیں۔ بہرحال حیرت انگیز تھیں اور میں پوری پوری دلچسپی سے انھیں دیکھ رہا تھا۔ تمام چٹانیں آباد ہوتی جا رہی تھیں۔ اور پھر چاند آسمان کی چھت پر آگیا۔

تب اچانک رنگین کرنیں مختلف سمتوں سے پھوٹیں اور انھوں نے اس بے جوڑ چٹان کو اپنی زد میں لے لیا۔ جو درشن کا تخت تھی۔! اور بلاشبہ قوس قزح کا یہ منظر دنیا کا سب سے دلکش اور سب سے حیرت انگیز منظر تھا۔ شاید چٹان میں بڑے اور مختلف رنگوں کے ہیرے نصب کیے گئے تھے جو چاندنی سے آگ اگلنے لگے تھے۔ ان کی ٹھنڈی اور پُراسرار روشنیوں نے ماحول کو عجیب حسن بخش دیا تھا۔ پھر اس پُر سحر سناٹے میں ناقوس کی آوازیں ابھریں۔ اور اس کے ساتھ ہی کاہلوس اعظم اپنی چٹان پر نظر آیا۔ اور اس کے فوراً بعد رنگین روشنیوں میں ایک سحر جاگا۔ چاندی کے تاروں سے بنے ہوئے لباس میں ملبوس، ایک نوعمر نوخیز جسم نظر آیا۔ جو ایک چٹانی دروازے سے باہر نکلا تھا۔ اس کے دونوں طرف دو خادمائیں ادب سے گردن جھکائے ہوئے باہر نکلیں اور چٹان کے دونوں سروں پر ایستادہ ہو گئیں۔ اور اس متناسب الاعضاء نوخیز لڑکی کو دیکھ کر میں مبہوت ہو گیا تھا۔!

بلاشبہ حسن کا ایک اعلیٰ ترین شاہکار تھی۔ ایسا شاہکار جو ہر صدی کی یادگار ہوتا ہے۔ پوری صدی ایک آدھ ہی روایت چھوڑتی ہے اور۔ یہ لڑکی اس صدی کی روایت تھی۔ میں سب کچھ بھول گیا۔ روشنیاں اس کا احاطہ کئے اس پر نثار ہو رہی تھیں۔ اور اس کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔ اس کے چلنے

کا انداز بھی عجیب تھا، جیسے ہوا میں تیر رہی ہو۔ !

پھر وہ چٹان پر بنی ہوئی نشست پر بیٹھ گئی ۔۔ اس کا چہرہ اس طرح چمک رہا تھا کہ دور دور سے دیکھا جا سکے اور مجھے یقین تھا کہ میدان میں جمع لوگ بھی اُسے بخوبی دیکھ رہے ہوں گے ۔۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور میں نے محسوس کیا۔ کہ اس وقت سے آج تک کی ساری تھکن رفع ہو گئی ۔ جب میں پوگا س کے ساتھ جہاز میں سوار ہوا تھا۔ ! اس لڑکی کو دیکھنے کے لئے اس سے زیادہ جدوجہد کی جاتی ۔ تب بھی کم تھی ۔۔ میں نے اپنے دل میں نئی امنگیں محسوس کیں اور دلچسپی سے اُسے دیکھنے لگا۔

تب اس نے آہستہ آہستہ پلکوں کی جھالریں اُٹھائیں ۔۔ اور پروفیسر۔ آج بھی وہ نگاہیں میری نگاہوں میں ہیں ۔۔ ممکن ہے تم میری بات کو افسانہ طرازی سمجھو۔ ممکن ہے تم مجھے کوئی بوالہوس دیوانہ قرار دو۔

لیکن ۔۔۔ لیکن پروفیسر ۔۔ میری عمر کا اندازہ تم مشکل سے ہی لگا سکتے ہو ۔ تم میری عمر کا تعین ہی نہیں کر سکتے ۔۔ اور میں اس پوری عمر کی ۔۔ میں صدیوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں پروفیسر ۔۔ کہ ان سے زیادہ حسین، ان سے زیادہ پُرکشش ان سے زیادہ سحر انگیز آنکھیں دوبارہ میری نگاہوں سے نہیں گزریں ۔۔ وہ ۔۔ آنکھیں نہیں کہ پورا طلسم خانہ ۔۔ کون تھا جو ان آنکھوں کو دیکھ کر دل سینے سے کھنچتا نہیں محسوس کرتا ۔ !

میری بھی یہی کیفیت تھی ۔۔ بس محسوس کر رہا تھا کہ میں اس لڑکی کے بغیر نامکمل ہوں ۔۔ میں سوچ رہا تھا کہ ابھی اس سارے طلسم کو برباد کر دوں ۔ ابھی اس پورے ڈرامے کو ختم کر دوں ۔ اور لڑکی کے پاس پہنچ کر اسے اپنی تحویل میں لے لوں ۔ اسے قریب سے دیکھوں ۔ !

اور پھر میں نے اس کی آواز سُنی ۔ !

کون کون سی چیز کی تعریف کروں پروفیسر ۔ وہ صدیوں کا مجموعہ حسن تھی ۔ ہر چیز اپنی جگہ زرنگار ۔ ہر چیز حسن سے مالا مال ۔ سحر خیز آواز نے سان بارے کے لوگوں کو مخاطب کیا۔

"سان بارے کے لوگو ۔ تمہاری ملکہ تمہاری عقیدت قبول کرتی ہے ۔ وہ تمہارے لئے خوشحالی کی دُعا کرتی ہے ۔ کیا تم خوش ہو ۔ ؟"

"ہم خوش ہیں ۔" ایک غلغلہ بلند ہوا۔

میں نے دل ہی دل میں اس طلسم کدے کو سراہا۔ ملکہ کی آواز زیادہ بلند نہیں تھی ۔۔ لیکن ساکت پہاڑوں میں گونج کا ایسا نظام تھا کہ آواز دُور تک پھیل رہی تھی۔

"مقدس کاہوس اعظم ۔ !" اس بار اس نے بوڑھے ہیگیے کو مخاطب کیا۔

"عظیم ملکہ ۔ عظیم شیمونا ۔ !"

"اس چاند کی اُلجھن ۔ ؟"

"عظیم الجھن ملکہ ۔ عظیم ترین اُلجھن ۔ !" مکار کاہوس نے کہا۔

"ہمیں آگاہ کرو ۔" شیمونا کی آواز اُبھری

"سرحد کے پہاڑوں سے ایک پیلے چمکدار جسم والا اجنبی اندر داخل ہوا ۔ وہ غیر معمولی طور پر طاقتور تھا ۔ اس لئے اُس نے ناقابلِ عبور پہاڑوں کو عبور کر کے سرحدی محافظوں کو مرعوب کیا اور خود کو دیوتا کہلوایا۔ اس نے کہا ۔ وہ قہر کے دیوتا نیموں کو قتل کر دے گا ۔ اس نے اور بھی دعوے کئے ۔ اور لوگوں کو بہکایا ۔ اے عظیم ملکہ ۔۔ وہ تیرے سامنے موجود ہے۔ تصدیق ۔ یا تردید کر دے ۔ تو بہتر جانتی ہے ۔ کیا یہ دیوتا ہے ۔ ؟ اگر یہ دیوتا ہے تو عوام کو بتا دے ۔ تاکہ سب اس کی تعظیم کریں ۔ اور اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کے لئے سزا بھی تو ہی تجویز کر ۔ !"

اور پروفیسر ۔ حسین آنکھیں میری طرف اُٹھ گئیں ۔ کھوئی کھوئی آنکھیں سحر بھری ۔ سحر میں ڈوبی ہوئی ۔ یہ آنکھیں مجھے دیکھتی رہیں ۔ اور پھر ایک سوال اُبھرا ۔ "اجنبی ۔ تو ۔ کون ہے ۔ ؟"

"شیمونا کا مہمان ۔ کیا سان بارے کی زمین اس قدر تنگ ہے کہ وہ ایک مہمان برداشت نہیں کر سکتی ۔" میں نے بے باکی سے کہا۔

"ہم اجنبیوں کو اپنے درمیان جگہ نہیں دیتے ۔" شیمونا نے کہا۔

"میں آوارہ گرد ہوں ۔ جس زمین پر جگہ نہیں ملتی، وہاں جگہ حاصل کر لیتا ہوں ۔ تیری بستی میری پسند ہے ۔ کچھ روز یہاں گزاروں گا ۔ جس مقصد کے تحت آیا ہوں وہ حاصل کروں گا اور پھر یہاں سے چلا جاؤں گا ۔ !"

"تیرا مقصد کیا ہے اجنبی ۔ ؟"

"میری پناہ میں آیا ہوا ایک شخص تیرا قیدی ہے ۔ اُسے رہا کر دے"

"کون ہے وہ ۔ کیا نام ہے اس کا ۔ ؟"

"ہافو ۔ !"

"ہافو ۔ لیکن یہ تو ہمارا غلام ہے ۔ اُس نے ملکہ کے حکم سے غداری کی ہے ۔ اس نے خود کو نیموں کے سامنے نہیں پیش کیا اور جس کے نتیجے میں نیموں نے بہت سے انسانوں کو ہلاک کر دیا ۔ یہ ہمارا مجرم ہے ۔ ہم اسے سزا دیں گے ۔ اور پھر یہ تیری پناہ میں کیسے آیا ۔ ؟"

"ایک راہ گزر پر ۔ یہ اور اس کے ساتھی بے بس کھڑے تھے ۔ میں نے اعلان کیا کہ میں ان کا محافظ ہوں ۔ اور پھر میں ان سب کو اپنے ساتھ لے گیا ۔ نیموں بھی اگر انہیں مجھ سے چھیننے آتا ۔ تو ۔ میں اُسے ہلاک کر دیتا۔ میں نے سوچا، نیموں سے تیری زمین پاک کر دوں ۔ اور میں بچنے والوں میں سے ہافو کو لے کر نیموں کی تلاش میں نکلا ۔ لیکن کیسی انوکھی بات ہے کہ تو نے ۔۔ اور تیرے جوانوں نے اسے پسند نہیں کیا؟"

"اپنی باتوں پر غور کر اجنبی ۔ سوچ ۔ کیا تو قہر کے دیوتا کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کر کے کفر نہیں بک رہا ۔ کیا اس کے بعد تیرے لئے کوئی سزا تجویز نہ ہو ۔"

"دے سکتی ہے تو صرف ایک سزا دے دے شیمونا ۔"

"کیا سزا پسند کرے گا ۔ ؟"

"مجھے نیموں کے سامنے پہنچا دیے۔!" میں نے کہا۔

"اس کے ٹھکانے نامعلوم ہیں ۔۔ ورنہ تیری خواہش ضرور پوری کی جاتی اور پھر شیمونا کے دربار اس لئے نہیں ہوتے کہ وہ مجرموں کو مہلت دیں۔ تیرے لئے سزا تجویز کرلی گئی ہے ۔۔ اور تجھے سزا دی جائے گی۔"

"مہمانوں کو سزا نہیں دی جاتی شیمونا۔"

"ہم نے تجھے مہمان نہیں تسلیم کیا ۔۔ اس لئے ۔ مقدس گہرائیاں تیرا مقدر بن گئی ہیں ۔ جا ان گہرائیوں کو اپنا لے۔ تیرے لئے مناسب سزا ہے" شیمونا کے منہ سے آخری الفاظ نکلے۔!

اور پروفیسر ۔۔ یہ بات واقعی میں نے نہیں سوچی تھی، کہ یہ چٹان جس پر میں کھڑا ہوں ۔ کسی میکنزم کے تحت رکی ہوئی ہے ۔۔ مجھے تو اس وقت احساس ہوا جب چٹان اچانک جھک گئی۔

بھلا اس جھٹکے کے بعد میں کیا توازن برقرار رکھ سکتا تھا ۔ یا ایسی کونسی جدوجہد کرسکتا تھا جو خود کو ان گہرائیوں میں گرنے سے روک سکوں، جن کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔

ہاں ۔۔ مجھے اپنا کوئی خیال نہ تھا ۔۔ تاریک خلاؤں سے نیچے جاتے ہوئے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قتیلہ کے جسم کی چمک تلاش کر رہا تھا۔ تاکہ اگر وہ میرے قریب سے گزرے تو اُسے پکڑ لوں ۔۔ اس کی دلدوز چیخ کی لکیر میں نے بہت اوپر سنی تھی ۔ گہرائی سی گہرائی تھی ۔۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے خلاء کا یہ سفر کبھی ختم نہ ہوگا ۔۔ لیکن بالآخر ۔۔ اس سفر کا اختتام ہوگیا۔

پتھر نوکیلے تھے اور میرے جسم میں خوب زور سے چبھے ۔ لیکن چند ساعت کے بعد میں کھڑا ہوگیا ۔۔ مجھے قتیلہ کے جسم کی تلاش تھی ۔۔ وہ کہاں گری ۔۔ بدنصیب لڑکی ۔۔ موت اسی کا مقدر ہی بن گئی تھی ۔۔ اگر میں اسے وہاں چھوڑ دیتا تب بھی کاہلوس اُسے مار ڈالتا ۔ یہاں بھی موت آ سے لے آئی تھی ۔۔ لیکن اس شقی القلب ملکہ پر مجھے غصہ آ رہا تھا ۔۔ اتنی حسین لیکن ایسی سنگدل ۔۔!

میں نے چاروں طرف دیکھا ۔۔ لیکن قتیلہ کا بدن قرب وجوار میں نہیں تھا ۔ تب میں ایک جگہ کھڑے ہو کر اس جگہ کا جائزہ لینے لگا! اچانک مجھے اپنی پشت پر آہٹ محسوس ہوئی اور میں چونک کر پلٹا ۔۔!

آہ ۔۔ قتیلہ کا ہلکا پھلکا جسم اب نیچے پہنچا تھا اور ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا تھا ۔۔ مر تو وہ پہلے ہی گئی ہوگی ۔۔ بلندیوں سے نیچے تک کے سفر میں زندگی بچنا ممکن نہیں تھی ۔۔ میں اس کے نزدیک پہنچ گیا ۔ چند رنگین کپڑے ، ٹوٹی ہوئی ہڈیوں سے اُبلتا ہوا خون ۔۔ بس ۔۔ اور کچھ نہیں تھا ۔۔! میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

میرا قرب بہت کم لڑکیوں کو راس آیا تھا ۔ لیکن شیمونا حسین ملکہ ۔ بے شک میں تجھے پسند کرنے لگا ہوں ۔ بلاشبہ میں تیرے قرب کا آرزو مند ہوں ۔ لیکن تو نے جو کچھ کیا ہے ۔ اس کی سزا تجھے ضرور ملے گی ۔ میں تجھے معاف نہیں کروں گا، میں نے دانت پیستے ہوئے کہا ۔ اور پھر اپنے جسم پر رینگنے والی کوئی چیز پکڑ لی۔

خاصا موٹا کیڑا تھا ۔ عجیب سا لگا ۔ میں نے اُسے ہتھیلی پر رکھا اور پھر قریب سے دیکھا ۔ سیاہ رنگ کا ایک خوفناک بچھو تھا ۔ اور سخت حیران تھا کہ یہ کونسی متحرک شئے ہے جس پر بار بار ڈنک مارنے کے باوجود اس کا کچھ نہیں بگڑا حالانکہ یہ ان بچھوؤں میں سے تھا جن کے ڈنک مارنے سے پتھر سنکھیا بن جاتا ہے میں نے اسے ایک طرف پھینک دیا۔

اور پھر میں اس جگہ سے اُٹھ کر آگے بڑھ گیا ۔۔ اوپر دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ ایک عظیم الشان غار ہے ۔۔ جو پہاڑوں سے شروع ہوتا ہے اور زمین کی گہرائیوں میں چلا گیا ہے ۔ لیکن یہ کتنا طویل ہے اور اس میں کونسا راستہ اوپر پہنچنے کا ہے ۔؟ ہے بھی یا نہیں ۔۔؟ چاروں طرف نوکیلے پتھر بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان لمبے ڈنک والے سیاہ بچھو رینگ رہے تھے ۔ کئی بار یہ بچھو میرے قدموں کے نیچے آئے ۔ انھوں نے اپنی کوششیں کیں ۔ لیکن ناکام رہے ۔۔! لیکن میں نے ان کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

رات گزرتی رہی ۔۔ اور پھر میں دن کی روشنی کے انتظار میں بیٹھ گیا ۔ روشنی ہونے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھانا مناسب ہوگا! ویسے جتنی گہرائی میں، میں پہنچ چکا تھا، اسے طے کرنا آسان کام نہ ہوگا ۔ مجھے خاصی جدوجہد کرنی ہوگی ۔۔ یہ بات جدوجہد کے بعد ہی طے کرنی تھی کہ ان لوگوں کے خلاف میرا غصہ کیا حیثیت اختیار کرسکتا ہے۔

میں ایک نوکیلے پتھر سے پشت لگا کر بیٹھ گیا ۔ اور میں نے آنکھیں بند کرلیں ۔ روشنی نکلنے تک میں اونگھتا رہا ۔ اور پھر جب غار میں بھی صبح ہوگئی تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔

ایک بھیانک منظر میرے سامنے تھا ۔ بیحد خوفناک غار تھا انتہائی کشادہ ۔ پتھروں سے ویرانی برس رہی تھی ۔ یہاں بے شمار سیاہ مخلوق موجود تھی ۔ چھوٹی بڑی ۔ ہر ایک اپنے زعم میں ۔ میرے گرد ان کی پوری قوم جمع ہوگئی تھی اور وہ حیران تھے کہ یہ کیا شئے ہے جو جاندار ہے لیکن پتھر کی طرح بے حس ہے میں نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر اُن پر دے مارا ۔ بے شمار بچھو پتھر کے نیچے آ کر کچلے گئے اور ان میں بھگدڑ مچ گئی ۔۔ میں نے دوسرا پتھر اٹھایا ۔ اور پھر تو یہ چالاک حشرات الارض بُری طرح بھاگنے لگے اور ذرا سی دیر میں میدان صاف ہوگیا۔

تب میں اُٹھا ۔۔ میں ایکبار پھر بدنصیب قتیلہ کی لاش دیکھنا چاہتا تھا اور میں نے اس کی تلاش میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں ۔ لیکن نہ جانے اس کی لاش کہاں گئی ۔۔؟

ہاں کچھ دُور پر مجھے ایک رنگین کپڑا ضرور نظر آیا ۔ اور میں اس کی طرف بڑھ گیا ۔ تب پتھروں کے درمیان میں نے ایک نیلے رنگ کا سیال بہتا دیکھا جس میں بلبلے سے اُٹھ رہے تھے ۔۔ اور چند ساعت کے بعد صورت حال میری سمجھ میں آگئی ۔۔ ناکام رہنے والے بچھو ۔ قتیلہ کے مردہ جسم سے شغل کرتے رہے تھے۔

چنانچہ اس کی ہڈیوں کا برادہ بھی اس کے جسم کے پانی میں شامل ہو گیا تھا۔ اور اب قتیلہ کا کوئی وجود نہیں تھا۔

"بدنصیب لڑکی ۔۔!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر کہا۔ لیکن راستہ ۔۔؟ اور اب میں سنجیدگی سے اوپر جانے والا راستہ تلاش کرنے لگا۔۔ ان سپاٹ دیواروں پر چڑھنا بے حد مشکل کام ہے ۔۔ مجھے کسی نوکیلے پتھر کی مدد سے ان چٹانوں میں سوراخ کرنے پڑیں گے ۔۔ اس طرح میں دیواروں کا یہ طویل فاصلہ طے کر سکوں گا ۔۔! میں نے سوچا۔

اس کام کی طوالت کا مجھے احساس تھا ۔ لیکن ۔ بہر حال کام کرنا ہی تھا میں غار کے آخری سرے تک پہنچ گیا ۔۔ اور پھر میں غار کی دیواروں کو ٹٹولنے لگا۔ ان دیواروں میں سوراخ کرنا بہت مشکل کام ہے ۔۔ لیکن مجھے اپنا کام شروع کر دینا چاہیئے ۔۔ تب میں نے ایک انتہائی سخت پتھر کا انتخاب کیا ۔ اس کی جڑ زمین میں دفن تھی ۔!

لیکن میں طیش میں تھا ۔ میں نے پتھر کو گرفت میں لے کر زور لگایا۔

اور پتھر جڑ سے اکھڑ آیا ۔۔ اس کے ساتھ ہی بچھوؤں کا ایک گروہ بھرا مار کر نکلا اور میرے پیروں پر سے گزرتا ہوا منتشر ہو گیا ۔! میں نے پتھر دونوں ہاتھوں میں پکڑا ۔۔ اور اب میں اسے لئے ہوئے غار کی دیواروں میں نرم اور مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔

غار کا پورا چکر لگاتے ہوئے میری نگاہ ایک ابھری ہوئی چٹان پر پڑی ۔۔ یہ چٹان گول تھی اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے کنارے خالی خالی سے تھے ۔ میں اسے غور سے دیکھنے لگا! یہ خالی کنارے ۔۔؟ یہ مجھے شبہے میں مبتلا کر رہے تھے ۔۔ میں نے وزنی پتھر نیچے رکھ دیا ۔۔ اور چٹان کو ٹٹولنے لگا! پھر میں نے دونوں پنجے چٹان پر رکھے اور سینے کا زور مجتمع کر کے چٹان پر قوت آزمائی ۔۔!

اور پروفیسر میری خوشی کی انتہا نہ رہی ۔ کوئی پتھر ایک دھماکے سے ٹوٹا ۔ اور چٹان گھوم گئی ۔۔! اندر خلاء نظر آ رہی تھی ۔۔ میں نے بڑھ کر اس خلاء میں ہاتھ ڈال دیئے اور چٹان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگا ۔!

یقیناً یہ کوئی سرنگ تھی، جس کے منہ پر یا تو یہ چٹان خود بخود آ گئی تھی ۔ یا پھر یہ ۔۔ کوئی باقاعدہ دروازہ تھا ۔ چٹان اس قدر گھوم گئی کہ میں اس کے دوسری طرف جا سکتا تھا ۔ چنانچہ میں نے جسم سکیڑا اور چٹان کے رخنے سے دوسری طرف پہنچ گیا ۔۔ اور یہ ۔۔ اس وقت کوئی اجنبی امداد تھی جو مجھے ملی ۔ چٹان کے دوسری جانب تو ایک لمبی سرنگ تھی ۔!

میں خوشی سے اچھل پڑا ۔ پھر میں نے چٹان کو کھسکا کر اس کی جگہ جما دیا ۔۔ اور سرنگ میں آگے بڑھنے لگا! سخت تاریک سرنگ تھی ۔ لیکن کافی کشادہ اور اوپر کی طرف جانے والی ۔۔! میرا سر دیوار سے نیچا تھا ۔۔! اس لئے میں بآسانی اس میں چل رہا تھا ۔ لیکن سست رفتاری مجھے پسند نہیں تھی ۔ میں جلد از جلد اس کے دوسرے سرے کو پا لینا چاہتا تھا ۔!

چڑھائی کے سفر میں میں برق رفتاری سے دوڑنے لگا ۔ اس وقت میں نے اپنی ساری پوشیدہ قوتوں کو آواز دے لی تھی اور میری رفتار اس قدر تیز تھی کہ کیا کوئی گھوڑا کسی میدان میں دوڑا ہو گا! یہاں تک کہ میں ایک دو شاخے کے نزدیک پہنچ گیا ۔ یہاں سے سرنگ دو حصوں میں بٹ گئی تھی ۔ میں رک گیا ۔ کونسا رخ اختیار کروں؟ میں سوچ رہا تھا ۔!

اور پھر میں نے ایک طرف جانے کا فیصلہ کر لیا ۔ یہاں رکنے سے کیا فائدہ ۔ لیکن شکر ہے ۔۔ یہ شاخ طویل نہیں تھی، اور اس کا اختتام پتھر کے ایک باقاعدہ دروازے پر ہوا تھا ۔ میں دروازے پر رک گیا ۔ میں نے دروازے کے رخنے سے کان لگا کر سننے کی کوشش کی ۔ لیکن دوسری جانب کوئی آواز نہیں تھی ۔ تب میں نے دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا ۔ لیکن وہ آسانی سے نہ کھلا تو میں نے اس کے رخنے میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنی طرف گھسیٹا ۔ اور دروازہ پتھر گھسنے کی آواز کے ساتھ کھل گیا ۔۔ اور میں اس کے دوسری طرف چلا گیا ۔۔!

یہ بھی ایک عظیم الشان غار تھا ۔ لیکن عجیب و غریب ساز و سامان سے آراستہ ۔ دیواروں پر جانوروں کے سر لٹکے ہوئے تھے ۔ پتھروں پر انسانی ہڈیاں اور کھوپڑیاں سجی ہوئی تھیں ۔ رنگین پروں کے بستر لگے ہوئے تھے ۔ پتھروں کے جار ڈھیے تھے ۔ جانوروں کی کھالوں کی مشک میں نہ جانے کیسے سیال بھرے ہوئے تھے ۔۔ یہ مشکیں چھت سے لٹک رہی تھیں ۔ زمین میں گڑھے تھے اور ان گڑھوں میں آگ روشن تھی ۔ بعض گڑھوں میں رنگین سیال کھول رہے تھے ۔

میں تعجب سے تمام چیزوں کو دیکھتا رہا ۔ پھر مجھے ایک سیڑھی نظر آئی جو چھت کی طرف جا رہی تھی ۔۔ اور اچانک قتیلہ کے الفاظ میرے کانوں میں گونج اٹھے ۔ قتیلہ نے مجھے اس راز سے آگاہ کر دیا تھا ۔ یقیناً یہ کاہلوس کی پراسرار تجربہ گاہ تھی ۔۔ یہ اس کا سحر خانہ تھا ۔۔ اور اچانک ہی ایک خیال میرے ذہن میں آیا ۔۔ اور پروفیسر میں اس خیال پر مسرت سے اچھل پڑا ۔

بہر حال میں ایسی جگہ آ گیا تھا جہاں سے باہر نکلنا ممکن تھا ۔ چنانچہ اب مجھے کس بات کی پرواہ ہو سکتی تھی ۔ میں نے سیال کے اس جار کی تلاش شروع کر دی جسے بدن پر مل کر کاہلوس آگ میں گھس جاتا تھا ۔۔ گو اس سیال کی تلاش مشکل تھی ۔ میں صرف اندازے سے ہی یہ کام کر سکتا تھا ۔ لیکن میرے اندازوں میں صدیوں کے انسان کا تجربہ تھا ۔ میں سوچ سکتا تھا کہ ایسی چیز انسان کہاں رکھ سکتا ہے ۔

چنانچہ تلاش کے بعد مجھے ایسی جگہ مل گئی جہاں کاہلوس کے مخصوص لباس رکھے ہوئے تھے ۔۔ یہاں وہ لباس تبدیل کرتا تھا اور یقیناً وہ جار یہیں کہیں ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ جلدی میں تیار ہونے والا انسان سہل پسند ہوتا ہے ۔ میرا اندازہ غلط نہ تھا ۔۔ میں نے مٹی کے ایک بہت بڑے جار کو دیکھا ۔ اس کے نزدیک ہی بہت سے سیال کے قطرے بھی جم کر خشک ہو گئے تھے ۔ سے

ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

گویا میں نے مناسب جگہ اور مناسب چیز تلاش کرلی ہے تب میں نے جار کھول کر دیکھا۔ اور اس میں بھرے ہوئے سیال کی بو سونگھنے لگا! اس کے بعد میں ان دوسرے جاروں کی طرف آگیا۔ جن میں سیال بھرے ہوئے تھے۔ میں انھیں کھول کھول کر دیکھتا رہا۔ بہت سے سیال اس سیال سے مختلف تھے۔ نہ جانے وہ کس کس کام آتے تھے۔

بہر حال میں نے اس سیال سے ملتے جلتے ایک سیال کا جار اٹھایا اور اس جگہ پہنچ گیا۔ میں نے اس جار کا سیال ایک مناسب جگہ پھینک دیا اور پھر اس جار میں دوسرا سیال اسی مقدار میں اُلٹ دیا اور اس کے بعد خالی جار اس کی جگہ رکھ دیا۔! اگر میری چال کامیاب ہو جائے۔ تو مقدس کاہوس اعظم مزہ ہی آجائے گا۔ میں نے دل میں سوچا۔

اور پھر میں سوچنے لگا کہ اب مجھے باہر نکلنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے کیا اسی جگہ نکلوں جہاں کاہوس دربار کرتا ہے۔ لیکن اچانک میرے ذہن میں سرنگ کی دوسری شاخ آگئی۔! وہ شاخ کہاں پھوٹتی ہے۔ دیکھنا تو چاہیئے، اور میں واپس پتھریلے دروازے کی طرف چل پڑا۔ دوسرے لمحے میں اس دروازے سے نکل آیا۔!

اور اب میں غار کی دوسری شاخ کی جانب جا رہا تھا۔ یہ شاخ کافی طویل تھی اور خاصی بلندی کی طرف گئی تھی۔ اس کا اختتام بھی ایک ویسے ہی دروازے پر ہوا تھا۔ میں نے اس دروازے کو کھولا۔ اور اندر داخل ہوگیا

پہاڑوں کے اندر خوب دنیا آباد کی تھی ان لوگوں نے۔ واقعی اس سے قبل میں نے ایسے پراسرار پہاڑ نہیں دیکھے تھے۔ یہ غار بھی خاصا کشادہ تھا۔ لیکن اسے انتہائی خوبصورتی سے آراستہ کیا گیا تھا۔ چاروں طرف رنگین پردوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ فرش پر ایک عجیب قسم کی کاہی بچھائی گئی تھی جو خشک اور بے حد نرم تھی۔ اس پر پتھر کی نشستیں تھیں۔ سوراخوں کا انتظام ایسا رکھا گیا تھا کہ یہاں خوب ہوا آرہی تھی۔ اور ماحول بے حد خوشگوار تھا۔ سامنے کی دیوار میں ایک بڑا اور گول سوراخ نظر آرہا تھا جو انسانی ہاتھوں سے بنا ہوا تھا۔

شاید کسی دوسرے غار میں جانے کا راستہ۔! میں نے سوچا اور اس راستے کی طرف چل پڑا۔ سوراخ سے گزر کر میں دوسری طرف پہنچا، اور ٹھٹھک گیا۔!

یہ چھوٹا سا غار تھا۔ اور یہاں بھی خاصی روشنی تھی۔ لیکن اس کے درمیان ایک سنگی حوض تھا جس میں شفاف پانی بھرا ہوا تھا۔ کنارے پر پھولوں کا خوشبودار پانی چمڑے کی شیشیوں میں رکھا تھا۔!

اور اچانک میرے ذہن میں ایک خانہ کھل گیا۔! کہیں یہ شیمونا کی آرام گاہ تو نہیں ہے؟ ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں خوشی در آئی۔ اور دوسرے لمحے میں نے شیمونا کے بارے میں بُرے انداز سے سوچا۔ ٹھیک ہے،

وہ بے پناہ حسین ہے۔ لیکن اسی قدر سنگدل بھی ہے۔ اسے انسانیت سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ مجھے اس سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔

ہاں اگر وہ مل جائے تو اس سے کچھ گفتگو کی جائے۔

میں اس حمام سے بھی گزر گیا۔ اور اب میں دوسرے کمرے میں تھا میں اسے کمرہ ہی کہوں گا کیونکہ غار کے مختلف حصوں کو مختلف مرحلوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔! اور یہ کمرہ زبردست آرائشوں سے مرصع تھا۔ دیواروں میں ننھے ننھے ہیرے لگے ہوئے تھے جن کی وجہ سے ٹھنڈی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سوراخوں کو بھی اسی طرح منور کر دیا گیا تھا کہ سورج کی شعاعیں براہ راست اندر نہ آئیں۔ ہاں، ہوا آتی رہے۔!

اور۔۔۔ سامنے۔۔۔ بالکل سامنے ہی ایک آرام دہ پتھر پر۔۔۔ پروں کے نرم بستر پر۔۔۔ ملکہ شیمونا محوِ خواب تھی۔! وہ حسین عورت جس کی ایک جھلک دیکھ کر میں بھی لرز گیا تھا۔! میرے ذہن میں متضاد خیالات پیدا ہوگئے۔ اس کے قریب جاؤں یا نہ جاؤں۔ اس کا حسن مجھے متاثر کرے گا اور ممکن ہے میں اس سے اس کی سنگدلی کا انتقام نہ لے سکوں۔

لیکن ان کے اندر ایک اور جذبہ بھی ابھر رہا تھا۔ دیکھوں تو سہی اس قتالۂ عالم کو۔ چاند کی روشنی میں پہاڑوں کو منور کرنے والی شکل نزدیک سے کیسی لگتی ہے۔ اور اپنے اس جذبے پر میں قابو نہ پا سکا اور پھر میں دبے قدموں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

آہ پروفیسر۔ یقین کرو۔ ایسا حسن تصور میں نہیں آسکتا تھا۔ رات کو وہ بیرونی پرکاریوں سے آراستہ تھی لیکن اس وقت کا حسنِ سادہ رات کے حسن سے بھی زیادہ دلگداز تھا۔ شاید وہ غسل کر کے سوئی تھی۔ اس کے بال کھلے ہوئے تھے۔ اس کے جسم پر ایک باریک سا لباس تھا۔

اُف وہ نوخیزیت، وہ سادگی۔!

چند لمحات کے لئے میرا ذہن مفلوج ہوگیا۔ سب کچھ بھول گیا۔ دل چاہا۔ اسی طرح کھڑے کھڑے سو جاؤں۔ اور صدیاں گذر جائیں۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ ذہن بالکل خالی ہوگیا تھا۔

میرا وجود گم ہوگیا تھا پروفیسر۔۔۔ اگر میں غیر معمولی انسان نہ ہوتا۔ تو وہیں کھڑے کھڑے جان دے دیتا۔!

یہ حسن معصوم۔ یہ پاکیزہ سا چہرہ اس قدر سنگدل ہے۔ کیوں۔ آخر کیوں۔؟ یہ کیسے ممکن ہے۔

میں دل تھامے اُسے دیکھتا رہا۔ جی ہی نہیں بھرتا تھا۔ کیا کروں کیا نہ کروں۔؟ اور کافی وقت گزر گیا۔ وہ اسی طرح سوتی رہی۔ بے خبر۔ پوری کائنات سے بے خبر۔

تب میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں اس حسین لڑکی سے انتقام کیسے لوں۔ ممکن ہے۔ ممکن ہے یہ سب کاہوس کی مکاری ہو۔ وہ اس سنگدلی میں ملوث نہ ہو لیکن میں نے اس کے الفاظ خود سنے تھے۔ میں اسے کیسے اس جرم سے

بری الذمہ قرار دوں۔ پھر میں سنبھل گیا۔ گو وہاں سے ہٹنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن پھر سوچا کہ اس طرح احمق بننا مناسب نہیں ہے۔ حالات کا جائزہ لینا چاہیئے نہ جانے یہ غار در غار کہاں تک گئے ہیں؟

اور میں نے اس خواب گاہ کا دوسرا دروازہ تلاش کیا لیکن اس سوراخ میں قدم رکھتے ہی میں ٹھٹھک گیا۔ یہاں دو حسین لڑکیاں موجود تھیں وہ دونوں دھیمے لہجے میں گفتگو کر رہی تھیں۔ شاید وہ شیمونا کی خادمائیں تھیں۔ کیا کروں؟ کیا ان لوگوں پر خود کو عیاں کر دوں۔ کام نہ بگڑ جائے۔ نہ جانے یہاں کون کون ہو۔ لیکن۔ بہرحال میرا راز کھل جائے گا۔ پھر کیوں نہ میں خود ہی ان سے مل بیٹھوں۔ ممکن ہے میں انہیں متاثر کر سکوں۔ اوہ۔ وہ عورتیں ہیں اور عورتوں کی دکھتی رگ سے میں بخوبی واقف تھا۔!

چنانچہ میں نے اس دوسرے غار میں قدم رکھ دیا۔ اور وہ دونوں میرے قدموں کی آہٹ سن کر چونک پڑیں۔ پھر انھوں نے مجھے دیکھا۔ اور ان کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل پڑیں۔ اُن کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔

تب میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر گردن جھکا دی "کیا میں ایسی ہی بھیانک شکل ہوں خوبصورت لڑکیو کہ تم مجھے دیکھ کر اس قدر خوفزدہ ہو جاؤ" میں بڑی ملائم آواز میں بولا۔ اور اس لہجے اور الفاظ کا ردّعمل صاف ظاہر ہوا۔

"مجھے افسوس ہے۔ اگر میں تمھاری پریشانی کا باعث بنا" میں نے پھر کہا

"لیکن۔ لیکن تم کہاں سے آئے ہو؟ ملکہ شیمونا۔؟"

"وہ سو رہی ہے۔ گہری اور پرسکون نیند"

"کیا مقدس کاہوس اعظم نے تمہیں بھیجا ہے؟"

"نہیں۔ میں اس کی اجازت کے بغیر آیا ہوں" میں نے کہا

"اوہ۔ لیکن تمہیں اس کی سزا ملے گی۔ یہاں کاہوس اعظم کے علاوہ اور کوئی مرد قدم نہیں رکھ سکتا۔ یہاں تک کہ دوسرے مقدس ہیگے تک نہیں۔ خود ملکہ کی بھی یہی ہدایت ہے۔!"

"میرے بارے میں نہ کاہوس اعظم کو معلوم ہوگا۔ نہ ملکہ کو۔ میں تو تمھارے پاس آیا ہوں"

"ہمارے پاس۔؟" ان دونوں نے بیک وقت کہا

"ہاں خوبصورت لڑکیو! ۔ میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ مجھے تمھارے حسن نے اس قدر متاثر کیا کہ میں نے یہاں آنے کا خطرہ مول لے لیا"

"اوہ۔ مگر تم کون ہو۔؟ ہم نے تو تمہیں کبھی نہیں دیکھا"

"تم ان غاروں سے باہر کب جاتی ہو۔ لیکن میں تصور میں تمہیں دیکھتا رہا ہوں" میں نے کہا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ لڑکیاں مجھ سے واقف نہیں ہیں۔ نہ میری کہانی ان کے کانوں تک پہنچی ہے۔ ورنہ وہ ضرور مجھے پہچان لیتیں۔

"چلے جاؤ۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ خطرے میں پڑ جاؤ گے"

ایک لڑکی نے کہا۔ اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ میں اسے متاثر کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر ان دونوں کے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمہارے لئے زندگی کی بازی لگا دی ہے اور تم مجھے اس طرح چلے جانے کا مشورہ دے رہی ہو۔"

"مگر ہم تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں؟" وہی لڑکی بے چینی سے بولی

"چند لمحات مجھے خود کو پیار کر لینے دو۔ اس کے بعد میں خوشی سے جان دے دوں گا۔" میں نے ایک جانباز عاشق کے انداز میں کہا۔ اور دونوں لڑکیاں رام ہو گئیں۔ انھوں نے پریشانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ "کشکا۔ دیکھو ملکہ سو رہی ہے" ایک لڑکی دوسری سے بولی اور دوسری جلدی سے ملکہ کے غار کی طرف چل دی۔ پہلی لڑکی نے باہر سے دروازے کے دوسری طرف جھانکا تھا۔

"ہاں۔ ملکہ سو رہی ہے۔" کشکا کے چہرے پر جذبات لرز رہے تھے

"ادھر بھی کوئی نہیں ہے۔"

"لیکن ہم اس اجنبی کو کہاں پوشیدہ کریں۔ کیا یہ کاہوس اعظم کی نگاہوں سے بچ سکے گا۔؟"

"کچھ کرنا ہی ہوگا۔ ہم اس کی زندگی خطرے میں بھی تو نہیں ڈال سکتے۔" اور پروفیسر خوب چکر چل گیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ لڑکیاں مجھے عمدہ معلومات فراہم کر سکیں گی۔ لیکن۔!

مسئلہ یہ تھا کہ وہ دو تھیں اور بیک وقت ان دونوں کو مطمئن کرنا تھا۔ اس کے لئے وقت بھی زیادہ نہیں تھا۔ دونوں لڑکیوں کی نگاہوں میں میرے لئے پسندیدگی کے جذبات تھے۔ لیکن وہ خوفزدہ بھی تھیں۔ اُن کی کیفیت ایسی ہی تھی جیسے کسی پسندیدہ شئے کو حاصل بھی کرنا چاہتی ہوں اور اس کے حصول سے خوفزدہ بھی ہوں۔!

بہرحال وہ مجھے لئے ہوئے دوسرے غار میں آگئیں۔ یہ ایک چھوٹا سا غار تھا، جو کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ "یہ ہماری رہائش گاہ ہے۔ لیکن دیوتاؤں کے لئے، تم یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش مت کرنا ورنہ تمہیں زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ تم یہاں چھپے رہو۔ ہم ضرورت کی ہر چیز تمھیں فراہم کر دیں گے۔"

"تمہارا شکریہ حسین لڑکیو۔ میں بھوکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کشکا۔ تم اس کے لئے کھانا فراہم کرو۔ میں اپنے فرائض انجام دوں گی۔ ہاں اگر درمیان میں ضرورت ہوئی تو میں تمہیں آواز دے لوں گی۔" پہلی لڑکی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم بے فکر ہو کر چلی جاؤ آموکا۔ میں اسے کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گی۔"

"لیکن خیال رکھنا۔ تم تنہا اس کی حقدار نہیں ہو۔"

"میں جانتی ہوں۔!" کشکا نے کہا۔ لیکن اس کی آنکھوں کی تو چمک سے میں واقف تھا۔ پہلی لڑکی اسے نہیں دیکھ سکی تھی۔ تو پروفیسر ۲۱

میین لڑکی نے میرے لئے عمدہ خوراک مہیا کی ۔۔۔ وہ بس مجھے دیکھے جارہی تھی ۔ میں خاموشی سے کھانے میں مشغول رہا ۔۔ اور وہ مجھے گھورتی رہی کھانے سے فارغ ہو کر میں نے اس کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا دی۔

"اور کسی شئے کی ضرورت ہے ۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں ۔۔ بس تمہاری ۔۔!" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ جیسے ان الفاظ کی منتظر تھی ۔ یوں سمجھو یہ الفاظ کسی اسپرنگ کا ہک تھے جو نکل گئے تھے ۔۔ وہ اچھل کر میری گود میں آ رہی ۔ اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں

"آہ ۔۔ اجنبی ۔ تو اب تک کہاں تھا ۔۔؟ کہاں سے آیا ہے ۔۔ اتنا مختلف کیوں ہے ۔۔؟ تو نے ہمیں کہاں دیکھا ۔۔؟"

"خوابوں میں ۔۔ ہر رات مجھے تمہارا قرب نصیب ہوتا تھا ۔ لیکن، عالم ہوش میں صرف تمہارا تصور رہ جاتا تھا ۔ بالآخر میں نے اس تصور کو عملی جامہ پہنا دیا ۔۔!"

"آہ ۔۔ کیسی حسین باتیں کرتا ہے ۔۔ کیسے گرم جسم کا مالک ہے تو ۔۔ اور تیرے جسم کی سنہری چمک دل موہ لینے والی ہے ۔۔ مجھے خود میں جذب کرلے اجنبی، مجھے اپنے جسم میں سمو لے کہ میں اس کا ایک جزو بن جاؤں ۔۔" وہ میرے سینے سے چمٹتے ہوئے بولی۔

"تیرا نام کشکا ہے نا؟"

"ہاں ۔۔ اور تو کون ہے ۔۔؟"

"میرا کوئی نام نہیں ہے ۔ تیرا جو دل چاہے مجھے کہہ لے ۔" میں نے بھی اس کی گرمجوشی کا جواب اسی گرمجوشی سے دیتے ہوئے کہا ۔۔ اور کشکا نہال ہو گئی ۔ عین اس وقت ــــــــــــــــ پہلی لڑکی اندر آ گئی ۔۔ اس نے بھوکی شیرنی کی مانند کشکا کو دیکھا ۔۔ اور جھپٹ کر اسکے بال پکڑ لیئے ۔

"میں نے تجھے منع کیا تھا ۔" وہ غرائی ۔ کشکا سہم گئی تھی، اس نے خوفزدہ چڑیا کی مانند میرے سینے میں منہ چھپانے کی کوشش کی لیکن پہلی لڑکی نے اسے زبردستی کھینچ لیا ۔" اگر میں کاہلوس اعظم پر تم دونوں کا راز فاش کر دوں تو کیا ہوگا ۔۔؟" اس نے کہا ۔۔ لیکن میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے خود پر گھسیٹ لیا۔

"تم دونوں رقابت کا شکار نہ ہو ۔۔ میں کہہ چکا ہوں میں تم دونوں کو یکساں چاہتا ہوں ۔!"

"یہ کیسے ممکن ہے اجنبی ۔ یہ کیسے ممکن ہے ۔" پہلی لڑکی کے [illegible]ات ابھر آئے ۔ کشکا نے اسے جگہ دے دی تھی ۔

"سب کچھ ممکن ہو جائے گا ! بس چند ساعت انتظار کر ۔" اور [illegible] اس نے انتظار کیا ۔۔ اور میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ۔۔ وہ دونوں نہال ہو گئیں ۔ اور اب انھیں ایک دوسرے سے گلہ نہیں تھا ۔ دونوں ہی خوش تھیں ۔ دونوں میرے اوپر پروانہ وار نثار ہو رہی تھیں ۔ تب کشکا ہی کو احساس ہوا اور وہ چونک پڑی۔

"آموکا ۔۔!" اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے ۔۔؟" دوسری لڑکی حیرت سے بولی ۔

"ہم اپنا فرض بھول گئے ۔ وہاں کوئی نہیں ہے ۔"

"اوہ ۔۔" آموکا بھی اچھل پڑی اس کے بعد دونوں افتاں و خیزاں اپنی ڈیوٹی پر بھاگیں ۔۔ مجھے ان کی بدحواسی پر ہنسی آ رہی تھی ۔ لڑکیوں کی یہی کیفیت ہوتی تھی میرے آگے، اسی طرح وہ خود کو، ماحول کو اور فرائض کو بھول جاتی تھیں ۔۔۔ میں انتظار کرتا رہا ۔۔ تب آموکا ہی مسکراتی ہوئی میرے پاس آئی ۔

"دیوتاؤں نے رحم کیا ۔۔ نہ تو ملکہ شیمونا جاگی اور نہ کاہلوس اعظم کا ادھر سے گزر ہوا ۔"

"کیا کاہلوس اعظم روزانہ یہاں آتے ہیں ۔۔؟"

"ہاں ۔ رات کو روزانہ ۔۔۔ اور کبھی کبھی دن میں بھی ۔"

"تمہارا نام آموکا ہے نا ۔۔؟"

"ہاں ۔۔!"

"آموکا ۔۔ اب تم نے میرے بارے میں کیا سوچا ۔۔؟"

"آہ ۔۔ تم نے تو ہم دونوں کو پاگل کر دیا ہے ۔۔ اب تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی محال ہے ۔"

"کیا میں زیادہ دنوں تک یہاں چھپا رہوں گا ۔"

"ہم تمہاری حفاظت زندگی سے بڑھ کر کریں گے ۔"

"اگر شیمونا کو میرے بارے میں معلوم ہو جائے ۔۔؟"

"وہ رحمدل ہے ۔ ہمیں معاف کر دے گی ۔ لیکن کاہلوس اعظم ۔۔!" لڑکی کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے ۔۔ لیکن پھر وہ مضبوط آواز میں بولی۔ "کچھ بھی ہو ۔۔ ہم تمہارے لئے مرنے کو تیار ہیں ۔"

"تم نے کہا تھا شیمونا رحمدل ہے ۔"

"بے حد معصوم ۔۔ بے حد مہربان ۔"

"مجھے یقین نہیں ہے ۔"

"یہ حقیقت ہے ۔"

"کاہلوس اعظم یہاں روزانہ کیوں آتا ہے ۔۔؟"

"ملکہ سے مشورے کرنے ۔ اس کے علاوہ ملکہ کے پاس اور کوئی نہیں آتا ۔!"

"رات کو وہ کس وقت آئے گا ۔۔؟"

"چاند نکلنے کے بعد ۔"

"کیا وہ دونوں کہیں جاتے بھی ہیں۔؟"

"ہمیں نہیں معلوم۔!"

"کیا رات کو بھی تم لوگوں کی ڈیوٹی رہتی ہے۔؟"

"اس وقت وہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا جب کاہلوس اعظم ملکہ کے حضور موجود ہو۔" آموکا نے جواب دیا۔ اور میرے ذہن میں ایک خلش سی پیدا ہوگئی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس وقت ان دونوں کو ضرور دیکھوں گا جب کاہلوس اعظم وہاں موجود ہو۔ میں اس خفیہ راستے سے واقف تھا جہاں شاید یہ لڑکیاں بھی نہیں جا سکتی تھیں۔

لیکن لڑکیوں نے رات کو کچھ اور ہی پروگرام بنایا تھا۔ چھٹی ہوئی تو انھوں نے بہت سے پھل میوے اور شراب غار میں جمع کر لی۔ دن کی رنگینی کو وہ رات کے حقیقی رنگ میں دیکھنا چاہتی تھیں۔

چنانچہ مجھے چالاکی سے کام لینا پڑا۔ جب شراب کا دور شروع ہوا تو میں نے انھیں بے تحاشا پلائی۔ اتنی پلائی کہ وہ مدہوش ہوگئیں اور پھر دونوں اوندھی ہوگئیں۔ اب انھیں کچھ خبر نہیں رہی تھی۔ چنانچہ میں نے انھیں اطمینان سے لٹایا۔ اور خود باہر نکل آیا۔ اب میں اسی خفیہ راستے کی جانب جا رہا تھا۔

غار کے پوشیدہ سوراخ سے میں نے اندر نگاہ ڈالی۔ دو لڑکیاں شیمونا کا سنگھار کر رہی تھیں۔ شیمونا خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے جنہیں میں [illegible] طور سے نہ سمجھ سکا! لیکن شیمونا لاجی اور پُرکار ہوگیا تھا۔ بلاشبہ یہ لڑکی حسین ہے اور اس کا حسن بے پناہ ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔

"بس جاؤ۔ اب جاؤ تم لوگ!" شیمونا نے سنبھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔ اور سنگھار کرنے والی دونوں لڑکیاں پیچھے ہٹ گئیں۔ پھر انھوں نے گردن جھکائی اور الٹی چلتی ہوئی غار کے دروازے سے باہر نکل گئیں۔ شیمونا اب غار میں تنہا تھی۔ اس کے چہرے سے عجیب سی بیزاری کے آثار ہویدا تھے۔ لیکن اس سے قبل کہ میں مزید کچھ سوچتا۔ غار کے دروازے میں کاہلوس کی خبیث شکل نظر آئی۔ اور میں سنبھل گیا۔

"ملکہ عالیہ کی خدمت میں سلامتی۔" اس نے کہا۔ شیمونا بھی سنبھل گئی تھی۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب کاہلوس اعظم مکاری سے بولا

"خداریانہ کی عظیم ملکہ کے چہرے پر کچھ کبیدگی کے آثار نظر آرہے ہیں۔ طبیعت تو ٹھیک ہے۔؟"

"ہاں۔ ہم ٹھیک ہیں۔" ملکہ نے جواب دیا۔

"کیوں نہ ہم تازہ ہواؤں۔ اور چاند کی فرحت بخش روشنی میں گفتگو کریں۔!"

"ہم کہیں نہیں جانا چاہتے۔" شیمونا نے کہا۔

"ملکہ کی طبیعت میں شگفتگی پیدا ہو جائے گی۔"

"کاہن اعظم ہم کہیں نہیں جانا چاہتے۔"

"اس انکار کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔؟"

"کوئی وجہ نہیں ہے۔ بس ان غاروں میں ہی ہمارا دل نہیں لگتا ہمیں یہ تنہائی کی زندگی پسند نہیں ہے۔ ہماری زندگی میں کوئی نیا پن نہیں۔ بس سوتے رہو۔ جاگ جاؤ۔ پھر دیکھتے دیکھتے ہمارا دماغ بھی پتھرا کر رہ گیا ہے۔"

"کچھ وقت اور باقی ہے میری ملکہ۔ تمہارے بالغ ہونے کی پہلی نشانی ظہور میں آجائے۔ اس کے بعد تم خود کو تنہا نہ محسوس کرو گی، اس کے بعد تم اس زندگی میں پوری پوری دلچسپی لینے لگو گی۔ تم زندگی کے رموز سے آشنا ہی اس وقت ہوگی۔ پھر یہ ماحول تمہیں برا نہیں لگے گا۔ پھر یہ پتھروں کی دنیا تمہیں اس قدر ویران نہیں نظر آئے گی۔"

"تمہاری باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں کاہلوس اعظم۔" ملکہ نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ابھی آبھی نہیں سکتیں۔ زندگی کے سب سے خوبصورت راستے پر قدم بڑھا نے دو۔ اس کے بعد سب کچھ سمجھ میں آجائے گا۔" کاہلوس نے کریہہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

حسین، نوخیز ملکہ ممکن ہے ان باتوں کو نہ سمجھ رہی ہو۔ لیکن میں بوالہوس بوڑھے کی باتوں کا مفہوم سمجھ رہا تھا اور غور کر رہا تھا کہ ملکہ کی حیثیت تو کچھ بھی نہیں ہوتی۔ وہ تو صرف ایک دکھاوے کی چیز ہے۔ یا یوں سمجھا جائے کہ وہ تو صرف ہیگے کی داشتہ ہوتی ہے۔ یہ حسین لڑکی ابھی نوخیز ہے، اسی لئے ہیگے کی ہوس سے بچی ہوئی ہے۔ ورنہ یہ ہیگے کی بھینٹ چڑھ گئی ہوتی۔

لیکن کہاں یہ کریہہ المنظر بوڑھا۔ اور کہاں یہ دنیا کا منتخب حسن۔ اسے بوڑھے کے دست برد سے بچانا ہوگا۔ میں نے سوچا۔ اور پھر میں نے ہیگے کو ملکہ کے قریب ہوتے دیکھا۔ اس نے ملکہ کے دونوں شانوں کو اپنی انگلیوں کے شکنجوں میں دبوچ کر اپنے قریب کرنا چاہا۔ لیکن ملکہ پیچھے ہٹ گئی۔

"براہ کرم ہمیں پریشان مت کرو کاہلوس۔ ہماری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا میرا قرب ملکہ کو پسند نہیں ہے کیا میرے جذبات کی گرمی سے ملکہ کے دل میں جوار بھاٹا نہیں اٹھتا۔؟" کاہلوس نے کہا۔

"ہمیں افسوس ہے کاہلوس اعظم۔ تمہارے قرب سے ہمیں الجھن ہوتی ہے۔ ہمیں تمہارے بدن کی بو سخت ناگوار لگتی ہے۔"

"ملکہ شیمونا۔!" کاہلوس نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے احتجاج کیا۔ چند ساعت وہ اسے گھورتا رہا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم ابھی ناسمجھ ہو ملکہ۔ تم ابھی کچھ بھی نہیں جان سکتیں۔ اور جان بھی کیسے سکتی ہو۔ ابھی تم نے زندگی کی رنگینیوں کو قریب سے نہیں دیکھا لیکن آج میرے ذہن میں ایک نئی ترکیب آئی ہے۔ آج میں نے تمہاری دلبستگی کے لئے نیا بندوبست کیا ہے۔"

"ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔ ہمیں تنہا چھوڑ دو۔ براہِ کرم ہمارا ذہن سلانے کی کوشش بھی نہ کرنا۔ ہمیں اس کے بعد بڑی تھکن محسوس ہوتی ہے۔"

"آج میں تمہارے ذہن کو بیدار رہنے دوں گا۔ آج میں تمہیں زندگی کا سب سے حسین تماشہ دکھاؤں گا ملکہ۔!" کاہلوس نے مکاری سے کہا۔ لیکن میں ملکہ کے الفاظ پر غور کر رہا تھا۔ ذہن سلانے والی بات۔!

میں زیادہ نہ سوچ سکا۔ کاہلوس نے تالی بجائی تھی۔ اور فوری طور پر ایک خادمہ اندر داخل ہو گئی۔ میں نے اس خادمہ کو دیکھا۔ وہ بھی خاصی حسین لڑکی تھی۔!

کاہلوس اسے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔ "تیرا کیا نام ہے۔؟"

"بوشا۔!" خادمہ نے جواب دیا۔

"تیری ساتھی کون ہے۔؟"

"فازی۔"

"اسے بلا۔!" کاہلوس نے کہا۔ اور خادمہ جلدی سے باہر چلی گئی۔ پھر وہ دوسری لڑکی کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ دوسری لڑکی بھی جوان تھی، لیکن بوشا کی طرح حسین نہیں تھی۔ تب کاہلوس اعظم نے ہاتھ اٹھایا۔

"جا۔ تو باہر ہی جا۔ اور اس وقت تک اندر مت آنا جب تک طلب کیا جائے۔ اس وقت تک کسی کو اندر مت آنے دینا جب تک اجازت نہ مل جائے۔" اس نے فازی کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا اور دوسری لڑکی جلدی سے باہر نکل گئی۔

"تو میرے نزدیک آجا بوشا۔ آ۔ اور قریب آجا۔" کاہلوس اعظم نے کہا اور بوشا جھجکتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی۔ "بوشا۔ تیرے دل میں میرا کیا مقام ہے۔ جواب دے۔"

"مقدس کاہلوس اعظم۔ عظیم ہے۔" بوشا نے جواب دیا۔

"کیا میرا قرب تیرے لئے باعثِ نفرت و کراہیت ہے۔"

"کاہلوس اعظم کا قرب باعثِ عزت و انبساط ہے۔" بوشا نے کہا۔

"تب ان جذبات کا ثبوت دے جو تیرے دل میں میرے لئے ہیں۔" کاہلوس نے کہا۔ اور بوشا نے ملکہ کے وجود کو بھلا دیا۔ خاصی تجربے کار لڑکی تھی، جانتی تھی کہ بیگے کے سامنے ملکہ کی کوئی حیثیت نہیں۔ بیگے کے حکم سے انحراف موت ہے اور اس کی قربت حاصل کرنے سے [illegible]ت ہے۔!

چنانچہ اس نے بیگے کے ایک ایک حکم کی تعمیل کی۔ اور مجھے اس [illegible] انسان پر شدید غصہ آنے لگا جو سفلہ حرکتوں سے ملکہ کے جذبات [illegible] میں کوشاں تھا۔ بوشا اس کی پوری پوری مددگار تھی۔ لیکن ملکہ جو [illegible] معلوم ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے اس شرمناک منظر سے بیزار ہو کر رُخ بدل لیا۔

بوشا سرشار تھی۔ مقدس کاہلوس اعظم کا قرب اس کے تصور میں بھی نہیں تھا۔ لیکن کاہلوس اعظم کے چہرے پر الجھن نظر آرہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے بوشا کو خود سے جدا کر دیا۔

"بس اب تو جا۔!" وہ اپنا مختصر لباس درست کرتے ہوئے بولا۔ اور بوشا باہر نکل گئی۔

"شیمونا۔!" کاہلوس نے آواز دی۔ اور شیمونا نے رُخ بدل لیا۔ "تو اس منظر سے متاثر نہیں ہوئی۔؟" اس نے کہا۔ لیکن شیمونا نے جواب نہ دیا۔ اس کے ہونٹ نفرت سے سکڑے ہوئے تھے۔ "میری آنکھوں میں دیکھ شیمونا۔!" اس نے سخت لہجے میں کہا۔ اور شیمونا کی نگاہیں اس کی نگاہوں سے ٹکرائیں۔ تب میں نے اس کے بدن میں ایک تھرتھراہٹ سی دیکھی۔

اور مجھے یقین کامل ہو گیا۔ کاہلوس اس پر تنویمی نیند طاری کر رہا تھا۔ اس کے ذہن پر قابض ہو رہا تھا اور اب وہ پلکیں جھپکائے بغیر دیکھ رہی تھی۔

"کھڑی ہو جا۔!" کاہلوس نے کہا اور وہ کھڑی ہو گئی۔ "میرے نزدیک آ۔!" کاہلوس نے کہا۔ اور وہ کاہلوس کے نزدیک پہنچ گئی۔ "میری گردن میں ہاتھ ڈال۔" وہ بولا اور نوخیز ملکہ نے ایسا ہی کیا۔ "بس اب آرام کر۔!" کاہلوس نے کہا اور ملکہ پلٹ گئی۔ کاہلوس بھی کسی قدر دل گرفتہ سا باہر نکل گیا۔ اور اب غار میں شیمونا کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔! میرے خیالات میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ گویا شیمونا بیگے کی محکوم ہے۔ اس کا ہر عمل کاہلوس کا رہینِ منت ہے۔ اور کاہلوس میرا دشمن تھا لیکن ہے میرا اور قبیلہ کے قتل کی کوشش خود ملکہ کی نہ ہو۔ اس میں بھی کاہلوس کی کرم فرمائی ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو یہ عورت تو بے قصور ہے۔ اور اگر بے قصور ہے تو چاہے جانے کے قابل ہے۔ پھر کیوں نہ انتقام کا خیال ذہن سے نکال کر اس سے دوسری باتیں کی جائیں۔ کیوں نہ اس حسین لڑکی کے خیالات کا رُخ بدل دیا جائے۔ بہرحال وہ حُسنِ بے مثال ہے اور اس کے بارے میں محبت انداز سے بھی سوچا جا سکتا ہے۔ پھر شیمونا کے لئے میرے دل سے کدورت نکل گئی۔ رہ گیا کاہلوس کا معاملہ۔ تو اسے تو میں اچھی طرح دیکھ لوں گا۔ بلکہ میرے اپنے خیال میں تو میں نے اس کے لئے مناسب بندوبست کر ہی دیا تھا۔ اس بار جب وہ آگ کا دربار کرے گا تو لطف ہی آجائے گا۔!

لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ کاہلوس چلا گیا تھا۔ شیمونا تنہا تھی، میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا اور پھر میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ چند ساعت کے بعد میں غار کے اسی دروازے سے اندر داخل ہو گیا جس سے کاہلوس داخل ہوا تھا۔ پہرہ دینے والی دونوں لڑکیاں غائب تھیں۔ شاید بوشا فازی پر اپنی عظمت کا رعب جما رہی ہوگی۔! شیمونا ایک خوبصورت پتھر کی نشست سے ٹیک

لگائے بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی۔

میرے قدموں کی چاپ پر بھی اُس نے توجہ نہ دی اور میں اس کی پُشت پر پہنچ گیا۔ میری نگاہیں اس کے سر سے سراپا کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کئی منٹ اسی طرح گزر گئے۔ پھر شیمونا نے ہی ایک طویل سانس لیکر رُخ بدلا۔ پہلے اس کی نگاہ میرے قدموں پر پڑی۔ اور پھر اُس نے آہستہ آہستہ نگاہیں اوپر اٹھائیں دوسرے لمحے اُس کے حلق سے ایک خوف کی آواز نکل گئی اور وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اُس کی حسین آنکھوں میں خوف کے آثار اُبھر آئے تھے۔ لیکن میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر ان آنکھوں کی وحشت کسی قدر کم ہوگئی۔!

اب وہ حیرت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اور پروفیسر میں اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگ دیکھ رہا تھا۔! خوف، دہشت، حیرت اور اس کے بعد اس کی آنکھوں میں وہ نظر آیا جو میرا حق تھا۔! یعنی پسندیدگی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک باریک مسکراہٹ نمودار ہوئی اور سمٹ گئی۔ پھر وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ میں بھی خاموش کھڑا تھا۔!

تب اس کی نگاہوں میں بے چینی پیدا ہوئی۔ وہ آگے بڑھی اور پھر اس نے میرے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔ "دیوتاؤں کی قسم۔ کیا تم مامونا کے تراشے ہوئے بُت ہو۔؟ لیکن تم یہاں۔ اچانک کیسے آگئے۔؟"

"میں پتھر نہیں ہوں ملکہ شیمونا۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ۔ مامونا بتوں کا جادوگر ہے۔ کیا اس کے مجسمے بول بھی سکتے ہیں۔؟"

"تم کس مامونا کی بات کر رہی ہو۔؟"

"تو کیا۔؟ تو کیا۔ تمہیں مامونا نے نہیں تراشا۔؟"

"میں کسی مامونا کو نہیں جانتا۔"

"پھر تم کون ہو۔؟"

"کیا تم مجھے نہیں جانتیں۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"نہیں۔!" اُس نے بھی تعجب سے گردن ہلادی۔

"غور کرو۔ یاد کرو ملکہ شیمونا۔ کیا تمہارے حکم سے مجھے موت کی سزا نہیں ملی۔؟" میں نے کہا۔

"موت۔ آہ۔ میں تمہیں موت کی سزا کیسے دے سکتی ہوں۔ میں نے تو پہلے کبھی تمہیں نہیں دیکھا۔"

"کیا قبیلہ کو بھی تم نے موت کی سزا نہیں دی۔؟"

"کیسی باتیں کر رہے ہو اجنبی۔ یہ نام بھی میرے لئے نیا ہے۔"

"حسین ملکہ۔ تمہارے ہونٹوں سے جھوٹ بھلا نہیں لگتا۔!"

"میں جھوٹ نہیں بولتی اجنبی۔ یقین کرو، میں نے پہلے تمہیں نہیں دیکھا۔ تمہاری شکل مجھے یاد نہیں ہے۔ اگر میں پہلے بھی تمہیں دیکھتی تو ضرور یاد رکھتی۔ میں تمہیں کیسے بھول سکتی تھی۔"

"کل کے چاند۔ جب تم نے پہاڑوں میں دربار کیا تھا۔ جب تمہارے پرستار تمہاری زیارت کو آئے تھے۔ تم نے میرے بارے میں فیصلہ دیا تھا۔ تمہارے ہی حکم سے مجھے پہاڑ کی بلندیوں سے نیچے گرادیا گیا تھا۔!"

"آہ۔ نہیں۔ آہ۔ نہیں۔ میں یہ ظالمانہ حکم کیسے دے سکتی تھی اجنبی تمہیں ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نہیں جانتی تم کون ہو۔؟ کہاں سے آئے ہو۔؟ میری بات پر یقین کرو۔!"

اور میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ ممکن ہے۔ لیکن اس سلسلے میں بھی معلومات حاصل کی جاسکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے اس سے پوچھا "کیا تمہیں پچھلی رات کا دربار یاد ہے۔؟"

"آہ۔ مجھے کچھ یاد نہیں۔ میں اس وقت کاہلوس کے سحر میں گرفتار ہوتی ہوں۔ آہ کاہلوس کا جادو مجھے اپنی گرفت میں لئے ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتی میں نے کیا کیا ہے۔ میں نے کیا کہا ہے۔ اس وقت میرے منہ میں کاہلوس کی زبان ہوتی ہے۔ میری اپنی مرضی۔ میری کوئی رائے نہیں ہوتی۔ مجھے اس سے سخت نفرت ہے اجنبی۔ میں اس کے احکامات پر عمل نہیں کرنا چاہتی۔ لیکن وہ جادوگر ہے۔ میں اس کے جادو کے سامنے بے بس ہوں۔"

وہ باتیں کر رہی تھی۔ اور میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ تو یہ ہے ملکہ شیمونا۔ کاہلوس کے ظلم کا شکار۔ اس کی اپنی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کاہلوس کی باتیں میں سُن چکا تھا۔ وہ شیمونا کے جوان ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اس کے حُسن کے سمندر سے سیراب ہونے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن خیر۔ اس کے دن پورے ہوچکے ہیں۔ میں نے اس کے لئے مناسب بندوبست کردیا ہے۔

شیمونا غمزدہ انداز میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔ لیکن پھر اچانک وہ چونک پڑی۔ "تم۔ تم کون ہو اجنبی۔ اور یہاں کہاں سے آگئے۔؟"

"کیا تم نے میرا تذکرہ بھی نہیں سُنا شیمونا۔ کیا تمہیں اس شخص کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہے۔ جو پہاڑوں کے اس پار سے آیا ہے۔ جو شیمون کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔؟" میں نے کہا اور وہ اچھل پڑی۔

"ہاں۔ میں نے سُنا ہے۔ میں نے کاہلوس کی زبانی سُنا ہے۔ تو کیا تم وہی ہو۔"

"ہاں۔ میں وہی ہوں شیمونا۔"

"کیا تم آگ میں نہیں جلتے۔ کیا تم بے حد طاقتور ہو۔؟"

"کاہلوس کے الفاظ درست ہیں۔"

"مگر تم یہاں کس طرح پہنچ گئے۔؟"

"تمہارے حکم سے۔ مجھے پہاڑوں سے غار میں پھینک دیا گیا۔ جہاں نوکیلی چٹانیں ہیں اور جہاں بچھو رہتے ہیں۔"

"آہ۔ پھر۔ آہ پھر۔ تم زندہ کیسے بچے۔؟"

"کاہلوس میری زندگی نہیں لے سکتا۔ ہاں میں اسے ضرور ختم کرسکتا ہوں۔"

"تو کیا درحقیقت تم آسمان سے اُترے ہوئے کوئی دیوتا ہو۔ ہاں تمہارا بدن چمکدار ہے۔ تم آنکھوں کو بہت بھلے لگتے ہو۔ کاہلوس پاگل ہے۔

"تم یہ دیوتا کیوں نہیں تسلیم کر لیتا۔"

"کیا تم مجھے دیوتا تسلیم کرتی ہو۔؟"

"تم اگر میرے سامنے کہو گے تو میں تمہیں دیوتا مان لوں گی۔"

"اگر میں دیوتا ہوا تو پھر تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گی۔؟"

"میں تمہاری عزت کروں گی، تم سے محبت کروں گی ۔۔ اور پھر میں تم سے رو رو کر کہوں گی کہ مجھے اس طلسم کدے سے نکال دو۔۔ یہاں میرا دل بہت گھبرا ہے یہاں نہیں رہنا چاہتی میں یہاں سے اکتا گئی ہوں۔"

"تو سنو شیمونا۔۔ میں دیوتا نہیں ہوں۔ تم سب کی طرح انسان ہوں ۔۔ لیکن میں وہ کام کر سکتا ہوں جو کاہلوس نہیں کر سکتے۔۔ میں نیمون کو قتل کر سکتا ۔۔ل ۔۔ میں تمہیں یہاں سے نکال سکتا ہوں۔"

"آہ ۔۔ تو ایسا ضرور کرو اجنبی ۔۔ ان پہاڑوں میں میرا دم گھٹتا ہے ۔۔ یہاں مر جاؤں گی ۔۔ کاہلوس کی شکل سے مجھے نفرت ہے ۔۔ مجھے اس کی ۔۔ پسند نہیں ہے۔" وہ میرے بازو سے آ لگی۔ اس نے اپنے حسین ہاتھوں سے ۔۔ بازو تھام لیا۔!

اور پروفیسر۔ میں اس کے قرب سے سرشار ہو گیا۔ یہ بھی محبت کا ۔۔ار تھا۔ یہ اپنائیت کی ادا تھی۔۔ اور اس کے بعد میں حسین ملکہ کے لئے دل میں ۔۔ت کیسے رکھ سکتا تھا اور میں اس کی درخواست کو کیسے ٹھکرا سکتا تھا۔۔ ۔۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی کمر میں ڈال دیئے۔

"میں تجھے یہاں سے ضرور نکال لے جاؤں گا شیمونا۔ تو بے فکر ۔۔ میں بہت جلد تجھے یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔ کیا تو اپنی مرضی سے ان پہاڑوں سے باہر نہیں نکل سکتی۔ کیا اب کوئی راستہ نہیں ہے کہ ہم ان غاروں سے نکل جائیں۔"

"راستہ موجود ہے۔ لیکن میں تنہا نکلنے کی ہمت نہیں کر سکتی تھی۔ ۔۔ تیرا ساتھ ہے۔ آ ۔۔ میں تجھے راستہ بتا دوں۔"

"چلو ۔۔!" میں نے کہا ۔۔ اور ملکہ مجھے لئے ہوئے غار کے ایک ۔۔ونی حصے کی طرف چل پڑی ۔۔ ایک طویل سرنگ طے کر کے ہم ایک بلند جگہ ۔۔ پہنچ گئے جہاں سے اوپر کی جانب سیڑھیاں جاتی تھیں اور ان سیڑھیوں پر چڑھ ۔۔ ایک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے ۔ جس کے دوسری طرف سارہانہ پھیلا ہوا ۔۔ میں نے سارہانہ کی مخالف سمت دیکھی ۔ یہاں سے دوسری طرف جانے ۔۔ تھا۔!

اور میں نے سکون سے گردن ہلائی۔!

"ٹھیک ہے ملکہ شیمونا۔ چند روز انتظار کر۔ کسی بھی وقت ... ۔۔ات کر کے میں تجھے یہاں سے نکال لے چلوں گا۔"

"چند روز کیوں ۔۔ ابھی کیوں نہیں ۔۔؟" ملکہ نے ضد کرنے والے ۔۔از میں کہا۔

"کچھ انتظامات کرنے ہوں گے ۔۔ لیکن تو فکر نہ کر ۔۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی کروں گا۔ میں تجھے یہاں سے ضرور نکال لے جاؤں گا۔!"

"لیکن کب۔؟"

"بہت جلد۔ بہت جلد۔۔!"

"آہ ۔۔ انتظار بہت سخت ہوگا اجنبی۔ میں پہاڑوں کی گھٹن سے نجات چاہتی ہوں ۔۔ میں عام انسانوں کی مانند کھلی فضاء میں سانس لینا چاہتی ہوں۔"

"بہت جلد ایسا ہی ہوگا شیمونا۔۔ میں خود اس کا خواہشمند ہوں۔"

غرض پروفیسر بمشکل تمام میں اسے واپس بھیجنے پر راضی کر سکا اور پھر میں پہاڑ سے اترنے لگا! میرا رُخ روحا کے مکان کی جانب تھا۔ طویل راستہ طے کر کے میں روحا کے مکان میں داخل ہو گیا۔ روحا ایک کمرے میں سو رہا تھا۔! میں نے اسے جگایا اور وہ چونک کر اُٹھ گیا۔ اُس نے میری شکل دیکھی اور حیرت سے اچھل پڑا۔

"آہ ۔۔ میرے دوست ۔۔ میرے دوست کیا تو زندہ ہے۔؟" وہ محبت سے مجھ سے لپٹ گیا۔

"میری موت کاہلوس جیسے لوگوں کے ہاتھوں سے نہیں آ سکتی۔"

"آہ ۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے ۔ میں نے خود تجھے یوکا کی گہرائیوں میں گرتے دیکھا تھا۔"

"وہ گہرائیاں میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔"

"دیوتاؤں کی قسم ۔۔ تو دنیا کا سب سے زیادہ حیرت انگیز انسان ہے۔ ان گہرائیوں میں ننھے عفریت رہتے ہیں، جو دیکھتے ہی دیکھتے زندہ انسانوں کو پانی بنا دیتے ہیں۔" روحا نے کہا۔

"ان میں سے بیشتر میرے ہاتھوں مارے گئے اور باقی جان بچا کر پوشیدہ ہو گئے۔"

"آہ ۔۔ یہ ناقابلِ یقین ہے ۔ مگر تو بھی ناقابلِ یقین ہے ۔۔ اور تو میرے سامنے ہے ۔۔ اس لئے مجھے تیری باتوں پر یقین ہے ۔۔ میں کاہلوس کو چھوٹا تصور کرنے لگا ہوں۔ یقیناً تو اس کے اعمال کی سزا ہے۔"

"میں تجھ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں روحا ۔۔!" میں نے کہا۔

"تو مجھے صرف احکامات دے ۔۔ میں تیرے ہر حکم کی تعمیل میں مسرت محسوس کروں گا۔"

"کیا تو سارہانہ چھوڑنا پسند کرے گا روحا۔"

"تو اگر کہے ۔۔؟" روحا نے کہا۔

"تیرا اہلِ خاندان ۔۔"

"میری صرف ایک عورت ہے ۔۔ وہ وہی چاہتی ہے جو میں ۔۔ وہ بھی میرے ساتھ سارہانہ چھوڑ دے گی۔"

"گویا تو تیار ہے ۔۔؟"

"ہاں ۔۔ اگر تو کہے۔"

"تو ٹھیک ہے روحا۔ کل کا چاند گزر جانے دے۔۔ کل میں کاہلوسِ اعظم کو ایک سزا دوں گا اور اس کے بعد ہم خاموشی سے یہاں سے نکل چلیں گے۔ سُن روحا۔ کل رات کو تو کئی کام کرے گا۔ اُن کی تفصیل سُن۔ پہلا کام یہ ہے کہ ہافو کو اس قید خانے سے نکال کر کسی ایسے مقام پر پہنچا دے جہاں سے ہم سارباتہ سے فرار ہو سکیں۔"

"میں ایسا ہی کروں گا۔"

"اس کے علاوہ تجھے چند گھوڑوں کا اور خوراک کا انتظام بھی کرنا ہوگا۔"

"میں کروں گا۔ کتنے گھوڑے درکار ہوں گے۔؟"

"ایک تیرے لئے، ایک تیری عورت کے لئے۔ ایک ہافو کیلئے اور دو میرے لئے، ایک سامان کے لئے۔ کل چھ گھوڑے۔"

"دو تیرے لئے۔؟"

"ہاں۔ میرے ساتھ ایک ہستی اور بھی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انتظام کر لوں گا۔"

"تو ان چیزوں کو ہافو کے حوالے کر دے گا۔ تیری عورت بھی ہافو کے پاس ہوگی اور تو بھی میرا انتظار کرے گا لیکن یوکا کے معبد کے پاس۔ تاکہ میں تیرے ساتھ اس جگہ پہنچ سکوں جہاں ہافو اور تیری عورت ہوگی۔"

"میں تیری ہدایت پر حرف بحرف عمل کروں گا۔"

تو پروفیسر میں نے یہ کام مکمل کر لیا۔ لیکن یہاں سے روانگی سے قبل میں کاہلوسِ اعظم کا انجام دیکھنا چاہتا تھا۔ سو اس رات میں کاہلوسِ اعظم کے دربار میں پہنچ گیا۔ کاہلوسِ اعظم کے دربار میں داخل ہوتے وقت میں نے چہرہ چھپا لیا تھا۔ اور میرا پورا جسم بھی ڈھکا ہوا تھا۔ یعنی کسی کو میرے اوپر کوئی شک نہیں ہوا تھا۔ تو کاہلوس اسی انداز میں نمودار ہوا جیسے پہلے اس کا ظہور ہوتا تھا۔ اور سب اس کے سامنے جھک گئے۔!

لیکن اسی وقت میں نے اپنے چہرے سے چادر اتار دی۔

"بیوقوف بچاریو۔ کس احمق کی باتوں میں آتے ہو۔ کاہلوس جھوٹا ہے۔ اس کی ساری قوتیں میری مٹھی میں ہیں۔ دیکھو۔ اس نے مجھے سزا دی تھی، لیکن میں زندہ ہوں۔ یہ بدعہد ہے اور میں اسے بدعہدی کی سزا دینے آیا ہوں۔"

کاہلوس اور اس کے ساتھیوں کی حالت قابلِ دید تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑے تھے۔ اُن پر سکتہ طاری تھا۔!

"کیا تو سزا کے لئے تیار ہے کاہلوس۔ کیا تو نے دھوکے سے مجھے اور قبیلہ کو قتل کرنے کی سازش نہیں کی تھی۔؟"

"تو۔ تو سچ مچ زندہ ہے۔" کاہلوس کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"ہاں۔ تیرے سامنے ہوں۔ اور اب تجھ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تیرے لئے کیا سزا مناسب ہے۔ کیا میں اسی آگ کو حکم دوں کہ تجھے جلا دے۔" میں نے کہا۔

کاہلوس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ دانت پیسنے لگا اور پھر اس نے خوفناک آواز میں کہا۔

"تو میرے لئے ناقابلِ برداشت بن گیا ہے اجنبی۔ تو۔ تو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں تیرے لئے کیا کروں۔؟"

"لیکن میری سمجھ میں آ گیا ہے کہ تجھے کیا سزا دوں۔ چنانچہ میں اس آگ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ تیرا طلسم توڑ ڈالے۔"

"آگ میری تابع ہے۔" کاہلوس چنگھاڑا۔

"نہیں کاہلوس۔ آگ میری تابع ہے۔ آج یہ تیرے حکم کی تعمیل نہیں کرے گی۔ آ۔ اس میں داخل ہو۔" اور کاہلوس جوش میں آ کر آگ میں داخل ہو گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کیا ہو گیا ہے۔ اور پھر سننے والوں نے کاہلوس کی ایسی چیخیں سُنیں کہ اُن کے دل دہل گئے۔ کاہلوس کے بدن نے آگ پکڑ لی تھی اور وہ کسی متحرک مشعل کی مانند سارے چبوترے پر دوڑتا پھر رہا تھا۔!

ہیگوں میں افراتفری پھیل گئی۔ میرا کام ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں خاموشی سے باہر نکل آیا اور اب میرا رخ یوکا کے معبد کی جانب تھا۔ میں اس پہاڑی سے اندر داخل ہو گیا جہاں سے شیمونا نے مجھے باہر نکالا تھا۔ اور پھر طویل فاصلہ تیز رفتاری سے طے کر کے میں ملکہ شیمونا کی خاص خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ شیمونا ایک خوبصورت لباس میں ملبوس۔ ایک آرام دہ جگہ لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر اچھل پڑی۔ اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آئے تھے۔

"اوہ۔ تم آ گئے اجنبی۔ تو گویا تم صرف خواب نہیں ہو۔؟"

"خواب۔؟"

"ہاں۔ میں سوچ رہی تھی کہ شاید تم بھی ایک طلسم تھے۔"

"میں حقیقت ہوں شیمونا۔ ایک ٹھوس حقیقت۔"

"میں بہت اُداس تھی۔ میرے دل کو ایک اور زخم لگ گیا تھا۔ میں سوچ رہی تھی کہ اگر تم نہ آئے تو اب میری زندگی اور کٹھن ہو جائے گی۔ اب میں ہر وقت تمہیں یاد کروں گی۔ اور میری آنکھوں سے آنسو بہا کریں گے۔"

"کیوں ملکہ شیمونا۔!"

"بس۔ میں نہیں جانتی۔ تمہارے تصور کے ساتھ میرے دل میں ایک عجیب سی دھڑکن ہونے لگتی ہے۔"

"معصوم لڑکی۔ تو بے حد الھڑ ہے۔"

"اجنبی۔ تم نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا۔"

"کیا۔؟"

"مجھے لے چلو گے۔"

"ہاں۔ کیا تھا۔"

"کب لے چلو گے اجنبی — اب تو تم میرے پاس رہو — یا پھر
مجھے یہاں سے لے چلو — اب میں صرف تمہیں یاد کرتی ہوں — دوسرے کام بھول
گئی ہوں —"

"جب تم کہو گی شیمونا — لے چلوں گا —"

"آج ہی — ابھی — اب میں یہاں رہنا نہیں چاہتی —"

"تب اٹھو — چلو —" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کا چہرہ
[illegible] سے کھل اٹھا۔

"آہ — کیا تم ٹھیک کہہ رہے ہو — کیا یہ ممکن ہے کہ مجھے ان پتھروں
[illegible] نجات مل جائے —؟" وہ حسرت سے بولی۔

"میں تمہارے [illegible] — اور تمہیں لے چلنے کیلئے تیار ہوں۔"

"تم دوسروں کی مانند کاہلوس سے خوفزدہ تو نہیں ہو — کیا تم اس کے
[illegible] کا مقابلہ کر سکو گے —؟" اس نے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"کاہلوس خود مجھ سے خوفزدہ تھا — اور بالآخر وہی ہوا جس کا اسے
[illegible] ہوگا۔ بالآخر وہ میرے ہی ہاتھوں انجام کو پہنچا —!"

"انجام — کاہلوس کا کیا انجام ہوا —؟"

"وہ خود ہی اپنے طلسم کا شکار ہو گیا — سار بانہ کے حالات یکدم
[illegible] جائیں گے — میرے خیال سے اب لوگ کاہلوس اور ہیگوں کے احکامات
[illegible] مانیں گے — یہاں کی ریت، یہاں کا مذہب ہی بدل جائے گا! لیکن مجھے اس سے
[illegible] نہیں ہے — مجھے تو صرف تم سے دلچسپی ہے — چلو — یہاں سے کچھ
[illegible] نہیں چاہتیں —؟"

"نہیں — کچھ نہیں — مجھے کسی شئے کی ضرورت نہیں ہے — مجھے تو
[illegible] آزادی درکار ہے — چلو — آؤ — یہاں سے جلد نکل چلیں اجنبی —" ملکہ نے
[illegible] اس کا ہاتھ پکڑ کر اس راستے کی جانب بڑھ گیا جو پہاڑ کی چوٹی تک لے
جاتا تھا

نازک بدن شیمونا تیز رفتاری سے میرا ساتھ دے رہی تھی — یہ سار بانہ
[illegible] کے بارے میں سار بانہ اور اس کے قرب و جوار کی بستیوں میں نہ جانے
[illegible] روایتیں مشہور تھیں — لیکن وہ بذاتِ خود ایک معصوم سی لڑکی کے علاوہ
[illegible] تھی —!

ہاں بے شک — جو کچھ وہ لوکا کے معبد کی پہاڑی پر نظر آئی تھی،
[illegible] ہوئے اس کے بارے میں جو کچھ روایتیں تھیں درست تھیں —
[illegible] روپ تو کاہلوس کا ہوتا تھا — ہیگوں نے خوب جال پھیلا رکھا تھا۔
[illegible] چلائے ہوئے تھے۔

بالآخر ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے — اور شیمونا نے دوسری
[illegible] کے ڈھلان دیکھے — تب اس نے مضبوطی سے میرا بازو پکڑ لیا۔

"اجنبی —!" اس نے لرزتی آواز میں پکارا۔

"کیا بات ہے شیمونا —؟"

"کیا تم اس جگہ سے آسانی سے اتر سکتے ہو —؟"

"کیوں نہیں —"

"میں بھی اتر سکوں گی —؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"ہاں، ہاں — کیوں نہیں —"

"لیکن میں کبھی اتری نہیں — مجھے ڈر لگ رہا ہے — تم میرا ہاتھ
زور سے پکڑ لینا —"

میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا — ملکہ ہوگی تو وہ سار بانہ والوں کے
لئے ہوگی — میرے لئے تو وہ صرف ایک حسین عورت تھی، اور عورت کا بوجھ بھی
کوئی بوجھ ہوتا ہے — اور اس کے لئے تو عورت سے اجازت لینے کی ضرورت
بھی نہیں ہوتی — چنانچہ خوفزدہ لڑکی کو میں نے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا —
اور اس طرح اسے لے کر نیچے اترنے لگا جیسے کسی نازک شئے کے ٹوٹ جانے
کا احساس ہو —!

تاہم میں لمبی لمبی چھلانگیں لگا رہا تھا — لیکن اسے مضبوطی سے
سنبھالے ہوئے — اور اس نے بھی کسی ننھی سی بچی کی مانند میرے سینے سے
لپٹ کر آنکھیں بند کر لی تھیں — وہ ان گہرائیوں کو دیکھنے کی تاب نہیں
رکھتی تھی۔

پھر اس نے اس وقت آنکھیں کھولیں، جب ہم پہاڑ کے دامن میں
پہنچ گئے — میں نے اسے آہستہ سے نیچے اتار دیا۔ "کیا ہوا —؟" وہ بے ساختہ بولی
"کچھ نہیں — ہم نیچے پہنچ گئے —"

"پہنچ گئے —" وہ شدید حیرت سے بولی — اور پھر گردن اٹھا کر
اوپر کی پہاڑیوں کو دیکھنے لگی "ارے — ہم نیچے پہنچ گئے —؟"

"آؤ —" میں نے اس کی معصومیت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے
کہا — اور اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا — اب ہم اس جگہ پہنچ رہے تھے جہاں
روحا ہمارا انتظار کر رہا ہوگا — میں نے ایک کپڑے سے شیمونا کا منہ ڈھک
دیا — اور وہ چونک پڑی —!

"یہ کیوں — مجھے بتاؤ تم نے ایسا کیوں کیا —؟"

"کچھ دیر کے لئے — جن لوگوں کے پاس ہم جا رہے ہیں — ان سے
تمہیں تھوڑی دیر کے لئے پوشیدہ رہنا پڑے گا —"

"اوہ — تو کچھ اور لوگ بھی ہمارے ساتھ ہوں گے —؟"

"ہاں —!"

"کون لوگ ہوں گے وہ —؟" اس نے میرے ساتھ آگے بڑھتے
ہوئے کہا۔

"تمہاری رعایا کے چند لوگ —"

"تو کیا وہ ہیگوں کے وفادار نہ ہوں گے —؟"

"نہیں — وہ میرے وفادار ہوں گے — لیکن اس کے باوجود بھی
انھیں تمہارے بارے میں نہیں معلوم ہونا چاہیئے — ورنہ حالات خراب بھی ہو سکتے

ہیں۔ ممکن ہے وہ کاہلوس کو اطلاع کردیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انھیں اپنی شکل نہیں دکھاؤں گی۔ میں خاموش بھی رہوں گی!" شیمونا نے کہا۔ اور اس کے بعد وہ درحقیقت خاموش ہوگئی۔ یہاں تک کہ ہم اس جگہ پہنچ گئے، جہاں روحا ہمارا منتظر تھا۔

"کام ہوگیا روحا۔؟"

"ہاں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور خبر بھی ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"کاہلوسِ اعظم آگ میں جل گیا ہے۔ اس کی حالت بہت خراب ہے، ابھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس کا طلسم کیسے ٹوٹا۔ لیکن ہیگیے پوری بستی میں تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔" روحا نے بتایا۔

"آؤ روحا۔ ہمارے ساتھ دوسرے لوگ بھی ہیں۔ ورنہ ہم ان کی پرواہ نہ کرتے۔!"

"تو میرا خیال درست ہے عجیب انسان۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی تھی۔ تو نے اپنے قول کے مطابق کاہلوس کو سزا دے دی ہے۔" روحا نے لرزتی آواز میں کہا۔ اور پھر بڑے عقیدت بھرے لہجے میں بولا۔

"بے شک تو اس سے بڑا جادوگر ہے۔ بے شک کاہلوس کا طلسم تیرے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بالآخر تو نے اس کا طلسم توڑ دیا۔" میں نے شیمونا کی جانب دیکھا۔ نہ جانے کس طرح اس نے اپنی آواز بند رکھی تھی ورنہ وہ اس... عجیب و غریب خبر کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے بیتاب نظر آتی تھی۔ بہرحال وہ خاموش رہی۔ اور ہم سفر کرتے رہے۔

بہت طویل سفر تھا۔ شیمونا نازک اندام تھی۔ مجھے احساس تھا کہ وہ تیز رفتاری سے سفر نہیں کرسکتی، چنانچہ ایک بار میں نے پھر اسے اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیا۔ اور پھر روحا سے بولا۔ "آؤ روحا۔ ہم دوڑ لگاتے ہیں۔"

روحا مسکرانے لگا! بہرحال اس نے میرے حکم کی تعمیل کی، اور ہم دونوں دوڑنے لگے! شیمونا بُری طرح کسمسا رہی تھی۔ ظاہر ہے روحا کی موجودگی میں وہ اپنی سبکی محسوس کر رہی تھی۔ روحا بھی کافی تیز دوڑ رہا تھا۔ لیکن چند ساعت میں، میں اس سے بہت آگے نکل آیا۔ تب شیمونا آہستہ سے بولی۔

"اجنبی۔! مجھے اتار دو۔ وہ آرہا ہے۔"

"بیٹھی رہو شیمونا۔ ہمیں طویل سفر کرنا ہے۔ تم تھک جاؤگی۔" میں نے کہا اور شیمونا خاموش ہوگئی۔ میں رک کر روحا کا انتظار کرنے لگا، اور روحا ہانپتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔

"میں کسی طور تیرا مقابلہ نہیں کرسکتا میرے دوست۔" اس نے شرمندگی سے کہا۔

"پرواہ نہ کر روحا۔ ہمارا راستہ تو سیدھا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن ہمیں سامنے والی پہاڑی عبور کرنی ہے۔"

"کرلیں گے۔" میں نے جواب دیا، اور پھر دوڑنے لگا! جس وقت میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو روحا پہاڑی کے دامن سے بھی کافی دور تھا۔ لیکن چوٹی کے نزدیک ہی مجھے گھوڑوں کے کھر کھر کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں نے تاریکی میں گھوڑے تلاش کئے۔ اور مجھے اس میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ یقیناً وہاں ہافو گھوڑوں اور شاید روحا کی بیوی کے ساتھ موجود تھا۔

میں اس کی طرف چل پڑا۔ اور رات کی تاریکی کے باوجود، ہافو نے مجھے پہچان لیا۔!

"آشورے۔" وہ دیوانہ وار چیخ کر میری طرف دوڑا۔ اور پھر وہ مجھ سے لپٹ گیا۔ "میرے دوست، میرے محسن، میرے نجات دہندہ۔" وہ میرے سینے سے منہ رگڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "یقیناً جسے تیری پناہ حاصل ہوجائے۔ سخت ترین مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود خود کو بے سہارا نہیں محسوس کرتا۔ تو میرے لئے کتنا طویل فاصلہ طے کرکے آیا ہے۔"

میں سمجھ گیا کہ روحا نے اسے میرے بارے میں بتا دیا ہے۔ بہرحال میں نے اسے تسلی دی اور پھر روحا کی عورت کے بارے میں پوچھا۔

"ہاں۔ وہ چٹان کے اس طرف موجود ہے۔ لیکن ابانیہ اور پشیلا کو تو نے کہاں چھوڑ دیا۔؟"

"ان کے بارے میں تفصیل پھر بتاؤں گا۔ یہ روحا خاصا سست رفتار ہے" "اپنی جسامت کی وجہ سے۔" ہافو نے کہا۔ پھر گرتا پڑتا روحا ہمارے پاس پہنچ گیا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔!

"کیا تم روانگی کے لئے تیار ہو روحا۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں میرے عجیب دوست۔ میں بالکل تیار ہوں۔"

"تو جاؤ۔ اپنی عورت کو گھوڑے پر سوار کرو۔" میں نے کہا اور پھر میں نے آہستہ سے شیمونا سے پوچھا۔ "کیا تم گھوڑے کی سواری میں دقت محسوس کروگی۔؟ اگر ایسا ہے تو میں تمہیں اپنے ساتھ ہی گھوڑے پر سوار کرلوں گا۔"

"نہیں۔ میں سواری کرسکوں گی۔" شیمونا نے جواب دیا۔ اس نے یہ بات نہایت آہستگی سے کہی تھی اور یہ مناسب بات تھی۔ میں ابھی اس کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ ہم گھوڑے پر سوار ہوکر چل پڑے۔ اور شیمونا کو میں نے اپنے گھوڑے کے نزدیک ہی رکھا تھا۔ لیکن وہ ایک عمدہ سوار تھی جس کا اندازہ تھوڑی دیر کے بعد ہی ہوگیا۔!

میں خوش تھا۔ ساربانہ کا گوہرِ بے بہا اب میری ملکیت تھا۔ گو وہ الھڑ تھی، نادان تھی، لیکن بہرحال عورت تھی۔ اور میرے صدیوں کے تجربے نے یہ بات مجھے بتادی تھی کہ وہ میری طرف مائل ہے۔ اس کی آنکھوں کی چمک میری محبت کے گیت گاتی تھی اور میرے کان ان گیتوں کو سننے کے ماہر تھے۔ اس کے علاوہ میں نے سان بارے کے سب سے بڑے شیطان کو بدترین

شکست دی تھی۔ بوڑھے ہیگے کا آگ کا رقص ایک دلچسپ رقص تھا۔ جو مجھے بہت پسند آیا تھا۔!

گھوڑے پہاڑ کی اترائی اترتے رہے ۔۔ اور بالآخر ہم میدان میں پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر ہم نے گھوڑوں کی رفتار تیز کر دی۔ رات کی تاریکی میں ہم نے تیز ترین سفر کیا۔ شیمونا مطمئن تھی اور اس کے اطمینان سے میں بھی پرسکون تھا۔! یہاں تک کہ صبح کی روشنی پھوٹی اور ہم نے خود کو ایک سرسبز علاقے میں پایا۔ سبزے کی موجودگی کا مطلب تھا کہ پانی بھی موجود ہے ۔۔ اور ہم نے قیام کے لئے ایک پہاڑی کا عقب منتخب کیا۔

"کیا خیال ہے روحا۔۔؟ سان بارے کے جوان کتنی دیر میں ہمارے فرار سے باخبر ہوں گے۔۔؟"

"کافی دیر لگے گی عجیب دوست ۔۔ پہلے گھوڑوں کی گمشدگی کی اطلاع ملے گی۔ اس کے بعد یہ پتہ چلے گا کہ روحا غائب ہے اور اس کی عورت بھی موجود نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا دوست کہ وہ لوگ صحیح صورتِ حال کا اندازہ کر کے ہمارے پیچھے دوڑ پڑیں گے ۔ نہیں نہیں سان بارے کے لوگ اتنے ذہین نہیں ہیں۔"

"تب ہمیں بےفکری سے یہاں آرام کرنا چاہیئے ۔" میں نے کہا۔ اور گھوڑے سے اتر کر زمین کی ہری ہری گھاس پر لیٹ گیا۔ شیمونا بھی گھوڑے سے کود آئی تھی۔ دوسرے لوگ بھی نیچے اتر گئے۔ شیمونا کا چہرہ اب تک دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ ویسے میں نے ہافو، روحا اور اس کی عورت کی آنکھوں میں تجسس دیکھا تھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو نے خوراک کا انتظام کیا ہے روحا۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں وہ کیا ہے ۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔"

"میں ابھی انتظام کرتا ہوں ۔" روحا نے مستعدی سے کہا۔ اور پھر وہ اپنی عورت کے ساتھ مل کر گھوڑے کی پشت سے کھانے پینے کی چیزیں نکالنے لگا! چند ساعت کے بعد اس نے تمام چیزیں سجا دیں اور پھر اس نے ہمیں کھانے کی دعوت دی۔!

"روحا۔ تیرے دل میں اس عورت کے بارے میں تجسس ہوگا۔ کیا تو سارہانہ کی تمام عورتوں کو جانتا ہے۔؟"

"بستی کے تمام لوگ ایک دوسرے سے واقف ہیں۔ تاہم اس عورت نے تیرے ساتھ آنے کا فیصلہ کر کے انتہائی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے سارہانہ ہیگوں کے طلسم میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ اب رہنے کے قابل جگہ نہیں ہے ۔ اور پھر تیری عظمت ۔۔ ہم مرد تیرے قرب سے فرحت محسوس کرتے ہیں تو وہ جسے تو بحیثیت عورت قبول کر لے بلاشبہ خوش نصیب ہے۔"

"کیا تو اس عورت کی شکل دیکھنا چاہتا ہے۔؟"

"ہاں ۔ میں اس خوش نصیب کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جو میری منظورِ نظر ہے۔"

"ممکن ہے اسے دیکھنے کے بعد تو مجھے خوش نصیب خیال کرے۔"

"تو مردانہ حسن کا شاہکار ہے عجیب دوست ۔ میں اس عورت کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"تو پھر دیکھ ۔۔ یہ کون ہے ۔" میں نے شیمونا کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔ روحا نے اسے دیکھا۔ اس کی عورت نے اُسے دیکھا۔ ہافو نے اسے دیکھا اور اُن کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔

دوسرے لمحے وہ سب اوندھے منہ گر پڑے۔ "عظیم ملکہ۔ عظیم شیمونا عظیم شیمونا ۔!" ان تینوں کے منہ سے سہمی سہمی آوازیں نکل رہی تھیں۔

"ارے۔ انھیں کیا ہوا۔ ان سے کہو سیدھے ہو جائیں ۔"

"ہماری یہ مجال کہ ہم تیری ہمسری کریں ۔ ہماری کیا مجال کہ ہماری آنکھیں تجھے اس طرح بے نقاب دیکھیں۔" تینوں نے بیک وقت ایک ہی الفاظ ادا کئے۔

"لیکن شیمونا کی خواہش ہے کہ تم سیدھے ہو جاؤ۔ اس کے سامنے اطمینان سے بیٹھو۔ سکون سے گفتگو کرو ۔ وہ اس وقت تمہاری ملکہ نہیں، تمہاری دوست ہے۔"

"ہم بینائی کھو بیٹھیں گے ۔ ہماری مجال نہیں کہ ہم ملکہ کے جمال کی تاب لا سکیں۔"

"شیمونا تم پر مہربان ہے ۔ وہ حکم دیتی ہے کہ سیدھے ہو جاؤ۔" اور وہ بمشکل تمام سیدھے ہوئے، لیکن صورتِ حال یہ تھی کہ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں اور بدن اب بھی کانپ رہے تھے۔

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان لوگوں کی یہ حالت ہوگی، ورنہ میں تمہارے چہرے کو پوشیدہ ہی رہنے دیتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے ملکہ سے کہا۔

"مگر ان سب کو کیا ہو گیا۔؟" شیمونا نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور میں اس کی سادگی پر مسکرا دیا۔

"کھانا کھاؤ اے ملکہ کے پرستارو۔ اور سنو۔ اب یہ ملکہ نہیں ہے۔ اب یہ ہماری ساتھی ہماری دوست ہے ۔ ہم سب کی مانند ہے اور اب یہ کبھی سارہانہ واپس نہیں جائے گی۔ کیا میں نے غلط کہا شیمونا۔؟"

"ہاں ۔ میں نے سارہانہ چھوڑ دیا ہے ۔ ہمیشہ کے لئے ۔ اب میں عام انسانوں کی مانند تمہارے ساتھ رہوں گی ۔ سنو یہی میرا محسن ہے جو تمہارا ہے۔ سنو یہی میرا نجات دہندہ ہے جو تمہارا ہے ۔ سو مجھ سے خوف نہ کھاؤ اب آؤ۔ ہم سب مل کر کھانا کھائیں ۔ دیکھو گھوڑے کس سکون سے گھاس چر رہے ہیں۔" ملکہ کے اور میرے کہنے سے وہ لوگ بمشکل ہمارے ساتھ کھانے کے لئے تیار ہوئے، لیکن ان سب کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ کیسے ممکن تھا ۔ یہ سب کیسے ہو گیا۔ شاید ان کی عقل اس فیصلے سے عاری تھی

بھلا ان کا اور ان کی پرُاسرار ملکہ کا کیا ساتھ ۔۔!

بہرحال بمشکل تمام وہ خود کو تیار کر سکے۔ کھانا کھایا گیا۔ اب اس کے بعد ماحول کچھ زیادہ اطمینان بخش ہو گیا تھا ۔۔ روحا وغیرہ صرف حیران تھے، انھیں کوئی تکلیف نہیں شروع ہوگئی تھی جو تردد کی بات ہوتی۔ ہم نے دھوپ کی تمازت کم ہونے کا انتظار کیا۔ گھوڑے بھی رات بھر سفر کر چکے تھے، اس لئے شام تک وہ تازہ دم ہوگئے۔ اور اس کے بعد سفر کا دوسرا دور شروع ہوگیا۔

روحا کا خیال تھا کہ تھوڑے بہت وقت گزرنے کے بعد ممکن ہے سان بارے کے بھیگے کوئی نتیجہ اخذ کرنے میں کامیاب ہوجائیں اور تعاقب شروع ہوجائے ۔۔ لیکن ابھی تک ایسے کوئی آثار نظر نہیں آئے تھے ۔۔ چاروں طرف کی پہاڑیاں سنسان تھیں۔ کہیں کہیں جنگلی جانور نظر آجاتے تھے۔ لیکن ابھی تک ایسی کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی جو قابلِ ذکر ہوتی۔

نازک شیمونا نے غیر معمولی ہمت کا ثبوت دیا تھا۔ اس کا گھوڑا بھی کسی سے ایک قدم پیچھے نہیں تھا اور نہ ہی اس کے چہرے پر کسی قسم کی تھکن وغیرہ کے آثار نظر آرہے تھے۔ بلکہ اس کی نسبت وہ زیادہ خوش وخرم نظر آتی تھی ۔۔ اور یہ حقیقت بھی پرُفریب اس کے چہرے پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد انسان زندگی بھر کی کلفتوں کو بھول جاتا تھا۔ کیسا تروتازہ۔ کیسا صبیح و ملیح چہرہ تھا۔!

بالآخر ہم نے سفر کا دوسرا دور بھی ختم کر دیا ۔۔ چاند نکل آیا تھا۔ اب ایسی کسی افراتفری کا عالم تو نہیں تھا کہ رات بھر سفر کرتے رہتے ۔۔ ایسی کوئی ضرورت نہیں تھی اس لئے قیام کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اور پھر ایک مناسب جگہ پڑاؤ ڈال دیا گیا۔۔ روحا۔ ہافو اور روحا کی بیوی اب بھی ملکہ کے بارے میں حیرت زدہ تھے۔ لیکن کسی کی ہمت نہیں پڑی تھی کہ وہ اس کے بارے میں تفصیل پوچھ لیں۔

میں بھی خاموش تھا۔ بھلا تفصیل بتانے کی کیا تک تھی ۔۔ اور پھر تفصیل تھی ہی کیا۔ میں ان لوگوں کو کیا بتاتا ۔۔!

رات کی خوراک بھی استعمال کرلی گئی ۔۔ اور اس کے بعد میں نے ملکہ شیمونا کے آرام کا بندوبست کر دیا۔ اسے ایک بلند اور چوڑی چٹان پر گھاس کے بستر پر لٹا دیا گیا تھا ۔۔ میں خود اسے چٹان پر لے کر آیا تھا۔

"اجنبی ۔" ملکہ نے مجھے پیار سے مخاطب کیا۔

"ہوں ۔۔" میں نے چاند کی روشنی میں اس کے چاند سے زیادہ تابناک چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ کر مجھ سے باتیں نہ کرو گے؟"

"اگر تم ابھی آرام کرنے کی خواہشمند نہ ہو تو ۔"

"میں ابھی سونا نہیں چاہتی ۔"

"تو میں تمہارے پاس موجود ہوں ۔"

"بیٹھ جاؤ ۔" اس نے مجھے اپنے نزدیک جگہ دے دی۔ اور میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ "اس سے قبل ۔ میرا دل کسی سے گفتگو کو نہیں چاہتا تھا۔ کاہوس میرے پاس آتا تھا تو ۔ میرا دل الٹنے لگتا تھا۔ لیکن آج میں بے حد خوش ہوں ۔ دیکھو میرے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اب مجھے کاہوس کی منحوس شکل نہیں دیکھنی پڑے گی۔"

"تم خوش ہو شیمونا ۔"

"ہاں اجنبی ۔۔ میں بہت خوش ہوں ۔۔ تو میرا سب سے بڑا محسن ہے آہ ۔۔ یہ کھلی فضائیں ۔۔ یہ چاندنی اب میری ہے ۔۔ اب میں ان فضاؤں میں کسی کی محکوم نہیں ہوں ۔"

"بھیگوں کا طلسم ٹوٹ گیا ہے ۔۔ اب وہ کبھی تمہارے اوپر تسلط نہیں جما سکیں گے ۔"

"کچھ اپنے بارے میں بھی بتاؤ اجنبی ۔ تم کون ہو ۔۔؟"

"تمہاری طرح ایک انسان ہوں ۔"

"سان بارے میں کہاں سے آنکلے تھے ۔۔؟" اور ہاں تمہارے بارے میں تو عجیب عجیب باتیں [illegible] ہیں۔"

"کیا ۔۔؟"

"یہی کہ تم بے پناہ طاقتور ہو ۔۔ تم خوف کے دیوتا نیمون کے قتل کا ارادہ رکھتے ہو ۔۔؟"

"ہاں ۔۔ میں نیمون سے ملنے کا سخت خواہشمند ہوں۔ لیکن شاید نیمون کو بھی میری خوشبو مل گئی ہے ۔۔ جہاں میں ہوتا ہوں، وہ وہاں سے بہت دور نکل جاتا ہے ۔"

"کیا تم نے کبھی اُسے دیکھا ہے اجنبی ۔۔؟" ملکہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں ۔ کبھی نہیں ۔"

"تب تم اسے قتل کرنے کا خیال دل سے نکال دو ۔۔ وہ دیوتاؤں کا قہر ہے ۔۔ اس کے جسم میں بجلیاں پوشیدہ ہیں ۔۔ نہیں نہیں ۔ تم اس کے سامنے کبھی نہیں جانا ۔۔!" ملکہ خوفزدہ لہجے میں بولی اور میں ہنس کر خاموش ہو گیا ۔!

کئی منٹ تک خاموشی رہی ۔ پھر وہ میری آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی ۔ "کچھ تم بھی تو کہو اجنبی ۔ کیا تم مجھ سے باتیں کرنا پسند نہیں کرتے ۔"

"کیوں نہیں حسین ملکہ ۔۔ تو دنیا کی سب سے حسین لڑکی ہے ۔ تیرا قرب انسان کو پاگل کر دیتا ہے ۔"

"تمہارا نام کیا ہے ۔۔؟"

"میرے ساتھی مجھے آشورے کہتے ہیں ۔"

"تمہاری بستی کہاں ہے ۔۔؟"

"میری کوئی بستی نہیں ہے۔ لیکن اب میں.... اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں رہتا ہوں جہاں پانی آسمان سے جا لگا ہے۔"

"تم نے ہافو اور اس کے ساتھیوں کی زندگی کیوں بچائی۔؟"

"اس لئے کہ وہ انسان تھے۔ بے بس تھے۔"

"لیکن اُن کی وجہ سے گودری بستی کے بے شمار لوگ موت کے گھاٹ اُتر گئے۔"

"یہ تمہاری غلطی ہے شیمونا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"میری کیوں۔؟"

"تم نے ہر تین چاند کے بعد نیموں کو بھینٹ دینے کی رسم تو اپنا لی۔ لیکن تم نے کبھی بہت بڑی طاقت جمع کر کے نیموں کو ہلاک کرنے کے لئے قدم نہ اٹھایا۔"

"آہ۔ اجنبی۔ نہیں آشورے۔ یہ میرے بس کی بات نہیں تھی ہیگوں کی یہی مرضی تھی کہ خوف کا دیوتا ہمیشہ زندہ رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ صدیوں سے چلا آرہا ہے، ہم اپنے اجداد کی رسم کیسے توڑ دیں اور ہیگے انسانوں کو خوفزدہ رکھنا چاہتے تھے۔ رہی میری بات۔ تو آشورے۔ تم جان چکے ہو۔ تم سمجھ چکے ہو کہ میں نام کی ملکہ تھی۔"

"ہاں۔ یہ دوسری بات ہے۔" میں نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ اور ملکہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ اس کی آنکھوں میں فرحت دورے اُبھرنے لگے تھے اور وہ کسی حد تک نڈھال بھی ہو گئی تھی چنانچہ میں نے اسے آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ اور اس کے پاس سے اُٹھ گیا۔ اُس نے معصوم بچی کے انداز میں میری بات مان لی تھی۔

تب میں چٹان سے نیچے روحا، ہافو اور روحا کی عورت کے پاس آگیا۔ تینوں احمق عجیب انداز میں گردن جھکائے بیٹھے تھے۔ ان کی حالت دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔

"تم لوگوں کو کیا تکلیف ہے۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہمیں اس وقت تک چین نہیں آئے گا آشورے، جب تک تو ہمیں بتائے کہ آخر ملکہ شیمونا، یوکا کے معبد سے نکل کر تیرے پاس کیسے پہنچ گئی۔" ہافو نے کہا۔

"دوستو۔!" میں نے سنجیدگی سے انہیں مخاطب کیا: "اس کے متعلق جاننے سے قبل تمہیں میرے بارے میں بھی کچھ جاننا پڑے گا!"

"آہ۔ یہ تو ہماری سب سے بڑی خواہش ہے۔" روحا نے کہا۔

"تو سنو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں دیوتا نہیں ہوں۔ دیوتا کیا ہوتا ہے مجھے معلوم نہیں ہے۔ لیکن یوں سمجھو کہ میں تم سے مختلف قسم کا ایک انسان ہوں۔ تمہاری عمریں محدود ہوتی ہیں۔ میری عمر لامحدود ہے۔ اگر میں اپنی عمر بتاؤں تو تم کبھی یقین نہ کرو گے۔ لیکن یوں سمجھو کہ میری آنکھوں میں صدیاں رچی ہوئی ہیں۔ میں نے وہ کچھ دیکھا ہے جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے مختصر یہ کہ ہر دور کے انسان موہوم سہاروں پر جیتے چلے آئے ہیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے پتھر تراشے اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ انہوں نے خود پر خوف مسلط کر لیا۔ مجھے تسلیم ہے کہ کوئی قوت ایسی موجود ہے جو ہم سب پر حاوی ہے۔ لیکن وہ قوت کسی شکل میں موجود نہیں ہے۔ وہ ہم سے بہت دور ہے لیکن اس کی نگاہ پوری کائنات پر ہے۔ اور اس کے اشارے سے کائنات کی ہر شئے میں ردّ و بدل ہوتی ہے۔ بے شک وہ قوت مسلّم ہے۔ اور مجھے جگہ جگہ اس کے وجود کو تسلیم کرنا پڑا ہے۔ باقی اصول انسان کے اپنے تراشے ہوئے ہیں۔ باقی سب کچھ اس نے خود کیا ہے۔ ہاں۔ ہر دور میں کچھ سادہ لوگ پیدا ہوتے ہیں اور کچھ بے پناہ چالاک۔ چالاک اور طاقتور لوگ سادہ لوگوں پر حاوی ہو جاتے ہیں، وہ ان سے برتر بن کر رہتے ہیں۔ اور سادہ لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں۔!

اور۔ ان سادہ لوگوں کو ہمیشہ سادہ اور اپنا مطیع رکھنے کے لئے چالاک لوگ ہر دور میں مختلف ہتھکنڈوں سے کام لیتے آئے ہیں۔ کہیں دیوتائیت کا طلسم پھیلایا گیا۔ کہیں جادو سے کام لیا گیا۔ کہیں قوت کا رعب جمایا گیا کہیں حسن و جمال کا۔ بہرحال طاقت ہر دور پر مسلط رہی ہے۔ یہ اس طاقت کی مختلف قسمیں ہیں۔ عقل کی طاقت، حسن کی طاقت، جسم کی طاقت لیکن ان میں فوقیت عقل کو رہی ہے۔ اور عقلمندوں نے ہمیشہ حکومت کی ہے۔ بے شک تمہارے ہیگے۔ تم سادہ دلوں سے زیادہ چالاک تھے انہوں نے نہ جانے کب سے اپنا طلسم پھیلا رکھا ہے۔ عقل ان کے پاس موجود ہے حسن کو بھی انہوں نے ہمراہ رکھا ہے۔ تو یوں سمجھو کہ یہ صرف ہیگوں کی کارستانی تھی کچھ نہ تھا۔ ہیگے تمہارے سامنے مقدس تھے لیکن انہوں نے پہاڑوں میں اپنی جنت بنا رکھی تھی۔ اور وہاں عیش کر رہے تھے۔ شیمونا جہاں ایک فریب تھی، وہیں ہیگوں کے لئے عیاشی کا سامان بھی۔ یہ معصوم لڑکی بھی کاہوس کا شکار رہتی۔ لیکن صیاد ابھی انتظار کر رہا تھا۔ اس کا لگایا ہوا درخت پورے طور سے پروان نہیں چڑھا تھا۔ کہ میں نے اُسے جڑ سے اکھاڑ دیا۔!

شیمونا ان سے بیزار تھی، اس نے میرے ساتھ آنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں اسے ساتھ لے آیا۔ بس یہ مختصر داستان ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔"

سب خاموشی سے گردن جھکائے سُن رہے تھے، ان بے چاروں کے لئے حیرت کے علاوہ اور کیا تھا۔ کس کس بات پر حیرت کرتے۔ بس حیرت میں ڈوبے رہے۔ پھر روحا کی آواز ابھری۔

"میں اسی وقت سمجھ گیا تھا جب ہمارا دوست آشورے، کاہوس اعظم کے لئے مصیبت بن گیا تھا۔ میں جان گیا تھا کہ در پردہ کیا کچھ ہو رہا ہے، ہم تمہارے کون کون سے احسان کا شکریہ ادا کریں آشورے۔ تم نے ہمیں جان بار

میں، ہیگوں کے طلسم سے نکال کر بھی ہمارے اوپر احسان کیا ہے۔" رعنا نے کہا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں آشورے۔" ہافو نے کہا۔

"ہاں۔ میں جانتا ہوں تم کیا پوچھنے کے لئے بے چین ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں ہافو کو لے کر ایک طرف چلا گیا۔ "یقیناً تم پوشانا اور ابانیہ کے بارے میں جاننے کو بے چین ہو گے۔؟"

"ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔"

"لیکن ان کے بارے میں کوئی اچھی خبر نہیں ہے ہافو۔!"

"میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"ابانیہ حسب دستور میری عورت تھی۔ لیکن تمہاری عورت تمہاری... غیر موجودگی کی تاب نہ لا سکی۔ اس نے رقابت میں ابانیہ کو قتل کر دیا۔ اور اس نے [illegible] گندگی کا ثبوت دیا تھا، اس کی سزا کے طور پر میں نے اُسے جنگلوں میں [illegible] خیال ہے وہ بھوک سے، یا کسی جنگلی جانور کا شکار ہو کر مر گئی [illegible] نے اسے تفصیل بتا دی۔

"اوہ۔!" ہافو کے منہ سے نکلا۔ اور وہ خاموش ہو گیا۔

[illegible] ہے وہ تمہیں زیادہ پسند ہو ہافو۔ لیکن نہ ہونے والی چیز [illegible] ہے سمندر کے کنارے آباد بستی میں تمہیں دوسری عورت [illegible]

[illegible] آشورے۔ بس میں اس کے بارے میں معلوم [illegible] کسی قدر اُداس لہجے میں کہا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے [illegible] کیا اب ہم سمندر کے کنارے چل رہے ہیں۔؟"

"ہاں۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کریں گے۔ اس کے بعد میں نیمون کی تلاش [illegible]۔ اس خونخوار درندے کو قتل کئے بغیر میں سکون کی سانس نہیں [illegible] ہافو۔"

[illegible]۔" ہافو نے ایک گہری سانس لی اور خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے مجھ سے سونے کی اجازت مانگی اور میری اجازت پر اُٹھ کر چلا گیا۔ میں بھی آرام کرنے لیٹ گیا تھا۔!

دوسری صبح ہم نے اطمینان سے ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد سفر شروع کر دیا۔ اب گودری بستی زیادہ دُور نہ تھی۔ ہم اسی کی جانب سفر کر رہے تھے۔ لیکن خیال یہ تھا کہ اس سے کترا کر نکل جائیں گے۔ بہرحال شام تک کے سفر کے بعد ہم گودری بستی کو پیچھے چھوڑ آئے۔ شیمونا حسبِ معمول خوش تھی۔ البتہ ہافو کسی قدر غمگین رہا تھا۔

میں اس کے غم کی وجہ جانتا تھا۔ لیکن ہافو بے وقوف تھا۔ میں جانتا تھا کہ دوسری عورت مل جانے کے بعد وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ رات ہو گئی۔ اور میں نے حسبِ معمول ملکہ شیمونا کے آرام کا بندوبست کر دیا۔

پھر کھانا کھایا۔ اور اس کے بعد آرام کی ٹھہری۔! یہ علاقہ بھی عمدہ تھا، ہوا چل رہی تھی۔ چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ دُور دور تک کی پہاڑیاں سنسان تھیں۔ ملکہ شیمونا مجھ سے کافی دور ایک عمدہ جگہ لیٹی ہوئی تھی۔ اچانک میں نے اسے اُٹھتے ہوئے دیکھا اور میں چونک پڑا۔ "شیمونا۔!" میں نے اُسے آواز دی۔

"میرے نزدیک آجاؤ آشورے۔" شیمونا کی آواز اُبھری اور میں اُٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے شیمونا۔؟"

"نیند نہیں آ رہی آشورے۔ تم سے گفتگو کرنے کو دل چاہ رہا ہے۔"

"اوہ۔ ضرور۔!" میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

"مجھے اپنے چمکدار جسم کے بارے میں بتاؤ آشورے۔ میں اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ یہ چاند کی طرح چمکدار کیوں ہے؟"

انوکھا سوال تھا۔ وہ میرے جسم کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم اس کے بارے میں کیوں سوچ رہی تھیں شیمونا۔؟"

"بس کاہلوس کا خیال آ گیا تھا۔ اس کے جسم سے سخت کراہیت ہوتی تھی۔ اس کی باتوں سے سخت کوفت ہوتی تھی۔ لیکن اس چاندنی میں، میں سوچ رہی تھی کہ اگر تم وہی حرکتیں کرو، جو کاہلوس کرتا تھا۔ تو شاید بُری نہ معلوم ہوں۔"

"اوہ۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ اس نے کس معصومیت سے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا تھا۔ تاہم میں نے اُس سے پوچھا۔

"اُس وقت تمہارے دل میں کیا احساسات تھے شیمونا۔ جب کاہلوس نے تمہارے سامنے ایک خادمہ کے ساتھ عجیب حرکات کی تھیں؟"

"اوہ۔ تمہیں۔ تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم۔؟"

"میں وہاں موجود تھا۔"

"ارے۔ تو کیا۔ تو تم نے بھی اس بوڑھے گندے انسان کو دیکھا تھا۔؟"

"ہاں۔!"

"مجھے اس سے بے پناہ نفرت محسوس ہو رہی تھی آشورے۔"

"تمہارے دل میں کوئی خیال نہیں جاگا تھا۔"

"ہاں۔ جاگا تھا۔!"

"کیا خیال تھا وہ۔؟"

"یہی کہ کاش میں کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں۔"

"اوہ۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تمہاری عمر کتنی ہو گی شیمونا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"خیر — اب میں تمہارے لئے کیا کروں —؟"

"کچھ نہیں۔ میرے پاس بیٹھو۔ میں تمہارا قرب چاہتی ہوں۔"

"تو آؤ۔ میرے نزدیک آجاؤ۔" میں نے کہا۔ اور وہ بے تکلفی سے میرے پہلو میں آبیٹھی — تب میں نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی لگائی، اور اس کا چہرہ اونچا کر دیا۔ شیمونا کی بے خود کر دینے والی آنکھوں میں بے پناہ [illegible] تھی — آہ پروفیسر۔ میرا دعویٰ تھا کہ نا ہر صد سالہ بھی ان آنکھوں کو دیکھ کر یقیناً بے خود ہو جاتا —!

اور پروفیسر اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہ رہا۔ شیمونا کے جذبات [illegible] طوفان کی بند کی طرح کھل گئے تھے اور وہ ان تمام رموز سے آشنا معلوم ہوتی تھی — جو انسانی فطرت کا تقاضا تھے — ہاں اس میں ایک انفرادیت [illegible] تھی — وہ بچوں کی طرح اپنے احساسات کا ذکر کرتی جا رہی تھی۔ اور اس کی یہ گفتگو — صدیوں کی جان تھی پروفیسر — بلاشبہ اس کے اندر عورت [illegible] تھی — لیکن یہ عورت معصیت سے پاک تھی — اس کے دل میں [illegible] کھوٹ نہیں تھی — وہ اسے ایک دلچسپ تجربہ سمجھ رہی تھی — ایسی [illegible] جو اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی — اور ہر اجنبی بات دلکش ہوتی [illegible] معصوم لڑکی اپنے احساسات پر کوئی غلاف نہیں چڑھا سکی تھی — [illegible] نسوانیت کی پردہ پوشی نہیں کر سکتی تھی —!

اور یوں پروفیسر — یہ ایک انوکھا تجربہ بھی تھا — یعنی میرے [illegible] ایک نوخیز، کنواری لڑکی — جو اگر عورت پن سے اس قدر بے بہرہ نہ [illegible] تو زندگی اپنے احساسات چھپائے رکھتی — لیکن اپنی معصومیت میں [illegible] ایک ایک لمس کے بارے میں اپنے احساسات کو اس نے اس [illegible] بیان کیا تھا کہ عورت کھل کر سامنے آ گئی تھی —!

کیا سمجھتے ہو پروفیسر، کیا یہ صرف اس کے احساسات تھے — [illegible] باریک باریک چیز کا گہرا تجزیہ کیا ہے — میں انسان سے واقف ہوں — میں ہر صنف سے واقف ہوں، عورت کا جس قدر گہرا تجزیہ [illegible] کیا ہے، کسی نے نہ کیا ہوگا، ہاں پروفیسر — وہ صرف اس کے احساسات [illegible] یہ ہر دور کی عورت کے احساسات ہیں — وہ جو خاموش رہتی ہے، [illegible] نہیں بولتی —!

تو پروفیسر — عورت مرد سے زیادہ شدید ہوتی ہے — مرد [illegible] کی شدت کے سامنے ایک تنکا ہے — کچھ بھی نہیں ہے یہ مخلوق [illegible] جذبات کے سامنے، جو خود کو قوی کہتی ہے اور شیمونا نے اپنی معصومیت [illegible] مجھے ایک دلچسپ تجربے سے دوچار کیا اور جب طوفان اتر گیا [illegible] ہو گئی — اور آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی — بلاشبہ میں اسے [illegible] سی دیر میں چاہنے لگا تھا — میں اس سے محبت کرنے لگا تھا۔ [illegible] اور جھکا اس کے معصوم چہرے کو دیکھتا رہا — ایسا چہرہ تھا جسے دیکھتے دیکھتے صدیاں گزر جائیں اور دل نہ بھرے — اور پھر آج عورت مکمل ہو گئی تھی — نسوانیت کچھ اور کھل اٹھی تھی — اُس نے شاید میری سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کی تھیں۔

تب اُس نے آنکھیں کھول دیں — [illegible] کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی —!

"آشورے —" اُس نے سرگوشی کی۔

"ہوں —" میں کہنیوں پر زور دے کر کچھ اور جھک گیا۔

"خود تیری بھی یہی کیفیت ہے —؟"

"کیسی کیفیت —؟" میں نے کہا۔

"جو میں محسوس کر رہی ہوں —!"

"اب تم کیا محسوس کر رہی ہو شیمونا —" میں نے ایک ندیدے مرد کی طرح پوچھا۔

"[illegible] بھر جاتا تھا بھوک کو سکون مل جاتا تھا تو ایک سکون کا احساس [illegible] پیاس کے وقت پانی پینے سے ہوتی تھی — طبیعت پر بوجھ ہوتا تو خاداؤں سے گفتگو کر کے ذہن ہلکا ہو جاتا تھا — لیکن ایک بے کلی، ایک خلاء، ایک تنہائی سی محسوس ہوتی تھی، جس کا کوئی نام نہیں تھا — میں نہیں جانتی تھی آشورے، کہ میں کیا چاہتی ہوں — میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا — میرا تیرا کہاں سے رابطہ تھا آشورے — میں نے اِس سے قبل تو تجھے خواب [illegible] دیکھا تھا — پھر مجھے تیری طلب کیوں تھی — ہاں آشورے — اب [illegible] کہتا ہے کہ یہ تو ہی تو تھا جس کی وجہ سے میں بے کل تھی — مجھے تیری طلب تھی آشورے — بول مجھے بتا — میرا تیرا کہاں سے رابطہ تھا —؟ مجھے جواب دے آشورے —؟"

"میرا تیرا رابطہ —" میں نے مسکرا کر اس کے سینے پر ٹھوڑی رکھتے ہوئے کہا۔ "میرا تیرا رابطہ تو اس وقت سے ہے شیمونا — جب [illegible] نے آنکھ کھولی تھی — اس کائنات میں کچھ بھی نہ تھا — تب انسان نے اس سے فریاد کی تھی جو سب کا خالق تھا اور خالق نے بھی میری ضرورت کو اچھی طرح سمجھ لیا — اس نے مرد کے جسم کا ایک ٹکڑا نکالا اور تجھے پیدا کر دیا — تو میرے جسم کا ہی ایک ٹکڑا ہے شیمونا — ہم اس وقت سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔"

"تیری بات میری سمجھ میں نہیں آئی — نہ جانے تو کیا کہہ رہا ہے، لیکن چونکہ تو کہہ رہا ہے اس لئے ٹھیک کہہ رہا ہوگا — اچھا مجھے ایک بات بتا؛"

"پوچھو شیمونا —"

اس نے ہاتھ بڑھا کر میری گردن میں حمائل کر دیئے — پھر بولی۔

"کیا کالوس بھی مجھ سے یہی چاہتا تھا —"

"یقیناً —!"

"لیکن اس کی موجودگی میں مجھے کبھی ایسا احساس نہیں ہوا۔؟"

"وہ مجھ جیسا نہ تھا۔"

"ایں۔ ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ وہ تجھ جیسا نہ تھا۔ اچھا، ایک بات اور بتا دے آشورے۔ کیا تو ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ رکھے گا۔؟"

"ہاں۔ ہمیشہ۔"

"تب تو پھر میں کبھی خود کو تنہا نہیں محسوس کروں گی۔ لیکن، ہمیں تو یہاں سے جانا ہوگا۔"

"یہاں سے۔"

"ہاں۔!"

"تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔؟"

"فرق۔" وہ سوچنے لگی۔ پھر خوش ہو کر بولی۔ "ارے ہاں۔ اس سے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا، یہ جگہ نہ سہی کوئی بھی جگہ سہی۔ تو تو میرے [illegible] گی تیرے بدن سے لپٹ جاؤں گی۔ آہ میرا [illegible] ہر وقت اسی لذت میں ڈوبی رہوں۔ کیسا انوکھا [illegible] ہیں کر اس کا گال تھپتھپانے لگا۔

"اب تو تیرے بدن کا ہر لمس مجھے اچھا لگتا ہے آشورے۔" اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

اور پروفیسر میری قسمت۔ میری قسمت ہی منفرد تھی۔ میری تو [illegible] اپنے اندر کوئی نہ کوئی خوبی، کوئی نہ کوئی خصوصیت رکھتی تھی۔ بشکل [illegible] آئے میرے سینے پر سر رکھ کر نیند آئی۔ روحا اور اس کی عورت بھی ایک [illegible] جگہ سو رہے تھے۔ البتہ بیچارہ ہانو ایک چٹان پر تنہا، گھٹنوں میں سر دیئے سو رہا تھا۔ اور اس کی تنہائی یقیناً بستی جا کر ہی دور ہوتی، اگر رات کے آخری پہر میں ایک عجیب واقعہ ظہور پذیر نہ ہو جاتا۔!

یقیناً ہم میں سے سبھی گہری نیند سو رہے تھے۔ لیکن ہم سب ہی بیک وقت جاگ گئے تھے۔ اور ہمارے جاگنے کی وجہ ایک انوکھی آواز تھی۔ گو کہیں دور سے آئی تھی، لیکن پہاڑوں نے اسے پکڑ کر سارے میں پھیلا دیا تھا۔ اور یہ انسانی آواز تھی۔! یہ نسوانی آواز تھی، بڑی دلدوز، بڑی جانگداز۔ اس پر ہول ویرانے میں یہ آواز کس کی تھی۔؟ میں نے حیرت سے سوچا۔ اور پھر میری نگاہ روحا اور ہانو پر جا پڑی۔ وہ بھی اٹھ گئے تھے۔

"ہانو۔" میں نے ہانو کو آواز دی۔ اور ہانو اٹھ کر میری طرف چلا آیا۔!

"تو نے یہ آواز سنی آشورے۔؟"

"ہاں۔ نہ جانے کہاں کی آواز ہے۔ کافی دور سے آتی ہوئی معلوم ہوئی تھی۔ لیکن ایک بار پھر ہم خاموش ہو گئے۔ آواز دوبارہ آئی تھی۔ اور اس بار چونکہ ہم عالم ہوش میں تھے اس لئے یہ آواز صاف سنائی دی تھی۔ اور اس کے الفاظ پر نہ صرف میں بلکہ سب دنگ رہ گئے۔

"آشورے۔!" شیمونا نے کہا۔

"ہاں۔"

"یہ آواز تو تمہیں پکار رہی ہے۔"

میرا ذہن خود دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا۔ میں خود نہیں [illegible] سمجھ سکتا تھا کہ ان ویرانوں میں مجھے پکارنے والا کون ہے۔ اور پھر مسلسل [illegible] چیخیں سنائی دینے لگیں۔ اور میں بے چینی سے آوازوں کی سمت کا [illegible] اندازہ کرنے لگا۔ پھر میں سمت کا تعین کر کے دوڑ پڑا۔ ہانو بھی میرے پیچھے لپکا تھا۔ چاندنی ہماری معاون تھی۔ ایکبار پھر مجھے وہی دردھری آواز سنائی دی۔

"آآآ۔ شو۔ رے۔ آآآشورے۔ اے اے اے [illegible]"

اور اس بار یہ آواز قریب تھی۔ اور اس بار میں نے اس آواز میں مانوسیت محسوس کی تھی۔ یہ آواز سماعت کو جانی پہچانی لگی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میرے قدموں میں سستی سی آگئی۔!

لیکن آواز اس قدر درد انگیز تھی کہ میں رک نہ سکا۔ اور دوڑتا رہا۔ ہانو بھی شاید اپنی زندگی میں سب سے تیز دوڑا تھا۔ وہ بھی مجھ سے کچھ ہی پیچھے تھا۔ اور میں نے آواز کا تعین ٹھیک ہی کیا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر مجھے ایک رقص کرتا سایہ نظر آ رہا تھا، ایک انسانی سایہ۔! یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

اور پروفیسر میرا اندازہ درست ہی تھا۔ وہ ایک برہنہ عورت تھی، لمبے لمبے خوبصورت بالوں والی عورت۔ اور یہ عورت پوشیانا کے علاوہ اور کوئی نہ تھی۔ ہاں بدنصیب پوشیانا، جسے میں سزا کے طور پر جنگلوں میں چھوڑ آیا تھا۔ پوشیانا زندہ تھی۔ لیکن اس ویرانے میں اس خوفناک ماحول میں وہ مجھے آوازیں دے رہی ہے۔

میں اس سے تھوڑے فاصلے پر رک گیا۔ اور چند ساعت کے بعد ہانو بھی میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"آشورے۔ آشورے۔ یہ۔ یہ تو۔ پوشیانا ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ لیکن میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب ہانو نے میرا شانہ جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "آشورے۔ یہ پوشیانا ہے آشورے۔ یہ میری عورت ہے۔"

"ہاں۔ یہ وہی ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"یہ تنہا ان جنگلوں میں بھٹک رہی ہے۔"

"مجھے اس کی زندگی پر حیرت ہے۔" میں نے اسی انداز میں کہا۔

تب ہانو نے عجیب سے انداز میں میرا بازو پکڑ لیا۔

"آشورے۔ عظیم آشورے۔ اسے معاف کر دے۔ اب اسے معاف کر دے آشورے۔ مجھے اجازت دے دے، میں اس کے پاس پہنچ جاؤں۔ میں اسے دلاسہ دوں۔ آشورے تو نے کتنی تکالیف اٹھا کر میری

کی بھائی ہے ۔ میری خاطر اُسے معاف کر دے ۔ مجھے اجازت دے دے ۔" ہافو بُری طرح گڑگڑا رہا تھا ۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ جب عورت اس طویل عرصے میں اُن بھیانک جنگلوں میں زندہ رہی ہے ۔ تو اب پھر زندگی کی آزمائش کے لئے کیوں چھوڑا جائے ۔ ابانیہ مر چکی ہے اس کا نعم البدل مل گیا ہے ۔ ہافو کو بھی اس کی خوشی دے دی جائے ۔ وہ تنہا ہے ۔ اور یہ عورت ۔ اب نہ سہی کچھ عرصے کے بعد ان جنگلوں میں مر جائے گی ۔ اس انداز میں، میری وجہ سے اس کی زندگی کیوں جائے ۔

میں نے ایک گہری سانس لی ۔ اور بھاری آواز میں کہا ۔ "ٹھیک ہے ۔ میں نے اسے معاف کر دیا ۔ جا اسے سنبھال لے ۔" اور ہافو پوشیانا کی طرف دوڑا ۔!

"پوشیانا ۔!" اُس نے آواز دی ۔ اور پوشیانا ٹھٹھک گئی ۔ پھر اس نے ایک دہشت ناک چیخ ماری اور بے تحاشہ ایک طرف دوڑنے لگی ۔ ہافو اس کے پیچھے دوڑا تھا ۔ تب میں نے افسوس سے سوچا ۔ وہ ذہنی توازن کھو چکی ہے ۔ یقیناً اس دہشت ناک جنگل میں کوئی تنہا انسان ذہنی توازن برقرار رکھ سکتا ہے ۔

بہر حال مجھے پوشیانا سے ہمدردی ہو گئی تھی ۔ اس نے میری محبت ابانیہ کو قتل کر دیا تھا ۔ گو یہ اچھی بات نہ تھی ۔ لیکن اُسے کافی سزا مل چکی تھی ۔ بالآخر ہافو نے پوشیانا کو دبوچ لیا ۔ لیکن پوشیانا نے شدید مزاحمت کی تھی ۔ اُس نے کئی جگہ سے ہافو کے جسم کو نوچا اور بھنبھوڑا تھا اور ساتھ ہی وہ وحشیانہ انداز میں چیختی جا رہی تھی ۔

بالآخر وہ بے ہوش ہو گئی ۔ اور ہافو اسے کندھے پر ڈال کر میرے پاس لے آیا ۔!

"یہ پوشیانا ہی ہے آشورے ۔" اُس نے کہا ۔

"ہاں ۔ یہ وہی ہے ۔"

"لیکن اسے کیا ہو گیا ۔؟"

"چلو اسے لے چلو ۔ ٹھیک ہو جائے گی ۔" میں نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا ۔ اور ہم پوشیانا کو لے کر واپس پہنچ گئے ۔ شیمونا اور دوسرے لوگ اس کی عورت حیرت سے ہمیں دیکھ رہے تھے ۔ شیمونا نے بھی دلچسپی سے اس وحشی عورت کو دیکھا ۔

"یہ کون ہے آشورے ۔؟"

"ہافو کی عورت ۔ جو ویرانوں میں رہ گئی تھی ۔"

"مگر اسے کیا ہو گیا ۔؟"

"کچھ نہیں ۔ ٹھیک ہو جائے گی ۔!" میں نے کہا ۔ برہنہ عورت کو لٹا دیا گیا ۔ اس کی عجیب حالت تھی ۔ بال چکٹے ہوئے اور دھول میں اٹ کر اصل رنگ کھو چکا تھا ۔ ہونٹ جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے ۔ پورے جسم پر زخموں کے نشانات تھے ۔ بڑی قابلِ رحم حالت تھی پوشیانا کی ۔ میں نے اسے دل سے معاف کر دیا ۔

اور پھر ساری رات اور دوسرے دن ہم پوشیانا کی تیمارداری کرتے رہے ۔ روحانی اُسے کپڑے دیئے ۔ اُسے کھانے کو دیا گیا ۔ اور پوشیانا کی حالت کافی حد تک سنبھل گئی ۔ لیکن ابھی وہ ہم لوگوں کو پہچان نہیں رہی تھی ۔ ہاں اس کی وحشت کم ہو گئی تھی ۔! اور بلاشبہ ہافو ایک محبت کرنے والا مرد تھا ۔ اُس نے پوشیانا سے ایسا برتاؤ کیا کہ شام ہوتے ہوتے اس کی حالت کافی درست ہو گئی ۔ چنانچہ اس رات ہم نے سفر کی ٹھانی اور چل پڑے ۔ ہافو نے اسے سینے سے لگا کر بٹھا لیا تھا ۔!

رات بھر کا سفر بہت عمدہ رہا ۔ صبح کو ہم نے آرام کیا ۔ اور پھر یہی ہوتا رہا ۔ کبھی رات میں اور کبھی دن میں ہمارا سفر جاری رہا ۔ اور بالآخر ایک بلندی سے پانی کی عظیم چادر آسمان سے ملتی ہوئی نظر آگئی ۔ ہم سمندر کے نزدیک پہنچ گئے تھے ۔ اس روز ہم نے دن میں بھی سفر جاری رکھا، اور بالآخر دُور سے پوگاس کی بستی نظر آگئی ۔

یقیناً پوگاس ایک اچھا لیڈر تھا ۔ بستی کی حالت پہلے سے بے حد عمدہ ہو گئی تھی ۔ اب اس کے گرد کھیت لہلہا رہے تھے ۔ سبزیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں ۔ پانی حاصل کرنے کا معقول انتظام تھا ۔ اور تقریباً ہر فرد کے لئے مکان موجود تھا ۔! مجھے بستی کی یہ حالت دیکھ کر خوشی ہوئی تھی ۔ گویا پوگاس نے اپنے ساتھیوں کے لئے زندگی گزارنے کا معقول بندوبست کر دیا تھا ۔ سب سے زیادہ خوشی مجھے ننھے ننھے بچوں کو بھاگتے دیکھ کر ہوئی تھی، کیسے بھلے، کیسے پیارے لگ رہے تھے وہ ۔!

پوگاس قرب و جوار سے بھی بے خبر نہیں تھا، چنانچہ کسی ذریعے سے اسے میرے آنے کی خبر بھی ہو گئی تھی ۔ اور وہ دیوانہ وار کچھ لوگوں کے ساتھ میری طرف آ رہا تھا ۔ میرے قریب پہنچ کر وہ مسرت سے مجھ سے لپٹ گیا ۔

"تو واپس آگیا آشورے ۔ تو واپس آگیا ہمارے محسن ۔ ہم سب مایوسی سے تیرا انتظار کر رہے تھے ۔ ہر چھپنے والے سورج کے ساتھ ہماری مایوسیوں میں اضافہ ہو جاتا تھا ۔ آہ ۔ ہم کتنے خوش ہیں ۔ تو ٹھیک ہے آشورے تو بالکل ٹھیک ہے نا ۔؟"

"ہاں ۔ میں ٹھیک ہوں ۔ لیکن تیرے لئے ایک بُری خبر ہے ۔!"

"کیا مجھے بتا ۔ کیا ہوا ۔؟"

"تیری بہن ابانیہ ۔ اب اس دُنیا میں نہیں ہے ۔ وہ ایک حادثے کا شکار ہو گئی ۔" اور پوگاس یہ سُن کر آبدیدہ ہو گیا ۔ وہ بہت غمگین ہو گیا تھا ۔ لیکن میں نے اسے حقیقت نہیں بتائی ۔!

بستی کی دوسری عورتیں اور مرد بھی میرے گرد جمع ہو گئے ۔ وہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے ۔ اور سب کیلئے، تقریباً سب ہی کے لئے شیمونا خاص دلچسپی کا مرکز بن گیا تھا ۔ شیمونا بھی تعجب سے ان سب کو دیکھ رہی تھی ۔

"یہ تیری بستی ہے آشورے — یہ تیرے لوگ ہیں۔؟"

"ہاں شیمونا — یہی سمجھ لے — !" میں نے کہا اور پھر ہافو یوشیانا کو لے کر اپنے مکان میں چلا گیا — روحا کے لئے بھی فوری طور پر ایک مکان کا بندوبست کیا گیا — اور میرا مکان تو سب سے عالیشان تھا — میری غیر موجودگی میں بھی اسے کسی نے استعمال نہیں کیا تھا — آخر میرا ایک مقام تھا اُن لوگوں کی نگاہوں میں — میں شیمونا کو لے کر اپنے مکان میں آگیا۔

"کیسی حسین ہے تیری بستی — کیا تو اس بستی کا شہنشاہ ہے آشورے؟" شیمونا نے پوچھا۔

"تجھے میری بستی پسند آئی شیمونا —؟"

"بے حد — بہت عمدہ ہے تیری دنیا — پہاڑوں کی دنیا سے دُور اُس ماحول میں گھٹن تھی — یہاں آزادی ہے — لیکن تو نے میرے دوسرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"نہیں — میں ان کا شہنشاہ نہیں ہوں — یہاں کوئی شہنشاہ نہیں ہے — سب آزاد ہیں — سب ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں — سب ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔"

"آہ — کیسی حسین دُنیا ہے — اور پانی کی یہ چادر کیسی انوکھی ہے۔ مگر ان لوگوں میں بھی تیرا جیسا کوئی نہیں ہے — تیرے لوگ تجھ سے مختلف کیوں ہیں آشورے؟"

"کیونکہ یہ میرے لوگ نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب — لیکن تو نے تو کہا تھا —؟"

"تو نہ سمجھ سکے گی معصوم لڑکی — لیکن میں نے تجھ سے سچ بولا ہے یہاں میری حیثیت شہنشاہ کی سی ہے — سب میرا حکم مانتے ہیں — سب میرے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں — تو فکر نہ کر شیمونا — تیری حیثیت بھی یہاں مختلف ہوگی — تو میری عورت ہے — ہم دونوں چاندنی میں ٹھنڈی ریت کی سیر کیا کریں گے — عمدہ زندگی گزاریں گے ہم دونوں — سب تیری عزت کریں گے، سب تجھ سے محبت کریں گے۔"

"اور تو — اور تو ہر رات مجھے پیار کیا کرے گا آشورے — ہر رات مجھے اسی لذت سے آشنا کرے گا — کیوں —؟"

"ہاں شیمونا" میں نے پیار سے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ اور وہ مسکرانے لگی — اس طرح پروفیسر، ہمیشہ کی طرح اس بار بھی میں نے اپنی نئی عورت کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کر دیا — !

شیمونا اب سمجھدار ہوتی جا رہی تھی — وہ بستی کی دوسری عورتوں سے گھل مل گئی تھی — اُسے بچے بہت پسند تھے، اکثر وہ ننھے بچوں کے ساتھ کھیلتی رہتی اور بہت خوش ہوتی — بستی کے سب لوگ بھی اس سے مانوس ہوگئے تھے — وہ ایسی معصوم ایسی بے ضرر تھی کہ کسی کو اس سے کوئی شکایت نہیں تھی — بستی کی عورتیں بھی اب کسی قدر مہذب ہوگئی تھیں — اُن میں وہ بیباکی نہیں رہی تھی — اب وہ صرف اپنے مردوں کو چاہتی تھیں —

اور یوشیانا — وہ اب بالکل ٹھیک تھی اور حیرت انگیز طور پر ہافو کو چاہنے لگی تھی — یوں بظاہر زندگی پھر ساکن ہوگئی تھی — میں بھی شیمونا کے حسن میں گم تھا — بلا شبہ اس حسین لڑکی کی رعنائیاں نکھرتی جا رہی تھیں اور اب وہ ایک بھرپور عورت بن گئی تھی — بہت ہی کم وقت لگا تھا اس میں، لیکن میرے ذہن میں نیمون کا کانٹا اب بھی باقی تھا — !

ظاہر ہے میں بہت طویل عرصہ ان لوگوں میں نہیں گزار سکوں گا — مجھے یہاں سے جانا ہوگا، لیکن ایک بھیانک خطرہ ہر وقت اُن لوگوں کے سروں پر منڈلاتا رہے گا — کسی طرح اس خطرے سے انھیں نجات مل جائے تو بہتر ہے، لیکن ابھی کچھ اور انتظار کرنا ہوگا! اس کے بعد دوبارہ میں اس کی تلاش میں نکلوں گا میں نے سوچا تھا —

دو چاند ڈوب چکے تھے — زندگی معمول پر تھی — !

لیکن پروفیسر — ساکن زندگی بھی تو موت کے برابر ہوتی ہے جب تک اُس میں تبدیلیاں نہ ہوں، جدوجہد نہ ہو — ایک رات میں شیمونا کے ساتھ ریت کے ایک تودے پر لیٹا ہوا ستاروں سے گفتگو کر رہا تھا — میں ستاروں کی چال سے حالات کا اندازہ لگا رہا تھا کہ اچانک رات کے محافظ اپنی مخصوص آوازوں میں چیخنے لگے —

یوگاس نے خاص طور سے رات میں پہرے کا نہایت موثر نظام ترتیب دیا تھا — بے شک وہ عمدہ صلاحیتوں کا مالک شخص تھا — میں اچھل کر کھڑا ہوگیا دوسری طرف بستی کے گھروں سے یوگاس اور دوسرے لوگ بھی نکل کھڑے ہوئے اور پھر ہم پہرے داروں کے پاس جا پہنچے جو اونچے درختوں پر چڑھے ہوئے تھے

"کیا بات ہے —؟" یوگاس نے پوچھا۔

"مشعلیں — بے شمار مشعلیں — وہ چاروں طرف سے آرہی ہیں —" ایک پہرے دار نے جواب دیا۔

"مشعلیں — !" میں نے حیرت سے کہا۔ پھر میں ایک درخت پر اور یوگاس اس کے نزدیک دوسرے درخت پر چڑھنے لگے — بلندیوں پر پہنچ کر ہم نے بھی ان مشعلوں کو دیکھا — اور ان کی تعداد دیکھ کر مجھے بھی تشویش ہوگئی — !

میں غور کرنے لگا کہ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں — اور میرے ذہن میں ایک ہی بات آئی — یقیناً یہ سارہان کے ہیگوں کی کارستانی ہے۔ انھوں نے قرب وجوار کی بستیوں سے لوگوں کو اکٹھا کر کے ہمارے اوپر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے — بلا شبہ یوگاس اور اس کے ساتھی عمدہ جنگجو تھے — لیکن اُن لوگوں کی بھیانک تعداد — !

اگر وہ پچاس پچاس مل کر بھی حملہ آور ہوتے تو ہم کتنے لوگوں کو قتل کرتے — بیس پچیس افراد مر کر اگر ہمارے ایک بھی آدمی کو قتل کر دیتے تو ہماری تعداد آسانی سے ختم ہو جاتی — میری دوسری بات تھی، لیکن دوسرے لوگ بہر حال مارے جاتے — اور بلا شبہ ہمارے پاس کوئی نظام ایسا نہیں تھا کہ

انھیں بستی سے دور رکھتے۔
"پوگاس۔!" میں نے قریب کے درخت پر چڑھتے ہوئے پوگاس
کو آواز دی۔
"آشورے۔!"
"نیچے اتر کر لوگوں کو ہوشیار کر دو۔ ساری بستی کی عورتوں کو
[illegible] جمع کر دو۔ سب کو مسلح کر دو۔ اگر انھوں نے رات ہی میں حملہ نہ
[illegible] دن کی روشنی میں ہم کوئی مناسب صورت نکال لیں گے۔"
اور پوگاس پھرتی سے نیچے اترنے لگا۔ میں درخت پر چڑھا ان لوگوں کو
[illegible] رہا تھا۔ جو ہمارے بہت قریب پہنچ چکے تھے۔ لیکن میں نے محسوس کیا
[illegible] رک گئے ہیں۔ شاید وہ اس وقت حملے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔
یقیناً دن کی روشنی میں وہ ہمارے بارے میں اندازہ لگائیں گے۔
[illegible] دانشمندی کا تقاضا یہی ہے۔ لیکن ان کی یہ دانشمندی ہمارے لئے
[illegible] مند تھی۔!

ذرا سی دیر میں بستی کی فضا خوف و دہشت میں ڈوب گئی۔ عورتیں
[illegible] دی گئیں۔ مرد مسلح ہو کر میرے احکامات کا انتظار کرنے لگے۔ اب
[illegible] بھی درخت سے نیچے اتر آیا۔ اور میں نے اپنے چوڑے کھانڈے کو نکال لیا۔
[illegible] اب اہم کردار ادا کرنا تھا۔ درختوں پر مزید لوگوں کو چڑھا دیا گیا۔
[illegible] رات بھر جاگ کر ان کی نقل و حرکت کا اندازہ لگاتے رہے۔
وہ بستی سے پورے طور سے واقف ہو گئے تھے۔ اور اسے
[illegible] طرف سے گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ویسے حملہ وہ صبح ہی کو
[illegible] ہتے تھے۔ اور یہ عمدہ بات تھی۔
یہاں تک کہ آسمان پر اجالا نمودار ہوا۔ اور ہم سب درختوں سے
[illegible] میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ اگر انھوں نے چاروں طرف سے
[illegible] بیک وقت سب طرف کیسے سنبھالوں گا! روحا بھی پریشان تھا۔ بالآخر
[illegible] ایک فیصلہ کیا۔ اور پھر روحا، میں اور پوگاس گھوڑوں پر سوار ہو کر ان
[illegible] چل پڑے۔!
ہمیں ان کے سربراہ کی تلاش تھی۔ درختوں سے اس طرف میدان
[illegible] طرف وحشی مسلح افراد نظر آ رہے تھے۔ ان کی تعداد تین ہزار سے
[illegible] گی۔ وہ سب بھی صف بستہ تھے۔ درمیان میں کچھ گھوڑے رنگین
[illegible] کے سامنے کھڑے تھے۔ میں نے اسی طرف کا رخ کیا۔ پھر میں نے روحا
[illegible] پوگاس کو خود سے دور اور کسی حد تک اپنی آڑ میں کر لیا۔
اور چند منٹ کے بعد میں اس گروہ کے پاس پہنچ گیا، جو سربراہ
[illegible] تھا۔
تب میں نے ہیگوں [illegible] بھا، جو اپنے مخصوص لباس میں تھے۔
[illegible] ہاں۔ ایک بھیا' انسان موجود تھا۔ اور۔ یہ۔
[illegible] سوا کوئی نہیں تھا۔!

اوہ۔ کاہلوس زندہ ہے۔ آگ نے اس کے خد و خال بگاڑ
دیئے تھے لیکن بہرحال وہ زندہ تھا۔
"آہ۔ کاہلوس۔ میرے دوست۔ تم زندہ ہو۔؟" میں نے
مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ لیکن تیری زندگی کا یہ آخری سورج ہے۔"
"تم میری بستی کے لوگوں سے واقف نہیں ہو کاہلوس۔ وہ مرنا نہیں
جانتے۔ کیا تم ان سے جنگ کرو گے، جن کے لئے موت نہیں ہے۔ واپس
لوٹ جاؤ کاہلوس۔ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ مجھے ان لوگوں سے
کوئی دشمنی نہیں ہے جنھیں تم بہکا کر لے آئے ہو۔!" میں نے فوجیوں کی طرف
اشارہ کیا۔!
میری آواز میدان میں گونج رہی تھی اور سب ہی سن رہے تھے
میری آواز کو۔"
"سنہرے جادوگر۔ تو نے دیوتاؤں کی منظور نظر شیمونا کو اغواء
کیا ہے۔ تو نہیں جانتا تو نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے۔ اب دیوتاؤں کے
قہر کے لئے تیار ہو جا۔ دیکھ تیرا کیا انجام ہے۔" کاہلوس نے کہا۔
"مقدس کاہلوس۔ آگ کے رہنے والے۔ تیری یہ حالت
کیسے ہوگئی۔ کیا مجھے اس کا جواب دے گا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے
اس سے سوال کیا۔
"یہ بھی دیوتاؤں کی مرضی تھی۔"
"نہیں۔ یہ میری مرضی تھی۔ اور دیوتاؤں کی کیا مرضی ہے یہ تجھے
ابھی معلوم ہو جائے گا۔ سنو۔ سارہانہ کے لوگو۔ یہ دیوتاؤں کی سرزمین
ہے۔ میں سورج کا بیٹا ہوں۔ میں نے تمہیں تمہاری نادانی کی ابھی تک کوئی سزا
نہیں دی ہے۔ میرا حکم ہے کہ جھوٹے کاہلوس کی باتوں میں نہ آؤ۔ خاموشی
سے واپس لوٹ جاؤ۔ اگر اس زمین کے لوگوں کو آزمانا چاہتے ہو۔ تو میں
تمہارے امتحان کے لئے خود کو پیش کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے دیکھو۔ اور یہاں
رہنے والوں کے بارے میں فیصلہ کر لو۔"
"خاموش اے گستاخ۔ تو کاہلوس کی شان میں گستاخی نہیں
کر سکتا۔" کاہلوس کے عقب سے چار جوان نیزہ تانے نکل آئے۔!
"آؤ۔ آؤ۔ سامنے آؤ۔ میں ان لوگوں کی زندگی چاہتا ہوں۔"
میں نے کہا۔ اور ان چاروں نے اپنے خوفناک بھالے پوری قوت سے میرے
بدن پر مارے۔!
لیکن پروفیسر۔ ان کا یہ فعل میری خوش بختی تھا۔ بھالوں کی انی
ٹیڑھی ہوگئی۔ اور لوگ بدحواس ہوگئے۔ لیکن ان چاروں نے ہمت نہیں
ہاری تھی۔ وہ تلواریں لے کر میرے اوپر ٹوٹ پڑے۔ اور بڑے جان لیوا حملے
کئے تھے انھوں نے۔ لیکن ان کی تلواریں میرے بدن پر کند ہوگئیں اور پھر
میرے کھانڈے نے ایسا وار کیا کہ ان کے ٹکڑے زمین پر تڑپنے لگے۔!

"ہاں ۔ یہ ایسا ہی وار تھا ۔ جو اس وقت ان لوگوں کو مرعوب کرنے کیلئے ضروری تھا ۔ !
منہ حیرت سے کھل گئے ۔ لوگ میرے کھانڈے سے ٹپکتی ہوئی خون کی دھار دیکھ رہے تھے ۔ اور ان کے حواس گم تھے ۔ !
"تو موت کے طلب گار ۔ یہ میں ہوں ۔ اور یہ میری بستی ہے ۔ یہاں تمہیں ایسے ہی لوگ ملیں گے جن پر تمہارے ہتھیار بیکار ہیں ۔ بولو ۔ کیا تم ان سے جنگ کر کے موت کو پکارو گے ۔؟"
اور پروفیسر بزدل ڈر گئے ۔ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے ۔
لیکن اس سے قبل ۔ کہ کاہلوس ان لوگوں کو غیرت دلائے ۔ ان سے کچھ کہے ۔ اچانک عقب سے ایک خوفناک چنگھاڑ ابھری ۔ اور نہ جانے یہ کیسی چنگھاڑ تھی ۔ ایک خوفناک افراتفری پھیل گئی ۔ لوگ پاگلوں کی طرح منہ اٹھا کر بھاگنے لگے ۔ !
خود ہیگوں میں، میں نے ایک عجیب سی ابتری دیکھی تھی ۔ اور یہ سب اتفاقیہ ہی تھا ۔ نہ جانے کیا ہوا تھا ۔ نہ جانے کیا ہو گیا تھا ۔ !
چنگھاڑ پھر سنائی دی ۔!
اور اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا ۔ اس خیال سے میری رگوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی ۔ میں نے روحا کی طرف دیکھا ۔ روحا اور حافو کی روح بھی قبض ہو رہی تھی ۔ وہ اس انداز سے عقب میں دیکھ رہے تھے جیسے بھاگ جائیں گے ۔!
بھاگنے والے نہ جانے کہاں کہاں جا چھپے تھے ۔ یہاں تک کہ ہیگوں کے پاؤں بھی اکھڑ گئے تھے ۔ اور میری رگوں میں مسرت کا سمندر موجزن تھا ۔ میں روحا اور حافو کے قریب پہنچ گیا ۔
"روحا ۔ حافو ۔ یہ کیسی آواز ہے ۔؟"
"نیمون ۔ آہ نیمون ۔!" روحا کے حلق سے عجیب سے انداز میں نکلا
"وہ ۔ وہ ۔" حافو نے اشارہ کیا ۔ اور میں نے پہاڑی کے عقب سے ایک سیاہ رنگ کا متحرک پہاڑ آگے بڑھتے دیکھا' اور بلاشبہ پروفیسر' وہ پہاڑ ہی تھا ۔ میں نے تہہ کے دور کے دیوہیکل جانور دیکھے تھے ۔ لیکن اتنا خوفناک اتنا بڑا بن مانس کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ وہ کوئی چھوٹی موٹی پہاڑی ہی نظر آ رہا تھا اور دلچسپ اور عجیب بات یہ کہ اس کی رفتار بہت تیز تھی ۔ وہ خوفناک تیز رفتاری سے اس طرف آ رہا تھا ۔ کاہلوس کے سپاہیوں کا دور دور تک پتہ نہیں تھا ۔ لیکن اچانک ایک پہاڑی کے عقب سے خوفناک چیخیں ابھریں ۔ میں نے مہیب جانور کو جھکتے دیکھا تھا ۔ اور پھر اس کے خوفناک پنجوں میں' میں نے دو تین آدمی پھنسے ہوئے دیکھے ۔ وہ بری طرح ہاتھ پاؤں مار رہے تھے ۔ یہ کاہلوس کے سپاہی تھے جو چھپے بیٹھے تھے ۔ لیکن نیمون نے انہیں دیکھ لیا تھا ۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے انہیں مسل کر پھینک دیا ۔

"آآ شور ہے ۔!" روحا نے کانپتے ہوئے کہا ۔ "ہماری بستی ۔ ہماری بستی خطرے میں ہے ۔ آہ ۔ یہ ادھر ضرور جائیگا ۔!"
"اس کی موت اسے میرے سامنے لائی ہے ۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا ۔ "جاؤ ۔ تم دونوں چھپ جاؤ ۔ جاؤ ۔ تم سب بھی جلدی سے چھپ جاؤ ۔ جاؤ ۔ یہ میرا حکم ہے ۔!" میں نے آخری الفاظ گرج کر کہے اور وہ، جو بھاگ جانا چاہتے تھے ۔ سہمے ہوئے سے، زندگی سے مایوس، ایک چٹان کے عقب میں جا چھپے ۔ تب میں سنجیدگی سے اس پہاڑ کا جائزہ لینے لگا ۔!
بے شک اسے ختم کرنے میں مجھے کافی مشکلات پیش آئیں گی ۔ بے شک مجھے اس کے بارے میں سوچنا ہے کہ پہلا وار کہاں کروں ۔ جو موثر ہو اس خوفناک جانور کو قتل کرنے کے لئے مجھے سوچنا پڑ گیا تھا ۔
لیکن اس دوران وہ میرے کافی قریب آ گیا تھا ۔ گوشت اور ہڈیوں کے اس خوفناک پہاڑ کو قریب دیکھ کر میں تیار ہو گیا ۔ میں نے کھانڈا سنبھالا اس نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا ۔ لیکن میں تہیہ کر چکا تھا کہ پہلا وار ہی کارگر ہونا چاہیئے ۔ ورنہ بات نہیں بنے گی ۔ اب وہ میرے سر پر تھا ۔ وہ جھکا اور اس نے اپنا درخت کی شاخ جیسا ہاتھ نیچے جھکایا ۔ میں اپنی تمام تر قوتوں کو آواز دے چکا تھا ۔ کھانڈا میں نے دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا تھا ۔ اور پھر میں نے پوری قوت سے اس کے ہاتھ پر کھانڈے کا بھرپور وار کیا ۔
اور ۔ درخت کی شاخ تنے سے جدا ہو گئی ۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک دہاڑ ابھری ۔ کان پھاڑ دینے والی آواز تھی ۔ بہت سے دلوں کی حرکت بند ہو گئی ہو گی ۔ لیکن اس کی پھرتی قابل دید تھی ۔ انسانوں کو قتل کرنے کا وہ ماہر تھا' اس نے پلٹ کر مجھے اپنے وزنی پاؤں سے کچلنے کی کوشش کی ۔ لیکن مسئلہ ہی دوسرا تھا ۔ عام آدمی اس کے سامنے ختم ہو جاتا ہو گا ! میرا خوف تو کوئی معنی ہی نہیں رکھتا تھا ۔ چنانچہ میں نے پھرتی سے پلٹ کر اس کے پاؤں پر دوسرا بھرپور وار کیا ۔ ہڈی کٹنے کی آواز بلند ہوئی ۔ لیکن میرا کھانڈا اس کے کٹے ہوئے پاؤں میں پھنس گیا تھا میں نے ایک جھٹکے سے کھانڈا کھینچا اور نہ جانے کیا ہوا ۔ پہاڑی تو ٹوٹ کے گرنے سے بھی وہ آواز نہ پیدا ہوتی ہو گی، جو اس کے گرنے سے ہوئی کوئی سمجھ بھی نہ پایا ہو گا کہ یہ کیا ہوا ۔ لیکن جو کچھ ہوا سامنے تھا ۔ نیمو گر گیا تھا ۔ !
اور گرے ہوئے دشمن پر خاص طور سے جب وہ بہت ہی بڑا ہو ۔ وار نہ کرنا بہادری نہیں بے وقوفی ہے ۔ میں نے یہ بے وقوفی نہیں کی میں نے صحیح نشانہ لے کر اس کے کٹے ہوئے پاؤں پر دوسرا وار کیا ۔ ستون اس کے جسم سے علیحدہ ہو گیا ۔
اس کی چیخیں تھیں کہ قیامت ۔ زمین دہل رہی تھی ۔ اس کے ساتھ ہی اس کا بھاری بھرکم جسم تڑپ رہا تھا ۔ میں .... خود کو اس کے جسم کی زد سے بچا رہا تھا ۔ اور موقع ملنے پر ایسے حصوں پر وار بھی کرتا

تھا جو کارآمد ہوں۔!

اور پھر آخری وار میں نے اس کی گردن پر کیا۔ یہ سب سے نرم جگہ تھی۔ اس کا سر کسی بڑے گنبد کی مانند تھا۔ اور اس گنبد کے اچھلنے کا منظر خوب تھا۔ خون اس مقدار میں بہہ رہا تھا پروفیسر جو ناقابلِ یقین تھا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے چاروں طرف شور سُنا، لوگ بے تحاشا پہاڑوں اور دروں سے نکل رہے تھے۔ میں جلدی سے کھانڈا کھینچ کر کھڑا ہو گیا۔!

لیکن آنے والے... نیمون سے دور ایک دائرے میں سجدے میں گر رہے تھے۔ وہ کچھ کہہ بھی رہے تھے، جسے میں نے غور سے سُنا اور میری مسرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ کہہ رہے تھے۔

"اے پہاڑوں کے پہاڑ۔ اے بہادروں کے بہادر۔ اے سورج کے بیٹے۔ ہمیں معاف کر دے۔ ہمیں پناہ دے۔ ہم کاہلوس کے بہکانے سے تیرے مقابلے پر آ گئے تھے۔ لیکن دیوتاؤں کی پناہ۔ تو پہاڑوں کا قاتل ہے۔ ہم تیری بستی کے لوگوں سے کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں معاف کر دے۔ ہمیں معاف کر دے۔" اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے بزدل ہیگوں کی تلاش میں نگاہ دوڑائی۔!

"کاہلوس کہاں ہے۔؟" میں نے زوردار آواز میں پوچھا۔ "بلاؤ اس بوڑھے جادوگر کو۔ دیکھ لے وہ قہر کے دیوتا کی موت کا منظر۔ یہی ہے وہ جسے صدیوں سے انسانوں کے قتل کا کام سونپا گیا ہے۔ دیکھ لے وہ کہ اس کا طلسم کس طرح ٹوٹ گیا ہے۔ لاؤ اس بزدل کو میرے سامنے لاؤ۔ حساب لو اس سے ان لوگوں کا، جو اس کی وجہ سے موت کا شکار ہوئے۔"

اور اس وقت میرا حکم ان کے لئے دیوتا کا حکم تھا۔ سب کے سب اُٹھ گئے

"ایک بھی ہیگا نہ بھاگنے پائے۔ کسی کو مت جانے دو۔ یہ میرا حکم

"اور پروفیسر کیا ہی دلچسپ منظر تھا۔ انبوہِ عظیم شہد کی مکھیوں کی مانند ہو گیا۔ وہ لوگ ہیگوں کی تلاش میں دوڑے تھے۔ ہاں اس وقت ان کے دلوں پر میری حکمرانی تھی۔ وہ صرف میرے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے اور بزدل ... سے پکڑے جا رہے تھے۔

قوی ہیکل جوان، جن کے دلوں پر اس سے قبل ہیگوں کی ہیبت طاری ... گردنوں سے پکڑے، لٹکائے لا رہے تھے۔ اور پروفیسر بے پناہ ... ہو رہی تھی مجھے اس سے۔ کیسے ظالم لوگ تھے وہ۔ انھوں نے ... کیسے کیسے طلسم کدے بنا رکھے تھے اور کیسے کیسے مظالم ڈھائے ... سادے انسانوں پر۔!

ہیگوں کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔ اور پھر مقدس کاہلوسِ اعظم بھی ... اس سے قبل کسی نے ان کی ایسی درگت نہ دیکھی ہو گی۔ انھیں دونوں ... سے لٹکا کر لایا ...

اور جب ظالم کی پول کھل جائے۔ اور جب ظالم کی حیثیت کا پتا چل جائے تو ان کے ساتھ بہت بُرا ہوتا ہے۔ کاہلوس کو لانے والوں نے اسے اس طرح زمین پر اچھال دیا جیسے وہ گوشت پوست کی کوئی چیز نہ ہو۔! اور کاہلوسِ اعظم کی ہڈیاں بول گئیں۔ اُس کی زبان بند ہو گئی تھی۔ اس کا طلسم ٹوٹ چکا تھا۔ اب وہ خاموش تھا۔! پھینکنے والوں نے اسے جہاں پھینکا تھا، وہ وہیں پڑا رہا۔ تب میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔!

"کیا حال ہے مقدس کاہلوس اعظم۔؟" میں نے اُس سے سوال کیا۔ اور وہ بے بسی سے مجھے دیکھتا رہا۔ "آواز دو۔ اپنی طلسمی قوتوں کو بلاؤ ان آگ کے معبودوں کو جو تمہاری مدد کرتے ہیں۔"

لیکن کاہلوس نے میری بات کا جواب دیا۔!

"مجھے تمہارے اوپر رحم آ رہا ہے کاہلوسِ اعظم۔ میں تمہیں تمہاری اس بے بسی پر معاف بھی کر سکتا تھا۔ لیکن تم ایک بڑا فتنہ ہو۔ اگر تم زندہ رہے تو نہ جانے کون کون سے جال پھیلاؤ۔ اس لئے میں مجبور ہوں میرے دوست۔!"

میں اس کے پاس سے ہٹ آیا۔ بلاشبہ مجھے اس خاموش انسان پر رحم آنے لگا تھا۔ اگر دوسروں کی زندگی کا سوال نہ ہوتا تو مجھے اس کی موت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن یوگاس کی بستی کی سلامتی کے لئے، اس سازشی انسان کی موت ضروری تھی۔ چنانچہ میں اس کے پاس سے ہٹ گیا۔ تب میں نے اس کے لشکریوں کو مخاطب کیا۔

"نیمون موت کا شکار ہو گیا ہے۔ کیا تم دوسرے نیمون کو ہلاک نہ کرو گے لوگو!۔ جس نے تمہاری بستیوں کو تاراج کیا ہے۔ میرا حکم ہے اسے اپنی پسند کی موت مارو۔ ان سب فتنوں کو ہلاک کر دو۔ اور اس کے بعد اپنی بستی لوٹ جاؤ۔ خبردار اس کے بعد ادھر کا رُخ نہ کرنا۔ ورنہ پہاڑ کے بیٹے نیمون کو دوبارہ زندگی دے کر تمہارے درمیان بھیج دوں گا۔ اور اس کے بعد سلامتی تم سے بہت دُور ہو گی۔"

سو پروفیسر۔ وہی جوان۔ جو کاہلوس کے سامنے بید لرزاں تھے۔ اپنے اپنے ہتھیار لیکر اس پر ٹوٹ پڑے۔ اور ہیگوں کی دلدوز چیخیں ابھرنے لگیں۔ اور مارنے والوں نے کیسا مارا۔ ایسی موت بھی کسی نے نہ دیکھی ہو گی۔ لوگ گردنیں کاٹ دیتے ہیں۔ اعضاء کاٹ دیتے ہیں۔ لیکن ایسے قتل بھی کیا۔ کہ کسی عضو کے بارے میں وثوق سے نہ کہا جا سکے کہ وہ دراصل کیا ہے۔!

ہیگوں کے جسم باریک قیمہ بن گئے تھے۔ ان کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس سے قبل وہ انسان تھے اور صحیح و سالم حالت میں تھے۔ جوش و خروش بہت بڑھا ہوا تھا۔ ہیگوں کے خون کے پیاسوں کی پیاس ابھی تک نہیں بجھی تھی۔ یقیناً ان میں ایسے بھی ہوں گے، جو ان سے شدید نفرت کرتے ہوں گے، لیکن ان سے خوفزدہ ہوں گے۔ آج انھیں خوب موقع ملا تھا۔

سو یوں موت کاہلوسِ اعظم کو اس میدان میں گھسیٹ لائی تھی اور یہاں اُس کے ہیگوں کی کہانی ختم ہونی تھی۔ یہاں تک کہ لشکرِ عظیم اپنے کام سے

فارغ ہوکر صف بستہ ہوگیا۔ اور پوگاس اور اس کے ساتھی ایک خوفناک جنگ کے بجائے عجیب تماشا دیکھ رہے تھے۔ تب لشکریوں نے میرے سامنے آخری بار سر جھکایا، اور میری ہدایات پر عمل کرنے کا عہد کرکے لوٹ گئے۔!

تھوڑی دیر کے بعد میدان میں نیمرٹ کی سربریدہ لاش، اس کے ٹوٹے ہوئے عظیم الشان اعضاء۔ ہیگوں کے جسم کے سرخ ٹکڑے، ایک طرف حیران و پریشان کھڑے روحا اور ہافو وغیرہ۔۔ کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

"آؤ۔" میں نے ان دونوں سے کہا۔ اور واپس چل پڑا۔ ان کے قدم بھی مشکل سے اٹھ رہے تھے۔ ان کی ٹانگوں میں لرزش تھی۔

"عظیم آشورے۔!" روحا کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

"کیا بات ہے روحا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تونے وہ کیا جو تونے کہا تھا۔ ہاں آج قہر کا دیوتا ہمیشہ کیلئے ساکت ہوگیا۔ وہ جو خون بہانے آئے تھے، انہوں کا خون بہاکر چلے گئے۔ کیا خوب کیا ہے تونے آشورے۔ کیا تیرے سوا کسی کو یہ قدرت حاصل ہے۔"

"میں نے جو کچھ کہا تھا، کر دکھایا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکوں گا۔!"

تب ہم پوگاس کے پاس واپس پہنچ گئے۔ پوگاس اور اس کے ساتھی بھی ہمارے گرد جمع ہوگئے تھے۔ پوگاس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تو وہ کرتا ہے آشورے جو ہمارے ذہنوں میں نہیں ہوتا۔ ہاں۔ بھروسہ کر ہماری بات پر۔ کہ ہم نے اس لشکرِ عظیم کو دیکھ کر ذرا بھی خوف نہیں کھایا تھا۔ ہم جانتے تھے کہ تو ہمارے ساتھ ہے، ہاں اگر تو نہ ہوتا تو ہماری کہانی ختم ہوجاتی۔"

"میرا خیال ہے پوگاس۔ کہ اب تمہارے لئے اس پورے علاقے میں کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔ میرا مشن یہی تھا کہ میں تیموں سے تمہیں نجات دلا دوں سو آج میرا مشن پورا ہوگیا۔ اب میری خواہش ہے کہ تم لوگ مجھے کچھ عرصہ سکون سے گزارنے کا موقع دو۔!"

"ہم تیرے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔" پوگاس نے جواب دیا۔

تب پروفیسر۔ میں نے اپنے لئے ایک الگ تھلگ مکان تعمیر کرایا۔ جو ایک پرانے اور انتہائی چوڑے درخت کی شاخوں پر بنا ہوا تھا۔ پوگاس نے اس کی خوبصورت تعمیر میں زبردست دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔ اور جب مکان تعمیر ہوگیا تو میں نے اسے دیکھا اور بہت پسند کیا۔ پوگاس نے اسے ضروریاتِ زندگی کی ساری چیزوں سے آراستہ کر دیا تھا۔

اب میں تھا اور میری پسندیدہ شیمونا۔ دن رات وہ میری محبت میں ڈوبی رہتی۔ البتہ رات کے آخری پہر میں جب وہ سوجاتی، تو میں درخت کی سب سے اونچی شاخ پر بیٹھ کر ستاروں سے باتیں کرتا۔ میرے دوست اب بھی میرے اوپر مہربان تھے گو ان سے رابطہ منقطع ہوئے طویل عرصہ گزر گیا تھا۔ میں نے ستاروں کی مدد سے ایک نقشہ ترتیب دیا۔ ستاروں نے میری رہنمائی کی تھی۔ اور پھر نقشہ ترتیب دینے کے بعد میں نے اس عمر کی کہانی قلمبند کی۔

بڑا ہی عرصہ لگ گیا اس میں مجھے۔ پوگاس بوڑھا ہوگیا۔ شیمونا کی کمسنی رخصت ہوگئی۔ اب وہ اس قدر تر و تازہ عورت نہ تھی۔ اس کے سر میں چاندی کے تار جھلکنے لگے۔ لیکن میری جوانی کو کونسا روگ لگ سکتا تھا۔

اب اکثر راتوں کو شیمونا مجھ سے پہلو تہی کرتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ اس کے جذبات مردہ ہوگئے ہیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ میرا طویل عرصے تک ساتھ نہ دے سکے گی۔ پوگاس کی بستی اب بہت دور تک پھیل گئی تھی۔ اس حسین بستی کو دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی تھی۔ میرے سامنے پیدا ہونے والے بچے بھی اب بچوں کے باپ بن گئے تھے۔ ایک مکمل ضابطۂ حیات ترتیب دے لیا گیا تھا۔ پوگاس کی نسل مدبروں کی نسل کہلاتی تھی۔ وہی بستی کے فیصلے کرتے تھے۔!

تب میں نے، اپنے دوستوں سے ایک بڑی کشتی تیار کرنے کے لئے کہا۔ اور میرے اشارے کی تکمیل نہ ہوتی۔ میری حیثیت ایک مقدس دیوتا کی سی تھی۔ میرے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ تعمیل کے لئے ہوتے تھے، سوچنے کے لئے نہیں۔ چنانچہ بے شمار جوان کشتی کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔ اور پوگاس کی نسل بے حد ذہین تھی۔ ایسی خوبصورت اور اتنی مضبوط کشتی بنائی انہوں نے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

لیکن بوڑھے پوگاس کو اس کشتی کی تیاری پر تشویش تھی اور بالآخر جرأت کرکے وہ ایک روز میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے میری تعظیم کی اور پھر بولا۔ "کیا میں تجھ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں آشورے۔؟"

"ضرور پوچھ پوگاس۔ کیا پوچھنا چاہتا ہے۔"

"تونے جوانوں کو ایک کشتی بنانے کا حکم دیا ہے"

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔"

"یہ کشتی کیوں تیار ہو رہی ہے۔ کون اس سے سفر کرے گا۔ کہاں جائے گا؟"

"میں اس سے سفر کروں گا پوگاس۔ اور نئے جہانوں کی تلاش میں جاؤں گا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ تمہارے درمیان میرا مشن پورا ہوگیا ہے۔ میں یہاں اب صرف آرام کر رہا تھا۔ اب میں سفر کروں گا۔ دنیا کے کچھ اور حصے دیکھوں گا۔ دنیا بہت وسیع ہے۔"

"آشورے۔!" پوگاس نے لرزتی آواز میں کہا۔ "ہمیں چھوڑ دے گا آشورے۔؟"

"ہاں۔ اسی طرح، جس طرح تم سے پہلے بہت سوں کو چھوڑ چکا ہوں۔ سنو پوگاس۔ میری طرف [illegible] دوڑاؤ۔ کیا تمہیں میرے اندر کوئی تبدیلی نظر آرہی ہے۔ کیا [illegible] وقت سے مختلف ہوں، جس وقت تم نے پہلی بار مجھے دیکھا تھا۔ [illegible] پوگاس۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں صدیوں سے اسی حالت میں ہوں۔ میری آنکھوں نے زمین کی نہ جانے کتنی تبدیلیاں دیکھی ہیں۔ میں متحرک ہوں۔ یہاں میں نے کافی وقت

گزارا ہے۔ اب میں نئے جہانوں کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری بستی اب بہت مضبوط ہوگئی ہے۔ اب یہاں میری کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے اجازت دو۔"

"آشورے۔ آشورے۔ ہم تیرے لئے روئیں گے۔ ہم تجھے یاد کریں گے آشورے۔" پوگاس نے روتے ہوئے کہا۔

"تم اپنے لوگوں میں رہو پوگاس۔ مجھے جانا ہی ہے۔" میں نے آخری جواب دیا۔

بالآخر یہ خبر پوری بستی میں پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق میرے پاس آنے لگے۔ مجبوراً مجھے ان سے کہنا پڑا کہ مجھے روکنے کی کوشش کرنے کوئی نہ آئے۔ اس ہنگامے کی وجہ سے میں نے روانگی کا ارادہ کچھ اور پہلے کر لیا۔ کشتی تیار ہو چکی تھی۔

میری ہدایت پر اسے ضروریات زندگی سے لاد دیا گیا۔ تب میں نے اس آخری دن کا اعلان کر دیا۔ جب مجھے روانہ ہونا تھا۔ وہ روز پوری بستی کے سوگ کا دن تھا۔ بستی کے لوگوں نے گھروں میں روشنی نہیں کی تھی۔ لیکن میں ان کے لئے محدود تو نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے ان سے معذرت کی اور بالآخر کشتی میں سوار ہو گیا۔!

بوڑھی ملکہ شیمونا میرے ساتھ تھی۔ اس بے چاری کو میں کہاں چھوڑ جاتا۔ چنانچہ لمبی چوڑی کشتی نے ساحل چھوڑ دیا۔ پوگاس کی پوری بستی ساحل پر جمع تھی۔ وہ سب دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ شور کی آواز دور تک میرے کانوں میں آتی رہی۔ شیمونا بھی کشتی کے ایک حصے میں کھڑی دور ہوتے ہوئے انسانوں کو دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

تب میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔!

"تو غمزدہ ہے شیمونا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں ان محبت کرنے والوں کے لئے رو رہی ہوں۔"

"بے شک۔ وہ عمدہ لوگ تھے۔ لیکن ایک نہ ایک دن ان سے جدا ہونا تھا۔"

"آشورے۔!" شیمونا نے آہستہ سے کہا۔

"کیا بات ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"تو مجھے بھی ان لوگوں کے پاس ہی چھوڑ دیتا۔"

"اوہ۔ تو نے پہلے اس کا اظہار نہیں کیا شیمونا۔ ورنہ میں تجھے تیری ... سے جدا کرنے کی کوشش نہ کرتا۔ کیا تو ان لوگوں کے درمیان رہنا چاہتی ... میں کشتی واپس ساحل کی جانب موڑ لوں۔"

"نہیں آشورے۔ مجھے نہ اس سرزمین سے عشق ہے اور نہ میں ... ان لوگوں میں زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ میں تو یہ سوچ رہی ہوں ... تیرا ساتھ دے سکوں گی۔ میں تجھ سے مختلف ہوں۔ تو ابھی تک ... ہے اور جیسا کہ تو کہتا ہے، جوان رہے گا۔ میرے جسم پر انحطاط طاری ہے۔ میں اب خود کو تیرے قابل نہیں پاتی۔"

"پھر بھی میں تجھے چاہتا ہوں شیمونا۔ تو جب تک زندہ ہے میرے ساتھ رہے گی۔ فکر نہ کر۔ تو میری محبت میں کمی نہ پائے گی۔!" میں نے جواب دیا اور وہ ایک گہری سانس لیکر خاموش ہو گئی۔ کشتی اب کھلے سمندر میں نکل آئی تھی میں اسے ستاروں کے بتائے ہوئے راستے پر لیجا رہا تھا۔ میری مسافت کتنی تھی اس کے بارے میں مجھے معلوم نہ تھا۔!

ان طویل عرصے میں میرا رابطہ بہت سی چیزوں سے منقطع ہو گیا تھا۔ میں نے تاریخ سے رشتہ توڑ لیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مصر پر اب کون حکمراں ہے۔ دنیا کس قدر آگے بڑھ گئی ہے۔ انسان نے کون کون سے علوم سیکھ لیے ہیں۔ مجھے اب ایسے جہانوں کی تلاش تھی جہاں انسان تہذیب کی کئی سیڑھیاں چڑھ چکا ہو۔ جہاں کے لوگ بہت آگے بڑھ گئے ہوں۔

اور میری کشتی سمندروں کے سینے پر رواں دواں تھی۔ سورج، چاند سروں سے گزر رہے تھے۔ وقت تیزی سے منازل طے کر رہا تھا اور زمین نہ جانے کہاں تھی۔ زمین کا کوئی نشان نہیں تھا۔

پھر ایک رات تیز ہواؤں نے کشتی کو دیکھ لیا۔ وہ اسے کوئی خوبصورت کھلونا سمجھ کر اس سے کھیلنے لگیں۔ سمندر کی موجیں بھی اس کھیل میں ان کے ساتھ شریک ہو گئیں۔ ان ناسمجھوں کو نہیں معلوم تھا کہ دو انسان ان کے اس کھیل سے کونسی مصیبتوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ خوبصورت کھلونا ان کے کھیل کی تاب نہ لا کر پاش پاش بھی ہو سکتا ہے۔

سمندر کی کوئی موج کشتی کو سر پر رکھ کر اس تیزی سے دوڑتی کہ آن کی آن میں کہیں سے کہیں نکل جاتی۔ دوسری موجیں اس کے پیچھے لپکتیں۔ لیکن پھر سامنے کی طرف سے کوئی تیسری موج کشتی چھین لیتی اور کوئی دوسری سمت... اختیار کرتی۔!

میں نے کشتی کے مستول پکڑ رکھے تھے۔ لیکن شیمونا کی بُری حالت تھی، وہ کئی بار اچھل اچھل کر گر چکی تھی، اور سخت زخمی ہو گئی تھی۔ کشتی کی ہر چیز تباہ و برباد ہو گئی تھی۔ میں نے شیمونا کو بمشکل اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ بُری طرح مجھ سے چمٹ گئی۔ اس کے جسم کے مختلف حصوں سے خون بہہ رہا تھا لیکن ہواؤں کا کھیل اتنا شدید تھا کہ کشتی کو ذرا بھی قرار نہیں تھا۔ میں شیمونا کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا، اور وہ بدستور مجھ سے لپٹی ہوئی خون بہا رہی تھی۔

پھر ہواؤں کی ماں نے انھیں آواز دی۔ اور وہ کان دبائے رخصت ہو گئیں۔ سمندر کی موجوں کو چونکہ کوئی کھیلنے والا ساتھی نہیں ملا تھا، اس لئے انھوں نے بھی منہ چھپا لیا۔ اور کشتی۔ تباہ حال کشتی سمندر سے شناکی، اس کے سینے پر آہستہ آہستہ بہنے لگی۔

تب میں نے شیمونا کی حالت پر غور کیا۔ اس کے بدن سے کافی خون بہہ گیا تھا۔ اور وہ بے ہوشی کی حالت میں تھی۔ میں اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے کسی ایسی جگہ لے چلا جہاں اس کے زخموں کی دیکھ بھال کر سکوں۔ لیکن پوری کشتی میں ایسی جگہ کوئی نہ ملی تھی۔ بہر حال اس کی زندگی بچانے کی کوشش

کرنا ضروری تھا۔ میں اپنی سی تدبیریں کرنے لگا! لیکن خون کا نعم البدل کچھ نہ تھا۔ اور جس قدر خون بہہ گیا تھا۔ وہ میں اس کے جسم کو واپس نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ بے ہوشی ہی کی حالت میں شیمونا نے آخری سانس لئے۔ اور پھر سانس کا رشتہ اس کے بدن سے ٹوٹ گیا۔!

پروفیسر۔ ساربانہ کی اس حسین ملکہ کی موت کا مجھے بہت افسوس ہوا تھا۔ گو وہ صرف ایک عورت تھی۔ لیکن بہرحال میری ساتھی تھی۔ اور اس کشتی میں، میں اس سے گفتگو کر سکتا تھا۔ میں نے شیمونا کی لاش سمندر کے حوالے کر دی اور تھکا تھکا سا ایک طرف بیٹھ گیا۔

کشتی لہروں پر ہچکولے لیتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ اور میں اداس بیٹھا ہوا تھا۔!

اور پھر مجھے اس اداسی پر ہنسی آگئی۔ ایک عورت، صرف ایک عورت کے لئے میں اداس تھا۔ حالانکہ میری زندگی۔ وہ تمہارے سامنے ہے پروفیسر! اور میں نے اپنے ذہن سے شیمونا جھٹک دی۔ اور ماحول میں دلچسپی لینے لگا۔ سمندر کی لہریں مجھے کہاں لے جا رہی ہیں۔ کیا چاہتی ہیں یہ۔ میرا کیا بگاڑ لیں گی۔ انہیں میرے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔ شاید یہ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔

اور اچانک میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ ایک انوکھا خیال۔ کیوں نہ میں کچھ عرصے کے لئے سونے کی کوشش کروں۔ مخصوص انداز میں نہیں، تجرباتی طور پر، اس طرح میرے ذہن پر سوار بوجھ بھی اتر جائے گا، اور میں تازہ دم ہو جاؤں گا۔ لیکن طویل نیند کیلئے میں اپنی مخصوص سرزمین پر جانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ اس بار ایک اور تجربہ چاہتا تھا۔

اور یہ خیال میرے ذہن پر اس انداز میں مسلط ہوا کہ میں اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ میں نے اپنا اثاثہ چمڑے کے مضبوط ٹکڑوں میں منتقل کیا۔ اور ان ٹکڑوں کو مضبوطی سے اپنے سینے پر باندھ کر مطمئن ہو گیا کشتی کی بقیہ چیزیں میں نے جوں کی توں رہنے دی تھیں۔ اور پھر اسی رات میں نے اپنے دوست ستاروں کو الوداع کہا اور سمندر کے سینے میں اتر گیا۔

پانی کی نیند کا تجربہ میں نے اس طویل زندگی میں پہلی بار کیا تھا سمندر کی مخصوص گہرائیوں میں پہنچنے کے بعد میں نے اپنے دماغ کو خیالات سے آزاد کر دیا، اپنے اعضاء کو حرکت سے محروم کر دیا۔ اپنے جسم کی ہر اس جنبش کو روک دیا، جو زندگی کو تحریک دیتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ میرے ذہن پر نیند مسلط ہو گئی۔ پُرسرور نیند۔! میں اس عالم سے بے خبر ہو گیا۔!

اور وقت کی ہوا نے ماہ و سال کے بہت سے اوراق الٹ دیئے۔ میں سوتا رہا۔ گہری نیند۔ خوب گہری نیند۔! لیکن یہ نیند اس طویل نیند سے مختلف تھی جو میں صرف اپنی وادی میں سوتا تھا۔

بالآخر مجھے ایک گھٹن کا احساس ہوا، اور میری آنکھیں کھل گئیں ذہن سو رہا تھا۔ آنکھوں کے حساس شیشے بہت سے عکس منتقل کر رہے تھے، رنگین روشنیاں میرے چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔ لیکن کھلی ہوا نہ تھی، آہستہ آہستہ ذہن بیدار ہوا۔ تب میں نے اپنے بارے میں سوچا۔ ہاں، میں نے سمندر کی نیند اپنائی تھی۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔

لیکن۔ یہ روشنیاں۔ کیا میرا جسم سمندر کی آغوش میں نہیں ہے۔ روشنیوں کا یہ بند قلعہ سمندر کے سینے میں تو نہیں ہو سکتا۔ یہ کونسی جگہ ہے۔؟ میں نے آنکھیں پوری طرح کھولیں۔ ہاتھ پھیلا کر ان دیواروں کو ٹٹولا جن میں، میں محبوس تھا۔ بڑی تنگ جگہ تھی۔ چاروں طرف سے بند صندوق کی مانند۔ لیکن اس صندوق میں سوراخ۔۔۔۔ تھے۔ ایک ہی سائز کے، بالکل شہد کے چھتے کی مانند۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ان سوراخوں میں نگاہوں کو خیرہ کرنے والی روشنیاں تھیں۔ چمکدار روشنیاں۔!

کیا ہے یہ سب کیا ہے۔؟ میں نے تعجب سے سوچا۔ اور اچانک میں چونک پڑا۔ صدفوں میں ایک تصویر ابھر آئی تھی۔ ایک حسین تصویر۔ دل موہ لینے والی تصویر۔ پروفیسر! ایسے نین نقش، ایسے حسین نقوش کہ بس دیکھتے رہ جاؤ۔ لیکن حیرت۔ سارے سوراخوں سے وہی شکلیں نظر آ رہی تھیں کہیں سبز، کہیں سرخ، کہیں فیروزی، کہیں دوہرے رنگ لئے۔

میں نے اس قید خانے میں اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن میرا سر اس کی چھت سے ٹکرا گیا تھا۔ اور۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک سریلی چیخ سنی۔ اور۔ حسین تصویر غائب ہو گئی۔!

حیرت۔ حیرت۔ میرے ذہن نے گردان کی۔ یہ کونسا طلسم خانہ ہے۔؟ یہ کونسی جگہ ہے، جہاں میں قید ہوں۔ سریلی چیخ اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔

لیکن میں نے جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں میرے علاوہ کوئی اور بھی ہے۔ جو کوئی ہے، خوب ہے۔! چنانچہ میں لیٹا رہا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے سوچا۔ ممکن ہے لڑکی مجھے دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی ہو۔!

ممکن ہے وہ میری کھلی ہوئی [illegible] دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی ہو۔ اس سے قبل میری حالت دیکھ کر اس نے مجھے مردہ سمجھا ہو۔! یقیناً یہی بات ہے۔! لیکن۔ جگہ کونسی ہے۔ سمندر تو نہیں ہو سکتا۔ یہ عجیب و غریب شے کیا ہے جس میں، میں بند ہوں۔! میں نے انگلیوں سے ٹٹول کر اس حیرت انگیز قید خانے کو دیکھا۔ پتھر کی طرح سخت، شیشے کی طرح شفاف، اور یہ رنگین چمک۔!

میری سمجھ میں کچھ نہ آسکا۔ اچانک میرے کانوں میں ایک عجیب سی بھنبھناہٹ گونجی۔ انسانی آوازیں تھیں۔ اور پھر سوراخوں سے بیشمار چہرے نظر آئے۔ صرف چہرے۔ حیرت انگیز۔ انتہائی حیرت انگیز۔ ایک ایک سوراخ میں بے شمار چہرے تھے۔ بہت سے یکساں، بہت سے مختلف۔

تب اچانک مجھے اپنے جسم میں جنبش محسوس ہوئی اور چہرے غائب ہو گئے۔ لیکن مناظر بدل رہے تھے۔ عجیب عجیب چیزیں نظر آ رہی تھیں۔

نہ جانے یہ سب کچھ کیا تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

اور یہ میری طویل ترین زندگی کا سب سے حیرت خیز باب ہے پروفیسر! جو کچھ میں بتا رہا ہوں، شاید تم اس پر یقین نہ کرو۔ لیکن تم جانتے ہو۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میرا ایک ایک لفظ درست ہے۔ جس واقعہ کا چاہو، ثبوت لے لو۔!

میرا جسم ہواؤں میں تیرتا رہا۔ کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔

تب میری نگاہوں نے ایک حسین منظر دیکھا۔ بڑی خوبصورت جگہ تھی۔ در و دیوار سے قوس و قزح جھلک رہی تھی۔ بڑے ہی حسین اور چمکدار رنگ تھے۔ ذہن و دل پر ایک عجیب سا سرور طاری ہو جاتا تھا۔ آنکھوں کو ایک انوکھی ٹھنڈک کا احساس ہوتا تھا۔ میرا متحرک قید خانہ ایک کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ اور پھر مجھے کسی جگہ رکھ دیا گیا۔ پھر وہی بے شمار چہرے میری نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ باریک باریک بھنبھناہٹیں۔ میرے کانوں میں گونجنے لگیں۔ تب اچانک خاموشی چھا گئی۔ اور صرف ایک آواز گونجی۔ انوکھی سی آواز تھی لیکن بڑی ہی شیریں۔ بڑی ہی دلکش۔ اور میں نے اپنی ذہنی قوتوں کو آواز دی۔ میں اس آواز کو جاننے کی کوشش کرنے لگا۔

اور پروفیسر اسے سمجھنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی۔ میں تو دنیا کی ہر آواز سے واقف تھا۔ آواز کے ذریعہ خیالات کو دوسرے کو منتقل کرنے کا عمل میرے سامنے ہی شروع ہوا تھا۔ زبان کی جنبشوں کو ذریعۂ اظہار میرے سامنے بنایا گیا تھا۔ پھر میں زبانوں کو کیوں نہ سمجھتا۔ ہر شے کی ایک آواز ہوتی ہے۔ کھردری زمین پر ہوا کے ذریعہ منتشر ہو کر گھسٹنے والے سوکھے پتوں کی چیخیں بھی تم نے سنی ہوں گی۔ کیا یہ چیخیں بے جان ہوتی ہیں۔ کیا یہ آوازیں بے معنی ہوتی ہیں۔؟ اگر تمہارا بھی یہی خیال ہے تو تم بھی عام انسانوں کی طرح ناواقف شخص ہو پروفیسر۔ ہر شے کی آواز ہوتی ہے۔ ہر آواز کا ایک مفہوم ہوتا ہے۔ سو میں آوازوں کے مفہوم سمجھنے کا ماہر ہوں۔ شاید پوری دنیا میں ان آوازوں کا واقف کار میرے جیسا دوسرا نہ ہو۔

تو بات اس اکیلی آواز کی تھی، جو بعد میں آئی تھی۔ میں نے اسے سمجھنے کی کوشش کی، اور کیا وجہ تھی کہ میں اسے نہ سمجھتا۔ شیریں آواز کہہ رہی تھی

"تمہاری آنکھوں کو دھوکہ بھی ہو سکتا ہے ترج۔"

"نہیں ملکہ۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا۔ بحالتِ ہوش دیکھا تھا۔" دوسری آواز تھی۔

"کیسے ممکن ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔؟" پہلی آواز ابھری۔

"میں نے سچ عرض کیا ہے ملکہ۔"

"لاؤ۔ اسے میرے اور قریب لاؤ۔!" پہلی آواز نے کہا۔ اور [illegible] جھک پڑے۔ ایکبار پھر میرا جسم ہواؤں پر تھا اور تب میری [illegible] ایک اور حسین چہرہ ابھرا۔ یہ چہرہ بھی کافی خوبصورت تھا۔ لیکن [illegible] معلوم ہوتی تھی۔ اس کی پیشانی پر چمکدار ہیروں کی مالا سجی ہوئی تھی۔ اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں جس پوزیشن میں تھا اس میں صرف ان کے چہرے ہی نظر آ رہے تھے۔ باقی جسم میری نگاہوں سے اوجھل تھا۔!

تب ملکہ شاید اٹھی۔ اس نے جھک کر میرا چہرہ دیکھا اور میں مسکرا دیا۔ ملکہ ایکدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش نمایاں تھے۔

"ارے۔ یہ تو ہماری طرح مسکراتا ہے۔" وہ تعجب سے بولی۔

"اور اس کے نقوش بھی ہمارے جیسے ہی ہیں۔" دوسری عورت نے کہا

"لیکن باقی جسم۔" تیسری نے تبصرہ کیا اور میں نے بوکھلا کر اپنا جسم ٹٹولا۔ کیا ہو گیا میرے جسم کو۔ کیسا نظر آ رہا ہے وہ ان لوگوں کو۔ لیکن میرا جسم ٹھیک ٹھاک تھا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ تب میں نے حیرانی سے ان کی شکلیں دیکھیں۔!

اور اب مجھے اکتاہٹ ہونے لگی تھی۔ میں اس طرح لیٹے لیٹے تنگ آ گیا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنائیں اور پوری قوت سے اپنے تابوت کی دیواروں پر ماریں۔ چھن چھن کی آوازیں ابھریں اور تابوت ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

بہت سی سریلی چیخیں ابھریں اور بھگدڑ مچ گئی۔ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ لیکن کھڑے ہو کر میں نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ وہ بنت البحر تھیں۔ ان کے اوپری جسم پُرشباب دوشیزاؤں کے تھے۔ لیکن کمر سے نیچے کا حصہ مچھلی کا تھا۔ وہ آدھے بدن سے رنگین تھیں۔ ان کے ہاتھوں کی جگہ مضبوط پنکھ لگے ہوئے تھے جن سے وہ ہاتھوں کا کام لیتی تھیں۔ ان کے چہرے بے حد حسین تھے۔ لیکن۔ لیکن۔ میں نے حیرت و مایوسی سے انھیں دیکھا۔

خوفزدہ لڑکیاں چاروں طرف بھاگتی پھر رہی تھیں۔ لیکن ملکہ اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش ضرور تھے، لیکن وہ خوفزدہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"تم۔ تم۔ کیا ہو۔؟"

"انسان۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ مجھے اپنی مانند بولتے دیکھ کر اور حیران ہو گئی۔

"انسان کیا ہوتا ہے؟"

"جیسا میں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تم سمندر کے کونسے حصے میں رہتے ہو۔؟"

"تم نے مجھے کہاں سے حاصل کیا۔؟" میں نے الٹا اس سے سوال کر دیا۔

"میں نے نہیں۔ میری ساتھیوں نے تمہیں سمندر سے نکالا ہے۔ مگر۔ تم تو مردہ تھے۔" وہ بولی۔

"خیر۔ میں جو کچھ تھا۔ لیکن تم مجھے اس جگہ کے بارے میں بتاؤ۔"

"میں ۔ کیا بتاؤں ۔۔!" وہ عجیب انداز میں بولی اور پھر وہ ایکدم چونک پڑی ۔ اسے اب احساس ہوا تھا کہ ایک اجنبی سمندری مخلوق اس سے اس کی مانند گفتگو کر رہی ہے ۔

وہ ناگن کی طرح پلٹی ۔ اور پھر اپنے جسم کو عجیب انداز سے گھسیٹتی ہوئی ایک طرف دوڑ گئی ۔۔! وہ ایک سوراخ میں گھس گئی تھی۔

"ارے ۔۔" میں چونک پڑا ۔ لیکن وہ کافی تیزی سے گئی تھی ۔ اس لئے میں اسے روک نہ سکا ۔!

تب میں نے اس پُراسرار جگہ کو دیکھا ۔ اور میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں ۔ اگر میری نگاہیں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں ۔ تو میں اس وقت ایک سمندری سیپ میں موجود تھا۔

ہاں ۔ وہ سیپ ہی تھی ۔ خوبصورت چمکدار ۔ جس خول میں میں بند تھا وہ بھی ایک سیپ تھی جس میں باریک باریک سوراخ تھے ۔ اندر سے یہ خول اس قدر چمکدار تھا کہ روشنی محسوس ہوتی تھی ۔ یہ سیپ جس میں، میں موجود تھا ۔ ایک محل کی سی حیثیت رکھتی تھی ۔۔ وہ تخت جس پر ملکہ بیٹھی ہوئی تھی ۔ ایک ابدار موتی تھا، جو شاید اسی سیپ میں پیدا ہوا ہو ۔!

لیکن ۔ لیکن یہ سب ۔ کیا میں سمندر کے نیچے ہی ہوں ۔ میں نے سوچا ۔ اور پھر میں نے ذہن کو مجتمع کیا ۔ اب میں اس جگہ کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ لگانا چاہتا تھا۔

میں نے پچھلے واقعات پر غور کیا ۔ اس انوکھی مخلوق کے بارے میں سوچا ۔ سیپ کی دنیا کی یہ حسین مخلوق میرے لئے بیکار تھی ۔ میں ان کے درمیان نہیں رہ سکتا تھا ۔ لیکن ان کے بارے میں جاننا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا ۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ اُن کے ساتھ نرم رویہ رکھوں گا ۔ اور نرمی سے ہی ان کی یہ حسین دنیا دیکھوں گا ۔ میں سیپ کے اس موتی پر جا بیٹھا جہاں ملکہ بیٹھی ہوئی تھی ۔ ویسے یہ حسین سیپ محل مجھے بے حد پسند آیا تھا ۔ انتہائی خوبصورت جگہ تھی ۔ ان سوراخوں سے شاید دوسری سمت جانے کا راستہ تھا ۔!

لیکن سوراخ اتنے چھوٹے تھے کہ میں ان سے اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا البتہ میں ان سوراخوں کو توڑ کر بڑا کر سکتا تھا ۔ لیکن اس حسین محل کو میں کیوں تاراج کروں ۔؟ میں نے سوچا ۔ میں انتظار کرتا رہا ۔ سوراخوں کے دوسری طرف سے سمندر کی حسین لیکن عجیب مخلوق مجھے جھانک رہی تھی ۔ میں بھی خاموشی سے انتظار کرتا رہا ۔

کافی دیر گزر گئی ۔ میری اس خاموشی سے شاید ان کی ہمت بڑھی ۔ اور پھر ایک سوراخ سے وہی لڑکی اندر داخل ہوئی جس کی شکل میں نے پہلی بار دیکھی تھی ۔ اس کے چہرے پر بھی خوف کے آثار تھے ۔ میں اسے دیکھ کر مسکرایا ۔

"رُج ۔ !" میں نے اسے اس کے نام سے پکارا، اور وہ مزید حیران ہو گئی ۔ عجیب و غریب چال سے چلتی ہوئی وہ میرے نزدیک آ گئی ۔

"تم میرا نام بھی لے سکتے ہو ۔ اے سمندری کیڑے!" اس نے کہا "ہاں، ہاں کیوں نہیں ۔ لیکن تم مجھ سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہو؟"

"اس لئے کہ ہمیں تمہاری خصوصیات نہیں معلوم ۔ اس سے قبل سمندر سے کوئی بولنے والا کیڑا حاصل نہیں کیا گیا ۔ جو ہماری طرح بول بھی سکتا ہو ۔ جو ہمارے جیسا چہرہ رکھتا ہو ۔"

"رُج ۔" میں نے پھر اسے اس کے نام سے پکارا ۔ "میں جو کچھ بھی ہوں ۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا ۔ اطمینان رکھو ۔ مجھ سے باتیں کرو، مجھے اپنے بارے میں بتاؤ ۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا ۔"

کیونکہ وہ میری حیثیت سے ناواقف تھی ۔ میں تو اس کے لئے عجوبہ تھا ۔ اس لئے میرے ایک ایک لفظ پر وہ سخت حیرت زدہ تھی، لیکن میری گفتگو سے اسے کسی حد تک اطمینان ہو گیا تھا ۔ چنانچہ اس کا وہ چونکنا انداز ختم ہو گیا جیسے وہ موقع ملتے ہی بھاگ پڑے گی ۔

"میں تمہارا مہمان ہوں ۔ میرے لئے آرام کا بندوبست کرو ۔ میرے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرو ۔ تمہاری ملکہ مجھ سے خوفزدہ ہے ۔ اسے سمجھاؤ کہ میں اس کے دشمنوں میں نہیں ہوں ۔!"

رُج کے چہرے پر سوچ بچار کے آثار نمودار ہو گئے ۔ پھر وہ ایک گہری سانس لے کر پلٹی اور ایک سوراخ میں داخل ہو گئی ۔ مجھے ہنسی آ گئی تھی، اس بار واسطہ بھی پڑا تو کس سے ۔ یہ حسین مخلوق میرے لئے بیکار تھی ۔ نہ اس سے عشق کیا جا سکتا تھا ۔ نہ اسے پیار کیا جا سکتا تھا ۔ پھر بھی ایک تجربہ ہی تھی تھوڑی دیر کے بعد رُج واپس آ گئی ۔ اس نے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا ۔ اور میں اس کے ساتھ چل پڑا ۔

ہم ایک گول سوراخ سے باہر نکل آئے ۔ اور رُج مجھے لئے ہوئے چل پڑی ۔ نیچے کھردری زمین تھی ۔ غالباً یہ کوئی بڑی سمندری چٹان تھی، جس کے اندر یہ پورا کارخانہ بنا ہوا تھا ۔!

کافی راستہ طے کرنے کے بعد ایک بڑے اور تاریک دروازے کے سامنے رُج رُک گئی ۔ "اس دروازے سے اندر چلے جاؤ ۔ یہی تمہاری رہائش گاہ ہے ۔" اُس نے کہا ۔

"اور تم ۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا ۔

"میں ۔ میں دوسرے کام کروں گی ۔"

"اپنی ملکہ کو میرا پیغام دے دیا تھا ۔"

"ہاں ۔!" اس نے آہستہ سے جواب دیا ۔

"ٹھیک ہے ۔ میں جلد اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اس سے کہنا میں اس کی دنیا میں زیادہ دیر تک نہ رہوں گا ۔"

"میں کہہ دوں گی ۔" وہ آہستہ سے بولی ۔ اور میں نے تاریک دروازے سے دوسری طرف قدم رکھ دیا ۔ لیکن یہ کیا ۔ میرے قدم زمین پر نہیں پڑے تھے ۔ میں تو گہرائیوں میں جا رہا تھا ۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے قرب و جوار میں ٹٹولا ۔ لیکن بے سود ۔ گہرائیاں زیادہ نہ تھیں ۔ میں پانی میں

جا بڑا سا طلسم ہے — یہاں پانی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

لیکن ایک حیرت انگیز بات ہوئی — پانی روشن تھا۔ ایک طرف کی دیوار پر بیش قیمت چمکدار پتھر نصب تھے جن کی روشنی بہت تیز تھی۔ باقی سمت تاریک چٹانیں تھیں۔ ایک طرح سے یہ ایک کنواں تھا جس کا ایک رُخ روشن تھا۔ میری آنکھیں کام کرنے لگیں۔ تب میں نے روشن دیوار کے دوسری سمت سائے دیکھے — اور چند ساعت کے بعد یہ سائے واضح ہو گئے۔ وہ جل پریاں تھیں اور دلچسپی سے میری طرف دیکھ رہی تھیں — اور — اُن کے درمیان ان کی ملکہ بھی تھی — مجھے غصہ آگیا — تو انھوں نے مجھے پانی کا قیدی بنا دیا ہے — اور یقیناً یہ چالاکی ملکہ کے حکم سے کی گئی ہوگی۔

بے وقوف ملکہ — چالاک جانور — میں نے دل ہی دل میں کہا اور روشن دیوار کی طرف بڑھنے [illegible] پسپی سے میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ میں نے غصیلے انداز میں [illegible] گھونسہ دکھایا — اور وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنس پڑیں۔

تب میں نے سوچا۔ ممکن ہے مجھے اس چمکدار دیوار پر بہت زیادہ طاقت صرف کرنی پڑے — لیکن بہرحال میں اسے توڑ دوں گا — اگر یہ کوئی مضبوط طلسم بھی ہے۔ تب بھی میں اسے اکھاڑ کر پھینک دوں گا۔!

میں نے دیوار پر دونوں ہاتھ رکھے — لیکن کچھ زور بھی نہیں لگانے پایا تھا کہ اچانک پشت پر ہلچل سنائی دی اور میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر دو خوفناک آنکھیں — دو بڑی بڑی آنکھیں، میری طرف نگراں تھیں — میں نے تعجب سے اس خوفناک بلا کو دیکھا۔ میرے پاس کوئی دھار والا ہتھیار نہیں تھا — ایسے وقت میں مجھے اپنا کھانڈا یاد آیا۔ کاش میں کھانڈا بھی اپنے ساتھ لے آتا۔!

بہرحال اس بارے میں سوچنا بیکار تھا۔ میں نے اس بلا کا جائزہ لیا۔ اس کا جسم تو زیادہ بڑا نہ تھا۔ لیکن پورے جسم میں بے شمار لچکدار سونڈیں نکلی ہوئی تھیں، جو ہاتھی کی سونڈ کے برابر موٹی اور مضبوط تھیں۔

اور پروفیسر — یہ ایک خوفناک آکٹوپس تھا جس کے بارے میں زمانہ اب اچھی طرح جانتا ہے۔ میں اس سے نپٹنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس سے قبل کہ وہ بلا میری طرف رُخ کرے، میں خود ہی اس کی جانب بڑھ گیا۔ اس بلا نے کسی طاقتور شکاری کی مانند مجھے اپنی ایک سونڈ سے چھوا۔ [illegible] کا عفریت سوچ رہا ہوگا کہ ایک تر نوالہ ملا ہے۔ مزے مزے سے شکار کھایا جائے۔ لیکن — اسے کیا معلوم تھا کہ اس کا واسطہ کس سے پڑا [illegible] وہ سونڈ جو مجھے چھونے کے لئے آگے بڑھی تھی، واپس نہ جا سکی۔ میں [illegible] پکڑ کر ایک خوفناک جھٹکا دیا اور آکٹوپس اپنے بھاری بھرکم جسم [illegible] کھنچا چلا آیا۔ اور سفید دیوار سے ٹکرایا۔

پانی میں خوفناک ہلچل مچ گئی — اُس نے اپنی لمبی سونڈوں سے [illegible] اور میرے جسم کو جکڑنا شروع کر دیا۔ جگہ چونکہ بہت بڑی نہ تھی اس لئے میں اُن کی زد سے تو نہ بچ سکا، لیکن میں بھی دیوانہ ہو گیا تھا۔ مجھے شدید غصہ آگیا تھا۔ اور میں نے دیوانگی میں آکٹوپس کی ایک سونڈ پکڑی اور اسے جڑ کے قریب سے ایسا خوفناک جھٹکا دیا کہ گوشت کے عظیم تودے کو ساتھ لئے ہوئے وہ سونڈ آکٹوپس کے جسم سے جُدا ہو گئی۔!

آکٹوپس کے ساتھ اس سے قبل کبھی ایسا نہ ہوا تھا، ربڑ کی طرح لچکدار سونڈ کے ٹوٹنے کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا تھا، ہاں جب تک اُسے توڑنے والا نہ ہو۔! اُس نے شدید کرب کے عالم میں میرے جسم کو چھوڑ دیا — اور پانی میں میٹنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے بھی سوچا کہ جاتا کہاں ہے احمق ممکن ہے کوئی دوسرا تیری قوت ختم کرنے والا دوبارہ تجھے نہ مل سکے، اور پھر ان بے وقوف عورتوں کے لئے میں اور تو اس وقت سامانِ تفریح ہیں۔ یہ بھی کیا یاد کریں گی۔ چنانچہ میں نے اس کی سونڈ پکڑ لی۔ آکٹوپس نے جھلا کر اِس بار پھر میرے جسم سے سونڈیں لپیٹیں اور اس زور سے مجھے دبایا پروفیسر کہ اگر برگد کا درخت بھی ہوتا تو اس کے تنے میں گڑھے پڑ جاتے۔ اپنی دانست میں اُس نے مجھے بے بس کر رکھ دیا تھا۔ اور یہ اس شدید تکلیف کا ردِ عمل تھا، جو اُسے ہو رہی تھی۔

لیکن میں اس کی حرکتوں سے بے نیاز اس کی دوسری سونڈ بھی اکھاڑنے کی فکر میں تھا۔ اور میں اس میں بھی کامیاب ہو گیا۔ میں نے اس کی دوسری سونڈ اس کے بدن سے علیحدہ کر دی — اور آکٹوپس نے وہ اچھل کود مچائی، جو دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ لیکن اپنی دو سونڈیں کھونے کے بعد اور تقریباً ناکارہ ہونے کے بعد اس نے پوری قوت اس بات پر صرف کر دی کہ وہ مجھ جیسے خوفناک عفریت کے چنگل سے نکل کر بھاگ جائے۔ اس بار اس نے اپنے غلیظ بدن سے سیاہ سیال اُگل دیا۔ اور پانی میں ایک لمحے کے لئے تاریکی چھا گئی۔

اس تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر چور نکل بھاگا۔!

میں نے بھی اسے پکڑنے کے لئے اس بار جد و جہد نہیں کی تھی کیا ضرورت تھی — ابھی تو ان لوگوں کا مسئلہ تھا۔ چنانچہ میں پانی صاف ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اور پھر میں سفید دیوار کے نزدیک پہنچ گیا۔!

دیوار کے دوسری طرف کی مخلوق کے چہرے پر اب ہنسی اور مسکراہٹ نہیں تھی، بلکہ وہ حیرت، تعجب اور خوف سے میری طرف دیکھ رہی تھیں — انھیں تعجب تھا کہ بقول اُن کے اس سمندری کیڑے نے اس بھیانک بلا کو کتنی آسانی سے شکست دے دی۔

لیکن اس کے بعد کے حالات کا انھیں کوئی اندازہ نہیں تھا میں ایکبار پھر چمکدار دیوار کے نزدیک پہنچ گیا۔ بلاشبہ پانی میں قدم جمانے کی کوئی جگہ نہیں تھی — اس لئے میں بھرپور قوت صرف نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن نہ تو یہ الگناس تھا، جس سے مقابلے میں پوری قوت صرف کرنی پڑتی تھی، اور نہ یہ نیمون تھا۔ ان جیسے عفریتوں کو زیر کرنیوالا اس معمولی دیوار

کی کیا حیثیت سمجھتا۔!

میں نے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر دیوار پر ایک زوردار ضرب لگائی اور دوسرے لمحے دیوار تڑخ گئی۔ جل پریاں مجھے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔ تب میں پیچھے ہٹا۔ اور اس بار میں نے پھر دونوں ہاتھ اسی انداز سے جوڑ کر پہلے سے کہیں زیادہ شدید ضرب لگائی اور ایک خوفناک آواز کے ساتھ دیوار کا ایک ٹکڑا اندر جا پڑا۔ پانی کا ایک خوفناک ریلا ٹوٹی ہوئی دیوار سے اندر داخل ہو گیا۔ اور میں اس ریلے کے ساتھ پہلے ہی اندر جانے کیلئے تیار تھا۔ چنانچہ میں بھی اندر داخل ہو گیا۔

جل پریوں میں پھر بھگدڑ مچ گئی۔ وہ چیختی چلاتی سوراخوں کی طرف دوڑیں۔ لیکن اس بار میں نے ملکہ کو تاڑ لیا تھا۔ چنانچہ اس سے قبل کہ وہ سوراخ میں گھسے، میں نے اُسے گرفت میں لے لیا۔!

ملکہ نے اپنے جسم میں لگے ہوئے قدرتی ہتھیار سے مجھے زخمی کرنے کی کوشش کی، لیکن چٹانوں پر کہاں اثر ہوتا ہے۔ میں نے اس بات کا بھی خیال رکھا تھا کہ اس کا نچلا جسم لیسدار اور چکنا ہے ممکن ہے وہ میرے ہاتھ سے پھسل جائے۔ اس لئے میں نے اسکے اوپری جسم پر ہاتھ ڈالا تھا۔!

اور پروفیسر۔ اس کا اوپری بدن کسی نرم و نازک دوشیزہ کی مانند گداز اور زندگی سے بھرپور تھا۔ میری گرفت میں وہ بُری طرح کسمسائی۔ اپنے جسم کی کانٹے دار دُم بار بار میرے جسم کے مختلف حصوں پر مار رہی تھی۔ اور اب وہ بالکل نڈھال ہو گئی تھی۔!

"بہتر یہی ہے کہ اپنی جدوجہد کو ترک کر کے پُرسکون ہو جا۔ تو میری گرفت سے نہ نکل سکے گی۔" میں نے اُس سے کہا اور اس نے دہشت زدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"گو تو نے میرے ساتھ بُرا سلوک کیا۔ میری جان لینے کی کوشش کی، لیکن اس کے باوجود میں تجھے نقصان پہنچانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اس لئے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" میں نے کہا۔ اور اچانک اس کی مدافعت سست پڑ گئی۔ اُس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور سہمی ہوئی آواز میں بولی۔ "تو۔ تو۔ تم مجھے مارو گے نہیں۔؟"

"نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔؟ میں نے تمہاری جان لینے کی کوشش کی تھی۔"

"وہ تیرا فعل تھا ملکہ۔ لیکن میں اب بھی تیرے ساتھ بُرا سلوک نہیں کروں گا۔"

"آہ۔ تب۔ تب تو مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔" اس کی جدوجہد بالکل ہی ختم ہو گئی۔ اور تب پروفیسر میں نے محسوس کیا کہ اس نے کافی غور سے مجھے دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں ایک نشہ سا تیر گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ میری گرفت ہلکی ہونے کے باوجود وہ مجھ سے علیحدہ نہیں ہوئی، بلکہ اس نے اپنے آپ کو میرے بدن سے زیادہ سے زیادہ چپکانے کی کوشش کی۔ اُس کی آنکھوں میں انوکھا سرور رقصاں تھا۔ میں نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ اسے کیا ہو رہا ہے۔؟ میں نے دل میں سوچا۔ بہرحال وہ کافی حد تک رام ہو گئی تھی۔

اس کمرے میں پانی چھت تک بھر گیا تھا جہاں ہم موجود تھے، لیکن اس کا ہم دونوں پر کوئی اثر نہیں تھا۔!

"کیا خیال ہے۔ کیا اب میری موت کی اور کوئی ترکیب سوچ رہی ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ نہیں۔ میں شرمندہ ہوں۔" اس نے کہا۔

"تب پھر آؤ۔ میں تمہاری اس دنیا میں چند روز مہمان رہوں گا پھر یہاں سے چلا جاؤں گا۔ میں تم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"آؤ۔" اس نے کہا۔

"یہاں کوئی ایسا سوراخ بھی ہے جس سے میں دوسری طرف جا سکوں۔"

"آؤ۔" اُس نے پھر اسی انداز میں کہا۔ اور میں اس کے ساتھ آگے تیرنے لگا۔ ہم ایک سوراخ سے اندر داخل ہو گئے۔ درحقیقت یہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ دوسری طرف نکلنے میں مجھے دقت نہ ہوئی۔ سوراخ بند کر دیا گیا تھا اس لئے یہاں پانی نہیں پہنچا تھا۔ بہرحال مجھے کسی چھپکلی کی طرح دیوار سے چپک چپک کر راستہ طے کرنا پڑا تھا۔ جبکہ وہ ان راستوں پر چلنے کی عادی تھی۔

یوں ہم ایک دوسرے سوراخ سے ایک کشادہ کمرے میں نکل آئے اسے کمرہ ہی کہنا چاہئیے کیونکہ وہ کسی کمرے ہی کی مانند سمندری گھاس اور خوبصورت گھونگھوں سے آراستہ تھا۔ سمندری سیپوں کے بڑے بڑے ٹکڑے جوڑ کر اس پر گھاس بچھا دی گئی تھی، ورنہ صحیح معنوں میں یہ کسی چٹان کے اندر کا سوراخ تھا۔ قدرتی سوراخ۔!

"بیٹھو۔" وہ تھکے تھکے سے انداز میں بولی اور میں بیٹھ گیا۔

"تم نے خوراک مانگی تھی۔؟"

"ہاں۔ نہ ملے تب بھی کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

"میں منگواتی ہوں۔!" اس نے منہ سے ایک عجیب آواز نکالی اور دو سہمی ہوئی جل پریاں اندر داخل ہو گئیں۔ "مہمان کے لئے خوراک۔"

وہ دونوں کچھ بولے بغیر واپس چلی گئیں۔ اور پروفیسر! ایک چوڑی سیپ کے حسین طشت میں عمدہ خوراک آ گئی۔ یہ چھوٹی چھوٹی رنگین مچھلیاں تھیں جو ایک سیپ کے بڑے پیالے میں تیر رہی تھیں۔ ایک اور سیپ برتن میں سپے سفید چمکدار باریک باریک موتی رکھے ہوئے تھے۔ ایک خوش رنگ سمندری پھل بھی تھا۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ اس خوراک کو کھا

ترکیب مجھے معلوم نہ تھی۔ بہرحال طشت میرے سامنے رکھ دیا گیا۔!

اس سے قبل۔ ابتدائے دنیا سے لے کر آج تک میں نے عجیب عجیب قسم کی غذائیں استعمال کی تھیں۔ لیکن اتنی انوکھی غذا آج تک میرے سامنے نہیں آئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس غذا کو کیسے استعمال کروں۔ تب میں نے پھل کی قسم کی چیز کو اٹھالیا اور اس پر دانت آزمائے۔ اُس کی لذت پر میں دنگ رہ گیا تھا۔!

بے حد لذیز اور نرم پھل تھا۔ مجھے بہت پسند آیا اور ذرا سی دیر میں، میں اُسے چٹ کر گیا۔ ملکہ اور میرے لئے خوراک لانے والی لڑکیاں، میں انھیں لڑکیوں کے علاوہ اور کیا کہوں پروفیسر۔ اب بھی مجھے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔ پھل کھانے کے بعد ملکہ نے مجھے دوسری چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔

"تمہارا شکریہ ملکہ۔ میں یہ چیزیں نہ کھا سکوں گا! البتہ یہ پھل مجھے پسند ہے۔ کیا یہ اور دستیاب ہو سکتا۔" میں نے کہا۔

"کیوں نہیں۔!" ملکہ نے ... دونوں لڑکیاں تیزی سے ... گئی تھیں۔ یقیناً وہ بھی ملکہ کی طرح میری بات سمجھ رہی تھیں۔ اور پھر ... ہی ایک طشت میں چار پھل اور آگئے۔!

"جاؤ۔ تم لوگ۔" ملکہ نے کہا اور وہ دونوں لڑکیاں بادل نخواستہ ... نکل گئیں۔ ملکہ میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ اے اجنبی مخلوق۔ کیا سمندر میں تیری نسل بہت مختصر ہے۔؟"

"تیرے ذہن میں یہ خیال کیوں آیا ملکہ۔؟"

"اس لئے کہ پہلی بار تجھے دیکھا گیا۔ اس سے قبل تیری جیسی کوئی اور ... شکل سامنے نہیں آئی۔"

"تو بتا سکتی ہے کہ تو نے مجھے کہاں پایا۔؟"

"سمندر میں۔ میری ساتھی لڑکیاں پانی کی سیر کو گئی تھیں۔ وہاں ... تو نظر آیا۔ تو بے جان تھا، تیرے جسم میں کوئی تحریک نہیں تھی۔ ... انھوں نے پہلے تجھ پر غور کیا۔ اور جب تجھے بے ضرر پایا تو یہاں لے آئیں۔"

"اس کے بعد کیا ہوا۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"انھوں نے تجھے میرے سامنے پیش کیا۔ بے شک سمندر کی مخلوق ... عجیب ہے۔ تیرے اندر وہ خصوصیات ہیں جو ہم میں ہیں۔ بس، ... فرق ہے جو تیرے جسم کی نچلی ہئیت میں ہے۔ ہم تیرے بارے میں اس ... کچھ نہ جان سکے کہ تو سمندری مخلوق ہے اور مردہ ہے۔ میں نے ... حکم دیا کہ تجھے نوادرات میں شامل کر لیا جائے۔ اور ہم نے ... میں رکھ کر نوادرات کے خانے میں رکھوا دیا اور نوادرات ... ہے۔ جب رُج نے بتایا کہ عرصے کے بعد تیرے بدن میں تحریک ... کو یقین نہیں آیا۔ لیکن اے سمندر کی سب سے حسین، اور شاید ... مخلوق، اس کا کہنا درست تھا، تجھ میں زندگی ہے۔ جو نہ جانے پہلے کہاں تھی؟

ملکہ نے نہایت سادگی، نہایت بھولے پن سے بتایا۔ بے شک پروفیسر وہ چاہنے کی چیز تھی۔ وہ حسین تھی۔ لیکن میرے لئے بیکار۔ میں اسے کس طرح چاہتا۔ میں نے اس کی روداد سُنی اور مجھے حالات کا اندازہ ہو گیا۔ بہرحال ایک اجنبی مخلوق میں یہ دلچسپ تجربہ تھا۔ اس نے مجھے اتنا بتایا تھا۔ اب قاعدے سے مجھے بھی اسے اپنے بارے میں تھوڑا بہت بتانا چاہیئے تھا۔ چنانچہ میں نے اُس سے کہا۔

"میں تجھے کچھ اور حیرتیں دوں گا اے ملکہ۔ سُن کہ میرا تعلق سمندر سے نہیں ہے۔"

"سمندر سے نہیں ہے۔؟" اُس نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔"

"تو کیا بادلوں سے آیا ہے! کیا تو فضا سے برسا ہے۔ وہاں جہاں ایک ہی رنگ ہے۔ وہاں سے جہاں سورج اور چاند چمکتے ہیں اور جو سمندر کی چھت ہے۔"

"نہیں۔ میں خشکی سے آیا ہوں۔ میں زمین کا باشندہ ہوں۔"

"خشکی۔! زمین۔! یہ کیا ہوتی ہے۔؟"

"کیا یہ بات تیرے علم میں نہیں ہے کہ سمندر کی چھت کے نیچے صرف سمندر نہیں ہے بلکہ ایسے خشک علاقے کا طویل سلسلہ بھی ہے جہاں پانی نہیں ہوتا۔ اس کی ہئیت اسی مانند ہے جیسی یہ چٹان جس میں تیری رہائش ہے۔ یہ چٹان زمین ہی کا ایک ٹکڑا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس پر پانی نہیں ہوتا۔"

"تو کیا یہ چٹان بہت بڑی ہوتی ہے۔؟" ملکہ کی خوبصورت آنکھوں میں حیرت رقصاں تھی۔

"ہاں۔ وہ بھی سمندر کی طرح دُور تک پھیلی ہوئی ہے۔"

"سمندر کی طرح۔؟" وہ تعجب سے بولی۔

"ہاں سمندر کی طرح۔"

"اس پر جاندار ہوتے ہیں۔؟" ملکہ دلچسپی سے بولی۔

"بالکل اسی طرح، جیسے سمندر میں۔"

"اوہ۔ عجیب بات ہے۔ کیسی انوکھی۔ لیکن بغیر پانی کے جاندار زندہ کیسے رہتے ہیں۔؟"

"جس طرح میں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو کیا تو اپنی زمین کی ذہین مخلوق میں سے ہے۔؟"

"ہاں۔ جس طرح تم۔!"

اور پروفیسر وہ کافی دیر تک منہ کھولے بیٹھی رہی۔ یہ ساری باتیں اس کے دماغ میں نہیں آ رہی تھیں۔ میں سمجھ گیا۔ سمندر کے ایک

ننھے سے ٹکڑے میں محدود یہ بھولی مخلوق ان باتوں کو کیا جانے۔

لیکن ایک خیال بہت دیر کے بعد میرے ذہن میں آیا تھا اور میں نے چونک کر اس سے پوچھا: "تمہارے ہاں مرد نہیں ہوتے۔۔؟"

"مرد۔ مرد کیا۔؟" وہ میری بات پر حیرت کا اظہار کر رہی تھی۔

"مرد۔ میرا مطلب ہے نر۔ تمہارے نر کہاں ہیں؟"

"نر کیا۔؟" اس نے پھر اسی انداز میں پوچھا۔

"میرے جیسے۔ کچھ تبدیلیوں کے ساتھ۔" میں نے اپنے سپاٹ سینے کی طرف اشارہ کیا اور وہ مسکرانے لگی۔

"میری سمجھ میں تمہاری کوئی بات نہیں آتی۔" اس نے مسکرا کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اچھا تمہارے ہاں تولید کیسے ہوتی ہے۔ اب تم پوچھو گی تولید کیا۔؟"

"ہاں۔" اس نے گردن ہلا دی۔

"میرا خیال ہے یہ میں تمہیں آسانی سے نہ بتا سکوں گا،" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اچھا یہ بتاؤ تمہاری اس مخلوق میں سب تمہاری طرح ہیں؟"

"ہاں۔"

"سب ایسی ہی ہیں جیسی تم۔؟"

"ہاں۔"

"تعجب ہے۔ کمال ہے۔ تمہاری نسل کیسے بڑھتی ہے۔؟"

"اوہ۔ ہماری نسل بہت زیادہ نہیں ہے۔ ہم بھی سمندر کی دوسری مخلوق کی مانند انڈے دیتے ہیں،" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"انڈے۔!" میں اچھل پڑا۔

"کیوں۔ کیا تم انڈے نہیں دیتے۔؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

اور پروفیسر، میں نے انڈے دینے پر غور کیا۔ اور اس تصور سے ہی بوکھلا گیا۔ در حقیقت پروفیسر۔ غور کریں۔ اگر انسان کو انڈے دینے پڑتے تو کیا ہوتا۔ کیا اس تصور پر بحث کریں گے؟"

"نہیں بھئی نہیں۔" پروفیسر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بڑا خوفناک تصور ہے۔ نیموں سے بھی زیادہ۔"

فرزانہ اور فرزاں بھی ہنسی نہ روک سکیں۔ وہ شرمائے ہوئے انداز میں ہنس رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے پروفیسر، جانے دو۔" اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "بہرحال۔ میں نے اسے بتایا کہ ہمارے ہاں نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ ان کے اشتراک سے بچے پیدا ہوتے ہیں اور اسے سخت حیرت ہوئی۔"

"ہمارے ہاں نہیں ہوتے۔ لیکن ہم بھی نسل بڑھانے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں ہر عورت اپنی عمر میں ایک انڈا ضرور دیتی ہے۔ جب یک رنگ فضا سے پانی گرتا ہے تو وہ عورت جس نے انڈا نہیں دیا ہوتا بادلوں کی جانب دیکھتی ہے اور پھر آب نیساں اس کے جسم پر گرتا ہے تو اس کی آنکھیں وفور بے خودی سے بند ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر واپس آجاتی ہے اور پھر اس وقت تک وہاں رہتی ہے جب تک انڈا نہ دے دے وہ انڈا قومی ملکیت ہوتا ہے۔ قومی پیمانے پر اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور جب اس سے بچہ نکل آتا ہے تو اس کی حفاظت بھی قومی طور پر ہوتی ہے۔ یوں ہمارے ہاں نسل بڑھتی ہے۔ لیکن تمہاری بات عجیب ہے۔ کیا تمہارے ہاں دو جنس ہوتی ہیں۔؟"

"جی ہاں۔" میں نے کہا۔ اب میں اسے فلسفۂ تولید کیا بتاتا۔ اور کیوں بتاتا۔ اس کا تو میری جنس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ بتاتا بھی تو اس کی سمجھ میں خاک آتا۔ وہ تو انڈے دینے والی مرغیاں تھیں۔ اور انڈے بھی خاکی۔!

"تم یہاں کب سے آباد ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"کب سے تمہاری کیا مراد ہے۔ ہم تو ہمیشہ سے یہاں ہیں۔"

"کیا تم مجھے اپنی سرزمین دکھاؤ گی؟"

"جب تم ہمارے دشمن نہیں ہو تو اس میں کیا حرج ہے۔"

"ہاں۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب آؤ۔ میں تمہیں اس ماحول سے روشناس کراؤں۔" ملکہ اُٹھ گئی۔ اور پھر ہم سوراخ در سوراخ اس عظیم الشان کارخانے کو دیکھنے لگے جو سمندر کے نیچے تھا۔ بلاشبہ ان جل پریوں کا طویل خاندان یہاں آباد تھا۔ ان کی اپنی چھوٹی سی حکومت تھی۔ سب ایک دوسرے کی غمگسار تھیں۔ دوسری جل پریاں ملکہ کو میرے ساتھ اس بے تکلفی سے گھومتے دیکھ کر انگشت بدنداں تھیں۔ میرا مطلب ہے محاورتاً۔!

تب ملکہ نے رک کر ایک عجیب بات کہی۔

"سنو۔ اجنبی نسل والے۔ جس وقت تم نے مجھے دیوار توڑ کر پکڑا تھا، تو مجھے ایک عجیب احساس ہوا تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

"میں بھی اپنا انڈا دے چکی ہوں۔ اس انڈے سے پیدا ہونے والی لڑکی کا نام 'ترا' ہے۔ وہ ملکہ بننے کے لئے پرورش پا رہی ہے۔ جس وقت میں نے آب نیساں لیا تھا اس وقت میرے اوپر ایک انوکھی بے خودی سی چھا گئی تھی۔ میں نے اس کے بعد اس لذت کی حسرت کی، لیکن مجھے دوبارہ وہ مسرت نہ مل سکی۔ لیکن تمہارے بدن کے لمس نے مجھے اسی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔"

"اوہ۔!" میں نے اس انوکھے فلسفے سے حیران ہوتے ہوئے کہا

ہم کافی دیر اس آبی محل کی سیر کرتے رہے پھر ایک جگہ رُک کر ملکہ نے تالی بجائی! فوراً دو خادمائیں حاضر ہو گئیں۔

"اجنبی مخلوق ہماری دوست ہے۔ یہ ہمارے پاس سکون و احترام سے رہے گی۔ اس کے لئے اعلٰے آسائش کا بندوبست کردیا جائے۔" ملکہ نے حکم دیا اور میں جل گیا۔ ان کے ساتھ میں رہوں گا۔ کیا رکھا ہے ان کے پاس۔ احمق کہیں کی۔ بہرحال اس وقت میں نے کچھ نہ کہا۔

درحقیقت انھوں نے اپنی دانست میں میرے لئے عمدہ بندوبست کیا تھا۔ ملکہ میری آسائشوں کا پورا پورا خیال رکھ رہی تھی، لیکن یہاں میرے کھانے کے لئے اس پھل کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ ان لوگوں کی خوراکیں تو غیرانسانی تھیں۔ آبی کیڑے، گھاس وغیرہ سے وہ زندگی گزارتی تھیں۔ ہاں دلچسپ بات ملکہ۔ اور یہاں رہنے والی دوسری عورتوں کی احمقانہ حرکتیں تھیں۔ نر کے بغیر اُن کے ہاں تولید تو ہوجاتی تھی پروفیسر۔ لیکن بہرحال وہ پیاسی تھیں۔

کچھ عرصے بعد مجھے بیزاری ہونے لگی۔

بس اور وقت میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں گزار سکتا تھا۔

ہاں میں جانتا تھا کہ ملکہ مجھے چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوگی۔ خواہ مخواہ روڑے اٹکائے گی۔ اس لئے کوئی ترکیب ہی کرنی پڑے گی! چنانچہ ایک روز میں نے اس کے گھنیرے بالوں میں انگلیاں گھماتے ہوئے کہا۔

"کیا تم سطح سمندر پر کبھی نہیں جاتیں ملکہ؟"

"جاتے ہیں۔ لیکن بہت دنوں سے ادھر نہیں گئے۔"

"میں سطح پر جاکر کھلی ہوا میں سانس لینا چاہتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں بیمار ہوجاؤں گا۔"

"اوہ۔" ملکہ تڑپ اٹھی۔ "ہم آج ہی چلیں گے، سمندر پر سنہری روشنی پھیل جانے دو۔ ہم اس طرف چلیں گے۔" اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ گویا آج موقع مل ہی گیا تھا۔

چنانچہ میں خاموش ہوگیا۔! پھر اس نے دوسروں کو احکامات دیئے اور سطح پر جانے کے انتظامات ہونے لگے۔ بہت سی جل پریاں ہمارے ساتھ سطح کی طرف تیر رہی تھیں۔ ملکہ میرے بالکل نزدیک تھی، اور بہت خوش نظر آرہی تھی۔ میں تیرنے میں اُن سے پیچھے نہیں تھا۔ ہاں انھیں پانی میں کچھ قدرتی سہولتیں حاصل تھیں، مجھے نہیں۔!

سطح پر آکر مجھے احساس ہوا کہ میں کتنے گہرے پانی میں تھا۔ طویل عرصے کے بعد کھلی ہوا میں سانس لینے کا موقع ملا تھا، طبیعت تروتازہ ہوگئی۔ اس کے بعد سخت مشقت کرنی تھی جس کی میرے علاوہ اور کوئی ہمت بھی نہیں کرسکتا تھا۔!

آسمان پر چاند بلند ہورہا تھا۔ اور چاندنی میں سمندر کی حسین مخلوق بےحد خوش نظر آرہی تھی۔ وہ پانی پر کلیلیں کرتی پھر رہی تھیں

"ملکہ۔!" میں نے اسے آواز دی۔

"کیا بات ہے اجنبی۔"

"میں پانی کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے بور ہوکر کہا۔

"کیا یہ تمہاری خواہش ہے۔؟"

"ہاں۔!"

"تب پھر جاؤ۔ لیکن جلد واپس آجاؤ۔ میں تمہارا انتظار کررہی ہوں۔"

اور میں نے پانی میں غوطہ لگادیا۔ پھر میں نے ایکبار سطح پر اُبھر کر اندازہ لگایا کہ دوسری جل پریاں کتنے فاصلے پر دوسری طرف کھیل رہی ہیں۔ یہ اندازہ لگانے کے بعد میں نے ایک مناسب سمت متعین کی اور تیز برق رفتاری سے اس طرف تیرنے لگا۔

میری رفتار بہت تیز تھی۔ اس دوران میں نے ایک بار بھی سطح پر سر نہیں ابھارا تھا تاکہ دیکھ نہ لیا جاؤں۔ اور اتفاق سے دُور دُور تک کوئی جل پری بھی نظر نہیں آئی۔ اس طرح میں کافی دُور نکل گیا۔ اور پھر جب مجھے یقین ہوگیا کہ اب اُن سے مڈھ بھیڑ نہیں ہوسکتی تو میں نے سطح پر سر ابھارا۔ جل پریاں بہت دُور رہ گئی تھیں۔

میں نے پھر غوطہ لگایا اور آگے بڑھنے لگا! لیکن تصور کرو پروفیسر بیکراں سمندر اور میں۔ کوئی منزل نہیں تھی۔ لیکن منزل کی پرواہ تھی کسے۔؟ سمندر میرا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ ہونہہ۔!

میں تیرتا رہا۔ دن۔ رات۔ رات دن۔ اور یہ میرے سمندری سفر کی آٹھویں رات تھی، جب میں نے سطح پر گردن ابھاری تو مجھے کچھ روشنیاں نظر آئیں۔!

شاید زمین۔ میں نے سوچا۔ لیکن چند لمحات کے بعد اندازہ ہوگیا کہ روشنیاں متحرک ہیں۔ متحرک روشنیاں۔ شاید بحری جہاز۔ یقیناً۔ اوہ مجھے اِن جہازوں پر جگہ ضرور مِل جائے گی۔ میں نے سوچا۔ اور پھر میں تیزی سے ان جہازوں کی طرف تیرنے لگا۔ رات کا وقت تھا، جہاز کے لوگوں کو میں نظر نہیں آیا ہوں گا۔ لیکن میں نہایت تیزی سے جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور پھر میں نے جہازوں کی تعداد گنی۔ ان کی تعداد سات کے قریب تھی۔ قریب سے دیکھنے پر اندازہ ہوجاتا تھا کہ سب کے سب جنگی جہاز ہیں۔

تاہم میں اُن میں سے ایک جہاز کے قریب پہنچ گیا۔ تب میں نے جہاز والوں کو پکارا۔ میری آواز کافی بلند تھی، لیکن بہرحال اسے سن لیا گیا۔ مشعلوں کی روشنی میں مجھے دیکھا گیا۔ اور پھر کسی نے رسّی نیچے ڈال دی اور چیخ کر بولا۔

"اوپر آجاؤ۔!" اور میں رسّی کے سہارے اوپر چڑھنے لگا۔ جہاز والے قوی ہیکل اور سب کے سب مسلح تھے۔ ان کے ہتھیار چوڑے اور چمکدار تھے لوہے کا نہایت عمدہ استعمال کیا گیا تھا۔ جس نے اُن کے جسموں کو ہتھیاروں سے محفوظ کردیا تھا۔!

میں جہاز پر کھڑا ہوگیا۔ وہ لوگ بغور مجھے دیکھ رہے تھے۔!

"کون ہو تم۔؟" ایک بھاری بھرکم آدمی نے بھاری آواز میں پوچھا

"مدد کے قابل ایک انسان، میری کشتی سمندر میں ڈوب گئی۔ میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ تمہارے جہاز نظر آ گئے۔ اگر میں ایک عمدہ تیراک نہ ہوتا تو تمہارے جہاز تک نہ پہنچ سکتا۔"

"تمہاری کشتی کب ڈوبی تھی۔۔؟"

"سورج کی روشنی میں۔"

"اور اس کے بعد سے اب تک تم سمندر کی موجوں سے لڑ رہے تھے۔!"

"ہاں۔۔!"

"اس کا مقصد ہے کہ جیالے انسان ہو۔ لیکن یہ تو بتاؤ تمہارا تعلق کہاں سے ہے۔؟"

"آوارہ گرد ہوں۔ ایک طویل عرصے سے سمندر گردی کر رہا ہوں۔ میرا ٹھکانہ کوئی نہیں ہے۔"

"کون سے ملک کے باشندے ہو۔؟" بھاری آدمی نے سوال کیا۔

"سوبارا کا۔ لیکن بچپن میں وطن چھوڑ دیا تھا۔"

"ہوں۔ کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ جانتے ہو یہ جہاز کس کے ہیں۔؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"تھیوڈوس پلاسو کا نام سنا ہے کبھی۔؟"

"نہیں۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔

"اس کا مقصد ہے کسی چلتے ہوئے جزیرے سے نہیں گزرے۔ تھیوڈوس پلاسو سمندروں کا شہنشاہ ہے۔ وہ جزیروں کا بادشاہ ہے۔ بے شمار جزائر اسے خراج ادا کرتے ہیں۔"

"تھیوڈوس عظیم ہے۔" میں نے مکاری سے کہا۔ کیا ہرج تھا پر فقیر کہ ہر جگہ میں اپنا ہی سکہ جماتا۔ کہیں دوسروں کی سننا بھی بہتر ہوتا ہے۔

"سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو۔ وہ طاقت کا شہنشاہ ہے۔ لیکن ہمارے جہازوں پر ایک بھی ناکارہ آدمی کا وجود برداشت نہیں کیا جاتا۔ ہم زخمی کا علاج نہیں کرتے۔ اس کی گردن جدا کر دیتے ہیں۔ تم اگر کام کے آدمی ثابت ہوگے تو تمہیں تھیوڈوس کے خدمتگار کی حیثیت سے جہاز پر جگہ مل جائے گی، ورنہ تمہیں واپس سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔"

"میں تھیوڈوس کی خدمت کر کے فخر محسوس کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ بھوکے ہو۔؟"

"کئی دنوں سے۔"

"گشیپ۔ یہ تمہاری تحویل میں ہے۔ سورج کی روشنی میں ہم اسے عظیم تھیوڈوس کے سامنے پیش کریں گے، وہی اس کے بارے میں فیصلہ کریگا۔ اسے کھانا کھلاؤ اور دوستوں کی طرح رکھو۔"

ایک قوی ہیکل آدمی نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ صورت سے ہی خوفناک معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اس کی گفتار دوستانہ تھی۔ "آؤ۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

تھوڑا سا فاصلہ خاموشی سے طے ہوا۔ جہاز بہت زیادہ بڑا نہ تھا۔ اس میں خانے بنے ہوئے تھے۔ یہی کیبن تھے۔ ان میں گنجائش بہت کم تھی، بہرحال ایک خانے میں جس پر چھت نہ تھی۔ گشیپ مجھے لے گیا اور پھر اس نے دوستانہ انداز میں کہا۔

"بیٹھ جاؤ دوست۔ میں تمہارے لئے کھانا لا رہا ہوں۔"

"شکریہ۔" میں نے ممنونیت سے کہا۔ ان لوگوں کے ساتھ عاجزی سے پیش آنے کا ارادہ میں نے فوراً کر لیا تھا۔ چنانچہ اس کیبن کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ گزرنے والے غور سے مجھے دیکھتے اور آگے بڑھ جاتے۔ تھوڑی دیر کے بعد گشیپ عمدہ بھنا ہوا گوشت مکھن اور بہت سی دوسری چیزیں لے آیا۔ ان توانا لوگوں کی خوراک بہت ہی عمدہ تھی۔

میں نے سیر ہو کر کھایا اور پھر گشیپ نے مجھے کوئی گرم مشروب دیا۔

"سوبارا۔ ہمارے لئے اجنبی نام ہے۔" اس نے خود بھی مشروب پیتے ہوئے کہا۔

"ایک چھوٹی سی بستی تھی جو پہاڑوں میں آباد تھی۔ نہ جانے اب اس کا کیا حشر ہوا ہو۔"

"کیوں۔؟"

"زلزلوں کی سرزمین تھی۔ اس کی قسمت میں ہی رد و بدل لکھی ہے۔"

"اوہ۔ ممکن ہے۔ کیا وہاں سمندر نہ تھا۔"

"نہیں۔!"

"تب ہی تھیوڈوس اعظم کا ادھر سے گزر نہیں ہوا۔ ورنہ ٹرائے اور اس کے آس پاس کے جزیروں میں کونسا جزیرہ عظیم تھیوڈوس کے قدموں تلے نہیں روندا گیا۔؟"

"ٹرائے۔!" میں نے یہ نام زیر لب دوہرایا۔

"ہاں۔ ٹرائے۔!" گشیپ نے میری آواز سن لی تھی۔ لیکن پھر میں نے اس سے کوئی تشریح نہیں طلب کی اور خاموش ہو گیا۔ "سو جاؤ۔ شاید تمہیں نیند آ رہی ہے۔" گشیپ اٹھتے ہوئے بولا۔ میں نے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ رات کافی گزر چکی تھی، لیکن اس تنگ جگہ لیٹ کر میں نے گشیپ کی گفتگو پر غور کیا۔

تھیوڈوس۔ بحری حکمراں۔ شاید بحری قزاق۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ پوگاس کی کہانی پھر ابھر رہی تھی۔ یہ قزاق بھی بردہ فروش ہو سکتا ہے سی سارا کی مانند۔ ایسی شکل میں کیا پھر کوئی پوگاس ملے گا۔ اونہہ۔ فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تھوڑی سی تبدیلیوں کے ساتھ ایک کہانی پھر سے شروع ہو جائے گی۔ طویل زندگی کے اوراق سادہ تو نہیں رہ سکتے۔ پھر۔ وقت خود سوچے گا۔ مجھے سوچنے کی کیا ضرورت ہے، اور میں سکون کی نیند سو گیا۔

دوسری صبح میں جاگا تو جہاز پر عجیب ڈھول بج رہے تھے۔ ان کی آوازیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ تھیں۔ لیکن یہ ڈھول صرف اسی جہاز پر نہیں بج رہے تھے۔ پورے بیڑے پر یہی کیفیت تھی۔

میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا میں نے گشیپ کو تلاش کیا۔ لیکن وہ موجود نہ تھا تب میں نے ایک دوسرے گزرتے ہوئے آدمی کو روکا۔! اور وہ رک کر میری طرف دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے کہا۔

"یہ ڈھول کیسے بج رہے ہیں۔؟"

"صبح کا اعلان ہے۔ تھیوڈوس عبادت کر رہا ہے۔"

"اوہ۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تم لوگ کس کی پوجا کرتے ہو۔؟"

"میں تمہیں اطلاعات دینے کا پابند نہیں ہوں۔" اس نے تنک چڑھے انداز میں کہا۔ اور آگے بڑھ گیا۔ میں گہری سانس لیکر دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔ سورج کی پہلی کرن چمکی تو ڈھول بند ہو گئے۔ اور پھر لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ میں گشیپ کی تلاش میں نکل گیا تب ایک طرف مجھے گشیپ نظر آ گیا۔

"اوہ۔ تم کس طرف چلے گئے تھے۔ میں تمہیں تلاش کر رہا تھا۔"

"اور میں تمہیں۔!" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آؤ۔ ناشتہ کریں۔" گشیپ نے کہا اور مجھے ساتھ لئے ہوئے جہاز کے باورچی خانے کی طرف چل پڑا۔ یہاں سے ایک لکڑی کی خوبصورت ٹرے میں اس نے اپنے اور میرے لئے کھانا لیا۔ سب لوگ اسی انداز میں ناشتہ لے رہے تھے اور جہاں دل چاہتا تھا، بیٹھ کر کھاتے تھے۔ ہم دونوں بھی جہاز کے ایک حصے میں جا بیٹھے۔ گشیپ نے کئی بار غور سے مجھے دیکھا تھا اور میں نے اُس سے اس بارے میں پوچھ ہی لیا۔

"کیا بات ہے گشیپ۔؟"

"کچھ نہیں جوان۔ تیری شخصیت پر غور کر رہا ہوں۔ دلکش شخصیت کا مالک ہے تو۔ ممکن ہے تھیوڈوسِ اعظم تجھے کوئی اچھا عہدہ بخش دے۔" گشیپ نے کہا۔

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔ "مجھے تھیوڈوسِ اعظم کے سامنے کب پیش کیا جائے گا۔؟"

"یہ جیگروس پر منحصر ہے۔"

"جیگروس کون ہے؟"

"اس جہاز کا انچارج۔ وہی جس نے تمہیں میرے حوالے کیا تھا۔"

"ہوں۔" میں خاموش ہو گیا۔ ہم اپنا ناشتہ ختم کر چکے تھے۔ تب گشیپ نے کہا۔

"اگر تھیوڈوسِ اعظم خصوصی طور پر تمہاری طرف متوجہ نہ ہو، اور تمہیں عام لوگوں کی طرح کام کرنے کی اجازت دے دی جائے تو تم اسی جہاز پر رہنے کی درخواست کرنا۔ تم سے دوستی کر کے مجھے مسرت ہوگی۔"

"ٹھیک ہے دوست۔ تھیوڈوس مجھے کہیں تعینات کر دے۔ میں تمہارا دوست رہوں گا۔" میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

جہاز بدستور سفر کرتے رہے۔ دوپہر تک تھیوڈوس کے حضور میری طلبی نہ ہوئی۔ لیکن میں اور گشیپ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ جیگروس کا پیغامبر آ گیا۔

"نائب نے اجنبی نوجوان کو طلب کیا ہے۔"

"اٹھو۔!" گشیپ نے کہا اور میں تیار ہو گیا۔ ہم دونوں جیگروس کے سامنے پہنچ گئے۔ دن کی روشنی میں جیگروس رات سے زیادہ خوفناک نظر آ رہا تھا۔ اُس نے سُرخ خونی آنکھوں سے مجھے گھورا اور پھر گشیپ کی طرف دیکھ کر بولا

"کیسا آدمی ہے یہ۔؟"

"ابھی تک بالکل ٹھیک۔" گشیپ نے ادب سے جواب دیا۔

"تھیوڈوسِ اعظم نے تمہیں طلب کیا ہے۔" جیگروس نے کہا۔

"میری خوش بختی۔" میں نے بھی ادب سے جواب دیا۔

"چلو۔" جیگروس اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ چار آدمی ہمارے ساتھ کشتی میں اُترے تھے۔ جہاز یونہی رواں دواں تھے۔ بہرحال کشتی ایک نسبتاً بڑے جہاز کی طرف جانے لگی۔ اور تھوڑی دیر میں اس کے قریب پہنچ گئی۔ رسیوں کے ذریعے تین آدمی اوپر پہنچے، میں جیگروس اور ایک اور مسلح شخص۔! اور پھر جیگروس مجھے لیکر ایک طرف چل پڑا۔

ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر وہ رکا۔ اور پھر اس نے بھاری آواز میں اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ دروازے پر کھڑے ہوئے مسلح شخص نے اندر سے اجازت لی۔ اور جیگروس مجھے اشارہ کر کے اندر داخل ہو گیا۔

بلاشبہ۔ اس دقیانوسی جہاز کا یہ کیبن بہت خوبصورت تھا اعلےٰ درجہ کے قالین بچھے ہوئے تھے۔ جو جدید ڈیزائن کے تو نہ تھے، لیکن جس طرح بھی بنائے گئے تھے بہت خوبصورت تھے۔ دیواروں پر انسانی کھوپڑیاں آویزاں تھیں۔ عمدہ قسم کے زر و جواہر سے کیبن کو آراستہ کیا گیا تھا۔ اور درمیان میں ایک شاندار تخت پر تھیوڈوسِ اعظم بیٹھا تھا۔ اس کے قدموں کے پاس چار حسین کنیزیں بیٹھی اسے شراب پلا رہی تھیں۔

چھوٹے قد کے اس آدمی کے چہرے سے صاف درندگی عیاں تھی وہ آنکھوں سے زہریلا سانپ معلوم ہوتا تھا۔ شکر ہے اس کے سامنے جھکنے یا سجدہ کرنے کی کوئی رسم نہیں تھی۔ ورنہ میری اور اس کی اسی وقت ٹھن جاتی۔ ہاں جیگروس نے عجیب انداز سے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے تعظیم دی تھی۔ میں نے بھی اس کی نقل کی۔!

لیکن زہریلا سانپ خاموشی سے مجھے گھور رہا تھا۔ اس کے دیکھنے کا انداز اچھے اچھوں کو بوکھلا دیتا۔ لیکن میں اس احمق سے کیا مرعوب

ہوتا۔ تاہم میں نے نگاہیں جھکالی تھیں۔

اور میرے نگاہیں جھکانے سے تھیوڈس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہم نے تیرے بارے میں سنا اجنبی۔ کیا نام ہے تیرا۔؟"

"میکارا۔!" میں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر جواب دیا۔

"اور تو سوبارا کا باشندہ ہے۔؟"

"ہاں۔ میں پیدا وہیں ہوا تھا۔ لیکن اس کے بعد میں نے ہوش سنبھالتے ہی آوارہ گردی کی زندگی اختیار کرلی اور اس کے بعد مجھے سوبارا کی کوئی خبر نہیں معلوم ہوئی۔" میں نے جواب دیا۔

"ہم تیرے اندر کچھ خوبیاں دیکھ رہے ہیں۔ اگر تیری کشتی نہ ڈوبتی تو تیری منزل کونسی تھی۔؟"

"میری کوئی منزل نہیں ہے عظیم تھیوڈس۔ آوارہ گرد ہوں اور سمندر ہی میں جان دینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"ہم تیرے اندر کچھ خوبیاں دیکھ رہے ہیں۔" تھیوڈس نے دوہرایا "بتا ہم سے کیا چاہتا ہے۔؟"

"خود کو عظیم شہنشاہ کی خدمت میں دینا چاہتا ہوں۔ اگر قبول کرلیا جاؤں۔؟"

"کیا جیگروس نے تمہیں بتایا ہے کہ ہمیں صرف جیالوں سے پیار ہے؟"

"میں جانتا ہوں شہنشاہ۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا ضروری ہے میرے دوست۔ کہ تم جو کہہ رہے ہو، وہی ہو۔ لیکن میرے پاس ایسے ایسے ستارہ شناس موجود ہیں۔ جو تمہارے بارے میں پورا زائچہ تیار کردیں گے۔ کیا تم ان کا کمال دیکھو گے۔؟"

"مجھے کیا انکار ہے عظیم تھیوڈس۔" میں نے انکساری سے جواب دیا۔

"بلاؤ۔ ارسلاس کو بلاؤ۔ جیکدار اجنبی کے سامنے اپنی ستارہ [illegible] کا ثبوت دے۔" تھیوڈس نے مسکراتے ہوئے کہا اور جیگروس باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک پُر وقار بوڑھے کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ بوڑھا سر سے پاؤں تک سفید لباس میں ملبوس تھا۔ اُس کی لمبی داڑھی اس کے سینے پر لہرا رہی تھی۔

"اجنبی میکارا۔!" تھیوڈس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اس کی حقیقت درکار ہے ارسلاس۔"

"خادم حاضر ہے۔" ارسلاس نے کہا اور پھر اس نے ایک جھلی اور کسی جانور کے پَر کا قلم نکالا۔ اُسے سیاہی میں ڈبو کر وہ ایک طرف بیٹھ گیا۔ اور تھیوڈس نے لڑکیوں کو اشارہ کیا۔!

لڑکیاں اُسے جام بھر بھر کر دینے لگیں۔ عجیب بلا نوش انسان تھا اس وقت تک پیتا رہا۔ جب تک ارسلاس مصروف رہا۔ اور پھر جب ارسلاس نے گردن اٹھائی تو اُس نے ہاتھ کے اشارے سے جام رکوا دیئے۔

ارسلاس کے چہرے پر حیرت کے نقوش تھے۔

"تعجب ہے۔ تعجب ہے تھیوڈوس اعظم۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کیوں۔؟ اس کی شخصیت مشتبہ ہے نا۔؟"

"نہیں تھیوڈس اعظم۔ بلکہ یہ شخص ستاروں سے بے نیاز ہے۔ کوئی ستارہ اس سے متاثر نہیں ہے۔ یہ کسی ستارے سے تعلق نہیں رکھتا۔"

"فضول بات۔ مطلب بیان کرو۔"

"اس کی شخصیت ستاروں کی نگاہوں سے روپوش ہے۔ اس کی پیدائش تاریکی میں ہے۔ اس کا کوئی زائچہ نہیں ہے۔ یہ روئے زمین کا سب انوکھا جاندار ہے۔"

"تم اب بھی مجھے سمجھانے میں ناکام رہے ہو۔" تھیوڈس غرایا۔

"اور ہمیشہ ناکام رہوں گا عظیم تھیوڈس۔ تو جانتا ہے میرا علم مکمل ہے۔ لیکن جس شخص کا ستاروں سے رابطہ ہی نہ ہو اس کے بارے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"کیا علم نجوم میں ایسی کوئی کمی ہے جو کسی انسان کو عیاں نہ کرسکے؟" تھیوڈس غرایا۔

"نہیں۔"

"پھر یہ ستاروں کی نگاہوں سے پوشیدہ کیوں ہے؟"

"میں نہیں جانتا تھیوڈس اعظم۔"

"اوہ۔ اوہ۔ ہمارے خیال میں تم سب کچھ جانتے تھے ارسلاس۔ ہمارے خیال میں تمہارا علم مکمل تھا۔ افسوس۔ اعتماد کا یہ زخم ہم برداشت نہیں کرسکتے۔ پھر سے کوشش کرو۔ تم ہمارے قیمتی ساتھیوں میں سے ہو۔ ہمیں تمہاری زندگی عزیز ہے۔" تھیوڈس نے کہا۔

"میری یہ مجال تھیوڈس اعظم۔ کہ میں تیرے سامنے کوئی نامکمل کوشش کروں۔ میں ناکامی کا اعتراف کرچکا ہوں۔" ارسلاس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "تب۔ مجھے تیری کیا ضرورت ہے ارسلاس۔ تو جانتا ہے مجھے ناکارہ ہتھیاروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لے میری طرف سے ایک بڑا اعزاز موت قبول کر۔" تھیوڈس نے اپنا خنجر نکال کر ارسلاس کی طرف اُچھال دیا۔

ظالم انسان کی شقاوت کا پہلا مظاہرہ تھا۔ میں اسے کیسے روک سکتا تھا۔ کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کی جان میری وجہ سے جارہی تھی۔ لیکن میں کوئی فیصلہ بھی نہ کر پایا تھا کہ ارسلاس نے تھیوڈس کا عطیہ اپنے سینے میں گھونپ لیا۔ اس کے پہلو سے خون کا فوارہ بلند ہوگیا اور پھر وہ آہستہ آہستہ زمین پر گر پڑا۔

"تمہارے ستارے روپوش کیوں ہیں میکارا۔؟" تھیوڈس نے مجھ سے پوچھا۔

"افسوس۔ میں ستاروں کے کھیل سے ناواقف ہوں عظیم شہنشاہ" میں نے اسی انداز میں جواب دیا۔

"لیکن بہرحال۔ تمہاری حیثیت برقرار ہے۔ ہمارے ساتھ رہو۔ تمہارے سپرد کوئی کام کر دیا جائیگا! لیکن ٹھہرو۔ کیا تمہاری رگوں میں گرم خون ہے۔؟"

"شہنشاہ اطمینان کر سکتا ہے۔ شہنشاہ امتحان لے سکتا ہے۔"

"تو جاؤ۔ اگر تم امتحان میں پورے اترے تو ہم تمہیں اعلے مرتبہ دیں گے۔"

"تھیوڈوس عظیم ہے۔" میں نے کہا اور اسی انداز میں سینے پر ہاتھ رکھ دیا، جس طرح پہلے رکھا تھا۔

"جیگروس۔ میکارا کو ہمارے جہاز پر ایک معزز انسان کی حیثیت دو۔ ہمیں یہ اجنبی پسند آیا ہے۔" جیگروس نے بھی اسی انداز میں سینے پر ہاتھ رکھا اور پھر میرے ساتھ باہر نکل آیا۔

"افسوس، تمہاری وجہ سے عظیم ستارہ شناس کی جان گئی۔"

"مجھے بھی افسوس۔"

"اے احمق۔ ... کے سامنے اس کا اظہار مت کرنا۔ اس کے ہر کام کو سراہنا، اسی میں تیری بہتری ہے اور اسی میں تمہاری زندگی ہے۔" جیگروس نے کہا۔

تو یوں پروفیسر مجھے جہاز پر نوکری مل گئی۔ کام کچھ بھی نہ تھا لیکن ...کی بحری قزاق کی ملازمت کر دوں۔ یہ بھی دلچسپ بات تھی۔ اور میرے لئے ...ی نہیں تھی۔ سی سارا نے بھی مجھے اسی انداز میں اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔

میں سانڈ کی طرح اینڈتا رہتا۔ کوئی کام نہ تھا۔ خوب کھاتا تھا۔ ہاں تھیوڈوس کی کنیزوں کے علاوہ جہاز پر کوئی عورت نہ تھی، تکلیف تھی تو بس اتنی، تھیوڈوس بھی جیسے مجھے بھول گیا تھا۔ ابتدائی چند روز تو میں نے بے فکری سے گزارے۔ میں نے جہاز کے بہت سے لوگوں سے دوستی کر لی تھی اور عام آدمیوں کے سے انداز میں زندگی گزار رہا تھا۔ اور بعض اوقات عام آدمیوں کی زندگی زیادہ دلچسپ ہوتی ہے۔ پھر میں نے اپنے نئے دوستوں سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اور جو معلومات حاصل ہوئیں، وہ کچھ یوں تھیں۔

تھیوڈوس عام بحری قزاق نہیں تھا۔ وہ ٹرائے کا باشندہ تھا۔ اور اس کے اپنے خیال میں دیوتا ایرس کا پرتو۔! اس نے ایک بحری بیڑہ تیار کیا اور خود کو سمندروں کا شہنشاہ ٹھہرایا۔ تب اس نے اعلان کیا کہ سمندر میں تجارت کرنے والے جہاز اسے خراج ادا کریں۔ ورنہ انھیں سمندر برد کر دیا جائے گا۔ جنھوں نے اس کی بات مانی، فائدے میں رہے۔ جو خود سر تھے، جان کھو بیٹھے۔ یوں تھیوڈوس کا سکہ سمندروں پر بیٹھ گیا۔ چھوٹی چھوٹی حکومتوں نے اسے تباہ کرنے کی ٹھانی!۔

لیکن کسی ایک حکومت کے پاس اتنا بڑا بحری بیڑہ نہیں تھا کہ وہ تھیوڈوس کو تباہ کر سکے! چنانچہ شدید نقصان اٹھایا اور پسپا ہوئیں۔ ...ان حکومتوں میں اتنا خلفشار رہتا کہ مل جل کر تھیوڈوس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتی تھیں۔ بلکہ بعض حکومتوں نے تو بھاری معاوضہ دیکر تھیوڈوس کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کیا۔ تھیوڈوس نے کمالِ پھرتی سے کام لے کر ساحلوں پر حملہ کیا اور چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے بحری بیڑے تباہ کر ڈالے۔ انھیں آگ لگا دی۔ اور یوں سمندری قوت فنا کر دی۔!

چنانچہ اب اس کے نام کا طوطی بول رہا تھا۔! تھیوڈوس نے جب اپنی مہمات کا پہلا مرحلہ مکمل کر لیا۔ تب اس نے دوسرے مرحلے پر کام شروع کیا۔ اور یہ چھوٹے چھوٹے جزیروں سے خراج کا حصول تھا۔ اس نے بہت سے سرکشوں کی گردنیں اڑا دیں۔ بہت سے جزیروں کو نیست و نابود کر دیا۔ اور اس کی زبردست دھاک بیٹھ گئی۔!

اب بے شمار جزائر اسے خراج ادا کرتے تھے۔ اور تھیوڈوس نے آبادیوں سے ہزاروں میل دور۔ ایک جزیرہ آباد کیا تھا۔ اس کے ارادے بہت خطرناک تھے۔ وہ اس جزیرے پر ایک عظیم الشان جنگی بیڑہ تیار کر رہا تھا۔ اور۔ اس کی خواہش تھی کہ اس بیڑے کی تیاری کے بعد کسی ایک ریاست پر حملہ کر کے اُس پر قبضہ کر لے۔ اور پھر اپنی قوت بے پناہ کر کے اپنی سلطنت وسیع کر لے۔!

میں نے دلچسپی سے یہ پوری کہانی سُنی تھی۔ بلاشبہ تھیوڈوس ایک خطرناک انسان تھا۔ جو کچھ کر چکا تھا اُسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ جو کچھ سوچ رہا ہے وہ بھی کر دکھلائے گا۔!

لیکن۔ شاید اس کے ستارے گردش میں آگئے تھے، جو میں اسے مل گیا۔ اب یہ تو حالات پر منحصر تھا کہ اس کے بارے میں میرے خیالات کیسے ہوں۔!

گنیپ سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ وہ میرا عمدہ دوست بن گیا تھا۔ ابھی تک یہ بات مجھے معلوم نہیں ہوئی تھی کہ اس بار کہاں کا سفر ہو رہا ہے۔ تھیوڈوس صرف سمندر گردی کر رہا ہے۔ یا اس کا کوئی خاص ارادہ ہے؟ اور اس رات جب گنیپ سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے یہ سوال کر دیا۔

"تھیوڈوس۔ بے حد نڈر انسان ہے۔ کسی کے بارے میں وہ تشویش میں مبتلا نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ فنا کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ چنانچہ تمہیں بھول کر اُس نے کوئی خاص کارنامہ انجام نہیں دیا۔ رہ گئی اس بار کی بات۔ تو ہم فیقلولیہ جا رہے ہیں جو اب صرف چند راتوں کی مسافت پر ہے۔"

"فیقلولیہ۔؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ میکنازا کے زیر اثر ایک جزیرہ ہے۔ جس کے حاکم کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا تائیورس حاکم بنا ہے۔ تائیورس نے حکومت سنبھالتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تھیوڈوس کو خراج دینا بند کر دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کے ان تینوں نمائندوں کو بھی قتل کر دیا، جو جزیرے پر مقیم تھے۔ تھیوڈوس ہر اس جزیرے پر اپنے نمائندے رکھتا ہے جو اس کے باجگزار ہوتے ہیں۔"

"خوب۔ پھر۔؟"

"چنانچہ تھیوڈوس۔ تائیورس کو ستی دے گا ایسا سبق جس سے دوسرے جزیروں کو عبرت ہو اور اس کے بعد کوئی سر اٹھانے کی جرأت نہ کرے۔" گشپ نے کہا۔

"تائیورس۔" میں نے زیر لب کہا۔ اور پھر خاموش ہو گیا۔ لیکن میرے ذہن میں بہت سے خیالات آرہے تھے۔ تائیورس، میرے دوست کیا تم مجھے آواز دو گے۔ ؟ کیا مجھے تمہاری مدد کرنا پڑے گی۔ ؟ یا پھر تم خود بھی کچھ ہو۔ ہاں بھئی۔ آخر تم خود بھی تو تھیوڈوس سے واقف ہو گے، تم نے خود بھی تو اپنے ننھے جزیرے کے لئے کوئی بندوبست کیا ہوگا! یا تم خود بھی کوئی یونہی سے آدمی ہو۔!

یارو۔ تم میرے لئے کوئی نہ کوئی مصروفیت پیدا کرتے ہو۔ لیکن پھر میں کروں بھی کیا۔ اتنی طویل زندگی ہے۔ اس میں واقعات نہ ہوں گے تو پھر کیا ہوگا۔ میں جنگل نشین بھی رہا۔ دنیا سے الگ تھلگ بھی رہا۔ لیکن یہ دنیا مجھ سے الگ نہیں رہتی۔ پھر مجھے اپنے درمیان گھسیٹ لاتی ہے اور میں خود بھی تو ویرانوں سے اکتا جاتا ہوں۔ سوائے اس وقت کے، جب میں سوجاتا ہوں۔!

سو میں جیالے تائیورس کے بارے میں سوچتا رہا۔ گشپ کو اپنے جہاز پر واپس جانا تھا۔ اس لئے وہ چلا گیا۔ اسی رات میں کافی دیر تک تائیورس اور اس کے جزیرے کے بارے میں سوچتا رہا۔ میں نے ماضی سے کبھی دلچسپی نہیں رکھی پروفیسر۔ میں ہمیشہ حال سے متاثر رہا ہوں۔ ماضی کی داستانیں میرے لئے دلکش ضرور ہیں۔ لیکن ان میں کوئی داستان میری حسرت نہیں بن سکی۔

دوسری صبح حسب معمول تھی، لیکن اس روز تھیوڈوس خصوصی طور سے میری طرف متوجہ تھا۔ سورج ابھی آسمان کی بلندیوں تک نہیں پہنچا تھا۔ عرشے پر بہت سے سپاہی ایک وزنی منجنیق بلندی پر چڑھا رہے تھے۔ منجنیق کو رسوں سے باندھ کر اوپر چڑھایا جا رہا تھا تاکہ ایک مخصوص جگہ کسا جاسکے۔ تقریباً پچاس فٹ بلندی تک پہنچنے کے بعد منجنیق ایک بادبان میں اٹک گئی گو دس پندرہ آدمی رسے تھامے ہوئے تھے، لیکن وہ پسینے سے شرابور تھے۔ اور منجنیق ابھی اوپر تک نہ پہنچی تھی۔!

اچانک ایک زوردار تڑاخا ہوا اور وہ لکڑی ٹوٹ گئی، جو منجنیق اوپر چڑھانے کے لئے چرخی کا کام دے رہی تھی۔ وزنی ہتھیار نیچے گرتے ہوئے لوگوں پر آرہا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا تھا۔ چھ آدمی فوراً ہلاک ہوگئے اور عرشے پر خون کے چھینٹے دُور تک پھیل گئے۔! دہشت زدہ لوگ چیخ پڑے۔ اور دور دور سے لوگ اس طرف دوڑنے لگے۔!

میرا ادھر متوجہ ہونا بھی فطری بات تھی۔

شور کی آواز سُن کر تھیوڈوس بھی اپنے کیبن سے نکل آیا۔ اور پھر پُر وقار انداز میں چلتا ہوا اُس جگہ پہنچ گیا جہاں حادثہ ہوا تھا۔ اُس کے چہرے پر کوئی اضطراب نہیں تھا۔!

اُس نے پُر سکون انداز میں حادثے کے بارے میں تفصیلات سنیں، نیچے دبے ہوئے لوگوں کو جھک کر دیکھا۔ منجنیق کے ایک حصے کے نیچے ایک شخص دبا ہوا تھا جس کی دونوں ٹانگیں تو ٹوٹ گئی تھیں، لیکن وہ زندہ تھا۔!

"یہ زندہ ہے۔ ؟" اچانک کسی نے کہا۔

"اُٹھاؤ۔ اسے اٹھاؤ۔" دوسرے لوگوں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ اور پھر بہت سے لوگ منجنیق پر قوت آزمانے لگے۔! تھیوڈوس خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ منجنیق کو اٹھانے کی کوشش کرنے والوں کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے، اس لئے وہ مل کر بھی اُسے نہ ہٹا سکے، تب میں آگے بڑھا۔

"ہٹ جاؤ۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔ اور لوگوں کی سمجھ میں میری بات نہ آسکی۔ "ہٹ جاؤ۔" اس بار میں نے گرجدار آواز میں کہا اور لوگ سیدھے ہو کر میری شکل دیکھنے لگے! تب میں نے جھک کر منجنیق اٹھائی اور ایک طرف ڈال دی۔! اور کہنے والے بھی حیرت کی آوازوں کو نہ روک سکے تھے۔!

اور۔ خود تھیوڈوس بھی حیرت زدہ انداز میں کئی قدم آگے بڑھ آیا تھا۔ لیکن میں نے جھک کر ٹوٹی ہوئی ٹانگوں والے زخمی کو اٹھا لیا۔!

"کیا یہاں زخمیوں کے علاج کے لئے کوئی مخصوص جگہ ہے۔ ؟" میں نے دوسروں سے پوچھا۔

"زخمیوں کا علاج میں خود کرتا ہوں جیالے۔!" تھیوڈوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "چھوڑ دے۔ تو وہی ہے نا جو سمندر سے برآمد ہوا تھا۔ مگر تو بے پناہ طاقتور ہے۔ کیا تو مجھے دوبارہ یہ وزنی منجنیق اسی انداز میں اُٹھا کر دکھا سکتا ہے۔ ؟"

"ضرور تھیوڈوس اعظم۔ لیکن اس زخمی کا علاج ضروری ہے۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"اسے نیچے رکھ دے۔ اس کا علاج ہو جائے گا!" تھیوڈوس نے کہا۔ اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔! سو اسی وقت تھیوڈوس نے اپنی چوڑی تلوار نیام سے کھینچی۔ اسے بلند کیا۔ اور کراہتے ہوئے زخمی کی گردن پر دے ماری۔ زخمی کی گردن شانوں سے علیحدہ ہو گئی تھی۔! میں اچھل پڑا، میری مٹھیاں کس گئیں، دانت بھنچ گئے۔ اور میں نے خونی نگاہوں سے تھیوڈوس کو دیکھا۔ "میرے نزدیک کسی زخمی کا اس سے عمدہ علاج ممکن نہیں ہے۔" تھیوڈوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس دوران میں اپنی حالت پر قابو پا چکا تھا۔ مجھے گشپ کی بتائی ہوئی تفصیلات یاد آگئی تھیں۔

"انتظار کیوں کر رہا ہے اجنبی۔ کیا نام بتایا تھا تو نے۔ ؟"

"میکارا۔" میں نے آواز کی غراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ ہاں، نہ جانے میرے اندر بھول جانے کا مرض کیوں پیدا ہو گیا ہے۔ ہاں تو میکارا۔ کیا اسی مردانہ انداز میں تو یہ منجنیق دوبارہ

اٹھا سکتا ہے؟

میں آگے بڑھا۔ اور میں نے منجنیق دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اسے سر سے بلند کر لیا۔ اور پھر اسے لئے ہوئے کافی دور تک چلا گیا۔ اور پھر واپس آکر اسے تھیوڈوس کے سامنے رکھ دیا۔

"دیوتاؤں کی قسم۔ نایاب۔ بے نظیر۔ تو کوئی بھی ہے، بڑا کارآمد ہے۔ سن، اس منجنیق کو اوپر پہنچا دے۔ تنہا۔ میں یہ دلچسپ منظر دیکھوں گا! اور سنو اے بے وقوفو۔ کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ ان خون کے لوتھڑوں کو اٹھاؤ اور پانی میں پھینک دو۔ مچھلیاں، تازہ گوشت اور خون سے لطف اندوز ہوں گی۔ چلو۔ جلدی کرو۔"

اور لوگ دوڑ پڑے۔ بڑی خاموشی تھی۔ لیکن کوئی چہرے پر افسوس کے آثار بھی نہیں پیدا کر سکتا تھا۔ آن کی آن میں لاشوں کو پانی میں پھینک دیا گیا۔

"نیا کانٹا لگاؤ۔" تھیوڈوس نے چیخ کر کہا اور سست جسموں میں تیزی آگئی۔ جلدی سے نیا کانٹا لگا دیا گیا۔ رسی باندھی گئی، اور پھر میں نے آسانی سے منجنیق بلندی پر پہنچا دی۔ دوسرے لوگوں نے اسے اس کی جگہ فٹ کر دیا۔ اور یہ کام [illegible] میں پورا ہوتا تھا، چند منٹ میں پورا ہو گیا۔ تھیوڈوس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ اور میری کمر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"حیرت انگیز۔ بے حد حیرت انگیز۔ میکارا۔ میں تجھے بے حد پسند کرنے لگا ہوں۔ تو بہت ہی شاندار آدمی ہے۔ تیرے مقابلے کا ایک بھی آدمی میری فوج میں موجود نہیں ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں تیرا جسم فولاد ہے تیرے بازو فولاد ہیں۔ میں تجھے وہ حیثیت دوں گا جس کا تو تصور بھی نہ کر سکے۔ آ۔ میرے ساتھ آ۔"

اس نے میرا بازو پکڑا اور آگے بڑھ گیا۔!

تھوڑی دیر کے بعد میں اس کے کیبن میں تھا۔ اس نے ایک ہاتھ بلند کیا اور اس کی چاروں کنیزیں اندر آگئیں۔ "شراب۔!" اس نے کہا۔ اور وہ چاروں واپس چلی گئیں۔

چند منٹ کے بعد انھوں نے شراب کے خوبصورت برتن سجا دیئے۔ "[illegible]۔!" تھیوڈوس نے کہا۔ اور لڑکیوں نے ایک جام لبریز کر دیا۔!

"دوسرا جام بھی لبریز کرو۔ یہ طاقتور کو اس کی قوت کی داد دیجئے [illegible] ہمارا جیالا ہمارے ساتھ پئے گا۔" اور لڑکیوں نے ایک اور جام لبریز کر دیا۔ "[illegible] جام اٹھاؤ پیارے۔ اور وہ اعزاز حاصل کرلو۔ جو اس سے قبل [illegible] کو نہیں ملا۔ لیکن تم اس قابل ہو۔ اٹھاؤ۔ جام اٹھاؤ۔"

اور میں نے جام اٹھا کر حلق میں انڈیل لیا۔ تھیوڈوس حیرت سے [illegible] دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنا جام خالی کرتے ہوئے کہا۔ "اب کام کی بات [illegible]۔ ایک میں نے تیرے بارے میں بہت سے فیصلے کئے ہیں اور صرف اس بات کو ذہن میں رکھ۔ میں قسمتوں پر قادر ہوں۔ میں زندگیوں پر قادر ہوں۔ میرے اشارے سے زندگی ملتی ہے اور میرے اشارے پر موت جھپٹتی ہے۔ سن کہ میں جس سے خوش ہوں اس کی پیشانی پر ستارے جگمگاتے ہیں اور میں جس سے ناخوش ہوں، اس کے گرد کالے سانپوں کا بسیرا ہوتا ہے۔ سن تو جو کوئی بھی ہے۔ مجھے تیری پرواہ نہیں ہے۔ اگر تو دوست ہے تو سکھ پائے گا اور دشمن ہے تو ذلت کے علاوہ تجھے کچھ نہ ملے گا! لیکن اعتراف کیا ہے میں نے اس بات کا کہ تیری ذات، دوسروں سے نمایاں ہے۔ تو دلوں کو مسخر کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ اس لئے۔ میں تجھے ان میں شامل کرتا ہوں جو میرے دستِ راست ہوتے ہیں۔ کیا تو اپنی خوشی سے میرا یہ اعزاز قبول کرے گا۔؟"

"کون بدبخت ہوگا عظیم تھیوڈوس۔ جو تیری عنایت سے انکار کرے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"دوسرا جام لے۔ تیری وجہ سے میری ہیبت برقرار رہے گی اور میں ان لوگوں کے سامنے تجھے بھیجوں گا، جو مجھ سے باغی ہیں۔"

"میں دل و جان سے تیار ہوں۔" میں نے دوسرا جام حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا۔

"تیسرا جام لے۔ اور زندگی کی خوشیاں لوٹ، بول تجھے کیا چاہئے؟"

"عورت۔!" میں نے بیباکی سے کہا۔

"افسوس۔ وہ میرے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے۔ لیکن جہازوں سے اتر کر۔ میں تجھے وہ ہیرے بخش دوں گا کہ تیرا وجود منور ہو جائے گا۔ اس لئے صبر کر۔"

"اس کے علاوہ مجھے کچھ اور درکار نہیں ہے۔" میں نے تیسرا جام حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا۔

"ہم بہت جلد۔ سرزورتائیوں کی زمین فیقلولیہ پر پہنچ جائیں گے۔ فیقلولیہ کو تاراج کریں گے اور پھر۔ وہاں کی حسین دوشیزائیں ہماری ہوں گی۔ تیری پسند پر کسی کا حق نہیں ہوگا، یہ میرا وعدہ ہے۔"

میں نے اٹھ کر مخصوص انداز میں سینے پر ہاتھ رکھا۔ اور تھیوڈوس مسکرانے لگا۔ پھر اس نے مجھے جانے کی اجازت دیتے ہوئے کہا۔ "میں ذمہ داروں کو تیری حیثیت کی اطلاع دیدوں گا۔"

اور اپنی یہ حیثیت مجھے کچھ زیادہ پسند نہیں آئی تھی پروفیسر کیونکہ اس حیثیت کی نمائش کے لئے، مجھے عجیب و غریب لباس پہننا پڑا تھا۔ اور مجھے اس لباس میں دیکھ کر جہاں تھیوڈوس کی آنکھوں میں فخر کے جذبات نظر آرہے تھے، وہیں۔ اس کی چاروں کنیزوں کی نگاہیں میرے اوپر گڑھ کر رہ گئی تھیں۔ شاید اس لباس میں میرا سڈول جسم اور نمایاں ہو گیا تھا۔!

عورت کی آنکھ میرے لئے اجنبی نہیں تھی، کس کی مجال تھی جو مجھ سے اپنی اصلیت چھپا سکے۔ اور کس کی مجال تھی جو تھیوڈوس کی کسی

کنیز کا سایہ بھی چھونے کی کوشش کرے۔

لیکن رات کے آخری پہر میں، میں نے اس عورت کی پذیرائی کی جس کا نام مرنیا تھا۔! اور جو زندگی کی آخری آرزو لے کر میرے پاس آئی تھی

"خود تمہاری زندگی کو بھی خطرہ ہے میکارا۔ لیکن میں تھیوڈوس کی فطرت سے بخوبی واقف ہوں۔ وہ تمہارا عاشق ہے اور یہ الفاظ میں نے خود اس کی زبان سے سنے ہیں۔ چنانچہ اگر میرا راز فاش ہو جائے، تو تم سارا الزام میرے اوپر ڈال دینا۔ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔"

"اور تمہارا کیا ہوگا مرنیا۔"

"آرزوؤں کے حصول کے لئے قربانی دینا ہی ہوتی ہے میکارا۔ تم میری آرزو بن گئے تھے۔ میں خود کو صبر نہ دے سکی تو میں نے زندگی قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا۔" اس نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"کس کی مجال ہے جو تمہیں میرے قرب کی سزا دے سکے۔۔۔ اگر تھیوڈوس نے ایسی کوشش کی تو میں اس کی داستانوں کو اسی سمندر میں بہا دوں گا۔"

"ایسا نہ کہو۔ دیوتاؤں کے لئے ایسا نہ کہو۔ یہ ہوائیں اس کے کانوں میں خاموشی سے سرگوشیاں کرتی ہیں۔ اسے اس کے دشمنوں سے ہوشیار کر دیتی ہیں۔" اس نے میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی اس کا دشمن نہیں ہوں۔ لیکن اگر اس نے بتایا تو اس کے لئے بڑی مشکل پیش آئے گی۔ ویسے وہ کس حالت میں ہے۔؟"

"بے ہوش ہے۔ میں نے تمہارے پاس آنے کا فیصلہ کر کے اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ بلا نوش ہے۔ لیکن میں شرابوں کی ماہر ہوں۔ مختلف شرابوں سے میں نے ایسا مرکب تیار کیا جو ہاتھی کو بھی سلا دے۔ اور ایسا لذیذ مرکب تھا کہ اس نے بہت سے جام چڑھا لیئے۔ تب میں نے چالاکی سے اپنی تینوں ساتھیوں کو بھی وہ جام دیئے۔ اور ان کے لئے اس کی تھوڑی سی مقدار ہی کافی تھی۔"

"خوب۔ تو تمہاری ساتھی کنیزیں بھی تمہارے عزائم سے ناواقف ہیں۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ موت کا راز دار کسی کو نہیں بنایا جاتا۔!"

"تب تو تمہارے لئے بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہاں سے واپس جانے کے بعد تم بھی خاموشی سے بے ہوش ہو جانا۔"

"اگر زندگی باقی ہے۔ اگر مجھے کسی نے تمہارے پاس دیکھ نہ لیا تو۔"

اور میں نے پوری پوری کوشش کی کہ اسے کوئی میرے ساتھ نہ دیکھے۔ رات کے آخری پہر میں، جب اجالا پھوٹنے میں تھوڑی دیر باقی رہ گئی، میں نے اسے دوسروں کی نگاہوں سے چھپا کر اس کی رہائش گاہ پر پہنچا دیا۔!

وہ وفور لذت سے سرشار تھی۔ اپنی خوابگاہ میں داخل ہوتے ہوئے اس نے بھی وہی الفاظ دوہرائے، جو میرا قرب حاصل کرنے کے بعد ہر نئی عورت دوہراتی تھی۔

"میکارا۔ تمہارے حسین لمس کے بعد یہ زندگی میرے لئے ایک نام سی شئے ہو کر رہ گئی ہے۔ زندہ رہوں گی تو تمہاری آرزو میں۔ مر گئی تو تمہاری آغوش کی خواہش لے کر جاؤں گی۔ میرا ہر سانس اب تمہاری امانت ہے۔ دوسروں کے لئے میں ایک مردہ روح، مردہ جسم کی حیثیت رکھتی ہوں۔ جب بھی قسمت یاور ہوئی تمہارے پاس آنے کی کوشش کروں گی۔"

اور میں مسکراتا ہوا واپس چلا آیا۔!

لیکن دوسری صبح پر سکون تھی۔ تھیوڈوس نے مجھے اپنے کمرے میں طلب کیا۔ میں بے فکری سے اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ لیکن تھیوڈوس کے چہرے پر کوئی کدورت نہیں تھی اور اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا تھا۔

"بیٹھو میکارا۔ تم نے ناشتہ کر لیا ہوگا۔؟"

"عظیم تھیوڈوس کی عنایت سے۔" میں نے جواب دیا۔

"چونکہ اب تم میرے خاص لوگوں میں شامل ہو چکے ہو۔ اس لئے میں تم سے کوئی بات پوشیدہ رکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ فیقلولیہ اب صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے۔ اور ہم اسی طور کام کرنا چاہتے ہیں، جیسے کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ فیقلولیہ کے احمق حکمران تائیورس کے پاس پہلے ہم اپنا وفد بھیجیں گے، جو اس سے گفتگو کرے گا اور حالات کا جائزہ لے گا! اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس وفد کی سربراہی تم کرو گے۔ اور اس شان سے جاؤ گے کہ تائیورس کو اپنی تباہی تمہاری شکل میں نظر آ جائے۔"

"میں حاضر ہوں عظیم تھیوڈوس۔" میں نے جواب دیا۔!

تھیوڈوس کے جہازوں نے فیقلولیہ کا بقیہ راستہ بھی طے کر لیا اور ہمیں دور سے ایک بلند قلعہ سا نظر آیا۔ جو سمندر کے بیچوں بیچ بنا ہوا تھا۔ اس وقت سب سے آگے والے جہاز پر تھیوڈوس اپنے چند جنگی سرداروں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ میں اس کے برابر موجود تھا۔ اس قلعے کو دیکھ کر تھیوڈوس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آنے لگے۔!

"التوش۔!" اس نے اپنے ایک ساتھی کو آواز دی۔ اور قوی ہیکل شخص آگے بڑھ آیا۔ "کیا ہم راستہ بھٹک گئے ہیں۔؟ کیا ہم کسی اجنبی جزیرے کی طرف آ نکلے ہیں۔؟"

"نہیں عظیم تھیوڈوس۔ اس قلعے کی فصیل پر فیقلولیہ کا جھنڈا نظر آ رہا ہے۔"

"ہاں۔ یہ سرخ رنگ اسی کا ہے۔ لیکن اس سے قبل تو سمندر میں یہ دیواریں موجود نہ تھیں۔" تھیوڈوس نے کہا۔

"شاید انہی کمزور دیواروں کی تعمیر کے بعد احمق تائیورس نے آپ کے احکامات کی تعمیل سے انحراف کی جرأت کی ہے۔" التوش نے جواب دیا۔

"شاید۔ لیکن ان دیواروں کی تعمیر بلاشبہ ایک عمدہ کارنامہ ہے۔ سنو

التوش ۔ اپنی یادداشت کی کتاب میں لکھ لو ۔ کہ جب ہم اپنی ریاست کی تکمیل کریں گے تو ایسی دیواریں ضرور تعمیر کریں گے ۔ بلاشبہ یہ دیواریں بہترین حربہ ہیں ۔"

"میں نے لکھ لیا عظیم تھیوڈوس ۔" التوش نے جواب دیا ۔

"فیقلوبیس سے اب ہمارا فاصلہ زیادہ نہیں ہے' بہتر ہے کہ ہم جہازوں کو اسی جگہ لنگر انداز کردیں ۔"

"خادم کا بھی یہی خیال ہے ۔ چونکہ تائیورس نے ایک بڑے فیصلے کے تحت عظیم تھیوڈوس سے بغاوت کی ہے' اس لئے اس نے ان دیواروں پر ہی اکتفا نہ کی ہوگی ۔"

"تمہاری ذہنی برتری کی ہم نے ہمیشہ قدر کی ہے التوش ۔ ٹھیک ہے قیام کا جھنڈا لہرا دو ۔ !" آخری الفاظ تھیوڈوس نے ایک دوسرے شخص سے مخاطب ہو کر کہے تھے ۔ اور وہ شخص گردن جھکا کر چلا گیا ۔ تھوڑی دیر کے بعد جہاز کے سب سے اونچے مستول پر ایک نیلا جھنڈا لہرانے لگا اور سارے جہازوں نے لنگر ڈال دیئے ۔

تھیوڈوس گہری نگاہوں سے اس سمندری قلعے کا جائزہ لے رہا تھا ۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کیا ۔ "میکارا ۔"

"عظیم تھیوڈوس ۔ !"

"تمہیں سمندری جنگ کا کوئی تجربہ ہے ۔ ؟"

"نہیں عظیم تھیوڈوس ۔ میں جنگ [illegible] سے دور رہا ہوں ۔ لیکن تیری [illegible]ت میں میرے دل میں بھی امنگیں ہیں ۔"

"تائیورس کے بارے میں' میں نے جو فیصلہ کیا ہے تو اس سے متفق ہے ؟"

"آنکھیں بند کر کے ۔"

"بلاشبہ تیری ہیبت ان لوگوں کے دل لرزا دے گی ۔ میں چاہتا ہوں کہ تو قاصد کی حیثیت سے جائے ۔ لیکن تیرا انداز ایسا ہو کہ وہ لوگ پہلی ہی نگاہ میں تجھ سے خوفزدہ ہو جائیں ۔"

"میں عظیم تھیوڈوس کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا ۔"

"ہم پہلی کارروائی کے طور پر تیری رائے چاہتے ہیں ۔ کیا اس قلعے کو دیکھ کر تیرے ذہن میں کوئی خیال آیا ہے ۔ ؟"

"ہاں ۔ میں چاہتا ہوں کہ وفد کی روانگی سے قبل چھوٹی کشتیوں پر بیٹھ کر پورے جزیرے کا جائزہ لیا جائے ۔ کیا یہ دیواریں جزیرے کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں ۔ ؟"

"خوب ۔ بہت خوب ۔ ہمیں تازہ ذہنوں کی پہنچ کا پہلے سے تجربہ ہے ۔ یہ خیال ہمیں بہت پسند آیا ہے ۔ کیا خیال ہے التوش ۔ ؟" تھیوڈوس نے التوش کی طرف دیکھا ۔ لیکن التوش پہلے ہی معنی خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا ۔

"انتہائی ذہانت ۔ اور تجربے کی بات کی ہے اس شخص نے ۔ اور بہت عمدہ رائے ہے یہ ۔ !"

"چمکدار ہیروں کی پرکھ میں ہماری نگاہیں بہت تیز ہیں ۔ ممکن ہے اس شخص کی شمولیت' ہماری کوئی بڑی کامیابی بن جائے ۔ چنانچہ التوش اس کی ہدایت پر پورا پورا عمل کیا جائے ۔"

دوپہر کے کھانے کے بعد چار کشتیاں پانی میں اتاری گئیں ۔ ان میں چار چار تجربے کار آدمی سوار ہوئے اور کشتیاں جزیرے کا طواف کرنے چل پڑیں ۔ پانچویں کشتی میں' میں' گیشپ' التوش اور ایک اور تجربے کار افسر سوار ہوئے ۔ ہماری کشتی ان کشتیوں کی مخالف سمت میں' جزیرے سے کافی فاصلے سے سفر کرنے لگی ! ہم دور سے اس جزیرے کا جائزہ لینا چاہتے تھے ۔

سمندر کی لہروں پر ہچکولے کھاتی کشتی مخصوص رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی ۔ قریب سے جائزہ لینے والی کشتیاں جزیرے سے ایک مخصوص فاصلہ برقرار رکھے ہوئے تھیں ۔ اور اب وہ چاروں قریب قریب سفر کر رہی تھیں ۔ اتفاق سے ہم بھی اس وقت اسی سمت میں تھے جہاں وہ کشتیاں تھیں ۔ گو ہمارا ان سے کافی فاصلہ تھا ۔ لیکن چمکدار دن تھا اس لئے ہم انھیں بخوبی دیکھ سکتے تھے ۔

اور اچانک ہم نے ان کشتیوں کی رفتار سست ہوتے ہوئے دیکھی !

"کیا یہ کشتیاں رک رہی ہیں ۔ ؟" التوش نے کہا ۔

"انھیں رکنا نہیں چاہیئے ۔"

"ارے ۔ وہ دیکھو ۔ !" اچانک گیشپ چیخ پڑا ۔ اور ہم نے دیکھا کشتی والے کسی خوف کا شکار ہو گئے تھے ۔ وہ سب جھک جھک کر نیچے دیکھ رہے تھے ۔ لیکن دور سے ہمیں سمندر میں کوئی شئے نہیں نظر آ رہی تھی ۔

"کیا قصہ ہے ۔ ؟" التوش نے پوچھا ۔ لیکن میں کیا جواب دیتا ۔ خود میری سمجھ میں بات نہیں آئی تھی ۔ ہم نے کشتی روک دی اور ان چاروں کشتیوں کو دیکھنے لگے ۔

کشتی والے اب سراسیمہ ہو گئے تھے ۔ اور پھر اچانک ہم نے کشتیاں سطح سمندر سے بلند ہوتے دیکھیں ۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کونسی غیر مرئی شئے نے انھیں سمندر سے بلند کر دیا تھا ۔ اور اس کے بعد کشتیاں الٹ گئیں ۔

"اوہ ۔ اوہ ۔ وہ شکار ہو گئے ۔ اوہ ۔ دیکھو وہ شکار ہو گئے ۔ !" التوش نے افسوس بھرے لہجے میں کہا ۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر خوف کے آثار ابھر آئے ۔

"لیکن ۔ لیکن کیا یہ سب کچھ ناقابل یقین نہیں ہے ۔ آہ ۔ کیا یہ سب ناقابل یقین نہیں ہے ۔ کسی آسمانی قوت نے کشتیوں کو سطح سے بلند کر کے اوندھا کر دیا ہو ۔"

ہم سب خاموش رہے ۔

"آئزس رحم کرے ۔ مجھے تو آثار اچھے نہیں نظر آ رہے ۔"

"کیا مطلب ۔ ؟" گیشپ نے پوچھا ۔

"تائیورس کی بغاوت ۔ ! اس کا پشت پناہ کون ہے ۔ کون ہے' جو انسانوں سے بھری کشتیوں کو سطح سمندر سے بلند کرتا ہے ۔ اور پھر انھیں اوندھا دیتا ہے ۔"

"وہ کون ہو سکتا ہے ۔ ؟" گیشپ نے پوچھا ۔

"میرا خیال ہے تم لوگ فضول گفتگو میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ آؤ۔ ہم تھیوڈوس کو اس سانحے کی اطلاع دیں۔" میں نے کہا۔

"لیں ۔۔ ہاں ۔۔ ایسے ہاں ۔۔ جلدی سے کشتی واپس موڑ دو۔۔!" التوش نے چونک کر کہا۔ اور کشتی واپس مڑ گئی ۔۔ اب وہ تیزی سے جہاز کی طرف واپس جا رہی تھی۔ درحقیقت جس انداز میں کشتیاں اُلٹی تھیں، وہ میرے لئے بھی حیرت انگیز تھا اور میرے ذہن میں تجسس جاگ اٹھا تھا۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہماری کشتی تھیوڈوس کے جہاز کے پاس پہنچ گئی اور ہم نے دیکھا کہ تھیوڈوس ہمارا منتظر ہے۔ کشتی کو جہاز کے ساتھ ہی رہنے دیا گیا اور ہم رسّیوں کے ذریعے اوپر پہنچ گئے۔

ہمارے اوپر قدم رکھتے ہی تھیوڈوس ہمارے پاس آ گیا۔ "آؤ ۔ آؤ جوانو، کیا تم کوئی عمدہ بات معلوم کر کے آئے ہو؟"

"ہمارے پاس کوئی اچھی خبر نہیں ہے عظیم تھیوڈوس۔" التوش نے کہا۔

"اوہ ۔۔ التوش ۔ گدھے ۔۔ مجھے کوئی بُری یا اچھی خبر سناتے وقت منہ مت لٹکایا کر، صرف خبر سنایا کر۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اچھی اور بُری خبر میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔" تھیوڈوس نے غضبناک ہو کر کہا۔

"تھیوڈوس اعظم ۔۔ ہم نے دیکھا ۔ جائزہ لینے والی کشتیاں اچانک سطح سمندر سے بلند ہوئیں ۔ اور پھر اُلٹ گئیں ۔ ایسا حیرت ناک واقعہ، اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"اور ان میں بیٹھے لوگ کیا ہوئے۔؟"

"سمندر برد ہو گئے۔ اس کے بعد نہ اُبھرے۔"

"کیا یہ کو اس [illegible] کشتیاں سطح سمندر سے اوپر اُٹھ گئی تھیں؟"

"[illegible] گواہ ہیں ۔۔؟" التوش نے ہماری طرف اشارہ کر کے کہا۔

"[illegible] ہیں ۔؟"

"[illegible] عظیم تھیوڈوس ۔ لیکن اس انوکھے واقعے کے بارے میں معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ کس طرح رونما ہوا۔ جس طرح تو نے سمندر کی دیواریں دیکھیں۔ اسی طرح تائیورس پانی کے اندر بھی کوئی ترکیب کر سکتا ہے۔" میں نے کہا

"نہیں اجنبی ۔ نہیں میکارا۔ سمندر کسی کا مطیع نہیں ہے وہ کسی کی برتری قبول نہیں کرتا ۔ کس کو مجال ہے کہ اسے حکم دے کہ ہمارے دشمنوں کو بلند کر کے خود میں سمو لو ۔ سوائے دیوتاؤں کے ۔۔ سوائے اُن کے جو آسمانی قوتوں کے مالک ہیں۔" التوش نے جلدی سے کہا۔

"تیرا کیا خیال ہے التوش ۔ کیا دیوتاؤں کی مدد سے تائیورس ہمیں شکست دے سکتا ہے؟"

"نہیں عظیم تھیوڈوس۔ تھیوڈوس اعظم پر اسکاروس کا سایہ ہے۔ میں صرف اس واقعے کے بارے میں بتا رہا ہوں۔" التوش نے لرز کر کہا۔ اس کی عجیب حالت تھی۔ ایک طرف تھیوڈوس کا خطرہ تھا کہ کہیں اس کے عتاب کا شکار نہ ہو جائے، تو دوسری طرف جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اسے بھی نہیں بھول سکتا تھا۔

"تب تو خوفزدہ کیوں ہے۔؟"

"میں خوفزدہ نہیں ہوں تھیوڈوس اعظم۔"

"تو سُن ۔ بہادر میکارا کیا کہتا ہے۔ سُن اس کا کیا خیال ہے ۔ اور یہ بھی سُن کہ اس شخص کی میں دل سے قدر کرنے لگا ہوں۔ تو اس واقعے کے بارے میں کس طرح معلوم کرے گا میکارا۔؟" تھیوڈوس مجھ سے مخاطب ہو کر بولا

"میں کشتی لے کر اس جگہ جاؤں گا تھیوڈوس اعظم۔ جہاں میں نے ان لوگوں کی کشتیوں کو بلند ہوتے دیکھا تھا۔۔ اور پھر پتہ چل جائے گا کہ وہ سب کیا ہے۔!"

"خوب ۔ بہت خوب ۔ کب جائے گا۔؟"

"ابھی ۔ تیری اجازت کے بعد۔"

"تنہا جائیگا۔؟"

"ہاں ۔۔ اگر ان میں سے کوئی خوشی سے میرے ساتھ جانا پسند کرے تو ٹھیک ہے ۔ ورنہ یہ کام تنہا بہتر طور سے انجام دیا جا سکتا ہے۔"

"کیوں ۔؟ تم میں سے کون میکارا کے ساتھ جانا پسند کرے گا؟" تھیوڈوس نے دوسرے لوگوں کو دیکھا۔

"جیسے عظیم تھیوڈوس حکم دے۔" سب مری ہوئی آواز میں بولے اور تھیوڈوس نے قہقہہ لگایا۔

"سُنا تو نے میکارا۔ سُنا تو نے ۔ ان سب کو موت آ گئی ہے ۔ حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ موت جس آسانی سے تھیوڈوس کے پاس مل سکتی ہے ۔ کہیں اور نہیں ۔ تاہم ۔۔ ان بزدلوں کو ان کی جگہ رہنے دے ۔ تو تائیورس کے سمندر میں رہنے والے دیوتاؤں کا حال معلوم کر۔! لیکن کیا تو تجھے یقین ہے کہ تو زندہ واپس آ سکے گا۔؟"

"نہ آ سکا تو کسی دوسرے مشن کو تیار کر لینا تھیوڈوس۔"

"دیوتاؤں کی قسم ۔ تو واپس آئے گا! تائیورس کے دیوتا تیرے عزم کو شکست نہ دے سکیں گے ۔ میں تیرے لئے دیوتاؤں سے خاص دُعا کروں گا میرے اُن سے بہت اچھے تعلقات ہیں۔"

"تو پھر میں جاؤں، کشتی نیچے موجود ہے۔"

"ہاں ۔۔ جا ۔۔ اور واپس آ کر مجھے تائیورس کی اس چال کے بارے میں اطلاع دے ۔" میرے قریب کھڑے ہوئے لوگوں نے اس انداز سے مجھے دیکھا، جیسے میرے دماغ میں فتور ہو۔

لیکن میں تجسس میں ڈوبا ہوا تھا ۔ میں جلد از جلد اس حیرت انگیز واقعے کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ان لوگوں کی آنے والے حالات کی کوئی پرواہ نہیں کی ۔ اور پھر میں تھیوڈوس سے اجازت لے کر نیچے اُتر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس کشتی کو اپنے مضبوط ہاتھوں سے کھیتا ہوا اس طرف جا رہا تھا، جہاں میں نے ان لوگوں کو ڈوبتے ہوئے دیکھا تھا ۔ میری نگاہیں پانی کے نیچے کا جائزہ لے رہی تھیں ۔ لیکن کافی دور تک مجھے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی جس سے میں کوئی اندازہ لگا سکتا، یہاں

تک کہ میں اس جگہ پہنچ گیا، جہاں ان لوگوں کی کشتیاں ڈوبی تھیں۔

اور اچانک ۔۔۔ میں نے سمندر سے کوئی چیز ابھرتے دیکھی۔ میں اس کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہ لگا سکا تھا کہ میری کشتی اوپر اٹھنے لگی۔ میں نے جھک کر ان رسیوں کو دیکھا، جو میری کشتی اٹھا رہی تھیں۔ اور پھر میری نگاہ دُور تک چلی گئی۔ تب میری سمجھ میں بات آگئی۔ تائیورس نے سمندر کے نیچے بہت اچھا انتظام کیا تھا۔ اور ۔۔۔ یہ دیوتاؤں کی امداد نہیں بلکہ خود انسانوں کا اپنی حفاظت کے لئے ذہانت سے بھرپور کارنامہ تھا۔!

اتنا ہی سوچا تھا کہ ایک طرف کی رسی نیچے گر پڑی ۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی کشتی بھی اُلٹ گئی۔!

ہوں ۔۔۔ تو یہ ہے سمندر کے دیوتا کا کارنامہ ۔۔۔! میں نے سوچا۔ اور پھر میں پانی میں بیٹھتا چلا گیا۔ کئی خونخوار آدم خور مچھلیاں میری طرف لپکیں۔ انھوں نے مجھ پر حملہ کیا … اور میں نے اپنا خوفناک چھرا نکال لیا۔ یہ چھرا میرے لباس میں موجود … چنانچہ میں نے آدم خور مچھلیوں کا غرور توڑ دیا۔ میرے بھرپور وار نے اُن کے ٹکڑے کر دیئے۔ اور وہ تو صرف خون کی رسیا تھیں، چنانچہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئیں۔ اور میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

اب میں سمندر کے نیچے اس عظیم الشان جال کو دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ یہ مافیسرا۔ فیقولیہ کے تائیورس نے بلاوجہ ہی تھیوڈوروں سے دشمنی مول نہیں لی تھی۔ اُس نے پہلے اس کے انتظامات کئے تھے۔ پانی کے نیچے رسیوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ یہ رسیاں اتنی موٹی تھیں کہ بلاشبہ جہازوں تک کو روکنے کے کام آسکتی تھیں۔ بلکہ اُن کی … جہاز اُلٹے جا سکتے تھے۔ خوب ذہانت سے کام لیا گیا تھا۔ میں سمندر … دُور تک جائزہ لیتا رہا۔

اس دوران مجھے بہت سی آدم خور مچھلیوں کا صفایا بھی کرنا پڑا تھا۔ لیکن رسیوں کا جال نہ جانے کہاں تک پھیلا ہوا تھا۔ میں اس کے پھیلاؤ کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ تب میں نے سطح پر گردن ابھاری۔ نہ جانے کہاں تھا میں، البتہ جزیرے کی دیواریں صاف نظر آرہی تھیں۔

اس کا مطلب ہے کہ میں جزیرے سے زیادہ قریب ہوں ۔۔۔ تو ۔۔۔ تو پھر کیوں نہ اس جزیرے کا معائنہ کر لیا جائے۔ ظاہر ہے میں تھیوڈوروں کا وفادار نہیں تھا۔ میں سچ مچ اس کا ملازم تو نہیں تھا۔ ذرا دیکھوں تو ۔۔۔ یہ حضرت تائیورس کیا شئے ہیں ۔۔۔ اور ان کا کیا انداز ہے۔ جبکہ تھیوڈوروں تو ان عام لوگوں کی طرح تھا جو ظالم اور جابر ہوتے ہیں اور جن کی نگاہوں میں انسانی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ وہ کوئی پسندیدہ شخصیت نہیں تھی۔ سارا کا دوسرا روپ ۔۔۔!

اور پھر سارا کے حشر سے مجھے کوئی دکھ نہیں ہوا تھا۔

لیکن تائیورس ۔۔۔ کم از کم یہ ذہین ہے۔ جس کا اندازہ رسیوں کے اس جال سے ہوتا ہے۔ جو سمندر میں آسانی سے نہیں پھیلایا جا سکا ہوگا! بہرحال تائیورس سے ملاقات کی جائے۔

اور اس خیال کے تحت میں نے دیوار کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔

یہ وہ دور تھا پروفیسر ۔۔۔ جب یونان علوم و فنون میں وہ دسترس، وہ کمال رکھتا تھا جو آج تک کی دنیا میں حیرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ۔۔۔ اور پروفیسر یہ سرزمین یونان تھی۔ میں یونان کے علاقے میں تھا۔ گو مجھے ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ لیکن بعد میں مجھے یہ سرزمین اس قدر بھائی پروفیسر ۔۔۔ کہ میں نے ایک طویل عرصہ اس سرزمین پر گزارا۔ بہرحال میں دیوار کی طرف تیرتا رہا، یہاں تک کہ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن دیوار میں کوئی رخنہ، کوئی سوراخ نہیں تھا۔ اپنے لئے جگہ بنانا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا لیکن ابھی میں تائیورس کی سرزمین پر کوئی جارحیت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں دیوار کے سہارے سہارے آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ میں ایک بڑے سوراخ کے پاس پہنچ گیا۔ جو پانی کے نیچے چھپا ہوا تھا۔ پانی اس سوراخ سے اندر جاتا تھا اور پھر واپس آجاتا تھا۔ میں نے داخلے کے لئے یہ مناسب جگہ سمجھی۔!

لیکن ۔۔۔ سوراخ کے دوسری طرف ایک چھوٹے کمرے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ جس میں کائی جمی ہوئی تھی اور اندر کائی کی وجہ سے بالکل تاریکی تھی۔ پانی اسی کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آجاتا تھا۔ لیکن اس کمرے کی موجودگی کیا حیثیت رکھتی ہے ۔۔۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا۔ کہ کمرہ روشن ہو گیا۔

یہ روشنی چھت سے آئی تھی ۔۔۔ اور چھت میں ایک چوکور سوراخ کھلا ہوا تھا۔ پھر اس سوراخ سے ایک چہکار سنائی دی۔

"آگئے ۔۔۔ آؤ ۔۔۔ آؤ ۔۔۔ میرے ہاتھ کا سہارا لے لو۔ آؤ اوپر آجاؤ ۔۔۔!"

اور میں چونک پڑا۔ بولنے والے کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے لیکن کیوں نہ اس کی غلط فہمی سے فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور مجھے اوپر کھینچنے والا کافی طاقتور تھا۔ چند لمحات کے بعد میں ایک بڑے سے ہال کے فرش پر تھا لیکن اس ہال کی چھت بہت ہی بلند تھی۔ اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا ہاں سیڑھیاں ضرور تھیں جو اوپر تک چلی گئی تھیں۔

تب میں نے اپنے مددگار کو دیکھا۔ ادھیڑ عمر کا ایک سرخ و سفید شخص تھا۔ چہرے پر بچوں کی سی معصومیت اور نرمی تھی۔ اس کا لباس بے حد ڈھیلا ڈھالا تھا۔!

"آؤ میرے معزز مہمان۔ جانتے ہو تمہارے انتظار میں کتنا وقت گزار چکا ہوں۔"

"کتنا ۔۔۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ میرا خیال تھا دونوں ہاتھوں سے بوڑھے کا سر دبا دوں، اتنی زور سے کہ اس کا بھیجہ نکل پڑے اور اس طرح میرا راز، راز رہے گا۔

"پورے اٹھارہ چاند۔ پورے اٹھارہ چاند۔" اس نے جواب دیا۔ "پورے اٹھارہ چاند گزر گئے۔ میں اس عمارت سے باہر نہیں نکلا۔ نکل کر کرتا بھی

کیا۔ لوگ میرا مذاق اڑاتے۔ تم یوں سمجھ لو۔ تمہاری آمد پر میری زندگی کا دارومدار تھا۔ اگر تم نہ آتے تو مجھے خودکشی کرنا پڑتی۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔؟" میں نے پوچھا۔

"گستاک۔ لیپاس گستاک۔" اس نے جواب دیا۔

"تمہیں کس کا انتظار تھا۔؟"

"تمہارا۔" اس نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

"تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو گستاک۔ میں وہ نہیں ہوں جس کا تمہیں انتظار تھا۔" اور میری بات پر گستاک نے ایک قہقہہ لگایا جیسے کافی محظوظ ہوا ہو۔

"اس غلط فہمی کی تشریح کر دو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام جانتے ہو۔ یا خواہ مخواہ دانت نکال رہے ہو۔" نہ جانے کیوں میں جھلا گیا۔

"اوہ۔ اوہ۔ اوہو۔ یہ تو بہت معمولی سی بات پوچھی تم نے بتاؤ کونسا نام پوچھنا چاہتے ہو۔؟" اس نے کہا۔ اور میں چونک پڑا۔

"کونسے نام سے کیا مراد ہے تمہاری۔؟"

"گزرے ہوئے دور کا نام۔ اس سے پہلے کا' اس سے پہلے کا' یا اس سے پہلے کا۔!"

"کیا کہہ رہے ہو۔؟" میں بھونچکا رہ گیا۔

"یا پھر موجودہ نام۔ میرا خیال ہے۔ میرا خیال ہے موجودہ نام میکارا ہے۔ ہاں میکارا ہی ہے۔" اور پروفیسر تم خود اندازہ لگا لو' اس وقت میری کیا حالت ہوگی۔

"تم کون ہو بوڑھے آدمی۔؟" میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا۔

"آہا۔ آہا۔ آہا۔ ہاہا۔ میں جانتا تھا اب کہو تو اس کے بعد یا اس سے پہلے کی حرکتیں بھی بتا دوں۔ جو تم نے یہاں کی ہیں۔ یا کرنے والے ہو۔؟" بوڑھے نے کہا۔

"بتاؤ۔!"

"بیٹھ جاؤ گے۔ اب تم بیٹھ جاؤ گے۔" اس نے اسی سکون سے کہا۔ اور مجھے ہنسی آ گئی۔ تب میں ایک جگہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

"چلو یہی سہی۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا! لیکن تم میری حیرت دور کر دو۔ تمہیں میرا نام کس طرح معلوم ہوا۔؟"

"انوکھے شخص۔ یعنی کہ موجودہ میکارا۔ تم کس قسم کے انسان ہو۔ میں اٹھارہ چاند سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اور تم اسی اجنبیت کی گفتگو کر رہے ہو۔ مجھ سے گھل مل جاؤ۔ مجھ سے دوستی کرو۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تم اگر پاگل بھی ہو تو دنیا کے سب سے انوکھے پاگل۔ میں سخت حیران ہوں۔"

"نہیں میرے دوست۔ حیرانی کی ضرورت نہیں۔ تم تو میری صلاحیتوں کا امتحان ہو۔ تمہاری موجودگی سے تو مجھے عزت ملے گی۔ تم مجھے میرا صحیح مقام دو گے۔ اگر تم پسند کرو۔ تو آؤ۔ میں تمہیں اپنی وہ تحریر دکھاؤں جس کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ تمہیں کیا معلوم کہ میں کب سے اس سوراخ کے پاس بیٹھا تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

میری سمجھ میں اس شخص کی کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ لیکن بہر حال مجھے حیران کرنے کے لئے یہی کافی تھا کہ ایک اجنبی شخص نے مجھے میرا وہ نام بتایا تھا جسے اختیار کئے ہوئے مجھے چند روز بھی نہ گزرے تھے۔ اور وہ بھی ایک ایسی سرزمین کے اجنبی نے جہاں میں بہر حال ایک دشمن کی حیثیت سے داخل ہوا تھا۔

"آؤ گے میرے ساتھ۔؟" گستاک نے پوچھا۔

"ضرور۔ کیوں نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور گستاک سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ عجیب عمارت تھی۔ سیڑھیوں نے ہمیں چھت پر پہنچا دیا۔ چھت پر بھی ایک ہال تھا' لیکن یہاں کے سامان پر بے حد گرد جمی ہوئی تھی۔ اس ہال میں بھی کوئی دروازہ نہیں تھا۔ بلکہ اسی انداز کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔

گستاک ہال میں رک گیا۔ اور پھر اس نے ایک الماری کی گرد جھاڑی' اور اس میں سے ایک لفافہ اٹھا لیا جو چمڑے کا تھا۔ اس میں سے اس نے ایک کاغذ نکالا اور اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ پھر اس نے کاغذ میرے حوالے کر دیا۔

"پڑھو۔ اسے پڑھو۔" اور یونانی زبان کی ایک تحریر میرے سامنے آ گئی۔

"تم اسے پڑھ کر سناؤ گستاک۔" میں نے کہا۔

"سنو۔ اے شہنشاہ۔ اے فیقلولیہ کے محافظ' سن۔ کہ میں اشلاک اور بحرون کی سترہ کرنوں میں سے ایک ایک کرن سے واقف ہوں۔ میں ان کرنوں سے پھوٹنے والی کہانیاں پڑھنے کا ماہر ہوں۔ اور سن کہ یہ دونوں ستارے مجھے کیا کہانیاں سناتے ہیں۔ اے نایوریں عظیم۔ مجھے عزت دے کہ وہ شخص میرا دوست ہوگا جو تیری تقدیر سے استرون اور رہدروج کی نحوست مٹائے گا۔ اور جو تیری سلطنت کی ایک عظیم شخصیت ہوگا۔ تو اے شہنشاہ مجھے میرا مقام دے۔ میں عزت و خلعت کا مستحق ہوں۔

تو پوچھا شہنشاہ نے کہ کہاں ہے وہ شخص۔ اور میں نے اشلاک کی کرنوں میں اسے ڈھونڈ نکالا۔

"بہت سے چاند گزریں گے۔ تب وہ سمندر کے ایک سوراخ سے برآمد ہوگا۔ اور انوکھی خبر لائے گا۔"

"تو کیا خوبی ہوگی اس میں۔؟" سوال کیا اس زیرک نے۔ تو جواب دیا یوں میں نے۔!

"وہ سراپا خوبیوں کا مالک ہوگا۔ کہ آگ اسے نہیں جلاتی۔ کہ پانی اس کا محافظ ہے۔ کہ طاقتیں اس پر شرمندہ ہوں گی۔! اور اس کا بدن سنہرا چمکدار ہوگا۔ اور موت اس کی دوست ہوگی کہ دوست دوستوں کو نقصان نہیں پہنچاتے۔"

تو جواب دیا شہنشاہ نے۔ کہ اے شخص وہ کہاں ہے۔ اسے میرے

سامنے لا۔ تب بلاشک تو مستحق ہوگا عزت و خلعت کا۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ حق دوں گا تجھے تیرا۔ اور درباری ہنس پڑے۔

یہ وہ تحریر ہے سنہری بدن والے۔ کیا آگ تجھے جلاتی ہے۔ کیا پانی تجھے ڈبوتا ہے۔ جواب دے مجھے کیا میرا علم جھوٹا ہے؟

"یہ علم تو نے کہاں سے پایا گستاک۔۔؟"

"مجھے میرے باپ نے دیا۔ مرتے وقت اس نے میرا ہاتھ ستاروں کی طرف بلند کر کے کہا کہ ستارو۔ دوست رہنا اس کے۔ تعاون کرنا اس سے۔ تو اشلاک اور بحرون مسکرا دیئے اور میرا باپ خوش ہو کر مر گیا۔"

"تو ستارہ شناس ہے؟"

"ہاں۔ میرے دوست، میرے محسن یہی دو ستارے ہیں۔"

"بے شک تو میرا دوست ہے۔ کیا تو اپنے باپ کی مانند مجھے ستاروں کا فن دے گا۔؟"

"افسوس۔ میرا تعلق صرف انہی دو ستاروں سے ہے۔ لیکن فیقلولیہ میں تجھے ایسے ہزاروں ستارہ شناس مل جائیں گے جو تجھے بہت کچھ دے سکیں گے۔"

"کیا یہ ستارہ شناسوں کی زمین ہے؟"

"اس سے آگے تجھے علم و حکمت کے خزانے ملیں گے! میں ناچیز کیا حیثیت رکھتا ہوں۔؟"

"آہ۔ علم و حکمت کی اس سرزمین کی حفاظت تو میرا فرضِ اولین ہے میں اسے نہ مٹنے دوں گا۔ اور اے شخص میں نے تیری دوستی قبول کی۔ بے شک میں وہی کروں گا [illegible] ہی بہتری ہوگی۔"

"کیا یہی الفاظ [illegible]ن کے۔ کیا یہی نہ بتایا تھا اس نے مجھے؟" گستاک خوش ہو کر بولا۔

"انھوں نے تجھے بہت کچھ بتایا ہوگا! لیکن مجھے پہلے کچھ کھانے کو دے میں بھوک محسوس کر رہا ہوں۔ ہاں اس عمارت میں تیرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے؟"

"مجھ پاگل کے ساتھ کسی نے رہنا پسند نہیں کیا۔ مذاق اڑانے والوں کا خیال تھا کہ ایک دن یہاں سے میری لاش سے تعفن اٹھ رہا ہوگا اور وہ کبھی نہیں آئے گا جس کا مجھے انتظار رہتا۔"

"ہوں۔!" میں نے اس ستارہ شناس کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھا۔ بہرحال وہ قابلِ قدر تھا۔ اور میں دل سے اس کی عزت کرنے لگا تھا۔ تب اس نے بہت سی الماریوں سے کھانے پینے کا باسی سامان نکالا اور میرے سامنے رکھ دیا۔ گو کھانا لذیذ نہ تھا تاہم میں نے اسے کھا لیا۔! اور پھر میں نے اس سے پوچھا۔

"اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے گستاک؟"

"رات کو اپنے محسنوں سے مشورہ کریں گے۔ اس کے بعد کوئی قدم اٹھائیں گے۔!"

"ٹھیک ہے۔ اس وقت تک میں آرام کروں گا۔" میں نے کہا۔

"کیا یہ جگہ تیرے لئے مناسب ہے۔؟"

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔ میں آنکھیں بند کر کے دراز ہو جاتا ہوں۔ تاریکی پھیلنے پر مجھے اٹھا دینا۔" اور اسی فطرت کا مالک تھا میں پروفیسر۔ مجھے احمق تھیوڈوس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ میں تو اب تائیورس۔ بلکہ فی الحال گستاک کا ساتھی تھا۔ چنانچہ میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ اور اس وقت جاگا جب گستاک زور زور سے میرا شانہ جھنجھوڑ رہا تھا۔!

"آسمان پر کہکشاں رقصاں ہے۔ میرے دوست حیران نگاہوں سے مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ آ۔ ان سے ملاقات کریں۔ اور ہاں میں نے تیرے لئے عمدہ خوراک کا بندوبست کیا ہے۔"

"میں اٹھ گیا۔ اور میں نے گستاک کے ساتھ آخری بلندی کی سیڑھیاں بھی طے کیں اور کھلی ہوا میں پہنچ گیا۔ میرے دوست نے ستارہ شناسی کے لئے بہت عمدہ جگہ منتخب کی تھی۔ آسمان پر چاند نکلا ہوا تھا۔ ستارے بکھرے ہوئے تھے، دور دور تک فیقلولیہ کی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اس ٹھنڈے اور حسین منظر کو دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا۔

اور پھر میں اس جگہ بیٹھ گیا جہاں میرے دوست گستاک نے کہا۔ یہاں پھل اور شراب رکھی ہوئی تھی۔ میرے دوست نے جام بھرے اور مجھے پیش کئے تب اس نے ستاروں کی طرف انگلیاں اٹھائیں۔ اس کے سامنے کاغذ اور روشنائی رکھی ہوئی تھی جو اس دور میں رائج تھی۔

"اشلاک اور بحرون کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"چاند کے انتہائی بائیں جانب۔ ان نیلگوں روشنی والے دونوں ستاروں کو دیکھ، جن کی مسکراہٹ عسطرہ کی مسکراہٹ سے زیادہ حسین ہے۔"

اور اربوں ستاروں کے درمیان بھی میری نگاہوں نے ان ستاروں کو تلاش کر لیا۔ ستاروں سے میری بھی دوستی تھی، لیکن ابھی گستاک کے سامنے میری کوئی حیثیت نہ تھی۔! ستارے مجھے دیکھ کر شناسائی کے انداز میں مسکرا دیئے۔!

"تو کیا کہا تھا تیرے اشلاک نے تجھ سے میرے بارے میں۔؟" میں نے پوچھا

"یہی کہ۔ تو ایک ایسا انسان ہوگا جس کا زائچہ زمین پر موجود نہ ہوگا!"

"کیوں۔؟"

"اس لئے کہ تیری عمر ان ستاروں کی طرح ہے۔ طویل۔ اور اندازے سے دور۔"

"تیرا کیا خیال ہے۔؟"

"میرا اعتماد ستاروں پر ہے۔"

"گویا تیرے خیال سے میری عمر بہت طویل ہے۔؟"

"ستاروں کی زبان میں۔"

"کتنی ہوگی میری عمر۔ کتنی گزر چکی ہے اور کتنی باقی ہے۔؟"

"اتنی گزر چکی ہے کہ انسانی ذہن اسے قبول نہیں کرے گا۔ اور اتنی باقی ہے کہ انسانی ذہن اس کا تعین نہیں کر سکتا۔" گستاک نے ایک خوبصورت جواب دیا۔

"لیکن کیا تجھے اس پر یقین ہے؟"

"اس کا اظہار کر چکا ہوں۔"

"کیا اس سے قبل بھی تیرے علم میں ایسی لمبی عمر والے آئے ہیں۔۔؟"

"نہیں۔"

"پھر تجھے ستاروں کے بیان پر حیرت نہیں ہے۔"

"حیرت اپنی جگہ۔۔ یقین اپنی جگہ۔"

"اور کیا کہا ہے تیرے دوستوں نے تجھ سے میرے بارے میں۔۔؟"

"یہی کہ آگ تیری دوست ہے۔۔ پانی تیرا محافظ ہے اور تو انوکھا انسان ہے ان تمام انسانوں سے جو روئے زمین پر ملتے ہیں۔"

"ہوں۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر میں نے کہا۔ "تو گستاک پوچھ اپنے ان دوستوں سے کہ میں کس لئے آیا ہوں۔"

"میرے دوست مجھے مایوس نہ کریں گے۔" گستاک نے بڑے اعتماد سے کہا اور ستاروں پر نگاہ جما دی۔ پھر وہ روشنائی سے کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچتا رہا اور پھر چونک پڑا۔

"اوہ۔۔ اوہ۔۔ تو کس رنگ میں سامنے آیا ہے۔۔ اوہ۔ کیا تیرا یہ رنگ تشویشناک نہیں ہے۔۔؟"

"کیا مطلب۔۔؟"

"کیا تائیورس کے دشمن کا بیڑہ قریب موجود نہیں ہے۔۔؟" اور پروفیسر میں سخت حیران رہ گیا۔ پھر میں نے کہا۔

"وہ دشمن کون ہے۔۔؟"

گستاک نے لکیر دیکھی۔۔ اور بولا۔ "تھیوڈوس۔ بحری قزاق۔۔ سنگدل شخص۔۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ مجھے ایک نیا تجربہ ہو رہا تھا۔ "میرے بارے میں کیا کہتے ہیں تیرے دوست۔۔؟"

"یہی کہ تو دوست کی حیثیت سے اس زمین پر نہیں آیا۔ لیکن اس کے وجود تو دوست ہے۔"

"وہ کیسے۔۔؟"

"تیرا ذہن یہاں آ کر بدل گیا ہے۔"

"تو ٹھیک کہتا ہے میرے دوست گستاک۔۔ لیکن سن۔۔ میری دوستی تیرے شہنشاہ کو بہت فائدہ پہنچائے گی۔ لیکن شرط یہی ہے کہ تو مجھے ستارہ شناسی سکھائے گا۔"

"میرے مخلص۔۔ میں اپنا سارا علم تجھے دے دوں گا۔۔ بلکہ بھروسہ کر میرا اور پر کہ تائیورس تجھ سے فائدہ حاصل کر کے تیرا دوست بن جائے گا اور پھر بڑے بڑے کامل فن تیرے استاد ہوں گے۔"

"تو مجھے تائیورس سے کب ملا رہا ہے۔۔؟"

"کل۔۔ کل صبح ہی شان سے تائیورس کے محل کی طرف جاؤں گا اور تو میرے ساتھ ہو گا۔"

"میں صبح کا منتظر ہوں۔۔" میں نے کہا۔

اور پھر دوسری صبح پروفیسر۔ گستاک اپنی کمین گاہ سے نکلا۔ اس نے کمین گاہ کی ایک دیوار توڑی تو لوگ حیران رہ گئے۔۔ اس عمارت کے دوسری طرف ایک بھرا ہوا بازار تھا۔۔ جہاں خوبصورت لوگ خریداری میں مصروف تھے۔۔ یہ بات میرے علم میں تھی کہ اہلِ فیقولیہ کو تھیوڈوس کی آمد کی اطلاع ہے۔ لیکن یہاں کے لوگ اس خوفناک شخص سے ذرا بھی خوفزدہ نہیں معلوم ہوتے تھے۔۔!

ہمیں دیکھ کر لوگوں کا مجمع ہو گیا۔ "آہ۔ گستاک۔ کیا تیرا دعویٰ پورا ہو گیا۔ حیرت ہے کہ تو ابھی تک زندہ ہے۔۔ مگر تیرے ساتھ یہ کون ہے۔۔؟ اوہو۔۔ کیسا انوکھا شخص ہے۔۔؟ اس کا بدن کیسا چمکدار ہے۔"

"اے لوگو۔ گستاک نے کہیں اسی چمکدار اجنبی کے بارے میں تو نہیں کہا تھا۔؟"

"اس بند عمارت میں یہ اجنبی کہاں سے آگیا۔"

"تو کیا اس ستارہ داں کی پیش گوئی درست تھی؟"

بہت سی آوازیں ابھر رہی تھیں۔۔ اور گستاک کے چہرے پر فخر کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔۔!

"اے گستاک۔۔ سچ بتا۔ کیا یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں تو نے کہا تھا۔"

"تم خود دیکھ لو۔۔ روشن آنکھ کے اندھو۔ کیا اس میں سرمو فرق ہے۔ کیا یہ میرے الفاظ کی ہو بہو تصویر نہیں ہے۔۔؟"

"ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے۔۔ کیا تو اب شہنشاہ تائیورس کے حضور جا رہا ہے؟"

"ہاں۔۔ میں اس سے اس کا وعدہ پورا کراؤں گا۔"

"ہماری دعائیں تیرے ساتھ ہیں ستارہ شناس۔۔ بے شک تیرے باپ نے تجھے عمدہ فن دیا تھا۔ بلاشبہ تو زیرک و دانا ہے۔" لوگوں نے عقیدت سے کہا اور پھر حیرت زدہ مجمع ہمارے پیچھے چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم تائیورس کے محل کے باہر تھے۔ لیکن محل سے دور تائیورس کے خادموں نے ہمیں روک لیا۔۔ وہ لوگ بھی گستاک کے واقف کار معلوم ہوتے تھے۔!

"کہاں جا رہے ہو گستاک۔۔؟"

"شہنشاہ تائیورس کو میری آمد کی اطلاع دو۔"

"تمہارے ساتھ یہ کون ہے۔؟"

"میری پیش گوئی۔"

"بے شک تمہاری کھینچی ہوئی تصویر ہمارے ذہنوں میں تازہ ہے لیکن ستارہ شناس، کیا ستاروں نے تمہیں نہیں بتایا کہ ان دنوں تائیورس محل میں نہیں رہتا۔۔ اور کیا تمہیں اس بند عمارت میں یہ نہیں معلوم ہوا کہ فیقولیہ آج کل تشویش کا گھر ہے۔؟"

"نہیں اس لئے کہ میری توجہ اس طرف نہ تھی۔"

"تو ہم سے سنو۔۔ تم اس وقت تائیورس سے نہ مل سکو گے۔۔ وہ سمندر کی آنکھ میں ہے۔!"

"میں وہیں جاؤں گا!" گستاک نے کہا۔ اور واپس پلٹ پڑا۔ حیرت زدہ

لوگ مجھے دیکھ رہے تھے۔ گستاک میرے ساتھ پلٹ پڑا۔ اور اب اس کا رخ دوسری سمت تھا!

میں دلچسپی سے اس خوبصورت شہر کی بناوٹ دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ یہ جزیرہ سبزے، درخت اور پھولوں کا جزیرہ تھا۔ چھوٹے چھوٹے خوشنما بازار۔ سڑکیں گلیاں۔ مکانات۔ صاف ستھرے۔ اہل شہر کے ذوق کے مظہر، صاف ستھرے لوگ، خوبصورت عورتیں اور پیارے پیارے بچے۔! بدنصیب تھیوڈوس اس گلزار کو تباہ کرنے آیا ہے۔!

نہیں نہیں۔ سمندر کے ویرانوں کا رہنے والا اس گلزار کی قدر کیا جانے؟ میں اس کی حفاظت کروں گا اور یوں بھی یہ علم و فن کا دفینہ میرے لیے بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ سو میرا ذہن پلٹ گیا۔۔ پروفیسر۔ اور میں نے تھیوڈوس کے بارے میں بُرے انداز سے سوچنا شروع کر دیا۔ ہمیں ایک طویل فاصلہ طے کرنا پڑا۔ تب ہم سمندر کی آنکھ تک پہنچ سکے۔ یہ ایک مینار نما عمارت تھی جو کافی بلند تھی۔ اس جزیرے میں، میں نے ایک خاص بات دیکھی، شہنشاہ کا عظیم الشان محل تھا۔ پہرےدار تھے، ہر طرح سے حکمراں کی اہمیت تھی، لیکن شہر کے عام انسانوں کو شہنشاہ تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ یہاں حفاظت اور خوف کی فضاء نہ تھی۔ جیسے شہنشاہ کا کوئی دشمن ہی نہ ہو۔

جس عمارت کو سمندر کی آنکھ کہا گیا تھا اس کے باہر بھی چند لوگ موجود تھے۔ گستاک کو شاید جزیرے کے سبھی لوگ پہچانتے تھے، ممکن ہے ایک سنکی انسان [illegible] حیثیت سے۔ یہاں بھی لوگوں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا تھا۔

"اوہ۔ گستاک [illegible] قید ختم ہوگئی۔؟" ایک شخص نے کہا۔

"تائیورس کو [illegible] اطلاع دو۔!" گستاک نے اکڑ کر کہا۔

"شہنشاہ اس وقت مصروف ہے۔ کیا اس کے باوجود تم اسے تکلیف [illegible] ناپسند کرو گے۔؟"

"اسے سلامتی کی دعا دو۔ اور کہو کہ گستاک اس سے ملاقات کا خواہشمند [illegible] اگر وہ بہت مصروف ہے تو آئندہ ملاقات کا وقت دے۔"

"جاؤ بھئی۔ گستاک کا پیغام شہنشاہ کو دو۔" ایک شخص نے دوسرے [illegible] کہا اور دوسرا آدمی عمارت کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ اُسے واپسی [illegible] میں خاصی دیر لگ گئی تھی۔

"ہر چند کہ شہنشاہ کی توجہ سمندر کی طرف ہے۔ لیکن گستاک کا نام سنکر [illegible] کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور اس نے فوراً اسے طلب کر لیا ہے۔"

"آؤ۔!" گستاک اکڑ کر بولا۔ اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ پہرےدار [illegible] نے ہمیں روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس مینار نما گول عمارت میں بھی [illegible] کی سیڑھیاں تھیں۔ جن کے ذریعے ہم بہت زیادہ بلندی تک پہنچ گئے اور [illegible] کا اختتام ایک انتہائی حسین طرز سے سجے ہوئے ہال میں ہوا تھا۔

[illegible] تائیورس موجود تھا۔ اس کے ساتھ کئی تجربےکار بوڑھے اور چند [illegible] دراز قامت اور وجیہہ شخصیت کے حامل نوجوان تائیورس نے گستاک [illegible] اور مسکرا پڑا۔ پھر اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور اس کی مسکراہٹ کافور ہو گئی۔

"ارے دیکھنا۔ سارزوس۔ ایلپاس۔ یہ اجنبی کون ہے۔؟" وہ حیرت بھری آواز میں بولا۔ اور اب ساری نگاہیں مجھ پر چپکی تھیں۔

"ربِ یندور کی قسم۔ ربِ ارزاس کی قسم۔ یہ تو ہو بہو وہی ہے۔ جس کی تصویر گستاک نے کھینچی تھی۔ اے شخص کیا تو نے اسے اس مینار میں تیار کیا ہے جس میں دروازے نہ تھے۔؟" ایک نوجوان نے کہا۔

"نہیں۔" تائیورس کی آواز گونجی۔ "تم۔ ۔ ۔ ۔ اس کی شان کے خلاف کچھ نہ کہو گے۔" اور نوجوان شرمندہ ہو گیا۔! تب تائیورس نے گستاک سے نرمی سے کہا۔ "معزز گستاک بیٹھو۔! گو میں اس وقت بے حد مصروف ہوں۔ لیکن اس کے باوجود اس اجنبی کے بارے میں جاننا پسند کروں گا، جو تمہارے قول کے مطابق ہے۔"

"میں نے پورے اٹھارہ چاند اس کے انتظار میں گزارے ہیں۔ ربِ ارزاس کی قسم یہ وہی ہے جس کی میں نے پیش گوئی کی تھی۔"

"کیا یہ سمندر سے برآمد ہوا ہے۔؟"

"ہاں۔ سمندر کے علاوہ اور کہاں سے آتا۔ میرے علم نے مجھے [illegible] تھا۔" گستاک نے کہا۔

"اور تم نے جو کچھ کہا تھا" اس پر پورا اُترتا ہے؟"

"اترے گا۔ جب میرے علم نے ایکبار مجھ سے دغا نہیں کی، تو کبھی نہیں کرے گا۔"

"اجازت ہو تو اس نوجوان سے بھی کچھ گفتگو کروں۔؟"

"ضرور۔ ضرور۔ یہ میری بات کی تصدیق کرے گا۔" گستاک نے کہا۔

"ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا گستاک کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے لیکن ہم اپنے طور پر اس نوجوان سے گفتگو کریں گے۔"

"تیرا شکریہ تائیورس۔ لیکن کیا تو اب بھی میرے کمال کا اعتراف نہیں کریگا؟"

"ہم بہت جلد تیرے اعزاز کا اعلان کریں گے۔" تائیورس نے کہا اور گستاک خوشی سے پھولا نہیں سمایا۔ "بس اب تو جا سکتا ہے۔"

"اوہو۔ لیکن میرا دوست۔؟ کیا وہ میرے ساتھ نہیں جائے گا۔؟"

"تیرا دوست ہمارے پاس تیری امانت ہے۔ ہم اسے واپس کر دیں گے۔ لیکن ابھی نہیں۔"

"اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے گا۔؟"

"تو اطمینان رکھ۔!" نرم دل تائیورس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے سوچا جو شخص اتنا نرم دل، اتنی نفیس طبیعت کا مالک ہو۔ وہ زیرک اور ذہین تو ہو سکتا ہے۔ بُرا ہرگز نہیں۔ چنانچہ تائیورس نے میرے ساتھ بھی نرمی کا ثبوت دیا۔

"چمکدار شخص تیرا نام کیا ہے۔؟"

"میکارا۔!" میں نے جواب دیا۔

"کہاں کا باشندہ ہے۔؟"

"کائنات کا۔!" میں نے کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

"کوئی سرزمین میرا وطن نہیں ہے۔ جہاں قدم اٹھ گئے۔ تو مجھے دنیا گرد سمجھ لے تایورس۔"

"لیکن گستاک کا کہنا ہے کہ تو سمندر سے برآمد ہوا ہے۔" تایورس نے کہا۔

"اس کا کہنا درست ہے۔"

"پھر بھی۔ تو کہیں پیدا ہوا ہوگا۔ تیرے والدین تیری بستی کے دوسرے لوگ بھی ہوں گے۔"

"جیسا کہ گستاک نے کہا۔ تیری دنیا نجوم کی دنیا ہے۔ اپنے عالموں سے پوچھ۔ کیا میں نے غلط کہا۔"

"میں نے تیرے اوپر دروغ گوئی کا الزام نہیں لگایا۔ لیکن۔ تیری باتیں بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔" تایورس نے کہا اور پھر مجھے بیٹھنے کے لیے ایک نشست پیش کی۔

"میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ دنیا دیکھ رہا ہوں اور بس۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

"کیا تو بتائے گا کہ سمندر میں تو کیا کر رہا تھا۔؟"

"میں تیرے دشمن تھیوڈوس کے ساتھ یہاں تک پہنچا ہوں۔" میں نے کہا اور وہاں جتنے لوگ موجود تھے، سب چونک پڑے، خود تایورس کے چہرے میں بھی تبدیلیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر دوسروں کی طرف۔ تب اس نے خود پر قابو پا کر سوال کیا۔

"تھیوڈوس سے تیرا کیا تعلق ہے۔؟"

"تھیوڈوس مجھے اپنے وفاداروں میں سمجھتا ہے۔"

"اور۔ تو۔؟"

"میں دنیا ساز ہوں۔ مجھے تھیوڈوس کی ذات سے دلچسپی ہوئی چنانچہ میں نے اسے رام کر لیا۔ اب میں اس احمق کو کیا کہوں جس نے مجھے اپنا آلۂ کار بنانا چاہا۔ جبکہ میں تو صرف ایک محقق ہوں۔"

"ربِ ارزاس کی قسم۔ تیری گفتگو میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ تو انوکھا انسان ہے۔" تایورس نے گردن جھٹک کر کہا۔

"سن تایورس۔ مجھے غور و خوض کے بعد ایک بات بتا۔ میں ایک اجنبی شخص ہوں تیرے لیے۔ لیکن اگر میں تجھ سے کہوں کہ میں تیرا دوست ہوں، گو تیرے دشمن کے پاس سے آیا ہوں۔ تو کیا تو یقین کرے گا؟"

"تو سن اے اجنبی۔ میں نے دیوتا ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا میں ایک فانی انسان ہوں۔ دیوتاؤں جیسا ظرف اور دیوتاؤں کی سی قوت نہیں رکھتا۔ تو ایک کمزور انسان ہونے کی حیثیت سے میں خود میں یہ ہمت نہیں پاتا کہ تیرے اوپر بھروسہ کروں۔ ہاں۔ میں قرطیس کے علم پر بھروسہ رکھتا ہوں کہ یہ اس جزیرے کا سب سے بڑا نجوم داں ہے۔ اگر وہ تیرے بارے میں مجھے بھروسہ دلا دے تو میں آنکھیں بند کر کے تجھ پر یقین کر لوں گا۔" تایورس نے جواب دیا۔

"تو سب سے پہلے تو اس شخص سے مشورہ کر۔ میرے اور تیرے درمیان گفتگو اس وقت مناسب ہے گی۔" میں نے جواب دیا۔ اور تایورس ایک سفید ریش بوڑھے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیا تو میری مدد کرے گا قرطیس۔؟" تایورس نے پوچھا۔

"میں حاضر ہوں۔" سفید ریش بوڑھے نے کہا۔ اور پھر اس نے ایک تختی پر اپنا حساب کتاب شروع کر دیا۔ میں دلچسپی سے بوڑھے کو دیکھ رہا تھا۔ اور پروفیسر اس کے بعد میں نے اس بوڑھے کی زبان سے جو کچھ سنا اس نے مجھے سخت حیران کر دیا۔

"تایورس اعظم۔ میرا علم جو کچھ بتاتا ہے۔ ممکن ہے وہ تیرے لیے باعثِ الجھن بن جائے۔"

"اس کے باوجود میں سننا چاہتا ہوں قرطیس۔"

"تو سن۔ چادرِ فلک پر اس شخص کا کوئی ستارہ نہیں ہے۔ یوں اس کی حیثیت انسانوں سے جدا ہو جاتی ہے لیکن جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے کہ یہ ایک باہوش اور مکمل انسان ہے۔ ہم نے اسے انسان ہی پایا ہے، چاند، سورج اور ستاروں کی کرنوں سے اسکے سر کو چھو کر اس کا زائچہ بھی تیار کیا ہے۔ لیکن وہ اس کا ماضی بتانے سے معذور ہیں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے قرطیس۔!" تایورس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ستارے یہی کہتے ہیں۔ البتہ اس کا زائچہ میں بتا سکتا ہوں۔"

"وہ کیا ہے۔؟" تایورس نے پوچھا۔

"جیسا کہ ظاہر ہے۔ یہ دنیا کا سب سے انوکھا انسان ہے اور جیسا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں باہوش ہوں اور اپنے علم سے ہمیشہ کا مخلص۔ سو۔ میں نے اپنے علم سے معلوم کیا اس کو۔ اور سن تایورس اس انوکھے انسان کی کہانی کہ صدیاں اس کی آنکھوں میں رچی ہوئی ہیں۔ ہاں تایورس۔ اس کا نام میکلا نہیں ہے۔ نہ ہی اس کا نام تھا اور نہ ہی اس سے قبل کے نام اس کے اپنے تھے، صدیوں نے اسے مختلف نام دیئے ہیں اور حیرت ہے کہ اس کے جسم کی غذا آگ ہے۔ آگ۔ اس کی زندگی کو حرارت بخشتی ہے اور یہ جوانی حاصل کرتا ہے۔ لیکن یہ دیوتا نہیں ہے۔ ربِ ارزاس کی قسم یہ دیوتا نہیں ہے۔" قرطیس نے کہا۔

"پھر یہ کیا ہے قرطیس۔؟"

"میرا علم یہ جواب نہیں دیتا۔!" قرطیس نے بے بسی سے کہا۔

"یہ درست ہے کہ یہ سمندر سے برآمد ہوا ہے۔؟"

"ہاں۔ گستاک نے اسے سمندر سے پایا ہے اور اسی سوراخ سے جس میں وہ اس کا منتظر تھا۔"

"گویا گستاک کا بیان درست اور اس کا علم سچا ہے!"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"تو میرے دوست۔ میرے انوکھے مہمان۔ اب میں تجھ سے سکون سے گفتگو کر سکتا ہوں، گو قرطیس کے بیان پر مجھے حیرت ہے۔ لیکن بہرحال مجھے انوکھے لوگ پسند ہیں۔ ہاں تو نے یہ کیا کہا کہ تو تھیوڈوس کا ساتھی ہے۔"

"تجھ سے گفتگو کرنے سے قبل میں ایک سوال تجھ سے کروں گا تایورس!"

"ضرور — میں خلوص سے تیرے سوال کا جواب دوں گا۔"

"اوّل — کیا تجھے اپنے منجم قرطیس پر اعتماد ہے۔؟"

"خود سے زیادہ —" قرطیس نے جواب دیا۔

"گویا تو اس کے بیان سے مطمئن ہے۔"

"دعویٰ کرتا ہوں کہ اس کا علم غلط نہیں ہو سکتا۔"

"یہ تیری نیک نیتی کی دلیل ہے کہ اپنے ساتھیوں پر بھروسہ کرتا ہے۔ تو سن لے کہ میں جو کچھ تجھ سے کہوں گا اس میں بال برابر کھوٹ نہیں ہے۔ چونکہ تیری دنیا سے مجھے اتنی زیادہ دلچسپی نہیں ہے کہ میں اس کے لئے ان لوگوں کے سامنے جھوٹ بولوں — جو مجھ سے کمتر حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے میں جب کہتا ہوں کہ میں سچ بول رہا ہوں، تو میں صرف سچ بولتا ہوں۔"

"میں تیری باتوں پر بھروسہ کروں گا۔!" تایورس نے کہا۔

"میں تیرا دوست ہوں۔" میں نے کہا۔ "سن میں سمندر میں سو رہا تھا جب میری آنکھ کھلی تو میں ان سمندری چٹانوں میں تھا جہاں سمندر کی انوکھی مخلوق رہتی ہے۔ لیکن ان کی دنیا مجھے پسند نہ آئی۔ اور میں سمندر میں سفر کرنے لگا۔ تب مجھے تھیوڈوس کے جہاز نظر آئے اور چونکہ میں آوارہ گرد ہوں [illegible] مجھے نئے نئے جہان دیکھنے کا شوق ہے چنانچہ میں تھیوڈوس کے جہازوں کی طرف چل پڑا۔ اور وہاں مجھے ایک ایسے انسان کی حیثیت سے اٹھا لیا گیا جو سمندر میں ڈوب رہا تھا۔!

میں نے وہاں اپنی شخصیت کا پرچار نہیں کیا، بلکہ ایک سادہ سی زندگی گزار دی۔ اور اسی دوران مجھے معلوم ہوا کہ تھیوڈوس فیقلولیہ نامی [illegible] جزیرے پر حملہ [illegible] رہا ہے۔ تب میں نے تھیوڈوس کے بارے میں [illegible] تفصیل معلوم کی [illegible] اس بحری قزاق سے کوئی دلچسپی نہیں تھی [illegible] وہ مجھ میں دلچسپی لینے لگا۔ اور اس نے میرے اوپر بہت سا بھروسہ [illegible] یوں ہم فیقلولیہ تک پہنچ گئے۔ اور وہاں سے چار کشتیاں یہ [illegible] چل پڑیں کہ سمندر کی دیوار نے اپنا حصار کہاں ختم کیا ہے، سو [illegible] سطح سے بلند ہوئیں اور ان پر بیٹھے ہوئے لوگ پانی کی نذر ہو گئے [illegible] میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ بات میں کیسے فراموش [illegible] تھا۔ چنانچہ میں نے تھیوڈوس کو پیشکش کی کہ میں کشتیوں کے بلند ہونے [illegible] معلوم کروں گا، جبکہ اس کے دوسرے ساتھی اسے دیوتاؤں کا کارنامہ [illegible] ہے۔

سو میں چل پڑا — اور بالآخر میں نے یہ راز معلوم کر لیا۔!"

"کیا مطلب —؟" تایورس نے درمیان میں دخل دیا۔

"ہاں تایورس — میں نے اس کا راز معلوم کر لیا — اور بلاشبہ [illegible] کارنامہ دیوتاؤں کی مانند انجام دیا ہے۔"

"تم نے کیا معلوم کیا نوجوان —؟" تایورس نے بے چینی سے پوچھا۔

"سمندر میں بچھائے جانے والے رسیّوں کے موٹے جال آسانی [illegible] بچھا[ئے] گئے ہوں گے اور پھر ان رسیوں کے سرے کسی ایسی مشین سے لپیٹے گئے جنہیں بے شمار انسان چلاتے ہوں گے۔ اس طرح کشتیاں اوپر اٹھ جاتی ہیں اور نہ صرف کشتیاں، بلکہ جتنی موٹی رسیاں ہیں وہ ہلکے پھلکے جہاز کو بھی ڈبو سکتی ہیں۔"

"اوہ — اوہ — لیکن اجنبی — یہ تو — یہ تو مناسب نہیں ہے کہ تم ان کے بارے میں اس قدر جانو — یہ تو ہمارا ایک مقدس راز ہے۔"

"راز عموماً مجھے معلوم ہو جاتے ہیں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"اور تم بہرحال تھیوڈوس کے ساتھی ہو۔"

"تھا — اب نہیں ہوں۔"

"مجھے معاف کرنا میرے دوست۔ اس معاملے میں، میں کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔" تایورس نے کہا۔

"میرے اوپر بھروسہ کرنا ہو گا تایورس — کیونکہ لوگ عموماً میرے معاملے میں بے بس ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"مجھے تمہیں گرفتار کرنا پڑے گا اور اس وقت تک بند رکھنا ہو گا جب تک تھیوڈوس یہاں سے شکست کھا کر واپس نہ چلا جائے۔"

"میری دوستی اپنا تایورس تیرے لئے فائدہ مند ہو گی۔ سن میرا مشورہ ہے کہ اس بارے میں بھی اپنے نجومیوں سے گفتگو کر۔ ممکن ہے وہ تیری رہنمائی کریں۔" میں نے کہا۔

بات بگڑ رہی تھی اور میں بہرحال ان اچھے لوگوں کو نقصان نہیں پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ میں تایورس کے ہاتھوں قید کی زندگی گزاروں — یہ تو کوئی اچھی بات نہیں تھی۔

تایورس میری اس بات پر غور کرنے لگا۔ پھر اس نے قرطیس سے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے قرطیس۔"

"میرا خیال ہے میں اس کی نیت کے بارے میں اندازہ لگا سکتا ہوں۔"

"تب پھر بتاؤ۔ جلدی بتاؤ۔ مجھے بھی گستاک کے نہان کو، اس کی امانت کو تکلیف پہنچا کر خوشی نہیں ہو گی۔" اور سفید ریش قرطیس نے پھر اپنا حساب کتاب شروع کر دیا۔ وہ تختی پر آڑی ترچھی لکیریں بناتا رہا اور کافی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھائی — وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا پھر اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔

"کیا میں اس کے سامنے ہی سب کچھ کہوں تایورس۔؟"

"ہاں قرطیس۔ تم جانتے ہو کہ میں مصلحتوں کا قائل نہیں ہوں۔ براہ راست اقدام کرتا ہوں اور کھُل کر کرتا ہوں — اس لئے جو کچھ ہے اس کے سامنے کہو۔ تاکہ اس کے دل میں کوئی خیال نہ آئے۔"

"تو سن اے تایورس — کہ اس نے جو کچھ کہا ٹھیک کہا۔ بلاشبہ اس کی نیت میں کھوٹ نہیں ہے۔ یہ ہماری زمین کے علم و فن سے متاثر ہے اور اس کے بارے میں جاننے کا خواہشمند ہے۔ اور اگر اس سے آگے کی بات سننا چاہتا ہے تایورس، تو وہ بھی سن۔ اگر اس سے دشمنی مول لی گئی، تو یہ تنہا ہی فیقلولیہ کے لئے خطرۂ عظیم بن سکتا ہے اور اس وقت حالات سنبھالے

نہ سنبھل سکیں گے۔!"

"ہوں۔" تایورس نے گردن جھکالی۔ چند ساعت آنکھیں بند کئے کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "میکارا۔ بھروسہ کر میری بات پر کہ میں تجھ سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ لیکن جو کچھ کہا قرطیس نے اس پر یقین ہے مجھے۔ اور میں تجھے اپنوں میں تسلیم کرتا ہوں خواہ اب تو میرے خلاف کچھ بھی کرے۔ تو میرے دوست آ۔ ہم دوستی کی رسم ادا کریں۔"

اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ اور پھر مجھے سینے سے لپٹا لیا۔ میں نے بھی دل صاف کر لیا تھا۔ چنانچہ ہم دوستوں کی مانند گلے ملے۔ اور پھر ایسا لگا جیسے تایورس نے سارے خدشات ذہن سے دور کر دیئے ہوں۔ اُس نے گہرے دوستوں کا سا سلوک کیا میرے ساتھ۔!

"بلاشبہ تو بے حد ذہین ہے میکارا۔ لیکن اگر تجھے پسند نہ ہو تو میں کسی دوسرے نام سے تجھے پکاروں۔؟"

"نہیں۔ مجھے ناموں سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔"

"تو نے رسّیوں کا راز کیسے جانا۔؟ اور تو کیسے اس خوفناک خوفناک سمندر سے بچ کر دیوار تک پہنچا۔؟"

"اس کے لئے میرے تیز چھرے نے بہت سی آدم خور مچھلیوں کو ٹھکانے لگایا۔ اور جب سمندر میں ان کا خون بکھر گیا تو انھوں نے میرا تعاقب چھوڑ دیا۔"

"خوب۔ خوب۔ تو بہادر ہے۔ لیکن تیرے بارے میں جو عجیب کہانی قرطیس نے سنائی ہے وہ تقریباً ناقابلِ یقین ہے۔ تاہم تو جانتا ہے کہ مجھے قرطیس پر اندھا اعتماد ہے۔"

"میں اس کا کوئی جواب نہ دے سکوں گا۔"

"بہرحال۔ اب میری اور تیری دوستی قائم ہو چکی ہے۔ ہم اعتماد کی فضا میں گفتگو کریں گے۔ کیا تو مجھے تھیوڈوس کے بارے میں مزید کچھ بتائے گا۔؟"

"اس سے قبل تیری اس سے ملاقات نہیں ہوئی تایورس۔؟"

"نہیں۔ لیکن میرا باپ اسے تاوان ادا کرتا تھا اور یہ بات مجھے ہمیشہ سے ناپسند تھی۔ میں نے اس ناپسندیدگی کا اظہار اپنے باپ سے کیا تو اُس نے مجھے بچوں کی طرح سمجھایا۔ اس نے کہا کہ اسکے بحری بیڑے کی طاقت عظیم ہے۔ ہم چھوٹی سی فوج سے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تب میں نے اپنے باپ سے کہا کہ اگر میں برسرِ اقتدار آیا۔ تو میں تھیوڈوس کو جزیہ نہیں دوں گا۔

میرا باپ مجھے سمجھاتا رہا۔ لیکن میں نے اس کی بات کو دل سے نہیں تسلیم کیا تھا۔ اور پھر میں نے دَرپردہ تیاریاں شروع کر دیں۔ میرا باپ تھیوڈوس کو پابندی سے خراج ادا کرتا رہا۔ اور میں اس کے خلاف تیاریوں میں مصروف رہا۔ اور میں نے یہ محسوس کیا کہ اب میں حکمتِ عملی سے کام لے کر تھیوڈوس سے مقابلہ کر سکتا ہوں۔ لیکن افسوس۔ افسوس۔ میرے باپ کی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ تھیوڈوس کی شکست دیکھے بغیر مر گیا۔!"

"تجھے تھیوڈوس کی ساری قوت کا علم ہے تایورس۔؟"

"نہیں۔ لیکن میں اپنی قوت، اور دیوتاؤں کی مدد پر بھروسہ رکھتا ہوں۔"

"کیا تو مجھے اپنی قوت کے بارے میں بتائے گا۔؟"

"ضرور۔ لیکن اس وقت جب تو مجھے تھیوڈوس کی قوت کے بارے میں بتائے گا۔"

"یہ تو میرا فرض ہے۔ سُن۔ تیرے سامنے تھیوڈوس کے جہاز پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک ایک جہاز میں، کئی کئی سو انسان ہیں۔ سب کے سب جنگجو ہیں اور جدید ہتھیاروں سے مسلح ہیں۔!"

"کیا اس کے پاس بڑے بڑے پتھر پھینکنے والی مشینیں ہیں؟"

"ہاں۔ وہ مشینیں اُس نے بلندی پر نصب کی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ بہرحال وہ سمندر میں ہے، اور ہماری حدود میں داخل نہ ہونے پائے گا۔ ہاں تو مجھے اس کی پوشیدہ قوت کے بارے میں بتا رہا تھا۔"

"تو چالاک ہے تایورس۔ میں نے کسی پوشیدہ قوت کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں تھیوڈوس کے حالات تجھے بتا سکتا ہوں۔ اس کی خواہش ہے کہ وہ کسی خشک جگہ پر قبضہ کر کے اپنی ایک سلطنت تیار کرے۔ اور پھر اس کے جنگجو سپاہی قرب و جوار کے جزیرے فتح کر کے ایک بڑی قوت بن جائیں۔ اس لئے اُس نے اپنا لوٹ مار کا مال ایک جگہ جمع کیا ہے اور وہیں اس کی پوری قوت موجود ہے۔"

"اوہ۔ شکریہ میرے دوست۔ یہ میری معلومات میں اضافہ ہے، اور میرا خیال ہے کہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں گا۔"

"تاہم۔" میں نے کہا۔ "کیا تم اس موجودہ بحری بیڑے سے نپٹنے کی قوت رکھتے ہو۔؟"

"مجھے دیوتاؤں پر بھروسہ ہے۔!" تایورس نے بڑے اعتماد سے کہا۔ اور میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ ان دیوتاؤں نے یہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ شکر ہے ابھی مجھے دیوتا نہیں بنایا گیا تھا۔ ورنہ عموماً میری حیثیت یہی رہتی تھی۔ بہرحال ان دیوتاؤں کی صحیح تعداد مجھے آج تک نہیں معلوم ہو سکی پروفیسر۔ نہ ہی میں اُن کے وجود سے آگاہ ہوا۔!"

"کیوں۔؟ تم نے نیموں دیوتا کی زیارت کی تھی۔؟" پروفیسر خاور نے کہا۔

"میں تم سے اسی سوال کا متوقع تھا۔ میرا خیال ہے تمہارے الفاظ میں جو حقیقت چھپی ہوئی ہے۔ وہی ان دیوتاؤں کی حقیقت ہے۔ تہذیب پرورش پا رہی تھی۔ لیکن اذہان پوری طرح جوان نہیں ہوئے تھے۔ کوئی ٹھوس لائحہ عمل برائے انسانیت نہیں تیار ہوا تھا۔ لوگ اس طاقت کو نہیں پہچان سکے تھے جو صحیح طاقت رکھتی ہے، اور یہ سلسلہ یونہی چل رہا تھا کہ تیز بارش ہوئی اور سیلاب آ گیا۔ تو اسے پانی کے دیوتا کی حیثیت دے دی گئی۔ آگ لگ گئی اور اس نے جنگل کے جنگل سیاہ کر ڈالے تو اسے بھی دیوتا تسلیم کر لیا گیا۔ انسان ازل سے طاقت کے سامنے جھکتا آیا ہے۔ اور اسی طاقت کو اس نے دیوتا کا لفظ دیا۔ چنانچہ یقیناً کچھ چیزوں کو انھوں نے بھی دیوتا تسلیم کر لیا ہوگا۔ لیکن یونان کی سرزمین تو دیوتاؤں

ہی کا مسکن تھی ۔ بعد میں مجھے ان کے دیوتاؤں کے بارے میں معلوم ہوا تو میں حیران رہ گیا ۔ لیکن ان کی تفصیل میں تمہیں آئندہ بتاؤں گا ۔ ان دیوتاؤں کے ساتھ میری خوب گزری پروفیسر ۔ اور یقین کرو، انہیں دیوتاؤں کی وجہ سے میں نے طویل عرصہ سرزمین یونان میں گزارا ۔

بہر حال ۔ اس سے زیادہ میں تائیورس سے اور کیا معلوم کرتا ۔ تب تائیورس نے مجھ سے پوچھا ۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے میکارا ۔ ؟"

"میں تمہاری سرزمین پر رہنا چاہتا ہوں ۔"

"بصد خوشی ۔ لیکن کیا تم تھیوڈورس کے پاس واپس جانا پسند نہیں کرو گے ۔ ؟"

"اگر یہ جزیرہ میرے لئے تنگ ہے تو میں تمہارے اوپر بار نہیں بنوں گا ۔"

"ربِ ارزاس کی قسم ۔ یہ بات نہیں ہے ۔ میری بھی یہی خواہش ہے کہ تم اس بحری قزاق کے پاس واپس نہ جاؤ ۔ اور میری قلمرو میں ایک باعزت زندگی گزارو ۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں تائیورس ۔ تمہارے جزیرے میں رہ کر میں علم نجوم سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔ مجھے بھی اس کا شوق ہے ۔"

"بخوشی ۔ !" تائیورس نے جواب دیا ۔ اور اسی وقت ایک طرف سے [illegible] ۔ !

"عالی ظرف تائیورس ۔ تھیوڈورس کے جہاز کی جانب سے ایک کشتی سیدھی جزیرے کی طرف چلی ہے ۔ اس پر [illegible] نشان موجود ہے ۔"

"اوہ ۔ اسے [illegible] اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ ہونے پائے ۔"

"یہ قاصد ہیں تائیورس ۔ اگر میں ان کے درمیان ہوتا تو ان کا قائد میں ہوتا ۔ ان کا اصل مقصد اتمامِ حجت کرنا ہے اور صحیح معنوں میں تمہاری تیاریوں کے بارے میں معلوم کرنا ہے ۔" میں نے کہا ۔

"اوہ ۔ خوب ۔ بہت خوب ۔ سنو ۔ میکال ۔ تم سنو ۔ ساحل پر چلے جاؤ ۔ قاصدوں کو آنے دو ۔ لیکن ان کی جتنی تعداد ہو اتنی ہی لبادے لے جاؤ ۔ [illegible] ان کے چہروں سے لے کر نیچے تک ڈال دو ۔ خبردار ۔ وہ کچھ دیکھنے نہ پائیں ۔"

"بہت بہتر تائیورس اعظم ۔ " میکال نے کہا ۔ اور پھر وہ چلا گیا ۔

"اس اطلاع کے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں میکارا ۔ میں تمہیں اس کا صلہ دوں گا ۔"

"صلہ ۔ مجھے تیری محبت کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیئے ۔ تائیورس ! صلہ کا خیال دل سے نکال دے ۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور تائیورس مجھے [illegible] نگاہوں سے دیکھنے لگا ۔ پھر اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور بولا ۔

"آؤ ۔ میں تمہیں سمندر کی آنکھ دکھاؤں ۔" اور میں اٹھ گیا ۔ تب میں نے دیکھا کہ عمارت میں جھروکے بنے ہوئے ہیں ۔ اور ان جھروکوں سے سمندر صاف [illegible] تھا ۔

"خوب ۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا ۔

"یہ تھیوڈورس کے جہاز ہیں ۔"

"ہاں ۔ میں دیکھ رہا ہوں ۔"

"اور مجھے اس کشتی کے بارے میں اطلاع دی گئی تھی ۔ ؟" تائیورس نے ایک کشتی کی طرف اشارہ کیا اور پھر معنی خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر بولا ۔ "کیا تم ان قاصدوں کا سامنا کر سکو گے میکارا ۔ ؟"

"کیوں نہیں ۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں تھا ۔"

"تب ٹھیک ہے ۔ تھیوڈورس اعظم کو پہلی تکلیف یہی پہنچنی چاہیئے ۔"

"کیا حرج ہے ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

"اب آؤ ۔ تمہیں کچھ اور دکھاؤں ۔" تائیورس نے کہا اور مجھے دوسرے جھروکے پر لے آیا ۔ "دیکھو ۔ اس سے دوسری سمت دیکھو ۔" اور یہاں سے میں نے دیکھا تو سمندر کی دیوار کا اوپری حصہ نظر آنے لگا ! یہ دیوار کافی موٹی تھی اور اس پر تائیورس کی ٹڈی دل فوج تعینات تھی ۔ فوجی چاق و چوبند تھے ۔ پتھر پھینکنے والی مشینوں کے جال بچھے ہوئے تھے ۔ بڑے بڑے کڑھاؤ تھے، جن میں سیال کھول رہے تھے ۔ ان کے نیچے آگ روشن تھی ۔

"یہ تھیوڈورس کے استقبال کی تیاریاں ہیں ۔"

"اور بڑا بھیانک ہوگا یہ استقبال ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

"بیشک ۔ مجھے دیوتاؤں کی تائید حاصل ہے ۔ !" تائیورس نے عقیدت سے کہا اور میں نے اس کے بارے میں اس سے کوئی سوال نہیں کیا ۔ پھر تائیورس نے اپنے آدمیوں کو ہدایات دیں اور سمندر کی آنکھ یعنی اس عمارت سے میرے ساتھ باہر نکل آیا ۔ جہاں سے سمندر کا دور دور تک نظارہ کیا جا سکتا تھا ۔

سو ہم ایک مخصوص گاڑی میں سوار ہوئے اور محل کی طرف چل پڑے ۔ بے شک تائیورس میں ایک اچھا دوست بننے کی بہت سی صلاحیتیں موجود تھیں ۔ جس طرح مجھ سے گھل مل گیا تھا یہ اس کی خوبی اور نیکدلی تھی ۔ تو پھر میں بھی کوئی برا آدمی نہیں تھا ۔ دوستوں کے ساتھ دوست، اور دشمنوں کے ساتھ دشمن ۔ !

پھر ہم محل پہنچ گئے ۔ یہاں بھی تائیورس نے مجھے اپنے ساتھ رکھا تھا ۔ اور پھر وہ مسکراتے ہوئے بولا ۔ "اگر تم پسند کرو میرے دوست ! تو میں تمہارے لئے نفیس لباس مہیا کردوں ۔ تاکہ تم اس لباس میں قاصدوں کے سامنے آؤ ۔ آہا ۔ کیسے حیران ہوں گے وہ لوگ، گویا لطف آجائے گا ۔"

"ضرور تائیورس ۔ میں تیری ہر خوشی پوری کرنے کو تیار ہوں ۔"

"بہت بہت شکریہ میرے دوست ۔" تائیورس نے خوش ہو کر کہا ۔ اور پھر اس نے اپنے محل کے ایک کمرے میں پہنچ کر لکڑی کی ٹکٹکی میں لٹکے ہوئے کسی دھات کے ایک گھنٹے پر ضرب لگائی ۔ !

دو خادم اندر آکر جھک گئے تھے ۔

"میرے دوست ۔ میکارا کو دیکھو ۔ اور اس کے لئے فوری طور پر ایک خوبصورت لباس مہیا کرو ۔ تاکہ یہ ہم میں سے معلوم ہو ۔" خادموں نے گردن جھکائی اور باہر نکل گئے ۔

"بیٹھو میکارا ۔۔ نہ جانے کیوں تمہاری آمد سے میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوگئی ہے ۔۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں نے ایک اچھا دوست پا لیا ہے۔"

"میں تیرا اچھا دوست ثابت ہوں گا تائیورس ۔"

"لیکن میرے پیارے ساتھی ۔۔ مجھے حیرت ہے، تمہارے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ انسانی حقیقتوں سے دور ہے ۔۔ پھر تم کیا ہو ۔۔؟"

"میرے بارے میں تشویش مت کر میکارا ۔۔ میں جو کچھ ہوں، تجھ پر ظاہر ہو جاؤں گا۔"

"مجھے تشویش نہیں ۔۔ صرف تجسس ہے ۔ تاہم میں اس سے آگے نہیں بڑھوں گا ۔۔ بے فکر رہ ۔۔!" تائیورس نے کہا اور پھر ایک چوبدار نے اندر آنے کی اجازت مانگی اور اندر آگیا۔

"جنرل لیپاس اجازت طلب ۔۔۔" وہ رکا ۔ میری طرف دیکھا اور بولا۔

"کرتے ہیں ۔"

"اوہ ۔۔ بھیجدو ۔۔!" تائیورس نے کہا اور اس کے ہونٹوں پر ایک پیاری سی مسکراہٹ پھیل گئی ۔ تب دروازے سے ایک بلند قامت نوجوان اندر داخل ہوگیا۔ چھریرا بدن تھا، مخصوص قسم کے فوجی لباس میں ملبوس تھا ۔ لیکن چہرہ ۔۔ نوجوانوں میں اتنے حسین اور پرکشش چہرے کم ہی نظر آتے ہیں ۔۔ میری نگاہ اس پر جم کر رہ گئی۔ نوجوان نے بھی مجھے دیکھا اور کئی ساعت تک دیکھتا رہا ۔ تب تائیورس نے ہمارا تعارف کرایا۔ "جنرل لیپاس، میرے دوست میکارا ۔ انوکھی شخصیت کے مالک اور میکارا، لیپاس نہ صرف میری فوجوں کا جنرل ہے بلکہ میرا چھوٹا بھائی بھی ہے ۔۔ نو عمر ہے لیکن اس کی فوجی مہارت دیکھ کر تم دنگ رہ جاؤ گے۔"

"خوب ۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور نوجوان بھی مسکرا دیا۔

"یہ بات میرے علم میں آئی ہے کہ تھیوڈوس کی طرف سے قاصد آئے ہیں۔" لیپاس نے کہا۔

"ہاں ۔۔ تھوڑی دیر کے بعد پہنچنے والے ہیں ۔ اچھا ہوا تم آگئے ۔۔ میں تمہارے پاس اطلاع بھیجنے والا تھا۔"

"میں حاضر ہوگیا ہوں۔" لیپاس نے کہا ۔ اس کی آواز سے بھی کسی قدر ظاہر ہو رہی تھی ۔ بہرحال بے پناہ پرکشش شخصیت کا حامل تھا یہ شخص بھی۔

تب وہ ملازم واپس آگئے جنہیں لباس کی فراہمی کے لئے بھیجا گیا تھا ۔ اور انہوں نے لباس مہیا ہو جانے کی اطلاع دی ۔۔! اور تائیورس میری جانب دیکھ کر کھڑا ہوگیا۔

"لباس تبدیل کر لو میکارا ۔۔ میرا خیال ہے تمہارا داخلہ اس وقت ہونا چاہیے جب تھیوڈوس کے قاصد اپنی کہانی کہہ چکے ہوں۔"

"مناسب ہے ۔" میں نے جواب دیا ۔ اور پھر میں خادموں کے ساتھ باہر نکل آیا ۔ خادم مجھے لئے ہوئے محل کے ایک خوبصورت گوشے میں پہنچ گئے۔ اور پھر ایک بہت بڑے کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ آپ کی رہائش گاہ ہے اور لباس اندر موجود ہے۔"

میں اندر داخل ہوگیا ۔۔ ایک انتہائی قیمتی لباس موجود تھا ۔ میں نے زندگی میں لباس بہت کم پہنے ہیں پروفیسر ۔۔ لیکن لوگوں کا خیال ہے کہ میں بہت جامہ زیب ہوں، جس دور کا، جس نسل کا لباس میں نے پہن لیا اس میں سج کر رہ گیا ۔ سو میں نے یونان کے اس جزیرے کے مخصوص لوگوں کا قیمتی لباس پہن لیا۔ اور درحقیقت اس لباس میں میری شخصیت ایسی ابھری کہ میں خود دنگ رہ گیا ۔ میرا تن و توش، میرا قد و قامت، اور پھر میری مردانگی کا ایک خاص انداز ۔ میں خود کو ہی پسند کرنے لگا ! بہرحال میں نے لباس کی طرف سے پورے طور پر مطمئن ہو کر قاصدوں کے سامنے جانے کے بارے میں سوچا ۔۔ اور پھر میرے ذہن نے ایک دلچسپ پروگرام بنایا۔

ہاں ۔۔ میں دل سے تائیورس کی دوستی قبول کر چکا ہوں تو پھر اس کے لئے کام کرنے میں کیا قباحت ہے ۔۔ تھیوڈوس یوں بھی میری پسند کا انسان نہیں تھا۔ اگر جہاز پر میں اس کے ساتھ رہتا تو کسی دن تھیوڈوس کی میرے ہاتھوں موت ہی آجاتی ۔۔!

بہرحال میں انتظار کرتا رہا ۔۔ اور پھر کافی دیر کے بعد میری طلبی ہوئی۔ ایک خادم نے مجھے اطلاع دی کہ تائیورس اعظم مجھے طلب کرتا ہے ۔۔ اور میں خادم کے ساتھ چل پڑا۔

تائیورس نے ایک مخصوص کمرے میں قاصدوں کو بلوایا تھا اور اس وقت قاصد اس کے سامنے دست بستہ کھڑے تھے ۔ خادم نے میرے لئے کمرے کا دروازہ کھولا اور میں اندر داخل ہوگیا ۔!

تائیورس اپنے بھائی لیپاس اور دو بزرگوں کے ساتھ موجود تھا ۔ ان میں ایک ماہر نجوم قرطیس تھا ۔۔ ذیرک بوڑھا، جس کی میں دل سے قدر کرنے لگا تھا۔ میں اندر داخل ہوا تو سب کی نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں ۔۔ اور کیا بتاؤں پروفیسر، ان نگاہوں میں کیا تھا ۔۔ ہر نگاہ الگ تاثرات، الگ کیفیت کی حامل ۔!

تائیورس، لیپاس اور قرطیس کی نگاہوں میں میری وجاہت کا اعتراف تھا۔ اور سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کے چہرے شدت حیرت سے بدل گئے تھے ۔ ان میں وہ سبھی تھے، جو مجھے جانتے تھے ۔۔ یہاں تک کہ التوش ۔ جس کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں ۔ تب میرے ہونٹوں پر تضحیک آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

اتنی دیر میں تائیورس وغیرہ بھی سنبھل گئے تھے۔

"مے ۔۔ مے، کارا ۔۔ تم ۔۔؟" التوش کے منہ سے نکلا۔

"ہاں ۔۔ یہی میرا بہادر جرنیل ہے جس کے سامنے میں تم سے گفتگو کرنے کا خواہشمند ہوں ۔ اب تم کہو ۔۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"لل ۔۔ لیکن ۔۔ لیکن ۔۔" التوش شدت حیرت سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

"تھیوڈوس اعظم کو میری طرف سے پیغام دینا التوش ۔۔ دراصل میرا تعلق نیفلولیہ سے ہے ۔ سمندر میں، میں تھیوڈوس اعظم کی خیریت معلوم کرنے گیا تھا۔ یہ اندازہ لگانے گیا تھا کہ ان کی قوت کس قدر ہے ۔۔ بہرحال تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ لیکن میں نے اس کے عوض کام کیا تھا۔"

"تو ۔۔ تو تم فیقلولیہ کے جاسوس تھے میکارا ۔۔؟" التوش نے پوچھا۔

"جاسوس نہیں ۔۔ فیقلولیہ کی ایک ذمہ دار شخصیت، فیقلولیہ کے فوجی دستوں

کانگراں ۔!" تائیورس نے میری بات پکڑ لی اور میں خاموش رہا۔
وفد کے ارکان اب بھی سخت حیران تھے۔ پھر التوش نے گہری سانس لیکر کہا۔
"اگر یہ بات ہے تائیورس اعظم۔ تو پھر ہمارا کچھ کہنا بے سود ہے۔ میکارا سے تمہیں سب کچھ معلوم ہوگیا ہوگا۔"
"تم اپنا فرض پورا کرو۔" تائیورس نے کہا۔
"افسوس۔ اب ہمارے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ تھیوڈوس اعظم ممکن ہے اب صلح کی کوئی بات پسند نہ کرے۔ تھیوڈوس اعظم، جس کا کہنا ہے کہ زخمی کے زخموں کا بہترعلاج یہ ہے کہ اسے زندگی سے نجات دلا دو۔ تھیوڈوس اعظم جو کسی اچھی یا بری خبر کے بارے میں کہتا ہے کہ اس کی حیثیت صرف خبر کی ہے۔ کوئی خبر بری نہیں ہوتی۔ کوئی اچھی نہیں ہوتی۔ اس تھیوڈوس اعظم نے میکارا کی گمشدگی کے بعد ایک وقت کھانا نہیں کھایا اور اعتراف کیا۔ کہ کاش میکارا زندہ رہتا۔ وہ عظیم تھا۔! اور جب وہ سُنے گا کہ میکارا زندہ ہے۔ اور دشمن کا آدمی ہے۔ تو۔ تو۔ تو۔ ممکن ہے اس کے فیصلے بدل جائیں۔"
"تو تم کچھ نہیں کہنا چاہتے قاصد۔؟"
"نہیں تائیورس اعظم۔ سوائے ایک درخواست کے۔"
"کیا۔؟"
"ہمیں اس طرح لبادے پہنا کر نہ لے جایا جائے۔ بڑی گھٹن ہوتی ہے۔"
"اوہ۔ زیرک التوش۔ اگر تمہیں لبادے نہ بھی پہنائے جائیں تب بھی تم فیقلولیہ کی فوجی قوت کے بارے میں کچھ نہ معلوم کر سکو گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ لبادے اوڑھ کر ہی جاؤ۔ تاکہ تمہارے سر کوئی الزام نہ آئے۔ اور جب تم لوگ گرفتار ہو جاؤ تو ہم یہ نہ کہہ سکیں کہ تم نے فیقلولیہ کے لئے زیادہ سرگرمی دکھائی تھی۔" میں نے
"ہاں۔ اب یہ بات [illegible] ہوگئی میکارا۔ کہ تھیوڈوس کے بہت سے راز، راز نہیں رہے۔ ہمیں اب رخصت دو۔ شہنشاہ تائیورس! بے شک ہم اس بار تھیوڈوس کے لئے بہت ہی بری خبریں لے کر جا رہے ہیں۔ گو اس کا کہنا ہے کہ اچھی اور بری خبریں اس پر اثر انداز نہیں ہوتیں، لیکن میرا دعویٰ ہے کہ یہ خبر بڑی اہمیت کی حامل ہوگی۔"
"تمہاری مرضی ہے قاصدو اور سنتے جاؤ۔ اس کے بعد قاصد بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں انھیں قبول نہیں کروں گا۔ ہاں میری طرف سے تھیوڈوس کو پیغام دے دینا کہ۔ میں ہمیشہ سے اس سے نفرت کرتا ہوں۔ اس وقت سے جب میرا باپ اسے جزیہ ادا کرتا تھا۔ اس سے کہہ دینا کہ ان جزیروں کی طرف میں اشارہ کردوں۔ انھیں جزیئے کی قید سے رہا کر دے ورنہ میں سمندر میں اس کا قبرستان بنا دوں گا۔"
"ہم تیرا پیغام دے دیں گے شہنشاہ۔!" التوش نے جلتی نگاہوں سے پہلے مجھے، پھر تائیورس کو دیکھا۔ اور پھر وہ سب کے ساتھ دروازے کی طرف مڑ گیا۔

آخری قاصد کے جانے کے بعد تائیورس نے ایک قہقہہ لگایا اور لیپاس کی طرف دیکھ کر بولا۔ "دیکھا لیپاس۔ کیا یہ شخص ماحول بدل دینے کی قوت نہیں رکھتا۔"
"اور یہ ہمارا دوست ہے۔" لیپاس نے نغمہ بار آواز میں کہا۔
"اب تو یہ ہمارے اپنوں کی حیثیت رکھتا ہے اور دیکھو کیا ہے اس کی شان۔ کیا پورے فیقلولیہ میں اس جیسا کوئی دوسرا جوان موجود ہے۔؟" تائیورس نے کہا۔
"ہرگز نہیں۔ لیکن اس کے بال آگ کی رنگت کے کیوں ہیں؟ اس کا چہرہ چمکدار سونے کی طرح پیلا کیوں ہے؟"
"اس کا راز مجھے بھی نہیں معلوم۔ لیکن ہم اس جنگ سے نپٹ لیں۔ پھر اس حیرت انگیز انسان کے بارے میں مفصل معلومات حاصل کریں گے ہاں تو اب تمہارا کیا خیال ہے میکارا۔ تھیوڈوس کا ردِعمل کیا ہوگا۔؟"
"وہ جنونی کیفیت کا حامل ہے۔ چنانچہ تمہیں فوری حملے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔"
"کیا خیال ہے۔ کیا اسے یہ خوف نہ ہوگا کہ ہم اس کی قوت سے واقف ہیں؟"
"وہ اپنی طاقت پر نازاں ہے۔"
"تمہارا ہی خیال درست ہے۔ تو میرے عزیز ساتھی۔ اگر تھیوڈوس نے حملہ کیا، تو تم کونسا محاذ سنبھالو گے۔؟ ہم سب حالتِ جنگ میں ہیں اور اس وقت اس سے عمدہ مہمان نوازی اور کیا ہو سکتی ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ جنگ کرو۔" تائیورس نے مزاحیہ انداز میں کہا۔ اور لیپاس ہنس پڑا۔
"واہ۔ بھائی جان۔ کیا خوب مہمان نوازی ہے۔"
"مجھے منظور ہے۔ تائیورس۔" میں نے کہا۔
"محاذ کا انتخاب کرو۔"
"مہمان کے لئے کھانے کا انتخاب میزبان ہی کرتا ہے۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔
"تب میں نے تھیوڈوس کے دو جہاز تمہارے نام لکھے۔" تائیورس فراخدلی سے بولا۔ اور سب خوب ہنسے۔
"میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"
"جہازوں کے ڈبونے کا کام لیپاس کے سپرد ہے۔ لیپاس اپنی ایک بہترین شخصیت تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ کیا تم میکارا کے ساتھ مل کر کام کرنے میں فرحت محسوس کرو گے۔؟"
"بے حد شہنشاہ تائیورس۔" لیپاس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تب پھر۔ جیسا کہ میکارا نے کہا ہے۔ اور جیسا کہ متوقع ہے کہ تھیوڈوس دیوانگی میں حملہ کرے گا۔ اس لئے تم اپنا محاذ سنبھال لو۔ ہدایات تمہیں یاد ہوں گی۔"
"اچھی طرح۔"

"آؤ میکارا ۔" لیپاس نے کہا اور میں مسکراتا ہوا اس کے ساتھ چل پڑا ۔ لیپاس کی چال میں بھی دلکشی تھی ۔ یہ نوجوان اپنی عمر کی وجہ سے ابھی نسوانیت رکھتا تھا ۔ اس کی آواز بہت دلکش تھی ۔ گو دراز قامت تھا لیکن چال میں ایک عجیب سی کیفیت تھی ۔ اور سب سے حسین اس کی آنکھیں تھیں، بے پناہ جاذبیت لئے ہوئے ۔!

باہر لیپاس کا گھوڑا موجود تھا ۔ اس نے فوری طور پر اپنے خادم کو حکم دیا اور خادم ایک اور توانا گھوڑا لے آیا ۔ لیپاس اچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا ۔ اور میں نے بھی گھوڑا سنبھال لیا ۔

میرا خیال ہے پروفیسر ۔ زیبِ داستان کے لئے میں اپنے بارے میں جو کچھ کہتا ہوں اس پر ان لڑکیوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آجاتی ہے ۔ گویا ان کا خیال ہے کہ میں خود پرستی کا شکار رہا ۔ یہ بات نہیں ہے پروفیسر ۔ بلکہ اس کہانی کے حسن کو نکھارنے کے لئے اس کے ایک ایک کردار کے جذبات کی عکاسی ضروری ہے ورنہ کہانی ادھوری محسوس ہوگی ۔"

"اوہ ۔ نہیں مسٹر میکارا ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔" فوزان نے شرارت سے کہا ۔

"بُری بات ہے لڑکیو ۔" پروفیسر خاور نے کہا ۔

"سوری ڈیڈی ۔ اب ہم نہیں مسکرائیں گے ۔"

"تو حسین لڑکیو ۔ جس شان سے میں یونان کے مخصوص لباس میں، جس سے میری وجاہت کہیں زیادہ بڑھ جاتی تھی، گھوڑے پر بیٹھا ۔ وہ قابلِ دید تھا ۔ میرا قد آور گھوڑا بھی فخر محسوس کر رہا تھا ۔ اور میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ لیپاس نے میری اس شان کو بڑے غور سے دیکھا اور بار بار دیکھا ۔ لیکن اس کی آنکھوں میں حسد نہیں تھا وہ ایک دوست تھا ۔! دوستوں سے خوش ہونے والا ۔!

راستے میں اس نے کہا ۔ "شہنشاہ تائیورس نے مجھے تمہارے بارے میں مختصر تفصیل بتائی ہے ۔ جبکہ میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جاننے کا خواہشمند ہوں ۔!"

"تمہارے جزیرے میں، میں اب صرف ایک مہمان نہیں ہوں ۔ طویل عرصہ ہم لوگ ساتھ گزاریں گے ۔ میرا خیال ہے اس وقت تم میرے بارے میں بہت کچھ جان لوگے دوست ۔"

"یہ بڑی مسرت کی بات ہے کہ تم طویل عرصہ یہاں رہوگے ۔ لیکن تمہارا بدن اس قدر چمکدار کیوں ہے ۔؟"

"اس کا راز بھی تمہیں معلوم ہو جائے گا ۔"

"مجھے یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ تمہارا وطن کونسا ہے ۔؟"

"اب فیقلونیہ ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

"اس سے قبل ۔؟"

"یہ وسیع کائنات ۔" میں نے جواب دیا ۔

"تم ذہین بھی ہو ۔ بہرحال مجھے تمہاری دوستی پر ناز ہے ۔"

"شکریہ ۔ اب تم یہ بتاؤ کہ ہمارا کام کیا ہے ۔؟"

"شہنشاہ تائیورس نے مجھ سے کہا ہے کہ تمہارے اوپر مکمل بھروسہ کیا جا سکتا ہے ۔ اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ تم سمندر کے جال سے واقف ہو ۔؟"

"ہاں ۔ میں پانی میں داخل ہو کر اسے دیکھ چکا ہوں ۔"

"خوب ۔ وہ کہانی بھی دلچسپ ہے ۔ بہرحال ۔ سمندر کے جال کو لو... اور لکڑی کی چرخیوں سے کنٹرول کیا جاتا ہے ۔ ایسی مشینیں جزیرے کے چاروں سمت نصب ہیں ۔ اور ان پر بے شمار لوگ متعین ہیں ۔ ہمارا کام جزیرے کا گشت ہے ۔ آؤ ۔ میں تمہیں ان مشینوں کے بارے میں سمجھا دوں ۔ ہلکی کشتیاں ڈبونا کوئی اہم بات نہیں ہے ۔ بھاری جہازوں کے لئے ابھی ہمارا تجربہ پہلا تجربہ ہوگا ۔"

"بلاشبہ جو موٹی اور مضبوط رسیاں میں نے دیکھیں ۔ وہ بے مثال ہیں لیکن اس کے باوجود تمہیں تجربہ کر لینا چاہیئے تھا ۔"

"اس کا موقع نہیں مل سکا ۔" لیپاس نے بتایا ۔ اور بالآخر ہم دیوار کے نزدیک پہنچ گئے ۔ تب ہم ایک زیرِ زمین تہہ خانے میں، جو دیوار کے نزدیک ایک خاص تکنیک سے بنایا گیا تھا، پہنچ گئے ۔ یہاں تقریباً ڈیڑھ سو آدمی، دو عظیم الشان چرخیوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے ۔ دیوار کی بلندی میں اوپر دو سوراخ تھے جن سے جہازوں کو دیکھا جا سکتا تھا ۔ اور نیچے بہت سے سوراخ تھے جن سے موٹی رسیاں اندر داخل ہو کر چرخیوں پر لپٹ رہی تھیں ۔

چرخیوں کے ہینڈل اتنے بڑے بڑے تھے کہ بے شمار آدمی ان پر کھڑے ہو سکتے تھے اور انہیں پورے اطمینان سے چلایا جا سکتا تھا ۔ میں نے تعریفی نگاہوں سے ان چرخیوں کو دیکھا ۔

"بے شک تائیورس ذہین ہے ۔" میں نے متاثر انداز میں کہا ۔

"ایسی ہی مشینیں جزیرے کے چاروں طرف نصب ہیں ۔ کیا تمہارا خیال ہے تھیوڈوس جلد حملہ کر دے گا ۔؟" لیپاس نے پوچھا ۔

"ہاں ۔ میرا خیال یہی ہے ۔"

"تب آؤ ۔ ہم اپنے لوگوں کی مستعدی کا جائزہ لے لیں ۔ انہیں ہوشیار کر دیں ۔ اس کے بعد ہم تھیوڈوس کے جہازوں کو دیکھیں گے ۔"

"چلو ۔!" میں نے کہا ۔ اور ایک بار پھر ہم گھوڑوں پر سوار ہو گئے ۔ تب میں نے پورے جزیرے کا چکر لگایا ۔ اور ہر جگہ تائیورس کے سپاہیوں کو مستعد پایا ۔ لیپاس نے اطلاع دے دی تھی کہ کسی وقت بھی حملہ ہو سکتا ہے اس لئے سب چوکس رہیں ۔

اور پھر ہم اس سمت واپس پہنچ گئے جہاں تھیوڈوس کے جہازوں کا بیڑا موجود تھا ۔!

تائیورس بے شک جنگی تیاریوں کا ماہر تھا ۔ اس نے جزیرے کے چاروں سمت یہ مضبوط دیوار بنوائی تھی اور اس کی فصیلوں پر فوج تعینات کی تھی ۔ اس کے علاوہ اس نے سمندر پر نگاہ رکھنے کے لئے جگہ جگہ مینار تعمیر کرائے تھے جہاں سے دشمن کو دور تک دیکھا جا سکتا تھا ۔ اور اس پر جس قدر دولت اور جتنا وقت صرف ہوا ہوگا، وہ اہمیت رکھتا تھا ۔

سو پروفیسر ہم ایک سمت کے مینار پر چڑھ گئے اور یہاں سے ہم نے تھیوڈوس کے بیڑے کو دیکھا ۔ کیسا انوکھا منظر تھا ۔ ہم عظیم الشان قلعہ

یں محصور تھے اور دشمن سامنے تھا۔!

ویسے تھیوڈوس بھی کم خطرناک انسان نہیں تھا۔ تائیورس کے عزائم بلند ضرور تھے، لیکن میں جانتا تھا کہ تھیوڈوس کے وحشی بھیانک جنگ لڑیں گے۔ وہ بھی بہت بے جگر ہیں۔

لیکن تھیوڈوس نے کافی انتظار کرایا۔ میرا یہ خیال غلط نکلا کہ وہ قاصدوں کی واپسی کے ساتھ ہی مشتعل ہو کر حملہ کر دے گا۔ شاید اسے بہت بڑا ذہنی جھٹکا لگا تھا۔ اور اس کے بعد ممکن ہے اس نے اپنے پروگرام میں تبدیلی کی ہو۔

چنانچہ شام ہو گئی۔ لیکن تھیوڈوس کے جہازوں میں کوئی تحریک نہیں نظر آئی۔ پھر رات ہو گئی۔ ہم بے صبری سے اس کی طرف سے حملے کا انتظار کر رہے تھے۔ اور پھر رات کا دوسرا پہر تھا۔! جب اچانک تھیوڈوس کے جہازوں کی روشنیاں ہلتی نظر آئیں۔ اس وقت میں اور لیپاس مینار کی چھت پر بیٹھے سمندر کا نظارہ کر رہے تھے کہ لیپاس چونک پڑا۔

"اوہ میکارا۔ ذرا دیکھو۔"

"کیا۔؟" میں چونک پڑا۔

"کیا تھیوڈوس کے جہازوں کی روشنیاں متحرک نہیں ہیں۔؟"

اور میں غور سے دیکھنے لگا۔ بلاشبہ تھیوڈوس کے جہاز ساحل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اور اسی وقت جزیرے پر ایک آواز بلند ہوئی۔ ٹھک ٹھک کی آواز۔ عجیب سی آواز۔!

اور لیپاس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"لیکن ہم اتنے غافل بھی نہیں ہیں۔" اس نے مسرور انداز میں کہا۔

"خوب۔ یہ آوازیں۔"

"ہاں۔ پورے جزیرے کو اطلاع مل گئی ہے۔ آؤ۔ ہم بھی اپنی ڈیوٹی پر مستعد ہو جائیں۔"

"چلو۔" میں نے کہا۔ اور ہم مینار سے نیچے اتر آئے۔ جزیرے پر ہلچل مچ گئی تھی۔ لیکن لوگوں میں گھبراہٹ نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے حالات کا انتظار کر رہے تھے۔

پھر تھیوڈوس کے جہا[illegible] قطار میں پھیل گئے۔ اور اس کے بعد منجنیقوں سے پھینکے ہوئے پتھر مضبوط دیواروں سے ٹکرانے لگے۔ حملہ ہو گیا تھا۔

تھیوڈوس نے اپنی دانست میں بھرپور حملہ کیا تھا۔ ادھر تو پتھر دور [illegible]ک مار کر رہے تھے اور دوسری طرف اس کے آدمیوں نے آگ کے تیر برسانے شروع [illegible] دیئے تھے۔ روشن لکیریں اس طرح قلعے کی طرف دوڑ رہی تھیں جیسے روشنی کی بارش ہو رہی ہو۔

لیکن قلعے کی طرف سے خاموشی تھی۔ مکمل خاموشی۔ فصیلوں پر بیٹھے لوگ بالکل خاموش تماشائی کی حیثیت رکھتے تھے۔ ہاں پتھروں اور تیروں سے [illegible] کے لئے انہوں نے انتظام کر لیا تھا۔ قلعے پر ایسی کوئی چیز نہیں تھی جو آگ پکڑے۔ رہے پتھر۔ تو وہ قلعے کی دیواروں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔

ہم نے تیز رفتار گھوڑوں پر جزیرے کا چکر لگایا۔ سب لوگوں کو ہوشیار رہنے کے لئے ہدایت دی اور پھر اس رخ پر آ گئے۔ جس طرف سے تھیوڈوس کے جہاز قہر برسا رہے تھے۔ اب ہم فرنٹک کے لن سوراخوں سے کسی جہاز کے رینج پر آجانے کا انتظار کر رہے تھے۔

لیکن جہاز ایک جگہ رکے ہوئے تھے اور وہیں سے پتھر اور جلتے ہوئے تیر پھینک رہے تھے۔ البتہ ابھی تک تائیورس کی طرف سے کوئی نوٹس نہیں لیا گیا تھا۔ نہ جانے کیوں وہ خاموش تھا۔ اور یہ بات میں سمجھ رہا تھا۔ تائیورس ضرورت سے قبل کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی قوت بحال کرنا چاہتا تھا۔ اور بلاشبہ تائیورس کی یہ چال کامیاب رہی۔

تھوڑی دیر کے بعد تھیوڈوس کو احساس ہو گیا کہ اس سے حماقت ہو رہی ہے ظاہر ہے وہ سمندر میں تھا، جو کچھ اس کے پاس تھا ختم ہو جانے کے بعد اس کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں تھا، جبکہ تائیورس کی پوزیشن دوسری تھی۔ چنانچہ پتھروں اور تیروں کی بارش رک گئی۔ اچانک خاموشی چھا گئی۔!

لیکن اس کے بعد وہی ہوا جو تائیورس کی خواہش تھی۔ تھیوڈوس کا ایک جہاز دوسرے جہازوں سے آگے نکلا۔ اور پھر وہ قلعے کی فصیلوں پر چھپے ہوئے لوگوں کی زد میں آ گیا۔

کیا جنگ تھی پروفیسر۔ آج بھی میری نگاہوں میں وہ دلچسپ منظر موجود ہے۔ فصیلوں سے سیاہ تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ اب تائیورس کی باری تھی۔! جہاز سے کربناک چیخیں ابھر رہی تھیں، اور پھر لیپاس نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اوپر سے برسنے والی قیامت کی وجہ سے جہاز کے لوگ جہاز کے نیچے ہونے والی گڑبڑ نہ سمجھ سکے۔ وہ محسوس ہی نہ کر سکے کہ جہاز کا ایک رخ اوپر کیوں بلند ہوتا جا رہا ہے۔ پھر جب وہ ایک سمت گرنے لگے تو انہیں احساس ہوا اور وہ خوف و دہشت سے چیخ پڑے۔

لیکن اب کوئی حل نہیں تھا اُن کے پاس۔ جہاز ایک رُخ سے کھڑا ہوتا جا رہا تھا۔ اور اس پر موجود چیزیں دوسرے رُخ پر لڑھک رہی تھیں۔ تو پروفیسر ایک طرف سے لڑھکنے والی چیزیں۔ نہ جمتے ہوئے قدم۔ اوپر سے [illegible] اور جلتے ہوئے تیروں کی بارش۔ کیا بھیانک موت تھی۔ جہاز اب واپس بھی نہیں جا سکتا تھا۔!

وہ تو یہی شکر تھا کہ تھیوڈوس نے پورے جنگی بیڑے کو آگے نہیں بڑھایا تھا۔ ورنہ۔!

لیکن نہیں۔ اگر تھیوڈوس پورے بیڑے کو ایک ہی رُخ سے آگے بڑھا دیتا تو شاید لیپاس کا مشن ناکام ہو جاتا۔ کیونکہ صرف ایک جہاز کو الٹنے میں لیپاس کے لوگوں کو جس قدر محنت کرنا پڑی تھی۔ وہ میں نے دیکھی تھی۔ معاملہ چونکہ ایک جہاز کا تھا۔ جو بہت مضبوط تھے۔ لیکن تھوڑے سے انسانوں کے بس کی بات نہ تھی کہ ایک جہاز کو اٹھا دیں۔ چنانچہ آس پاس کے سارے لوگ سمٹ آئے تھے۔ تب کہیں جا کر جہاز اُٹھ سکا۔!

لیپاس اس صورتِ حال سے زیادہ مطمئن نہیں تھا۔

"ہمیں خاطر خواہ کامیابی نہیں نصیب ہوئی میکارا۔ تم نے دیکھا۔ کتنی

مشکل پیش آئی۔؟"

"ہاں۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ میری نگاہیں تو ڈوبتے ہوئے سلنڈروں پر لگی ہوئی تھیں۔ جہاز بالکل اُلٹ گیا تھا اور اب ایک طرف ذرا سے اوندھا ہونے لگا تھا۔!

اور۔ تائیورس کے پاس اس کے بعد ایک خفیہ ہتھیار بھی موجود تھا اچانک فصیل سے بڑے بڑے لکڑی کے ڈرم سمندر میں پھینکے گئے۔ ان ڈرموں میں پانی پر جلنے والا تیل بھرا ہوا تھا۔ اور پھر کوئی جلتی ہوئی چیز سمندر میں پھینک دی گئی۔! اور۔ پانی کا جہنم روشن ہو گیا تھا جس نے ڈوبتے ہوئے جہاز اور اس کے گرد تیرنے والوں کو لپیٹ میں لے لیا۔ جو لوگ جان بچا کر دوسرے جہازوں کی طرف نکل جانے میں کوشاں تھے۔ وہ بھی زندگی سے مایوس ہو کر چیخنے اور کراہنے لگے۔

بڑے بھیانک انتظامات کئے تھے تائیورس نے۔ نہ جانے تھیوڈوس کا کیا حال ہوگا۔! بدحواس ہوگا بدبخت۔ خود اپنے جال میں پھنس گیا تھا۔ طاقت کے نشے میں بہک جانے والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔

"میکارا۔" لیپاس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ہوں۔!"

"کیا یہ بھیانک موت نہیں ہے۔؟"

"یقیناً۔!"

"تھیوڈوس نے اپنی زندگی میں اس کا تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔"

"تمہارا بھائی بہت زیرک ہے۔ بہت ذہین ہے۔"

"اوہ۔ میکارا۔ وہ دیکھو۔ تھیوڈوس کے جہاز کس تیزی سے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ جلنے والا تیل انہیں دُور تک بھگا دے گا۔"

"کیا۔؟" لیپاس چونک پڑا۔

"غور سے دیکھو۔ شعلوں کے بائیں سمت، کیا تاریکی میں چھپا ہوا جہاز نہیں ہے۔"

"کیا مطلب۔؟" لیپاس نے اندھیرے میں گھورتے ہوئے کہا۔

"تم اسے نہیں دیکھ سکو گے لیپاس۔ مجھے بتاؤ۔ کیا فصیلوں پر چاروں طرف لوگ مستعد ہیں۔؟"

"اب شاید نہ ہوں۔ کیونکہ جنگ کا زور سامنے کی طرف ہے۔"

"تھیوڈوس نے ایک چال چلی ہے لیپاس۔"

"کیا میکارا۔ بتاؤ تو سہی۔" لیپاس بے چینی سے بولا۔

"ایک جہاز جس کی روشنیاں بجھی ہوئی ہیں۔ بائیں سمت سفر کر رہا ہے۔ غالباً وہ دیوار کے قریب پہنچ کر کوئی اور حربہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔"

"اوہ۔ کس طرف۔ مجھے تو نظر نہیں آتا۔" لیپاس آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"فاصلہ بہت ہے۔ تمہیں نظر نہیں آئے گا۔ آؤ ہمیں اس سمت کی خبر لینی چاہیئے۔ اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دو۔"

"چلو۔" لیپاس نے بدحواسی سے کہا۔ نوعمری کی وجہ سے وہ ابھی کچے ذہن کا مالک تھا۔ سو ہم نے گھوڑے سنبھال لئے اور بائیں سمت کا رخ کیا۔ وہاں جو بھی سمندر کی آنکھ نظر آئی، وہاں چڑھ کر میں نے اس جہاز کو دیکھا۔ بڑی برق رفتاری سے سفر کر رہا تھا وہ۔ اور یقیناً تھیوڈوس کے ساتھی کوئی بڑا کارنامہ انجام دینا چاہتے تھے۔

"افسوس۔ وہ مجھے نہیں نظر آ رہا۔" لیپاس نے کہا۔

"آؤ لیپاس۔ غور سے دیکھو۔ آنکھوں کی پوری قوت استعمال کرو شاید سمندر پر کُہر بھی ہے۔" میں نے لیپاس کو قریب کر کے اسے جہاز دکھانے کی کوشش کی۔

"آہ۔ آہ۔ مجھے نظر آ گیا۔ ہاں۔ وہ ایک ہیولا۔ اوہ کس تیزی سے سفر کر رہا ہے۔ مگر اس کا رُخ عقبی سمت ہے۔؟"

"شاید۔"

"آؤ چلیں۔ تیاریاں کریں۔"

"اتنی جلدی کی ضرورت نہیں لیپاس۔!"

"تم نہیں سمجھتے میکارا۔ جنگ کا زور سامنے کی سمت ہے۔ ممکن ہے عقب سے بھی لوگ سمٹ آئے ہوں۔ ہمارے سپاہی بہت زیادہ تجربے کار نہیں ہیں۔"

"کچھ دیر ٹھہرو۔ میرا خیال ہے اب وہ جزیرے کے عقب سے زیادہ دُور نہیں ہے۔"

"اسی لئے تو میں۔ کہہ رہا ہوں۔" لیپاس کسی قدر سنبھل کر بولا۔

"رُک جاؤ۔ اسے کوئی سمت متعین کر لینے دو۔ یہ مناسب اور پُرسکون جگہ ہے۔"

"کیا یہ جنگی حکمت عملی کے خلاف نہیں ہے۔؟" لیپاس نے پوچھا۔

"نہیں۔!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیوں۔ اگر وہ۔ اگر وہ دیوار کے قریب پہنچ گیا۔"

"تو ہم اسے ڈبو دیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے عقب میں چرخے تو ہیں لیکن ایک جہاز ڈبونے کے لئے بہت سے لوگوں کی ضرورت پڑے گی۔"

"لیپاس! اگر ہم نے اسے نظرانداز کر دیا تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ راستے ہی میں کہیں رُک جائے۔ اور ہم اسے آگے تلاش کرتے رہیں۔"

"ایں۔ ہاں۔ یہ بھی ممکن ہے۔" لیپاس چونک کر بولا۔

"چنانچہ اسے کوئی سمت متعین کر کے رُکنے دو۔ ہم اسے جا لیں گے۔"

"اچھا۔ اچھا۔ ویسے میرا خیال ہے یہ جہاز ہمیں کافی نقصان پہنچائے گا۔" لیپاس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں اسے نقصان نہیں پہنچانے دوں گا۔ میں نے دل میں سوچا۔

لیکن لیپاس مضطرب تھا۔ وہ بار بار آنکھیں پھاڑ کر جہاز کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور اس کے چہرے کے تاثرات بدل رہے تھے۔ "میری خواہش ہے کہ دشمن کو نقصان پہنچانے کا جو فرض میرے سپرد کیا گیا ہے، اسے

پورا کروں —" اس نے کہا۔

"بے فکر رہو لیباس — تم اس فرض کی ادائیگی میں ناکام نہیں رہو گے!"

بالآخر ہم نے جہاز کو ایک سمت اختیار کرتے دیکھا۔ اب اس نے سید حا دیوار کی طرف رُخ کیا تھا۔

"لیباس —؟" میں نے لیباس کو آواز دی۔

"ہوں۔"

"جہاز کا ہیولا دیکھ رہا ہے —؟"

"ہاں؟"

"اس سمت تمہاری مشین موجود ہے —؟"

"ہاں ہے — لیکن آؤ — اب تو ہم انتظام کرلیں۔"

"آؤ —" میں نے سکون سے کہا اور ہم مینار سے اُتر آئے — لیباس کا گھوڑا برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ مجبوراً مجھے بھی اس کا ساتھ دینا پڑا تھا ہر حال تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں چرخا لگا ہوا تھا۔ اچھا کھیل رچایا تھا تائیورس نے — لیکن کیسا کامیاب تھا۔ ہم اندر داخل ہو گئے اور لیباس دہشت سے چیخ پڑا۔

"ارے — سارے لوگ کہاں گئے —؟"

"یقیناً سامنے کے رخ پر —" میں نے جواب دیا۔

"اوہ — اوہ — اب کیا ہوگا — ان گدھوں کو — ان میں سے کچھ کو تو یہاں رہنا چاہیے تھا۔"

"آؤ — دیکھیں —" میں نے کہا۔ اور ہم نے سمندر سے دیکھنے والے سوراخوں سے آنکھیں لگا دیں — جہاز کا ہیولا اب صاف نظر آرہا تھا۔ لیباس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے — وہ بے چین نگاہوں سے جہاز کو دیکھ رہا تھا۔ میں اس چرخے کے پاس پہنچ گیا پروفیسر — اور پروفیسر یہ میرا اعتماد ہی تھا جو مجھے ہر جگہ سرخرو کرتا تھا۔ نہ جانے کیوں میں نے یقین کر لیا کہ میں اس چرخے کو چلا سکوں گا۔

"میکارا — میکارا — [illegible] کے لئے کچھ سوچو — کچھ کرو۔"

"تم کیا چاہتے ہو لیباس ہے۔"

"اس چرخے کو چلانے والے تلاش کرو — ٹھہرو — میں قرب و جوار میں [illegible] ہوئے لوگوں کو بلاتا ہوں — وہ دروازے کی طرف لپکا لیکن میں نے اسے [illegible] سے پکڑ کر روک لیا۔

"رُک جاؤ لیباس —" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"یہ ترکیب کامیاب بھی ہو سکتی ہے میکارا!"

"اوہ — دیکھو — سوراخ سے دیکھو — کیا وہ رینج پرا گیا!"

"میکارا"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں کرو لیباس — میں تمہارا دشمن نہیں ہوں —" میں نے — اور لیباس رُک گیا — وہ بے اختیار پھر سوراخوں سے جا لگا تھا۔ میں نے ایک سوراخ سے جہاز کو دیکھا — ان لوگوں کے ارادے بہت خطرناک تھے،

شاید وہ سمجھ گئے تھے کہ جنگ کا رُخ سامنے کی سمت ہی ہے۔ اس بھاگ کر اس طرف آئے تھے۔ تاکہ کمندوں کے ذریعے فصیل پر چڑھ سکیں۔

اور بلاشبہ اگر ہم دونوں ادھر متوجہ نہ ہوتے تو ان کی کا[illegible] تھا — لیکن اب تو معاملہ ذرا مشکل ہی تھا۔!

"جہاز یقیناً سمندری جال کی دسترس میں ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں — ہاں — وہ اور قریب آرہا ہے۔"

"تو لیباس — اب میں اس جہاز کو ڈبو رہا ہوں۔" میں چرخے کے ہتھے پر پہنچ گیا۔

"ایں — کیا —؟" لیباس کی سمجھ میں میری بات نہیں آئی تھی۔ اس نے مجھے چرخے کے ہتھے پر زور آزمائی کرتے ہوئے بھی حیرت سے دیکھا تھا۔ لیکن چرخے کو گھومتا دیکھ کر اس کی کھوپڑی بھی گھوم گئی۔

"م — میں بھی آؤں —؟" اس نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"نہیں — تم جہاز کو دیکھتے رہو۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ اور لیباس پھر سوراخ سے جا لگا — میں چرخے کو گھما رہا تھا۔ اور پروفیسر اب ایسی بات بھی نہ تھی کہ میں اسے آسانی سے نہ گھما سکتا۔ جتنی دقت سے ان لوگوں نے ایک جہاز ڈبویا تھا اس سے کہیں زیادہ آسانی سے میں نے اس سمندری جہاز کو ایک کروٹ لڑھکا دیا۔

اور تاریک جہاز سے دہشت کی چیخیں بلند ہوئیں۔

"وہ مارا — !" لیباس چیخا — اور فصیل پر بیٹھے ہوئے لوگ جو تاریکی میں جہاز نہ دیکھ سکے تھے — چونک پڑے — بہر حال یہاں بھی اچھی خاصی تعداد موجود تھی اور پھر جہاز کی مصیبت میں گرفتار لوگوں کو مار لینا کوئی مشکل کام بھی نہیں تھا — اوپر سے آگ اور پتھروں کی بارش ہونے لگی — اس کے علاوہ آدم خور مچھلیوں کا کوئی غول بھی اس طرف نکل آیا تھا۔

چنانچہ ڈوبتے ہوئے جہاز میں اب موت کی چیخوں اور دلدوز کراہوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا — سو پروفیسر وہ جو تاریکی سے فائدہ اٹھانے آئے تھے، خود تاریکی کا شکار ہو گئے تھے۔

لیباس خوشی سے دیوانہ ہو گیا — وہ اس قدر بدحواس تھا کہ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ میں نے تنہا چرخہ کیسے چلا دیا۔ البتہ وہ خوشی سے اچھلتا ہوا میرے پاس آیا اور میرے سینے سے لپٹ گیا۔

"کام بن گیا — سچ مچ بن گیا۔" اس نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

اور پھر اچانک اس کا چہرہ سکڑ گیا — اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار اُمنڈ آئے — !

"ارے — ارے — لیکن — لیکن رب اندراس کی قسم — یہ — یہ کیسے ممکن ہے —؟"

"کیا ہوا لیباس —؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے — تم نے تنہا — اوہ — ناممکن — ناممکن —" اس نے پاگلوں کی طرح چاروں طرف دیکھا — اور پھر میرے قریب آ کر بولا۔ "لیکن تم نے

تنہا اتنا وزنی جہاز کیسے اٹھالیا۔ تم نے تنہا چپو کیسے چلالیا۔؟"

"اپنے نجومیوں سے معلوم کرو۔ لیپاس۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا "آؤ ہم جہاز والوں کا حشر دیکھیں اور سمندر پر بھی نظر دوڑائیں۔ ممکن ہے کسی اور کی شامت آئی ہو۔"

"ارے ہاں۔ آؤ۔ اف۔ دیوتا رحم کریں۔ میرا ذہن قابو میں نہیں ہے۔ کیسی حیرت خیز بات ہے۔ کیا تم دوبارہ وہ چپو گھما سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"میں دوسروں کو بتاؤں گی۔ تو۔ لوگ یقین نہیں کریں گے!" لیپاس نے بے اختیار کہا اور میں چونک کر اسے گھورنے لگا۔ اور پروفیسر! اب میری حیرت کی باری تھی۔ لیپاس نے بے اختیاری میں مؤنث کا صیغہ کیوں استعمال کیا تھا۔؟

لیپاس کو احساس نہیں تھا کہ اس نے بے اختیاری میں کیا کہہ دیا ہے۔ البتہ اب میں اس کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے اس کی باریک آواز کو اس کی کم عمری پر محمول کیا تھا۔ لیکن ان الفاظ کے بعد۔ ان الفاظ کے بعد اسے غور سے دیکھنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا۔! یقیناً اس کا لباس ایسا تھا جو اس کی نسوانیت کو چھپا رہا تھا۔ اور اس کا چہرہ۔ ٹھیک ہے وہ کم عمر تھا لیکن [illegible] ایسا [illegible] نہیں کہ میں بھی نہ سمجھ سکیں۔ جبکہ جسمانی طور پر وہ خوب [illegible]

"[illegible] لیپاس۔ آپ اپنی حقیقت چھپا نہ سکے۔" میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے سوچا۔ لیکن اس وقت میں اسے اس کی غلطی کا احساس دلا کر الجھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے بات ٹال دی۔

"کیا سوچنے لگے میکارا۔؟" لیپاس نے چند ساعت کے بعد پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کسی مناسب جگہ چل کر دیکھا جائے کہ تھیوڈوس کے کسی اور جہاز نے تو کسی طرف کا رخ نہیں کیا ہے؟"

"ارے ہاں۔ ٹھیک ہے۔ آؤ۔" لیپاس نے اپنا نازک ہاتھ میری طرف بڑھایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف دوڑنے لگا۔

پھر ایک بلند مینارے سے ہم نے تھیوڈوس کے شکستہ جہازوں کو پلٹ کر بھاگتے دیکھا۔ جنگ ختم ہو گئی تھی۔ سمندر کا عفریت شکست کھا کر فرار ہو رہا تھا اور فصیلوں پر کھڑے لوگ خوشی سے اسے بھاگتے ہوئے دیکھ رہے تھے بلاشبہ یہ تائیورس کی عظیم فتح تھی جس میں اس نے معمولی نقصان اٹھانے کے بعد ایک خوفناک قوت کو شکست دی تھی۔

"تھیوڈوس بھاگ رہا ہے میکارا۔ ہم نے اسے شکست دے دی۔"

"وہ عقلمند ہے کہ بھاگ رہا ہے۔ ورنہ ایک بھی جہاز بچا کر نہ لے جاتا۔" میں نے کہا۔

"اوہ میکارا۔ تمہاری آمد ہمارے لئے کیسی نیک فال ثابت ہوئی ہے اور پھر۔ اوہ میکارا۔ دیوتاؤں کے لئے مجھے بتاؤ تو سہی۔ تمہارے جسم میں اتنی [illegible] کہاں سے آ گئی۔؟"

"آؤ لیپاس۔ ہم تائیورس کو مبارکباد دیں۔" میں نے اس کی بات ٹالتے ہوئے کہا۔

"نہیں پہلے مجھے بتاؤ۔ ارے تم نے پورا جہاز الٹ دیا تھا۔"

لیپاس کا دماغ اب تک ٹھکانے نہیں آیا تھا۔

"آؤ لیپاس۔ یہ باتیں پھر کریں گے۔" میں نے کہا اور ہم اس حصے کی طرف چل پڑے جہاں تائیورس وغیرہ موجود تھے۔ تائیورس لوگوں کے ہجوم میں تھا۔ لوگ اسے مبارکباد دے رہے تھے۔

"سنو لیپاس۔" میں نے لیپاس کا گداز شانہ دباتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔"

"ابھی تائیورس کے سامنے میرا کارنامہ بیان نہ کرنا۔ خوامخواہ لوگوں کی نگاہوں میں تماشا بن جاؤں گا۔"

"یہ برداشت نہیں کر سکتا۔" لیپاس نے کہا۔

"میری خاطر میرے دوست۔" میں نے التجا آمیز انداز میں کہا۔

اور لیپاس نے گردن ہلا دی۔ پھر دور سے تائیورس نے ہم لوگوں کو دیکھا اور چیخا۔

"اوہ۔ لیپاس۔ آؤ۔ میرے قریب آؤ۔ تمہاری اعلیٰ کارکردگی ہماری فتح میں بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ تم بھی آؤ لیپاس کے دست راست تم بھی آؤ۔ اگر ہم ستاروں سے پوچھیں تو وہ تمہارے سنہرے قدموں کی کہانی ضرور سنائیں گے۔ چنانچہ ہم اس فتح کو تمہاری آمد سے منسوب کرتے ہیں۔ ساتھیو میکارا کے نام کے نعرے لگاؤ۔ یہ ہماری فتح کا نشان ہے۔" اور لوگ میکارا کے نام کے نعرے لگانے لگے۔ اصل بات انہیں معلوم بھی نہیں تھی۔ تھیوڈوس کے جہاز اب اتنی دور چلے گئے تھے کہ ان کی جھلکیاں بھی نہیں نظر آ رہی تھیں۔ سمندر اب بھی جل رہا تھا۔

یہ ساری رات تھیوڈوس کی واپسی کے انتظار میں گزاری گئی۔ چند تجربہ کاروں کا خیال تھا کہ تھیوڈوس ہم لوگوں کو غافل پا کر پھر نہ پلٹ پڑے۔ بہرحال وہ جنگی دیوانہ ہے۔

لیکن میرا خیال ان سے مختلف تھا۔ تھیوڈوس جنگی دیوانہ ضرور تھا لیکن ان تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ وہ دوبارہ کسی حملے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔! صبح کو تائیورس اور لیپاس وغیرہ واپس چل پڑے۔ تھیوڈوس جیسے عفریت کو شکست دینا آسان کام نہیں تھا۔ پورا شہر خوشی و مسرت میں ڈوبا ہوا تھا۔ تائیورس نے دوپہر کو ایک جشن کا اعلان کیا۔ اور پورے شہر میں جشن کی تیاریاں ہونے لگیں۔

میں اپنی رہائش گاہ میں آرام کرنے چلا گیا تھا۔ لیکن میرے ذہن میں

لیپاس تھا۔ کیا لیپاس مرد نہیں ہے۔ اگر عورت ہے تو پھر۔ یہ مردانہ بھیس کیوں۔؟ اور اگر عورت ہے تو بلاشبہ حیرت انگیز ہے۔ بہادر اور جنگجو۔!

اور پھر میرے ذہن میں تھیوڈوس گھس گیا۔

میں نے چشمِ تصور میں تھیوڈوس کو دیکھا۔ وحشی پاگل۔ نہ جانے اب تک اس نے کتنے لوگوں کو ناکامی کی پاداش میں قتل کر دیا ہوگا اور نہ جانے کن ارادوں کے تحت وہ یہاں سے گیا ہے۔ اوہ۔ ہاں۔ یقیناً۔ تھیوڈوس ان لوگوں میں نہیں ہے جو ایک بار شکست کھانے کے بعد نچلے بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ طوفان سمیٹنے گیا ہوگا اور جب واپس آئے گا، جب وہ واپس آئے گا تو۔ تو۔

اور میرے ذہن میں فکر بیدار ہو گئی!

ستاروں کی گردش میں چھپ جانے والے اس خوبصورت جزیرے سے مجھے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ اور پھر تائیورس نے کس خلوص سے میرا اعتماد کر لیا تھا۔ وہ ملنے والوں میں سے تھا، ان لوگوں میں سے جن سے اختلاف نہیں ہوتا اور چونکہ مجھے اس سے اختلاف نہیں تھا اس لئے میں اس کی بہتری بھی چاہتا تھا۔ چنانچہ تھیوڈوس کی فطرت کو سامنے رکھ کر میں نے اس کے بارے میں سوچا۔ اب اس شکست کے بعد وہ کیا سوچے گا! یقیناً وہ اپنی پُراسرار ریاست کو جائے گا، جہاں پر وہ اپنی قلمرو کی تشکیل کی تبدیلیاں کر رہا ہے۔ اس کے بعد وہ شاید کچھ عرصہ لگ کر ایک مضبوط بیڑہ تیار کرے گا۔ اب اس کی نگاہ میں تائیورس کا طریقِ جنگ بھی ہے۔ چنانچہ وہ اس طریقِ جنگ سے نمٹنے کی بھرپور تیاریاں کرے گا۔!

تھیوڈوس جیسے شخص کے بارے میں یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی کہ اب اس نے تائیورس کی شخصیت کو اپنی آن کا سوال بنا لیا ہوگا۔ یعنی جب تک تائیورس زندہ ہے۔ جب تک فیتھولیس پر درخت لہلہا رہے ہیں، وہ سکون سے نہ بیٹھے گا! گویا اب اس کی جنگ کسی دوسرے سے نہیں رہ گئی تھی۔!

اس لئے ضروری ہے کہ تائیورس تھیوڈوس کے اس خوفناک حملے کے لئے خود کو تیار کرے۔ [illegible] سوتیلی تھا لیپاس، خواہ عورت ہے یا مرد۔ تائیورس کو میری [illegible] دوست کے بارے میں ضرور بتانا ہوگا۔ اس سے بات حیرت انگیز واقعہ ہضم نہیں ہو سکے گا۔ اور تائیورس کی نگاہوں میں میری خلوص مت ہو جائے گی۔ اور جب وہ مجھ سے خصوصی ملاقات کرے گا تو میں اس سے اس بارے میں بھی بات چیت کروں گا۔

لیکن اس کے ساتھ کوئی مناسب طریقۂ عمل بھی ضروری ہے، اور میں کافی دیر تک ان حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ تب میرے ذہن میں ایک ترکیب آ ہی گئی۔ اور اس ترکیب کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد میں نے اطمینان کی سانس لی۔ ایک دلچسپ تصور سے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرحال مجھے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ دوسرے دن ہی تائیورس نے مجھے بلا بھیجا۔

"سپاہی میرے پاس آئے۔ جھکے اور ادب سے بولے۔

"شہنشاہ تائیورس نے آپ کو طلب کیا ہے۔"

"کہاں ہے وہ۔؟"

"دربار میں۔"

"ٹھہرو۔ میں تیار ہو جاؤں۔" چنانچہ اس وقت میں نے تائیورس کا دیا ہوا لباس نہ پہنا، سچ بات ہے کہ یہ لباس میرے بدن کو کاٹتے تھے۔ ہاں تھوڑی سی ستر پوشی ضروری تھی۔

سو میں سپاہیوں کے ساتھ تائیورس کے دربار میں پہنچ گیا۔ تختِ شاہی پر تائیورس خوب سج رہا تھا۔ درباری دست بستہ کھڑے ہوئے تھے۔ سب کے چہروں سے خوشی جھلک رہی تھی۔

تائیورس نے حیرت سے مجھے اپنی اصلیت میں دیکھا۔ اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے ایک ہاتھ بلند کیا۔ اور بولا۔ "آؤ۔ میرے عظیم دوست۔ آؤ میرے پیارے ساتھی۔ آؤ اے سنہری قدم والے کہ تم بات کے سچے اور قول کے دھنی ہو۔ تم وہ ہو جس کی جس قدر عزت کی جائے کم ہے۔ تو سنو درباریو۔ تعظیم دو اسے کہ جس کا کارنامہ میں تمہیں بتاؤں گا تو تم دنگ رہ جاؤ گے۔"

اور سارے درباری کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنے داہنے ہاتھ اٹھائے اور انہیں سیدھا کئے کئے جھک گئے۔!

"عظیم تائیورس۔ دوستوں کا دوست۔" میں نے [illegible] کے انداز میں تائیورس کو تعظیم دی۔

"جنرل لیپاس نے جو کچھ کہا ہے۔ کیا وہ درست ہے میکارا؟"

"لیپاس تمہارا بھائی ہے تائیورس۔؟"

"ہاں۔!"

"تو میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔"

"بہت خوب۔ کیا اچھا انداز ہے۔ واہ۔ لیکن ہمارے حیرت انگیز شخص، بات بعید از قیاس ہے۔ اس لئے طبیعت مطمئن نہیں ہوتی۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ جنرل لیپاس نے میرے بارے میں کیا کہا۔؟"

"اس نے کہا۔ سنو درباریو۔ میں نے میکارا کو جنرل لیپاس کے ساتھ اہم ڈیوٹی پر لگایا تھا۔ اور یہ ڈیوٹی سمندری جال کے ذریعے جہاز اٹھانے کی تھی۔ اب جبکہ تم سب لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ سمندر کے اندر میں نے کیا کارروائی کی تھی، تو یہ بھی سنو کہ ایک جہاز کو اٹھانے کے لئے پچاس موٹی رسیاں اور تقریباً دو سو طاقتور انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ رسیوں کے ذریعے جہاز کے ایک حصے کو اٹھانا ہوتا ہے اور چرخے چلانے والے ان چرخوں کی مدد سے تقریباً بیس گنا قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ سو اس وقت، جب ہم اور ہمارے ساتھی تھیوڈوس پر ضربِ کاری لگا رہے تھے۔ ہماری نگاہوں سے اوجھل، ایک خوفناک جہاز روشنیاں گل کئے،

بے شک یہ ذہین لوگ میرے لئے انوکھے تھے۔ میں انہیں ترقی کے لئے محنت کرتے دیکھ کر ان کی عزت کرنے لگا تھا' لیکن ان کی ایک بات سے مجھے نفرت ہوتی تھی۔ وہ پہاڑ والوں کو بھی اپنا جیسا انسان کیوں نہیں سمجھتے۔ اگر وہ انہیں بھی خود میں شریک کر کے زندگی گزاریں' تو آرسانہ زیرکوں کی جنت بن جائے۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس انداز میں سوچنے کے قائل نہیں ہیں۔ نہ ہی وہ کبھی اس کے لئے تیار ہوں گے! میں گشت کرتا رہا' اور پھر تیز دھوپ کی وجہ سے میں ایک سایہ دار درخت کے نیچے رکا! میں تو ٹھیک تھا' لیکن گھوڑوں کے چہروں سے تھکن کے آثار ہویدا تھے۔ میں اس درخت کی دلکش چھاؤں میں آرام کر رہا تھا کہ دفعتاً دور سے میں نے ایسی ہی ایک گاڑی آتے دیکھی' جیسی میرے استعمال میں تھی۔ میں سنبھل گیا اور غور سے اس گاڑی کو دیکھنے لگا!

گاڑی قریب آ گئی۔ رنگیں لباس اور خوبصورت ہیولے سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی عورت ہے اور پھر میں اسے پہچان گیا۔ بلاشبہ یہ آکاشا تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد آکاشا میرے قریب پہنچ گئی۔ اور پھر اس نے گاڑی روک لی' اس کا چہرہ دھوپ کی تمازت سے سرخ ہو رہا تھا' جسم پسینے میں ڈوب گیا تھا جس کی وجہ سے اس کا باریک لباس جسم کے کچھ حصوں سے چمٹ گیا تھا!

میں نے سہارا دے کر اسے نیچے اتارا۔ لیکن اس کے چہرے پر وہ شگفتگی اور مسرت نہیں تھی' جو میں نے پہلے دیکھی تھی!

"میں تمہیں تلاش کرتی ہوئی یہاں تک آ گئی ہوں' بمشکل تمام مجھے محل سے نکلنے کی اجازت ملی تھی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شہنشاہ نے تم دونوں پر اس قدر پابندی کیوں لگا دی ہے۔"

"تمہاری سمجھ میں بھی نہیں آئے گا! کیونکہ تمہارا اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" اس نے اداس لہجے میں کہا اور میں اسے درخت کے سائے میں لے آیا!

"مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کہنی ہیں۔ اس کے بعد میں چلی جاؤں گی کیونکہ شہنشاہ کے کارندے مجھے شہر میں تلاش کر رہے ہوں گے۔ میں نہیں چاہتی کہ انہیں تم سے میری ملاقات کا علم ہو سکے۔"

"کیا بات ہے آکاشا۔ تم بہت سنجیدہ اور غمگین ہو؟"

"کچھ نہیں ہے۔!" اس نے خود سے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں تمہیں تمہاری محبوبہ کے بارے میں بتاؤں' شہنشاہ کو علم ہو گیا ہے کہ اس نے کچھ راتیں تمہارے ساتھ گزاری ہیں۔ اور یہ بات چھپی بھی کیسے رہ سکتی ہے کیونکہ پہرے دار بہرحال شہنشاہ کے نمک خوار ہیں۔"

"اوہ۔ پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا۔؟"

"بائیسا کو ایک خاص جگہ قید کر دیا گیا ہے۔ اس انداز میں کہ کسی کو قید کے بارے میں معلوم بھی نہ ہو سکے اور وہ اس مخصوص حصے سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔"

"اوہ۔!" میں نے غصے سے کہا۔ "وہ میری وجہ سے قید ہوئی ہے میں اسے آزاد کراؤں گا۔"

"سنو۔ عقل سے کام لو' بے شک تم بہادر ہو' تم اسے آزاد کرانے کی قوت رکھتے ہو' لیکن اس کے مردہ جسم کی آزادی سے تمہیں کیا ملے گا؟"

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے پریشانی سے کہا۔

"شہنشاہ ان معاملات میں بہت سخت ہے۔ اگر تم نے اسے آزاد کرانے کی کوشش کی تو وہ اسے زندہ کسی طور سے تمہارے ہاتھ نہیں لگنے دے گا! اس کی زندگی چاہتے ہو تو اسے قید رہنے دو۔"

"مجھے بتاؤ۔ میں اس کے لئے کیا کروں۔؟"

"فی الحال خاموش رہو۔ میں کوشش کر رہی ہوں کہ کسی طرح اسے آزاد کرا دوں۔ اگر اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئی تو تم دونوں کو یہاں سے فرار کا موقع فراہم کر دوں گی۔ تم اسے لے کر یہاں سے نکل جاؤ اور پہاڑوں میں پناہ لو۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"کیا تم بھی ہمارے ساتھ نہیں چل سکتیں آکاشا۔؟" میں نے کہا۔

"میں جا کر کیا کروں گی؟" اس نے غمگین لہجے میں کہا۔

"میں تم سے بھی اتنی ہی محبت کرتا ہوں جتنی بائیسا سے۔" میں نے کہا۔ اور وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی کہا

"تم دیوتاؤں کی سرزمین سے آئے ہو ... تمہارے ہاں محبت کا معیار کچھ اور ہو۔ ہم اس سے مختلف ہیں' ہم محبت میں کسی کی شرکت برداشت نہیں کر سکتے۔ بائیسا تم سے قریب ہے' وہ مجھ سے زیادہ خوش قسمت ہے۔" اس نے گردن جھکا لی اور میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر وہ واپس پلٹتے ہوئے بولی۔ "مجھے اب جانا چاہئے' ایک بات اور تم سے کہنی ہے' وہ یہ کہ شہنشاہ بے حد کینہ پرور ہے۔ اس نے تمہیں صرف ایک انسان تصور کیا ہے۔ اور وہ ایسے کسی انسان کو خود میں نہیں دیکھ سکتا' جو اس کے احکامات سے مبرا ہو' اور جس سے اس کی شہنشاہیت کو خطرہ ہو۔ چنانچہ اس کے خاص مشیر روزانہ سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں' اور تمہارے بارے میں مشورے کرتے ہیں۔ وہ کیا سوچ رہے ہیں اور کیا کرنے کے خواہشمند ہیں اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔ لیکن بہرحال وہ تمہارے بارے میں نیک ارادے نہیں رکھتے۔"

"تم فکر مت کرو۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔" میں نے کہا اور آکاشا گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ "سنو آکاشا۔" میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے گداز کاندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور اس کا رُخ اپنی طرف کرتے ہوئے بولا۔ "تم نے میری محبت کے بارے میں کوئی جواب نہیں دیا۔ میں تمہیں بھی اتنا ہی چاہتا ہوں، جتنا بائیسا کو۔ کیا تم بھی بائیسا کی طرح میری نہیں ہو سکتیں کیا تم شہنشاہ سے بہت خوفزدہ ہو۔؟"

"تمہاری قربت کی ایک گھڑی کے لئے میں زندگی دینے کو تیار ہوں لیکن ۔۔۔ میں نے خود کو بائیسا کے حق میں دستبردار کر لیا ہے۔ میری محبت کو خاک میں نہ ملاؤ۔ تمہارے جسمانی قرب سے میں پاگل ہو جاؤں گی اور پھر میری زندگی عذاب بن جائے گی۔" اس نے خود کو میرے ہاتھوں سے چھڑاتے ہوئے کہا۔ وہ تیزی سے مڑ کر گاڑی میں سوار ہو گئی۔ دوسرے لمحے اس نے گھوڑوں کو ایڑھ لگائی اور گاڑی ہوا ہو گئی۔ میں اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا اور اس کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر میں بائیسا کے بارے میں سوچنے لگا! بیچاری لڑکی میری وجہ سے قید کی صعوبتیں بھگت رہی ہے۔ میں اس کے لئے کیا کروں۔ پھر میری نگاہوں میں لمبی گردن والا مکار شہنشاہ گھوم گیا اور میرے ہونٹ بھینچ گئے۔ ہوں۔ بوڑھا شہنشاہ میرے خلاف سازشیں کر رہا ہے! لیکن میرا کیا بگاڑ سکے گا بائیسا۔ مجھے اس لڑکی کی زندگی بچانے کے لئے کچھ کرنا ہوگا۔ وقت ضائع کرنا بیکار ہے۔ مجھے کچھ کرنا ہی چاہیئے۔

اس دوران میں آرسانہ کی قوّت کا کسی حد تک اندازہ کر چکا تھا آرسانہ کے لوگ محنتی تھے! ذہین تھے۔ انہوں نے خوبصورت اور پُر اثر ہتھیار کر لیئے تھے، لیکن وہ پہاڑ والوں کی طرح جفاکش نہ تھے۔ عیش و عشرت نے انہیں نرمی بخشی تھی۔ وہ تنہا مجھ سے خوفزدہ تھے تو پھر پہاڑ والوں کی تعداد تو بہت زیادہ تھی۔ وہ افرادی قوت اور جفاکشی کے ذریعے آرسانہ پر قابو پا سکتے تھے... بہرحال میں نے فیصلہ کر لیا کہ شہنشاہ سے بائیسا کو طلب کروں گا، اور اگر اس نے بائیسا کو میرے حوالے نہ کیا تو اسے قتل کر دوں گا اور یہاں سے نکل جاؤں گا۔! اپنے دل میں اٹل فیصلہ کر کے میں نے واپسی اختیار کی اور تھوڑی دیر کے بعد میری گاڑی محل کی طرف واپس جانے لگی، راستے میں مجھے دیکھنے والوں کے ہجوم کی وہی حالت تھی۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح محل واپس پہنچ گیا۔!

میرے لیئے متعین غلاموں نے میرا استقبال کیا اور اپنے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے میں نے ایک غلام کو روک کر کہا۔ "میں شہنشاہ سے فوری ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ جاؤ اسے میرا پیغام دے دو۔" اور غلام سر جھکا کر چلا گیا۔ میں اپنے کمرے میں داخل ہو کر شہنشاہ کے جواب کا انتظار کرنے لگا، میں کافی بے چین تھا۔ غلام کافی تاخیر سے واپس آیا۔ اس نے مجھے تعظیم دی اور کہا۔ "شہنشاہ نے آپ کو محلِ خاص میں بلوایا ہے۔ وہ آپ کے منتظر ہیں۔"

میں کھڑا ہو گیا اور پھر میں غلاموں کے ساتھ خاص محل کی طرف چل پڑا۔ بہت سی غلام گردشوں سے گزر کر میں ایک خوبصورت کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گیا جہاں موجود پہرے دار مجھے دیکھ کر جھکے اور انہوں نے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ بڑا آراستہ کمرہ تھا، شہنشاہ ایک مسند زمرّدیں پر بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے سے بڑے تپاک کا اظہار ہو رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے خوشی ٹپک رہی تھی۔

"آؤ۔ آؤ آسمان کے بیٹے۔ تمہاری آمد ہمارے لئے فالِ نیک ہے۔ آؤ کہ تمہاری خوشنودی حاصل کر کے ہم سربلندی حاصل کر سکتے ہیں، میرے نزدیک بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ ہم سے تمہاری خدمت میں کوئی کوتاہی تو نہیں ہوئی ہے۔؟"

میں اس لمبی گردن والے بوڑھے مکار کو بغور دیکھنے لگا! اس نے جس انداز سے میرا استقبال کیا تھا، اس نے مجھے مجبور کر دیا تھا کہ میں اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤں، چنانچہ میں نے اپنے رویّے میں تبدیلی پیدا کر لی اور میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں تجھ سے خوش ہوں شہنشاہ۔ بلاشبہ تو نے غلط سوچ کر میرے لئے برا انتظام کیا تھا، لیکن میں نے تیری بھول کو معاف کر دیا تھا۔ مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے، لیکن میں تجھ سے کچھ خاص باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں دل وجان سے سنوں گا آسمان کے بیٹے۔ ضرور اُن میں میرے لیئے کوئی بہتری کی راہ ہوگی۔ کیونکہ تو دیوتاؤں کا ہمعصر ہے" بوڑھے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور میں اس چاپلوس کی چکنی چپڑی باتوں پر سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ ضرور اس کے ذہن میں کوئی خاص خیال آیا ہے۔ جس نے وقتی طور پر اس کا [illegible] کر دی ہے۔

"میں تجھ سے پہاڑ والوں کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں، جو تیرے ستم کے شکار ہیں۔ میں تجھ سے ان کے حقوق کی بات کرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو انہیں مناسب زندگی گزارنے دے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو انہیں آرسانہ کی طرح ایک شہر بسانے دے، جہاں وہ آرسانہ کی طرح ترقی کر سکیں اور بہتر زندگی گزار سکیں۔"

میں نے دیکھا پروفیسر۔ کہ بوڑھے کا رنگ ایکدم بدل گیا۔ اُسکے چہرے پر بلا کی کرختگی نظر آنے لگی، اس کی مکار آنکھوں میں نفرت تیرنے

لگا۔ تب اس نے کریہہ آواز میں کہا۔

"تجھے ان کے بارے میں کیسے معلوم ہوا آسمان کے بیٹے۔ کیا تو ان سے ملا ہے۔ کیا تو نے ان کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔؟"

"تیرے الفاظ تیرے سوال کا جواب ہیں شہنشاہ، کیا تو دل سے مجھے آسمان والا تسلیم نہیں کرتا، کیا تو نے مجھے دیوتاؤں کا ہمعصر نہیں جانا۔ کیا تجھے علم نہیں ہے کہ میں، جو تیری زبان، تیرے ماحول سے ناواقف تھا، اچانک سب کچھ جان گیا۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ تیرے تمام حربے میرے جسم پر بے اثر ہو گئے تھے۔ ان تمام باتوں میں اپنے سوال کا جواب تلاش کر۔ میرا رابطہ آسمانوں سے ہے، مجھے وہیں سے علم ملتا ہے اور میں اسی علم کی روشنی میں گفتگو کرتا ہوں۔!" میں نے کہا۔

"تو کیا دیوتاؤں کی خواہش ہے کہ میں ان کالے غلاموں کو برابر کا درجہ دیدوں۔ انہیں اپنے پاس بٹھاؤں۔ وہ جو ہماری خدمت کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں اپنا دوست بنالوں، یہ کیسے ممکن ہے آسمان کے بیٹے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔؟"

"وہ تیرے جیسے انسان ہیں شہنشاہ، ان میں اور تجھ میں کوئی فرق نہیں ہے، تو خود کو ان سے افضل کیوں سمجھتا ہے۔ اگر تو نے انہیں یہ درجہ نہ دیا تو وہ خود ایک دن یہ مقام حاصل کرلیں گے۔"

"وہ دن کبھی نہ آئے گا آسمان کے بیٹے۔ میری طرف سے دیوتاؤں کو پیغام دے دینا۔" بوڑھے نے مکاری سے کہا اور میں دانت پیس کر رہ گیا۔ اسے سمجھانا فضول تھا۔ طاقت کے نشے میں چور اس انسان کو عقل نہیں آسکتی تھی۔

"بہرحال ان کی باتوں کو چھوڑ۔ مجھے بتا میں تیری کیا خدمت کروں۔ میں تیری حیرت انگیز باتوں سے بہت خوش ہوں اور تجھے انہیں مراعات سے نوازنا چاہتا ہوں جو تیرا حق ہے۔" اس نے کہا۔ اور مجھے بائیسا یاد آگئی۔ میں اسے سمجھانے کی کوشش میں ناکام ہو گیا تھا، میں جانتا تھا کہ لمبی گردن والا صرف طاقت کی زبان سمجھتا ہے۔ تب میں نے کہا۔

"دوسری بات یہ ہے شہنشاہ۔ کہ تو نے [illegible] بائیسا مجھے بخش دے میں اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔!"

"مجھے معلوم تھا۔ مجھے معلوم تھا۔ بہرحال خوش ہو جا۔ وہ تجھے دے دی گئی۔ وہ تیرے پاس پہنچ جائے گی! میں بس تیری خوشی چاہتا ہوں، میں اس قدر مصروف تھا کہ ابھی تک تیرے اعزاز میں کچھ نہیں کر سکا تھا، تجھے کچھ بھی نہیں دے سکا تھا۔ لیکن کل کا دن آرسانہ والوں کے لئے چھٹی کا دن ہے کل وہ عیش و عشرت میں رہیں گے۔ کل وہ تفریحات کا دن منائیں گے، اور میں نے تیرے اعزاز میں خصوصی انتظامات کئے ہیں۔ میرے مشیر تیرے لئے دلچسپی کا سامان کر رہے ہیں۔"

میں حیران رہ گیا۔ بوڑھے مکار کی یہ بات میری سمجھ میں آئی تھی۔ میں اس فراخ دلی کا متوقع نہیں تھا، کیا سوچا ہے اس بوڑھے نے، کیا یہ مجھے بے وقوف بنا رہا ہے۔!

"بائیسا کہاں ہے۔ اسے ابھی میرے پاس بھیج دو۔"

"ابھی پہنچ جائے گی۔ اس کی تقدیر تیری تقدیر سے وابستہ کر دی گئی ہے۔ اور کچھ مانگ آسمان کے بیٹے۔!"

"تب میں اپنے کمرے میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔!" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ بوڑھا بھی میرے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے تعظیم کے لئے گردن جھکا دی اور پھر میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔!

"مہمان کو احترام سے مہمان خانے میں پہنچا دو۔" اس نے غلاموں سے کہا، اور غلام میرے ساتھ چل پڑے، میں سخت حیران تھا۔ بوڑھے کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے اچانک میرے بارے میں رائے کیا بدل دی تھی۔ بہرحال بائیسا کے آنے نہ آنے سے اس کا فیصلہ ہو جائے گا، میں نے سوچا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میرے کمرے کا دروازہ کھلا اور بائیسا اندر آگئی۔ وہ بے حد خوش تھی۔ اندر آتے ہی مجھ سے لپٹ گئی۔ میں اسے غور سے دیکھنے لگا! وہ بائیسا ہی ہے یا کوئی اور ہے، اگر ہے تو پھر آکاشا کی اطلاع۔؟ لیکن بہرحال وہ بائیسا ہی تھی۔ اس نے پیشانی، آنکھوں اور ہونٹوں کو چومنا شروع کر دیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ وہ اظہارِ محبت سے فارغ ہو گئی تو اس نے خوشی کے عالم میں مجھ سے کہا۔

"مجھے ہمیشہ کے لئے تمہارے سپرد کر دیا گیا ہے آسمان کے بیٹے، اب میں تمہاری ہوں۔ ہمیشہ تمہارے پاس رہوں گی۔!"

"مگر یہ سب کیسے ہوا بائیسا۔! بوڑھے شہنشاہ نے یہ بات کیسے قبول کرلی۔"

"میں خود حیران ہوں آسمان کے بیٹے۔ لیکن یہ سب ہوا۔ شہنشاہ کے خاص غلام مجھے قید خانے سے نکال کر یہاں چھوڑ گئے ہیں۔" بائیسا نے بتایا۔

"تو آکاشا کی اطلاع درست تھی۔ تمہیں قید کر دیا گیا تھا۔"

"ہاں۔ انہوں نے مجھے قید کر دیا تھا۔ وہ سب مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ شہنشاہ نے مجھ سے نفرت زدہ لہجے میں کہا کہ میں اس کی بیٹی ہوں تو کیا۔ وہ مجھے بھی سارتیہ کی طرح ہلاک کر دے گا۔ مجھ سے زیادہ وہ تمہاری طرف سے پریشان تھا آسمان کے بیٹے۔!

ہنشاہ کے دماغ میں یہ تبدیلی کس طرح آئی ؟"

"ممکن ہے اسے عقل آگئی ہو۔ ممکن ہے اس نے دیوتاؤں اُن کو تسلیم کرلیا ہو۔ بہرحال مجھے کسی بات کی فکر نہیں ہے، میں تو ...ہوں کہ تم میرے پاس آگئیں۔۔!" میں نے بائیسا کو آغوش میں کھینچتے ...کہا۔

"میں بھی تمہارے بغیر سانسوں میں گھٹن محسوس کررہی تھی، تمہارے ...بیتے ہوئے لمحات پر میں زندگی قربان کرنے کو تیار ہوں۔"

بائیسا میری محبت کا جواب بھرپور محبت سے دے رہی تھی، اور ...لاکا یاد آگئی، سالی یاد آگئی جو بہت پُرجوش تھیں، بائیسا ان سے ...طرح کم نہیں تھی۔ ہمارے جذبات پوری رات جاگتے رہے، بائیسا کی ...خواہش تھی کہ وہ میرے جسم ہی کا ایک جزو بن جائے اور پوری رات ...مہمان رہے، دوسری صبح بائیسا بہت خوش تھی، مسرت اس کے ...سے پھوٹی پڑرہی تھی اور اس وقت یہ مسرت اس بات کی تھی کہ ...شہنشاہ کسی سے مجھ سے جدا نہیں ہونا تھا۔ اسے پہرے داروں کا ...نہ تھا۔

چنانچہ وہ سنہری پریلی مجھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی ...کہ سورج کی روشنی پوری طرح پھیل گئی، تب ہم نے گرم پانی کا غسل کیا ...ہمارے خادم ہمارے لئے ناشتہ لے آئے۔ بائیسا نے اور میں نے مل کر ...ناشتہ کیا، کسی نے ہمارے درمیان مداخلت نہیں کی تھی۔ پھر جب سورج ...بلند ہوگیا تو خدام نے مجھے شہنشاہ کا پیغام دیا۔ شہنشاہ مجھ سے ملاقات ...چاہتا تھا۔

ذہنی طور پر میں اس بوڑھے مکار سے بھی خوش تھا جس نے ...اُن کے تحت ہی سہی، بہرحال کچھ رعایت دی تھی اور بائیسا کو بلاغرض ...کردیا تھا، چنانچہ میں بائیسا سے رخصت ہوکر اس سے ملاقات کے ...لمبی گردن اور مکار چہرے والا شہنشاہ ایک خوبصورت مسند پر ...اس کے قدموں میں اس کے تین بوڑھے مشیر بیٹھے ہوئے تھے، ان سب نے ...تعظیم دی اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا۔ تینوں بوڑھے ...میرا جائزہ لے رہے تھے۔ پھر شہنشاہ نے کہا۔

"آسمان کے بیٹے۔ بلاشبہ ہم میں تیری آمد حیرت انگیز طور سے ...بے شک ہمارے ذہنوں نے تجھے قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن ہم تیرے ...قائل ہوگئے۔ تو عام انسانوں سے بلند ہے، تو بے پناہ طاقتور ہے ...مخالفت کے باوجود ہمیں محبت دی، اور اس بات سے ثابت ہوگیا ...ہوتا ہے۔ آسمان کے بیٹے۔ ہم تجھ سے ایک درخواست کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تو ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہوجائے تو ہم ایک بڑی مشکل سے نکل سکتے ہیں۔ آج تو نے پہاڑ۔۔۔ والوں سے صلح کا سبق دیا تھا۔ غور کرلے دیوتا کے منظور نظر، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ہمارے ہم پلہ ہوں، جو رنگ میں گھرے اور عقل میں ہم سے پیچھے ہیں۔ ہم انہیں غلام بنا کر پناہ تو دے سکتے ہیں۔ اپنے شانہ بشانہ کھڑا نہیں کرسکتے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔۔۔ باغی پہاڑوں میں روپوش ہیں۔ وہ طاقت حاصل کررہے ہیں۔ لیکن وہ جتنی طاقت بھی حاصل کرلیں، ۔۔۔ ہم انہیں کامیاب نہ ہونے دیں گے، اور جب سے ہم نے تیرے بارے میں سوچا ہے تب سے ہماری امیدوں کے چراغ روشن ہوگئے ہیں، تو ہی ہے جو ان باغیوں کی سرکوبی کرسکتا ہے، کون ہے جو تیرا مقابل ہو، ہم چاہتے ہیں کہ تو فوج کا ایک جتھہ لے کر جائے اور باغیوں کو نیست و نابود کرے، لیکن یہ سب کچھ تیری مرضی پر ہے، اگر تو اس بات کو پسند نہیں کرے گا تو ہم تجھے مجبور نہیں کریں گے۔" بوڑھے مکار نے اپنی لمبی تقریر ختم کی، اس کی تقریر جیسی بھی تھی اس کا مطالبہ جیسا بھی احمقانہ تھا میرے ذہن سے ایک الجھن دور ہوگئی تھی۔ اب تک میں بوڑھے کی مہربانیوں کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا، یہ نہیں جان سکا کہ بائیسا مجھے کیوں بخش دی گئی ہے، لیکن اس گفتگو کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ بوڑھا دراصل کیا چاہتا ہے۔ وہ میری طاقت کو پہاڑ والوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا، ضرور اس کے مشیروں نے یہ مشورہ دیا ہوگا اور اسی مشورے کے تحت بوڑھے سیاست داں نے بائیسا کو میرے حوالے کرکے مجھے خوش کرنا ضروری سمجھا، میں جو پہاڑ والوں میں نجات دہندہ کہلاتا تھا، میں جسے آرسانہ والوں سے نفرت تھی، بھلا اس بوڑھے کی بات کیسے مان سکتا تھا، لیکن چالاکی کا جواب چالاکی سے دینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے ذہانت سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"ہرچند کہ میں ان لوگوں سے مکمل طور سے واقف نہیں ہوں، میری نگاہ میں سب انسان برابر ہیں۔ لیکن تو نے میرے ساتھ ا[illegible] ہے، اگرچہ وقتی ہی سہی۔ لیکن اس کے باوجود مجھے غور کرنے کا موقع دے شہنشاہ۔"

"میری طرف سے اجازت ہے۔ خوب غور کرکے فیصلہ کرو۔ مجھے اعتراض نہ ہوگا۔" بوڑھے نے کہا۔ اور اس کی اس فراخ دلی پر بھی میں نے غور کیا۔ لیکن اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے پروفیسر کہ اس چالاک بوڑھے نے نہایت اطمینان سے مجھے بے وقوف بنادیا تھا، اگر میری پراسرار قوتیں مجھے سہارا نہ دیتیں تو وہ اپنے مشن میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اور اس کامیابی میں کوئی شبہ باقی نہیں تھا، اس نے بخوبی اپنے اصل پروگرام کی طرف سے میرا ذہن ہٹادیا تھا۔

میں وہاں سے خوش و خرم واپس آگیا۔ میں نے اس سے سوچنے

کی مہلت مانگ لی تھی۔ لیکن اس مہلت کے دوران میں بوڑھے کی طرف سے پہاڑوں والوں کے خلاف لڑنے کے لئے نہیں سوچنا چاہتا تھا' بلکہ مجھے سوچنا یہ تھا کہ اب بائیسا کو یہاں سے کرنکل جانے کی کیا صورت ہوگی' یہاں میرا مشن پورا ہوگیا تھا' بائیسا بھی مجھے مل گئی تھی چنانچہ اب یہاں رہنے کا جواز نہیں تھا۔!

بائیسا مجھے دیکھ کر خوش ہوگئی۔ اس نے بوڑھے شہنشاہ کے بلانے کا مقصد پوچھا اور میں نے بلاکم وکاست اسے بھی تفصیل بتادی' بائیسا بھی میری ہم خیال تھی' اس نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ یہ اچانک رہائی اسی وجہ سے ہے۔ بہرحال اس بارے میں بائیسا نے مداخلت نہیں کی' بلکہ اس نے یہ سب کچھ میرے اوپر چھوڑ دیا کہ میں جیسے مناسب سمجھوں کروں۔!

دوپہر ڈھل گئی تو محل کے غلام اور دوسرے لوگ زرق برق لباس تبدیل کر کے جوق در جوق جانے لگے! بائیسا نے مجھ سے بھی تیار ہونے کے لئے کہا۔

"ہمیں کہاں جانا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"آبادی سے دور۔ پہاڑوں میں۔ ہم ہر سال یہ جشن مناتے ہیں۔ ایک خاص جشن ہوتا ہے جس میں بہادر فضا میں پرواز کرتے ہیں اور یہ ہمارے قومی کھیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج کے اس جشن میں تمہاری عزت افزائی بھی شامل ہے۔"

"فضا میں کیسے پرواز کرتے ہیں۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ یہ سب عقلی کارنامے ہیں۔" بائیسا نے کہا اور میں تیار ہوگیا۔ بائیسا نے میرے لئے ایک رنگین لباس تیار کرایا تھا' جس میں چیتے کی کھال اور رنگین کپڑا استعمال کیا گیا تھا۔ پھر ایک گاڑی جس میں چار طاقتور گھوڑے جتے ہوئے تھے ہم دونوں کو لے کر چل پڑی گھوڑے برق رفتاری سے دوڑ رہے تھے' ہمیں طویل سفر طے کرنا تھا' بہرحال اس سفر کا اختتام تاحد نگاہ پھیلے ہوئے بھورے بھورے اور سیاہ پہاڑوں پر ہوا۔ وہاں ایک انتہائی وسیع وعریض میدان میں بے شمار لوگ جمع تھے' پورا آرسانہ امڈ آیا تھا۔ لوگ رنگین لباس پہنے ہوئے تھے اور بہت خوش نظر آرہے تھے یہ وسیع وعریض میدان ایک نوکیلے پہاڑ کے گرد گھوم جاتا تھا' اور اس نوکیلے پہاڑ کے دہانے سے دھواں نکل رہا تھا' میں آگ اگلنے والے اس خوفناک پہاڑ سے اچھی طرح واقف تھا' آج کی زبان میں اسے آتش فشاں کہتے ہیں۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا پروفیسر۔! اس نے رک کر پوچھا۔ لیکن کسی کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ فروزاں' فرزانہ اور پروفیسر تو اس وسیع وعریض میدان میں موجود تھے جہاں یہ جشن منایا جارہا تھا۔ لمبی گردن والا مکاران کے سامنے تھا اور وہ زمانہ قدیم کے ان پراسرار لوگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

ان سب کو داستان کے سحر میں مبتلا پاکر وہ مسکرایا اور اس نے اپنی داستان پھر شروع کردی۔!

"ہماری گاڑی ایک مخصوص حصے میں پہنچ گئی جو معززین کے لئے مخصوص تھا۔ غلاموں نے گھوڑوں کی باگیں پکڑیں اور ہم نیچے اتر آئے' تھوڑے فاصلے پر بوڑھا شہنشاہ نصف درجن بیویوں کے جھرمٹ میں موجود تھا۔ اس کے پیچھے اس کے مشیر بھی تھے۔ انہیں عورتوں میں' میں نے آکاشا کو بھی دیکھا۔ اور جب میں نے آکاشا پر نگاہ ڈالی تو وہ بھی سلگتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی میری نگاہ پڑتے ہی اس نے مجھ پر سے نگاہ ہٹالی اور دوسری طرف دیکھنے لگی پھر ہمیں شہنشاہ کی آواز سنائی دی۔

"آؤ۔ آسمان کے بیٹے۔ اس جشن میں تمہاری شرکت ہمارے لئے نیک فال ہے۔" اور وہ خود ہمارے استقبال کے لئے آگے بڑھ آیا۔ پھر وہ ہمیں لئے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ ایک حصہ شاہی افراد کے لئے مخصوص تھا بوڑھے شہنشاہ نے مجھے اپنے برابر جگہ دی اور میرے بیٹھنے کے بعد سپاہ گروں کے کرتب شروع ہوگئے۔

یہ جشن بھی وحشیانہ تھا۔ مقابلہ کرنے والوں کو مفتوح کے قتل کی اجازت تھی' بلکہ جب کوئی فاتح اپنے مفتوح کو زیر کر لیتا تو وہ فاتحانہ انداز میں عوام کی طرف دیکھتا اور عوام پرجوش مطالبہ کرتے کہ وہ مفتوح کو قتل کردے تب فاتح اپنا ہتھیار مفتوح کے سینے میں اتار دیتا۔ لمبی گردن والا شہنشاہ اس خونریز مقابلے سے بہت خوش تھا۔ لڑاکے جلد جلد میدان میں آرہے تھے' موت کا بازار گرم تھا اور میں ان خونریزیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ بائیسا اس وقت میرے پاس موجود نہیں تھی۔ وہ دوسری عورتوں میں شامل ہوگئی تھی۔

کئی گھنٹے تک یہ خونی مقابلے جاری رہے۔ پھر ختم ہوگئے۔ جیتنے والوں کو میرے ہاتھوں سے انعام دلوائے گئے۔ عوام کی بہت بڑی تعداد مجھے دیکھ رہی تھی' میرا خیال تھا کہ مجھے بھی کسی سے جنگ کرنے کی دعوت دی جائے گی' لیکن کون تھا جو میرے مقابل آنے کی حماقت کرتا۔! اس کے بعد میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ جانوروں کی کھالوں سے بنی ہوئی ایک چوکور تھیلی میدان میں لائی گئی جس میں عجیب [illegible] لکڑی استعمال کی گئی تھی۔ اس میں تسمے بھی لگے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی دو سفید رنگ کے مضبوط گھوڑے بھی آئے جن پر موٹی رسی لدی ہوئی تھی۔

تب شہنشاہ میری طرف جھکا۔ اور اس نے کہا "یہ ہمارا نوجی کھیل ہے۔ میرا ایجاد کیا ہوا۔ تم یقیناً اسے دیکھ کر محظوظ ہوگے۔ میں نے انسان کے فضا میں پرواز کرنے کی بات کی تھی۔ اب تم اس کا عملی مظاہرہ دیکھوگے اس کھیل کی ابتداء میں کروں گا۔" شہنشاہ اٹھ گیا۔ اس نے اپنی بیویوں کی

جھرمٹ کی طرف دیکھا۔ سب اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ تب اس نے آواز دی۔!

"لاشی۔ آؤ۔ آج اس کھیل میں تم بھی میرے ساتھ شریک ہوگی۔" اور ایک نوجوان ملکہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھ آئی۔ شہنشاہ کی اجازت سے اس نے اپنا لباس اتارا جس کے نیچے ایک چست لباس موجود تھا، خود شہنشاہ نے بھی لباس اتار دیا اور آگے بڑھ آیا۔ لاشی اس کے ساتھ تھی۔!

شہنشاہ کے آگے بڑھتے ہی مجمع نے شور و غل کرنا شروع کر دیا وہ شہنشاہ اور ملکہ لاشی کے نام کے نعرے لگا رہے تھے، درحقیقت میں ابھی تک اس کھیل کو نہیں سمجھ سکا تھا چنانچہ میں دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ شہنشاہ چمڑے کی چوکور شے کے قریب پہنچ گیا! اس میں گھوڑے کے جسم پر ڈالی جانے والی رکاب کی طرح چار چھلے لٹک رہے تھے۔ شہنشاہ نے ہجوم کی طرف اور پھر میری طرف ہاتھ لہرایا، اور پھر رکاب میں پیر ڈال دیئے، اس کی ملکہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا، پھر ایک بہت لمبی رسّی گھوڑوں کے کندھوں پر بندھی ہوئی چرخی سے کھول کر اس چوکور شے میں باندھ دی گئی اور شہنشاہ اور ملکہ نے وہ رسّی پکڑ لی۔ تب دو سائیس گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور اس کے بعد خوفناک انداز میں ڈھول بجنے لگے! بات اب کچھ کچھ میری سمجھ میں آتی جا رہی تھی۔ لیکن اتنے حیرت انگیز کھیل کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر آخری بار ڈھول زور سے بجے، اس کے ساتھ ہی ایک آواز آئی اور گھوڑوں پر بیٹھے ہوئے سائیسوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی۔ گھوڑے برق رفتاری سے دوڑنے لگے اور چوکور شے زمین سے بلند ہونے لگی۔ بلند اور بلند۔ اور بلند۔ شہنشاہ اور ملکہ بھی اس کے ساتھ چپکے ہوئے تھے اور گھوڑوں کے کندھوں سے بندھی ہوئی چرخی آہستہ آہستہ کھل رہی تھی جس کی وجہ سے رسّی دراز ہو رہی تھی اور ملکہ اور شہنشاہ بلند ہونے جا رہے تھے۔ میں حیرت سے منہ پھاڑے اس عجیب کھیل کو دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ مجھے انسان کی یہ پرواز بے حد پسند آئی تھی۔ کیسا انوکھا، کیسا دلچسپ کھیل تھا۔ گھوڑے میدان کے انتہائی سرے پر پہنچ گئے تھے اور پھر وہ پہاڑ کے دوسری طرف گھوم گئے! لیکن شہنشاہ اور ملکہ بدستور پرواز کر رہے تھے، وہ دھواں اگلنے والے پہاڑ سے بھی بلند تھے اور کئی بار اس کے دہانے کے اوپر سے بھی گزرے، گھوڑے دوڑتے ہوئے دوسری طرف نکل آئے، اب وہ واپس آ رہے تھے، اور شہنشاہ کی پرواز جاری تھی۔!

مجھے یہ کھیل بہت ہی پسند آیا۔ جو کچھ بھی تھا، شہنشاہ بہرحال بہادر تھا، ورنہ زمین سے اتنی بلندی پر اڑنا بہت خطرناک تھا، گھوڑے کافی دیر تک دوڑتے رہے، شہنشاہ جب عوام کے اوپر سے گزرتا تو لوگ اسے دیکھ کر پرجوش نعرے لگاتے، تالیاں بجاتے اور بہت خوش ہوتے تھے، شہنشاہ بھی رسّی ایک ہاتھ سے پکڑ کر ان کی طرف ہاتھ ہلاتا۔ گھوڑوں نے تقریباً میدان کے ایک درجن چکر لگائے اور پھر ان کی رفتار سست ہونے لگی۔

ملکہ اور شہنشاہ ایک خاص انداز میں نیچے اتر رہے تھے، پھر وہ زمین پر آ گئے۔ لوگوں کے شور سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ واپس واپس پہنچ گئے اور شہنشاہ نے میرے قریب پہنچ کر کہا۔

"کیا تمہیں یہ کھیل پسند آیا آسمان کے بیٹے۔؟"

"بے حد۔ میں نے اپنی زندگی میں کسی ایسے کھیل کا تصور بھی نہیں کیا

"یہ میری ایجاد ہے۔ اور اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بس رسّی پکڑے کھڑے رہو۔ باقی کام گھوڑوں اور سائیسوں کا ہے۔ دیکھو ابھی دوسرے لوگ بھی اس کا مظاہرہ کریں گے۔" وہ پھر میرے نزدیک بیٹھ گیا۔ میدان میں دو نئے گھوڑے اور چند لوگ آ گئے تھے۔ ان لوگوں نے بھی خاص طور سے اس کھیل کی مشق کی تھی، ایک کے بعد دوسرا آدمی آتا گیا، میں اس کھیل میں محو تھا، درحقیقت مجھے یہ بہت آسان اور بہت دلچسپ محسوس ہوا۔ تب شہنشاہ نے جھک کر میرے کان میں کہا۔

"اگر تم اس کھیل کا مظاہرہ کرنا چاہو تو میرے وطن کے لوگ تمہاری مزید عزت کریں گے۔ میری خواہش ہے کہ تم بائیسا کو ساتھ لے کر آسمان کی سیر کرو۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے کہا اور شہنشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے اعلان کرا دیا۔ کہ آسمان کا بیٹا فضاؤں میں پرواز کرے گا اور بائیسا اس کے ساتھ ہوگی۔ میرے لئے خصوصی انتظامات کئے جانے لگے، بائیسا بھی خوشی سے میرے نزدیک آ گئی تھی۔!

"مجھے بھی یہ کھیل بہت پسند ہے اور پھر تم ساتھ ہو گے تو کس بات کا خوف ہے۔" اس نے کہا اور تالیوں اور نعروں کے شور میں، میں بائیسا کے ساتھ میدان میں آ گیا۔ اس دوران میں میں پرواز کرنے کی تکنیک سمجھ گیا تھا، اس لئے میں اطمینان سے چمڑے کی پتنگ میں کھڑا ہو گیا۔ بائیسا بھی میرے نزدیک تھی۔ اس کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو رہا تھا، کیونکہ عوام کی نگاہوں میں بھی اس کا یہ اعزاز آ گیا تھا کہ وہ آسمان کے بیٹے کی منظورِ نظر ہے۔

چاق و چوبند گھوڑوں پر سائیس سوار ہو گئے۔ ڈھول چیخے، اور ہم دونوں فضا میں بلند ہونے لگے! میرا دل خوشی سے دھڑک رہا تھا

بلندی زیادہ سے زیادہ ہوتی جا رہی تھی۔ نیچے موجود لوگ ننھے ننھے کھلونوں کی مانند نظر آنے لگے تھے، دور سے آرسانہ کی عمارتیں بھی صاف دکھائی دے رہی تھیں۔! بائیسا پہلے قدرے خوفزدہ ہوئی، لیکن پھر وہ بھی اس انوکھی پرواز سے لطف اندوز ہونے لگی، گھوڑے میدان کے سرے پر پہنچ رہے تھے۔ ہم دھواں اگلنے والے پہاڑ کی طرف بڑھ رہے تھے اور پھر ہم اس کے اوپر سے گزرے۔ سخت تپش تھی۔ بائیسا ایک بار پھر خوفزدہ ہو گئی، لیکن میں نے بھینچ کر اسے دلاسہ دیا۔ گھوڑے پہاڑ سے گھوم کر نکل آئے! لوگ خوشی سے تالیاں بجا رہے تھے، چیخ رہے تھے، میری طرف دیکھ کر ہاتھ ہلا رہے تھے گھوڑوں نے پھر میدان کا چکر لگایا۔ ہم کافی بلندی پر پہنچ چکے تھے، میری نگاہیں اس جگہ تھیں، جہاں شہنشاہ اور مشیر وغیرہ کھڑے ہوئے تھے، دفعتاً شہنشاہ نے ہاتھ اٹھایا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سرخ کپڑا تھا۔ وہ زور زور سے سرخ کپڑا ہلانے لگا، ہم بتدریج دھواں اگلنے والے پہاڑ کے دہانے پر پہنچتے جا رہے تھے، تب شہنشاہ نے سرخ کپڑا نیچے گرا دیا اور اس کے ساتھ ہی گھوڑے دوڑانے والے سائیسوں نے وہ رسیاں کاٹ دیں، جو گھوڑوں کے کندھوں سے بندھی ہوئی چرخی سے منسلک تھیں۔ اس وقت ہم آتش فشاں کے سرخ دہانے کے عین اوپر تھے۔ رسیاں کٹتے ہی ہماری پتنگ کی پرواز ختم ہو گئی اور ہم کسی پتھر کی طرح نیچے گرنے لگے۔!

بائیسا کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ سرخ آگ کا دہانہ تیزی سے قریب آ رہا تھا، ہمارے جسموں کے لباس آگ کی تپش سے بھڑک اٹھے میں بھی اس خوفناک صورتحال سے ذہنی طور پر مفلوج ہو گیا، میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی ایسا حادثہ ہو سکتا ہے۔ میں بائیسا اور خود کو اس دہانے کی سمت سے ہٹانے کی کوئی کوشش نہ کر سکا اور ہماری پتنگ آگ اور گیس کے حصار میں داخل ہو گئی۔ بائیسا نے پھر ایک چیخ مارنے کی کوشش کی لیکن یہ چیخ کسی باز کے شکنجے میں پھنسی ہوئی ننھی سی چڑیا کی چیخ سے مشابہ تھی۔ "قیس" کی آواز میرے کانوں میں گونج اٹھی، لیکن چاروں سمت آگ کی سرخ دیواریں تھیں، اور اب کھولتے ہوئے سرخ پتھر ہمارے پیروں سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر تھے۔ میری آنکھوں کے سامنے گیس کا ایک مرغولا اٹھا، بائیسا سلولائیڈ کی طرح جل گئی۔ صرف ایک شعلہ سا لپکا تھا جس میں جلنے والے گوشت کی چراہند شامل تھی۔ اور بس۔ بائیسا کا وجود ختم ہو گیا۔

لیکن، میرے جسم کو ایک لطیف حرارت مل رہی تھی، میں ان پگھلے ہوئے پتھروں میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ مجھے ان کی گرمی بے حد خوشگوار محسوس ہو رہی تھی۔ ہاں یہ آگ تھی۔ میری زندگی، میری حیات، اور جس قدر حرارت اس آگ میں تھی، اس سے پہلے مجھے نہیں ملی تھی۔ میرا آتشیں حسن اور نکھر آیا۔ میرے جسم نے اپنی غذا حاصل کر لی۔ میں خود کو اتنا توانا محسوس کرنے لگا، جتنا پہلے کبھی نہیں محسوس کیا تھا، بائیسا کی موت کا احساس آن کی آن میں فنا ہو گیا۔ میں ان میں سے نہ تھا۔ وہ سب تو میرے سامنے حقیر تھے، ایک بائیسا کیا، پوری کائنات میرے زیر نگیں تھی، پھر مجھے اس کی موت کی کیا پرواہ ہوتی۔ میں آتشیں غسل کرتا رہا۔ کندن بنتا رہا اور جب میرا دل بھر گیا تو میں آگ کی دیواروں میں ابھرے ہوئے پتھر پکڑ کر اوپر چڑھنے لگا۔ میرے جیسے انسان کے لئے یہ کونسا مشکل تھا۔ میں بے حد پھرتیلا تھا، بے حد چاق و چوبند تھا، دیکھتے ہی دیکھتے میں اس دھواں اگلنے والے پہاڑ کے دہانے پر پہنچ گیا۔ شام کافی حد تک جھک آئی تھی، فضائیں دھندلا گئی تھیں۔ نہ جانے کتنی دیر تک میں نے غسل آتش کیا تھا بہرحال میں دہانے کے کنارے پکڑ کر اوپر رینگ آیا، اور پھر اسی طرح رینگتا ہوا ایک چٹان پر پہنچ گیا۔ میں نے گردن اٹھائی۔!

جشن ختم ہو گیا تھا۔ لوگ واپس جا رہے تھے۔ مجمع بہت دور نظر آ رہا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ دماغ روشن تھا، خیالات تیزی سے آ رہے تھے۔ مجھے احساس ہوا کہ ہم دونوں کا آتشیں غار میں گرنا کوئی حادثہ نہیں تھا۔ یہ سب کچھ شہنشاہ کے اشارے پر ہوا تھا۔ ہاں لمبی گردن والے عیار نے انتہائی اطمینان سے مجھے بے وقوف بنایا تھا۔ یہ پروگرام شاید اس نے پہلے ہی بنا لیا تھا اور سب کچھ اس کے پروگرام کے مطابق ہی ہوا تھا۔ ضرور ایسا ہی تھا لیکن اس طرح وہ صرف اپنی بیٹی کی جان لے سکا تھا، مجھے تو نئی زندگی مل گئی تھی۔ میرے جسم و جان کے لئے تو اس نے طاقت فراہم کی تھی۔

میدان کے انتہائی سرے خالی ہو چکے تھے۔ آرسانہ والے اپنی دانست میں مجھے ختم کر کے واپس چلے گئے تھے اور میں ان کی بے وقوفی پر مسکرا رہا تھا، پھر مجھے بائیسا کا خیال آیا اور اس کی موت پر تھوڑا سا رنج ہوا۔ ظالم باپ بیٹی سے بھی انتقام لینے کی سوچ چکا تھا۔ لیکن بہرحال وہ ناکام رہا تھا۔ میں اس سے ایک اور ملاقات کرنا چاہتا تھا۔!

چنانچہ جب رات ہو گئی تو میں بلند پہاڑ سے نیچے اترنے لگا، میری آنکھوں کی روشنی تیز تھی، اور میں تاریکی میں بھی بخوبی دیکھ سکتا تھا، تھوڑی دیر کے بعد میں بڑی بڑی چٹانوں اور درختوں کو پھلانگتا ہوا نیچے پہنچ گیا، اور پھر میں نے تیزی سے میدان میں دوڑنا شروع کر دیا۔ میری رفتار تیز رفتار گھوڑوں سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ میں نے بہت جلد میدان پار کر لیا اور شہر کی طرف دوڑنے لگا! بہت زیادہ رات نہیں گزری تھی کہ میں آرسانہ میں داخل ہو گیا۔ یہ ایسا وقت تھا جب آرسانہ والے عموماً گھروں میں داخل ہو کر آرام کرنے لیٹ جاتے تھے، لیکن آج پورا شہر جاگ رہا تھا۔ انہیں اپنے اس قومی جشن کے عجیب و غریب خاتمے پر حیرت تھی، انہیں تعجب تھا کہ ان کے شہنشاہ نے

آسمان کے بیٹے کو کیوں ہلاک کر دیا۔ وہ تو برکتوں کا مظہر تھا' لوگ جگہ جگہ گروہ لگائے یہی چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

میں نے ان میں سے چند لوگوں کی گفتگو سنی' پھر ان سے بچتا بچاتا محل کی طرف چل پڑا۔ میرے ذہن میں ایک مکمل منصوبہ موجود تھا' محل میں' میں کافی دن گزار چکا تھا' اس لئے وہاں کے چپے چپے سے واقف ہو گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ کہاں سے محل میں داخل ہوتے ہوئے میں پہرے داروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتا ہوں' چنانچہ میں محل کی بغلی سمت سے اندر داخل ہو گیا۔ محل روشنیوں سے جگمگا رہا تھا ابھی وہاں رات نہیں ہوئی تھی اور پھر یہ تو جشن کی رات تھی۔ شہنشاہ نے ایک بڑا عظیم کام سرانجام دیا تھا ۔۔۔ میں مختلف حصوں سے گزرتا' پہرے داروں کی نگاہوں سے بچتا' اس بڑے ہال میں پہنچ گیا جہاں شہنشاہ اپنے مشیروں کے ساتھ موجود تھا۔

اس وقت بھی ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا' شہنشاہ نے معززین کو فیصل تلنے کے لئے مدعو کیا تھا' وہ ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا' اس کے مشیر اس کے دائیں بائیں موجود تھے اور بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ میں نے پوشیدہ رہنے کے لئے ایک مناسب جگہ تلاش کر لی۔ جہاں سے میں ان لوگوں کی آوازیں سن سکتا تھا۔ شہنشاہ کہہ رہا تھا۔

"اس نے مجھے پہاڑوں والوں کی حیثیت قبول کرنے کی دعوت دی تھی۔ میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ میں اسے پہاڑوں والوں کا جاسوس ثابت کر سکوں' لیکن یہ حقیقت ہے' بہرحال اس کی قوت بے پناہ تھی اور میں اس قوت کا راز سمجھنے میں آج تک ناکام رہا ہوں' آپ سب نے دیکھا' بھوکے شیر اسے ہلاک نہ کر سکے' لڑاکوں کی تلواریں اس کے لئے ناکارہ ثابت ہوئیں' تب میں نے اپنے مشیروں سے مل کر یہ پروگرام تیار کیا۔ مجھے علم ہوا کہ میری بیٹی بائیسا اس کے عشق میں گرفتار ہو گئی ہے۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ بائیسا کو بھی وہی سزا دوں گا جو سارتینہ کو دی گئی تھی' لیکن پھر میں نے ایک تیر سے دو شکار کئے' آپ نے دیکھا' بائیسا بھی اس کے ساتھ ہی ہلاک ہو گئی۔ ہاں' مجھے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بڑی چالاکی کا ثبوت دینا پڑا۔ میں نے اس سے ایسی گفتگو کی کہ جیسے میں اسے پہاڑوں والوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہوں اور وہ میری نیت کی طرف سے مطمئن ہو گیا' لیکن درپردہ میں نے سالانہ جشن کے کھیل میں اس کی موت کا کھیل کھیلنے کا فیصلہ بھی کر لیا تھا' اس طرح میرے اس کھیل کی اہمیت اور واضح ہو جاتی ہے۔ کیا آپ اس سے انکار کرتے ہیں۔"

"آرسانہ کا شہنشاہ بے پناہ عقل و دانش رکھتا ہے' وہی شہنشاہی کے قابل ہے۔" اس کے سامنے موجود لوگوں نے بیک آواز کہا اور میرے ہونٹ بھنچ گئے۔ تاہم میں یہ اعتراف پہلے بھی کر چکا ہوں پروفیسر ۔۔ کہ اس نے ایک کامیاب چال چلی تھی اور اگر میں غیر معمولی طاقتوں کا حامل نہ ہوتا تو کون ہے جو اس کی چال کو کامیابی سے روک سکتا تھا' بہرحال ابھی صرف میں جانتا تھا کہ اس کی چال ناکام ہو گئی ہے' لیکن بہت جلد دوسرے لوگ بھی جان جائیں گے' میں نے سوچا اور پھر میں نے وہ جگہ چھوڑ دی' اب مجھے آکاشا کی تلاش تھی' ہاں آکاشا' جو مجھے چاہتی تھی اور بائیسا کی موت کے بعد وہی میری محبت کی حقدار تھی۔ میں اس کا حق اسے بخش دینا چاہتا تھا' چنانچہ میں اسے تلاش کرنے لگا' پہریدار ابھی تک مجھے نہیں دیکھ سکے تھے' میں ان لوگوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا اس کمرے کے نزدیک پہنچ گیا جہاں آکاشا تھی۔ آکاشا کے کمرے میں نیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ صرف وہی تھی جسے آج کے واقعے کا دلی رنج ہو گا' بائیسا اس کی بہن تھی اور میں اس کا محبوب ۔۔ ان دونوں کی موت صرف اسے غمگین کر سکتی تھی' اس لئے اس کے کمرے میں مسرت کی روشنی کیوں ہوتی۔!

میں نے کواڑوں کو دھکا دیا۔ اور وہ بے آواز کھل گئے۔

تب میں نے کمرے میں قدم رکھا اور سسکیوں کی ان آوازوں کو بخوبی سن لیا جو آکاشا کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھیں' وہ یقیناً اپنے بستر میں منہ چھپا کر بلک رہی تھی' تاریکی کے باوجود مجھے اس کا ہلتا ہوا جسم نظر آ گیا ۔۔ اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں گھٹنوں کے بل جھکا اور میں نے اس کے نرم ریشمی بال سہلائے ۔ اس کی سسکیاں رک گئیں اور وہ اچھل کر سیدھی ہو گئی۔

"کون ۔ کون ہو تم ۔۔؟" اس کی خوفزدہ آواز ابھری اور تاریکی کے باوجود اس نے مجھے پہچان لیا۔ "آہ ۔ تاآری کی قسم ۔ تم تو دہی ہو۔ وہی ہو تم جسے موت کے جہنم میں ڈال دیا گیا تھا۔ آہ ۔۔ وہ روح فرسا منظر میں نے اپنی نگاہوں سے دیکھا تھا' پھر میں کونسی بات پر یقین کروں ۔ لوگوں کی آوازوں پر جو تمہاری موت کی تصدیق کر رہے تھے' یا تم پر' جو میرے سامنے موجود ہو ۔!"

"مجھ پر یقین کرو آکاشا ۔ میں جو آسمان کا بیٹا ہوں' میں جو ایک لافانی قوت ہوں ۔ مجھے چھو کر دیکھو' میں تمہارے سامنے موجود ہوں ۔!"

"یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے میرے محبوب ۔۔ میں یقین نہیں کر سکتی ۔!"

"تمہیں اسی وقت یقین کر لینا چاہیئے تھا آکاشا' جب تمہارے بھوکے شیر میرے ہاتھوں موت کا شکار ہو گئے تھے' جب تمہارے لڑاکے میرے سامنے بیکار ہو گئے تھے' بہرحال جب نہیں تو اب یقین کر لو ۔!"

"بائیسا کہاں ہے؟ میری بہن کہاں ہے ۔؟"

"وہ ظالم باپ کے انتقام کا شکار ہو گئی ۔ بوڑھے شیطان نے اسے اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ کاش میں اسے بچا سکتا ۔!"

"آہ۔ میری بہن آہ ۔۔!" آکاشا دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر
رونے لگی ! تب میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔
"اٹھو آکاشا۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا ہے ۔ ہمیں اب یہاں
بھی نہیں رکنا چاہیئے ۔ تمہارا باپ تمہارے بارے میں ویسا ہی سوچ سکتا
ہے جیسا اس نے تمہاری بہن کے بارے میں سوچا تھا ۔ اٹھو ساتھ چلو۔ میں
تمہیں یہاں سے نکال کر لے چلوں گا ۔ !"
"ہاں۔ وہ ظالم ہے ۔ وہ خود غرض ہے ۔ اسے صرف اپنی
سرداری پیاری ہے ۔ وہ اپنے علاوہ کسی دوسرے سے محبت نہیں کر سکتا ۔ چلو،
مجھے یہاں سے لے چلو۔ میں آرسانہ کی زمین سے نفرت کرنے لگی ہوں، اس
زمین سے نفرت کے بخارات اٹھتے ہیں ۔ مجھے یہاں سے دور لے چلو۔ بہت
دور جہاں نفرت کی بو نہ پہنچ سکے ۔ !" وہ کھڑی ہو گئی ۔ وہ میرے ساتھ چلنے کے
لئے تیار تھی ۔ تب میں اسے لئے ہوئے کمرے سے نکل آیا۔
"آؤ ۔ میں محل سے باہر جانے کا خفیہ راستہ تمہیں بتاؤں۔ یہی
راستہ جس سے نکل کر ایکبار میں تمہارے پاس گئی تھی ۔ اور واپس آگئی تھی۔"
اس نے کہا اور مجھے لئے ہوئے محل کے عقبی حصے کی طرف چل پڑی ۔ کئی راہداریوں
سے گزر کر وہ ایک کمرے میں پہنچی اور پھر کمرے کی دیوار کے ایک خفیہ دروازے
سے محل سے باہر نکل آئی ۔ یہاں ایک اصطبل موجود تھا جس میں شاندار گھوڑے
بندھے ہوئے تھے ۔ میں ان گھوڑوں کو دیکھ کر خوش ہو گیا ۔ مشکلات خود بخود
حل ہو رہی تھیں ۔ !
تب میں نے اس سے کہا "تم یہاں میرا انتظار کرو آکاشا میں
ابھی واپس آتا ہوں ۔ !"
"کہاں جا رہے ہو۔ ؟ واپس نہ جاؤ ۔ وہ بھیڑیئے تم پر جھپٹ پڑینگے"
اس نے میرا بازو پکڑ لیا
"بھیڑیوں کے مرض کا بہترین علاج میرے پاس موجود ہے آکاشا
اس وقت تک انتظار کرو جب تک میں واپس نہ آجاؤں۔" میں نے کہا اور
بازو چھڑا کر واپس پلٹ پڑا ۔ میں پھر اسی راستے پر واپس جا رہا تھا جہاں میں نے
ان لوگوں کو دیکھا تھا ۔ میرے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے آنکھوں سے شعلے نکل رہے
تھے ۔ میں لمبی گردن والے مکار سے آخری ملاقات کرنا چاہتا تھا ۔ اسے بتانا
چاہتا تھا کہ وہ جو اپنے احمق مشیروں کی نگاہ میں ایک ذہین بادشاہ ہے درحقیقت
گدھا ہے ۔ اس نے میری قوت کا غلط اندازہ لگایا تھا اور وہ اپنی اس چال
میں بھی بُری طرح ناکام رہا ہے ۔ !
تھوڑی دیر کے بعد میں واپس اس کمرے کے دروازے پر پہنچ
گیا جہاں اب شراب کا دور ۔۔ رہا تھا، شہنشاہ کے مشیر اس کا نام لے کر پی رہے
تھے اور ایک نیم برہنہ رقاصہ سازوں کی دھن پر تھرک رہی تھی، میں نے کمرے
کے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا ۔ رندوں کے ہاتھ سے جام
گر پڑے ۔ رقاصہ کے قدم رک گئے ۔ شہنشاہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں
سازندوں کے دم خشک ہو گئے ۔ اس وقت میں شہنشاہ تھا اور بڑی شان سے
ان کے سامنے کھڑا تھا ۔ !
"بے وقوف بزدل ۔ تو اپنی چال پر بہت مغرور ہے، میری قوتوں
کو بھول گیا تھا، ہاں تو آسمان کا بیٹا کہہ کر مجھے بے وقوف بنانے میں کوشاں تھا
لیکن دیکھ تو کس طرح ناکام رہا ہے، تو نے آگ اگلنے والے پہاڑ کے دہانے
میں گرا کر صرف اپنی بیٹی سے انتقام لیا ہے ۔ ہاں وہ ان پتھروں میں شامل ہو گئی
لیکن وہ آگ دیوتاؤں کے منظورِ نظر کو کیسے جلا سکتی تھی، سن کہ آگ تو میری
زندگی کا ایک جزو ہے، اگر تو ان پہاڑوں سے پوچھتا تو وہ مجھے قبول کرنے
سے انکار کر دیتے ۔ ! پاگل بوڑھے تو خود کو چالاک سمجھتا ہے لیکن تو روئے
زمین کا سب سے بڑا احمق ہے ۔ سنو اے بیوقوف کے ساتھیو ۔ تمہارے شہنشاہ
نے آرسانہ کے زوال کو دعوت دی ہے اس نے ان قوتوں کو چیلنج کیا ہے
جو تمہاری قسمتیں بدلنے پر قادر ہیں ۔ سنو تمہارے اس احمق شہنشاہ نے پورے
آرسانہ کی قسمت پر سیاہی مل دی ہے ۔ میں جا رہا ہوں کیونکہ یہ مخلصوں کی
بستی نہیں ہے ۔ اگر میں یہاں رہتا، مجھے صحیح مقام دیا جاتا تو آرسانہ کی بستی
میں چار چاند لگ سکتے تھے، لیکن اب منتظر رہو کہ آرسانہ کے خوبصورت مکان
کھنڈرات میں بدل جائیں گے ۔ تمہاری اولادیں غلام ہوں گی ۔ تمہارے مظالم
کا جواب طلب کیا جائے گا اور یہ تباہی و بربادی تم پر صرف تمہارے اس
بے وقوف شہنشاہ کی وجہ سے نازل ہو گی ۔ اس وقت تم سب کا حق ہو گا کہ
تم اس سے حساب لو ۔ صرف اس سے ۔ !"
خوفزدہ لوگوں کے جسم کانپنے لگے ! خود شہنشاہ کی بُری حالت
تھی ۔ "بس مجھے یہی کہنا تھا" تم سب کی زندگیاں میرے ہاتھوں میں ہیں، میں
چاہوں تو تمہیں اسی جگہ چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہوں، لیکن تمہاری زندگی اس
وقت تک محفوظ ہے جب تک تم آرسانہ کا حشر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لو !
میں واپس پلٹ پڑا ۔ اور جوں ہی میں نے دروازے سے قدم
نکالے، ایک کان پھاڑ دینے والی جھنکار پیدا ہوئی، شہنشاہ نے اس گھنٹے
پر ہتھوڑی ماری تھی جو شاید خطرے کا الارم تھا، کیونکہ میں نے ہر کونے سے
مسلح محافظوں کو شہنشاہ کے ہال کی طرف دوڑتے دیکھا ۔ !
میں بھی ان کی نگاہ بچا کر دوڑنے لگا اور آن کی آن میں اس
خفیہ راستے کے دروازے پر پہنچ گیا جو مجھے آکاشا نے بتایا تھا ۔ محل سے
باہر جانے والی سرنگ میں دوڑتا ہوا بالآخر میں آکاشا کے پاس پہنچ گیا

جس کی آنکھوں سے اب بھی آنسو رواں تھے۔ وہ شاید بابیسا کو یاد کر کے
رو رہی تھی۔ میں نے ایک ہاتھ سے اسے سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے
ایک طاقتور گھوڑے کی رسّی کھول لی۔ پھر میں نے آکاشا کو اس پر سوار
کرایا اور خود بھی گھوڑے پر بیٹھ کر اسے ایڑ لگادی' آکاشا میرے سینے سے
چمٹی ہوئی بیٹھی تھی۔ گھوڑا ایک ناہموار راستے پر دوڑنے لگا۔

"مجھے آرسانہ سے باہر جانے کا راستہ بتاؤ آکاشا۔!" میں نے کہا

"ہم صحیح رُخ پر جا رہے ہیں۔" آکاشا نے کہا' اور میں نے گھوڑے
کی رفتار تیز کر دی۔ ناہموار میدان طے کر کے ہم ایک کچی سڑک پر آگئے۔ جس کی
کئی شاخیں تھیں' یہاں آکاشا نے میری رہنمائی کی اور میں نے گھوڑے کو ایک
رُخ پر موڑ دیا' لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے بائیں سمت شور سُنا' اور
میری نگاہیں اس طرف اُٹھ گئیں' بہت سی شعلیں دوڑ رہی تھیں' یقیناً
وہ شاہی گھوڑے سوار تھے' جو کچھ بھی تھا ان کی پھرتی اور مستعدی کی میں نے
دل میں داد دی۔ ان کے ہاں خبر رسانی کا نظام اچھا تھا' ورنہ اتنی جلد میری
راہ پر پڑ جانا ممکن نہیں تھا۔ شاید چاروں طرف گشت کرنے والوں کو
میرے فرار کی اطلاع دے دی گئی تھی' کیونکہ ایک دوسری سڑک سے
گزرتے ہوئے بھی میں نے روشنیاں دیکھیں جو تیزی سے دوڑ رہی تھیں' لیکن
بہرحال ان کا فاصلہ بہت تھا اور میرا گھوڑا جس رفتار سے دوڑ رہا تھا اسکے
پیشِ نظر فی الحال کوئی خطرہ بھی نہیں تھا۔!

"تم مضبوطی سے بیٹھی رہنا آکاشا۔ یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے
خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا اور آکاشا نے گھوڑے کو
مضبوطی سے پکڑ لیا' ویسے مجھے احساس تھا کہ طاقتور گھوڑا اس رفتار سے نہیں
دوڑ رہا جس سے اُسے دوڑنا چاہیئے۔ تاہم مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔!

شعلیں اب یکجا ہو گئی تھیں۔ وہ چاروں طرف سے آملے تھے
اور اب ان کے گھوڑے سیدھ میں دوڑ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم شہر
سے نکل آئے۔ میرا رُخ اسی ویرانے کی طرف تھا جدھر سے میں یہاں آیا تھا'
کوئی باقاعدہ راستہ نہیں تھا' لیکن اس کے باوجود میں کافی مہارت سے
گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ اگر آکاشا میرے ساتھ نہ ہوتی تو میں گھوڑا روک کر بھی
ان کی مزاج پرسی کر سکتا تھا۔ لیکن اس وقت آکاشا کی زندگی کا سوال بھی
سامنے تھا۔

میرا تعاقب کرنے والے بھی مضبوط قوت ارادی کے لوگ تھے کیونکہ
انہوں نے ابھی تک ہار نہیں مانی تھی' البتہ ان کی تعداد کم ہوتی جا رہی تھی۔
اِکا دُکا غیر محسوس طریقے سے ایک آدھ بار میں نے کسی مشعل کو زمین بوس ہوتے
دیکھا تھا۔ غالباً گھوڑے ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گرتے تھے اور پھر جو بھی
حشر ہوتا ہو۔!

آنکھ مچولی جاری تھی اور وقت گزر رہا۔ میرے گھوڑے
کا جوش و خروش سرد پڑتا جا رہا تھا۔ میرا وزن معمولی نہیں تھا' اس کے
علاوہ آکاشا بھی اچھے تن و توش کی مالک تھی' چنانچہ گھوڑے کو کافی وزن لے کر
دوڑنا پڑ رہا تھا اور اب اس کے انداز سے تھکن مترشح ہو رہی تھی' لیکن
ابھی میں اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری طرف مشعل برداروں کا
فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ ایک طویل اور تھکا دینے والا سفر جاری تھا۔!

رات کی روشنی ڈھلنے لگی۔ چاندنی بے رونق ہو گئی' اور پھر صبح
کی شفق پھوٹنے لگی' میں نے پلٹ کر دیکھا' مشعل برداروں کا ایک جتھا
اب بھی میرے پیچھے تھا' ان کی تعداد کے بارے میں' میں نے اندازہ لگایا کہ
کم از کم پندرہ سے بیس تک تھے' گویا جس وقت پورا گروہ میرے پیچھے تھا
اس وقت اس کی تعداد اسی نوے سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ یہ افراد
میرے بہت قریب پہنچ گئے تھے۔ اور پھر وہ اتنے قریب آگئے کہ انہوں
نے پشت سے حملہ شروع کر دیا' وہ مشعلیں پھینک کر مار رہے تھے' کئی
شعلیں میری پشت سے لگیں اور میں خوش ہوا کہ آکاشا کو پیچھے نہیں بٹھایا
تھا ورنہ وہ یقیناً زخمی ہو گئی ہوتی۔۔۔۔ اب تو وہ میرے چوڑے جسم کی پناہ
میں تھی اور پیچھے سے کئے ہوئے حملے کامیاب ہو سکتے تھے۔ رہا میرا سوال
تو آگ کی شعلیں مجھے کیا نقصان پہنچا سکتی تھیں' ہاں ان سے اٹھنے والی
چنگاریوں سے گھوڑے کی پشت ضرور زخمی ہو گئی تھی' لیکن اس سے ایک
فائدہ بھی ہوا تھا۔ گھوڑے نے تکلیف کی وجہ سے رفتار تیز کر دی تھی' اس
طرح ایک بار پھر میرا ان سے کافی فاصلہ ہو گیا۔ لیکن ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ
ان سے مقابلہ کئے بغیر چارۂ کار نہیں تھا۔ وہ تعاقب میں چلے آ رہے تھے
میرا گھوڑا پوری طاقت صرف کر کے دوڑ رہا تھا' اس کے بعد اس کے قدم
یقیناً سست ہو جائیں گے اور تعاقب کرنے والے ہمیں آلیں گے' مجھے تو
ان کی پرواہ نہیں تھی' لیکن اس جنگ میں آکاشا کو بھی نقصان پہنچ
سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے گردن جھکائی اور آکاشا کے کان میں بولا۔

"آکاشا!"

"ہوں۔!" اُس نے کراہتی ہوئی آواز میں کہا' میں سمجھ گیا کہ
آکاشا بھی اب تھک گئی ہے۔ ممکن ہے تھوڑی دیر اور اسی طرح دوڑتے
رہنے سے وہ بے ہوش ہو جائے۔ بہرحال وہ عورت تھی' چنانچہ میں نے کہا۔

"آکاشا خود کو سنبھالو۔ تو گھوڑے کی باگیں پکڑ لو۔ میں گھوڑے
سے کود رہا ہوں' تم اسے تھوڑی دُور تک لے جاؤ۔ اور پھر اتنی دور سے
اس جنگ کا نظارہ کرو جو۔۔۔۔ ابھی ہونے والی ہے' کہ تم اس کی زد

"لیکن لیوہارا میں فیقلولیہ کا سوگ منایا جا چکا ہے۔ لیوہارا کے لوگ فیقلولیہ کے مکانات سے اٹھتے ہوئے دھوئیں کا تعین کر چکے تھے۔"

"آخر کیوں۔؟" لیپاس نے پوچھا۔

"تھیوڈوس کے جہاز فیقلولیہ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھے گئے تھے۔!"

"ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے لیکن تھیوڈوس کو اپنے چار جہازوں اور بے شمار لوگوں سے ہاتھ دھو کر پسپا ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔"

"ہیں۔؟" دونوں قوی ہیکل جوان حیرت سے اچھل پڑے۔

"ملک۔ کیا یہ درست ہے۔؟"

"ہاں جیسا کہا جا رہا ہے ویسا ہی ہے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ ارسیڈش کی مہربانی سے ایک عمدہ خبر سننے کو ملی۔ آہ۔ یہ خبر۔ یہ خبر۔ مجھے اجازت دو میرے دوست۔ میں یہ خبر ہیرووڈش کو سنا دوں۔" ایک جوان رتھ کی طرف دوڑ گیا۔ دوسرا اب بھی حیرت سے ہماری شکلیں دیکھ رہا تھا۔!

تب میں نے دیکھا کہ خوبصورت رتھ سے خوبصورت لباس والا ایک ادھیڑ عمر شخص نیچے اترا۔ اس کے انداز میں گرمجوشی تھی۔ وہ ہماری طرف ہی آ رہا تھا۔ اور لوگ اس کے سامنے سے ہٹ ہٹ کر بڑے مؤدبانہ انداز میں اسے راستہ دے رہے تھے۔ میرے سامنے پہنچ کر وہ ٹھٹھک گیا۔

"دیوتا ارسیڈش کی قسم۔ تو کون ہے؟ کیا پلاسو۔؟ تسائی نہیں یا ہیری لیاس۔؟ مجھے بتا اے شخص۔ تو کون ہے؟ مجھے بتا دیوتاؤں کی سی شان والے۔ تو کہاں سے آیا ہے؟ کیا فیقلولیہ سے؟۔ بلاشبہ ایسی عظیم خبر تو ہی سنا سکتا ہے۔ لیکن کیا تائیورس کو دیوتاؤں کی حمایت حاصل ہو چکی ہے؟ آہ۔ کیا فیقلولیہ کے محافظ دیوتا بن چکے ہیں؟ اور تو کون ہے جوان؟" اس بار اس کا تخاطب لیپاس سے تھا۔ میں نے تو خاموشی سے مسکرانے پر اکتفا کی تھی، لیکن لیپاس آگے بڑھ آیا۔

"عظیم ہیرووڈش۔ جو کچھ تو نے سنا بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن کیا تیرے ہاں مہمانوں سے گفتگو ساحلِ سمندر پر کی جاتی ہے۔؟"

"اوہ۔ نہیں۔ لیکن تو نے جو خبر سنائی، وہ اس قدر حیرت انگیز تھی کہ حواس قابو میں نہ رہے۔ بے اختیار ہو کر سب کچھ بھول گیا۔ آؤ فیقلولیہ کے دوستو، آؤ عظیم خبر سنانے والو۔ لیوہارا تمہیں خوش آمدید کہتا ہے۔ معزز مہمانوں کو رتھ میں سوار کرایا جائے۔" اس نے دوسری طرف رخ کر کے کہا۔

بلاشبہ بدحواس شہنشاہ تھا۔ عجیب سی کیفیت کا حامل۔ شاید بزدل بھی۔ یا پھر اس کی شخصیت سے شہنشاہیت کا خول کچھ عرصے کے لئے اتر گیا تھا۔ بہرحال وہ بھی مجھے عجیب سا لگا۔ ہم دونوں بھی اس کے ساتھ رتھ میں بیٹھ گئے اور مجھے دس گھوڑوں والے اس زنانہ قسم کے رتھ پر بیٹھ کر بڑی ہنسی آئی۔ رتھ چل پڑا۔ تب میں نے لیپاس سے پوچھا۔

"اور جہاز والوں کا کیا ہوگا۔؟"

"لیوہارا کے دوست جانتے ہیں کہ مہمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"یقیناً!" ہیرووڈش نے کہا۔ "ہاں اس خبر کی تفصیل معلوم ہونے دو جو عقل سے باہر ہے۔ ہاں اس پر یقین آ جانے دو۔ جو تم نے کہا۔ اس کے بعد فیقلولیہ کے آنے والوں کی حیثیت بالکل ہی بدل جائیگی کون ہے جو اس خبر کو سن کر پاگل نہ ہوگا۔ ارے واہ! یہ کیسے ممکن ہے کہ سمندروں کا شہنشاہ تھیوڈوس شکست سے دوچار ہوا ہو۔ اُف کہیں یہ توہین تو نہیں ہے اس دیوتاؤں جیسی شکل والے کی۔ ہیرووڈش بہتر ہے۔ اپنی زبان بند رکھو اور حالات مکمل طور پر علم میں آ جانے دو۔" ہیرووڈش خود سے ہی گفتگو کر رہا تھا اور میں لیپاس کی شکل دیکھ رہا تھا جو بار بار ہونٹوں پر آ جانے والی مسکراہٹ کو دبا رہا تھا۔

یہاں تک کہ ہم شاہی محل پہنچ گئے۔ دربانوں نے آگے بڑھ کر سونے کا منقش تخت رتھ کے نیچے رکھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت تخت پر پاؤں رکھے بغیر نیچے کود گئے۔

"آؤ۔ آؤ۔ میرے دوستو۔ افسوس میں برداشت کی ہمت نہیں رکھتا۔"

ہم دونوں اس بدحواس شہنشاہ کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔ مجھ پر پڑنے والی نگاہیں ویسی ہی تھیں، جیسی صدیوں سے۔ یہ نگاہیں میرے لئے اجنبی نہ تھیں۔

ہر دور کے انسان مجھ سے ملاقات ہونے پر اتنے ہی حیران ہوتے تھے۔ تب ہم ایک خوبصورت چوبی دروازے کے نزدیک پہنچ گئے۔ دروازے پر کھڑے ہوئے دربانوں نے جلدی سے دروازہ کھولا۔ اور ہم دونوں ہیرووڈش کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔

ہیرووڈش کا یہ بڑا کمرہ ایسا ہی تھا جیسا کسی شہنشاہ کا ہونا چاہیئے تھا۔ اس نے ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی اور پھر خود بھی ایک خوبصورت جڑاؤ کرسی پر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔!

"دوستو۔ مہمانو۔ ممکن ہے بدحواسی میں مجھ سے کچھ ایسی حرکتیں سرزد ہو رہی ہوں جو تمہارے لئے تعجب خیز ہوں۔ لیکن تھیوڈوس کی شکست کی خبر ایسی ہی ہے کہ تم جس کے سامنے دوہراؤ گے اس کی حالت مجھ جیسی ہوگی۔"

"کوئی بات نہیں ہیرووڈش۔ تم جس انداز سے ہم سے ملے ہو، اس میں دوستی ہے۔ اس کے لئے ہم تمہارے شکرگزار ہیں۔"

"یہ میرا فرض ہے۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔ لیکن پیارے دوستو دیوتاؤں کے لئے مجھے زیادہ انتظار نہ کراؤ۔ مجھے بتاؤ۔ فیقلولیہ کے ساتھ کیا ہوا۔ یہ غیر یقینی سی بات کیسے ممکن ہوئی۔؟" ہیرووڈش نے کہا۔

"تمہارے علم میں شاید ہو، ہیرودوٹس۔ کہ عظیم تائیورس وہ پہلا مرد آہن ہے، جس نے سمندری عفریت تھیوڈوس کے خلاف آواز بلند کی۔ اس نے آہستہ آہستہ فیقلولیہ کو مضبوط بنایا۔۔ اور جب اس نے اپنی تیاریاں مکمل کر لیں۔ تو اس نے تھیوڈوس کو صاف جواب دے دیا۔ نتیجہ ظاہر تھا تھیوڈوس چڑھ دوڑا۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"چڑھ دوڑا۔!" ہیرودوٹس اچھل کر بولا۔۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ تھیوڈوس سے کس قدر خوفزدہ تھے۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے تھیوڈوس نے ہاتھ بڑھا کر ہیرودوٹس ہی کی گردن پکڑ لی ہو۔

"ہاں۔۔ اس نے جنگ شروع کر دی۔۔ لیکن ہمارے ساتھ میکا را جیسے بہادر لوگ تھے، اور پھر تائیورس نے تھیوڈوس کے لئے خوب بندوبست کیا تھا، چنانچہ۔۔ اس کے چار جہاز نذر سمندر ہو گئے۔ اور بے شمار آدمی آگ کا شکار اور سمندری مچھلیوں کی خوراک بن گئے۔ تب۔۔ تھیوڈوس بدحواسی کے عالم میں پسپا ہو کر بھاگ گیا۔"

"تب۔ بھاگ گیا۔۔؟" ہیرودوٹس کے منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے کسی بوتل کا کارک کھل گیا ہو۔

"ہاں۔"

"اوہ۔۔ اوہ۔۔ اوہ۔۔ بھاگ گیا۔ بھاگ گیا۔" ہیرودوٹس لگاتار کانپ رہا تھا۔۔ "ل۔ لیکن کیا وہ پھر نہیں آئے گا۔ کیا اس بار وہ زیادہ قوت کے ساتھ حملہ آور نہیں ہو گا۔"

اور میں نے محسوس کیا کہ ہیرودوٹس بزدل ضرور ہے، لیکن اس کے ساتھ ذہین بھی ہے۔ معاملہ فہم بھی ہے۔۔ اس کا ذہن بھی فوراً اسی طرف گیا تھا لیکن لیپاس بھی خوب تھا۔ اس نے خاصی لاپرواہی سے کہا۔

"ہاں۔ یہ امکان ہمارے پیش نگاہ بھی ہے۔"

"کیا تائیورس اس وقت سے خوفزدہ نہیں ہے۔۔؟"

"نہیں۔۔!"

"اوہ۔ بہادر تائیورس۔ دلیر تائیورس۔ بڑی ہمت کی بات ہے بڑی عظمت کی بات ہے۔ لیکن کیا وہ اس کی پوری قوت کو شکست دے سکتا ہے۔۔؟"

"یقیناً۔!"

"تب تو۔۔ تب تو وہ ایک عظیم کارنامہ انجام دے گا۔"

"اتفاق سے ہیرودوٹس۔ حیرت انگیز طور پر۔ وہ بات اتنی جلد نکل آئی جس کے لئے ہم تمہارے پاس آئے تھے۔ اور اب جب بات نکل ہی آئی ہے تو۔ میں کہہ دینے میں حرج نہیں سمجھتا۔"

"کیا بات۔۔؟ کیسی بات۔۔؟"

"تائیورس نے ہمیں ایک خاص مشن پر بھیجا ہے۔"

"کیسا مشن۔۔؟"

"تم نے تائیورس کے اس اقدام کو پسند کیا۔۔؟"

"بے حد۔ بہت زیادہ۔"

"کیا تمہارے دل میں یہ خواہش نہیں مچلتی کہ تم بھی تھیوڈوس کے ستم سے نجات حاصل کر لو۔!" لیپاس نے کہا اور احمق ہیرودوٹس کرسی سے گرتے گرتے بچا۔ اس کے حلق میں پھندا لگ گیا تھا۔ بمشکل تمام اس نے خود پر قابو پایا۔ اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہم۔ ہم اس قابل نہیں ہیں۔"

"تائیورس یہ بات جانتا ہے۔ اس لئے اس نے ساری ذمہ داریاں خود اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"کک۔ کیا مطلب۔؟"

"اس کا خیال ہے کہ تھیوڈوس، پہلے اس سے نپٹنے کی کوشش کرے گا! تائیورس اس سے مقابلے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ لیکن اسے دوسرے جزیروں کی مدد بھی درکار ہو گی۔ اس سنہری موقع سے تم بھی فائدہ اٹھاؤ۔ اور اس وقت جب تھیوڈوس ہمارے اوپر حملہ آور ہو۔ سارے جزائر چاروں طرف سے اپنے جہاز تھیوڈوس پر حملہ کر دیں۔ تھیوڈوس نکل کر نہ جانے پائے۔ یوں وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔"

"آہ۔ آہ۔ کاش ایسا ہو سکے، کاش!" ہیرودوٹس حسرت بھرے لہجے میں بولا۔

"ایسا خود بخود نہیں ہو گا ہیرودوٹس۔ اس کے لئے تمہیں تائیورس کی مدد کرنی پڑے گی۔ اس کے لئے تمہیں جدوجہد کرنی ہو گی۔"

"م۔ مگر۔ اگر۔ ہم اس پر قابو نہ پا سکے تو۔ تو پھر تو وہ ہم سب کو سزا دے گا۔" ہیرودوٹس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"دیوتاؤں کی مدد سے ہم اس پر قابو پا لیں گے۔ تم نے دیکھا۔ تائیورس ایک بار اسے شکست دے چکا ہے۔"

"اوہ۔ یہ تو ہے۔ یہ تو ہے۔ تو کیا واقعی یہ ممکن ہے۔؟"

"بالکل۔"

"لیکن میرے دوستو۔ میں ستارہ شناسوں سے مشورہ کروں گا میں ان سے پوچھوں گا کہ یہ اقدام میرے لئے مناسب رہے گا یا نہیں۔"

"ہمیں کب تک جواب دو گے۔؟" لیپاس نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کل۔ نہیں نہیں پرسوں۔ میں سارے ستارہ شناسوں کو جمع کروں گا! کل تم دربار میں شریک ہو کر لوگوں کو اپنی زبان سے سب کچھ بتانا۔"

"ہم تیار ہیں۔"

"آہ۔ کیسی دلکش۔ لیکن کیسی خوفناک خبر سنائی ہے تم لوگوں نے۔ گویا تھیوڈوس کا غرور بھی ٹوٹ گیا۔ آہ۔ وہ ہماری محنت سے کمائی ہوئی دولت کا ایک بڑا حصہ لے جاتا ہے۔ اور ہم اس کا کچھ بھی نہیں

بگاڑ سکتے۔"

"خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہیروڈوٹس ۔۔۔ اس کے بعد تم ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گے ۔"

"ٹھیک ہے ۔ ٹھیک ہے ۔" ہیروڈوٹس اچھل اچھل کر بولا۔

اور کافی دیر کے بعد اس نے ہم لوگوں کی جان چھوڑی۔

ہمارے لئے ہیروڈوٹس نے محل ہی کے ایک کمرے میں بندوبست کر دیا تھا ۔ لیپاس اور میں کمرے میں آ گئے ۔ لیپاس کے چہرے سے کسی قدر بے چینی کا اظہار ہو رہا تھا۔

"کیوں ؟ کیا بات ہے ؟"

"اوہ ۔۔۔ کچھ نہیں میکارا ۔"

"تم کچھ بے چین سے ہو ۔۔۔ ؟"

"ہاں ۔۔۔ میں دوسرے لوگوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں ۔"

"ہیروڈوٹس کا رقیہ دوستانہ ہے ۔۔۔ اُس نے یقیناً اُن کے لئے بھی عمدہ بندوبست کیا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے [illegible] ہونا چاہیئے ۔۔۔ اور پھر وہ تمہارا دوست ۔۔۔ میں اس کے [illegible] ہو چکی ہے۔"

"گستاخ [illegible]"

"ہاں ۔"

"اس نے تو زندگی اجیرن کر دی ۔"

"کیوں ۔ کیوں ۔۔۔ ؟" لیپاس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"بس ہر وقت چپکا رہتا ہے ۔"

"مخلص ہے ۔"

"ہاں ۔ شہد کا زیادہ استعمال بھی طبیعت پر گراں گزر جاتا ہے۔"

لیپاس مسکراتا رہا۔

"کیوں نہ ہم باہر نکل کر اپنے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کریں۔"

"باہر نکلنے کی کیا ضرورت ہے ۔۔۔ یہیں کسی کو بلا کر پوچھ لیا جائے۔"

میں نے جواب دیا۔

"ایسا ہی کرتے ہیں ۔" لیپاس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر پیتل کے ایک گھنٹے کی طرف بڑھ گیا جس کے نزدیک ایک چھوٹی سی ہتھوڑی رکھی ہوئی تھی ۔۔۔ اس نے گھنٹے پر ایک ہلکی سی ضرب لگائی اور فوراً ہی ایک نیزہ بردار اندر داخل ہو کر ہمارے سامنے جھک گیا۔

"فرمائیے ۔۔۔ ؟"

"ہمیں جانتے ہو ۔۔۔ ؟"

"جناب والا ۔"

"ہمارے ساتھ آنے والے کہاں ہیں ؟"

"اُن کے لئے الگ انتظام کر دیا گیا ہے ۔"

"کس جگہ ۔۔۔ ؟"

"اصطبل کے دوسری طرف ۔"

"کیا وہ وہاں مطمئن ہیں ؟"

"یقیناً جناب ۔"

"ٹھیک ہے ۔ جاؤ ۔" میں نے کہا اور نیزہ بردار واپس چلا گیا۔

"اور تو کوئی بے چینی نہیں ہے ۔۔۔ ؟" میں نے شرارت آمیز انداز میں لیپاس کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ اور کیا ہو سکتی ہے ۔"

"ممکن ہے تمہیں رات بھی اسی کمرے میں بسر کرنی پڑے ہیروڈوٹس نے ہم دونوں کے لئے مشترکہ انتظام کیا ہے ۔"

"مجبوری ہے ۔" لیپاس نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ۔۔۔ مجبوری تو ہے ۔۔۔" میں ہنس پڑا اور لیپاس کسی قدر پریشان ہو گیا ۔ وہ ٹٹولنے والی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات تھی ؟"

"کچھ نہیں ۔۔۔ بس یونہی ہنسی آ گئی ۔"

"دراصل مجھے بچپن سے تنہائی کی عادت ہے ۔۔۔ بس یہ بات ہے ۔۔۔ ورنہ اور کیا ہو سکتا ہے ۔"

"پریشان نہ ہو میرے دوست ۔۔۔ میں تمہاری تنہائی برقرار رکھوں گا ۔" میں نے کہا اور اٹھ گیا۔

"ارے ۔۔۔ ارے ۔۔۔ لیکن تم کہاں جاؤ گے ؟"

"کہیں بھی ۔"

"مگر ۔۔۔ ؟"

"تم فکر نہ کرو ۔۔۔ جب چاہو گے تمہارے پاس ہوؤں گا ۔"

"تمہارا شکریہ میکارا ۔۔۔ بس ایک عادت ہے ۔" لیپاس کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا ۔ اور پھر میں وہاں سے نکل آیا ۔ میرا شبہ اب یقین کی منزل میں داخل ہو گیا تھا ۔ لیپاس کے ذہن میں صرف یہی الجھن تھی ۔۔۔ کہ اگر وہ میرے ساتھ رہا تو اس کا راز کھل جائے گا ۔ لیکن میری نگاہوں میں اب اس کا کوئی راز پوشیدہ نہ تھا ۔ ہاں حیرت اس بات پر تھی کہ دوسرے لوگ بھی اسے مرد سمجھتے تھے ۔۔۔ نہ جانے کیوں ؟ تائیو نے بھی کچھ سنجیدگی سے یہ بات چھپائی تھی ۔!

"بہر حال یہ لوگ مجھ سے کچھ نہ چھپا سکتے تھے ۔ ہاں رہ گئی لیپاس کی بات تو وہ بہر حال خوبصورت تھا ۔ اس کی مسکراہٹ بے حد حسین تھی۔ اس کا جسم انتہائی سڈول تھا ۔ یقیناً اُس موٹے لباس کے نیچے قیامت چھپی ہو گی یہ تو پروفیسر یقینی بات تھی کہ یہ قیامت ایک روز میرے سامنے ضرور عریاں ہو جاتی ۔ اب نہ سہی ، کچھ دن کے بعد سہی ۔ میں جب تک چاہتا لیپاس پر اظہار کر دیتا کہ میں اس کی حقیقت سے واقف ہوں ۔ الا

اگر لیپاس انکار کر دیتا تو میرے بازوؤں میں پھنس کر اس کے لئے راہ فرار نہ رہتی — لیکن میں ابھی اسکے اندرونی راز سے ناواقف تھا۔

کیا اس کے دل میں میرے لئے کوئی مقام ہے؟ یا اس نے اپنے جذبات بھی ایسے ہی موٹے کپڑوں میں چھپا رکھے ہیں — میں ان جذبات کو اس کے دل کی گہرائیوں سے نکالنے کے بعد ہی اس کی طرف قدم بڑھا سکتا تھا اور اس سلسلے میں میں نے اپنی فطرت کے خلاف خود کو وقت پر چھوڑ دیا تھا۔

سو میں کمرے سے نکل آیا — پہرے دار میرے سامنے جھک گئے تھے — اس کا مطلب ہے کہ ہمارے اوپر یہاں کوئی پابندی نہیں تھی — یوں بھی یہ سادہ لوگوں کا دور تھا — سازشوں کے اس دور میں اگران جیسے سادہ لوگ ہوتے تو سخت نقصان اٹھاتے — میں محل کے خوبصورت حصے دیکھتا پھرا — اور اس کے بعد محل کے بیرونی حصے تک نکل آیا — ایک جگہ رک کر میں نے اصطبل کے بارے میں پوچھا۔

"محل کے عقب میں ہے۔" پہرے دار نے ادب سے جواب دیا۔

اور میں محل کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا — اصطبل کے دوسری طرف ایک خوبصورت عمارت تھی — عمارت کے دروازے پر کھڑے ہوئے پہرے دار سے میں نے پوچھا۔

"فیقلولیہ سے آنے والے کیا اسی عمارت میں ہیں؟"

"ہاں جناب۔" پہرے دار نے حیرت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا

"میں اندر جا سکتا ہوں —؟"

"ضرور جناب —"

اور میں عمارت میں داخل ہو گیا —! میری پہلی نگاہ گستاک پر پڑی — گستاک نے بھی شاید مجھے دیکھ لیا تھا — دوسرے لمحے وہ میری طرف دوڑا۔

"آہ میکارا — میکارا — میرے دوست — لیپاس کہاں ہے تم خیریت سے تو ہو —؟"

"ہاں میں ٹھیک ہوں — لیپاس بھی ٹھیک ہے — تم اپنے بارے میں بتاؤ —؟"

"بڑے ہی مہمان نواز ہیں یہ لوگ — کتنا اچھا سلوک کیا ہے انہوں نے ہمارے ساتھ — ہر طرح کی آسائش ہے اور میکارا میرے دوست اس سہولت سے ہی میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ہیرووٹس مہمان نواز ہے دوست نواز ہے اور اس سے تمہاری ... خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی ہے۔"

"گفتگو تو ابھی [illegible] نہیں ہوئی گستاک — لیکن امید ہے کہ حالات ہمارے موافق ہی رہیں گے —"

"یقیناً — میں نے تمہارا شمار حالات بدلنے والوں میں کیا ہے۔"

اور میں نے کہا "ستارے یہی کہتے ہیں — اشلاک اور بحرون سے گو میری ملاقات نہیں ہوئی — لیکن — لیکن —"

"آج رات کو ہم ستاروں سے باتیں کریں گے۔" میں نے کہا

"آج —؟"

"ہاں — کیوں —؟" میں نے گستاک کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب ہے یہاں — اس اجنبی جزیرے میں — دوسرے لوگوں کے درمیان، ہمارے جہاز کا وہ مستول ہی ہے — لیکن وہاں —"

"کوئی حرج نہیں ہے — ہم یہاں بھی آزاد ہیں — جہاز پر میری مصروفیات کچھ بڑھی ہوئی ہوتی ہیں — یہاں کسی بلند اور خاموش جگہ بیٹھ کر ہم ستارہ شناسی کریں گے۔"

"جیسی تمہاری مرضی —" گستاک نے کہا۔

ہیرووٹس نے اس کے بعد دوسری ملاقات نہیں کی تھی۔ صاف ظاہر تھا وہ تذبذب میں ہے — تھیوڈوس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی — اس کے لئے تائیورس جیسا ہی باظرف اور دل گردے والا انسان قدم اٹھا [illegible] تھا — اگر وہ باظرف نہ ہوتا تو میں اس کا دوست نہ ہوتا اور اگر [illegible] کا دوست ہوتا — تیلا شبہ سمندر میں بھی [illegible] میرے لئے مشکل کام تھا اور اس کے بعد [illegible] کو روکنا شاید تائیورس کے لئے مشکل ہوتا —!

بہرحال — اگر [illegible] تیار نہیں ہوتا تو نہ سہی — گو میں اسے تیار کرنے کے کچھ دوسرے [illegible] آزماؤں گا — آخر تائیورس نے مجھے ہی اس مشن کے لئے منتخب کیا تھا۔

رات خوب گہری ہو گئی تو میں نے گستاک کو ساتھ لیا اور ایک طرف چل پڑا — ہم نے ایک سنسان راستے کا انتخاب کیا تھا۔ اور یہ راستہ ہمیں سمندر کی طرف لے گیا — یہیں ہمارا جہاز لنگر انداز تھا۔

"آؤ گستاک — کیوں نہ اپنے ہی جہاز پر چلیں۔"

"ارے ہاں — وہ سامنے کیا ہے —" گستاک خوش ہو کر بولا۔

"ہمارے جہاز پر کچھ ہمارے لوگ" اور نیوبارا کے سپاہی تعینات تھے — خوشگوار دوستانہ فضا تھی — مجھے بڑی حیرت سے دیکھا گیا — شاید جہاز کے عملے کے لوگ میرے بارے میں نیوبارا کے لوگوں کو کچھ بتا چکے تھے —!

سب میری تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے —

"بیٹھو دوستو — میں ذرا اپنے دوست گستاک کے ساتھ سمندر کی دوریاں دیکھنے جا رہا ہوں —" میں نے کہا — اور پھر ہم اس مضبوط مستول کی طرف بڑھ گئے جو میں نے خصوصی طور پر تعمیر کرایا تھا۔

میں نے گستاک سے اوپر چڑھنے کے لئے کہا — اور گستاک نے نیچے کھڑے ہو کر مستول کا سرا دیکھا — اسے پوری گردن پیچھے کرنا پڑی

تھی۔ اور جب اس نے مستول کا سرا دیکھ لیا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔

"چلو گستاک۔" میں نے اسے پتلی رسی کی سیڑھی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"دیوتاؤں کی قسم۔ اس سے قبل میں نے اس بارے میں سوچا بھی نہ تھا۔"

"کس بارے میں۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"یہی کہ یہ بلندی اس قدر ہو گی۔"

"کیا اوپر پہنچ کر ہمیں آسمان صاف نظر نہ آئے گا؟"

"ضرور آئے گا لیکن۔"

"لیکن کیا گستاک۔؟"

"اوپر جانے کا راستہ زیادہ خوشگوار نہیں ہے۔"

"اوہ۔ تم اوپر چڑھتے ہوئے ڈر رہے ہو۔؟"

"یہ پتلی سیڑھی [illegible]۔" گستاک نے کہا۔

"اچھا پہلے [illegible] گا۔ اس طرح تمہیں رسی کی مضبوطی کا [illegible] سیڑھی کے ذریعہ تیزی سے چڑھتا ہوا اوپر پہنچ [illegible] لیکن مستول کے گرد ایک مضبوط کٹہرا بھی بنا [illegible] میں نے سوچا گستاک کو ذرا احتیاط سے بٹھانا پڑے گا۔ [illegible] سمندر میں اچھال دے۔

ہانپتا کانپتا گستاک [illegible] کر رہا تھا۔ اس کی رفتار بہت سست تھی۔ لیکن [illegible] راستے سے ہی واپسی کا پروگرام بنا لے چنانچہ میں نے [illegible] سکا۔

[illegible] بند کر کے چڑھو [illegible] گستاک۔ آنکھیں بند کرنے سے فاصلے [illegible] ۔" اور شاید اس نے میرے کہنے پر ہی عمل کیا تھا۔ خاصی دیر میں وہ اوپر پہنچ سکا اور میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے اوپر کھینچ لیا۔

گستاک کے بدن میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔ کئی ساعت وہ منہ سے کچھ بول بھی نہ سکا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میری شکل دیکھی اور گہرائیوں میں سمندر دیکھا۔ پھر جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔

"تم بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہو گستاک۔ حالانکہ تم بہادر انسان ہو۔"

"اوہ۔ بزدلی نہیں۔ لیکن ذرا سمندر تو دیکھو۔ سیاہی کے علاوہ کچھ نظر آتا ہے۔؟" گستاک نے کانپتے لہجے میں کہا۔

"اور آسمان کی سفیدی بھی تو دیکھو۔ تاروں کا قرب کس قدر خوشگوار ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا یہ مستول کافی مضبوط ہے۔؟"

"کوئی فکر مت کرو پیارے دوست۔ نیچے مت دیکھو۔ میرا خیال ہے رات کی سیاہی تمہارے اوپر اثر انداز ہوئی ہے۔"

"یہاں ہوا بھی تیز ہے۔"

"میں تمہارے گرد یہ مستول کی رسیاں کسے دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور گستاک کو میں نے جب مضبوط رسی سے باندھ دیا۔ تب اس کی گہری گہری سانسوں میں کسی قدر کمی واقع ہوئی۔!

اس نے آنکھیں کھول کر آسمان کی طرف دیکھا۔ اور اس کے چہرے پر کسی قدر سکون کے آثار نظر آئے۔ "یہ جگہ بہت عمدہ ہے' بلاشبہ بہت ہی عمدہ۔ لیکن یہاں تک پہنچنا بہت بڑی مصیبت ہے۔ کاش' یہ اتنا ہی مضبوط بھی ہو۔"

"ان باتوں کو ذہن سے نکال دو گستاک۔ ورنہ ہم ستاروں سے شناسائی کیسے حاصل کریں گے۔"

"ہاں۔ ذرا صبر کرو۔ دراصل میں نے اس قدر بلندیاں کبھی نہیں دیکھیں۔"

"ہر قسم کا خوف دل سے نکال دو۔ یکسو ہو کر بیٹھو۔" میں نے کہا اور ستاروں پر نگاہیں جما دیں۔ یہ میرا دلچسپ مشغلہ تھا۔ ستاروں سے تو میری بھی شناسائی تھی۔ یہ مجھے مستقبل کے بارے میں بتاتے تھے۔ بہت عرصے کے بعد میں نے اپنے دوستوں سے ملاقات کی تھی۔ کچھ کے انداز میں شکایت تھی۔ کچھ خلوص سے مسکرا دیئے تھے۔ کیسے پیارے دوست ہوتے ہیں یہ ستارے۔ میری مانند۔ اور شاید میری ہی صنف سے ان کا تعلق ہے۔ یہ بھی میری طرح ابدی ہیں۔ اور ہمیشہ چمکتے رہتے ہیں۔

کئی منٹ تک میں ستاروں سے آنکھیں لڑاتا رہا۔ اس دوران گستاک نے خود کو درست کر لیا تھا۔ تب اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "تمہیں ستاروں سے بڑی دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔؟"

"ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ بلکہ یوں سمجھو' فیثاغورث کی ہمدردیاں اپنی علم و فن دوستی سے ہی حاصل کی ہیں۔ یہاں داخل ہونے کے بعد جس شخص نے سب سے پہلے مجھے متاثر کیا وہ تم تھے میرے دوست۔ اور اس کے بعد میں نے بے شمار اچھے لوگ دیکھے پورا یونان علم و فن کا گہوارہ ہے۔ ہمارے درمیان تمہیں کتنی سی برائیاں بھی ملیں گی' لیکن برائیاں اپنی جگہ۔ ستاروں کی دوستی اپنی جگہ۔ بڑے بڑے ستارہ شناس تمہیں نظر آئیں گے۔!" گستاک نے کہا۔ میری تعریف نے اس کے دل سے خوف دور کر دیا تھا اور وہ خوش نظر آنے لگا تھا۔ چنانچہ میں نے باتوں ہی باتوں میں اسے ستاروں کی طرف متوجہ کیا۔

"کہاں ہیں تمہارے افلاک اور بروج۔" میں نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اشلاک ——" ستارہ شناس نے آسمان کی طرف نگاہیں جما دیں۔ "ہاں۔ تمہارا ان سے تعارف ضروری ہے۔ دیکھو پانچ ستاروں کا جھرمٹ نظر آ رہا ہے —— وہ ستارے جو اپنی کرنیں ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہیں۔" اور میں اس کے اشارے پر آسمان میں سر جوڑے پانچ ستاروں کو تلاش کرنے لگا۔

تب میری نگاہوں نے انھیں تلاش کر لیا۔ "ہاں۔ میں نے دیکھ لیا۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ نیتاسیوں کا گروہ ہے جو آسمان کی تبدیلیوں پر غور کرتے ہیں۔ تازہ ترین اطلاعات کے مظہر۔ اگر چھوٹے وقت کے لئے معلومات درکار ہوں تو یہ ستارے ان کی صحیح نشاندہی کرتے ہیں۔"

"خوب۔ کیا ان سے رابطہ ممکن ہے ——؟"

"نہیں —— میں ان کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔ لیکن —— ارسطاس ان کا گہرا دوست ہے۔"

"یہ کون شخص ہے ——؟" میں نے پوچھا۔

"کوہ پے لیوں کے دامن میں آباد اگی گنیا کے ایک خوبصورت مکان میں ارسطاس مل جائے گا ——"

"جب ہم کوہ پے لیوں پہنچیں تو تم اس سے میری ملاقات ضرور کرانا گستاک ——"

"میرا وعدہ ——"

"خیر —— ہاں تو تم نیتاسیوں کے گروہ کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔"

"ہاں —— ان کے بائیں سمت دیکھو —— ایک لائن سے چھ ستارے گزر رہے ہیں۔"

"میں نے دیکھا ——"

"ان کے برابر دو چمکدار ستارے ہیں جن کی شعاعیں کسی قدر ہلکی لگ رہی ہیں۔"

"ہاں —— مجھے نظر آ گئے ——"

"پہلا اخلوک ہے اور دوسرا ایکر [illegible] —" اور میری آنکھوں نے دیکھا ستاروں کی چمک ایکدم بڑھی اور پھر وہ [illegible] لگے —— گویا انھوں نے شناسائی کا اظہار کیا تھا۔ گستاک کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میرا دوست میکارا میرے ساتھیو —— اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی اس سے مل کر ناخوش نہ ہو گے۔"

ستارے مسکراتے رہے ——!

"کچھ نئی باتیں بتاؤ میرے پیارو —— کچھ نئے افسانے سناؤ۔ کیا تم ستاروں کی زبان سے واقف ہو [illegible] ——"

"کسی حد تک ——"

"تو دیکھو میرے دوست کیا کہتے ہیں۔" گستاک نے کہا اور میں غور سے ستاروں کو دیکھنے لگا —— کرنوں کی کہانیاں شروع ہو گئیں۔ ستارے کرنوں کی زبان میں سرگوشیاں کر رہے تھے —— اور ان کی سنائی ہوئی داستانیں میرے لئے بہت دلچسپ تھیں —— میں نے محسوس کیا، انھوں نے شناسا نظریں میرے اوپر ڈالی تھیں۔

تب میں نے ان سے اپنے مشن کے بارے میں سوال کیا اور کرنیں خاموش ہو گئیں۔ پھر اشلاک نے میرے سوال کا حل ڈھونڈ نکالا۔ گستاک میری طرف دیکھنے لگا تھا۔

"آہ —— سنا تم نے؟ دیکھا تم نے۔ اشلاک نے کیا کہا؟"

"وہ تمہارا پرانا دوست ہے۔ تم اس کی زبان کا ترجمہ کرو۔"

"تو کہا اس نے کہ مشن ناکام نہ رہے گا۔ لیکن عورت —— اوہ کون عورت ہے۔ کہاں سے آئے گی —— ہمارے درمیان عورت کا کیا دخل ہے —— آہ —— اشلاک مسکرا رہا ہے —— وہ عورت کے راز کو چھپانا چاہتا ہے۔ لیکن سنہرے بدن والے —— کیا تیرے پاس کوئی عورت ہے!"

اور میرا ذہن لیپاس کی طرف منتقل ہو گیا ——!

"میرا خیال [illegible]"

"اس [illegible]"

"اس [illegible] عورت تو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تیری باتیں بھی ستاروں کی مانند پراسرار ہیں۔ مجھے بھی تیری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اشلاک سے پوچھو ——" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور گستاک کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں —— وہ اشلاک کی سرگوشیاں سنتا رہا۔ تب اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"عورت —— عورت —— عورت، کہاں ہے۔ یہ اشلاک بھی شرارت کر رہا ہے۔ اس نے مجھے الجھنوں میں ڈال دیا ہے۔ لیکن میں عورت کہاں تلاش کروں —— ہاں وہ صاحب حیثیت ہے اور وہی ہمارے مشن کی تکمیل کا ذریعہ بنے گی۔ لیکن عورت کہاں ہے —— ارے بتاؤ عورت کہاں ہے ——؟"

گستاک

کی عورت میری سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی۔ ہمارے قریب جو عورت تھی اور جس کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا تھا وہ صرف لیپاس تھی جس نے ابھی تک خود کو چھپایا تھا اور ستارے بھی اس کا راز چھپا رہے تھے۔ لیکن یہ عورت ہماری کامیابی کا ذریعہ کس انداز میں بن سکتی ہے ——؟

میں سوچنے لگا اور بہت سے خیالات میرے ذہن میں آنے لگے۔ کیا لیپاس بحیثیت عورت اس احمق شہنشاہ کو متاثر کرے گی۔ اگر اس نے ایسی کوئی کوشش کی تو میرے لئے قابل قبول نہیں ہو گی۔ کیونکہ

اگر سچ مچ ۔ کوئی اور ٹکاؤ نہیں رہ گئی ہے اور لیپاس عورت ہے تو
وہ صرف میری عورت ہوگی ۔ کیا مجال جو وہ احمق ہیرووٹس کی طرف
متوجہ ہو ۔ !
پھر کونسی عورت ۔۔۔ ؟ جب میں الجھنے لگا تو جھنجلا گیا ۔
میں نے گستاک کے شانے پر ہاتھ رکھدیا ۔ تو کیا ارادے ہیں گستاک ؟
تیرے اشلوک کے ؟ ؟
" اس نے شرارت سے آنکھ بند کرلی ہے ۔ گویا وہ عورت
کے راز کو چھپانا چاہتا ہے ۔"
"چل چھوڑ اس کی شرارت کو گستاک ۔ ہم انتظار کرلیں گے
ہم اتنے بے چین بھی نہیں ہیں ۔" میں نے کہا اور گستاک خاموش
ہوگیا ۔ کافی رات گئے تک ہم ستاروں کے بارے میں گفتگو کرتے
رہے اور پھر گستاک کو نیند آنے لگی ۔
" شاید تجھے نیند آرہی ہے گستاک ۔۔ ؟"
"ہاں ۔۔ مجھے نیند آنے لگی ہے ۔"
"چلو ۔ پھر نیچے چلیں ۔"
"نیچے ۔ " گستاک کی نیند جیسے اڑگئی ۔ " ارے ہاں نیچے
بھی تو چلنا ہے ۔ مگر سنو ۔ نیند کی وجہ سے قوئی کچھ مضمحل بھی ہوگئے
ہیں ۔ کیا ایسے وقت میں نیچے اترنا مناسب ہوگا ۔"
اور مجھے زور سے ہنسی آگئی ۔ " تو بہت بزدل ہے گستاک "
میں نے کہا ۔
"یہ بات نہیں ہے میرے دوست ۔ اپنی زبان سے یہ منحوس
جملے دوہرانا نہیں چاہتا ، لیکن میری موت بلندی سے گرنے سے واقع ہوگی
اس میں کوئی شبہ نہیں ہے ۔"
"اوہ ۔ !" میں گستاک کی شکل دیکھنے لگا ۔ پھر میں نے ایک
طویل سانس لیکر کہا ۔ " اگر یہ بات ہے گستاک ، تو کم ازکم میں پسند نہ کرونگا
کہ تو اس مستول سے گرکر مرے ، جو میں نے تعمیر کرایا ہے ۔ بہرحال میں
تجھے اپنے اچھے دوستوں میں گردانتا ہوں ۔ چنانچہ آئندہ ہم ستارہ شناسی
جہاز کے کسی مناسب حصے میں بیٹھ کر کیا کریں گے ۔"
"یہ بہتر رہے گا ۔ بلندی پر میری صلاحیتیں خوف کی نذر ہوجاتی ہیں ۔"
"چلو اب اترو ۔ !" میں نے کہا ۔ اور گستاک کو اتارنے میں
میں نے بھی مدد کی تھی ۔ سو ہم نیچے اتر آئے اور گستاک نے سکون کی سانس
لی ۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا ۔
" ویسے اشلاک نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے میری موت
سے کم ازکم چھ چاند پہلے آگاہ کرے گا اور یہ عمدہ بات ہے ۔ مگر تیرا وعدہ
اپنی جگہ ۔ !" اور میں مسکرانے لگا ۔ گستاک کی اس چھوٹی سی چالاکی
پر مجھے ہنسی آرہی تھی ۔
دوسری صبح میں جہاز سے اتر کر محل کی طرف چلدیا ۔ محل میں
لیپاس سے میرے بارے میں گفتگو کی جاچکی تھی ۔ جہاز والوں کے ساتھ
درحقیقت اچھا سلوک ہورہا تھا ۔ انھیں عمدہ غذا دی گئی ۔ آج چونکہ
ہمارا پروگرام ہیرووٹس سے ملنے کا نہیں تھا ۔ اس لئے میں نے لیپاس
کے سامنے جزیرہ گردی کی تجویز پیش کی ۔ اور لیپاس نے مسکراتے ہوئے
تجویز قبول کرلی ۔ ! ناشتے کے بعد ہم نے اپنی اس خواہش کا اظہار ان سے
کیا جو ہمارے میزبان مخصوص کردیئے گئے تھے ۔ !
" اعلیٰ وقار ہیرووٹس کا حکم ہے کہ آپ کی ہر خواہش کی تکمیل
کی جائے ۔ چنانچہ ارشاد فرمائیں ۔ سواری کے لئے رتھ درکار ہے یا ...
گھوڑے ؟" میزبان نے کہا ۔
" کیا تمہارے ہاں مرد رتھ پر سیر کرتے ہیں ۔ ؟"
" سیر کا لطف رتھ پر ہی ہے ۔ لیکن اگر آپ گھوڑے پسند
کریں گے تو وہی فراہم کئے جائیں گے ۔"
" وہی ٹھیک ہیں ۔" میں نے جواب دیا ۔ اور میزبان ، چند
ساعت کی اجازت لے کر چلا گیا ۔ " کیا تم تیاریاں کروگے لیپاس ۔ ؟"
" نہیں میکارا ۔ ٹھیک ہوں ۔" لیپاس نے جواب دیا اور
میری آنکھوں میں نہ جانے کیوں شرارت ابھر آئی ۔ لیپاس نے میری صورت
دیکھی اور اس کے چہرے پر پھر ہلکی سی گھبراہٹ نظر آئی ۔ لیکن دوسرے لمحے
وہ سنبھل گیا ۔ تبھی ہمارے میزبان نے آکر دست بستہ کہا ۔
" گھوڑے تیار ہیں جناب ۔۔" اور میں لیپاس کے ساتھ باہر
نکل آیا ۔ باہر دو شاندار گھوڑے ساز و سامان سے آراستہ تیار کھڑے
تھے ۔ ہم دونوں سوار ہوگئے ۔ کوئی خاص پروگرام نہیں تھا ۔ بس
جدھر گھوڑوں کے رخ تھے اسی طرف چل پڑے ۔ لیوہارا کافی خوبصورت
تھا ۔ بڑے بڑے بازار ، بڑی بڑی دوکانیں ۔ حسین لوگوں سے
آراستہ ۔ لیکن ہماری شان کچھ اور تھی ۔ ہم جدھر سے گزرے ، لوگ
اپنے اپنے کام چھوڑ کر ہمیں دیکھنے لگے ۔ ہم لوگوں سے بے نیاز بس
ایک سیدھ میں جارہے تھے ۔
خوبصورت لیوہارا کے آخری بازار سے گزر کر ہم اس کے مضافات
میں داخل ہوگئے ۔ ہمیں دیکھنے والے ہمارے اس قدر مداح تھے کہ دور تک ہمارے
گھوڑوں کے پیچھے بھاگتے ہوئے آتے تھے بالآخر پیچھے رہ جاتے تھے ۔
یہاں تک کہ ہم بستی کا آخری مکان بھی پیچھے چھوڑ آئے ۔ تب ہم نے
گھوڑوں کی رفتار سست کردی ۔ لیپاس کا گھوڑا میرے گھوڑے کے برابر چل رہا
تھا ۔ لیپاس میرے بالکل قریب آکر مسکرایا ۔
" کہاں تک چلنے کا ارادہ ہے میکارا ۔ ؟"
" وقت بہت باقی ہے اور مصروفیت کچھ بھی نہیں ۔" میں نے

جواب دیا۔

"ہاں ۔۔ یہ تو ہے۔"

"ہیرودوش نے ہمیں کل جواب دینے کا وعدہ کیا ہے۔"

"بے شک۔۔"

"تب ہم جزیرے کے مضافات کیوں نہ دیکھ لیں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے" لیپاس نے مجھ سے اتفاق کیا' اور ہم نے گھوڑوں کی رفتار پھر تیز کر دی۔ سر سبز و شاداب علاقے' ہیرودوش کے لوگ کافی خوشحال تھے' اس کی زمینیں آباد اور سر سبز تھیں۔ میں نے ان کا تذکرہ لیپاس سے کیا۔

"ہاں ۔۔ لیوہارکسا پر دیوتاؤں کی خاص نگاہ ہے۔"

"کیا تم لوگوں کا مذہب ایک ہے ۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"مذہب ۔۔؟" لیپاس اُلجھے ہوئے انداز میں بولا۔ "ہاں ۔ یوں سمجھو ۔ ہم ایک ہی انداز میں سوچتے ہیں۔ مذاہب کے معاملات دیوتاؤں کے سپرد ہوتے ہیں۔"

"تمہارے دیوتا کون ہیں ۔۔؟"

"ہر کام کا دیوتا الگ الگ ہے ۔ یہ ساری کائنات دیوتاؤں کے اشارے پر گردش کرتی ہے ۔۔ وہی سزا و جزا کا حق رکھتے ہیں۔"

"خوب ۔۔ یہ دیوتا کہاں رہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ ظاہر ہیں ۔ کچھ پوشیدہ ۔۔ جو ظاہر ہیں وہ عام حالات میں کام کرتے ہیں' لیکن جو پوشیدہ ہیں اُن کے احکامات دوسروں سے ملتے ہیں ۔۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"وہ کہاں پوشیدہ ہیں ۔۔؟"

"تم عجیب سوالات کر رہے ہو میکارا ۔ کیا تم ان سے واقف نہیں ہو ۔۔؟"

"نہیں ۔ لیکن واقف ہونا چاہتا ہوں۔"

"تم ان سے کیوں واقف نہیں ہو ۔۔؟"

"اس کا کوئی جواب نہیں ہے میرے پاس ۔۔ لیکن میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق تمہاری سرزمین سے نہیں ہے۔"

"اگر تم ۔۔۔ خود بھی دیوتا نہیں ہو میکارا ۔۔ تو بہرحال تم ... حیرت انگیز انسان ہو۔"

"ہاں ۔ حیرت انگیز سہی' لیکن انسان ہوں ۔ ہاں یہ تو بتاؤ کیا تمہارے کسی دیوتا سے ملاقات بھی ہو سکتی ہے؟"

"ممکن بھی ہے ۔۔ اور ناممکن بھی ۔ وہ صرف اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب ان کی ضرورت ۔۔ عام حالات میں وہ کسی انسان کو نظر نہیں آتے۔"

"اوہ ۔۔ کیا ان ۔۔ [illegible] نامعلوم ہے؟"

"نہیں ۔۔ لیکن وہاں تک کسی کا گزر ممکن نہیں ہے۔"

"کوشش کرنے والے کے لئے کیا سزا مقرر ہے ۔۔؟"

"انسانوں کی طرف سے کچھ نہیں ۔۔ لیکن دیوتا اگر چاہیں تو اسے معاف نہیں کرتے ۔" لیپاس نے جواب دیا۔ اور میں پُر خیال انداز میں مسکرانے لگا۔ ہمارے گھوڑے مضافات کی طرف بڑھ رہے تھے اور ہم نہ جانے کتنی دُور نکل آئے تھے ۔ لیکن اس کی پرواہ مجھے تھی نہ لیپاس کو۔ بس' ہم گفتگو کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہی جا رہے تھے' اس وقت ہم جس جگہ سے گزر رہے تھے ۔۔ وہ بلندی پر تھی اور وہاں سے نشیب کا کافی علاقہ نظر آتا تھا ۔ ہماری نگاہ سامنے اُٹھ گئی ۔ دور سے کچھ گھوڑے سوار نظر آئے جو پریشانی میں مبتلا نظر آتے تھے ۔ اور اُن کی پریشانی بھی نگاہ میں آگئی۔ گھوڑوں کے پیچھے ایک رتھ تھا' جو کافی خوبصورت تھا ۔۔ نہ جانے اس میں کون تھا ۔ لیکن جس پگڈنڈی پر سے رتھ گزر رہا تھا ۔ وہاں ایک تناور درخت آ پڑا تھا اور راستہ بند تھا۔

میں نے دلچسپ نگاہوں سے وہ منظر دیکھا ۔ ایسے واقعات اکثر میری نگاہوں سے گزر چکے تھے اور میں جانتا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے ۔ لیکن ہم سکون سے چلتے رہے ۔۔ لیپاس اب پوری طرح ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا ۔ کچھ اور قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ گھوڑے سوار جن کی تعداد دس کے قریب تھی' اپنی سی کافی تگ و دو کر چکے ہیں۔ انہوں نے درخت سے رسیاں باندھی ہوئی تھیں اور ان رسیوں کو گھوڑوں کی پشت سے لپیٹ کر خوب کوشش کر چکے تھے ۔ لیکن بے چارے گھوڑے خوب مار کھانے کے باوجود اس درخت کو نہ ہلا سکے تھے۔

"نہ جانے کون لوگ ہیں ۔۔؟" لیپاس نے کہا۔

"رتھ میں کوئی بڑی شخصیت ہی معلوم ہوتی ہے ۔ کیا تمہارے خیال میں ان کا تعلق ہیرودوش سے نہیں ہے ۔۔؟"

"یقیناً ۔۔ شاہی نسل ہی کا کوئی فرد ہے ۔۔ آؤ دیکھیں۔" لیپاس نے کہا اور ہم نے گھوڑوں کی رفتار تیز کر دی ۔ درخت کے شکاری ایک لمحے کے لئے رُک کر ہمیں دیکھنے لگے اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے ۔ اُنکے بدن پسینے سے تر تھے ۔ تب ایک پاٹ دار نسوانی آواز آئی۔

"اے احمقو ۔۔ اور کتنی دیر لگاؤ گے ۔ لاؤ مجھے گھوڑا دو ۔ میں روانہ ہوتی ہوں ۔ تم یہاں سر مارتے رہو" اور اس کے ساتھ رتھ کی جالیاں ہٹیں اور ایک متناسب الاعضاء حسین عورت' جس کی عمر تیس سال سے کم نہ ہوگی۔ رتھ سے نیچے اُترنے لگی ۔ وہ اسی طرف اُتری تھی' جدھر ہم کھڑے تھے!۔۔

سپاہی ادب سے اس کی طرف دوڑے ۔ لیکن اس کی نگاہ ہم دونوں پر پڑی اور وہ ٹھٹھک گئی ۔۔ وہ تعجب سے ہمیں دیکھ رہی تھی ۔۔ مجھے نہ جانے کیا سوجھی' میں گھوڑے سے اُتر گیا ۔۔ اور پھر میں سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک خاص انداز سے جھکا ۔ ناچار لیپاس بھی نیچے اُتر آیا ۔ اور اس نے

بھی وہی حرکت دوہرائی۔

قیمتی لباس میں ملبوس حسین عورت سالت دبا مرہمیں دیکھتی رہی۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا تھا۔ تب اس کی طرف دوڑتے والے سپاہیوں نے اُسے مخاطب کیا۔

"ملکہ عالیہ کے لئے گھوڑا تیار ہے"

"اوہ ـــ" وہ چونک پڑی ـ پھر اس نے ایک سپاہی سے پوچھا

"یہ کون لوگ ہیں؟"

"ہم نہیں جانتے ـــ ابھی ابھی آئے ہیں۔"

"سنو ـــ اِدھر آؤ ـــ تم کون ہو ـــ؟" اچانک ملکہ براہ راست ہم سے مخاطب ہوئی اور ہم دونوں آگے بڑھ گئے ـــ "کون ہو تم لوگ؟"

"لیمارا کے مہمان ـــ فیقولیہ سے آئے ہیں۔"

"اوہ ـ کیا فیقولیہ کے تمام باشندے تمہاری طرح حسین اور قدآور ہوتے ہیں" ملکہ مسکرا کر میٹھی نگاہوں سے میری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ اور میں عورت کی نگاہ پہچانوں ـــ وہ میرے اوپر مرمٹی تھی یہ دعویٰ میں دعویٰ کر سکتا تھا ـــ میں نے اس کی بات کا جواب دیا تب وہ اسی طرح دلچسپی سے میرے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

"لیکن فیقولیہ کے لوگوں نے لیمارا کا سفر کیوں کیا ہے؟"

"ایک ضروری مسئلے پر شہنشاہ ہیرودش سے گفتگو کے لئے"

"خیر یہ شاہی باتیں ہیں، تمہاری شخصیت بے حد متاثر کن ہے اور تمہارا ساتھی بھی خوب ہے ـ کیا نام ہے تمہارا ـــ؟"

"میکارا ـ"

"اور تمہارا ساتھی ـــ؟"

"لیپاس ـــ فیقولیہ کا ولی عہد ـــ شاہ تائیورس کا بھائی۔"

"اوہ ـــ ہمیں مسرت ہوئی کہ ہم حسب حیثیت لوگوں سے ملے ہیں ـــ ان کے ساتھ تمہاری کیا حیثیت ہے؟"

"لیپاس کا غلام ـ" میں نے جواب دیا۔

"نہیں نہیں ـ" لیپاس جیسے تڑپ اٹھا ـ "ہمارے ساتھی ہمارے محسن ـ ہمارے عظیم محسن ـــ!"

"تمہیں کون غلام بنا سکتا ہے نوجوان ـــ میرے خیال میں بڑے بڑے تمہاری غلامی پسند کریں گے۔" ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا ـ پھر چونک کر بولی۔

"لیکن تم کہاں جا رہے تھے ـــ؟"

"سیر کو نکل آئے تھے، اب واپس جائیں گے۔"

"تو آؤ ـ ہمارے ساتھ ہی واپس چلو ـ ہمیں تم سے ـ تم دونوں سے مل کر بے حد مسرت ہوئی ہے ـــ تم چند روز ہمیں اپنا خصوصی مہمان رکھیں گے۔"

"ہماری خوش بختی ـ" میں نے جواب دیا ـ لیکن لیپاس کے منہ سے آواز نہیں نکلی تھی اور میرے ذہن میں شرارت کلبلانے لگی ـ میں نے شرارت آمیز نگاہوں سے لیپاس کو دیکھا تھا ـ لیکن اس کی نگاہ دوسری طرف تھی۔

سپاہی ملکہ کے لئے گھوڑا لے آئے تھے ـ ملکہ اس پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگی ـ لیکن اپنے قیمتی اور الجھے ہوئے لباس کی وجہ سے اسے وقت پیش آئی ـ تب وہ پریشان ہونے لگی ؛ اور آخر کار جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"میں اس پر نہیں چڑھ سکتی ـ"

"آپ رتھ پر ہی سوار ہو جائیں ملکہ عالیہ ـ" میں نے کہا۔

"لیکن رتھ اس پگڈنڈی سے دوسری طرف نہیں جا سکتا ـ نہ جانے اس درخت کی جڑ نے زمین کیوں چھوڑ دی ـ"

"درخت ہٹایا جا سکتا ہے ـ" میں نے کہا۔

"بہت وزنی ہے ـ دیکھ نہیں رہے ـــ دس گھوڑے بھی اسے کھینچنے میں ناکام ہیں ـ"

"آپ مجھے حکم دیں ـ"

"کیا مطلب ـــ؟"

"کیا میں یہ درخت راستے سے ہٹا دوں ـــ؟"

لیپاس نے عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا ـــ وہ جانتا تھا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ـــ وہ کر سکتا ہوں ـ لیکن شاید وہ اس بات سے زیادہ خوش نہیں تھا۔

"تم کہاں الجھو گے مہمان ـــ اور پھر دو گھوڑوں کے اضافے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا ـ میرا خیال ہے مشکل ہے، بہت مشکل ہے ـ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ میں کسی سپاہی کا لباس اس سے طلب کر لوں ـ"

"آپ مجھے اجازت دیں کہ میں درخت ہٹا دوں ـ"

"کوشش کر لو مہمان ـــ حالانکہ یہ اچھی بات نہیں ہے ـ"

ملکہ نے کہا ـ اور میں نے گردن جھکا دی ـ ملکہ لیپاس کے ساتھ ایک طرف کھڑی ہو گئی ـ میں نے سپاہیوں سے ہٹ جانے کو کہا ـ اور دو سپاہی رتھ کو پیچھے لے گئے ـ پھر وہ سب میرے پاس آ گئے ؛ شاید میرے ساتھ شریک ہونا چاہتے تھے۔

"تم لوگ ہٹ جاؤ ـ ورنہ درخت کی پھیلی ہوئی شاخیں تمہیں زخمی کر دیں گی ـ"

"تم کیا کرنا چاہتے ہو اجنبی؟" سپاہیوں نے پوچھا۔

"میں اس درخت کو اٹھا کر راستے سے دور پھینک دوں گا" بلکہ اگر تم کہو تو [illegible]وں میں جو دور نظر آ رہی ہیں ـ"

اور سپاہی اس طرح مجھے دیکھنے لگے، جیسے میں کسی پاگل خانے سے بھاگا ہوں ـــ میں نے ان کی پرواہ نہ کی ـ خود ہی ہٹ جائیں گے احمق ـ میں نے سوچا ـ اور پھر میں درخت کے تنے کے درمیان پہنچ

گیا۔ اندازے اس کا بیلنس دیکھا اور اٹھے ہوئے تنے میں دونوں ہاتھ ڈال دیئے۔

بظاہر حماقت ہی تھی، لیکن دوسروں کی نگاہ میں، لیباس کے سوا، کسی کو یقین نہ ہو گا کہ میں صحیح اندازہ لگا رہا ہوں۔ ہاں یقین تنے میں دراڑ تھی۔ میری انگلیوں نے تنے کی گرفت حاصل کر لی۔ اور میں نے چہرہ پیچھے کر کے اپنے بازوؤں کی قوت استعمال کی۔ تب درخت نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور میرے ہاتھ اوپر ہی اٹھتے چلے گئے!

سپاہی اچھل اچھل کر پیچھے ہٹ گئے۔ اور جب میں تناور درخت لے کر کھڑا ہو گیا تو ان کے منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکلنے لگیں۔ میرے ہاتھ سر سے بلند ہو گئے۔ درخت میرے ہاتھوں پر تھا۔ تب میں اسے لئے ہوئے چل پڑا۔

ملکہ نے لیباس کا بازو پکڑ لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید [illegible] تھی۔ کوئی کچھ نہ بول سکا۔ سپاہی بے اختیار میرے پیچھے چل پڑے، وہ ایک ایک قدم رک رہے تھے۔ اور میں ان گہرائیوں کے کنارے کی طرف لے جا رہا تھا جن میں میں نے درخت پھینکنے کا وعدہ کیا تھا!

اور پھر عظیم الشان درخت کو گہرائیوں میں پھینک کر میں نے ہاتھ جھاڑے اور واپس اپنی جگہ چل پڑا!

لیباس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور ملکہ بھی پاگلوں کے سے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے قریب پہنچ کر وہ بے اختیار آگے بڑھی اور میرا بدن ٹٹولنے لگی۔

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"راستہ صاف ہے ملکہ عالیہ۔" میں نے کہا۔

"یہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ سچ بتاؤ۔ تم کون ہو۔ کیا اپالوس؟ اپالوس۔ بتاؤ تم کون ہو؟"

"صرف میکارا۔"

"لیکن۔ لیکن۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ کیا صرف بدن کی قوت تھی۔؟"

"اس کے بارے میں آپ کو ہیرودوتس سے معلوم ہو جائے گا ملکہ۔ میکارا کی مدد سے تھیوڈوس جیسے خونخوار درندے کو شکست دی گئی۔" لیباس نے کہا۔

"تھیوڈوس۔ بحری قزاق۔" ملکہ پھر اچھل پڑی۔

"ہاں۔"

"یہ بھی انوکھی بات ہے۔ کیا کسی نے اسے شکست دی ہے؟"

"ہاں۔ فیصلہ کن۔"

"اُف۔ آج نہ جانے کتنی حیرت انگیز باتیں سننے اور دیکھنے [illegible] کرم مجھے صرف ایک بات بتا دو۔" ملکہ نے لیباس کے دونوں بازو پکڑ کر کہا۔

"کیا ملکہ عالیہ۔؟"

"یہ انسان ہی ہے۔؟"

"یقیناً۔"

"دیوتا نہیں ہے؟"

"میکارا خود کو دیوتا کہلوانا پسند نہیں کرتا۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ افسوس میں اس وقت کسی بات پر یقین کرنے کی منزل میں نہیں ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ رتھ میں سفر کرنا پسند کرو گے حیرت انگیز لوگو۔ میں تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہمارے گھوڑے تمہارے رتھ کے ساتھ ساتھ چلیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ بھی درست ہے۔ تو پھر آؤ۔ چلیں۔ میرا ذہن ٹھکانے نہیں ہے۔ دیکھو سپاہیوں کو کس قدر بدحواس ہو رہے ہیں۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی انسان ایک ایسے درخت کو کسی کھلونے کی مانند اٹھا کر پھینک دے، جسے دس گھوڑے مل کر اپنی جگہ سے جنبش نہ دے سکیں۔" ملکہ رتھ میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

بدحواس سپاہی بھی گرتے پڑتے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور رتھ آگے بڑھ گیا۔ ہمارے گھوڑے ملکہ کے رتھ کے دونوں سمت چل رہے تھے اور ملکہ نے جھالریں اٹھائی ہوئی تھیں۔ وہ پریشان نگاہوں سے باری باری ہم دونوں کی شکلیں دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"اور دوسری بات بھی تم نے عجیب سنائی۔ بحری قزاق کو کس طرح شکست ہوئی۔ وہ تو ناقابل تسخیر تھا۔!"

"اس کی پوری کہانی تمہیں ہیرودوتس کی زبانی معلوم ہو جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن میکارا کا اس شکست میں بڑا ہاتھ تھا۔" لیباس بول پڑا۔

"یقیناً ہو گا۔ لیکن کس طرح۔؟"

"اس نے سمندر میں تھیوڈوس کے جنگی جہاز ڈبو دیئے تھے۔" لیباس نے بڑے فخر سے کہا جیسے اس تذکرے سے اسے دلی مسرت ہو رہی ہو۔

"اور اس کے باوجود وہ خود کو دیوتا نہیں انسان کہتا ہے۔ دیوتاؤں کی سی صورت، اور دیوتاؤں کی سی حیثیت رکھنے والے تو خود کو چھپانے پر کیوں مصر ہیں۔" ملکہ نے کہا۔

"اس لئے کہ میں جھوٹ نہیں بولنا چاہتا۔" میں نے کہا۔

"گویا یہ جھوٹ ہے، اگر تو خود کو دیوتا کہے۔؟"

"ہاں۔"

"لیکن تجھے انسان کیسے سمجھ لیا جائے۔ خیر۔ میں تیری یہی بات درست مانوں گی۔ وہ جو کچھ نہیں ہوتے، خود کو کچھ سمجھانے

اور جو بہت کچھ ہے خود کو عام انسان کہلانے

پر مصر ہے۔ لیپاس تایورس اتنا خوش نصیب ہے کہ اُسے تجھ جیسا

ساتھی حاصل ہے۔ ملکہ نے کہا اور لیپاس کے چہرے پر نمایاں خوشی

نظر آنے لگی۔ اس نے ... طرف دیکھا۔ اور میں نے اس کی طرف

تب ہماری نگاہوں کا تصادم ... کیفیات کا حامل بن گیا۔ میرا

خیال ہے لیپاس نے اس وقت اپنی شخصیت کو بمشکل چھپایا تھا۔ ورنہ

اس کے چہرے کی ایک ایک لکیر بول رہی تھی۔ اس کی آنکھیں چیخ

چیخ کر کہہ رہی تھیں۔ مجھے پہچان لو۔ مجھے پہچان لو۔ اب تم سے

پوشیدہ رہنا میرے بس میں نہیں۔

لیکن میں نے بھی سوچا۔ میرے محترم دوست۔ جب تک

تم اپنی زبان سے اپنی اصلیت نہیں اگل دو گے، میں تمہیں تسلیم نہیں کروں گا۔

ملکہ باتیں کرتی رہی۔ اس نے ہماری رہائش وغیرہ کے

بارے میں ساری تفصیلات معلوم کیں۔ ہمارے تکلیف و آرام کی باتیں

کیں۔ یہاں تک کہ ہم بستی میں داخل ہو گئے۔ تب ملکہ نے کہا۔ "میکارا

میں جلد تم سے دوسری ملاقات کروں گی۔" میں نے صرف مسکرانے پر

اکتفا کیا۔!

تب ملکہ کا رتھ محل کے ایک دوسرے دروازے کی طرف

مڑ گیا۔ اور ہم دونوں بستی کا ایک لمبا چکر لگاتے ہوئے محل پہنچے۔

اس دوران لیپاس غیر معمولی طور پر خاموش رہا تھا۔ اور میں نے اس

کی خاموشی کی وجہ بخوبی سمجھی تھی۔ لوہا گرم ہونے لگا تھا۔

ہمارے سارے ساتھی مطمئن اور خوش تھے۔ سیوولس کی جانب

سے ان لوگوں کی تفریحات کا بندوبست بھی کیا گیا تھا۔ چنانچہ ایک طائفہ

وہاں متعین کر دیا گیا تھا۔ اور ناچ رنگ کی محفل جمی رہتی تھی۔

ہم محل میں داخل ہو گئے۔ اور اس کے بعد ہم نے محل ہی میں

آرام کیا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ شام کو گستاک ہمارے پاس آیا۔

اور اس نے آج رات کے پروگرام کے بارے میں پوچھا۔

"ٹھیک ہے گستاک۔ رات تمہارے ساتھ جہاز میں ہی گزاروں گا

کیونکہ لیپاس کو تنہا سونے کی عادت ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا میکارا۔" گستاک نے کہا۔

اور پھر وہ چلا گیا۔ تب لیپاس نے شرمندہ سے انداز میں کہا۔

"میری اس عادت سے تمہیں کافی تکلیف پہنچ رہی ہے میکارا لیکن

اگر ہم چاہیں تو اپنے میزبان سے کہہ کر ایک اور کمرے کا بندوبست کر سکتے ہیں۔"

"نہیں یہاں زیادہ وقت نہیں گزارنا لیپاس۔ پھر ان جھگڑوں کی

کیا ضرورت ہے۔ تم بےفکر رہو، میں جہاز پر آرام سے رات گزار لیتا ہوں۔"

میں نے جواب دیا۔ اور لیپاس خاموش ہو گیا۔

لیکن رات کو میں جہاز کی طرف جانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ ایک

خادمہ میرے پاس پہنچ گئی! "ملکہ شازیہ نے تم کو طلب کیا ہے

میکارا"

"اوہ۔" میں چونک پڑا۔ میں نے لیپاس کی طرف دیکھا۔ لیپاس

کی پشت میری طرف تھی۔ "ملکہ کہاں ہیں۔؟"

"اپنے محل میں۔"

"اور سیروولس ... کہاں ہیں؟"

"شہنشاہ اعظم یہ رات ستارہ شناسوں کے ساتھ گزاریں گے!"

عورت نے جواب دیا۔

"اچھا۔ خیر چلو۔" میں نے کہا اور پھر لیپاس کو مخاطب کر کے

بولا۔ "میں چلتا ہوں لیپاس۔ تم آرام کرو۔"

لیپاس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی صحیح کیفیت کا تو

ابھی مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن میں نے کسی حد تک سمجھ لیا تھا کہ

لیپاس پر کیا گزر رہی ہے۔

بہرحال میں نے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کی، اور عورت

کے ساتھ چل پڑا۔ کافی طویل فاصلہ طے کر کے پچھلے محل تک جانا پڑا، اور

پھر میں ملکہ شازیہ کے سامنے پہنچ گیا۔ حسین ملکہ ایک نیم عریاں خوبصورت

لباس میں ملبوس تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا۔ اور پھر ایک

طویل سانس لیکر گردن ہلانے لگی۔ "نہیں سمجھ سکی میکارا۔ یقین کرو،

میں نہیں سمجھ سکی۔"

"کیا ملکہ عالیہ۔؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"نہیں میکارا۔ میں جب آئی ہوں تمہارے بارے میں سوچ

رہی ہوں۔ کیا ہو۔ تم کیا ہو۔ جو کچھ ہو وہ کیوں نہیں بتاتے۔ کیوں

چھپاتے ہو خود کو۔؟"

"میں وہی ہوں ملکہ عالیہ جو میں نے خود کو بتایا ہے۔ اس میں

کوئی بات غلط نہیں ہے۔"

"تمہارے چہرے کا سنہرا رنگ۔ جبکہ فیقلولیہ میں شاید ہی

تمہارے رنگ کا دوسرا انسان ہو۔"

"میرا تعلق براہ راست فیقلولیہ سے نہیں ہے۔"

"اوہ۔ پھر۔؟"

"میں تایورس کا مہمان تھا۔ لیکن علم و فن کا گہوارہ یونان

مجھے بہت پسند آیا۔ اور میں نے یہاں ایک طویل قیام کا ارادہ کر لیا۔

میں نے محسوس کیا کہ تایورس کو ... کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے خود کو

اسے پیش کر دیا۔"

... وغیرہ کے باشندے نہیں ہو۔

"پھر کہاں سے آئے ہو! تمہارا وطن کونسا ہے ؟"

"ساری کائنات — میں دُنیا گرد ہوں — جہاں دل چاہے لا پڑتا ہوں — وہی میرا وطن بن جاتا ہے۔"

"اس کے باوجود تم خود کو دیوتا نہیں تسلیم کرتے ۔؟" ملکہ مسکرانے لگی۔

"دیوتاؤں کے اختیارات محدود ہوتے ہیں ملکہ شارازیہ۔ دیوتاؤں کی قوت محدود ہوتی ہے۔ وہ کسی خاص کام کے لیے ہوتے ہیں۔ جبکہ میں لامحدود ہوں — میرا اور اُن کا کیا مقابلہ — ؟ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ میں صرف وہ کام کر سکتا ہوں جو انسان کرتے ہیں، ایسی شکل میں، میں خود کو دیوتا کہہ کر نہ محدود کر سکتا ہوں، نہ لامحدود ثابت کرنا چاہتا ہوں۔"

"بے شک — تم حیرت انگیز ہو۔" شارازیہ نے کہا۔

"آپ نے مجھے یاد کیا تھا ملکہ شارازیہ ۔؟"

"ہاں — میں تم سے کچھ ضروری باتیں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"فرمایئے ۔؟"

"تھیوڈوس کی شکست کے اسباب کیا تھے ۔؟"

"نائیورس کی جنگی تیاریاں ۔"

"کیا فیقلولیہ میں تمہارے جیسے طاقتور مرد دوسرے بھی ہیں ؟"

"اس حد تک نہیں۔"

"تم نے یقیناً ان میں نمایاں کردار ادا کیا ہوگا ۔؟"

"حسبِ حیثیت ۔"

"خیر — ہیرودوتس سے کیا چاہتے ہو ۔؟"

"ہیرودوتس کو بتا چکا ہوں — تائیورس نے ایک جرأت مندانہ قدم اُٹھایا ہے — اس نے تھیوڈوس جیسے عفریت سے ٹکر لی ہے۔ تمہاری کمائی ہوئی دولت کا ایک بڑا حصہ تھیوڈوس کو چلا جاتا ہے جبکہ تم اسے اپنے علاقے کی خوبصورتی اور مضبوطی کے لئے خرچ کر سکتے ہو، اور بات یہیں تک محدود نہیں ہے — کچھ اور بھی ہے جو میں اس وقت بتاؤں گا جب ہیرودوتس اس بارے میں فیصلہ کرے گا۔"

"ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں میکارا ۔"

"میں اپنے مشن کی کامیابی چاہتا ہوں ملکہ شارازیہ ۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں، وہی ہوگا جو تم چاہتے ہو ۔" ملکہ نے عجیب انداز میں کہا — اور چند ساعت مجھے دیکھتے رہنے کے بعد بولی۔ "لیکن کیا وہ بھی ہو سکتا ہے، جو ہم چاہتے ہیں ۔؟"

"میں ملکہ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوں —" میں نے عورت کی نگاہوں کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔

"میکارا — اگر تم دیوتا نہیں ہو — تو ہم تمہاری تمنا کرنے میں حق بجانب ہیں۔"

"میری تمنا ۔؟"

"ہاں تمہاری تمنا — ہماری خواہش ہے کہ آج رات تم ہماری خلوت میں رہو ۔"

"کیا شہنشاہ ہیرودوتس اس بات کو برداشت کرے گا ۔؟"

"کیوں نہیں — میں اس کی ہر بات برداشت کرتی ہوں۔"

"تب ملکہ کی خواہش کی تکمیل غیر ممکن نہیں ہے ۔" میں نے جلدی سے کہا اور ملکہ دوسری غلام لڑکیوں کی پرواہ کئے بغیر مجھ سے ہم آغوش ہو گئی۔

دوسری صبح حسبِ معمول تھی — ملکہ ساری رات میری آغوش میں رہی تھی — اور عموماً پروفیسر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہیں رہتی تھی۔ ملکہ نے بھی وہی سب کچھ کہا جو بہت سی عورتیں اس سے قبل کہہ چکی تھیں — میرے کان ان باتوں کے عادی تھے، تو پروفیسر صبح کو میں نے ملکہ ہی کے ساتھ ناشتہ کیا اور پھر اس سے اجازت چاہی۔

"آج شاید ہیرودوتس تمہیں دربار میں طلب کرے — اب وہیں ملاقات ہوگی۔"

"بہتر ملکہ عالیہ ۔" میں نے الوداعی مسکراہٹ سے کہا اور پھر وہاں سے چلا آیا — لیپاس میرا دوست بے چینی سے میرا منتظر تھا۔ لیکن اس کے چہرے کے تاثرات حسبِ توقع تھے۔

"لیپاس میرے دوست — کہو رات کیسی گزری ۔؟"

"ٹھیک — عمدہ — حسبِ معمول ۔" لیپاس پھیکی سی مسکراہٹ سے بولا۔ "تم سناؤ میکارا — کیا تم ملکہ کے پاس سے واپسی جہاز پر چلے گئے تھے ؟ لیکن تم گستک جیسے باتونی شخص کو کیسے برداشت کر لیتے ہو ؟ وہ تو تمہیں رات کو سونے بھی نہیں دیتا ہوگا۔"

"واپسی ۔؟" میں نے ایک طویل سانس لیکر مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں نے آگے بڑھ کر لیپاس کو بازوؤں میں کھینچ لیا۔ "واپسی کا موقع ہی کب دیا حسین ملکہ نے ۔"

"کیا مطلب ؟ تو کیا تم نے ساری رات ملکہ سے گفتگو میں بسر کی ۔؟"

"ہاں — ملکہ کا حسین چمکدار جسم ساری رات مجھ سے سرگوشیاں کرتا رہا ۔" میں نے مخمور انداز میں کہا۔ لیپاس کے بدن کے گرد میرے بازوؤں کی گرفت اتنی کمزور نہ تھی — کہ لیپاس کی جدوجہد بار آور ہوتی، لیپاس کسمسا رہا تھا۔

"لیکن ہیرودوتس ۔؟" اس نے میرے بازوؤں کی گرفت سے نکلتے ہوئے کہا۔

"وہ شہنشاہ ہے ۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب ۔۔۔؟" لیپاس خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

"تم بھی بدھو ہو میرے دوست ۔۔۔ ساری عمر جرنل ہی رہے۔ شہنشاہ کو کسی ایک آدھ عورت کی پروا کب ہوتی ہے۔"

"ضروری نہیں ہے۔" لیپاس ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"اوہ ۔۔۔ چلو تاکیوس کو ان لوگوں میں نہیں گردانتا۔ لیکن، لیپاس میری جان ۔۔۔ ایک بات بتاؤ ۔۔۔ کیا تمہاری کوئی رات کسی محبوبہ کی آغوش میں گزری ہے ۔۔۔؟"

"نہیں ۔۔۔!" لیپاس نے میری بات کا جواب سردمہری سے دیا۔ اور میرا دل چاہا کہ زور سے ایک قہقہہ لگاؤں ۔۔۔ میں جانتا تھا کہ لیپاس کو محبوباؤں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ۔۔۔ لیکن اسی وقت میرے ذہن میں ایک اور شرارت ابھری ۔۔۔ اور میں نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"تب فکر مت کرو ۔۔۔ ملکہ شارازیہ تمہارے اوپر بھی مہربان ہے۔ آج کی رات تمہاری ہوگی۔"

"کیا ۔۔۔ کیا مطلب؟"

"وہ بڑی پُرہوس عورت ہے ۔۔۔ میری آغوش میں تھی، لیکن تمہارے تذکرے کرتی رہی ۔۔۔ بالآخر اُس نے کہہ ہی دیا کہ کل کی رات، یعنی آج رات وہ تمہیں حاصل کیے بغیر نہ رہے گی۔"

لیپاس کے چہرے کی بوکھلاہٹ میرے پیٹ میں گدگدیاں کر رہی تھی ۔۔۔ پہلے تو وہ، بونقوں کی طرح میری شکل دیکھتا رہا ۔۔۔ پھر جھنجھلاتے ہوئے انداز میں بولا۔

"کیا ہمارا مشن یہی ہے میکارا ۔۔۔؟"

"نہیں میرے دوست ۔۔۔ لیکن مشن پورا کرنے کے لئے جو کچھ بھی کرنا پڑے ۔۔۔ بلاشبہ ان میں کچھ باتیں ہمارے ضمیر کے خلاف ہوں گی۔"

"فضول ۔۔۔ بیکار ۔۔۔ میں ۔۔۔ میں یہ لغویت پسند نہیں کروں گا۔" لیپاس نے کہا۔

"بڑی شاطر عورت ہے لیپاس ۔۔۔ کسی قیمت پر نہیں چھوڑے گی۔ کیا تم یہ مشن ناکام کرنا چاہتے ہو ۔۔۔؟"

"ارے تو کیا یہ ضروری ہے ۔۔۔؟" لیپاس جھلا کر بولا۔

"ہاں ۔۔۔ بہت ضروری ہے ۔۔۔ تم دیکھو گے، اگر ضرورت پڑی تو ملکہ آج ہماری حمایت کرے گی۔"

"لیکن میں اس کی خلوت میں نہیں جانا چاہتا میکارا ۔۔۔" لیپاس اب خوشامد پر اُتر آیا۔

"جرنل لیپاس ۔۔۔ یہ بہت ضروری ہوگا۔"

"میری مدد کرو۔" لیپاس نے لجاجت سے کہا۔

"کوئی صورت نہیں ہے ۔۔۔ لیکن تم نہ جانے کیوں اس بات سے اس قدر متاثر ہو رہے ہو ۔۔۔ عورت مرد کی اہم ضرورت ہے، کبھی نہ کبھی تو تمہیں کسی عورت کا قرب حاصل کرنا ہوگا۔"

"وہ بعد کی بات ہے ۔۔۔"

"ابھی کی بات ہے پیارے ۔۔۔ نہیں بچ سکتے ۔۔۔ ویسے وہ بے حد حسین ہے ۔۔۔ تمہیں مایوسی نہیں ہوگی ۔۔۔"

"میکارا، مجھے پریشان مت کرو ۔۔۔"

"کمال ہے ۔۔۔ لو میں خاموش ہوا جاتا ہوں ۔۔۔ لیکن اس معاملے میں صرف تم ذمہ دار ہو ۔۔۔ میں تمہاری اس وقت کوئی مدد نہیں کر سکتا جب ملکہ کے آدمی تمہیں بلانے آئیں گے ۔۔۔"

"سنو میکارا ۔۔۔ کیا ہم آج ہی لشکر اُٹھانے کا اعلان نہ کر دیں ۔۔۔؟"

"اور ہمارا مشن ۔۔۔؟"

"ارے اس کا فیصلہ تو آج دن ہی میں ہو جائے گا۔" لیپاس دانت پیستا ہوا بولا۔

"جیسی تمہاری مرضی ۔۔۔ لیکن فیصلہ ہونے سے قبل ایسی کوئی کوشش مت کرنا ۔۔۔ ورنہ ممکن ہے ملکہ اس فیصلے پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرے۔"

"ٹھیک ہے ۔۔۔" لیپاس نے معصومانہ انداز میں گردن ہلائی اور پھر میں اس کے پاس سے ہٹ آیا ۔۔۔ بڑی قابلِ رحم حالت تھی بے چارے جرنل کی ۔۔۔ لینے کے دینے پڑ گئے تھے ۔۔۔!

لیکن میرے ذہن میں پھر اس کی پُراسرار شخصیت اُبھر آئی ۔۔۔ اگر وہ عورت ہے تو پھر مرد کیوں بنا ہوا ہے ۔۔۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ خود اس کے قومی لوگ بھی یہ بات نہیں جانتے ۔۔۔ آخر اسے اتنی رازداری سے مرد بنانے کی کوشش کیوں کی گئی ہے ۔۔۔ بات کسی طور سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

بہر حال ۔۔۔ مجھے یقین تھا کہ خود جرنل لیپاس ہی اپنی زبان سے اور بہت جلد یہ راز بتائے گا ۔۔۔ حالات پیدا ہوتے جا رہے تھے۔

سورج بلند ہو گیا تھا ۔۔۔ تب ہمارے پاس ہیرودوش کا پیغام آیا۔ اور پیغام لانے والے نے یوں کہا۔ "اے معزز مہمان ۔۔۔ اے فیقلولیہ کے پیغامبر ۔۔۔ شہنشاہ ہیرودوش نے تجھے اور تیرے ان ساتھیوں کو طلب کیا ہے جو پیغام لانے والوں میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں تاکہ اس بات کا فیصلہ ہو جائے جس کے لئے تو نے فیقلولیہ سے لیوہارنگ کا سفر کیا ہے ۔۔۔ اور سُن ۔۔۔ دربار تک لے جانے کے لئے شاہی سواری باہر موجود ہے۔"

"ہم آ رہے ہیں۔" میں نے کہا اور پیغام لانے والا چلا گیا۔ تب میں نے اپنا خوبصورت لباس پہنا ۔۔۔ لیپاس نے بھی عمدہ لباس زیب تن کیا اور

ہم دونوں تیار ہو گئے۔
"کیا خیال ہے لیپاس۔ اپنے ساتھ دوسروں کو لے جانے کی ضرورت تو نہیں ہے۔؟"
"نہیں۔ صرف ہم دونوں گفتگو کریں گے۔"
"تب آؤ۔" میں نے کہا اور ہم باہر نکل آئے۔ احترام کی سواری موجود تھی گو سفر مختصر تھا اور پیدل بھی طے کیا جا سکتا تھا۔ لیکن دستورِ شاہی کی مخالفت بے سود تھی۔ چنانچہ دس گھوڑوں کی اس خوبصورت رتھ میں ہم دونوں بیٹھ گئے۔ تب کوچوان رتھ ہانکنے لگا۔!
اور جب ہم شاہی دربار کے دروازے پر پہنچے تو۔ دروازے پر ہیرودش ہمارا منتظر تھا۔ اس نے ہم دونوں کو رتھ سے اترنے میں مدد دی۔ یہ عظیم احترام۔ اور اظہارِ دوستی تھا۔ سو کہا ہیرودش نے شاہی کرسیوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہ اے فیقلولیہ سے آنے والو۔ اے تائیورس کے پیغامبرو۔ سنو۔ ذکر کرنا تائیورس سے کہ ہیرودش اس کا دوست ہے اور اس کے لوگوں کی عزت کرتا ہے۔ تاکہ تائیورس میل نہ لائے دل میں کسی قسم کا۔ آؤ۔ شاہی اعزاز کے ساتھ میں تمہیں دربارِ لیوہارا میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"
"دوستی کے اس مظاہرے کی ہم قدر کرتے ہیں ہیرودش۔"
لیپاس نے جواب دیا۔ تب ہم اندر پہنچ گئے۔ اور ہیرودش نے ہمارے بالکل اپنے نزدیک نشستوں کا انتظام کیا تھا۔ سو ہمیں بیٹھنے کے لئے وہ نشستیں پیش کر دی گئیں۔ ہمارے سامنے ستارہ شناسوں اور امراء کی نشستیں تھیں۔ ایک سمت ایک خوبصورت زرنگار کرسی پر شاہزادیہ... جلوہ افروز تھی۔ اس کے ساتھ کنیزوں کا ایک گروہ موجود تھا۔
غرض بے شمار افراد حفظِ مراتب بیٹھے ہوئے تھے۔ تب ہیرودش اپنے تخت پر بیٹھ گیا۔ اور پھر اس نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا "ہمارے نزدیکی جزیرے سے آنے والے۔ تائیورس کے دوست۔ فیقلولیہ کے باشندے۔ جو اپنے شہنشاہ کا ایک پیغام لے کر آئے ہیں۔ یہ پیغام سنایا جائے۔" اور ہیرودش نے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے جواب دیا کہ۔ اور لیپاس کھڑا ہو گیا۔ وہ ابھی تک خاص طور سے ملکہ ملاذیہ سے نگاہیں چرا رہا تھا۔ ملکہ شارازیہ مجھے دیکھ کر کئی بار مسکرائی تھی۔ تب لیپاس نے اپنی باریک اور دلکش آواز میں زور سے کہا۔
"میں لے پیغام دیا ہے۔ لیوہارا کے شہنشاہ ہیرودش کو فیقلولیہ کے شہنشاہ تائیورس کا۔ اور خوشخبری سنائی ہے سمندر کے لٹیرے تھیوڈوس کی شکست کی۔ ہاں لیوہارا کے معززو۔ سمندر کا عفریت تھیوڈوس ہمارے جزیروں کے لیے ایک جونک کی حیثیت رکھتا ہے۔ پہلی اور لمبی بھیڑیئے کی مانند اپنے بدن کے زخم چاٹتا ہوا بھاگا ہے۔ تو۔ عظیم تائیورس نے اس کے احکامات کی پابندی سے انکار کر دیا تھا۔ سو وہ اپنی عظیم قوت لیکر ہم پر حملہ آور ہوا۔ اور ہم نے اس کی قوت کا طلسم توڑ دیا۔ ہم نے اس کے جہاز ڈبو دیئے اور اس کے بے شمار لوگوں کو سمندر کی بھوکی مچھلیوں کا لقمہ بنا دیا۔ یوں تھیوڈوس فرار ہو گیا اپنے بچے کھچے لوگوں کو لے کر۔!
لیکن۔! ہمارے دانشوروں کی نگاہ دور تک دیکھتی ہے۔ ہمارے ستارہ شناس مستقبل کی پوری پوری نگرانی کرتے ہیں۔ سو سوچا انھوں نے کہ زخم خوردہ تھیوڈوس ایکبار پھر فیقلولیہ کا رخ کرے گا اور اس وقت اس کے ساتھ کافی قوت ہوگی۔!
فیقلولیہ اس سے خوفزدہ نہیں ہے عظیم انسانو۔ لیکن اس نے جو جرأت مندانہ قدم اٹھایا ہے وہ تمہاری حمایت کا مستحق ہے۔ اس لئے شہنشاہ تائیورس نے ہیرودش اور دوسروں کے لئے پیغام ارسال کیا ہے کہ تھیوڈوس کے خطرے سے مل کر نپٹا جائے۔ اس کے لئے شہنشاہ تائیورس نے تجویز پیش کی ہے کہ تمام جزیرے تھیوڈوس کو خارج دینا بند کر دیں اور اس سے اعلانِ جنگ کر دیں تھیوڈوس کے جو نمائندے ان کے ہاں موجود ہیں انھیں قتل کر دیں اور اپنی جنگی تیاریاں تیز کر دیں، اس طرح اول تو تھیوڈوس خوفزدہ ہو جائے۔ اس کے باوجود اگر وہ کسی ایک جزیرے کا رخ کرے تو چاروں طرف سے اسے گھیر لیا جائے۔ یوں ہم اس کی قوت ختم کر کے اسے ہمیشہ کے لئے سلا دیں۔"
لیپاس خاموش ہو گیا۔!
اس کے خاموش ہونے کے بعد کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر ہیرودش اٹھ کھڑا ہوا۔
"میرے معزز دوستو۔ میرے پڑوسی تائیورس کے پیغامبر نے تھیوڈوس پر فتح کی خبر سنائی۔ اپنے ساتھی اپنے دوست کے اس عظیم کارنامے۔ اور کامیابی پر میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ پیغامبروں نے یہ بات مجھے آنے کے بعد بتائی تھی۔ تب میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ستارہ شناسوں اور لیوہارا کے بہی خواہوں سے مشورہ کر کے انھیں جواب دوں گا۔ سو کل کا پورا دن میں نے اسی کارروائی میں گزارا اس سے مباحثہ کیا۔ اور ستارہ شناسوں اور دانشوروں کے مشورے سے جو کچھ طے ہوا اسے سرکاری حیثیت سے سنانے کے لئے میں نے یہ دربار لگایا۔ میں نے جو کچھ فیصلہ کیا دانشوروں کے مشورے سے کیا ہے۔ اہلِ دربار میں اگر کسی نے کوئی بہتر تجویز پیش کی، تو میں اس کا خیر مقدم کروں گا۔!
دوست ملک کے نمائندو! ہم دیوتاؤں سے تمہاری سلامتی مانگتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ فیقلولیہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہے۔ لیکن

لیوہارا کمزور ہے۔ اس کے وسائل محدود ہیں۔ اس کی جنگی قوت بھی زیادہ نہیں ہے۔ ہم اپنے ملک کی تعمیر میں مصروف ہیں۔ اس لئے ہم کسی بھی قسم کی جنگی الجھن میں نہیں پھنسنا چاہتے۔ بے شک تھیوڈوس ہمارے سب کے لئے خطرہ ہے۔ لیکن اس خطرے کو ٹالتے رہنے کا بہتر ذریعہ ہمارے خیال میں اسکے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ ہم اسے خراج ادا کرتے رہیں۔ سو میرے دوست۔ لیوہارا اس وعدے سے معذوری کا اظہار کرتا ہے ہم تھیوڈوس سے جنگ نہیں کر سکتے۔"

ہیرودوٹس خاموش ہوگیا۔!

پورے دربار پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ مجھے غصہ آگیا تھا۔ بزدل ہیرودوٹس نے بہرحال ایک غلط فیصلہ کیا تھا۔ اور اپنے مشن کی ابتدائی ناکامی مجھ سے برداشت نہ ہوئی۔ چنانچہ میں اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر لیوہارا کے دانشور مجھے اجازت دیں۔ تو میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"ہم اپنے دوست کی بات سنیں گے۔"

"سن۔ اے ہیرودوٹس۔ سن اے لیوہارا کے شہنشاہ۔ تو نے ہمارے لئے اچھے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ ہم اپنی زبان تلخ نہیں کریں گے۔ لیکن بزدلی شہنشاہوں کو زیب نہیں دیتی۔ اگر تھیوڈوس سے جنگ ہوگی تو لیوہارا تنہا نہ ہوگا۔ دوسرے بہت سے جزیرے اس کے ساتھ شریک ہوں گے۔ پھر وہ تنہا اپنے انجام سے خوفزدہ کیوں ہے۔ سنو۔ لیوہارا کے جنگجوؤ۔ بلاشبہ فیقلولیہ کو دوسروں کی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تنہا تھیوڈوس کی پوری قوت سے ٹکر لے سکتا ہے اس کا مظہر میں ہوں۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ لیوہارا کی پوری فوج کو ہتھیاروں سے لیس کر کے میرے سامنے لے آؤ وقت ضرور لگے گا۔ لیکن میں تنہا لیوہارا کی پوری فوج کو قتل کر دوں گا۔ ہاں۔ میں تمہارے وطن میں تمہارے سامنے یہ دعویٰ کر رہا ہوں۔ اسے اپنی توہین خیال کرو۔ اور مجھ سے جنگ کرو۔! فیقلولیہ تمہارے تصور سے زیادہ طاقتور ہے۔ تائیورس خوفناک قوتیں جمع کر چکا ہے اور وہ تھیوڈوس کو شکست دے گا۔!

لیکن۔" میں نے غیظ کے عالم میں چاروں طرف دیکھا "یہاں سے واپس جانے سے قبل۔ میں ایک بات ضرور کہوں گا۔ سن لو۔ لیوہارا کے لوگو۔ سن لو۔ جب ہم تھیوڈوس کو شکست دے لیں گے تو پھر ان لوگوں کو، اپنے دشمنوں اور تھیوڈوس کے ساتھیوں میں گردانیں گے جو ہمارے ساتھ نہ تھے۔ اور تھیوڈوس کے بعد ہم اُن کے دشمن ہوں گے اور ضروری سمجھیں گے کہ سمندر کو دشمنوں سے پاک کر دیا جائے۔"

میری تقریر نے بہت سوں کے اعصاب کشیدہ کر دیئے مختلف لوگوں پر مختلف ردِ عمل ہوا۔ کچھ شدید برہم ہوگئے۔ کچھ خوف سے کانپنے لگے۔!

خود ہیرودوٹس عجیب کشمکش کا شکار تھا۔ اور لیباس۔ اس کی آنکھوں سے محبت کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ وہ بہت خوش نظر آرہا تھا۔!

تب ہیرودوٹس نے کہا "فیقلولیہ کے قاصد۔ تو نے بڑے انوکھے دعوے کئے۔ تو نے بڑے دل شکن الفاظ کہے۔ لیکن تو قاصد ہے۔ ہم انہیں برداشت کریں گے۔ ہمارے ستارہ شناسوں کی رائے ہے کہ ہم کسی طور تھیوڈوس کے خلاف اعلانِ جنگ نہ کریں۔"

"تم جو فیصلہ کرو گے۔ وہ تمہارا اپنا ہوگا شہنشاہ ہیرودوٹس۔ لیکن میں تمہارے سامنے ایک اور انکشاف کروں گا۔ سنو۔ میں فیقلولیہ آنے سے قبل تھیوڈوس کے ساتھ تھا۔!

میں نے اپنی بات کا ردِ عمل ان کے چہرے پر دیکھا۔ وہ سب حیران رہ گئے تھے۔

"میری بات کی تصدیق اپنے ستارہ شناسوں سے کرو۔ اور میں جھوٹ بولنے کا عادی نہیں ہوں۔ کیونکہ وہ سب کچھ میرے شکنجے میں ہوتا ہے جو میں چاہتا ہوں۔ جھوٹ کا سہارا وہ لیتے ہیں جو بے عمل ہوتے ہیں سو میں بے عمل نہیں ہوں۔ میں نے تائیورس کی حمایت کی، لیکن اس سے قبل میں تھیوڈوس کے ساتھ تھا۔ اس کے خاص دوستوں میں۔ سو اس نے مجھے کچھ خصوصی باتیں بتائی تھیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔

تھیوڈوس کو تم لوگ صرف ایک بحری قزاق سمجھتے ہو۔ کیا تمہارے خیال میں وہ ساری زندگی سمندر میں گزار دے گا؟" میں نے سوال کیا

"ہم نہیں سمجھے میکارا۔"

"تھیوڈوس ایک عظیم شہنشاہیت کے خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ جزائر سے حاصل کیا ہوا خراج ایک پُراسرار جزیرے کی قوت کو مستحکم کرنے پر خرچ کر رہا ہے۔ وہاں اس کے جنگی بیڑے تیار ہو رہے ہیں۔ وہ ایک ایسی قوت بن رہا ہے جو ناقابلِ تسخیر ہوگی اور اس کا ارادہ ہے کہ ایک دن وہ پوری قوت کے ساتھ نکلے گا۔ اور پھر سرزمین یونان پر اس کے علاوہ کوئی شہنشاہ نہ ہوگا۔ پوچھو اپنے ستارہ شناسوں سے۔ اگر وہ علم نجوم کے ماہر ہیں تو میری بات کی تصدیق ضرور کریں گے۔"

"فلکی کیا یہ درست ہے؟" ہیرودوٹس نے چند لوگوں سے کہا

"ہم حساب لگائے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتے۔" جواب ملا

"پھر کیا ہوگا۔؟ ارے بتاؤ پھر کیا ہوگا۔؟" ہیرودوٹس احمقانہ انداز میں بولا۔

"پھر یہ ہوگا۔ کہ تم اس کے علاقوں میں ہوگے۔ تمہارے جزیرے

اس کے زیرنگین ہوں گے۔ کون اس کا مقابلہ کرے گا۔ کون اس سے جنگ کرے گا!

اور ——" اچانک ملکہ شارازیہ کی آواز ابھری۔ اور ساری گردنیں اس طرف گھوم گئیں۔ "یوہارا کے دانش ورو — تم سب جانتے ہو کہ ہیرودش میرا شوہر ہے۔ وہ یوہارا کا شہنشاہ ہے لیکن میری مرضی سے۔ کیونکہ یوہارا کی اصل حکمران میں ہوں۔ تمہیں علم ہے کہ یوہارا کی شہنشاہیت میرے باپ کی طرف سے میری طرف منتقل ہوئی تھی۔! وزیر میں نے اپنی مرضی سے اس کا نگراں ہیرودش کو مقرر کیا تھا۔ سو اس کے بارے میں کچھ معاہدے بھی ہوئے تھے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ اس معاہدے کی رو سے میں کسی معاملے میں مداخلت کرنا چاہوں تو.... اسے رد کرنے کا مجاز کوئی نہیں ہوگا! کیا تمہیں یہ سب کچھ یاد ہے۔؟"

"ملکۂ عالیہ — ملکہ شارازیہ — آپ — آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟" ہیرودش بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"میں —— یوہارا کی مالک۔ اس کی اصل حکمران اعلان کرتی ہوں کہ آج سے تھیوڈوس کا خراج بند کیا جاتا ہے۔ کل پورے جزیرے میں تھیوڈوس کے ایک ایک نمائندے کو تلاش کر کے قتل کر دیا جائے گا۔ یوہارا کل سے حالت جنگ میں آ جائے گا۔ ہتھیار تیار رہیں گے۔ فوجیں تیار کی جائیں گی اور جس وقت بھی تھیوڈوس کے جہاز سمندر میں دیکھے گئے۔ ہماری فوجیں تالبورس کی کمانڈ میں پہنچ جائیں گی۔! نیقولیہ سے آنے والے۔ شہنشاہ تایورس کو یوہارا کا پیغام دو۔ کہ اس نے تایورس کی عظیم فتح قبول کی ہے اور اس کے مشورے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہے۔"

ملکہ کی آواز پر پورے دربار میں سناٹا چھا گیا۔ خود ہیرودش احمقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھا تھا۔ کئی منٹ تک خاموشی رہی۔ پھر ہیرودش نے ہی کہا۔

"لیکن ملکۂ عالیہ۔ ستارہ شناسوں کا کہنا ہے کہ یہ قدم ——"

"کیا تم میری حیثیت کو للکارنا چاہتے ہو ہیرودش؟"

"نہیں.... لیکن ——"

"میں نیقولیہ کے قاصدوں کے سامنے اعلان کر چکی ہوں۔ اور اعلان میرے اختیار میں تھا۔ کوئی اس اعلان کا مخالف ہے؟" اس نے [illegible] ہو کر پوچھا۔

لیکن کسی طرف سے آواز نہ آئی۔!

"یہاں موجود ایک ایک شخص اس اعلان کی حمایت کرے:" اس [illegible] دیا۔ اور سارا دربار کھڑا ہو گیا۔ اس بدلی ہوئی صورت حال نے میرا [illegible] کر دیا۔ تو یہ بات ہے۔ گویا ملکۂ عالیہ بہت بڑی حیثیت رکھتی ہیں [illegible] ہیرودش نے بھی کھڑے ہو کر اس اعلان کی تائید کی تھی اور میرے کانوں میں گستاک کے الفاظ گونج رہے تھے۔

اس مشن کی تکمیل میں ایک عورت کا ہاتھ ہوگا۔! اور وہ عورت ... وہ عورت —! تو وہ پیپاس نہ تھا۔ بلکہ اصل عورت شارازیہ تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔

"معزز مہمانو۔ فرصت ہو تو کچھ رکو۔ کل ایک عہد نامہ تیار کر کے تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔ جس کی رو سے ہم ایفائے عہد کے پابند ہوں گے!"

تب لیپاس بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے اپنی مخصوص آواز میں کہا "عظیم ملکہ.... آپ نے [illegible]ام کیا ہے ہم اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے لیکن ہمارا مشن بہت بڑا ہے اور وقت کم۔ اب جبکہ ہمارا مشن پورا ہو گیا ہے تو ہمیں آج ہی اجازت دیں۔ تاکہ اس کے بعد ہم سارانین کا رخ کریں اور اس کے شاہ کو تایورس کا پیغام دیں"

"عظیم مہمانوں کی مصروفیات کا احساس میرے دل میں ہے۔ بے شک میری دلی خواہش تھی کہ تایورس کے مہمان طویل عرصہ یہاں قیام کریں لیکن ان کی آج روانگی کسی طور پر ممکن نہیں ہے۔ بہ دل میں انہیں مجبور نہیں کروں گی۔"

لیپاس نے پھر کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے لیکن میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"جو حکم ملکۂ عالیہ — ہم اس سے انحراف نہیں کریں گے۔!" اور لیپاس کا بس نہ تھا کہ میرا سر توڑ دے۔ اس نے بڑی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن میں نے نگاہیں دوسری طرف کر لی تھیں۔

تب آخری رسم کے بعد دربار برخاست ہو گیا اور ہم واپس چل پڑے۔ کچھ دوسرے لوگ ہمارے ساتھ تھے ورنہ لیپاس راستے میں ہی میرے اوپر برس پڑتا۔ جب ہم محل پہنچے تو میں نے دوسرے لوگوں کی موجودگی میں ہی لیپاس سے کہا۔

"جنرل لیپاس۔ چونکہ ہمیں کل روانہ ہونا ہے۔ اس لئے جہاز پر ضروری تیاریاں کرنا ہیں۔ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس کی دیکھ بھال کر دوں —!" "میں — میں خود بھی جہاز کا جائزہ لینا چاہتا ہوں!" لیپاس نے آواز کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"آپ آرام کریں۔ ممکن ہے ملکۂ عالیہ عہد نامے کی تکمیل میں آپ کی ضرورت محسوس کریں۔!" میں نے شرارت سے کہا اور لیپاس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے! اس کی حالت زیادہ خراب دیکھ کر مجھے اس پر رحم آ گیا "خیر آپ کی مرضی۔ آیئے آپ بھی میرے ساتھ چلیں" اور لیپاس تیار ہو گیا۔ ہم جہاز کی طرف چل پڑے۔ راستے میں خاموشی رہی تھی۔ لیپاس کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا میں نے بھی اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ زچ ہو گیا تھا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی میں اس سے بہت زیادہ ہمدردی نہیں رکھتا تھا۔ آخر وہ اپنی اصلیت پوشیدہ کیوں کئے ہوئے ہے۔ میں خود تو اس پر کبھی ظاہر نہیں کروں گا کہ میں اسے سمجھتا ہوں۔ ایک دن اس کو اپنی زبان کھولنی پڑے گی۔ اور میں اس دن کا انتظار کر رہا تھا۔

بہرحال ہم جہاز پر پہنچ گئے۔ گستاک اور دوسرے چند افراد وہاں موجود تھے۔ میں نے گستاک کو ہدایات دیں اور سب مستعد ہو گئے۔ ہمارے ساتھ آنے والے دوسرے لوگوں تک پیغام پہنچا آئے اور سب کے سب خوشی کے ساتھ جہاز پر آ گئے۔ یوں دوسرے دن کی واپسی کی تیاریاں ہونے لگیں۔

اور جب کل ہدایات ان لوگوں کو مل گئیں تو میں نے لیپاس سے کہا۔

" آؤ لیپاس۔ واپس چلیں "

" کک .... کہاں ؟ " لیپاس نے گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا

" واپس محل نہیں چلو گے۔ ؟ "

" میرا خیال ہے میکارا۔ آج تم محل میں آرام کرو۔ مجھے جہاز پر ہی چھوڑ دو۔ تمہاری مہربانی ہو گی " لیپاس نے لجاجت سے کہا۔

" میرے ساتھ آؤ لیپاس " میں نے کہا اور اُسے جہاز کے ایک سنسان گوشے میں لے گیا۔ لیپاس پھر دہشت زدہ نظر آ رہا تھا۔ گوشے میں پہنچ کر اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

" آخر تم ملکہ سے اس قدر گھبرا کیوں رہے ہو ؟ "

" میکارا ۔۔ میرے دوست۔ میں ابھی ان فضولیات سے دور ہوں "

" کب تک دور رہو گے ؟ اور تم سے یہ کس نے کہا کہ یہ سب فضولیات ہے "

" میں خود محسوس کرتا ہوں "

" غلط ۔۔ جب تمہیں ان معاملات کا کوئی تجربہ ہی نہیں ہے تو تم یہ بات پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتے۔ میری مانو لیپاس تو آج رات ملکہ شارازیہ کے ساتھ گذارو۔ زندگی کی بہت سی حقیقتوں سے واقف ہو جاؤ گے "

" میں زندگی کی کسی حقیقت سے واقف نہیں ہونا چاہتا۔ اگر مجھے اس پر مجبور کیا گیا، تو میں سمندر میں چھلانگ لگا دوں گا ! "

" تمہاری مرضی ! " میں نے شانے اچکائے۔ مجبوراً مجھے یہ رات بھی شارازیہ کے ساتھ گذارنی پڑے گی۔ بالآخر ہم اس کے شکرگذار ہیں۔

لیپاس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اس کے چہرے سے احساس ہو رہا تھا کہ اسے میری بات سے تکلیف ہو رہی ہے۔ لیکن میں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ اب میں ایثار پسند بھی نہیں تھا کہ اس کا راز پوشیدہ رہنے دیتا اور اپنے آپ پر جبر بھی کرتا۔ چنانچہ رات گئے میں محل میں واپس آ گیا۔

اور یہاں شارازیہ کا پیغام میرے لئے موجود تھا۔!

شارازیہ پہلی رات کی مانند میری منتظر تھی۔ لیکن مجھے حیرت اس بات کی تھی کہ ہیر دوش، اس کا شوہر اس کی خلوت میں نہیں تھا۔ وہ کیسا شوہر تھا

اور میں نے شارازیہ سے یہ سوال کر ہی ڈالا۔!

" ہیر دوش میرے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن آج میں نے اُسے عہدنامے کی تکمیل میں مصروف کر دیا ہے۔ لیکن وہ تنہا تو نہیں ہے۔ اس کی پسندیدہ عورتیں اس کے پاس ہوں گی "

" اوہ۔ تو یہ بات ہے " میں نے گردن ہلائی

" ہاں میکارا۔ اس کی پسندیدہ عورتیں تو ہر رات اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ لیکن میرے پسندیدہ مرد سے میری ملاقات کس قدر مختصر ہے۔ وہ تو ایک خواب کی مانند آیا ہے، چلا جائے گا !

" خواب ذہن سے اتر ہی جاتے ہیں ملکہ شارازیہ۔ صرف چند لمحات کی کسک۔ اور بس۔ اس کے بعد کیا رہ جاتا ہے "

" تمہاری قربت اتنی بے اثر نہیں ہے میکارا۔ میں تمہیں نہ بھول سکوں گی "

" وقت سب کچھ بھلا دیتا ہے شارازیہ۔ میں نے صدیاں کاٹ دی ہیں۔ کیسے کیسے لوگ، کیسے کیسے پیار میری آنکھوں میں رچے ہوئے ہیں " میں نے بے اختیاری میں کہا۔

" میں نہیں سمجھی میکارا۔ ؟ "

" اوہ " میں چونک پڑا

" تم نے صدیوں کی بات کی تھی "

" ہاں۔ میری مراد انسان سے ہے۔ انسان صدیوں سے کیسے کیسے واقعات، کیسے کیسے حادثات کا شکار ہوتا آ رہا ہے لیکن سارے واقعات اسے ذہن سے محو کرنا پڑتے ہیں۔ اور وہ ان میں کامیاب رہا ہے۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ ہم یہ مختصر لمحات بھی جدائی کے خوف سے کیوں برباد کریں "

" ہاں " ملکہ نے ایک طویل سانس لی۔ پھر مسکرانے لگی۔

دوسری صبح حسب معمول تھی۔ میں نے ناشتہ ملکہ کے ساتھ ہی کیا اور اس کے بعد میں اس سے اجازت لے کر لیپاس کی تلاش میں چل پڑا لیپاس ڈر کے مارے محل میں نہیں آیا تھا اس نے رات جہاز پر ہی گذاری تھی۔ بہرحال سارے انتظامات مکمل ہو گئے تھے۔ عہدنامہ ہمارے حوالے کر دیا گیا۔ چلتے وقت ملکہ شارازیہ، ہیر دوش اور تمام لوگ ہمیں ساحل پر الوداع کہنے آئے۔ اور جہاز نے لنگر اٹھا دیئے۔

ملکہ لٹی لٹی کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر ویرانیاں رقصاں تھیں لیکن میرے اوپر ان باتوں کا اثر کم ہی ہوتا تھا۔ چنانچہ جونہی ساحل نگاہوں سے معدوم ہوا میں سب کچھ بھول گیا۔

تب میں نے گردن گھما کر لیپاس کو دیکھا۔ لیکن لیپاس میرے نزدیک موجود نہ تھا۔ میں اس کی تلاش میں نکل پڑا۔ لیپاس اپنے کیبن میں موجود تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔

وہ اپنی مسہری پر منہ لپیٹے پڑا تھا۔ چند ساعت میں اس کے

نقوش دیکھتا رہا۔ ان پر غور کیا جاتا تو کچھ نہیں تھا لیکن اگر ذرا بھی ذہن میں خیال پیدا ہو جائے کہ وہ مرد نہیں ہے، تو پھر اس کے ایک ایک عضو سے حسن پھوٹنے لگتا تھا۔ بلاشبہ وہ انتہائی مناسب جسم کا مالک تھا۔

تب میں نے اسے آواز دی۔ "لیپاس۔" اور وہ چونک پڑا۔ اس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا۔ اور اس کا چہرہ دیکھ کر میں چونک پڑا۔ شاید وہ رو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔

"اسے جنرل لیپاس کیا ہوا تمہیں؟" میں نے اس کے قریب جاتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں۔" لیپاس نے خود پر قابو پانے کی زبردست کوشش کی اور اس میں کسی حد تک کامیاب ہو گیا۔

"تمہاری آنکھیں سرخ ہیں۔"

"ہاں۔ رات کو تیاریوں کی وجہ سے سو نہیں سکا۔"

"اوہ۔ تب تم آرام کرو۔" میں نے کہا۔ اور لیپاس نے گردن ہلا دی۔ میں باہر نکل آیا لیکن میں اس بے وقوف کے بارے میں اب ہمدردی سے سوچ رہا تھا۔ عجیب الجھن بن گئی تھی۔ خود کو ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا وہ اور اداس بھی رہتا تھا۔ آخر میں کیا کرتا۔! میں نے گردن جھٹک دی۔ اس کے معاملات ہیں وہ خود نپٹے۔ میں کیوں پریشان ہوں۔

اور میرے ذہن میں ہلکی سی بیزاری ابھر آئی۔ جہاز پر عورت نہ تھی اور ملکہ کے ساتھ گزاری ہوئی دو راتوں نے میرے ذہن میں عورت جگا دی تھی۔ اب مجھے تنہا رات سے دہشت ہوتی۔ میں جہاز کے ایک پرسکون گوشے میں سمندر کی لہروں کو دیکھتے ہوئے اس بارے میں سوچنے لگا۔

تب میرے ذہن میں تائیورس ابھر آیا۔ ایک عمدہ انسان۔ میں نے فیصلہ کیا کہ بہرحال جو مشن، جو ذمے داری میں نے اپنے سر لی ہے اسے تو پورا کرنا ہی ہے۔ اور پھر تائیورس سے اجازت مانگ لوں اور سرزمین یونان کے اسرار رموز سے مکمل واقفیت حاصل کر لوں۔ یہی بہتر ہے۔ اور اس کے لئے مناسب ہے کہ تیزی سے سفر کیا جائے اور کم سے کم وقت میں ان جزیروں کا دورہ کر لیا جائے جو تھیوڈوس کو خراج ادا کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی صحیح پوزیشن معلوم ہو جائے۔

اس کے بعد میں پورا دن لیپاس سے نہیں ملا۔ لیپاس بھی اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا۔ اور پھر رات کو جب میں گستاک سے گفتگو کر رہا تھا وہ میرے پاس پہنچا۔ اس کا چہرہ اب شفاف تھا۔!

"کیا گفتگو ہو رہی ہے میکارا؟"

"میرا دوست گستاک۔ ستاروں کی گفتگو کر رہا ہے۔"

"اوہ۔ یہ ستون استعمال نہیں ہوتا۔ جو شاید ستارہ شناسی کے لئے بنایا گیا تھا۔"

"نہیں جنرل۔ یہ اتنا بلند ہے کہ اوپر پہنچ کر سارے علوم تیز ہوا میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ کوئی بات یاد نہیں رہتی سوائے اس بات کے کہ ہوا کا کوئی تیز جھونکا اگر نیچے لے گیا تو ہڈیوں کی کیا کیفیت ہوگی۔" گستاک نے مسخرے انداز میں کہا۔ اور لیپاس ہنس پڑا۔!

"تم نے اوپر کی سیر کی گستاک؟"

"ہاں۔ اگر میکارا مجھے رسیوں سے نہ جکڑ دیتا، تو شاید میں خوف کی وجہ سے خود ہی سمندر میں چھلانگ لگا دیتا۔"

"تو پھر اب تم میکارا کو ستاروں کے بارے میں کیسے بتاؤ گے؟"

"کوئی بات نہیں ہے۔ جہاز کا کوئی تنہا گوشہ موزوں رہے گا۔"

"اوہ۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"کیا تم ستون کی سیر کرنا پسند کرو گے جنرل لیپاس؟"

"ایں۔" لیپاس نے میری طرف دیکھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "مجھے بزدل سمجھتے ہو میکارا۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس کا جواب تو اوپر پہنچ کر ہی دوں گا۔"

"تو پھر چلو۔" اس نے کہا۔ اور میں تیار ہو گیا۔

"تم بھی آؤ گستاک ہمت کرو۔"

"اوہو۔ نہیں ماسٹر۔ میرا خیال ہے مجھے رہنے ہی دو۔ میں نے ابھی کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔ اور پھر اوپر جانے کے بعد مجھے واپسی کی امید نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں میرا وہاں جانا مناسب نہ ہوگا!"

"تمہاری مرضی! آؤ لیپاس۔" میں نے کہا۔ اور لیپاس ستون کی طرف بڑھ گیا۔ لیپاس کی پوشیدہ حیثیت جو کچھ بھی ہو۔ عام حالات میں وہ اپنی پوزیشن سے مختلف کبھی نظر نہیں آیا تھا۔ دوران جنگ وہ ایک نڈر اور بے خوف جنرل کی مانند اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اور اس وقت بھی وہ ستون پر اتنے نڈر انداز میں چڑھا کہ میں بھی دیکھتا رہ گیا اور گستاک بھی!

تھوڑی ہی دیر کے بعد اس نے اوپر پہنچ کر میری طرف ہاتھ لہرایا تھا۔!

"کمال ہے۔ کیا دنیا میں سب سے کمزور دل انسان میں ہی ہوں؟" گستاک نے آہستہ سے کہا تھا۔ اور پھر میں بھی ستون کی طرف بڑھ گیا۔ چند گھڑیوں کے بعد میں بھی لیپاس کے قریب موجود تھا۔

لیپاس مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں۔ اب بتاؤ میکارا۔" اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہاں سے سمندر کا منظر دیکھو لیپاس۔"

"تاریکی کے سوا کیا ہے؟" لیپاس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آسمان۔"

"ہاں. ستارے بہت صاف نظر آتے ہیں لیکن ان باتوں کا میرے سوال سے کیا تعلق ؟ تم نے میرے بارے میں کچھ کہا تھا۔"

"بزدلی کی بات تھی"

"ہاں"

"تمھارا خود اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں بزدل نہیں ہوں"

"پھر ملکہ شادازیہ سے خوفزدہ کیوں تھے؟"

"وہ ۔ وہ دوسری بات تھی ۔"

"کیا تمھاری زندگی ہمیشہ عورت سے خالی رہے گی؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں"

"کہنا نہیں چاہتے لیپاس ۔ صاف صاف بات کیوں نہیں کرتے"

"میں نے کبھی عورت کے بارے میں نہیں سوچا"

"اور مرد کے بارے میں ۔" میں نے سوال کیا۔

"کیا مطلب ۔" لیپاس چونک پڑا

"جیسے میں"

"تمھارے بارے میں۔ تمھارے بارے میں" لیپاس میرے اس سوال سے نمایاں طور پر گھبرا گیا تھا۔

"ہاں. کیا تم میرے بارے میں بھی نہیں سوچتے" میں نے گول مول انداز میں بات کی۔

"تمھارے بارے میں تو میں نے ہمیشہ سوچا ہے"

"کیا سوچا ہے؟"

"یہی کہ تمھارا قرب باعث فخر وانبساط ہے۔ تم ایک لازوال انسان ہو۔ تمھاری معیت میں دل کو ایک ایسا سکون ملتا ہے۔ جس کی مثال ناممکن ہے"

لیپاس کے الفاظ جذبات میں ڈوب گئے۔

"لیکن افسوس تو یہ ہے لیپاس۔ کہ اس کے باوجود تم میرے اوپر بھروسہ نہیں کرتے"

"یہ تم نے کیسے اندازہ لگایا میکارا۔" لیپاس جیسے تڑپ اٹھا۔

"بارہا"

"یہ خیال دل سے نکال دو میرے دوست ۔ مجھے تمھارے اوپر پورا بھروسہ ہے۔ نہ صرف مجھے بلکہ پورے فیقلوکیہ کو تمھارے اوپر بھروسہ ہے اس کا اندازہ شاید تمہیں بھی ہو"

"میں تمھاری ذات کی بات کر رہا ہوں"

"یقین کرو میکارا۔ یقین کرو" لیپاس عجیب انداز میں بولا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ میں نے سوچا بھی کہ لیپاس کو اس حقیقت سے آگاہ کر دوں کہ اب میں اتنا احمق بھی نہیں ہوں۔ لیکن پھر بات ہی کیا رہ جاتی۔

"خیر چھوڑو۔ ہم سارا پین کب پہنچ رہے ہیں؟"

"میں صحیح تعین نہیں کر سکتا" لیپاس نے جواب دیا

"ہوں" میں ہونٹ سکوڑ کر خاموش ہو گیا میرے مزاج میں الجھن تھی۔ اور مجھے کوفت ہو رہی تھی۔ نہ جانے لیپاس اتنی شدت سے خود کو چھپانے پر کیوں مصر تھا۔ اونہہ۔ جہنم میں جائے۔ یہ بات ہی ذہن سے نکال دی جائے کہ وہ عورت ہے۔ اور اس کے بعد خوب تفریحات کی جائیں۔

میں نے سارا پین میں مکمل طور سے کھیلنے کا پروگرام بنایا۔ اور اس کے لئے ترکیبیں سوچنے لگا! بہرحال اب لیپاس کا خیال کرنا حماقت تھا۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد میں مطمئن اور پرسکون ہو گیا۔

کافی دیر مستول پر گزارنے کے بعد ہم نیچے اتر آئے۔ اور لیپاس جہاز پر اپنے کیبن میں چلا گیا۔ میں اپنے کیبن میں آ گیا۔ دوسرے دن سے میں نے لیپاس سے لاپرواہی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ لیپاس نے کئی دن تک اسے محسوس ہی نہیں کیا تھا۔ پھر ہم سارا پین پہنچ گئے۔

سارا پین درحقیقت زندہ دلوں کا جزیرہ تھا ہیروڈوٹس کے لیسو اہرا میں بہت سی خوبیاں تھیں لیکن سارا پین کی سی بات نہیں تھی۔ وہاں کے لوگ چہرے سے ہی کھلنڈرے نظر آتے تھے۔ تھے بھی خوب قدآور اور سرخ سفید۔ ناچ رنگ اور موسیقی کے رسیا۔ جزیرے کے ساحل پر جہاں سرکاری جنگی جہازوں نے ہمارے جہاز کو گھیرے میں لیا۔ وہیں بے شمار لوگ چھوٹی بڑی کشتیوں میں بیٹھ کر ہماری طرف چل پڑے۔

میں لیپاس کے ساتھ ایک حصے میں کھڑا آنے والوں کو دیکھ رہا

"ان لوگوں کا انداز عجیب ہے" میں نے کہا

"اس کے باوجود وہ ہمارے ساتھ کوئی نازیبا سلوک نہ کریں گے"

"کیوں۔" میں نے پوچھا

"جہاز پر دوستی کا جھنڈا لہرا رہا ہے"

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔

جنگی جہازوں نے ہمارے جہاز کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ اور پھر چار چھوٹی کشتیاں ان جہازوں سے ہمارے جہاز کی طرف بڑھنے لگیں ان پر چار چار آدمی سوار تھے۔ اور وہ ہمارے جہاز کے پاس پہنچ گئے۔

"کون ہو تم لوگ؟ کہاں سے آئے ہو" ایک کشتی سے سوال کیا

"ہم فیقلوکیہ سے آئے ہیں۔ تمھارے شہنشاہ کے لئے پیغام لائے ہیں تائیورس کا"

"کیا پیغام ہے شاہ فائلیس کے لئے۔"

"شاہوں کے پیغام شاہوں کو دیئے جاتے ہیں۔ ہم فائلیس سے ملاقات کریں گے"

"تب تمہیں سمندر میں رک کر انتظار کرنا پڑے گا۔ ہم تمھاری

کریں گے۔ اگر شاہ فاکلیس کی اجازت مل گئی تو ٹھیک ہے۔ ورنہ ہمیں واپس جانا پڑے گا!

جنگی جہازوں نے عوام کو ہم سے دور ہی روک دیا تھا۔ بیشمار لوگ ہمیں دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ ہماری طرف اشارے کر کے نہ جانے کیا کہہ رہے تھے۔

بہر حال اس انداز سے ہم زیادہ خوش نہیں تھے لیکن جہاز سے واپس جانے والوں کو دیر نہ لگی۔ شاید انھیں کوئی فوری ہدایت ملی تھی۔ اور جب یہ ہدایت ان تک پہنچی تو ہمارے گرد جہازوں کا گھیرا ٹوٹنے لگا۔ اور پھر ہمیں آگے بڑھنے کا اشارہ ملا۔ اور لیپاس نے چیخ کر جہاز آگے بڑھانے کا حکم دیا۔

لیپاس بھی کسی قدر جھلایا ہوا تھا۔ راستے میں اس نے کہا "میرا خیال ہے یہاں ہماری زیادہ پذیرائی نہیں ہوگی۔"

"کیوں لیپاس؟"

"ان لوگوں کا رویہ مناسب نہیں ہے۔"

"میرا خیال اس سے مختلف ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہیروڈش لاپرواہ انسان تھا۔ یہاں کے لوگ چاق و چوبند نظر آتے ہیں۔ انھوں نے جس پھرتی سے ہمارا محاصرہ کیا۔ وہ قابل تعریف ہے۔ سب کچھ تو ابتدائی ضروریات میں سے تھا۔ اس پر برا ماننا فضول ہے۔"

"بہر حال۔ دیکھتے ہیں کیا پوزیشن رہتی ہے۔"

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔ دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا۔ جہاز ساحل پر لنگر انداز ہوگیا۔ اور ہم ساحل پر بگل بجاکر... ہمارا استقبال کیا گیا۔ خود شہنشاہ فاکلیس تو ہمارے استقبال کو نہیں آیا تھا۔ لیکن اس نے چند افراد کو بھیجا تھا جنھوں نے [illegible] ادا کرتے ہوئے ہمارا استقبال کیا۔

لوگوں کے ہجوم کو بمشکل تمام ہم سے دور روکا گیا تھا۔

"میرا نام ڈینوکس ہے۔ سارابین کی فوجوں کا نگراں ہوں۔ فاکلیس نے تائیورس کا نام سن کر ہمیں حکم دیا ہے کہ تمہاری تعظیم کی جائے۔ اور تمہیں شاہی اعزاز کے ساتھ قیام کی دعوت دی جائے۔"

"ہم شاہ فاکلیس کے شکر گزار ہیں۔" لیپاس نے جواب دیا۔

بہر حال یہاں بھی ہمارے قیام کے لئے ایک مناسب جگہ کا البتہ کیا گیا تھا۔ لیکن کچھ باتیں ناخوشگوار بھی ہوئی تھیں۔ جنہیں ہم نے پسند کیا نہ لیپاس نے۔ مثلاً انھوں نے ہمارے جہاز سے ایک ایک آدمی کو نیچے اتار لیا تھا۔ اور اب جہاز مکمل طور پر سارابین کی فوجوں کے کنٹرول میں تھا!

"میرے خیال میں اس میں کوئی بڑا حرج بھی نہیں ہے میکالا۔ اگر کبھی سارابین کے فاکلیس کو فیقلولیہ آنے کی ضرورت پیش آئی تو ہم بھی اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں گے۔" لیپاس نے میری برہمی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے لیپاس۔ اگر تم ناراض نہیں ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تاہم میرا خیال ہے فاکلیس سے جلد از جلد ملاقات کی کوشش کی جائے تاکہ یہاں کوئی ناخوشگوار بات نہ ہوجائے۔"

"تم خود کو قابو میں رکھنا میکالا۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ جلد از جلد فاکلیس سے ہماری ملاقات ہوسکے!" لیپاس نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اسی شام کو ایزوکس ہمارے پاس آیا۔

"مجھے تم لوگوں کا افسر مہمانداری مقرر کیا گیا ہے۔ کیا یہاں تمھیں کوئی تکلیف ہے؟"

"نہیں۔ شکریہ تمہارا ایزوکس۔ لیکن کیا فاکلیس گوشہ نشین ہوگیا ہے۔ کیا اس نے محل کے زنان خانے سے نکلنا بند کر دیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟" ایزوکس چونک پڑا۔

"ہم اس سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔ تائیورس کا ایک پیغام لائے ہیں اور ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ اگر فاکلیس ہم سے ملاقات پسند نہ کرے، تو ہم اسے مجبور نہیں کریں گے اور واپس چلے جائیں گے۔ براہ کرم یہ بات اُسے بتادو۔!"

"بڑے سخت الفاظ استعمال کئے تم نے ہمارے شہنشاہ کے لئے اجنبی شخص۔ تاہم میں تمہارا پیغام فاکلیس تک پہنچائے دیتا ہوں۔" ایزوکس نے کہا اور واپس چلا گیا۔ لیپاس میری شکل دیکھ رہا تھا۔ اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اس بار اس سے کچھ نہ پوچھا تھا کہ وہ کیوں مسکرایا۔

"کیا خیال ہے لیپاس۔ کیا ہم یہاں قیدیوں کی مانند وقت گزاریں؟"

"نہیں۔ جیسا تم پسند کرو میکالا۔"

"تو آؤ۔ باہر نکلتے ہیں۔ سارابین کے گلی کوچے دیکھتے ہیں۔ اندازہ لگاتے ہیں کہ ہماری حیثیت کیا ہے۔؟"

"میں تیار ہوں۔" لیپاس ان معاملات میں کسی سے پیچھے نہیں تھا۔ چنانچہ ہم دونوں تیار ہوگئے۔ اور پھر لباس وغیرہ درست کر کے ہم باہر نکل آئے! پہرےدار موجود تھے۔ لیکن وہ ہم سے کچھ کہہ نہ سکے۔ غالباً اس بارے میں انھیں کوئی واضح ہدایت نہیں ملی تھی۔ وہ کسی قدر جھلا کر رہ گئے تھے۔ ہم نے اس

بات کی پرواہ نہ کی اور باہر نکل آئے۔
یہ مہمان خانہ جہاں ہم نے قیام کیا تھا۔ فاکلیس کے محل سے
کافی دور تھا۔ اچھی خوبصورت جگہ تھی۔ سارابین خاصا سرسبز وشاداب
تھا۔ گلی کوچے بھی کشادہ تھے۔ دوکانیں صاف ستھری تھیں۔
چاروں طرف قہوہ خانے بکھرے ہوئے تھے، مسکراتے ہوئے خوبصورت
جوان۔ حسین عورتیں، گداز بدن والی۔ بے باک آنکھوں والی۔ ہم سست روی
سے چلتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔
بہت سے لوگ ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ تب نوجوان
لڑکوں کا ایک گروہ ہمارے قریب پہنچ گیا۔ ان کی تعداد آٹھ نو کے
قریب تھی۔ سو ان میں سے ایک نے ہمیں مخاطب کیا۔
"نامعلوم دوستو۔ کیا ہم تم سے گفتگو کر سکتے ہیں۔؟"
میں اور لیپاس رک گئے۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھا۔
اور پھر لیپاس کی طرف۔!
"کیا حرج ہے۔" لیپاس نے کہا۔
"گویا اجازت۔" وہی نوجوان مسکرایا۔
"ہاں، ہاں۔ بتاؤ۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔" لیپاس بولا۔
"کیا تم وہی ہو جو دوستی کے جہاز پر آئے تھے۔؟"
"ہاں۔" لیپاس نے جواب دیا۔
"ہم تمہارے استقبال کو گئے تھے۔ لیکن سپاہیوں نے
مناسب سمجھا۔"
"ہم نے تمہیں دیکھا تھا۔"
"تم کہاں سے آئے ہو۔؟" نوجوان نے پوچھا۔
"فیقلولیہ سے۔!" اس بار میں نے جواب دیا۔ اچانک
میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا۔
"آہ۔ فیقلولیہ۔ ہاں ہم نے اس کے بارے میں بہت کچھ
سنا ہے۔ فیقلولیہ کے مہمانوں۔ اگر برا نہ محسوس کرو تو ہمیں اپنے
جزیرے کے بارے میں بتاؤ۔"
"فیقلولیہ نے قرب وجوار کے سارے جزیروں پر فوقیت حاصل
کر لی ہے۔ وہ اب یونان کے بیرونی جزیروں میں سب سے زبردست
دلیر کہلانے کا مستحق ہے۔"
"ممکن ہے ایسا ہو۔ لیکن کیوں۔؟ کیا ہمیں اس کا جواب
ملے گا۔؟" نوجوان نے پوچھا۔
"اس کی وجہ نمایاں ہے۔"
"ہمیں بھی بتاؤ۔"
"تو سنو۔ سارابین کے نوجوانو۔ تم دلیر ہو۔ زندہ دل
ہو۔ سرخ وسفید ہو۔ خوشحال ہو، لیکن اس کے باوجود تم محکوم ہو،
تم خوفزدہ ہو اس سمندری قزاق سے۔ جسے تم خراج ادا کرتے ہو۔
جس کی تم نے برتری تسلیم کی ہے۔ اور تمہارے اندر ہمت نہیں ہے کہ
تم اسے حقارت سے دیکھ کر اپنی سرحدوں سے دور بھگا دو۔"
"کیا تم نے تھیوڈوس کی بات کی۔؟" نوجوان نے پوچھا۔
"ہاں۔ میں اسی بحری لٹیرے کی بات کر رہا ہوں۔"
"لیکن۔ ہم ہی کیا۔ کونسا جزیرہ ایسا ہے جو اس سے خوفزدہ
نہیں ہے۔؟" نوجوان نے سوال کیا۔ "تم بتاؤ۔ کیا سارے جزائر
اسے خراج ادا نہیں کرتے۔"
"نہیں۔!" میں نے جواب دیا۔ اور نوجوان ایک دوسرے
کی شکل دیکھنے لگے۔ پھر وہی نوجوان بولا۔
"کون ہے ایسا۔ کیا کیا۔"
"ہاں۔ فیقلولیہ ہے اس جزیرے کا نام۔ جس نے تھیوڈوس
کی بائیں ٹانگ کاٹ کر اسے لنگڑا کر دیا ہے تائیورس، فیقلولیہ کا شہنشاہ
جس نے سب سے پہلے جرأت کی اور تھیوڈوس سے کہہ دیا کہ اب وہ فیقلولیہ
سے ایک پائی بھی وصول نہیں کر سکے گا۔! اور۔ جب غصے کی
شدت میں طوفان کی طرح بپھرا ہوا تھیوڈوس۔ اپنی بھرپور بحری قوت
لیکر فیقلولیہ کی طرف لپکا تو فیقلولیہ کے جوانوں نے اس کا شایان شان
استقبال کیا۔ نتیجے میں تھیوڈوس کے کئی جنگی جہاز غرق کر دیئے گئے
بے شمار قزاق سمندر کی آگ میں جلتے ہوئے مچھلیوں کی خوراک بن گئے
اور تھیوڈوس بدحواسی کے عالم میں بھاگ کھڑا ہوا۔! تو سنو جوانو۔!
وہ جزیرہ فیقلولیہ ہے اور ہم وہیں سے آئے ہیں۔"
"تم نے تھیوڈوس کی شکست اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔!"
سوال کیا گیا۔
"ہاں۔ ہم خود اس جنگ میں شریک تھے۔"
"کیا یہ ایک افسانہ تو نہیں ہے۔؟"
"یہ تمہارے لئے ایک للکار ہے۔ آخر تمہارے ذرائع معلو
کس دن کام آئیں گے۔"
اور لوگ خاموش ہو گئے۔ پھر ایک پرجوش جوان نے کہا۔
"...نے تھیوڈوس کو شکست دی ہے تو تم ہمارے لئے قابل احترام ہو
سب سے پہلے ہماری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔"
"اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے۔ تائیورس نے خود تھیوڈوس
کے منہ پر تھپڑ لگایا ہے۔ لیکن وہ چاہتا ہے کہ اب کوئی جزیرہ تھیوڈوس
کو کچھ نہ دے۔ ہم سب مل کر تھیوڈوس کو ہمیشہ کے لئے ختم کر
...شاہ فاکلیس سے مدد مانگنے آئے ہیں۔"
"شاہ کو تمہاری مدد کرنی چاہیئے۔" نوجوان نے کہا۔
"اس کے لئے شاہ کو تیار کرو۔ اپنی خواہش بھی شا

بسنجاؤ۔" میں نے کہا۔ اور نوجوانوں میں زندگی دوڑ گئی۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ لوگ منتشر ہو گئے۔ اور اب تھوڑے تھوڑے فاصلے پر یہی تذکرے ہو رہے تھے کہ تھیوڈس کو شکست دے دی گئی ہے۔

اور لیپاس میرے اس پروگرام پر حیران رہ گیا تھا۔! ہم ایک قہوہ خانے کی طرف بڑھ گئے۔ بڑا وسیع ہال تھا بے شمار لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ قہقہے اُبل رہے تھے۔ عجیب عجیب بولیاں بولتے تھے۔ میں اور لیپاس بھی جا بیٹھے۔ اور ہم نے قہوہ طلب کیا۔

"مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ تم اس اتفاق سے ایسا فائدہ اٹھاؤ گے میکارا۔؟"

"کیسا رہا۔؟" میں نے گرم اور لذیذ قہوے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"بہت ہی عمدہ۔ اس کے نتائج بہت جلد نکلیں گے۔"

"ہاں۔ اہلِ سارا پین کے لئے یہ خبر بڑی اہمیت رکھتی ہے۔"

"اور پھر یہاں کے عوام ہر معاملے میں دلچسپی رکھنے والوں میں سے ہیں۔"

"ہاں۔ میں نے بھی محسوس کیا ہے۔ وہ بہت جوشیلے ہیں۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے فاکلیس کو مجبور کرنے میں یہ معاون ثابت ہوں گے۔"

"بہرحال اب تو جو کچھ بھی ہو۔" لیپاس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اور ہم برابر کی میز پر ہونے والی تیز تیز آوازیں سننے لگے۔! عجیب قسم کی موسیقی سے ہال گونج رہا تھا۔ میزوں پر عجیب عجیب تفریحات جاری تھیں۔!

ہماری نگاہیں اس میز کی طرف اُٹھ گئیں جہاں سے آوازیں آ رہی تھیں۔ دو قوی ہیکل آدمی میز کے ناب پر دونوں... ہاتھ ٹکائے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے اپنے ہاتھ بلند کر دیئے اور ان کی کلائیاں ایک دوسرے میں اُلجھ گئیں۔ لوگ دوسری میزوں سے اُٹھ اُٹھ کر ان کے گرد جمع ہونے لگے۔

دونوں گینڈے ایک دوسرے پر زور آزمائی کر رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کی کلائی گرانے کی کوشش میں مصروف تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان میں سے ایک نے دوسرے کی کلائی میز سے ٹکا دی۔ اسے شکست ہو گئی تھی۔

"احمق۔ بے وقوف۔!" فاتح نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دوسرا آدمی خاموش تھا۔ میز کے گرد کھڑے ہوئے لوگ فاتح کے نام کے نعرے لگانے لگے۔!

"تو دوستو۔" فاتح نے کہا۔ "اس دیوانے نے راقوس کو للکارا تھا۔"

"شرط کیا لگی تھی راقوس۔؟"

"اسی سے پوچھو۔"

"تم شرط ہار گئے ہو مرقوسہ۔ بتاؤ کیا شرط تھی۔؟"

"میں نے کہا تھا، جو وہ پسند کرے۔" مرقوسہ نے جواب دیا۔

"تو دوستو۔ بات میری پسند کی تھی۔ تم سب گواہ ہو۔؟"

"یقیناً۔"

"اگر میں ایک رات کے لئے اس کی محبوبہ طلب کروں تو۔؟"

"مرقوسہ وعدے کی پابندی کرے گا۔" لوگوں نے کہا۔

"کیا تم تیار ہو دوست۔؟" راقوس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" شکست خوردہ شخص نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

اب میں بھی ان لوگوں میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ واقعی دلچسپ شرط تھی۔ میں نے مرقوسہ کی محبوبہ کو دیکھا۔ وہ بھی مرقوسہ کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ گویا اس کے نزدیک اس دلچسپ شرط کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

لیپاس بھی مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "آؤ ذرا ہم بھی قریب سے دیکھیں۔" اور ہم بھی دوسرے لوگوں کے درمیان آ کھڑے ہوئے۔

راقوس نے مسکراتے ہوئے اس کی محبوبہ کی طرف دیکھا۔ اور پھر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ "بات میری پسند کی ہے۔ اس لئے میں مرقوسہ کا وہ ہاتھ کاٹ لینا چاہتا ہوں جس سے اس نے زور آزمائی کی تھی۔"

"اوہ۔" بہت سے لوگوں کے منہ سے آوازیں نکل گئیں اور مرقوسہ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"نہیں راقوس۔ ایسا نہ کرو۔ تمہاری اس سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ کل یہ دوسرے لوگوں سے کہے گا کہ اس نے راقوس کی کلائی میں کلائی ڈالنے کی ہمت کی تھی۔ چنانچہ جب یہ کسی سے یہ کہے گا تو اس کی کٹی ہوئی کلائی دیکھے گا" اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ راقوس کی کلائی میں ہاتھ ڈالنے والوں کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔"

"لیکن راقوس۔" لوگوں نے مرقوسہ کی سفارش کرنا چاہی۔ "مرقوسہ تمہیں ایک رات کے لئے اپنی محبوبہ پیش کرنے کو تیار ہے۔"

"کیا اس کی محبوبہ اس بات پر تیار ہے۔" راقوس نے پوچھا۔ اور لوگوں کی نگاہیں مرقوسہ کی حسین محبوبہ کی طرف اُٹھ گئیں۔

"کیا تم تیار ہو جاؤ گی رامیسہ۔؟"

"مرقوسہ کے لئے۔" رامیسہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رامیسہ تیار ہے راقوس۔"

"لیکن۔ میں تیار نہیں ہوں۔ ہاں تم میں سے کوئی ہے تو

دوبارہ مجھ سے قوت آزمائی کرے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی شرط سے دست بردار ہو جاؤں گا۔"

"اور مرقوسہ کی شرط اس کی طرف منتقل ہو جائے گی۔" راجیہ نے کہا۔ عجیب عورت تھی۔

تب میں نے لیپاس کی طرف دیکھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیپاس کسی قدر بے چین ہو گیا تھا۔ "آؤ۔ اپنی میز پر بیٹھیں۔" اس نے میری کلائی پکڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں لیپاس۔ غیر انسانی حرکت ہے۔ بے چارہ ایک ہاتھ سے محروم ہو جائے گا۔"

"اونہہ۔ چھوڑو ہمیں کیا پڑی ہے۔" لیپاس نے ناک سکوڑ کر کہا۔

"اس کی محبوبہ بہت دلکش ہے لیپاس۔" میں نے ایک آنکھ دبائی، اور لیپاس نے عجیب انداز سے مجھے دیکھا۔ پھر اس نے دوسری طرف رخ کر لیا۔

"تمہاری یہی خواہش ہے تو ٹھیک ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ لیپاس کے ان جملوں سے میرے ذہن میں پھر جھنجھلاہٹ ابھر آئی۔ خود کوئی اعتراف نہیں کرے گا اور دوسری عورتوں سے میرا قرب بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اونہہ۔ مجھے کیا پڑی ہے اس کے جذبات کا احساس کرنے کی۔ میں واپس مجمع کے قریب پہنچ گیا۔

"مرقوسہ کی شرط پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔" راقوس میری طرف گھوم گیا۔

"تم کون ہو۔؟"

"میکارا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"پوری بات سن لی ہے تم نے۔؟"

"ہاں۔"

"تو سن میری جان میکارا۔ تم نئی شرط لگا سکتے ہو۔"

"منظور۔"

"تو میری شرط ہے کہ اگر تم میری کلائی نہ موڑ سکے تو میں تمہارے دونوں ہاتھ کاٹ دوں گا۔ ایک مرقوسہ کے عوض، اور دوسرا تمہاری شرط ہارنے کا۔"

"یہ بھی منظور ہے۔!"

"واہ۔ واہ جوان۔ ہمت والے ہو۔ لیکن شاید راقوس سے واقف نہیں ہو۔؟ یہ فاکلیس کے محل میں بھوکے شیروں کو قابو میں رکھنے کا کام کرتا ہے اور تم جانتے ہو کہ یہ کام کس قدر مشکل ہوتا۔ مرقوسہ احمق تھا کہ اس نے راقوس سے شرط لگائی۔ تم اس سے بڑے احمق معلوم ہوتے ہو۔ کہ تم نے اس سے بڑی شرط لگائی۔ تاہم! اب کیا ہو سکتا ہے؟"

"پیچھے ہٹو تم لوگ۔" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور راقوس تیار ہو گیا۔

"راقوس۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اپنی شرط سے دستبردار ہو کر اپنی جان بچاؤ ورنہ میں تمہاری کلائی اپنے ہاتھ کے شکنجے میں لے کر اس کے دونوں سرے آپس میں ملا دوں گا۔ اس طرح وہ شیر جو تم سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ پھر تمہاری پرواہ نہ کریں گے۔"

راقوس نے اس اہانت آمیز جملے کا کوئی جواب نہ دیا۔ شاید دل ہی دل میں اس نے اس جملے کا کوئی بھیانک انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے اپنا داہنا ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔ اور میرا ہاتھ اس کی کلائی کی طرف بڑھ گیا۔ کلائیاں آپس میں ملیں اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ چشم زدن میں راقوس کی کلائی میز پر ٹکی ہوئی تھی، اور پھر میرے ہاتھ کو تھوڑی سی جنبش ہوئی اور راقوس کے حلق سے مرتے ہوئے بھینسے کی سی ڈکار نکلی۔ اس کی کلائی کی ہڈی درمیان سے چور چور ہو گئی۔ راقوس نے دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر اپنا ہاتھ میز سے اٹھایا۔ کوشش کے باوجود اس کی چیخیں نہ رک رہی تھیں۔ اور لوگ اچھل اچھل کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔!

"کیا ہوا؟ کیا ہوا۔ راقوس۔" لیکن راقوس زمین پر بیٹھ گیا اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ میں نے دونوں ہاتھ جھاڑے اور واپس لیپاس کی طرف مڑ گیا۔ لیپاس کو پہلے ہی راقوس کا حشر معلوم تھا۔ اس لئے اس نے راقوس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ لوگ ہمارے گرد جمع ہو گئے۔ ان میں سب سے آگے مرقوسہ اور اس کی محبوبہ تھے۔

"اوہ۔ میرے دوست۔ میرے دوست میکارا۔ یہ کیسا فن تھا۔ کیا کیا تھا تو نے؟"

"میں نے پہلے ہی اس احمق کو مشورہ دیا تھا۔ وہ نہ مانا" میں نے جواب دیا۔

"لیکن یہ کس طرح ممکن تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔" مرقوسہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جس طرح تمہارے سامنے آیا۔"

مرقوسہ کی محبوبہ پسندیدہ نگاہوں سے میرے پورے بدن کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہیں میرے چوڑے سینے سے پھسل کر کمر تک اور پھر وہاں سے نہ جانے کہاں کہاں۔ میں نے اس کو محسوس کیا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"شرط کے مطابق تمہیں میکارا کی مدارات کرنی تھی" لڑکی نے مرقوسہ سے کہا۔

"ایں۔ ہاں۔ بالکل بالکل۔ اُف وہ کمینہ شخص اور

میرا ہاتھ کاٹ دیتا میرے دوست میکارا۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔
شوق سے ۔ شوق سے میری محبوبہ آج رات کے لئے تمہاری ہے۔"
میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ لیپاس کے چہرے پر ذلتے
کے آثار نظر آئے تھے لیکن اس نے کچھ نہ کہا۔ تب وہ دونوں مجھ سے
میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے اور یہ معلوم کر کے کہ
میرا تعلق سارائین سے نہیں ہے، انہیں حیرت ہوئی۔
"ہاں۔ ہم نے فیقلوس سے آنے والوں کے بارے میں سنا
تھا۔" مرقوسہ نے کہا۔
مارقوس کو اس کے کچھ ہمدرد اٹھا کر لے گئے تھے اور
قہوہ خانے کی فضا حسب معمول پر آگئی تھی۔ البتہ کچھ میزوں پر میرے
تذکرے ہو رہے تھے۔ میری طرف اشارے ہو رہے تھے۔!
سو دن بھر کی تفریحات کے بعد شام ہو گئی اور ہم اپنی
رہائش گاہ پر آ گئے۔ لیکن لیپاس بدستور اداس تھا۔ اور اس وقت
اس کی اُداسی اور بڑھ گئی، جب مرقوسہ سجی ہوئی خوبصورت لڑکی کو لیکر
میرے پاس پہنچ گیا۔ رابیسہ کی آنکھوں میں ستارے ناچ رہے تھے،
اور وہ بے چینی سے اس بات کی منتظر تھی کہ کب مرقوسہ یہاں سے
رخصت ہو۔ کچھ کیفیات لیپاس کے چہرے پر بھی تھیں۔!

رابیسہ

مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی،
اور میں نے بھی اس کی چمکدار آنکھوں میں
چھپے ہوئے شوق کا جواب پُر شوق نگاہوں
سے دیا۔ دراصل میں ان حرکتوں کا عادی
نہیں تھا۔ لیکن لیپاس کی پُراسرار خاموشی نے مجھے جھلاہٹ میں
مبتلا کر دیا تھا۔ میں اس بات سے اُلجھن میں مبتلا تھا کہ جب لیپاس میرے
اوپر مکمل اعتماد کرتا ہے تو پھر اس نے اپنا راز مجھ سے کیوں چھپایا ہے؟
اس کا مطلب ہے کہ کچھ مصلحتیں ایسی ہیں جو مجھ سے بھی چھپائی جا سکتی
ہیں۔ بہرحال میں اسے اس کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اپنے
آپ کو اس کے لئے پابند کرنا بھی مجھے مقصود نہیں تھا۔ چنانچہ میری مرضی۔
رات مرقوسہ کی محبوبہ کے ساتھ گزاروں، یا سارائین کی کسی بھی عورت
کے ساتھ، لیپاس کو اعتراض نہ ہونا چاہئے تھا۔
"تو میرے دوست ۔ میں نے وعدے کی پابندی کی ہے،
یہاں والوں کو بدعہد نہ پاؤ گے۔ صبح کو اسے میرے پاس روانہ
کر دینا۔" مرقوسہ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے مرقوسہ ۔ تم نے وعدے کی پابندی کر کے شرط پوری
کی۔ میری اور تمہاری بات ختم ہو گئی ۔ اور اب میرا واسطہ رابیسہ سے ہے اور
میری طرف سے اس لڑکی کو اجازت ہے اگر یہ جانا چاہے تو خوشی
سے جا سکتی ہے مجھے اعتراض نہیں ہوگا لیکن اگر یہ دل سے میرے
ساتھ رہنا پسند کرے تو خوش آمدید ۔!" تو میں نے دیکھا کہ رابیسہ کی آنکھوں
کی روشنیاں ایکدم بجھ گئیں ۔ اسے میری یہ بے اعتنائی پسند نہیں آئی
تھی ۔ اس نے مرقوسہ کی جانب دیکھا اور پھر میری طرف ۔ پھر وہ آہستہ
سے بولی "نہیں مرقوسہ ۔ اجنبی سارائین کا مہمان ہے اور ہم نہیں چاہتے
کہ باہر کے لوگ ہمیں بدعہد سمجھیں ۔ پھر اس نے تمہاری جان بچائی ہے
اس لئے اس کا شکریہ بھی میرے اوپر فرض ہے، تو سنو مرقوسہ ۔ اس سے
کہہ دو ۔ میں خوشی سے اس کے ساتھ رات بسر کرنے کو تیار ہوں ۔ اور
تم جاؤ ۔" اس نے بے چینی سے مرقوسہ کی جانب دیکھا اور مرقوسہ نے
گردن ہلا دی

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی ۔!
لیکن ہم لوگوں میں سب سے زیادہ حالت لیپاس کی خراب تھی۔
اس کے ہونٹوں پر نہ تو مسکراہٹ تھی، نہ افسردگی کا انداز ۔ اُس نے نہ جانے
کتنی کوششوں کے بعد خود کو اس انداز میں ڈھالا تھا ۔!
اور پھر مرقوسہ چلا گیا ۔ رابیسہ میرے پاس موجود تھی ۔ اُس نے
لیپاس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا ۔ "یہ کون ہے ۔؟"
"لیپاس ۔ میرا ساتھی، میرا دوست ۔"
"بہت خوبصورت جوان ہے ۔ شاید بہت نوعمر ہے ۔ اس کے چہرے
پر عورتوں کی سی کشش ہے ۔" رابیسہ نے پُرشوق نگاہوں سے لیپاس کو
دیکھتے ہوئے کہا۔
"اگر تمہیں لیپاس پسند ہے رابیسہ ۔ تو میں اس کے حق میں دستبردار
ہوا جاتا ہوں ۔" میں نے ہنس کر کہا ۔ اور لیپاس گھبرائے ہوئے انداز میں اٹھ
گیا ۔ "ارے ۔ ارے کہاں چلے ۔؟"
میں بھی اس کے ساتھ ہی اُٹھ گیا تھا ۔ لیپاس کمرے سے نکل
گیا تھا ۔ میں اس کی حالت سے بخوبی واقف تھا ۔ لیکن جان بوجھ کر نظر انداز
کر رہا تھا ۔ باہر نکل کر میں نے اسے پکڑ لیا ۔ لیپاس نے گردن جھکا لی تھی۔
"تم تو واقعی حیرت انگیز انسان ہو لیپاس ۔ بعض اوقات تو
درحقیقت تمہاری حرکتیں عورتوں کی سی ہو جاتی ہیں ۔ میری جان رابیسہ کافی
خوبصورت عورت ہے اور پھر تمہیں پسند بھی کرتی ہے ۔ میرا خیال ہے آج تم بھی
اپنی قسم توڑ ہی دو ۔"

"میکارا ۔" لیپاس نے پُر احتجاج انداز میں کہا۔
"اچھا بھئی ۔ اچھا بھئی ۔ ناراض مت ہو ۔ تمہاری مرضی ۔ لیکن
میری جان مجھے تو اجازت ہے ۔ یقین کرو لیپاس ۔ عورت کے بغیر زندگی
بے مزہ ہوتی ہے ۔ کم از کم انسان کو ایک عورت تو حاصل ہو ۔ ورنہ زندگی
ہی بے مزہ ہے ۔"

"لیکن تمہیں تو میکارا ۔ تمہیں تو ایک عورت پسند نہیں ہے ۔"
نہ جانے کس خیال کے تحت لیپاس نے کہا۔

"یہ تم سے کس نے کہا۔! کہاں محسوس کی تم نے یہ بات۔ ہاں اگر ایک عورت میری زندگی میں داخل ہوجائے۔ بشرطیکہ وہ میری پسندیدہ عورت ہو۔ تو میں اسے ضرور اپنالوں گا۔ اور اس کے بعد مجھے کسی دوسری عورت کی طلب نہیں رہے گی۔"

لیپاس عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ اپنی دانست میں میں نے اس کے دل میں آگ لگا دی تھی۔ "تو میرے دوست۔ اب مجھے اجازت؟" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا اور لیپاس نے دوسری طرف رخ کرلیا۔!

میں نے اب مزید انتظار فضول سمجھا۔ اور واپس رابیسہ کے پاس پہنچ گیا۔ حسین عورت مجھے دیکھ کر میرے اوپر فریفتہ ہوگئی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی اٹھی۔ "میں نے مرتوسہ سے سخت احتجاج کیا تھا کہ اس نے میرے لئے شرط کیوں لگائی یا تم سے وعدہ کیوں کیا۔ تب اس نے میری بہت منت کی اور کہا کہ اس کا عہد الفا نہ ہوسکے گا۔ میں اس کی مدد کروں! اور میں بحالت مجبوری تیار ہوگئی۔ یوں سمجھو صرف مروت کی بات تھی۔ لیکن اب میں سوچتی ہوں کہ اگر میں اس کے ساتھ مروت نہ کرتی تو خود کتنے بڑے نقصان میں رہتی۔ تم تو دنیا کے انوکھے لوگوں میں سے ہو میکارا۔ تمہارا بدن کیسا مضبوط اور تمہارا رنگ کیسا انوکھا ہے۔" وہ میرے سینے کی چوڑائی ناپتے ہوئے بولی۔

اور پھر وہ میری انوکھی شخصیت میں سما گئی۔

دوسری صبح عام سی تھی۔ رابیسہ نے بھی چلتے وقت ویسی ہی باتیں کی تھیں جیسی دوسری عورتیں کرتی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ اب وہ دنیا کے کسی مرد کو نہ دیکھے گی۔ کاش وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہ سکتی۔ لیکن میں نے ان باتوں پر وہ توجہ نہیں دی تھی۔ میری نگاہوں میں ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی نہ ہی اب میں ان باتوں سے خوش ہوتا تھا۔ کسی کو کیا معلوم میری کیا عمر ہے۔ میرا کیا تجربہ ہے۔!

رابیسہ چلی گئی۔ اور میں لیپاس کے پاس پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا لیپاس زیادہ پرسکون نہ ہوگا۔ اس کے چہرے پر رات کا کرب نمایاں ہوگا۔ لیکن... خلاف توقع لیپاس نے مسکرا کر میرا استقبال کیا تھا۔! "کیسی رہی میکارا۔؟" اس نے پوچھا۔

"نہایت دلکش۔ نہایت حسین۔ مگر تمہیں اس سے کیا۔ تم نے تو عورت کے نزدیک جانے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں دوست۔ مجھے تو اس سے دوری رہنے دو۔" لیپاس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کب تک لیپاس۔ آخر کب تک۔ ایک ایک دن تمہارا راز کھل ہی جائے گا۔ تمہیں حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ اور لیپاس نے گردن جھکالی۔ بہرحال اس کے بعد میں نے اس سلسلے میں مزید کوئی بات نہیں کی۔ اور ہم دوسرے امور پر گفتگو کرنے لگے۔

"جب تک۔" میں نے کہا۔ "جب تک فاکلپس ہم سے گفتگو کرنے کے لئے ہمیں طلب کرے۔ ہمیں سارا پین کی سیر کرنی چاہئے۔ یہاں کے لوگ بہت زندہ دل ہیں۔ یہاں کی عورتیں بہت خوبصورت ہیں اور مرد بڑے ہی فراخدل۔ اور ہاں لیپاس۔ یہ شرط کی رسم بھی خوب ہے۔ میرا خیال ہے کسی پر کوئی شرط مسلط کردو۔ اور عورت حاصل کرلو۔!"

"ممکن ہے۔!" لیپاس نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر کہا۔

"ظاہر ہے تم جب تک کسی عورت کے قریب نہ ہوگے، تمہیں ان باتوں سے دلچسپی کیسے محسوس ہوگی۔ بہرحال میں یہاں ہر رات ایک عورت حاصل کروں گا تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے لیپاس۔؟"

"مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے بھلا۔!" لیپاس نے جلدی سے جواب دیا۔

لیکن ایسے موقعوں پر وہ نگاہیں ملا کر بات نہیں کرتا تھا۔ میں مسکرانے لگا۔ تب ہمارے میزبان آگئے۔ اور کھانے پینے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ لیکن میری دوسری رات کی خواہش پوری نہ ہوسکی۔ کیونکہ دوپہر کے بعد فاکلپس کا پیغام ملا۔ پیغام لانے والوں نے کہا۔

"اعلیٰ مقام، شہنشاہ فاکلپس نے کہا ہے کہ رات کی ضیافت تم دونوں کے اعزاز میں دی جائے گی اور اس کے بعد امراء اور دانشوروں کے ساتھ تمہاری نشست ہوگی، وہیں پر تمہارے مشن کے بارے میں فیصلہ کرکے تمہیں آگاہ کردیا جائے گا۔" لیپاس میری طرف دیکھ کر مسکرایا تھا اور پھر شرارت سے دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔ سپاہیوں کے جانے کے بعد میں نے کہا۔ "بہرحال مجھے فاکلپس کی یہ جلد بازی پسند نہیں آئی ہے۔ تاہم وہی کرنا پڑے گا جو فاکلپس چاہتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے لیپاس۔؟"

"ٹھیک ہی ہے میکارا۔ ہم جس کام کے لئے اپنے جزیرے سے نکلے ہیں وہ جس قدر جلد تکمیل پاجائے اچھا ہے۔ عورتوں کا کیا ہے، وہ تمہیں فیقلولیہ میں بھی مل سکتی ہیں۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"ہاں۔ ہاں۔ تمہیں تو میری اس محرومی سے خوشی ہی ہوگی۔ لیکن معاف کرنا نہ تو فیقلولیہ کے مرد ہی اتنے فراخدل ہیں اور نہ وہاں کی عورتیں۔ میں اتنے دن وہاں رہا۔ لیکن کسی عورت نے ایک رات بھی نہ بخشی۔" میں منہ بناتے ہوئے کہا اور لیپاس ہنس پڑا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں میکارا۔ فیقلولیہ واپس جاکر تمہارے لئے عورتوں کا معقول بندوبست کردوں گا۔" لیپاس نے کہا۔

"اوہ۔ بہت خوب۔ اگر یہ وعدہ ہے تو ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں مستعدی کا اظہار کیا اور لیپاس بھی ہنسنے لگا۔ بہرحال اس کے بعد کا وقت میں نے لیپاس کے ساتھ ہی گزارا تھا۔ اور شام کو میں اور لیپاس خوب عمدہ لباس پہن کر تیار ہوگئے۔ شاہی سپاہی

رتھ ساتھ لائے تھے، لیکن ہم نے گھوڑے پسند کئے۔ اور گھوڑوں پر سوار ہوکر ہم چل پڑے۔ فاکلپس اپنے خوبصورت محل میں ہمارے استقبال کے لئے تیار تھا۔ اُس نے پُرمحبت اور گرم جوش الفاظ سے ہمارا استقبال کیا۔ ہمیں جواہرات کے تحفے پیش کئے گئے۔ تب کہا فاکلپس نے کہ "اے فیقلولیہ سے آنے والے معزز دوستو۔! فاکلپس سارایپن کے سارے عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے تمہیں خوش آمدید کہتا ہے ۔۔۔ سو آؤ۔۔۔ پہلے طعام ہوجائے، اس کے بعد سارایپن کے دانشور تم سے سوالات کریں گے۔ اور اسی وقت ہم کوئی بھی مناسب جواب دے دیں گے کیونکہ تایورس ایک معزز اور جرأت مند دوست ہے۔"

لیپاس ان جملوں سے بہت خوش ہوا تھا۔ فاکلپس نے معززین سے ہمارا تعارف کرایا۔ اور پھر ہم طعام کے کمرے میں پہنچ گئے۔ طعام کا کمرہ ایسا ہی تھا جیسے کسی شہنشاہ کا ہوتا ہے۔ حسن و جمال کا پیکر کنیزیں کھانا کھلانے پر مامور تھیں اور بڑا خوبصورت ماحول پیدا کیا گیا تھا، چونکہ یہ ایک سرکاری ضیافت تھی اور یہاں عورت کو سیاست میں دخل نہیں تھا اس لئے کھانے پر صرف مرد ہی تھے جن کی تعداد پندرہ تھی۔

کھانا شروع ہوگیا۔ بڑی بڑی لذیذ اشیاء تھیں۔ ہم نے خوب سیر ہوکر کھایا۔ اور کھانے سے فارغ ہوکر ہم...... دوسرے کمرے میں چلے گئے، جہاں لذیذ قہوے کا انتظام تھا۔ قہوہ پیتے ہوئے نہایت دوستانہ ماحول میں گفتگو شروع ہوئی اور فاکلپس نے کہا۔

"ہاں تو تایورس کے قاصدو۔ فیقلولیہ کے پُراعتماد لوگو! اپنی آمد کا مقصد باقاعدگی سے ہمارے لوگوں کو بتاؤ۔ تاکہ یہ تمہاری بات سُن سکیں، سمجھ سکیں اور صحیح فیصلہ کرسکیں۔"

"جیسا کہ میں بتا چکا ہوں شہنشاہِ اعظم ۔۔۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں تایورس کے قابلِ فخر دوست، کہ تھیوڈوس۔ جس کے ارادے صرف اتنے ہی نہیں ہیں کہ وہ تم سے خراج وصول کرے، بلکہ جو چاہتا ہے، جو تیاریاں کرچکا ہے اس بات کی کہ وہ تمہارے جزیروں پر حملہ کرکے اُن پر قبضہ کرلے اور اپنی طویل و عریض حکومت قائم کرلے۔ سو اس تھیوڈوس پر۔۔۔ جس سے کانپتے ہیں جزیروں کے بڑے بڑے بادشاہ، فیقلولیہ کے تایورس نے ضربِ کاری لگائی۔ ہاں وہ تایورس ہی تھا جس نے پہلے تھیوڈوس کی خراج کی رسم منسوخ کی۔ سو تھیوڈوس صبر کرنے والوں میں کہاں۔ وہ آیا اپنی فوجِ غرّاں لے کر۔ اور اس نے حملہ کردیا فیقلولیہ پر۔ سنو بادشاہ فاکلپس کے ساتھیو۔۔۔ کہ تایورس کی فوجوں نے وہ ضرب لگائی تھیوڈوس اپنے جہازوں پر کر بے شمار ساتھیوں کو سمندری مچھلیوں کے لئے چھوڑ کر تھیوڈوس معمولی نقب زنوں کی مانند بھاگا۔ سو یہ ہمارا کام تھا۔ یعنی ہم نے ابتداء ہی تھیوڈوس کی غرورشکنی کی۔ لیکن تھیوڈوس کو اندازہ نہ تھا کہ ہم اس کے لئے طاقتور ثابت ہوں گے۔ ورنہ وہ ہمارے مقابلے کے لئے زیادہ قوت لیکر آتا اور حقیقت ہے کہ زیادہ قوت اس کے پاس موجود ہے۔ تو سنو۔ فیقلولیہ گو تایورس کی سرکردگی میں بہت مضبوط ہے۔ لیکن۔۔۔ اس کے باوجود ہمیں سمندری قزاق کی طاقت کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ آئندہ ہم اس سے کس انداز میں جنگ کریں گے۔ کامیاب بھی ہوں گے یا ناکام ۔۔۔ تو سنو سارایپن کے بہادرو۔۔۔ اگر تھیوڈوس نے فیقلولیہ کو تاراج کرکے ہمیں شکست دیکر وہاں اپنی... حکومت قائم کرلی تو بنیاد پڑ جائے گی ان فتوحات کی جس کے خواب تھیوڈوس دیکھ رہا ہے۔ اور پھر کتنا قریب ہوجائے گا وہ تم سے ۔۔۔ اس لئے ۔۔۔ طے کیا گیا ہے کہ ہم سب یکجا ہوکر تھیوڈوس کے خلاف جنگی تیاریاں شروع کردیں۔ ہمارا مشترکہ بیڑہ سمندر گردی کرے اور تھیوڈوس کے جہازوں پر نگاہ رکھے۔ اور پھر جنگ کی صورت میں سارے جزائر مشترکہ طور پر تھیوڈوس سے جنگ کریں۔ لیکن اس سے قبل تھیوڈوس کو اطلاع دے دی جائے کہ ہم سب اس کے خلاف متحد ہوگئے ہیں اور وہ اس شکل میں کہ اس کا خراج فوری طور پر منسوخ کردیا جائے۔ ہم نے سب سے پہلے لیوبارا کے ہیرودوش سے ملاقات کی اور اس نے ایک عہدنامہ ہمارے حوالے کردیا جس میں اُس نے اقرار کیا ہے کہ وہ تھیوڈوس سے جنگ کی صورت میں ہماری مدد کرے گا۔"

"آہ ۔۔۔ تایورس نے درحقیقت تھیوڈوس کے غرور کو چکناچور کردیا ہے" کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں۔۔۔ اس میں دروغ نہیں ہے۔"

"تو میرے دوستو ۔۔۔ جواب دو میرے دوست، دلیر تایورس کے پیغام کا۔ کیا فیصلہ کیا ہے تم نے۔" فاکلپس بے چینی سے بولا۔ اور اس کی بے چینی سے۔ اس کے اضطراب سے ہمیں کسی قدر اندازہ ہوگیا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اور کیا کہنا چاہتا ہے۔!

"عظیم شہنشاہ۔ تایورس کے جرأت مندانہ اقدام کی جس قدر مدح سرائی کی جائے کم ہے۔ اس نے بلاشک شیر کے منہ میں ہاتھ ڈال دیا ہے اور اس کی کامیابی کو ہم اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں۔ اور جب لیوبارا کے بزدل ہیرودوش نے بھی کمرِ ہمت باندھ لی ہے تو شیروں کی کچھار سارایپن کیا اس قدر بزدل ہے کہ اپنے دوستوں کو مایوس کردے۔؟" ایک بوڑھے دانشور نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ دیوتاؤں کی قسم ہرگز نہیں۔" فاکلپس جوش سے دہاڑا اور پھر دوسرے لوگوں کی طرف دیکھ کر بولا۔

"کیا تم میں سے کسی کو اس بات سے اختلاف ہے۔ کیا کوئی ہے جو تایورس کی امداد کا مخالف ہو۔ جلدی کہو تاکہ مجھے فیصلہ کرکے جواب دینے میں دقت نہ ہو۔"

"ہرگز نہیں ۔۔۔ تایورس کی بھرپور مدد کی جائے گی۔" چاروں طرف سے آوازیں ابھریں۔

"دیوتاؤں کی قسم ۔۔۔ تم سے اسی جواب کی امید تھی۔ سنو تایورس کے قاصدو۔ سنو معزز انسانو۔ غور سے سنو۔ تایورس سے کہو کہ فاکلپس تھیوڈوس کی جنگ میں اس کے شانے سے شانہ ملائے ہوگا۔ شیروں کی جوڑی تھیوڈوس کو ماں کا دودھ یاد دلادے گی۔ اور سنو ۔۔۔ آج سے، اس وقت سے میں نے

خراج منسوخ کیا۔ یہ سرکاری عہد ہے۔"

لیپاس کا چہرہ جوشِ مسرت سے سرخ ہوگیا تھا۔ تب اس نے کہا۔

"ہم دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں فاکلپس۔ بے شک ہم شیروں کی کچھار میں آئے تھے اور مایوس نہیں جارہے ہیں۔"

اس کے بعد کچھ رسمی کارروائیاں ہوئیں۔ پھر لیپاس نے کہا۔ "ہم کل واپس چلے جائیں گے، کیونکہ ہمارا مشن طویل ہے۔"

"اس قدر جلد۔ تمہاری کچھ مدارات نہ ہوسکی۔ چند روز سارا پین میں رہو۔ سیر و شکار میں حصہ لو۔ سارا پین کے جنگلات سے حظ اٹھاؤ۔"

"ہم سب ملکر تھیوڈوس کا شکار کریں گے فاکلپس۔ بہت جلد۔ اس وقت تک ہمیں سیر و شکار سے دلچسپی نہیں رکھنی چاہیئے۔" لیپاس نے جواب دیا اور فاکلپس اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ اس کی نگاہوں میں تحسین کے جذبات ابھر آئے تھے۔!

"بے شک۔ تائیورس جیسے شیر کا بھائی بھی شیر ہے۔"

رسمی باتوں کے بعد یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔ اور ہم اپنی رہائش گاہ پر واپس آگئے۔ میں اور لیپاس بے حد خوش تھے۔ سارا پین کا مرحلہ بخوبی طے ہوگیا تھا۔ لیپاس کے چہرے سے خوشی کا اظہار ہورہا تھا۔ بہر حال اس کامیابی پر مسرت مجھے بھی تھی۔

"اب کیا خیال ہے میکارا۔؟ ہماری تیسری منزل کونسی ہوگی۔؟"

لیپاس نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس کے بارے میں تو تم ہی بہتر بتا سکتے ہو میرے دوست!" میں نے کسی قدر سنجیدگی سے کہا۔

لیکن لیپاس نے میری سنجیدگی پر غور نہیں کیا تھا۔ وہ خود کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے گردن اٹھاتے ہوئے کہا۔ "میرے خیال سے ہم اب تک ایک سیدھی پٹی پر سفر کرتے رہے ہیں۔ اسی پٹی پر آگے چل کر پیلاگوس ہے۔ پیلاگوس کا شاہ پرسیودا بھی تائیورس کے دوستوں میں سے ہے۔ چند لوگ ایسے ہیں جن کے بارے میں تائیورس کو یقین تھا کہ وہ تائیورس کا نام سنتے ہی اس مشن سے اتفاق کریں گے۔ اس لئے ہم سیدھا سفر کرنے کے بجائے کیوں نہ جنوب کا رُخ اختیار کریں۔ اس طرف جزائر نزدیک ہیں جبکہ پیلاگوس یہاں سے طویل مسافت پر ہے۔ ہم ان جزائر میں ہوتے ہوئے پیلاگوس چلیں گے اس طرح فاصلہ بھی کم ہوجائے گا۔"

میں خاموشی سے لیپاس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا، سمجھ بھی خود ہی رہا ہوگا۔ میں تو صرف اس کے نچلے ہونٹ کا وہ خم دیکھ رہا تھا جو گفتگو کرتے وقت پڑجاتا تھا اور بہت دلکش نظر آتا تھا۔

"کیا خیال ہے میکارا۔؟" لیپاس نے اپنی بات ختم کرکے پوچھا

"بالکل ٹھیک۔" میں مسکراتے ہوئے بولا حالانکہ میری سمجھ میں خاک نہیں آیا تھا۔

"تب پھر طے ہوگیا کہ پہلے ہم "کاؤیرٹ" چلیں گے۔ پھر وہاں سے آگے۔"

"یقیناً۔" میں پھر مسکرایا۔

"کیوں۔؟ اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے۔؟" لیپاس کو اب احساس ہوا تھا۔

"اوہ۔ کچھ نہیں لیپاس۔ میں اس لئے مسکرایا تھا کہ مجھے تمہاری زمین کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ ہاں تم بتاتے ہو تو میں جان جاتا ہوں۔ اور جو رُخ تم اختیار کروگے یقیناً وہی بہتر ہوگا۔" میں نے جواب دیا اور لیپاس ہنس پڑا۔ اس کی ہنسی بھی خالص عورتوں کی ہنسی تھی پروفیسر۔ کہاں کہاں وہ خود کو چھپاتا۔ لیکن میں نے بھی تہیہ کرلیا تھا کہ جنرل لیپاس۔ جب تک تم اپنے منہ سے نہیں کھلوگے۔ میں تمہارا اعتراف نہیں کروں گا۔ لیپاس دیر تک ہنستا رہا۔ پھر بولا۔

"درست ہی تو ہے میکارا۔ تم تو اس خطے کے لئے اجنبی ہو لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ تم کسی طور اجنبی نہیں معلوم ہوتے۔ تمہاری شخصیت میں ایسی اپنائیت ہے کہ تمہارے بارے میں یہ سوچنے سے بھی دکھ ہوتا ہے کہ تم ہم میں سے نہیں ہو۔"

"شاید۔!" میں نے مختصراً کہا۔

"ویسے تم ضرور سوچتے ہوگے کہ تم کس مقصد سے اس سرزمین پر رکے تھے اور کیا الجھنیں تمہارے سر پڑ گئیں۔ تم یہاں حصول علم نجوم کے لئے آئے تھے نا۔؟ لیکن اب کیا کرتے پھر رہے ہو۔؟"

"تم جانتے ہو لیپاس۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں۔ اپنی مرضی سے کر رہا ہوں۔ کون مجھے مجبور کرسکتا ہے۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"ہاں۔ یہ بات میں دل سے تسلیم کرتا ہوں۔" لیپاس نے خلوص سے جواب دیا۔

اور پھر دروازے پر کسی کے قدموں کی چاپ سنکر ہم خاموش ہوگئے اور آنے والے کا انتظار کرنے لگے۔ رابیسہ کو دیکھ کر میری آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔ رابیسہ نے خوب سنگھار کیا ہوا تھا۔ اور وہ کل سے زیادہ حسین نظر آرہی تھی۔

"آہ۔ میکارا۔ میکارا۔ تم نے چند گھنٹوں میں میری زندگی کا رُخ ہی بدل دیا۔ تمہارے ساتھ گزرے ہوئے لمحات تو حاصلِ زندگی ہو گئے میں سوچ رہی ہوں تم چلے جاؤ گے۔ تو پھر زندگی کیسے گزرے گی۔!"

"گزر جائے گی رابیسہ کسی نہ کسی طرح۔ لیکن تم یہ بتاؤ تائیورس نے کس معاہدے کے تحت تمہیں یہاں بھیجا ہے۔؟" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے خود سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں نے اسے اپنے نزدیک بٹھا لیا رابیسہ قربان ہوجانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"کل مرقوس نے یہ احسان میرے اوپر کیا تھا۔ لیکن میں اس کی زرخرید تو نہیں ہوں کہ ہمیشہ اس کے احکامات کی پابندی کرتی رہوں۔ آج دن بھر میں تمہارے بارے میں سوچتی رہی اور جب مجھے معلوم ہوا کہ تم آج بھی تنہا ہو تو میں تمہارے پاس آگئی۔"

"خوب۔ تم نے بہت اچھا کیا رابیہ۔ بھیرے دوست لیپاس۔ اب تم اپنے کمرے میں آرام کرو۔ کیا تم ہماری تنہائی ناگوار تو نہیں محسوس کرو گے؟"

"اوہ۔ نہیں۔ نہیں۔" لیپاس جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اور پھر وہ بدحواس سا باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی رابیہ ہنس پڑی۔

"عجیب شرمیلا نوجوان ہے۔ بالکل لڑکیوں کی مانند۔ اس نے ایکبار بھی چور نگاہوں سے میری جانب نہیں دیکھا۔ بڑا بے نیاز ہے۔ عورتوں کی مانند۔!"

میں نے رابیہ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور رابیہ۔۔ پُرشوق نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ وہ انتظار کی تاب نہیں رکھتی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی اسے مضطرب کرنا مناسب خیال نہ کیا اور۔ آج تو وہ آتش فشاں ہو رہی تھی۔ چنانچہ ساری رات گزر گئی اور اس نے سونے کا نام نہ لیا۔ یہ رات میرے لئے کافی سخت تھی۔ لیکن میں ہار ماننے کا قائل بھی نہیں تھا۔ چنانچہ سورج کی پہلی کرن کے نمودار ہوتے ہی رابیہ نے شکست تسلیم کر لی۔ اور سسکتی ہوئی آواز میں بولی۔

"آہ۔ اس رات کے بعد زندگی کی خواہش باقی نہیں رہ گئی ہے۔ کاش اپنے اختیار میں ہوتی۔ تاہم دیوتاؤں سے میرے لئے دعا کرنا میکارا۔ کہ کوئی دوسری رات نصیب ہو تمہاری آغوش میں۔ ورنہ موت کے سوا کچھ نہ ملے۔ تم یہاں کب تک قیام کرو گے۔؟"

"آج کسی وقت روانہ ہو جائیں گے۔" میں نے جواب دیا۔ ظاہر ہے میں اس عورت کے لئے کوئی ایثار نہیں کر سکتا تھا۔ اس میں کوئی خوبی نہیں تھی سوائے اس کے کہ وہ عورت تھی۔

میری بات پر رابیہ افسردہ ہو گئی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں میں بھیگ گئیں اور پھر وہ روتی ہوئی چلی گئی۔ چلتے وقت اس نے بہت سی فضول باتیں کی تھیں۔ لیکن میرے دوست لیپاس نے مداخلت کر کے مجھے اس کی باتوں سے نجات دلا دی۔

"ہم روانگی کی تیاریاں کریں گے میکارا۔ مناسب ہو گا کہ جلد از جلد سارا پین چھوڑ دیں۔ تاکہ دن کی روشنی میں سفر کا طویل حصہ طے کر لیا جائے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ۔ یقیناً۔!" میں نے مستعدی سے کہا اور اس طرح رابیہ کا افسانہ وہاں سے چلی گئی۔ میں نے اور لیپاس نے مل کر ناشتہ کیا۔ ہمارے ساتھ آنے والے حسبِ توفیق عیش کر رہے تھے۔ بہرحال سارے کاموں سے فارغ ہو کر ہم جہاز کی طرف چل پڑے اور پھر جہاز پر پہنچ کر روانگی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ تمام لوگوں کو جہاز پر واپس بلا لیا گیا۔

شاہ فاکلپس نے اصرار کر کے دوپہر کا طعام اپنے ساتھ کھلایا تب اجازت دی۔ چلتے وقت اس نے اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا تھا۔ جہاز نے بادبان کھول دیئے۔ لیپاس خود سفر کی۔ نگرانی کر رہا تھا وہ بالکل سنجیدہ تھا اور میں سب سے الگ تھلگ سمندر میں اٹھتی ہوئی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ ویسے اس سیر و سیاحت میں کسی قسم کی اُلجھن یا بیزاری ابھی تک نہیں پیدا ہوئی تھی۔ صرف لیپاس کی بات تھی۔ تو اگر وہ خود کو چھپائے ہوئے تھا تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ ہاں البتہ ایک بات میں نے اور سوچی تھی۔ وہ یہ کہ آئندہ کسی جزیرے پر جاؤں گا تو وہاں سے کوئی عورت حاصل کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ وہ جہاز پر بھی ساتھ رہے۔ یوں ان محترم لیپاس کے سینے پر مونگ دلی جائے گی۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آئی تھی۔ وہ یہ کہ اگر لیپاس کو مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی تو پھر وہ دوسری عورتوں کے میرے قرب پر افسردہ کیوں ہو جاتا ہے۔ اگر یہ بات اسے ناگوار گزرتی تھی تو وہ خود کو عیاں کیوں نہیں کر دیتا۔! بڑی انوکھی بات تھی۔ آخر وہ اس راز کو چھپانے میں اس قدر کوشاں کیوں ہے۔

بہرحال مجھے اپنے اس سوال کا کوئی جواب نہیں ملا۔ سفر جاری رہا۔ گستاک بدستور جہاز پر موجود تھا۔ اس نے مجھے تنہا کھڑے دیکھ لیا اور میرے پاس پہنچ گیا۔

"اوہو۔ اوہو۔ میکارا۔ تم یہاں ہو۔ کیا سوچ رہے ہو۔؟" وہ مخصوص انداز میں بولا۔ مجھے اس وقت اس کی آمد زیادہ پسند نہ آئی تھی تاہم میں نے رسمی الفاظ ادا کئے۔ "بہرحال۔ تمہاری موجودگی کامیابی کا نشان ہے میں نے غلط تو نہ کہا تھا۔ یوہارا میں ایک عورت نے ہماری رہنمائی کی اور اگر سارا پین کے بارے میں ہم اشلوک سے دریافت کرتے تو وہ ہمیں صاف بتا دیتا کہ وہاں کامیابی کے کس قدر امکانات ہیں۔ میرا خیال ہے میکارا کیوں نہ آج کی رات ہم اپنے دوستوں سے ملاقات کریں۔ اور ان سے اپنے آئندہ کے سفر کے بارے میں معلوم کریں۔"

"آج رات نہیں گستاک۔ اس کے لئے ہم کل کی رات کا انتخاب کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ ہاں۔ جیسی تمہاری مرضی۔" گستاک نے فراخدلی سے کہا۔ اور پھر وہ نہ جانے کہاں کہاں کی فضول باتیں کرتا رہا۔ درحقیقت اس کی باتوں میں اس وقت مجھے کوئی دلچسپی نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ میں برداشت کر رہا تھا۔ بلاوجہ۔ بے مقصد۔! پھر میں نے وہ جگہ ہی چھوڑ دی نہ جانے کیوں اس دوران لیپاس نے ایک بار بھی مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی۔ شام جھکی اور پھر تاریکی تیزی سے سمندر کی وسیع چادر پر پھیل گئی۔ جہاز کی روشنیاں جلا دی گئیں

رات کے ملاحوں نے اپنی جگہ سنبھال لی اور ان پر نگرانی کرنے والے آرام کرنے چلے گئے ۔۔۔ میں بھی اپنی رہائش گاہ میں واپس آگیا۔ لیپاس نہ جانے کیوں رات کے کھانے میں بھی میرے ساتھ شریک نہیں تھا۔ بہرحال وہ ٹھیک ٹھاک تھا۔ اس لئے میں نے بھی اسے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اب آرام کا وقت آگیا ۔۔۔ میں اپنی سونے کی جگہ لیٹ گیا۔ تب کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"گستاک ہوگا" میں نے بیزاری سے سوچا۔ اور میں نے سرد لہجے میں کہا "آجاؤ گستاک ۔"

لیکن آنے والا گستاک نہیں تھا بلکہ لیپاس تھا۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"آؤ لیپاس ۔۔۔ آج دن میں بہت مصروف رہے ۔" میں نے سرسری انداز میں کہا

"ہاں۔ جہاز کو صحیح رخ پر ڈالنا تھا۔ ملاحوں کو رخ بدلنے کی مہارت نہیں تھی۔" لیپاس نے جواب دیا۔ اس کے انداز میں اس وقت کوئی خاص بات تھی۔ میں نے غور سے اسے دیکھا۔ اور لیپاس کی نگاہیں جھک گئیں ۔!

"جو کچھ کرنا چاہتے تھے وہ ہوگیا ۔۔۔؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ ہم نے سیدھا راستہ اختیار کرلیا ہے۔" لیپاس نے اسی طرح نگاہیں جھکائے جواب دیا۔ اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا میرے ذہن میں پھر جھلاہٹ ابھرنے لگی۔ اگر وہ اپنی اصلیت اگل دے تو جہاز کی زندگی کتنی حسین ہوجائے۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ لیپاس کی آواز سنائی دی۔

"میکارا ۔۔۔؟" اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ "باہر کا موسم بہت حسین ہے ۔۔۔ بادلوں کے غول آسمان پر حملہ آور ہیں اور چاند کو اپنی گرفت میں لینے کے لئے کوشاں ہیں۔ ہوائیں سمندر کی نمی لئے اِدھر سے اُدھر دوڑ رہی ہیں۔ اس تاریک کمرے میں یہ خوبصورت رات گزارنا کہاں کی عقلمندی ہے میکارا ۔؟"

"اوہ۔ تمہیں بھی موسموں کا احساس ہوتا ہے لیپاس۔ تم بھی خوبصورت ماحول سے متاثر ہوتے ہو۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور لیپاس گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"کیا تم مجھے انسانوں میں شمار کرنے کے لئے تیار نہیں ہو میکارا۔؟"

"ہاں ۔۔۔ انسان ضرور، لیکن سر سے پاؤں تک جنرل۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور لیپاس ہنس پڑا۔ وہی خوبصورت ہنسی، وہی آنکھوں کی چمک، میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر لیپاس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"آؤ میکارا ۔ چلو باہر چلیں ۔ بلکہ بلند [illegible] گے ۔ موسم وہاں سے اور کیف آور ہوجاتا ہے ۔۔۔!"

میں اُٹھ گیا ۔۔۔ بہرحال اس سے زیادہ میں اس سے کچھ کہنا بھی نہیں چاہتا تھا ۔!

ہم دونوں باہر نکل گئے ۔۔۔ اور پھر جہاز کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے مستول تک پہنچ گئے۔ لیپاس نے میری طرف دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے مجھے اوپر چلنے کا اشارہ کیا۔

"تم ہی چلو لیپاس۔ بہرحال مجھ میں اور تم میں فرق ہے۔" میں نے مخصوص انداز میں کہا۔ لیکن نہ جانے کیوں آج لیپاس میرے جملے سے شرمندہ نہیں ہوا، بلکہ وہ بھی مسکرانے لگا تھا۔ اور پھر وہ مستول کے اوپر چڑھنے لگا! عظیم بلندیاں طے کرنے میں گستاک کے ہوش اڑ گئے تھے۔ لیکن پھرتیلا لیپاس ذرا بھی نہیں جھجکا تھا۔ میرے خیال میں وہ عورت ضرور تھی۔ لیکن بے شمار مردوں سے زیادہ دلیر، نڈر، پھرتیلی اور طاقتور۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد وہ اوپر تھا۔ تب میں بھی اسی کی بنائی ہوئی سیڑھی کے ذریعے اوپر پہنچ گیا۔ لیپاس لکڑی کے مضبوط کٹہرے پر دونوں ہاتھ رکھے کھڑا تھا اور نہ جانے اس کی نگاہیں سمندر میں کیا تلاش کررہی تھیں۔ موسم گنگا جمنی تھا۔ کبھی چاند منہ نکالتا تو سمندر کی لہریں روشنی پر لپکتیں اور اس کا رنگ اپنا لیتیں ۔۔۔ اور پھر بادلوں کا کوئی اژدھا رینگتا ہوا چاند تک پہنچتا اور اسے چپ چاپ نگل لیتا۔ تو لہریں تاریک ہوجاتیں ۔۔۔ ہواؤں کی نمی بے حد خوشگوار محسوس ہورہی تھی ۔۔۔ میں بھی لیپاس کے برابر جا کھڑا ہوا۔

"تو یہ انوکھا موسم آج تم پر بھی اثر انداز ہو ہی گیا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور لیپاس ایک گہری سانس لے کر سیدھا کھڑا ہوگیا۔ وہ ۔۔ براہ راست میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور پروفیسر، اس کی آنکھوں میں بلا کی کشش پیدا ہوگئی تھی۔ بڑا انوکھا انداز تھا اس کے دیکھنے کا۔ اس سے قبل اس نے براہ راست اس طرح میری آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"میکارا ۔ کیا تم مجھے انسان نہیں سمجھتے ۔؟"

"کیوں نہیں ۔۔۔ لیکن ذرا سخت قسم کا انسان۔ جس نے دنیا کے حسن کی طرف سے نگاہیں پھیر رکھی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں میکارا ۔۔۔ یہ بات نہیں ہے ۔۔۔ یہ بات نہیں ہے میکا میں ۔ میں تمہیں کیا بتاؤں ۔۔۔ کیسے بتاؤں میکارا ۔۔؟" لیپاس نے نگا دوسری طرف کرلیا۔ تب میں آہستہ سے آگے بڑھا اور میں نے پشت اس کے دونوں شانے پکڑ لئے ۔

"کیا بتانا چاہتے ہو لیپاس ۔۔؟" میں آہستہ سے بولا۔

"کیا ۔۔۔ کیا ۔۔۔ میکارا ۔۔۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ۔۔۔ تم ہمارے لئے جو کچھ کیا ہے۔ تم ہمارے لئے جو کچھ کررہے ہو تا یورس یا ہما قدر اپنے دل میں نہیں رکھتے۔ کیا ہم احسانمندوں میں، احسان ماننے والوں نہیں ہیں۔ کیا ہم ۔۔۔ تم سے محبت نہیں کرتے میکارا۔؟" وہ پھر گھوم گیا۔ اس کی آنکھیں، اس کا انداز آج کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔ میکا

آنکھوں نے یہ زبان کسی حد تک پڑھ لی تھی۔

"میرے ذہن میں ایسا کوئی خیال نہیں ہے۔ بلکہ میں تمہاری.. دوستی، تمہاری محبت پر یقین رکھتا ہوں۔" میں نے خلوص سے کہا۔

"سچ کہتے ہو۔ سچ کہتے ہو میکارا۔" اس نے محبت سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ اور میں نے اعتماد سے گردن ہلا دی۔ "تب پھر۔ تب پھر یہ کیوں سوچتے ہو کہ۔ یہ کیوں سوچتے ہو کہ۔ کہ لیپاس تم سے کچھ چھپانا چاہتا ہے۔ اسے۔ اسے مشتبہ نگاہوں سے کیوں گھورتے ہو۔ اسے اسے طعنوں تشنوں کا شکار کیوں بنانا چاہتے ہو۔؟" وہ آگے بڑھا۔ اور اس نے میرے سینے پر سر رکھ دیا۔

خالص عورتوں کا انداز۔ لیکن میں نے اپنی جانب سے کوئی پذیرائی نہیں کی۔ لیکن اسے سینے سے جدا بھی نہیں کیا۔

"ہم تم پر مکمل اعتماد کرتے ہیں میکارا۔ ہم اپنی کوئی بات تم سے چھپانے کی کوشش نہیں کرتے۔ لیکن۔ لیکن..." لیپاس میرے سینے سے ہٹ گیا۔ اور پھر وہ جلتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "لیکن بعض مجبوریاں۔ بعض مجبوریاں وہ نہیں کرنے دیتیں، جو ہم کرنا چاہتے ہیں۔ تاہم۔ دوستوں کے لئے تو دنیا مٹا دی جاتی ہے میکارا۔ دوستوں کے لئے تو زندگی دے دی جاتی ہے اور پھر دوست بھی وہ جو میکارا جیسے ہوں۔" وہ کچھ پیچھے ہٹا۔ میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ "ہاں میکارا وہی درست ہے جو تم سوچتے ہو۔ ہاں میکارا وہی ٹھیک ہے جو تمہاری تجربے کار آنکھوں نے پرکھا ہے۔"

لیپاس نے اپنے مخصوص انداز کے بال کھول دیئے اور اس کے لمبے بال شانوں پر بکھر گئے اور پروفیسر۔ نوجوان لیپاس ان بالوں کی وجہ سے نہ جانے کیا سے کیا بن گیا۔ بالوں میں عورت کے حسن کا بہت بڑا حصہ چھپا ہوتا ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔

لیکن لیپاس۔ لیپاس تو آج سارے پردے چاک کر دینے پر تلا ہوا تھا۔ اس نے اپنے مخصوص کوٹ کے بند ہٹائے اور پھر نچلا لباس بھی اتار دیا۔

اب اس کے بدن پر ایک خوبصورت لبادہ تھا۔ کوٹ کی گرفت سے آزاد ہو کر اس کے نسوانی اعضاء اسی طرح باہر نکل آئے جیسے طویل میعاد کے قیدی کو رہائی مل جاتی ہے۔ اور اسی وقت چاند نے بادلوں کی دھند ہٹا کر حیرت سے جھانکا۔ اور سفید لبادے میں ملبوس اس پرکشش اور سڈول بدن والی دوشیزہ کو دیکھ کر ششدر رہ گیا... چاندنی میں تحلیل ہو گیا تھا۔ اور چاندنی نے [illegible] کا بدل ایک نئے پیکر میں تحلیل کر دیا تھا۔ یہ کون ہے۔ یہ کیا ہے۔؟ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

تب لیپاس کی آواز ابھری۔ "میں جانتی ہوں میکارا۔ تمہاری نگاہوں نے مجھے اس انداز میں دیکھ لیا ہوگا۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میرے بدلے ہوئے رنگ پر تمہیں کوئی حیرت نہ ہوئی ہوگی، کیونکہ۔ کیونکہ تم پہلے ہی یہ سب کچھ جانتے تھے۔ تم میرے صبر کو آزما رہے تھے۔ عورت۔ عورت اعتراف کرتی ہے میکارا۔ کہ وہ کمزور ہوتی ہے۔ اپنی پسند کے مرد سے۔ اپنے محبوب سے وہ خود کو نہیں چھپا سکتی۔ میکارا، میں تمہیں چاہتی ہوں۔ میں تم سے پیار کرتی ہوں میکارا۔ میں تمہیں ساری دنیا سے زیادہ چاہتی ہوں۔ میری محبت انتہائی شدید ہے۔ تمہیں کیا معلوم میکارا۔ میری راتیں۔ میری راتیں کیسی بے چین گزرتی ہیں۔ تمہیں کیا معلوم۔ تمہیں کیا معلوم۔" وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے اپنی بانہیں میری گردن میں حمائل کر دیں۔

وہ طوفان کی طرح پھٹ پڑی تھی۔ اس کے جذبات کے سارے بند ٹوٹ گئے تھے۔

اور بلاشبہ میں انبساط کی انوکھی وادیوں میں گم ہو گیا تھا۔ میں اس کے اعتراف سے بہت خوش تھا۔ بہت ہی خوش۔ تب میں نے بھی اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اور لیپاس، یا اس کا دوسرا نام جو کچھ بھی ہو اس طرح گہری گہری سانسیں لینے لگی، جیسے طویل مسافت سے تھک گئی ہو۔ منزل پر پہنچ گئی ہو۔!

کافی دیر تک ہم دونوں ——— کھڑے رہے۔ کیسی اپنائیت تھی۔ اور کیسا عجیب انداز تھا اس کا۔ وہ اجنبیت دل سے دور ہو گئی تھی جو ہم دونوں کے درمیان تھی۔ اور عورت ہونے کے بعد لیپاس نے کتنا بڑا حق سمجھ لیا تھا اپنا۔ بڑا لذت آمیز خیال تھا۔ بڑی دلکش بات تھی۔ تب میں نے اسے آہستہ سے علیحدہ کیا۔ اس کے نرم اور گداز بدن کی لطافتیں اب پوری طرح ابھر آئی تھیں۔

چنانچہ مستول کے ایک کونے میں ہم دونوں بیٹھ گئے۔ لیپاس نے یہاں بھی میری آغوش سے جدائی پسند نہیں کی تھی۔ وہ اس طرح میرے بدن میں سمائی ہوئی تھی، جس طرح، سردی میں ٹھٹھرا ہوا انسان گرم کمبل سے لپٹ جاتا ہے۔ اور اس کے کسی کونے کو نہیں چھوڑنا چاہتا مبادا سرد ہوا کے جھونکے وہاں سے اندر داخل ہو جائیں۔

"میں۔ اب تمہیں کس نام سے مخاطب کروں۔؟" میں نے پہلی بار لب کشائی کی۔

"لیپاس۔ میرا نام لیپاس ہی ہے۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"کیا تم میری ذہنی حالت کا اندازہ کر سکتی ہو لیپاس۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"تب بتاؤ۔ اس وقت میں کیا سوچ رہا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن لیپاس کے ہونٹوں پر جوابی مسکراہٹ نہیں آئی۔ وہ بدستور سنجیدہ تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا

"میرے بارے میں ۔۔۔ صرف میرے بارے میں ۔۔۔ اب تم یہ سوچ
رہے ہو میکارا کہ جب میں تمہیں اس شدت سے چاہتی تھی، تو آج تک خود کو
چھپانے کی کوشش کیوں کرتی رہی ۔۔۔ میں نے اس شدت سے اپنے آپ کو
تم سے پوشیدہ کیوں رکھا ۔۔۔؟"

"خوب ۔۔۔ آخر کس سرزمین کی باشندہ ہو ۔۔۔ بلاشبہ تم ذہین
ترین انسانوں میں سے ہو ۔" میں نے اعتراف میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور تم اس کا جواب بھی چاہتے ہو ۔۔۔؟" اس نے کہا۔

"ہاں ۔۔۔ ظاہر ہے ۔" میں نے گردن ہلائی۔

"آج میں نے ۔۔۔ آج میں نے سب کچھ ختم کر دیا ہے میکارا ۔۔۔ ہم
اس مقدس عہد کو توڑ چکے ہیں ۔۔۔ ہم ان ساری قسموں سے آزاد ہو چکے ہیں جو
دیوتاؤں کے حضور کھائی گئی تھیں ۔۔۔ ہم ۔۔۔ ہم سب کچھ ختم کر چکے ہیں میکارا ۔
اور میکارا ۔۔۔ تم اب یہ نہ کہو گے کہ ہم ناسپاس تھے ۔۔۔ ہم نے حق دوستی
ادا کیا ۔۔۔ میکارا ۔۔۔ میں اعتراف کرتی ہوں کہ ایک عورت کے لئے، تم دنیا کے
[illegible] انسان ہو ۔۔۔ تمہیں دیکھنے کے بعد ۔۔۔ تمہارے تقرب کے بعد زندگی
کی سب سے بڑی آرزو یہی ہوتی ہے کہ تمہیں اپنا لیا جائے ۔۔۔ تمہارے قدموں میں آخری
سانس بھی پوری کر لی جائے اور جب آخری سانس کا نکتہ میرے ذہن میں آیا تو میں نے
دوسرے انداز میں سوچا ۔۔۔ ہم زندگی کی آرزو کیوں کرتے ہیں ۔۔۔ اس لئے کہ
ہمیں زندگی سے پیار ہوتا ہے ۔۔۔ اس زندگی پر ہمارے کچھ حقوق ہوتے ہیں ۔
ہم اس سے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔۔۔ لیکن مجھے بتاؤ میکارا ۔۔۔ انسان کو اگر
اپنی طلب مل جائے ۔۔۔ وہ طلب جو حاصلِ زندگی ہو، اس کے بعد زندگی سے لپٹے
رہنا کیا معنی رکھتا ہے ۔۔۔ وہ تو خواہ مخواہ کی ہوس ہے ۔۔۔ کیا اگر انسان اس بات
پر غور کرے تو وہ خود کو بوالہوس قرار نہیں دے سکتا ۔۔۔؟ میرے خیال میں یہ بات
بالکل درست ہے ۔۔۔ سو میں نے سوچا میکارا ۔۔۔ کہ ہم پوری زندگی لذت کے
کچھ لمحات پر قربان کیوں نہ کر دیں؟"

اس نے خاموش ہو کر میری طرف دیکھا ۔۔۔ "میں غلط کہہ رہی
ہوں میکارا ۔۔۔؟"

"میں اس گفتگو کا مقصد جاننا چاہتا ہوں ۔" میں نے الجھے ہوئے
انداز میں کہا ۔۔۔ درحقیقت لیپاس کی یہ گفتگو میری سمجھ میں نہیں آئی تھی ۔

"مقصد بعد میں بتاؤں گی ۔۔۔ پہلے یہ بتاؤ کہ میرا خیال درست
ہے یا غلط ۔۔۔؟" اس نے بچوں کی طرح ضد کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے آخری جملوں سے مجھے اتفاق ہے ۔۔۔ گو وہ تاثرات میں
اپنے ذہن میں نہیں پاتا ۔۔۔ کیونکہ میری نگاہوں میں زندگی کا اختتام نہیں ہے ۔"

"آخری جملے ۔۔۔؟" لیپاس نے میری بات پر توجہ دیئے بغیر کہا۔

"ہاں ۔۔۔ تم نے کہا ہے کہ اگر زندگی کا کوئی مقصد ہے ۔۔۔ دل
کی کوئی شدید طلب ہے ۔۔۔ وہ کسی خوف کے تحت حاصل نہ کی جائے اور زندگی
گزاری جاتی ہے، تو وہ زندگی زیادہ دلکش نہیں ہے ۔۔۔ اس زندگی سے جو حصولِ
طلب میں ختم کر دی جائے ۔"

"اس کا مطلب ہے کہ میری سوچ درست ہے ۔۔۔؟"

"اس حد تک ۔۔۔!" میں نے جواب دیا

۔۔۔ وہ بہت زیادہ جذباتی ہو رہی تھی ۔۔۔ اس کے
جذبات حقیقی تھے ۔۔۔ نہ جانے اس نے ابتک کس طرح خود پر قابو پایا تھا اور
اب جب وہ اپنے پسندیدہ مرد کے سامنے عورت کی حیثیت سے آئی تھی تو اپنی
نسوانیت کا پورا اخراج چاہتی تھی ۔۔۔ لیکن میں ابھی اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ
اس نے اس سختی سے اپنے آپ کو پوشیدہ کیوں رکھا تھا ۔۔۔!
اور یہ سوال میری زبان پر آ ہی گیا۔

"لیکن لیپاس ۔۔۔! میرا خیال ہے تمہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ میں
بحیثیت عورت تمہیں پہچان گیا ہوں ۔"

"ہاں ۔۔۔!"

"اس کے باوجود تم نے خود کو اس سختی سے چھپانے کی کوشش
کی تھی ۔"

"میرے میکارا ۔۔۔ میرے محبوب ۔۔۔ پہلے یہ بات سن لو ۔۔۔ میں تمہیں
دل سے چاہتی ہوں ۔۔۔ آج سے نہیں ۔۔۔ اس وقت سے جب میں نے پہلی بار
تمہیں دیکھا تھا ۔۔۔ تمہاری محبت میرے دل کا سکون چھین چکی تھی ۔۔۔ میں نے یہ لمحات
جس طرح گزارے ہیں ۔۔۔ کاش تم جان سکو ۔۔۔ کیسے ضبط، کیسے کرب کی بات تھا
میرے محبوب ۔۔۔ تم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ میں عورت ہوں ۔۔۔ لیکن میری خود کو
چھپانے کی کوشش بے مقصد نہیں تھی ۔۔۔ میں کوئی بات بنانا نہیں چاہتی تھی
یہ ایک ایسا راز تھا جو فیقلولیہ کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔۔۔ سنو میرے محبوب
میں اور تم سے خود کو چھپاتی ۔۔۔؟ تم جو میری زندگی کا سب سے بڑا انعام ہو ۔۔۔ تم
میرے لئے نہ جانے کیا حیثیت رکھتے ہو ۔۔۔ میرا دل ہی جانتا ہے میکارا ۔۔۔ میں
تمہیں کیا سمجھتی ہوں ۔۔۔ لیکن میرے محبوب، یہ حقیقت جس سے تم آج واقف
ہوئے ہو ۔۔۔ فیقلولیہ میں کوئی نہیں جانتا ۔۔۔ سوائے چند ایسے لوگوں کے جو دیوتا
کی نگاہوں میں قابلِ اعتماد حیثیت رکھتے ہیں ۔۔۔ ان میں میرا بھائی تائیورس [illegible]
کاہن شامل ہیں ۔۔۔ یہ ایک کاہن کی پیش گوئی تھی ۔۔۔ جب میری ماں حاملہ
تھی ۔۔۔ تو اس نے کہا تھا کہ اگر تھیباس کے ہاں لڑکی پیدا ہو گئی تو اس کے
خاندان کا نشان مٹ جائے گا ۔۔۔ لڑکی تھیباس کے خاندان کو تباہ کر دے گی
اور جب تھیباس نے ستارہ شناسوں سے پوچھا کہ اس کے ہاں پیدا ہونے والا
بچہ نر ہو گا یا مادہ تو ستارہ شناسوں نے بتایا کہ پیدا ہونے والی لڑکی ہو گی
یوں تھیباس شدتِ غم سے دیوانہ ہو گیا ۔۔۔ وہ اپنی اولاد کو پیدا ہونے سے
قبل یا پیدا ہونے کے بعد قتل نہیں کرنا چاہتا تھا ۔۔۔ اس کا ایک ہی
تھا ۔۔۔ وہ سخت پریشان تھا اسے خود بھی بیٹی کی خواہش تھی لیکن ایک

نے اس کی ساری آرزوؤں پر پانی پھیر دیا تھا۔ تھیباس کی زندگی غموں کا شکار ہو گئی تب کاہنِ اعظم نے دیوتاؤں کے حضور التجا کی کہ تھیباس کی پریشانی دور کی جائے اور ایکری واس نے اس پر مجھ پر احسان کیا۔ اس نے کہا کہ اگر اس راز کو ساری زندگی چھپایا جائے تو مصیبت ٹل سکتی ہے ہاں اگر یہ راز کسی کی زبان سے افشاء ہو گیا تو تباہی لازمی ہے اور اگر خود پیدا ہونے والی نے اپنی زبان سے یہ راز افشاء کر دیا تو وہ خود ایک دردناک موت مر جائے گی — تو میکارا — میں پیدا ہوئی اور وقتِ پیدائش میری ماں کے پاس میرے باپ کے سوا کوئی نہیں تھا — چنانچہ اعلان کیا گیا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے اور میری پرورش اس انداز میں کی گئی کہ کسی کو پتہ نہ چل سکا، سوائے میرے بھائی تائیورس کے کیونکہ میرا باپ مر چکا تھا اور میری ماں اور میرے بھائی نے اس راز کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا تھا — ہاں میں تھی جو اس راز کو پوشیدہ رکھنے سے الجھتی تھی — لیکن جب میں بڑی ہوئی تو مجھے بھی اس راز سے آگاہ کر دیا گیا کہ اگر یہ راز میری زبان سے افشاء ہوا تو مجھے مرنا پڑے گا — اور میں خوفزدہ ہو گئی — یہی وجہ تھی میرے محبوب! صرف یہ بات تھی جس کی وجہ سے میں نے خود کو چھپایا تھا۔"

لیپاس میرے سینے سے لپٹ کر سسکنے لگی، اور — میں حیرانی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا — توہمات کی عجیب کہانی تھی — دیوتاؤں کا چلایا ہوا عجیب چکر تھا —

اوہو — میں نے سوچا۔ اس کا مطلب ہے کہ بے چاری لیپاس کا کوئی قصور نہیں تھا — وہ صرف زندہ رہنے کے لئے خود کو چھپاتے ہوئے تھی۔ اور — اس کا مطلب ہے کہ میری جھنجھلائی ہوئی کوششیں لیپاس کے ساتھ ظلم کی حیثیت رکھتی تھیں — لیکن احمق لڑکی کے دل میں بیٹھی ہوئی بات کیسے دور ہو سکتی تھی — وہ تو دیوتاؤں کے چکر میں پھنسی ہوئی تھی — میں نے اسے سینے سے بھینچ لیا۔

"تو — اب تم نے یہ راز کیوں افشاء کر دیا لیپاس —؟" اور جواب میں لیپاس نے میری طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں پیار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

"تمہارے لئے میرے میکارا — تمہارے لئے میں نے اپنی زندگی کو داؤ پر لگا دی — تمہاری محبت، تمہاری قربت، بے کراں سمندر جیسے چند لمحات میں نے پوری زندگی داؤ پر لگا دی ہے — اب جب تک دیوتاؤں کا قہر مجھ پر نازل نہیں ہوتا جب تک میری موت مجھے آواز نہیں دیتی میں تم سے جدا نہیں ہونا چاہتی — مجھے اپنا لو میرے محبوب — نہ جانے میری زندگی کے کتنے لمحات باقی ہیں — ایسا نہ ہو کہ میں تشنہ ہی رہ جاؤں — مجھے اپنا لو میکارا —" لیپاس ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گئی۔

اور جنرل لیپاس — تائیورس کا دستِ راست، میرے پہلو میں مردانہ دلیری اور نسوانی دلکشی کے اس امتزاج میں ایک انوکھی جاذبیت تھی — اس کی طلب خوف میں ڈوبی ہوئی تھی — وہ سارے مراحل لمحوں میں طے کر لینا چاہتی تھی — وہ اپنی طلب کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی — چنانچہ میری حیثیت عجیب سی ہو گئی —

لیپاس یہاں بھی پوری دلیری اور بہادری سے سارے مراحل طے کر رہی تھی — اور زمین و آسمان کے درمیان فطرت کا کھیل انوکھی حیثیت رکھتا تھا — بادلوں کے ٹکڑے چاند کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ چاند کے چہرے پر جھنجھلاہٹ تھی — وہ بادلوں کے اس انداز سے محظوظ نہیں ہو رہا تھا — وہ اس نزدیک کے منظر سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔

چاند تشنہ رہ گیا — کھیل ختم ہو گیا — ہاں فضاء میں، ہواؤں میں لیپاس کی سکون آمیز سانسیں رچی ہوئی تھیں — وہ آنکھیں بند کئے میری آغوش میں دراز تھی — خاموش — لذتِ جوانی میں ڈوبی ہوئی، آخری خواب دیکھتی ہوئی۔ تب میں نے اسے پکارا۔

"لیپاس —؟"

اور اس نے آنکھیں کھول دیں — مجھے دیکھتی رہی — خوفزدہ انسان کی مانند — پھر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پھر اس کی مدھ بھری آنکھوں کے پیالوں سے چھلک پڑے — میں ان کی وجہ سمجھتا تھا — پھر بھی میں نے اس سے اسکے بارے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں میری روح — کچھ بھی نہیں — تم سے جدائی کے تصور نے یہ پانی بہا دیا تھا — آہ کتنی مختصر تھی ہماری ملاقات — کتنا تھوڑا سا وقت تھا —" اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"لیپاس — !" میں نے پورے اعتماد سے اسے پکارا — جو کچھ میں اس سے کہنے جا رہا تھا، وہ میرا یقین تھا — اس کا نہیں۔ چنانچہ میں نے اسے پوری طرح تول لیا تھا — میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا، وہ اتنے موثر انداز میں کہنا چاہتا تھا کہ اپنی بات منوا سکوں۔ گو اس کے لئے مجھے جھوٹ بولنا تھا — لیکن یہ جھوٹ کچھ لوگوں نے فرض کیا تھا — میری مرضی کے بغیر — یہاں اسکی ضرورت تھی — چنانچہ میں نے کہا۔

"لیپاس — اب جب تم نے اپنی زندگی کا اتنا قیمتی راز میرے سامنے عیاں کر دیا ہے تو میں مجبور ہو گیا ہوں کہ تمہیں بھی کچھ بتاؤں — جو آج تک تمہیں نہیں معلوم — جو ستارہ شناس نہیں بتا سکے — کیا تم سننا پسند کرو گی —؟"

"کونسی بات میرے محبوب —؟"

میں نے لیپاس کی توجہ حاصل کر لی تھی — میں بلاشبہ چند لمحے اس کے ذہن سے موت کا خوف نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا — !

"جو میرے بارے میں ہے — جو میری شخصیت کا راز کھولتی ہے، سنو لیپاس — میں سورج کا بیٹا ہوں — میں روشنی کی اولاد ہوں، میرے باپ کا نام اجالا ہے اور مجھے ورثے میں وہ کچھ ملا ہے جو تمہارے دیوتاؤں

کو حاصل نہیں ہے ۔۔ چاند نے اپنی کرنیں میرے بدن میں جذب کر رکھی ہیں۔ سو تم میرا رنگ دیکھتی ہو ۔۔ سورج نے اپنی حرارت میرے بدن میں منتقل کر دی ہے ۔۔ جس کا ثبوت میں تمہیں کل دن کی روشنی میں دوں گا ۔۔ روشنی اور اجالا میرے رکھوالے ہیں جو میرے گرد پھیلی ہوئی تاریکی فنا کر دیتے ہیں ۔۔ میری موجودگی میں کسی دیوتا کی مجال ہے کہ تمہاری جانب آنکھ اٹھا کر دیکھے ۔۔ میں تمہاری زندگی کے لئے دیوتاؤں سے جنگ کروں گا ۔۔ میں کسی کو تمہاری زندگی سے کھیلنے کی اجازت نہیں دوں گا' اور تم مان لو میری بات' کہ ان میں سے کوئی نہیں ہے جو میرے حکم سے تابی کی مجال رکھتا ہو ۔۔ تو لیپاس ۔۔ میری جان ۔۔ یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو کہ کوئی دیوتا تمہاری جان لے سکتا ہے ۔۔ تمہارے خلاف آنے سے قبل اسے مجھ سے جنگ کرنا ہوگی ۔۔ اور تم جانتی ہو کہ جنگ میں مجھ سے جیتنے والا کوئی نہ ہوگا ۔۔ !"

لیپاس حیرت سے منہ پھاڑے میری باتیں سُن رہی تھی ۔ تب اس نے تعجب سے کہا۔

"تو ۔۔ تم دیوتا ہو ۔۔ ؟"

"ہاں ۔۔ میں دیوتاؤں کا دیوتا ہوں ۔۔ میں صدیوں سے زندہ ہوں اور صدیوں تک زندہ رہوں گا ۔"

"تو ستارہ شناسوں کو اسی لئے تمہارا ستارہ نہیں مل سکا تھا۔"

"شاید ۔۔" میں نے جواب دیا۔

"تو تھیوڈورس کے جہازوں کو اُلٹنے میں انسانی قوت کارفرما نہیں تھی ؟"

"نہیں ۔۔ !" میں اسے مطمئن کرنے کے لئے جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہا تھا ۔۔ اس وقت اس کے دل سے خوف دُور کرنے کا یہی ایک ذریعہ تھا ۔۔ بہر حال مجبوری تھی' میں کیا کر سکتا تھا ۔ !

"اوہ ۔۔ میں ۔۔ میں ایک دیوتا کا قرب حاصل کر چکی ہوں ۔۔ کیا یہ خوش بختی کی بات نہیں ہے ۔"

"اور یہ اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ تمہاری زندگی کو میری موجودگی میں کوئی خطرہ نہیں ہے ۔۔ کوئی دیوتا تمہیں میری آغوش سے چھیننے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔"

"کیا یہ سچ ہے میکارا ۔۔ آہ ۔۔ کیا یہ سچ ہے ۔۔ تم سچ مچ سورج کے بیٹے ہو ۔۔ تم ۔۔ ہاں تم حیرت انگیز قوت کے مالک ہو ۔۔ تم بے شک انسانوں کی سمجھ میں نہ آنے والوں میں سے ہو ۔۔ لیکن ۔۔ لیکن' آہ ۔۔ کیا تم بھی مجھے پسند کرتے ہو میکارا ۔۔ کیا میں اس قابل ہوں کہ دیوتا میری چاہت کریں ۔"

اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ۔۔ بہر حال میں اس کے ذہن سے موت کا خوف کسی حد تک دُور کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"تم بہت کچھ ہو لیپاس ۔۔ میں چاہتا تھا کہ تم اپنی زبان سے عورت ہونے کا اقرار کرو ۔۔ اور میں تمہیں اپنی باہنوں میں گھسیٹ لوں ۔" میں نے اس کے بدن کے گرد گرفت کرتے ہوئے کہا اور لیپاس نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا ۔۔ وہ میری آغوش میں سما گئی ۔۔ !

چاند کا سفر جاری رہا ۔۔ لیپاس میری باہنوں میں سکون کی سانسیں لیتی رہی ۔۔ اور آسمان میں تبدیلیاں ہوتی رہیں ۔۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور پھر روشنی کی پہلی کرن کے ساتھ لیپاس چونک پڑی ۔۔ اس نے جلدی جلدی لباس پہنا ۔۔ اور پھر اپنا حلیہ درست کرتے ہوئے میری طرف دیکھ کر مسکرائی ۔

"اب میں جنرل لیپاس ہوں ۔"

"ہاں ۔۔ جنرل ۔۔ جنرل لیپاس ۔" میں نے جواب دیا۔

"میکارا ۔۔ میرے بارے میں کسی دوسرے انسان کو شبہ نہیں ہونا چاہیئے ۔۔ گستاک کو بھی نہیں ۔۔ !" لیپاس نے نیچے اترتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم نیچے پہنچ گئے ۔۔ لیپاس کے چہرے پر ایک انوکھی آب تھی ۔ اس سے قبل وہ سنجیدہ رہتی تھی' اس کی آنکھوں سے ایک کرب جھلکتا تھا' لیکن آج اس کی کیفیت ہی بدلی ہوئی تھی ۔۔ اس کی آنکھیں خوشی سے جگمگا رہی تھیں ۔۔ چہرے پر عجیب سی تمتماہٹ تھی ۔۔ شاید میرے الفاظ نے اس پر بہت اچھا اثر کیا تھا ۔۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اس کی زندگی کی حفاظت کروں گا اور وہ اس کے باوجود کہ اس کا راز کھل گیا ہے زندہ رہے گی ۔۔ دوسری بات اس نے سوچی ہوگی کہ ایک دیوتا کی قربت اسے نصیب ہے ۔۔ بہر حال ان لوگوں کے عقیدے کے مطابق یہ معمولی بات تو نہیں تھی ۔۔ یہ کچھ کم اعزاز تو نہیں تھا ۔ !

رہا اس کی موت پر میرے یقین کا مسئلہ ۔۔ تو میری ... کیفیت سمجھے ہو پروفیسر ۔۔ بھلا میں اِن بے تکی باتوں پر یقین کیسے کر سکتا تھا میں تو دیوتاؤں کی حقیقت سے بخوبی واقف تھا ۔۔ میں تو خود کئی بار دیوتا بن چکا تھا ۔۔ چنانچہ میں جانتا تھا کہ لیپاس نہیں مرے گی ۔۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ وہ فطری موت مر جائے ۔۔ اتفاق سے مر جائے اور فنیقلولیہ والے سمجھ لیں کہ بالآخر لیپاس نے اپنا راز ظاہر کر دیا ۔۔ اور دیوتاؤں نے اسے بد عہدی کی سزا دی ۔ !

دوپہر گزری اور پھر شام ہو گئی ۔۔ لیپاس کا اعتماد بڑھتا جا رہا تھا شاید وہ سوچ رہی تھی ۔۔ کہ اس انکشاف کے بعد وہ چند ساعت' چند گھنٹوں سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے گی ۔۔ لیکن وہ زندہ تھی ۔۔ اسے یقین ہوتا جا رہا ہوگا کہ اس کا دیوتا ۔۔ سورج کا بیٹا ۔۔ دوسرے دیوتاؤں سے زیادہ طاقتور ہے ۔۔ وہ اسے نہیں مرنے دے گا ۔۔ ! ان توہمات کا کیا کیا جا سکتا ہے جو انسان کے ذہن میں جاگزیں تھے ۔۔ میں انہیں اس کے ذہن سے دُور نہیں کر سکتا تھا ۔ !

سو پروفیسر رات ہوگئی ۔۔۔ اور لیپاس رات کی تنہائی کے لئے
مجھ سے زیادہ بے چین تھی ۔ چنانچہ اس سے قبل کہ میں اسے تلاش کرکے اس
کے پاس پہنچوں ۔۔۔ وہ میرے پاس آگئی ۔۔۔ اُس کی آنکھوں میں قندیلیں جل
رہی تھیں ۔

"میکالر ۔۔۔!" اس نے محبت بھری آواز میں کہا اور میں اسے
دیکھنے لگا ۔!

"میں زندہ ہوں ۔" وہ مسرت سے بولی ۔

"اور زندہ رہوگی ۔۔۔ موت کا خوف اپنے ذہن سے نکال دو ۔"

"ہاں ۔۔۔ مجھے یقین ہوتا جارہا ہے ۔۔۔ ہم آج کی رات بھی مستول
پر گزاریں گے ۔۔۔ وہاں فضا کا حُسن بڑھ جاتا ہے ۔"

"ہاں ۔۔۔ ہم آج کی رات بھی مستول پر گزاریں گے ۔" میں نے
کہا اور پھر ہم نے نہ صرف وہ رات بلکہ تیسری اور چوتھی رات بھی وہیں
گزاری ۔۔۔!

لیپاس کو اب یقین ہوگیا تھا کہ اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں
ہے ۔ چنانچہ اب اس کی خوشیوں کی کیا انتہا ہوسکتی تھی ۔ میں بھی جہاز
پر مسرور رہتا تھا ۔ میری ضرورت پوری ہوگئی تھی ۔ لیپاس جیسا بہادر جنرل رات کو
صرف ایک عورت ہوتا تھا ۔۔۔ ایک حسین عورت ۔۔۔ جس کی ساری رعنائیاں
میرے لئے ہوتی تھیں ۔

چوتھی رات کے اختتام پر جب سحر کی روشنی نمودار ہوئی تو ہم نے
خود کو ایک جزیرے کے بالکل نزدیک پایا ۔۔۔ اور ہم اچھل پڑے ۔ "یہ کونسا
جزیرہ ہے ۔۔۔؟" میں نے چونک کر پوچھا ۔

"میں نہیں جانتی ۔۔۔ ممکن ہے رات کی تیز ہواؤں نے جہاز کی
رفتار تیز کردی ہو ۔۔۔ اور ہم اس جزیرے کے نزدیک پہنچ گئے ہوں ، جو
ہماری منزل تھا ۔۔۔!"

"اس کے بارے میں اندازہ کیسے لگایا جاسکتا ہے ۔۔۔؟"

"وہاں تک پہنچنے سے قبل نہیں ۔۔۔ اوہ ۔۔۔ دیکھو ۔۔۔ شاید ہمیں
دیکھ لیا گیا ہے ۔۔۔"

اور ہم نے مستول سے دیکھا ۔ کئی جنگی کشتیاں ساحل چھوڑ
رہی تھیں ۔ اُن میں بے شمار مسلح افراد لدے ہوئے تھے ۔ اُن کے بدن برہنہ
تھے ۔ صرف نچلے بدن ڈھکے ہوئے تھے ۔ انھوں نے سروں پر جانوروں کی
کھالیں منڈھی ہوئی تھیں ، جن میں سینگ لگے ہوئے تھے ۔!

"اوہ ۔۔۔ لیبونیس ۔۔۔!" لیپاس کے منہ سے نکلا ۔

"کیا مطلب ۔۔۔؟"

"یہ لیبونیس ہیں ۔۔۔ بدکردار لوگ ۔۔۔ ان کا شہنشاہ زدپاس ہے ،
جرائم پیشہ ہیں ۔۔۔ بدحالی کے شکار ۔۔۔ اکثر چھوٹے جہازوں کو لوٹتے رہتے
ہیں ۔ جزائر میں انھیں اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا ۔"

"کیا ہمارا ادھر آنے کا ارادہ نہیں تھا؟" میں نے پوچھا ۔

"نہیں تائیوریں نے ان لوگوں کے پاس آنے کو منع کیا تھا ۔ شاید
ہم نے سمت کا غلط تعین کیا تھا ۔۔۔!"

"کیا یہ تھیوڈوس کے باج گزار نہیں ہیں ؟"

"یہ خود ہی ننگے بھوکے لوگ ہیں ۔۔۔ ان کے پاس کھانے کو نہیں
یہ خراج کیا ادا کریں گے ۔۔۔ البتہ ان کی زمین پر لوہا بہت ہے ۔ چنانچہ ۔۔۔
تھیوڈوس ان کی زمین سے لوہا لے جاتا ہے ۔۔۔ اور لوہا بہت قیمتی ہوتا ہے
تم ان کے ہتھیار دیکھ رہے ہو ۔"

"ہاں ۔۔۔ لیکن اب کیا ارادہ ہے ۔۔۔ کیا ان لوگوں سے بات کی
جائے ۔۔۔؟"

"کرنا ہی پڑے گی ۔۔۔ اور جب آہی گئے ہیں تو حرج کیا ہے ۔ ہم
زدپاس کو بھی دعوت دیئے دیتے ہیں ۔ اگر وہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہوجائے
تو کیا حرج ہے ۔۔۔ ویسے یہ لوگ بڑے بہادر اور جنگجو ہوتے ہیں ۔۔۔ وحشت
اور بربریت کوٹ کوٹ کران میں بھری ہوئی ہے ۔" لیپاس نے بتایا لیکن
یہ بات میں خود ہی دیکھ رہا تھا ۔۔۔ وہ وحشیانہ انداز میں شور مچاتے اور
اپنے اپنے ہتھیار ہلاتے تیز رفتاری سے آرہے تھے ۔۔۔ حالانکہ ہمارے جہاز
پر امن کا جھنڈا لہرا رہا تھا ۔!

تب کشتیوں نے سارا پین کی کشتیوں کی طرح ہمیں چاروں طرف سے
گھیر لیا اور پھر لمبی لمبی رسیاں جہاز پر پھینکی گئیں ۔ بالکل بحری قزاقوں کا انداز تھا
جو جارحیت لئے ہوئے تھا ۔ تب میں نے اس سفر میں پہلی بار اپنے کھانڈے کی
ضرورت محسوس کی ، اور میں کھانڈا لے کر کھڑا ہوگیا ۔ تین چار رسیاں جہاز کے
مختلف حصوں میں اٹک گئیں لیکن میرے کھانڈے نے انھیں کاٹ دیا ۔۔۔ وہ
لوگ ہتھیار لیکر تیار ہوگئے تھے ۔!

"سنو بے وقوفو ۔۔۔ سنو اے گدھو! ہم تم سے جنگ کرنے نہیں
آئے ہیں ۔۔۔ ہم تمہارے شہنشاہ زدپاس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں ۔۔۔ اگر تم
نے ایسی حرکتیں کیں تو ہم تمہیں دوست نہ سمجھیں گے اور پھر تم دشمنوں میں گردانے
جاؤ گے ۔۔۔ کوئی تمہارے اوپر بھروسہ نہیں کرے گا ۔" میں نے دونوں ہاتھ
فضاء میں بلند کرتے ہوئے کہا ۔ نہ جانے کیا طلسم تھا کہ ان کا جوش ٹھنڈا پڑگیا
وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے ۔۔۔ اور لیپاس نے ایک ٹھنڈی
سانس بھری ۔

"ان وحشیوں سے سب کچھ ممکن ہے ۔۔۔ درحقیقت ہمیں اس طرف
نہیں آنا چاہیئے تھا ۔" وہ آہستہ سے بولی ۔

"فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیپاس ۔۔۔ آئے ہیں تو ان سے
بات ضرور کریں گے ۔"

کشتیوں سے ہمیں ساحل کی طرف چلنے کے لئے کہا گیا اور ہم چل
پڑے ۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ساحل سے جالگے ۔ تب ایک نوجوان

نے چیخ کر کہا۔
"تم سب نیچے اتر آؤ ۔۔ پورا جہاز انسانوں سے خالی کر دیا جائے
کوئی ذی روح جہاز پر باقی رہا تو حکم عدولی سمجھی جائیگی ۔۔ " یہ قوی ہیکل شخص
گھوڑے پر سوار تھا۔ اور صورت سے ہی خبیث معلوم ہوتا تھا۔ لیپاس نے
اس کی گفتگو سن کر میری طرف دیکھا۔

درحقیقت یہاں حالات گڑبڑ نظر آتے تھے ۔ میں نے ایک
لمحے کے لئے سوچا اور پھر فیصلہ کیا کہ فی الحال ان سے تعاون کیا جائے،
ان کی بات مانی جائے، تاکہ جہاز کے دوسرے لوگوں کی حفاظت ہو سکے ۔
ممکن ہے میں ان کے شہنشاہ زدپاس کو متاثر کر سکوں۔ بہرحال الجھنے
والی بات تھی۔

چنانچہ میں نے لیپاس سے یہ گفتگو کی ۔۔ اور لیپاس نے بھی مجھ
سے اتفاق کیا ۔ تب ہم نے اپنے آدمیوں کو احکامات دیئے ۔۔ اور ہمارے
ساتھی خاموشی سے نیچے اترنے لگے ۔ رفتہ رفتہ پورا جہاز خالی ہو گیا۔ کشتیوں
والے بھی ساحل پر آ گئے تھے اور خاموش کھڑے تھے، ویسے ان کے جسموں کی ..
بناوٹ بہت عمدہ تھی ۔۔ کوئی بھی کمزور یا دبلا پتلا نہیں تھا ۔۔ سب کے
سب قوی ہیکل اور وحشی صفت تھے ۔۔ تب وہی قوی ہیکل خبیث
گھوڑے کو آگے بڑھا ۔۔ اس نے ہماری قطار کے سامنے چکر لگایا ۔۔ اور
پھر بولا۔

"تم لوگوں کا سرغنہ کون ہے ۔۔؟"

اور لیپاس نے میری کمر میں انگلی چبھوئی ۔ " اس وحشی
سے تم ہی بات کرو گے میکارا ۔" اور میں نے گردن ہلا دی اور آگے
بڑھ آیا ۔!

"میں ان کا سرغنہ ہوں ۔"

"اچھا ۔۔" قوی ہیکل جوان نے مجھے غور سے دیکھا۔ پھر گھوڑے
سے اتر آیا۔ اور بڑے غور سے مجھے چاروں طرف سے دیکھنے لگا۔ پھر
ہنستے ہوئے بولا۔

"واقعی سرغنہ ہو ۔۔ پورے جہاز والوں میں تمہارے جیسا کوئی
نہیں ہے ۔۔ لیکن تم ان لوگوں کے دشمن کیوں بن گئے ۔۔؟"

نوجوان کی بات میں چھپے ہوئے طنز کو میں نے بخوبی محسوس کر لیا تھا۔
میری رگوں میں خون کھولنے لگا ۔ لیکن میں نے حتی الامکان ضبط کیا اور بھاری
لہجے میں بولا۔

"اس جزیرے کی آبادی کتنی ہے ۔ ؟"

"وسیع ۔ انتہائی وسیع ۔ !" نوجوان نے جواب دیا۔ "کیوں ؟"

"تمہاری پوری آبادی کے لئے میں ہی کافی ہوں ۔ ان لوگوں کو
مدافعت کی ضرورت نہیں پیش آئے گی ۔ لیکن میں یہاں جنگ کرنے نہیں آیا۔
ایک ضروری مسئلے پر تم سے گفتگو کرنے آیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور نوجوان
کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا ۔ پھر اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"اس گستاخی کی میں ذاتی طور پر تمہیں سزا دوں گا' لیکن ۔۔
زدپاس سے تمہاری ملاقات کرانے کے بعد ۔۔ ممکن ہے زدپاس تمہارے غرور
کو توڑنے کے لئے جزیرے کے کسی معمولی آدمی کا انتخاب کرے ۔" اور پھر
وہ واپس لوٹ گیا ۔ درحقیقت وہ میرے جواب سے تلملا گیا تھا۔ گھوڑے
پر سوار ہو کر اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا
جائے ۔ وہ گلیشیا اسکاپہ ہمارا منتظر ہے ۔۔ اور پھر اس نے چند دوسرے
سواروں کے ساتھ گھوڑا دوڑا دیا ۔۔ لیپاس نے ایک گہری سانس لی،
اور بولی۔

"یہاں حالات کافی سنگین نوعیت اختیار کر جائیں گے ۔۔ مجھے
احساس ہو رہا ہے ۔"

"ان کے شہنشاہ زدپاس سے ملاقات کر لی جائے ۔۔ اس کے بعد
ہی فیصلہ کریں گے ۔" میں نے جواب دیا۔

وحشیوں کے گروہ نے ہمیں حلقے میں لے لیا تھا ۔ اور پھر
انہوں نے لمبے لمبے ہنٹر نکال لئے ۔ میں ان کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ
میں نے زور سے کہا۔

"سنو ۔ سنو ۔ ہم تمہارے ساتھ چل رہے ہیں ۔ ہم تم سے
تعاون کریں گے، لیکن اگر تمہارا ایک بھی چابک ہمارے کسی آدمی کے بدن
سے چھوا ۔ تو میں تم سب کو قتل کر دوں گا ۔ میں تم میں سے کسی کو زندہ
نہیں چھوڑوں گا ۔ غور سے سن لو، اچھی طرح سمجھ لو ۔" مجھ سے وہ
لوگ شاید کشتیوں ہی میں خوفزدہ ہو گئے تھے، اس لئے ان میں سے کسی نے کوئی
جواب نہیں دیا ۔!

ہمیں اسی طرح طویل مسافت طے کرنی پڑی تھی ۔ لیکن بہرحال ہنٹر کا
استعمال نہیں کیا گیا ۔ اور پھر ہم ایک ایسے باڑے کے نزدیک پہنچ گئے، جو
شاید مویشیوں کے باندھنے کے کام آتا تھا ۔ ! باڑے کا دروازہ کھول کر
ہمیں اندر ہانک دیا گیا ۔

قوی ہیکل نوجوان یہاں موجود تھا ۔ اور اپنے لوگوں کو کچھ ہدایات
دے رہا تھا ۔ ہمارے قید خانے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا، بہت سے
لوگ ہماری نگرانی پر مامور کر دیئے گئے ۔ لیپاس ان لوگوں کی کارروائی
کو تشویش کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی ۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"بڑی غلطی ہو گئی میکارا ۔ کوئی حادثہ ہونے والا ہے ۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا ۔ میں خاموشی سے
ان معاملات پر غور کرنا چاہتا تھا ۔ اور ان کا کوئی حل دریافت کرنا چاہتا
تھا ۔ مسئلہ دراصل دوسرے لوگوں کی زندگیوں کا تھا ۔ ورنہ میں
ان کے دماغ درست کر سکتا تھا ۔ بہرحال سوچ سمجھ کر ہی کوئی قدم اٹھایا
جا سکتا تھا ۔ چنانچہ میں نے خود پر قابو رکھا۔

وقت گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ ہمیں کھانے کے
لئے بھی کچھ نہیں دیا گیا تھا۔ پوری رات اسی طرح گزر گئی۔ لیپاس سخت
پریشان تھی۔ وہ میرے پاس ہی بیٹھی رہی۔ اسے افسوس تھا کہ ہم لوگوں نے
ہتھیار بھی ساتھ نہ لئے۔ میں نے بھی اب سوچ کے انداز کو بدل دیا تھا۔
چنانچہ جونہی سورج کی روشنی پھوٹی۔ میں کھڑا ہو گیا۔ بھوکے پیاسے
لوگ خاموش بیٹھے تھے۔ لیپاس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"میرے خیال میں اب انتظار مناسب نہیں ہے۔ ان لوگوں نے
جو سلوک ہمارے ساتھ کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے کیا
ارادے ہیں۔"

"تب کیا کرو گے میکارا۔؟"

"فی الحال میں ان کے شہنشاہ زدپاس سے ملاقات کروں گا۔"

"لیکن کس طرح۔؟"

"دیکھتے رہو۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں دروازے
کے پاس آگیا۔

موٹی لکڑی کے دروازے کو میں نے خوب بجایا اور چوڑی
تلواروں سے مسلح لوگ جلدی سے دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے
اندر جھانکا تھا۔!

"کیا بات ہے۔؟" ان میں سے ایک نے کرخت آواز
میں پوچھا۔

"دروازہ کھول دو۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ لیپاس میرے
پاس اکڑی ہوئی تھی۔

"ابھی نہیں کھلے گا۔" باہر سے جواب ملا اور میں نے لیپاس
کی طرف دیکھا۔

"تم ان لوگوں کے پاس رکو لیپاس۔ میں باہر جاؤں گا" اور
وہ جانتی تھی کہ مجھے باہر جانے سے کون روکے گا۔ چنانچہ اس نے خاص
عورتوں کے انداز میں میرا شانہ پکڑ کر کہا۔

"نہیں، نہیں۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی میکارا۔ نہ جانے
حالات پیش آئیں۔"

"ان لوگوں کی حفاظت بھی ہم پر فرض ہے۔ لیکن ٹھہرو۔ اگر میں
باہر کے حالات قابو کر سکا تو پھر ہم دونوں چلیں گے۔ ورنہ پھر تم یہاں رک کے
حالات کا انتظار کرنا۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور پھر
... لے دوبارہ باہر کی جانب رخ کر کے ... میں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ
دروازہ کھول دو ورنہ میں اسے توڑ دوں گا۔"

دروازے کے باہر موجود لوگوں نے دوسرے لوگوں کو اپنی مدد
کو بلا لیا۔ لیپاس کے چہرے پر سخت پریشانی ابھر آئی تھی۔ "کچھ اور
انتظار کرو میکارا۔ کچھ اور انتظار کر لو۔"

"اب مناسب ہوگا لیپاس۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں نے
موٹی لکڑی کے دروازے کی مضبوطی کا اندازہ کر کے ایک بھرپور لات
اس پر ماری۔ اور کام ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا جیسا میں نے کیا۔ ورنہ بات
ہی کچھ نہ ہوتی۔!

دروازہ ٹوٹ کر دور جا گرا۔ اور کئی آدمی اس کی لپیٹ میں
آکر زخمی ہو گئے۔ میں باہر نکل آیا اور چوڑی تلواروں نے مجھے گھیر لیا۔ تب
میں نے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔

"سنو لیبورنیس کے لوگو۔ ہم قاصد ہیں۔ تائیورس اعظم کا پیغام
لے کر آئے ہیں۔ کسی بھی جگہ قاصدوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں ہوتا جو تم کر رہے
ہو۔ لیکن ہم بے بس بھی نہیں ہیں۔ ہم اپنے دفاع کے لئے تم سب سے جنگ
کر سکتے ہیں۔ سنو، اس سے قبل کہ میں تمہاری جانب سے مایوس ہو جاؤں اور
جنگ کا فیصلہ کروں، میں تمہارے شہنشاہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ تاکہ کوئی
مناسب فیصلہ ہو جائے۔ اگر تم لوگ مجھے اس تک نہ جانے دو گے، تو
لڑائی کا آغاز تمہاری طرف سے ہوگا۔ اور تم مجھے شکست نہ دے
سکو گے۔"

"لیکن پینیڈو کا حکم ہے کہ تمہیں باہر نہ نکلنے دیا جائے۔"
ایک شخص نے کہا۔

"پینیڈو کون ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"وہ جس کے حکم پر تمہیں یہاں لایا گیا ہے۔" اور مجھے گھوڑ
سوار یاد آگیا۔

"اس کی کیا حیثیت ہے۔؟"

"بحری حملوں کا سربراہ ہے۔ خود زدپاس اس کی عزت کرتا
ہے اور وہ تنہا ہے جو زدپاس کے پاس ہر وقت پہنچ سکتا ہے۔ پینیڈو کے
سر پر ایڈآس کا سایہ ہے اور اسے کوئی شکست نہیں دے سکتا۔" اس شخص
نے بتایا۔

"بہر حال میں باہر نکل آیا ہوں اور اب زدپاس کے پاس بھی جاؤں گا۔
میری ایک رائے ہے۔ تم میں سے پانچ بہادر نکل آئیں اور مجھ سے جنگ کریں
اگر مجھے شکست دے دیں تو ٹھیک ہے اور اگر میں انہیں شکست دے دوں تو
پھر مجھے نہ روکا جائے۔ میں ابھی اتنے لوگوں کو قتل نہیں کرنا چاہتا کہ پھر
زدپاس سے دوستی کی کسی گفتگو کا امکان نہ رہے۔"

اور وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ بہر حال وہ
مجھ سے مرعوب ہو گئے تھے۔ لیکن اس سے قبل کہ وہ کوئی فیصلہ کریں۔
پینیڈو چند گھوڑے سواروں کے ساتھ آتا ہوا نظر آیا۔ آن کی آن میں اس کا
گھوڑا ہمارے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے مجھے اور ٹوٹے ہوئے دروازے
کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔

"یہ سب کیا ہے۔؟" اس نے اپنے آدمیوں سے پوچھا، اور

اس کے آدمی اسے صورتحال بتانے لگے — پنیڈو کے چہرے پر خوفناک تاثرات نظر آئے۔ اور پھر وہ دانت پیستا ہوا بولا۔

"دیوتاؤں کی قسم، اگر میں زدپاس سے تیرا تذکرہ نہ کر چکا ہوتا۔ دیوتاؤں کی قسم اگر زدپاس تجھ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کر چکا ہوتا تو میں تیری گردن کاٹ کر ساحل کے نزدیک ریت پر ایک لمبے بانس میں لٹکا دیتا اور ڈھول بجانے والے پانچ دن تک اس کے نزدیک بیٹھ کر ڈھول بجاتے۔"

"تو یہ نہ کر سکتا پنیڈو — اور تو یہ کبھی نہ کر سکے گا — ہاں میں تیرے ساتھ جو سلوک کروں گا اس کا انتظار کر — بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا فی الحال تو مجھے بتا، کیا چاہتا ہے —؟"

"زدپاس نے تجھے طلب کیا ہے۔"

"میں بھی اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اسے لے آؤ —!" پنیڈو نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور میں نے لیپاس کو اشارہ کیا۔ لیپاس بھی میرے نزدیک آگئی — اور دوسرے لوگوں نے ٹوٹے دروازے کو اس کی جگہ جما دیا۔

"میرے ساتھیوں میں سے کسی کو اگر کوئی تکلیف پہنچی — تو — اس کے نتائج کی پوری ذمہ داری تم لوگوں پر ہوگی —" میں نے کہا۔ اور پھر ہم پیدل ہی زدپاس کے محل کی طرف چل پڑے۔

بہرحال ان لوگوں سے کوئی شکوہ ہی نہیں تھا جو کھلنے تک کو بندے کے تھے — ہم خاموشی سے زدپاس کے محل پہنچ گئے۔ یہاں ہمیں لانے والے باہر رک گئے — صرف پنیڈو اور اس کے چھ قدآور ساتھی میرے اور لیپاس کے چاروں طرف پھیل گئے — پنیڈو ہمارے آگے چل رہا تھا —!

اس طرح ہم زدپاس کے محل میں داخل ہوئے — زدپاس اس وقت دربار میں نہیں تھا، بلکہ اپنے عشرت کدے میں تھا — اس نے صبح کا غسل کیا تھا، اور اس وقت نیم برہنہ ایک آرام دہ تخت پر دراز تھا، جہاں چند خوبصورت لڑکیاں اس کے بدن پر کسی روغن کی مالش کر رہی تھیں۔ ہمیں دیکھ کر اس نے ہاتھ اٹھا لیا اور مالش کرنے والی لڑکیاں رک گئیں — فربہ بدن کے اس کریہہ صورت شخص کی آنکھوں کے پپوٹے جھکے ہوئے تھے۔ اس کے بال بہت لمبے تھے اور قد بہت چھوٹا تھا —! اسے دیکھ کر ذہن کو کراہت کا احساس ہوتا تھا۔ ! تاہم — ہم اس کے سامنے پہنچ گئے — پنیڈو ہمارے ساتھ ساتھ تھا۔

"خوش آمدید — معزز مہمانو — خوش آمدید — خوب۔ بہت خوب! تو یہ ہیں آنے والے — آؤ — آؤ — کہو — ہمارے ہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی —؟" بے غیرت شہنشاہ زدپاس نے پوچھا۔

"نہیں معزز زدپاس — سوائے اس کے کہ ہمیں وہاں رکھا گیا جہاں شاید مویشی بندھتے ہیں — اور ہم کل صبح سے بھوکے ہیں — اس کے علاوہ ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی —" میں نے کہا۔

"اوہ — اوہ — یہ بہت اچھی بات ہے — مہمانوں کے آرام کا خیال رکھنا ہمارا فرض ہے — کیوں پنیڈو —" زدپاس نے مسکراتے ہوئے کہا — اور پھر پنیڈو سے بولا۔

"مہمانوں کی یہ تکلیف بھی رفع کر دی جائے پنیڈو — ان کے ساتھیوں کو عمدہ قسم کی آسائش فراہم کی جائے — اور ہاں دونوں معزز مہمانوں کو محل ہی میں ٹھہرا لیا جائے تاکہ ان کی مناسب تواضع ہو سکے —"

"ہمارے جہاز پر خوراک کا کافی ذخیرہ موجود ہے شہنشاہ زدپاس! میرے خیال سے ہمارے ساتھیوں کو جہاز پر منتقل کر دیا جائے — ہم انتظار کریں گے —"

"اوہو — اوہو — تم فکر نہ کرو میرے دوست — میں ان کے لئے خصوصی احکامات جاری کروں گا — بس تم بے فکر ہو جاؤ — تو سنو پنیڈو۔ مہمانوں کے قیام کا بندوبست تمہارے ذمہ — اور ہاں رات کو ہم ان سے ان کی آمد کا مقصد پوچھیں گے — تم جانتے ہو دن کی روشنی میں ہم کوئی کام نہیں کر سکتے —"

پنیڈو نے گردن خم کر کے آمادگی کا اظہار کیا — اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا — "آؤ خوش نصیبو — بہت کم لوگوں کو شہنشاہ زدپاس کا مہمانِ خاص بننے کا شرف حاصل ہوتا ہے —"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور بہرحال آمادگی ظاہر کر دی۔ میں حتی الامکان کسی تصادم سے بچنا چاہتا تھا —! محل کے جس کمرے میں ہم نے قیام کیا وہ خوب آراستہ تھا — ہمیں اعلیٰ درجے کا ناشتہ دیا گیا — اور ہم نے بے تکلفی سے ناشتہ کیا — لیپاس آزردہ تھی لیکن میں نے اسے تسلی دی اور کہا کہ ہوگا وہی جو ہم چاہتے ہیں، بس تھوڑی سی احتیاط کی جا رہی ہے۔

"تم نے دیکھا میکارا — ان بدنیتوں کا کوئی ایمان نہیں ہے۔ یہ مکار اور ذلیل فطرت ہیں — ان سے کسی بہتری کی امید کیوں کی جائے —؟"

"آج رات کی گفتگو میں، میں زدپاس سے کھل کر گفتگو کروں گا اور اس کے بعد ہم فیصلہ کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے —" میں نے جواب دیا۔ اور پھر پورا دن سخت الجھن کے عالم میں گزرا۔ مجھے خود پر ہنسی آرہی تھی، صدیوں سے آزاد — عام انسانوں سے علیحدہ زندگی گزارنے والا کس چکر میں پھنس گیا تھا۔ بات صرف میری ہوتی تو زدپاس کی ایسی تیسی — دیکھ لیتا اسے اور اس کے ساتھیوں کو — لیکن اس وقت مسئلہ ان کا تھا جو ہمارے ساتھ آئے تھے۔

"نہ جانے ان لوگوں کو خوراک ملی یا نہیں —" لیپاس نے آزردگی سے کہا۔

میں پورے وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اس لئے خاموش رہا۔ اور وقت گزرتا رہا — یہاں تک کہ رات ہوگئی — ہمیں دوپہر کا کھانا بھی ملا تھا۔

شراب بھی آئی تھی۔ بہرحال ہمارا پورا پورا خیال کیا گیا تھا۔ پھر رات کو طلبی ہوگئی۔ جس جگہ ہمیں پہنچایا گیا وہ ایک خوشنما باغ تھا۔ رنگین شمعیں درختوں میں لگائی گئی تھیں۔ حسین تخت بڑے ہوئے تھے۔ پھولوں کے کنج کے کنج بھرے ہوئے تھے۔ ہر جھنڈ کے سائے میں ایک تخت موجود تھا جس پر کوئی حسینہ اور کوئی بوالہوس عیش پرست امیر دراز تھے۔ لباس نہ ہونے کے برابر۔ شراب کباب میں غرق۔ ایک کنج کے ساتھ موسیقار بیٹھے عجیب بے ہنگم ساز بجا رہے تھے۔ نسوانی قہقہے اُبل رہے تھے۔

ہمارے داخل ہوتے ہی زدپاس نے ہاتھ اٹھایا اور ساز رُک گئے۔!

"آؤ۔ آؤ میرے دوستو۔ آؤ تایورس کے فیقلوس سے آنے والو۔ کیا اس حسین ماحول نے تمہیں متاثر نہیں کیا۔ آؤ۔ بیٹھو، یہ دونوں تخت تمہارے لئے ہیں اور ان پر دراز حسینائیں تمہاری منتظر ہیں۔" زدپاس نے اپنے نزدیک کے دونوں تخت کی طرف اشارہ کیا۔ جن پر دو خوبصورت لڑکیاں دراز تھیں۔

"شہنشاہ زدپاس۔ بہتر ہے کہ پہلے ہم اپنے مشن کے بارے میں گفتگو کریں۔ اس کے بعد تمہاری اس محفل سے زیادہ لطف اندوز ہو سکیں گے۔"

"مشن۔ ہر ذی روح کی زندگی کا صرف ایک مشن ہے۔ زندہ رہے اور عیش کرے۔ تم کونسے مشن کی بات کرتے ہو۔؟" زدپاس نے جھومتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لوگ ہنسنے لگے۔

"وہ مشن جو تایورس نے ہمارے سپرد کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تایورس۔ نہیں نہیں۔ وہ زندگی دینے والوں میں سے نہیں ہے۔ تم سوچو۔ غور کرو۔ تمہیں دنیا میں لانے والا تایورس نہیں ہے۔ جب وہ تمہیں یا کسی کو دنیا میں نہیں لا سکتا، تو پھر وہ تمہاری زندگی پر مسلط ہونے کا کیا حق رکھتا ہے۔؟ بولو۔ جواب دو۔"

"زندگی کے کچھ اور مقاصد بھی ہوتے ہیں زدپاس۔ زندگی صرف شراب اور عورت تک محدود نہیں ہے۔"

"غلط۔ زندگی صرف اس کا نام ہے جو اپنے لئے گزاری جائے اور یہ دونوں چیزیں زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہیں۔ تم نے تایورس کا مشن کیوں قبول کیا ہے۔ زندہ رہنے کے لئے۔ تمہاری موت کے بعد تایورس کسی دوسرے انسان کا انتخاب کرے گا۔ زندہ رہو میرے دوستو اور زندگی سے لطف اٹھاؤ۔ خادماؤ۔ مہمانوں کو خوش کرو۔"

"نہیں زدپاس۔ ہم یہاں عیش کرنے نہیں آئے۔ اگر تم ہمارے مشن کے بارے میں گفتگو کرنے پر تیار نہیں ہو، تو ہمیں جانے کی اجازت دو۔ ہم تایورس سے کہہ دیں گے کہ لیبورنس کے شہنشاہ نے ہمیں واپس لوٹا دیا۔"

"مشن مشن مشن۔ آخر تمہارا مشن ہے کیا۔؟"

"انتہائی اہم۔ تمہارے لئے بھی فائدہ مند اور دوسروں کے لئے بھی۔"

"اچھا۔ میں انتہائی خوش و خرم ہوں۔ میرے فائدے کی کوئی بات مت کرو۔ ہاں بتا سکتے ہو تو صرف یہ بتا کر کیا تمہاری نگاہ میں کوئی ایسی حسینہ ہے جو حسن میں اپنی مثال نہ رکھتی ہو۔؟" زدپاس رازدارانہ انداز میں بولا۔ اور میری آنکھوں کا رنگ بدلنے لگا۔ اور اسی وقت باغ کے ایک گوشے سے روشنی پھوٹی اور تین چار خادمائیں رنگین مشعلیں لئے آگے بڑھتی نظر آئیں۔ ان کے درمیان کوئی چل رہا تھا۔ چاروں طرف دراز جوڑے اُٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے خوشی کا نعرہ لگایا۔

"ای۔ تھا۔ ایتھا۔ ! ایتھا۔!"

خادماؤں کے جھرمٹ میں چلنے والی نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور نقرئی گھنگھرو بج اُٹھے۔ میری نگاہیں بھی بے ساختہ اس کی طرف اٹھ گئی تھیں۔ خاصی حسین عورت تھی۔ باریک رنگین ٹکڑوں کے لباس میں جو ایک مخصوص طرز کا تھا اس نے انتہائی قیمتی زیورات بھی پہنے ہوئے تھے جن میں جڑے ہوئے قیمتی نگینوں کا عکس اس کے چہرے پر پڑ کر۔ قوس و قزح پیدا کر رہا تھا۔ اس انداز میں بلا شک وہ بے حد حسین نظر آ رہی تھی، نزاکت سے آگے بڑھتی ہوئی وہ زدپاس کے نزدیک پہنچ گئی اور زدپاس بھی تخت سے اُتر کر کھڑا ہو گیا۔!

"آہ۔ ایتھا۔ تو ایسے وقت آتی ہے کہ ہماری محرومیاں منہ پھاڑ کر ہمارے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں۔ آہ غور کر۔ شراب کا سرور جب ہمارے رگ و پے میں زندگی دوڑا رہا ہو، ہم تیری آرزو کیوں نہ کریں۔ لیکن افسوس۔ تو ہمارے لئے اس قدر مقدس ہو گئی کہ اب ہم تیرا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ مبادا ایداس ناراض نہ ہو جائے۔ بتا کیسے آئی ہے اس وقت۔ کون سا کام تجھے کھینچ لایا ہے۔" زدپاس عجیب سے لہجے میں بولا۔

"مسخرے شہنشاہ۔ تیری بے وقت کی راگنی کچھ اچھی نہیں لگتی۔ اس لئے فضول باتوں سے پرہیز کیا کر۔ میں تجھ سے ایداس کے اس معبد کے بارے میں بات کرنے آئی ہوں جو ابھی تک تکمیل کو نہیں پہنچا۔ میں جاننا چاہتی ہوں کہ اس کی تکمیل میں کتنا وقت لگے گا۔؟"

"اچھا۔ ایتھا بیٹھ جا۔ لڑکیو ہٹ جاؤ۔ مجھے لیبورنیس کے مایہ ناز حسن کے پہلو میں بیٹھنے کا فخر حاصل ہونے دو۔ بیٹھ جا ایتھا۔!"

"میں ایک بار پھر کہتی ہوں کہ فضول باتوں سے پرہیز کر۔!"

"لیکن سوچ تو سہی ایتھا۔ کیا یہ وقت ایسی باتوں کے لئے مناسب ہے۔؟" زدپاس مظلومیت کے انداز میں بولا۔

"ہاں۔ مجھے معلوم ہے دن میں تو کسی اُلو کی مانند ہوتا ہے۔ اس وقت تیری عقل تیرے دماغ میں نہیں ہوتی۔ اس وقت تیرے حواس تیرے قبضے میں نہیں ہوتے۔ وہ وقت تو تجھ سے بات کرنے کے لئے بالکل ناموزوں

ہوتا ہے۔"

"اچھا۔۔۔!" زدپاس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ "اچھا۔ تو یہی سہی ۔۔۔ تو ایتھا اس کے لئے کل تک کی مہلت لے۔۔۔ میں سارتیس سے معلومات حاصل کر کے تجھے اطلاع دوں گا۔"

"اینڈاس تجھ سے جواب طلبی کرے گا۔ اسے یاد۔۔۔" ایتھا نے کہا اور اچانک ہی اس کی نگاہ ہم دونوں کی طرف اٹھ گئی ۔۔۔ اس نے ہمیں حیرت سے دیکھا اور پھر چند قدم آگے بڑھ آئی ۔۔۔!

بڑی بے باک نگاہیں تھیں اس کی۔ مگر بڑی حسین آنکھیں تھیں، کون تھا جو ان آنکھوں کے سحر میں گرفتار نہ ہو جاتا ۔۔۔ وہ قریب سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی ۔۔۔ پھر اس کے منہ سے ہلکی سی بڑبڑاہٹ نکلی۔

"دیوتاؤں کی قسم ۔۔۔ دونوں اپنے اپنے رنگ میں یکتا ہیں۔ ایک کے چہرے اور بدن پر مردانگی چھائی ہوئی ہے۔ تو دوسرا ایک انوکھی دلکشی لئے ہوئے ہے۔ اس کا بدن گداز ہے اور اس کے چہرے پر ایسی کشش ہے کہ دل بے اختیار کھنچتا ہے۔ کون ہیں یہ دونوں۔۔۔؟ کہاں سے آئے ہیں زدپاس ۔۔۔؟"

"یہ ۔۔۔ یہ فیقلولیہ کے قاصد ہیں ۔۔۔ تائیورس کا کوئی پیغام لائے ہیں۔"

"خوب ہیں دونوں ۔۔۔ قاصد تو مہمان ہوتے ہیں۔ کیا ہم انہیں اپنا مہمان نہیں بنا سکتے زدپاس ۔۔۔؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ اور عجیب تھی اس کی مسکراہٹ ۔۔۔ پورے بدن میں سرسراہٹ دوڑ جاتی تھی۔

"اینڈاس اسے پسند کرے گا؟" زدپاس ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"وہ میرا اور اینڈاس کا معاملہ ہے۔ تجھے اس کے درمیان مداخلت کی اجازت نہ ہوگی۔ کیا تم آج کی رات میرے مہمان نہیں رہو گے انوکھے انسانو؟" اس نے براہِ راست ہم سے سوال کیا۔

"کل کی رات ایتھا۔ آج رات میں ان سے تائیورس کے پیغام کے بارے میں گفتگو کروں گا۔"

"خیر ۔۔۔ کل کی رات سہی ۔۔۔ لیکن کل رات تک کے لئے یہ لوگ تیرے پاس ہماری امانت ہیں ۔۔۔ یہ امانت ہم تک پہنچ جانی چاہیئے ۔۔۔ ہم کل رات انتظار کریں گے۔" اس نے ہاتھ اٹھایا۔ اس دوران اس کی نگاہ ایک لمحے کے لئے ہمارے اوپر سے نہیں ہٹی تھی ۔۔۔ اور وہ واپس بھی گئی تو ہمیں گھورتی ہوئی۔ پھر وہ باغ کے آخری گوشے سے نکل گئی۔ تو لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے ۔۔۔ لیکن زدپاس کے چہرے کی شگفتگی رخصت ہو گئی تھی۔

"غور سے سنو تم دونوں۔ غور سے سنو ۔۔۔ وہ دیوتا کی منظورِ نظر ہے۔ کس کی مجال ہے کہ وہ دیوتا کی منظورِ نظر پر آنکھ جمائے ۔۔۔ اس کی آنکھ میں بینائی نہیں رہتی ۔۔۔ وہ گردن شانوں پر نہیں رہتی ۔۔۔ تاہم وہ [illegible] ہے۔ ناقص العقل، فاترالحواس ۔۔۔ اس کی باتوں میں نہ آنا ۔۔۔ ورنہ اینڈاس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ بہت ہی لمبے ۔۔۔!"

"ہم دونوں کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم ہم سے بات کرو۔ اس کے بعد ہم یہاں نہ رہیں گے۔ ہم کل ہی واپسی کے لئے لنگر اٹھا دیں گے۔" میں نے جواب دیا۔ اور زدپاس نے پہلی بار ہمیں حیرت کی نگاہ سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تعجب بھرا ہوا تھا ۔۔۔ کئی منٹ تک وہ منہ پھاڑے ہمیں دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"کیا کہا تم نے ۔۔۔؟ کیا کہا۔ کیا تم ۔۔۔ کیا تم ۔۔۔ اگر تمہیں موقع مل جائے تو ایتھا کا قرب پسند نہ کرو گے۔ تمہارے دل اس کے حسن کے جال سے آزاد ہیں ۔۔۔؟"

"ہمارے لئے وہ ایک عام عورت سے بھی کمتر ہے۔ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"سخت حیرت کی بات ہے ۔۔۔ واقعی سخت حیرت کی بات ہے۔ کم از کم اس معاملے میں تم قابلِ قدر انسان ہو ۔۔۔ واقعی خوب ہو۔ مگر ۔۔۔ تائیورس نے آخر کیا پیغام بھیجا ہے تمہارے ہاتھ ۔۔۔؟"

"شہنشاہ زدپاس اگر غور سے سنئے ۔۔۔!"

"اب تو سننا ہی پڑے گا حیرت انگیز لوگو ۔۔۔ تم نے بڑی تعجب خیز بات کہی ہے۔ بتاؤ تو سہی ۔۔۔ کچھ کہو تو سہی ۔۔۔"

"ہم نے تھیوڈوس کو شکست دی ہے۔ سمندری لٹیرے تھیوڈوس کو ۔۔۔ تائیورس کی فوجوں نے اسے شدید نقصان اٹھا کر واپس بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے ۔۔۔ لیکن تھیوڈوس بہت [illegible] ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ سارے جزائر یکجا ہو کر اس سے جنگ کریں ۔۔۔ اس لئے ہم تم سے ایک عہدنامہ چاہتے ہیں جس کی رو سے اگر تھیوڈوس فیقلولیہ پر حملہ آور ہو تو فیقلولیہ کے سمندروں کو اس کا قبرستان بنا دیا جائے۔"

"ارے ۔۔۔ اس سمندری بلا کو تم نے شکست دی ہے۔ تم لوگ فرشتے ہی تو نہیں ہو۔ بھلا وہ بھی قابلِ تسخیر ہے۔ ناممکن ۔ ناممکن تم بالکل جھوٹے ہو ۔۔۔ ناقابلِ یقین بات کہہ رہے ہو ۔۔۔ اور اگر میں اسے سچ بھی مان لوں تو کیا میں پاگل ہوں کہ کسی جنگ میں شریک ہو جاؤں۔ میرا دماغ خراب ہوا ہے جو تباہی کو دعوت دوں ۔۔۔ ارے احمقو کیا تم سب پاگل ہو ۔۔۔؟"

"نہیں زدپاس ۔۔۔ ہم پاگل نہیں ہیں ۔۔۔ ہم چاہتے ہیں کہ تھیوڈوس کے خطرے سے تمہیں، ہمیں سب کو نجات مل جائے ۔۔۔!"

"مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے ۔۔۔ وہ ہمارے پہاڑوں کی سیاہ دھات سے جلتا ہے ۔۔۔ لے جاتا ہے، ہمیں اس کا کرنا بھی کیا ہے۔ چنانچہ بھلا تائیورس احمق ہے۔ کیوں اس احمق کے لئے مارے مارے پھر رہے ہو ۔۔۔؟"

"تو یہ تمہارا جواب ہے زدپاس ۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔ لیپاس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا ۔۔۔ وہ اپنے بھائی کی شان میں ایسے گستاخانہ کلمات برداشت نہ کر [illegible]

"ہاں ۔ ہاں ۔۔۔ ہر سمجھدار شخص کا یہی جواب ہوگا جو میرا ہے۔

بس اب جاؤ — یہاں سے بھاگ جاؤ — مگر نہیں — ٹھہرو، جاؤ گے کہاں — وہ مصیبت النسا تمہیں اپنی امانت بنا کر سونپ گئی ہے اور بہرحال کل تمہیں اس کے حوالے کرنا ضروری ہے — کل کے بعد — کل کے بعد — پنیڈ خود تمہارے بارے میں فیصلہ کر دے گا — کل کی رات تم ان کے ہاں ضرور جاؤ گے — لیکن، جو کچھ میں نے کہا ہے اسے ذہن میں رکھنا — یہی تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔"

"نہیں زدپاس — ہم واپس جانا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ تو ممکن نہ ہوگا میرے دوستو — بات اب میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے — اور تم جانتے ہو کہ عورت سے زیادہ زہریلی ناگن روئے زمین پر نہ ہوگی — یہ جب جھنجھلا جاتی ہے — یہ جب کاٹتی ہے تو انسان بلبلا بھی نہیں سکتا — نہیں میرے بھائی — میری ہمت نہیں ہے کہ تمہیں نکل جانے دوں — جاؤ، جاؤ — آرام کرو — کل رات کے لئے خود کو تیار کرو — خود سوچو — تمہیں اس کی خواہش پر کیا کرنا ہوگا — یہ سوچنا تمہارا فرض ہے میرا نہیں — سپاہیو انہیں ان کی قیام گاہ پر پہنچا دو —!"

اور ہم اس نیم پاگل انسان کے پاس سے واپس محل کے اس کمرے میں آگئے جہاں ہمیں ٹھہرانے کا بندوبست کیا گیا تھا —!

لیپاس اب بھی غصے سے ہونٹ چبا رہی تھی — اس کی آنکھوں سے عجیب سے تاثرات ہویدا تھے — میں نے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"کیا سوچ رہی ہو لیپاس —؟"

"غلطی مجھ سے ہی ہوئی ہے میکارا — سمت کا صحیح تعین کئے بغیر ہمیں نہیں چلتے رہنا چاہئے تھا — یہاں آ کر جن الجھنوں سے دوچار ہونا پڑا ہے — وہ صرف میری پیدا کردہ ہیں — مجھے افسوس ہے —" لیپاس نے جواب دیا

"فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میری جان — میں ان سب کو ٹھیک کرنے کی قوت رکھتا ہوں — صرف اس لئے خاموش ہوں کہ ہمارے آدمیوں کو گزند نہ پہنچ جائے — کسی طرح ان سب کو نکال کر جہاز پر پہنچا دیا جائے — اس کے بعد جہاز کو روانہ کر دو — میں یہاں رک کر ان کا دماغ درست کر دوں گا اور ان کی ماں بہو اس کا مزہ چکھا دوں گا۔"

"اوہ — نہیں میکارا — جہنم میں جائیں یہ کمبخت — ہم بس یہاں سے نکل جائیں — اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں چاہتی —" لیپاس نے اس بار پھر خالص عورتوں کی سی بات کی اور میں نے ہنستے ہوئے اسے سینے سے بھینچ لیا۔

"اب کیا ارادہ ہے میکارا —؟" اس نے پوچھا۔

"کل رات — کل رات ممکن ہے کچھ کام بن جائے — یہ زدپاس تو انتہائی ناکارہ ثابت ہوا —"

"کل رات — تو کیا کل رات تم اس فاحشہ کے پاس جانا پسند کرو گے؟" لیپاس بولی۔

"تم بھی تو ساتھ ہو گی لیپاس —"

"یہ اور الجھن کی بات ہے — وہ بدبخت مجھے بھی مرد سمجھ رہی ہے، اور اس کی نگاہ ہم دونوں پر ہے —"

"ہاں — یہ الجھن ہے لیکن پہلی بار تم مجھے اس کے ساتھ رہنے دینا — پھر وہ کسی مرد کی خواہش نہ کرے گی۔"

"اوہ — اوہ تو — تو — تم اس کے ساتھ اس کے پہلو میں رات گزارو گے —؟" رقابت بول اٹھی۔

"اس کے لئے تم سے معذرت خواہ ہوں لیپاس — اگر یہ ایک اہم ضرورت نہ ہوتی تو میں یہ پسند نہ کرتا — لیکن اب تم ہی سوچو — تم ہی خیال کرو کہ اس کے علاوہ اور کیا ترکیب رہ گئی ہے —؟"

"کیا مطلب —؟"

"تم نے دیکھا — تم نے سنا — ایتھا کسی کی منظورِ نظر ہے اور دیوتا کی محبوبہ کو شہنشاہ زدپاس بھی خراب نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا — اس کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ زدپاس پر حاوی ہے — تو اگر دیوتا کی محبوبہ ہماری دوست بن جائے تو کیا ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے — میرا خیال ہے یہ مشکل نہیں ہوگا۔" میں نے کہا اور لیپاس گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی — پھر اس نے گردن اٹھائی تو اس کی آنکھوں میں کرب تھا —!

"میں ساری رات تڑپتی رہوں گی — وہ راتیں پھر واپس آجائیں گی، جب میں اس تصور میں جلتی تھی کہ تم کسی کی آغوش میں ہو میکارا — ہاں میکارا — اب میں اعتراف کرتی ہوں کہ مرقوسہ کی محبوبہ، لیمورا کی ملکہ کے ساتھ تم نے جو راتیں گزاری تھیں وہ راتیں میں نے انگاروں کے بستر پر گزاری تھیں — مجھے ان راتوں ایک پل چین نہیں ملا تھا — بڑی بھیانک راتیں تھیں وہ میرے لئے — اور اب ایسی ہی ایک رات پھر آگئی ہے —"

"تم اس رات کو مصلحت کی رات قرار دو گی لیپاس — میں بھی اسے ضرورت کی رات سمجھوں گا — میرا وعدہ —" میں نے کہا اور لیپاس نے مجبوری کی حالت میں گردن ہلا دی —

سارا دن ہماری نگرانی کی گئی — محل کے دوسرے حصوں میں جانے کی بھی اجازت نہیں تھی — عجیب سا دن گزرا تھا دوسرا — لیپاس بھی رات کے تصور سے اداس تھی اور میں بھی بیزاری محسوس کرتا رہا تھا — بعض اوقات مجھے سخت کوفت ہونے لگتی تھی — چند انسانوں کے لئے میں نے اپنی فطرت کو دبایا ہوا تھا — ورنہ بیسورنیس کے ان بدمعاشوں کی ساری بدمعاشی نکال دیتا — بہرحال اب مجبوریاں مول لے ہی لی تھیں — تائیوریں کی دوستی کے لئے — لیپاس کی اپنائیت کے لئے یہ بھی کرنا تھا — ہاں جب رات آئی تو ایتھا کی دلکش صورت نگاہوں میں گھوم گئی —!

دیوتا کی محبوبہ شہنشاہ تک کے لئے عنقا ہے — لیکن اس کی دعوت — اس کی اس دعوت کو میں بخوبی سمجھتا تھا — اور پھر ہمیں بلوا لیا گیا — یہاں بھی عورتوں کی طرح رتھ میں سفر کرنا پڑا تھا —!

نہ جانے کتنا فاصلہ طے کر کے رتھ ایک خوبصورت عمارت کے پاس پہنچ گیا۔ ہم دونوں سے اترنے کے لئے کہا گیا۔ اور رتھ سے اتر کر ہم نے ایک حسین منظر دیکھا۔ ایک انتہائی دلکش باغ تھا۔ پھلوں کے درختوں سے بھرا ہوا۔ حسین پھولوں کی خوشبو سے مہکتا ہوا اور اس کے درمیان چھوٹی سی حسین عمارت کھلونے کی مانند رکھی ہوئی تھی۔ رنگین شمعیں روشن تھیں۔ اور خوش لباس کنیزوں کی قطار کھڑی ہوئی تھی۔!

دو کنیزوں کی رہنمائی میں ہم آگے بڑھے۔ ایک بھی مرد نظر نہیں آرہا تھا۔ چاروں طرف عورتیں ہی عورتیں بکھری ہوئی تھیں حسین عورتیں۔ ہم ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے عمارت میں داخل ہو گئے۔ اور پھر ایک بہت بڑے ہال میں بہت سی خوش شکل کنیزوں نے ہمارا استقبال کیا۔ ہال جس دلکش انداز میں سجا ہوا تھا اسے دیکھ کر روح کھنچتی تھی۔ جگہ جگہ حسین عورتیں لباس سے عاری۔ مجسموں کے انداز میں کھڑی تھیں۔ ان کے جسموں پر مختلف رنگ کئے گئے تھے تاکہ وہ پتھر کی معلوم ہوں۔ ان کے نسوانی نقوش کی جانب رنگوں سے خاص رہنمائی کی گئی تھی۔ یہ زندہ مجسمے خوب سجائے گئے تھے اور بظاہر ان پر مجسموں کا ہی گمان ہوتا تھا۔ لیکن جب وہ ایک انداز میں کھڑے کھڑے تھک کر پہلو بدلتیں تب احساس ہوتا کہ بہرحال ان کی رگوں میں زندگی دوڑ رہی ہے۔!

ہال میں ایتھا موجود نہیں تھی۔ ہمارے لئے دو حسین کرسیاں لگی تھیں جن پر ہم سے بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ اور میں اور لیپاس بیٹھ گئے۔ تب اچانک ساز بج اٹھے۔ سازندے نگاہوں سے روپوش تھے، دھنیں تیز ہوتی گئیں۔ اور پھر گھنگھروؤں کی جھنکار گونجی اور ایتھا ہال میں آئی۔ بال بال موتی پروئے۔ ساری قیامتیں خود پر سجائے ہوئے، رقص کے انداز میں۔ اور ایسا دلکش رقص کیا اس نے کہ نہ صرف میں بلکہ لیپاس بھی گم ہو گئی۔ سب بھول گئے ہم دونوں۔ بلاشبہ۔ وہ عظیم فنکارہ تھی، اور سچ بات یہ ہے پروفیسر۔ کہ اس کے ساتھ رات کی تنہائی میں گزارنے والے لمحات میری آرزو بن گئے۔ گو میں اس کا اظہار لیپاس سے نہیں کر سکتا تھا۔! پھر جب ایتھا تھک گئی تو ساز بند ہو گئے۔ وہ فرش پر بیٹھ گئی۔ بڑا دلکش انداز تھا اس کے بیٹھنے کا۔ اور میں نے دل کھول کر اسے داد دی لیکن یہ کوئی ایسی بات نہ تھی۔ لیپاس سمجھ رہی ہوگی کہ میں اسے شیشے میں اتار رہا ہوں۔

تب ایتھا نے ہماری طرف دیکھا اور مسکراتی ہوئی اٹھ گئی "رقص پسند آیا۔؟" اس نے پوچھا۔

"بے حد۔ بے پناہ۔" میں نے کہا۔

"اور تمہیں حسین نوجوان۔؟" وہ لیپاس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔!

"میرے پاس تو اپنی پسند کے اظہار کے الفاظ نہیں ہیں۔" لیپاس جلدی سے بولی۔ اور میں نے سکون آمیز نگاہوں سے اس کی... طرف دیکھا۔

"تم دونوں اتنے دلکش ہو کہ میں فیصلہ نہیں کر پا رہی کہ کسے پسند کروں یقین کرو۔ میں نے ایسا انوکھا مردانہ حسن نہیں دیکھا۔ تمہاری دلکش صورت آنکھوں میں کھب جاتی ہے تو تمہاری انوکھی مردانگی۔ کیسی حسین جوڑی ہے۔ آؤ کھانا کھا لیں۔" اس نے کہا اور ہم اٹھ گئے۔

وہ چھم چھم کرتی ہمارے ساتھ دوسرے کمرے میں آئی۔ یہاں طعام کا انتظام ہو چکا تھا۔ چنانچہ ہم بیٹھ گئے۔ ایتھا نے بھی ہمارے ساتھ ہی کھانا کھایا تھا۔!

پھر اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ اس نے شراب کے دو پیالے بھرے اور ان پر سرپوش ڈھانک دیا۔ دو قسم کی شراب تھی۔ تب اس نے ایک کنیز کو بلایا۔ اور اس سے کہا کہ سرپوش کے نیچے سے ایک پیالہ نکال لے۔ کنیز نے ایک پیالہ نکال کر سامنے رکھ دیا۔ اس کی شراب سرخ تھی۔ دوسرے پیالے میں سبز شراب تھی۔

"بس تو جا۔!" اس نے کنیز سے کہا اور کنیز چلی گئی۔ ایتھا مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھنے لگی۔! "فیصلہ تمہارے حق میں ہوا ہے۔" اس نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔؟" میں نے کہا۔

"رات کا پہلا دور تمہارے ساتھ۔ اور دوسرا اس نوجوان کے ساتھ ہاں تم دونوں کے نام کیا ہیں۔؟"

"میرا نام میکارا۔ اور یہ لیپاس۔" میں نے جواب دیا۔

"تو میکارا۔ سرخ شراب تمہارے نام کی تھی اور سبز لیپاس کے لئے۔ کنیز نے سرخ جام اٹھایا۔ اس لئے رات کا پہلا دور تمہارے ساتھ۔ لیپاس رات کا بقیہ حصہ میرے ساتھ گزارے گا۔"

"اوہ۔" میں نے طویل سانس لی۔ "یہ بھی اچھا ہی ہوا۔" میں نے شرارت آمیز نگاہوں سے لیپاس کی طرف دیکھا اور اس نے شرمائے ہوئے انداز میں نگاہیں جھکالیں۔ وہ اس بے باک عورت کی مانند نہ تھی۔

"آؤ میکارا۔ تمہاری قربت میرے ذہن کو جلا رہی ہے۔ آؤ ہم تنہائی میں چلیں۔ میں خوفزدہ بھی ہوں نہ جانے کب ایذا اس کی طرف سے طلبی ہو جائے۔"

اور میں معذرت آمیز نگاہوں سے لیپاس کو دیکھتا ہوا اٹھ گیا۔

"کنیزیں تمہارا دل بہلائیں گی لیپاس۔ لیکن تم آدھی رات تک سونے کی کوشش نہیں کرو گے۔ ہاں آرام کر سکتے ہو۔ اور کوئی کنیز اس وقت تک تمہارے قرب سے لطف اندوز نہیں ہو سکتی جب تک تم میرا

خلوت سے نہ نکل جاؤ۔۔ اس لئے خیال رکھنا۔۔" ایتھانے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے سے باہر نکل آئی۔۔!

پورے مکان کی طرح ایتھا کی خواب گاہ بھی بے حد حسین تھی۔ صحیح معنوں میں عیش کی زندگی گزار رہی تھی یہ عورت۔۔! خواب گاہ کی چوڑی نرم مسہری پر بیٹھ کر اس نے طویل انگڑائی لی اور اس کے سارے عضو نمایاں ہوگئے۔۔ میں نے بھرپور انداز میں اس کی پذیرائی کی تھی۔

"بوڑھے اور لجلجے بدن والے ایڈاس نے میرے جذبات میں زنگ لگا دیا ہے میکارا۔۔ اسی لئے تمہاری بھرپور جوانی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکی۔ ہو سکتا ہے ایڈاس مجھے اس رات کی سزا دے۔۔ لیکن اس کے باوجود میں خود کو نہیں روک سکتی۔"

"اگر یہ سزا ہماری طرف منتقل کر دی گئی تو کیا ہوگا ایتھا۔۔؟" میں نے پوچھا۔۔!

"ہرگز نہیں۔۔ مجرم میں ہوں جس کے گواہ زدپاس اور دوسرے لوگ ہیں۔ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔۔ اس لئے سزا صرف مجھے مل سکتی ہے لیکن کس کی مجال ہے کہ ایسا کرے۔۔ وہ جانتے ہیں کہ ایڈاس دیوتا بستر پر میرا غلام ہوتا ہے۔۔ اور جب اس کا غصہ فرو ہو جائے گا تو میرا انتقام کتنا بھیانک ہوگا۔"

"ایڈاس کہاں رہتا ہے۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"پرانے معبد میں۔۔ جو زیاس پہاڑ پر ہے۔۔ وہ مجھے روز طلب بھی نہیں کر سکتا۔۔ کیونکہ اس کی ہڈیوں کی جان نکلی جا رہی ہے۔" ایتھانے بتایا۔ اور مجھے بھی اس عورت کی بے باکی پر حیرت ہونے لگی۔۔ وہ کسی طور عورت کی باتیں نہیں کر رہی تھی۔۔ لیکن بہرحال کام کی عورت تھی اور میں اسے ایسے انداز میں ٹرش کرنا چاہتا تھا کہ وہ میری غلام بن جائے۔۔!

اور پروفیسر صدیاں گواہ ہیں۔۔ میری عورت نے کبھی زندگی میں دوسرے مرد کے بارے میں نہیں سوچا۔ میں نے تو عورت کی ایسی ایسی قسمیں دیکھی ہیں جو نہ جانے کیا تھیں۔۔ پھر میری نگاہ میں ایتھا کی کیا حیثیت ہوتی۔ میں عورت کی ایک ایک رگ سے واقف تھا۔ کیا مجال تھی جو ایتھا کہیں چونک نہ پڑتی۔۔ کیا مجال تھی پروفیسر کہ ایتھا پاگل نہ ہو جاتی۔

اور یہ وہی ایتھا تھی جو خود کو کوئی بلند شے سمجھتی تھی۔۔ یہ وہی ایتھا تھی جس کے چہرے پر جوانی تمتما رہی تھی۔۔ لیکن اب اس کے چہرے کی قندیل بجھ چکی تھی۔۔ اب اس کی آنکھوں میں مستقل تڑپ رہتا تھا۔۔ اور پھر وہ گفتگو شروع ہوگئی جس کے لئے میں تیار تھا۔

"آہ میکارا۔۔ آہ میرے دیوتا۔۔ تم کیا ہو۔۔ آہ تم دنیا کے انوکھے مرد ہو۔۔ میکارا۔۔ میکارا۔۔ اب تو۔۔ اب تو جینے کی تمنا نہیں رہی۔۔ میکارا اب تو تمہارے بنا زندگی گزارنے کا تصور بھی ناممکن ہے میکارا۔۔ میکارا۔۔ یہاں سے کبھی جانے کی کوشش مت کرنا۔۔ میرے میکارا۔ اگر کہیں جاؤ تو مجھے ساتھ لے چلنا میں تمہاری غلامی میں پوری زندگی بسر کر دوں گی!

"رات کافی گزر چکی ہے ایتھا۔۔ کیا تم لیپاس کو نہ بلاؤ گی۔۔؟"

"لیپاس۔۔ وہ۔۔ وہ۔۔ تمہارے قدموں کی خاک بھی نہیں ہے اب میں تمہارے علاوہ دنیا کے ہر مرد سے نفرت کرتی ہوں۔۔ میکارا۔۔ مجھے اپنے بازوؤں میں بھینچ لو تاکہ یہ تصور میرے ذہن سے مٹ جائے کہ کبھی تم مجھ سے دور بھی ہو سکتے ہو۔۔ مجھے اپنے بدن میں سمو لو میکارا۔۔ مجھے اپنی روح کا ایک جزو بنا لو۔" وہ بے پناہ چاہت کے ساتھ مجھ سے لپٹ گئی۔

"لیکن ایڈاس۔۔ اس کا کیا کرو گی۔۔؟"

"میں اس سے فریب کروں گی میکارا۔۔ اب تو مجھے اس سے اور شدت سے نفرت ہو گئی ہے۔۔ کچھ کرو میکارا۔۔ اب یہاں سے جانے کا خیال ذہن سے نکال دو۔"

"یہ کیسے ممکن ہے ایتھا۔۔؟"

"کیوں۔۔ کیوں ممکن نہیں ہے۔۔ نہیں میکارا۔۔ اب تم یہاں سے نہیں جا سکو گے۔۔ میں۔۔ میں خودکشی کر لوں گی۔۔ میں مر جاؤں گی میکارا۔"

"تب تمہیں میرے لئے کچھ کرنا پڑے گا میکارا۔۔ میں تمہارے پاس رہ سکتا ہوں۔" میں نے کوڑی پھینک دی۔

"میں تمہارے لئے دنیا کا ہر کام کر سکتی ہوں میکارا۔۔ بولو۔۔ بتاؤ میری زندگی۔" وہ میرے بدن کے ایک ایک حصے کو چومتی ہوئی بولی۔

"میرے ساتھی یہاں کتوں کی طرح قید کر دیئے گئے ہیں۔ میں انکی رہائی چاہتا ہوں۔۔ انہیں رہا کر کے جہاز میں واپس کر دیا جائے لیپاس کو انکے ساتھ روانہ کر دیا جائے۔۔ میں تمہارے پاس رہ جاؤں گا۔"

"بڑی آسانی ہے۔۔ بڑی آسانی سے یہ سب کچھ کر دیا جائے گا میکارا اس میں کوئی دقت نہ ہوگی مجھے۔۔ میں کل صبح ہی احکامات دیدوں گی زدپاس بزدل کتے کی کیا مجال ہے جو میرے حکم سے سرتابی کرے۔" ایتھانے کہا۔۔ اور میں نے اسے اور زور سے بھینچ لیا۔۔ میرا کام بن گیا تھا۔۔ لیکن ابھی کچھ اور باقی تھا۔۔ ابھی کہانی کو ایک نیا رخ اختیار کرنا تھا۔۔!

ایتھا میری آغوش میں مدہوش تھی کہ دروازہ کھلا۔۔ اور کچھ لوگ دوڑتے ہوئے ہماری خواب گاہ میں گھس آئے۔۔ ان میں بدہیئت زدپاس بھی تھا۔۔ پنیڈو بھی۔۔ اور سب سے آگے۔۔ ایک لمبے قد کا دبلا پتلا بوڑھا بھی تھا۔۔ جس کا حلیہ انتہائی عجیب تھا۔۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کی ایک لمبی چھڑی تھی۔۔! ایتھا بھی چونک پڑی۔۔! اس کی نگاہ بوڑھے پر پڑی، اور اس کے منہ سے دہشت زدہ آواز نکلی۔

"ایڈاس۔۔!"

ایذاس

کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ وہ خونی نگاہوں سے ایتھا کو اور مجھے دیکھ رہا تھا۔ گویا ایتھا نے بہت سی باتیں کی تھیں۔ مجھے بتایا تھا گو ایذاس دیوتا ہے۔ لیکن بوڑھا اس کا غلام ہے اور وہ اس سے بالکل خوفزدہ نہیں ہے۔ لیکن اس وقت اس کی جو حالت تھی اسے دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ ایتھا اتنی بہادر نہیں ہے جتنا خود کو ظاہر کر رہی تھی۔ ایذاس کو دیکھ کر جیسے اس کے بدن کا خون سوکھ کر رہ گیا تھا۔

"ای۔ تھا۔" ایذاس کی جاندار آواز ابھری۔ لیکن ایتھا بدستور سکتے کے عالم میں پڑی رہی۔ میں البتہ اٹھ گیا تھا

میں سوچ رہا تھا کہ حالات کا اندازہ کروں۔ ابھی ان حضرت سے بگڑنے میں فائدہ نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟ چنانچہ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"وہ تجھ سے زیادہ جرأت مند ہے ایتھا اور شاید اس لئے کہ۔ وہ ایذاس سے واقف نہیں ہے۔ لیکن تو تو ایذاس کو بخوبی جانتی ہے۔ کیا تیرا خیال تھا کہ آسمانوں کے عقدے حل کرنے والے کو لیبورنس کی ایک ذلیل رقاصہ دھوکہ دے سکے گی۔" ایذاس نے کہا۔ اور ایتھا نے ایک گہری سانس لی۔!

اس کے چہرے کے تاثرات بدلے۔ اور پھر ان میں تیکھا پن آنے لگا۔ پھر وہ اٹھی جیسے جاگ اٹھی ہو۔

تب وہ تن کر ایذاس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"تو نے۔ تو نے ان سب کے سامنے میری توہین کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے ایذاس۔! یہ۔ یہ جو تیرے ادنیٰ غلاموں میں سے ہیں۔ کیا میں تجھے یاد دلاؤں کہ میں تیری محبوبہ ہوں۔ کیا میں تجھے یاد دلاؤں کہ ایذاس کی محبوبہ کا درجہ ان کتوں سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ کیا میں تجھے بتاؤں کہ میرے ایک اشارے پر۔ تیری مدد سے ان کی گردنیں ان کے شانوں سے اتاری جا سکتی ہیں۔ کیا میں تجھے بتاؤں کہ یہ حق۔۔۔ تیرا ہی دیا ہوا ہے۔" ایتھا نے زہریلے لہجے میں کہا اور بوڑھے ایذاس کی شکل دیکھنے لگی۔

لیکن بوڑھے کے قہر و غضب میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی البتہ اس کے غصے میں بھی ایک پُراسرار سا ٹھہراؤ تھا۔ اور میں جانتا تھا کہ ایسے انسان کس قدر خطرناک ہوتے ہیں۔

"ہاں۔ یہ سب کچھ درست ہے ایتھا۔ تیری ایک ایک بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس وقت سے پیچھے چلی جا۔ جب میں نے تجھے دیکھا تھا۔ تو کیا تھی۔ ایک معمولی رقاصہ۔ تجھے تیری ماں نے زمین کے نیچے پرورش کیا تھا کہ تیرا حسن یکتا تھا۔ اور کیا تیری ماں کی یہ خواہش نہیں تھی کہ تجھے تیرے حسن کی پوری پوری قیمت ملے۔ اور کیا لیبورنیس کی مکمل حکمرانی تیرے حسن کی پوری قیمت نہ تھی۔ یہ نہ بھول ایتھا کہ اس سے قبل، جب تو ربِ اوساس کے معبد میں ایک رقاصہ کی حیثیت سے داخل ہوئی تھی تو صرف لیبورنیس کی ایک معمولی عورت تھی۔ یہ ربِ اوساس کی آنکھ تھی جس نے تجھے دیکھا۔ اور تیرے مرتبے کو بلند کرنے کی ہمیں ہدایت کی گئی۔ سو ہم نے تجھے محبوبہ بنا لیا۔ اور جو ایذاس کی محبوبہ ہو اسے کتنا بلند ہونا چاہیئے۔ لیکن غداری کی مرتکب ہو کر کیا تو اپنا سارا وقار نہیں کھو چکی ہے۔"

"تو کیا تو نے اپنی نگاہوں میں میری حیثیت ختم کر دی ہے ایذاس؟" ایتھا نے زہریلے انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ تجھے اس حال میں دیکھ کر۔"

"اور کیا اب تجھے میری ضرورت نہیں رہی۔؟"

"اس کا فیصلہ تجھ سے خلوت میں ہو گا۔"

"نہیں۔ فیصلہ ابھی ہو گا۔ کیونکہ تو نے مجھے ادنیٰ لوگوں کے سامنے ذلیل کیا ہے۔"

"انہی ادنیٰ لوگوں نے مجھے تیری غداری کی اطلاع دی ہے۔" ایذاس نے کہا۔

"تب انہی ادنیٰ لوگوں کے سامنے تو مجھے موت کی سزا دے۔ تاکہ ان کی وہ خواہش پوری ہو جائے جس کی تکمیل کے لئے یہ تیرے پاس گئے تھے۔ میں انہی کے سامنے تیرے عتاب کا شکار ہونا چاہتی ہوں۔"

"نہیں۔ میں خلوت میں۔۔۔" ایذاس نے کہنا چاہا۔

"ہرگز نہیں۔ تو یہیں میری سزا کا اعلان کر۔ تاکہ میں تیری خلوت کی کہانی عام کر دوں۔ مجھے بھی تو کچھ کہنے کا موقع دے ایذاس۔ اور ان کے سامنے جو سب کے دشمن ہیں، صرف اس لئے کہ میں نے ان کا کہا نہیں مانا۔"

"کہا نہیں مانا۔۔۔؟" ایذاس چونک پڑا۔

"ہاں۔ زدپاس۔ بوڑھے مریل گدھ نے ہمیشہ تجھے کوسا کہ تیری نگاہ میرے اوپر کیوں پڑ گئی۔ اور یہ ہمیشہ مجھے ترغیب دیتا رہا کہ میں تجھ سے پوشیدہ اس کی خلوت آباد کروں۔ اور جب میں نے انکار کیا تو آج اس نے میری لغزش سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔"

"نن۔ نہیں۔ نہیں یہ غلط ہے۔ یہ غلط ہے۔" زدپاس کانپ کر بولا۔

"اگر یہ غلط ہے تو۔ تو کانپ کیوں رہا ہے زدپاس۔ بول پھر تجھے کیا پڑی تھی کہ تو جا کر ایذاس کو بلا لایا۔۔؟"

"یہ ___ یہ میرا فرض تھا کہ میں ایذاس دیوتا کو تیری لغزش سے باخبر کروں ۔ اگر میں یہ بات تیری خاطر اس سے پوشیدہ رکھتا تو گناہ کا مرتکب ہوتا ۔ کل جب ایذاس دیوتا مجھ سے سوال کرتا کہ میں نے اس سے غداری کیوں کی، تو میں کیا جواب دیتا،" زدپاس جلدی سے بولا۔

"میں جانتی ہوں بوڑھے سانپ ۔ تو بے حد چالاک ہے ۔ لیکن میں تجھ سے کچھ نہ کہوں گی ۔ میں فیصلہ چاہتی ہوں ایذاس ۔" ایتھا بولی۔

"تیرا فیصلہ معبد میں ہوگا ۔ ! پہلے میں اس احمق کو اس کی ہمت کا مزہ چکھا دوں ۔ جس نے یہ جانتے کے باوجود کہ ایتھا میری محبوبہ ہے اسے آغوش میں لینے ۔۔ کی جرأت کی ۔" ایذاس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا ۔ تب میں ہنس پڑا ۔ اور میں نے لاپرواہی سے کہا ۔

"انوکھی بات ہے ایذاس ۔ تو سزا اسے دے رہا ہے جس کا کوئی قصور نہیں ہے ۔ پوچھ زدپاس سے ۔ کیا میں نے ایتھا کی آغوش میں آنے کی جرأت کی تھی ۔ کیا میں نے ایتھا کے آنے کے بعد بھی زدپاس سے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ مجھے جانے کی اجازت دے ۔ میں ایتھا کے پاس نہیں جانا چاہتا تھا ۔"

"کیا اس نے کہا تھا ۔؟" ایذاس نے پوچھا ۔

"مجھے ۔ مجھے یاد نہیں ۔!"

"تو کیسا دیوتا ہے ایذاس ۔ تجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ کوئی تیری محبوبہ کی آغوش میں ہے ۔ اگر یہ لوگ تجھے نہ بتاتے تو تجھے کبھی پتہ نہ چلتا ۔ اور پھر ان کا کیا پتہ چلتا ہوگا جو تیرے خلاف نہ جانے کیا کیا کرتے رہتے ہیں؟"

"کیا کہنا چاہتا ہے تو ۔" ایذاس دہاڑا۔

"یہی کہ تو ساری باتیں دوسروں سے معلوم کرتا ہے، جو دل چاہتا ہے دوسرے لوگ کہہ دیتے ہیں ۔ دیوتا ہو کر تیرا علم ناقص ہے اور کسی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ۔ اور تم لوگ ۔ معلوم ہوتا ہے بیوقوفوں اور گدھوں کی بستی ہے ۔ کوئی کچھ نہیں سوچتا ۔ بس اندھے اقدام ہوتے ہیں ۔ ارے تم لوگوں نے ایسے بےبس بوڑھے کو دیوتا کیوں بنا دیا ہے ۔ تمہیں کچھ بھی نہیں معلوم ۔!"

یہ الفاظ میں نے زدپاس اور اس کے ساتھ آنے والوں کو [illegible] کر کہے تھے ۔!

"خاموش رہ گستاخ ۔ تو نہیں جانتا تجھے تیری گستاخی کی کتنی بڑی سزا ملے گی ۔"

"یہ سزا بھی تو انہی لوگوں سے دلوائے گا ایذاس ۔ کیونکہ تو ایک عورت تک کو مطمئن کرنے کی ہمت نہیں رکھتا،" میں نے [illegible] ہوئے کہا اور ایذاس چراغ پا ہو گیا۔

"دیکھ ۔ دیکھ اے گستاخ بے ادب ۔ میں کیا قوت رکھتا ہوں ۔؟" ایذاس نے کہا اور اس نے اپنی لمبی چھڑی کا رخ میری طرف کر دیا۔ زدپاس اور دوسرے لوگ سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ گئے ۔

چھڑی سے لمبے لمبے نارنجی شعلے نکلے اور میرے بدن کی جانب لپکے ۔ کمرے کی فضاء ایکدم گرم ہو گئی ۔ نہ جانے یہ کیسی آگ تھی ۔ بلاشبہ پروفیسر وہ آج تک میری سمجھ میں نہیں آسکی ۔ بلاشبہ اس کی زد میں آنے والی ہر شئے آن کی آن میں خاکستر ہو جاتی ۔ لیکن ۔ تم تو جانتے ہی ہو پروفیسر ۔ کہ آگ سے میری دوستی کتنی پرانی ہے ۔ یہ کہیں بھی ہو ۔ کسی بھی شکل میں ہو ۔ میرا ہمیشہ خیال رکھتی ہے ۔ اس کے شعلوں میں میرے لئے ہمیشہ محبت ہوتی ہے ۔ سو کسی پالتو کتے کی مانند جو اپنے آقا سے بے پناہ محبت کرتا ہو ۔ آگ کے شعلوں نے میرا بدن چاٹنا شروع کر دیا ۔ اور چونکہ یہ مخصوص آگ سخت حدت رکھتی تھی اس لئے میرے بدن میں سرور کی لہریں دوڑنے لگیں ۔

میرے رنگ کو کچھ اور جلا مل گئی ۔ اور تب ۔ ایذاس کا منہ حیرت سے کھل گیا ۔! اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں دوسروں کی طرف دیکھا اور پھر اپنی چھڑی کی طرف ۔!

"دیکھا ۔ دیکھا تم نے ۔ اس کا قہر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ۔ اور اب تم سب کو میرا قہر برداشت کرنا پڑے گا ۔! بولو زدپاس ۔ مجھ سے معاہدہ کرو ۔ میں تمہیں اس جھوٹے دیوتا سے نجات دلا سکتا ہوں ۔ میں تمہاری حیثیت بحال کر سکتا ہوں ۔ میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں ۔ میں اس سے زیادہ بااثر ہوں ۔"

"حکومت ۔ گرفتار کر لو اسے ۔!" [illegible] نے باہر رخ کر کے آواز لگائی ۔ اور بہت سے لوگ اندر گھس آئے ۔

ایک لمحے کے لئے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ۔ میرے دل میں جوش ابھرا ۔ لیکن ابھی مصلحت اسی بات میں تھی کہ خاموشی سے گرفتار ہو جایا جائے ۔ ورنہ وہ مصیبت میں پھنس جاتے جو ان کی قید میں تھے ۔

میں نے خاموشی سے خود کو ان کے حوالے کر دیا ۔ پنڈوان لوگوں میں پیش پیش تھا ۔! البتہ زدپاس ساکت کھڑا تھا ۔!

"لے جاؤ اسے ۔ سخت قید میں رکھو ۔ میں بہت جلد اس کا فیصلہ کروں گا ۔!"

"میرا ساتھی کہاں ہے ۔؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ ۔ ہاں ۔ اس کا ساتھی بھی ہے ۔ اسے دیکھو ۔!" پنڈو نے کہا اور دوسرے لوگ کمرے کی طرف دوڑ پڑے ۔ تب مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا ۔ اس وقت جلد بازی کر گیا تھا ۔ ورنہ ان لوگوں کی توجہ صرف میری طرف تھی ۔

بہرحال وہ مجھے گرفتار کر کے لے چلے ۔ اور میں خاموش رہا ۔ لیپاس شاید چالاکی سے کام لیکر نکل گیا تھا کیونکہ وہ اس کی تلاش میں

اُف دوڑ کر رہے تھے ۔!

مجھے ایک پہاڑی ٹیکرے پر بنے ہوئے قید خانے میں قید کیا گیا تھا
، دور دور سے لوگوں کی نگاہ میں رہوں ۔ اس قید خانے کی دیواریں
لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں ۔ لیکن ابھی صبر کی ضرورت تھی ۔ تب
نے سوچا کہ بہر حال میں آزاد ہوں ۔ انتظار کر لینے میں کوئی حرج نہیں
۔ دیکھ لیتا ہوں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے ۔ جب کوئی کام نہ بنا
و پھر دیکھ لوں گا ۔!

اور میں انتظار کرتا رہا ۔

البتہ مجھے لیپاس کی فکر تھی ۔ اس کے ساتھ زیادتی نہ ہو جائے
، وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے ۔! میں اس کے لئے فکر مند
ہو گیا تھا ۔!

اور وقت گزرتا رہا ۔ رات ہو گئی ۔ پھر صبح ہو گئی ۔ مجھے
نے نہ پوچھا ۔ البتہ ٹیکری کے چاروں طرف لوگوں کی آوازیں بھی
رہی تھیں ۔ وہ رات کو بھی میرے خوف سے جاگتے رہے تھے ۔ غالباً
سرا اوپر پہرے کی سخت ہدایت تھی ۔! دوسرا دن بھی اسی طرح گزر
گیا ۔ اور تب مجھے وحشت ہونے لگی ۔

آج رات اور گزار لی جائے ۔ کل صبح کچھ کرنا ہو گا ! بس اس
سے زیادہ برداشت کی قوت میرے اندر نہیں تھی ۔ اور میں بے چینی سے
صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا ۔

لیکن رات کا آخری پہر تھا جب میرے قید خانے کا دروازہ کھولا
گیا ۔ اور چند سپاہیوں نے اندر جھانکا ۔ پھر ان میں سے ایک کی آواز
سنائی دی ۔

" ہاں ۔ وہ جاگ رہا ہے ۔"

" تب مجھے اندر جانے دو ۔!" یہ ایتھا کی آواز تھی جسے میں
صاف پہچان گیا ۔

" لیکن مقدس دیوتا ۔ پینڈو کی ہدایت ہے کہ اندر کسی کا سایہ
تک نہ جائے ۔"

" کتو ۔ تم ۔ پینڈو کو مجھ پر فوقیت دے رہے ہو ۔ تم میرے
اور پینڈو کی حیثیت کا فرق نہیں سمجھتے ۔" ایتھا کی غراہٹ سنائی دی
اور سپاہی سہم گئے ۔ درحقیقت ان بے چاروں کو ایتھا اور ایڈاس کے
درمیان کی خلیج کا ابھی علم نہیں ہوا تھا ۔!

ایتھا اندر آ گئی ۔ اور اس نے سپاہیوں سے دروازہ بند کرنے
کے لئے کہا ۔ سپاہیوں نے دروازہ بند کر دیا ۔ اور ایتھا دوڑتی ہوئی میرے
پاس پہنچ گئی ۔ اس نے اچھل کر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور
میرے چہرے کو جگہ جگہ سے چومنے لگی ۔!

" اعتراف کرتی ہوں میکارا ۔ کہ تمہیں چاہنے والی ۔ تمہارے علاوہ
کسی اور کو نہیں چاہ سکتی ۔ آہ اب تمہارے بغیر ساری دنیا میری نگاہوں میں
ہیچ ہے ۔ سچ اگر تم نہ ملو تو موت ہی سب سے پرسکون ہو گی ۔" اس نے
اظہارِ عشق شروع کر دیا جو اس وقت میرے لئے زیادہ دلچسپ نہیں تھا چنانچہ
میں نے اس کی باتوں سے بیزار ہو کر پوچھا ۔

" تمہیں یہاں تک آنے کی اجازت کیسے مل گئی ۔؟"

" اجازت کا کیا سوال ہے ۔ مجھے کون روکتا ۔"

" تو ایڈاس نے تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا ۔؟"

" کر بھی نہیں سکتا ۔ وہ میرے بدن کا قیدی ہے ۔ ہاں اسے
اس بات کا شدید رنج ہے کہ میں نے اس کی محبت ٹھکرا کر تمہارا پیار قبول کیا ۔
اس نے مجھ سے اجتناب کیا ہے ۔"

" بس ۔؟" میں نے پوچھا ۔

" اس کے علاوہ وہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتا تھا میرا ۔" ایتھا
مسکراتے ہوئے بولی ۔

" لیکن تمہاری وجہ سے میں پھنس گیا ایتھا ۔؟"

" اسی لئے تمہارے پاس آئی ہوں ۔"

" کیا مطلب ۔؟"

" میری خاطر ۔ میرے پیار کی خاطر ۔ چند روز کی قید قبول کر لو
اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو میں اسی کے حکم سے تمہیں رہا کرا دوں گی ،
ویسے وہ تمہاری طرف سے الجھن میں مبتلا ہے ۔ اسے شدید حیرت ہے کہ اس
کی معجزاتی آگ نے تمہیں نقصان کیوں نہیں پہنچایا ۔؟ اور اس بات پر بھی میں
حیران ہوں میکارا جبکہ میں نے اس چھڑی کے شکار دیکھے ہیں ان کے بدن
کی کھال یوں سلگ اٹھتی ہے جیسے سوکھی لکڑی ۔" ایتھا نے میرے سینے
پر ہاتھ پھیرے ، اور اسے جگہ جگہ سے چومتے ہوئے کہا ۔

" میرا ساتھی کہاں ہے ایتھا ۔؟" میں نے بے چینی سے پوچھا ۔

" کون لیپاس ۔؟"

" ہاں ۔ میں اس کے لئے سخت پریشان ہوں ۔"

" وہ کافی چالاک ہے ۔ میری کنیزوں نے موقع کی نزاکت
دیکھتے ہی اسے چھپا دیا تھا ۔ لیکن پینڈو اور زدیاس کی رہنمائی پر سپاہیوں
نے اسے تلاش کیا تو وہ اس جگہ سے بھی غائب تھا ۔ جہاں کنیزوں نے
اسے چھپایا تھا ۔"

" اوہو ۔ پھر ۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا ۔

" میرا خیال ہے ۔ وہ ابھی تک سپاہیوں کو نہیں مل سکا ۔"

" گویا سپاہی اسے تلاش کر رہے ہیں ۔؟" میں نے تلملاتے
ہوئے پوچھا ۔

"ہاں۔ یقیناً۔ پینڈو اور زدپاس بڑے کینہ پرور انسان ہیں۔ وہ جس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اسے نہیں چھوڑتے۔"

"میں ان دونوں کی ہڈیاں پیس دوں گا اگر میرے ساتھی کو کوئی نقصان پہنچا۔!"

"تم اسے بہت چاہتے ہو۔؟" ایتھا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں اسے بہت چاہتا ہوں۔"

"تب۔ میں تمہارے لئے اسے تلاش کروں گی۔ تم بے فکر رہو۔ میں اس کی پوری پوری مدد کروں گی۔ مگر تمہیں ایک وعدہ کرنا پڑے گا۔"

"کیسا وعدہ۔؟"

"تم چند روز۔ صرف چند روز تک یہاں سے فرار کی کوشش نہیں کرو گے۔ صرف اس وقت تک، جب تک میں اس بوڑھے گدھے کو رام نہ کرلوں۔ مجھے یقین ہے کہ میں نہ صرف اسے رام کرلوں گی، بلکہ تمہارے حق میں بہتر فیصلے کراؤں گی۔"

اور میں دل ہی دل میں مسکرا اٹھا۔ فیصلے کرنے کا حق تو مجھے ہے احمق لڑکی۔ فیصلے تو میں کرتا ہوں۔ لیکن بدبختی کہہ لے۔ یا پھر لطافت پسندی۔ میں اُن لوگوں کے لئے یہاں قید ہوں جو جہاز سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں میں صرف اُن کی وجہ سے پریشان ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"وعدہ کرتے ہو میکارا۔؟"

"ٹھیک ہے۔"

"شکریہ میری جان۔ میں تمہارے لئے تڑپ رہی ہوں۔ تمہارے بغیر تو اب آنکھوں میں روشنی ہی نہ رہے گی۔ تم دیکھنا۔ میں تمہارے لئے کیا کرتی ہوں۔ سنو میکارا۔ ابھی وعدہ تو نہیں کرتی۔ لیکن۔ ایک نہ ایک دن تمہیں لیبورنس میں کوئی بڑا عہدہ دلواؤں گی۔ اور تم تائیورس کی مہربانیوں کو بھول جاؤ گے۔ یہ میرا عہد ہے۔"

میں نے گردن ہلا دی۔ اس بے وقوف عورت سے اس سے زیادہ بات کرنا حماقت تھی۔

پھر ایتھا مجھے بہت سے پیار کر کے چلی گئی۔ اور میں خیالات میں ڈوب گیا۔!

لیکن اس کے بعد مجھے باقاعدہ کھانا پیش کیا گیا۔ غالباً ایتھا انہیں ہدایت کر گئی تھی۔

کسی مست ہاتھی کو لکڑی کے کمزور پنجرے میں قید کر لیا جائے اس کی کیا کیفیت ہوگی۔ جو بندشیں ایتھا میرے اوپر لگا گئی تھی وہ بہت سخت تھیں۔ لیکن بہرحال مصلحت کے تحت سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔

میں بھی مصلحت کوش ہو گیا تھا۔ مجھے بھی مصلحت سے کام لینا تھا اور پھر میری قید کو پورے چھ دن گزر گئے۔ اس رات کے بعد ایتھا بھی مجھ سے ملنے نہ آئی۔ میری کیفیت اب جنون میں بدل رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ لیبورنس کے لوگ یوں نہیں مانیں گے۔ ان کے ساتھ کوئی برا سلوک کرنا ہی پڑے گا۔ رہ گئے جہاز والے۔ تو بہرحال وہ بھی مصیبت میں پھنس چکے تھے۔ اب اُن کے ساتھ جو بھی سلوک ہو۔

ساتویں رات ایتھا پھر میرے پاس آئی۔! لیکن اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔! اس کی آنکھوں میں خوف جاگزیں تھا۔ اور ایک سپاہی اسے خاموشی سے اندر چھوڑ گیا تھا۔! اندر آتے ہی وہ مجھ سے لپٹ کر سسکنے لگی۔!

"آہ میکارا۔ حالات بہت بدل گئے۔ آہ میری جان، ذلت و رسوائی اب میرا مقدر بن گئی۔ تم جانتے ہو۔ میں یہاں کیسے آئی ہوں۔؟" اس نے روتے ہوئے کہا۔

میں ساکت نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔!

"ایک افسر کو اپنے بدن کی رشوت دے کر۔ ورنہ اب میری حیثیت وہ نہیں رہی جو تھی۔ میں۔ میں بہت رسوا ہوئی ہوں میکارا۔ میں، میں۔ کمبخت زدپاس نے مجھ سے سارے بدلے لے لئے ہیں۔!" وہ سسکیاں لے لے کر رو رہی تھی، اور میں پتھرائی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ میں اس سے آگے کی باتیں جاننا چاہتا تھا۔

"اور۔ اور میں نے یہ سب کچھ تمہارے لئے کیا ہے میکارا۔ آہ۔ مجھے دیکھو۔ میں جس نے دوسروں کے سر ہمیشہ نخوت سے ٹھکرائے ہیں۔ آج چاروں طرف سے میرے اوپر ٹھوکریں پڑ رہی ہیں۔"

"میرے ساتھیوں کا کیا حال ہے ایتھا۔؟" میں نے [illegible] سرد لہجے میں پوچھا۔

"تمہارے لئے بہت بری خبریں ہیں میکارا۔ آہ۔ مجھے [illegible] افسوس ہوگا۔"

"کیا تم بتانا پسند کرو گی؟" میں نے اسی انداز میں کہا۔

"پینڈو۔ آہ۔ بحری کچھوا۔ بڑا ہی نمک حرام۔ بڑا ہی خونخوار ہے۔ زدپاس خود اُس سے خوفزدہ رہتا ہے۔ پینڈو نے تجویز پیش کی، اور زدپاس نے جہاز کے سارے قیدیوں کو ڈیکوریم، میں بلوا لیا۔ اور ڈیکوریم کی موت بڑی اذیت ناک ہوتی ہے۔ بیس جنگلی بھینسے۔ بیس سوراخوں سے نکلے اور جہاز والوں پر پل پڑے۔ اُف۔ ایسے خونخوار بھینسے تم نے نہ دیکھے ہوں گے۔ لیکن لیبورنس کے وحشی لوگوں کے لئے یہ ایک عمدہ کھیل ہے۔ بھینسوں نے اُن کے بدن کی ہڈیاں چٹخانا شروع کر دیں۔ لیکن یہ پہلا موقع ہے کہ نہتے انسانوں نے نو بھینسے ہلاک کر دیئے۔ اگر ان کے پاس ہتھیار ہوتے تو شاید بھینسوں میں سے ایک بھی نہ بچتا۔ اور اب۔ بات الٹی ہو گئی ہے۔ یعنی جہاز والوں میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچا۔"

میں نے سکون سے یہ کہانی سنی۔ ایتھا کو بھی میرے سکون پر حیرت تھی۔ پھر میں نے اسی پرسکون آواز میں پوچھا۔ "میرے دوست لیپاس کا بھی کچھ پتہ چلا۔۔؟"

"تمہارا دوست۔۔؟" ایتھا کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "یا۔ تمہاری محبوبہ۔۔؟" اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اور میں چونک پڑا۔ لیکن میں نے اپنے چہرے سے کسی قسم کے تاثرات کا اندازہ نہیں ہونے دیا۔ ویسے میں دل میں سوچ رہا تھا کہ بالآخر لیپاس کا راز طشت از بام ہو ہی گیا۔

"کیوں میکارا۔ کیا وہ تمہاری محبوبہ نہ تھی۔۔؟"

"تھی سے کیا مراد ہے۔۔؟" میں پھر چونک پڑا۔

"سو اس کی کہانی یوں ہے۔ کہ وہ جو کوئی بھی تھی، بہت چالاک تھی۔ یہاں وہ نوجوان لیپاس کی حیثیت سے سامنے آئی تھی۔ سو میری کنیزوں نے جب اسے چھپایا۔ تو سپاہیوں کو دیکھ کر وہ وہاں سے فرار ہو گئی اور [illegible] نے پوشیدہ رہنے کے لئے فیصلہ کیا کہ وہ اصل رنگ میں آجائے [illegible] بن گئی۔ اس نے ایک ستم رسیدہ عورت کی حیثیت سے لیبورنیش [illegible] وحشی کے گھر پناہ لی۔ لیکن بدقسمت لڑکی نہیں جانتی تھی کہ لیبورنیش [illegible] کتوں سے بھی زیادہ بدخو اور ذلیل نفس ہیں۔ لیبورنیش کے [illegible] دیکھا۔ اور یہ ان میں سے ایک تھا جس نے لیپاس کو [illegible] دیکھا تھا۔ بدبخت پہچان گیا۔ اس نے اظہار کیا کہ وہ [illegible] اگر لیپاس مرد کی حیثیت سے اسے قبول کرلے، تو [illegible] وہ اس کا راز کھول دے گا! لیپاس نے اسے احمق بنایا۔ لیکن چالاک وحشی اس کے ارادے کو بھانپ گیا اور اس نے پینڈو کو اطلاع [illegible] چنانچہ پینڈو نے اسے گرفتار کرلیا۔ سب کی نیت حسین لیپاس پر خراب تھی۔ یہاں تک کہ زدپاس کی بھی۔ لیکن بات چونکہ ڈھکی چھپی نہیں تھی اس لئے زدپاس اسے ہضم نہ کرسکا۔ اور اسے ایذاس کو بھی اطلاع دینا پڑی تب ایذاس نے فیصلہ کیا۔ کہ چونکہ میکارا کی محبوبہ نے اس کی محبوبہ سے ہم آغوشی کی ہے اس لئے اب لیپاس پر اس کا حق بن گیا ہے اور اس حق کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔! سوا ایذاس جسے چاہے وہ اس کے معبد میں نہ پہنچ جائے، ایسا نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔ لیپاس کو ایذاس کے معبد میں پہنچا دیا گیا۔ اور۔ اس کے بعد کچھ بہت ہی بری کہانیاں سننے میں آئیں۔"

"وہ کیا۔۔؟" میں نے بےچینی سے پوچھا۔ میرے دماغ میں انگارے دہک رہے تھے۔

"ایذاس کا معبد پہاڑوں کی ان بلندیوں پر ہے جن کے دوسری سمت سمندر ہے۔ چنانچہ لیپاس نے ان بلندیوں سے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور سمندر آدم خور مچھلیوں کا مسکن ہے۔ مچھلیوں نے اس کی ہڈیاں تک چبا ڈالیں۔ صرف اس کا خون آلود لباس ہی مل سکا جو نہ جانے کس طرح مچھلیوں کے پیٹ میں جانے سے بچ گیا۔"

صدیوں کا ظرف میرے سینے میں سمایا ہوا ہے پروفیسر۔ میں سمندر ہوں اور سمندر پرسکون رہتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی اس کی تہہ میں طوفان اٹھتے ہیں لیکن اس کی سطح ساکت ہی رہتی ہے۔ یہی سمندر کا ظرف ہے۔

اور میں نے بھی اسی ظرف کا مظاہرہ کیا۔ میں خاموشی سے قیدخانے کی دیوار سے ٹکا کھڑا رہا۔ ہاں میرے ذہن میں کچھ خیالات ضرور تھے۔ اور وہ انوکھے خیالات تھے جو مجھے پریشان کر رہے تھے۔

لیپاس نے کہا تھا۔ جب اس کا راز کھل جائے گا، تو اسے مرنا پڑے گا۔ میں نے کہا تھا میں دیوتاؤں کا پرکھوں گا، میں اسے مرنے نہ دوں گا لیکن دیوتاؤں نے مجھے شکست دی تھی۔ میں ان کے وجود کو ہی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ وہ مجھے شکست کہاں سے دیتے۔۔؟ لیکن پھر میں لیپاس کی موت کو کیا سمجھتا۔ اور اب۔ اب مجھے دیوتاؤں سے انتقام لینا تھا۔!

ہاں۔ میری دشمنی اب دیوتاؤں سے تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے کچھ اور لوگوں کو۔۔ بھی سزا دینی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے کچھ اور بدبختوں کو بھی سزا دینی تھی۔ انھیں سزا دینا انتہائی ضروری تھا۔ انتہائی ضروری۔!

"میں تمہاری کیفیت جانتی ہوں میکارا۔ کیا درحقیقت لیپاس تمہاری محبوبہ تھی۔۔؟"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مگر اس نے خود کو چھپایا کیوں تھا۔۔؟"

"زندگی کے لئے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"کوئی نہیں سمجھ سکتا۔"

"اب تمہارا کیا ہوگا۔ میکارا اب تمہارا کیا ہوگا۔ سب ختم ہو چکے اب تمہاری باری ہے۔۔؟" ایتھا نے بےچینی سے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ایتھا نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ اور پھر بےچینی سے بولی۔

"میں تمہارے لئے سخت بےچین ہوں میکارا۔"

"میرے لئے بےچین نہ ہو۔" میں نے کہا۔

"تم شاید سنجیدگی سے ان کے بارے میں نہیں سوچ رہے۔ پینڈو زدپاس اور ایذاس۔ یہ سب۔ یہ سب بےحد خطرناک ہیں۔ وہ تمہیں اذیت دے کر ماریں گے۔"

"ایک بات بتاؤ ایتھا۔" میں نے اس کی بات سنی ان سنی کرکے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ پوچھو۔"

"پینڈو کہاں رہتا ہے۔۔؟"

"زردپاس کے محل کے دوسری جانب — پتھروں کی عمارت اس کی ہے"
"کیا وہ ہر وقت وہاں ملتا ہے — ؟"
"تقریباً — بشرطیکہ کسی ضروری کام سے کسی کے پاس نہ گیا ہو۔"
"اور زردپاس — ؟"
"اپنے محل میں۔"
"ایڈا اس کے بارے میں بھی بتا دو —"
"وہ پہاڑی پر بنے ہوئے معبد میں رہتا ہے — لیکن اس کے لئے نیا معبد تیار ہو رہا ہے — اس کے بعد وہ اس میں منتقل ہو جائے گا۔"
"تمہارے ساتھ وہ کیا سلوک کریں گے ایتھا — ؟"
"میرے ساتھ — اب اس جگہ میری کوئی حیثیت نہیں رہ گئی ہے۔"
"لیکن ایڈا اس نے تمہیں کوئی سزا نہیں دی — ؟"
"وہ — سمرہ بزدل — آج بھی مجھ پر مرتا ہے — اس نے مجھے انوکھی کی سزا دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ میری حیثیت اس کے بغیر کچھ بھی نہیں اور یہ کہ میں نے اس کی محبت میں داغ لگا کر کیا کھویا ہے — یہ جان لوں۔"
"ہوں — گویا تمہاری زندگی محفوظ ہے — ؟"
"ہاں — لیکن اس زندگی سے کیا حاصل —"
"تمہارا مکان کہاں ہے ایتھا — ؟"
"تم دیکھ چکے ہو۔"
"کیا تمہیں وہاں سے نہیں نکالا گیا — ؟"
"ابھی تک نہیں — لیکن آئندہ دیکھیں — — کیا ہوتا ہے — ؟"
"ٹھیک ہے — آئندہ دیکھیں گے … کیا ہوتا ہے — اب تم جاؤ۔"
"کہاں جاؤں میکارا — تمہارے بغیر …"
"میرا مشورہ ہے ایتھا — اپنے گھر واپس جاؤ — اور خاموش بیٹھو۔ میں تم سے ملنے آؤں گا۔"
"تم — تم — لیکن میکارا — وہ بہت جلد تمہارے بارے میں فیصلہ لیں گے۔"

"بہت جلد — میں ان کے بارے میں فیصلہ کر لوں گا! اب تم جاؤ۔"
اس بار میں اپنی آواز کی غراہٹ کو نہیں روک سکا تھا — اور اس نئی آواز کو اس نے حیرت سے سنا اور پھر وہ خاموشی سے باہر نکل گئی۔
میرے پورے بدن میں آگ سلگ رہی تھی — خون کسی آتش فشاں کے ابلتے ہوئے لاوے میں تبدیل ہو گیا تھا — اب تک ان لوگوں کی وجہ سے میں نے خود پر جبر کیا تھا — لیکن اب کون تھا جس کی زندگی کا خوف مجھے بزدل بناتا۔ اب میں ان وحشیوں کا دماغ درست کرنے کے لئے آزاد تھا — چنانچہ میں نے دل میں کچھ فیصلے کئے اور پھر میں قید خانے کے دروازے کی طرف چل پڑا!

مضبوط دروازہ بند تھا — میں نے اس پر دستک دی — کئی بار زور زور سے دستک دینے کے بعد ایک محافظ نے دروازے کا چھوٹا سا خانہ کھولا اور اندر جھانکتے ہوئے ڈپٹ کر بولا۔
"کیا بات ہے — کیوں دروازہ پیٹ رہے ہو — ؟"
دروازے کا چھوٹا خانہ بہرحال اتنا بڑا ضرور تھا کہ میرا ہاتھ اس سے باہر نکل سکتا — دوسرے لمحے میں نے ہاتھ نکال کر محافظ کی گردن پکڑ لی — اور اس کے حلق سے کسی بطخ کی سی آواز نکلی — میری آہنی گرفت نے اس کی گردن کی ہڈیوں کو ایک دوسرے سے چپکا دیا تھا — اور وہ بڑی پرسکون موت مر گیا۔ تب میں نے پیچھے ہٹ کر داہنے شانے کی ٹکر دروازے پر ماری — اور قید خانے کی دیواریں ہل گئیں — دروازے کی کیا حیثیت تھی — اس نے کسی چوٹ کھائی ہوئی مرغی کی طرح اپنی جگہ سے جست کی اور ان لوگوں پر جا پڑا جو مرتے ہوئے محافظ کو دیکھ کر آ گئے تھے۔

اور — میں باہر نکل آیا!
بلاشبہ محافظوں کی ایک بڑی تعداد ٹیکرے کے چاروں طرف موجود تھی — وہ اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے — ابھی انہیں اوپر کی واردات کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوا تھا۔
میں نے خونی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر میں واپس عمارت میں چلا گیا — دروازے کے نیچے دبے ہوئے محافظ اب چیخنے لگے تھے لیکن مجھے ان کی پرواہ نہیں تھی — میں نے ٹیکرے کا جائے وقوع دیکھ لیا تھا — چنانچہ میں نے سب سے پہلے سامنے کی دیوار پر دونوں ہاتھ رکھے اور اسے زور سے دھکیل دیا — !
دیوار کی گول اینٹیں بکھر گئیں اور ٹیکرے سے نیچے پھسلنے لگیں — پھر میں دوسری دیوار پر پہنچ گیا — بڑی عمدہ ترکیب تھی — نہ جانے محافظوں کا کیا حشر ہوا تھا — لیکن میں نے اپنا کام مکمل کرنے کے بعد ہی ان کا جائزہ لیا تھا — دیواروں کی اینٹوں نے ان کا قیمہ بنا دیا تھا — پورے ٹیکرے پر چند ہی محافظ زندہ بچے تھے — اور وہ بری طرح نیچے بھاگ رہے تھے — چاروں طرف لوگ دبے پڑے تھے — میں نے قوی ہیکل دروازہ اٹھایا اور بھاگنے والوں پر دے مارا —
بھیانک چیخیں ابھریں — کچھ اور مرے اور باقی بھاگنے والوں نے رفتار تیز کر دی — !
تب میں ٹیکرے سے نیچے اترنے لگا — دقت یہ تھی کہ میرا کھانڈا میرے پاس نہیں تھا — محافظوں کی تلواریں راستے میں بہت سی پڑی تھیں، لیکن ان ہلکے ہتھیاروں کے استعمال میں کچھ لطف نہیں آتا تھا — ایک وار میں ایک یا زیادہ سے زیادہ دو آدمیوں کو قتل کرو — ہونا تو یہ چاہئے کہ ایک ضرب لگے اور قیمہ میری شایان شان ہو — !

تب میں نے دروازے کا ایک چوڑا حصہ اٹھالیا۔ لکڑی کا وزن کافی تھا اور بہرحال کسی حد تک کام دے سکتی تھی۔ اسے لئے ہوئے میں آگے بڑھنے لگا۔ محافظوں کا کوئی پتہ نہیں تھا۔

میری کیفیت اتنی خراب تھی کہ میں نے کسی کو نہ دیکھا۔ لوگوں کا ایک گروہ میرے سامنے آیا۔ اور میں ان پر ٹوٹ پڑا۔ میں نے چوبی ہتھیار گھمانا شروع کردیا۔ اور کھوپڑیاں تڑخنے لگیں۔ بعض جسم تو دو دو ٹکڑوں میں بٹ گئے۔ اور دہشت زدہ لوگ خوف سے چیختے ہوئے بھاگے۔۔۔

۔۔۔ کہرام مچ گیا۔ میرا رخ پینڈو کے مکان کی طرف تھا۔!

۔ میں بھرے پُرے شہر میں داخل ہوگیا۔ اور میں نے ہر سامنے آنے والے کو ہلاک کرنا شروع کردیا۔ لیکن زرد پاس کے سپاہیوں نے مسلح ہوکر آنے میں دیر نہ لگائی۔ بہت سے گھوڑے سوار میری طرف دوڑ پڑے وہ اپنی چمکدار تلواریں ہلا رہے تھے۔ میں نے ہتھیار سنبھال لیا۔ کاش کھانڈا میرے پاس ہوتا۔!

گھوڑے سوار اس انداز میں آ رہے تھے جیسے اپنے گھوڑوں سے ہی مجھے روند ڈالیں گے۔ لیکن احمق تھے بدبخت۔ اپنی موت کو آواز دے رہے تھے۔ جونہی وہ میرے پاس آئے میں نے ہتھیار گھمایا۔ اور بے شمار گھوڑے ٹانگوں سے محروم ہوگئے۔ انھوں نے اپنے سواروں کو اس انداز سے پھینکا کہ ان کی کھوپڑیاں گردنوں میں دھنس گئیں۔

باقی کا حساب کتاب میں نے شروع کردیا تھا۔ بے شمار تلواریں۔۔۔ کھٹا کھٹ میرے بدن پر پڑ رہی تھیں۔ لیکن اس کے سوا کہ ان کی دھاریں کند ہوجاتیں کیا ہوسکتا تھا۔ البتہ میری ضربیں گھوڑوں کی کمر توڑ رہی تھیں۔ محافظوں کے ٹکڑے کر رہی تھیں۔ بڑے بڑے سورما آ رہے تھے اور موت کے گھاٹ اتر رہے تھے۔ چاروں طرف خون ہی خون، اعضا ہی اعضا بکھر گئے تھے۔ اُن کے بدن سے اڑنے والے خون کے قطرے میرے بدن پر پڑ رہے تھے اور اب میں مجسم خون نظر آنے لگا تھا۔!

دروازے کا مضبوط ٹکڑا خوب کام کر رہا تھا۔ گو اس کے کام کرنے کی رفتار سست تھی۔ اس کی بہ نسبت میرا کھانڈا زیادہ عمدگی سے کام کرسکتا تھا۔ لیکن بہرحال مجبوری تھی۔ میری نگاہیں اب بھی کوئی وزنی ہتھیار تلاش کر رہی تھیں لیکن اس وقت ان تلواروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

میرے سامنے آنے والے اب جان بچا کر بھاگنے لگے تھے۔ لیکن میں نے بھی طے کرلیا تھا کہ سامنے آنے والے ہر انسان کو قتل کردوں گا۔ میرے اوپر خون سوار ہوگیا تھا۔!

بالآخر کچھ لوگ بچے جو بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن اب چاروں طرف ہا ہا کار مچی ہوئی تھی۔ ہر شخص ادھر سے ادھر بھاگ رہا تھا۔ تب میں نے سوچا کہ کہیں پینڈو بھاگ نہ کھڑا ہو۔ جلد از جلد اس کے سر پر پہنچ جانا چاہیے۔

چنانچہ میں نے کسی تندرست گھوڑے کی تلاش شروع کردی اور قریب ہی سیاہ رنگ کا ایک گھوڑا نظر آگیا۔ میں نے ہتھیار پھینکا اور گھوڑے کی پشت پر چھلانگ لگادی۔ ! گھوڑا میرے وزن سے الف ہوگیا۔ لیکن میرے ایک تھپڑ نے اس کا دماغ درست کردیا۔ تب میں نے اسے دوڑا دیا۔

اور اب میں پینڈو کے مکان کی طرف جا رہا تھا۔ لوگ گھوڑے کے راستے سے ہٹ رہے تھے۔ بہت سے لوگوں نے پتھر بھی پھینکے لیکن میں نے ان لوگوں سے بعد میں نپٹنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

اور میرا گھوڑا برق رفتاری سے دوڑتا ہوا پینڈو کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں محافظوں کا ایک دستہ اور ملا۔ ابھی کسی کی سمجھ میں بات ہی نہیں آئی تھی کہ کس نے حملہ کردیا ہے۔ کون لوگ ہیں؟ یہاں تک کہ وہ مجھے نظر انداز کرکے دور تک دوڑتے چلے گئے۔! اور میں پینڈو کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔!

تقریباً پندرہ بیس مسلح آدمی پینڈو کے مکان کے سامنے کھڑے تھے۔ پینڈو بھی ان کے درمیان موجود تھا۔ خون میں ڈوبے ہوئے شخص کو وہ بھی نہیں پہچان سکا۔! محافظ ہکا بکا ہوکر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ اتب ان کے سامنے پہنچ کر میں گھوڑے سے اُتر گیا۔!

"کیا ہوا۔ تمہیں کیا ہوا۔ کیا بات ہے۔ صحیح بات بتاؤ"

پینڈو نہ جانے کیا سوچ کر اپنے لوگوں کو چیرتا ہوا میری طرف بڑھا۔ اور پھر مجھے پہچان کر ٹھٹھک گیا۔

"تم۔ تم میکلا۔ تم۔ ؟"

"ہاں۔ میں۔ پہچان گیا مجھے پینڈو۔ ؟" میں نے کہا۔

"تم۔ سخت زخمی معلوم ہوتے ہو۔ کیا۔"

"یہ۔ تیرے ساتھیوں کا خون ہے جو میرے بدن پر جم گیا ہے"

"مگر تم قید خانے سے کیسے نکل آئے۔ ؟" پینڈو دو قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"میرے ساتھی کہاں ہیں۔ ؟" میں نے پوچھا۔

"سب کے سب۔ سب کے سب جہنم رسید کردیئے گئے"

"لیپاس کہاں ہے۔ ؟" میں نے پھر پوچھا۔

"اُس نے خودکشی کرلی۔"

"اور ان دونوں کی وجہ سے ہی میں تمہاری قید میں تھا۔ ورنہ" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"لیکن۔ لیکن تم۔ تم قید سے کیسے نکل گئے۔ تمہارے اور ساتھی کہاں سے آگئے۔ ؟" پینڈو نے پوچھا۔

"میں تنہا ہوں پینڈو۔ تم نے کہا تھا تم مجھے نہیں چھوڑو گے اور میری بدتمیزی کی سزا ضرور دو گے۔ سو میں آگیا ہوں۔ میں کیا

چاہتا ہوں۔"

"گرفتار کر لو اسے۔" پینڈو نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور میں نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ تمہارے سردار نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھے مارے گا۔ اس سے کہو کہ بہادری کا مظاہرہ کرے۔ مجھے قتل کر دے۔ دیکھ لو میں نہتا ہوں۔ تم اس کے ہاتھ میں تلوار دے دو۔ مجھے اعتراض نہ ہوگا۔"

"اوہ۔!" پینڈو غرایا۔ اور پھر اس نے خود ہی اپنے آدمیوں کو روک دیا۔ "ٹھیک ہے۔ تم لوگ پیچھے ہٹ جاؤ۔ مجھے اس کا غرور توڑنے دو۔" اس نے اپنے ایک آدمی کے ہاتھ سے تلوار لیکر میری طرف اچھال دی اور دوسری تلوار خود لے لی۔

میں نے حقارت سے اسے دیکھا۔ احمق گدھے کو ابھی اپنے آدمیوں کی موت کی اطلاع نہیں ملی۔ میں نے تلوار تھام لی۔ اور پھر میں نے پینڈو کو مخاطب کیا۔

"کوئی حسرت تو دل میں نہیں رہ گئی ہے پینڈو۔ میرا پہلا وار آخری وار ہوگا۔ اس لئے۔"

"اوہ۔" پینڈو غرایا۔ اور اس نے میرے اوپر حملہ کر دیا۔ اس کی تلوار میرے شانے پر پڑی۔ اور اس کے ہاتھ کو زبردست جھٹکا لگا۔ اس کے آدمیوں نے خوشی کا نعرہ لگایا تھا کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ انکے سردار نے کاری ضرب لگائی ہے اور میں نے اسے بچانے کی کوشش بھی نہیں کی ہے۔ لیکن پھر میرا کچھ نہ بگڑا تو دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔

تب میں نے تلوار اٹھائی اور پینڈو کے سر پر ضرب لگا کر اسے دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔!

اس بار پینڈو کے ساتھیوں نے خوف و دہشت کی آوازیں نکالی تھیں اور پھر وہ بھوکے بھیڑیوں کی طرح میرے اوپر ٹوٹ پڑے۔ ان کی تلواریں میرے بدن پر پڑ رہی تھیں اور ان کی آنکھیں باہر نکلی پڑ رہی تھیں۔

دس بارہ آدمی میرے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ باقی پینڈو کے مکان میں گھس گئے۔ میں ان کے پیچھے ہی اندر داخل ہو گیا تھا۔ یہاں بھی یہی ہوا جو میرے سامنے آیا اسے قتل کر دیا۔ پینڈو کے گھر میں موجود ایک ایک جوان آدمی کو میں نے قتل کر دیا۔ عورتوں اور بچوں سے مجھے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ اور۔ پھر اچانک میری نگاہ اپنے کھانڈے پر پڑی۔ اور میں اچھل پڑا۔ آہ۔ میری پسندیدہ شے مجھے مل گئی تھی۔

تو یہ کھانڈا اب پینڈو کی ملکیت بن گیا تھا۔ میں نے سوچا۔ احمق۔ بے وقوف۔ یہ میرے علاوہ اور کسی کے استعمال کی چیز نہیں ہے اور اب یہ واپس میرے پاس آ گیا ہے۔!

میں نے کھانڈے کو اٹھایا۔ اور باہر نکل آیا۔ مجھے خود بھی احساس نہیں تھا کہ اپنے دشمنوں کے خون میں ڈوبا ہوا میں کیسا لگ رہا ہوں۔ باہر کچھ لوگ جمع ہو گئے تھے۔ میں ان پر جھپٹا اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ تب میں آگے بڑھا۔ اور اب پورے شہر میں میری وحشت کا چرچا ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے دیکھنے کے شوقینوں کے سر پر موت منڈلانے لگتی تھی۔ جو بھی میرے سامنے آیا میں نے اسے قتل کر دیا۔ اب میرا رخ زدپاس کے اصلی محل کی طرف تھا۔ لیکن یہاں ایک مجمع کثیر میرا منتظر تھا۔!

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ صدیوں میں پہلی بار تو خون کی پیاس نے جنم لیا ہے۔ میں اس پیاس کو اچھی طرح بجھاؤں گا۔ میں نے سوچا اور میں مجمع کی طرف بڑھا۔!

تب ان گدھوں نے میرے اوپر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ بے شمار تیر میرے بدن سے ٹکرا رہے تھے۔ اچھی خاصی رکاوٹ تھی۔ لیکن میں اپنا کھانڈا سنبھالے ان کے قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔!

اور پھر کھانڈا گھومنا شروع ہوا۔ بدحواس لوگ چیختے چلاتے پیچھے ہٹے۔ ان کے لئے یہی کیا کم تھا کہ میرے بدن پر ہتھیاروں کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے بھی جی بھر کر قتل عام کیا۔ میرے سامنے صفائی ہونے لگی۔ لاشوں کے اوپر سے گزرنا دوبھر ہو گیا۔ زدپاس محل کے اندر تھا۔ نہ جانے اس کی کیا کیفیت تھی۔

یہاں تک کہ سورج جھک آیا۔ میرے سامنے لاشوں کے انبار تھے۔ وہ لوگ بھی بڑی پامردی سے جمے ہوئے تھے اور ابھی مجھے محل کے دروازے تک پہنچنے میں بہت دیر تھی۔!

تب میں نے کھانڈا روکا۔ اور زور سے چیخ کر کہا۔ ملیبونیس کے کتو۔ سن لو۔ میں تم میں سے ایک ایک کو چن چن کر قتل کر دوں گا۔ ہاں سنو۔ تم دیکھ چکے ہو۔ تم مجھے قتل نہیں کر سکو گے۔ میں تم سب کی موت ہوں۔ پہلے میں محافظوں کو قتل کروں گا۔ زدپاس کے ایک ایک سپاہی کو قتل کروں گا۔ اور اس کے بعد شہریوں کی باری آئے گی۔

سنو۔ میں یہاں پیغام دوستی لیکر آیا تھا۔ تمہارے ذلیل شہنشاہ تمہارے احمق کتے ایذاس نے میرے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ اور سنو۔ میں اپنے ساتھیوں کے ایک ایک قطرہ خون کا بدلہ۔ تم میں سے ایک ایک کی زندگی سے وصول کروں گا۔ ہاں۔ میں پناہ دے سکتا ہوں تمہیں۔ لیکن اس شرط پر۔ کہ زدپاس۔ اس کے اہل خاندان کو نکال کر میدان میں جمع کر دو۔ انھیں گھوڑوں سے روندو۔ لاؤ اس بے غیرت ایذاس کو۔ اس کے معبد سے نکال کر۔ کہو اس سے کہ تمہاری مدد کرے۔ وہ کیسا دیوتا ہے۔ اگر تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ تو اسے زندہ رہنے، تم پر حکومت کرنے کا کیا حق ہے۔

سنو۔ شام ہو چکی ہے۔ کل صبح پھر تم سب پر موت نازل

کروں گا۔ اب میں جا رہا ہوں۔۔۔!"

اور۔۔۔ پروفیسر۔۔۔ بے شمار لوگوں نے میری بات سنی۔۔۔ اور ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔۔۔ میں نے اپنے رات کے قیام کے لئے پنیڈو کا مکان ہی منتخب کیا تھا۔۔۔!

سو میں واپس پنیڈو کے مکان میں چلا گیا۔۔۔ اور میں نے دروازے چاروں طرف سے بند کر لیئے۔۔۔!

ساری رات ان لوگوں نے مجھے سونے نہ دیا۔ چاروں طرف سے واویلا کی آوازیں آ رہی تھیں اور میں سکون سے پنیڈو کے آرام دہ بستر پر دراز تھا۔۔۔ چیختے رہیں کتنے کہیں کے۔۔۔ صبح کو دیکھوں گا۔۔۔! اور اس وقت رات کا آخری پہر تھا۔ جب میں نے آگ کی لطیف حرارت محسوس کی۔ دھوئیں کے غٹ کے غٹ میرے کمرے میں گھس آئے۔۔۔! آہ۔۔۔ انھوں نے اس۔۔۔ مکان کو آگ لگا دی تھی۔

میرے حلق سے قہقہہ اُبل پڑا۔۔۔ میرے دشمن نادانستگی میں میری مدد کر رہے تھے۔۔۔ دن بھر کے قتلِ عام کے بعد میں کسی قدر تھک گیا تھا۔ غسلِ آتش مجھے جوان کرنے کے لئے نہایت موزوں تھا۔ میری خواہش تھی کہ آگ خوب بھڑکے۔۔۔ اور میرا بدن شعلوں میں تپ کر ساری تھکن نچوڑ دے۔۔۔ اور میں نے باہر نکل کر دیکھا۔۔۔!

خوب آگ لگائی تھی انھوں نے۔۔۔ پتھر چیخ رہے تھے چنگاریاں چھوٹ رہی تھیں۔۔۔ نہ جانے اس آگ کے لئے کونسا آتشگیر مادہ استعمال کیا گیا تھا۔ میں نے مسرت سے اس آگ کو دیکھا اور پھر شعلوں سے اپنا بدن دھونے لگا۔۔۔ ساری کثافت دور ہو گئی تھی۔ میرے مسامات شعلوں کی حرارت جذب کر رہے تھے۔۔۔ اور میرے دل میں مسرتیں پھوٹ رہی تھیں۔

پھر مکان کے خاکستر حصے گرنے شروع ہو گئے۔۔۔ وہ لوگ خوشی سے چیخ رہے تھے۔۔۔! سکون کی سانسیں لے رہے تھے۔ اپنی دانست میں انھوں نے عفریت کو ختم کر دیا تھا۔ لیکن ان احمقوں کو کیا معلوم تھا کہ صبح کا سورج آسمان سے خون ٹپکائے گا۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ دن کی روشنی ان کیلئے کونسے پیغامات لا رہی ہے۔ میں نے بھی خاموشی سے رات گزاری۔

اور پھر سورج نکلا۔۔۔!

جلے ہوئے مکان کے سامنے بے شمار لوگ کھڑے تھے۔ ان میں مسلح سپاہی بھی تھے اور شہری بھی۔ اب شاید میری لاش دیکھنے جمع ہوئے تھے۔ تب میں اپنا آبدار کھانڈا ہلاتا ہوا باہر نکلا۔۔۔ اور دہشت سے چیخیں بلند ہونے لگیں۔

"سنو۔ خاموش ہو جاؤ۔ غور سے سنو۔ تم نے دیکھا۔ تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے۔ دیکھو۔ مجھے آگ بھی نہیں جلا سکی۔ میں کون ہوں۔ میں یہ خود نہیں بتاؤں گا! خود ہی سوچو۔ خود ہی سمجھو۔ تیار ہو جاؤ۔۔۔ آج شام تک تمہیں قتل کر دوں گا۔ اس وقت تک قتل کرتا رہوں گا جب تک پورے لیبورنیس کو ویران نہ کر دوں۔۔۔! ورنہ زدپاس کو پکڑ لاؤ۔۔۔ ایذاس کو میرے سامنے پیش کر دو۔۔۔!"

شہری خاموش تھے۔ البتہ سپاہیوں نے میرے اوپر پھر تیر برسانے شروع کر دیئے۔۔۔ تب میں آگے بڑھا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ لیکن ابھی زیادہ لوگوں کو قتل نہیں کیا تھا کہ سپاہی جی چھوڑ بیٹھے انھوں نے اپنے ہتھیار میرے سامنے پھینکنا شروع کر دیئے۔ شہری انھیں الگ مار رہے تھے۔۔۔ اور اب یہ مطالبہ صاف سنا جا رہا تھا کہ زدپاس کو لاؤ۔۔۔!

"وہ ہماری جان بچانے میں ناکام رہا ہے۔"

"ایذاس کو لاؤ۔۔۔!"

"وہ ہماری مدد کرنے میں ناکام رہا ہے۔"

تب چار آدمی آگے بڑھے۔۔۔ انھوں نے ہتھیار پھینک دیئے تھے۔ ہاتھ اٹھا رکھے تھے۔۔۔ اور وہ زور زور سے چیخ رہے تھے۔

"رحم۔۔۔ رحم۔۔۔ رحم۔۔۔ ہم تیری اطاعت میں سر جھکاتے ہیں۔ ہم مجرموں کو تیرے سامنے پیش کریں گے۔ ہم تیرے ساتھی ہیں۔ ہمیں مہلت دے۔ ہمیں امان دے۔"

"یہیں۔۔۔ اسی میدان میں زدپاس اور ایذاس کو پکڑ لاؤ۔۔۔ جاؤ۔ جلدی کرو۔۔۔!"

اور انسانوں کے انبوہِ عظیم کا رخ زدپاس کے محل کی جانب ہو گیا۔ روکنے والوں نے انھیں روکا۔ آپس میں جنگ شروع ہو گئی۔۔۔ میری آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ میرے انتقام کی آگ ابھی تک بجھی نہیں تھی۔۔۔ میں زدپاس اور ایذاس کو اس کے خاندان سمیت قتل کر دینا چاہتا تھا۔۔۔ ایک طرح سے یہ پروفیسر میرا انتقام ان دیوتاؤں سے تھا جنھوں نے لیپاس کی موت کی سازش کی تھی۔۔۔ میں اُن پر جھنجھلایا ہوا تھا اور اگر مجھے ان سب کا پتہ چل جاتا تو میں ان سب سے انتقام لیتا۔ لیکن وہ میرے سامنے نہیں تھے۔۔۔ وہ پوشیدہ تھے۔۔۔ تاہم لیپاس کی موت کا انتقام زدپاس اور ایذاس سے لیا جانا یقینی تھا۔ سو کھانڈا اب بھی میرے ہاتھ میں تھا۔۔۔ اور میرے بدن پر خون کے لوتھڑے جمے ہوئے تھے میں مجسمِ قہر تھا۔۔۔!

وحشیوں کے اس پورے شہر کو میں نے فتح کیا تھا۔۔۔ اور میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ اگر وہ میرے انتقام سے بچنے کے لئے زدپاس اور ایذاس کو پکڑ کر میرے سامنے نہ لاتے تو میں قتلِ عام جاری رکھتا اور جب تک پورا لیبورنیس ویران نہ کر دیتا اپنے کام میں مشغول رہتا۔ چنانچہ، میں میدان میں ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر۔ اپنا کھانڈا زمین سے ٹکا کر کھڑا ہو گیا۔ اور انتظار کرنے لگا۔

شہر کی وحشت عروج پر تھی ۔ اہلِ لیبوریس کو یقین ہو گیا تھا کہ تباہی یقینی ہے ۔ ایک ناقابلِ تسخیر قوت اُن میں آگھسی ہے اور بدقسمتی سے انھوں نے اسے اپنا دشمن بنالیا ہے ۔ اب اس وقت تک زندگی کا تصور نہیں ہے جب تک، اسے دوست نہ بنالیا جائے ۔ اس کی اطاعت کر کے اس کا غصہ فرو نہ کر دیا جائے ۔!

چنانچہ وہ سب زدپاس کے محل پر حملہ آور ہو گئے تھے اور سچ ہے کہ جو شہنشاہ حکمتِ عملی سے عاری ہو ۔ جو عوام کی حفاظت نہ کر سکے اُسے حکومت کرنے کا کیا حق ہے ۔ مناسب ہے کہ اس قوت کا ساتھ دیا جائے جو زیادہ طاقتور ہو ۔ اور جو حاوی ہونا جانتی ہو ۔ اب عورتیں اور بچے بھی خوف سے چھپے ہوئے نہیں تھے ۔ بلکہ سڑکوں اور گلیوں میں نکل کر زدپاس کے خلاف باتیں کر رہے تھے، گلا پھاڑ پھاڑ کر اسے گالیاں دے رہے تھے تاکہ ان کی آوازیں میرے کانوں تک بھی پہنچ جائیں ۔

میں خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا ۔ لیکن اس سے محظوظ نہیں ہو رہا تھا کیونکہ میرے دل میں لیپاس کی یاد تھی ۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں دیوتاؤں کی پیش گوئی کو جھوٹ ثابت کروں گا ۔ میں اس کی جان بچاؤں گا ۔ اور میں اس وعدے کو پورا کرنے میں ناکام رہا تھا ۔!

زدپاس کے محل پر شدید لڑائی ہو رہی تھی ۔ لیکن عوامی قوت ساری قوتوں پر حاوی ہوتی ہے ۔ گو محل پر حملہ آور ہتھیاروں سے مسلح نہیں تھے ۔ لیکن انہیں محل پر مٹھی بھر مدافعت کرنے والوں پر قابو پانے میں زیادہ وقت نہیں ہوئی اور بالآخر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں زدپاس اپنے اہلِ خاندان کے ساتھ موجود تھا ۔

پھر وہ زدپاس، اس کے ساتھیوں، عزیزوں اور اس کی عورتوں کو اس طرح گرفتار کر کے لائے کہ میں خوش ہو جاؤں، انھوں نے زدپاس اور اس کے ساتھیوں کی گردنوں میں رسیاں ڈالی ہوئی تھیں ۔ اور انھیں کھینچتے ہوئے لا رہے تھے ۔ تب زدپاس کو میرے سامنے پیش کر دیا گیا ۔

موٹا شہنشاہ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا ۔!

میں نے خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا ۔ شدید نفرت تھی مجھے اس شخص سے ۔ اور وہ بھی خوف کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا ۔!

" تونے جو کچھ کیا ۔ اس کے بارے میں کیا کہے گا زدپاس ۔؟"

میں نے اُسے گھورتے ہوئے کہا ۔ لیکن زدپاس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی ۔ کہتا بھی کیا بدبخت ۔

میں نے ایذاس کے بارے میں سوچا ۔ اور پھر میں نے لوگوں سے پوچھا ۔ " ایذاس کہاں ہے ۔؟"

" وہ ۔ وہ اپنے معبد میں ہے ۔ " چند سہمے ہوئے لوگوں نے جواب دیا ۔

" اسے کیوں نہیں لایا گیا ۔؟"

" نہیں ۔ نہیں پناہ دینے طاقت والے ۔ ہم معبد میں خونریزی نہیں کر سکتے ۔ ایذاس معبد میں چھپ کر بیٹھا ہوا ہے ۔ ہم اسے وہاں سے نکال کر کس طرح لائیں ۔ " بے شمار لوگوں نے بیک وقت کہا ۔

تب میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ۔ میں نے زدپاس کے ساتھ گرفتار لوگوں کو دیکھا ۔ اُن میں سے انکا انتخاب کر لیا جو میرے نزدیک زدپاس کے مظالم میں شریک ہو سکتے تھے ۔ اور باقی ان کو نظرانداز کر دیا جو صرف اس کے قریب ہونے کے مجرم تھے ۔ تب میں نے اشارہ کیا ان کی جانب اور کہا اُن سے جواب میری سپاہ کی حیثیت رکھتے تھے ۔!

" ان افراد کو ایذاس کے معبد لے چلو ۔ اور انھیں چھوڑ دو، اور عورتوں اور بچوں کو بھی ۔"

اور حیران رہ گئے رہا ہونے والے جیسے انھیں یقین نہ ہو ۔!

سو میرے حکم کی تعمیل کی گئی ۔ اور اب چند افراد پابہ زنجیر ۔ جن کے پیچھے ایک انبوہِ عظیم تھا روانہ ہو گئے معبد کی جانب کہ میں سب سے آگے تھا ۔!

یوں ہم پہنچ گئے اس معبد کے نزدیک کہ جہاں لیپاس کو خودکشی پر مجبور کیا گیا تھا اور جس کی بلندیوں کے دوسری جانب سمندر اور چٹانیں تھیں اور شاید ایذاس کو اس کی ساری تفصیل معلوم ہو چکی تھی ۔

لوگ باہر رک گئے اور میں نے اُن سے کہا کہ وہ میرا انتظار کریں میں ایذاس کو پکڑ کر لاتا ہوں ۔ اور اپنا خونی کھانڈا لئے میں اندر کی جانب چل پڑا ۔ تب کوئی میرے پیچھے لپکا اور میرے قریب پہنچ گیا ۔

میں نے گردن گھما کر دیکھا ۔ وہ ایتھا تھی ۔ لیبوریس کی حسینہ، پیار بھری نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی ۔ " یہاں تجھے میری مدد درکار ہوگی ۔ " اس نے آہستہ سے کہا ۔

" کیا کہنا چاہتی ہے ۔؟" میں نے پوچھا ۔

" اگر تو اجازت دے تو میں صرف تیرے ساتھ رہوں ۔"

" کیا تو ایذاس کی موت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہے ۔؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ۔

" ہاں ۔ یہی سمجھ ۔"

" تو آ ۔ مجھے اعتراض نہیں ہے ۔ " میں نے آہستہ سے کہا اور ایتھا میرے ساتھ چل پڑی ۔ وہ خاموش تھی اور میں معبد کے ایک ایک حصے میں ایذاس کو تلاش کرنے لگا ۔!

پورا معبد خالی پڑا تھا ۔ اور اب مجھے تشویش ہونے لگی مجھے شبہ ہوا کہ کہیں ایذاس موقع سے فائدہ اٹھا کر فرار تو نہیں ہو گیا ۔ یہاں تک کہ میں اسے تلاش کرتا ہوا ان بلندیوں تک پہنچ گیا، جہاں سے لیپاس سمندر میں

پھینکی گئی تھی۔ ہاں میں اسے قتل ہی سمجھتا تھا۔ میں نے سمندر کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھا۔ نیچے سیاہ چٹانیں بھوکے مگرمچھوں کی طرح اوپر کی طرف نگراں تھیں۔!

تب میں نے بے چینی سے چاروں طرف دیکھا۔

"ایذاس کہاں جا سکتا ہے۔؟" میں پریشانی سے بڑبڑایا۔

"میں نے تجھ سے کہا تھا یہاں تجھے میری مدد درکار ہوگی میرے محبوب۔" ایتھا آگے بڑھ کر بولی۔

"کیا مطلب۔ کیا تو مجھے ایذاس کا پتہ بتا سکتی ہے۔؟"

"ہاں۔!" ایتھا نے سکون سے کہا۔

"تو احمق لڑکی۔ اتنی دیر سے خاموش کیوں تھی۔؟"

"تو ایذاس کو تلاش کرتا رہتا۔ وہ تجھے کبھی نہ ملتا میکالا۔ لیکن دنیا کا عظیم سے عظیم مرد، عورت کے پہلو میں پہنچ کر بالکل گاؤدی ہو جاتا ہے اور وہ اسے اپنے سارے راز سونپ دیتا ہے۔"

"شاید میں ایسا نہ ثابت ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تیرے بارے میں نہ کہوں گی میکالا۔ اس وقت تک کچھ نہ کہوں گی جب تک مجھے پتہ نہ چل جائے کہ تو کیا ہے۔؟ تو نے جو کچھ کیا ہے، کیا وہ عام انسانوں جیسا ہے۔؟"

"خیر تو آگے کی بات کہہ ایتھا۔" میں نے کہا۔

"میں ایذاس کا ذکر کر رہی تھی۔ اس کے سارے علوم و فنون میری آغوش میں دم توڑ دیتے تھے اور وہ صرف ایک عام انسان رہ جاتا تھا۔"

"تو پہلے مجھے اس کا پتہ بتا۔"

"نہیں میکالا۔ میری اب تک کی خاموشی کی بھی ایک وجہ تھی۔"

"کیا وجہ تھی۔؟"

"میں اپنی معلومات سے ایک فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں۔"

"کیا فائدہ احمق لڑکی۔؟"

"تیرے چوڑے کھانڈے کا ایک وار میری گردن بھی سمندر میں اچھال سکتا ہے۔ میں اس کے لئے تیار ہوں۔ لیکن دوسری شکل میں میں اپنی ان معلومات کی قیمت چاہتی ہوں۔"

"کیا قیمت چاہتی ہے جلدی بول۔" میں نے کہا۔

"تیری دائمی قربت۔ تو جہاں بھی رہے گا مجھے اپنی کنیزوں میں رکھے گا! میں تیرے مشاغل میں دست انداز نہ ہوں گی۔ لیکن تیرے قرب سے مالا مال رہنا چاہتی ہوں۔ اب کائنات میں تیرے سوا میں کسی سے پیار نہ کر سکوں گی۔"

"اوہ۔ احمق لڑکی۔ ٹھیک ہے۔ گو یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ تاہم میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے ساتھ رکھوں گا۔"

"شکریہ میرے محبوب۔ شکریہ۔ آمیں تجھے بتاؤں کہ بوڑھا سانپ کہاں چھپا بیٹھا ہے۔ اپنے اس بل کے بارے میں اس نے شاید میرے سوا کسی کو نہ بتایا ہوگا۔"

ایتھا نے میرا ہاتھ پکڑا اور واپس لے چلی محل کے نچلے حصے کی جانب۔ اور پھر ایک کمرے میں پہنچ کر اس نے شیر کے چہرے اور انسانی بدن والے مجسمے کی دونوں آنکھیں دونوں انگلیوں سے دبائیں۔

ایک گڑگڑاہٹ ہوئی، اور جیسے کوئی سِل اپنی جگہ سے گر گئی۔ تب فرش کا ایک چوکور پتھر اپنی جگہ سے نیچے لٹک گیا۔ اس میں صرف اتنی جگہ تھی کہ ایک آدمی اندر داخل ہو جائے۔!

تب سیڑھیاں نظر آئیں، اور میں اپنا کھانڈا لے کر نیچے اتر گیا۔ ایتھا بھی میرے ساتھ تھی، جیسے اب وہ ایک لمحے کے لئے بھی مجھے نگاہوں سے اوجھل کرنا نہ چاہتی ہو۔!

لیکن سیڑھیاں تھیں کہ شیطان کی آنت۔ اترتے اترتے بھی مصیبت بن گئی تھیں۔ اتنی گہرائیوں میں جانا پڑا کہ لگتا تھا جیسے تحت الثریٰ میں اتر رہے ہوں۔ اور پھر نیچے روشنی نظر آنے لگی۔ اور ایتھا آہستہ سے بولی "وہ۔ وہ موجود ہے۔"

"یہ روشنی۔؟"

"یہ اس کی پوشیدہ پناہ گاہ ہے۔"

"ہوں۔" میں نے کہا اور پھر باقی سیڑھیاں میں نے چھلانگیں مار کر طے کی تھیں اور جوں ہی میرے قدم سطح زمین سے ٹکرائے۔ روشنی کا ایک تیز جھماکا ہوا۔ آگ کے سفید شعلے بلند ہو گئے اور پورا تہہ خانہ چمک اٹھا۔ تب میں نے بوڑھے ایذاس کو دیکھا جو سیاہ رنگ کا ایک سانپ دونوں ہاتھوں میں لئے کھڑا تھا۔ اس نے زہریلے سانپ کا پھن پکڑا ہوا تھا اور سانپ اپنے بدن کو اینٹھے دے رہا تھا۔!

ایذاس نے منہ کھول دیا۔ اور پھر اس کے حلق سے بھیانک آواز نکلی۔ "آ گئے۔ تم یہاں بھی آ گئے۔ آؤ۔ آؤ۔ یہ سارسطاس کی آرام گاہ ہے۔ یہاں آ کر سارے طلسم سو جاتے ہیں۔ آ جاؤ۔ تمہیں سارسطاس کی آغوش میں ابدی سکون ملے گا۔ آؤ میرے دوست قریب آؤ۔!" اس نے دونوں ہاتھ بڑھا کر سانپ دکھاتے ہوئے کہا۔

اور میں نے ایتھا کو پیچھے ہٹا دیا۔ سانپ اسے نقصان پہنچا سکتا تھا۔ ایتھا خوفزدہ نگاہوں سے ایذاس کو دیکھنے لگی۔ بہرحال وہ ان دیکھا پراسرار قوتوں کا مالک۔!

پھر میں آہستہ آہستہ ایذاس کی طرف بڑھنے لگا۔

"تو نے میری ساتھی لیپاس کو خودکشی پر مجبور کیا تھا ایذاس۔" میں نے کہا۔

"بالکل غلط۔ اس سے خودکشی کے لئے کس نے کہا تھا۔ اس بیوقوف نے تو خود ہی جان دے دی تھی۔ جہاں تک دوسری باتوں کا سوال ہے تو، تو نے میری محبوبہ پر ہاتھ ڈالا تھا۔ ایسی شکل میں تیری محبوبہ میرے لئے جائز تھی۔"

"لیکن تو اس سے کچھ حاصل نہ کر سکا۔!"

"ہاں۔ اس کا مجھے افسوس ہے۔ لیکن تو بھی بڑا چالاک ہے مکار۔ تو نے ایسی حسین عورت کو مردانہ لباس میں رکھ چھوڑا تھا۔ اتفاق تھا کہ وہ ظاہر ہو گئی ورنہ۔۔۔"

"کیا تو میرے ہاتھوں مرنے کے لئے تیار ہے ایذاس۔"

"موت۔ نہیں میرے دوست، ابھی مجھے موت نہیں آئے گی۔ لیکن تو شاید اپنی محبوبہ کے پاس پہنچنے کے لئے بے چین ہے۔ مجھے اعتراض نہیں ہے۔ تو مر سکتا ہے۔ تو خوشی مر سکتا ہے۔" اس نے اچانک سانپ میرے اوپر اچھال دیا۔ اور ایتھا کی چیخ نکل گئی۔

"میں جانتا ہوں کتیا تو اسے یہاں لائی ہے، ورنہ یہ کبھی راستہ تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ فکر نہ کر۔ تیری موت اس کی موت سے بھی زیادہ اذیت ناک ہوگی۔ میں تیرے لباس میں سیاہ ڈنک والے زہریلے بچھو چھوڑ دوں گا۔" ایذاس نے کہا۔ وہ کچھ اور بھی کہتا لیکن اس کی نگاہ میری طرف اٹھ گئی تھی، اور پھر اس کی زبان بند ہو گئی۔!

سانپ سے مجھے یوں بھی کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن بہرحال میں تیار تھا مبادا وہ ایتھا کی طرف نہ چلا جائے۔ اس لئے میں نے اسے پھرتی سے لپک لیا تھا اور سانپ نے بھی اسی پھرتی سے میرے داہنے گال پر منہ مارا تھا۔ لیکن اس موذی کو وہاں کیا ملتا۔ ہاں۔ اب وہ پوری طرح میری گرفت میں تھا۔

ایذاس کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

"کیا خیال ہے ایذاس۔ کیا تو اس سیاہ موت کو قبول کرے گا؟" میں نے کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔" ایذاس گھبرا کر بولا۔

"میرا خیال ہے سارسطاس کے پہلو میں تیری آرام گاہ مناسب رہے گی۔" میں اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ تم۔ میری بات سن لو۔ رک جاؤ۔" اور میں رک گیا۔

"ہاں۔ سنا۔!"

"میں نے۔ میں نے ایتھا کو نہیں دی۔" وہ دونوں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

"شکریہ۔ اور کچھ۔"

"اسے۔ اسے ہلاک کر دو۔ یہ بہت خطرناک ہے۔ تمہارے ہاتھ کی گرفت سے نکلنے نہ پائے۔ ورنہ۔ ورنہ ایک کو بھی نہ چھوڑے گا۔"

"میرے خیال میں تو اس سے زیادہ خطرناک ہے ایذاس۔ کیونکہ ایک موذی دوسرے موذی کو ہلاک کر دے۔"

"آہ۔ نہیں۔ آہ۔ نہیں۔ اسے مضبوطی سے گرفت میں رکھو۔ دیکھو نکلنے نہ پائے۔" ایذاس خوف سے لرز رہا تھا۔

"مگر تو خوفزدہ کیوں ہے ایذاس۔ تو تو دیوتا ہے۔ یہ سانپ تیرا کیا بگاڑ سکے گا!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایذاس تھوک نگل کر پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"دیکھا ایذاس۔ میں تجھ سے زیادہ طاقتور ہوں۔ دیکھ میں تجھ سے انتقام لینے میں حق بجانب ہوں اور جانے کہ تو نے میری محبوبہ لیپاس کے ساتھ جو کچھ کیا۔ وہ تم لوگوں کی، اہل لیبورنس کی سب سے بڑی بدبختی تھی۔ اور یہ بدبختی اب تم لوگوں کے سروں پر پہنچ گئی ہے۔ یہ دیکھ اپنے اس موذی سانپ کا حشر۔"

میں نے سانپ کی گردن پکڑی اور اس کے پھن کو الگ کر دیا۔ ایذاس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف جھانک رہا تھا۔ پھر میں نے سانپ کے منہ کو مٹھی میں پکڑا اور اسے مٹھی کی گرفت میں ہی [illegible]۔ سانپ زمین پر گرا اور اذیت کے عالم میں بل کھانے لگا۔ ایتھا اور میری توجہ سانپ کی طرف تھی اور ایذاس نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اس نے ایک طرف چھلانگ لگا دی۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ اور پھر میں بھی اس کے پیچھے لپکا۔ ایذاس اچھل کر دیوار کے ایک سوراخ سے نکل گیا۔ اور پھر وہ سوراخ میں کسی سانپ ہی کی طرح گھس گیا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ سوراخ میں کیا ہے۔ لیکن ایذاس کو کسی قیمت پر چھوڑنا بھی نہیں چاہتا تھا۔!

اور عجیب سی جگہ تھی یہ سوراخ بھی۔ دوسری طرف عجیب سی ڈھلان تھی جس میں بے پناہ پھسلن تھی۔ میں کوشش کے باوجود نہ رک سکا اور پھسلتا ہی چلا گیا۔ اور پھر اس انوکھے پائپ سے گزرتا ہوا میں چھپاک سے سمندر میں جا گرا۔ ایذاس بھی مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔ وہ کسی مچھلی ہی کی طرح تیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ لیکن اس احمق کو میرے دوست سمندر کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔

سمندر۔ میرا عظیم دوست۔ جس نے ہمیشہ میرے بدن کو پناہ دی۔ اور حفاظت سے خشکی پر پہنچا دیا۔ بھلا ایذاس کو وہ مجھ پر ترجیح کیوں دیتا۔!

چنانچہ اس نے مجھے جگہ دے دی اور میں نے ایک ہی جست میں ایذاس کو کنکھجورے کی مانند پکڑ لیا۔ اس نے پلٹ کر میرے بدن کو گرفت میں لینے کی کوشش کی۔ لیکن مچھلی بوڑھے کے دونوں ہاتھ تو میرے بدن کی

چار انچ تک بھی نہیں پہنچتے تھے۔ میں سطح سمندر پر ابھرا۔ اور میں نے ساحل تلاش کیا۔ خشکی زیادہ دور نہیں تھی۔ میں اسے لٹکائے ہوئے خشکی کی جانب تیرنے لگا۔ اور پھر میں خشکی پر پہنچ گیا۔ ایذاس نے اب آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اب اس نے ساری جدوجہد ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ !

میں نے اسے کھڑا کیا تو وہ گرنے لگا۔ تب میں نے غرائی ہوئی... آواز میں کہا۔ "سنو۔ تم ہوش میں ہو۔ اگر تم نے بیہوش ہونے کی کوشش کی تو میں تمہارے گردن کے جوڑ والی ہڈی توڑ دوں گا۔" میں نے اس کی ہنسلی کی ہڈی میں انگلیاں گھسیڑ دیں اور اس نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔

"اپنے قدموں سے چلو۔" میں نے اسے حکم دیا۔

"ک۔ کیوں۔ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔

"تمہارے معبد میں۔"

"کیوں۔؟"

"وہاں تمہارے بے شمار عقیدت مند تمہارے منتظر ہیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"سنو۔ کیا تم مجھے قتل کر دو گے۔؟"

"تمہارا کیا خیال ہے۔؟" میں نے اسے آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ تم اپنا خیال بتاؤ۔"

"معبد کے سامنے بتاؤں گا۔"

"میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ چلتے رہو۔"

"نہیں جاؤں گا۔ اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو یہیں قتل کر دو۔ اور۔ اور اگر تم چاہو تو میں تم سے ایک سودا بھی کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ اس دوران میں اسے [illegible] جا رہا تھا۔

"لیبورنیس کی بے شمار حسین لڑکیاں۔ میرا وعدہ ہے کہ تمہاری ہر رات، ایک نئی لڑکی کے ساتھ گزرے گی۔"

"اور۔؟"

"اس کے علاوہ۔ اس کے علاوہ زدپاس کو شہنشاہیت سے معطل کرنا میرے دائیں ہاتھ کا کام ہے۔ اہلِ لیبورنیس کو اس کے خلاف ہموار کرنا میرے لئے مشکل نہ ہوگا۔ تب میں تمہیں لیبورنیس کا شہنشاہ بنا دوں گا۔"

"لیکن میں نے تمہارے بارے میں کچھ اور سوچا ہے۔" میں نے کہا۔

"وہی بتا دو۔"

"میں تمہیں۔ تمہارے لوگوں کے سامنے موت کی سزا دوں گا۔ میں تمہیں ان لوگوں کے سامنے کتے کی موت ماروں گا، جو تمہاری پوجا کرتے آئے ہیں۔ سنو۔ پورے لیبورنیس کی لڑکیاں مل کر بھی ایپاس کی زندگی کا بدل نہ ہوں گی۔"

"میں نہیں جاؤں گا۔ میں ان کے سامنے مرنا پسند نہیں کرتا۔ میں یہیں جان دے دوں گا۔" ایذاس زمین پر بیٹھ گیا۔

"تب میں نہایت شان سے ان کے سامنے لے جاؤں گا۔" میں نے ایذاس کی ایک ٹانگ پکڑ لی اور پھر میں اسے پتھروں پر گھسیٹتا ہوا لے جانے لگا۔

"ارے۔ ارے۔ م۔ میں۔ چھوڑ دو۔ چھوڑ دو میری ٹانگ۔" ایذاس بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"تب شرافت سے چلو گے۔؟"

"ہاں، ہاں بالکل شرافت سے۔ ربِ اسوس کی قسم۔ بالکل شرافت سے۔" اس نے کہا اور میں نے اسے کھڑا کر دیا۔ درحقیقت ایذاس بڑا شریف تھا۔ اس نے قسم کا پاس کیا اور پھر وہ معبد تک نہایت شرافت سے، نہایت خاموشی سے چلتا رہا۔

اور میرے منتظر۔ جو میرے کر اپنہ تھے۔ لیکن اب، جو میرے ہر حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ جو قید شدہ زدپاس کی باتوں میں نہیں آئے تھے ایذاس کی حالت دیکھ کر چونک پڑے۔

تب میں نے انہیں مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اور ایذاس کی گردن پکڑ کر اسے بھی زدپاس کے سامنے کھڑا کر دیا۔

"لیبورنیس کے لوگو! دیکھو۔ یہ زدپاس ہے، تمہارا شہنشاہ اور یہ ایذاس ہے تمہارا جھوٹا دیوتا۔ جس نے تمہیں ہمیشہ دھوکا دیا۔ اور یہ زدپاس، جس نے تائیرس کی دوستی ٹھکرا کر اس کی دشمنی اپنا لی۔ جس نے لیبورنیس کے مہمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جس نے ایک مہمان لڑکی کو خودکشی پر مجبور کر دیا۔ اور جو خود تم میں سے ان کی موت کا باعث بنا جو میرے ہاتھوں مارے گئے۔ یہ ہیں وہ دونوں بدفطرت بتاؤ۔ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ ! بولو لیبورنیس کے لوگو، میں انہیں کیا سزا دوں۔؟"

"ایذاس جھوٹا دیوتا ہے۔ اگر وہ قوت رکھتا ہے تو تمہیں فنا کر دے۔!" چند نوجوان چیخ کر بولے۔

"اس سے پوچھو۔ یہ ایسا کیوں نہیں کرتا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جواب دو ایذاس۔ تمہارے قبضے میں آسمان پر کڑکنے والی بجلیاں ہیں۔ تم ان بجلیوں کو حکم کیوں نہیں دیتے کہ وہ اسے جلا کر خاکستر کر دیں۔ تم طوفانوں کے حکمراں ہو۔ کسی طوفان کو آواز کیوں نہیں دیتے۔؟"

"میں۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ مجھے کہا مجھے اس سے بچاؤ۔" ایذاس نے کہا۔

"نہیں — اسکی سزا موت ہے — اسے مار دو — انھیں ہلاک کر دو۔ ان دونوں کو ہلاک کر دو —" چاروں طرف سے شور اٹھا — اور زدپاس اور ایذاس بُری طرح رونے لگے —

"اے ہمارے لوگو — اے لیبورنس کے باشندو — ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے — سب اسے گھیر لو — اسے ہلاک کر دو — آہ — اسے ہلاک کر دو —" ایذاس روتے ہوئے بولا —

"تمہاری زندگی ذلت کی زندگی ہے — تمہیں زندہ نہیں رہنا چاہئے، تمہاری موت کے بعد لیبورنس کو عظمت ملے گی —" لوگ چیخے — تب میں نے چند جوانوں کو آگے بلایا —

"ان سب کو بلندیوں پر معبد کے کنارے لے جاؤ — لے جاؤ انھیں معبد کی سب سے بلند جگہ جس کے نیچے چٹانیں بکھری ہوئی ہیں —"

"کیوں — کیوں — وہاں کیوں — ؟" زدپاس اور دوسرے لوگ گھبرا کر بولے —

"لے چلو انھیں — یہ میرا حکم ہے —" اور اس وقت میرے حکم سے سرتابی کرنے والا کوئی نہیں تھا — اگر ان کے ذہنوں میں دیوتاؤں کا تصور تھا کہ وہ طاقتور ہو — انوکھا ہو — آگ سے نہ جلتا ہو — تلوار سے نہ مرتا ہو، تو اس وقت میں ان کا دیوتا تھا — جیتا جاگتا دیوتا — جو وہ سب کچھ کر سکتا تھا، جو اُن کا تصور تھا — !

تب وہ میرے حکم کی تعمیل کیوں نہ کرتے —

اور ایک بار پھر معبد کی بلندیوں کا سفر شروع ہو گیا — سارا لیبورنس نیچے جمع تھا — سب ہی تماشا دیکھنے چلے آئے تھے — زدپاس اور ایذاس کی بُری حالت تھی — زدپاس کے اہلِ خاندان، جنھیں میں نے موت کے لئے منتخب کیا تھا، چیخ چیخ کر اسے گالیاں دے رہے تھے — غرض خوب ہنگامہ تھا، اور اسی ہنگامے میں ایتھا بھی میرے پاس پہنچ گئی — !

"آہ — میکارا — تم ٹھیک ہو — خوب، تو تم نے اس بزدل گیدڑ کو بالآخر پکڑ لیا — ؟"

"آؤ ایتھا — ان کا انجام بھی دیکھ لو —" میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"میں تو پریشان تھی — اس سوراخ کی کہانی مجھے معلوم نہیں تھی — میں نے جھانک جھانک کر اس میں دیکھنے کی کوشش کی — لیکن تاریکی کے سوا کچھ نہ ملا — اور پھر جب تمہاری واپسی کے انتظار سے تھک گئی تو پھر میں اوپر آگئی —" ایتھا نے کہا۔

"سوراخ کی کہانی پھر سہی — آؤ — پہلے زدپاس کی کہانی ختم ہوتے دیکھ لو —" اور تمام لوگوں کو ایک قطار سے کھڑا کر دیا گیا، فصیل کے کنارے —

"سنو زدپاس — میں تمہیں حکم دیتا ہوں — فصیل سے نیچے چھلانگ لگا دو —"

"کیا — کیا بک رہے ہو تم — ؟ کیوں لگا دوں فصیل سے نیچے چھلانگ ؟ کیا میرا دماغ خراب ہے — ایں — کیا میں پاگل ہو گیا ہوں — تم خود چھلانگ لگا دو نیچے — ایں — تم خود چھلانگ لگا دو —"

زدپاس پیچھے ہٹنے لگا — !

"زدپاس کو اٹھا کر نیچے پھینک دو —" میں نے کہا —

اور میرے حکم کی تعمیل کرنے والے نوجوانوں نے زدپاس کو بازوؤں سے پکڑ لیا — وہ لوگ اب خود زدپاس سے بدظن ہو گئے تھے — بھلا ایسے آدمی سے انھیں ہمدردی کیوں ہوتی، جس کی وجہ سے وہ مصیبت کا شکار ہوئے تھے —

"ارے — ارے — تم — تم — تم احمق ہوئے ہو کیا — میں — میں تمہارا شہنشاہ ہوں — میں تمہارا شہنشاہ ہوں —" اور پھر زدپاس کی آخری چیخ بہت بھیانک تھی — اس کا فربہ بدن پہاڑ کی بلندیوں سے نیچے جا رہا تھا — اور پھر وہ چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا — فصیل کے کنارے . . . کھڑے لوگ خوف سے لرز رہے تھے —

اور ایذاس نے آنکھیں بند کر لی تھیں — !

میرا دوسرا شکار ایذاس ہی تھا — میں نے ایذاس کی جانب دیکھا۔ اور آہستہ سے کہا۔ "ایذاس — پہاڑ سے نیچے چھلانگ لگا دو — !" اور ایذاس نے آخری وقت میں سچ مچ مجھے متحیر کر دیا — میرے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہی اس نے پہاڑ سے نیچے چھلانگ لگا دی — !

تو یہ تھا لیبورنس کے حکمرانوں کا انجام پروفیسر — لیکن اس کہانی کا ایک چھوٹا سا باب آئندہ بھی آئے گا، فی الحال حکمرانوں کی کہانی یہیں ختم — اب وہ رہ گئے تھے جو زدپاس کے اہلِ خاندان تھے اور جن کے رنگ خوف سے سفید پڑ گئے تھے — جب میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ خوف سے سسکیاں لے لے کر رونے لگے۔

اور پھر اُن میں سے ایک نے ہچکیاں لیتے ہوئے گھگھیائے ہوئے انداز میں کہا۔ "فاتح — ہماری آخری بات سن لے — اس کے بعد ہماری موت کا حکم دینا —"

اور کچھ ایسا دردناک لہجہ تھا اس شخص کا کہ میرے بدن میں کھولتا ہوا لہو سرد پڑنے لگا — میں نے اس کی جانب دیکھا اور اس نے خوف کے مارے آنکھیں بند کر لیں — !

"کیا کہنا چاہتے ہو — ؟" میں نے اس سے کہا۔

"قصوروار ہم نہ تھے — سوائے اس کے کہ ہم اس کے اہلِ خاندان میں سے ہیں جو ظالم تھا — اور تو نے لیبورنس کے دوسروں کو معاف کیا ہے، جو تیرے ساتھ ویسے ہی تھے، جیسے ہم — ہم بھی رحم کے طالب و مستحق ہیں — ہم بھی وہی چاہتے ہیں جو دوسرے — سو ہم کیوں محروم ہیں اس سے، ہمیں بھی زندگی

بخش دے۔ اور ہم عہد کریں گے کہ تجھ سے خلوت رہیں گے کبھی۔ اور اطاعت کریں گے تیری اس وقت تک جب تک تیرے دیئے ہوئے سانس قائم رہیں گے۔"

میں نے اس کی گفتگو سنی پروفیسر۔ اور میرے دل میں رحم بیدار ہوگیا۔ ہاں۔ درست ہی تو تھا۔ یہ زدپاس نہ تھے۔ زدپاس مارا گیا تھا۔ اور انتقام سرد ہو چکا تھا۔! ایک لمحے کو میں نے سوچا۔ اور پھر میں نے ہدایت کی اپنے جوانوں کو کہ قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے۔!

یوں جو موت کے کنارے کھڑے تھے زندگی پا گئے۔ اور ان کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔! انھوں نے میرے سامنے سر جھکا لیا۔ تب میں نے اہلِ لیبورنیس کو مخاطب کر کے چیخ کر کہا۔

"لیبورنیس کے لوگو۔ میرے بارے میں تم سب جانتے ہو۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق فیقلولیہ سے بھی نہیں ہے۔ ایک آوارہ گرد ہوں پہلے میں تھیوڈوس کے ہاتھ لگا اور اس نے مجھے ایک غلام کی حیثیت دینا چاہی، اس وقت جب وہ فیقلولیہ پر حملہ کرنے جا رہا تھا لیکن مجھے معلوم ہوا کہ تائیورس ایک عمدہ انسان ہے اور تھیوڈوس صرف ایک درندہ صفت قزاق۔! تب میں نے تائیورس کی مدد کا فیصلہ کر لیا۔ اور پھر میں نے تائیورس کے ساتھ مل کر تھیوڈوس سے جنگ کی اور تھیوڈوس کو شکست دی۔ لیکن میں بدخو کی فطرت پہچان چکا ہوں۔ تھیوڈوس پھر پلٹے گا۔ پہلے تائیورس سے انتقام لے گا اور اس کے بعد وہ دوسرے جزائر کا رخ کرے گا۔ عظیم تر سلطنت کے خواب دیکھنے والا تھیوڈوس تم میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا۔ لیبورنیس کے لوگو!۔ میں تم سے مختلف انسان ہوں۔ تھیوڈوس پوری زندگی کوشش کر کے بھی مجھے قتل نہیں کر سکے گا۔ اس کا ثبوت تمہارے پاس موجود ہے۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ جزائر پر زندگی کا نشان مٹ جائے۔ میں تائیورس کے ہاتھ مضبوط کرنا چاہتا ہوں صرف اس لئے کہ تم سب زندہ رہو۔ سو یوں میں تائیورس کے قاصد کی حیثیت سے تم میں آیا تھا لیکن زدپاس نے میرے ساتھیوں پر ظلم کیا اور انھیں قتل کر دیا۔ مجبوراً مجھے اپنی قوت استعمال کرنا پڑی اور میں جو کچھ ہوں تم جانتے ہو۔"

سارا مجمع خاموش تھا۔ میں نے اس کا جائزہ لیا۔ پھر میں نے کہا۔

"سنو۔ میرا کوئی خاندان نہیں ہے۔ میں کسی کو تمہارے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہتا، لیکن میں خود تمہارا حکمراں رہوں گا۔ میں اس وقت تک تمہارا حکمراں رہوں گا جب تک تمہیں منظم نہ کر دوں۔ میں تمہاری فوج بناؤں گا، تاکہ جب تھیوڈوس تائیورس پر حملہ آور ہو، تو اسے دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور فوج سے مقابلہ کرنا پڑے۔! اور سنو۔ میرا مشن جس وقت پورا ہو جائے گا، میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ کہ میرا مشن پورا ہونے کے بعد جو حکمراں ہوگا، وہ تم میں سے ہوگا۔"

مجمع میرے خاموش ہونے کے بعد بھی کئی منٹ تک خاموش رہا۔ اور خاموشی کے یہ لمحات بڑے عجیب تھے۔! لیکن طوفانی شور و غل یکدم ہی بلند ہوا تھا۔

"شہنشاہ میکارا۔ ہمارا شہنشاہ میکارا۔ ہم تیری اطاعت قبول کرتے ہیں۔ ہم تیری حکمرانی قبول کرتے ہیں۔" شور و غل کی آوازوں سے پہاڑ لرز رہے تھے۔!

میں نے گہری سانس لی۔ اور پھر ایتھا کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں حسین عورت خاموشی سے ایک طرف کھڑی تھی۔ میں نے اسے دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔! تب میں نے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا اور وہ چونک پڑی۔!

"ایتھا۔" میں نے اسے آواز دی۔ اور میری آواز سن کر وہ بے اختیار دوڑی۔ اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کا بدن لرز رہا تھا۔

"اور اس وقت تک، جب تک میں حکمراں رہوں گا۔ تو میرے ساتھ رہے گی!"

"اس وقت تک نہیں۔ اس وقت تک نہیں میکارا۔" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"پھر۔؟"

"اس کے بعد بھی۔ ہاں اس کے بعد بھی۔"

اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تب مجمع کثیر مجھے محل لے جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔!

سونے کے حسین رتھ میں، ایتھا بھی میرے ساتھ تھی اور کیا حسین تھا اس رتھ میں بیٹھنے والا، جس کے پورے بدن پر اہلِ لیبورنیس کے خون کی تہیں جمی ہوئی تھیں اور جس کے کھانڈے کا اوپری حصہ خون سے سرخ تھا۔ سو رتھ کا حسن بھی گدلا گیا تھا۔ لیکن قدردانوں کو اور قبول کرنے والوں کو اس بات کی کیا پرواہ۔

یوں ہم محل میں پہنچ گئے زدپاس کے۔ اور وہ جنھیں ابھی تک صورتحال کا علم نہیں تھا، حیران رہ گئے۔ لیکن ان میں تعداد زیادہ تھی عورتوں کی۔ اور بہت اچھا اقدام کیا تھا میں نے زدپاس کے اہلِ خاندان پر رحم کھا کر، کہ جو موت کے منہ سے لوٹ آئے تھے اور بعد کے واقعات گواہ ہے کہ وہ ہی میرے سب سے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ تھے اور انھوں نے اسی وقت سے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ یوں پورے محل میں موجود کنیزوں اور سارے لوگوں کو میری شہنشاہیت کا پتہ چل گیا۔

ابتدائی تقریبات میرے غسل سے شروع ہوئیں اور بے شمار کنیزوں نے میرے بدن کا خون دھویا۔ لیبورنیس کی حکومت درحقیقت خون پسینے کی کمائی تھی۔ لیکن پروفیسر۔ تم جانتے ہو حکومت سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میرے ذہن نے تو ایک نئے انداز سے سوچا تھا۔ میرا مقصد جو لیپاس کی موت کے بعد ادھورا رہ گیا تھا۔ اس انداز میں پورا ہو سکتا تھا، جو میں نے اختیار کیا تھا۔ سو یہی بات میں نے خلوت میں ایتھا سے کی۔

ہاں — ایتھا ہی حجلۂ شاہی کی پہلی عورت تھی — اور اس نے اس انداز میں سجایا تھا خود کو کہ دیکھنے والی آنکھ مسحور ہو جائے۔ سو میں نے بھی اسے پسند کیا۔ لیکن اس انداز میں نہیں کہ خود کو کھو بیٹھوں۔ کیونکہ میری آنکھ نے تو بہت کچھ دیکھا تھا — وہ کچھ جس کا تصور محال ہے۔

ہاں — میں نے ایتھا کے حسن کی پذیرائی ضرور کی تھی۔!

"میکارا —" وہ میرے سینے سے لپٹ کر بولی۔

"تو بہت حسین ہے ایتھا۔"

"تیری توجہ کے قابل ہوں —؟"

"یقیناً —!"

"میری خوش بختی ہے۔" ایتھا نے فورِ مسرت سے کہا۔

"لیبورنیس میں تجھے چاہنے والے بے شمار ہوں گے ایتھا —؟"

"ہاں — تیرا خیال ٹھیک ہے میکارا — لیکن تو پہلا ہی ہے جسے میں چاہتی ہوں اور تبدیلی اپنے اندر جو کشش رکھتی ہے اس سے انکار کون کرے گا۔"

"تبدیلی —؟" میں نے اسے آغوش میں بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں میکارا — میں کون ہوں — کہاں پیدا ہوئی — مجھے معلوم نہیں — ان لوگوں میں آنکھ کھولی جو دوسروں کا دل بہلانے کے لئے جیتے ہیں — رقص و سرود میں ہوش سنبھالا — اور پھر بازار میں دوسروں کی نگاہوں کے سامنے آگئی — میرے پرستاروں کی زبان پر تالے نہیں تھے۔ وہ آزادی سے میرے حسن کے بارے میں اظہارِ خیال کر سکتے تھے — یوں میرے چرچے عام ہو گئے — میری قیمت بڑھنے لگی —! لیکن مجھے بڑا غم تھا اس بات کا کہ میں بازار میں سجی ہوئی ایک چیز ہوں — تب میں نے سوچا کہ کیا اختلاف ہے مجھ میں اور ان عورتوں میں جو صاحبِ حیثیت ہیں — اور نہ پا سکی یہ راز — اور نہ تلاش کر سکی وہ راستے جن سے شرافت کی دیواروں میں پوشیدہ ہو سکتی — سو میں نے سوچا — جب بکنا ہی ہے تو انمول بکو — یوں میں نے کسی کو قبول کیا اور تلاش کرنے لگی اسے جو سب پر حاوی ہو — سو یہ بوڑھا سانپ یعنی ایذاس تھا —! اور میں اس کی منظورِ نظر بن گئی — یوں میں ممتاز ہو گئی — لیکن میری روح بے چین تھی — اور روح کا سکون انسان کی زندگی میں سب سے قیمتی ہوتا ہے — صرف محبوب ہونا انسان کو سب کچھ نہیں دے دیتا۔ کسی کی چاہ بھی سرمایۂ حیات ہوتی ہے — میری روح کی پیاس بجھ ت ہے میکارا — اور اب مجھے کسی اور شئے کی ضرورت نہیں رہی —"

وہ مجھ سے لپٹ گئی — اور اس رات — میں نے اس کی ساری تشنگی مٹا دی — تاکہ اس کی کوئی بھی طلب باقی نہ رہے — تب دوسری صبح رسمیات کی صبح تھی۔

مجھے اہلِ لیبورنیس پر حیرت تھی — میں نے ان میں سے بیشتر بدل دیئے تھے — جس وقت میرے ذہن پر لیباس کا جنون تھا، میں نے کسی کو امان نہیں دی تھی لیکن اپنوں کی لاشیں ٹھکانے لگانے کے بعد وہ پُرسکون ہو گئے — نہ جانے کس دل سے انھوں نے قبول کر لیا تھا۔ بہر حال مجھے باقاعدہ لیبورنیس کا مطلق العنان بنا دیا گیا۔

اور اس روز میں نے حکم دیا کہ شہر کا ہر گلی کوچہ صاف کر دیا جائے — سو ہر فرد میرے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گیا اور شہر کی صفائی ہونے لگی — پھر جب دوسرے دن میں نے شہر دیکھا تو میرے خیال کی تصدیق ہو گئی — یہ لوگ برے نہیں ہیں اگر صحیح راہنمائی ہو — سو میں نے اُنکے . . . . اور اپنے مشن کے بارے میں مکمل طور سے پروگرام بنانے شروع کر دیئے۔

لیکن اس کے لئے وقت کم تھا اور کام زیادہ — تیسرے دن میں نے ایتھا کو ساتھ لیا — دو گھوڑے لئے — اپنا مخصوص کھانڈا لیا اور لیبورنیس کے مضافات کی سیر کو نکل گیا — مجھے کسی محافظ کی ضرورت نہیں تھی۔ سب ٹھیک تھا —!

اور لوگ بھی جانتے تھے کہ میں بخوبی اپنی حفاظت کر سکتا تھا۔

ہم دونوں نے دور دور تک علاقہ دیکھا۔ بلاشبہ یہاں لوہے کے بڑے بڑے ذخائر تھے — درختوں کی بھی بہتات تھی۔ زمینیں بھی نفیس اور قابلِ کاشت تھیں — میں بغور ساری چیزوں کا جائزہ لے رہا تھا، اور میرے ذہن میں پروگرام بن رہے تھے۔ ساری چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد میں نے واپسی کا پروگرام بنایا۔

اور پھر چوتھے دن میں نے کچھ اور لوگوں کو طلب کر لیا۔ میں نے اُن سے معلوم کیا کہ وہ خوراک کہاں سے حاصل کرتے ہیں۔ اور کیا یہ خوراک بہ آسانی مل جاتی ہے — تب مجھے معلوم ہوا کہ ان کی زندگی کا زیادہ تر انحصار لوٹ مار پر ہے — خوراک دور دراز کے جزیروں سے خریدتے ہیں یا لوٹ لیتے ہیں —! اور مجھے ہنسی آگئی۔

صحیح یہ وحشی تھے — بہر حال دوسرا کام میں نے اس دن یہ کیا کہ احکامات دیئے متعلقہ لوگوں کو کہ بتائیں مجھے لیبورنیس کے نوجوانوں، بوڑھوں اور عورتوں کی صحیح تعداد —! اور اس کے لئے بہت کم وقت دیا میں نے۔

پھر معلومات حاصل ہونے کے بعد میں نے بوڑھوں، جوان عورتوں اور مناسب عمر کے بچوں کے سپرد زمینوں کی کاشت کی، انھیں پھل، اناج، سبزیاں، ترکاری پیدا کرنے کے طریقے بتائے — اور ان سے کہا کہ اپنے کام سے غفلت نہ برتیں ورنہ سزا ملے گی۔! پھر نوجوانوں کے ایک گروہ کو درخت کاٹنے کی مہم پر لگایا — اور انھیں لکڑی حاصل کرنے کے طریقے بتائے — اور دوسرے گروہ کو لوہا پکانے کی ترکیبیں بتائیں۔ بھٹیاں بنوائیں، ہتھیار ڈیزائن کر کے دیئے — فولادی کیلیں بنوانے لگا —!

غرض ایک ماہ کے اندر اندر میں نے ایک ایک فرد کو کام سے لگا دیا تھا — اس سلسلے میں حادثات بھی پیش آئے — لوٹ مار کے عادی

حرامخوروں نے بغاوت کی اور دس بارہ آدمیوں کو مزید قتل کرنا پڑا۔ میں نے ان پر اپنی وحشت اس قدر بٹھادی کہ وہ مشینی انداز میں کام کرنے لگے۔

پھر جب خوراک کا پہلا ذخیرہ انھیں ملا۔ تو اُن کی آنکھیں کھلیں اتنی وافر مقدار میں خوراک انھوں نے کبھی حاصل نہ کی تھی، اور پھر یہ خالصتاً اپنی محنت کا صلہ تھا۔!

اور اس کے بعد وہ دل سے میرے اطاعت گزار ہو گئے۔ لیبورینس کی شکل ہی بدل گئی تھی۔ پہلے جو لوگ صرف آوارہ گردی کرتے تھے، اب دن رات کام میں مصروف نظر آتے۔ میں نے ان کی ہڈیوں کی ساری کسک نکال دی تھی۔ اور اب وہ مشقت کے عادی بن رہے تھے۔ لوٹ مار کرنے والے خود جنگجو تھے اس لئے فنونِ جنگ سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔

ہتھیاروں کے انبار لگتے جا رہے تھے، درختوں کی لکڑیوں سے انتہائی مضبوط جہاز تیار کئے جا رہے تھے۔ گو وہ خوبصورت نہیں تھے۔ لیکن ان کی مضبوطی اور کارکردگی مثالی تھی۔ پھر میں نے ان جہازوں میں مخصوص قسم کے ہتھیار لگوائے۔ یہ لوہے کے بڑے بڑے گولے پھینکنے والی منجنیقیں تھیں۔ میرے تجربے کے مطابق سمندری جنگ میں یہ ہتھیار سب سے زیادہ موثر ہوتا ہے، چنانچہ میں نے اس پر زیادہ توجہ دی تھی، اور اس کے بعد میں نے فنونِ حرب کے ماہروں کو جوانوں کی تربیت پر لگا دیا۔

سامانِ حرب اتنا جمع ہو گیا تھا کہ اب مزید ضرورت نہیں تھی۔ جہازوں کے کئی عظیم الشان بیڑے تیار ہو چکے تھے۔ انھیں ساحل تک پہنچا دیا گیا تھا۔ ان کی کارکردگی کا جائزہ بھی لے لیا گیا تھا۔

اور پھر میں نے انتہائی چھوٹے جہازوں کے ایک گشتی بیڑے کو سمندر میں اتار دیا۔ میں نے دور دراز کے کھلے سمندر میں ان کی ترتیب اس طرح کردی کہ ان کا فاصلہ ایک جہاز سے دوسرے جہاز تک اتنا ہے کہ وہ آسانی سے ایک دوسرے جہاز کو پیغام دے سکیں۔ اور یہ نہایت جدید نظام تھا جو اس وقت تک پورے یونان میں کہیں رائج نہ تھا۔!

اہلِ لیبورنیس اب میرے اوپر جان دیتے تھے۔ ان میں عقل و دانش کا مادہ پیدا ہو گیا تھا۔ اُن میں اپنی زمین سے محبت بیدار ہو گئی تھی اور اب وہ لیبورنیس کی بقا چاہتے تھے۔ اب وہ لیبورینس سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ یوں وقت گزرتا رہا۔ میں یہاں ایسا اُلجھا تھا کہ تائیورس کی باقاعدہ خبر گیری سے محروم رہا۔ نہ جانے بے چارے تائیورس نے میرے بارے میں کیا سوچا ہوگا۔

اینھا ہر لمحہ میرے شانہ بشانہ تھی۔ میں نے اسے باقاعدہ ملکہ نہیں بنایا تھا، لیکن لوگ اس کی اسی طرح عزت کرتے تھے، جس طرح ایک ملکہ کی۔ اور اینھا میرے اوپر جان دیتی تھی۔ نت نئے طریقے سے مجھے خوش رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔

لیبورینس پر حکومت کرتے ہوئے مجھے موجودہ دن و ماہ کے حساب سے پورا ایک سال گزر چکا تھا۔ اب لیبورینس کی شکل اتنی نکھر گئی تھی کہ مجھے اس کے بارے میں کوئی فکر نہیں رہ گئی تھی۔ شاید لیبورینس کا جنگی بحری بیڑہ قرب و جوار کے سارے جزائر سے کہیں زیادہ مضبوط تھا۔ اور اس کے جوان اب آہنی جوان تھے جن کی شکست ناممکن تھی۔

میں اب یہ سوچنے لگا تھا کہ خود ایک جہاز تیار کر کے فیقلولیہ جاؤں اور تائیورس کی خبر لوں۔ ممکن ہے مجھے اطلاع نہ مل سکی ہو اور تھیوڈوس فیقلولیہ پر حملہ آور ہو گیا ہو۔

یہ خیال میرے ذہن میں جڑ پکڑتا جا رہا تھا۔ چنانچہ میں نے تیاریاں شروع کر دیں، لیکن یہ تیاریاں اچانک جنگ کی تیاریوں میں بدل گئیں۔ ہوا یوں کہ ایک رات، جب میں اینھا کی آغوش میں سکون کی گہری نیند سو رہا تھا۔ اچانک دروازے کے محافظوں نے آوازیں دیں اور اینھا جاگ گئی۔

میں نے انھیں اندر بلا لیا۔!

"پہلے گشتی جہاز کا سربراہ ایلاش آیا ہے۔"

"اوہ۔ کہاں ہے وہ۔؟" میں جلدی سے اُٹھ گیا۔

"باہر موجود ہے۔"

"تم چلو۔ میں آ رہا ہوں۔" میں نے کہا اور لباس پہننے لگا۔

"وہ کیوں آیا ہے میکارا۔؟" اینھا جو ابھی تک نیند کے خمار میں تھی، غنودہ لہجے میں بولی۔

"ممکن ہے کوئی سمندری پیغام لایا ہو۔"

"کیسا سمندری پیغام۔؟"

"تم خواب سے جاگ جاؤ، تو بتاؤں۔" میں نے مسکرا کر اس کے گال پر چپت رسید کرتے ہوئے کہا اور باہر نکل آیا۔ باہر ایلاش میرا منتظر تھا۔

"سمندر کے آخری جہاز سے ایک پیغام، دوسرے جہازوں سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔"

"کیا پیغام ہے۔؟"

"تھیوڈوس کا عظیم تر بیڑہ۔ فیقلولیہ کی جانب تیزی سے بڑھتا ہوا دیکھا گیا ہے۔!"

"اوہ۔ کیا پیغام مکمل ہے۔ یا صرف یہی بتایا گیا ہے۔؟"

"نہیں۔ مختصر تفصیل ہے۔ اندازہ لگانے والوں کا خیال ہے کہ بیڑے میں چھوٹے بڑے تقریباً ایک سو جہاز ہیں، زبردست جنگی سامان اور انسانوں سے لدے ہوئے۔ ان پر تھیوڈوس کا پرچم لہرا رہا ہے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ جاؤ۔ پیغام دو کہ گشتی جہاز فوری طور پر واپس لیبورنس پہنچ جائیں۔"

"بہتر۔" ایلاش نے کہا اور میں اندر ایتھا کے پاس آگیا۔
ایتھا بھی جاگ اٹھی تھی اور میری منتظر تھی۔

"کیا ہوا میکارا۔۔؟"

"میرے مشن کی تکمیل کا وقت آگیا ہے ایتھا۔"

"یعنی۔۔؟"

"تھیوڈوس فیقلولیہ کی [illegible]

"اوہ۔۔ پھر اب۔۔؟"

"بس۔۔ ہم عقب سے اس [illegible] یں گے۔"

"کب روانہ ہو رہے ہو۔۔؟"

"فوری تیاریوں کے بعد۔"

"میکارا۔" ایتھا آہستہ سے بولی۔

"ہوں۔"

"نادانی کی... بات ہے۔۔ لیکن اگر کوئی حرج نہ ہو تو، مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔"

"کوئی حرج نہیں ہے ایتھا۔" میں نے کہا اور ایتھا خوشی سے اچھل پڑی۔!

"سچ۔۔ سچ میکارا۔ تم مجھے ساتھ لے چلو گے۔۔؟"

"ہاں۔۔ تم جانتی ہو۔ بہر حال تھیوڈوس کی موت یقینی ہے، ہاں پورے بھروسے کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوں گا۔"

"اوہ۔۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" ایتھا نے کہا۔

بہر حال پروفیسر۔ انتظار کی کیا تک تھی میں تو اسی وقت سے جاگ اٹھا تھا۔ چنانچہ لیبورنیس کے دوسرے بھی کیوں نہ جاگ اٹھتے۔۔ اسی وقت سے تیاریاں شروع ہو گئیں۔

لڑاکوں کو اطلاع مل گئی۔ اسلحہ جہازوں پر بار کیا جانے لگا لیبورنیس میں گویا خوشیاں جاگ اٹھیں۔ میں نے ان کے ذہنوں کو اسی انداز میں تیار کیا تھا۔ یوں بھی وہ جنگجو اور بہادر تھے۔ بڑی برق رفتاری سے کام ہوتا تھا۔ اور یہ کام دوسرے دن بھی اسی انداز سے جاری رہا۔

اور دوسری رات کے آخری پہر میں ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ پھر میں نے اپنے کچھ وفاداروں کو لیبورنیس کی عورتوں کی ذمہ داریاں سونپیں اور بوڑھوں کو ان کے کام بتائے۔۔ جوان تقریباً سب ہی میرے ساتھ تھے پھر ہمارے جہازوں پر لیبورنیس کے پرچم کھول دیئے گئے۔ اور آخر ہم نے ساحل چھوڑ دیا۔ اس دور کے جدید ترین جہاز برق رفتاری سے فیقلولیہ کے جہازوں کے تعاقب میں چل پڑے۔ سارے کشتی جہاز اب جنگی جہازوں میں بدل گئے تھے۔!

سمندر کے سینے پر یہ سفر خوب تھا۔ جنگی جہاز سامانِ تعیش سے آراستہ تھے۔ ایتھا کے ساتھ کئی اور لڑکیاں بھی تھیں اور وہ بڑے آرام سے ایک کیبن میں مقیم تھی۔

جہازوں نے پوری تیزی سے سفر کرتے ہوئے دن گزارا، رات کو بھی ان کی رفتار وہی رہی۔۔ میں نے ایسا ہی لائحہ عمل ترتیب دیا تھا کہ ہر کام خود بخود ہوتا ہے اور کہیں کوئی تاخیر یا گڑبڑ نہ ہو۔

بہر حال سفر طویل تھا۔ رات بھی گزر گئی اور پھر دوسرا دن اور دوسری رات بھی۔۔ میری بے چین نگاہیں تھیوڈوس کے بیڑے کو تلاش کر رہی تھیں۔!

اور تھیوڈوس نے بھی خوب سفر کیا تھا۔ نہ جانے کس رفتار سے وہ فیقلولیہ کی طرف دوڑا تھا۔!

پانچویں دن کی رات کا آخری پہر تھا۔ جس رفتار سے ہم نے سفر کیا تھا۔ وہ عام جہازوں کے سفر سے تین گنا تھی گویا ہم نے پندرہ دن کا سفر پانچ دن میں طے کر لیا تھا۔

اور اس رات کے آخری پہر میں، مستول پر چڑھے ہوئے لوگ چیخ اٹھے۔ "جنگ ہو رہی ہے۔ جنگ ہو رہی ہے۔"

اور میں اچھل پڑا۔۔ یہ الفاظ میرے کانوں تک بھی پہنچے تھے اور دوسرے لمحے میں جہاز کے مستول پر چڑھنے لگا۔ اور نظر کی انتہا پر مجھے سمندر میں روشن و چمکتے نظر آئے! جلتے ہوئے جہاز تھے۔

"اوہ۔۔ شاید تائبورس کامیابی سے تھیوڈوس کا مقابلہ کر رہا ہے۔" میں نے بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ اور جہازوں کی رفتار اور تیز کرنے کی ہدایت کی۔۔ میری ہدایت پر عمل شروع ہو گیا۔ لیکن اب بھی کافی فاصلہ تھا۔ [illegible] یہ فاصلہ آسانی سے طے نہیں ہو سکتا تھا۔!

میں نے رات کا بقیہ حصہ مستول پر ہی گزارا۔ اب جنگ کی صورتحال کسی حد تک واضح ہو رہی تھی۔ وہ بھی عام آدمیوں کی نگاہوں میں نہیں۔ بلکہ میری نگاہوں میں۔

[illegible] کچھ مجھے نظر آیا۔ اسے دیکھ کر مجھے تاسف ہونے لگا، یہ تائ [illegible] لیا۔ آہ۔۔ شاید وہ غلطی کر بیٹھا ہے۔ میں نے دیکھا۔

بے شمار جنگی جہاز سمندر میں پھیلے ہوئے تھے۔ درمیان میں جزیرہ فیقلولیہ تھا لیکن فیقلولیہ کے عین سامنے چند جہاز ایک دوسرے سے جنگ کر رہے تھے۔ بہت سے جہازوں میں آگ لگ رہی تھی۔۔ بہت سے ڈوب رہے تھے۔

ہاں۔۔ یقیناً۔ تائبورس نے حماقتِ عظیم کی ہے۔ وہ جوشِ بہادری میں اپنی تمام تر تیاریوں کے ساتھ، اپنے جہازوں کو لے کر تھیوڈوس کے مقابلے پر آگیا۔۔ یا شاید اس کے جہاز پہلے سے سمندر میں موجود ہوں، بہر حال وہ ایک پرجوش شخص تھا۔ لیکن اب اسے اس ناتجربے کاری سے نقصان اٹھانا پڑ رہا تھا۔!

کیونکہ تھیوڈوس کے جہازوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور

ابھی تو اس کی صرف ایک چوتھائی قوت جنگ کر رہی تھی۔! پھر دن کی روشنی نکل آئی ۔ اور اس روشنی میں میں نے دیکھا۔ فیقلولیہ کا آخری جہاز سمندر برد ہو رہا تھا ۔ اور تھیوڈوس کے جنگی جہازوں نے اب جزیرے کی فصیلوں کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا ۔ !

اوہ ۔ اس بار تائیورس اپنی سمندری تیکنک بھی استعمال نہیں کر سکا ہوگا ۔ کیونکہ خود اس کے جہاز باہر نکل کر جنگ کر رہے تھے ۔ افوہ، عظیم نقصان اٹھانا پڑا ہے تائیورس کو ۔ !

تب میں نے اپنے جہازوں کو بھی جزیرے کے چاروں طرف پھیل جانے کی ہدایت کی اور اس کے ساتھ ہی ہم نے رفتار تیز کر دی ۔ میرے احکامات اشاراتی زبان میں صادر ہو رہے تھے ۔ اور یہ زبان... اہلِ لیبورنیس اب خوب سمجھنے لگے تھے ۔ !

تھیوڈوس کے جہازوں نے بالآخر فصیلوں پر حملہ شروع کر دیا لیکن اس کے فوراً بعد ہی ہمیں دیکھ لیا گیا ۔ اور ۔ حملہ فوری طور پر رُک گیا ۔ لیکن حملے کی شدّت بے پناہ تھی ۔ اتنے سارے جہاز فصیلوں پر پتھر برسا رہے تھے ۔ فصیل جگہ جگہ سے شق ہو گئی تھی ۔! لیکن ہمارے جہازوں کو دیکھ کر تھیوڈوس گھبرا گیا ۔ اور اس کے جہازوں نے آگے کا سفر ملتوی کر دیا ۔ بلکہ وہ کسی حد تک پیچھے ہٹنے لگے تاکہ ان پر دو طرفہ مار نہ پڑنے لگے ۔ اور جونہی وہ میری تیار کرائی ہوئی دور مار منجنیقوں کی زد پر آئے ۔ میں نے ہاتھ گرا دیئے ۔ !

عام طور سے منجنیقوں میں بڑے پتھر استعمال ہوتے تھے لیکن میں نے بطورِ خاص لوہے کے سات کونوں والے گولے تیار کرائے تھے جو پتھر سے وزنی اور خطرناک تھے ۔ !

بلاشبہ ہمارے جہازوں کے حملے نے تھیوڈوس کے جہازوں پر تباہی مچا دی ۔ لیکن ابھی تو [illegible] دور باقی تھا ۔ لوہے کے گولوں کے بعد ہم نے جلتے [illegible] جہازوں میں آگ لگ گئی ۔

تھیوڈوس فیقلولیہ کو بھول گیا تھا ۔ اور اب اسے احساس ہوا تھا کہ عقبی دشمن بے حد خطرناک ہے ۔ اس کے علاوہ وہ حیران بھی ہوگا ۔! اس کے ذہن میں ایک ہی ترکیب آئی ۔ وہ یہ کہ فیقلولیہ سے دُور ہو کر زیادہ سے زیادہ ہمارے قریب آ جائے، اور اس نے ایسا ہی کیا ۔ وہ برق رفتاری سے ہماری طرف بڑھنے لگا ۔ !

اور بالآخر ہماری منجنیقوں کی زد سے نکل گیا ۔ اور ۔ اب دست بدست جنگ کی تیاریاں تھیں ۔ اور لیبورنیس کے وحشی اپنے... تیز ہتھیاروں کو ہاتھوں میں لئے بحری قزاقوں کے اوپر حملہ آور ہونے کے لئے بے چین تھے ۔

تھیوڈوس کی دیوانگی کا کیا ٹھکانہ ہوگا، وہ تائیورس کو بے پناہ نقصان پہنچانے کے بعد مفلوج کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اس کے خیال میں اس کی فتح بالکل قریب آ گئی تھی ۔ کچھ لمحات باقی تھے جب فصیلوں کے شگاف اس قدر بڑھ جاتے کہ بحری قزاقوں کو ان کے اندر داخل ہونے میں کوئی دقّت نہ ہوتی ۔ اور ان کی تعداد اس قدر تھی کہ اندر تائیورس کی محفوظ فوجوں کو ان کی یلغار روکنے میں یقینی کامیابی ہوتی ۔ اس طرح، تھیوڈوس اپنی پچھلی شکست کا بھرپور انتقام لینے میں کامیاب ہونے والا تھا کہ ۔ عقب سے آفتِ ناگہانی نمودار ہو گئی ۔ اور یہ آفت معمولی نہیں تھی ۔

منجنیقوں سے پھینکے ہوئے لوہے کے گولوں نے تھیوڈوس کے جہازوں میں تباہی مچا دی تھی ۔ بہت سے جہازوں میں بڑے بڑے سوراخ ہو گئے تھے اور پانی تھا کہ روکے نہیں رُک رہا تھا ۔

اور پھر جلتے ہوئے تیروں نے تو جہنم کے دروازے ہی کھول دیئے تھے ۔ جہازوں میں آگ بھڑک اٹھی تھی اور تھوڑے ہی عرصے میں تھیوڈوس کی عظیم الشان فتح شکست میں تبدیل ہوتی نظر آ رہی تھی ۔ اور اب تھیوڈوس کے جنگجو ساتھی بُری طرح مصیبت میں گرفتار تھے ۔ وہ جہازوں کا پانی خالی کر رہے تھے، ورنہ وہ ڈوب جاتے ۔ وہ جہازوں کی آگ بجھا رہے تھے، ورنہ جہاز خاکستر ہو جاتے اور وہ دشمن سے جنگ کرنے کے لئے ہتھیار سنبھال رہے تھے جو ان کے قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا ۔ اس طرح ان کی قوت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی، ان کے حواس گُم ہو گئے تھے ۔ اور وہ جتنی کوششیں کر رہے تھے، سب بدحواسی کی تھیں ۔

تھیوڈوس ایک اونچے مستول سے جنگ کے مناظر دیکھ رہا تھا ۔ تائیورس سے پہلی بار شکست کھانے کے بعد وہ دیوانہ ہو گیا تھا ۔ یہ بہت شرم کی بات تھی ۔ اپنی زمین پر جا کر اس نے قسم کھائی تھی کہ فیقلولیہ سے ایسا انتقام لے گا کہ پوری دنیا یاد رکھے گی ۔ اس نے تہیّہ کر لیا تھا کہ فیقلولیہ کو تاراج کرے گا اور پھر اس کی پوری آبادی کو جمع کر کے جہازوں میں بھرے گا، ان جہازوں کو سمندر کے درمیان لائے گا اور پھر ان میں آگ لگا دے گا ۔

اس طرح وہ فیقلولیہ کی پوری آبادی کو جس میں بچے، بوڑھے، عورتیں، جوان بھی شامل تھے، سمندر بُرد کرنے کا ارادہ رکھتا تھا ۔ اور یہی عزم لے کر وہ اپنی خوفناک قوتوں کو جمع کر کے لایا تھا ۔

لیکن یہ اہلِ لیبورنیس ۔ ! یہ کمبخت نہ جانے کہاں سے آ مرے تھے، افسوس ان کے بارے میں پہلے نہیں سوچا تھا ۔ مستول پر کھڑا وہ غرق ہوتے جہازوں کو دیکھ رہا تھا ۔ اب تیروں کی بارش ہو رہی تھی لیکن لیبورنیا والوں کی چالاکی پر وہ دانت پیس پیس کر رہ جاتا تھا ۔ کمبخت بڑی شاندار جنگ لڑ رہے تھے ۔

یہ مہارت انہیں کہاں سے ملی؟ تروپاس تو اتنا ذہین انسان نہیں تھا۔ تیروں سے بچنے کے لئے انہوں نے بڑی بڑی ڈھالیں بنائی ہوئی تھیں۔ وہ ان ڈھالوں کی آڑمیں تھے۔ آگے والے ڈھالیں سیدھی کئے ہوئے تھے۔ وہ ایک لمحے کے لئے ہٹتے اور ان کے عقب والی صف جو کمانوں میں تیر جوڑ چکی ہوتی' تیر چھوڑ دیتی اور پھر ڈھالوں کی آڑمیں ہو جاتی۔ اس طرح تھیوڈوس کے جہازوں سے چلائے ہوئے تیر ناکارہ تھے اور دشمن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے تھے۔ جبکہ دوسری طرف سے آنے والے تیروں کی باڑھ تھیوڈوس کے ساتھیوں کو خون میں نہلا دیتی تھی۔

تھیوڈوس کا بدن غصے سے کانپ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کوئی ترکیب نہیں آرہی تھی' کیا کرے۔ کیا کیا جائے؟ ویسے وہ عقب میں بھی دیکھ لیتا تھا۔ یہی بہتر ہوا کہ اہل لیبوریس کو آنے میں دیر ہو گئی اور وہ اس دوران لیقولیہ کی بحری قوت ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا ــــ ورنہ ــــ اگر عقب سے تائیورس کے جہاز آجاتے ــــ تو ــــ اب تک جنگ کا فیصلہ ہو گیا تھا۔

لیکن فیصلہ ــــ فیصلہ تو اب تھیوڈوس جیسے تجربہ کار لڑاکے کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ تھا۔ لیبوریس کے چالاک لڑاکوں کو تو ابھی کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا' انہیں تو ابھی کوئی محنت نہیں کرنی پڑی تھی۔ وہ تو تازہ دم تھے۔ جبکہ تھیوڈوس کے ساتھیوں کی جان نکل چکی تھی ــــ بہرحال اب دست بدست جنگ کی امید باقی رہ گئی تھی۔ اگر تھیوڈوس کے ساتھی جلتے اور ڈوبتے جہازوں سے مایوس ہو کر' زندگی کی آخری جدوجہد کے لئے جان توڑ کر حملہ کریں' تو پھر کچھ کام بن سکتا ہے۔ اب تو لیبوریس کے جہازوں پر قبضہ کئے بغیر زندگی کا تصور مشکل تھا۔

چنانچہ تھیوڈوس کے سارے جہاز برق رفتاری سے لیبوریس کے جہازوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لیکن لیبوریس کے ہیروں کو میں نے تراشا تھا۔ وہ جنگجو تھے' لیکن وحشی تھے۔ طریقے سے لڑنا نہیں جانتے تھے۔ اب انہوں نے دیکھا کہ میری بتائی ہوئی ترکیبیں' میری دی ہوئی تربیت' انہیں فتح بھی دلا رہی ہے اور ان کی زندگی بھی محفوظ ہے' تو وہ اور دلیر ہو رہے تھے۔ وہ اپنے ہتھیار سنبھالے' ہونٹ بھینچے تھیوڈوس کے ساتھیوں کے قریب آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

اور پھر عجیب ہوا ــــ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ جلتے ہوئے جہازوں سے خوفزدہ لوگ' دوسرے خوف کے تحت' لیبوریس کے جہازوں پر جلد سے جلد اترنے کی کوشش کرتے۔ لیکن ہوا یہ کہ لیبوریس کے بے صبرے ان کی یلغار سے خود کو نہ روک سکے اور انہوں نے تھیوڈوس کے جلتے ہوئے جہازوں پر چھلانگیں لگا دیں۔

یہ وہ بے مثال بے جگری تھی کہ تھیوڈوس بھرا گیا ہوگا اور اسے اس جنگ کا انجام معلوم ہو گیا ہوگا۔ چنانچہ لیبوریس کے جہازوں سے بے جگرے بارش کی مانند تھیوڈوس کے جہازوں پر برسنے لگے اور جونہی ان کے قدم جہاز کے تختوں سے ٹکراتے' وہ جنگ شروع کر دیتے۔

تھیوڈوس کے ساتھیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اس سے قبل انہیں کبھی ایسا مقابلہ نہیں کرنا پڑا تھا۔ وہ تو سفر کرنے والے جہازوں کے نہتے مسافروں کو قتل کرنے کے عادی تھے' جو ان کا نام سنتے ہی خوف سے مفلوج ہو جاتے تھے اور پھر انہیں قتل کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا تھا۔

لیکن لیبوریس کے لوگ تو خون کی پیاس بجھانے آئے تھے۔ وہ جیسے مرنا بھول گئے تھے یا پھر تھیوڈوس کے ساتھیوں کے بازوؤں میں اتنی جان ہی نہیں رہ گئی تھی کہ وہ ہتھیار چلا سکتے۔

یہ دہشت خیز جنگ پوری تیزی سے جاری تھی اور دور فیقولیہ کی فصیلوں پر چڑھے ہوئے لوگ' پریشانی کے عالم میں ان مددگاروں کو دیکھ رہے تھے جنہوں نے فیقولیہ کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا تھا' اسے ہر خطرے سے دور کر دیا تھا۔ انہیں لیبوریس کے جھنڈے دیکھ کر اور حیرت ہو رہی تھی۔

بھلا لیبوریس کے نکمے کبھی ایسے جیالے ہو گئے۔ لیکن ان نکموں کے لئے اب ان کے دل جذبات سے بھرے ہوئے تھے' جو ان کے لئے لڑ رہے تھے۔

میں صورت حال کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میرے بہادر بہت جلد جنگ کا فیصلہ کر دیں گے۔ اس لئے میں نے ابھی جنگ میں حصہ لینے کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔

تب اچانک میں نے محسوس کیا کہ تھیوڈوس مستول سے غائب ہے۔ اس کا جہاز پیچھے ہٹ رہا ہے اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لومڑی بھاگ رہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر شکست تسلیم کر لی تھی۔ میں نے مستول سے چیخ کر اپنے جہاز کے ملاحوں کو اس طرف متوجہ کیا۔ اور ملاحوں نے بھاری جہاز کا رخ بدل دیا۔ اب میرا جہاز تیزی سے تھیوڈوس کے جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا اور تھیوڈوس کو بھی اس کا احساس ہو گیا تھا کہ اس کا راستہ روکا جا رہا ہے۔

چنانچہ اس نے اپنے آدمیوں سے جنگ کرنے کو کہا اور اس کے لوگ میرے جہاز پر تیر برسانے لگے۔ لیکن میرے جہاز پر بہت کم لوگ تھے جو تھے وہ تھیوڈوس کے جہازوں پر کود کود کر جنگ میں شریک ہو چکے تھے۔ باقی جو تھے' جہاز چلانے میں مشغول تھے ــــ میں نے تیروں کی پرواہ نہ کی اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ جہاز کو تھیوڈوس کے جہاز سے ٹکرا دیں۔ اور وہ میرے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ میرا جہاز تھیوڈوس کے جہاز کے قریب پہنچتا جا رہا تھا۔ میں بلند و بالا مستول پر اپنا کھانڈا لئے دلچسپی سے یہ جدوجہد دیکھتا رہا۔ اور جب میرا جہاز تھیوڈوس کے جہاز سے صرف چند گز کے فاصلے پر رہ گیا تو میں نے کھانڈا مضبوطی سے پکڑا اور بلند و بالا مستول

سے ایک خوفناک دہاڑ کے ساتھ تھیوڈوس کے جہاز پر چھلانگ لگا دی۔

یہ ایک ناقابلِ یقین بات تھی۔ میں نے دہاڑ بھی اسی لئے ماری تھی کہ لوگ میری طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور یہی ہوا۔ تھیوڈوس کے لوگ تیر چلانا بھول گئے اور منہ پھاڑے مجھے نیچے گرتے دیکھنے لگے۔ یقیناً ان کا خیال ہوگا کہ اب میری ہڈیاں چور چور ہو جائیں گی۔ میری اس خودکشی کی وجہ ان میں سے کسی کی سمجھ میں نہ آئی ہوگی۔

لیکن اس وقت وہ ساکت رہ گئے جب میں پنجوں کے بل جہاز پر رُکا۔ اور دوسری چھلانگ میں نے ان کے اوپر لگائی۔ وہ خوف سے چیخنے لگے اور انہوں نے دہشت سے ہتھیار پھینک دیئے۔ یوں میرے کھانڈے کی پیاس، پیاس ہی رہ گئی تھی۔ بھلا نہتے لوگوں کو میں کیا مارتا۔ سو میرے ساتھی بھی اب جہاز پر کُود آئے تھے۔ لیکن ان سے جنگ کرنے والا کون تھا؟ تب میں نے تھیوڈوس کو تلاش کیا۔

لیکن گینڈا مجھے نظر نہ آیا۔ تب میں نے اس کے ایک آدمی کو پکڑا۔ "تھیوڈوس کہاں ہے؟"

اس شخص کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ اس نے نگاہوں سے ایک طرف اشارہ کیا اور میں کھانڈا لے کر اس طرف دوڑا۔ اور بالآخر میں نے تھیوڈوس کو جا پکڑا۔ وہ عورتوں کے درمیان کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبا اور چمکدار خنجر تھا۔

"خبردار۔ !" وہ دہاڑا۔ "میرے قریب مت آنا۔"

"تمہیں شکست ہو چکی ہے تھیوڈوس!"

"ہاں۔ تمہاری وجہ سے۔ صرف تمہاری وجہ سے، جس پر میں نے مہربانی کی تھی۔" تھیوڈوس غرایا۔

"لیکن تائیورس تجھ سے زیادہ مہربانی کا مستحق تھا۔ تم۔ نے اس پر چڑھائی کیوں کی؟"

"فضول بکواس مت کرو۔ مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں نے بھرپور جنگ کی اور شکست کھائی۔ اور جنگ میں صرف دو چیزیں ملتی ہیں، فتح یا شکست۔"

"تب پھر خود کو تائیورس کے قیدی کی حیثیت سے پیش کر دو۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ یہ فیصلہ ابھی میرے ہاتھ میں ہے۔ جاؤ۔ تم باہر جاؤ۔ یہ میری عورتیں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ میرے بعد کسی دوسرے کی آغوش میں جائیں۔ میں ان سب کو قتل کر دوں گا۔ جاؤ!"

اور میں سناٹے میں رہ گیا۔ عورتوں کے چہرے زرد تھے وہ تھیوڈوس کے قریب تھیں۔ اور تھیوڈوس پر اگر حملہ کیا جاتا تو وہ بہرحال ان میں سے دو تین کو ہلاک کر سکتا تھا۔

لیکن میری موجودگی میں ایسا ہونا۔ ناممکن تھا۔ ہاں، تھیوڈوس کو روکنے کے لئے کوئی چال ضروری تھی۔ چنانچہ میں نے فوری فیصلہ کیا اور پھر میں ہنس پڑا۔

"میرا مذاق اُڑا رہے ہو بزدل!" تھیوڈوس غرایا۔

"نہیں تھیوڈوس! میں تجھ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اب اس کی کیا گنجائش ہے؟"

"ہے تھیوڈوس! غور کر۔ گنجائش ہے۔"

"کیا مطلب ہے تیری بات کا؟" تھیوڈوس کسی قدر حیران ہو کر بولا۔

"تُو مجھے اچھی طرح جانتا ہے تھیوڈوس! میں وہ ہوں جو فتح کو شکست اور شکست کو فتح میں بدل دیتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں جیالے! مجھے اس بات کا اعتراف ہے۔"

"اور میری دوستی جسے مل جائے، وہ فائدے میں رہتا ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"تب مجھ سے گفتگو کر تھیوڈوس! تُو اب بھی فاتح کی حیثیت سے فیقلولیہ میں داخل ہو سکتا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتا ہے؟ جلدی بتا..... کیا کہنا چاہتا ہے؟"

"تیرے لوگوں کو شکست ہو چکی ہے۔ لیکن اہلِ لیبورنس کے ساتھ تُو اب بھی فیقلولیہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہو سکتا ہے اگر میں کہوں گا تو وہ تیری اطاعت کریں گے۔"

"کیا۔ کیا؟" تھیوڈوس کئی قدم آگے بڑھ آیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔

"ہاں، لیکن میں تجھ سے سودا کروں گا۔ میں تجھے فیقلولیہ کا فاتح بنا دوں گا، اس کے عوض تجھے بھی مجھے کچھ دینا پڑے گا۔"

"کیا چاہتا ہے تُو۔ بول کیا چاہتا ہے؟" مکار لومڑی آخر جال میں پھنس گئی۔ وہ میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ تب میں نے جھپٹ کر اُسے پکڑ لیا اور میرے حلق سے قہقہہ اُبل پڑا۔

"میں صرف یہ چاہتا تھا احمق گدھے! کہ تُو ان مظلوم لڑکیوں میں سے کسی کو ہلاک نہ کر سکے۔"

"اوہ۔ کمینے۔ کُتے۔ تُو نے۔ تُو نے دھوکا کیا ہے تُو نے..... !" تھیوڈوس نے پوری قوت سے خنجر کا وار میرے سینے پر کیا۔ لیکن چٹانوں پر زور آزمائی کا جو نتیجہ نکلتا۔ وہی نکلا۔ دستہ اس کے ہاتھوں سے چھوٹا اور اس کے بازوؤں پر پھسل گیا۔ نتیجے میں اس کی چار انگلیاں صابن کی طرح کٹ گئیں۔

بھیوڈوس زخمی ریچھ کی طرح چیخ رہا تھا۔۔۔ خنجر کی نوک مڑ گئی تھی۔۔۔۔ لیکن پھر اس نے نہایت پھرتی سے دوسرے ہاتھ سے خنجر تھاما اور اپنے پہلو میں گھونپ دیا۔

لڑکیاں سہمی ہوئی کھڑی تھیں۔ وہ کبھی مجھے اور کبھی تڑپتے ہوئے بھیوڈوس کو دیکھ رہی تھیں جو مر رہا تھا۔ تب میں نے انکی طرف دیکھ کر کہا

"تم پوری طرح محفوظ ہو۔۔۔ تمہاری زندگیاں تمہاری آبرو محفوظ ہے۔ جہاز پر اب ہمارا قبضہ ہے، تمہیں کوئی پریشان نہیں کرے گا۔"

اور پھر میں نے بھیوڈوس کی لاش اٹھائی اور اسے لٹکائے ہوئے باہر نکل آیا۔۔۔ بھیوڈوس دم توڑ چکا تھا۔ لاش لے کر میں باہر آگیا اور پھر میں نے اسے اپنے آدمیوں کی مدد سے اپنے جہاز پر پہنچا دیا۔ اس کے بعد میں اسے لیکر مستول پر چڑھنے لگا۔ اور پھر مستول کی بلندی پر میں نے بھیوڈوس کی لاش بڑے عمدہ طریقے سے لٹکا دی تاکہ سب دیکھ سکیں۔

اور میں نے دیکھا۔ لڑائی کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ سمندر دور تک خون سے رنگین تھا۔ لیبورینیس کے جیالوں نے بھیوڈوس کے ایک بھی آدمی کو اپنے جہاز پر نہیں چڑھنے دیا تھا۔ بلکہ جلتے ہوئے جہازوں پر ان کا معقول بندوبست کرکے اپنے جہازوں پر واپس آگئے تھے۔ سمندر کی وسیع چادر پر بڑے بھیانک مناظر پھیلے ہوئے تھے۔ چاروں طرف جلتے ہوئے جہاز، دھواں، چیختے ہوئے انسان، خون ہی خون۔ ایسی بھیانک تباہی کہ دل لرز جائے، حرکت کرنا چھوڑ دے۔

سمندر گرم ہو گیا تھا، جہاز ڈوب رہے تھے۔ تیز ہوائیں، آگ کو جلد از جلد اپنا کام مکمل کرنے میں مدد دے رہی تھیں۔ تب میں نے اپنے جہازوں کو ایک حکم دیا۔۔۔ "لوٹ جاؤ۔۔۔ ان راستوں سے نکل آؤ، جن پر جہاز جل رہے ہیں اور فیقلولیہ کی طرف بڑھو۔۔۔!" اس کے علاوہ میں نے ایک اور حکم بھی دیا تھا۔

"لیبورینیس کے جھنڈوں کے ساتھ، لیبورینیس کے نشانات کے ساتھ فیقلولیہ کے نشان بھی بلند کر دو۔۔۔ تاکہ دوستی کے اظہار اور فتح کی خبر پھیل جائے۔"

اور میں نے فیقلولیہ کے نشان بنوا کر ہر جہاز میں رکھوا دیئے تھے۔ میرے لوگ بیحد خوش تھے۔ ان کے نقصان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ کیونکہ انہوں نے دہشت زدہ لوگوں کو قتل کیا تھا جن سے تلواریں بھی اٹھ رہی تھیں تو مشکل سے۔۔۔ بھلا وہ قتل کرنے میں پہل کیسے کر سکتے تھے۔ اور دیر جنگ کچھ بھی ہو جیتنے والوں کے لئے فتح ہی اہمیت رکھتی ہے۔

فتحمند پرجوش تھے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ فتح ہو گی۔ اور وہ ہوا تھا جو میں نے کہا تھا۔ چنانچہ میری بات ان کے لئے بڑی حیثیت رکھتی تھی۔ پھر لیبورینیس کے پھریروں کے ساتھ فیقلولیہ کے پھریرے بھی لہرانے لگے جنہیں دیکھ لیا گیا ہوگا فیقلولیہ کی فصیلوں سے اور حیران ہوئے ہوں گے فیقلولیہ والے کہ اتنی عظیم دوستی کا اظہار کون کر سکتا ہے۔۔۔؟

تب ہمارے جہاز پیچھے چھوڑ آئے جلتے ہوئے جہازوں کو۔ اور کافی قریب ہو گئے ہم فیقلولیہ سے۔ فصیلوں والے بالآخر خاموش نہ رہ سکے۔ تائیورس اپنی نادانی سے اپنے جنگی جہاز ضائع کر چکا تھا، لیکن چند دوسری قسم کے جہاز اس کے پاس موجود تھے جو چل پڑے کناروں سے ہماری طرف۔ اور سب سے آگے والے جہاز میں تائیورس تھا۔۔۔ اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تلاش کر رہا تھا، شاید وہ زدیاس کو۔۔۔ شاید۔۔۔!

لیکن اس کی نگاہ میری طرح تیز نہیں تھی۔۔۔ ہاں جب وہ قریب ہوا ہمارے جہازوں کے تو اس کی نگاہ پڑی پہلے بھیوڈوس کی رسی میں جھولتی ہوئی لاش پر۔۔۔ اور پھر اس سے کچھ اوپر۔۔۔!

اور کیا دلچسپ تھی اس کی حیرت کی تصویر۔۔۔ وہ کھلے ہوئے منہ اور پھٹی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔۔۔ تب میں مستول سے نیچے اترنے لگا۔ تائیورس گویا پتھر کے مجسمے میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اسے یقین نہ آیا تھا کہ یہ میں ہوں۔۔۔ اس کا دوست میکارا۔۔۔!

لیکن جب اسے اپنی بصارت پر یقین ہو گیا تو وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی، اپنی حیثیت کو بھول کر اور میرے جہاز کی طرف تیرنے لگا۔

بیشک اس کا جوش اس کی محبت کا مظہر تھا۔ میں نے بھی اس کی پذیرائی کی۔۔۔ اور خوب تھی سمندر کے پانی میں ہم دونوں کی ملاقات۔ تائیورس نے سر اٹھایا تو میں اس کے سامنے تھا۔

"میکارا۔۔۔!" اس نے ننھے سے بچے کی طرح دونوں ہاتھ میری طرف بڑھا دیئے۔

"میرے دوست!" میں نے محبت سے تائیورس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

"تو زندہ ہے میکارا۔۔۔ میرے پیارے دوست! میرے ساتھی!"

"ہاں تائیورس۔۔۔ تو نے میرے سپرد جو مشن کیا تھا، میں نے اسے اس طرح تو پورا نہ کیا، جیسا تو نے کہا تھا۔۔۔ لیکن دیکھ لے، میں قول کا پابند ہوں۔"

"تو زندہ ہے میرے دوست!" تائیورس مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے اس کے اظہار محبت کو دل سے قبول کر لیا تھا۔۔۔ چنانچہ میں نے بھی اسے سینے سے لپٹا لیا۔۔۔ اور پھر میں اسے اپنے جہاز پر لے آیا۔

"یہ اہل لیبورینیس ہیں؟"

"ہاں۔"

"میں ان سب کا شکر گزار ہوں۔۔۔ لیکن زدیاس کہاں ہے؟"

"طویل کہانی ہے۔ تیرے محل میں سناؤں گا۔"

"اوہ — ہاں، میں بھی یہی باتیں لے بیٹھا — وہ ھقیوڈوس کی لاش ہے؟"

"ہاں۔ تیرے دشمن کی لاش!"

"اسے تو نے قتل کیا ہے؟ میرے دوست تو نے؟" تائیورس خوشی سے کانپتی آواز میں بولا۔

"اس نے خودکشی کی ہے — اُس وقت، جب اس کے لئے کوئی چارہ نہ رہا۔"

"آہ.... کیسا مغرور تھا یہ — کیسا ذلیل انسان تھا یہ۔ میکارا — میرے دوست! میں نے اس بار جنگی غلطی کی تھی۔ میں طاقت کے جوش میں شکست سے دوچار ہو گیا تھا۔ اگر اس وقت دیوتا تجھے نہ بھیجتے تو — تو —!"

"مجھے خوشی ہے، میں وقت پر پہنچ گیا۔"

"میکارا! میرے دوست! میرے دل میں تیری عقیدت ہے۔ سُن! فیقولیہ میری دانست میں شکست کھا چکا تھا۔ لیکن خوش بختی ہے اس کے باشندوں کی۔ خوش بختی ہے میری کہ اس کے باوجود وہ سُرخرو ہے، تیری وجہ سے — میرے پیارے دوست! اب تیرا تائیورس فیقولیہ پر حکمرانی کا مجاز نہیں ہے — یہ حکومت شکست کا داغ لیکر ختم ہوتی۔ یہ حکومت ھقیوڈوس کے ہاتھ میں جاتی تو اہلِ فیقولیہ کی زندگیاں جہنم بن جاتیں۔ لیکن یہ خوش بختی ہے ان کی، کہ وہ ذلیل و خوار ہونے سے بچ گئے۔ چنانچہ میرے سب سے عزیز دوست! میری جانب سے فیقولیہ کی حکمرانی کا تحفہ قبول کر۔"

اور میں دنگ رہ گیا — تائیورس نے اپنی حکومت مجھے پیش کر دی تھی۔ میرے دل میں اس کی عزت اور بڑھ گئی — لیکن تم جانتے ہو پروفیسر! مجھے ایسی حکومتوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

لیکن ایک جذباتی انسان کو تسلّی دینے کے لئے میں نے کہا۔ "یہ سب بعد کی باتیں ہیں تائیورس! ہم پھر کر لیں گے — اس وقت میری طرف سے فیقولیہ کی مبارکباد قبول کر۔"

"شکریہ میرے دوست! تو میرے تحفے کو قبول کرنے کا اعلان دے۔"

"اس وقت نہیں تائیورس — یہ اعلان تو اپنے لوگوں میں، اپنے آدمیوں کے سامنے کرنا — اور وہی وقت مناسب ہوگا۔"

"بالکل ٹھیک — مجھے اعتراف ہے۔"

"سو اب جہاز کے تھکے ہوئے لوگوں کو آرام کی ضرورت ہے۔ ان کا بندوبست کر دے — ان کے لئے احکامات جاری کر دے۔"

"مجھے معاف کرنا میکارا — تو جانتا ہے اس وقت میری کیسی جذباتی کیفیت ہے — مجھے اس سے بڑی خوشی اور کب نصیب ہوگی۔ میں ابھی احکامات جاری کرتا ہوں۔"

اور پھر تائیورس نے احکامات جاری کرنا شروع کر دیئے۔

"سُن تائیورس! میری ایک خواہش ضرور پوری ہونی چاہیئے۔"

"حکم دے میکارا!"

"فیقولیہ والوں کے ذہن سے یہ احساس مٹ جانا چاہیئے کہ ان کی فتح کسی دوسرے کی رہینِ منت ہے۔ انہیں ایسا ہی جشن منانا چاہیئے جیسا اس موقع پر ہونا چاہیئے تھا۔"

"ایسا ہی ہوگا میرے محسن!"

یوں پروفیسر — ہم اُتر گئے ایک بار پھر شکستہ فیقولیہ پر۔ میں نے ھقیوڈوس کی خوفناک کارکردگی کے نشانات قریب سے دیکھے۔ بلاشبہ اس نے فیقولیہ میں داخلے کا راستہ بنا لیا تھا۔ اس نے فیقولیہ کی فصلیں برباد کر دی تھیں اور اب نوبت یہ تھی کہ وہ آخری کوشش کرتا اور فیقولیہ میں داخل ہو جاتا۔

لیکن قسمت بڑی چیز ہے — وہ فیقولیہ میں داخل ہو گیا تھا — لیکن اس کے ریتلے ساحل سے آگے نہ بڑھ سکا تھا۔ اور ساحل پر ہی دو اونچے بانسوں کے درمیان بڑی شان سے لٹکا ہوا تھا۔

اور جب شکست ملتے ملتے فتح نصیب ہو جائے — جب خوف و دہشت کے درمیان اچانک سکون اور اطمینان مل جائے تو انسان سب کچھ بھول جاتا ہے۔ فیقولیہ والے بھی دن رات کی تمیز کھو بیٹھے تھے۔ پورے فیقولیہ میں ناچ رنگ جم گئے تھے۔ رقص و سرود کی محفلیں گرم ہو گئی تھیں۔ بلاشبہ تائیورس کی ہدایت پر انہوں نے یادگار جشن کی تیاریاں کر لی تھیں جسے کئی دن تک جاری رہنا تھا۔

لیبوریشں کے ایک ایک جوان پر فیقولیہ کی عورتیں، مرد اور بچے نثار ہو رہے تھے۔ عیش ہو گئے تھے ان لوگوں کے اور خوب گھل مل گئے تھے وہ ایک دوسرے سے، جیسے ایک ہی شہر، ایک ہی ملک کے باشندے ہوں۔

تائیورس نے میرے ساتھ، ایک خوبصورت رتھ میں بیٹھ کر پورے شہر کی سیر کی۔ وہ اپنا نقصان بھول گئے تھے، اپنے لوگوں کی موت بھول گئے تھے اور یہ بڑی خوشگوار بات تھی۔

دو دن تک ان ہنگاموں سے فرصت ہی نہ مل سکی۔ تائیورس بیچارے پر زبردست ذمّہ داریاں آ پڑی تھیں۔ ایک طرف وہ اہلِ لیبوریشں کی خاطر مدارات میں مصروف تھا جو تعداد میں کم نہ تھے۔ دوسری طرف اپنے تباہ شدہ جہازوں کی دیکھ بھال بھی کر رہا تھا۔ تیسری طرف جشن میں بھی کمی نہ ہونے دینا چاہتا تھا کہ یہ میری خواہش تھی۔

ان مصروفیات کی وجہ سے ابھی تک مجھے اس سے تنہائی میں

گفتگو کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا ـــ اور مجھے بھی کوئی جلدی نہیں تھی ہاں' ایک بات پہ مجھے حیرت تھی۔ اس نے ابھی تک لیپاس کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا جو بہرحال ایک فطری بات تھی' لیکن میں جانتا تھا کہ وہ کتنا محبت کرنے والا انسان ہے۔ ممکن ہے اسے جرأت نہ ہوئی ہو ـــ یوں بھی اس نے یہ سوال تک نہ کیا تھا کہ آخر لیبورینس والوں میں میری کیا حیثیت ہے اور زوپاس کے بارے میں بھی اس نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

اس سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ سکون سے ساری باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اور سکون کی پہلی رات پورے ایک ہفتے کے بعد نصیب ہوئی۔ اس شام تائیورس میرے ساتھ تھا۔

"میں نے بےحد صبر کیا ہے میکارا ـــ تو خود غور کر سکتا ہے کہ میرے دل میں سوالات کا کتنا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہوگا۔" رات کے کھانے کے بعد اس نے کہا۔

"ہاں تائیورس! مجھے اندازہ ہے کہ تُو نے کتنے صبر سے کام لیا ہے۔"

"سب سے پہلے میری کارروائی سُن لے میکارا ـــ فیقولیہ کے سارے جہاز مرمت کے لئے ساحل پر لے آئے گئے ہیں۔ فصیلوں کی درستگی کے لئے دن رات کام ہو رہا ہے۔ صرف پندرہ چاند کے اندر اندر فیقولیہ اصلی حالت میں آ جائے گا۔ بھیتوڈوس کے جہاز سے حاصل شدہ عورتوں کو آرام سے رکھا گیا ہے۔ ان سے کہا گیا ہے کہ وہ جہاں جانا چاہیں گی انہیں پہنچانے کا بندوبست حکومتِ فیقولیہ کے ذمے ہے۔ یہاں وہ آزاد ہیں اور کسی قسم کی پابندی ان کے اوپر نہیں ہے۔"

"خوب ـــ بہت خوب!"

"لیبورینس کے لوگ بھی سکون سے ہیں اور پُراطمینان زندگی بسر کر رہے ہیں۔"

"بالکل مناسب تائیورس ـــ!"

"اور اب مجھے اجازت دے کہ میں اپنے سوالات کی فہرست تیرے سامنے رکھ دوں۔"

"ضرور!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں سنجیدہ ہو کر بولا "لیکن ایک بات بتا تائیورس!"

"ہاں۔ پوچھ میکارا۔"

"کیا تجھے ان لوگوں کا حشر معلوم ہو گیا جو میرے ساتھ مہم پر گئے تھے؟"

"نہیں میکارا!" تائیورس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"پھر تُو نے ان کے بارے میں ابھی تک سوال کیوں نہیں کیا؟"

"تیری دوستی میرے لئے سب سے اہم اور سب سے قیمتی شے ہے۔"

تائیورس نے جواب دیا۔ "میں نے بےصبری کا مظاہرہ کر کے تیری توہین پسند نہیں کی۔ میں نے سوچا سب کچھ تُو ہی بتائے گا۔"

"تُو نے لیپاس کے بارے میں بھی کچھ نہیں پوچھا؟"

"میں نے سب کچھ تیرے اوپر چھوڑ دیا ہے میکارا۔"

"حالانکہ یہ غیرفطری بات ہے۔ وہ.... وہ تیرا بھائی تھا۔"

"تو بھی میرا بھائی ہے۔"

"تو سب سے پہلے میری طرف سے ایک بُری خبر سُن۔ لیپاس اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" میں نے سخت افسوس سے یہ الفاظ کہے ـــ تائیورس نے گردن جھکا لی۔ میں اس کے چہرے کے تاثرات کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا ـــ بہرحال مجھے یہ خبر سناتے ہوئے خود بھی افسوس تھا تب تائیورس نے گردن اٹھائی اور بولا۔

"میں نے اہلِ لیبورینس میں اپنوں کو تلاش کیا' ایک بھی نہ پایا۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور تیرے ساتھ ہوتے ـــ لیکن کیا میں تجھ جیسے مخلص انسان' تجھ جیسے محسن سے اس بارے میں سوال کرتا۔"

"تیرا ظرف آسمان کی بلندیوں تک ہے تائیورس! اب تُو مجھ سے سوال کر سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"زوپاس کہاں ہے؟ کیا اس کی اجازت سے میری مدد کی گئی ہے؟"

"نہیں' زوپاس میرے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔"

"اور اہلِ لیبورینس تیری اس قدر عزت کرتے ہیں۔ اچھا میں سمجھ گیا ـــ شاید ان کے دیوتا ایذاس سے تیری گہری دوستی ہو گئی ہے اور اس کے حکم سے......"

"نہیں تائیورس! ایسے اندازے نہ قائم کر جن سے مجھے تکلیف ہو ـــ لیپاس کے قتل میں ایذاس کی کوششوں کو دخل تھا۔ اس نے لیپاس کو خودکشی پر مجبور کیا تھا ـــ تو اس کے جواب میں زوپاس' ایذاس اور دوسرے بےشمار لوگوں کو اسی بلندی سے نیچے گرنا پڑا۔ اور تائیورس! سُن' میں نے تیرے آدمیوں کا انتقام اس طرح لیا کہ لیبورینس کی سڑکوں اور گلیوں میں خون کے علاوہ کچھ نہ بہا۔ میں نے اہلِ فیقولیہ کے خون کے ایک ایک قطرے کی قیمت وصول کر لی یہاں تک کہ وہ پناہ مانگنے پر مجبور ہو گئے ـــ اور پناہ مانگنے والے مجرم نہیں ہوتے۔ میں نے انہیں معاف کر دیا' لیکن اس دن کے لئے' کہ وہ بھیتوڈوس کے خلاف جنگ کر کے تائیورس کا قرض ادا کریں۔"

"اوہ ـــ اوہ' میرے دوست! بول! اس سے بڑا احسان اور کیا ہوگا ـــ اب بھی میں خود کو تیرے سامنے کوئی حقیر ذرہ محسوس نہ کروں ـــ تُو نے بلالالچ' بغیر کسی صلے کے میرے لئے یہ سب کچھ کیا۔"

"میں لیپاس کے لئے غمزدہ ہوں۔" میں نے بھاری آواز میں کہا

"اور میں تیری محبت مل جانے سے اپنے سارے غم بھول گیا ہوں"
"میں نے پہلے بھی تیری عظمت کا اعتراف کیا ہے۔"
"یہ الفاظ مجھے شرمندہ کرتے ہیں۔ عظیم تو ہے، تو میکارا۔۔۔!
کیا اب تو لیوورینس کا حکمران ہے؟"
"ہاں، میں نے اس وقت تک کے لئے یہ بوجھ قبول کر لیا تھا
جب تک تھیوڈوس کو سمندر میں نہ سلا دوں۔ سو میرا مشن پورا ہو چکا ہے"
میں نے جواب دیا۔
"اہلِ لیوورینس اس سے قبل تو ایسے بہادر، ایسے جنگجو نہ تھے۔"
"وہ بہادر بھی تھے اور جنگجو بھی ۔۔۔ لیکن ان میں صلاحیت نہ
تھی، انہیں جنگ کرنے کے طریقے نہ آتے تھے۔ وہ ہتھیار بنانا نہیں جانتے
تھے لیکن میں نے انہیں فولاد بنا دیا ۔۔۔ اور وہ اب جزائرِ یونان کے
بہترین جنگجو ہیں۔ وہ جدھر کا رخ کریں گے ادھر کامیابی ان کے جلو میں ہوگی۔"
"یقیناً تجھ جیسے انسان کی تربیت ایسی ہی ہوگی۔"
"اب تو مجھے ایک بات کا جواب دے تایوُرس!"
"ضرور، میرے محسن! پوچھ۔"
"تیری جنگی حکمتِ عملی اس بار بے اثر کیسے ہو گئی؟"
اور تایوُرس کی گردن جھک گئی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا "میں
نے اپنی ناکارگی تسلیم کر لی ہے میکارا ۔۔۔ دراصل میں نے اس بار جنگی
جہازوں پر زیادہ توجہ دی تھی۔ میرا خیال تھا کہ میں فیقولیہ سے آگے بڑھ کر
سمندر میں جنگ کروں۔ اس کے لئے میں نے زبردست تیاریاں کی تھیں۔
لیکن مجھے علم نہ تھا کہ بحری لیٹرے کے پاس جہازوں کا سیلِ رواں ہوگا مجھ
سے اس کی طاقت کے بارے میں اندازے کی غلطی ہوئی تھی۔ جس کا میں نے
بہت بڑا خمیازہ اٹھایا ہے۔"
"میرا بھی یہی خیال تھا" میں نے کہا۔
"میں نے فیقولیہ سے کافی آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکا تھا
لیکن تعداد کی وجہ سے وہ لمبا چکر دے کر ہمارے عقب میں بھی آ گئے اور اس
طرح انہوں نے ہمیں دونوں سمت سے نقصان پہنچایا۔"
"ہاں۔ یہ غلط حکمتِ عملی تھی۔ تو جہازوں کی قوت محفوظ رکھتا
اور راندے سے ہی ان پر کاری ضربیں لگاتا۔ پھر جب ان کی قوت کم ہو جاتی
تو تیرے جہاز عقب سے نکل کر ان پر حملہ آور ہوتے۔ ایسی صورت میں تو
زیادہ نقصان نہ اٹھاتا۔"
"تیرا خیال درست ہے میکارا!"
"خیر ۔۔۔ گزری ہوئی باتوں کو بھول جانا اچھا ہوتا ہے۔"
اور رات گئے تک تایوُرس مجھ سے باتیں کرتا رہا پھر اجازت
لے کر چلا گیا۔
لیکن دوسرے دن اس نے اپنی حماقت کو عملی جامہ پہنانے کا
انتظام کیا تھا۔ چنانچہ اس دن دربارِ عام لگایا گیا تھا جس میں لیوورینس
کے بڑے بڑے لوگوں کو بطورِ خاص مدعو کیا گیا تھا۔
اور پھر ایک وفد میرے لئے بھی آ گیا۔ اور وفد میں آنے والوں
نے مجھ سے درخواست کی کہ میں دربار چلوں۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا
چنانچہ میں تیاریاں کرنے لگا۔ تب ایتھا نے کہا۔
"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی میکارا!"
"تم آرام کرو ایتھا! رات کو جاگی ہو" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تیری آغوش میں دن اور رات کا تصور مٹ جاتا ہے
میکارا" ایتھا بولی۔
"لیکن افسوس! تایوُرس کے دربار میں، میں تجھے آغوش میں
نہ لے سکوں گا۔"
"تیرا قرب تو ہے گا میکارا۔"
اور اس نے عورتوں والی ضد کی تو میں نے اسے بھی ساتھ لے
لیا ۔۔۔ اور خوبصورت رتھ ہم دونوں کو لے کر تایوُرس کے محل کی طرف
چل پڑا ۔۔۔ ایتھا پہلی بہت خوش تھی۔
تھوڑی دیر کے بعد ہم تایوُرس کے محل پر پہنچ گئے۔ اور کیا
بندوبست کیا تھا تایوُرس نے میرے استقبال کا۔ وہ خود محل کے سب سے
پہلے دروازے پر اُمراء کے ساتھ میرے استقبال کے لئے موجود تھا۔ دربار
کے سارے راستے پر خوش رنگ پھول بچھائے گئے تھے اور جس قدر عقیدت
کا اظہار وہ کر سکتا تھا اس نے کیا۔ یہاں تک کہ دربار میں دو تخت رکھے
گئے تھے جو یکساں تھے اور ان میں کوئی فرق نہ تھا۔ پھر تایوُرس تخت
پر اس وقت بیٹھا جب میں دوسرے تخت پر بیٹھ گیا۔
پھر اس نے دربار کے اجلاس کی کارروائی شروع کی اور مخاطب
کیا اپنوں کو ۔۔۔ "فیقولیہ کے لوگو! کیا تم میکارا سے واقف نہیں ہو؟
کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ یہ وہ ہے جو جب آتا ہے پیغامِ فتح لاتا ہے۔ کیا
جب یہ ہم میں داخل ہوا تھا تو ہم نے تھیوڈوس کو ناقابلِ فراموش شکست
نہیں دی تھی۔ اور اب ۔۔۔ جب مایوسیاں ہمیں لپیٹ چکی تھیں، جب
تھیوڈوس کے پھینکے ہوئے پتھروں نے فیقولیہ کے مکانات کا رخ کر لیا
تھا۔ کیا اس نے ہمیں حیرت انگیز فتح نہیں دلائی ۔۔۔!"
"ہم واقف ہیں اپنے محسن سے۔" لوگوں نے جواب دیا۔
"تو کیا تم اسے فتح کا دیوتا نہیں تسلیم کرتے؟"
"بے شک وہ فتح کا دیوتا ہے۔"
"تو کیا تم پسند نہ کرو گے کہ فتح کا دیوتا ہی تمہارا حکمران ہو۔
سو فیقولیہ کے لوگو! میں نے دل میں سوچا ہے کہ فیقولیہ کا تاج فتح کے
دیوتا کے سر پر رکھ دوں ۔۔۔ اور تصور کرو اس بات کا کہ ایک دیوتا
تم پر حکمرانی کرے۔ وہ جس کے قدموں کی برکت سے ہواؤں کے رخ بدلا

جاتے ہیں۔ وہ جس کے آنے سے شکست فتح میں بدل جاتی ہے۔"

"تائیورس ہم سے بہتر سوچ سکتا ہے۔"

"میں شرم محسوس کرتا ہوں اس کی موجودگی میں تاج فیقلولیہ اپنے سر پر رکھ کر ــــ اور دلی مسرت ہوگی مجھے حکومت اسے سونپ کر۔ سنو! میں تمہارا ہوں' تمہارے درمیان رہوں گا لیکن میکارا کا غلام بن کر ــ کہ اس کی غلامی کسی شہنشاہیت سے کم نہ ہوگی۔"

"ہمیں منظور ہے' ہمیں منظور ہے۔" اہلِ فیقلولیہ نے کہا ــ اور تائیورس کی اس کوشش پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تب اس نے اپنے لوگوں سے کہا۔

"تو کھڑے ہو کر اظہار کرو اپنی خواہش کا ــــ اور درخواست کرو کہ فتح کا دیوتا ہماری امانت قبول کرے۔"

"اے فتح کے دیوتا! اے ہمارے محسن میکارا! ہمارے اوپر حکومت کر ــــ ہم تیری اطاعت کریں گے۔ ہم تجھے کبھی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔"

"مجھے منظور ہے میرے دوستو۔"

اور پھر چاروں طرف میرے نام کے نعرے گونجنے لگے۔ تب تائیورس نے حکومت کا تاج میرے سر پر رکھ دیا اور اپنی تلوار کھول کر میرے قدموں میں رکھ دی۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں نے بھی میری اطاعت کا اقرار کیا۔

اور پھر میں کھڑا ہو گیا۔

"میرے دوستو ــــ میرے ساتھیو! تم نے مجھے فتح کا دیوتا تسلیم کیا ہے۔ تم نے مجھے طاقتور مانا ہے۔ اور تم نے خواہش ظاہر کی ہے کہ میں فیقلولیہ کی حکومت سنبھال لوں ــــ سو میں نے انکار نہیں کیا اور اب میں فیقلولیہ کا حکمران ہوں ــــ کیا یہ ٹھیک ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔"

"تو سنو میرے لوگو! دیوتا آسمان سے آتے ہیں اور ان کے کام آسمان میں ہوتے ہیں۔ وہ دنیا پر حکومت کرنے کے لئے نہیں ہوتے۔ اگر وہ دنیا کے تعیشات میں پھنس جائیں تو آسمانوں کے کام کون کرے گا۔ تو سنو ــــ میں نے تمہاری سربراہی قبول کر لی۔ لیکن مجھے آسمانوں کے لئے رہنے دو ــــ نہ جانے کب وہاں میری ضرورت پڑ جائے۔ سنو! میں جب تک زمین پر ہوں تمہارے درمیان رہوں گا میرے احکامات تمہارے لئے ہوں گے۔ لیکن تائیورس ــــ میرا نائب ــــ میرا ساتھی میرا دوست تمہارے اوپر اسی طرح حکمران ہوگا جس طرح تھا ــــ ہاں! میں نے خوش ہو کر تمہاری حکومت میں توسیع کر دی ہے ــــ اور اب تائیورس لیبورینس کا بھی حکمران ہوگا اور اہلِ لیبورینس کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

تائیورس پریشانی سے کھڑا ہو گیا۔

"یہ تمہارے دوست ــــ تمہارے دیوتا کا حکم ہے تائیورس! اور دیوتاؤں کے حکم سے انحراف مناسب نہیں ہوتا۔"

تائیورس ہکا بکا رہ گیا تھا ــــ میں نے کس چالاکی سے اس کی ساری تدبیریں الٹ دی تھیں۔

"میں اس قابل نہیں ہوں میرے محسن!" وہ میرے پاؤں پکڑ کر گڑگڑایا۔

"تمہارے اوپر دیوتاؤں کا ہاتھ ہے تائیورس! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور میں نے وہ کچھ تمہیں دے دیا جو تمہارے لئے مناسب سمجھا۔"

اہلِ دربار پرجوش نعرے لگانے لگے تھے اور تائیورس سے اٹھا نہ جا رہا تھا۔

تب میں نے اس کے دونوں شانے پکڑ کر اسے اٹھایا۔ "لیبورینس اور فیقلولیہ کی حکمرانی مبارک ہو تائیورس!" میں نے کہا اور تائیورس رو پڑا۔

"تیرے سامنے" میں اس کے قابل نہیں ہوں میکارا! تیرے سامنے میں اس قابل نہیں ہوں۔"

"میں تیری مدد کے لئے موجود ہوں۔ میں تجھ سے دور تو نہیں ہوں تائیورس!" میں نے کہا اور اسے اٹھا کر اس کے تخت پر بٹھا دیا۔

بمشکل تمام یہ جذباتی منظر ختم ہوا۔ میں نے تائیورس کی ایک نہ چلنے دی تھی۔ لیکن میرے ذہن میں ایک خیال اور تھا ــــ وہ یہ کہ اہلِ لیبورینس تائیورس کی سربراہی قبول کرنے میں پس وپیش نہ کریں۔ چنانچہ رات کو میں نے اپنے ساتھ آنے والوں میں سے معزز لوگوں کو طلب کیا اور ان سے کہا۔

"لیبورینس کے بہادرو! آج صبح دربار میں' میں نے لیبورینس کے بارے میں جو فیصلے کئے' ان پر تم میں سے کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

"فیصلہ تو نے کیا ہے مقدس میکارا! ہمارے کسی اعتراض کا سوال ہی نہیں ہے۔ ہم نے دیکھا' تو نے بدقماش زوپاس کو اس کی حرکتوں کی سزا دی۔ ہم نے دیکھا' تو نے جھوٹے دیوتا کو جہنم رسید کر دیا۔ اور اس کے بعد ہم نے دیکھا' کہ تو نے لیبورینس کی شکل بدل دی۔ اس سے قبل ہم ناکارہ تھے۔ ہماری زمینیں خشک پڑی تھیں۔ ہم لوٹ مار کے محتاج تھے اور اگر عرصہ تک کوئی جہاز نہ گزرتا تھا تو ہمیں فاقوں کی زندگی گزارنی پڑتی تھی۔ سو ہم نے دیکھا مقدس دیوتا! کہ اب ہم مطمئن اور خوشحال ہیں اور ہم نے جان لیا کہ تو ہمارا بہی خواہ ہے۔ تب ہم ہر وہ بات مانیں گے جو تو کرے گا۔ کیونکہ وہ لیبورینس کے حق میں ہوگی۔"

اور مجھے ان لوگوں کا یہ بیان سن کر بہت خوشی ہوئی اور میں مطمئن ہو گیا۔

دوسری صبح تائیورس نے پھر مجھے دربار آنے کی دعوت دی۔ آج دربار خاص تھا۔ اس میں اہم فیصلے ہوتے رہے۔ تائیورس نے مجھ سے ہدایات طلب کیں کہ میں نے جو لیبورینس کی ذمہ داری اسے سونپ دی ہے اس کے لئے اسے کیا کرنا پڑے گا۔

"میں تجھے بتا سکتا ہوں تائیورس۔"
"مجھے تیرے زیرک ذہن کی ضرورت ہے میکارا! میں نہیں جانتا اتنے فاصلے سے میں لیبورینس کی نگرانی کیسے کر سکوں گا؟"
"میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے تائیورس! کیا تُو اسے پسند کرے گا؟"
"میں جاننا چاہتا ہوں۔"
"میری خواہش ہے کہ تُو فیقولیہ سے لیبورینس تک ایک سیدھا راستہ منتخب کرے۔ اور اس راستے پر جتنے جزائر ہوں انہیں اپنا مطیع بنا لے۔ جو خوشی سے مان جائے اسے مراعات دے، جو سرکشی کریں انہیں تاراج کر دے۔ میں بآسانی تیرے لئے یہ کام کر دوں گا۔۔۔ فی الحال تُو لیبورینس میں اپنا ایک نائب مقرر کر دے۔ بہتر ہے کہ وہ فیقولیہ کا باشندہ ہو۔۔۔ لیکن لیبورینس کے ذہین لوگوں کو تُو فیقولیہ کی انتظامیہ میں شامل کر اور انہیں عہدے دے۔ یوں تیرا نائب وہاں اپنا کام انجام دے گا۔۔۔ جزائر سے بات چیت شروع کی جائے اور فیصلہ کر لیا جائے کہ کس سے نبرد آزمائی کرنی ہے۔"
تائیورس اور اہلِ دربار حیران رہ گئے تھے۔ ان کے چہرے جوشِ مسرت سے چمکنے لگے تھے پھر تائیورس نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔
"آہ! نہ جانے فیقولیہ کے ستارے کہاں سے یہ روشنی لے آئے کہ تُو ہمارے درمیان آیا۔۔۔ تُو نے ہمیں کیا کیا دے دیا میکارا۔۔۔ تُو نے فیقولیہ کو کیا سے کیا بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔۔۔"
"یہ تمہاری طرف تمہاری محبت ہے تائیورس! کہ میں تمہارے لئے کسی کام پر آمادہ ہو گیا۔۔۔ ورنہ میں کہاں اور یہ ہنگامے کہاں۔ میں تو آزاد زندگی گزارنے کا عادی ہوں۔ سمندر میں مجھے پھیوڈوس ملا۔ میرے ساتھ اچھی طرح پیش آیا۔ لیکن وہ بہت ظالم تھا۔ میں نے اس کے جہاز پر اس کے بارے میں اندازہ لگایا۔ لیکن وہ میرا کیا بگاڑ سکتا تھا۔۔۔ اور اس کے کام سے میں تمہاری سرزمین پر آیا۔۔۔ یہاں میں نے تم لوگوں کو دیکھا اور تم مجھے پسند آئے۔ سو میں نے تمہارے لئے کام کرنا پسند کر لیا۔ نہ جانے کب تک میں تمہارے درمیان رہوں گا اور پھر نہ جانے کہاں چلا جاؤں گا جب تک میں تمہارے درمیان ہوں، تمہارے لئے کچھ ہو جائے تو میں خوش ہوں گا۔"
"تُو نے تو فیقولیہ کو عظیم مملکت بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔"
"اگر تم کم ظرف ہوتے تو میں یہ فیصلہ کبھی نہ کرتا تائیورس۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم طاقتور ہونے کے بعد بھی دوسروں کے ساتھ ناانصافی نہیں کرو گے۔"
"میں تجھے اپنے درمیان سے کہیں نہیں جانے دوں گا میکارا!" تائیورس نے کہا۔
"یہ فیصلہ مشکل ہے۔۔۔ تاہم۔۔۔ ابھی میں تمہارے درمیان ہی ہوں۔ اور جب تک تمہارے پاس ہوں اس وقت تک تمہیں کسی سلسلے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"
تائیورس نے گردن جھکائی پھر اس نے کہا۔ "بہر حال اگر تُو نے فیقولیہ کو عظیم بنانے کا فیصلہ کیا ہے میکارا۔۔۔ تو اس کے لئے بہت سے لائحہ عمل تمہیں ہی متعین کرنے ہوں گے۔ میں ذہنی طور پر خود کو اس قدر برتر نہیں پاتا۔"
"تُو اطمینان رکھ تائیورس! میں تجھے راستے میں نہیں چھوڑوں گا۔"
اور تائیورس مطمئن ہو گیا۔۔۔ میں اسے مطمئن کر کے واپس آ گیا اور ایتھا سے گفتگو کرنے لگا۔
لیکن اس رات جب ایتھا رقص و سرود کی ایک محفل میں شریک تھی، میں نے اس محفل میں جانا پسند نہیں کیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے کہ دو حسین خادمائیں میرے پاس پہنچ گئیں۔
"عظیم میکارا!" ان میں سے ایک نے کہا۔
"کیا بات ہے؟ کون ہو تم؟" میں نے پوچھا۔
"میرا نام ستازا اور یہ تشکانہ ہے۔ ہم روحوں کی وادی سے آئے ہیں۔"
"کہاں سے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔
"روحوں کی وادی سے۔"
"یہ کہاں ہے؟"
"فیقولیہ کے بائیں سرے پر۔۔۔ اقاس پہاڑوں کے دامن میں۔"
"خوب! کیا چاہتی ہو؟" میں نے پوچھا۔ میں غور سے لڑکیوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔ عجیب سے چہرے بنا رکھے تھے انہوں نے اور عجیب لباس تھے ان کے۔ سر سے پاؤں تک سفید لبادے جن سے ان کے بدن چھپا نہ رہے تھے۔ در حقیقت وہ روحیں معلوم ہو رہی تھیں۔
"میکارا عظیم ہے۔۔۔ روحوں کی وادی کی ایک روح اس سے ملاقات کی خواہشمند ہے۔"
"کس کی روح ہے وہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہمیں بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ اور ہم حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔"
"خوب، جس روح نے مجھے طلب کیا ہے، کیا وہ میکارا سے بخوبی واقف ہے؟"
"ہاں، اس کا کہنا ہے کہ میکارا اسے اچھی طرح جانتا ہے۔"
"حالانکہ میں اسے نہیں پہچان سکا۔ لیکن ٹھیک ہے۔ روحوں سے ملنے کا مجھے بہت اشتیاق ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی سواری ہے؟"
"ہاں۔ اگر تم گھوڑے پسند کرو۔"
"دوڑنے والی ساری چیزیں مجھے پسند ہیں چلو۔" میں اٹھ گیا۔ ویسے یہ ڈرامہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ روحوں کی وادی۔۔۔ یہ کیا ہے اور یہ مذاق کس کا ہے۔۔۔ بہر حال چل کر معلوم ہو جائے گا۔ حسین لڑکیاں

مجھے لئے ہوئے محل کے عقبی حصے سے باہر نکل آئیں۔ یہاں تین گھوڑے تیار کھڑے تھے۔

"کیا تم لوگ بھی گھوڑوں پر سفر کرو گی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، کیوں؟" وہ حیرت سے بولیں۔

"روحوں کو سواری کی کیا ضرورت ہے۔ تم تو پلک جھپکتے وہاں پہنچ جاؤ گی۔"

"اوہ — تمہاری رہنمائی بھی تو کرنی ہے میکارا!" ایک لڑکی بولی۔ اور میں نے اندازہ لگایا کہ لڑکیاں کافی تیز ہیں۔ تب میں گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

.....

وہ دونوں بھی ماہر سواروں کی طرح گھوڑوں کی پشت پر جا بیٹھی تھیں اور پھر گھوڑے سرپٹ دوڑنے لگے۔ وہ میرے دونوں سمت تھیں اور ان کے گھوڑے میرے گھوڑے کے برابر دوڑ رہے تھے۔ اس طرح ہم شہر سے نکل آئے۔ اب ہمارا رُخ پہاڑوں کی جانب تھا۔ زیادہ فاصلہ نہ طے کرنا پڑا۔

بلند پہاڑوں کے سیاہ دروں میں بے شمار غار بکھرے ہوئے تھے۔ چھوٹے بڑے غاروں کے دہانے بھورے پہاڑوں کے اندر سیاہ داغ نظر آ رہے تھے۔ ان سیاہ داغوں میں سے ایک کے سامنے گھوڑے رک گئے اور لڑکیاں ان سے اتر پڑیں۔

"میں بھی اتر آؤں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

"کیا روحوں کی وادی یہی ہے؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا فیتغولیہ کے تمام لوگوں کی روحیں اسی وادی میں پائی جاتی ہیں؟"

"شاید۔"

"تب ٹھیک ہے۔ ان لوگوں سے بھی واقفیت ہو جائے گی لیکن میں انہیں کہاں تلاش کروں؟"

"اس غار میں چلے جاؤ۔" لڑکیوں نے غار کی طرف اشارہ کیا اور میں نے گردن ہلا دی — تب میں غار کی طرف چل پڑا۔ غار کے دہانے سے داخل ہوتے ہوئے میں نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ وہ وہیں کھڑی تھیں۔

"کیوں — تم لوگ نہیں آؤ گی؟"

"ہمیں اجازت نہیں ہے۔"

"اچھی بات ہے۔" میں نے کہا اور تاریک غار میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی دور تک غار سیدھا تھا۔ اس کے بعد بائیں سمت مڑ گیا تھا۔ ابھی تک یہاں گھٹن اور بدبو بھی نہیں تھی۔ بائیں سمت مڑا تو کافی فاصلے پر ایک دیوار پر روشنی لرزتی نظر آئی۔

یہ روشنی اتنی دور تھی کہ غار کے دہانے پر اس کی کوئی کرن نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ بہرحال میں اس کی سمت بڑھتا گیا اور ایک بار پھر مجھے دائیں سمت گھومنا پڑا۔ یہاں اس چھوٹی سی سرنگ کا دوسرا دہانہ تھا اور روشنی اسی دہانے کے دوسری سمت ہو رہی تھی۔ بہرحال خوف و دہشت یا کسی بھی قسم کی پریشانی کا میرے ذہن میں شائبہ بھی نہیں تھا۔ میں روشنی کے غار میں داخل ہو گیا۔ یہ ایک عظیم الشان ہال کی حیثیت رکھتا تھا۔ دیواروں میں جگہ جگہ شمعدان نصب تھے اور ان میں رنگین شمعیں روشن تھیں۔ دیواروں میں عود دان بھی تھے جن سے ہلکا ہلکا دھواں خارج ہو رہا تھا جس کی خوشگوار بو سارے ہال میں پھیلی ہوئی تھی۔

ہال کے درمیان ایک بلند و بالا سفید رنگ کا تابوت رکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ پورے ہال میں کچھ بھی نہ تھا۔ میں نے ہال کا ایک مکمل جائزہ لینے کے بعد ایک طویل سانس لی۔

جو سوال میرے ذہن میں پیدا ہوا وہ قدرتی تھا — تابوت میں کیا ہے؟ روحوں کی وادی میں مجھے کیوں بلایا گیا تھا — ظاہر ہے، میری رہنمائی اسی تابوت تک کی گئی تھی۔ چنانچہ اب مجھے تابوت کھول کر دیکھنا چاہیئے کہ اندر کیا ہے —؟ اور میں تابوت کے قریب پہنچ گیا۔ تب میں نے تابوت کا ڈھکن اٹھا دیا اور سبز، سرخ اور نیلے ہیروں کی جگمگاہٹ نے میری آنکھیں خیرہ کر دیں۔ یہ بیش قیمت چمکدار پتھر تیز روشنی پیدا کر رہے تھے۔ اور تابوت کی دیواروں میں نصب تھے۔

اس کے علاوہ تابوت میں ایک لاش موجود تھی۔ کسی حسین اور متناسب الاعضاء عورت کی لاش، جس کے سیاہ لمبے بال اس کے چہرے پر پڑے ہوئے تھے۔ اس کے جسم پر سفید لبادہ تھا — بالکل ایسا ہی لبادہ، جیسا ان لڑکیوں نے پہنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے گلے میں ایک خوبصورت ہار پڑا ہوا تھا جس کے آخری حصے میں سیاہ رنگ کا ایک ہیرا جڑا ہوا تھا۔ سیاہ ہیرے سے تیز روشنی پھوٹ رہی تھی اور یہ ہیرا لڑکی کے سینے کے عین درمیان رکھا ہوا تھا۔

اس پُراسرار منظر کشی سے میں بے حد متاثر ہوا — اور بے اختیار میرے ہاتھ لڑکی کے چہرے کی طرف بڑھ گئے۔ بال ہٹا کر دیکھوں تو کہ یہ کون ہے —؟ اور میں نے لڑکی کے سیاہ گھنیرے بال اس کے چہرے سے ہٹا دیئے۔

بلاشبہ میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ وہ لیپاسس ہو گی۔

ہاں — وہ لیپاسس کی لاش تھی۔ حسین خدوخال والی لیپاسس کی لاش جس کے چہرے پر ہیروں کی رنگین روشنی منعکس ہو رہی تھی۔ وہ اور حسین نظر آ رہی تھی۔

"لی — پا — س!" میرے منہ سے عجیب سی آواز نکلی۔

لیکن لاشوں سے کوئی آواز نہیں نکلتی۔ لیپاس اسی طرح پُرسکون چہرہ لئے پڑی تھی۔

پھر جب میں منظر کے تاثر سے نکل آیا تو میں نے اس بات پر غور کیا۔ لیپاس کی لاش یہاں کہاں سے آگئی۔ وہ تو سمندر میں گم ہو گئی تھی۔ اس کا خون آلود لباس بھی مل گیا تھا ـــــ تو کیا یہ واقعی اس کی رُوح ہے۔ میں نے حیرت سے سوچا۔ لیکن لیپاس کی رُوح نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ اور بلایا ہے تو اس طرح خاموش کیوں ہے۔

"لیپاس ـــــ!" میں نے اُسے آواز دی۔ تب میں نے اس کے پپوٹوں میں جنبش دیکھی اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہی چمکدار آنکھیں، زندگی سے بھرپور ـــــ اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، ایک دلکش مسکراہٹ ـــــ وہ میٹھی نظروں سے مجھے دیکھتی رہی۔

"کیا یہ درُست ہے لیپاس! کیا تم صرف رُوح ہو؟"

لیپاس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بدستور مجھے دیکھتی رہی پھر اُس نے اپنا سفید ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ اور میں نے اسے سہارا دے دیا ـــــ وہ میرے سہارے سے تابوت سے نکل آئی۔

"تم اگر رُوح بھی ہو لیپاس ـــــ تب بھی ـــــ تب بھی میں تمہیں پا کر بے حد خوش ہوں۔ مجھے بتاؤ لیپاس! یہ سب کیا اسرار ہے؟ میں اسے سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

"تم نے مجھے یاد کیا تھا میکارا؟" اس نے نغمہ بار آواز میں کہا۔

"ہاں۔ تمہاری موت کے بعد میں بےحد اداس ہو گیا تھا۔ میں سخت پریشان ہو گیا تھا اور پھر میرے دماغ میں آگ سُلگ اٹھی۔ میں نے لیبورنیس کے بے شمار لوگوں کو خون میں نہلا دیا۔ میں نے ایذاس اور زدیاس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو انہوں نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔ اگر اہلِ لیبورنیس گڑگڑا کر زندگی کی بھیک نہ مانگتے تو میں ان میں سے ایک ایک کو قتل کر دیتا۔"

"میرے لئے؟" لیپاس نے پُرمحبت لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ تمہارے لئے۔"

"تم مجھے اتنا ہی چاہتے ہو میکارا؟"

"ہاں لیپاس! تم میری پسندیدہ عورت ہو۔"

"لیکن ـــــ ایتھا تمہارے ساتھ کیوں ہے؟"

"اوہ، تم اس کے بارے میں جانتی ہو؟"

"رُوحوں سے کون سی بات چھپی رہتی ہے۔"

"اگر تم رُوح ہو ـــــ تو جانتی ہو گی کہ وہ میرے ساتھ کیوں ہے۔" میں نے کہا اور لیپاس چند لمحات کے لئے خاموش ہو گئی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور اگر میں رُوح نہ ہوں تو ـــــ؟"

"تو تمام باتوں سے قبل تمہیں اپنی حقیقت بتانی ہو گی۔"

"اگر میں زندہ ہوں تو تمہیں خوشی ہو گی میکارا؟"

"بے پناہ۔ اور حیرت بھی۔"

"تو میکارا ـــــ میری زندگی! میں زندہ ہوں۔" لیپاس آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ اور میں حیران رہ گیا۔ پھر میں نے آگے بڑھ کر اُسے بازوؤں میں بھینچ لیا۔

"لیپاس ـــــ لیپاس! میں درحقیقت تمہارے لئے رنجیدہ تھا۔ تمہاری موت پر ـــــ تمہاری موت پر مجھے سب سے زیادہ دُکھ ہوا تھا۔ ورنہ میں نے کسی کے لئے کبھی پرواہ نہیں کی۔ میں نے بےمقصد اتنے لوگوں کو کبھی قتل نہیں کیا۔ کیا تمہارے علم میں ہے کہ لیبورنیس میں اب میری کیا حیثیت ہے۔ کیا تم جانتی ہو کہ میں......"

"ہاں میکارا! تمہارے احسانات کی فہرست طویل ہے۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ مجھے علم ہے کہ تم نے بروقت فیتلولیہ کی کتنی مدد کی ہے۔ ورنہ ہمیں زندگی سے ہاتھ دھونے پڑتے۔"

"تمہاری زندگی کے بارے میں تایورس کو بھی معلوم ہے؟"

"ہاں ـــــ لیکن میں نے اس سے درخواست کی تھی کہ وہ تمہیں نہ بتائے۔"

"کیوں؟"

"میں تمہارے سامنے اس حیثیت سے آنا چاہتی تھی۔ میں جاننا چاہتی تھی کہ تم مجھے کس قدر چاہتے ہو۔"

"جان لیا؟"

"ہاں ـــــ!"

"اب بتاؤ؟ تمہارے ساتھ کیا واقعات پیش آئے؟"

"تمہیں علم ہے میکارا ـــــ کہ میں نے لڑکوں کی طرح پرورش پائی ہے، میں نے سارے فنون سیکھے ہیں جن میں سمندر میں تیرنا بھی شامل ہے۔ میں بلندیوں سے سمندر میں چھلانگ لگا سکتی ہوں ـــــ لیکن جس قدر بلندی سے میں نے لیبورنیس میں چھلانگ لگائی تھی، اس سے قبل کبھی ایسی کوشش نہیں کی تھی۔ اور درحقیقت چھلانگ لگاتے وقت میرے ذہن میں بچنے کا تصور بھی نہیں تھا۔ بس اس خبیث بڈھے سے بے پناہ نفرت محسوس کرتے ہوئے میں نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔ لیکن پھر ہوا یوں کہ جُوں ہی میں نے چھلانگ لگائی، میرے لباس میں ہوا بھر گئی۔ اور شاید میرے ہلکے وزن کی وجہ سے میرے لباس نے میرا وزن سنبھال لیا۔ میں چٹانوں سے دُور چلی گئی اور پانی میں گری۔ میرے کوئی چوٹ نہیں لگی۔ گو حواس معطل تھے لیکن زندگی بڑی قیمتی شے ہوتی ہے۔ میں پانی میں تیرنے لگی۔ لیکن نہ جانے کہاں سے ایک آدم خور مچھلی آگئی ـــــ اور اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے مجھے جگہ جگہ سے زخمی کر دیا۔ میرا لباس تار تار ہو گیا مچھلی صرف میرا لباس نوچ لے جانے میں کامیاب ہو گئی ـــــ میں برہنہ تھی لیکن اس وقت مجھے صرف زندگی بچانے کی خواہش تھی۔ میں تیرتی رہی۔

سمت کا تعین کئے بغیر، یہ سوچے بغیر کہ میں کہاں جا رہی ہوں، میں تیر رہی تھی۔ اور پھر میرے حواس جواب دینے لگے۔ میں بے ہوش ہو گئی۔ اور نہ جانے کب تک بے ہوش رہی۔

میں نہیں جانتی بے ہوش ہونے کے بعد سمندر کے پانی نے مجھے نیچے کیوں نہیں کھینچ لیا۔ لیکن جب مجھے ہوش آیا تو میں سطح پر بہہ رہی تھی۔ میں نے پھر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔ اور پھر لوپادان میں سمندر میں تیرتی رہی۔ پھر میرے ہاتھ پاؤں دوبارہ بے جان ہو گئے۔ اور اس طرح میں نے نہ جانے کتنا طویل سفر طے کیا۔ میں نہیں بتا سکتی کہ کتنے دن اور کتنی راتیں میں نے سمندر میں بھوکے پیاسے رہ کر گزاریں۔

ہاں میکارا! میرے ذہن میں بس ایک خیال تھا جو بار بار آتا تھا۔۔۔ تم نے کہا تھا کہ تم میرے لئے دیوتاؤں سے جنگ کرو گے۔ تم مجھے مرنے نہ دو گے۔ اور یہ خیال مجھے ہمیشہ تقویت بخشتا تھا۔ میں سوچتی تھی کہ دیوتاؤں سے تمہاری نبرد آزمائی ہو رہی ہے۔۔۔ کبھی وہ حاوی ہوتے ہیں اور کبھی تم۔۔۔!

اور پھر جب میں فیتلولیہ کے ساحل سے آلگی تو میں نے بھروسہ کر لیا کہ تم نے ان دیوتاؤں کو شکست دے دی ہے۔ نہ جانے کس طرح میں نے بدن چھپایا اور رات کی تاریکی میں میں واپس اپنے محل پہنچ گئی۔ میری حالت اس قدر خراب تھی کہ گھنٹوں میں بول نہ سکی۔ تایئورس شدید حیران تھا۔۔۔ بہرحال جب میں بولنے کے قابل ہوئی تو میں نے اسے حالات بتائے۔ تمہاری موت کا سُن کر تایئورس دیوانہ ہو گیا۔ اس نے فوری طور پر یبورنیس پر چڑھائی کرنے کا منصوبہ بنایا۔۔۔ لیکن دوسرے لوگوں نے اسے سمجھایا کہ اس وقت تھیوڈوس سے مقابلے کی تیاری ضروری ہے۔ یبورنیس سے پھر بھی انتقام لیا جا سکتا ہے۔ تب تایئورس خاموش ہو گیا۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "تو تم نے مجھے مُردہ تصور کر لیا تھا۔"

"ہاں۔" لیپاس نے سر جھکا کر کہا۔

"اس کے باوجود تم نے یہ تصور کیا تھا کہ میں دیوتاؤں سے نبرد آزما ہوں۔"

"میری ذہنی کیفیت عجیب تھی۔"

"بہرحال تمہاری زندگی پر مجھے دلی مسرت ہے لیپاس۔" میں نے اسے سینے سے بھینچ لیا۔

"لیکن ایتھا تمہارے ساتھ کیوں ہے؟"

"میں صاف گوئی سے کام لوں گا لیپاس۔ میں نے بھی تمہیں مُردہ تصور کر لیا تھا۔ اس وقت میری ذہنی حالت خراب تھی۔ ایتھا نے عورت کی حیثیت سے مجھے سہارا دیا۔۔۔ اور اس وقت سے وہ میرے ساتھ ہے۔"

"میکارا۔۔۔ اب اس کی کیا حیثیت رہے گی؟"

"اس طویل عرصے کے بعد، میں اسے چھوڑ دوں گا نہیں۔"

"میرا کیا ہو گا میکارا؟"

"تم آج بھی میری محبوبہ ہو۔" میں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن میکارا۔۔۔ میں عورت ہوں۔ میں اپنی محبت میں کسی دوسرے کی مداخلت برداشت نہ کر سکوں گی۔ میں تمہیں دوسری کی آغوش میں کیسے دیکھ سکوں گی؟"

"حالات میں نے تمہیں بتا دیئے ہیں لیپاس! میں نے اُسے اس وقت اپنایا تھا جب تمہیں کھو بیٹھا تھا۔ اور اب اگر میں نے اسے خود سے جدا کر دیا تو میرے خیال میں یہ مناسب بات نہیں ہو گی۔ میں اس سلسلے میں مجبور ہوں لیپاس۔۔۔!"

"تم میرے لئے اسے چھوڑ نہیں سکتے؟" لیپاس نے شکوہ آمیز انداز میں کہا۔

"نہیں لیپاس! تم عورت ضرور ہو، لیکن تم نے مرد کی زندگی گزاری ہے۔ زبان اور ظرف بڑی چیز ہے۔ اس نے اس وقت میرا سہارا لیا تھا جب میں بھی تنہا تھا۔"

اور لیپاس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"شکریہ میکارا۔۔۔ اور اس کے ساتھ میں معافی بھی چاہتی ہوں۔"

"کیوں؟"

"میں تمہارا امتحان لے رہی تھی میکارا۔"

"کیسا امتحان؟"

"یہی کہ تم عورت کے معاملے میں کس قدر ثابت قدم ہو۔" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر تحقیر آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں اس احمق لڑکی کو کیا بتاتا کہ میں عورت کے معاملے میں کس قدر ثابت قدم ہوں اور خود تیری کیا حیثیت ہے۔

"تم عظیم انسان ہو میکارا۔۔۔ عورت کو تمہارے اوپر بھروسہ کرنا چاہیئے۔"

"لیکن تم نے خوب ڈرامہ کیا لیپاس۔۔۔ اس سے تم کیا اندازہ لگانا چاہتی تھیں؟"

"میں تمہارے دل میں اپنی محبت تلاش کر رہی تھی۔"

"مل گئی؟"

"ضرورت سے زیادہ۔"

"خیر۔۔۔ ایک بات بتاؤ؟"

"ہاں۔۔۔!"

"کیا تم نے اپنے عورت ہونے کی کہانی عام کر دی ہے؟"

"ہاں، اب بہت سے لوگوں کو معلوم ہو چکا ہے۔ تایئورس نے پوری تفصیل بتا دی تھی۔ چنانچہ اب میں باقاعدہ عورت ہوں۔"

"لوگوں کو سخت حیرت ہوئی ہو گی!"

"ہاں۔ میرا خیال ہے بیشمار لوگ مجھے عورت تسلیم نہیں کرتے"

"یہ بھی خوب ہے۔ ہاں کیا تایورس تمہارے اس ڈرامے میں شریک ہے؟"

"مکمل طور پر"

"تب ہی مجھے حیرت ہوئی تھی ــــ اس نے تمہاری موت کی اطلاع پر زیادہ رنج کا اظہار نہیں کیا تھا اور اب مجھے یاد آرہا ہے کہ اس نے گول مول باتیں کی تھیں"

"میری اس درخواست پر ــــ ورنہ وہ تمہیں دھوکا دینے پر آمادہ نہیں تھا"

"بہرحال تمہاری زندگی کی خوشی میں میں یہ بات ذہن سے فراموش کر دوں گا"

"ابھی بہت سی باتیں تشنہ ہیں لیپاس!"

"سب کچھ پوچھ ڈالو میرے محبوب!" لیپاس برق پاش نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ اور پھر اس نے کہا۔ "کیوں نہ ہم باقی رات انہی پہاڑوں میں گزاریں؟"

"کیا حرج ہے۔ میرے لئے تمام جگہیں یکساں ہیں"

"نہیں ــــ یہاں میں نے بہت سے انتظامات کئے ہیں۔ میں طویل عرصے سے یہاں مقیم ہوں"

"اوہ" میں نے ایک گہری سانس لی اور لیپاس میرا ہاتھ پکڑ کر غار کے ایک سرے پر پہنچ گئی۔ اور پھر اس نے ایک چوکور سل پر دباؤ ڈالا جو کسی چول پر گھومتی تھی۔ سل کے دروازے کے دوسری طرف بھی روشنی موجود تھی۔ لیپاس میرا ہاتھ پکڑے ہوئے اس دروازے سے دوسری طرف پہنچ گئی۔ یہاں آرام کے لئے طویل و عریض بستر موجود تھا جس شمعدانوں میں شمعیں روشن تھیں۔ لیپاس نے پیار سے مجھے بستر پر بٹھا دیا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

"عمدہ جگہ اور عمدہ عورت ــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"میرے آنے کی اطلاع تمہیں فوراً مل گئی تھی؟"

"ہاں" استقبال کرنے والوں میں میں بھی شامل تھی۔ میں نے بھی خاموشی سے تمہیں دیکھا تھا میرے محبوب! اور دل پر قابو رکھا تھا ورنہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ دوڑ کر تم سے لپٹ جاؤں"

"خوب ــــ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "اچھا ایک بات تو بتاؤ؟"

"جو دل چاہے پوچھو"

"کیا تایورس کو تم نے تفصیل بتائی تھی؟"

"مکمل"

"کیا وہ میرے اور تمہارے قرب سے خوش ہے؟"

"نہ صرف خوش بلکہ بے حد مسرور ــــ وہ تمہیں دیوتا مانتا ہے اور کون دیوانہ دیوتاؤں کا قرب پسند نہیں کرتا۔ میرے پاس آ کر تو وہ تمہارے ہی گن گاتا رہتا ہے۔ تم نے اُسے کیا نہیں دیا۔ فیتولیہ کی تقدیر پر چمکنے والے منحوس ستارے کو تم نے آسمان سے نوچ پھینکا اور تمہاری کوششوں نے فیتولیہ کی شکست کو فتح میں بدل دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ تمہاری سیر چشمی سے بے حد متاثر ہے۔ میں نے تو اس سے اس بارے میں باقاعدہ بات کی ہے"

"کس بارے میں؟"

"یہی کہ میں تمہارے قدموں میں ساری زندگی گزار دوں"

"اس کا کیا جواب تھا؟"

"اس نے ایتھا کی طرف اشارہ کیا تھا لیکن دوسرے انداز میں۔ اس کا خیال تھا کہ ایتھا تمہاری منظور نظر ہے۔ میرے مسلط ہونے کی کوشش تمہیں ناراض نہ کر دے"

"اوہ ــــ"

"لیکن میں نے اس سے کہا کہ ایتھا سے قبل تم مجھے پیار کرتے تھے۔ اور یہ تابوت کا ڈرامہ اسی لئے کیا گیا تھا۔ اس سے تمہاری محبت کا اندازہ بھی مقصود تھا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم خوشی سے مجھے قبول کر لو گے تو ٹھیک ہے، ورنہ میں خاموشی سے پیچھے ہٹ جاؤں گی۔ اور اگر تم نے مجھے قبول کر لیا تب بھی میں تمہارے ذہن پر ایسا بار نہ ہوں گی جو تمہیں بے چین کر دے"

"کیا مطلب؟"

"میں ساری زندگی تمہاری اور ایتھا کی خدمت گزار کی حیثیت سے گزار دوں گی۔ تم دونوں کو خود سے شکایت کا موقع کبھی نہ دوں گی۔ میں ان راتوں کو تمہارے قریب نہ پھٹکوں گی جن راتوں میں تم ایتھا کی آغوش میں ہو گے"

"اوہ ــــ عظیم عورت! تیری اس بات سے تیری عزت میرے دل میں کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ تو ساری باتیں کہہ چکی ہے اب سن ــــ ایتھا سے میں نے کبھی محبت نہیں کی تھی۔ آج بھی میں اسے نہیں چاہتا لیکن جیسا کہ میں نے تجھے بتایا لیورینس کی کشمکش میں وہ میرے ساتھ رہی ہے چنانچہ میں نے اسے خود سے منسلک رہنے دیا ــــ اور سن! تو میری محبت ہے اور ایتھا صرف میرے لئے قابل رحم ــــ یہ اس میں اور تجھ میں فرق ہے چنانچہ میں تجھے بڑی حیثیت دوں گا"

"آہ ــــ میرے محبوب! اور مجھے کیا کیا دے گا" لیپاس شدت جذبات سے پاگل ہو گئی۔

دوسری صبح . . . . اس نے مجھے رخصت کیا۔ اب اسے ان پہاڑوں میں رہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ آج ہی محل واپس چلی جائے گی اور تایورس کو بتا دے گی کہ اسلا

باتیں اس نے میکارا سے کرلی ہیں اور اب وہ ہمیشہ کے لئے اس کی ہو جائے گی۔"

میں نے اس کا گال تھپتھپایا اور وہاں سے چلا آیا۔ محل میں ایتھا میرے لئے پریشان تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مجھ سے لپٹ گئی۔

"کہاں چلے گئے تھے میکارا ۔۔۔ کہاں تھے میرے محبوب! میں ساری رات تمہاری منتظر رہی ۔۔۔ دیکھو میری سرخ آنکھوں کو۔ میں نے اپنی پلکیں ایک دوسرے سے نہیں جڑنے دیں، مبادا تم آجاؤ اور مجھے سوتا پاؤ۔"

"رقص کی محفل سے واپسی کس وقت ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"جس وقت میں نے تمہاری کمی محسوس کی، اس کے بعد میں ایک پل وہاں نہ رکی ۔۔۔ کیا تم تنہائی سے اکتا کر کہیں چلے گئے تھے۔ میری روح، مگر کہاں ۔۔۔؟"

"روحوں کی وادی میں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہاں ۔۔۔ میں نہیں سمجھی؟"

"روحوں کی وادی میں ۔۔۔ وہ روحیں مجھے بلانے آئی تھیں۔"

"میرا علم تیری عقل مختصر ہے میکارا! میں نہ سمجھ سکوں گی۔" ایتھا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اگر تجھے لیپاس کی روح نظر آجائے ایتھا، تب ۔۔۔"

"میں خوفزدہ ہو جاؤں گی۔" ایتھا نے فوراً کہا۔

"اور بعد میں تجھے پتہ چلے کہ وہ زندہ ہے ۔۔۔ تو ۔۔۔؟"

"میں یقین نہ کروں گی۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ لیپاس کی زندگی کا کوئی جواز نہیں ہے۔ وہ اتنی بلندی سے اور ایسی جگہ گری تھی جہاں کسی انسان کے بچنے کی کوئی امید نہیں رہتی۔"

"لیکن کوئی قسمت، اپنی تدبیر سے بچ جائے، تب ۔۔۔؟"

"تو کیا کہنا چاہتا ہے میکارا؟" ایتھا حیران ہو کر بولی۔

"یہی کہ روحوں کی وادی میں میری ملاقات لیپاس سے ہوئی تھی۔"

"لیپاس کی روح سے؟" ایتھا حیران ہو کر بولی۔

"ہاں۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ زندہ ہے۔"

"لیپاس ۔۔۔؟" ایتھا شدتِ حیرت سے چیخ پڑی۔

"ہاں۔"

"ناممکن ۔۔۔ قطعی ناممکن ۔۔۔ یہ کیسے ممکن ہے میکارا! ہم نے [illegible] نگاہوں سے نعیاس اور ایذا اس کے جسموں کا حشر دیکھا ہوگا۔"

"ہاں۔ لیکن ہولنے لیپاس کی مدد کی۔ اس نے لیپاس کے [illegible] بدن کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا کر اسے چٹانوں سے دور پہنچا [illegible] اور سمندر کی لہریں اسے لے کر اس کے وطن کی طرف دوڑ پڑیں۔ تب [illegible] سلامت اپنے وطن پہنچ گئی۔"

"دیوتاؤں کی قسم ۔۔۔ یہ دیوتاؤں ہی کا کام ہے۔"

"ہاں۔ شاید انہی دیوتاؤں کا جنہوں نے اس کی موت کی پیش گوئی کی تھی۔" میں نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ دوسری کہانی ہے ایتھا! پھر کبھی سہی۔" میں نے گنگناتے ہوئے انداز میں کہا ۔۔۔ اور ایتھا میری شکل دیکھنے لگی اور پھر وہ چونک پڑی۔

"تو ۔۔۔ تو نے ۔۔۔ تو نے پوری رات لیپاس کے ساتھ گزار دی؟" ۔۔۔ اور پروفیسر اس کے انداز سے شبہ جھانکنے لگا تھا۔

"ہاں۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"اس کی آغوش میں؟"

"ہاں ۔۔۔" میں اسی انداز سے بولا۔ اور ایتھا خاموش ہو گئی۔ اس کے چہرے سے کبیدگی صاف نمایاں تھی۔ میں نے اس کے اس انداز کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ میرا احسان تھا اس پر کہ میں نے اسے ابھی تک اپنے ساتھ رہنے دیا تھا۔ میں نے اس سے کئے ہوئے وعدے کی بنا پر اسے اپنی دائمی قربت بخش دی تھی۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ میں اس کے بدن کا اسیر تھا ۔۔۔ وہ میرے اوپر حق جتانے والی کون تھی۔ احمق اور بے وقوف عورت اپنے نقصان پر آمادہ تھی۔

میں آرام کرنے کی جگہ دراز ہو گیا اور ایتھا گردن جھکائے مجھ سے ناراضگی کا اظہار کرتی رہی۔ مجھے اس کی حماقت پر پہلے غصہ پھر ہنسی آنے لگی۔

بالآخر جب خاموشی طویل ہو گئی تو ایتھا ہی بولی۔ "کیا آئندہ کچھ راتیں بھی تو اس کے ساتھ گزارے گا میکارا؟"

"ہاں۔ شاید میں اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنے کا اعلان بھی کر دوں ۔۔۔"

"یہ ناممکن ہے۔" ایتھا شیرنی کی طرح غرائی ۔۔۔ اور میں چونک پڑا۔

"کیا مطلب؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں تیری محبوبہ ہوں۔"

"غلط ۔۔۔ میں تیرا محبوب ہوں۔"

"ایک ہی بات ہے۔" ایتھا نے کہا۔

"ایک بات نہیں ہے ایتھا ۔۔۔ دونوں باتوں میں فرق ہے۔"

"تو ۔۔۔ تو کیا تو مجھے نہیں چاہتا میکارا ۔۔۔ کیا میں تیری محبوبہ نہیں ہوں؟"

"میں تجھے کچھ عرصہ پیچھے لے جا رہا ہوں ایتھا! غور کر ۔۔۔ میں نے تیری طلب نہیں کی تھی، تو ہی میری طلبگار ہوئی تھی۔ اور پھر تیری وجہ سے بہت سے ہنگامے ہوئے۔ اور تو جانتی ہے، میں نے لیپاس نہیں

کی حکومت صرف لیپاس کے انتقام کے لئے حاصل کی تھی ورنہ میں حکومت سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ ورنہ لیبورینس اور فیقلولیہ کی حکومت تائیورس کے حوالے نہ کر دیتا۔ تو ثابت ہوا کہ تجھ سے پہلے بھی لیپاس میری محبوبہ تھی اور تیرے بعد بھی ـــــ پھر تو اس قسم کی بات کیوں کرتی ہے؟"

"میں نے ساری زندگی تجھے سونپ دی ہے میکارا۔" وہ بولی۔

"میں نے تیری زندگی قبول نہیں کی تھی۔ تو نے اس کی درخواست کی تھی۔"

"تو اب تو کیا چاہتا ہے؟"

"تجھ سے کچھ نہیں چاہتا ـــــ تو میری نگاہ سے گرتی جا رہی ہے۔ تیرے برعکس لیپاس بلند ظرف کی مالک ہے۔ اس نے تیری قربت قبول کر لی ہے۔"

"کیا مطلب؟" ایتھا نے پوچھا۔

"اس نے کہا ہے کہ چونکہ تو ایک عرصے سے میرے ساتھ ہے اور تو عورت ہے اس لئے وہ تجھے برداشت کر لے گی اور مجھ سے جدا ہونے کی بات نہ کرے گی۔ لیکن تو نے اس کی اُلٹی بات کی ہے۔"

"میں اس کا وجود برداشت نہیں کروں گی میکارا۔" ایتھا غرائی۔

"تب میں تجھے خود سے جدا کرتا ہوں ایتھا ـــــ اور تجھے تیری گستاخی کی سزا ملنا ضروری ہے۔ اسی وقت میرے پاس سے چلی جا اور آئندہ میں تجھے اپنے قریب نہیں پسند کروں گا۔"

"یہ سب کچھ لیپاس کی وجہ سے ہوا ہے۔ کاش وہ زندہ نہ بچتی ـــ کاش ـــــ!"

"وہ زندہ ہے ایتھا ـــــ اور تو یہاں سے چلی جا۔"

"سُن میکارا ـــــ میں عورت ہوں، تیری پرستار ہوں۔ میں تیری ساری قوتوں کو تسلیم کرتی ہوں۔ لیکن اس سے قبل تو عورت کی قوت سے نہ ٹکرایا ہوگا۔ میں تجھ سے زیادہ طاقتور ہوں، سمجھا ـــــ تو لیپاس کے ساتھ عیش و عشرت سے نہ گزار سکے گا ـــــ سمجھا! لیپاس تیری آغوش حاصل کرنے میں ناکام رہے گی۔"

"دیوانی عورت ـــــ میں نے لیپاس سے کہا تھا کہ میں ایتھا کو خود سے جدا نہ کروں گا کیونکہ وہ میری طویل عرصے کی ساتھی ہے۔ لیکن تو نے اپنے راستے میں خود گڑھے بنائے ہیں۔ میں چاہوں تو اسی جگہ تیری گردن دبا دوں، میں چاہوں تو تیرے بدن کو خنجر سے دو ٹکڑے کر دوں۔ کون ہے جو تیرے بارے میں مجھ سے سوال کر سکے ـــــ تو نے عورت کی طاقت کی بات کی ہے۔ بیشک عورت بڑی فتنہ پرور شے ہے، عورت انوکھی مخلوق ہے۔ میں نے صدیوں سے عورت کو یکساں پایا ہے ـــــ حسد و رقابت کی پتلی ـــــ میرے ذہن میں اب تیرے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے تاہم میں تجھے زندہ جانے دیتا ہوں۔ تیری ساری طاقتیں میرے قدموں تلے مسل جائیں گی۔"

"تو ـــــ تو لیپاس کے حصول سے باز نہ آئے گا؟" ایتھا غضبناک لہجے میں بولی۔

"ایک لمحے کے اندر میری نگاہوں سے دُور ہو جا۔" میں نے جھلا کر کہا۔

"میکارا ـــــ ساری زندگی پچھتائے گا۔"

تب میں اٹھا۔ میں نے اس کے بال پکڑے اور اسے باہر دھکا دے دیا ـــــ وہ اسی قابل تھی۔ اس کے بعد میں سکون سے لیٹ گیا۔ ایتھا کی بکواس نے میری طبیعت مکدر کر دی تھی۔

بہرحال اچھا ہوا، ورنہ لیپاس کے دل میں بھی احساس رہتا کہ میری آغوش صرف اس کی نہیں ہے بلکہ ایتھا بھی اس کی حقدار ہے۔ رہ گئی ایتھا کی بات ـــــ تو وہ میرا کیا بگاڑ سکتی تھی۔

ایتھا واپس نہ آئی ـــــ ہاں تائیورس کا پیغام میرے لئے آیا اور میں نے کہلوا دیا کہ ابھی میں آرام کروں گا اور شام کو اس سے ملاقات کروں گا۔ میرے انکار کے بعد کس کی مجال تھی جو مجھے مجبور کرتا۔ چنانچہ پورا دن میں نے آرام سے گزارا ـــــ اور پھر شام کو میں نے ایک خادم سے تائیورس کو اطلاع بھجوائی کہ میں اس سے ملنے کے لئے تیار ہوں۔

تائیورس تو جیسے تیار ہی بیٹھا تھا۔ فوراً میرے پاس آ گیا۔

"اُس وقت میرا خیال تھا میکارا ـــــ کہ تو میرے ساتھ دربار میں شریک ہو ـــــ لیکن تو آرام کر رہا تھا۔"

"دربار کے معاملات صرف تجھے ہی سنبھالنے ہیں تائیورس!"

"لیبورینس کے لئے تیری کیا ہدایات ہیں؟"

"میں بتا چکا ہوں ـــــ وہی بہتر طریقہ ہے۔"

"تو میری رہنمائی کر میکارا ـــــ میرے نائب کے لئے کون مناسب رہے گا؟"

"یہاں جو لوگ ہیں، انہی میں سے کسی کا انتخاب کر لے۔ یہ کام اب تیرا ہے۔"

"میں تجھے مجبور نہیں کروں گا میکارا ـــــ تو جیسا پسند کرے۔" تائیورس نے کہا۔

"ہاں، میں نے تجھ سے کہا تھا کہ یہاں سے لیبورینس تک تو اپنے لئے راستہ ہموار کر لے۔ اس سلسلے میں تیری کیا رائے ہے؟"

"تیرے حکم سے انحراف کی جرأت کون رکھتا ہے میکارا۔ لیکن مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"تھوڑی سی سپاہ تیار کر۔ میرے ساتھ میرے جہاز موجود ہیں اور میرے آدمی بھی ـــــ لیکن تجھے یہاں کے لئے اپنا قائم مقام مقرر کرنا ہوگا اور پھر ہم فوج لے کر چلتے ہیں۔ پہلے ان لوگوں کو دعوت دیں گے

اور اگر کوئی نہ مانا تو اس پر لشکر کشی کریں گے۔"
"میں تیرے احکامات کی تعمیل کروں گا میکارا۔"
"ٹھیک ہے۔ پہلے قدم کے طور پر تو سب سے پہلے اپنا ایک نائب مقرر کر اور رموزِ حکومت اسے سمجھا دے۔"
"ایسا ہی ہوگا۔"
"اس کے بعد تیرا دوسرا قدم یہ ہوگا کہ یہاں سے لیبوریس تک سیدھے راستے کا انتخاب کر کے اس راستے کے جزیروں کے بارے میں تفصیل تیار کر۔ پھر ایک مکتوب قاصدوں کو دے کر انہیں روانہ کر دے اور سب کو اطلاع پہنچا دے۔ مکتوب کے مسودے میں تھیوڈوس کی شکست اور اس کی موت کا ذکر نمایاں ہو۔"
"انتہائی مناسب میکارا۔۔۔ تیرا ذہن کائنات کی مانند وسیع ہے۔ تو سارے امور پر خوب سوچتا ہے۔"
"ہم قاصدوں کی واپسی کا انتظار کریں گے۔"
"بالکل ٹھیک۔"
"اس کے علاوہ کچھ قاصد ان لوگوں کی طرف بھی روانہ کر۔ جنہوں نے ہم سے مدد کا وعدہ کیا تھا لیکن آج تک خاموش ہیں۔ ان سے جرمانے کے طور پر چار چار جہاز طلب کر۔ ورنہ پھر انہیں بھی ہم سے جنگ کرنا پڑے گی۔"
"یہ خیال میرے ذہن میں تھا۔"
"بس اور کیا چاہتا ہے؟"
"یہ باتیں تمام ہوئیں میکارا۔"
"اب کچھ اور گفتگو باقی رہ گئی ہے؟"
"ہاں۔۔۔" تائیورس نے گردن جھکا کر کہا۔
"تو بول۔۔۔"
"میری وفاداری پر شک تو نہیں کرتا میکارا۔؟" تائیورس نے شرمسار لہجے میں کہا۔
"نہیں۔ تو ایک مخلص دوست ہے۔" میں نے نرمی سے جواب دیا۔ ویسے میں کسی حد تک سمجھ گیا تھا کہ تائیورس کیا کہنے کی تیاری کر رہا ہے۔
"تجھے یقین ہے کہ میں تیرے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں رکھتا۔"
"ہاں۔ مجھے یقین ہے کہ تو میرا مکمل احترام کرتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تب میکارا۔۔۔ میں نے لیپاس کے سلسلے میں تجھ سے جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے ایسے الفاظ اختیار کئے کہ لیپاس کی ضد بھی پوری ہو جائے۔ تاہم میں تجھے صحیح بات نہ بتانے پر شرمسار ہوں۔"

"لیپاس کی زندگی سے مجھے بے پناہ خوشی ہوئی ہے۔ یوں بھی لیپاس مجھے بتا چکی ہے کہ اس نے تمہیں مجبور کیا تھا۔"
"تو مجھ سے ناراض تو نہیں ہے میکارا؟"
"نہیں تائیورس۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"
"تب میں مطمئن اور مسرور ہوں۔ یقین کر میکارا۔۔۔ ابتدا میں دیوتاؤں کی پیش گوئی کی وجہ سے مجھے مجبوراً خاموش رہنا پڑا لیکن کیسی حیرت کی بات ہے کہ دیوتاؤں کی پیش گوئی غلط نکلی۔"
میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب تائیورس ہی بولا۔
"لیکن لیپاس نے مجھے کچھ اور بھی بتایا تھا۔"
"کیا۔۔۔؟"
"اس نے کہا تھا کہ تو نے دعویٰ کیا تھا کہ تو دیوتاؤں کو شکست دے کر لیپاس کی زندگی بچائے گا۔ اور وہی ہوا میکارا۔ یہ کیا راز ہے؟" تائیورس نے کہا۔
"ان باتوں کو ذہنوں میں گم رہنے دے تائیورس! میرا خیال ہے کہ میں اس موضوع پر گفتگو کر کے مسرور نہ ہو سکوں گا۔ چنانچہ ان باتوں کو دماغ سے نکال دے۔"
"تاہم۔۔۔ میں حیران ضرور ہوں۔"
"میرے لائق اور کوئی کام بتا۔"
"ابھی میرے کچھ سوالات باقی ہیں۔"
"پوچھ۔۔۔ میں تیار ہوں۔"
"لیپاس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟"
"کیا تجھے علم ہے تائیورس۔۔۔ کہ وہ مجھے اور میں اسے پسند کرتا ہوں۔"
"ہاں۔۔۔ یہ بات میرے علم میں ہے۔"
"تب اس روشنی میں تو خود فیصلہ کر۔"
"میں لیپاس کو تیری غلامی میں دے کر فخر محسوس کروں گا۔"
"وہ میری عورت کی حیثیت سے آرام سے رہے گی۔"
"تب کیا میں فیتلولیہ میں اس بات کا اعلان کر دوں؟"
"ہاں۔۔۔ لیکن اپنے طور پر۔۔۔ میں ان رسومات میں کوئی دلچسپی نہ لے سکوں گا جو تیرے ہاں رائج ہیں۔"
"اوہ۔۔۔ کیا تو ذدلجاس کے معبد میں جا کر اس کو اپنی پناہ میں لینے کا اقرار نہیں کرے گا؟"
"اگر یہ تیرے ہاں کی رسم ہے اور اس کے پوری نہ ہونے سے تیری دل شکنی ہوگی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں اپنی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو انتہا سمجھتا ہوں اور وہی میرے لئے مکمل ہوتے ہیں۔ میں دل سے ان رسومات کو قبول نہیں کروں گا۔"

داستان مختصر پروفیسر! ان لوگوں کی دلچسپی کے لئے میں نے چند روز کا تماشہ قبول کر لیا۔ اور بڑے بڑے دلچسپ تماشے ہوئے۔ اور پھر اس کے بعد لیپاس کو اور مجھے ایک خوبصورت محل رہنے کے لئے دے دیا گیا۔

لیپاس میرے لئے کوئی اجنبی چیز نہیں تھی۔ لیکن عورت کی حیثیت سے وہ بہت دلکش تھی۔ غار کی ملاقات کے بعد میری اس سے دوسری ملاقات بہت دلچسپ رہی۔

"تمہاری تو شخصیت ہی بدل گئی لیپاس۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میری تقدیر بھی بدل گئی ہے میکارا۔" لیپاس نے شرمگیں انداز میں کہا۔

"کیوں؟"

"تمہارا دائمی قرب معمولی حیثیت تو نہیں رکھتا۔"

"اوہ۔ یہ تمہاری محبت ہے۔"

"نہیں۔ یہ میری تقدیر ہے۔" لیپاس نے کہا اور میری آغوش میں منہ چھپا لیا۔۔۔ رات گزرتی رہی۔۔۔ ساری رات ہم دونوں جاگتے رہے تھے۔ میری تو خیر بات ہی اور تھی لیکن لیپاس کی آنکھوں سے بھی نیند اڑ گئی تھی۔

رات کے آخری پہر میں اس نے ایتھا کے بارے میں گفتگو کی۔ ایتھا کے بارے میں تفصیلات ابھی کسی کو معلوم نہیں تھیں۔ خود میں نے بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کہاں گئی۔

"میکارا۔۔۔ تم میری روح ہو، میری زندگی ہو۔ میں حیات کا ایک ایک لمحہ تمہاری آغوش میں گزارنا چاہتی ہوں۔ لیکن مجھے اپنا قول بھی یاد ہے۔"

"کون سا قول لیپاس۔۔۔؟" میرے ذہن میں اس وقت ایتھا تھی۔

"میں نے ایتھا کی حیثیت بھی قبول کی تھی۔"

"اوہ، ایتھا۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"ہاں۔ کل کی رات تم ایتھا کے ساتھ گزار سکتے ہو۔۔۔ میں دوسری رات کا انتظار کروں گی۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے لیپاس۔"

"ہیں۔۔۔ کیوں؟" لیپاس تعجب سے بولی۔

"ایتھا تمہاری طرح فراخدل نہ تھی۔"

"میں نہیں سمجھی میکارا؟"

"وہ تمہارا وجود برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔"

"اوہ۔۔۔ پھر؟" لیپاس تاسف سے بولی۔

"میں نے اسے نکال دیا۔"

"اوہ۔۔۔" لیپاس افسوس سے بولی۔ "شاید یہ اچھا نہ ہوا۔"

"سنو لیپاس۔۔۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میری نظروں میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن میں تنگ ظرفی بالکل پسند نہیں کرتا۔ میں نے آزاد زندگی گزاری ہے۔ اور یہی میری شخصیت ہے۔ چنانچہ وہ احکامات جو تمہاری ذات پر اثر انداز نہ ہوں، میں ہر حالت میں ان کی تعمیل چاہتا ہوں۔"

"تمہیں مجھ سے شکایت نہ ہوگی میکارا۔" لیپاس آہستہ سے بولی۔

"میں نے ایتھا کی بات کی ہے۔ ایتھا خود پسند تھی۔ میں نے اس کی بے پناہ خواہش پر اسے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی تھی ورنہ میں اس سے محبت نہیں کرتا تھا۔۔۔ تم میری محبت ہو، لیکن میں نے تم سے بھی یہی کہا کہ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن ایتھا تمہارے لئے تیار نہ تھی۔"

"اوہ، میں پھر بھی اس کے لئے مغموم ہوں۔"

"نہیں، تم اس کا خیال ذہن سے نکال دو گی۔ میں نے یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی ہے کہ وہ کہاں ہے؟"

"جو حکم میرے میکارا۔۔۔" لیپاس نے کہا۔ اور میں اسے پھر پیار کرنے لگا۔

یوں پروفیسر، لیپاس کے ساتھ میں نے ایک پرسکون عرصہ گزارا۔ اس دوران تائیورس کو میں مشورے دیتا رہا۔ جزائر کی پٹی پر قاصد جا چکے تھے اور ان کی واپسی کا انتظار تھا۔

چار چاند پورے ہوئے تو قاصدوں کی واپسی شروع ہو گئی۔ بڑے دلچسپ پیغامات لائے تھے وہ۔ لیبورینس کے سیدھے راستے میں کل آٹھ جزیرے پڑتے تھے۔ ابتدائی دو جزیروں نے فوری اطاعت قبول کر لی تھی۔ تیسرے جزیرے والوں نے اعلان جنگ کر دیا تھا۔ چوتھا جزیرہ کشمکش میں تھا اور اس نے سوچ کر جواب دینے کی پیشکش کی تھی۔ پانچویں اور چھٹے جزیرے دونوں نے الحاق کر لیا تھا اور تائیورس سے جنگ کرنے پر آمادہ تھے۔ اور ساتواں جزیرہ بھی جنگ پر آمادہ تھا لیکن پانچویں اور چھٹے جزیرے سے علیحدہ رہ کر۔ اسی طرح آٹھویں جزیرے والوں کی نیت بھی اچھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ باقی وہ جنہوں نے امداد کا وعدہ کیا تھا اور وعدے کی پابندی نہیں کر سکے تھے انہوں نے معذرت کی تھی اور ہرجانہ دینے کو تیار تھے۔

اور جب آخری قاصد بھی واپس آ گیا تو تائیورس نے میری خدمت میں پیش ہو کر تفصیلات میرے سامنے رکھ دیں۔

"گویا ہمیں کل پانچ جزیروں پر جنگ کرنی ہے؟"

"ہاں میکارا۔"

"اور تم اس کے لئے تیار ہو؟"

"میں تو صرف تیرے احکامات کی تعمیل کے لئے تیار ہوں۔" تائیورس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسلحہ سازی کی کیا کیفیت ہے؟"

"تو مطمئن ہو جائے گا، دن رات تیاریاں ہو رہی ہیں۔"

"کتنے نئے جہاز بن گئے؟"

"بارہ جہاز — جن میں تھیوڈوس کے تباہ شدہ جہازوں کا اور اپنے جہازوں کا سارا سامان استعمال کیا گیا ہے۔"

"بہت خوب! فوجی تربیت کی کیا کیفیت ہے؟"

"لیبوریٹس کے جیالوں کے ساتھ مل کر فیقولیہ کے ہزاروں باشندے جنگی مشقیں کر رہے ہیں۔"

"گویا تیاریاں مکمل ہیں؟"

"اگر تو ان سے مطمئن ہو میکارا —"

"میں دیکھوں گا، ویسے اب تو کچھ نئے کام کر۔"

"حکم دے۔"

"تو نے اپنے نائب کا انتخاب کر لیا؟"

"میں زوناس کا نام تیری خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔"

"تیرے خیال میں اطمینان کا آدمی ہے؟"

"ہاں — میرے خیال میں۔"

"اور تیرا خیال ٹھیک ہی ہوگا، مجھے یقین ہے۔ لیکن کام یہیں ختم نہیں ہو جاتا تجھے آٹھ اور ایک نو، ایسے آدمیوں کا انتخاب کرنا ہے جو تیرے خیال میں حکومت کے امور سنبھالنے کے اہل ہوں۔"

"اوہ، اتنے سارے لوگوں کی ضرورت؟"

"میں نے صرف نو آدمیوں کی بات کی ہے جنہیں لیبوریٹس سمیت باقی جزیروں پر تعینات کرنا ہے۔"

"اوہ یقیناً — جس کام کی ابتدا تو نے کی ہو میکارا — اس کی تکمیل تک نہ پہنچنے کا کیا جواز ہے" تایئورس نے عقیدت سے کہا۔

"تو یہ سب کچھ کر لے۔ میں کل سے لیپاس کے ساتھ مل کر فوجی کارروائیوں کا جائزہ لوں گا۔"

"ٹھیک ہے میکارا" تایئورس مطمئن ہو کر چلا گیا۔

دوسرے دن سے میں نے تایئورس کی فوجی تیاریوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا، ہدایات جاری کیں۔ میں اور لیپاس پوری طرح اس کام میں مصروف ہو گئے تھے اور تیاریاں زیادہ زور و شور سے ہونے لگیں پھر ایک مناسب تعداد فیقولیہ کی نگرانی کے لئے چھوڑ دی گئی اور باقی جوان لیبوریٹس کے جوانوں کے ساتھ مل کر اس عظیم الشان مہم پر چل پڑے۔

جنرل لیپاس نے الگ فوج کی کمان سنبھالی ہوئی تھی چھ جہاز اس کی تحویل میں تھے باقی تایئورس کی کمان میں تھے۔ میں جنرل لیپاس کے جہاز میں ہی تھا۔ سارا دن وہ مردنی رہتی اور رات کو چولا بدل کر میری آغوش میں آ جاتی۔ سمندر کے دن رات نہایت سکون اور عیش و عشرت سے گزر رہے تھے۔

تب ہم پہلے جزیرے پر پہنچ گئے جہاں کا حکمران دابیاس تھا ادھیڑ عمر کا زیرک انسان جس نے اپنی پوری سپاہ جہازوں میں بٹھا کر ساحل سے کافی دور ہمارا استقبال کیا۔ اس کا ایک بھی سپاہی مسلح نہیں تھا پھر جب ہمارے جہاز نزدیک پہنچے تو اس نے پھولوں کی بارش کر دی اور اس کے ساتھ ہی اپنے جہازوں پر فیقولیہ کے پھریرے لہرا دیئے۔

"دابیاس کے دوستی کے اظہار کی قیمت کیا ہو میکارا —؟" تایئورس نے پوچھا۔

"تو کیا چاہتا ہے تایئورس؟"

"میری خواہش ہے میکارا — دابیاس کو سربراہ رہنے دیا جائے۔ ہمارا آدمی صرف اس کے مشیر کی حیثیت سے کام کرے اور فیقولیہ کے مفادات کا خیال رکھے۔ ہاں، یہاں فیقولیہ کا جھنڈا لہرائے گا۔"

"مناسب ہے، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ تب دابیاس کے جہازوں سے رسوں کی سیڑھیاں پھینکی گئیں اور پھر دابیاس سیڑھی کے ذریعے ہمارے جہاز پر آ گیا۔

"سمندری عفریت کو شکست دینے والے پر دیوتاؤں کی برکتیں نازل ہوں۔ کیسا انوکھا ہے تایئورس، اور کیسی انوکھی ہے اس کی سپاہ، میں تیری پناہ میں عافیت محسوس کروں گا، اور یقین کر اپنی حکومت تیرے حوالے کر کے مجھے کوئی تردد نہیں ہے۔"

"ہم دوستی کے قدرداں ہیں دابیاس — ہم تیرے جزیرے کو لوٹنے نہیں آئے بلکہ اسے خود میں شامل کر کے مضبوطی بخشنے آئے ہیں۔ فیقولیہ صرف ایک جزیرہ نہیں ایک سلطنت ہے۔ تم میں سے کسی پر تباہی آئے گی تو تم تنہا نہ ہو گے۔"

"ہاں، ہاں — ہمیں تیرے جیسے نگہبان کی ضرورت ہے۔ اور ہم تجھ سے تعاون کریں گے اس طرح، جیسا تو پسند کرے گا۔"

"تب ہماری دوستی تمہارے لئے ہے۔" تایئورس نے کہا۔

اور ہم دابیاس کے جزیرے پر اتر گئے۔ چھوٹے سے جزیرے پر اتنے لوگوں کا بوجھ زیادہ دن تک مناسب نہیں تھا ہم نے جلد از جلد یہاں سے کام نمٹایا اور آگے بڑھ گئے۔

دوسرا جزیرہ سیلوس کا تھا۔ یہ جوان العمر تھا اور چہرے سے کافی چالاک معلوم ہوتا تھا۔ کمزور ہونے کی وجہ سے اس نے ہم سے تعاون کیا تھا ورنہ شاید یہ بات پسند نہ کرتا۔

چنانچہ یہاں تایئورس نے جارحانہ رویہ رکھا اس نے سیلوس اور اس کے ساتھیوں کو ہٹا کر حناق کو یہاں کا نگراں مقرر کیا اور اپنے دوسرے کچھ ساتھی اس سے تعاون کے لئے چھوڑ دیئے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اعلان کیا کہ حناق کے ساتھ تعاون کیا جائے اور اسے کوئی شکایت نہ ہونے دی جائے۔ ورنہ فیقولیہ کی فوجیں اس پر حملہ آور ہو کر اسے [illegible] برد کر دیں گی اور بڑے بڑے سرکشوں نے حناق سے وفاداری

کا اعلان کر دیا۔ سیلوس کو صرف جزیرے کے معزز انسان کی حیثیت دی گئی اور اس کے لئے کچھ وظیفہ مقرر کر کے ہم آگے بڑھ گئے۔

تیسرا جزیرہ آئی گینا تھا۔ ہم نے دور سے ہی آئی گینا کی جنگی تیاریوں کو دیکھا۔ فقلیدوس جزیرے کا شہنشاہ تھا اور نہ جانے اس شخص کے ذہن میں کیا خناس تھا کہ اس نے جنگ کی ٹھانی تھی۔ اس کے دس ہزار جانباز انسانوں سے بس کھڑے تھے اور وہ اتنی ترنگ میں تھا کہ اس نے پیشقدمی بھی شروع کر دی۔

لیبورینس کے جیالے جن کے ہتھیاروں کو زنگ لگتی جا رہی تھی اور جو اس بات سے بے چین تھے خوش ہو گئے۔ اور انہوں نے مجھ سے اجازت طلب کی کہ ان کے جہازوں کو آگے آگے رہنے دیا جائے۔

لیکن فیقلولیہ والے بھی بلند تھے۔ بالآخر میں نے ان کی ترتیب ایک نیم دائرے کی شکل کی کر دی۔ تاکہ بائیں سمت سے فیقلولیہ کے جہاز اور دائیں سمت سے لیبورینس والے آگے بڑھیں اور آئی گینا کو پیس کر رکھ دیں۔

اور یہی ہوا ___ جوں جوں ہم قریب پہنچتے گئے آئی گینا کے جیالوں کے دلوں میں خوف و ہراس ہوتا گیا ___ لیکن ناعاقبت اندیش فقلیدوس نے غور نہ کیا اور جنگ پر آمادہ رہا۔ اور پھر بالآخر تائیورس نے جنگ کی اجازت دے دی ___ بس پھر کیا تھا ___ لیبورینس والے دوڑے کہ وہ اس تر نوالے کو ہضم کر لیں اور فیقلولیہ والے اپنی کارکردگی دکھانے دوڑے۔

لیکن اس وقت دونوں کو بڑی مایوسی ہوئی، جب صرف چند گھنٹوں کے اندر آئی گینا کی فوجوں نے پناہ کے علم بلند کر دیئے۔ فقلیدوس نے علم بلند کرنے والے کئی انسانوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ لیکن آئی گینا کے فوجی اپنے حشر کا اندازہ لگا چکے تھے ___ چنانچہ جب پانچ آدمی فقلیدوس کے ہاتھوں مارے گئے تو پھر انہوں نے مل کر فقلیدوس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی لاش سامنے لا کر پناہ طلب کی۔

تب تائیورس نے جنگ رکوا دی اور یوں آئی گینا پر قبضہ ہو گیا۔

اس جزیرے پر ہم نے پورے چار دن اور چار راتیں گزاریں۔ پھر طرائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ جنگ کا دوسرا جزیرہ تھا۔ ان جنگوں میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا اور ہم دشمنوں کو زیر کرتے، دوستوں کو خوش کرتے آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ اب ہمارا رخ آٹھویں جزیرے کی طرف تھا۔

کیا ہی دلکش سفر تھا یہ ___ کیا ہی عمدہ وقت گزر رہا تھا ___ آٹھویں جزیرے سے آگے لیبورینس تھا۔ لیکن آٹھویں جزیرے کا سفر میرے لئے زیادہ دلکش نہ رہا۔ یہ سفر کچھ واقعات لئے ہوئے تھا۔ اس شام میں تائیورس کے جہاز پر تھا۔ تائیورس نے مجھ سے کچھ مشورے کئے تھے۔ رات ہوئی تو میں اپنے جہاز پر واپس آ گیا۔ لیپاس میری منتظر تھی۔ اس نے حسب معمول مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا اور پھر رات کو جب خلوت میں پہنچی تو میری آغوش میں اس نے کہا۔

"میکارا ___!"

"میری جان ___!"

"میں تم سے ایک خاص بات کا تذکرہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں ___ ہاں ___ کہو۔"

"یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم پلیستوس کے ساحل پر جنگ کر رہے تھے۔ میرے عقب میں جنگ ہو رہی تھی ___ تب ہمارے ایک سپاہی نے بظاہر دشمن کی طرف پھینکنے کے لئے ایک تیر کمان میں چڑھایا لیکن وہ تیر میری طرف آیا۔ میں اتفاق سے ایک طرف ہٹ گئی تھی ورنہ تیر میری پسلیوں میں پیوست ہو جاتا۔ پھر بھی وہ میرے لباس کو چھو کر گزر گیا۔"

"ارے ___" میں چونک پڑا۔

"میں نے ناراضگی کے اظہار کے طور پر اس سپاہی کی طرف دیکھا تو وہ بدحواس ہو کر پیچھے چلا گیا۔ گو میں دشمن سے نبرد آزما تھی لیکن اس کے باوجود میں نے کچھ باتیں محسوس کیں ___ وہ سپاہی لیبورینس والوں یا فیقلولیہ والوں کی طرح قد آور اور تندرست نہیں تھا۔ بلکہ اس کا قد کسی قدر چھوٹا تھا اور اس کا جسم ایک عجیب دلکشی لئے ہوئے تھا۔ اس کی کمر پتلی اور کولہے بھاری تھے۔ میرے ذہن میں الجھن ضرور تھی لیکن اس وقت موقع نہیں تھا چنانچہ میں نے اس تجسس کو دبا لیا اور پھر میں یہ واقعہ بھول گئی۔

لیکن آج میں نے اس سپاہی کو پھر اپنے جہاز پر دیکھا۔ میرا خیال ہے کہ اس دوران وہ دوسرے جہازوں پر رہا اور مجھے نظر نہ آیا۔ اسی لئے میں اسے بھول گئی تھی۔ آج مجھے اس کی ایک جھلک نظر آئی تو میں نے کچھ لوگوں کو بلا کر اشارہ کیا کہ وہ اسے بلا کر لائیں۔ لیکن چند لمحات کے بعد انہوں نے آ کر بتایا کہ وہ جہاز پر موجود نہیں ہے۔"

"اوہو ___" میں بغور لیپاس کی داستان سن رہا تھا۔ "یہ تو انوکھی کہانی ہے۔ لیکن تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے لیپاس؟"

"میرا خیال ہے، وہ کوئی عورت ہے۔"

"عورت ___ اور سپاہی؟"

"ہاں۔"

"لیکن اس سے تمہاری دشمنی کیا حیثیت رکھتی ہے؟"

"میں نہیں کہہ سکتی۔"

"ہوں ___" میں غور کرنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ "جہاز کے باورچی خانے میں کام کرنے والی عورتوں میں تلاش کیا جائے تو وہ مل جائے گی۔ اگر وہ عورت ہے تو باورچی خانے کے علاوہ کہاں مل سکے گی۔"

"ہاں ___ باورچی خانے کے علاوہ عورتیں اور کہیں نہیں ہیں۔"

"لیکن مجھے حیرت ہے ۔۔۔ اوہ ۔۔۔ اوہ لیپاس!" میں اچھل پڑا
"کیوں؟" لیپاس چونک پڑی۔
"کیا تم نے ایتھا کو دیکھا تھا ۔۔۔ میرا مطلب ہے اُس کی صورت تیرے ذہن میں محفوظ ہے؟"
"ایں ۔۔۔؟" لیپاس پرخیال انداز میں بولی۔ اور پھر اس کے انداز میں بھی اضطراب پیدا ہوگیا۔ "اوہ ۔۔۔ میکارا ۔۔۔ تمہارا اندازہ ٹھیک ہے۔ میں نے غور نہیں کیا تھا لیکن اس کے انداز میں ایتھا کے نقوش ملتے ہیں۔"
"ہوں ۔۔۔ تب اٹھو ۔۔۔ ہم اسے تلاش کریں گے۔"
"میکارا ۔۔۔!" لیپاس نے میرے شانے پکڑ لئے۔
"کیوں؟"
"اس وقت نہیں۔"
"لیکن بات بڑی سنسنی خیز ہے لیپاس! ایتھا جہاز پر کیسے آگئی؟"
"ممکن ہے، دوسرے لوگوں کے ساتھ بھیس بدل کر آگئی ہو۔"
"لیکن کس مقصد کے تحت؟"
"شاید مجھے قتل کرنا چاہتی ہو؟" لیپاس مسکرا کر بولی۔
"میں اس سے قبل اسے جہنم رسید کردوں گا۔"
"نہیں میکارا ۔۔۔ وہ بہرحال عورت ہے۔ اسے تلاش کرلو۔ اور پھر اسے کہیں چھوڑ دو ۔۔۔ ہم اسے قتل نہیں کریں گے۔"
"اس نے یہ جرأت کیسے کی ۔۔۔ اگر وہ کامیاب ہوجاتی تو ۔۔۔؟"
"میری زندگی میری اپنی کہاں ہے ۔۔۔ میں تو تمہاری ہوں میکارا ۔۔۔ اور تمہاری چیز کوئی دوسرا برباد نہیں کرسکتا۔" لیپاس نے کہا۔ اور میرے سینے سے لپٹ گئی۔

لیپاس اس وقت مجھے خود سے جدا نہیں کرنا چاہتی تھی چنانچہ میں نے بھی اصرار نہیں کیا۔ لیکن میرا ذہن اُلجھ گیا تھا۔ لیپاس کے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی لیکن میں نے ایسے بہت سے واقعات دیکھے تھے۔ عورت کی رقابت کی کہانی تو لاکا سے ہی شروع ہوگئی تھی۔ اور اس کے بعد صدیوں سے جاری تھی۔

اور پھر ایتھا کے الفاظ ۔۔۔ میں نے ان الفاظ کو اس لئے اہمیت نہیں دی تھی کہ ایتھا میرا کیا بگاڑ سکتی ہے ۔۔۔ لیکن لیپاس کے بارے میں میں نے نہیں سوچا تھا۔ ہاں ۔۔۔ ایتھا مجھ سے انتقام لینے کے لئے لیپاس کو تو نقصان پہنچا سکتی تھی۔ اور شاید اسی نیت سے وہ مردوں کے سپاہیوں میں شامل ہوگئی تھی۔

چنانچہ صبح اٹھ کر سب سے پہلے ایتھا کا بندوبست کرلیا جائے، ضروری ہے۔
"میکارا ۔۔۔!" لیپاس نے مجھے آواز دی۔
"میری جان!"
"کس سوچ میں ڈوب گئے؟"
"کوئی خاص بات نہیں ہے۔"
"پھر بھی ۔۔۔؟"
"میں ایتھا کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا لیپاس۔"
"کس اُلجھن میں پڑ گئے میکارا! اس سے تو بہتر ہوتا کہ میں تم سے تذکرہ ہی نہ کرتی۔ میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ تم جانتے ہو میں خود اسے تلاش کرکے قتل کرسکتی ہوں ۔۔۔ اور سنو، میں خود بھی اس سے ہوشیار رہوں گی، بلکہ کل ہم اسے برآمد کرلیں گے اور پھر اسے مناسب سزا دے دیں گے۔"
"ہاں، ٹھیک ہے۔"
"تب پھر اسے ذہن سے نکال دو۔" وہ میرے سینے سے منہ رگڑتے ہوئے بولی۔
"اوہ، میں نے تو اسے کب کا ذہن سے نکال دیا۔" میں لیپاس کا مطلب سمجھ گیا ۔۔۔ وہ میری پوری توجہ چاہتی تھی۔ چنانچہ میں نے اس کی مرضی پر چلنا شروع کردیا۔ اور یہ رات بھی دوسری خوبصورت راتوں کی طرح گزر گئی۔

دوسری صبح میں نے اور لیپاس نے ساتھ ہی ناشتہ کیا۔ اور پھر ہم دونوں تیاریاں کرنے لگے۔ اتنی دیر میں تائیورس ہمارے جہاز پر پہنچ گیا۔ ہم دونوں نے اس کا استقبال کیا تھا۔
"میں اطلاع دینے آیا تھا میکارا ۔۔۔ کہ [illegible] جزیرے

سے زیادہ دُور نہیں ہیں۔" تایوُرس نے کہا۔

"اوہ، خوب ــــ واقعی یہ سفر طویل ہو گیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے لیپاس ــــ تمہارے چہرے پر کچھ عجیب سے تاثرات ہیں؟" تایوُرس نے کہا۔ اور میں نے بھی لیپاس کی طرف دیکھا۔ واقعی لیپاس کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے لیپاس؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"نہ جانے کیا ہوا ہے میکارا۔" لیپاس نے سینے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے ــــ کیا ہوا؟" میں نے اسے تھام لیا۔ لیکن لیپاس کو ایک اُبکائی آئی اور خون کے ٹکڑے اس کے مُنہ سے اُبل پڑے۔ میرے ذہن پر سناٹا چھا گیا تھا۔

تایوُرس گھبرا گیا۔ "میکارا ــــ!" اس نے چیخ کر کہا۔ "زہر"

"زہر ــــ؟" میں چونک پڑا۔ اور پھر میں نے جلدی سے ناشتے کے برتن دیکھے۔ قہوے کے برتن کی نچلی تہہ میں چمکدار ذرات جگمگا رہے تھے۔

"ہیرا ــــ" میرے مُنہ سے نکلا۔ ہیرا پیس کر قہوے میں ملا دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے ہر قسم کا زہر میرے اوپر کارآمد نہیں تھا۔ لیکن لیپاس کی زندگی اب محال تھی۔ وہ بُری طرح نڈھال ہو گئی تھی۔

"یہ کیا ہوا میکارا ــــ میری بہن کو کیا ہوا؟" تایوُرس نے ڈوبتی آواز میں کہا۔ لیکن میرے جبڑے بھینچ گئے۔ میں لیپاس کو کسی طرح زندگی نہیں دے سکتا تھا۔ اسے خون کی کئی اُلٹیاں ہو چکی تھیں۔ اور اب وہ بالکل سفید پڑ گئی تھی۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔

"لیپاس ــــ لیپاس!" میں نے اسے پکارا۔ لیکن اس کے حواس جواب دے گئے ــــ وہ دم توڑ رہی تھی۔

"لیپاس ــــ لیپاس ــــ میری بہن!" تایوُرس نے شدتِ غم سے کہا اور پھر اس نے لیپاس کو سینے سے بھینچ لیا ــــ لیپاس نے دم توڑ دیا تھا۔ "آہ میکارا ــــ لیپاس مر گئی ــــ میری بہن مر گئی۔"

میں ساکت و جامد کھڑا تھا ــــ میرا اندازہ درست نکلا تھا باورچی خانے کی عورتوں میں ایتھا موجود تھی۔

"یہ سب کچھ ــــ کس نے کیا ــــ کیوں کیا؟ بتاؤ میکارا! میری بہن کو ہیرا کس نے دیا؟"

"اسے لٹا دو ــــ!" میں نے سرد آواز میں کہا ــــ اور تایوُرس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ لیکن اس کا بدن شدتِ غم سے کانپ رہا تھا ــــ "آؤ تایوُرس ــــ!" میں نے کہا اور وہ سر جھکائے میرے ساتھ نکل آیا۔

"میری بہن کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا میکارا؟"

"آؤ تایوُرس ــــ!" میں نے کہا۔ اور پھر تایوُرس کو ساتھ لے کر سیدھا باورچی خانے میں پہنچ گیا۔ باورچی خانے کی ساری عورتوں کو میں نے دیکھا لیکن ایتھا ان میں موجود نہیں تھی۔ تب میں نے ان عورتوں سے کسی اجنبی عورت کے بارے میں پوچھا اور ایتھا کے بارے میں اطلاع مل گئی ــــ وہ موجود تھی، لیکن انتہائی پُراسرار طور پر۔

تب میں باہر نکل آیا۔ اور اس کے بعد میں نے جہاز کے ایک ایک سپاہی کو نکال لیا ــــ لیکن ایتھا ان میں بھی موجود نہ تھی تایوُرس غمزدہ شکل لئے میرے ساتھ موجود تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا تلاش کر رہا ہوں۔ اور جب میں سخت پریشانی کے عالم میں تایوُرس کے کندھے پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا تو میری نگاہ مستول کی طرف اُٹھ گئی۔

مستول پر ایک سپاہی موجود تھا۔

"اے ــــ تم وہاں کیا کر رہے ہو؟ نیچے آؤ۔" میں نے چیخ کر کہا۔

"تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کے لئے اس سے عمدہ جگہ اور کوئی نہیں تھی میکارا ــــ" اوپر سے آواز آئی۔ اور یہ آواز ایتھا کے علاوہ اور کسی کی نہیں تھی۔

"میں تیرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا کُتیا۔ نیچے اُتر آ!" میں غرّایا۔

"تم نے دیکھا میکارا ــــ میں نے غلط تو نہیں کہا تھا عورت کمزور نہیں ہوتی۔ میں نے تمہارے دل کو بھی وہی داغ دیا ہے جو میرے دل پر لگا تھا۔" ایتھا نے کہا۔

"ایتھا ــــ نیچے اُتر آ ــــ ورنہ میں آ رہا ہوں۔"

"تم تکلیف نہ کرو میری جان! میں آ رہی ہوں۔ لیکن میری زندگی میں تمہارے علاوہ اور کچھ نہیں رہا ــــ میں جانتی ہوں کہ اب تم کبھی مجھے نہ ملو گے۔ اس لئے ــــ میں آ رہی ہوں ــــ لیکن خوش ہوں کہ اب لیپاس کو بھی تمہاری آغوش نہیں ملے گی۔" ایتھا نے کہا ــــ اور دوسرے لمحے اس نے بلند ترین مستول سے نیچے چھلانگ لگا دی۔

تمام لوگوں کے مُنہ سے خوف کی آوازیں نکل گئی تھیں۔ میں نے ایتھا کے بدن کو لپکنے کی کوشش نہیں کی اور وہ زوردار دھماکے کے ساتھ فرش سے ٹکرائی۔ اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور اس کا پورا بدن خون میں ڈوب گیا۔ دو ایک بار اس کے بدن میں حرکت ہوئی اور پھر وہ سرد ہو گئی۔

تائیورس

خون کے آنسو رو رہا تھا۔ میں بھی بے بس تھا۔ اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ایتھا کی خون آلود لاش سے مجھے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ مجھے تو صرف یہ افسوس تھا کہ میں لیپاس کا انتقام بھی نہ لے سکا۔

"میکارا۔ میں تمہارا گیا۔ میری بہن اب کبھی واپس نہیں آسکے گی۔ آہ لیپاس نے خود کو ظاہر کر کے غلطی کی۔ دیوتاؤں کی باتیں جھوٹی کب ہوتی ہیں۔ میکارا۔ لیپاس کو تیری وجہ سے موت نصیب ہوئی ہے۔ صرف تیری وجہ سے۔"

تائیورس شدتِ جذبات میں دیوانہ ہو گیا تھا لیکن اس کی یہ بات مجھے ناگوار گزری تھی۔

"ہاں تائیورس تیرا خیال شاید ٹھیک ہے۔"

"دیوتاؤں نے پہلے ہی اس کے بارے میں پیش گوئی کر دی تھی لیکن اس نے توجہ نہیں دی۔ تیری محبت میں دیوانی ہو کر اس نے اپنی جان دے دی۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"اسے تیری باتوں پر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہو گیا تھا۔ میں نے اسے سرزنش کی تو اس نے بڑے یقین سے کہا کہ تو اسے نہیں مرنے دے گا' لیکن آج تیری وجہ سے اسے مرنا پڑا۔ بتا میں اسے کہاں سے پاؤں۔ بول میں اس کا انتقام کس سے لوں۔؟"

"مجھ سے لے سکتا ہے تائیورس۔ تیرے خیال میں اس کا قاتل میں ہی ہوں" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور تائیورس پہلی بار چونک پڑا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ مجھ سے کس انداز میں بات چیت کر رہا ہے۔

"نہیں میکارا۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ مگر تو خود سوچ' میں اپنی بہن کی موت کا غم کس طرح برداشت کروں۔ آہ اس کی موت میرے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔" لیکن اب میں تائیورس کی باتوں پر توجہ نہیں دے رہا تھا۔ میرے ذہن میں ایک بیزاری سی پیدا ہو گئی تھی۔ اس شخص کے لئے میں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ کتنا وقت صرف کیا۔ کتنی کوششیں کیں اور پھر اس نے دیکھا کہ لیپاس ایک عورت کی رقابت کا شکار ہوئی ہے۔ میرا اس کے قتل میں کوئی دخل نہیں ہے۔ لیکن اس نے سب کچھ بھول کر لیپاس کی موت کی ذمہ داری میرے اوپر ڈال دی تھی۔ ایتھا نے جو کچھ کیا تھا' میں اس سے ہی بیزار تھا اور اب لیپاس اور ایتھا کی موت سے میں بہت بددل ہو گیا تھا۔ چنانچہ تائیورس کی بات مجھے سخت بری لگی۔

تائیورس روتا رہا۔ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اب مجھے اس جہاز' فیقلولیہ اور لیبورنس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی' چنانچہ میں جہاز کے اس حصے میں پہنچ گیا' جہاں امدادی کشتیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میں نے ان میں سے ایک کشتی کھولی اور اسے سمندر میں اتارنے لگا۔ اس وقت زیادہ تر لوگ لیپاس کی موت کے سلسلے میں مصروف تھے۔ اس لئے کسی نے میری کارروائی کو نہیں دیکھا اور میں نے کشتی سمندر میں اتار لی۔ پھر میں نے خود بھی سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

اور چند ساعت کے بعد میری کشتی جہازوں سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن۔ نہ جانے کس طرح جہازوں پر سے مجھے دیکھ لیا گیا۔ اور ایک ہنگامہ مچ گیا۔ بے شمار کشتیاں جہازوں سے اتریں اور میری کشتی کی طرف لپکیں۔ وہ لوگ مجھے آوازیں دے رہے تھے۔ لیکن اب' جب میں ان لوگوں سے بیزار ہو گیا تو مجھے کون روک سکتا تھا۔!

تیز رفتار کشتیاں میرے نزدیک پہنچ گئیں۔ اور چیخنے والے کہنے لگے۔

"میکارا۔ رک جاؤ میکارا۔ کہاں جا رہے ہو۔ رک جاؤ۔ تائیورس آ رہا ہے۔ اس کا انتظار کرو۔ رک جاؤ میکارا۔ رک جاؤ۔"

اور میں نے کشتی روک دی' اور سنجیدہ نگاہوں سے انھیں دیکھنے لگا۔

"کہاں جا رہے ہو میکارا۔؟"

"میں ساری زندگی کے لئے تم لوگوں کا پابند نہیں ہوں۔ بس اب جا رہا ہوں۔ نئے جہانوں کی تلاش میں' نئے لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے۔"

"ہم سے کیا خطا ہوئی ہے میکارا۔؟"

"کوئی خطا نہیں۔ بس میرے خیال میں میرا مشن ختم ہو چکا ہے۔ اب دوسرے جہانوں کو میری ضرورت ہے۔" میں نے جواب دیا۔ تب تائیورس کی کشتی میری کشتی کے نزدیک پہنچ گئی۔

"میکارا۔؟" تائیورس نے مجھے پکارا۔

"کیا بات ہے تائیورس۔؟"

"تو میری سخت بیانی برداشت نہ کر سکا میکارا۔ اور تو نے مجھے چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔"

"ہاں تائیورس۔ یہی بات ہے۔"

"تو میرے غم سے واقف ہے میکارا۔ شدتِ غم نے میرے حواس معطل کر دیئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ پھر کیا کہنا چاہتا ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"مجھ سے غلطی ہوئی میکارا۔ مجھے معاف کر دے۔ واپس چل' ہمیں تیری ضرورت ہے۔ تو نے مردہ فیقلولیہ میں جان ڈالی ہے۔ اسے چھوڑ کر نہ جا۔"

"اوہ۔ یہ بات تجھے یاد آ گئی تائیورس۔ میرا خیال تھا اب تو مجھے صرف لیپاس کے قاتل کی حیثیت سے جانتا ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"آہ۔ تو میرے غم پر بھی تو غور کر میکارا۔ میں نے سخت پریشانی کے عالم میں یہ بات کہی تھی۔" تائیورس نے کہا۔

"خوب۔ اگر فیقلولیہ کو شکست ہو جاتی تو اس کا ذمہ دار بھی تو مجھے ہی قرار دے سکتا تھا تائیورس۔ نہیں تائیورس۔ پریشانی کے عالم میں تو اپنا آپا پر اتر سکتا ہے۔ تو میرے لئے ناقابلِ اعتبار ہے۔ چنانچہ اب میں تیرے ساتھ نہیں رہ سکتا۔"

"میں تجھے نہیں جانے دوں گا میکارا۔"

"افسوس ۔۔ میں فیصلہ کر چکا ہوں ۔ چنانچہ اب میں جا رہا ہوں تائیورس
اچانک میری توجہ سے اور فیقلولیہ سے دلچسپی ختم ہو گئی ہے ۔ اس لئے اب میرا یہاں
رہنا فضول ہے ۔"

"تو یاد رکھو میکارا تیرے جانے کے بعد میں بھی حکومت چھوڑ دوں گا ۔
فیقلولیہ کو برباد ہو جانے دوں گا ۔ میں ۔۔ میں اب ۔۔ اب یہ حکومت نہیں چلا سکتا ۔"

"مجھے اب ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ۔۔" میں نے جھنجلائے
ہوئے انداز میں کشتی آگے بڑھا دی اور تائیورس میری شکل دیکھتا رہ گیا ۔ میں نے
پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا تھا ۔ میری جھنجلاہٹ طاری ہو گئی تھی میرے ذہن پر ۔
میں نے تو بے غرض ان کی مدد کی تھی لیکن [illegible] نے لیا میں کی موت کی
ذمہ داری میرے اوپر ہی ڈال دی ۔

تائیورس اور دوسرے لوگ حسرت و افسوس سے مجھے دیکھتے رہ گئے ۔
لیکن عجیب سی بیزاری طاری تھی میرے اوپر ۔ اس وقت مجھے ان لوگوں سے کوئی
ہمدردی نہیں تھی ۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اب مجھے ان لوگوں سے کوئی دلچسپی ہی
نہیں رہ گئی تھی ۔ میں خواہ مخواہ دوسروں کے چکر میں پڑ کر پریشان ہوتا رہتا تھا
اور آبادی میں رہنے والے صرف مطلب پرست ہوتے تھے ۔ ان کے ساتھ اچھا کرو
بڑا خوش رہتے تھے ۔ ذرا بھی برائی ہو جاتی تو الزام رکھنے لگتے تھے ۔

اس لئے بہتر یہی ہے کہ کسی کے لئے کچھ نہ کیا جائے ۔ سب کو
ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے ۔ بس ایک تماشائی کی حیثیت رہے ۔ دیکھتے رہو ۔
خاموش رہو ۔ میری کشتی تائیورس کے جہازوں سے بہت دور نکل آئی تھی ۔ میں
گزرے ہوئے وقت کو یاد کرنے کا عادی نہیں تھا ۔ اگر میرے اندر یہ مرض
ہوتا ۔ تو اتنی صدیاں گزری تھیں ۔ ہر صدی لاکھوں واقعات کا مخزن تھی ۔
یہ واقعات مجھے بے چین کرتے رہتے اور میری کیفیت نہ جانے کیا ہو جاتی ۔۔!

اس نے خاموش ہو کر گہری سانس لی ۔

پروفیسر خاور ، فرزانہ اور فروزاں پتھر کے بتوں کی مانند خاموش بیٹھے
تھے ۔ ان کے بدن شل ہو رہے تھے ۔ ان کے ذہن شل ہو رہے تھے ۔ لگتا تھا
جیسے وہ ہر صدی میں رہے ہوں ۔ بدلتے ادوار اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے ہوں ۔
اس نے ان لوگوں کی شکل دیکھی اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ۔

"کیا محسوس کر رہے ہو دوستو ۔۔" اس نے پوچھا ۔

پروفیسر خاور نے ایک گہری سانس لی ۔ "کوئی خاص بات نہیں ۔
ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ اب ہمیں زندگی بھر مہذب دنیا میں جانا نصیب نہیں ہوگا ؟"

"اوہ ۔ میری کہانیوں سے شاید تمہارا دل اکتانے لگا ہے ۔۔"

اس نے کہا ۔ "حقیقت تو یہ ہے کہ تمہاری کہانیوں سے دل نہیں اکتایا" لیکن
کبھی کبھی اس دنیا کی یاد ستاتی ہے تو ذہن پر ایک بیزاری سی طاری ہونے لگتی ہے"

"یہ بیزاری دور کی جا سکتی ہے پروفیسر ۔۔"

"وہ کیسے ۔۔؟"

"میرے پاس ہر مرض کی دوا ہے ۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ "آج
کی رات آرام کرو ۔ کل میں تمہاری بیزاری دور کر دوں گا ۔" اس نے بڑے وثوق سے کہا ۔

"ایک بات بتاؤ دوست ۔۔"

"ہاں ہاں ۔ ضرور کہو ۔"

"کیا اب تمہارے دل میں مہذب دنیا دیکھنے کی خواہش نہیں ہے ؟
میری رائے ہے کہ ہم یہاں سے چلیں ۔ میں تمہیں اپنی دنیا میں لے جاؤں ۔ تم میرے
مہمان رہو اور پھر وہاں ہم تمہاری بقیہ کہانی سنیں ۔۔"

"تمہاری دنیا ۔۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا ۔ "میرا علم اس قدر
بڑھ گیا ہے پروفیسر کہ تمہاری دنیا کی ساری تصویریں میری نگاہ میں ہیں ۔ یقیناً
یہ دنیا بڑی دلکش ہو گئی ہے ۔ زمین انسانوں نے اسے انوکھا حسن بخشا ہے
لیکن مجھے بتاؤ ۔ کیا تمہارے درمیان محبت و اخوت موجود ہے ۔ کیا تم نفسا نفسی
کا شکار نہیں ہو ۔۔؟"

"درست ہے ۔ لیکن اس کے باوجود وہ دنیا ہمیں پیاری ہے ۔
ان بچیوں کا مستقبل مجھے پریشان کرتا ہے ۔ اپنی دنیا میں ، میں ان کے بارے
میں کچھ سوچوں گا ۔"

"آج رات آرام کرو پروفیسر ۔ کل اس بارے میں فیصلہ کریں گے ۔"

"جیسی تمہاری مرضی ۔۔" پروفیسر نے کہا اور پھر وہ فرزانہ اور
فروزاں کے ساتھ آرام کے کمرے میں آ گئے ۔ دونوں لڑکیاں خاموش تھیں ۔

"کیا سوچ رہی ہو تم لوگ ۔۔؟" پروفیسر نے پوچھا ۔

"کوئی خاص بات نہیں ڈیڈی ۔" فروزاں گہری سانس لیکر بولی ۔

"اگر وہ چلنے پر آمادہ ہو جائے ۔۔؟"

"اچھی بات ہے ۔۔" فروزاں لاپرواہی سے بولی ۔

"گویا تمہیں کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے ۔۔؟"

"ہے تو سہی ڈیڈی ۔ لیکن عجیب بات ہے ۔ اب اس دنیا کی
طلب زیادہ باقی نہیں رہی ہے ۔ نہ جانے کیوں ۔۔؟"

"یہی کیفیت میری ہے ۔" فروزاں نے کہا ۔

"حیرت انگیز بات ہے ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی کہانیاں خود
ہمیں بھی اسی ماحول میں لے جاتی ہیں ۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہم خود بھی اسی ماحول
میں ہوں ۔ اور اس ماحول سے اکتاہٹ نہیں ہوتی ۔"

"بالکل درست ۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ ہم
ساری زندگی ان ہی کہانیوں میں بسر کر دیں گے ۔ ہمیں اپنے لئے بھی تو کچھ
سوچنا چاہیئے ۔" اور پروفیسر خاور گہری سوچ میں ڈوب گیا ۔

صبح کی روشنی ہوئی اور وہ جاگ پڑے ۔ لیکن کسی کا اٹھنے
کو دل نہیں چاہ رہا تھا ۔ فرزانہ نے فروزاں کی طرف دیکھا ۔ فروزاں جاگ رہی
تھی ۔ "صبح ہو گئی فروزاں ۔"

"ہاں باجی ۔ اٹھیں ۔۔؟"

"اٹھنا ہی ہے ۔۔" فروزاں نے ایک گہری سانس لی ۔

"باجی ---؟" اچانک فروزاں نے کہا۔

"ہوں ---"

"باجی --- کیا آپ اپنے اندر کچھ تبدیلیاں محسوس کرتی ہیں --- ؟"

"کیسی تبدیلیاں فروزاں --- ؟"

"جیسے --- جیسے ہمارے بدن بہت بوجھل ہو چکے ہیں --- جیسے ہمارے دلوں میں امنگیں باقی نہ رہی ہوں --- ایک بیزار بیزار سی کیفیت --- جیسے تنہا لوگ ہوں، جن کا دنیا سے، دنیا والوں سے کوئی واسطہ نہ ہو ---"

"فروزاں ---" فرزانہ حیرت سے بولی۔ "کیا تمھیں بھی یہی احساس ہوتا ہے؟"

"ہاں باجی --- یہ انوکھی کیفیت میں نے کئی بار محسوس کی ہے ---"

"میری اپنی بھی یہی کیفیت ہے ---"

"نہ جانے ہم کس طلسم میں آپھنسے ہیں --- نہ جانے یہ سب کیا ہے، کیا کبھی اس طلسم سے نکلنے کا موقع بھی ملے گا --- ؟"

"خدا ہی بہتر جانے ---" فرزانہ نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تم لوگ جاگ رہی ہو ---" اچانک پروفیسر خاور کی آواز سنائی دی۔

"ہاں ڈیڈی --- آپ بھی جاگ گئے --- ؟"

"بہت دیر سے جاگ رہا ہوں --- یوں بھی صبح ہو چکی ہے ---" پروفیسر خاور اٹھ کر بیٹھ گئے --- لڑکیاں بھی اٹھیں اور پھر وہ ضروریات سے فارغ ہونے لگے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ ان کے پاس پہنچ گیا --- اسی طرح تر و تازہ، اسی طرح چاق و بند --- اس کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔

"میں نے تمہارے لئے ناشتے کا بندوبست کر لیا ہے ---" اس نے کہا۔

"اوہ --- شکریہ --- آؤ لڑکیو ---" پروفیسر نے کہا۔ اور وہ ان تینوں کو لئے ہوئے ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ ناشتے کی میز پر کھانے پینے کی کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں --- قدیم طرز کی کچھ بوتلیں اور پیالے رکھے ہوئے تھے --- ان بوتلوں میں رنگین سیال بھرے ہوئے تھے جن میں ہیروں کی طرح چمکدار ذرات تیر رہے تھے --- ان ذرات میں زندگی تھی۔

"یہ کیا ہے --- ؟" پروفیسر خاور نے پوچھا۔

"تمہارا ناشتہ --- میں نے پوری رات اس ناشتے کی تیاری میں صرف کی ہے۔"

"اوہ --- !" خاور نے چونک کر کہا۔ "مگر یہ ہے کیا --- ؟"

"تعارف کرادوں گا ان تمام چیزوں کا --- ناشتہ کرو --- گوشت اور سری چیز کھانے کے بعد خاور وغیرہ اس کی طرف دیکھنے لگے --- تب اس نے سرخ سیال والی بوتل کھولی اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا سیال پیالوں میں نکال کر ان تینوں کی طرف بڑھا دیا --- "پی لو انھیں ---"

"لیکن ---" پروفیسر خاور آہستہ سے بولا۔

"پی لو پروفیسر --- اتنے عرصے میں تمھیں میرے اوپر اعتبار کر لینا چاہیئے، میں نے آج تک تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی ---"

"اوہو --- ایسا کوئی خیال ہمارے ذہن میں نہیں ہے --- بس یونہی پوچھ لیا تھا --- !" پروفیسر نے جلدی سے کہا۔ اور پھر اس نے پیالہ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ لڑکیوں نے بھی پروفیسر کی تقلید کی تھی۔

اور اس کی پیش کی ہوئی اشیاء کا کوئی جواب نہیں ہوتا تھا --- ایسی خوش ذائقہ اور ایسی زود اثر کہ لمحات میں ان کا ردِ عمل معلوم ہو جاتا تھا۔ ان کی طبیعتوں میں ایک انوکھا سرور --- ایک انوکھی بشاشت دوڑ گئی۔

"کمال کے انسان ہو --- یہ تھا کیا ---" پروفیسر نے پوچھا۔

"تمہارا لہجہ اس کی تشریح ہے --- یہ شربتِ حیات ہے پروفیسر --- بدن کے خلیات بھرپور زندگی کے طلبگار رہتے ہیں اور جب ان کی شدید مصروفیات زندگی کی ضروریات پوری نہیں کر پاتیں اور عضو اپنا فعل دوہراتے دوہراتے تھک جاتے ہیں تو شربتِ حیات نئی زندگی بدن میں پہنچا دیتا ہے --- جسم کی مشینری از سرِ نو اور بحال ہو جاتی ہے --- اب تم اتنے ہی توانا ہو پروفیسر جتنے اپنی زندگی کے بیسویں سال میں تھے --- اور یہ --- یہ قطرۂ سرور ہے --- یہ تمھیں زندگی سے، ماحول سے دلچسپی بخشیں گے ---" اس نے دوسرا سیال پیالوں میں ڈالا اور انھوں نے بے کم و کاست پی لیا۔

"سنو دوست --- تمہاری بے پناہ قیمتی معلومات کے یہ خزانے ان ویران غاروں تک کیوں محدود ہیں --- میری رائے ہے کہ انھیں لیکر میری دنیا میں چلو --- تم نے ہر دور میں انسانوں کی مدد کی ہے --- اس دور کے تھکے ہوئے انسانوں کو بھی تمہاری ضرورت ہے، تم نے انھیں ان عنایات سے کیوں محروم رکھا ہے ---"

"نہیں پروفیسر --- میں یہ نیکیاں چھوڑ چکا ہوں --- کسی دور میں مجھے میری کاوشوں کا صلہ نہیں ملا --- وقتی طور پر بہت کچھ کہا گیا لیکن لوگ بھول جانے کے عادی ہوتے ہیں --- یہ پرانی بات ہے جب مجھے اپنے علاوہ دوسروں سے بھی دلچسپی ہوتی تھی --- اب تو صدیاں بیت گئیں میں نے کسی کے لئے کچھ نہیں کیا ہے --- رہی تمہاری بات --- تو میں نے تمھیں دوسری حیثیت دی ہے --- تم تینوں کی ذات سے مجھے دلچسپی ہے کہ میں تمھیں اپنی کہانی سنا رہا ہوں --- اس لئے اس خیال کو ذہن سے نکال دو ---"

"اوہ ---" پروفیسر خاور خاموش ہو گیا۔

"میں اپنی کہانی پھر سے شروع کر رہا ہوں --- اگر تمھیں دلچسپی ہو تو سُنا ورنہ درمیان سے مجھے ٹوک دینا ---" پروفیسر خاور نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا --- "کیا خیال ہے آگے بڑھوں ---"

"ہاں --- ہاں ضرور ---" پروفیسر جلدی سے بولا۔ وہ اپنی دلچسپی کو دبا نہیں سکا تھا --- تب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر اس نے فرزانہ اور فروزاں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سمندر --- عظیم سمندر --- نئے نئے جہانوں کی سیر کرانے والا --- مجھے سمندر سے خاص عقیدت ہے --- اتنا وسیع، اتنا عظیم، لیکن خاموش، چپ چاپ زمانے کی نیرنگیاں دیکھتا رہتا ہے، اس نے کسی دور میں مداخلت نہیں کی --- اس

نے اپنے بازو سمیٹ کر دنیا کو خشکی دے دی اور اس خشکی پر بسنے والے نہ جانے خود کو کیا سمجھنے لگے۔ ان میں کوئی فرعون بنا، کوئی شداد و نمرود۔ کسی نے خدائی کا دعویٰ کیا، کسی نے خود کو بحر و بر کا مالک کہلوانا چاہا۔ لیکن اسے اس خشکی نے بھی سمیٹ لیا جو سمندر کی عطا کردہ تھی اور سمندر خاموش رہا۔ ایک ایسے بزرگ کی مانند جو بچوں کی ہر بات ٹال دینے کا عادی ہوتا ہے۔ اسے ان باتوں پر بھی غصہ نہیں آتا کہ یہ معمولے خود اس پر حق دار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جس کی ایک ایک کروٹ ان کی سطوت کے آخری نشان کو بھی مٹا دے۔ آپ کا کیا خیال ہے پروفیسر۔؟"

"ہاں میں تم سے متفق ہوں۔" پروفیسر نے آہستہ سے جواب دیا۔

"تو پروفیسر۔ سمندر کے سینے پر دن رات گزرتے رہے۔ میں عام انسانوں کی طرح بھوک پیاس کے لئے مجبور نہیں ہوں۔ نہ ہی تیز ہواؤں کے بگولے مجھے خوفزدہ کرتے ہیں۔ اکثر یوں بھی ہوا کہ لکڑی کی چھوٹی سی کشتی ہوا کے بگولوں سے الٹ گئی۔ تب میں نے لہروں پر سفر کیا۔ اور کئی کئی دنوں کے بعد میری ملاقات اپنی کشتی سے ہوئی۔!

یوں دن رات کے سفر جاری رہے۔ نہ جانے کتنے چاند ڈوبے، نہ جانے کتنے سورج ابھرے۔ میں نے ان کا کوئی حساب نہیں رکھا تھا۔ ضرورت محسوس ہوتی تو کشتی میں ہی آنکھیں بند کر کے پڑ جاتا۔

یوں ایک صبح جب آنکھ کھلی تو نگاہوں کے سامنے عجیب و غریب مناظر تھے۔ سرخ پتھروں اور پہاڑوں کی بڑی بڑی سلوں کی بے شمار عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ بڑا خوبصورت ساحل تھا۔ جس کے ساتھ ساتھ تہلائی ہیبت جنگی جہاز کھڑے ہوئے تھے۔ یہ جہاز ان جہازوں سے کہیں عمدہ اور کہیں بڑے تھے جو الیبورنیس نے میری نگرانی میں بنوائے تھے۔

کوئی عظیم آبادی۔۔ میں نے سوچا اور کشتی کو آبادی کی طرف بہنے دیا۔ ہوائیں اسے سامنے کے ساحل سے کسی اور طرف لے گئیں اور بہر حال وہ ایک سنسان اور ریتیلے ساحل سے جا لگی۔ بہت عرصے کے بعد پاؤں زمین سے لگے تھے۔ میں نے ساحل پر پڑے ہوئے ریت کی ٹھنڈک محسوس کی اور پھر کچھ فاصلے پر درختوں کی جانب دیکھنے لگا۔!

بڑے اونچے اونچے پھلدار درخت تھے۔ میں ان درختوں کی طرف چل پڑا۔ درختوں کے پھل بہت خوبصورت تھے۔ یوں بھی طویل عرصہ ہو گیا تھا۔ کچھ کھایا پیا نہیں تھا۔ چنانچہ میں ایک درخت پر چڑھ گیا اور میں نے اس کے پھل توڑ کر کھائے۔ نہ جانے کونسی جگہ تھی۔ کیا نام ہے اس کا۔ بہر حال تہذیب میں بہت آگے کے لوگوں کی بستی معلوم ہوتی تھی۔۔ درختوں کے درمیان سے میں آگے بڑھتا رہا۔ تب مجھے سرخ پتھروں کی ایک بڑی عمارت نظر آئی اور میں اس کی جانب چل پڑا۔

پتھروں کی عمارت کے سامنے ایک شخص لباس سے بے نیاز کھڑا ساکت و جامد ایک طرف دیکھ رہا تھا۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔!

اتنا جدید شہر اور یہ برہنہ شخص۔ میں نے حلق سے ہلکی سی آواز نکال کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ لیکن شاید وہ کانوں سے بہرہ تھا۔ چنانچہ میں زمین پر قدموں کی تیز آوازیں پیدا کرتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ تب مجھے ایک عجیب احساس ہوا۔!

اس کے جسم کا رنگ انسانوں جیسا نہیں تھا۔ کچھ اور نزدیک پہنچا تو مجھے اپنی حماقت پر ہنسی آ گئی۔۔ وہ سنگی انسان تھا۔ پتھر کا مجسمہ جو انسانی ہاتھوں کا رہین منت تھا۔

لیکن ناقابل بیان فنکاری تھی۔ قد و قامت، جسامت، ایک ایک چیز انسان سے اس قدر ملتی جلتی تھی کہ زندہ انسان کا گمان ہو۔ خوب مجسمہ ہے۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا۔ اور پھر میری نگاہ سامنے دروازے کی طرف اٹھ گئی۔ بڑا سا سنگی دروازہ جس پر چوبی کواڑ چڑھے ہوئے تھے کواڑ کھلے ہوئے تھے۔ میں مکان کے اندر چل پڑا۔ اور پھر ٹھٹھک کر رک گیا۔ دو حسین لڑکیاں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کھڑی تھیں۔ میں نے انہیں غور سے دیکھا۔ ان کے سکوت سے اندازہ ہوا کہ وہ بھی پتھر کی بنی ہوئی تھیں۔ انہیں باقاعدہ لباس پہنایا گیا تھا۔

"یہاں کوئی زندہ انسان بھی ہے۔۔؟" میں نے زور سے چیخ کر کہا۔ اور دور کہیں مجھے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ پھر قدموں کی چاپ۔ اور پھر دو حسین لڑکیاں میرے سامنے آ گئیں۔ میں انگشت بدنداں رہ گیا تھا کیونکہ یہ دونوں لڑکیاں انہیں مجسموں کی مانند تھیں۔ یا یہ انہیں لڑکیوں کے مجسمے تھے۔

مجھے دیکھ کر وہ ششدر رہ گئیں، اور ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔

"حسین لڑکیو۔ یہاں کون رہتا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"تم کون ہو۔۔ اور کہاں سے آئے ہو اجنبی۔؟" ان میں سے ایک لڑکی نے شیریں آواز میں پوچھا۔

"پہلا سوال میرا تھا، اور اصول کے تحت پہلے تمہیں اس کا جواب دینا چاہیئے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہاں ہم رہتے ہیں اجنبی اور بابا سلانوس۔" اسی لڑکی نے جواب دیا۔

"میں سمندر کے راستے سے آیا ہوں اور اس آبادی میں سب سے پہلے تمہارا مکان نظر آیا۔ تب میں اسی طرف چلا آیا۔ کیا تم مجھے اپنا مہمان بنانا پسند کرو گی۔؟"

"ہمارے ساتھ آؤ۔ ہم تمہیں اپنے بابا سلانوس سے ملا دیں۔" لڑکیوں نے کہا اور میں ان کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ دیکھیں کونسے میں ہا!! سلانوس اور کیا کرتے ہیں۔؟ لڑکیاں ایک چوڑے صحن سے گزر کر محراب دروں میں سے ایک در میں داخل ہو گئیں۔ میں ان کے پیچھے تھا۔ لڑکیاں نوخیز تھیں اور ان کی چال سے ان کی شوخی کا اندازہ ہوتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو ٹہوکے مارتی چل رہی تھیں۔ تب وہ اچانک رکیں اور میری طرف

گھورنے لگیں لیکن نگاہوں میں شرارت تھی۔

"تم یہاں بالکل اجنبی ہو۔؟"

"ہاں۔"

"تم بابا سلانوس کو بھی نہیں جانتے ہو گے۔؟"

"ہاں۔ میں انھیں نہیں جانتا۔"

"ایک تماشا دیکھو گے۔؟" ایک لڑکی مسکرا کر بولی۔

"وہ بھی دیکھ لوں گا۔" میں نے ان کی شرارت پر ہنستے ہوئے کہا۔

"تب یوں کرنا۔ بابا سلانوس کے سامنے پہنچ کر بالکل خاموش کھڑے رہنا۔ انھیں اپنی آمد کے بارے میں کچھ نہیں بتانا۔ بولو ایسا ہی کرو گے۔؟"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"بس دیکھتے رہنا کیا ہوگا! ایسا ہی کرو گے تو لطف آجائے گا۔"

اس نے کہا اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا۔ حالانکہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لڑکیاں آگے بڑھ گئیں اور پھر ایک چوبی دروازے کے سامنے رک گئیں۔

"چلو اندر چلو۔" ان میں سے ایک نے سرگوشی کی۔

"بالکل آہستہ آہستہ۔ قدموں کی آواز نہ پیدا ہو۔" دوسری نے کہا۔ اور میں نے ان کے کہنے پر عمل کیا۔ میرے پیچھے ہی وہ دونوں بھی اندر داخل ہو گئیں۔ بڑا سا خوبصورت کمرہ تھا۔ جو نئے پرانے مجسموں سے آراستہ فرش پر عمدہ دری بچھی ہوئی تھی، جس کے ایک کونے میں ایک باریش شخص گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ایک چوبی صندوق رکھا تھا جس پر ایک کھال بچھی ہوئی تھی۔ گردن جھکائے بیٹھا شخص شاید اس کھال پر کسی قسم کے نقش و نگار بنا رہا تھا۔

ہم تینوں نہایت آہستگی سے اندر داخل ہوئے۔ لیکن بوڑھے آدمی کا ہاتھ رک گیا۔ اس نے گردن اٹھائی اور میں چونک پڑا۔ اس کی آنکھیں نہیں تھیں۔ چہرہ کافی خوبصورت تھا لیکن آنکھوں کی غیر موجودگی نے ساری کشش چھین لی تھی۔

وہ گردن اٹھائے رہا۔ اور پھر اس نے آواز دی۔ "شبیلا۔ اشاف۔؟"

"ہاں بابا۔ ہم ہی ہیں۔"

"کیا بات ہے۔ کیسے آئی ہو؟"

"ایسے ہی، دیکھنے آگئے تھے آپ کیا کر رہے ہیں۔"

"حالانکہ اس وقت تمہارا آنا۔" بوڑھے نے کہا اور پھر وہ رک گیا۔ جیسے کسی اور بات کا احساس ہوا ہو۔ پھر اس نے ہوا میں کچھ سونگھا اور گردن گھمانے لگا۔ اور پھر ٹھیک میری سمت اس کا چہرہ رک گیا۔ چند ساعت اسی طرح گردن اٹھائے رہا اور پھر بھاری آواز میں بولا۔ "تمہارے ساتھ اور کون ہے۔؟"

"کوئی نہیں بابا۔" ایک لڑکی شرارت سے بولی۔

"کوئی نہیں۔" بوڑھے نے تعجب سے کہا اور پھر بولا۔ "کیسے دروازہ کھلا ہوا ہے۔؟"

"ہاں۔!"

"تب دروازے کے باہر دیکھو۔ کوئی ضرور ہے۔"

"دروازے کے باہر تو کوئی نہیں ہے بابا سلانوس۔ ہم ابھی وہاں سے آئے ہیں۔"

"ہوں۔" قوی ہیکل بوڑھا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ "یا تو تم شرارت کر رہی ہو۔ یا پھر کوئی کہیں قریب ہی پوشیدہ ہے۔ ہوا میں اس کی بو موجود ہے۔ بولو۔ اگر یہ شرارت نہیں ہے تو ہمیں اسے تلاش کرنا چاہیے۔ کون ہے اور کس مقصد سے آیا ہے۔"

"وہ عورت ہے یا مرد بابا۔؟" ایک لڑکی نے پوچھا۔

"مرد ہے۔" بوڑھے نے یقین سے جواب دیا۔

"اوہ۔ اگر مرد ہے تو دبلا پتلا۔ یا تندرست و توانا۔؟"

"بیکار باتیں کیوں کرتی ہو فضول لڑکیو۔ مجھے بتاؤ وہ کون ہے۔ وہ ایک قوی ہیکل مرد ہے۔ اور۔ اور ضرورت سے زیادہ طاقتور ہے۔" بوڑھے کی ناک کسی چوہے کی طرح چل رہی تھی۔ "ارے وہ تو عجیب ہے۔ انوکھا انسان ہے۔ شاید اس کی رنگت چاندنی کی طرح سنہری ہے اور۔ لیکن وہ زیادہ دور تو نہیں ہے۔ سنو۔ اے اجنبی تم مجھ سے پوشیدہ نہیں ہو۔ کیا تم خود بتاؤ گے تم کون ہو۔؟"

"میں ان شریر لڑکیوں کی طرح تمہیں پریشان نہیں کروں گا بابا۔ ہاں میں ان کے ساتھ آیا ہوں۔ اور تمہارے شہر میں اجنبی ہوں۔" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور بوڑھا ٹھٹھک گیا۔ وہ میری طرف گردن اٹھائے رہا۔ پھر بولا۔

"لیکن تم کہاں سے آئے ہو۔ اور تمہارا کیا نام ہے۔؟"

"سمندر کے طویل سفر سے آیا ہوں۔ میری کشتی اس طرف آنکلی تھی۔ تمہارے ساحل پہ اتر گیا۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ کونسی جگہ ہے۔ میں نہیں جانتا یہ کونسا علاقہ ہے۔"

"میرے نزدیک آؤ جوان۔ میں اندھا ہوں۔" بوڑھے نے کہا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"لیکن تمہاری یہ پُراسرار قوت عجیب ہے۔" میں نے کہا اور بوڑھا مجھے ٹٹول کر دیکھنے لگا۔ اس نے پہلے میرے چہرے کے نقوش ٹٹولے۔ پھر میرے بدن کو ٹٹولتے ہوئے اس کے چہرے پر عجیب تاثرات پھیل گئے۔

"تمہارے نقوش تمہاری قومیت کی خبر نہیں دیتے۔ یہ رشتہ کی نسبت لیکن بلاشبہ تم کالے دیوتا سے زیادہ طاقتور ہو۔ اور خوبصورت بھی۔ اور تمہارے بدن سے بھی عام انسانوں کی بو نہیں آتی۔ تمہارا نام کیا ہے نوجوان۔؟"

"میکارا۔۔!"

"یونان ہی سے تعلق رکھتے ہو۔۔؟"

"ہاں۔"

"اس سے قبل کہاں تھے۔۔؟"

"جزیرہ فیقلولیہ پر۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ فیقلولیہ۔ یہ تو دور کے جزائر میں سے ہے۔ پلونارک کے جزائر میں سے۔ وہاں کا موجودہ حکمران کون ہے؟"

"تایموریس۔" میں نے جواب دیا۔ اور بوڑھا سلانوس سوچ میں ڈوب گیا۔

پھر اس نے گردن ہلائی۔

"نیا نام ہے۔ کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا' میکارا۔ ہاں شاید یہی بتایا تھا۔ کیوں۔؟"

"ہاں یہی نام بتایا تھا میں نے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں۔" بوڑھا سوچ میں ڈوب گیا۔ اور پھر وہ اندھی آنکھوں کے جڑے ہوئے پپوٹے حسب حیثیت ہلاتے ہوئے کچھ سوچتا رہا۔ ساتھ ہی اس کی ناک کے نتھنے پھولتے پچکتے رہے تھے۔ پھر وہ چونکا۔ "آہم۔ لڑکیو۔ تم جاؤ میکارا ہمارا مہمان ہے۔ اس کی رہائش کا بندوبست کرو۔ اس کی خاطر کی تیاریاں کرو۔"

"اچھا بابا۔" دونوں لڑکیوں نے کہا اور باہر نکل گئیں۔ تب بوڑھا میری طرف مخاطب ہوا۔

"ارے۔ تم کھڑے کیوں ہو میکارا۔ بیٹھو۔ بیٹھ جاؤ۔ میری زندگی کے سب سے انوکھے انسان ہو۔" میں ایک مناسب جگہ بیٹھ گیا اور [illegible] نگاہوں سے نگراں رہا۔

"میں تمہارے بارے میں کچھ اور جان سکتا ہوں۔ [illegible] جو کچھ بتا چکا ہوں اس نے تمہیں مطمئن نہیں کیا۔"

"اوہ۔ ابھی نہیں۔ لیکن تم نمایاں خصوصیات [illegible] ہو میں تمہارے بارے میں تشویش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ کیا تم صحیح یونان کے باشندے ہو۔ یا تمہارا تعلق کہیں اور سے ہے۔؟"

بوڑھے کی باتیں مجھے حیران کر رہی تھیں۔ اگر اس کی آنکھیں سالم ہوتیں اور وہ بینائی کھو جانے کی بات کرتا تو میں سوچتا کہ شاید وہ اندھے ہونے کا بہانہ کر کے دُنیا کے رموز سے واقف ہونا چاہتا ہے۔ لیکن اس کی بدہیئت آنکھوں کے کسی گوشے سے بینائی نہیں جھانکتی تھی۔ لیکن اس کی باتیں ایسی تھیں جیسے وہ آنکھوں والوں سے زیادہ دیکھ سکتا ہو۔

"اس سے قبل میں تم سے ایک سوال کروں گا سلانوس۔۔!"

"پوچھو۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو۔۔؟"

"کیا تم نابینا ہو۔۔؟"

"تمہیں کیا نظر آتا ہے۔"

"تمہاری آنکھیں تو واقعی نہیں ہیں۔"

"بچپن سے نہیں ہیں۔ میں پیدائشی اندھا ہوں۔"

"کیا تم کسی کی موجودگی کا اندازہ کر لیتے ہو۔ اس کے بارے میں جان لیتے ہو۔ تم نے میرے چہرے اور بدن کے رنگ کو بھی پہچان لیا۔"

"اوہ۔ ہاں میرے بچے۔ اپنی انہی خصوصیات کی وجہ سے ایتھنز کے اس کونے میں زندگی بسر کر رہا ہوں۔ مجھے لوگوں میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں شاہ مارا تھون بذاتِ خود اور کبھی کبھی اپنے دانشوروں کو میرے پاس بھیجتا رہتا ہے۔ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے مارا تھون میری طرف ہی رُخ کرتا ہے۔"

"اوہ۔ تو یہاں کے شاہ کا نام مارا تھون ہے۔"

"ارے تم نہیں جانتے اسے۔؟"

"اور اس آبادی کا نام ایتھنز ہے۔؟"

"اوہ۔ دیکھو اجنبی۔ کیا نام بتایا تھا تم نے' میکارا۔ ہاں میکارا۔ تمہارے ان دو سوالوں نے مجھے مزید حیرت زدہ کر دیا' کیا فیقلولیہ کے باشندے ایتھنز کے شہنشاہ مارا تھون کو بھی نہیں جانتے۔ کیا وہ ایتھنز کو بھی نہیں پہچانتے۔؟" بوڑھے نے کہا۔

"میرا سوال ابھی مکمل نہیں ہوا ہے عظیم سلانوس۔ ابھی میں تمہارے بارے میں جاننے کا خواہشمند ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ چونکہ تم میرے مہمان ہو۔ اس لئے میں تمہارے سوال کا جواب ضرور دوں گا۔ تو میرے بچے۔ اندھے سلانوس نے یہ دنیا نہیں دیکھی۔ لیکن اس نے دیوتاؤں سے شکوہ ضرور کیا۔ اس نے اُن سے کہا کہ اسے کس جرم کی سزا دی گئی ہے۔ وہ بھی دنیا کو دیکھنے کا خواہشمند ہے۔ اور تم جانو۔ دیوتا کبھی ایک دوسرے کی دل شکنی نہیں کرتے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور میرے سینے میں ایک روشنی اتار دی جو بینائی والوں سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ اس روشنی میں میں ماہ و انجم میں جھانک لیتا ہوں۔ کائنات کی وہ سربستہ گتھیاں حل کر لیتا ہوں جن میں آنکھوں والے پھنس جاتے ہیں۔ میری آنکھوں میں بینائی تلاش کرو۔ اور جب مطمئن ہو جاؤ تو مجھ سے اپنے بارے میں سوالات کرو۔" بوڑھے نے کہا۔

"کیا مجھے اس گستاخی کی اجازت ہے؟"

"ہاں۔ ہاں اجازت ہے۔ کیونکہ بہرحال تم میرے مہمان ہو۔۔؟"

"تو میرے بارے میں جو کچھ تم نے اندازہ لگایا ہے بتاؤ۔"

"خواہ وہ حیرت انگیز ہی کیوں نہ ہو۔؟"

"ہاں۔ کیا حرج ہے۔"

"تو سنو جوان۔ انسانوں میں تمہارے جیسا انسان شاید ایک بھی نہیں ہوگا۔ اور اگر ہوگا تو میرے مشاہدے میں آج تک نہیں آیا۔ تمہارے بدن سے اس مٹی کی بو نہیں آتی جس سے انسان تخلیق کئے جاتے ہیں۔ اس عالم میں اگر میں تمہیں انسان ہی نہ سمجھوں تو میرا قصور نہیں ہے۔ تمہارا رنگ آتشی ہے اور تمہارے سانس

سے آگ کی تپش اُٹھتی ہے۔ جو میری سمجھ میں نہیں آتی۔ تمہارے قدوقامت سے
تمہاری عمر کا اندازہ نہیں ہوتا۔ میں تمہارے بارے میں سخت اُلجھن میں ہوں۔ لیکن یہ
اُلجھن دائمی نہیں ہوگی۔ میں تمہارے بارے میں بہر حال سب کچھ معلوم کروں گا۔"
"وہ کس طرح عظیم سلانوس۔"
"ستارے میرے سینے میں اُتر آتے ہیں اور میرے سامنے کائنات کے سارے
سربستہ راز کھول دیتے ہیں۔ یقین نہ ہو تو صرف آج رات گزر جانے دو۔ کل تم مجھ سے
اپنی ساری حقیقت پوچھ لینا۔"
"تو تم ستارہ شناس ہو۔؟" میں نے کہا۔
"ہاں۔ ایتھنز کیا۔ اس کے قرب وجوار میں مجھ جیسا ستارہ شناس ہوگا۔"
"محترم بزرگ۔ میں دل سے تیری عزت کرنے لگا ہوں۔ تیرے علم پر
میں اپنے سارے راز تیرے سامنے کھول دوں۔ لیکن میری یہ خواہش پوری کردے۔
میں تیری ستارہ شناسی کا امتحان لینا چاہتا ہوں۔"
"کوئی حرج نہیں ہے میرے بچے۔ اب اس بارے میں میری گفتگو تجھ
سے کل ہوگی۔ کیا تجھے ستارہ شناسی سے شغف نہیں ہے؟"
"بے حد۔ میں خود بھی کوشش کرتا رہا ہوں۔ لیکن ابھی مبتدی ہوں۔"
"ٹھیک ہے تو پھر کل پر رہی۔ ہاں تیری ذات سے امید رکھوں
کہ میرے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں کرے گا۔"
"نہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔"
"یہاں دو شوخ لڑکیاں ہیں۔ دنیا سے ناواقف۔ دونوں میرے
مردہ بھائی کی نشانیاں ہیں۔ الھڑ اور شوخ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی ان کے بارے
میں غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے۔ وہ خود بھی نادان ہیں۔ لیکن تو وعدہ کر کہ ان
میں سے کسی کو ورغلانے کی کوشش نہیں کرے گا۔"
"تیرے علم کی قسم نہیں۔" میں نے کہا۔
"ایں۔" بوڑھا چونک پڑا۔ "یہ کیسی قسم اُٹھائی تو نے۔؟"
"بہت مضبوط۔ اور سچی قسم۔ ہم صرف اس سے عقیدت رکھتے
ہیں جو ہمیں متاثر کرے۔ تیرے انوکھے علم نے مجھے متاثر کیا ہے اور میں صرف
علم کا پرستار ہوں۔ چنانچہ میں نے سب سے بڑی قسم کھائی ہے۔" میں نے جواب دیا۔
اور یہ حقیقت تھی پروفیسر۔ یہ قسم سچی تھی اور میرے لئے بہت بڑی تھی۔
کیونکہ میں نے مذاہب کا کوئی تجزیہ نہیں کیا تھا۔ اس لئے میں ان سے بہت زیادہ
متاثر نہیں تھا۔ میں تو صرف ان علوم سے متاثر تھا جو میرے لئے دلچسپ ہوتے،
چنانچہ بوڑھے کی پُراسرار قوتوں نے مجھے بہت متاثر کیا تھا اور میں نے انہی کی
قسم کھائی تھی۔ بوڑھا چند لمحات میری طرف نگراں رہا اور پھر اس نے ایک گہری
سانس لی۔
"بے شک۔ تو ہر لحاظ سے عجیب ہے۔ نہ جانے کیوں مجھے تیری شخصیت
میں ایک انوکھی کشش محسوس ہو رہی ہے۔"
"میرے بارے میں تیرا علم جو تجھ سے کہے بزرگ سلانوس۔ میں تجھ سے
صرف ایک بات کہوں گا۔ میری ذات سے تجھے اور تیری لڑکیوں کو کوئی نقصان
نہیں پہنچے گا۔ تیرے جیسے انسان کی دل سے قدر۔۔۔ اور عزت نہ کرنا بہت
بڑی حماقت ہے۔ میں چونکہ خود بھی علوم کا رسیا ہوں۔ اس لئے تیری عزت میرے
دل میں بہت زیادہ ہے۔"
"سچے الفاظ کی ایک مخصوص شکل ہوتی ہے۔ اُن کی ادائیگی کے وقت
اندر سے ایک آواز آتی ہے اور وہ بیرونی آواز میں شامل ہو جاتی ہے۔ اگر
تمہارے کان حساس ہیں تو تم اس آواز کو پہچان سکتے ہو۔ تیری آواز میں اندر
کی آواز شامل تھی میکارا۔ چنانچہ میں نے اس آواز کو سمجھ لیا۔ اور اب اس
بارے میں میرے دل میں کوئی شک نہ آئے گا۔"
"اوہ۔" میں حیران رہ گیا۔ "تیرے پاس تو حیرت انگیز علوم کے
بیش بہا خزانے ہیں عظیم بزرگ۔ اور میں ایسے علوم کا رسیا ہوں۔ میرے
سپرد جو خدمت بھی کرے گا میں اسے انجام دوں گا۔ مجھے اپنے خزانوں میں
سے کچھ دے۔"
"اس کا جواب بھی میں تجھے کل بتا دوں گا۔" بوڑھے نے صاف گوئی
سے کہا اور میں خاموش ہوگیا۔
تھوڑی دیر کے بعد لڑکیاں واپس آگئیں اور انہوں نے اطلاع
دی کہ مہمان کے لئے تیاریاں کر دی گئی ہیں۔"
"سمندر کے سفر سے آنے والے، آرام کر۔ یہ لڑکیاں تیرے
آرام کا خیال کریں گی۔" بوڑھے نے مجھے اجازت دے دی۔ اور میں
لڑکیوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔
"تو تیرا نام میکارا ہے۔" ایک لڑکی نے کہا۔
"ہاں۔ اور تیرا شبیلہ۔" میں نے جواب دیا۔
"ارے۔ کیا تو بھی بابا سلانوس کی مانند اُلٹے سیدھے علوم کا ماہر ہے۔؟"
"کیوں۔؟"
"ورنہ تو نے میرا نام کیسے جان لیا۔؟"
"میں تو اناکتاف کو بھی جانتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"لیکن میں تیرے علم کے بارے میں نہیں سوچوں گی میکارا۔ کیونکہ میں
شبیلہ کی طرح احمق نہیں ہوں۔"
"کیا مطلب۔؟"
"بابا سلانوس نے یہ دونوں نام تیرے سامنے لئے تھے۔"
"ٹھیک ہے لڑکیو۔ سب سے قیمتی شے عقل ہے۔ سارے علوم عقل کے
سامنے ہیچ ہوتے ہیں۔ عقل ہی سب سے بڑا علم ہے۔ تم نے یہ بات یاد رکھی تمہیں حیرت
نہ ہوئی جبکہ شبیلہ نے یادداشت کو آواز نہیں دی اور اسے حیرت ہوئی۔" اور
شبیلہ کسی قدر جھینپ گئی۔
لڑکیاں مجھے میری رہائش گاہ تک لائیں۔ یہ عمارت کافی خوبصورت
تھی۔ یوں بھی اس علاقے میں دور سے جیسی عمارتیں نظر آتی تھیں انہیں دیکھ کر اندازہ

ہوتا تھا کہ یہ شہر خوبصورت عمارتوں کا شہر ہے اور یہاں کے باشندے ذہنی طور پر برتر ہیں۔ میری رہائش گاہ بھی بہت عمدہ تھی۔ دونوں لڑکیاں میرے پاس ہی بیٹھ گئیں۔

"تو تمہارا نام ہے میکارا۔۔۔؟" شیلہ نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ جیسا تم نے دیکھا۔"

"تیری اولاد نہیں ہے۔۔۔؟"

"نہیں۔"

"اور تیری بیوی۔۔۔؟"

"وہ بھی نہیں ہے۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لڑکیاں ہنس پڑیں۔

"جب بیوی ہی نہیں ہے تو اولاد کہاں سے ہوگی۔" شیلہ ہنستے ہوئے بولی۔ "لیکن تیری بیوی کیوں نہیں ہے میکارا۔۔۔؟" اس نے دوسرا سوال کیا۔

"اس پر تو میں نے خود بھی کبھی غور نہیں کیا۔"

"حالانکہ تو بے حد خوبصورت ہے۔ یہاں ایتھنز میں تیرے جیسے خوبصورت انسان نہیں رہتے۔ کیا تو ہمیں اپنے وطن کی باتیں نہیں بتائے گا۔"

"معصوم لڑکیو۔ ممکن ہے تم میری بات کو جھوٹ سمجھو۔ لیکن یوں سمجھو میرا وطن ہی نہیں ہے۔"

"ارے۔۔۔ یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔ تو کہیں تو پیدا ہوا ہوگا۔۔۔؟"

"یقیناً۔ لیکن مجھے نہیں معلوم کہ میں کہاں پیدا ہوا۔۔۔؟"

"تیرے والدین نے تجھے نہیں بتایا۔۔۔؟"

"میرے والدین بھی نہیں ہیں۔"

"اور۔۔۔ ابھی تو اپنے وجود سے بھی انکار کر دے گا۔ یقیناً یقیناً تو ایسا ہی کرے گا۔"

"شاید میکارا ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتا۔"

"وہ ہماری دوستی پسند نہیں کرتا۔۔۔" دوسری لڑکی نک چڑھا کر بولی۔

"ارے۔۔۔ پیاری لڑکیو۔۔۔ غلط فہمی کا شکار مت ہو۔۔۔ ایسی بات نہیں ہے۔ ایتھنز میں داخل ہونے کے بعد پہلی بار تم سے ملاقات ہوئی ہے۔ میں تمہیں اپنے دوستوں میں شمار کرتا ہوں۔"

"پھر اپنے بارے میں کیوں نہیں بتاتا۔"

"یقین کرو۔۔۔ میں نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔ یقین نہ آئے تو اپنے بابا سے پوچھ لینا۔۔۔ وہ تم سے زیادہ زیرک ہے اور حالات کو بخوبی سمجھتا ہے۔"

"مگر ہم یہ کیسے مان لیں کہ نہ تیرا وطن ہے۔ نہ بیوی بچے نہ والدین۔ کوئی بھی نہیں ہے تیرا۔ کیسی عجیب بات ہے۔"

"مجھے کچھ کھانے کو دو لڑکیو۔۔۔ میں بھوکا ہوں۔"

"ارے۔۔۔ ہاں۔۔۔ تو نے تو ہمیں شرمندہ کر دیا۔ واقعی ہم بھول گئے تھے۔ شیلہ تو یہاں بیٹھ میں ابھی آئی۔۔۔" اشکاف نے کہا۔ اور دروازے کی طرف بڑھی۔ لیکن پھر دروازے کے نزدیک پہنچ کر ٹھٹک گئی۔ اس نے گھوم کر شیلہ کی طرف دیکھا اور پھر بولی۔ "لیکن میں تجھے میکارا کے پاس نہیں چھوڑوں گی۔ ظاہر ہے اس دوران تو اس سے گفتگو کرے گی اور نہ جانے تم لوگ کون سی باتیں کرو اور میں ان سے محروم رہ جاؤں۔ اس لئے تو بھی میرے ساتھ آ جا۔۔۔ ہم دونوں مل کر میکارا کے لئے کھانا لاتے ہیں۔"

میں ہنس پڑا۔ شیلہ نے دانت پیستے ہوئے اشکاف کی طرف دیکھا اور پھر دونوں باہر نکل گئیں۔ میں نے پاؤں پھیلا کر ایک گہری سانس لی اور ایتھنز کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس شہر کا پہلا آدمی ہی اس قدر عالم و فاضل ہے اور نہ جانے یہاں کیا کیا ہو۔۔۔ اگر یہاں مجھے اہل فن مل جاتے ہیں تو میں کسی اور جھگڑے میں حصہ نہیں لوں گا۔ خاموشی سے یہاں کے فنون سیکھوں گا۔ انسانوں کے اپنے ہنگاموں میں پڑ کر بلاوجہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ کچھ بھی ہو سارے معاملات سے آنکھیں بند رکھوں گا۔۔۔ یہی میرے حق میں بہتر ہے۔ اب تک جو کچھ ہوا وہ مناسب نہیں ہوا تھا۔۔۔! میں نے دل میں مصمم ارادہ کر لیا۔ اور اپنے اس فیصلے پر مطمئن ہو گیا۔

خاصی دیر کے بعد دونوں لڑکیاں آئیں۔۔۔ وہ عمدہ کھانا ساتھ لائی تھیں، جسے انہوں نے میرے سامنے رکھ دیا۔ بہت دن کے بعد میں نے کھانا کھایا۔ مجھے نہیں معلوم وہ کیا تھا۔ لیکن لذیذ تھا۔

لڑکیاں کھانے کے دوران خاموش رہی تھیں۔ لیکن ان کے چہروں سے اندازہ ہو رہا تھا جیسے وہ باتیں کرنے کے لئے بے چین ہوں اور منتظر ہوں کہ میں کھانا ختم کروں تو وہ میرے کان کھائیں۔ چنانچہ میں نے کھانا ختم کر لیا۔

"کیسا کھانا تھا میکارا۔۔۔؟" شیلہ نے پوچھا۔

"بہت عمدہ۔۔۔ ہر چیز عمدہ تھی۔ تم دونوں نے ہی تیار کیا ہوگا۔۔۔؟"

"یہاں ہمارے علاوہ اور ہے بھی کون۔۔۔؟ ویسے اب کیا تم آرام کرو گے میکارا۔۔۔؟"

"نہیں۔ تم لوگ یہ بات کیوں پوچھ رہی ہو۔۔۔؟"

"ہم تمہارے پاس بیٹھ سکتے ہیں نا؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں!"

"دراصل ہم انسانوں کو ترسے ہوئے ہیں۔۔۔ یہاں کوئی نہیں آتا اور اگر لوگ بابا کے پاس آتے بھی ہیں تو ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہوتا جس سے ہم باتیں کریں۔ دوسرے لوگ ہماری طرف توجہ بھی نہیں دیتے۔"

"ایسا کیوں ہے اشکاف۔۔۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"تمہیں نہیں معلوم۔۔۔؟"

"میں تو تمہارے وطن میں اجنبی ہوں۔"

"ارے ہاں، ہم بھول گئے تھے۔" اشکاف ہنس کر بولی۔ پھر سنجیدہ ہو کر کہنے لگی۔ "دراصل شاہ ماماتھون بابا سلافوس سے خوفزدہ رہتا ہے،

وہ اچھا انسان نہیں ہے اور اپنی کمزوریاں دوسروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے
لیکن پولسے اسٹیمز والے جانتے ہیں کہ بابا سلانوس حق گو ہیں اور وسیع تلاش
کرلیتے ہیں۔ اس سے پہلے بابا سلانوس مارا تھون اوّل کے دربار میں بڑی
حیثیت کے مالک تھے۔ مارا تھون اوّل ان سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ وہ
خود بھی نیک سلطان تھا اور اسے بابا کی حق گوئی کی کوئی پرواہ نہیں تھی بلکہ اس
بنا پر وہ ان کی بے پناہ عزت کرتا تھا۔ لیکن اس کے بیٹے مارا تھون دوئم
نے اس کی موت کے بعد برسرِ اقتدار آتے ہی بہت سے کاموں میں سے
ایک کام یہ بھی کیا کہ بابا سلانوس کو دربار سے رخصت دے دی۔ اس نے
کہا کہ چونکہ بابا سلانوس نے ساری زندگی اس کے باپ کی خدمت کی ہے،
اس لئے اب ان کے آرام کا وقت ہے۔ اور اس نے بابا سلانوس کے
لئے شہر سے الگ تھلگ یہ عمارت بنوادی۔ انھیں یہاں منتقل کر دیا۔ وہ
اس قدر وہمی انسان ہے کہ اس نے دوسرے لوگوں پر یہاں آنے پر پابندی لگادی
مبادا وہ بابا سلانوس سے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ کرلیں۔"

"اوہ۔ کمال ہے۔" میں نے کہا۔

"تب سے ہم یہاں الگ تھلگ پڑے رہتے ہیں اور ہمارے پاس
کوئی نہیں آتا۔ لیکن جب کوئی پیچیدہ مسئلہ اٹک جاتا ہے اور مارا تھون کی گاڑی
اٹک جاتی ہے تو وہ بابا کے پاس ہی آتا ہے۔"

"بہت خوب۔ لیکن وہ کس قسم کا انسان ہے۔؟"

"ہمیں تو معلوم نہیں۔ لیکن بابا کہتے ہیں وہ اچھا انسان نہیں ہے۔"

"ہوں۔ خوب کہانی ہے۔"

"اس لئے ہم انسانوں سے بات کرنے کو ترس گئے ہیں۔ میکارا
کیا تم بھی یہاں سے چلے جاؤ گے؟"

"ابھی میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے۔ اب ہم تین ہو جائیں گے۔ ہم دونوں
تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔"

"ہاں۔ تم اچھی لڑکیاں ہو۔"

اور پھر وہ نیک لڑکیاں رات گئے تک میرے کان کھاتی رہیں۔
طویل عرصے سے ان کی زبان بند تھی وہ اس کی کسر پوری کرلینا چاہتی تھیں...
بمشکل تمام وہ رات کا کھانا میرے ساتھ کھانے کے بعد آرام کرنے چلی گئیں اور
میں بھی اپنے کمرے میں لیٹ گیا۔

بہر حال میں یہاں آکر ناخوش نہیں تھا۔ رہی پرانی یادوں کی بات۔
تو بہر طور میرے سینے میں دل کا وجود تو ہے۔ لیکن شاید وہ پتھر سے بھی زیادہ
مضبوط اور ٹھوس دھات سے بنا ہوا ہے کیونکہ گزرے ہوئے لمحات بھولنے میں
اسے ملکہ حاصل ہے۔ میں نے کبھی گزرے ہوئے وقت کا افسوس نہیں کیا۔ شاید
انسانی زندگی کی طوالت میں یہ بات بھی کارآمد ہوتی ہے۔ ماضی کے دور ہمارا کر
گھلاتے رہتے ہیں۔ انسان بھی کسی حد تک ماضی کی پریشانیوں کو بھولنے کی
قوت رکھتا ہے، لیکن معمولی حد تک۔ اگر وہ صرف حال پر محنت کرے تو اس کی
زندگی طویل ہو سکتی ہے۔

یوں نہ اب میرے ذہن میں لیپاس تھی نہ اتیھا۔ حالانکہ میری یادیں
عورتوں سے خالی نہیں۔ لیکن اس کے باوجود کوئی خود یاد بنکر میرے ذہن میں
نہیں تھی اور پھر ان کی تعداد اتنی تھی کہ میں کسے کسے یاد رکھتا۔ ہر ایک نمایاں
خصوصیت کی حامل تھی۔ ہر ایک نے ٹوٹ کر مجھ سے محبت کی تھی۔ کسی ایک
کے بارے میں سوچنا حماقت تھی۔

ہاں بوڑھے سلانوس نے میرے اوپر نقش چھوڑا تھا۔ یہ علامت
بوڑھا مجھے کچھ دے گا۔ یوں ان لوگوں کے بارے میں اور اسٹیمز کے بارے
میں سوچتے سوچتے میں سو گیا۔!

اور پھر دوسری صبح دونوں لڑکیاں میرے اوپر نازل ہو گئیں۔

"تمہارے صبح کے معمولات کیا ہیں؟" انھوں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ میں معمولات کا محتاج نہیں ہوں۔"

"تب ناشتے کی تیاریاں کرو۔"

"کیا تیاریاں کرنا ہوتی ہیں۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تیاریاں کچھ نہیں۔ بس منہ ہاتھ وغیرہ دھونا۔" شیلہ بولی۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بقول ان کے
میں نے تیاریاں مکمل کرلیں اور وہ مجھے لیکر عمارت کے دوسرے حصے میں
چل پڑیں۔ اس وقت مجھے بابا سلانوس کے ساتھ ناشتہ کرنا تھا۔

اور بوڑھے سلانوس کا خیال آتے ہی مجھے یاد آیا کہ آج وہ میرے بارے
میں اپنی معلومات کا اظہار کرے گا۔ دیکھنا ہے بڑے میاں کہاں تک پہنچے اور
میرے بارے میں ان کے علم نے کیا کہا۔ ویسے تائیرس کے نجم اور گستک تو میرے
سائے ہی تلاش نہیں کرسکے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں ناشتے
کا انتظام تھا اور سلانوس بابا نجانے کس سوچ میں غرق بیٹھا تھا۔

ہمارے قدموں کی چاپ سنکر اس نے نگاہیں اٹھائیں اور پھر اس کے
ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آؤ میکارا۔ آؤ بچیو۔" اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تم
اس طرف آجاؤ میکارا۔" اس نے کہا اور میں اس کی بتائی ہوئی جگہ بیٹھ گیا۔

"کیا میں ایک بات پوچھ سکتا ہوں محترم سلانوس۔؟"

"ضرور میرے بچے۔" سلانوس نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"کسی فرد کی آمد کی اطلاع تمہیں صرف ہواؤں سے ملتی ہے یا دوسرے
ذرائع بھی ہیں؟"

"میں نہیں سمجھا۔" اس نے کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں بھی لڑکیوں کے ساتھ ہوں۔ کیا میری
خوشبو سے۔؟"

"نہیں۔ اس وقت میں نے تمہیں نہیں سونگھا۔ اگر سماعت ٹھیک ہو

تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ آنے والے کتنے ہیں۔ ان کے قدموں کی چاپ ان کی تعداد کا پتہ دیتی ہے۔ چنانچہ اس وقت چھ پاؤں اٹھ رہے تھے اور باقی دو پاؤں تمہارے علاوہ اور کس کے ہو سکتے تھے۔؟"

"تمہاری ان پُراسرار صلاحیتوں نے مجھے حیران کر دیا ہے بابا سلانوس۔" میں نے اعتراف سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور بابا سلانوس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"لیکن پوری زندگی میں میں سب سے زیادہ حیران تم سے ہو کر ہوا ہوں میکارا۔ یا تمہارا جو بھی نام ہو۔" بوڑھے نے کہا اور اس کے آخری جملوں پر میں چونک پڑا۔ گویا اس نے میرے نام پر شک کا اظہار کیا تھا۔ شاید اس نے میرے بارے میں کچھ معلوم کر لیا تھا۔

"کیوں محترم بزرگ؟" میں نے پوچھا۔

"ناشتے کے بعد اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔" بوڑھے نے کہا۔ اور ہم ناشتے میں مصروف ہو گئے۔ دونوں لڑکیاں شرارت آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی شرارتیں بھی کر رہی تھیں۔ جن سے ان کے بچکانہ ذہن کی عکاسی ہوتی تھی۔ پھر ناشتہ ختم ہو گیا۔ اور بوڑھے سلانوس نے لڑکیوں سے کہا۔

"شبیلہ اوزاشکاف۔؟"

"جی ہاں۔" دونوں لڑکیاں بیک وقت بولیں۔

"بس تم لوگ جاؤ۔ دوپہر کے کھانے کی تیاریاں کرو۔ میں ذرا میکارا سے گفتگو کروں گا۔ اور ہاں تم درمیان میں ہمارے پاس آنے کی کوشش نہیں کرو گی۔"

"گفتگو کتنی طویل ہوگی بابا۔؟" شبیلہ نے پوچھا۔

"بس جب تک تمہیں بلایا نہ جائے۔" بوڑھے نے محبت آمیز غصے سے کہا اور دونوں لڑکیاں ہنستی ہوئی باہر نکل گئیں۔ تب بوڑھے کے چہرے پر سنجیدگی پھیل گئی اور اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔

"میں نے ساری رات جاگ کر گزاری ہے میکارا۔ لیکن ستارے بھی تمہاری گہرائی تلاش نہ کر سکے۔ البتہ انھوں نے تمہارے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہ سخت حیرت انگیز ہے۔ تم اس کی تصدیق کر دو گے میرے بچے۔؟"

"ہاں بابا۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ۔" میں نے کہا۔

"کیا شرط ہے۔؟"

"اول تو یہ کہ میں اپنے بارے میں جو کچھ کہوں گا اس پر یقین کرو گے جو نہ بتا سکوں گا اس کے بارے میں جان لوگے کہ وہ مجھے خود معلوم نہیں ہے۔ دوسری شرط یہ ہے بابا۔ کہ میں نے آج تک اپنی ساری حقیقت کسی کو نہیں بتائی۔ تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا، لیکن تم سے اس کا معاوضہ طلب کروں گا۔" میں نے کہا۔

"معاوضہ۔ کیا معاوضہ ہوگا وہ۔؟"

"تم مجھے اپنا شاگرد بنا لوگے۔ تمہارے سینے میں جتنے علوم پوشیدہ ہیں مجھے سکھا دو گے۔"

"شرط بہت کڑی ہے میرے بچے۔ میں نے آج تک کسی کو اپنا شاگرد نہیں بنایا۔"

"تب میں مجبور ہوں بزرگ۔ تمہارے کہنے سے اسی وقت میں تمہارا مکان چھوڑ سکتا ہوں۔"

"لیکن یہ میری ساری زندگی کی کہانی ہے"

"میں اس کی بہتر حفاظت کروں گا۔"

"اگر میں تمہاری شرط ماننے سے انکار کر دوں تو۔؟"

"میں خاموش ہو جاؤں گا۔"

"لیکن میں تمہارا راز جاننا چاہتا ہوں۔"

"میں نے بھی اپنی زندگی کا راز کسی کو نہیں بتایا محترم بزرگ۔ طویل زندگی میں آپ کو رازدار بنا رہا ہوں۔" میں نے صاف لہجے میں کہا۔

"طویل زندگی۔" بوڑھے نے دلچسپی سے پوچھا اور میں نے غور سے اسے دیکھا۔ اس نے میرے ان جملوں پر زیادہ توجہ دی تھی۔

"ہاں۔" بہرحال میں نے آہستہ سے کہا۔

بوڑھے سلانوس کے چہرے سے دبے دبے اضطراب کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ بے چینی سے ہاتھ مل رہا تھا اور پھر اس نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔ "نوجوان۔ نوجوان۔ تم نے مجھے بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے۔ میں۔ میں اتنا بڑا وعدہ کیسے کر سکتا ہوں۔"

اور میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اندھے بڑے میاں۔ تمہاری حیثیت کیا ہے۔ میرے بارے میں جانو گے تو اپنے سارے علوم بھول جاؤ گے۔ تم صرف چند حیرت انگیز علوم رکھتے ہو۔ میرا سینہ ہزار ہا رازوں کا مقبرہ ہے۔ تم اپنی اس تھوڑی سی زندگی کے تجربے کو بہت بڑی چیز سمجھ رہے ہو۔ میں تم سے عمر میں لاکھ گنا بڑا ہوں۔"

بوڑھے سلانوس کے چہرے پر ایسے ہی تاثرات تھے۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ تب اچانک میری فطرت عود کر آئی۔ اور میں ہنس پڑا۔

"تم شاید بہت پریشان ہو سلانوس۔؟"

"ہاں میرے بچے۔ دراصل میں۔۔۔"

"جاؤ۔ میں نے اپنی شرط واپس لی۔ پوچھو۔ تم خود کیا پوچھنا چاہتے ہو۔؟"

"ستاروں کی الجھن میرے لئے بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ بہرحال تمہارا شکریہ۔ تم نے نہایت فراخدلی سے اپنی شرط واپس لی ہے۔"

"اس کی بھی وجہ ہے معزز سلانوس۔ ہاں تو تمہارے ستارے کیا کہتے ہیں میرے بارے میں۔؟"

"ستارے ۔۔ "بوڑھے نے ایک گہری سانس لی۔ " اس سے قبل میرا علم اس قدر ناکارہ نہیں ہوا ۔۔ میں اس عظیم کہکشاں میں تمہارا ستارہ نہیں تلاش کر سکا۔ تب میں نے سفید مگھٹ میں تمہاری لکیریں تلاش کیں اور کچھ انوکھی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرائیں ۔۔ مجھے بتایا گیا کہ تمہاری عمر لامحدود ہے ۔ تمہاری عمر تو بہت طویل ہے ۔۔ اتنی طویل کہ کہکشاں میں تمہاری تصویر نہیں ہے ۔۔ تم انسانوں سے الگ اور لافانی ہو ۔ تمہاری فنا ستاروں کی دھنک میں پوشیدہ ہے ۔۔ اور کون ہے جو اس دھنک میں جھانک سکا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ زندگی کے قاتل آگ اور سمندر تمہارے دوست ہیں ۔۔ آگ تمہاری روح و جسم کو جِلا بخشتی ہے ۔ سمندر تمہاری حفاظت کے لئے مجبور ہے ۔ کیا یہ درست ہے میکارا ۔۔ ؟"

"تمہارا علم تمہیں مطمئن نہیں کرتا ۔۔ ؟"

"میں الجھن میں ہوں ۔۔ میرے علم نے مجھے آج تک دھوکہ نہیں دیا ۔ میں تمہارے علم کی تائید کرتا ہوں ۔۔"

"یعنی ۔۔ یعنی ۔۔ ؟" بوڑھا آگے جھک آیا۔

"ہاں ۔۔ میں صدیوں سے زندہ ہوں ۔ میں نے انسان کا ارتقاء دیکھا ہے ۔۔ میں نے دیکھا ہے جب تم پہاڑوں میں رہتے تھے ۔۔ میں اس وقت بھی تھا جب تمہیں بھوک پیاس کی پہچان نہیں تھی ۔۔ میں نے تمہیں درختوں پر رہتے اور برہنہ پھرتے دیکھا ہے ۔۔ ہاں ۔۔ میں نے تو صدیوں تمہاری خدمت کی ہے ۔۔ میں ہمیشہ تمہارا معاون رہا ہوں ۔ جہاں تم تک تہذیب کی روشنی نہیں پہنچی تھی وہاں میں اپنے تجربات لے کر تم تک پہنچا ۔۔ اور میں نے تمہیں زندگی کے گر بتائے ۔۔ تم ایک چھوٹے سے علم کی بات کرتے ہو ۔۔ میرے سینے میں صدیاں محفوظ ہیں ۔۔ سنو ۔۔ مجھے صدیوں نے جنم دیا ہے ۔۔ میں صدیوں کا بیٹا ہوں ۔۔ وقت نے ہلکورے دیکر میری پرورش کی ہے ۔۔ میں نے برف کے نیچے سینکڑوں سال آرام کیا ہے ۔۔ سمندر کی لہریں میرے بدن کی حفاظت پر مامور ہیں ۔۔ آگ میرے بدن کو زندگی کی حرارت دیتی ہے ۔۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو سلانوس ۔۔"

میری آواز میں نہ جانے کیا تھا ۔۔ بوڑھے سلانوس کے بدن کی لرزش نمایاں ہو گئی اور وہ زور زور سے کانپنے لگا ۔۔ !

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا ۔۔ وہ کئی منٹ تک کچھ نہ بول سکا ۔ پھر اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار ابھر آئے ! اور اسکے بعد اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری ۔

"تب ۔۔ تب تو تیرے سامنے میرا علم بے حقیقت ہے ۔۔"

"ہاں ۔۔ تمہارا علم میری ذات کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتا ۔۔" میں نے غرور سے کہا ۔

"لیکن تو کیا ہے میکارا ۔۔ اور تیرا نام میکارا ہی ہے ۔۔ ؟"

"نہیں ۔۔ تم نے مجھے جو نام دیا میں نے اسے اپنا لیا ۔۔ میں کائنات کا کوئی نمایاں وجود نہیں ہوں ۔ کسی نے مجھے دیوتا کہا ۔ میں خاموش ہو گیا ۔ کسی نے مجھے چاند، کسی نے سورج کا بیٹا کہا ۔۔ میں نے تردید نہ کی ۔ جس نے جو کچھ کہا میں نے تسلیم کر لیا ۔۔ میں تو تمہارے ہی درمیان جینے والوں میں سے تھا ۔"

"کیا تخلیقِ کائنات تیرے سامنے ہوئی ۔۔ ؟"

"نہیں ۔۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ ستارے، چاند سورج اس وقت موجود تھے جب میں نے آنکھ کھولی ۔۔ میں نے ان کے خالق کو محسوس کیا ہے ۔ میں جانتا ہوں کہ کائنات کے لاتعداد راز ہائے سربستہ میری نگاہوں سے گم ہیں مجھے صرف وہ معلوم ہے جتنا میرے جیسے کسی انسان کو معلوم ہو سکتا ہے ۔ اس سے آگے کی باتیں میں نہیں جانتا ۔"

"میرا علم تیرے آگے بے حقیقت ہے میکارا ۔ پھر تو مجھ جیسے انسان کو استاد کیوں بنا رہا ہے ۔۔ ؟"

"میں نے صدیوں میں ہر دانش ور سے رابطہ رکھا ہے ۔ مجھے جہاں سے بھی علم ملا میں نے حاصل کیا اور جہاں سے علم ملا میں نے اس کی قدر کی ۔ میرے معلّم فنا ہو گئے ۔۔ لیکن ان کا دیا ہوا علم میرے سینے میں محفوظ ہے ۔ میں نے اسے رقم کیا ہے ۔۔ اور کائنات میں جب انسانیت کو اس کی ضرورت ہوئی، جب لوگ بھٹکے تو میں انھیں ان کی امانت واپس کر دوں گا ۔ میں ان رازوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کر دوں گا ۔ میرے پاس یہ ان کی امانت ہیں ۔"

"تو عظیم ہے میکارا ۔ میں تجھ سے شرمندہ ہوں ۔"

"نہیں بزرگ ۔۔ میں نے اپنا وہ بھید کیا ہے ورنہ اتنی تفصیل سے کوئی میرے بارے میں نہیں جان سکا ۔"

"میکارا ۔۔ یہ جاننے کے بعد ۔۔ تیرا راز جاننے کے بعد تو میں شرمندہ ہوں ۔ میری خواہش ہے کہ میں خود تجھ سے کچھ سیکھوں ۔ میں تجھ سے کائنات کی کہانیاں سنوں ۔ ان کہانیوں سے میں اپنے عقیدے کے بارے میں اندازہ لگاؤں گا کہ میں کہاں تک درست ہوں ۔ میری سُن میکارا ۔۔ میں اپنا راز تیرے پاس امانت رکھوانا چاہتا ہوں ۔ جو تیری شرط تھی ۔۔ وہ اب میری خواہش ہے ۔"

"میں نے قطرے قطرے جمع کئے ہیں سلانوس ۔ یہی قطرے سمندر بن کر میرے سینے میں موجزن ہیں ۔۔ مجھے جہاں سے بھی جو کچھ ملتا ہے ۔۔ میں اس کے حصول میں کوشاں ہو جاتا ہوں ۔۔"

"اور بلاشبہ تیرا سینہ ۔۔ میرے علم کے لئے سب سے محفوظ جگہ ہے ۔۔" سلانوس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا ۔ "میں دل سے تیار ہوں ۔ لیکن کیا تو مجھے کائنات کی کہانیاں سنائے گا ؟ کیا تو مجھے صدیوں کا علم دے گا ۔۔ ؟"

"ہاں سلانوس ۔۔ میں تیری معلومات میں اضافہ کرنے میں دریغ نہیں کروں گا، میں کوتاہ دل نہیں ہوں ۔"

یوں پروفیسر ۔۔ سلانوس دل سے میرا قائل ہو گیا ۔۔ وہ میری بے پناہ عزت کرتا تھا ۔۔ اس کی دونوں بھتیجیاں بھی مجھ سے خوش تھیں اور انھیں جب بھی موقع ملتا، وہ مجھے گھیر لیتیں اور شرارتیں کرتیں ۔

بہر حال میں نے انھیں معاف ہی کر دیا تھا ۔۔ میں ان کی شرارتوں سے

محفوظ ہوتا۔ لیکن اس سے آگے نہ میں خود بڑھا تھا، نہ میں نے انھیں بڑھنے دیا تھا
گو مجھے عورت کی طلب بھی تھی لیکن سلانوس کے دلچسپ علوم نے میری یہ طلب کم
کر دی تھی۔ بے شک بوڑھا سلانوس عجیب و غریب علوم کا ماہر تھا۔ میں نے بیشمار
نئی باتیں اس سے سیکھیں۔ اس سے مجھے معلوم ہوا پروفیسر۔ کہ خالقِ کائنات نے
کائنات کی تشکیل کی۔ پھر اس نے انسان کو ساری مخلوق سے افضل کیا۔ اس نے اسے
وہ دماغ دیا جو کائنات کے ایک ایک راز کو حل کر لے۔ ہاں اس نے راز، راز
ہی رہنے دیئے۔ اور اس نے کھلی آزادی دی۔ جو محنت کرے۔ کوشش کرے
وہ ان رازوں کو پالے۔ اور کائنات کا ایک ایک راز انسانی ذہن کے لئے خوشۂ
کی مانند ہے۔ سارے علوم انسان کے لئے ہیں۔ تمہارے عضو کی ہر جنبش تمھیں کچھ
سمجھاتی ہے۔ غور کرو تو سمجھ لو۔ ورنہ دنیا سے بے بہرہ موت کی آغوش میں جا سوؤ۔
سو اس کے بدلے میں نے اسے ابتدائے دنیا کی کہانیاں سنائیں۔ اسے بتایا
کہ انسان نے کس انداز سے سوچا۔ اس نے کیسے ارتقاء کی منازل طے کیں اور
اس کے سوچنے کا انداز کیا رہا۔

بوڑھا سلانوس مجھ سے بے حد خوش تھا۔ ایک شام اس نے کہا۔ "عظیم میکارا
شہر سے دور۔ اس ویرانے میں تیرا دل نہیں گھبراتا۔ کیا تجھے اہلِ اتیھنز سے ملنے
کی خواہش نہیں ہے۔؟"

"تیرے علوم میرے لئے اس قدر پرکشش ہیں کہ میری توجہ اس طرف گئی
ہی نہیں۔"

"اوہ۔ یہ تیری عزت افزائی ہے۔ ورنہ تیرے سامنے میں بے حقیقت
ہوں۔ ویسے اتفاق ہے کہ شاہ ماراتھون کو ابھی تک میری ضرورت نہیں پیش
آئی ورنہ وہ یہاں آتا تو تیری ملاقات اس سے ہو جاتی۔"

"میں اس سے ملاقات کا زیادہ خواہش مند بھی نہیں ہوں، کیونکہ وہ
کوتاہ ذہن ہے۔"

"کیوں۔ اس سے ملے بغیر یہ اندازہ تو نے کیسے لگایا۔؟"

"اس بات سے کہ اس نے تجھ جیسے عالم فاضل سے پہلو تہی کی، تیرے
علوم اس کی بادشاہت کو چار چاند لگا سکتے تھے۔ جو صاحبِ علم کو کمتر کرنے کی کوشش
کرے ہم اسے قدر کی نگاہ سے تو نہیں دیکھ سکتے۔"

"ہاں۔ تیرا اندازہ درست ہے۔" بوڑھے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا
اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔ اسی وقت شبیلہ اور اشکاف آ گئیں۔ ان کے لباس پانی
میں بھیگ رہے تھے۔

"کیا بات ہے تم لوگ کیسے آ گئی ہو۔؟" سلانوس بوڑھے نے پوچھا۔

"باہر کا موسم بہت اچھا ہے۔ آسمان پر دھندلاہٹیں امنڈ رہی ہیں"
ہم نے سوچا میکارا کو باغ کی سیر کرائیں۔ ساحل بہت خوبصورت لگ رہا ہے۔"

"جاؤ میکارا۔ یہ شریر لڑکیاں تمھیں پریشان کرنا چاہتی ہیں۔"

"میں ان کے ساتھ جاتا ہوں۔" میں نے سلانوس سے کہا اور باہر نکل
آیا۔ دونوں لڑکیاں باریک لباس پہنے ہوئے تھیں۔ پانی میں بھیگے ہوئے لباس ان
کے کنوارے جسموں سے چپک گئے تھے اور ان کے آتشی بدن نمایاں ہو گئے تھے۔ ایک
لمحے کے لئے میرے ذہن میں ہیجان برپا ہو گیا۔ لیکن پھر میں نے خود کو سنبھال لیا۔ میں
سلانوس سے وعدہ کر چکا تھا۔ اور ان لڑکیوں کو عورت سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

ہم عمارت سے نکل کر پھلے پھولوں والے درختوں کے درمیان پہنچے
اور شبیلہ بول پڑی۔ "میکارا۔ کیا تم درخت پر نہیں چڑھ سکتے۔؟"

"کیوں نہیں۔؟" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر تم پھل توڑو۔ ہم ساحل پر بیٹھ کر کھائیں گے۔"

"جیسی تمہاری رائے شریر لڑکیو۔" اور میں نے کئی درختوں پر چڑھ کر
ان کے لئے پھل توڑے جنھیں انھوں نے اپنے بھیگے ہوئے لباسوں میں چھپا لیا۔
پھر ہم ساحل پر پہنچ گئے۔

سمندر پر موسم کا اثر تھا۔ سفید جھاگ اڑاتی ہوئی لہریں کنارے پر
سر پٹخ رہی تھیں۔ دونوں لڑکیاں ریت پر بیٹھ گئیں۔ نوجوان تھیں اور پھر موسم کا اثر۔
ان کی آنکھوں میں جوانی امنڈ رہی تھی۔ پھل انھوں نے ریت پر رکھے اور پھر ساحل پر لیٹ
گئیں۔ لہریں ان کے کنوارے جسموں کی طرف لپکیں اور انھیں بوسہ دے کر لوٹ گئیں۔
دوسری لہروں کو خبر کرنے۔ لڑکیاں مست تھیں اور پانی میں کروٹیں بدل رہی تھیں، ان
کی تشنہ نگاہیں بار بار میری طرف اٹھ جاتی تھیں۔

پھر شبیلہ میرے پاس آ گئی۔ "میکارا۔" اس نے لرزتی آواز میں مجھے
پکارا اور میرے بدن میں پھر سنسنی دوڑ گئی۔

"ہوں۔" میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"ادھر دیکھو میکارا۔"

"کیا بات ہے شبیلہ۔؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پاس بیٹھ جاؤں۔؟"

"بیٹھو۔ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔؟" میں نے جواب دیا اور شبیلہ
میرے بالکل نزدیک بیٹھ گئی۔ اشکاف کا رخ سمندر کی طرف تھا اور وہ بظاہر ہم دونوں
سے لاپرواہ سمندر کی لہریں گن رہی تھی۔

"میکارا۔" شبیلہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہوں۔" میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

"تم۔ تم یہاں خوش ہو میکارا۔ ہمارے اس مکان میں تمہارا دل لگ
گیا۔؟" اس کی آواز میں عجیب سی کپکپاہٹ تھی اور میں نے چونک کر اسے دیکھا
پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔ شبیلہ کی آنکھیں اس کے دلی احساسات کی غمازی کر رہی
تھیں۔ موسم کی شراب نے ان کے ذہنوں پر سرور طاری کر دیا تھا اور اس وقت
خالصتاً لڑکیاں بن گئی تھیں۔

لیکن انوکھی بات تھی۔ ان دونوں کا آپس میں کیا معاہدہ ہوا تھا
اشکاف اس طرح الگ تھلگ کیوں ہو گئی تھی۔؟ بہرحال میں اس کا اندازہ
چاہتا تھا جہاں تک ان لڑکیوں کی طرف ملتفت ہونے کی بات تھی، تو اس کا
ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں نے بوڑھے سلانوس سے وعدہ کیا تھا اور بہرحال

میرا استاد تھا۔ حالانکہ لڑکیوں کے گدگدانے بدن میرے جذبات بھی ابھار رہے تھے لیکن میں اتنا بدحواس بھی نہیں تھا کہ جذبات میں سب کچھ فراموش کر بیٹھتا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا میکارا۔۔؟"

"ہاں۔ میں بہت خوش ہوں شبیلہ۔ لیکن آج تمہیں اس بات کا خیال کیوں آگیا۔؟"

"بس یونہی۔ تمہارے آنے سے ہمیں بھی بہت خوشی ہوئی ہے۔ ہم ہم۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہم سے خوب گھل مل جاؤ۔"

"اس سے زیادہ کیا۔ دیکھو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"لیکن۔ لیکن۔" شبیلہ دل کی بات کہہ نہیں پا رہی تھی۔

"اشکاف وہاں کیوں بیٹھی ہے شبیلہ، اسے بھی اسی جگہ بلالو۔"

"ایں۔ اشکاف۔" شبیلہ کا چہرہ اچانک اُتر گیا۔ نہ جانے احمق لڑکی کیا سمجھی تھی۔ اس نے گردن جھکائی۔ اور پھر وہ خاموشی سے میرے پاس سے چلی گئی۔ اس نے اشکاف سے کچھ کہا اور اشکاف چونک کر میری طرف دیکھنے لگی پھر اس نے نہ جانے شبیلہ سے کیا کہا اور پھر وہ شرماتی ہوئی میری طرف چل پڑی۔ اور میری ہنسی نکل گئی۔ کیونکہ اب شبیلہ نے اس کی جگہ سنبھال لی تھی۔

اشکاف میرے پاس آگئی۔ اور میں نے اس کی پذیرائی کی۔ "آؤ اشکاف۔!"

"میکارا۔ میکارا، میں بہت خوش نصیب ہوں۔ میں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ لیکن تم نے پہلے ہی اس کا اظہار کیوں نہیں کر دیا۔ میں تو کب سے انتظار کر رہی تھی۔" اس نے شرماتے ہوئے کہا۔

"کیسا اظہار۔؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں تو پہلی ہی نگاہ میں تمہاری دیوانی ہو گئی تھی۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں میرے محبوب۔"

"اشکاف۔ اشکاف تمہیں کیا ہو گیا؟" میں نے کہا۔

"بے خود ہو گئی ہوں میری روح۔ اس انکشاف نے مجھے زمین و آسمان کے درمیان معلق کر دیا ہے۔"

"نیچے اُتر آؤ اشکاف۔ نیچے اُتر آؤ شاباش۔ مجھے بتاؤ۔ اس احمق لڑکی نے تم سے کیا کہہ دیا۔؟" میں نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا اور اشکاف چونک پڑی۔

"کس نے۔؟" اس نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"تمہارے اوپر یہ اچانک عشق کا دورہ کیوں پڑ گیا۔؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور اشکاف سراسیمہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"تم نے۔ تم نے شبیلہ سے کیا کہا تھا میکارا۔؟" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں پوچھا۔

"شبیلہ نے تم سے کیا کہا۔؟"

"نہیں تم بتاؤ۔ کیا اس شریر نے مجھے احمق بنایا ہے۔ یا پھر اس نے خود ذلیل ہونے کے بعد مجھے ذلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔" اشکاف نے غصے سے لرزتی آواز میں کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ تم دونوں کو کیا ہوا۔؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم ایک بات بتاؤ میکارا۔ تم دونوں میں سے کسے پسند کرتے ہو۔ مجھے یا شبیلہ کو۔؟"

"مجھے تم دونوں ہی پسند ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ ایسے نہیں میکارا۔ ایسے نہیں۔ تم ہم دونوں میں سے ایک کا انتخاب کر لو۔ ہم نے وعدہ کیا ہے کہ تم جسے پسند کرو گے۔ دوسری اس کے حق میں دستبردار ہو جائے گی۔"

"تمہارا خیال ہے ایک عورت کی حیثیت سے میں کسی کو پسند کروں۔"

"کر لوں۔! تو کیا تم نہیں کرتے۔؟"

"نہیں۔" میں نے سرد آواز میں کہا۔ "تم دونوں بے حد پیاری ہو، بہت حسین، کوئی بھی مرد تمہیں پسند کر سکتا ہے، لیکن میں نے سلانوس سے وعدہ کیا ہے کہ تمہیں اس نگاہ سے نہ دیکھوں گا۔ سلانوس نے مجھے اسی شرط پر یہاں رہنے کی اجازت دی ہے۔"

"اوہ۔ اوہ بابا سلانوس۔ اس نے ہمیشہ ہمارے اوپر پابندیاں لگائی ہیں۔ اب کیا ہو گا۔؟" اشکاف نے پریشان لہجے میں کہا۔

"بہر حال وہ تمہاری شادی کرے گا۔"

"کبھی نہیں کرے گا۔ ہم جانتے ہیں۔"

"کیوں۔؟"

"اگر وہ ہماری شادی کرے گا تو خود تنہا رہ جائے گا۔ ہم اسے اچھی طرح جانتے ہیں۔ شبیلہ۔ شبیلہ یہاں آؤ۔ یہاں آؤ۔!" اس نے غصے کے عالم میں اپنی بہن کو آواز دی اور شبیلہ دوبارہ ہمارے قریب پہنچ گئی۔

"سُنا تم نے۔ بابا سلانوس نے پھر ہمارے خلاف سازش کی ہے۔"

"کیسی سازش۔؟"

"اس نے میکارا سے وعدہ لیا ہے کہ وہ ہم دونوں میں سے کسی کو۔ کسی کو پسند نہیں کرے گا۔"

"ارے۔؟" شبیلہ بھی حیران رہ گئی۔

دونوں لڑکیاں سلانوس غریب کے خلاف غم و غصے کا اظہار کرتی رہیں۔ پھر انھوں نے مجھ سے کہا۔ "میکارا۔ تم اس وعدے کی پابندی بالکل مت کرو۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"لیکن وعدہ۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے ایسے وعدے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ تم ہم میں سے کسی ایک کو پسند کر لو۔ ہم بابا کو خبر ہی نہیں ہونے دیں گے۔" لڑکیاں بغاوت پر اُتر آئی تھیں لیکن میری نگاہ سمندر کی طرف اُٹھ گئی۔ جہاں ایک خوبصورت جہاز

سست رفتاری سے رینگ رہا تھا۔ اس پر رنگین بادبان لگے ہوئے تھے اور اس
پر سے موسیقی کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ لڑکیاں بھی چونک کر اُدھر دیکھنے لگیں۔
"یہ کیسا جہاز ہے شبیلہ۔؟" میں نے تعجب سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
"ملکہ مارتھون سمندر کی سیر کو نکلی ہے۔" انسکاف نے جواب دیا۔
"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔ اور غور سے اس جہاز کو دیکھنے لگا۔
"ملکہ مارتھون۔" میں نے زیرِ لب دہرایا۔ جہاز کافی دور کے سمندر میں تھا۔
لیکن اتنے فاصلے سے بھی وہ کافی خوبصورت نظر آرہا تھا۔ نہ جانے یہ ملکہ کیسی ہو؟
ویسے سلانوس کے ساتھ میں مطمئن اور پُرسکون تھا۔ اگر یہاں سے جانا چاہتا تو
مجھے کون روک سکتا تھا۔ لیکن سلانوس سے جو علم حاصل کر رہا تھا وہ میرے لئے
بہت قیمتی تھا۔ اس وقت شاید موسم نے مجھے اور بھی متاثر کیا تھا۔ بے اختیار دل
چاہا کہ میں اسے قریب سے دیکھوں۔!
"شبیلہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"ہوں۔" شبیلہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔
"یہ جہاز کافی دور ہے۔"
"ہاں۔"
"اگر میں تیر کر وہاں تک پہنچ جاؤں تو۔؟"
"اوہ۔ نہیں۔ نہیں۔ یہ خطرناک ہوگا" سمندر کافی پُرجوش ہے۔"
جواب میں میں نے قہقہہ لگایا اور سمندر کی طرف دوڑ گیا۔ دونوں لڑکیاں زور زور
سے چیخنے لگیں۔ لیکن میں نے جلدی سے گہرے سمندر میں پہنچ کر خود کو پانی میں
چھپا لیا۔ لڑکیاں ساحل پر چیختی رہ گئی تھیں۔ سمندر کی سطح کے نیچے تیرنے میں
مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میں جہاز کی سمت کا تعین کرکے تیرتا رہا۔ رفتار بہت
تیز تھی، چنانچہ بہت جلد میں اس کے قریب پہنچ گیا۔
لیکن میں جہاز پر کس حیثیت سے جاؤں۔؟ میں نے سوچا۔ بہتر ہے کہ
جہاز والے خود ہی مجھے جہاز پر بلا لیں۔ اور ترکیب مشکل نہیں تھی۔ میں جہاز کے
ایک رُخ پر سطح پر ابھرا۔ لیکن صورتحال یہ تھی کہ میں چت تھا اور میری آنکھیں بند
تھیں۔ سانس بند کرکے جسم کو بے جان چھوڑ دینے کے بعد یہ کیفیت مشکل نہیں تھی۔
ہاں مجھے بس انتظار تھا کہ جہاز والے مجھے دیکھ لیں۔ لیکن موسیقی کی آوازیں بہت تیز
۔۔۔ تھیں اور مجھے خدشہ تھا کہ وہ لوگ مصروف ہونے کی وجہ سے ممکن ہے مجھے نہ
دیکھ سکیں۔!
یہ خدشہ بے بنیاد نکلا۔ چند ہی منٹ کے بعد مجھے دیکھ لیا گیا اور
لوگ ایک دوسرے کو میرے بارے میں بتانے لگے۔ اب موسیقی رُک گئی۔ شاید لوگوں
کی توجہ پورے طور سے میری طرف مبذول ہو چکی تھی۔ اور پھر کئی آدمیوں کے پانی
میں کودنے کے چھپاکے سنائی دیئے اور چند منٹ کے بعد وہ میرے قریب پہنچ گئے۔
"ارے یہ تو سونے کا بُت ہے۔" کسی نے کہا۔
"لیکن وزنی بُت اس طرح سطح پر تیر نہیں سکتے۔"
"اسے چھو کر تو دیکھو۔"
"اوہ۔ انسان ہے۔"
"لیکن شاید مردہ نہیں ہے۔"
"کیسے معلوم۔"
"اس کا بدن سرد نہیں ہے۔"
"ممکن ہے بیہوش ہو۔"
"مگر اس کا بدن سونے کی طرح چمکدار ہے۔"
"بے وقوفو فضول باتوں میں وقت مت ضائع کرو۔ کیا موت
ہی آئی ہے۔؟"
"اوہ۔ ہاں لے چلو۔ اسے بالوں سے گھسیٹ کر لے چلو۔" اور کسی
نے میرے بال پکڑ لئے۔
"آہ۔ اس کے بال بھی انسانوں کی مانند ہیں۔"
"وہ انسان ہی ہے۔ لے چلو اسے تیزی سے لے چلو۔ دیکھو شاید ملکہ
اسے دیکھنے کے لئے خود کنارے پر آگئی ہے۔" اور اس کے بعد وہ خاموش ہوگئے
پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ جہاز کے قریب پہنچ گئے۔
"کیا یہ لاش ہے؟" کسی نے اوپر سے پوچھا۔
"نہیں زندہ معلوم ہوتا ہے۔"
"تب اسے اوپر لاؤ۔ ملکہ کا حکم ہے۔" اوپر سے کہا گیا۔ اور مجھے
اوپر لے جانے والوں کو دانتوں پسینے آگئے ہوں گے۔ بہرحال مجھے اوپر لے جا کر ڈال
دیا گیا۔
"چلو۔ اسے ملکہ عالیہ کے پاس لے چلو۔" اور کئی آدمی میرے بدن کو
اٹھا کر ملکہ کے پاس لے گئے۔ میری آنکھیں بند تھیں اس لئے میں ماحول کو دیکھ نہیں
سکتا تھا لیکن بہرحال سُن سب کچھ سکتا تھا۔ انھوں نے مجھے دوسری جگہ ڈال دیا
اس جگہ بالکل خاموشی تھی۔ کئی منٹ بالکل سکوت طاری رہا۔ پھر ایک باٹ دا
آواز ابھری۔
"طلیس۔ کیا یہ مر چکا ہے۔؟"
"اجازت ہو تو اندازہ لگاؤں ملکۂ عالیہ۔" دوسری آواز نے
"دیکھ کر بتاؤ۔" اور پھر کوئی میرے قریب آگیا۔ اس نے میر
زندگی کا اندازہ لگایا اور پھر بولا۔
"یہ زندہ ہے ملکہ عالیہ۔"
"پھر اس طرح کیوں پڑا ہے؟"
"بے ہوش ہے۔"
"اوہ۔ اور تم بیہوش لوگوں کو ہوش میں لانے کا بہترین تجربہ ر
ہو طلیس" ملکہ کی آواز میں مسکراہٹ تھی۔ "ذرا بتاؤ تو وہ کونسی ترکیب ہے جس
ہوش و حواس کھوئے ہوئے لوگ فوراً واپس آجاتے ہیں۔"
"خادم اس کا عملی تجربہ کرکے دکھائے گا ملکہ۔" طلیس نے کہا
پھر وہ میرے نزدیک سے ہٹ گیا۔ میں ملکہ کی فطرت کا اندازہ لگانے کی کوشش
کر رہا تھا۔ ابھی تک میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی لیکن آواز سے اندا

تھا کہ رعب داب کی عورت ہے۔ عمر کا صحیح اندازہ بھی آواز سے نہیں ہوتا تھا۔

چند منٹ کے بعد شاید طبیب ہی واپس آیا۔ اور پھر اس نے کوئی ٹھنڈا سیال میرے بدن پر پھینک دیا۔ سیال میں ہلکی سی ناگوار بو تھی۔ میں کچھ سمجھ بھی نہیں پایا تھا کہ طبیب نے ایک مشعل میرے بدن سے مس کر دی اور ٹھنڈے سیال نے آگ پکڑ لی۔ اب وہ میرے بدن پر جل رہا تھا۔!

"اوہ۔ تو یہ وہ عملی تجربہ جس سے بیہوش لوگ فوراً ہوش میں آجاتے ہیں۔" ہاں بات تو ٹھیک ہے۔ جب کسی کے برہنہ بدن پر آگ جل رہی ہو تو پھر وہ بیہوش کہاں رہے گا! لیکن میری جان۔ یہاں تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ تم نے تو مجھے میری من پسند غذا دی ہے۔ یہ شعلے میرے بدن کو ہلکا ہلکا سرور تو پہنچا سکتے ہیں۔ مجھے ہوش میں لانے کی ہمت ان میں کہاں۔؟

دوسرے لوگ بھی دلچسپی سے میرے بدن پر دوڑتی ہوئی آگ دیکھ رہے تھے۔ اور طبیب حیران تھا۔ جب اس کا پھینکا ہوا سیال ختم ہو گیا۔ اور آگ بجھ گئی تو وہ جلدی سے میرے قریب آگیا۔ اور بڑی حیرانی سے مجھے ٹٹولنے لگا۔

"میں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں ملکہ عالیہ۔ یہ زندہ ہے لیکن یہ بیہوشی عجیب ہے، اور حیرت کی بات یہ ہے ملکہ عظیم۔ کہ آگ نے اس کے بدن کی کھال پر کوئی ہلکا سا نقش بھی نہیں چھوڑا۔ اس کا بدن اسی مانند چمک رہا ہے۔ نہ جانے یہ کون ہے۔؟"

"اسے ہوش میں لایا جائے۔" ملکہ کی آواز کسی قدر سخت تھی۔ اور خوب بھاگ دوڑ ہونے لگی۔ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کس طرح ہوش میں لایا جائے۔ کسی نے میرے اوپر بہت سا پانی ڈال دیا۔ کوئی مجھے جھنجھوڑنے لگا۔ لیکن ہوش میں آنے کی کیا ضرورت تھی، اور جب میں نے دیکھا کہ مجھے ہوش میں لانے والوں کی پریشانیاں عروج پر پہنچ گئی ہیں تو میں اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا۔

انوکھی بات تھی۔ میرے چہرے پر جیسے کوئی بات ہی نہیں تھی۔

تب میں نے ملکہ کی شکل دیکھی۔ بلاشبہ حسین تھی۔ متناسب الاعضاء تھی لیکن آنکھوں کی تیزی سے، ہونٹوں کی تراش سے اور بھنوؤں کی بناوٹ سے اندازہ ہوتا تھا کہ بے حد سنگدل ہے اور شاید وحشیانہ فطرت کی مالک بھی۔

وہ تعجب سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ لوگ چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

تب اس نے ہاتھ اٹھا دیئے اور میری طرف دیکھ کر بولی۔ "تو ہوش میں ہے اجنبی۔؟"

"پہلے تھا اب نہیں ہوں حسین عورت۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"تو بے حد حسین ہے۔" اور میرے اس تخاطب پر بہت سے چہرے بگڑ گئے۔ تب ایک دیو پیکر گوشت کے پہاڑ نے اپنا تیشہ ہلاتے ہوئے کہا۔

"اے احمق۔ خیال رکھ کہ تو مارا تھون کی ملکہ سے مخاطب ہے۔"

"خاموش رہو مرزوقا۔ میں اس سے گفتگو کر رہی ہوں۔"

"تو نے کیا کہا اجنبی۔ پہلے تو ہوش میں تھا۔؟"

"ہاں۔ تیرے آدمیوں کی حماقتیں میرے لئے بڑی مضحکہ خیز تھیں۔"

"کیا مطلب ہے تیرا۔؟"

"انہوں نے میرے سینے پر آگ جلائی، پانی ڈالا اور نہ جانے کیا کیا کیا۔ میں اپنی محویت نہیں توڑنا چاہتا تھا۔ لیکن تمہاری حماقتیں جب حد سے بڑھ گئیں تو مجبوراً مجھے اپنا مراقبہ توڑنا پڑا۔"

"اے گستاخ۔ تیرا انداز نہایت گستاخانہ ہے۔ غور کر کہ تو کس سے مخاطب ہے۔" ایک اور شخص چیخا۔ لیکن ملکہ نے ہاتھ اٹھا دیا اور گرج کر بولی۔

"کوئی مداخلت نہ کرے۔ میں اس سے گفتگو کر رہی ہوں۔" اور لوگ خاموش ہو گئے۔ "ہاں تو اے دلچسپ انسان۔ یہ کیسا مراقبہ ہے۔ تو سطح سمندر پر لاش کی شکل میں پڑا تھا۔"

"میں ایک تارک الدنیا انسان ہوں۔ دنیا کی دلچسپیوں سے منہ موڑ چکا ہوں۔ میں نے سمندر کی آغوش میں پناہ لی تھی۔ لیکن تم لوگ مجھے پھر اس دنیا میں کھینچ لائے۔"

"دنیا کو ترک کرنے میں ہم تیری مدد کریں گے۔ پہلے تو ہمارے سوالات کے جواب دے۔"

"ہاں۔ پوچھو، کیا پوچھنا چاہتی ہو۔؟"

"لوگ تجھے نکال کر لائے تو نہیں جاگا۔؟"

"میں جاگ رہا تھا۔"

"تیرے سینے پر آگ روشن کی گئی، اس پر بھی تجھے تکلیف نہیں ہوئی؟"

"میں سوچ رہا تھا تھوڑی سی تکلیف برداشت کر لوں۔ ممکن ہے تم مجھے مردہ سمجھ کر دوبارہ سمندر میں پھینک دو۔"

"کیا تو صحیح الحواس انسان ہے۔؟" ملکہ حیرت سے بولی۔

"ہاں۔ اور کچھ خبط الحواسوں میں آ پھنسا ہوں۔"

"خوب۔ لیکن دنیا ترک کر کے تو کیا کرنا چاہتا ہے، کیا تیری زندگی کا کوئی خاص مقصد ہے۔؟"

"ہاں۔!"

"کیا۔؟" ملکہ بڑے دوستانہ انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔

"یہ دوسروں کو نہیں بتایا جا سکتا۔"

"اوہ۔ اگر ہم تجھے اس کا حکم دیں۔؟"

"میں حکم نہیں مانا کرتا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"اتنا غرور ہے خود پر۔؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"خوب۔ اب تیری کیا خواہش ہے۔"

"خواہش؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اپنی ساری خواہشوں کو سلا دیا تھا۔ لیکن تجھے دیکھ کر۔ تجھے دیکھ کر دل میں کچھ احساسات جاگ رہے ہیں

ہوں۔ مجھے تارک الدنیا رہنے دے اور واپس سمندر میں ڈلوا دے۔"
"لیکن سمندر میں تجھے موت تو نہیں آئے گی۔"
"موت آنا ہو گی تو موت بھی آجائے گی۔"
"میں تیری مشکل آسان کر سکتی ہوں۔"
"کیسے۔؟"
"مرزوقا۔" ملکہ نے اسی گوشت کے پہاڑ کو آواز دی۔ اور وہ آگے بڑھ آیا۔!
"ملکہ عالیہ۔"
"یہ شخص دنیا ترک کرنا چاہتا ہے۔"
"میں اس کی مدد کروں گا ملکہ عظیم۔"
"کس طرح۔؟" ملکہ نے پوچھا۔ اور مرزوقا نے اپنے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی اٹھا دی۔ دو آدمی دوڑے اور ایک شخص کو کھینچ لائے۔ گٹھے ہوئے بدن کا ایک مضبوط نوجوان تھا۔ چہرہ دہشت سے بگڑا ہوا تھا۔ بدن ننگا تھا بس لال رنگ کی ایک لنگوٹی ستر پوشی کر رہی تھی۔ اسے ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا۔ مرزوقا اسی طرح ملکہ کی طرف رخ کئے کھڑا تھا۔ اس کا وہ ہاتھ اٹھا ہوا تھا جس کی انگلی اس نے اٹھائی تھی۔ پھر اس نے اس شخص کی طرف دیکھے بنا ہاتھ گھما دیا۔ اس کا وزنی ہاتھ سرخ لنگوٹی والے کے سر پر پڑا۔ اور اس کے منہ سے ایک ہلکی سی "چیں" کی آواز نکل گئی۔ اس کے سر کی ہڈیاں کئی ٹکڑوں میں بٹ گئی تھیں اور اس کا بھیجہ اس کی ناک اور منہ کے راستے باہر نکل پڑا تھا۔
وحشی مرزوقا نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔!
میں نے مظلوم شخص کو تڑپتے دیکھا اور نہ جانے کیوں دل میں ایک گھن سی پیدا ہو گئی۔ دل چاہا کہ مرزوقا کی ٹانگیں چیر کر پھینک دوں۔ لیکن خود پر قابو پایا۔ اور اپنی حماقت کو کوسنے لگا۔ اچھا خاصا علم سیکھ رہا تھا ادھر آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ تو طے ہے کہ جہاں گھسو گے وہاں نئے واقعات سامنے آئیں گے۔ اور پھر ان واقعات سے خود کو دور رکھنا مشکل ہے۔
میں نے ملکہ کی طرف دیکھا۔ وحشی عورت کے چہرے پر بے پناہ دلچسپی تھی۔ اس نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ "واہ۔ واہ مرزوقا۔ تمہاری... صلاحیتیں نکھرتی جا رہی ہیں۔" اور پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔
"تیرا کیا خیال ہے اجنبی احمق۔ کیا مرزوقا تیری مشکل آسان کر سکتا ہے۔؟"
"میں نے دنیا کی دلچسپیاں ترک کرنے کی بات کہی ہے ملکہ عالیہ۔ میں مرنا تو نہیں چاہتا۔"
"اوہ۔ اوہ۔ بزدلی کی بات مت کر دیوانے۔ ہمیں دنیا میں بزدلی سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ تو نے یہ جاننے کے باوجود کہ ہم کیا قوت رکھتے ہیں ہم سے نہایت مردانہ وار گفتگو کی اور دیکھ لے ہم نے دوسروں کو تیری گفتگو میں دخل دینے کا موقع نہیں دیا۔ لیکن تو نے ہم سے جو گستاخانہ گفتگو کی تیرے خیال میں کیا وہ قابل معافی ہے۔؟"
"میں نے صرف حقیقت کہی تھی۔"
"ہم نے بھی تیری مدد کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ اب تجھے مرزوقا کے سپرد کیا۔ تن و توش تیرا بھی خوب ہے۔ مرزوقا کو للکار۔ اس سے جنگ کر۔ اور اسے شکست دے۔"
"اس سے مجھے کیا حاصل ہو گا ملکہ عالیہ۔"
"زندگی۔" ملکہ نے برجستہ جواب دیا۔
"اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے ملکہ عالیہ۔؟"
"ہرگز نہیں۔"
اور میں نے گردن جھکا لی۔ تب ملکہ نے بلند آواز سے کہا۔ "مرزوقا! اسے لڑائی کی جگہ لے چل۔ ان خوبصورت آسمان کے نیچے یہ حسین منظر بہت دلکش ہوگا۔"
"دونوں مناظر میں بڑا تضاد ہے ملکہ۔" میں نے کہا۔
"یہ تیری کور بینی ہے۔ نیلے آسمان کی کھلاہٹوں کے نیچے سرخ خون حسین لگتا ہے۔ چلو۔" ملکہ خود بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ مغرور مرزوقا جو ایک گھونسا مار کر انسان کا بھیجہ نکال دیتا تھا۔ فخر سے سینہ تانے چل رہا تھا۔
میرا کوئی قصور نہیں ہے میرے دوست۔ تیری ملکہ ہی تیری موت کو آواز دے رہی ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں کہا۔ دو آدمی میرے ساتھ چل رہے تھے۔ میں نے انہیں سے ایک سے کہا۔
"یہ شخص کون تھا جسے مرزوقا نے قتل کر دیا۔؟"
"اوہ۔ وہ قیدی تھا۔"
"تمہارا ہموطن ہے؟"
"نہیں۔ دوسرے علاقے کا قیدی۔ ایسے چند قیدی ملکہ اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ وہ خون کی رسیا ہے۔ کبھی کبھی اس کا خون بہانے کو جی چاہتا ہے۔"
"بہت خوب۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ خوبصورت ملکہ کی ہو
جہاز کے ایک حصے میں مضبوط تختوں کا ایک چھوٹا سا ہال بنایا گیا تھا۔ جس میں اوپر بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ملکہ اور اس کے ساتھ چند لوگ بیٹھ گئے۔ باقی لوگ ہال میں چاروں طرف کھڑے ہو گئے تھے۔
"مرزوقا۔ کیا تو اسے ہتھیاروں سے قتل کرے گا۔؟"
"جو حکم ملکہ عظیم۔" مرزوقا نے کہا۔
"میرا خیال ہے اس کو اپنے پیروں میں دبوچ کر اس کی گردن تنا سے نکال لے۔"
"ایسا ہی ہو گا ملکہ عالیہ۔"
"اجنبی تو کیا چاہتا ہے۔؟" ملکہ نے پوچھا۔
"میں۔" میں نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تو ا
چاہنے لگا ہوں ملکہ۔ تیری یہ وحشیانہ ادائیں مجھے پسند آنے لگی ہیں"
لوگ پھر چیں بجبیں ہو گئے۔ لیکن ملکہ نے ہاتھ اٹھا لیا۔

"اگر تو نے مرزوقا کو شکست دے دی تو ہم تجھے تیری خواہش کے مطابق نوازیں گے" اس نے کھلنڈرے لہجے میں کہا۔

"افسوس مرزوقا۔ میں تجھے شکست نہیں دینا چاہتا تھا۔ لیکن ملکہ کا یہ لالچ۔ یہ اعلان بہت دلکش ہے۔ اب شکست تیرا مقدر بن گئی۔ آ۔ جلدی آ۔"

"اوہ۔ اوہ۔ تو تو واقعی پاگل ہے۔" مرزوقا بادلوں کی طرح گرجا۔ اور لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ گوشت کا پہاڑ میرے مقابل آ کر مجھے گھورنے لگا۔ ملکہ کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک تھی۔

"تیار رہئے۔" میں نے اس کی طرف ہاتھ اٹھایا اور مرزوقا نے میری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر مجھے کس لیا۔ لیکن میرے ہونٹوں کی مسکراہٹ بدستور رہی۔ مرزوقا اپنے خوفناک بازوؤں میں مجھے بھینچ کر شاید میری ہڈیاں پیس دینا چاہتا تھا۔ لیکن ملکہ سے گفتگو ختم کرنے کے بعد میں نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور پھر میں پلٹا۔ مرزوقا نے اپنی گرفت قائم کرنے کی بھرپور جدوجہد کی۔ لیکن اس کے بازو کھل گئے اور میں اپنا بدن جھاڑنے لگا۔

دیکھنے والوں کے منہ سے اس عجیب منظر کو دیکھ کر حیرت کی آوازیں نکل گئیں۔!

"حسین ملکہ۔ کیا میں اسے قتل کر دوں۔؟" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"ہاں۔ تو مرزوقا کو قتل کر دے۔" ملکہ ابھی تک خوش فہمی میں تھی۔

"تیری شادی ہو گئی مرزوقا۔؟" میں نے پوچھا۔

"بکومت۔" مرزوقا دہاڑا۔ اور پھر میرے اوپر جھپٹا۔ لیکن میں پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ مرزوقا آگے نکلا چلا گیا۔

"اگر اس کی شادی نہیں ہوئی تو میں اسے قتل نہیں کروں گا۔" میں نے کہا اور لوگ مسکرا پڑے۔ مرزوقا پھر پلٹا تھا۔ اس بار میں نے اسے اپنے اوپر گرفت قائم کرنے کی آزادی دے دی تھی۔ اس نے میری گردن پکڑنے کی کوشش کی لیکن میں نے دونوں ہاتھ اس کی کلائیوں پر جمائے اور پھر اسے کمر سے اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا۔

جہاز کے تختے ہل گئے تھے۔ مرزوقا جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اور ملکہ کی مسکراہٹ کافور ہو گئی۔ پھر میں آگے بڑھا اور مرزوقا نے میری ایک ٹانگ گرفت میں لے لی۔ تب میں نے کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اور اپنی ٹانگ اٹھائی۔ مرزوقا میری جنبش سے اوپر اٹھ گیا۔ اور پھر ایک جھٹکے سے دور جا گرا۔!

ملکہ کی سریلی چیخ میرے کانوں میں گونجی۔

"میری جان مرزوقا۔ میرے سر پر گھونسہ مار۔ میں اپنا سینہ کھلتا [illegible] چاہتا ہوں۔" میں اس کے سامنے اکڑوں بیٹھ گیا اور مرزوقا نے جھلا کر [illegible] میرے سر پر ہی مارا۔

لیکن اس جیسے آدمی کو بھی دونوں ہاتھ پکڑ لینا پڑے تھے۔

"ہڈیاں کڑکڑا گئی ہوں گی۔" میں ہنس پڑا۔

"اگر اس کی شادی نہیں ہوئی۔ تو یقیناً یہ عورت کے تصور سے کمزور ہو گیا ہے۔" میں نے نکڑے ہوتے ہوئے کہا اور لوگ پھر ہنس پڑے۔ لیکن اُن کی ہنسی میں تحیر تھا۔!

مرزوقا بُری طرح تلملا رہا تھا۔ اس کا تمام جوش بڑا مضحکہ خیز ہو گیا تھا۔ میں پھر اس کے سامنے آ گیا۔

"اور اب۔ اب مرزوقا تو میرے ہاتھوں سے مار کھائے گا۔" میں نے کہا اور وہ پھر میرے اوپر جھپٹ پڑا۔ میں نے اس کی گردن پر ہاتھ ڈال کر اسے جھٹکا دیا۔ اور وہ اوندھے منہ آ پڑا۔ لیکن میں نے اسے گردن سے پکڑ کر پھر اٹھا لیا اور اس بار میں نے اسے سر سے بلند کر کے نیچے پھینک دیا اور پھر میں نے اسے کھلونا بنا لیا۔ مرزوقا نے کئی بار میرے بدن کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن اس کی ایسی تیسی۔ میں نے اسے بے جان کر دیا۔ لوگ اب چیخنے لگے تھے۔ ملکہ بھی پرجوش انداز میں چیخ رہی تھی۔ یہاں تک کہ مرزوقا کی ٹانگوں میں اٹھنے کی سکت نہ رہی تب میں نے اس کے سینے پر پاؤں رکھ دیا۔

"او بہادر۔ تو جیت گیا۔ تو جیت گیا۔ اسے قتل کر دے۔ قتل کر دے اسے۔ زور گاز اسے تلوار دے۔" ملکہ چیخی۔ اور اس کے ایک آدمی نے ایک تلوار میرے ہاتھ میں تھما دی۔

"قتل کر دے اس بزدل کو۔ قتل کر دے اسے۔" ملکہ چیخی۔ مرزوقا کی آنکھوں میں خوف اور بے بسی اُبھر آئی۔

"کیا خیال ہے مرزوقا۔؟" میں نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابھی۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے۔" مرزوقا نے بدحواسی کے عالم میں کہا اور میں نے تلوار ایک طرف پھینک کر اس کے سینے سے پاؤں ہٹا لیا

"ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی ملکہ۔ میں اسے قتل نہیں کروں گا۔"

"میں تجھے حکم دیتی ہوں اسے قتل کر دے۔" ملکہ غرائی۔

"ہرگز نہیں۔ میری رائے ہے کہ اس کی شادی کر دی جائے۔ یہ خود بخود مر جائے گا۔ میرے خیال میں اس کے لئے اس سے بڑی سزا اور کوئی نہیں ہو گی۔" میں نے کہا اور لوگ پھر ہنس پڑے۔

"میں آخری بار کہتی ہوں اسے قتل کر دے۔"

"میری رائے ہے ملکہ کہ اس کی شادی کر دی جائے۔" میں نے جلدی سے کہا

"زور گاز۔ دونیاں۔ اسے قتل کر دو۔ قتل کر دو ان دونوں کو۔" ملکہ نے غضبناک ہو کر کہا اور تین چار آدمی تلواریں لیکر میرے اوپر ٹوٹ پڑے۔ میں نے ان کے وار بڑی فراخدلی سے روکے اور پھر ان میں سے ایک ایک کو اٹھا کر دور پھینک دیا۔

ملکہ ششدر رہ گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "یہ۔ یہ انسان نہیں ہے۔ یہ کوئی ناقابل فہم مخلوق ہے۔"

"مجھے فاتح قرار دیا گیا ملکہ ۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ۔۔ لیکن ادھورا فاتح ۔۔"

"کیوں ۔۔؟"

"فتح دشمن کی موت کے بعد مکمل ہوتی ہے ۔"

"وہ میرا دشمن نہیں ہے ۔"

"اس نے تجھ سے جنگ کی تھی ۔"

"ہاں ۔۔ لیکن تیرے حکم سے ۔"

"گویا تیری دشمن میں ہوئی ۔۔؟"

"یقیناً ۔ تو نے اسے میری گردن اکھاڑنے کا حکم دیا تھا ۔ اور سن ۔ غور سے سن لے ۔ تیرے سارے آدمی بھی مل کر مجھے قتل نہیں کر سکیں گے۔ تو بہتے ہوئے خون کی پجارن ہے ۔ لیکن میں تیرے لئے کسی کا خون نہیں بہاؤں گا۔"

"یہ میرا ملک ہے ۔" ملکہ غرائی ۔

"ہاں ۔ مجھے اعتراف ہے ۔"

"اور تو میری رعایا ۔"

"ہرگز نہیں ۔۔ تیری حکومت سمندروں پر نہیں ہے اور میں سمندر کی مخلوق ہوں ۔"

"میں تجھے گرفتار کرا کر سزا دوں گی ۔" ملکہ نے کہا۔

"مجھے کون گرفتار کرے گا ۔؟"

"میرے لوگ ۔"

"تو سن ۔ میں ان سب کو اٹھا اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا۔ مگر مجھے افسوس ہے ۔ تو ملکہ ہونے کے باوجود ایسی تنگدل اور وعدہ خلاف ہے ۔!" میں نے کہا۔

"کیا مطلب ۔۔؟"

"تو نے کہا تھا کہ اگر میں اسے شکست دے دوں گا تو، تو مجھے انعام سے نوازے گی ۔"

"اوہ ۔ اوہ ۔ تو اس مردود کو قتل کیوں نہیں کر دیتا ۔ جو بزدلوں کی مانند کھڑا ہے ۔" ملکہ دانت پیس کر بولی۔

"ملکہ ۔ میں خود تیرے پاس نہیں آیا تھا ۔ تو نے مجھے سمندر سے نکالا تھا ۔ میں تجھے بتا چکا ہوں کہ میں سمندروں میں رہتا ہوں ۔ میں کسی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا، تجھے بھی نہیں ۔ اگر تو اتنی تنگدل ہے تو ٹھیک ہے ۔۔ میں تجھ سے انعام نہیں مانگوں گا ۔ وعدہ خلاف لوگ کوئی حیثیت نہیں رکھتے میری نگاہ میں ۔!" میں نے کہا ۔ اور پھر میں واپسی کے لئے مڑا۔

"ارے ۔۔ ارے ۔۔ تم میں سے کوئی اسے روک نہیں سکتا" ملکہ کلکلائی ۔

"ملکہ عظیم ۔ اسکے بدن پر تلواریں بے اثر ہیں ۔" اسکے لوگوں نے جواب دیا۔

"رک جاؤ ۔ اجنبی رک جاؤ ۔" ملکہ میری طرف رخ کر کے چیخی اور میں رک گیا۔

"تم نہیں جا سکتے ۔"

"کیوں ملکہ ۔ میں یہاں رک کر کیا کروں گا ۔"

"تم نے میری توہین کی ہے ۔"

"تیرا خیال غلط ہے ~~ملکہ~~ ۔ میں نے کوئی ایسی کوشش نہیں کی ۔"

"اپنا انعام وصول کرو ۔" ملکہ نے آنکھیں بند کر کے ہونٹ آگے بڑھا دیئے اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ۔ میں پلٹ کر اس کے قریب پہنچ گیا ۔ پھر میں نے اس کے بدن کو بازوؤں میں لے لیا اور اسے بھینچ لیا ۔ ملکہ کی آنکھیں بند تھیں ۔

"انعام دینے والے فراخدل ہوتے ہیں ملکہ ۔ لیکن تو آنکھیں بند کر کے انعام دے رہی ہے ۔"

"یہ انعام نہیں ۔ تمہاری شرط ہے ۔۔ اور میں شرط ہاری ہوئی ہوں۔"

"نہیں ۔ میری شرط نہیں ہے ملکہ ۔" میں نے کہا ۔ اور اس نے آنکھیں کھول دیں ۔

"کیا کہنا چاہتا ہے تو ۔" اس نے کہا ۔ میں نے محسوس کیا کہ اس نے میرے بازوؤں سے نکلنے کی کوئی جدوجہد نہیں کی تھی ۔ میرے بدن کی گرمی اس پر اثر انداز ہو رہی تھی ۔ اس کی حسین اور نشیلی آنکھیں خمار آلود ہوتی جا رہی تھیں۔

"اگر انعام سمجھ کر مجھے بوسہ دے رہی ہے تو فراخدلی سے کام لے ۔ تیرے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں پیار ہو ۔۔ اور اگر شرط سمجھ کر ہاری ہے تو میں تجھ سے زیادہ فراخدل ہوں ۔"

"کیا مطلب ۔۔؟"

"میں تیری انا کو نہیں توڑوں گا ۔ میں نے اپنی شرط واپس لی ۔" میں نے اسے چھوڑ دیا۔

"اوہ ۔ تو ۔۔ تو بے انتہا کمینہ ہے ۔" ملکہ غرائی ۔

"ہاں ۔ اپنی کمینگی کے بے شمار ثبوت تجھے دے چکا ہوں ۔"

"تجھے ۔ تجھے میرا بوسہ لینا پڑے گا ۔"

"ہاں ۔ لیکن اس طرح کہ تیری آنکھوں میں پیار ہو گا، تیرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہو گی اور تیرے خوبصورت بازو میری گردن میں حمائل ہوں گے !" میں نے جواب دیا۔

"یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ۔"

"تب میں انعام کو بھیک سمجھ کر نہیں لوں گا ۔" میں نے کہا اور پھر میں واپسی کے لئے مڑا ۔ ملکہ شدت غیض میں کچھ کہہ نہ سکی اور میں اس ہال سے نکل آیا ۔ پھر میں نے جہاز کے کنارے کا رخ کیا ۔ ملکہ اور دوسرے لوگ اس وقت ہال سے نکلے تھے جب میں کنارے پر پہنچ چکا تھا ۔ میں نے ملکہ کو ہاتھ ہلایا اور سمندر میں چھلانگ لگا دی ۔

ملکہ کنارے کی طرف دوڑی ۔ لیکن میں لہروں سے کھیلتا ہوا

نکل آیا تھا۔ تب میں نے آخری بار اس کی طرف ہاتھ ہلایا اور پھر پانی میں جھپک کر
واپس کنارے کی طرف تیرنے لگا۔ میں نے ان لوگوں کو اپنی سمت کا اندازہ
نہیں ہونے دیا تھا۔ اور پھر میں کنارے پر پہنچ گیا۔ شبیلہ اور اشکاف
موجود نہیں تھیں۔ شاید وہ میرا انتظار کر کے واپس چلی گئی تھیں۔

میں سلانوس کے مکان پہنچ گیا۔ اور داخل ہوتے ہی میری
نگاہ اندھے سلانوس پر پڑی۔ وہ ایک دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا کچھ سوچ رہا تھا
میرے قدموں کی چاپ پر چونک پڑا۔

"میکارا۔" اس نے مجھے آواز دی۔

"میں ہی ہوں سلانوس۔"

"آہ۔ کہاں چلے گئے تھے میرے دوست۔ دونوں لڑکیاں
ڈرتے ڈرتے پاگل ہو گئی ہیں۔ آج تو وہ بغاوت پر آمادہ ہیں۔"

"ادھر۔ ذرا سمندر کی سیر کرنے نکل گیا تھا۔"

"اب میں ان بے وقوفوں کو کیسے سمجھاؤں کہ سمندر تمہارا بال بیکا
نہیں کر سکتا۔ ان کا خیال ہے تم ڈوب گئے۔"

"دونوں کہاں ہیں۔؟"

"باغ میں ہوں گی۔ مجھ سے بڑی سخت گفتگو کی ہے انھوں نے۔"

"کیا کہہ رہی تھیں؟"

"بس فضول سی باتیں۔ انھیں شکایت ہے کہ میں نے انھیں
قید کر لیا ہے۔ کیا بتاؤں ان بیوقوفوں کو کہ حالات ہمارے لئے سازگار نہیں
ہیں۔ ہم شہر میں محفوظ نہیں رہ سکتے۔"

"لیکن تم نے اُن کے بارے میں کیا سوچا ہے سلانوس۔؟" میں نے کہا۔

"میں تم سے اُن کے بارے میں بھی گفتگو کروں گا۔ پہلے تم ان پاگلوں
کو اپنی زندگی کے بارے میں تو بتا دو۔"

"اوہ۔ آؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ تم خود چلے جاؤ۔ بقول ان کے انھیں میری صورت
سے بھی نفرت ہو گئی ہے۔ دیوانی ہیں بالکل۔ مجھے اپنا دشمن سمجھتی ہیں۔ ملک
کے حالات معلوم نہیں ہیں۔ ورنہ میں ان کے اوپر پابندیاں نہ لگاتا۔"

"میں جاتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر میں ان دونوں کو تلاش کرتا
ہوا عقبی باغ میں چلا گیا۔ ایک درخت کے نیچے میں نے انھیں سر جھکائے
بیٹھے دیکھا۔ اور میں ایک لمبا چکر کاٹ کر ان کی پشت پر پہنچ گیا۔ دونوں
باتیں کر رہی تھیں۔ میں ان کی گفتگو سننے لگا۔

"ہائے اس کا بدن کس قدر چمکدار تھا۔"

"اور وہ کیسا خوش مزاج تھا۔"

"اس کی مسکراہٹ بھی بہت پیاری تھی۔"

"ہمارے ساتھ کیسی اچھی باتیں کرتا تھا۔"

"لیکن بوڑھے سلانوس نے اسے خوب بُرا بھلا کہا ہوگا۔"

"اس نے اسے اسی شرط پر یہاں رہنے کی اجازت دی ہوگی کہ وہ ہم
سے محبت نہیں کرنے دیگا۔"

"یہ بوڑھا ہمارا دشمن ہے۔"

"مگر ہمیں اس دشمن سے نجات کیسے ملے۔؟"

"اُفوہ۔ اس وقت یہ سوچنے کا وقت کہاں ہے۔ میکارا کی باتیں
کرو۔ ہائے اسے اس خوبصورت موسم میں نہیں مرنا چاہیے تھا۔"

"ہاں اور کیا۔ یہ بھی کوئی مرنے کا موسم ہے۔" شبیلہ بولی اور
میں بے اختیار ہنس پڑا۔ میری ہنسی سے وہ دونوں اچھل پڑی تھیں اور پھر دونوں
ہی بدحواس ہو کر کھڑی ہو گئیں۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

"آہ۔ تو وہی ہوا جس کا ہمیں خطرہ تھا۔" اشکاف نے کہا۔

"کیا مطلب۔؟" میں نے پوچھا۔

"سمندر میں ڈوب کر مرنے والوں کی روحیں اپنی جگہ نہیں چھوڑتیں۔
تم واپس آ گئے۔ مگر ہم نے تمھیں منع کیا تھا۔" اور میں پھر ہنس پڑا۔ عجیب
گھامڑ لڑکیاں تھیں۔ مجھے مردہ سمجھ رہی تھیں۔ بہرحال دونوں سادہ فطرت
اور معصوم تھیں۔ مجھے ان پر پیار آنے لگا۔ لیکن میرے ذہن میں شرارت جاگ
اُٹھی، اور میں نے اُداس سی شکل بنا کر کہا۔

"کاش میں تمہاری بات مان لیتا لڑکیو۔ لہریں واقعی بہت ظالم
تھیں۔"

"ارے جاؤ۔ بس تم بھی بالکل پاگل ہو۔ پہلے تو سوما نہیں اور
ملکہ کو دیکھنے کے شوق میں سمندر میں کود گئے۔ اب مر گئے تو افسوس کر رہے ہو۔"
اشکاف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مگر اب کیا کیا جائے۔ اب تو میں مر ہی گیا۔"

"ہم اب تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ زندہ ہوتے تو ٹھیک تھا۔"
شبیلہ بولی۔

"اوہ۔ تو اب تم بھی میرا ساتھ نہیں دو گی۔ حالانکہ مرنے کے بعد میں نے
ایک بات سوچی تھی۔"

"کیا۔؟"

"یہ کہ تم دونوں سے ہی شادی کر لوں۔"

"دونوں سے۔؟" شبیلہ چیخی۔

"ہاں۔ کیوں۔؟"

"یہ کیسے ممکن تھا۔"

"زندہ ہوتا تو ممکن کر دکھاتا۔"

"بالکل بکواس۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہوتا۔"

"ہائے افسوس۔ مگر اب کیا فائدہ۔ اب تو تم مر چکے ہو فیصلہ
بھی کیا تو مرنے کے بعد۔"

"تو اب تم میں سے کوئی میرے ساتھ شادی کرنے کو تیار نہیں ہے؟"

"اب کیا فائدہ۔ اب تو تم مر چکے ہو۔"

"تم میں سے کوئی ایک ہی میرے ساتھ شادی کر لے۔"

"اب کیا فائدہ۔ اب یہ نہیں ہو سکتا۔"

"تمہاری مرضی۔ میں نے تو سوچا تھا کہ چلو۔ زندگی میں نہ سہی مرنے کے بعد سہی۔"

"ارے ہاں جیسے ہم پاگل ہیں کہ روحوں سے شادی کرتے پھریں۔"

"میں سلانوس سے بات کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیا بات کرو گے۔"

"یہی کہ میں تم میں سے کسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ سلانوس ویسے ہی تمہارا دشمن ہے۔ فوراً تیار ہو جائے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ بابا کے تیار ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم نہیں تیار ہوں گے، کیا سمجھے۔ واہ۔ کیسے ممکن ہے۔ زندگی میں تو تم اس کی بات مانتے ہے۔ اب مر گئے تو ہمارے پیچھے پڑ گئے۔" اشکاف جھلاتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"دیکھا جائے گا! میں اس سے بات تو کر لوں۔" میں نے کہا۔ اور پھر ان کے پاس سے چلا آیا۔ لڑکیاں بڑبڑاتی رہ گئی تھیں، ان کے پاس سے ہٹ کر میں نے ان کی معصومیت کے بارے میں سوچا۔ بلاشبہ یہ پیاری لڑکیاں اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں مسل دیا جائے۔ سلانوس سے معذرت کر لوں گا اور اس سے کہوں گا کہ وہ کسی معقول جگہ ان کی شادی کر دے۔

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں سلانوس کے پاس پہنچ گیا۔ بوڑھے سلانوس نے فوراً میرے قدموں کی چاپ پہچان لی تھی اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آؤ میکارا۔ وہ دونوں کہاں ہیں۔؟"

"باغ میں۔"

"[illegible] لیے۔؟"

[illegible]

"کیا ہو گیا انہیں۔؟"

"ہاں۔ میں نے انہیں اپنی موت کا یقین دلا دیا ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"وہ مجھے میری روح سمجھ رہی ہیں۔"

"اوہ۔" سلانوس ہنس پڑا۔ "بڑی بے وقوف لڑکیاں ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان کے لیے عقل کہاں سے لاؤں۔ تو پھر تم نے انہیں نہیں بتایا کہ تم زندہ ہو۔؟"

"نہیں سلانوس۔ میں نے سوچا ان کی غلط فہمی قائم رہنے دی جائے۔"

"آخر کیوں۔؟"

"وہ لڑکیاں ہیں اور میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بہرحال ان کی فطرت انسانی کے بھی کچھ تقاضے ہیں۔ تمہیں ان کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے سلانوس۔"

"میں سوچنے لگا ہوں میکارا۔"

"فیصلہ بھی جلد کرو۔"

"مجھے تمہاری مدد درکار ہے میکارا۔"

"بتاؤ۔ میں کیا کروں۔؟"

"تم۔ ان میں سے کسی کو پسند کر کے اس سے شادی کر لو۔ میں تمہاری شخصیت سے واقف ہو چکا ہوں۔ تم اگر پسند کرو تو میرے ایک شانے کا بوجھ ہلکا کر دو۔" سلانوس نے کہا۔

"معزز بزرگ۔ میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ لیکن میری رائے ہے کہ تم یہ ذمہ داری میرے سپرد نہ کرو۔ میں نے اپنے ذہن کو اس رخ پر نہیں چلنے دیا۔ چنانچہ میں اب اس حیثیت سے ان میں سے کسی کو قبول نہیں کر سکتا۔ میں انہیں بچیاں سمجھتا ہوں۔ اور پھر سلانوس۔ وہ اتنی معصوم ہیں کہ میں ان میں سے کسی ایک کا دل نہیں توڑ سکتا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"دونوں ہی مجھے پسند کرتی ہیں۔ میں ان میں سے کسی ایک کو پسند کر کے اس سے شادی کروں تو دوسری ہمیشہ کے لئے محرومی کا شکار ہو جائے گی۔" سلانوس کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "ہاں، تمہارا یہ خیال ٹھیک ہے۔ پھر میں ان کے لئے کچھ اور سوچوں گا۔"

"یہی بہتر ہے سلانوس۔" اور بوڑھا سلانوس مجھ سے متفق ہو گیا۔

پھر اس نے مجھ سے سمندر کے اس جہاز کے بارے میں پوچھا۔ "ہاں۔ میں جہاز تک پہنچ گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کیا جہاز والوں نے تمہیں دیکھ لیا۔؟"

"اچھی طرح۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ پھر کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی۔ کسی نے تم سے جہاز پر آنے کو تو نہیں کہا۔ جہاز پر کونسی ملکہ سوار تھی۔؟"

"تو کیا ماراتھون کی کئی بیویاں ہیں۔؟"

"ہاں۔ تقریباً سولہ۔ مجھے تفصیل بتاؤ۔ تمہاری کسی سے کوئی بات ہوئی ہے؟" اور میں نے سلانوس کو پوری تفصیل بتا دی۔ وہ منہ پھاڑے ساری کہانی سن رہا تھا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد اس نے ایک گہری سانس لی اور کچھ منٹ تک خاموش رہا۔

"کیا بات ہے۔ تم کچھ فکر مند ہو گئے سلانوس۔؟"

"ہاں۔ میرے خیال میں یہ ٹھیک نہیں ہوا۔ ماراتھون کی چہیتی ملکہ شیبازیہ بے حد سنگدل اور ظالم ہے۔ وہ بہت ضدی ہے۔ اب وہ ایتھنز کے گوشے گوشے میں تمہیں تلاش کرائے گی۔"

میلانے خود کو سمندری مخلوق بتایا تھا اور اس کی نگاہوں کے سامنے خود کو سمندر ہی میں روپوش کر لیا تھا۔"

"ہاں۔ یہ بات کسی حد تک اطمینان کی ہے۔ لیکن۔" بوڑھا کسی خیال میں ڈوب گیا۔

"لیکن کیا؟"

"ممکن ہے اس کا ذہن اس طرف نہ جائے۔"

"تمہارے ذہن میں کیا خیال ہے سلانوس؟"

"ممکن ہے وہ راہ شناسوں کی مدد لے۔"

"راہ شناس کیا ہوتے ہیں۔؟"

"انتہائی عجیب لوگ۔ انہیں سمندر کے اس حصے میں لیجا کر چھوڑ دیا جائے جہاں تم کودے تھے۔ اس کے بعد وہ ہواؤں کی مدد سے تمہارا سراغ لگالیں گے۔ یونان عجیب و غریب علوم کے ماہروں سے بھرا پڑا ہے میکارا۔"

"مجھے اعتراف ہے۔ لیکن اس میں فکر مندی کی کیا بات ہے اگر وہ میرا پتہ بھی چلالیں گے تو میرا کیا بگڑ جائے گا۔"

"ملکہ شیپازیہ بہت سخت گیر عورت ہے۔ وہ اپنی انتہائی کوشش کر گزرے گی۔ اس کی نسائیت کی زبردست توہین ہوئی ہے۔ وہ برداشت نہیں کر سکے گی۔"

"اونہہ۔ اس خیال کو ذہن سے نکال دو۔ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور بوڑھا خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد دونوں لڑکیاں ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ وہ دونوں مجھے گھور رہی تھیں اور پھر انھوں نے بوڑھے سلانوس کی طرف دیکھا۔

"تم اس کی باتوں میں نہ آنا بابا سلانوس۔ بھلا ہم روح سے شادی کر کے کیا کریں گے؟" شیلہ نے کہا۔

"لیکن یہ نہیں مان رہا۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ وہ یہیں رہے گا اور تم میں سے کسی سے شادی ضرور کرے گا۔"

"کر کے تو دیکھے۔ ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔"

"خیر تم فکر مت کرو۔ میں اپنے علم سے اسے باز رکھنے کی کوشش کروں گا۔" بوڑھے نے کہا اور لڑکیوں نے اطمینان کی سانس لی۔ بہر حال۔ پھر ان کا رویہ بدل گیا۔ وہ تنہائی میں میرے پاس نہیں آتی تھیں۔ میں بھی ان پاگل لڑکیوں کے ذہن کو خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ان کے سامنے میں روح ہونے کی اداکاری کرتا رہا۔ میرے دو ایک مظاہروں نے انھیں بالکل یقین دلا دیا کہ میں کوئی زندہ انسان نہیں ہوں اور وہ مجھ سے خوفزدہ رہنے لگیں۔ یوں یہاں سکون سے وقت گزارتا رہا۔ لیکن ایک شام۔ جب میں ساحل کے درختوں سے پھل توڑ رہا تھا۔ میں نے دور سمندر میں بے شمار کشتیاں دیکھیں جو اسی طرف آرہی تھیں۔

میں چونک پڑا۔ کشتیوں کا رخ اسی ساحل کی طرف تھا۔ میرے ذہن میں فوراً یہ بات آئی کہیں یہ شیپازیہ کی کوئی کوشش تو نہیں ہے۔ شیپازیہ۔ میری آنکھوں میں اس وحشی عورت کی تصویر ابھر آئی۔ بلاشبہ وہ میرے لیے پُرکشش تھی لیکن پروفیسر۔ ہر دور میں ایک سے ایک حسین عورت میری ہم جلیس رہی تھی۔ انوکھے کردار اور انوکھی فطرتوں کی مالک عورتیں میری زندگی میں داخل ہوئی تھیں لیکن انھوں نے کچھ وقت میرا ساتھ دیا تھا۔ حادثاتی موت مر گئی تھیں۔ یا پھر بوڑھی ہو کر مر گئی تھیں۔ وہ فانی تھیں۔ چند روز بہار دکھاتی تھیں اس کے بعد مٹی بن کر مٹی میں شامل ہو جاتی تھیں۔ ہاں میرا علم ابدی تھا۔ میرے سارے علوم میرے سینے کو روشن رکھتے تھے۔

اور ان دنوں میں سلانوس سے اس کے پُراسرار علوم سیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ بوڑھا سلانوس پُراسرار علوم کا دفینہ رکھتا تھا اپنے سینے میں۔ بڑی حیرت انگیز صلاحیتیں تھیں اس کے اندر۔ اس نے بہت کچھ بتایا تھا اور بہت کچھ سیکھا تھا میں نے اس سے۔ میری حقیقت سے واقف ہونے کے بعد وہ بالکل مخلص ہو گیا تھا۔ اب اس نے مجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ خوش تھا کہ اس کے علوم ایک ایسے سینے میں منتقل ہو رہے ہیں جو انھیں قائم رکھنے کا اہل ہے۔ چنانچہ ملکہ شیپازیہ کے خوبصورت پیکر کے حصول سے زیادہ مجھے ان علوم سے دلچسپی تھی۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور جلدی سے واپس سلانوس کے مکان میں آگیا۔ سلانوس اپنے کمرے میں موجود تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے کان کھڑے ہوئے ہیں۔ ناک کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے اور پھر اس نے آواز دی "میکارا؟"

"ہاں، میں ہی ہوں سلانوس!"

"خیریت؟ تمہاری آواز میں کسی انکشاف کی لرزش ہے۔"

"تیرا خیال ٹھیک ہے۔ سمندر کی طرف سے بہت سی کشتیاں ساحل کی جانب آرہی ہیں۔"

"اوہ۔ کوئی انوکھی بات ہے۔ ماراقون میرے پاس ہمیشہ خشکی کے راستے آتا ہے۔"

"ممکن ہے وہ شیپازیہ کے لوگ ہوں۔"

"ہاں۔ ممکن ہے، مگر ایسا ہے تو وحشی ملکہ بڑی مصیبت بن جائے گی۔ تمہارا کیا خیال ہے میکارا، اب تم کیا کرو گے؟"

"میں ان لوگوں کے سامنے نہیں آؤں گا۔"

"لیکن انھوں نے ادھر کا رخ بلاوجہ نہیں کیا ہوگا۔"

"تو پھر؟"

"کوئی بات نہیں ہے۔ تم پوشیدہ ہو جاؤ۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں ان سے ساحل پر بات کروں گا۔" بوڑھے سلانوس نے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"میں تم سے زیادہ دور نہیں رہوں گا سلانوس۔"

"یہ تمھاری مرضی ہے لیکن تمھیں ایک وعدہ کرنا ہوگا!"

"وہ کیا سلانوس؟"

"حالات خواہ کسی قدر بگڑ جائیں، تم مداخلت نہیں کرو گے۔"

"تم یہ وعدہ کیوں لینا چاہتے ہو سلانوس؟"

"اس کی وجہ ہے۔ مجھ سے اگر پوچھا جائے تو یا تو میں فوراً تمھارے بارے میں اعتراف کر لوں، یا اگر منع کر دوں تو پھر کسی طور اعتراف نہ کروں۔ یہی میرا اصول ہے۔" سلانوس نے جواب دیا۔

میں نے گردن ہلا دی۔

"اس کے علاوہ مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی ہو، سلانوس [illegible] ایسا سلوک نہیں کر سکتا جو اس کی بزرگی کے خلاف ہو۔ [illegible] کی اہمیت سے واقف ہیں۔"

"تب ٹھیک ہے سلانوس! میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تیری جان پر نہ بن آئی تو میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

"اب چلو، میرا خیال ہے وہ ساحل تک پہنچنے والے ہوں گے۔ تم جاؤ، میں لڑکیوں کو ساتھ لے کر آتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور تیزی رفتاری کے ساتھ باہر نکل آیا۔ درختوں کے دوسری جانب میں نے دیکھا کہ کشتیاں ساحل تک پہنچ چکی ہیں اور مسلح سپاہی ان سے نیچے اتر رہے ہیں۔

میں نے درختوں کی آڑ لے لی۔ تب میں نے انھیں آگے بڑھتے دیکھا۔ ان کی رہنمائی ایک قوی ہیکل شخص کر رہا تھا۔ پھر میں نے سلانوس اور دونوں لڑکیوں کو دیکھا۔ وہ بھی تیزی سے اسی طرف آ رہے تھے چنانچہ میں نے ایک درخت کا انتخاب کیا اور اس پر چڑھ گیا۔ میرے اندازے کے مطابق آنے والوں کے گروہ اور سلانوس کی مڈبھیڑ اسی درخت کے نزدیک ہوئی تھی۔

سلانوس رک گیا ــــ اور پھر قوی ہیکل شخص آگے بڑھا۔

"ایتھنز کی فوجوں کا سالار ارشیپ زس، ستارہ داں کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے۔" اس نے کہا۔

"تیرا مرتبہ بلند ہو ارشیپ! میری بچیوں نے مجھے ان کشتیوں کی اطلاع دی تھی، جو میرے ساحل کی طرف آ رہی تھیں۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ مارانفون ہمیشہ خشکی کے راستے میری طرف کا رُخ کرتا ہے، آج اس نے ساحل کیوں منتخب کیا۔"

"[illegible] تو نے کوئی اندازہ تو لگایا ہوگا دانش ور۔" قوی ہیکل سالار نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہی اندازہ کہ اس وقت شاید شاہ مارانفون تیرے ساتھ نہیں ہے، یا پھر تو اس وقت مارانفون کا پیغامبر نہیں ہے۔" سلانوس نے جواب دیا۔

"تیرا علم ان سمندروں سے زیادہ وسیع ہے سلانوس۔ تب پھر تو یہ بھی جان گیا ہوگا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں!"

"میرا امتحان لینا چاہتا ہے ارشیپ؟" سلانوس نے پوچھا۔

"میری یہ جرأت کہاں!" ارشیپ نے جواب دیا۔

"تو پھر اپنی آمد کا مقصد بیان کر۔"

"دل نہیں چاہتا۔ خواہش ہے کہ تو خود ہی جان لے۔"

"کیا میں تیری گفتگو کے جواب میں خاموشی اختیار کر لوں۔" سلانوس نے کسی قدر ناگواری سے کہا۔

"اوہو نہیں۔ میرے خیال میں اس طرح میرے لیے بڑی الجھن پیدا ہو جائے گی، کیونکہ معاملہ خونخوار ملکہ شیپازیہ کا ہے۔" ارشیپ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تیرے لہجے سے مضحکہ اور گستاخی ٹپکتی ہے۔ میری ہدایت ہے کہ مجھ سے میرے مرتبے کے مطابق گفتگو کر۔ ایسا نہ ہو کہ میں تیرے لیے بددعا کر دوں اور تیرے حق میں برا ہو۔"

"ہاں ــ ہاں ــ ہاں ــ معزز بوڑھے! ایسی حرکت نہ کرنا۔ گو مجھے بددعاؤں سے خوف نہیں محسوس ہوتا۔ میں نے حفاظت کرنے والے دیوتاؤں سے براہ راست رابطہ قائم کر رکھا ہے لیکن پھر بھی تیری جیسی عظیم ہستی کے منہ سے میں اپنے لیے کوئی بددعا سننا پسند نہیں کروں گا کیوں نہ ایسا کریں سلانوس کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے تعاون کریں۔"

"بات صرف یہ ہے کہ تو ملکہ شر کا پیغامبر ہے، ورنہ تیرا لہجہ دوسرا ہوتا۔"

"ملکہ شر ــــ کیا خوب! بڑا خوبصورت خطاب دیا ہے تو نے شیپازیہ کو۔ میرا خیال ہے وہ تیرے خطاب کو دل سے پسند کرے گی، کیوں دوستو؟" ارشیپ نے اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"ہمارا فرض ہے کہ ہم ملکہ تک سلانوس کا دیا ہوا خطاب پہنچا دیں۔"

بوڑھا سلانوس خاموش کھڑا رہا۔ اس کے چہرے پر سکون کے آثار تھے۔

"کیا خیال ہے سلانوس! کیا شیپازیہ تمھارے دیے ہوئے اس خطاب سے خوش نہیں ہوگی؟"

"اس کا اندازہ تم اسی وقت لگا سکو گے جب تم اس کے سامنے یہ خطاب دُہراؤ گے۔"

"گویا تمھاری طرف سے اجازت ہے؟"

"ہاں، میری طرف سے تمھیں ہر اس کام کی اجازت ہے جو میرے خلاف ہو، جبکہ میں ابھی تک تمھاری دشمنی کی وجہ بھی نہیں سمجھ سکا ہوں۔"

"دشمنی!" ارشیپ ہنس پڑا۔ "اب مجھے اتنا حقیر بھی نہ سمجھو بوڑھے ستارہ داں، کہ میں تم جیسے لوگوں سے دشمنی کروں۔ میرے دشمن دوسری آنکھ کھولتے ہیں تو قبر کی گہرائیوں میں ہوتے ہیں۔"

"یقیناً ایسا ہی ہوتا ہوگا!" سلانوس نے بھی مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

"تو اب کیا ارادہ ہے؟" ارشیپ نے پوچھا۔

"کس بارے میں، میرے دوست؟"

"مجھے اس کے بارے میں بتاؤ، کیا وہ تمھارے مکان میں موجود ہے؟"

"کون؟ کس کی بات کر رہے ہو؟"

"جاؤ، سلانوس کے مکان کا جائزہ لو۔ اگر وہ مل جائے تو اسے رسیوں میں جکڑ لاؤ۔" ارشیپ نے سلانوس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے کہا اور اس کے تقریباً تیس ساتھی سلانوس کے مکان کی طرف چلے گئے۔

"وہ تمھارے پاس کب سے ہے سلانوس؟" ارشیپ نے پوچھا۔

"میں اب اس موضوع پر کوئی بات نہیں کروں گا۔" سلانوس نے غصیلے انداز میں جواب دیا۔

"او ہو۔ ہو۔ شاید تم اسے جانتے بھی نہیں ہو لیکن اب اس کا کیا کیا جائے کہ درخناس نے تمھاری طرف اشارہ کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ تم اس ذات سے اچھی طرح واقف ہو، جس نے ملکہ شیپازیہ کی توہین کی ہے۔"

"نہیں۔ میں اس سے واقف نہیں ہوں۔"

"خیر خیر۔ میرے آدمی اسے تلاش کر لیں گے۔ اگر وہ ناکام رہے تو پھر تم درخناس کا مضحکہ اڑا سکتے ہو، جسے اپنی ستارہ دانی پر ناز ہے اور جس کا خیال ہے کہ اس گستاخ شخص کو تم نے پناہ دی ہے۔"

سلانوس خاموش کھڑا رہا، پھر چند منٹ کے بعد اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں سے کہا۔ "تم یہاں کے دوسرے [illegible]وں میں دیکھو۔ اے بڑے میاں! کہیں تم نے ہمیں دور سے [illegible] کر اسے یہاں سے فرار تو نہیں کرا دیا۔ تمھارے اصطبل میں گھوڑے تو ہوں گے۔"

"ان باتوں کے جواب میں، میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ تمھارا دماغ خراب ہے۔" سلانوس نے کہا۔

"ہوں۔" ارشیپ کی آواز میں غراہٹ تھی۔

اور پھر وہ اس وقت تک خاموش رہا، جب تک اس کے سارے ساتھی واپس نہیں آگئے۔ "دُور دُور تک کسی کا وجود نہیں ہے۔" انھوں نے بتایا۔

"ہوں۔" ارشیپ پھر اسی انداز میں غرایا اور پھر اس نے سلانوس کی طرف دیکھا۔ "تمھارا آخری جواب کیا ہے سلانوس؟"

"میں تمھاری آمد کا مقصد جاننا چاہتا ہوں ارشیپ۔"

"تو سنو۔ ملکہ شیپازیہ اب سے چند روز قبل سمندر کی سیر کو نکلی تھی کہ اس نے سمندر میں سونے کا ایک بُت دیکھا۔ جب اسے نکالا گیا تو وہ ایک زندہ انسان ثابت ہوا۔ اس نے ملکہ شیپازیہ کی سخت توہین کی اور سمندر میں کود گیا۔ اس وقت سے ملکہ شیپازیہ اس کی تلاش میں ہے۔ اس نے سارے ایتھنز میں اسے تلاش کرایا۔ سمندروں میں، دُور دُور کے ویران جزیروں میں اس کی تلاش کی گئی اور جب وہ کسی طور نہیں ملا تو ستارہ شناسوں سے مدد لی گئی۔ تب درخناس [illegible] میں نشاندہی کی۔ اس نے بتایا کہ وہ تمھارے پاس [illegible] بات کا اندازہ یوں بھی کیا جا سکتا [illegible]"

"میں ان ساری باتوں [illegible] رہا ہوں۔" [illegible]

"ٹھیک ہے۔ تب [illegible] شیپازیہ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔"

"تم مجھے گرفتار کرو گے؟"

"نہیں۔ میں تم سے درخواست کروں گا کہ ملکہ شیپازیہ کے حکم کی تعمیل کرنے میں میری مدد کرو۔" ارشیپ نے کہا۔

"گویا ملکہ نے تمھیں یہ حکم دیا ہے؟"

"ہاں!"

"تب ٹھیک ہے۔ میں تمھارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔ لڑکیو! تم واپس جاؤ اور میرا انتظار کرو۔" اس نے شبیلا اور اشکاف سے کہا۔

"اوہ۔ یہ یہاں تنہا رہ کر کیا کریں گی سلانوس۔ انھیں بھی ساتھ لے چلو۔"

"کیا یہ بھی ملکہ کا حکم ہے؟"

"ہاں!"

"ٹھیک ہے۔" بوڑھے سلانوس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "تب آؤ میرے معزز دوست۔ آؤ سلانوس کی لڑکیو۔"

اس ویرانے سے نکلنے کو تمہارا دل بھی بہت چاہتا ہوگا!" ارشیپ نے کہا۔ پھر اس نے اپنے لوگوں کو واپسی کا اشارہ کیا اور وہ اندھے سلانوس کو لے کر چل پڑے۔

میرے ذہن میں چنگاریاں سی سلگ رہی تھیں۔ میں سلانوس کی عزت کرتا تھا اور یہ احمق جس انداز سے اس کے ساتھ پیش آ رہا تھا، وہ میرے لیے ناقابل برداشت تھا لیکن بوڑھے نے مجھ سے وعدہ لے لیا تھا اس کے وعدے کی پابندی کے لیے میں بھی مجبور تھا، چنانچہ مجھے خاموش رہنا پڑا اور وہ لوگ سلانوس اور اس کی دونوں بھتیجیوں کو لیکر کشتیوں میں بیٹھ گئے اور کشتیاں چل پڑیں۔

جب وہ کافی دُور نکل گئیں تو میں درخت سے نیچے اُتر آیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور درخت کے تنے سے ٹیک کر اپنے آیندہ پروگرام پر غور کرنے لگا۔ میں یہاں صرف اس لیے رُکا تھا کہ سلانوس کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اب سلانوس ہی یہاں نہیں تھا تو مجھے رُکنے کی کیا ضرورت تھی۔ چنانچہ میں نے بھی یہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کیا لیکن کہاں؟

سلانوس کو مصیبت میں پھنسانے کے بعد میں چین سے تو نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ رہ گئی احمق شیپازیرا اور اس کا بدخو شوہر ماراتھون تو یہ لوگ میرا کیا بگاڑ سکتے تھے۔ میں ان کے پاس پہنچ جاؤں تو وہ میرا کیا کر لیں گے!

لیکن میں سلانوس کی بات بھی اُونچی رکھنا چاہتا تھا۔ ممکن ہے شیپازیرا اس سے پوچھ گچھ کرنے کے بعد اسے چھوڑ دے۔ وہ واپس آجائے گا اور مجھے یہاں نہ پاکر پریشان ہو جائے گا لیکن اب میں بزدل انسانوں کی طرح یہاں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے سے تو رہا، مجھے کچھ کرنا ہی ہوگا ـــــ اور میں سوچتا رہا۔ پھر میں نے ایک فیصلہ کیا اور سلانوس کے مکان میں پہنچ گیا۔ میں نے بوڑھے سلانوس کا ایک لباس نکال کر پہنا۔ اس لباس نے میرا بدن خوب چھپا لیا تھا۔ اس لباس کو سر سے اوڑھا بھی جا سکتا تھا۔

کمر کی ڈوری باندھ کر میں ایک خاص بوڑھا معلوم ہونے لگا لیکن اس وقت تک، جب تک میرا چہرہ چھپا ہے۔ دیکھا جائے گا۔ بس مجھے اپنے فیصلے پر اٹل رہنا ہے، باقی باتوں کی پرواہ کیوں کی جائے اور میں سلانوس کے اصطبل کی طرف چل پڑا۔ اصطبل میں کئی گھوڑے موجود تھے۔ میں نے ایک عمدہ سے گھوڑے کا انتخاب کیا اور اس کی پشت پر سوار ہو کر اسے شہر جانے والے راستے پر ڈال دیا۔

ہاں، پہلی بار میں ایتھنز کی آبادی کی طرف جا رہا تھا۔ مجھے کسی حد تک ان لوگوں کے طرزِ رہائش سے واقفیت ہو گئی تھی۔ زیادہ نہیں جان سکا تھا لیکن آبادیوں کے مزاج کو پہچاننے میں مجھے کوئی دقت ہوتی۔ گھوڑا برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں آبادی میں داخل ہو گیا۔ بڑی عمدہ آبادی تھی۔ لوگ کافی ترقی یافتہ تھے۔ گلیاں، سڑکیں، بازار، مکانات، سب کے سب صاف ستھرے اور زندگی سے بھرپور تھے۔ جگہ جگہ قہوہ خانے تھے۔ سکے رائج ہو چکے تھے۔ لوگ سیر و تفریح کرتا جاتے تھے۔

مجھے یہ جگہ کافی پسند آئی۔ سڑکوں پر عورتوں کی تعداد بھی کافی تھی۔ پورے یونان میں حسن بکھرا پڑا تھا۔ بلاشبہ یونان حسین لوگوں کا ملک تھا۔ میں نے یونہی ایک قہوہ خانے کا رُخ کیا اور اندر داخل ہو گیا۔ لکڑی کی موٹی بھدی میزوں اور بنچوں پر لوگ بیٹھے قہوہ پی رہے تھے، قہقہے اُبل رہے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں، مرد بھی تھے۔ میں بھی ایک خالی میز پر جا بیٹھا اور ایک ہلکے آدمی نے میرے سامنے لکڑی کے تراشے ہوئے قہوے کے برتن رکھ دیے۔ تب میرے ذہن میں آیا کہ یہاں سکوں کا رواج ہے اور قہوے کی قیمت ادا کرنے کے لیے میرے پاس سکے نہیں تھے۔

میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ لوگ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ میرے قریب ہی کی ایک میز پر چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں کوئی بحث ہو رہی تھی۔ ان کے الفاظ میرے کانوں تک پہنچے۔

"اوہ، فرغوس! کیا تم اناگوس سے ناواقف ہو۔ کون ہے جو اناگوس کے آہنی پنجے میں پنجہ ڈال سکے۔ تمہارا اسرسار شاہو را بھی ایک بار میرے مقابلے پر آ چکا ہے۔ دیوتاؤں نے میرے بدن کو طاقت دی ہو یا نہ دی ہو لیکن میرے پنجے کی طاقت کا جواب کہاں مل سکے گا۔"

"تب میرے دوست اناگوس! تم میرے بزرگ ہو۔ اپنا بھرم اسی طرح قائم رہنے دینا کہ کبھی فرغوس کے پنجے میں پنجہ نہ ڈال دینا۔ یہ میرا دوستانہ مشورہ ہے، کیونکہ میں تمہارا بھرم قائم رہنے دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہا ہے کل کے لڑکے!" دوسرا آدمی چراغ پا ہو گیا۔ میں نے چادر سر پر کچھ اور برابر کر لی تھی اور پھر میں نے قہوہ پیتے پیتے ان دونوں پر نگاہ ڈالی۔ دونوں ہی قوی ہیکل تھے

"اوہ۔ اوہ۔ اناگوس! اس بات پر میں تمہیں قتل بھی کر سکتا ہوں۔" نوجوان جھلا گیا۔

"یہ شرط ہے میرے نوجوان بہادر۔" اناگوس نے حتمی انداز میں کہا۔

"تب مجھے منظور ہے۔" نوجوان کھڑا ہو گیا۔

اناگوس بھی کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے زور سے آواز

لگائی ہے مُنہ میرے دوستو۔ آؤ۔ تمھاری دلچسپی کا سامان فراہم ہو گیا ہے۔
آؤ اس میز کے گرد جمع ہو جاؤ۔ دیکھو، میرے نوجوان دوست فرغوس
نے کیسی شرط لگائی ہے دیکھو اس کی عزت پر بن آئی ہے۔ تم مجھ سے
واقف ہو۔ میں اناگوس ہوں۔ بے مثال پنجہ کش باپ کا عظیم بیٹا۔ کون
ہے جو شالاط سے واقف نہیں ہے۔ وہی شالاط جس نے درخت کی شاخ کو
پکڑ کر اسے تنے تک چیر دیا تھا اور پورے ایتھنز میں کون ہے جو اناگوس
کا پنجہ موڑنے کا دعویٰ کر سکے۔ تو اس بے تُکے بدھنے نے مجھے للکارا
ہے۔ آؤ۔ آؤ۔ یہ دلچسپ تماشا دیکھو اور اس کے عوض میں نے یہ تھیلی
رکھی ہے۔ اگر فرغوس یا اس کا کوئی حواری میرا پنجہ موڑ سکا تو میں اپنی یہ
دولت اسے بخوشی دے دوں گا!"

اور تفریح کے رسیا اس کی میز کے گرد جمع ہونے لگے۔
یہاں تک کہ میرے اور اس میز کے درمیان لوگوں کی دیوار بننے لگی۔
تب مجھے بھی مجبوراً اپنی جگہ سے اٹھنا پڑا اور میں لوگوں میں شامل ہو گیا۔

"اور میرے دوستو! تمھیں یہ معلوم کر کے بھی مسرت ہو گی
کہ میرے نوجوان حریف نے ہار جانے کی شکل میں مجھے اپنے گلے
میں پڑی ہوئی اپنے باپ کی نشانی دینے کا وعدہ کیا ہے' تاکہ میں اسے
لوگوں کو اپنی فتح کے نشان کے طور پر دکھا سکوں۔"

"کیا یہ درست ہے فرغوس؟"

"ہاں' یہ درست ہے"۔ فرغوس نے بھاری لہجے میں
کہا۔ "لیکن اگر اناگوس ہار گیا تو اس تھیلی کے حصول کے علاوہ میں
اسے ذلیل کرنے کا حق بھی رکھتا ہوں' جس طرح یہ مجھے ذلیل کر رہا ہے۔"

"لیکن احمق نوجوان! تو نے اپنے باپ کی نشانی داؤ پر
لگا کر اچھا نہیں کیا۔" کسی نے کہا۔

"مجھے خود پر اعتماد ہے"۔ نوجوان نے کہا۔

"ہاں بھئی۔ وہ آج یہ دولت حاصل کر کے رہے گا۔"
اناگوس نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

اور پھر دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ دوسرے لوگ
بھی سمٹ آئے تھے! انھوں نے اپنے بازو کھول کر کہنیاں میز پر
ٹکائیں اور پھر ان کے چوڑے ہاتھ ایک دوسرے میں الجھ گئے اور
پھر طاقت آزمائی شروع ہو گئی۔ دونوں کے چہرے سرخ ہو گئے۔
گردن کی رگیں پھول گئیں' دانت بھنچ گئے لیکن ـــــ معمر اناگوس
ابتدا سے بھاری پڑ رہا تھا۔ نوجوان فرغوس کی ساری شیخی رکھی رہ گئی
تھی اس کے چہرے سے بدحواسی جھلکنے لگی تھی اور اناگوس کو اپنی
کامیابی یقینی نظر آ رہی تھی اور یہی ہوا ـــــ فرغوس کا ہاتھ جھکتا چلا گیا
اور پھر وہ میز سے لگ گیا۔

اناگوس جیت گیا تھا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور دونوں
بازو ہوا میں لہرا لہرا کر چیخنے لگا۔ پھر اس نے جھک کر فرغوس کی گردن
میں پڑی ہوئی مالا پر ہاتھ ڈالا اور جھٹکے سے اسے توڑ کر اس کی
گردن سے نکال لیا۔

شکست خوردہ فرغوس پہلو بدل کر رہ گیا تھا۔ تب میں
آگے بڑھا اور جونہی اس نے سامنے رکھی اپنی تھیلی کی طرف ہاتھ
بڑھایا' میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تم نے کہا تھا کہ فرغوس یا اس کا کوئی حواری یہ رقم
جیت سکتا ہے۔"

"پیچھے ہٹو!" اناگوس غرایا۔

"کیا تم اپنے قول سے پھر گئے اناگوس؟" میں نے حلیمی
سے کہا اور لوگ جھانک جھانک کر میری شکل دیکھنے لگے۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں فرغوس کا دوست ہوں!"

"پھر؟"

"میں تم سے اس کی شکست کا بدلہ لوں گا!"

"کس طرح؟"

"تمھارا پنجہ موڑ کر۔" میں نے کہا۔

"اوہ!" اناگوس نے تھیلی سے ہاتھ ہٹا لیا۔ "یہ بات ہے
میں اپنے قول سے نہیں پھرا۔"

"تب پھر آجاؤ!"

"لیکن میں فرغوس کو شکست دے چکا ہوں؟"

"مجھے بھی شکست دو۔"

"ضرور۔ ضرور۔ لیکن شکست کھانے کی صورت میں
تم مجھے کیا دو گے؟"

"کیا طلب کرتے ہو؟"

"کیا ہے تمھارے پاس؟" اناگوس نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں ہے۔"

"تب میرے پاس ایک تجویز ہے!"

"بتاؤ؟"

"تم طویل عرصہ تک میرے گھوڑوں کی مالش کرو گے۔
اس وقت تک' جب تک میں تمھیں آزاد نہ کر دوں۔ مجھے ایک غلام
کی سخت ضرورت ہے۔" اناگوس نے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب آجاؤ۔" اناگوس پھر بیٹھ گیا۔

"تم مجھے کیا دو گے؟" میں نے پوچھا۔

"جس کا میں نے وعدہ کیا ہے۔ جو تمھارے سامنے

ہے۔" اناگوس ہنستے ہوئے بولا۔

"نہیں۔ تمھیں ایک چیز اور دینی پڑے گی!"

"ہاں۔ ہاں بولو بھئی۔ مجھے ایک اچھے غلام کی شدید ضرورت ہے۔" اناگوس نے فراخدلی سے کہا۔

"مجھے فرغوس کا نشان درکار ہے۔"

"اوہ! ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ فتح کے بعد وہ نشان تم رکھ سکتے ہو۔" اناگوس نے جواب دیا۔

"تب آؤ اناگوس۔ کیا تم مجھے جگہ دو گے میرے دوست؟" میں نے فرغوس سے پوچھا۔

"بکواس مت کرو۔" فرغوس غرّایا۔

"اوہ۔ کوئی بات نہیں۔ ہم جگہ بدل لیتے ہیں اناگوس۔" میں نے برا مانے بغیر کہا۔

"ہاں۔ یہی ٹھیک ہے۔" اناگوس نے بھی میری تجویز سے اتفاق کیا اور ہم آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ لوگ نہایت دلچسپی سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ میں نے حتیٰ الامکان اپنا چہرہ چھپائے رکھا تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ اکھی کے انداز میں میز پر رکھ دیا اور اناگوس نے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ تب میں نے اس کے پنجے میں پنجہ گاڑ دیا اور پھر میرے پنجے کی گرفت سے ہی اناگوس چونک پڑا۔

میں نے پنجے پر قوت صرف کی اور اب اناگوس کے بدحواس ہونے کی باری تھی۔ میری انگلیوں کی گرفت میں اناگوس کا ہاتھ کڑکڑا رہا تھا! اس کے پورے بازو کی قوت مفلوج ہو گئی تھی۔ ابھی تو صرف انگلیوں کی قوت تھی، بازو کی قوت کا اندازہ بھی اسی سے ہو جانا چاہیے تھا۔ اناگوس پہلو بدلنے لگا! اس کے چہرے سے تکلیف کا احساس ہو رہا تھا۔

"اس کے علاوہ بھی میری ایک تجویز ہے اناگوس۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" اس نے سخت پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ممکن ہے میں تم سے شکست کھا جاؤں اور تمھاری یہ دولت بہرحال میری ضرورت ہے اس لیے تم مجھے یہ تھیلی اور یہ نشان دے دو۔ میں تمھارا شکریہ ادا کروں گا۔"

"کیا حرج ہے!" اناگوس نے کہا۔

"اوہ۔ تب ٹھیک ہے۔" میں نے فوراً اناگوس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ لوگ حیرت سے ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ اناگوس کی بدحواسی سب نے محسوس کی تھی۔ اس نے تھیلی میری طرف بڑھا دی۔

"فرغوس کا نشان ہے" میں نے اسے دیکھا۔

"اوہ۔ ہاں، ہاں۔ یہ بھی ہے۔" اس نے فرغوس کے گلے کی مالا جلدی سے میرے حوالے کر دی اور خود کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ خود فرغوس بھی تعجب سے اناگوس کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا ہے اناگوس، تم مقابلہ کیے بغیر سب کچھ اس کے حوالے کر کے بھاگ رہے ہو۔" کسی نے اناگوس کو غیرت دلائی۔

"یونہی ٹھیک ہے۔ ایسے ہی ٹھیک ہے۔" اناگوس نے بدحواسی سے جواب دیا اور پھر وہ برق رفتاری سے قہوہ خانے سے نکل گیا۔ اناگوس کی سکوں کی تھیلی اور فرغوس کا نشان اب میری ملکیت تھے۔

لوگوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ وہ اناگوس کی بزدلی پر نفریں کر رہے تھے، پھر کسی نے کہا۔ "شاید اناگوس کو احساس ہو گیا تھا کہ وہ اس شخص سے نہیں جیت سکے گا اس لیے اس نے فرار مناسب خیال کیا۔"

"یہی بات ہے۔"

"مگر یہ ہے کون؟ کیا یہ بہت طاقتور ہے؟" لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ فرغوس اب بھی میرے سامنے موجود تھا۔ میں نے تھیلی کا منہ کھول کر قہوے کی قیمت ادا کی۔ اس میں فرغوس کے قہوے کی قیمت بھی شامل تھی۔

"اوہ۔ شکریہ۔" فرغوس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ پھر وہ سیدھا قہوہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ پھر ایک سنسان سی جگہ میں نے اسے آواز دی اور وہ رک گیا۔

"کیا بات ہے بہادر۔ تم میرے پیچھے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟"

"تم سے بات کرنی ہے۔"

"اوہ۔ کہو۔" فرغوس میرے کچھ اور قریب کھسک آیا۔

"سب سے پہلے اپنی یہ امانت قبول کرو۔" میں نے اس کے باپ کا نشان اسے واپس لوٹاتے ہوئے کہا۔ فرغوس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے بحالی آئی لیکن پھر وہ سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ کر اس کے باپ کی نشانی اس کے گلے میں ڈال دی۔

"تمھارا یہ احسان میری گردن پر ہے۔" فرغوس نے اپنے باپ کی نشانی کو چھوتے ہوئے کہا۔ "ورنہ جس نوجوان بیٹے نے اپنے باپ کا نشان کھو دیا ہو اس نے گویا اپنی ماں کو رسوا کر دیا۔"

"اناگوس ذلیل تھا کہ اس نے ایسی چیز تم سے طلب کی"

"میں قلاش ہوں۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔"

"اوہ۔ تب میرے دوست! اس تھیلی کے آدھے سکے تمہارے۔" میں نے تھیلی کا منہ کھول کر آدھے سکے علیحدہ کر دیے اور فرغوس چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔

"ارے۔ تم تو عجیب انسان ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تم میرے اوپر یہ احسانات کیوں کر رہے ہو؟"

"تمہیں دوست بنانے کے لیے!"

"تعجب ہے۔ لوگ تو جیتنے والوں کے دوست ہوتے ہیں۔ تمہاری پسند عجیب ہے۔"

"تم نے اپنے دوست کی شکست کا بدلہ لے لیا تھا۔"

"مگر وہ بدلہ بھی عجیب تھا۔ ہوا کیا تھا، میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"سمجھاؤں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ بتاؤ تو سہی۔ آخر وہ ڈھینگیا بھاگ کیوں گیا؟" فرغوس نے کہا۔ تب میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور فرغوس نے میرا مطلب سمجھ کر اپنا ہاتھ مصافحے کے انداز میں میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اس کا ہاتھ بھی کافی چوڑا اور مضبوط تھا لیکن دوسرے لمحے اس کی چیخ نکل گئی اور وہ دوہرا ہو گیا۔

میں نے مسکراتے ہوئے فرغوس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ سیدھا ہو کر دوسرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ دبانے لگا۔ "غالباً اب تمہاری سمجھ میں اناگوس کے فرار کی وجہ آگئی ہو گی؟"

"یقیناً ـــ لیکن دیوتاؤں کی پناہ! تیرا ہاتھ تو پتھر ملا معلوم ہوتا ہے!"

"میں نے اناگوس کو احساس دلایا کہ اس کا کیا حشر ہونے والا ہے اور اس نے ذہانت سے کام لیا۔"

"انوکھا دوست ہے۔" فرغوس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"تیری دوستی کے قابل ہوں یا نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ارے میں کیا ـــ اور میری حیثیت کیا۔ تو مجھے شرمندہ کر رہا ہے۔"

"چلو۔ پھر کسی دوسرے قہوہ خانے میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"تو رہتا کہاں ہے؟" فرغوس نے پوچھا۔

"سچ پوچھ تو تیرے وطن میں آوارہ گرد ہوں ـــ کوئی ٹھکانہ نہیں ہے میرا۔ بس سڑک سڑک مارا مارا پھرتا ہوں۔"

"اوہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" فرغوس اچھل پڑا۔

"کیوں؟" میں تعجب سے بولا۔

"میرا مطلب ہے میں بھی تنہا رہتا ہوں۔ تو میرے ساتھ آرام سے رہے گا۔ یوں بھی میرے دوستوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ میں ایک قلاش انسان ہوں۔ تیری دوستی مجھے عزیز ہے۔"

"تب پھر مجھے اپنے مکان پر لے چل، ہم وہیں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔" میں نے کہا اور فرغوس تیار ہو گیا۔ یوں میں فرغوس کے ساتھ چل پڑا۔ میرا چہرہ پوشیدہ تھا۔ خود فرغوس نے بھی میری پوری شکل نہیں دیکھی تھی اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ یہاں اس لباس کا رواج تھا۔ جو چاہتا اپنا چہرہ ڈھانپ سکتا تھا! اس لیے نہ تو فرغوس نے ابھی تک میری پوری شکل دیکھنے کی فرمائش کی تھی، نہ ہی دوسرے لوگ میری طرف متوجہ ہوئے تھے۔

تو ہم دونوں ایک چھوٹے سے مکان پر پہنچ گئے۔ فرغوس نے مکان کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اس نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا۔ میں بھی اندر داخل ہو گیا۔

معمولی سا مکان تھا، جس سے فرغوس کی زبوں حالی ٹپکتی تھی۔ بس یونہی سا آوارہ گرد تھا۔ شاید کوئی کام دھندا نہیں کرتا تھا۔ جسمانی طور پر شاندار تھا! اسی کے بل پر کھا پی لیتا ہو گا۔

مکان میں پڑے ہوئے اکلوتے بستر پر بیٹھ کر میں نے اس سے اس بارے میں سوال کیا۔

"تمہارا کام کیا ہے فرغوس؟"

"ایتھنز کے آوارہ گرد کی حیثیت سے مشہور ہوں۔ میں کچھ نہیں کرتا۔ بس اپنے بدن کے بل پر روزی حاصل کر لیتا ہوں، لیکن میرے دوست! اگر مجھے میرا نشان واپس نہ ملتا تو میری زندگی میں بہت سی پریشانیاں داخل ہو جاتیں۔"

"کیوں؟"

"یہ غیرت کا نشان ہے۔ جس کے پاس نہ ہو، سمجھ لو، اس کے لیے بہت بڑی گالی ہے، کہ وہ کیا حیثیت رکھتا ہے جو اپنے باپ کی نشاندہی بھی نہ کر سکے۔"

"اوہ!"

"مجھے اپنے بارے میں تفصیل نہیں بتاؤ گے دوست؟ اور کیسی انوکھی بات ہے کہ میں نے تمہاری شکل بھی نہیں دیکھی، ہاں تمہارے پنجے کی بے پناہ قوت کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا ہے۔"

"میں تمہیں اپنی شکل دکھا دوں گا فرغوس! لیکن اس سے قبل تم مجھے یقین دلاؤ گے کہ تم میرے مخلص دوست ہو۔" میں نے کہا اور فرغوس مجھے دیکھنے لگا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"ہاں۔ میں تمہارا مخلص دوست ہوں۔ مصلحت کے

وہ لوگ دیوتاؤں کے خوف کو فراموش کر دیتے ہیں اور ان کی جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں لیکن اپنی مُردہ ماں کے لیے اپنے باپ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں تمھارے ساتھ مخلص رہوں گا۔"

میں کئی منٹ تک اس قسم پر غور کرتا رہا۔ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن جب سمجھ میں آئی تو اندازہ ہوا کہ بہت بڑی قسم ہے، چنانچہ میں مطمئن ہو گیا۔

"میرا نام میکارا ہے دوست!"

"میکارا۔ خوب!" فرغوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے اپنی شکل چھپانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

میں نے اپنا اوپری لبادہ اُتار دیا اور فرغوس تعجب سے میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس کے چہرے پر تحسین کے آثار اُبھر آئے۔

"انتہائی حیرت انگیز۔۔۔ تم نے اپنا حلیہ بوڑھوں کا سا بنا رکھا تھا۔ میں ابھی تک تمھیں ادھیڑ عمر کا کوئی طاقتور انسان سمجھتا رہا تھا لیکن۔۔۔ لیکن تم تو سو جوانوں کے ایک جوان ہو جیالے۔ تم۔۔۔ تم تو بے پناہ حسین ہو۔ مردانہ حسن کا ایسا شاہکار کب کس نے دیکھا ہوگا۔ کیسے انوکھے ہو تم۔ ارے کیسے عجیب لگتے ہو۔ تمھارا بدن تو سونے کی طرح چمک رہا ہے۔ تم یونان کے کونسے خطّے کے باشندے ہو میکارا؟" اس نے بے شمار سوالات ایک ساتھ کر ڈالے۔

"بس یوں سمجھو میں تمھاری زمین پر اجنبی ہوں۔"

"گویا کہیں اور سے آئے ہو؟"

"ہاں!"

"کہاں سے؟" فرغوس نے پوچھا۔

"بس یوں سمجھ لو میرے دوست، خشکی سے میرا تعلق نہیں ہے، سمندری مخلوق ہوں۔"

"ایں؟" فرغوس حیران رہ گیا۔

"ہاں۔ میں سمندر سے آیا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا۔ دیوتاؤں کی قسم! میں تمھیں نہیں سمجھ سکتا۔ میں نے اس سے قبل سمندر کے کسی انسان کو کبھی نہیں دیکھا، اس کے بارے میں کبھی نہیں سنا لیکن جو کچھ تم کہتے ہو سچ کہتے ہوگے۔ تمھیں جھوٹ بولنے کی کیا پڑی ہے!"

"بہرحال میں تمھارا دوست ہوں۔ ایتھنز کی زمین پر جب قدم رکھا تو سب سے پہلے کچھ درخت اور ایک مکان نظر آیا۔۔۔ اور یہ مکان بوڑھے اور اندھے سلانوس کا تھا۔"

"اوہ! سلانوس! یونان کا مشہور ستارہ داں؟"

"ہاں۔ میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔"

"بڑا حیرت انگیز انسان ہے۔ میں نے صرف ایک بار اس سے ملاقات کی تھی۔"

"میں اسی حیرت انگیز انسان کے ساتھ رہا تھا لیکن وہ بے چارہ میری وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔"

"کیوں۔۔۔ کیوں؟" فرغوس نے تعجب سے کہا۔

"لمبی کہانی ہے۔۔۔ سناؤں گا۔ بس یوں سمجھ لو، میری وجہ سے تم بھی مصیبت میں پڑ سکتے ہو!"

"اوہ۔ کا[illegible]ے دوست کی وجہ سے مجھ پر کوئی مصیبت آئے۔ کم از کم [illegible] میری دوستی کا ثبوت تو مل جائے گا۔" فرغوس نے بڑے خلوص سے کہا اور بہرحال اس کے خلوص نے مجھے متاثر کیا۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ اسے اپنے بارے میں بتا دینے میں کوئی حرج نہیں تھا کم از کم اس حد تک جس کی ضرورت تھی، چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"میرے دوست! تمھاری پُرخلوص خواہش نے مجھے متاثر کیا ہے۔ میں اپنے بارے میں تمھیں تفصیل بتاؤں گا۔ یوں سمجھ لو، دنیا گرد ہوں۔ نہ جانے کہاں کہاں گھوما ہوں۔ سمندری راستے سے تمھارے وطن میں آگیا۔ یہاں میں نے سلانوس کے ساتھ قیام کیا اور اسی حیرت انگیز انسان کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا کہ ایک دن سمندر میں تمھاری ملکہ شیبازیہ سے ملاقات ہو گئی۔ میری خودسری اسے پسند نہیں آئی۔ اس کے ساتھی میرے اوپر قابو نہیں پا سکے اور میں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

تب سے، شیبازیہ کے سپاہی مجھے تلاش کر رہے تھے۔ بالآخر وہ سلانوس تک پہنچ گئے۔ میں تو ان کے ہاتھ نہیں لگا لیکن وہ سلانوس اور اس کی دونوں بھتیجیوں کو گرفتار کر کے لے گئے ہیں اور میں یہاں چلا آیا ہوں۔"

"اوہ! خونخوار ملکہ شیبازیہ تمھارے پیچھے پڑ گئی ہے؟" فرغوس نے کسی قدر خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں!"

"وہ تمھاری دشمن بن گئی ہے؟"

"ہاں!" میں نے فرغوس کے خوف سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

"دیوتا رحم کریں۔" فرغوس نے آہستہ سے کہا۔

"فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں فرغوس! میں تم سے صرف چند مشورے لوں گا اور اس کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا"

"اوہ، نہیں میرے دوست! دیوتاؤں کی قسم!

اپنی زندگی کا خوف نہیں ہے۔ میں تو صرف تمھارے انجام کے
بارے میں سوچ رہا تھا۔ تم کیسے خوش نصیب ہو کہ وہ تمھاری
دشمن ہے اور تم آزاد ہو۔"

"کیا وہ بہت خوفناک ہے؟"

"اتنی خوفناک کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس کی ذات
سے لاتعداد افسانے وابستہ ہیں۔ ایک بار اس نے چھ نوجوانوں کی
آنکھیں صرف اس لیے نکلوالی تھیں کہ ان کی آنکھوں میں اسے دیکھ کر
پسندیدگی کے جذبات نہیں پیدا ہوئے تھے۔"

"بہت خوب! کیا شاہ ماراقھون اس کی حرکتوں
سے ناواقف ہے؟"

"نہیں۔ وہ جانتا ہے۔"

"پھر وہ اسے مظالم سے نہیں روکتا؟"

"اسے ان باتوں کی طرف توجہ دینے کی فرصت کہاں
ہے۔ وہ خود کونسا کم ہے۔"

"اوہو ۔۔۔ لیکن رعایا اس کے مظالم سہہ لیتی ہے؟"

"ماراقھون کے خلاف آج تک کوئی بغاوت نہیں
ہوئی۔ صرف سرپھروں کے ایک گروہ نے کسی بات سے مشتعل
ہو کر ایک جگہ اجتماع کیا تھا اور پھر انھوں نے طے کیا کہ وہ ماراقھون
کے پاس جا کر اس سے کہیں گے کہ وہ رعایا کو تحفظ دے۔
انھوں نے اپنا نمائندہ ماراقھون کے دربار میں بھیجا اور ماراقھون
نے بڑی فراخدلی سے کہا کہ پورا گروہ اس کے سامنے پیش ہو کر
اپنی تکالیف بیان کرے۔ چنانچہ گروہ کا ایک ایک فرد دربار پہنچ
گیا۔ ماراقھون نے بڑے سکون سے ان کی شکایات سنیں ۔۔۔
اور پھر بولا۔

"تو میرے دوستو! تم کیا چاہتے ہو؟"

"بس ہماری خواہش ہے ماراقھون! کہ تو ان لوگوں
کو مظالم سے روک!"

"اور اگر میں اس میں ناکام رہوں تو ۔۔۔؟"

"ماراقھون ۔۔۔ اگر تو ان مظالم کو روکنے میں ناکام رہا تو ہم
تیرے اوپر اعتماد نہیں کریں گے۔ تو شہنشاہ ہے اور تیرا فرض ہے کہ تو رعایا
کی تکلیفیں دور کرے۔" گروہ کے بوڑھے سر نے کہا۔

"تم سب کی یہی رائے ہے؟" ماراقھون نے دوسروں سے پوچھا۔

"ہاں ۔۔۔" سب نے جواب دیا۔

"میں نے تسلیم کیا۔ بیشک شہنشاہ ہونے کی حیثیت سے میرا
فرض ہے کہ میں تم لوگوں کی تکالیف دور کروں ۔۔۔ لیکن میرے پیارے
بچو ۔۔۔ میرے ذہن میں تمھاری تکالیف دور کرنے کی صرف ایک
ترکیب آئی ہے اور اس پر میں عمل کروں گا۔ بیشک تم میری ذات پر
بھروسہ کرو۔ تم میں سے ایک ایک مطمئن ہو جائے گا۔ تمہیں کوئی تکلیف
نہیں رہے گی۔"

اس نے ہاتھ بلند کر دیا ۔۔۔ دربار کی پوشیدہ جگہوں پر تیرانداز
شاید پہلے سے بٹھا دیئے گئے تھے۔ ماراقھون کا ہاتھ بلند ہوتے ہی
چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہوئی اور بے شمار لوگ لقمۂ اجل بن گئے۔
تب ماراقھون نے ان کے لئے دعا کرنے کو کہا۔ وہ بولا۔ "درباریو!
ان سب کے لئے دعا کرو ۔۔۔ آسمان پر بھی انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ مجھے
اپنے لوگوں کو تکلیف میں دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اب انہیں
ساری تکالیف سے نجات مل گئی ہے ۔۔۔" اور خوفزدہ درباریوں نے
بڑے زور شور سے اس کی تائید کی کیونکہ تیرانداز بدستور اپنی جگہ موجود تھے۔

"تو یہ ہے ماراقھون، میکارا ۔۔۔ سو ایسا شخص اپنی
بیویوں کے ان چھوٹے چھوٹے مظالم پر کیا توجہ دے گا۔"

"ہوں ۔۔۔" میں نے گہری سانس لی۔ میری نگاہیں فرغوس
پر جمی ہوئی تھیں۔ "کیا ماراقھون کی دوسری بیویاں بھی ایسی ہی ہیں یا صرف
شیپازیہ ۔۔۔؟"

"اس کی دوسری بیویوں کے بارے میں زیادہ نہیں سنا۔ صرف
شیپازیہ ہی کے کارنامے سننے میں آتے رہتے ہیں۔" فرغوس نے [illegible]
"بہرحال فرغوس ۔۔۔ میں ساری باتیں تجھے بتا چکا ہوں۔
اب تو سوچ لے۔"

"میں کیا سوچ لوں میکارا؟"

"یہی کہ اگر میں تیرے پاس رہا تو میری مدد کرنے کے سلسلے میں
تجھے بھی شیپازیہ کے عتاب کا شکار ہونا پڑے گا۔"

"میکارا ۔۔۔ میں بتا چکا ہوں کہ بلاشبہ شیپازیہ کے دشمن کو
پناہ دینا موت کو گلے لگالینا ہے لیکن میرے دوست ۔۔۔ دوستوں کے
لئے موت اپنائی جا سکتی ہے۔ تو بے فکر رہ۔ میں تیرا بزدل دوست نہیں ہوں۔"

"اوہ ۔۔۔ اگر یہ بات ہے فرغوس ۔۔۔ تو ٹھیک ہے۔ تو بھی
بے فکر رہ۔ شیپازیہ تیرا بال بیکا نہ کر سکے گی۔ یہ تیرے دوست میکارا کا وعدہ
ہے۔" میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"فرغوس کو اس کی پرواہ نہیں ہے۔"

یوں ہم دونوں گفتگو کرتے رہے۔ اور رات ہو گئی۔ تب
فرغوس نے اپنی جیب کے آدھے سکے تھپتھپاتے ہوئے کہا "میکارا!
کیا تجھے رقص و نغمہ سے دلچسپی نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب شاید تو نے ایتھز کی بھتورا کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔"

"بھتورا ۔۔۔؟"

"ہاں، حسن کی ملکہ ۔۔۔ رقص کی دیوی ۔۔۔ آواز کی دیوی۔ جس کے پرستاروں کی تعداد کہکشاں کی مانند ہے۔ کیا تو اس کے نغمے سے محظوظ نہ ہوگا جبکہ ہمارے پاس کافی سکے ہیں۔"

"جیسا تو مناسب سمجھے فرغوس ۔۔۔ میں کیا کہوں۔"

"تو پھر چلتے ہیں میکارا ۔۔۔ لوگ زندگی بیچ کر اس کے حضور آنا پسند کرتے ہیں، ہم اگر یہ سکے اس کی نذر کردیں گے تو کوئی بڑا کارنامہ نہ ہوگا۔ آ ۔۔۔ کل کی کل دیکھی جائے گی۔"

سو میں تیار ہوگیا۔ لیکن طے یہی کیا گیا کہ میں دوسروں کی نگاہوں سے چھپ کر ہی رہوں۔ اور اس کے لئے میرا وہ لباس درست تھا جو میرے چہرے کو چھپائے رکھتا تھا۔ میں نے لباس درست کیا اور پھر فرغوس کے ساتھ چل پڑا۔ ایتھنز کے حسین گلی کوچوں سے گزر کر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں چاروں طرف سے موسیقی کی آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ یہ گانے والیوں کی رہائش گاہیں تھیں۔ اور ان میں سب سے حسین رہائش گاہ تھیورا کی تھی۔ بلاشبہ یہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ ہم بھی اس ہجوم میں شامل ہوگئے۔ اور آگے بڑھنے لگے۔ مجھے اس طرح کے گانے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن میرا دوست فرغوس تھیورا کی آواز پر بری طرح عاشق تھا۔ اسی کی وجہ سے میں بھی بالآخر اس عظیم الشان ہال میں پہنچ گیا جہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔

درمیان میں ایک دائرے کی شکل میں جگہ چھوڑ دی گئی تھی جہاں شاید تھیورا رقص کرنے والی تھی۔ اس کے مشتاق طرح طرح کی آوازیں لگا رہے تھے۔ ایک طرف سازندے ساز لئے بیٹھے ان کے تار درست کر رہے تھے۔ پھر دروازے بند کر دیئے گئے اور بہت سے مشتاق ناکام رہ گئے۔ بہرحال وہ واپس چلے گئے تھے۔

تب سازندوں نے ساز چھیڑے۔ میری نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں۔ بڑے بڑے شاندار لوگ تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ تھیورا واقعی کوئی حیثیت رکھتی ہے۔

سازندوں کے ساز کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور پھر تھیورا ایک حسین لباس میں نمودار ہوگئی۔

لوگوں کے دلوں کی جو حالت ہوئی ہو پروفیسر ۔۔۔ لیکن میں تو دیوانہ نہیں ہوسکتا۔ میری آنکھوں نے تو صدیوں میں نہ جانے کیا کیا دیکھا تھا۔ بلاشبہ تھیورا کا حسن ذہنوں پر چھا جانے والا تھا۔ اس کی آواز میں جادو تھا۔ اس کے بدن میں بلا کا لوچ تھا۔ لوگ آہ واہ کر رہے تھے لیکن میں خاموش بیٹھا تھا۔ ہاں اسے دیکھ کر میں نے سوچا تھا کہ اگر کچھ لمحات اس کے ساتھ گزر جائیں تو ۔۔۔۔۔۔

فرغوس بڑی محویت کے عالم میں اس کا رقص دیکھ رہا تھا اور پھر کافی دیر تک رقص کرنے کے بعد تھیورا بیٹھ گئی۔ "اب وہ چند ساعت آرام کرے گی اور پھر دوسرا اور آخری رقص پیش کرے گی۔" فرغوس نے کہا۔

"ہوں، فرغوس ۔۔۔ کیا یہ صرف آواز فروخت کرتی ہے؟"

"نہیں میرے دوست ۔۔۔ اگر جیب میں دولت ہو تو اس کا قرب بھی مل جاتا ہے۔"

"اوہ ۔۔۔ کیا دولتمندوں کی کمی ہے تمہارے وطن میں؟"

"نہیں ۔۔۔ دولت کے ساتھ ساتھ تھیورا کی اپنی پسند بھی ہے۔" فرغوس کے لہجے میں بڑی حسرت تھی، اور میں نے چونک کر اپنے دوست کی شکل دیکھی۔ ظاہر ہے حسین عورت کے طلبگاروں میں اگر فرغوس بھی شامل ہو تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی خواہش کو اپنے دوست کے لئے وقف کردیا۔

"اگر وہ تمہیں پسند کرلے فرغوس تو ۔۔۔؟"

"ممکن نہیں ہے۔"

"تم کبھی اس کے سامنے گئے؟"

"جرأت ہی نہیں کی۔"

"اگر میرے اور تمہارے دونوں کے سکے مل جائیں تو کیا تھیورا انہیں قبول کرے گی؟"

"بشرطیکہ خود اس کی بھی خواہش ہو۔"

"تو کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔"

"لیکن کیا تم ۔۔۔ کیا تم ۔۔۔ مجھے اپنے باقی سکے بھی دے دو گے؟"

"کمال ہے ۔۔۔ ارے میری جان! اب تمہارے سامنے ان سکوں کی کوئی اہمیت ہے؟" میں نے کہا۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ لیکن میرے دوست! کیا تم میرے لئے اس سے گفتگو کر سکو گے؟" فرغوس نے ممنونیت سے پوچھا۔

"کیوں نہیں ۔۔۔ میں تمہارے لئے اس سے بات کروں گا۔"

"آہ۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھول سکوں گا۔" اور پھر فرغوس بے چینی سے رقص کے وقت کے اختتام کا انتظار کرنے لگا۔ تھیورا نے صرف دو رقص پیش کئے پھر وہ گاتی رہی اور دوسری لڑکیاں رقص کرنے لگیں۔ رات آدھی گزری تھی کہ رقص کے اختتام کا اعلان کیا گیا اور لوگ باہر نکلنے لگے۔ فرغوس ایک کونے میں کھڑا لوگوں کو جاتے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ ہال میں صرف ہم دونوں رہ گئے۔ ظاہر بات ہے کہ وہاں موجود لوگوں کو ہماری طرف متوجہ ہونا ہی تھا۔ تھیورا کی ادھیڑ عمر ماں نے ہماری طرف دیکھا۔ میں نے اپنا چہرہ کچھ اور ڈھک لیا تھا۔

"اب تم جا سکتے ہو۔" وہ ہمارے قریب آکر بولی۔

"میرا دوست، میرا ساتھی تھیورا سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔"
"شکل و صورت سے بھی تم متمول لوگ نہیں معلوم ہوتے۔"
"میرا دوست بھیورا کو چاہتا ہے۔"
"کتنے ہی ایں جو اسے چاہتے ہیں۔" عورت نے جواب دیا۔
"پرانی عورت ــــ تم بھیورا سے کہو کہ وہ میرے ساتھی سے گفتگو کرے۔" میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔
"تمہارے پاس کتنی دولت ہے؟" عورت نے تمسخرانہ انداز میں کہا
"یہ دیکھو۔" میں نے اپنے سکے نکال کر اس کے سامنے کر دیئے۔
"اور یہ بھی ہیں۔" فرغوس نے اپنے سکے نکال کر سامنے کر دیئے۔
"بس ــــ" عورت بولی۔ "اتنے تھوڑے سکے تو بھیورا روزانہ اپنے ہاتھ سے ضرورت مندوں کو دے دیتی ہے۔"
"کیا بات ہے؟" بھیورا نے وہیں سے پوچھا۔
"یہ تمہارا طلبگار ہے بھیورا۔" عورت نے بھیورا کی طرف رخ کر کے کہا۔
"اور تم اس سے سکوں کی بات کر رہی ہو ــــ کیوں؟" بھیورا نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"نہیں ــــ میں تو انہیں ان کی حیثیت کا احساس دلا رہی تھی بھیورا۔" عورت نے خوشامدی لہجے میں کہا۔ بھیورا آہستہ آہستہ آگے بڑھ آئی ــــ اور پھر وہ ہم دونوں کے سامنے پہنچ گئی۔ اس نے غور سے ہم دونوں کو دیکھا۔
"تم اس کے باپ ہو پرانے آدمی؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔
"نہیں ــــ اس کا دوست۔" میں نے جواب دیا۔
"عجیب دوستی ہے ــــ تم عمر رسیدہ ہو اور وہ نوجوان۔ کیا نام ہے تمہارا نوجوان ــــ؟"
"فرغوس۔" فرغوس نے جواب دیا۔
"کیا تم پہلے بھی یہاں آتے رہے ہو؟"
"صرف چند بار ــــ کیوں؟" "ہیں ــــ میں تمہارے حضور آنے کی نہ تو ہمت رکھتا تھا، نہ استطاعت۔"
"اوہ۔ لیکن ہم یہاں کیوں کھڑے ہیں ــــ سنو! بوڑھی ماں کے آرام کا بندوبست کرو۔ یہ دونوں آج رات ہمارے مہمان ہیں۔"
اس کی تقدیر ایک دم کھل گئی۔ بھیورا اس پر مہربان ہو گئی تھی۔ اس نے بات دوسری لڑکیوں کی طرف اشارہ کر کے کہی تھی۔
"آیئے محترم بزرگ ــــ!" ایک شریر سی لڑکی مسکراتی ہوئی ... البتہ بوڑھی عورت کی شکل بگڑ گئی تھی۔
میں نے فرغوس کی طرف دیکھا جس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔
"اوہ، تم جاؤ بزرگ ــــ اسے کوئی تکلیف نہ ہو گی۔" اس نے جلدی سے کہا۔
"شکریہ بھیورا ــــ" میں نے کہا اور پھر میں لڑکی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ لیکن بوڑھی عورت تیر کی طرح میرے پاس پہنچی اور میرا بازو پکڑتے ہوئے بولی۔ "لیکن تم نے ــــ وہ سکے کیوں واپس رکھ لئے؟"
"اوہ۔" مجھے ہنسی آنے لگی۔ "ہاں ــــ کیا تم انہیں قبول کرنے پر تیار ہو؟"
"کیوں نہیں ــــ لاؤ وہ مجھے دے دو۔"
"ٹھہرو ــــ میں اپنے ساتھی کے سکے بھی ان میں شامل کر دوں۔" میں فرغوس کی طرف مڑا جس کی پشت اب میری طرف تھی اور وہ خاصا دور نکل گیا تھا۔
"ارے ارے ــــ رکو تو سہی۔" عورت نے مجھے روک لیا
"بس۔ اب اسے پریشان نہ کرو ــــ میں ــــ میں خود اس سے سکے لے لوں گی۔"
"اچھا ــــ جیسی تمہاری مرضی لالچی عورت۔" میں نے کہا اور اپنے سکے اسے دے دیئے۔
"ٹھیک ہے بازبیلا ــــ انہیں تکلیف نہ ہو۔ تم ان سے ان کی ضروریات پوچھ لینا۔"
"یہ تو ضروریات کی عمر سے کہیں آگے بڑھ چکے ہیں ماما۔" بازبیلا نے آہستہ سے کہا۔ اور میرے آگے آگے چل پڑی۔ میں خاموشی سے اس کمرے میں داخل ہو گیا جس کی طرف لڑکی نے اشارہ کیا تھا۔
"ہاں اب کہو ــــ تمہیں کس شے کی ضرورت ہے۔" شریر لڑکی نے پوچھا۔
"تمہارا نام بازبیلا ہے؟"
"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔
"تو بازبیلا ــــ تم سے اگر میں تمہاری خواہش کروں تو؟"
"تو میں تم سے صرف یہ کہوں گی کہ اپنی عمر کا تو خیال کرو۔"
"اس کے باوجود اگر میں ــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تمہارا بڑھاپا بھی بگڑا ہوا ہے۔ ہیں کیا [illegible]" بازبیلا ناک بھوں چڑھا کر بولی۔
"تمہیں ہدایت کی گئی ہے کہ میری ہر خواہش کی تکمیل کی جائے۔"
"اور اگر میں نے نہ کی تو گویا قتل کر دی جاؤں گی۔ کیوں؟" بازبیلا کمر پر ہاتھ رکھ کر بولی۔
"میں نہیں جانتا۔"
"شرافت سے بستر پر بیٹھو اور سو جاؤ بڑے میاں ــــ پوری زندگی گلچھرے اڑائے ہوں گے اب آخری عمر میں تو سکون کی زندگی بسر کرو ــــ میں جا رہی ہوں۔"
"اوہ، نہیں لڑکی ــــ اب میں اتنا بوڑھا بھی نہیں ہوں۔

تم کچھ دیر بیٹھو تو سہی۔"

"رات ہوگئی ہے، سوؤں گی اب۔" لڑکی جھلا کر بولی۔

"تمہاری مرضی۔ اچھا میرا لباس اتارنے میں تو میری مدد کرو۔"

"اونہہ ۔۔۔ یہاں آنے کو کس نے کہا تھا۔ ان بوالہوس بوڑھوں سے تو بس زندگی اجیرن ہوگئی ہے۔" بازبیلا نے اکتائے ہوئے انداز میں پشت سے میرا لباس اتارنا شروع کر دیا۔

"تم نے میری بڑی توہین کی ہے ۔۔۔ درحقیقت تم نے میری سخت توہین کی ہے۔ اگر میں چاہوں تو تمہاری شکایت بھی کرسکتا ہوں لیکن خیر ۔۔۔ میں تمہارے اوپر مہربانی کروں گا۔"

اس نے میرا لباس اتار دیا تو میں پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔

"شکایت بھی کرسکتا ہوں۔" وہ منہ ٹیڑھا کرکے بولی۔ اور پھر اس نے میرے اوپر نگاہ ڈالی۔ پھر وہ اتنی زور سے اچھلی جیسے سانپ نے کاٹ لیا ہو۔ "ارے ۔۔۔ ارے ۔۔۔ ارے ۔۔۔!" اس کے منہ سے تین بار نکلا۔

"کیوں ۔۔۔ کیا میں شکایت نہیں کرسکتا؟" میں نے اسے دیکھا۔

لیکن بازبیلا کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ وہ تو ششدر نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔" میں بستر کی طرف بڑھ گیا ۔۔۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔ میں بستر پر لیٹ گیا ۔۔۔ اور پھر میں نے کروٹ بدل لی۔ "روشنیاں گل کردو ۔۔۔ میں روشنی میں نہیں سوسکتا۔" میں نے کہا۔

لیکن جواب ندارد۔

"بازبیلا ۔۔۔!" میں نے پھر اس کی طرف کروٹ بدلی۔ وہ اپنی جگہ کھڑی تھی۔ "اب کیا سوچ رہی ہو؟"

"میں ۔۔۔ میں تمہارے پاس آجاؤں؟" اس نے نہ جانے کس طرح کہا۔

"کیوں؟ اب کیا بات ہے؟"

"آجاؤں؟" اس نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

"آجاؤ ۔۔۔ مگر بات کیا ہے؟"

وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آگئی ۔۔۔ وہ اب بھی مجھے حیرت خیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم وہ نہیں ہو ۔۔۔ جو میں سمجھ رہی تھی۔"

"کیا سمجھ رہی تھیں تم؟"

"مگر تم نے بوڑھے آدمیوں کا سا لباس کیوں پہن رکھا تھا؟"

"میری مرضی۔"

"کیا تم مجھے معاف نہیں کروگے؟" وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی۔

"کیا اب میں بوڑھا نہیں ہوں؟"

"مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ تم تو چاند کی طرح حسین ہو، دیوتاؤں کی قسم ۔۔۔ تم تو آسمان سے اترے ہوئے دیوتاؤں کی طرح حسین ہو۔ آہ ۔۔۔ تمہارا بدن کیسا سونے کی طرح چمک رہا ہے۔"

"بس اب جاؤ لڑکی! تم مجھے بیوقوف بنانے پر تلی ہوئی ہو۔"

"بس ایک بار مجھے معاف کردو ۔۔۔ مجھے اپنے قریب رہنے دو۔ میں تمہاری بڑی شکرگزار ہوں گی۔" وہ خوشامدانہ انداز میں بولی۔ اور میں نے مسکراتے ہوئے اسے خود پر کھینچ لیا۔ بازبیلا پر تو ایسا سحر طاری ہوا تھا کہ وہ دیوانی ہوگئی تھی۔

اور پھر بہرحال میں بھی کمزور تھا۔ عورت کی طویل دوری نے مجھے نخرے کرنے کا موقع نہ دیا۔ میں نے اسے دل سے معاف کر دیا۔ اور بازبیلا نے شاید ہی اپنی زندگی میں ایسی رات گزاری ہو۔

دوسری صبح اس کا رنگ اترا ہوا تھا ۔۔۔

"آہ۔ کاش سورج ہمیشہ کے لئے دلدل میں ڈوب جاتا۔ کاش صبح کبھی نہ ہوتی میرے محبوب ۔۔۔ اور میں تمہاری بانہوں میں زندہ رہتی یا اگر سورج نکلتا تو اس وقت، جب میں زندگی کی آخری سانس لے رہی ہوتی ۔۔۔ آخری سانس۔" بازبیلا پر بھی جنون سوار ہوگیا۔

"اٹھو بازبیلا ۔۔۔ سورج نکل آیا ہے۔" میں نے کسی قدر بیزاری سے کہا۔

"اور اب تم واپس چلے جاؤ گے؟"

"ہاں۔"

"لیکن رات کو آؤ گے؟" وہ بیقراری سے بولی۔

"کیا کہا جاسکتا ہے، رات کہاں بسر ہو۔" میں نے گہرا سانس لے کر کہا۔

"ایسا نہ کہو میری زندگی۔ سن لو ۔۔۔ اب میری زندگی کی ہر رات تمہارے انتظار میں بسر ہوگی۔ جب تک زندہ رہوں گی، تمہیں یاد کرتی رہوں گی۔ بس تمہیں یاد کرتی رہوں گی ۔۔۔" اس کی آنکھ سے آنسو چھلک آئے۔

اسی وقت باہر سے عورت کی آواز سنائی دی۔ "باز، بازبیلا ۔۔۔ کہاں مرگئی؟"

"جاؤ ۔۔۔ وہ بلا رہی ہے۔"

"جا رہی ہوں ۔۔۔ لیکن اتنا یاد رکھنا ۔۔۔ اب تمہارے بغیر جینا ممکن نہیں ہے۔ تمہارے بغیر ۔۔۔۔۔"

"ارے باہر نکلو گی یا نہیں ۔۔۔" عورت کی آواز پھر دی اور بازبیلا مجھے دیکھتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

اور پھر میں بھی دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

"واہ بڑے میاں —— تم لوگوں نے تو چالاکی کی حد کر دی۔ جاؤ اپنے ساتھی کو لیکر یہاں سے چلے جاؤ۔ اور پھر یہاں آنے کی کوشش مت کرنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔" عورت نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہے میرا ساتھی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دوسرے کمرے میں۔ وہ تو یہاں سے جانے کا ارادہ ہی نہیں رکھتا۔"

"مجھے اس کمرے میں لے چلو۔ میں اسے لے جاؤں گا۔"

"اور پھر کبھی یہاں نہیں آؤ گے۔"

"اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"ارے تم خود سوچو —— یہ جگہ تم جیسے قلاش لوگوں کے لئے نہیں ہے۔"

"مگر میں نے تمہیں ——"

"لعنت ہے تمہارے اِن سکوں پر —— لوگ یہاں خزانوں کے مُنہ کھول کر آتے ہیں —— اور تم ان چار سکوں کو دولت سمجھ رہے ہو۔" بوڑھی پاؤں پٹختے ہوئے بولی۔ اور میں ہنسنے لگا۔

اسی وقت ایک کمرے سے تھیورا نکل آئی۔ مجھے اور عورت کو دیکھ کر وہ رک گئی۔ بوڑھی عورت بھی ایکدم سنبھل گئی تھی۔

"دوسرا مہمان کہاں ہے؟" تھیورا نے عورت سے پوچھا۔

"کمرے میں ہے —— دوسرے کمرے میں ہے۔"

"تم بھی آؤ بزرگ —— صبح کا ناشتہ ہمارے ساتھ ہی کرو۔"

"ہاں۔ ہاں۔ کیا حرج ہے —— مہمان بغیر ناشتے کے تو نہیں جا سکتے۔"

"عجیب بات ہے خاتون —— ابھی تو آپ ہم سے فوراً نکل جانے کو کہہ رہی تھیں ——" میں نے اس دلچسپ موقع سے پوری پوری تفریح حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

"ارے ٹھیک ہے۔ وہ تو —— وہ تو ہماری آپس کی بات تھی۔" عورت نے زبردستی ہنستے ہوئے کہا۔

"اور وہ سکے —— جو آپ نے رات کو مجھ سے لئے تھے۔"

"مذاق میں لئے تھے۔ بھلا اتنے سے سکوں کی ہماری نگاہوں میں کیا حیثیت ہو گی۔" عورت جلدی سے بولی۔

"تو براہ کرم اب وہ مذاق ختم کر دو —— میرے سکے واپس دو۔" میں نے کہا۔ اور عورت نے جلدی سے میرے سارے سکے میرے حوالے کر دیئے۔ تھیورا خاموش کھڑی سنجیدہ نظروں سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

عورت اس کے سامنے رک نہ سکی اور ایک طرف چل دی۔

"آئیے محترم ——!" تھیورا نے مجھ سے کہا۔ اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

فرغوس اس کمرے میں موجود تھا جس میں ہم دونوں داخل ہوئے۔

"اوہ' میکارا —— میرے دوست! میرے پیارے ساتھی! میں نہیں جانتا تمہاری رات کیسی گزری۔ البتہ میں تو تھیورا کی آغوش میں یہ رات گزار کر اب زندگی کی ساری دلچسپیاں ہی کھو بیٹھا ہوں۔ میرے دل میں اب جینے کی کوئی آرزو نہیں ہے۔"

"آپ اپنے اس احمق دوست کو سمجھائیے بزرگ۔ زندگی بہت قیمتی شے ہے اسے یوں برباد کرنا اچھا نہیں ہو گا۔"

"بزرگ۔ ارے بھئی میکارا —— تم بزرگ کب سے ہو گئے؟" فرغوس ہنستے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب؟" تھیورا نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ' پیاری تھیورا —— شاید تم میکارا کے لباس کی وجہ سے اسے بوڑھا سمجھ رہی ہو۔"

"تو کیا —— تمہارا دوست معمّر نہیں ہے؟" تھیورا نے تعجب سے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔"

"لیکن اس نے تو معمّر لوگوں کا لباس پہن رکھا ہے۔"

"یہ اس کا شوق ہے۔"

"انوکھا شوق ہے۔ لوگ جوان بننے کی کوششوں میں سرگرداں رہتے ہیں اور اسے بوڑھا بننے کا شوق ہے۔ تو کیا اے نوجوان بوڑھے تم مجھے اپنی شکل بھی نہیں دکھاؤ گے۔"

"کیوں نہیں —— کیوں نہیں۔" میرے بجائے فرغوس جلدی سے بول پڑا۔ "میکارا —— براہِ کرم تھیورا کے سامنے چہرہ کھول دو۔ یہ بہت پُر خلوص لڑکی ہے۔ تم ——"

اور میں نے ایک گہری سانس لیکر اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔ تھیورا نے مجھے دیکھا —— اور دیکھتی رہ گئی —— ایسا لگتا تھا جیسے اس پر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ اور کافی دیر تک اس کے بدن میں جنبش نہ ہوئی۔ تب فرغوس نے ہی مداخلت کی۔

"ہے نا حیرت انگیز میرا دوست؟"

"ہاں۔" تھیورا نے ٹھنڈی سانس لی۔

"بس —— نہ جانے کیوں اسے بوڑھا بننے کا خبط ہے۔" فرغوس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"میکارا ——" میں نے جواب دیا۔

"کیسے انوکھے ہو تم میکارا —— تم نے خود کو چھپا کیوں رکھا ہے —— میں سمجھی —— شاید یونان کی لڑکیاں تمہیں سکون نہ لینے دیتی ہوں گی۔ اور کیسے سکون لینے دیں —— تمہیں دیکھ کر خود ان کا سکون جو غارت ہو جاتا ہو گا۔" تھیورا اداس لہجے میں بولی۔

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔
"پھر کب آؤ گے فرغوس" تھیورا نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔
"آہ تھیورا ۔۔۔ اپنی خوش بختی پر جس قدر ناز کروں کم ہے۔ تمہارے در پر آنے کی آرزو کون نہیں رکھتا۔ میری روح! میں تو یہاں سے جانا ہی نہیں چاہتا لیکن مجبوری ۔۔۔ جب تم حکم کرو۔"
"رات کو آنا فرغوس ۔۔۔ میں انتظار کروں گی۔"
"میں ضرور آؤں گا میری روح" فرغوس بے قابو ہو رہا تھا۔
"تم بھی آؤ گے میکارا؟"
"میکارا کیوں نہ آئے گا۔ وہ میرا دوست ہے۔" میرے بجائے فرغوس بول پڑا۔
"میں تمہاری شخصیت سے واقف نہیں تھی میکارا ۔۔۔ میں نہیں جانتی کہ تمہارے ساتھ میرے گھر میں کیسا سلوک ہوا ۔۔۔ مجھے نہیں معلوم میکارا ۔۔۔ اس کے لئے ساری زندگی افسوس رہے گا۔"
"نہیں تھیورا ۔۔۔ میں یہاں سے خوش واپس جا رہا ہوں۔"
"رات کو ضرور آؤ گے؟"
"ہاں" میں نے جواب دیا۔
اس دوران تھیورا نے کچھ باتیں فرغوس سے بھی کی تھیں۔ لیکن اس کی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز رہی تھیں۔ ناشتے کے بعد اس نے ہمیں الوداع کہا۔ اس کی آنکھوں سے عجیب سی اداسی ٹپک رہی تھی۔
ہم باہر نکل آئے۔ اور تھیورا کے دروازے سے نکلتے ہی فرغوس اچھل کر میری گردن سے لپٹ گیا۔
"ارے ۔ ارے ۔ کیا ہوا فرغوس؟"
"دیوانہ ہو گیا ہوں ۔۔۔ مسرت سے دیوانہ ہو گیا ہوں۔ آہ میرے دوست! پوری زندگی کی محرومیوں کا بدل مل گیا ہے۔ ایتھنز کے بڑے بڑے لوگ اس کی نگاہِ التفات کے خواہاں ہیں۔ لیکن قسمت کھلی تو ایک آوارہ گرد کی۔"
"ہاں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
ہم گھر واپس آ گئے اور فرغوس بولا "میں تو ساری رات جاگتا رہا ہوں میکارا ۔۔۔ کیا تو مجھے سونے کی اجازت دے گا؟"
"سو جاؤ ۔۔۔ لیکن ساری رات کیوں جاگتے رہے؟"
"آہ ۔۔۔ سونے کی مجال تھی مجھ میں ۔۔۔ جس کی گود میں آسمان کا چاند اُتر آیا ہو، اسے سونے کی آرزو ہو گی ۔۔۔ عبث ہے ۔۔۔ میں تو ایک لمحے کے لئے پلک جوڑنا گناہ سمجھتا ہوں۔"
"دیوانے ہو تم۔"
"حقیقت ہے میکارا ۔۔۔ یہی دل چاہ رہا ہے تجھ سے اس کی باتیں کرتا رہوں ۔۔۔ لیکن میرے خیال میں تھوڑی دیر کے لئے آرام کر لینا ضروری ہے۔" فرغوس بستر پر لیٹ گیا۔
میں بھی دراز ہو گیا تھا۔ لیکن فرغوس کی غلط فہمی پر میں کسی حد تک پریشان تھا۔ بے چارہ نوجوان اس غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا کہ تھیورا اسے چاہنے لگی ہے۔
حالانکہ تھیورا کا التفات اچانک بڑھا تھا۔ اس وقت جب اس نے میری شکل دیکھی تھی۔ اور پھر دوسری رات کی دعوت بھی اس سے قبل فرغوس کو نہیں ملی تھی۔ یہ ذرا الجھی ہوئی بات تھی۔ فرغوس تھیورا کا دیوانہ تھا۔ اور میں بہرحال ان حدود میں نہیں تھا کہ کسی عورت کے لئے پریشان ہو جاؤں۔ تھیورا حسین ضرور تھی لیکن میں اس کیلئے پاگل نہیں ہو سکتا تھا
فرغوس ایسا سویا کہ شام کی خبر لایا ۔۔۔ بہرحال جب وہ جاگا تو بہت خوش تھا۔
تیاریوں کے بعد وہ میرے پاس پہنچ گیا۔ "کیا تم بھی سو گئے تھے میکارا؟"
"نہیں" میں نے گہری سانس لی۔
"آہ میرے دوست ۔۔۔ تم یقیناً مجھے خود غرض انسان سمجھ رہے ہو گے۔ او ہو ۔۔۔ تم بھوکے بھی ہو گے۔ میرے جنون کو معاف کر دو میں ۔۔۔ میں ۔۔۔۔" اس نے بچوں کی طرح میری گردن میں باہیں ڈال دیں۔
"ان میں سے کوئی بات نہیں ہے میرے دوست ۔۔۔ تم بے فکر رہو۔"
"مجھے معاف کر دو میکارا ۔۔۔ میرے جنون کو معاف کر دو۔"
"بھئی ۔۔۔ تم تو واقعی دیوانے ہو رہے ہو۔ اچھا چلو میں نے معاف کر دیا۔ اب کھانے کا انتظام کرو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور فرغوس کھانے کا انتظام کرنے دوڑ گیا۔ پھر کھانا کھاتے ہوئے اس نے کہا۔
"تھیورا کے یہاں کس وقت چلو گے؟"
"جس وقت کل گئے تھے۔"
"آہ۔ انتظار کتنا سخت ہوتا ہے۔"
"ایک بات کہوں فرغوس!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔
"ہاں، ہاں۔ ضرور کہو۔"
"آج تم تنہا وہاں جاؤ۔"
"ایں ۔۔۔ کیوں؟" فرغوس حیرانی سے بولا۔
"یہ تمہارے حق میں بہتر ہو گا فرغوس۔"
"آخر کیوں ۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آیا؟"
"بس میں اس بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتا ۔۔۔ تم میری بات مان لو۔"
"اوہ، ہاں ۔۔۔ میں مانتا ہوں میکارا ۔۔۔ تمہیں وہاں چلنا

اُلجھن ہوئی ہوگی۔ ظاہر ہے میں تو رات بھر چاند کی سیر کرتا رہا۔ تمہیں میری وجہ سے تکلیف ہوئی ہوگی۔ تم بھی سوچ رہے ہوگے کہ میں کیسا خود غرض انسان ہوں۔"

"ان میں سے کوئی بات نہیں ہے فرغوس!"

"پھر تم کیوں نہیں چل رہے — بتاؤ — جواب دو پھر تمہیں کیا اعتراض ہے۔ بھیورا نے تمہیں بھی دعوت دی ہے۔"

"فرغوس! تم میرے دوست ہو۔ تمہاری دوستی کو میں بھیورا کے حُسن پر ترجیح دیتا ہوں۔ سننا ہی چاہتے ہو تو سنو — میں نے بھیورا کی آنکھوں میں اپنے لئے چاہت پائی تھی۔ اور آج کی رات اس نے تمہیں صرف میری وجہ سے مدعو کیا ہے۔"

"ایں —" فرغوس چونک پڑا۔ کافی دیر تک میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "لیکن — لیکن میں نے ایسی کوئی بات نہیں پائی تھی۔"

"میں نے محسوس کی تھی۔"

"لیکن — لیکن درحقیقت یہ تو بڑی اُلجھن کی بات ہے۔ ممکن ہے تمہارا خیال غلط ہو میکارا۔" فرغوس نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں ممکن ہے۔ لیکن اگر تم میرے بغیر چلے جاؤ تو کیا حرج ہے۔"

"اگر تم اجازت دو تو —"

"میری طرف سے اجازت ہے۔" میں نے کہا۔ لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ فرغوس کچھ بجھ سا گیا ہے۔ مجھے اس پر افسوس ہوا تھا۔ بہرحال میں نے خلوص کا ثبوت دیا تھا اس لئے میرے دل پر کوئی بار نہ تھا۔

فرغوس کے چہرے پر وہ خوشی نہیں رہی تھی جو اب سے تھوڑی دیر قبل تھی۔ وہ اُلجھا اُلجھا سا تھا۔ لیکن میرا قصور بھی کیا تھا۔ میں نے تو خلوص سے اسے اجازت دے دی تھی۔

وہ چلا گیا۔ اور میں بستر پر لیٹ گیا۔ اب میں فرغوس یا بھیورا کے بارے میں نہیں سوچ رہا تھا۔ میری سوچ پھر سلانوس اور اس کی دونوں بھتیجیوں پر جا پہنچی تھی۔ نہ جانے ان کی کیا کیفیت ہوگی۔ اور وہ میری وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوئے تھے۔ انہیں مصیبت سے نکالنا بھی میرا ہی کام ہے۔ میں نے انہیں اتنی دیر نظر انداز کر کے دوستی کا ثبوت نہیں دیا ہے۔

پھر — کیا کرنا چاہیئے؟ کل — میں فرغوس سے اس سلسلے میں مدد لوں گا۔ میں اس سے شیپازیہ کی رہائش گاہ کے بارے میں معلوم کروں گا اور پھر شیپازیہ سے ملاقات — آہ — خاصی حسین عورت ہے۔ خونخوار ہے تو کیا — بہرحال یہ اس کی خوبی ہے کہ وہ عورت ہونے کے باوجود عورتوں سے منفرد ہے۔ اگر وہ مجھے چاہتی ہے تو مجھے ہی اعتراض کیوں ہے — بہرحال مجھے عورت کی ضرورت تھی — اور یہ خیال میرے ذہن میں پختہ ہو گیا کہ میں کل فرغوس سے شیپازیہ کی رہائش گاہ پوچھوں گا۔

اس خیال سے مطمئن ہو کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور میرا ذہن نیم غنودہ ہو گیا۔

پھر کسی نے میرا شانہ ہلایا — تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ مدھم روشنی میں میں نے دو انسانی وجود دیکھے۔ اور حیران رہ گیا — یہ فرغوس اور بھیورا تھے۔ بھیورا نے ایک موٹے لباس میں خود کو پوشیدہ کر لیا تھا لیکن لباس کا جو بھی حصہ کھلا ہوا تھا اس سے گویا روشنی چھن رہی تھی۔

"اوہ، تم لوگ —" میں نے حیرانی سے کہا۔

"ہاں میکارا، جاگو — بھیورا تمہارے پاس آئی ہے۔"

"کیوں — آخر کیوں؟" میں نے پوچھا۔ اور بھیورا میرے سامنے آگئی۔

"تم نے آج آنے کا وعدہ کیا تھا میکارا؟" بھیورا نے کہا۔

"ہاں۔"

"پھر کیوں نہیں آئے؟"

"میرے دوست فرغوس نے تمہیں کیا بتایا؟"

"اس نے جو کچھ بتایا ہے، وہ میرے لئے قابلِ قبول نہیں ہے میکارا —"

"یعنی؟" میں نے پوچھا۔

"فرغوس نے بتایا ہے کہ تم نے اس کے لئے ایثار کیا ہے۔"

"ہاں بھیورا — میرا دوست تمہیں چاہتا ہے۔"

"لیکن میکارا — میں اس کی عورت نہیں ہوں۔ میں اس کی عزت نہیں ہوں۔ میں تو بازار کی ایک جنس ہوں جسے کوئی بھی چند لمحات کے لئے خرید لیتا ہے۔ میرے دل میں کسی کے لئے جذبات نہیں جاگتے۔ لیکن — میکارا — تمہیں دیکھ کر میرے دل میں ایک جذبہ بیدار ہو گیا۔ شاید محبت کا جذبہ — شاید پسندیدگی کا جذبہ — تو میکارا — کیا تم سمجھتے ہو کہ میں فرغوس کو چاہنے لگی ہوں۔ اگر تم اپنے ایک دوست کے لئے ایثار کرو گے تو کیا کل کوئی دوسرا میرے پہلو میں نہیں ہوگا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے بھیورا — لیکن......"

"میری پوری بات سُن لو میکارا — فرغوس تمہاری وجہ سے میرے لئے قابلِ احترام ہے۔ لیکن اگر کبھی — میرے دل میں محبت جاگ جائے تو کیسی بدنصیب ہوں میں — میں جو سکوں کے عوض اپنا وجود دوسروں کے لئے کشادہ کر دیتی ہوں، خود اپنی پسند نہ پا سکوں۔ کیا یہ میرے اوپر ظلم نہیں ہے؟"

"تم نے فرغوس سے التفات کیوں برتا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"صرف اس کی بے چارگی دیکھ کر ـــ یہ اُن لوگوں میں تھا جو مجھے حاصل نہیں کر سکتے تھے ـــ میں نے اس پر رحم کھایا۔" بھیورا نے جواب دیا۔

فرغوس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ اور مجھے بہرحال اپنے دوست کی یہ کیفیت پسند نہ تھی۔

"لیکن ضروری نہیں ہے بھیورا ـــ کہ تم میرا التفات بھی حاصل کر لو۔"

"یہی محسوس کر رہی ہوں۔ میرا غرورِ حُسن پاش پاش ہو چکا ہے۔ میں نے آج تک خود کو برتر و اعلیٰ سمجھا تھا۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ کوئی مجھے ٹھکرا دے گا۔ لیکن ـــ لیکن آج یہ بھی ہو گیا۔"

"تم نے میرے دوست کی توہین کی ہے بھیورا۔"

"نہیں ـــ میں نے توہین نہیں کی۔ تم ٹھنڈے دل سے سوچو میکارا ـــ میں نے توہین نہیں کی۔ میری ماں جس قدر لالچی ہے تم جانتے ہو لیکن میں نے اس سے بغاوت شروع کر دی ہے۔ میں صرف اسے اپنا قرب بخشتی ہوں جو اس قابل ہوتا ہے۔ میں اس کی دولت نہیں دیکھتی۔ سو تم دیکھ لو ـــ میں نے فرغوس کو اسی طرح منتخب کیا۔ لیکن تمہیں دیکھ کر میرا دل بے اختیار ہو گیا۔"

"بہرحال بھیورا ـــ چونکہ میرا دوست تمہیں پسند کرتا ہے اس لئے میرے قدم تمہاری طرف نہیں اٹھیں گے۔"

"نہیں میکارا ـــ تمہیں بھیورا کے جذبات کا احترام کرنا ہو گا۔" فرغوس نے مداخلت کی۔

"ناممکن۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"سنو میکارا ـــ وہاں ایک اور بھی ہے جو تمہاری منتظر ہے۔" بھیورا نے کہا۔

"کون؟"

"خوش نصیب بازبیلا ـــ جسے تمہارے قرب کی دولت مل گئی۔ کیسی انوکھی تقدیر ہے اس کی۔"

"میں اس لڑکی کا ذہن نہیں بھٹکانا چاہتا۔ بس میں نہیں جاؤں گا۔" میں نے صاف جواب دے دیا۔

بھیورا نے گردن جھکالی۔ اور پھر وہ فرغوس کی طرف مڑ کر بولی۔

"آؤ فرغوس ـــ چلیں۔"

"میں ـــ میں ـــ" فرغوس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے دوست کا انتقام تم سے نہیں لوں گی۔"

"اوہ ـــ لیکن بھیورا......"

"دیوانگی کی باتیں مت کرو فرغوس ـــ تم میرے حصول کی خواہش ہی رکھتے تھے نا۔ اور یہ بھی جانتے تھے کہ میں نے بہت سی آغوشیں آباد کی ہیں۔ اس کے بعد اگر تم کسی بات کو محسوس کرو ـــ تو میں تمہیں مطمئن نہ کر سکوں گی۔ آؤ ـــ" اور وہ فرغوس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر لے گئی۔ میں نہایت سکون سے دوبارہ بستر پر لیٹ کر سو گیا۔

"تم ہر لحاظ سے عجیب ہو میکارا ـــ" دوسرے دن فرغوس مجھ سے کہہ رہا تھا۔ ہم دونوں ناشتہ کر رہے تھے۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے اسے ٹھکرا دیا۔ جس کے حصول کی آرزو میں لوگ جان دے دیتے ہیں۔"

"اوہ ـــ میرے لئے وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔"

"اور وہ دوسری لڑکی ـــ؟"

"وہ بھی۔"

"لیکن میرے خیال میں تم نے یہ ایثار میرے لئے کیا تھا۔"

"یونہی سہی۔"

"لیکن مجھے اس پر اعتراض ہے۔"

"کیوں"

"بھیورا مظلوم ہے۔ وہ جس زندگی میں ہے اس میں اس کے لئے کوئی خوشی نہیں ہے۔ تمہیں دیکھ کر پہلی بار اس کے دل میں محبت کی روشنی پیدا ہوئی تھی۔ لیکن تم نے وہ پہلی شمع ہی بجھا دی۔"

"کیا میں نے جرم کیا ہے؟" میں نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

"نہیں میکارا ـــ میں تم سے باز پُرس نہیں کر رہا۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ ایثار تم نے میرے لئے کیا ہے۔ میں اس کی پہلی خوشی کی راہ میں آ گیا۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے۔"

"میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔"

"میں یہ بات نہیں مانتا۔"

"کیوں ـــ؟" میں نے چونک کر فرغوس کو دیکھا۔

"وہ دوسری لڑکی بھیورا سے زیادہ حسین نہیں ہے، جسے اتفاقیہ طور پر تمہارا قرب حاصل ہو گیا۔"

"میں کہہ چکا ہوں فرغوس ـــ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔" میں نے اسی خشک انداز میں کہا۔

"میری بات تو سنو میکارا ـــ دیوتاؤں کی قسم ـــ اگر تم بھیورا کے مغموم دل کو شاد کر دو گے تو مجھے کوئی رنج نہ ہو گا۔ یوں بھی تو سوچو میکارا ـــ وہ ہر اُس شخص کے ہاتھوں میں ہے جو اس پر دولت خرچ کر سکے۔ وہ میری ملکیت نہیں ہے۔ میں اسے روک تو نہیں سکتا۔ میں اسے خرید تو نہیں سکتا۔ جب وہ دوسروں کی آغوش میں جائے گی تو پھر ـــ تم ہی کیوں محروم رہو۔"

"میں محروم نہیں ہوں۔"
"بھیورا کے لئے —" فرغوس گڑگڑا دیا۔
"ہرگز نہیں فرغوس —" میں نے بھی جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
"میرے لئے —" فرغوس پھر اسی انداز میں بولا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"عجیب احمق انسان ہو۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"یار — میں اسے بہت پسند کرتا ہوں۔ یوں سمجھو دیوانہ ہوں اس کا — وہ جس طرح سسک رہی تھی، میرا دل اس کے لئے رو پڑا — میں نے اس سے کہا کہ میں اس کے لئے کوشش کروں گا۔"
"احمق ہو ایکدم۔"
"جو کچھ بھی کہو میکارا — تمہاری خوش بختی پر رشک آتا ہے۔ ایتھنز کی وہ حسینہ تمہارے اوپر عاشق ہو گئی ہے جس کے ایک اشارے پر بہت سے جان دینے کو تیار رہتے ہیں۔"
"خیر دیکھا جائے گا۔ ویسے تمہاری محبت بھی عجیب ہے۔"
"کیوں؟" فرغوس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔
"تم اپنی محبوبہ کو دوسرے کی آغوش میں دے رہے ہو۔"
"مجبوری کوئی حیثیت نہیں رکھتی تمہاری نگاہ میں۔"
"اچھی مجبوری ہے — بہرحال مجھے آج تم سے کچھ اور کام بھی ہے۔"
"دل وجان سے — حکم دو۔"
"تم میرا مشن بھول گئے؟"
"تمہارا مشن؟"
"ہاں۔ میں نے تمہیں ایک کہانی سنائی تھی۔"
"ہاں، شیپازیہ کی کہانی۔" فرغوس نے جواب دیا۔
"کیا میں اس کہانی کو نظر انداز کر دوں؟"
"ہرگز نہیں۔ مجھے بتاؤ میرے دوست! میں کیا کروں؟"
"مجھے شیپازیہ کی رہائش گاہ بتاؤ۔"
"اوہ — میں اس کا محل جانتا ہوں لیکن تم کیا ارادہ رکھتے ہو؟"
"اس سے ملاقات کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔
"خدا کی قسم، بہت خطرناک بات ہے۔ اگر وہ تمہاری دشمن ہے تو تمہاری بُو سے ہی بھڑک اُٹھے گی۔ اور پھر — اور پھر اس کے بعد وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔" فرغوس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔
"میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں۔"
"اس سے ڈرنا ہی اچھا ہے میکارا — میں بزدل نہیں ہوں، تمہارے لئے جان دے سکتا ہوں۔ مگر تمہاری زندگی مجھے عزیز ہے۔"
"میں کسی سے خوفزدہ نہیں ہوں فرغوس — میں تو اندھے

سلانوس کی جان بچانا چاہتا ہوں۔ میں اس کی بھتیجیوں کو اس پریشانی سے نکالنا چاہتا ہوں جس میں وہ میری وجہ سے پھنسی ہیں۔"
"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن میکارا۔"
"یار تم بہت حجتی آدمی ہو۔ ہر معاملے میں اتنی بحث کرتے ہو کہ ذہن خراب ہونے لگتا ہے۔ میں بہتر جانتا ہوں مجھے علم ہے کہ شیپازیہ میرا بال بھی بیکا نہ کر سکے گی۔ تم مجھے اس کے مکان تک پہنچا دو اس کے بعد میں دیکھ لوں گا۔"
"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے میکارا — میں تو صرف....."
"میری طرف سے بے فکر ہو جاؤ میرے دوست، تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اور میں لوگوں کو اپنے بارے میں بتاتے بتاتے تھک گیا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"میں تمہیں کسی بھی سلسلے میں مجبور نہیں کر سکتا۔" فرغوس نے اُداسی سے کہا۔
"تم ناراض ہو گئے فرغوس؟"
"نہیں — تم میرے محسن ہو میکارا — میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتا۔"
"صرف محسن؟" میں نے اسے دیکھا۔
"نہیں دوست بھی۔"
"تب پھر اس انداز میں گفتگو مت کرو۔"
"نہیں کروں گا میکارا — لیکن —"
"ہاں — لیکن کیا؟"
"تم شیپازیہ کے پاس کب جاؤ گے؟"
"آج ہی۔"
"اور بھیورا —" میکارا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔
"بھیورا —" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تم شام ہوتے ہی مجھے شیپازیہ کی رہائش گاہ دکھا دو — اس کے بعد میں تمہارے ساتھ ہی بھیورا کے پاس چلوں گا۔"
"شکریہ میرے دوست — تم نے میری بات رکھ لی۔ عشق کے بے شمار مراحل ہوتے ہیں، محبت کی ایک شکل یہ بھی ہے۔" فرغوس نے اُداسی سے کہا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔
میں نے اس اُلجھی ہوئی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔
بالآخر شام ہو گئی۔ میں نے اپنا مخصوص لباس نکالا اور اسے پہن کر فرغوس کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں بھیورا کے مکان پر پہنچ گئے۔ جہاں بھیورا کا رقص شروع ہو چکا تھا۔
ہم دونوں بھی خاموشی کے ساتھ ہجوم میں بیٹھ گئے۔
بھیورا اُداس تھی۔ پہلے میں نے اسے دیکھا تھا تو اس کے

چہرے پر رونق تھی، لیکن آج اس کا چہرہ اُداس تھا۔ وہ غمزدہ نظر آرہی تھی۔ اس کے رقص کے ساتھ ایک اور لڑکی گا رہی تھی۔
شاید ان کی نگاہ ہم پر نہیں پڑی تھی۔ اور پڑ بھی نہیں سکتی تھی۔ بھیورا کے عاشقوں کا بڑا ہجوم تھا۔ رقص کرتے کرتے بھیورا اچانک گر پڑی اور ساز خاموش ہو گئے۔
لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سی آوازیں ابھریں۔ "کیا ہوا؟ اس کی طبیعت تو ٹھیک ہے ——— ارے بھیورا کو کیا ہوا؟" بہت سے لوگوں نے آگے بڑھ کر اسے دیکھنے کی کوشش کی، اسے چھونے کی کوشش کی۔ لیکن انہیں روک دیا گیا۔
بھیورا بے ہوش ہو گئی تھی۔
پھر سازندے اسے اُٹھا کر اندر لے گئے اور بھیورا کی ماں نے مہمانوں سے معذرت کر لی۔ آنے والے ایک ایک کر کے جانے لگے۔ لیکن ہم جانے کے لئے نہیں آئے تھے۔ میں نے تو شیپازیہ کی رہائش گاہ بھی دیکھنے کا ارادہ آج کے لئے ملتوی کر دیا تھا۔ اب یہ کام کل ہی کرنا۔ سب چلے گئے ہم رہ گئے تھے۔ عورت کی نگاہ ہماری طرف اٹھی اور وہ چونک پڑی۔
"ارے۔ آج پھر آگئے تم دونوں۔"
"بھیورا نے بلایا تھا۔" فرغوس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔
"بھیورا بے ہوش ہو گئی ہے۔ دفعان ہو جاؤ۔" بوڑھی طنزیہ انداز میں بولی۔
"ہم اسے ہوش میں لے آئیں گے۔"
"ہوش میں آجائے گی۔ تم چلے جاؤ۔"
"ہوش میں آجائے گی تو چلے جائیں گے۔"
"عجیب لوگ ہو تم دونوں ——— جس رات سے تم آئے ہو، ہم مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔"
"اگر آپ نے ہمیں اندر نہ جانے دیا تو مزید مصیبت میں پھنس جائیں گی۔" فرغوس بھی معمولی انسان نہ تھا۔
"دھمکیاں دے رہے ہو؟" عورت بولی۔
"ہرگز نہیں ——— میرا ساتھی بہت بڑا حکیم ہے۔ آپ اسے اندر تو جانے دیں۔"
"اُفوہ ——— جاؤ بابا ——— تم نے تو دماغ خالی کر دیا۔" بوڑھی عورت نے پریشانی سے کہا۔ اور فرغوس نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے میرا ہاتھ پکڑا اور جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔
ایک کمرے میں بھیورا بے ہوش پڑی تھی۔ اس انداز میں اس کا حسن کچھ اور بڑھ گیا تھا۔ فرغوس نے میری طرف دیکھا اور میں احمقوں کی طرح بھیورا کے پاس بیٹھ گیا۔

نہ جانے یہ میری خوشبو تھی۔ یا بھیورا کی بے ہوشی ٹوٹنے کا وقت آگیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور ایک ٹک مجھے دیکھنے لگی۔ بوڑھی عورت بھی ہمارے پاس آگئی تھی۔
بھیورا کو اس طرح ہوش میں آتے دیکھ کر وہ بھی حیران رہ گئی۔
"بھیورا ——— !" میں نے اسے پکارا۔
"میں ——— میں عالم ہوش میں ہوں؟" وہ کمزور آواز میں بولی۔
"ہاں بھیورا ——— سنبھلنے کی کوشش کرو۔"
"تم آگئے ہو ——— اب میں ٹھیک ہوں۔" بھیورا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اور پھر وہ دوسروں کی طرف دیکھ کر بولی۔ "سب لوگ جاؤ۔" بوڑھی عورت نے بہت بُرا سا منہ بنایا تھا ——— بہرحال وہ باہر نکل گئی۔
"اپنا چہرہ کھول دو میکارا۔"
"اوہ ——— تمہیں میرا نام معلوم ہے۔"
"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔
میں نے اپنا اُوپری لباس اتار دیا ——— بھیورا پاگلوں کے سے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔
"بیٹھ جاؤ میکارا ——— " اس نے کہا اور میں اس کے برابر بیٹھ گیا۔ تب بھیورا اٹھی اور میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔
"ارے ——— یہ کیا؟"
"بیٹھے رہو ——— دیوتاؤں کے لئے بیٹھے رہو ——— جو کچھ کر رہی ہوں، کرنے دو۔" اس نے دیوانگی کے انداز میں کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ نہ جانے احمق لڑکی کیا چاہتی تھی۔
تب وہ جھکی اور اس نے میرے پاؤں چوم لئے۔
"بھیورا ——— " میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔
"بس میرے محبوب ——— یہی میری چاہت کی انتہا تھی۔"
"لیکن بھیورا ...."
"تم ناراض تو نہیں ہوئے؟"
"ہرگز نہیں ——— لیکن بھیورا ——— تمہاری کیفیت عجیب ہے۔"
"ہاں ——— مجھے احساس ہے۔"
"آخر کیوں؟"
"جاننا چاہتے ہو؟"
"ہاں۔"
"تو سنو ——— میں دل سے اس زندگی کو پسند نہیں کرتی۔ میں صرف اس لئے ناچنے گانے والی ہوں کہ میری ماں بھی یہی تھی۔ میرا قصور یہ ہے کہ میں اس کے یہاں پیدا ہو گئی ——— اور میں ——— لیکن مجھے وہی کرنا پڑا جو میری ماں کرتی تھی۔ خواہ میرے دل نے اس زندگی کو

ایک لمحے کے لیے بھی قبول نہ کیا ہو — تب میرا دل مردہ ہوتا چلا گیا۔ میں انسانوں کو ایک کھلونا سمجھنے لگی۔ تاہم — میں نے ماں سے بغاوت کی اور اس کے کام میں الجھنیں پیدا کرتی رہی — تب — تب میکارا — میں نے تمہیں دیکھا — تم — تم آسمان سے آئے تھے۔ تم میرے خواب تھے میکارا — میں تمہیں چاہنے لگی ہوں — کاش میں اپنی چاہت، اپنے بدن کی شکل میں تمہیں دے سکتی۔ تم پہلے انسان ہو جس نے میرا بدن قبول نہیں کیا۔"

"نہیں بھیورا — میں — میں —"

"نہیں میرے محبوب — تمہارا مقام ان کتوں سے بلند ہے جو دولت خرچ کر کے میرا بدن چاٹنے آجاتے ہیں۔ میرے تو ہونٹ بھی اس قابل نہیں کہ میں تمہارے پاؤں چوم سکتی۔ لیکن اپنی طلب، اپنی چاہت سے مجبور ہو کر میں نے یہ عمل کر ڈالا۔"

"بھیورا —" میں حیران رہ گیا۔

"میں تمہیں اپنے بدن کا قرب نہیں دوں گی میکارا۔ کیونکہ اس سے تمہاری شان گھٹ جائے گی۔ میں نے اپنی روح تمہیں سونپ دی ہے۔ کاش یہ بدن اس قابل ہوتا کہ میں اسے تمہارے سامنے پیش کر دیتی۔"

"اتنی محبت نہ کرو بھیورا۔"

"میں محبت کر نہیں رہی، مجھے محبت ہو گئی ہے۔"

"تم تو عجیب ہو بھیورا۔"

"میری خوشیوں کی انتہا نہیں ہے میکارا — میں نے وہ سب کچھ پا لیا ہے جس کی مجھے آرزو تھی۔"

"تم بے حد جذباتی ہو۔"

"زندگی میں پہلی بار ہی تو جذبات جاگے ہیں — تم بھی انہیں سلا دوگے میکارا —"

"کاش میں تمہارے لئے کچھ کر سکتا۔"

"کرنا چاہتے ہو؟" اس نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے دل سے جواب دیا۔

"تو آج کی رات مجھے بخش دو۔ مجھ سے باتیں کرتے رہو۔ اجازت دو کہ میں تمہارے قدم چومتی رہوں۔ مجھے اجازت دو کہ میں تمہارے قدموں پر سر رکھ کر سو جاؤں — بس یہی میری چاہت کی انتہا ہے۔"

"بھیورا —" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "بالآخر تیری محبت نے مجھے مجبور کر دیا — سن بھیورا — کیا تو میرے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتی ہے؟"

"کیسا اندازہ؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"میں کون ہوں؟"

"تم میرے محبوب ہو — اور بس۔"

"میرے بارے میں جاننا بھی نہیں چاہتی؟"

"میں صرف تیرے دل تک پہنچنا چاہتی ہوں۔" بھیورا نے کہا۔

"تم میرے دل تک پہنچ چکی ہو بھیورا۔"

"تب تو نے مجھے کیوں ٹھکرا دیا میکارا؟"

"ٹھکرایا نہیں تھا۔ میرا ساتھی بھی تمہیں چاہتا ہے۔"

"تم نے اس کے لئے ایثار کیا تھا؟"

"ہاں۔"

"اور میرے لئے کچھ نہ سوچا؟"

"تجھ سے میری ملاقات بعد میں ہوئی۔"

"اس رات — میں اس لڑکی کی قسمت پر رشک کرتی ہوں، جو اس رات تمہارے پہلو میں رہی۔"

"خیر — ان باتوں کو چھوڑو — یہ بتاؤ، تمہاری اس چاہت کا اثر تمہاری ماں پر کیا پڑے گا؟"

"مجھے کسی کی فکر نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ وہ میری فکر نہیں کرتی [illegible]

[illegible] نہیں [illegible]"

"[illegible] بسر کروں گی بھیورا؟"

"یہ تصور اس تصور سے کہیں خوبصورت ہے جو [illegible] پیش کرتے ہیں۔ کیا کسی طور یہ ممکن ہے میکارا؟"

"ہاں ممکن ہے — لیکن تجھے انتظار کرنا ہوگا۔"

"ساری عمر کر سکتی ہوں — بس تو آس دلا دے۔"

"تو سن بھیورا — میں یہاں ایک مشن پر آیا ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرا کام پورا ہونے میں کتنی دیر لگے گی۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرا کام ہو ضرور جائے گا۔ تب اس کے بعد میں تیرے پاس آؤں گا اور پھر تجھے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"یہ الفاظ میری زندگی کے سب سے حسین الفاظ ہیں۔"

"یہ میرا وعدہ ہے۔"

"یہ مجھے زندہ رکھیں گے۔" بھیورا نے پھر اپنا چہرہ میرے قدموں میں رکھ دیا۔

"اب تو تو اپنے ذہن سے غلط خیالات نکال دے۔"

"غلط خیالات —؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں۔"

"کون سے غلط خیالات؟"
"یہی کہ تو میرے قابل نہیں ہے۔"
"میرے دل میں تیرا بہت بڑا مقام ہے میکارا۔۔۔ میرے بدن سے بہت سے انسانوں کی غلاظت لپٹی ہوئی ہے۔ میں اس احساس کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی کہ میں تیرے قابل نہیں ہوں۔"
"تیری روح صاف ہے، تیری روح کو کوئی غلیظ نہیں کر سکا۔"
"اگر تو اس بات کو سمجھتا ہے تو یہ میری خوش نصیبی ہے۔"
"تو اٹھ۔۔۔ میری آغوش میں آجا۔" میں نے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ اب میرے دل میں بھی اس کے لئے کچھ جذبات ابھر آئے تھے پروفیسر! چنانچہ میں نے اسے سینے سے لگا لیا۔۔۔ اور پھر۔۔۔ محبت کی منازل طے ہونے لگیں، طلب ابھر آئی، جذبات سراہے گئے اور بھیورا سکون کی وادیوں کی سیر کرنے لگی۔ میں بھی اس کے حسین جذبات کی پذیرائی کر رہا تھا۔ بھیورا مدہوش تھی اور اس کا حسن کچھ اور بڑھ گیا تھا۔۔۔

دوسری صبح جب میں اس سے رخصت ہو رہا تھا تو اس نے کہا "میکارا! ایک بات کہوں؟"
"کہو بھیورا۔۔۔"
"میں مر چکی ہوں۔"
"کیا مطلب؟"
"ہاں۔۔۔ ساری دنیا کے لئے میں مر چکی ہوں۔ اب صرف میری روح زندہ ہے۔ اور میں اپنی روح تجھے سونپ چکی ہوں۔ تو ایک بات کا یقین کر لے میکارا۔۔۔ اب کوئی بوالہوس میرے بدن تک نہیں پہنچ سکے گا۔ میں نے اپنی روح کو بدن سے منسلک کر دیا ہے۔ کیونکہ اب اس پر تیرے نقوش ابھر آئے ہیں۔ میں تیرا انتظار کروں گی میکارا۔۔۔"
"تجھے الجھنیں پیش آئیں گی بھیورا۔"
"میں ان کا مقابلہ کروں گی۔"
"تیری ماں مجھے کوسے گی۔" میں نے بوڑھی عورت کا تصور کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اگر اس نے مجھے مجبور کیا تب بھی اسے وہی پچھتاوا ہوگا جو میری بات مان کر۔۔۔"
"یعنی؟"
"میں جان دے دوں گی۔"
"ہوں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ایسا نہیں کرنا بھیورا۔۔۔ ہر قیمت پر میرا انتظار کرنا۔"
اور پھر میں اور فرغوس وہاں سے واپس چل پڑے۔ فرغوس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ مسکرا کر شاید اظہار کرنا چاہتا تھا کہ وہ گزری ہوئی رات سے ناخوش نہیں ہے۔ پھر جب اس سے صبر نہ ہو سکا تو بول ہی پڑا۔
"میکارا۔"
"ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔
"بہت سنجیدہ ہو۔۔۔؟"
"ہاں فرغوس۔"
"کیوں؟"
"تمہاری حق تلفی سے میں خوش نہیں ہوں۔"
"ارے نہیں میرے دوست۔۔۔ میرا اس پر کوئی حق نہیں تھا وہ تو ہر اس شخص کا حق ہے جو اس پر دولت خرچ کرے۔"
"لیکن اب وہ کسی کا حق نہیں رہی۔"
"کیا مطلب؟" فرغوس نے نہ سمجھتے ہوئے کہا۔
"جو چیز میری ہو جاتی ہے۔۔۔ پھر دوسروں کو اس سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔"
"اوہ۔ بڑی خوشی سے۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے میکارا؟"
"تم دیکھ لو گے۔"
"مجھے بتاؤ تو سہی۔۔۔ کس طرح؟"
"آج سے کوئی شخص اس کی خواب گاہ میں نہیں جائے گا۔"
"اوہ، کیا تم نے اس سے منع کر دیا ہے؟"
"نہیں۔۔۔ اس نے خود مجھ سے کہا ہے۔"
"سنو میکارا۔۔۔ میں اس بات سے ناخوش نہیں ہوں۔ لیکن کیا وہ اس میں کامیاب رہے گی؟"
"یہ اس کا معاملہ ہے۔"
"اگر وہ کامیاب رہی تو اسے کیا فائدہ ہوگا؟"
"میں اپنے کاموں سے نپٹنے کے بعد اسے اپنا لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور فرغوس سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"اگر یہ بات ہے میکارا۔۔۔ تو پھر تو فرغوس پر بھی کچھ ذمہ داریاں آ پڑی ہیں۔ بھروسہ رکھو میکارا۔۔۔ جب تک تم اپنے کاموں میں مصروف رہو گے، تمہارا دوست فرغوس اس کی حفاظت کرے گا۔"
"فرغوس۔۔۔" میں نے اسے تعجب سے دیکھا۔
"یہ تمہارے دوست کا وعدہ ہے۔" فرغوس نے کہا۔
"اور تمہاری محبت۔۔۔ تم بھی تو اسے چاہتے ہو؟"
"اس رات کو ذہن سے نکال کر۔۔۔ اب میں اسے دوست کی عزت سمجھوں گا۔ میری محبت اب بھی برقرار ہے صرف شکل بدل جائے گی۔ اور تمہارے دوست نے جو کچھ کہا ہے اس
کرے گا میکارا۔۔۔ دیوتاؤں کی قسم۔۔۔ وہ اسی پر عمل کرے گا۔"

میں نے عقیدت بھری نظروں سے فرغوس کو دیکھا۔ عجیب ایثار پسند انسان تھا۔ بہرحال پھر میں نے اس سے اس موضوع پر بات نہیں کی۔ اور ہم واپس آ گئے۔ دوپہر تک میں فرغوس کے ساتھ اس کے گھر پر رہا۔ اور دوپہر کے کھانے کے بعد ہم باہر نکل آئے۔

فرغوس مجھے لے کر شیپازیہ کے محل کی طرف چل پڑا۔ اور پھر طویل فاصلہ طے کر کے ہم اس خوبصورت محل کے پاس پہنچ گئے۔ سارے انتظامات تھے۔ میں نے محل کے چاروں طرف گھوم پھر کر اس کا جائزہ لیا اور پھر اپنے لئے داخلے کا ایک راستہ منتخب کر کے وہاں سے واپس چل پڑا۔

پھر اسی رات — جب لوگ سونے کے لئے اپنے اپنے بستروں میں چلے گئے، میں فرغوس کے مکان سے نکل آیا — جاں نثار دوست نے اپنے چلنے کی پیشکش بھی کی تھی لیکن میں نے اسے روک دیا۔

"میرے دوست اتم طرف اپنے وعدے کے ایفا میں مصروف ہو جاؤ —"

"اور اگر تم کسی مصیبت میں پھنس گئے؟"

"یہ ممکن ہی نہیں ہے۔"

"لیکن — شیپازیہ بے حد خطرناک ہے۔ میں صرف اس لئے کہہ رہا ہوں۔"

"فرغوس — میرے دوست اتم بہت سی حیرت انگیز باتیں سنو گے۔ میں صرف ایک بات کہہ رہا ہوں۔ ماراکھون کی پوری فوج بھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور اس دعوے کی حقیقت تم دیکھ لو گے۔"

فرغوس نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔ ظاہر ہے وہ میری بات سے مطمئن نہیں ہوا ہوگا۔

میں شیپازیہ کے محل کی طرف چل پڑا۔ میرے بدن پر وہ سیاہ لبادہ تھا جسے میں ابتک استعمال کرتا رہا تھا۔ یوں میں اس کے محل کے نزدیک پہنچ گیا۔ روشنیاں ہو رہی تھیں۔ فضا خاموش تھی۔ میں محل کے اس حصے میں پہنچ گیا جسے میں نے منتخب کیا تھا۔

اور پھر میں پہرے داروں کی نگاہوں سے بچتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

شاید کسی کو گمان بھی نہیں تھا کہ کوئی اس طرح خونخوار شیپازیہ کے محل میں داخل ہو سکتا ہے — اس لئے پہرے دار خاص چوکنے نہیں تھے۔ میں با آسانی اندر داخل ہو گیا۔

اب مجھے محل کے گوشوں میں اس جگہ کی تلاش تھی جہاں شیپازیہ محو خواب ہو۔ لیکن عقبی باغ میں مجھے سازوں کی آواز سنائی دی اور میں ٹھٹک گیا۔ اس وقت رقص و سرود کی محفل میں شیپازیہ ضرور ہوگی — میں نے سوچا۔ ظاہر ہے اس کی غیر موجودگی میں کس کی مجال ہے کہ وہ گائے بجائے۔ چنانچہ میں آواز کی سمت چل پڑا

گھنے درختوں کے درمیان ایک قطعہ گھاس تھا جس پر حسین تخت بچھے ہوئے تھے۔ ان تختوں پر عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایک تخت پر شیپازیہ ایک حسین نوجوان کی آغوش میں دراز تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ نوجوان بہرحال ماراکھون نہیں ہو سکتا تھا۔

اور ایک تقریباً برہنہ رقاصہ رقص کر رہی تھی۔

دوسری جگہوں پر بھی وہی مناظر تھے۔ ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ شیپازیہ کس قدر عیاش عورت ہے۔

سازوں کی دُھن بدل گئی، رقاصہ کا رقص ختم ہو گیا۔ پھر دو نوجوان چست و چالاک آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں۔ وہ تلواروں کو ہلا ہلا کر وحشیانہ رقص کرنے لگے۔

شیپازیہ نوجوان کی آغوش سے اٹھ گئی۔ وہ دلچسپی سے رقص دیکھ رہی تھی۔

رقص کرنے والے نوجوان خوفناک رقص پیش کرتے رہے پھر ایک شخص بغل میں ایک بنڈل دبائے اندر داخل ہوا۔ اس نے بنڈل شیپازیہ کے سامنے کھول دیا۔ اس سے ایک حسین لڑکی نکل پڑی تھی۔

"خوب —" شیپازیہ مسکرائی تھی۔ ایک اور شخص ایک طشت میں قدرے چھوٹی لیکن چمکدار تلواریں لے کر آیا۔ اور اس نے وہ تلواریں ایک جگہ رکھ دیں۔ تلواروں کا رقص پیش کرنے والے جوان رک گئے۔ انہوں نے اپنی تلواریں رکھ دیں۔ اور پھر اس طشت میں سے دو تلواریں اٹھا لیں۔ پھر وہ ایک نئے قسم کا رقص پیش کرنے لگے۔ بنڈل میں آئی ہوئی لڑکی ایک درخت کے ساتھ کھڑی ہو گئی تھی۔

اور پھر رقص کرتے ہوئے جوانوں کے ہاتھ سے تلواریں نکلیں اور لڑکی کے دائیں بائیں درخت میں پیوست ہو گئیں۔ نوجوانوں نے دوسری تلواریں اٹھا لیں۔ اور پھر یکے بعد دیگرے ساری تلواریں درخت میں پیوست ہو گئیں۔ لڑکی صحیح و سالم ان کے درمیان سے نکل آئی۔

شیپازیہ نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر اس نے جوانوں اور لڑکی کو بڑا انعام دیا اور مسکراتے ہوئے اپنے ساتھی سے بولی۔

"کیسا کھیل تھا جیکاش؟"

"نہایت دلچسپ، نہایت سنسنی خیز۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"تمہیں پسند آیا؟"

"بے حد۔"

"لیکن کیا تم اس لڑکی کی ہمت کی داد نہ دو گے جو اس سکون سے کھڑی رہی۔"

"بے شک وہ قابلِ داد ہے۔"
"اگر تم اس کی جگہ ہوتے تو کھڑے رہتے؟"
"بشرطیکہ تلواریں تمہارے ہاتھ میں ہوتیں۔"
"اوہ۔۔ کیوں؟" شیپازیہ نے پوچھا۔
"تمہارے ہاتھ سے موت بھی آجاتی تو کچھ نہ تھا۔"
"غلط۔۔ تم درخت کے پاس سے فرار ہو جاتے۔"
"اگر تلواریں تمہارے ہاتھ میں ہوتیں تب بھی۔۔؟" نوجوان نے پوچھا۔
"ہاں۔"
"ہرگز نہیں۔۔ کبھی آزمالینا۔"
"آج ہی کیوں نہ آزماؤں؟"
"میں تیار ہوں۔۔" جیکاش نے شاید یہ خیال کیا تھا کہ شیپازیہ اس کھیل کے لئے تیار نہ ہوگی۔ لیکن شیپازیہ سچ مچ کھڑی ہوگئی تھی۔
"اٹھو۔۔" اس نے کہا اور جیکاش کے چہرے پر ہلکی سی بدحواسی نظر آنے لگی۔
"تم نے شاید مذاق سمجھا ہے؟" شیپازیہ بولی۔
"نہیں۔۔ میری زندگی! میں تمہارے لئے جان دینے پر آمادہ ہوں۔" جیکاش کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔
"تو آؤ۔۔ آج امتحان ہو جائے۔" شیپازیہ نے کہا۔ اور پھر اس نے حکم دیا کہ درخت سے ساری تلواریں نکال لی جائیں۔ جیکاش کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔
یہاں تک کہ تلواریں شیپازیہ کے سامنے پیش کردی گئیں۔
"چلو جیکاش۔۔ درخت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔"
"میں قول۔۔ کا صادق ہوں۔" جیکاش نے کہا، حالانکہ اس کا رنگ پیلا پڑتا جارہا تھا۔۔ پھر وہ درخت کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اور شیپازیہ نے تلوار اٹھالی۔
جیکاش ابھی تک امید و بیم کی کیفیت میں تھا۔ ظاہر ہے تلواروں کا کھیل پیش کرنے والے اپنے نشانے کے ماہر تھے۔۔ اور ملکہ شیپازیہ اناڑی۔۔ لیکن جیکاش سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے ملکہ اس سے دلچسپ مذاق کر رہی ہو۔۔ اسے آزمارہی ہو۔۔ اور اگر وہ ثابت قدم رہا تو وہ مسکرا کر تلواریں پھینک دے گی۔ چنانچہ وہ کھڑا رہا۔
اور ملکہ کے ہاتھ سے ایک چمچماتی تلوار نکلی اور درخت سے کافی دُور سے آگے نکل گئی۔
"اس بار نشانہ خطا نہیں ہوگا جیکاش!" شیپازیہ نے کہا۔
لیکن اس بار جیکاش کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی۔ وہ حتی الامکان کوشش کر رہا تھا کہ اس کے چہرے سے خوف کا اظہار نہ ہونے پائے۔ اس نے آنکھیں بھی بند کرلی تھیں۔۔ اور شیپازیہ دوسری تلوار کھول رہی تھی۔
پھر اس نے نشانہ لے کر تلوار پھینکی۔۔ اور بہت سی آوازیں ایک ساتھ نکل گئیں۔ ان میں جیکاش کی بھیانک چیخ بھی شامل تھی۔ تلوار اس کے سینے کو چھید گئی تھی اور اس سے خون کا فوارہ اُبل پڑا تھا۔
لوگ جیکاش کی طرف دوڑے۔ اور ملکہ ان کی طرف مڑی۔
"کیا بات ہے؟" اس نے خونخوار غراہٹ سے پوچھا۔ اور لوگوں کے قدم رُک گئے۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے ملکہ کو دیکھنے لگے۔
"اپنی جگہ کھڑے رہو۔۔ اور جیکاش۔۔ تم اپنی جگہ چھوڑ رہے ہو۔"
"شیپا۔۔ شیپا۔۔ میں۔۔!" جیکاش نے نہ جانے کس طرح کہا۔
"تم امتحان میں ناکام ثابت ہو رہے ہو۔" ملکہ غرائی۔ "اور میں جھوٹوں کو برداشت نہیں کرتی۔" اس نے دوسری تلوار اٹھائی۔ اور اس سے قبل کہ جیکاش اپنی جگہ چھوڑے۔ تلوار اس کے دل کے مقام پر پیوست ہو گئی تھی۔
جیکاش اچھل کر نیچے آرہا۔ اب وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اور ملکہ غصیلے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔۔ پھر وہ دوسروں کی طرف مڑی۔ "دیکھا تم لوگوں نے۔۔ ابھی میرے پاس کتنی تلواریں ہیں اور اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ کیا ایسے انسانوں پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔"
"ہرگز نہیں۔" بہت سی سہمی ہوئی آوازیں اُبھریں۔
"تب اسے میری نگاہوں سے دُور کردو۔۔ میں ایسے لوگوں کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔ سنو۔۔ غلامو۔۔ اسے اٹھا کر عقبی دریا میں پھینک دو۔"
"جو ارشاد ملکۂ عالیہ۔۔" دو غلام آگے بڑھے اور انہوں نے دم توڑتے ہوئے جیکاش کو اٹھالیا۔ پھر وہ اسے لئے ہوئے باغ کے ایک گوشے کی طرف چل پڑے جہاں شاید دریا تھا۔
ملکہ کا موڈ بگڑ گیا تھا اس لئے رقص و سرور کی محفل دوبارہ نہ ہوسکی۔ ملکہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کھیل ختم کرنے کا اعلان کردیا تھا اور پھر وہ کنیزوں کے جھرمٹ میں واپس محل کے اندرونی حصے کی طرف چل پڑی۔
میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ جیکاش اس کا محبوب تھا وہ چند ساعت قبل اس کی آغوش میں لیٹی ہوئی تھی۔ لیکن کھیل ہی کھیل میں اس نے اپنے محبوب کو قتل کردیا۔ بیشک اس وحشی عورت کی ایک حرکت میں نے جہاز پر دیکھی تھی۔ لیکن ابھی اس نے جو کچھ کیا تھا

وہ وہم و گمان سے باہر کی بات تھی۔

محفل منتشر ہو گئی۔ ایک ایک کر کے سب لوگ چلے گئے تو میں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی اور نگاہوں سے بچتا ہوا محل میں داخل ہو گیا۔ اب مجھے شیپازیہ کے کمرے کی تلاش تھی۔ ایک خوبصورت دروازے پر مسلح پہرے داروں کو کھڑے دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ یہ شیپازیہ کا کمرہ ہی ہو سکتا ہے۔

چند ساعت میں نے انتظار کیا۔ سوچتا رہا۔ اور پھر پہرے داروں کی طرف بڑھ گیا۔ پہرے داروں نے چونک کر مجھے دیکھا تھا۔

"مجھے ملکہ شیپازیہ نے طلب کیا ہے۔" میں نے فوراً کہا۔

اور پہرے دار راستہ چھوڑ کر الگ ہٹ گئے۔ شاید یہ ان کے لئے نئی بات نہ تھی ۔۔۔ میں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

شیپازیہ کا محل جس قدر شاندار ہو سکتا تھا اسی قدر شاندار تھا۔ ظلم و ہوس کی ملکہ کی فطرت کا اندازہ اس کی خوابگاہ کی سجاوٹ سے بھی لگایا جا سکتا تھا۔ نازک جانوروں کو نہایت اذیت دے کر قتل کیا گیا اور ان کی موت کے منظر کو میمز کرا لیا گیا تھا۔ کسی پرندے کی خوبصورت آنکھیں نکال کر اس کے پیروں کے پاس رکھ دی گئی تھیں۔ کسی کی گردن میں تیر پیوست تھا۔ کسی کا حلق کھول کر اس میں کیل پھنسا دی گئی تھی اور اس نے حلق بند نہ ہونے کی وجہ سے جان دی تھی۔ پھر انسانی کھوپڑیاں تھیں جو بڑے احترام سے رکھی گئی تھیں۔ بعض کھوپڑیوں کو سونے کے تاج پہنائے گئے تھے۔

غرض ان تمام چیزوں سے خونشام ملکہ کی وحشتناک فطرت کا اندازہ ہوتا تھا۔

لیکن نہ جانے یہ عورت اس قدر وحشی کیوں تھی۔ اس کے پس پردہ کون سی جبلت کام کر رہی تھی۔ میرے ذہن میں یہ سوال ابھرا لیکن اس وقت اس سوال کے جواب کی کوئی تک نہیں تھی۔

میں خاموشی سے آگے بڑھتا رہا۔ خوابگاہ کیا تھی، اچھا خاصا کھڑاگ تھا۔ جانوروں کی کھالوں پر سے گزرتا ہوا میں آگے بڑھتا رہا۔ ان خونریز مناظر کے بعد ہوس کے مناظر شروع ہوتے تھے۔ یہ مجسموں کی شکل میں تھے۔ بیشک فن مجسمہ سازی کے نادر نمونے لیکن سب کے سب شرمناک تھے۔ ان میں زیادہ تر مرد و عورت کو محو اختلاط دکھایا گیا تھا لیکن عجیب وحشتناک مناظر تھے۔ ایک بھی مجسمہ ایسا نہیں تھا جس میں اعتدال ہو۔ سب کے سب وحشیانہ جبلت کی نشاندہی کرتے تھے۔ اکثر غیر فطری عمل کے مظہر تھے۔ اکثر میں وحشت خیز مناظر پیش کیے گئے تھے۔ ظلم و بربریت کے مناظر۔ وہ باہمی سکون کسی ایک لمحے میں نمایاں نہیں تھا، جو مرد و عورت کے ایک دوسرے سے التفات کا مظہر ہوتا ہے۔ کہیں مرد مظلوم تھا تو کہیں عورت ۔۔۔!

درحقیقت ان مجسموں نے، اس پورے ماحول نے مجھے چکرا کر رکھ دیا تھا ۔۔۔ یہ عورت ۔۔۔ اس کی فطرت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ یوں تو میں نے دنیا کے انتہائی انوکھے عجوبے دیکھے تھے لیکن وہ سارے عجوبے اس عورت کے سامنے ماند نظر آتے تھے ۔۔۔ نہ جانے وحشی عورت انسانیت سے اس قدر ہٹی ہوئی کیوں تھی۔

یہ مناظر مجھے قدم قدم پر روک رہے تھے۔ مجھے ان میں دلچسپی محسوس ہو رہی تھی لیکن میرے قدم ابھی تک کہیں نہیں رکے تھے۔ میں بدستور آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر میں خوابگاہ کے آخری حصے میں پہنچ گیا۔

یہ حصہ خوابیدہ روشنیوں کا تھا۔ فانوسوں پر ایسے شیشے لگے ہوئے تھے، جن کی روشنیاں تیز ہوتی ہیں۔ وہیں ایک سیاہ پردوں میں لپٹا ہوا چھپر کھٹ تھا، جس میں ایک روشنی نظر آ رہی تھی۔

اور یہ روشنی ملکہ شیپازیہ کے سفید بدن کی تھی۔

سیاہ پردوں کے عقب سے اس کا عریاں بدن جھلک رہا تھا۔ وہ بے سدھ پڑی تھی، شاید سوئی تھی۔ میرے قدم رک گئے۔ میں ٹھٹھک گیا۔ اگر وہ لباس میں ہوتی تو میرے جھجکنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا لیکن اسے عریاں دیکھ کر میرے قدم خود بخود رک گئے تھے۔

ٹھیک تھا، یہ اس کی خوابگاہ تھی۔ ٹھیک ہے یہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں داخل ہو سکتا تھا لیکن اس کے باوجود، یوں لباس سے بے نیازی انوکھی تھی۔

لیکن یہ برہنگی بھی اس کی فطرت کے ایک اور پہلو کو عریاں کرتی تھی۔ میری نگاہیں پہلے الجھے ہوئے انداز میں اس پر گڑی رہیں اور پھر میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔

ملکہ کا بدن بے حد حسین تھا۔ یوں تو ہر جوان عورت، خوبصورت ہوتی ہے۔ شاید یہ حسن نگاہ ہو لیکن بعض اجسام اپنے اندر نمایاں خوبیاں رکھتے ہیں۔ وہ اس قدر جاذب نگاہ ہوتے ہیں کہ آنکھیں ان پر چپک کر رہ جاتی ہیں۔

میں کافی دیر تک ملکہ شیپازیہ کو دیکھتا رہا، پھر مجھے احساس ہوا کہ اس طرح کھڑا رہنا میری شان کے خلاف ہے، چنانچہ میں چند قدم آگے بڑھا اور پھر میں نے سیاہ پردے کی دیوار ہٹا دی لیکن ملکہ شاید نیم غنودہ تھی، یا پھر ایسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اسے میرے قدموں کی چاپ نہیں سنائی دی۔ تب میں نے اسے آہستہ سے آواز دی۔

"شیپازیہ!"

گو میری آواز تیز نہیں تھی، بلکہ ایک ہلکی سی سرگوشی کی حیثیت رکھتی تھی لیکن شیپازیہ کسی زخمی سانپ کی مانند پلٹی تھی اور پھر اس نے اتنی پھرتی سے مسہری سے نیچے چھلانگ لگائی کہ میں حیران رہ گیا۔ بلاشبہ وہ انتہائی پھرتیلی تھی۔

اس کی نگاہیں میرے چہرے پر جم گئیں اور پھر وہ اتنی زور سے اچھلی کہ گرتے گرتے بچی۔ اس نے مسہری پر دونوں ہاتھ رکھے اور جھک کر میری شکل دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی
"تم ــــ تم ــــ کیا یہ خواب ہے؟" وہ آہستہ سے بولی۔
"نہیں ــ تم جاگ رہی ہو ملکہ شیپازیہ!" میں نے کہا۔
"ناممکن ــ" وہ آہستہ سے بولی۔
"اپنا جائزہ لو۔ تم جاگ رہی ہو۔"
"تم کہاں چھپ گئے تھے؟ کہاں غائب ہو گئے تھے؟"
"سمندروں میں ــ میں نے تمھیں بتایا تھا۔"
"جھوٹ بولتے ہو۔"
"کیوں؟"
"میرے آدمیوں نے تمھیں کہاں نہیں تلاش کیا۔ انھوں نے تو ایک ایک چپہ چھان مارا۔"
"ہونہہ۔ تمھارے آدمیوں کی تعداد کتنی سی ہے۔ کیا تم انھیں سمندر کی وسعتوں میں پھیلا سکتی ہو؟" میں نے حقارت آمیز انداز میں ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔
"لیکن میں یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوں۔"
"کون سی بات؟"
"یہی کہ تم سمندروں کے باسی ہو۔"
"تمھارے نہ ماننے سے میری حقیقت نہیں بدل سکتی۔"
"مگر میں کیسے مان لوں ــ آخر تم انسان ہو۔"
"اور انسانوں کے بارے میں تم سب کچھ جانتی ہو؟" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔
"ہاں!" اس نے جواب دیا۔
"کافی احمق ہو۔" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔
"تم گستاخی کر رہے ہو۔" شیپازیہ نے کہا۔
"نہیں۔ حقیقت کہہ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ آہستہ آہستہ سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھیں سانپ کی آنکھوں کی مانند میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور پھر ان آنکھوں میں تبدیلی آنے لگی۔ اب وہ عجیب سے انداز میں میرے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔
"لیکن تم جیسے حسین انسانوں کی گستاخی بھی برداشت کی جا سکتی ہے۔ آؤ۔ بیٹھو۔ کھڑے کیوں ہو؟" وہ مسہری کے عقب سے نکل آئی۔
اس نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں نے کوئی ردوقدح نہیں کی۔ میں خاموشی سے ایک نشست پر بیٹھ گیا اور وہ مسہری پر میرے سامنے بیٹھ گئی۔
اب اس کی آنکھوں میں مٹھاس تھی اور اس کے آتشیں ہونٹ انوکھے انداز میں پھڑک رہے تھے۔
"اتفاق سے ہماری ملاقات جس ماحول میں ہوئی، وہ خوشگوار نہیں تھا۔ حالانکہ ــ تم تو محبت کے دیوتا ہو۔ تم کون ہو سنہرے بدن والے، اب بھی مجھے نہ بتاؤ گے؟"
"ہاں۔ ہماری ملاقات اچھے ماحول میں نہیں ہوئی ملکہ شیپازیہ! لیکن اس میں بھی قصور تمھارا تھا۔ میں نے تو طویل عرصہ کے بعد سمندر سے سر ابھارا تھا۔ سو میں نے تمھارا جہاز دیکھا۔ ہر چند میں ایسی چیزوں سے ناواقف نہیں تھا لیکن تمھارے جہاز پر میرے ساتھ جو سلوک ہوا، وہ خوشگوار نہیں تھا۔"
"تم اب بھی اسی بات پر اصرار کیے جاؤ گے کہ تم سمندر کی مخلوق ہو؟"
"ہاں!"
"کیوں؟"
"اس لیے کہ میں ہوں۔"
"لیکن میں نہیں مان سکتی!"
"آخر کیوں؟"
"اس لیے کہ اس سے قبل، میں نے کوئی ایسا آبی کیڑا نہیں دیکھا جو انسانوں کی مانند ہو ــ انسانوں کی سی شکل رکھتا ہو، انسانوں کی طرح بول سکتا ہو ــــ اور ــــ اس میں ساری خصوصیات انسانوں جیسی ہوں۔"
"مجھے اس بات پر اختلاف ہے۔ تم خود کو مکمل جہاندیدہ کیوں سمجھتی ہو ــ ابھی تو تم نے بہت سی چیزیں نہ دیکھی ہوں گی!"
"لیکن اگر میں تمھاری بات مان بھی لوں، تو میرے ذہن میں خلش رہے گی۔"
"کیسی خلش؟"
"بڑے بڑے نجومیوں نے زمین پر تمھاری نشاندہی کی تھی۔"
"تمھارے نجومی احمق ہیں۔"
"ہرگز نہیں۔" وہ پھر گرم ہو گئی۔ چند لمحات دانت پیستی رہی، پھر آہستہ آہستہ اعتدال پر آ گئی۔ "تم جان بوجھ کر ایسی باتیں کرتے ہو، جو مجھے اشتعال دلا دیتی ہیں۔"
"میں نے سچ کہا ہے۔"
"ان کی کوئی بات جھوٹ نہیں ہوتی۔"
"لیکن میں کہتا ہوں وہ جھوٹے ہیں۔"
"آخر کس طرح؟"
"پہلی بات تو یہ کہ انھوں نے تم سے میرے بارے میں

جھوٹ باتیں کہی ہیں۔ میں اس زمین کا انسان نہیں ہوں۔ میں تمھیں بتاتا ہوں کشیپا زیہ کہ وہ میرے بارے میں نہ کچھ جانتے ہیں، نہ جان سکتے ہیں۔"

"تم دعویٰ کر رہے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"اور اس دعوے کو سچ کر دکھاؤ گے؟"

"ہاں۔ ہاں!"

"کس طرح؟"

"جس طرح تم چاہو۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"انوکھی بات ہے لیکن میں تمھارے ذریعے ضرور ان کا امتحان لوں گی۔"

"میں تیار ہوں۔"

"تم نہیں جانتے، میں نے تمھیں کتنا تلاش کیا ہے!"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں؟" وہ پُرخیال انداز میں بولی۔ سوچنے لگی اور ایک بار پھر اس کے چہرے پر جنون اُبھر آیا۔ "اس لیے کہ تم نے میری توہین کی تھی، اس لیے کہ ــــ اس لیے کہ میں تمھاری دھجیاں بکھیر دینا چاہتی تھی۔"

"چلو۔ میں موجود ہوں۔"

"میں۔ میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ میں ــــ" وہ ایک طرف لپکی اور اس نے ایک میز سے ایک چمکدار خنجر اٹھا لیا۔ "کون ہے جو میری چشم و ابرو کے ایک اشارے پر جان وارنے کو تیار نہ ہو جائے۔ کون ہے جس نے میرے حکم سے سرتابی کی اور زندگی نہ گنوا دی۔ میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑ سکتی، سمجھے!"

اس نے پوری قوت سے میرے اوپر خنجر کا وار کیا لیکن میں نے اس کی کلائی پکڑ لی اور وہ وحشیانہ انداز میں قوت صرف کرنے لگی۔ حیرت انگیز عورت تھی۔ بلاشبہ وہ کئی مردوں سے زیادہ طاقتور تھی۔ ایک عام مرد اس کی قوت کے مقابلے پر کچھ نہ تھا۔ وہ جدوجہد کرتی رہی اور پھر تھک گئی۔

اب وہ مضمحل سی ہو گئی تھی۔

"تم نے ــــ تم نے میرے ہونٹوں کا بوسہ نہ لے کر میری سخت توہین کی تھی۔" اس نے بجھے بجھے انداز میں کہا۔

"تمھارا خیال غلط ہے ملکہ۔"

"کیوں؟ بتاؤ کیوں؟"

"تم شرط ہاری تھیں!"

"پھر؟"

"میں تمھیں ہارنے کا دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔"

"وہ گیا۔ کیا واقعی؟" اس نے تعجب سے کہا۔

"ہاں!"

"لل۔ لیکن کیوں؟"

"اس لیے کہ تم بہت خوبصورت ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ میرے نزدیک آ گئی، اتنی نزدیک کہ اس کا بدن میرے بدن سے مس ہونے لگا۔

"کیا تم دل سے یہ بات کہہ رہے ہو؟"

"ہاں!"

"تب۔ پھر۔ تب پھر تم نے مجھ سے دوبارہ ملنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"میں تمھیں تلاش کر رہا تھا۔"

"اتنے دن تک؟"

"ہاں۔ مجھے تمھارے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا مجھے تمھاری دنیا کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا بس پھر میں نے معلوم کیا اور مجھے تمھارا پتہ مل گیا، سو میں تمھارے پاس آ گیا۔"

"کیسی انوکھی باتیں کر رہے ہو۔ میں کیا، کوئی بھی یقین نہیں کر سکتا۔ بھلا سمندری انسان، اتنا حسین، اتنا خوبصورت، ہاں تمھارا حُسن عام انسانوں سے مختلف ہے اور تمھارا بدن بھی۔ تم بیشک دنیا کے انسانوں سے زیادہ حسین ہو اور تمھارے بدن کا یہ رنگ مصنوعی تو نہیں ہے۔ مصنوعی رنگ تو پانی سے دُھل جاتا ہے۔ پھر سمندر کے تم جیسے انسان اس سے قبل کیوں نہ دریافت ہوئے؟"

"کیونکہ سمندر نے پوری زندگی میں ایک ہی انسان کو جنم دیا۔" میں نے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ــ کیا مطلب؟"

"ابر نیساں نے ایک حسین سیپی کو نوازا، جس نے منہ کھول دیا تھا لیکن کون جانتا تھا کہ پانی کا یہ قطرہ زندگی سے لبریز ہے۔ سیپ کا منہ بند ہو گیا ــــ اور اس میں زندگی پرورش پانے لگی۔ سنہری وجود، جو عام موتیوں کی طرح گول نہیں تھا۔ بلکہ اس کی شکل مختلف تھی اور سیپ کا بدن بڑھتا رہا ــــ یہاں تک کہ اپنی وسعت کھونے کے بعد وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔ تب ننھا وجود پانی کی گہرائیوں میں بے یار و مددگار رہ گیا۔ وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسے کچھ نہیں آتا تھا۔

بھوک پیاس سے بلکتا ہوا۔ وہ پانی میں تیرتا رہا۔ تب ننھی سُرخ اور پیلی مچھلیوں نے اسے دیکھا۔ حیران ہو گئیں۔ پھر انھیں اس وجود کی کراہیں سنائی دیں۔ انھوں نے اس کا درد جاننے کی کوشش کی اور پھر سُرخ مچھلیوں کا غول منہ میں سبز پتے دبائے اس کے گرد پھیل گیا۔ انھوں

پورے محل کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہ ہال بالکل دربار کی سی کیفیت رکھتا تھا۔ ملکہ شیپازیہ ایک تخت پر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے بائیں سمت کے تخت پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ چوبدار مؤدب کھڑے ہوئے تھے۔ ملکہ شیپازیہ کے ہیبت دہلال کے سامنے سب لرزاں تھے۔

"زابلان اور اس کے پورے گروہ کو حاضر کیا جائے۔ میں ان کی منتظر ہوں۔" اس نے پُرجلال آواز میں کہا اور بہت سے چوبدار باہر دوڑ گئے۔ ملکہ خاموش بیٹھی رہی اور خاصی دیر انتظار کرنا پڑا۔ تب چند سفید ریش لوگ ہانپتے کانپتے اندر آ گئے۔ ان کی بغل میں پوتھیاں دبی ہوئی تھیں اور چہروں کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔

وہ ایک لائن سے ملکہ کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔

"باکمال زابلان! آج میں ایک معزز مہمان کے سامنے تیرے فن کا کمال پیش کرنا چاہتی ہوں۔"

"خادم حاضر ہے ملکہ شیپازیہ!"

"کچھ روز قبل، تجھے یاد ہے، میں نے تجھ سے ایک پوشیدہ شخص کے بارے میں پوچھا تھا؟"

"ہاں، مجھے یاد ہے۔" زابلان نے جواب دیا۔

"یہ بھی یاد ہے کہ تو نے کہاں کی نشاندہی کی تھی؟"

"ہاں۔ عظیم ستارہ داں سلانوس کے مکان کی!"

"لیکن وہ شخص وہاں نہیں ملا؟"

"ممکن ہے سلانوس نے اسے پوشیدہ کر دیا ہو۔"

"میں نے سلانوس کو گرفتار کرا لیا تھا!"

"تب اس نے اس کا پتہ نہیں بتایا؟"

"نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے سرے سے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا۔"

"وہ غلط کہتا ہے ملکہ! میرا علم جھوٹا نہیں ہے۔"

"ممکن ہے لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمھاری اس سے رقابت ہو اور تم نے اسے پھنسانے کے لیے یہ قدم اٹھایا ہو؟"

"نہیں ملکہ! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"خیر، یہ بتاؤ زابلان، اس وقت وہ شخص کہاں ہے؟"

"اس وقت؟ مجھے کچھ مہلت دو۔" زابلان نے پوتھی نکال لی۔ اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ ملکہ شیپازیہ نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور پھر ایک خادم کو اشارہ کیا۔

خادم اس کے قریب پہنچ گیا تو اس نے اسے جھکنے کے لیے کہا اور اس کے کان میں کچھ کہا۔ خادم نے دب سے گردن جھکائی اور وہاں سے چلا گیا۔ زابلان اور اس کے ساتھی تیزی سے اپنے کام میں مصروف تھے۔ پھر انھوں نے متفقہ طور پر کچھ طے کر لیا اور زابلان نے کام مکمل کر لیا۔

تب اس نے اجازت طلب نگاہوں سے شیپازیہ کی طرف دیکھا۔

"کیا تمہارا کام مکمل ہو گیا زابلان۔؟"

"ہاں، ملکہ عالیہ۔!"

"تو بتاؤ۔ وہ شخص اس وقت کہاں مل سکتا ہے۔؟"

"اس وقت وہ ایسی جگہ موجود ہے۔ جہاں دوسروں کی نگاہوں میں اس کا مرتبہ بلند ہے۔" زابلان نے پوتھی پڑھتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ تخت آبنوسی پر ہے۔ تخت میں چودہ ہیرے جڑے ہوئے ہیں، اور ملکہ عالیہ اس تخت کا فاصلہ تجھ سے دو ہاتھ سے زیادہ نہیں ہے۔"

"کیا مطلب۔؟" ملکہ اپنے ہونٹوں کی مسکراہٹ نہیں روک سکی

"میرے علم کے مطابق، وہ شخص تیرے سامنے موجود ہے ملکہ عالیہ"

زابلان نے جواب دیا اور میں نے گہری سانس لی۔ ملکہ شیپازیہ مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے کہا۔

"بے شک بوڑھے نجومی کو اپنے فن میں کمال حاصل ہے۔ لیکن پہلے اس نے غلط بات کیوں کہی۔"

"کونسی غلط بات۔؟"

"یہی کہ میں کسی سلانوس کے یہاں موجود ہوں۔"

"تمہیں یاد ہے زابلان۔ کہ تم نے اس شخص کے سلانوس کے پاس موجود ہونے کی نشاندہی کی تھی۔؟"

"ہاں۔ مجھے یاد ہے۔"

"لیکن اس شخص کا کہنا ہے کہ وہ کسی سلانوس کی شکل سے واقف نہیں ہے۔"

"یہ درست نہیں کہتا ملکہ عالیہ۔"

"کیا بکواس کرتا ہے بوڑھے بے وقوف۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔ "میں کہتا ہوں تیرا علم جھوٹا ہے، ناکارہ ہے۔ تو ستارہ دانی کی ابتدا سے بھی واقف نہیں ہے۔ اگر تو ستارہ داں ہے تو مجھے بتا، میں کون ہوں۔؟"

"ہمارے دوست، ہمارے مہمان کو مطمئن کر زابلان۔" ملکہ نے کہا۔

"خادم حاضر ہے۔" زابلان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو مجھے بتا میں کون ہوں۔"

"مجھے کچھ لمحات درکار ہیں۔" زابلان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور پھر ہم انتظار کرتے رہے۔ ملکہ شیپازیہ خاموش تھی اور نجومیوں کا پورا گروہ اپنے کام میں مصروف تھا۔

کافی دیر تک وہ مصروف رہے اور پھر زابلان اور اس کے ساتھی کسی حد تک پریشان نظر آنے لگے۔ وہ ایک دوسرے کے کانوں میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ ایک دوسرے سے مشورہ کر رہے تھے اور میں سمجھ گیا کہ اب وہ

مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ وہ میرے ستارے تلاش کر رہے ہیں، لیکن انہیں کیا معلوم کہ میں خود ہی ایک ستارہ ہوں۔!

اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے چہروں پر بدحواسی نظر آنے لگی ملکہ نے ان کی بے چینی محسوس کرلی اور ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

"کیا بات ہے زابلان۔ تم کتنی دیر اور صرف کرو گے۔؟" اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"ملکہ عالیہ۔۔ میں سخت پریشان ہوں۔" زابلان نے جواب دیا۔

"کیوں۔؟"

"مجھے اس شخص کے ستارے نہیں مل رہے۔"

"کیا بکواس ہے۔؟"

"ہاں ملکہ عالیہ۔ کہکشاں میں اس کا وجود نہیں ہے۔۔ یہ تو انوکھا انسان ہے۔"

"پھر تم نے اس کے بارے میں یہ کس طرح بتایا کہ یہ پہلے سلانوس کے پاس تھا۔ اور اب میرے سامنے ہے۔"

"محض قیافے سے ملکہ تنیپازیہ۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں۔۔ وجود کی خوشبو۔۔ میں نے صرف ملکہ کی جستجو پڑھی تھی۔"

"اس کا کوئی جواز نہیں ہے زابلان۔۔ یہ شخص خود کو سمندر کا انسان کہتا ہے۔"

"پانی میں رہنے والا۔۔؟" زابلان حیرت سے بولا۔

"ہاں۔!"

"ممکن ہے ملکہ۔۔ اس کا وجود کیڑوں میں ہو۔۔ شاید اسی لئے ہم ستاروں میں اسے تلاش نہیں کر سکے۔" زابلان نے جواب دیا۔

"تب پھر اس کی بات درست ہے۔" ملکہ نے کہا۔

"کونسی بات۔۔؟"

"اس کا کہنا ہے کہ تمہارے نجومیوں نے غلط بیانی سے کام لیا۔ اس نے کسی سلانوس کی شکل کبھی نہیں دیکھی۔۔ اور اس دوران اپنے مسکن یعنی سمندر میں رہا۔"

"لیکن یہ آبی کیڑا کیسے ہو سکتا ہے ملکہ۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ کوئی پُراسرار فن جانتا ہے، اور اس نے اپنے ستاروں پر فن کی تاریک چادر ڈال دی ہے۔"

"میں نے ملکہ سے غلط نہیں کہا بوڑھے شخص۔ میں انوکھی خصوصیات کا مالک ہوں۔"

"یہ بات ملکہ بہتر جانتی ہے۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو سمندر والے۔"

"یہی کہ تمہارا نجومی جھوٹا ہے۔"

"کیا تم ثابت کر سکو گے کہ تم آبی انسان ہو۔؟"

"بخوشی۔ بخوبی۔" میں نے کہا۔

"کس طرح۔۔؟"

"جس طرح ملکہ چاہے۔" میں نے جواب دیا۔۔ اور اچانک ملکہ کے چہرے پر تمتماہٹ آگئی۔ اس کی آنکھوں میں انوکھی چمک لہرا گئی اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

"کیا تم پورا ایک دن۔۔ اور ایک رات، پانی کے نیچے گزار سکتے ہو۔؟"

"میں نے پوری زندگی پانی کے نیچے گزاری ہے۔ ایک دن اور ایک رات کیا حیثیت رکھتے ہیں۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

ملکہ کی آنکھوں کی چمک اور بڑھ گئی اور پھر اس نے کہا۔ "لیکن پانی والے، پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"تب پھر۔ تیرا بدن بھی پانی کی خصوصیت کا حامل ہو گا۔؟"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کیا تیرے بدن میں آگ کو بجھانے کی خاصیت نہیں ہے۔؟"

"نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"اس لئے کہ میرا بدن پانی کی مانند سیال نہیں ہے۔ ہاں جس طرح آگ پانی پر اثر نہیں کر سکتی۔ اسی طرح وہ میرے بدن پر بھی بے اثر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا آگ تیرے بدن کو نہیں جلا سکتی۔؟"

"نہیں ملکہ عالیہ۔"

"خواہ وہ کیسی ہی شدید ہو۔؟"

"ہاں۔ خواہ وہ کیسی ہی شدید ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"تیرا کیا خیال ہے زابلان؟"

"اس پُراسرار اور مکار انسان کی فطرت میں مجھے بہت کچھ پوشیدہ نظر آ رہا ہے ملکہ۔" زابلان نے نفرت سے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔۔ تجھے یہ الفاظ استعمال کرنے کا حق نہیں ہے زابلان بہرحال وہ ہمارا مہمان ہے۔" ملکہ کا رویہ میں نے اچانک ہی بدلا ہوا محسوس کیا تھا۔

"ملکہ۔۔ اس نے میرے فن کو جھوٹا کہا ہے۔"

"لیکن تیرا فن اس کے بارے میں تو کچھ نہیں بتا سکا۔؟"

"ممکن ہے اس کے پاس کوئی ایسا فن ہو، جس میں اس نے خود کو پوشیدہ کر لیا ہو۔۔ لیکن اس نے جو دعویٰ کیا ہے، کیوں نہ اس سے اس کا ثبوت مانگ لیا جائے۔؟" زابلان بولا۔

"یعنی آگ کی بات۔؟"

"ہاں۔!"

"کیوں سمندر والے۔ کیا تو تیار ہے۔؟"

"کس بات پر ملکہ شیپازیہ۔؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا تو آگ کا غسل کر کے زندہ سلامت رہ سکے گا۔؟"

"میں کہہ چکا ہوں۔ کہ میں سمندر کا باسی ہوں۔ جس طرح آگ سمندر کو نہیں جلا سکتی، اسی طرح میرا بدن بھی اس میں محفوظ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کا امتحان ہو جائے۔" ملکہ نے پوچھا۔

"ایک شرط کے ساتھ۔" میں نے بوڑھے نجومی کو گھورتے ہوئے کہا، جس نے میرے بارے میں بڑی اہانت آمیز باتیں کہی تھیں اور شاید ملکہ کو اپنی باتوں سے رام کر لیا تھا۔

"ہاں۔ ہاں شرط پیش کر۔ کیا شرط ہے تیری۔؟"

"اگر میں غسلِ آتش کے بعد صحیح و سالم نکل آیا، تو نجومیوں کے اس پورے گروہ کو آگ میں پھینک دوں گا۔"

"اوہ۔ کیا عمدہ خیال ہے۔ ویسے تو یہ کر سکتا ہے کیونکہ میں نے جہاز پر تجھے دیکھا تھا۔ کیوں زابلان تجھے یہ شرط منظور ہے۔؟"

"ملکہ حکم دے گی تو مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔"

"کیا خوب۔ تو چلیں۔ پھر ہم آتشکدے کی جانب چلیں" ملکہ نے کہا اور تخت سے اتر گئی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے بدن میں انگڑائیاں ٹوٹنے لگیں۔ آگ کی طلب جاگ اٹھی۔ ہاں۔ میری مونس، میرے بدن کو جلا بخشنے والی۔ اور پھر یونان کے آتشکدے، اچھے خاصے بھرتے تھے گے۔ یقیناً آگ جوان ہوگی۔

بدن میں انوکھی انگڑائیاں سمیٹے ہوئے میں ملکہ کے ساتھ چلتا رہا۔ عقب میں زابلان اور اس کا گروہ آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے ملکہ کے خاص خدام جو اس کے محافظ بھی تھے۔

میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ ملکہ کی کیفیت کچھ بدلی ہوئی ہے یعنی رات کو جو وہ تھی، دن میں نہ تھی، ناشتے کے وقت بھی اس کا رویہ ٹھیک تھا۔ لیکن اب وہ اچانک بدلی بدلی سی لگنے لگی تھی۔

اور پھر دور سے آتشکدے کو دیکھ کر میری باچھیں کھل اٹھیں۔ خوب تھا۔ جس کی تپش دور دور تک محسوس ہوتی تھی۔ عبادت گاہ ہی تھی جہاں بہت سے پروہت نظر آ رہے تھے۔ سب نے خونخوار ملکہ کو تعظیم دی۔ ملکہ نے کسی طرف توجہ نہیں دی تھی، وہ آتشکدے کے نزدیک جا کھڑی ہوئی۔ آگ کی تمتماہٹ اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

"سمندر والے۔ کیا تو اس آگ سے خوفزدہ نہیں ہے؟" ملکہ نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ لیکن آگ میں داخل ہونے سے قبل ان لوگوں کو تیری ضمانت پر چھوڑ جاؤں گا۔"

"زابلان وغیرہ۔؟"

"ہاں۔!"

"مجال ہے جو کوئی اختلاف کرے۔"

"تب انتظار فضول ہے۔" میں نے کہا۔ اور آتش کدے میں چھلانگ لگا دی۔ بے شمار چیخیں نکل گئیں۔ آگ کچھ اور بلند ہو گئی تھی اور۔ اور میرے منہ سے سسکاریاں نکل رہی تھیں۔ آہ۔ کس قدر جوان آگ تھی۔ میرے مسامات نے منہ کھول دیئے تھے۔ وہ آگ جذب کر رہے تھے۔ اور مجھے لگ رہا تھا جیسے میں ایک نوزائیدہ ہوں۔ ابھی ابھی پیدا ہوا ہوں، دنیا کی چالاکیوں سے۔ سختیوں سے ناآشنا، انوکھی کیفیتیں لئے ہوئے۔

آگ سے نکلنے کو میرا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اب میں احمق زابلان کے بارے میں سوچ رہا تھا، جو مجھ سے شرط ہار گیا تھا۔ لیکن اس بے وقوف بوڑھے سے مجھے کیا پرخاش ہو سکتی تھی۔ اسے مار کر مجھے کیا ملتا۔ ہاں۔ جس سلانوس کو بچانا چاہتا تھا، سو میں بوڑھے کو جھوٹا ثابت کر کے بچا سکتا تھا۔ حالانکہ بوڑھے کا علم جھوٹا نہیں تھا۔ اس نے اس وقت بھی میرے بارے میں ٹھیک بتایا تھا اور کسی اہلِ علم کو قتل کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ میں نے سوچا میں اسے معاف کر دوں گا۔ اور پروفیسر۔ آگ تو میری روح کو زندہ کر دیتی تھی۔ آگ تو مجھے ظرف دیتی تھی۔ کیسا بھی وقت ہو۔ کیسا بھی ماحول ہو۔ میں صدیوں پرانا بن جاتا تھا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ میں بوڑھے زابلان کو معاف کر دوں گا۔ پھر جب آگ سے سیری ہو گئی تو میں باہر نکلنے کیلئے چل پڑا۔ اور جب میں نے آگ سے باہر قدم رکھا۔ تو بے شمار دہشت زدہ چیخیں سنائی دیں۔ ملکہ شیپازیہ شاید میری زندگی کی طرف سے ناامید ہو کر واپس چل پڑی تھی۔

پروہتوں کی دہشت زدہ چیخیں سن کر وہ چونک پڑی۔ اور مجھے دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ یہی کیفیت زابلان اور اس کے ساتھیوں کی تھی۔ ملکہ شیپازیہ اپنا رتبہ بھول کر میری طرف دوڑ پڑی تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے انگلی سے چھو کر میرے آتشیں بدن کی گرمی محسوس کی، پھر میرے سینے پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگی۔ "آہ۔ آہ۔ تم زندہ ہو سمندر والے۔ آہ۔ تم تو پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہے ہو سمندر کے باسی۔ ارے تمہارا بدن تو پہلے سے کہیں زیادہ چمکدار معلوم ہو رہا ہے۔"

"لیکن تمہاری امید تو ٹوٹ گئی تھی، تم تو شاید میری زندگی سے مایوس ہو کر واپس چل پڑی تھیں۔"

"ہاں۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گی۔ آہ، لیکن۔ تم تو اور انوکھے ہو گئے۔ آہ۔" شیپازیہ نے بے اختیار ہو کر میرے سینے پر چہرہ رکھ لیا۔ وہ اپنا رخسار میرے سینے سے رگڑ رہی تھی۔ اس نے پروہتوں یا نجومیوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔ سب کے سب بدحواس نظر آ رہے تھے

اور اُن کی حیرت کم نہیں ہو رہی تھی۔

"آہ۔۔۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔ ایسا کیسے ممکن ہے۔۔۔ اُف آگ سے زندہ بچ آنے والے، یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔؟"

"تم اس کے علاوہ بھی جو چاہو امتحان لے سکتی ہو۔۔۔ میں نے جھوٹ نہیں کہا۔"

"بے شک۔۔۔ تو جھوٹا نہیں ہے۔۔۔ میں اعتراف کرتی ہوں۔ تو جھوٹا نہیں ہے۔"

"زابلان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔۔۔؟"

"زابلان۔۔۔" ملکہ نفرت سے بولی۔ "بلاشبہ وہ اسی بات کا مستحق ہے کہ تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو اُٹھا کر آگ میں پھینک دے۔ سمندر والے۔۔۔ تو شرط جیت گیا ہے۔۔۔ انھیں آگ میں پھینک دے۔"

تب میں نے زابلان، اور اس کے ساتھیوں کے چہرے دیکھے، سب کے سب دہشت سے زرد ہو رہے تھے۔ اُن کے بدن کانپ رہے تھے اور وہ خوف بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

"میں ان سب کو معاف کرتا ہوں۔۔۔ میں ان کی زندگی نہیں لوں گا۔"

"کیا۔۔۔" ملکہ حیرت سے بولی "کیا تو انھیں زندہ چھوڑ دے گا جو تجھے جھوٹا کہہ رہے تھے۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ میں نے آج تک خود سے کمزور انسانوں کو قتل نہیں کیا۔"

"نہیں سمندر والے۔۔۔ یہ اچھی بات نہیں۔"

"لیکن میں نے انھیں معاف کر دیا ہے۔"

"میں معاف نہیں کروں گی۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"انھوں نے مجھے جھوٹی اطلاع دی ہے۔۔۔ میرے ہاتھوں سے مقدس سلانوس کی توہین کرائی ہے۔۔۔ اگر اس عظیم اور بے گناہ انسان نے مجھے بددعا دے دی تو۔۔۔"

"تو اسے باعزت طور سے رہا کرا دے۔۔۔ اس کی شکایت ختم ہو جائے گی۔" میں نے اسے مشورہ دیا۔

"لیکن اب میں ان کی زندگی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"

"اور میں اُن کی موت کا۔۔۔!" میں نے جواب دیا۔

"میں تجھے حکم دیتی ہوں سمندر والے۔" شیپازیہ جھلا کر بولی۔

"میں اسے ماننے سے انکار کرتا ہوں۔"

شیپازیہ چونک کر میری شکل دیکھنے لگی۔۔۔ اس کی خونخوار نگاہیں میرے چہرے پر جم گئیں۔ پھر گردن سے پھسلتی ہوئی میرے سینے پر اور پھر پورے بدن سے گزر گئیں، تب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"سنا تم نے زابلان۔۔۔ سمندر والے نے تمہاری جان بخشی کر دی ہے۔۔۔ آؤ۔۔۔ سب میرے ساتھ آؤ۔۔۔ آؤ۔۔۔ تم بھی آؤ سمندر والے، میں نے اپنا حکم واپس لے لیا ہے۔"

زابلان اور اس کے ساتھی مجھے دُعائیں دینے لگے۔ ملکہ ہمیں لے کر واپس اپنے عشرت کدے میں پہنچ گئی۔ تب اس نے زابلان وغیرہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔ اور پھر اس عورت کو مخاطب کیا جس کے کان میں اس نے کوئی بات کہی تھی۔

"زابلان اور اس کے ساتھیوں کی شربت۔۔۔ وغیرہ سے تواضع کرو۔ بیٹھ جاؤ سمندر کے بیٹے، تم تو واقعی عظیم ہو۔۔۔ لیکن افسوس کہ میں نے تمہارا جیسا ظرف نہیں پایا۔"

اور میں بیٹھ گیا۔۔۔ میں نے اس وقت ملکہ کی بات پر غور نہیں کیا تھا ویسے میں نے اس کی چاہت، اس کی پسند میں بے پناہ اضافہ محسوس کیا تھا۔

ملکہ نے اپنے لئے بھی شراب طلب کی، اور خادماؤں نے اس کے اور میرے لئے شراب مہیا کر دی۔ میں ملکہ کے ساتھ شراب سے شغل کرنے لگا، زابلان اور اس کے ساتھیوں نے شربت پی لیا۔۔۔ اور پھر زابلان نے ملکہ سے اجازت چاہی۔

"ہاں۔۔۔ تم جا سکتے ہو۔۔۔!" ملکہ شیپازیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور زابلان زمین پر ہاتھ ٹیک کر اُٹھ گیا۔ ملکہ انھیں غور سے دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے اچانک زابلان کو بیٹھتے دیکھا۔۔۔ اور اس کے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر پہنچ گئے تھے۔

"ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ ارے۔۔۔" اس کے منہ سے نکلا۔ "یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ کک کیا ہوا۔۔۔؟"

نہ صرف زابلان بلکہ اس کے دوسرے ساتھیوں کی بھی یہی کیفیت تھی۔۔۔ وہ سب کتوں کی طرح ہاتھ اور پاؤں زمین پر ٹکائے ہوئے تھے۔۔۔ اُن کی زبانیں باہر نکل آئی تھیں۔

"یہ۔۔۔ کیا ہے۔۔۔؟" میں نے چونک کر ملکہ سے پوچھا۔

"مر رہے ہیں سب کے سب۔۔۔ کتوں کی موت مر رہے ہیں۔" ملکہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ارے۔۔۔ مگر کیسے؟"

"میں نے انھیں زہر پلوا دیا ہے۔" اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

اور میں ساکت رہ گیا۔ میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان مرتے ہوئے انسانوں کو دیکھنے لگا۔

"اگر میں انھیں زندہ چھوڑ دیتی سمندر والے، تو میں سکون کی نیند نہیں سو سکتی تھی۔" اس نے کہا۔

"تم نے مجھے زہر کیوں نہیں دیا۔۔۔؟"

"تمہیں۔۔۔!" وہ گہری سانس لے کر بولی۔ "نہیں۔۔۔ میں تمہیں زہر نہیں دے سکتی، تم نے شاید خود کو محسوس نہیں کیا ہے کہ تم کیا ہو۔ حالانکہ تم میرے نافرمان

ہو۔ پورے ملک میں تمہیں کوئی میرا نافرمان نہیں ملے گا۔"
"لیکن میں نے تمہاری اس حرکت کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے۔"
"بار بار میری توہین مت کرو سمندر والے، میں تمہیں چاہنے لگی ہوں۔"
"ہوں ۔۔۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ بہرحال وہ مر گئے تھے اور اب میں انھیں زندگی نہیں دے سکتا تھا، نہ ملکہ۔۔۔ چنانچہ میں نے مصلحتاً انھیں بھول جانا مناسب سمجھا۔
"مجھے یہ ماحول پسند نہیں آ رہا۔ یہاں سے نکل چلو۔" میں نے کہا۔
"ایں ۔۔۔ اچھا۔۔۔ کیسے مرد ہو۔۔۔ شیروں کے شیر۔۔۔ مرنے والوں سے گھبراتے ہو ۔۔۔؟"
"اُٹھو۔۔۔ یہاں سے نکل چلو۔"
"چلو۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔ میرا ذہن تو بے حد خراب تھا۔ لیکن اب میں خود پر جبر کرنے کا عادی بھی ہو گیا تھا، چنانچہ میں نے اس واقعے کو ذہن سے نکال دیا۔
دوسرے کمرے میں بیٹھ کر ہم دونوں نے خوب شراب پی، اور ملکہ مست ہو گئی۔ "تم اُن کی موت سے ناخوش ہو سمندر والے۔" اس نے میرے شانے پر منہ رکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں ۔۔۔!"
"تو میں تمہیں کیسے خوش کروں ۔۔۔ کیا رقص و سرود کی محفل لگواؤں، لیکن اب رات ہونے ہی والی ہے۔۔۔ وقت آنے ہی والا ہے۔"
"رات ہونے دو۔"
"لیکن مجھے تمہاری سرد مہری پسند نہیں۔"
"سلانوس کے لئے تم نے کیا کیا ۔۔۔؟"
"ابھی تک کچھ نہیں۔"
"کیا اسے بھی زہر دلواؤ گی ۔۔۔؟"
"وہ سچا ہے۔۔۔ اس لئے نہیں۔"
"تب پھر اسے رہا کر دو۔"
"تم خوش ہو جاؤ گے ۔۔۔؟"
"میرا اس سے کیا واسطہ، تمہاری مرضی ہے۔ میری مرضی سے تم نے انھیں معاف نہیں کیا۔ اب میں کیا کہوں ۔۔۔؟"
"اوہ۔۔۔ میں سلانوس کو تمہارے حکم سے رہا کرا دیتی ہوں۔۔۔ تم خوش ہو جاؤ۔" اس نے کہا اور پھر اس نے تالی بجا کر خدام کو بلایا اور انھیں سلانوس کی باعزت رہائی کا حکم دیا۔
میں نے سکون کی سانس لی تھی۔ اس کے بعد میں نے اس سے بے التفاتی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ بہرحال میرا کام بن گیا تھا۔۔۔ رات ہوئی، رقص و سرود کی محفل بھی، ایسی ہی محفل جیسی میں نے پچھلی رات دیکھی تھی، جس میں ایک نوجوان کو وحشیانہ طور پر قتل کر دیا گیا تھا۔۔۔ اس وقت بھی بہت سے فنون پیش
کئے گئے اور پھر ہم خواب گاہ میں پہنچ گئے ۔۔۔!
شراب کا خمار اور پھر میرے آتشیں بدن کا نشہ۔ شیبا زیبا تو بے حال ہو گئی۔ وہ شدتِ جذبات سے دیوانی ہو گئی۔۔۔ اس نے میری گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "آہ ۔۔۔ آہ۔۔۔ سمندر والے۔ اگر آگ تمہیں جلا دیتی تو میں تمہارے لئے غم کرتی ۔۔۔ آہ ۔۔۔ اس رات کی رنگینیاں آگ کی نذر ہو جاتیں۔ کیسی حماقت کی تھی میں نے، کیسا بے ذوقی کا کام کیا تھا۔"
"کیا تمہارے ذہن میں خیال تھا کہ آگ مجھے جلا دے گی ۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔۔۔ کون تھا جسے یہ یقین نہ ہوتا۔"
"لیکن تمہارے دل نے یہ کیسے گوارہ کر لیا ۔۔۔؟"
"آہ ۔۔۔ میں خود کو کیا کروں ۔۔۔ مجھے مرنے والے بہت پسند ہیں۔ مجھے تمہاری موت کا یقین تھا۔"
"کیا مطلب؟" میں چونک کر بولا۔
"ہاں ۔۔۔ میں تمہاری موت چاہتی تھی ۔۔۔ میں کیا کروں سمندر والے کسی کے مرنے کا منظر۔ کسی کی اذیت ناک موت کا تصور میرے لئے بہت دلکش ہوتا ہے۔ میری سب سے بڑی۔ سب سے عزیز آرزو یہ ہوتی ہے کہ کوئی مر جائے ۔۔۔ وہ جو مجھے پسند ہو۔ وہ جس کے لئے میں تڑپوں۔ چنانچہ میں نے تمہارے بارے میں بھی یہی سوچا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر تمہیں موت دینے کی کوشش کی تھی سمندر کے بیٹے ۔۔۔"
اور میں اس انوکھی عورت کے بارے میں سوچنے لگا۔ بلاشبہ اس سے زیادہ حیرت انگیز عورت میں نے نہیں دیکھی تھی۔ بہرحال حسبِ معمول وہ رات بھر میرے پہلو میں رہی اور خود سوئی نہ مجھے سونے دیا اور پھر صبح کی روشنی میں وہ سو گئی ۔۔۔ میں بھی آرام کرتا رہا تھا ۔۔۔!
سلانوس اور اس کی بھتیجیوں کو رہا کر دیا گیا تھا۔ میں بدستور ملکہ کے ساتھ تھا۔ وہ مجھے ایک لمحے کے لئے بھی نہیں چھوڑتی تھی۔ اکثر سیر کو نکلتی تو میں بھی اس کے ساتھ ہوتا۔ یہاں تک کہ ایک دن پھر میں نے اس جہازی کی سیر کی جسے میں نے سلانوس کے ٹھکانے سے دیکھا تھا اور جس پر میں نے خاصی تفریح کی تھی۔ لیکن آج میری حیثیت دوسری تھی۔ آج میں ملکہ کا منظورِ نظر تھا۔ سیر کرتے ہوئے ملکہ نے مجھے آواز دی۔
"سمندر والے ۔۔۔!" اس نے بڑے پیار سے کہا تھا۔
"ہوں۔"
"کیا تمہیں کچھ یاد آ رہا ہے ۔۔۔؟"
"ہاں ۔۔۔!"
"تمہیں احساس نہیں ہو سکتا کہ میں تمہارے لئے کس قدر بے چین تھی۔"
"کونسی بات تمہیں بے چین کرتی تھی۔" میں نے پوچھا۔
"تمہارا غرور۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے میرے بوسے کو ٹھکرایا تھا۔"

"اوہ۔ تم آج بھی غلط سوچ رہی ہو شیپازیہ۔ اگر وہ بوسہ تمہاری
...ت کا نہ ہوتا تو میں اسے ضرور حاصل کرتا۔"

"کیا تم نے اپنی دنیا میں جاکر مجھے یاد کیا تھا۔؟"

"ہاں۔ اکثر۔"

"گویا تم بھی مجھے چاہنے لگے تھے۔؟" وہ مسرورانہ انداز میں بولی۔
...س اعتراف سے اسے بہت سکون مل رہا تھا۔

"کیوں نہیں۔ تم دنیا کی حسین ترین عورت ہو۔"

"اور تم کائنات کے حسین ترین مرد۔" اس نے وفورِ محبت سے مجھے
...ا۔ اور پھر ہذیانی انداز میں بولی۔ "لیکن۔ کاش میری ذلیل فطرت مجھے مجبور
...ے، کاش میں تمہاری زندگی کے درپے نہ ہو جاؤں۔" اور میں حیران نگاہوں
...سے دیکھنے لگا۔

کافی دیر تک جیسے وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی۔ اور پھر
...گہری سانسیں لے کر میری طرف دیکھنے لگی۔ "سمندر والے۔" اس نے دھیمی
...یں پکارا۔

"ہوں۔"

"تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟"

"ہے۔" میں نے اطمینان سے کہا۔

"ارے۔ کیا سچ۔؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو تم نے اب تک مجھے کیوں نہیں بتایا۔؟"

"تم نے پوچھا ہی نہیں۔"

"کیسے عجیب ہو تم۔ کیسے انوکھے ہو تم۔ ہائے کیسی تعجب کی بات
...۔ کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"میکارا۔!" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ بے حد پُراسرار۔ درحقیقت سمندر کی زمین کا نام معلوم
...ہے۔ لیکن میکارا۔ پانی میں تمہاری جیسی مخلوق تو موجود نہیں ہے۔ پھر تمہیں یہ
...ں نے دیا؟"

"مچھلیوں نے۔ سمندری کیڑوں نے۔" میں نے جواب دیا اور وہ شبہے کی
...ں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"یہ کیسے ممکن ہے۔ یا پھر۔ تم نے ابھی تک اپنی حقیقت بھی مجھ سے
...ہے۔ اپنے نام کی مانند۔"

"ایسی بات نہیں ہے شیپازیہ۔"

"تو تمہارا تعلق سمندر کی سرزمین سے ہے۔؟"

"ہاں۔ تم شبہے کی منزل میں داخل ہو گئی ہو۔؟"

"ہاں۔ اور چاہتی ہوں کہ تم سمندر کی تہہ میں چلے جاؤ۔"

"تمہیں یقین دلانے کے لئے میں نے کسی بات سے انکار کیا ہے؟"
میں نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جیسے اسے ہوش آ گیا۔ وہ
جلدی سے کھڑی ہو گئی اور اس نے پشت سے مجھے پکڑ لیا۔

"ارے نہیں۔ ارے نہیں۔ سنو۔ میں دیوانی ہوں۔ میں نے اپنا
یہ حکم بھی واپس لیا۔ تم کھو گئے تو پھر میں تمہیں کہاں پاؤں گی! رہنے دو سمندر
والے، رہنے دو میکارا۔ بس رہنے دو۔!" اور میں نے شانے ہلا دیئے۔

بظاہر اس کے پاس رہنے کی اب کوئی وجہ نہیں تھی۔ لیکن سچ
بات یہ ہے پروفیسر کہ میں اس انوکھی عورت میں دلچسپی لے رہا تھا۔ میں اس
کی خونخوار فطرت میں دلچسپی لے رہا تھا اور میرے دل میں اس کے ساتھ مزید کچھ
وقت گزارنے کی خواہش تھی۔ اور اپنی اسی خواہش کی وجہ سے میں ابھی تک اسکے
ساتھ تھا۔!

یہ تو میری بات تھی لیکن محل کے دوسرے لوگ بھی حیران تھے۔ شاید
شیپازیہ کا کوئی محبوب اتنے طویل عرصے تک اس کے ساتھ نہیں رہا تھا۔ سوائے ایک
رات، اس انوکھی عورت کی انوکھی فطرت پھر عود کر آئی۔ اس نے رقص کی محفل میں
مجھے زہر دے دیا لیکن ظاہر ہے ایسی بیکار چیزیں میرے اوپر اثر انداز نہیں ہوتیں،
اس نے خود ہی شدید حیرت کا اظہار کیا تھا۔ اور عجیب ہنگامہ رہا۔ پھر ساری
رات وہ میرے سینے سے چمٹی روتی رہی کہ اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو کیا ہوتا۔ سچ
بات ہے کہ اس عورت نے میرے ذہن کی چولیں ہلا دی تھیں اور اب میں سوچنے
لگا تھا کہ یہاں سے نکل ہی چلا جائے۔

شاید میں یہاں سے نکل ہی جاتا کہ یہاں ایک اور کہانی شروع
ہو گئی۔ اتنے دنوں سے میں ملکہ شیپازیہ کے ساتھ تھا، لیکن اس دوران نہ تو
میں نے اسے کبھی شاہ ماراتھون کے پاس جاتے دیکھا اور نہ کبھی وہ شاہ ماراتھون
ہی اس کے پاس آیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے دونوں کے درمیان کوئی رشتہ ہی نہ ہو
لیکن اس صبح ملکہ شیپازیہ میرے پہلو میں بیٹھی پھلوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی،
کہ ایک چوبدار نے آنے کی اجازت طلب کی۔

"آ جاؤ۔ کیا بات ہے۔؟" ملکہ نے نرم لہجے میں پوچھا۔ اس وقت
اُس پر خوشگوار کیفیت طاری تھی۔

"شاہ ماراتھون محل میں تشریف لائے ہیں۔"

"اوہ کب۔؟" شیپازیہ نے چونک کر پوچھا۔

"ابھی۔ چند ساعت قبل۔"

"لیکن کیا پہلے کوئی اطلاع نہ تھی۔؟"

"نہیں۔"

"کہاں تک پہنچے ہیں وہ۔؟"

"ابھی محل کے ابتدائی حصے میں ہیں۔"

"اچھا۔ میں اُن کی پذیرائی کروں گی۔" ملکہ نے کہا اور اُٹھ کھڑی

ہوئی۔ اُس نے معذرت آمیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ "میکارا۔ تم کچھ خیال تو نہیں کرو گے۔؟"

"اوہ۔ نہیں ملکہ۔ بہرحال وہ تمہارا شوہر ہے۔"

"ہاں۔ دُنیا کی نگاہوں میں۔" ملکہ نے کہا اور بولی۔ "تو مجھے اجازت؟"

"شوق سے ملکہ۔" میں نے جواب دیا اور وہ چلی گئی۔ شاہ ماراتھون کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، لیکن سچ بات تو یہ ہے کہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی۔ ہوگا کوئی بے غیرت سا، بے تکا سا شخص۔ چنانچہ میں آرام کرتا رہا۔ ملکہ دوپہر تک واپس نہ آئی۔ میں نے کھانا بھی تنہا کھایا۔ شاہ ماراتھون کے بارے میں البتہ اطلاعات مل رہی تھیں کہ وہ ابھی محل ہی میں ہیں۔

دوپہر ڈھلے ملکہ واپس آئی اور آتے ہی مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ اتنی دیر کی غیر موجودگی پر معذرت کا اظہار کر رہی تھی۔ میں نے فراخدلی سے اسے معاف کر دیا۔ "لیکن یہ شاہ ماراتھون کو اچانک تم کیوں یاد آ گئیں۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ مردنما... ایسا ہی انسان ہے۔ اس کے خیال میں شموکا میری گرفت میں آ سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں کیکاس کی پہاڑیوں کا سفر کرنا ہوگا۔" ملکہ نے کہا۔

"تم کیا کہہ رہی ہو، میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں۔ تمہیں تو کچھ بھی نہیں معلوم سمندر کے انسان۔ اب تم کیا جانو کہ شموکا نے ماراتھون کی راتوں کی نیند حرام کر دی ہے۔ واقعی تمہیں کیا معلوم کہ اس نے آہستہ آہستہ ہمارے بے شمار فوجیوں کو ہلاک کر دیا ہے اور غور تو کرو، اس کے گروہ نے ایک بھری پُری بستی پر حملہ کر کے ہمارا ایک مضبوط گڑھ ساموکاس تباہ کر دیا ہے۔ شراب و شباب کا رسیا ماراتھون اس سے قبل اتنا پریشان کبھی نہ ہوا ہوگا، جس قدر آج کل ہے۔ ارے تم اس کی شکل دیکھتے مجھے تو ہنسی روکنا مشکل ہو رہی تھی۔ اس لئے نہ ہنسی کہ بُرا مان جائے گا۔"

"اس کے باوجود میں شموکا کے بارے میں کچھ نہیں جان سکا۔" میں نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ تو میں تمہیں تفصیل بتا رہی تھی۔ شموکا ماراتھون کا دشمن ہے۔"

"خوب۔ لیکن کیوں۔؟"

"بس۔ وہ ماراتھون کی حکومت بدل دینا چاہتا ہے۔"

"اوہ۔ تو وہ باغی ہے۔"

"پکا باغی۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ پشت ہا پشت سے اس کی بغاوت ناکام ہے۔"

"اوہ۔ تو یہ کوئی پشتینی معاملہ ہے۔؟"

"ہاں۔ بہت پُرانی بات ہے، ایرانیوں اور ایتھنزیوں کے درمیان۔ خوفناک جنگیں ہو رہی تھیں۔ لیکن پھر اُن کے درمیان صلح ہو گئی، اس صلحنامہ کا نام صلحنامہ کیمون تھا۔ یہ صلحنامہ یونانیوں کے لئے باعثِ فخر تھا اس کی رو سے ایرانی فوج ساحل انجیئن سے کم از کم تین یوم کے کوچ کے مقام پر رہتی اور اس کا بیڑا سوائے فاسلیس اور حتیٰ کا اندرونی جزائر سے جنوب مشرق اور شمال میں بحرِ اسود کے سوائے بحیرہ انجیئن میں نہ آنے پائے گا۔ اس کا بانی کیمون تھا، لیکن شموکا کے اجداد بھی صاحبِ عزت لوگوں میں سے تھے۔ صلحنامہ پر ان کی رائے ضروری نہ سمجھی گئی اور انہوں نے کیمون سے دشمنی ٹھان لی۔ چنانچہ یہ دشمنی پُشت در پُشت سے چل رہی ہے کیمون کی موت کے بعد شموکا کے اجداد نے شورہ پشتی کی اور ایرانیوں سے اور بھی جنگیں ہوئیں لیکن پھر شموکا کے اجداد پر قابو پا لیا گیا۔ اور ماراتھون کے اجداد نے اس صلحنامے کی تجدید کی۔ لیکن اس وقت سے شموکا کے خاندان کی ماراتھون کے خاندان سے دشمنی چلی آ رہی ہے اور موجودہ پُشت کے دشمن ماراتھون اور شموکا ہیں لیکن پچھلی کئی صدیوں سے شموکا خاندان میں شموکا جیسا جری اور خطرناک شخص کوئی نہ پیدا ہوا تھا۔ یا پھر شاید ماراتھون کے خاندان میں ماراتھون سے زیادہ بزدل اور عیش پرست کوئی نہ پیدا ہوا ہوگا، اسی لئے بات بڑھ گئی ہے۔"

"خوب۔ لیکن اب ماراتھون کیا چاہتا ہے۔؟"

"باغی کی سرکوبی۔"

"کیا اس نے اس کے لئے فوجیں نہیں مقرر کیں۔؟"

"کیں۔"

"پھر۔؟"

"ناکام رہا۔" شیپازیہ نے جواب دیا۔

"وجہ۔؟"

"شموکا کی چابکدستی، دلیری۔ ماراتھون کی عیش پرستی اور کاہلی۔"

"خوب۔ لیکن اب وہ کیوں جاگا ہے۔؟"

"اس لئے کہ پانی سر سے بلند ہو چکا ہے۔"

"اور چاہتا کیا ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"میری مدد چاہتا ہے۔" شیپازیہ نے جواب دیا۔

"کیا یہ ایک اور احمقانہ قدم نہیں ہے۔"

"نہیں۔" شیپازیہ نے میرے الفاظ کو شاید اپنی توہین سمجھا تھا۔

"آخر کیوں۔ جو کام وہ اپنی فوجوں سے نہیں لے سکا، اسے تمہارے سپرد کر رہا ہے۔؟"

"اس لئے کہ وہ میری قوت سے واقف ہے۔" شیپازیہ نے غرور سے کہا

"اوہ۔ تم شاید شموکا کو اپنے حُسن کے جال میں پھانس کر قید کرنا چاہتی ہو؟"

"نِکل سکے گا وہ میرے شکنجے سے؟" شیپازیہ نے فخر سے مسکراتے ہوئے کہا

"میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ بہرحال تم کب روانہ ہو رہی ہو؟"

"تم سے کیا مراد ہے۔ ہم نہیں کہو گے۔؟"

"تو کیا میں بھی۔؟" میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ میں اس جھگڑے

میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ شبپازیہ کے ساتھ کافی وقت گزر چکا تھا۔ تھیورا سے بھی ایک وعدہ کیا تھا، اب اس وعدے کو پورا کردیا جائے۔ خواہ مخواہ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ ممکن ہے کوئی نئی کہانی شروع ہو جائے اور میں اس کہانی میں اُلجھ جاؤں۔"

"کیوں۔ تم میرا ساتھ چھوڑ دو گے۔؟"

"نہیں۔ لیکن میں یہیں تمہاری کامیاب واپسی کا انتظار کروں گا۔"

"اور وہاں پہاڑوں پر میں تنہا رہوں گی۔؟"

"یہی بہتر ہوگا۔!"

"کیوں۔؟"

"شموکا میری موجودگی میں تمہارے پاس آنے میں گریز کرے گا، تنہائی میں تم اسے اچھی طرح اپنے شکنجے میں کس سکتی ہو۔"

"اوہ۔ میں سمجھی۔ شاید تم اسے برداشت نہیں کرسکو گے۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"لیکن صرف یہ سوچو میکارا۔ کہ ہم ایک باغی کی گرفتاری چاہتے ہیں۔ مارا تھون کے ایک خوفناک دشمن کو ختم کرنا چاہتے ہیں، اس کے لئے اگر یہ چال چلی جارہی ہے تو مصلحتاً اسے برداشت کرلینا چاہیئے۔" ملکہ نے مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اور میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ بے شک اے احمق عورت، میں اس گدھے سے رقابت محسوس کر رہا ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

"بولو میکارا۔ میرے ساتھ چلو گے نا۔؟"

"ٹھیک ہے شبپازیہ۔ تیری یہی مرضی ہے تو میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔"

اور پھر ایک چھوٹا سا لشکر کیکاس کی پہاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ لشکر کے ساتھ سپاہیوں کی تعداد صرف چار تھی، باقی غلاموں اور کنیزوں کا گروہ تھا، اور سامانِ تعیش، عیش و عشرت کی کونسی چیز نہیں تھی جو شبپازیہ نے ساتھ نہ لی ہو۔ بہرحال خوبصورت رتھ طویل سفر کے لئے چل پڑا۔

احمق ملکہ نے مجھے بھی رتھ میں سفر کرنے کی پیشکش کی تھی، لیکن اب میں اتنا احمق بھی نہیں تھا۔ میں نے گھوڑے کی پشت ہی پسند کی تھی، اکثر میرا گھوڑا ملکہ کے رتھ کے ساتھ ساتھ ہوتا۔ اور ملکہ رتھ کے جھالروں سے مسکرا مسکرا کر مجھے دیکھتی۔ بہت سے غلام اور خاص طور سے سپاہی میری صورت آشنا تک نہ تھے۔ وہ مجھے حیرت سے دیکھتے تھے۔

کیکاس کی پہاڑیوں کا سفر کافی طویل تھا۔ رتھ نے راستے میں تین پڑاؤ کئے تھے۔ راتوں کو جہاں قیام ہو جاتا، وہاں رقص و سرود کی محفل جمتی، شرابوں کے دور چلتے اور سفر کرنے والے مست ہو جاتے۔ پھر رات ہوتی، میں ہوتا اور ملکہ شبپازیہ۔ خطرناک عورت کو تو دنیا کی کسی بات کی پرواہ ہی نہیں تھی۔ میں بھی کسی حد تک مطمئن ہی تھا۔ بہرحال یہاں سے واپسی کے بعد ہی۔ تھیورا سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کے علاوہ اور کوئی کام تو تھا نہیں۔!

بالآخر طویل سفر کے بعد ایک دوپہر ہم ایک درّے میں داخل ہوئے اور شبپازیہ نے بتایا کہ اب شموکا کا علاقہ شروع ہوا ہے۔

"اوہ۔ کافی دُور ہے اتیمنز سے۔"

"ہاں۔ لیکن اس کی پہنچ بھی بہت دور تک ہے۔"

"کیا وہ پہاڑیوں میں رہتا ہے۔؟"

"پہلے بستی میں رہتا تھا۔ لیکن اپنی سرگرمیاں شروع کرنے سے کچھ قبل اُس نے ایسے لوگوں کو ساتھ لیا، جو اس کے بالکل اپنے تھے، اور کیکاس کی پہاڑیوں میں منتقل ہوگیا۔ انھوں نے پہاڑیوں کے سوراخ تلاش کرلیے ہیں اور ان میں اپنی بستیاں بنائی ہیں۔ ان بستیوں تک فوجیوں کی پہنچ بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔"

"اوہ۔" میں نے اس گفتگو میں دلچسپی محسوس کی "کیا کیکاس کی پہاڑیاں ناقابلِ عبور ہیں۔"

"ہاں۔ ابھی تم دیکھو گے، بڑی دشوار گزار پہاڑیاں ہیں مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔؟"

"میرے ذہن میں ایک سوال اُبھرا تھا۔"

"کیا۔؟"

"یہی کہ مارا تھون کے پاس فوج تو کافی ہے۔ ایکبار وہ پوری قوت سے ان پہاڑیوں پر حملہ کیوں نہیں کرتا۔ فوج ان پہاڑیوں پر چڑھ کر ایک ایک سوراخ کو ٹٹول لے۔ اب باغیوں کی تعداد اتنی زیادہ بھی نہیں ہوگی۔"

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن مارا تھون بذاتِ خود بھی کم ہمت ہے۔"

"یہی بات ہوسکتی ہے۔"

"بہرحال جو کام وہ نہیں کرسکا، میں کروں گی۔"

"ایک بات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔؟"

"وہ کیا۔؟"

"تم کیا۔ اس کے سارے ساتھیوں کو ختم کردو گی یا گرفتار کرلوگی، زیادہ سے زیادہ شموکا تمہارے قبضے میں آجائے گا۔"

"اوہ۔ وہی تو ان کا روحِ رواں ہے۔ اگر وہ قبضے میں آجائے تو سمجھو بغاوت فرد ہوگئی۔"

"خوب۔" میں نے گہری سانس لی اور خاموش ہوگیا۔ لیکن اب میرے ذہن میں بھی شموکا سے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ کون ہے یہ شخص۔ اور کیا یہ اپنے مشن میں صادق ہے۔ دوسری بات یہ کہ کیا۔ وہ اس احمق شبپازیہ کے قابو میں آجائے گا جو بہت زیادہ غلط فہمی کا شکار تھی۔ بلاشبہ ملکہ شبپازیہ حسین تھی۔ وہ متناسب الاعضاء تھی، پُرکشش شخصیت کی مالک تھی، لیکن اس قدر بھی نہیں کہ انسان اسے ایک نگاہ دیکھ کر عقل و ہوش سے بیگانہ

ہو جائے۔ کیا شمو کا اتنا ہی احمق ہے۔۔؟

بہر حال اس سوال کا جواب بھی جلد ہی مل جانے والا تھا۔!

درّہ ختم ہو رہا تھا۔ اب چھوٹے چھوٹے پہاڑی کوہان چاروں طرف بکھرے نظر آرہے تھے۔ سیاہی مائل پتھروں کے ان چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کے دوسری طرف مجھے اسی رنگ کی ایک تاحدِ نگاہ دیوار نظر آئی اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ گویا یہ تھیں کیکاس کی پہاڑیاں۔ بلاشبہ بڑی سخت جگہ تھی۔ جہاں تک نگاہ دوڑاؤ سُرخی مائل سیاہ پہاڑی پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی بلندی بھی بہت زیادہ تھی۔ چاروں طرف چھوٹے چھوٹے دھبے نظر آرہے تھے۔ غالباً یہ پہاڑی غاروں کے دہانے تھے۔

لیکن ہم لوگ پہاڑی کے دامن میں نہیں رُکے، اور اس کے ساتھ ساتھ ایک طرف چلتے رہے۔ غالباً رُخ کسی خاص سمت تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ خاص سمت نظر آگئی۔ سیاہ پہاڑیوں میں چھوٹا سا سفید جھرنا بے حد حسین نظر آرہا تھا۔ آبشار کے قرب و جوار میں سبزہ اُگ آیا تھا، لیکن چونکہ اوّل تو آبشار چھوٹا تھا، دوسرے علاقہ پتھریلا، اس لئے سبزہ دور تک نہیں پھیل سکا تھا۔

مجھے بھی اس چٹیل علاقے میں یہ جھرنا بے حد پسند آیا، اور میں دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیسی جگہ ہے میکارا۔۔؟" ملکہ نے پوچھا۔

"بے حد خوبصورت۔۔ لیکن کیا تمہیں اس کے بارے میں پہلے سے معلوم تھا۔۔؟"

"ہاں۔۔ یہ علاقہ ہمارا دیکھا ہوا ہے۔۔"

"بہر حال حسین جگہ ہے۔" میں نے کہا۔ اور ملکہ اپنے غلاموں کو دیکھنے لگی، جنھوں نے جھرنے کے ساتھ ایک خوبصورت جگہ پر خیمہ لگا دیا تھا اور اب اس سے کافی نیچے اپنے خیمے استادہ کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس خیمے میں فروکش ہو گئے۔۔!

"تمہارے ساتھ۔۔ اس جگہ کے حسن کو چار چاند لگ گئے ہیں۔۔"

ملکہ نے میرے سینے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے ان سبزہ زاروں کا حسن تم سے جلا پا رہا ہے۔"

"مکارا۔" شیپازیہ نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور بولی۔ "لیکن میں اُداس ہو گئی ہوں۔"

"کیوں۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"تم میرے ساتھ اس خیمے میں نہ رہ سکو گے۔۔"

"اوہ۔۔ شاید شمو کا کی وجہ سے؟"

"ہاں۔۔ منحوس مارا تھون نے اس بار ایک خراب اور ناپسندیدہ کام میرے سپرد کیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے شیپازیہ۔۔ بہر حال ہمیں کچھ وقت تو ملے گا۔"

"کیوں نہیں۔"

"لیکن تمہارا پروگرام کیا ہے۔۔ کیا شمو کا کو قتل کر دینا؟"

"ہاں۔۔ اگر وہ گرفتار نہ ہو سکے تو قتل کر دینا مناسب ہوگا۔"

"یقیناً۔" ہمارے ساتھ کوئی لشکر نہیں ہے۔ شمو کا اس بات سے بے فکر ہوگا کہ اس پر لشکر کشی کی جائے گی، وہ یقیناً ادھر آئے گا اور میں اسے اپنے جال میں پھانسوں گی، لیکن اگر وہ قابو میں نہ آسکا تو پھر ہمارے نیزہ انداز تیار ہوں گے۔۔"

"خوب۔۔ لیکن ضروری ہے کہ وہ تنہا ہی آئے۔۔؟"

"یہ وقت کی بات ہے میکارا، جیسے حالات ہوں گے، ویسا ہی کیا جائے گا۔۔ اور میں بہر حال ان معاملات کی ماہر ہوں۔"

میں خاموش ہو گیا۔ شیپازیہ کے معمولات جو ہو سکتے تھے، وہی رہے۔ کنیزوں اور غلاموں کی کافی تعداد تھی، شراب و کباب وافر تھی، اس نے سب کو کھل کھیلنے کی اجازت دے دی۔ مشعلوں کا شہر آباد کر دیا گیا اور سازوں کی آوازیں، خشک اور بے رنگ پہاڑیوں کے دلوں کو رلانے لگیں۔ مطرباؤں کی حسین آوازیں ہواؤں کے دوش پر تیرنے لگیں اور رقاصوں کے گھنگھروؤں کی جھنکار پتھروں سے ٹکرا کر کھنک پیدا کرنے لگیں۔ بڑا حسین سماں بندھ گیا تھا، لیکن رات کے آخری پہر میں، نشے میں چور ہونے کے باوجود ملکہ ہوش میں رہی۔ "میکارا۔ مجھے غم ہے کہ حسین موسم کی یہ حسین رات میں تمہاری آغوش میں نہیں گزار سکوں گی۔"

"اوہ۔۔ تم محتاط رہنا چاہتی ہو شیپازیہ۔۔؟"

"ہاں۔۔!"

"تب ٹھیک ہے۔۔ لیکن مجھے کہاں قیام کرنا ہوگا؟"

"میرے خیمے کے عقب میں تمہارے لئے خیمہ استادہ کر دیا گیا ہے۔"

"تب مجھے اجازت دو کہ میں تمہاری کسی کنیز کو طلب کروں۔۔؟"

"آہ۔۔ میں اس تصور سے تڑپوں گی۔" ملکہ نے کہا۔

"اور میں اس تصور سے کہ۔۔ کہیں شمو کا تمہارے پاس پہنچ تو نہیں گیا؟"

"ٹھیک کہتے ہو۔ بہر حال اجازت ہے۔ لیکن۔۔ ایک بات کا۔۔ خیال رکھنا۔"

"کیا۔۔؟"

"مجھے اس کنیز کے بارے میں معلوم نہ ہو۔ مفت میں جان سے ہاتھ دھوئے گی۔ میں اس کی زندگی برداشت نہ کر سکوں گی جو میری برابری کا درجہ حاصل کرے گی۔"

"میں خیال رکھوں گا!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں ملکہ کے خیمے سے نکل آیا۔ جہنم میں جائے شیپازیہ اور جہنم میں جائے شمو کا۔ میں اس پُر فضا مقام سے پوری طرح محظوظ ہونا چاہتا تھا اور پھر ایک مدہوش دوشیزہ کو میں نے منتخب کر لیا۔ وہ ایک مسطح پتھر پر بے حال پڑی ہوئی تھی۔ غلام

اور سپاہی رنگ رلیاں منا رہے تھے، شاید اس کمسن حسینہ پر کسی کی نظر نہیں پڑی تھی۔

میں نے اسے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اور دوشیزہ نے آنکھیں کھول دیں۔ پھول سے بدن کی مالک تھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف ابھر آیا۔ نشے میں ڈوبی ہوئی آنکھیں خوف کی آمیزش سے اور حسین ہو گئی تھیں۔

"سمندر والے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے پہچانتی ہو۔؟" میں نے اسے چہرے کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تب میرے بدن کی گرمی تمہیں پسند آئے گی۔"

"لیکن ملکہ شیبازیہ مجھے ہمیشہ کے لئے سرد کر دے گی۔"

"میں تمہاری حفاظت کا ذمہ دار ہوں۔"

"آہ۔ تم خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے سمندر والے۔" نشے میں ہونے کے باوجود وہ ہوش کی باتیں کر رہی تھی۔

"کیوں۔؟"

"بہت سے سورج چڑھے اور ڈھل گئے۔ صبح کے بعد شام یقینی ہے۔"

"اوہ۔ میں صرف روشنی ہوں۔ دن کی بھی اور رات کی بھی۔"

"لیکن روشنی کو اندھیرے نگل لیتے ہیں۔" وہ خوف سے بولی۔

"تم میری فکر مت کرو۔"

"میں خود بھی تو ماری جاؤں گی۔"

"میرا خیال ہے تم تھوڑی سی شراب اور پیو۔ ابھی تم میں ہوش باقی ہے۔ بیہوشی سارے خوف ذہن سے نکال دیتی ہے۔" میں اسے اپنے خیمے میں لا کر لیٹا اور پھر میں نے اسے اپنے بستر پر ڈال دیا۔ نوخیز لڑکی کسمسا رہی تھی، لیکن شراب نے اس کے ذہن سے خوف کا آخری احساس بھی نکال دیا اور پھر میرے بدن کی حرارت کے سوا اسے کچھ یاد نہ رہا۔

دوسری صبح وہ منہ اندھیرے میرے خیمے سے نکل گئی۔ اس کے بعد مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں ضروری کاموں سے فارغ ہوا ہی تھا کہ شیبازیہ کا بلاوا آ گیا۔

اور میں اس کے خیمے کی طرف چل پڑا۔ شیبازیہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ "میکارا۔" وہ مجھے دیکھتے ہی بولی۔

"اوہ۔ کوئی خاص بات ہے ملکہ۔"

"ہاں۔!" اس نے جواب دیا۔

"تب میں سننے کا اشتیاق رکھتا ہوں۔"

"پہلی ہی رات۔ پہلی ہی رات وہ پہنچ گیا۔"

"شموکا۔؟"

"ہاں۔" شیبازیہ نے جواب دیا۔

"خوب۔"

"مجھے نیند آ گئی تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اتنا باخبر ہوگا۔"

"یقیناً حیرت انگیز بات ہے۔ بہرحال مجھے پوری تفصیل سناؤ۔"

"آہ۔ عجیب پُر سحر انسان تھا میکارا۔ دبلا پتلا، لیکن اس کے پورے وجود سے زندگی ٹپکتی تھی اور اس کی آواز۔ اس کی آواز میں نہ جانے کیا جادو تھا۔ وہ اپنی بات منوانے کی قوت رکھتا ہے۔"

"بہت خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم اس سے بہت متاثر معلوم ہوتی ہو۔"

"ہاں میکارا۔" شیبازیہ نے گہری سانس لی۔

"حالات خراب معلوم ہوتے ہیں۔؟" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا

"میں نہیں سمجھی میکارا۔"

"اب اسے گرفتار کراؤ گی یا قتل۔؟"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتی میکارا۔" شیبازیہ نے ایک گہری سانس لیکر جواب دیا۔ یہ بھی اس کا انوکھا پن تھا۔ ابھی کچھ وقت قبل وہ میری محبت میں گرفتار تھی اور اس وقت میرے ہی سامنے شموکا سے لگاؤ کا اظہار کر رہی تھی۔ کوئی عام شخص ہوتا تو رقابت کا شکار ہو جاتا۔ لیکن شیبازیہ جیسی عورتیں تو ہر دور میں میرے آگے پیچھے رہی تھیں۔ میں بھلا اس احمق عورت کی کیا پرواہ کر سکتا تھا

"گویا تمہارا پروگرام بدل گیا۔؟"

"ہاں۔ میں اس سے ملکر پریشان ہو گئی۔"

"وہ تمہاری حیثیت سے واقف ہو گیا۔؟"

"میں نے اسے خود بتا دیا۔"

"شاید تم اس کے اور اپنے درمیان ہونے والی گفتگو پوشیدہ رکھنا چاہتی ہو۔؟"

"کس سے۔؟"

"مجھ سے۔"

"اوہ۔ نہیں میکارا۔ میں ذہنی طور پر بہکی ہوئی ہوں۔ یوں سمجھو۔ اس کے جانے کے بعد میں ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سو سکی۔ میں صرف اس کے بارے میں سوچتی رہی ہوں۔ اسے وہ اتنا پیارا ہے کہ اس سے دشمنی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"بہتر ہے میں تمہیں تنہا چھوڑ دوں۔" میں نے کہا۔

"کیوں۔؟" وہ چونک پڑی۔

"تم ذہنی طور پر حاضر جو نہیں ہو۔"

"نہیں۔ اب میں ٹھیک ہوں۔" اس نے گہری سانس لیکر کہا۔

میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ کسی خیال میں ڈوب گئی تھی۔ پھر اس

نے گہری سانس لیکر کہا۔" جب کسی آہٹ سے میری آنکھ کھلی تو میں نے ایک سایہ اپنے سر پر دیکھا۔ میں چونک پڑی۔ میں نے چیخ کر غلاموں کو آواز دینے کی کوشش کی تو اس کا ہاتھ میرے منہ پر آ جما۔ اور میں کوشش کے باوجود اس ہاتھ کو نہ ہٹا سکی۔ تب اس کی آواز ابھری۔

"اگر تم چیخیں اور تمہارے لوگ آ گئے تو اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا کہ تمہارے سارے آدمی مارے جائیں گے اور شاید تم بھی۔ اس لئے بہتر ہے کہ دوستانہ انداز میں گفتگو کرو۔ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"تم۔۔ کون ہو۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"شموکا۔۔!" اس نے جواب دیا اور تب میں نے اس کی شکل و صورت غور سے دیکھی۔ میری تو کیفیت ہی بدل گئی تھی اسے دیکھ کر۔ چنانچہ میں کافی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔

"اور تم کون ہو۔۔؟" اس نے خود ہی طلسم توڑ دیا۔

"شیبازیہ۔۔!"

"اوہ۔۔ میں اس نام سے واقف ہوں۔"

"کس طرح۔۔؟"

"ماراتھون کی یہ انوکھی ملکہ اس قدر گمنام تو نہیں ہے۔"

"خوب۔۔" میں نے کہا۔

"یہاں کیوں آئی ہو ملکہ شیبازیہ۔۔؟"

"بغرض سیر۔ صرف تفریح۔۔"

"کیا تمہارے علم میں یہ بات نہیں کہ یہ میرا علاقہ ہے۔"

"مجھے معلوم تھا۔"

"اس کے باوجود۔۔؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔۔ اس لئے کہ میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔"

"لیکن اس سے تو ہے جس کے تم بہت قریب ہو۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے ماراتھون سے اس کے علاوہ کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ مجھے زبردستی اس کے سر منڈھ دیا گیا ہے۔"

"اوہ۔۔ اور ماراتھون کو۔۔؟" اس نے پوچھا۔

"تم اس کے بارے میں جانتے ہو۔"

"میں اس حد تک نہیں جانتا۔ لیکن تم اتنی خوبصورت ہو کہ اسے تم سے دلچسپی ضرور ہوگی۔"

"ممکن ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"چنانچہ اس دلچسپی کو سامنے رکھتے ہوئے میں یہ کیوں نہ سوچوں کہ تم کسی خاص مقصد سے یہاں آئی ہو۔"

"تم سوچ سکتے ہو۔ لیکن وہ غلط ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔۔ اگر تم یہاں بغرض سیاحت آئی ہو تو تم شموکا کی مہمان ہو اور ہم مہمانوں کو تکلیف نہیں دیتے۔۔ لیکن اگر تمہارا مقصد یہاں کے حالات معلوم کر کے ماراتھون کی مدد کرنا ہے۔۔ تو۔۔ تو سنو۔ یہاں کے حالات تمہیں شموکا کی زبانی بھی معلوم ہو سکتے ہیں۔ ماراتھون کو اطلاع دینا کہ پشتوں کے بعد اسے مقابل ملا ہے اور اس بار اس کا ستارہ گردش میں ہی ہے ہم تیاریاں کر رہے ہیں۔ ہم کافی مضبوط ہو چکے ہیں۔ وہ جس وقت چاہے کیکاس پر حملہ کر سکتا ہے۔ ہماری فوجیں اسے شکست دینے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر وہ یہ ہمت نہیں کر سکتا، تو انتظار کرے۔ ہم بہت جلد اس پر حملہ آور ہوں گے اور اس کا اقتدار چھین لیں گے۔"

وہ بولتا رہا تھا میکارا۔۔ اور میں اس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ اس کے بولنے کا انداز۔۔ اس کی آواز کی گرج کو دیکھ رہی تھی۔ آہ کیسا البیلا جوان ہے۔ دل میں بٹھا لینے کے قابل۔ تب میں نے اس سے کہا۔

"میں نے تمہاری تقریر سن لی شموکا۔۔ لیکن اگر میں کسی مقصد سے یہاں نہ آئی ہوں تو۔۔؟"

"تو میں کہہ چکا ہوں کہ تم میری مہمان ہو۔"

"تو مجھے اپنی بستی میں لے چلو۔ مجھے وہاں رکھو۔" میں نے کہا۔

"یہ ممکن نہیں ہے ملکہ شیبازیہ۔"

"کیوں۔۔؟"

"میری مصلحت، میرے اصولوں کے خلاف ہے۔"

"کیسے میزبان ہو۔ مہمانوں کے لئے اصول رکھتے ہو۔" میں نے اسے دلنواز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ لیکن کچھ اصولوں کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔"

"مجھے یہاں رکنے کی اجازت ہے۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہاں تمہیں کوئی کچھ نہ کہے گا۔"

"تب ایک وعدہ ہی کر لو۔"

"بولو۔" اس نے کہا۔

"جب تک میں یہاں رہوں گی، ہر رات مجھ سے ملو گے۔" اس نے عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ اور پھر انتہائی سنجیدگی سے بولا۔

"میرے حالات اس کی اجازت نہیں دیں گے ملکہ۔"

"دل کے معاملوں میں اجازت کی کیا ضرورت ہوتی ہے شموکا۔" میں نے کہا۔

"میرا دل بھی میرا اپنا نہیں ہے۔۔ وہ دوسروں کے لئے دھڑکتا ہے۔"

"میں بھی تمہارے طلبگاروں میں شامل ہوں شموکا۔"

"میں کسی بھی وقت آ سکتا ہوں ملکہ۔ لیکن کب؟ میں وعدہ

نہیں کر سکتا۔"

"میں انتظار کروں گی۔" میں نے کہا اور وہ چلا گیا۔ "اور اس وقت کے بعد سے مجھے سکون نہیں ہے میکارا۔" ملکہ شیبازیہ نے کہا۔

"گویا تم اس سے عشق کرنے لگی ہو۔۔؟"

"ہائے۔۔ وہ بڑا انوکھا ہے میکارا۔"

"ٹھیک ہے ملکہ۔۔ چند روز اس کے ساتھ عیش کرو۔۔ اور پھر یہاں سے چل دو۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"آج رات اس کا انتظار کروگی۔؟"

"ہاں۔" ملکہ نے کہا۔ اور پھر چونک پڑی۔ "ارے۔۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"کیوں۔۔؟" میں نے اسے دیکھا۔۔ ملکہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔

"تم آج رات بھی تنہا رہو گے۔۔؟"

"تنہا تو میں پچھلی رات بھی نہیں رہا تھا۔"

"اوہ۔۔ کوئی کنیز۔۔؟"

"ہاں۔۔"

"میکارا۔۔ ظاہر ہے وہ میری جگہ تو نہیں پُر کر سکی ہوگی۔ تم میری یاد میں تڑپتے رہے ہوگے۔ میکارا۔۔ تم شموکا سے تو رقابت نہیں محسوس کررہے۔۔ دراصل وہ بہت پیارا ہے۔"

"نہیں ملکہ۔۔ مجھے عورت کی ضرورت ہے۔۔ اور میری نگاہ میں ساری عورتیں یکساں ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہاری کنیز تم سے بُری نہیں تھی۔"

"کیا بکواس ہے۔۔ میرا اور کسی کنیز کا کیا مقابلہ۔۔!" ملکہ غصے سے بولی۔

"وہ تم سے زیادہ دلکش تھی۔"

"کون تھی وہ۔۔؟" ملکہ پھنکار کر بولی۔

"میں تمہیں اس کا نام نہیں بتاؤں گا۔" میں نے کہا اور ملکہ میری شکل دیکھنے لگی۔۔ اور پھر ایکدم اس کا رویہ بدل گیا۔

"اوہ میکارا۔۔ میں تمہاری آواز میں جذبۂ رقابت نہیں محسوس کررہی تھی۔۔ ہاں ٹھیک ہے۔۔ تم ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہو۔۔ تم خود بھی میری زبان سے کسی مرد کی تعریف کیسے سن سکتے ہو۔۔ لیکن۔۔ آہ کیا کروں۔۔ وہ مجھے اتنا ہی پسند آگیا ہے۔۔ تم مجھے اس کے ساتھ چند راتوں کی اجازت دے دو۔۔ اسکے بعد میں اسے مار ٹھونں کے حوالے کردوں گی اور اس کے بعد۔۔ ہم پھر یکجا ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے ملکہ۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔ میری خاموشی سے غریب کنیز کی جان بچ رہی تھی۔

"تمہیں اس وقت تک کسی بھی کنیز کے ساتھ رات گزارنے کی اجازت ہے۔"

"شکریہ ملکہ شیبازیہ۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں ملکہ کے خیمے سے نکل آیا۔ اب مجھے بھی رات ہونے کا بے چینی سے انتظار تھا۔ دوسری طرف ملکہ نے بڑے انوکھے انتظامات کئے تھے۔ اس نے جھرنے کے کنارے سازندوں کو متعین کیا اور یہاں رقص و سرود کی محفل جمائی۔ میں بھی اس محفل میں ایک عام انسان کی حیثیت سے شریک تھا۔

ملکہ شموکا کا انتظار کر رہی تھی، لیکن آدھی رات گزر گئی۔ شموکا نہ آیا۔ تب ملکہ مایوس ہوگئی۔ رقص و سرود ختم کردیا گیا اور اداس ملکہ اپنے خیمے میں چلی گئی۔ میں نے بھی ایک کنیز کو طلب کرلیا۔ اور صبح ہوگئی۔
اس صبح ملکہ ناشتے پر بہت اُداس تھی۔ ناشتے پر اس کے ساتھ صرف میں تھا۔ ملکہ نے مجھے خود ہی بُلایا تھا۔

"یہ تو غلط ہوگیا میکارا۔۔!" اس نے اُداس لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا ملکہ۔۔؟"

"وہ نہیں آیا۔"

"بے حد مغرور معلوم ہوتا ہے۔"

"لیکن یہ اس نے اچھا نہیں کیا۔" ملکہ کسی قدر غصے سے بولی۔

"ہاں۔۔ یہ اس نے اچھا نہیں کیا۔"

"میں اسے اس غرور کا مزہ چکھا سکتی ہوں۔"

"بے شک۔"

"میں آج رات اور انتظار کروں گی اور اس کے بعد۔۔ اس کے بعد۔۔۔۔" ملکہ کا تنفس تیز ہوگیا۔ اسے غصہ آگیا تھا۔ "اس کے بعد شموکا کو اپنے غرور کی سزا بھگتنی پڑے گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔۔ ملکہ پر دوسرا تازیانہ اس وقت پڑا جب دوپہر کے وقت بے شمار انسان پہاڑوں کے سوراخوں سے نکل آئے۔ وہ مسلح تھے اور اُن کی قیادت شموکا اور کچھ بوڑھے کررہے تھے۔

شموکا کو میں نے پہلی بار دیکھا۔۔ یقیناً مسحور کن شخصیت تھی، بہت چھوٹی عمر کا نوجوان تھا۔ لیکن بڑی پُرسحر شخصیت کا مالک۔ اس کی آنکھوں میں کوئی مروت نہیں تھی۔

"میں ملکہ شیبازیہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔ اور شیبازیہ آگے بڑھ آئی۔

"میں حاضر ہوں شموکا۔۔!"

"ملکہ۔۔ میں نے اپنے لوگوں کو بتایا کہ تم یہاں صرف چند غلاموں

اور چار سپاہیوں کے ہمراہ یہاں تفریح کی غرض سے آئی ہو۔ نیز یہ کہ تمہارے ارادے بُرے نہیں ہیں۔ لیکن میرے ساتھی تمہیں یہاں رہنے دینے کے حق میں نہیں ہیں۔ اور میں بھی اُن سے متفق ہوں۔ چنانچہ ہم یہ درخواست کرنے آئے ہیں کہ تم صرف چند گھنٹوں کے اندر پہاڑیاں... چھوڑ دو۔" اور خونخوار شیپازیہ آگ بگولہ ہوگئی۔

"کیا یہی تمہاری مہمان نوازی ہے شموکا۔؟" اُس نے گرجتے ہوئے کہا۔

"میرے بزرگوں کی یہی رائے ہے۔ اور میں اس سے انحراف نہیں کرسکتا۔"

"لیکن یہ مملکت ماراتھون کی ہے۔ اور میں اپنے شوہر کی زمین پر ہوں۔" ملکہ نے گرج کر کہا۔

"اس خیال کو ذہن سے نکال دو شیپازیہ۔ یہ شموکا کے پہاڑ ہیں۔ اور ہم نہیں چاہتے کہ تم ان پہاڑوں کے راز اپنے ساتھ لے جاؤ۔" ایک بوڑھے شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔

"میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ یہ میری سرزمین ہے۔"

"اگر تم نے یہ زمین نہ چھوڑی ملکہ تو تمہارے سارے مرد غلاموں کو پہاڑ سے نیچے پھینک دیا جائیگا۔"

"اور اس کے بعد تم اپنا حشر جانتے ہو؟" ملکہ چیخ کر بولی۔

"بتا دیں ملکہ عالیہ۔" بوڑھے نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"میں تمہاری بستیوں کو تاراج کرادوں گی۔ میں تمہارے ایک بھی انسان کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"کیا ماراتھون یہ ہمت رکھتا ہے؟"

"میں رکھتی ہوں۔" ملکہ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہمیں منظور ہے۔ بلکہ اب تو یہ ضرورت بن گئی ہے۔ تاکہ ماراتھون کو غیرت تو آئے!" بوڑھے نے کہا اور پھر شموکا کی طرف رُخ کرکے بولا۔ "کیا تو یہ للکار منظور نہ کرے گا شموکا۔"

"میرے بزرگوں کا فیصلہ میرا فیصلہ ہوتا ہے۔" شموکا نے سرد لہجے میں کہا۔ "سارے غلاموں کو۔ سارے مردوں کو نیچے پھینک دیا جائے۔"

اور بدنصیب غلاموں اور سپاہیوں کی شامت آگئی۔ شموکا کے آدمیوں نے انھیں اٹھا اٹھا کر نیچے چٹانوں پر اچھال دیا اور اُن کے جسم پاش پاش ہوگئے۔

ملکہ ایک چٹان پر چڑھ گئی۔ عورتیں چیخنے لگیں۔ لیکن انھیں کچھ نہ کہا گیا تھا۔ ملکہ کے نزدیک ہی ایک دوسری چٹان پر میں بھی ہاتھ باندھے خاموش کھڑا تھا۔

بیگناہ انسانوں کی موت کا مجھے بھی تردّد تھا۔ لیکن ان کی موت ان کی ملکہ کی ضد سے آئی تھی۔ اس لئے میں نے ان معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ تب چار آدمی میری طرف بڑھے۔

"ایک بھی مرد کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔" بوڑھا چیخا۔ اب تو مردوں میں صرف میں ہی رہ گیا تھا۔ چنانچہ وہ چاروں میری طرف بڑھے اور پھر وہ میرے بدن کے گرد پھیل گئے۔!

چاروں نے قوت صرف کرکے مجھے اٹھانے کی کوشش کی۔

لیکن میں اسی طرح ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ میرے بدن نے جنبش بھی نہ کی تھی۔ وہ چاروں بوکھلا کر مجھے ٹٹولنے لگے، کئی لوگوں نے چٹان میں بھی جھانکا تھا غالباً یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ میرے پاؤں کہاں جمے ہوتے ہیں۔ پھر انھوں نے دوبارہ مجھے اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن انھیں پسینے آگئے۔ اور وہ بوکھلاتے ہوئے انداز میں دوسروں کو دیکھنے لگے۔

"کیا بات ہے" شموکا نے پوچھا۔

"یہ۔ یہ نہیں ہلتا۔" انھوں نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"اوہ۔ جاؤ۔ اُن کی مدد کرو۔" شموکا نے دوسروں کو حکم دیا اور اس بار مجھ سے چمٹنے والوں کی تعداد پندرہ سے کم نہیں تھی لیکن اگر وہ میرے بدن کو جنبش ہی دیدیتے تو پھر بات ہی کیا رہتی۔ انھوں نے آخری قوت بھی صرف کرلی اور بُری طرح ہانپنے لگے۔ اُن کے چہروں پر... شدید حیرت تھی۔ دوسری طرف ملکہ بھی اس کشمکش کو دیکھ رہی تھی۔

"اوہ۔ شاید یہ بہت زیادہ طاقتور آدمی ہے۔" شموکا نے کہا اور پھر اچانک اس کے اشارے پر کئی رسیاں میرے بدن پر آپڑیں۔ یہ پھندے تھے جن میں مجھے جکڑ دیا گیا تھا اور پھر چاروں طرف سے لوگ مجھ پر طاقت صرف کرنے لگے۔

لیکن رسیاں ٹوٹ گئیں اور وہ مجھے چٹان سے نہ کھینچ سکے۔ بہت سے لوگ نیچے گر گئے تھے۔ تب میں نے اپنے گرد کسے ہوئے پھندوں کو کچے دھاگوں کی طرح توڑ دیا۔

"شموکا کے لوگو۔ تم نہ مجھے نیچے پھینک سکتے ہو، نہ گرفتار کرسکتے ہو اور نہ قتل۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے اِن عورتوں کو واپس لے جانے کی اجازت دو۔ یوں بھی ان کے ساتھ کسی مرد کا ہونا ضروری ہے۔"

شموکا میرے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ بوڑھے بھی تھے۔

"آہ۔ تو کون ہے قوی ہیکل جوان۔ کیا تو ایتھنز ہی کا رہنے والا ہے۔"

"اس تفصیل کو چھوڑو۔ سنو۔ اگر میں چاہتا تو تمہارے یہ جوان ہمارے غلاموں کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اگر میں چاہتا تو تمہارے سارے ساتھیوں کو قتل کردیتا۔ لیکن میں ماراتھون کا ساتھی نہیں ہوں۔ میں اس کا دوست نہیں ہوں۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ فی الحال ملکہ شیپازیہ کے ساتھ ہوں

بعد کہاں ہوں گا، پتہ نہیں۔"
"میں تجھے حکم دیتی ہوں میکارا۔ انھیں قتل کر دے۔ شموکا کو
ار کرلے۔" پاگل ملکہ چیخی۔
"اس کے بجائے تو ان لوگوں کو حکم دے ملکہ، کہ وہ مجھے قتل
۔"
"کیا بکواس کر رہا ہے۔" ملکہ غرائی۔
"تو اپنی جان بچا کر یہاں سے جانا نہیں چاہتی۔؟" میں نے کہا۔
"میں ۔۔ میں تجھے سنگسار کرا دوں گی۔"
"تب پھر مجھے یہیں سے تیرا ساتھ چھوڑ دینا چاہئیے۔"
"میں تجھے اپنے لوگوں میں خوش آمدید کہوں گا میکارا۔" شموکا
سے بولا۔
"نہیں شموکا۔ میں کسی کا آلۂ کار بننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"
"میں تجھے عظیم مرتبہ دوں گا۔"
"میں عہدوں کا لالچی نہیں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
پھر میں ملکہ کی طرف دیکھ کر بولا۔" اس کے باوجود میں تجھے واپس لے
جانے کو تیار ہوں۔"
اب ملکہ شیپازیہ کے خدوخال بھی شکست پڑ گئے۔ اس نے
گہری سانس لیکر کہا۔ "ٹھیک ہے میکارا۔ ٹھیک ہے شموکا' اچھا
ب کیا تو نے میرے ساتھ۔ چل میکارا۔ میں واپس چل رہی ہوں۔"
اور احمق ملکہ میرے ساتھ چل پڑی۔ کنیزیں ساتھ تھیں۔ ملکہ
زیہ بہت بدحواس تھی۔ اس نے ایکبار بھی میری طرف نہیں دیکھا تھا پھر
فی دور نکل آئے۔ میرا گھوڑا شیپازیہ کے رتھ کے ساتھ چل رہا تھا۔
"میکارا۔" شیپازیہ نے مجھے آواز دی۔
"ملکہ عالیہ۔"
"تو نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے میکارا۔ اگر ان لوگوں
سکتا تھا، تو تو نے کیوں نہیں بچایا۔؟"
"کیا تو نے مجھے حکم دیا تھا ملکہ۔؟"
"لیکن یہ تو تیرا فرض تھا۔"
"اور تیرا کیا فرض تھا ملکہ ۔۔ یہی کہ تو مجھے اپنے محبوب کی حیثیت
یہاں لائی اور پھر مجھے تنہا چھوڑ کر کسی اور کی محبت کا دم بھرنے لگی۔
تو صرف تیرے لئے یہاں آیا تھا۔ کیا تیرا سلوک ٹھیک تھا۔"
"ایں۔" ملکہ سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گہری سانس لیکر
" ٹھیک ہی کہتا ہے میکارا۔ میرا رویہ ٹھیک نہ تھا' لیکن اس بے درد
مجھے اپنی نگاہ میں ذلیل کر دیا۔ آہ ۔۔ اب صرف دو چیزیں مجھے زندگی
سکتی ہیں، یا تو میں اسے قتل کر دوں، یا پھر وہ میرے پاس محبت کی
بھیک مانگتا ہوا آجائے۔ میرے قدم چاٹنے لگے۔"
"گویا تو اب بھی اسے چاہتی ہے۔"
"ہاں ۔۔ یہ میری کمزوری ہے ۔۔ میں اسے اس وقت تک نہیں
بھول سکتی، جب تک میں اسے حاصل نہ کرلوں۔"
"اس کے بعد۔؟"
"اس کے بعد ۔۔ میکارا ۔۔ تم حیرت انگیز انسان ہو۔ اس کے
بعد میں تمہاری کنیز ہوں گی، میری خواہش پوری کر دو۔"
"کیا چاہتی ہو۔؟"
"شموکا کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کر دو۔"
اور میرے ذہن میں نہ جانے کیا آئی۔ کہ میں نے گھوڑے کا
رُخ بدل لیا۔ شیپازیہ نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ اور پھر چیخکر بولی۔
"میکارا۔ رُک جاؤ ۔۔ میکارا، میری بات سنو۔"
"اپنے محل میں میرا انتظار کرو شیپازیہ۔" میں نے کہا اور گھوڑے
کو ایڑ لگا دی۔ میرا رُخ واپس شموکا کے علاقے کی طرف تھا۔ چند ہی منٹ
میں، میں ملکہ کے رتھ سے کافی دور نکل آیا۔
میرے ذہن میں کچھ اور خیالات جنم لے رہے تھے۔ تمہارا اس
بارے میں کیا خیال ہے پروفیسر۔؟" اس نے کہا لیکن پروفیسر اور لڑکیاں
اسی طرح اس کی شکل دیکھتی رہیں۔
"میں تم سے مخاطب ہوں پروفیسر۔" اس نے کہا تب پروفیسر
چونکا۔ لڑکیاں بھی چونک پڑیں۔
"ایں ۔ کیا مجھ سے کہا۔؟"
"ہاں ۔ ان واقعات میں تمہارے خیال میں میرے جذبات کیا
ہوں گے۔؟"
"میں تو صرف ایک بات سوچ رہا ہوں۔"
"کیا پروفیسر۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اس بار تمہارے غرور کو شکست ہوئی ۔۔ یعنی کوئی ایسی عورت
جو تمہاری خلوت میں رہ چکی تھی، تمہاری موجودگی میں کسی دوسرے کا دم
بھر رہی تھی۔" پروفیسر نے کہا اور پھر خجل ہو کر اپنی دونوں بیٹیوں کی طرف
دیکھنے لگا۔ لڑکیاں شرمائے ہوئے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھیں۔

"تمہارا خیال درست ہے پروفیسر" میں نے اس حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، اگر میں چاہتا تو اپنی کہانی کے اس حصے کو بآسانی حذف کر سکتا تھا لیکن میں تمہیں ایک ایسی آپ بیتی سنا رہا ہوں جو ایک تاریخ بھی ہے اور تاریخ کے ساتھ انصاف ہی بہتر ہوتا ہے۔ کسی بھی مورخ کو تاریخ غصب نہیں کرنا چاہیئے۔

بہرحال۔ میں ملکہ شیپازیہ کو چھوڑ کر کافی دور نکل آیا۔ ملکہ کی اب ہمت نہیں تھی کہ میرا تعاقب کرتی، وہ تھک چکی تھی، ذہنی اور جسمانی طور پر۔ چنانچہ اب دور دور تک اس کا پتہ نہیں تھا اور شموکا کی پناہ گاہ مجھ سے قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔ میرا گھوڑا برق رفتاری سے سفر کر رہا تھا اور تھوڑی ہی دیر میں، میں ان پہاڑیوں کے نزدیک پہنچ گیا، جہاں شموکا کا مسکن تھا۔

جیسا کہ میرا خیال تھا، شموکا کے آدمیوں نے مجھے دور سے دیکھ لیا ہوگا! میں نے نگاہ اٹھائی تو ایک چٹان پر مجھے تین گھوڑے نظر آئے۔ تین قوی ہیکل انسان ان گھوڑوں پر سوار، میری نگرانی کر رہے تھے۔

"شموکا کے لوگو نیچے آؤ، مجھے تم سے گفتگو کرنی ہے" میں نے ہاتھ ہلا کر زور سے چیختے ہوئے کہا۔

ان تینوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی، آپس میں گفتگو کی، اور پھر ان میں سے دو گھوڑے چٹانیں پھلانگتے ہوئے نیچے اترنے لگے، ایک شاید اس لئے اوپر رہ گیا تھا کہ اگر کوئی گڑبڑ ہو تو دوسروں کو صورت حال سے آگاہ کر دے۔

دونوں گھوڑے سوار میرے نزدیک پہنچ گئے۔ وہ تلواروں کے قبضے پر ہاتھ رکھے میری طرف دیکھ رہے تھے۔

"تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔"

"کون ہوں میں؟"

"تمہیں مارا تھون کی ملکہ کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔"

"اور یہ بھی دیکھا گیا ہوگا کہ تمہارے آدمی میرے بدن کو جنبش دینے میں ناکام رہے تھے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔ کیوں آئے ہو۔؟" ان میں سے ایک نے سوال کیا۔

"شموکا سے کہہ دو، میں اسے گرفتار کرنے آیا ہوں۔"

"کیا بکتے ہو۔" ان دونوں نے غصے میں آ کر تلواریں کھینچ لیں۔

"تم میرا پیغام ان تک پہنچا دو۔" میں نے کہا۔

"صرف پیغام ہی نہیں۔ ہم پیغامبر کی گردن بھی پیغام کے ساتھ دے دیں گے۔" انھوں نے دانت کچکچا کر کہا اور دونوں نے تلواروں کے بھرپور وار مجھ پر کئے۔ تلواریں کھٹا کھٹ میرے بدن پر پڑیں اور کند ہو گئیں۔ تب میں نے ان دونوں کے بازو پکڑے اور انھیں گھوڑوں سے نیچے پھینک دیا۔ اسی اثنا میں اوپر والے کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلیں اور پھر پہاڑوں کے سوراخ انسان اگلنے لگے! بے شمار مسلح افراد تیزی سے پہاڑی سے نیچے اتر رہے تھے۔!

یہ صورتحال تو درست نہیں تھی۔ میں شموکا کے لوگوں کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اگر وہ مجھ پر حملہ آور ہوئے اور مجھے بھی غصہ آ گیا تو بلاوجہ بہت سے مارے جائیں گے اور صورتحال بدل جائے گی، یعنی پھر وہ نہ ہوگا جس ارادے سے میں یہاں آیا تھا۔ مسلح افراد غصے سے پھنکارتے ہوئے، اپنے اپنے ہتھیار ہلاتے ہوئے نیچے اتر رہے تھے لیکن ابھی وہ دامن میں نہیں پہنچے تھے کہ اوپر سے ایک اور آواز سنائی دی اور سب کے سب ساکت ہو گئے! لیکن ان کی غضیلی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

میں نے اوپر دیکھا۔ شموکا ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ پھر اس نے چیخ کر ان لوگوں کو اور کوئی حکم دیا۔ اور پھر تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے گھوڑے کی پیشکش کی تھی، لیکن اس نے اسے قبول نہ کیا اور خطرناک چٹانوں کو پھلانگتا ہوا بالآخر نیچے پہنچ گیا۔ مجھے یہ حسین و جمیل نوجوان پہلی ہی نگاہ میں پسند آیا تھا۔ اس وقت بھی اس کا اس پھرتی سے اترنا مجھے بہت بھایا۔ میں نے اس کے آدمیوں پر کوئی توجہ نہیں دی تھی اور اسے دیکھ رہا تھا۔

شموکا میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اس کا سانس چڑھا ہوا تھا۔ ایکبار پھر اس نے اپنے لوگوں کو پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھی اور پیچھے ہٹ گئے۔!

"تم ـــــ تم تو ملکہ شیپازیہ کے ساتھ چلے گئے تھے میکارا۔؟" اس نے پہلا سوال کیا۔

"ہاں۔ لیکن کیکاس کی پہاڑیوں کی کشش مجھے راستے سے کھینچ لائی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔ اوہ۔ تو کیا۔ تو کیا تم نے ہمارے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر لیا میکارا۔؟" شموکا نے جواب دیا۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔"

"تب۔؟"

"مارا تھون کی احمق ملکہ تمہیں گرفتار کرنے آئی تھی۔ وہ اپنے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہے۔ اس کا خیال تھا، اور نہ صرف اس کا بلکہ اس کے شوہر مارا تھون کا بھی، کہ شموکا ایک نگاہ اس پر ڈالتے ہی اس کا اسیر ہو جائے گا، اور پھر وہ اسے زنجیریں پہنا کر سیدھی مارا تھون کے سامنے لے جائے گی اور سرفراز ہوگی۔ لیکن حماقت کی شکار عورت کا غرور ٹوٹ

کیا۔ اور وہ اسی قسم کی عورت ہے شموکا جو ناکامیوں پر دیوانی ہو جاتی ہے، اس نے ہر قیمت پر تیری گرفتاری کا تہیہ کر لیا لیکن بے بسی کے سوا اور کچھ اس کے پاس نہیں تھا۔ تب اس نے راہ چلتے چلتے مجھے پکارا اور اپنی بے بسی میرے سامنے رکھ دی۔ اور شموکا' میں ہر اس عورت کے لئے بہت کچھ کر دیتا ہوں' جو مجھے پسند آجائے۔ چنانچہ میں نے اس سے اقرار کر لیا کہ میں تجھے گرفتار کراؤں گا۔" میں نے جواب دیا اور شموکا کا چہرہ ستا گیا۔

"تو، تو مجھے گرفتار کرنے آیا ہے میکارا۔۔؟" اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"اور ان دونوں سے بھی تو نے یہی کہا ہوگا۔؟"

"ہاں۔"

"تب تو یہ بے قصور ہیں۔" شموکا نے کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

"میرا خیال تھا کہ انھوں نے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تیرا اور شیبازیہ کے ساتھی کی حیثیت سے حملہ کر دیا تھا' اور اس بات پر میں ان سے ناراض تھا۔ لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔؟"

"لیکن میرے ساتھی یہ الفاظ نہیں برداشت کر سکتے۔"

"اوہ۔ پھر وہ تیری گرفتاری کیسے برداشت کر سکیں گے شموکا۔"

میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور شموکا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گہری سانس لیکر کہا۔

"تو نے کہا تھا کہ تو اہل اتھینز میں سے نہیں ہے۔؟"

"ہاں۔ میں ان میں سے نہیں ہوں۔"

"تب کیا تو شاہ مارا تھون سے کوئی دلچسپی رکھتا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تب تجھے میری گرفتاری سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔؟"

"میں نے شیبازیہ سے وعدہ کیا ہے۔"

"صرف ایک حسین عورت کے لئے تو ایک تحریک کو' ہزاروں انسانوں کے مفاد کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے میکارا۔"

"میں صرف تجھے گرفتار کر کے شیبازیہ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں شموکا' چونکہ میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں۔"

"اور یہ اچھی بات ہے کہ میرے کچھ لوگ میرے نزدیک نہیں ہیں ورنہ میں انھیں کسی طور نہیں روک سکتا تھا' میکارا۔ میری مان' بہتر ہے۔ تو واپس چلا جا' شموکا ایک تنہا انسان نہیں ہے۔ شموکا مارا تھون کے ستائے ہوئے لوگوں کا ایک گروہِ عظیم ہے۔ شموکا ایک عظیم تحریک ہے جس کا مقصد مارا تھون کو اس کے مظالم سمیت قبر کی گہرائیوں میں سلا دینا ہے۔ تو کیسے گرفتار کرے گا۔؟"

"صرف تجھے۔ کیونکہ میں نے شیبازیہ سے۔۔۔"

"لیکن تو مجھے گرفتار نہ کر سکے گا میکارا۔"

"مجھے کون روکے گا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا میرے یہ تمام ساتھی بھی تجھے نہیں روک سکیں گے۔؟"

"نہیں۔ یہ سب مجھے قتل کرنے کی کوششوں میں لگے رہیں گے اور آہستہ آہستہ قتل ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کا آخری فرد بھی مرجائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں نہیں۔ اگر تو یہ قوت رکھتا ہے میکارا۔ اگر تو اس قدر عجیب ہے، تو اپنی قوت ان مظلوموں پر کیوں صرف کر رہا ہے، جو صرف ظلم کے خلاف آواز اٹھا کر اپنی عزت و ناموس' اپنی زندگی کی حفاظت چاہتے ہیں۔ آ۔ میں تجھے مارا تھون کے شکار مظلوم انسانوں کی شکلیں دکھاؤں' اگر تجھے ان پر بھی رحم نہ آئے' تو پھر ہم فیصلہ کر لیں گے۔"

اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

"شموکا۔" میں نے طویل سانس لیکر کہا۔ "تو بہت ٹھنڈے ذہن و دل کا انسان ہے اور ایسی فطرت کے لوگ بے شک جس تحریک کو لیکر اٹھتے ہیں' کامیاب ہوتے ہیں۔ مجھے تیری یہ بات بہت پسند آئی۔ یقین کر' یہ صرف آزمائش تھی تیری فطرت کی پختگی کی۔ میں تیری مدد کو تیار ہوں' سن' شموکا۔ اگر میں شیبازیہ سے تیری گرفتاری کا وعدہ کر سکتا ہوں' اگر میں تیرے پورے گروہ کو قتل کر کے تجھے گرفتار کر کے لے جانے کی ہمت رکھتا ہوں تو مارا تھون کی فوجیں بھی تو میرے چنگل سے دور نہیں ہیں۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ میں اتھینز کا تاج تیرے سر پر رکھ دوں۔"

"خدا جانے تو کیا ہے۔ دیوتا ہی تیرے بارے میں بتا سکتے ہیں۔"

"میں تیرا مہمان بننا چاہتا ہوں۔"

"بسرو چشم۔" شموکا نے کہا۔

"تیرے لوگوں کو اعتراض تو نہ ہوگا۔؟"

"تجھے شیبازیہ کے ساتھ دیکھا گیا ہے اور تو نے میرے دو آدمیوں کو زخمی کیا ہے۔ اس لئے یہ لوگ تجھ سے خوش تو نہ ہوں گے، لیکن یقین کر تیری قوت کے مظاہرے نے نہیں، بلکہ تیری انوکھی ذات نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ میں نے تو تجھے پہلے بھی اپنے گروہ میں آنے کی پیشکش کی تھی۔ بہر حال تو میرا مہمان ہے۔ اپنے لوگوں کو سمجھانا میرا کام ہے۔" شموکا نے کہا۔

"آ۔ میں تجھے اپنی رہائش گاہ پر خوش آمدید کہوں گا۔" شموکا نے دوستانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑا اور بلندیوں کی طرف چل پڑا۔ اس کے ساتھی تعجب سے ہم دونوں کو دیکھتے رہ گئے تھے اور خوب تھے پہاڑ کے یہ سوراخ بھی' جن میں ان لوگوں کی رہائش تھی۔ باہر سے انتہائی تنگ' اندر سے اتنے ہی کشادہ۔ ضروریات زندگی کی ساری آسائشیں انھوں نے ان غاروں میں مہیا کر لی تھیں' یہ سوراخ

قدرتی تھے، لیکن شموکا کی ذہانت نے ان میں اپنی محنت بھی شامل کر دی تھی، چنانچہ انھوں نے ایسے انتظامات کر رکھے تھے کہ صرف ایک سوراخ میں داخل ہو کر پوری پہاڑی کے اندر گھوما جا سکتا تھا۔ کسی بھی سوراخ سے باہر نکلا جا سکتا تھا گویا الگ کے الگ تھے اور سب کا رابطہ ایک دوسرے سے تھا' اس کے علاوہ انھوں نے قدرتی ہوا اور روشنی کا بھی مناسب انتظام کیا تھا۔

شموکا نے ایک بھی چیز مجھ سے پوشیدہ نہ رکھی' اس نے لوہے کی عظیم الشان بھٹیاں مجھے دکھائیں جہاں بے شمار لوگ ہتھیاروں کی تیاریوں میں مشغول تھے۔ غرض ایک نہایت منظم بغاوت کے سارے انتظامات کر لئے گئے تھے اور میں ان چیزوں کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا۔ تب شموکا مجھے مظلوموں کے علاقے میں لے گیا' اور یہاں جو لوگ تھے' درحقیقت انھیں دیکھ کر سخت افسوس ہوا۔ شموکا کے کہنے پر ان میں سے چند نے اپنی داستانیں سُنائیں' اور مجھے بے حد دُکھ ہوا۔

میں نے شموکا سے واپسی کیلئے کہا اور شموکا مجھے لیکر ایک غار میں آگیا۔ "بس اب تم یہاں آرام کرو میکارا۔ میں بہت جلد تمہارے پاس حاضر ہوؤں گا۔" اُس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

کئی خادم میری خدمت پر مامور کر دیئے گئے اور میری ساری ضروریات پوری کی جانے لگیں۔ میں شموکا اور اس کی تحریک کے بارے میں سوچ رہا تھا اور پھر پروفیسر میں نے چند دلچسپ فیصلے کئے۔ یوں کہو۔ سازش تیار کی۔ ایک انوکھی سازش۔ ! اس کے ہر پہلو کا جائزہ لیکر میں مطمئن ہو گیا۔ !

رات گئے شموکا میرے پاس آیا۔ اِس وقت وہ سادہ لباس میں تھا' اور بے حد پُروقار نظر آ رہا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا میرے پاس آ بیٹھا۔ "ہم لوگ ان مظلوموں کی آہوں کے دھوئیں کو صاف نہیں کر سکتے میکارا۔ اس کے لئے کھلی فضا کی ضرورت ہے اور کھلی فضا صرف مارا تھون کے شہر کی ہے اس لئے ہم یہاں رقص و سرود کی محفلیں نہیں سجاتے، ہم نے زندگی کی ہر اس دلچسپی کو خود سے دور کر دیا ہے جو فراغت اور سکون کی نشانی ہے۔"

"خوب۔ !" میں نے کہا۔

"اسی لئے ہم تیرے استقبال میں یہ محفل نہیں سجا سکتے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ان کا رسیا نہیں ہوں۔"

"ہاں۔ تُو عمل کا انسان نظر آتا ہے۔"

"تیرے ساتھیوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے۔؟"

"ساری زندگی میں پہلی بار۔ میں نے اپنے بزرگوں سے اختلاف کیا ہے۔" شموکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ستائے ہوئے، کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں۔"

"صاف صاف کہہ۔"

"وہ تیری آمد سے ناخوش ہیں۔"

"اوہ۔ !"

"اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ شاید میں نے پہلی نادانی کی ہے۔"

"خود تیرا کیا خیال ہے؟" میں نے شموکا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال۔" شموکا نے ایک گہری سانس لی۔ "کیا تو میری بات پر یقین کرے گا میکارا۔؟"

"ہاں۔ !"

"اور میرے الفاظ کو اپنی ہتک تصور نہیں کرے گا۔؟"

"نہیں۔ !" میں نے جواب دیا۔

"تو سُن ! میں تجھ سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوں۔ بے شک تو بے پناہ طاقتور ہے اور تیری طاقت کا مظاہرہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے' اس کے علاوہ لوگوں کا خیال ہے کہ ہتھیار تیرے بدن پر بے اثر ہیں۔ لیکن ہم اصول پر مرنے والے ہیں۔ جب زندگی اصول پر ہی قربان ہونی ہے تو کسی کے ہاتھوں ہی۔ چنانچہ میکارا۔ میرے دوست' دیوتاؤں کی قسم، میں تجھ سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ نہ میں نے خوفزدہ ہو کر تجھے دوست بنایا ہے۔ بس اس وقت سے' جب تو نے شیبازیہ کے حکم کی تعمیل نہ کی' جب تو نے صرف اپنے بچاؤ کے لئے قوت کا مظاہرہ کیا۔ میرے دل میں تیرے لئے ایک محبت' ایک پیار امنڈ آیا۔ اور وہ اب تک برقرار ہے۔"

"اوہ۔ ! لیکن یہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے شموکا۔؟"

"میں اسے تقدیر کا ایک وار سمجھ کر سہہ لوں گا۔"

"اور اگر میں کہوں کہ تو میرے اوپر بھروسہ کر۔"

"تو میں بھروسہ کر لوں گا۔"

"پھر سوچ لے شموکا۔؟"

"سوچ لیا۔"

"یہ کام آسان نہ ہو گا۔"

"مجھے احساس ہے۔"

"تیرے بزرگ مخالفت کریں گے۔"

"میں ان سے عاجزی سے درخواست کروں گا کہ مجھے تقدیر کے اس کھیل میں تنہا چھوڑ دیں۔"

"ممکن ہے میری باتیں مشکوک ہوں۔"

"صرف ایک وعدہ کر لے میکارا۔"

"کیا۔؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ میں تجھ سے مرعوب نہیں' مسحور ہوں۔ میں تیرا عقیدتمند ہوں' یہ جانے بغیر کہ تو کون ہے۔ اگر تو۔ مارا تھون سے ہمدردی رکھتا ہے۔ اگر تو اس کے لئے مجھے گرفتار کرنا چاہتا ہے۔ تو۔ تجھے اپنی طاقت کی قسم اپنی دلیری کی قسم۔ مجھے اپنے ہاتھ سے قتل کرنا۔ مارا تھون کا کوئی شخص مجھے قتل نہ کرنے پائے۔"

"ہوں۔ !" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تو سُن شموکا۔ تو اگر میری باتیں مانے گا۔ ان پر کوئی شک نہ کرے گا' تو اقرار کر چکا ہے۔؟"

"ہاں۔ اور میں صادق القول ہوں۔" شموکا نے مضبوط لہجے میں کہا جواب دیا۔

"تو میرے دوست اب میرے بارے میں سُن ـــ سُن، میں تم میں سے نہیں ہوں ـــ اہلِ یونان سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ شاہ ماراتھون اور ملکہ شیپازیہ جیسی عورتیں ہر دور میں میری غلام رہی ہیں۔ میں صدیوں کا بیٹا ہوں۔ صدیاں میری ماں ہیں۔ ماہ و سال میرے باپ ہیں۔ میں نے بے شمار سلطنتوں کی قسمتیں بدلی ہیں۔ اور ـــ میں تجھ سے کہہ رہا ہوں۔ ہاں یہ میرا قول ہے کہ ایتھنز کا شہنشاہ تو ہوگا۔ یہ میرا قول ہے۔"

"میکارا ـــ" شموکا حیرت سے بولا۔

"کیا کہنا چاہتا ہے ـــ؟"

"کچھ نہیں میکارا ـــ میں تیری گفتگو سے تیرے بارے میں کچھ نہیں جان

"بس اس سے زیادہ میں تجھے کچھ نہیں بتا سکتا!"

"میرے دل میں شہنشاہیت کی تمنا نہیں ہے ـــ ماراتھون کے شکار تو نے دیکھ لئے۔ میں صرف ماراتھون سے یہ عہد چھین لینا چاہتا ہوں، اگر تیری نگاہوں میں مجھ سے بہتر کوئی شخص ہو تو بے شک تو حکومت اس کے سپرد کر سکتا ہے۔"

"تیری فوجیں تیار ہیں شموکا ـــ؟"

"مکمل طور پر۔"

"یقیناً تو نے ان کی عمدہ تربیت کی ہوگی ـــ؟"

"ہاں ـــ میں اس سے مطمئن ہوں۔"

"کیا تجھے یقین ہے کہ تیرے گروہ میں غدار نہیں ہیں؟"

"یقیناً نہیں ہیں۔"

"کیا تو امکان بھی نہیں رکھنا چاہتا۔؟"

"میں نہیں سمجھا میکارا۔"

"میں نہیں چاہتا، ہمارے ارادے ماراتھون تک پہنچ جائیں۔"

"ایسا ممکن نہیں ہے میکارا۔"

"تب ٹھیک ہے۔ کل ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

"اوہ۔ کہاں ـــ؟"

"ماراتھون کے علاقے میں۔" میں نے جواب دیا اور شموکا کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر کشمکش کے آثار تھے۔ پھر اس نے گردن ہلائی اور میری طرف دیکھ کر بولا۔

"ٹھیک ہے میکارا ـــ میں تیار ہوں۔"

اور پھر دوسرے دن دوپہر کے بعد۔ جب سورج نے واپسی کا سفر شروع کر دیا تھا، ہم ایتھنز روانہ ہو گئے۔ میرے ساتھ شموکا تھا اور اس کے دو چاق و چوبند ساتھی تھے جو میری ہدایت پر ساتھ لئے گئے تھے۔

شموکا کو رخصت کرنے اس کی پوری قوم نکل آئی تھی لیکن اُن کے چہروں پر اچھے آثار نہیں تھے۔ وہ شموکا کے میرے ساتھ جانے پر خوش نہیں تھے شموکا نے صرف اُن سے اتنا کہا۔ "میری قوم ـ میرے ارادے اچھے ہیں، میری نیت ٹھیک ہے ـ دیوتاؤں پر بھروسہ رکھو۔ بُرا نہ ہوگا۔" اور اس کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ میرا گھوڑا اس کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ تھا اور اس کے دونوں ساتھی، اس کے عقب میں آرہے تھے۔ شموکا بالکل خاموش تھا، اور میں نے بھی اس سے کوئی گفتگو کرنی ضروری نہیں سمجھی تھی۔ میں اپنے ارادے پر غور کر رہا تھا، جس میں بہر حال مجھے کامیابی حاصل کرنا تھی۔

شموکا اور اس کی قوم راستی پر تھی۔ گو میں نے بہت سے کام چھوڑ دیئے تھے، لیکن پروفیسر، میں خود کو کسی دور کے انسان سے الگ تو نہیں رکھ سکتا تھا۔ یا تو پھر یہ ہوتا کہ میں جنگلوں اور پہاڑوں کو اپناتا۔ کسی بھی دور کی قوموں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور بس تارک الدنیا لوگوں کی طرح آبادیوں سے الگ، خود میں مگن رہتا۔

لیکن تم جانتے ہو میں ایسا انسان نہیں تھا۔ میں تو قوموں میں داخل ہو کر ادوار کی تفصیلات جاننے کا خواہشمند تھا، میں تو دیکھنا چاہتا تھا کہ دنیا کس انداز میں سوچتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے۔ چنانچہ جب دنیا والوں کے ساتھ رہنا تھا، تو ان کے مسائل سے خود کو الگ کس طرح رکھتا۔ بہرحال ہم راستہ طے کرتے رہے۔

اور جب ہماری خاموشی طویل تر ہو گئی۔ تو میں اور شموکا دونوں ہی اکتا گئے ـــ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور دونوں ہی مسکرا دیئے۔

"میکارا۔" شموکا نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہاں میرے دوست۔"

"میرے ذہن میں تو بے شمار خیالات ہیں۔ تم کہاں کھوئے ہوئے ہو؟"

"خیالات سب کے ساتھی ہوتے ہیں۔"

"ہاں ـــ یہ درست ہے۔ تمہارے خیال میں شیپازیہ اب کہاں ہوگی؟"

"اپنے محل میں پہنچ گئی ہوگی۔"

"تم نے اسے راستے میں چھوڑ دیا ہوگا؟"

"ہاں ـــ"

"وہ مجھے گرفتار کرنے آئی تھی نا ـــ؟"

"ہاں ـــ"

"لیکن ماراتھون نے یہ کیسے یقین کر لیا کہ اس کے چار آدمی مجھے گرفتار کر لیں گے۔"

"بات آدمیوں کی نہیں تھی۔"

"اوہ ـــ"

"شیپازیہ کے حسن کے بارے میں تمہارے کیا خیال ہے ـــ؟"

"بے حد حسین ہے۔"

"کیا تمہیں عورت پسند ہے؟" میں نے سوال کیا اور شموکا کے

چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اور پھر وہ ہنس پڑا۔
"بہرحال مرد ہوں۔"
"گویا عورتیں تمہارے قریب رہی ہیں۔؟"
"عورت کی حیثیت سے نہیں۔"
"اوہو۔ پھر۔؟"
"دراصل میکارا، تمہیں شاید ماراتھون کے اور ہمارے خاندانی جھگڑے کا علم نہیں ہے۔ یہ دشمنی پشتوں سے چلی آرہی ہے۔ بات اس حد تک نہیں تھی۔ لیکن شاہ ماراتھون نے اسے اس نقطے پر پہنچا دیا کہ مجھے سامنے آنا پڑا۔ مجھ سے پہلے میرے باپ دادا ماراتھون کے خاندان سے اختلاف رکھتے آئے تھے، لیکن ماراتھون کے اجداد ہمیں کچلتے رہے۔ بالآخر میں نے اپنی زندگی میں اس جھگڑے کو ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا اور میں نے نئے طریقوں سے کوششیں کیں۔ ماراتھون کے مظالم نے اس کے لوگوں کی زندگی بھی تلخ کر دی تھی، اس لئے وہ بھی میرے ہم آواز ہوگئے۔ یوں۔ ہوش سنبھالتے ہی میری زندگی ایک دوسرے رخ پر چل پڑی۔ اور میں حسن و عشق کی دنیا کا انسان نہ رہا۔"
"واہ۔ تو گویا عورت تمہاری زندگی سے دور ہے۔؟"
"ہاں۔ لیکن حسن کی تپش میرے دل سے دور نہیں ہے۔"
"زندگی میں کسی حسینہ کو چاہا ہے۔؟"
"نہیں۔ لیکن چاہت کی خواہش محسوس کی ہے۔"
"شیپازیہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا
"دل جذب کر لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔"
"پسند کرتے ہو اسے۔؟"
"نہیں۔"
"اوہ۔" میں چونک پڑا۔ "کیوں۔؟"
"اس لئے کہ میرے دشمن کی بیوی ہے۔ اور تم بتا چکے ہو کہ وہ مجھے گرفتار کرنے آئی تھی۔"
"ہاں۔ لیکن میرا خیال ہے خود گرفتار ہوگئی۔"
"کیا مطلب؟"
"چاہنے لگی ہے تمہیں۔"
"لیکن۔؟"
"پہلے وہ تمہیں ماراتھون کے لئے گرفتار کرنے آئی تھی اور اب میں تمہیں اس کے لئے گرفتار کر کے لے جا رہا ہوں۔"
"اوہ۔ کیا مطلب؟"
"اس نے خواہش ظاہر کی ہے۔"
"لیکن میکارا۔ اس سے مجھے کیا فائدہ ہوگا؟"
"دیکھیں گے۔"
"اگر ناگوار نہ محسوس کرو تو میں کچھ کہوں۔؟"
"ہاں کہو۔"
"پہلی بات تو یہ میکارا۔ کہ میں جب تک اپنے مشن کی تکمیل نہ کرلوں گا، یا اس کے لئے جان نہ دے دوں گا، کسی عورت کی خلوت پسند نہیں کروں گا۔"
"ٹھیک ہے۔"
"دوسری بات میرے ذہن میں یہ ہے میکارا۔ کہ اتھمنز میں ماراتھون کے لئے۔ یا شیپازیہ کیلئے تمہاری کیا حیثیت ہے؟"
"بڑا ٹیڑھا سوال ہے شموکا۔ میں اس کا جواب ذرا سوچ کر دوں گا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ درحقیقت میری کیفیت عجیب ہوگئی تھی۔ میں اس کی بات کا کیا جواب دیتا۔
بہرحال جواب دینا تھا۔ چند منٹ خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔
"شموکا۔ میں اپنے بارے میں تجھے کسی حد تک بتا چکا ہوں۔ ممکن ہے ان میں سے کچھ باتوں پر تو نے یقین نہ کیا ہو۔ بہرحال ضروری نہیں ہے کہ تو میری کہی ہوئی باتوں پر یقین کرے۔ شیپازیہ میرے لئے ایک بے حقیقت عورت ہے۔ جس طرح آج وہ تیری دیوانی ہوگئی ہے، کل میری تھی اور وہی مجھے اپنے ساتھ یہاں لائی تھی!"
"اوہ۔" شموکا نے تعجب سے مجھے دیکھا۔
"کیوں۔؟"
"شاید تو اس عورت کو بہت زیادہ چاہتا ہے میکارا۔"
"اوہ۔ یہ اندازہ تو نے کس طرح لگایا۔؟"
"کیا تو اپنی عورت کو دوسرے کے ساتھ دیکھ سکے گا؟"
"وہ میری نہیں، ماراتھون کی عورت ہے۔"
"لیکن۔؟"
"شموکا۔ میری فطرت عجیب ہے۔ میرا خیال ہے تو ایسے سوالات مت کر جن کے جواب دینے میں مجھے دقت ہو۔ سارے حالات تیرے سامنے آجائیں گے۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے میکارا۔ اگر تیرے لئے یہ مشکل ہے تو میں تجھ سے سوال نہیں کروں گا۔" اور شموکا خاموش ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔
یہاں تک کہ ہم ماراتھون کے علاقے میں داخل ہوگئے۔ مجھے معلوم تھا کہ ماراتھون نے شہر کی سرحدوں پر کوئی انتظام نہیں کیا ہے، اس لئے میں شموکا کو لیکر آرام سے شہر میں داخل ہوگیا۔ ہاں شہر میں، میں نے شموکا کو ایسا ہی لبادہ والا لبادہ پہنا دیا جیسا کہ میں نے خود استعمال کیا تھا، کیونکہ بہرحال کچھ لوگ اسے پہچانتے ہوں گے۔
اور پھر میں نے اپنے دوست فرغوس کے مکان کا رخ کیا۔ اور خوشی کی بات تھی کہ فرغوس اپنے گھر پر ہی مل گیا۔ مجھے دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھا تھا۔ "اہ میرے دوست میکارا۔ تو آگیا۔ تو واپس آگیا۔" فرغوس

دونوں ہاتھ پھیلا کر مجھ سے لپٹ گیا اور میں نے بھی اسے گلے لگا لیا۔ اس نے
میرے ساتھیوں کو دیکھا اور پھر ان کا استقبال کرتے ہوئے بولا۔ "آؤ۔ عظیم
میکارا کے عظیم ساتھیو۔ میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ بلاشبہ تم اسی کی مانند
ہوگے۔" اس نے سب سے معانقہ کیا۔ اور بڑی محبت سے سب کو
اندر لے گیا۔ "یہ کون لوگ ہیں میکارا۔؟"
"میری مانند اور تیرے مہمان۔"
"سر آنکھوں پر۔ سر آنکھوں پر۔ تو نے مجھے عزت بخشی ہے۔" میں
نے شموکا وغیرہ سے کہا کہ وہ یہاں آرام سے بیٹھیں اور جیسا کہ میرا خیال تھا
کہ شموکا کو یہاں کے لوگ پہچانتے ہوں گے، چنانچہ جونہی شموکا نے اپنا لبادہ
اتارا۔ فرغوس نے اسے پہچان لیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
"آہ میکارا۔ یہ تو۔ یہ تو شموکا ہے۔" اس نے کہا۔
"تب پھر۔؟"
"یہ مارا تھون کا باغی ہے۔" فرغوس بولا۔
"اور تم مارا تھون کے وفادار غلام۔" میں نے کسی قدر طنز کیا۔
"او ہو میکارا۔ او میرے دوست۔ کیا تم میرے الفاظ پر کچھ شک
کر رہے ہو۔ دیوتاؤں کی قسم، میں نے کسی بُری نیت سے یہ بات نہیں کہی ہے۔ شموکا
کے کچھ پوشیدہ دوست ہیں جو اس کی چاہت کا اعلان نہیں کرتے، لیکن ضرورت
پڑنے پر اس کے کام آسکتے ہیں۔"
"کیا تم ان میں سے ایک ہو۔؟"
"ہاں۔"
"ٹھیک ہے۔ میں نے شموکا کو دوست بنا لیا ہے۔ تم اسے رات
کو اپنے ساتھ رکھو گے اور اس کی اور اس کے ساتھیوں کی حفاظت کرو گے۔"
"تم میرے اوپر بھروسہ کر سکتے ہو میکارا۔"
"ہاں مجھے تم پر بھروسہ ہے۔ اب بتاؤ۔ تھیورا کا کیا حال ہے؟"
"تمہاری امانت محفوظ ہے۔"
"تم سے ملاقات ہوتی ہے۔؟"
"ہاں۔ اکثر جاتا رہتا ہوں۔"
"اسے پریشان تو نہیں کیا گیا۔؟"
"نہیں۔ لیکن شہر میں اس کے دیوانے پاگل پھر رہے ہیں۔"
"اوہ۔"
"اور تھیورا کی ماں سخت بے چین ہے۔"
"پھر وہ مجبور کیوں ہے؟"
"تھیورا کی وجہ سے۔"
"یعنی۔"
"لڑکی نے صاف کہہ دیا ہے کہ اگر اسے پریشان کیا گیا تو وہ زہر کھالے
گی اور یہ اس کا آخری فیصلہ ہے۔"
"میرے بارے میں پوچھتی ہے۔؟"
"تم صرف پوچھنے کی بات کرتے ہو میکارا۔ وہ تمہارا نام لیکر
جی رہی ہے۔" فرغوس نے جواب دیا۔
"بہت جلد میں اس سے اپنا وعدہ پورا کروں گا۔"
"کیا تم اس سے ملو گے نہیں۔"
"ابھی نہیں۔"
"کیوں۔؟"
"میرا مشن ابھی پورا نہیں ہوا ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"لیکن جہاں تک میری اطلاع ہے سلاتوس اور اس کی بھتیجیاں رہا
ہو چکی ہیں۔" فرغوس نے کہا۔
"ہاں۔ لیکن میرا مشن ابھی ختم نہیں ہوا۔" میں نے کہا اور بات ختم کر دی۔
فرغوس ٹھنڈی سانس لیکر خاموش ہوگیا اور پھر وہ شموکا اور اس کے ساتھیوں
کی مدارات میں مصروف ہوگیا۔
اور پھر رات ہوتے ہی میں نے شیبازیہ کے محل کا رُخ کیا۔ میرے لئے
اس کے محل میں داخل ہونا کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن آج محل میں رات کا جشن
برپا نہ تھا۔ چاروں طرف ایک پُراسراری خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ خدام آہستگی سے
چل پھر رہے تھے۔ ملکہ کی خوابگاہ کا راستہ میرے لئے اجنبی نہیں تھا
میں اس کی خوابگاہ کے سامنے پہنچ گیا۔ دروازے پر کھڑے ہوئے محافظوں نے
مجھے دیکھا اور پہچان لیا۔ لیکن انھوں نے مجھے اندر جانے کا راستہ نہیں دیا۔
"دروازے سے ہٹ جاؤ۔ کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا۔"
"ہم تجھے پہچانتے ہیں سمندر والے لیکن ملکہ کا مزاج بے حد برہم ہے
کیا تو ایسی حالت میں اس سے ملنا پسند کرے گا۔؟"
"کیوں۔ اس کی برہمی میرا کیا بگاڑے گی۔؟" میں نے پوچھا۔
"اس کا تو علم نہیں۔ لیکن اس عالم میں بیشمار لوگ موت کے گھاٹ اُتر
چکے ہیں۔ اگر تو جانا ہی چاہتا ہے تو چلا جا۔" انھوں نے راستہ دے دیا اور
میں ان سادہ انسانوں کی سادگی پر مسکراتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔ عظیم الشان خوابگاہ
کی ہر چیز سے اُداسی ٹپک رہی تھی۔ آج ملکہ اُداس تھی۔
میں نے ملکہ کو دیکھا۔ غم کا لباس پہنے منہ اوندھائے ایک مسہری پر
دراز تھی۔ میں دبے قدموں اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور اس کے بدن کے حسین
نقوش دیکھنے لگا۔ معاً اس نے گہری سانس لیکر کروٹ بدلی۔ تبھی اس کی نگاہ
مجھ پر پڑی۔ اور دوسرے لمحے وہ اچھل پڑی۔ اس نے وحشت زدہ نگاہوں سے
مجھے دیکھا۔ اُٹھ کر بیٹھ گئی اور پھر اس کی نگاہیں چاروں طرف کچھ تلاش کرنے
لگیں۔ میں جانتا تھا وہ کیا تلاش کر رہی ہے۔
اور کسی کو نہ پاکر اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ اس کی آنکھوں میں
غم کے تاثرات کچھ اور گہرے ہوگئے۔ آہستہ آہستہ اس کی گردن جھک گئی۔
"تنہا آئے ہو میکارا۔ آہ۔ تم بھی ناکام رہے۔" اس نے غمزدہ

لہجے میں کہا۔

"تم اس کے لئے غمزدہ ہو شیپازیہ۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں میکارا۔ اس کی صورت میری نگاہوں میں پیوست ہوگئی ہے۔"

"لیکن وہ تو تمہارے دشمنوں میں ہے۔۔"

"میرے نہیں۔ مارا تھون کے دشمنوں میں کہو۔ کاش میں وہاں جاتی۔"

"لیکن ملکہ شیپازیہ۔ کیا تمہارے اور مارا تھون کے دشمن الگ الگ ہیں؟"

"قطعی۔ مارا تھون کے سارے معاملات مجھ سے الگ ہیں۔" ملکہ نے کسی قدر غراتے ہوئے انداز میں کہا۔

"تب اگر شموکا یہاں آبھی جائے تو کیا مارا تھون اسے زندہ چھوڑ دے گا۔؟"

"اس کی مجال ہے کہ میرے مہمان پر ہاتھ اٹھا جائے۔؟" ملکہ نے کہا۔

"نہیں ملکہ شیپازیہ۔ میں تمہاری بات سے متفق نہیں ہوں۔ مارا تھون اپنے بدترین دشمن کو ختم کرنے کے لئے تمہاری ہر ناراضگی مول لینے پر تیار ہوجائے گا۔"

"میں اسے فنا کردوں گی۔۔" شیپازیہ زخمی ناگن کی طرح پھنکاری۔

"پھر غور کرو شیپازیہ کیا یہ ممکن ہوگا؟"

"تو کیا کہنا چاہتا ہے میکارا۔۔؟"

"یہی ملکہ شیپازیہ کہ شموکا کا یہاں آنا ممکن ہے لیکن یہاں اس کی زندگی خطرے میں ہوگی۔ ٹھیک ہے تو اس کی دشمن نہیں ہے لیکن اس بات کو مت بھول کہ بہر حال تو عورت ہے۔۔"

"اور مارا تھون میری اجازت کے بغیر شموکا کو قتل کردے گا۔"

"ہاں۔ اتھنٹر کے عظیم مفاد کا سہارا لیکر۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر شموکا کا یہاں آنا کیسے ممکن ہے؟"

"میں اسے لاسکتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ بےتابی سے کھڑی ہوگئی۔

"کیا تو سچ کہہ رہا ہے میکارا۔ کیا درحقیقت تو سچ کہہ رہا ہے۔ کیا اس کا دوبارہ قرب ممکن ہے۔ آہ ہم دل کی گہرائیوں سے اسے چاہتے ہیں۔ ہم اس کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔ ہم اس کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔ اگر واقعی تیری اس سے گفتگو ہوئی ہے تو بتا وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ ہم تو اس کے قرب کے لئے آخری کام کرنے کو تیار ہیں۔۔"

"تب سن شیپازیہ، شموکا وہی چاہتا ہے جو مارا تھون۔"

"ایں۔ کیا مطلب۔ ہم نہیں سمجھے۔ ہمیں صاف لہجے میں سب کچھ بتادے میکارا۔ ہمارے صبر کا امتحان نہ لے۔ ہمارے بدن میں اس تصور نے ہی نئی روح پھونک دی ہے کہ شموکا ہمارے پاس آسکتا ہے۔"

"وہ چاہتا ہے کہ مارا تھون کو تو اپنے ہاتھ سے ہلاک کردے۔"

"اوہ۔۔" شیپازیہ ایک لمحے کے لئے مرجھا گئی۔ سوچتی رہی۔ پھر گردن اٹھا کر سرسراتے ہوئے لہجے میں بولی۔ "کاش یہ کام اس قدر آسان ہوتا۔"

"تیرے لئے مشکل ہے شیپازیہ۔ کیا یہ معمولی سا کام تیری جیسی عورت کے لئے بھی مشکل ہے۔"

"نہیں اس قدر مشکل بھی نہیں ہے۔ لیکن مارا تھون کے ہمدردوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔ اور پھر یمراس تو یوں بھی مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ اس کا چھوٹا بھائی میرے ہاتھوں مارا گیا تھا۔"

"یمراس کون ہے؟"

"مارا تھون کا سب سے قریبی دوست، اس کا محافظ اور میرا دشمن۔"

"کیا وہ مارا تھون کے پاس رہتا ہے؟"

"ہر وقت۔"

"کیا اس وقت بھی، جب تو مارا تھون کو طلب کرے۔"

"نہیں۔ اس وقت نہیں آسکتا۔"

"تب کونسی بڑی بات ہے۔ تو مارا تھون کو طلب کر۔ اسے شموکا کے حوالے سے بلا اور پھر زہریلا خنجر اس کے پہلو میں اتار دے۔ یہ کونسا مشکل کام ہے۔ لیکن شموکا کی خوشی کی اس وقت کیا انتہا ہے گی جب اسے پتہ چلے گا کہ اس کی محبوبہ نے اس کے لئے کس دلیری کا ثبوت دیا ہے۔" میں نے اسے ترکیب بتائی اور شیپازیہ گردن جھکا کر سوچتی رہی۔ پھر اس نے گردن اٹھائی تو اس کا چہرہ پرسکون تھا۔ جیسے وہ کوئی فیصلہ کرچکی ہو۔

"ٹھیک ہے میکارا۔ ہم یہ کام کرسکتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد کیا ضمانت ہوگی کہ شموکا کہیں مل جائے گا۔؟"

"یہ میرا وعدہ ہے کہ شموکا اس وقت تجھ سے زیادہ دور نہ ہوگا، جب تو اپنا کام کررہی ہوگی۔ اور اس کے بعد تو جانتی ہے کیا ہوگا۔" میں نے اس سے گول مول سا وعدہ کیا۔

لیکن شیپازیہ نے اسے اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "شموکا بہت چالاک ہے۔ اس نے مارا تھون کا داؤ اسی پر الٹ دیا ہے لیکن مارا تھون کی بہ نسبت وہ بہت پرکشش ہے اور لوگوں کو اپنا حکم ماننے پر مجبور کرسکتا ہے۔ تاہم کل اس کی یہ خواہش ضرور پوری ہوجائے گی۔"

"کل کس وقت۔۔؟"

"رات کو۔ مناسب وقت ہے۔ لیکن کیا شموکا کل رات ہی کو ہمارے پاس پہنچ جائیگا۔"

"ہاں۔ کل ہی رات کو۔"

"اس کا مطلب ہے میکارا۔ تیری اس سے کافی گفتگو ہوئی ہے؟"

"ہاں۔۔!"

"اس نے تجھے میرا ساتھی سمجھ کر بے رخی تو نہیں برتی تھی۔؟"

"میں ان باتوں پر توجہ نہیں دیتا۔ اب تو مجھے اجازت دے۔"

"ایں۔ کہاں جائیگا میکارا۔ اور کیوں جا رہا ہے؟ کیا اب تجھے میری تنہائی میں دلکشی نہیں محسوس ہوتی۔؟" اُس نے کہا اور میں نے عجیب سی نگاہوں سے اس خبطی عورت کو دیکھا۔

"لیکن تیرا تصور اب شموکا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن چند روز قبل میں تیرے لئے بھی اسی طرح تڑپی تھی۔" اُس نے ڈھٹائی سے کہا۔

"بہرحال۔ میں اب تیری طلب تو نہیں کر رہا۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن یہاں رُک جانے میں کیا حرج ہے۔ میں تجھ سے اپنا غم غلط کرلوں گی۔"

"اور شموکا کی باتیں کرے گی۔"

"ہاں کیا حرج ہے۔؟"

"میں تیار نہیں ہوں۔"

"اوہ۔ تو رقابت کا شکار ہو رہا ہے میکارا لیکن افسوس۔ میں شموکا کے تصور کو ذہن سے نہیں نکال سکتی۔ لیکن بہرحال تو ظرف کا مالک ہے کہ اپنے رقیب کی اعانت کر رہا ہے۔ میں اس لئے اپنے عاشقوں کو زندہ نہیں چھوڑتی کہ بعد میں وہ اُلجھن بن جاتے ہیں۔ لیکن تجھے۔ تجھے تو میں قتل بھی نہیں کر سکتی۔ افسوس۔ افسوس۔"

اور مجھے ہنسی آنے لگی۔ تب میں نے ازراہِ مذاق کہا۔ "تو اگر کہے تو میں خودکشی کرلوں۔؟"

"ایں، نہیں۔ ارے نہیں۔ اگر ایسا ہوگیا تو پھر۔ تو پھر۔ شموکا کو یہاں کون لائے گا؟" ملکہ جلدی سے بولی۔

"تب پھر مجھے اجازت دے۔" میں نے کہا اور پھر مزید کچھ فضول باتوں کے بعد میں شیپازیہ کے محل سے نکل آیا اور واپس فرغوس کے مکان پر پہنچ گیا۔

اگر میں چاہتا تو بآسانی اس احمق ملکہ کے ساتھ رات گزار سکتا تھا، میرا کیا بگڑتا لیکن بہرحال مجھے نہ تو پہلے ہی اس عورت سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ اب۔ بس وقت گزاری کا شغل تھا جو مجھے ناپسند نہیں تھا۔

فرغوس نے بتایا کہ شموکا اور اس کے دونوں ساتھی آرام کرنے لیٹ گئے ہیں۔ "شموکا مجھ سے تمہارے بارے میں بہت کچھ پوچھتا رہا تھا میکارا مگر میں احمق ہی اسے کیا بتا سکتا تھا۔"

"کیا شموکا سو چکا ہے؟"

"ہاں۔ شاید۔؟"

"اس کے دونوں ساتھی اسی کے کمرے میں سو رہے ہیں؟"

"نہیں۔ وہ دوسرے کمرے میں ہیں۔"

"ان دونوں کو اُٹھا لاؤ۔"

"اوہ۔ ابھی۔؟"

"ہاں۔ اتفاق سے کام اتنی جلدی ہوگیا ہے کہ مجھے خود حیرت ہے۔"

"کیسا کام۔؟"

"اوہ فرغوس، ابھی اس کے بارے میں نہ پوچھو۔ بس جو کہا جا رہا ہے کرو۔ اسی میں تمہاری بہتری بھی ہے۔"

"گویا شموکا کو نہ جگاؤں۔؟"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور فرغوس چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد شموکا کے دونوں ساتھی میرے سامنے تھے۔

"کیا تم لوگ نیند کے دباؤ میں ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ ٹھیک ہیں۔ کیوں۔ کیا بات ہے میکارا۔؟"

"تمہیں علم ہے تمہارا سربراہ میرے احکامات کی تعمیل کرتا ہے، اور میرا احترام کرتا ہے۔ نیز وہ میرے اوپر بھروسہ کرکے میرے ساتھ آیا ہے۔"

"ہمیں اچھی طرح علم ہے میکارا۔؟"

"تب میں تمہیں واپس تمہارے قبیلے میں بھیجنا چاہتا ہوں۔"

"ہم تیار ہیں۔"

"ابھی اور اسی وقت۔"

"جو تیرا حکم۔" دونوں نے بیک وقت کہا۔ اور میں نے اُن کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ مجھے حکم ماننے والے بہت پسند آئے تھے اور فرغوس کو وہیں رُکنے کا اشارہ کرکے میں انہیں ساتھ لیکر اصطبل پہنچ گیا۔ پھر میں نے انہیں کچھ ہدایات دیں اور بار بار ذہن نشین کرادیں۔ ان دونوں نے گردنیں ہلادی تھیں۔

اور پھر رات کی تاریکی میں، وہ دونوں گھوڑوں پر بیٹھ کر چل پڑے۔ اور میں واپس فرغوس کے پاس آگیا۔ فرغوس گہری نگاہوں سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔!

"میرے آرام کا بندوبست کہاں کیا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"اپنے ساتھ۔ آؤ۔ اور ہاں کچھ کھانا پینا پسند کرو گے؟"

"اس وقت کچھ نہیں۔ ہاں اب مجھے تھیورا کے بارے میں تفصیل بتاؤ۔" اور پھر خاصی رات گئے تک میں اور فرغوس تھیورا کے بارے میں گفتگو کرتے رہے اور پھر سو گئے۔

شموکا نوجوانی کی نیند سویا تھا۔ صبح کو البتہ وہ جلدی جاگ گیا اور شاید اس نے اپنے ساتھیوں کو تلاش بھی کیا۔ پھر ہم دونوں جاگے تو وہ ہمارا منتظر تھا۔ اس کے چہرے پر بہت سے سوال تھے۔

"کیوں شموکا۔ رات کیسی گزری۔؟" میں نے پوچھا۔

"انتہائی بے خبری کی۔ یہاں میں یوں سو گیا جیسے اپنے گھر میں ہوں۔" شموکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بلاشبہ یہ گھر تمہارے گھر سے مختلف نہیں ہے۔"

"یقیناً۔ تمہاری محبت سے میں یہی سوچ سکتا ہوں۔"

"فرغوس، جاؤ۔ ناشتے کا بندوبست کرو۔" میں نے کہا اور فرغوس کمرے سے نکل گیا۔ شموکا البتہ مجھ سے اپنے ساتھیوں کے بارے میں سوال کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔

"اپنے آدمیوں کے بارے میں سوچ رہے ہو شموکا۔؟"

"ہاں۔ وہ موجود نہیں ہیں۔"

"میں نے انہیں ایک ضروری کام سے بھیج دیا ہے۔"

"وہ بہتر۔ لیکن وہ ابھی اس ماحول سے واقف نہیں ہیں۔"

"فکر مت کرو۔ جس جگہ میں نے انہیں بھیجا ہے۔ وہاں انہیں کوئی مشکل نہیں پیش آئے گی۔" میں نے جواب دیا اور شموکا خاموش ہو گیا۔ میرے جواب سے وہ مطمئن ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اس کے بارے میں تو مجھے اندازہ نہیں ہو سکا، بہرحال پھر اس نے مجھ سے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔!

شام کو میں نے شموکا سے تیار ہونے کے لئے کہا اور فرغوس کو بھی ساتھ لے لیا۔ فرغوس کو البتہ میں نے کچھ ضروری باتوں سے آگاہ کر دیا تھا اور وہ ششدر رہ گیا تھا۔ بہرحال اس نے خلوص سے پورا کام کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

شموکا ایک بوڑھے کے لباس میں میرے ساتھ تھا، بالآخر ہم تینوں شیپازیہ کے محل میں داخل ہو گئے۔ میں نے پہرے داروں کو بتایا کہ یہ شیپازیہ کے مہمان ہیں۔ اس نے انہیں طلب کیا ہے اور چونکہ لوگ میرے اور شیپازیہ کے تعلقات سے اچھی طرح واقف تھے، اس لئے کسی نے تعرض نہیں کیا۔ میں نے ایک مناسب جگہ فرغوس کی ڈیوٹی لگائی۔ اور پھر شموکا کو لیکر آگے بڑھ گیا۔ پھر میں نے شیپازیہ کے عشرت کدے کے سامنے رُک کر محافظ سے کہا کہ شیپازیہ کو میرے آنے کی اطلاع دی جائے۔

شیپازیہ نے فوراً مجھے بلا لیا۔ اس کی متجسس نگاہیں میرے بوڑھے ساتھی کی طرف اُٹھ رہی تھیں۔

"کیا ہوا میکارا۔؟" اس نے بے چین لہجے میں پوچھا۔

"یہ سوال تو میں تجھ سے کروں گا شیپازیہ۔"

"پہلے تو بتا۔ تو نے میرا کام کیا یا نہیں۔؟ اور یہ بزرگ کون ہے۔؟" بالآخر اس نے سوال کر دیا۔

"ہاں۔ میں نے تیرا کام کر دیا، یہ شموکا ہے۔"

"آہ۔ یہ۔ یہ۔" شیپازیہ شموکا کی طرف لپکی اور اس نے شموکا کا لبادہ نوچ لیا اور پھر وہ شموکا سے لپٹ گئی۔ "آہ۔ شموکا۔ آہ میرے محبوب کس قدر تڑپایا ہے تم نے مجھے۔ کتنا پریشان کیا ہے تم نے۔ لیکن لیکن۔"

"نہیں شیپازیہ۔ شموکا اس وقت تک تجھ سے خوش نہیں ہوگا جب تک تو اس کا کام نہیں کر دے گی۔" میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"آہ میکارا۔ میرا محبوب مجھے مل گیا ہے۔ مجھے چند لمحات اس کے ساتھ گزار نے دے۔ میرے اور اس کے درمیان دخل اندازی مت کر۔ جا باہر چلا جا۔ مجھے شموکا کی آغوش میں سما جانے دے۔"

تب میں اُن دونوں کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ "کیا تم مجھے احمق سمجھتی ہو شیپازیہ۔" میں نے بے چارے شموکا کو اس ناگہانی سے بچاتے ہوئے کہا اور شیپازیہ کا بازو پکڑ کر اسے ایک طرف گھسیٹ لیا۔

"کک۔ کیا مطلب؟" شیپازیہ نہ جانے کیوں اپنی عادت کے خلاف آتش پا نہ ہوئی۔

"کل تک تو میری محبت کا دم بھرتی تھی شیپازیہ۔ تو مجھے اپنے محبوب کی حیثیت سے ہی مجھے کیکاس کی پہاڑیوں پہ لے گئی اور وہاں تیرے عشق کی ہوا بدل گئی۔ میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ یہاں تک کہ تیرے نئے محبوب کو تیرے سامنے لا کھڑا کیا۔ کیوں، کیا اس لئے کہ میں تیرے حسن کا غلام ہوں۔؟" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"لیکن۔ لیکن میکارا۔ تو کیا چاہتا ہے۔؟"

"پہلے اپنا وعدہ پورا کر۔ اس کے بعد حسن وعشق کی بات کرنا۔"

"لیکن میں نے منع کب کیا ہے۔ یہ تو۔ یہ تو شموکا کی خواہش ہو سکتی ہے نہ کہ تیری۔؟"

"تو یہ کیوں بھول رہی ہے کہ شموکا میرے ایما پر یہاں آیا ہے۔ میں نے اسے یقین دہانی کرائی ہے۔"

"تو یہ کام کل بھی ہو سکتا ہے۔"

"شموکا، واپسی کی تیاریاں کرو۔" میں نے کہا۔

"میں تیار ہوں میکارا۔" شموکا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔" شیپازیہ نے شموکا کا لباس پکڑ لیا۔

"اگر تو نے وعدے کا ایفا نہ کیا تو سب کچھ ممکن ہے۔"

"لیکن میں شموکا کی زندگی کی حفاظت کی ضمانت دیتی ہوں۔"

"شموکا احمق نہیں ہے۔"

"یہ تیری آواز ہے میکارا۔ یہاں وہ ہوتا ہے جو میں چاہتی ہوں۔ یہ میرا محل ہے۔"

"اور تو مجھے بھی جانتی ہے شیپازیہ۔ ہر جگہ۔ خواہ وہ کیسی بھی ہو کسی کی بھی ہو۔ اگر میں وہاں موجود ہوتا ہوں، تو پھر وہاں وہ ہوتا ہے جو میں چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور شیپازیہ خونی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ لیکن بدبخت لڑکی مجھ سے بھی واقف تھی اور جو کچھ میں نے کہا، ان الفاظ کی اہمیت سے بھی۔ چنانچہ نرم پڑ گئی!

"اچھا۔ ٹھیک ہے، جو تم کہہ رہے ہو وہی ہوگا میکارا۔" اس نے شکست

خوردہ آواز میں کہا۔ "لیکن تم لوگ اس دوران کہاں رہو گے۔۔؟"

"جہاں تو پسند کرے۔"

"میں تمہیں اسی جگہ پوشیدہ کئے دیتی ہوں۔ لیکن ابھی رکو بیٹھو، میں مارا تھون کو بلوا لوں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور شیپا زیہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ پھر باہر نکل گئی اور شموکا نے ایک گہری سانس لی۔

"یہ سب کیا ہے میکارا۔۔؟ دیوتاؤں کے لئے مجھے بھی تو کچھ بتاؤ۔"

"میں نے تم سے صرف ایک بات کہی تھی شموکا۔۔۔ وہ یہ کہ میں تمہیں تمہاری بہتری کے لئے لئے جا رہا ہوں۔۔ دیکھتے رہو میرے دوست۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں اگر اس کے نتائج تمہارے حق میں ہوں۔۔ تو میری بات پر یقین کر لینا۔"

"نہیں نہیں میکارا۔۔ نہ جانے کیوں تمہاری بات پر تو میں نے اسی وقت یقین کر لیا تھا۔ جب تمہارے ساتھ آنے کا فیصلہ کیا تھا۔ تمہیں یاد ہوگا۔ میں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ جو کچھ ہوگا اچھا ہی ہوگا۔"

"ٹھیک ہے شموکا۔۔ بے فکر رہو، جو ہوگا اچھا ہی ہوگا۔"

اور شموکا خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ملکہ شیپا زیہ واپس آ گئی۔۔ اس کے چہرے پر اضمحلال کے اثرات تھے۔ آنکھوں میں عجیب سی اداسی پھیلی ہوئی تھی۔

"میں نے مارا تھون کے پاس پیغام بھجوا دیا ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہ تمہارا پیغام ملتے ہی آجائے گا۔؟" میں نے پوچھا۔

"تم شیپا زیہ کو بے حقیقت سمجھ بیٹھے ہو ورنہ اس سے قبل وہ ایسی بے حقیقت نہ تھی کہ لوگ اس کے پیغام کے بعد اپنی آرامگاہوں میں رہنے کا تصور کریں۔ مارا تھون ایتھنز کا شہنشاہ ہے لیکن یہاں اس حیثیت ہر شخص شیپا زیہ کا غلام ہے۔ میری قسمت کے ستارے کا ایک گوشہ اس وقت ٹوٹ گیا تھا جب میں نے سمندر میں پہلی بار تمہیں دیکھا تھا۔ میکارا۔ اور دوسرا کونہ شاید اس وقت ٹوٹا جب شموکا پہ تیری نگاہ پڑی اور اب میں نہیں جانتی کہ مجھے اپنی فطرت کے خلاف کون کون سی باتیں برداشت کرنا ہونگی۔ تاہم اطمینان رکھو۔ مارا تھون جیسے بزدل ابھی میرا حکم ٹالنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔" شیپا کے لہجے میں یقین تھا۔

"بے شک ملکہ شیپا زیہ کی شان ایسی ہی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے شموکا کی جانب دیکھا۔

شموکا بیچارہ ابھی تک کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔ اس احمق کو تو ابھی تک یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ سنہرے بدن والا یہ خدائی فوجدار کیا چکر چلا رہا ہے۔

"تم بیٹھو تو شموکا۔ میری جان۔ کچھ پیو۔ کچھ باتیں کرو۔ میری روح تمہاری پیاسی ہے اور ہم نہ جانے کون سے جھمیلوں میں پھنس گئے ہیں۔"

شیپا زیہ نے کہا۔

"ابھی نہیں۔ ملکہ شیپا زیہ۔۔ دل کے دروازے بند رکھو۔ جذبات کو بہنے کا راستہ نہ دو۔۔ اس وقت تک جب تک شموکا کے ہونٹوں پر سکون کی مسکراہٹ نہ پھیل جائے۔ بس ایک تھوڑا سا انتظار۔ تم نے اس مسکراہٹ کا بندوبست کر دیا ہے۔"

"اوہ۔۔ اوہ۔۔ میکارا۔۔ کاش میں تجھے زندہ جلا سکتی۔ کاش میں تیرے بدن کی دھجیاں بکھیر سکتی۔" ملکہ نے دانت پیس کر کہا۔

"اور تم اس کام کے بارے میں کیوں سوچتی ہو جسے تم انجام نہیں دے سکتیں۔" میں نے بے رحمی سے جواب دیا۔

ملکہ کی آنکھوں میں خون کی لکیریں ابھر رہی تھیں۔ لیکن وہ بے بس تھی، کیا کرتی۔ شموکا میری مٹھی میں تھا۔

یوں ہم انتظار کرتے رہے اور کافی دیر کے بعد ایک محافظ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

"آجاؤ۔" ملکہ سرد لہجے میں بولی۔

محافظ اندر آ گیا۔

"کیا بات ہے؟"

"شاہ مارا تھون۔" محافظ کی سہمی ہوئی آواز ابھری۔

"کہاں ہے وہ۔۔؟"

"محل کے داخلی دروازے کے نزدیک۔"

"جاؤ۔" ملکہ نے کہا۔ اور ہم دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔ ہم دونوں اطمینان سے کھڑے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے ہمیں مارا تھون کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ اور پھر اس وقت تو خود شیپا زیہ ہماری محافظ تھی۔ ملکہ اپنے محبوب شموکا کی محافظ تھی۔

"آؤ۔ میں تمہیں پوشیدہ کر دوں۔" اس نے کہا۔ اور ہم دونوں اس کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ ایک چوڑے بلوریں پردے کے پیچھے شیپا زیہ نے ہمیں کھڑا کر دیا۔ بلوریں پردے سے روشنی کی رنگین شعاعیں منعکس ہو رہی تھیں، میں نے قرب و جوار میں نگاہ ڈالی۔ یہاں سے ہم دوسری طرف بآسانی دیکھ سکتے تھے۔ اس طرف ہونے والی گفتگو سن سکتے تھے۔ عقب میں ایک دروازہ اور موجود تھا جو نہ جانے کہاں کھلتا تھا۔ میں نے احتیاطاً اس دروازے کے دوسری طرف دیکھ لینا مناسب سمجھا۔

دروازے کی دوسری جانب محل کا عقبی باغ تھا۔ شاید یہاں سے ملکہ باغ میں چلی جاتی تھی۔ بہر حال جگہ عمدہ تھی اور اس وقت میرے کام میں معاون بھی۔ چند ساعت کے بعد میں نے کمرے میں آہٹ محسوس کی۔ شموکا بھی مستعد ہو گیا تھا۔۔!

ہم دونوں نے بلوریں پردے کے دوسری طرف نگاہ دوڑائی تو شاہ مارا تھون نظر آیا جو دروازے سے اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کے اندر

داخل ہونے کے بعد ملکہ نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ گویا کمرے میں شاہ مارا تھون اور اس کی ملکہ کے علاوہ بظاہر کوئی نہ تھا۔

شاہ مارا تھون کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہماری قسمت کہ آج ملکہ کو خود ہماری ضرورت محسوس ہوئی۔" مارا تھون نے کہا۔

"لیکن تم غلط سمجھے ہو مارا تھون۔" ملکہ غرائی۔

"کیا مطلب؟" مارا تھون نے بدستور مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میری کسی طلب نے تمہیں نہیں پکارا۔"

"اوہ۔ پھر۔؟"

"مجھے تم سے کچھ گفتگو کرنا ہے۔"

"ایتھنز کا شاہ لیکن شیپازیہ کا خادم حاضر ہے۔" مارا تھون نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

"اور یہ گفتگو شموکا سے متعلق ہے۔" ملکہ بولی۔

"اوہ۔" مارا تھون سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا خیال ہے۔؟" ملکہ مسکرائی۔

"سنجیدہ گفتگو ہے۔ میں منتظر ہوں۔" مارا تھون نے جواب دیا۔

"کیا تم جانتے ہو مارا تھون۔ کہ شموکا نے ایتھنز میں بغاوت کیوں کی۔؟"

"ایتھنز کا بچہ بچہ جانتا ہے۔" شاہ نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے نہیں۔"

"کیا مطلب۔؟" شاہ حیرت سے بولا۔

"تم کہوگے کہ شموکا کے اجداد ہی باغی تھے۔ اور ایتھنز کے خلاف ہمیشہ برسرپیکار رہے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے شموکا اپنے اجداد کی پیروی نہیں کر رہا۔"

"بات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"حالانکہ آسان ہے۔ ایتھنز کے لوگ شاہ مارا تھون کے طرز حکومت سے خوش نہیں ہیں اور انھوں نے اس سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور یہی فیصلہ انھیں شموکا تک لے گیا ہے اور شاید یہی فیصلہ شموکا کو شیپازیہ تک لے آیا ہے۔"

"کیا مطلب۔؟" مارا تھون اچھل پڑا۔

"تم نے مجھے شموکا کو گرفتار کرنے کے لئے کیکاس کی پہاڑیوں کی طرف بھیجا تھا۔؟"

"ہاں۔ پھر۔؟"

"میری ناکامی پر بھی غور کیا تھا۔؟" ملکہ نے پوچھا۔

"ہاں۔ شموکا اتنی آسان چیز تو نہیں تھا۔"

"لیکن میری ناکامی کی وجہ کچھ اور تھی۔" ملکہ نے کہا۔

"وہ کیا۔؟"

"میں شموکا سے متفق ہو گئی تھی۔"

"کیا مطلب؟" مارا تھون اچھل پڑا۔

"ہائے تو نے اُسے میری آنکھ سے نہیں دیکھا مارا تھون۔" ملکہ ایک سسکاری لیکر بولی۔

"اوہ۔ تو گویا۔ تُو۔؟"

"ہاں۔ میں اس پر ہزار دل جان سے عاشق ہو گئی تھی۔" ملکہ بے رحمی سے بولی۔

"اور تُو میرے سامنے اس کا اقرار کر رہی ہے۔؟"

"ہاں۔ ہاں۔ مارا تھون، میری جان۔ میں نے کونسی بات تم سے چھپائی ہے آج تک۔"

"تو کیا تو شموکا کو گرفتار کر سکتی تھی۔؟"

"بآسانی۔"

"اور تو نے اسے اس لئے گرفتار نہیں کیا کہ تو اُسے پسند کرنے لگی تھی۔" شاہ مارا تھون کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"ہاں صرف اسی لئے۔"

"اور اب تو نے اسی لئے مجھے یہاں بلایا ہے کہ اپنے اس نئے عشق کی اطلاع دے۔؟"

"نہیں۔" ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر کس لئے بلایا ہے۔؟"

"میرے محبوب کی طلب کچھ اور ہے۔"

"کیا۔" مارا تھون نے پوچھا۔ "کیسی طلب؟"

"وہی۔ جو تیری تھی۔ تو بھی تو شموکا کی موت کا خواہشمند تھا اور اب شموکا تیری موت کا خواہشمند ہے۔ اور اس وقت میں تیری معاون تھی اور اب شموکا کی۔"

"شاید تیرے ذہن میں فتور ہے شیپازیہ۔؟" مارا تھون کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ خونخوار شیپازیہ سے کوئی بات بعید نہ تھی۔ وہ اس سے خوفزدہ بھی تھا اور اسے شیپازیہ پر شدید غصہ بھی آ رہا تھا۔

"لیکن مارا تھون بالآخر میں تیری بیوی ہوں۔ تجھے چاہتی ہوں۔ میری بے شمار راتیں تیری گرم آغوش سے وابستہ رہی ہیں اور میں اُن راتوں کو بھلا تو نہیں سکتی۔ میرے کنوارے بدن نے سب سے پہلے تیرا لمس محسوس کیا تھا۔ اگر وہ لمس میرے ذہن میں اس وقت بھی جاگ اٹھے تو شاید میں تیرے لئے سارا دنیا کو جہنم میں ڈالنے پر آمادہ ہو جاؤں۔" شیپازیہ کی آنکھوں سے محبت کے سوتے پھوٹنے لگے۔ اس کے دونوں ہاتھ پیار کی طلب میں پھیل گئے اور مارا تھون کا سر چکرا گیا۔

پل پل میں بدل جانے والی اس عورت سے کوئی بعید نہیں تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ مارا تھون خود ابھی تک اس کی شخصیت کو نہ پہچان سکا تھا۔ شیپازیہ کے پھیلے ہوئے ہاتھ اس کے قدموں کی جنبش بن گئے اور اس نے

آگے بڑھ کر شیپازیہ کو آغوش میں لے لیا۔ اس کی ذہنی کیفیت عجیب ہو گئی تھی۔ لیکن۔!

شیپازیہ کے ہاتھوں کی سرسراہٹ اس کی پشت پر نمایاں تھی۔ اس انداز سے شیپازیہ کی محبت کے جذبات کا احساس ہوتا تھا۔

لیکن چند ہی لمحات گزرے تھے۔ کہ آگ کی ایک تیز لکیر اس کے پہلو کو چیرتی ہوئی پشت تک پہنچ گئی۔ اور اس کے حلق سے ایک دلدوز کراہ بلند ہوئی۔ یہ شیپازیہ کے ہاتھ میں دبے ہوئے پتلے سے تیز دھار زہر میں بجھے ہوئے خنجر کی آگ تھی۔ شیپازیہ ایکدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک لذت انگیز مسکراہٹ تھی۔

"مارانھون۔ آہ۔ میرے محبوب" شیپازیہ نے پیار بھرے انداز میں کہا اور خنجر کا دوسرا وار مارانھون کے پہلو پر کیا۔ اس بار مارانھون کی چیخ بھی نہ نکل سکی۔ اس کے دونوں ہاتھ زخم سے اچھلتے ہوئے خون کو پکڑنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے اور وہ اس اچانک نازل ہو جانے والی موت پر حیران تھا۔

شیپازیہ نے پیچھے ہٹ کر خنجر کے کئی زخم اس کے بدن پر لگائے اور مارانھون زمین پر گر پڑا۔ تب شیپازیہ نے خنجر ایک طرف ڈال دیا اور گھٹنوں کے بل مارانھون کے قریب بیٹھ گئی۔

"میری جان۔ میری روح" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی ہوئی بولی۔ "کیا تم مجھے اپنے ہونٹوں کا آخری بوسہ بھی نہ دو گے۔؟ آہ وہ میرے لئے بے حد قیمتی ہے۔ کیونکہ میرے کنوارے بدن نے میرے تشنہ ہونٹوں نے سب سے پہلی بار انہی ہونٹوں کا لمس محسوس کیا تھا۔" اُس نے جھک کر مارانھون کے ہونٹوں کا بوسہ لیا اور اس کی پھٹی ہوئی آنکھیں بند کر دیں۔

بلوریں پردے کے پیچھے سے شموکا آنکھیں پھاڑے اس عجیب و غریب عورت کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور وہ چونک پڑا۔

"مبارک ہو شموکا۔ تمہارا دشمن ختم ہو گیا۔"

"لیکن۔ لیکن یہ۔ یہ عورت۔ اُف۔"

"ہاں۔ عورت دنیا کی سب سے عجیب چیز ہے۔ سب سے عجیب چیز۔ تم نے صرف ایک عورت دیکھی ہے میرے دوست۔ میں صدیوں سے اسے دیکھتا آیا ہوں اور یقین کرو۔ صدیاں۔ طویل زندگی کی حاصل صدیاں۔ جنہوں نے فطرت کا ایک ایک راز میری نگاہوں کے سامنے عریاں کر دیا ہے۔ لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ صدیوں تک میں خود کو عورت کو مکمل طور پر سمجھ پانے کا اہل نہیں سمجھتا۔"

"دیوتا پناہ میں رکھیں۔"

"تم رکو۔ میں ابھی آتا ہوں۔" میں عقبی دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ مارانھون کے آنے کے بعد میرے دوست فرغوس نے میری ہدایت پر عمل کیا ہوگا' اس کا نتیجہ دیکھنا چاہتا تھا اور بلاشبہ فرغوس نے حسبِ ہدایت کام کیا تھا۔ وہ صحیح وقت پر اس جگہ پہنچا تھا جہاں میں نے اسے بُلایا تھا۔

یمراس اپنے چند لوگوں کے ساتھ فرغوس کے پاس حیران و پریشان کھڑا تھا۔ مجھے دیکھ کر فرغوس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

"دیکھا دیکھا میرا دوست میکار یقیناً کوئی اہم خبر لایا ہے۔" فرغوس نے یمراس سے کہا۔

"لیکن۔ لیکن۔ یہ خبر کیا ہے۔؟" یمراس دانت پیس کر بولا۔ "تم مجھے اتنی دیر سے بیوقوف بنا رہے ہو۔"

"آہ۔ میرے دوست یمراس۔ جو اطلاع مجھ تک پہنچی ہے۔ خبر میں نے سُنی ہے۔ اگر وہ صحیح نہ ہوئی تو خود میری زندگی بھی موت کے شکنجے میں جکڑ جائے گی۔ ظالم شیپازیہ مجھے کہاں زندہ چھوڑے گی۔"

"شیپازیہ۔ کیا مطلب؟ ملکہ شیپازیہ۔" یمراس نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ ملکہ شیپازیہ۔ تم کیوں نہیں بولتے میرے دوست؟" فرغوس میری طرف دیکھ کر بولا۔

"ہمارا شبہ دُرست نکلا۔ آہ۔ ہمارا اندازہ دُرست نکلا۔ اس نے وہ کر دیا جس پر پورا اتھینز روئے گا۔"

"تو کیا۔ تو کیا تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔؟"

"ہاں۔ اور وہ روح فرسا منظر مجھ سے نہ دیکھا گیا۔ میں بھاگ آیا۔"

"تم لوگ دیوانے معلوم ہوتے ہو۔ میں تم دونوں کو سپاہیوں کے ذریعے پکڑوا کر بند کرا دوں گا۔ اور اس بکواس پر تمہاری کھال کھنچوا دوں گا۔" یمراس غصے سے بولا۔

"آہ۔ یمراس۔ میرے دوست۔ اگر میکار کا کہنا دُرست ہے تو ظالم شیپازیہ نے مارانھون کو قتل کر دیا۔" فرغوس نے کہا۔

یمراس اتنی زور سے اچھلا کہ گرتے گرتے بچا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا بکتے ہو تم بے وقوف انسان۔؟ یہ کیسی بات کہی تم نے۔؟ کیا تمہیں احساس ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔؟ کیا تم نہیں جانتے کہ اس بے تکی اطلاع پر تمہاری زندگی مختصر ترین ہو سکتی ہے۔؟"

"سب کچھ جانتا ہوں۔ اسی لئے تجھ سے وہ کہنے میں گریز کر رہا تھا جس نے مجھے حیرانی کی تاریکیوں میں دھکیل دیا۔"

"اے۔ تم بتاؤ کیا بات ہے؟" اُس نے مجھے مخاطب کیا۔

"شیپازیہ نے ایک خنجر آب دار' شاید زہر میں بجھا ہوا' مارانھون کے جسم میں جگہ جگہ داخل کیا۔ اور مارانھون نے زمین پر گر کر دم توڑ دیا۔"

"کیا بکتے ہو۔ بے وقوف اور گدھو۔" یمراس نے فرغوس کو دھکا دیا اور شیپازیہ کے کمرے کی طرف دوڑا۔ دروازے پر لات ماری اور اندر گھس گیا۔ پھر میں نے اور اُسکے ساتھیوں نے جو اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے

شیپازیہ کے کمرے تک پہنچے تھے یمراس کی ایک دلدوز چیخ سُنی۔

"آہ ـــ آقا مارا تھون ـــ آہ ـــ ملکہ شیپازیہ ـ خونی ناگن ـ یہ ـ کیا کیا تو نے ـــ؟ میرا آقا ـ میرا آقا ـ" یمراس کی دھاڑیں گونج رہی تھیں۔

یمراس کے پیچھے داخل ہونے والا دوسرا فرد میں تھا اور میں نے یہ تیز رفتاری صرف اس لئے دکھائی تھی ـــ کہ میں اندر شموکا کو تلاش کرنا چاہتا تھا لیکن یہ دیکھ کر مجھے سکون ہوا کہ شموکا وہاں موجود نہ تھا ـ ظاہر ہے وہ اتنا احمق تو نہ تھا ـ میں ایک طرف کھڑا ہوگیا ـ یمراس کے ساتھی اور فرغوس بھی میرے برابر آکھڑے ہوئے تھے ـ یمراس مارا تھون کی لاش سے لپٹا ہوا تھا اور اس کے بدن سے نکلا ہوا خون اپنے چہرے پر مَل رہا تھا ـ پھر وہ وحشیانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

خون میں ڈوبے ہوئے چہرے کے درمیان چمکتی ہوئی سفید آنکھوں میں خون کی سُرخی لہرانے لگی ـ اس نے شیپازیہ کی طرف دیکھا اور اس کے منہ سے غراہٹ نکلی" مارا تھون کو کس نے قتل کیا ہے ـ؟"

"میں نے ـ" شیپازیہ نے جواب دیا۔

"کیوں ـ؟"

"یمراس کتے اپنی اوقات میں رہ ـ تو یہ سوال کرنیکا حق کہاں سے لایا ـ؟" شیپازیہ غضبناک ہوکر بولی۔

"اوہ ـ اوہ ـ تو اقرار کرچکی ہے کہ تو نے اپنے ہاتھوں سے میرے آقا کو موت کی نیند سُلایا ہے ـ اور تیری عزت میں صرف اپنے آقا کی وجہ سے کرتا تھا ـ کیا رہ گیا ہے تجھ میں ـ دیوتاؤں کی قسم ـ تو میرے آقا کی قاتل ہے ـ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا ـ" یمراس شیپازیہ پر جھپٹ پڑا اور شیپازیہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔

"تو ـ تو ـ پاگل ہوگیا ہے یمراس ـ میں آتش بدن ہوں ـ کیوں اپنی عبرتناک موت کو آواز دے رہا ہے ـ" لیکن یمراس کی دیوانگی نے ایک نہ سُنی ـ اس کے چوڑے ہاتھ شیپازیہ کی سفید گردن میں پیوست ہوگئے۔

اور شیپازیہ کے ہاتھ اس کے بازوؤں کو پکڑ کر گردن چھڑانے کی ناکام کوشش کرنے لگے ـ اس کی خوبصورت آنکھیں وحشت خیز چمک کھونے لگیں ـ دہانہ کھلا ـ زبان باہر نکل آئی ـ چہرے پر سُرخی اور پھر زردی کھنڈ گئی ـ یمراس کے دانت بھنچے ہوئے تھے ـ گردن کی رگیں پھولی ہوئی تھیں۔

بازوؤں کی مچھلیاں تڑپ رہی تھیں ـ اور اس نے اس وقت تک شیپازیہ کی گردن نہ چھوڑی جب تک وہ بے جان نہ ہوگئی۔

تب میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ـ بالآخر میرا کام تکمیل تک پہنچ گیا تھا ـ میں نے جس انداز میں چاہا تھا ـ جو کچھ چاہا تھا ـ وہی ہوا تھا۔

اور مارا تھون کی کہانی ختم ہوگئی ـ یمراس نے مارا تھون کی لاش دونوں ہاتھوں پر اٹھائی اور باہر نکل آیا ـ تب میں نے چاروں طرف دیکھ کر شموکا کو آواز دی۔

"شموکا میرے دوست ـ جہاں ہو میرے پاس آجاؤ ـ" اور شموکا پوشیدہ جگہ سے نکل کر میرے نزدیک پہنچ گیا ـ اس نے شدتِ جذبات سے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے میرا بازو پکڑ لیا۔

"میکارا ـ میکارا ـ یہ سب کیا ہوا ـ؟"

"وہی جو ہونا چاہیئے تھا ـ کیا تو ناخوش ہے ـ؟"

"نہیں ـ لیکن اب کیا ہوگا ـ؟"

"اب ـ اب شموکا اتیھنز کا حکمران ہوگا ـ میکارا کے وعدے جھوٹے نہیں ہوتے ـ مارا تھون قتل ہوچکا ہے ـ شیپازیہ ماری جاچکی ہے ـ آؤ ـ شہر کی فصیلیں دیکھیں ـ کیکاس کی پہاڑیوں کے سوراخوں سے اُبلنے والا لاوا اب شہر کی فصیلوں تک پہنچ چکا ہوگا ـ آؤ ـ ہمارا کام اب ختم ہوگیا ـ باقی کام دوسروں کا ہے ـ"

تب ہم ایک طویل فاصلہ طے کرکے فصیلوں تک پہنچ گئے ـ اور ہمارا اندازہ غلط نہ تھا ـ رات کی تاریکی میں چاروں طرف سے امڈنے والے شور نے احساس دلادیا تھا کہ کیکاس کے باغی حملہ آور ہوچکے ہیں اور شموکا کے دونوں ساتھیوں نے انتہائی جانفشانی سے میری ہدایت پر عمل کرایا ہے ـ ان دونوں کو میں نے ساری تفصیل بتا کر بہت سی باتیں سمجھا کر شموکا کے لوگوں میں بھیج دیا تھا اور اب شموکا کے ساتھی پوری قوت سے مارا تھون کے شہر پر حملہ آور تھے اور اس وقت جبکہ مارا تھون کے سپاہیوں کو اس کی فوج کے عہدیداروں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ان کا شہنشاہ ان کے درمیان نہیں ـ سو جب انھوں نے ہدایات مانگیں ـ شاہ مارا تھون سے ـ تو وہاں کچھ اور ہی خبریں گشت کررہی تھیں ـ یوں رہ گئے وہ تذبذب کے عالم میں اور شموکا کی فوج شہر میں داخل ہوکر اپنی بزرگی کا اپنی فتح کا اعلان کرنے لگی ـ سو اس اعلان کے جواب میں ان کی مخالف آوازیں کچھ بھی نہ تھیں ـ اور اگر کہیں سے کچھ آوازیں ابھریں ـ تو وہ گردنیں تلوار کی نوک پر آگئیں ـ یوں باغیوں کو کچھ نہ ضائع کرکے عظیم الشان فتح نصیب ہوئی ـ اور دوسری صبح شموکا اتیھنز کا حکمران تھا ـ جس کا اعلان ان بیچارہ انسانوں کے سمندر کے سامنے کردیا گیا جو عجیب وغریب خبروں کو سُن کر مارا تھون کے دربارِ عام کے سامنے جمع ہوگیا تھا ـ حیران لوگ اجنبی فوجوں کو دیکھ رہے تھا عجیب جنگ ہوئی تھی ـ اور عجیب فتح ـ جس پر خود شموکا کو حیرت تھی۔

لیکن اس نے اپنی حیرت دوسروں پر ظاہر نہیں ہونے دی ابھی اسے مارا تھون کے وفاداروں سے نپٹنا تھا جن کی تعداد کم نہیں تھی ـ اور وہ نہ جانے کہاں کہاں پھیلے ہوئے تھے ـ اسے اپنے عظیم محسن میکارا سے ملاقات کی فرصت تک نہیں مل رہی تھی۔

اور ـ میں نے بھی اسے آزاد چھوڑ دیا تھا ـ کیا ضرورت تھی اُسے احسان جتانے کی ـ جو کرنا تھا ـ میں نے کر ہی دیا تھا ـ اب شموکا خود ہی باقی معاملات سے نمٹ لیگا ـ چنانچہ مجھے تھیورا یاد آگئی ـ میں نے اس کے پاس جانے کا

کرلیا اور پھر میں اپنے دوست فرغوس کے ساتھ وہاں سے چلا آیا۔

فرغوس ششدر تھا۔ اس نے مجھ سے اس بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی تھی لیکن بہرحال اسے سب کچھ معلوم تھا۔ وہ جانتا تھا کہ شموکا کو حکمراں بنانے والا کون ہے۔ اسے سب کچھ معلوم تھا، یہ بھی کہ شیبازیہ کیوں قتل ہوئی مارا تھون جس انداز میں مارا گیا وہ بخوبی جانتا تھا، اور سوچ رہا تھا کہ آخر اس میں میری کیا غرض پنہاں ہے۔ اور جب اس سے برداشت نہ ہو سکا تو اس نے پوچھ ہی لیا۔

"میکارا۔ عظیم میکارا۔ کیا تو مجھے میری کچھ باتوں کا جواب دے گا؟"

"کیوں نہیں میرے دوست۔ پوچھو۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے سب یاد ہے میکارا۔ تو جس انداز سے مجھے ملا۔ تو نے میری مدد کی اور اس کے بعد بھی تو بے غرض رہا۔ کوئی بھی تو طلب نہ تھی تیری۔ یہاں تک کہ تھیورا جو تجھے پسند تھی۔ میں نے اسے چاہا، اور تو نے بخوشی اسے میرے حوالے کر دیا۔ جو تیری طلب تھی۔ میں نے مانا وہ بات معمولی تھی لیکن اب ایتھنز کی حکومت پشتوں کی دشمنی رکھنے والے اور ناکام رہنے والوں کے حصے میں آگئی۔ اور کیا میں یہ نہیں جانتا۔ کہ یہ سب کچھ تیری وجہ سے ہوا۔ صرف تیری کوششوں سے۔ اور تو آج بھی بے نیاز ہے۔ کیا تو شموکا سے اپنی کاوشوں کا معاوضہ طلب کرے گا۔ مجھے جواب دے۔ کیا تو اس سے کچھ نہ لے گا۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

"تیرے خیال میں فرغوس، میری اس کاوش کا معاوضہ کیا ہونا چاہئے؟" میں نے پوچھا۔

"میں خود تعین نہیں کر سکتا۔ میں خود حیران ہوں۔ تو اگر چاہے گا تو یہ حکومت شموکا کے بجائے تیری ہوگی۔ جب تو نے حکومت کی طلب نہ کی تو پھر تیری کسی کاوش کا معاوضہ میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"تب میں بھی تیری طرح معذور ہوں۔ میرے ذہن میں بھی کسی معاوضہ کا تعین نہیں ہو پاتا۔ چنانچہ پھر معاوضہ کا تصور ہی ذہن سے نکال دیا جائے۔"

"ہاں تو ایسا ہی عظیم ہے۔ میں واقعی تیری شخصیت سے لاعلم ہوں لیکن عظیم میکارا اب تو کیا ارادہ رکھتا ہے۔؟"

"تھیورا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آہ۔ وہ تیری منتظر ہوگی۔ اسے کیا معلوم کہ اس نے کس طرف کے انسان سے وعدہ لیا۔ تو کیا تو یہاں سے سیدھا تھیورا کے پاس ہی جائے گا۔؟"

"ہاں۔ میرے سامنے اب اور کوئی مشن نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اور میں نے وعدہ کیا ہے کہ اپنی مصروفیت سے فارغ ہو کر ہی تھیورا کو اپنا لوں گا۔"

فرغوس نے میری بات پر گردن ہلادی۔

ہمارا رخ تھیورا کے مکان کی طرف تھا۔ فرغوس نے اس کی خبر گیری رکھی تھی۔ چنانچہ تھیورا نے پرانی جگہ چھوڑ دی تھی جہاں اسے پریشان کرنے والے آتے تھے۔ لیکن نہ جانے اس کی کیا کیفیت تھی۔ ہم مکان پر پہنچ گئے۔ دستک دی۔ اور تھیورا کی ساتھی لڑکی دروازہ کھولنے آئی۔ یہ وہی تھی جس نے ایک رات میری آغوش میں گزاری تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ پھر اس کے چہرے پر خوشی کا تاثر پھیل گیا۔

"میکارا۔ آہ۔ میکارا۔"

"تھیورا کہاں ہے؟"

"اندر موجود ہے۔ آؤ۔" وہ راستے سے ہٹ گئی اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

خوبصورت مکان تھا۔ بیرونی حصے میں تھیورا کی ماں اداس بیٹھی تھی مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر نفرت کے سائے پھیل گئے لیکن پھر وہ رسمی طور پر مسکرا دی۔

"تھیورا۔ ہاں تھیورا اندر ہے۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

فرغوس باہر ہی رک گیا۔ اور میں اندرونی کمرے کی طرف چل پڑا۔

بازار میں رکھا ہوا انمول ہیرا۔ جو اب تک دوسروں کی نگاہوں کو خیرہ کرتا رہا تھا۔ جو اب تک ہر اس آنکھ کی ضرورت پوری کرتا رہا تھا، جو اسے دیکھنے کی خواہشمند تھی۔ لیکن اب یہ خوبصورت ہیرا اس کمرے کے صرف ایک حصے کو منور کر رہا تھا۔ وہ اپنی تابانیاں چھپائے کسی کا منتظر تھا۔ شاید میرا۔۔۔

سو میں نے اسے آہستہ سے آواز دی۔!

"تھیورا۔" اور آواز کا سحر کمرے کے ماحول کو مرتعش کر گیا۔ وہ چونک کر اٹھی۔ مجھے دیکھا۔ اور اس کے بازو پھیل گئے۔

"می۔ ی۔ میکارا۔ آہ۔ میکارا۔ یہ میرا تصور ہے یا حقیقت، یہ تم ہی ہو میکارا۔" وہ دوڑ کر میرے بدن سے لپٹ گئی۔

"آہ تمہارے سنہرے بدن کا یہ لطیف لمس مجھے زندگی سے روشناس کرا رہا ہے۔ دیوتاؤں کی قسم۔ تم تو حقیقت ہی لگتے ہو۔ تم آگئے۔ تم سچ مچ آگئے میکارا۔ میرے پاس، کبھی نہ جانے کے لئے۔"

"ہاں۔ میں آگیا۔ تو نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ میں اپنا قول نبھاؤں گا۔"

میں نے تھیورا کو بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اور وہ اپنا وجود میرے سینے میں ضم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ کافی دیر اسی عالم میں گزر گئی۔ پھر ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

باہر زابیلا، فرغوس اور تھیورا کی ماں کی گفتگو کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں تھیورا کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا اور وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ تھیورا کے چہرے پر مسرتیں بکھری ہوئی تھیں۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے تھیورا کی ماں کی طرف دیکھا۔

"میں اسے لئے جا رہا ہوں۔" میں نے اعلان کیا۔

"کہاں۔؟" تھیورا کی ماں بے چینی سے آگے بڑھ آئی

"میں نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ اے ضعیف عورت کہ جب میں اپنے مشن سے فارغ ہو جاؤں گا تو تھیورا کو اپنا لوں گا۔ سو میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں۔ اور اب یہ وہاں رہے گی، جہاں میں۔"

"آہ۔ اور ہم کہاں رہیں گے؟ کونسا منحوس وقت تھا، جب تم نے ہمارے گھر کا رُخ کیا۔ ستارے کہاں گردش کر رہے تھے اس وقت۔" بوڑھی بین کرنے کے انداز میں بولی۔ "ہائے میں نے اسے پرورش کیا۔ زندگی کا سہارا بنایا اور اے منحوس انسان تو نے سب کچھ لوٹ لیا۔"

"اوہ۔ اوہ بوڑھی عورت تو غمزدہ نہ ہو۔ تیرا مطمع نظر صرف دولت ہے نا۔ میں تجھے اتنی دولت دوں گا۔ کہ تو زندگی کے اس سہارے کو بھول جائے گی۔"

"اے قلاش۔ اے نفیس صفت۔ کیوں فضول باتیں کرتا ہے۔ تو، جس کے پاس چند سکوں کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو مجھے دولت دے گا۔ بتا تو سہی، دکھا تو سہی۔"

"ماں۔" تھیورا نے غصے سے کہا۔ "تجھے کچھ نہ ملے گا اور تو ہمیں روکنے کیلئے فضول باتیں نہ کر۔ میکارا میری روح ہے۔ میں اس کے ساتھ جا رہی ہوں۔ تیرے پاس زابیلا موجود ہے اور تیری گندی فطرت بہت سی لڑکیوں کو اکٹھا کر سکتی ہے۔ میں تو یوں بھی تیرے قابل نہ تھی۔ مجھے بھول جا اور ایسی باتیں کرنا چھوڑ دے کہ جب بھی تیرا تصور میرے ذہن میں آئے میرا ذہن نفرت سے سکڑ جائے۔ آؤ میکارا۔ آؤ فرغوس۔" اس نے ہم دونوں سے کہا اور ہم باہر نکل آئے۔ راستے میں فرغوس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے میرا مکان کچھ عرصے تک تم دونوں کی اچھی پناہ گاہ ثابت ہو سکے گا۔"

"لیکن میرا خیال اس سے مختلف ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔؟" فرغوس حیرت سے بولا۔

"ہم سب ہی کیوں نہ اندھے سلانوس کے مکان پر چلیں۔ وہ کشادہ بھی ہے اور سب سے الگ تھلگ بھی۔"

"اوہ۔ لیکن۔"

"لیکن کی کوئی بات نہیں۔ تم دیکھو گے کہ سلانوس ہمیں مل کر خوش ہو جائے گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" فرغوس نے کہا۔ سو ہم لوگ چلتے رہے۔ دوسروں کی نگاہوں سے بے نیاز۔ جبکہ بے شمار لوگ ہماری طرف نگراں تھے۔ تھیورا کو دیکھنے والے اسے پہچان رہے تھے۔ لیکن کسی نے کچھ بولنے کی ہمت نہ کی۔ یوں ہم سب اندھے سلانوس کے مکان پر پہنچ گئے۔ ساحل سمندر سے کچھ پرے درختوں میں چھپے ہوئے اس خوبصورت مکان میں قدم رکھتے ہی سب سے پہلے ہماری نگاہ شبیلہ اور اشکاف پر پڑی۔ دونوں لڑکیاں کیاریوں میں کام کر رہی تھیں۔

دونوں نے ہماری جانب دیکھا۔ شاید ان کی نگاہ مجھ پر پڑی تھی۔ وہ کھڑی ہو گئیں۔ کئی قدم آگے بڑھیں اور اب میں ان کی نگاہوں سے نہیں چھپ سکتا تھا۔

"ارے۔ یہ۔" دونوں کے منہ سے خوفزدہ آواز نکلی، اور پھر وہ تھیورا اور فرغوس کو گھورنے لگیں۔

"تو کیا۔ تو کیا تم دونوں بھی مر چکے ہو۔؟" اشکاف نے معصومیت سے پوچھا۔

"کیا مطلب۔؟" تھیورا مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہائے تم سب کیسے مر گئے۔؟" شبیلہ بولی۔

"میکارا یہ کیا کہہ رہی ہیں۔؟"

"میں زندہ لڑکیوں سے گفتگو نہیں کرتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہم سب مل کر ان دونوں لڑکیوں کو سمندر میں ڈال دیں۔ اور جب یہ مر جائیں تو ان کی روحیں سمندر سے نکال لائیں۔ پھر یہ ہمارے ساتھ بآسانی شامل ہو سکیں گی۔"

"اوہ۔" تھیورا ہنس پڑی۔ لیکن دونوں لڑکیاں وحشت زدہ نگاہوں سے ہم تینوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"تو پھر کیا خیال ہے تھیورا۔؟" میں نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔ اور لڑکیاں چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئیں۔

"ارے پکڑو۔ بھاگ رہی ہیں۔" میں اس طرح جھکا جیسے انہیں پکڑنا چاہتا ہوں۔ اور لڑکیاں اچھل کر بھاگیں۔ وہ بری طرح چیختی ہوئی بابا سلانوس کو آوازیں دے رہی تھیں۔ تھیورا اور فرغوس ہنس رہے تھے۔

"قصہ کیا ہے میکارا۔؟" تھیورا نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ان دونوں بیوقوف لڑکیوں کے لئے میں مر چکا ہوں۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر پوری کہانی ان لوگوں کو سنا دی۔ لڑکیوں کی سادگی پر سب ہنسنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے بوڑھے سلانوس کو دیکھا جو ایک مڑی ہوئی لکڑی کے سہارے اسی طرف آ رہا تھا۔

"یقیناً تم لوگ بوڑھے کی صلاحیتوں سے واقف ہو گے۔" میں نے سرگوشی کی۔

"ہم نے صرف اس کے بارے میں سنا ہے۔" فرغوس بولا۔

"تو اب اپنی آنکھوں سے دیکھو۔ بالکل خاموش رہو۔ یہاں تک کہ زور سے سانس بھی نہ لو۔ مبادا وہ تمہارے سانسوں کی آواز پر آ جائے، اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ اندھا ہے۔؟"

"ہاں۔" فرغوس اور تھیورا نے جواب دیا۔

تب ہم خاموش کھڑے ہو گئے۔ اندھا سلانوس چھڑی ٹیکتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ چند لمحات کے لئے گردن اٹھا کر فضا میں سونگھ بھی لیتا تھا۔!

"تعجب ہے۔ دیکھو، بوڑھا سلانوس بالکل ہماری سیدھ میں آ رہا ہے۔" فرغوس نے آہستہ سے کہا۔

"بالکل خاموش رہو۔" میں نے اسے تلقین کی اور وہ خاموش ہوگیا۔ تب سلانوس ہمارے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ اور پھر اس کی آواز ابھری۔ "میکارا۔ میرے دوست خاموش کیوں ہو۔ کیا اب بھی امتحان کی کوئی منزل باقی ہے۔؟ کیا تیرا خیال ہے میں فضاؤں میں تیری بو نہیں محسوس کرسکتا۔"

"اوہ۔ نہیں بابا سلانوس۔ دراصل میرے کچھ دوست ساتھ ہیں اور میں انہیں تیری عظیم صلاحیتوں سے روشناس کرانا چاہتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ نوجوان لڑکی اور۔ یہ نوجوان۔ آہستہ آہستہ میرے بارے میں جان لیں گے۔ میرا خیال ہے ان دونوں کے سوا تو یہاں کوئی نہیں ہے۔" سلانوس نے کہا اور تھیورا اور فرغوس کے چہرے پر حیرت کے نقوش ابھر آئے۔

"تیرا غلط خیال ہو، یہ کیسے ممکن ہے۔" میں نے کہا۔

"اور احمق لڑکیاں تم سب کو ارواح سمجھ رہی ہیں۔ وہ چیختی ہوئی اندر گھس گئی ہیں کہ اب اس مکان میں ارواح بسیرا کریں گی۔" سلانوس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہمیں ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس کی نشست گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"بالآخر تو نے وہ کر دکھایا میکارا جس کے لئے تو یہاں آیا تھا۔" سلانوس نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا بابا سلانوس۔"

"اہل ایتھنز میں، یا کیکاس کے باسیوں میں ابھی اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ وہ مارتھون کو اس کے اقتدار سے ہٹا سکتے یا قتل کرسکتے۔ یہی کیفیت اس آتش بکف شیپازیہ کی تھی۔ بلاشبہ اسے قتل کرنا تقریباً ناممکنات میں سے تھا۔ سب ہی اس سے خوفزدہ تھے۔ لیکن تیری ذہانت کے جال نے بالآخر سب کو سمیٹ لیا۔"

"اوہ۔ لیکن یہ بات اہل ایتھنز کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن ان ستاروں سے تو نہیں، جو نیلی چادر سے جھانکتے ہیں۔" سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوب۔ گویا ستاروں نے تمہیں میری کہانی سنا دی۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس کے علاوہ ستاروں کا کیا کام ہے؟" سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ہم سب بھی مسکرانے لگے۔ پھر ہم کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ میں نے مختصراً تھیورا اور فرغوس کے بارے میں بتایا اور تھیورا بضد ہوگئی کہ اسے ستاروں کی زبانی اس کے مستقبل کی کہانی سنائی جائے تو کافی رد و قدح کے بعد سلانوس نے کہا۔

"تمہارا مستقبل تمہاری اچھی فطرت سے سنور گیا۔ تم زندگی کا آخری سانس بھی اپنے محبوب کی آغوش میں گزارو گی اور اگر غور کرو تو تمہاری اس سے زیادہ خوش بختی کیا ہوگی۔ اور عزیز فرغوس۔ میکارا کی کوششوں کا بھرپور صلہ اس کے دوست فرغوس کو ملے گا۔ تیرا مستقبل نہایت تابناک ہے۔"

سو میں نے دیکھا۔ فرغوس کا چہرہ مسرت سے سرخ ہوگیا۔ اور پھر میں نے یہ بھی دیکھا کہ شموکا نے ضروری امور سے فارغ ہوتے ہی میری تلاش شروع کردی۔ ایسی زبردست تلاش کہ بالآخر اس نے مجھے ڈھونڈھ ہی نکالا۔

"کیا مجھ سے تیری شان میں کوئی گستاخی ہوگئی میکارا۔ آہ۔ کیا میری بدبختی نے تجھے ناراض کردیا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے شموکا۔؟"

"پھر تو نے مجھ سے دوری کیوں اختیار کرلی۔؟"

"میرے لئے یہی مناسب تھا۔"

"آخر کیوں۔؟"

"سیدھی سی بات ہے شموکا۔ تیرے ذہن میں حکمرانی کا کچھ تصور ہوگا تیرے بزرگوں نے اہل ایتھنز کے بارے میں، نئے طرز حکومت کے بارے میں کچھ ارادے کر رکھے ہوں گے، لیکن تیرے ذہن پر یہ خیال سوار رہتا کہ حکومت کے حصول میں میری مدد شامل ہے۔ چنانچہ تو طرز حکومت کے بارے میں بھی میرے مشوروں کو اہمیت دیتا۔ اور شموکا، مجھے یہ پسند نہیں تھا۔ میں اس بارے میں تجھے کھلی آزادی دینا چاہتا تھا۔ میرا خیال ہے تو نے اپنے قانون وضع کرلئے ہوں گے۔ میرا خیال ہے تو نے اپنی حکومت مکمل طور سے سنبھال لی ہوگی۔؟"

"اوہ۔ میکارا۔ تو پہاڑ سے زیادہ عظیم ہے۔ تو دیوتا ہے۔ بلاشبہ تو دیوتاؤں کا سا ظرف رکھتا ہے۔ لیکن اب جبکہ سب کچھ ہو چکا ہے کیا اب بھی تو مجھے اپنی خدمت نہیں کرنے دے گا۔؟"

"میں علم و فضل کے خزانے سے قریب رہنا چاہتا ہوں۔ سلانوس کا قرب میری سب سے بڑی خوشی اور تمنا ہے۔ مجھے اور تھیورا کو یہاں رہنے دے ہاں فرغوس کو لے جا۔ اور میرے عوض اسے جو مرتبہ چاہے دے دے۔"

"تب میں نے فرغوس کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ تا زندگی تیرے تصور سے اس کا احترام کروں گا، اور یہاں سمندر کے کنارے۔ بابا سلانوس کے اس مکان کے گرد میں تیرے لئے ایک عظیم عمارت تیار کراؤں گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ تو مجھے اس سے نہ روکے گا۔"

سو پروفیسر۔ یوں میں نے سکون کی زندگی اپنائی۔ ساری چیزیں میرے لئے بے حیثیت تھیں، سوائے بابا سلانوس کے علم و فضل کے، بے شک اس عظیم اور باکمال انسان سے میں نے بہت کچھ سیکھا، تھیورا میری رفیق تھی، اور میرا ساتھ دے رہی تھی۔ بابا سلانوس کی بھتیجیوں کا بھی حساب کتاب ہو چکا تھا۔ شبیلہ سے فرغوس نے شادی کرلی تھی، اشکاف کی شادی بھی ایک نوجوان

عہدے دار سے ہوگئی تھی۔ شموکا نے خوب حکومت سنبھالی تھی اور اس کی رعایا اس سے بے حد خوش تھی۔

اس نے اپنے قول کے مطابق سمندر کے ساحل پر ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی تھی جس کی مجھے چنداں ضرورت نہ تھی، لیکن اس میں تعمیر شدہ آتشکدہ بہرحال میرے لئے بہت دلکش تھا۔ سو وقت گزرتا رہا۔ بوڑھے سلانوس کی موت میرے لئے بڑا سانحہ تھی، سچ بات تو یہ ہے کہ اس کی موت کے بعد ہی اس علاقے سے میرا دل بھر گیا تھا۔ لیکن بوڑھی تھیورا میرے ساتھ تھی، اور اپنے بڑھاپے سے سخت شرمندہ تھی، مجھے دیکھتی تھی اور ششدر رہ جاتی تھی۔ میں جو غسلِ آتش کے بعد دنیا کا حسن، نئی جوانی پالیتا تھا۔ دوسری بہت سی عورتوں کی طرح جنھوں نے میرے ساتھ زندگی گزاری تھی اور بالآخر بوڑھی ہوکر مرچکی تھیں۔ تھیورا بھی تیزی سے بڑھاپے کی منازل طے کر رہی تھی۔ اور بالآخر اس کا بھی آخری وقت آپہنچا۔

تھیورا کافی ضعیف ہوگئی تھی۔ "میکارا۔" اس نے بسترِ مرگ پر حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "تمہارے ساتھ اتنی طویل زندگی گزاری، لیکن [illegible] دل میں یہی خواہش ہے کہ اگر یہ زندگی دس گنا طویل ہوتی تو بھی کم تھی۔ تم آج بھی اسی طرح ہو۔ میں محسوس کرچکی ہوں۔ میں جان چکی ہوں۔ تم مجھے بتاچکے ہو کہ تم عام انسانوں سے مختلف ہو۔ لیکن اس قدر مختلف۔ میں نے سوچا بھی نہ تھا۔ تم اب بھی جوان ہو۔ اور تمہاری جوانی کا ساتھ دینے کے لئے بہت سی حسین لڑکیاں تیار ہوجائیں گی۔ لیکن میں نہ ہوں گی۔ خیر۔ تمہاری خوشی مجھے موت کے بعد بھی عزیز ہوگی۔"

اور پروفیسر۔ مجھے اس کی اس وقت کی گفتگو گراں گزر رہی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اپنا وقت پورا کرچکی ہے تو پھر میرا وقت کیوں ضائع کرے، سانسوں کے تار جلد ٹوٹ جائیں تاکہ وہ سوچ کی تکلیف سے نجات پاجائے، بھلا میں کسی عورت کے لئے غم زدہ کیوں ہوتا۔ کس نے میرا ساتھ دیا تھا۔ جس کی جتنی پہنچ تھی۔ چلتی رہی۔ تھک گئی۔ گر پڑی اور بس۔ میری تو کوئی منزل ہی نہیں۔ منزل کی تلاش میں چلنے والے میرے ہمسفر احمق ہی تو تھے۔!

لیکن پروفیسر تھیورا کے مرنے کے بعد میں نے دنیا پر نگاہ ڈالی اس ماحول کو محسوس کیا۔ تو مجھ پر ایک بیزار کن سی کیفیت طاری ہوگئی۔ شموکا ضعیف ہوچکا تھا۔ اور اس وقت اس کا پوتا حکمران تھا۔ اکثر مجھ سے ملنے آجاتا تھا۔ اور بہت دیر میرے پاس بیٹھتا تھا۔

تھیورا کے لئے میرا احترام مدِنگاہ رکھتے ہوئے ایک عظیم مقبرہ تعمیر کیا گیا تھا۔ جو سمندر کے کنارے اور زمین کے نیچے تھا۔ مقبرے کے تابوت میں تھیورا کی ہڈیاں گلی بھی نہ تھیں کہ ایکدم میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ کیوں نہ میں بھی آرام کروں۔؟

طویل عرصہ ہوگیا تھا اس دنیا میں جاگتے ہوئے۔ اور جب ذہن پر بیزاری ہو تو سوجانا ہی مناسب ہے۔ چنانچہ میں نے اس کا اظہار شموکا سے کیا۔

"لیکن وہ کیسی نیند ہوگی میکارا۔؟"

"تمہارے لئے اجنبی۔ لیکن وہ میری عادت ہے۔"

"کیا وہ موت نہ ہوگی۔؟"

"تم لوگ جو چاہو کہو۔ بے شک وہ ایک طویل عرصے کی موت ہوگی۔"

"اور اس کے بعد۔؟"

"میں جاگ جاؤں گا۔"

"خود بخود۔؟"

"ہاں۔"

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟"

"بالکل اسی مانند جس طرح تمہارے چہرے پر بے شمار جھریاں ہیں، تمہاری آنکھیں دھندلا چکی ہیں۔ اور تمہاری آواز میں بڑھاپے کی لرزش ہے اور میں آج بھی روزِ اول کی طرح تابناک ہوں۔ تلاش کرو اپنی دھندلائی ہوئی آنکھوں سے میرے چہرے پر بڑھاپے کی ایک شکن اور بلاؤ انھیں جو ہوں تمہارے دور کے قوی ہیکل کہ میرے جسم کو جنبش دیں۔ لیکن نہ ہوسکیں گے وہ کامیاب کسی طور۔ کیونکہ میں آج بھی اسی قدر جوان ہوں۔ تو سنو میرے دوست شموکا صدیوں کے بعد جب میں جاگوں گا تو اسی طور ہوں گا۔ دیکھنے والے مجھے اس وقت بھی اپنے جیسا پائیں گے۔ سو یہ ہے ثبوت شموکا۔ میرے دوست، چنانچہ میری خواہش ہے کہ تو میری نیند کا بندوبست کر۔"

"بڑی انوکھی بات ہے میرے لئے۔ تاہم چونکہ تو نے کہا ہے میکارا۔ اس لئے نہ تو میں تیری بات ٹال سکتا ہوں نہ اسے غلط سمجھ سکتا ہوں۔ چنانچہ میرے دوست میری رہنمائی کر۔ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"سو پھر اسی مقبرے میں جس میں تھیورا سو رہی تھی کچھ انوکھے انتظامات کئے گئے۔ صندل کی خوشبودار لکڑی کا ایک عظیم الشان تابوت رنگ برنگے کپڑوں سے سجا ہوا۔ نیلے پیلے اور سبز جواہرات سے جڑا ہوا، اور مقبرے کی دیواروں میں لٹکے ہوئے حریری پردے اور ان میں شموکا کے دورِ حکومت میں میکارا کی شمولیت کی داستان کندہ۔

تب ایک چھوٹی سی رسم کے تحت شموکا نے میری پیشانی پر بوسہ دیا۔ میری تحریر کردہ کتاب۔ جو اس وقت تک کی تہذیب کی تفسیر تھی، میرے ہاتھوں میں تھمائی اور مجھے الوداع کہا۔ یوں میں نے تابوت کی راہ لی۔ اس آرامدہ تابوت میں لیٹ گیا اور مقبرے کے دروازے کو مسالوں سے جوڑ کر ہمیشہ کے لئے بند کردیا گیا۔

یوں اس تاریک غار میں جہاں دو تابوت تھے اور تھیورا کی تعفن زدہ ہڈیاں مجھ سے زیادہ دور نہ تھیں۔ میں نے خوشبوؤں کے تابوت کا ڈھکن

بند کیا اور آنکھیں موند لیں — صدیوں کے لئے — !

یوں پروفیسر — میں سوتا رہا — نجانے کب تک — وقت گزرتا رہا۔ صدیاں بیتتی رہیں اور وہ نہ جانے کونسا دَور تھا جس کی صبح میری آنکھ خودبخود کھل گئی — میں نے تاریکیوں میں نگاہیں دوڑائیں — ہاتھ اُٹھا کر تابوت کا ڈھکن ٹٹولا اور میرے ہاتھ کے لمس سے صندل کی راکھ نیچے گر پڑی۔ میں نے صندل کی گرد اپنے چہرے سے صاف کی — اور تابوت میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ لیکن تابوت کی کمزور لکڑی کہن سالی کے مصائب سے بے جان ہو چکی تھی — چنانچہ تابوت کسی بتاشے کی مانند بیٹھ گیا۔ اور صندل کے ڈھیر کے علاوہ وہاں کچھ باقی نہ رہا — صندل کا ڈھیر جسمیں ہیرے جگمگا رہے تھے۔

تب میں نے آنکھ کھلنے کی وجہ پر غور کیا۔ ایک انوکھا شور تھا جو چاروں طرف سے ابھر رہا تھا۔ مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند۔ شاید انسانی آوازیں تھیں۔

بے شمار انسان اس عمارت کے گرد جمع تھے جہاں ہمارے تابوت رکھے ہوئے تھے۔ نہ جانے کتنے دَور گزر گئے۔ میں نے سوچا۔ لیکن میں اپنی نیند مکمل پا رہا تھا۔ ہلکے ہلکے دھماکے عمارت کے چاروں طرف ہو رہے تھے تب روشنی کا ایک ریلا غار کی تاریکیوں میں در آیا۔ انھوں نے دروازہ توڑ لیا تھا اس کے ساتھ ہی خاموشی چھا گئی — چیخنے والے خاموش ہو گئے تھے۔

تب کچھ سائے روشن دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ ایک نوعمر جوان، ایک ادھیڑ عمر شخص، ایک درمیانی عمر کا قوی ہیکل انسان۔ تین افراد تھے — وہ میرے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ نوعمر خوبصورت جوان دوسروں سے چند قدم آگے بڑھ آیا۔ اس کے چہرے پر تجسس رقصاں تھا۔

"استادِ معظم — یہ جاگ رہا ہے —" اس نے بوڑھے آدمی کی طرف رُخ کر کے کہا۔

میں خاموشی سے ان تینوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا اور خود پر غور کر رہا تھا میرے ذہن پر کوئی بار تو نہیں ہے۔ میں وقت سے پہلے تو نہیں جاگ گیا ہوں۔ اگر ان احمق شور مچانے والوں نے مجھے جگا دیا ہے، تب تو میں ان لوگوں سے برہمی کا اظہار کروں گا اور اگر میری نیند مکمل ہو گئی ہے، تب کوئی بات نہیں ہے۔

بہت جلد ذہنی کیفیت سے اندازہ ہو گیا کہ میں سو چکا ہوں، میری نیند پوری ہو گئی ہے۔ ذہن و بدن میں سرور انگیز لہریں دوڑ رہی ہیں۔ میں نئی دنیا میں پیدا ہو چکا ہوں۔ اور یہ نئی دنیا — میری کتاب میں اس کی پیشگوئی ضرور ہو گی۔ لیکن کتاب دیکھ کر اس دنیا کے بارے میں اندازہ لگانا کم از کم ان آنے والوں کے سامنے مناسب نہیں تھا۔ ہاں، ان کی شکلوں سے، ان کے انداز سے تھوڑا بہت اندازہ قائم کیا جا سکتا تھا کہ دنیا چند قدم اور آگے بڑھ گئی ہے۔

تینوں آنے والوں کے چہروں کے تاثرات مختلف تھے۔ خوبصورت جوان کے چہرے پر دلچسپی کی چمک اور آنکھوں میں تجسس تھا۔ ادھیڑ عمر شخص کے چہرے پر ایک انوکھی خاموشی تھی اور درمیانی عمر کے قوی ہیکل شخص کے انداز میں کشیدگی اور اضطراب تھا۔ اس کی انگلیاں پھیل اور سکڑ رہی تھیں گویا وہ خوفزدہ ہو کہ میں ان میں سے کسی کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کردوں۔

"کیا ہم اس سے گفتگو کرنے کی کوشش کریں؟" نوجوان نے ادھیڑ عمر شخص سے پوچھا۔

"ضرور" ادھیڑ عمر شخص نے جواب دیا۔

"کیا یہ ہماری زبان سمجھ سکے گا؟" نوجوان کے اس سوال پر ادھیڑ عمر شخص نے میرے چہرے پر نگاہیں جمادیں اور چند ساعت کے بعد بولا۔

"ہاں — یہ ہماری گفتگو سُن اور سمجھ رہا ہے۔"

"اوہو — یہ اندازہ آپ نے کس طرح قائم کیا استادِ معظم!"

"اس کے چہرے کے عضلات پُرسکون ہیں، اس کی پیشانی کی شکنیں حسبِ معمول ہیں۔ ان کی تبدیلی بتاتی کہ وہ ہماری زبان پر غور کر رہا ہے لیکن اسے اس کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ وہ سُن رہا ہے، سمجھ رہا ہے۔"

"کیا وہ بول بھی سکتا ہے؟" نوجوان نے پھر پوچھا۔

"یہ سوال تم خود اس سے کرلو۔"

ادھیڑ عمر شخص کی اس بات پر نوجوان نے ایک لمحہ توقف کیا پھر ایک قدم آگے بڑھا اور پھر تھوڑا سا جھک کر چہرے پر ملائمت اور ہلکی سی مسکراہٹ پیدا کر کے بولا۔ "کیا میں آپ سے ہمکلام ہو سکتا ہوں؟"

میں نے گہری سانس لی۔ بلاشبہ میری نیند پوری ہو چکی تھی اور اب میں نئی صدی کے نئے لوگوں کے درمیان تھا۔ مجھے انہیں کے درمیان آنا تھا، چنانچہ ان سے اجتناب کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔

"کیوں نہیں نوجوان — لیکن میرے خیال میں اس کے لئے یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔ صندل کے اس ڈھیر پر بیٹھ کر میری تم سے گفتگو کچھ اچھی نہ رہے گی۔ اب جبکہ تم نے میری طویل نیند توڑ دی ہے اور میری آرامگاہ بھی منہدم کر دی ہے، میرا یہاں رہنا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ کیا اپنا تجسس دُور کرنے سے قبل تم یہ نہیں پسند کرو گے کہ مجھے کسی مناسب جگہ لے چلو۔"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں — استادِ معظم آپ کا کیا خیال ہے؟ اہلِ ایتھنز کے اس نجات دہندہ کو ہم ایتھنز کے محل میں لے چلیں اور وہیں اس سے گفتگو کریں۔"

"ٹھیک ہے۔" ادھیڑ عمر شخص بولا اور نوجوان نے مجھ سے کہا۔

"کیا تم ہمارے ساتھ چلنے کے لئے بالکل تیار ہو؟"

"ہاں۔ اب اس ٹوٹی عمارت سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اپنے لوگوں سے کہو، میرا ذخیرۂ علم احتیاط سے ساتھ لے آئیں۔ ان میں سے کچھ بھی ضائع نہ ہو۔" میں نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ نوجوان اور دوسرے لوگ مجھے حیرت اور دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ میں ان کے ساتھ چلتا ہوا عمارت کے ٹوٹے دروازے سے باہر نکل آیا۔ وہ تینوں میرے ساتھ تھے۔ تب میں نے نہ جانے کتنی صدیوں کے بعد سورج دیکھا کہ اسی آب و تاب سے چمک رہا

تھا۔ آسمان اسی طرح درخشاں تھا۔ انسان اسی طرح بکھرے ہوئے تھے۔
سب کچھ یوں ہی تھا بس تہذیب کی شکل بدل گئی تھی۔ عمارتوں کے ڈھنگ
بدل گئے تھے، طرزِ تعمیر بدل گیا تھا۔ لباسوں کی تراش بدل گئی تھی اور بدلی
ہوئی یہ دنیا بھی کافی خوبصورت نظر آ رہی تھی۔

میں نے جوان لوگوں کو دیکھا۔ سپاہی تھے اور ان کے لباس بے حد
خوبصورت نظر آ رہے تھے۔ ان کے گھوڑے بھی تندرست و توانا تھے۔ ان
کے ہتھیار بھی خوب چمکدار تھے۔ تب ان میں سے چند آگے بڑھے۔ وہ گھوڑوں
کی باگیں پکڑے ہوئے تھے اور انہوں نے وہ گھوڑے ہمیں پیش کئے۔ میرا
گھوڑا بھی خوب قد آور اور توانا تھا۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے میری طرف
دیکھا اور میں لاپرواہی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ تب باقی لوگ بھی گھوڑوں
پر بیٹھ گئے اور ہم چل پڑے۔

میں خاموش تھا اور ان نئے لوگوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ
لے رہا تھا۔ نوجوان کوشش کر رہا تھا کہ میرے قریب سے قریب تر رہے۔
میں نے اس کی دلچسپی کو دیکھا اور اپنا گھوڑا اس کے گھوڑے کے نزدیک کر لیا۔

"میں نے اس سے قبل ایسی زندہ روایتیں نہیں دیکھی تھیں۔ تمہیں زندہ
دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"زندہ روایتوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تم ــــ! ایتھنز کے لوگوں کی روایتوں کے مطابق وہ عمارت صدیوں
قبل ان کے ایک شہنشاہ شموکا نے بنائی تھی۔ اس وقت جب اس کی حکومت
اس کے بیٹے کے بوڑھے ہونے کے بعد اس کے پوتے نے سنبھال لی تھی اور
اس میں وہ سورما ہے جس نے ایتھنز کو مار اتھونیوں سے نجات دلائی تھی اس
کی روایت کے مطابق وہ انوکھا ہے، وہ جوان ہے، اس وقت سے جب
شموکا جوان تھا۔ اس کی جوانی کو زوال نہیں ہے۔ اور اس وقت بھی جب
وہ جائے گا جوان ہو گا۔ سو میں نے وہی پایا جو کچھ انہوں نے کہا تھا ہم روایتوں
پر بھروسہ کرتے ہیں لیکن بہت سی روایتیں صرف اس لئے تسلیم کی جاتی ہیں کہ
ہمارے اجداد انہیں تسلیم کرتے آئے ہیں۔ اس طرح کیا یہ زندہ روایت نہیں ہے؟"

"کیا تم ایتھنز یوں میں نہیں ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم مقدونی ہیں۔ میرا باپ شاہِ مقدونیہ یعنی فیلقوس اور ماں
اولمپیاس ہے۔"

"کیا ایتھنز اب مقدونیوں کے زیرِ نگیں ہے؟"

"ہاں۔ فیلقوس نے ایتھنز پر لشکر کشی کی اور اب یہاں ہماری حکومت ہے۔"

"تمہارا کیا نام ہے؟" میں نے نوجوان سے پوچھا۔

"سکندر۔" اس نے جواب دیا۔

"اور تم شاہ فیلقوس کے بیٹے ہو؟"

"ہاں۔"

"تمہارا ساتھی بوڑھا کون ہے؟"

"میرا اتالیق، اور استادِ زمانہ افلاطون کا سب سے ذہین شاگرد ارسطو۔"
نوجوان نے جواب دیا۔

"اور تیسرا شخص، جو تمہارے ساتھ تھا؟"

"وہ اس دستے کا نگران اور سربراہ سرطاس ہے۔" سکندر نے جواب دیا۔

"میرے بارے میں تم اور کیا جانتے ہو؟"

"روایتیں سنی جاتی ہیں اور وہ اتنی ہی ہوتی ہیں جتنی دوسروں کی زبان
سے ادا ہوتی ہیں لیکن یہ انوکھی روایت اتنی آگے بڑھ جائے گی، یہ نہیں
سوچا گیا تھا۔"

میں نے گردن ہلائی۔ نوجوان کافی ذہین معلوم ہوتا تھا اور اس کا
اتالیق ـــ میں نے گہری نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا تھا اور میرا تجربہ
بتاتا تھا کہ بیشک وہ ذہین انسان ہے۔ ایتھنز، ایتھنز یوں کے ہاتھوں سے
نکل گیا تھا، تو مجھے کیا؟ فیلقوس نے ایتھنز پر قبضہ کر لیا تھا، اس سے میری
صحت پر کیا اثر پڑتا تھا۔ مجھے تو اس دور کے لوگوں میں رہنا تھا۔ اور یہ تو
میری تقدیر ہی تھی پروفیسر! کہ میں ہمیشہ بڑوں کے ساتھ رہا۔

"یہ وہی فاتح سکندر تھا جس نے پورس سے جنگ کی تھی؟" فرزانہ
بے ساختہ بول پڑی۔

"ہاں، مقدونیہ کا سکندر۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"خدا کی پناہ! تم نے اسے دیکھا ہے؟" فرزانہ نے سسکاری سی
لے کر کہا۔

"تم صرف دیکھنے کی بات کر رہی ہو؟"

"کیا وہ بے حد خوبصورت تھا؟" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں۔ یونانی یوں بھی حسین ہوتے تھے۔"

"بہت سی انوکھی باتیں ہوں گی اس میں؟"

"میں ان کی تفصیل بتاؤں گا۔" لڑکیوں کی دلچسپی پر میں نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

"تم کتنے عرصہ اس کے ساتھ رہے؟"

"خاصے عرصہ۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، تو کیا تم اس کی فتوحات میں بھی اس کے ساتھ رہے؟" فرزانہ
نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ بیشتر۔" میں نے جواب دیا۔

"تم نے اس کا اندازِ جنگ بھی دیکھا ہو گا؟"

"ہاں۔"

"کیا ان جنگوں میں تم نے بھی سکندر کی مدد کی ہے؟"

"نہیں، کیونکہ میرا وہ دور بے حد پُر امن رہا ہے۔ اس وقت تہذیب
بہت آگے بڑھ چکی تھی۔ اور پیاری لڑکیو! میں نے کسی بھی دور میں کسی جنگجو
کے انداز میں نہیں سوچا۔ میں نے اب تک اپنی زندگی کی جو تفصیل تمہیں بتائی
ہے۔ مجھے بتاؤ اس میں کہاں میرا کردار کسی جنگجو کا کردار رہا ہے۔ میں اپنے
کسی مقصد کے حصول کے لئے کب لڑا ہوں۔ میں نے تو ہمیشہ اس وقت

اپنی قوت آزمائی ہے جب کسی نے کسی کے ساتھ ناانصافی کی۔ مجھے کبھی اقتدار کی ہوس نہیں رہی۔ اور انسان صرف تین چیزوں کے لئے جنگ کرتا ہے۔ عورت، دولت اور حکومت ــــ تو عورت ہر دور میں مجھے حاصل رہی۔ دولت میرے لئے حقیر شے تھی اور حکومت سے میں خود گھبراتا تھا کیونکہ میری سرشت ایسی نہیں ہے۔ چنانچہ سکندر کے ساتھ میں نے مختلف ممالک کی فتوحات میں حصہ لیا، لیکن صرف اس کے ہمسفر کی حیثیت سے یا پھر اس نے کبھی کبھی مجھ سے ذہنی مدد لی۔ اس کے علاوہ میں نے اس کے لئے کچھ نہیں کیا۔"

"خوب۔ بیشک تمہارا کردار یہی رہا ہے۔ لیکن ــ لیکن کیا تم نے سکندر کے حالاتِ زندگی بھی معلوم کئے؟"

"ہاں۔ اس نوجوان سے مجھے بیحد دلچسپی ہوگئی تھی اور پھر وہ بھی مجھ سے کافی مانوس ہوگیا تھا، چنانچہ خود اس نے اور دوسروں نے مجھے اس کے بارے میں بہت کچھ بتایا۔"

"بہت عمدہ۔ تو کیا تم اس کے بعد کی داستان سنانے سے پہلے ہمیں سکندر کی زندگی کے بارے میں کچھ بتاؤ گے؟"

"اگر تمہیں اس سے اتنی دلچسپی ہے تو ضرور ــ" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم اس سلسلہ میں اپنے ذہن میں سوالات مرتب کر لو، اور مجھ سے سوالات کرو، میں ان کے جواب دوں گا۔"

"ہاں، یہ ٹھیک ہے۔" فروزاں نے کہا اور دونوں بہنیں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگیں۔ پروفیسر خاور بھی اس گفتگو میں دلچسپی لے رہا تھا۔ تب فروزاں بولی۔

"سکندر کی ابتدائی زندگی کیسی تھی؟"

"ہوش کی عمر میں آنے کے بعد فیلقوس نے اس کی تربیت ایک خاص انداز میں کی۔ اسے تنہا چھوڑ دیا گیا۔ مطلب یہ کہ اس کے قریب کے لوگوں سے اسے دور کر دیا گیا۔ اس کی نگاہوں میں سب سے زیادہ قدر و قیمت "ایلیڈ" یعنی داستان ٹرائے کی تھی۔ وہ ٹرائے کی کہانی کو بڑے ذوق سے پڑھتا تھا اور ایکی لیز جو یونان قدیم کا معروف ہیرو تھا اور جس نے ٹرائے فتح کیا تھا لیکن خود اسی جنگ میں مارا گیا تھا، سے خاص عقیدت رکھتا تھا۔ وہ ایکی لیز کے خواب دیکھتا اور اس کی معیت میں سمندر عبور کرتا اور سرزمینِ مشرق کے اجنبی ساحلوں پر لنگر انداز ہوتا۔ چرمی کاغذ کی یہ کتاب اس کی زندگی میں خاص اہمیت رکھتی تھی اور وہ اس میں اپنے اتالیقوں کو شریک نہیں کرتا تھا۔ جو اتالیق اسے یونانی زبان کی تعلیم دیتے تھے، یا خطابت اور منطق کے سبق دیتے تھے، انہیں اس کی ماں اولمپیاس نے منتخب کیا تھا اور ان سب میں اولیت لیونی رس کو حاصل تھی۔ وہ سارے اتالیقوں کا افسر تھا، بڑا سخت گیر انسان تھا۔ اور سکندر کی زندگی کو ایک الگ حیثیت دینے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا۔ ویسے مختلف اتالیقوں نے اوقات بانٹ رکھے تھے اس کے مطابق وہ اسے تربیت دیتے تھے۔ دیوتاؤں میں اسے زیوس اور افروڈائٹ سے خاص عقیدت تھی لیکن اس عقیدت کا سلسلہ بھی ایکی لیز سے جاملتا تھا کیونکہ ایکی لیز نے بھی افروڈائٹ کی نصیحتوں سے روشنی حاصل کی تھی۔ دہکتی ہوئی قربان گاہ میں لوبان کے ڈھیر لگاتے ہوئے، اس سے اٹھنے والے دھوئیں میں وہ اپنے ہیرو کی صورت تلاش کرتا تھا۔

غرض سکندر کی ایک ایک جنبش پر کڑی نگرانی رکھی جاتی تھی۔ اس کے لوگ چاہتے تھے کہ وہ زیادہ سے زیادہ جفاکش اور سخت کوش بن جائے تاکہ بادشاہی کے تخت کے فرائض سنبھال سکے۔ بڑے بڑے سپہ گری کے استاد اسے شمشیر زنی اور نیزہ بازی سکھاتے تھے۔ گھوڑوں سے اسے خاص رغبت تھی اور ہمیشہ اپنے بھائیوں یعنی بطلیموس وغیرہ کے مقابلے میں وہ انوکھا ثابت ہوا تھا۔ اور زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ اس کی ذہنی برتری اور جسمانی قوت تسلیم کر لی گئی۔ گویا جس کام کو انجام دینے میں اس کی ماں اولمپیاس نے شدید محنت کی تھی، وہ انجام پا گیا تھا اور پھر ارسطو کی صحبت نے اس کی دانش میں چار چاند لگا دیئے۔

اور پھر فیلقوس نے اسے فوج میں طلب کر لیا۔ یوں سکندر اولمپیاس سے الگ ہوگیا۔ اور اس نے باپ کی سرکردگی میں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا اور یوں وہ ایتھنز تک پہنچ گئے۔ فیلقوس بدستور ان فوجوں کی رہنمائی کر رہا تھا۔ مقدونیوں کا ایک چشم شہنشاہ بڑی زبردست سیاسی سوجھ بوجھ رکھتا تھا۔ کائی رانیا کی جنگ کے بعد فیلقوس نے ایسوکریٹیز سے تعاون کرتے ہوئے "جمعیت متحدہ یونان" بنائی اور کہا کہ اب میں متحدہ یونانی فوج ساتھ لے کر ایرانیوں سے جنگ کروں گا، سمندروں کو ان کے قبضے سے نکالوں گا اور یونانی نوآبادیوں کو آزاد کراؤں گا۔ اور یہی وہ دور تھا جب سکندر نے اہلِ ایتھنز کی ایک روایت کو چکنا چور کر دیا۔"

وہ خاموش ہوگیا۔ پروفیسر خاور اور لڑکیاں دلچسپی سے اس کی گفتگو سن رہی تھیں۔

"کون سی روایت؟" اس کے خاموش ہونے پر فروزاں بولی۔

"یہی کہ قدیم ایتھنز کے شہنشاہ ستمو کا کو ایک ایسے شخص نے فتحمند کرایا تھا، جو آج بھی پتھروں کی اس عمارت میں گہری نیند سو رہا ہے۔"

"اوہ، یہ روایت تم سے منسوب تھی؟"

"ہاں۔ اور اس کے بعد میں سکندر کے پاس ہی آجاتا ہوں، کیونکہ ملاقات سے قبل کی باتیں بہرحال دوسروں کی زبانی ہیں۔"

"بے شک۔" پروفیسر خاور نے کہا۔

وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا جیسے سکندر کی کہانی یاد کر رہا ہو۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"سکندر مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور ہم ایتھنز کے ویلی محل میں پہنچ گئے۔ سکندر خود میری ہیئت سے متاثر ہوگیا تھا جبکہ وہ متاثر ہونے والوں میں سے نہ تھا اور اس کا استاد ارسطو بھی میرا بغور مطالعہ کر رہا تھا۔"

ایتھنز کے محلات کی شکل بھی بدل گئی تھی گو ان میں پرانے طرزِ تعمیر کی جھلکیاں بھی ملتی تھیں لیکن جدت بھی تھی اور یہ جدت بہرحال حسین تھی شاید

یہ ذیلی محل صرف سکندر کے قبضے میں تھا کیونکہ یہاں صرف اسی کا عمل تھا۔ وہ کسی حد تک جلد باز بھی تھا کیونکہ ایک عمدہ نشست کا انتظام ہوتے ہی وہ پھر میرے پاس آگیا۔ اس کا اتالیق بھی اس کے ساتھ تھا۔

"آپ کا کیا خیال ہے استادِ معظم — اس شخص کے بارے میں؟"

"میں نے کبھی دیوتاؤں کی حیثیت سے انکار نہیں کیا" ارسطو نے جواب دیا۔

"کیا آپ اسے دیوتا تسلیم کرتے ہیں؟"

"خود یہ شخص، اپنے آپ کو کیا کہتا ہے؟" ارسطو نے سوال کیا۔

"تمہارا نام میکارا لیا جاتا ہے۔ کیا زمانۂ قدیم میں تم کسی دوسرے نام سے پکارے جاتے تھے؟" سکندر نے نہایت چالاکی سے پوچھا۔ اس سوال میں بہت سے سوالات چھپے ہوئے تھے۔ سنہرے بالوں والا نوجوان شہزادہ زیرک تھا۔ شاید اس کے اتالیقوں نے اس پر کافی محنت کی تھی۔ اور اسے بات کرنے کے گُر سکھا دیئے تھے۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"خوبصورت نوجوان! تم یونانی ہو — میں کائنات کا انسان ہوں۔ تم کس دَور اور کس نسل کی بات کر رہے ہو؟ ہر نسل اور ہر دَور میں مجھے نئے نام دیئے گئے ہیں۔ ہاں تمہارے یونان میں، مجھے میکارا ہی کے نام سے پکارا گیا۔" میں نے جواب دیا اور ذہین نوجوان نے اپنے اُستاد کی طرف دیکھا۔ ارسطو میرے انداز میں مُسکرا رہا تھا۔

"تو کیا تم نے کائنات کی بہت سی تبدیلیاں دیکھی ہیں۔ کیا تمہارا تعلق دیوتاؤں سے بھی رہا ہے؟ کیا دیوتاؤں سے تمہاری مصاحبت رہی ہے؟"

"میں تمہارے عقیدے کو مجروح نہیں کروں گا لیکن دیوتاؤں سے میرا کوئی واسطہ نہیں رہا ہے۔"

"خوب۔ تب تو یہ اندازہ لگانے میں کافی دقت ہو گی استادِ معظم! کہ یہ شخص کیا ہے لیکن ہم اس کی انوکھی شخصیت سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔ یہ اگر چاہے تو اہلِ یونان اسے دیوتا تسلیم کرنے میں تامل نہیں کریں گے لیکن یہ شخص خود کو انسان کہتا ہے۔ گویا اس طرح یہ دیوتاؤں کی نفی کرتا ہے اس کا خیال ہے کہ انسان بھی دیوتاؤں کی سی خصوصیات رکھتا ہے۔"

"میں ابھی اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔" ارسطو نے جواب دیا اور استادِ زمانہ نے کبھی اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ میرا خیال ہے، میرے بارے میں ان کا علم محدود تھا لیکن خود سکندر مجھ سے بہت مانوس ہو گیا۔ وہ اکثر وقت میرے ساتھ گزارنے لگا اور دوست کی حیثیت سے بھی میں کبھی دوستوں کے لئے بُرا نہیں رہا۔

اس نے مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے ایتھنز میں اپنے داخلے کی تفصیل بتائی۔ ایتھنز میں دولت کی ریل پیل تھی۔ ٹیکس بھی خوب وصول کئے جاتے تھے۔ محکوم جزیروں سے خراج ملتا تھا اور بحری تجارت بھی خوب عروج پر تھی۔ دولت کی فراوانی کی وجہ سے سڑکیں اور بازار خوب کشادہ تھے۔ بڑی بڑی عمارتیں بن گئی تھیں۔ چاروں طرف چاندی کے سکوں کی جھنکار تھی۔ بندرگاہوں پر جہاز دن رات غلہ اُتارتے تھے۔ بازار انسانوں سے بھرے رہتے تھے۔

لیکن الیسوکریٹیز ایتھنز کی حالت سے غیر مطمئن ہی وفات پا چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ یونان کی شہری ریاستیں انحطاط پذیر ہیں لیکن اہلِ ایتھنز اس سے اختلاف رکھتے تھے۔ ان کے خیال میں ایتھنز کی ترقی مثالی حیثیت رکھتی تھی۔ البتہ اہلِ مقدونیہ سے وہ خوش نہیں تھے۔"

الیسوکریٹیز نے شہری ریاستوں پر الزام لگایا تھا کہ وہ ایرانی قوت کے سامنے جھک گئی ہیں۔ یونانیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ انہوں نے ایشیا میں جو نوآبادیاں قائم کی تھیں، وہ بھی ایرانیوں کے زیرِ اقتدار چلی گئی ہیں۔ ایرانی بیڑے سمندروں پر چھائے ہوئے ہیں۔ الیسوکریٹیز کا خیال تھا کہ یونانی ریاستیں اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتیں جب تک متحد ہو کر ایرانیوں کے خلاف جنگ نہ کریں۔

الیسوکریٹیز جانتا تھا کہ فیلقوس زیرک انسان ہے لیکن بہرحال وہ اس کی سرداری قبول کرنے میں بھی تامل کرتا تھا لیکن کائی رانیا کی شکست کے بعد الیسوکریٹیز نے خودکشی کر لی اور فیلقوس نے متحدہ جمعیتِ یونان بنانے کے بعد ایک بڑے حلقے کو اپنا ہمخیال بنا لیا۔ اس نے اعلان کیا کہ بہت جلد وہ درّہ دانیال کی طرف پیش قدمی کرے گا۔

غرض سکندر میرا گہرا دوست بن گیا۔ میری ملاقات ابھی تک فیلقوس سے نہیں ہوئی تھی۔ تاہم میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ سُنا تھا۔ سکندر نے ماں اور باپ کے تعلقات کا ذکر کرنا شاید مناسب نہیں سمجھا تھا لیکن وہ کبیدہ خاطر رہتا اور اکثر فیلقوس کی زیادتیوں کا تذکرہ کرتا رہتا۔

"اس کے حواس پر شراب اور عورت سوار ہے۔" وہ اکثر کہتا۔ بہرحال میں خود بھی اس کے نجی معاملات سے دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ میں تو ایتھنز کا جائزہ لے رہا تھا۔ زبردست سیاسی کشمکش تھی، بے پناہ سازشیں تھیں۔ یہ ایتھنز شمو کلے ایتھنز سے یکسر مختلف تھا۔ تب ایک رات سکندر عجیب سی شکل لئے میرے پاس آیا۔

"میکارا — تمہارا تعلق نہ ایتھنز سے ہے اور نہ ہی تم فیلقوس سے دلچسپی رکھتے ہو۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گے؟"

"کیوں نہیں میرے دوست!" میں نے جواب دیا۔

"اور مجھے تمہاری یہ بات بہت پسند ہے کہ تم تفصیلات میں جانے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور ہر اُس کام کے لئے پورے سکون سے تیار ہو جاتے ہو جو تم کرنا چاہتے ہو یا جسے کرنا پسند کرتے ہو۔"

"ہمیں کب چلنا ہے؟"

"آج — ابھی — اسی وقت۔" سکندر نے جواب دیا۔ اس کے چہرے

یہ انوکھی تمتماہٹ تھی۔ میں خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔ تب سکندر مجھے لیکر بہت سے راستوں سے گزرتا ہوا اولمپیاس کے پاس پہنچا۔ حسین عورت اس وقت چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے پہلی بار اولمپیاس کو دیکھا اور سوچا کہ نوخیزی کی عمر میں وہ بے پناہ حسین ہو گی۔ اب بھی اس کا حسن بے مثال تھا۔

"ہمیں ابھی اور اسی وقت چلنا ہے اگر تم تیاریوں کی اجازت دو؟"

"کہاں چلنا ہے؟" اولمپیاس نے پوچھا۔

"اپنے پرانے خاندانی مکان میں۔"

"میں تیار ہوں۔ مگر تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟"

"میرا قابل اعتماد دوست۔" سکندر نے جواب دیا اور اولمپیاس گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر سکندر مجھے اپنی ماں کے پاس چھوڑ کر چلا گیا اور تھوڑی دیر میں اس نے روانگی کی تیاریاں کر لیں۔ تب ہم چل پڑے۔ میں پورے شباب پر تھا۔ طویل نیند کے بعد میرے اندر نئی زندگی پیدا ہو جاتی تھی۔ چنانچہ میں زندگی سے بھرپور تھا۔ طویل عمر پڑی تھی اس لئے یہ سوچنا بیکار تھا کہ سکندر کے ساتھ گزرنے والا وقت بے مقصد ہے۔ بہرحال حالات خاصے دلچسپ تھے۔

راستے میں سکندر نے خود ہی بتایا۔ "میرا اپنے باپ سے اختلاف ہو گیا ہے۔"

"اوہ، کیوں؟"

"طویل داستان ہے۔" اس نے جواب دیا ـــــ اور یہ حقیقت ہے پروفیسر! کہ سکندر کی نجی زندگی کی یہ داستان بے حد طویل ہے۔ جو اس کہانی سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ تاہم میں ضروری باتوں پر روشنی ڈال دوں گا۔ الغرض یہ کہ سکندر نے اپنی ماں کو پرانے مکان میں پہنچا دیا لیکن طویل عرصہ نہیں گزرا تھا کہ فیلقوس کے خط نے اسے ایک بار پھر فیلقوس کے پاس جانے پر آمادہ کر لیا۔ کیونکہ اس میں اس کی ماں کی رضا بھی شامل تھی۔

لیکن فیلقوس کی اچانک موت بھی بڑی حیرت انگیز تھی۔ اسے قتل کر دیا گیا۔ بہت سے لوگ مشتبہ تھے۔ بہرحال سکندر کو مقدونیہ کا شہنشاہ قرار دے دیا گیا۔ سکندر کا ابتدائی دور ابتلا کا دور تھا۔ بہت سے معرکے سر کرنے پڑے تھے اسے۔ اور اس وقت اس کی عمر صرف بیس سال تھی جب اس نے اپنے باپ کے مشن کو پوری طرح سنبھال لیا۔ اس کے ذہن میں ایشیا کا سودا تھا۔ اور پھر خوفناک اور طویل سازشوں سے نمٹ کر بہرحال اس نے درۂ دانیال کا رخ کیا۔ اس کے لئے اس نے زبردست تیاریاں کی تھیں۔

میں اس طویل دور میں خاموش تماشائی رہا۔ درحقیقت یہ سب کچھ میرے لئے دلچسپ تھا۔ لیکن میں عملی طور پر کسی معاملے میں حصہ لے کر اپنی معلومات میں رخنہ اندازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں صرف نظر باز تھا اور میں نے آج تک اپنی صلاحیتوں کو سکندر سے پوشیدہ رکھا تھا کہ وہ مجھ سے بڑی بڑی توقعات نہ قائم کر لے۔

یونانی فوجوں نے سمندر کو بڑے اطمینان سے عبور کر لیا۔ موسم بے حد خوشگوار تھا۔ مطلع صاف ہونے کی وجہ سے ایشیائی ساحل کی سرخ زمین صاف نظر آ رہی تھی۔ ٹرائے کی پہاڑی سامنے نظر آ رہی تھی۔ دشمن کے کسی بڑے سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی۔ یوں سکندر یورپی ساحل سے ایشیائی ساحل پر اتر گیا۔ اس نے زرہ بکتر پہن رکھا تھا، سر پر خود تھا جو سورج کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ پہلی ایشیائی زمین پر انہوں نے سنگ مرمر کے پتھر حاصل کر کے سب سے بڑے دیوتا زیوس کی قربان گاہ بنائی۔ ایک قربان گاہ ایتھنا کی بھی بنائی گئی تھی۔ اس پر سونے کے پیالے سے شراب لنڈھائی گئی اور پھر ٹرائے کے کھنڈرات سے اسے اس کے ہیرو اچی لیز کی کچھ یادگاریں ملیں۔

اہل مقدونیہ کو ٹرائے کے کھنڈرات دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی۔ سکندر نے باشندوں کو حکم دیا کہ ٹرائے کی فصیل دوبارہ تعمیر کر دیں اور پھر اس نے آگے قدم بڑھائے۔

زیادہ سفر نہیں کیا گیا تھا کہ پادینو کے جاسوس اطلاع لائے کہ مشرق کی جانب سے بھاری ایشیائی فوج کوچ کرتی چلی آ رہی ہے لیکن پادینو کو کوئی تشویش نہ ہوئی اور یونانی فوجیں گرینی کس کی طرف بڑھتی رہیں۔ یہاں انہیں پہلا ایشیائی رسالہ نظر آیا۔ دریا کے کنارے پر پہنچ کر پادینو اور سکندر مقابل کے سواروں اور پیادوں کا اندازہ کرنے لگے۔ ان کے گھوڑے نہایت اچھے اور ترتیب سے تھے۔ سواروں کے لباس ڈھیلے ڈھالے تھے اور ان کی ٹوپیاں رنگین تھیں۔ دریا کے دوسری جانب وہ یونانی فوج کی ہنسی اڑا رہے تھے۔ بہرحال سکندر سے نہ برداشت ہو سکا اور اس نے گھوڑے پانی میں اتار دیئے۔ گو اسے اس جلد بازی کی کافی قیمت ادا کرنی پڑی لیکن بہرحال وہ ان پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ ہنسی اڑانے والے یونانی تنخواہ دار ہی تھے جو ایرانیوں کی طرف سے لڑے۔ سکندر کو تجربات ہو رہے تھے۔

بہرحال میری کہانی کا موضوع سکندر نہیں ہے پروفیسر۔ میں تو تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس عظیم فاتح کے ساتھ میں نے ایشیا کے ان علاقوں کا رخ کیا جہاں میں کسی دور میں نہیں پہنچا تھا۔ رہی سکندر کی بات! تو وہ اپنے دور کا انوکھا انسان تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کی شخصیت دو حصوں میں تقسیم ہے۔ کبھی وہ انتہائی زیرک اور دوررس ذہن کا مالک نظر آتا تھا۔ جنگ میں ایسی حکمت عملی سے کام لیتا کہ عقل دنگ رہ جاتی اور کبھی ایسے بچگانہ انداز میں سوچتا کہ ہنسی آنے لگتی ـــــ لیکن تم میرے کردار پر غور کرو۔ میں کس قدر بدل گیا تھا۔ یقین کرو پروفیسر! سکندر کی فتوحات میں، میں نے کسی ایک انسان کو زخمی تک نہیں کیا۔ اس کی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ میں تو صرف دیکھنے والا تھا سو دیکھتا رہتا تھا۔ نہ ہی سکندر کو کبھی اس بات کی خواہش ہوئی کہ میں جنگ میں حصہ لوں۔ میری حیثیت ان لوگوں کے درمیان ایک سونے کے بت کی سی تھی۔ جسے وہ چاہ تو سکتے تھے لیکن اس سے کوئی توقع نہیں رکھتے تھے۔

عورت کے معاملے میں سکندر راہبانہ فطرت رکھتا تھا۔ ایران کی

حسین ترین عورتیں اس کے سامنے لائی گئیں لیکن اس نے توجہ نہیں دی۔ نہ ہی کبھی اس نے عورت کی گفتگو کی۔ اور اس کی یہ عادت بہرحال مجھے پسند نہیں تھی۔ دانیال سے اسوتس پھر صور اور پھر وہاں سے آگے ــــ سکندر اپنی فتح وعظمت کے جھنڈے گاڑتا آگے بڑھتا رہا۔ دارا کو اس نے بدترین شکست دی اور اسے فرار پر مجبور کردیا۔ بالآخر دارا بھی قتل کردیا گیا۔ سکندر کے مزاج میں اب کافی تبدیلیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ وہ کسی حد تک مغرور اور تعیش پسند ہوگیا تھا۔ اس نے بے شمار شہر آباد کئے تھے۔ بلندیوں کا چکر کاٹ کر اس نے جنوب کا رُخ کیا اور ایک وادی کے کنارے سب سے پہلا مشرقی شہر اسکندریہ بنایا۔ یہاں ایک پرانا شہر ہرائی کے نام سے موجود تھا جہاں مجوسی اور تاجر آباد تھے۔ پھر وہ ہلمند جھیل پہنچا جہاں اسے ایک تجارتی شاہراہ ملی جو دریائے سندھ سے پرسی پولس کو جاتی تھی۔ سکندر جگہ جگہ نو آبادیاں قائم کرتا آگے بڑھتا رہا۔ بلوچستان کی شمالی سرحد سے چل کر افغانستان کے بیچ سے گزرتا ہوا شودائیدا اس کی جمہوریہ ترکمان اور جمہوریہ ازبک سے گزرا۔ اور پھر بلند پہاڑوں سے درۂ خیبر کی طرف چل پڑا تاکہ وہاں سے وادی سندھ کا رُخ کر سکے۔

میں ان نئی زمینوں سے پوری طرح دلچسپی لے رہا تھا۔ ہر چیز کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ بڑی بڑی انوکھی باتیں دیکھنے میں آتی تھیں۔ سکندر کی فوجی قوت بے پناہ تھی۔ ان میں صرف مقدونی ہی نہیں تھے بلکہ ایک طرح سے یہ [illegible] قوامی فوج بن گئی تھی۔ بہت سے ملکوں کے تنخواہ دار سپاہی اس فوج میں شامل تھے جنہیں اتنا ملتا تھا کہ وہ خوش رہتے تھے۔ دریائے سندھ پر کشتیوں کا پُل بندھ گیا تھا اور سکندر کی فوجیں پُل پار کر رہی تھیں۔ تب شمالی ہند کے راجاؤں کی طرف سے اسے عظیم الشان تحائف بھیجے گئے۔ راجا امبھی نے سکندر کی شان میں بہت سے القاب بھیجے تھے جن سے سکندر خوش ہوگیا۔ امبھی نے یونانیوں کا زبردست خیر مقدم کیا۔ تحفے دیئے اور اپنے ملک کے سارے وسائل ان کی نذر کردیئے۔ لیکن سکندر دوست نواز بھی تھا۔ اس نے راجا کو بے پناہ سونا دیا اور اس کا ملک بھی اسے ہی دے دیا۔ سکندر ہندوستانیوں سے بیحد خوش تھا۔ پھر وہ ٹکشیلا پہنچا اور وہاں چند روز قیام کا اعلان کردیا۔ عمارتیں بنانے کا شوق اسے جنون کی حد تک تھا۔ ٹکشیلا میں بھی اس نے تعمیر کرنے والے مزدور تلاش کئے ــــ اور اپنے ماہر تعمیرات کے ساتھ انہیں مصروف کردیا ــــ وہ یہاں بھی اپنی یادگاریں چھوڑنا چاہتا تھا۔ یونانی سپاہی حسبِ معمول خیمہ زنی کے بعد کھیلوں میں مصروف ہوگئے۔ شمشیر زنی، نیزہ بازی، گھوڑ سواری اور بہت سے دوسرے فنون کا مظاہرہ ہونے لگا۔ راجہ امبھی بھی سکندر کے ساتھ تھا اور میں تو تھا ہی سکندر کے دوستوں میں۔ سو اس شام امبھی کے مہاوت سیاہ درندوں کے کرتب دکھا رہے تھے جنہیں ان لوگوں نے ہاتھی کا نام دیا تھا۔ یہ دیو پیکر پہاڑیاں جن کی تحریک مشکل ہی نظر آتی تھی، بڑی دلچسپ تھیں۔ پیروں میں جھا[illegible] کر رقص کرتے ہوئے ہاتھی سکندر کو بہت پسند آئے۔ کافی دیر تک وہ ہاتھیوں کے کرتب دیکھتا رہا۔

پھر اس نے راجا امبھی سے کہا۔ "میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"ہم لوگ آریا کہلاتے ہیں ــــ شمال کے میدانوں سے قبیلوں کی شکل میں آئے تھے۔ ہماری ذات بہت بلند ہے۔"

"تمہارے عقائد کیا ہیں؟" سکندر نے پوچھا۔

"ہم آگ کی پوجا کرتے ہیں اور اندر دیوتا کے آگے جھکتے ہیں۔" ہندو راجہ نے جواب دیا۔

"کیا تمہارے ہاں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں؟"

"نہیں ــــ ہم صرف ایک بیوی رکھتے ہیں اور پورا جیون اس کے ساتھ بتا دیتے ہیں۔ اگر پُرش مر جائے تو استری کو بھی اس کی چتا میں بھسم ہونا پڑتا ہے۔"

"زندہ؟" سکندر نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"لیکن ــــ کیا ــــ عورتیں اس کے لئے تیار ہو جاتی ہیں؟"

"یہ سدا کا قانون ہے ــــ ہر استری کا جیون اسی سمے تک ہوتا ہے جب تک کہ اس کا پتی زندہ ہو ــــ جیون بھر پتی کے ساتھ عیش اُڑانے کے بعد اس کا مرن استری کے لئے بھی جیون کا آخری سمے ہوتا ہے ــــ ہمارے دیش کی عورتیں پتی کے بنا جیون گزارنے کا کوئی خیال بھی نہیں لاتیں اور خوشی خوشی چتا میں کود کر جیون تیاگ دیتی ہیں۔"

"کیا پورے ہندوستان میں ایسا ہی ہوتا ہے؟"

"ہاں ــــ ستی کی رسم پورے ہندوستان میں ہے۔"

"تمہارے ہاں سب سے جنگجو قبیلہ کون ہے؟"

"ہم چھتری کہلاتے ہیں مہاراج ــــ اور ہمارے پجاری برہمن ہوتے ہیں ــــ مقامی باشندے نیچی ذات میں آتے ہیں۔"

سکندر راجہ امبھی سے بہت سی باتیں کرتا رہا ــــ اس نے دوسرے مقامی راجاؤں کے بارے میں پوچھا۔

"ہمارا سب سے بڑا دشمن پوروا کا پورس ہے۔"

"یہ کون ہے؟" سکندر نے پوچھا۔

"جہلم پار کا راجہ ــــ جسے اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ ہے۔"

"اوہ، اس کا مقصد ہے ہمیں اس کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑے گا۔" سکندر نے کہا۔

"وہ بڑا گھمنڈی ہے ــــ وہ تمہاری طاقت کو تسلیم نہ کرے گا۔"

"میں اس کا گھمنڈ توڑ دوں گا راجہ امبھی ــــ اور مجھے یقین ہے کہ پورس کی فوجیں یونانی سیلاب کی تاب نہ لا سکیں گی۔ بلکہ میرا دعویٰ ہے کہ وہ ہمیں دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوگا۔"

"اچھا ــــ" راجہ امبھی نے خوش ہوکر سر ہلا دیا تھا۔

سکندر چند روز وہاں رُکا اور پھر اُس نے جہلم کی طرف کوچ کردیا۔ [illegible] بات یہ ہے پروفیسر! کہ یہ زمین مجھے کافی دلکش محسوس ہوئی تھی ــــ ٹکشیلا

میں نظر آنے والے ہندوستانی عجیب سے حُلیوں عجیب سے لباس میں تھے۔ میں نے وہاں مندر بھی دیکھے جن سے ناقوس کی آوازیں بھی بلند ہوتی تھیں ہندو عورتیں رنگین لباسوں میں ملبوس بے حد حسین نظر آتی تھیں۔ سکندر کے ساتھ اس کی طویل مہمات میں حصہ لیتے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تھا بے شک سکندر کی جنگجویانہ مہارت، اس کی چالیں مجھے بیحد پسند تھیں۔ اس کی جنگوں کا انداز بے مثال تھا۔ ایسی ایسی غیر انسانی باتیں سوچتا تھا کہ عقل حیران رہ جائے۔۔۔ بے پناہ خرابیوں اور بے پناہ خوبیوں کا مالک تھا۔ اس دوران اس کے اندر جو تبدیلیاں ہوئی تھیں، ان سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اس کا ذہن معتدل نہیں ہے اور میں نے اپنے آپ سے پیشین گوئی کر دی تھی کہ سکندر کی طویل مہمات کا سلسلہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکے گا۔ لوٹ مار کے شائقین نے بے پناہ دولت حاصل کر لی تھی اور اب وہ اپنوں میں جانے کے لئے بے چین تھے سکندر کی سخت گیری مانع تھی ورنہ شاید وہ اس کا اظہار بھی کر چکے ہوتے۔ بالآخر وہ جہلم کے کنارے جا پہنچا۔ جہلم کے دوسرے کنارے پر پورو آباد تھے۔ سکندر نے ہندو ریاست کا جائزہ لیا۔ اسے اُمید نہ تھی کہ اس کی شہرت کے باوجود ہندوستان کی کوئی فوج میدانِ جنگ میں اُترنے کی جرأت کرے گی لیکن پورو خاندان کا راجہ پورس جس کی حکومت جہلم کے اُس پار تھی۔۔۔ مقابلے کے لئے کھڑا ہو گیا۔۔۔ یہاں سکندر نے پہلی بار ہاتھیوں کا لشکر دیکھا جو کسی سیاہ دیوار کی مانند فوجوں کے سامنے کھڑا تھا۔ تب پہلی بار اس نے ہاتھیوں کی اس افادیت کے بارے میں سوچا گویا یہ جانور فوجوں کے کام بھی آسکتا ہے۔ قوی ہیکل ہاتھی دیوار بنے کھڑے تھے اور دریائے جہلم کا پانی روزانہ بڑھتا جا رہا تھا۔ تب سکندر نے خاص سنجیدگی سے اس مصیبت کے بارے میں سوچا اور ایک شام اس نے مجھ سے مشورہ بھی کیا۔

"بے شک میکارا۔۔۔ تُو جنگ و جدل کی دنیا کا انسان نہیں ہے لیکن تُو نے اب تک میرے ساتھ بے شمار جنگیں دیکھیں۔ سیاہ جانور [illegible] اور دریا کا بڑھتا ہوا پانی کیا ہمارا دشمن نہیں ہے؟ ہمارے گھوڑے دریا پار نہیں کر سکتے۔ اور اگر دریا پار کر بھی جائیں تو سیاہ جانوروں کے سامنے ان کی کیا قیمت ہے؟"

اس کے چہرے پر غور و فکر تھا۔۔۔ تب اس کے مشیروں نے اسے طرح طرح کے مشورے دیئے اور میں نے خاموشی ہی مناسب سمجھی۔

سکندر نے مناسب سمجھا کہ پورس کو حیران کرنے کے لئے ہر سمت نقل و حرکت شروع کر دے اور کچھ پتہ نہ چلنے دے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیا۔۔۔ اور مختلف افسروں کے ماتحت دے کر حکم دیا کہ دشمن کے علاقے کو لوٹتے رہو۔۔۔ اور معلوم کرو کہ دریا کہاں کہاں سے قابلِ عبور ہے۔

غرض اس تدبیر سے پورس دھوکا کھا گیا۔ اس نے سوچا کہ سکندر دریا اُترنے کا انتظار کر رہا ہے۔ پورس کو آرام کا موقع نہ ملا۔ وہ دیکھتا تھا کہ کشتیاں دریا میں پھر رہی ہیں اور مشکیزے تیار کر کے دریا سے گزرنے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ جب وہ اپنی فوج کو دفاع کے لئے ایک جگہ جمع کرتا۔۔۔ تو دوسری جانب سرگرمیاں جاری ہو جاتیں۔۔۔ خصوصاً رات کے وقت مقدونوی جن جن مقامات پر جنگی نعرے لگاتے، پورس کو ہاتھی لے کر اس طرف متوجہ ہونا پڑتا۔ اس طرح سکندر اسے کافی پریشان کرنے میں کامیاب ہو گیا۔۔۔ اور راجہ پورس دن رات کی پریشانی سے تنگ آکر بالآخر تھم گیا۔۔۔ اور سکندر اسی وقت کا منتظر تھا۔ اس نے کریٹرس کو فوج کے بڑے حصے کی کمان سپرد کی اور اس کو کیمپ میں چھوڑ دیا۔ اُس نے کہا۔

"بے پناہ شور کیا جائے اور اگر کسی وقت پورس ہاتھی لے کر میرے مقابلے پر چلے تو تیزی سے دریا عبور کر لینا اس لئے کہ ہاتھیوں کے سوا سوار دل کو روکنے والی اور کوئی چیز نہیں۔" اور پھر اسی رات سکندر نے وہ دریا عبور کرنے کا فیصلہ کر لیا۔۔۔ اس نے مختلف لشکروں سے مختلف دستے چن لئے اور انہیں تجربہ کار جرنیلوں کی کمان میں دے کر دریا کی بالائی سمت چل پڑا۔ تقریباً اٹھارہ میل دُور پہنچ کر وہ رُک گیا۔ یہاں خشکی کا ایک حصہ اندر کی طرف بڑھا ہوا تھا جس پر مختلف قسم کے درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ کشتیاں اور مشکیزے یہاں پہلے ہی چھپا دیئے گئے تھے۔ سامنے ہی ایک چھوٹا سا جزیرہ نظر آ رہا تھا لیکن اس پر آبادی کے نشانات نہ تھے۔

بارش تیز ہو رہی تھی بجلی کڑک رہی تھی۔ چنانچہ ہر قسم کی آوازیں بادلوں کی گرج میں پوشیدہ ہو گئی تھیں۔ یوں سکندر کی قسمت نے اس کا ساتھ دیا۔ اور طلوعِ آفتاب سے قبل کشتیاں دریا میں ڈال دی گئیں۔ گھوڑوں کو ان تختوں پر سوار کیا گیا جن کے نیچے مشکیزے بندھے ہوئے تھے۔ پیادہ فوج کشتیوں میں سوار ہو کر جزیرے کا چکر کاٹتی ہوئی آگے بڑھی اور وہ خاموشی سے دوسرے کنارے پر اُتر گئے۔ جو سوار پہلے پہنچ گئے تھے انہیں حکم ملا کہ پیادہ فوج کا انتظام کریں لیکن روشنی میں سکندر پر انکشاف ہوا کہ وہ دریا پار نہیں پہنچے بلکہ ایک اور جزیرے پر اُتر گئے ہیں۔ جزیرہ بہت بڑا تھا۔۔۔ اور اس کے اور کنارے کے درمیان تیز دھارا رواں تھا۔۔۔ دُور تک کیچڑ پھیلی ہوئی تھی۔

سکندر کو ہلکی سی پریشانی اٹھانا پڑی۔ اس نے دھارے کے بیچ سے گزرنے کا حکم دے دیا لیکن دوسری طرف کی زمین کیچڑ کا سمندر معلوم دیتی تھی اور سکندر کا وہ منصوبہ درہم برہم ہو گیا جو بڑی احتیاط سے تیار کیا گیا تھا۔ وہ ابھی کیچڑ سے نکل بھی نہ سکے تھے کہ دشمن نے انہیں دیکھ لیا اور جس تیزی سے دشمن کی فوج سامنے آئی اس کا سکندر نے خلوصِ دل سے اعتراف کیا۔

سکندر نے تیر اندازوں کو آگے بھیجا۔ ان کی تعداد دو ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔ ان کے ساتھ رتھ بھی تھے اور سوار بھی۔۔۔ سکندر رسالہ لے کر آگے بڑھا۔۔۔ لیکن دشمن بھی پیچھے نہیں ہٹا تھا۔۔۔ وہ بڑی بے جگری سے سیلِ بے پناہ کے آگے جم گئے اور ایک ایک فرد اسی جگہ لڑتے لڑتے فنا ہو گیا۔ سکندر کو معلوم نہ تھا کہ سکندر کی فوج کیا کر رہی ہے۔۔۔ اس کی پیشقدمی رُک گئی تھی۔ بہرحال دشمن کے آخری سپاہی کو ختم کر کے وہ جنوب کی طرف بڑھا۔ اور پیادوں کو تیزی سے آنے کے لئے کہا۔ ریتلی زمین پر پورس کی بڑی فوج

کھڑی ہوئی تھی۔ تقریباً دو سو ہاتھی فوج کے آگے تھے۔ ہر ہاتھی کے درمیان ایک ایک سو فٹ کا فاصلہ تھا ـــــ اور ہر خلا میں تیر انداز کھڑے تھے جن کی کمانیں ایسی زبردست تھیں کہ تیر چلاتے وقت ان کے گوشے زمین پر رکھنا پڑتے تھے۔ نیزہ بردار اور شمشیر زن تیر اندازوں کی مدد کو کھڑے تھے۔

اس زبردست صف بندی کو دیکھ کر سکندر رُک گیا۔ اب اسے کریٹرس کا انتظار تھا۔ تھوڑی دیر بعد پیادہ فوج پہنچ گئی اور سکندر نے ان کی صف بندی کردی ـــــ اور پھر اپنی فوج خاص کے ساتھ پیچھے ہٹا۔ یہ اس کی چال تھی۔ دشمن کے رسالہ نے اس کا تعاقب کیا اور فوج کے دوسرے ٹکڑے اس رسالہ کے عقب میں پہنچ گئے۔ اس طرح ہندوستانی رسالہ کو دونوں طرف سے نرغے میں لے لیا گیا ـــــ اور جنگ شروع ہو گئی۔

سکندر کی چال بیحد کامیاب تھی۔ اس نے آسانی سے اس رسالہ کو ختم کردیا۔ اور اب اس کی وحشی فطرت عود کر آئی تھی ـــــ تیر اندازوں نے ہاتھیوں پر تیروں کی بارش کردی اور سکندر اس سیاہ دیوار سے بے پروا ہو کر دشمن کی صفوں میں گھس گیا ـــــ دوسری طرف سکندر کے پیادوں نے ہاتھیوں کو نہ جانے کس طرح زخمی کیا کہ ہاتھی پلٹ گئے ـــــ اور اب خود پورس کی فوجوں کو جان کے لالے پڑ گئے۔ ہاتھی انہیں کچلتے ہوئے پیچھے بھاگ رہے تھے اور عقب سے سکندر کی خوفناک فوجیں دشمن پر ضربیں لگا رہی تھیں ـــــ یوں پوروا کے پورس کو خوفناک شکست اٹھانی پڑی لیکن جس بہادری سے انہوں نے مقابلہ کیا تھا ـــــ وہ نہ صرف میرے بلکہ سکندر کے دل پر بھی نقش ہو گیا تھا۔

میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے والوں میں راجا پورس سب سے آخری شخص تھا وہ جنگی ہاتھی پر سوار تھا۔ ہاتھی اور سوار بُری طرح زخمی ہو گئے تھے۔ ہاتھی پیچھے ہٹ رہا تھا۔ تب راجا امبھی نے جو سکندر کے ساتھ تھا، سکندر سے کہا" وہ پورس میدانِ جنگ سے بھاگ رہا ہے۔"

"اسے لاؤ! اس سے کہو وہ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کردے۔"

امبھی کے فوجی گئے تو پورس ان سے جنگ پر آمادہ ہو گیا! اس نے ہاتھی سے نیچے اُترنے سے انکار کردیا! امبھی کے فوجیوں نے اسے گھیر لیا اور سکندر کو اس کے بارے میں اطلاع دی۔ تب سکندر نے اپنے خاص افسر کو پیغام دیکر بھیجا! اس وقت پورس ہاتھی سے اُترنے پر راضی ہوا اور اپنی جگہ کھڑے ہو کر سکندر کا انتظار کرنے لگا۔

"کیا خوب شخص ہے۔ انوکھی شان رکھتا ہے۔ آؤ میکارا! اس کے پاس چلیں" سکندر نے آہستہ سے کہا اور ہم گھوڑے آگے بڑھا کر اس کے قریب پہنچ گئے۔

سکندر کم ظرف نہیں تھا۔ وہ گھوڑے سے اُتر گیا۔ میں نے بھی اس شاندار جسامت کے راجا کو دیکھا! اس کے چہرے سے جلال ٹپکتا تھا ـــــ کشادہ پیشانی کی چمک اور آنکھوں کی ذکاوت سے اس کی شخصیت کا اندازہ ہوتا تھا۔ سکندر بھی غور و دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کس قسم کے سلوک کے طلبگار ہو؟"

"جیسا سلوک بادشاہ، بادشاہوں سے کرتے ہیں" پورس نے اعتماد سے جواب دیا لیکن سکندر اس جواب سے بیحد خوش اور متاثر ہوا۔

"بالکل بجا۔ اس کے علاوہ؟"

"اس میں سب کچھ شامل ہے" پورس نے اسی انداز میں جواب دیا اور سکندر نے گردن ہلا دی اور میں اس شخص کے ظرف سے بے حد متاثر ہوا! اس نے عایا کو کامل معافی دے دی۔ پھر کچھ عرصہ وہاں رُک کر اس نے دو شہروں کی تعمیر کا حکم دیا اور پھر وہاں سے آگے بڑھنے کا ارادہ کر لیا۔

لیکن مجھے یہ علاقہ ـــــ یہاں کے لوگ اس قدر پسند آئے تھے کہ میں نے یہاں، سکندر سے جدا ہونے کا فیصلہ کر لیا اور جب اس کی آگے بڑھنے کی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو میں نے ایک شام اس سے کہا۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے سکندر؟"

"میں آگے جاؤں گا، نقشوں کے مطابق آگے غیر معروف زمینیں ہیں۔ ہمالیہ کی دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہوا میں دریائے گنگا تک جاؤں گا۔ سنا ہے یہ دریائے سندھ اور نیل سے بھی بڑا ہے! اس سے آگے مشرقی سمندر ہیں، وہاں رُک کر ہم ایک بیڑہ بنائیں گے اور ہندوستان کے اوپر سے گزر کر مصر جائیں گے پھر لیبیا کے ساحل کے ساتھ ساتھ ہرقل کے ستونوں تک پہنچ جائیں گے۔"

"میں نے ایک بات محسوس کی ہے سکندر!"

"کیا؟" اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"تمہاری فوجوں میں کسی قدر بددلی پھیل گئی ہے۔ میرا خیال ہے وہ اب وطن واپس جانا چاہتی ہیں۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے میکارا! لیکن میں زیرک لوگوں کو سمجھاؤں گا، ہم نے جو فتوحات حاصل کی ہیں، وہ ہر لحاظ سے منفعت بخش رہی ہیں۔ ہر شخص کو اتنا ملا ہے کہ وہ خوشحال ہو گیا ہے صرف تھوڑا عرصہ اور انھیں مشقت کرنا ہو گی اور اس کے بعد جب ہم وطن لوٹیں گے تو ہماری حیثیت قابلِ تعریف ہو گی۔"

"بیشک۔ تمہارے لوگ تم سے تعاون کرتے ہیں، تمہاری بات مانتے ہیں۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ میں نے تم جیسے زیرک اور ذہین انسان کے ساتھ ایک اچھا وقت گزارا لیکن اب میں تم سے اجازت چاہوں گا میرے دوست۔"

"تم ـــــ میکارا ـــــ تم؟"

"ہاں۔ میں اب تم سے جدا ہو رہا ہوں سکندر۔"

"لیکن وہاں تمہارا کون ہے میکارا! تم وطن جا کر کیا کرو گے؟"

"وطن؟ کون سے وطن؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا تم یونان واپس نہیں جاؤ گے؟"

"یونان میرا وطن نہیں ہے۔ تم جانتے ہو میں یونانی نہیں ہوں۔"

"اوہ! پھر تم کہاں جاؤ گے؟"

"کسی بھی غیر متعین جگہ۔ میں تو دنیا گرد ہوں سکندر! دنیا کا کوئی حصہ میرا وطن نہیں ہے۔ جہاں نکل جاؤں، وہی جگہ میری ہے۔"

"میں نے ـــــ" سکندر نے گہری سانس لیکر کہا "میں نے نیلے کے

بے شمار علوم حاصل کیے، میں نے بے شمار لوگوں کو دیکھا لیکن تم میرے لیے بدستور ایک بند کتاب رہے میکارا ۔۔۔ اور میں نے ازراہ احترام کبھی تمہیں کھولنے کی کوشش نہیں کی۔ کیا میں ساری زندگی تم سے اجنبی رہوں گا؟"

"درحقیقت پوچھو ۔۔۔ تو میں خود بھی اپنے آپ سے اجنبی ہوں سکندر! میری تاریخ تمہارے لیے ناقابل قبول ہوگی، تاہم مختصراً سنو۔ تم نے جس قدر فتوحات حاصل کی ہیں، تم نے جتنی جنگیں لڑی ہیں، زمانہ قدیم میں، میں نے اس سے ہزار گنا زیادہ جنگیں لڑی ہیں۔ میں نے اتنے لوگوں کو قتل کیا ہے، جتنا تمہاری ساری فوجیں مل کر آج تک نہ کر سکی ہوں گی۔ ہاں سکندر! میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر تم اپنی تمام فوجوں کے درمیان مجھے چھوڑ دو تو بالآخر میں تمہارے آخری سپاہی کو بھی قتل کر دوں گا، گو اس قتل عام میں مجھے طویل عرصہ صرف کرنا پڑے گا۔ تمہاری کوئی کوشش مجھے موت نہیں دے سکتی۔ یہ صرف یاوہ گوئی نہیں ہے ایک حقیقت ہے، جس کا تجربہ تم نہ کرو تو بہتر ہے لیکن یقین نہ آئے تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔ آگ، پانی، بلندی، پتھر، ساری چیزیں میرے بدن پر بے اثر ہیں لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ میں خود کے لیے کچھ نہیں کہہ سکوں گا۔ ہاں اگر تمہارے حکما میرے بارے میں کچھ بتا سکیں تو۔۔۔۔"

سکندر بڑے غور سے میری گفتگو سن رہا تھا۔ اس کی نگاہیں میرے اوپر جمی ہوئی تھیں اور ان میں عجیب سی کیفیت تھی۔

"مجھے حیرت ہے میکارا! لیکن پھر تو نے یہ رہبانیت کیوں اختیار کرلی۔ تو نے ہمارے ساتھ کسی جنگ میں حصہ کیوں نہ لیا؟"

"میں انسان کش نہیں ہوں، نہ ہی مجھے دولت کی طمع ہے کیونکہ یہ ساری چیزیں میرے لیے بے مقصد ہیں۔ میں تو صرف جہاں گرد ہوں۔ صدیوں سے میں کائنات کے بدلتے رنگ دیکھ رہا ہوں اور ان کی کیفیات رقم کر رہا ہوں۔ یہی میرا شوق ہے اور یہی میری ضرورت۔"

"تو نے اپنے بارے میں ایسی حیرت انگیز باتیں بتائی ہیں میکارا کہ میں حیران رہ گیا ہوں لیکن تو صادق ہے۔ میں وہ نہیں جانتا جو تو نے کہا، نہ ہی کتابوں میں تیرا علم ملتا ہے سو وہی سچ ہے جو تو کہتا ہے لیکن میں تیری یہ بات نہیں مانوں گا کہ تو ہم سے دور ہو جائے۔"

"سکندر میرے دوست! میں نے کہا نا کہ میں دنیا گرد ہوں۔ میں نے تیرے ساتھ طویل عرصہ گزارا ہے۔ میں نے تیرا علم و دانش دیکھا ہے اور میری پیش گوئی ہے کہ اگر مورخوں نے اس دور کی تاریخ لکھی تو وہ تیری فراست کا بار بار اعتراف کریں گے لیکن میری درخواست ہے کہ مجھے اجازت دے میں اس نئی دنیا کے اندرونی علاقوں کو قریب سے دیکھوں گا تاکہ میری کتاب میں اس کے بارے میں بھی مکمل تفصیلات ہوں۔ تو علم دوست ہے اور مجھے یقین ہے کہ تیری دوستی میری پوری زندگی کے معاملات میں حائل نہ ہوگی۔"

یوں پروفیسر، سکندر نے کافی کوشش کی لیکن جب میرے دل پر دھن جائے تو اسے ٹالنے والا کون ۔۔۔ بالآخر سکندر نے کوچ کیا اور میں نے رخ بدل لیا۔ اس نے اپنے ایک فوجی ساتھی کی حیثیت سے بہت کچھ دینے کی کوشش کی لیکن میں نے اس سے صرف ایک قوی ہیکل گھوڑا قبول کیا اور پھر میں مشرق کے اندرونی حصوں کی طرف چل پڑا۔

ہوا بڑی خوشگوار تھی۔ سرسبز پہاڑی علاقے، چھوٹی چھوٹی حسین بستیاں، قصبے، دیہات، یہاں کا رکھ رکھاؤ، یہاں کی متانت، بڑی انوکھی تھیں سب چیزیں اور میں انھیں دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک کوئی ایسا نہ تھا جو میرا ساتھی ہوا اور مجھے ان ساری چیزوں کے بارے میں بتائے۔ ہاں میں نے اس کی ضرورت ضرور محسوس کی تھی۔

اور جب میں نے پہلے قیام کی سوچی تو میں ایک بستی سے کچھ دور تھا۔ سورج کی نارنجی شعاعیں ماحول کو حسین رنگ بخش رہی تھیں، سامنے ہی ایک جھمگٹ سا نظر آیا۔ بستی دور نہ تھی سو میں ان لوگوں کی طرف بڑھ گیا جو ایک جگہ کھڑے تھے۔

لیکن یہ لڑکیاں تھیں جن کے ہاتھوں میں مٹی کے برتن تھے اور ان کے لباس رنگین اور بڑے ہی خوبصورت لگتے تھے ان کے بدن پر۔ ان کی بڑی بڑی آنکھوں میں انتہائی معصومیت تھی اور ان کے ہونٹوں پر قدرتی مسکراہٹ۔ چہرے سنولائے ہوئے تھے لیکن ان کی ملاحت دل کھینچتی تھی۔ جس جگہ وہ کھڑی تھیں وہ زمین کا سوراخ تھا اور اس پر انھوں نے ایک چرخی سی لٹکا رکھی تھی۔ دو لڑکیاں اس پر لپٹی ہوئی رسی کھینچ رہی تھیں۔ گویا زمین کے سوراخ سے پانی نکالا جا رہا تھا۔

اور یہ بھی ان کی ثقافت کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ میں لڑکیوں کے اس دلچسپ شغل کو قریب سے دیکھنے کے لیے ان کی طرف بڑھا اور گھوڑے کو دیکھتے ہی ان کے منہ سے سریلی آوازیں نکل گئیں۔

"ہائے دیا ۔۔۔ یہ کون ہے؟"

"پریت ہے شاید۔" دوسری بولی۔

"ہٹ دیوانی ۔۔۔ اس کا مکھ تو دیکھ پریت ایسے ہی ہووے ہیں۔" کسی اور نے کہا۔

"اری تو نہ جانے ۔ یہ بڑی بڑی سندر شکلیں بنا کر آویں ہیں۔"

"اوں ہوں ۔ تم لوگ الٹی سیدھی باتیں کیے جاؤ ہو، پوچھو تو سہی کون ہے؟ مسافر نہ ہو، پیاسا نہ ہو؟" ایک اور لڑکی نے دوسری لڑکیوں کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

تب ایک رسیلی شباب سے چور، تمتماتے ہوئے گال، گلابی آنکھیں لیے میرے سامنے آگئی۔

"کون ہو تم؟"

"مسافر ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پانی پیو گے؟"

"ہاں!"

"گھوڑے پر بیٹھ کر؟" ایک شریر بولی اور دوسری ہنس پڑیں۔ کانوں میں رس ٹپک رہا تھا۔ آنکھیں ٹھنڈی ہوگئی تھیں۔ سکندر جیسے پادری صفت شخص کی معیت میں عورت کی شکل ذہن سے نکل گئی تھی۔ مہ وشان ایران بھی سامنے آئی تھیں، کچھ سکندر کی خدمت میں پیش کی گئیں لیکن نہ وہ عورت کی دنیا کا انسان تھا، نہ اس نے ان پر توجہ دی۔ یوں میں بھی محروم تھا اور میں نے یہ پسند بھی نہ

کیا کہ میں اس سے عورت طلب کروں۔ صبر کیا اور ترستا رہا لیکن اب ان حسیناؤں کو دیکھ کر ذہن پر سرور سا چھا گیا۔

"ارے کیا تکے جاؤ ہو مادھولال! گھوڑے سے نیچے تو اُترو۔ اُوپر بیٹھے بیٹھے پانی کیسے پیو گے؟"

"اوہ! ہاں!" میں اس شریر لڑکی کی بات سن کر جلدی سے نیچے اُتر آیا۔ دوسری لڑکی نے پیتل کا ایک مگ جس میں پانی بھرا ہوا تھا، اس لڑکی کی طرف بڑھا دیا جو میرے نزدیک تھی۔ لڑکی نے برتن دونوں ہاتھوں میں لیا اور میری طرف دیکھنے لگی۔

"بیٹھو نا" اس نے عاجز آکر کہا۔

"بیٹھنا بھی ہوگا؟" میں نے اچنبھے سے پوچھا۔

"ارے تو کیا کھڑے کھڑے پیو گے؟"

"ہاں کیا ہرج ہے۔ لاؤ یہ برتن مجھے دے دو" میں نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیے۔

"نا۔ نا۔ مگ نہ دوں گی۔ نہ جانے تم کون جاتی ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"چھتری ہو؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"تب کیا برہمن ہو، ٹھاکر ہو، کون ہو آخر؟"

"انسان ہوں اور بس!"

"ارے!" لڑکی تعجب سے بولی اور پھر دوسری لڑکیوں کی طرف دیکھ کر ہنس پڑی "سنتی ہو سکھیو یہ صرف انسان ہے" اور دوسری لڑکیاں بھی کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

"شور نہ مچاؤ لڑکیو۔ میں بیٹھ جاتا ہوں۔ لاؤ پانی پلاؤ" میں پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

"ہائے رام۔ یہ تو بڑا ہی نٹ کھٹ ہے۔ ارے سیدھے بیٹھو"

"گویا میں سیدھا نہیں بیٹھا؟"

"کہاں بیٹھے ہو۔ ایسے پیو گے؟"

"اُفوہ! یہاں پانی پینا بھی بہت بڑی مصیبت ہے۔ تو تم ہی بتاؤ کیسے بیٹھوں؟ کیسے پیوں؟"

"ٹھٹھول نہ کرو مسافر۔ یہ اچھی بات ناہی ہوتی"

"اچھا" میں اٹھ کھڑا ہوا "تمھاری مرضی پانی نہیں پلانا تو نہیں پلاؤ"

"ارے ارے پانی پلانے کو کس نے منع کیا ہے مگر تم سے تو پینا ہی ناہی آوے۔ دیکھو ایسے بیٹھو، ایسے اوک بناؤ اور ایسے پانی پیو" دوسری لڑکی نے اکڑوں بیٹھ کر دونوں ہاتھوں کا پیالہ بنا کر ہونٹوں سے لگا کر دکھایا۔ میں نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ تب پہلی لڑکی نے میرے ہاتھوں [illegible] پیالے میں ایک دھار سے پانی ڈالا اور میں نے جانوروں کی طرح ہا[illegible] نے والا پانی پی لیا۔ لڑکی کا پورا برتن خالی ہو گیا تھا۔ دوسری لڑکیوں نے گہری سانسیں لیں۔

"تمھاری بستی کا کیا نام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"لکھیا پور"

"مگر کیا تم کہیں دُور سے آئے ہو؟"

"ہاں بہت دُور سے"

"تمھارے بدن پر تو دھوتی بھی نہیں ہے۔ یہ کیسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں تم نے؟"

"بس اتنا ہی کافی ہے۔ تمھارا شکریہ" میں دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور بستی کی طرف چل پڑا۔ معصوم لڑکیوں کی اس ٹولی نے مجھے کافی متاثر کیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ان ہرنیوں کے درمیان وقت اچھا گزرے گا۔ سو میں بستی میں داخل ہو گیا۔ سب سے پہلی نگاہ ایک مخصوص عمارت پر پڑی۔ انوکھی طرز کی عمارت تھی میں نے گھوڑے کو اس کے دروازے پر روک دیا نیچے اترا۔ میرا اپنا اندازہ تھا کہ یہ ان کی عبادت گاہ ہے۔ کافی بلند اور عظیم الشان عمارت تھی۔ سب سے اونچی چوٹی پر سونے کا کلس جگمگا رہا تھا۔ میں اس عمارت کو اندر سے دیکھنا چاہتا تھا میں اس سرزمین کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اب میں نے اپنی پچھلی روش اختیار کر لی یعنی لاپرواہی کی۔ سکندر کے ساتھ میں بہت محتاط رہا تھا۔ آخر میں، میں نے اسے جو کچھ بتایا وہ اس کے لیے حیران کن تھا، کیونکہ بہرحال اس نے اس کا کوئی مظاہرہ نہیں دیکھا، نہ ہی میری [illegible] ش تھی کہ اسے اپنے آپ سے مرعوب کروں کیونکہ وہ فتوحات کے لیے نکلا تھا۔ اس کے پیش نگاہ کچھ مقاصد تھے لیکن وہ مقاصد ایسی حیثیت نہیں رکھتے تھے کہ میں اس کا ساتھ دیتا اور یقیناً سکندر میری خوبیوں سے آگاہ ہو کر، متوقع رہتا کہ میں اس کے لیے کچھ کروں لیکن اب میں دوسری پوزیشن میں تھا۔ اب جو کچھ کرنا تھا، اپنے لیے کرنا تھا۔

عبادت گاہ میں داخل ہو کر میں ایک پتلی سی راہداری میں پہنچ گیا جو خاصی لمبی تھی۔ اس راہداری کا اختتام ایک چھوٹے سے کمرے میں ہوا تھا جس میں کوئی چیز نہ تھی۔ بالکل خالی اور ویران کمرہ لیکن اس میں ایک دروازے سا گول سوراخ ضرور تھا، جو مجھے اس سرنگ میں لے گیا۔

اور سوراخ میں قدم رکھتے ہی سخت تپش محسوس ہوئی۔ یقیناً کہیں آگ تھی اور میرے مسامات کھلنے لگے میرا بدن آگ کی طلب کا اظہار کرنے لگا۔ سو میں نے تیزی سے سرنگ کی طرف قدم بڑھا دیے۔

"لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی" اچانک پروفیسر بول پڑا۔

"کیا؟" میں نے کھوئی کھوئی نگاہوں سے پروفیسر خاور کی جانب دیکھا۔ اس ماحول سے واپسی شاید اسے اچھی نہیں لگی تھی۔ شاید اس کا تخیل خود کو اس مندر کی سرنگ میں پا رہا تھا۔

"مجھے معاف کرنا۔ تو کیا داخل ہوتے ہی تم اس سرنگ تک پہنچ گئے تھے؟"

"ہاں!" میں نے کہا۔

"تب وہ کیسا مندر تھا؟ میرا مطلب ہے . . . "

"میں آگے اس کے بارے میں بتانے والا تھا۔ جس جگہ میں پہنچا تھا وہ

مندر کا عقبی دروازہ تھا! اس کا بڑا دروازہ بستی کے سامنے کھلتا تھا! میں چونکہ بستی
میں داخل ہو رہا تھا اس لیے میں نے سامنے کے دروازے کو نہیں دیکھا تھا۔"
"معاف کرنا۔ واقعی معمولی سی بات ہے۔" پروفیسر نے جھینپتے
ہوئے انداز میں کہا۔

وہ کئی منٹ خاموش رہا۔ شاید وہ خود کو اسی ماحول میں لیجا رہا
تھا! اس کی ساری کیفیات خود پر طاری کر رہا تھا اور پھر اس نے ایک گہری سانس
لے کر کہا۔

"سرنگ کا اختتام ایک اور ویسے ہی گول دروازے پر ہوا تھا، یہاں
زمین بھی سخت، گرم تھی اور دوسری طرف ایک گول کمرہ تھا، جس میں آگ
روشن تھی۔ پورا کمرہ آگ سے بھرا ہوا تھا۔ دوسری طرف ایک بڑا در تھا جس
کے دوسری طرف ایک اور بہت بڑا اور صاف ستھرا ہال نظر آ رہا تھا۔

اور پروفیسر یہاں ایک دلچسپ کہانی میری منتظر تھی۔ پُراسرار مشرق
کی پہلی پُراسرار کہانی جس پر بعد میں مجھے خوب ہنسی آئی لیکن بہرحال اس بستی
کے ایک شخص کے لیے میں پہلا نیک انسان ثابت ہوا تھا۔ تو ہوا یوں کہ میں
نے لباس اُتارا اور آگ کے شعلوں میں داخل ہو گیا۔

شعلے، میرے بدن کی غذا، میرا بدن چاٹ چاٹ کر صاف کرنے
لگے، میری کھال کو چمکانے لگے اور میرے آتش طلب بدن کو سرخوشی میں ڈبونے
لگے۔ شعلوں کے غسل میں، میں اس قدر مصروف ہو گیا کہ سب کچھ بھول گیا۔ میں نے
وہ آوازیں بھی نہیں سنیں جو دروازے کے دوسری طرف سے آ رہی تھیں۔

میرے کانوں میں وہ آوازیں اس وقت پہنچیں، جب میں غسل سے
سیر ہو چکا تھا۔ ان آوازوں میں ایک دہشت زدہ آواز شامل تھی۔

"نہیں بھگوان کے لیے نہیں۔ نہیں بھگوان کے لیے نہیں معاف
کر دو۔ معاف کر دو۔" کوئی بُری طرح چیخ رہا تھا تب میں دروازے کی طرف بڑھا اور
شعلوں کے درمیان سے نکل آیا۔ میں نے دیکھا، بے شمار لوگ تھے عجیب سے
حلیوں میں، ننگے بدن، سروں کے درمیان میں بالوں کے گچھے، پیشانیوں پر رنگین
لکیریں بنائے ہوئے۔ ان کے عقب میں کچھ دوسرے لوگ بھی تھے لیکن وہ
پورے لباس میں تھے۔ سامنے والے لوگوں نے ایک نوجوان کو پکڑ رکھا تھا
اور اسے آگ کی طرف گھسیٹ رہے تھے اور نوجوان چیخ رہا تھا۔

لیکن جونہی میں نے آگ سے قدم باہر رکھا، سب کے سب چیخ پڑے۔
ان کی آنکھیں استعجاب سے پھٹی رہ گئی تھیں۔ جن لوگوں نے نوجوان کو پکڑا ہوا
تھا، انھوں نے جلدی سے اسے چھوڑا اور سجدے میں گر گئے اور پھر چند لوگوں
کے علاوہ سب ہی اوندھے گر پڑے تھے اور وہ نوجوان جس کے خدوخال
خاصے خوبصورت تھے کسی پتھر کے بُت کی مانند ساکت مجھے دیکھ رہا تھا! اس کا
چہرہ ہلدی کی طرح زرد تھا اور آنکھیں ادھ کھلی تھیں۔ گویا ایک انداز میں اس پر
نیم بے ہوشی کی سی کیفیت طاری تھی۔

میں نے اس پورے ماحول کو دیکھا، بہرحال میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔
اتنا میں ضرور سمجھ گیا تھا کہ وہ لوگ اس نوجوان کو آگ میں جھونکنا چاہتے ہیں۔
"کیا بات ہے، یہ لوگ تمھارے دشمن کیوں ہو گئے ہیں؟" میں نے
نوجوان کو مخاطب کیا۔

"ہے۔ ہے۔ ہے۔ جے کرشنو کا بھگوان کی۔" نوجوان کے منہ
سے عجیب سے انداز سے نکلا اور پھر وہ اوندھے منہ گر کر بے ہوش ہو گیا۔

"اٹھو!" میں اوندھے پڑے ہوئے لوگوں سے بولا۔ میری آواز کافی
تیز اور سخت تھی اور جو لوگ عقب میں تھے وہ اٹھے اور اس بُری طرح
بھاگے کہ پلٹ کر نہ دیکھا۔ جو آگے پڑے تھے، ان کی بُری حالت تھی۔ وہ سجدے
میں پڑے اس بُری طرح کانپ رہے تھے، جیسے انھیں سردی سے بخار آ گیا ہو۔

"اٹھو!" میں نے خونخوار انداز میں کہا اور وہ اسی طرح پڑے پڑے
چیخنے لگے۔ کیا بک رہے تھے میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ البتہ ان کے مضحکہ خیز حلیے
اور خوف پر مجھے ہنسی آنے لگی۔ ظاہر ہے انھوں نے مجھے آگ سے نکلتے
دیکھا تھا اس لیے ان کا خوف بیجا نہیں تھا لیکن یہ انداز!

پھر میں نے انھیں اوندھے پڑے پڑے کھسکتے دیکھا اور میں نے ان
سے کچھ نہ کہا۔ وہ چالاکی سے کام لے رہے تھے تاکہ دروازے تک پہنچ
جائیں اور پھر وہ بھی اٹھ کر بھاگ گئے۔ ان کا خوف انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ خاصا
دلچسپ منظر تھا۔ میں ہنسی نہ روک سکا، پھر میں نے بے ہوش نوجوان کو دیکھا۔

خاصی بُری حالت تھی غریب کی۔ اچھا خاصا چہرہ تھا، دُبلے پتلے
بدن کا مالک تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ کر جھکا اور اسے ہوش میں لانے کی
کوشش کرنے لگا لیکن بے ہوشی گہری تھی۔ میں نے پانی تلاش کیا اور عمارت
کے ایک حصے میں مجھے ایک بڑا کنواں نظر آیا، جس میں سے پانی نکالنے کے
لیے انتظام تھا۔ پانی لے کر میں نوجوان کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس کا چہرہ
پانی سے بھگویا، منہ کھول کر حلق میں پانی ڈالا اور اس نے آنکھیں کھول
دیں۔ چند ساعت وہ خالی الذہنی کے انداز میں میری شکل دیکھتا رہا اور پھر
اس کے چہرے پر پہچان کے آثار نظر آنے لگے۔ اس کا بدن کانپا اور اس
نے جلدی سے اٹھنے کی کوشش کی۔

"لیٹے رہو۔ لیٹے رہو۔" میں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"جے۔ جے۔ جے کرشنو کا۔ جے کرشنو کا۔ جے کرشنو کا۔"
وہ ایک ہی لفظ بڑبڑانے لگا۔

"یہ کیا ہوتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔" میں نے کہا۔

"جے۔ جے کرشنو کا!"

"تم اپنے حواس درست کرو۔ ڈرو نہیں۔ میں تمھیں کوئی نقصان
نہیں پہنچاؤں گا۔" میں نے انتہائی نرم لہجے میں اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے
ہوئے کہا۔

"ہے بھگوان۔ ہے بلی بیر۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ میں اچھوت
ہوں۔" اس نے جلدی سے اپنا بازو الگ ہٹاتے ہوئے کہا

"اچھوت ہو؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں مہاراج! میں اچھوت ہوں۔"

"تکلیف ہے تمھارے ہاتھ میں؟" میں نے پوچھا

"نہیں مہاراج! تم۔ پوتر ہو۔ مجھے ہاتھ لگانے سے منا

ہو جائیں گے۔ میں ملیچھ ہوں مہاراج!" اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! گویا تم گندے ہو؟" میں نے سمجھتے ہوئے کہا۔

"ہاں مہاراج!"

"اور تمھارے بدن کو چھونے سے میرے ہاتھ بھی گندے ہو جائیں گے؟"

"ہاں مہاراج!"

"مگر تم گندے کیوں ہو؟ بظاہر تو تمھارے بدن پر کوئی گندگی نظر نہیں آرہی ہے؟" میں نے اس کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"میں اچھوت جات ہوں مہاراج!"

"گویا تمھاری ذات گندی ہے؟" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"ہاں مہاراج!"

"مگر میرے خیال میں کسی کی ذات گندی نہیں ہوتی۔"

"بڑی جات کے لوگ ہمیں اچھوت ہی کہتے ہیں۔ آپ دیالو ہیں مہاراج! مگر ہم اچھوت ہیں۔" نوجوان کے انداز میں ایسی عاجزی ایسی بے بسی تھی کہ میں بہت متاثر ہوا۔

"تمھارا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"رام داس!"

"اوہ! اچھا تو رام داس کیا تم مجھے اپنا دوست بنا سکتے ہو؟"

"متر۔۔۔ میں۔۔۔ میں اس قابل کہاں ہوں مہاراج۔" رام داس نے [illegible] کرب چھپا کر کہا۔

"مگر میں تمھیں اس قابل سمجھتا ہوں۔"

"اتنا بڑا وردان نہ دیں مہاراج! ہمارے کندھے کمزور ہیں۔ ہم خوشی سے مر جائیں گے!" رام داس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

"مگر میں تمھیں دوست بنانا چاہتا ہوں رام داس!"

"بڑی جاتی کے لوگ ہمیں زندہ نہ رہنے دیں گے مہاراج۔"

"بڑی ذات کے لوگ کون ہیں؟"

"پنڈت، برہمن، چھتری، ٹھاکر۔ یہ سب بڑی جاتیں ہیں۔"

"اور تم لوگ اچھوت ہو؟"

"ہاں مہاراج!"

"تمھارا قبیلہ کتنا بڑا ہے؟"

"ہم بہت لوگ ہیں مہاراج! ہم تو یہیں کے رہنے والے ہیں۔ پر یہ بڑی جاتی کے لوگ پہاڑوں سے آئے ہیں۔"

"اوہ!" مجھے ان الفاظ سے بہت دلچسپی محسوس ہوئی اور میں تفصیل سے ان کے بارے میں معلوم کرنے کا شوق نہ دبا سکا۔ "بیٹھ جاؤ رام داس اور سکون، بے تکلفی اور آرام سے بیٹھو۔ میرے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟" میں نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے بٹھاتے ہوئے کہا۔

"بھگوان ہی جانے۔ ساری دیا بھگوان کی ہے۔ نہ جانے بھگوان [illegible]" رام داس نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ اوتار ہیں مہاراج! آپ سب جانتے ہیں۔"

"میں کچھ نہیں ہوں رام داس۔ تم مجھے سب کچھ تفصیل سے بتاؤ۔"

"ایسی باتیں نہ کریں مہاراج۔ آپ بہت بڑے اوتار ہیں۔ آپ کی دیا ہے کہ آپ نے مجھ جیسے نیچ جات کو اتنا بڑا درجہ دیا۔ آپ کی بڑی دیا ہے" وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"رام داس! میں تمھیں اپنا دوست بنا چکا ہوں۔ اب تم ایسی باتیں کرو گے تو میں سمجھوں گا تم مجھے اپنی دوستی کے قابل نہیں سمجھتے اور میرے پاس سے بھاگ جانا چاہتے ہو۔"

"نہیں نہیں بھگوان۔ مگر ہم کیا کریں۔ ہماری ہمت نہیں پڑتی۔"

"تم بالکل فکر مت کرو۔ کوئی تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر کسی نے تمھاری طرف آنکھ بھی اٹھانے کی کوشش کی، تو میں اسکی ٹانگیں چیر دوں گا۔"

رام داس میری شکل دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں ہراس تھا۔ تب میں نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ رام داس تھر تھر کانپ رہا تھا۔ پھر نہ جانے اسے کیا ہوا، وہ خود بھی مجھ سے لپٹ گیا

"اب کوئی ہماری بوٹی بوٹی کر دے تو ہم نہیں ڈریں گے۔ آپ نے ہمیں بہت بڑا درجہ دے دیا ہے۔ اب ہم کسی سے بھی نہیں ڈریں گے مہاراج ہم ڈرتے بھی نہیں مگر ہماری جات نیچی ہے۔ بات صرف ہماری نہیں ہوتی اگر ہم کوئی خراب کام کریں گا تو بڑی جاتی والے ہمیں جینے نہ دیں گے۔"

"کوئی تمھارا کچھ نہیں بگاڑے گا رام داس! یہ خیال اپنے دل سے نکال دو۔ اب بتاؤ۔"

"کیا بتائیں مہاراج؟"

"اچھا پہلے یہ بتاؤ۔ یہ لوگ تمھیں کیوں پکڑے ہوئے تھے؟"

"لکشمی کانت نے سوگند اٹھائی تھی کہ وہ ہمیں آگ میں بھسم کرا دے گا اور پنڈت لکشمی کانت بڑی دولت والا ہے۔ اس کا بڑا اثر ہے۔ اس نے یہ کام کر دکھایا۔"

"وہ کون ہے؟"

"برہمن جات ہے۔ کپڑا بیچے ہے۔"

"اس نے قسم کیوں کھائی تھی؟"

"ہم سے بھول ہو گئی تھی مہاراج۔" رام داس نے سر جھکاتے ہوئے کہا اور مجھے اس بھولے بھالے نوجوان پر پیار آگیا۔

"کیا بھول ہو گئی تھی رام داس؟" میں نے پیار سے پوچھا۔

"پریم کر لیا تھا ہم نے؟" رام داس کی آواز آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"ارے تو اس میں بھول کی کیا بات ہے؟"

"آپ نہیں جانتے مہاراج۔" وہ اسی بھولپن سے بولا۔

"تو بتاؤ نا رام داس!"

"ہم نے لکشمی کانت کی پتری سے پریم کیا تھا۔"

"اوہ!"

"وہ بڑی جاتی کا ہے۔ ہمارے گھر والوں نے ہمیں اس کے حوالے کر کے جان بچائی نہیں تو سب کو بھسم کرا دیا جاتا۔ سب ہمارے خلاف ہو گئے۔ براہمنوں کو خوش کرنے کے لیے ہماری برادری والوں نے ہمارے خاندان کا حقہ پانی بند کر دیا۔ نہیں تو نہ جانے کیا ہوتا۔"

"اوہ! اتنے ظالم ہیں یہ لوگ؟"

"راکھشس ہیں پورے۔ بھگوان ان کا ناس کرے۔" رام داس روہانسی آواز میں بولا۔

"تم فکر نہ کرو رام داس! بھگوان ان کا ناس ہی کرے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ رام داس خاموش ہو گیا تھا۔ میں نے چند ساعت انتظار کرنے کے بعد کہا" ہاں آگے تو سناؤ۔"

"کیا سنائیں مہاراج، کہانی تو بہت بڑی ہے۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"وہ۔ وہ پھر آجائیں گے۔" اس کی آنکھوں میں خوف ابھر آیا۔

"وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے وہ۔ تم فکر مت کرو۔" میں نے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"تم اوتار ہو۔ اگن سے نکلے ہو۔ اگر وہ آئیں تو سب کو بھسم کر دینا۔"

"ہاں۔ میں ایسا ہی کروں گا۔"

"تو ہم کہاں سے کہانی سنائیں؟"

"جہاں سے یہ شروع ہوئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بھول ہماری بھی نہیں تھی اس نے بتایا بھی تو نہیں کہ وہ براہمنی ہے!"

"کس نے؟" میں چونک کر پوچھا۔

"شکنتلا ہے نام اس کا۔" رام داس شکایتی لہجے میں بولا۔

"اور وہ لکشمی کانت کی بیٹی ہے؟"

"ہاں!"

"کہاں ملی تھی وہ تمھیں؟"

"پن چوک پر۔ رتن بابا کی ترکاریوں کے کھیت پر۔ ادھر تو براہمن ناریاں جاتی بھی نہیں ہیں۔ جب وہ ہمیں ملی تو اس نے ہمیں روکا اور ہمارے بارے میں پوچھنے لگی۔ ہم نے کچھ نہیں بتایا تو وہ بولی کہ کیا ہم بھولا ہیں؟ بھولا بہت برا آدمی ہے مہاراج۔ ہمیں غصہ آگیا اور ہم نے کہا ہم بھولا نہیں رام داس ہیں۔ ہم تو اس سے بات بھی نہیں کر رہے تھے مگر اس نے ہمارا ہاتھ پکڑ لیا اور بھگوان کی سوگند دے کر بولی کہ ہم اس سے باتیں کریں۔ اس کے پاس دو گھڑی بیٹھیں۔ سو ہم بیٹھ گئے۔" رام داس پھر خاموش ہو گیا۔

"خوب! پھر کیا ہوا رام داس؟" یہ بھولا بھالا انسان میرے دل میں اترتا جا رہا تھا۔

"بس پھر ہمیں بھی اس سے پریم ہو گیا۔"

"ہونا ہی تھا۔" میں نے کہا۔

"اور کیا۔ وہ روز ہم سے ملنے آتی تھی اور اس نے کہا تھا کہ وہ بھی اچھوت کی بیٹی ہے اور راتنے محلے میں رہتی ہے۔ اس نے ہم سے جھوٹ بولا تھا مہاراج۔"

"اوہ! پھر کیا ہوا؟"

"پھر ایک روز لکشمی کانت کے آدمی اس کے پیچھے پیچھے آئے اسے ہمارے پاس دیکھ گئے۔ بس پھر کیا تھا، بہت سے برہمن لاٹھیاں لیکر آئے اور ہمیں پکڑ لائے۔ تب ہمیں پتہ چلا کہ وہ برہمن کی بیٹی ہے۔ برہمنوں نے ہماری بستی کو آگ لگانے کی سوچی مگر ہمارے بڑے بوڑھوں نے کہا کہ دوش صرف ہمارا ہے۔ انھیں معلوم نہیں تھا۔ ہمارے ماتا پتا نے بھی کہا کہ برہمن ہمارے بھائیوں کو کچھ نہ کہیں بلکہ صرف رام داس کو لے جائیں۔ بڑی مشکل سے وہ پاپی مانے۔"

"اچھا۔ پھر کیا ہوا؟"

"ہوتا کیا۔ وہ ہمیں پکڑ لائے اور ہمارے خوب جوتے لگائے گئے۔" رام داس نے اس طرح کہا کہ مجھے ہنسی آنے لگی۔ میں نے بمشکل ہنسی روکی۔

"تم نے نہیں بتایا کہ شکنتلا نے تم سے جھوٹ بولا تھا؟"

"نہیں۔" اس نے معصومیت سے گردن ہلا دی۔

"کیوں؟"

"ہم اس سے پریم جو کرتے ہیں مہاراج! اس کی بات کسی کو کیوں بتاتے۔" رام داس نے جواب دیا۔ بظاہر یہ ایک بھولے بھالے آدمی کے سیدھے سادے الفاظ تھے لیکن محبت کی بلندی تھی پروفیسر اور رام داس کا چہرہ اس بلندی پر سجا ہوا تھا۔ بڑی پُرنور روشنی تھی اس کے چہرے پر کہ آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ یہ الفاظ کافی دیر تک میرے ذہن میں سنسناتے رہے۔

"پھر کیا ہوا رام داس؟" چند ساعت کے بعد میں نے پوچھا۔

"ہمارے من میں ایک بات آگئی۔ ہم نے سوچا برہمنوں کو پریشان کرنے کے لیے ناٹک کھیلیں۔ سو ہم نے سوامی اچھے چند سے کہا کہ ہم بھی برہمن ہیں۔ انھیں غصہ تو بہت آیا مگر انھوں نے پوچھا کہ ایک اچھوت کا بیٹا برہمن کیسے ہو سکتا ہے تو ہم نے جواب دیا کہ یہ لوگ اگر ہمارے ماتا پتا ہوتے تو ہمیں اس آسانی سے برہمنوں کے حوالے کیوں کر دیتے۔ یہ تو خوش ہوں گے کہ ایک برہمن کا بیٹا' برہمنوں کے ساتھ ہی بھسم ہوگا۔"

"بہت خوب! پھر کیا ہوا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"سوامی اچھے چند نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اور مجھے کیسے معلوم کہ میں کسی برہمن کی اولاد ہوں۔ تب میں نے جواب دیا کہ ایک رات میں نے اپنے ماتا پتا کو بات چیت کرتے سنا تھا۔ ماتا کہہ رہی تھیں کہ رام داس ہمارا بیٹا نہیں ہے۔ وہ تو برہمنوں کی نشانی ہے۔ پتا جی خوش ہو کر بولے کہ ہم نے برہمنوں کا دھرم خوب نشٹ کیا۔ تب سوامی اچھے چند چکر میں پڑ گئے۔ انھوں نے دوسرے سادھوؤں سے مشورے کیے اور پھر لکشمی کانت کو بلوایا مگر پاپی لکشمی کانت نہیں مانا۔ ان لوگوں کی روایت ہے کہ اگر کسی برہمن کے ساتھ نیائے ہوتا ہے تو اگن منڈل کا باسی دیوتا گرشنو کا، اگن منڈپ کے باہر

نکل کر اس کی سہائتا کرتا ہے۔ سو لکشمی کے کہنے پر مجھے معاف نہ کیا گیا۔۔۔۔ اور وہ مجھے اگن تک لے آئے۔۔۔۔ مگر اگن منڈل کے باسی مجھے بتا۔۔۔۔ تو نے میری سہائتا کیوں کی؟ کیا میں برہمن ہوں؟"

"لکشمی کانت برہمن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ کھرا برہمن!"

"تب میں اسے پکڑ کر آگ میں ڈالوں گا اور دیکھوں گا کرشنو کا' اس کی کیسے مدد کرتا ہے۔"

"مگر کرشنو کا، تو، تو ہے۔"

"نہیں۔ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔"

"ہم سب نے تجھے اگن سے نکلتے دیکھا اور تو زندہ سلامت تھا۔"

"میں مندر کے پچھلے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔ میرا گھوڑا مندر کے پیچھے موجود ہے۔"

"پھر اگن کنڈ میں کیسے داخل ہو گیا؟"

"بس اس راستے سے جو ایک راہداری سے آتا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر اگن منڈپ میں تم بھسم کیوں نہ ہو گئے؟" وہ تعجب سے بولا۔

"یہ میری خوبی ہے کہ آگ مجھے نہیں جلاتی۔" میں نے جواب دیا اور رام داس حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ نہیں اگن کنڈ کے باسی! تم نے میری سہائتا کی ہے' اپنے آپ کو کیوں چھپا رہے ہو۔ تم نے میرا جیون بچا لیا ہے۔ تم میرے متر ہو۔"

"رام داس! میں تیرا دوست ہوں۔ تو مانتا ہے؟"

"ہاں بھگوان!"

"تو پھر سمجھ لے' میں تجھ سے جھوٹ نہیں بول رہا۔ میں کرشنو کا نہیں ہوں لیکن میں کون ہوں' اس کے بارے میں بھی مجھ سے مت پوچھنا۔ تو اتنا بھولا ہے کہ سمجھ نہیں سکے گا۔"

"جیسی تیری اچھا بھگوان!" رام داس نے گہری سانس لیکر کہا۔

"ابھی تو تجھ سے بہت سی باتیں کروں گا رام داس!"

"رام داس تیرا داس ہے بھگوان' جو من چاہے کہہ۔"

"اچھا یہ بتا' شکنتلا بھی تجھ سے پیار کرتی ہے؟"

"اتنا ہی بھگوان' جتنا میں اس سے کرتا ہوں۔"

"کیا اس نے اپنے باپ سے نہ کہا ہو گا کہ وہ تجھے چاہتی ہے؟"

"میں نہیں جانتا بھگوان۔ اگر اس نے کہا بھی ہو گا تو اس کے پاپی پتا نے اسے مار مار کر اس کا منہ گلال کر دیا ہو گا۔ بڑے ہی ظالم ہوتے ہیں یہ نردھی اور پھر ایسا تو آج تک نہیں ہوا کہ کسی اچھوت نے کسی برہمن کنیا سے پریم کیا ہو۔ برہمن جیتا کب رہنے دیں گے انھیں۔"

"اگر کسی برہمن نے کسی اچھوت لڑکی سے پیار کیا ہے؟"

"بڑے گھمنڈی ہوتے ہیں وہ۔ ایسا بھی نہیں ہوا۔"

"گویا برہمن تمھیں انسان نہیں سمجھتے؟"

"نہیں مہاراج! ہمارے محلے الگ ہوتے ہیں۔ ہمارے کنویں الگ ہوتے ہیں۔ اگر کسی برہمن کے کنویں کے پاس سے اچھوت گزر جائے تو اس کی موت ہی آجاتی ہے۔ ہم تو ان کے داس ہوتے ہیں بس ان کی چاکری کے لیے۔ ساری محنت ہم کرتے ہیں اور کھاتے بڑی جات کے لوگ ہیں۔"

"اچھوتوں نے کبھی بغاوت نہیں کی ان کے خلاف؟"

"کی تو مارے گئے۔"

"کیا برہمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے؟"

"بہت ہی زیادہ اور پھر ہم سیدھے سادے لوگوں کے مقابلے میں یہ بڑے چالاک ہوتے ہیں۔"

"یہ بستی کس ریاست کی تحویل میں ہے۔"

"ریاست جمناپور کہلاتی ہے۔"

"تمھارے راجا کا کیا نام ہے؟"

"مہاراج امی چند!"

"ریاست کتنی دور ہے' جہاں راجا رہتا ہے؟"

"راجدھانی یہاں سے اسی کوس دور ہے مگر ان بستیوں کا رکھوالا جے راج ہے۔ سو پاپیوں کا ایک پاپی۔" رام داس نے بتایا اور میں غور سے اس کی بتائی ہوئی تفصیلات سننے لگا۔ پھر کافی دیر تک خاموشی رہی۔ رام داس ٹکر ٹکر میری شکل دیکھے جا رہا تھا۔ تب مجھے وہ لوگ یاد آئے جو بھاگ گئے تھے۔

"رام داس!" میں نے اسے پکارا۔

"مہاراج!"

"وہ سب کہاں گئے' جو تمھیں لائے تھے؟"

"بھاگ گئے نٹ کھٹ۔ بڑے ہی چھوٹے ہردے ہوتے ہیں ان کے سینے میں۔"

"میرا خیال ہے یہ خبر پوری بستی میں پھیل گئی ہو گی؟"

"ہاں مہاراج!"

"پھر ہم اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھائیں؟"

"کیسا فائدہ؟"

"یہ بات صرف تمھیں معلوم ہے کہ میں کرشنو کا نہیں ہوں لیکن بستی والوں کو یہی پتہ چلنا چاہیے کہ میں کرشنو کا ہوں اور تم کھرے برہمن' نہ صرف برہمن بلکہ دیوتاؤں کی تم پر خاص نظر ہے' اس لیے لکشمی کانت نے اگر اپنی بیٹی کی شادی تم سے نہیں کی تو وہ بڑی بری موت مارا جائے گا۔"

"ہے بھگوان! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ہم تم دونوں مل کر کریں گے۔ میں تمھارا دوست ہوں۔ تمھارا پریم تم سے ملوا دوں گا۔"

"میں کیا کہوں بھگوان۔"

"تم نہ کچھ کہو' نہ کچھ کرو۔ بس جو میں کہتا رہوں' کرتے رہو۔ بولو وعدہ کرتے ہو؟"

"بھگوان۔ بھگوان آپ کو سکھی رکھے۔ یہ انہونی ہو گی۔" رام داس

نے کہا مگر اس کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے۔ اس کی آنکھیں خواب میں ڈوب گئی تھیں۔

تب دروازے پر آہٹ سنائی دی اور میں سنبھل گیا۔ دو طویل القامت آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان کے سر گھٹے ہوئے تھے۔ سفید چادریں ان کے بدن سے لپٹی ہوئی تھیں۔ سروں کے درمیان لمبی چوٹیاں تھیں اور وہ خوب تندرست تھے۔ ان کے پیچھے دوسرے لوگ بھی تھے لیکن وہ دروازے کے باہر ہی رک گئے تھے۔

دونوں سادھو اندر آ گئے اور رام داس ان کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر دونوں کو سلام کیا تھا لیکن انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور ان کے چہرے پر کسی قدر حیرت تھی۔ غالباً میرے سنہرے بدن نے انھیں حیران کیا تھا۔

پھر ان میں سے ایک آگے بڑھا اور بھاری لہجے میں بولا۔ ”کون ہو تم؟“

”یہ کون ہے رام داس؟“ میں نے اس کی بات کا جواب دیے بغیر رام داس سے سوال کیا۔

”یہ۔ یہ سوامی اچے چند ہیں۔“ رام داس نے جواب دیا۔

”اور یہ دوسرا کون ہے؟“

”یہ شمبھو ناتھ جی ہیں۔ بڑے مہان پرش ہیں۔“ رام داس نے جواب دیا۔

”لیکن ہمارے خیال میں یہ دونوں بہت بڑے گدھے ہیں۔ یہ ہم سے ہمارے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ ہم کون ہیں؟“ میں نے کہا۔

”آپ بتا دیں مہاراج۔“ اچے چند کی آواز میں طنز تھا۔

”ہمارے بتانے کے طریقے دوسرے ہیں اچے چند۔ اچھا ہے ہم سے نہ پوچھو۔“ میں نے جواب دیا۔

”سنا ہے کہ آپ اگنی سے نکل کر آئے ہیں۔“ شمبھو ناتھ نے کہا۔

”آپ تو بڑے مہان ہیں مہاراج۔ کیا آپ نہیں جانتے؟“ میں نے ان کے لہجے میں کہا۔

”میں سب جانتا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم کوئی جادوگر معلوم ہوتے ہو۔“

”کیوں۔ کیا کرشنو کا برہمنوں کی مدد نہیں کرتا؟“ میں نے کہا۔

”کرشنو کا، کا کوئی وجود نہیں ہے۔ وہ صرف ایک روایت ہے۔ برا علم کہتا ہے کہ کرشنو کا سرے سے ہے ہی نہیں۔ آج تک کسی نے اسے نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اپنے علم کی بات دوسروں کو بتائی ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”یہ دوسروں کو بتانے کی بات نہیں ہے۔“

”بتاؤ گے تو لوگ تمھیں جان لیں گے، کیوں ہے؟“

”کرشنو کا مہاراج! میں بہت برا آدمی ہوں۔ بڑے جادوؤں کا توڑ نا ہوں۔ مجھے بتا دو تم کون ہو۔ ورنہ بہت برا ہوگا۔“ شمبھو ناتھ نے آگے بڑھ کر کہا۔

”تمھیں کیسے یقین آئے گا شمبھو ناتھ کہ میں کرشنو کا ہی ہوں، مجھے بتاؤ۔“

”شمبھو ناتھ کے سامنے تم اگنی دیوی کے دوار جاؤ۔ سچ اور جھوٹ پتہ چل جائے گا۔“

”کیوں۔ آگ سے تمھاری دوستی ہے کیا؟“

”ہاں۔ وہ جھوٹ نہیں چھپائے گی۔ اگر تم میرے سامنے آگ میں کود جاؤ اور زندہ نکل آؤ تو میں تمھیں کرشنو کا مان لوں گا۔“ شمبھو ناتھ نے کہا۔

”اور آپ سوامی اچے چند مہاراج؟“ میں نے مسکراتے ہوئے اچے چند سے پوچھا۔

”سوامی شمبھو ناتھ جی کے آگے میری کیا حیثیت ہے۔“ اچے چند نے کہا۔

”ٹھیک ہے شمبھو جی! میں تیار ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ٹھہرو۔ میں اگنی دیوی کو تمھاری چالبازی بتا دوں۔ تمھارے سارے جادو دھرے رہ جائیں گے۔“ شمبھو ناتھ نے کہا اور پھر انھوں نے کچھ سیاہ رنگ کے دانے نکالے اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بدبدانے لگے۔ پھر انھوں نے ایک دانہ آگ میں اچھال دیا اور میں نے شعلے بلند ہوتے دیکھے جیسے وہ کچھ کہہ رہے ہوں۔

شمبھو ناتھ جی نے ایسے کئی دانے آگ میں ڈالے اور آگ بار بار بھڑکتی رہی۔ رام داس، اچے چند اور شمبھو ناتھ آگ سے زیادہ دور نہیں کھڑے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد شمبھو ناتھ جی اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔

”آؤ کرشنو کا جی۔“ انھوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”کیا کہتی ہے آپ کی دوست؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اندر تو جاؤ مہاراج۔ پتہ چل جائے گا۔“ شمبھو ناتھ نے جواب دیا۔

”اگر آگ آپ کی بھی دوست ہے شمبھو ناتھ جی تو پھر آئیے دونوں ساتھ ہی چلتے ہیں۔ اندر چل کر اس سے معلومات کر لیں۔“ میں نے کہا اور لپک کر شمبھو ناتھ کی کمر پکڑ لی۔

”ارے۔ ارے۔ یہ کیا۔ یہ کیا۔“ شمبھو ناتھ نے خود کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی لیکن ان کی کوشش حماقت ہی تھی۔ میں نے انھیں بغل میں دبایا اور آگ میں داخل ہو گیا۔

”نہیں۔ بھگوان کے لیے نہیں۔ نہیں۔ ہائے۔ ہائے۔ مر گیا۔ ہائے مر گیا۔ ہائے ہائے ہائے!“ آگ شمبھو ناتھ کے بدن سے لپٹ گئی اور میں نے تھوڑی دور چل کر اسے چھوڑ دیا۔ شمبھو ناتھ کی لرزہ خیز چیخوں سے مندر کے در و دیوار کانپ رہے تھے۔ اس نے واپس بھاگنے کی کوشش کی اور چند قدم چل کر گر پڑا۔ گوشت کی چراند دور دور تک پھیلنے لگی اور میں واپس در کی طرف چل پڑا۔ اچے چند اور رام داس تھر تھر کانپ رہے تھے۔

مجھے دیکھ کر اچے چند گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے تھے اور اس کا دم نکلا جا رہا تھا۔ ”اٹھو اچے چند جی! کھڑے ہو جاؤ!“

”جے۔ جے کرشنو کا مہاراج! جے کرشنو کا مہاراج کی!“

”اور وہ پاپی کہتا تھا کہ ہمارا وجود ہی نہیں۔“

”جے کرشنو کا مہاراج کی!“ اجے چند اسی انداز میں بولے۔

”جاؤ اجے چند۔ سب کو بتا دو، رام داس مہان ہے، وہ برہمن ہے۔ اس کی ذات بہت اونچی ہے اور لکشمی کانت کو بھی بتا دو کہ کرشنو کا اسکے پاس آئے گا۔“

”جو آگیا مہاراج۔ جو آگیا مہاراج!“ اجے چند نے کہا اور کانپتا ہوا الٹے قدموں باہر نکل گیا۔ رام داس ابھی تک کانپ رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو وہ سہم گیا۔

”رام داس!“ میں نے اسے آواز دی۔

”مہا۔ مہاراج۔ مہاراج!“ رام داس لرزتے ہوئے بولا۔

”تم کیوں کانپ رہے ہو؟“ میں نے ہنس کر کہا۔

”شمبھو ناتھ جی۔ بھس۔ بھسم ہو گئے۔ وہ۔ وہ تو بڑے مہان تھے۔“

”میں کرشنو کا ہوں۔ میرے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔“

”مم۔ مگر مہاراج! آپ نے تو کہا تھا۔ آپ نے تو کہا تھا کہ آپ کرشنو کا نہیں ہیں۔ پر آپ اگنی سے۔۔۔“

”تم ان باتوں کو دھیان میں جگہ نہ دو رام داس! بس میں تمہارا ساتھی ہوں۔ اب تم تماشہ دیکھتے رہو۔ میں تمہارے لیے بہت کچھ کروں گا۔“ میں نے جواب دیا اور پھر میں رام داس کا ہاتھ پکڑے مندر کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کے باہر لوگوں کا ہجوم تھا اور پنڈت اجے چند چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

”کرشنو کا پرکٹ ہو گیا ہے لوگو۔ ہاں کرشنو کا پرگھٹ ہو گیا ہے۔ اگن دیوتا کو اگنی سے نکلتے میں نے بھی دیکھا ہے۔ پر شریمان شمبھو ناتھ جی کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا، انھوں نے کرشنو کا دیوتا سے ٹھٹول کیا، تب کرشنو کا نے انھیں بھسم کر دیا۔ پنڈت جی کا دیہانت ہو گیا ہے۔ سب کو بتا دو رام داس برہمن ہے اور اس پر کرشنو کا، کا سایہ ہے۔“

رام داس نے دروازے سے باہر نکلنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے روک دیا۔ ”ابھی رک جاؤ رام داس۔“ اور رام داس رک گیا۔ اجے چند نے کئی بار اپنے الفاظ دوہرائے اور پھر وہ مندر کی سیڑھیاں اترنے لگا تو میں نے رام داس سے کہا۔ ”رام داس! اجے چند کو بلاؤ۔“ اور رام اس جلدی سے باہر نکل گیا۔ چند لمحات کے بعد وہ اجے چند کے ساتھ واپس آگیا۔ اجے چند کا منہ پیلا ہو رہا تھا۔

”پنڈت اجے چند! تم نے اپنا کام کر دیا؟“

”ہاں مہاراج!“ اجے چند نے نظریں جھکائے جھکائے کہا۔

”تب پھر جاؤ۔ ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک رام داس کے ساتھ انصاف نہیں ہو جائے گا۔ ہم اس وقت تک اسی مندر میں رہیں گے اور رات کو ہمارے پاس لکشمی کانت کو لے کر آؤ۔“

”جو آگیا مہاراج!“ اجے چند نے کہا اور پھر وہ باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد میں نے رام داس سے کہا۔

”رام داس! کچھ کام تمھیں بھی کرنے ہیں۔“

”حکم دیں مہاراج!“ رام داس نے کہا۔

”پہلے تو میرے گھوڑے کا کسی مناسب جگہ بندوبست کرو، اس کے بعد شہر نکل جاؤ اور معلوم کرو کہ بستی میں میرے بارے میں کیا خبریں پھیل رہی ہیں؟“

”جو آگیا مہاراج! میں چلتا ہوں۔“ رام داس نے کہا اور پھر وہ مندر کے عقبی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ طویل عرصہ امن سے گزرا تھا اور میرے خیال میں خاصا مشکل کام تھا کیونکہ سکندر جیسے بہادر جنگجو کے ساتھ بڑے بڑے دلیر اور طاقتور لوگ موجود تھے، جو ڈینگیں مارتے رہتے تھے اور میدان جنگ میں خوب جوہر دکھاتے تھے۔ کئی بار دل میں ترنگ سی اٹھی کہ میں اپنے جوہر دکھا کر ان کے حوصلے پست کر دوں لیکن بہر حال میں نے خود کو قابو میں رکھا۔ اس طرح زندگی پر ایک جمود سا طاری ہو گیا تھا۔ یہاں آکر حالات کی ابتدا ہی ایسے دلچسپ انداز میں ہوئی تھی کہ اب میں خود کو باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ بہر حال میں نے سوچ لیا تھا کہ لمبے چکر میں نہیں پڑوں گا، بلکہ ہندوستان کے مختلف علاقے دیکھوں گا۔ یہ سرزمین مجھے بہت دلکش معلوم ہوئی تھی پروفیسر اور درحقیقت یہ اسرار کی سرزمین نکلی۔

رام داس چلا گیا اور میں مندر کے مختلف حصے دیکھنے لگا۔ بڑی دلچسپ جگہ تھی۔ جگہ جگہ سونے چاندی کے اور پتھروں کے بت رکھے ہوئے تھے۔ بڑی عجیب عجیب شکلیں تھیں ان کی لیکن مجھے ان بتوں کو دیکھ کر ان لوگوں کے سوچنے کے انداز کا پتہ چل رہا تھا۔

میں نے پورے مندر کی سیر کر لی اور کافی دیر کے بعد جب میں اس حصے میں پہنچا، جہاں سے چلا تھا تو میں نے رام داس کو دیکھا، جو پریشان سا کھڑا تھا۔ میرے قدموں کی آہٹ پر چونکا، پلٹا اور پھر اسکے چہرے پر سکون پھیل گیا۔

”آگئے رام داس!“ میں نے پوچھا۔

”ہاں مہاراج! آپ کو نہ پا کر ہردے میں اتھل پتھل ہو گئی تھی۔ میں سوچنے لگا تھا کہ سکھ کا جو سپنا میں دیکھ رہا تھا وہ اتنی جلدی ٹوٹ گیا۔ تمہارے آنے سے من کی ٹوٹی مالا پھر سے جڑ گئی ہے مہاراج۔ بھگوان کی سوگند مجھے اچھوت ہونے کا کوئی دکھ نہیں ہے۔ بس مجھے دکھ یہ ہے کہ شکنتلا ابھی اچھوت کیوں نہیں ہوئی؟“

”میں نے تم سے وعدہ کیا ہے رام داس کہ شکنتلا کو تم سے ضرور ملا دوں گا۔ چھوڑو ان باتوں کو، یہ بتاؤ میرا کام کر دیا؟“

”ہاں مہاراج! گھوڑا میں نے دھنی رام کے اصطبل میں باندھ دیا ہے۔ اس کا بیٹا جگی گھوڑے کا خیال رکھے گا۔“

”ٹھیک ہے۔ بستی کی کیا حالت ہے؟“

”پوری بستی میں بات پھیل گئی ہے۔ لوگوں نے کام بند کر دیے ہیں۔ میں نے بڑی مشکل سے لوگوں سے صورت چھپائی ہے۔ شمبھو ناتھ کی موت کا کسی کو یقین نہیں آیا۔ ان کا خیال ہے کہ شمبھو مہاراج اسی اگنی سے زندہ نکل آئیں گے لیکن اجے چند کی بات پر بھی لوگ بھروسہ کرتے ہیں جنھوں نے کہا ہے کہ انھوں نے خود شمبھو ناتھ کے جلتے ہوئے شریر کو دیکھا ہے۔ بہر حال ساری بستی میں اسی بات کے چرچے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ کافی ہے۔“

”آپ کب تک میرے ساتھ رہیں گے مہاراج؟“ رام داس نے کہا۔

”جب تک تمھارا کام نہ ہو جائے۔“ میں نے مسکرا کر جواب دیا اور رام داس کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

”کیا سوچنے لگے رام داس؟“ میں نے اس کے چہرے پر غور و فکر کی لکیریں دیکھ کر پوچھا۔

”ہم بڑی الجھن میں پھنس گئے ہیں مہاراج! آپ کہتے ہیں آپ اوتار نہیں ہیں بلکہ منش ہیں۔ اگر آپ منش ہیں تو آپ کو بھوجن کی ضرورت بھی ہوتی ہوگی؟“

”ہاں، ہوتی ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے، تب تو ہمیں آپ کی سیوا کا انتظام کرنا چاہیے۔“

”کیا تمھیں بھوک لگ رہی ہے رام داس؟“

”نہیں مہاراج۔ بھگوان کی سوگند نہیں۔ ہماری بھوک پیاس تو برسوں سے اڑی ہوئی ہے۔ ہم سے تو کچھ کھایا بھی نہیں جاتا۔ جانے شکنتلا کا کیا حال ہو۔“

”سب کچھ معلوم ہو جائے گا رام داس! تم اتنی فکر نہ کرو اور ہاں ابھی مجھے بھی کھانے کی طلب نہیں ہے تم آرام سے بیٹھو۔ ہم دیکھیں گے بستی والے ہماری بات مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر انھوں نے ہمیں اہمیت نہ دی تو پھر اور بندوبست کریں گے۔ یہ الفاظ ادا کرتے وقت میرے ذہن میں ”اور بندوبست“ کا خاکہ بھی ابھر آیا تھا۔

لیکن اس کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ بہت دیر نہیں گزری تھی کہ پجاریوں کا ایک گروہ بے شمار عقیدت مندوں کے ساتھ گاتا بجاتا آیا اور مندر کے سامنے کافی ہنگامہ ہو گیا۔ تب اجے چند دو اور سادھوؤں کے ساتھ اندر آیا اور اس نے ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت کیا۔

”کیا خبر لائے ہو اجے چند؟“ میں نے رعب دار آواز میں پوچھا۔

”مہاراج کرشنو کا کی جے! پجاری چڑھاوے لیکر آئے ہیں بستی والے بھی ان کے ساتھ ہیں۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی پرکٹیا مان لی ہے اور بہت سے لوگ وچار میں ڈوبے ہوئے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ جن لوگوں کو شبہ ہے وہ بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔“

”اوش مہاراج!“

”لکشمی کانت کو ہماری بات پہنچا دی؟“

”میں خود اس کے پاس گیا تھا مہاراج!“

”کیا کہا اس نے؟“

”وہ نٹ کھٹ ہے مہاراج! پر اس نے کہا ہے کہ وہ آپ کے درشن کرے گا۔“

”سب ٹھیک ہو جائیں گے۔“ میں نے کہا۔

”پجاریوں کو اندر آنے کی آگیا دیں مہاراج؟“

”کیا بستی والے بھی آئیں گے؟“

”نہیں۔ وہ آپ کی آگیا بنا کیسے آسکتے ہیں۔ آپ ان کے لیے جو سندیس دیں۔“

”آج میں صرف لکشمی کانت سے ملوں گا۔ کل صبح بستی کے لوگ آسکتے ہیں۔“ میں نے جواب دیا اور اجے چند نے گردن جھکا دی۔ شمبھو ناتھ کی موت اور میرے آگ میں جا کر واپس آجانے والے مظاہرے کو دیکھ کر مہاراج اجے چند تو بالکل سیدھے ہو گئے تھے وہ باہر نکل گئے اور پھر گاتے بجاتے پجاریوں کا ایک گروہ اندر آگیا لوہے کے چمٹے، مجیرے اور ڈھول، عجیب سی آواز میں بج رہے تھے۔ پجاریوں کے چہروں پر خوف کے آثار تھے وہ مندر کے صحن میں کھڑے ہو کر گاتے بجاتے رہے۔ ان کے ہاتھوں میں مٹھائیوں کے تھال تھے اور ایک تھال میں میرے لیے لباس بھی تھا اور دوسرے تھال میں دوسری چیزیں۔

پجاریوں نے میری آرتی اتاری، چڑھاوے چڑھائے اور تھوڑی دیر تک عجیب عجیب حرکتیں کرنے کے بعد الٹے قدموں واپس لوٹ گئے۔ صرف اجے چند رہ گئے تھے۔

”پنڈت اجے چند!“ میں نے اسے مخاطب کیا۔ ”تمھیں معلوم ہے کہ ہم تمھاری بستی میں کیوں آئے۔ کیا تمھارا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ جب کسی برہمن پر ظلم ہوتا ہے تو کرشنو کا اس کی مدد کو آتا ہے۔“

”ہاں مہاراج!“ اجے چند نے جواب دیا۔

”اور عقیدے اسی وقت مضبوط ہوتے ہیں جب ان کا بھرم قائم رہے اسی لیے میں نے تمھارے درمیان آنا ضروری سمجھا۔ شمبھو ناتھ میری حقیقت نہیں تسلیم کرتا تھا، سو وہ بھسم ہو گیا اور اب جس نے میرے اوپر شک کیا وہ بھی زندہ نہ رہے گا۔ یہ بات تم لکشمی کانت کو بھی بتا دینا۔ رام داس کھرا برہمن ہے۔ اس کی ماں اور اس کے باپ کو بھی یہ بات معلوم نہیں ہے کہ کس طرح ان کی اپنی اولاد کو کوئی اٹھا لے گیا اور اس کی جگہ ایک برہمن کا بچہ آگیا۔ یہ ایسے راز ہیں، بعض اوقات جن کا افشا نہ ہونا اچھا ہوتا ہے۔“

”ہری اوم۔ ہری شنکر مہاراج!“ اجے چند نے عقیدت سے کہا۔

”بس اب تم جاؤ اجے چند! ہم تمھاری واپسی کا انتظار کریں گے۔“

”مہاراج یہیں استھان کریں گے؟“

”ہاں، ابھی ہم یہیں رہیں گے۔“

”میری ایک منو کامنا ہے مہاراج! آپ بڑے مندر میں استھان کرتے تاکہ درشن کرنے والوں کو دقت نہ ہوتی۔“

”ابھی ہم یہیں رہیں گے اجے چند، بعد میں دیکھا جائے گا اور دیکھو ابھی ہم عام لوگوں کے پاس بھی نہیں جائیں گے۔ سب سے پہلے ہم وہ کام کریں گے جس کے لیے ہم نے یہاں آنے کی پریشانی مول لی ہے۔“

”جو آگیا مہاراج!“ اجے چند نے گردن جھکاتے ہوئے کہا اور پھر وہ الٹے پاؤں چلتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”لو بھئی۔ رام داس! ہمارے کھانے کا تو بندوبست ہو گیا۔“

”ہاں مہاراج!“ رام داس نے ادب سے جواب دیا۔

”اب پہلے کھانے سے فارغ ہو جائیں، پھر تم مجھے یہ لباس پہنا دو اور پورا اوتار بنا دو تاکہ پھر کسی کو شبہ نہ رہے اور لکشمی کانت کو کندھوں پر اٹھا کر مجھے آگ کے غار میں نہ داخل ہونا پڑے۔“

رام داس نے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مجھے دھوتی باندھنا سکھایا۔ میں نے تو ہر دَور میں خود کو ضم کر لیا تھا پروفیسر۔ نہ جانے کتنے لوگوں کے لباس پہنے تھے میں نے۔ سفید رنگ کی دھوتی تھی اوپری بدن برہنہ۔ گلے میں جنیو اور پیشانی پر قشقہ کھینچا گیا، درمیان میں سیندور کا تلک! اس طرح نہ جانے میرا حلیہ کیسا بن گیا لیکن رام داس کی آنکھوں میں بے پناہ پیار دیکھ کر میں نے سوچا کہ شاید ان کے عقیدے کے مطابق میں اچھا لگ رہا تھا۔

رام داس نے فارغ ہو کر گردن ہلائی۔

"کام ختم رام داس؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں گرو دیو!" رام داس نے بڑے پیار سے کہا۔

"کیسا لگ رہا ہوں میں؟"

"بھگوان کی سوگند! راجہ اندر معلوم ہو رہے ہیں مہاراج! کون پاپی کہہ سکتا ہے کہ آپ اوتار نہیں ہیں۔ دھرتی پر ایسے مہان انسان کہاں ہوتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے رام داس! مجھے صرف اس بات سے دلچسپی ہے کہ تمھاری شادی لکشمی کانت کی بیٹی شکنتلا سے ہو جائے اور اگر میرا حلیہ ٹھیک ہے تو لکشمی کانت اس سے ضرور متاثر ہوگا۔ اس کے علاوہ مجھے ان چڑھاووں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہے تمھارے لیے ہے۔"

"آپ کی دیا ہے مہاراج! آپ کچھ بھی کہیں، میرے لیے تو آپ دیوتا سمان ہیں۔ میں تو مایوسیوں کے گھور اندھیروں میں تھا۔ میں تو جیون جوت بھی کھو چکا تھا، پر آپ نے مجھے دوسرا جیون دیا اور ـــــ اور ـــــ" رام داس کی آواز شدتِ جذبات سے بھرا گئی۔

"اس بستی سے میں صرف یہ خوشی لیجاؤں گا رام داس، کہ تمھاری شادی تمھاری مرضی سے ہو جائے۔" میں نے کہا اور رام داس کے چہرے پر امیدوں کے ان گنت چراغ روشن ہو گئے۔ وہ آرزوؤں کے خوابوں میں کھو گیا اور میں اس سارے گورکھ دھندے کے بارے میں سوچنے لگا، جو ان لوگوں نے بنایا تھا۔ پہاڑوں سے آنے والے چالاک لوگوں نے ان سیدھے سادے انسانوں پر تسلط جما لیا تھا اور ان کے حاکم بن بیٹھے تھے۔ وہ انھیں برابر کا درجہ دیتے تو کوئی بات نہیں تھی لیکن انھیں کم ذات کی حیثیت دے کر انھوں نے گویا ان کا وجود ہی ختم کر دیا تھا۔

بڑی افسوسناک صورتِ حال تھی لیکن تہذیب کے دَور میں داخل ہونے کے بعد انسان نے جہاں زندگی کو آسان بنانے کے لیے ترقی کی تھی، وہیں وہ لالچ، ہوس، خود پسندی جیسی لعنتوں میں بھی گرفتار ہو گیا تھا۔ اس نے صرف اپنے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔ وہ پہلے خود کو مضبوط و مطمئن رکھنا چاہتا تھا۔ وہ خود کو برتر و اعلیٰ سمجھنے کا عادی ہو گیا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ دوسرے بھی اسے خود سے افضل سمجھیں اور پروفیسر میں نے اس بارے میں اپنے دوست ستاروں سے بھی گفتگو کی تھی۔ میرے ابدی ساتھی، مٹتے بنتے رہنے والے، ہر جگہ میرے ساتھ تھے۔ انسان بدلتے رہتے تھے، زمین بدلتی رہتی تھی لیکن ستارے جہاں میں انھیں تلاش کرتا، وہیں موجود ہوتے۔ ان کی لافانی مسکراہٹ ہر جگہ میرا استقبال کرتی۔ انھوں نے کہیں میرا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔ سو میں نے اپنے دوست ستاروں سے گفتگو کی اور انھوں نے مستقبل کی کتاب کے چند اوراق کھول دیے۔ انھوں نے انسان کی بدلنے والی فطرت کی کہانی سنائی۔ انھوں نے کہا کہ لالچ، ہوسِ اقتدار، خود پسندی کا سیلاب انسانوں کے گرد رواں دواں ہے۔ یہ سیلاب پوری قوت سے امنڈ رہا ہے۔ یہ جاری رہے گا اور ایک دن ساری دنیا اس کی لپیٹ میں ہوگی تب لوگ اپنی ساری ذہانت، ساری قوت اس بات پر صرف کریں گے کہ وہ اپنے جیسے دوسرے انسان پر کس طرح فوقیت حاصل کریں۔ اسے فنا کرنے کے لیے کون سا حربہ ایجاد کریں کہ صرف وہ خود رہیں، دوسرا نہ ہو۔ وہ صرف ایک دوسرے کے قتل کی بات کریں گے۔ تہذیب و ترقی اس دَور میں داخل ہو جائے گی کہ تہذیب کو کس طرح ختم کیا جائے، انسانیت کا وجود کس طرح مٹایا جائے اور وہ جو اہلِ اقتدار ہوں گے، اہلِ وسائل ہوں گے، وہ اپنے جیسے اہلِ اقتدار، اہلِ وسائل کو فنا کرنے کے بارے میں سوچیں گے۔ ان کے پاس زمین کی قوتیں ہوں گی، ذہن جوان ہوں گے اور وہ اذہان جو انسانیت کے لیے پیدا ہوئے، انسانیت کا آخری مذبح تیار کریں گے تب دنیا آگ اور دھوئیں کی لپیٹ میں ہوگی۔ زمین کے بسنے والے زمین کا حسن مٹانے پر تل جائیں گے۔ یوں پہاڑوں کی، جنگلوں کی مخلوق تہذیب کی منزل سے گزر کر تخریب کی منزل میں آئے گی اور خود کو فنا کر بیٹھے گی۔

پروفیسر! میں نے تو بدلتے ادوار دیکھے تھے اور جوں جوں انسان تہذیب کی طرف بڑھ رہا تھا، ستاروں کی پیش گوئی درست ثابت ہو رہی تھی اور آج بھی ستارے پُرامید نہیں۔ دنیا کی جو کیفیت ہے، اس کے بارے میں تم مجھ سے بہتر جانتے ہو گے۔ وہ کئی منٹ تک آنکھیں بند کیے سوچتا رہا، پھر ایک گہری سانس لی اور مسکرانے لگا۔

سو پروفیسر رات ہو گئی۔ رام داس نے مندر میں شمعیں روشن کر دیں اور خوب روشنی ہو گئی۔ تب اجے چند اور لکشمی کانت آئے۔ ان کے ساتھ دو اور پنڈت تھے۔ یا تو وہ خود ہی مناسب انسان تھے یا پھر پنڈت اجے چند نے انھیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے آتے ہی ڈنڈوت کی۔ لکشمی کانت نے بھی دونوں ہاتھ جوڑ کر مجھے پرنام کیا اور ایک تھال میری نذر کر دیا جس میں نہ جانے کیا الم غلم تھا۔

اجے چند نے مجھے اس لباس میں دیکھا اور اس کے چہرے پر عقیدت نظر آنے لگی۔ لکشمی کانت بھی کافی مرعوب تھا لیکن اس کی جو نگاہ بھی رام داس کی طرف اٹھتی، اس میں نفرت ہوتی۔ میں نے یہ بات اچھی طرح محسوس کر لی تھی اور میں اس بوڑھے بنیے کا دماغ درست کرنے کے لیے تیار تھا۔

بالآخر میں نے اسے آواز دی "لکشمی کانت!"

"مہاراج ـ مہاراج کرشنو کا!" لکشمی کانت نے جلدی سے جواب دیا۔

"رام داس کو جانتے ہو؟"

"جی ـ جی مہاراج!"

"کون ہے یہ؟"

"کرم داس، اچھوت کا بیٹا ـ یہ اچھوت ہے مہاراج!"

"اچھوت!" میری آواز میں غراہٹ تھی۔

"ہاں مہاراج! ہم انھیں برسوں سے جانتے ہیں۔" لکشمی کانت نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"اندھے ہو تم۔ کسی برہمن کو اچھوت کہنا کیا تمھارے نزدیک گناہ نہیں ہے؟"

"ہم نے کرم داس کو بلا بھیجا تھا۔ اشٹ نے پوچھا تھا مہاراج کہ کیا رام داس تمھارا بیٹا نہیں ہے وہ کسی برہمن کی سنتان ہے۔ شنواشٹ نے جواب دیا کہ رام داس اسی کا بیٹا ہے۔"

"ہوں۔" میری آواز میں سنجیدگی تھی۔ مجھے اس بدمعاش بنیے پر غصہ آ گیا تھا۔ تب میں نے اجے چند کی طرف دیکھا۔ "کیا لکشمی کانت دیوی دیوتاؤں کو نہیں مانتا۔ کیا اس کا تعلق ہندو دھرم سے نہیں ہے؟"

"اوش۔ اوش مہاراج۔ ہم دھرم کے ماننے والے ہیں۔" لکشمی کانت جلدی سے بولا۔

"تو تم کرشنو کا کو نہیں جانتے؟"

"جانتے ہیں مہاراج!"

"اجے چند! میں لکشمی کانت کو بھی اگنی میں لیجا رہا ہوں۔ اس نے دیوتاؤں کا اپمان کیا ہے۔ اگن دیوی اس کے من کا پاپ دھو دے گی اور اجے چند کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ وہ شمبھوناتھ کا حشر دیکھ چکا تھا، چنانچہ وہ جلدی سے بولا۔

"لکشمی کانت جی کیوں جان سے ہاتھ دھو رہے ہو؟ کیا تمھارے شریر میں اتنی طاقت ہے کہ تم آگ میں جا کر واپس نکل آؤ؟"

"نہیں نہیں مہاراج۔ بھگوان نہ کرے۔ رادھے شیام۔ رادھے شیام۔"

لکشمی کانت کانپتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن میں نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پکڑ لیے تھے اور لکشمی کانت سہمے ہوئے انداز میں چیخ پڑا۔

"شما کر دیں مہاراج۔ شما کر دیں۔ اس آنکھوں کے اندھے کو۔ اس کی آنکھوں پر دولت کی اندھیری چھا گئی ہے۔ اے پاپی شما مانگ جلدی سے۔ ورنہ اگنی تیرے شریر کو بھسم کر دے گی۔"

"کرشنو کا مہاراج۔ جے کرشنو کا مہاراج۔ بھگوان کے لیے شما کر دیں۔" بنیا کانپنے لگا۔

"تب پھر جاؤ۔۔۔ اور اپنی پتری کے بیاہ کا انتظام کرو۔ رام داس اس کے لیے اچھا بر ہے۔"

"جو آگیا مہاراج۔۔۔ پرنتو رام داس کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کا اپنا گھر بھی نہیں ہے۔ وہ کھائے گا کہاں سے اور میری بیٹی کو کہاں سے کھلائے گا؟"

"تمھارے پاس بہت کچھ ہے لکشمی کانت۔ اس میں سے آدھا رام داس کو دے دو۔ ورنہ سب کچھ تم سے چھین لیا جائے گا۔" اور لکشمی کانت آدھا مر گیا۔ اس کا سوکھا ہوا چہرہ لٹک گیا تھا۔ آنکھوں میں تاریکی پھیل گئی تھی۔

"جو آگیا مہاراج کی۔" اس نے مردہ سی آواز میں کہا اور پھر پروفیسر، میں نے اپنی نگرانی میں رام داس کی شادی کرائی۔ بلاشبہ شکنتلا رس بھری تھی۔ ہندو عورتیں یوں بھی بے حد خوبصورت ہوتی ہیں۔ میں نے جس قدر سجیلا حسن یہاں دیکھا تھا کہیں نہ پایا تھا۔ ایران کی سبک نقوش حسینائیں بھی میرے سامنے آئی تھیں۔ ان کے دل نشیں چہرے متناسب جسم، بلاشبہ پرکشش تھے لیکن ہندوستان کی ان حسیناؤں کے چہروں کی ملاحت ان میں کہاں۔ ایسی انوکھی جاذبیت تھی کہ دل کھنچتے تھے۔ بلاشبہ شکنتلا اگر رام داس کی محبوبہ نہ ہوتی تو شاید میں اس کے لیے بہت کچھ کرتا۔۔۔ لیکن بہرحال میں اس میں بھی خوش تھا حالانکہ ہندو بنیے نے اس دوران اپنی حرکتیں جاری رکھی تھیں۔ بار بار کر اسے اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ رام داس کو برہمن تسلیم کرلے لیکن اس کم بخت نے دل سے یہ بات نہیں مانی تھی اور آخر میں تو وہ خوب رو دیا تھا کہ اس کا خون خراب ہونے جا رہا ہے۔ اس کی قوم کے دوسرے لوگ بھی خوش نہ تھے لیکن اجے چند نے شمبھوناتھ کی موت کے بارے میں پوری تفصیل بتا دی تھی اس لیے کسی کو کچھ بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔

رام داس کے دل کی تمنا پوری ہو گئی۔ اس کے علاوہ اس چھوٹی سی بستی میں میرا کوئی کام نہ تھا۔ چنانچہ میں نے یہاں سے آگے بڑھنے کی سوچی۔ البتہ ان چند دنوں میں میں نے ان کے ماحول، ان کی ثقافت، ان کے رہن سہن کا انداز، ان کی مخصوص زبان اور ان کے عقیدوں کے بارے میں کسی حد تک معلومات حاصل کر لی تھیں اور بہرحال مجھے ان سے پوری پوری دلچسپی تھی۔ یہاں والوں نے دل سے مجھے تسلیم نہیں کیا تھا۔ میں نے یہ بات اچھی طرح محسوس کر لی تھی اور تسلیم بھی کیسے کرتے، میں نے ان کا دیوتا ہوتے ہوئے بھی اچھوتوں کی حمایت کی تھی۔ بہرحال میں نے اجے چند کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔

"کچھ روز اور رہیں مہاراج! ہمارے بھاگ کہ آپ ہمارے درمیان رہیں۔"

"نہیں اجے چند! ہم اس سنسار میں رہنے نہیں آئے۔ ہمیں جس کام سے بھیجا گیا تھا، ہم نے وہ پورا کر دیا ہے۔ اب ہمارا یہاں کیا کام۔ ہاں اگر رام داس کے ساتھ کسی نے برا سلوک کیا تو ہم پھر آئیں گے اور اس سمے ہم تمھارے ساتھ بہت برا سلوک کریں گے۔"

"جے کرشنو کا مہاراج کی کس کی مجال ہے جو ایسا کرے۔"

"لکشمی کانت کو بھی سمجھا دینا، وہ بھی احتیاط کرے۔"

"جو آگیا مہاراج!"

"جاؤ۔ رام داس کو ہمارے پاس بھیج دو۔" میں نے کہا اور اجے چند، رام داس کو بلانے چلا گیا۔ میں نے اپنے ذہن میں آئندہ کے کچھ پروگرام بنائے تھے۔ پھر رام داس میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے آتے ہی میرے پاؤں چھوئے تھے۔

"کیسی گزر رہی رام داس؟" میں نے پوچھا۔

"دیا ہے مہاراج کی۔ آپ نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا ہے۔"

"تمھاری بیوی تمھارے ساتھ خوش ہے؟"

"بے حد مہاراج! لکشمی کانت نے اس پر بھی بڑا انیائے کیا تھا۔ وہ مجھے اچھوت سمجھ کر بھی اپنانے کے لیے تیار تھی مگر مہاراج، میرے ماتا پتا بہت پریشان ہیں۔ اچھوتوں کی پوری بستی میں حیرانی پھیلی ہوئی ہے لیکن وہ خوش بھی ہیں۔"

"اور لکشمی کانت کا کیا حال ہے؟"

"اب تو ٹھیک ہے لیکن کبھی کبھی مجھے گھورنے لگتا ہے۔ اس نے اپنی آدھی دولت بھی مجھے دے دی ہے۔ وہ خوش نہیں ہے مہاراج مگر مجبور ہے۔ کیا کر سکتا ہے۔ پر میری استری خوش ہے مہاراج، مجھے اور کسی سے کیا لینا۔"

"خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تو رام داس، اب مجھے اجازت؟"

"میں نہیں سمجھا مہاراج؟" رام داس نے تعجب سے کہا۔

"بس، اب میں یہاں سے جاؤں گا۔"

"کہاں ہے؟"

"یہ میں تم سے معلوم کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ کہیں نہ جائیں مہاراج! آپ نے مجھے اور میری استری کو نیا جیون دیا ہے۔ ہم آپ کے چرن دھو دھو کر پئیں گے۔" رام داس نے کہا۔

"رام داس! اس پوری بستی میں صرف تم ایسے ہو جسے معلوم ہے کہ میں کوئی دیوتا نہیں ہوں۔ اپنے طور پر تم کچھ بھی سوچتے رہو۔ جو حقیقت بھی میں نے تمھیں بتادی۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں، تمھاری سمجھ میں بھی نہیں آئے گا اگر میں تمھیں اپنے بارے میں کچھ بتاؤں اور پھر وہ تمھارے کام کا بھی نہیں ہوگا اس لیے رام داس اسے جانے دو۔ میں کسی ایک جگہ نہیں ٹھہر سکتا۔ مجھے اب یہاں سے کہیں اور جانا چاہیے۔ میں پورا ہندوستان دیکھوں گا۔ تم مجھے بتاؤ گے کہ وہ شخص جسے لاج کہاں رہتا ہے جو اچھوتوں کا دشمن ہے۔"

"نہیں مہاراج! ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔ خود شکنتی کہہ رہی تھی کہ مہاراج کو مندر سے گھر لے آؤ۔"

"نہیں رام داس! تمھاری محبت کا شکریہ مگر میں یہاں نہیں رک سکتا۔ ممکن ہے کسی اور رام داس کو میری ضرورت ہو۔ تم یہ تو سوچو۔"

"ٹھیک ہے مہاراج!" رام داس نے گردن جھکا کر گہری سانس لی۔

"تم مجھے راستہ بتاؤ۔"

"بستی سے نکل کر آپ دس کوس دور جائیں گے تو آپ کو درشن پور نظر آجائے گا۔ وہیں جسے لاج کا استھان ہے مہاراج۔"

"سیدھا راستہ ہے؟"

"ہاں!"

"ٹھیک ہے۔ اب تم میرا گھوڑا مجھے واپس لا دو۔"

"وہ میں اپنے ہاں لے آیا ہوں مہاراج اور خود اس کی رکھشا کر رہا ہوں۔"

"شکریہ رام داس! تم رات کو اسے لیکر مندر کے پیچھے پہنچ جانا میں آ جاؤں گا۔"

"جو آگیا مہاراج!"

"اور کوئی کام ہو تو مجھے بتاؤ رام داس؟"

"بس مہاراج! آپ نے میرا جیون سپھل کر دیا ہے۔ جیون بھر میں اور شکنتی آپ کو دعائیں دیتے رہیں گے۔ پرنتو یہ افسوس رہے گا کہ ہم آپ کی سیوا نہ کر سکے۔"

"سب ٹھیک ہے رام داس! بس اب جاؤ اور رات کو مندر کے پیچھے میرا انتظار کرنا۔" میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا اور رام داس نم آنکھیں لیے واپس چلا گیا۔ میں سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ بہرحال کہیں محدود ہونا میری سرشت میں ہی نہیں تھا۔ اگر چند روز اور یہاں گزار لیتا تو اس سے کیا فرق پڑتا۔

رات کو اجے چندا اور بے شمار پجاری آگئے۔ وہ سب چڑھاوے لیے ہوئے تھے۔ ڈھول اور مجیرے بجاتے ہوئے آئے تھے۔ ان میں لکشمی کانت بھی تھا، جو بہ حال مجھ سے خوش نہیں تھا لیکن بظاہر اس کے چہرے پر بھی نیازمندی کے آثار تھے۔ پجاری تو تھے ہی مجھ سے خوفزدہ!

میں نے اندازہ لگا لیا کہ رام داس گھوڑا لیکر پہنچ گیا ہوگا۔ رات اچھی خاصی گزر چکی تھی۔ تب میں تمام لوگوں کو لیکر اسی جگہ آگیا جہاں آتشکدہ تھا۔ آگ بدستور روشن تھی۔ نہ جانے کس طرح انھوں نے اس کا انتظام کیا تھا۔ یہاں پہنچ کر سب کے چہروں پر خوف نظر آنے لگا۔

"اجے چندا! میں نے بھاری اور گونج دار آواز میں کہا۔ "اور تم سب۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے خوب غور سے سن لو کیونکہ بادلوں سے مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں تمھیں ہوشیار کردوں۔ سنو! دھرم کا ماننا بہت اچھی بات ہے مگر سارے دھرم انسانوں کو پریم سکھاتے ہیں کسی دھرم نے یہ نہیں کہا کہ کون اونچی ذات کا ہے اور کون نیچی ذات کا۔ جب تم اپنے آپ کو دھرم سیوک کہتے ہو تو پھر دھرم کے بتائے ہوئے اصولوں پر کیوں نہیں چلتے۔ تم نے اچھوتوں کو نیچ ذات بنا دیا ہے۔ کوئی ذات اونچی نیچی نہیں ہوتی۔ تمھیں ان کے ساتھ بھی انسانوں کا سا سلوک کرنا چاہیے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر تمھارا حشر بھی تمھونا تھ جیسا ہوگا۔"

میں نے خاموش ہو کر ان کے چہرے دیکھے لیکن کسی کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار نہیں تھے۔ بھلا وہ اچھوتوں کو اپنے برابر کیسے مان سکتے تھے اور پروفیسر مجھے کیا پڑی تھی کہ ان میں سے اور دو چار کو آگ میں بھون دیتا۔ یہاں کا اپنا معاملہ تھا مقامی لوگ بھی کم نہ ہوں گے اور اگر انھیں قیادت مل گئی اور انھوں نے بغاوت کر دی تو پھر اونچی ذات والوں کا دماغ خود بخود درست ہو جائے گا۔ تاہم میں نے لکشمی کانت کو مخاطب کیا۔

"اور تم لکشمی کانت! تم اچھی طرح سن لو۔ رام داس کو اگر تمھاری طرف سے کوئی تکلیف پہنچی تو پھر میں دوبارہ واپس آؤں گا اور تمھارے سارے کنبے کو آگ میں جھونک دوں گا۔"

"ہم اسے اب کیا تکلیف پہنچائیں گے مہاراج! ہمارا تو دھرم ہی نشٹ ہو گیا۔"

"میں جا رہا ہوں لیکن اگر تم نے میری بتائی ہوئی باتوں پر دھیان نہ دیا تو اس کا نتیجہ تم خود ہی بھگتو گے۔" میں نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور پھر میں آگ کے ہالے سے اندر داخل ہو گیا۔ میرے پیچھے ڈھول اور مجیرے زور زور سے بجنے لگے۔ بہت سی آوازیں چیخوں کی شکل میں سنائی دے رہی تھیں اور یقیناً بہت سے لوگوں نے قریب آکر مجھے دیکھنے کی کوشش کی ہوگی لیکن میں بہ آسانی آگ کی سرنگ کو عبور کر کے دوسری طرف نکل آیا۔

اور پھر باہر جانے والے دروازے کے دوسری طرف سب سے پہلے مجھے اپنا گھوڑا نظر آیا۔ رام داس وقت پر پہنچ گیا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ باہر نکل آیا اور اس نے دونوں ہاتھ جوڑ لیے۔

"آگئے رام داس!" میں نے اپنے بدن سے جلا ہوا لباس اور جنیو علیحدہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہماری پتنی بھی آئی ہے مہاراج!" رام داس نے جواب دیا۔

"اوہ! لیکن میں اس کے سامنے کیسے جا سکوں گا؟ میرے بدن پر تو لباس بھی نہیں ہے۔"

"ہم لائے ہیں مہاراج۔" رام داس نے زمین پر رکھا تھال اٹھاتے

ہوئے کہا۔

"ارے! یہ کیا ہے رام داس؟"

"درگشنا ہے مہاراج۔ سویکار کریں۔" رام داس عاجزی سے بولا۔

"اوہ! مگر اس میں ہے کیا؟" میں نے تھال کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تھال میں میرا نیا لباس تھا، کچھ مٹھائی اور کھانے کی دوسری چیزیں تھیں۔ کچھ چاندی کے سکے تھے۔

میں نے لباس اٹھالیا اور پھر اسے پہننے لگا۔ نہایت آسان لباس تھا اور رام داس نے مجھے اس کے استعمال کا طریقہ بتادیا تھا۔ چند ساعت میں، میں نے لباس پہن لیا۔

"باقی چیزوں کی ضرورت نہیں ہے رام داس۔"

"مہاراج سویکار کرلیں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔" رام داس پھر اسی انداز میں بولا اور میں اس بھولے بھالے انسان کا دل نہ توڑ سکا۔ میں نے گردن ہلادی اور رام داس نے ساری چیزیں اٹھا کر گھوڑے کی زین سے منسلک تھیلی میں ڈال دیں، پھر اس نے بیوی کو آواز دی، جو کہیں آڑ میں تھی۔

"شکنتی۔ آجاؤ شکنتی!"

اور دوسری طرف خاموشی چھائی رہی۔ پھر ایک ننھا سا شعلہ چمکا۔ ایک، دوسرا، تیسرا اور پھر کئی ننھے ننھے شعلے جگمگانے لگے اور ان شعلوں کی روشنی میں چاند دمکنے لگا۔ بیشک شکنتلا بے حد حسین تھی۔ اس نے اپنے چہرے پر چمکدار ستارے لگائے ہوئے تھے۔ ماتھے پر سرخ بندیا دمک رہی تھی اور مانگ میں سرخ سیندور تھا۔ ایک نہایت حسین لباس پہنے، تیل کے جلتے ہوئے دیوں کا تھال اٹھائے وہ میرے نزدیک پہنچ گئی۔ بڑی بڑی مخمور آنکھیں لیکن میں نے اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹالیں۔ اس کے حسن نے مجھے متاثر ضرور کیا تھا لیکن بہرحال وہ کسی کا پیار تھی اور میں عورت کا بھوکا نہیں تھا۔ حسن تو ہمیشہ میری دسترس میں رہا۔

لیکن پروفیسر! میں ان کی رسومات کی دلکشی سے انکار نہ کرسکوں گا۔ بڑا حسن، بڑی رومانیت تھی ان کی رسومات میں۔ حسن مجسم میرے نزدیک آئی۔ تھال میں چھوٹے چھوٹے مٹی کے برتن رکھے ہوئے تھے، جن میں نہ جانے کیا کیا تھا۔ اس نے تھال میرے چہرے سے لیکر پیروں تک سات بار گھمایا اور پھر اسے زمین پر رکھ دیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ تھی۔ پھر اس نے برتنوں کی عجیب چیزیں میرے ماتھے پر لگائیں۔ یہ وہی چندن اور سیندور وغیرہ تھا، جو رام داس پہلے بھی میرے چہرے پر لگا چکا تھا۔ ان چیزوں سے فارغ ہو کر اس نے میری طرف دیکھا، دیکھتی رہی، پھر ہاتھ آگے بڑھائے، میرے چہرے پر پھیرے اور پھر انگلیاں سر سے دبا کر چٹخائیں۔ ساری انگلیاں چٹخ گئی تھیں۔

"کالا ٹیکہ تو لگادے شکنتی! نظر نہ لگ جائے میرے مترکو۔"

"بھگوان نہ رکھے۔" شکنتی آہستہ سے بولی اور اس نے ایک ڈبے کی کالک میرے بائیں گال پر لگادی۔ میں ان تمام حرکتوں میں دلچسپی لے رہا تھا۔

"بس اب اجازت دو رام داس۔ اجازت دو شکنتی۔" میں نے کہا اور دونوں کے چہرے جھک گئے۔ میں نے رام داس کا شانہ تھپتھپایا، شکنتلا کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر لپک کر گھوڑے پر سوار ہوگیا اور پھر میں نے گھوڑے کو اچانک ایڑ لگادی۔

رام داس کے بتائے ہوئے راستے پر گھوڑا اچھل پڑا۔ بستی سے نکلتے ہی میں نے اس کی رفتار سست کردی تھی۔ اب میں ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے برہمنوں کو اچھوتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہدایت کی تھی لیکن مجھے اپنی تقریر کا نتیجہ تو وہیں اسی جگہ معلوم ہوگیا تھا۔ اگر میں انھیں ان کے خشک انداز کی اور اپنی بات نہ ماننے کی کوئی سزا بھی دے دیتا، تب بھی اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔ وہ بڑے کٹر لوگ تھے اور کسی طور اچھوتوں کو انسان سمجھنے پر آمادہ نہیں معلوم ہوتے تھے اور بات صرف اس چھوٹی سی بستی کی ہوتی تو [illegible] پورے ہندوستان پر آریہ پھیلے ہوئے تھے، میں کیسے کیسے ٹھیک کردوں گا۔

میں نے سوچا اور پھر اچانک میں نے گردن جھٹکی۔ میں ان کا ٹھیکیدار تو نہیں ہوں۔ میں مصلح انسانیت تو نہیں ہوں۔ میں تو صرف [illegible] دیکھنا میرا کام ہے۔ خواہ مخواہ انھیں پال لیتا ہوں۔ مشرق کا حسین ملک ہندوستان حسن کی زمین جہاں کے اقدار بدلے ہوئے ہیں۔ میرے مشاہدے کے لیے یہاں بہت کچھ ہے اور پھر اس کے علاوہ بھی اور یوں بھی سکندر کے ساتھ گزرے ہوئے خشک وقت کی تلافی ہونی چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے سوچا، یہاں دیوی دیوتاؤں کی بوجھ کچھ یونان سے کم نہیں ہے۔ یہ بھی توہمات کی سرزمین ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ اگر میں نے صاف گو اور حقیقت پسند بننے کی کوشش کی تو زیادہ پذیرائی نہیں ہوئی۔ ہاں لوگ میری انوکھی خصوصیتوں کی وجہ سے مجھے دیوتا تسلیم کرنے پر ادھار کھائے رہتے ہیں۔ چنانچہ کیا حرج ہے، دیوتا ہی سہی۔

لیکن ان لوگوں کے دیوتاؤں کے بارے میں مجھے ابھی کچھ معلومات نہیں تھیں۔ یونان کے لوگ بھی تصوراتی دیوتاؤں کی شکلیں تراش لیتے تھے۔ ان لوگوں کی بھی یہی کیفیت تھی، بلکہ بتوں کا رواج یہاں کچھ زیادہ ہی تھا۔ گویا میرے لیے یہاں بھی مشکلات نہیں تھیں اور پھر میں نے گھوڑے کی رفتار تیز کردی۔

رام داس نے جو راستہ بتایا تھا، میں اسی پر گھوڑا دوڑاتا رہا اور رات گزرتی رہی۔ چاند اپنا سفر طے کرتا رہا۔ رام داس نے فاصلہ دس کوس بتایا تھا۔ بہرحال یہ دس کوس کافی طویل ہوئے اور اس وقت رات کا آخری پہر تھا جب میں نے دور سے روشنیاں ٹمٹماتی دیکھیں۔ ان کا پھیلاؤ کافی تھا۔ گویا رام داس کی بتائی ہوئی جگہ درشن پور یہی تھی۔ میں نے گھوڑے کی رفتار سست کردی اور آہستہ آہستہ بستی کے قریب پہنچ گیا۔

کچے پکے مکانات بہت بڑے علاقے میں پھیلے ہوئے تھے لیکن سب سے پہلی عمارت جو نظر آئی، وہ ایک عبادت گاہ تھی۔ یہ لوگ بستی کے شروع یا آخر میں عبادت گاہ ضرور بناتے تھے اور بہرحال آبادی کے حالات جاننے کے لیے یہ پہلی قیام گاہ کافی مفید تھی۔ چنانچہ میں نے اسی طرف کا رخ کیا اور عبادت گاہوں کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ نہ جانے کب کسی عقیدت مند کا مذہبی جوش جاگ اٹھے۔

سو میں نے گھوڑے کو ایک مناسب جگہ چھوڑدیا اور پھر عبادت گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ دور دور تک چھدرے چھدرے درخت بکھرے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ اکھڑے ڈھیر

نظر آرہے تھے اور ایک عجیب سی بو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی جس پر اس وقت میں نے توجہ نہیں دی۔ پھر میں مندر میں داخل ہو گیا۔

اندر سے یہ بھی اس پہلے مندر کی مانند تھا۔ بد رونق اور سنسان، جہاں صرف بتوں کی حکمرانی تھی۔ جگہ جگہ عجیب عجیب شکلیں بھائے بیٹھے تھے۔ یہاں بھی پجاری ہوں گے جو یا تو کسی پتھر کے سامنے عقیدت سے سر جھکائے بیٹھے ہوں گے، یا پھر اس عقیدت سے تھک کر کسی کونے میں پڑ کر سو گئے ہوں گے۔

بہر حال میں نے پورے مندر کا جائزہ لیا لیکن حیرت کی بات تھی کہ یہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ پھر میں اوپر جانے والی سیڑھیوں کی طرف چل پڑا۔ شاید وہاں کوئی ہو۔ لیکن اوپر کا حصہ بھی خالی پڑا تھا۔ ہاں ایک جھروکے کے سامنے سے گزرتے ہوئے میں نے مندر کے عقب میں بہت سی روشنیاں دیکھیں۔ یہ مشعلیں تھیں اور ان کے سایوں میں بہت سے افراد نظر آرہے تھے۔ یہ پوشیدہ سمت تھی، یعنی جس طرف سے میں آیا تھا، ادھر سے نظر نہیں آتی تھی۔

میں جھروکے کے پاس آکھڑا ہوا۔ نہ جانے اتنی رات گئے یہ لوگ کیا کر رہے تھے۔ میں نے غور سے دیکھا تو اندازہ ہوا کہ کچھ لوگ لکڑیوں کو ایک خاص انداز میں چن رہے ہیں دوسرے لوگ ان کے نزدیک خاموش کھڑے تھے۔ مجھے اس رات کی انوکھی کارگزاری پر حیرت ہوئی اور میں اپنی دلچسپی کو نہ روک سکا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور اس کے لیے ضروری تھا کہ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا جائے! اس کے لیے میں نے وہیں رک کر ان کے قرب و جوار کی جگہوں کا جائزہ لیا جس جگہ وہ لوگ تھے اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر پیپل کا ایک درخت موجود تھا جو کافی گھنا تھا اس کا تنا بہت چوڑا تھا اور اس کی جڑ کو چھونے سے سفید کر دیا گیا تھا۔ کسی طرح ان کے عقب میں ہو کر درخت تک پہنچ جایا جائے، وہاں سے ان کی کارکردگی کا اچھی طرح جائزہ لیا جا سکتا ہے، میں نے سوچا اور پھر ایک پروگرام طے کر کے میں نیچے اترا اور پھر مندر سے نکل آیا۔ پیپل کے درخت تک پہنچنے کے لیے مجھے ایک لمبا چکر کاٹنا پڑا تھا۔ رات کے اندھیرے نے بھی میری مدد کی، دن کی روشنی میں شاید مجھے ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے میں دقت ہوتی۔

الو کھے لباس نے پیپل کے درخت پر چڑھنے میں خاصی دقتیں پیدا کیں، لیکن بہر حال میں اوپر پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گیا اور پھر ایک موٹی شاخ پر پہنچ کر میں رک گیا۔ یہاں سے وہ لوگ دس گیارہ گز سے زیادہ دور نہیں تھے اور میں ان کی حرکتیں بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ ان کی باتوں کی آوازیں بھی بہ آسانی میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں۔ ان لوگوں میں گھٹے ہوئے سر اور درمیان میں چوٹی رکھنے والے پجاری بھی موجود تھے جو لکڑیوں کے ڈھیر کے پاس نہ جانے کیا کر رہے تھے۔ میں نے ان کی گفتگو پر کان لگائے اور ان کی آوازیں میرے کانوں تک پہنچنے لگیں۔

”دھرما نندجی کی تو کمر ٹوٹ گئی۔“

”ہاں بھیا۔ بھگوان کسی کو کڑیل سنتان کا غم نہ دکھائے۔“

”اتنی بڑی دولت کا ایک ہی تو مالک تھا۔“

”دولت جائے بھاڑ میں۔ ان کا تو سارا جیون سونا ہو گیا۔“

”اسے عمر ہی کتنی تھی اس کی۔ پورے بائیس برس۔ بس اگلے چاند گونا ہونے والا تھا۔“

”دلھنی کا بہرہ کچھ اچھا نہ رہا۔“

”وہ ماری گئی وہ غریب بھی۔“ کسی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”دھرما نندجی کی تو ٹانگیں ہی رہ گئیں۔ سنا ہے ڈولی میں آئیں گے ارتھی کے ساتھ۔“

”سب بھگوان کی لیلا ہے۔“

اور پھر سب خاموش ہو گئے۔ میں ان کی گفتگو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ صرف چند باتیں میری سمجھ میں نہیں آئی تھیں، ورنہ میں سمجھ گیا کہ کسی دھرما نندجی کا بیٹا مر گیا ہے جو نوجوان تھا۔ گویا موت کے بعد کی رسومات کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ بہر حال ان میں بھی ندرت تھی۔ لکڑیوں کا یہ ڈھیر بھی میری سمجھ میں آ گیا تھا۔

”ارتھی آرہی ہے۔“ کسی نے کہا اور سب گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ میری نگاہیں بھی بستی کے کنارے کی طرف اٹھ گئیں، جہاں سے کچھ روشنیاں آرہی تھیں۔

”چتا تیار ہے پنڈت جی؟“

”ہاں مہاراج!“

”ارتھی آرہی ہے؟“

”ہاں مہاراج!“ جواب ملا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ عجیب پر اسرار ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ مشعل بردار نزدیک آتے جا رہے تھے۔ وہ ارتھی اٹھائے ہوئے تھے جس پر مردہ بندھا ہوا تھا۔ ان کے ساتھ دو ڈولیاں بھی تھیں، جو پیپل کے درخت کے نیچے رکھ دی گئیں۔ یعنی عین اس جگہ جہاں میں موجود تھا۔

تب ایک ڈولی سے ایک روتا ہوا بوڑھا نکلا۔ کئی آدمیوں نے اسے سنبھال رکھا تھا۔ ”صبر کرو دھرما جی۔ بھگوان کی یہی اچھا تھی۔“

”ہائے۔ صبر نہیں ہوتا۔ ہے بھگوان بھرنے کے دن تو میرے تھے ——ہے بھگوان —— ہے بھگوان۔“

”آؤ مہاراج۔ یہ بھگوان کی لیلا ہے۔“ اور تین چار آدمی اسے ارتھی کے قریب لے گئے۔ پنڈت لکڑیوں کے ڈھیر کے نزدیک کسی کارروائی میں مصروف تھے۔

دوسری ڈولی میں نہ جانے کون تھا۔ میں تجسس بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ چند مرد یہاں سر جھکائے کھڑے تھے اور پھر ان میں سے ایک بوڑھے آدمی نے ڈولی کا پردہ ہٹایا۔

”باہر نکل آ لچھمی۔ میرے لعل۔“ بوڑھے نے کانپتی آواز میں کہا۔

”پتا جی۔“ ایک دردناک چیخ سنائی دی اور سرخ لباس میں لپٹی ایک گڑیا باہر نکل آئی! اس کے بعد سفید بازو بوڑھے کی گردن میں حمائل ہو گئے۔ ”پتا جی ——پتا جی۔ میرا کیا دوش ہے پتا جی۔ بھگوان کے لیے مجھے بتائیں۔ میرا کیا دوش ہے۔ میں کیوں بن موت ماری جا رہی ہوں پتا جی۔ نہیں پتا جی۔ مجھے بچا لیں۔ مجھے بچا لیں پتا جی۔“ وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

اور جس شخص سے وہ لپٹ کر رو دی تھی وہ بھی ضبط کے باوجود رو پڑا۔

”لچھمی لچھمی! کیا کہہ رہی ہے میری بچی۔ کیسی باتیں کر رہی ہے تو۔ تو اپنے پتی کے ساتھ سورگ جا رہی ہے۔ دھرم کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے لچھمی۔ نہیں نہیں ایسی باتیں

نہ کر، آواز اونچی نہ کر۔ تیرا پتا جیون بھر گردن نہ اٹھا سکے گا۔ پران کے ڈر سے تو اپنے پتا کی گردن جھکا رہی ہے۔" روتے ہوئے بوڑھے نے کہا۔

"پتا جی۔ نہیں پتا جی۔ مجھے بچا لو۔ مجھے بچا لو۔" لڑکی بوڑھے سے بری طرح لپٹ گئی اور بوڑھے نے اس کا منہ بھینچ لیا تاکہ دوسرے لوگ یہ آوازیں نہ سن سکیں۔

لیکن لڑکی بلکتی رہی اور بات کافی حد تک میری سمجھ میں آ گئی۔ ستی کی رسم کے بارے میں رام داس نے کسی حد تک بتا دیا تھا! اس لڑکی کو اس کے شوہر کی موت کے بعد زندہ جلایا جا رہا تھا۔

میرے بدن میں خون کی لہریں دوڑنے لگیں۔ میری کنپٹیاں گرم ہونے لگیں۔ یہ مناسب نہیں تھا۔ وہ نہیں مرنا چاہتی تھی لیکن احمق لوگ اس کی جان لے رہے تھے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے اور میں کوئی عمدہ ترکیب سوچنے لگا۔

دوسری طرف ان لوگوں کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ ارتھی کو چتا پر رکھ دیا گیا اور پنڈت زور زور سے اشلوک پڑھنے لگے۔ تب میں نے زور زور سے درخت کی شاخ ہلائی۔ اس وقت ان کی توہم پرستی سے ہی فائدہ اٹھانا مناسب تھا۔ میں چاہتا تو مداخلت پر ان سب کو اٹھا کر آگ میں بھی پھینک سکتا تھا۔ گھونسے مار مار کر ان کے مغز بھی نکال سکتا تھا لیکن اگر کام آسانی سے ہی ہو جائے تو اچھا ہے۔ میں نے سوچا۔

نہ جانے ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں ایک دن میں کتنی نوجوان لڑکیوں کو زندہ جلایا جاتا ہو گا۔ بڑی مذموم رسم تھی لیکن بہرحال میں سب کو تو نہیں روک سکتا تھا۔ ہاں اس لڑکی کو میں کسی قیمت پر نہیں مرنے دے سکتا تھا۔ شاخ کے ہلنے سے نیچے کھڑے لوگ چونک چونک کر اوپر دیکھنے لگے۔

میں شاخ پکڑ کر لٹکا اور پھر نیچے کود گیا۔ قریب کھڑے سارے لوگ خوف سے چیخ پڑے تھے۔ روشنیوں میں میرا سارا وجود نظر آ رہا تھا اور پھر میرے سنہری چہرے اور کھلے ہوئے بدن کی چمک علیحدہ تھی۔ قریب کھڑے لوگ خوف سے تھر تھر کانپنے لگے اور ان کی چیخوں کی آواز پر دوسرے لوگ بھی اس طرف متوجہ ہو گئے۔ میں چند لمحات ان لوگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ بڑے بزدل تھے سب کے سب۔ پھر میں نے بھاری آواز بنا کر کہا۔

"درشن پور کے رہنے والو! مجھے ایک خاص کام سے آکاش سے دھرتی پر بھیجا گیا ہے۔ میرے قریب آؤ اور دھیان سے میری بات سنو۔"

سہمے ہوئے لوگوں کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ وہ میرے قریب آتے۔ سب کے سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ تب میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "میں تمھیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں تو تمھارے پاس بھگوان کا ایک سندیس لیکر آیا ہوں۔ آؤ، میرے پاس آکر اس سندیس کو سنو۔"

تب لوگوں کی کچھ ہمت پڑی۔ پجاری سب سے آگے تھے۔ ان کی گردنیں خوف سے ہل رہی تھیں۔

"چھبی کو ستی نہ کرو۔ اس پر بھگوان کی دیا ہے۔ مجھے اسی لیے بھیجا گیا ہے کہ تمھیں اس سے روکوں۔ یہ ستی نہیں ہو گی۔" میرے الفاظ ان لوگوں کے لیے حیرت انگیز تھے۔

"جے مہاراج۔ جے سمپورنا۔" ایک پجاری نے آگے بڑھ کر کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر یہ لڑکی بچ گئی تو پوری بستی کے لیے نحوست بن جائے گی۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا مہاراج!"

"اب ہو گا پنڈت جی ۔۔۔ اور سنو۔ پورے دس سال تک اس بستی میں کوئی ودھوا ستی نہ ہو گی۔ اگر تم نے بھگوان کا یہ اوپکار ماننے سے انکار کر دیا تو تمھاری بستی پر آگ کی بارش ہو گی اور تم سب بھسم ہو جاؤ گے۔"

"رادھے شنکر۔ رادھے شیام۔" پجاری خوف سے پیچھے ہٹ گیا۔ وہ دوسرے لوگوں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ تب چھبی کا باپ آگے بڑھا اور اس نے کانپتی آواز میں کہا۔

"تم کون ہو مہاراج؟"

"بھگوان کا سندیسی ہوں۔ آکاش سے آیا ہوں۔ کیا یہ کافی نہیں ہے؟" میں نے درشت لہجے میں کہا۔

"مگر مہاراج! اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا ہے۔ یہ کرم جلی پوری بستی کا روگ بن جائے گی۔ یہ کلنک میرے ہی ماتھے پر کیوں لگ رہا ہے مہاراج؟"

"بھگوان کے سندیس کو تم کلنک کہتے ہو؟" میں نے غصے سے کہا۔

"میں بھی اس کے ساتھ آگ میں بھسم ہو جاؤں گا مہاراج۔ پر۔ بھگوان کے لیے یہ نہ کریں، ایسا نہ ہونے دیں۔ ورنہ سنسار میں میری کیا [illegible] جائے گی۔"

"تم اگر کتے کی موت مرنا چاہتے ہو تو میں تمھیں نہیں روکوں گا لیکن چھبی ستی نہیں ہو گی۔"

"میں۔ میں نہیں مرنا چاہتی مہاراج! میں نہیں مرنا چاہتی۔ بھگوان کے لیے مجھے بچا لیں، میں مرنا نہیں چاہتی۔" چھبی دوڑ کر میرے پاس پہنچ گئی اور میں نے اسے اپنے بازو کی پناہ میں لے لیا۔

"تو نہیں جلے گی چھبی۔ چنتا نہ کر۔" میں نے کہا اور چھبی کا باپ پریشانی کے عالم میں میری شکل دیکھنے لگا۔

"ہے بھگوان۔ ہے بھگوان! میں کیا کروں۔" اس نے کراہتے ہوئے کہا۔

"یہ پاپ ہو گا مہاراج! بہت بڑا پاپ، جس کا پھل پوری بستی کو بھوگنا ہو گا۔" ایک اور بوڑھے نے کہا۔

"تمھارا دھرم کیسا ہے پاپیو۔ تم اس بات کو پاپ کہہ رہے ہو، جس کا اوپکار بھگوان نے دیا ہے۔" میں نے ڈپٹتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے بھگوان لیکن اب یہ کرموں جلی ہمارے کام کی نہیں رہی۔ میں بستی میں گردن جھکا کر نہیں رہ سکتا! اب اس کا فیصلہ بھی تم ہی کرو گے کہ اس کا کیا ہو گا۔ اب تم اسے بھی اپنے ساتھ بھگوان کے دوار لے جانا۔"

"چھبی اب بستی نہیں جائے گی مہاراج، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔ چھبی اس مندر میں رہے گی۔ اگر تم کوئی فیصلہ کر لو تو آکر اسے مندر سے لیجانا ورنہ پھر اس کا فیصلہ بھی بھگوان ہی کر دیں گے۔" میں نے کہا اور پھر میں پجاریوں سے بولا۔ "تم لوگ اپنا کام کرو، میں اسے لیکر مندر میں جا رہا ہوں۔" اور میں چھبی کا بازو پکڑ کر مندر کی طرف چل پڑا۔ لوگ دوڑ کر میرے راستے سے ہٹ گئے تھے۔ پھر جب میں مندر کے دروازے پر پہنچا تو چتا میں شعلے

بھڑک اٹھے جن کی روشنی دُور دُور تک پھیل رہی تھی اور آسمان پر سویرا اُبھر رہا تھا۔

لچھمی بخوشی میرے ساتھ مندر میں چلی آئی تھی۔ اب تک میں نے اس کے اوپر مکمل توجہ نہیں دی تھی! اس کے گداز بازو کا لمس بھی اس دوران میں نے محسوس نہیں کیا تھا، جسے میں پکڑے یہاں تک لایا تھا۔ مندر کے صحن میں پہلی بار میں نے اسے غور سے دیکھا۔ چاند کی طرح دمکتا ہوا چہرہ ہلدی کی طرح پیلا ہو رہا تھا۔ پریشانی اور خوف نے شکل بگاڑ دی تھی لیکن سبک نقش و نگار اور بڑی بڑی کنول جیسی آنکھیں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں کہ اس چہرے میں ہندوستان کی حُسن بخش ہواؤں نے پوری پوری گلکاری کی ہے۔ بڑا ملیح چہرہ تھا۔ عمر سترہ سال سے زیادہ نہ ہو گی۔ وہ اب بھی سہمی ہوئی تھی۔

اور شاید اس نے بھی پہلی بار میرے چہرے پر توجہ کی تھی۔ مجھ سے نگاہیں ملیں تو وہ دیکھتی رہ گئی اور کافی دیر تک مجھ پر سے نگاہیں نہیں ہٹا سکی۔

"ڈرو مت لچھمی! اب کوئی تمھارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔" میں نے نرم آواز میں کہا اور لچھمی خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی "کیسے ظالم لوگ تھے۔ تمھاری اس حسین جوانی کو راکھ کا ڈھیر بنانے پر تلے ہوئے تھے۔"

"پاپ ہوا ہے مہاراج! پاپ تو ضرور ہوا ہے مگر۔ مگر۔ میں مرنا نہیں چاہتی تھی۔ مجھے آگ سے بڑا ڈر لگتا ہے۔" لچھمی نے پہلی بار زبان کھولی۔

"کوئی پاپ نہیں ہوا ہے۔ انسانی زندگیوں کو یوں آگ میں جلا دینا سب سے بڑا پاپ ہے۔"

"مہاراج!" لچھمی آہستہ سے بولی۔

"ہاں لچھمی! مرنے والے مر گئے۔ کسی دوسرے کی زندگی کیوں خراب کی جاتی ہے؟"

"ایسا نہ کہیں مہاراج! دھرم نشٹ ہو جائے گا۔ ہمارا جیون مرن تو انہی سے ہوتا ہے۔ یہ پھیرے تو بھاگ کے پھیرے ہوتے ہیں۔ میرے بھاگ میں یہی تھا۔"

"یہ تمھارا دھرم ہے لچھمی؟"

"ہاں مہاراج! کیا آپ کا دھرم نہیں ہے؟" لچھمی نے پوچھا۔

"میں غور کروں گا لچھمی۔ آخر اس میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ پختہ اور پائیدار مذاہب کے ہر اقدام میں کوئی اچھا پہلو مخفی ہے لیکن ایک شوہر کی موت کے بعد، خواہ وہ کسی عمر کا ہو، اس کی بیوی کو بھی اس کے ساتھ جلا دینے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ تو ظلم ہے۔ نہایت انسانیت سوز ظلم۔"

"یہ سب دھرم کی باتیں ہیں مہاراج۔ آپ جیسے مہان سادھو اس بارے میں خوب جانتے ہوں گے۔"

"ہاں، جانتا ہوں لچھمی۔ اسی لیے تمھیں ان لوگوں کے چنگل سے نکال کر لے آیا ہوں۔"

"آپ کی دیا ہے مہاراج۔" لچھمی نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ میں اس حسین لڑکی پر غور کر رہا تھا۔ چھوٹی سی عمر کی تھی لیکن اتنی سادہ اور معصوم نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس کے گفتگو کرنے کے انداز میں زیادہ جھجک نہیں تھی، صاف لہجے میں بات چیت کر رہی تھی اور چہرے پر بھی عجیب سے تاثرات منجمد تھے۔

لیکن جہاں تک اس کے حُسن کا تعلق تھا تو بلاشبہ وہ ایک کھلے ہوئے پھول کی طرح تھی۔ اس کی ہر نکھری جوانی تھی اور آنکھوں کو بھاتی تھی۔ بہت چھوٹی سی عمر میں اس کلی کو پھول بنا دیا گیا تھا۔

"آؤ لچھمی۔ دیکھیں، کیا وہ لوگ واپس چلے گئے ہیں؟"

"جو آگیا مہاراج۔" لچھمی نے گردن جھکا کر کہا اور ہم دونوں مندر کے اوپری حصے کی طرف چل پڑے اور پھر اس جھروکے میں پہنچ گئے جس سے پہلی بار میں نے یہ تماشہ دیکھا تھا۔

چتا کے شعلے خوب بھڑک رہے تھے اور اس کے گرد لوگ اب تک موجود تھے۔ بہت سی شکلیں یہاں سے صاف نظر آ رہی تھیں۔ میں خاموش کھڑا ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے یونہی سرسری نگاہوں سے لچھمی کی طرف دیکھا! اس کے چہرے پر بے پناہ ہراس تھا۔ وہ دہشت بھری آنکھوں سے آگ کو دیکھ رہی تھی۔

"لچھمی!" میں نے اسے آواز دی اور وہ بیساختہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ بُری طرح مجھ سے چمٹ گئی تھی اور میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیے "کیا بات ہے لچھمی، کیا بات ہے، تم خوفزدہ ہو؟"

"مہاراج!" وہ سسک پڑی اور پھر وہ کافی دیر تک میرے سینے میں منہ چھپائے روتی رہی۔ میں اس کے رونے کی وجہ جانتا تھا پروفیسر۔ وہ خوفزدہ تھی۔ آگ کے شعلوں نے اسے دہشت زدہ کر دیا تھا لیکن بہرحال اب وہ محفوظ تھی۔ میں نے اسے رونے دیا۔ اچھا ہے، دل کا خوف ڈھل جائے اور پھر کسی عورت کی گرفت اور گرفت بھی ایسی بھرپور کہ وہ انگ انگ سے بے خبر ہو جائے ایسی دلکش ہوتی ہے کہ کون اسے خود سے جُدا کرنا پسند کرے۔

بالآخر اس کی سسکیاں تھم گئیں اور جب سسکیاں تھمیں، حواس واپس آئے تو شاید اسے بھی اس گرم جسم کا احساس ہوا، جسے اب تک وہ پتھر سمجھے ہوئے تھی۔ اس لطیف حرارت نے اس کے اعضاء میں سنسنی پیدا کر دی ہو گی اور تجسس پسندی نے اسے کافی دیر تک مجھ سے چسپاں رکھا۔ پھر مشرق کی مٹی میں ہلچل مچی، شرم کا احساس اُبھرا اور وہ آہستہ سے میرے بدن سے علیحدہ ہو گئی۔

چتا کے شعلے اب زندگی کھونے لگے تھے۔ ان کی بلندیاں کم ہونے لگی تھیں اور وہ صرف آخری بہار دکھا رہے تھے۔ لچھمی نے اس طرف دیکھا اور ایک سسکی سی لے کر رہ گئی۔

"تمھیں اپنے پتی سے پریم ہو گا لچھمی؟" میں نے پوچھا۔ اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ دیکھتی رہی عجیب انداز سے اور پھر آنکھیں جھکا لیں۔

میں اس کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا لیکن لچھمی کافی دیر تک کچھ نہیں بولی۔ پھر اس نے چتا کی طرف دیکھا، جس کے شعلے اب ماند پڑ رہے تھے اور چتا جلانے والے مشعلیں لیے واپس لوٹ رہے تھے۔ وہ خاموشی سے واپس جانے والوں کو دیکھتی رہی اور پھر جب آخری آدمی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو ایک گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

"تو پتا جی نے بھی مجھ سے سارے بندھن توڑ لیے۔" وہ آنسو بھری آواز میں بولی اور اس کی بند آنکھوں سے دو آنسو گالوں پر لڑھک آئے۔ پھر چند ساعت خاموش رہنے کے بعد وہ دوبارہ بولی "ٹھیک ہے، میں بھی سنسار سے ناطہ توڑ لوں گی۔ میں اب جنگلوں میں رہوں گی۔ ہاں مہاراج! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ تو ـــــ یہ تو عورت کے ساتھ انیائے ہے۔ یہ کیسا دھرم ہے۔ یہ کیسا دھرم ہے مہاراج،

جس میں اگر پتی مر جائے تو استری اس کے ساتھ بھسم ہو جاتی ہے اور استری مر جائے تو پتی کو کچھ نہیں ہوتا۔ یہ تو انیائے ہے۔ عورت ہی تو منش کو جنم دیتی ہے۔ وہی تو اس کے لیے تکلیفیں اٹھاتی ہے اور مرد اس کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے۔ مجھے بتاؤ مہاراج۔ یہ کیسا دھرم ہے۔ کیا یہ صرف مردوں کا دھرم ہے۔ عورت کے لیے اس دھرم میں کچھ نہیں ہے؟ آپ مہان ہیں مہاراج۔ آپ آکاش کے باسی ہیں۔ آپ بتائیں۔ کیا آپ کے سنسار میں عورت کے ساتھ یہ انیائے ٹھیک ہے؟"

"نہیں لچھی! یہ ٹھیک نہیں ہے۔"

"پھر بھگوان اس دھرم کو نشٹ کیوں نہیں کر دیتا؟"

"قصور دھرم کا نہیں ہے لچھی۔"

"پھر کس کا دوش ہے مہاراج؟ بتاؤ پھر کس کا دوش ہے؟"

"دھرم کی آڑ میں اپنے قانون نافذ کرنے والوں کا۔ دھرم سیوک، دھرم کا نام لے کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ یہ وبا سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔"

"ہاں مہاراج! عورت ہر جگہ ایسی ہی بن مول چیز بنی ہوئی ہے۔" لچھی نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"یہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہے لچھی۔ یہ انتہا پسندی ہے۔ یہ برے قانون ہیں۔"

"آپ تو آکاش کے باسی ہیں مہاراج! آپ۔ آپ اس قانون کو بدل کیوں نہیں دیتے؟"

"میں آکاش سے نہیں آیا لچھی! میں تیری ہی دھرتی کا انسان ہوں۔" میں نے اس کے ذہن سے اپنا تاثر مٹانے کی کوشش شروع کر دی۔

"کیا مطلب؟" وہ تعجب سے بولی اور غور سے مجھے دیکھنے لگی۔

"ہاں۔ میں آوارہ پھرنے والا ایک انسان ہوں میرا تعلق ہندوستان سے بھی نہیں ہے میں یہاں کی رسومات کے بارے میں زیادہ جانتا بھی نہیں بس ادھر نکل آیا۔ سب سے پہلے یہ مندر دیکھا اور پھر تیرے پتی کی چتا دیکھی تو اس طرف چلا آیا۔ پیپل کے درخت پر چڑھ کر میں سارے کام دیکھ رہا تھا۔ اس وقت تو اپنے پتا سے باتیں کر رہی تھی۔ تو آگ میں جلنا نہیں چاہتی تھی، سو میں نے تیری مدد کا فیصلہ کر لیا اور پھر میں نے تیری جان بچانے کے لیے خود کو آکاش کا باسی بنایا اور مجھے خوشی ہے کہ میں تجھے ان لوگوں کے چنگل سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔"

لچھی تعجب سے منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے کے رنگ بدل رہے تھے اور پھر اس نے آہستہ سے لیکن متعجب لہجے میں کہا۔ "کیا تم سچ کہہ رہے ہو مہاراج؟"

"ہاں لچھی۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو۔ تو تم اسی دھرتی کے منش ہو مہاراج؟"

"ہاں لچھی!"

"مگر تم۔ مگر تم۔ تم تو آکاش کے باسی ہی معلوم ہوتے ہو۔ تم دھرتی والوں کی طرح تو نہیں ہو؟"

"ہاں۔ میں ان سے تھوڑا سا مختلف ہوں لچھی۔"

"تمھارے شبد بھی ہم سے الگ ہیں؟"

"ہاں!"

"پھر تم کہاں سے آئے ہو مہاراج؟"

"لمبی کہانی ہے لچھی۔ یوں سمجھ لو، میں نے سنسار دیکھا ہے میں نے عجیب عجیب دنیائیں دیکھی ہیں، جن کے بارے میں تمھیں بتاؤں تو تم یقین نہیں کرو گی۔ تمھارا چھوٹا سا ذہن ان ساری باتوں کو قبول نہیں کرے گا۔"

"تم انوکھے ہو مہاراج! تم ہماری زبان بھی نہیں جانتے؟"

"سیکھ رہا ہوں لچھی! ویسے میں سارے سنسار کی زبان جانتا ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہر انسان نے ہر شے کو اپنا نام دیا ہے۔ الگ الگ علاقوں کے لوگ بات ایک ہی کرتے ہیں لیکن انداز مختلف ہے۔"

"تم نے بہت دنیا دیکھی ہے؟"

"ہاں!"

"تمھارا دھرم کیا ہے مہاراج؟"

"دھرم!" میں مسکرا پڑا۔ "بس انسان ہوں۔"

"یہ تو کوئی دھرم نہیں ہوا؟"

"یہی سب سے بڑا دھرم ہے لچھی۔"

"اوہ! تم بہت بڑی باتیں کرتے ہو مہاراج! میں بتاؤں، تم کوئی بہت ہی مہان تیاگی ہو۔ تم سادھوؤں کے کپڑے بھی تو پہنے ہوئے ہو!"

"شاید۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے عجیب باتیں بتا کر میرے سارے غم دور کر دیے ہیں مہاراج! میرا من چاہ رہا ہے تم سے بہت سی باتیں کروں۔ تمھاری باتیں بڑی سندر ہوتی ہیں۔"

"بیٹھ جاؤ لچھی! آؤ یہیں اس دیوار کے سہارے بیٹھ کر صبح کا انتظار کریں اور اگر تمھارے دل سے تفکرات دور ہو گئے ہیں تو یہ اور اچھی بات ہے اگر تم اجازت دو تو میں تم سے تمھارے بارے میں باتیں کروں؟"

"تم نے میرے پران بچائے ہیں مہاراج! میں تمھاری داسی ہوں۔ آگیا کیسی؟"

"اوہ! تم بہت پیاری ہو لچھی! کیا تم برہمن ہو؟"

"ہم راجپوت ہیں مہاراج!"

"یہ بھی اونچی ذات ہوتی ہے؟"

"ہاں مہاراج! ہم کھرے راجپوت ہیں۔"

"تمھاری بستی میں اچھوت بھی رہتے ہیں؟"

"ہاں۔ اچھوتوں کی بستی الگ ہے۔"

"ان کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"نیچی جاتی کے لوگ ہیں بس ٹھیک ہیں۔ وہ اپنا کام کرتے ہیں، ہم اپنا۔"

"تمھارے پتا کیا کرتے ہیں؟"

"ہماری زمینیں ہیں مہاراج! باغ بھی ہیں اور پتا جی کی دکان ہے۔"

"بہن بھائی ہیں تمھارے؟"

"دو بھائی اور تین بہنیں اور ہیں۔"

"تمھیں اپنے پتی سے پریم تھا؟" میں نے سوال کیا اور لچھی کی گردن جھک گئی۔ وہ کافی دیر تک کچھ نہ بول سکی۔ میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے کہا "مجھے افسوس ہے لچھی میں نے یہ سوال کیا۔ شاید تمھارا غم تازہ ہو گیا ہے؟"

"نہیں مہاراج! یہ بات نہیں ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ یہ جواب میرے لیے غیر متوقع تھا۔

"ہاں مہاراج۔ یہ بات نہیں ہے۔"

"تو تمھیں اپنے پتی سے پریم نہیں تھا؟"

"نہیں مہاراج۔ ہم نے تو انھیں دیکھا بھی نہیں تھا۔"

"اپنے پتی کو؟" میں نے اور تعجب سے پوچھا۔

"ہاں!"

"کیوں؟ میرا مطلب ہے تم نے اپنے شوہر کو ہی نہیں دیکھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ہمارا گونا نہیں ہوا تھا مہاراج۔" لچھی نے شرماتے ہوئے انداز میں کہا۔

"گونا کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہائے رام۔ تم گونا نہیں جانتے۔" لچھی تعجب سے بولی۔

"میں تمھیں بتا چکا ہوں لچھی، میں ہندوستان میں نووارد ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"پچھلے برس ہمارے پھیرے ہو گئے، بس گونا نہیں ہوا۔ ہمارے پتاجی نے کہا تھا کہ گونا ایک سال بعد ہو گا، سو اگلے چاند ہمارا گونا ہونے والا تھا۔ ہم نے داماند جی کو کبھی نہیں دیکھا۔ اس سمے بھی نہیں جب لگن منڈپ میں ہمارے پھیرے ہو رہے تھے۔ ہماری تو آنکھیں ہی نہیں کھل رہی تھیں شرم کے مارے۔"

"اوہ! گویا تم اپنے پتی کے گھر نہیں گئی تھیں؟"

"نہیں مہاراج!"

"ہوں۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ بات میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ گویا لچھی ابھی تک کنواری تھی۔ "تو تمھیں اپنے پتی سے پریم نہیں تھا لچھی؟"

"نہیں مہاراج! بس وہ ہمارے پتی تھے۔ پرنتو ہم نے تو انھیں دیکھا بھی نہیں تھا۔"

"یہ تو اور بھی بری بات تھی لچھی۔ تم نے دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔ تمھارا پتی مر گیا تو تمھیں بھی آگ میں جلایا جا رہا تھا۔ آخر اس میں تمھارا کیا قصور تھا؟"

"ہمارا دھرم یہی کہتا ہے مہاراج! جیو تو پتی کے ساتھ جیو۔ اگر وہ مر جائے تو تمھیں سنسار میں رہنے کا کیا ادھیکار ہے۔"

"لیکن ایسا پتی، جس کی تم نے شکل بھی نہ دیکھی ہو؟"

"دھرم کی باتیں ہیں مہاراج!"

"حیرت ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ آسمان سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ لچھی کسی سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ بلاشبہ وہ حسین ترین لڑکی تھی۔ اس کی کمسنی، اس کے چہرے کی ملاحت، اس کا جسمانی تناسب دل میں ہلچل پیدا کر رہے تھے لیکن بہرحال میں کوئی غیر انسانی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس سے اپنے احسان کی قیمت تو نہیں وصول کر سکتا تھا۔

لچھی کی کیفیات بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں تھیں۔ بعض اوقات اس کے چہرے پر سخت ہراس نظر آنے لگتا۔ پھر روشنی پوری طرح پھیل گئی اور اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں میری طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے لچھی، کیا سوچنے لگیں؟"

"کچھ نہیں مہاراج۔ کچھ بھی نہیں۔" لچھی کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے

"بتاؤ لچھی۔ کیا سوچ رہی ہو؟"

"اب ہمارا کیا ہو گا مہاراج۔ اب ہم کہاں جائیں گے۔ ہم تو سب سے بچھڑ گئے!"

"کیا تمھارے باپ کے دل میں رحم نہیں آئے گا؟" میں نے پوچھا۔

"پتاجی ہمارے لیے کچھ نہیں کر سکتے مہاراج۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"ہمارے ماتھے پر جو کلنک لگ چکا ہے، اسے کوئی نہیں دھو سکتا۔ ہم تو پوری بستی کے لیے مر چکے مہاراج۔ اب ہمارا جیون بھوت پریت سمان ہے اور گندی روحوں سے کوئی پریم نہیں کرتا۔ اگر ہم نے بستی میں داخل ہونے کی کوشش کی تو ہمارے پتا کا جیون اجیرن کر دیا جائے گا۔ ہم نے وہ کیا ہے جو آج تک کسی نے نہیں کیا۔"

"تو کیا ہندو عورتیں خوشی سے ستی ہو جاتی ہیں؟"

"ہونا پڑتا ہے مہاراج۔ جو خوشی سے نہیں ہوتیں انھیں کر دیا جاتا ہے اور پھر انھیں کوئی نہیں یاد کرتا اور جب ان کا نام بھی لیا جاتا ہے تو نفرت سے۔ ہندو استری کا جیون مرن اس کے پتی کے ساتھ ہے۔ اگر کوئی استری اپنے پتی کے بنا جینے کا خیال بھی کرے تو اس سے نفرت کی جاتی ہے۔"

"اس سے پہلے تمھاری بستی میں ایسا کوئی واقعہ ہوا ہے کہ کسی نے ستی ہونے سے انکار کر دیا ہو؟"

"ابھی تھوڑے دن پہلے کی بات ہے اوپا چتا سے نکل کر بھاگ گئی تھی۔ اس کے سر کے بال جل گئے تھے، پورا بدن جگہ جگہ سے جل گیا تھا مگر چتا کے قریب کھڑے ہوئے لوگوں نے ڈنڈے مار مار کر اسے مار ڈالا اور پھر آگ میں جھونک دیا گیا۔ ماتا پتا اور بھائیوں کے لیے بڑے شرم کی بات ہوتی ہے کہ ان کی بیٹی اور بہن پتی ورتا نہ ہو۔"

"اف! بڑی ظالمانہ رسم ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مگر کوئی کچھ کر بھی تو نہیں سکتا۔ ہمارے پرکھوں سے یہی ہوتا آ رہا ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کوئی تو اس بارے میں سوچے۔" میں نے کہا اور لچھی پھر سوچ میں ڈوب گئی اور ایک بار پھر وہ بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی اور سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہائے رام۔ میں تو ساری جل گئی ہوتی۔ میں تو اب تک مر بھی گئی ہوتی اگر تم مجھے نہ بچاتے۔ ہائے میرا شریر کوئلہ بن گیا ہوتا۔ آگ میں جلنے سے بڑا دکھ ہوتا ہے مہاراج۔ ہے نا؟" اس نے اس بھولپن سے پوچھا کہ مجھے اس پر پیار آ گیا اور میں نے اسے سینے سے بھینچ لیا۔

"مجھے خوشی ہے مچھی کہ میں تیرا جیون بچانے میں کامیاب ہو گیا۔" مچھی کا پورا بدن کانپ گیا۔ اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے اُبھر آئے۔ اس نے مخمور آنکھیں اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ شربگیں ہونٹ کپکپائے لیکن کچھ کہہ سکے اور اس نے میرے بدن سے علیحدہ ہونے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ گویا اسے میرا یہ فعل ناگوار نہیں گزرا تھا۔ خاصی دیر اسی طرح گزر گئی اور مچھی ایک بار پھر کسمسائی۔

"پھر ہمارا ہوگا کیا مہاراج؟" اس نے پھر پریشان لہجے میں کہا۔

"تیرے اپنے تو اب تجھے قبول نہیں کریں گے مچھی؟"

"ہاں۔" اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"تو اگر پسند کرے تو میرے ساتھ رہ سکتی ہے۔"

"ہائے رام۔ تو کیا تم مجھے آکاش پر لے جاؤ گے؟"

"پگلی کہیں کی۔ میں تجھ سے کہہ چکا ہوں کہ میں آکاش کا باسی نہیں ہوں، تیری ہی دھرتی کا انسان ہوں۔ میں تیرے ساتھ دھرتی پر ہی رہوں گا۔" میں نے اس کے بدن کے گرد بازوؤں کی گرفت تنگ کرتے ہوئے کہا اور مچھی نے اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس کا سر میرے سینے سے آ ٹکا اور اس کی گہری گہری سانسوں میں میں نے سکون محسوس کیا، جیسے اُسے میرے اُوپر اعتبار آ گیا ہو۔

"پر بستی والے ہمیں یہاں نہ رہنے دیں گے مہاراج!" وہ اسی طرح میرے سینے سے سر ٹکائے ہوئے بولی۔

"تو ہم یہاں سے کہیں اور چلیں گے مچھی۔"

"کہاں مہاراج؟"

"کہیں بھی۔ جہاں تجھے جاننے والے موجود نہ ہوں۔"

"ارے ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ پھر تو میرا جیون بچ جائے گا۔" مچھی کے چہرے پر ایک معصومانہ خوشی اُبھر آئی۔ "پھر ہم دونوں ساتھ ہی رہا کریں گے۔ میں بھی جوگن بن جاؤں گی۔"

"ہاں ہاں۔ ضرور۔"

"پھر کب چلو گے مہاراج؟" مچھی کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"جب تو کہے مچھی۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ بحیثیت عورت مشرق کی یہ کمسن حسینہ بُری نہ تھی۔ ...... پروفیسر زمانۂ قدیم کی کچھ عورتوں میں یہ انداز میں نے دیکھا تھا اور بلاشبہ عورت کی یہ نسائیت اس کے حسن کو دو آتشہ کرتی ہے۔ مجھے بے حد حسین عورتیں ملیں جو جسمانی طور پر بہت کچھ تھیں۔ انھوں نے مجھ سے پیار بھی کیا اور ناز ندگی کرتی رہیں۔ انھوں نے اپنی ساری چاہت، نسائیت، جوانی سب کچھ میرے لیے وقف کر دیا اور میری وفادار رہیں لیکن عموماً ان میں ایسی زیادہ تھیں جو خلوت میں مرد بننے کی کوشش کرتی تھیں۔ میں نے اس وقت ان کے بارے میں نہیں سوچا تھا لیکن جب سوچا تو محسوس کیا کہ عورت کی بند زبان زیادہ دلکش ہوتی ہے حالانکہ اس کی آنکھیں اس کے ایک ایک عضو کی طلب اس کی زبان ہوتی ہے اور اس کا کچھ نہ کہنا ہی سب کچھ کہہ دینا ہوتا ہے اور اس کے بعد مرد اس کی طلب کی ادائیگی کرنے میں ہی اپنی شان سمجھتا ہے۔

مجھے مچھی کی بے زبانی بہت بھائی اور میں نے سوچا کہ مشرق کے اس کنول کو خود ہی کھلنے دوں۔

"بس مہاراج مجھے یہاں سے لے چلو۔ سورج کی روشنی میں نہ جانے کیا ہو۔" مچھی نے میرے سینے میں منہ چھپائے چھپائے کہا۔

لیکن سورج نکل آیا تھا اور جو ہونا تھا اس کی ابتدا ہو چکی تھی۔ چونکہ ہم جاگ رہے تھے اور ہوش و حواس میں تھے اس لیے وہ آوازیں بخوبی ہمارے کانوں تک پہنچ گئیں جو مندر کے چاروں طرف سے آ رہی تھیں۔ تب میں نے آہستہ سے مچھی کو اپنے بدن سے الگ کیا اور جھروکے میں پہنچ کر باہر کا منظر دیکھا۔ بے شمار لوگ تھے، جن کے ہاتھوں میں لکڑیاں، بھالے اور تلواریں تک تھیں۔ وہ مندر کی طرف اشارے کر رہے تھے۔

میرے ہونٹ بھینچ گئے۔ گویا رات بھر کھچڑی پکتی رہی ہے اور یہ لوگ کوئی عزم لے کر آئے ہیں لیکن بے وقوفوں کو یہ نہیں معلوم کہ وہ عزم ان کی موت بن جائے گا۔

"کون ہے مہاراج؟" مچھی میرے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ اس نے باہر جھانکا اور پھر سہم کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ "ہائے دیا۔ بستی والے ہیں۔ اب کیا ہوگا مہاراج؟"

"ان لوگوں سے اب تیرا کوئی واسطہ نہیں رہا ہے مچھی۔" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"مگر ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے مہاراج؟ اب تو یہ پاپی ہمیں جانے بھی نہ دیں گے۔" مچھی روہانسی ہو گئی تھی۔

"میں کوشش کروں گا کہ ان میں تیرے باپ یا بھائیوں کو میرے ہاتھوں سے کوئی تکلیف نہ پہنچے لیکن اگر وہ بھی میرے راستے میں آ گئے تو پھر میں تمیز نہ کر سکوں گا۔"

"ہائے رام۔ تو کیا تم ان سے جھگڑا کرو گے؟" مچھی اور زیادہ بدحواس ہو کر بولی۔

"آ مچھی میرے ساتھ آ۔ مندر کے دوار بند کر اور اسی جھروکے میں آ جا۔ جب میں کہوں تب ہی دروازہ کھولنا۔" میں نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا اور مچھی میرے ساتھ کھنچی چلی آئی۔ میں اسے دروازے تک لایا۔ باہر لوگ شور مچانے لگ گئے تھے۔ ان کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے لیکن بہرحال وہ مجھے ہی مخاطب کر کے کچھ کہہ رہے تھے۔

"چل دروازہ بند کر لے۔"

"بھگوان تمھاری سہائتا کرے مہاراج۔" مچھی نے بے اختیار ہو کر میرے بازو کو چومتے ہوئے کہا اور میں اس کا شانہ تھپتھپا کر باہر نکل آیا۔ مچھی نے اندر سے کنڈی بند کر لی تھی۔

مندر کے سامنے والے حصے میں بھی بہت سے لوگ جمع تھے۔ ان میں مچھی کا باپ بھی تھا، جسے میں رات کو دیکھ چکا تھا اور دوسرے بہت سے لوگ بھی تھے جن میں ایک لمبی داڑھی والا ننگ دھڑنگ سادھو بھی تھا۔ اس کے گلے میں موٹے موٹے دانوں کی مالائیں پڑی ہوئی

تھیں۔ بال جٹاؤں کی شکل میں بکھرے ہوئے تھے۔ ایک چھوٹی سی لنگوٹی نے اس کی ستر پوشی کی ہوئی تھی۔ باقی بدن پر شاید مٹی ملی ہوئی تھی۔ البتہ اس کی آنکھیں خون کی طرح سُرخ اور چمکدار تھیں۔

دلچسپ شخصیت تھی۔ غالباً ان لوگوں کا کوئی پروہت، کیونکہ اس دُنیا کے مسخرے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا اور ان کے دماغ درست کر چکا تھا۔

"لچھمی کہاں ہے مہاراج؟ لچھمی کو باہر لاؤ۔" ایک آدمی نے چیخ کر کہا۔

"لچھمی کے پتا کو آگے بھیجو!" میری آواز میں خوفناک غراہٹ تھی، جس نے ان لوگوں کو خاصا مرعوب کیا اور لچھمی کا باپ کسی قدر جھجکتا ہوا آگے آ گیا۔

تب میں چند قدم آگے بڑھا اور لچھمی کے باپ کو گھورتے ہوئے کہا۔ "کیوں آئے ہو؟"

"لچھمی کو لینے مہاراج!" لچھمی کے باپ نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

"کیا تمھاری بستی کے لوگ اس لڑکی کو قبول کرنے کو تیار ہو گئے ہیں جو تمھاری رسم کے مطابق ستی نہیں ہوئی ہے؟"

"نہیں مہاراج۔ بلکہ ہم اپنے دھرم کی ریت نہیں توڑیں گے!"

"کیا مطلب ہے؟"

"لچھمی کا پتی مر چکا ہے۔ اسے ہر حالت میں ستی ہونا پڑے گا۔" لچھمی کے باپ نے کہا۔

"تم اپنی بیٹی کے دشمن کیوں بن گئے ہو ہے؟"

"نہیں مہاراج۔" لچھمی کے باپ کی آواز میں آنسو لرزے ہوئے تھے۔ "مگر میں بیٹی کے جیون کی خاطر دھرم سے ناطہ نہیں توڑ سکتا۔"

"لیکن میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں آکاش سے صرف اس لیے آیا ہوں کہ لچھمی کو ستی نہ ہونے دوں۔ کیا تم میری مخالفت کرنے آئے ہو؟"

"نہیں مہاراج! پرنتو آپ لچھمی کو ہمیں دے دیں۔" لچھمی کے ایک بھائی نے کہا۔

"لچھمی تمھیں نہیں ملے گی۔ اگر تم اس کے جیون کے گاہک بن گئے ہو تو یہ تمھاری بھول ہے۔ میری مانو اسے مندر کو دان کر دو اور اس سے کوئی واسطہ نہ رکھو، تمھارے دھرم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"آپ بس اسے ہمارے حوالے کر دیں مہاراج۔ ہم آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہتے۔" بستی کا ایک نوجوان بولا۔

"کیا تم آکاش سے آنے والے سے جھگڑا کر سکتے ہو؟" میں نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

"ارے آکاش باسی! مجھ سے مل، مجھے بتا تو کون سے آکاش سے آیا ہے کہ میں تجھے وہیں واپس پہنچا دوں۔" جٹا دھاری سادھو نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"یہ بے وقوف کون ہے؟" میں نے دوسروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مہاراج گرنتھ ناتھ! ان سے ایسی باتیں نہ کریں مہاراج۔ یہ بڑے مہان سادھو ہیں۔" بہت سے لوگ کانپتی آواز میں بولے۔

"تو مہان سادھو مہاراج جان سکتے ہیں تو خود جان لیں کہ میں کون ہوں؟"

"ارے آ بالک! ابھی تیرے منہ سے دُودھ کی بُو آتی ہے۔ آ میں تجھے بتاؤں کہ تو کون سے آکاش سے آیا ہے۔" اور میں مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تب بوڑھے نے اپنے گلے میں پڑی ہوئی ایک مالا کا دھاگہ توڑ دیا اور مالا میرے اُوپر پھینک دی۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ایک پھنکارتا ہوا کوڑیالہ سانپ میرے بدن پر آ پڑا تھا۔ اس نے اپنا چوڑا پھن پھیلایا اور میری گردن سے لپٹ گیا۔ اس کا پھن میرے چہرے کے سامنے تھا۔

میں نے حیرت سے سانپ کو دیکھا۔ یہ علم میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ بوڑھے نے میرے سامنے گلے کی مالا توڑ کر پھینکی تھی جو بے جان تھی اور اب یہ جاندار سانپ میرے سامنے تھا۔ یقیناً بیحد دلچسپ علم تھا اور اہل علم کی، پروفیسر میں نے ہمیشہ قدر کی ہے۔ میں نے دل میں تہیہ کر لیا کہ اس بوڑھے کو زندہ رکھوں گا اور اس سے اس کے علم کے بارے میں معلوم کروں گا لیکن فی الحال تو بوڑھا اپنی کامیابی کا منتظر تھا۔

سانپ کا پھن چند ساعت میرے چہرے کے سامنے لہرایا اور پھر اس نے میری گردن پر منہ مارا۔ بڑی مایوسی ہوئی اس نامراد سانپ کو — اور وہ جھلاہٹ میں میرے جسم کے مختلف حصوں پر طاقت آزمائی کرنے لگا۔

"واہ بڑے میاں! تمھارا یہ سانپ تو بڑے کمزور دانت رکھتا ہے۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر سانپ کا پھن مٹھی میں پکڑ لیا اور پھر میرے ایک جھٹکے سے سانپ میری گردن سے علیحدہ ہو گیا۔ میں نے دونوں بازو کھینچ کر سانپ کو درمیان سے توڑ دیا اور اس کے دونوں ٹکڑے بوڑھے کے سامنے پھینک دیے لیکن میں نے خود بھی حیرت سے دیکھا کہ زمین پر مالا کے دانے بکھر گئے تھے۔ دل ہی دل میں، میں نے اس انوکھے فن کا اعتراف کیا، لیکن لوگوں میں ہلچل مچ گئی تھی۔ اب لوگوں نے سمجھا تھا کہ میں بھی ضرور کوئی چیز ہوں لیکن احمق بوڑھا مجھ سے باقاعدہ مقابلے پر آمادہ ہو گیا تھا، اس نے اپنی ناکامی دیکھ کر لوگوں سے کہا۔ "پیچھے ہٹ جاؤ بالکو۔ میں دیکھوں گا یہ کتنا بڑا جادوگر ہے۔" اور لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

"میں جادوگر نہیں ہوں بزرگ مگر میں تمھارا جادو ضرور دیکھوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بوڑھے نے دونوں ہاتھ اُوپر اٹھا دیے۔ تب میں نے اس کے دونوں ہاتھوں میں سیاہ رنگ کے دو گولے دیکھے۔ بوڑھے کی شیطانی آنکھیں میرا اوپر جمی ہوئی تھیں اور نہ جانے وہ کیا کر رہا تھا۔ اس کے ہونٹ کچھ بدبدائے اور پھر اس نے ایک گولا فضا میں اُچھال دیا اور گولا میرے سر سے کچھ بلندی پر معلق ہو گیا اور پھر اس سے شعلے برسنے لگے۔ نارنجی رنگ کے شعلے میرے لباس کو خاکستر کر گئے۔ میرے لباس سے اٹھنے والی آگ کو دیکھ کر انھوں نے سمجھا کہ اُن کا سادھو مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ وہ "جے گرنتھ ناتھ" کے نعرے لگانے لگے۔ گرنتھ بھی بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ دوسرا گولا ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا لیکن مجھے مکمل طور سے کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے اس نے وہ گولا بھی فضا میں اچھال دیا۔ یوں آگ کی بارش تیز ہو گئی۔ میرے لباس سے اب بھی شعلے بلند ہو رہے تھے۔ آگ نے بہرحال مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا، خواہ وہ طلسمی ہی تھی لیکن میں ان انوکھے لوگوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کیسی دلچسپ بات تھی۔ یونان میں علمِ نجوم نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ اس سے قبل بھی بہت سے لوگ مجھے اپنے حیرت انگیز علوم سے متاثر کر چکے تھے جن میں آخری شخص بابا سلانوس تھا۔

میرے سامنے والا شخص گو کریہہ شخصیت کا مالک تھا، اس کا شیطانی چہرہ مجھے پسند نہیں آیا تھا لیکن بہرحال میں اس کے اس فن کے بارے میں ضرور سوچ رہا تھا۔

سیاہ گولے شعلے برساتے رہے اور پھر سرد ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی میرا خاکستر لباس میرے بدن سے علیحدہ ہو گیا تھا لیکن ان لوگوں کو میرا بدن دیکھ کر حیرت ہوئی،

جو آگ سے اور صاف ہو گیا تھا۔ حالانکہ وہ شاید کسی کوئلے کے مجسمے کی توقع کر رہے تھے اور پھر بے مسکراتے اور جنبش کرتے دیکھ کر اچانک ان کی زبانیں بند ہو گئیں۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"ہاں بوڑھے فنکار! اب میں تیرے کسی اور فن کا منتظر ہوں۔" میں نے دو قدم آگے بڑھ کر کہا اور بہت سے کمزور دل لوگ پلٹ کر بھاگ نکلے لیکن اب بھی کافی لوگ موجود تھے۔

گرنتھ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"اگر تیرا فن ختم ہو گیا ہو تو پھر میں اپنا فن تجھے دکھاؤں؟" میں نے پوچھا اور اچانک بوڑھے نے سر پیچھے کر لیا۔ اب وہ جسم کی مخالف سمت میں بڑے عجیب انداز میں ٹیڑھا ہو گیا تھا۔

"کیا خیال ہے؟" میں اس کے قریب پہنچ کر بولا لیکن اچانک میں نے بوڑھے کے بدن سے دھواں خارج ہوتے دیکھا۔ سفید سفید دھواں جو بوڑھے کے جسم کے گرد اس کے اعضاء کی شکل میں ہی جمع ہو رہا تھا اور بوڑھے کی جسامت بڑھنے لگی۔ دھوئیں کا یہ انسان واقعی بڑا انوکھا تھا۔ میں دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر جسامت میں وہ مجھ سے تقریباً تین گنا ہو گیا! انوکھی شکل اختیار کر لی اس نے نہ جانے کس طرح۔ پھر وہ سیدھا ہوا اور اس کے منہ سے خون ٹپکنے لگا۔ بے حد خوفناک شکل ہو گئی تھی اور اس کے خون آلود ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڑی بڑی اور پھٹی ہوئی خوفناک آنکھیں چمکنے لگیں "میں گرنتھ ہوں مہاراج! کوئی گھسیارہ نہیں ہوں۔" وہ دونوں ہاتھ پھیلائے میری طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"احمق بوڑھے! تیرے فن سے میں متاثر ہوا ہوں۔ تو اگر چاہے تو میری دوستی حاصل کر سکتا ہے۔ ہم دونوں اپنے علوم کا تبادلہ کریں گے ورنہ دوسری شکل میں تو نقصان میں رہے گا۔"

لیکن گرنتھ اپنی جادوگری کے چکر میں تھا اور پروفیسر، خود پر ناز کرنے والے ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔ میرا ساری زندگی کا تجربہ ہے۔ خود کتنے ہی آگے بڑھ جاؤ لیکن دوسرے کے لیے گنجائش ضرور رکھو۔ ممکن ہے انہیں کوئی ایسی بات معلوم ہو جو تمہیں نہ معلوم ہو۔

چنانچہ وہ دیوانہ مجھ سے کشتی لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ راسخ العقیدہ ہندو تو اس کی یہ ہیئت دیکھ کر ہی تو بے گیدڑ بن گئے تھے۔ اب وہ دور سے ہم دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ پروفیسر، ٹھیک ہے ایک غیر انسانی قوت مجھ سے نبرد آزما ہوئی تھی لیکن اگر غور کرو تو میں کونسا انسانی حدود میں تھا۔ میں نے سوچا یہ کھیل اب جلد ختم کر دیا جائے۔ بوڑھا پاگل اپنی ہار ماننے کو تیار نہ ہو گا اور ایک کے بعد ایک حرکت جاری رکھے گا اور پروفیسر میں نے یہ بھی سوچا کہ یہاں یہ علم جاننے والے دوسرے بھی ہوں گے کسی نہ کسی سے تو دوبارہ میری ملاقات ہو گی، چنانچہ اس بوڑھے کا کھیل ختم کیا جائے۔ جادوگر مجھے اپنی کالی طاقت زیر کرنے کی فکر میں تھا۔ میں نے اس کی کمر پکڑ لی اور پھر میں نے اسے زمین سے بلند کر کے پتھروں پر دے مارا۔ ایک بار۔ دو بار۔ تین بار۔ میں نے اسے دھن کر رکھ دیا لیکن اس میں ابھی جان باقی تھی۔ ہاں اس کا جسم کم ہوتا جا رہا تھا جیسے دھواں چھٹ رہا ہو۔

اور پھر جب وہ اصل حیثیت میں آ گیا تو میں نے اسے بازوؤں میں جکڑ کر اس کی پسلیاں ایک دوسرے سے چپکا دیں۔ اس کے منہ، ناک اور کانوں سے غلیظ خون ابل پڑا تھا اور اس کی آخری چیخ بھی کوئی نہیں سن سکا تھا۔ میں نے ہڈیوں اور خون کے ملغوبے کو زمین پر پھینک دیا اور پھر میں بستی والوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"بے وقوف انسانو! یہ ایک احمق شخص کے لیے انفرادی سزا تھی لیکن اگر آئندہ تم نے میرے لیے کچھ کرنے کی کوشش کی تو پھر میں تم سب کے لیے مصیبت بن جاؤں گا۔ تمہارے جادوگر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ان سے کہو اپنے آپ میں محدود رہیں، اور لچھی کے باپ تم آگے آؤ!" میں نے کہا۔

لچھی کا خوفزدہ باپ ہاتھ جوڑے آ گیا۔ وہ سارے بدن سے کانپ رہا تھا۔

"سنو! تم اگر چاہو تو اپنی بیٹی کو لے جا سکتے ہو ___ لیکن اس وعدے کے ساتھ کہ اس کی زندگی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اگر تم نے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں تمہارے سارے کنبے کو ختم کر دوں گا۔"

"نہیں مہاراج! ہمیں اس کے جیون کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنے دھرم کے خلاف نہیں کر سکتے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو جب تک زندہ رہیں گے ہماری گردن شرم سے جھکی رہے گی۔ لچھی کا جیون اب ہمارے لیے ایک گالی ہے۔" احمق انسان نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے، اسے بھول جاؤ۔ مجھ تو تم نے اسے سونپ دیا ہے بس اب تم سب یہاں سے بھاگ جاؤ اور ہاں سنو!" میں نے ان میں سے کسی ایسے ہندو کو تاڑا جس کا قد و قامت مجھ سے ملتا جلتا ہو اور ایک دراز قامت ہندو میری نگاہ میں آ گیا۔

"تم آگے آؤ" میں نے کہا اور ہندو خوفزدہ ہو کر زمین پر بیٹھ گیا "آگے آؤ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اسے آگے لاؤ!" میں نے دوسروں سے کہا اور لوگ اسے سنبھالنے لگے بمشکل تمام دو آدمی اسے سہارا دیکر آگے لائے "تم اپنا لباس اتار دو" میں نے اسے حکم دیا۔

"مم ___ مہاراج ___ مہاراج" اس نے جلدی سے دھوتی پکڑ لی۔

"میرا لباس جل گیا ہے۔ اس حالت میں، میں کسی لڑکی کے سامنے نہیں جا سکتا۔ چلو لباس اتار دو۔" لیکن اس کے لیے بھلا یہ کیسے ممکن تھا چنانچہ مجبوراً مجھے قزاقی کرنا پڑی۔ ننگ دھڑنگ ہندو بڑے مضحکہ خیز انداز میں بھاگ کھڑا ہوا تھا ویسے بھی اب بہت کم لوگ رہ گئے تھے۔ بالآخر وہ بھی بھاگ گئے اور میں نئے لباس میں واپس مندر پہنچ گیا۔

لچھی دھڑکتے دل سے میری منتظر تھی۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو اس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں لچھی! دروازہ کھول دو۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا اور لچھی نے دروازہ کھول دیا۔

"ہے بھگوان تم ٹھیک ہو؟" اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا کیا خیال تھا لچھی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ پاپی بہت سارے تھے!"

"ان میں تمہارے پتا بھی تھے لچھی!"

"میرے پتا ___" لچھی نے ایک غمگین سانس لیکر کہا "نہیں مہاراج! میرا اب سنسار میں کوئی نہیں ہے۔ میں تو مر چکی ہوں۔"

"ہاں لچھی! ٹھیک ہی کہتی ہو۔ جانتی ہو تمھارا پتا، تمھارے لوگوں کو لیکر کس لیے آیا تھا؟"
"میں نہیں جانتی مہاراج" لچھی اُداس لہجے میں بولی۔
"وہ ایک جادوگر گرنتھ ناتھ کو لیکر آیا تھا تاکہ اگر میں لوگوں کے کہنے سے باز نہ آؤں تو تمھارا جادوگر میرا دماغ درست کر دے۔"
"ہائے رام! گرنتھ ناتھ جی بھی آئے تھے؟"
"ہاں!"
"مگر وہ کیا چاہتے تھے؟"
"یہی کہ تمھیں ان کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے دھرم کے مطابق تمھیں ستی کر دیں۔"
"میرے بھاگ!" لچھی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
"بہرحال اب وہ نہیں آئیں گے۔"
"تم سے کیا بات ہوئی مہاراج؟ کیا وہ تمھاری بات مان گئے؟"
"ہاں!"
"مگر کیسے؟ کیا وہ اپنا دھرم تیاگنے کو تیار ہو گئے؟"
"نہیں۔ میں نے انھیں دوسری طرح تیار کیا ہے۔ میں نے تمھارے مہاراج گرنتھ ناتھ کو مار ڈالا۔"
"رام رام۔ ہے رام۔ کیسے؟ وہ تو بڑے مہان تھے" لچھی حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔
"بس میں نے بھی انھیں ان کے شایانِ شان موت دی ہے۔"
لچھی حیرت سے میری شکل دیکھتی رہی، پھر چونک کر بولی "ارے! مگر تمھارے کپڑے مہاراج؟ یہ کیسے بدل گئے؟"
"او ہو۔ گرنتھ مہاراج نے جادو کے زور سے میرا لباس بھسم کر دیا۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے انہی میں سے ایک کو پکڑ کر اس کے کپڑے اتار لیے۔ آخر مجھے بھی تو کچھ پہننا تھا۔"
لچھی کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی اور میں نے پہلی بار اسے مسکراتے دیکھا۔ مسکراتے ہوئے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔
"میرا خیال ہے لچھی! اب ہمیں یہاں مزید نہیں رکنا چاہیے ورنہ خواہ مخواہ مجھے تمھاری بستی کے لوگوں کو کوئی بڑا سبق دینا پڑے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ لوگ اپنے عقیدے کے مطابق جنون میں مبتلا ہو کر میرے مقابلے پر آئیں اور اپنی جان کھو بیٹھیں۔ چلو یہاں سے چلتے ہیں۔"
"جو آگیا مہاراج!" لچھی نے گردن جھکا کر کہا۔ اس کے چہرے پر مایوسی اور بے بسی کے آثار تھے۔ میں اسے زبردستی نہیں لیجانا چاہتا تھا پروفیسر لیکن یہاں اس کی زندگی کی کوئی امید نہیں تھی۔ اتنی حسین لڑکی بے موت ماری جاتی۔ مذہبی دیوانے سارے رشتے بھول کر اسے موت کے گھاٹ اتارنے پر تلے ہوئے تھے۔ اس سے بہتر تھا کہ میں سے اپنے ساتھ ہی رکھتا۔ چنانچہ اس کی اس کیفیت سے میں نے کوئی تاثر نہ لیا اور اس کے ساتھ مندر سے باہر آ گیا۔ میرا گھوڑا موجود تھا۔ میں نے لچھی کو اس پر سوار کرایا اور خود اس کے پیچھے بیٹھ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ لچھی کا گداز بدن میرے سینے سے مس ہو رہا تھا اور طویل عرصے سے عورت کے بدن سے دور رہنے کی وجہ سے میرے جذبات کچھ زیادہ ہی شدت اختیار کرنے لگے۔
لیکن بے چاری لڑکی خود ہی اپنے مصائب میں مبتلا تھی۔ میں اس کا ذہن اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش ابھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ میں اسے کہاں لیے جا رہا ہوں لیکن بستی سے نکلنے کے بعد میں نے خود ہی اس سے پوچھا۔
"یہ راستہ کہاں جاتا ہے لچھی؟"
"ہر دے مان، مہاراج!"
"او ہو۔ راجہ امی چند کی راجدھانی کہاں ہے؟"
"ہم اسے ہی ہر دے مان کہتے ہیں مہاراج۔"
"اوہ! اچھا" میں نے گردن ہلائی۔ میں راجہ امی چند کو دیکھنا چاہتا تھا۔
گھوڑا ہم دونوں کا وزن اٹھائے ہوئے کافی تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا لیکن دو تین گھنٹوں کے سفر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ گھوڑا تھک گیا ہے۔ چنانچہ اب کہیں قیام بھی ضروری تھا۔ نازک اندام لچھی بھی گھوڑے کی پشت پر طویل سفر سے نڈھال سی ہو گئی تھی۔ سورج کی تپش سے اس کا بدن پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔
گو یہ سارا علاقہ سرسبز تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر سرسبز کھیت لہلہا رہے تھے۔ جنگل اور باغ پھیلے ہوئے تھے لیکن دھوپ بھی خوب ہی شدت کی تھی۔ میں نے کسی پناہ گاہ کے لیے مناسب جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی۔ میری نگاہیں دُور دُور تک کا جائزہ لے رہی تھیں اور پھر میں نے گھوڑے کا رُخ سیدھے راستے سے ہٹا کر ایک ایسے حصے کی طرف کر دیا جہاں میں چوڑے تنوں والے پھیلے ہوئے سایہ دار درخت دیکھ رہا تھا۔ یوں میں درختوں کے قریب پہنچ گیا اور پھر مجھے ایک چھوٹی سی عمارت پیپل کے ایک اُونچے اور گھنے درخت کے نیچے نظر آئی۔
"یہ عمارت کیسی ہے لچھی؟"
"دھرم شالہ ہے مہاراج!"
"یہ کیا ہوتا ہے؟ کوئی مندر؟"
"نہیں مہاراج! مسافروں کے آرام کے لیے ایسی جگہیں بنا دی جاتی ہیں تاکہ لمبے راستے چلنے والے مسافر دھوپ سے پناہ لے لیں۔"
"او ہو۔ یہ تو اچھی بات ہے۔ ہم بھی لمبے راستے کے مسافر ہیں۔ آؤ دھرم شالہ چلیں۔" اور لچھی نے گردن ہلا دی۔
ہر مذہب میں بے پناہ اچھائیاں ضرور ہیں پروفیسر لیکن ان کے پیروان اچھائیوں کو مسخ کر دیتے ہیں۔ میں نے کوئی مذہب نہیں اپنایا لیکن ایک غیر متعلق شخص کی حیثیت سے جس مذہب کا بھی مطالعہ کیا اسے بہترین پایا۔ میرا تجزیہ کچھ یوں ہے۔ مذہب کو پھیلانے والے پوری طرح نیک نیت ہوتے ہیں۔ یقیناً آسمانی قوتیں انھیں نیکیوں کا پیغام دے کر بھیجتی ہیں۔ وہ انسانی حقوق کی حفاظت کا سبق دیتے ہیں۔ گویا ان کا دیا ہوا سبق کسی طرح غلط نہیں ہوتا۔ لوگوں کے ذہن اگر اس سبق کو قبول نہ کریں، اگر اس میں اپنی بہتری محسوس نہ کریں تو اس طرف راغب کیوں ہوں۔ ہاں جب بہت سے لوگ مذہب کو اپنا لیتے ہیں تو اس کی حیثیت مشترک ہو جاتی ہے اور پھر یقیناً اس میں کچھ ایسے

لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں جن کی فطرت بُرائی کی طرف راغب ہوتی ہے۔ اگر وہ مذہب کے اصول پر چلتے رہیں تو ان کی فطرتِ بد کو تسکین کہاں سے ملے چنانچہ وہ مذاہب میں تحریف کرتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق کچھ غلط اصول بنا کر انھیں مذہب کا نام دے دیتے ہیں۔ ان کی حیثیت ان کی چالاک فطرت کی وجہ سے کسی حد تک ممتاز ہوتی ہے چنانچہ عقیدت میں ڈوبے ہوئے ان کے ہر قول کو صادق سمجھتے ہیں اور یوں ایک فعلِ بد کی ابتدا ہو جاتی ہے اور وہ ایک مذہبی جنون اختیار کر لیتی ہے۔ سوچنے والے مذہب پر سوچنے کو گناہ سمجھتے ہیں حالانکہ اتنی سی بات ہے کہ وہ مذہب کی بنیادی حیثیت کے بارے میں سوچ لیں۔ یہ سوچ لیں کہ مذہب انسانیت کو کسی طور مجروح نہیں کرتا۔ وہ کسی ایسے فعل کی اجازت نہیں دیتا جو انسان کے لیے تکلیف دہ ہو۔ اس نے تو انسانیت کے لیے ہر قسم کا تحفظ مہیا کیا ہے۔ پھر اسے زندہ آگ میں جلانا کیا معنی رکھتا ہے۔ بتوں کے سامنے گردن کاٹ دینا کیا حیثیت رکھتا ہے۔ خدا نے، بھگوان نے، انسانوں کو اس زمین پر اس لیے نہیں بھیجا کہ وہ اپنے نام پر ان کی قربانی لیں۔ اگر وہ وجود فنا کرنا چاہتا تو اسے سانس ہی کیوں دیتا۔ ہر مذہب میں وہ قادر ہے تو قادر کسی کمزور شخص سے اپنے لیے کچھ کہاں طلب کرتا ہے۔ درختوں کے سائے میں بنی ہوئی یہ دھرم شالہ، دھرم کی صحیح عکاسی کرتی تھی۔ شدت سے تپتی ہوئی زمین پر چلنے والے کے لیے کوئی پناہ گاہ کتنی بڑی حیثیت رکھتی تھی۔

ہم دھرم شالہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ لکھوری اینٹوں کا ایک اونچا سا چبوترہ تھا، جس میں اُوپر جانے کے لیے تین سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اور اس کے بعد ایک گنبد کے نیچے خاصا بڑا اور ٹھنڈا کمرہ تھا جس پر پیپل کا درخت چھاؤں کیے ہوئے تھا۔ کمرے کے ایک کونے میں پانی کے مٹکے رکھے ہوئے تھے اور عقب میں ایک گہرا کنواں تھا جس کے کنارے پانی نکالنے کا ڈول اور رسّی موجود تھے۔

لچھی مٹکوں کی طرف بڑھی، ناریل کے بنے ہوئے برتن سے اس نے پانی نکالا اور میری طرف دیکھنے لگی "پانی پیو گے مہاراج؟"

"ضرور لچھی!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ پھر۔" وہ بولی اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے ناریل کا برتن لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور لچھی حیرانی سے میری شکل دیکھنے لگی۔ تب مجھے پانی پینے کا وہ طریقہ یاد آیا جو بستی کی لڑکیوں نے کنویں پر مجھے بتایا تھا اور میں بیٹھ گیا۔ ہاتھوں کے پیالے میں پانی پینا، بہرحال اجنبی تھا اور مجھے ہر اجنبی چیز میں دلکشی محسوس ہوتی ہے۔ لچھی مٹکے سے پانی نکال نکال کر مجھے پلاتی رہی اور پھر میں کھڑا ہو گیا۔ تب اس نے برتن میرے ہاتھ میں تھما دیا اور خود سفید اور نازک ہاتھوں کا پیالہ بنا کر زمین پر اکڑوں بیٹھ گئی۔

"یہاں کون رہتا ہے لچھی؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی نہیں مہاراج! بس مسافر آتے ہیں، ٹھہرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔"

"مگر یہ پانی کون بھرتا ہے؟"

"ہر وہ مسافر جو یہاں آتا ہے، یہ دھرم کا کام ضرور کرتا ہے تاکہ دوسرے مسافر کو ٹھنڈا پانی مل جائے۔ ورنہ پیاسے لوگ جو پیاس سے نڈھال ہوں کہاں پانی بھرتے پھریں گے۔ ہاں پانی پینے کے بعد یہ کام ان کے لیے مشکل نہیں ہوتا۔"

"اوہو۔ تب ہمیں بھی اپنا یہ فرض پورا کرنا چاہیے۔"

"جو آگیا مہاراج!"

اور پھر کنویں میں ڈول ڈال کر پانی نکالنے کا دلکش کھیل مجھے کافی پسند آیا۔ رسّی چرخی سے بندھی ہوئی تھی لیکن وہ مٹکوں تک پہنچ جاتی تھی۔ میں نے تینوں مٹکے بھر دیے۔ لچھی ہر بار میرے پیچھے پیچھے جاتی تھی اور ہر بار واپس آجاتی تھی۔ پانی بھرنے کے بعد ہم ایک کونے میں بیٹھ گئے۔

"تھک گئیں لچھی؟"

"ہاں مہاراج! میں گھوڑے پر کبھی نہیں بیٹھی۔"

"لیٹ جاؤ۔" میں نے کہا اور لچھی بڑی سادگی سے زمین پر لیٹ گئی۔ "کیا ہم اس دھرم شالہ میں رات بھی گزار سکتے ہیں؟"

"اگر رات ہو جائے تو۔ وہ سامنے دیا رکھا ہے اور برابر میں تیل۔" لچھی نے ایک دیوار کی طرف اشارہ کیا۔

میں لچھی سے چند گز کے فاصلے پر زمین پر لیٹ گیا۔ ہم دونوں خاموش تھے۔ لچھی نہ جانے کیا سوچ رہی تھی۔ جب کافی دیر اسی طرح گزر گئی تو میں نے لچھی کو مخاطب کیا۔ "کیا سوچ رہی ہو لچھی؟" اور لچھی نے میری طرف کروٹ بدل لی۔ اس نے اپنا ایک بازو سر کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ میرے سوال کا اس نے کوئی جواب نہ دیا، میری طرف دیکھتی رہی۔

"کس سوچ میں ہو لچھی؟"

"تمھارے بارے میں سوچ رہی ہوں مہاراج!"

"اوہو۔ کیا؟"

"یہی کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو، میرے اوپر تمھیں اتنی دیا کیسے آگئی کہ تم نے سب سے جھگڑا مول لے لیا؟"

"بس لچھی! تمھاری زندگی تھی کہ میں وقت پر پہنچ گیا۔ تمھیں بچا کر مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔"

"ہائے رام! میں تو سوچ سوچ کر ہی مری جاتی ہوں کہ آگ میں جا کر کیا ہوتا؟" لچھی سادگی سے بولی۔

"تمھیں اپنے پتی سے پریم نہیں تھا؟"

"میں بتا چکی ہوں مہاراج، میں نے تو اسے دیکھا بھی نہیں تھا۔"

"ایک اور بات پوچھوں لچھی؟"

"ہاں!" لچھی نے پوری طرح میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"تم نے کسی اور سے بھی پریم نہیں کیا؟"

"نہیں مہاراج!" لچھی نے شرم سے منہ دوسری طرف کر لیا۔ "یہ پاپ ہے۔"

"پریم پاپ ہے؟"

"جو اپنا پتی نہ ہو اسے پریم کی نگاہ سے دیکھنا پاپ نہیں ہوتا تو اور کیا ہے۔ پہلے پھیرے ہوتے ہیں پھر پریم!"

کیسی انوکھی بات تھی پروفیسر یہ۔ کیسی دلکش۔ کیسی اجنبی۔ میں نے بیشمار عورتیں دیکھی تھیں۔ بے شمار عصمت مآب لڑکیاں میری آغوش تک چلی آئی تھیں۔

بلاشبہ وہ میری تھیں۔ مجھ سے پیار کرتی تھیں! انھوں نے مجھے اپنا مان لیا تھا لیکن یہ تصور ان میں سے کسی کے پاس نہ تھا۔ یہ مشرق بول رہا تھا اور مشرق کی یہ آواز مجھے بیحد پسند آئی تھی! اس قدر کہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ لچھی بھی ایکدم اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"لچھی! اگر میں تم سے پریم کروں تو؟"

اور لچھی کی پیشانی پر پسینے کے قطرات ابھر آئے! اس کی آنکھوں میں شرم کے ساتھ ہلکی سی دہشت بھی نمودار ہو گئی تھی۔

"نہیں مہاراج۔ نہیں۔ ہم مجبور ہیں۔ ہماری بے بسی کو مانو۔ ایسا نہ کرو مہاراج۔ ہمیں ہاتھ نہ لگاؤ۔"

"ارے نہیں لچھی۔ میں تمھارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرنا چاہتا تم غلط سمجھی ہو۔" میں جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔ لچھی کی بات نے مجھے شرمندہ کر دیا تھا۔

"ہم تو جیون کی بازی ہار چکے تھے مہاراج! تم نے ہمیں نیا جیون دیا ہے تو ہماری آتما کو بھی زندہ رہنے دو۔ پاپ کر کے ہماری آتما مر جائے گی۔" لچھی بولی۔

"ٹھیک ہے لچھی۔ تو مجھے پیاری لگی تھی، تو میں نے یہ بات کہہ دی، ورنہ۔ خیر، تو اب فکر نہ کر۔ میں تیری روح کو زخمی نہیں کروں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے بڑے عزم سے کہا۔ میں نے سوچ لیا تھا پروفیسر کہ یہ لڑکی صرف رحم کرنے کے لیے ہے، اسے محبوبہ نہیں بنایا جا سکتا۔

شام ہو گئی۔ تب میں لچھی کے لیے خوراک کی تلاش میں نکلا اور اس سرسبز علاقے میں خوراک تلاش کرنے میں مجھے زیادہ دقت نہیں ہوئی لیکن کوئی شکار نہیں مل سکا تھا اور یہ اچھا ہی ہوا، کیونکہ بعد میں مجھے معلوم ہوا تھا کہ یہ لوگ گوشت کھانا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ کچھ پھل، ترکاریاں اور ناریل مل گئے جو میں نے لچھی کو پیش کر دیے۔ لچھی کے انداز میں ہلکی سی جھجک پیدا ہو گئی تھی۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں نے سمجھے بوجھے بغیر یہ قدم اٹھا لیا۔ بہرحال اب میں اپنے رویے سے ہی اس کے دل سے یہ بات نکال سکتا تھا۔

رات ہوئی تو لچھی نے دیا جلا دیا اور رات کو تھوڑے سے پھل کھا کر سونے کی ٹھہری۔ "میں باہر چبوترے پر سو جاؤں گا لچھی، تم اندر سے دروازہ بند کر لو۔" میں نے کہا اور لچھی چونک کر مجھے دیکھنے لگی، پھر وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آئی! اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور پھر اس کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے۔

"آپ ہماری باتوں کا بُرا مان گئے مہاراج؟" اس نے ایک سسکی لیکر کہا۔

"ارے۔ نہیں لچھی۔ کیوں؟ یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا؟" میں نے اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"ہم سے بھول ہوئی تھی مہاراج!" آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔

"لچھی۔ لچھی۔ کیا بھول ہوئی تم سے؟" میں نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"ہم نے آپ کا اپمان کیا ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"ہم آپ پر شک نہیں کرتے مہاراج۔ آپ مہان ہیں۔ ہم بھول گئے تھے ہمارا تو جیون ہی آپ کا ہے، ورنہ ہم تو نرکھ میں جل چکے ہوتے۔ ہم آپ کی داسی ہیں مہاراج، ہمیں شما کر دیں۔"

"نہیں لچھی۔ تم مہان ہو۔ تم اپنی آبرو پر مرتی ہو۔ میں تمھاری دل سے عزت کرتا ہوں۔"

"پھر آپ باہر چبوترے پر نہ سوئیں۔"

"نہیں سوؤں گا تم منع کرتی ہو تو۔"

"ہمیں ڈر بہت لگتا ہے مہاراج۔"

"ٹھیک ہے، پگلی کہیں کی۔ میں یہیں سوؤں گا۔ چلو دروازہ بند کرو اور لیٹ جاؤ۔" میں نے اس کی کمر تھپتھپاتے ہوئے کہا اور لچھی آنسو خشک کرتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی اور پھر وہ اسی جگہ لیٹ گئی جہاں پہلے لیٹی تھی۔

دھرم شالہ کا ماحول بے حد سنسان تھا۔ بلاشبہ کوئی کمزور دل انسان یہاں نہیں سو سکتا تھا۔ میری تو خیر بات الگ تھی لیکن لچھی جیسی معصوم سی لڑکی کے لیے تو میری موجودگی میں بھی یہ ماحول خوفناک تھا۔ بہرحال دیے کی روشنی تھی اس لیے زیادہ خوف کی بات نہیں تھی۔ میں اس سے تھوڑے فاصلے پر لیٹ گیا۔ لچھی خاموش تھی۔ میں نے بھی اب اسے پریشان کرنے کی کوشش نہیں کی۔ نہ جانے بے چاری کب سے جاگ رہی ہو گی۔ ظاہر ہے اپنے اس نادیدہ شوہر کی موت کے بعد اسے اپنی موت کا بھی یقین ہو گیا ہو گا اور موت کے خوف کے بعد سونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں اور تھوڑی دیر کے بعد میری آنکھوں میں غنودگی ابھر آئی اور پھر میں حسبِ معمول ماحول سے بے خبر ہو گیا۔ گویا سو گیا۔ عارضی نیند! اور نہ جانے کب تک سویا تھا، نہ جانے چاند نے آسمان پر کتنا سفر کیا تھا، اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ کوئی میرا بدن ٹٹول رہا تھا اور پھر لچھی کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

"مہاراج۔ سو گئے مہاراج!" میں نے کمرے میں پھیلے ہوئے اندھیرے کو محسوس کیا۔ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی! ایک لمحے کے لیے میں کچھ نہ بول سکا۔ میں سوچ رہا تھا —— کیا لچھی کے اندر کی عورت جاگ اٹھی ہے۔ کیا رات کی تنہائی میں تھوڑے فاصلے پر سوتے ہوئے مرد کے احساس نے اسے برانگیختہ کر دیا ہے۔

ایک لمحے کے اندر میرے اندر کا مرد بھی جاگ اٹھا۔ لچھی۔ ایک کمسن جوانی۔ گلاب کی ان چھوئی کلی۔ تازہ تازہ شباب کی خوشبو میں بسی اور میں طویل پیاس سے بے صبر۔ عورت کے قرب سے ترسا ہوا۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل چاہا کہ لچھی کو خود پر کھینچ لوں —— اور —— مشرق کی اس کلی کا سارا رس چوس لوں لیکن شکر ہے اس بار بھی میں نے جلد بازی سے کام نہیں لیا۔

"دیے کا تیل ختم ہو گیا ہے مہاراج! اندھیری چھا گئی ہے۔ ہمیں ڈر لگ رہا ہے مہاراج۔" لچھی کی آواز میں کسی خوفزدہ بچے کی سی کپکپاہٹ تھی۔

اور ایک بار پھر میرے ذہن کو زبردست جھٹکا لگا۔ اُف۔ تو یہ بات ہے۔ اگر اس بار بھی میں جلد بازی سے کام لیتا تو پھر اس لڑکی کو زندگی بخشنے کا کیا فائدہ ہوتا۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیتا۔ میرے ذہن پر کئی ساعت سنسناہٹ رہی۔ لچھی بدستور مجھے پکار رہی تھی۔ تب میں نے جاگنے کا اظہار کیا۔

"کیا بات ہے لچھی۔ کیا ہو گیا؟" میں نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ نہایت آہستہ سے ایسی گرفت کی میں نے اس کی کلائی پر کہ اسے ذرا بھی جارحیت کا احساس نہ ہو اور لچھی میرے سینے سے آلگی۔

"دیا بجھ گیا ہے مہاراج! ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔ باہر سیار بول رہے ہیں، ان کی آواز سے ہمیں بچپن سے ڈر لگتا ہے۔"

"ارے پگلی کہیں کی۔ آمیرے پاس لیٹ جا۔" میں نے اسے کھینچ لیا۔ اس کا سر بازو پر رکھ دیا۔ باقی بدن کو میں نے اس کے بدن سے مس نہ ہونے دیا تھا۔
لچھمی کئی منٹ تک ساکت لیٹی رہی اور جب اسے یقین ہوگیا کہ اسے مجھ سے خطرہ نہیں ہے تو وہ آہستہ سے بولی "آپ سو گئے تھے مہاراج؟"
"ہاں۔ گہری نیند!" میں نے جواب دیا۔ وہ میرے بازو کا تکیہ بنائے لیٹی تھی اور میں نے اپنے جذبات میں ضبط کا بندھ باندھ دیا تھا۔ اس کے بدن کی سوندھی سوندھی خوشبو میری روح کو جھنجھوڑ رہی تھی لیکن میرا بدن سرد ہو گیا تھا۔
"ہم تو ایک پل نہ سوئے۔" وہ بولی۔
"تو نازک ہے نا۔ زمین چبھ رہی ہوگی؟" میں نے ہلکی سی ہنسی سے کہا۔
"یہ بات نہیں مہاراج۔"
"پھر کیا بات ہے؟"
"ہم آنکھیں بند کرتے ہیں تو بڑے بڑے سپنے آنکھوں میں گھس آتے ہیں۔"
"اوہ۔ کیسے سپنے؟"
"بس کیا بتائیں مہاراج! بڑے ڈراؤنے سپنے ہوتے ہیں۔" لچھمی گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ میں انتظار کرتا رہا کہ شاید وہ مجھے کچھ بتائے مگر وہ خاموش رہی۔ تب میں نے بھی اس سے کچھ نہ پوچھا۔ ہاں تھوڑی دیر کے بعد کہا۔
"اب تو آرام سے سو جا لچھمی۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جاگ رہا ہوں۔" لچھمی نے میری اس بات کا بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموش لیٹی رہی اور جب وہ کافی دیر تک کچھ نہیں بولی تو میں نے سوچا شاید وہ سو گئی۔ چنانچہ میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ ویسے مجھے کافی بے چینی ہو گئی تھی اور میں خود کو پُرسکون کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ بڑی مشکل سے میں نے اپنے جذبات کو سرد کیا۔ لچھمی سچ مچ سو گئی۔ پہلے اس نے میری طرف کروٹ بدلی، پھر اس کا ہاتھ میری گردن میں آ گیا۔ پھر ایک پاؤں اٹھا کر اس نے میرے اوپر رکھ دیا اور اب وہ کسی ننھی سی بچی کی طرح مجھ سے چمٹی گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔
میں نے ایک طویل سانس لی۔ جس قدر سکون ہوا تھا وہ پھر غارت ہو گیا، لیکن میں کسی طور اس بھولی لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کا رُخ ماضی کی طرف موڑ دیا اور یہ تدبیر کارگر رہی۔ خیالات کی تصویریں مجھے کہیں سے کہیں لے گئیں اور میں لچھمی کے بدن کے لمس کو بھول گیا اور اس طرح ایک بار پھر میں نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔
آنکھ کھلی تو لچھمی مجھ سے اتنی ہی دُور کروٹ لیے لیٹی تھی جتنی وہ رات کو تھی۔ اس کی نگاہیں میرے چہرے پر تھیں اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چپکی ہوئی ___ میرے آنکھیں کھولتے ہی اس کے چہرے پر شرم کی چادر آ پڑی اور اس نے پلکیں جھکا لیں۔ میں بھی مسکرا دیا۔ یقیناً لچھمی جاگی ہوگی تو اس نے خود کو اسی حالت میں پایا ہوگا جس میں وہ سونے میں آ گئی تھی اور ___ اور اس کے بعد ____
لیکن ابھی میں اس سے مخاطب بھی نہیں ہوا تھا کہ اچانک دروازے پر بادل گرجنے لگے۔ بڑے زور زور سے دروازہ پیٹا جا رہا تھا۔ لچھمی خوف سے اچھل پڑی اور میں بھی جلدی سے کھڑا ہو گیا۔
"اندر کون ہے؟ دروازہ کھولو۔ دروازہ کھولو۔ اندر کون ہے؟"
بھاری آواز سنائی دی۔ کچھ فاصلے سے بہت سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں ____!
لچھمی کے چہرے پر خوف کے گہرے سائے نظر آنے لگے۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کی شکل دیکھی، اور پھر اسے اپنے قریب کھینچتے ہوئے کہا۔
"ڈر رہی ہے لچھمی ___؟"
"نہ جانے کون ہے مہاراج؟" لچھمی نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔
"کوئی بھی ہو لچھمی تو خوفزدہ مت ہو۔ ویسے میرا خیال ہے تیری بستی کے لوگ ابھی باز نہیں آئے، انھوں نے یہاں تک ہمارا پیچھا کیا ہے۔ یقیناً اب وہ کوئی اور شعبدہ لے کر آئے ہوں گے لیکن اس بار میں انھیں معاف نہیں کروں گا اس بار میں انھیں ایسا سبق دوں گا کہ پھر وہ دوبارہ میری طرف رُخ کرنے کی ہمت نہیں کر سکیں گے۔"
"دروازہ کھولو، ورنہ توڑ دیا جائے گا۔!" باہر سے پھر آواز آئی۔
"تو اطمینان سے دروازہ بند کر لے لچھمی۔ باہر جو کھیل ہو گا، اسے تیرا نہ دیکھنا اچھا ہے۔"
لچھمی نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "بھگوان تمھاری سہائتا کرے مہاراج۔" وہ بولی اور میں اس کا شانہ تھپک کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے دروازہ کھولا اور طوفان کی طرح باہر نکل گیا۔ چند قدم کے فاصلے پر کھڑے ہوئے کچھ لوگ پیچھے ہٹ گئے تھے۔ یہ لمبے لمبے قد اور گھٹے ہوئے سر کے بڑی بڑی چوٹیوں والے تین آدمی تھے۔ ان کے پیچھے بیس پچیس آدمی کھڑے تھے، ان کے ہاتھوں میں برچھے، گنڈاسے اور بھالے تھے۔
میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ یہ لوگ بلاوجہ مجھے پریشان کر رہے تھے۔ میں کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ وہ تینوں بھی سُرخ آنکھوں سے مجھے گھور رہے تھے۔
"کون ہو تم ___؟" میں نے گرجدار آواز میں پوچھا۔
"دھرم سیوک ___ تجھے پاپ کی سزا دینے آئے ہیں۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔
"کیا چاہتے ہو ___؟"
"لچھمی کو ہمارے حوالے کر دے۔"
"کیوں ___؟"
"اسے ستی کیا جائے گا۔"
"اس کا باپ کہاں ہے؟"
"اس نے دھرم سے بغاوت کی تھی۔ اسے قید کر لیا گیا ہے۔"
"کس کے حکم سے؟" میں نے گرج کر پوچھا۔
"مہاراج، ادھیراج جے راج کے حکم سے۔"
"جے راج کہاں ہے؟"
"باہر ہاتھی پر بیٹھے ہیں۔ انھوں نے حکم دیا ہے کہ تم دونوں کو رسیوں سے باندھ کر ان کے سامنے لایا جائے۔"
"اور تم مجھے لینے آئے ہو؟"

"ہاں۔ لچھی کو باہر لاؤ۔" وہ ڈپٹ کر بولا۔

"تم آگے آؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا اور وہ دوسروں کی شکل دیکھنے لگا' پھر آگے بڑھ آیا۔ "تم اس معصوم سی لڑکی کی جان کے دشمن کیوں بن گئے ہو؟"

"اس کا پتی مر چکا ہے۔ اور اب اسے اپنے پتی کی راکھ کے ساتھ ہی راکھ بننا ہوگا۔ پورے سنسار میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہمارا دھرم یہی کہتا ہے اور ہم دھرم سیوک ایسا کر کے رہیں گے۔"

"کیا تمہیں گرنتھ ناتھ کا حشر نہیں معلوم۔۔؟"

"ہم موچی ماتا کے پجاری ہیں۔ تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"تو سنو دوستو۔ میں اب لچھی کا محافظ ہوں۔۔۔ اس لڑکی کی زندگی کے لئے میں تم سب کو قتل کر سکتا ہوں۔ تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اس لئے سب سے پہلے میں تمہیں لچھی کے نام پر قربان کرتا ہوں۔" میں نے لپک کر اس کی گردن پکڑ لی۔ حالانکہ وہ بھی خاصا قد آور تھا۔ لیکن تم جانتے ہو پروفیسر۔ میں کیا تھا۔ میری اب بھی یہی خواہش تھی کہ وہ لوگ واپس چلے جائیں اور میرے منہ نہ لگیں۔ اس لئے میں اس پہلے شخص کو ایسی موت مارنا چاہتا تھا کہ انہیں عبرت ہو۔ گردن سے پکڑے ہوئے شخص کو میں نے آسانی سے اُلٹا کر دیا اور اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں۔ اور پھر میں نے اسے درمیان سے چیر دیا۔ اس کے اُڑتے ہوئے لہو نے میرا لباس خراب کر دیا۔ اس کی آخری چیخیں بے حد بھیانک تھیں۔

لیکن مذہب کے نام پر آنے والے بالکل جوش میں آگئے۔ دونوں آدمی وحشیانہ انداز میں میری طرف بڑھے اور میرے گرز نما گھونسوں نے اُن کے بھیجے نکال دیئے۔ احاطے میں کھڑے ہوئے لوگوں نے جوان تینوں کو مرتے دیکھا' تو دیوانہ وار اپنے اپنے ہتھیار میرے اوپر تاک کر پھینکنے شروع کر دیئے۔ بہت سے نیزے تیشے میرے بدن سے ٹکرائے اور نیچے گر پڑے۔ تب میں نے اُن میں سے دو بھاری تیشے اٹھائے اور آگے بڑھا۔

جن لوگوں نے اپنے ہتھیار میرے اوپر پھینک مارے تھے وہ نہتے ہو کر پیچھے ہٹ گئے اور ہتھیار بند میرے مقابلے پر آگئے۔ تب میرے دونوں ہاتھ کام کرنے لگے۔ ایک بار پھر مجھے قتلِ عام کا ناگوار فرض انجام دینا پڑا لیکن میں نے خود تو دعوت نہیں دی تھی۔ جب۔۔۔ وہ مرنے آہی گئے تھے تو پھر میں اُن کی خواہش کیوں نہ پوری کرتا۔۔۔ چنانچہ آن کی آن میں' میں نے احاطے میں گھس آنے والوں کی گردنیں ان کے شانوں سے جدا کر دیں۔ ان کے اعضا اُن کے جسموں سے علیحدہ کر دیئے۔

مرنے والے چیخ رہے تھے۔ تڑپ رہے تھے۔ سرد ہو رہے تھے اور باہر کے لوگوں کو اطلاع مل چکی تھی کہ اندر جنگ شروع ہوگئی ہے لیکن وہ اس بات کے منتظر تھے کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ان کے آدمی میری اور لچھی کی لاشیں لئے ہوئے باہر آئیں گے۔ اور ہم دونوں کو آگ کی نذر کر دیا جائے گا۔

لیکن دھرم شالہ کے احاطے سے میں برآمد ہوا اور میرے دونوں ہاتھوں میں تیشے تھے جن سے خون دھاروں کی شکل میں بہہ رہا تھا اور میرے پورے کپڑے خون میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"دیولنے جے راج۔۔۔ میں نے ان سب بہادروں کو ٹھکانے لگا دیا ہے جو اندر آئے تھے۔ کیا تو واپس جائے گا۔۔۔ یا تیری بھی موت آئی ہے۔" میں نے گرج کر کہا۔

باہر والے چیخ پڑے تھے اور پھر اُن کی چیخوں کے درمیان جے راج کی آواز گونجی۔ "مار ڈالو۔ گھوڑوں سے روند ڈالو اسے۔ ایک ایک بوٹی کر دو۔۔۔ مارو۔ مارو۔۔۔" اور گھوڑے میری طرف دوڑ پڑے۔ لیکن ان کی پہنچ صرف میرے قریب تک تھی اور اس کے بعد تیشوں کی کاٹ تھی جو گھوڑوں کی مضبوط ٹانگوں کو موم کی طرح کاٹ رہے تھے۔ ان پر بیٹھے ہوئے سوار اپنے اپنے ہتھیاروں سے حسبِ توفیق میرے بدن پر حملے کر رہے تھے۔ اور ان حملوں کا نتیجہ دیکھنے کے قابل نہیں رہتے تھے کیونکہ اوندھے منہ گرتے اور پھر میرے تیشے ان کے بدن کو کسی بھی جگہ سے دو حصوں میں تقسیم کر دیتے۔ اب ظاہر ہے اس افراتفری کے عالم میں' میں یہ دیکھ کر تو حملہ کر نہیں سکتا تھا کہ تیشے کی دھار بدن کے کونسے نرم حصّے کو تلاش کرلے۔ ہاں میری سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ کوئی گھوڑے سوار دھرم شالہ کے بڑے دروازے سے اندر داخل نہ ہو سکے' اور اسی خیال کے تحت میں نے دروازے سے زیادہ آگے بڑھنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

جے راج کو شاید اپنی بینائی پر بھروسہ نہیں رہا تھا۔ وہ آنکھیں مل مل کر دیکھ رہا تھا کہ اس کے سورما ہتھیار نول کر جاتے ہیں اور بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے اُن کے گھوڑے میرے بدن کو پرزہ پرزہ کر دیں گے۔ لیکن میں یونہی کھڑا نظر آتا۔ اور گھوڑوں کے بدن کے حصّے مضحکہ خیز انداز میں اچھلتے نظر آتے۔

اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کی بینائی اسے دھوکہ نہیں دے رہی' تو پہلے اس پر حیرت کا حملہ ہوا' اور پھر خوف و دہشت کا۔ لیکن دوسری صورت حال بھی دلچسپ تھی۔ گھڑ سواروں کی جو دُرگت بنی تھی اسے دیکھ کر پیادوں نے عبرت پکڑی اور جس کا جدھر منہ اُٹھا بھاگ نکلا۔ لیکن چالاک لوگ اس خاموشی سے بھاگے تھے کہ جے راج کو خبر ہی نہیں ہوئی۔ اسے بالکل نہیں معلوم تھا کہ اب اُس کی فوج صرف تین آدمیوں پر مشتمل ہے۔ ایک ہاتھی بان اور دو اس کے ملازمِ خاص جو اس کے عقب میں موجود تھے اور ہاتھی پر موجود ہیں' کے فرائض بھول کر اب اپنی زندگیوں کی فکر میں تھے۔

ہاں سواروں نے بہادری سے جان دی تھی' اور اب صرف وہ تھے' جو میرے قریب آنے کے بجائے اِدھر اُدھر بھاگ نکلنے کی فکر میں تھے' اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔

میرے سامنے اب کوئی مقابل نہیں رہا تھا' چنانچہ میں آگے بڑھا۔ پیادہ فوج کے سپاہی اب کافی دُور نکل گئے تھے۔ مجھے چونکہ غصّہ تھا اس لئے میں جے راج کو بھی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔

"نیچے اُتر جے راج۔۔۔ کیا سوچ کر میرے سامنے آیا تھا۔ نیچے اُتر میں تجھے اس دلیری کا مزا چکھانا چاہتا ہوں۔" میں نے تیشہ ہلاتے ہوئے کہا۔

"حملہ کرو۔۔۔ قتل کر دو۔۔!" جے راج دانت بھینچ کر چیخا۔ لیکن نہ جانے اس نے کس سے یہ جملے کہے تھے۔ کوئی نہ آگے بڑھا تو اس نے پلٹ کر دیکھا' اور اب تو وہ بُری طرح بدحواس ہو گیا۔ "ہاتھی۔۔۔ ہاتھی چڑھا دو۔ ہاتھی چڑھا دو اس پر۔" اس نے خوفزدہ آواز میں کہا اور مہاوت نے ہاتھی کو اشارہ کیا۔ خوفناک جانور سونڈ اٹھا کر چنگھاڑتا ہوا میری طرف لپکا اور میں نے تیشہ سنبھال لیا۔

وار تو میرے ہوتے ہی جچے تلے تھے۔ ہاتھی کی سونڈ کا ایک بڑا ٹکڑا علیحدہ ہو گیا۔ اور خوفناک جانور نے ایک بھیانک چیخ ماری' اور اس کے بعد اس نے ہودا نیچے پھینک دیا اور پلٹ کر بھاگ نکلا۔ نیچے گرنے والے عجیب بے ترتیبی سے

گرے تھے لیکن میرے اوپر خون سوار تھا۔ میں نے ان کو ترتیب سے سلا دیا۔ جے راج کی گردن اچھل کر دُور جا گری اور باقی تینوں افراد کے اعضا بھی میں نے ترتیب سے علیحدہ کر دیئے اب کوئی نہیں بچا تھا۔ ہاں کچھ زخمی گھوڑے ضرور تھے، جو اُٹھنے کی کوشش کر رہے تھے اور ان کی اس کوشش سے خاصی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں، کچھ انسانی بدن جو جاندار تھے، ابھی تک اُچھل رہے تھے۔

میں نے جلتی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا، اور پھر میرا گرم ذہن سرد ہونے لگا! جب کوئی مقابل ہی نہ ہو تو پھر غصہ باقی رکھنے سے کیا فائدہ۔ میں نے دونوں تیشے پھینک دیئے۔ سارے کپڑے پھر خراب ہو گئے تھے اور اس بار ان پر خون کے بڑے بڑے چھکتے جم گئے تھے۔

لچھی کمزور دل ہے۔ کیا وہ مجھے اس عالم میں دیکھ سکے گی۔؟ میں نے سوچا۔ بہرحال مجبوری تھی۔ مرنے والوں کے لباس بھی اس قابل نہیں رہے تھے کہ میں انھیں استعمال کرتا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں نے سوچا اور پھر میں واپس دھرم شالہ کے اس کمرے کی طرف چل پڑا، جہاں لچھی موجود تھی۔

میں نے دروازے پر دستک دی۔ لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں سُنائی دی۔ تب میں نے آواز دی۔ "لچھی ــ" اور ایسا لگا جیسے لچھی دروازے کے پاس ہی کھڑی ہو۔ اور پھر زوردار آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ لچھی بے اختیار باہر نکلی لیکن مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ پھر اس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف اُبھر آیا۔ اور پھر وہ بڑی دلدوز آواز میں چیخی۔

"ہائے رام ــ ہائے رام ــ ہائے رام ــ مار ڈالا نا ــ ہائے رام۔" اور وہ میرے خون آلود بدن کی پرواہ کئے بغیر مجھ سے لپٹ گئی۔

بے وقوف ــ سمجھی تھی کہ میں بس لبِ دم ہوں ــ آخری بار اس سے ملنے آیا ہوں ــ وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔ "نہیں ــ نہیں ــ تم نہیں مرو گے ــ تم نہیں مرو گے ــ اب تو سارے سنسار میں تمہارے سوا میرا کوئی نہیں ہے ــ ہے بھگوان، ہمیں کون سے پاپ کی سزا دے رہے ہو۔" اس کی آواز ایسی دردناک تھی کہ میں بہت متاثر ہوا۔ اور میں نے اُسے خود سے لپٹاتے ہوئے کہا۔

"لچھی ــ لچھی ــ میں مر نہیں رہا۔"

"ہائے رام ــ تمہارے تو سارے بدن سے خون نکل رہا ہے۔"

"یہ خون میرا نہیں ہے لچھی ــ" میں نے کہا۔

"ایں ــ؟" وہ چونک کر مجھ سے علیحدہ ہو گئی۔

"ہاں لچھی ــ یہ خون میرا نہیں ہے۔"

"پھر کس کا ہے ــ؟" وہ تعجب سے بولی۔

"ان کا، جنھیں میں نے سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی ــ نہ ماننے اور میرے ہاتھوں مارے گئے۔"

"دشمن ــ دشمن بھاگ گئے ــ بیری چلے گئے ــ؟" وہ تعجب سے بولی۔

"ہاں ــ جنھیں جان پیاری تھی وہ بھاگ گئے ــ جے راج نہ جانے کیا سوچ کر آیا تھا۔ اُلو کے سور ماہیں یہ لوگ ــ ایک آدمی کو گرفتار کرنے کے لئے پوری فوج لائے تھے ــ لیکن بہرحال ــ جے راج مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گا۔"

"تو کیا ــ جے راج بھی آیا تھا ــ؟"

"ہاں۔"

"بھاگ گیا پاپی ــ؟"

"بھاگ کر کہاں جاتا لچھی ــ میں نے تم سے کہا تھا کہ اسے اچھا سبق دوں گا۔"

"پھر ــ پھر ــ کیا ہوا ــ؟" لچھی نے منہ پھاڑ کر پوچھا۔

"گردن علیحدہ پڑی ہے بدبخت کی۔"

"بھگوان کی سوگند ــ پاپی مارا گیا ــ؟" لچھی بچوں کی طرح خوش ہو کر بولی۔

"تمہیں اس کی موت سے خوشی ہوئی لچھی ــ؟"

"میں ہی کیا ــ جسے پتہ چلے گا خوش ہو گا۔"

"اوہو ــ کیوں ــ؟"

"ارے بڑا ہی پاپی تھا اکھٹس ــ نہ جانے کتنے جیون چھین لئے تھے اس نے ــ مگر ــ مگر تم نے اسے کیسے مار ڈالا ــ اس کے ساتھ تو بہت سے لوگ ہوں گے؟"

"ہاں تھے۔"

"پھر ــ انھوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ــ؟"

"جو عقلمند تھے بھاگ گئے ــ جنھوں نے بہادری دکھانے کی کوشش کی مارے گئے۔"

"ہائے رام ــ مگر تم تو اکیلے تھے ــ؟"

"اکیلا تو نہیں تھا۔"

"ارے ــ تو پھر کون تھا تمہارے ساتھ؟" لچھی تعجب سے بولی۔

"لچھی تھی۔" میں نے سوچا۔ یہ سب لچھی کے دشمن ہیں۔ اس کے کومل بدن کو آگ میں جلا دینا چاہتے ہیں۔ بس میں نے لچھی کا جیون بچانے کے لئے ان سب کو مار ڈالا۔

"ہائے ــ" لچھی نے آنکھیں بند کیں اور دوبارہ مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے میرے گندے بدن سے بھی گھن نہیں کھائی تھی۔ اس بار وہ کافی دیر تک مجھ سے لپٹی رہی۔ پھر بولی۔ "مگر تمہارے تو سارے کپڑے خراب ہو گئے؟"

"ہاں لچھی ــ"

"تمہارے بدن سے خون بھی نکلا ہو گا ــ؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"ارے تو پھر میں کیا کروں؟" وہ پریشانی سے بولی۔

"تم پریشان کیوں ہوتی ہو لچھی ــ دیکھو تو ــ تم نے اپنی ساڑھی بھی خراب کر لی ــ" میں نے اس کی ساڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے سمجھا تھا ــ میں نے سوچا تھا کہ تم گھائل ہو گئے ہو۔" وہ شرماتے ہوئے انداز میں بولی۔

"اوہ ــ اگر سچ مچ میں گھائل ہو کر مر جاتا لچھی تو ــ؟"

"تو ہم بھی پران دے دیتے ــ"

"کیوں ــ؟"

"پھر ہم جی کر کیا کرتے ــ تم نے ہی تو ہمارا جیون بچایا ہے، اب سنسار میں تمہارے بنا ہمارا ہے ہی کون ــ؟ ہم جیتے تو ہمارے بیری کہیں نہ کہیں سے ہمیں تلاش کر کے مار ڈالتے۔" لچھی ایک سسکی سی لیکر بولی۔

"تمہیں کوئی نہیں مار سکتا لچھی ــ کوئی بھی نہیں ــ تو اپنے جیون کی چنتا چھوڑ دے۔" میں بھی ان کی زبان کے کچھ لفظ بولنا سیکھ گیا تھا۔ اور لچھی عجیب سی نگاہوں سے

مجھے دیکھنے لگی ۔ پھر بولی۔

"اب کیا کریں مہاراج ۔؟"

"بس چلیں گے یہاں سے ۔ اب کون آئے گا۔"

"مگر تمہارے کپڑے ۔؟"

"ہاں ۔ میں بھی انہی کی وجہ سے پریشان ہوں۔"

"میں کنوئیں پر دھو دوں مہاراج ۔؟" اس نے کہا۔

"صاف نہیں ہوں گے لچھی ۔ بڑے پاپیوں کا خون ہے۔"

"پھر بھی ایسے تو ہو ہی جائیں گے کہ ...."

"لیکن میں کیا پہنوں گا لچھی ۔؟"

"تم ۔ تم ایسا کرو ۔ اندر کمرے میں چلے جاؤ ۔ وہاں سے کپڑے اُتار کر مجھے دے دو ۔ میں ڈول سے پانی کھینچ کر انہیں دھو دوں گی اور پھر سوکھنے کو ڈال دوں گی۔"

"تمہیں تکلیف ہوگی لچھی ۔؟"

"نہیں مہاراج ۔ تمہارے کام میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"جیسی تمہاری مرضی ۔" میں نے کہا۔ اور پھر لچھی کے کہنے کے مطابق میں نے کمرے میں جا کر لباس اتار دیا۔ خون آلود کپڑے بڑے ہی گندے تھے۔ میں نے لباس لچھی کے حوالے کر دیا۔ اور لچھی اسے لیکر چلی گئی ۔ میں نے دھرم شالہ کی زمین پر بیٹھ کر دیوار سے ٹیک لگائی اور اس دلچسپ سین کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا میرے لئے تعجب خیز نہیں تھا۔ درجنوں بار بے شمار لوگ میرے ہاتھوں سے مارے گئے تھے ۔ وجوہات مختلف تھیں۔ لیکن میں اس ہندی دوشیزہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اس عورت کی نسائیت بھرپور ہے، لیکن ابھی وہ بدن کے تقاضوں سے ناواقف ہے۔ ابھی اس نے مرد کی قربت سے لطف اندوز ہونا نہیں سیکھا۔ بہرحال ابھی وہ خوف کی منزل میں ہے ۔ اس کے ذہن سے خوف دُور ہو جائے ۔ پھر وہ ایک عمدہ ساتھی ہوگی۔

میں نے آنکھیں بند کرلیں ۔ اور پھر باہر میں نے بادلوں کی گڑگڑاہٹ محسوس کی ۔ دھرم شالہ کی کوٹھری تو ویسے ہی تاریک تھی ۔ تھوڑی دیر قبل بھی بادل ہو رہے تھے ممکن ہے بارش آنے والی ہو۔ میں نے کوٹھری کا دروازہ تھوڑا سا کھولا اور باہر کا منظر دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

ابھی سورج نکلے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی ۔ لیکن بادلوں کے عفریت نے روشنی نگل لی تھی۔ اندھیرا پھیل گیا تھا اور بجلیاں زور زور سے کڑک رہی تھیں۔ اور پھر اچانک کہیں بجلی گری۔ خوفناک کڑاکا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی لچھی کی چیخ بھی سُنائی دی۔ لیکن یہ چیخ دروازے کے پاس سے ہی اُبھری تھی۔

"لچھی ۔" میں نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر اسے آواز دی۔ میری آواز کے ساتھ ہی بجلی پھر زور سے کڑکی ۔ اس بار پھر کڑاکا زبردست تھا۔ تبھی لچھی کی چیخ بھی اُبھری اور پھر وہ میرے اوپر آگری ۔ میں نے اسے گرنے سے روکا تھا لیکن تاریکی میں میرے ہاتھوں اور بدن کے دوسرے حساس حصوں نے محسوس کیا، کہ لچھی کا بدن بھی پردے سے عاری ہے ۔ اس کے سیمیں بدن کے گداز حصے میرے بدن سے ٹکرائے اور میری کنپٹیوں میں خون ٹھوکریں مارنے لگا۔

لچھی کا لباس بھی اس کے بدن پر نہیں تھا۔

میں ایک لمحے کے لئے ساکت ہو گیا ۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ لچھی لباس سے عاری کیوں ہے ۔؟ ایک بار پھر میرا ذہن بھٹکنے لگا! لیکن اسی وقت لچھی کی سہمی ہوئی آواز سُنائی دی۔

"اندر چلیں مہاراج ۔ بھگوان کے لئے اندر چلیں ۔"

"ایں ۔" میں چونک پڑا ۔ لچھی کے آتشیں بدن کی گرمی ابھی تک میرے بدن میں سرایت کر رہی تھی۔

"اندر چلیں مہاراج ۔"

"کیوں ۔؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہمیں ۔ ہمیں بجلی سے بڑا ڈر لگتا ہے ۔ ہمیں شما کر دیں مہاراج ۔ پر ہم کیا کریں۔"

"اوہ ۔" میں نے خود کو جھنجھوڑ کر بیدار کیا۔ یہ تو ٹھیک نہیں تھا۔ میں... چھچھورے انسانوں کی طرح صرف اس کے بدن کے بارے میں سوچنے لگا ہوں۔ میں نے اس مظلوم کی زندگی بچائی ہے ۔ پھر کیوں میں اسے ہوس کی بھینٹ چڑھانے پر تیار ہوں ۔ یہ تو ٹھیک نہیں ہے۔ یہ تو خلافِ ظرف ہے۔

چنانچہ میں سنبھل گیا۔ "آؤ لچھی ۔ تم تو بہت ہی معصوم ہو۔"

"ہمیں شما کر دیں مہاراج ۔ ہم بہت دل کڑا کرنے کی کوشش کرتے رہے پر جب بجلی زور سے چمکی تو... تو ہم ..." لچھی سہمی ہوئی آواز میں بولی۔ اور اس آواز میں جذبات کا کوئی عنصر نہیں تھا۔ وہ صرف خوف کی آواز تھی۔ ایک سہمی ہوئی بچی کی آواز۔

میں اسے کوٹھری میں لے آیا۔ "دروازے کے پاس کیوں کھڑی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"ایں ۔" وہ جیسے چونک پڑی اور پھر وہ تڑپ کر مجھ سے جُدا ہو گئی۔ تاریکی میں وہ اپنا بدن چُرا رہی تھی۔ پھر وہ جلدی سے بیٹھ کر گٹھری بن گئی۔

"ڈر لگ رہا تھا تو اندر کیوں نہیں آ گئیں ۔؟"

"وہ ۔ ہماری ۔ ہماری دھوتی ۔"

"کیا ہوا اسے ۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ویسے میں نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا تاکہ وہ اپنی برہنگی کے احساس سے شرمندہ نہ ہو۔

"اس پر بھی تو خون کے دھبے لگ گئے تھے۔"

"اوہ ۔ ہاں ۔ جب تم میرے خون آلود بدن سے چمٹی تھیں۔"

"ہاں مہاراج ۔ آپ کے کپڑے دھونے کے بعد ہم نے سوچا۔ آپ تو اندر ہی ہیں۔ ہم بھی اپنی دھوتی دھولیں۔"

"اوہ ۔ اوہ ۔" میں نے گہری سانس لی۔

"مگر بارش ہونے لگی اور بادل گرجے ۔ تو ۔ تو ہم وہاں نہ رک سکے!"

"کوئی بات نہیں ہے لچھی ۔" میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا اب مجھے اس معصوم لڑکی پر ہنسی آ رہی تھی ۔ میں نے کافی حد تک خود پر قابو پا لیا تھا۔

"مگر مہاراج ۔ مگر کپڑے تو وہیں رہ گئے ۔"

"تو رہ جانے دو ۔"

"پہنیں گے کیا مہاراج ۔؟"

"بارش رک جائے گی، یا پھر۔۔ میں اٹھا لاتا ہوں۔" میں نے کہا۔
"بجلی بہت زور سے کڑک رہی ہے۔" وہ تشویش سے بولی۔
"کوئی بات نہیں ہے۔ کپڑے کنویں کے پاس ہی ہیں۔۔؟"
"ہاں۔"
"میں لا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔۔ اور دروازے سے باہر نکل گیا۔۔ مجھے ہنسی آرہی تھی۔ خوب تھی یہ لڑکی۔ دلکش، لیکن معصوم۔ بہرحال یہ تجربہ بھی عمدہ تھا۔ بارش ایسی زبردست ہو رہی تھی کہ چاروں طرف دھواں ہی دھواں پھیل گیا تھا۔ میں کنویں تک پہنچا۔ نے میرے کپڑے دھو کر اور شاید نچوڑ کر ایک طرف رکھ دیئے تھے۔ خود اس کی ساڑھی یونہی رکھی تھی، لیکن بارش سے وہ خود بخود دھل گئی تھی۔ بارش معمولی نہیں تھی۔

میں نے دونوں کپڑے اٹھائے اور انہیں لیکر واپس آگیا۔ لچھی اندر ہی تھی۔ میں نے دروازے پر رک کر آواز دی۔ "لچھی۔۔؟"
"جی مہاراج۔۔" دروازے کے قریب سے لچھی کی آواز سنائی دی۔
"یہ ساڑھی لے لو۔" اور لچھی کا ہاتھ باہر نکل آیا۔ اس نے ساڑھی لے لی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ اور پھر اپنے کپڑوں سے پانی نچوڑنے لگا۔ خون دھل گیا تھا، لیکن رنگ چھوڑ گیا تھا۔ بہرحال اس وقت ان کپڑوں کے علاوہ اور پہن بھی کیا سکتا تھا۔ میں نے وہی کپڑے پہن لئے۔
چند ساعت کے بعد اندر سے لچھی کی آواز سنائی دی۔ "مہاراج؟"
"ساڑھی پہن لی لچھی۔۔؟"
"ہاں مہاراج۔"
"میں اندر آجاؤں۔۔؟"
"آجایئے۔" اس نے کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ لچھی نے حسب توفیق ساڑھی سے پانی نچوڑ لیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ اسکے بدن سے چپکی ہوئی تھی اور اس تاریکی کے باوجود اس کا انگ انگ تڑپ رہا تھا۔ اس کی جوانی بے نقاب ہو رہی تھی۔ بڑی سخت آزمائش تھی میرے لئے۔۔ لیکن بہرحال میں ایک سخت انسان تھا۔ دوسروں کے ساتھ ساتھ خود پر بھی سختی کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنا دل سخت کر لیا۔ اس کی مطلب کی گردن دبادی۔ لچھی بھی خاموش تھی۔ میں نے اس کے قریب جا کر پوچھا۔
"بھوک لگ رہی ہے لچھی۔۔؟" اور اس نے گردن ہلادی، مجھے اس معصوم بکری پر ہنسی آگئی۔ سب کچھ ہو رہا تھا۔ بڑی ہی بیوقوف لڑکی تھی۔
"تو میں جا رہا ہوں تیرے لئے کھانے کا بندوبست کروں۔"
"نہیں نہیں مہاراج۔۔ بارش میں کہاں جائیں گے۔"
"تو بھوکی جو ہے لچھی۔"
"تو مر تھوڑی جاؤں گی۔ . . . . میں نے کنویں کی دوسری طرف اس کوٹھری کے پیچھے رسوئی دیکھی ہے۔ بارش رک جائے تو دیکھیں گے شاید وہاں کھانے کی کوئی چیز ہو۔"
"اوہ۔۔ ہاں۔۔ یہ تو معلوم ہی نہیں کہ اس کمرے کے پیچھے کیا ہے۔۔ میں وہاں جاؤں۔۔؟"
"نہیں مہاراج۔ کپڑے بھیگ جائیں گے۔"
"نہیں لچھی میرے اوپر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"تمہیں ہماری سوگند۔۔ نہ جاؤ۔" لچھی نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔
"تیری مرضی۔ پھر بیٹھ جا۔" اور وہ ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئی۔ میں بھی اس کے نزدیک ہی بیٹھ گیا تھا۔ میری نگاہیں بار بار اس کی طرف اٹھ جاتیں۔ وہ بھی گردن جھکائے کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کافی وقت گزر گیا۔ بارش اسی زور و شور سے جاری تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے بارش کبھی بند نہیں ہوگی۔
جب بہت دیر گزر گئی تو میں نے لچھی سے کہا۔ "لچھی۔۔ بارش تو بہت دیر تک بند نہیں ہوگی، ایسا کرتے ہیں، دونوں رسوئی چلتے ہیں۔"
"ایں۔۔؟" وہ چونک پڑی۔ جیسے یہ خیال اب تک اس کے ذہن میں نہ آیا ہو۔
"ہاں۔ کپڑے یونہی کون سے سوکھے ہوئے ہیں۔ تھوڑے سے اور بھیگ جائیں گے۔"
"چلو مہاراج۔" لچھی نے کہا۔ اور میں اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر نکل آیا۔
ہم دونوں دوڑتے ہوئے، اس بہت چھوٹے کمرے میں آئے جسے لچھی نے رسوئی کہا تھا۔ وہ اس کمرے کو اس لئے پہچان سکی، کہ اس کی چھت پر اینٹوں کی دھواں نکلنے والی چمنی بنی ہوئی تھی۔ رسوئی میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ اندر کچھ لکڑی کے ڈبے دو تین میلے کپڑے۔ ایک چھوٹا سا آتشدان جس پر دو اینٹیں رکھ کر چولہا بنا دیا گیا تھا۔ ان چیزوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ اس آتشدان کے نیچے ایک انتہائی کارآمد چیز پڑی ہوئی تھی۔ یہ سوکھی لکڑیاں تھیں۔
لیکن لچھی نے لکڑی کے ڈبے دیکھے۔ ایک ڈبے میں تھوڑا سا آٹا رکھا ہوا تھا۔ اور دوسرے میں گڑ۔۔! لچھی ان چیزوں کو دیکھ کر اچھل پڑی۔
"کھانے کی چیزیں ہیں مہاراج۔"
"یہ۔۔؟" میں نے کہا۔
"ہاں۔"
"مگر اس آٹے کی روٹی تم کیسے پکاؤ گی لچھی۔۔؟"
"یہ آٹا نہیں ہے مہاراج۔۔" لچھی میری ناسمجھی پر مسکرائی۔
"ارے۔ پھر کیا ہے۔۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
"ستو ہیں۔۔ اور یہ گڑ ہے۔"
"تو اب اس کا کیا کریں گے۔۔؟"
"میں بتاتی ہوں۔" لچھی نے کہا اور پھر کنویں کی طرف دیکھ کر بولی۔ "تم ڈول میں تھوڑا سا پانی لے آؤ۔"
"ابھی لایا۔" میں نے جواب دیا۔ اور میں پانی لے آیا۔ لچھی نے اس آٹے نما شے کو ڈول میں ہی گھولا اور پھر اس میں گڑ ملا کر گوندھنے لگی۔ اور نہ جانے کیسی غذا تیار کر لی اس نے۔ پھر اس نے نہایت فخر کے ساتھ اپنا یہ کارنامہ میرے سامنے پیش کر دیا۔ اور میں نے یہ عجیب و غریب ستو کھائے۔
نہ جانے کیا تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ بہرحال پیٹ بھرنے کے لئے ٹھیک تھے۔ لچھی نے بھی کھائے اور پھر میں دوبارہ ڈول میں پانی لے آیا۔ جسے ہم دونوں نے پیا، پیٹ واقعی بھر گیا تھا۔
"مہاراج۔۔؟" لچھی نے چند منٹ کے بعد کہا۔
"ہوں۔"
"ہم ان لکڑیوں کو لے چلیں۔ جلالیں گے۔ اور کپڑے خشک کر لیں گے۔"
"نہیں کیوں نہ جلالیں لچھی۔ کپڑے یہیں سکھالیں گے۔ مگر انہیں جلانا آسان

نہیں ہوگا۔ تھپڑوں سے یہ آگ نہیں پکڑ سکیں گی۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے۔" لچھی نے گردن ہلائی۔

"چھوڑو لچھی۔ کپڑے بدن کی گرمی سے سوکھ جائیں گے۔ آؤ۔ واپس چلیں۔"

"بارش تو بند ہی نہیں ہوگی۔" لچھی نے میرے ساتھ نکلتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم دونوں واپس کمرے میں آ گئے۔ اس دوران میرے ذہن میں ایک چبھن رہی تھی۔ نہ جانے میرا گھوڑا کہاں گیا۔ پتہ نہیں۔ . . . . . . اس نے کچھ کھایا بھی یا نہیں۔ ویسے دھرم شالہ کے احاطے میں وہ مجھے نظر نہیں آیا تھا۔

اگر وہ بھاگ بھی گیا ہے تو اب اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ کیا کرتا بیچارہ۔ میں نے طویل سانس لی۔ پیٹ بھر گیا تھا اور اب لچھی کسی حد تک پُرسکون نظر آ رہی تھی۔ بارش اسی زور و شور سے جاری تھی۔

"معلوم ہوتا ہے لچھی۔ آج رات بھی یہیں گزارنی پڑے گی۔"

"ہاں مہاراج۔ بارش خوب زور کی ہو رہی ہے۔"

"کیا فرق پڑتا ہے۔ ہمیں کونسا منزل پر پہنچنا ہے۔"

"ہاں۔ مگر. . ."

"مگر کیا. . .؟"

"میں سوچ رہی تھی۔ کوئی اور نہ آ جائے۔ میرا بیری تو اب سارا جہان ہو گیا ہے۔"

"آ جائے تو کیا پائے گا لچھی۔ ابھی تو نے باہر کا منظر نہیں دیکھا۔" میں نے جواب دیا۔ بہر حال لچھی نے میرے جواب پر توجہ نہیں دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بولی۔

"مہاراج۔"

"تمہارے ہاں مہاراج کسے کہتے ہیں لچھی۔؟" میں نے فوراً سوال کر دیا۔

"مہاراج۔ مہاراج۔ بڑے کو۔ راجہ کو۔ سادھوؤں کو۔ جس کی ہم عزت کرتے ہوں۔" لچھی نے جواب دیا۔

"اوہ۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"کیوں۔ تم نے ایسے کیوں پوچھا۔؟"

"یونہی لچھی۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔" میں نے جواب دیا۔ وہ اپنی کالی غزالی آنکھوں سے کئی ساعت مجھے دیکھتی رہی۔ پھر گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ آسمان پر سورج ہی نہیں تھا جس سے وقت کا پتہ چلتا، بارش کی وجہ سے باہر بھی نہیں نکلا جا سکتا تھا پھر جب تاریکی اور گہری ہو گئی تو اندازہ ہوا کہ رات ہو گئی ہے۔ رات کے کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی، میری تو کوئی بات نہیں تھی، بس مجھے لچھی کا خیال تھا، لیکن لچھی کے انداز سے بھی پتہ چلتا تھا کہ اس وقت اسے خاص بھوک نہیں ہے اور ہوتی بھی تو اس وقت میں اس کے لئے خوراک کہاں سے مہیا کرتا۔ چنانچہ خاموش ہو گیا۔

لیکن جوں جوں رات بڑھتی گئی، دھرم شالہ کے اندر اور باہر کا ماحول بھیانک ہوتا گیا۔ لچھی اس کالی رات سے بہت ڈرتی تھی۔ بارش ہلکی ہو گئی تھی، لیکن بجلی اب بھی چمک رہی تھی۔

"کل کا دن۔" میں نے لچھی کو مخاطب کیا۔ "کل کا دن کیسا بھی ہو لچھی۔ کل صبح ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"مہاراج۔ بڑی منحوس جگہ ہے۔" لچھی کی آواز میں خوف کا عنصر تھا۔

"تم ڈر رہی ہو لچھی۔؟"

"آج تو۔ آج تو تیل بھی نہیں ہے مہاراج۔" لچھی نے کہا۔

"تو کیا فرق پڑتا ہے۔ تم میرے پاس سو جانا۔" میں نے کہا اور لچھی کی گردن جھک گئی۔ میں نے چند ساعت اس کے جواب کا انتظار کیا اور پھر بولا۔ "کل رات۔ ڈر لگا تھا۔ اس وقت۔ جب تم مجھ سے چمٹ کر سو گئیں تھیں۔"

"لاج آوے ہے مہاراج۔" لچھی کی شرمگیں آواز ابھری۔

"ڈر تو نہیں لگے گا!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ویسے صبح کو میں سو گیا تھا جب تو میرے پاس سے اٹھ گئی تھی۔"

"من میں۔ نہ جانے کیا ہونے لگے ہے مہاراج۔ پورے شریر میں بھنور پڑنے لگیں ہیں۔ بس۔" لچھی نے سادگی سے کہا۔ لیکن میں ان جملوں کے سحر میں کھو گیا۔ لچھی نے کتنی سادگی سے کتنی بے خبری سے اپنی جذباتی کیفیت کا اظہار کر دیا تھا۔ اسے احساس نہیں تھا کہ یہ الفاظ کیا جادو جگا سکتے ہیں۔

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ تاریکی میں بھی میری آنکھیں اسے دیکھ سکتی تھیں۔

کچھ وقت اور گزر گیا۔ میں بڑے اطمینان سے زمین پر لیٹ گیا۔ لچھی ابھی دیوار سے ٹکی بیٹھی تھی۔ بار بار وہ گردن گھما کر چاروں طرف دیکھنے لگتی۔ میں نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کر لی تھی۔

اور پھر لچھی خود ہی خاموشی سے گھبرا گئی۔ "مہاراج۔" اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اس کی پکار کا جواب بھی نہیں دیا۔

"ہائے رام۔ سو گئے مہاراج۔ دروازہ کھلا ہوا ہے۔ سانکر لگا دوں۔"

لیکن میں نے اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ تب وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ٹٹولتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی، کواڑ بھڑے ہوئے تھے، اس نے زنجیر چڑھا دی اور سکون کی گہری گہری سانسیں لیں۔ پھر وہ اسی کونے کی طرف بڑھی جس میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن درمیان میں رُک گئی۔ میری طرف دیکھا اور دیکھتی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے پاس آئی، اور بیٹھ گئی۔ عجیب سی کشمکش تھی اس کے چہرے پر۔ جیسے وہ میرے پاس لیٹنے نہ لیٹنے کا فیصلہ کر رہی ہو۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لی، اور مجھ سے چند انچ کے فاصلے پر لیٹ گئی۔ ! میں نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ خاموش رہوں گا۔ لطف آ رہا تھا اس کی ذہنی کشمکش میں۔ میں اپنی اس ذہنی کیفیت کو نیک نیتی نہیں کہوں گا پروفیسر لیکن میں اپنے طور پر اسے مائل بھی نہیں کر رہا تھا۔ ہاں میرے دل میں ایک دبی دبی آرزو ضرور تھی کہ وہ میری عورت بن جائے۔ میں اس ہندی دوشیزہ کے سیمیں بدن کی. . . لطافتوں کو پالوں اور اس کی وجہ یقیناً یہ تھی کہ ایک طویل عرصے سے میں عورت سے دور تھا۔ سکندر کے عہد میں تو عورت کی شکل دیکھنے کو ترس گیا تھا۔

گو میرے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ اس معصوم حسینہ کو اس کی مرضی کے خلاف کسی طور استعمال نہ کروں۔ لیکن وہ راغب ہو جائے "یہ میری دلی خواہش تھی۔"

میں خاموش لیٹا رہا۔ روشنی کی کرنیں دروازے سے جھانکتیں اور معدوم ہو جاتیں، بجلی برابر چمک رہی تھی۔ کبھی کبھی بادل بھی گرج اٹھتے۔ میں نے چور نگاہ لچھی پر ڈالی۔ اس کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں۔ میں نے اب بھی صبر کیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد لچھی نے گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ دیکھتی

رہی۔ باہر بادل گرجے اور وہ میرے نزدیک سرک آئی۔

"مہاراج۔ مہاراج۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیا بات ہے لچھی۔؟" میں نے اب خاموش رہنا مناسب نہیں سمجھا۔

"ہمیں۔ ہمیں جاڑا لگ رہا ہے مہاراج۔"

"ارے۔ تو اتنی دور کیوں لیٹی ہو۔ آؤ۔ میرے پاس آجاؤ۔" میں نے کہا۔ اور وہ آگے سرک آئی۔ اور میں نے اسے خود میں سمیٹ لیا۔ لیکن اس کا بدن گرم ہو رہا تھا۔ "اوہ۔ تمہارا تو بدن تپ رہا ہے۔"

"تاپ آگیا ہے مہاراج۔"

"پانی میں بھیگنے سے۔" میرے دل میں اس کے لئے ہمدردی جاگ اٹھی جذبات کا بھوت ایکدم اتر گیا تھا۔

"ہاں۔ ماں کبھی بھیگے کپڑے نہیں پہننے دیتی تھی۔ وہ ایک سسکی سی لیکر بولی۔

"تو پھر۔ تو پھر تم نہ پہنتیں لچھی۔ میں اب، تمہارے لئے غیر نہیں ہوں۔ تمہاری ساڑھی اب بھی بھیگ رہی ہے۔" میں نے کہا۔ وہ کچھ نہ بولی۔ میں نے اسے اپنے بدن سے خوب بھینچ لیا۔ بھیگی ساڑھی کی طرف متوجہ کرنے میں بھی کسی سفلی جذبے کو دخل نہیں تھا۔

"لچھی۔" میں نے چند ساعت کے بعد اسے آواز دی۔

"ہوں۔" وہ پھولی ہوئی سانس کے دوران بولی۔

"نیند آرہی ہے تو سو جاؤ۔"

"نیند نہیں آرہی مہاراج۔"

"تو باتیں کرو۔" میں نے پیار سے کہا اور اس کی ٹھوڑی اونچی کر لی۔

"مہاراج۔" لچھی کے ہونٹوں کی بھاپ میرے ہونٹوں پر لگ رہی تھی۔ "جب ہم تمہارے شریر سے لگتے ہیں تو ہمارے شریر میں چتا سی کیوں بھڑک اٹھتی ہے؟"

اس سوال نے پھر مجھے پریشان کر دیا۔ میں اسے کیا جواب دیتا۔

"بتاؤ مہاراج۔ کیا تمہارے شریر میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔؟"

"خاموش ہو جاؤ لچھی۔!" میں نے جلتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں۔؟" اس نے سوال کیا۔

"یہ چتا بجھ بھی جاتی ہے لچھی۔"

"بجھ جاتی ہے مہاراج؟" وہ اشتیاق سے بولی۔

"ہاں۔"

"پر کیسے۔؟"

"یہ جاننا تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا۔"

"کیوں مہاراج۔؟"

"پھر تم میرے اوپر اعتماد کرنا چھوڑ دوگی۔" میں نے کہا۔

"مگر کیوں۔؟"

"تم اس آگ کو بجھانا چاہتی ہو لچھی۔؟"

"ہاں مہاراج۔ نہ جانے من کیسا ہو رہا ہے۔ یہ ہمارا من کیسا ہو رہا ہے مہاراج؟" معصومانہ سوال۔ لیکن اب میرا بدن اس سے بھی تیز بھڑکنے لگا تھا۔

"مہاراج۔؟" اس نے پھر میرا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کر لیا۔ اور اب بے صبر کا یارا نہ تھا۔ میرے ہاتھ آگے بڑھے۔ معصوم لچھی سب کچھ جان لینے کی خواہشمند، سب کچھ سمجھ لینے کی دلدادہ۔ اور اب میں بخل سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ میں نے اسے سب کچھ سمجھا دیا اور اس نے سب کچھ جان لیا۔ تب وہ پُرسکون ہو گئی اور بڑے معصومانہ انداز میں میرے گرم بدن سے لپٹ کر سو گئی۔

لیکن میری آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ میں سوچ رہا تھا۔ میں نے اچھا نہیں کیا، کل صبح جب لچھی اُٹھے گی، سوچے گی تو اس کی آنکھوں میں میرے لئے وہ احترام نہ ہوگا۔ وہ سوچے گی۔ میں نے جو اس کی مدد کی تھی، اس کا معاوضہ وصول کر لیا۔ اور یہ حقیقت تھی۔ وہ پہلی عورت تھی جس کے بارے میں، میں نے یوں سوچا تھا۔ لیکن صبح کو لچھی مجھ سے پہلے ہی جاگ اٹھی۔ اس کی ساڑھی اس کے بدن پر تھی اور وہ مسکرا رہی تھی۔! میں نے اسے دیکھا۔ اور وہ مجھے بے حد حسین نظر آئی۔ ایک ہی رات میں وہ پھول کی طرح شگفتہ ہو گئی تھی۔ اب اس کے چہرے پر زیادہ اعتماد تھا۔ غم کی جو پرچھائیاں اسکے چہرے پر مستقل رہتی تھیں اس وقت موجود نہ تھیں۔ اسکے بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں بغور اس کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا۔ یہ ساری کیفیات میں نے نوٹ کیں اور مجھے کسی حد تک سکون ہو گیا۔ اس کے تاثرات وہ نہیں تھے، جو میں نے سوچا تھا۔

"انوپی۔" لچھی نے آواز دی۔ "اٹھو گے نہیں انوپی۔؟" اور میں اس نئے نام پر چونک پڑا۔ پھر اٹھا۔ اور پھر میں نے لچھی کے قریب آکر اسے غور سے دیکھا۔ لچھی خوامخواہ ہنس پڑی۔ بڑی مسرور کن ہنسی تھی۔ چہرہ گلابی ہو رہا تھا اس کا۔

"یہ میں مہاراج سے انوپی کیوں ہو گیا۔؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہو گئے بس۔" وہ ناز سے بولی۔

"اچھا۔ چلو ہو گیا۔ لیکن یہ انوپی کیا ہوتا ہے؟"

"ہمیں نہیں معلوم۔ بس تم انوپی ہو۔ اس نے کہا۔ اور میں نے گہری سانس لی۔ پھر میں اس کے اور قریب پہنچ گیا۔ اور میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

"لچھی۔؟" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ کھسک کر میرے سینے سے آلگی۔

"ہوں۔!" وہ آہستہ سے بولی۔

"تو مجھ سے خفا تو نہیں ہے۔؟"

"کیوں۔؟ خفا کیوں ہوتی۔؟"

"اوہ۔" میں نے سکون کی ایک اور سانس لی۔ پھر اس کے شانوں پر گرفت تنگ کرتے ہوئے بولا۔ "تیرے من کی، تیرے شریر کی چتا ٹھنڈی ہو گئی۔؟"

"ہائے رام۔ ایسی باتیں مت کرو۔!" وہ شرما کر بولی۔

"کیوں۔؟"

"لاج آوے ہے۔" اس نے شرمگیں لہجے میں کہا۔ میں نے اس کی ٹھوڑی کو انگلی لگا کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا اور کنول کی طرح کھلی شرمگیں آنکھوں کو چوم لیا۔ لچھی چھوئی موئی ہو گئی تھی۔

"بارش بند ہو گئی ہے لچھی۔" تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔

"ہاں۔ آکاش کیسا نکھر آیا ہے۔ بس اب ہم یہاں سے چلیں گے۔"

"ابھی چلیں گے۔ کافی وقت گزارا ہم نے اس دھرم شالہ میں۔ آؤ۔" میں نے کہا۔ میرے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ لچھی بھوکی ہے۔ بہرحال اس کے لئے کھانے کا بندوبست کرنا ضروری ہے

ہم دونوں دھرم شالہ سے باہر نکلے۔ تب پہلی بار لچھی نے میرے کارنامے

دیکھے۔ بے شمار لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ بارش نے ان کا خون دھو دیا تھا اور ان کے زخم سفید پڑ گئے تھے لیکن بہرحال ان کے چہرے بھیانک ہو گئے تھے اور لاشوں سے کسی حد تک تعفن اُٹھ رہا تھا۔ لچھی ایک چیخ مار کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"ہائے رام۔ ہائے رام۔" وہ منہ چھپاتے ہوتے بولی۔

"کیوں لچھی۔۔۔ ڈر رہی ہو۔۔؟"

"یہ۔۔۔ یہ اتنے سارے۔ اتنے سارے انوپی!۔۔۔ ان سب کو تم نے مارا ہے؟"

"یہ تمہارے دشمن تھے لچھی۔۔۔ اور میں نے تم سے کہا تھا کہ اس بار میں انہیں اچھا سبق دوں گا۔"

"تم نے انہیں گھوڑوں سمیت مار دیا۔؟"

"ہاں۔۔۔ وہ گھوڑوں سے مجھے روند دینا چاہتے تھے۔"

"جیسے راج کا مرد وہ بھی یہیں پڑا ہے؟"

"دیکھو گی۔۔؟"

"نہیں نہیں۔ بھگوان کے لئے یہاں سے جلدی نکل چلو۔ مجھے بڑا ڈر لگ رہا ہے" لچھی نے کہا اور میں نے رفتار تیز کر دی۔ تھوڑی دیر بعد ہم دھرم شالہ سے بہت دور نکل آئے لچھی تقریباً میرے ساتھ دوڑ رہی تھی۔۔۔ اور نہ جانے کیوں وہ مجھے دوڑتی ہوئی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ پھر اس نے رفتار سست کر دی۔ وہ ہانپنے لگی تھی۔

"اب ہم دور نکل آئے ہیں۔ آرام سے چلو۔" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی وہ بڑی پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم خود کو منش کہتے ہو۔۔۔ میں نہیں مانتی۔"

"اچھا۔ کیوں۔؟"

"اتنے سارے بیریوں کو تم نے اکیلے مار ڈالا اور وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے، تمہارے شریر پر تو ایک بھی گھاؤ نہیں لگا۔ یہ کام منش کا تو نہیں ہو سکتا۔"

"اوہ۔ تمہارا پریم میرے بدن میں سرایت کر گیا تھا۔ میں نے انہیں اس لئے مارا کہ وہ میری لچھی کے دشمن تھے۔"

"تمہاری لچھی۔۔۔" لچھی نے مسرت بھرے انداز میں کہا۔

"ہاں۔ کیا تم اب میری لچھی نہیں ہو۔۔؟"

"ہوں۔" اس نے ادائے محبوبانہ سے کہا۔ "مگر میں نے تمہارا نام انوپی ٹھیک رکھا ہے۔"

"انوپی کون ہے؟"

"ایک دیوتا۔۔۔ خوشیوں کا دیوتا۔ بڑا ہی سندر۔ بڑا ہی من موہن۔ بستی کی کنواریاں بَر مانگنے اس کے دوار جاتی ہیں اور اس کے بُت کو دیکھ کر سوچتی ہیں کہ کاش انوپی دیوتا منش سمان ہوتا اور ان کا دواہ اس سے ہو جاتا۔"

"تب تو تم نے بڑی عزت دی ہے مجھے۔" میں نے متاثر ہو کر کہا۔

"غلط تھوڑی دی ہے۔" لچھی مسکراتے ہوئے بولی۔

"اچھا۔؟"

"انوپی کے مندر میں اس کا چِتر سا کر اگر تم کھڑے ہو جاؤ۔ تو بستی کی کنواریوں کے من سُلگ اٹھیں۔ پھر تو وہ وہاں سے جانے کو بھی نہ سوچیں اور ان کے ماتا پتا زبردستی انھیں پکڑ کر لے جائیں۔"

"خوب۔ تم تو خوب باتیں بنانے لگیں لچھی۔"

"میرے من کا کرودھ مٹ گیا ہے انوپی۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے بھاگ کے اندھیرے ٹوٹ گئے ہیں اور اب کوئی مجھے ان اندھیروں میں نہیں لیجا سکے گا اگر کسی نے مجھے اندھیروں میں لے جانے کی کوشش کی، تو تمہارے شریر سے پھوٹنے والی چندر ماجیسی کرنیں ان اندھیروں کو روشنی میں بدل دیں گی۔"

"اتنا بھروسہ ہو گیا ہے تمہیں میرے اوپر۔"

"اس سے بھی زیادہ انوپی۔" لچھی نے کہا اور بے اختیار میرے سینے سے آلگی میں نے بھی دل سے اس کی محبت قبول کی اور پوری پوری گرمجوشی کا ثبوت دیا۔

اور یہ سب کچھ میرے لئے انوکھا نہیں تھا پروفیسر۔ عورت اور مرد ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ کرۂ ارض پر جہاں بھی یہ مخلوق موجود ہے فطری طور پر ایک دوسرے کی جانب راغب ہے۔ شکلیں اور انداز مختلف ہیں اور جب کوئی مرد اپنی عورت کو چاہتا ہے، یا کوئی عورت اپنا مرد حاصل کر لیتی ہے تو اس کے اندر دبے ہوئے محبت کے سوتے پھوٹ نکلتے ہیں۔ پھر وہ دونوں خود سے زیادہ دوسرے کو خوش کرنے اور انھیں سکھ پہنچانے میں کوشاں ہو جاتے ہیں۔ انسان کی مسخ شدہ شکل کو نظر انداز کر دو، میری نگاہ میں جو لوگ عورت کے نام پر جرائم کرتے ہیں، وہ عام انسان نہیں ہوتے۔ عام انسان تو صرف پیار کرتا ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔۔۔ لچھی کو آگ کی نذر کیا جا رہا تھا۔ اس نے اپنے شوہر کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔ اگر وہ کچھ عرصے اپنے شوہر کے ساتھ رہ لیتی تو پھر شاید۔ اپنے مذہب کے خوف اور اپنے شوہر کے پیار کی وجہ سے وہ بخوشی آگ میں کود جاتی۔ خود اس کا دل ہی اپنے مرد کے بغیر زندہ رہنے کو نہ چاہتا۔ اور پھر یہ اس کے مذہب کی رسم بھی تھی۔

لیکن اس کی زندگی میں تو اس کا مرد آیا بھی نہیں تھا۔ پھر وہ اس کے لئے جان کیسے دے دیتی۔۔۔ اور اب اس کی محبت کے سوتے میرے لئے کھل گئے تھے۔ میں نہ صرف اس کا محسن تھا۔ میں نے نہ صرف اس کی جان بچائی تھی، بلکہ اب میں اس کی زندگی کا پہلا مرد بھی تھا۔ چنانچہ اس کی محبت اب صرف میرے لئے تھی۔۔ اور اس کے دل میں اب میری طرف سے کوئی اجنبیت، کوئی حجاب نہیں تھا۔

ہماری خوشیوں میں ایک اور آواز نے اضافہ کر دیا۔ یہ گھوڑے کی ہنہناہٹ تھی۔۔۔ اور یہ ہمارا ہی گھوڑا تھا، جس نے اتنا وقت نہ جانے کہاں آوارہ گردی میں گزارا تھا۔۔۔ نہ جانے اس نے اس طوفانی بارش میں کہاں پناہ لی تھی۔ بہرحال وہ وقت پر اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو گیا تھا۔

میں خوشی سے اچھل پڑا۔ میں نے پلٹ کر گھوڑے کو دیکھا۔ اسے آواز دی اور وہ میرے قریب آ گیا۔

"ہائے رام۔ یہ کہاں سے آ گیا۔؟"

"گھوڑا۔۔۔ ازلی طور پر وفادار ہے لچھی۔۔۔ مجھے اپنی فکر نہیں تھی، لیکن تمہیں پیدل چلتے دیکھ کر میں خوش نہیں تھا۔۔۔ اور سوچ رہا تھا کہ کاش میں تمہارے دشمنوں میں سے کسی کے گھوڑے پر قبضہ کر لیتا۔"

"اب تو یہ آ گیا۔"

"ہاں۔" میں نے لچھی کو گھوڑے پر سوار کرتے ہوئے کہا اور خود بھی اس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ تب گھوڑے نے سست رفتاری سے سفر شروع کر دیا ویسے وہ سست نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بھوکا نہیں ہے۔ کہاں سے

حاصل کی تھی تم نے خوراک۔ خوب چاق و چوبند ہو۔؟

میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ لچھی اب خوب باتیں کر رہی تھی۔ معصوم معصوم سی، اس کی خوشیوں کی مظہر اور میں ان باتوں کو پوری دلچسپی سے سن رہا تھا۔ سوچ رہا تھا وہ بھوکی ہے۔ لیکن اس کی کسی بات سے اس کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ وہ صابر تھی اور عورت۔۔۔ شاکر ہوتی ہے اس عورت کی بات کر رہا ہوں پروفیسر جو حقیقی عورت ہے۔ جو قدرتی عورت ہے حالانکہ ستاروں کی پیشگوئی کے مطابق وہ دور بھی ہے جس دور کی عورت، عورت کا مذاق ہوگی، جسمانی طور پر وہ عورت ہوگی، لیکن عورت کی روح اس میں مر چکی ہوگی، اپنی نسائیت اور اس کے تقاضوں سے بے پرواہ ہو کر وہ مردوں کے برابر کھڑی ہونے کی کوشش کرے گی۔ حالانکہ دونوں کے مقام الگ الگ ہیں پروفیسر۔۔۔ اس میں عورت جیسی کوئی بات نہ ہوگی، سوائے اس کے کہ وہ بستر پر مرد کی طلب گار ہوگی۔ ہاں پروفیسر میری اس پیشگوئی کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ عورت مرد کی مانند مرد کا شکار کرے گی، اس کی سوچ بالکل بدل چکی ہوگی لیکن پروفیسر۔۔۔ وہ مصنوعی عورت رہ جائے گی، مرد کے دل میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہوگی۔ [illegible] نسائیت کو ضرور کھو رہیں گے لیکن وہ [illegible] اصلیت وہ کھو چکی ہوگی۔ اس کی روح عورت [illegible]

اور یہ آریوں کے دور کی عورت تھی جو بھوکی تھی۔ لیکن [illegible] میں خوش تھی اور میں صدیوں کا مرد۔۔۔ صدیوں سے عورت آشنا، اس عورت کے بارے میں سوچ رہا تھا، پریشان تھا کہ اسے خوراک مہیا کروں۔ کیونکہ وہ عورت ہے۔ کیونکہ وہ میری عورت ہے۔

میں نے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی۔ میری نگاہیں سبزے کی تلاش میں تھیں اور تم جانتے ہو کہ میں تو دور دور تک دیکھ سکتا تھا، ان جگہوں تک جہاں عام انسان کی نگاہیں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔۔۔ اور سورج خوب چمک اٹھا تھا۔ دور دور تک کے نظارے صاف تھے۔

تب میں نے کافی فاصلے پر درختوں کی چوٹیاں دیکھیں، اور جہاں درخت ہوتے ہیں وہاں بہت کچھ ہوتا ہے۔ میں نے گھوڑے کا رخ بدل دیا اور اس کی رفتار بھی تیز کر دی۔ پھر لچھی نے بھی درخت دیکھ لئے اور چیخ اٹھی۔

"ارنوپی!۔۔۔ دیکھو، باغ۔"

"میں نے دیکھ لیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور لچھی خواہ مخواہ خوش نظر آنے لگی۔ اور باغ بھی کیا خوب تھا، چاروں طرف پھلوں کے لدے درخت کھڑے تھے۔ بڑا خوبصورت باغ تھا اور کافی طول و عرض میں تھا۔ میں نے اس کے احاطے کو عبور کر کے گھوڑا روک لیا۔ اور پھر خود بھی نیچے کود گیا۔ اور لچھی کو بھی نیچے اتار لیا۔

"اب تم یہاں رکو لچھی۔ میں درخت پر چڑھ کر پھل توڑتا ہوں۔" میں نے کہا اور لچھی نے گردن ہلا دی۔ تب میں اطمینان سے ایک اونچے درخت پر چڑھا اور اس کے پھل توڑ توڑ کر نیچے پھینکنے لگا۔ نیچے لچھی یہ پھل جمع کر رہی تھی۔ کافی پھل توڑنے کے بعد میں نیچے اترا اور پھر ایک دوسرے درخت پر چڑھ گیا۔

لیکن اسی وقت درخت کے نیچے مجھے کئی آوازیں سنائی دیں اور میں نے پھل توڑتے توڑتے رک کر دیکھا۔ دو لمبے تڑنگے آدمی لمبی لمبی لاٹھیاں لئے ہوئے کھڑے تھے انہوں نے ایک ایک ہاتھ سے لچھی کے بازو پکڑ لئے تھے اور سارے پھل چھین لئے تھے اور پھر ان میں سے ایک غرایا۔

"ابے او چور۔۔۔ نیچے اتر آ۔ خبردار۔ اب ایک بھی پھل توڑا تو تجھے جیتا نہ چھوڑیں گے۔۔۔ نیچے اتر۔ چل جلدی۔"

"تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ۔ چند پکے پھل اور رہ گئے ہیں۔ ابھی آتا ہوں۔" میں نے چیخ کر جواب دیا۔

"ابے تیرا دماغ ٹھیک نہیں ہے کیا۔ اب ایک پھل بھی توڑا تو اچھا نہ ہوگا۔" نیچے کھڑے شخص نے گرج کر کہا۔ لیکن میں نے دو تین پھل اور توڑ کر نیچے پھینک دیئے۔ "رگھو۔۔۔ میں اس چھوکری کو پکڑے ہوئے ہوں۔ تو اوپر جا [illegible] پھینک دے دوسرے کو۔" اس نے کہا [illegible] لیکن میں نے اسے روک دیا

[illegible]

"لگائے [illegible]"

"پتہ چل جائے گا بیٹا۔ جب شام [illegible]"

"داروغہ جی کون ہیں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"تیرے باوا۔۔۔ الٹا کر کے درخت سے لٹکا دیں گے۔۔۔ اور پھر ڈنڈے برسائیں گے۔" اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ فی الحال ہمیں پھل کھانے دو۔ ہم بھوکے ہیں۔ ارے لچھی۔ پھل کہاں رکھے۔؟ اور تم نے کھانا کیوں نہیں شروع کیا۔؟" میں نے لچھی سے کہا۔

"پھلوں کی طرف بڑھے تو سر پھاڑ دوں گا۔" پھل گنگا رسی سے باندھ لے ہو نہ پھل کھائے گا جیسے تیرا باپ کا مال ہے؟ اور دوسرے آدمی نے رسی کا ایک ٹکڑا نکال لیا۔ "دیکھو دوستو پہلے ہمیں کھا لینے دو اس کے بعد بات کر لیں گے۔ یہ لڑکی بھی بھوکی ہے اور میں بھی۔" میں نے کہا۔

"تو یہاں کیا بھنڈار کھلا ہے۔ تو نے مہاراجہ اتی جنک کے باغ سے پوچھا اتنے پھل توڑے ہیں اور پھر یہ درخت تو راج رانی منورما کے ہیں، پتہ چل جائے گا اچھی طرح۔"

"کسی کے بھی ہوں۔ اب تم واپس جاؤ۔ ہمیں پھل کھانے دو۔" میں نے حجت پوری کر لی اور اب ان کی مداخلت پر مجھے غصہ آنے لگا تھا۔

"ارے پکڑ دوسرے کو، اور گرا کر باندھ لے۔ شام کو داروغہ جی کے حوالے کر دیں گے۔" رگھو نے کہا اور گنگا میری طرف رسی لیکر بڑھا۔ اس نے اپنی لاٹھی بھی رگھو کو دے دی تھی۔

"مان جاؤ دوستو۔۔۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔" میں نے آخری وارننگ دی۔

لیکن گنگا کو اپنی درازقامتی پر گھمنڈ تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے قابو میں کرنے کی کوشش کی۔ مجبوراً میں نے اس کا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا۔ اور پھر معمولی سی قوت صرف

کی تو گنگا کٹتے ہوئے بکرے کی طرح چیخ پڑا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ گنگا کے ہاتھ سے رسّی چھوٹ گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کے زمین پر بیٹھ گیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر رگھو نے ایک لاٹھی پھینک دی اور دوسری لاٹھی کو سر سے بلند کر کے میرے اوپر حملہ آور ہوگیا۔ میں نے اس کی لاٹھی ہاتھ پر روکی، دوسرے ہاتھ سے میں نے اسے ایک جھٹکا دیا اور نہ صرف لاٹھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی بلکہ جھٹکے سے وہ بھی آگے کو آ پڑا تب میں نے اس کے سر کو دونوں طرف سے تھپتھپایا۔ اور ضبط کے باوجود وہ بھی چیخ پڑا۔ پھر وہ بھی گنگا کے سے انداز میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور میں نے مسکراتے ہوئے لچھی کی طرف دیکھا۔

"ارے لچھی۔ تم تکلف کر رہی ہو۔ شروع کرو بھئی۔ یہ پھل دیکھنے میں تو خوبصورت ہیں، مزے میں کیسے ہوں گے؟" اور لچھی میرے اطمینان پر ہنس پڑی اور بڑا دلچسپ منظر تھا وہ بھی۔۔۔ دونوں بے وقوف سر تھامے بیٹھے تھے اور میں اور لچھی ان سے چند گز کے فاصلے پر آلتی پالتی مارے بیٹھے پھل کھا رہے تھے اور اچانک پھل کھاتے کھاتے میں چونک پڑا۔ میرے ذہن میں ایک خیال آگیا تھا۔

"لچھی،" میں نے لچھی کو مخاطب کیا۔

"ہوں۔" وہ ہنس پڑی۔

"کیوں۔ ہنسی کیوں آگئی۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ان کی حالت پر۔ ایسے بیٹھے ہیں جیسے اپنے کرموں کو رو رہے ہوں۔" لچھی نے کہا اور پھر ہنس پڑی۔ میں بھی ہنسنے لگا تھا۔

"اس کا نام گنگا ہے نا لچھی۔؟" میں نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اور وہ رگھو ہے۔"

"مجھے اس گنگا سے اکیلے میں کچھ باتیں کرنا ہیں، تو یہ لاٹھی رکھ لے۔ اگر رگھو کچھ کرنے کی کوشش کرے تو اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دینا۔" میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا باتیں کرنا [illegible]۔؟" لچھی حیرت سے بولی۔

"بہت ہی ضروری۔" میں گنگا کی طرف بڑھ گیا۔ "اٹھو گنگا مہاراج۔" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"میرا۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔ میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ میری آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا ہے۔" گنگا نے ڈوبی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"اٹھ بھی جاؤ میری جان، ورنہ کھوپڑی کو کسی ناریل کی طرح توڑ دوں گا۔" میں نے اس کے بازو پر قوت صرف کی اور وہ کھڑا ہوگیا۔ لیکن اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔

"مم۔ مجھے سہارا دو۔ ورنہ میں گر پڑوں گا۔"

"ہاں۔ ہاں۔ بے فکری سے قدم بڑھاتے چلے آؤ۔ میں تمہیں گرنے نہیں دوں گا۔" میں نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا اور پھر میں اسے لیکر درختوں کی جھنڈ کی طرف چلا گیا۔ جو زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔

میں واپس آیا تو لچھی اسی طرح بیٹھی پھل کھا رہی تھی۔ گنگا میرے ساتھ نہیں تھا۔ "کہاں چھوڑ آئے اسے۔" لچھی نے حیرت سے پوچھا۔

"ایسے ہی۔ بس وہ ذرا درختوں میں آرام کر رہا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لچھی نے ابھی پوری طرح میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔

"میرا تو پیٹ بھر گیا۔" وہ بچوں کے سے انداز میں بولی۔

"اچھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تب یہ باقی پھل باندھ لو، راستے میں کام آئیں گے۔" میں نے کندھے سے کپڑا اتارتے ہوئے کہا۔ تب لچھی ایکدم چونک پڑی۔

"ارے۔ ارے انوپ۔ یہ۔ یہ تمہاری دھوتی۔۔۔"

"میری نہیں میری جان۔ یہ بیچارے گنگا کی عنایت ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایں۔ ارے۔ اوہ۔ تو تم۔ یہ ضروری بات کرنے اسے وہاں لے گئے تھے۔؟" لچھی بے ساختہ ہنستے ہوئے بولی۔

"اور مجھے اس کا کیا کرنا تھا لچھی۔" میں نے کندھے کا کپڑا بچھاتے ہوئے کہا۔ لچھی نے ہنستے ہوئے سارے پھل اس میں باندھ لئے اور پھر ہم کھڑے ہوگئے۔

"گھوڑا کہاں ہے؟" لچھی نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ہنس پڑی۔ "وہ بھی اپنا حصہ وصول کر رہا ہے۔" اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں نے دیکھا، گھوڑا تر و تازہ ترکاریوں کے کھیتوں میں گھسا اپنی پسندیدہ چیزوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

میں بھی ہنسنے لگا۔ اور پھر میں نے اسے آواز دی۔ گھوڑا بھی سیر ہوگیا تھا۔ وہ ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اور میں نے لچھی کو اٹھا کر گھوڑے پر بٹھا دیا اور پھر خود بھی چھلانگ مار کر گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ پھل کھانے کے بعد لچھی کے چہرے سے وہ ہلکا سا پھیکا پن بھی غائب ہوگیا جو شاید بھوک کی وجہ سے پیدا ہوگیا تھا۔ گھوڑا اب مناسب رفتار سے سفر کر رہا تھا، اور ہم دونوں مطمئن تھے۔ "ویسے یہ اتفاق ہی ہے لچھی کہ ہم سیدھے راستے پر آگئے ہیں۔"

"سیدھا راستہ۔؟"

"ہاں۔ میں درخت دیکھ کر اس طرف آنکلا تھا۔ لیکن یہ باغ راجہ امّی چند کا ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھی انوپ۔" لچھی نے کہا۔

"کیا تمہیں ہردے مان کا راستہ معلوم ہے۔؟"

"نہیں۔" لچھی نے جواب دیا۔

"ہم جس راستے پر جا رہے تھے۔ ممکن ہے وہ ہردے مان تک نہ لے جاتا لیکن اب راجہ امّی چند کے اس باغ سے اندازہ ہوا کہ ہردے مان اسی راستے پر ہے۔"

"تو کیا ہم ہردے مان چل رہے ہیں انوپ۔؟" لچھی نے کسی قدر خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔!" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"لیکن انوپ۔۔۔" لچھی نے پریشانی سے کہا۔

"کہو رانی۔ پریشان کیوں ہو۔؟"

"ہمیں وہاں نہیں جانا چاہیئے انوپ۔" لچھی تشویشناک انداز میں بولی۔

"کیوں لچھی۔؟"

"راجہ امّی چند جے راج کو بہت مانتا تھا۔ اب یا کچھ دیر کے بعد اسے۔۔ جے راج کی موت کے بارے میں معلوم ہو جائے گا اور اسے یہ بھی پتہ چل جائے گا انوپ کہ۔۔۔ کہ۔۔۔۔"

"جسے راج کو میں نے مارا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ...!" لچھی سہمے ہوئے انداز میں بولی۔

"سنو لچھی ... میں جو کہہ رہا ہوں غور سے سنو ... راجہ امی چند اگر میرے خلاف ہوگیا تو پھر اس کا راج بھی نہیں رہ سکے گا۔ یہ میں کہہ رہا ہوں اور جو میں کہتا ہوں وہ بہرحال پورا ہوتا ہے اگر تمہیں اس کا اندازہ ہے تو میری بات پر یقین کرلو، ورنہ پھر تجربہ کرلینا۔"

"مگر انوپی ... ہم جنگلوں میں ہی ٹھیک ہیں۔ میں تمہارے سنگ جنگل جنگل ماری ماری پھر کر، جوگن بنکر جیون بتا دوں گی۔ سنسار میں میرے لئے اب جنگلوں کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ہے۔"

"تم وہاں ہوگی لچھی ... جہاں میں ہوؤں گا خواہ وہ کوئی جگہ ہو۔ تم بالکل فکر مت کرو ... دراصل لچھی ... میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں ہندوستان کا باسی نہیں ہوں، میں دوسری دنیاؤں سے آیا ہوں ... میں نئے نئے دیس دیکھنے کا شوقین ہوں۔ پردیس کے لوگوں میں رہ کر ان کے حالات جاننا میرا کام ہے اور جنگلوں میں میری یہ خواہش پوری نہیں ہوسکتی ... اس لئے مجھے انسانوں میں جانے سے نہ روکو۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"جیسی تمہاری اچھا ...،" لچھی نے کسی حد تک اداس لہجے میں کہا۔

"دیکھو لچھی ... میرے اوپر وشواش رکھو ... میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔"

"ہمیں تم پر وشواش ہے انوپی ... ہم تو دوسرے لوگوں سے ڈر رہے تھے۔ وہ ہمیں جیتا نہیں رہنے دیں گے ...۔"

"وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ تم نے اپنے ان دشمنوں کا حشر دیکھ لیا ... جو تمہارے پیچھے اتنی دور تک آئے تھے۔"

"ہاں مہاراج ... ہم نے دیکھ لیا تھا ...،" لچھی نے گہری سانس لیکر کہا۔ اور خاموش ہوگئی۔

بے شک لچھی بے حد معصوم تھی ... بے حد حسین اور پیاری لڑکی تھی وہ میرے دل میں اس کے لئے جگہ تھی۔ لیکن پروفیسر ... بہرحال دنیا کی کسی بھی عورت کے لئے، میں اس قدر قربانی نہیں دے سکتا تھا کہ اپنی تحقیقات کا سلسلہ ختم کردوں۔ یہ تو کسی طور ممکن نہیں تھا۔ میں کسی دور کو نظرانداز نہیں کرسکتا تھا۔ لچھی کب تک میرا ساتھ دے سکے گی۔ اگر وہ کسی حادثے کا شکار نہ ہوگئی تو پھر ... میرے ساتھ بوڑھی ہوجائے گی ... اور اس کے بعد کوئی نئی عورت ... کوئی نئی ساتھی ... لیکن میں اس طویل عرصے کو کھو نہیں سکتا تھا۔

چنانچہ لچھی کی یہ بات ماننا میرے بس سے باہر تھی۔

ہم منزلیں طے کرتے رہے ... اور اس وقت شام کا جھٹپٹا ہونے لگا تھا جب ہمیں ہرفے مان کے سب سے بڑے مندر کا کلس نظر آیا۔

"بلدیو مندر ...،" لچھی آہستہ سے بولی۔

"ہرفے مان یہی ہے ...؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ...!"

"تمہیں اس مندر کے بارے میں کیسے معلوم ...؟"

"اس کے کلس پر وہ روشنی ہے جس کی کرنیں دور دور تک پھیل رہی ہیں۔"

"اوہ ... کیا یہ کلس بہت مشہور ہے ...؟"

"یہ ہرفے مان کی پہچان ہے انوپی ... یہ پورے کا پورا کلس سونے کا ہے اور وہ چمکدار چیز ایک بڑا ہیرا ہے ... کہا جاتا ہے کہ مہاراج امی چند کے دادا ٹھاکر بلدیو چند جی کو گنگا میں ایک بڑے گھڑیال نے نگل لیا تھا۔ وہ سالم کے سالم گھڑیال کے پیٹ میں چلے گئے ... پھر جب گھڑیال انہیں نگل کر دریا کے کنارے کروٹیں بدلنے لگا۔ تو مہاراج بلدیو خنجر سے اس کا پیٹ چاک کرکے نکل آئے ... گھڑیال مرگیا۔ لیکن اس کے پیٹ سے بہت سی چیزیں نکلی تھیں جن میں سونے کے زیورات اور یہ ہیرا بھی تھا ... ٹھاکر بلدیو چند نے بعد میں یہ مندر بنوایا اور ہیرا اس کے کلس میں لگوا دیا۔"

"واہ بھئی ... خوب کہانی ہے ...،" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے محسوس کیا تھا پروفیسر کہ ہندوستان کے لوگ بے حد مذہبی تھے، وہ اپنے عقائد پر دوسری تمام قوموں سے زیادہ کاربند تھے ... میں نے بہت سے ادوار میں بہت سی قوموں کو دیکھا تھا ... جو مذہبی تھیں، لیکن ان کے ہاں مذہب سے اتنی زیادہ دلچسپی نہیں ظاہر کی جاتی تھی ... ان کے ہاں بھی عبادت گاہیں ہوتی تھیں۔ لیکن اس انداز میں نہیں۔ یہاں میں نے ہر چھوٹے بڑے شہر میں بے شمار مندر دیکھے تھے، بلکہ ہر شہر کی ابتدا ہی مندر سے ہوتی تھی اور ان عمارتوں پر زبردست توجہ دی جاتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بلدیو مندر کے قریب پہنچ گئے ... بہت سے یاتری مندر کے باہر خیموں میں مقیم تھے ... پجاری پنڈے ادھر ادھر آجا رہے تھے۔ خوب رونق تھی ... ہم نے گھوڑا روکا اور میں اور لچھی گھوڑے سے اتر گئے۔

"یہاں تو بڑی رونق ہے لچھی ...؟"

"ہاں انوپی ... بڑی دور دور سے یاتری یہاں آتے ہیں۔ سنا ہے بڑا خوبصورت مندر ہے ... اور کیوں نہ ہو، راجہ نے بنوایا ہے۔"

"ہوں ...،" میں نے گہری سانس لی۔ "یہاں ہماری حیثیت کیا ہوگی لچھی ...؟"

"یاتریوں کے ساتھ رہ سکتے ہیں ...۔"

"خیمے میں ...؟"

"ہاں مہاراج ...،" لچھی نے جواب دیا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"ٹھیک ہے لچھی ... لیکن بہت جلد ہمیں مندر میں جگہ ملے گی ...۔" میں پُرخیال انداز میں بولا۔ "لیکن خیمہ ہمیں کہاں سے ملے گا۔"

"میرے پتاجی یہاں آچکے ہیں ... انہوں نے مجھے یہاں کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے ... خیمے مندر کے رکھوالے دیتے ہیں اور یاتریوں کو بھوجن بھی یہیں سے ملتا ہے۔"

"پھر چلو ... رکھوالوں کو تلاش کریں۔"

"آؤ ...،" لچھی نے کہا۔ ہم دونوں آگے بڑھ گئے ... لچھی بہرحال اسی دھرم سے تعلق رکھتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد رکھوالوں کا استھان مل گیا اور وہاں سے خیمہ بھی ... ہمیں دوسرے لوگوں کے ساتھ درج کرلیا گیا تھا۔ خیمہ لیکر میں جگہ کی تلاش میں نکل گیا ... لچھی میرے ساتھ تھی۔ ایک خالی جگہ پر ہم نے خیمہ لگا دیا۔ میخیں ٹھونکنے کے بعد میں نے گھوڑے کو بھی ایک میخ سے باندھ دیا اور ہم خیمے میں آگئے۔

"عمدہ جگہ ہے ...،" میں نے زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بڑا مشہور مندر ہے ... یہاں کے پجاری بڑے مہان ہیں۔"

"لچھی ...!" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"انوپی ۔" لچھی پیار بھرے لہجے میں بولی۔
"ایک بات بتاؤ گی ۔ ؟"
"ضرور ۔"
"تمہیں اپنا دھرم اچھا لگتا ہے؟"
"ہاں انوپی ۔ دھرم کسے برا لگتا ہے ۔"
"لیکن لچھی ۔ میں تمہارے دھرم کے بارے میں زیادہ تو نہیں جانتا، لیکن تمہارے دھرم کی یہ رسم کیسی انوکھی ہے کہ زندہ عورتوں کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے ۔"
"استری کے بھاگ میں یہی لکھا ہے انوپی ۔"
"کس نے لکھا ہے ۔ ؟"
"بھگوان نے ۔"
"نہیں لچھی ۔ میں یہ بات نہیں مانتا ۔"
"رام رام ۔ کیسی باتیں کرتے ہو انوپی ۔ ؟"
"مجھے بتاؤ لچھی ۔ تمہارا بھگوان تو جیون دیتا ہے ۔ اور جب اسے جیون لینا ہوتا ہے تو وہ جس طرح چاہتا ہے لے لیتا ہے ۔ پھر پتی کے مرنے کے بعد استری کی زندگی کیوں برباد کر دی جاتی ہے ۔"
"ہم کچھ نہیں جانتے انوپی ۔ مگر دھرم یہی کہتا ہے ۔"
"پھر تم کیوں ستی نہیں ہوئیں لچھی ۔ ؟"
"ہائے رام ۔ آگ میں جلنا بڑا ہی کٹھن ہے ۔"
"تم جلنا نہیں چاہتی تھیں ؟"
"نہیں ۔"
"تب پھر سوچو ۔ دھرم ایسے کام تو نہیں بتاتا ۔ جنہیں انسان خوشی سے قبول نہ کر سکتا ہو ۔"
"ہم کچھ نہیں جانتے انوپی ۔" لچھی پریشان ہو کر بولی۔
"خیر چھوڑو ۔ تم بے حد معصوم ہو ۔ میں تم سے اس سلسلے میں کیا بات کروں ۔" میں نے کہا ۔ اور خاموش ہو گیا ۔ لچھی کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی ۔ چند لمحات کے بعد وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی ۔ "انوپی ۔ ؟"
"ہوں ۔"
"تمہارا دھرم کیا ہے انوپی ۔ ؟"
"میرا ۔ ؟" میں مسکرا دیا ۔
"ہاں ۔ !"
"انسانیت ۔" میں نے جواب دیا ۔
"انسانیت ۔ ! یہ کونسا دھرم ہے ؟ میں نے تو اس کے بارے میں پہلے نہیں سنا ۔ ؟"
"یہ دھرم صرف محسوس کیا جاتا ہے لچھی ۔" میں نے جواب دیا ۔
"کیا مطلب ۔ ؟"
"آدمی بے بس ہے ۔ وہ کسی پودے کی مانند زمین سے اُگتا ہے ۔ بے بسی کے عالم میں پروان چڑھتا ہے اور بے بسی سے مر جاتا ہے ۔ سارے پودے، سارے بلبلے بڑی معمولی حیثیت رکھتے ہیں ۔ یہ مختصر زندگی بے کردہ خود پرمان کرنے لگیں تو کیسی ہنسی کی بات ہے ۔ انہیں تو ایک دوسرے کا ہمدرد ہونا چاہیئے ۔ سب کو یہ سوچنا چاہیئے کہ ابھی ابھرے ہیں ابھی بیٹھ جائیں گے ۔ جب زندگی ایسی پائیدار ہے تو اس پر بھروسہ کیوں کیا جائے ۔ چند سانسوں کے لئے اپنے جیسے کسی بے بس کو تکلیف کیوں پہنچائی جائے ۔ ہنسو، بولو ۔ ایک دوسرے کا دکھ بانٹو ۔ یہی مذہب انسانیت ہے ۔"
"سارے ہی دھرم ایسی باتیں سکھاتے ہیں انوپی ۔ ؟"
"ہاں ۔ دھرم برے نہیں ہوتے ۔ وہ تو ایسی ہی باتیں بتاتے ہیں، لیکن ان کے ماننے والے ان پر عمل نہیں کرتے ۔ اس طرح سارے دھرموں کو ملا کر ایک دھرم بنا لیا جائے اور وہ دھرم ہو انسانیت ۔"
"تمہاری باتیں بہت اونچی ہوتی ہیں انوپی مہاراج ۔" لچھی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اتنی نیچی ہوتی ہیں لچھی کہ ہر ایک کی سمجھ میں آسانی سے آ جائیں ۔ بس ذرا سی سمجھنے کی کوشش کر لی جائے ۔" میں نے کہا اور لچھی مسکرا کر خاموش ہو گئی ۔
خاصی دیر ہم خیمے کی زمین پر بیٹھے رہے ۔ پھر میں نے کہا۔ "آؤ لچھی ۔ باہر کی سیر کریں ۔ یہاں تو کافی رونق ہے ۔"
"چلو ۔" لچھی تیار ہو گئی ۔ میں اس کے ساتھ خیمے سے نکل آیا ۔ ایک چھکڑا آ رہا تھا جس پر سبز گھاس لدی ہوئی تھی ۔ دو تین آدمی اس پر بیٹھے ہوئے تھے ۔ ہمارے خیمے کے پاس چھکڑا آ رکا ۔ اس میں جتے ہوئے بیل کے گلے میں پڑی پیتل کی گھنٹی بج رہی تھی ۔
دو آدمی نیچے اترے اور انھوں نے سبز گھاس ہمارے گھوڑے کے سامنے ڈال دی ۔ پھر دوسرا آدمی لکڑی کا ایک برتن لایا اور اس میں پانی بھر دیا ۔ اور پھر وہ چھکڑے میں بیٹھ کر آگے بڑھ گئے ۔
"بہت خوب ۔" میں نے گردن ہلائی ۔
"یاتریوں کو یہاں پر سہولت ملتی ہے ۔"
"کیا یہ بری بات ہے ۔ ؟" میں نے پوچھا ۔
"نہیں تو ۔"
"میں بھی یہی کہہ رہا تھا لچھی ۔ دھرم برے نہیں ہوتے ۔ بس ان کے ماننے والوں نے ان کی شکلیں بگاڑ دی ہیں ۔"
"مہاراجہ امی چند ۔ ان باتوں کا بہت خیال رکھتے ہیں ۔"
"ایسی شکل میں اسے زیادہ برا انسان نہیں ہونا چاہیئے ۔"
"بھگوان جانے ۔"
"خیر آؤ ۔ اس سے بھی مل لیں گے ۔ فی الحال یہاں کی رونق دیکھیں ۔" ہم آگے بڑھ گئے ۔ بڑے بڑے جٹا دھاری سادھو استھان کئے ہوئے تھے ۔ بھانت بھانت کے لوگ نظر آ رہے تھے ۔ ان میں رس بھری ہندو عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی ۔ بلاشبہ پروفیسر، جیسا ملیح حسن، جسمانی موزونیت اور تر و تازگی میں نے ان عورتوں میں دیکھی تھی، اس سے قبل میری نگاہوں سے نہیں گزری تھی ۔ ان کے چہروں کا بھولا پن، اداؤں کی سادگی، انھیں سارے جہان کی عورتوں سے ممتاز کرتی تھی ۔ میں پسندیدہ نگاہوں سے انھیں دیکھتا آگے بڑھتا رہا ۔
تب میں نے ایک جگہ کچھ مجمع دیکھا اور دلچسپی سے آگے بڑھ گیا ۔ لچھی کے چہرے پر بھی دلچسپی ابھر آئی تھی ۔ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کوئی معصوم سی بچی میلے میں آ گئی ہو ۔ مجمع کے درمیان ایک جٹا دھاری شخص لیٹا ہوا تھا ۔ اس نے اپنے نیچے کانٹے بچھائے ہوئے تھے ۔

"اسے کیا تکلیف ہے؟" میں نے لچھی سے پوچھا۔

"اوہ۔ ایسا نہ کہو انوپ۔ کوئی مہان سادھو مہاراج ہیں۔ بڑے گیانی معلوم ہوتے ہیں۔ کانٹوں کے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی "ایسے لوگ مہان ہوتے ہیں۔؟"

"کیوں نہیں۔ کیا یہ عام آدمی کے بس کی بات ہے۔"

"اور یہ عورتیں اس پر کیوں لدی پڑ رہی ہیں؟"

"منتیں مانگ رہی ہیں۔ ایسے گیانیوں سے بہت کچھ مل جاتا ہے۔"

"لوگ ان کی بڑی عزت کرتے ہیں لچھی۔؟"

"کیوں نہ کریں۔ یہ تیاگی بڑے پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔"

"بہت خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ اس سے بڑا گیانی تو میں تھا اور نہ جانے کیوں میرے ذہن میں یہ بچکانہ خیال آیا۔ میں نے سوچا میں بھی اپنے گیان کا مظاہرہ کروں اور درحقیقت یہ مظاہرہ یہاں موجود سارے گیانیوں سے بھاری ہوگا۔ سب منہ پھاڑ کر رہ جائیں گے۔ اور میں نے دل میں فیصلہ کر لیا۔

جگہ جگہ عجیب عجیب تماشے دیکھنے میں آئے۔ بہرحال دلچسپ جگہ تھی، اور یہاں خوب دل لگ سکتا تھا۔ پھر ہم اپنے خیمے کی طرف واپس چل پڑے، دوپہر کو ہمیں ڈھاک کے بڑے بڑے پتوں پر بھوجن ملا۔ واقعی یہاں یاتریوں کی ضرورت کا کافی خیال رکھا جاتا تھا۔ لچھی اب کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔

شام کو میں نے لچھی سے کہا۔ "اب تم تھوڑی دیر آرام کرو لچھی۔ میں ذرا کام سے جاؤں گا۔"

"کہاں انوپ۔؟"

"بس ذرا ایسے ہی۔"

"میں بھی چلوں۔؟"

"نہیں لچھی۔ تم یہیں آرام کرو۔"

"کتنی دیر میں واپس آجاؤ گے انوپ۔؟"

"بس تھوڑی دیر میں۔ لیکن کیا تم اب بھی ڈر رہی ہو۔؟"

"نہیں انوپ۔ یہاں تو ڈر بالکل نہیں لگ رہا۔"

"تم بلاوجہ ہی خوفزدہ تھیں لچھی۔ دیکھو یہاں کسی نے تمہاری طرف توجہ بھی نہیں دی۔"

"ہاں۔ یہاں ہماری پہچان والا کوئی نہیں ہے۔"

"تم آرام سے خیمے میں رہو۔ میں تھوڑی دیر میں واپس آجاؤں گا۔" میں نے کہا۔ اور میں خیمے سے نکل آیا۔ اپنے پروگرام پر عمل کے لئے مجھے لکڑیوں کی ضرورت تھی۔ اور میں ان کی تلاش میں تھا۔ لکڑیاں حاصل [illegible] وقت نہیں ہوئی یاتریوں کی ہر ضرورت پوری کرنے کے لئے یہاں انتظامات [illegible] درحقیقت [illegible] نے یہ انتظام خوب کیا تھا۔

یہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیکر مجھے
سارے خیالات کے جال ٹوٹنے لگے۔
بھرے احساس کے، جس میں وہ اس،
آج کی رات کل کی رات
تھا۔ لیکن مشرق کی عورت لا

"مگر مہاراج۔ وہ۔"

"یہ ان کا کام ہے۔ تم صرف لکڑیاں مہیا کر دو۔"

"جو آگیا مہاراج۔" اس نے گردن ہلا دی اور پھر بیل جتے ہوئے دو چھکڑے موٹی اور سوکھی لکڑیاں لے کر میرے ساتھ چل پڑے۔ اور میں نے وہ لکڑیاں اپنے خیمے سے کچھ دور کھلی جگہ میں لگوا دیں۔

لچھی خیمے میں ہی تھی۔ اسے میرے خیالات کا ابھی کوئی پتہ نہیں تھا۔ وقت سے پہلے اسے کچھ بتا بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نے لکڑیاں اپنی مرضی کے مطابق چنوا دیں۔ بہت سے لوگوں نے میری مدد کی تھی کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ میں ان لکڑیوں کا کیا کروں گا، بس لوگ کسی ایک آدمی کو کسی مشکل کام میں مصروف دیکھ کر اس کے ساتھ کام کرنے میں مصروف ہو جاتے تھے۔ الاؤ تیار ہو گیا۔ لیکن رات ہو چکی تھی۔

میں خیمے میں واپس آگیا۔ لچھی زمین پر لیٹی میرا انتظار کر رہی تھی۔ ایک طرف پتروں پر بھوجن ڈھکا رکھا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"آگئے انوپ۔؟"

"ہوں۔" میں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بھوجن کرو گے؟"

"تم نے کیا۔؟"

"نو۔ اکیلے کیسے کرتی۔"

"ارے۔ کیوں۔؟"

"بس۔" لچھی نہ جانے کیوں شرما گئی اور مجھے اس کی یہ ادا بہت پیاری لگی۔

"کیوں لچھی۔ اکیلے کیوں نہیں۔؟" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے قریب کرتے ہوئے کہا۔

"ہندو عورتیں ایسا نہیں کرتیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیسا۔؟" میں نے پیار سے پوچھا۔

"انوپ۔" لچھی آہستہ سے بولی۔

"ہوں۔"

"ایک بات بتاؤ گے۔؟"

"ضرور۔"

"تم بھی۔ ہم سے پریم کرنے لگے ہو۔؟"

"تمہارا کیا خیال ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارا من کہتا ہے انوپ۔ تم بھی ہم سے پریم کرنے لگے ہو۔ اگر تم ہم سے پریم نہ کرتے، تو پھر۔ ہمارے لئے اتنا کشٹ کیوں بھوگتے۔ تم نے ہمارے لئے کیا کچھ نہیں کیا انوپ۔؟"

"بس۔ تمہارے سوال کا جواب تمہارے من نے ہی دے دیا۔"

جاسوسی ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ
صدیوں کا بیٹا
تیسرا حصہ
A contact loved ones.
ایک رابطہ اپنوں سے
Aik Rabta Apno Se.
پاکستانی پوائنٹ
www.PakistaniPoint.Com

بڑے احترام سے وہ لوگ مجھے اندر لے گئے۔ لچھی پریم کی ماری میرے پیچھے پیچھے آئی تھی دوسرے لوگوں کو اندر آنے سے روک دیا گیا لیکن میری ہدایت پر بڑے احترام سے لچھی کو اندر لایا گیا۔ بڑا پجاری زبردست عقیدت کا اظہار کر رہا تھا۔ بہرحال مندر میں آکر میں ڈولی سے اُتر آیا اور میں نے گہری سانس لیکر پجاری کی طرف دیکھا۔

”آپ کا استھان عام یاتریوں کے ساتھ نہیں ہے مہاراج! مندر میں آپ کے لیے جگہ موجود ہے۔ یہاں پدھاریں آپ کی سیوا ہماری خوش نصیبی ہوگی“۔ پجاری نے کہا۔

”ہمارے لیے ہر جگہ ایک جیسی ہے مہاراج! پرنتو آپ کہتے ہیں تو (ٹ)ھیک ہے لیکن ہماری جوگن ہمارے ساتھ ہی رہے گی“۔ میں نے لچھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”دیوی جی کو بھی کوئی تکلیف نہ ہوگی مہاراج!“ پجاری نے کہا اور پھر ہمیں مندر کے اندرونی حصّے میں ایک نہایت پُرسکون جگہ پہنچا دیا گیا۔ کافی کشادہ کمرہ تھا جس میں آرائش اور ضرورت کی ساری چیزیں موجود تھیں اور پھر ان لوگوں نے مجھے آرام کے لیے چھوڑ دیا۔

تب میں نے لچھی کی طرف دیکھا۔ لچھی سہمی ہوئی سی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ”ارے لچھی! کیا بات ہے، تم اتنی خاموش کیوں ہو؟“

”ہم کیا کہیں انوپی؟“ وہ آہستہ سے بولی۔

”کیوں؟“

”تم تو۔۔۔ تم تو ہماری سمجھ سے اونچے ہو۔ اگن بھی تمھیں نہیں بھسم کر سکتی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہم تمھارے بارے میں کیا سوچیں؟“

”اب بھی کچھ سوچنے کی ضرورت ہے جانِ من۔ سب کچھ ہونے کے باوجود میں تمھارا مرد نہیں ہوں!“

”ہوں۔“ لچھی کی گردن شرم سے جھک گئی۔

”بس تو۔ اس کے علاوہ کچھ مت سوچو“۔ میں نے اسے قریب گھسیٹ لیا اور وہ میرے سینے میں منہ چھپا کر مسرت میں ڈوب گئی۔ اس کی بوجھل سانسیں اور چہرے کی سُرخی اس کے کیف اور سرور کا پتہ دے رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ مجھ سے لپٹی رہی اور پھر علیحدہ ہو گئی۔

”ہم یہاں تک تو آپہنچے ہیں لچھی! ابھی آگے بھی بہت کچھ ہونا ہے“۔

”ٹھیک ہے مہاراج! بس مجھے ڈر لگتا ہے“۔

”تجھے ڈر کیوں لگتا ہے پگلی! میں تجھ سے کہہ چکا ہوں، تیرا بال بھی بیکا نہ ہوگا“۔ میں نے جواب دیا اور اسی وقت دو پنڈے ہاتھوں میں بڑے بڑے تھال لیے ہمارے پاس پہنچ گئے۔ انھوں نے دروازے پر رُک کر اندر آنے کی اجازت طلب کی اور ہماری اجازت پر اندر آئے۔ تھالوں میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ وہ انھیں رکھ کر چلے گئے۔ میں نے اور لچھی نے کوئی تکلف نہیں کیا تھا۔ تکلف

کی بات ہی نہیں تھی، بہرحال ہمیں اب وہاں کچھ وقت گزارنا تھا۔
لیکن جھٹپٹے کے وقت چند خوبصورت لڑکیاں اندر آئیں اور انھوں نے لچھمی کو ساتھ لیجانے کی اجازت مانگی۔
"اوہ! تم اسے کہاں لیجاؤ گی؟" میں نے پوچھا۔
"سنگھار کریں گے مہاراج۔ رات کی پوجا میں شریک ہونگی دیوی جی!"
"اوہ! ٹھیک ہے سندری لیکن اس بات کا خیال رکھنا، ہم نے جیون پہاڑوں میں بتایا ہے ہمیں سنسار کی بہت سی باتیں نہیں آتیں۔ کوئی بات جو گن نہ سمجھے تو اسے بچوں کی طرح سمجھا دینا۔"
"آپ چنتا نہ کریں مہاراج!" انھوں نے کہا اور وہ لچھمی کو لے کر چلی گئیں۔ تنہائی میں میں نے ایک گہری سانس لی۔ یہ سارے کھیل بہرحال میرے لیے تو دلچسپ تھے۔ کچھ عقیدے کے توہمات پسند لوگ بہرحال مجھ سے بہت متاثر ہو جائیں گے۔ ابھی تو میں نے پورے کھیل نہیں دکھائے ہیں۔ بہرحال میں ان کے مذہب کی کچھ باتوں سے متاثر ہوا تھا اور اس کے بارے میں پوری طرح جان لینا چاہتا تھا۔ اس کے لیے ایک ایک قدم ہی اٹھایا جا سکتا تھا، بیک وقت ساری باتیں تو بمشکل ہی سمجھ میں آسکتی تھیں۔
پھر چند اور پنڈے آگئے۔ بڑا پجاری بھی ان کے ساتھ تھا۔ پنڈوں کے ہاتھوں میں تھال تھے۔ بڑے پجاری نے دونوں ہاتھ جوڑے اور بولا۔
"مہاراج! اگر پوجا میں ہمارے ساتھ شریک ہوں تو۔"
"ہمارا شریک ہونا ضروری ہے مہاراج؟"
"ہماری خوشی ہے مہاراج اگر آپ کو منظور ہو تو!"
"ٹھیک ہے۔ سنسار میں کسی کی خوشی پوری کردینا بہت بڑا کام ہے۔ ان تھالوں میں کیا ہے؟"
"یہ لوگ آپ کے کپڑے لائے ہیں مہاراج۔ یہ آپ کی مدد کریں گے۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلادی اور پھر پنڈے اپنی کارروائی کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے بدن پر خوبصورت اور نفیس کپڑے کی دھوتی تھی۔ گلے میں جنئو اور ماتھے پر قشقہ۔ ان لوگوں نے خوب درگت بنائی تھی لیکن شاید ان کے عقیدے کے مطابق میں کچھ اچھا ہی لگ رہا تھا، سب نے ہاتھ جوڑ کر عقیدت کا اظہار کیا۔
پوجا میں زیادہ لوگ شریک نہیں تھے کیونکہ عام پوجا نہیں تھی، صرف مندر کے پجاری وغیرہ تھے۔ بڑا پجاری ضرورت سے زیادہ ہی میرا عقیدت مند ہو گیا تھا۔ اس نے میرے ہاتھوں سے پوجا کرائی۔ اس کے بعد مندر کی داسیوں نے رقص کیا۔ بڑا خوبصورت رقص تھا۔ لچھمی بھی ان کے درمیان موجود تھی۔ اس نے نہایت حسین اور مختلف رنگوں کا لباس پہنا ہوا تھا اور وہ نہایت عقیدت سے کرشن بھگوان کی مورتی کے سامنے ہاتھ باندھے آنکھیں بند کیے کھڑی تھی۔ اس وقت خود بھی وہ کوئی مورتی ہی معلوم ہو رہی تھی۔ میں نے اسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ پھر میں پوجا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ میں اس کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر پوجا ختم ہوگئی اور پجاری پرشاد کا تھال لیکر میرے پاس آگیا۔ میرے ہاتھوں سے پجاریوں میں پرشاد تقسیم کرائی گئی اور یہ مختصر پروگرام ختم ہو گیا۔
پھر بڑا پجاری میرے پاس آیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "میرا نام نمبوڑی پرشاد ہے مہاراج! آپ کا داس ہوں۔ آپ کا مہان گیان دیکھ کر میرا من آپ کا داس ہو گیا ہے۔"
"سب بھگوان کی لیلا ہے نمبوڑی پرشاد!" میں نے کہا۔
"میں آپ کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں مہاراج۔ پرنت جب آپ پسند کریں۔ آپ نے دن بھر کٹھن تپسیا کی ہے اگر آپ تھک گئے ہوں تو داس صبح کو حاضری دے۔"
"یہی ٹھیک ہے نمبوڑی۔" میں نے کہا۔
"جو آگیا مہاراج!" نمبوڑی نے کہا اور پھر میں واپس اپنے حجرے میں آگیا۔ لچھمی بھی تھوڑی دیر کے بعد میرے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور لچھمی بھی مسکرادی۔ وہ ابھی تک اسی لباس میں تھی اور مشعلوں کی روشنی میں بے حد حسین نظر آرہی تھی۔
میں نے لچھمی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے نزدیک کرلیا۔ "خوش نظر آرہی ہو لچھمی؟"
"ہاں مہاراج! من کو بڑی شانتی ملی ہے۔" اس نے جواب دیا۔
"اپنے گھر بھی تم پوجا کرتی تھیں؟"
"ہاں!"
"مندر بھی جاتی تھیں؟"
"کبھی کبھی مہاراج۔ روزانہ نہیں اور بڑی پوجا پر تو سب ہی مندر جاتے ہیں۔ ویسے ان داسیوں نے میری بڑی سیوا کی ہے۔ سب تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھیں انوپی!"
"کیا پوچھ رہی تھیں؟"
"یہی کہ مہاراج کو اتنا گیان کہاں سے ملا۔ اس سے پہلے وہ کہاں تھے وغیرہ! اور بھی کچھ پوچھ رہی تھیں پاپنیں کہیں کی!" لچھمی شرما کر بولی۔
"ارے، اور کیا پوچھ رہی تھیں؟"
"یہی — یہی کہ مہاراج — تم سے پریم کرتے ہیں کیا؟"
"اوہ! تو نے کیا جواب دیا لچھمی؟"
"ہماری زبان ہی نہیں کھلی، ہم کیا کہتے ان سے۔" لچھمی نے ادائے محبوبانہ سے کہا اور میں مسکرادیا۔ اس کے بعد ہمیں کسی نے پریشان نہیں کیا اور لچھمی آرام سے میرے بازوؤں میں سر چھپا کر سوگئی۔ ہاں صبح کو ہم جلدی اٹھے۔ مندروں میں سب سورج نکلنے سے پہلے جاگنے کے عادی ہوتے ہیں اس لیے مجھے بھی خیال رکھنا تھا۔
دوسرا دن بھی حسب معمول تھا۔ صبح کی پوجا میں میں شریک نہیں ہوا تھا، نہ ہی لچھمی۔ البتہ ہم دونوں نے اشنان کیا تھا اور پھر دن چڑھے بھوجن آگیا جو میں نے اور لچھمی نے کھالیا۔ سارے کاموں سے فارغ ہو کر نمبوڑی پرشاد ہمارے پاس آگیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ہمیں پرنام کیا تھا۔

میں نے ہاتھ بلند کر دیا اور پجاری ادب سے بولا "کل کے مہان سادھو کے بارے میں لوگوں کو زیادہ معلوم نہیں تھا لیکن اب یہ خبر آگ کی طرح پھیل چکی ہے مہاراج کہ بلدیا میں ایک ایسا گیانی موجود ہے جو اگن تپسیا کرتا ہے۔ لوگ آپ سے ملنے کے لیے بار بار مندر آ رہے ہیں مہاراج! وہ آپ کے درشن کرنا چاہتے ہیں۔"

"پھر تم نے ان سے کیا کہا؟" میں نے پوچھا۔

"پنڈت انھیں اندر نہیں آنے دے رہے۔ مہاراج کی آگیا کے بنا یہ کیسے ممکن ہے۔"

"تم نے ٹھیک کیا ہے نموری پرشاد! ہم ابھی کسی سے نہیں ملیں گے۔"

"شام کی پوجا کے بعد انھیں درشن دے دیں مہاراج۔ یہ کہہ کر انھیں ٹالا جا سکتا ہے۔"

"جیسا تم پسند کرو۔"

"کچھ باتیں اور کرنی چاہتا ہوں مہاراج!"

"ہاں نموری! کہو؟"

"میں مہاراج کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، دوسرے لوگ مجھ سے پوچھیں گے تو کیا کہوں گا؟"

"تم ہمیں کرشنو کا کہہ سکتے ہو نموری! پورا جیون پہاڑوں میں گزارا۔ پھر بھگوان کی اچھا ہوئی تو بستیوں میں آ گئے۔ سارا جیون ہم نے گیان میں بتایا ہے۔ ہم نہیں جانتے ہمارے پاس کیا کیا ہے۔ بس جو کچھ ہے بھگوان کا دیا ہوا ہے۔"

"جے بھگوان ۔۔۔ جے کرشنو کا۔" پجاری نے عقیدت سے کہا۔ مجھی کے بارے میں اس نے خاص طور سے سوالات نہیں کیے تھے اور بہر حال یہ اچھا ہی تھا۔

پورا دن پُرسکون گزر گیا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی لیکن شام ہوتے ہی چہلے شروع ہو گئے۔ دیوداسیاں مجھی کو گھیرے گئیں اور اس طرف میرا بناؤ سنگھار شروع ہو گیا۔ شام کی پوجا میں بھی میں شریک نہیں ہوا لیکن اس کے بعد مجھے مندر کی بالائی منزل کے جھروکے میں لایا گیا۔ درحقیقت باہر یاتریوں کا زبردست مجمع تھا۔ وہ سب میری ایک جھلک دیکھنے کے لیے آ گئے تھے اور میں جھروکے میں آ کھڑا ہوا۔

یاتریوں نے اور ان میں شامل پنڈتوں نے کرشنو کا مہاراج کی جے کے زبردست نعرے لگائے اور دیر تک نعرے لگاتے رہے۔ میں نے مسخروں کی طرح ہاتھ ہلائے تھے۔

یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں ہے پروفیسر کہ دنیا نے مجھے دنیا ساز بنا دیا تھا۔ میں نے جنگلوں میں شیروں کی سی زندگی بسر کی تھی اور میں تھا بھی شیر۔ بلاشبہ دوسرے انسانوں کو میں گیدڑ کی حیثیت دیتا تھا جو میرے سامنے کسی طور ٹھہر ہی نہیں سکتے تھے لیکن بہر حال مجھے ان کی زندگی کے بارے میں معلومات درکار تھیں اس لیے میں ان کا عمل بھی سیکھ گیا تھا اور اب میں وہ ساری حرکتیں کرتا تھا جو انھیں درکار تھیں۔ میں نے ان لوگوں کے طور طریقے اور ان کی زبان کسی حد تک جان لی تھی لیکن ابھی میں ان کے بارے میں جاننے کا دل سے شوقین تھا اس لیے مجھے ان میں گھلنا ملنا ہی تھا۔

یاتری ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اب وہ سب خاموش ہو گئے تھے تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔ پجاری بڑے احترام سے مجھے میرے حجرے میں چھوڑ گیا تھا۔ یہاں مجھی بھی آ گئی تھی۔ وہ بہت خوش تھی۔ میں نے گہری سانس لے کر اس کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا دی۔

"تم بہت خوش ہو مجھی؟"

"ہاں مہاراج!"

"اب تو تمھارے من میں کوئی ڈر نہیں ہے؟"

"ڈر نکلتا جا رہا ہے مہاراج!"

"اوہ! ابھی ہے؟" میں نے کہا۔

"تھوڑا تھوڑا انوپی!" مجھی نے آگے بڑھ کر میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ "بس نہ جانے من کبھی کبھی کیوں ہولنے لگتا ہے۔ میں سوچتی ہوں بھگوان کرے یہ کوئی سپنا نہ ہو آنکھ کھلے تو کچھ نہ ہو سوائے چتا کے لپکتے شعلوں کے۔" مجھی مجھ سے چمٹ گئی اور میں اس کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"ان خیالات کو اپنے ذہن سے نکال دو مجھی! کیا تمھیں میرے اوپر اعتماد نہیں ہے؟"

"ہے مہاراج! تمھارے اوپر تو اب پورا اعتماد ہے۔"

"بس تو سوچ لو، تمھارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"سچ مچ بھگوان نے آکاش سے تمھیں میری سہائتا کے لیے بھیجا تھا انوپی۔ میں تو اب بھی یہی سمجھتی ہوں کہ تم آکاش سے اُترے ہوئے ہو۔"

"میں بتا چکا ہوں جو کچھ میں ہوں، اس سے زیادہ مجھے کچھ نہ سمجھو۔" میں نے جواب دیا۔ اسی وقت ایک پنڈت نے اندر آنے کی اجازت مانگی اور میں نے اسے بلا لیا۔ پنڈت دونوں ہاتھ جوڑ کر جھکا پھر بولا۔

"سوامی مہاراج آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"بڑے پجاری جی؟"

"ہاں مہاراج!"

"کہاں ہیں وہ؟"

"رکھ شالا میں ہیں۔ آپ بھی میرے ساتھ چلیں مہاراج!" پنڈت نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے مجھی کو آرام کرنے کا مشورہ دیا اور خود پنڈت کے ساتھ چل پڑا۔ رکھ شالا ایک طرح کا نشست کا کمرہ تھا۔ وہاں تین آدمی موجود تھے۔ چوتھا نموری پرشاد تھا۔ تینوں آدمی شکلوں سے معزز نظر آتے تھے۔ انھوں نے جھک کر میرے پاؤں چھوئے۔

"یہ ٹھاکر مدن داس ہیں مہاراج! یہ ترلوک چند اور یہ گوبند داس جی۔ تینوں ہی بڑے اچھے لوگ ہیں۔ مندروں کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ آپ سے ملنے کو آئے ہیں مہاراج!" نموری نے کہا۔

"دھن ورد۔" میں نے کہا۔

"آپ جیسے مہان گیانی ہماری بستی میں پدھارے۔ ہمارے بھاگ مہاراج۔" تینوں نے کہا۔

"ہم چاہتے ہیں مہاراج، آپ ایک ایک دن ہمارے گھروں کو رونق بخشیں بھوجن ہمارے ساتھ کریں۔"

"بھگوان تمھیں عزت دے بھائیو۔ سادھو کو ان سنسار کی باتوں سے دُور ہی رہنے دو۔ تمھاری کرپا ہوگی۔ کچھ روز تمھاری بستی میں گزاریں گے پھر یہاں سے چلے جائیں گے۔ پہاڑوں میں، ویرانوں میں، ہمیں سنسار کا بوجھ نہ دو اور ہمیں کونے میں پڑا رہنے دو۔" میں نے کہا۔

"جو آگیا مہاراج! بس ہماری خوشی ہوتی۔ پرنتو ہم مہاراج کے لیے اچھا تو بھیج سکتے ہیں؟"

"ساری چیزیں ہمارے لیے بیکار ہیں۔"

"مہاراج ٹھیک کہہ رہے ہیں بھائیو! انھیں ان باتوں کی چنتا کہاں ہوتی ہے۔" بہرحال تھوڑی دیر تک وہ تینوں میرے پاس بیٹھے رہے اور پھر چلے گئے۔

"گیانیوں کا گیان کہاں چھپتا ہے مہاراج! لوگ دیوانے ہوگئے ہیں۔۔۔ نہ جانے کیا کیا منوکامنائیں لیکر آگئے ہیں [illegible]سرے۔ کس کس کو منع کروں؟" پجاری نے کہا۔

"ہاں۔ پگلے بھگوان کو بھول کر منش سے گیان مانگتے ہیں۔"

"پرود بھگوان کے اتنے قریب بھی تو نہیں ہیں مہاراج۔ میں نے بہتوں کو ٹالا ہے مہاراج۔ مجھے شما کریں لیکن بہت سے ایسے ہیں جنھیں میں بھی منع نہیں کر سکا۔"

"کچھ اور لوگ بھی ہیں کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ امانند جی اور ان کی دھرم پتنی بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ کسی طور نہیں ٹلے۔ اب آپ ہی بتائیں مہاراج، میں کیا کروں؟"

"کیا چاہتے ہیں وہ؟"

"بس آپ کی سیوا میں حاضری چاہتے ہیں۔"

"ان کے علاوہ کوئی اور بھی ہے؟"

"بہت سے تھے۔ پگلے منوکامنائیں سجائے دوڑے آئے ہیں، کس کس کو ٹالوں۔ بڑی مشکل سے ان سب کو ٹالا ہے مہاراج!"

"انھیں بھی بھیج دو۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔ بہرحال یہ بھی ایک دلچسپ تجربہ ہوگا۔ لوگ اپنی اپنی کہانیاں سنائیں گے دیکھیں تو سہی ان کے مسائل کیا ہیں۔

اور چند منٹ کے بعد ایک دلچسپ جوڑا اندر داخل ہوا۔۔۔ ایک کالا اور موٹا سانڈ تھا جو سفید کرتے اور دھوتی میں خوب چمک رہا تھا اس کی عمر ساٹھ سال سے کم نہ ہوگی۔ لمبا چوڑا تھا لیکن چہرے پر حماقت نمایاں تھی۔ بس نہ جانے کیوں وہ مرد ہوتے ہوئے بھی مرد نہیں لگتا تھا لیکن اس کے ساتھ ایک دبلی پتلی سی کامنی سی عورت تھی۔ سفید ساڑی جس کی لال کناری تھی، سیدھی مانگ، دُھلا دُھلا چہرہ، تیکھے نقوش، بڑی بڑی سیاہ آنکھیں جن میں خاص چمک تھی۔ چہرہ سپاٹ، جذبات سے عاری۔ بڑا متضاد جوڑا تھا کسی طور سے ایک دوسرے سے نہیں ملتا تھا۔

مرد نے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ عورت اسی طرح کھڑی رہی تھی۔ "اری کیا دیکھ رہی ہے، پرنام کر مہاراج کو۔" مرد نے جلدی سے کہا اور عورت نے بے زاری سے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

میں نے ہاتھ اٹھایا اور دونوں کو آشیرواد دیا۔ تب مرد نمبوُری پرشاد کی طرف مخاطب ہوا۔ "اگر بُرا نہ مانیں مہاراج تو ہم اکیلے میں مہان رشی سے بات کریں۔"

"ہاں ہاں۔ ضرور۔ بھگوان تمھاری منوکامنا پوری کریں۔" نمبوُری نے کہا اور باہر نکل گیا۔ تب مرد نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کردیا اور پھر دانت نکالتے ہوئے میری طرف بڑھا۔

"ہے مہابلی، ہے مہارشی۔ تم بڑے گیانی ہو۔ بھگوان نے تمھیں آورش دیا ہے۔ اگن تمھیں جلا نہیں سکتی۔ میری چنتا دُور کرو مہاراج! میری من کی مراد بھی پوری کردو مہابلی!" اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

"من کی مرادیں بھگوان پوری کرتا ہے۔ تمھیں کیا دُکھ ہے؟" میں نے پوچھا۔ ویسے اس مسخرے کی بکواس اور اداکاری پر مجھے ہنسی آرہی تھی۔

"بھگوان نے سب کچھ دیا ہے مہاراج۔ دھن دولت، پر اولاد نہیں دی مہاراج۔ میرا نام امانند ہے۔ بہت بڑا کاروبار ہے، سب کچھ موجود ہے۔ یہ میری دھرم پتنی سرج ہے۔ پر۔۔۔ پر مہاراج۔ آج تک میں اس کا پتی نہیں بن سکا۔"

"اوہ!" میں نے گہری سانس لی۔

"مجھے بالک کی بڑی خواہش ہے مہاراج۔ پر میرے بھاگ!"

"تم آج تک اس کے پتی کیوں نہیں بن سکے؟"

"بس نہیں بن سکا مہاراج۔ کوئی اس کے سر ہے۔ جب بھی میں اس کے پاس جاتا ہوں، یہ مجھے مار بھگا دیتی ہے۔" کالے سانڈ نے بے چارگی سے کہا اور میں نے بڑی مشکل سے قہقہہ ہضم کیا۔

"کون ہے اس کے سر؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی مردار تیلیا ہے۔ بڑے بڑے لوگوں نے کوشش کی ہے مگر وہ ان کے ہاتھ نہیں لگا۔ بس وہ تو اسی سمے آدھمکتا ہے جب میں اس کے پاس جاؤں ہوں۔" موٹے آدمی کے چہرے پر بڑی حسرت تھی۔ شکل سے ہی فقیر معلوم ہوتا تھا کم بخت۔ کسی طور اس حسین عورت کا جوڑ نہیں تھا۔ میں اس "تیلیا" کے بارے میں غور کر رہا تھا اور پھر میں نے گردن ہلائی۔

"تمھاری شادی کو کتنے دن ہوئے امانند؟"

"پچیس سال مہاراج!" امانند جھونک میں بولا۔

"کیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"اوہ۔ مم۔ میرا مطلب ہے میری پہلی شادی کو پچیس سال بیت چکے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے گردن ہلائی۔ "بیوی کا کیا ہوا؟"

"دھیانت ہوگیا!"

"دوسری شادی کب ہوئی تھی؟"

"تئیس سال پہلے مہاراج!" امانند نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"اور تیسری؟" میں گہری سانس لیکر بولا۔

"تیسری کو بھی بیس سال ہوگئے۔"

"ان دونوں پتنیوں کا کیا ہوا؟"

دھیانت ہو گیا۔" امانند نے بے چارگی سے کہا۔

"یہ تمھاری کونسی پتنی ہے؟"

"آٹھویں مہاراج!" امانند ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"بہت خوب!" میں نے بے ساختہ کہا۔ "باقی ساری پتنیاں مر گئیں؟"

"کچھ مر گئیں، کچھ بھاگ گئیں۔" اس نے سکون سے جواب دیا۔

"سنتان کسی سے نہیں ہوئی؟"

"نہیں مہاراج!" موٹا رو دینے والے انداز میں بولا۔

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔ "مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"آپ مہان ہیں مہاراج۔ آپ خود جانتے ہیں۔ سنتان ہو جائے تو میری دلی خواہش پوری ہو جائے اور اگر بھاگ میں سنتان ہے ہی نہیں تو یہ تو ٹھیک ہو جائے۔" وہ مظلومیت سے بولا۔

"تم باہر جاؤ امانند!" میں نے کہا۔

"ایں؟" امانند چونک کر بولا۔

"تم باہر جاؤ۔" میں نے بھاری آواز میں کہا اور امانند نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا، پھر مڑ مڑ کر دیکھتا ہوا باہر نکل گیا۔ تب میں نے سندری کی طرف دیکھا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"تو تم میرے سر سے پریت اتارو گے؟" وہ ہونٹ بھینچ کر بولی۔

"میں تیرے پریت کو اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"مہان سادھو ہو نا۔ من کی منوکامنائیں پوری کرتے ہو مگر صرف [illegible] ان لی یا عورتوں کے بھی؟"

"ماتا پتا زندہ ہیں تیرے؟"

"ہاں!"

"کیا مجبوری تھی ان کی، تجھے تیری مرضی کے خلاف کیوں بیاہ دیا؟"

[illegible] نے پوچھا اور وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بیٹھ گئی۔

"تو تم نے میرے من کا روگ جان لیا؟"

"ہاں کسی حد تک۔"

"تمھارا کیا خیال ہے مہاراج، میں پاپن ہوں نا؟ تمھارا یہی خیال [illegible] چاہیے۔ تم بھی تو مرد ہو۔ طاقتور، قسمت کے مالک، بھاگ تمھارے [illegible] بگڑتے ہیں۔" وہ نفرت سے بولی۔

"تیرے ماتا پتا نے تجھے اس کے ساتھ کیوں بیاہ دیا؟"

"پتا جی اس کے نوکر ہیں۔"

"اوہ!" میں نے ہمدردی سے گردن ہلائی۔ پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اور جب وہ تیرے پاس آتا ہے تو تو اسے مارتی ہے؟"

"ہاں۔ میں ہر طرح اس کا اپمان کرتی ہوں۔"

"سندری، ایک بات اور بتلائے گی؟"

"پوچھو مہاراج، جو من چاہے پوچھ لو۔"

"تو کسی اور سے پریم کرتی ہے؟"

"یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لیے دیوی کہ جب تیرا پتی اپنی منوکامنا لیکر میرے پاس آسکتا ہے اور اس خیال کے ساتھ کہ میری کوشش سے اس کے ہاں سنتان ہو جائے گی تو سندری تیرے من میں یہ بات کیوں نہیں آئی کہ تو بھی مجھ سے اپنے من کی مراد مانگ۔ کیا میں تیری سہائتا نہیں کروں گا؟ کیا میں تیرے لیے کچھ نہیں ہوں؟"

"تم۔ تم میری سہائتا کرو گے مہاراج؟ مگر کیوں؟ میں تمھیں کیا دے سکوں گی؟ میرا پتی دھن وان ہے وہ تمھیں سونے سے لاد دے گا، پرنت اگر تم نے میری سہائتا کی تو میں تو تمھیں دعاؤں کے سوا کچھ نہ دے سکوں گی۔ میرے پاس تو اس کے سوا کچھ نہ ہو گا مہاراج!"

"ہمارا اپمان نہ کرو دیوی! سادھو سنتوں کو دھن دولت سے کیا واسطہ۔ دھن ہمارے لیے زمین پر رینگنے والے کیڑے مکوڑوں سے زیادہ نہیں۔"

"پرنت تم کس کی سہائتا کرو گے مہاراج، میری یا میرے پتی کی؟"

"دونوں کی دیوی۔ اب تو میری بات کا جواب دے۔"

"کیا بتاؤں مہاراج؟"

"تو کسی سے پریم کرتی ہے؟"

"ہاں!"

"کس سے؟"

"الیشوری سے۔ وہ میرے بچپن کا پریم ہے۔ پر میرے پتا نے دولت کے لوبھ میں میرا جیون ناس کر دیا۔ الیشوری تڑپتا رہ گیا اور میں ڈولی میں بٹھا کر دولت کی بھٹی میں جھونک دی گئی۔ سونے کی آگ میں میرے شریر کو لپیٹ کر امانند کے حوالے کر دیا گیا اور الیشوری دور سے اس آگ کو دیکھتا رہ گیا۔ سونے کی آگ کو سونا بجھا تا ہے اور الیشوری کے پاس یہ سنہرا مال نہ تھا۔"

"الیشوری کہاں رہتا ہے؟"

"اس محلے میں جہاں میں بچپن سے جوانی تک پروان چڑھی۔"

"وہ تجھ سے ملتا ہے کبھی؟"

"ہاں مہاراج! میں خود اس سے ملنے جاتی ہوں۔"

"کیا تو نے اپنا شریر اسے دے دیا ہے؟"

"نہیں مہاراج! دھرم نے میری سہائتا نہیں کی لیکن میں دھرم سیوک ہوں۔ میں دھرم کو بھشٹ نہیں کر سکتی۔ میرے من میں بھگوان ہے اور الیشوری کے من میں بھی بھگوان ہے۔ اس نے کبھی میرے شریر کو چھو کر بھی نہیں دیکھا۔ ہم دونوں کی آتمائیں ایک ہیں اور جب آتما کا رشتہ ہو جائے تو شریر تو مٹی کے ڈھیر ہوتے ہیں۔"

مشرق بول رہا تھا پروفیسر اور بلاشبہ یہ آواز حسین تر تھی۔ مشرق کی یہ آواز مجھے ہمیشہ پسند آئی اور میں اس آواز کا پرستار ہوں۔ بہرحال میں نے اس سے پھر پوچھا۔ "لیکن تیرے دھرم میں دوسری شادی تو نہیں ہوتی سندری؟"

"ہاں مہاراج!"

"اگر امانند تجھے چھوڑ دے تو کیا الیشوری تجھ سے شادی کرے گا؟"

"دھرم تو اجازت نہیں دے گا مہاراج۔"

"پھر تو کیا کرے گی؟"

"بغاوت! میں نے ہمیشہ دھرم کا مان رکھا ہے، دھرم مجھ سے میرا جیون کیوں چھیننا چاہتا ہے۔ میں اس کی یہ بات تو نہ مانوں گی۔"

"سنسار والے تجھے جینے دیں گے؟"

"ہم ایسے لوگوں کی نگاہوں سے دُور چلے جائیں گے۔ جب کوئی ہمارا نہیں تو ہم کسی کے کیوں ہوں۔"

"سوچ لے سرج۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو بعد میں پچھتائے۔"

"اگر میں پچھتائی مہاراج تو وہ پچھتاوا اس دُکھ سے زیادہ نہ ہوگا جو مجھے امانند کی گندی اور پُر ہوس سانسوں میں ملتا ہے۔"

"تو جا۔ باہر جا۔ امانند کو بھیج دے اور سُن جو کچھ ہو اس پر حیرت مت کرنا بلکہ جو کچھ امانند تجھے کہے اس پر خاموشی سے عمل کرنا۔"

"مگر مہاراج۔ میں۔ میں۔"

"جا دیوی۔ تو نے ہم سے کہا تھا ہم مرد ہیں اور مرد کا پارٹ لیں گے ایسی بات نہیں ہے۔ ہم سادھو لوگ سنسار کو اس کے ایک ایک بسنے والے کو، ایک جیسا سمجھتے ہیں۔" اور سرج ایک ٹھنڈی سانس لیکر باہر نکل گئی۔ چند ہی ساعت کے بعد امانند اندر آگیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے تھے اور اس کے دانت نکلے پڑ رہے تھے۔ "مہاراج کی جے۔ کرشنو کا مہاراج کی جے۔ بھگوان ہمیشہ سکھی رکھیں۔ میرا کام کر دو مہاراج، میرا کام کر دو مہاراج، جیون بھر دعائیں دوں گا۔"

"امانند!" میں نے بھاری آواز میں کہا۔ "تجھے پتہ ہے امانند تیرا جیون کتنا ہے؟"

"ہے بھگوان! ہے مہاراج! یہ بات تو کسی کو نہیں معلوم ہوگی۔"

"ہمیں معلوم ہے امانند۔"

"رام رام، ہے رام، کیا معلوم ہے مہاراج؟"

"تو چاہتا ہے کہ تیری پتنی تجھ سے پریم کرے اور تجھے اپنا شریر سونپ دے۔"

"ہاں، ہاں، مہاراج، ہم یہی چاہتے ہیں۔"

"تو نے بچپن میں، جوانی میں یا انجانے میں کوئی ایسا پُن ضرور کیا ہے جس نے تیرے جیون کو بچا لیا۔ امانند! تو ہم سے اپنی موت مانگنے آیا ہے۔"

"کیا؟ کیا کہہ رہے ہو بھگوان ہے بھگوان یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج؟"

"ہاں امانند تیری اندھی آنکھیں اس سفید ناگن کو نہیں دیکھ پا رہیں جو تیری پتنی کے شریر میں چھپی بیٹھی ہے۔ امانند! تو نے یہ وش کہاں سے خرید لیا؟ کہاں سے یہ روگ اپنی جان کو لگا لیا پاپی؟"

"کیا؟ کیسا روگ مہاراج؟" امانند کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہی روگ، جس کے لیے تو بے کل ہو رہا ہے۔ سُن امانند، تیری پتنی ایک انسان کی بیٹی ہے لیکن اس کا باپ انسان نہیں تھا۔"

"پھر کون تھا مہاراج؟"

"ناگ۔ وش ناگ، شیش ناگ، جو دیوالی کی رات کو اس کے گھر میں آیا اور بھگوان نے اسے منش کا روپ دے دیا۔ یہ بات کسی کو نہیں معلوم۔ پر تو ہم جانتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ سرج سانپ کی بیٹی ہے۔ اس کا باپ شیش ناگ تھا۔ اس کے شریر میں وش ہی وش ہے اس لیئے وہ منش کو پسند نہیں کرتی، بلکہ اس کا پریمی بھی ایک ناگ ہے، ہمارے حساب سے اگر وہ تجھ سے پریم کرنے بھی لگے تو تیری جو پہلی رات اس کے ساتھ گزرے گی وہ تیرے جیون کی آخری رات ہوگی۔"

"ہے رام، ہے شنکر، ہے بھگوان، کیس جنجال میں پھنس گیا میں۔ اب کیا کروں مہاراج؟ ہائے اگر آپ بلدیوا مندر میں نہ آتے تو میرا کیا بنتا؟ ہم مجھے یہ بات کون بتاتا؟"

"بھگوان جو کچھ کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔" میں نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ امانند خوف کا شکار ہو گیا تھا۔ میں اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔

"اب میں کیا کروں مہاراج؟"

"سادھو کی بات مانے گا؟"

"اوش مانوں گا مہاراج ـــ ہے مہاراج میرا جیون بچا لو۔" امانند تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"تیرے پاس دھن دولت کی کمی نہیں ہے امانند! دھن دے اور جیون بچا۔"

"میری سہائتا کرو مہاراج، مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

"یہاں سے اسے گھر لے جا، اس کی منتی کر، اسے دھن دے جتنا وہ مانگے اور پھر اس سے کہہ کہ وہ اس ناگ کے ساتھ چلی جائے جو اس کا پریمی ہے تو اسے نہ روکے گا۔" میں نے اسے پٹی پڑھائی۔

"وہ مان جائے گی مہاراج؟"

"ہم تیرے لیے پرارتھنا کریں گے۔ اسے مان جانا چاہیے بس اب تو دیر نہ کر، جا اور جیون بچا۔" میں نے کہا اور بزدل بنیا دھوتی پکڑتے ہوئے باہر نکل گیا۔ میں جی کھول کر ہنسا۔ میرے خیال میں سرج کا کام بن گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے کسی اور سے ملاقات نہیں کی۔ رات تھی اور لچھمی کی آغوش۔ مندر کا پُرسکون ماحول۔ لچھمی کی اُلجھی سانسیں اور پھر سکون کی نیند۔ دوسری صبح حسبِ معمول خوشگوار تھی! اس روز بھی کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ ہاں میرے ملاقاتیوں کا تانتا بندھا رہا تھا۔ عجیب اُلٹے سیدھے لوگ آ رہے تھے عجیب عجیب خواہشات تھیں ان کی اور اسی شام سورج چھپا ہی تھا کہ ایک جوڑے نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ عورت ایک چادر میں لپٹی ہوئی تھی، اس کا چہرہ تک چھپا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ایک خوبصورت سا دبلا پتلا نوجوان تھا۔ اس کا چہرہ خشک ہو رہا تھا۔

عورت نے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر چہرے پر سے چادر اتار دی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ الیشوری ہے؟" میں نے عورت سے پوچھا۔

"ہاں مہاراج!"

"تیرا کام ہو گیا سرج؟"

"مہاراج!" سرج نے ایک پوٹلی میرے قدموں میں رکھ دی اور پھر خود بھی میرے پیروں میں گر پڑی۔ وہ سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔ نوجوان بھی میرے

پیروں کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے میں نے دونوں کو اٹھایا۔

"اب تم لوگ کیا کرو گے؟"

"ہم یہ بستی چھوڑ رہے ہیں۔ ہم ہردے مان سے جا رہے ہیں مہاراج۔"

"یہی بہتر ہے۔ اس پوٹلی میں کیا ہے؟"

"دھن ہے مہاراج۔ پر بھگوان کی سوگند، ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں ایک اوج کا پریم مل گیا ہے، یہی تمہاری سب سے بڑی دین ہے مہاراج! ہم یہ دھن مندر کے لیے لائے ہیں۔ ہم تم سے آشیرواد چاہتے ہیں۔"

اور پروفیسر، میں ان الفاظ میں کھو گیا۔ انوکھا جذبہ تھا۔ کتنا شدید تھا، کتنا عظیم تھا۔ کافی دیر میں ان الفاظ میں کھویا رہا۔ پھر میں نے پوٹلی ان دونوں کو دیتے ہوئے کہا۔

"سنو۔ تم دونوں سچے پریمی ہو بھگوان تمہاری سہائتا کرے گا۔ یہ دھن لے جاؤ۔ پردیس جاؤ گے تمہیں اس کی ضرورت ہوگی۔ بس اب جاؤ۔"

دونوں نے پوٹلی اٹھائی، میرے قدم چھوئے اور باہر نکل گئے میں نے [illegible] کی سانس لی۔۔۔ ایک عجیب سی خوشی ہوئی تھی۔ بہرحال سرج اس کالے [illegible] سے بچ گئی تھی۔

[illegible] اسی وقت نمبوری نے مجھے بتایا کہ کل بڑی پوجا کا دن ہے جس [illegible] راجا امی چند اور رانی منوما بھی شریک ہوتے ہیں۔ میں نے دل میں عجیب سی کیفیت [illegible] کی تھی۔ بہرحال میں امی چند سے ملاقات کا خواہشمند تھا اور میری یہ خواہش [illegible] کے مطابق ہی پوری ہو رہی تھی۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ اس طرح میں [illegible] میں شہرت حاصل کروں اور پھر یقیناً راجہ میری طرف متوجہ ہوگا۔ اس [illegible] صورت حال ہو اور یہ بات تم خود بھی سمجھ سکتے ہو پروفیسر کہ راجہ کا مہمان [illegible] متاثر کر کے میں کوئی عمدہ زندگی حاصل کرنے کا خواہشمند نہیں تھا۔ [illegible] زندگی تو ہمیشہ سے میرے لیے بے حقیقت تھی، زندگی کی کوئی حد ہو تو آدمی [illegible] سوچے بھی۔ جس شے کا وجود لامحدود ہو، اس پر نگاہیں جمانا بھی [illegible] لگتا ہے میں صرف راجہ کے تعاون سے اس مذہب، اس معاشرے [illegible] میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتا تھا، بشرطیکہ راجہ کی طرف سے تعاون [illegible] اور یہی میں ہر دور میں کرتا چلا آیا تھا۔

[illegible] پوجا کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں تھیں لیکن دوسرے دن [illegible] تیاریاں شروع ہوئیں تو اندازہ ہوا کہ اس کا بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ [illegible] سے سجایا گیا تھا۔ جگہ جگہ فانوس لٹکائے گئے تھے اور [illegible] شیشے کی طرح چمکا دیا گیا تھا۔

[illegible] سارے پنڈت اس کام میں مشغول رہے اور اس کے [illegible] تیار ہو گئے۔ پھر پورے مندر میں خوشبوئیں ابل پڑیں مٹھائیوں [illegible] کے۔ پرشاد کا یہ انتظام راجا کی طرف سے ہوتا تھا۔ جوں جوں [illegible] مندر کے سامنے لوگوں کا ہجوم بڑھتا گیا۔ آج نہ صرف یاتری بلکہ ہردے مان [illegible] لوگ بھی آئے تھے۔ گویا پوری بستی ہی امنڈ آئی تھی۔ تل دھرنے کی جگہ [illegible] میلے کا سا سماں تھا۔

شام ڈھلے بڑا پجاری میرے پاس آیا۔ "مہاراج اشنان کر لیں، نئے کپڑے تیار ہیں۔"

"تم ہمارے لیے یہ تکلیفیں کیوں کرتے ہو نمبوری؟" میں نے کہا۔

"اس میں تکلیف کی کیا بات ہے مہاراج!"

"ہمارے یہی کپڑے ٹھیک تھے۔"

"رام رام۔ بڑی پوجا کے دن نئے کپڑے نہیں پہنیں گے مہاراج؟"

"ضروری ہوتے ہیں؟"

"بہت ضروری۔ آج کے سارے اخراجات راجہ کے ذمے ہوتے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے گردن ہلا دی۔ بہرحال مجھے خوب سجایا گیا۔ مجھے دو تین دیوداسیوں نے قبضے میں لے لیا تھا اور پھر سورج چھپتے ہی گھنٹیاں اور ناقوس بجنے لگے۔ چاروں طرف سے ملی جلی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر راجہ کی سواری آگئی۔ باہر شور مچ گیا تھا۔ مہاراجا امی چند کی جے کے نعروں سے فضا گونج رہی تھی۔ میں اور ہمارے دوسرے ساتھی جھروکوں سے راجہ کی آمد کا منظر دیکھ رہے تھے۔ دوسرے جھروکے میں دیوداسیاں موجود تھیں۔ راجہ کا رتھ سونے کے پتروں سے جڑا ہوا تھا۔ رتھ میں جتے تندرست بیلوں کا ساز بھی سونے کا تھا۔ رتھ سرخ رنگ کے قیمتی کپڑے کا تھا۔ غرض بڑی شان و شوکت تھی۔ رتھ مندر کے دروازے کے سامنے رک گیا۔ دو خادموں نے جلدی سے ایک خوبصورت چوکی راجہ کے رتھ کے ساتھ رکھی۔ تب حسین لباس میں ملبوس امی چند نیچے اترا۔ درمیانی عمر کا تندرست و توانا انسان۔ مقامی لوگوں کی مخصوص شکل تھی۔ پھر اس کے پیچھے رانی منوما اتری۔ دوسرے رتھوں سے کئی داسیاں اتر کر رتھ کے گرد جمع ہو گئی تھیں۔ انھوں نے رانی کو حلقے میں لے لیا۔

کافی حسین عورت تھی۔ انتہائی اعلیٰ درجے کی ساڑی اور دوشالے میں لپٹی ہوئی، بال بال موتی پروئے۔ نازک نازک قدموں سے چلتی ہوئی وہ مندر میں داخل ہوگئی۔ ستاروں کے جھرمٹ میں چاند لگ رہی تھی۔ بہرحال یہ مناظر میرے لیے کافی دلکش تھے اور میری اس گفتگو سے تم اندازہ لگا سکتے ہو پروفیسر کہ میں نے زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں کیا۔ ہر لمحے کی کوئی نہ کوئی حیثیت ضرور ہے۔ کیا تمھیں اس سے اختلاف ہے؟"

"نہیں!" پروفیسر خاور نے چونک کر کہا۔ اس کی آنکھیں صدیوں پرانے ہندوستان کو دیکھ رہی تھیں۔ حسین ترین منوما کی نازک مزاجی وہ پوری طرح محسوس کر رہا تھا اس لیے یہ سوال اس وقت اسے کھلا گزرا اور اس نے جلدی سے جواب اس لیے دے دیا اور اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا کہ گفتگو منقطع نہ ہو جائے اور امی چند کا رتھ نگاہوں سے غائب نہ ہو جائے۔

"ناقوس اور گھنٹوں کی صداؤں سے مندر گونج رہا تھا۔ ایک عجیب سا سماں بندھ گیا تھا۔ بڑے پجاری نے راجہ کا سواگت کیا اور اسے پوجا کے کمرے میں لے گیا۔ طویل و عریض ہال کو کمرہ کہنا مناسب نہ ہوگا لیکن اس وقت ہال میں ہردے مان کے معزز ترین لوگ اور راجہ کے خاص آدمی اور ان کی بیگمات ہی تھے۔ وہ بھی مندر کے ایک مخصوص حصے میں۔ دوسرے حصے میں ان سے کچھ نچلے درجے کے لوگ

تیسرے حصے میں یاتری اور اس کے بعد سے لیکر مندر کے باہر پھیلے ہوئے وسیع میدان میں سہردے مان کے عوام اور وہ یاتری تھے جو اندر نہ داخل ہو سکے تھے۔

راجہ کو ہال میں پہنچا کر نمبودری پرشاد میرے پاس آگیا اور پھر اس نے مجھے پرنام کر کے کہا "مہاراج! میری خواہش ہے کہ آج کی بڑی پوجا آپ کرائیں۔"

"میں ۔۔" میں نے اچھل کر کہا۔ یہ ٹیڑھا سوال تھا لیکن میں نے جلدی سے کہا "ہمیں پریشان نہ کرو نمبودری۔ ہم تو بھگوان کے داس ہیں۔ یہ مرتبہ تمہارا ہے۔ ہم صرف تمہارے ساتھ ہوں گے۔"

"لیکن مہاراج ۔۔۔"

"نہیں نمبودری۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہم نے پہاڑوں میں جیون گزارا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم تم لوگوں کی رسمیں کیا ہوتی ہیں۔ ہمیں مجبور مت کرو۔"

"تب آپ ہمارے ساتھ تو ہوں گے مہاراج؟"

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔"

"تو آیئے، پوجا شروع کی جائے۔" پجاری نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ عام راستے سے تو ہال تک پہنچنا ناممکن تھا، نمبودری مجھے خفیہ راستے سے لے گیا اور میں ہال میں داخل ہو گیا۔ بے شمار نگاہیں ہماری طرف اٹھیں اور اٹھی رہ گئی تھیں۔ لوگ ایک دوسرے سے کھسر پھسر کر رہے تھے۔ خاص طور پر عورتوں نے مجھے بڑے اچنبھے سے دیکھا تھا۔ مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ تھی۔ کوئی آواز میرے کانوں تک صاف نہیں پہنچ رہی تھی۔

تب نمبودری پرشاد نے ہاتھ اٹھائے اور بھنبھناہٹ ختم ہو گئی۔ اس کے بعد بڑا پجاری بولا "مترو! بھگوان نے آج پھر ہمیں دیوی دیوتاؤں کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ بڑا دن ہے یہ ہمارے لیے اور خوشی کا دن ہے یہ کہ مہاراج ادھیراج راجہ امی چند اور مہارانی منورما ہمارے ساتھ پوجا میں شریک ہیں اور اس سے بھی زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ پہاڑوں کے باسی مہاراج کرشنو کا، جن کا گیان آکاش گیان ہے، اس پوجا میں ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ آج سارے سہردے مان میں مہان گیانی کی دھوم ہے۔ مہاراج کرشنو کا ہمارے ساتھ ہیں اور ان کے چرنوں کی دھول سہردے مان کے لیے بڑی چیز ہے۔"

لوگوں کی نگاہیں یونہی مجھ پر گڑی ہوئی تھیں۔ میں نے دیکھا راجہ امی چند مجھے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اور پھر میری پھسلتی ہوئی نگاہیں رانی منورما پر جا پڑیں۔ تب میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ میرا احساس تھا یا حقیقت، رانی منورما مجھے دیکھ کر خفیف سی مسکرائی تھی، اس کی آنکھوں کی چمک بجلی کی طرح کوند گئی تھی۔ صرف ایک لمحے کے لیے ۔۔ صرف ایک لمحے کے لیے اور اس کے بعد کوئی احساس نہیں تھا۔

"تو میرے مترو! راجہ امی چند کی ۔۔۔۔ جے۔" دوسرے لوگوں نے جواب دیا "رانی منورما کی ۔۔ جے۔" پھر نعرہ لگایا گیا "اور مہاراج کرشنو کا کی ۔۔ جے۔" لوگ اسی زور شور سے بولے "مہاراج کی آگیا سے پوجا شروع کی جائے؟"

"ہاں!" امی چند نے جواب دیا اور بڑے پجاری نے دیوی دیوتاؤں کے چرنوں میں رکھے آگ دانوں میں خوشبوئیں ڈالیں اور پھر اشلوک پڑھنے لگا۔ سب خاموش کھڑے تھے۔ پوجا کافی دیر تک جاری رہی اور پھر ختم ہو گئی۔ بڑے پجاری نے ایک تھال اٹھایا اور اس میں رکھی چندن کی پیالی میں سے ایک تلک راجہ کے لگایا۔ ایک میرے اور ایک رانی کے۔ پھر دیو کنیاؤں کا ایک گروہ تھالیاں لے آیا اور اندر موجود سارے لوگوں کے ماتھے پر صندل اور چندن کے تلک لگائے گئے۔ اس کے بعد باہر پرشاد بٹنے لگی۔ اندر بھی تھوڑی سی مٹھائی تقسیم کی گئی تھی۔

کافی دیر تک ہنگامہ رہا۔ پھر دیو کنیاؤں کا رقص شروع ہو گیا۔ ان میں لچھی بھی شامل تھی اور چھوئی موئی بنی کھڑی تھی کیونکہ اسے رقص نہیں آتا تھا۔

کئی بار میری نگاہ راجہ امی چند پر پڑی اور ہر بار میں نے محسوس کیا کہ وہ معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا ہے۔ میری چھٹی حس نے مجھے احساس دلایا کہ کوئی بات ضرور ہے اور پھر میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ دیو کنیائیں واپس چلی گئی تھیں اور ایک طرح سے بڑی پوجا کے پروگرام ختم ہو گئے تھے۔

لیکن امی چند اپنے چند خاص لوگوں کے ساتھ رکا رہا۔ پھر جب کمرے میں بیس پچیس آدمی رہ گئے تو اس نے دروازے بند کرنے کا اشارہ کیا۔ "ہمیں بھی آگیا دو نمبودری!" میں نے کہا۔ ویسے میں سمجھ گیا کہ کوئی ڈرامہ شروع ہونے والا ہے۔

"ارے نہیں نہیں گیانی مہاراج! ابھی میں نے تو آپ کے درشن بھی نہیں کیے۔" امی چند بول پڑا اور پھر وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آگیا۔ وہ مجھے غور سے دیکھ رہا تھا "دھن ورد مہاراج! آپ کا روپ تو واقعی انوکھا ہے۔" اس نے کہا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"مہاراج کا گیان بھی مہان ہے!" نمبودری نے کہا۔

"مگر دھیلے سنگھ کچھ اور ہی کہتا ہے مہاراج۔" راجہ بولا۔

"دھیلے سنگھ!" پجاری تعجب سے بولا۔

"دھیلے سنگھ! آگے بڑھ آؤ!" راجہ نے کہا اور ایک آدمی آگے بڑھ آیا۔ اس کی آنکھوں میں کینہ توزی کی جھلکیاں تھیں اور وہ مجھے گھور رہا تھا "اسے پہچانتے ہو مہاراج؟" راجہ امی چند نے کہا۔

"نہیں امی چند۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔ میں نے سرسری نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا تھا جسے راجہ نے آگے بلایا تھا۔ نہ جانے کون تھا۔

"دھیلے سنگھ!" راجہ نے آگے آنے والے کو مخاطب کیا۔

"جی مہاراج!"

"تم کرشنو کا مہاراج کو جانتے ہو؟"

"جی مہاراج!"

"کیسے جانتے ہو؟ کہاں دیکھا ہے تم نے انھیں؟"

"سادھو مہاراج، مہاراج جے راج کے ہتھیارے ہیں۔ انھوں نے ہی جے راج جی کو ہلاک کیا تھا اور ان کے بہت سے ساتھیوں کو جان سے مار ڈالا تھا۔" دھیلے سنگھ نے بتایا۔

"یہ بات دھیلے سنگھ کو اس لیے معلوم ہے مہاراج، کہ دھیلے سنگھ خود بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو جے راج کے ساتھ اس ناری کو لینے گئے تھے جسے ستی نہیں ہونے دیا گیا تھا اور جب جے راج مارا گیا تو یہ بھاگ کر دہائی دیتا میرے پاس پہنچا

تھا" راجہ امی چند نے غور سے میری شکل دیکھتے ہوئے کہا۔ پجاری نمبودری حیرت سے انھیں پھاڑے کھڑا تھا۔

"تو کہنا کیا چاہتا ہے امی چند؟" میں نے پوچھا۔

"یہی مہاراج کہ ڈھونگ زیادہ دیر نہیں چھپتے۔" امی چند طنزیہ انداز میں بولا۔

"ڈھونگ!" میں آہستہ سے بولا۔

"ہاں مہاراج! تمھارا گیان اب تمھاری کیا سہائتا کرے گا؟"

"نمبودری پرشاد! تمھارا راجہ تو بڑا ہی بے وقوف ہے۔ اسے بتاؤ گیانیوں کے منہ نہیں لگتے، نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس سے کہو کہ جے راج بھی اپنی غلطی سے مارا گیا۔"

"مم۔ مہاراج۔ مہاراج امی چند! میں نے گیانی مہاراج کو خود جلتی ہوئی اگنی میں دیکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہ کریں، مہاراج مہان ہیں کہیں ایسا نہ ہو۔"

"اوہ! مگر جے راج کو کیوں مارا گیا؟"

"وہ اس ابلا کو لینے آیا تھا جس کا جیون ہم نے بہت سے راکھشسوں سے بچایا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ نے اس کا جیون کیوں بچایا تھا مہاراج؟"

"اس لیے کہ بھگوان کی یہی اچھا تھی!"

"اور بھگوان تو دھرم کے رکھوالے ہیں، انھوں نے دھرم نشٹ کرنے کی آگیا کیوں دی؟"

"یہ سوال تم بھگوان سے کرو، وہی تمھیں اس کا جواب دیں گے، جہاں تک اس ابلا کے ستی ہونے کا سوال ہے تو امی چند، سن لو ستی کی رسم بہت گندی ہے۔ عورت تمھیں اپنی کوکھ سے جنم دیتی ہے، وہ تمھاری نسل بڑھاتی ہے اور تم اسے زندہ آگ میں جلا دیتے ہو۔ اس کی عزت کرو۔ اس کا جیون اسے دے دو۔ اسے آگ میں بھسم کرنا پاپ ہے۔ اس بات کو دھرم سے نکال دو ورنہ بھگوان تم سے خوش نہ ہوگا۔ سنو امی چند یہ کام اگر تم نہ کرو گے تو آنے والی نسلیں کریں گی۔ ستی کی رسم بہت گندی ہے۔ بڑی خراب رسم ہے یہ۔" میں نے کہا۔

"مہاراج!" امی چند چیخ پڑا۔ "آپ دھرم کا اپمان کر رہے ہیں۔"

"تم اسے دھرم کا اپمان سمجھ رہے ہو امی چند! اس لیے کہ ابھی تمھاری آنکھیں بند ہیں۔ ہم کھلی آنکھوں کی بات کر رہے ہیں۔ ہم آنے والے سمے کی بات کر رہے ہیں۔"

"مہاراج کو پوری بات تو کہنے دو امی۔ تم بیچ میں کیوں ٹوک رہے ہو۔" رانی منوسما نے پہلی بار مداخلت کی اور میری نگاہ اس کی طرف اٹھ گئی۔ میں نے ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں وہی چمک اور ہونٹوں پر وہی مسکراہٹ دیکھی۔ ویسے اس کی بات میں وزن تھا۔ امی چند ایک دم خاموش ہو گیا تھا۔

"یہ بھگوان کی باتیں ہیں دیوی۔ ہم پہاڑوں پر تپسیا کر رہے تھے ہمیں وردان ملا کہ بستی جاؤ اور اس ابلا کے جیون کی رکھشا کرو۔ سو ہم بستی پہنچے اور ہم نے اسے آگ میں نہ جلنے دیا۔ پرنت اس کے اپنے اس کے دشمن بن گئے۔ بیری نہیں چاہتے تھے کہ اس کی جان بچے۔ ہم نے انھیں سمجھایا .... پر نہیں مانے اور کسی ڈھونگیے کو لے آئے۔ ستی کی بجائے اس کا جیون گیا۔ ڈھونگیے کا نام گرنتھ تھا۔"

"اوہ! گرنتھ مہاراج!" امی چند آہستہ سے بولا۔

"گرنتھ مہاراج بھی اسی کے ہاتھوں مارے گئے مہاراج۔" دوبے سنگھ نے کہا۔

"ہاں۔ ستی ہونے سے بچنے والی کا جیون بچانا ضروری تھا۔ ہم اسے لے کر چل پڑے کیونکہ اس کے اپنے اس کے بیری ہو گئے تھے۔ تب ہم دھرم شالہ میں آئے اور وہاں جے راج لشکر کے ساتھ اسے واپس لینے آیا۔ تم جانو امی چند، جب اوپر سے آدرش ملتا ہے تو کون اسے توڑ سکتا ہے۔ مجبوراً ہم نے جے راج اور اس کے ساتھ آنے والوں کو ان کے خون سے اشنان کرا دیا۔ کچھ بھاگ گئے جن میں سے یہ بھی ہوگا۔" میں نے دوبے سنگھ کی طرف اشارہ کیا۔

"لیکن مہاراج! ہمارے پرکھوں کی رسم کیسے ٹوٹ سکتی ہے؟"

"ٹوٹ جائے گی امی چند! اگر تو بھی اس ستی ہونے سے بچ جانے والی کے جیون کا گاہک بن جائے گا تو ہم تجھے بھی تیری راج دھانی سمیت نشٹ کر دیں گے۔ یہ کون سی بڑی بات ہے۔"

اور امی چند کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے وہ شاید کافی بزدل تھا۔ دوسرے لمحے اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور جلدی سے بولا۔

"نہیں۔ نہیں مہاراج! میں۔ میں کچھ نہیں کہتا۔ میں کچھ نہیں کہتا مہاراج۔ ٹھیک ہے۔ آپ نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ جو بھگوان کی مرضی!"

"سُکھی رہو امی چند۔ تم نے اپنا جیون بچا لیا۔"

"آپ کی باتوں سے گیان برستا ہے مہاراج! آپ کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ آکاش کے رہنے والوں میں سے ہیں۔"

"امی چند!" منوسما نے پھر مداخلت کی اور امی چند اسے دیکھنے لگا۔ "کیا ایسے مہان گیانی بار بار ہاتھ لگتے ہیں؟"

"نہیں رانی۔ مہاراج مہان ہیں۔"

"تو کیا تم انھیں کچھ روز محل میں رکھ کر ان کی سیوا نہیں کرو گے؟" منوسما بولی۔

"اوش۔ اوش مہارانی!" امی چند تو صرف باتوں سے چت ہو گیا تھا۔ ویسے اگر وہ ضرورت محسوس کرتا تو میں اسے دوسری طرح بھی مطمئن کرنے کی کوشش کرتا اور پھر وہ میری طرف رخ کر کے بولا۔ "مجھے میری باتوں پر شما کرو مہاراج! پوری بات میرے علم میں نہیں تھی۔ اس دوبے سنگھ نے میرے کان میں کہا تھا کہ یہ سادھو وادھو نہیں۔ وہی ہتھیارا ہے جس نے جے راج کا خون کیا ہے۔ اسی پاپی نے مجھے بہکایا تھا۔" اور پھر راجہ امی چند نے قہر آلود نگاہوں سے دوبے سنگھ کو دیکھا۔ "دوبے سنگھ! کیا تو بتائے گا پاپی کہ جے راج کے ساتھ کتنے منش تھے؟"

دوبے سنگھ کی حالت پہلے ہی خراب ہو گئی تھی، بدلتے رنگ کو دیکھ کر اور بھی سٹپٹا گیا تھا اور اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

"جواب دے دوبے سنگھ!" راجہ دھاڑا۔

"بہت سے منش تھے مہاراج!" اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"اور مہاراج کے ساتھ کتنی بڑی فوج تھی؟"

"یہ اکیلے تھے مہاراج!"

"اور تو اس کی بُرائی کے لیے آیا تھا جس نے اکیلے تم سب کو مار گرایا۔ پاپی! تو میرا متر ہے یا بیری، اگر میں بھی تیری باتوں میں آکر مہاراج کا اپمان کرتا تو...!"
راجہ نے کہا اور دیبے سنگھ اٹھ کر میرے قدموں میں گر گیا۔

"شما کریں مہاراج۔ شما کر دیں۔ ہم سے بھول ہوئی تھی، شما کر دیں۔ ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ بھگوان کے لیے ہمیں شما کر دیں۔" دیبے سنگھ کو وقت کی نزاکت کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اب خود اس کی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے اور اس وقت صرف میں ہی اسے بچا سکتا ہوں۔

مجھے اس کی چالاکی پر ہنسی آ رہی تھی۔ بہرحال میں انفرادی دشمنی کا تو قائل ہی نہیں ہوں پروفیسر، چنانچہ میں نے اسے معاف کر دیا۔ تب امی چند آگے بڑھ آیا۔

"مہاراج! داس کی خواہش ہے کہ آپ راج محل چل کر رہیں۔ کچھ روز ہمیں بھی اپنے چرنوں میں رہنے کا موقع دیں۔ ہم آپ کی سیوا کریں گے مہاراج!"

"سادھو سنتوں کے لیے پتھریلے پہاڑ اور راج محل ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں امی چند۔ اگر تم چاہتے ہو تو ہمیں اعتراض بھی نہیں ہے۔"

"مہاراج کی جے!" امی چند نے کہا اور پھر اس نے دوسرے لوگوں کو ہدایات جاری کر دیں اور بہت سے آدمی میرے لیے رتھ لینے دوڑ گئے۔

"ہماری جوگن بھی ہمارے ساتھ جائے گی مہاراج!" میں نے کہا۔

"اوہ! ضرور مہاراج۔ ضرور۔" امی چند نے کہا اور ایک بار پھر میں نے بھرپور نگاہوں سے منوما کو دیکھا۔ خوبصورت عورت کی آنکھیں غضب کی تھیں۔۔۔ معنویت سے بھرپور اور مسکراتی ہوئی دلکش آنکھیں، جیسے وہ آنکھیں ہر راز جانتی ہوں، ہر بھید سمجھتی ہوں لیکن بہرحال اس نے میری مدد کی تھی اس لیے اس کی طرف سے میرے دل میں کوئی کد نہیں تھی۔ ہاں میں ان آنکھوں کی معنویت جاننا چاہتا تھا، اس مسکراہٹ کا بھید معلوم کرنا چاہتا تھا۔

لچھی بھی میرے پاس آگئی۔ وہ بہت خوش تھی۔ آج کی پوجا میں اسے بہت لطف آیا تھا! امی چند نے اسے پرنام کیا اور لچھی نے بھی دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

"بڑی بھاگیہ وان ہو دیوی کہ تمہیں کرشنو کا جیسے مہان گیانی مل گئے اور تمہارا جیون سپھل ہو گیا۔ میری طرف سے دھن ورد سویکار کرو۔" امی چند نے کہا۔ وہ حالات سے جلد متاثر ہو جانے والوں میں سے معلوم ہوتا تھا۔ بہرحال مجھے ان باتوں سے کیا غرض، میرے ذہن میں تو اس وقت صرف منوما کی آنکھیں تھیں، درحقیقت ان آنکھوں کا اس حسین رانی کے چہرے سے کوئی رابطہ نہیں معلوم ہوتا تھا! اس کے خدوخال بے حد حسین اور سادہ سادہ تھے۔ چہرے سے وہ بڑی معصوم لگتی تھی لیکن آنکھیں، ان آنکھوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جا سکتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد رتھ آ گیا اور کچھ لوگوں نے اندر آ کر اس کی اطلاع دی۔

"تو ہمیں پرشاد سوامی! آگیا دیں!"

"جے رام جی کی مہاراج! آپ ایسے مہان پرش کو لیے جا رہے ہیں جس سے آپ کو بہت کچھ ملے گا۔ ان کی قدر کریں مہاراج، ان کی سیوا کریں اور پھل پائیں!" بڑے پجاری نے کہا۔

"آپ چنتا نہ کریں مہاراج!" امی چند نے کہا اور ہم لوگ باہر نکل آئے۔

خوبصورت رتھ ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ پھر راجہ امی چند اور رانی منوما تو اپنے رتھ میں سوار ہوئے اور میں لچھی کے ساتھ دوسرے رتھ میں۔ رتھ چل پڑے تو میں نے مسکراتے ہوئے لچھی کی طرف دیکھا۔

"کیا سوچ رہی ہو لچھی؟"

"کچھ نہیں انوپی۔ ہم کہاں جا رہے ہیں؟" لچھی نے زندگی سے بھرپور آواز میں کہا۔

"راج محل!"

"ہائے رام! ہم راجہ کے محل میں رہیں گے؟ اور وہ مہاراج امی چند تھے؟"

"ہاں!"

"اور دوسری رانی جی تھیں؟" لچھی بچوں کی طرح سوالات کر رہی تھی۔

"ہاں، وہ رانی منوما تھی!"

"اور۔۔۔ اور انوپی، مہاراج نے مجھے پرنام بھی تو کیا تھا۔"

"کیا ہوگا۔"

"ارے میری عزت ہی کیا ہے۔ یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ملا ہے انوپی۔ بھگوان کی سوگند! تم نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ یہ ساری باتیں سپنوں میں بھی نہیں دیکھی تھیں۔ راجہ اور رانیوں کے نام قصے کہانیوں میں سن لیا کرتے تھے۔ بھگوان نے مجھے بہت بڑی عزت دی ہے انوپی۔ بھگوان نے مجھے بہت کچھ دے دیا ہے۔"

"یہ تو خوشی کی بات ہے لچھی!"

"میں ایسی خوش ہوں...!"

"بہت زیادہ خوش ہو؟"

"ہاں!" اس نے آگے بڑھ کر بڑی معصومیت سے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں!

سارے راستے لچھی ایسی ہی معصوم معصوم باتیں کرتی رہی۔ کئی بار اس نے بچوں کی مانند رتھ کا پردہ ہٹا کر باہر جھانکا تھا اور پھر ہم راج محل پہنچ گئے۔ راجہ امی چند نیچے اتر گیا۔ رانی منوما بھی رتھ سے اتر کر داسیوں کے ہجوم میں بڑی بے نیازی سے چلی گئی لیکن راجہ امی چند بہت متاثر ہو گیا تھا، اس نے محل میں میرا سواگت کیا اور پھر بڑے احترام سے ہمیں محل کے ایک خوبصورت کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ راجہ خود میرے ساتھ آیا تھا۔

"میرے اندر یہی خراب بات ہے مہاراج، جس کا بیری بنتا ہوں اسے پاتال میں بھی نہیں چھوڑتا اور جس کی عزت کرتا ہوں پھر اس کے سامنے خود کو کچھ نہیں سمجھتا۔" اس نے کہا۔

"تیرے من میں کھوٹ نہیں ہے امی چند۔ تیرا من گنگا جل کی طرح صاف ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے من نے آپ کو مہان مان لیا ہے۔ اب کوئی بھی آپ کے بارے میں کچھ کہے، میں نہیں مانوں گا۔ آپ آرام سے یہاں رہیں، میں آپ کی سیوا میں آتا رہوں گا۔ سارے لوگ آپ کی سیوا کریں گے، کسی بات میں آپ خاموش نہ رہیں۔

"ہمیں آپ کے چرنوں کی دھول چاہیے مہاراج!"

"چنتا نہ کرو امی چند۔ ہم تھوڑے دن تیرے مہمان رہیں گے، پھر یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"ابھی جانے کی بات نہ کریں مہاراج۔ آپ جیسے مہان پرش بار بار نہیں ملتے۔ اب آپ آرام کریں، رات بیت رہی ہے۔" امی چند نے کہا اور پھر وہ میرے قدم چھو کر باہر نکل گیا۔

"ہائے رام! میں راجاؤں کو نہ جانے کیا سمجھتی تھی، مہاراج امی چند تو بڑے ہی اچھے منش ہیں۔"

"جی ہاں!" میں نے طنزیہ انداز میں کہا اور پھر چونک کر لچھی سے پوچھا۔

"تم بھوجن کر چکی ہو لچھی؟"

"ہاں مہاراج! کیوں؟"

"بس ٹھیک ہے، یونہی پوچھ رہا تھا۔ آؤ آرام کریں۔"

"میں بھی تھک گئی ہوں مہاراج!" لچھی نے ایک انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

"تب پھر دروازہ بند کر دو۔" میں نے کہا اور لچھی کے چہرے پر آنے والے وقت کے رنگین سائے لہرانے لگے۔ اس کی آنکھوں میں گلال پھیل گیا اور وہ شرمائے شرمائے قدموں سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ پھر اس نے کانپتے ہاتھوں سے دروازہ بند کر دیا اور بہکے بہکے قدموں سے واپس آگئی۔

میں دلچسپی سے اس کی کیفیات دیکھ رہا تھا۔ آنے والے دلکش لمحات کی پوری کہانی لچھی کے چہرے پر بکھری ہوئی تھی۔ مجھے یہ کتاب بے حد پسند آئی اور میں نے اسے خود پر کھینچ لیا۔ لچھی کے پورے بدن میں خوشبوئیں بسائی گئی تھیں اور وہ پھول کی طرح مہک رہی تھی اور پھر میں نے اس کے پورے بدن کی مہک خود میں جذب کر لی۔ لچھی اب صرف گلاب کی ایک پتی رہ گئی تھی لیکن مطمئن و مسرور۔ وہ میری آغوش میں دراز تھی۔ تب اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور سانس گہرے ہوتے گئے۔ وہ کسی معصوم بچی کی طرح میری آغوش میں سو گئی۔

لیکن میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور میں پیار بھری نگاہوں سے سوتی ہوئی لچھی کو دیکھ رہا تھا۔ اپنا سب کچھ میرے حوالے کر کے کس سکون سے سو گئی۔ کتنا اعتماد ہے اسے مجھ پر۔ میں نے سوچا اور اس کی بند آنکھوں کے پپوٹوں پر انگلی پھیرنے لگا۔

تب ان آنکھوں کو دیکھتے ہوئے دو اور آنکھیں میرے ذہن میں ابھر آئیں، شرارت کی چمک لیے ہوئے ایک عجیب سی معنی خیزیت لیے ہوئے۔ دو پُراسرار آنکھیں۔ دو دلکش آنکھیں اور ان کے نیچے مسکراتے ہوئے ہونٹ، عجیب مسکراہٹ تھی۔ واقعی عجیب مسکراہٹ تھی۔ آنکھوں کی چمک حیرت انگیز تھی۔ روشن اور روشن تیز سے تیز تر۔ یہ روشنی پورے کمرے میں پھیل گئی۔ آنکھیں میرے سامنے تھیں اور یہ کوئی تصور نہیں تھا۔ آنکھیں درحقیقت میری آنکھوں کے سامنے تھیں اور ان سے اتنی تیز روشنی پھوٹ رہی تھی کہ کمرہ منور ہو گیا تھا اور پھر مسکراتے ہوئے ہونٹ، پھر ننھی سی ٹھوڑی، پھر گردن اور پھر گردن سے نیچے کا بدن۔ ایک انسانی ہیولا تشکیل پا رہا تھا اور چند لمحات کے بعد وہ ہیولا مکمل ہو گیا ——— وہ منورما تھی۔ رانی منورما!

اس کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی لیکن میں حیران رہ گیا تھا۔ دروازہ بدستور بند تھا اور وہ اندر موجود تھی۔ پھر اس کی آواز ابھری۔

"کمرشنو کا مہاراج!"

"تم ——— تم رانی منورما ——— تم یہاں کہاں سے آگئیں؟"

"تم تو آکاش باسی ہو مہاراج! ہم دھرتی کے کیڑے تمہارے گیان کو کہاں پہنچ سکتے ہیں لیکن کیا یہ گیان تمہیں اس ابلا کی گود سے ملا ہے؟"

"تم اندر کس طرح آگئیں منورما؟" اس بار میں نے سخت آواز میں پوچھا۔

"اوہ! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے مہاراج۔ چنتا کیوں کرتے ہو، اب منورما ایسی گئی گزری بھی نہیں ہے کہ کسی کا راز کھول دے گی۔"

"مجھے کسی راز کی چنتا نہیں ہے منورما!"

"تم میرے لیے عجیب ہو مہاراج! بڑے ہی سندر مگر بڑے ہی انوکھے۔ میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"کیا جاننا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟"

"جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر تمہیں یقین نہیں آیا؟"

"نہیں مہاراج!" وہ مسکرا پڑی۔ "کیا آپ اب بھی یہی کہیں گے کہ میں اس بات پر یقین کر لوں؟"

"کیوں، اب کیا ہوا؟"

"تیاگی سنسار سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ آپ نے اس ابلا کو ستی ہونے سے بچایا ہے اور اب اسے اپنی ملکیت بنا لیا ہے۔ کیا رشی منی ایسا ہی کرتے ہیں؟"

"اوہو۔ کیا ایسا نہیں کرتے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں تو ہندو مت کے بارے میں بھی معلومات نہیں ہے مہاراج اور تم خود کو گیانی کہتے ہو!"

"ہاں رانی منورما! تیرا خیال ٹھیک ہے مگر پہلے تو مجھے ایک بات بتا۔"

"پوچھو مہاراج!"

"تو اس بند کمرے میں کیسے آگئی؟"

"یہ میرا گیان ہے مہاراج۔ یہ میری شکتی ہے۔" منورما نے کہا۔

"تب تو بڑی ہی بے وقوف ہے۔ اپنے گیان، اپنی شکتی سے میرے بارے میں کیوں نہیں معلوم کر لیتی؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ کام بھی مشکل نہیں ہوگا مہاراج! پرنتو میں کچھ اور چاہتی ہوں۔" منورما نے کہا۔

"وہ بھی بتا دے۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"بتا دوں گی مہاراج۔ ایسی جلدی بھی کیا ہے۔" منورما نے کہا اور اس کی آنکھوں سے پھر تیز روشنی پھوٹنے لگی۔ میری نگاہ اس کی آنکھوں پر جم کر رہ گئی ——— درحقیقت مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ اس کا بقیہ جسم کب تحلیل ہو گیا۔ پھر وہ آنکھیں چھوٹی ہونے لگیں۔ چھوٹی اور چھوٹی اور پھر دو ننھے ننھے نقطے رہ

گئے اور ـــــ اس کے بعد کچھ بھی نہ رہا۔

میں حیرت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ذہن میں ابھی تک منوما کی آواز گونج رہی تھی۔ پھر میں نے چونک کر اردگرد کے ماحول کو دیکھا۔ کیا یہ سب وہم تھا تصور تھا۔ دروازہ بالکل بند تھا اور کمرے میں کوئی وجود نہیں تھا منوما کہاں سے آئی اور کہاں چلی گئی۔ کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔

بہرحال یہ عجیب و غریب قوت تھی جس کا اظہار دوسری بار میرے سامنے ہوا تھا۔ یہ لوگ اسے جادو، منتر کہتے تھے لیکن جو کچھ بھی تھا علم دلچسپ تھا اور میں اس سے کافی متاثر تھا۔ میں چاہتا تھا کہ کسی ایسے شخص کو دوست بناؤں جو مجھے یہ علم سکھا دے اور وہ منوما بھی ہو سکتی ہے۔

کافی دیر تک میں اس کے بارے میں سوچتا رہا اور پھر گہری نیند سو گیا۔ دوسری صبح دیر سے جاگا تھا کھچی جاگ چکی تھی اور اس کا مسلا ہوا لباس اب اس کے بدن پر تھا۔ محل کی داسیوں اور داسوں نے ہمیں غسل کرنے کی جگہیں بتائیں۔ کھچی اور میرے لیے لباس بھی نئے آئے تھے اور پھر داسوں نے اطلاع دی کہ مہاراج نے بھوجن کے لیے بلایا ہے۔

"چلو!" میں نے کہا اور میں اور کھچی نوکروں کے ساتھ چل پڑے۔ محل درحقیقت بے حد خوبصورت تھا، ہر چیز شان ٹپکتی تھی۔ ایک بہت بڑے اور بہت خوبصورت کمرے میں راجہ امی چند، رانی منوما اور دوسرے کچھ لوگ موجود تھے انھوں نے کھڑے ہو کر ہمارا سواگت کیا۔

منوما بڑے احترام سے پیش آئی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا لیکن اس وقت مجھے اس کی آنکھوں میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔

"رات کیسی گزری مہاراج؟" امی چند نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"اس پر آج تک غور نہیں کیا امی چند۔ جیسی بھی گزر جائے۔"

"میری منو کامنا ہے مہاراج کہ آپ یہاں کوئی تکلیف نہ اٹھائیں۔"

"ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے امی چند۔"

"تم بھی دیوی ـــــ مہان گیانی کے سنگ کی وجہ سے تمھارا رتبہ بھی بہت بڑھ گیا ہے۔ ہمیں تمھاری سیوا کر کے بھی خوشی ہوگی۔" راجا امی چند، کھچی سے بولا۔ کھچی کوئی جواب نہ دے سکی تھی۔ میں نے بار بار منوما کی طرف دیکھا لیکن وہ خاموشی سے سر جھکائے بھوجن کر رہی تھی اور اس وقت اس کی آنکھوں میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔

ناشتے کے بعد ہم کمرے سے نکل آئے۔ راجہ نے میرے قدم چھوئے اور دربار جانے کی اجازت طلب کی۔ پھر وہ چلا گیا۔ میں اور کھچی اپنی آرام گاہ کی طرف چل پڑے تھے۔ رانی منوما بھی ہمارے پیچھے آ رہی تھی۔ تب میں نے کھچی کو داسیوں کے حوالے کیا اور رانی کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ منوما میرے قریب آ کر رک گئی تھی۔

"میرے لیے کوئی آدیش مہاراج؟" منوما نے دبے سے پوچھا۔

"ہاں رانی۔ تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔" میں نے کہا۔

"مہاراج اگر پسند کریں تو میرے دوار چلیں، یا پھر جہاں چاہیں؟"

"یہ تیرا محل ہے رانی اور ہم تیرے مہان، جہاں تو کہے۔"

"تب میرے ساتھ آئیے مہاراج!" منوما نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ داسیاں پیچھے ہٹ گئیں اور ہم دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے ایک خوبصورت دروازے کے پاس پہنچ گئے۔ داسیوں نے دوڑ کر دروازہ کھولا اور ایک طرف ہٹ گئیں۔ تب ہم دونوں اندر داخل ہو گئے اور رانی کے اشارے پر داسیوں نے دروازہ بند کر دیا۔

"پدھاریئے مہاراج! میرے بھاگ کہ آپ یہاں تک آئے۔" رانی ایک نشست گاہ کی طرف اشارہ کر کے بولی اور میں اطمینان سے بیٹھ گیا۔ رانی میرے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ میں نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا اور چکر میں پڑ گیا۔ اس وقت رانی کا چہرہ بالکل سادہ تھا۔ آنکھوں میں چمک اب بھی تھی لیکن اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں سنبھل گیا۔ یہ تو معاملہ ہی کچھ اور نظر آ رہا تھا۔ رات کے وقت رانی کی کیفیت ہی کچھ اور تھی۔

"کیا آدیش ہے مہاراج؟" اس نے کہا۔

"کچھ باتیں پوچھنی ہیں۔"

"میں موجود ہوں!"

"کیا امی چند کی ایک ہی رانی ہے یا کوئی اور بھی ہے؟"

"صرف میں ہی ہوں مہاراج! چار رانیاں مر چکی ہیں۔ ویسے بھی راجاؤں کو رانیوں سے زیادہ داسیوں کے ساتھ سمے بتانا ہوتا ہے۔ رانی ایک ہو یا دس اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"اوہ!" میں نے گردن ہلائی "امی چند بھی داسیوں میں دلچسپی لیتا ہے؟"

"یہ راجاؤں کی شان ہے مہاراج!" منوما اداسی سے بولی۔

"تمھیں برا نہیں لگتا؟"

"عادت پڑ جاتی ہے مہاراج!" اس نے جواب دیا اور اس جواب میں بڑی بے بسی تھی۔ رات کی منوما بے بس نہیں تھی۔ پھر یہ کیا راز ہے۔ کیا درحقیقت وہ صرف ایک تصور تھا، یا پھر کوئی اور ہستی؟

"تم اگر چاہو منوما ـــــ تو میں تمھاری سہائتا کر سکتا ہوں!"

"کس بارے میں مہاراج؟"

"امی چند صرف تمھارا دم بھرے!"

"نہیں مہاراج! کبھی یہ میری منو کامنا تھی، اب نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"بس میں عادی ہو چکی ہوں اور پھر میرا پتی جس بات میں خوش ہے میں اس میں ٹانگ کیوں اڑاؤں نہیں مہاراج میں یہ نہیں چاہتی۔"

"تیری مرضی ہے رانی۔ میں چاہتا ہوں تیری کوئی سہائتا کروں۔ اگر کبھی تجھے اس کی ضرورت پڑے تو مجھے ضرور یاد کر لینا۔"

"دیا ہے مہاراج کی اور میں اس کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔" منوما نے کہا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"بس اب مجھے آ گیا دے!"

"پدھاریں مہاراج! میں کیا سیوا کروں۔ میرے لیے بھی تو کچھ کہیں؟"

"ضرور کہیں گے منورما۔ پر ابھی نہیں۔" میں نے کہا اور پھر میں اس کے کمرے سے نکل آیا لیکن الجھا ذہن لیے۔ سچی بات ہے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ منورما تو میرے خیال کے برعکس نکلی۔ وہ چالاک لگتی تھی! اس کی آنکھوں سے تیزی ٹپکتی تھی لیکن اپنی گفتگو سے وہ ایسی نہیں معلوم ہوئی تھی! اس نے نہایت احترام سے مجھ سے بات کی تھی اور میں کہیں بھی اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی فریب کر رہی ہے۔

پھر وہ تصور کیسا تھا ـــــ کیا درحقیقت وہ کوئی تصور تھا ـــــ مگر اس سے قبل تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا! اس سے پہلے تو میں نے کھلی آنکھوں سے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔ یہاں ایسا فریب کیوں ہوا۔ درحقیقت میں تھوڑی دیر تک اُلجھا رہا اور اس کے بعد میں نے یہ خیال ہی ذہن سے نکال دیا۔ منورما سے دن میں تین بار ملاقات ہوئی۔ ایک بار شام کی پوجا پر اور پھر رات کے کھانے پر لیکن اس کے اور راجا امی چند کے انداز میں احترام کے سوا کچھ نہیں تھا۔

اور پھر رات آ گئی۔ میرے ذہن میں کسی قسم کا تردد نہیں تھا۔ پچھی کا نازک اور میرا جانا پہچانا بدن تھا اور میں۔ پچھی کی لذت انگیز سانسیں تھیں اور رات کا سناٹا لیکن اس سناٹے میں ایک کھنکتی ہنسی شامل ہو گئی اور یہ ہنسی پچھی کی نہیں تھی۔ پچھی تو نیم غنودہ ہو گئی تھی۔ پھر میرے کانوں میں صاف آواز ابھری۔

"کیا ہو رہا ہے مہاراج؟" اور میں نے چاروں طرف دیکھا۔ آواز منورما کی تھی، اس میں کوئی شبہ نہیں تھا۔

"پچھی!" میں نے پچھی کو آواز دی۔

"اسے سونے دو مہاراج، مجھ سے باتیں کرو، وہ میری آواز نہیں سُنے گی۔"

"کون ہو تم؟"

"ارے، کیسے گیانی ہو، اتنی سی بات نہیں معلوم کر سکتے!"

"منورما!" میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔

"داسی ہی ہے!"

"کیا بات ہے، آج تم کھل کر سامنے نہیں آ رہیں؟"

"آ جاؤں؟" منورما کی چہکتی ہوئی آواز ابھری۔

"ہاں آؤ۔ دیکھوں تو سہی کیا طلسم ہے۔" میں نے کہا اور اچانک ایک جگہ روشنی ہو گئی۔ میں نے چونک کر اس طرف دیکھا، منورما ہی تھی لیکن حیرت کی بات تھی۔ میں اسے قریب سے دیکھنے کے لیے آگے بڑھ گیا لیکن جونہی میں اس کے چمکدار وجود کے نزدیک پہنچا وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

"فاصلے ٹھیک ہوتے ہیں مہاراج! میں قریب سے بھی ویسی ہی نظر آؤں گی جیسی دُور سے۔" یہ آواز میری پشت سے آئی۔ میں نے گھوم کر دیکھا، منورما کمرے کے دوسرے کونے میں کھڑی ہوئی تھی اور پچھی اسی طرح سو رہی تھی۔ بہر حال حیرت انگیز بات تھی لیکن مجھے گرنتھ ناتھ یاد آ گیا! اس کا علم میں دیکھ چکا تھا۔

"ٹھیک ہے منورما! دُور سے ہی سہی مگر کیا تم مجھ سے باتیں کرو گی؟"

"ہاں ہاں مہاراج، کیوں نہیں۔"

"تب پھر آؤ۔ بیٹھو، باتیں کریں۔" اور منورما مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی۔ "کل رات بھی تم ہی تھیں نا؟"

"ہاں مہاراج! سنسار میں صرف ایک ہی منورما ہے اور وہ میں ہوں۔ میری جیسی دوسری نہ ہو گی۔ آپ نے دیکھی ہو تو بتائیں۔"

"نہیں دیکھی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم دن کی روشنی میں بدل کیوں جاتی ہو؟"

"اس کی بات چھوڑو کرشنو کا۔ دن کی بات دن کے ساتھ ـــ تم بتاؤ تمہارا گیان میرے بارے میں کیا کہتا ہے؟" منورما نے کہا۔

"تم جادوگرنی ہو۔"

"ہوں، مگر تم میرا جادو نشٹ بھشٹ کیوں نہیں کر دیتے؟ تم نے تو پورا جیون پہاڑوں میں بتا لیا ہے، تپسیا کرتے ہوئے، گیان حاصل کرتے ہوئے۔ کیا تمہارا گیان میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا؟"

"شاید نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے اعتراف کیا۔

"ارے کیوں؟"

"اس لیے منورما کہ میری اور تمہاری حیثیت مختلف ہے۔ تمہارا یہ علم جسے تم جادو کا نام دیتے ہو، میرے لیے اجنبی ہے۔ میں تمہارے اس علم سے بہت متاثر ہوں۔ تم مجھے ایک بات بتاؤ، تمہارا جادو، تمہارا یہ انوکھا علم، تمہیں میرے بارے میں کیا بتاتا ہے؟"

"سُنو گے مہاراج؟"

"ہاں!"

"اور سچ بولو گے؟"

"ہاں۔ میں جھوٹ نہیں بولوں گا!"

"تو پھر مہاراج تمہارا نام کرشنو کا نہیں ہے۔ تم نے کبھی پہاڑوں میں گیان نہیں کیا۔ ہاں میرے بیر مجھے تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتا سکے۔ وہ تمہاری پچھلی زندگی کا پتہ نہیں لگا سکے اور یہ تمہاری ذات کا انوکھا پن ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں کرشنو کا مہاراج؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔ میں نے کوئی گیان نہیں کیا۔" میں نے اسے بتایا۔

"تو پھر گیانی کیوں بن گئے؟ اس لڑکی کے لیے؟"

"نہیں منورما! یہ لڑکی میرے لیے کوئی بڑی حیثیت نہیں رکھتی۔ بس مرنے سے ڈر رہی تھی، آگ میں نہیں کودنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کا جیون بچا لیا۔"

"اور پھر اپنے اس احسان کا بدلہ اس کے شریر سے لے لیا؟"

"نہیں منورما! میں نے اس کا شریر بدلے میں نہیں لیا تھا۔ وہ نوجوان تھی، خوبصورت تھی اور میں ایک بھرپور مرد۔ میں نے اس کی خوشی سے اسے حاصل کیا!"

"اور پھر مہاراج کرشنو کا بن کر بلدیوا میں آ بیٹھے؟" منورما طنزیہ

انداز میں بولی۔
"آیا نہیں، لایا گیا تھا۔ اب تم سے کیا کہوں، تمہارے ان حماقتوں کی باتوں پر بڑی توجہ دی جاتی ہے۔ میں نے خود تو مندر میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔"
"ایک اور بات بتاؤ گے مہاراج؟"
"ہاں پوچھو!"
"کیا ہندو دھرم سے تمہارا کوئی ناطہ نہیں ہے؟" منورما نے سوال کیا اور میں نے چند منٹ اس کے سوال پر غور کیا۔
"اس کا جواب دینے سے پہلے میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں منورما!"
"چلو پوچھ لو۔" منورما نے شاہانہ انداز میں کہا۔
"اب تم اس بات سے انکار تو نہیں کرو گی کہ اس وقت کی منورما اور رانی منورما میں کوئی فرق ہے؟"
"چلو ٹھیک ہے میں نے مان لیا کہ میں منورما ہی ہوں۔ اب——"
"تو منورما پھر میں تم سے کہوں گا کہ مجھ سے دوستی کر لو۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنے بارے میں سچ سچ بتائیں گے اور ایک دوسرے پر پورا وشواش کریں گے!"
"وچن دیتے ہو مہاراج کہ جھوٹ نہیں بولو گے!"
"ہاں وچن دیتا ہوں!"
"ٹھیک ہے تو اب تم مجھے بتاؤ کہ کیا تمہارا تعلق ہندو دھرم سے نہیں ہے؟"
"نہیں دیوی!"
"پھر کیا دھرم ہے تمہارا؟"
"کوئی دھرم نہیں ہے۔ بس دھرتی پر بسنے والا ایک جاندار ہوں۔ دھرتی پر بسنے والوں سے پریم کرتا ہوں اور اگر سچ مانو تو پریم ہی میرا دھرم ہے۔ بے بس کیڑے جب اپنے جیسے دوسرے کیڑوں کو نگلنے لگیں تو ان سے طاقتور کیڑوں کا فرض ہے کہ وہ انھیں نگل جائیں اور کمزوروں کی رکھشا کریں۔ یہی میرے دھرم کا وچار ہے۔"
"کہاں سے آئے ہو؟"
"سنسار کے ہر کونے سے۔ دھرتی کے بہت سے ٹکڑے میرے پیروں تلے روندے گئے۔ بات سچ کی ہو رہی ہے اس لیے تم اس میں شک نہ کرنا۔"
"ہمارے دھرم کا روپ کیوں اپنا لیا؟"
"صدیوں سے انسانوں کا تجزیہ کرتا آیا ہوں۔ ہر دھرم سے دلچسپی ہے، ہر علم کو پسند کرتا ہوں۔ تمہارے دھرم کے بارے میں جاننے کے لیے تم جیسا بن گیا۔ یہاں سے کہیں اور جاؤں گا تو ان جیسا رنگ جاؤں گا۔"
"دانو لگتے ہو۔ بھگوان کی سوگند۔ اتنے سندر کیوں ہو؟"
"بس اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کام کی باتیں کریں۔"
"چلو کریں۔" منورما نے عجیب سے انداز میں کہا۔
"اب میں تمہارے بارے میں کچھ پوچھوں؟"
"پوچھ لو۔ حالانکہ میں ابھی تمہارے بارے میں کچھ نہیں جان سکی۔" منورما نے کہا۔
"اس سے زیادہ اگر میں تمھیں بتاؤں گا تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا اور تم اسے جھوٹ سمجھو گی، ثبوت مانگو گی اور مجھے یہ ثبوت دینے میں خاصی الجھنیں پیش آئیں گی۔"
"پھر بھی میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتی ہوں کرشنو کاجی!"
"آہستہ آہستہ جان لو گی۔ اب تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"
"تم پوچھو مہاراج!" منورما مسکرا کر بولی۔
"تم جادو جانتی ہو؟"
"ہاں!"
"یہ بات سب کو معلوم ہے؟"
"نہیں!"
"اس طرح تو تم راجہ چندر پر بھی قابو رکھتی ہو گی؟"
"اتنا بڑا مہاراجہ۔ سامی چندر کتوں کی طرح میرے پیر چاٹتا ہے۔ اس کی چار رانیاں تھیں، جنھیں ایک ایک کر کے میں نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اب ہردے ان کے راجیہ پر صرف میری حکومت ہے۔"
"بہت خوب رانی منورما! اب دوستی کی بات کرو۔"
"ضرور مہاراج!"
"کیا تم مجھے بھی اپنا علم سکھا سکتی ہو؟"
"یہ بہت بڑی بات ہو گی مہاراج! میں ایسا کر سکتی ہوں لیکن جب دوستی کی بات ہی ہے تو میں بھی آپ سے کچھ مانگوں گی۔"
"ہاں، ضرور۔"
"پہلی بات۔ تم مجھے اپنی شکتی کے بارے میں بتاؤ گے۔"
"اوہ! بات وہیں آ گئی۔"
"ہاں مہاراج! میں جاننا چاہتی ہوں۔"
"تو سنو منورما! کچھ تمھیں بتا چکا ہوں، کچھ اور سن لو۔ میرا خیال ہے تمہارا طلسم میرے اوپر نہیں چل سکے گا۔ میں بے اثر انسان ہوں۔ آگ پانی یا کوئی اور چیز میرے بدن پر بے اثر ہے اور یہ صدیوں کی سختیاں ہیں جنھوں نے مجھے نہ جانے کیا بنا دیا ہے۔ میں تم جیسا گوشت پوست کا انسان نہیں ہوں۔ ہر دور میں، میں ہر مذہب اور ہر خیال کے انسانوں کے ساتھ رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ہر دور کے انسانوں میں ضم ہونے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ان سے مختلف نہ ہو۔ سو میں نے خود کو تمہارے دھرم کے مطابق بنا کر پیش کیا، گو مجھے اس کی ضرورت نہ تھی۔ وہ ایک لڑکی کی جان لینا چاہتے تھے۔ اگر میں اس کو بچانا چاہتا تو ان سب کو قتل کر دیتا اور وہ آج بھی میرے پاس اسی طرح محفوظ ہوتی جس طرح ہے۔ اسے کون مجھ سے چھین سکتا تھا منورما لیکن اس طرح جو دشمنی کی فضا پیدا ہوتی وہ نہ مجھے سکون سے رہنے دیتی نہ میں اپنا تحقیقاتی کام جاری رکھ سکتا تھا۔ تمہارے دھرم میں شامل ہو کر میں زیادہ سکون سے اپنا کام کر سکتا

ہوں اور اس میں میرا کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔ میں نے اپنے آپ کو آگ کے درمیان رکھ کر تمھارے ہاں کے لوگوں کی دلچسپیاں حاصل کرلیں۔ انھوں نے مجھے اوتار سمجھا، میں نے انکار نہ کیا۔ وہ مجھے عام آدمی سمجھیں گے تب بھی مجھے اعتراض نہ ہوگا بس میرا کام جاری رہے۔"

"مگر صدیوں سے تمھارا کیا مطلب ہے مہاراج؟"

"صدیاں، صدیاں ہوتی ہیں۔" میں ٹھنڈی سانس لیکر بولا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن تم جو صدیوں کی بات کرتے ہو وہ کیا حیثیت رکھتی ہے؟ تم نے کہا ہے کہ تم ہر دَور کے انسانوں کے ساتھ شامل رہے ہو، اس کا کیا مطلب ہے؟"

"میں صدیوں سے زندہ ہوں رانی منورما۔ میری عمر ہزاروں سال ہے، مان سکتی ہو تو مان لو ورنہ اپنے علم کو آواز دو اس سے پوچھو میں نے جھوٹ نہیں کہا۔"

"ہائے رام! تو کیا تم نے امرت جل پیا ہوا ہے؟"

"میں نے کچھ نہیں پیا۔ میرے بارے میں سوچتی رہی تو میرے ہی بارے میں پوچھتی رہو گی اس لیے اس گفتگو کو یہیں پر ختم کردو اور میری بات کا جواب دو۔"

"مجھے بڑی حیرت ہے مہاراج!"

"ہر دَور کے انسان مجھ پر حیران رہے ہیں، تم نے کوئی نئی بات نہیں کی۔"

"تو تمھارا نام بھی کرشنو کا نہیں ہے؟"

"نہیں دیوی!"

"پھر تمھارا کیا نام ہے مہاراج؟"

"صدیوں کا بیٹا ــــ اور بس ــــ"

"انوکھا نام ہے۔ اچھا ایک بات بتاؤ؟"

"وہ بھی پوچھ لو۔" میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔

"یہ لڑکی تمھاری پریمیکا ہے؟ میرا مطلب ہے مہاراج تم اس سے پریم کرتے ہو اور وہ بھی تم سے ....؟"

"زمین کی بے شمار عورتوں نے ادوار کے مطابق میرا قرب حاصل کیا ہے۔ انھوں نے مجھ میں کشش محسوس کی مجھے بھی ان کی ضرورت تھی، چنانچہ میں نے ان کا قرب اپنا لیا۔ چھّی بھی انہی میں سے ایک لڑکی ہے۔ جہاں تک تم پریم کی بات کرتی ہو تو یہ میرے لیے ناممکن ہے کیونکہ تمھاری عمریں ایک حد تک جاکر ختم ہوجاتی ہیں اور اس کے بعد میں تنہا رہ جاتا ہوں۔ چنانچہ بدلتے ادوار کے ساتھ میری عورت بھی بدلتی رہتی ہے۔"

"تو کیا تم مہاراج ایک دَور میں ایک ہی استری کے ساتھ رہتے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور منورما کسی حد تک جھینپ گئی۔

"میرا مطلب ہے مہاراج تم اس سے دواہ کرلیتے ہو؟"

"نہیں۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ یہ ساری باتیں دھرموں سے تعلق رکھتی ہیں اور میرا کوئی دھرم نہیں ہے۔ ہاں میری عورت اپنے طور پر جو چاہے وہ سمجھے۔"

"ہوں۔ تمھاری ساری باتیں انوکھی ہیں۔ بھگوان کی سوگند تم جتنے سندر ہو اتنے ہی حیرت انگیز بھی۔ میں تمھیں بہت پسند کرنے لگی ہوں مہاراج! میرا من تم میں الجھ گیا ہے۔ ابھی تو نہ کہوں گی لیکن میں تم سے ایک بات ضرور کہوں گی۔" منورما نے کہا۔

"ابھی کیوں نہ کہو گی منورما؟"

"لاج آوے ہے۔" وہ شرما کر بولی۔

"اچھا۔ ایک بات اور بتا دو!"

"ہاں، ہاں۔ پوچھو۔"

"کیا امی چند کو بھی نہیں معلوم کہ تم ایسے علوم جانتی ہو؟"

"اسے معلوم ہے مہاراج! مگر اس کا دماغ میری مٹھی میں ہے۔ وہ صرف وہی سوچتا ہے جو میں چاہتی ہوں۔" منورما نے جواب دیا۔

"تب تو یوں سمجھا جائے کہ ہر بڑے مان پر اصل حکومت تمھاری ہے!"

"ہاں مہاراج، یہی سمجھ لو۔" منورما نے بڑے فخر سے کہا اور پھر بولی۔ "مگر مہاراج جو کچھ میں تم سے کہوں گی اس کا پہلا پارٹ یہ ہے کہ کیا تم میرے کہنے سے چھّی کو چھوڑ سکتے ہو؟"

"اوہ!" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ میں سمجھ گیا وہ کیا کہنا چاہتی ہے لیکن یہ الجھن کی بات تھی۔ وہ خوبصورت تھی، سب سے بڑی بات یہ کہ با علم تھی، اس علم کی مالک جسے میں حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن وہ معصوم لڑکی جس کی زندگی کے گاہک چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے، بے قصور تھی اور میرے علاوہ اس کا کوئی سہارا نہ تھا۔ اپنی خوشی کے لیے اور اس علم کے حصول کے لیے میں اپنے اصول کو نہیں توڑ سکتا تھا۔ میں نے اس کی زندگی کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا، سو اس کے لیے میں بڑی سے بڑی قربانی دے سکتا تھا حالانکہ منورما میرے لیے بہت دلکش تھی، جوان اور حسین عورت کی حیثیت سے بھی اور ایک جادوگرنی کی حیثیت سے بھی ــــ لیکن معصوم چھّی کو برباد کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

"اسے چھوڑنا بہت ضروری ہوگا منورما؟"

"ہاں مہاراج! اب کہلوانا چاہتے ہو تو سن ہی لو۔ تمھاری سندرتا نے میرا من موہ لیا ہے۔ میں تمھارا جیون بھر کا ساتھ چاہتی ہوں اور میں کیسے برداشت کروں گی کہ میرے پریم میں کوئی دوسری بھی شامل ہو۔ میں تمھیں اپنا سب کچھ دے دوں گی مہاراج۔ تم میرا پریم سوئیکار کردو اور صرف میرے ہو جاؤ۔" منورما کی آنکھوں سے پیار ٹپکنے لگا تھا۔

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ سوچ یہ نہ تھی کہ منورما کی پیشکش قبول کروں بلکہ یہ تھی کہ اگر میں نے اسے انکار کردیا تو اس کے بعد اس کا ردِ عمل کیا ہوگا؟

"سوچ میں ڈوب گئے مہاراج؟"

"ہاں منورما!"

"پر کیا سوچ رہے ہو؟"

"تم جیون بھر میرے ساتھ کیسے رہ سکو گی؟"

"کیوں؟ اس میں کیا حرج ہے؟"

"مہاراج امی چند کا کیا ہوگا؟"

"وہ صرف ایک کتے کی طرح ہمارے تمہارے سامنے دُم ہلاتا رہے گا۔ میں اسے بے حقیقت کر کے رکھ دوں گی' میرا نام منورما ہے۔"

"مجھے سوچنے کا موقع دو۔۔۔ رانی۔۔۔ میں تمہیں جلد ہی جواب دوں گا۔"

"ٹھیک ہے مہاراج۔۔۔ لیکن عورت جب کسی کو من کا میت مان لیتی ہے تو پھر اس کے بعد کسی دوسری عورت کو برداشت نہیں کر سکتی۔ تم میرے ہو چکے ہو سوامی۔ اب میں تمہیں اس عورت کے ساتھ نہ دیکھ سکوں گی۔" منورما نے نفرت سے پھپھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر ابھی تو یہ مشکل ہے منورما!"

"میں ساری مشکلیں ٹھیک کر لوں گی مہاراج! تم چنتا نہ کرو۔" منورما نے ہاتھ اٹھایا اور دوسرے لمحے وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی' بالکل اسی طرح جیسے جلتا ہوا چراغ اچانک بجھ جائے۔۔۔ اور میں آنکھیں پھاڑتا رہ گیا۔ ایک خطرناک لیکن دلچسپ الجھن میرے ذہن پر سوار ہوگئی۔ بے چاری پھپھی خطرے میں پڑ گئی تھی اور اس بار یہ خطرہ شدید تھا کیونکہ وہ لوگ جو پھپھی کی جان کے گاہک تھے کھل کر میرے سامنے آ چکے تھے۔ جسمانی طور پر ان سے نمٹنا میرے لیے مشکل نہ تھا لیکن ایک ایسی پُراسرار قوت جو شعلے کی طرح زندہ ہوتی ہے اور چراغ کی طرح بجھ جاتی ہے' میری سمجھ سے باہر تھی اور میں اس کے لیے کوئی مناسب بندوبست نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے پھپھی کی طرف دیکھا۔ چہرے پر سکون سجائے آرام سے سو رہی تھی۔ ساری فکریں' ساری پریشانیاں میرے سپرد کر کے۔ ظاہر ہے مضبوط سہارے انسان کو سکون ہی دیتے ہیں اور میں اس کے لیے ایک مضبوط سہارا تھا۔ ساری رات آنکھوں میں گزر گئی۔ پھر پھپھی کے خوبصورت ہونٹ مسکرائے اور صبح ہوگئی۔

وہ بالکل مطمئن تھی! اس کے چہرے پر کوئی پریشانی نہیں تھی اور ہوتی بھی کیوں' اس کو تو مکمل سکون تھا۔ دن میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ راجہ امی چند مجھ سے ملنے آیا اور اپنے دکھڑے روتا رہا۔ نہ جانے اس نے مجھ سے کیا کیا توقعات لگا رکھی تھیں لیکن اس وقت میری نگاہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ منورما مجھے اس کی حیثیت سے آگاہ کر چکی تھی۔ میں نے سرسری انداز میں اس سے بات چیت کی۔ میرا ذہن الجھا ہی رہا تھا۔ آج رات وہ مجھ سے میرا فیصلہ مانگے گی۔ اسے فریب دینا بھی آسان کام نہ ہوگا۔ پھپھی کیلئے کیا کروں؟

رات ہوگئی۔ بدلی ہوئی منورما دوبارہ میرے سامنے آئی۔ بھول کر بھی نہ کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی رات کی جادوگرنی ہے۔ ہر طور بدلا ہوا تھا۔ پھر سارے کاموں سے فارغ ہو کر میں اپنی خوابگاہ میں آیا تو دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی میرے کانوں میں ایک باریک سی آواز ابھری۔

"کرشنو کا مہاراج! یہاں کیوں آئے ہو؟"

"کیا ہے" میں آہستہ سے بولا۔

"میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ اب تم میرے ہو گئے ہو۔ میں تمہیں کسی اور لڑکی کے ساتھ اکیلے میں نہیں دیکھ سکتی۔ اس سے پہلے تم اس کے شریر سے کھیلنے لیے ہو لیکن اب یہ ٹھیک نہ ہوگا مہاراج!"

"لیکن منورما۔۔۔"

"میں اس بارے میں کچھ نہ سنوں گی۔ میں تمہاری باہٹ تک رہی ہوں' میرے من میں ادھک منو کامنائیں ہیں' آجاؤ۔"

"لیکن میں اس سے کیا کہوں؟"

"اس کی اور دیکھو' وہ تم سے کچھ نہ کہے گی۔" منورما کی آواز ابھری اور میں نے چونک کر پھپھی کی طرف دیکھا' پھپھی چپ چاپ کھڑی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کھڑی کھڑی سو گئی ہو۔

"پھپھی!" میں نے اسے آواز دی لیکن پھپھی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے شانے پکڑ کر اسے جھنجھوڑنے کی کوشش کی لیکن اچانک میرے جسم میں گرم لہریں دوڑ گئیں۔ پھپھی کا بدن۔۔۔۔ یہ انسانی بدن تو نہ تھا۔ میں نے کسی پتھر کے مجسمے پر دونوں ہاتھ رکھ دیے تھے۔ پاگلوں کی طرح میں نے اس کے پورے بدن کو ٹٹولا' چہرے کا جائزہ لیا' آنکھیں دیکھیں' سب کے سب پتھرائے ہوئے تھے اور میرے بدن میں شعلے بھڑک اٹھے۔ منورما نے چکر چلا دیا تھا۔

"منورما!" میں نے غرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آجاؤ۔ مہاراج۔ باقی باتیں یہاں ہوں گی۔"

"لیکن یہ کیا کر دیا؟"

"یہیں آ کر پوچھ لینا سوامی!" منورما کی آواز میں خمار تھا۔

میں جھلائے ہوئے انداز میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ منورما حد سے بڑھ گئی تھی۔ مجھے اس پر سخت طیش آ رہا تھا لیکن باہر آ کر میں بھٹک گیا۔ وہ کم بخت عورت نہ جانے کہاں ہے۔ میں اس کے پاس کہاں جاؤں تبھی دو خادمائیں کسی طرف سے نکل کر میرے نزدیک پہنچ گئیں۔

"آیئے مہاراج! ہم آپ کو رانی جی کے پاس لے چلتے ہیں۔" اور میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ محل کے ایک دور دراز حصے میں پہنچ کر باندیاں ایک دروازے پر رک گئیں۔ ویران سی جگہ تھی۔ شاید محل کا پُرانا حصہ' جہاں نہ چوبدار تھے نہ پہرے دار۔ خموشی اور ویرانی۔ اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ باندیوں نے دروازہ کھولا اور وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہو گئیں لیکن اس کمرے میں فرش نہ تھا بلکہ سیڑھیاں تھیں جو نیچے نہ جانے کہاں تک چلی گئی تھیں۔

"آپ ان سیڑھیوں سے نیچے اتر جائیں مہاراج!" عورتیں وہیں رک گئیں اور میں سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ میں نے خود کو پُرسکون کر لیا تھا۔ بیشک منورما نے جو کچھ کیا تھا' وہ ناقابل معافی تھا۔ میں کسی قیمت پر پھپھی کے ساتھ کوئی ایسا سلوک برداشت نہیں کر سکتا تھا لیکن یہ پُراسرار علم' یہ طلسم میرے پاس نہ تھا۔ میں اس علم سے اجنبی تھا' چنانچہ میں نے بہتر یہی سمجھا کہ دماغ ٹھنڈا رکھ کر کم بخت منورما سے بات کروں اور پھپھی کو اس عذاب سے نجات دلا دوں۔

بے شمار سیڑھیاں اُتر کر میں ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ گیا' جہاں دیواروں میں روشنیاں نصب تھیں۔ فانوسوں میں رنگین شمعیں رنگ بکھیر رہی

ملیں۔ سامنے ہی ایک پردہ پڑا ہوا تھا۔ ظاہر ہے آگے بڑھنے کی وہی جگہ تھی۔ میں نے پردہ اٹھایا اور ایک دم چونک پڑا۔ پردے کے دوسری جانب آگ کا سمندر موجزن تھا، پیلے، نارنجی شعلے زمین سے بلند ہو رہے تھے اور اوپر جہاں تک نگاہ جاتی نظر آ رہے تھے لیکن حیرانی کی بات تھی کہ انھوں نے کپڑے کے اس پردے کو متاثر نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان میں حدت تھی۔ ہاں عام آدمی ان شعلوں کو دیکھ کر ہی وحشت زدہ ہو جاتا لیکن آگ میری صدیوں کی مونس تھی میں اس سے خوفزدہ کیوں ہوتا۔

میں نے اندر قدم رکھا اور آگ کے اس چھوٹے سے ٹکڑے سے گزر گیا۔ یقیناً یہ آگ نہ تھی کوئی نظری دھوکا، کوئی انوکھا طلسم جو میری سمجھ میں نہیں آ سکا تھا لیکن ٹھنڈی آگ کے دوسری جانب پاؤں رکھا ہی تھا کہ چھپاک کی ایک آواز ہوئی اور میں پانی سے بھرے کسی گڑھے میں جا پڑا۔ روشن آگ کا عکس پانی پر پڑ رہا تھا۔ عجیب سا حوض تھا جس میں رنگین مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ بہر حال اس چھوٹے سے گڑھے کو طے کرنا میرے لیے مشکل نہ ہوا اور میں دوسری طرف نکل گیا۔ ایک چھوٹا سا خشک ٹکڑا طے کر کے میں رک گیا۔

”اندر آ جاؤ، کرشنو کا مہاراج!“ منورما کی آواز ابھری اور میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ سامنے نظر آنے والی دیوار، دیوار نہیں بلکہ ایک پردہ تھا۔ میں نے اسے ہٹایا اور اندر پہنچ گیا لیکن سامنے جو شکل نظر آئی اسے دیکھ کر میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ وہ لچھی تھی۔

ایک لمحہ رک کر میں نے حیرت سے اسے دیکھا، لچھی نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور مخصوص انداز میں مسکرائی۔

”تم۔ یہ تم ہو لچھی!“ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور ہاتھ پھیلائے میری جانب بڑھ آئی اور میرے سینے سے لگ گئی۔ میں تعجب و دلچسپی سے اس کے بدن کو ٹٹول کر دیکھ رہا تھا لیکن حیرانی کی کوئی بات نہ تھی۔ منورما کی پُراسرار قوتوں کے بہت سے مظاہرے دیکھ چکا تھا۔

”تمھیں بھی اس نے یہیں بلا لیا لیکن تمھاری وہ پہلی کیفیت..... کیا تمھیں اس کا احساس ہے؟“ میں نے کہا لیکن لچھی خاموش رہی اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

”کیا بات ہے لچھی، خاموش کیوں ہو؟“

”بولوں!“ لچھی کی آواز ابھری اور ایک بار پھر میں حیران رہ گیا، یہ آواز اس کی نہ تھی۔ میں نے منورما کی آواز صاف پہچان لی تھی۔ دوسرے لمحے میں نے اسے خود سے الگ کر دیا۔

”کیوں کرشنو کا! کیا صرف بدلی ہوئی آواز سے مجھ میں اور لچھی میں [illegible]ن پیدا ہو جاتا ہے۔ دیکھ لو میں بالکل اس جیسی ہوں، اب تو تم مجھے سویکار [illegible]!“

”تو یہ تم ہو منورما!“

”ہاں مہاراج! کیسی لگ رہی ہوں؟“

”لچھی کہاں ہے؟“

”تم نے اسے اپنے کمرے میں نہیں دیکھا تھا؟“

”وہ اب بھی اسی حالت میں ہے؟“

”ہاں اور ہمیشہ رہے گی!“

”کیوں؟“ میری آواز میں غراہٹ تھی۔

”اس لیے کرشنو کا، کہ اب تو میری پسند ہے اور جسے میں پسند کرتی ہوں، اس پر کسی دوسرے کا سایہ تک نہیں پڑ سکتا۔ لچھی اب کبھی انسان نہ بن سکے گی اور تو اس پر صرف افسوس کر سکے گا۔“

”کیا بکواس ہے منورما! تیرا خیال ہے تو اس طرح میرا من جیت سکے گی؟“

”تو۔ تو کیا کرشنو کا، کیا تو اس کے لیے ــــ؟“ منورما حیرت سے بولی۔

”تو بھی عورت ہے منورما، وہ بھی عورت ہے۔ تیرا علم میرے لیے دلکش ضرور ہے لیکن اس سے زیادہ تیری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میری مان لچھی کو ٹھیک کر دے ورنہ ــــ“

”تم مجھے اور اسے یکساں سمجھتے ہو؟“ منورما غرائی۔

”ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“

”تب میں نے اسے پتھر بنا دیا ہے، اس سے کہو وہ ٹھیک ہو جائے۔“ منورما نے کہا۔

”میں نے تیری شکتی کو تو مان لیا ہے۔“

”میری ذلت کو نہیں مانا؟“ منورما نے طنزیہ [illegible] کہا۔

”دیکھ منورما! حالات خراب نہ کر۔ میں دوستوں کی طرح یہاں آیا ہوں، اگر دشمن بن گیا تو تیرے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔“ مجھے غصہ آنے لگا۔

”تو نے اپنے بارے میں عجیب عجیب باتیں کی ہیں کرشنو کا۔ ممکن ہے وہ سچ ہوں۔ لیکن دیوانے تو منورما کی شکتی سے واقف نہیں ہے۔ میں چاہوں تو تجھے کتوں کی طرح بھونکنے پر مجبور کر سکتی ہوں۔ میرے چرنوں میں ہزاروں جیون قربان کیے جاتے ہیں اور تو ایک معمولی لڑکی کے لیے میرا اپمان کر رہا ہے۔“

”آخری بات منورما؟“ میں نے کہا۔

”وہ بھی کہہ دے!“

”لچھی کو ایک انسان کی حیثیت سے یہاں لے آ۔“

”ناممکن!“

”بس میں اس کے بعد کوئی بات نہ کروں گا!“ میں نے کہا۔

”اسے دماغ سے نکال دو مہاراج، ہاں اگر اس مجسمے کو تم یہاں دیکھنا چاہتے ہو تو میں پیش کر دوں۔“ منورما نے کہا اور پھر اس نے ایک طرف ہاتھ کیا۔

لچھی میرے سامنے آ کھڑی ہوئی لیکن وہی پتھرایا ہوا انداز۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا اور میں نے کہا ”منورما! میں تجھے پسند کرنے لگا تھا، لیکن اب میں تجھ سے نفرت کرتا ہوں، بے پناہ نفرت۔ اب میں تیرا دشمن ہوں منورما۔ سمجھی۔ ؟ اب تو میری ذات سے کسی محبت کی امید نہ رکھ۔“

"تو اچھا نہ کرے گا کرشنو کا! کیا تو یہ پسند کرے گا کہ میں تجھے کتوں کی طرح دُم ہلانے پر مجبور کر دوں؟"

"ہاں۔ میں یہی پسند کروں گا!" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"تب ٹھیک ہے" منوما کا چہرہ آگ کی طرح دہکنے لگا تھا۔

میرے بدن میں چنگاریاں دوڑ رہی تھیں۔ ٹھیک ہے یہ عورت ایسے انوکھے علم کی مالک تھی، جو فی الحال میری سمجھ سے باہر ہے لیکن وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ ظاہر ہے وہ مجھے موت تو دے نہیں سکتی تھی جبکہ میں اس کے خلاف ہر وہ کوشش کر سکتا تھا جو اسے ختم کر دے۔ ہاں پروفیسر ہندو مکی کا یہ جادو بھی خوب چیز تھی۔ اس کا کوئی توڑ میری سمجھ سے باہر تھا۔ لیکن اس وقت بات چونکہ ایسی ہو گئی تھی کہ میں کسی مصلحت سے بھی کام نہیں لے سکتا تھا۔ مجھے اس جادوگر عورت پر غصہ آگیا تھا اور اب میں کسی طور اس کی بات نہیں مان سکتا تھا خواہ اس کا انجام کچھ بھی ہو۔ رہ گئی لچھمی کی بات ـــ تو اس غریب کی زندگی ایک طرح سے ختم ہو گئی تھی۔ ہاں وہ آگ کی اذیت ناک موت سے بچ گئی تھی۔ اب اگر میری کوششیں اس کی زندگی واپس لے آتیں تو ٹھیک تھا۔ ورنہ..... میں اس سے زیادہ اس کے ساتھ کچھ نہیں کر سکتا تھا کہ اس کی زندگی کے لیے آخری کوشش بھی کر لوں۔

میں خونخوار نگاہوں سے منوما کو دیکھ رہا تھا اور منوما کا چہرہ اعتدال پر آتا جا رہا تھا۔ کافی دیر تک ہم دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو گھورتے رہے اور پھر منوما مسکرانے لگی۔

"صدیوں کے بیٹے! اب بول کیا چاہتا ہے؟"

"تو نے مجھے کتوں کی طرح دُم ہلانے کے لیے کہا تھا ـــ!" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"ہاں! وہ تو اب تیرا مقدر ہے۔ سُن جب تک تو میرے تلوے نہیں چاٹے گا، میرے جنگل سے نہیں نکل سکے گا، تو یہاں سے جا بھی نہیں سکے گا۔ دیوانے راجہ دھانی کے بڑے بڑے سندر، بڑے بڑے کڑیل جوان، جو اپنی مونچھ کے ایک بال کی بہت بڑی قیمت سمجھتے ہیں، منوما کی آنکھ کے ایک اشارے پر اپنا جیون دان دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ تو سندر ضرور ہے لیکن ایسا انوکھا بھی نہیں ہے کہ کوئی تیرے مقابلے کا نہ ہو"

"میں جانتا ہوں منوما! اور تو سُن لے، میں تجھے کتیا کی موت ماروں گا۔"

میں واپسی کے لیے پلٹا۔

"تو جا رہا ہے ـــ؟" منوما مضحکہ خیز لہجے میں بولی۔

"ہاں! میں جا رہا ہوں۔"

"کہاں؟"

"واپس، میں امی چند سے بھی تیرے بارے میں بات کروں گا۔"

"جا سکتے ہو تو ضرور جاؤ ـــ ویشو! یہ جانے کے لیے کہہ رہا ہے" منوما نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور اس کی آواز کے جواب میں ایک بھیانک قہقہہ سنائی دیا۔

"جائے گا کہاں منوما دیوی! اگر اس نے یہاں سے جانے کی کوشش کی تو میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا!" ایک بھدی اور پھٹی پھٹی سی آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی کسی نے میری گردن پکڑ لی۔ منوما کا خیال تھا کہ اس نظر نہ آنے والے کی گرفت سے میں خوف سے مردہ ہو جاؤں گا، لیکن میرے نزدیک خوف کا کیا گزر۔ میں نے نہایت سکون سے اس کے پورے بدن کو ٹٹولا جس کی گرفت میری گردن پر کافی سخت تھی۔ مکمل جسم تھا لیکن بس نگاہوں سے غائب تھا، اور اس سے فرق بھی کیا پڑتا تھا پروفیسر! نظر آتے یا نہ آتے۔

اس کی گرفت میری گردن پر اتنی سخت تھی کہ بلاشبہ کوئی جیتا جاگتا، میرا مطلب ہے ایسا انسان ہوتا جو ایک طاقتور ترین آدمی سے بھی نمٹنے کی صلاحیت اور قوت رکھتا ہوتا تو اس گرفت سے مایوس ہو جاتا، لیکن میرے بدن پر تیز دھار اور وزنی قوت والے ہتھیار بھی بے اثر ہوتے تھے، اسی گرفت مجھے کیا پریشان کرتی۔ ہاں میں نے سکون سے اس کے بدن کو ٹٹولا کر بالآخر اس کی کمر دونوں ہاتھوں سے پکڑ لی، اور پھر میں نے اسے قوت صرف کر کے اوپر اٹھا لیا۔

"ابے ابے کیا کرتا ہے، ابے چھوڑ ـــ چھو ـــ او ـــ او" پھٹی پھٹی آواز میں بوکھلاہٹ تھی۔

"ویشو! دبا دے گردن، مار دے جان سے، اس نے میرا اپمان کیا ہے" منوما غرائی۔

"ابے چھو چھو ـــ اے اپدیشی! بچا ـــ بچا مجھے اس کے ہاتھوں سے۔ ہا ـــ ہائے، کلا... کلا ـــ" کربیہ آواز گھٹی جا رہی تھی۔ میری گردن سے گرفت تو پہلے ہی ختم ہو گئی تھی۔ اب وہ خود میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر میں نے اچانک ہاتھ نیچے گرائے اور اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں۔

"ابے ـــ ابے یہ کیا کر رہا ہے ـــ ابے" آواز نے پھر کہا، لیکن اب ٹانگیں میری گرفت سے کہاں نکل سکتی تھیں، میں نے ان پر اپنی گرفت قائم کی اور پھر میرے ہاتھ پھیلنے لگے۔

"دیوی! دیوی! اسے روکو ـــ یہ کیا کر رہا ہے، میں نشٹ ہو جاؤں گا۔ آہ.... آہ، ہائے۔ ہائے" آواز بھیانک ہوتی گئی اور میرے ہاتھ زیادہ سے زیادہ پھیلاؤ اختیار کرنے لگے، اور پھر اچانک میں نے زمین پر ایک سیاہ رنگ کا سیال گرتے دیکھا۔ چیخیں شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی تھیں۔ اور پھر اس کی آخری بھیانک چیخ ابھری، اور میرے ہاتھ پوری طرح پھیل گئے۔ سیاہ سیال کافی مقدار میں گر رہا تھا اور رانی منوما غور سے میری شکل دیکھ رہی تھی۔

اور پھر وہ، جو نظر نہیں آ رہا تھا، زندگی کھو کر اب حقیقی شکل میں آ گیا۔ بڑی بھیانک شے تھی پروفیسر! میں نے اس وقت کی داستان لکھتے ہوئے اس کی خیالی تصویر بھی بنائی تھی، میری کتاب میں محفوظ ہے، کسی

قت دکھاؤں گا۔ سیاہ جسم، انتہائی لمبا چوڑا لباس سے بے نیاز۔ اس کی سرخ زبان تقریباً گز بھر لمبی باہر نکل آئی تھی، دونوں سفید دیدے کرب سے پھٹ گئے تھے۔ بالکل کوئلے کے ایک مجسمے کی طرح سیاہ عفریت مرچکا تھا۔
میں نے دونوں ہاتھ جھاڑے اور منوما کی طرف دیکھنے لگا۔

"خوب! وہ مسکرائی، تیرے شریر کی شکتی تو واقعی ماننے کے قابل ہے۔ ہائے تیرے بازوؤں کی گرفت کتنی مضبوط ہوگی، ترستی ہوں میں ایسے مرد کے لیے، جو میرے بدن کی ساری ہڈیاں اپنے بازوؤں میں دبا کر چور چور کر دے۔ مگر پاپی! تو تو ایسا کٹھور بن گیا ہے، پگلا کہیں کا۔"

"میں تیری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا منوما ——" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"نا نا... ایسے نہیں —— اسے مار کر اتنا خوش مت ہو! تیرا اسدا جیون ایسے راکششوں سے لڑتے لڑتے بیت جائے گا، تب بھی یہ ختم نہ ہوں گے۔ چل ایسا کریں، میں تجھے نہیں چھوڑے جاتی ہوں، تو سوچ لے، کل تک کوئی فیصلہ کر لینا۔ اگر تو اسے من سے نکال کر صرف میرا بن جائے تو میں تجھے آزادی دے دوں گی، ورنہ ....."

"ورنہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"تھوڑے دن تجھے زندہ رکھ کر مار دوں گی۔" منوما نے لاپرواہی سے کہا۔

اور میں نے اس کی لاپرواہی سے ذرا فائدہ اٹھایا۔ میرے خیال میں اسے میرے کسی اچانک حملے کی توقع نہیں ہوگی چنانچہ میں نے نہایت تیز تلی چھلانگ لگا دی اور سیدھا منوما پر جا پڑا لیکن میری حماقت تھی۔ میں اس گندے علم کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ منوما کا بدن میری یقینی گرفت میں آیا تھا لیکن میں خود ہی شرمندہ ہوگیا تھا کیونکہ منوما اطمینان سے میری گرفت سے نکل کر الگ کھڑی ہوئی تھی اس کا تو کوئی وجود ہی نہیں تھا!

"میرا شریر تمہاری پکڑ میں نہیں آسکے گا مہاراج۔ آؤ۔ میرے قریب آؤ۔ آؤ بھی!" اس نے مجھے چیلنج کیا اور میں اس کے نزدیک آگیا۔ "لو مجھے پکڑ لو۔" وہ بولی اور میں نے اس کے بدن کو چھوا، لیکن میرے ہاتھ اس کے بدن سے نکل گئے تھے کوئی ٹھوس وجود ہی نہیں تھا۔

"کیا خیال ہے؟" وہ مسکرائی، اور میں نے اپنی پوزیشن پر غور کیا۔ میں بلاوجہ غصہ کر رہا تھا۔ یہ تو کوئی مخلوق در حقیقت ابھی تک ناقابل شکست تھی وہ سمجھیں پروفیسر، نہ وہ میرا کچھ بگاڑ سکتی تھی اور نہ میں اس کا۔ لیکن بہرحال اس وقت وہ میرے اوپر حاوی تھی اور میرے ذہن میں اس کے خلاف کوئی ٹھوس کارروائی کرنے کی ترکیب نہیں آرہی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے مجھے اپنے غصے پر قابو پانا تھا اور اس کے بعد ہی کوئی ترکیب سوچی جاتی۔

میں نے ایک گہری سانس لی اور منوما کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

"کیا خیال ہے؟" اس نے پھر کہا۔

"منوما! کیا یہ ممکن نہیں ہوسکتا کہ تو لچھی کو ٹھیک کر دے اسے اصلی حالت میں لے آ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے بھی اپنا قرب دے دوں گا، تم دونوں کو برابر کا درجہ دوں گا۔"

"ہونہہ —— برابر کا درجہ —— میری اور اس کی کیا برابری، اور پھر اب تو وہ بے چاری کسی قسم کی برابری کرنے کے قابل ہی نہیں رہ گئی۔"

"کیا مطلب؟"

"پتھر کی مورتیوں میں بھی کبھی جان پڑی ہے۔"

"تو کیا یہ اب .....؟" میرے بدن میں چنگاریاں سی دوڑنے لگیں۔

"پتھر کا یہ خوبصورت مجسمہ اب یونہی رہے گا مہاراج، بلکہ کرشنو کا مہاراج کوئی شکتی اب اسے زندہ نہیں کرسکتی، میں چاہوں تو میں بھی نہیں۔"

"اوہ، ذلیل عورت! تو نے اس کی جان لے ہی لی۔" میں غرایا، اور میں نے پھر اس پر جھپٹا مارا —— لیکن پروفیسر! ساری زندگی میں پہلی بار مجھے بے بسی کا احساس ہوا تھا، میں پکڑتا تو کسے، غصہ نکالتا تو کس پر؟

"تم ابھی ٹھیک نہ ہوگے مہاراج! میں اب چلتی ہوں۔ بس تم اس پتھر سے اپنا سر پھوڑتے رہو، تم اب یہاں سے جا بھی نہ سکو گے۔" منوما نے کہا۔ اور پھر اس نے دونوں ہاتھ اوپر کیے اور میری نگاہوں سے غائب ہوگئی۔

میں احمقوں کی طرح گھوم گھوم کر اسے تلاش کرنے لگا لیکن اب اس اتنے بڑے طلسم خانے میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا، میں نے گہری سانس لی اور گردن جھٹکنے لگا۔ لچھی کا بے جان بت دیکھ دیکھ کر مجھے اور غصہ آرہا تھا بالآخر میں زمین پر بیٹھ گیا۔ اب یہاں کوئی آواز نہیں تھی، کوئی سرسراہٹ بھی نہیں تھی۔ میں کافی دیر تک زمین پر بیٹھا رہا اور پھر اٹھ کر لچھی کے مجسمے کے نزدیک پہنچ گیا۔

"لچھی!" میں نے اس کے پتھریلے بدن پر ہاتھ پھیرا۔ "مجھے افسوس ہے لچھی! میں تجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کرسکا، ہاں لچھی! میں اعتراف کرتا ہوں کہ کائنات بے حد وسیع ہے، میری طویل ترین زندگی بھی ابھی اس کائنات کے سارے راز معلوم کرنے میں ناکام رہی ہے، ابھی اس کائنات کے بے شمار راز چھپے ہوئے ہیں۔ مجھے افسوس ہے لچھی! لیکن تیری زندگی کی کہانی یہیں تک تھی۔ ہر دور کے انسان کا خیال رہا ہے کہ زندگی کی ایک حد ہوتی ہے اور اس کے بعد موت یقینی ہے۔ مرنے کے بے شمار طریقے ہوتے ہیں۔ تم سمجھ لینا، تمہاری موت کا یہی وقت تھا، یہی انداز تھا۔ تمہاری زندگی کی حدیں یہیں آکر ختم ہو جاتی ہیں۔ بہرحال اس کے باوجود مجھے افسوس ہے۔"

میں نے اس کا پتھریلا شانہ تھپکا اور پھر اس کے نزدیک سے ہٹ آیا۔ اس سے زیادہ افسوس میں کسی کے لیے نہیں کرسکتا تھا۔ اس سے زیادہ ہمدردی اور محبت کا تاثر میں کسی کو نہیں دے سکتا تھا۔ لچھی میری زندگی سے نکل گئی تھی۔ ہاں لیکن اس بات کو میں نہیں بھول سکتا تھا کہ اسے موت کی طرف دھکیلا گیا ہے اور دھکیلنے والے کو میں کس طرح معاف کرسکتا تھا؟

منوما مجھے اپنے اس طلسم خانے میں چھوڑ گئی تھی۔ کیا ایک قیدی کی حیثیت سے؟ ویسے اگر اس نے مجھے یہاں قید بھی کر لیا ہو تو تعجب کی کوئی بات نہیں تھی۔ پراسرار علوم کی ماہر اس عورت کے پاس بہرحال ایک

برتر قوت تھی جو جسمانی طاقت سے ختم نہیں کی جا سکتی تھی۔

لیکن میرا کوئی قصور تو نہیں تھا۔ اس علم کے بارے میں پہلے کوئی آواز ہی میرے کانوں میں نہیں پڑی تھی۔ میں نے اس خطے میں آ کر اسے دیکھا تھا، اور بہرحال یہاں بھی یہ عام نہیں تھا۔ کیونکہ لوگ اس علم والوں سے خوفزدہ تھے۔ اس کی عزت کرتے تھے۔

لیکن منوتما مجھے قید کر کے کہاں گئی اور کیا میں یہاں قید ہو گیا ہوں یہ تو مشکل ہے اگر میں قید ہو گیا ہوں تو صدیوں کی کہانی نہیں ختم ہو جانی چاہیے۔ میں نے چاروں طرف دیکھا، اور پھر میں ایک طرف چل پڑا، لیکن صرف چند قدم۔ اس کے بعد میں کسی ٹھوس چیز سے ٹکرایا، لیکن جس چیز سے میں ٹکرایا تھا وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ بلاشبہ وہ نظر آنے والی دیوار تھی لیکن شاید شیشے کی دیوار، کیونکہ اس کے دوسری طرف کا منظر بھی صاف نظر آ رہا تھا۔

میں نے رخ بدل لیا۔ لیکن چند منٹ کے بعد ہی معلوم ہو گیا کہ چاروں طرف دیواریں ہیں۔ منوتما مجھے شیشے کے قید خانے میں بند کر گئی تھی جہاں مجھ کے بت اور میرے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ لیکن اس نے کوئی مضبوط کام نہیں کیا تھا۔ میں ایک دیوار کا انتخاب کر کے اس کے قریب پہنچ گیا اور پھر میرے دونوں ہاتھ دیوار پر جا ٹکے، اور دیوار پر دباؤ پڑنے لگا۔ میں نے اپنی قوت آہستہ آہستہ بڑھانی شروع کر دی اور کوئی خاص مشکل نہیں ہوئی۔ ہاں! شیشے کے ٹوٹنے کی کھنک بہت زبردست تھی۔ میرا خیال ہے دور تک سنی گئی ہو گی۔ میں نے قید خانے کو توڑ دیا تھا اور پھر میں ایک گہری سانس لے کر آگے بڑھ گیا۔

منوتما کو شاید اپنے اس طلسم خانے کے ٹوٹنے کی خبر نہیں ہوئی تھی ورنہ وہ ضرور آتی، بہرحال میں اطمینان سے آگے بڑھتا رہا۔ مجھے باہر نکلنے کے راستے کی تلاش تھی لیکن کمبخت عجیب قید تھی۔ عمارت در عمارت! ان میں دروازے ضرور تھے لیکن ایک دروازے سے نکل کر دوسرے کمرے میں تو جایا جا سکتا تھا۔ کمروں سے باہر نہیں اور بلامبالغہ میں نے درجنوں کمرے طے کیے۔

پھر کافی دیر کے بعد احساس ہوا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ باہر کے راستے کا نہ ملنا بھی اس کمبخت منوتما کی حرکت ہے۔ راستے ہٹائے بھی جا سکتے ہیں منوتما۔ میں ہونٹ بھینچ کر بولا، اور ایک لمحے کے لیے میرے دل میں آیا کہ اس پورے طلسم خانے کو مٹی کا ڈھیر بنا دوں لیکن اپنی جھنجلاہٹ کا یہ انداز خود مجھے پسند نہیں آیا۔ اس طرح منوتما کو اپنے سے برتر سمجھتا ہوں۔ اس کے طلسم کو پوری طرح جاننے کی کوشش تو کی جائے۔ میں نے اپنے ذہن کو پرسکون کیا اور ان دروازوں سے گزرتا رہا، جو چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ ویسے خوبی یہ تھی کہ ایک دروازے سے ہو کر میں جس کمرے میں جاتا تھا وہ نیا ہوتا تھا۔ ایک بھی کمرے میں، میں دوبارہ نہیں گیا تھا۔ دل ہی دل میں، میں اس انوکھے علم سے بے حد متاثر ہوا تھا۔ جو انسان کو اس حد تک جکڑ سکتا تھا۔

"سنو....!" جونہی میں ایک کمرے میں داخل ہوا میرے کانوں میں ایک آواز گونجی اور میں اچھل پڑا۔ اس طویل و عریض طلسم خانے میں یہ پہلی آواز تھی۔

میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔

"ادھر --- اس دیوار پر ---" وہ آواز پھر آئی اور اس بار میں نے اس کی سمت کا اندازہ لگا لیا۔ میں نے اپنی پشت کی دیوار پر دیکھا، ایک انسانی چہرہ دیوار میں نصب تھا۔ ایک نوجوان کا چہرہ تھا، جس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، اس چہرے پر تاثرات بھی تھے۔ خوبصورت آنکھیں یاس بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

میں اپنی جگہ کھڑا احمقانہ انداز میں اسے دیکھتا رہا۔

"میرے قریب آ جاؤ ---" اس کے ہونٹ ہلے اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ آہستہ آہستہ میں اس کے قریب پہنچ گیا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔

"باقی کہاں گئے بھائی؟" میں نے مضحکہ خیز لہجے میں پوچھا۔

"بتا دوں گا، پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"یار! دیوار میں ٹنک کر بھی ضد کرو گے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"تب تم کوئی مصیبت زدہ نہیں ہو سکتے۔" اس کی آواز میں مایوسی تھی۔

"کیا مطلب؟"

"بیر ہوا اس کے۔"

"بیر کیا ہوتا ہے۔" میں نے پوچھا، اور یاس بھری آنکھیں میرا جائزہ لینے لگیں، بڑی گہرائی تھی ان آنکھوں میں، جیسے وہ مجھے اندر سے ٹٹول رہی ہوں۔

"خود سے یہاں آ پھنسے ہو؟" چند لمحات کے بعد اس نے سوال کیا۔

"یونہی سمجھ لو۔"

"بدنصیب ہو" اس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"

"شاید اب کبھی یہاں سے نہ نکل سکو، چونکہ خوبصورت انسان ہوس کی نگاہ تم پر پڑ گئی تو پھر وہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑے گی۔"

"منوتما کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں! اسے جانتے بوجھتے بھی یہاں آ گئے۔" دیوار کے چہرے نے کہا۔

"میں پاگل ہوں، مگر اب تم اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ گے یا میرے ہی کان کھاتے رہو گے۔"

"میں ستم رسیدہ ہوں بھاگوں کا مارا ہوں۔ اس سے زیادہ کیا بتاؤں۔" اس نے درد بھری آواز میں کہا۔

"تو میں جاؤں؟" میں نے پوچھا اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں.. آنسوؤں کے قطرے اس کے گالوں پر ڈھلک آئے اور پھر وہ آہستہ سے بولا "جاؤ --- کب تک یہاں رہو گے، بھگوان کرے تم جا سکو....!"

حسرت و یاس میں ڈوبی اس آواز نے میرے دل پر اثر کیا۔ اس سے قبل میں یہی سوچتا رہا تھا کہ ممکن ہے یہ بھی منوتما کا کوئی مذاق ہو لیکن دیوار میں ٹنکے ہوتے اگر

سرکی آواز نے مجھے متاثر کیا اور میں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔

"تم خود سمجھ سکتے ہو دوست! جس حالت میں تم ہو، مجھے دیکھ کر کیا تم مجھے مکمل انسان سمجھ سکتے ہو؟"

"میں مکمل انسان ہوں لیکن میرا بقیہ جسم..... وہ سامنے صندوق دیکھ رہے ہو، میرا باقی جسم اس میں ہے۔" میں نے گھوم کر اس کے اشارے کی سمت دیکھا۔ پتھر کا ایک تابوت نما صندوق رکھا ہوا تھا۔

"اور سر دیوار میں لٹکا ہوا ہے۔"

"ہاں!"

"اس کے باوجود تم زندہ ہو؟"

"ہاں! کیونکہ وہ شکتی مان ہے۔" اس نے کہا اور میں نے سنجیدگی سے اس کی باتوں پر غور کیا۔ یہ تو درست ہے، وہ جادوگرنی جب لچھمی کو پتھر بنا سکتی ہے تو یہ بھی کر سکتی ہے

"کیا تمہارا بدن جوڑا نہیں جا سکتا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ جوڑ لیتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"جب اس پاپن کو ضرورت ہوتی ہے تو جوڑ لیتی ہے۔ کیا تم میری پوری کہانی سنو گے؟"

"ہاں ہاں ضرور ــــ سناؤ ــــ" میں نے کہا۔

"میرا نام سریندر کمار ہے، بھوجا بستی کا رہنے والا ہوں۔ بھوجا بستی یہاں سے کافی دور ہے۔ بچپن ہی سے مجھے دیوی دیوتاؤں سے بڑی عقیدت ہے۔ میرے پتا جی کافی دھن دان تھے۔ دوسرے بھائی بھی تھے اس لیے میں آزاد تھا، اور سارے ہندوستان میں دیوی دیوتاؤں کے مندروں کی یاترا کرتا ہوتا تھا۔ مجھے کسی بات کی کوئی چنتا نہیں تھی۔ پھر میں قسمت کا مارا یہاں آنکلا۔ یہاں کے بلدیوا مندر کے بارے میں بھی میں نے بہت کچھ سن رکھا تھا۔ بڑی پوجا کی رات تھی۔ میں بھی لکشمن کے چرنوں میں تھا۔ منوما کی نگاہ میرے اوپر پڑ گئی۔ حسین رانی مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ پاپن ہے بھی بڑی سندر، میں اسے دیکھنے سے باز نہ رہ سکا، اور ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، پھر وہ خاموشی سے چلی گئی اور میں من کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا اور سنبھل گیا۔"

لیکن ــــ رات کے سمے میں، اپنے خیمے میں سو رہا تھا کہ کسی نے مجھے جگایا، اور میں چونک پڑا۔ "کون ہے؟" میں نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

"داسی ہوں مہاراج!" ایک عورت میرے سامنے کھڑی تھی۔

"کیا بات ہے؟ رات کے سمے تم کیوں آئی ہو؟"

"بڑے کٹھور ہو مہاراج! وہ تمہاری یاد میں جاگ رہی ہے کروٹیں بدل رہی ہے اور تم سکھ کی نیند سو رہے ہو، کیسی بری بات ہے۔" عورت نے جواب دیا۔

"کون جاگ رہا ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"تو تم اسے بھول بھی گئے، مرد ہوتے ہی خراب ہیں۔" عورت نے نخرے سے کہا، اور میں نے اسے غور سے دیکھا۔ کچی نیند سے جاگ گیا تھا اس لیے چڑچڑا ہو رہا تھا، لیکن اسے دیکھ کر میں ٹھیک ہو گیا! اچھی خاصی جوان اور خوبصورت عورت تھی۔ لیکن میں دیوی دیوتاؤں کا پجاری تھا۔ دھرم کی اچھی باتوں کا قائل تھا اس لیے میرے من میں کوئی کھوٹ نہیں آئی۔ اور میں نے اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹا لیں۔

"میں نہیں سمجھا دیوی، تم کس کی بات کر رہی ہو؟" میں نے صاف لہجے میں کہا۔

"ہائے رام ایسی باتیں مت کرو، وہ ناراض ہو جائے گی۔"

"مگر کون؟" میں نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"رانی منوما، اور کون۔" اس نے کہا اور مجھے وہ خوبصورت آنکھیں یاد آگئیں۔ لوگوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ہرے مان کی رانی ہے۔ راجہ امی چند کی چہیتی پتنی ہے اور میں دل مسوس کر رہ گیا تھا۔ میرے من میں اس کا جو خیال پیدا ہوا تھا۔ میں نے اسے تھپک تھپک کر سلا لیا تھا۔ جیون میں پہلی بار میں کسی سے متاثر ہوا تھا تو وہ بھی اتنی بڑی عورت تھی۔ وہ مجھ سے اتنی دور تھی کہ میں اس کی گرد بھی نہ پا سکتا تھا۔ لیکن...... لیکن اس عورت کی آمد سے میرے من میں لاکھوں دیپ جل گئے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے بھی میرا خیال ہے۔ میں بے اختیار ہو گیا۔

"دیوی ـــ دیوی ـــ تو کیوں آئی ہے؟" میں نے بیتابی سے پوچھا۔
"تمہیں وہ یاد آ گئی؟" عورت نے پوچھا۔
"ہاں، مگر ـــ وہ تو رانی ہے۔" میں نے داسی سے پوچھا۔
"پریم میں کیا رانی۔ کیا مہترانی۔"
"تو کیا ـــ تو کیا وہ بھی..... وہ بھی۔"
"بے کل ہے تیرے لیے، تڑپ رہی ہے۔"
"میں ـــ میں کیا کروں دیوی، مجھے بتا، میں کیا کروں۔"
"تو اس کے پاس جانا چاہتا ہے؟"
"ہاں!" میں نے بے اختیار کہا۔ عورت سنسار کی سب سے بڑی ناگن ہے بھائی۔ اس کی کالی شکتی کے آگے سنسار کی ساری شکتی ہیچ ہے۔ میں نے ساری عمر دیوی دیوتاؤں سے من لگایا تھا، پرنتو اب کایا جال میں پھنس گیا تھا اور سب کچھ میرے من سے نکل گیا تھا، بے شک یہ دیوتاؤں کا اپمان تھا۔ میں نے ایک پل میں سب کو بھلا دیا تھا، اور اس بات کی سزا تو مجھے ملنی ہی چاہیئے تھی، اس لیے دیکھ لو، آج کس حال میں ہوں۔
"پھر کیا ہوا دوست!" میں نے پوچھا۔
وہ پھر شروع ہو گیا۔
"تو پھر تو ـــ" عورت بولی اور میں سب کچھ بھول کر اس کے ساتھ چل پڑا۔ عورت مجھے لیے ہوئے سنسان راستوں سے گزر کر محل میں جا رہی تھی، اور میرے من میں پٹاخے پھوٹ رہے تھے۔ اس سمے مجھے بس وہ حسین آنکھیں یاد تھیں، ان کے سوا کچھ بھی یاد نہیں تھا۔
تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں محل کے پچھلے حصے میں پہنچ گئے۔ رانی منوسا مکمل طور پر رانی تھی۔ سب کے سب اس کے رازدار تھے۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ ہمیں روکتا، اور میں منوسا کی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ جہاں وہ میری راہ تک رہی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرا سواگت کیا۔ کمرے میں اس کے اور میرے سوا کوئی نہ تھا۔ وہ مجھ سے پریم کی باتیں کرنے لگی اور میں دل ہی دل میں خوش ہوتا رہا۔
پھر جب اس نے مجھے گناہ پر آمادہ کیا تو نہ جانے کہاں سے میرے من میں پاپ اور پاپن کا خیال آ گیا۔ میری بچپن سے اب تک کی تپسیا ابھر آئی اور میں سنبھل گیا۔
"رانی منوسا!" میں نے اسے مخاطب کیا۔
"ہوں۔" وہ مخمور لہجے میں بولی۔ وہ مسہری پر میرے نزدیک لیٹی انگڑائیاں لے رہی تھی۔
"میں..... میں پاپ نہیں کروں گا۔" میں نے اس کے پاس سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور اس نے میری کمر پکڑ لی۔ پھر وہ پریت سے بولی۔
"کیا ہو گیا تمہیں؟"
"میں پاپ نہیں کروں گا رانی! تم دوسرے کی استری ہو اور تم رانی ہو، نہیں تو میں تم سے واواہ کر لیتا۔ بھگوان کی سوگند میں تم سے پریم کرنے لگا ہوں۔ مگر..... میں پاپ نہیں کروں گا۔"
"کیا بکواس کر رہے ہو۔ کیا یہ تمہارے بھاگ نہیں ہیں کہ ہم نے تمہیں اتنا بڑا درجہ دیا ہے۔ بے تکی باتوں سے ہمارا من میلا نہ کرو۔"
"نہیں رانی! میں پاپ نہیں کروں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
"تم میرا اپمان کر رہے ہو۔" وہ غرائی۔
"نہیں، مگر میں پاپ کسی طور نہیں کروں گا۔"
"تب تم جہنم میں جاؤ۔ رکھی! تم نے اپنے لیے کانٹے بوئے ہیں۔"
"کچھ بھی ہو، مجھے جو کہنا تھا میں نے کہہ دیا۔ تم اتنی سندر ہو کر اندر سے اتنی میلی ہو، مجھے معلوم نہیں تھا۔ پریم تو سنسار کی سب سے انمول چیز ہے۔ ہم دیویوں دیوتاؤں سے پیار کرتے ہیں۔ اس میں شریر کی کھوٹ ٹھیک نہیں ہے"
"ویشو!" اس نے غضب ناک لہجے میں آواز دی اور ایک خوفناک شکل کا آدمی میرے پاس آ گیا۔ اس کی شکل دیکھتے ہی میرے حواس خراب ہونے لگے تھے۔ "اسے لے جاؤ ٹھاکر، اور جادو منڈل میں قید کر دو۔" کالے رنگ کے بھوت نے میری گردن اس زور سے پکڑی کہ میں بے ہوش ہو گیا اور ہوش آیا تو یہاں قید تھا۔ دن بھر میں بھوکا پیاسا بند رہا۔ یہ میں نے من میں سوچ لیا تھا کہ اگر وہ مجھے جان سے بھی مار دے تب بھی میں اس کی بات نہیں مانوں گا۔
دوسری رات وہ سج بن کر یہاں آئی۔ اور اس نے وہی باتیں شروع کر دیں۔ "اب کہو مہاراج! اب تمہارے من میں کیا ہے؟"
"میں پاپ نہیں کروں گا دیوی! میں نے تجھ سے پریم کا فیصلہ ہی غلط کیا تھا، تو اوپر سے اجلی مگر اندر سے کالی ہے تیرا من میلا ہے۔"
"اور تو پاگل ہے۔" وہ دانت پیس کر بولی۔
"میں اب تجھ سے نفرت کرتا ہوں دیوی۔" میں نے کہا۔
"میں تیرا دماغ ٹھیک کر دوں گی۔ جب تک تو اپنے من سے مجھے پکارے گا، اب جب تک تو خود میرے پیروں پر گر کر میرا داس نہ بن جائے گا میں تجھے معاف نہیں کروں گی۔" اس نے کہا اور پھر اس نے ہاتھ اوپر کیا، دھار والا چکر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے چکر گھما کر میری طرف پھینکا اور میری گردن کٹ کر نیچے جا گری لیکن میں ہوش میں تھا۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ میں سوچ سکتا تھا، سمجھ سکتا تھا، سن سکتا تھا، دیکھ سکتا تھا لیکن میرے سر کا اب میرے شریر سے اب کوئی ناطہ نہیں رہا تھا۔ تب اس نے میرے سر کو اس دیوار پر لٹکا دیا اور میرے شریر کو بچھڑ کے اس صندوق میں بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ دوسرے تیسرے دن میرے پاس آتی رہی اور میرا خوب مذاق اڑاتی رہی۔ وہ پاپن کئی بار نئے نئے جوانوں کو میرے پاس لائی اور میرے سامنے ان سے منہ کالا کیا مگر میں کیا کہہ سکتا تھا، کیا کر سکتا تھا۔ اس کا کہنا تھا جس دن میں اس کی بات ماننے پر تیار ہو جاؤں گا، وہ میرا سر میرے شریر سے جوڑ دے گی، پر میرا من نہ مانا اور اب تو اس نے مہینوں سے آنا چھوڑ دیا ہے اور میں اسی طرح لٹکا ہوا ہوں۔"
تو پروفیسر سریندر کی عجیب کہانی میں نے سنی اور آنکھیں پھاڑ کر

گیا۔ دیوار پر لٹکا ہوا یہ بولتا سر میرے لیے بے حد عجیب تھا لیکن عجیب تو بے شمار چیزیں تھیں کس کس پر حیرت کرتا۔ کافی دیر تک میں خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں دوست؟"

"مدد۔ میری۔ تم کیا کر سکتے ہو؟" وہ مایوسی سے بولا" مگر تم خود کون ہو؟"

"بس' یہ سوال مت کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے شکار ہو گے۔ اس کے علاوہ کون ہو سکتے ہو مگر ایک بات بتاؤ۔ کیا اس کے ساتھ وہ کوئی برا سلوک نہیں کرتی جو اس کی بات مان لیتے ہیں؟"

"میں اس کا شکار نہیں ہوں دوست لیکن ابھی میں اس سے جنگ کی کوئی ترکیب نہیں تلاش کر سکا ہوں۔ بہر حال شکست اسی کی ہو گی۔ اسے بھی ابھی تک میرا جیسا کوئی نہیں ملا ہو گا۔" میں نے پرخیال انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا اور پھر میرے ذہن میں ایک خیال آیا "تم اس کی بات کیوں نہیں مان لیتے؟"

"کون سی بات؟"

"صورت شکل کی بری نہیں ہے اس کے علاوہ عورت بھی ہے۔ اس کی بات مان لو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ پھر زندگی بھر اس پاپ کا پرائشچت کرتے رہنا۔"

"اس سمے میری عمر تیرہ سال تھی جب ایک گیانی مہاراج نے میرا ماتھا دیکھتے ہوئے کہا تھا کہ بائیس سال کی عمر میں میرے اوپر ایک مصیبت آئے گی۔ اگر میں اس مصیبت سے چھٹکارا پا گیا تو مجھے بڑا گیان ملے گا اور اگر کایا جال میں پھنس گیا تو پھر میں نشٹ ہو جائے گا اور کسی کام کا نہیں رہوں گا۔"

"تو تم گیان حاصل کرنے کے چکر میں لٹکے ہوئے ہو؟"

"ہاں مہاراج اور ابھی ہمت نہیں ہارا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"جب من دو بھر جائے گا تو اس کی بات مان لوں گا اور یہ سوچ لوں گا کہ گیان حاصل کرنا میرے بھاگ میں ہی نہیں تھا۔ ابھی تو میں اس طرح بہت سے دن گذار سکتا ہوں مہاراج!" اس نے مسکرا کر کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ مجھے اس نوجوان سے ہمدردی ہو گئی تھی جو نیکیوں کی طرف جانے کے لیے بدی کا ظلم برداشت کر رہا تھا۔

"میں تمہارا جسم تو دیکھوں' اس کی کیا کیفیت ہے!" میں نے پتھر کے صندوق کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور دیوار میں لٹکا ہوا سر ہنسنے لگا۔

"مگر کیوں ہنس رہے ہو؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مذاق نہیں اڑا رہا دوست' بلکہ تمہاری نا سمجھی پر ہنس رہا ہوں۔ ماوا کا صندوق ہے۔ اگر پچاس آدمی مل کر بھی اسے کھولنے کی کوشش کریں نہیں کھول سکتے۔ میں نے سریندر کی بات پر گردن ہلائی اور پھر میں نے صندوق ٹٹول کر دیکھا مضبوط پتھر کا صندوق تھا' جس کا ڈھکنا بھی بہت موٹا تھا۔ میں نے انگلیوں کی قوت سے ڈھکنے کو تھوڑا سا اٹھایا اور جب میری انگلیاں اس میں پھنس گئیں تو میں نے پوری قوت صرف کر کے ڈھکنے کو اٹھا اور اٹھا کر دور پھینک دیا۔

دیوار میں لٹکے ہوئے سریندر کا چہرہ ایک دم سکڑ گیا۔ اس پر عجیب سے اضطرابی جذبات نظر آئے "ارے۔ ارے یہ تو کھل گیا۔" اس کے منہ سے نکلا لیکن میں اس کی طرف متوجہ نہ ہوا اور دوبارہ اس بغیر سر کے انسانی جسم کو دیکھنے لگا جو بالکل خراب نہیں ہوا تھا۔ تب میں نے اسے احتیاط سے صندوق سے نکال لیا۔

"مہاراج! مہاراج! ہے مہاراج جلدی کرو۔ مجھے دیوار سے نیچے اتار لو۔ مجھے اس کے ساتھ جوڑ دو۔ ممکن ہے بھگوان نے تمہیں اسی لیے بھیجا ہو۔"

سریندر کے جسم کو زمین پر رکھ کر میں اس کے سر کی طرف بڑھا۔ سر دیوار سے چپکا ہوا تھا میں نے اس پر تھوڑی سی قوت صرف کی اور اسے دیوار سے جدا کر دیا لیکن دیوار سے جدا ہوتے ہی سریندر کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس کے چہرے سے زندگی کی چمک چھنتی جا رہی تھی اور پھر اس کی زبان بھی بند ہو گئی۔

"سریندر۔ سریندر!" میں نے اسے کئی آوازیں دیں لیکن اب وہ خاموش ہو گیا تھا۔ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اس سر کو کٹے ہوئے بدن سے جوڑ دوں اور میں نے نہایت احتیاط سے سر کو کٹی ہوئی گردن پر رکھ دیا لیکن اسے جوڑوں کس چیز سے؟

لیکن میں نے محسوس کیا کہ اس کی گردن کی رگیں خود بخود دوسری رگوں سے مل گئیں اور میں نے سکون کی سانس لی اور اس کا ردعمل دیکھنے لگا۔ وقت گذرتا رہا۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں کم بخت منوسا کو اس بارے میں معلوم نہ ہو جائے۔ سچ بات تو یہ ہے پروفیسر' تم نے اندازہ لگایا ہو گا کہ طویل ترین زندگی میں اس وقت میں جن حالات سے دوچار ہوا تھا' ایسے حالات سے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا اور میں اس بے ایمان عورت سے کسی قدر خوفزدہ ہو گیا تھا۔ جسمانی قوت سے تو میں ہر چند نمٹ سکتا تھا خواہ کیسی ہی ہو لیکن یہ سب کچھ میری سمجھ سے باہر تھا۔

پھر جب میں نے سریندر کے بدن میں سانس دوڑتی محسوس کی تو میرے بدن میں خوشی کی لہریں دوڑ گئیں اور میں نے زمین پر بیٹھ کر اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ سریندر کو میری آغوش میں ہی ہوش آیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک ٹکٹکی لگا کر میری شکل دیکھتا رہا اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی لیکن پھر وہ چونک پڑا۔

"ارے۔ کیا۔ کیا۔ کیا ہے بھگوان!" اس نے نگاہیں نیچی کیں اور اپنے بدن کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ہاتھ ہلانے کی کوشش کی اور اس کا ہاتھ اٹھ گیا "ہے بھگوان!" اس نے کہا اور دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا۔

"سریندر!" میں نے اسے جھنجھوڑا اور اس نے دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔

"میں ٹھیک ہوگیا۔ میں ٹھیک ہوگیا مگر۔۔۔ میں تو بدن کو حرکت دینا ہی بھول گیا۔ مجھے سب کچھ یاد دلاؤ۔ میں کھڑا کیسے ہوں۔ میں تو بدن کی ساری حرکتیں بھول گیا۔" خوشی سے اس کی کیفیت عجیب ہوگئی تھی۔ میں نے اسے سہارا دے کر کھڑا کیا اور پھر سہارا دے کر کئی قدم چلایا بھی۔ وہ خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا اور اس کے چہرے سے مسرتیں پھوٹ رہی تھیں تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹھیک ہوگیا اور پھر اس نے احسان مندانہ انداز میں میری طرف دیکھا۔

"میں کس منہ سے تمھارا شکریہ ادا کروں۔" وہ آہستہ سے بولا اور میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ کاش اسی طرح لچھی کی زندگی بھی بچ سکتی لیکن اس میں اور اس نوجوان کے معاملے میں بہت فرق تھا۔ لچھی کو پتھر سے انسان بنانے کی کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی۔

"کیا اب بھی تم اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے میرے محسن؟" سریندر نے کہا۔

"میں تمھیں کیا بتاؤں سریندر۔ میری اور تمھاری کہانی میں تھوڑا سا فرق ہے۔ میں بھی بلدیو امندر آیا تھا لیکن میری استری میرے ساتھ تھی۔ منورما نے مجھے دیکھا اور ہم دونوں کو یہاں بلا لیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں اپنی عورت کو چھوڑ دوں اور اسے اپنا لوں۔ میں نے انکار کر دیا تو۔۔۔ اس نے میری عورت کو پتھر بنا دیا۔"

"پتھر بنا دیا؟" سریندر چونک پڑا۔

"وہ مجسمے میں بدل گئی اور اسی جگہ موجود ہے۔"

"ہے بھگوان!" سریندر نے افسوس ناک لہجے میں کہا۔ چند لمحے خاموش کھڑا رہا، پھر بولا "پر اب تم کیا کرو گے بھائی۔ اب کیا کہہ سکتے ہو۔"

"بس یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"اوہ! ہاں۔ اس سے پہلے کہ وہ یہاں دوبارہ واپس آئے، ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔"

"کیا تمھیں باہر جانے کا راستہ معلوم ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں۔ ہم دونوں مل کر تلاش کریں گے۔"

"آؤ۔ کوشش کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔ حالانکہ شیطان صفت منورما کے بارے میں اندازہ لگانے کے بعد یہ بات کہی جا سکتی تھی کہ راستہ تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا، پھر بھی ہم چل پڑے۔ "تم نے تو کبھی یہاں سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی تھی؟" میں نے بے خیالی میں پوچھا۔

"میں کیسے کرتا؟" سریندر بولا اور مجھے اپنے سوال پر خود ہنسی آگئی۔

"ہاں میں نے سوچا، شاید اس نے تمھیں ویسے بھی قید رکھا ہو۔"

"نہیں۔ بس اس نے تو میرے ساتھ یہی سلوک کیا تھا مگر تمھاری استری کی بات پر مجھے بہت دکھ ہوا ہے۔"

"اوہ، ہاں۔ بے چاری لڑکی۔" میں بے خیالی میں بولا۔ دراصل میری نگاہیں اس سمت کا جائزہ لے رہی تھیں، جہاں ایک خوبصورت پردہ پڑا ہوا تھا۔ "سریندر!" میں نے سریندر کو آواز دی۔

"مہاراج!" سریندر جلدی سے بولا۔

"آؤ۔ دیکھیں اس پردے کے دوسری طرف کیا ہے؟"

"آئیے مہاراج! بھگوان کرے ہم اس پاپن کے طلسم سے نکل جائیں۔" سریندر نے کہا اور ہم اس پردے کی طرف چل پڑے۔ ابھی تک میں نے یہاں جو کچھ دیکھا تھا، اس کے تحت تو مجھے بھروسہ نہیں تھا کہ راستہ مل سکے گا۔۔۔ بہر حال کوشش تو کرنا ہی تھی۔ ہم نے پردے کے قریب پہنچ کر اسے سرکانے کی کوشش کی لیکن پھر ایک گہری سانس لیکر رہ گئے۔ دور سے دروازہ اور پردہ نظر آنے والی چیز ٹھوس چٹان کی طرح تھی۔

"دھوکا ہے مہاراج!" سریندر نے بھاری لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ میں یہاں دروازہ بنا کر مانوں گا۔" میں نے کہا اور میں نے اس طلسمی دیوار سے پشت لگا دی اور پھر میں اپنے صدیوں کے پلے بدن کی قوت صرف کرنے لگا۔ سریندر کی نگاہوں میں عجیب سی کیفیت ابھر آئی اس میں ہلکے سے خوف کا عنصر بھی شامل تھا جیسے وہ سوچ رہا ہو کہ اچانک میرا دماغ خراب ہوگیا ہے۔

لیکن سیدھا سادا نوجوان، بے چارہ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس دیوار کی حیثیت ہی کیا تھی۔ پتھر اپنی جگہ چھوڑنے لگے۔ چوکور سلوں سے دیواریں تعمیر کی گئی تھیں، ان کے جوڑ کھل گئے اور پوری دیوار دوسری طرف جا پڑی۔ خاصا زوردار دھماکہ ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی سریندر اچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"آؤ۔" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر ہم پتھروں کو پھلانگتے، دوسری طرف نکل آئے۔ یہ ایک لمبی سی راہداری تھی جو تاحدِ نگاہ چلی گئی تھی۔ اس طلسم خانے کی تعمیر عجیب تھی۔ کوئی طرز، کوئی تک ہی نہیں تھی۔ بس جہاں جو دل چاہا، بنا لیا گیا تھا۔ بہر حال ہم راہداری میں آگے بڑھتے رہے اور پھر اس کا سرا نظر آیا۔ ایک چوکور رخنہ تھا جس سے دوسری طرف کا حصہ نظر آ رہا تھا۔ ہوا کے جھونکے بھی اندر آ رہے تھے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ واقعی ہم باہر نکلنے والے راستے تک پہنچ گئے ہیں اور ہماری رفتار تیز ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس سرنگ نما راہداری کے دہانے سے نکل آئے اور دوسری طرف کھلا آسمان اور درخت دیکھ کر سریندر خوشی سے اچھل پڑا۔

"مہاراج۔۔۔ مہاراج ہم باہر نکل آئے۔"

"شاید۔" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ چھدرے چھدرے درخت چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ عجیب بے رونق سا جنگل تھا۔ بہر حال عمارت پیچھے رہ گئی۔ ہم نہایت تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہے تھے۔ سریندر میری بہ نسبت زیادہ خوش تھا! اس کے چہرے سے مسرت کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

درختوں کا سلسلہ طے ہوتا رہا۔ ہم نے سیدھا راستہ اختیار کیا تھا

پھر تھوڑی دیر کے بعد درخت پیچھے رہ گئے۔ اب سُرخ زمین کا ایک صحرا جہاں بے آب و گیاہ سُرخ چٹانوں کے سوا کچھ نہیں نظر آ رہا تھا۔

"سر بندر!" میں نے سر بندر کو مخاطب کیا۔

"جی مہاراج!" سر بندر جلدی سے بولا۔

"پہلے تم اس علاقے میں آئے ہو؟"

"اس طرف نہیں آیا مہاراج!"

"ظاہر ہے یہ علاقہ ہرڑے مان سے زیادہ دُور نہیں ہوگا؟"

"ہاں مہاراج! ابھی ہم چلے ہی کتنا ہیں۔"

"کیا خیال ہے سیدھے چلتے رہیں یا کوئی اور سمت اختیار کریں؟"

"سیدھے ہی چلتے رہیں مہاراج۔ ہرڑے مان سے جتنی دُور نکلا ...ا ہے نکل چلیں، تاکہ منحوس رانی کو ہماری خوشبو بھی نہ مل سکے۔"

"تم اس سے بہت ڈرتے ہو سر بندر؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں مہاراج۔ میں دوبارہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بھگوان ...ماری سہائتا کی ہم نکل آئے۔ اگر اس کمینی کو معلوم ہو جائے تو وہ ہمارا ...سے گی۔"

"تمہارے خیال میں یہ راستہ کہاں جاتا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا مہاراج!"

"تمہاری اپنی کیا کیفیت ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔"

"اپنے جسم میں تمہیں کوئی تبدیلی محسوس ہو رہی ہے؟"

"بالکل نہیں مہاراج۔ میں نے خود بھی غور کیا ہے۔"

"بھوک وغیرہ بھی نہیں لگ رہی؟"

"ابھی تک نہیں لگی۔" سر بندر نے جواب دیا اور میں گردن ہلانے لگا۔

...انٹ میں سوچتا رہا اور پھر میں نے بھی سر بندر سے اتفاق کیا ہرڑے مان ...ن دُور نکل جایا جائے ٹھیک ہے۔ رہ گئی گُھپّی کی بات تو اس کے لیے ... پہلے ہی صبر کر لیا تھا۔ اس بے چاری کی زندگی یہیں تک تھی۔ اس ...یں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ہاں منورما سے انتقام کی ...اس نے جو کچھ کیا تھا اس کا جواب میں اسے دینا چاہتا تھا لیکن ۔۔۔ ...ہے لیے مشکل تھا۔ میں وہ علم نہیں جانتا تھا جو وہ جانتی تھی۔ وہ میرا ...نہیں سکتی تھی لیکن میں بھی ابھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

اور پھر بُردباری میرے ذہن پر دباؤ ڈالنے لگی۔ انتقام کی خواہش کو ...ابی ٹھیک ہے۔ ابھی اس علم کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیے۔ ...حاصل بھی ہو سکے تو کیا بات ہے، لطف آ جائے گا۔ ویسے میں نے ...محسوس کی تھی۔ ابھی تک اس علم کے دو پیرو میری نگاہوں میں ... ایک تو وہ بوڑھا گرنتھ اور دوسری منورما لیکن دونوں شیطان صفت ...اپنے علم سے اچھے کام بھی کر سکتے تھے لیکن جو کچھ انھوں نے کر دکھایا تھا ...پھر نہ تھا۔

میں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ سر بندر کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"مہاراج!" اس نے مجھے آواز دی اور میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیا بات ہے سر بندر؟"

"کس سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو؟"

"کوئی خاص بات نہیں سر بندر۔"

"تم ہمیں اپنا نام بھی نہیں بتاؤ گے مہاراج؟"

"اوہ! جو تمہارا دل چاہے کہہ لو سر بندر۔ ویسے تم مجھے انوپی کہہ سکتے ہو۔" مجھے گُھپّی یاد آ گئی۔ یہ نام اسی معصوم لڑکی نے مجھے دیا تھا۔

"انوپ کمار؟" سر بندر نے کہا۔

"ہاں۔ اسی سے انوپی بنتا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"بڑا سندر نام ہے مہاراج۔ تم خود بھی بڑے سندر ہو۔ کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"یہ ساری باتیں ہم اس وقت کریں گے سر بندر، جب ہمیں یقین ہو جائے گا کہ ہم اس کے جنگل سے نکل چکے ہیں۔" میں نے کسی قدر اُلجھتے ہوئے کہا۔ سر بندر کی باتوں کا جواب دینا اس وقت مجھے پسند نہیں تھا۔

سر بندر خاموش ہو گیا اور سفر جاری رہا۔ طویل میدان پار کرنے میں کافی وقت لگ گیا تھا اور پھر مجھے محسوس ہوا کہ سر بندر غیر معمولی طور پر خاموش ہے۔ شاید اسے میری جھلاہٹ کا احساس ہو گیا تھا۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ میں نے اس بے چارے پر ایسے ہی جھلاہٹ کا اظہار کیا تھا۔ وہ تو خود زندگی اور موت کی کش مکش سے بچا تھا۔ چنانچہ میں نے خود ہی اسے مخاطب کیا۔

"اب تم خاموش ہو گئے سر بندر!"

"نہیں مہاراج! ہم تو صرف اس لیے خاموش ہیں کہ تم سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو۔"

"اوہ۔ میں کوئی خاص بات نہیں سوچ رہا۔"

"نہیں انوپی جی۔ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارا من دُکھی ہے۔"

"ارے۔ کیوں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"استری جیون بھر کی ساتھی ہوتی ہے۔"

"استری۔ اوہ۔ تم اس کی بات کر رہے ہو جسے پتھر بنا دیا گیا؟"

"ہاں مہاراج!"

"ہاں۔ مجھے اس کا افسوس ہے سر بندر! بڑی معصوم [illegible]۔"

"بھگوان ناس کرے اس عورت کا۔ تم دیکھ لینا مہاراج، وہ کُتیا کی موت ماری جائے گی۔"

"تھک تو نہیں گئے سر بندر؟"

"اب کچھ تھکن لگ رہی ہے مہاراج!" سر بندر نے کہا۔

"اوہ۔ وہ سامنے دیکھو۔ درخت نظر آ رہے ہیں۔ ممکن ہے وہ کوئی اچھی جگہ ہو۔ ہمیں وہاں تک چلنا چاہیے۔ اس کے بعد ہم رات اسی جگہ

گذاریں گے۔"

"ٹھیک ہے مہاراج!" سریندر نے کہا اور ہم نے رفتار تیز کردی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم درختوں کے جھنڈ کے پاس پہنچ گئے۔ پھل دار درخت تھے اور درختوں کے دوسری طرف ایک چھوٹی سی ندی بھی نظر آرہی تھی۔

"اوہ۔ عمدہ جگہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم اس طرف کبھی نہیں آئے مہاراج۔"

"بہرحال قیام کے لیے یہ عمدہ جگہ ہے۔" میں نے ندی کے کنارے کے چند درختوں کے نزدیک کی جگہ کا انتخاب کیا اور بالآخر ہم نے ایک درخت کے نیچے ڈیرہ ڈال دیا۔

"اب تو ہم اس جادو نگری سے کافی دُور نکل آئے ہیں مہاراج!"

"ہاں۔ کافی فاصلہ طے کرلیا ہے۔ کچھ کھاؤ گے؟"

"درختوں میں پھل تو بہت ہیں مہاراج۔"

"پانی بھی ہے۔ ٹھہرو۔ میں پھل توڑتا ہوں۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا اور پھر میں ایک درخت کا انتخاب کرکے اس کے قریب پہنچ گیا۔ تب میں نے درخت پر دونوں ہاتھ رکھے اور اسے زور زور سے ہلانے لگا۔ موٹے تنے کے درخت کو ہلتا دیکھ کر ایک بار پھر سریندر حیرت کا شکار ہوگیا۔ زمین پر بے شمار پھل گر پڑے تھے لیکن سریندر ان کی طرف لپکنے کے بجائے مجھے دیکھ رہا تھا۔ جب کافی پھل ہوگئے تو میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"انھیں جمع کرو سریندر!" میں نے کہا۔

"اوہ۔ ہاں۔" وہ پھلوں کی طرف لپکا اور پھر وہ خاموشی سے پھل جمع کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ندی کے کنارے بیٹھے تھے اور عمدہ اور خوش ذائقہ پھل کھا رہے تھے۔

"ایک بات کہوں انوپی جی!" پھل کھاتے ہوئے سریندر نے کہا۔

"ضرور کہو۔"

"آپ مجھے عام انسانوں سے الگ لگتے ہیں۔ آپ نے وہ دیوار آسانی سے توڑ دی تھی اور اب آپ نے اتنے موٹے درخت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس کے علاوہ آپ نے پتھر کا وہ صندوق بھی آسانی سے کھول لیا تھا جس کے بارے میں منوسا نے کہا تھا کہ پچاس آدمی بھی مل کر اسے نہیں کھول سکتے۔"

"اوہ۔ ہاں سریندر! میں عام لوگوں سے زیادہ طاقتور ہوں۔"

"نہ صرف طاقتور، بلکہ بہت زیادہ طاقتور!"

"یہی سمجھ لو۔" میں نے کہا۔ ابھی میں سریندر کو اپنے بارے میں تفصیل نہیں بتانا چاہتا تھا۔ چھوٹی سی عقل کا معصوم سا انسان تھا۔ اس کا ذہن میری باتوں کو نہ تو سمجھ سکے گا اور نہ قبول کرسکے گا اور پھر ہر جگہ سبکی سے فائدہ بھی کیا اس لیے میں نے ٹال جانا ہی مناسب سمجھا۔ پھل کھانے کے بعد ہم نے ندی سے پانی پیا اور سیر ہوگئے۔

رات ہوگئی تھی۔ آرام کرنے کے لیے بھی یہ جگہ بُری نہیں تھی چنانچہ درخت کے نیچے ہی ہم دونوں لیٹ گئے۔ اب میں نے ذہن سے سارے تفکرات جھٹک دیے تھے اور پھر یوں بھی مجھے فکر ہی کون سی تھی۔ پچھی کا صبر آچکا تھا اور اب میں پھر ایک آزاد انسان تھا۔ بس دل میں ایک خواہش بار بار سر ابھارنے لگتی تھی۔ منوسا کو اس کے غرور کی سزا دی جائے لیکن عقل مطمئن کردیتی تھی۔ ابھی یہ اس کا وقت نہیں ہے۔

"سریندر!" میں نے خاموشی سے اکتا کر اسے آواز دی۔

"انوپی مہاراج!"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"گھر والے یاد آرہے ہیں مہاراج۔" سریندر نے بھاری آواز میں کہا

"کیا تمھیں اس کی قید میں طویل عرصہ گزر گیا تھا؟"

"ہاں مہاراج! بہت دن ہوگئے۔"

"ٹھیک ہے اب تم گھر چلے جانا۔"

"آپ ہمارے ساتھ نہیں چلیں گے مہاراج؟"

"میں؟"

"ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمارے ساتھ ہی چلیں۔ آپ کا گھر کہاں ہے مہاراج؟ کیا آپ کے ماتا پتا اور بہن بھائی نہیں ہیں؟" معصوم سریندر نے پوچھا۔

"نہیں سریندر۔ تمھارے اس پورے سنسار میں میرا کوئی نہیں ہے"

"ارے!" سریندر نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔ "کہاں چلے گئے سب کے سب؟"

"پتہ نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بس میں نے کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں۔ میں اکیلا ہوں۔"

"تب پھر چنتا نہ کریں مہاراج۔ ہم آپ کے ہیں۔ بھگوان کی سوگند ہم آپ کو اکیلا ہونے کا احساس نہ ہونے دیں گے۔" سریندر کے لہجے میں بےحد خلوص تھا۔ مجھے ہنسی آگئی۔

"ٹھیک ہے سریندر۔ مجھے کوئی چنتا نہیں ہے لیکن میرے دوست میں ایک لاابالی انسان ہوں۔ آوارہ گرد ہوں۔ بس یوں سمجھو میں تو تمھارے دیش کا ہوں بھی نہیں۔ نہ جانے کہاں کہاں کی سیر کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوں۔"

"یہ تو اور اچھی بات ہے۔ ہم یہاں سے گھر چلیں گے اور پھر یاترا کو چلیں گے۔ مجھے بھی پورے ہندوستان میں گھوم کر یاترا کرنے کا شوق ہے۔ ساری جگہیں دیکھیں گے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے سریندر مگر میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں ہندوستان کا رہنے والا نہیں ہوں۔ مجھے یہاں کی یاتراؤں کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم"

"مجھے معلوم ہے آپ چنتا نہ کریں انوپی جی۔" سریندر نے کہا۔ اس بے چارے کے ذہن میں یہ سوال ہی نہیں آیا تھا کہ پھر میں کہاں کا رہنے والا ہوں

"اس کے علاوہ، میں تمھارے دیش کے اس علم کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جسے جادو کہتے ہیں۔"

"اوہ! جادوگر جگہ جگہ ملیں گے۔ یہ پاپی بڑے بڑے جاپ کر کے پریت قبضے میں کر لیتے ہیں اور پھر ان سے کام لیتے ہیں۔"

"اور یہ بیر اور پریت کیا ہوتے ہیں؟"

"گندی روحیں ہوتی ہیں جو جگہ جگہ بھٹکتی پھرتی ہیں۔ مرنے کے بعد یہ بھوت بن جاتے ہیں اور پھر سارے کام کر سکتے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے گردن ہلائی۔ حالانکہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس کے بعد میں خاموش ہو گیا اور پھر ہم سونے کی کوشش کرنے لگے۔ رات کے نہ جانے کون سے حصے میں مجھے نیند آ گئی۔ سرہندر بھی کروٹ لیے خاموش لیٹا تھا۔ نہ جانے سو گیا تھا یا اپنے گھر والوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ بہرحال میں نے اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔

دوسری صبح سورج بھی نہیں نکلا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ ایک سُریلی آواز ہی تھی جس نے جگایا تھا۔ میں نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا پھر بہت سی لڑکیوں کی آوازیں سُنائی دیں اور اس بار ان کی سمت کا اندازہ ہو گیا۔ سرہندر بے خبر پڑا سو رہا تھا۔ میں نے آواز کی طرف دیکھا۔

ندی کے کنارے رنگین لباسوں میں ملبوس لڑکیوں کا پورا گروہ موجود تھا۔ ان کے ہاتھوں میں تانبے اور پیتل کے کلسے تھے جن میں وہ پانی بھر رہی تھیں۔ میں خوش ہو گیا۔ شاید کوئی بستی قریب تھی اور لڑکیاں پانی بھرنے آئی تھیں۔ ان سے ان کی بستی کے بارے میں معلوم کروں۔ میں نے سوچا اور ان کی طرف چل پڑا۔

لڑکیاں آپس میں ہنسی مذاق کر رہی تھیں۔ پھر ان میں سے کسی نے مجھے دیکھ لیا اور اس نے دوسری لڑکیوں کو میری طرف متوجہ کیا۔ سب کی سب شرارت بھری نظروں سے مجھے دیکھنے لگیں۔

تازہ ہواؤں اور سرسبز کھیتوں کی یہ مخلوق کافی دلکش تھی۔ ہندوستان کا روایتی حسن ان کے چہروں سے جھلک رہا تھا۔ ایک سے ایک بڑھ کر حسین تھی۔ انھوں نے لہنگے اور چولیاں پہنی ہوئی تھیں اور ان کی اوڑھنیاں ڈھلکی ہوئی تھیں۔ میری نگاہوں نے کافی خوشگوار کیفیت محسوس کی اور میں ان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ ان سے گفتگو کرنے کے لیے میں نے ان کی زبان کے مناسب الفاظ تلاش کیے اور پھر میں نے انھیں مخاطب کیا۔

"سندریو!"

"مسافر ہو۔ پانی پیوگے کیوں؟" ایک شوخ سی لڑکی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مگر یہ صبح ہی صبح تمھیں پیاس کیوں لگ اٹھی؟" دوسری نے کہا۔

"کیا رات بھر سفر کرتے رہے ہو؟" تیسری بولی۔

"اری تو نہ جانے، ندی کے کنارے ناریوں کو دیکھ کر ان سارے ...ں کو ایک دم پیاس لگنے لگے ہے۔"

"مگر یہ ہے کون؟"

"اس کا مُکھ کیسا پیلا ہے، سونے کی طرح۔"

"تم کون ہو مہاراج؟ کیا آکاش سے اُترے ہو؟"

"یا اس ندی میں سے نکلے ہو!"

"یا کھیتوں میں اُگے ہو!" ایک لڑکی نے کہا اور سب کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

نئی نئی جوان ہوئی تھیں۔ امنگ بھرے دل تھے۔ انگ انگ میں شرارت تھی۔ سب کی سب تیز تھیں اور اپنی دانست میں انھوں نے میرا مذاق اُڑا کر مجھے بدحواس کر دیا تھا۔

لیکن میں خاموشی سے ان کی سُنتا رہا اور ان کے خاموش ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

"ارے کچھ تو بولو مٹی کے مادھو!" ان میں سے ایک مجھے خاموش پا کر چند قدم آگے بڑھ آئی۔

"تم لوگ خاموش ہو تو کچھ بولوں۔"

"چلو ہم خاموش ہیں۔" اس نے سینہ تان کر کہا۔

"شکریہ! تمھاری بستی یہاں سے کتنی دور ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اتنی دور کہ اگر تم کوئی حرکت کرو اور ہم چیخ کر چاچا کو آوازیں دیں تو پوری بستی ڈنڈے لیکر آئے گی اور تمھاری چٹنی بنا دے گی۔" اس لڑکی نے جواب دیا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"مگر یہ جب ہوگا نا، جب میں کوئی حرکت کروں گا یا پھر تم ویسے بھی چیخ پڑوگی؟"

"اب جلدی سے مطلب بتاؤ اور راستہ ناپو۔ لڑکیوں کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے ان سے باتیں بنانے۔"

"تم نے میری بات کا جواب ہی نہیں دیا۔"

"بس تھوڑی دور ہے۔ ہم پانی بھرنے یہاں آتے ہیں۔"

"کیا نام ہے تمھاری بستی کا؟"

"رکمنی!" لڑکی نے جواب دیا۔

"ہم مسافر ہیں۔ دیکھو میرا دوسرا ساتھی وہ درخت کے نیچے سو رہا ہے۔ ہم نے رات یہاں بتائی ہے۔ کسی بستی کی تلاش میں تھے۔ اب تم لوگ نظر آئی ہو تو جان میں جان آئی ہے۔"

"آئے ہائے آگئی نا جان میں جان۔ دیکھا میں نہ کہتی تھی۔" لڑکی شرارت سے بولی۔

"بس کرو مالتی۔ اب اور زیادہ پریشان نہ کرو بے چارے کو۔" ایک لڑکی نے ہمدردی سے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے مگر اسے بتا دو مدھو کہ بستی میں قدم نہ رکھے ورنہ یہ جو جان میں جان آئی ہے، پھر چلی جائے گی۔" مالتی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں مسافر، تم ہماری بستی میں قدم مت رکھنا!"

"کیوں؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"بس یہ تمھارے ہی بھلے کے لیے ہے۔ تمھاری کوئی ضرورت پوری نہیں ہوگی۔ درختوں سے پھل کھاؤ اور ندی سے پانی پیو۔" لڑکیوں نے اپنے کلسے اٹھائے۔ تقریباً سب نے پانی بھر لیا تھا۔

"مدھو!" میں نے اس ہمدرد لڑکی کو مخاطب کیا اور وہ تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "کیا یہ بھی نہیں بتاؤ گی کہ تم نے ہمیں اپنی بستی میں آنے سے کیوں منع کیا ہے؟"

"ہمارے ہاں کے مرد کسی مسافر کو اپنی بستی میں نہیں آنے دیتے۔ وہ مسافروں سے نفرت کرتے ہیں اور اگر کوئی مسافر بستی میں داخل ہو جاتا ہے تو اسے مار کوٹ کر پھینک دیتے ہیں۔"

"مگر اس کی وجہ؟"

"بس بس۔ اس سے زیادہ سمے نہیں ہے میرے پاس۔" اس نے نفرت سے کہا اور پھر وہ سب مڑ کر واپس چل پڑیں۔ میں انھیں جاتے دیکھتا رہا۔ ان کے راستے سے میں نے بستی کی سمت کا اندازہ لگایا اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں تو میں پلٹ آیا۔ بے چارہ سریندر اب بھی اسی طرح سو رہا تھا۔ نہ جانے کب کا تھکا ہوا تھا۔ میں اس کے قریب بیٹھ گیا اور اس کے جاگنے کا انتظار کرنے لگا۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ پھر سریندر نے کروٹ بدلی اور پھر وہ جاگ گیا۔ اس کی آنکھوں میں ویرانی تھی۔ چند لمحوں تک وہ میرا چہرہ دیکھتا رہا۔ میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔

پھر اچانک اس کے چہرے کی رونق لوٹ آئی۔ وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔

"ارے، ارے آہا۔ میں تو ٹھیک ہوں۔ ارے ہاں تو میں بھول ہی گیا تھا، انوپی مہاراج!" اس نے خوشی سے لرزتے لہجے میں کہا۔

"ہاں، ہاں، اٹھو۔ جاگ گئے سریندر!" میں نے نرم اور پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں مہاراج! نیند بھی کیا چیز ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میں صدیوں کے بعد سویا ہوں۔"

"ہاں۔ تم بہت دن کے بعد سکون کی نیند سوئے ہو گے؟"

"بڑے سمے کے بعد مہاراج!"

"اچھا اب اٹھو، چلو ندی پر منہ ہاتھ دھو لیں۔" میں نے کہا اور وہ سعادت مندی سے میرے ساتھ چل پڑا۔ ندی پر جا کر ہم نے منہ دھویا اور پھر شام کے بچے ہوئے پھلوں کا ناشتہ کیا۔ وہ اب بالکل پر سکون تھا۔

"سریندر!" میں نے ایک گہری سانس لیکر اسے آواز دی۔

"جی مہاراج!"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے جب تم سو رہے تھے یہاں ندی پر کچھ لڑکیاں پانی بھرنے آئی تھیں!"

"یہاں؟" سریندر اچھل پڑا۔

"ہاں۔ اس ندی پر۔ میں نے ان سے گفتگو بھی کی تھی۔"

"مگر وہ کہاں سے آئی تھیں انوپی جی مہاراج؟"

"ظاہر ہے اپنی بستی سے۔"

"اوہ! اوہ، تو اس کا مطلب ہے ان کی بستی زیادہ دور نہیں ہے۔"

"ہاں۔ میرا خیال ہے درختوں کے اس جھنڈ کے دوسری طرف۔"

"تب تو پھر ہمیں وہاں چلنا چاہیے مہاراج۔ وہاں سے ہمیں معلوم بھی ہو جائے گا کہ ہم کہاں ہیں اور ہمیں کس طرف جانا چاہیے اور پھر وہاں سے ہمیں کھانے پینے کی چیزیں بھی مل جائیں گی۔"

"لیکن ان لڑکیوں نے کچھ اور ہی کہا ہے سریندر۔"

"کیا؟"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں میری ان سے بات چیت ہوئی تھی۔ بڑی شوخ لڑکیاں تھیں۔ اپنی دانست میں انھوں نے مجھ سے خوب مذاق کیا۔ پھر میں نے ان کی بستی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا ان کی بستی درختوں کے اس پار ہے لیکن ہم وہاں آنے کی کوشش نہ کریں، ان کے مرد مسافروں کو زندہ نہیں چھوڑتے۔"

"کیوں؟"

"بس، اس سے زیادہ انھوں نے کچھ نہیں بتایا۔"

"ٹھٹھول کیا ہوگا مہاراج! پورے ہندوستان میں ایسے لوگ کہیں نہیں پائے جاتے جو مسافروں کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہوں۔ ضرور ان شریر لڑکیوں نے ٹھٹھول کیا ہوگا۔ چلیں مہاراج، بستی والے ہماری سہائتا ضرور کریں گے۔"

"تم مناسب سمجھتے ہو تو ضرور چلو۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا اور ہم دونوں بستی کی طرف چل پڑے۔ درختوں کا جھنڈ زیادہ دور نہیں تھا۔ میں سریندر کے ساتھ اسی راستے پر چل رہا تھا جدھر میں نے ان لڑکیوں کو جاتے دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم درختوں کے جھنڈ کے نزدیک پہنچ گئے۔ جھنڈ بہت گھنا نہیں تھا۔ ہم اس کے دوسری طرف نکل آئے لیکن اس کے بعد کچھ نہیں تھا۔ دوسری طرف گھاس کا ایک میدان پڑا تھا۔

میں حیران رہ گیا۔ سریندر بھی چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہاں تو کوئی بستی نہیں انوپی جی!"

"لیکن لڑکیاں اسی طرف آئی تھیں۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"سامنے بھی دور دور تک کسی بستی کے آثار نہیں ہیں۔"

"ہوں۔" میں پر خیال انداز میں بولا۔ درحقیقت بڑی تعجب خیز بات تھی۔ درختوں کے ادھر ادھر کا ماحول بھی صاف تھا۔ یہ بھی نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ بستی کسی اور طرف ہوگی اور جتنی دور تک ہم دیکھ سکتے تھے اتنی دور تک کوئی بستی نہیں تھی۔ اس سے زیادہ دور سے لڑکیاں پانی بھرنے نہیں آ سکتی تھیں۔

سریندر پریشان نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتا جا رہا تھا۔

"ادھر تو کوئی بستی نہیں ہے مہاراج!" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں سربندر! لیکن لڑکیاں اسی طرف آئی تھیں۔ ظاہر ہے میں
مہاراج بھی نہیں کہہ رہا۔"
"نہیں مہاراج، مگر یہ ہوا کیا؟"
"میں نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال ہم ان لڑکیوں کو تلاش کریں گے۔"
میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
"مگر کہاں مہاراج؟" سربندر نے پوچھا۔
"بس چلتے رہو۔ دیکھیں گے وہ لڑکیاں کہاں سے آئی تھیں۔"
سربندر نے گردن ہلا دی اور ہم نے سامنے کی سمت سفر شروع کر دیا
میدان در میدان، سورج سر پر آ گیا اور پھر گذر بھی گیا لیکن بستی کا کوئی
نشان نہیں ملا۔ میں بھی پریشان تھا۔ سربندر بدستور میرا ساتھ دے رہا تھا۔
ظاہر ہے اتنی طویل مسافت سے وہ تھک گیا ہوگا لیکن اس کے چہرے
پر ہچکچاہٹ کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ پھر میں ہی رُک گیا اور میں نے
مسکراتے ہوئے سربندر کی طرف دیکھا۔ سربندر بھی مسکرا دیا۔
"کیا خیال ہے سربندر؟"
"جو مہاراج کا!"
"اس سے زیادہ دُور سے تو کوئی پانی بھرنے نہیں آتا؟"
"نہیں مہاراج! ہم تو بہت دُور نکل آئے۔"
"اب کیا خیال ہے؟"
"مہاراج جو کہیں!"
"واپس چلنا بھی بیکار ہے لیکن میں سخت حیران ہوں۔ آخر لڑکیاں
کہاں گئیں۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "بہرحال اب واپس چلنا بیکار ہے،
ہمیں آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔ کہیں نہ کہیں تو پہنچ ہی جائیں گے۔" سربندر
نے میری بات سے اتفاق کیا تھا اور ہم دونوں آگے بڑھتے رہے۔ سورج
اپنا آخری سفر طے کر رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے منہ چھپا لیا۔ تاریکی
پھیل گئی تھی۔ ہم نے میدان میں ایک مناسب جگہ قیام کا بندوبست کیا
اور پھر ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔ اس چٹیل میدان میں کھانے پینے کا کوئی
بندوبست ممکن ہی نہیں تھا اس لیے اس گفتگو کا آغاز ہی نہیں کیا گیا۔
سربندر خاموش تھا۔ ہم دونوں صاف ستھری جگہ لیٹے ہوئے تھے۔
کافی دیر خاموشی سے گذر گئی تو میں نے خاموشی توڑنے کے لیے سربندر کو
مخاطب کیا اور اس نے طویل سانس لیکر میری طرف دیکھا۔
"اس بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کرو گے سربندر؟"
"میں کیا کہوں مہاراج!"
"بہرحال اس میں کسی دھوکے کا تو امکان ہی نہیں ہے۔"
"پھر بستی کہاں گئی؟"
"ایک بات بتاؤ سربندر؟"
"جی مہاراج!"
"منورما کو ہمارے فرار کا علم تو ہو ہی گیا ہوگا؟"

"او کشس مہاراج! وہ بڑی چالاک ہے۔"
"تو وہ اس کی حرکت تو نہیں تھی؟"
"ہو بھی سکتی ہے۔"
"اگر یہ بات مان لی جائے تو اس کا مطلب ہے کہ منورما ہمارے
پیچھے لگی ہوئی ہے۔"
"بھگوان بچائے مہاراج! وہ بہت بڑی جادوگرنی ہے۔"
"تب پھر خیال رکھنا پڑے گا۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا اور
ہم اچانک چونک پڑے۔ کہیں دُور سے ساز بجنے کی آواز سنائی دی تھی۔
ڈھول اور مجیروں کی آواز تھی۔
ہم دونوں اٹھ کر بیٹھ گئے۔ سربندر غور سے آواز سُن رہا تھا۔
کافی صاف تھی اور پھر اس میں گانے کی آواز بھی شامل ہو گئی۔
"آؤ سربندر۔ دیکھیں۔"
"ضرور کوئی گڑبڑ ہوگی مہاراج!"
"وہ تو ہوگی ہی۔ دیکھیں تو سہی!"
"چلیں مہاراج!" سربندر کی آواز سہمی ہوئی تھی لیکن اگر میں اسے
یہاں چھوڑ بھی دیتا تو کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ہمارا تعاقب یہاں تک کیا گیا
تھا۔ سربندر کو اس جگہ بھی پکڑا جا سکتا تھا اس لیے میں نے اس کے خوف
کی پرواہ نہیں کی اور وہ میرے ساتھ چل پڑا۔ آواز صاف آ رہی تھی اور پھر
ایک جگہ روشنی دیکھ کر ہم نے اس سمت کا تعین کیا اور چل پڑے۔
فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم مشعلوں کے
نزدیک پہنچ گئے اور یہ دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی کہ وہاں بہت سی
جھونپڑیاں بڑی ہوئی تھیں۔ گویا کوئی بستی تھی۔
لیکن دن کی روشنی میں یہ بستی کہاں غائب ہو گئی تھی۔ ہم نے دن
میں اسے نہیں دیکھا تھا، حالانکہ ایسی پوشیدہ جگہ بھی نہیں تھی کہ نظر ہی نہ آ سکے۔
بہرحال ہم اس انسانی گروہ کے پاس پہنچ گئے جو مشعلوں کی روشنی
میں گا بجا رہا تھا۔ سادہ لوح دیہاتی تھے جو دن بھر کی مشقت کے بعد گا بجا کر
دل بہلا رہے تھے۔ درمیان میں دو تین لڑکیاں رقص کر رہی تھیں۔ دو لڑکیاں
ایک دیہاتی گانا گا رہی تھیں اور بہت سے لوگ حقے لیے چارپائیوں پر بیٹھے
ہوئے تھے۔
رات ہونے کے باوجود بہرحال ہم ان سے پوشیدہ نہ رہ سکے۔
ہماری موجودگی کا احساس ہوتے ہی ناچ گانا بند ہو گیا اور سب گردنیں اٹھا
اٹھا کر ہمیں دیکھنے لگے۔ بہت سے لوگ چارپائیوں سے نیچے اُتر کر کھڑے ہو گئے
تھے۔ سادہ لوح انسانوں کے چہروں پر خوف کے آثار نظر آ رہے تھے۔
پھر ایک بوڑھا آدمی ایک نوجوان دیہاتی کے ساتھ آگے بڑھا ہمارے
قریب آ کر اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔
"پالاگ مہاراج!" بوڑھے آدمی نے کہا۔
"پالاگ!" سربندر بھی اسی کے انداز میں ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"تم کون ہو مہاراج؟" بوڑھے نے پوچھا۔
"مسافر ہیں بابا!"
"اتنی رات گئے کہاں سے آ رہے ہو؟"
"بس سفر کر رہے تھے۔ شام ہو گئی۔" میں نے آگے بڑھ کر کہا۔
"کہاں جا رہے تھے؟"
"راستہ بھٹکے ہوئے ہیں مہاراج۔ یہ کون سی بستی ہے؟" میں نے پوچھا۔
"نرسنگھی بستی کہلاتی ہے۔ اب رات کہاں جاؤ گے آؤ بیٹھو ہمارے مہمان رہو۔"
"بڑی کرپا مہاراج!" میں نے عاجزی سے کہا اور بوڑھے نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ مجھے دوستانہ انداز میں آگے لیے جا رہا تھا۔ سرہندر بھی میرے پیچھے پیچھے تھا۔
"بیٹھو بیٹا! ارے چلو رے۔ مہمانوں کے لیے جل پانی لاؤ۔ کھانے کا بندوبست کرو۔" بوڑھے نے پُراخلاق لہجے میں کہا اور دو نوجوان اٹھ کر ایک طرف چلے گئے۔
ہم لوگوں کو ایک چارپائی پر بٹھا دیا گیا۔ رقص کرنے والی لڑکیاں خاموش کھڑی تھیں۔ ساز بجانے والے بھی چپ بیٹھے تھے۔ سب کی نگاہیں ہماری طرف تھیں اور ماحول میں ایک عجیب سی گھٹن پیدا ہو گئی تھی۔
"بس یونہی گا بجا رہے تھے۔ دن بھر کی تھکن کے بعد ہا ہو کر لینے سے طبیعت خوش ہو جاوے ہے۔" بوڑھے نے کہا۔
"بہت اچھی بات ہے۔ ہمیں افسوس ہے آپ کو ہماری وجہ سے رکنا پڑا۔"
"ارے اس میں افسوس کی کیا بات ہے۔ تم بھی سنو۔" بوڑھے نے کہا۔
"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ بالکل۔" میں نے کہا اور بوڑھے نے لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ناچو ری چھوریو۔ مسافر ہیں۔ یہ بھی خوش ہوں گے۔"
اور اچانک ساز پھر بجنے لگے اور دیہاتی الہڑ دوشیزاؤں نے رقص شروع کر دیا۔ ذہن میں جتنی الجھن تھی دور ہو گئی اور ہم دونوں ان دیہاتی انسانوں کی خوشی میں شریک ہو گئے، ان کے سادہ رقص میں کھو گئے۔ میں تو میں سرہندر بھی ساری باتیں بھول گیا تھا۔
اور پھر ہمارے لیے کھانا آ گیا۔ باجرے کی روٹیاں، مکھن، دودھ اور ساگ کی ترکاری۔ بہت بڑی نعمت تھی، سیر ہو کر کھائی۔ ساتھ ہی رقص کا لطف بھی اٹھاتے رہے۔ بوڑھا کہہ رہا تھا۔
"میں اس گاؤں کا مکھیا ہوں۔ بس چھوٹی سی بستی ہے اپنی۔"
"بہت خوبصورت بستی ہے۔ بڑے اچھے لوگ ہیں۔" میں نے کہا اور بوڑھا ہنسنے لگا۔ تبھی کسی طرف سے ایک لڑکی چھن چھن کرتی آئی اور پیتل کے کٹورے میں پانی ہمارے سامنے رکھ دیا۔
"کیا ہے رتنا؟" بوڑھے نے پوچھا۔
"جل لائی ہوں مہمانوں کے لیے۔" خوبصورت آواز ابھری اور نہ جانے کیوں یہ آواز مجھے جانی پہچانی محسوس ہوئی۔ میں نے چونک کر گردن اٹھائی۔ گو رات کا وقت تھا لیکن میں نے اس لڑکی کو پہچان لیا۔ یہ بھی ندی پر پانی بھرنے والی لڑکیوں میں شامل تھی اور میں چونک پڑا لیکن میں نے سرہندر وغیرہ سے کچھ نہیں کہا۔ لڑکی نے پانی ہمارے سامنے رکھا۔ اس کی مسکراتی آنکھیں میرے اوپر جمی ہوئی تھیں اور پھر اس نے آہستہ سے ناک چڑھائی۔ بڑی پیاری ادا تھی۔ میں اسے تکتا رہ گیا۔ اس نے ایک بار پھر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور ایک طرف چلی گئی۔
"میری بیٹی ہے۔" بوڑھے نے کہا۔
"اوہ!" میں سنبھل گیا۔ بہرحال تھوڑے سے آداب ضروری تھے۔ اس طرح لڑکی کو گھور گھور کر دیکھنا بھی مناسب نہیں تھا لیکن ایک بے چینی سی میرے ذہن میں پیدا ہو گئی۔ یہ سب کچھ مجھے پُراسرار لگ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اس ماحول کو ذہن قبول نہیں کر رہا تھا اور پھر حالات بھی عجیب تھے۔ اتنا طویل فاصلہ، جس میں پورا دن صرف ہو گیا تھا، طے کر کے یہ لڑکیاں پانی لینے گئی تھیں، یہ کیا تک ہے لیکن اس بات کا جواب کس سے ملتا۔ خاموشی کے سوا چارہ نہیں تھا۔ ہاں میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ دوسرے دن میں اس بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ یہ رات خاموشی سے گذار لینی چاہیے۔
خاصی رات گئے تک ہنگامہ جاری رہا اور پھر سب تھک گئے۔
"بس بھئی۔ اب ختم کرو، نیند آ رہی ہے اور پھر مسافر بھی تھکے ہوئے ہوں گے۔" اور ہنگامہ ختم ہو گیا۔
"ارے منوہر!" بوڑھے نے کسی کو آواز دی۔
"جی مکھیا چاچا!"
"مہمانوں کے لیے بندوبست کر دیا؟"
"کر دیا چاچا!"
"کہاں کیا ہے؟"
"رکھا کی کٹیا خالی کرا لی ہے۔"
"تب پھر مہمانوں کو وہاں پہنچا دے۔"
"جو آگیا چاچا! آؤ بھیا۔" نوجوان نے کہا اور ہم دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔ بستی چھوٹی سی تھی۔ جس جھونپڑی میں ہمارے لیے بندوبست کیا گیا تھا وہ زیادہ دور نہ تھی۔ چھوٹی سی مضبوط اور صاف ستھری جھونپڑی تھی جس میں ایک مشعل روشن تھی۔ دو صاف ستھرے بستر لگے ہوئے تھے۔
"آرام کرو بھیا۔ پالاگن!" ہمارے راہبر نے کہا اور واپس پلٹ گیا۔ سرہندر بھی خاموشی سے بستر پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر بھی غور و فکر کے آثار تھے۔
"کیا سوچ رہے ہو سرہندر؟"
"بس انوکھی مہاراج۔ دماغ چکرایا ہوا ہے۔"
"کیوں؟"
"یہ بستی دن میں ہمیں کیوں نہیں نظر آئی تھی؟"

"ہاں۔ تعجب کی بات ہے۔"
"اب ہم ایسے اندھے بھی نہیں ہیں کہ اسے دن میں دیکھ نہ سکیں۔"
"تمہارا کیا خیال ہے؟"
"میرا تو کوئی خیال نہیں ہے انوپ جی۔ بھگوان ہی جانے۔" سریندر ... سانس لیکر بولا۔
"میں ایک بات بتاؤں سریندر؟"
"جی مہاراج!"
"مکھیا کی لڑکی پانی لائی تھی؟"
"ہاں!"
"یہ لڑکی بھی ان لڑکیوں میں شریک تھی جو مجھے ندی پر ملی تھیں۔" میں نے کہا اور سریندر اچھل پڑا۔
"ارے!" وہ منہ پھاڑ کر بولا۔
"ہاں۔ میری آنکھوں کو دھوکا نہیں ہوا۔ میں نے اسے اچھی طرح دیکھا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اتنی دور پانی بھرنے گئی ہوں؟"
"ناممکن ہے مہاراج!"
"پھر یہ سب کیا چکر ہے؟"
"میری مانو مہاراج، تو یہ سب بھی منو لباہی کا چکر ہے۔ خاموشی سے ... نکل چلو۔ نہ جانے کیا حالات پیش آئیں۔" سریندر نے لرزتی آواز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔
"میں سچ کہہ رہا ہوں مہاراج۔ میری بات مان لو۔"
"لیکن سریندر، پر کہاں چلیں۔ تم غور تو کرو۔ وہ یہاں تک ہمارے پیچھے لگی ہوئی۔ ہم یہاں سے چلیں بھی تو وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گی اور ساتھ لگی رہے گی اور ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ ... آبادی کتنی دور ہے۔ ایسی صورت میں اگر ہم سفر کرتے ہیں تو اس ... فائدہ؟"
"تو پھر مہاراج؟" سریندر نے پریشانی سے پوچھا۔
"جو ہو رہا ہے اس میں خاموش تماشائی بنے رہو سریندر۔"
"اور۔۔۔ اور اگر مہاراج، ہم۔۔۔ ہم دوبارہ اس کے چنگل میں پھنس گئے؟"
"تو دیکھا جائے گا۔ چنگل میں تو اب بھی ہیں۔" میں نے کہا اور سریندر خاموش ہو گیا۔ وہ سہم گیا تھا لیکن اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ معاملہ بے حد پُراسرار تھا۔ سریندر اگر اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لے تو الگ بات تھی۔ اگر یہ صرف اتفاق ہے تو ٹھیک ہے اور اگر ۔۔۔ منو لباہی کا کوئی چکر ہے تو پھر اس سے باخبر رہنا ضروری ہے۔ سریندر خاموش تھا۔ سونے کا تو خیر سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اسے تو خوف کی وجہ سے نیند نہیں آسکتی تھی۔ بہرحال وہ اسی انداز میں لیٹا تھا جیسے سوچ چکا ہو۔
میں نے بھی کروٹ بدل لی اور ان حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے ان معاملات سے کوئی خوف نہیں تھا۔ بھی تو ہاتھ سے جا چکی تھی۔ اب کس بات کی فکر تھی۔ رہ گئی احمق منو لبا، تو وہ ہتھکنڈے استعمال کرتی رہے میرا کیا بگاڑ سکتی تھی۔ ہاں یہ بے وقوف سریندر پریشان کر رہا تھا۔ اس کی زندگی کا بوجھ خواہ مخواہ کندھوں پر آ پڑا تھا۔ بہرحال اب تو اس بوجھ کو سنبھالنا ہی تھا۔ ظاہر ہے میں کسی زندہ انسان کو، مجبور انسان کو موت کے حوالے نہیں کر سکتا تھا۔ ہاں اگر موت کسی سمت سے آکر اسے دبوچ لے تو دوسری بات ہے۔ اس بارے میں میں بے بس تھا لیکن کم از کم اس وقت تک۔۔۔
۔۔۔ رات گذرتی رہی اور پھر آنکھوں میں غنودگی آنے لگی تھی کہ اچانک ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔ یوں لگا تھا جیسے کسی نے کسی کو مخاطب کیا ہو۔
میں نے گردن اٹھا کر دیکھا۔ جھونپڑے کے دروازے میں کوئی کھڑا تھا۔ میں چونک کر سیدھا ہو گیا۔ گویا اندر ہی اشارہ کیا جا رہا تھا۔ شی شی کی آواز دوبارہ سنائی دی اور میں نے سریندر کی طرف دیکھا۔ اس بے چارے کو شاید نیند ہی آگئی تھی۔
بہرحال میں اٹھ بیٹھا اور پھر میں جھونپڑے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ باہر چاندنی پھیلی ہوئی تھی میں نے رتنا کو پہچان لیا۔ یہ بوڑھے مکھیا کی بیٹی رتنا تھی۔
"مہاراج!" وہ آہستہ سے بولی۔
"ہوں!"
"مجھے پہچانتے ہو؟"
"ہاں۔ تم رتنا ہو!"

"ارے! مگر میں نے تمھیں اپنا نام تو نہیں بتایا تھا؟"
"مکھیا نے تمھارا نام رتنا لیا تھا، اس وقت جب تم میرے لیے پانی لائی تھیں۔"
"اوہ! تم نے اس سے پہلے بھی تو مجھے دیکھا تھا۔"
"ہاں، ندی پر۔" میں نے جواب دیا۔
"ٹھیک۔ تمھارا کیا نام ہے مہاراج؟"
"انوپ!"
"کیا تمھارا ساتھی سو گیا ہے؟"
"ہاں!"
"میری ایک بات مانو گے؟"
"کہو!"
"باہر چاندنی چٹکی ہوئی ہے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ بڑا ہی سندر لگ رہا ہے باہر کا موسم۔ تھوڑی دیر مجھ سے باتیں کرو گے؟"
"ضرور۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اس نے اپنے نازک ہاتھ میں میرا ہاتھ لے لیا اور ایک طرف بڑھنے لگی۔ پھر وہ مجھے بستی سے کافی دور لے گئی۔ یہاں کچھ کھنڈرات نظر آ رہے تھے۔ چاندنی میں لکھوری اینٹوں کا یہ ڈھیر بڑا عجیب لگ رہا تھا لیکن یہ کھنڈرات بھی میرے لیے حیرت انگیز تھے۔ آخر دن کی روشنی میں یہ سب کچھ کہاں غائب ہو گیا تھا! اس وقت مجھے یہ کھنڈر بھی نہیں نظر آئے تھے۔
"یہ جگہ اچھی ہے۔" رتنا نے رک کر کہا۔
"ہوں — مگر بستی سے کافی دور ہے۔"
"اس کی چنتا نہ کرو۔ میں یہاں اس لیے آئی ہوں کہ بستی کے دوسرے لوگ ہمیں پریشان نہ کریں۔ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ بیٹھ جاؤ۔"
اور میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ میں غور سے رتنا کو دیکھ رہا تھا۔ چاندنی رات میں وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ بھی میرے سامنے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔
"کیا بات ہے رتنا؟" میں نے پوچھا۔
"انوپ!" اس نے مخمور آواز میں کہا۔
"ہوں!"
"تم اس سمے بھی مجھے اچھے لگے تھے جب میں نے تمھیں ندی کے پاس دیکھا تھا اور اس سمے تو تم بہت ہی سندر لگے جب چاچا کے پاس چارپائی پر بیٹھے ناچ دیکھ رہے تھے۔" اس نے کہا۔ اس کی آواز میں ایک شرمگیں سی کپکپاہٹ تھی۔ میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ اس سے زیادہ وہ کیا کہتی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔
"خوبصورت تو تم بھی ہو رتنا!"
"سچ۔" اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔
"ہاں رتنا۔ تم کافی خوبصورت ہو اور اس وقت بھی بہت اچھی لگ رہی ہو۔" میں نے جواب دیا اور رتنا نے میرے سینے سے سر لگا لیا۔ "لیکن ایک بات مجھے پریشان کر رہی ہے۔"
"کیا؟" اس نے بھاری لہجے میں پوچھا۔
"وہ ندی تمھاری بستی سے کافی دور ہے۔ تم اتنی دور پانی بھرنے کیسے گئی تھیں۔"
"تم نے دیکھا ہوگا یہاں سے کافی دور دور تک پانی نہیں ہے۔ بستی کی دوسری سمت سے ایک چھوٹا راستہ ہے ندی کی طرف جانے کا۔ ہم سب اسی کھنڈر کے راستے سے ہوتے ہوئے دوسری طرف جاتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی سرنگ ہے جو پتھروں کے اس طرف نکلتی ہے۔"
"اوہ! اس کھنڈر میں راستہ ہے؟"
"ہاں انوپ!"
"لیکن یہ سب کچھ بڑا عجیب ہے۔ خیر ہوگا۔ ہمیں ان باتوں میں وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے۔" میں نے اسے بازوؤں میں کھینچ لیا اور وہ کسمسانے لگی۔
"مہاراج!"
"ہوں!"
"چاندنی پھیلی ہوئی ہے۔ آؤ، اندر چلیں۔"
"آؤ۔" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں کھنڈر میں داخل ہو گئے۔ کھنڈرات میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بڑے پراسرار لگ رہے تھے لیکن میں دلچسپی سے انھیں دیکھ رہا تھا۔ پھر رتنا ایک دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔
"یہاں تو بڑا اندھیرا ہے رتنا۔" میں نے کہا۔
"میں ابھی روشنی کرتی ہوں مہاراج!" رتنا کی آواز ابھری اور پھر کچھ گڑبڑ کی آواز سنائی دی اور پھر روشنی پھیل گئی۔ میں نے دیکھا دیوار میں لگی ایک مشعل روشن ہو گئی تھی لیکن اس کی روشنی آہستہ آہستہ تیز ہوتی جا رہی تھی اتنی تیز کہ یہ جگہ بے حد صاف نظر آنے لگی۔ میں نے حیرت سے مشعل کی طرف دیکھا اور اسی وقت پیچھے سے بے شمار قہقہے ابھرے اور میں پلٹ پڑا۔
"ہائے رام — یہ چنڈالیں کہاں سے آ گئیں۔" رتنا گھبرا کر بولی۔ میں بھی لڑکیوں کے اس گروہ کو دیکھ رہا تھا۔ یہ سب وہی لڑکیاں تھیں جنھیں میں نے ندی کے کنارے دیکھا تھا۔ میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا لیکن مشعل کی سفید روشنی میرے لیے اب بھی حیرت انگیز تھی۔ میں نے ایک بار پھر اس کی طرف دیکھا۔ بالکل سورج کی مانند سفید، ——— تیز روشنی والی مشعل تھی۔ پھر میں نے پلٹ کر ان شریر لڑکیوں کے گروہ کی طرف دیکھا۔
اور —— سچی بات یہ ہے پروفیسر کہ ایک لمحے کے لیے میں سٹپٹا گیا تھا! ابھی چند لمحات قبل میں نے انھیں دیکھا تھا تو وہ سب کی سب بنی سنوری تھیں اور خوب اچھے لباسوں میں تھیں لیکن —— اب ان کی شکلیں اس قدر بھیانک ہو گئی تھیں کہ ان پر نگاہیں جمانا مشکل تھا۔ بکھرے بکھرے بال،

پھٹی پھٹی سفید آنکھیں، لمبے لمبے دانت، زبانیں باہر نکلی ہوئی تھیں اور پھر وہ سب بھیانک انداز میں ہنسنے لگیں۔

میں وحشت زدہ انداز میں پلٹا اور میں نے ان کی طرف دیکھا میرا خیال تھا کہ وہ خوف سے بے ہوش ہونے والی ہو گی لیکن رتنا، اس کی شکل تو ان سب سے زیادہ بھیانک تھی۔ میں اسے گھورنے لگا۔ تب رتنا نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور منمناتے ہوئے بولی۔

"بڑی ہی چنڈالیں ہیں یہ سب کی سب انوپی۔ آؤ ہم دوسرے کمرے میں چلیں۔ آؤ نا میری جان!" اس نے بڑے بھیانک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور میں اچانک ہی سنبھل گیا۔ میں نے دل میں سوچا ٹھیک ہے دیکھوں گا تم لوگ کتنے پانی میں ہو اور دوسرے لمحے میں بھی مسکرا پڑا۔

"ہاں آؤ۔" میں نے بھی کہا اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس طرف بڑھ گیا، جدھر اس نے اشارہ کیا تھا! اس طویل و عریض ہال میں ایک اور دروازہ تھا۔ رتنا مجھے لیے اس دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ دوسری طرف بھی ویسی ہی روشنی تھی لیکن اس روشنی میں مجھے ایک اور وجود نظر آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی۔ منورما کو پہچاننا مشکل کام نہیں تھا۔

"خوب!" میں مسکرایا اور منورما بھی تحسین آمیز انداز میں مسکرائی۔

"بھگوان کی سوگند! بڑے ہی دل گردے والے ہو!"

"کیسی ہو رانی منورما؟"

"اچھی ہوں مگر تم سے خوش نہیں ہوں۔"

"اوہو۔ کیوں؟" میں نے چہکتے ہوئے کہا۔

"اے! اب تم کیا کر رہی ہو۔ جاؤ۔" منورما کرخت لہجے میں رتنا سے بولی۔

"اس نے مجھے اس شکل میں بھی مان لیا تھا رانی۔" رتنا ٹھنکتے ہوئے بولی۔

"اچھا۔ تو۔ تو اسے چاہتی ہے؟"

"آج کی رات۔ صرف آج کی رات دے دو۔" رتنا نے کہا اور منورما نے اچانک ہاتھ لہرایا۔ سرخ دہکتا ہوا ایک کوڑا رتنا کی طرف بڑھا اور اس کے بدن سے لپٹ گیا۔

"ہائے میں مری۔ ہائے میں جلی۔" وہ دلدوز چیخیں مارتی ہوئی باہر بھاگ گئی اور پھر سناٹا چھا گیا۔ منورما پھر میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"تمھیں ان ساری باتوں سے ڈر نہیں لگا؟" منورما نے پوچھا۔

"ڈر کیا ہوتا ہے؟"

"اسی لیے کہا تھا کہ بڑے دل گردے کے مالک ہو۔ تمھارا کیا خیال ہے ایک پل کے لیے بھی میں تمھاری طرف سے انجان رہی ہوں۔ میں تمھاری ایک ایک حرکت دیکھتی رہی ہوں انوپی۔"

"مجھے یقین ہے۔"

"تم دیوار میں لٹکے، بولتے سر کو دیکھ کر بھی خوفزدہ نہیں ہوئے، بلکہ تم نے اس کی سہائتا بھی کی۔"

"تم نے اس وقت مجھے روکنے کی کوشش کیوں نہیں کی منورما؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے اس پاپی سے اب کوئی لگاؤ نہیں رہا انوپی۔ تم نے اسے ٹھیک کر دیا، میں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔"

"اور یہ سب کیا تھا؟"

"کس کی بات کر رہے ہو؟"

"یہی ندی، لڑکیاں بستی وغیرہ؟"

"کھیل پسند نہیں آیا؟" منورما مسکرا کر بولی۔

"پسند تو بہت آیا ہے منورما لیکن تم سے خوش نہیں ہوں۔"

"کیوں مہاراج؟"

"پھمی کے ساتھ تم نے بہت برا سلوک کیا ہے۔"

"اوہ! میں جسے پسند کرتی ہوں اسے کسی دوسری عورت کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی اور پھر تم تو بہت ہی انوکھے ہو۔ میں نے جیون بھر میں تم جیسا جوان نہیں دیکھا اور وشواش کرو، اگر تم میرے ہو جاؤ تو پھر میں کسی اور کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھوں گی۔"

"میں ایک شرط پر تمھاری بات مان سکتا ہوں منورما!"

"کیا؟"

"تم پھمی کو ٹھیک کر دو۔ میں اسے خود سے الگ کر دوں گا، اس کے لیے کوئی معقول بندوبست کر دیں گے تاکہ وہ باقی زندگی آرام سے بسر کرے اور پھر میں تمھارے ساتھ رہوں گا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تم مجھے اپنا یہ حیرت انگیز علم سکھاؤ گی۔ میں تمھارے اس انوکھے علم سے بہت متاثر ہوا ہوں جسے تم جادو کہتی ہو۔"

"پہلی بات تو اب میرے بس میں بھی نہیں ہے۔ ہاں میں تمھیں اپنا علم ضرور سکھا دوں گی۔ وچن دیتی ہوں مگر پھمی کو اب میں بھی ٹھیک نہیں کر سکتی۔ وہ سدا کے لیے پتھر بن گئی ہے۔"

"اوہ۔ ذلیل عورت۔ کیا تو نے یہ اچھا کام کیا ہے؟" مجھے غصہ آ گیا۔

"تم اس کے لیے مجھے گالیاں دے رہے ہو۔ میں تمھیں جلا کر خاک کر دوں گی۔" منورما غرائی۔

"نہیں منورما۔ میں پھمی کے ساتھ ہونے والے سلوک کو نہیں بھول سکتا۔ میں تجھ سے انتقام لوں گا، میں تجھے موت کے گھاٹ اتار کر ہی دم لوں گا۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا اور درحقیقت پروفیسر۔ میں نے اس سے جو کچھ کہا تھا، ٹھیک کہا تھا۔ مجھے اس علم سے دلچسپی تھی۔ میں اسے سیکھنا چاہتا تھا۔ پھمی کے بارے میں، میں نے سوچا تھا کہ اگر وہ پھر سے انسان بن گئی تو اس کے لیے کوئی بندوبست کر دیا جائے گا لیکن پھمی کی دشمن کو، اس کی قاتل کو صرف اس لیے معاف کرنا میرے ضمیر کے خلاف تھا کہ میں اس

سے علم سیکھتا۔ یہ خود غرضی تھی اور جس بات کو میرا دل نہ پسند کرے میں کسی قیمت پر اسے نہیں کرتا تھا۔

"تم میرا کچھ نہ بگاڑ سکو گے انوپی۔"

"یہ تو آنے والا وقت بتلائے گا!"

"جتنا وقت گزرتا جائے گا، تمہارے لیے برا ہوگا! ابھی تمہارے لیے میرے من میں نفرت نہیں جاگی۔ تم اتنے بہادر رہو کہ میں تمہاری ساری باتیں درگزر کر دیتی ہوں۔ سچ انوپی۔ میں بہادر اور طاقتور مردوں کی دیوانی ہوں اور پھر تمہارا تو کوئی جواب ہی نہیں ہے۔" منولما کا لہجہ پھر نرم ہوگیا۔

"لیکن میں تجھ سے محبت نہیں کر سکتا منولما۔ تو نے پچھی کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔"

"تو سن لو انوپی جی! میں تمہارا وہ حشر کروں گی کہ تم پچھی کو بھول کر اپنی خیر مناؤ گے سمجھو۔ تم سارا جیون ان جنگلوں میں بھٹکتے رہو۔ اگر کبھی کوئی گھر، کوئی عمارت نظر آئے تو بے جھجکے اس کے اندر آجانا۔ یہ راستہ میرے گھر کا راستہ ہوگا اور اندر صرف میں ملوں گی تم سارا جیون میرے چنگل سے نہ نکل سکو گے۔" منولما نے دانت پیستے ہوئے کہا اور میں سپاٹ نگاہوں سے اسے گھورنے لگا اور پھر میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"بے وقوف داسی! کیوں پتھر سے سر پھوڑ رہی ہے جس زندگی کے بارے میں تو کہہ رہی ہے، خود تجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ اگر تیرا علم بتا سکتا ہے تو اس سے میرے بارے میں پوچھ۔ نہیں بتا سکتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ مکمل نہیں ہے اور اگر بتا دے تو خود ہی شرمندہ ہو جا۔ سوچ کہ تو مجھے کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"کیوں، تم دیوتا ہو نا؟" اس نے طنز بھرے لہجے میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔ "تو دیوتا جی! اپنی شکتی کو کیوں آواز نہیں دیتے۔ جاؤ اسے آواز دو اور یہاں سے نکل جاؤ۔"

"بڑی پاگل ہے تو منولما۔ ٹھیک ہے۔ میں یہاں سے نکل جاؤں گا اگر تو میری بات سن۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ میری طرف دیکھنے لگی۔ "قریب آ منولما۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ نزدیک آگئی۔ میرے اس انداز پر وہ حیران رہ گئی تھی لیکن جونہی وہ میرے قریب آئی میں نے لپک کر اسے پکڑنے کی کوشش کی مگر ۔۔۔ بڑی سخت ناکامی ہوئی تھی پروفیسر میرے ہاتھ پہلے کی طرح اس کے بدن سے نکل گئے تھے۔ وہ کم بخت تو انسانی وجود ہی نہیں رکھتی تھی۔ میں نے اس بار اس کے بالوں پر ہاتھ ڈالا لیکن کچھ بھی نہیں تھا۔

منولما نے میری کیفیت دیکھی اور پھر اس نے ایک زبردست قہقہہ لگایا۔ "اوہ! چالاکی کرتے ہو انوپی۔ مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ مار ڈالنا چاہتے ہو مجھے لیکن اطمینان رکھو یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ بھٹکتے رہو ان ویرانوں میں اور سن لو اس بات کو کہ ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ طلسمی زمین ہے میری تیار کی ہوئی۔ ساری عمر اس میں بھٹکتے رہو گے۔ ہاں جب تمہارے من میں یہ احساس جاگ اٹھے کہ تم ہار گئے تو اپنی شکست کا اعتراف کرنے کسی بھی دروازے میں گھس آنا جو تمہیں نظر آجائے کیونکہ اس طلسم خانے کے سارے دروازے میری طرف آتے ہیں۔" منولما نے کہا اور بجھ گئی۔

"ہاں۔ میں اسے بجھنا ہی کہوں گا۔ وہ اس طرح غائب ہو جاتی تھی جیسے کسی جلتے ہوئے چراغ کا [illegible] بجھ گیا۔ میں اس کی تلاش میں آنکھیں پھاڑتا رہا لیکن اس کا کوئی نشان نہ ملا۔ تب میں گہری سانس لے کر واپس اس دروازے کی طرف چل پڑا جس سے اندر آیا تھا۔ باہر کا ماحول ویسے ہی خاموش تھا۔ ہر چیز جوں کی توں تھی۔ کسی ذی روح کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ میں کھنڈرات سے ہی نکل آیا۔

چاندنی میلی ہوگئی تھی۔ چاند پر روشنی کا پارہ چڑھنے لگا تھا اور وہ بے نور ہوتا جا رہا تھا۔ اپنی پیلاہٹ کھوتا جا رہا تھا۔ گویا صبح ہونے والی تھی۔ میں اس بستی کی طرف چل پڑا۔ میرے ذہن میں سینکڑوں خیالات تھے لیکن میں پریشان نہیں تھا۔ پریشان کیوں ہوتا۔ میری زندگی کا کون سا مشن تھا جس میں رکاوٹ پڑ رہی تھی۔ کچھ وقت یہاں بھی سہی۔ منولما بوڑھی ہو جائے گی اور پھر اسے اپنی بے بسی کا احساس ہوگا۔ میں جوں کا توں رہوں گا۔ ہاں میں جوں کا توں رہوں گا۔

کافی دور نکل آیا۔ اندازے کے مطابق میں اب بستی کے قریب تھا۔ لیکن بستی ۔۔۔ بستی کہاں گئی ۔۔۔ یہاں تو کچھ نہیں تھا۔ جھونپڑی کیا، درخت کیا، کسی پتے کا نشان نہیں تھا۔ معاً مجھے سریندر کا خیال آیا۔ اس غریب کے ساتھ کیا بیتی ہے؟ میں نے اس کی تلاش میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور تھوڑی دور پر ایک پتھریلی جگہ پر وہ زمین پر کروٹ لیے نظر آیا۔

"اوہ!" میرے منہ سے افسوس کی آواز نکلی اور میں دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ جھک کر دیکھا تو وہ کروٹ لیے مزے سے سو رہا تھا۔ تب میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ اسے کوئی حادثہ نہیں پیش آیا تھا۔ بس غائب ہونے والی چیزیں غائب ہوگئی تھیں اور سریندر کو ان کا احساس بھی نہیں تھا۔

میں نے اسے جگا دینا ہی مناسب سمجھا اور اس کے قریب بیٹھ کر اسے آوازیں دیں۔ دوسری تیسری آواز میں وہ جاگ گیا اور آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو بیٹھو۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"صبح ہوگئی۔" سریندر نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ اس پر وہی ردعمل ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ وہ بری طرح اچھل پڑا۔

"ارے ۔ ارے!" اس نے متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ۔ وہ بستی ۔ ہم تو رات کو ۔ رات کو بستی میں تھے اور ۔۔۔ اور ایک جھونپڑے میں سوئے تھے!"

"وہ ... تھیں ہی۔ ہم وہاں سے نکل آئے۔" میں نے کہا۔
"کیا ... کیا مطلب؟"
"بس چلے آئے وہاں سے۔"
"مگر کس طرح؟"
"ایسے تو کیا میں تمہیں اٹھا کر نہیں چل سکتا!"
"اور میری آنکھ نہیں کھلی؟"
"تم بہت گہری نیند سوتے ہو۔"
"اوہ۔ کیا کروں۔ نہ جانے کب کا جاگا ہوا ہوں مگر کیا بات تھی۔ ...ں ضرورت کیوں پیش آئی؟"
"بس آگئی۔" میں نے کہا۔ سربندر چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ ...ان لہجے میں بولا۔
"لیکن انوپی مہاراج!"
"ہوں!"
"یہ جگہ تو وہی ہے۔ میرا مطلب ہے بالکل وہی جگہ۔"
"واقعی؟"
"ہاں مہاراج۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔"
"اگر یہ وہی جگہ ہے تو درخت کہاں گئے؟" میں نے پوچھا۔
"ایں۔ ہاں درخت نہ جانے کہاں گئے۔"
"جھونپڑیاں بھی نہیں ہیں اور نہ ان میں رہنے والے، وہ جو رات ... تھے۔"
"بھگوان ہی جانے مہاراج!"
"ہوگا سربندر۔ تم اس کے لیے پریشان کیوں ہوتے ہو ممکن ہے ... ہاں ہی یہاں سے کہیں چلی گئی ہوں۔ ان کے رہنے والوں نے یہ ... چھوڑ دیا ہو۔"
"اور وہ درخت بھی اٹھا کر لے گئے؟" سربندر نے ایسے لہجے میں ... ہنسی آگئی۔
"ان کی چیز تھی، لے گئے۔ ہم کیا کر سکتے تھے۔" میں نے ہنستے ... کہا۔
"بھگوان کے لیے انوپی مہاراج، میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میری ... سمجھ میں نہیں آرہا۔"
"ذرا ذرا سی بات پر پاگل ہونے کی باتیں مت کیا کرو سربندر۔ مجھے ... بالکل پسند نہیں ہے۔ تم حالات سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہو جاتے ... ہم ابھی تک منوتا کے جنگل میں ہیں۔ وہ بستی جادو کی بستی تھی۔ یہ زمین ...ں ہے۔ اب خوف سے مر جاؤ۔" میں نے جھلائے ہوئے لہجے ... سربندر پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے ... تاثرات تھے۔ کافی دیر تک وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر ... گہری سانس لیکر بولا۔

"شاکر دو مہاراج!"
"کوئی بات نہیں ہے سربندر، لیکن یہ تو سوچو، ہم موت کے خوف سے ہی مر جائیں۔"
"میں اب نہیں ڈروں گا۔" اس نے عاجزی سے کہا اور مجھے اس پر ہنسی آگئی۔
"ڈرنا بیکار ہے سربندر! ہم کوشش کرتے رہیں گے۔ ویسے میں تمہیں ایک بات بتا دوں۔"
"کیا مہاراج؟"
"تمہاری زندگی کو اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔"
"کیوں؟"
"منوتا کو اب تمہاری ذات سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی ہے۔"
"اوہ! تمہیں کیسے معلوم ہے؟"
"ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ میرے پاس سے گئی ہے۔"
"تمہارے پاس سے؟" سربندر اچھل پڑا۔
"ہاں۔ رات بھر اس نے بڑے کھیل کھیلے ہیں۔"
"اوہ!" سربندر نے کہا اور میں نے اسے مختصر تفصیل سنائی۔ سربندر غور سے پوری کہانی سن رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے مہاراج، مگر اب کیا کریں؟"
"فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے سربندر۔ ہم کوشش کرتے رہیں گے۔"
"اب مجھے کوئی چنتا نہیں ہے مہاراج۔ تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ بھاگوں میں اگر اس کے چنگل سے نکلنا لکھا ہے تو نکل جائیں گے اور اگر اس جادو نگری میں موت لکھی ہے تو پھر کون روک سکتا ہے۔"
"یہ ہوئی بہادری کی بات۔ آؤ۔ اب اس جگہ کو چھوڑ دیں۔" میں نے کہا اور سربندر تیار ہو گیا۔ تب ہم وہاں سے آگے بڑھے لیکن اس طرف جہاں کھنڈرات تھے اور بس ایک ہلکا سا خیال ہی میرے ذہن میں آیا تھا کہ ممکن ہے بستی کی طرح کھنڈرات بھی یہاں نہ ہوں لیکن یہ خیال غلط نہیں تھا۔ چاروں طرف پتھریلی زمین کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ کھنڈرات کا کہیں نشان نہیں تھا۔

اس بارے میں، میں نے سربندر سے کچھ نہ کہا۔ ضرورت بھی کیا تھی۔ ہم آگے بڑھتے رہے۔ جادو کی زمین دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ نہ جانے یہ زمین تھی یا صرف خیال، نظر کا دھوکا۔ ممکن ہے ہم ایک چھوٹے سے دائرے میں ہوں، اسی میں چاروں طرف گھوم کر مختلف مناظر دیکھ رہے ہوں لیکن خوب تھا یہ سب کچھ۔ درحقیقت میری طویل زندگی کا سب سے انوکھا دور۔ میری صدیوں دیکھی نگاہوں کے لیے سب سے عجیب منظر۔! درحقیقت سربندر اب بالکل ٹھس ہو گیا تھا۔ وہ خاموش رہتا تھا۔ بہت کم بات کرتا تھا لیکن اب نہ وہ کسی بات سے الجھتا تھا اور نہ کسی سے خوفزدہ ہوتا

تھا بس میرا ساتھ دیتا تھا۔ دائرے کا سفر جاری تھا لیکن مناظر بدلے ہوئے تھے اور وقت گزرتا جا رہا تھا۔ میں نے بھی نہ رُکنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ بس اگر پریشانی تھی تو صرف اس احمق سربندر کی جس کی وجہ سے میں کبھی کبھی سوچ میں پڑ جاتا تھا ویسے پروفیسر، اس خاصے عرصے میں بھی میں کوئی ترکیب نہیں سوچ سکا تھا۔ دن ہوتا، رات ہو جاتی۔ نہ جانے کتنے دن گزر چکے تھے اس کے بعد نہ تو کوئی بستی نظر آئی، نہ کوئی جاندار۔ یوں لگتا تھا جیسے کائنات پھر سے ویران ہو چکی ہو اور اب اس پوری زمین پر صرف دو انسانوں کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا ہو۔ تب ایک رات میں ایک پہاڑی ٹیلے پر بیٹھا سوچ میں گم تھا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر سربندر کروٹ بدلے سو رہا تھا۔ اب وہ بے فکری کی نیند سوتا تھا۔ اس کی کیفیت عجیب ہو گئی تھی، ہر بات سے بے پرواہ۔ اگر میں اسے چھوڑ بھی دیتا تو شاید وہ احتجاج بھی نہ کرتا، شکایت بھی نہ کرتا۔۔۔ خاموشی سے وہیں رہ جاتا جہاں میں اسے چھوڑتا۔

لیکن انسانی ہمدردی بھی کوئی چیز تھی میں اس سے اور متاثر ہو گیا تھا۔ اب میں اسے کوئی تکلیف نہیں دے سکتا تھا۔ سوچوں میں گم، میں کافی دیر تک ٹیلے پر بیٹھا رہا اور پھر لیٹ گیا۔ میری نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ اوپر ستارے مسکرا رہے تھے۔ مجھ سے نگاہ ملتے ہی ہنس پڑے اور میں چونک پڑا۔

اوہ! انسانی ذہن بھی بعض اوقات کس انداز میں سوچتا ہے۔ میں اپنے دوستوں کو بھول ہی گیا تھا۔ میرے وہ دوست، جو ہر دور میں، ہر ماحول میں، ہر جگہ میرے ساتھ رہتے تھے، میں نے ان سے معذرت کی، اپنی بھول کا اعتراف کیا اور انھوں نے خوشی سے مجھے معاف کر دیا۔ بڑے فراخ دل تھے وہ۔ سو میں نے ان سے وقت کی بات کہی اور انھوں نے میرے اوپر طنز سے بھرپور نگاہیں ڈالیں۔

"یوں لگتا ہے جیسے تم نے صدیاں گنوائی ہیں۔ وقت کی ایک بے مایہ مخلوق تمھیں بے بس کر رہی ہے، جبکہ ہم تمھارے محسن، تمھارے رہبر موجود ہیں۔" ستارے بولے۔

"ہاں۔ میں بھول گیا تھا میرے ازلی شناساؤ لیکن تم اس بات کو درگزر کرو اور مجھے بتاؤ، کیا اس مشکل کا بھی کوئی حل ہے؟" سو کہا ستاروں نے کہ یہ بھی کوئی مشکل ہے۔ زمین کے بسنے والے ایسے ہی علوم آشنا ہوں، ان کی حیثیت کچھ بھی نہیں اور نہایت ہی معمولی بات ہے لیکن سوچی نہیں تو نے کہ وہ تیری توجہ کی طالب ہے اور تیرا تجربہ وسیع تر۔ تو کیا یہ ممکن نہیں کہ تو اسے اپنے بدن کے جال میں پھانس لے اور اس وقت تو وہ روشنی کے لبادے میں نہ ہوگی جب تیری آغوش میں ہوگی اور عورت ہر دور کی یکساں ہے اور اپنی فطرت بدلنے پر قادر نہیں اور تیری آتش بدن اس کے احساسات کو سُلا دے گی اور سوتی ہوئی عورت کو گہری نیند سُلا دینا کوئی مشکل کام تو نہ ہوگا۔ کیسی آسان بات ہے۔" کہا ستاروں نے اور میں چونک پڑا۔

ہاں۔ سیدھی سی بات ہے واقعی۔ اُفوہ۔ بعض اوقات تل کی اوٹ پہاڑ آ جاتا ہے۔ میں کون سے اقدار کا قائل تھا۔ اگر ایک ایسی ہستی کو میں دھوکا دے دیتا جو مجسم دھوکا تھی تو کون سی مشکل پیش آتی اور بہت پہلے بھی ایسا ہوا تھا۔ اب ہو جاتا تو کیا حرج تھا۔

لیکن وقت کی بات بھی ہوتی ہے اور ستارے میرے رہنما ہیں۔ تو اس وقت کی صبح میرے لیے کافی روشن تھی۔ سچ بات ہے ذہن پر یکسانیت کی گرد تھی جو ستاروں کی دوستی سے صاف ہو گئی تھی اور سربندر نے بھی میری بدلی ہوئی حالت محسوس کی لیکن اس سے کوئی ذکر فضول تھا۔ ہاں مجھے تو اس دروازے کی تلاش تھی جس کے بارے میں منورما نے کہا تھا اور ضروریات سے فارغ ہو کر ہم دروازے کی تلاش میں چل پڑے۔

دائرے

دائرے کا سفر جاری رہا لیکن اب شکل بدل گئی تھی۔ اب مجھے ان دروازوں میں سے کسی ایک کی تلاش تھی جن کے بارے میں منورما نے کہا تھا۔ سربندر کو میں نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ بے چارہ بدستور میرا ساتھ دے رہا تھا لیکن اس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ مستقبل سے مایوس ہے اور اسے قطعی امید نہیں ہے کہ وہ منورما کے جال سے نکل سکے گا۔ بہرحال ہم چلتے رہے اور پھر ایک شام ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو گہری نگاہ سے دیکھنے پر قدرتی معلوم نہیں ہوتی تھی۔

بہت چھوٹے سے دائرے کی چھوٹی سی جھیل جس کے کنارے دو درخت سر جوڑے کھڑے تھے۔

"مہاراج! اب کب تک چلتے رہیں گے؟" سربندر نے مایوس لہجے میں کہا۔

"تھک گئے سربندر؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں مہاراج! منزل کا کوئی پتہ ہو تو آدمی اس کو تلاش کرنے کے لیے جیون بھر چل سکتا ہے، پھر اس جادو منڈل میں گھومتے رہنے سے کیا فائدہ؟ کتنے ہی چلتے رہو اس سے نہ نکل سکو گے۔"

"نکلنا چاہتے ہو سربندر؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"تو اب تک کیا کرتے رہے ہیں مہاراج، کیا تم نے پہلے نکلنے کی کوشش نہیں کی؟" سربندر نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے سربندر، اب ہم بہت جلد اس جال سے نکل جائیں گے۔ فی الحال قیام کے لیے یہی جگہ مناسب ہے۔ رات یہیں گزاری جائے گی۔" میں نے کہا اور سربندر نے گردن ہلا دی۔

سرگوشیاں کرتے ہم نے درختوں کے نیچے ڈیرہ ڈال دیا۔ سربندر یقینی طور پر بھوکا تھا۔ ہلکی سی خواہش مجھے بھی تھی لیکن تم جانتے ہو پروفیسر کہ انسانی زندگی کی ہر ضرورت میرے لیے معمولی حیثیت رکھتی ہے۔ میں خوراک کے لیے بے چین نہیں تھا لیکن مجھے سربندر کا خیال تھا۔ یہ کمزور شخص خوراک کے بغیر زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکے گا لیکن اس جادو کے جنگل میں شکار بھی تو مشکل

تھا اور پھر یہ احمق لوگ گوشت کھاتے بھی تو نہیں تھے اور میں اس کے لیے
کیا کرتا۔ چنانچہ میں نے بھی خاموشی اختیار کی۔ سورج چھپ چکا تھا، تاریکی
تیزی سے پھیلتی جا رہی تھی۔ ہم دونوں آرام کرنے لیٹ گئے۔ درختوں کی
جڑیں تکیے کا کام دے رہی تھیں۔ سریندر بالکل خاموش تھا، میں بھی سوچ
میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک سریندر کی آواز سنائی دی۔

"مہاراج! مہاراج!" اس کی آواز میں ایک عجیب سی لرزش تھی۔

"کیا ہے سریندر؟"

لیکن پھر سریندر کو کچھ بولنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ میری نگاہ بھی
چھوٹی سی جھیل کے پانی کی سطح پر جا پڑی۔ آسمان پر چاند نہ تھا۔ چاروں طرف
کا ماحول تاریکی میں چھپا ہوا تھا لیکن پانی کی سطح پر چمکتے دائرے ابھر رہے
تھے۔ روشنی کے ہالے ایک جگہ سے پھوٹتے اور ایک دائرے کی طرح پھیلتے
چلے جاتے۔ تب ان دائروں نے چاند سے چہرے اگل دیے۔

اپسرائیں نے پانی سے سر نکالا اور پھر بلند ہوتی چلی گئیں۔ ہم دونوں
حیران سے اس جھیل کی مخلوق کو دیکھ رہے تھے جو باقاعدہ لباس میں ملبوس
تھی۔ ان سب کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے تھال تھے اور ان تھالوں میں
مختلف چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ پانی سے نکل کر وہ ہمارے نزدیک آ گئیں۔
اور انھوں نے تھال ہمارے سامنے رکھ دیے۔

سریندر کے تو حواس گم تھے لیکن مجھے ایک راز نظر آ گیا تھا۔

"اٹھو سریندر! بھوجن کر لو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مہاراج!" سریندر ہکلاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم بھوکے ہو نا۔ اب اگر چاہو تو ان لڑکیوں کو بھی کھا سکتے ہو۔"
میں نے کہا اور سریندر بوکھلائے ہوئے انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگا۔

"مگر یہ آئیں کہاں سے مہاراج؟" وہ سرسراتی آواز میں بولا۔

"تمھارے سامنے ہی پانی سے نکلی ہیں۔ ویسے اگر تم چاہو تو ان سے
پوچھ سکتے ہو۔ یہ سب کی سب منورما کی داسیاں ہیں۔"

"مم۔ منورما۔ یہ سب منورما کی داسیاں ہیں۔ تمھیں ان کے بارے
میں کیسے معلوم مہاراج؟" سریندر احمقانہ انداز میں گفتگو کر رہا تھا لیکن میں
نے ان میں سے ایک لڑکی کو اشارہ کیا اور وہ بلا تعرض میرے نزدیک آ گئی۔

"تمھارا کیا نام ہے؟"

"رکمنی!" لڑکی نے جواب دیا۔

"کیا تم رانی منورما کی داسی نہیں ہو؟"

"ہاں مہاراج!" اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عقیدت سے آنکھیں بند
کر لیں۔ "ہم سب مہان رانی کی داسیاں ہی ہیں۔" اور میں نے سریندر کی
طرف دیکھا۔ وہ اب بھی منہ پھاڑے بیٹھا تھا۔ تب میں نے تھال اپنی طرف
سرکائے اور پھر سریندر کا انتظار کیے بغیر کھانا شروع کر دیا۔

"آ جاؤ سریندر، ورنہ گھاٹے میں رہو گے۔" میں نے اس سے کہا
اور سریندر کے حواس بھی کسی حد تک بحال ہو گئے۔ وہ میرے ساتھ کھانے
میں شریک ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کھانے سے فارغ ہو گئے۔ جھیل
سے نکلنے والیاں قطار بنائے کھڑی تھیں اور بڑی دلچسپ نگاہوں سے
ہمیں دیکھ رہی تھیں۔

"رانی منورما سے ہمارا شکریہ ادا کر دینا۔"

"ہمیں آگیا ملی ہے مہاراج کہ ہم ہر طرح آپ کا من بہلائیں۔" ایک
خوبصورت لڑکی بولی۔

"کیوں بھئی۔ کیا خیال ہے؟" میں نے سریندر سے کہا اور سریندر بغلیں
جھانکنے لگا۔ "پسند ہے ان میں سے کوئی؟"

"نہیں مہاراج!" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"افسوس لڑکیو، میرا دوست تو تم میں سے کسی کو پسند نہیں کرتا۔ رہی
میری بات تو میں رانی منورما سے ملنا چاہتا ہوں۔ میرا یہ سندیس منورما کو دے دو۔"
لڑکیاں چونک پڑیں۔ وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔

"کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں مہاراج؟"

"ہاں، بالکل سچ!"

"تب تو۔ تب تو آپ نے ہمیں نیا جیون دے دیا۔ ہم یہ بڑی خبر
منورما کو دیں گے اور وہ..... آؤ ری سکھیو۔ آؤ۔" وہ سب کچھ چھوڑ
بھاگ پڑیں اور غڑاپ غڑاپ کر کے اسی جھیل میں کود گئیں۔ سریندر عجیب
نگاہوں سے انھیں دیکھ رہا تھا اور جب لڑکیوں کا کوئی نشان نہیں رہا تو اس
نے میری طرف دیکھا۔

"یہ آپ نے کیا کہا مہاراج؟ کیا آپ ——؟"

"ہاں سریندر! میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ اب ہم اس جال سے
نکل جائیں گے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مگر۔ مگر مہاراج۔ کیا آپ۔ کیا آپ رانی منورما کی بات مان لیں گے؟"

"اس کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے سریندر۔ تمھارے ذہن میں اور
کوئی ترکیب ہے۔ جب ہم اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتے تو ہمیں اس کی بات
مان لینی چاہیے۔"

"مگر میں تو نہیں مانوں گا مہاراج۔ میں نے تو ہر طرح کے کشٹ
بھوگنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ میں پھر مرنے کے لیے تیار ہوں، پر بھگوان کی سوگند میں
اس کی بات نہیں مانوں گا۔"

"میرا خیال ہے اب وہ تمھیں پریشان نہیں کرے گی سریندر۔ وہ
پوری طرح میری طرف متوجہ ہے اور تمھاری جان بچ گئی ہے۔ رہی میری بات
تو سریندر، میرا تو کوئی دھرم ہی نہیں ہے۔ تمھارا دھرم تمھیں برے کاموں
سے روکتا ہے مگر میں نے کسی دھرم کی بات نہیں مانی ہے۔ میں تو صرف وقت
کا دوست اور وقت کا پیروکار ہوں۔"

سریندر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن اس کے بعد کچھ
بولنے کی گنجائش نہ رہی۔ اچانک جھیل روشن ہو گئی۔ پانی چاندی کی طرح چمکنے
لگا۔ چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ پھر پانی پر ایک تخت ابھرا۔ تخت پر چاروں

سے علم سیکھتا۔ یہ خود غرضی تھی اور جس بات کو میرا دل نہ پسند کرے میں کسی قیمت پر اسے نہیں کرتا تھا۔

"تم میرا کچھ نہ بگاڑ سکو گے انوپی"۔

"یہ تو آنے والا وقت بتلائے گا!"

"جتنا وقت گزرتا جائے گا، تمھارے لیے بُرا ہوگا! ابھی تمھارے لیے میرے من میں نفرت نہیں جاگی۔ تم اتنے بہادر ہو کہ میں تمھاری ساری باتیں درگذر کر دیتی ہوں۔ سچ انوپی۔ میں بہادر اور طاقتور مردوں کی دیوانی ہوں اور پھر تمھارا تو کوئی جواب ہی نہیں ہے۔" منولما کا لہجہ پھر نرم ہو گیا۔

"لیکن میں تجھ سے محبت نہیں کر سکتا منولما۔ تو نے پچھی کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔"

"تو سُن لو انوپی جی! میں تمھارا وہ حشر کروں گی کہ تم پچھی کو بھول کر اپنی خیر مناؤ گے سُنو۔ تم سارا جیون ان جنگلوں میں بھٹکتے رہو۔ اگر کبھی کوئی گھر، کوئی عمارت نظر آئے تو بے کھٹکے اس کے اندر آجانا۔ یہ راستہ میرے گھر کا راستہ ہوگا اور اندر صرف میں ملوں گی تم سارا جیون میرے جنگل سے نہ نکل سکو گے۔" منولما نے دانت پیستے ہوئے کہا اور میں سپاٹ نگاہوں سے اسے گھورنے لگا اور پھر میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"بے وقوف رانی! کیوں پتھر سے سر پھوڑ رہی ہے جس زندگی کے بارے میں تو کہہ رہی ہے، خود تجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ اگر تیرا علم بتا سکتا ہے تو اس سے میرے بارے میں پوچھ۔ نہیں بتا سکتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ مکمل نہیں ہے اور اگر بتا دے تو خود ہی شرمندہ ہو جا۔ سوچ کہ تو مجھے کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"کیوں، تم دیوتا ہو نا؟" اس نے طنز بھرے لہجے میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔ "تو دیوتا جی! اپنی شکتی کو کیوں آواز نہیں دیتے۔ جاؤ اسے آواز دو اور یہاں سے نکل جاؤ۔"

"بڑی پاگل ہے تو منولما۔ ٹھیک ہے۔ میں یہاں سے نکل جاؤں گا مگر تو میری بات سُن۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ میری طرف دیکھنے لگی۔ "قریب آ منولما۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ نزدیک آگئی۔ میرے اس انداز پر وہ حیران رہ گئی تھی لیکن جونہی وہ میرے قریب آئی، میں نے لپک کر اسے پکڑنے کی کوشش کی مگر ـــــ بڑی سخت ناکامی ہوئی تھی پروفیسر میرے ہاتھ پہلے کی طرح اس کے بدن سے نکل گئے تھے۔ وہ کم بخت تو انسانی وجود ہی نہیں رکھتی تھی۔ میں نے اس بار اس کے بالوں پر ہاتھ ڈالا لیکن کچھ بھی نہیں تھا۔

منولما نے میری کیفیت دیکھی اور پھر اس نے ایک زبردست قہقہہ لگایا۔ "اوہ! چالاکی کر رہے ہو انوپی۔ مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ مار ڈالنا چاہتے ہو مجھے لیکن اطمینان رکھو۔ یہ تمھارے بس کی بات نہیں ہے۔ بھٹکتے رہو ان ویرانوں میں اور سُن لو اس بات کو کہ ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ طلسمی زمین ہے میری تیار کی ہوئی۔ ساری عمر اس میں بھٹکتے رہو گے۔ ہاں جب تمھارے من میں یہ احساس جاگ اٹھے کہ تم ہار گئے تو اپنی شکست کا اعتراف کرنے کسی بھی دروازے میں گھس آنا جو تمھیں نظر آجائے کیونکہ اس طلسم خانے کے سارے دروازے میری طرف آتے ہیں۔" منولما نے کہا اور بجھ گئی۔

وہاں میں اسے بجھنا ہی کہوں گا۔ وہ اس طرح غائب ہو جاتی تھی جیسے کسی جلتے ہوئے چراغ کا شعلہ بجھ گیا۔ میں اس کی تلاش میں آنکھیں پھاڑتا رہا لیکن اس کا کوئی نشان نہ ملا۔ تب میں گہری سانس لے کر واپس اس دروازے کی طرف چل پڑا جس سے اندر آیا تھا۔ باہر کا ماحول ویسے ہی خاموش تھا۔ ہر چیز جوں کی توں تھی۔ کسی ذی روح کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ میں کھنڈرات سے ہی نکل آیا۔

چاندنی میلی ہو گئی تھی۔ چاند پر روشنی کا پارہ چڑھنے لگا تھا اور وہ بے نور ہوتا جا رہا تھا۔ اپنی پیلاہٹ کھوتا جا رہا تھا۔ گویا صبح ہونے چلی تھی۔ میں اس بستی کی طرف چل پڑا۔ میرے ذہن میں سینکڑوں خیالات تھے لیکن میں پریشان نہیں تھا۔ پریشان کیوں ہوتا۔ میری زندگی کا کون سا مشن تھا جس میں رُکاوٹ پڑ رہی تھی۔ کچھ وقت یہاں بھی سہی۔ منولما بوڑھی ہو جائے گی اور پھر اسے اپنی بے بسی کا احساس ہوگا۔ میں جوں کا توں رہوں گا۔ ہاں میں جوں کا توں رہونگا۔

کافی دُور نکل آیا۔ اندازے کے مطابق میں اب بستی کے قریب تھا۔ لیکن بستی ـــ بستی کہاں گئی ـــ یہاں تو کچھ نہیں تھا۔ جھونپڑی کیا، درخت کیا، کسی پتّے کا نشان نہیں تھا۔ معاً مجھے سریندر کا خیال آیا۔ اس غریب کے ساتھ کیا بیتی ہے؟ میں نے اس کی تلاش میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور تھوڑی دُور پر، ایک پتھریلی جگہ پر وہ زمین پر کروٹ لیے نظر آیا۔

"اوہ!" میرے منہ سے افسوس کی آواز نکلی اور میں دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ جُھک کر دیکھا تو وہ کروٹ لیے مزے سے سو رہا تھا۔ تب میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ اسے کوئی حادثہ نہیں پیش آیا تھا۔ بس غائب ہونے والی چیزیں غائب ہو گئی تھیں اور سریندر کو ان کا احساس بھی نہیں تھا۔

میں نے اسے جگا دینا ہی مناسب سمجھا اور اس کے قریب بیٹھ کر اسے آوازیں دیں۔ دوسری تیسری آواز میں وہ جاگ گیا اور آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو بیٹھو۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"صبح ہو گئی۔" سریندر نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ اس پر وہی ردِ عمل ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ وہ بُری طرح اچھل پڑا۔

"ارے۔ ارے!" اس نے متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ـ وہ بستی ـ ہم تو رات کو ـ رات کو بستی میں تھے اور ــــ اور ایک جھونپڑے میں سوئے تھے!"

”وہ ابھی جلی نہیں تھی۔ ہم وہاں سے نکل آئے۔“ میں نے کہا۔
”کیا۔ کیا مطلب؟“
”بس چلے آئے وہاں سے۔“
”مگر کس طرح؟“
”ارے تو کیا میں تمھیں اٹھا کر نہیں چل سکتا!“
”اور میری آنکھ نہیں کھلی؟“
”تم بہت گہری نیند سوتے ہو۔“
”اوہ۔ کیا کروں۔ نہ جانے کب کا جاگا ہوا ہوں مگر کیا بات تھی۔ ایسی ضرورت کیوں پیش آئی؟“
”بس آ گئی۔“ میں نے کہا۔ سر بندر چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ پریشان لہجے میں بولا۔
”لیکن انوپی مہاراج!“
”ہوں!“
”یہ جگہ تو وہی ہے۔ میرا مطلب ہے بالکل وہی جگہ۔“
”واقعی؟“
”ہاں مہاراج۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔“
”اگر یہ وہی جگہ ہے تو درخت کہاں گئے؟“ میں نے پوچھا۔
”ایں۔ ہاں درخت نہ جانے کہاں گئے۔“
”جھونپڑیاں بھی نہیں ہیں اور نہ ان میں رہنے والے، وہ جو رات کا بجا رہے تھے۔“
”بھگوان ہی جانے مہاراج!“
”ہو گا سر بندر۔ تم اس کے لیے پریشان کیوں ہوتے ہو، ممکن ہے جھونپڑیاں ہی یہاں سے کہیں چلی گئی ہوں۔ ان کے رہنے والوں نے یہ علاقہ بھی چھوڑ دیا ہو۔“
”اور وہ درخت بھی اٹھا کر لے گئے؟“ سر بندر نے ایسے لہجے میں کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی۔
”ان کی چیز تھی، لے گئے۔ ہم کیا کر سکتے تھے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
”بھگوان کے لیے انوپی مہاراج، میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔“
”ذرا ذرا سی بات پر پاگل ہونے کی باتیں مت کیا کرو سر بندر۔ مجھے یہ بزدلی بالکل پسند نہیں ہے۔ تم حالات سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہو جاتے ہو۔ سنو۔ ہم ابھی تک منوکا کے جنگل میں ہیں۔ وہ بستی جادو کی بستی تھی۔ یہ زمین جادو کی زمین ہے۔ اب خوف سے مر جاؤ۔“ میں نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور سر بندر پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔ کافی دیر تک وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔
”شاگرد دو مہاراج!“
”کوئی بات نہیں ہے سر بندر، لیکن یہ تو سوچو، ہم موت کے خوف سے ہی مر جائیں۔“
”میں اب نہیں ڈروں گا۔“ اس نے عاجزی سے کہا اور مجھے اس پر ہنسی آ گئی۔
”ڈرنا بیکار ہے سر بندر! ہم کوشش کرتے رہیں گے۔ ویسے میں تمھیں ایک بات بتا دوں۔“
”کیا مہاراج؟“
”تمھاری زندگی کو اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔“
”کیوں؟“
”منو کا کو اب تمھاری ذات سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی ہے۔“
”اوہ! تمھیں کیسے معلوم ہے؟“
”ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ میرے پاس سے گئی ہے۔“
”تمھارے پاس سے؟“ سر بندر اچھل پڑا۔
”ہاں۔ رات بھر اس نے بڑے کھیل کھیلے ہیں۔“
”اوہ!“ سر بندر نے کہا اور میں نے اسے مختصر تفصیل سنائی۔ سر بندر غور سے پوری کہانی سن رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے مہاراج، مگر اب کیا کریں؟“
”فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے سر بندر۔ ہم کوشش کرتے رہیں گے۔“
”اب مجھے کوئی چنتا نہیں ہے مہاراج۔ تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ بھاگوں میں اگر اس کے جنگل سے نکلنا لکھا ہے تو نکل جائیں گے اور اگر اس جادو نگری میں موت لکھی ہے تو پھر کون روک سکتا ہے۔“
”یہ ہوئی بہادری کی بات۔ آؤ۔ اب اس جگہ کو چھوڑ دیں۔“ میں نے کہا اور سر بندر تیار ہو گیا۔ تب ہم وہاں سے آگے بڑھے لیکن اس طرف جہاں کھنڈرات تھے اور بس ایک ہلکا سا خیال ہی میرے ذہن میں آیا تھا کہ ممکن ہے بستی کی طرح کھنڈرات بھی یہاں نہ ہوں لیکن یہ خیال غلط نہیں تھا۔ چاروں طرف پتھریلی زمین کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی — کھنڈرات کا کہیں نشان نہیں تھا۔
اس بارے میں، میں نے سر بندر سے کچھ نہ کہا۔ ضرورت بھی کیا تھی۔ ہم آگے بڑھتے رہے۔ جادو کی زمین دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ نہ جانے یہ زمین تھی یا صرف خیال، نظری دھوکا۔ ممکن ہے ہم ایک چھوٹے سے دائرے میں ہوں، اسی میں چاروں طرف گھوم کر مختلف مناظر دیکھ رہے ہوں لیکن خوب تھا یہ سب کچھ۔ درحقیقت میری طویل زندگی کا سب سے انوکھا دور۔ میری صدیوں دیکھی نگاہوں کے لیے سب سے عجیب منظر۔!
درحقیقت سر بندر اب بالکل ٹھس ہو گیا تھا۔ وہ خاموش رہتا تھا۔ بہت کم بات کرتا تھا لیکن اب نہ وہ کسی بات سے الجھتا تھا اور نہ کسی سے خوفزدہ ہوتا

تھا۔ بس میرا ساتھ دیتا تھا۔ دائرے کا سفر جاری تھا لیکن مناظر بدلے ہوئے تھے اور وقت گزرتا جا رہا تھا۔ میں نے بھی نہ رُکنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ بس اگر پریشانی تھی تو صرف اس احمق سریندر کی جس کی وجہ سے میں کبھی سوچ میں پڑ جاتا تھا ویسے پروفیسر، اس خاصے عرصے میں بھی میں کوئی ترکیب نہیں سوچ سکا تھا۔ دن ہوتا، رات ہو جاتی۔ نہ جانے کتنے دن گذر چکے تھے اس کے بعد نہ تو کوئی بستی نظر آئی، نہ کوئی جاندار۔ یوں لگتا تھا جیسے کائنات پھر سے ویران ہو چکی ہو اور اب اس پوری زمین پر صرف دو انسانوں کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا ہو۔ تب ایک رات، میں ایک پہاڑی ٹیلے پر بیٹھا سوچ میں گم تھا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر سریندر کروٹ بدلے سو رہا تھا۔ اب وہ بے فکری کی نیند سوتا تھا۔ اس کی کیفیت عجیب ہو گئی تھی، ہر بات سے بے پرواہ۔ اگر میں اسے چھوڑ بھی دیتا تو شاید وہ احتجاج بھی نہ کرتا، شکایت بھی نہ کرتا۔۔۔ خاموشی سے وہیں رہ جاتا جہاں میں اسے چھوڑتا۔

لیکن انسانی ہمدردی بھی کوئی چیز تھی میں اس سے اور متاثر ہو گیا تھا۔ اب میں اسے کوئی تکلیف نہیں دے سکتا تھا۔ سوچوں میں گم، میں کافی دیر تک ٹیلے پر بیٹھا رہا اور پھر لیٹ گیا۔ میری نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ اوپر ستارے مسکرا رہے تھے۔ مجھ سے نگاہ ملتے ہی ہنس پڑے اور میں چونک پڑا۔

اوہ! انسانی ذہن بھی بعض اوقات کس انداز میں سوچتا ہے۔ میں اپنے دوستوں کو بھول ہی گیا تھا۔ میرے وہ دوست، جو ہر دور میں، ہر ماحول میں، ہر جگہ میرے ساتھ رہتے تھے، میں نے ان سے معذرت کی، اپنی بھول کا اعتراف کیا اور انھوں نے خوشی سے مجھے معاف کر دیا۔ بڑے فراخ دل تھے وہ۔ سو میں نے ان سے وقت کی بات کہی اور انھوں نے میرے اُوپر طنز سے بھرپور نگاہیں ڈالیں۔

"یوں لگتا ہے جیسے تم نے صدیاں گنوائی ہیں۔ وقت کی ایک بے مایہ مخلوق تمھیں بے بس کر رہی ہے، جبکہ ہم تمھارے محسن، تمھارے رہبر موجود ہیں۔" ستارے بولے۔

"ہاں۔ میں بھول گیا تھا میرے ازلی شناساؤ لیکن تم اس بات کو درگذر کرو اور مجھے بتاؤ، کیا اس مشکل کا بھی کوئی حل ہے؟" سو کہا ستاروں نے کہ یہ بھی کوئی مشکل ہے۔ زمین کے بسنے والے ایسے ہی علوم آشنا ہوں، ان کی حیثیت کچھ بھی نہیں اور نہایت ہی معمولی بات ہے لیکن سوچی نہیں تو نے کہ وہ تیری توجہ کی طالب ہے اور تیرا تجربہ وسیع تر۔ تو کیا یہ ممکن نہیں کہ تو اسے اپنے بدن کے جال میں پھانس لے اور اس وقت تو وہ روشنی کے لبادے میں نہ ہو گی جب تیری آغوش میں ہو گی اور عورت ہر دور کی یکساں ہے اور اپنی فطرت بدلنے پر قادر نہیں اور تیری آتش بدن اس کے احساسات کو سُلا دے گی اور سوتی ہوئی عورت کو گہری نیند سُلا دینا کوئی مشکل کام تو نہ ہو گا کیسی آسان بات ہے۔" کہا ستاروں نے اور میں چونک پڑا۔

ہاں۔ سیدھی سی بات ہے واقعی۔ اوہ بعض اوقات تل کی اوٹ پہاڑ آ جاتا ہے۔ میں کون سے اقدار کا قائل تھا۔ اگر ایک ایسی ہستی کو میں دھوکا دے دیتا جو مجسم دھوکا تھی تو کون سی مشکل پیش آتی اور بہت پہلے بھی ایسا ہوا تھا۔ اب ہو جاتا تو کیا حرج تھا۔

لیکن وقت کی بات بھی ہوتی ہے اور ستارے میرے رہنما ہیں۔ تو اس وقت کی صبح میرے لیے کافی روشن تھی۔ سچ بات ہے ذہن پر یکسانیت کی گرد تھی جو ستاروں کی دوستی سے صاف ہو گئی تھی اور سریندر نے بھی میری بدلی ہوئی حالت محسوس کی لیکن اس سے کوئی ذکر فضول تھا۔ ہاں مجھے تو اس دروازے کی تلاش تھی جس کے بارے میں منولما نے کہا تھا اور ضروریات سے فارغ ہو کر ہم دروازے کی تلاش میں چل پڑے۔

دائرے

کا سفر جاری رہا لیکن اب شکل بدل گئی تھی۔ اب مجھے ان دروازوں میں سے کسی ایک کی تلاش تھی جن کے بارے میں منولما نے کہا تھا۔ سریندر کو میں نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ بے چارہ بدستور میرا ساتھ دے رہا تھا لیکن اس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ مستقبل سے مایوس ہے اور اسے قطعی امید نہیں ہے کہ وہ منولما کے جال سے نکل سکے گا۔ بہرحال ہم چلتے رہے اور پھر ایک شام ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو گہری نگاہ سے دیکھنے پر قدرتی معلوم نہیں ہوتی تھی۔

بہت چھوٹے سے دائرے کی چھوٹی سی جھیل جس کے کنارے دو درخت سر جوڑے کھڑے تھے۔

"مہاراج! اب کب تک چلتے رہیں گے؟" سریندر نے مایوس لہجے میں کہا۔

"تھک گئے سریندر؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں مہاراج! منزل کا کوئی پتہ ہو تو آدمی اس کو تلاش کرنے کے لیے جیون بھر چل سکتا ہے، پھر اس جادو منڈل میں گھومتے رہنے سے کیا فائدہ؟ کتنے ہی چلتے رہو اس سے نہ نکل سکو گے۔"

"نکلنا چاہتے ہو سریندر؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"تو اب تک کیا کرتے رہے ہیں مہاراج، کیا تم نے پہلے نکلنے کی کوشش نہیں کی؟" سریندر نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے سریندر، اب ہم بہت جلد اس جال سے نکل جائیں گے۔ فی الحال قیام کے لیے یہی جگہ مناسب ہے۔ رات یہیں گذاری جائے گی۔" میں نے کہا اور سریندر نے گردن ہلا دی۔

سرگوشیاں کرتے ہم نے درختوں کے نیچے ڈیرہ ڈال دیا۔ سریندر یقینی طور پر بھوکا تھا۔ ہلکی سی خواہش مجھے بھی تھی لیکن تم جانتے ہو پروفیسر کہ انسانی زندگی کی ہر ضرورت میرے لیے معمولی حیثیت رکھتی ہے۔ میں خوراک کے لیے بے چین نہیں تھا لیکن مجھے سریندر کا خیال تھا۔ یہ کمزور شخص خوراک کے بغیر زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکے گا لیکن اس جادو کے جنگل میں شکار بھی تو مشکل

تھا اور پھر یہ احمق لوگ گوشت کھاتے بھی تو نہیں تھے اور میں اس کے لیے کیا کرتا۔ چنانچہ میں نے بھی خاموشی اختیار کی۔ سورج چھپ چکا تھا، تاریکی تیزی سے پھیلتی جا رہی تھی۔ ہم دونوں آرام کرنے لیٹ گئے۔ درختوں کی جڑیں تکیے کا کام دے رہی تھیں۔ سریندر بالکل خاموش تھا، میں بھی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک سریندر کی آواز سنائی دی۔

"مہاراج! مہاراج!" اس کی آواز میں ایک عجیب سی لرزش تھی۔

"کیا ہے سریندر؟"

لیکن پھر سریندر کو کچھ بولنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ میری نگاہ بھی چھوٹی سی جھیل کے پانی کی سطح پر جا پڑی۔ آسمان پر چاند نہ تھا۔ چاروں طرف کا ماحول تاریکی میں چھپا ہوا تھا لیکن پانی کی سطح پر چمکدار دائرے ابھر رہے تھے۔ روشنی کے ہالے ایک جگہ سے پھوٹتے اور ایک دائرے کی طرح پھیلتے چلے جاتے۔ تب ان دائروں نے چاند سے چہرے اگل دیے۔

اپسراؤں نے پانی سے سر نکالا اور پھر بلند ہوتی چلی گئیں۔ ہم دونوں حیرانی سے اس جھیل کی مخلوق کو دیکھ رہے تھے جو باقاعدہ لباس میں ملبوس تھی۔ ان سب کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے تھال تھے اور ان تھالوں میں مختلف چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ پانی سے نکل کر وہ ہمارے نزدیک آگئیں۔ اور انھوں نے تھال ہمارے سامنے رکھ دیے۔

سریندر کے تو حواس گم تھے لیکن مجھے ایک دروازہ نظر آگیا تھا۔

"اٹھو سریندر! بھوجن کر لو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مہاراج!" سریندر ہکلاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم بھوکے ہو نا۔ اب اگر چاہو تو ان لڑکیوں کو بھی کھا سکتے ہو۔" میں نے کہا اور سریندر بوکھلائے ہوئے انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگا۔

"مگر یہ آئیں کہاں سے مہاراج؟" وہ سرسراتی آواز میں بولا۔

"تمھارے سامنے ہی پانی سے نکلی ہیں۔ ویسے اگر تم چاہو تو ان سے پوچھ سکتے ہو۔ یہ سب کی سب منوکا کی داسیاں ہیں۔"

"مم۔ منوکا۔ یہ سب منوکا کی داسیاں ہیں۔ تمھیں ان کے بارے میں کیسے معلوم مہاراج؟" سریندر احمقانہ انداز میں گفتگو کر رہا تھا لیکن میں نے ان میں سے ایک لڑکی کو اشارہ کیا اور وہ بلا تعرض میرے نزدیک آگئی۔

"تمھارا کیا نام ہے؟"

"کمپتی!" لڑکی نے جواب دیا۔

"کیا تم رانی منوکا کی داسی نہیں ہو؟"

"ہاں مہاراج!" اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عقیدت سے آنکھیں بند کرلیں۔ "ہم سب مہان رانی کی داسیاں ہی ہیں۔" اور میں نے سریندر کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی منہ پھاڑے بیٹھا تھا۔ تب میں نے تھال اپنی طرف سرکائے اور پھر سریندر کا انتظار کیے بغیر کھانا شروع کر دیا۔

"آجاؤ سریندر، ورنہ گھاٹے میں رہو گے۔" میں نے اس سے کہا اور سریندر کے حواس بھی کسی حد تک بحال ہو گئے۔ وہ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کھانے سے فارغ ہو گئے۔ جھیل سے نکلنے والیاں قطار بنائے کھڑی تھیں اور بڑی دلچسپ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھیں۔

"رانی منوکا سے ہمارا شکریہ ادا کر دینا۔"

"ہمیں آگیا ملی ہے مہاراج کہ ہم ہر طرح آپ کا من بہلائیں۔" ایک خوبصورت لڑکی بولی۔

"کیوں بھئی۔ کیا خیال ہے؟" میں نے سریندر سے کہا اور سریندر بغلیں جھانکنے لگا۔ "پسند ہے ان میں سے کوئی؟"

"نہیں مہاراج!" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"افسوس لڑکیو، میرا دوست تو تم میں سے کسی کو پسند نہیں کرتا۔ رہی میری بات تو میں رانی منوکا سے ملنا چاہتا ہوں۔ میرا یہ سندیس منوکا کو دے دو۔"

لڑکیاں چونک پڑیں۔ وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔

"کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں مہاراج؟"

"ہاں بالکل سچ!"

"تب تو۔ تب تو آپ نے ہمیں نیا جیون دے دیا۔ ہم یہ بڑی خبر منوکا کو دیں گے اور وہ ..... آؤ ری سکھیو۔ آؤ۔" وہ سب کچھ چھوڑ بھاگ پڑیں اور غڑاپ غڑاپ کر کے واپس جھیل میں کود گئیں۔ سریندر عجیب نگاہوں سے انھیں دیکھ رہا تھا اور جب لڑکیوں کا کوئی نشان نہیں رہا تو اس نے میری طرف دیکھا۔

"یہ آپ نے کیا کہا مہاراج؟ کیا آپ ـــــ؟"

"ہاں سریندر! میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ اب ہم اس جال سے نکل جائیں گے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مگر۔ مگر مہاراج۔ کیا آپ۔ کیا آپ رانی منوکا کی بات مان لیں گے؟"

"اس کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے سریندر۔ تمھارے ذہن میں اور کوئی ترکیب ہے۔ جب ہم اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتے تو ہمیں اس کی بات مان لینی چاہیے۔"

"مگر میں تو نہیں مانوں گا مہاراج۔ میں نے تو ہر طرح کے کشٹ بھوگنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ میں پھر مرنے کے لیے تیار ہوں، پر بھگوان کی سوگند میں اس کی بات نہیں مانوں گا۔"

"میرا خیال ہے اب وہ تمھیں پریشان نہیں کرے گی سریندر۔ وہ پوری طرح میری طرف متوجہ ہے اور تمھاری جان بچ گئی ہے۔ رہی میری بات تو سریندر، میرا تو کوئی دھرم ہی نہیں ہے۔ تمھارا دھرم تمھیں برے کاموں سے روکتا ہے مگر میں نے کسی دھرم کی بات نہیں مانی ہے۔ میں تو صرف وقت کا دوست اور وقت کا پیروکار ہوں۔"

سریندر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن اس کے بعد کچھ بولنے کی گنجائش نہ رہی۔ اچانک جھیل روشن ہو گئی۔ پانی چاندی کی طرح چمکنے لگا۔ چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ پھر پانی پر ایک تخت ابھرا۔ تخت پر چاروں

طرف حسین داسیاں ہاتھ باندھے کھڑی تھیں۔ درمیان میں ایک حسین اور مرصع سنگھاسن پر منوتما بیٹھی تھی۔

سولہ سنگھار کیے، چمکتے زیورات سے لدی ہوئی، چہرے پر ستارے چپکے ہوئے تھے اور سر پر ایک حسین تاج رکھا ہوا تھا۔ ہیروں کے زیورات کی شعاعیں اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں اور انھوں نے اسے سینکڑوں رنگ دے رکھے تھے۔ بلاشبہ اس تاریک رات میں اگر کوئی ذی روح اسے اس عالم میں دیکھ لیتا تو حواس قائم نہ رکھ سکتا۔

میں بھی دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا اور معاً میرے ذہن میں خیال آیا، آخر منوتما میں کیا برائی ہے، سوائے اس کے کہ وہ جادوگرنی ہے مگر مجھے اس سے کیا۔ عورت ہے اور ایک خوبصورت عورت ہے۔ اگر اس عورت سے مجھے اس کا پُراسرار علم بھی مل جائے تو کیا حرج ہے۔ بحیثیت عورت بھی وہ بری نہیں ہے۔

لیکن انوکھے حالات کا شکار ہونے کے باوجود پروفیسر، میرے اندر بھی ایک ضد موجود تھی۔ ایک ایسی ضد جسے تم کوئی بھی نام دے لو، میں اسے کوئی نام دینے سے احتراز کرنا چاہتا ہوں۔ دوسرے لمحے میں نے سوچا کہ یہ منوتما کی فتح ہوگی اور میری شکست۔ وہ سوچے گی کہ بالآخر میرے حواس درست ہو گئے اور ــــ پھر صدیاں مجھے ملامت کریں گی میرے سارے علوم مجھ سے متنفر ہو جائیں گے۔ وہ مجھے ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ بالآخر صدیوں کا تجربہ ایک عورت کی بھینٹ چڑھ گیا۔ ایک عورت نے صدیوں کو شکست دے دی اور پروفیسر یہ صدیاں ہی تو میری ہمدم تھیں۔ ادوار گذر جاتے ہیں، کردار گذر جاتے ہیں لیکن صدیاں میری معاون رہتی ہیں میرے رازوں کی امین، میرے راستوں کی معاون!

منوتما کا تخت آہستہ آہستہ کنارے کی طرف آ رہا تھا، یہاں تک کہ وہ کنارے سے آ لگا۔ تب وہ کھڑی ہو گئی۔ اس کی چمکدار نگاہیں میرے اوپر جمی ہوئی تھیں۔

"انوپی مہاراج!" اس کی آواز گونجی اور میں آگے بڑھ گیا۔ "میری داسیوں نے مجھے آپ کا سندیس دیا تھا، کیا وہ سندیس ٹھیک ہے؟"

"ہاں منوتما!" میں نے پُروقار انداز میں جواب دیا۔

"لیکن مہاراج۔ آپ تیار کیسے ہو گئے؟" وہ مسکراتی ہوئی بولی اور میری آنکھوں میں غصے کی کیفیت ابھر آئی۔ میں اسے گھورنے لگا۔

"کیا تو میری زبان سے شکست کا اعتراف چاہتی ہے؟" میں غرایا۔

"ارے نہیں نہیں مہاراج۔ شما چاہتی ہوں۔ بس یونہی پوچھ لیا تھا۔ بہر حال آپ مصر ہیں تو آیئے۔ اس تخت پر آ جایئے۔" اس نے مجھے جگہ دیتے ہوئے کہا اور میں نے اپنے پیچھے کھڑے سرینڈر کو دیکھا۔

"اسے یہیں رہنے دیں مہاراج!" منوتما میرا ارادہ سمجھ کر بولی۔

"اس کا کیا ہو گا منوتما؟" میں نے پوچھا۔

"اس پاپی سے اب مجھے کوئی سروکار نہیں ہے تم اس کے لیے کیا چاہتے ہو انوپی مہاراج؟"

"اسے اس جادو منڈل سے نکال دیا جائے۔" میں نے کہا اور منوتما نے اس کی طرف ہاتھ اٹھا لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سرینڈر میری نگاہوں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔

میں نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا اور پھر منوتما کی طرف دیکھنے لگا۔

"اس کے بارے میں چنتا نہ کریں مہاراج۔ اب وہ اپنے گھر والوں میں پہنچ جائے گا۔ میں نے آپ سے پریم کا پہلا ثبوت بھی دیا ہے۔ میں آپ سے کوئی دھوکا نہ کروں گی۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔

"آئیں مہاراج!" وہ پھر بولی اور میں آگے بڑھ کر اس کے تخت پر پہنچ گیا۔ منوتما نے محبت بھرے انداز میں میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور پھر وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی اپنے سنگھاسن کی طرف چل پڑی۔ اس کا بجرہ آہستہ آہستہ کنارہ چھوڑنے لگا۔ میں خاموش اس کے ساتھ اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

جھیل کے درمیان پہنچ کر بجرہ آہستہ آہستہ نیچے بیٹھنے لگا۔ میرا خیال تھا اب وہ پانی میں غرقاب ہو جائے گا لیکن پانی تھا کہاں۔ ہم تو کسی عمارت میں اتر رہے تھے اور جس جگہ ہم اترے وہ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ اس کی سجاوٹ کا ذکر طویل ہو جائے گا، بس یوں سمجھ لیں پروفیسر وہ بے حد حسین جگہ تھی۔

منوتما اسی طرح بیٹھی رہی۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا۔ "ناچ رنگ ہو گا مہاراج؟"

"جو تم چاہو۔" میں نے آہستہ سے کہا اور راج کنول نے ہاتھ بلند کر دیا۔ اس کے بعد رقص شروع ہو گیا۔ وہ جادوگرنی جو کچھ بھی نہ کر لیتی وہ کم تھا۔ ایسے ایسے حسین رقص پیش کیے گئے جو میں نے کبھی نہ دیکھے تھے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ رقص تو ان لوگوں کے دھرم کا ایک جزو تھا۔ ہندو لڑکیاں درحقیقت دنیا کے منتخب حسن کی مالک تھیں۔

خاصی رات گئے تک رقص و سرود جاری رہا۔ پھر منوتما نے ہاتھ اٹھا دیا۔ "اب ہم آرام کریں گے۔ آؤ مہاراج!" اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

چند ساعت کے بعد ہم ایک دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ منوتما کے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی۔ سرخ رنگ کے ایک چھپر کھٹ پر اس نے مجھے بٹھا دیا اور خود میرے سامنے ایک جگہ بیٹھ گئی۔ اب وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"مہاراج!"

"ہوں!" میں نے بھی یونہی بے خیالی کے سے انداز میں کہا۔

"اس سمے میں اس لیے خاموش ہو گئی تھی کہ داسیوں کے سامنے تم میرے سوالوں کو اپمان سمجھتے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں مہاراج!"

"ہوں۔کہو۔کیا کہنا چاہتی ہو؟" میں پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تم بڑے ہی سندر ہوا نوپ، بڑے ہی من موہن۔ تمھاری صورت دیکھ کر من پر قابو پانا بڑا ہی مشکل ہوتا ہے۔ پھر میری بات اور ہے۔ میں عام عورتوں سے الگ ہوں۔ میں اندر باہر دونوں طرف دیکھتی ہوں اور یہ میرے لیے بہت ضروری ہے مہاراج۔ تم تو بڑے ہی ضدّی تھے، بڑے ہی کٹھور تھے۔ تم رام کیسے ہو گئے؟"

"واقعی تو بہت چالاک ہے منوما ـــــ لیکن خود تیرا کیا خیال ہے؟"

"تمھارے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی مہاراج! جس طرح میں عام عورتوں سے الگ ہوں، اسی طرح سنسار میں تمھارے جیسے بھی کم ہوں گے۔ بھگوان کی سوگند، میں جیسے چاہوں میرا داس بن کر جیون بتانے پر تیار ہو جائے مگر ـــــ مجھے وشواش ہے کہ تم ـ تم نے مجھے من سے پسند نہیں کیا ہے۔"

"تیرا یہ خیال غلط ہے منوما!" میں نے کہا۔

"کیا مطلب مہاراج؟" منوما عجیب سے لہجے میں بولی۔

"بحیثیت عورت تو اتنی سندر ہے کہ کوئی بھی ایک نگاہ تجھے دیکھ کر گھائل ہو سکتا ہے۔"

"پر تم نہیں ہوئے تھے۔" منوما نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔میں گھائل نہیں ہوا تھا لیکن میں نے دل ہی دل میں تجھے پسند ضرور کیا تھا۔"

"پھر ٹھکراتے کیوں رہے مہاراج؟"

"پہلے تو میں نے سوچا کہ تو میرے ہاتھ آنے والی نہیں ہے میں نے [illegible]ے پسند ضرور کیا مگر تجھے حاصل کرنے کے سپنے نہیں دیکھے کیونکہ تو رانی تھی [illegible] میں ایک معمولی انسان۔"

"پھر جب میں نے تجھ سے کہا۔" منوما بولی۔

"تب تو نے شرط ایسی رکھ دی جو میرے لیے قابلِ قبول نہیں تھی۔"

"کیوں، لچھی تمھارے لیے مجھ سے زیادہ تھی؟"

"یہ بات نہیں منوما۔ بلکہ تجھے معلوم ہے وہ کتنی بدنصیب لڑکی تھی۔ [illegible] تو اس سے پریم بھی نہیں کرتا تھا بس مجھے اس سے ہمدردی تھی اور پھر [illegible]م دونوں تنہا تھے اس لیے وہ میرے اتنے قریب آ گئی۔"

"پھر بھی تم نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔"

"مجھے آج بھی لچھی کا افسوس ہے اور تو نے مجھے ضد دلا دی تھی جس [illegible] وجہ سے....."

"مگر پھر تمھارا من نرم کیوں ہوا مہاراج؟"

"صاف بات ہے منوما، میں تیرے طلسم سے نہیں نکل سکا اور یہاں [illegible]ھی ایک انسان سے ہمدردی نے مجھے تیری طرف جھکایا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"[illegible]کون سے انسان سے ہمدردی نے؟"

"سریندر! وہ غریب زندگی سے مایوس ہو گیا تھا۔"

"تو میرا پریم اب بھی تمھارے من میں نہیں پیدا ہوا؟"

"پسند میں تجھے اب بھی کرتا ہوں پریم نہیں کرتا۔" میں نے کہا اور منوما سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے گہری سانس لیکر کہا۔

"یہ بھی بڑی بات ہے مہاراج کہ تم سچ بول رہے ہو لیکن اس بات کا بھی کیا ثبوت ہے کہ تم اس حد تک سچ بول رہے ہو؟"

"میرا ایمان کرنا چاہتی ہے منوما؟"

"نہیں مہاراج۔صرف وشواش چاہتی ہوں۔"

"کیسا وشواش؟"

"یہی کہ اب تم من سے میرے پاس آئے ہو؟"

"یہ تیری بے وقوفی ہے منوما میں تجھے بتا چکا ہوں کہ میں مجبور ہو کر تیرے پاس آیا ہوں۔ تو نے کہا تھا کہ جب تمھیں میرے پاس آنا ہو تو کوئی دروازہ تلاش کر کے میرے پاس آجانا۔ کیا تو نے یہ بات اسی لیے کہی تھی کہ اس کے بعد تو میری بے بسی کا مذاق اڑائے؟"

"نہیں مہاراج! اشما چاہتی ہوں۔ اگر تم عام انسان ہوتے تو مجھے کوئی چنتا نہ ہوتی۔ میں تو اپنے قرار کے لیے پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"مطلب کیا ہے تیرا؟"

"میرے ساتھ دھوکا تو نہیں کرو گے مہاراج؟"

"کیسا دھوکا؟"

"اب میں تمھیں کیا بتاؤں۔" منوما کسی [illegible]س ہو گئی۔ کافی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔ "مجھے عورت ہی سمجھنا مہاراج۔ سنو، تمھارا من [illegible] ہے۔ اب وہ میرے قبضے میں نہیں ہے مہاراج۔ اب سچ بول دو۔ من سے [illegible] ساتھ رہو گے یا ـ یا ـ دھوکا کرو گے؟ سچ بات بتا دو۔"

اور مجھے ہنسی آگئی۔ میں کس دل سے اس کا ساتھ دے سکتا تھا۔ طویل تر زندگی میں پہلی بار میں کسی کے سامنے بے بس ہوا تھا۔ صدیوں کا غرور خاک میں مل چکا تھا۔ میں اسے معاف کر سکتا تھا لیکن میرے دوست ستاروں نے مجھے آگاہ کر دیا تھا۔ انھوں نے بتایا تھا کہ اس انوکھے علم کے سامنے میں کافی بے بس ہوں اور اس عورت کو کسی دوسرے طریقے سے زیر کرنا خاصا مشکل کام ہے۔ چنانچہ میں یہاں بھی اپنی فطری اسیری سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ میں اس سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔ ہاں جھوٹ بولنا ہی مناسب تھا۔ یہ اور بات ہے کہ میں خود کچھ وقت اس کے ساتھ گذارنا پسند کروں۔

"میں تجھے دھوکا کس طرح دے سکتا ہوں منوما؟" میں نے کہا۔

"میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ میں تمھیں من سے چاہنے لگی ہوں۔ اگر تم میرے ہو گئے اور پھر مجھ سے دور جانے لگے تو ـ تو میں بن موت مر جاؤں گی۔ پھر میں تمھیں نہ بھول سکوں گی مہاراج!"

"ان خیالات کو ذہن سے نکال دے منوما!"

"تمھارے من سے لچھی کا خیال نکل گیا ہے مہاراج؟"

"مجھے اس کے ساتھ ہونے والے سلوک کا دکھ ہے لیکن، میں اس کا

عاشق نہیں تھا میرے لیے وہ ایک عام لڑکی سے زیادہ نہیں تھی" میں نے جواب دیا۔

"اب بھی دکھ ہے مہاراج؟"

"ہاں۔ اگر تو اسے ٹھیک کر دے تو ہم اسے کہیں دور بھیج دیں گے جہاں وہ اپنی مرضی سے زندگی گذارے گی۔ پھر مجھے تیرے اوپر کوئی غصہ نہیں ہوگا۔"

"نہیں مہاراج۔ میں سوگند کھا کر کہتی ہوں اب میں خود بھی اسے ٹھیک نہیں کر سکتی۔" منورما بولی۔

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی "ٹھیک ہے منورما، تو نے ایک ایسی زندگی برباد کی ہے جو جینے کی آرزو مند تھی۔ مجھے اس بات کا ہمیشہ دکھ رہے گا۔"

"یہ نہ کہو مہاراج۔ میں آج بھی شکتی مان ہوں۔ کس کی مجال ہے جو اس چیز کو حاصل کرے جسے میں چاہتی ہوں۔ تم لچھی کا خیال دماغ سے نکال دو، میں اس سمے تم پر وشواش کر سکتی ہوں۔" منورما کے بولنے کا انداز بدل گیا۔ وہ پھر فرعون بن گئی تھی۔ اسے پھر سے اپنی قوتیں یاد آگئی تھیں۔

اور پروفیسر اس کا یہ انداز کیا مجھے اس کی محبت پر مائل کر سکتا تھا۔ بلکہ کہنا تو یہ چاہیے کہ میرے دل میں جو ایک خیال آیا تھا کہ میں اس حسین عورت سے دوہرا فائدہ اٹھاؤں، یعنی بحیثیت عورت بلکہ بحیثیت ایک دلکش عورت، وہ میری آغوش کی زینت بنتی رہے اور میں اس سے اس کا علم بھی لے لوں لیکن یہ خیال ابھی کوئی ٹھوس شکل بھی اختیار نہیں کر سکا تھا کہ منورما کے ان الفاظ نے اسے ذہن سے بالکل مٹا دیا اور میں جو صدیوں سے فاتح رہا تھا اور پیچ و تاب کھا رہا تھا اس عورت کے پُراسرار علم، پھر اس علاقے کے جادوئی ماحول پر اور میں جو بے بس ہو گیا تھا سو میری بے بسی ایک عام بات نہ تھی۔ میں چاہتا تھا کہ صدیوں کی کتاب سے ایک ایسے باب کو مٹا دوں جس میں، میں نے ایک بے بس انسان کی زندگی تحریر کی تھی، سو میں منورما کو اس جادوگرنی کو ایسی موت مارنا چاہتا تھا جس سے میری عظمت کے حروف چمکتے رہیں اور انتقام کی سنہری روشنی جس پر دھند چھا گئی تھی، حصولِ علم کی دھند، پھر سے چمک اٹھی، تو میں نے سوچا کہ اے عورت اپنی حیثیت نہ بھول، سمجھ لے گی، بہت جلد سمجھ لے گی کہ تو اور تیرا علم ایک ایسے انسان کے سامنے آپڑا ہے جو پیکر ہے عظمت و طاقت کا اور بالآخر تو منہ کے بل نیچے گرے گی اور ایسی گرے گی کہ پھر اٹھنا نصیب نہ ہوگا۔

رانی منورما کی آنکھیں، جیسے میرے ذہن کو توڑ کر اندر داخل ہونے کی خواہش مند ہوں، گویا وہ میرے چہرے کی کتاب پڑھ رہی تھی لیکن ان آنکھوں کی روشنی تیز نہ تھی۔ سو میں نے سوچا کہ اس بار جس دشمن سے واسطہ پڑا ہے وہ علم کی ایک ٹھوس گیند میں چھپا ہوا ہے۔ اس کی جسمانی ساخت کمزور ہے لیکن گیند مضبوط، سو اس گیند کو توڑنے کے لیے عقل کے مضبوط ہتھیار درکار ہوں گے اور یہاں بھی لومڑی کی چال ٹھیک رہے گی۔ شیر کی دھاڑیں اس ٹھوس دیوار سے پار نہ ہو سکیں گی اور کوئی حرج نہیں ہے کہ دشمن کو زیر کرنے کے لیے تھوڑی سی گردن جھک جائے۔ گویا دشمن پستہ قد ہے اور تلوار کا کاری وار اسی وقت کارگر ہو سکتا ہے جب تھوڑا سا جھکا جائے۔ سو میں نے تسلی دے لی اپنے دل کو کہ یونہی ٹھیک ہے اور اپنے چہرے پر ایسے آثار طاری کر لیے کہ جیسے میں اس سے مرعوب ہو گیا ہوں۔

"تم نے کیا سوچا مہاراج؟"

"لچھی تجھ سے زیادہ خوبصورت نہیں تھی منورما، تو جانتی ہے لیکن مرد ہمیشہ عورت پر حاوی رہا، تو اگر مجھے اپنا غلام بنا کر رکھے گی تو میں خوش نہ رہ سکوں گا لیکن اگر تو یہی چاہتی ہے تو ٹھیک ہے۔"

"میں یہ نہیں چاہتی مہاراج، میں بس یہ وشواش چاہتی ہوں کہ میرا پریمی صرف میرا ہے۔"

"تو پھر تو بھروسہ کر لے۔"

"ایسے نہیں مہاراج!"

"پھر کیا چاہتی ہے؟"

"ثبوت!" منورما نے کہا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" کمینی عورت نے کہا اور میں ایک گہری سانس لیکر اس کے پیچھے چل پڑا۔ دیکھیں کم بخت عورت اب کیا گل کھلاتی ہے۔ ویسے اس انوکھے ماحول نے میرے حواس گم کر رکھے تھے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ ساری زمین یکساں ہو گئی ہو یعنی منورما مجھے لیکر ایک دروازے سے اندر گئی تو میں نے دیکھا یہ وہی سرنگ تھی جہاں میں پہلی بار آیا تھا۔ لچھی کا پتھریلا مجسمہ اسی جگہ موجود تھا۔

میں حیران رہ گیا لیکن اب حیرانی کی کون سی بات تھی، کون سی چیز فطری تھی۔ یہ تو سارا ماحول ہی غیر فطری تھا۔ منورما مجسمے کے قریب پہنچ گئی اور پھر وہ رکی، اس نے تیکھی نگاہیں اٹھائیں اور مسکرا کر بولی۔

"یہ تمھاری لچھی ہے۔"

لچھی کو دیکھ کر میرے ذہن پر ہلکی سی دھند چھا گئی۔ مندر کی وہ رات یاد آئی جب وہ سہم کر مجھ سے لپٹ گئی تھی۔ بارش میں بھیگی جوانی۔ ایک ایسی لڑکی جس کا بدن چتا کے شعلوں میں سلگ رہا تھا، میرے ہاتھوں نے اسے زندگی دے دی اور اس نے مجھے اپنا سب کچھ سمجھ لیا۔

لیکن خیالات کے یہ سائے آسمان کے اس بادل کی طرح ذہن سے گذر گئے جو سورج کے نیچے سے گذرتے ہوئے اپنا ہلکا سا عکس چھوڑتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے۔

میں ایک ہوشیار ناگن کے سامنے تھا اور اس کی تیز آنکھیں دماغ میں چبھ کر جیسے ہر خیال کو جاننے کی خواہاں تھیں، سو میری صدیوں کا تجربہ اس عورت کے ہاتھ تو نہ لگ سکتا تھا، میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"یہ تمھاری لچھی ہے مہاراج!" منورما نے دوبارہ طنزیہ انداز میں کہا۔

"تھی، اب نہیں ہے۔"

"مگر میں تو اب بھی اسے راستے کا پتھر سمجھتی ہوں۔ میں تمھارے ساتھ یہاں نہار رہنا چاہتی ہوں، کسی اور کا خیال بھی تمھارے من میں آیا تو مجھ سے

برداشت نہ ہوگا!"

"کیا مطلب؟" میں نے دل ہی دل میں کھولتے ہوئے پوچھا۔

"میں بتا دیتی ہوں مہاراج!" منورما نے کہا۔ پھر وہ ایک طرف بڑھی اور پتھر کا ایک وزنی گرز اٹھا کر میرے نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے گرز میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"اپنے ہاتھوں سے چھبی کے اس بت کو توڑ دو۔"

تڑپ گیا تھا پروفیسر، گو جانتا تھا کہ اب وہ ایک پتھر کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، بے جان پتھر، سالم رہے یا ٹوٹ جائے لیکن چھبی کے پتھریلے نقوش اب بھی مسکرا رہے تھے، اس امید میں کہ میں اسے پہلے کی مانند بچالوں گا، اسی طرح جس طرح اس کے لوگ اسے اس کے نادیدہ شوہر کے ساتھ آگ میں جلا کر ستی کر دینا چاہتے تھے اور میں نے اس کا جیون بچا لیا تھا۔ آج اس کی آنکھوں میں امید کی وہ چمک نہ تھی لیکن سکون کی کیفیت ضرور تھی جو کسی اپنے کو دیکھ کر پیدا ہو جاتی ہے۔

لیکن یہ صرف میرے جذبات تھے، میری سوچ تھی۔ کتنی ہی داستانیں ان پتھر کی آنکھوں سے منسوب کردو، صرف میری اختراع تھی۔ حقیقتاً پتھر پتھر تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو مہاراج؟"

منورما کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"کچھ نہیں منورما!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"چھبی کا پریم من میں جاگ رہا ہے کیا؟" منورما طنزیہ انداز بولی۔

"نہیں منورما!" میں نے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔ "تیرے منحوس وجود کو ریزہ ریزہ کرنے کے لیے چھبی کا بت تو توڑنا ہی ہوگا۔" میں نے دل میں سوچا۔

"تو پھر توڑتے کیوں نہیں؟" منورما بل کھا کر بولی۔

اور میں نے پتھر کا گرز اٹھا کر چھبی کے سر پر مارا اور چھبی کی گردن شانوں سے الگ جا پڑی۔ پھر میں نے اس کے جسم کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ اسی گرز سے منورما کے وجود کو بھی خاک میں ملا دوں لیکن عقل روکے ہوئے تھی۔ جادوگرنی اس طرح تو نہ مر سکتی تھی۔ منورما کے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی اور میں خود کو ایک حقیر چوہا سمجھ رہا تھا، جو ایک خونخوار بلی کے سامنے بے بس تھا اور بلی اسے اپنے نوکیلے پنجوں سے چھیڑ چھیڑ کر خوش ہو رہی تھی۔

"آؤ مہاراج!" منورما نے میرا بازو پکڑا اور ایک طرف لے گئی۔ میں اس کے ساتھ چلتا رہا تھا، یہاں تک کہ ہم دونوں ایک ایسے کمرے میں پہنچ گئے جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

دھات کے خوبصورت مجسموں سے آراستہ، عجیب و غریب چیزوں سے سجا ہوا۔ "یہ میرے سونے کا کمرہ ہے۔" منورما نے ایک خوبصورت مسہری پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس نے مجھے بھی بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھا لیا تھا۔

چھبی کا بت توڑ کر مجھے ذہنی صدمہ ہوا تھا لیکن اب تو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ مجھے سب کچھ بھول کر اس مغرور عورت کے وجود کو مٹانے کی کوشش میں مشغول ہو جانا تھا اور میں نے خود میں تبدیلی پیدا کر لی۔

"پسند آیا مہاراج میرا کمرہ؟"

"بہت خوبصورت ہے۔" میں نے مصنوعی مسکراہٹ سے کہا اور پھر جیسے میں نے چونک کر پوچھا۔ "لیکن منورما ایک بات تو میری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"کیا مہاراج؟"

"راجہ امی چند کو تمہارے بارے میں کچھ نہیں معلوم؟"

"میں پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ وہ میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ میں جب تک چاہوں وہ راجہ ہے اور جس سمے میں اس سے نظریں پھیر لوں اس کی حیثیت گلی میں آوارہ پھرنے والے کتے سے زیادہ نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے راجہ امی چند صرف تمہاری وجہ سے راجہ ہے۔"

"ہاں۔" وہ غرور سے سینہ تان کر بولی۔

"وہ تم سے کسی بارے میں پوچھتا بھی نہ ہوگا؟"

"اس کی کیا مجال ہے۔ ویسے میری شکتی اسے کچھ سوچنے بھی نہ دے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"منورما!" منورما نے خود اپنے آپ کو آواز دی۔ دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت عورت اندر آ گئی لیکن میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا کیونکہ وہ ہو بہو منورما تھی۔ "منورما! منورما کو بلاؤ۔" رانی منورما نے آنے والی کو حکم دیا اور آنے والی منورما دروازے کی طرف مڑی۔

"تم سب اندر آ جاؤ۔" اس نے کہا اور میرا دل چاہا کہ سر کے بل کھڑا ہو کر قہقہے لگاؤں۔ کمرے میں تقریباً بیس لڑکیاں اندر آ گئیں اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے مختلف نہ تھی۔ رانی منورما اگر خود مختلف لباس میں نہ ہوتی اور ان میں شامل ہو جاتی تو کوئی دیکھنے والی آنکھ یہ فیصلہ نہیں کر سکتی تھی کہ اصلی منورما کون سی ہے۔

"اور دیکھو گے مہاراج؟" منورما مسکراتی ہوئی بولی۔ "اگر تم چاہو تو اس پوری بستی کی ہر عورت صرف منورما کا روپ دھار لے؟"

"نہیں منورما! بس کافی ہے۔" میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

"جاؤ تم سب۔" رانی ہاتھ اٹھا کر بولی اور آنے والیاں مسکراتی ہوئی باہر نکل گئیں۔ اس کم بخت عورت کی ہر حرکت میرے ذہن میں عجیب سے خیالات پیدا کر دیتی تھی۔ کاش یہ بری اور ناپسندیدہ نہ ہوتی، کاش میں اس کے بارے میں اچھے انداز سے سوچ سکتا تو اس کا یہ انوکھا علم کیسا دلکش، کیسا حیرت انگیز تھا لیکن نہیں۔۔۔ وہ میرے لیے محبوب نہیں ہو سکتی تھی۔ اس نے مجھے اس حد تک بے بس کر دیا تھا کہ وہ لڑکی جس کی زندگی بچانے کے لیے میں نے بے شمار زندگیاں ختم کیں خود میرے ہی ہاتھوں ریزہ ریزہ ہو گئی۔

"تو کچھ بھی ہو منورما، میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

"نہ جانے تم کہاں کھو جاتے ہو مہاراج؟" منورما کے لہجے میں جذبات

کی لرزش تھی۔

"تمھاری اس بے پناہ قوت کے بارے میں سوچنے لگتا ہوں منورما۔ اب تک تو میں خود کو دنیا کا سب سے انوکھا منش سمجھتا تھا پر تم تو بڑی انوکھی ہو۔"

"کچھ بھی ہو پریمی، تمھیں تو چاہتی ہوں۔" منورما آگے کھسک کر بولی اور میں نے محسوس کیا کہ اب عورت عقل سے خالی ہوتی جا رہی ہے اور اس پر ضرب لگانے کا بہترین موقعہ یہی تو ہے لیکن ذرا ہوشیاری سے۔ عورتوں کی بھی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض عورتیں ان اوقات میں مرد کو گدھا سمجھنے لگتی ہیں اب صرف یہ اپنی اپنی سمجھ ہے کہ کون جذبات کے ریلے میں بہہ کر گدھا بن جاتا ہے۔

سو پروفیسر اب تمھیں یہ بتانے کی ضرورت ہی نہیں کہ عورت بحیثیت عورت میرے لیے کیا تھی۔ صدیاں گواہ تھیں۔ میں نے عورت کا کون سا روپ نہیں دیکھا۔ سو یہ احمق جادوگرنی اپنے حسن سے مجھے کیا متاثر کر سکتی تھی۔ ہاں، لیکن اس وقت میری ذہانت کو اور جلا کی ضرورت تھی، چنانچہ میں نے بے اختیار ہونے کے سے انداز میں اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

"ہاں، مجھے اپنی اس خوش بختی پر ناز ہے کہ سنسار کی اتنی طاقتور عورت مجھ سے پریم کرتی ہے۔"

چند ہی ساعت کے بعد منورما نڈھال ہو گئی۔ اس وقت اس کی ساری قوت میرے شکنجے میں تھی اور میں قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا تھا منورما کی ساری شکتی میرے آتشیں بدن کے نیچے دب گئی تھی اور اس کی سانسیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ منورما اپنی ساری شخصیت بھول گئی۔ اب صرف وہ مجھے جانتی تھی اس کے بھنچے ہوئے ہونٹوں سے صرف انوپی کا نام نکل رہا تھا اور پروفیسر اگر قبول کرو تو اس حقیقت کو قبول کر لو کہ وقتی طور پر ہی سہی لیکن میں نے اس عورت کو فتح کر لیا تھا۔ جذبات کا طوفان ڈھل گیا تو منورما جاگی اور حیران نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اپنے ننھے سے سینے سے لگا لیا۔

"انوپی مہاراج، انوپی مہاراج! میں تمھاری داسی ہوں۔" اس نے سسکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جلد بازی نہ کرو منورما۔ غور کر لو۔ تم کیا کہہ رہی ہو۔ ابھی تم ہوش میں نہیں ہو۔ ہوش میں آؤ اور سوچو کہ میری کیا حیثیت ہے!"

"اب تو سنسار میں صرف تم ہو انوپی۔ ہے بھگوان میں تو ماری گئی۔"

وہ دونوں طرف گردن پٹختے ہوئے بولی اور میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ "انوپی، انوپی! بھگوان کے لیے اپنے من سے سارے کرودھ نکال دو۔ تم۔ تم مہان ہو۔ تم۔ انوپی تم ــــ"

میں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "ہوش میں آؤ منورما تم بہت جذباتی ہو گئی ہو۔" میں نے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"ہوش میں آؤ منورما۔ اٹھو!" میں نے کہا اور وہ میرا سہارا لے کر اٹھ گئی۔ وہ اب بھی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔

"بس اب تمھارے بارے میں کچھ نہیں کہوں گی۔ بھگوان کے لیے مجھے شما کر دو۔ میں تم سے بے پناہ پیار کرنے لگی ہوں مہاراج۔ بھگوان کی سوگند، اب تمھارے بنا ایک پل بھی میرے جیون پر بھاری ہو گا۔"

"منورما! تم خود اپنا مان توڑ رہی ہو۔"

"کسی ایسے کے سامنے نہیں جو اس قابل نہ ہو۔" منورما نے جواب دیا۔

"لیکن میں خود کو تم سے کمتر سمجھتا ہوں۔"

"نہیں انوپی۔ اب تم مجھ سے کم نہیں ہو۔ پر۔ تم میرے ہو اور سدا میرے رہو گے۔"

"اس سے پہلے میں کسی کے سامنے بے بس نہیں ہوا تھا منورما!"

"میں شرمندہ ہوں انوپی۔ جو کچھ میں نے کیا اس کے لیے معاف کر دو۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لی۔ شکار جال میں پھنس گیا تھا لیکن، یہ تو میری کوشش تھی۔ اب اس سے مصالحت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا ویسے فوری طور پر میں نے اس سے کچھ پوچھنا مناسب ہی نہ سمجھا۔ اور اس کے بعد پروفیسر، منورما بھی میرے لیے ایک عام عورت سے زیادہ نہیں رہی۔ وہ صرف تنہائی کے ان لمحات کے لیے جینے لگی جب وہ میری آغوش میں ہو۔ یہ قرب اسے مجھ سے اور نزدیک لا رہا تھا۔

ویسے مجھے امی چند پر حیرت تھی۔ اس بے وقوف کو جیسے منورما کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ایک رات میں نے منورما سے اس بارے میں پوچھ ہی لیا۔

"منورما! کیا امی چند کو معلوم ہے کہ میں تمھارے پاس ہوں؟"

"نہیں انوپی! اسے کیا، کسی کو نہیں معلوم۔"

"لیکن وہ تمھاری کمی نہیں محسوس کرتا؟"

"تمھیں تو معلوم ہی ہے مہاراج!"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے تمھیں دکھایا ہے، میرے کتنے روپ ہیں۔ امی چند کے سامنے سینکڑوں منورمائیں جا سکتی ہیں۔ اس پاگل کو تو تمیز ہی نہیں کہ ان میں اصل کون ہے۔"

"کچھ بھی ہو منورما، تمھارے اس انوکھے علم کا میں دل سے قائل ہوں۔"

"پر میرا یہ علم بھی تو مجھے تمھارا دیوانہ بنانے سے نہ روک سکا۔"

"وہ دوسری بات ہے۔"

"نہیں انوپی۔ بھگوان کی سوگند، مجھے بتاؤ۔ کیا تم سنسار کے سب سے عجیب منش نہیں ہو؟ کیا تمھارے جیسا کوئی دوسرا بھی ہو گا؟"

"اپنے علم سے پوچھو۔"

"میرے سارے علم اس بارے میں خاموش ہیں۔"

"تب پھر۔ شاید تمھارا خیال ٹھیک ہو۔"

"میں تو ایک بات سمجھتی ہوں مہاراج!"

"کیا؟"

"تمھارے شریر میں آگ ہی آگ بھری ہے اور آگ۔ آگ میری ساری تپسیا بھسم کر سکتی ہے۔ تمھارے شریر کی آگ ہی میرے من کو موم کر دیتی ہے اور سمے میرا علم میرا ساتھ نہیں دیتا۔"

میرے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ شاید وہ مقصد حل ہو گیا تھا جس کے لیے میں کسی مناسب موقعے کا انتظار کر رہا تھا۔ ہاں شاید منورما وہ بات خود بخود کہہ گئی تھی جس کا میں انتظار کر رہا تھا۔ میں نے یہ بات گرہ میں باندھ لی جو اس نے بے اختیار کہہ دی تھی۔ میں نے فوری طور پر اس کی توجہ اس طرف سے ہٹا دی۔

"کیا سوچنے لگیں منورما؟"

"کچھ نہیں مہاراج۔ بس تمھارے بارے میں سوچ رہی ہوں۔"

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"پتہ نہیں تم نے من سے مجھے معاف کر بھی دیا ہے یا نہیں؟"

"معافی کس بات کی منورما۔ بس تم نے شروع میں میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا لیکن خیر۔ اب وہ پرانی بات ہے۔ تم بھی اسے بھول جاؤ۔"

"تمھارے بارے میں میرا علم کیوں خاموش رہتا ہے مہاراج؟"

"کیا مطلب؟"

"سچ۔ میں بڑی حیران رہ جاتی ہوں۔"

"کس بات پر؟"

"انوپی مہاراج! سنسار میں جتنے منش ہیں، ان کی ریکھائیں ہوتی ہیں۔ دھاک پوتھی میں ان ریکھاؤں کا پتہ چل جاتا ہے۔ پرنتو دھاک پوتھی تمھارے بارے میں خاموش کیوں رہتی ہے؟"

"میں اس چیز کے بارے میں جانتا ہی نہیں تمھیں کیسے بتاؤں۔"

"اوہ! دھاک پوتھی منتر منڈل کا ایک شبد ہے۔ ہم اس میں منش کی ریکھائیں تلاش کرتے ہیں۔ جیسے تم ہو۔ میں دھاک پوتھی پر منتر پڑھتی ہوں اور پھر اس منش کا نام لیتی ہوں جس کے بارے میں مجھے معلوم کرنا ہوتا ہے۔ منش کا چتر اس پر آ جاتا ہے اور پھر وہ من کے سارے بھید اگل دیتا ہے۔ اس پوتھی پر صرف وہ منش نہیں آتا جو مر چکا ہو، یا پیدا ہی نہ ہوا ہو لیکن مرنے والے کی آتما کو بھی دوسرے طریقے سے بلایا جا سکتا ہے۔ ہاں وہ، جو پیدا ہی نہیں ہوا اور جس کا کوئی وجود نہیں ہے، اس پوتھی پر کبھی نہیں آتا اور مہاراج، جھوٹ نہیں بولوں گی میں نے کئی بار پوتھی پر تمھارے من کا بھید جاننے کی کوشش کی ہے مگر — تم اس پر نہیں آتے۔" وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

اور میں نے دل ہی دل میں اس پوتھی کا شکریہ ادا کیا جس نے مجھے چھپا دیا تھا۔

"کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے مہاراج کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ وہ کون سی طاقت ہے جس نے تمھاری ریکھائیں آکاش میں چھپا رکھی ہیں؟"

"مگر تم میرے بارے میں کیوں جاننا چاہتی ہو منورما؟"

"چاہتی تو پہلے بھی تھی، پر اب بات دوسری ہے۔ اب تو میرا تمھارا ساتھ جیون بھر کا ہے اور اپنے جیون ساتھی کے بارے میں کون نہیں جاننا چاہے گا۔" منورما نے چالاکی سے کہا۔

"تھوڑا بہت تو تمھیں معلوم ہے منورما!"

"ہاں مہاراج! لیکن وہ باتیں دوسروں کے لیے تھیں۔ لوگ تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ مہان مہاراج کے ساتھ جو جوگن ہے، وہ اصل میں کون ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن تمھارا اپنا خیال میرے بارے میں کیا ہے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"صرف ایک بات جانتی ہوں۔"

"کیا؟"

"کوئی جنتر ہے ضرور۔ کہاں چھپا کر رکھا ہے؟ دوسرا جنتر ہے کیونکہ میرا منتر بھی اس کا کھوج نہیں لگا سکا۔" منورما مسکراتے ہوئے بولی اور میں ہنس پڑا۔ جنتر منتر کی بات کر رہی تھی احمق کہیں کی۔ بہرحال چند لمحے اسی طرح گذر گئیں۔ پھر میں نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔

"کیوں نہ منورما، ہم اپنی اپنی شکتی کے بارے میں ایک دوسرے کو بتائیں۔ تم مجھے بتاؤ، تم کہاں تک ہو اور میں تمھیں بتاؤں۔"

"میں تو اب کھلی کتاب ہوں مہاراج تمھارے سامنے۔ جو کچھ ہوں تم دیکھ چکے ہو۔ میرے منتر میرا جیون ہیں اور انھیں کے بل پر میں جیون کاٹ رہی ہوں اور اپنی مرضی سے کاٹ رہی ہوں۔"

"ہوں۔ میری بات دوسری ہے منورما!"

"کیا؟"

"شاید میں تجھے بتا چکا ہوں کہ میرا دھرم وہ نہیں ہے جو تیرا ہے۔"

"ہاں۔ تم بتا چکے ہو مہاراج!"

"نہ میری شکتی وہ ہے جو تیری۔"

"میں نہیں سمجھی مہاراج!" منورما نے حیرانی سے کہا۔

"میرے پاس کوئی منتر نہیں ہے، نہ ہی میرے پاس کوئی شکتی ہے سوائے اس کے کہ میں تمھاری مانند نہیں ہوں۔ دھرم کے بارے میں، میں کہہ چکا ہوں، میرا کوئی دھرم نہیں ہے۔ میں تو صرف دیکھنے والوں میں ہوں، جو صدیوں سے بدلتے ادوار دیکھتا آ رہا ہوں۔ میں نے دھرم بھی دیکھے ہیں۔ کچھ ایسے دھرم جن کے پیرو ان کے سچے اصولوں پر چلتے تھے، کچھ ایسے جن کے دھرم تو اچھے ہوتے تھے لیکن ان کے ماننے والے برے۔ سو میں تو دیکھنے والوں میں سے ہوں۔ ہاں میری ماہیت تم سے جدا ہے۔ سنو منورما! بات جب سچائی کی ہے تو سچ سنو۔ اسے ماننا نہ ماننا تمھارا کام ہے کیونکہ آنے والا وقت سب سے بڑا گواہ ہوتا ہے اور مجھے اس گواہ کی سست رفتاری سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ سو میں نے پہلے بھی ایسے ہی زندگی گذاری ہے۔ بلاشبہ تم اپنے طلسم کے ساتھ دوسروں سے کچھ مختلف ہو لیکن مختصر حد تک — میں تمھارے بدن

کے جال میں ایک طویل عرصہ گذار سکتا ہوں لیکن وہ عرصہ تمھارے لیے طویل ہوگا، میرے لیے نہیں۔ تم بوڑھی ہو جاؤ گی، تمھارے اندر تبدیلیاں آجائیں گی لیکن میں یونہی رہوں گا۔ پھر تم زمین میں واپس چلی جاؤ گی اور میں کسی اور جہان کی تلاش میں۔ سو یہی فرق ہے میری اور تمھاری شکتی میں۔ اگر تم مجھے اپنے شکتی جال میں پھانستی رہو تو میرے لیے کوئی فرق نہیں۔ ہاں فرق اس کے لیے تھا جو چلا گیا۔"

منورما عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں خاموش ہوا تب بھی وہ الجھے انداز میں خاموش رہی۔ میں نے بھی چپ سادھ لی۔ تب پھر وہی جاگی۔

"مہاراج! بھگوان کی سوگند، میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

"یہی میری شکتی ہے منورما!"

"مگر۔ یہ تم نے کیا کہا ہے؟"

"وہ جو حقیقت ہے!"

"پھر مجھے سمجھاؤ تو۔"

"اس میں نہ سمجھنے والی بات کیا ہے؟"

"ایک بھی نہیں۔ میں سمجھ ہی نہیں پائی۔"

"یہ تمھارے کمزور ذہن کی دلیل ہے۔ جس طرح تمھارا علم مجھے تلاش کرنے میں ناکام ہے اسی طرح تمھاری عقل میری باتیں سمجھنے سے معذور ہے۔"

"مگر میں جاننا چاہتی ہوں مہاراج!"

"تم نے آنکھ کھولی تو ہردے مان کے سوا کچھ اور بھی دیکھا؟"

"کیوں نہیں۔ میرے کایا جال میں بڑا سنسار سمایا ہوا ہے۔"

"بہت مختصر۔ کیا تمھاری ستاروں سے دوستی ہے؟"

"میں ستاروں سے واقف ہوں!"

"کیا کہکشاں کا ایک بھی ستارہ تمھارا رازدار نہیں ہے؟"

"تو۔ ستارے کیسے رازدار ہو سکتے ہیں؟" منورما پھیکی سی ہنسی ہنستے بولی۔

"لیکن یہ صدیوں سے میرے ساتھی ہیں اور میرے دوست۔ مجھے جہاں جہاں کی کہانیاں سناتے ہیں۔ یہ مجھے کبھی دھوکا نہیں دیتے۔ کیا تم ستاروں کی باتیں سننا چاہتی ہو؟"

"ضرور۔ میں تمھاری یہ طاقت ضرور دیکھوں گی۔"

"طاقت نہیں، میں نے دوستی کی بات کی ہے۔"

"وہی سہی!"

"تب تم آگ کے بارے میں کیا کہتی ہو؟"

"اگنی دیوی مایا منڈل کی سب سے بڑی اچھنگ ہے۔ وہ بڑی شکتی رکھتی ہے۔"

"گویا وہ تمھارے اوپر حاوی ہے؟"

"وہ سنسار پر ادھیکار رکھتی ہے، میں کیا چیز ہوں۔"

"سو آگ میری دوست ہے منورما۔ وہ مجھے کبھی نہیں جلاتی، بلکہ اس کے شعلے زندگی بخشتے ہیں۔ ہاں اس کے لطیف شعلوں کا جو میرے بدن کے مسامات کو زندگی کی حرارت بخشتا ہے۔ کیا تمھاری دوستی گہرے سمندروں سے بھی نہیں ہے؟"

"سمندر؟" منورما حیرت سے بولی۔

"ہاں۔ گرم، ٹھنڈے سمندر۔ برف سے جمے سمندر۔ ہزار ہا رازوں کے امین۔ کیا وہ تمھارے دوست ہیں؟"

"پانی بھی کسی کا دوست ہوا ہے؟"

"ہاں۔ میں اگر گہرے پانی میں سکون کی نیند سو جاؤں تو پانی میرے بدن کی حفاظت کرتا ہے اور مجھے کبھی نقصان نہیں پہنچاتا۔"

"نہ جانے تم کیا کہہ رہے ہو انوپی؟" منورما الجھے ہوئے انداز میں بولی۔

"اونچے اونچے پہاڑوں کی بلندیاں، ہوا کی آغوش، سب مجھ پر مہربان ہیں۔ یہ میری زندگی کی حفاظت کرتی ہیں۔ یوں میں ان سب چیزوں سے دوستی رکھتا ہوں۔ تم اعتراف کرتی ہو کہ وہ تمھیں پسند نہیں کرتیں۔"

"ہاں، ان میں سے کوئی میرا متر نہیں ہے۔"

"لیکن میں نے جو کچھ کہا، اس کا ایک ایک حرف درست ہے۔"

"تو کیا میں تمھارے دوستوں کو دیکھ سکتی ہوں؟"

"دیکھنا چاہتی ہو؟"

"ہاں!"

"جب تمھارا دل چاہے۔"

"آکاش پر جلتے دیپ، یہ بھی کسی کے متر ہوتے ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"آجائے گا، رات ہونے دو، میں تمھاری ملاقات ان ستاروں سے کراؤں گا۔"

"تم برا تو نہ مانو گے انوپی؟"

"کس بات کا؟"

"میں تمھاری یہ شکتی دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں۔ میں برا نہیں مانوں گا۔" میں نے کہا۔ سو رات ہو گئی اور مست منورما مجھے کھلی جگہ لے آئی جہاں ستارے نظر آرہے تھے۔ ہنستے مسکراتے ستارے۔ میری چالاکی پر آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ میں نے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور منورما ایک اونچی چٹان پر میرے ساتھ لیٹ گئی۔ اس کا حسین بدن میرے بدن سے مس ہو رہا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی جھجک نہیں تھی۔ ایسا ہی سکون اس کے پورے بدن پر طاری تھا جیسے اپنے کسی پُراعتماد دوست کے ساتھ ہو۔۔۔ لیکن میں اسے معاف نہیں کر سکتا تھا! اس نے اپنے وقت میں دیوانگی کی انتہا کی تھی۔ اس نے میرے ہاتھوں لچھی کا بت ریزہ ریزہ کرایا تھا۔ لچھی جو زندگی سے موت کی طرف لوٹ گئی تھی۔ ہاں وہ لچھی کی قاتل تھی! اس نے صدیوں کا غرور توڑ دیا تھا۔ میں۔ میں اس عورت سے انتقام لینا چاہتا تھا! اس وقت بھی۔ اس وقت بھی اگر میں اس پر

جارحانہ کوشش کرتا تو وہ اپنے بدن کو پگھلا کر روشنی میں تبدیل کر سکتی تھی اور پھر میں اس روشنی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا لیکن ایک بات، صرف ایک راز میری مٹھی میں آگیا تھا جو اس نے نادانستگی میں افشا کر دیا تھا۔

"الوپی!" اس نے مجھے آواز دی۔

"ہوں!"

"ایک بات کہوں؟"

"ضرور!"

"تمہارے اندر اور کوئی شکتی ہو نہ ہو لیکن ایک شکتی ضرور ہے۔"

"وہ کون سی؟"

"ناری کا من موہ لینے میں تم اپنا ثانی نہیں رکھتے۔"

"اوہ، یہ کوئی طاقت نہیں ہے منورما۔"

"میرے لیے تو ہے۔ سچ مانو، تمہارے پاس جتنا آنند ملتا ہے جیون میں کبھی نہیں ملا۔"

"تو میری دوسری قوتوں سے ابھی تک انکار کرتی ہے۔"

"تو بتا دُنا۔ تمہارے متر تمہارے سر پر چھپے ہوئے ہیں۔"

"ہاں دیکھو۔ میرے دوست مجھے دیکھ کر ہنس رہے ہیں۔ وہ کلاٹ ہے۔ وہ ہے آٹ اور وہ ٹنگو! لیکن میں نے ان سے ہمیشہ اپنی باتیں کی ہیں۔ کیوں نہ آج تیری باتیں کی جائیں۔"

"میری باتیں؟" منورما ہنس پڑی۔

"ہاں تیری باتیں۔ پوچھ۔ تو ان سے کیا پوچھنا چاہتی ہے؟"

"میں پوچھوں مہاراج؟" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں جو کچھ من چاہے پوچھ۔"

"تو پوچھ اپنے دوستوں سے، میرے ماتا پتا کون تھے؟ کیا یہ تجھے میری کہانی بتائیں گے؟ یہ تو بہت پرانے ہوتے ہیں۔ انھوں نے تو سب کچھ دیکھا ہوگا؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے ستاروں پر نگاہیں جما دیں۔

"کلاٹ میرے دوست! تم نے سنا یہ عورت کیا کہہ رہی ہے۔ یہ ہماری دوستی کا امتحان لے رہی ہے۔"

"ہم تجھ سے الگ تو نہیں ہیں۔" ستارے نے کہا۔

"سنا تو نے منورما۔ میرے دوست مجھے مایوس نہیں کریں گے۔"

"میں نے تو کچھ نہیں سنا مہاراج!" منورما ہنس پڑی اور مجھے اس پر غصہ آنے لگا۔ ذلیل عورت میرا مذاق اڑا رہی تھی۔ ستاروں پر طنز کر رہی تھی۔ گویا میں جھوٹ بول رہا تھا۔

"تو میرے کلاٹ! مجھے اس عورت کا ماضی بتا جس کے کان تیری سوگند نہیں سن سکتے۔" میں نے کہا اور کلاٹ نے کہ "بازمتی ایک سنار کی بیوی کے پیٹ سے پیدا ہوئی۔ لیکن سنار اس کا باپ نہیں تھا۔ سو بازمتی چونکہ اپنے باپ کی بیٹی نہیں تھی اس لیے وہ اپنی ماں کے نقش قدم پر کیوں نہ چلتی۔ اور یہ بات اس کا باپ بھی جانتا تھا اور انتقام کی آگ میں جل رہا تھا لیکن وہ خاموش رہا۔ اور جب بازمتی تیرہ سال کی ہوگئی تو اس کے باپ نے اس کی ماں سے انتقام لیا اور بازمتی اپنے نام نہاد باپ یعنی اس سنار کی ہوس کا نشانہ بنی، اور اس کا نتیجہ منورما ہے گویا وہ اپنی ماں کے باپ کی اولاد ہے لیکن بازمتی کی ماں نے پنچایت سے فریاد کی جس کے نتیجے میں سنار کو آگ میں زندہ جلا دیا گیا اور بازمتی اور اس کی ماں کو بستی سے نکال دیا گیا۔ کیونکہ اب وہ پوری بستی کے لیے نحوست بن گئی تھیں لیکن ان کو راہ بھائی بھر میں کوئی ٹھکانہ نہیں ملا، اور انھوں نے کشتو مہاراج کی کٹیا میں پناہ لی۔ جو بڑے گیانی تھے لیکن حرام کی جنی بازمتی مرد آشنا ہو چکی تھی۔ اس نے کشتو مہاراج کا گیان بھشٹ کر دیا۔ اور ان کے ساتھ مل کر اپنی ماں کو ختم کر دیا۔ کشتو مہاراج اب ایک عام انسان تھے اور وہ یہی سمجھے کہ ان کی کٹیا میں بازمتی کے پیٹ سے پیدا ہونے والی منورما ان کی اولاد ہے۔ سو انھوں نے منورما کی پرورش کی اور سارے کالے علم اسے سکھانے شروع کر دیئے۔ لیکن بازمتی کسی جوان کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ بوڑھا کشتو اس کے بچپن سے حسین آشنا بدن کو سکون نہیں دے سکتا تھا۔ تب اسے جنگلوں میں کالے علم تلاش کرتا ہوا بھکشو پورن مل گیا، اور بازمتی نے پورن کے ساتھ مل کر کشتو مہاراج کو ختم کر دیا اور وہ منورما کو لے کر شہروں میں آگئے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہوئی کہ کالے جادو کے رسیا پورن کو بازمتی کی بیٹی پسند آگئی۔ یوں پورن منورما کا مرد تھا، اور یہ کالے جادو کی بات ہی تھی کہ منورما نے بے پناہ حسن حاصل کیا۔ اور چونکہ اس کی شکتی پختہ ہو گئی تھی اس لیے اس نے پورن کی بے پناہ محنت سے حاصل کی ہوئی شکتی بھی سلب کر لی اور مہان بن گئی اور اس کے بعد اس نے ہر بڑے مان کے راجہ کو گانٹھ لیا۔ یوں وہ رانی بن گئی۔ سو یہ رانی جو کچھ نہ کر لیتی کم تھا۔"

یہ کہانی کلاٹ نے مجھے سنائی، اور میں دنگ رہ گیا۔ سو یہ منورما مشینی مردزادی تھی۔ اس سے کوئی بات بعید نہ تھی۔

لیکن میں نے پوری کہانی منورما کو بے کم و کاست سنا دی، اور منورما تڑپ کر میری آغوش سے نکل گئی۔ اس کے طور ایک دم بدل گئے۔ اس کی آنکھیں گہری سفید ہو گئیں اور وہ دور کھڑی ہو کر مجھے گھورنے لگی۔

"کیا اس کہانی میں کوئی سقم رہ گیا منورما۔"

"اور یہ کہانی بقول تمہارے تمھیں کسی ستارے نے سنائی ہے؟"

"ہاں۔ لیکن ستاروں کے سامنے گہرے کان بہرے ہیں۔"

"میں نہیں مانتی۔"

"تم بتاؤ۔ تمھیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا؟"

"تو نے میری طاقت کے بارے میں پوچھا تھا اور پہلی ہی بات تیرے لیے اس قدر ہیجان خیز نکلی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کبھی نہیں مانوں گی الوپی مہاراج! تمھیں بتانا پڑے گا تم کون ہو؟"

"بے وقوف عورت، حماقت کی گفتگو مت کر۔ تو خود کو بے حقیقت کیوں نہیں محسوس کرتی۔ یوں کیوں نہیں سوچتی کہ میں نے تیری ذات کو کبھی اتنی اہمیت نہیں دی کہ اس سے قبل ستاروں سے تیرے بارے میں پوچھ ہی لیتا۔ تو میرے لیے بس ایک عورت ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہاں اگر ستاروں سے اپنے بارے

میں اور کچھ جاننا چاہتا ہے۔"

لیکن منورما خاموشی سے مجھے گھورتی رہی، اس کی آنکھوں کا رنگ اب ہلکا گلابی ہو گیا تھا اور پھر اس کے چہرے پر کسی قدر خوف کے آثار نظر آنے لگے۔ آہستہ آہستہ وہ پُرسکون ہو گئی۔

"انوکھا ہے تیرا علم۔" وہ آہستہ سے مسکرائی۔

"اوہ۔ اب تو کروٹ بدل رہی ہے۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بیکار بات ہے۔ تو میری بات کا مطلب خوب جانتی ہے۔" میں نے کہا۔

"دل میلا نہ کرو انوپی! میرا حیران ہونا لازمی تھا۔" منورما نے کہا۔

"صرف حیران ہونا کہو گی؟"

"میں نے تمھارا ستاروں کا علم مان لیا ہے۔"

"شکریہ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور خوب ہے بھگوان کی سوگند خوب ہے۔ میری یہ کہانی اب اتنی گہری دفن ہو گئی ہے کہ کوئی اسے نہیں جانتا۔ لیکن اب تم جاننے والے ہو گئے ہو۔"

"تیرے اوپر اس سے کیا فرق پڑے گا۔"

"کوئی نہیں مہاراج! تم جانتے ہو زبانیں میری مٹھی میں ہوتی ہیں۔"

"ہاں اچھی طرح۔" میں نے ہوئے جواب دیا۔

"پھر بھی مجھے چنتا نہیں ہے، میری کہانی جاننے والا کوئی غیر نہیں ہے۔"

"بیشک بیشک۔" میں نے گردن ہلائی۔ لیکن منورما کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بے اطمینان ہو گئی ہے، اسے اب سکون نہیں رہا ہے۔

"چلو مہاراج! یہاں سے چلیں۔" اس نے کہا۔ "اب میں تمھیں کبھی آسمان کی چھت کے نیچے نہ آنے دوں گی، یہ ستارے تو بہت بری بری باتیں کرتے ہیں۔"

"اوہ، تو تم مجھے اپنے طلسم خانے میں قید کر دو گی؟" میں نے پوچھا۔

"قید۔ جہاں میں تمھاری سیوا کے لیے موجود ہوں تم اسے قید خانہ سمجھتے ہو۔" اس نے محبوبانہ ادا کے ساتھ کہا۔

"سنو۔" کلاٹ نے مجھے آواز دی۔ "ادھر دیکھو۔" اور میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ "احمق عورت چال چل رہی ہے، اس نے اپنے دل پر پتھر رکھ لیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"اب وہ تمھاری موت کی خواہاں ہے۔"

"اوہ۔" میں ہنس پڑا۔ "اور کیا وہ کامیاب ہو جائے گی؟"

میرے اس سوال پر ستارہ ہنس پڑا۔ "یہ کیسے ممکن ہے؟"

"پھر؟"

"تم اسے اس کی کوشش سے باز تو نہ رکھ سکو گے۔"

"کیا کرے گی وہ؟"

"تمھیں تمھارے داؤ سے مارے گی۔"

"یعنی؟"

"تمھیں آگ میں جلا کر خاکستر کر دے گی۔"

"ہائے۔ وہ یہ کام کب کرے گی۔ میں بھی اپنی روح پر بوجھ محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے اپنا بدن ملتے ہوئے کہا۔

"بہت جلد۔ وہ اپنے رازدار کو زندہ نہ چھوڑے گی۔ اس کی زندگی کا ہر لمحہ اس کے لیے خطرناک اور ذہنی بے چینی کا باعث ہے۔" کلاٹ نے جواب دیا۔

"تب وہ خود اپنے لیے موت کا وقت قریب لائے گی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا دیکھ رہے ہو انوپی؟" منورما نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"اوہ کچھ نہیں منورما۔ ذرا اپنے دوست سے الوداعی کلمات کہہ رہا تھا۔ چلو چلیں۔ تم بلا وجہ الجھن میں پڑ گئیں۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور منورما چل پڑی۔ ہم واپس اپنی جگہ پہنچ گئے لیکن صاف محسوس ہو رہا تھا کہ منورما خوفزدہ ہو گئی ہے۔ ستاروں کی یہ دوستی اسے پسند نہیں آئی تھی۔ آسمان کے یہ بھیدی تو بہت سے ایسے راز کھول سکتے تھے جن کا پردہ منورما کے لیے ضروری تھا اور یہ بات اس نے صاف کہہ دی تھی کہ اب وہ مجھے کھلے آسمان کے نیچے نہیں آنے دے گی۔

بے وقوف عورت۔ اپنی مختصر سی زندگی تو میرے اوپر حاوی کرنا چاہتی ہے۔ ویسے اس کی محبت اختتام کو پہنچ گئی تھی میں اس کے لیے کوئی حیثیت تو رکھتا تھا لیکن اسے اپنا وقار مجھ سے زیادہ عزیز تھا میرے جیسے تو اسے مل جائیں گے لیکن ایک ایسے شخص کی زندگی اس کے لیے نقصان دہ ہے جو اس کے راز سے واقف ہو۔

منورما مجھ سے آرام کرنے کے لیے کہہ کر چلی گئی لیکن یہ بھی خلاف فطرت بات تھی۔ تنہا رات تو وہ کسی طور نہیں گذار سکتی تھی۔ خاص طور سے اس وقت سے جب سے میں اسے ملا تھا۔

میں آرام سے اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ منورما تم جہنم میں جاؤ۔ کہہ کر میں نے کروٹ بدل لی اور پھر آرام سے سو گیا۔

دوسری صبح منورما نے خود کو پُرسکون ظاہر کرنے کی کوشش کی لیکن میری تجربہ کار نگاہیں اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ میں جان رہا تھا کہ وہ کچھ بولنے کے لیے بے چین ہے۔

صبح کا بھوجن کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "انوپی!"

"ہوں!"

"تم خاموش کیوں ہو؟"

"تمھاری خاموشی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"کیا؟" اس نے بھنویں اٹھا کر پوچھا۔

"یہی کہ تم اتنی خاموش کیوں ہو؟"

"میں رات کی باتیں سوچ رہی تھی۔"

"کون سی باتیں؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں انجان بنتے ہوئے کہا۔

"ستاروں والی!"

"اوہ! ذرا مجھے بتاؤ تو منورما کہ ستاروں کی سنائی ہوئی کہانی غلط تھی؟"

"نہیں!"

"تب پھر اس میں تمھارا کیا قصور، حالات ہی ایسے تھے اور تمھیں تو اب اس کا خطرہ بھی کیا ہے۔ ظاہر ہے میں کسے تمھارے بارے میں بتانے جا رہا ہوں اور کسی کو بتانے سے تمھارا نقصان بھی کیا ہے۔ کوئی تمھارا بگاڑ بھی کیا سکتا ہے جسے چاہو چٹکیوں میں مسل دو۔ پھر میں جانتا ہوں تمھیں اپنے انوپی پر بھروسہ بھی تو ہے۔ ہے نا؟"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں۔" منورما نے مجھ سے نگاہیں ملائے بغیر کہا۔

"لیکن انوپی! کسی دوسرے کے کانوں تک یہ بات جانا میرے لیے اچھا بھی نہیں ہے۔"

"آخر کیوں؟"

"اوہ۔ میں یہ نہیں بتا سکتی۔" وہ جھلا کر بولی اور پھر سنبھل کر مسکرانے لگی۔ "لیکن مجھے پریشانی نہیں ہے کیونکہ تم بہرصورت قابل بھروسہ ہو۔"

"ہاں، ہاں منورما اور اب تو تم جانتی ہو کہ میں تم سے بے پناہ محبت کرنے لگا ہوں، جس بات میں تمھارا نقصان ہو، میں وہ کیوں کرنے لگا۔"

منورما کی ذہنی کیفیت عجیب سی تھی لیکن اس نے بڑی حد تک اسے سنبھالنے کی کوشش کی اور پھر خود کو لاپرواہ ظاہر کرنے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔ میں بھی دوبارہ اسے اس موضوع پر نہیں لایا تھا۔ اب اتنا بھی احمق نہیں تھا پروفیسر لیکن جلد باز عورت تھوڑی دیر بھی رک نہ سکی، کہنے لگی۔

"ستاروں سے تمھاری یہ دوستی بڑی انوکھی ہے۔"

"ہاں! لیکن وہ قابل اعتماد دوست ہیں۔ ہمیشہ سچ کہتے ہیں۔"

"کون مانے گا اس بات کو؟"

"تم نے مانا۔"

"ہاں! میں تو مان گئی اور اس بات پر حیران ہوں کہ تمھاری یہ شکتی میرے بہت سے منتروں پر بھاری ہے مگر انوپی مہاراج تم نے اگن والی جو بات کی ہے وہ کسی طور من سے نہیں نکلتی۔"

"اچھا!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں! تم خود ہی بتاؤ اگن تو سارے منتر بھسم کر دیتی ہے۔ اس کے بعد تو منش کے پاس نہ شریر ہی رہ جاتا ہے اور نہ ہی شکتی۔"

"ٹھیک ہے منورما لیکن میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں نے یہ شکتی منتروں سے نہیں حاصل کی۔ ستارے صدیوں سے زمین دیکھ رہے ہیں۔ ان کی نگاہوں میں زمین پر بسنے والے آتے ہیں اور پھر دھول میں مل جاتے ہیں گویا صدیوں کی کہانی ان کے سامنے لکھی جاتی ہے اور زمین پر تحریر حروف ان کی نگاہوں کے سامنے ہی معدوم ہو جاتے ہیں لیکن میں زمین کے اوپر صدیوں سے ان کا ساتھی ہوں۔ وہ مجھے پہچانتے ہیں اور مجھ سے انسیت رکھتے ہیں۔"

"تمھاری یہ بات بھی عجیب ہے۔ تم نے کئی بار کہی مگر میری سمجھ میں نہ آئی۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ تم امر ہو۔"

"ہاں! یہ بھی سمجھنے کی بات ہے؟"

"کیا تم نے امرت جل پیا ہے مہاراج؟"

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"یہ میں خود بھی نہیں بتا سکتا۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ۔ تم نے زمین کے سارے کونے دیکھے ہیں؟"

"یہ تو نہیں کہہ سکتا لیکن جب سے زمین وجود میں آئی ہے، تب سے میں اس پر بوجھ بنا ہوا ہوں۔"

"ہائے رام، تم تو صدیوں بوڑھے ہو۔" منورما ہنس پڑی۔

"یہی سمجھ لو۔"

"پر اتنے سندر، اتنے جوان، آخر کیسے؟"

"بس، اس بارے میں، میں کیا کہوں۔"

"اور وہ اگن والی بات؟"

"وہ بھی ستاروں سے مختلف نہیں ہے۔ تم جانتی ہو آگ، پانی، ہوائیں یہ بھی صدیوں سے امر ہیں اور آگ نے ہمیشہ دوست سمجھا ہے، پانی میرے بدن سے مانوس ہے، اسی طور ہوائیں۔ تو دوست تو دوستوں کو نقصان نہیں پہنچایا کرتے۔ یہ سب میرے صدیوں کے ساتھی ہیں۔"

"میں اب بھی نہیں مانوں گی۔"

"اس سے زیادہ میں کیا کہوں کہ تم ستاروں کی بات مان چکی ہو۔"

"وہ سب کچھ تو میرے سامنے ہوا۔"

"جس جس بات میں شبہ ہو اسے آزما لو۔"

"سچ؟" منورما نے کہا۔

"ہوں ہوں۔" میں نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ جلدی کہہ دے احمق عورت، جو دل میں ہے اسے کہنے کے لیے یوں گھماؤ پھراؤ کیوں کرتی ہے۔

"میں تمھیں آزماؤں گی مہاراج!"

"جتنی بار چاہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

یوں منورما بالآخر اپنے ارادے میں کامیاب ہو ہی گئی یعنی وہ جو کچھ کہنا چاہتی تھی میں نے اس کے لیے آسان بنا دیا اور پھر اسے پورا پورا موقع دیا کہ وہ جو کچھ کرنا چاہتی ہے، سکون سے کر لے۔ ہاں رات کو وہ میرے پاس ہوتی تھی اور پروفیسر بستر پر آنے کے بعد ہر عورت معصوم ہو جاتی ہے۔ نہ بھی ہو تو سمجھنا بھی چاہیے اور اس کا اظہار بھی کرنا چاہیے کیونکہ وہ بہرحال خربوزہ ہے۔

سو منورما کو ایک رات بھی یہ احساس نہ ہو سکا کہ میرے دل میں اس کی طرف سے کوئی بات ہے۔ ہاں آخری رات خود منورما ہی پریشان تھی۔ اس رات بستر پر بھی اس کے جذبات سرد رہے۔ اس کا ذہن سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ غالباً میرے نعم البدل کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ یا پھر ممکن ہے اس کے ذہن میں کوئی اور خیال ہو، یا پھر وہ میرا نقصان کرنے کو تیار نہ ہو کیونکہ بہرحال وہ مجھے پسند کرتی تھی لیکن فیصلہ جو کچھ ہوا اس کا اعلان اس نے اس رات کی

صبح ہی کر دیا۔
"اگن منڈل تیار ہو گیا ہے مہاراج۔ اب بھی سوچ لو جو کچھ تم نے کہا ہے وہ ٹھیک ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آگ تم سے ناراض بھی ہو جائے؟"
"اور مجھے جلا دے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں، ہاں۔ ستاروں کی بات اور ہے۔ آکاش پر جلتے چراغ نرم طبیعت کے مالک ہوتے ہیں مگر اگن دیوی کسے بخشتی ہے۔"
"دیکھیں گے یہ بھی، اس کی دوستی میں کوئی فرق آیا کہ نہیں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے ان جملوں کا ردِ عمل منورما کے چہرے پر دیکھا۔ یوں جانو ایک کھلی کتاب تھی جس کا ہر صفحہ صاف نظر آ رہا تھا۔ "احمق انسان! بے شک تیرے بعد مجھے تجھ جیسا جوان نہ ملے گا، ہاں ہاں تیرے بدن کی گرمی میرے وجود کو پگھلا دیتی ہے، ہاں تیرا لمس آکاش کی سیر کرا دیتا ہے لیکن اس سے بھی اہم اس دھرتی کی بات ہے۔ جیون ہی نہ رہا تو جیون کے دوسرے روگ کہاں رہیں گے۔ من تو بہل جائے گا، تو نہ سہی تجھ سے کچھ کم سہی لیکن تیری موت تجھے آواز دے رہی ہے تو میں تجھے کیسے روکوں گی۔ بگلے ستارے تیرے بیری بھی تو ہو سکتے تھے۔ انھوں نے تجھے یہ نہیں بتایا کہ رانی منورما کا کچا چٹھا کسی کو نہ جاننا چاہیے۔ جو اس کے بارے میں جان لے گا اسے زندہ رہنے کا کوئی ادھیکار نہیں۔"
سو میں نے دل میں کہا، "دیوی منورما! تم غلط سوچ رہی ہو۔ میں نے سچ ہی کہا کہ آگ میری دوست ہے اور یہ سچ تمھیں ستاروں کی آواز میں تلاش کر لینا چاہیے تھا، جو تم نہیں سن سکیں لیکن تم نے جن کی حقیقت تسلیم کی اور جو کچھ انھوں نے کہا میں نے بے کم و کاست تمھیں بتا دیا لیکن دیوی جی رہی نہ عورت کی عورت، ستارے کچھ اور بھی تو کہہ سکتے تھے۔ جب وہ تمھارا ماضی اندھے کنویں سے نکال سکتے ہیں تو کیا وہ تمھارے من کی بات مجھے نہیں بتا سکتے، ہاں کاش تمھارے منتر تمھارے ایسے دوست ہوتے جیسے کہ میرے دوست ستارے ہیں۔ سو تمھیں بھی آنے والے وقت کے بارے میں کچھ معلوم ہو جاتا۔ یوں تم دھوکا کھا گئیں نا دیوی منورما۔"
تو پروفیسر، لے چلیں منورما دیوی مجھے اس اگن منڈل کی جانب جو اس نے نہ جانے کتنی محنت سے تیار کرایا تھا۔۔۔ اور دیکھا میں نے وہ آتش کدہ کہ جس کے نمونے بارہا میری نگاہوں میں آ چکے تھے۔ کبھی مصر کے ایوانوں میں کبھی یونان کے معبدوں میں اور کبھی بابل و نینوا کے محلات میں۔ سو سب نے ایک ہی کوشش کی تھی کہ آگ اتنی تیز کر دیں، اتنی بلند کر دیں کہ شعلوں کا پیٹ اور ان کی بلندی وسیع سے وسیع تر ہو جائے۔ وہ چیخیں جو جلنے والوں کے حلق سے آزاد ہوں آگ کی تیز بھنبھناہٹ میں گم ہو جائیں، نہ دھواں اٹھے نہ جلتے ہوئے گوشت کی بدبو کہ ذہن کو پراگندہ بھی کرتی ہے اور سمع خراش بھی ہوتی ہے، یعنی جوں ہی مجھ جیسے مجسم کا انسان اگن میں داخل ہو آگ کی زبانیں اسے اس طرح لپک لیں جیسے کوئی پیاسا بڑا سا جانور پانی کے ایک قطرے کو۔ تو میں نے دیکھا وہ آتش کدہ جس میں میری روح کی بالیدگی سلگ رہی تھی اور نشہ سا طاری ہونے لگا میرے اعضا پر، کہ بے خبر تھی احمق منورما اور شاید خوش بھی کہ اس کا راز چند لمحات کے بعد شعلوں کی آغوش میں سو جائے گا۔ وہ زبان کوئلے میں بدل جائے گی جو اسے افشا کر سکتی ہے۔
شعلوں کی تپش دُور دُور تک پھیل رہی تھی لیکن وفا کی دیوی منورما اس آخری وقت میں اتنی دُور تک میرے ساتھ آئی جہاں تک اس کے علوم اس کے تن کی حفاظت کر سکتے تھے لیکن تپش سے اس کا برا حال تھا، اس نے گویا الوداعی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور جیسے تاسف کیا کہ اے احمق انسان دیکھ ستاروں کی دوستی تجھے کہاں لے آئی۔ شاید میرا دل تجھ سے کبھی نہ بھرتا اور شاید مستقبل میں ہر دے مان کا راجہ تو ہی بن جاتا، ہاں میری ایک مہربان جنبش یہ کام جس قدر آسانی سے کر سکتی ہے تجھے اس کا اندازہ بھی نہیں ہو گا لیکن افسوس، تو اس قدر جانتا ہے جس قدر کسی ذی روح کو نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ میں تجھے زندگی کس طرح دے سکتی ہوں۔ ناممکن۔ تیرے لیے زندگی کسی طور مناسب نہیں ہے۔ ہاں، تیرے لیے زندگی کسی طور مناسب نہیں ہے۔
ہاں، وہ احمق یہی سوچ رہی تھی کہ اب زندہ رہنا میرے لیے ناممکن ہے۔ اس نے میری جانب دیکھا اور مسکرا دی۔ میں بھی مسکرانے لگا تھا۔
"اوپی مہاراج!" وہ کسی قدر طنزیہ انداز میں بولی۔
"مہان منورما!" میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔
"اگن تمھاری متر، تمھاری صدیوں کی ساتھی۔ کیوں۔ یہی اگن ہے، یا تم کسی اور آگ کی بات کر رہے تھے؟ ارے کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم کسی اور آگ کی بات کر رہے تھے؟"
منورما کی بات پر میں ہنس دیا۔ "ایک بات اور منورما! کیا یہ بھی تیری جادو کی آگ ہے؟ کیا یہ آتش کدہ بھی تو نے اپنے منتر سے روشن کیا ہے؟"
"بالکل نہیں مہاراج! بلکہ اس کیلئے تین دن میں پورا جنگل بھسم ہو گیا ہے سینکڑوں آدمیوں نے یہاں درخت جلائے ہیں۔ اس میں میرا علم نہیں بلکہ اگن دیوی کی شکتی ہے۔ ہاں، اس میں اگن دیوی کی پوری پوری شکتی ہے۔"
"تب تو اس میں ہر چیز بھسم ہو سکتی ہے؟"
"ہاں مگر کیا یہ اگن تمھاری متر نہیں ہے؟ یہ تو تمھیں نہیں جلائے گی مہاراج؟"
"ہاں، اور تو نے شاید یہ بات جھوٹ سمجھی ہے۔ تیرا خیال ہے میں آگ دیکھ کر خوف زدہ ہو جاؤں گا لیکن ۔۔۔ میں آگ میں جا رہا ہوں۔ ہاں تجھے ایک وعدہ کرنا ہو گا۔"
"ہاں ہاں کہو مہاراج! کہو۔"
"تو یہیں میرا انتظار کرے گی۔ یہ سوچ کر واپس مت چلی جانا کہ میں جل کر کوئلہ ہو گیا ہوں۔"
"ارے نہیں مہاراج۔ تم جھوٹ کب بولتے ہو۔ تاروں نے تمھیں جو کچھ بتایا وہ جھوٹ تو نہیں تھا۔ میں نے مان لیا۔ اگر مجھے شبہ ہوتا کہ اگن تمھیں جلا دے گی تو میں تمھیں آگ میں نہ جانے دیتی۔ تو پدھارو مہاراج۔"

دیکھوں تو سہی یہ اگن تمھاری کیسی متر ہے؟ کیا تمھارا ساتھ دیتی ہے؟"

"تم یہیں رہو گی منورما؟"

"ہاں مہاراج! میں یہیں رہوں گی۔" نہ جانے کیوں منورما کی آواز میں گھمبیرتا آگئی اور اب آگ سے جدائی مجھے گوارہ نہیں تھی' چنانچہ میں نے آگ میں چھلانگ لگادی۔

منورما کی ہلکی سی چیخ میں نے سُنی تھی لیکن اس کے بعد میں ہر بوجھ سے دُور ہوگیا۔ ہاں پروفیسر! میں اپنے پسندیدہ غسل میں سرشار ہوگیا اور اس غسل کے دوران مجھے بہت کم یاد رہ جاتا تھا کہ میں کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں شعلے میرے بدن کو چوم رہے تھے۔ میرے مسامات زندگی سے سرشار ہو رہے تھے اور میرے حلق سے لذت انگیز مسکاریاں نکل رہی تھیں۔ دل ہی نہیں چاہ رہا تھا کہ آگ سے باہر نکلوں۔ لیکن نہ جانے کیسے منورما کا خیال آگیا اور میں چونک پڑا۔ ارے ہاں، میری محبوبہ میری منتظر ہوگی!

یقینی طور پر وہ مایوس ہو چکی ہوگی اس نے سوچا ہوگا' بالآخر آگ کی دوستی مجھے لے ڈوبی اور آگ میرا ساتھ نہ دے سکی۔ یقیناً وہ آگ اور ستاروں کے اختلاف پر غور کر رہی ہوگی۔

ذرا دیکھوں تو ــــ آگ کہاں جاتی ہے اور ــ اور پھر۔ اگر شعلوں میں میرا کوئی ساتھی بھی ہو تو..... تو..... میں واپسی کے لیے لپکا اور چند ساعت کے بعد بدن میں بے پناہ چمک لیے باہر آگیا۔

منورما اب تنہا نہیں تھی۔ اس کے ساتھ اس کی کئی داسیاں بھی تھیں لیکن اس کے چہرے پر الم کے سائے تھے اور وہ کسی قدر اُداس تھی۔

سب سے پہلے اس کی ایک داسی نے آگ کے قریب کسی سائے کو محسوس کیا اور وہ چیخ پڑی پھر دوسرے لمحے سب نے مجھے دیکھ لیا اور بے شمار چیخیں بلند ہوئیں۔

"نہیں۔ نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ۔ یہ کیسے ممکن ہے؟" منورما پاگلوں کے سے انداز میں بولی اور میری طرف دوڑ آئی۔ وہ میرے بدن کو قریب سے دیکھ رہی تھی۔ "ناممکن۔ بھگوان کی سوگند۔ ناممکن۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ تم۔ تم واقعی.....!"

"زندہ ہو۔" میں نے جملہ پورا کر دیا۔

"ہاں۔ تم۔ تم زندہ ہو؟"

"ارے، منورما میری رانی۔ کیا تمھیں میرے کہنے پر شک تھا؟"

"مگر۔ مگر آہ۔ تمھارا بدن تو اور چمکنے لگا ہے۔ اوہ۔ اوہ۔ انوپی۔ ہائے۔ تم تو کچھ سے کچھ ہو گئے۔"

"دیکھ لو منورما۔ دوست، دوست کو کیا دیتے ہیں۔"

"انوپی! تم مجھے اپنے بارے میں سچ نہ بتاؤ گے۔ بھگوان کے لیے بتا دو تم کون ہو؟ اور تم۔ تم جاؤ یہاں سے۔ تم سب بھاگ جاؤ۔" وہ داسیوں سے بولی اور داسیاں ایک ایک کر کے کھسک گئیں۔ منورما میرے بدن پر ہاتھ پھیر پھیر کر دیکھ رہی تھی۔

"تو دیکھا تم نے منورما! میں نے جھوٹ تو نہیں کہا تھا۔ گویا میری دوسری بات بھی سچ نکلی۔"

"ہاں انوپی! مگر۔ میں۔ میں کیسے مان لوں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا انوپی۔"

"میری بات مانو گی منورما؟" میں نے مکاری سے کہا۔

"کیا انوپی؟" منورما سچ مچ نڈھال ہو گئی تھی۔

"تم بھی میرے ساتھ اگن میں چل کر دیکھو۔ دیکھو تو میری متر تمھارا کیسا سواگت کرتی ہے۔"

"نہیں انوپی! اگن میری متر نہیں ہو سکتی۔ وہ۔ وہ مجھ سے میرا سب کچھ چھین لے گی۔"

"جیسی تمھاری اچھا منورما۔ یہ تم نے میری بات تو مان لی؟" میں نے اسے بازوؤں میں لے لیا اور منورما میرے بدن کی تپش سے اور متاثر ہو گئی۔ اس نے اپنا گال میرے سینے سے لگا لیا تھا۔ میں نے اس کے بدن کے گرد حلقہ تنگ کر لیا۔

"مگر یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے انوپی اور۔ اور تمھارا جیون ـــــ انوپی تمھارا جیون۔"

"تمھارے لیے نقصان دہ ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔" وہ بے خیالی میں بولی۔

"کیونکہ مجھے تمھاری پچھلی کہانی معلوم ہو چکی ہے؟"

"ہاں انوپی' اور میں نہیں چاہتی۔" اس نے کہا اور اچانک سنبھل گئی اس نے سہم کر میری شکل دیکھی لیکن آگ نے اس وقت مجھے جوان کر دیا تھا، میں زندگی سے بھرپور تھا اس وقت ہر قسم کی مکاری سے کام لے سکتا تھا، چنانچہ میری آنکھوں سے بے پناہ محبت پھوٹ رہی تھی جس نے منورما کو اطمینان دلا دیا۔

"ہاں منورما مجھے بتاؤ، ممکن ہے میں تمھاری تسلی کر سکوں۔"

"مگر تمھیں۔ تمھیں یہ سب کیسے معلوم ہوا؟" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"اوہ منورما! میری جان! ستارے میرے دوست بڑے ہی چغلخور ہیں۔ کوئی بات مجھ سے نہیں چھپاتے چاہے وہ ان کے من کی ہو یا کسی اور کے۔"

"تو انھوں نے تمھیں۔ تمھیں؟"

"ہاں۔" میں نے اس کی آنکھ کو چومتے ہوئے کہا۔ "انھوں نے مجھے وہ بتایا جو تمھارے من نے اس وقت سوچا تھا۔ میرے دوست کلاٹ نے کہا' انوپی جی' تمھاری منورما کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ تم اس کے جیون سے واقف ہو گئے اور اب تمھاری پریمیکا تمھارا جیون لینے کے بارے میں سوچ رہی ہے۔"

"اوہ۔ پھر؟"
"پھر کلاٹ نے کہا کہ منزلا سوچ رہی ہے کہ تمھارے جھوٹ سے ہی تمھارے جیون کا خاتمہ کیا جائے اور پھر اس نے کہا کہ وہ تمھارے لیے ضرور اگنی منڈل تیار کرائے گی، تو یہ سب کچھ میرے لیے بچانا نہیں تھا منزلا!"
"اوہ!" منزلا تھوک نگل رہی تھی۔
"لیکن میں نے سوچا کیا حرج ہے۔ منزلا کو یہ بھی کر لینے دیا جائے۔ حالانکہ میرے دوست ستارے اس سے پہلے بھی مجھ سے بہت کچھ کہہ چکے تھے۔"
"کیا؟" منزلا نے سرسراتی آواز میں کہا۔
"ان دنوں۔ ان دنوں منزلا، جب میں تمھارے طلسم کے جنگل میں بھٹک رہا تھا، ایک رات میں نے اپنے دوستوں سے ملاقات کی اور بڑا ہی شریر، بڑا ہی چالاک ہے یہ کلاٹ بھی، ترکیبیں تو اتنی عمدہ بتاتا ہے کہ بس۔ اس نے کہا منزلا کو شکست دینے کے لیے ضروری ہے کہ اس سے دوستی کر لی جائے۔"
"پھر؟ پھر انوپی؟"
"اور میں نے اس کی بات مان لی اور وہ پہلا دروازہ جو تم تک آنے کا ملا، میں اسی سے اندر داخل ہو گیا۔"
"تو۔ تو انوپی تم۔ تم مجھے شکست دینے آئے تھے؟"
"ہاں منزلا! اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی۔ کلاٹ نے مجھے بتایا تھا کہ آگ تمھارے منتروں کا توڑ ہے اور میں نے تمھیں تمھارے ہی داؤ سے ملانے کا فیصلہ کر لیا لیکن ——"
"لیکن کیا؟" منزلا کا سانس پھولنے لگا۔
"تم میرے من کو بھا گئی تھیں منزلا۔ تم بے حد سندر ہو۔ میں تمھاری سندرتا کے جال میں پھنس گیا۔"
"اوہ!" منزلا کے ہونٹوں پر سکون کی مسکراہٹ پھیل گئی۔
"بالآخر تم مجھے یہاں تک لے آئیں۔ تم تو مجھے مُردہ سمجھ چکی ہو گی منزلا؟"
"ہاں انوپی لیکن ——"
"میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا منزلا —— اور بالآخر —— وہ وقت آ گیا جب میں نے کلاٹ کی بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔"
"کون سی ترکیب؟" منزلا نے چونک کر پوچھا۔
"یہی کہ تمھیں تمھارے داؤ سے مار دیا جائے۔" اچانک میں نے منزلا کو بازوؤں میں اٹھا لیا۔ منزلا کے چہرے پر ایک بار پھر وحشت نمودار ہوئی لیکن دوسرے لمحے میں نے آگ میں چھلانگ لگا دی۔
منزلا کی چیخ ایسی ہی تھی جیسے بے شمار روحوں نے مل کر چیخیں ماری ہوں۔ اس نے میری گرفت سے نکلنے کی زبردست جدوجہد کی اور اگر وہ میری گرفت نہ ہوتی تو مجال تھی کسی کی جو اسے دبوچے رکھتا۔ اس کے بدن میں کسی طاقتور بھینسے کی سی قوت تھی۔ آگ سب کی دوست تو نہیں ہو سکتی تھی، اس نے منزلا کے بدن کو لپیٹ لیا اور دھماکے ہونے لگے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے آتش گیر مادہ پھٹ رہا ہو۔ آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور میں مسرت سے قہقہے لگا رہا تھا۔
منزلا کی آواز پھٹ کر بھیانک ہو گئی تھی۔ اب اس کے بدن میں کوئی سکت نہیں رہی تھی لیکن ایک بات میں نے محسوس کی تھی، اس کے بدن کا گوشت جلنے کی بو نہیں پھیل رہی تھی۔ اس کے خدوخال سیاہ ضرور ہو گئے تھے لیکن مسخ نہیں ہوئے تھے۔ پھر وہ بے جان ہو گئی اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔
پھر مجھے لگا جیسے باہر کی دنیا میں زلزلہ آ گیا ہو۔ تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ آگ بھی اس سے متاثر ہو رہی تھی۔ میری توجہ ہٹ گئی اور میں جلتی ہوئی زمین پر غور کرنے لگا۔ تبھی اچانک مجھے کچھ بھیانک چیخیں سنائی دیں۔ میں نے چونک کر دیکھا، منزلا کا سیاہ مجسمہ اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر اس کی آواز سنائی دی۔
"پاپی۔ ہتھیارے۔ تو نے۔ تو نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا۔ تو کامیاب ہو گیا۔ تو نے۔ تو نے چالاکی سے مجھے مار دیا لیکن میں۔ میں اتنی آسانی سے مرنے والی نہیں ہوں۔ میری آتما۔ میری آتما جنم جنم تیرا پیچھا کرے گی —— جہاں بھی جائے گا میں تیرے پیچھے ہوں گی۔ ہیں۔ میں تجھے ایسے ایسے چرکے دوں گی کہ تو —— تو جیون بھر یاد رکھے گا۔ کٹھور۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں تیرے جال میں پھنس گئی۔ میں تیرے پریم جال میں پھنس گئی ورنہ —— تو تو۔ سوچ تم میں بھی میرے اوپر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔" اور پھر سیاہ چڑیل آگ سے نکل کر بھاگ گئی۔
میں سر کھجاتا رہ گیا تھا۔ واہ بھئی واہ۔ یہ تو مر کر بھی زندہ ہے۔ خوب ہے یہ کالا جادو بھی۔ مُردے بھی اٹھ کر بھاگ جاتے ہیں۔
لیکن میرا بڑا نقصان ہو گیا تھا۔ وہ ہاتھ سے نکل گئی تھی اور میں اس کے اس انوکھے علم کے بارے میں کوئی خاص بات نہیں جان سکا تھا۔ بہرحال آگ سے اچھی طرح سیراب ہو گیا تھا اس لیے باہر نکل آیا لیکن واہ۔ باہر کی دنیا بھی خوب تھی۔ بس آتش کدہ تھا اور اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ دُور دُور تک کسی عمارت کا وجود نہیں تھا۔ ہر چیز نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ سب کچھ غائب ہو گیا تھا اور نہ جانے یہ کون سی جگہ تھی۔
میں نے ایک گہری سانس لی۔ بدن پر لباس بھی نہیں رہا تھا لیکن لباس کی پرواہ کسے رہی تھی۔ مجھے تو یہ قدرتی لباس ہی پسند تھا بس دنیا والوں کی خوشی تھی جس کے لیے لباس پہن لیتا تھا مگر اب رُخ کس طرف کا کیا جائے؟ کیا ہر بڑے مان کا وجود بھی مٹ گیا ہے؟
لیکن تھوڑی دُور چلنے کے بعد ہی اس خیال کی تردید ہو گئی۔ دُور سے بلند و بالا مندر نظر آ رہا تھا۔ مندر چونکہ بہت بلند تھا اس لیے دُور سے ہی نظر آ جاتا تھا۔ میں نے اسی طرف کا رُخ کیا لیکن بہرحال مندر تک جانے کے لیے آبادی سے گزرنا ہوتا تھا اور آبادی کا پہلا شخص ایک بوڑھا آدمی تھا۔ میں اچانک اس کے سامنے آیا تھا۔ بوڑھا مجھے دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ پھر اس نے "ہے رام، رام" کہہ کر دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔
"ارے ارے۔ تمھاری آنکھوں کو کیا ہو گیا بڑے میاں؟"
"ارے تم ننگے ہو مہاراج! کیا مغز پھر گیا ہے؟" بڑے میاں بولے۔
"ہاں!" میں نے اچھل کر بڑے میاں کو دبوچ لیا اور بڑے میاں

یخ پڑے۔

"ہائے رام۔ بچاؤ۔ بچاؤ" وہ چیخے لیکن میں نے انھیں دبوچ لیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد بڑے میاں کے بدن پر بھی کچھ نہ تھا۔

"ارے تیرا ستیاناس۔ ابے۔ ابے۔ ابے میری دھوتی۔" بڑے میاں میرے پیچھے دوڑے اور میں نے انھیں کئی چکر دیے۔ بالآخر وہ تھک ہار کر بیٹھ گئے اور میں وہاں سے چل پڑا۔ تھوڑی دُور جا کر میں نے دھوتی اپنے بدن سے لپیٹ لی اور بہرحال کچھ نہ کچھ ہو گیا۔

تب میں بلدیو امندر کی طرف چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد مندر میں داخل ہو گیا۔ اتفاق سے میری ملاقات نمبوری پرشاد سے ہی ہوئی تھی۔

نمبوری مجھے دیکھ کر اُچھل پڑا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور میرے سامنے جھک گیا۔ "مہاراج۔ پدھاریے مہاراج۔ ہمارے بھاگ آپ پھر سے ہمارے درمیان آئے۔ آیئے مہاراج۔ آیئے۔" اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ مندر میں مجھے وہی کمرہ دے دیا گیا جو پہلے میرے پاس تھا۔

میں نے نمبوری سے کہا کہ میں ابھی کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں اس لیے مندر میں میرے آنے کی شہرت نہ ہونے پائے اور نمبوری نے گردن جھکا دی۔ باہر نکلتے ہوئے اس نے دروازہ بند کر دیا تھا اور میں کمرے میں پڑی چارپائی پر لیٹ گیا۔ بہرحال ذہنی تھکن تو تھی ہی۔ منورما کے ساتھ جو وقت گذرا تھا بڑا ہی ہنگامہ خیز تھا۔ بالآخر میں نے اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ آگ سے نکل کر بھاگ گئی تھی اور نہ جانے کیا کیا کہہ گئی تھی۔ میرے لیے کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن بس میرا ذہن ان حالات میں اُلجھا ہوا تھا۔

درحقیقت یوں تو میں نے بڑے بڑے دلچسپ مرحلوں میں زندگی گذاری تھی لیکن جیسے انوکھے واقعات مجھے اس سرزمین پر پیش آئے تھے وہ اور کہیں نہیں۔ خاص طور سے ان لوگوں کا یہ علم، بڑا ہی دلچسپ علم تھا۔ ایک طرح سے ستاروں کے علم سے بھی دلچسپ، علم نجوم ایک خاص حیثیت رکھتا تھا، لیکن ہم اس سے صرف ماضی، حال اور مستقبل کی باتیں معلوم کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی لیکن یہ علم، اس کی تو حیثیت ہی انوکھی تھی لیکن سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ اس علم کے پیرو قاعدے کے لوگ نہیں تھے۔

صرف دو افراد ملے تھے۔ یعنی ایک گرنتھ آنندی اور دوسری منورما۔ دونوں جو کچھ تھے، تمھیں معلوم ہی ہے پروفیسر۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جو خلوص دل سے میرا دوست بن سکتا اور میں اس سے اپنے علم کا تبادلہ کر سکتا یا اس سے کچھ سیکھ سکتا۔

بہرحال یہاں تو یہ علم عام معلوم ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے یونان میں علم نجوم تھا۔ کوئی تو سلیقے کا انسان مل ہی جائے گا، تلاش جاری رکھنی چاہیے اور ایک طرح سے اب میرے لیے زیادہ آسانیاں تھیں۔ لچھی بے چاری قابل رحم تھی لیکن بہرحال میرے اوپر اس کی ذمہ داریاں تھیں۔ اب یہ ذمہ داریاں ختم ہو گئی تھیں اور میں نے کان پکڑے تھے کہ اب یہاں کی کسی عورت کو ساتھ نہیں لگاؤں گا۔ فی الحال یہ مندر مناسب جگہ تھی لیکن میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب خاموشی سے ہردے مان سے نکل جاؤں گا۔ نمبوری پرشاد بُرا انسان نہیں ہے۔ وہ مجھے یہاں روکنے کی کوشش کرے گا کیونکہ کافی عقیدت رکھتا ہے مجھ سے لیکن اس بے چارے کو دھوکا دینا پڑے گا۔

جی بھر کر آرام کیا۔ نمبوری نے دو پنڈت میری خدمت پر مامور کر دیے تھے۔ ویسے اس نے میرے حکم کی تعمیل بھی کی تھی اور ابھی تک کسی نے مجھے پریشان نہیں کیا تھا۔ اس دوران میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں گا اور پھر میں نے اسی پر عمل کیا۔

جونہی رات ہوئی اور سارے ہنگامے سرد پڑ گئے، میں نے اپنا کمرہ چھوڑ دیا اور خاموشی سے باہر نکل آیا۔ میں نے مندر کی عقبی سمت کا رُخ کیا تھا۔ لیکن یاتریوں کے خیمے چاروں طرف لگے ہوئے تھے۔ میں جہاں تک ممکن ہو سکا لوگوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا چلنے لگا لیکن بالآخر پکڑا گیا۔ عقب سے اُبھرنے والی ایک آواز نے میرے قدم روک دیے تھے۔

"مہاراج۔ انوکھے مہاراج!"

"لعنت ہے۔" میں نے دل میں سوچا اور کوئی میرے قریب آ گیا۔ لیکن اسے دیکھ کر میری جھنجھلاہٹ مسکراہٹ میں بدل گئی۔ "ارے، سریندر!" میں نے مسرت سے کہا۔

"تو یہ تم ہی ہو مہاراج؟" سریندر بھی خوش ہو کر بولا۔

"ہاں مگر تم کہاں سریندر؟"

"ابھی یہیں ہوں مہاراج!" سریندر نے کہا۔

"کمال کے انسان ہو۔ تمھیں تو جتنی جلدی ہوتا یہاں سے بھاگ نکلنے کی کوشش کرنا چاہیے تھی۔"

"ہاں مہاراج! چاہیے تو ایسا ہی تھا۔" سریندر مسکرانے لگا۔

"پھر؟"

"بس مہاراج، من نہیں چاہا۔"

"بلدیو کی عقیدت نے جوش مارا ہو گا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ جا کہاں رہے تھے مہاراج؟ اور ـــــ؟"

"میں یہاں سے بھاگ رہا تھا اور تمھیں بھی مشورہ دیتا ہوں کہ یہاں سے نکل چلو۔"

"اوہ! کوئی خاص بات ہو گئی ہے مہاراج؟" سریندر نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں۔ کوئی خاص بات تو نہیں ہے لیکن ـــــ"

"آپ میرے خیمے میں آئیں گے مہاراج۔ بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"ایک شرط پر۔"

"جی؟"

"میں راتوں رات یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔"

"میں بھی چلوں گا مہاراج! اگر آپ پسند کریں؟"

"ہاں۔ ہاں۔ کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے مسرور انداز میں کہا۔ بہرحال سریندر ایک اچھا ساتھی ثابت ہو سکتا تھا۔ وہ بُرا انسان نہ تھا۔

"تو پھر آیئے تو سہی۔" سریندر نے کہا۔ اس کا خیمہ وہاں سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ اس کے خیمے میں داخل ہو گیا۔

"خوب! تم نے تو یہاں باقاعدہ ڈیرہ ڈالا ہے۔"

"میں اُلجھا ہوا انسان ہوں مہاراج۔ میرے فیصلے کی شکتی ختم ہو گئی ہے۔"

"ارے! کیوں؟"

"بس نہ جانے کیوں۔ میں پریشان تھا۔ کسی بات میں من ہی نہیں لگ رہا۔"

"کہیں منورما سے پریم تو نہیں ہو گیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بھگوان کے لیے بھگوان کے لیے اس کا نام بھی نہ لیں۔ میرا شریر کانپنے لگتا ہے۔"

"اتنے خوفزدہ ہو گئے اس سے؟"

"اس سے بھی کہیں زیادہ۔" سریندر نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"بہرحال اب اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ کیوں مہاراج؟"

"لمبی کہانی ہے۔ بتا دوں گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ سریندر خاموشی سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "اس سمے آپ کے لیے جل پانی نہ پیش کر سکوں گا مہاراج۔"

"اوہ، سریندر، اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں تو بس ایک بات کہوں گا، یہاں سے نکل چلیں۔"

"صبح کا انتظار بھی نہیں کریں گے مہاراج؟"

"نہیں سریندر، میرے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"تو پھر مجھے کون سی سامان کی گٹھری باندھنی ہے مہاراج۔ چلیں، راستے میں ہی باتیں کریں گے۔" سریندر نے کہا اور میں تیار ہو گیا۔

"ہاں یہی ٹھیک ہے۔" اور پھر ہم دونوں خیموں کی بستی سے خاموشی سے دُور نکل آئے۔ ہرے مان کے آخری سرے پر پہنچ کر ہی ہم نے دم لیا اور پھر یہ جادو کا شہر پیچھے رہ گیا۔ کافی تیزی سے سفر ہو رہا تھا۔ رات کا دوسرا پہر بھی گذر چکا تھا۔ سریندر خاموشی سے میرے ساتھ چل رہا تھا اور اس طویل سفر میں ہم نے جو خاموشی اختیار کی تھی، وہ حیرت انگیز تھی۔ نہ جانے کیوں سریندر بھی چپ کچھ سوچ رہا تھا۔ بالآخر میں ہی اس طویل خاموشی سے اکتا گیا۔

"تم تو بالکل ہی خاموش ہو گئے سریندر؟"

"بس مہاراج! سوچ رہا تھا جب آپ مناسب سمجھیں گے تو بات کروں گا۔"

"میرا خیال ہے ہم ہرے مان سے کافی دُور نکل آئے؟"

"ہاں مہاراج! اگر یہ بھی منورما کا جادوئی جنگل نہ ہو؟"

"منورما اپنی حیثیت کھو چکی ہے سریندر!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں اس کے بارے میں جاننے کو بے چین ہوں مہاراج!"

"میں نے اس کا غرور توڑ دیا۔"

"وہ ہے کہاں انوپی مہاراج؟"

"نرک میں!"

"ہے بھگوان! نہ جانے آپ کی بات کا کیا مطلب ہے؟"

"جو کہہ رہا ہوں وہی مطلب ہے سریندر!"

"تو کیا وہ مر گئی مہاراج؟"

"یہ تو نہیں کہہ سکتا کیونکہ مرنے کے بعد بھی اس نے مجھے دھمکیاں دی تھیں۔"

"کک۔ کیا مطلب؟"

"میں نے کہا نا سریندر لمبی کہانی ہے۔ اپنے بارے میں، میں نے تمھیں تھوڑا بہت بتایا ہے اس میں اتنا سا اضافہ اور کر لو کہ میں جیوتش بھی جانتا ہوں اور اکثر تنہائی میں ستاروں سے باتیں کرتا ہوں۔ تو میرے دست ستاروں نے اس وقت مجھے مشورہ دیا جب میں منورما کے جادو کے جنگل میں بھٹک رہا تھا۔ انھوں نے کہا کہ عورت ہر دور میں ایک ہی ذہن کی مالک رہی ہے۔ بے شک وہ انوکھے انوکھے رُوپ دھار لیتی ہے لیکن جب اس کے بدن سے لباس اُترتا ہے تو وہ صرف عورت ہوتی ہے۔ تو یہ اشارہ تھا منورما کی طرف کہ اس کو قابو میں کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اندر کی عورت عریاں کر دی جائے اور میں نے یہی کیا۔ تمھارا دھرم تمھیں بہت سی باتوں کی اجازت نہیں دیتا لیکن میں تو بے دھرم انسان ہوں۔ حالات، وقت، موسم میرا دھرم ہیں۔ جو کچھ وہ چاہتے ہیں، جو کچھ وہ کہتے ہیں، وہی میں کرتا ہوں۔ سو میں نے ستاروں کی بات مانی اور منورما کو اپنے جال میں پھانس لیا۔ تمھیں آزادی مل گئی یہ سب سے بڑا مقصد تھا اور اس کے بعد میں نے منورما کو اسی کی آگ میں جلا دیا۔ اس دیوانی نے بالآخر من کے بھید کھول ہی دیے تھے۔ اس کے دماغ میں یہ نہ تھا کہ جس بات کو اس نے یونہی روا روی میں کہہ دیا ہے وہی اس کے لیے موت کا پھندا بن جائے گی۔"

"کون سی بات مہاراج؟" سریندر نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس نے کہا تھا کہ صرف اگنی دیوی اس کے سارے منتر بھسم کر سکتی ہے۔"

"ہاں مہاراج، یہ تو جادو کا سب سے بڑا اصول ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"جادو پاتال میں بھی پیچھا نہیں چھوڑتا لیکن اگر انسان آگ سے گزر جائے تو پھر اس کے اوپر کوئی جادو اثر نہیں کرتا۔ تو جس طرح وہ آدمی جادو کے زد سے بچ جاتا ہے جس پر جادو کیا گیا ہو اسی طرح جادوگر کے منتر بھی

اگن دیوی چھین لیتی ہے۔" سرینڈر نے بتایا۔
"تم یہ بات پہلے سے جانتے تھے؟"
"ہاں مہاراج۔ سب ہی جانتے ہیں۔ تم نہیں جانتے تھے؟"
"بے وقوف ہو پورے۔ میں بتا چکا ہوں کہ تمہارے دھرم کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم، نہ ہی میں ان جادو منتروں کے بارے میں جانتا ہوں۔ اگر جانتا ہوتا تو کب کا اس بے وقوف عورت کو چٹکیوں میں مسل دیتا۔" میری آواز میں ہلکی سی غراہٹ آگئی۔
"تب تو ہم سے بڑی غلطی ہوئی مہاراج۔" سرینڈر نے تاسف سے کہا۔
"بہرحال میں نے ستاروں کی بات پر عمل کیا! اس نے میرے لیے آگ کا الاؤ تیار کیا لیکن میں اسے بازوؤں میں بھینچ کر اپنے ساتھ ہی آگ میں لے گیا اور وہ جل کر کوئلہ ہوگئی لیکن سرینڈر اس وقت جب اس کوئلے میں جان نہ تھی وہ اچانک اٹھی اور پھر اس نے مجھے بڑی دھمکیاں دیں۔ اس نے کہا کہ اس کی آتما میرا پیچھا نہ چھوڑے گی۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟"
"رادھے کرشن، رادھے شیام!" سرینڈر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔
"کیا مطلب؟"
"وہ پاپن چڑیل بن گئی مہاراج!"
"چڑیل کیا ہوتی ہے؟"
"گندی آتما، جو بھٹکتی رہتی ہے۔ جادوگرنی نے جیون بھر پاپ کیے تھے، مرنے کے بعد اسے ایک نئی شکتی مل گئی اور اب وہ اپنی من مانی کرے گی۔"
"کیا بکواس ہے۔ تمہارے ہاں انسان مرنے کے بعد بھی سکون سے نہیں بیٹھتے؟" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
"وہ آتمائیں جو جیون میں اچھے کام کرتی ہیں، مرنے کے بعد شانت ہو جاتی ہیں مہاراج اور پھر وہ کوئی نیا جیون روپ دھار کر دھرتی پر آجاتی ہیں لیکن وہ آتمائیں جنھوں نے جیون میں برے کام کیے ہوتے ہیں، مرنے کے بعد ان کو سورگ میں جگہ نہیں ملتی اور انھیں پھر سے جیون نرکھ بھوگنا ہوتا ہے۔ وہ سنسار میں اپنی ان گندی خواہشوں کو لیے گھومتی رہتی ہیں، جو ان کے جیون میں پوری نہیں ہوتیں اور طرح طرح سے انھیں پورا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔"
"لیکن یہ تو عجیب بات ہے؟"
"ہاں مہاراج!"
"گویا تمہارے ہاں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ضروری ہوتی ہے؟"
"ہاں مہاراج! آواگون تو منش کے کرموں پر ہوتا ہے۔"
"گویا مرنے والا دوبارہ دنیا میں ضرور آتا ہے؟"
"آتا ہی رہتا ہے مہاراج!"
"واہ۔ تو پھر مرتا کیوں ہے؟" میں نے مسکرا کر کہا۔
"بھگوان کے بھید بھگوان ہی جانے۔ ہمیں تو بس اتنا ہی معلوم ہے۔"
"تو سرینڈر، منورما کی قوتیں اسے مرنے کے بعد پھر واپس مل جائیں گی؟"

"نہیں مہاراج۔ جو جادو جیون میں اس نے سیکھا تھا، وہ تو اس کے مرنے کے ساتھ اگن میں بھسم ہوگیا۔ آتما تو خود ایک شکتی رکھتی ہے، اب صرف اس کے پاس مرنے کے بعد جو شکتی ہوتی ہے وہی ہوگی۔"
"گویا جادو نہیں ہوگا؟"
"نہیں مہاراج! وہ تو ختم ہوگیا۔"
"اوہ۔ تب دیکھ لیں گے۔ مردوں سے جنگ کا بھی ایک تجربہ ہی سہی۔"
"بھگوان کرپا کریں مہاراج۔" سرینڈر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔
"اب تم بتاؤ، تم یہاں کیوں رک گئے؟" میں نے کہا۔
"بس مہاراج۔ اس نرکھنی نے جب میری جان چھوڑ دی تو میں نے خود کو ہرڑے تان کے ایک محلّے میں پایا۔ پہلے تو میرا من چاہا کہ میں چپ چاپ یہاں سے چلا جاؤں۔ سچ مہاراج مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اس ہتھیاری کے چنگل سے نکل گیا ہوں لیکن پھر مجھے تمہارا خیال آیا۔ میرا من رو رہا تھا کہ میں تمہیں اکیلا چھوڑ کر آگیا لیکن یہ سب کچھ میرے بس میں نہ تھا مہاراج، میں تو تمہارے لیے کچھ بھی نہ کرسکتا تھا۔ میں نے سوچا اب میں کہاں جاؤں۔ میرے سارے ٹھکانے میرے لیے بے کار تھے۔ میرا من سنسار سے اوبھ رہا تھا تب میں سکون حاصل کرنے کے لیے بلدیا مندر آگیا۔ یہاں مجھے بڑی شانتی ملی مہاراج، میں جانتا تھا کہ اب مجھے یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم نے میرا بوجھ اپنے کندھوں پر لے لیا ہے اس لیے میں نے سوچا تھا کہ کچھ روز یہاں گذار کر پھر کہیں اور یاترا کو چلا جاؤں گا۔"
"گویا تمہارا اپنے گھر جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے؟"
"گھر۔" سرینڈر ہنسا۔ "مہاراج، یہ پورا سنسار میرا گھر ہی تو ہے۔ جوگی جب اپنے ٹھکانے سے نکل آئے اور بھگوان کی تلاش میں چل پڑے تو تب اس کا کوئی گھر نہیں ہوتا۔"
"تمہیں اپنے لوگ یاد نہیں آتے؟"
"سنسار میں کوئی اپنا نہیں ہوتا مہاراج۔ رشتے ناطے منش کے من سے ہوتے ہیں اور منش کا من بھگوان کی امانت، بھگوان کی چیز اگر بھگوان کے لیے رہنے دی جائے تو یوں سمجھو کہ بھگوان سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا ہوتا ہے اور منش اگر یہ وعدہ پورا کردے تو اس سے بڑی بات کون سی ہوگی آتما کی شانتی کے لیے۔" سرینڈر نے گہری سانس لیکر کہا اور میں اس کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ بہرحال یہ اس کی سوچ تھی، مجھے کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ یہ باتیں میری دلچسپی کی بھی نہیں تھیں۔ چنانچہ میں خاموش ہوگیا۔ ہم لوگ بدستور سفر کررہے تھے۔ سرینڈر بھی عام حالات میں ایک جفاکش انسان تھا۔ اس نے ایک بار بھی تھکن کا اظہار نہیں کیا تھا، یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہوگئی۔
اور اس وقت تک ہم ہرڑے تان سے بہت دور نکل آئے تھے۔
دور دور تک کوئی بستی نہیں تھی لیکن ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ سادھو لوگ تھے جہاں ڈیرہ ڈال لیا وہیں آبادی ہوگئی۔ یہ آب و گیاہ چٹانیں تھیں جہاں کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا لیکن کھانا ضروری تو نہیں تھا۔ ہم

نے ایک سائے دار چٹان منتخب کر لی۔

"کیسی جگہ ہے مہاراج؟" سرہندر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"زمین ہر جگہ یکساں ہوتی ہے سرہندر" میں نے طویل سانس لیکر کہا اور ہم نے چٹان کے نیچے آرام سے ڈیرہ ڈال لیا۔

"سوؤ گے مہاراج؟"

"تمھیں نیند آرہی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں۔"

"میری وجہ سے تمھاری رات بھی خراب ہوئی ورنہ آرام سے اپنے خیمے میں سو رہے ہوتے۔"

"ایسی باتیں نہ کریں مہاراج" سرہندر نے دُکھ سے کہا۔

"کیوں؟"

"آپ کی وجہ سے میرا سر میرے کندھوں پر موجود ہے ورنہ میں تو دیوار سے لٹکا ہوا تھا اور میرا شریر ایک صندوق میں بند تھا جسے کوئی نہیں کھول سکتا تھا۔"

"اوہ!" میں ہنس پڑا، پھر میں نے کہا "لیکن سرہندر۔ یہ جادو ہے خوب چیز۔"

"بھگوان ناس کرے ان پاپیوں کا" سرہندر دانت نکوس کر بولا۔

"ارے، کیوں؟"

"بڑے ہی ظالم ہوتے ہیں یہ جادوگر۔"

"ایک بات بتاؤ سرہندر۔"

"جی مہاراج!"

"کوئی بھی علم ہو، وہ تو سینے کو سمندر بنا دیتا ہے۔ کشادہ اور وسیع یہ لوگ تو انسانوں کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اپنی شکتی سے کام لے کر انسان کی بھلائی کے لیے بے شمار کام کر سکتے ہیں، یہ جانور کیوں بن جاتے ہیں؟"

"انسان کا ذہن بہت کمزور ہے مہاراج۔ پاپی، ذرا سی شکتی مل جاتی ہے تو آپے میں کہاں رہتا ہے، سارے سنسار کو اپنے پیروں میں دیکھنا چاہتا ہے۔"

"میں نے دو جادوگر دیکھے ہیں، دونوں ایک جیسے تھے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جادو سیکھ کر آدمی درندہ ہی بن جائے؟"

"نہیں مہاراج! یہ بات نہیں۔ یہ چھچھورے لوگ ہوتے ہیں ورنہ بڑے بڑے شکتی مان ہوتے ہیں۔ ایسے ایسے جو آکاش کی خبر لے آئیں مگر وہ سنسار کے لوبھی نہیں ہوتے اور اپنے گیان کے ساتھ پہاڑوں کی گپھاؤں میں چھپے بھگوان کی تپسیا کرتے رہتے ہیں۔"

"اوہ! ہوتے ہیں ایسے لوگ؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کیوں نہیں ہوتے مہاراج۔ پر وہ کالے جادو کے ماہر نہیں ہوتے۔"

"اچھا۔ جادو کی قسمیں بھی ہوتی ہیں؟"

"ہاں مہاراج۔ کالا جادو بھوت پریت کے لیے ہوتا ہے۔ کالے جادو کے ماہر کے پاس بھی بڑی شکتی ہوتی ہے مگر وہ گندی شکتی ہوتی ہے جبکہ سادھو سنتوں کے پاس دیوی دیوتاؤں کی شکتی ہوتی ہے۔ کالے جادو کی اس شکتی کے سامنے کچھ نہیں چلتی۔" سرہندر نے بتایا۔

میں نے سرہندر کی بات بڑی دلچسپی سے سُنی تھی۔ میں بھی ایسے ہی جادو کی تلاش میں تھا۔

"سرہندر!" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"ہاں مہاراج!"

"مجھے جادو سیکھنے کا بڑا شوق ہے۔"

"اوہ!"

"کیا مجھے کوئی ایسا گیانی مل سکتا ہے جو مجھے کچھ سکھا دے؟"

"ناممکن نہیں ہے مہاراج! اگر آپ کی لگن سچی ہو تو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں بتا چکا ہوں ایسے لوگ سنسار کے لوبھی نہیں ہوتے۔ اگر وہ سنسار کے لوگوں کے سامنے بھی آتے ہیں تو ایسے روپ میں کہ انسان انھیں کوئی حیثیت ہی نہ دے۔ وہ لوگ انسانوں سے خود کو چھپاتے ہیں مہاراج۔"

"کیوں؟"

"بس وہ اپنی تپسیا کو سنسار باسیوں کے ساتھ رہ کر بھنگ نہیں کرنا چاہتے۔"

"اوہ۔ وہ تارک الدنیا ہوتے ہیں؟"

"ہاں مہاراج!"

"مگر ایسے لوگوں کو کہاں تلاش کیا جائے؟"

"پہاڑوں میں، یاتراؤں میں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں مہاراج۔ آپ بھی بہت کچھ ہیں۔ اگر کسی سنت کی نگاہ آپ پر پڑ گئی تو آپ کا کام ضرور ہو جائے گا۔"

"ہوں۔ تم میرا ساتھ دو گے سرہندر؟"

"جیون بھر مہاراج! میں تو آپ کا داس ہوں۔"

"تو سنو سرہندر! میں تمھارے اوپر کوئی پابندی نہیں لگا رہا۔ میری خواہش ہے کہ تم جب تک تمھارا دل چاہے میرے ساتھ رہو، جب تمھارا دل مجھ سے الگ ہونے کو چاہے تو مجھے بتا کر جہاں چاہو چلے جانا لیکن اس وقت تک جب تک تم میرے ساتھ ہو، مجھے ایسی ساری جگہوں پر لے چلو جہاں ایسے سادھو مل سکیں۔ باقی کام میرا ہے۔"

"بڑی خوشی سے مہاراج۔ خود میرا من بھی یہی چاہتا ہے۔ میں نے بھی اسی لیے گھر بار چھوڑا ہے مہاراج۔ بھگوان کی سوگند میں بڑی خوشی سے تیار ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ سرہندر۔ کیا تم یقین کرو گے میرے دوست کہ اس بات سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے ورنہ میں اُلجھا ہوا تھا۔"

"میں دل و جان سے تیار ہوں مہاراج!"

"بس ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور پھر ہم سونے کی کوشش کرنے
لگے۔ نیند کہاں نہیں آتی پروفیسر اور پھر وہ بھی ہم جیسے آوارہ گردوں کو جن
کا شام کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ سریندر بھی آوارہ وطن تھا اور میں۔ میں تو
ہوں، تمہیں معلوم ہے۔ بہرحال ہم سو گئے اور خوب سوئے۔ چٹان محبت
بری تھی، اس نے ہمیں سورج کی تپش سے بچائے رکھا۔ ٹھنڈی ہوائیں ہمیں
نے دیتی رہیں اور جب سورج ڈھلا تو ایک بے وقوف، بلکہ مہمان نواز گرگٹ
ہیں جگا دیا۔ وہ دوڑتے دوڑتے بھونک میں ہمارے سینوں پر چڑھ گیا تھا۔
نکھ کھلنے پر ہم نے اسے خود سے تھوڑی دور دیکھا تھا۔
"جاگ گئے سریندر؟"
"ہم سو رہے تھے مہاراج؟" سریندر نے حیرانی سے کہا۔
"کیوں، کیا جاگ رہے تھے؟"
"نہیں۔ مگر۔ ارے۔ دوپہر ڈھل گئی!"
"ہاں!" میں ایک انگڑائی لیکر اٹھ بیٹھا۔ سریندر بھی اٹھ کر بیٹھ گیا
ہم دونوں دور دور تک اداس ویرانے کو دیکھتے رہے۔ پھر سریندر
ا ہو گیا۔
"چلیں انوپی مہاراج!"
"چلو۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا اور دونوں چل پڑے۔ سریندر
یادہ ہی اداس اور نڈھال نظر آ رہا تھا اور میں اس کی وجہ جان گیا۔
ہوکا پیاسا بھی تھا۔ بہرحال اس احمق کے لیے میں کچھ بھی نہیں کرسکتا
وہ گوشت بھی نہیں کھاتا تھا ورنہ میں قدیم طرز پر پتھروں سے شکار
ی کوشش کرتا۔ خود اپنے لیے میں کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بہرحال
ضبط کرنے والوں میں سے تھا۔ اس نے برابر میرا ساتھ دیا۔
سورج اب بالکل چھپ گیا تھا۔ دور سے ایک پیاؤ نظر آئی اور
اچھل پڑا۔ "مہاراج!" اس نے خوشی سے کہا۔
"کیا بات ہے سریندر؟"
"وہ دیکھو۔ پیاؤ ہے۔"
"اوہ۔ ہاں۔ پانی ہے وہاں؟"
"ہاں مہاراج!" سریندر کی رفتار خود بخود تیز ہو گئی اور میں مسکرا
حال مجھے اس پر رحم آ رہا تھا۔ بے چارہ انسان ہی تو تھا۔ تقریباً
ہوئے ہم پیاؤ پر پہنچے۔ وہاں پتھر کے ایک بڑے برتن میں پانی
تھا۔ قرب و جوار میں کوئی کنواں نہیں تھا۔
سریندر نے پہلے پانی مجھے پیش کیا اور ان لوگوں کے مخصوص انداز
جان گیا تھا۔ چنانچہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں، میں نے پانی
ہم سریندر کو پلایا۔ سریندر تازہ دم ہو گیا تھا۔ "قریب ہی کوئی بستی ضرور
مہاراج!" اس نے خوشی میں ڈوبی آواز میں کہا۔
"کیسے اندازہ کیا؟" میں نے سریندر سے پوچھا۔
"یہاں کنواں نہیں ہے۔"
"پھر؟"
"پانی کہاں سے آیا مہاراج۔ ضرور کوئی پانی یہاں تک پہنچاتا ہے۔"
سریندر نے کہا اور میں نے اس سے پورا اتفاق کیا۔ یقیناً بستی کہیں قریب
ہی تھی۔
"اگر یہ بات ہے سریندر تو ٹھیک ہے۔ چلو ہمیں بستی تلاش کرنی
چاہیے۔" میں نے کہا اور سریندر نے گردن ہلا دی لیکن بھوک سے اس کی حالت
غیر ہونے لگی تھی۔ وہ دو چار قدم چلا اور پھر ڈگمگا گیا اور پھر اس کی ڈوبتی
آواز ابھری۔
"مم۔ مہاراج۔ میں۔ میں۔" یہ کہتے ہوئے وہ زمین پر گرنے لگا۔
اور میں نے اسے سنبھال لیا۔
"کیا بات ہے سریندر۔ کیا ہو گیا تمہیں؟"
"نہ جانے۔ نہ جانے کیا مہاراج۔ نہ۔ جانے۔" وہ بالکل ہی
بے سدھ ہو گیا اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ میں نے اس کا پورا وزن
سنبھال لیا اور پھر اسے زمین پر لٹا دیا۔ سریندر شاید بے ہوش ہو گیا تھا اور اس
کی یہ حالت میرے خیال میں بھوک سے ہوئی تھی۔ بہت سخت بھوکا تھا۔ طویل
راستہ طے کیا تھا اس نے اور پھر خالی پیٹ پر پانی اسے نقصان پہنچا گیا لیکن
اب اس کمزور انسان کی زندگی کے لیے فوری طور پر غذا کی ضرورت تھی۔ کسی
طرح دودھ یا کوئی اور چیز اس کے حلق سے اترنی چاہیے۔ نہ جانے بستی
کتنی دور ہے۔
میں نے اسے وہیں چھوڑا اور بستی کی تلاش میں چاروں طرف نگاہیں
دوڑائیں۔ اگر کسی سمت چل پڑوں اور وہ بستی کی سمت نہ ہو تو سریندر کی زندگی
کو زیادہ سے زیادہ خطرہ لاحق ہوگا اس لیے پہلے بستی کی صحیح سمت کا اندازہ ضروری تھا
اور تھوڑی دور پر اچانک مجھے کوئی چیز متحرک نظر آئی۔ میں نے غور
سے دیکھا۔ ایک لمبی سی گاڑی تھی، جس میں دو دیو قامت بیل جتے ہوئے تھے۔
اگلے حصے میں ایک مرد بیٹھا ہوا تھا۔ گاڑی کا رخ اسی طرف تھا۔ میں نے زور
سے ایک آواز نکالی اور اسے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرنے لگا۔
لیکن وہ تو آ ہی اسی طرف رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ہمارے قریب
پہنچ گیا۔ سیاہ رنگ کا ایک دیہاتی نوجوان تھا۔ قوی ہیکل، لمبے چوڑے بدن کا
مالک۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا۔
"کیا بات ہے مہاراج؟" اس نے کھرکھراتی آواز میں پوچھا۔
"بستی یہاں سے کتنی دور ہے؟ میرا ساتھی بیمار ہو گیا ہے۔" میں نے
اس سے پوچھا۔ وہ پریشان سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور جیسے کسی خیال
میں کھو گیا تھا لیکن پھر اسے میری بات کا خیال آ گیا اور وہ چونک پڑا۔
"بستی۔ بس یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔
"کیا تم بستی ہی جا رہے ہو؟"
"ہاں مہاراج!"
"تو اس بیمار آدمی کی مدد کرو۔ اپنی گاڑی میں اسے بستی لے چلو۔"

"ہاں ہاں۔ ضرور ضرور۔" دیہاتی گاڑی سے نیچے اُتر آیا۔ میں نے دیکھا اس کا قد بھی خوب تھا اور لباس سے اس کا کسا ہوا بدن صاف جھلک رہا تھا۔

"کیا تم بھی بیمار ہو مہاراج؟" اس نے پوچھا۔

"میں؟ نہیں، میں تو ٹھیک ہوں۔"

"ارے ہاں۔ تم تو ٹھیک ہو۔" اس نے جھک کر میرے ساتھ بے ہوش سرینڈر کو اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر ہم دونوں نے اسے گاڑی میں ڈالا۔ میں سرینڈر کے پاس ہی بیٹھ گیا اور اس نے بیلوں کو ہانکنا شروع کر دیا لیکن وہ بار بار پلٹ کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس دیہاتی کی یہ حرکت عجیب تو لگی لیکن بہر حال میں نے اس سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔

"کیا نام ہے تمہاری بستی کا؟"

"ٹھگ دڈیا۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ!" میں نے گردن ہلائی۔ یہ نام بھی میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ بہر حال مجھے احساس ہو گیا کہ دیہاتی کے انداز میں کوئی انوکھی بات ہے لیکن یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ وہ مجھے دیکھ کر حیران ہوا اور اس سے ایسی حرکتیں سرزد ہو رہی ہوں۔

"یہ بیمار کیسے ہو گیا مہاراج؟" تھوڑی دیر کے بعد اس نے پوچھا۔

"بس بھوکا تھا بے چارہ۔ ہم سادھو لوگ ہیں۔ سفر کر رہے تھے کھانے کو کچھ نہیں ملا اور پھر پانی نظر آیا اور اس نے پیٹ بھر کر پانی پی لیا۔ اب خالی پیٹ پانی نقصان نہ کرے تو کیا ہو۔"

"ہاں اور کیا۔ تم چالاک نکلے مہاراج!" وہ خواہ مخواہ ہنس پڑا۔

"کیوں؟"

"تم نے پانی نہ پیا ہو گا؟"

"نہیں پیا تو تھا لیکن....!" میں خاموش ہو گیا۔ دیہاتی نوجوان نے بھی اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد وہ خاموشی سے بیل ہانکتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک بستی نظر آ ہی گئی لیکن یہ سفری بستی تھی ـــــ پہاڑوں کے درمیان لاتعداد خیمے لگے ہوئے تھے۔ رسیوں کے احاطے کر کے گھوڑے باندھنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔ مویشی بھی تھے۔ ویسے یہ لوگ کافی عرصے سے یہاں آباد معلوم ہوتے تھے لیکن ان علاقوں میں یہ طرزِ رہائش کم ہی نظر آیا تھا۔ میں نے تو پہلی بستی ایسی دیکھی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد بیل گاڑی بستی میں پہنچ گئی اور دس بارہ جوان گاڑی کے گرد جمع ہو گئے۔

لیکن ان میں ایک بھی شریف آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ سب کے چہرے عجیب تھے۔ "کیا لائے ہو رتنا مہاراج؟" ایک جوان نے گاڑی میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"دو عدد سادھو ہیں!"

"دھت تیرے کی۔ ابے ان کا کیا ہو گا۔" وہ بولا۔

"ٹھاکر جانے!"

"ٹھاکر تو خوب جانے گا بیٹا۔ تو ہمیشہ ایسے ہی کام کرتا ہے۔ ابے ان کے بدن پر تو پورے کپڑے بھی نہیں ہوتے۔ ان کے پاس سے کیا ملے گا؟"

"گیان دھیان۔" دوسرے نے جواب دیا اور سب ہنس پڑے۔

میں غور سے ان لوگوں کی باتیں سن رہا تھا اور کسی حد تک سمجھ بھی رہا تھا۔ پھر وہ سب مجھے دیکھنے لگے اور پھر ان میں سے ایک نے حیرت سے کہا۔

"ابے، یہ تو ہوش میں ہے۔"

"ہاں۔ حالانکہ اس نے بھی پانی پیا تھا۔" رتنا حیرت سے بولا۔

"اوہ۔ ٹھاکر آ رہا ہے۔" کسی نے کہا اور وہ سب چونک کر سیدھے ہو گئے۔ ٹھاکر بھی خوب تھا۔ مضحکہ خیز حد تک بڑی مونچھوں کا مالک ایک لمبا چوڑا آدمی۔ اس کی مونچھیں گردن تک لٹک رہی تھیں۔ وہ بڑی شان سے سینہ تانے آ رہا تھا اور پھر وہ بیل گاڑی کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا لائے ہو رتنا جی؟" اس نے بڑے خوشگوار انداز میں پوچھا۔

"مم۔ مہاراج۔ ٹھاکر مہاراج! پیاؤ کے پاس یہ دونوں ہی تھے۔"

"اوہ!" ٹھاکر نے مجھے غور سے دیکھا، میرے قریب آیا اور پھر اس نے میرے بدن پر انگلی پھیری "سونے کے معلوم ہوتے ہو مہاراج، مگر تم ہو کون؟"

"سادھو ہیں!"

"سادھو؟" ٹھاکر چونک پڑا اور پھر اس نے گاڑی میں جھانکا۔ پھر اسی طرف دیکھتے ہوئے دہاڑا "رتنا!" اور رتنا کا چہرہ دھواں ہو گیا "یہ کیا ہے ــــ؟"

"یہی ملے تھے مہاراج!" رتنا سہمی ہوئی آواز میں بولا اور ٹھاکر ہنس پڑا۔ دوسرے لوگوں کی جان میں جان آئی تھی لیکن ٹھاکر نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا اور پھر رتنا کی طرف دیکھ کر بولا۔

"یہی ملے تھے۔ تو نے بڑا ہی اچھا کیا رتنا۔ سادھو سنتوں کے پاس کچھ نہیں ہوتا لیکن ان کی سیوا کرنے سے سورگ ضرور مل جاتی ہے۔ کیوں؟"

"ہاں مہاراج!" رتنا نے دانت نکال دیے۔

"تب تو تجھے انعام ملنا چاہیے اس بات پر۔ ہیں؟" ٹھاکر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور رتنا نے فخریہ انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو، دیکھا گدھو۔ ہونہہ۔ خواہ مخواہ میرا مذاق اُڑا رہے تھے، لیکن دوسرے لمحے ٹھاکر نے پاؤں سے جوتا اتار لیا اور اپنے قریب کھڑے ہوئے لوگوں کو اشارہ کیا۔ تب دوسرے لوگ ہنس پڑے اور انھوں نے رتنا کو پکڑ کر ٹھاکر کے سامنے پیش کر دیا۔

"جب بھی تیری باری آئی تو نے ایسی ہی حرکت کی۔ ایک دفعہ اس مرتی ہوئی بڑھیا کو اٹھا لایا اور ہمیں اس کا کریا کرم کرنا پڑا۔ ایک دفعہ ان کنگلے دیہاتیوں کو، جن کی جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی اور اب ان نکموں کو لے آیا ہے۔ ابے کیوں؟" ٹھاکر نے رتنا کے سر پر جوتے برساتے ہوئے کہا۔

میں خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور کسی حد تک ان لوگوں کو سمجھ بھی رہا تھا۔ جب رتنا پر کافی جوتے پڑ گئے تو اسے چھوڑ دیا گیا اور پھر ٹھاکر

میری طرف متوجہ ہوا۔

"تم ہوش میں کیوں ہو مہاراج؟"

عجیب سوال تھا میں نے اس کا تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن دل ہی دل میں میں نے کچھ سوچ لیا تھا۔ "میں اس بارے میں کیا کہوں ٹھاکر مہاراج، لیکن تم پہلے میری ایک بات سن لو۔"

"ہاں، ہاں سنت جی، کہیں۔ ضرور کہیں۔"

"میرا ساتھی بھوک سے نڈھال ہے۔ وہ اسی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے۔ پہلے آپ اس کے لیے دودھ اور کھانے پینے کی کچھ چیزوں کا انتظام کر دیں۔"

"ہاں ہاں۔ ضرور، ضرور۔ ہم تو پہلے ہی جانتے تھے۔ ابے رتنا! اب لا اسے دودھ۔ لا ملائی۔ سیوا کر سادھو مہاراج کی۔ چل جلدی کر۔ خود تمہارے کیا حال ہیں سادھو مہاراج؟" اس نے آخری الفاظ مجھ سے کہے۔

"میں ٹھیک ہوں۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"کچھ زیادہ ہی ٹھیک نظر آ رہے ہو مہاراج! آؤ، بیٹھ کر باتیں کریں گے۔" ٹھاکر نے کہا اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"میرے ساتھی کی مدد کی جائے گی یا نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ارے، ہاں ہاں۔ ابے سُنا نہیں تم نے۔ پانی پی لیا ہو گا سسرے نے کا ست پلاؤ، ہوش میں آ جائے گا اور پھر اسے دودھ پلاؤ اور ہاں، مہاراج کے لیے میرے ڈیرے میں کھانے پینے کی چیزیں بھجوا دو۔ آؤ مہاراج چنتا نہ کرو۔ اب ہم بھی بھگوان کے داسوں کی سیوا کر ہی دیتے ہیں۔ آ جاؤ۔" اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

ٹھاکر کا خیمہ کافی کشادہ تھا۔ اندر قیمتی سامان بھی نظر آ رہا تھا۔ اس نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔

"تو تم نے پانی نہیں پیا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"تم بار بار پانی کی بات کیوں کرتے ہو؟"

"ارے وہی تو اصل بات ہے مہاراج!" ٹھاکر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بڑے ہی بھولے ہو بھولے ناتھ۔ اچھا یہ بتاؤ ہمارے بارے میں کیا اندازہ لگایا تم نے؟"

"تمھاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔"

"ہے۔ یہی تو بات ہے بھولے ناتھ جی۔ ہم ڈاکو ہیں ڈاکو۔ لوٹ مار کرتے ہیں اور عیش کرتے ہیں۔ آج یہاں کل وہاں اور جہاں ہم وہی ہمارا نگر۔ کیا سمجھے؟"

"خانہ بدوش ہو تم؟"

"بالکل۔ بالکل!"

"اور لوٹ مار کر کے جیون بتاتے ہو؟"

"دیکھو مہاراج۔ اپدیش دینے نہ بیٹھ جانا۔ ہاں، ہم تمھاری نصیحت نہیں سنیں گے، صرف کام کی بات کرو۔ تمھیں سنسار تیاگ کر کیا ملا۔ دیکھو جنگلوں میں بھوک کے پیاسے مارے مارے پھرتے ہو۔ ہاہا۔ ہاہا۔"

"میں تمھیں کوئی نصیحت نہیں کروں گا۔"

"ہوئی نا بات۔" وہ ہنس پڑا۔

"تم ان کے سردار کی حیثیت رکھتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں اور کون ہے میّا کا لال ہے کوئی میرے جوڑ کا یہاں؟" ٹھاکر نے کہا۔

"میں نے ابھی سب کو دیکھا ہی کہاں ہے اور پھر جب تم سردار ہو تو یقیناً ان لوگوں نے تمھیں بلا وجہ سردار نہ بنا لیا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"ہا۔ ہوئی نہ بات۔" وہ پھر مخصوص انداز میں بولا۔ ہنسنے لگا۔

"پانی کی بات بار بار کیوں کر رہے تھے؟"

"پیتے تو پتہ چلتا مہاراج! سردار ٹھاکر ہوں، معمولی آدمی نہیں ہوں ایسی ایسی باتیں سوچتا ہوں کہ بس۔ مانتے ہیں سسرے سب کے سب۔ ارے یہ پیاؤ یہاں کون بناتا۔ میں نے بنائی ہے۔ مسافر آتے ہیں اور تم جانو پانی دیکھ کر اسے بھی پیاس لگ جاتی ہے جو پیاسا نہ ہو اور پھر پانی پیتے ہی اُلٹا ہو جاتے ہیں سسرے۔ تب ہمارے ساتھی ان کے کپڑے تک اُتار لاتے ہیں۔ عقل کی بات ہے مہاراج! پر لگے نہ پھٹکری، پر رنگ چوکھا آتا ہے پورے کا پورا۔ لڑائی نہ جھگڑا۔ مگر تم نے پانی کیوں نہیں پیا؟"

"پیاس نہیں لگی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"تبھی سیدھے کھڑے ہو۔ ورنہ اپنے ساتھی کے برابر لیٹے ہوتے"۔ ٹھاکر ہنسنے لگا۔

"تو میرا ساتھی پانی پی کر بے ہوش ہوا ہے؟"

"ہاں.... کستورے کے بیج ہوتے ہیں، بس بے ہوش کر دیتے ہیں، نقصان نہیں پہنچاتے"۔

"افسوس۔ ہمارے پاس سے تمھیں کچھ نہیں ملا"۔

"جوتے بھی تو پڑے سسرے رتنا کے کتنی بار کہا کہ صرف کام کے آدمیوں پہ ہاتھ ڈالا کر۔ مگر ایک بھی کام کا آدمی جو لایا ہو"۔ اس نے کہا اور پھر چونک کر بولا۔ "مگر تمھارا ہو گا کیا مہاراج؟"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"اب تم یہاں سے کسی بستی میں جاؤ گے اور دوسروں کو ہمارے بارے میں بتاؤ گے"۔ ٹھاکر نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

"ایسے نہیں ٹھاکر۔ ہم جنگلوں کے باسی، اوّل تو بستی میں جائیں گے نہیں، چلے بھی گئے تو ہمیں کیا پڑی کہ ہم کسی کو تمھارے بارے میں بتاتے پھریں"۔

"بس بس۔ اگو نہ بتاؤ۔ اتنا ہماری پیٹ نہیں ہو گا تمھارا، مگر میں تمھارا کروں کیا؟ اگر مار ڈالوں تب بھی برا ہے"۔

"تم اطمینان رکھو ٹھاکر! ہم وچن دیتے ہیں کسی کو تمھارے بارے میں نہیں بتائیں گے"۔

"میں نہیں مانتا تمھارے وچن کو۔ نہیں بھائی! ابھی ہمیں یہاں سے کچھ نہیں ملا۔ تمھیں چھوڑ کر پھنسنا تھوڑی ہے؟"

"پھر کیا ارادہ رکھتے ہو ٹھاکر؟" میں نے پوچھا۔ اس وقت اس کا ساتھی دونا خشک پھل اور دوسری چیزیں لے آیا۔ اس نے یہ ساری چیزیں میرے سامنے رکھ دیں۔

"کھاؤ مہاراج! کھاؤ پیو۔ میں تمھارے بارے میں سوچ رہا ہوں"۔ اس نے کہا، اور میں مسکرا کر ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پھر میں نے اس سے پوچھا جو یہ چیزیں سب لایا تھا۔

"میرا ساتھی ہوش میں آ گیا؟"

"ہاں مہاراج! ہم نے اسے اطمینان دلایا ہے"۔

"ٹھیک ہے، تم جاؤ"۔ ٹھاکر بولا۔ اور وہ چلا گیا۔ ٹھاکر ابھی تک سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔ "نہیں مہاراج! تمھیں جیتا چھوڑنا خود موت کے منہ میں جانا ہے۔ بس میں نے فیصلہ کر لیا"۔

"تم اپنی طاقت کے بل پر ان لوگوں کے سردار بنے ہو ٹھاکر؟" میں نے پھل کھاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں؟"

"مجھے دوست بنا لو، ورنہ کیا فائدہ ان میں تمھاری ساکھ بگڑ جائے۔ اگر میں ان کے سامنے تمھاری پٹائی کروں تو یہ کیا سوچیں گے"۔ میں نے اطمینان سے کہا، اور ٹھاکر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ خونی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

خونی نگاہوں سے مجھے گھورتا رہا اور پھر اس نے گردن ہلائی "یہ تو پتہ چل جائے گا بیٹے۔ کھا لو۔ میں بھوکا مارنے کا عادی نہیں ہوں"۔

"میرے ساتھی کو بھی قتل کر دو گے؟" میں نے پھل کھاتے ہوئے پوچھا۔

"تم دونوں کو کتے کی موت مار دوں گا۔ تمھیں معلوم نہیں میں ٹھاکر ہوں، اونچی ذات کا۔ تم نے ابھی کہا تھا کہ تم مجھے مارو گے؟"

"ہاں ٹھاکر! میں تمھاری ہڈیاں پسلیاں توڑ دوں گا"۔ میں نے اسی اطمینان سے کہا اور دودھ کا برتن منہ سے لگا کر اسے چڑھا گیا۔ میں نے ٹھاکر کے سرخ چہرے کی طرف بھی دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ ٹھاکر میرے الفاظ اور میرے اطمینان پر پیچ و تاب کھاتا رہا اور پھر بمشکل تمام بولا۔

"اونچی ذات کا ہوں مہاراج' اس لیے کھاتے میں وار نہیں کروں گا۔ جلدی کھا لو تاکہ میں تمھاری گردن کاٹ کر چیل کوؤں کے سامنے ڈال دوں۔ ٹھاکر نے آج تک کسی کو اتنی مہلت نہیں دی"۔

"میرے ساتھی کو بھی کھانے کے لیے دیا گیا؟"

"ہاں ہاں۔ مل گیا ہے اسے۔ ہم اتنے کمینے بھی نہیں ہیں۔ جلدی کرو ورنہ ــ ورنہ ــ" ٹھاکر کسی خونخوار بھیڑیے کی مانند غرا رہا تھا۔ میں نے پھل رکھ دیے اور کھڑا ہو گیا۔

"تمھیں بہت جلدی ہے ٹھاکر؟"

"ہاں۔ اپنی موت تم نے ہی قریب بلائی ہے"۔

"کیا تم اپنے آدمیوں کے ہاتھوں سے مجھے قتل کراؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"اب نہیں۔ اب میں خود تجھے جان سے مار دوں گا۔ یہ کام اب میرا ہو گیا ہے"۔

"اور اگر تم مجھے نہ مار سکے ٹھاکر؟"

"تو پھر تیری ہر بات مانوں گا۔ ہمارے یہاں بڑا وہ ہے جو طاقت میں بھی بڑا ہو، عقل میں بھی بڑا ہو۔ میں تجھے مار ڈالوں گا ورنہ پھر تیرا غلام رہوں گا"۔ ٹھاکر غصے سے کانپ رہا تھا۔

"تب پھر آ جاؤ"۔ میں نے کہا۔

"تو پیٹ بھر کر کھا لے"۔ ٹھاکر بناوٹ سے بولا۔

"بعد میں کھاؤں گا ٹھاکر۔ تجھے زیر کرنے میں کتنی دیر لگے گی"۔ میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"تب باہر چلو سوما ــ تاکہ میرے آدمی بھی دیکھ سکیں"۔

"تیری مرضی ٹھاکر!" میں نے کہا اور ہم باہر نکل آئے۔ تب ٹھاکر نے چیخ چیخ کر اپنے آدمیوں کو پکارا اور ذرا سی دیر میں سب اس کے گرد جمع ہو گئے۔

"سنو بھائیو۔ ٹھاکر تمھارا سردار کیوں ہے؟" ٹھاکر نے پوچھا۔

"تو تم میں سب سے بڑا ہے ٹھاکر! سب سے جیالا ہے۔ سب سے طاقتور ہے"۔

"اور اگر کوئی مجھے تمھارے سامنے پچھاڑ دے؟"

"تب پھر تو نے جو رامائن اور بھگوت گیتا کی سوگند کھا کر وچن دیا ہے اس کی رو سے تجھے سرداری چھوڑنی پڑے گی"۔ لوگوں نے جواب دیا۔

"تب پھر مترو، سنو تو، سادھو مہاراج کا کہنا ہے کہ وہ مجھے ہلاک کر دیں گے، وہ مجھے جنگ کر کے نیچا دکھائیں گے۔ تو میرے بھائیو! اگر مہاراج اپنی بات پوری کر دیں تو سنو! انھیں اپنا سردار مان لینا۔ یہ میرا کہنا ہے۔"

"سادھو مہاراج تجھے جان سے مار دیں گے ٹھاکر!" ان میں سے کئی ہنس پڑے۔

"ان کا یہی کہنا ہے۔ ممکن ہے ان کے پاس ایسا کوئی گیان موجود ہو۔ آزمانے میں کیا حرج ہے بھائیو۔ مہاراج کا گیان بھی دیکھ لیتے ہیں۔ آؤ مہاراج۔" اس نے کہا اور دونوں ہاتھ سیدھے کر کے کھڑا ہو گیا۔

"کشتی لڑو گے ٹھاکر؟" میں نے پوچھا۔

"یہی ٹھیک ہے مہاراج ——— ورنہ جب میرے ہاتھ میں تلوار آجاتی ہے تو پھر میں سارے وچن بھول جاتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں تمھارے من میں کوئی آرزو نہ رہے۔"

"میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ تلوار لے لے، یا پھر جیسے تیری مرضی۔ اگر تو محسوس کرے کہ مجھے ہاتھوں سے مارنا ممکن نہیں ہے تو بیشک تلوار لے لینا۔"

"آؤ۔ آؤ مہاراج۔ ابھی تو تیل دیکھو، تیل کی دھار دیکھو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی دل ہی دل میں مسکرا پڑا۔

'تو میرے لیے نیا انسان نہیں ہے۔ روئے زمین پر سب تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ یکساں ہوتے ہیں، سب ایک ہی انداز میں سوچتے ہیں، سب اپنی طاقت، اپنی عقل زیادہ محسوس کرتے ہیں۔ سو ٹھاکر تو جو کچھ بھی ہے، ابھی اپنے منہ سے کہے گا، مجھے کہنے کی کیا ضرورت ہے، سو میں ڈھیلا بدن چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور ٹھاکر مجھے للکارنے لگا۔

"آؤ مہاراج! کیا ہوا ۔۔ اپنے گیان کو آواز دو۔ ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آجاؤ، موت تو آنی ہی ہے ایک دن۔ آج کیا، کل کیا۔"

"تو ہی آجا ٹھاکر۔ ستون اپنی جگہ سے نہیں ہلتے۔ میں تو ستون ہوں۔ ہلا سکتا ہے تو ہلا دیکھ۔" میں نے سکون سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! آپ ستون ہیں مہاراج!" ٹھاکر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تو بھائیو اس کا مطلب ہے میں ہنومان ہوں۔ یقین نہیں آتا تو دیکھو میں ابھی اس پہاڑ کو اٹھا کر لنکا میں پھینک آتا ہوں۔" ٹھاکر آگے بڑھا۔ پہلے وہ محتاط تھا کہ شاید اس کے قریب پہنچنے پر میں کوئی داؤ لگا دوں لیکن میں نے دونوں ہاتھ اور نیچے کر لیے تھے اور ٹھاکر نے جھک کر پھرتی سے میری کمر پکڑ لی اور پھر اس نے جے بجرنگ بلی کا نعرہ لگا کر زور لگایا اور لگاتا رہا۔ اگر وہ اس ستون میں ہلکی سی لہر بھی پیدا کر دیتا تو پھر خود کو ستون کہنا حماقت تھی۔

ٹھاکر سرخ ہو گیا اور پھر سفید پڑ گیا۔ اس کی گرفت ڈھیلی ہو گئی اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ چاروں طرف دیکھا، پھر زمین پر بیٹھ کر میرا ایک پاؤں اوپر اٹھایا، پھر دوسرا اٹھا کر دیکھا اور پھر آہستہ سے بڑبڑایا۔

"اور بنیاد بھی زمین کے اندر نہیں ہے۔" مجھے اس کی بات پر ہنسی آگئی۔ "ایک دفعہ اور کوشش کر لوں مہاراج!" اس نے کہا۔

"سو دفعہ ٹھاکر!" میں نے ہنس کر کہا۔

"نہیں۔ بس ایک دفعہ اور۔" ٹھاکر نے کہا اور اس بار وہ میری ٹانگوں میں گھس گیا تھا لیکن نتیجہ وہی ہوا جو پہلے تھا۔ مجھے اپنی جگہ سے ہلانا آسان کام نہیں تھا۔ وہ زمین پر ہی بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک ہانپتا رہا، پھر اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے بولا۔ "بھائیو! میں ہنومان نہیں ہوں تم میں سے کوئی ہے تو کوشش کر لے۔"

"ایک نہیں ٹھاکر۔ ان میں سے دس بارہ سے کہو۔ ممکن ہے وہ کامیاب ہو جائیں۔"

"دس بارہ سے مہاراج؟"

"ہاں، ہاں، میری طرف سے اجازت ہے۔" میں نے کہا۔

"آؤ۔ آؤ۔ ابے آؤ۔ دیکھو تو سہی۔ گیان کے روپ دیکھو۔" ٹھاکر نے بچوں کے سے انداز میں کہا اور پروفیسر، میرا کچھ کہنا بے کار ہے سوائے اس کے کہ وہ بھی ناکام رہے۔ انھوں نے ہر ممکن کوشش کی لیکن ستون کبھی نہیں ہلتے۔ ہلتے ہیں تو گر جاتے ہیں۔ سب ہٹ گئے۔ تب ٹھاکر نے میرے پاؤں چھوئے اور بولا۔

"کچھ بھی کہو مہاراج، میں اسے منش کی شکتی ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ ہاں اس سے پہلے میں نے گیان نہیں دیکھا تھا۔ ہم اسے گیان کی شکتی کہہ سکتے ہیں۔ بس تم نے مجھے گیان کا قائل کر دیا اور ——— مہاراج! آج سے میں سادھوؤں کی عزت کروں گا، کبھی ان کے منہ نہیں آؤں گا۔"

"اب کیا ارادہ ہے ٹھاکر؟"

"میں وچن ہار گیا ہوں مہاراج! کوئی بھی شکتی ہو تم نے مجھے شکست تو دے دی ہے۔ اب تم مالک ہو۔ ٹھاکر نیچ ذات نہیں ہے کہ وچن سے پھر جائے۔"

"اب اس گروہ کا سردار کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تم ہو مہاراج! بھگوان کی سوگند تم ہو۔"

"تم لوگوں کا کیا خیال ہے دوستو؟" میں نے دوسرے لوگوں سے پوچھا۔

"تم مہان ہو مہاراج! تم ہمارے سردار ہو۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔ "اگر تم یہ بات مان گئے تو ٹھیک ہے مگر دوستو، سردار تو ٹھاکر ہی رہے گا۔ ہم سادھو لوگ ہیں۔ ہم یہ کام نہیں سنبھال سکتے۔ اب تم ہمارے جانے کا بندوبست کرو۔"

"کہاں جاؤ گے مہاراج۔ بھگوان کی سوگند ہم تمھاری سیوا کریں گے، ہم تمھیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔ بس تم یہیں رہو۔"

"نہیں ٹھاکر! سادھوؤں کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔ ہم تو گیان کے رستے پر چلتے رہتے ہیں، گیان کی تلاش میں۔ تم ہمارے لیے گھوڑے مہیا کر دو اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں۔ بس یہی تمھاری مہربانی ہو گی۔"

"جو آگیا مہاراج!" ٹھاکر تیار ہو گیا۔ سرہندر کو بھی میرے پاس پہنچا دیا گیا اور اس کے بعد دو عمدہ قسم کے گھوڑے جن پر سامان کے تھیلے لٹک رہے تھے۔ ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے چل پڑے۔ سرہندر کو چپ لگ

گئی تھی۔ اس دوران اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

جب ہم وہاں سے کافی دُور نکل آئے تو سرہندر نے گہری سانس لی۔

"اس کا گھوڑا میرے گھوڑے کے بالکل برابر چل رہا تھا۔" تقدیر ہی تھی مہاراج جو ہم نکل آئے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس! میری تو سمجھ میں ہی نہیں آرہا، یہ سب کیا ہوگیا، کیسے ہوگیا۔ ارے یہ سب کے سب ڈاکو تھے۔" سرہندر نے انکشاف کیا اور میں نے مشکل ہنسی روکی۔

"واقعی؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"بھگوان کی سوگند مہاراج! بڑے ہی کٹھور ہوتے ہیں پاپی منش کے جیون کی تو ان کی نگاہ میں کوئی قدر ہی نہیں ہوتی۔ نہ جانے انھوں نے ہمیں کیوں چھوڑ دیا۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ ڈاکو ہیں؟"

"میں نے بات کی تھی مہاراج۔ بڑے ہی چالاک ہیں پاپی۔ پیاؤ کے پانی میں بے ہوشی کی دوا ملا رکھی ہے۔ ہے رام! لوٹنے کے کیسے گر نکالے ہیں انھوں نے۔ پر نہ جانے کیا ہوا، انھوں نے تو ہمیں گھوڑے بھی دے دیے اور ان تھیلوں میں نہ جانے کیا ہے۔ پرنت ابھی نہ دیکھو مہاراج۔ ان سے جتنی دُور نکل جائیں اچھا ہے۔"

"چلو پھر گھوڑوں کی رفتار تیز کردو۔" میں نے کہا اور سرہندر نے مجھ سے اتفاق کیا۔ گھوڑے تیز رفتاری سے چل پڑے۔ مجھے سرہندر کی سادگی پر ہنسی آرہی تھی۔ اس بے چارے کو کچھ نہیں معلوم تھا۔ گھوڑے سارا دن سفر کرتے رہے۔ پھر شام ہوگئی اور ہم نے ایک جگہ قیام کا فیصلہ کرلیا۔ سرسبز جگہ تھی۔

"کیا خیال ہے سرہندر، یہ جگہ بہت اچھی ہے۔"

"ہاں مہاراج! ٹھیک ہے۔"

"تم کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو سرہندر؟"

"ہاں مہاراج!"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"ہم گیل بھول گئے ہیں مہاراج اور جنگلوں میں بڑھتے جارہے ہیں۔ نہ جانے ہم کدھر جارہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم جنگلوں ہی میں مارے مارے پھرتے رہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے سرہندر؟"

"ارے تو کیا سارا جیون جنگلوں میں ہی بتا دیں گے؟" سرہندر نے پریشانی سے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"میں انسان کے بارے میں سوچ رہا ہوں سرہندر! مٹی کا رُخ مٹی کی طرف ہی ہوتا ہے۔ تم نے دنیا چھوڑ دی ہے۔ تم خود کو تیاگی سمجھتے ہو، اپنے بھگوان سے لَو لگانا چاہتے ہو، جیسا کہ تمھارا خیال ہے، جو کہ تمھاری سوچ ہے، وہ تو یہ بات نہیں کہتی کہ تم انسانوں میں رہو، بلکہ انسانوں کی بستی میں تو الجھنیں زیادہ ہوتی ہیں۔ انسانوں سے دُور رہ کر بھگوان سے لَو لگانے میں زیادہ لطف آتا ہے لیکن تم انسان ہو اور انسانوں سے دُور بھاگنے کی کوشش کے باوجود ان کا قرب چاہتے ہو۔ بہرحال یہ غیر فطری بات نہیں ہے۔"

سرہندر سوچ میں ڈوب گیا۔ کافی دیر تک خاموش رہا۔ اس دوران وہ اپنے کاموں میں مشغول رہا۔ گھوڑوں کو اس نے ایک درخت سے باندھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر میرے پاس آگیا۔

"تم میرے لیے سنسار کے سب سے حیرت انگیز منش ہو مہاراج!"

"خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تمھارے بارے میں ہی سوچ رہا ہوں مہاراج۔ جو کچھ تم کرچکے ہو، وہ معمولی کام نہیں ہے۔ نہ جانے تم نے اتنی بڑی جادوگری کے منتروں کو کس طرح توڑ دیا۔ میں نے تو یہ دیکھا ہے مہاراج کہ جہاں تم ہوتے ہو، وہاں پر کوئی کچھ نہیں رہتا اور پھر تمھاری باتیں۔ تمھاری باتوں سے کیسا گیان جھلکتا ہے۔ بھگوان کی سوگند، تمھاری تو باتیں بھی من میں دیپ جلاتی اُتر جاتی ہیں۔"

"تمھیں کیسے اندازہ ہوا سرہندر کہ ہم آبادیوں سے دُور نکل آئے ہیں؟"

"کوئی بستی نہیں ملی مہاراج، حالانکہ بستیاں اتنی دُور دُور نہیں ہیں۔ جتنا راستہ ہم طے کرچکے ہیں اس میں تو بہت سی بستیاں ملنی چاہیے تھیں۔"

"اوہ! یہ بات ہے۔"

"ہاں مہاراج!" سرہندر نے کہا۔

"ٹھیک ہے سرہندر۔ ہم تو یاتری ہیں اور ضروری نہیں ہے کہ انسانوں کی تیار کی ہوئی مندروں کی عمارتوں کو ہی تلاش کریں اور ان میں بھگوان کو ڈھونڈیں۔ یہ جنگل، دریا، پہاڑ بھی تو تمھارے کہنے کے مطابق بھگوان ہی نے بنائے ہیں۔ ان میں سے ہر چیز کی یاترا بھگوان کی یاترا ہے۔"

"رادھے شیام۔ رادھے شیام!" سرہندر عقیدت سے بولا۔

"انھیں دیکھو اور بھگوان کو یاد کرو۔"

"سچ کہا مہاراج۔ سچ کہا۔"

"اطمینان ہوگیا؟"

"ہاں اور یقین بھی!"

"یقین کیسا؟"

"یہی کہ تمھارے اندر کوئی مہان گیانی چھپا ہوا ہے۔ تم ظاہر کرو مہاراج یا نہ ظاہر کرو اور یہ سچ بھی ہے، گیانی خود کو چھپا کر رکھتے ہیں، سو تم بھی خود کو چھپائے ہوئے ہو۔ پرنت اب سرہندر کو تمھارے بارے میں معلوم ہوچکا ہے۔ اب یہ تمھاری سیوا کرکے گیان حاصل کرے گا۔"

"سیوا تو تم اب بھی کررہے ہو سرہندر!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں مہاراج! اب تو سرہندر تمھارا داس ہے۔" سرہندر نے کہا اور میں خاموش ہوگیا۔ اب میں اس بے چارے کا دل نہیں توڑنا چاہتا تھا۔ کچے ذہن کا مالک تھا، یا پھر اس کی ذہنی پہنچ ہی یہاں تک تھی اس لیے اسے بھی زندہ رہنے کے لیے سہارے کی [illegible]ت تھی۔ رہا میرا سوال، تو آبادیوں کی تلاش تو مجھے بھی تھی لیکن ضروری نہیں تھا کہ آبادیاں فوراً ہی مل جائیں۔ اس پورے علاقے کو دیکھنا بھی

موجی سے خالی نہیں تھا اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ مجھے یہاں کسی ایسے عالم کی تلاش تھی جو مجھے وہ پُراسرار علوم سکھا دے جسے جادو کہا جاتا ہے۔

سریندر نے تھیلے کھولے۔ ان میں بے شمار چیزیں تھیں! اس نے عمدہ کھانا تیار کی اور ہم دونوں نے پیٹ بھر لیا۔ گھوڑوں کے لیے بھی سریندر نے چارہ اٹھا کر لیا۔ پانی بھی مل گیا، چنانچہ گھوڑوں کو کھلا پلا کر درخت سے باندھ دیا گیا اور ہم بھی آرام کرنے لیٹ گئے۔

دوسری صبح بے حد خوشگوار تھی۔ چڑیوں کی حسین چہچہاہٹ نے جگا دیا۔ سریندر بھی اٹھ گیا۔ صبح کا یہ حسین منظر ہم دونوں کو بے حد پسند آیا اور سریندر بھگوان کے گُن گانے لگا۔ وہ ایک بھجن گا رہا تھا اور اس کے معصوم بول چڑیوں کی آواز سے ہم آہنگ ہو کر بہت پیارے لگ رہے تھے۔ پھر وہ خاموش ہو گیا۔

”بھوجن تیار کروں مہاراج؟“

”تمہاری مرضی۔“ میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

”ایسی پوتر صبح میں نے کبھی نہیں دیکھی مہاراج!“ اس نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

”کبھی جنگل میں رات نہیں گذاری؟“

”گذاری ہے مہاراج! پرنت ایسا سواد کبھی نہیں آیا!“

”محسوس نہ کیا ہوگا؟“

”یہ بات نہیں ہے مہاراج!“

”پھر؟“

”گیانیوں کا ساتھ بھی بڑی بات ہوتی ہے۔“

”اوہ! اچھا یہ بات ہے۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔ میں اب اس کی ان باتوں کی تردید مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ اگر وہ دھوکے میں ہے تو مجھے کیا۔ میں اس کا دل کیوں توڑوں۔

روشنی اور پھیل گئی اور سریندر ناشتہ تیار کرنے میں مصروف ہو گیا۔ پھر ہم دونوں نے ناشتہ کیا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑے۔ یہ پورا دن بھی سفر میں گذر گیا اور مجھے سریندر کا خیال ہی درست محسوس ہونے لگا۔ ہم جنگلوں کے طویل سلسلے میں نکل گئے تھے۔

لیکن علاقہ بہت حسین تھا۔ ہر جگہ سبزہ، پانی دستیاب تھا۔ جنگلی پھلوں کی بہتات تھی۔ میں نے اتنا خوبصورت علاقہ پہلے نہیں دیکھا تھا۔ بہت سے علاقے دیکھے تھے، وہ بھی کافی خوبصورت تھے لیکن ہندوستان کے یہ علاقے بہت نفیس تھے اور میں دلچسپی سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

پھر تیسرے دن کا سفر بھی حسب معمول تھا۔ دن بھر کے سفر کے بعد جب ہم نے گھوڑے روکے تو شام کا جھٹپٹا ہو رہا تھا۔ قیام کے لیے ایک جگہ کا انتخاب کیا گیا لیکن گھوڑوں سے اترے ہی تھے کہ کہیں دور سے ایک آواز سنائی دی۔ جنگل کے سناٹے میں یہ آواز صاف سنائی دی تھی۔

سریندر چونک پڑا۔ وہ غور سے آواز سننے لگا اور پھر اس کے چہرے پر خوشی کی لہریں نظر آئیں! اس نے میری طرف دیکھا۔

”سُن رہے ہو مہاراج؟“

”کیسی آواز ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”سنکھ بج رہے ہیں۔ ضرور ہم کسی آبادی کے قریب ہیں مہاراج!“

”اوہ!“ میں نے گہری سانس لی۔ درحقیقت یہ آواز کافی آشنا تھی لیکن اس وقت سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ سریندر کے کہنے سے مجھے یاد آ گیا کہ یہ مندروں میں بجایا جاتا ہے! اس کا مطلب تھا کہ قریب ہی کوئی مندر موجود ہے اور اس کے ساتھ ہی میں نے سریندر کی آنکھوں میں خوشی کی چمک بھی دیکھی تھی۔

”اب کیا خیال ہے مہاراج؟ آواز زیادہ دور سے نہیں آ رہی۔“ سریندر بولا۔

”آؤ۔“ میں نے اس سے کہا اور ہم نے گھوڑوں کو آگے بڑھا دیا۔ سنکھ کی آواز ہماری راہبر تھی۔ سنکھ کی آواز ہواؤں کے دوش پر دور تک چلی آئی تھی۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمیں روشنی نظر آئی۔ چراغ کسی اونچی جگہ پر جل رہا تھا۔۔۔ بہرحال تھوڑی دیر گئے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے۔

کچی مٹی کی ایک اونچی لاٹ کھڑی ہوئی تھی جس کے اوپری حصے میں چراغ روشن تھا۔ چاروں طرف سرمئی مٹی کا احاطہ تھا اور اس کا دروازہ لکڑی سے بنایا گیا تھا۔ میں اور سریندر کھلے دروازے کے پاس پہنچے، پھر اندر داخل ہو گئے۔ اندر سفید دھوتیوں میں ملبوس گھٹے سروالے لوگ موجود تھے۔ جگہ جگہ کچی مٹی کے بنے ہوئے عجیب الخلقت بُت ایستادہ تھے اور پجاری ان کے سامنے دو زانو تھے۔

لیکن تاریکی اتنی گہری نہیں تھی کہ ہم ان کی شکلیں نہ دیکھ سکتے۔ ان کے چہرے ہندوستان کے دوسرے باشندوں سے کسی قدر مختلف تھے۔ چپٹی چپٹی ناکیں اور کسی حد تک چھوٹی آنکھیں۔ چہرے زیادہ سفید نہیں تھے بلکہ ان پر کسی حد تک زردی کھنڈی ہوئی تھی۔

ابھی تک ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی تھی۔ سنکھ اب بھی بج رہا تھا، گھنٹوں کی آوازیں بھی ابھر رہی تھیں۔ پھر کافی دیر کے بعد پوجا ختم ہوئی اور چند لوگ مٹھائی اور پھلوں کے تھال لیے لوگوں کے درمیان گھومنے لگے۔ شاید ابھی تک انھوں نے ہماری شکلیں نہیں دیکھی تھیں اور ہمیں اپنوں میں ہی سمجھ رہے تھے لیکن تھالوں کی مٹھائی بانٹتے ہوئے وہ ہمارے پاس پہنچے تو ہماری شکلیں دیکھ کر چونک پڑے۔

ان میں سے ایک نے ہم سے کچھ کہا لیکن ابتدا میں اس کے الفاظ نہ میں سمجھ سکا اور نہ سریندر۔ سریندر میری شکل دیکھنے لگا۔

”کیا کہہ رہے ہیں یہ سریندر؟“

”میں نہیں سمجھ سکا مہاراج!“

”یہ علاقہ دوسرا معلوم ہوتا ہے؟“

”ہیں تو یہ ہندو دھرم سے ہی مہاراج! مگر ان کی تو صورتیں بھی ہم سے الگ ہیں اور ان کی بھاشا ہماری سمجھ میں تو نہیں آ رہی۔“

اس دوران وہ لوگ ہم سے بہت سے سوالات کر چکے تھے اور ہماری طرف سے جواب نہ پا کر آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے اپنی انسانی قوت کو آواز دی اور ان پر غور کرنے لگا۔ صدیوں کی بخشی ہوئی قوت استعمال

کرنے سے مجھے ان کی گفتگو سمجھنے میں آسانی ہوگئی اور میں ان کی گفتگو پر غور کرنے لگا۔

وہ کہہ رہے تھے "صورت سے گیانی معلوم ہوتے ہیں۔"

"پھر یہ ہماری باتیں کیوں نہیں سمجھ رہے ہے؟"

"یہ اُتر کے باشندے معلوم ہوتے ہیں۔ وہاں دوسری زبان بولی جاتی ہے۔ صورتیں بھی ہم سے الگ ہیں۔"

"پر اب کیا کیا جائے؟"

"ارے کیا کیا جائے' ان کے ٹھہرنے کا بندوبست کرو۔ مہمان تو بھگوان کا اوتار ہوتا ہے۔ ہم ان کی سیوا کریں گے۔"

"ٹھیک ہے مگر ہم ان سے باتیں کیسے کریں؟"

"میں کوشش کرتا ہوں۔" ان میں سے ایک نے کہا اور پھر وہ میرے سامنے آگیا۔ اس نے اشاروں میں نیازمندی کا اظہار کیا اور [illegible] اور اپنے ساتھیوں کی خوشی کے بارے میں بتانے لگا۔ درمیان میں وہ الفاظ کا سہارا بھی لے رہا تھا لیکن غیر اختیاری طور پر میں البتہ اس کے الفاظ بخوبی سمجھ رہا تھا۔

جب وہ اپنا مافی الضمیر بتا چکا تو میں نے سکون سے کہا "تمھارا شکریہ دوستو! تمھاری بستی کا نام کیا ہے؟"

"سوالا!" اس نے جھونک میں کہا اور پھر چونک پڑا۔

"ارے! تم ہماری زبان بول سکتے ہو؟"

"ہاں! میں بول سکتا' میرا ساتھی نہیں۔"

"پھر اب تک کیوں نہیں بولے تھے؟"

"بس تمھاری سن رہا تھا۔"

"تم کہاں سے آئے ہو مہاراج؟"

"کسی ایک جگہ کا نام نہیں لے سکتے۔ ہم تو پہاڑوں اور جنگلوں میں بھٹکنے والے سادھو ہیں۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہم تمھارے آنے سے بہت خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم کچھ روز ہمارے ساتھ رہو۔"

"ایک بار پھر تمھارا شکریہ۔ ہمیں تمھارے ساتھ رہنا منظور ہے۔" میں نے کہا۔ دوسرے سارے لوگوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا تھا۔

اور پھر ان لوگوں نے ہماری خاطر مدارات میں کمی نہ اٹھا رکھی ۔۔۔ وہ کچے مکانات بنا کر رہنے کے عادی تھے۔ سادہ سادہ سے مکانات تھے ۔۔۔ ایسے ہی ایک مکان میں ہم نے قیام کیا' جہاں ہمارے لیے ساری سہولتیں مہیا کردی گئی تھیں۔ بہت دن کے بعد ایک آرام دہ رات گذاری۔ سرمیند کو اس بات پر بھی شدید حیرت ہوئی تھی کہ میں ان کی زبان جانتا ہوں لیکن بہرحال اب وہ میرے بہت بڑے گیانی ہونے پر یقین کرچکا تھا اس لیے اس نے خود کو مطمئن کرلیا تھا۔

دوسری صبح آنکھوں میں روشنی آگئی۔ ہمارے لیے دودھ پھل اور ایک خاص قسم کا پکا ہوا کھانا لیکر جو لڑکی آئی وہ بہت خوبصورت تھی۔ خدوخال تو اس کے بھی دوسرے لوگوں کی مانند تھے لیکن چہرے کی حلاوت جان لیوا تھی۔ آنکھیں چھوٹی لیکن بہت پرکشش تھیں۔

میں نے سرمیند کو ٹھوکا دیا اور وہ اچھل پڑا۔

"کک۔ کیا ہوا مہاراج؟" وہ جلدی سے کھڑا ہوگیا۔

"لڑکی!" میں نے کہا۔

"ہے رام۔ یہ۔ یہ کیا ہے' کیسی ہے۔ مم۔ میں نہیں سمجھا مہاراج؟"

"بیٹھ جا بیل۔ گدھا کہیں کا۔" میں نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا اور وہ گر پڑا۔ بُری طرح نروس ہوگیا تھا بیوقوف کہیں کا۔

لڑکی تھال اٹھائے میرے پاس پہنچ گئی اور اپنی زبان میں بولی۔

"بھوجن لائے ہیں مہاراج!"

"آؤ۔" میں نے کہا اور وہ قریب آگئی۔ پھر اس نے تھال رکھ دیا۔

"کیا نام ہے تمھارا؟"

"لاکھی!" اس نے جواب دیا۔

"بڑا خوبصورت نام ہے۔ تمھارے چہرے کی طرح۔ تمھارے پتی کا کیا نام ہے؟"

"بیاہ نہیں ہوا ابھی ہمارا۔" اس نے شرما کر جواب دیا۔

"اوہ! کب ہوگا؟"

"کیا معلوم؟ کاکا کو معلوم ہوگا۔"

"تمھارے کاکا کا کیا نام ہے؟"

"بچن!"

"یہ بھوجن کس نے بھیجا ہے؟"

"کاکا نے!"

"اور کیا کہا ہے؟"

"کہا ہے تمھاری سیوا کریں۔" لڑکی نے جواب دیا اور میرے دل میں عجیب سی گڑبڑ ہونے لگی۔ کیا وہ میری ہر قسم کی سیوا کرسکتی ہے' حالانکہ سوچنے کا یہ انداز ٹھیک نہیں تھا پروفیسر۔ وہ لوگ میرے ساتھ اچھا سلوک کررہے تھے۔ ان محسنوں کو دھوکا دینا بُری بات تھی لیکن نہ جانے اسے دیکھ کر کیوں ذہن پر سُرور سا طاری ہوگیا تھا۔ بہت دنوں سے عورت سے دُور تھا اور پھر عورت بھی جو سامنے آئی تھی وہ ایسی دلکش تھی کہ دل بے اختیار مچل گیا تھا۔

"تو کیا تم یہاں رہو گی؟ میرے پاس؟"

"تم کہو تو رہیں گے۔"

"ہوں۔" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ہم دونوں نے ناشتہ کیا اور وہ تھال اٹھا کر جانے لگی۔ "لاکھی!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہاں!" وہ رُک گئی۔

"اب کب آئے گی؟"

"سورج چڑھے۔ دوپہر کا بھوجن لیکر۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلادی اور پھر سرمیند کی طرف دیکھنے

لگا۔ "کیا حال ہیں سریندر ناتھ جی؟"

"ٹھیک ہوں مہاراج!"

"یار تجھے عورت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟"

"نہیں مہاراج! سچ مانو تو میں عورت سے ڈرنے لگا ہوں۔"

"او ہو۔ کیوں؟"

"بس اسے منورما کے روپ میں دیکھ کر۔"

"اوہ۔ بے وقوف آدمی۔ ہر عورت منورما تو نہیں ہوتی۔"

"پھر تم سچ مانو مہاراج، مجھے ہر عورت کو دیکھ کر منورما یاد آجاتی ہے۔"

"گویا تم شادی ہی نہیں کرو گے؟"

"کروں گا تو بے کار ہوگی۔"

"کیوں؟"

"میں اس کا پتی ہی نہیں بن سکتا۔ عورت کو دور سے دیکھ کر ہی میرا من کانپنے لگتا ہے۔ جب وہ میرے قریب آئے گی تو میں کسی قابل ہی نہیں رہوں گا۔"

"احمق ہے پورا۔" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا اور سریندر ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"یہ لڑکی کیا کہہ رہی تھی مہاراج؟"

"کہہ رہی تھی تمھارا ساتھی بہت خوبصورت ہے۔ میں اس سے پریم کرنے لگی ہوں۔"

"نہیں مہاراج۔ ہم سے کہیں زیادہ سندر آپ ہیں۔ وہ یہ نہیں کہہ رہی تھی۔"

"پھر تمھارے خیال [illegible] کیا کہہ رہی ہوگی؟"

"ضرور وہ آپ سے پریم کرنے لگی ہے۔"

"تمھارا کیا خیال ہے سریندر، لڑکی کیسی ہے؟"

"بہت سندر ہے مہاراج۔ پرنتو ایک بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیا؟"

"آپ اتنے بڑے گیانی ہو کر استری جال میں کیوں پھنس جاتے ہیں؟"

"تم بھی مجھے ایک بات بتاؤ سریندر، یہ اتنے بڑے بڑے گیانی کیا خود پیدا ہو جاتے ہیں۔ انھیں بھی تو کوئی عورت ہی جنم دیتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ عورت بری چیز نہیں ہے۔"

"بری چیز تو نہیں ہے مہاراج مگر...."

"ہاں۔ مگر کیا؟"

"گیان حاصل کرنے کے لیے برہمچاری ہونا ضروری ہے۔"

"میں تو نہیں ہوں۔"

"ہاں۔ آپ پہلے سادھو ہیں مہاراج جسے میں نے استری کے قریب دیکھا ہے۔"

"ابھی تو بہت کچھ دیکھو گے سریندر!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مگر مہاراج، ایک بات ہے۔ یہ کنیا کنواری معلوم ہوتی ہے۔ اگر یہ لوگ ناراض ہو گئے تو؟"

"دیکھا جائے گا سریندر! میں نے کبھی ان باتوں کی پرواہ نہیں کی ہے۔" میں نے کہا اور سریندر کافی دیر تک الجھن میں گرفتار رہا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

مختصر یہ کہ لاکھی دوپہر کو آئی۔ پھر شام کو بھی وہ آئی۔ شام ڈھلے ہم مندر میں پوجا کرنے بھی گئے اور مندر میں بھی ہماری کافی آؤ بھگت ہوئی۔ پہلے روز لاکھی سے بس بے تکلف ہونے کی کوشش جاری رہی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے انداز میں کچھ تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ اس کی آنکھوں میں بھی روشنی پیدا ہو گئی ہے اور دوسری صبح میں نے پہلا قدم اٹھا لیا۔ لاکھی صبح کا بھوجن لائی تو میں نے باہر احاطے میں ہی اس کا استقبال کیا۔ جونہی اس نے تھال رکھا میں نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیے .... لاکھی کی حالت غیر ہو گئی۔ اس کا تنفس تیز ہو گیا۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں اور چہرے سے تپش اٹھنے لگی۔

"مہاراج! مہاراج! یہ تم نے کیا کر دیا ہمیں [illegible] سارا بدن [illegible]نے لگا۔ ہمارا تو۔ ہمارا تو ۔۔ نہ جانے کیا ہو گیا ہمیں۔"

"سمجھنا چاہتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے معصومیت سے گردن ہلا دی۔

"تب پھر۔ رات کو جب میرے لیے بھوجن لائے تو دیر یاد دوبارہ آجانا ۔۔ مگر سن، تجھے میری یہ حرکت بہت اچھی لگی ہے؟"

"ہاں مہاراج۔ بس پورے بدن میں اینٹھن ہو گئی ہے۔ نہ جانے کیوں۔" اس نے کہا۔ اسی وقت اندر سے سریندر باہر نکل آیا۔ ہم دو[illegible] کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا، پھر اتنی بدحواسی سے پلٹا کر بڑی زور سے [illegible] اور پھر سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا۔

"جا لاکھی! رات کا وچن یاد رکھنا۔" میں [illegible] قدموں واپس چلی گئی۔ "کیا ہو گیا سریندر مہاراج۔ کیا تم زندہ ہو؟"

"مر گیا مہاراج۔ بڑی زور سے لگی ہے۔"

"عورت کا اپمان کرو گے تو ایسا ہی ہوگا۔ چلو بھوجن کریں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور ہم دونوں نے ناشتہ کیا اور پھر گھومنے نکل آئے۔ ایک طرف سنسے پہاڑ اور تین سمت میں سبزہ زاروں سے گھری ہوئی اس بستی کی آبادی بہت مختصر تھی۔ ساٹھ ستر سے زیادہ مکانات نہیں تھے۔ سیدھے سادے لوگ کھیتی باڑی کرتے

تھے اور اپنے مسائل آپ حل کرتے تھے کیونکہ دُور دُور تک کوئی اور آبادی نہیں تھی۔ نہ جانے یہ اس دُور دراز خطّے میں کیوں آبسے تھے اور دنیا سے الگ تھلگ زندگی گذار رہے تھے۔ ہندو دھرم کے پیرو تھے اور شاید سختی سے دھرم کی پابندی کی جاتی تھی۔ تھوڑی دیر میں ہم نے ساری بستی گھوم لی اور واپس آگئے۔

"کب تک یہاں رہو گے مہاراج؟" سریندر نے پوچھا۔

"جب تک دل نہ بھر جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"کب تک دل بھر جائے گا مہاراج؟"

"کیوں؟ تم یہاں اکتاہٹ محسوس کر رہے ہو؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ارے نہیں مہاراج۔ ہماری کیا ہے' کہیں بھی جیون بِتا سکتے ہیں بس اگر کوئی مہان یاترا ہوتی تو من خوب لگتا تمہارے ساتھ۔" سریندر نے جواب دیا۔

"پھر وہی بات سریندر۔ میں کہتا ہوں گیان میں دھیان لگایا ہے تو اس کے لیے جگہ کی کوئی قید نہیں ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مہاراج' پرنتو ــــ"

"[illegible] ہے تمہارا دل میری طرف سے ہٹ گیا ہو؟"

"ایسا کیوں سوچتے ہیں مہاراج۔" سریندر جلدی سے بولا۔

"کوئی بُری بات نہیں ہے سریندر۔ تمہارے دھرم میں گیانی بہت پوتر ہوتا ہے۔ اسے سنسار کا کوئی لوبھ نہیں ہوتا لیکن میرے ساتھ یہ بات نہیں ہے میں نے تمہیں پہلے بھی دھوکے میں نہیں رکھا سریندر' میں تمہارے ان گیانیوں میں سے نہیں۔ میرا تو دھرم بھی وہ نہیں [illegible]۔ اگر تم مجھ سے گیان لینا چاہتے ہو تو یہ تمہاری بھول [illegible] بھی میری بات مانو تو اپنے لیے ٹھیک راستے کا انتخاب کرلو۔"

"آپ ــ آپ ناراض ہوگئے مہاراج؟" سریندر افسردگی سے بولا۔

"نہیں میرے دوست۔ یقین کرو' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے تو تمہیں [illegible] ہے۔ اگر تم مجھ سے جدا ہو جاؤ گے تو میں تمہیں تھوڑو لو نہیں ٹھہراؤں گا کیونکہ میرا اور تمہارا مسلک الگ الگ ہے۔"

"کچھ بھی ہو مہاراج' اب میں آپ کو نہیں چھوڑنا چاہتا۔"

"تب پھر ــــ میرے معاملات میں دخل نہیں دو گے سریندر۔ جو کچھ ہو' اسے دیکھو۔ یا آنکھیں بند کرلو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں وچن دیتا ہوں مہاراج' آیندہ ایسا ہی ہوگا۔" سریندر نے کہا اور میں اس احمق انسان کے احمقانہ خلوص پر ہنسنے لگا۔ گیان کی تلاش میں بھٹکتا ہوا ایک غلط راستے پر آ لگا تھا۔ بھلا میرے ساتھ اسے کیا ملتا' سوائے غلط باتوں کے' جن کا دھرم سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔

دوپہر کو لاکھی پھر آئی۔ اس میں نمایاں تبدیلی نظر آرہی تھی۔ خود کو سجانے کے لیے اس نے ہلکے سے زیور اور آرائش کی دوسری چیزیں استعمال کی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ چمک نظر آرہی تھی۔

"ارے لاکھی! کیا بات ہے۔ تو تو بڑی خوش ہے؟" میں نے کہا۔

"کیا میں سچ مچ خوش ہوں مہاراج؟"

"ہاں۔ تیرا تو روپ ہی بدل گیا ہے۔"

"سب یہی کہہ رہے ہیں۔ جو دیکھو رہا ہے یہی کہہ رہا ہے۔ اب میں کسی کو کیا بتاؤں کہ مجھے کیا ہوگیا ہے۔ لکشو مردار تو پیچھے ہی پڑ گئی۔"

"لکشو کون ہے؟"

"میری سکھی ہے' پر میں نے اسے بھی کچھ نہیں بتایا۔"

"ہاں لاکھی۔ ان باتوں کو من ہی میں چھپائے رکھنا چاہیے۔ کسی کو کچھ بتانا ٹھیک نہیں ہوتا۔" میں نے کہا۔

"تو میں کوئی پاگل تھوڑی ہوں جو کسی کو کچھ بتا دوں گی۔ اب میں جاؤں؟"

"ہاں۔ رات کو آئے گی نا؟"

"ہائے رام۔ رات ابھی کیوں نہیں ہو جاتی!" لاکھی نے حسرت سے کہا اور میں نے اس کے گال پر پیار سے تھپکی دی۔

"اتنی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی لاکھی۔ بس اب جا۔ رات کو میں تیرا انتظار کروں گا۔" اور وہ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور سریندر کی طرف چل پڑا۔ مجھے بھی رات کا انتظار تھا۔ اس کے ساتھ ہی میرے بدن میں خوشگوار لہریں دوڑ رہی تھیں۔

پھر رات ہوگئی۔ آسمان ابر آلود تھا۔ نہ جانے کیوں یہ رات کافی سنسان سی تھی۔ ابھی تک رات کا کھانا نہیں آیا تھا۔ شاید لاکھی نے جان بوجھ کر دیر کی تھی تاکہ پھر آرام سے میرے ساتھ رہ سکے۔ میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ کافی دیر ہوگئی۔ سریندر بھی کھانے کے انتظار میں تھا۔

"کیا بات ہے مہاراج' لاکھی نہیں آئی؟"

"آج وہ آئے گی تو ــــ پھر صبح کو جائے گی۔" میں نے کہا۔

"اوہ ــ کہہ گئی ہے کیا؟"

"ہاں!"

"ٹھیک ہے۔" سریندر نے ایک گہری سانس لی۔

"کیوں کیا سوچنے لگے سریندر؟"

"کچھ نہیں مہاراج۔ آج میں سوچ رہا تھا کہ رات کے بھوجن کے بعد باہر کی سیر کو نکلوں گا۔ رات کو چندرما کے نیچے سیر کیے ہوئے کئی دن گذر گئے۔"

"ہاں۔ ہاں ضرور۔ تم ایک اچھے دوست' اچھے ساتھی ہو۔" میں نے سریندر کی بوکھلاہٹ بھانپتے ہوئے کہا اور سریندر بغلیں جھانکنے لگا۔ اسی وقت باہر قدموں کی چاپ سُنائی دی اور پھر کسی نے دروازہ کھولا۔ لاکھی کھانا لیکر آگئی تھی۔ اب وہ بے دھڑک اندر آجاتی تھی لیکن اس وقت شرما رہی تھی شاید۔

"اندر آجاؤ لاکھی۔" میں نے کہا اور وہ اندر آگئی لیکن یہ لاکھی نہیں تھی۔ میں چونک پڑا۔ "کون ہو تم؟ لاکھی کہاں گئی؟" میں نے پوچھا۔

"ہم سنتی ہیں مہاراج! کھانا لائے ہیں۔" لڑکی کی سہمی آواز سُنائی دی۔

"لاکھی کہاں گئی؟"

"مرگئی مہاراج!" اس نے سسکی سی لی اور میں اچھل پڑا۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ سریندر مجھے تعجب سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا اسے۔ کیا کہہ رہی ہو تم؟" میں نے کھڑے ہو کر پوچھا۔

"لاکھی مر گئی سرکار" سنتی نے جواب دیا۔

"کیسے؟ کس نے مارا اسے؟" اچانک میرے بدن کے بال کھڑے ہو گئے۔

"چڑیل نے۔" وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کیا؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ہم سے نہ پوچھو مہاراج۔ ہمیں جاتے ہوئے ڈر لگے گا۔" سنتی نے جواب دیا۔

"کیا تو نے سچ کہا ہے سنتی؟ کیا لاکھی سچ مچ مر گئی ہے؟"

"ہاں مہاراج!" اس نے جواب دیا۔

"تب پھر کھانا رکھ دے، میرے ساتھ چل، مجھے لاکھی کے گھر لے چل۔" میں نے کہا اور پھر سریندر کی طرف رخ کر کے بولا۔ "سریندر! تم کھانا کھاؤ۔ میں تھوڑی دیر میں واپس آؤں گا۔"

"معاملہ کیا ہے مہاراج، مجھے بھی تو بتائیں؟"

"واپس آ کر بتاؤں گا۔" میں نے کہا اور سنتی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر رات تاریک تھی میں سنتی کے ساتھ چل پڑا۔ "ایک بات بتا سنتی لیکن بالکل سچ؟"

"جی مہاراج؟"

"لاکھی کو اس کے باپ یا بھائی نے قتل کیا ہے یا اس کے کسی اور عزیز نے؟"

"اسے۔ وہ لوگ کیوں مارتے مہاراج۔ اسے تو۔ اسے تو۔۔۔"

"ہاں ہاں بول۔"

"ہم بتا چکے ہیں مہاراج۔ ہائے رام ہمارا بدن کیسے کانپ رہا ہے۔"

"اسے کس نے مارا ہے سنتی؟"

"چڑیل نے۔ سب یہی کہہ رہے ہیں۔" سنتی نے کہا۔ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میرا خیال تھا معصوم لاکھی نے کسی کو اپنا راز دار بنا لیا، بات کھل گئی اور کسی غیرت مند نے اسے ہلاک کر دیا۔ اگر کسی نے ایسا کیا ہے۔ اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو۔ تو اسے معاف نہیں کیا جائے گا۔ میں نے غصے سے سوچا۔

اور پھر ہم لاکھی کے کچے مکان پر پہنچ گئے۔ مکان میں سناٹا تھا عجیب منحوس سا ماحول تھا۔ گھر میں داخل ہوا تو بہت سے لوگ نظر آئے۔ خاموش خاموش سہمے سہمے۔ میں نے ایک ایک کی شکل دیکھی۔ کسی کے چہرے پر ایسے تاثرات نہیں نظر آئے جو میرے لیے برے ہوتے۔

"لاکھی کا باپ کہاں ہے؟" میں نے پوچھا اور کسی نے لاکھی کے باپ کو آواز دی۔ وہ میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔

"مر گئی۔ ہماری لاکھی مر گئی مہاراج! چڑیل نے اس کی گردن دبا دی۔"

"کیسی چڑیل؟ کہاں سے آئی تھی؟" میں نے غرا کر پوچھا۔

"میری آنکھوں دیکھی بات ہے۔ تمہارے لیے بھوجن پروس رہی تھی۔ بڑی خوش تھی آج۔ صبح ہی سے بات بات پر ہنس رہی تھی، نہ جانے کیوں۔۔۔ نہ جانے کیوں۔ پھر اس نے تھال رکھا اور اسی وقت، ہائے بھگوان۔ میں نے فوراً دیکھا۔ کالی بھجنگ، لال لال آنکھیں، زبان باہر نکلی ہوئی اور لمبے لمبے ہاتھ۔۔۔ ایسے اس نے میری لاکھی کی گردن پکڑ لی اور پھر لاکھی کی چیخ سنائی دی۔ ہائے رام۔ میں تو کچھ بھی نہ کر سکا اس کے لیے۔ بس وہ مر گئی۔ اس کی ماتا بھی اسے نہ بچا سکی۔ ہائے میری لاکھی مر گئی۔"

"اس کی ارتھی کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ارتھی بن گئی ہے۔ صبح کو شمشان لے جائیں گے۔"

"مجھے دکھاؤ۔" میں نے کہا اور لاکھی کا باپ مجھے اس کی ارتھی کے پاس لے گیا۔ تب میں نے رنج و افسوس کے ساتھ حسین لاکھی کو دیکھا۔ لگتا تھا سو رہی ہے۔ چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ میں جھک گیا اور پھر میں نے اس کی گردن دیکھی، نہایت بیدردی سے دبائی گئی تھی، کسی بہت طاقتور ہاتھ کے شکنجے نے اسے بھینچا تھا۔ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ میں کافی دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں تھی۔

میں گہری سانس لیکر پلٹ گیا اور پھر وہاں نہیں رکا۔ لاکھی کے گھر والوں کے چہرے میں نے بغور دیکھے تھے۔ اگر میرے معاملے میں لاکھی کو قتل کیا گیا ہوتا تو یقیناً ان میں سے کسی کے چہرے پر میرے لیے بھی نفرت ہوتی لیکن ایسی کوئی بات نہیں نظر آئی تھی اور پھر اگر ایسی بات ہوتی تو دوبارہ کسی لڑکی کو میرے پاس نہیں بھیجا جاتا۔ تب پھر۔۔۔ اسی ادھیڑبن میں، میں واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔

سریندر بے چینی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ "ارے سریندر! تم نے بھوجن نہیں کیا؟" میں نے پوچھا۔

"من ہی نہیں چاہا مہاراج۔ تم کسی پریشانی میں گئے تھے۔ تم نے مجھے کچھ بتایا ہی نہیں اور میں ان پاپیوں کی زبان نہیں سمجھتا۔" سریندر نے کہا۔

"ایک افسوسناک واقعہ ہو گیا ہے سریندر!" میں نے کہا۔

"ہوا کیا مہاراج؟"

"لاکھی مر گئی!"

"ہیں۔ لاکھی۔ پر کیسے مہاراج؟"

"کسی نے اس کی گردن دبا دی۔"

"گگ۔ گردن دبا دی۔ ہرے رام۔ مگر کس نے؟ کیا لوگوں کو پتہ چل گیا؟"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا سریندر، مگر یہ بات نہیں ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ کسی چڑیل نے اس کی گردن دبا دی۔ اس کا باپ کہتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے چڑیل کو دیکھا تھا۔"

"چچ۔ چڑیل۔ ہرے رام۔ ہرے شنکر۔ ہرے رام۔ ضرور دبایا ہو گا مہاراج۔ ہے بھگوان، وہی ہوا جس کا خیال تھا۔ ہرے رام۔ ہرے رام" سریندر کانپنے لگا۔

"کیا بکواس ہے!" میں نے سریندر کو گھورا۔

"وہ ہمارا پیچھا کر رہی ہے مہاراج۔ ضرور یہ اسی کا کام ہے۔ تم مانو یا نہ مانو مہاراج، منو ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ ہمیں اکیلا پا کر ضرور وار کرے گی۔"
اور میں گم سم رہ گیا۔ سریندر کا دماغ خوب پہنچا تھا۔ ممکن ہے وہ درحقیقت منو ہی ہو اور میں خاموشی سے سریندر کی شکل دیکھتا رہا۔

"یہ ممکن ہے سریندر۔ اس نے جلن میں لاکھی کو ختم کر دیا ہوگا۔"

"یہی بات ہے مہاراج۔ بالکل یہی بات ہے ــــ مگر یہ تو اچھی بات نہیں ہے مہاراج۔ اب تو ہمارا جیون سخت خطرے میں ہے۔ وہ ــ وہ ضرور ہمیں مار دے گی۔ ایک دن وہ ہمیں بھی ختم کر دے گی۔" سریندر کی آواز خوف و دہشت سے لرز رہی تھی۔

"اوہ بکواس مت کرو۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ چلو آؤ۔ کھانا کھاؤ۔" میں نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا اور تھال سامنے رکھ لیا۔

"تم کھاؤ مہاراج۔ میں نہیں کھا سکوں گا۔ مجھے بھوک نہیں لگ رہی۔" سریندر نے کہا۔

"جہنم میں جاؤ۔" مجھے اس کی بزدلی پر غصہ آ گیا۔ میں نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ اگر سریندر نے اب کوئی حماقت کی بات کی تو اسے اچھی طرح ڈانٹ دوں گا۔ میرے ذہن میں شدید [illegible] جھلاہٹ تھی۔ منو نے مجھے دوسری بار زبردست چوٹ دی تھی [illegible] مجبور کر دیا تھا۔ کاش وہ کسی طرح میرے ہاتھ لگ جا[illegible] ایذیتیں دے کر مارتا کہ یاد رکھتی، لیکن یہ سب کچھ تو میری عقل [illegible] میں اسے کہیں بھی تلاش نہیں کر سکتا تھا۔

سریندر کی خوش بختی تھی کہ اس نے اس موضوع پر کوئی بات ہی نہیں کی اور پھر کھانے کے بعد میں نے ہی اسے مخاطب کیا "تمہیں خطرہ ہے کہ تم خوف سے مر ہی نہ جاؤ۔"

"یہ بات نہیں ہے مہاراج، مجھے بھی اس بے چاری کے مرنے کا افسوس ہے۔"

"کیا منو میں اتنی قوت موجود ہے کہ وہ زندہ انسانوں کو قتل کرتی پھرے؟"

"گندی مٹی ہے مہاراج۔ سب کچھ کر سکتی ہے۔ اس کے ساتھ گندی روحیں ہوں گی۔ تم۔ تم وشواش کرو مہاراج۔ وہ ہم دونوں کو بھی آسانی سے مار سکتی ہے اور پھر ــ اور پھر ــ"

"ایک بات بتاؤ سریندر۔" میں نے حلیمی سے کہا۔

"جی مہاراج!"

"اسے اب کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے؟"

"بس گیان سے مہاراج! اس کے لیے کسی بڑے گیانی سے ملنا ضروری ہے۔ تم کسی بڑے گیانی کو تلاش کرو اور اس سے کہو کہ وہ اس کو بھسم کر دے، دوسری کوئی ترکیب نہیں ہے۔"

"اوہ! گیانی کہاں ملے گا؟" میں نے غرا کر کہا۔

"اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا مہاراج۔" سریندر نے کہا اور میں جھنجھلائے ہوئے انداز میں خاموش ہو گیا۔ سریندر منہ لپیٹ کر لیٹ گیا۔ پھر میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ میں بھی آرام کرنے لیٹ گیا تھا اور بے چاری لاکھی کی موت پر افسوس کرتے کرتے میں سو گیا۔

دوسری صبح آنکھ جلد ہی کھل گئی۔ طبیعت پر گرانی سی تھی۔ میں نے سریندر کی طرف دیکھا لیکن سریندر موجود نہیں تھا۔ شاید وہ بھی رات بھر سو نہیں سکا تھا اور صبح ہی صبح باہر نکل گیا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک کاہلوں کے سے انداز میں لیٹا رہا۔ پھر اٹھ گیا اور باہر نکل گیا۔

سریندر نہ [illegible] رہا تھا۔ نہ جانے میرے ذہن میں کیا خیال آیا کہ میں باہر نکل آیا اور پھر میں [illegible] گہری سانس لی۔ ایک گھوڑا غائب تھا۔ پہلا خیال جو میرے ذہن میں آیا وہ یہی تھا کہ سریندر مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس کی وجہ بھی منو کا خیال ہی تھا۔ سریندر عام حالات میں شاید میرا ساتھ نہ چھوڑتا لیکن منو کے خوف نے اسے میرا ساتھ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ اب منو کی توجہ میری طرف ہی ہے اور وہ میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ میرے ساتھ وہ خود بھی مارا جائے گا اور بہرحال زندگی احمقانہ عقیدت سے زیادہ قیمتی چیز ہے۔ میرے خیال میں سریندر نے مناسب فیصلہ کیا تھا۔ مجھے اس کے فیصلے سے کوئی دکھ نہیں ہوا۔ وہ میرے لیے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا، بلکہ ایک [illegible] سے ایک فضول ساتھی تھا۔ بے مصرف، غیر دلچسپ۔ اس کے ساتھ ہونے سے مجھے کوئی خاص خوشی [illegible] تھی۔

لیکن اب میں کیا کروں۔ میں [illegible] دیر تک سوچتا رہا۔ یوں تو ہمیشہ بدلے ہوئے ادوار کے بدلے [illegible] انداز میں نے دیکھے تھے، ان ادوار میں میری مختلف حیثیتیں رہی [illegible] اس طرح بے بسی نہیں ہوئی تھی۔ میں نے تھوڑی سی جدوجہد سے ہر طاقت [illegible] رہا تھا لیکن یہ کم بخت منو ابھی تک میرے بس میں نہیں آئی تھی۔ اگر اسے ختم نہ کیا گیا تو خاصی غیر دلچسپی پیدا ہو جائے گی اور اس کے لیے ــ اس کے لیے ان کا علم سیکھنا ضروری ہے۔ کچھ بھی ہو، کیسے بھی ہو۔

اور پھر میں اس بستی سے بیزار ہو گیا۔ بس اب یہاں مزید رکنا حماقت ہے۔ چلنا چاہیے۔ یہاں سے چلنا چاہیے اور یہ خیال اس شدت سے میرے سر پر سوار ہو گیا کہ میں نے اسی وقت وہاں سے چل پڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ بستی کے لوگ شاید لاکھی کی ارتھی شمشان لیجا چکے تھے، اسی لیے دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے گھوڑا سنبھالا اور اس کی پشت پر سوار ہو کر چل پڑا۔

اکا دکا عورتیں نظر آئی تھیں لیکن ان میں سے کسی نے مجھ سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں کی اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس چھوٹی سی بستی سے کافی دور نکل آیا۔ بس رخ کا تعین تو کیا نہیں تھا، جدھر منہ اٹھا تھا چل پڑا تھا۔ گھوڑا سبک روی سے سفر کر رہا تھا۔

دوپہر تک کافی دور نکل گیا اور پھر گھوڑے کو آرام دینے کے لیے میں نے ایک جگہ قیام کیا۔ گھوڑے کو چرنے چھوڑ دیا۔ خود بھی کچھ جنگلی پھل تلاش کیے اور ان سے پیٹ بھر لیا۔ تقریباً دو گھنٹے تک وہاں رکنے کے بعد میں اور گھوڑا دونوں

تازہ دم ہو گئے اور وہاں سے چل پڑے۔
شام ہوئی اور پھر رات ہو گئی۔ جنگل، درخت، ان کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ ویسے میں نے محسوس کیا تھا کہ اب درختوں کا سلسلہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ وہ چھدرے چھدرے ہو گئے تھے۔ رات کے قیام کے لیے یہی جگہ مناسب سمجھی تھی، سو رات گذری اور صبح ہو گئی۔ میں نے دوبارہ سورج کے ساتھ ساتھ سفر شروع کر دیا اور جب سورج بلندی پر پہنچا تو درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا۔ انسان کی شکل کو ترس گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ شاید اس طرف انسانوں کا وجود ہی نہیں ہے۔

ایک پہاڑی کے دامن میں گھوڑا روکا اور اس کی پشت پر ہاتھ مار کر اسے بھگا دیا کہ وہ آرام کر لے اور پھر مڑا ہی تھا کہ ـــــ کہ ایک انسان پر نگاہ پڑی۔ ایک بہت بڑی چٹان کے سامنے پالتی مارے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ تقریباً نیم برہنہ۔ بدن پر مٹی جمی ہوئی۔ بکھرے بال۔ نزدیک ہی کھانے پینے کی چند چیزیں پڑی ہوئی تھیں لیکن وہ بھی ابتر حالت میں۔

اور معاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ ممکن ہے یہ کوئی علم والا ہو۔ سریندر کے الفاظ میرے ذہن میں گونجنے لگے تھے۔ ایسے گیانی لوگ سنسار کا کوئی لوبھ نہیں رکھتے۔ وہ تو جنگلوں اور ویرانوں میں اپنا مسکن بناتے ہیں۔ تو ضرور یہ شخص یہیں رہتا ہے۔ اگر اس [illegible] جائے تو کتنی عمدہ بات ہو گی۔ میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کی آنکھیں [illegible] اور شاید وہ اتنا کھویا ہوا تھا کہ اسے میرے قدموں کی چاپ بھی [illegible] سنائی دی اور وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔

دیکھوں تو سہی آنکھیں کب تک بند رکھے گا، میں نے سوچا اور اس کے سامنے اس کے انداز میں پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اگر سانس کی آمد و رفت نہ ہوتی تو سوچا جا سکتا تھا کہ بیٹھے بیٹھے مر گیا ہے لیکن تنفس جاری تھا، پلکوں میں بھی لرزش ہوتی تھی لیکن وہ آنکھیں نہیں کھول رہا تھا۔

کافی دیر اسی طرح گذر گئی اور اب مجھے الجھن ہونے لگی۔ تب میں آہستہ سے کھنکارا اور وہ اچھل پڑا۔ اس نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں اور اس کی آنکھوں میں خوف ابھر آیا۔

"ہری کرشن، رادھے کرشن۔ ہری کرشن رادھے کرشن۔ وہ جلدی جلدی الاپنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی وہ پیچھے بھی کھسکتا جا رہا تھا اور پھر چٹان سے پشت لگی تو چیخ پڑا۔ پھر ٹٹول کر چٹان کو دیکھا اور پھر سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

جوان آدمی تھا۔ کافی دن کی شیو بڑھی ہوئی تھی اس لیے عمر کا صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔

"ارے کیا ہو گیا تمھیں؟ کیوں ڈر رہے ہو؟"

"رادھے ـــ رادھے کرشن ـــ ہری کرشن ـــ رادھے ـــ" وہ اور زور زور سے گایا اور میری طرف منہ کر کے پھونکیں مارنے لگا۔

"ٹھیک ہو جا بھائی۔ بس بہت ہو گئی۔ میں تجھے کھا نہیں جاؤں گا!"

"رادھے شیام ـــ مم ـــ مگر ابھی تو چالیس دن پورے بھی نہیں ہوئے۔ منگل منگل آٹھ منگل پندرہ اور اکیس اور ـــ ابھی تو کئی روز باقی ہیں۔"

"تو پھر؟" میں نے پوچھا۔

"تم ابھی سے کیوں آگئے؟" اس نے سہمے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"جلدی آگیا کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں۔ ابھی تو پانچ دن باقی ہیں۔"

"چلو یار۔ پانچ دن سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے تمھیں پانچ دنوں کی رعایت دے دی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا، حالانکہ اس کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"تم بھیرو کا ہو نا؟"

"بھیرو کا بڑا غیر رومانی نام ہے۔ چلو یہی سہی۔"

"اور تم میری ساری منو کامنائیں پوری کرو گے؟"

"میں؟"

"ہاں۔ کیا تم میرے داس نہیں ہو؟"

"داس۔ یعنی غلام؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ لک۔ کیا تم ـ کیا تم ابھی میرے قبضے میں نہیں آئے؟"

"کھوپڑی اپنی جگہ سے کھسکی ہوئی ہے کیا۔ ایک ہاتھ ماروں گا گردن ٹوٹ جائے گی۔" میں نے کہا اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس کا وہی منتر دوبارہ شروع ہو گیا لیکن میں نے محسوس کیا کہ اب وہ نکل بھاگنے کی فکر میں ہے اور اسی انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا ہے۔

پھر اس کی نگاہ گھوڑے پر پڑی، اور وہ اسے غور سے دیکھتا رہا۔

"بیٹھ جاؤ دوست۔ نہ جانے [illegible] ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے۔ بڑی مشکل سے تم ملے ہو۔ میں تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"مم۔ مگر تم ہو کون؟" اس نے پوچھا۔

"اگر بھیرو کا تمھارا غلام ہے تو بہر حال میں بھیرو کا نہیں ہوں۔ ہاں دوسرے حالات میں تم مجھے اپنا دوست سمجھ سکتے ہو۔"

"ارے تو تم آئے کہاں سے ہو اور کون ہو؟" اب اس کے انداز میں کسی قدر جھلاہٹ آگئی۔

"بس مسافر ہوں۔ ادھر سے گذر رہا تھا، تم پر نگاہ پڑی تو تمھارے پاس آگیا۔"

"منش ہو؟" اس نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

"تو تمھیں راکھشش نظر آ رہا ہوں!"

"ارے تمھارا ستیاناس۔ تم نے میرا سارا جاپ بھنگ کر دیا۔" اس نے کلکلا کر کہا۔ "ہائے رام مجھے کیسا دھوکا ہوا۔ ایسے میں تو بن موت مارا گیا۔" وہ افسوس زدہ لہجے میں بولا۔ میں صبر و سکون سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔

"ٹھیک ہو گئے ہو تو بتا دو، یا پھر کچھ ٹھونک پیٹ کر سیدھا کرنا پڑے گا؟"

"کیوں میری جان کو آ گئے ہو بھائی۔ جاؤ اپنا راستہ ناپو۔ تم نے میری مٹی

پلید کردی تجاؤ۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا اب کیا کروں۔ اب تو نئے سرے سے جاپ کرنا پڑے گا، پورے چالیس دن، ہائے رام میں لُٹ گیا۔"
"تم کوئی جاپ کر رہے تھے؟" میں نے پوچھا۔
"تو کیا جھک مار رہا تھا یہاں سینتیس دن سے!"
"اور بھیرو کا کو قبضے میں کرنا چاہتے تھے؟"
"ہاں!" اس نے جواب دیا۔
"کیا کام لینا چاہتے تھے اس سے؟"
"بہت سے۔ ہائے مگر اب کیا فائدہ۔ اب تو ساری گڑبڑ ہو گئی۔"
"تب پھر یہ سمجھ لو تمھارا جاپ پورا ہو گیا۔"
"کک۔ کیا مطلب؟"
"میں بھیرو کا ہی ہوں۔ تم سے اب تک مذاق کر رہا تھا میں تمھارا داس ہوں۔"
"ہیں۔" وہ اچھل پڑا۔ "کھاؤ بھگوان کی سوگند۔"
"بھگوان کی سوگند۔" میں نے کہا اور اس کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ بے حد مسرور نظر آنے لگا تھا۔ خوشی سے اس کی آواز بلند ہو گئی تھی۔ کافی دیر اس کی یہ حالت رہی اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں مضحکہ خیز انداز میں اسے دیکھ رہا تھا ویسے صورت حال کسی حد تک میری سمجھ میں آرہی تھی۔ میں نے جسے کوئی مہان گیانی سمجھا تھا، وہ بے چارہ تو خود اپنی آرزوئیں لیے کسی بھیرو کا کو قبضے میں کرنے کی فکر میں سرگرداں تھا۔

بہرحال آدمی تو تھا ــــ اور نہ جانے کیوں مجھے اس وقت کسی آدمی کی ضرورت تھی۔ دیکھنا چاہیے یہ آدمی کن ضرورتوں میں گھرا ہوا ہے۔ چند منٹ کے بعد میں نے کہا۔
"اب آنکھیں کھول لو میرے مالک۔" اور اس نے آنکھیں کھول لیں۔
"میں اپنے مالک کا نام پوچھ سکتا ہوں؟"
"میرا نام پربھو دیال ہے!"
"بڑا ہی سندر نام ہے۔ تمھاری منو کامنا کیا ہے مہاراج؟"
"تو نہیں جانتا بھیرو کا؟" اس نے کہا۔
"ارے بھیرو کا تو پاتال میں رہتا ہے اسے کسی فرش کے بارے میں کیا معلوم۔ تم خود ہی بتا دو مہاراج۔"
"بھگوان کی سوگند بھیرو کا مجھے مال و دولت کی کوئی چنتا نہیں ہے۔ پرنت رکمنی کا لوبھی باپ دولت کا بھوکا ہے۔ اسے دولت چاہیے اور مجھے رکمنی!"
"ہائے۔ پریم کرتے ہو مہاراج؟"
"ہاں بھیرو کا۔ میں اسے اپنے جیون سے زیادہ چاہتا ہوں۔"
"اسی کے لیے جاپ کر رہے تھے؟"
"ہاں!"
"تمھاری بستی یہاں سے کتنی دور ہے؟"
"زیادہ دور نہیں ہے مہاراج۔ ان پہاڑوں کے دوسری طرف ہے۔"
"کیا نام ہے تیری بستی کا؟"

"دولت نگر۔ وہ بستی دولت رام نے ہی بسائی ہے۔ اس کے پاس بے اندازہ دولت ہے مگر پھر بھی وہ دولت کا بھوکا ہے۔"
"رکمنی اسی کی لڑکی ہے؟"
"ہاں!"
"تو اس سے وواہ کرنا چاہتا ہے؟"
"ہاں بھیرو کا! وہ ہمارے جیون کی سب سے بڑی منو کامنا ہے۔" پربھو دیال نے جواب دیا۔
"تب چنتا نہ کر پربھو دیال۔ تیری یہ منو کامنا پوری ہو جائے گی اور کیا چاہتا ہے؟"
"بس بھیرو کا، اس کے سوا کچھ نہیں۔"
"ایک بات بتا۔ کیا رکمنی بھی تجھے چاہتی ہے؟"
"من سے مہاراج! وہ اپنے لوبھی باپ کے خلاف ہے مگر کیا کرے بول بھی تو نہیں سکتی۔" پربھو دیال نے افسوسناک لہجے میں کہا اور میں اسے تسلیاں دینے لگا۔ دل ہی دل میں، میں ہنس رہا تھا۔ خوب تفریح ہو رہی ہے۔ اپنا کام کرنے نکلا ہوں لیکن اس سلسلے میں کچھ نہیں کر پا رہا اور دوسروں کے مسائل سر پر سوار ہو رہے ہیں۔ بہرحال کچھ کر لینا میرے اختیار میں نہیں تھا۔ حالات جو کہیں وہی ٹھیک ہے۔ اس انوکھے ملک نے مجھے بے بس کر کے رکھ دیا تھا۔ لیکن پروفیسر، دل کی بات بتا رہا ہوں جھوٹ نہیں بول رہا۔ انسان خود غرض ہے۔ وہ بہرحال میں اپنی برتری چاہتا ہے۔ میں نے تو صدیاں گذاری تھیں۔ کسی وقت کسی ماحول نے مجھے مایوس نہیں کیا تھا۔ وقتی طور پر نہ سہی لیکن کہیں بھی جگہ بنا لی۔ حالات نے میرے لیے جگہ بنا دی تھی اور میری عظمت کو تسلیم کیا گیا تھا لیکن یہاں اس پُراسرار ملک میں، میں بے حقیقت ہو کر رہ گیا تھا ــــ اور پروفیسر، صرف عورت کے نہ ملنے کی جھنجھلاہٹ تھی ورنہ یہ بے بسی بھی پُرلطف تھی۔

پہلے ادوار میں، میں نے صرف دوسرے انسانوں کو مقصد کے حصول کے لیے جدوجہد کرتے دیکھا تھا اور میں جس کی مدد پر آمادہ ہو گیا تھا، اس کی تقدیر بدل گئی تھی۔ اس دور میں اس ملک میں، میں خود اپنے لیے جدوجہد کر رہا تھا۔ میرا مسئلہ میرے سامنے تھا اور میں کسی طور اس مسئلے کا حل نہیں تلاش کر پا رہا تھا۔ میں اپنے مسئلے میں الجھ کر رہ گیا تھا اور جب عورت میرے ذہن پر سوار نہ ہوتی تو میں اس جدوجہد سے لطف اندوز بھی ہوتا تھا۔
"اب ہم کیا کریں بھیرو کا؟" پربھو دیال نے پوچھا۔
"بس تیری بستی چلتے ہیں۔"
"ٹھیک ہے۔ چلو مگر تم کیا کرو گے؟"
"جو کچھ کروں گا، تیرے بھلے کے لیے ہو گا پربھو۔"
"ہاں بھیرو کا! تو میرا داس نہیں، میرا متر ہے۔ بس میرا یہ کام کر دے، اس کے بعد تو آزاد ہو گا۔ میں تجھے جیون بھر قبضے میں نہیں رکھوں گا۔ میں تو محنت مزدوری کر کے کھانے کا قائل ہوں۔"
"واہ۔ اچھا آدمی ہے۔ دل خوش کر دیا۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

”محنت کی روٹی، سنتھان کے لیے بھی ٹھیک ہوتی ہے۔“

”وہاں تیرا گھر بھی ہوگا؟“

”ہاں۔سب کے سب ہیں“۔ پربھو نے بتایا۔

”تیرے گھر والوں کا کیا خیال ہے تیرے بارے میں؟“

”پاگل سمجھتے ہیں سب کے سب اور بات بھی ٹھیک ہے بھیرو کا بھیا۔
یں اور ان میں [illegible] ق ہے۔ہم مزدور کسان آدمی، وہ بستی کا مالک۔پریم بھی
بھال کے [illegible] ے ہے۔پریم کیا کریں، ہمیں تو خود بخود پریم ہو گیا۔“

[illegible] بخود؟“

”ہاں بھیا!“

”وہ کیسے؟“

”اماوس کی رات، وہ مندر میں دیپے جلانے آئی تھی اور خود بھی کوئی
تا دیپ معلوم ہو رہی تھی۔بس ہم سینہ مسوس کر اسے دیکھتے رہ گئے۔ہماری
ت خراب ہو گئی تھی۔پھر نہ جانے کیسے، اس نے بھی ہمیں دیکھ لیا اور بھیا، دیکھتی
، دیکھتی رہی۔پھر ہمارے پاس آ گئی۔وہ ہماری بہن کیکٹی کو جانتی ہے۔اس
ہم سے ہمارا نام پوچھا اور ہم نے بتا دیا۔کیکٹی کا ذکر بھی آیا اور وہ مسکرانے
۔ چلتے سمے اس نے کہا کہ وہ ہمارے گھر آئے گی۔بس، پھر وہ آنے لگی۔ہم تو
ں کے ہاں جا نہیں سکتے تھے۔وہ آتی رہی اور پریم جوت جلتی رہی، ہم دوسری
یوں پر بھی ملنے لگے۔تب ہمارے پریم کا بھانڈا پھوٹ گیا۔دولت رام نے
ے سارے گھر والوں کو برا بھلا کہا اور انھیں بستی سے نکالنے کی دھمکی دی۔
ب گھر والوں نے ہمیں گھر سے نکال دیا مگر اس سے کچھ نہ ہوا۔ہم جنگل میں آ پڑے
ی بھی وہیں آنے لگی۔اس کا باپ اور بھائی اسے روکنے میں ناکام رہے۔سو
بن کر کے آتی تھی۔دولت رام پریشان ہو گیا تو اس نے ہم سے پوچھا کہ ہم
چاہتے ہیں۔ہم نے کہہ دیا وواہ۔تو اس نے کہا کہ اس کی بیٹی سے وواہ
لے کے لیے کوئی حیثیت تو بناؤ۔اس نے کہا اسے دولت چاہیے۔اگر تم
ت لے آتے ہو تو میں رکمنی کی شادی کر دوں گا۔سو بھیا، ہم نے مان لیا
یں بلانے کے لیے تپسیا شروع کر دی۔“

”اوہ، تو کیا میں تمھارے خیال میں دولت کے ڈھیر تمھارے سامنے
دوں گا؟“

”ہاں بھیا! کیا تم ایسا نہیں کر سکتے؟“

”کر سکتا ہوں —— مگر دیر لگے گی۔“ میں نے جواب دیا۔

”کتنی؟“

”زیادہ نہیں۔“ میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ان کے نزدیک دولت
نے کے ڈھیر ہوں گے، میں نے کبھی اس پر توجہ نہیں دی ورنہ میرے پاس
ہیں ہزاروں فیسر۔بہرحال اب مجھے سونے کے ذخیرے کی ضرورت تھی
ولت نگر میں یہ ذخیرہ دولت رام کے گھر کے سوا کہاں مل سکتا تھا۔
سے کوئی ترکیب کرنی پڑے گی۔

”رکمنی بہت پریشان ہوگی مہاراج۔ہم اس سے ملے بھی نہیں۔ہمارا
من اسے دیکھنے کے لیے تڑپ رہا ہے۔“

”جنگل میں وہ کہاں تم سے ملنے آتی تھی؟“

”شوامد کے نالے کے پار۔“

”وہاں کوئی ایسی جگہ تھی جہاں تم رہتے تھے؟“

”ہاں مہاراج! وہاں بہت سی گپھائیں پھیلی ہوئی ہیں۔کہتے ہیں وہاں
کسی گپھا میں دھن راج سبھا لگی ہوئی ہے مگر آج تک کسی کو وہ سبھا ملی نہیں۔“

”یہ کیا ہے؟ میرا مطلب ہے دھن راج سبھا؟“

”پریتوں کی بستی ہے۔بس پرکھوں سے سنتے آئے ہیں، دیکھی کسی نے نہیں ہے،
حالانکہ بہت سے منش اسے تلاش کرنے نکلے۔“

”تم نے بھی کوشش کی ہوگی؟“

”کیوں نہیں مہاراج! اپنی منوکامنا پوری کرنے کے لیے ہم نے یہ کوشش
بھی کی تھی۔“

”نہیں ملی؟“

”پرکھوں سے سنتے آئے ہیں، کسی کو نہیں ملی، ہمیں کیا ملتی۔“

”یہ سبھا کسی غار میں ہے؟“

”ہاں۔یہی سنا ہے۔“

”خیر۔اسے بھی تلاش کریں گے پربھو دیال۔پہلے تمھارا کام کرنا ہے۔“
میں نے پرخیال انداز میں کہا اور پھر اسے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔

”پرنت کہاں چل رہے ہیں بھیرو کا؟“

”اسی جگہ، جہاں تمھاری رکمنی تم سے ملتی تھی۔میں اسے تمھارے [illegible] ے
میں خبر کر دوں گا اور وہ تم سے ملنے آ جائے گی۔تم اسے تسلی دے دینا کہ تم [illegible] ت کا
بندوبست کر رہے ہو اور بہت جلد اس کے باپ کا مطالبہ پورا کر دو گے۔“

”تم یہ بندوبست کر دو گے نا؟“

”بالکل کر دوں گا۔“ میں نے جواب دیا۔

”تب ٹھیک ہے چلو، مگر گھوڑا تو ایک ہی ہے؟“

”پرواہ مت کرو۔یہ جادو کا گھوڑا ہے، ہم دونوں کو آسانی سے لے
چلے گا۔“ میں نے اسے گھوڑے پر سوار کر لیا اور پھر ہم دونوں چل پڑے۔سادہ لوح
معصوم کے چہرے پر امیدوں کی چمک نظر آ رہی تھی اور میں اس کے کام کے بارے
میں سوچ رہا تھا۔اسے قیام کے لیے چھوڑ کر میں بستی جاؤں گا اور پھر وہاں چکر
چلاؤں گا۔ممکن ہے دولت رام بغیر دولت کے ہی مان جائے۔اس طرح کسی
الجھن کے بغیر ہی کام چل جائے گا اور پھر پربھو دیال کی منوکامنا بھی پوری ہو جائے گی۔

گھوڑا ہم دونوں کو لیکر سفر کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم مطلوبہ جگہ
پہنچ گئے۔درحقیقت پہاڑ چھلنی ہو رہا تھا۔چھوٹے بڑے بے شمار غار چاروں
طرف بکھرے ہوئے تھے۔پہاڑی کے دامن سے ایک تند رو نالہ گذر رہا تھا،
جس کا پانی شفاف تھا۔ایک مخصوص جگہ پہنچ کر پربھو دیال نے رکنے کو کہا اور
چوڑا نالہ پار کر کے ہم دوسری طرف پہنچ گئے۔

”یہ گپھا ہے۔“ پربھو دیال نے ایک غار کی طرف اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے اور تمھاری بستی کس طرف ہے؟"

"بس اس نالے کے ساتھ ساتھ تھوڑی دُور چلے جاؤ۔ وہ جو پہاڑ کی دیوار نظر آ رہی ہے بس اس کے دوسری طرف۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور پھر پربھو دیال کی قیام گاہ اندر سے دیکھی، اس کے بعد اپنا حُلیہ دُرست کیا، اسے سکون سے رہنے کی تلقین کی اور بستی کی طرف چل پڑا۔

فاصلہ زیادہ نہ تھا، میں بستی میں داخل ہو گیا۔ مٹی کے مکانات اور جھونپڑے ملے جلے نظر آ رہے تھے۔ گلیوں میں دوکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ لوگ اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ مجھے دیکھا گیا اور نظر انداز کیا گیا۔ لوگ ایک دوسرے سے کانا پھوسیاں کرنے لگے اور پھر بہت سے لوگ ایک گروہ کی شکل میں میری طرف بڑھے۔ ان کے چہروں سے نیاز مندی جھلک رہی تھی۔ میں نے گھوڑے کی رفتار سُست کر دی اور جب وہ میرے قریب پہنچ گئے تو میں گھوڑے سے اُتر پڑا۔

"کیا بات ہے نگر باسیو؟" میں نے پُر رُعب آواز میں پوچھا۔

"جے رام جی کی مہاراج!"

"جے رام جی کی!"

"کہاں سے پدھارے ہیں مہاراج؟"

"پہاڑوں سے ــ دریاؤں سے ــ تنومند دریاؤں سے، جہاں منش کے قدم نہیں پہنچتے۔" میں نے اسی انداز میں جواب دیا۔

"دولت نگر میں ہم آپ کا سواگت کرتے ہیں۔"

"نگر باسیو، دولت نگر کا مالک کون ہے؟"

"دولت رام راجپوت!"

"کہاں ہے وہ؟ اسے ہمارے آنے کی خبر کر دو۔"

"آپ آیئے مہاراج، ہم پہلے آپ کے استھان کا بندوبست کریں، انھیں بھی خبر دے دی جائے گی۔"

"نہیں بھائیو۔ اگر اپنی بستی میں اس نے ہمارا سواگت نہیں کیا تو ہم یہاں نہیں ٹھہریں گے۔" میں نے کہا اور وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے دو آدمی ایک طرف دوڑ گئے اور باقی مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ میں اپنے طور پر کوئی ایسی بات سوچ رہا تھا جس سے انھیں مرعوب کیا جا سکے۔ پھر میں نے تھوڑی دُور پر ان لوگوں کو واپس آتے دیکھا جو دولت رام کو لینے گئے تھے۔

بھاری بدن کا ایک شخص ان کے ساتھ آ رہا تھا۔ یقیناً یہی دولت رام تھا۔ تبھی میری نگاہ ایک ایسے درخت پر پڑی جس کا تنا کافی موٹا تھا لیکن وہ اس طرح زمین پر جھکا ہوا تھا کہ اس نے راستہ روکا ہوا تھا۔ میں آگے بڑھا، دولت رام تھوڑے فاصلے پر تھا۔ میں نے درخت کے تنے پر بازوؤں کی گرفت قائم کی اور قوت صرف کرنے لگا۔ پیچھے کھڑا ہوا گروہ میری اس احمقانہ حرکت کو دیکھ رہا تھا لیکن پھر جب درخت کی جڑ مٹی کے ایک بڑے تودے کے ساتھ باہر نکل آئی تو بے شمار آوازیں میرے کانوں میں گونجنے لگیں۔

دولت رام اپنی جگہ ٹھٹھک کر رُک گیا تھا۔ میں نے درخت کے تنے کو دونوں ہاتھوں پر سنبھالا اور اسے سر سے اونچا کر کے ایک طرف ڈال دیا۔ لوگوں کی پھٹی ہوئی آنکھیں اور کھلے ہوئے منہ عجیب لگ رہے تھے۔ دولت رام بھی متحیر نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"آؤ دولت رام ــ میں تمھارے لیے بہت پریشان تھا۔"

"جے مہاراج، جے مہاراج!" دولت رام ہاتھ جوڑے قریب پہنچ گیا۔ میرے دونوں پاؤں چھوئے اور ہاتھ ماتھے سے لگائے۔

"تم اس بستی کے مالک ہو؟" میں نے پوچھا۔

"مہاراج مالک ہیں۔" دولت رام

"یہ درخت تمھارے راستے میں تھا ہم نے اسے اکھاڑ کر پھینک دیا۔"

"دھن واد مہاراج دھن واد۔" دولت رام عقیدت سے بولا۔

"ہم اسی لیے تمھارے پاس آئے ہیں دولت رام کہ تمھارے راستے کی رُکاوٹ دُور کر دیں۔"

"میرے بھاگ مہاراج، بھگوان کی کرپا!" دولت رام خوشی سے ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"ہم جانتے ہیں کہ تمھارے اُوپر بہت سے کشٹ ہیں اور بہت سے کشٹ آنے والے ہیں۔ سو ہیں وردان ہوا کہ جائیں اور تمھاری سہائتا کریں۔"

"جے پربھو، جے بھگوان!" دولت رام خوشی سے بولا۔ "مہاراج میرے ساتھ چلیں۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ چند لوگوں نے میرے گھوڑے کی باگ تھام لی تھی۔ بہر حال میں کافی حد تک ان لوگوں کے ذہن پر قبضہ جمانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

دولت رام مجھے اپنی حویلی میں لے گیا۔ خاصی کشادہ عمارت تھی جس میں بے شمار کمرے بنے ہوئے تھے۔ ایک بڑی بیٹھک میں مجھے ٹھہرایا گیا۔

باہر لوگوں کا ہجوم تھا۔ سب میرے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے دو تین آدمی اندر بھی آ گئے اور بھاگ بھاگ کر میرے قیام کے لیے ضروری چیزوں کا بندوبست کرنے لگے۔ دولت رام انھیں ہدایت دے رہا تھا۔ یہ صورتِ حال خاصی اُمید افزا تھی۔ پربھو دیال کا کام بھی بنتا نظر آ رہا تھا۔ چہرے سے دولت رام زیادہ مکار نہیں نظر آتا تھا۔ چند ہلکے پھلکے واقعات اسے لائن پر لا سکتے تھے، جن کے لیے مجھے بعد میں سوچنا تھا۔

یہاں میرے قیام کا معقول بندوبست کر دیا گیا۔ بہت سے لوگ آ کر مجھ سے ملے اور میری ظاہری شخصیت سے مرعوب ہو کر مجھے بہت بڑا داتا مان بیٹھے۔ میرے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ بس ایک درخت کا تو اُکھاڑنا پڑا تھا۔ شام ہوئی اور دولت رام نے مجھے بھوجن کے لیے گھر کے اندرونی حصّے میں مدعو کیا۔ یہاں اس کی پتنی، بیٹے اور بیٹیاں موجود تھے۔ سب نے میرے چرن چھو کر آشیرواد لی اور پھر ہم چوکے پر بیٹھ گئے۔ تھالوں میں بھوجن

پروسا گیا اور کھانا شروع ہو گیا۔ کھانا خاموشی سے کھایا گیا۔ پھر دولت رام نے اپنی پتنی سے کہا۔

"بھاگوان! بھگوان نے ہمارے بھاگ کھول دیئے ہیں، ایسے مہان سوامی ہمارے گھر میں پدھارے ہیں کہ ہم سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ اپنے من کی ساری باتیں ان سے کہہ ڈال، جو مانگنا ہے مانگ لے۔"

"مہاراج! یہ میرے بیٹے بیٹیاں ہیں ان کے لیے شانتی مانگتی ہوں۔"

"بھگوان ان کا من شانت کرے۔ تیرا نام کیا ہے؟" میں نے ایک خوبصورت سی لڑکی کو مخاطب کیا۔

"رکمنی، مہاراج۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"میں تیرے ماتھے پر کرودھ کی لکیریں دیکھ رہا ہوں۔ کیا تیرے جیون میں کوئی کٹھنا ہے؟" میں نے براہِ راست پوچھا اور رکمنی گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"یہ کٹھنا صرف تیرے من کا روگ نہیں بلکہ تیرے پتا کے من کا روگ بھی ہے۔ دولت رام میں اپنے استھان پر جا رہا ہوں اسے میرے پاس بھیج دینا۔"

"جو آگیا مہاراج!"

"اور ہاں سنو، اپنی حویلی کے پیچھے کسی کھلی جگہ میں اگنی روشن کرا دو، ہم تین روز تمہارے ہاں رہیں گے اور تمہارے سارے کشٹ دور کر دیں گے۔ پرنتو تمہارے اوپر سے کالے ناگ ہٹانے کے لیے ہمیں اگنی کے بیچ کھڑے ہو کر تپسیا کرنی ہوگی۔ ہم نے جو درخت اکھاڑا ہے اس کے بڑے بڑے لکڑ پورے جلوا دینا۔"

"اگنی بیچ کھڑے ہو کر مہاراج؟"

"ہاں دولت رام۔ سانپ آگ سے بھاگتے ہیں۔ تو چنتا نہ کر ہم نہیں جلیں گے بلکہ تیرے کشٹ جلا دیں گے۔" میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

میرا خیال تھا کہ اب دولت رام کو رکمنی کو بھیجنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ وہ خود ہی دوڑی چلی آئے گی اور میرا خیال غلط نہ نکلا۔ تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ رکمنی میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ اس نے میری شکل دیکھی اور پھر میرے قدموں میں آ جھکی۔

"بھگوان ۔ مہاراج ۔ کیا کہا تم نے؟ تم نے میرے بھاگ میں کیا پڑھا؟"

"اٹھ تو سہی رکمنی، اتنی پریشان نہ ہو، ایسے ہلکان نہ ہو۔ ہم تیری سہائتا لے آئے ہیں۔ ہم تیرے من کے سارے روگ دھو دیں گے۔"

"میں ابھاگن ہوں مہاراج، میں دکھیا ہوں، اس پورے گھر میں سب سے زیادہ دکھیا ہوں مہاراج، کوئی میرا نہیں، میں اکیلی ہوں، میری سہائتا کرو۔ بھگوان کے لیے میری سہائتا کرو۔" رکمنی نے میرے دونوں [illegible] سے پکڑ لیے۔

"رکمنی ۔ پربھو دیال اپنی پرانی جگہ موجود ہے اسی گپھا میں، ہاں تو اس سے ملتی رہی ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا اور اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس کے ہاتھوں کی گرفت میرے پاؤں پر مضبوط ہو گئی ۔ وہ ہذیانی انداز میں کانپ رہی تھی۔ اس سے میں نے اس کی محبت کی شدت کا اندازہ لگایا۔

"تم ۔ مہاراج ۔ مہاراج ۔ آپ اسے جانتے ہیں؟"

"ہم سے ایسے سوالات مت کرو رکمنی۔"

"ہاں۔ ہاں، آپ مہان ہیں مہاراج۔ آپ مہان ہیں مہاراج۔ مگر ۔ مگر ۔"

"ہیں۔ مگر کیا ۔ ؟"

"مگر وہ تو نہ جانے کہاں چلا گیا تھا مہاراج! وہ تو ۔ وہ تو دولت کمانے گیا تھا۔"

"گیا ہوگا۔ مگر اب وہ اس گپھا میں تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

"میں وہاں ضرور جاؤں گی مہاراج، میں وہاں ضرور جاؤں گی، مگر تم سے کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہوں مہاراج!"

"کہو ۔ !"

"آپ جیسے مہان رشی بار بار نہیں ملتے۔ آپ ہماری منوکامنا پوری کرنے میں ہماری سہائتا کریں۔ آپ ایسا کر سکتے ہیں مہاراج، آپ ایسا کر سکتے ہیں۔" اس نے پھر میرے پاؤں پکڑ لیے۔

"اٹھو رکمنی ۔ میں خود بھی تمہارے پریم کو پھلتے پھولتے دیکھنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے ایک بات بتاؤ۔"

"جی مہاراج؟"

"تمہارے پتا کے پاس کافی دولت ہے۔ پھر وہ اور دولت کا کیا کرے گا؟"

"کیا کہوں مہاراج! دولت کے لوبھ نے پتاجی کو [illegible] کا بنا دیا ہے۔ میں تو کچھ کر بھی نہیں سکتی۔"

"کر سکتی ہو رکمنی۔"

"کیا کر سکتی ہوں مہاراج؟ مجھے بتائیں۔"

"کرو گی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ پربھو کے لیے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

"تو پھر اپنے باپ کی دولت میں سے اتنی دولت پربھو دیال کو پیش کر دو جتنی تمہارا باپ طلب کرتا ہے۔" میں نے کہا اور رکمنی کے چہرے پر سنسنی پھیل گئی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے میری شکل دیکھنے لگی "کیوں، یہ کام مشکل ہے؟"

"آسان بھی نہیں ہے مہاراج۔"

"کیوں؟"

"پتاجی اپنی دولت کو اپنے جیون سے بھی زیادہ چاہتے ہیں۔ کسی کو نہیں معلوم کہ ان کی دولت کہاں چھپی ہوتی ہے۔ کوئی پتہ لگانا چاہے تب بھی نہیں لگا سکتا۔ ماتاجی بھی نہیں۔"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی "ٹھیک ہے رکمنی، میں کچھ اور سوچوں گا۔ بس تمہاری من کی شانتی کے لیے فی الحال اتنا

ہی کافی ہے۔"

"مہاراج!" رکمنی نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور پھر میں نے اُسے جانے کی اجازت دے دی۔ یہ دو کام تو بخوبی انجام پا گئے تھے لیکن ابھی کچھ اور مسائل تھے، ان سے بھی نمٹنا تھا اور پھر اپنا مسئلہ ——— میں خود بھی عورت کی پیاس محسوس کر رہا تھا۔ عورت کا حصول بھی زیادہ مشکل نہیں تھا لیکن۔۔ لیکن میں کسی اور نوخیز زندگی سے کھیلنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے نہ جانے کیوں یقین ہو گیا تھا کہ جب تک منورما کو مکمل طور سے ختم نہیں کیا جائے گا، کم از کم وہ کسی عورت کو میری خلوت میں نہیں آنے دے گی، اور پروفیسر درحقیقت کبھی کبھی تو مجھے اس پر بہت ہی غصہ آتا تھا۔ میں نے ایک طویل و عریض زندگی میں پہلی بار بے بسی کا مزا چکھا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد دولت رام آ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت کی اور بولا "اگن کب سے جلائی جائے مہاراج؟"

"لکڑیاں منگوا لیں؟"

"ہاں مہاراج۔ میں نے آدمیوں کو بھیج دیا ہے۔"

"بس کل صبح ہم تمہارے لیے اگن جاپ کریں گے دولت رام، اور آگ جتنی تیز ہو گی اتنی ہی جاپ میں آسانی ہو گی۔ اس لیے آگ تیز کرنے کے لیے تم جب سے چاہو الاؤ جلوا دو۔"

"ٹھیک ہے مہاراج۔ اور جن چیزوں کی ضرورت ہو بتا دیں۔"

"اب اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے دولت رام۔" میں نے کہا۔ دولت رام مجھ سے اپنی پریشانیاں کہتا رہا۔ پھر اس نے رکمنی کے بارے میں بتایا۔

"میری بیٹی ایک کٹھنا میں پڑ گئی ہے مہاراج! اس کے لیے بھی کچھ کریں۔"

"کیا کٹھنا ہے دولت رام؟"

"وہ ایک کنگال سے پریم کرنے لگی ہے۔ میرے پاس اتنی دولت ہے مہاراج، میں کسی کنگال سے اپنی بیٹی کو کیسے بیاہ سکتا ہوں۔"

"پھر تم نے کیا کیا دولت رام؟"

"میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ وہ دولت لے آئے، میں اس کی بات مان لوں گا۔"

"پھر اس نے کیا جواب دیا؟"

"گیا ہے کہیں دیوانہ کہیں کا۔ اب دولت گلیوں اور جنگلوں میں تو پڑی مل نہیں جاتی۔ کہاں سے لائے گا سسرا۔ ناکام رہے گا تو واپس ہی نہیں آئے گا۔ آ گیا تو میں بھگا دوں گا۔"

"اور اگر وہ دولت لے کر آ ہی گیا تو؟" میں نے پوچھا۔

"ایں!" دولت رام چونک پڑا۔

"ہاں، اگر وہ کامیاب ہو گیا تو؟"

"تو پھر ——— تو پھر میں اس سے اپنی بیٹی بیاہ دوں گا۔ اگر نلش کے پاس دولت ہو تو پھر اس میں خرابی ہی کیا رہ جاتی ہے مہاراج۔۔۔؟"

دولت رام نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ واقعی دولت رام تھا لیکن میں اُسے ٹھیک کرنے کا گُر سوچ چکا تھا، اور مجھے یقین تھا کہ وہ میرے داؤ پر چت ہو جائے گا۔

"ٹھیک ہے دولت رام۔ ہم کل کے جاپ میں تیری ساری پریشانیوں کا حل تلاش کریں گے۔ مگر ایک بات سُن۔ تجھے ہمارے اُوپر وشواش کرنا ہوگا۔ جو کچھ اگن منڈل سے ہمیں ملے گا تجھے دے دیں گے۔ اگر تو نے ان میں سے ایک بھی بات پر گردن ہلائی تو پھر ہم ہی تیرے سب سے بڑے دشمن ہوں گے۔"

"ارے نہیں، نہیں مہاراج۔ میری مجال، میں آپ کی بات نہ مانوں۔"

"جو جاپ ہم کر رہے ہیں، تو خود دیکھ لے گا کہ کتنا مشکل ہے۔ اگر ہمیں کہیں اور سے حکم نہ ملتا تو ہم یوں جیون کو خطرے میں ڈالنے پر تیار نہ ہوتے۔"

"آپ کی بڑی مہربانی مہاراج!" دولت رام نے کہا۔

بہرحال میں نے اس شخص کو کافی حد تک سمجھ لیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ میں اس سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکوں گا۔ بہرحال وہ رات گزر ری اور دوسرے دن صبح جب سُورج بھی نہیں نکلا تھا، میں جاگ گیا۔ آگ کی تپش دُور سے ہی محسوس ہو رہی تھی۔ گھر کے دوسرے لوگ بھی جاگ چکے تھے اور میرا انتظار کر رہے۔ دولت رام، اس کی بیوی اور دُوسرے لوگ آگ سے خاصی دُور کھڑے ہو گئے تھے۔

میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے بھڑکتی ہوئی زندگی کو دیکھا اور پھر ان لوگوں کے پاس پہنچا۔ "اشلوک پڑھ رہے ہو دولت رام؟"

"ہاں مہاراج۔ آگ بہت تیز ہو گئی ہے۔" دولت رام نے کانپتی آواز میں کہا۔

"آگ جتنی تیز ہو گی دولت رام، اتنی ہی تمھاری پریشانیاں دُور ہوں گی۔ اب میں جاپ کرنے جا رہا ہوں۔"

"آگ کے زیادہ قریب نہ جائیں مہاراج بہت تیز ہو گئی ہے۔" دولت رام نے کہا۔

"پاگل ہو دولت رام۔ دُور رہ کر تمھاری پریشانیاں کیسے دُور ہوں گی۔ میں آگ کے اندر جا رہا ہوں۔ اپنے شریر کو کشٹ دے کر ہی تمھارے کشٹ دور کر سکوں گا۔" میں آگے بڑھ گیا۔

"تو کیا ——— تو کیا ———" دولت رام منہ پھاڑ کر رہ گیا لیکن میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی اور آگ کی طرف بڑھتا چلا گیا ——— اور پھر میں نے اپنے پیچھے چند چیخیں سنیں لیکن میں نے ان پر توجہ نہیں دی۔ اس سے پہلے بھی حیرت سے سیکڑوں چیخیں سنی تھیں۔ لوگوں کی عقل ہی یہ بات تسلیم نہیں کرتی تھی کہ کوئی انسان بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو کر زندہ واپس آ سکتا ہے۔ اور آگ میں داخل ہو کر بہت سی باتیں فراموش ہو جاتی ہیں پروفیسر بالکل اسی انداز میں جیسے شراب کا سرور ذہن کو دوسری فکروں سے آزاد کر دیتا ہے۔ آگ کی شراب میرے انگ انگ میں مستی بھر رہی تھی اور میں بے خود ہو رہا تھا۔ آگ سے باہر کے مناظر بھی مجھے یاد نہ رہے اور میں پوری

طرح اُس سے لطف اندوز ہونے لگا۔ نہ جانے کتنی دیر ہوگئی۔ روشنی مدھم پڑگئی اور آگ مرجھانے لگی۔ اس نے اپنی زندگی مجھے بخش دی تھی، اپنی تپش مجھے سونپ دی تھی، اپنی جوانی مجھے سونپ دی تھی اور اب وہ بوڑھی ہورہی تھی۔

میں بھی خوب سیر ہوگیا تھا۔ تب میں واپس پلٹا اور تب ہی میں نے باہر کے لوگوں کو یاد کیا۔ باہر بے حد شور ہورہا تھا، بے شمار آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یہ آوازیں صرف ان لوگوں کی تو نہیں ہوسکتی تھیں۔ اور بھی کچھ لوگ آگئے ہیں شاید۔ چلو کیا فرق پڑتا ہے۔

میں آگ کی جوانی سمیٹے جھومتا، مست شرابی کی مانند آگ سے باہر آگیا۔ اور میرے چمکدار وجود کو دیکھ کر بے شمار حیرت ناک آوازیں ابھریں۔ پھر مذہبی نعرے گونجے اور سنکھ بجنے لگے، زور زور سے۔ لوگ مذہبی جوش سے سرشار ہوگئے تھے۔ میرے بدن کا لباس جل چکا تھا۔ دولت رام نے فوراً ایک دوشالہ منگوا کر میرے بدن پر ڈالا۔ اس کا گھر تو انسانوں سے بھر گیا تھا۔ شاید پوری بستی ہی امنڈ آئی تھی۔ عورتیں، مرد، بوڑھے، بچے۔ اور مجھے زندہ سلامت آگ سے نکلتا دیکھ کر سب کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں۔ ان کے لیے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ آگ نے مجھے جلانے کے بجائے اور چمکا دیا تھا۔

"جے مہاراج کی، جے مہاراج کی۔ جے بھگوان۔ رادھے شیام۔"

بے شمار آوازیں ابھر رہی تھیں۔

"کیا آپ آرام کریں گے مہاراج؟" دولت رام سب کو پیچھے ہٹاتا ہوا بولا۔

"نہیں، دولت رام! میں ٹھیک ہوں۔"

"یہ سب آپ کی آشیرباد چاہتے ہیں۔"

"ہم آپ سے بنتی کرنا چاہتے ہیں مہاراج! ہم اپنی کٹھنائیاں لے کر آپ کے پاس آئے ہیں۔" بہت سے لوگوں نے کہا۔

"یہ سب یہاں کیسے آگئے دولت رام؟" میں نے پوچھا۔

"بس مہاراج، میں نے آپ کے بارے میں بتایا۔ ایسے مہان اوتار ہماری بستی میں کبھی نہیں آئے۔ بستی کی تقدیر جاگ گئی۔"

"ان سے کہہ دو دولت رام، ابھی تو میں کافی دن تک یہاں ہوں۔ سب ایک ایک کرکے آئیں۔ ایک ساتھ تو میں ان کے دکھ نہیں سن سکتا۔"

"ہاں مہاراج۔" دولت رام نے کہا "سن رہے ہو بھائیو، مہاراج کیا کہہ رہے ہیں؟"

"ٹھیک ہے دولت رام۔ بھگوان نے تمہیں ایسے اوتار کا داس بنایا ہے تو ہمیں نہ بھول جانا۔ ہمیں مہاراج کے چرن چھونے کا موقع ضرور دینا۔"

"مہاراج کی آگیا ہے۔ ضرور بھائیو۔" دولت رام نے کہا اور لوگ رخصت ہونے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد دولت رام، اور اس کے گھر والے اور چند لوگ رہ گئے۔ تب میں اپنے استھان کی طرف آرام کرنے چلا گیا اور تھوڑی دیر تک تنہا رہا۔ دولت رام بھی اس دوران میرے پاس آنے کی جرأت نہ کرسکا۔ پھر میں نے رکمنی کو طلب کیا اور رکمنی جلدی سے میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

"جی مہاراج!" وہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔

"کیسی ہو رکمنی؟"

"بھیرو کا مہاراج کی دیا ہے۔" رکمنی مسکرا کر بولی۔

"اوہ اس کا مطلب ہے پربھو دیال سے ملاقات ہوگئی۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"مہاراج کی کرپا ہے۔"

"کیا بات ہوئی رکمنی؟"

"بس مہاراج، وہ بہت خوش ہے اور اب تو مجھے بھی وشواش ہے کہ آپ۔۔ آپ ہمارا ملاپ ضرور کرادیں گے۔" وہ لجا کر بولی۔

"ہوں۔ دولت رام کا داس جو ہوں۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"آپ جو کوئی بھی ہیں مہان ہیں مہاراج۔ آپ نے ہماری جو سہائتا کی ہے، ہم اسے جیون بھر نہیں بھول سکتے۔" رکمنی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"سب ٹھیک ہے رکمنی۔ جاؤ دولت رام کو بھیج دو۔" میں نے کہا اور دولت رام تھوڑی دیر میں میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں سے عقیدت جھانک رہی تھی۔ وہ ہاتھ جوڑ کر زمین پر بیٹھ گیا "تو تو بڑا ہی بھولا ہے دولت رام۔ تیرے اوپر کشٹ آرہے ہیں اور تجھے پتہ نہیں ہے۔"

"کیا ہوا بھگوان؟" دولت رام کانپنے لگا۔

"تیرے سر پر تو کالا سورج ناچ رہا ہے۔ دولت کے لوبھی تیری دولت پر نگاہ لگائے ہوئے ہیں۔ انھوں نے ایسی ترکیب کی ہے کہ تیری ساری دولت پر قبضہ کرلیں۔ اور دولت رام، یہ دولت تیری جان کا روگ بن جائے گی۔"

"ہے مہاراج۔ ہے پربھو۔ یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"سُن سکتا ہے تو سن لے دولت رام۔ اپنی دولت کی وجہ سے تو کتّے کی موت مارا جائے گا۔ تیری پتنی اور تیری بیٹی بھی ماری جائے گی۔ اس لئے تیری سب سے بڑی دشمن تیری دولت ہے۔"

دولت رام کی حالت بُری ہو گئی تھی۔ وہ سخت پریشانی کے عالم میں تھا۔ موت کی زردی اس کے چہرے پر نظر آنے لگی تھی۔ مجھے تو خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں اس کے دل کی حرکت ہی بند نہ ہو جائے۔ اور اس کا یہ خوف بجا تھا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے میرے دو کارنامے دیکھے تھے۔ اس کے بعد میری بات کو جھوٹ سمجھنا حماقت ہی تھی۔ اور اس جیسا کمزور دل اور ضعیف الاعتقاد شخص اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ کئی منٹ خاموشی رہی۔ پھر وہ لرزتی آواز میں بولا،

"پر مہاراج ... آپ نے کہا تھا ... آپ نے کہا تھا آپ میرے سارے کشٹ دور کر دیں گے۔"

"ہاں —— لیکن اس کے لیے تجھے بھی کچھ کرنا ہو گا۔"

"میں مر جاؤں گا مہاراج۔ میں مر جاؤں گا، جلدی بتائیں۔ کیا میری جان بچ سکتی ہے؟"

"بچ سکتی ہے دولت رام۔"

"[illegible] مہاراج —— کس طرح —— ؟"

"[illegible] اپنی دولت سے چھٹکارہ پا لے۔"

"ہے رام —— یہ —— یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں تو ایسے بھی مر جاؤں گا۔" دولت رام کی سانس جیسے قبض ہو گئی۔

"ایک اور اُپائے ہے دولت رام۔" میں نے کہا۔

"وہ بھی بتائیں مہاراج۔"

"تو نے پربھو دیال کے بارے میں بتایا تھا۔"

"ہاں مہاراج۔"

"اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر کے ساری دولت اپنی بیٹی کو دے دے۔ اس طرح بھی تیری جان بچ سکتی ہے۔"

"ہائے —— اس کنگلے کو —— ہائے —— ہائے ——" دولت رام کراہنے لگا۔

"پھر نرکھ میں جا —— پھر نرکھ میں جا ——!" میں نے بگڑ کے کہا۔ دولت رام چیخ پڑا۔ وہ بُری طرح گھگھیانے لگا تھا "نہیں مہاراج شراپ [illegible] شراپ نہ دو مہاراج۔ سوچو تو، میں نے یہ دولت بڑی محنت سے جمع کی ہے [illegible] اسے کس طرح دوسروں کے حوالے کر سکتا ہوں مہاراج۔"

"تو سن دولت رام! آج سے ٹھیک چوتھے دن تیری دولت جہاں بھی ہو گی اگنی دیوی اسے تلاش کرے گی اور اس رات تو بھی آگ میں جل کر بھسم ہو جائے گا۔ یہ ہمارا شراپ نہیں آکاش کی بات ہے۔ یہ بات آکاش سے کہی گئی ہے۔"

"بھسم ہو جاؤں گا؟" دولت رام تھوک نگل کر بولا۔

"ہاں، ایسا کر —— جا اپنی دولت کے ڈھیر پر جا بیٹھ تاکہ لوگوں کو تیری ارتھی بنانے کی ضرورت بھی پیش نہ آئے۔ تیری دولت پگھل پگھل کر تیرے بدن سے لپٹ جائے اور لوگ کہیں دیکھو دولت رام کتنا دولت مند تھا۔ وہ دولت کے ڈھیر میں جلا ہے۔"

"ہائے رام —— ہائے رام —— میں کیا کروں۔" کنجوس انسان پر بڑا وقت پڑا تھا۔ بالآخر کافی کشمکش کے بعد وہ بولا "وہی کروں گا مہاراج جو تم کہو گے وہی کروں گا۔"

"نہیں کرے گا تو کتے کی موت مارا جائے گا۔" میں نے کہا۔

"ارے نہیں۔ ارے نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔"

"تب پھر جتنی جلدی ممکن ہو اس موت کو خود سے دُور دھکیل دے۔"

"اپنے دھن کو؟" اس نے کراہ کر پوچھا۔

"ہاں۔"

"ہائے! مگر کیسے۔ کروڑی لال بھی اپنے بیٹے سے شادی کرنے کو تیار ہے وہ تو کافی دولت مند ہے۔ مگر —— مگر —— وہ کنگلی مانے تب نا!"

"کون کنگلی؟"

"ارے وہی اپنی رکمنی۔ وہ تو اس پاپی پربھو دیال سے، ہائے وہ تو اسی سے وواہ کرنا چاہتی ہے۔"

"اس کے سوا کسی سے کرنا بھی نہیں دولت رام!"

"ارے تو اب کیا کروں مہاراج؟ یہ تو بتاؤ۔" دولت رام کی حالت بڑی مضحکہ خیز ہو گئی تھی۔ اس کا رنگ سفید ہو گیا تھا۔ ایک طرف موت کا خوف تھا اور دوسری طرف دولت چھن جانے کا جان لیوا خیال۔ دونوں خیال ہی موت کے مترادف تھے، اور بہرحال وہ ایک فیصلہ کر چکا تھا۔

"پربھو دیال کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہ جانے کہاں مر گیا پاپی۔ مجھے کیا معلوم؟"

"تم اسے تلاش کرو گے؟"

"ارے میں کہاں مارا مارا پھروں گا۔ دولت کمانے گیا تھا پاپی کہیں مر کھپ نہ گیا ہو۔"

"اگر وہ مر گیا ہے تو تمھاری موت بھی یقینی ہے دولت رام!"

"ارے دیا رے دیا۔ کیوں۔ آخر کیوں؟ اگر وہ مر گیا۔ تو میں نے اُسے مار دیا؟ اب بتاؤ میں اسے کہاں تلاش کروں۔ تم ہی بتاؤ مہاراج، میں اُسے کہاں تلاش کروں؟"

"میں کہہ چکا ہوں تم نرکھ میں جاؤ۔ میں تو تمھاری سہائتا کرنے آیا تھا۔ میں نے تو تمھارے لیے آگ میں کھڑے ہو کر کشٹ بھوگا۔ لیکن تمھاری موت تمھارے سر پر منڈلا رہی ہے۔ جو بھاگوں میں ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ کوئی اسے نہیں روک سکتا اور منش خود اپنے بُرے کرموں سے اپنے لیے نرکھ تیار کرتا ہے۔ میں اب تمھاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں۔"

میں اُٹھ گیا۔ لیکن اس گدھے نے لپک کر میرے پاؤں پکڑ لیے اور پھر گدھوں ہی کی طرح رونے لگا۔ "نہیں جانے دوں گا مہاراج۔ نہیں جانے دوں

گا۔ ہائے میں مرنا نہیں چاہتا۔"

"مرنا بھی نہیں چاہتا اور میری بات بھی نہیں ماننا چاہتا۔"

"مان تو رہا ہوں۔" وہ روتے ہوئے بولا اور مجھے ہنسی روکنا مشکل ہو گئی۔

"رو رو کر مان رہا ہے۔ خوشی سے مان۔"

"اب خوش بھی ہونا پڑے گا؟ ہا ——— بڑی مشکل سے جمع کی تھی۔ پر تو اب دوسرے کی ہو گی۔ ارے اگر میں اُسے کہاں تلاش کروں۔ تم ہی میری سہاتا کرو مہاراج۔"

"ہوں۔" میں نے آنکھیں بند کرلیں اور پھر گردن اٹھا کر بولا "ٹھیک ہے۔ گھوڑے تیار کرا۔ میں اُسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔"

بہرحال کنجوس دولت رام نے گھوڑے تیار کیے اور دو چار جگہ اسے گھما پھرا کر بالآخر میں اسے اس غار میں لے گیا جہاں پربھو دیال موجود تھا۔

دولت رام اسے دیکھتے ہی چیخا "کیوں بے کلٹے، تو اس غار میں گھسا دولت جمع کر رہا ہے؟ ایں۔ مجھے کیا وچن دیا تھا تو نے۔ ارے بول یہاں کیا کر رہا ہے؟"

"دولت رام ——— دولت رام، یہ میری بیٹی کا پتی ہے۔"

"ارے اس کا ستیاناس۔ ارے یہ مر جائے بھگوان کرے۔ ارے اب میری شکل کیا دیکھ رہا ہے۔ چل میرے ساتھ۔ مگر ایک پیسہ بھی الٹا سیدھا خرچ کیا تو تیرے پران نکال لوں گا۔"

پربھو دیال بدحواس ہو گیا تھا۔ اس نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے میری شکل دیکھی اور میں نے اسے آنکھ کا اشارہ کر دیا۔ اس نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"پربھو دیال تمہارا نام ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہاں مہاراج۔" پربھو دیال نے جواب دیا۔

"اور تم اس کی بیٹی سے وواہ کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں مہاراج!"

"منہ پھوٹ جائے تیرا۔ کس ڈھٹائی سے کہہ رہا ہے 'ہاں مہاراج' ابے تو نے کچھ جمع کیا؟" دولت رام منہ ٹیڑھا کر کے بولا۔

"ابھی نہیں۔" پربھو دیال نے جواب دیا۔

"ابھی نہیں!!" دولت رام پھر اسی طرح منہ چڑاتے ہوئے بولا۔ اس سے یہ بات ہضم ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"میں اس سمے تک تمہاری بیٹی سے وواہ نہیں کروں گا جب تک تمہاری منہ مانگی دولت تمہیں نہ دے دوں۔ تم بار بار میرا اپمان کر رہے ...." پربھو دیال نے کہا۔

"ٹھیک ہے پربھو دیال! تو جو کہہ رہا ہے وہی کرنا۔ جاؤ دولت رام پربھو دیال نہیں جائے گا تمہاری بیٹی سے وواہ رچانے اور اب میں بھی اس کے ساتھ اسی غار میں رہوں گا۔ آج سے ٹھیک چار روز کے بعد تم مر جاؤ گے۔ اس کے بعد پربھو دیال آرام سے تمہاری بیٹی کے ساتھ وواہ کرے گا۔"

"ارے ارے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم میں مر جاؤں گا۔ تمہیں چلنا پڑے گا پربھو۔ بھگوان کی سوگند تمہیں چلنا پڑے گا۔"

"تم برابر اس کا اپمان کیے جا رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ جائے گا۔ تم تو اسے بُرا بھلا کہے جا رہے ہو۔"

"ایں ——— ارے میری تو مت ہی ماری گئی ہے۔ کیا کروں ——— ٹھیک ہے پربھو دیال۔ شما کر دے۔ معاف کر دے مجھے۔ اب مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔"

"ہیں ———؟" پربھو چونک پڑا۔

"ہاں۔ میرے ساتھ چل۔ میں اپنی پتری سے تیرے پھیرے کرا دوں گا۔"

"جے جے بھیروکا مہاراج!" پربھو دیال آہستہ سے بولا۔ اور پھر دولت رام کی طرف رخ کر کے کہنے لگا۔ "نہیں نہیں دولت رام میں اس طرح تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ ورنہ تم طعنہ دیتے رہو گے کہ میں وچن پورا نہیں کر سکا۔"

"نہیں دیں گے کبھی طعنہ۔ نہیں دیں گے۔" دولت رام اب صبر کر چکا تھا۔ بہرحال پربھو دیال سمجھ گیا تھا کہ کوئی تیر نشانے پر بیٹھ گیا ہے۔ چنانچہ اس نے پہلے تو خوب نخرے کیے، پھر چل پڑا۔

اور پھر خوب لطف رہا۔ دولت رام نے اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دی لیکن اس کی حالت نیم پاگلوں کی سی تھی اور اپنی دولت کی چابیاں دینے کے بعد تو وہ پلنگ پر ہی گر پڑا تھا۔

"اس طرح تو یہ بڈھا مر جائے گا۔" پربھو دیال نے مجھ سے کہا۔

"تمہیں اس سے کیا۔ بہرحال اس کی دولت تو تمہیں مل ہی گئی۔"

"بھگوان کی سوگند بھیروکا مہاراج۔ مجھے دولت رام کی دولت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نے تو بس اپنی رکمنی کو چاہا تھا سو وہ مجھے مل گئی۔"

"تب پھر آؤ۔ اس کی دولت کی چابیاں اسے واپس کر دو۔"

"ہاں۔ ہاں میں تیار ہوں۔"

"کیا کہو گے اس سے؟"

"یہ بھی تم ہی بتاؤ بھیروکا مہاراج!"

"تم اس سے کہو کہ وہ دولت کا نگران رہے اور تمہیں اس کی دولت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"جو آگیا مہاراج۔" پربھو دیال نے کہا، اور پھر ہم دولت رام کے پاس پہنچ گئے۔ جو جان کنی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ اس کی بیوی اس کے سرہانے بیٹھی رو رہی تھی۔

"کیا بات ہے دولت رام؟" میں نے پوچھا۔

"جا رہے ہیں مہاراج۔ سمے آگیا ہے۔ ہاتھ پاؤں کی جان نکل گئی ہے ساری۔"

"کیوں۔ اچانک تمہاری حالت ایسی کیوں ہو گئی دولت رام؟"

"آپ مریں گے نہیں چاچاجی۔ آپ کی دولت کا حساب کون رکھے گا؟ یہ چابیاں سنبھالیے۔ میں نے آپ کی دولت دیکھی تھی بہت ہے۔ آپ اسے دیکھ لیجیے۔" پربھو دیال نے کہا اور چابیاں نکال کر دولت رام کو دے دیں ———

دولت رام نے جلدی سے چابیاں اچک لی تھیں۔ اور پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"مگر —— کیا مطلب —— کیا مطلب ——؟" اس نے ہکلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"پربھو دیال کو تمھاری دولت نہیں چاہیئے دولت رام!"

"ہائے رام —— مگر —— مگر ——" دولت رام نے چابیاں ایک دم رکھ دیں "مگر پھر میں کیسے بچوں گا؟"

"اس کا بھی ایک اپائے ہے دولت رام۔" میں نے کہا۔

"کیا ——؟" دولت رام نے چابیاں پھر اچک لیں۔

"تم نے اپنی ساری دولت پربھو دیال کو دے دی؟"

"ہائے ——" دولت رام کراہا۔

"ہاں کہو دولت رام —— ہاں کہو!"

"ہاں —— ہاں مہاراج!"

"بس تمھارا کشٹ ختم ہوگیا۔ اب یہ دولت تمھاری نہیں رہی، اس لیے تمھارا مرض بھی ٹل گیا۔ لیکن دولت تمھارے قبضے میں ہی رہے گی۔ پربھو دیال اپنی مرضی سے اسے خرچ نہیں کرسکے گا۔ تم ہی اسے خرچ کروگے۔ بس من سے تم نے مان لیا کہ دولت تمھاری نہیں ہے۔ اب تمھارے اوپر کوئی کشٹ نہیں ہے۔"

"سچ کہہ رہے ہو بھگوت ——" اچانک دولت رام کے چہرے کی سرخی واپس آگئی۔

"ہاں۔ بات تو پوری ہوگئی دولت رام۔"

"مگر یہ —— یہ پربھو دیال؟"

"پربھو دیال تمھاری دولت کا لالچی نہیں ہے دولت رام —— وہ تمھارا آشیرباد چاہتا ہے۔"

"ارے تو میرے گلے کیوں نہیں لگتا نرکھی؟ ارے تو تو اب میری سنتان ہے۔" دولت رام نے پربھو دیال کو کھینچ کر سینے سے لگالیا تھا۔ اس کی طبیعت اب بالکل ٹھیک ہوگئی تھی۔

اور پھر سارے گھر میں قہقہے گونجنے لگے۔ پھر باہر سے کچھ لوگ آگئے۔ وہ میرے پاس اپنے دُکھڑے لے کر آئے تھے لیکن اب میں انھیں ٹال رہا تھا۔ مجھے ان لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ ہاں بس ایک بات میرے ذہن میں تھی اور وہ تھی دھن راج سبھا، جسے یہ لوگ رادھن سبھا بھی کہتے تھے۔

چنانچہ رات کو میں نے کچھ بوڑھوں سے اس کے بارے میں پوچھا جو میرے پاس گیان لینے آئے تھے۔ رادھن یا دھن راج سبھا کا نام سن کر سب کے سب چپ ہوگئے۔

"مہاراج خود سمجھدار ہیں۔ رات میں اس کا نام نہیں لیتے۔" ایک بوڑھا بولا۔

"کیوں ——؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"نہیں مہاراج۔ بھگوان کے لیے نہیں۔ رات کے اندھیرے میں سارے پریت اِدھر اُدھر گھوم رہے ہوتے ہیں۔ کون جانے، کون کہاں ہو ——" ایک بوڑھے نے کہا۔

"او ہو۔ تم ان کی چنتا مت کرو کاکا۔ مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔ کیا تم میں سے کسی نے دھن راج سبھا دیکھی ہے؟"

"ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھی مہاراج۔"

"پھر اس کے بارے میں کیا سنا ہے؟"

"بس مہاراج، نالے پار کے پہاڑوں میں سے ایک گپھا ایسی ہے جس میں بھوت پریت رہتے ہیں۔ کبھی کسی نے وہ گپھا دیکھی تھی۔ مگر جس نے دیکھی تھی اسے کوئی نہیں جانتا۔"

'اوہ، ممکن ہے یہ بھی ایک مفروضہ روایت ہو،' میں نے دل میں سوچا۔ 'جب یہ بڑے بوڑھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے تو پھر اس بات کی صحت پر کیسے یقین کیا جاسکتا ہے'۔ تاہم میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اسے تلاش ضرور کروں گا، دیکھوں گا کیا ہے، اور پھر اس رات میں نے بہت سے فیصلے کیے —— پربھو دیال کی مشکل حل ہوگئی تھی۔ اب یہاں رہنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ یوں تو پوری بستی کے مسائل تھے۔ اب میں ساری بستی کے مسائل حل کرنے میں تو مصروف نہیں ہوسکتا تھا مگر میں ان لوگوں سے کہہ کر یہاں سے جاتا تو وہ میرے پیچھے پڑجاتے۔ اس لیے خاموشی سے روانگی کی ٹھانی اور پھر میں کسی کام میں وقت گزاری کا تو قائل ہی نہیں تھا۔ اس لیے دیر کرنے سے فائدہ!

جونہی میں نے محسوس کیا کہ اب بستی والے سوچکے ہوں گے، میں اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ گھوڑا لیا اور پہاڑوں کی طرف چل پڑا۔ پہاڑوں کا راستہ بخوبی ذہن میں تھا۔ پوری بستی گہری نیند سو رہی تھی۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ گھوڑا پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا تھا۔ آخر میں نالے کے پاس پہنچ گیا اور ٹھنڈے پانی کے اندر سے گزر کر دوسرے کنارے پر گھوڑے سے اتر گیا۔ گھوڑے کی پشت پر ہاتھ مار کر میں نے اسے آزاد کردیا اور پھر خود پہاڑی سوراخوں کی ٹھانی۔ اب میں سامنے نظر آنے والے ہر سوراخ کا جائزہ لینے کا تہیہ کرچکا تھا۔

اور پروفیسر وہ ساری رات عجیب گزری۔ نیند میرے لیے ایک عام حیثیت رکھتی ہے۔ ہاں، اس وقت، جب فرصت ہو۔ اگر کوئی مصروفیت ہوتی ہے تو پھر مجھے رات کو سونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میری اصل نیند کے بارے میں تو تم اچھی طرح جانتے ہو۔ جسمانی اعضاء اور اعصاب کو سکون دینے والی ایک دل کش نیند تو حیثیت ہی دوسری رکھتی ہے اور میں ابھی اس کی ضرورت نہیں محسوس کررہا تھا۔

بہرحال رات بھر میں بے شمار سوراخ دیکھ ڈالے۔ عجیب عجیب۔ بہت سے سوراخوں میں سانپوں سے بھی ملاقات ہوئی۔ لیکن اس رات میں جستجو میں تھا اس لیے کسی سے دشمنی مول نہ لی۔ کسی کی زندگی سے نہ کھیلا اور میری تلاش جاری رہی۔ یہاں تک کہ اجالا پھوٹ آیا۔ گھوڑا نہ جانے کہاں سے کہاں چلا گیا تھا مگر مجھے اس کی پرواہ بھی نہیں تھی۔ میں تو اب ان علاقوں کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں ابھی میں نے تلاش و جستجو نہیں کی تھی۔

بہرحال پہلا دن بھی اسی طرح گزر گیا اور مجھے وہ روایت صرف روایت

محسوس ہونے لگی۔ تب میرے ذہن نے ایک بات سوچی۔ دھن راج سبھا کی ایک کہانی مشہور ہے۔ ہر روایت کا ایک پس منظر ضرور ہوتا ہے۔ ممکن ہے ایسی کوئی چیز موجود ہی ہو۔ ان لوگوں نے اسے تلاش کرنے کی کوشش بھی ضرور کی ہوگی لیکن اس کے نہ ملنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انھوں نے اسے غلط انداز میں تلاش کیا ہو۔ کسی غار کا دہانہ بند بھی تو ہو سکتا ہے۔ کوئی چٹان بھی تو اس کے منہ پر آ کر ٹک سکتی ہے، اور اس طرح ممکن ہے وہ نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئی ہو۔ تب میں نے ایسی چٹانوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا جو بے سہارا ہوں اور آج کا دن اسی مصروفیت میں گزار دیا۔ رات ہو گئی اور اب رات میں نے پہاڑوں ہی میں آرام کیا۔ بستی والے شاید مجھے تلاش کرنے نہیں نکلے تھے کیونکہ اس طرف میں نے کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ یا ممکن ہے انھیں ادھر کا خیال ہی نہ آیا ہو۔

اس رات بہت غور کرنے کے بعد میں نے طے کیا کہ کل دوپہر تک یہ کام اور کروں گا۔ اس کے بعد میں یہاں سے چل دوں گا۔ بلا مقصد ایک روایت کے چکر میں پہاڑوں میں سر مارنے سے کیا فائدہ! چنانچہ میں نے صبح تک آرام کیا اور دوسرے دن پھر اپنا کام شروع کر دیا۔

اور پروفیسر ——— اگر وہ کوئی حقیقت تھی تو مجھ جیسے سر پھرے سے کہاں چھپ سکتی تھی۔ ایک بڑی چٹان اس طرح نظر آئی جیسے پہاڑ ہلنے کی وجہ سے وہ اپنی جگہ چھوڑ چکی ہو۔ ممکن ہے اس چٹان کے نیچے میرا گوہر مقصود ہو ——— میں نے سوچا ——— اور میرے بازو اس وزنی چٹان کو اپنی جگہ سے کھسکانے لگے۔ چٹان کو پہلی بار اپنی بے وزنی کا احساس ہوا اور وہ غراتی ہوئی گہرائیوں کی طرف چل پڑی ——— اور اس کے نیچے غار دیکھ کر میری آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں۔

ممکن ہے یہی ہو ——— اور میں دوسرے لمحے غار میں اتر گیا۔ پہلے تو تقریباً دس گز تک نیچے گرتا چلا گیا۔ پھر زمین سے پاؤں ٹک گئے۔ اور جب پاؤں ٹکے تو غار کی جگمگاہٹ کا احساس ہوا۔ جگہ جگہ چراغ جل رہے تھے۔ لیکن میری آنکھوں نے چراغوں کی حقیقت بھانپ لی۔ یہ قیمتی ہیرے تھے جنھوں نے پورے غار کو منور کر رکھا تھا۔ ایک وسیع و عریض ہال تھا جو آہستہ آہستہ نگاہوں کے سامنے واضح ہو گیا۔

اور یہ درحقیقت دھن راج سبھا تھی۔ چاروں طرف سنگی مجسمے ایستادہ تھے۔ عجیب عجیب سی شکلیں لیے ہوئے۔ کہیں حسین عورتوں کے روپ میں، کہیں بوڑھے جوگیوں کے روپ میں اور کہیں نوجوان لڑکوں کی شکل میں۔ فن سنگ تراشی کے اعلیٰ شاہکار۔ میں ان میں سے ایک کے قریب پہنچ گیا۔

اور پھر میں حیران رہ گیا ——— یہ ایک ہندو جوگی کا مجسمہ تھا۔ اس کے ہاتھ میں سونے کا کشکول تھا اور گلے میں قیمتی اور چمکدار موتیوں کی مالا پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں نے ایک ایک مجسمے کو دیکھا۔ ہر مجسمہ سونے اور قیمتی جواہرات سے آراستہ تھا۔ بے پناہ، بے اندازہ دولت تھی اس غار میں۔ کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں چاروں طرف دیکھتا پھرا۔

یقیناً یہی دھن راج ... سی بات نہیں ہے۔ میں تمھیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اگر اس کی اصل حقیقت انھیں بھی ... ہے۔" میں نے کہا "مگر تمھیں کچھ باتیں کے ساتھ بھی اگر دولت کا تصور ہو... اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔

میں اب ساری باتیں بھول گیا تھا۔ وقت ... نہیں رہا تھا۔ نہ جانے مجھے یہاں آئے ہوئے کتنی دیر ہو چکی تھی۔ ایک ایک مجسمے کو میں قریب سے دیکھ رہا تھا۔ حسین اور نوجوان لڑکیوں کے مجسمے بھی موجود تھے۔ وہ زیورات سے لدی ہوئی بے حد خوبصورت نظر آ رہی تھیں اور پھر ایک انتہائی دلکش صورت کے قریب میرے قدم رک گئے۔ وہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، اور جیسے منتظر تھی کہ میں اس سے بات کروں گا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"افسوس ——— میں تمھیں پیار نہیں کر سکتا!" میں نے کہا۔

"کیوں ———؟" ایک سسکی سی میرے کانوں سے ٹکرائی۔ میں اچھل پڑا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا اور پھر حسین لڑکی کے اس مجسمے کی طرف۔ پھر میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

"کیا یہ تم بولی تھیں ———؟"

"ہاں،" پھر وہی نسوانی آواز ابھری۔

"تم بول سکتی ہو ———؟" میں نے اس کے بدن کو چھو کر دیکھا، سخت پتھر کا بدن تھا۔

"ہاں!"

"مگر کیسے؟ تم تو پتھر ہو۔"

"میں ——— میں پتھر نہیں ہوں۔"

"مگر تمھارا بدن ———!"

"وہ میرے باپو کی ضد کا شکار ہو گیا ہے۔" آواز آئی۔ مجسمے کے ہونٹ تک نہیں ہل رہے تھے۔ بس ایک آواز تھی جو میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔

"باپو کی ضد کا ———؟"

"ہاں!"

"وہ کیسے؟"

"یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ سنو اجنبی! کیا تم میرے پتھریلے ہونٹوں کو چوم سکتے ہو ———؟ تمھارا یہ پیار میرے شریر میں زندگی دوڑا دے گا۔ بولو ——— کیا تم میری سہائتا کرو گے ———؟"

میں اسے گھورنے لگا۔ عقل سے باہر کی بات تھی۔ میری تو کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ لیکن بہرحال یہ جادو کی سرزمین تھی اور میں کوئی عام انسان نہیں تھا۔ چنانچہ میں اس کے اور قریب پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ میری سانس اس کے بدن سے ٹکرانے لگی۔ میں یہ دلچسپ تجربہ ضرور کرنا چاہتا تھا۔

"بولو اجنبی! ان غاروں میں آنے والے تم دوسرے انسان ہو۔ بہت

دولت رام نے جلدی سے چابیاں اچک لی تھیں۔ او ... یہاں سے نکل

"مگر ــــ کیا مطلب ــــ کیا مطلب

... ہو جاؤ گی؟"

لہجے میں کہا۔

"پر بھو دیال کو تمہارا ... ہوں۔ مگر میرا بدن پتھر کا ہے۔"

"... تجربہ ضرور کروں گا۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ کر سب سے پہلے میں نے اس کے ہونٹ چومے۔ سرد اور بے جان ہونٹ ... اور پروفیسر پھر میں ہٹ گیا۔ تب میں نے اسے مسکراتے دیکھا۔ ہاں، اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں کھنچ رہے تھے۔

"میرے پورے شریر کو جیون دے دو اجنبی۔" اس بار ہونٹ صاف ہلے تھے۔ میں نے انھیں لچکدار دیکھا۔ بلاشبہ ان میں ایک جوان دوشیزہ کے ہونٹوں کی سی گرمی اور نمی تھی۔ میں ششدر رہ گیا لیکن اس دلچسپ تجربے کو میں مکمل کر لینا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اس کی دونوں آنکھیں چوم لیں اور اس کی پلکیں جھپکنے لگیں۔

"اجنبی! میں تمہارا یہ احسان جیون بھر نہ بھولوں گی۔" وہ سسک کر بولی اور پروفیسر، پھر میں نے اسے انسان بنانا شروع کر دیا۔ میرے بے شمار بوسوں نے اس کے پورے جسم میں روح پھونک دی۔ اس کے جس عضو میں جان پڑتی اسے ہلا کر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتی اور میں نے تھوڑی دیر میں یہ کام مکمل کر لیا۔ تب ایک حسین خدوخال اور حسین بدن والی نوجوان دوشیزہ میرے سامنے کھڑی تھی اور میں دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔" اس نے فرطِ مسرت سے کہا۔

"کیوں، کیا ابھی تمہاری زبان ٹھیک نہیں ہوئی؟" ــــ میں نے ازراہِ مذاق پوچھا۔

"نہیں، اب تو میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"ایک بات بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"ضرور پوچھو۔"

"کیا یہاں موجود سارے بت پیار کرنے سے ٹھیک ہو سکتے ہیں؟"

"نہیں۔ یہ شکتی صرف مجھ میں تھی۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ یہاں صرف دھن راج انسان ہے یا میں۔ باقی سب اس کے بنائے ہوئے بت ہیں۔"

"دھن راج کہاں ہے؟"

"نہ جانے۔ ۔" اس نے جواب دیا۔

"آؤ اسے تلاش کریں۔" میں نے کہا اور اس نے میرا سہارا لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اسے سہارا دیا اور وہ میرے ساتھ چل پڑی۔

"سینکڑوں سال سے اسی طرح کھڑی ہوں۔ چلنا بھول گئی ہوں۔ کیسا عجیب لگ رہا ہے۔"

"سینکڑوں سال سے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں سوامی! سینکڑوں سال سے۔"

"کیا تم دھن راج کا بت پہچان لو گی؟"

"کیوں نہیں، وہ میرے پتا تھے۔"

"اوہ! تم دھن راج کی بیٹی ہو؟"

"ہاں سوامی!" اس نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ میں یہ پوری کہانی سننا چاہتا تھا لیکن پہلے اس سبھا کے خالق کو بھی تلاش کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ ہم پورے ہال میں پھرتے رہے ــــ اور پھر ایک جگہ ایک انسانی ڈھانچہ زمین پر پڑا ملا۔ اس کے قریب اس کا بوسیدہ لباس پڑا تھا۔ لڑکی رک گئی۔ وہ اس لباس کو دیکھتی رہی، اس ڈھانچے کو دیکھتی رہی اور پھر سسکی سی لے کر بولی:

"یہ ۔ ۔ یہ میرے پتا ہیں۔"

"اوہ ــــ!" میں نے ڈھانچے کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں۔ دیکھو یہ دھن راج ہے جو ــــ امر نہ ہو سکا۔ دیکھو اس کا دھن کسی کام نہیں آیا۔"

"اور یہ تمہارا باپ ہے؟"

"ہاں۔"

"آؤ!" میں نے اس کا بازو پکڑا اور وہاں سے ہٹا لایا ــــ حیرت انگیز لڑکی میرے ساتھ آگے بڑھ آئی۔ میں اسے غار کے دہانے پر لے آیا۔

"تم، تم زندگی حاصل کرنے کے بعد یہاں سے نکلنا چاہتی تھیں نا؟"

"ہاں۔ ان پتھروں کے ساتھ میں نے صدیاں گزاری ہیں، مجھے ان سے بے پناہ اکتاہٹ ہو گئی ہے۔ بھگوان کے لیے مجھے یہاں سے لے چلیں۔" اور میں اسے لے کر باہر نکل آیا۔ اس کے بدن کے زیورات جھلمل جھلمل کر رہے تھے۔ لباس بھی پرانی طرز کا تھا۔ باہر آ کر میں نے اسے غور سے دیکھا۔ حسن بے مثال تھا۔ کم سنی اور جوانی کے درمیان نہایت متناسب جسم۔ بلاشبہ اسے حسین ترین کہا جا سکتا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ چہرہ اٹھا کر گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔

"میں تمھیں کس نام سے پکاروں؟" میں نے پوچھا۔

"ودیا ــــ!" اس نے مترنم لہجے میں کہا "اور تم؟"

"میں ــــ" میں نے گہری سانس لی "مجھے اپنی پسند کا نام دے دو۔"

"خود تمہارا نام کیا ہے؟"

"کرشنو ــــ!"

"بڑا سندر نام ہے۔"

"ودیا میں تمہاری کہانی سننے کے لیے بے چین ہوں ــــ کیا تم مجھے اپنی کہانی سناؤ گی؟"

"ہاں ــــ میں نے تم سے کہا تھا، لمبی کہانی ہے لیکن مختصر یوں ہے کہ میرا باپ دھن راج اس علاقے کا راجہ تھا۔ مایا کا لوبھی تھا۔ جس طرح بھی ہوتا

مایا اکٹھی کرتا تھا۔ اس نے اپنی پرجا کو ننگا کر دیا تھا۔ سارا دھن دولت اس کی ملکیت ہوتا تھا۔ بڑے ہی پریشان تھے اس بستی کے لوگ۔ تب اسے ایک گیانی ملا۔ اس نے کہا کہ وہ جو پرجا پر ظلم ڈھا رہا ہے تو یہ مایا اس کے کس کام کی جب وہ مرے گا تو ساری مایا یہیں رہ جائے گی اور اسی وقت سے دھن راج کو یہ فکر ہو گئی کہ کسی طرح ایسا ہو جائے کہ جب وہ مرے تو کسی طرح اس کی مایا بھی اس کے ساتھ ہی جائے۔ اس نے کوششیں شروع کر دیں۔ بڑے بڑے سیانوں کو بلایا، ویدوں، عطاروں اور جڑی بوٹیوں کے ماہروں کو بلایا اور ان سے مشورے لیتا رہا۔ پھر نہ جانے کس نے اُسے یہ ترکیب بتائی، اس نے یہ غار بنوایا اور یہاں بت تراشے اور پھر ساری دولت ان بتوں کو پہنا دی۔ سیانوں نے اُسے بتایا تھا کہ اب اس کی عمر کم رہ گئی ہے، اس لیے ایک دن وہ مجھے لے کر اس غار میں آ گیا۔ میں اس کی اکیلی بیٹی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی دولت میرے ذریعے بھی باہر نہ جائے اس لیے جڑی بوٹیوں کے ست سے اس نے مجھے پتھر بنا دیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ خود بھی یہ ست پی کر انہی پتھروں میں شامل ہو جائے گا۔ اس طرح اپنی دولت کے ساتھ امر ہو جائے گا۔ جتنے لوگ اس کے ساتھ ان غاروں میں آئے تھے۔ ان سب کو اس نے وِش دے کر مار ڈالا اور اب اس غار کا جاننے والا کوئی نہ تھا۔ پھر مجھے نہیں معلوم کرشنو کا کس طرح اُسے موت آ گئی۔ شاید وہ پتھر بنانے والا جل نہیں پی سکا تھا۔

میں پتھر بن گئی تھی۔ مگر اس طرح کہ بول ... سکتی تھی، ہل نہیں سکتی تھی مگر سوچ سکتی تھی، سُن سکتی تھی۔ پھر میرے من میں خیال آیا کہ میں نے اب تک جو گیان حاصل کیا ہے اُسے دُہراؤں اور میں نے ایسا ہی کیا۔ علم میرے دھیان میں اُترتا رہا اور اسی سے مجھے معلوم ہوا کہ اگر کسی بھرپور جوان کے سانسوں کا اس میرے شریر پر گر مل جائے تو اس دوا کا اثر ختم ہو سکتا ہے جس نے مجھے پتھر بنا دیا ہے اور میں انتظار کرتی رہی۔ طویل انتظار ـــــ اور آج ـــــ آج میں پھر سے زندہ ہو گئی ہوں۔"

"انوکھی کہانی ہے وِدیا ـــــ!"

"لوبھ کی کہانی ہے مہاراج۔ دیکھ لو، دھن راج اپنی مایا کے ساتھ اس طرح پڑا ہے۔"

"ہاں، انسان عجیب عجیب داستانوں کا خالق ہے۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا "خیر، اب تمہارا کیا ارادہ ہے وِدیا؟"

"میرا ـــــ؟" وہ عجیب سے لہجے میں بولی چند ساعت خاموش رہی پھر کہنے لگی "میرا کیا ارادہ ہو سکتا ہے کرشنو جی۔ میں تو اس نئے سنسار کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ میں تو اس کے لیے بالکل اجنبی ہوں۔"

"پھر تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں کیا چاہوں گی۔ اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو ـــــ میں سنسار کے اجنبی لوگوں کے درمیان بھٹکتی پھروں گی۔ مگر کیا تم مجھے چھوڑنا چاہتے ہو کرشنو؟"

"نہیں وِدیا ایسی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا "مگر تمہیں کچھ باتیں ضرور بتاؤں گا۔"

"بتاؤ کرشنو کا!"

"میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ آج یہاں کل وہاں۔ کیا تم میرے ساتھ ادھر ادھر گھومتی رہو گی؟"

"تم جانتے ہو کرشنو، میری بھی کوئی منزل نہیں۔ میرا بھی کوئی ـــــ نہیں ہے اور پھر میں بھی تو اس بدلے ہوئے سنسار کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تب پھر ٹھیک ہے۔ ہمارا تمہارا ساتھ خوب رہے گا۔"

"میں ہر طرح تمہارے ساتھ خوش رہوں گی۔ اگر تم چاہو تو اس غار سے اور دولت بھی لے لو۔ سنسار میں ہمارے کام آئے گی۔"

"اوہ نہیں وِدیا۔ میرا تو خیال ہے تم اپنے یہ زیورات بھی اتار کر یہیں ڈال دو تاکہ تمہارے لوبھی پتا کی آتما کو شانتی ملے۔ مجھے دولت کی فکر نہیں ہے۔"

"نہیں کرشنو۔ آخر اس پر میرا بھی حق ہے۔" وِدیا نے کہا اور پھر ہم دونوں وہاں سے چل پڑے۔ مجھے ایک عورت مل گئی تھی پروفیسر ـــــ ایک حسین عورت، ایک حسین اور انوکھی عورت۔ اور میں بہت خوش تھا۔ میری تو تقدیر میں ہی انوکھی عورتیں لکھی تھیں۔ سو اس بار بھی ـــــ اور وِدیا کے کم سن بدن کا تصور میرے جذبات میں ہلچل مچانے لگا۔

دھن راج سبھا

اسی طرح پھیلی رہی اور ہم اسے چھوڑ کر غار سے نکل آئے۔ ودّیا میرے ساتھ چلنے پر آمادہ تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ اس حسین دلکش دوشیزہ کو لے کر میں کہاں جاؤں۔ بستی دولت نگر واپس جانا تو حماقت تھی۔ وہاں کے لوگ میرے ساتھ سلوک تو بہت اچھا کریں گے اور پھر وہاں پر بھوپال اور رکمنی بھی تھے، دونوں میرے بے حد ممنون تھے اور اپنی پُرمسرت زندگی کا کارن مجھے سمجھتے تھے، چنانچہ وہاں آؤ بھگت تو خوب ہوگی لیکن نہ جانے کیوں اب وہاں جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا اور پھر حسین ودّیا کو لے کر چل پڑا۔

ودّیا کے چھوٹے چھوٹے پاؤں ننگے تھے۔ دودھ کی مانند سفید پاؤں نرم گوشت سے بنے ہوئے۔ ان میں پتھر بھی چبھ سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے اپنے گھوڑے کو پکارا اور پھر ودّیا کو کمر سے اٹھا کر گھوڑے پر بٹھا دیا۔ ودّیا کی آنکھوں میں سکون کا ساگر لہریں لے رہا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی گھوڑے پر بیٹھ گئی۔ اس نے دونوں پاؤں ایک ہی سمت لٹکا رکھے تھے۔ میں نے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور اسے پکڑے ہوئے چلنے لگا۔

"ارے کیا تم نہ بیٹھو گے کرشنو؟" ودّیا چونک کر بولی۔

"بیٹھ جاؤں گا ودّیا! میرے پاؤں تمہاری طرح نازک نہیں ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ودّیا کی مسکراہٹ بھی گہری ہوگئی۔

"ہم بھی ویسے نازک تو نہیں ہیں مہاراج!" اس نے انبساط میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ بہت مضبوط ہو تم؟"

"تو اور کیا۔ اگر مضبوط نہ ہوتے تو صدیوں تک کھڑے کیسے رہتے۔ ہمارے پاؤں دُکھ نہ جاتے۔"

"ارے ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔" میں نے اس کی دلیل پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن ودّیا! اس وقت تو تم پتھر کی تھیں؟"

"من تو پتھر کا نہ تھا مہاراج! سچ جانو، اس سمے کو کیسے بتایا ہے ہم نے۔ ویسے من رو لیتا تھا پتھر کے ان بُتوں کو دیکھتے دیکھتے، ہماری آنکھیں پتھر کی تھیں، لیکن ایسے نیر بہاتی تھیں جیسے ساون بھادوں۔ ہم سوچتے تھے بھگوان نے ہمیں جنم ہی کیوں دیا تھا۔ کیا پتھر بنانے کے لیے۔ ہماری یہ حالت بنانے والا ہمارا پتا تھا اور ہم نہ سُنی جانے والی آواز میں اپنے پتا کو پکارتے تھے۔ ہم اس سے کہتے تھے کہ دولت کا لوبھی تو تھا، ہمیں کیوں اس جنجال میں پھنسا دیا، ہم نے تو تیری دولت نہیں مانگی تھی۔ پر ہمیں جواب کون دیتا۔"

"سچ کہہ رہی ہو ودّیا۔ بڑا دل گھبراتا ہوگا ان غاروں میں؟"

"ہے بھگوان۔ ہم کیا کہیں۔"

"بہرحال اب تو تم پتھروں سے نکل آئی ہو اب تو خوش ہو نا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہم بہت خوش ہیں مہاراج۔ کیا بتائیں تھیں۔" ودّیا نے آنکھیں بند کر کے کہا اور اس روپ میں وہ کچھ اور بھی حسین ہوگئی۔ بس میں اسے پا کر بہت خوش تھا پروفیسر۔ اس کا انوکھا پن میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ ممکن ہے کوئی عام انسان اسے پورے طور پر اس لیے قبول نہ کر پاتا کہ وہ پتھر سے انسان بنی تھی اور اس کا باپ ایک جادوگر تھا لیکن میری بات دوسری تھی۔ میں عام انسان تو نہیں تھا اس لیے مجھے ودّیا کے اس انوکھے پن سے کوئی وحشت نہیں ہو سکتی تھی لیکن اب چند سوال میرے ذہن میں تھے۔ میں اسے کہاں لے جاؤں؟ اور یہ سوال میں نے ودّیا سے کر دیا۔

"ہم چلیں کہاں ودّیا؟"

"میں کیا جانوں مہاراج!" اس نے معصومیت سے کہا۔

"کچھ تو کہو۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"ہم کچھ نہیں کہیں گے۔ آپ نے ہمیں پتھر سے منش بنایا ہے۔ اب تو ہم آپ کے ہیں۔ جنگل میں رکھیں گے جنگل میں رہیں گے، بستی میں لیجائیں گے بستی میں رہیں گے۔ یہ چِنتا تو آپ کریں۔"

"تب ٹھیک ہے۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ تمہارے دل میں فوراً کسی آبادی میں چلنے کی خواہش نہ ہو!"

"ہمارے من میں تو اب تمہارے سوا کچھ نہیں ہے مہاراج۔ ہمیں ہر وہ جگہ پسند ہے جہاں تم ہو۔" اس نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے۔ چلتے رہتے ہیں۔ جہاں رات ہو جائے گی، بسیرا کر لیں گے۔ اب کس بات کی فکر ہے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر گھوڑے پر آ جائیے مہاراج!" ودّیا نے کہا۔ حسین لڑکی کو میرا بہت خیال تھا۔ میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ودّیا کو میں نے آگے بٹھا لیا تھا اور پھر گھوڑے کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا، جہاں بھی لیجائے۔ گھوڑا سرپٹ دوڑنے لگا۔ کافی فاصلہ طے ہو گیا۔ ودّیا خاموش بیٹھی تھی۔ میرے سینے سے وہ ایسے چپکی ہوئی بیٹھی تھی جیسے برسوں کے بعد انسانی لمس نے اسے بے خود کر دیا ہو۔ میں نے بھی اسے سوچوں میں کھوئے رہنے دیا اور کوئی بات نہ کی لیکن اس خاموشی سے ودّیا ہی اکتا گئی۔

"کرشنو کا مہاراج!" اس نے آواز دی۔

"کیا بات ہے ودّیا؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ باتیں کرو مہاراج! تم نے اپنے بارے میں تو بتایا ہی نہیں۔"

"اپنے بارے میں تمہیں کیا بتاؤں ودّیا؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیوں مہاراج؟" اس نے بھولپن سے پوچھا۔

"یا تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا، یا تم اسے جھوٹ سمجھو گی۔"

"نہیں مہاراج! ہماری ایسی مجال ہے کہ ہم آپ کی بات جھوٹ سمجھیں۔ آپ ہمیں اپنے بارے میں بتائیں۔"

"بس تو پھر یوں سمجھو جس طرح تم صدیوں سے پتھر بنی دھن راج سبھا میں کھڑی تھیں اسی طرح میں صدیوں سے انسان کے روپ میں روئے زمین

پر بھٹک رہا ہوں۔ میرے لیے موت نہیں ہے اور میں ہر دور کا چشم دید گواہ ہوں۔ میں نے صدیوں کا عروج دیکھا ہے، صدیوں کی تباہی دیکھی ہے۔ نہ جانے کیا کیا دیکھا ہے میں نے ودیا۔ جسے میں خود بھی سوچنے بیٹھوں تو ربط نہ دے سکوں میرے وجود میں اُلجھ کر تمھارا معصوم ذہن الجھنوں کے سوا کچھ نہ پا سکے گا۔"

ودیا خاموش ہو گئی اور میرے خاموش ہو جانے کے بعد بھی کافی دیر تک کچھ نہیں بولی تو میں نے ایک ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا اور اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ "خاموش کیوں ہو گئیں ودیا؟"

"ہم کیا بولیں مہاراج! تم نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا۔ ہم نہیں جانتے تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"ہاں ودیا! میرے بارے میں جاننے کی کوشش مت کرو۔ بس یہ بتاؤ، کیا میں تمھیں پسند ہوں؟"

"ہاں مہاراج! تم انوکھے ہو۔ بڑے ہی سندر۔ بڑے ہی من موہن۔"

"تم میرے ساتھ صرف اس لیے جیون گزارو گی کہ میں نے تمھیں پتھر سے انسان بنایا ہے، یا تم میرے ساتھ خوش بھی رہو گی؟"

"ہم تمھارے ساتھ خوش رہیں گے مہاراج!" اس نے لجاتے ہوئے کہا اور میں نے ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر اسے خود سے بھینچ لیا۔ عورت کا نرم و گداز لمس میری روح میں گدگدیاں کر رہا تھا۔ کیا چیز ہوتی ہے عورت بھی۔ بہرحال وہ محرومی دور ہو گئی تھی جس سے میں طویل عرصے سے دوچار تھا لیکن ایک اور خیال میرے ذہن میں سر ابھار رہا تھا اور یہ خیال تشویشناک تھا۔ اچانک ہی مجھے لاکھی یاد آ گئی تھی۔ لاکھی جسے منزلا چڑیل نے ختم کر دیا تھا۔ کہیں ودیا بھی اس کا شکار نہ ہو جائے اور اس خیال نے مجھے پریشان کر دیا۔

بہرحال سفر جاری رہا۔ شام ہو گئی اور پھر جب ہمیں احساس ہوا کہ گھوڑا تھکن سے چور ہو گیا ہے تو ہم نے قیام کی ٹھانی اور ایک سرسبز جگہ گھوڑے کو روک لیا اور اسے چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور پھر میں نے ودیا پر اپنے خیال کا اظہار کر دیا۔ "میں کسی قدر پریشان ہوں ودیا!"

"کیوں مہاراج؟" وہ چونک کر بولی۔

"بتا دوں، تم ڈرو گی تو نہیں؟" میں نے کہا۔

"نہیں مہاراج! ڈر خوف کا تو ہمارے من میں گذر ہی نہیں ہے۔ ہم نے سینکڑوں سال ان خاموش مجسموں کے ساتھ گذارے ہیں، جو نہ ہنستے تھے نہ بولتے تھے۔ نہ سوچ سکتے تھے نہ دیکھ سکتے تھے۔ بس گم صم خاموش کھڑے رہتے تھے۔ شروع شروع میں ہمارا دل خوف سے دھڑکتا تھا لیکن پھر ہم تنہائی کے عادی ہو گئے۔ پھر ہمارے من سے ڈر بالکل نکل گیا اور اب ہم کسی چیز سے نہیں ڈرتے۔"

"اوہ، یہ تو اچھی بات ہے۔ اچھا ایک بات اور بتاؤ ودیا؟" میں نے کہا۔

"وہ بھی پوچھو مہاراج!"

"کیا تمھارا جیون ایک عام منش کا جیون ہے؟"

"ہم سمجھے نہیں مہاراج؟" اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"اگر کوئی تمھارے پران لینا چاہے تو آسانی سے لے سکتا ہے؟"

"میں نہیں کہہ سکتی مہاراج! مگر آپ نے یہ بات کیوں پوچھی؟"

"میں تمھیں بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں ودیا، تم کہہ چکی ہو کہ اب تمھارے دل میں کوئی خوف نہیں ہے۔ پچھلے دنوں ایک جادوگرنی میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔ میں نے اسے آگ میں جھونک دیا لیکن وہ چڑیل بن گئی اور میرے پیچھے لگ گئی۔ میرا تو وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتی لیکن جو لڑکی مجھ سے محبت کرتی ہے وہ اس کی جان لینے کے درپے ہو جاتی ہے اور اسے مار کر ہی دم لیتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہیں وہ تمھاری جان لینے پر بھی نہ تل جائے۔" میں ودیا کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار ابھر آئے۔ چند منٹ وہ خاموش رہی، پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"میں نہیں کہہ سکتی مہاراج کہ وہ میرا کچھ بگاڑ سکتی ہے یا نہیں۔ لیکن میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ میرے پاس بھی کچھ گیان ہے، میرے پاس بھی کچھ شکتی ہے جس سے میں نے معلوم کیا تھا کہ میں دوبارہ انسان کیسے بن سکتی ہوں۔"

"اوہ۔ ہاں تم نے مجھے بتایا تھا۔" میں نے چونک کر کہا۔

"چڑیلوں کے بارے میں مجھے صرف ایک بات معلوم ہے۔"

"کیا ہے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہمیں کھلی جگہ میں نہیں سونا چاہیے۔ خاص طور سے رات کو۔ رات کو ہمیں کھلے آسمان کے نیچے نہیں ہونا چاہیے۔ چاہے کسی درخت کا سایہ ہی ہو لیکن سایہ ضرور ہو۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔"

"اوہ۔ یہ عمدہ بات ہے۔ بہرحال تمھیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمھاری حفاظت کروں گا۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں مہاراج۔ مجھے اس بات سے ذرا بھی ڈر نہیں لگا۔ میں تو صرف اس لیے پریشان ہو گئی ہوں کہ وہ پاپن تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔" ودیا نے معصومیت سے کہا۔ اس کی حسین آنکھوں میں میرے لیے بے پناہ محبت کے آثار تھے اور وہ میرے لیے فکرمند نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیے۔

"میرے لیے بالکل فکرمند نہ ہو میری جان۔ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔" وہ بھی میرے بدن سے لپٹ گئی۔

"پھر بھی مہاراج۔ کرشنو کا مہاراج! ہم کسی پیڑ کے نیچے سوئیں گے اور تم رات بھر مجھ سے الگ نہ ہو گے!"

"میں تو تم کہو تو دن میں بھی الگ نہ ہوں۔" میں نے اسے شرارت سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن اس کی آنکھوں میں وہی سادگی، وہی معصومیت نظر آ رہی تھی۔ وہ شاید مرد کے کسی دوسرے روپ سے آشنا ہی نہ تھی۔ ہو جائے گی۔ پھر شرمائے گی بھی، لجائے گی بھی۔ میں نے سوچا اور پھر میں نے ایک سایہ دار درخت تلاش کیا اور اس کے نیچے ہم نے بسیرا کر لیا۔

"میں تمھارے ساتھ بہت خوش ہوں کرشنو کا!" ودیا میرے سینے سے سر ٹکا کر بولی۔

"میں بھی میری روح ۔۔۔ مگر سنو۔ تم بھوکی ہو گی؟ میں تمھارے لیے

سوراغ تلاش کروں!"

"بھوک؟" وہ پُرخیال انداز میں بولی۔ چند ساعت سوچتی رہی پھر بولی۔ "ہم جھوٹ نہیں بول رہے مہاراج۔ سنسار کی بہت سی باتیں تو ہم بالکل ہی بھول گئے۔ ہاں بھوک کچھ ہوتی تو ہے مگر کیا؟ یہ ہمیں یاد نہیں آ رہا۔"

"ارے۔ کیا تمھیں بھوک نہیں لگ رہی؟ کیا تم کچھ کھاؤ گی نہیں؟"

"ہمیں تو کچھ نہیں پتہ چل رہا مہاراج۔ آپ ہمیں سنسار کی باتیں بتائیں۔ ہم نے تو صدیوں سے کچھ کھایا ہی نہیں۔ بس کھڑے کھڑے ٹکر ٹکر سارے پتھروں کو دیکھتے رہا کرتے تھے۔" اس نے جواب دیا اور میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ ودیا، درحقیقت تو میری ٹکر کی ہے۔ بہرحال تو بھوک میں زندہ رہ سکتی ہے تو یہ تو اچھی بات ہے۔ میں بھی غذا کا اس قدر عادی نہیں ہوں کہ نہ ملے تو پریشان ہو جاؤں۔ ہاں لیکن بدن کی طلب مجھے بھوک سے زیادہ شدید لگتی ہے اور بہرحال اس کے لیے تو موجود ہے۔

"کیا تم نیند بھی بھول گئی ہو ودیا؟"

"نیند۔ نہیں مہاراج! مگر میں برسوں سے نہیں سوئی ہوں۔"

"لیکن تمھاری آنکھیں بوجھل ہو رہی ہیں۔"

"شاید۔۔۔ آہستہ آہستہ مجھے سب کچھ یاد آ جائے گا۔" اس نے کہا اور مجھے یہ بھولی ہوئی لڑکی بے حد پسند آئی۔ میں نے سوچا کہ اس کے ساتھ طویل لمحات خوب گزریں گے لیکن اب کسی بستی کی تلاش ضروری ہے تاکہ وہاں کچھ روز قیام کر کے کھانے پینے کی سامانیں لی جا سکیں۔ کافی دیر تک ہم نے وہیں قیام کیا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑے۔ ودیا میرے سینے سے چپکی ہوئی بیٹھی تھی۔

"ایک بات بتاؤ ودیا!" میں نے کہا۔

"ہوں!"

"تمھیں اپنی پچھلی زندگی بالکل یاد نہیں ہے؟"

"سب کچھ یاد ہے مہاراج! بس یوں سمجھو میں وہ ساری باتیں بھول گئی ہوں جو زندہ انسان کرتے ہیں۔ مجھے آہستہ آہستہ سب کچھ یاد آتا جا رہا ہے۔"

"کیا تمھاری زندگی میں کوئی مرد بھی داخل ہوا تھا؟"

"تمھارا جیسا نہیں۔ میری عمر زیادہ نہیں ہے مہاراج!"

"ہاں۔ اس کا اندازہ میں لگا چکا ہوں۔ تم ایک حسین عورت ہو۔ کسی بچے کی مانند، جو نیا نیا دنیا میں آیا ہو لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ بچے کا ذہن بھی چھوٹا ہوتا ہے اور۔۔۔ بدن بھی۔۔۔ لیکن تمھارا نہ ذہن چھوٹا ہے نہ بدن۔ تم سوچ لیتی ہو۔ کر لیتی ہو۔ جبکہ کوئی بچہ ان دونوں باتوں سے محروم ہوتا ہے۔"

"تم بھی مجھے ایک بات بتاؤ مہاراج۔" اس نے کہا اور میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ "تمھارے جیون میں میری جیسی کوئی لڑکی آئی ہے؟" اس نے پوچھا اور میں اس کی بات پر مسکرا دیا۔ لڑکی سننا چاہتی تھی کہ وہ دنیا کی سب سے انوکھی لڑکی ہے اور یہی ہر لڑکی کی خواہش ہوتی ہے لیکن مجھے یہ سب کچھ کہتے ہوئے عجیب لگتا تھا، خواہ مخواہ جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ۔

"میرا جیون لڑکیوں سے خالی نہیں ہے ودیا! لیکن ہر لڑکی الگ روپ کی حامل ہوتی ہے۔ تم پوچھ رہی ہو کہ میرے جیون میں تمھارے جیسی کوئی لڑکی آئی ہے، تو میرا جواب یہی ہے کہ نہیں۔ تم اپنے روپ کی انوکھی لڑکی ہو اور جس انداز سے تم مجھے ملی ہو وہ تو اور بھی عجیب ہے۔"

"ٹھیک ہے مہاراج! مگر تمھارا من ہم سے بھرے گا تو نہیں؟ تم ہمیں چھوڑ تو نہیں دو گے؟" ودیا نے معصومیت سے کہا اور اب میری سمجھ میں آیا کہ اس نے یہ معصومانہ سوال کیوں کیا تھا۔

"نہیں ودیا! میں ایسا انسان نہیں ہوں۔ بارہا، ایک دور میں، میں نے اس وقت تک ایک عورت پر قناعت کی ہے، جب تک اس کی زندگی اس کی جوانی نے میرا ساتھ دیا۔ تم میرے ساتھ ہی رہو گی، اس وقت تک جب تک تم زندہ رہو گی، جوان رہو گی۔ میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔" میں نے ودیا کو سینے سے لپٹا لیا اور اسے جیسے میری بات سے سکون ہو گیا۔

گھوڑے کی رفتار ہم نے تیز نہیں کی تھی۔ موسم بھی خراب نہیں تھا۔ ہم آہستہ آہستہ سفر کرتے رہے۔ کوئی منزل تو تھی نہیں، بس چل رہے تھے۔ ودیا پھر خاموش ہو گئی تھی۔ سورج ہمارے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ گرمی زیادہ ہو گئی تو میں نے گھوڑے کو ایک جگہ روک لیا۔ اس پورے علاقے میں یہ خوبی تھی کہ کتنی ہی دور نکل جاؤ، سبزہ ہی سبزہ تھا۔ جس جگہ ہم رکے تھے وہ بھی بہت ہی خوبصورت تھی۔ تھوڑے فاصلے پر ایک چشمہ تھا جس کے کنارے کنارے پھلوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ میں نے گھوڑے کی زین اتار دی اور اسے آزاد چھوڑ دیا۔ گھوڑا چشمے کے نزدیک پہنچ گیا۔ پہلے اس نے پانی پیا اور پھر گھاس کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے زین ایک درخت کے نیچے رکھ دی اور مسکرا کر ودیا کو دیکھا۔ ودیا بھی مسکراتی ہوئی میرے پاس پہنچ گئی اور پھر وہ زمین پر بیٹھ گئی۔ "لیٹ جاؤ ودیا!" میں نے پیار سے کہا اور وہ زمین پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اس کی آنکھوں میں پیار اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "تھک گئی ہو نا؟"

"نہیں۔" اس نے مخمور آواز میں کہا۔

"ارے ہاں۔ تم تو ابھی اپنے انسانی احساسات واپس نہیں لا سکیں۔ تم آرام کرو۔ میں تمھارے لیے پھل توڑ کر لاتا ہوں۔ پھر میں تمھیں بھوک سے آشنا کروں گا۔ میں نہیں جانتا کہ انسانی بدن میں آنے کے بعد بھی ابھی تک تمھیں ان ساری چیزوں کی طلب کیوں نہیں محسوس ہوئی اور یہ کہ اگر تم غذا اور پانی سے مزید دور رہیں تو اس کے بعد تمھاری کیا کیفیت ہو گی۔ ممکن ہے تمھارے حسن کو گہن لگ جائے اس لیے تمھیں غذا کا استعمال شروع کر دینا چاہیے۔"

"جیسی تمھاری مرضی پران ناتھ!" ودیا نے جواب دیا اور میں چشمے کے کنارے درختوں کے پاس پہنچ گیا۔ خوبصورت رنگین پھل کافی تعداد میں لٹک رہے تھے۔ میں نے درخت کو گرفت میں لیا اور پھر چند ہی جھٹکے دیے تھے کہ پھلوں کی بارش شروع ہو گئی۔ اتنے پھلوں کی تو ضرورت بھی نہیں تھی۔ بہرحال میں نے پھل سمیٹے اور ودیا کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے اسے پھل کھلائے۔ ودیا بڑے مزے سے پھل کھاتی رہی۔ پھر میں نے اسے پانی پلایا۔ میں خود بھی اس کے ساتھ شریک تھا۔ وہ میری عورت تھی پروفیسر، اور میرے اور اس کے

درمیان کوئی دیوار نہیں تھی چنانچہ اب اس کا آرام اس کی نگہداشت کی ذمہ داری میری تھی۔
پھل کھانے اور پانی پینے کے بعد وہ کسی قدر نڈھال ہو گئی اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں بھی اس کے نزدیک ہی ستانے لیٹ گیا تھا۔ کافی دیر تک وہ خاموش رہی اور پھر میں نے اس کی سانسوں میں گہرائی محسوس کی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ غذا سے آشنا ہوتے ہی اسے نیند آگئی تھی۔ یہ سب کچھ فطری عمل تھا۔ میں نے اسے سونے دیا اور خود درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ بہر حال میں اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ودیا کے مل جانے سے مجھے کافی خوشی تھی۔ عمدہ وقت گزرے گا۔ گو میرے کام کے ابھی تک کچھ آثار نہیں نظر آتے تھے لیکن ودیا کے ساتھ رہ کر میں اپنے کام کے لیے جدّوجہد کر سکتا تھا۔ کم از کم ایک ایسی لڑکی مل گئی جس پر منوسا کا جادو نہیں چل سکتا تھا اور اس کا تجربہ ہو چکا تھا۔ ودیا ابھی تک ٹھیک ٹھاک تھی۔
ودیا سوتی رہی اور میں سوچ میں ڈوبا رہا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ تب ودیا کی آنکھ کھلی۔ وہ سادہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر ایک دم چونک پڑی "ارے کرشنو کا!"
"کیوں؟ کیا ہوا ودیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"مجھے کیا ہوا تھا؟ میں کہاں چلی گئی تھی؟" اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔
"نیند کی وادیوں میں!" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"اوہ! واقعی؟" وہ پُرمسرت لہجے میں بولی۔
"ہاں! کیا تم کوئی خوشگوار کیفیت محسوس کر رہی ہو؟"
"بے حد۔ یوں لگ رہا ہے جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ اُتر گیا ہو میرے اندر تو بڑی تبدیلیاں آتی جا رہی ہیں کرشنو کا۔ مجھے تو بہت ہی اچھا لگ رہا ہے۔" وہ مست انداز میں بولی۔
"مجھے خوشی ہے۔ تم زندگی سے بھرپور ہوتی جا رہی ہو۔" اور اس وقت تو ودیا نے درحقیقت زندگی سے بھرپور ہونے کا ثبوت دے دیا۔ وہ پاگلوں کی طرح مجھ پر ٹوٹ پڑی تھی لیکن میرا کیا بگاڑ سکتی تھی پروفیسر، میں تو فتح ہوں، صرف فتح —— اور جب اسے اپنی شکست کا احساس ہو گیا تو اس نے شرما کر میرے سینے میں منہ چھپا لیا۔
"تم نے مجھے نیا جیون ہی نہیں دیا کرشنو کا نیا سنسار بھی دیا ہے —— یہ سنسار اتنا سندر تو اس سے پہلے بھی نہیں تھا، جب میرے پتا جی زندہ تھے۔ خود تمہارے من کی کوئی منو کامنا نہیں ہے کرشنو؟"
"میری آرزو —" میں نے گہری سانس لی۔
"ہاں۔ تم نے میرے جیون کی ساری آشائیں پوری کر دیں —— خود تمہارے من میں بھی تو کوئی آشا ہو گی؟"
"ہاں! میرے من میں ایک آشا ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"کیا مہاراج؟" ودیا نے بڑے پیار سے پوچھا۔
"ودیا! ممکن ہے میں نے اپنے بارے میں تمہیں جو کچھ بتایا تھا، وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آیا ہو۔ میں اس وقت اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ صرف اتنا بتاؤں گا کہ میں نے دنیا کے بے شمار علوم سیکھے ہیں۔ میری زندگی کی سب سے بڑی دلچسپی یہی ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ اور ہر مذہب اور ثقافت کے علوم سیکھوں۔ تمہارے ہاں ایک علم ہے جسے تم لوگ جادو کہتے ہو۔ مجھے وہ علم بہت پسند ہے لیکن ابھی تک میں کسی ایسے انسان کو نہیں تلاش کر سکا جس سے میں وہ علم سیکھ سکوں۔"
"تم جادو سیکھنا چاہتے ہو؟" ودیا نے کہا۔
"ہاں ودیا! یہ میری سب سے بڑی آشا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسا گیانی مل جائے۔" میں نے کہا اور ودیا کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ میں نے اسے خاموش پا کر پوچھا "کیوں؟ تم کیوں پریشان ہو گئیں ودیا؟"
"میں کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں مہاراج!"
"کیا؟"
"ستھیانند مہاراج رندھیر کے پہاڑوں کے دامن میں رہتے تھے۔ میرے پتا دھن راج ایک بار مجھے ان کی سیوا میں لے گئے تھے۔ ستھیانند امر تھے۔ انھوں نے امرت جل پی رکھا تھا اور وہ رندھیر کی گپھاؤں میں تپسیا کرتے تھے۔ سنسار کے سارے جادو انھیں آتے تھے۔" ودیا پُرخیال انداز میں بولی۔ میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ ودیا کی باتیں میرے لیے بے حد دلچسپ تھیں۔ جس شخص کا وہ ذکر کر رہی تھی اگر مجھے مل جائے تو یقینی طور پر میرا کام بن سکتا ہے۔ ودیا کے خاموش ہونے پر میں بے چینی سے اس کے دوبارہ بولنے کا انتظار کرنے لگا لیکن وہ مزید کچھ نہ بولی تو میں نے بے چینی سے کہا۔
"تم مجھے ان کے پاس لے جا سکتی ہو ودیا؟"

"ستھیانند جی امر تھے۔ صدیاں بیت چکی ہیں، پرنت مجھے وشواش ہے کہ وہ زندہ ہوں گے۔ ہاں میں نہیں کہہ سکتی رندھیرا کا کیا حال ہے۔ ممکن ہے اس علاقے کا نام ہی بدل گیا ہو۔ ہم انھیں تلاش کریں گے کرشنو!"

"ضرور تلاش کریں گے۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہ میری سب سے بڑی منوکامنا ہے۔ میں ہر قیمت پر گیان حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمھاری سہائتا کروں گی کرشنو! میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہوگی کہ میں تمھارے کام آؤں۔"

"تم نے میرے من میں نئی جوت جگا دی ہے ودیا۔ ہمارے جیون میں اب ایک مقصد پیدا ہو گیا ہے۔" میں نے کہا اور پھر نہ جانے کب تک میں ودیا کے کان کھاتا رہا۔ میں اس سے طرح طرح کے سوالات کر رہا تھا اور ستھیانند کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر رہا تھا اور پھر ہم نے ایک اور رات اسی جگہ گذاری۔ ہر رات ودیا کے من میں نئے پھول کھلتے تھے۔ وہ مجھے زیادہ سے زیادہ چاہنے لگی تھی۔

دوسرے دن ہم چل پڑے اور اب مجھے شدت سے کسی آبادی کی تلاش تھی۔ تیسرے دن ہمیں آبادی کے آثار نظر آئے اور ہمارا خیال درست تھا۔ یہ کرشن پور تھا۔ کچے پکے بے شمار مکانات کا شہر۔ گلیاں اور بازار کشادہ تھے۔ سڑکوں پر گہما گہمی تھی۔ ہم دونوں مسافروں کی حیثیت سے اس شہر میں داخل ہوئے تھے۔ ایک دھرم شالہ میں قیام کے لیے جگہ مل گئی اور ہمیں پتی اور استری کی حیثیت سے ایک کمرہ دے دیا گیا۔ مندر کی طرف سے بھوجن مل گیا۔ جب تک ہمارے ٹھہرنے پر کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔

"ہم یہاں زیادہ دیر نہیں رکیں گے ودیا!" میں نے کہا۔

"میں نہیں سمجھی منوہرا!" ودیا پیار بھرے لہجے میں بولی۔

"تم میرے من کی بات جانتی ہو ودیا۔ میں جلد از جلد ستھیانند تک پہنچ جانا چاہتا ہوں۔"

"تمھاری منوکامنا اوش پوری ہوگی کرشنو، چنتا مت کرو۔ ہم یہاں رک کر رندھیرا کے بارے میں معلوم کریں گے۔ ہمیں ضرور پتہ چل جائے گا۔"

"یہی میں چاہتا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ودیا کی حیثیت عورت میرے لیے دلکش تھی لیکن بہرحال میں اپنا کام بھی پورا کرنا چاہتا تھا۔ من میں جتنی دقتیں ہو رہی تھیں اتنا ہی میرا شوق بڑھتا جا رہا تھا۔ ودیا انوکھی تھی اس لیے کہ منورما کا جادو اس پر نہیں چل سکا تھا۔ یہ بات تو میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ منورما نے میرا پیچھا چھوڑ دیا ہوگا لیکن یقیناً ودیا جیسی پراسرار ہستی پر اس کا جادو نہیں چل سکا ہوگا۔ اسی لیے ودیا زندہ تھی اور ودیا کی زندگی بہرحال میرے لیے سکون بخش تھی لیکن اب ودیا نے جو کچھ مجھے بتایا تھا اس نے میرے دل میں ودیا سے دلچسپی اور بڑھا دی تھی۔ اگر وہ مجھے ایسے کسی آدمی تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئی تو اس سے عمدہ بات کیا ہو سکتی ہے۔ ودیا نے بھی پوری طرح میری دلچسپی محسوس کر لی تھی اور وہ بھی اس سلسلے میں پوری پوری کوشش کر رہی تھی۔

پھر میں اپنے طور پر اور ودیا اپنے طور پر اس بارے میں کوشش کرنے لگے اور دوسرے دن شام کو ودیا نے مجھے ایک خوشخبری سنائی۔ "کرشنو کا۔" اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے ودیا؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ کام بنا؟" ودیا بولی۔

"نہیں ودیا! لوگ اس طرح اس نام کو سنتے ہیں جیسے روئے زمین پر اس کا وجود ہی نہ ہو۔"

"لوگ صحیح کہتے ہیں کرشنو کا مہاراج!" ودیا مسکراتی ہوئی بولی۔

"کیا مطلب؟"

"اگر تم لوگوں سے پوچھو کہ ستھیا پہاڑی کہاں ہے تو وہ فوراً تمھیں اس کے بارے میں بتا دیں گے۔"

"ستھیا پہاڑی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں! رندھیرا کا نیا نام یہی ہے۔ ہمارے لیے نیا لیکن یہاں کے لوگ پرکھوں سے یہی نام جانتے ہیں اور ستھیانند مہاراج آج بھی انہی پہاڑیوں میں رہتے ہیں۔"

"اوہ! لیکن وہ پہاڑی یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"بالکل دور نہیں۔ صرف بیس کوس دور۔"

"اوہ، کیا یہ اتفاق نہیں ہے ودیا؟" میں مسرور ہو کر بولا۔

"ہاں۔ انوکھی بات ہے کہ ہم اسی جگہ آنکلے۔"

"مگر تمھیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟"

"بس ایک جٹا دھاری سادھو جی مل گئے۔ میں نے ان سے پوچھ لیا۔ وہ مسکرائے اور مجھے یہ بات بتائی۔"

"پھر اب ہم کب روانہ ہوں گے ودیا؟"

"جب تم کہو ناتھ!" ودیا نے جواب دیا۔

"کل صبح صبح ہم یہاں سے چلیں گے۔" میں نے کہا اور ودیا نے گردن جھکا دی۔ اس رات میں بہت خوش تھا۔ ودیا بھی میری خوشی سے خوش تھی۔ اس نے متحیرانہ انداز میں بتایا کہ ستھیانند مہاراج آج بھی اسی طرح پوجے جاتے ہیں۔ "لوگ انھیں بخوبی جانتے ہیں لیکن ہم وہاں تنہا نہیں چلیں گے ناتھ۔" آخر میں اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟ ہمارے ساتھ کون جائے گا؟"

"کسی نہ کسی کو ساتھ ضرور لیجانا پڑے گا۔" وہ پرخیال انداز میں بولی۔

"میں نہیں سمجھا ودیا؟" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم چنتا مت کرو، میں سب ٹھیک کر لوں گی۔ میں تمھیں وچن دے چکی ہوں کہ تمھیں مہاراج ستھیانند سے ضرور ملاؤں گی۔ جتنے بڑے گیانی، جتنے بڑے تپاگی وہ ہیں، تم اچھی طرح جانتے ہو ان سے ملنا آسان بات نہیں ہے۔ بہت کچھ کرنا ہوگا۔" ودیا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اگر ودیا سارے کام سنبھالنے کے لیے تیار تھی تو پھر مجھے الجھنے کی کیا ضرورت تھی اور

پھر وہ ودیا حسین اسٹوس میں پہنچ کر میں سب کچھ بھول گیا۔
دوسری صبح ودیا مجھ سے آ گیا لیکر چل گئی اور پھر کافی دیر کے بعد وہ واپس آئی۔ اس کا چہرہ خوشی سے تمتمارہا تھا۔ اس نے پیار بھرے انداز میں میری شکل دیکھی اور بولی "سب ٹھیک ہو گیا کرشنو!"
"ہوں۔ پھر اب کیا ارادہ ہے؟"
"بس۔ چلو" ودیا نے کہا اور میں تیار ہو گیا۔ ودیا اپنے لیے بھی ایک گھوڑا لے آئی تھی۔ ہم دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد شہر سے باہر نکل آئے۔ ودیا ایک مخصوص جگہ پہنچ گئی۔ یہاں ایک رتھ کھڑا ہوا تھا جو چاروں طرف سے بند تھا۔ رتھ میں دو گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ اندر نہ جانے کون تھا۔ میں نے ودیا سے اس کے بارے میں پوچھا۔
"اس میں وہ ہیں مہاراج، جو ہمارے ساتھ جائیں گے۔" ودیا نے گول مول سا جواب دیا۔
"میں نہیں سمجھا ودیا!" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
"کرشنو کا!" ودیا التجا آمیز لہجے میں بولی "مہاراج ستھیا نند کے پاس جانے کے لیے کچھ کشٹ بھوگنے پڑتے ہیں، کچھ کام کرنے پڑتے ہیں ــــ میں تمہارے کارن وہ سارے کام کر رہی ہوں۔ تم میرے کارن صرف ایک کام کرو، وہ یہ کہ مجھ سے ان کاموں کے بارے میں کچھ مت پوچھو۔ یہ بہت ضروری ہے کرشنو ورنہ میں ایسی بات نہ کرتی۔"
"اوہ! کیا بے وقوفی کی بات ہے ودیا۔ گویا میرے لیے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور مجھے ہی کچھ نہیں بتایا جائے گا۔" میں نے کہا۔
"ہاں مہاراج! ایسی ہی بات ہے۔ بس اب آپ اس بارے میں کچھ نہ پوچھیں۔" ودیا نے کہا اور میں اس کی صورت دیکھنے لگا۔ کیا حماقت کی اس بے وقوف لڑکی نے۔ حالانکہ اس نے ایک عجیب زندگی گذاری ہے اس کی اس عمر کو تو زندگی میں شامل ہی نہیں کیا جا سکتا جو اس نے انسانی حیثیت سے گذاری ہے۔ دوسری حیثیت میں وہ صرف ایک کمسن ہے لیکن ـــــ نہ جانے کیوں ودیا کی بعض باتوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بہاندیدہ ہے اور بعض باتوں کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔
بہرحال میں خاموش ہو گیا۔ ودیا نے اپنا گھوڑا بھی رتھ میں جوت لیا اور وہ خود رتھ ہانکنے لگی۔ میں اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ودیا پہلے سے بہت معلوم ہو رہی تھی۔ رتھ ہانکتی ہوئی وہ عجیب لگ رہی تھی ـــ میں خاموشی سے سفر کرتا رہا۔ گھوڑے تیز رفتاری سے چل رہے تھے اور میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اب میں اتنے گئے ذہن کا مالک بھی نہیں تھا کہ رتھ میں کون ہی پوچھتا۔ میں تو اب اس شخص کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے بھول ودیا کے امرت جل پی لیا تھا اور ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گیا تھا ـــ ایک لحاظ سے میرا ہی بھائی بند تھا۔
ودیا نے کافی دور چل کر ایک جگہ قیام کیا۔ رتھ اس نے ایک درخت کے سائے میں روک دیا اور پھر خود بھی ایک درخت کے نیچے آ گئی "ہم رات یہیں گذاریں گے مہاراج!" اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیوں؟ آگے نہیں چلو گی؟ ابھی تو روشنی باقی ہے۔"
"آگے پتہ نہیں ایسی جگہ ملے یا نہ ملے اور پھر ابھی راستہ تو کافی باقی ہے ابھی تو کل بھی اتنا ہی سفر طے کرنا ہے جتنا آج کیا ہے۔ پھر جلدی کیوں کی جائے۔"
"جیسی تمہاری مرضی" میں نے کہا اور ودیا مسکرانے لگی۔ پھر اس نے قیام کا مختصر بندوبست کیا اور میرے آرام کے لیے جگہ بنا دی۔ رتھ اسی طرح کھڑا تھا "کیا رتھ کے گھوڑے نہیں کھلیں گے؟" میں نے پوچھا۔
"کھولنے پڑیں گے مہاراج!" ودیا نے کہا۔
"لیکن یہ خاموش لوگ کون ہیں؟ میں نے ایک بار بھی ان کی آواز نہیں سنی۔"
"ہاں۔ انھیں خاموش رہنے کی ہدایت کر دی گئی ہے۔"
"مجھے ان کے بارے میں بتاؤ ودیا۔ تم نے خواہ مخواہ کی الجھن ڈال رکھی ہے۔"
"اس میں الجھنے کی کیا بات ہے مہاراج؟"
"میں جانتا ہوں تم جو کچھ کر رہی ہو میرے لیے کر رہی ہو۔ میں تمہارے کسی کام میں رکاوٹ تو نہیں ڈالوں گا۔ پھر تم مجھے اس بارے میں کیوں نہیں بتا رہیں؟"
"نہ بتانے کی کوئی بات نہیں ہے مہاراج۔ بس یہ ٹوٹکے ہوتے ہیں۔ تم انھیں دیکھو گے تو ان کے بارے میں پوچھو گے اور یہیں سے بات خراب ہو جائے گی۔ میں تمھیں ان کے بارے میں بتاؤں گی ضرور مہاراج لیکن ابھی نہیں، کام ہونے کے بعد۔"
"میں انھیں دیکھ بھی نہیں سکتا؟" میں نے پوچھا اور ودیا کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گردن ہلائی۔
"دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں کرو گے۔ انھوں نے برت رکھا ہوا ہے، بولیں گی نہیں اس لیے تم ان سے بات کرنے کی کوشش بھی مت کرنا۔ آؤ۔ ہم انھیں نیچے اتاریں۔" ودیا نے کہا اور پھر وہ میرے ساتھ رتھ کے قریب پہنچ گئی۔ تب رتھ کا پردہ ہٹا اور میں نے ان چاروں خوبصورت لڑکیوں کو دیکھا جن کے چہرے پیلے پڑے ہوئے تھے۔ نوجوان لڑکیاں تھیں۔ کسی کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں ہو گی۔ ان کے جسموں پر سفید ساڑھیاں تھیں اور بال کھلے ہوئے تھے۔ ایک عجیب سا خوف، عجیب سی سوگواری نظر آ رہی تھی ان کے چہروں پر۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنی مرضی سے نہ آئی ہوں۔
"نیچے آ جاؤ سنتھا ہار تو۔" ودیا نے کہا اور وہ سب گرتی پڑتی رتھ سے نیچے اتر آئیں۔ میں الجھی ہوئی نگاہوں سے انھیں دیکھتا رہا۔ لڑکیوں کی کیفیت سے صاف اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خوش نہیں ہیں اور کسی نہ کسی طرح ودیا کے زیر اثر ہیں لیکن اب میں ودیا سے ان کے بارے میں کیسے معلوم کروں۔ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ نہ جانے کیوں ودیا میری نگاہوں میں پراسرار ہو گئی ـــ اس کے پراسرار ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں تھا۔ پتھر سے انسان بنی تھی اپنی عمر صدیوں

کی بتاتی تھی لیکن اس کے ساتھ اس نے جو کچھ بتایا تھا اس سے وہ معصوم قرار دی جاسکتی تھی لیکن اب یہ نیا مسئلہ——

بہرحال میں نے حسبِ وعدہ اس سے اس بارے میں اور کچھ نہیں پوچھا لیکن ان لڑکیوں کے لیے میرے دل میں ہمدردی پیدا ہوگئی تھی۔ میں نے تہیہ کرلیا کہ موقع ملتے ہی لڑکیوں سے ان کا احوال ضرور پوچھوں گا اور میں اس کے انتظار میں رہا۔ لڑکیاں خاموشی سے درخت کے نیچے سر جھکائے بیٹھی تھیں۔ ودیا نے انھیں پھل کھانے کو دیے تو انھوں نے خاموشی سے پھل کھا لیے لیکن ان کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔

پھر رات کو ودیا میرے پہلو میں آگئی۔ لڑکیاں اسی طرح بیٹھی تھیں۔

"کیا وہ سوئیں گی نہیں؟" میں نے ودیا سے پوچھا۔

"جب نیند آئے گی تو سو بھی جائیں گی۔"

"ایک بات تو بتاؤ ودیا؟"

"انھی کے بارے میں ہوگی؟" ودیا عجیب سے لہجے میں بولی۔

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"میں دیکھ رہی ہوں ناتھ، تم بری طرح ان میں الجھے ہوئے ہو۔"

"ہاں تو ودیا! ان کی حالت سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی خوشی سے تمھارے ساتھ نہیں آئیں۔"

"یہ ٹھیک ہے۔ وہ اپنی خوشی سے نہیں آئیں۔"

"مگر تم انھیں کیوں لائی ہو؟"

"ضرورت کے تحت!" ودیا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کیا ضرورت ہے ان کی؟" میں نے بھی سخت لہجے میں کہا۔

"کرشنو! بس جو کچھ کررہی ہوں، تمھارے لیے کررہی ہوں اور تم—— ورنہ تم مجھ سے ایسی باتیں کررہے ہو۔"

"سنو ودیا! میرے پاس طویل عمر ہے۔ میرے پاس اتنا وقت ہے کہ کوئی کام اگر سالوں نہ ہو پائے تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ اس کے بعد میں اسے کرلوں گا لیکن اپنے کسی کام کے لیے میں کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا جس سے کسی کو نقصان پہنچے۔" میں نے کہا اور ودیا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بدلتے رہے۔ پھر وہ تھکے تھکے انداز میں مسکرادی۔

"میں جانتی ہوں ناتھ، تم نرم ہردے کے مالک ہو۔ پرنتو میں انھیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچاؤں گی۔"

"پھر انھیں کیوں لائی ہو؟"

"یہ نچن ہاریاں ہیں۔ مندروں میں ناچتی ہیں۔ میں انھیں سوامی ستھیانند جی کے دوار لے جاؤں گی۔ یہ سوامی مٹھ میں ناچیں گی۔ مہا مہاراج خوش ہوجائیں گے تب ہماری منوکامنا پوری ہوگی۔ پھر ہم انھیں واپس پہنچادیں گے۔"

"اوہ! یہ ضروری ہوتا ہے؟"

"ہاں کرشنو! ان رشیوں منیوں کی بھی کچھ باتیں ہوتی ہیں جو پوری کرنا ہی ہوتی ہیں۔ یوں سمجھو یہ دکشنا ہوتی ہے جو انھیں دی جاتی ہے۔"

"لیکن یہ لڑکیاں خوفزدہ کیوں ہیں؟"

"یہ ہمارے ساتھ آنے کو تیار نہیں تھیں۔"

"پھر؟"

"میں انھیں زبردستی لائی ہوں۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ اگر وہ میرے ساتھ چلنے کو تیار نہ ہوئیں تو ان کی سندرتا ہمیشہ کے لیے چھن جائے گی۔ بس یہ دھمکی انھیں لے آئی ہے ورنہ وہ نہ آتیں۔ وہ سوچ رہی ہیں کہ نہ جانے ان کے ساتھ کیا سلوک ہو۔"

"اوہ۔ تو یہ بات ہے۔" میں نے سادگی سے اس کے بیان پر یقین کرلیا۔ لڑکیوں کے خوف کی وجہ بھی میری سمجھ میں آگئی اور ودیا کی ضرورت بھی۔ بہرحال اب وہ انھیں لے آئی تھی اس لیے کوئی حرج نہیں تھا اور پھر اس طرح اگر کام بن جائے تو کیا حرج ہے۔ یہ تو میں دیکھ چکا تھا کہ ناچ رنگ ان لوگوں کا مذہب ہے اور ان کی عبادت گاہوں میں یہی کچھ ہوتا ہے۔ چنانچہ میں مطمئن ہوگیا اور ودیا کی طرف سے جو شبہات میرے ذہن میں پیدا ہوئے تھے ختم ہوگئے۔ تب بقیہ رات بڑے سکون و اطمینان سے گذری۔ لڑکیاں بھی ایک دوسرے پر گر پڑ کر سوگئی تھیں اور رات کے آخری پہر میں ہم دونوں بھی سوگئے۔ پھر صبح خوب سورج چڑھ آیا جب ہماری آنکھ کھلی۔

چاروں لڑکیاں اسی درخت کے نیچے بیٹھی اونگھ رہی تھیں۔ ان کے چہروں پر وہی اداسی، وہی سوگواری تھی۔ حالانکہ وہ رات میں فرار بھی ہوسکتی تھیں لیکن نہ جانے کیوں انھوں نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوکر میں نے رتھ میں گھوڑے جوتے اور ہم چلنے کے لیے تیار ہوگئے۔ راستے میں، میں نے ودیا سے اس بارے میں پوچھا۔

"میں نے ان لڑکیوں میں ایک خاص کیفیت پائی ہے ودیا! اس کی وجہ؟"

"کیسی کیفیت کرشنو؟"

"یہ صبح کو ہمارے جاگنے سے پہلے جاگ گئی تھیں۔"

"ہاں۔ پھر؟"

"اگر یہ بھاگنا چاہتیں تو بھاگ سکتی تھیں۔"

"جاتی کہاں سسریاں اس جنگل میں؟ اور پھر تمھاری ودیا کے پاس بھی تو کچھ ودیا ہے۔" ودیا مسکراتی ہوئی بولی۔

"اوہ! کیا مطلب؟"

"میں تمھیں بتا چکی ہوں پران ناتھ کہ میرے پتا نے مجھے کچھ گیان سکھائے تھے جن کی مدد سے میں نے اپنے نئے جیون کے بارے میں معلوم کیا تھا۔"

"ہاں۔ مجھے یاد ہے۔"

"تھوڑی سی شکتی میرے پاس بھی ہے، اسی کی مدد سے میں نے ان کے پاؤں باندھ رکھے ہیں۔"

"اور شاید زبانیں بھی؟" میں مسکرا کر بولا۔

"کیوں؟ زبانیں کیوں ہے؟"
"میں نے انھیں بولتے ہی نہیں سُنا۔"
"بگلی ہیں سسریاں۔ خود کو مصیبت کا مارا سمجھتی ہیں اس لیے ان کے
داس بھی خراب ہو گئے ہیں اور اچھا ہی ہے ورنہ ہمارے کان کھا جاتیں۔"
ودیا ہنس کر بولی۔
میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور پھر باقی سفر خاموشی
سے طے ہو گیا۔ مجھے ودیا پر اب کوئی شبہ نہیں رہا تھا۔ میں نے باقی راستے میں
اس سے کوئی سوال نہیں کیا اور پھر ہم اونچی پہاڑیوں کے قریب پہنچ گئے۔ سورج
ڈھلان کا سفر طے کر رہا تھا۔ فضا میں دھوپ کی تیزی ختم ہو گئی تھی۔ سارے
راستے ہم نے لڑکیوں کی کوئی آواز نہیں سُنی تھی۔ یہ سب کچھ مجھے عجیب لگ
رہا تھا لیکن بہرحال میں نے اس وقت اس بارے میں کچھ سوچنا ضروری نہیں
سمجھا۔ میں تو اب اس شخص کے بارے میں سوچ رہا تھا جس سے مجھے ملاقات
کرنی تھی۔
میرا گھوڑا اور ودیا کا رتھ پہاڑیوں کے قریب پہنچ گیا اور ودیا نے
رتھ روک لیا۔
"کیا یہی ہماری منزل ہے؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔ ستھیا پہاڑی یہی ہے۔" ودیا نے جواب دیا۔
"لیکن پہاڑی سلسلہ تو دُور تک پھیلا ہوا ہے۔ ہمیں ستھیا نند کی گپھا
تلاش کرنا پڑے گی۔"
"شاید نہیں۔" ودیا نے جواب دیا۔
"تمھیں کوئی اندازہ ہے؟" میرے ذہن میں پھر شبہ جنم لینے لگا۔
"کسی حد تک۔" ودیا پُرخیال انداز میں بولی۔ وہ پہاڑیوں میں چاروں
طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ رتھ میں داخل ہوئی اور اس نے رتھ میں لگا ہوا گھنٹہ
بجانا شروع کر دیا۔ ٹھن ٹھن کی آوازیں پہاڑوں میں گونجنے لگیں۔ ودیا کافی
دیر تک گھنٹہ بجاتی رہی تھی اور پھر شاید اس نے تھک کر ہی گھنٹہ بند کیا تھا۔
میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ قرب و جوار کی پہاڑیوں میں ابھی
کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی۔ ودیا رُک گئی۔ وہ بھی گھنٹے کی آواز کا ردِعمل چاہتی
تھی اور پھر ردِعمل ہوا۔ ہمیں اندازہ بھی نہ ہو سکا کہ وہ دونوں جٹا دھاری
سادھو کہاں سے نکل آئے تھے۔ دونوں کریہہ المنظر تھے۔ ان کے جسموں پر
نہایت مختصر لباس تھے۔ بدن گرد میں اٹے ہوئے تھے۔ بال بھی ایسے خراب
کہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔ آنکھیں انگاروں کی طرح سُرخ تھیں۔ دونوں
سامنے آ گئے اور ودیا انھیں دیکھنے لگی۔
پھر اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ میں اسی طرح کھڑا انھیں دیکھتا رہا تھا۔
"کون ہے تو ناری؟ مہاراج ستھیا نند کی تپسیا کیوں بھنگ کی ہے
تُو نے؟" ایک سادھو نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"میں مہاراج سے ملنے آئی ہوں۔"
"کیوں ملنے آئی ہے؟" سادھو کڑک کر بولا۔
"مجھے ان سے ایک ضروری کام ہے۔"
"مگر مہاراج کسی سے نہیں ملتے۔" دوسرا سادھو بولا۔
"مجھ سے ملیں گے۔ تم انھیں اطلاع دو۔"
"اندر کون ہے؟"
"سب کچھ مہاراج کو ہی بتایا جا سکتا ہے۔" ودیا نے جواب دیا۔
"ہم مہاراج کے داس ہیں۔"
"میں بھی ان کی داسی ہوں۔" ودیا برجستہ بولی۔
"اور یہ منوئی کون ہے؟"
"میرا پریمی!" ودیا نے جواب دیا۔
"اوہ! تو اپنے پریمی کے ساتھ آئی ہے۔ شاید تم دونوں مہاراج
ستھیا نند کی آشیرواد چاہتے ہو۔" ان میں سے ایک نے کہا اور دونوں ہنس پڑے۔
"کیا مہاراج نے تمھیں اس کا ادھیکار دیا ہے کہ تم دونوں ان سے
ملنے آنے والوں سے ٹھٹھول کرو؟" ودیا نے پوچھا۔
"تُو نے بات ہی ٹھٹھول کی کی ہے۔" سادھو بولا۔
"کیوں؟ اس میں ٹھٹھول کی کیا بات ہے؟"
"مہاراج پچھلے بارہ برسوں میں کسی منوئی سے نہیں ملے۔"
"اور ناری سے؟" ودیا نے پوچھا۔
"ہاں ناری سے ملنے میں انھیں کوئی کرودھ نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے، تو میں ان سے ملوں گی۔" ودیا بولی۔
"اور یہ منوئی کہاں رہے گا؟"
"انہی پہاڑوں میں رہے گا میرا انتظار کرے گا، تمھیں کیا۔" ودیا نے
کہا اور میں نے غور سے اس کی شکل دیکھی۔ ودیا نے مجھ سے پوچھے بغیر میرے
بارے میں فیصلہ کر دیا تھا۔ دونوں سادھو کچھ سوچنے لگے پھر انھوں نے گردن
ہلائی اور بولے۔
"رتھ میں کیا ہے؟"
"بلی!" ودیا آہستہ سے بولی۔ میں نے اس کے الفاظ پر غور نہیں کیا
تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ اچانک دونوں سادھوؤں کا رویّہ بدل گیا اور
پھر وہ بولے۔
"چلیے دیوی جی۔ بھگوان کرے ستھیا مہاراج آپ سے ملنے پر تیار
ہو جائیں۔" تب ودیا میرے پاس آئی اور میرے بازوؤں پر رخسار رکھ کر بولی۔
"میں سنسار کی سب سے پیاری چیز کی سوگند کھا کر کہتی ہوں کہ جو
کچھ کر رہی ہوں، تمھارے لیے کر رہی ہوں۔ تم یہاں میرا انتظار کرنا۔ ممکن ہے مجھے
دیر لگ جائے، پرنتو میں مہاراج کو تیار کر لوں گی۔ اوش تیار کر لوں گی کہ وہ
تمھیں اپنے پاس بلا لیں اور گیان دیں۔"
"میں یہاں تمھارا انتظار کروں ودیا؟" میں نے کہا۔
"ہاں مہاراج!" اس نے خوشامدانہ انداز میں کہا اور میں نے گردن
ہلا دی۔ سب کچھ برداشت کر رہا تھا، یہ بھی سہی۔ حالانکہ یہ سب کچھ میری سمجھ

میں نہیں آ رہا تھا۔ بہرحال بہت سے گورکھ دھندے ابھی میری سمجھ سے باہر تھے اس لیے میں نے دخل نہیں دیا اور پھر ودیا

ساد ھوؤں کے ساتھ چل پڑی۔ گھوڑا اس نے میرے پاس چھوڑ دیا تھا اور خود رتھ ہانکتی ہوئی لے گئی تھی۔ دونوں سادھو رتھ کے پیچھے پیچھے پیدل چل رہے تھے۔ گھوڑوں کی رفتار بہت تیز تھی لیکن میں نے دیکھا دونوں سادھو بآسانی قدم بڑھاتے ہوئے رتھ کے پیچھے جا رہے تھے۔ ان کے قدم جیسے زمین پر ٹک ہی نہیں رہے تھے۔

اور اس منظر نے مجھے کسی حد تک مطمئن کر دیا۔ ان لوگوں کی یہ کیفیت دیکھ کر میں نے سوچا کہ ممکن ہے میں بھی یہاں کچھ سیکھ جاؤں۔ چنانچہ میں نے پوری دلچسپی سے ودیا کے انتظار کا فیصلہ کر لیا اور اس وقت تک رتھ کو جاتے دیکھتا رہا، جب تک وہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گیا۔ گویا یہاں سے ستھیانند مہاراج کے استھان کا کافی فاصلہ تھا۔

بہرحال پھر میں اپنے قیام کے لیے مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔ پورا علاقہ ہی مناسب تھا۔ تاہم میں نے مناسب ترین جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ میں ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور بلندی سے چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ پھر ایک اور نزدیکی ٹیلے پر مجھے پھولوں کے کچھ جھنڈ نظر آئے اور میں نے جھنڈ کے نزدیک کی جگہ پسند کی۔ پھر میں اس ٹیلے سے اس دوسرے ٹیلے پر پہنچ گیا اور پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے نزدیک ایک سرسبز علاقے کو میں نے اپنا مسکن بنا لیا اور وہاں پر لیٹ گیا۔ کام ہی کیا تھا۔ کسی خاص چیز کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ بس سوچنے کے علاوہ کچھ نہیں۔ شام ہو گئی۔ سورج ڈوب گیا۔ آسمان پر بادلوں کے ٹکڑے جمع ہونے لگے اور انھوں نے روشنی کو وقت سے پہلے چھپا دیا۔ تاریکی اس تیزی سے پھیلی کہ تھوڑی دیر کے بعد ساری پہاڑیاں اندھیرے میں غروب ہو گئیں۔

میں اپنی جگہ لیٹا رہا۔ کوئی خیال ذہن میں نہیں تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور ایسے اوقات میں ماضی کی داستانیں میری سب سے بڑی مونس ہوتی تھیں۔ کچھ بھی سوچ لیا جائے دلکش تھا، دلچسپ تھا۔ بادلوں نے آسمان ڈھک لیا تھا ورنہ اپنے دوست ستاروں سے ہی گفتگو کی جاتی۔ طویل عرصہ ہو گیا تھا، ان سے ملاقات کیے ہوئے۔ بہرحال ادوار میرے ذہن میں گردش کرنے لگے۔ وحشیوں کی بستیاں، انسان کی ابتدائی شکل، لاکا، لولیتا، شکالا اور نہ جانے کیا کیا۔ پھر فراعنہ کے دربار، پھر یونان کی سطوت اور پھر اس کے بعد کے دور — اور یہ مختصر وقت نہیں تھا۔ روشنی کا احساس ہونے پر میں نے بند آنکھوں سے یہ مناظر نکالے اور حیرت سے اس اچانک پھیل جانے والی روشنی کو دیکھا۔ سورج تھا جو اچانک نکل آیا تھا۔ بالکل نا وقت۔؟

لیکن دھوکا مجھے ہی نہیں ہوا تھا، ننھے ننھے پرندے بھی دھوکا کھا گئے تھے، یا پھر۔ یا پھر واقعی رات چپکے سے گذر گئی تھی۔ آہٹ کیے بغیر۔ یا۔ مجھے ہی وقت کے گذرنے کا احساس نہیں ہوا تھا۔ کچھ ہوا ضرور تھا۔ یوں بھی میں نے صدیوں کی یاد تازہ کی تھی اور اگر اس کی رفتار تیز نہ ہوتی، اگر واقعات چھلانگیں مارتے نہ گذرتے تو۔ شاید ایک صدی بھی ایک رات میں پوری نہ ہوتی۔ بہرحال دن نکل آیا تھا اور پھر میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

انتظار۔ تنہائی مجھے زیادہ پسند نہیں آئی۔ میں سوچنے لگا مجھے کیا کرنا چاہیے۔ لاؤ شکار کیا جائے۔ گوشت کھائے ہوئے عرصہ گذر گیا تھا۔ ہندو معاشرے میں گوشت کھانا جائز نہیں تھا لیکن میں بہرحال گوشت خور تھا بلکہ کیا کیا کھا لیتا تھا، ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا۔ میں نے شکار کے جانوروں کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ بہت کچھ تھا۔ خرگوش، تیتر اور دوسرے جانور۔ خرگوش ٹھیک رہے گا، میں نے سوچا اور پھر نوکدار پتھر تلاش کرنے لگا۔

میرے مطلوبہ پتھر مجھے مل گئے اور میں نے خرگوش کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ کمی تو تھی نہیں۔ میرے ہاتھ سے ایک پتھر نکلا اور خرگوش نے قلابازی کھائی۔ پھر وہ کیا چل سکتا تھا۔ اسی طرح میں نے چار خرگوش ہلاک کیے اور پھر آگ تلاش کرنے لگا لیکن اس سرسبز علاقے میں سوکھی گھاس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ آگ کہاں سے آتی۔ تب میں نے صبر کیا اور پھر کچا گوشت ہی کھانے کا فیصلہ کیا۔ بھوننے سے گوشت میں کچھ اور لذت پیدا ہو جاتی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی تصور میرے ذہن میں نہیں تھا۔ بہرحال کچا ہی سہی اور میں بیٹھ کر دانتوں سے خرگوش کی نرم کھال ادھیڑنے لگا اور تھوڑی دیر کے اندر ان چاروں کو چٹ کر گیا۔ خرگوش کے خون نے ہی پانی کی طلب بھی پوری کر دی تھی ورنہ یہاں قرب و جوار میں پانی نہیں نظر آ رہا تھا۔ اس کے بعد میں زمین پر لیٹ گیا۔ بے کاری کا شغل بھی کیا ہو سکتا تھا۔

اور لیٹنے کے بعد اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ ودیا کسی مصیبت میں نہ پھنس گئی ہو۔ دونوں سادھو شکل سے ہی شیطان نظر آ رہے تھے۔ کہیں انھوں نے ودیا کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کیا ہو۔ اوہ۔ احمق لڑکی میری وجہ سے کسی مصیبت میں تو گرفتار نہیں ہو گئی۔ سادھوؤں نے اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچا دیا۔ بہت سے وسوسے میرے ذہن میں گردش کرنے لگے اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے پریشانی سے گردن کھجائی — کیا میں ودیا کو تلاش کروں؟ اس طرف جاؤں جدھر وہ رتھ لے گئی تھی لیکن وہ مجھے انتظار کرنے کو کہہ گئی تھی اور پھر۔ اور پھر — وہ خود بھی کچھ گیان رکھتی تھی، اسے آسانی سے قابو میں نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر میں سادھوؤں کے علاقے میں نکل جاؤں تو ممکن ہے ودیا کا کام بگڑ جائے اس لیے ابھی کچھ اور انتظار کر لیا جائے۔ ودیا خود بھی تو میری طرف سے غافل نہیں ہو گی۔ میں نے خود کو روکا اور ایک رات اور تنہا گذارنے کا فیصلہ کر لیا۔ رات اتنی آسانی سے نہیں آئی جتنی آسانی سے پچھلی رات کی صبح ہو گئی تھی۔ بہرحال رات ہو گئی لیکن نہ جانے اس علاقے میں شام ہوتے ہی بادل کیوں چھا جاتے تھے۔ بارش پچھلی رات بھی نہیں ہوئی تھی، بس رات بھر بادل چھائے رہے تھے اور صبح ہوتے ہی آسمان صاف ہو گیا تھا۔ آج بھی آسمان بادلوں سے چھپا ہوا تھا اور تاریکی خوب گہری تھی۔ یوں تو نہ جانے میں نے کیسا کیسا وقت گذارا تھا۔ صدیاں انسانوں سے دور گذار دی تھیں لیکن انسانوں سے قریب رہ کر جنگل کی یہ

تنہائی بھی شاق گذر رہی تھی۔ میں اپنی مخصوص جگہ پر لیٹ گیا اور لیٹا رہا۔
اور پھر رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب اچانک میں نے دُور۔ بہت دُور روشنی دیکھی۔ میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ یہ روشنی کسی پہاڑی ٹیلے پر ہی ہو رہی تھی۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں میں کسی ساز کی آواز سنائی دی اور دُور کی یہ آواز کانوں کو بہت بھلی معلوم ہوئی۔ یہ روشنی اور آواز اس سمت سے نہیں آ رہی تھی جدھر دیا گئی تھی بلکہ یہ اس کی مخالف سمت تھی۔ اس طرف جانے میں کوئی قباحت نہیں تھی چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ روشنی کے قریب جاؤں اور پھر میں ٹیلے سے اُتر آیا۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے مجھے دوڑ لگانا پڑی تھی۔ رات تاریک ضرور تھی لیکن میری آنکھیں رات کی تاریکیوں میں بھی دن کی روشنی کی مانند دیکھ سکتی تھیں چنانچہ میں نے پہاڑیاں پھلانگنا شروع کر دیں۔ ایک عام آدمی آدھی رات تک بھی وہ فاصلہ طے نہیں کر سکتا تھا جو میں نے تھوڑی دیر میں طے کر لیا اور پھر میں اس ٹیلے پر چڑھ گیا جس پر آگ روشن تھی۔
ہاں وہ روشنی آگ جلنے سے ہی ہو رہی تھی۔ کسی نے آگ کا چھوٹا سا الاؤ روشن کر رکھا تھا لیکن اسے خشک لکڑیاں کہاں سے مل گئیں۔ میں نے آگ کے عقب میں ایک ہیولا سا محسوس کیا۔ کوئی چادر اوڑھے ساز بجا رہا تھا۔ روشنی کی تپش اس کے چہرے کو چمکا رہی تھی۔ میں نے دیکھا وہ لمبی سفید داڑھی والا ایک سادھو تھا، جس کے ہاتھ میں ایک بے ہنگم ساز تھا اور ساز کے اکلوتے تار کو وہ انگلی سے بجا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ ساز کی آواز میں مست تھا۔
لیکن سب سے زیادہ حیرت مجھے آگ کو دیکھ کر ہوئی۔ میں نے دیکھا جس چیز سے شعلے اٹھ رہے تھے وہ لکڑیاں نہیں تھیں، بلکہ پتھر تھے۔ پتھر آگ اُگل رہے تھے۔ وہ سوکھی لکڑیوں کی طرح جل رہے تھے۔ یہ کیا چکر ہے؟ میں نے سوچا۔ یہ سادھو کون ہے؟ اور میں آگ کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ کافی دیر تک میں خاموش کھڑا رہا لیکن سادھو کو شاید میرے آنے کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ وہ اطمینان سے اپنے ساز میں مصروف رہا اور جب میں کھڑے کھڑے اکتا گیا تو میں نے زور سے پاؤں زمین پر پٹخا۔
”کیا تو سُر سے ناآشنا ہے بالک؟“ سادھو کی آواز اُبھری۔ اس کی آنکھیں اسی طرح بند تھیں، البتہ اس نے ساز سے انگلی ہٹالی تھی اور اب صرف تار کی جھنکار گونج رہی تھی۔
”تو تمہیں میرے آنے کی خبر تھی؟“ میں نے کہا۔
”ہاں۔ من کی آنکھوں سے تجھے دیکھ رہا تھا۔“ سادھو نے جواب دیا۔
”اور اس کے باوجود مجھ سے مخاطب نہیں ہوئے؟“ میں نے کہا۔
”تیرے من کو دُکھ ہوا۔“ سادھو نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔
”میں بہت دُور سے تمہیں دیکھ کر آیا ہوں۔“
”شما کر دے بالک۔ میں نے سوچا کہ شاید یہ سُر تیرے من کو بھی شانتی دے رہے ہوں۔“ وہ معذرت آمیز انداز میں بولا۔
”کیا تمہیں اس کا احساس ہے؟“ میں نے پوچھا۔
”ہاں۔ مجھے افسوس ہے۔“
”تب ٹھیک ہے۔ احساس کرنے والے بُرے لوگ نہیں ہوتے۔“
”اچھی ذات صرف پربھو کی ہے۔ منش تو برائیوں کی پوٹ ہے۔“ اس نے انگلی اٹھا کر کہا اور پھر ہاتھ سے اپنا ساز رکھ دیا۔ ”کون ہے تو؟ بیٹھ جا، کھڑا کیوں ہے، بیٹھ جا بالک بیٹھ جا۔“ اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ ”ان پہاڑوں میں کہاں سے آ گیا؟“ اس نے پوچھا۔
”پتھروں سے آگ کیوں جل رہی ہے؟“ میں نے پوچھا۔
”یہ نرکھ ہے۔ سارا سنسار ہی نرکھ ہے، پھر آگ کہیں سے بھی اُبلے۔“
”شعلے بجھ بھی سکتے ہیں مہاراج!“ میں نے کہا۔
”کیسے؟“ اس نے پوچھا۔
”ایسے۔“ میں نے جواب دیا اور جلتے ہوئے پتھروں کو سمیٹ کر بدن کے نیچے دبا لیا۔ آگ میرے نیچے سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی اور میں اسے چاروں طرف سے سمیٹ رہا تھا۔ سادھو مجھے دیکھتا رہا، پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔
”بس کر، بس کر بالک۔ اچھا تماشا ہے۔ بس اب پتھروں پر سے ہٹ جا۔ میں نے تجھے پہچان لیا۔“ اور میں نے پتھر چھوڑ دیے۔ آگ پھر اسی طرح روشن ہو گئی تھی۔
”پہچان لیا تم نے مجھے؟“
”ہاں۔ تیری شکتی مان لی۔“ سادھو بولا۔
”نام بھی جان لیا ہو گا؟“ میں مسکرایا۔
”سنسار نے تجھے نام دیا ہی نہیں۔ بس جس کا جو من چاہا کہا، میں تجھے کس نام سے پکاروں۔“ سادھو نے جواب دیا اور میں نے غور سے اس کی شکل دیکھی۔
”تمہارا کیا نام ہے؟ کیا سچیا نند؟“ میں نے پوچھا۔
”رام رام رام۔ کس راکھشس کا نام لے لیا تو نے۔ مجھے یوں لگا ہے جیسے کسی نے میرے منہ پر کیچڑ کھینچ ماری ہو۔“
”تمہارا کیا نام ہے پھر؟“
”کرنامی۔ پاپی کرنامی۔ سنسار میں بے کار آیا ہوں اور بے کار مر جاؤں گا۔ رادھے شیام۔“ اس نے گلوگیر آواز میں کہا۔
”میرے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟“
”ارے میں کیڑا کیا جانوں گا۔ بھگوان نے اپنے اس کارخانے میں بہت کچھ چھوڑا ہے۔“
”اچھے انسان معلوم ہوتے ہو۔“ میں نے متاثر ہو کر کہا۔
”کہہ چکا ہوں اچھی ذات صرف بھگوان کی ہے۔“
”اپنے بارے میں کچھ اور بتاؤ۔“ میں نے کہا۔
”کیا بتاؤں۔ سنسار میں روتا ہوا آیا تھا، بھگوان کے مایا بھنڈار سے گیان کی بھیک مانگتے۔ جیون گذرا اور کچھ نہ ملنے پر اب بھی رو رہا ہوں کہ شاید بھگوان کو دیا آ جائے۔“
”مجھ سے باتیں کرنا پسند کرو گے؟“ میں نے تمہیں پریشان [illegible]

"رام - رام - رام - کیسی باتیں کرتے ہو۔ جنم داتا نے تمھیں بھی جنم دیا ہے۔ جس طرح بھی دیا ہو، اس نے تمھیں منش کی شکل دی، سو منش پر تمھارا بھی اتنا ہی ادھیکار ہے۔ مجھے بتاؤ میں تمھاری کیا سیوا کروں؟" اس نے نرم آواز میں کہا۔

"کرنامی جی! میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں نے کب منع کیا مہاراج، ضرور کرو۔ اگن روشن ہے، جب تک اس میں روشنی ہے تم مجھ سے باتیں کرتے رہو، میں تمھاری باتوں کے جواب اوش دوں گا۔" بوڑھے کرنامی نے جواب دیا۔

"بھگوان نے تمھیں کیا دیا ہے اور کیا نہیں دیا اس کی شکایت تم بھگوان سے کرو۔ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم مجھے کیا دو گے؟"

"رام رام۔ منش، منش کو کیا دے سکتا ہے بالک؟"

"جو کچھ اس کے پاس ہے وہ تو دے سکتا ہے۔"

"میرے پاس جو کچھ ہے اگر اس سے کسی منش کی کوئی ضرورت پوری ہو جائے تو میرے بھاگ۔"

"تمھاری چند باتوں نے مجھے تم سے بہت متاثر کیا ہے۔ تم مجھے بتاؤ مہاراج، تمھارا گیان میرے بارے میں کیا کہتا ہے؟"

"من کی باتیں من میں رکھنا اچھی بات ہوتی ہے بھیا۔" کرنامی بولا۔

"نہیں۔ مجھے ان باتوں کی ضرورت ہے۔"

"ایک رات کے ساتھی اگر تو میرا امتحان لینا چاہے تو لے سکتا ہے، ورنہ تیرے پاس بھی بڑی شکتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ شکتی منش کے سلک میں نہیں آسکتی۔ تیرا شریر اگن وروست ہے۔ پانی تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تو نہ جانے کیا ہے اور --- اور تیری آنکھوں میں سنسار کے نہ جانے کتنے بن رچے ہوئے ہیں۔ میرا تھوڑا سا گیان مجھے یہی بتاتا ہے۔"

"تمھارا علم ٹھیک کہتا ہے مہاراج! بے شمار علوم میرے سینے میں دفن ہیں لیکن تمھاری دھرتی پر، تمھارے اس دیش میں، میں تمھارے ایک علم سے بہت متاثر ہوں اور وہ ہے جادو۔"

"جادو کوئی اچھی چیز نہیں ہے بھائی۔ اس کے چکر میں نہ پڑ۔"

"تم گیانی ہو کرنامی! میرے بارے میں جس حد تک جانتے ہو اس سے اندازہ لگاؤ کہ میں نے جتنے علوم سیکھے ہیں اپنی معلومات کے ذخیرے میں اضافے کے لیے سیکھے ہیں۔ میں اپنی طاقت کے کسی پہلو سے ناجائز فائدے نہیں اٹھاتا۔ تمھارے اس جادو کو بھی میں ایک علم کی حیثیت سے سیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کوئی خیال میرے ذہن میں نہیں ہے۔"

کرنامی نے آنکھیں بند کرلیں اور چند ساعت خاموش رہا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "تو ٹھیک کہتا ہے بھائی، مگر سنسار میں کچھ ایسے علم بھی ہیں جو اچھے نہیں ہوتے۔"

"جادو کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جادو کو کالا جادو کہا جاتا ہے اور اس کی سیاہی من کو کالا کر دیتی ہے۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ اس سے من کالا ہی ہو؟"

"تجھے وہ تجربے ہو چکے ہیں۔ گر تھا کو تو نے دیکھا، وہ تیرے ہی ہاتھوں مارا گیا اور دوسری آج تک تیرے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ میرا مطلب ہے کلپی منوکا!" بوڑھے نے جواب دیا اور میں دنگ رہ گیا۔ بوڑھا واقعی دانش مند تھا۔ میں اس سے اور زیادہ متاثر ہو گیا۔

"تمھارا خیال درست ہے کرنامی مہاراج! مگر کیا تم اس علم سے واقف نہیں ہو؟"

"نہیں میرے بچے! میں نے کبھی گندگی میں ہاتھ نہیں ڈالے۔ میں نے کبھی جادو سیکھنے کی کوشش نہیں کی۔"

"پھر یہ کون سی شے ہے جس نے تمھارا ذہن روشن کر دیا ہے؟ میں تم سے جادو کے بارے میں تفصیل جاننا چاہتا ہوں اور یہ میری سب سے بڑی خواہش ہے جو تمھیں پوری کرنا ہوگی۔"

"بھگوان کے دیے ہوئے گیان اور شیطان کے بتائے ہوئے جادو میں بڑا فرق ہوتا ہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"اوہ! تو جادو کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں؟"

"بھگوان کی بھکشا کو تم جادو نہ کہو بالک۔ وہ بس اس کی دین ہوتی ہے۔ منش کو تھوڑی بہت مل جائے تو اس کے بھاگ۔"

"اور جادو؟" میں نے پوچھا۔

"شیطان نے بھی اپنے کشان چھوڑے ہیں لیکن اسے اپنانے والے کا بھگوان سے ناطہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسے سنسار میں کافی شکتی مل جاتی ہے لیکن مرنے کے بعد اس کی آتما کو شانتی نہیں ملتی اور اسے نہ جانے کب تک کرموں کا پھل بھوگنا ہوتا ہے۔"

"اوہ۔ تو جادو سیکھنے کے لیے بھی برے کام ہی کرنا ہوتے ہوں گے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں بالک! جس کا پھل ایسا ہو، اس کا بیج بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"مجھے بتاؤ مہاراج، اس کے لیے کیا کرنا پڑتا ہے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا اور کرنامی مجھے غور سے دیکھنے لگا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بالک! ہم سادھو سنت بھگوان کی آشا میں پہاڑوں کی خاک چھاننے والے، گیان کی تلاش میں بھٹکنے والے، سنسار کے کاموں میں مشکل ہی سے پڑتے ہیں لیکن اس سنسان جنگل میں، اس انوکھی رات میں تو نے لمبا سفر طے کیا ہے اور ہمارے پاس پہنچا ہے اور ہم نے وچن بھی دیا ہے کہ تجھ سے باتیں کریں گے۔ سو ہم تجھے اس بارے میں بتائے دیتے ہیں۔ تو بھول گیا کہ جب تو نے ہم سے کہا تھا کہ کیا ہم ستھیا سندھ ہیں، تو ہم نے جواب دیا کہ رام رام، تم ہمیں راکھشس کیوں کہتے ہو؟"

"اوہ! ہاں مجھے یاد ہے۔"

"اس کے برعکس تیری ودیا نے اسے ایک مہان پرش کہا تھا۔"

"اوہ! تو تم ودیا کو بھی جانتے ہو؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اب جب تیرے اچھے اور برے راستے کی ذمہ داری ہمارے

کندھوں پر آ پڑی ہے تو ہمیں بہت کچھ جاننا پڑے گا۔ ہاں، ہم تیری ودیا کو
اچھی طرح جانتے ہیں۔ گیان کی تلاش میں بھٹکنے والے بیراگی، تو نے ہزاروں جیون
بتائے ہیں لیکن ابھی تیرے من کی آنکھوں میں جوت نہیں جاگی۔ تو منش کے
روپ پہچاننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔“

”میں نہیں سمجھا مہاراج؟“ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

”بھگوان نے برائیوں کو بھی بڑی شکتی دی ہے۔ انھیں پھیلنے سے
نہیں روکا کیونکہ اسی سے اچھے بُرے انسانوں کی پہچان ہوتی ہے۔ ہے بھگوان!
ہمیں شکتی دے کہ ہم تھوڑا سمے اس کے سامنے لوٹا سکیں۔“ سادھو نے آسمان
کی طرف منہ کر کے کہا اور اچانک آگ کے شعلے بلند ہو گئے۔ میں نے چونک کر
آگ کی طرف دیکھا اور اسی وقت کرنامی کی آواز گونجی۔

”دیکھ بالک! اگنی میں دیکھ۔ سمے لوٹ آیا ہے۔ وہ سمے جو تیری
آنکھوں سے اوجھل تھا۔ تو پہاڑوں میں تھا اور تیری ودیا شیطان کے روپ
جگا رہی تھی۔ سنھیا نند کالے جادو کا ماہر ہے۔ وہ راکھشس ہے اور اس کی
جیون رکھشا صرف کنواری ناریوں کا خون کرتا ہے۔ اب تک اس نے اپنے
جیون کو قائم رکھنے کے لیے نہ جانے کتنے انسانوں کا خون پیا ہے۔“

”کیا مطلب؟“ میں اچھل پڑا۔

”تیرے جیسے نادان اس کے جال میں آ پھنستے ہیں اور اس کا جیون
قائم رہتا ہے۔ ہزاروں بُری آتمائیں اس کے گرد منڈلاتی رہتی ہیں اور ودیا
بھی ایسی ہی آتما ہے۔“

”ودیا؟“ ایک بار پھر میں اچھل پڑا۔

”ہاں۔ وہ تیرے ہاتھوں چوٹ کھائی ہوئی ناگن، منوشا ہے۔“ بوڑھے
نے بتایا اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ودیا، منوشا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟
لیکن۔ لیکن بوڑھے کرنامی کے علم کو میں جھوٹا نہیں کہہ سکتا تھا اور یہ بات،
درحقیقت میرے لیے سنسنی خیز تھی۔

”تیرا من یقین اور بے یقینی کی کیفیت میں پھنسا ہوا ہے۔ پرنتو میں
تجھے شروع سے بتاتا ہوں۔ اس سمے تک کے حالات تو تیرے علم میں ہیں
جب تو نے منوشا کو آگ میں بھسم کر دیا تھا۔ چالاک منوشا تیرے جال میں پھنس ہی
گئی۔ اسے جیون کا سب سے بڑا دھکا لگا تھا اور اس دھکے سے وہ جیون
ہی کھو بیٹھی لیکن کالی شکتی کی مالک نے مرتے مرتے بھی اپنی آتما بھسم ہونے سے
بچالی اور چڑیل بن گئی۔ اس کی کالی شکتی نے اس کا ساتھ دیا۔ یوں تو جیون میں
اس نے بہت سے منش ڈکارے بنا ہضم کر لیے تھے۔ اس نے نالی نالی کیچڑ
چکھی تھی پرنتو تیرے بدن کی آگ نے اسے سنسار کے سارے منشوں سے بے نیاز
کر دیا۔ وہ تیرے لیے باؤلی ہو گئی اور اس کے اسی باؤلے پن کا شکار بے چاری
لاکھی ہو گئی۔ وہ یہ بات برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی اور عورت تیرے
بدن کی آگ چکھے۔ اس نے چھپی کو بھی اسی لیے ختم کر دیا تھا اور پھر لاکھی کو بھی۔
پھر وہ تیرے پیچھے لگی رہی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ
کسی بھی طرح عورت کے روپ میں تیرے سامنے آنا چاہتی تھی اور چالاک
عورت تیرے من کے بھید جانتی رہتی تھی۔ تب تو پرچھوڑیاں کی بستی میں پہنچ گیا اور
منوشا نے جان لیا کہ رادھن بھا تیرے لیے دلکش ہے۔ سو اس نے رادھن بھا کے
غار میں اپنا بھی ایک بت بنا لیا اور وہاں تجھے اپنی طرف متوجہ کر کے ایک جھوٹی
کہانی سنا دی اور وہ اپنی چالاکی میں کامیاب ہو گئی۔ اس نے تیرا ساتھ پکڑ لیا
اور اس کی منوکامنا پوری ہو گئی۔۔۔ پرنتو۔۔۔ وہ اس پریشانی میں رہنے لگی
کہ بہت جلد تجھے اس کا بھید معلوم ہو جائے گا اور تو اسے چھوڑ دے گا۔ وہ
کوئی ایسا کام چاہتی تھی کہ تو ہمیشہ کے لیے اس کا داس بن جائے۔ تیری گیان
حاصل کرنے کی منوکامنا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے سنھیا نند سے ملنے کا
فیصلہ کیا۔ سنھیا نند کالے جادو کا ماہر ہے۔ وہ راکھشس ہے اور اس کے گرگے
اس کے لیے سندر ناریاں پکڑ کر لاتے رہتے ہیں۔ منوشا خود اس کے پاس
نہیں جا سکتی تھی کیونکہ وہ اسے پہچاننے کی شکتی رکھتا ہے اس لیے اس نے
چار سندر ناریوں کو پھانسا اور پھر ان کے دماغ اپنے قبضے میں کر لیے۔ وہ ناریوں
کو سنھیا نند کے حوالے کر کے اس کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔“

بوڑھا کرنامی خاموش ہو گیا۔ میں محو حیرت، اس کی کہانی سن رہا تھا
لیکن یہ تو میری کہانی تھی اور جو شخص میری کہانی سے اس حد تک واقف ہو اس
پر شک کیسے کیا جا سکتا تھا۔ کافی دیر تک کرنامی کے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے
رہے۔ منوشا کے لیے میرے دل میں نفرت کی چنگاریوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ مجھے
افسوس ہو رہا تھا کہ اتنے دنوں تک میں اس کے جال میں پھنسا رہا۔ بالآخر میں
حیرت کے دریا سے نکل آیا اور پھر میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

”وہ سنھیا نند سے کیا چاہتی ہے مہاراج؟“

”تجھے میری باتوں پر وشواش ہے بالک؟“

”ہاں مہاراج!“ میں نے جواب دیا۔

”تو دیکھ۔ میں نے بھگوان سے پرارتھنا کی کہ میں سمے لوٹانا چاہتا ہوں
اور جلتے ہوئے شعلوں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ مجھے آ گیا ہے۔۔۔ دیکھ اس سمے
کے بعد کی کہانی دیکھ، جب وہ تجھے پہاڑوں میں چھوڑ کر گئی تھی۔“

”منوشا مہاراج؟“

”ہاں!“ بوڑھے نے جواب دیا اور پھر آگ کی طرف اشارہ کیا۔۔۔
اور پروفیسر۔۔۔ میں نے دیکھا شعلے تھرتھرا رہے تھے۔ ایک دیوار سی بنتی جا رہی
تھی۔ پھر شعلوں کی دیوار میں کچھ نقوش ابھرے۔ مختصر لباس والے سادھو نظر
آئے جو منوشا یا ودیا کے ساتھ جا رہے تھے۔ چٹانی راستہ تھا، دشوار گذار۔
لیکن سادھوؤں کے ساتھ منوشا بھی اس راستے کو اسی طرح طے کر رہی
تھی۔ وہ بھی ان کالے جادو والوں سے کم نہ تھی۔ پھر وہ ایک بلند پہاڑی کی
چڑھائیاں عبور کرنے لگے اور پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے جہاں ایک گپھا نظر
آ رہی تھی۔ مجھے سب کچھ صاف نظر آ رہا تھا۔ منوشا گپھا میں داخل ہو گئی۔ تب
دونوں سادھو اسے ایک جگہ چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ رتھ انھوں نے پہاڑ
کے دامن میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ سادھو واپس آئے اور انھوں نے منوشا سے
ساتھ چلنے کے لیے کہا۔۔۔ اور منوشا گپھا کے دوسرے حصے میں داخل ہو گئی،

جہاں ایک دیو قامت جٹا دھاری سادھو پالتی مارے بیٹھا تھا! اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ پورا بدن فولاد کا بنا معلوم ہوتا تھا! اس نے منوٗما کو قہر آلود نگاہوں سے گھورا اور منوٗما کانپنے لگی۔

"دو کلنکنی۔ نرکھنی! اب آوارہ آتماؤں کو بھی اتنی شکتی مل گئی کہ وہ سُندر ناریوں کے رُوپ میں ہمارے پاس آنے لگیں۔" سادھو کی آواز اُبھری۔

"نہیں مہاراج! نہیں کرکا داس! یہ رُوپ تیرے لیے نہیں ہے۔ کس کی مجال ہے کہ تیری آنکھوں میں دھول جھونکے۔" منوٗما لرز کر بولی۔

"تب اپنے اصلی رُوپ میں آ!" ستھیانند نے کہا اور منوٗما کا لباس جل گیا۔ اب وہ مادرزاد برہنہ کھڑی تھی! اس کا بدن کوئلے کی مانند تھا اور شکل چڑیلوں کی۔

"جے ستھیانند!" اس کے منہ سے مری مری آواز نکلی۔

"اب بول کیا بات ہے؟"

"میں مہاراج کی بلی کے لیے چار سُندر ناریاں لائی ہوں۔"

"کیا؟" سادھو اچھل پڑا۔

"ہاں۔ چار کنواری کنیائیں!"

"کیا تو سچ کہہ رہی ہے؟" سادھو کی زبان لپلپانے لگی۔

"مہاراج کے سامنے جھوٹ بولنے کی ہمت کسے ہے۔"

"کہاں ہیں وہ؟"

"رتھ میں موجود ہیں۔" منوٗما نے جواب دیا۔

"راگھو۔ راگھو!" ستھیانند نے پکارا اور وہی دونوں سادھو اندر داخل ہو گئے۔ "کیا نیچے رتھ موجود ہے؟"

"ہاں مہاراج!"

"اور اس میں ناریاں بھی ہیں؟"

"ہاں مہاراج!"

"تو پاپیو۔ انھیں لاتے کیوں نہیں؟" سادھو دہاڑا اور وہ دونوں جلدی سے باہر نکل گئے۔ منوٗما کے سفید سفید دانت مسکراہٹ کے انداز میں چمکنے لگے۔ "تجھے یقین ہے وہ کنواری ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں مہاراج! میں انھیں چھانٹ کر لائی ہوں۔"

"تب تو سچی ہے۔ تب تو ہماری سچی داسی ہے۔ ہمیں وشواش ہو گیا کہ تو نے ہم سے چلتر نہیں کیا ہے۔ جا۔ اس پتھر پر بیٹھ جا۔ ہم پہلے ان ناریوں سے مل لیں اس کے بعد تجھ سے بات کریں گے۔ اب ہم تیرے متر ہیں۔"

سادھو کا رویہ نرم ہو گیا اور پروفیسر! چند ساعت کے بعد دونوں سادھو ان چار معصوم لڑکیوں کو لیکر گپھا میں داخل ہو گئے۔ لڑکیوں کے بدن تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں کا ہراس بڑھ گیا تھا۔ ستھیانند کو دیکھ کر وہ نیم مُردہ ہو گئیں۔

اور ستھیانند کا چہرہ اور بھیانک ہو گیا! اس کی سُرخ زبان بار بار باہر نکلنے لگی۔ اس کے ہونٹوں سے رال ٹپک رہی تھی اور آنکھوں میں شیطان ناچ رہا تھا۔ "آؤ۔ آؤ۔" اس نے بھیانک آواز میں کہا اور لڑکیوں کے قدم جم گئے۔ ان پر نیم مدہوشی کی سی کیفیت طاری تھی۔ شاید یہ حد سے بڑھے ہوئے خوف کا نتیجہ تھا۔

"آجاؤ۔ آ بھی جاؤ۔" وہ دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے بولا اور پھر زور سے دہاڑا۔ "آؤ۔" اور لڑکیاں بدحواسی میں کئی قدم آگے بڑھ آئیں۔ تب ستھیانند نے ایک ہاتھ اٹھایا۔ اس کی پانچوں انگلیوں سے شعاعیں پھوٹیں اور لڑکیوں کے لباس میں آگ لگ گئی۔ لڑکیاں بے تحاشہ چیخنے لگی تھیں۔ وہ آگ بجھانے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن آگ ان کا لباس تیزی سے جلا رہی تھی اور ستھیانند قہقہے لگا رہا تھا۔

"کیوں اچھل کود رہی ہو پاگلو۔ یہ تو سوچو کیا اگن تمھارے شریر کو بھی جلا رہی ہے۔ وہ تو تمھارے شریر کو چھو بھی نہیں رہی ہوگی۔ پھر کیوں بھاگ دوڑ کر رہی ہو۔" ستھیانند نے کہا لیکن لڑکیاں اس وقت تک اچھلتی کودتی رہیں جب تک ان کے بدن پر لباس کا ایک ایک تار نہ جل گیا اور پھر ان کے گورے بدن عُریاں ہو گئے۔ درحقیقت بڑے خوبصورت بدن کی مالک لڑکیاں تھیں لیکن اس وقت میرے دل میں ان کے لیے کوئی بُرا خیال نہیں ابھرا۔ میرا خون غصے سے کھول رہا تھا۔

"کرنامی مہاراج!" میں غرایا۔

"ہوں!"

"صرف اتنا کریں کہ مجھے ان تک پہنچا دیں۔ آپ کو اپنے بھگوان کی سوگند۔"

"کوئی فائدہ نہیں ہے پگلے۔ تجھے معلوم ہے کہ یہ بات آج کی نہیں ہے۔ میں نے سمے واپس مانگا تھا سو یہ گذرے ہوئے سمے کی بات ہے۔"

"اوہ!" میں نے اذیت سے کہا۔ "میں ان کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔"

"شاید۔ یہ اب کچھ کرنے کے سمے سے گذر بھی چکی ہوں۔" کرنامی مہاراج نے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور آگ کی طرف دیکھنے لگا۔

منظر ناقابل برداشت تھا۔ دیو ہیکل ستھیانند نے ایک گڑیا جیسی لڑکی کو اپنے بدن میں سمیٹا ہوا تھا اور چڑیل منوٗما دلچسپی سے اس کے لٹنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔ دوسری لڑکیاں برابر چیخ رہی تھیں۔

کافی دیر تک ستھیانند لڑکی کے بدن کو بھنبھوڑتا رہا اور پھر جب وہ نیم مردہ ہو گئی تو اسے چھوڑ دیا۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ یا۔ اس نے سکون کی ایک سانس لی۔ "کیا نام بتایا تھا تو نے اپنا؟"

"منوٗما، مہاراج!" منوٗما جلدی سے بولی۔

"ہم تجھ سے بہت خوش ہیں۔ بہت ہی خوش ہیں۔ مانگ کیا مانگتی ہے؟"

"مہاراج! میں ایک کٹھور منش سے پریم کرتی ہوں۔"

"اب بھی کرتی ہے۔ ارے تو اب بھی اس سے پریم کرتی ہے؟"

"ہاں مہاراج!"

"اور وہ تیری صورت سے بدکتا ہوگا۔ کیوں ہے؟"

"نہیں مہاراج!"

"پھر۔ پھر کیا بات ہے؟"

"مہاراج! وہ انوکھا انسان ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مہان شکتیوں کا مالک۔ آگ بھی اسے بھسم نہیں کر سکتی۔ وہ کہتا ہے وہ امر ہے اور صدیوں سے زندہ ہے۔ مہاراج! میری موت کا کارن وہی ہے۔ اسی نے مجھے آگ میں جھونک دیا تھا اور میں چڑیل بن گئی۔ میں اس سے بے پناہ پریم کرتی ہوں مہاراج! میں اسے بے پناہ چاہتی ہوں۔ میری آتما اس کے بنا شانت نہیں ہو سکتی۔ میں اس کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

"ارے تم کیوں سہمے جا رہی کمینیو! چپ ہو گی کہ تمھاری گردنیں اتار دوں؟" ستھیانند نے سہمی ہوئی لڑکیوں سے کہا اور پھر منوما سے بولا "ٹھہر جا منوما میں تیری بپتا ابھی سنتا ہوں۔ مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ راگھو!" اس نے پھر اپنے چیلوں کو آواز دی اور دونوں اندر آ گئے۔ "انھیں لے جاؤ اور بند کر دو۔ ابھی یہ تینوں مین وقت میں کام آئیں گی۔"

"چلو" دونوں شیطان صفت سادھوؤں نے لڑکیوں کو دھکا دیا اور انھیں اس غار سے باہر لے گئے۔ جس لڑکی کو ستھیانند شیطان نے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا تھا، وہ اسی طرح زمین پر پڑی تھی۔

"منوما!" اس نے منوما کو آواز دی تھی۔

"مہاراج!" منوما آگے بڑھ آئی۔

"لے۔ اس کی گردن کاٹ لے۔" اس نے ایک پتھر پر سے چھری اٹھا کر منوما کو دیتے ہوئے کہا اور منوما نے نہایت سعادت مندی سے چھری لے لی اور پھر میں نے ایک درندگی سے بھرپور منظر دیکھا۔ منوما زمین پر بیٹھی اور پھر اس نے زمین پر پڑی لڑکی کو بڑی بے دردی سے ذبح کر دیا۔ لڑکی تڑپنے لگی۔ اس کی گردن سے خون کی جوان دھاریں اچھل رہی تھیں۔ "الگ کر دے اسے۔ اوہ۔ خون زمین پر گرا دیا ہے۔ نرکھی کہیں کی۔ گردن کاٹنا بھی نہیں آتی۔" ستھیانند نے کہا اور پھر چھری منوما کے ہاتھ سے چھین کر ایک ہی وار میں لڑکی کی گردن الگ کر دی پھر اس نے اس کے بدن کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں اٹھا لیا اور اسے اٹھا کر گردن کی دھاروں سے منہ لگا لیا۔ کٹی ہوئی گردن منوما نے اپنے ہاتھوں میں پکڑ لی اور اس کا خون وہ پینے لگی۔

"رادھے شیام۔ رادھے شیام!" کرنامی نے آنکھیں بند کر لیں۔ میری آنکھوں میں خون چھلک رہا تھا لیکن مجھ پر بے بسی طاری تھی۔ میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ خاموشی سے یہ خوفناک منظر دیکھتا رہا۔ دونوں شیطانوں نے خون پیا اور پھر لڑکی کا بے جان بدن ایک طرف پھینک دیا۔

"راگھو!" ستھیانند نے پھر راگھو کو آواز دی اور دونوں اندر آ گئے۔

"لے جاؤ۔ کھا پی کر ہڈیاں پھینک دو۔" ستھیانند نے کہا اور دونوں شیطانوں کے منہ میں جیسے پانی آ گیا۔ وہ دونوں بڑی چاہ سے لڑکی کے مردہ بدن کو اٹھا کر لے گئے اور پھر آگ کی دیوار سادہ ہو گئی۔ میں نے طویل سانس لی تھی۔

"یہ ہے ستھیانند اور یہ ہے اس کا گیان، اس کی ودیا!"

"باقی لڑکیوں کا کیا ہوا مہاراج؟" میں نے پوچھا۔

"سب کے ساتھ یہی سلوک ہوا ہے۔ دیکھو" کرنامی نے پھر ہاتھ اٹھایا اور میں نے دیکھا۔ تینوں لڑکیوں کی لاشیں بھی جگہ جگہ سے نچی پڑی تھیں۔

"بس کرنامی! میں اس سے زیادہ دیکھنا نہیں چاہتا لیکن ایک بات میں تم سے ضرور پوچھوں گا۔"

"وہ بھی پوچھ لو میرے متر۔" کرنامی نے کہا۔

"اگر انسان کے پاس قوت ہو تو کیا وہ دوسروں کی مدد نہیں کر سکتا؟"

"کرنی چاہیے۔ منش کو منش کی سہائتا ضرور کرنی چاہیے۔"

"تب پھر۔ اگر تمھارے علم میں لڑکیوں کا یہ حشر تھا تو تم نے ان کی مدد کیوں نہیں کی؟" میں نے سوال کیا اور بوڑھے نے گردن جھکا لی پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ گردن اٹھا کر بولا۔

"تم نے ٹھیک کہا بالک! اگر یوں سمجھو ان کی سہائتا کرنا میرے بس سے باہر تھی۔"

"آخر کیوں؟"

"اس سے آگے نہیں بتاؤں گا۔ بس سمجھ لو میں جھوٹ نہیں بول رہا" کرنامی نے کہا۔

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی مہاراج! لیکن تم کہتے ہو تو میں خاموش ہوا جاتا ہوں۔" بوڑھے کرنامی نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور پھر چند منٹ کے بعد وہ بولا۔

"پھر اب تیرا کیا ارادہ ہے بالک؟"

"میرا ارادہ۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، میری جان! اجار دیکھنے کا خیال من سے نکال دے۔ میرے ساتھ چل، میں تجھے کسی مہان گیانی کے پاس لے چلوں گا اور گیان دلواؤں گا۔"

"وہ گیان حاصل کرنا میری دلی خواہش ہے لیکن تمھیں اس وقت تک میرا انتظار کرنا پڑے گا جب تک میں ستھیانند کو ٹھکانے لگا کر واپس نہ آ جاؤں" میں نے کہا اور کرنامی مہاراج تعریفی نگاہوں سے میری شکل دیکھنے لگا۔ اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا تھا۔ میں اپنے طور پر ستھیانند کے چیتھڑے اڑانے پر غور کر رہا تھا۔

"دھن واد بالک، دھن واد!" کرنامی نے تعریفی انداز میں کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "تو جو کوئی بھی ہے میں تو بس یہی کہوں گا کہ مہان ہے۔ ہاں مجھے تیرے من کی منوکامنا معلوم ہے۔ میں اودش جانتا ہوں کہ تو ہمارے دیش کا یہ علم سیکھنے کے لیے بے چین ہے۔ پرنتو وہ جو تیرے کوئی نہیں ہیں ان کے کارن تو اپنا یہ خیال تیاگ دینے کو تیار ہو گیا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں بالک کہ شیطان کا چیلا ستھیانند مہان شکتی کا مالک ہے، اس سے ان معصوم ناریوں کا بدلہ لینا کسی منش کے بس کا روگ نہیں ہے۔

پرنتو میرے بالک، میرا گیان مجھے بتاتا ہے کہ تو عام منش میں سے نہیں ہے اور میری یہ بات مان لے کہ جس بھروسے سے تو اس سے بدلہ لینے

جارہا ہے تجھے اس میں ناکامی نہیں ہوگی۔"

"اگر تم میرے اس اقدام سے متفق ہو کرنامی مہاراج تو پھر میری سہائتا کرو۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"بھگوان تیری سہائتا کرے گا۔ وہی سب سے مہان ہے۔ تو جا ــ بس میں اس کے سوا کچھ نہ کہوں گا۔" کرنامی مہاراج نے کہا۔

"ٹھیک ہے مہاراج! لیکن اگر میں ستھیانند کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس کے بعد تم سے کہاں ملاقات ہوگی؟"

"بھگوان کی دھرتی بہت لمبی ہے بالک۔ کہیں نہ کہیں مل ہی جائیں گے۔" کرنامی نے جواب دیا۔

"یہاں نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں بھی مل سکتے ہیں، پرنت تیرے من میں بدلے کی جو منو کامنا ہے یا جو بھاونا ہے اسے تو پورا کر۔"

"ٹھیک ہے کرنامی مہاراج! میں نے پوری زندگی علوم سیکھنے میں گذاری ہے [illegible] دھرم کے اس علم نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ میں اسے بھی سیکھنا چاہتا ہوں [illegible] لوں گا، ابھی نہ سہی کچھ دیر بعد سہی مگر سیکھ ضرور لوں گا ویسے بھی [illegible] کا خدشہ تو ہے نہیں۔ تم چلے جاؤ گے، تمہارے جیسا [illegible] جائے گا۔"

"ہاں۔ بھگوان کی اس دھرتی پر بڑے بڑے مہان سادھو پڑے ہوئے ہیں جن کے من گیان کی روشنی سے بھرے ہوئے ہیں ــــ اور بالک تیری لگن بھی ہے تو بھگوان تیری سہائتا کریں گے ــــ اب تو جا۔ میں تجھے کسی ایسے کام سے روکنا نہیں چاہتا جس سے بھگوان بھی ناخوش ہوں۔ ویسے بھی ستھیانند جیسے شیطان کے لیے تو ہی ٹھیک منش ہو سکتا ہے۔"

"میں جا رہا ہوں مہاراج!" میں نے کہا اور پھر میں واپس چل پڑا۔ مجھے [illegible] پورا پورا اندازہ تھا جس طرف ستھیانند کے دونوں چیلے، ودیا یا منوکا کو لے گئے تھے۔ سادھو کرنامی نے آگ کے دائرے میں جو کھیل دکھایا تھا اس سے میں نے راستے کا بھی اندازہ لگا لیا تھا، چنانچہ اب اس راستے کو تلاش کرنا [illegible] لیے مشکل نہیں تھا۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس نے میرے بدن میں چنگاریاں بھر دی تھیں۔

میں ان بدبخت لڑکیوں کے لیے بے حد پریشان تھا۔ کاش مجھے احساس ہو جاتا کہ کم بخت منوکا ان معصوم لڑکیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے لیجا رہی ہے، میں منوکا کو وہیں روک دیتا جس طرح بھی ممکن ہوتا لیکن اس ذلیل عورت نے جال ہی ایسا پھیلایا تھا کہ میں اس کے چکر میں آگیا تھا۔

میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال نہیں جاگا تھا کہ دھن راج سبھا کے مجسموں کے درمیان کھڑی ہوئی خوبصورت لڑکی منوکا بھی ہو سکتی ہے۔ چالاک عورت نے اپنے آپ کو جس انداز میں پیش کیا تھا، اس نے پورے طور سے مجھے اپنے جال میں جکڑ لیا تھا اور پھر میری فطرت جو عجوبوں کی تلاش میں سرگرداں رہتی تھی شاید منوکا نے اس کے بارے میں بھی اندازہ لگا لیا تھا۔ بہرصورت پروفیسر، میں نے صدیاں دیکھی تھیں اور صدیوں کا طویل عرصہ میرے ذہن کو عام انسانوں سے ممتاز کر چکا تھا لیکن اس کے باوجود مجھے اعتراف ہے کہ مختلف ادوار میں پیدا ہونے والے بعض اوقات ایسی ذہانت کے مالک نکل آتے ہیں کہ میرا تجربہ خاک میں مل جاتا ہے اور پھر یوں بھی جوں جوں وقت گذرتا ہے، ذہنوں میں تبدیلیاں ہوتی جاتی ہیں۔

اور پروفیسر تم خود دیکھو انسان غاروں سے، پہاڑوں سے، جنگلوں سے، درختوں سے اتر کر آبادیوں میں آیا۔ اس کے ذہن نے رفتہ رفتہ کام شروع کیا۔ اس نے سوچ کو پہچانا اور یہی سوچ اس کے لیے نت نئے راستے تلاش کرتی رہی۔ میں تو صرف ایک دیدہ ور تھا۔ میں نے دیکھا اس وقت جب انسان کر چکا تھا۔ میں نے سوچا اس وقت اس کے بارے میں جب وہ سوچ کر اپنی سوچ کو عملی شکل دے چکا تھا۔ گویا میں سوچنے والوں سے پیچھے تھا اور سوچنے والے نت نئی بات سوچتے ہیں۔ سو ہم ان کی سوچ کے ساتھ نہیں دوڑ سکتے۔

اب کردار خواہ کچھ بھی ہوں چاہے وہ یونان کا سکندرِ اعظم ہو، راجا ابھی ہو یا پھر منوکا، سب کے سوچنے کے انداز مختلف ہوتے ہیں کہیں سادھو کرنامی ہوتا ہے اور کہیں شیطان صفت ستھیانند۔

منوکا کی سوچ گو تخلیقی نہیں تھی وہ تخریب کار تھی لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ذہین تھی اور اس کی ذہانت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب میں نے اسے چڑیل منوکا کے بارے میں بتایا تو اس نے میری ہی بات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"اس کا گیان کہتا ہے کہ چڑیل منوکا اسے کھلی جگہوں پر نقصان پہنچا سکتی ہے اور اگر وہ پیڑ کے نیچے رہیں تو منوکا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

کیا تم سمجھ سکتے ہو پروفیسر کہ اس بات سے اس کا کیا مقصد تھا؟

"کیا مطلب؟" پروفیسر چونک پڑا۔

ہاں پروفیسر، چالاک عورت نے اس وقت بھی خوب سوچا تھا اور اچھی سوچ کی داد نہ دینا ناانصافی ہے۔ بہرحال اس کا مقصد کچھ بھی ہو لیکن اس نے جو کچھ کیا وہ کامل تھا۔

"کیا مقصد تھا اس کا؟" پروفیسر نے پوچھا۔

تمہیں یاد ہوگا پروفیسر کہ منوکا نے میری ستارہ شناسی سے چوٹ کھائی تھی اور شاید تم یہ بھی بھولے نہ ہو گے کہ اس کی موت ستاروں کے ذریعے آئی تھی۔

"اوہ! ہاں۔ شاید۔" پروفیسر یاد کرتے ہوئے بولا۔ "تم نے بتایا تو تھا۔" پروفیسر حیرت سے اچھل پڑا۔

ہاں ــ میرے دوست ستاروں نے مجھے بتا دیا تھا کہ منوکا کیا ہے اور یہ بات منوکا بھی جانتی تھی کہ ستارے اس کے سب سے بڑے دشمن ہیں، یا چغل خور ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ستارے اس کی نشاندہی کر دیں اور میں پھر ہر وقت اس کی کسی کوشش سے واقف نہ ہو جاؤں۔ چنانچہ پروفیسر درخت کے سائے

میں اس نے مجھے ستاروں سے دُور رکھنے کی کوشش کی اور بہر صورت یہ کوشش
دیانت سے بھرپور تھی۔

پروفیسر خاور نے ایک طویل سانس لی۔ صدیوں پہلے کے لوگ بھی
ان کے انسان سے مختلف نہ تھے۔ سازش کرنے والے اس وقت بھی سازشی
ذہنوں سے بہرہ ور تھے۔" واقعی اس نے خوب سوچا۔" پروفیسر مسکراتے ہوئے بولا۔

ہاں تو میں سینے میں انتقام لیے سنھیانند کے غاروں کی تلاش میں چل
پڑا لیکن ابھی میں اپنے اس استھان پر بھی نہ پہنچا تھا جہاں پر میں نے روشنی دیکھی تھی
اور جہاں منورما یا ودیا مجھے چھوڑ گئی تھی کہ اچانک میں نے پہاڑوں میں ایک آواز
گونجتی سنی۔

"کرشنو کا۔ پران ناتھ! تم کہاں ہو؟ کرشنو کا! کرشنو کا!" اور یہ آواز
اس آواز اس ڈائن کے سوا کسی کی نہیں تھی۔ منورما واپس آ گئی تھی، شاید سنھیانند
کی مدد سے میرے لیے کوئی جال تیار کر کے، اور پروفیسر میں اس جال میں پھنسنے
کے لیے تیار تھا۔ اگر صدیوں کی زندگی مجھے اس جادوگرنی سے یا اس کے چیلوں
سے نجات دلا سکتی تھی تو مجھے یہ زندگی، یہ شکست قبول نہ تھی۔

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا دل تو چاہ رہا تھا کہ اوپر سے حسین اور
اندر سے مکروہ اس عورت کے لمبے گھنے اور خوبصورت بال دونوں مٹھیوں سے
پکڑ کر اس زور سے کھینچوں کہ اس کے بدن کی پوری کھال جسم سے اُتر آئے اور
پھر اس کھال کے گوشت کو ان پہاڑی پتھروں پر گھسیٹتا پھروں، اس میں خراشیں
پڑ جائیں، ہڈیاں نظر آنے لگیں یہاں تک کہ ہڈیاں بھی گھس جائیں اور اس کی
دردناک چیخوں سے پہاڑیاں بھی چیخنے لگیں لیکن پروفیسر، انتقام کی اس آگ
کے ہمراہ میں اس کے بارے میں دوسری باتیں بھی سوچ رہا تھا۔ کم بخت جادوگرنی
کے شعلوں میں جل کر دوسرا روپ دھار کر اسی دنیا میں رہ گئی تھی اور بظاہر
اس کے لیے موت نہ تھی کیونکہ روحیں فنا نہیں ہوتیں۔ مجھے یہ بھی سوچنا
تھا کہ اس طرح قتل کیا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں شاید میرے دست
راست ہی میری کچھ مدد کر سکتے اور پھر اس وقت صرف منورما کو قتل کرنا مقصود
نہ تھا، حسابات تو ابھی اس درندے سنھیانند اور اس کے چیلوں کی بھی تھی۔ میں
کسی کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

چنانچہ وقت نے آہستہ سے کہا کہ خود کو قابو میں رکھو اور میں نے وقت کی
آواز کو تسلیم کر لیا۔ میں نے اپنے گرم سمندر جیسے لہو کو سرد کیا، اپنے چہرے کے تاثرات
بدلے اور پھر اس طرح ودیا کی طرف بڑھا جیسے میں اس کے لیے بے چین ہوں۔

"ودیا!" میں نے اسے زور سے آواز دی اور وہ میری طرف دوڑی

"کہاں چلے گئے تھے کرشنو، کہاں چلے گئے تھے، میں کب سے تمھیں تلاش
کر رہی ہوں" وہ دوڑ کر میرے سینے سے لپٹ گئی۔ میرے دونوں ہاتھ اس کی
کمر کے حائل ہو گئے۔

"میں تو تمھیں تلاش کرتا پھر رہا تھا ودیا، کہاں چلی گئی تھیں تم ——
میری آنکھیں تو تمھارے انتظار میں پتھرا گئیں۔" میں نے اپنے لہجے میں سپردگی پیدا
کرتے ہوئے کہا۔

"ہائے پران ناتھ تم مجھ سے میرے من کا حال تو پوچھو۔ اُف یہ دو
راتیں تمھارے بنا کیسے گذریں۔ کاش میں تمھیں بتا سکتی۔" ودیا مکاری سے بولی۔

"نہیں ودیا تم تو پھر بھی انسانوں میں تھیں۔ سچ جانو ان پہاڑی
چٹانوں میں میرا من ایک پل بھی نہیں [illegible] نے سوچا میں نے اپنی ودیا کو
نہ جانے کن جھنجٹوں میں پھنسا [illegible] مجھے تمھاری ضرورت
ہے۔ اگر سارا جیون [illegible] میرے ساتھ رہو تو پھر میں اپنے
من سے گیان کا [illegible]

اور پروفیسر [illegible] عورت ہے خواہ وہ کتنی ہی چالاک کیوں نہ ہو
لیکن مرد کی چکنی چپڑی باتیں اسے مکمل عورت بنا دیتی ہیں۔ میں نے ودیا کی آنکھوں
میں محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مارتے دیکھا۔ وہ بے اختیار میرے سینے سے لپٹ گئی تھی

"تم جانتے ہو پران ناتھ —— میں تمھارے بنا بے کل رہتی ہوں، پر [illegible]
[illegible] ایسا تھا میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کیا ہو سکتی ہے کہ میں اپنے پریمی
[illegible] اس نے میری دونوں آنکھیں چوم لیں۔

اس کی اس گرم جوشی کا جواب میں نے بھی نا [illegible]
لیکن [illegible] میں جلے ہوئے کوئلے کے اس
بدہیئت مجسّمے کو اس کی اصلی شکل میں دیکھ چکا تھا اور اس وقت اس کا [illegible]
گوشت میری نگاہ میں درختوں کے پتّے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔

بلاشک پروفیسر وہ عورت اس قابل نہ تھی کہ اس کے بدن کو اپنے جسم
سے چھونے بھی دیا جا سکتا لیکن مصلحت —— میں اسے برداشت کر رہا تھا اور
منورما بے خود ہوتی جا رہی تھی۔ پھر جب میری اندرونی کیفیت قابو سے باہر
ہونے لگی تو میں نے اس کے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر اسے اپنے بدن سے
علیحدہ کر دیا۔

"ہائے ناتھ —— خود سے علیحدہ نہ کرو —— خود میں سمو لو مجھے —— تم
کیا جانو ناتھ، میں نے یہ سمے کیسے بتایا ہے۔"

"ودیا!" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "رات اپنی ہے، ماحول
اپنا ہے، کون ہے جو ہمارے راستے کی دیوار بن سکے —— لیکن میری پریمیکا، جس
کام کے لیے تم مجھے بے کل کر کے چلی گئی تھیں اس کا کیا ہوا؟ مجھے اس کے بارے
میں تو بتا دو۔" میں نے چاپلوسی کرتے ہوئے کہا۔

"بتا دوں گی کرشنو کا، اتنے بے کل کیوں ہو؟" منورما کی آنکھوں میں خمار
چھا رہا تھا۔ اس کے دل میں گندے جذبات پھر جاگ اٹھے تھے لیکن سوال ہی
پیدا نہ ہوتا تھا۔ جس غلاظت کو میں قریب سے دیکھ چکا تھا اسے اپنے جسم کے قریب
لانا میرے لیے کسی طور ممکن نہ تھا۔

میں تو جلد از جلد اپنا انتقام پورا کرنا چاہتا تھا اور میں نے منورما کے
جذبات کو ہوا نہ دی، میں اسی طرح سرد مہری برتتا رہا اور منورما کے جذبات
برانگیختہ ہوتے رہے۔

"ناتھ! کیا ہو گیا ہے تمھیں؟" وہ میرے بدن سے کھیلتے ہوئے بولی۔

"ودیا! یہ میری کمزوری ہے۔ اب میں اس وقت تک خود کو کسی اور طرف راغب نہیں کر سکتا جب تک مجھے میرے کام کے بارے میں معلوم نہ ہو جائے۔"

"کیسے ہو تم ناتھ ——" وہ ایک ادا سے بولی۔

"ہر انسان میں کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں ودیا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"لیکن میں جل رہی ہوں ——"

"میں بھی جل رہا ہوں ودیا! تم یقین کرو میرا ذہن اس وقت کسی اور چیز کے بارے میں نہیں سوچ سکتا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور ودیا چڑ گئی۔

"کیا تمھاری ملاقات ستھیا نند سے نہیں ہوئی؟" میں نے پوچھا لیکن ودیا خاموشی سے میری شکل دیکھتی رہی پھر اس نے سوچا کہ حالات بگاڑنے نہیں چاہئیں میں تو سدا کے لیے اس کا ہوں۔ میں کہاں جاؤں گا اور اس نے خود پر قابو پانے کی کوشش کی۔ پھر وہ مسکرانے لگی۔

"تمھاری ودیا کسی کام کا بیڑا اٹھائے اور وہ پورا نہ ہو۔"

"اوہ! کیا مطلب ہے؟" میں نے مصنوعی خوشی کا اظہار کیا۔

"[illegible] نے ستھیا مہاراج کو تیار کر ہی لیا۔"

"[illegible] گیان دیں گے؟"

"کیوں نہ دیں گے۔ تمھاری ودیا نے ان سے ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کی۔"

"اوہ —— ودیا! تم کتنی اچھی ہو۔" میں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ دونوں ہاتھوں کی قوت اس کے چہرے پر استعمال کر کے اس کے دونوں جبڑوں کی ہڈیاں آپس میں جوڑ دوں لیکن ابھی یہ مناسب نہیں تھا —— مصلحت —— مصلحت ——

"ناتھ!" وہ مخمور لہجے میں بولی "مجھے دھن واد دو۔"

"دھن واد ودیا!" میں نے نہ جانے کس دل سے کہا۔

"ایسے نہیں ناتھ —— دیکھو آکاش پر چندرما ابھر رہا ہے۔ روشنی میں نہائی ہوئی چٹانیں کیسی سندر لگ رہی ہیں۔ ناتھ، یہ ٹھنڈی ہوائیں بدن کو چھونے کے لیے بے چین ہیں اور ہم اس طرح کھڑے ہیں۔"

"ہاں —— ودیا! آج کی رات ہماری نہیں ہے۔"

"پر کیوں ناتھ؟"

"ودیا! ضد نہ کرو۔" میں نے کسی قدر جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں اس وقت تمھارے لیے کچھ نہ کر سکوں گا۔" میں نے دوسری طرف منہ کر لیا۔ اب میری قوت برداشت جواب دیتی جا رہی تھی۔ پھر مجھے ودیا کی آواز سنائی دی۔

"آؤ۔" اس نے کہا اور میں نے رخ بدل لیا۔ ودیا شاید ناراض ہو گئی تھی اور بھلا مجھے اس کی ناراضگی کی کیا پروا ہو سکتی تھی۔ ہاں اگر وہ اسی طرح ناراض رہے تو مجھے اس کے یہ غلیظ بوسے تو نہ برداشت کرنا پڑیں۔ اس نے آگے قدم بڑھائے اور میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ پھر سارے راستے اس نے مجھ سے کوئی بات نہ کی اور پھر نہ جانے کہاں کہاں سے گزرتے ہوئے ہم اس گپھا کے دہانے پر پہنچ گئے جسے میں نے آگ میں دیکھا تھا۔

منوما چند ساعت کے لیے رکی، میری طرف دیکھا اور پھر گپھا میں داخل ہو گئی۔

"مجھے کیا کرنا ہے ودیا؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں پران ناتھ۔" منوما کے لہجے کی زندگی لوٹ آئی۔ اب یہاں آنے کے بعد شاید اس نے سوچا تھا کہ ضد کرنے سے کیا فائدہ، جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ کیوں نہ کیا جائے کیونکہ اس کے بعد —— اس کے بعد تو میں صرف اس کے احکامات کی تعمیل کروں گا۔

"کیا مہاراج ستھیا نند اسی وقت مجھے مل سکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں کہہ سکتی پران ناتھ —— انھوں نے مجھ سے پوچھتے آنے کو کہا تھا۔ پرنتو تم چنتا نہ کرو، میں کوشش کرتی ہوں کہ وہ اسی سمے تم سے مل لیں۔"

"ہاں ودیا! اب میں اس وقت تک بے کل رہوں گا جب تک ستھیا نند سے نہ مل لوں۔"

"تم یہاں رکو۔ میں مہاراج کو تلاش کرتی ہوں۔" ودیا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ چلی گئی اور میں ان غاروں کو دیکھنے لگا۔ آگ میں نظر آنے والے مناظر میں، میں نے اس غار کو بھی دیکھا تھا اور یہاں سے آگے جانے کے دوسرے راستے بھی مجھے یاد تھے۔ بہرحال میں نے خاموشی سے ودیا کا انتظار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میرے بازوؤں کی مچھلیاں پھڑک رہی تھیں۔ میں جلد از جلد ستھیا نند کا سامنا کرنا چاہتا تھا۔ ودیا یا منوما تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی۔ اس کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ کافی پریشان ہو۔ بہرحال اس نے آکر کہا۔

"آؤ پران ناتھ! میں نے تم سے کہا تھا نا کہ مہاراج ستھیا نند جی کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ بڑی مشکل سے میں نے انھیں تیار کیا تھا! اس سمے تو وہ کسی سے نہیں ملتے لیکن میں نے ان کی بنتی کر کے انھیں تیار کر ہی لیا ہے۔" اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ گپھا در گپھا ہوتے ہوتے ہم ایک کشادہ غار میں پہنچ گئے۔ غار دیکھنے میں بہت خوفناک معلوم ہوتا تھا۔ جگہ جگہ انسانی ڈھانچے کھوپڑیاں، جانوروں کے ڈھانچے بکھرے پڑے تھے۔ خون کے بڑے بڑے چکتے جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ غرض کہ ایک عام انسان کو مرعوب کرنے کے لیے یہ ماحول کافی تھا لیکن اگر یہ میرے لیے اہتمام کیا گیا تھا تو اہتمام کرنے والے اول درجے کے گدھے تھے۔ اس وقت میرا غصہ عروج پر تھا۔ میں کسی چیز کو خاطر میں نہیں لا سکتا تھا۔

میں نے خاموشی سے پورے ماحول کو ایک نگاہ دیکھا اور پھر منوما کی طرف دیکھا۔

تب غار کے ایک دوسرے دہانے سے وہی قوی ہیکل سادھو باہر نکل آیا جسے میں نے آگ میں دیکھا تھا۔ اس درندہ صفت انسان کو دیکھ کر میرا خون کھول گیا۔ میں نے نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ سادھو کی آنکھیں بدستور سرخ ہو رہی تھیں اور وہ غصیلے انداز میں مجھے گھور رہا تھا۔

میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر ہماری نگاہیں ایک دوسرے سے چپک گئیں۔ سادھو کی آنکھوں سے سبز رنگ کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔

اس کی آنکھوں کے رنگ بدل رہے تھے اور پھر اچانک اس کے سُرخ ہونٹ مسکرا اٹھے ۔ بے حد خوفناک مسکراہٹ تھی۔ لگتا تھا جیسے کسی بھیڑیے نے منہ کھول دیا ہو۔

"منوری! یہ تو کسے لے آئی ہے؟"

"لک ۔ کیوں مہاراج؟"

"اس کی آنکھوں میں تو بڑی جان ہے۔"

"منوری؟" میں نے زہریلے انداز میں کہا۔

"پران ناتھ! مم ۔ میں ۔" منوتما بوکھلا گئی۔

"یہ کون ہے ستھیا نند جی؟" میں نے بے رخی سے پوچھا۔

"ودیا دتی رانی منوتما ـــ اور اب میری داسی ۔ کیوں پوچھ رہے ہو بھولے ناتھ؟" ستھیا نند مسکرا کر بولا۔

"رانی منوتما!" میں نے گردن ہلائی اور پھر ودیا کی طرف رُخ کرکے بولا۔ "کیوں ودیا، کیا یہ درست ہے؟ کیا تو رانی منوتما ہے؟"

"میں کہہ رہا ہوں بھولے ناتھ، کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"

"ودیا! کیا ستھیا نند جھوٹ بول رہا ہے؟" میں نے ودیا سے پوچھا۔

"نن ۔ نہیں مہاراج!"

"تو منوتما ہے؟"

"ہاں!" منوتما نے گردن ہلائی۔

"اری ڈر کیوں رہی ہے دیوانی، اب تو ستھیا نند کی داسی ہے۔"

"ہاں، میں منوتما ہوں کرشنو جی!"

"رادھن راج کی کہانی جھوٹی تھی؟"

"ہاں!"

"خوب! اور ستھیا نند جی کون ہیں؟ اس مہان گیانی نے تجھ چڑیل کی سہائتا کرنے کی کیوں ٹھان لی؟"

"یہ ہماری باتیں ہیں بھولے ناتھ، تو اُن میں نہ پڑ۔ تو ہم سے بات کر۔" ستھیا نند نے کہا۔

"تو بات کرو ستھیا جی!"

"تو جادو سیکھنا چاہتا ہے؟"

"ہاں چاہتا تو ہوں۔"

"ہمارا چیلا بنے گا؟" ستھیا نند مسکرا کر بولا۔

"اگر تم اس قابل ہوئے تو۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" ستھیا نند کی مسکراہٹ سُکڑ گئی۔ اس کی آنکھوں کی سُرخی کچھ اور گہری ہو گئی۔ "کیا بکواس کر رہا ہے۔ کون ہے جو ہماری شکتی کا مقابلہ کر سکے؟"

"تمھارا چیلا بننے کے لیے کیا کرنا پڑے گا مہاراج؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"سب سے پہلے خون کا کٹورہ پی کر سوگند کھانی پڑے گی۔ ہماری داسی منوتما تجھ سے پریم کرتی ہے۔ پہلی سوگند تجھے یہ کھانی پڑے گی کہ تو سارا جیون اس کے چرن دھو دھو کر پیے گا، کبھی اس کی کسی بات سے انکار نہیں کرے گا، سدا اس سے پریم کرتا رہے گا۔"

"دوسری سوگند کون سی ہے مہاراج؟" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"ہم جو کچھ کہیں گے، اس پر آنکھیں بند کرکے عمل کرے گا۔"

"لیکن مہاراج، آپ تو صورت سے ہی شیطان معلوم ہوتے ہیں اور میرے اس خیال کی تصدیق اس چڑیل سے ہوتی ہے، جو گندی رُوح ہے۔ میں اس کالی چڑیل سے کیسے پریم کر سکتا ہوں مہاراج؟"

"منوتما!" ستھیا نند دہاڑا۔ "یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

"اس کی جیب بند کردو مہاراج! یہ تمھارا اپمان کر رہا ہے، اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کردو۔" منوتما غصیلے انداز میں چیخی۔

"منوتما! میں نے یہ کھیل بند کر دیا۔ وہ چاروں لڑکیاں کہاں ہیں، جنھیں تو لائی تھی؟"

"میرے پیٹ میں اُتر گئی ہیں بھولے ناتھ!" ستھیا نند بولا۔

"میں انھیں تمھارے پیٹ سے نکال لوں گا ستھیا نند جی!" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"مہاراج ۔ مہاراج! اسے چھوٹ نہ دیں۔ جلدی کریں ۔ جلدی کریں یہ آپ کا برابر اپمان کیے جا رہا ہے۔"

"تو کیا چاہتی ہے منوتما؟"

"بس اسے میرا داس بنا دیں۔ اس کے من میں میرا پریم رکھ دیں۔ یہ کتے کی طرح میرے پیچھے دُم ہلاتا رہے۔ کبھی میری کسی بات سے انکار نہ کرے۔ اس کے سوا میں کچھ نہیں چاہتی۔"

"سُن رہا ہے کلموہے ۔ تو ایسا ہی کرے گا۔ اگر تو نے جیون بھر اس کی بات نہ مانی تو کتے کی طرح بھونکنا پڑے گا گلیوں میں۔ تیرا وہ بُرا حال ہوگا جس کی تو سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"کیا تو بھی اس کی طرح پریت ہے ستھیا نند؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ۔ میں زندہ انسان ہوں۔ کیوں؟ تو میرا کچھ بگاڑنا چاہتا ہے؟"

"اگر تو زندہ انسان ہے تو میں تجھے للکارتا ہوں مجھ سے مقابلہ کر۔ تو کافی قوی ہیکل ہے۔ اگر شکتی رکھتا ہے تو مجھے مار دے اور اگر بزدل ہے، اگر نامرد ہے تو یہاں سے بھاگ جا۔" اور میں نے دیکھا ستھیا نند کے پورے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اس کی آنکھیں غیظ سے نکلی پڑ رہی تھیں۔ کافی دیر تک وہ مجھے خوفناک انداز میں گھورتا رہا۔ پھر اس نے گرجدار آواز میں کہا۔

"میں تجھے چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہوں۔ اگر میں اپنے سپاہ دھاریوں کو آگیا دے دوں تو وہ تیری تکا بوٹی کر ڈالیں لیکن تو نے مجھے للکارا ہے، میں تیری للکار مانتا ہوں لیکن اگر تو ہار گیا تو میں تیری ہتھیا نہیں کروں گا،" میں نے اپنی داسی کو وچن دیا ہے کہ میں تجھے اسے دے دوں گا۔ ہاں اس میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا پڑے گی۔ وہ یہ کہ اب تو اسے اس کی اصلی شکل میں سوئیکار کرے گا۔ بول تجھے منظور ہے؟"

"منظور ہے ستھیانند! لیکن تو اپنا گیان میرے مقابلے پر نہیں لائے گا۔"
"جو کچھ میں ہوں، وہی تیرے سامنے آؤں گا۔"
"مجھے تیری بات منظور ہے۔" میں نے کہا اور منورما خوشی سے اچھل پڑی۔
"مارو۔ مہاراج اس کا مان توڑ دو۔ اسے مارو مہاراج، اسے مارو۔" وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں چیخی۔ "مارا گیا بن موت پاپی۔ اب تو مجھے میری اصلی شکل میں ہی دیکھے گا اور جیون بھر جلتا رہے گا۔"
"سنو رے سجو۔ اسے بتاؤ کہ ستھیانند کیا ہے۔ بتا دو۔ پہلے اسے بتا دو۔" ستھیانند نے کہا اور جیسے چاروں طرف بھونچال آگیا۔ جانوروں کے مجسمے چل پڑے۔ ان سب کی آنکھیں جھپکنے لگیں۔ وہ چیخ رہے تھے، غرا رہے تھے۔ پھر کھوپڑیاں اپنی جگہ سے پرواز کرنے لگیں۔ وہ چمگادڑوں کی طرح مجھ پر جھپٹنے لگیں۔ چند ایک میرے بدن سے ٹکرائیں اور میں نے ان میں سے کچھ کو ہاتھوں میں پکڑ لیا۔ جو میرے ہاتھ میں آئیں چکنا چور ہوگئیں۔ جو میرے بدن سے ٹکرائیں میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ جانور میرے اوپر حملہ آور ہو رہے تھے۔ ان کے لمبے لمبے ناخن میرے بدن پر خراشیں لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کے دانت میرے بدن میں پیوست ہونے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اب ان کے دانتوں کا جو حشر ہو رہا تھا، وہ تو انھیں ہی معلوم ہوگا۔ پھر انسانی ڈھانچے بھی چل پڑے۔ انھوں نے قدیم طرز کے ہتھیار اٹھائے ہوئے تھے۔
"بس۔" ستھیانند نے ہاتھ اٹھایا۔ "اس نے مجھے للکارا ہے۔ یہ میرا مسئلہ ہے۔ تم سب رک جاؤ۔ جاؤ۔ اپنی جگہ واپس جاؤ اور سنو، اب میرے اور اس کے معاملے میں مت بولنا۔" اور انسانی ڈھانچے اپنی جگہ لوٹ گئے۔ جانور اپنی جگہ پہنچ کر ساکت ہوگئے اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ واقعی زندہ انسان تھا اسی لیے دھوکے میں آگیا تھا۔ اسے میرے بارے میں معلوم نہیں تھا ورنہ ایسی حرکت نہ کرتا، ایسا خطرہ مول نہ لیتا۔ میرے خیال میں یہی اس کی موت تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ اس نے اپنے سر کیسی مصیبت مول لے لی ہے۔ منورما کو ستھیانند پر شاید پورا اعتماد تھا اس لیے وہ مطمئن کھڑی تھی۔ ستھیانند آگے بڑھ آیا۔ بلاشبہ اس کا قوی ہیکل جسم بڑا شاندار تھا لیکن پروفیسر میرے بارے میں تم بخوبی جانتے ہو۔ ہاں ستھیانند میں ایک تبدیلی ضرور ہوئی۔ اس کے بدن میں بے شمار ہاتھ نکل آئے۔ سارے ہاتھوں میں مختلف ہتھیار تھے اور وہ ان سارے ہتھیاروں سے لیس میری طرف بڑھا۔
"کیا تم مجھے ایک بھی ہتھیار نہیں دو گے ستھیانند؟"
"تیرے پیچھے پڑے ہیں، ان میں سے جو چاہے لے لے۔" ستھیانند نے جواب دیا اور میں پلٹ پڑا۔ درحقیقت پیچھے ہتھیار موجود تھے۔ میں نے جھک کر ان میں سے ایک تلوار اٹھالی لیکن اسی وقت عقب سے میری کمر پر نیزے کی انی پڑی۔ ستھیانند نے پیچھے سے وار کر دیا تھا اور پھر اس نے تحیرانہ انداز میں نیزے کی مڑی ہوئی انی دیکھی اور میرے بدن پر زخم تلاش کرنے لگا۔۔۔ لیکن میرے بدن پر خراش بھی نہیں آئی تھی۔ وہ خوفناک انداز میں دہاڑا اور پھر اس نے اپنے بے شمار ہاتھوں سے بیک وقت میرے اوپر حملہ کر دیا۔ اس کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے اور میں اپنی تلوار پر اس کے سارے وار روک رہا تھا۔ میرا ہاتھ بہت تیزی سے چل رہا تھا۔ اس کے بے شمار ہاتھوں کی وجہ سے ابھی تک مجھے اس پر وار کرنے کا موقع نہیں ملا تھا لیکن بہرحال میں تال میں تھا اور ابھی تک صرف اسے طرح دے رہا تھا کیونکہ مجھے بہرحال اپنے بدن کی پرواہ تو نہیں تھی، اس پر اس کے ہتھیار کارگر تو ہو نہیں رہے تھے اور پھر میں نے پہلا وار کیا۔ اس کے بہت سے ہتھیار میرے بدن پر پڑے تھے لیکن میں نے ان کی پرواہ کیے بغیر اس پر وار کر دیا اور اس کے دو ہاتھ کٹ کر نیچے گر پڑے۔ اس کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ پیچھے ہٹ گیا لیکن اب میں اسے موقع نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے تابڑ توڑ حملے کر کے اس کے ہاتھ کاٹنے شروع کر دیے اور اب صرف اس کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ وہ بے تحاشہ چیخ رہا تھا۔ اب وہ میرے اوپر حملے نہیں کر رہا تھا بلکہ میرے وار روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔
"ستھیا ہاریو۔ رکو۔ اسے روکو۔" وہ چیخا اور ایک بار پھر ہنگامہ برپا ہوگیا۔ ستھیانند زمین پر بیٹھ گیا تھا اور اس کے بدن سے خون کے فوارے چل رہے تھے۔ اس کے انداز سے نقاہت ٹپک رہی تھی۔ انسانی ڈھانچے اچھل اچھل کر میرے اوپر حملے کر رہے تھے۔ کھوپڑیاں میرے بدن کے مختلف حصوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ جانور اپنے دانت میرے بدن میں گاڑنے میں کوشاں تھے اور میں اپنی زندگی کی سب سے خوفناک جنگ لڑ رہا تھا۔ میں نے انسانی ڈھانچوں کو تقریباً ختم کر لیا تھا۔ اب ان کی ہڈیاں چاروں طرف بکھری پڑی تھیں۔ پھر جانوروں کی باری آئی اور ستھیانند چیخا۔
"اری او کم بخت منوری۔ کس مصیبت کو لے آئی نرکھنی۔ اب میری سہائتا تو کر۔ لے چل، مجھے سہارا دے کر یہاں سے لے چل۔ جلدی کر۔" لیکن منورما پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کا منہ تعجب سے کھلا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے ستھیانند کے سارے ستھیا ہاریوں کو ختم کر دیا۔۔۔ اور پھر میں نے تلوار پھینک دی اور ستھیانند کی طرف بڑھا۔
"کیا ہے۔ کیا ہے۔ دور رہ مجھ سے دور رہ۔ میں۔ میں تجھ سے ہار مان چکا ہوں۔ بس اب اور کیا کرے گا پاپی۔ اری روک اسے۔ روک اسے کم بخت ماری۔ میں اٹھ نہیں سکتا۔" وہ منورما کی طرف رخ کر کے چیخا لیکن منورما اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں۔ وہ اسی طرح مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے جھک کر ستھیانند کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور پھر اسے الٹا لٹکا لیا۔ "ارے۔ ارے کیا کر رہا ہے۔ ہائے کیا کر رہا ہے؟" وہ پھر چیخا اور پھر اسے بہت جلد پتہ چل گیا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اس کی ہڈیاں کڑکڑانے لگیں، کھال پھٹنے لگی اور وہ کسی ذبح ہونے والے بیل کی مانند چیخنے لگا۔ میں نے اس کی دونوں ٹانگیں چیر دی تھیں اور پھر میری بے پناہ قوت نے اسے کمر تک چیر کر رکھ دیا۔ اس کی آخری چیخ بے حد بھیانک تھی اور پھر اس کا بدن کافی دیر تک اچھلتا رہا تھا۔ پھر وہ سرد ہوگیا۔ تب میں نے منورما کو دیکھا۔ وہ اب بھی خاموش کھڑی تھی اور اس روپ میں بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف رخ کر کے تھوک دیا۔

"شما کردو۔ شما کردو کرشنو کا!" وہ رونے والے انداز میں بولی۔

"تو مجھے یہاں کیوں لائی تھی منورما؟" میں نے پوچھا۔

"میں تم سے پریم کرتی ہوں کرشنو۔ تم بڑے شکتی مان ہو مجھے خیال تھا کہ کبھی نہ کبھی تمھیں میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا سو میں نے سوچا کہ ستھیانند سے کہہ کر تمھیں سدا کے لیے اپنا داس بنا لوں تاکہ تم مجھ سے دور نہ جاؤ۔"

"حالانکہ۔ اگر تو اسی طرح میرے ساتھ رہتی منورما تو میں کبھی تیرے بارے میں نہ سوچتا۔"

"ہم سے بھول ہو گئی مہاراج!" منورما بولی۔

"اب بول تیرے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"بس ہمیں شما کردو مہاراج!"

"ستھیانند کو خوش کرنے کے لیے تو نے ان معصوم لڑکیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ کم بخت ذلیل چڑیل۔ کاش میں تیرے اس منحوس بدن کے چیتھڑے اڑا سکتا۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور پھر میں دانت پیس کر اس کی طرف جھپٹا۔ میں نے اس کی گردن پکڑ لی اور منورما نے ایک چیخ ماری۔ پھر میں نے ایک جھرجھری سی لی اور مجھے محسوس ہوا جیسے اس کی گردن اچانک سخت ہو گئی ہو۔ میں اسے دباتا رہا لیکن اب منورما کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا یہاں تک کہ اس کی گردن درمیان سے ٹوٹ گئی اور پھر وہ بے جان مجسمے کی مانند ایک طرف گر پڑی۔

تب میں نے صورت حال کا اندازہ لگایا۔ منورما نے شاید مجسمہ چھوڑ دیا تھا۔ اس نے اپنی آتما مجسمے سے نکال لی تھی اور مجھے اپنی پشت پر آہٹ محسوس ہوئی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ منورما اس طرف کھڑی ہوئی تھی لیکن اپنی اصلی شکل میں۔ سیاہ کوئلے کے مجسمے کے روپ میں۔ مادر زاد برہنہ ــــ لیکن اس کی آنکھوں میں سوگواری تھی۔ چہرے کے تاثرات میں گمبھیرتا تھی اور پھر اس نے بڑے دلسوز انداز میں مجھے آواز دی۔

"کرشنو کا اپمان کرو گے کرشنو کا؟"

میں غصیلے انداز میں اسے گھورنے لگا۔ "ہم سے بھول ہوئی ہے کرشنو کا۔ سچ ہم سے بڑی بھول ہوئی ہے۔ پرنتو ہم تمھارے پریم میں ایسے بیراگی ہو گئے تھے کہ بس ہمارے من میں ایک ہی آشا تھی وہ یہ کہ تم جیون بھر ہم سے دور نہ ہو۔"

"اور اس کے لیے تو نے چار معصوم لڑکیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تو بے حد سنگدل ہے منورما۔ اگر یہ علم سیکھنے والے ایسے ہی گندے اور سنگدل ہوتے ہیں تو میں نے اس کے حصول پر لعنت بھیجی۔"

"ہم کہہ چکے ہیں ہم سے بھول ہوئی ہے۔ ہمیں تو تمھارا پریم مل گیا تھا جس روپ میں بھی تھا تم ہمیں پیار تو کرتے تھے۔ پرنتو اب ہم سوچ رہے ہیں کہ اب ہمیں تمھارا پریم نہیں مل سکے گا۔"

"ودیا کے روپ میں تو ہمیں اتنی پسند تھی منورما کہ اگر ہمیں پتہ بھی چل جاتا کہ تو منورما ہے تب بھی ہم تجھے نہ چھوڑتے۔ ہم تجھے اس روپ میں اتنا ہی چاہنے لگے تھے۔" میں نے کہا اور میری یہ چوٹ واقعی منورما کے لیے زبردست رہی۔ وہ سینہ کوبی کرنے لگی رونے لگی چیخنے لگی کراہنے لگی۔ اسے اپنی اس حماقت پر شدید افسوس تھا۔

"میں تمھارے لیے سینکڑوں روپ دھاروں گی کرشنو۔ بھگوان کے لیے مجھے سویکار کر لو۔"

"ایک بات بتا منورما۔"

"جی مہاراج!"

"تو مر چکی ہے مگر اب بھی تیرے دل میں مرد کی چاہت ہے۔ یہ کیسی آتما ہے کہ مرنے کے بعد بھی دنیا کی لذتوں کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے؟"

"ہمارے یہاں اگر جیون میں منش کی ساری منوکامنائیں پوری ہو جائیں تو اس کی آتما شانت ہو جاتی ہے اور اگر وہ کسی ایسی موت مر جائے جیسے تم نے مجھے مار ڈالا تھا نرودئی، تو پھر آتما بھٹکتی رہتی ہے۔ اس میں وہی شکتی باقی رہتی ہے جو جیون میں اسے حاصل تھی۔ میں تمھارے پریم کی پیاسی تھی اور میری پیاس بجھی بھی نہیں تھی کہ تم نے مجھے مار دیا۔ بس میری آتما کی وہی طلب باقی ہے۔"

"کب تک باقی رہے گی؟"

"جنم جنم تک۔ اس سمے تک جب تک میں کوئی دوسرا جنم نہ لے لوں۔"

"اوہ! دوسرا جنم تم کب لو گی؟"

"افسوس، یہی تو میرے بس میں نہیں ہے۔ اگر میں اپنی مرضی سے دوسرا جنم لے سکتی تو یہی کرتی۔ میں دوسرا جنم لیکر تمھارے پاس ایک نئی شکل میں آجاتی لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم جہنم میں جاؤ۔ میں یہاں سے چلتا ہوں۔"

"ناتھ۔ پران ناتھ! ایسا نہ کرو۔ بھگوان کے لیے ایسا نہ کرو۔ بس ایک بار شما کردو۔ کرشنو جی۔ بس ایک بار شما کردو۔" وہ میرے پیچھے چیختی ہوئی چل پڑی لیکن میں نے اس کی آواز کی طرف سے کان بند کر لیے تھے۔ ستھیانند زندہ انسان تھا، میرے غضب نے اسے پالیا اور ہلاک کر دیا لیکن یہ کم بخت عورت میرے بس میں نہیں تھی۔ میں اسے کیسے ختم کر سکتا تھا۔ میں کوشش کر چکا تھا اور میں نے اس کا نتیجہ بھی دیکھ لیا تھا۔ یعنی اس نے ودیا کا بدن چھوڑ دیا تھا اور وہاں صرف ایک مجسمہ رہ گیا تھا۔ اب کوئی دوسری کوشش کس طرح کارگر ہو جائے گی۔ اس کا مجھے احساس تھا چنانچہ اس کے لیے کوئی کوشش کرنا ہی بے کار تھا۔ ہاں اب آئندہ زندگی میں اس کے فریب سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کون سی ترکیب کارگر ہو سکتی ہے؟

میں اس گپھا سے بھی نکل آیا۔ ستھیانند کے دونوں چیلے بھی مجھے یاد تھے لیکن اب کسی کو ہلاک کرنے کی کوشش مجھے بے کار معلوم ہوئی۔ بس ستھیانند جیسے درندے کو میں نے فنا کر دیا اور نہ جانے آئندہ کیسے کیسے المناک حادثے روک دیے۔ ایک درندے کا مر جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔ ویسے اس بات کا مجھے احساس تھا کہ ستھیانند صرف شیخی میں مارا گیا ہے۔ اگر وہ اپنے جادو کو استعمال کرتا تو شاید اس کی موت اتنی آسان نہیں ہوتی لیکن اسے اپنی جسامت پر ناز تھا۔ پھر اس نے سوچا کہ اتنا ہی کافی ہوگا کہ اس کے بدن پر کئی ہاتھ نکل آئیں۔ ظاہر ہے اتنے سارے ہتھیار کسی ایک آدمی کے مقابلے میں استعمال ہوں گے تو اس کی

زندگی بچنا محال ہے لیکن مقابل کے بارے میں اس نے کوئی اندازہ نہیں لگایا تھا۔

میں گپھا سے نکل آیا۔ اپنے پیچھے میں نے قدموں کی چاپ برابر سُنی تھی۔ یقیناً منورما میرے پیچھے آرہی تھی۔ باہر آکر میں رُک گیا اور پھر میں نے پلٹ کر دیکھا۔ منورما کھڑی تھی۔ میرے رُکنے پر وہ بھی رُک گئی تھی۔

"اب تم میرا پیچھا کیوں کر رہی ہو منورما؟"

"صرف اس لیے کہ شاید تمھیں مجھ پر دیا آجائے۔" اس نے جواب دیا۔

"حالانکہ یہ ناممکن ہے۔"

"بس ایک بار میری بات مان لو مہاراج۔ آئندہ تمھیں مجھ سے شکایت نہیں ہوگی۔ سُنو مہاراج۔ میں ایک سے ایک حسین ناری کا روپ دھار کر تمھارے سامنے آیا کروں گی۔ میرے شریر میں بھی تمھیں ہر بار ایک الہڑ اور سُندر کنواری ناری کی سُندرتا اور لوچ ملے گا اور ناتھ میں اب کبھی ایسی کوئی کوشش نہیں کروں گی جو تمھاری مرضی کے خلاف ہو۔ بس ایک بار مجھے شما کر کے اپنے چرنوں میں آجانے دو۔"

"تو بے ایمان ہے منورما۔ تو جھوٹی ہے۔ تُو نے تھمی کو چالاکی سے مار دیا تھا۔ اسی وقت سے مجھے تجھ سے نفرت ہوگئی اور پھر تُو نے مجھے بھی ختم کرنے کی کوشش کی۔ میں تیری کوئی بات نہیں مان سکتا۔ تُو نے رادھن سبھا میں پھر کا روپ اپنا کر مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی۔ تو قطعی طور پر ناقابلِ اعتبار ہے۔ میں تیرے سائے سے بھی نفرت کرتا ہوں۔"

"تو تم نہیں مانو گے مہاراج؟" منورما ہونٹ بھینچ کر بولی اور میں اسے گھورنے لگا۔

"کیا کہنا چاہتی ہے؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"یہی کہ اگر تم میری ساری التجائیں ٹھکرا دو گے تو پھر ـــ میں بھی تم سے بدلہ لینے پر اتر آؤں گی۔"

"اوہ ۔ تو اب تک تو میرے ساتھ دوستی کے سلوک کر رہی تھی؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔ میں ایسا ہی کر رہی تھی۔"

"ستھیانند سے میری لڑائی بھی اسی بات کا ثبوت تھی؟"

"نہیں۔ یہاں میں بے بس ہوگئی تھی۔"

"کیوں؟"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم دونوں کوئی ایسا کام شروع کر دو گے۔ مہاراج نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ تمھیں پتھر بنا کر مجھے دے دیں گے اور پھر جب میں تمھارے اوپر جل کے چھینٹے ماروں گی تو تم زندہ ہو جایا کرو گے۔ بس میں تم سے پریم کروں گی اور پھر تمھیں پتھر بنا دوں گی تاکہ تم نہ تو کسی اور ناری کو دیکھو اور نہ پھر میرے خلاف کوئی کام کر سکو۔"

"لیکن منورما، اگر ستھیانند مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو جاتا تب تم کیا کرتیں؟"

"میں صبر کر لیتی۔ میں تمھیں کسی اور سے پریم کرتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔" اس نے جواب دیا۔

"اس سے ظاہر ہو گیا کہ تم ایک خودغرض عورت ہو۔ بہرحال میں تم سے نفرت کرتا ہوں منورما۔ بے پناہ نفرت۔ اگر میں کوئی علم سیکھ لوں گا تو سب سے پہلے میں کوشش کروں گا کہ تمھیں فنا کر دوں۔ اس طرح میں ان معصوم لڑکیوں کا بدلہ لوں گا جنھیں تم نے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔"

"ٹھیک ہے مہاراج۔ تب پھر میرا قول بھی سن لو۔ میں سائے کی طرح تمھارے ساتھ رہوں گی۔ تمھیں طرح طرح سے پریشان کروں گی۔ میں یہ بھی کوشش کرتی رہوں گی کہ کسی طرح تم میرے بس میں آجاؤ اور جب تم میرے بس میں آجاؤ گے تو پھر میرے من میں تمھاری کوئی عزت نہیں ہوگی۔ اس کے بعد میں تمھیں حقیر نگاہوں سے دیکھوں گی۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر نرک میں جاؤ مہاراج۔ مجھے سوئیکار کر لیتے تو سنسار میں نہ جانے کیا کچھ پا لیتے مگر اب ٹھوکروں کے سوا تمھیں کچھ نہ ملے گا۔" اس نے کہا اور اچانک وہ میری نگاہوں سے غائب ہوگئی۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں نے ایک طویل سانس لی اور پھر میرے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بات کچھ یوں ہے پروفیسر کہ میں بھی زندگی کا اتنا شائق نہیں ہوں کہ اس کی بقا کے لیے پریشان رہوں۔ میری کیفیت کچھ اس قسم کی ہے سمجھ لو کہ زندگی کے سارے رموز سے تو آشنا ہو چکا تھا۔ اتنی طویل زندگی پائی تھی کہ اب اس کی قدر میرے دل میں باقی نہیں رہی تھی۔ ہاں جب یہ احساس پیدا ہوتا تھا کہ میں دوسرے انسانوں کی طرح مرجانے کے لیے نہیں ہوں تو کبھی کبھی ماحول سے ہلکی سی اکتاہٹ کا احساس ہوتا تھا اور میں سوچتا تھا کہ اگر زندگی کی ساری دلچسپیاں ختم ہو گئیں تو کیا کروں گا؟ تم میری ذہنی کیفیت سمجھ رہے ہو پروفیسر؟"

"کسی حد تک۔" پروفیسر خاور نے طویل سانس لے کر کہا۔

"تمھارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟" اس نے پوچھا۔

"یعنی؟"

"کیا ایک طویل عمر انسان، جس نے انسانی سوچ کے ہر پہلو سے لطف حاصل کر لیا ہو، جس نے جو کچھ سوچا ہو پا لیا ہو اور اب اس کے دل میں پانے کی آرزو ہی ختم ہوگئی ہو اس کے لیے زندگی کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے؟"

"تم نے ایک بات کہی ہے کہ پانے کی آرزو ہی ختم ہو جائے در حقیقت پانے کی آرزو ختم نہیں ہوتی اور شاید یہی طلب انسان کو زندہ رکھتی ہے۔" پروفیسر خاور نے جواب دیا اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"ہاں، تم نے یہ بات ٹھیک کہی پروفیسر۔ پانے کی آرزو ہی ایک ایسی چیز ہے جو میری طرح لافانی ہے، یہاں تک کہ ہم موت کی بھی خواہش کرتے ہیں، اس کا انتظار کرتے ہیں۔"

"یقیناً!"

”تمھارا خیال درست ہے۔ میں تم سے متفق ہوں۔ بہرحال میری کیفیت یہ تھی کہ میں نے خود کو ایک چٹان سمجھ لیا تھا جو کسی شاہراہ کے کنارے اٹھی ہر آنے جانے والے کو دیکھتی رہتی ہو۔ اس نے بہت کچھ دیکھ لیا ہو، بہت کچھ دیکھنے کے لیے تیار ہو لیکن اگر وہ کسی حادثے کے تحت ریزہ ریزہ ہو جائے تو اسے کوئی غم بھی نہ ہو، بلکہ اسے اپنے وزن سے نجات بھی مل جائے۔“

”تو کیا تمھارے دل میں کبھی موت کی خواہش پیدا ہوئی؟“ فروزاں نے پوچھا۔

”موت ـــــ موت کی خواہش نہ کہو۔ میں کبھی زندگی سے اتنا نہیں اکتایا کہ موت کا آرزومند ہو جاؤں۔“ میں نے جواب دیا۔

”کیسی قابل رشک زندگی ہے تمھاری۔“ فروزاں بولی۔

”اور میرے خیال میں ـــ معاف کیجیے گا آپ دونوں۔ آپ نے ایک بے مقصد گفتگو شروع کر دی ہے۔“ فرزانہ پہلی بار بولی اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

”ارے۔ کیوں فرزانہ؟“ پروفیسر خاور نے تعجب سے کہا۔

”آپ نے اتنی خوبصورت داستان کو درمیان سے روک دیا ہے۔“ فرزانہ نے کہا اور پروفیسر ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

”ہاں بھئی، میرا خیال ہے فرزانہ ٹھیک کہتی ہے۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا؟“ اور وہ بھی مسکرا دیا۔ اس کی آنکھیں پھر ماضی میں کھو گئیں۔ اس کے ذہن میں ماضی کی کتاب کھل گئی اور وہ اس کے اوراق پر داستان بہتان تلاش کرنے لگا۔ پھر اس کی آواز ابھری۔

”زندگی سے کسی قدر عدم دلچسپی کی بات میں نے یوں شروع کی تھی کہ خوف کی بنیاد، زندگی کے ختم ہو جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ ہم جب کسی لیے خوفزدہ ہوتے ہیں تو اس کا محرک کوئی ایسا احساس ہوتا ہے جس سے نقصان کا اندیشہ ہو، کبھی خود کے لیے، کبھی ایسے کے لیے، جو ہمیں خود کی طرح عزیز ہو۔ تو جہاں تک خود کی طرح عزیز انسانوں کی بات ہے، تو ادوار ایسے بھی آئے جب کچھ لوگ دل و جان سے قریب ہو گئے اور ان کے لیے ذہن میں بے چینی پیدا ہو گئی لیکن ایک احساس ہمیشہ رہا ـــ وہ یہ کہ کارواں گذر جائے گا، گذرتا رہے گا اور سر تک بھی یہی قائم رہے گی۔ میں تو سر تک ہوں پروفیسر، جس پر سے بے شمار کارواں گذرے ہیں۔ کچھ نقش مجھے پسند آئے، کچھ ناپسند قرار دیے گئے لیکن رفتار نہیں تھم سکی اور رفتار کو بند کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ دل و جان سے عزیز کسی شے کو میں مرنے سے، فنا ہونے سے نہیں روک سکتا۔ یہ قدرت میرے اندر نہیں ہے۔ میں تو صرف دیدہ ور ہوں ـــ دیکھ سکتا ہوں، سن سکتا ہوں، تخلیق نہیں کر سکتا، جاوداں نہیں کر سکتا ـــ تو میں کہہ رہا تھا کہ زندگی کی اہمیت نہ ہونے کی وجہ سے مجھے وقت اور ماحول سے بھی کوئی لگاؤ نہیں تھا ـــــ وہ چلی گئی۔ مجھے دھمکیاں دے گئی تھی۔ چند لمحات میں، میں نے سب کچھ بھلا دیا۔ اگر وہ سائے کی طرح میرے ساتھ رہے تو مجھے کیا ـــ کیا بگاڑ لے گی میرا ـــ ہاں، ایک احساس ضرور تھا۔ وہ یہ کہ میری وجہ سے کچھ اور زندگیاں اس چڑیل کے ہاتھوں ضائع نہ ہوں۔

میں چند ساعت ان پہاڑوں میں رکا اور پھر ایک طویل سانس لے کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اب میں کچھ دیر بیٹھ کر آرام کرنا چاہتا تھا اور اس آرام کے لیے میں نے وہ جگہ منتخب کی جہاں کرنامی سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ سادھو گیانی تھا۔ بلاشبہ اس کے پاس پُراسرار علم تھا۔ جادو کے فن نے مجھے متاثر ضرور کیا تھا اور میں اس کا حصول چاہتا تھا۔ میں بھی چاہتا تھا کہ میں مافوق الفطرت ہستی بن جاؤں لیکن جادوگروں کی جو ہیئت میرے سامنے آئی تھی وہ بڑی گھناؤنی تھی۔ اب تک تین جادوگر دیکھے تھے، ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جسے باظرف سمجھا جائے۔ ہاں کرنامی نے اس کی دو شکلیں بتائی تھیں۔ ایک تو گیان کی شکتی، دوسری گندی شکتی۔ مجھے گندی شکتی نہیں درکار تھی میں تو اس علم کو ایک علم کی حیثیت سے سیکھنا چاہتا تھا جیسے میں گذرے ہوئے ادوار میں کرتا آیا تھا۔ کسی بھی علم کے لیے میں خود کو گرا نہیں سکتا تھا کیونکہ میں اس علم کے ذریعے کسی چیز کے حصول کا محتاج نہیں تھا۔

لیکن ـــ کیا کرنامی نے یہ زمین چھوڑ دی؟ میں نے سوچا۔ اس نے مجھے پیشکش کی تھی کہ میں اس کے ساتھ چلوں۔ کیا اس نے میرا انتظار کیا ہوگا؟ میں نے رفتار تیز کر دی اور پھر میں اس جگہ پہنچ گیا، جہاں پچھلی رات پتھروں کی آگ دیکھی تھی لیکن ـــــ اب وہاں سادھو کرنامی کا کوئی نشان نہیں تھا۔

میں نے گہری سانس لی اور ان پتھروں کے پاس بیٹھ گیا جو رات کو روشن تھے۔ خوب ہوتے ہیں یہ علوم بھی۔ بہرحال یہ سرزمین میرے لیے سب سے زیادہ پُراسرار ثابت ہوئی تھی۔ ممکن ہے مشرق کا پورا علاقہ ہی پُراسرار ہو۔ میں چاہتا تو آگے بڑھ سکتا تھا لیکن ابھی یہاں سے میرا دل نہیں بھرا تھا۔ میں ابھی اس علم کے حصول کی کوشش میں سرگرداں رہنا چاہتا تھا۔ اتنا اندازہ میں نے لگا لیا تھا کہ ان علوم کے ماہر عام طور سے ویرانوں میں ملتے تھے۔ وہ جنھوں نے اپنی گندی طاقتوں سے انسانوں کو آزار پہنچانے کے لیے ویرانے اپنائے ہوئے تھے اور وہ بھی، جو علم کی طاقت سے سرشار ہو کر دنیا چھوڑ چکے تھے، بہرحال مندر اور جنگل ہی ان کا مسکن ہوتے تھے۔ چنانچہ مجھے انہی جگہوں کی خاک چھاننی چاہیے اور یوں بھی اب آبادیوں سے میری دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔ کم بخت منزنا میری جان کو آ گئی تھی۔ اب میں عورت کا قرب نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ میں کسی کی زندگی سے نہیں کھیل سکتا تھا اور پھر کیا ضروری تھا منزنا دوسرے روپ بدل کر مجھے دھوکا نہ دیتی۔ میں اب دھوکا کھانے کے لیے تیار نہیں تھا۔

میں اسی جگہ لیٹ گیا اور پھر یوں ہی میں نے پتھروں کو کریدنا شروع کر دیا۔ یہ پتھر نہ جانے کیسے روشن ہو گئے تھے۔ نہ جانے کس طرح ان میں آگ سلگ اٹھی تھی۔ دفعتاً میں اچھل پڑا۔ میں نے ایک پتھر اٹھایا تو مجھے ایک آواز سنائی دی ”بالک!“ اور یہ آواز کرنامی کے سوا کسی کی نہیں تھی۔ میں خوشی سے اچھل پڑا۔

”تم کہاں ہو کرنامی بابا؟“

”میں جا رہا ہوں بالک۔ ممکن ہے جب تو یہاں پہنچے تو میں یہاں

سے بہت دُور جا چکا ہوں۔ مجھے وشواش ہے کہ پاپی راکھشس ستھیا نند تیرے ہاتھوں سے ضرور مارا جائے گا۔ یہ بھگوان کی لیلا ہے۔ وہ پاپ کی ہانڈی پکنے دیتا ہے اور جب وہ پوری طرح پک جاتی ہے تو پھر اسے پھوڑنے کے لیے بھی کچھ نہ کچھ ضرور کیا جاتا ہے۔ ستھیا نند کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ اسے کسی نہ کسی کے ہاتھوں مرنا ہی ہے اور ـــ تیرے ماتھے کے نشان بتاتے ہیں کہ تو ہی اس کے جیون کی ڈور کاٹے گا۔ تیرے من میں گیان حاصل کرنے کی اِچھا ہے۔ میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ بھگوان تیری یہ اِچھا پوری کرے۔ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی مہان گیانی تجھے مل ہی جائے گا جو تیری یہ منوکامنا پوری کر دے گا لیکن بیٹا ایک بات میں تجھ سے ضرور کہوں گا، شکتی مل جائے تو جھک جانا۔ جھکنے میں بڑا ہی مزہ ہے۔ میں جانتا ہوں بالک کہ ترکھنی منورما تیرے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ وہ آئندہ بھی تیری جان کو آئے گی اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ بُری آتمائیں روپ بدل سکتی ہیں اس لیے میرے بچّے، میری طرف سے ایک تحفہ سویکار کر۔ سُن۔ غور سے سُن۔ اگر کوئی ناری تیرے پاس آئے اور تجھے شبہ ہو کہ وہ منورما بھی ہو سکتی ہے تو ایک کام کرنا۔ اس کی انگلیوں کے ناخن دیکھ لینا۔ اگر وہ منورما ہوگی تو اس کے ہاتھ کتنے ہی سُندر کیوں نہ ہوں ان کی انگلیوں میں ناخن نہیں ہوں گے۔ میں نے تیرے لیے اس کے ناخن چھین لیے ہیں۔ خود اسے بھی اس بات کا پتہ نہیں ہوگا اور دوسری بات اور سُن۔ تو جب تک بڑا گیان نہ حاصل کرے گا اس کی آتما کو بھینٹ نہیں کر سکتا۔ ہاں اسے [illegible] کے لیے ایک کام کر سکتا ہے۔ ایسا کام جس سے وہ اپنے سارے ارادے ترک کر دے گی۔ اب کی بار اگر وہ تجھے مل جائے تو تو کسی طرح چالاکی سے اس کے سر کے کچھ بال کاٹ لینا اور انھیں احتیاط سے رکھنا، تو اسے کسی کام سے روکنا چاہے تو اس کے بالوں کو آگ دکھا دینا۔ ہوش ٹھیک ہو جائیں گے سُسری کے۔ تو میرے بچّے، میری طرف سے آشیرواد سویکار کر اور ستھیا نند جیسے راکھشس سے سنسار کو نجات دلانے پر دھن واد بھی سویکار کر۔ میں اپنی یہ آواز پتھر کے نیچے دبا کر جا رہا ہوں۔ میں تجھے نہ مل سکوں گا مجھے تلاش کرنے کی کوشش مت کرنا۔ میری دُعائیں تیرے ساتھ رہیں گی۔"

کرنامی کی آواز بند ہو گئی۔ میں نے دوسرے پتھر ہٹائے لیکن اب کوئی آواز نہیں تھی۔ کیسی حیرت انگیز بات تھی۔ وہ اپنا پیغام پتھر کے نیچے دبا گیا تھا لیکن پروفیسر، اس نے جو کچھ مجھے دیا تھا وہ بھرپور تھا۔ میرے سارے بدن میں مسرت کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ اب تو تیری ایسی تیسی منورما۔ دیکھ لوں گا تجھے اچھی طرح۔ مل تو جائے اب کہیں۔ میں نے مسرت سے سوچا اور پروفیسر، کچھ ایسی خوشی مجھے ہوئی جو بیان سے باہر ہے۔ بعض اوقات بڑے سے بڑا انسان کتنی معمولی معمولی باتوں پر خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ میں اسی وقت وہاں سے اٹھ گیا اور پھر میں نے اپنے گھوڑے کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ گھوڑے کے لیے قرب و جوار میں ہی بہت کچھ تھا اس لیے وہ زیادہ دُور نہیں گیا ہوگا۔ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور بہت دُور پر مجھے اپنا گھوڑا نظر آیا۔ وہ اطمینان سے پیٹ بھر کر بیٹھا ہوا تھا۔

میں اس کی طرف بڑھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے گھوڑے پر بیٹھا جا رہا تھا۔ کوئی منزل نہیں تھی کسی راستے کا تعین نہیں تھا بس سفر ہو رہا تھا۔ نامعلوم منزل کی طرف۔ اب میرے ذہن میں کوئی خاص خیال بھی نہیں تھا۔ میں نے حصولِ علم کا خیال بھی ذہن سے نکال دیا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ میں ایک چیز کے پیچھے ہی ہاتھ دھو کر پڑ جاؤں۔ ہاں اگر آسانی سے میری یہ خواہش پوری ہو گئی تو ٹھیک ہے۔ جادو کو اس شکل میں حاصل کرنے کا تصوّر بھی اب میرے ذہن میں نہیں تھا جس طرح میں نے ان جادوگروں کے پاس دیکھا تھا۔ کرنامی کی بعض باتیں مجھے بہت پسند آئی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ گندے علوم گندگی سے ہی جنم لیتے ہیں۔ اچھی چیزوں کا حصول بھی صاف ستھرے طریقے سے ہوتا ہے۔ جو لوگ خون پئیں اور گوشت کھائیں وہ جیسے ہو سکتے ہیں، اس کے بارے میں اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔

سفر ـــ دن رات سفر۔ راستے میں چند چھوٹی چھوٹی بستیاں بھی نظر آئیں لیکن میں نے ان کا رُخ نہیں کیا اور سفر جاری رکھا۔ اب میں ایک پتھریلے راستے سے گزر رہا تھا۔ سُرخ پتھروں کا طویل و عریض میدان جہاں گھاس وغیرہ بھی نہیں تھی، پہلی بار میں نے اتنا بڑا بنجر ٹکڑا اس علاقے میں دیکھا تھا ورنہ عام طور سے یہاں سبزہ کافی تھا۔ اس طویل میدان کو عبور کر کے میں ایک پہاڑی سلسلے کے نزدیک پہنچ گیا۔ پہاڑی ڈھلان تھے لیکن نہایت پھیلے ہوئے۔ بلندی بھی بہت زیادہ نہیں تھی۔ میں نے گھوڑے کو اس پر ڈال دیا اور گھوڑا بے تکان اوپر پہنچ گیا۔

لیکن دوسری طرف میں نے ایک اور منظر دیکھا تھا۔ چوٹی سے دوسری سمت کے ڈھلان نظر آتے تھے لیکن ان کے اختتام کے بعد ایک اور طویل میدان تھا اور اس میدان کے دوسرے سرے پر پہاڑوں کی بلندیوں پر ایک قلعہ نظر آ رہا تھا۔ اونچی اونچی سیاہ دیواروں والا قلعہ۔

ایسے قلعے میں نے اکثر یہاں دیکھے تھے۔ گویا میں کسی بڑی آبادی کے قریب تھا۔ شاید کسی نئی راجدھانی میں۔ بہرحال اسے نظرانداز تو نہیں کر سکتا تھا۔ دیکھنا چاہیے یہ کیسے انسانوں کی بستی ہے اور یہاں کے کیا کیا اسرار ہیں۔ میں نے گھوڑا میدان میں چھوڑ دیا اور تھوڑی دیر چلنے کے بعد مجھے میدان کے آخری سرے پر سفید سفید خیمے نظر آئے۔ گویا قلعے کے باہر بھی آبادی تھی۔ خیموں کے درمیان گھوڑے بھی نظر آ رہے تھے اور چلتے پھرتے لوگ بھی۔ میں نے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی اور جلد از جلد خیموں کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

شام جھک آئی تھی اور اندھیرا تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا بہت سے لوگ مجھے دیکھنے کے لیے ایک قطار میں کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی لیکن دل میں تضحیک تھی۔ نہ جانے کیوں۔ بہرحال اس میں پریشانی کی تو کوئی بات ہی نہیں تھی۔ میں ان کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ تب دو آدمی آگے بڑھے اور انھوں نے میرے گھوڑے کی باگیں پکڑ لیں۔

"اس طرف آ جائیں مہاراج! اب سامنے جگہ نہیں ہے۔" ان میں

سے ایک نے کہا اور میں گھوڑے سے اُتر گیا۔ دوسرے لوگ اسی تضحیک آمیز انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے۔

"بالک تو سُندر ہے بھائیو۔" کسی نے کہا۔

"جوان بھی تگڑا ہے۔" دوسرے کی آواز اُبھری۔

"مگر اس کے کپڑے کہاں گئے؟" کسی اور نے کہا۔

"سادھو معلوم ہوتا ہے۔"

"تو یہاں کیا گیان لینے آیا ہے یا۔ پھر یاترا کرنے؟"

"اسے بتاؤ بھائی۔ یہاں تو بس پدمنی کی یاترا ہوتی ہے۔ یہاں بھگوان نہیں بلکہ اندرا اکھاڑے کی اپسرا ہے۔" لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے اور میں ان کی باتوں سے حالات کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ابھی تک میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ نہ جانے کیا چکر تھا؟ نہ جانے یہ لوگ کیا بکواس کر رہے تھے؟

"آیئے مہاراج!" ان لوگوں نے پھر کہا جنھوں نے میرے گھوڑے کو پکڑا تھا۔

"کہاں چل رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کو آپ کا تنبو دکھا دیا جائے۔" ان میں سے ایک بولا۔

"تم کون ہو؟"

"داس ہیں مہاراج!" دونوں نے بیک وقت کہا۔

"اور یہ سب کون ہیں؟" میں نے دوسرے لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔

"راجکمار ہیں سب کے سب۔ سوئمبر میں آئے ہیں۔" ملازم نے جواب دیا اور میں گردن ہلانے لگا۔ بہرحال پھر میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ خیموں کی اچھی خاصی آبادی تھی۔ مجھے کافی دُور جا کر خیمہ ملا۔ نوکروں نے اس کے دروازے کا پردہ کھول دیا تھا۔

"آپ کے ساتھ کوئی نوکر نہیں ہے مہاراج؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"نہیں!" میں نے جواب دیا۔

"پھر آپ کی سیوا کون کرے گا؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ تم لوگ چنتا مت کرو۔"

"بھوجن تو راج محل سے آئے گا مگر دوسرے کاموں کے لیے تو آپ کو داسوں کی ضرورت پڑے گی ہی؟"

"نہیں۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"دیکھ نہیں رہے۔ راجکمار سنتوں کی طرح کے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی سیوا آپ کرتے ہیں۔" دوسرے نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ ہم جائیں مہاراج۔ جس چیز کی ضرورت ہو ہمیں بتا دیں۔ ہم فلاں کے خیمے میں رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ جاؤ۔" میں نے جواب دیا۔ ان لوگوں سے کچھ معلوم کرنا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ میں خود ہی اپنے طور پر حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ ویسے دلچسپ صورتِ حال ہی معلوم ہوتی تھی۔ بہرحال مجھے تو صرف دلچسپیاں درکار تھیں۔ یہاں بھی جو کچھ ہو گا سامنے آ جائے گا چنانچہ پہلے میں نے اپنے خیمے کا جائزہ لیا۔ وہ لوگ میرا گھوڑا لے گئے تھے۔ بہرحال کوئی غلط صورتِ حال نہیں تھی۔ میرے بارے میں یہ لوگ اگر کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ٹھیک ہو جائیں گے۔

میں نے اپنے چھوٹے سے خیمے کا جائزہ لیا۔ زیادہ چھوٹا بھی نہیں تھا۔ ضرورت کی ساری چیزیں مہیا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ سونے کے لیے آرام دہ کھاٹ تھی اور ضرورت کا دوسرا سامان جس میں پانی وغیرہ بھی شامل تھا۔ کیا سارے خیموں میں یہ انتظامات کیے گئے تھے؟ لیکن مسئلہ کیا تھا؟ سوئمبر۔ یہ کیا ہوتا ہے؟ میں سوچ رہا تھا۔

خیمے کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ ہر خیمے سے کچھ فاصلے پر زمین میں ایک بانس گڑھا ہوا تھا جس پر مشعل اُڑسی ہوئی تھی۔ ملازم دُور سے مشعلیں روشن کرتے آ رہے تھے اور یہ ماحول کافی خوبصورت محسوس ہونے لگا تھا۔ میں نے دلچسپی سے ان سارے مناظر کو دیکھا اور پھر میری نگاہ اپنے خیمے سے تھوڑے فاصلے پر لگے ایک خیمے کی طرف اٹھ گئی۔ وہاں کوئی کھڑا تھا۔ میں نے اس کا جائزہ لیا۔ ایک خوبصورت سا نوجوان تھا۔ درمیانی جسامت کا۔ سنجیدہ سا۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ نوجوان مجھے شریف صورت نظر آیا تھا اس لیے میں اس کی طرف بڑھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"جے رام جی کی مہاراج!" اس نے کہا اور میں نے بھی جواب میں ہاتھ جوڑ دیے۔ "آپ تو ابھی آئے ہیں؟" اس نے خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"بڑی دیر کی آپ نے۔ کل سے تو گنتی شروع ہو جائے گی۔ آج رات تک جو بھی آ جائے گا وہ سوئمبر میں حصہ لے سکتا ہے۔ کل آنے والے کو سویکار نہیں کیا جائے گا۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلا دی۔ فوری طور پر ان حالات سے ناواقفیت کا اظہار مناسب نہیں تھا۔ پہلے نوجوان کو پرکھنے کی کوشش کی جائے اس کے بعد اسے اپنا رازدار بنایا جائے۔

"بہرحال آپ سمے پر آ گئے۔ کہیں دُور سے آئے ہوں گے اسی لیے دیر ہو گئی۔"

"ہاں۔ میں بہت دُور سے آیا ہوں۔"

"کون سی راجدھانی ہے آپ کی؟" اس نے پوچھا۔

"بس یوں سمجھ لو، سارے سنسار پر اپنی حکومت ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"تمھاری راجدھانی کونسی ہے؟" میں نے اُلٹا اس سے سوال کر دیا۔

"تلنکا! میں تلنکا کا راجکمار ہوں۔"

"خوب! کیا نام ہے تمھارا؟"

"روپ کمار! اور آپ کا کیا نام ہے راجکمار؟" اس نے پوچھا۔

"میرا نام ۔" میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ "میرا نام سروپ ہے۔
سروپ چند!" میں نے یونہی ایک نام لے لیا۔ ظاہر ہے ہر جگہ تو میں اپنی
حیثیت کا پٹارہ کھول کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔
"اوہ! میرے بڑے بھائی کا نام بھی سروپ ہے۔" اس نے مسکراتے
ہوئے کہا۔
"مجھے بھی تم اپنا بڑا بھائی ہی سمجھو۔ ویسے تم کچھ سست نظر آ رہے ہو اور ان
دوسرے لوگوں سے الگ تھلگ بھی ہو جو وہاں میرا مذاق اڑانے میں پیش پیش تھے۔"
"پچھڑے ہوئے ہیں مہاراج! اور کیا کہا جا سکتا ہے۔" اس نے گردن ہلاتے
ہوئے کہا۔
"تم ان کے ساتھ شامل نہیں ہو؟" میں نے پوچھا۔
"انھوں نے تو کوشش کی [illegible] بھی وہ پسند نہیں آئے اس لیے
میں ان میں گھل مل نہیں سکا۔"
"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔ "تمھیں یہاں آئے ہوئے کتنے دن
گزر گئے روپ کمار؟"
"تیسرا دن ہے مہاراج۔ بس جلدی آ گیا اور یہ بھی پتاجی کا حکم تھا۔"
"جلدی جانے کا؟"
"ہاں۔ میرا معاملہ بھی عجیب ہے۔ میرے چھ بھائیوں میں چار مجھ سے
بڑے ہیں اور ایک چھوٹا۔ اپنے گھر میں میری کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ پتاجی کا
خیال ہے کہ میں بڑا نکما آدمی ہوں۔ راجدھانی میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔
سب سے بڑا بھائی راجہ بنے گا، اس سے چھوٹا منتری اور باقی دو بھائیوں میں
سے ایک فوجوں کا کام سنبھالے گا وہ سیناپتی ہوگا اور چوتھا خزانوں کا محافظ
ہوگا۔ باقی رہ گئے ہم دو، تو ہمارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔"
"اوہو۔۔۔ مگر تمھیں فکر ہی کیا ہے۔ کیا تمھارا بھائی راجہ بن کر تمھاری
سہائتا نہیں کرے گا؟"
"وہ تو ٹھیک ہے لیکن کہلائیں گے تو نکمّے۔ مُکڑ گدا۔" روپ کمار نے
کہا۔ اس کی باتوں میں بڑی معصومیت تھی۔ مجھے یہ نوجوان بہت پسند آیا۔
کم از کم ریاکار نہیں تھا۔
"ایک بات بتاؤ روپ کمار، تمھارے متر کتنے ہیں؟"
"یوں تو سینکڑوں ہیں مگر اچھے دو چار ہی ہیں۔"
"کیا تم ان سے پریم کرتے ہو؟ ان کی بات راز رکھتے ہو؟"
"کیوں نہیں۔ متر پر تو متر کا بڑا ادھیکار ہوتا ہے۔"
"تب پھر مجھے بھی اپنا متر بنا لو۔ میں تمھارا اچھا دوست ثابت ہوں گا۔"
میں نے کہا اور وہ میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر مسکرا کر بولا۔
"بات پکی ہو گئی۔ تم میرے ساتھ دوستی نبھاؤ گے۔ اگر تم یہاں کامیاب
بھی ہو گئے تو مجھ سے ملتے رہو گے۔ یہ نہیں سوچو گے کہ میں ہارا ہوا آدمی ہوں۔" اس
نے بدستور بچکانہ انداز میں کہا۔
"بالکل پکی۔" میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"چلو مجھے خوشی ہے، یہاں کسی سے من کی بات تو کہہ سکتا ہوں ورنہ
ان پھکڑوں میں تو مجھے کوئی پسند ہی نہیں آیا تھا۔"
"اب میں تمھیں ایک خاص بات بتا دوں۔" میں نے رازداری سے
کہا اور وہ سوالیہ انداز میں میری شکل دیکھنے لگا۔ "میں کہیں کا راجکمار نہیں ہوں۔
میری کوئی راجدھانی نہیں ہے۔ تم میرے لباس سے اندازہ لگا لو۔ میں تو ایک
آوارہ گرد سادھو ہوں۔ اتفاقیہ طور پر آ نکلا۔ لوگ مجھے غلط سمجھے اور پھر ان کی
الٹی سیدھی حرکتیں میری سمجھ میں بھی نہیں آ سکیں۔"
"ارے سچ۔ تو تم سوئمبر میں حصہ لینے نہیں آئے؟" روپ کمار تعجب
سے بولا۔
"مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم میرے بھائی کہ سوئمبر کہتے کسے ہیں؟"
"اوہ! یہ بھی نہیں معلوم؟"
"نہیں۔" میں نے گردن ہلا دی۔
"پر کیوں؟ کیا تم دھرم کی رسمیں بھی نہیں جانتے، کیسے سادھو ہو؟"
"میں ایسا ہی ہوں۔ پورا جیون تو پہاڑوں میں بتایا ہے، پہلی بار
بستی کا راستہ دیکھا ہے۔"
"اوہ! مجھے بڑی حیرت ہے۔ ارے تو تم یونہی یہاں آ پھنسے، گر بھگوان
کی سوگند، بڑے ہی سُندر ہو۔ میرا خیال ہے اگر راجکمار ہوتے تو وَرمالا تمھارے
ہی گلے میں پڑی ہوتی۔"
"وَرمالا کیا ہوتی ہے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
"میں تمھیں ساری باتیں بتا دوں۔ تمھارے ساتھ تو سچ مچ بڑا ہی مزہ
آ رہا ہے۔ اس بستی کا نام معلوم ہے؟"
"نہیں۔" میں نے گردن ہلا دی۔
"اس راجدھانی کا نام ترکھانی ہے اور یہاں کا راجہ ترکھان ہے۔
پدمنی اس کی اکلوتی بیٹی ہے۔ راجہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے اس لیے جو کوئی پدمنی کا
پتی بنے گا وہی یہاں کا راجہ بھی ہوگا۔ جب لڑکی جوان ہوتی ہے تو سوئمبر رچایا
جاتا ہے اور دُور دُور کے راجے مہاراجے جمع ہو جاتے ہیں۔ راجکماری ایک
مالا لے کر ان کے درمیان گھومتی ہے اور پھر جسے وہ پسند کرتی ہے ورمالا اس
کے گلے میں ڈال دیتی ہے۔ وہی اس کا پتی ہوتا ہے۔ چنانچہ راجہ ترکھان نے ان
سب کو اسی لیے بلایا ہے اور اسے سوئمبر کہتے ہیں۔"
"خوب! تو یہ معاملہ ہے۔ تم نے پدمنی کو دیکھا ہے؟"
"ارے میری کیا بات کرتے ہو مہاراج، میں تو اپنی مرضی سے سوئمبر میں آیا
بھی نہیں ہوں۔"
"اوہو۔ پھر؟"
"بس پتاجی نے مجھ نکمّے کو اسی لیے بھیج دیا ہے کہ ممکن ہے میرے بھاگ
کھل جائیں اور پدمنی ورمالا میرے گلے میں ڈال دے۔ اس طرح مفت میں مجھے
راجدھانی مل جائے گی۔" روپ کمار نے بتایا اور اس کے لہجے پر مجھے ہنسی آ گئی۔
بہرحال خاصا دلچسپ معاملہ تھا، بس میں، میں بلاوجہ شریک ہو گیا تھا۔

روپ کمار

تھوڑی ہی دیر میں مجھ سے کافی بے تکلف ہو گیا تھا۔ سوئمبر کے بارے میں اس نے جو کچھ بتایا تھا، میرے لیے خاصی دلچسپ حیثیت رکھتا تھا۔ یہ لوگ مجھے بھی کہیں کا راجکمار ہی سمجھتے تھے اور بہرحال یہ بات تو خود بھی سوچی جا سکتی تھی کہ سوئمبر میں شرکت کرنے والوں کے لیے خود راجہ نے یہ بندوبست کیا ہو گا۔ اس سے قبل میں نے ہندوؤں کی اس رسم کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ رسم کیسی ہوتی ہے۔ تب میں نے روپ کمار سے پوچھا۔

"اس کا مطلب تو یہ ہوا روپ کمار کہ پتی کا انتخاب کرنے کے لیے صرف لڑکی کی رائے کافی ہوتی ہے؟"

"ہاں مہاراج! ایسی بات ہے لیکن سوئمبر میں شریک ہونے والوں کو پہلے پرکھ لیا جاتا ہے کہ وہ اس قابل ہیں بھی کہ نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ مہاراج کہ آج تک جتنے راجکمار آ گئے، کل صبح سے ان میں سپہ گری کے مقابلے ہوں گے اور ان کو حیثیت دے دی جائے گی۔ جو بالکل ہی بے حیثیت ثابت ہو گا، اسے سوئمبر میں شریک ہی نہیں کیا جائے گا۔"

"بے حیثیت سے تمھاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے مہاراج، اس مقابلے میں جو بالکل ہی نکمے ثابت ہوں گے، انھیں سوئمبر میں شریک ہی نہیں کیا جائے گا۔"

"اوہ۔ تمھاری مراد مقابلوں میں ہار جانے والوں سے ہے؟"

"ہاں!" روپ کمار نے جواب دیا۔

"ابھی تک ان میں مقابلے نہیں ہوئے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں مہاراج! آج تک آنے والوں کا آخری دن تھا۔ کل آنے والوں کو سوئیکار نہیں کیا جائے گا اور کل کا دن صرف مقابلوں کے لیے ہے۔"

"تم بھی مقابلے میں حصہ لو گے؟" میں نے پوچھا۔

"لڑنا تو پڑے گا مہاراج ـــ مگر مجھے لڑائی بھڑائی سے کبھی شوق نہیں رہا۔ سیدھی سی بات ہے یہاں بھیجنا پتاجی کا شوق تھا، یہاں سے کام واپس جانا میرا اپنا کام ہو گا۔"

"اوہو۔ تم کامیاب نہیں ہونا چاہتے؟" میں نے پوچھا۔

"چاہوں بھی تو کیا ہو گا مہاراج۔ اب تم خود ہی دیکھ لو، اگر میرا مقابلہ تم سے ہو جائے تو مجھ میں اور تم میں کتنا فرق ہے۔ دوسری بات یہ کہ اتنے سارے جو یہاں آئے ہیں، سب کے سب پاگل نہ ہوں گے۔ لڑائی بھڑائی سے ضرور واقف ہوں گے جبکہ مجھے تلوار ہاتھ میں پکڑنا بھی بری لگتی ہے۔"

لیکن روپ کمار، تمھاری ناکامی سے تمھارے پتاجی کو تو بڑا دکھ ہو گا؟"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ دکھ تو ہونا ہی ہے۔"

"کیوں؟"

"ارے میں چاہوں بھی تو کامیاب نہیں ہو سکتا نا۔" روپ کمار نے کہا۔

"آخر کیوں؟"

"مجھے لڑنا ہی نہیں آتا اور یہ بات پتاجی کو بھی معلوم تھی۔ انھیں سوچ لینا چاہیے تھا کہ ان کا سپوت یوں بھی سوئمبر جیت کر نہ آئے گا، اس نے آج تک کوئی ڈھنگ کا کام کیا ہے۔" روپ کمار نے اس انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی۔ بڑا دلچسپ نوجوان تھا۔ اچھی گفتگو کرتا تھا۔ میں اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"بہرحال تم اچھے انسان ہو روپ! اور دوست بنانے کے قابل تھے۔ تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"سچ کہتے ہو سر روپ جی؟" روپ کمار نے غور سے میری شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں، تمھیں اس میں کوئی جھوٹ محسوس ہو رہا ہے؟"

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے سر روپ جی!"

"پھر کیا بات ہے؟"

"اگر تم من سے میرے میت بن گئے ہو تو میری بات سنو۔ میں تو سوئمبر میں جیت ہی نہیں سکتا۔ یہاں میں نے جیسے جیسے لوگوں کو دیکھا ہے انھیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تم بھی نہ جیت سکو گے۔ ہمیں چاہیے کہ اول وقت میں ایک آدھ سے لڑ بھڑ کر یہاں سے نکل چلیں۔ تمھاری کوئی راجدھانی تو ہے نہیں واپس وہاں جاؤ۔ سادھو قسم کے آدمی ہو۔ میرے ساتھ چلو۔ دونوں تلنگا چلتے ہیں۔ وہاں رہیں گے عیش کریں گے۔"

"ارے ارے، تم تو بہت ہی چالاک آدمی ہو۔ اگر ایسے ہی چلنے کا ارادہ ہے تو پھر لڑنے ہی کی کیا ضرورت ہے۔ راتوں رات یہاں سے نکل چلتے ہیں، ہمیں پوچھنے والا کون ہے؟"

"ہے نا یار۔" روپ کمار نے کہا۔

"کیا مطلب؟ کون ہے؟"

"اف اوہ۔ تم نہیں جانتے بھائی، پتاجی مجھ سے اچھی طرح واقف ہیں۔ انھوں نے اپنا ایک ہرکارہ میرے ساتھ کر دیا ہے۔" روپ کمار نے جواب دیا۔

"اچھا۔ تو تمھارے خیمے میں تمھارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"

"ہاں۔ بوڑھا سکھ داس۔ وہ یہاں میرے اس کی حیثیت سے آیا ہے لیکن اصل میں وہ میرا نگران ہے اور جب تک لڑوں بھڑوں گا نہیں بھائی، میری جان کہاں چھوٹے گی ورنہ جا کر کہہ دے گا ہتھیارا کہ مہاراج تو ان میں جانے سے پہلے ہی بھاگ آئے۔" روپ کمار نے کہا۔

"اوہ، کہاں ہے اس وقت وہ؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"بس یونہی تماشہ دیکھنے چلا گیا ہے کہیں۔ آ دھمکے گا تھوڑی دیر کے بعد۔"

اب میں سمجھا کہ ان دونوں خادموں نے مجھ سے میرے کسی خادم کے بارے میں کیوں پوچھا تھا۔ گویا یہاں لوگوں کے ساتھ ان کے ملازم بھی آئے تھے بہرحال روپ کمار کی بات میں نے سن لی تھی اور اب میں اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ روپ کمار کی یہ تجویز مجھے پسند نہیں تھی کہ سوئمبر میں حصہ نہ لیا جائے۔ رہی لڑنے بھڑنے کی بات تو بہرحال میں اس سے بھی باز نہیں رہ سکتا تھا۔

•

اور یہ تو مجھے یقین ہی تھا پروفیسر کہ جیت میری ہی ہو گی۔ یہ دوسری بات

ہے کہ میں خود بھی راجکماری پدمنی کا شوہر نہیں بننا چاہتا تھا۔ ویسے بھی شوہر بننے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی، نہ میں ان کے دھرم سے تعلق رکھتا تھا لیکن لڑائی تو میرا دلچسپ مشغلہ تھا اور میں اس سے باز نہیں رہ سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد روپ کمار کا خادم واپس آ گیا۔ روپ کمار نے اسے خیمے میں جانے کے لیے کہا اور بولا۔

"تو پھر آپ نے کیا سوچا مہاراج؟"

"کس بارے میں روپ کمار؟"

"میری تجویز ٹھیک ہے نا؟"

"نہیں یار، تھوڑی بہت تو دلچسپی ضرور لیں گے۔ دیکھیں گے تو سہی کہ تمھاری پدمنی کسے پسند کرتی ہے۔"

"جیسی تمھاری مرضی، مگر یہ بھی تو دیکھنا چاہیے کہ خود راجکماری پدمنی کیسی ہیں۔"

"اوہو۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "تو کیا تم لوگوں نے اسے دیکھا بھی نہیں ہے؟"

"نہیں سروپ جی! وہ ابھی تک کسی کے سامنے نہیں آئی۔"

"کمال ہے یار — لیکن اس کے اتنے سارے عاشق جمع کیسے ہو گئے؟"

"یہ اس کے پریمی نہیں ہیں مہاراج۔ ان کا تعلق تو پرتی راج دھانی سے ہے۔ پدمنی کے پتی بننے کے بعد انھیں راج گدی جو مل جائے گی۔" روپ نے کہا۔

"ہونہہ، تو یہ معاملہ ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "لیکن ایک بات تو بتاؤ روپ کمار، اگر پدمنی واقعی خوبصورت ہے تو کیا پھر بھی تم اسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرو گے؟"

"خوبصورت لڑکیاں کسے پسند نہیں ہوتیں مہاراج لیکن اگر ان کے لیے جیون کی بازی بھی لگانی پڑے تب وہ واقعی خطرناک ہوتی ہیں۔" روپ کمار نے کہا۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔" مجھے ہنسی آ گئی۔ "تو گویا تم بیوی کا حصول بھی اسی آسانی سے چاہتے ہو؟"

"ارے سروپ جی۔ اس جیون میں کیا رکھا ہے۔ تھوڑی سی سانسیں لیکر آئے ہیں۔ جس وقت سانسوں کے تار ختم ہو جائیں گے تو واپس آکاش پر چلے جائیں گے۔ ان چند سانسوں کے لیے مٹی پر ہنگامے کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔" روپ کمار نے جواب دیا۔

"واہ! انوکھی سوچ ہے تمھاری۔ تمھیں تو فنکار ہونا چاہیے تھا۔"

"جو کچھ ہونا چاہیے تھا، وہ ہوں مہاراج۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ پتاجی کی نگاہوں میں کچھ نہیں ہوں۔"

"میری مانو تو روپ کمار چلو ایک نگاہ اسے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔" میں نے تجویز پیش کی۔

"کسے سروپ جی؟" روپ کمار حیرت سے بولا۔

"راجکماری پدمنی کو۔"

"ارے رام رام رام۔ کیسے دیکھیں گے اسے؟ اور کہاں دیکھیں گے؟"

"ارے وہ کہیں نہ کہیں تو رہتی ہو گی۔"

"راج محل میں رہتی ہے۔" روپ کمار نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر — اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"راج محل میں جانا آسان تو نہ ہو گا؟" روپ کمار دانت نکال کر بولا

"ہاں۔ تم تو یہاں بھی آسانیاں تلاش کرتے پھرو گے۔ بہر حال! راج محل ضرور جائیں گے۔ ضرور جائیں گے روپ کمار جی!"

"ارے ارے کیسی باتیں کرتے ہو سروپ جی؟" روپ کمار ہنستے ہوئے بولا اور میں نے اس کی پیٹھ پر دھول جمائی۔

"میرا تو ہر روے کانپنے لگا ہے۔" روپ کمار لرزتے ہوئے بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

ذرا سی دیر میں اس نوجوان سے کافی بے تکلفی ہو گئی تھی۔ دلچسپ تھا، ہنسنا جانتا تھا اور ایسے لوگ کبھی ذہن پر بار نہیں بنتے۔ بہر حال میں نے اسے تیار کر لیا کہ وہ میرے ساتھ راج محل جائے گا۔

"پر میں اس بوڑھے کا کیا کروں گا؟" روپ کمار نے منہ بسورتے ہوئے کہا

"کس بوڑھے کا؟"

"ارے وہی میرے باپ کا داس۔" روپ کمار جلے کٹے لہجے میں بولا۔

"کیوں؟ کیا وہ تم پر آنے جانے کی نگاہ بھی رکھے گا؟"

"رکھے گا کیا، رکھ رہا ہے۔" روپ کمار جلے کٹے لہجے میں بولا۔

"لیکن آخر کیوں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"سروپ بھیا! اصل بات یہ ہے کہ میرے پتاجی کا خیال ہے کہ میں کسی کوئی کام کی بات نہیں کر سکتا۔ انھیں خطرہ ہے کہ میں راتوں رات یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔ یا کوئی اور ایسی حرکت کروں گا کہ سوئمبر میں حصہ لینے میں ناکام رہوں۔ بس اسی لیے انھوں نے بوڑھے داس کو میرے بارے میں سب کچھ سمجھا دیا ہے اور یہ نوکر ایسی لگائی بجھائی کرتے ہیں کہ اچھی خاصی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔" روپ نے کہا۔

"اوہو۔ پھر تو کچھ سوچنا پڑے گا۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"سوچو — سوچو — سوچ لو۔" روپ کمار گردن ہلا کر بولا۔

"تم ایسا کرو روپ کمار، تم اس سے ایسا کہہ دو کہ رات کو تم میرے خیمے میں رہو گے۔"

"وہ پوچھے گا کیوں؟"

"کہہ دینا میں تمھارا متر ہوں۔" میں نے کہا۔

"اچھا۔ ٹھیک ہے، کچھ نہ کچھ تو کہہ ہی دوں گا۔"

"بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ آج ہی تمھیں متر بنایا اور آج ہی تم سولی پر لیے جا رہے ہو۔" روپ کمار بے چارگی سے بولا اور میں ہنسنے لگا۔

میں جانتا تھا کہ وہ دل سے میرے ساتھ چلنے کو تیار ہے لیکن اپنے مسخرے پن کی وجہ سے فضول باتیں کر رہا ہے۔ ہم رات گہری ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ رات کا کھانا آ گیا تھا۔ خاصا اچھا تھا۔ میں نے اور روپ کمار نے ایک ساتھ کھانا کھایا۔ پھر ہم چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ روپ کمار اور میں قلعے کے دروازے کی طرف چل پڑے۔ راستے میں مجھے خیال آیا اور میں نے روپ کمار

سے پوچھا۔

"ایک بات تو بتاؤ روپ کمار!"

"پوچھو بھگوت!" روپ کمار گہری سانس لے کر بولا۔

"قلعے میں داخل ہونے کے لیے کیا کرو گے؟"

"کیوں؟" اس نے میری شکل دیکھی۔

"قلعے میں داخل ہونے پر کوئی اعتراض تو نہیں کیا جاتا؟"

"نہیں۔ خیر۔ اب اتنے بُرے تو نہیں ہیں۔ مہمانوں پر پابندیاں نہیں لگائی ہیں انھوں نے۔"

"گویا ہم آسانی سے قلعے میں داخل ہو سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ عام حالات میں شاید قلعے کا بڑا دروازہ بند رہتا ہو لیکن اب چھوٹا دروازہ دن رات کھلا رہتا ہے۔ مہمانوں کو کسی بھی سمے آنے جانے کی اجازت ہے۔"

"بس پھر ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

ہم لوگوں کو قلعے کے دروازے تک پہنچنے کے لیے سارے خیموں کے آگے سے گذرنا پڑا تھا چونکہ رات زیادہ ہو گئی تھی اس لیے دوسرے لوگ اپنے اپنے خیموں میں داخل ہو چکے تھے۔ راستے میں ہمیں کوئی نہ ملا اور ہم قلعے کے دروازے تک پہنچ گئے۔

مسلح سنتری دروازے پر موجود تھے۔ انھوں نے اپنے نیزے مختلف سمتوں میں جھکا دیے گویا ہمیں اندر جانے کی اجازت تھی اور ہم چھوٹے دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔

میں نے اس کشادہ قلعے کو اندر سے دیکھا۔ رات کی تاریکی میں وہ سنسان پڑا تھا۔ صرف پہرہ دینے والے سنتری جاگ رہے تھے، سڑکوں اور گلیوں میں گشت کر رہے تھے۔ ہمیں کسی نے نہ روکا اور ہم گلیوں میں سے آگے بڑھتے رہے۔ پورا شہر آباد تھا۔ طرزِ تعمیر بھی خوبصورت تھا۔ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔

"تمھیں اندازہ ہے روپ کمار کہ راج محل کس طرف ہو گا؟"

"اوہو۔ میں دن میں یہاں کی سیر کر چکا ہوں سروپ جی!"

"تو گویا تمھیں معلوم ہے کہ راج محل کس طرف ہے؟"

"ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں۔"

"تب پھر ادھر ہی چلو۔" میں نے کہا۔

"ہم ادھر ہی چل رہے ہیں مہاراج!"

تھوڑی دیر کے بعد ہم راج محل کے نزدیک پہنچ گئے۔ راج محل پر بھی مسلح سنتریوں کا پہرہ تھا۔ بھاری بھاری قدموں سے چل رہے تھے۔ میں نے راج محل کے چاروں طرف چکر لگایا اور پھر ایک جگہ منتخب کر لی۔

"میرا خیال ہے یہاں سے ہم اندر داخل ہو سکتے ہیں؟" میں نے کہا۔

"میرے تو ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو رہے ہیں مہاراج!" روپ کمار لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

"اوہ، روپ کمار بزدلی کی باتیں مت کرو۔" میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

"مگر دیوار اتنی اونچی ہے ہم اندر داخل کیسے ہو سکیں گے؟"

"میں اوپر چڑھ جاتا ہوں! اس کے بعد تم میرا ہاتھ پکڑ لینا۔ میرا خیال ہے مشکل نہ ہو گا۔"

"تم کیسے اوپر چڑھو گے مہاراج؟" روپ کمار نے پوچھا۔

"ایسے۔" میں اچانک اپنی جگہ سے اچھلا اور دیوار پر جا کھڑا ہوا۔ روپ کمار حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے دیوار پر بیٹھ کر دونوں طرف پیر لٹکا دیے اور پھر ایک سمت جھک گیا۔ روپ کمار کو میرا ہاتھ پکڑنے کے لیے کسی قدر اچھلنا پڑا تھا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح میں نے روپ کمار کو اوپر کھینچ لیا تھا اور پھر ہم دیوار کے دوسری طرف کود گئے۔

"رادھے شیام۔ رادھے کرشن۔ ہے بھگوان۔ یہاں تو جو درگت بنے گی سو بنے گی، پتا جی بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔" روپ کمار آہستہ آہستہ بڑبڑا رہا تھا اور مجھے اس کے مسخرے پن پر ہنسی آ رہی تھی۔

بہرحال میں اس شخص کو پسند کرنے لگا تھا۔ ہم نے چاروں طرف کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ گئے۔

"سروپ جی!" روپ کمار آہستہ سے بولا۔

"ہوں۔ بولو۔" میں نے کہا۔

"راج محل اب اتنا چھوٹا تو نہیں ہے کہ ہم یہاں سے سیدھے کماری پدمنی تک پہنچ جائیں گے۔ اسے تلاش کرنا آسان تو نہ ہو گا۔"

"رات بھر تلاش کریں گے یار۔ کہیں نہ کہیں تو مل ہی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے بھگوت۔ رات بھر جاگیں گے اور صبح آرام کریں گے۔" روپ کمار نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں ہنس پڑا۔

"ارے رات بھر جاگنے کے بعد کس میں اتنی ہمت رہے گی کہ صبح کے وقت اتنی وزنی تلوار اٹھائے۔"

"یار تم تو لڑکیوں سے بھی کم ہمت ہو۔" میں نے کہا۔

"ہے بھگوان، کاش تو لڑکی ہی بنا دیتا۔ سوئمبر ہوتا بس اتنا کرنا پڑتا کہ مالا کسی کے گلے میں ڈال دیتے اس کے بعد رام رام!" اور میں اسے دھکیلتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

ہم راج محل کے مختلف حصوں میں پھرتے رہے! اس کی خوبصورتی کا اندازہ لگاتے رہے۔ اب ہم راج محل کے پچھلے حصے میں تھے۔ یہاں پر بھی دوسری طرف کی طرح ماحول سنسان اور خاموش تھا۔ اب اسے اتفاق کہا جائے یا خوش بختی کہ راج محل کے پچھلے باغ میں ہمیں کچھ چہل پہل نظر آئی۔ ایک چھوٹے سے تالاب کے کنارے کچھ روشنی بھی ہو رہی تھی اور اس روشنی میں کچھ سائے بھی نظر آ رہے تھے۔ چاند بادلوں میں ڈھکا ہوا تھا اور سیاہ بادل اس سے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ ہم روشنی سے منہ چھپائے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ روپ کمار بدستور خوفزدہ تھا اور آگے بڑھنے سے ڈر رہا تھا

دیر کے بعد ہم اس تالاب کے پچھلے حصے میں درختوں کے جھنڈ میں پہنچ گئے۔ یہاں سے ہم تالاب کے گرد لرزاں سائے بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

تالاب کے کنارے سے رنگین قہقہے اُبھر رہے تھے اور نسوانی قہقہوں کی کھنک دُور تک گونج رہی تھی۔ "روپ کمار!" میں نے روپ کمار کے کان میں سرگوشی کی۔

"جی سروپ کمار!" وہ کانپتے لہجے میں بولا۔

"لڑکیاں ہیں!"

"مجھے تو چڑیلیں معلوم ہوتی ہیں بھگوت!" وہ آہستہ سے بولا۔

"اگر چڑیلیں بھی اس قدر خوبصورت ہوتی ہیں تو چلو ان میں سے دو چار چڑیلوں کو پکڑ کے چلتے ہیں۔ نہ سہی رانی پدمنی، یہ ہی سہی۔ کام تو آجائیں گی۔"

"ہرے رام۔ ہرے رام۔ چڑیلوں کو پکڑ کر کیا مصیبت مول لینی ہے۔"

"اوہو۔ روپ اُدھر دیکھو وہ کون ہے؟" میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔ شمعوں کی روشنی میں ایک حسین چہرہ نگاہوں کے سامنے آیا تھا جسے دیکھ کر آنکھیں پلک جھپکانا بھول جاتی تھیں۔ سلونا سا حسن، ہندوستان کی سرزمین کا حسن، لانبی لانبی پلکیں آنکھوں پر جھکی ہوئی تھیں۔ چہرے پر بلا کی حلاوت اور بدن میں قیامت کا لوچ۔ وہ بڑے ناز سے آرہی تھی اور شاید چاند اسی کے انتظار میں تھا۔ چاند نے بادلوں کی چادر دونوں طرف سے سمیٹی اور اس میں سے منہ نکال کر جھانکا۔ تب اس کا چہرہ مکمل طور پر روشن ہوگیا۔

روپ کمار شاید بولنا بھول گیا تھا وہ ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہا تھا۔ خوبصورت داسیوں کے جھرمٹ میں تالاب کے کنارے پڑے ہوئے تخت تک پہنچ گئی۔ تخت ہیرے جواہرات سے مزین تھا اور شاید اسی کی مورت کے لیے بنایا گیا تھا۔

اور میرے ذہن میں ایک شبہے نے سر اُبھارا۔ کیا یہی کماری پدمنی ہے؟ عین ممکن تھا اور میرا یہ خیال غلط ثابت نہ ہوا۔ تالاب کے کنارے موجود داسیوں نے اس کا بڑا احترام کیا تھا اور پھر وہ ناز سے تخت پر بیٹھ گئی۔

"چمپا!" اس نے مترنم آواز سے کسی کو پکارا۔

"کماری جی!" ایک حسین خادمہ آگے بڑھ آئی۔

"کیا خبر ہے؟" کماری پدمنی نے پوچھا۔

"بس کماری جی کم سے کم چالیس آدمی آئے ہیں۔"

"تو نے انھیں دیکھا ہے؟" کماری پدمنی نے پوچھا۔

"نہیں۔ کماری جی! میں بھلا کیسے دیکھتی۔ بس بانکے مجھے بتا رہا تھا۔"

"کیا بتا رہا تھا؟" پدمنی نے تیوری پر بل ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ بڑے بڑے راجکمار ہیں۔"

"بس؟" پدمنی ہنس پڑی۔

"ہاں کماری جی، راجکمار، راجکمار ہی ہوتے ہیں۔"

"ہوں۔ مگر یہ بڑی بُری بات ہے۔ پتاجی نے انھیں قلعے کے باہر ٹھہرایا ہے۔ اگر وہ قلعے کے اندر ہوتے تو کسی نہ کسی طرح ہم انھیں چوری چھپے دیکھنے کی کوشش کرتے۔"

"چلیے کماری جی اب سمے ہی کتنا رہ گیا ہے۔ آپ انھیں آرام سے دیکھ لیں گی، کل شام کو سوئمبر رچے گا اور آپ کو فیصلہ کرنا ہوگا۔"

"یہی تو مشکل ہے چمپا۔ ہمیں بس انھیں ایک نظر دیکھنے کی مہلت ملے گی اور اس ایک نظر ہی میں ہمیں فیصلہ کر لینا پڑے گا۔ ہم تو چاہتے تھے کہ انھیں من بھر کر دیکھیں اور اس کے بعد فیصلہ کریں۔"

"مجبوری ہے کماری جی۔ برسوں سے ایسا ہوتا آیا ہے۔ اب تو آپ ایسا ہی کریں کہ کسی کو پسند کریں اور پھر اسے من بھر کر دیکھیں۔"

"ہمارا تو من کانپ رہا ہے چمپا!"

"اسے ٹھہرائیں کماری جی۔ کل تک تو انتظار کرنا ہی ہوگا۔"

"ہاں۔ چھوڑو ان باتوں کو گیت سناؤ۔" کماری پدمنی نے کہا۔

"من جو نہیں لگے گا مہارانی کا۔" ایک اور داسی بولی۔

"ہائے من میں تو نہ جانے کون کون ہوگا۔"

"ارے بھئی نہیں۔ ہماری کماری ایسی نہیں ہیں۔ کسی پُرش کو نظر بھر کر بھی نہ دیکھا ہوگا انھوں نے۔"

"تو اور کیا۔" دوسری داسی بولی۔

خیر جتنے منہ تھے اتنی زبانیں۔ سب کماری پدمنی کو خوش کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور میں دلچسپی سے ان لڑکیوں کی چہلیں دیکھ رہا تھا۔ انھیں دیکھ کر وقتی طور پر میری توجہ روپ کمار سے ہٹ گئی تھی لیکن چند لمحات کے بعد ہی مجھے احساس ہوگیا۔ روپ کمار بے حد خاموش تھا۔

اور میں نے اس کی طرف دیکھا۔ تب میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ روپ کمار کی نگاہیں کماری پدمنی پر گڑھی ہوئی ہیں اور میری صدیوں کی تجربہ کار نگاہوں نے اس مدھم سی روشنی میں بھی اندازہ لگا لیا کہ روپ کمار کی شکنیں سکڑ اور پھیل رہی ہیں۔ اس کے چہرے پر کافی حد تک تبدیلی آچکی تھی۔ شاید کماری پدمنی کا حسن آنکھوں کے راستے دل میں اتر گیا ہے۔

بہرحال پروفیسر میرے بارے میں تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ دنیا کا کتنا ہی حسین چہرہ میری نگاہوں میں آجائے وہ میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ میں نے تو صدیوں کا منتخب حسن دیکھا تھا۔ میں نے تو ایسے ایسے حلیم چہرے دیکھے تھے جن کو دیکھ کر مر جانے کو جی چاہے اور اس کے بعد زندگی بے کار ہو۔

کماری پدمنی کمسن تھی، بے حد حسین تھی۔ عام حالات میں اگر مجھے اس کے حصول کا کوئی ذریعہ نظر آتا تو میں اس کے لیے پوری پوری کوشش کرتا لیکن اگر میرا دوست اور یہ دلچسپ نوجوان اس پر فریفتہ ہوگیا تو میں اس کا رقیب نہ تھا، بلکہ خلوص دل سے اسے راجکماری پدمنی سے عشق کرنے کی اجازت دے دیتا۔

"روپ جی!" میں نے اس کا شانہ پکڑ کر ہلایا اور وہ چونک پڑا۔

"مم - مہاراج - مہاراج" وہ عجیب سے انداز میں بولا۔
"ہاں - ہاں کہیئے کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔
"وہ - وہ پدمنی ہے؟"
"جی ہاں - وہی ہے۔"
"وہ کماری پدمنی ہے سروپ مہاراج!" روپ کمار کی حالت ایکدم بدل گئی تھی۔ وہ عجیب سے انداز میں یہ الفاظ ادا کر رہا تھا۔ مجھے اس کی کیفیت پر ترس آگیا اور میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔
"کیسی ہے روپ؟" میں نے پوچھا اور جواب میں روپ کمار نے ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھا جن سے حسرت اور بے چارگی ٹپک رہی تھی۔ پھر بولا۔
"بہت اچھی ہے مہاراج، بہت سندر ہے مہاراج!"
"اب بولو - اب کیا کہتے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"کیا کہوں گا سروپ جی؟" وہ بے چارگی سے بولا۔
"اتفاق ہے روپ کمار کہ ہمارا کام بڑی ہی جلدی ہو گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نادیدہ قوت نے ہمیں اس طرف بھیجا ہو اور شاید وہی قوت راجکماری کو بھی اسی طرف کھینچ لائی تھی۔"
"ہاں مہاراج ـــــ مگر یہ اچھا نہ ہوا۔" روپ بے چارگی سے بولا۔
"کیوں؟"
"کچھ نہیں۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔
"چلیں یہاں سے؟" میں نے پوچھا۔
"جیسی آپ کی مرضی۔" وہ حسرت سے بولا۔
"اوہ - پاگل آدمی، اتنے پریشان کیوں ہو؟"
"یہ اچھا نہیں ہوا مہاراج - یہ اچھا نہیں ہوا۔" اس نے اسی انداز میں کہا اور پھر سامنے نگاہیں جھکا دیں۔ اچانک سامنے سے سنگیت کی آوازیں ابھریں اور ایک داسی رقص کرنے لگی۔ دوسری داسیاں گیت گانے لگی تھیں اور راج محل کے پچھلے حصے میں تالاب کے کنارے یہ محفل کچھ عجیب سی لگ رہی تھی۔ چاروں طرف خاموشی طاری تھی اور اسی خاموشی میں گیت کی آوازیں کانوں میں رس گھول رہی تھیں۔
رقاصہ کا خوبصورت بدن لچک رہا تھا اور میرے ذہن میں نہ جانے کیسے کیسے خیالات آرہے تھے۔ میں نے روپ کمار کی طرف ـــ سے توجہ ہٹا لی تھی اور وہ خاموشی سے رقص دیکھ رہا تھا اور گیت سن رہا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ اس کی نگاہیں پدمنی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھیں پدمنی کی آنکھوں کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ وقت اتنی تیزی سے گذر گیا کہ پتہ بھی نہ چلا۔ رقص ختم ہو گیا اور راجکماری اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ میرے خیال میں یہ بہتر ہی ہوا تھا، ورنہ روپ کمار کا دل رات بھر اٹھنے کو نہ چاہتا۔ راجکماری واپس جا رہی تھی اور داسیاں اس کے پیچھے تھیں۔ پھر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔
روپ کمار دل پکڑ کر بیٹھ گیا تھا اور میں اس کی یہ کیفیت بغور دیکھ رہا تھا۔
"چلیں - روپ کمار - ؟" میں نے پوچھا۔
"چلیے مہاراج!" وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا اور میں اسے لے کر واپس چل پڑا۔ واپسی کا سفر نہایت خاموشی سے طے ہوا تھا۔ بالآخر یہ طویل فاصلہ طے کر کے ہم قلعے کے چوبی دروازے سے باہر نکل آئے اور پھر خیموں کا شہر عبور کر کے اپنے خیمے میں پہنچ گئے۔ روپ کمار نے مجھ سے جانے کی اجازت مانگی تھی۔
"کیوں روپ کمار، میرے خیمے میں نہ رہو گے؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں مہاراج - آگیا دیں، مجھے نیند آرہی ہے۔" روپ کمار نے جواب دیا۔
اس کے بدلے ہوئے لہجے سے میں نے اس کی کیفیت کا بخوبی اندازہ لگا لیا تھا۔ بہرحال میں نے اسے نہ روکا اور وہ اپنے خیمے میں چلا گیا۔ میں بھی مسکراتا ہوا اپنے خیمے میں واپس آگیا تھا۔
جیسا کہ میں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ راجکماری پدمنی مجھے خوبصورت ضرور لگی تھی لیکن میرے ذہن نے ایسا کوئی اثر قبول نہیں کیا تھا کہ میں اس کے حصول کے لیے بے چین ہو جاتا۔ ہاں میں نے تو ہر دور میں انسانوں کی مدد کی تھی اور اب میں سوچ رہا تھا کہ روپ کمار کے لیے کیا کروں۔
بظاہر کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن یہ فیصلہ میں نے کر لیا تھا کہ اگر میرا دوست پدمنی کو پسند کرتا ہے تو پدمنی اس کے سوا کسی اور کی پتنی نہیں بن سکے گی۔ میرا کیا ہے۔ یوں بھی کم بخت منوسما نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ اگر میں کسی لڑکی کو اپنانے کی کوشش بھی کرتا تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی اور راجکماری پدمنی اس وقت عمر کی ایسی منزل میں تھی جہاں اسے محبت کی ضرورت تھی۔ اگر اسے محبت کے بجائے موت ملتی تو مجھے کسی قیمت پر یہ گوارا نہیں تھا۔
گو مہاراج کرنامی نے مجھے منوسما کے بارے میں بہت کچھ بتا دیا تھا لیکن اس کے باوجود میں مطمئن نہیں تھا۔ منوسما خود کسی روپ میں میرے سامنے آتی تو میں اسے پہچان سکتا تھا لیکن اگر وہ رقابت کی آگ میں جل کر کسی ایسی لڑکی پر وار کرتی جس کا میرے قریب ہونے کا امکان ہو تو میں اس کی کیا مدد کر سکتا تھا، سوائے اس کے کہ اس کی موت پر افسوس کرتا۔
نہیں نہیں - دو زندگیوں کو مصیبت میں ڈالنے سے کیا فائدہ؟ روپ کمار کی حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ پدمنی پر مر مٹا ہے اور اب پدمنی اس کی ضرورت بن گئی ہے۔ اگر پدمنی اسے نہ ملی تو اسے زبردست صدمہ ہو گا اور پدمنی بھی خوبصورت اور جوان تھی۔ میں اس کی زندگی سے نہیں کھیل سکتا تھا۔ مجھے روپ کمار پر ہنسی آنے لگی۔ انسان کتنا کمزور رہتا ہے۔ معصوم راجکمار تھوڑی دیر قبل یہاں سے بھاگ جانے کی سوچ رہا تھا۔ وہ اپنے پتاجی کو کوس رہا تھا کہ انھوں نے بلا وجہ اسے اس مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔
لیکن اب ـــــ اب شاید اس کے دل کی سب سے بڑی آرزو یہی ہو گی کہ وہ کسی طرح دوسروں کو شکست دے دے اور مالا اس کے گلے میں

آپڑے۔ ویسے میں نے ایک نگاہ ان دوسرے راجکماروں کو دیکھا تھا۔ ان میں بہت سے بانکے سجیلے جوان تھے لیکن اگر صورت دیکھی جاتی تو روپ کمار درحقیقت روپ میں سب سے اچھا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسی نرمی اور ملائمت تھی کہ دل بے اختیار اس کی طرف کھنچتا تھا۔ بہرحال میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ہر قیمت پر اس کی مدد کروں گا۔

اور پروفیسر میرے فیصلے اٹل ہوتے ہیں، اس بات کا اندازہ تمھیں بھی بخوبی ہے۔ رات کو میں حالات پر غور کرتا رہا لیکن کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ تب میں نے اطمینان سے آنکھیں بند کر لیں اور پھر میرا دماغ غنودہ ہو گیا۔ جب میں کسی بات کا فیصلہ نہیں کر پاتا تھا تو پھر ذہن کو آزاد چھوڑ دیتا تھا [illegible] حالات مجھے یہاں سے بھی آواز دیتے۔ میں عام حالات کو تو قابو میں کرنے کی ہمت رکھتا تھا اور بہرحال اپنے اس دوست کی مدد کا میں نے فیصلہ کر لیا تھا۔

[illegible] ہو گئی اور صبح ہونے کی اطلاع بھی مجھے روپ کمار نے دی تھی۔ شاید وہ ساری رات نہیں سویا تھا اور روشنی کی پہلی کرن پھوٹتے ہی وہ میرے خیمے میں آ گیا تھا۔ میں نے اس کی شکل دیکھی۔ آنکھیں سرخ، بال بکھرے ہوئے۔ [illegible] ت حی ا کن کر۔

[illegible] ے۔ [illegible] کیا بات ہے؟" میں نے پُرتپاک انداز میں اس کا [illegible]

[illegible] جی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

[illegible] کیسے جاگ گئے؟"

[illegible] نہیں سکا۔" اس نے جواب دیا۔

[illegible] تھا۔ بس نیند نہیں آئی۔"

"بھاگ جانے کی سوچ رہے ہو گے؟" میں نے شرارت سے کہا۔

"نہیں۔ ایسے تو نہیں بھاگیں گے۔" روپ کمار آہستہ سے بولا۔

"جنگ کرو گے؟"

"ہاں۔ کرنا ہی ہو گی۔" وہ پھیکے انداز میں مسکرایا اور پھر بولا۔ "تمھیں کماری پدمنی کیسی لگی سروپ کمار؟"

"اوہ۔ رات بھر اسے سپنوں میں دیکھتا رہا ہوں بس سوتا جاگتا رہا۔ وہ تو بڑی ہی من موہنی ہے۔" میں نے جواب دیا اور روپ کمار کی آنکھوں کے چراغ بجھ گئے۔ اس کا چہرہ اُتر گیا تھا۔ میرے ذہن میں شرارت ناچ رہی تھی۔ میں نے اسے اپنے دل کی بات نہیں بتائی اور خاموشی سے اس کی صورت کا جائزہ لیتا رہا۔

"بھوجن تو ساتھ ہی کرو گے سروپ جی؟" اس نے مُردہ لہجے میں کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ہم دونوں تو ایک دوسرے کے متر ہیں۔ ابھی ہماری دشمنی تو نہیں ہوئی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ روپ کمار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اب تو اس کی کچھ کہنے کی ہمت بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ کافی دیر گذر گئی۔ پھر ہم دونوں اٹھے اور باہر نکل آئے۔ منہ ہاتھ دھویا۔ میرے پاس تو پہننے کے لیے دوسرا لباس بھی نہیں تھا لیکن اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ ہاں روپ کمار کو میں نے نیا لباس پہننے پر مجبور کر دیا تھا۔

"تم نہیں پہنو گے سروپ جی؟" وہ میری محبّت سے متاثر ہو کر بولا۔

"کیا پہنیں یار۔ ہم سادھوؤں کے پاس لباس ہوتے ہی کہاں ہیں۔ ہاں اگر پدمنی دیوی مالا ہمارے گلے میں ڈال دے اور تر کھائی کی لاج گدی مل جائے تو بہت سے کپڑے بنا لیں گے اپنے لیے۔"

"میرے کپڑے تمھارے آ نہیں سکتے۔" وہ بولا۔

"ہاں نہیں آئیں گے۔" میں نے جواب دیا۔ پھر ہمارے لیے صبح کا بھوجن آ گیا۔ اس وقت بھی ہم دونوں نے ساتھ ہی ناشتہ کیا تھا۔ روپ کمار کی ذہنی کیفیت کا میں نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ کافی ظرف سے کام لے رہا تھا۔ ایک طرف اس کا دل پدمنی کے لیے تڑپ رہا تھا تو دوسری طرف دوستی کی بھی اس کی نگاہ میں کافی اہمیت تھی۔ وہ میری دوستی کو بھی نہیں ترک کرنا چاہتا تھا اور اب تو وہ مجھ سے دل کی بات بھی نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ میرے منہ سے پدمنی کے بارے میں سُن چکا تھا۔

بھوجن ختم ہو گیا اور پھر ہم سیر کے لیے نکل پڑے۔ دوسرے سارے راجکمار بھی سیر کے لیے نکل آئے تھے۔ ہم نے ان کی تیاریاں دیکھیں، سب کے سب اکڑتے پھر رہے تھے۔ ہر ایک اپنے آپ کو سب سے بڑا سورما سمجھ رہا تھا اور مونچھوں پر تاؤ دے رہا تھا۔ ہم دونوں ان کے درمیان سے گذرتے رہے۔ بہت سے راجکماروں نے ہمارے اوپر فقرے بھی کسے تھے اور ایک جگہ روپ کمار کی دلی کیفیت پھر میرے سامنے آئی۔ ہم ایک خیمے کے سامنے سے گذر رہے تھے کہ ایک قوی ہیکل راجکمار خیمے سے نکل آیا۔ تھوڑے فاصلے پر کچھ اور لوگ بھی کھڑے تھے۔

"اوہو۔ دیکھو کل والے سادھو مہاراج۔" قوی ہیکل راجکمار نے کہا۔

"یہ شاید ہمیں آشیرواد دینے آئے ہیں۔" دوسرے نے کہا۔

"اوہ۔ ٹھیک کہا تم نے۔ مہاراج کا دم ہمارے لیے غنیمت ہے۔ آؤ مہاراج سے آشیرواد لیں۔" اور وہ سب ہمارے سامنے آ گئے۔ ان کی تعداد پانچ چھ تھی۔

"جے رام جی کی مہاراج!" قوی ہیکل راجکمار نے شرارت سے میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیے اور میں رُک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ روپ کمار کی آنکھوں میں غصّے کے تاثرات نظر آنے لگے تھے۔

"کیا بات ہے راجکمار؟" میں نے حلیمی سے پوچھا۔

"کچھ پوچھنا ہے سوامی؟" وہ بولا۔

"پوچھو!"

"آپ اس جوانی میں ہی اتنے بڑے گیانی کیسے بن گئے؟"

"اور تم اس جوانی میں کیوں مرنا چاہتے ہو؟" میری بجائے روپ کمار آگے بڑھ کر بولا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے تھے۔

"اوہو۔ یہ تمھارا نیا چیلا بن گیا ہے مہاراج۔ بڑے ہی مہان ہیں، آتے ہی چیلے بھی بنا لیے مگر آپ نے اپنے اس چیلے کو یہ نہیں بتایا کہ راجکمار آپس میں کس طرح ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں اور غلط طور سے گفتگو کرنے پر بعض اوقات دانتوں سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔" قوی ہیکل شخص نے غصیلے انداز میں کہا۔

"ہمیں ایک دوسرے سے اس طرح گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔" میں نے اسی بردباری سے کہا۔

"یہی تو میں کہتا ہوں مہاراج۔ آپ اسے سمجھا دیں ویسے آپ دونوں کا آپس میں کیا تعلق ہے؟"

"ہم تم سے بات نہیں کرنا چاہتے۔" میں نے کہا۔

"کرنا پڑے گی مہاراج۔ ہمیں بھی آشیرواد کی ضرورت ہے۔ ہم بھی تمھیں اتنی ہی اچھنا دیں گے جتنی بیٹے گا۔ ویسے تم ادھر آ کیسے ... گئے۔ ویسے تو تم سادھو معلوم ہوتے ہو۔"

"میں جو کوئی بھی ہوں، تمھیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ راستے سے ہٹ جاؤ!" میں نے کہا۔

"ہٹ جاؤ بھئی ورنہ مہاراج کو غصہ آ گیا تو ہمیں شراپ دے دیں گے۔" قوی ہیکل نے کہا اور پھر وہ لوگ سامنے سے ہٹ گئے۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا سروپ جی؟" روپ کمار بولا۔

"کیا؟"

"یہی کہ یہ چھچھورے ہیں۔"

"اونہہ۔ ہوں گے۔ ہمیں کون سا ان سے دوستی کرنا ہے۔ دل ل بھڑاس نکال رہے تھے بے چارے۔ تم ان باتوں کی پرواہ مت کرو۔" میں نے کہا اور روپ کمار کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ پھر ہم نے گھوم پھر کر یہ سارا علاقہ دیکھا۔ ایک طویل و عریض میدان تھا جس میں نہ جانے کب سے لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ یہ سب سوئمبر کی ابتدائی رسموں کا تماشہ دیکھنے آئے تھے بڑے پرجوش تھے سب کے سب۔ گردنیں اٹھا اٹھا کر ہمیں دیکھ رہے تھے ہم نے جنگ کا میدان دیکھا اور پھر اس جگہ آ گئے جہاں چند گھوڑ سوار ... ہو گئے تھے۔ وہ قلعے کے اندر سے آئے تھے اور شاید کوئی سندیس ... تھے۔ چند لوگ ہماری طرف بھی آئے اور انھوں نے ہمیں مخاطب کیا۔

"مہاراج سندیسی آئے ہیں۔ سب کے نام پوچھ رہے ہیں۔ آپ بھی چلیں۔" انھوں نے کہا اور ہم ان کے ساتھ چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ان کے ... پہنچ گئے۔ سب کے نام پوچھے جا رہے تھے۔ پھر میری باری آئی اور انھوں نے مجھے تعجب سے دیکھا۔

"آپ بھی راجکمار ہیں مہاراج؟"

"تمھارا کیا خیال ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کا شبھ نام؟"

"سروپ کمار!" میں نے کہا اور انھوں نے میرا نام لکھ لیا۔ پھر ان میں سے ایک بوڑھے آد...

"مترو! راجکمار پدمنی کے سوئمبر میں شریک ہونے پر مہاراج ترکھان تمھارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ سوئمبر میں شریک ہونے کی کچھ شرطیں تمھیں پوری کرنی ہیں۔ جیسا کہ تم سب کو معلوم ہے کہ مہاراج ترکھان کے کوئی بیٹا نہیں ہے اس لیے جو راجکمار کماری پدمنی کا پتی بنے گا وہی ترکھانی کا مہاراجہ بھی ہوگا اور مہاراج ترکھان کے دیہانت کے بعد وہی راج گدی پر بیٹھے گا اور راج گدی کا مالک بننے کے لیے کسی مضبوط اور بہادر سورما کی تلاش بھی ضروری ہے۔ اس کے لیے تمھیں آپس میں مقابلہ کرنا ہوگا۔ سوئمبر میں وہی شریک ہوگا جو بہادری کے کارنامے دکھائے گا۔ کسی بزدل یا سپہ گری میں نکمے راجکمار کو سوئمبر میں شریک نہیں کیا جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ جن راجکماروں کے ساتھ ان کے متر ایسے سورما آئے ہیں جو ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے ساتھی کی مدد کر سکتے ہیں۔ ان کا کام صرف اپنے راجکمار کے لیے ہوگا۔ یہ مقابلے کی شرائط ہیں۔"

"اس بات کو دوبارہ بتاؤ سندیسی۔" ایک راجکمار نے کہا۔

"سیدھی سی بات ہے مہاراج۔ تم اگر کسی راجکمار سے لڑ رہے ہو اور اس سے کمزور پڑ رہے ہو تو تمھارا متر تمھاری سہائتا کر سکے گا لیکن جس راجکمار سے تم کمزور پڑ رہے ہو اس کا متر اگر چاہے تو تمھارے اوپر تلوار نکال سکتا ... گویا اس طرح جوڑی جوڑی لڑے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ خوشی سے بولا۔ شاید اس کا ...

"اس کے علاوہ مترو، اگر لڑائی میں کوئی راجکمار ... جائے تو راجہ ترکھان اس کے ذمہ دار نہ ہوں گے تم سب اپنی اپنی مرضی سے جنگ کر رہے ہو اس بات کی منظوری دو۔"

"ٹھیک ہے۔ ہمیں منظور ہے۔" سب نے کہا لیکن پروفیسر اس بات پر سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی تھی۔ میں نے سکون کی سانس لی تھی راہ خود بخود ہموار ہو گئی تھی۔ اب ... اپنے دوست کی مدد بہ آسانی کر سکتا تھا جس کے لیے میں دل ... بے چین تھا۔ اب میرا دل خوشی سے سرشار تھا میری سب سے بڑی مشکل خود بخود آسان ہو گئی تھی۔

میں نے مسکرا کر روپ کمار کی طرف دیکھا لیکن روپ کمار کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ اس کے دل میں امید کی کوئی روشنی نہیں تھی۔ وہ بدستور اداس تھا۔

پھر جب سندیسی قواعد کا اعلان کر کے چلے گئے تو اس نے ... کہا "پتا جی نے میرے لیے کچھ نہیں کیا۔"

"کیا مطلب؟"

"کاش وہ میرے ساتھ بھی کسی سورما کو بھیج دیتے۔"

"اوہ۔ ہاں۔ میرے ساتھ بھی ایسا نہیں ہے۔" میں نے کہا اور روپ کمار ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرے ہنگامے شروع ہو گئے۔ بڑے بڑے لوگ آنے لگے تھے۔ ان کے لیے باقاعدہ نشستوں کا بندوبست تھا۔ سورج چڑھے نقارے پر چوٹ پڑی۔ یہ

راجہ ترکھان کی آمد کی اطلاع [illegible] کے بعد مقابلے شروع ہونے والے تھے۔

راجہ ترکھان کی سواری بڑی شان سے آئی۔ پینتالیس ۴۵ سال کی عمر کا شاندار آدمی تھا۔ چہرے سے بارعب نظر آ رہا تھا۔ خوبصورت انسان تھا۔ اس کے چہرے میں پدمنی کی شباہت تھی۔ بے شمار لوگوں کی معیت میں وہ مقابلے کے میدان میں پہنچ گیا۔ سارے لوگ اس کے نام کی جے جے کار کر رہے تھے۔

پھر راجہ بیٹھ گیا اور اس کے بعد جنگ کا نقارہ بجنے لگا اور بانکے سجیلے راجکمار ہتھیاروں سے لیس میدان میں آنے لگے۔ کاش میرے پاس میرا کھانڈا ہوتا۔ اسے دیکھ کر بہت سوں کے پتے پانی ہو جاتے تھے لیکن میرے پاس تو کوئی ہتھیار ہی نہیں تھا۔ روپ کمار بھی اب مجھ سے جدا ہو گیا تھا ورنہ اس سے ہی کوئی تلوار مانگ لیتا۔

مجھے خالی ہاتھ دیکھ کر اسی راجکمار نے مجھ پر طنز کیا۔ ”ارے مہاراج! آپ خالی ہاتھ ہی میدانِ جنگ میں جا رہے ہیں۔“ وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

”ہاں راجکمار جی! دراصل یہاں کوئی میرے مقابلے کا ہے ہی نہیں [illegible] انسانوں کے لیے ہتھیاروں کی کیا ضرورت ہے۔“

”[illegible] آپ تو گیانیوں سے جنگ لڑیں گے۔“

”اس کی [illegible] ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم جیسوں کے لیے میرے [illegible]“ میں نے کہا۔

”[illegible] مہاراج۔ میں گیانیوں کا سخت دشمن [illegible] کہ آپ گیانی [illegible] تھے۔“

”کیا تم مجھے للکار رہے ہو راجکمار؟“

”ارے کیا للکاروں گا آپ کو۔ میرے مقابلے پر تو یہاں کوئی ہے بھی نہیں۔“ اس نے حقارت سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ میں بھی مسکراتا ہوا میدان کی طرف چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد سب میدان میں پہنچ گئے — سارے راجکمار ایک لائن میں کھڑے ہو گئے تھے۔ تب راجہ ترکھان اپنی جگہ سے اٹھا اور راجکماروں کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے سارے راجکماروں کو آشیرواد دی۔ میرے قریب رک کر اس نے مجھے غور سے دیکھا تھا اور پھر کئی سیکنڈ وہاں کھڑا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔

”تم کون سی راجدھانی سے آئے ہو راجکمار؟“

میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ روپ کمار مجھ سے کافی دور تھا اس لیے مجھے پرواہ نہیں ہوئی۔ میں نے راجہ ترکھان کی طرف دیکھا اور پھر گردن جھکا کر بولا۔ ”میں مہاراج روپ کمار کا داس ہوں۔“

”کیا مطلب؟“ راجہ ترکھان حیرت سے بولا۔

”ہاں۔ میں ان کی طرف سے لڑوں گا۔ میں ان کی سہائتا کروں گا۔“

”اوہ۔ لیکن تمہارا لباس سادھوؤں کا سا ہے؟“

”مجھے یہی لباس پہننے کی عادت ہے۔“ میں نے جواب دیا اور راجہ ترکھان نے گردن ہلائی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اسے میری بات پر یقین نہیں آیا ہو۔ یا پھر اسے افسوس تھا کہ میں خود کسی ریاست کا حکمراں کیوں نہیں ہوں۔ لیکن میرے قریب کھڑے دوسرے راجکمار مجھے بری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی نگاہوں میں حقارت جھلک رہی تھی لیکن میں نے کسی بات کی پرواہ نہیں کی اور دوسری طرف رخ کر لیا۔

پھر سارے راجکمار منتشر ہو گئے اور اس کے بعد وہ اپنے اپنے ہتھیار چلا کر دیکھنے لگے۔ اس کے بعد مقابلہ شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے دو راجکمار تلواریں لیکر میدان میں آئے اور راجہ ترکھان کے اجازت دینے پر ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگے۔ پھر فوراً ہی دوسری جوڑی بھی میدان میں اتر آئی اور چاروں شمشیر زن ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ ایک راجکمار ہلکا پڑنے لگا تو اس کا مددگار جو کالے رنگ کا ایک دیوہیکل آدمی تھا، تلوار لیکر میدان میں اتر آیا۔ وہ اپنے راجکمار سے اچھا لڑا اور جلد ہی اپنے مقابل کو تھکانے میں کامیاب ہو گیا۔ تب اس کے مالک نے دوبارہ تلوار سنبھال لی لیکن دوسرے راجکمار کا بھی ساتھی موجود تھا، وہ اپنے مالک کی مدد کو آ گیا۔ اس طرح یہ مقابلہ کافی دلچسپ ہو گیا تھا۔ میں دلچسپی سے مقابلہ دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے کافی فاصلے پر روپ کمار بھی کھڑا خاموشی سے مقابلہ دیکھ رہا تھا اور پھر مقابلے کا پہلا حریف شکست کھا کر میدان سے پلٹا اور اس کی جگہ روپ کمار میدان میں آ گیا۔ میرے بدن میں پھریریاں اٹھنے لگیں۔ میں روپ کمار کا مددگار تھا۔

روپ کمار نے شروع میں جس بزدلی کا مظاہرہ کیا تھا اور جنگ و جدل سے جس طرح بیزاری کا اظہار کیا تھا، اس وقت وہ کیفیت اس میں نہیں تھی۔ وہ کافی چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔ اس نے آتے ہی اپنے مقابل پر تابڑ توڑ وار کیے اور اس کا مقابل بوکھلا گیا۔ اس کی پیشانی پر ایک چرکا بھی لگ گیا تھا جس سے خون کی لکیر نیچے رینگ آئی تھی۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر اس کا مددگار اس کی مدد کو آ گیا۔ یہ وہی قوی ہیکل سیاہ فام تھا جو مجھے خاص لڑاکا نظر آتا تھا۔ اس نے روپ کمار پر وار کرنے شروع کر دیے۔ دو تین ہاتھوں میں ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ روپ کمار اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس وقت میں نے روپ کمار کے انداز میں بدحواسی سی محسوس کی۔

روپ کمار اس کے وار روکنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن سیاہ فام کے قوی ہیکل بازوؤں کے سامنے اس کی ایک نہیں چل رہی تھی چنانچہ اب وقت نہ رہا تھا۔ تب میں اپنے دوست کی مدد کے لیے آگے بڑھا اور سیاہ فام کے مقابل پہنچ گیا۔ ایک لمحے کے لیے سب حیران رہ گئے کیونکہ میرے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہ تھا۔

سیاہ فام ٹھٹھکا اور پھر اس نے دانت پیس کر میرے اوپر تلوار کا وار دیا۔ میں نے اسے جھکائی دی اور دوسرے لمحے میرا ایک زوردار گھونسہ سیاہ فام کے چہرے پر پڑا۔ سیاہ فام کی گردن ٹیڑھی ہو گئی تھی اور دوسرے لمحے وہ

چاروں شانے چت تھا۔ میرا کام بس اتنا ہی تھا۔ میں پیچھے ہٹ گیا۔ روپ کمار نے حیرت سے مجھے دیکھا لیکن پھر سنبھل کر دوبارہ اپنے مقابل کے سامنے آگیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی لیکن آنکھوں سے حیرانی بھی جھلک رہی تھی۔
شاید اسے تعجب تھا کہ میں اپنے طور پر لڑنے کی بجائے اس کی طرف سے کیوں لڑ رہا ہوں۔ میرا مقابل سیاہ فام ایک گھونسے سے زیادہ مار کھانے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ وہ اپنے قدموں سے اٹھ کر نہ جاسکا۔ لوگ گردن اٹھا اٹھا کر اسے دیکھ رہے تھے مجھے دیکھ رہے تھے۔ یہ کیسی جنگ تھی، جس میں ایک خطرناک آدمی نے اس طرح شکست کھائی تھی۔
تب میں نے سیاہ فام کی تلوار اپنے قبضے میں کر لی اور اطمینان سے پیچھے ہٹ آیا۔ روپ کمار اب زیادہ دلجمعی سے لڑ رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے مقابل کو شکست دے دی۔
چوتھا آدمی وہی راجکمار تھا جس نے میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی تھی۔ وہ تلوار ہلاتا ہوا آیا اور روپ کمار پر پل پڑا۔ مجھے روپ کمار کی پھرتی پر حیرت تھی۔ اس نے جنگ سے جس بیزاری کا اظہار کیا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے کبھی تلوار اٹھائی نہ ہوگی لیکن اس وقت وہ جس بے جگری سے مقابلہ کر رہا تھا اس پر میں حیران تھا۔ نہایت برق رفتاری سے وہ لڑ رہا تھا۔ ابتدا میں تو اس نے اپنے دوسرے مقابل کو بھی بدحواس کر دیا لیکن بعد میں اس کے ہاتھ کی رفتار ہلکی پڑ گئی۔ تب میں نے اپنے ذہن میں ایک بات سوچی۔ اگر روپ کمار کو زیادہ محنت کرنا پڑی تو شاید وہ زیادہ دیر تک میدان میں نہ رہ سکے اس لیے بہتر یہی ہے کہ اسے کم سے کم تلوار چلانے کا موقع دیا جائے اور اس طرح اس کے مقابل آنے والوں کو شکست دی جاسکے۔
تب میں آگے بڑھا اور اس خطرناک آدمی کا وار میں نے اپنی تلوار پر روکا۔
”اوہ۔ آگئے میرے دوست۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”لیکن تعجب ہے کہ تم اپنے لیے لڑنے کی بجائے دوسروں کے لیے لڑ رہے ہو۔“ وہ پیچھے ہٹا اور پھر تلوار کے کئی تابڑ توڑ وار اس نے میرے اوپر کیے۔ میں نے اطمینان سے اس کے کئی وار اپنے اوپر روکے اور پھر کہا۔
”میں نے تم سے وعدہ کیا تھا راجکمار کہ میں تمہارے مقابل آؤں گا تو خالی ہاتھ۔“
”ہاں۔ ہاں مہاراج، تم نے وعدہ تو کیا تھا مگر یہ وعدہ خلافی کیوں؟“
”نہیں وعدہ خلافی نہیں۔“ میں نے تلوار ایک طرف پھینک دی اور مقابل نے ایک قہقہہ لگایا۔ بلاشبہ وہ پھرتیلا تھا اور کافی جنگجو بھی، ہاں اس کی بدقسمتی اسے میرے سامنے لے آئی تھی۔
مجھے خالی ہاتھ دیکھ کر اس نے موقعے سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت سمجھا اور اس نے پینترے بدل کر میرے اوپر بھرپور وار کیے۔ میں نے اچھل اچھل کر اس کے کئی وار خالی جانے دیے اور پھر میں نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا۔ اب بھلا تلوار اس کے ہاتھ میں کیسے رہ جاتی۔ اس کی تلوار گر گئی اور میں نے اچھل کر اس کی گردن پکڑ لی۔

”کیا خیال ہے راجکمار؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے مقابل کے چہرے کی کیفیت اب کسی قدر بدل گئی تھی اور اب وہ بدحواس نظر آرہا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے اس کی گردن چھوڑ دی اور پھر اسے للکارا لیکن وہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ ایک بار پھر اس نے تلوار اٹھا لی اور شاید اپنی زندگی کی شدید ترین کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہوگیا۔ تلوار میرے بازو پر پڑی تھی لیکن جس طرح وہ بازو سے اچھلی اس نے میرے مقابل کو حیران کر دیا۔
لیکن اب میں فیصلہ کر لینا چاہتا تھا۔ روپ کمار اطمینان سے ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اور دلچسپی تھی۔ تب میں نے اپنے مقابل کو اٹھایا اور اٹھا کر اسے زوردار جھٹکے سے زمین پر گرا دیا۔ اس کی چیخ پورے میدان میں گونج اٹھی تھی اور مجھے یقین تھا کہ اب وہ اس قابل نہیں رہا ہے کہ روپ کمار کے مقابل آسکے۔
چاروں طرف سے داد و تحسین کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ میں بڑی سعادت مندی سے پیچھے ہٹ گیا اور روپ کمار دوبارہ اپنی تلوار لےکر میدان میں آگیا۔
اور پھر تو جنگ کا فیصلہ سامنے آنے لگا۔ روپ کمار کو لڑنے کا بہت کم موقع مل رہا تھا۔ اس کا جو بھی مقابل آتا، میں اس کو اس قابل نہ چھوڑتا کہ وہ روپ سے مقابلہ کر سکتا اور روپ کے کرنے کے لیے کچھ نہ رہ جاتا۔ اب چاروں طرف سے لوگ روپ کمار کی جے کر رہے تھے۔ روپ کے نام کے نعرے پورے میدان میں گونج رہے تھے۔
دوسرے لڑنے والوں میں سے بھی بہت کے فیصلے ہوئے، کچھ جیتے کچھ ہارے اور شاید راجہ ترکھان کی توقع سے بہت پہلے یہ مقابلے ختم ہوگئے۔ روپ کمار کے علاوہ دوسرے شاندار طور پر فتح حاصل کرنے والوں میں دلاور سنگھ کا نام سب سے آگے تھا۔ میں نے بھی دلاور سنگھ کو دیکھا۔ بلاشبہ ان لوگوں میں سب سے زیادہ شاندار آدمی تھا لیکن پھر دلاور سنگھ کی قسمت نے اسے دھوکا دیا، اگر وہ نہ بھی چاہتا تو مجھ سے جنگ کرنے کی اسے کوئی خاص ضرورت نہ تھی لیکن طاقت کے زعم میں وہ مجھے بھی شکست دینے پر تل گیا اور پھر وہ تلوار لے کر خاص طور پر میرے مقابل آیا۔ میں نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔ دوسرے چند لوگ بھی دیکھ رہے تھے کہ دلاور سنگھ کس طرح اکڑ رہا ہے۔ چند لوگوں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا بھی کہ دلاور سنگھ تم اس طرح کیوں لڑ رہے ہو باز آؤ لیکن دلاور نہ مانا۔ اس نے میرے اوپر حملہ کر دیا۔ میں نے اب تک جس انداز میں جنگ کی تھی دوسرے لوگوں کو اس کا اندازہ ہوگیا تھا چنانچہ انھوں نے اپنے طور پر دلاور سنگھ کی شکست کا یقین کر لیا تھا اور اس یقین کو میں نے ٹھیس نہ پہنچنے دی۔
دلاور سنگھ نے تین تلواریں طلب کیں اور میں نے ایک ایک کر کے تینوں تلواریں توڑ دیں اور تلوار کا ٹوٹنا بدترین شکست میں شمار ہوتا تھا۔۔۔ دلاور سنگھ کو اس کا کوئی اندازہ نہ تھا اور یہی بات اس کی بدقسمتی کا باعث بن گئی۔

میدان جنگ کا کھیل ختم ہو چکا تھا اور جن لوگوں کو اس میں کامیاب قرار دیا گیا ان میں دلاور سنگھ نہیں تھا۔ راجہ ترکھان نے سوئمبر میں حصہ لینے والوں کے ناموں کا اعلان کیا ــــ اور یہ خوشی کی بات تھی کہ روپ کمار کا نام اس فہرست میں ٹاپ پر تھا۔

میری خوشی کی انتہا نہ تھی لیکن دلاور سنگھ آگے بڑھا اور اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ انیائے ہے ترکھان مہاراج!"

"کیا مطلب؟" راجہ ترکھان نے ٹیڑھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں نے صرف ایک آدمی سے شکست کھائی ہے اور دس آدمیوں کو شکست دی ہے۔"

"لیکن دلاور سنگھ تم نے جس انداز میں شکست کھائی ہے کیا تمھیں اس کا کوئی احساس ہے؟" راجہ ترکھان کا لہجہ سخت تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن میں سوئمبر میں حصہ لوں گا۔"

"میری مرضی کے بغیر؟" راجہ ترکھان نے پوچھا۔

"میں فاتح ہوں۔"

"اگر تم فاتح ہو دلاور سنگھ تو اس جوان سے پھر مقابلہ کرو۔" راجہ ترکھان نے میری طرف اشارہ کر کے کہا اور دلاور سنگھ کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"وہ راجکمار نہیں ہے۔" دلاور سنگھ چیخ کر بولا۔

"لیکن وہ روپ کمار کا ساتھی ہے۔" راجہ نے کہا۔

"اوہ ــ روپ کمار ــ مجھے روپ کمار سے مقابلہ کرنے کی اجازت دی جائے مہاراج؟" دلاور سنگھ خونخوار لہجے میں بولا۔

"نہیں۔ مقابلے ختم ہو چکے ہیں۔ جن شرائط کا اعلان کیا گیا تھا سارا کام انہی شرائط کے مطابق کیا گیا ہے چنانچہ مقابلہ ختم کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اور جن لوگوں کو سوئمبر میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی ہے وہی اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔" چاروں طرف سے راجہ ترکھان کی بات کی تائید کی گئی اور راجہ ترکھان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اس نے اپنے کسی آدمی کو اشارہ کیا اور وہ میری طرف آگیا۔

"مہاراج ترکھان نے رات کو آپ کو بلایا ہے۔"

"صرف مجھے؟" میں نے پوچھا۔ معاً میرے ذہن میں خیال آیا تھا کہ راجہ ترکھان مجھ سے متاثر نہ ہو گیا ہو اور مجھ سے تنہائی میں کوئی ایسی بات نہ کرنا چاہتا ہو جو میرے دوست روپ کمار کے مفاد کے خلاف ہو لیکن بہر حال میں اتنے کچے ذہن کا مالک تو نہیں تھا اور پھر جب دل میں ایک فیصلہ کر لیا تھا تو اسے بدلنے کا کیا سوال۔

راجہ ترکھان کے ملازم نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ خاموشی سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ "کیا راجہ ترکھان نے خاص طور سے مجھے بلایا ہے؟" میں نے پھر پوچھا۔

"ہاں مہاراج!" اس نے جواب دیا۔

"تمھیں یقین ہے کہ اس نے میرے مالک کو میرے ساتھ نہیں بلایا؟"

"ہاں، مہاراج ترکھان نے یہی کہا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"مجھے اپنے مالک سے آگیا لینا ہوگی۔ اس کی آگیا کے بنا میں کیسے آسکتا ہوں مہاراج۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں راجہ سے کہہ دیتا ہوں۔" وہ بولا اور واپس چلا گیا۔

راجہ ترکھان نے اس کی سنی اور پھر اسے دوبارہ میرے پاس بھیجا۔ "مہاراج کہتے ہیں وہ تمھیں مہمان کی حیثیت سے بلا رہے ہیں۔ تمھیں آنا چاہیے۔ تم کہو تو تمھارے مالک سے اجازت لے لی جائے۔"

میں چند لمحات سوچتا رہا اور پھر میں نے کہا۔

"میں آجاؤں گا مہاراج!"

"ہم تمھیں لینے آئیں گے۔" اس نے کہا اور میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ راجہ ترکھان کیا کہنا چاہتا تھا، سن لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ ظاہر ہے میں سچ مچ تو روپ کمار کا ملازم نہیں تھا۔ سارا مجمع منتشر ہو گیا۔ جو ہار گئے تھے ان کے لیے یہاں رکنا اب بے کار تھا۔ وہ واپسی کی تیاریاں کرنے لگے۔ ان کی نگاہوں میں کینہ توزی تھی اور چہروں پر افسردگی۔ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑا کر روپ کمار کو تلاش کیا۔ وہ ایک طرف خاموش کھڑا تھا۔ بہت سے لوگ اس کے گرد جمع تھے لیکن اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں لوگوں کی بھیڑ کو چیرتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"مہاراج ــ بدھائی ہو مہاراج!" میں نے اس سے کہا اور اس کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہو گئے۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ رو پڑے گا۔ میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ "آئیے روپ جی۔ اپنے استھان پر چلیں۔" میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں بھی بہت سے لوگوں نے ہم سے ملاقات کی کوشش کی لیکن میں روپ کمار کو ان سے بچاتا ہوا آگے لے گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے خیمے پر پہنچ گئے۔ خیمے پر پہنچ کر روپ کمار نے مجھے دھکیلنا شروع کر دیا۔ وہ جذباتی ہو رہا تھا۔ میں مسکراتا ہوا اس کے خیمے میں چلا گیا اور پھر وہ احمق میرے پیروں پر جھک گیا۔ اس نے میرے بازو پکڑے اور سسکنا شروع کر دیا۔

"ارے۔ ارے روپ کمار ــ روپ کمار کیا ہوا؟" میں نے اس کے دونوں شانے پکڑ کر اسے اٹھایا اور اپنے مقابل کھڑا کر لیا۔

"سروپ بھیا ــ سروپ بھیا ــ یہ تم نے کیا کیا ــ سروپ بھیا ــ میں تمھارے اس احسان کو کیسے اتار سکتا ہوں۔ تم نے ایسا کیوں کیا بھیا ــ تم نے ایسا کیوں کیا میرے دوست؟" وہ روتے ہوئے بولا۔

"چپ ہو کر میری بات سن سکتے ہو تو سن لو ورنہ میں کچھ نہیں بولوں گا۔"

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا بھیا ــ یہ تم نے ــــ"

"کیوں؟ آخر کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"تم — تم — میں — میں تمھارا کون ہوں۔ تم نے میرے لیے یہ۔"

"پگلے ہو روپ۔ کیا میں نے تمھیں نہیں بتایا کہ میں سوئمبر میں حصہ لینے یہاں نہیں آیا تھا۔ میں تو یہ قلعہ دیکھ کر اس طرف چل پڑا تھا۔ یہاں آکر ہی مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"پھر بھی تم یہی کام اپنے لیے کر سکتے تھے۔"

"ہم سادھو سنت لوگ، آوارہ گرد، ہم ان چکروں میں کہاں پڑتے ہیں روپ کمار۔"

"مہاراج۔ سروپ مہاراج! تمھیں بھگوان کی سوگند۔ تمھیں بھگوان کی سوگند مہاراج، مجھے بتاؤ، کیا تمھارے من میں سچ مچ سوئمبر میں حصہ لینے کی بھاونا نہیں تھی؟"

"ہرگز نہیں روپ کمار۔ تمھیں معلوم ہے یہاں آتے ہی میری تم سے دوستی ہو گئی تھی۔ اسی سمے میرے دوست۔ اسی سمے میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر میں نے اس جھنجھٹ میں حصہ لیا تو صرف تمھارے لیے۔"

"اوہ۔ میرے بھیا۔ میرے من میں تمھاری اس سہاتا کا خیال ہی نہیں تھا۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے بھاگ ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔"

"دو باتیں ہیں روپ کمار۔ اوّل تو تم نے مجھے اپنا دوست بنایا تھا، دوسرے میرا نام تمھارے بھائی کے نام پر تھا۔ میں نے جو کچھ کیا ہے، اپنے بھائی کے لیے کیا ہے۔"

"میں تمھیں بھائی بن کر دکھاؤں گا سروپ۔" روپ کمار نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"سب ٹھیک ہے میرے یار۔ تم چنتا کیوں کرتے ہو۔ بس کل سوئمبر جیت لو مجھے اسی وقت خوشی ہو گی اور ذرا مجھے ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو سروپ!"

"تمھارے من میں سوئمبر سے اس وقت تک کوئی دلچسپی نہیں تھی جب تک تم نے پدمنی کو دیکھا نہیں تھا لیکن اسے دیکھنے کے بعد تمھاری حالت بدل گئی تھی۔ مجھے بتاؤ روپ کمار کیا تم اس کے تیرِ نظر کے گھائل نہیں ہو گئے تھے؟"

روپ کمار نے گردن جھکالی۔ چند منٹ وہ اسی طرح گردن جھکائے رہا، ایک بار پھر وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ "سروپ بھیا! بھگوان کی سوگند میں تو مر ہی گیا تھا۔ میں نے سوچ لیا تھا بھیا کہ اگر میں مقابلے میں جیت نہ سکا تو اپنے مقابل سے اس طرح لڑوں گا کہ وہ مجھے ہلاک کر دے۔ میں مر کر ہی میدان سے ہٹنا چاہتا تھا۔"

"کیوں روپ کمار؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے اس سے پریم ہو گیا ہے مہاراج! میں پدمنی پر مرتا ہوں — بھگوان کی سوگند اگر وہ مجھے نہ ملی تو میں مر جاؤں گا۔ مجھے راج گدی نہیں چاہیے بھیا۔ مجھے اس کی کوئی چنتا نہیں ہے مگر پدمنی —"

"تم اچھے انسان ہو روپ کمار! تم نے اعتراف کر لیا۔"

"تم بھی ایک بات بتاؤ گے بھیا؟"

"ہاں۔ ضرور۔"

"کیا تمھیں پدمنی پسند نہیں آئی تھی؟"

"بہت پسند آئی تھی روپ کمار! مگر اس پسند کی حیثیت بدلی ہوئی تھی۔ میں نے اسے اپنے بھائی کی پتنی اور اپنی بھاوج کی حیثیت سے پسند کیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"تم مہان ہو بھیا! مگر —" روپ کمار اداس ہو گیا۔ "مگر کیا ضروری ہے کہ سوئمبر میں پدمنی مجھے ہی پسند کرے؟"

"پدمنی اگر پاگل نہیں ہے تو تمھارا انتخاب ہی کرے گی۔ تم سب سے زیادہ من موہن ہو اور پھر چاروں طرف تمھاری دھوم مچی ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہے روپ کمار، وہ تمھارا ہی انتخاب کرے گی۔ وہ مالا تمھارے ہی گلے میں ڈالے گی۔" میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا اور روپ کمار خاموش ہو گیا۔

"راجہ ترکھان نے مجھے اپنے محل میں طلب کیا ہے۔"

"اوہ۔ ہاں میں نے اس کے آدمی کو تمھارے پاس آتے دیکھا تھا۔ ضرور جاؤ بھیا۔ دیکھو وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے۔ میرے اوپر بھروسہ رکھنا روپ کمار۔"

"مجھے تمھارے اوپر پورا پورا وشواش ہے میرے دوست۔" روپ کمار نے کہا اور ہم خاموش ہو گئے۔ پھر باہر سے کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دیں اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ کچھ فراخدل لوگ تھے جو مقابلے میں ہار گئے تھے اور ہمیں بدھائی دینے آئے تھے۔ ہم نے بھی خلوص دل سے ان کا شکریہ ادا کیا تھا۔ پھر شام ہو گئی۔ سورج چھپے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ راجہ ترکھان کا آدمی میرے پاس پہنچ گیا۔ "مہاراجہ نے آپ کو طلب کیا ہے۔ کیا آپ تیار ہیں مہاراج؟" اس نے کہا۔

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

روپ کمار اس وقت اپنے خیمے میں تھا۔ میں نے اس سے ملنا ضروری نہ سمجھا۔ میں یہ بات اسے بتا چکا تھا چنانچہ میں راجہ ترکھان کے آدمی کے ساتھ چل پڑا۔ خیمے سے باہر دو گھوڑے کھڑے ہوئے تھے اس نے مجھے گھوڑے پر بیٹھنے کی پیش کش کی اور میں گھوڑے پر بیٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا۔ راستہ جانا پہچانا تھا، گھوڑے کا سفر زیادہ مشکل ثابت نہ ہوا اس لیے جلد ہی میں راج محل پہنچ گیا۔

راج محل کے دروازے پر راجہ ترکھان کے چند خاص آدمیوں نے میرا استقبال کیا اور مجھے بڑے احترام سے اندر لے گئے۔ راج دربار کے پیچھے راجہ ترکھان کا خاص کمرہ تھا جہاں وہ شاید راج نیتی کے فیصلے کیا کرتا تھا۔ راجہ ترکھان نے بھی ایک پُرخلوص مسکراہٹ سے میرا استقبال کیا اور مجھے بڑے احترام و اعزازات کے ساتھ بیٹھنے کی پیش کش کی گئی۔ میں بیٹھ گیا۔ تب راجہ کے ساتھ موجود دوسرے لوگ کمرے سے باہر نکل گئے۔ راجہ ترکھان

خود بھی میرے سامنے ایک نشست پر بیٹھ گیا۔
اس کی نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں "تمھارا نام سروپ کمار ہے مہاراج؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں راجہ ترکھان!"
"اور تم روپ کمار کے داس ہو؟"
"یہ بھی ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"لیکن نہ جانے کیوں یہ بات میرے من میں نہیں اُتر رہی ہے" راجہ ترکھان بولا۔
"کون سی بات مہاراج؟" میں نے پوچھا۔
"یہی کہ تم روپ کمار کے داس ہو سکتے ہو۔"
"اس میں من سے نہ اترنے والی کون سی بات ہے؟" میں نے بے تکلفی سے کہا۔
"تمھارا چہرہ، تمھارا انداز، کوئی چیز یہ ثابت نہیں کرتی کہ کسی کے داس ہو بلکہ سچ پوچھو تو مجھے تم ہی راجکمار معلوم دیتے ہو۔ مجھ سے جھوٹ نہ بولو مہاراج، میرا خیال ہے تم نے روپ کمار کے ساتھ کوئی وچن نبھایا ہے ورنہ یہ سوئمبر تم آسانی سے جیت سکتے تھے۔" راجہ ترکھان نے کہا۔
"ممکن ہے تمھارا خیال ٹھیک ہو راجہ ترکھان، لیکن اس میں پریشانی کی کیا بات ہے، سوئمبر ابھی ختم نہیں ہوا اور نہیں کہا جا سکتا کہ مالا کس کے گلے میں ڈالی جائے لیکن پھر بھی یہ مالا، میرا دوست روپ کمار تمھاری بیٹی کی قسمت کا مالک بن جائے تو مجھے خوشی ہوگی۔ مجھے مسرت ہوگی۔" میں نے کہا۔
"مجھے کوئی کرودھ نہیں ہے مہاراج، بس میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم کون ہو؟ تمھارے بدن پر سادھوؤں کا سا لباس ہے، پرنت میدانِ جنگ میں تم ایسے سورما ثابت ہوئے کہ کوئی بھی تمھارے سامنے نہ ٹک سکا۔ میرا کوئی بیٹا نہیں ہے سروپ کمار، میری منوکامنا یہی تھی کہ میری بیٹی جس سے بیاہی جائے وہ تمھارے جیسا ہی کوئی جوان ہو جو بہادری میں یکتا اور بے مثل ہو۔" راجہ ترکھان نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔
"روپ کمار بھی تمھارے لیے بُرا ثابت نہ ہوگا راجہ ترکھان!"
"ٹھیک ہے۔ جو بھگوان کی مرضی ــــ لیکن میں نے تمھیں صرف اسی لیے بلایا تھا کہ تمھیں تمھارا فیصلہ بدلنے کے لیے کہوں۔ میں چاہتا ہوں سروپ کہ تم میری راجدھانی کے مالک بنو اور تم ہی میری بیٹی کی قسمت کے مالک ہو۔"
"یہ کسی طور ممکن نہیں ہے راجہ ترکھان۔ بھگوان نہ کرے اگر میں روپ کمار کا ساتھی نہ بھی ہوتا تب بھی میں یہ بات پسند نہیں کرتا۔" میں نے کہا۔
"آخر کیوں؟" راجہ ترکھان نے کہا۔
"بس، مجھے سنسار کا لوبھ نہیں ہے۔ میں راجہ بننا نہیں چاہتا۔ میرے شریر پر سادھوؤں کا لباس ہے۔ بس تم سمجھ لو کہ میں سادھو ہی ہوں۔ مجھے سنسار کا کوئی لوبھ نہیں ہے۔ مجھے راج سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے مہاراج، پھر یوں کہو کہ میرا خیال ٹھیک تھا۔"
"یہ میری اور تمھاری آپس کی بات ہے راجہ ترکھان لیکن اگر سارے راجکماروں کے سامنے تم یہی بات کرو گے تو میں خود کو روپ کمار کا داس ہی بتاؤں گا۔" میں نے کہا۔
"میں تم سے سب کے سامنے یہ سوال نہیں کروں گا مہاراج۔" راجہ ترکھان ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "بہرحال جو میری آشا تھی وہ میں نے تمھیں بتا دی۔ وا گیاوان ہے روپ کمار کہ اسے تمھارے جیسا متر، ساتھی یا داس ملا۔ ہاں ایک بات میں تم سے کہوں گا اور کہہ سکتا بھی ہوں، کیا اجازت ہے؟"
"ہاں ہاں۔ مہاراج۔ کہیے۔ میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔
"سوئمبر میں کوئی بھی کامیاب ہو، مالا کسی کے گلے میں پڑے لیکن اگر تم پسند کرو اور اگر روپ کمار سے تمھارا کوئی ایسا رشتہ نہ ہو کوئی ایسا ناطہ نہ ہو جس کی وجہ سے تم اس کی بات ماننے پر مجبور ہو تو میری اِچھا ہے کہ تم کچھ سمے میرے ساتھ میری راجدھانی میں گذارو۔" راجہ ترکھان نے نہایت خلوص سے کہا۔
"اگر تمھاری پدمنی میرے متر کو پسند کر لیتی ہے تو شاید میں کافی عرصہ تمھارے ساتھ رہوں گا۔" میں نے جواب دیا۔
"بھگوان کرے ایسا ہی ہو۔" راجہ ترکھان بولا۔ "مجھے تم سے بڑا لگاؤ پیدا ہو گیا ہے۔ میدانِ جنگ میں تم شیر کی طرح نڈر نظر آ رہے تھے اور میں دلیروں کی قدر کرتا ہوں۔"
"میں تمھاری اس محبت کی قدر کرتا ہوں مہاراج ترکھان۔" میں نے جواب دیا۔
"رات کا بھوجن تم میرے ساتھ ہی کرو۔" راجہ نے کہا۔
"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے کہا اور پھر راجہ ترکھان مجھ سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا۔ درحقیقت وہ مجھ سے بہت متاثر نظر آتا تھا اور یہ میرے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی پروفیسر۔ گذرے ہوئے ادوار میں میں نے ہمیشہ ایک خاص حیثیت حاصل کی تھی۔ میری شخصیت ہی ایسی تھی کہ کوئی مجھے نظر انداز نہیں کر پاتا تھا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کچھ معاملات میں کچھ لوگ مجھے ناپسند بھی کرتے تھے لیکن ناپسند کرنے والوں کی میں نے کبھی پرواہ نہیں کی تھی۔
رات کے کھانے پر میں نے راجہ ترکھان سے کہا "مہاراج! آپ نے مجھے جتنی محبت دی ہے، جتنا پریم دیا ہے، اس کا سہارا لیکر میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"
"ہاں۔ ہاں کہو سروپ جی۔ کیا بات ہے؟"
"میں چاہتا ہوں مہاراج کہ تمھاری پدمنی کل سوئمبر سے پہلے ایک بار میرے متر سے مل لے۔ ہمارا تمھارا ناطہ اس وقت بہت مضبوط ہو جائے گا جب میرا متر تمھارا داس بن جائے گا۔"
"اوہ۔" راجہ پُرخیال انداز میں بولا۔ "اگر کماری پدمنی نے اسے پسند نہ کیا تو؟"

"یہ میرے متر کے بھاگ کی بات ہے لیکن اگر آپ میری بات مانیں تو ان کو ملنے کا موقع دیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کماری سے بات کر لیتا ہوں۔" راجہ ترکھان بولا۔

"مجھے آگیا دیں مہاراج۔" میں نے اس سے اجازت چاہی اور راجہ ترکھان نے مجھے شاہی لباس سے نوازا۔

"میں نے تمہارے بدن کا لحاظ کر کے یہ لباس تیار کرایا ہے اسے میری خوشی کے لیے پہن لو۔" اس نے کہا اور میں نے اس کی خوشی پوری کر دی۔ پھر میں گھوڑے پر بیٹھ کر واپس چل پڑا۔ میرا خیال تھا کہ روپ کمار میرا انتظار کر رہا ہو گا۔

میرا خیال ٹھیک تھا۔ روپ کمار دور سے ہی مجھے اپنے خیمے کے سامنے ٹہلتا ہوا نظر آگیا۔ اس کے انداز سے بے چینی صاف جھلک رہی تھی۔ میرے گھوڑے کو دیکھتے ہی وہ میری طرف لپکا۔ پھر میرے بدن کے لباس کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا اور پھر اس کی آنکھوں سے خوشی جھانکنے لگی۔ اس نے میرے گھوڑے کی لگامیں پکڑ لیں اور میں نیچے اتر آیا۔ روپ کمار پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"بڑے ہی سندر لگ رہے ہو بھیا!" اس نے محبت بھرے انداز میں کہا۔

"شاید۔ لیکن اس لباس کے بغیر ٹھیک نہیں لگ رہا تھا؟"

"بھگوان کی سوگند بھیا' اس وقت بھی تم بڑے ہی سندر لگ رہے تھے۔ میں تمہیں ایسے کپڑوں میں دیکھنا چاہتا تھا۔"

"تم میرا انتظار کر رہے تھے روپ کمار؟" میں نے اس کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"بڑی بے چینی سے بھیا۔"

"تمہارے من میں بہت سے برے برے خیالات آ رہے ہوں گے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا اور روپ کمار میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"میری بات پر وشواش کرو گے؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں۔ میں دھرم کی سوگند کھا کر کہتا ہوں میرے من میں کوئی برا خیال نہیں آیا۔ میں نے ایک بار بھی نہیں سوچا کہ راجہ کوئی ایسا کام کرے گا جو میرے لیے برا ہو اور یہ سوچنا بے وقوفی بھی تھی جس منش نے بھرے بیچ میرا داس بن کر میری سہائتا کی ہے وہ میرے خلاف کوئی کام کیسے کرے گا۔ میں تو بس اس لیے تمہاری باٹ تک رہا تھا کہ دیکھوں تو سہی راجہ ترکھان تم سے کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"ہوں۔ راجہ ترکھان میرے بارے میں جاننے کا خواہش مند تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں کون ہوں۔ کیا میں واقعی روپ کمار کا داس ہوں میں نے اسے وشواش دلا دیا۔"

"کیا وشواش دلا دیا؟" روپ کمار نے بے چینی سے پوچھا۔

"یہی کہ میں روپ کمار کا داس ہوں۔"

"اوہ!" روپ کمار نے گردن جھکا لی۔ کافی دیر تک اسی طرح گردن جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "میں تم سے بہت شرمندہ ہوں سروپ بھیا!"

"پگلا ہے تو۔" میں نے اس کے گال پر پیار سے چپت لگائی۔ "بس اب اس بارے میں کچھ مت سوچ اور ہاں تھک تو نہیں گیا؟"

"کیوں؟" روپ کمار نے چونک کر پوچھا۔

"پوچھ رہا ہوں' تھکن تو نہیں ہو گئی؟"

"تم نے مجھے کرنے ہی کیا دیا ہے بھیا جو میں تھکتا۔ سارے کشٹ تو تم نے خود بھوگے ہیں۔" روپ کمار نے درد بھرے انداز میں کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر کے بعد کماری پدمنی کی کوئی داسی تمہارے پاس آئے گی۔ میرا خیال ہے پدمنی آج رات تم سے ملاقات کرے گی۔"

"مجھ سے؟" روپ کمار متحیرانہ انداز میں بولا۔

"ہاں!"

"مگر کیا۔ کیا راجہ ترکھان نے ایسی کوئی بات کہی ہے؟" اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہاں۔ ایسی ہی بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب [illegible]

"راجہ ترکھان نے؟" روپ کمار کے لہجے کی حیرت اور بڑھ گئی۔

"تجھے ان باتوں سے کیا غرض روپ کمار۔ تو بتا کیا تو پدمنی سے ملنا چاہتا ہے؟"

"میں اس سے مل کر کیا کروں گا بھیا' کیا کہوں گا؟"

"اب یہ بھی میں ہی بتاؤں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں تم ہی بتا دو۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے عقل نام کی کوئی چیز میرے پاس ہی نہ رہی ہو۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "من کا بھید کہہ دینا اس سے۔"

"کیا اس کا موقع ملے گا؟" روپ کمار نے پوچھا۔

"ظاہر ہے وہ تجھ سے باقاعدہ ملاقات کرے گی۔" میں نے کہا۔

"لیکن بھیا' کیا وہ اس بات کا برا نہیں مان جائے گی؟"

"اب یہ تو تیری کوششوں پر ہے تو اسے شیشے میں اتارنے پر کس قدر کامیاب ہوتا ہے۔ اگر آج رات تو تو اسے اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے تو کل سوئمبر میں مالا کے فیصلے میں کوئی تاخیر نہ ہو گی۔"

روپ کمار کی آنکھوں میں آشا کے دیپ جل اٹھے تصور کی آنکھوں سے اس نے مالا پدمنی کے ہاتھ میں اور پھر اپنے گلے میں دیکھی۔ اس نے محسوس کیا جیسے سینکڑوں کینہ توز نگاہیں اسے دیکھ رہی ہوں گھور رہی ہوں اور اس کا سینہ خوشی سے پھول گیا۔ ہاں پدمنی نے اسے اپنے پتی کی حیثیت سے چن لیا تھا۔ پدمنی آکاش سے اتری ہوئی اپسرا اس کے گھر کا جلتا ہوا دیپ' وہ میری موجودگی بھول کر خوابوں میں کھو گیا اور میں نے اسے ان خوابوں سے نہ چونکایا۔ خواب زندگی کا سہارا ہوتے ہیں۔ خوابوں میں آدمی سکون کی وادیاں حاصل کر لیتا ہے۔ اگر خواب نہ ہوں تو انسان کے سینے میں ویران صحرا پیدا ہو جائیں۔ سو میں نے اسے خوابوں میں کھوئے رہنے دیا اور اس وقت تک کچھ نہ بولا جب تک باہر سے کسی کی آواز نے اسے

چونکا نہ دیا۔

"میں اندر آسکتی ہوں مہاراج؟" ایک نسوانی آواز ابھری۔

میں چونک پڑا اور روپ کمار اچھل پڑا۔

"آجاؤ۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔ ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی اندر داخل ہوگئی۔ اس نے ہم دونوں کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

"کیا بات ہے؟ کون ہو تم؟" میں نے پوچھا۔

"داسی ہوں مہاراج!" وہ کپکپاتی آواز میں بولی۔ "روپ کمار جی کون ہیں؟" اس نے ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ ہیں۔ بتاؤ کیا بات ہے؟" میں نے روپ کمار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"روپ جی! کیا میرے ساتھ باہر چلیں گے؟" اس نے روپ کمار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "باہر میرا گھوڑا بھی موجود ہے۔"

"جاؤ، روپ کمار تم اس کے ساتھ باہر جاؤ اور یہاں فکر نہ کرو۔ باہر [illegible] روپ کمار جھینپے ہوئے انداز میں مسکرا دیا۔ وہ [illegible] میری نگاہوں سے دیکھنے لگا اور میں نے دونوں نگاہوں سے اسے چلے جانے کو کہا۔ روپ کمار لڑکی کے ساتھ باہر نکل گیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ [illegible] گئی۔

"جا بھائی۔ رام بھلی کرے۔" میں نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اطمینان سے اپنی جگہ لیٹ گیا۔ دو عاشق مل رہے تھے۔ میرا بھلا اس میں سوچنے کا دخل ہی کیا تھا۔ [illegible] میں سارے خیالات ذہن سے جھٹک کر سونے کی کوشش کرنے لگا اور پھر دوسری صبح ہی روپ کمار سے ملاقات ہوئی تھی۔ نہ جانے وہ رات کے کس حصے میں واپس آیا تھا۔ مجھے اس کے آنے کی کوئی خبر نہ تھی۔ میرے خیمے میں آکر اس نے میرے پاؤں چھوئے اور میں چونک پڑا۔

"[illegible] روپ کمار میں تو تمہاری واپسی کا انتظار بھی نہ کر سکا اور پھر انتظار کرنا ہی فضول تھا۔ جب ایک نوجوان اپنی محبوبہ کو ملنے کسی جگہ جائے تو اس کے لوٹ کر واپسی کے وقت کا تعین نہیں کرنا چاہیے کیونکہ محبوبہ سے ملاقات میں واپسی کے وقت کا کوئی تعین نہیں ہوتا۔" میں نے کہا اور روپ کمار مسکرا دیا۔

روپ کمار کے چہرے کی تازگی اور اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اس بات کا پتہ دے رہی تھی کہ رات کی ملاقات کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو کتنی ہی کٹھن کیوں نہ ہو، ہر صورت خوشگوار رہی ہے اور اس میں ایسی کوئی بات پیدا نہیں ہوئی جس کی وجہ سے روپ کمار آزردہ ہو۔ بہر صورت میں اس ملاقات کا حال جاننے کیلئے بے چین تھا۔

"کہو مادھو لال، منہ سے تو بولو، کیا ہوا، ملاقات ہوئی؟"

"ہاں بھیا!" روپ کمار شرماتے ہوئے بولا۔

"ارے واہ میرے شیر تو تو پدمنی سے بہت کچھ سیکھ آیا ہے۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"پدمنی سے؟" روپ کمار نے میری آنکھوں میں دیکھا۔

"یہ شرم و حیا، یہ لجانا لچکنا۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا اور روپ کمار قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"ارے نہیں بھیا میں نے اس سے یہ سب کچھ نہیں سیکھا۔"

"چلو ٹھیک ہے مان لیا یہ ساری باتیں تمہیں پہلے سے آتی تھیں لیکن اب یہ تو بتاؤ پدمنی سے ملاقات کیسی رہی؟"

"بالکل ٹھیک بھیا۔ میں تو سوچتا ہوں کہ تم بھگوان کا روپ ہو۔ تم میرے جیون میں کیا آئے روشنیاں ہی روشنیاں جل اٹھیں۔" روپ کمار عقیدت سے بولا۔

"اچھا، اچھا۔ میں کہتا ہوں پدمنی کی باتیں کرو اور تم میری ہی باتیں کرنے لگ گئے۔"

"پدمنی کی کیا بتاؤں بھیا۔ پہلی نگاہ میں اجنبیت تھی، دوسری میں پسندیدگی اور تیسری میں محبت۔ بس یہ ساری کہانی ہے۔" روپ کمار بولا۔

"واہ، واہ۔ ایسے نہیں چھوڑوں گا ساری بات بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"ساری بات کیا بتاؤں بھیا۔" روپ کمار بولا۔

"اچھا اچھا ابھی نہ مالا گردن میں آئی نہ شگن ہوئے نہ پھیرے اور ہم سے باتیں چھپانا بھی شروع کر دیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں بھیا، بھلا آپ سے کیا چھپاؤں گا۔ بس داسی مجھے اس کے پاس لے گئی۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی میں تمہیں بتا چکا ہوں، وہ مجھے دیکھتی رہی، پہلے شرم کی وجہ سے کچھ نہ بول سکی اور اس کے بعد اس نے مجھ سے میرے بارے میں پوچھا۔ میں نے مختصراً اسے اپنے بارے میں بتایا پھر اس نے میری خاطر مدارت کی۔ مجھ سے مزید سوالات پوچھتی رہی۔ اب میں تمہیں کیا بتاؤں بھیا ایسا لگتا تھا جیسے اس کے من میں بھی میرے لیے کوئی جگہ بن گئی ہو۔"

"واہ کیوں نہیں بنتی۔ کوئی معمولی انسان ہے میرا روپ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس بھیا اس نے کہا کہ اس کے پتا نے اسے آگیا دی ہے کہ مجھ سے مل لے پھر بس کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ اس نے چلتے سمے مجھ سے پوچھا کہ کیا کل میں سوئمبر میں آؤں گا۔ عجیب سوال تھا۔ ظاہر ہے میں سوئمبر میں شریک ہونے کے لیے ہی آیا تھا پھر بھی میں نے اس کے سوال کا یہی جواب دیا کہ میں ضرور آؤں گا۔ اور پھر چلتے سمے اس نے مجھ سے پھر کہا اس وقت جب میں اس کے کمرے کے دروازے سے نکل رہا تھا کہ وہ کل میری باٹ تکے گی۔" روپ کمار کا انداز اس کے چہرے پر شرم کی سرخی بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی۔ میں نے دل کھول کر اس کا مذاق اڑایا، اس سے شرارت بھری باتیں کیں اور پھر اسے سو جانے کیلئے کہا۔

"رات بھر جاگتے رہے ہو تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ کل سوئمبر کے سمے اونگھ رہے ہو۔"

"اونگھ نہیں آئے گی بھیا۔ تم اطمینان رکھو۔"

"ارے ہاں اب تو تم مہینوں نہیں سوؤ گے بہرحال میری طرف سے بدھائی ہو۔" میں نے خلوص دل سے کہا اور روپ کمار نے ایک بار پھر عقیدت سے میرے پاؤں چوم لیے۔

سوئمبر کا دن آگیا۔ روپ کمار جی خوب بن ٹھن کر سوئمبر کے لیے روانہ ہوگئے تھے۔ میری ان کے ساتھ جانے کی کوئی تک نہ تھی چنانچہ میں خیمے پر ہی اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا حالانکہ میرے دل میں یہ رسم دیکھنے کی بڑی خواہش تھی۔

لیکن پروفیسر اس خواہش کو دبانا ہی پڑا۔ بعد میں اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کی جا سکتی تھیں لیکن اس وقت وہاں جانا ٹھیک نہ تھا حالانکہ مشرقی لڑکیوں کے بارے میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ایک بار جسے دل میں بسا لیتی ہیں پھر دوسرا مرد شاذ ہی ان کی نگاہ میں جگہ پا سکتا ہے لیکن میں احتیاطاً وہاں جانا نہیں چاہتا تھا جو کسی حادثے کا سبب بن جائے۔ چنانچہ میں انتظار کرتا رہا اور پھر سوئمبر کی تفصیلات مجھے روپ کمار ہی سے معلوم ہوئی تھیں۔

وہ لوگ جو سوئمبر میں مدعو نہیں کیے گئے تھے اپنا کاٹھ کباڑ سمیٹ کر واپس جا چکے تھے۔ جانے والوں میں دلاور سنگھ بھی تھا اور رولا اور یہ دھمکی دے گیا تھا کہ راجہ ترکھان نے اسے اپنے دربار بلا کر اس کا اپمان کیا اور وہ اس اپمان کا بدلہ ضرور لے گا بہرحال راجہ ترکھان بھی موم کا بنا ہوا نہیں تھا یہی بہتر تھا کہ دلاور سنگھ نے اس کے سامنے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی ورنہ شاید اسی وقت ہنگامہ شروع ہو جاتا۔

بہرحال دلاور سنگھ کے علاوہ وہ دوسرے راجکمار جو سوئمبر میں شریک تھے ناکام ہونے کے بعد منہ لٹکائے اپنے خیموں میں واپس آگئے تھے۔ بہت کم ایسے تھے جن کی نگاہوں میں روپ کمار کے لیے نفرت کے جذبات نہ ہوں۔ بہرحال وہ بے بس تھے۔ راجکماری پدمنی نے روپ کمار کو پسند کر لیا یہ تو اس کے بھاگ تھے۔ پھر بہت سے لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے سے باہر آئے اور روپ کمار کے نزدیک پہنچ گئے۔ انھوں نے بتایا کہ اب اس کی حیثیت راجہ کے مہمان کی سی ہے اسے چند روز راج محل میں رہنا ہوگا۔

ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا یہاں بھی راجہ کے مہمان تھے اور راج محل میں بھی انہی کے مہمان رہیں گے چنانچہ میں اور روپ کمار ان لوگوں کے ساتھ چل پڑے۔ راج محل میں ہمارے قیام کا اچھا خاصا بندوبست کیا گیا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ یہ جگہ اس عقبی باغ سے دور نہیں تھی جہاں پہلی بار میں نے اور روپ کمار نے راجکماری پدمنی کو دیکھا تھا۔ گویا اگر راج کمار روپ پدمنی سے ملنا چاہتا تو اس کو زیادہ محنت نہ کرنا پڑتی۔

مالا روپ کمار کے گلے میں ڈالی جا چکی تھی اس لیے اب اس کی حیثیت پدمنی کے منگیتر کی سی تھی اور خود راجہ ترکھان کو ان دونوں کی ملاقات پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے تھا اور یہی ہوا بھی۔ محل میں داسیاں اور دوسرے نوکر ہماری بہترین مہمانداری کر رہے تھے۔ خود راجہ ترکھان دن میں دو تین بار مجھ سے ملاقات ضرور کرتا تھا اور ویسے بھی وہ مجھ سے بہت متاثر تھا اور اس نے کئی بار کہا تھا کہ سچ بات تو یہ ہے کہ میری ہی وجہ سے روپ کمار کو یہ عزت اور یہ حیثیت ملی ہے ورنہ شاید بذات خود روپ کمار یہ مقام حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

کچھ بھی کہتا رہا کچھ بھی کرتا میں نے اپنے دوست سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا تھا۔ پھر تقریباً دس یا بارہ روز کے بعد روپ کمار کو وہاں سے جانے کی اجازت مل سکی تھی۔ اس سے کہہ دیا گیا تھا کہ وہ اپنے پتا سے مہورت نکلوا کے دن اور تاریخ بھجوا دے کہ کب وہ پدمنی کو بیاہنے آ رہے ہیں۔ میں نے بھی روپ کمار کے ساتھ جانا چاہا لیکن راجہ ترکھان نے مجھے روک لیا۔

"نہیں مہاراج، تم نہیں جاؤ گے۔ تم کہاں جاؤ گے؟"

"اوہو۔ ترکھان جی روپ میرا بھتیجا ہے اور میں اپنے بھتیجے کے وواہ میں شریک نہ ہوں گا کیا؟"

"اور میں جو تمہارا سب کچھ ہوں مہاراج، مجھے ٹھکرا دو گے۔" راجہ ترکھان نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ تم ایک اچھے انسان ہو میں تمہاری دل سے عزت کرتا ہوں۔"

"تب پھر مہاراج تم میرے ساتھ رہو۔"

اور میں نے روپ کمار سے راجہ ترکھان کے پاس رہنے کی اجازت لے لی۔ روپ کمار نے کہا تھا کہ اس کی دلی خواہش تھی کہ میں اس کے ساتھ اس کی راجدھانی چلوں جہاں اس کے پتا سے ملوں اور اس کے بعد [illegible] آؤں جب روپ کمار، پدمنی کو بیاہنے آئے لیکن بہرحال [illegible] کی وجہ سے اس نے بھی خوشی سے اجازت دے دی تھی لیکن اس کے [illegible] خاص بات نہ ہوئی۔ راج محل تھا، راجہ ترکھان تھا اور میں۔

وہ میری بہت سی باتوں سے واقف ہو گیا تھا اور پروفیسر کوئی مجھے جانے مجھ سے واقف ہو اور اسے مجھ پر حیرت نہ ہو یہ بھی تو حیرت انگیز بات تھی۔ راجہ ترکھان بھی میرے بارے میں تجسس میں ڈوب گیا تھا اور اس کی ذہنی وسعت اس قدر نہ تھی کہ وہ مجھے پہچان سکتا یا میری حقیقت جان سکتا۔ ہاں اس کے سوا جو کچھ میں اسے بتا نہ دوں۔ بہرصورت میں نے یہاں [illegible] خاص قوت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور ایک عام سادھو کے انداز میں راجہ ترکھان کے پاس رہ رہا تھا۔

کچھ وقت گذرا تو روپ کمار کی طرف سے اس کے راجدھانی کے چند بڑے یہاں آئے اور آنے کے بعد شادی کی مہورت طے [illegible] گئی اور پروفیسر اس وقت کے حالات اس وقت تک کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے جب تک کہ شادی کے دن قریب نہ آ گئے۔ پہرے داروں نے اطلاع دی کہ کوئی عظیم الشان گروہ ہتھیاروں سے مسلح اس طرف آ رہا ہے۔

راجہ ترکھان حیران رہ گیا تھا اور پھر اس نے اپنا گھوڑا تیار کروایا اور چند سواروں کو ساتھ لے کر چل پڑا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ جنگ کی نیت سے آ رہے ہیں یا کوئی اور مقصد ہے۔ شاید اس بات پر اسے حیرت بھی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے دشمنوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے میں بھی اس کے ساتھ تھا اور پھر قلعے کی فصیلوں سے ذرا پرے ہم نے بہت دور پڑاؤ کرنے والے لشکر کو دیکھا۔ بے شمار افراد تھے اور ان کے جھنڈے فضا میں لہرا رہے تھے۔ راجہ ترکھان ان جھنڈوں کو دیکھ کر چونک پڑا اور پھر اس کے منہ سے نکلا۔

"اوہ! دلاور سنگھ!"

"دلاور سنگھ؟" میں نے متعجبانہ لہجے میں پوچھا۔
"کرنا کا کا نیا نیا راجہ دلاور سنگھ!" راجہ ترکھان نے سرد لہجے میں کہا۔
"کیا یہ وہی دلاور سنگھ ہے جو سوئمبر میں شامل نہ ہو سکا تھا اور جس نے مجھ سے شکست کھائی تھی؟"
"وہی ہے —— اور یہاں سے جاتے ہوئے وہ دھمکی دے گیا تھا کہ اپنے اپمان کا بدلہ لے گا۔"
"تو وہ بدلہ لینے آیا ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔
"ہاں۔ بدلہ لینے آیا ہے۔" راجہ ترکھان نے بھی مذاق اڑانے والے انداز میں کہا اور پھر دلاور سنگھ کی فوجوں کی طرف نگاہیں دوڑا کر بولا "مگر اس کے قبیلے میں تو اتنے لوگ نہ تھے، یہ فوجیں کہاں سے جمع کر لایا ہے؟"
"کافی افراد ہیں ترکھان!" میں نے کہا۔
"اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ سب اس کے قبیلے سے نہ ہوں گے۔"
"ممکن ہے اس نے کسی دوسرے قبیلے کے لوگوں سے مدد حاصل [illegible]"
"سب کچھ ممکن ہے۔ دلاور سنگھ کا گرم خون ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ اس کے جیون کا پہلا رن ہوگا۔ اس کے باپ کو مرے ہوئے زیادہ سمے نہیں گذرا اور وہ بے چارہ اتنا برا انسان بھی نہ تھا لیکن بعض اوقات پوتر جگہوں سے بھی سانپ نکل آتے ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں ہے۔ بہورت قریب آگئی ہے، صرف اس کا خیال ہے کہیں رنگ میں بھنگ نہ ہو —— لیکن پھر بھی چاہے کچھ بھی ہو، دلاور سنگھ کو اس کی جرأت کا مزہ ضرور چکھایا جائے گا۔"
"تم فکر نہ کرو راجہ ترکھان۔ ایک بات تو تم جانتے ہو کہ میں تمہارا دوست بھی ہوں۔" میں نے کہا۔
"ہاں کیوں نہیں۔ مجھے تمہاری دوستی پر ناز ہے۔" ترکھان نے جواب دیا۔
"تب پھر یوں کرو کہ قلعے کے اندر تم راجکماری پدمنی کی شادی کی تیاریاں کرتے رہو، میں میدان میں جا کر دلاور سنگھ کے حواس درست کر کے آتا ہوں۔" میں نے کہا۔
"اوہ۔ میرے سوما مجھے تجھ پر پورا پورا وشواش ہے مگر تو مہمان ہے اور ہم مہمانوں کو جنگ کرنے نہیں بھیجتے۔" راجہ ترکھان نے جواب دیا۔
"میں مہمان ہوں راجہ ترکھان؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔
"ہاں۔ مہمان ہو —— مگر اپنوں سے بڑھ کر۔"
"نہیں نہیں ایک بات پر قائم رہنا ہوگا ترکھان۔ کیونکہ اگر میں مہمان ہوں تو میرے خیال میں مہمان کی حیثیت سے کسی کے گھر رہنا زیادہ دیر تک اچھی بات نہیں ہے۔ مجھے جانے کی آگیا دو —— اور اگر میں مہمان نہیں ہوں، تمہارے گھر کا ایک فرد ہوں تو پھر تم مجھے دلاور سنگھ کے مقابلے پر جانے دو۔"
راجہ ترکھان پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے لیے میری یہ ضد بڑی پریشان کن تھی۔ لوگوں سے یہ بھی نہ کہلوانا چاہتا تھا کہ راجہ ترکھان خود محل میں رہے، مہمانوں کو جنگ کے لیے بھیجنا چاہتا ہے اور خود محل میں رہ کر بیٹی کی شادی کی تیاری کر رہا ہے لیکن میری ضد کے آگے اسے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ البتہ فوجوں کی نگرانی اس نے خود کی تھی۔ اپنی نگرانی میں اس نے فوجیں تیار کروائیں اور پھر انہیں میرے حوالے کر دیا۔ راجہ ترکھان کا خیال تھا کہ چونکہ دلاور سنگھ کی فوجیں تعداد میں بہت زیادہ ہیں اس لیے قلعہ بند کر کے دلاور سنگھ کے حملے کا انتظار کیا جائے اور قلعے کے اوپر فصیلوں پر ساری جنگی تیاریاں مکمل کر لی جائیں اور وہیں سے دلاور سنگھ کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جائے۔ جب اس کی افرادی قوت مفلوج ہو جائے تو پھر تازہ دم فوجوں کے ساتھ باہر نکل کر اسے پسپا کر دیا جائے۔
تجویز بری نہیں تھی لیکن پروفیسر مجھ جیسے انسان کے سامنے پیش کی گئی تھی، جس کے سامنے کوئی دشمن ہو تو وہ کسی شکاری کتے کی طرح زنجیریں تڑانے لگتا ہے۔ میں یہ بات کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ قلعے میں بند ہو کر اپنے دشمن کا انتظار کروں جس سے مجھے جنگ کرنی تھی۔ میں نے راجہ ترکھان کی یہ بات نہیں مانی اور راجہ ترکھان نے اس بات پر زیادہ اصرار نہیں کیا کیونکہ اتنا وہ بھی جانتا تھا کہ قلعوں میں بند ہو کر لڑنا بہادری نہیں ہوتی۔
اور بہادر مصلحتوں کے قائل نہیں ہوتے۔
"واہ۔ کیا عمدہ بات کہی ہے تم نے۔" پروفیسر خاور بے اختیار بول اٹھا اور اس نے نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔
"میں نے تاریخ کی کہانی بے کم و کاست تمہیں سنائی ہے پروفیسر۔ میں نے بعض جگہوں پر مصلحت سے بھی کام لیا لیکن وہ مصلحت مکاری کی حد تک نہیں تھی۔"
"ہاں مجھے اعتراف ہے۔" پروفیسر نے کہا۔
"پھر کیا ہوا؟" فرزانہ بول اٹھی اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"تمہاری لڑکیاں جس صبر و سکون سے یہ کہانی سن رہی ہیں پروفیسر، وہ قابل داد ہے۔ مس فرزانہ تو اس میں سکتہ برداشت ہی نہیں کر سکتی ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"دراصل اس ماحول سے واپس آنے کے بعد دوبارہ وہاں جانا بے حد عجیب لگتا ہے۔ ہم خود کو وہیں محسوس کرتے ہیں اور یوں لگتا ہے جیسے ہماری آنکھیں اچانک بند کر دی گئی ہوں۔" فرزانہ نے اسے داد تحسین پیش کی۔
"میں نے اپنے طور پر فوجوں کو منظم کیا اور اپنے انداز میں جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ میں نے فوجوں کو قلعے کے چوبی دروازے کے پیچھے منظم کیا اور انہیں تیار رہنے کا حکم دے دیا۔ بظاہر فصیلوں پر کوئی چہل پہل نہیں تھی۔ بس یوں لگتا تھا جیسے دلاور سنگھ کی فوجوں کی نگرانی کی جا رہی ہو اور قلعے کی طرف سے کسی حملے کا کوئی امکان نہ ہو۔ چنانچہ دلاور سنگھ مطمئن تھا۔ وہ اپنی فوجوں کی کثرت سے ترکھانی والوں کو خوفزدہ کرنا چاہتا تھا۔ پھر جب اچانک چوبی دروازہ کھلا اور اس نے ایک دم فوجیں اگل دیں تو وہ حیران رہ گیا۔ اس کی فوجیں منظم بھی نہیں تھیں اور غیر فوجی کاموں میں مصروف تھیں۔ ترکھان کی فوجیں شکاری کتوں کی طرح ان

پر ٹوٹ پڑیں۔ پہلے ہی حملے میں سخت نقصان پہنچا تھا دلاور سنگھ کی فوجوں کو۔ اور اس وقت تک جب تک وہ سنبھل کر جنگ کرنے کے لیے تیار ہوتیں، میرے ساتھی اس کی آدھی فوجوں کا صفایا کر چکے تھے اور پھر وہ باقی فوجوں کو بھی جلد از جلد کاٹ کر پھینک دینے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔

رہی میری بات تو کبھی کبھی تو کھیت کاٹنے کے مواقع نصیب ہوتے ہیں اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ میں نے اپنے لیے اپنی پسند کا ایک کھانڈا تیار کر لیا تھا اور بہت عرصے کے بعد کھانڈے پر ورزش کرنے کا موقع ملا تھا۔ کھیتی سرسبز تھی۔ کمی نہ تھی چنانچہ میں نے پوری قوت سے اس کی صفائی شروع کر دی اور دلاور سنگھ کو بہت جلد احساس ہو گیا کہ اس نے خوفناک غلطی کی ہے لیکن ایسے مواقع تو احساس کے لیے بھی ٹھیک نہیں ہوتے۔ میں تو اس کی تاک میں تھا ہی، اپنے سامنے کے گھاس پھونس کو صاف کرتا ہوا میں بالآخر اس تک پہنچ گیا۔ "دلاور سنگھ! سورما۔ آؤ جنگ سے پوری طرح لطف اٹھاؤ۔" میں نے اسے للکارا۔

"تم ابھی تک یہاں موجود ہو سروپ کمار؟" دلاور سنگھ خوفزدہ انداز میں بولا۔

"ہاں۔ تمھارا انتظار کر رہا تھا۔ تم اپمان کرنے کا بدلہ لینے کو کہہ کر گئے تھے نا؟"

"مگر میری تم سے کوئی لڑائی نہیں ہے۔"

"تمھیں معلوم ہے کہ ترکھانی ریاست اب میرے دوست روپ کمار کی ہے اور تم نے میرے دوست کی ریاست پر حملہ کیا ہے۔"

"لیکن ابھی روپ کمار یہاں کا راجہ نہیں بنا ہے؟"

"آئندہ تو بنے گا۔" میں نے کہا اور پھر میں اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے اسے للکارا۔ "بہانے کیوں تلاش کر رہے ہو دلاور سنگھ، مردوں کی طرح لڑو۔ تم تو بڑے مان سے آئے تھے اب بغلیں کیوں جھانک رہے ہو۔ اسی بل پر کماری پدمنی کے سوئمبر میں آئے تھے۔ کیا تم نے یہ نہ سوچا تھا کہ وہاں سورماؤں سے واسطہ پڑے گا؟"

"تم میرا اپمان کر رہے ہو۔" دلاور سنگھ گرجا۔

"ہاں ہاں۔ اپمان تو کر رہا ہوں۔ ایک اپمان کا بدلہ لینے کے لیے تم راجدھانی سے یہاں تک آئے ہو۔ دوسرے اپمان کا بدلہ تم مجھ سے لو۔ تلوار کیوں نہیں اٹھاتے، موت سے ڈرتے ہو؟" اور میں نے اس گدھے کو بہر حال دلا ہی دی۔ اس نے میرے اوپر تلوار کے وار شروع کر دیے اور میں انھیں بچاتا رہا۔ پھر میں نے کھانڈا اٹھایا اور دلاور سنگھ کی آنکھوں میں موت ناچ گئی۔

"کیسا ہے یہ ہتھیار دلاور سنگھ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ دلاور سنگھ نے اٹھے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کر پھرتی سے تلوار کا وار میری بغل کی طرف کیا۔ میں نے یہ وار خالی دے دیا تھا لیکن اگر وہ کامیاب بھی ہو جاتا تو کونسا فرق پڑتا سوائے اس کے کہ تلوار کی دھار برباد ہو جاتی۔ پھر میں نے وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اور پھر کھانڈے کے ایک وار نے نہ صرف دلاور سنگھ کو زندگی کے بوجھ سے آزادی دلا دی بلکہ اس کا گھوڑا بھی درمیان سے دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

یوں دلاور سنگھ کا مان ٹوٹ گیا اور اس کی فوج کے بچے کھچے سپاہی گرفتار ہو گئے۔ ترکھان کا اندازہ درست تھا۔ یہ ساری فوجیں صرف دلاور سنگھ کی نہیں تھیں بلکہ اس نے قرب و جوار کے چند چھوٹے علاقوں سے جو اس کے اسیر تھے، بھی فوجیں طلب کر لی تھیں۔ بہرحال اسے نہ صرف بدترین شکست ہوئی تھی بلکہ زندگی سے بھی ہاتھ دھونے پڑے تھے۔ میں فاتح کی حیثیت سے واپس ترکھانی میں داخل ہوا۔ راجہ ترکھان فصیل سے میری جنگ کا منظر دیکھ چکا تھا اور اس کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے دوڑ کر مجھے گلے لگا لیا۔ "میں تجھے کیا کہوں سروپ، کیا سمجھوں میں تجھے؟ بھگوان کی سوگند، اگر تو مجھے چھوڑ کر چلا گیا تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔ اب میں جیون بھر تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔ میں۔ میں کیا کہوں۔ تو نے خود ہی میری پتری کو سویکار نہیں کیا ورنہ۔ ورنہ میری خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں ہوتا۔"

اس وقت میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اس کی فتح کی خوشیوں میں شریک تھا۔ ترکھان نے فوری طور پر اپنے خاص آدمیوں کو تیار کیا اور اپنی فوجوں کے ساتھ دلاور سنگھ کی راجدھانی بھیج دیا تاکہ بغیر راجہ کی حکومت پر قبضہ کر لیا جائے۔ رات کو اس نے اپنے محل میں ایک شاندار دعوت کا اہتمام کیا اور اس دعوت کا روح رواں میں تھا۔ راجہ نے میرے بارے میں اپنے ساتھیوں کو بتایا اور میری تعریفوں کے گن گائے جاتے رہے اور پھر دعوت کے اختتام کے بعد ترکھان میرے پاس بیٹھ گیا۔

"مجھ سے بس یہ کہہ دو سروپ کہ تم جیون کے کسی حصے میں مجھے چھوڑ دو گے تو نہیں؟ میرے من کو شانتی مل جائے گی۔"

"میں تمھیں جھوٹی شانتی نہیں دے سکتا مہاراج ترکھان۔" میں نے کہا۔

"ایں۔ کیا۔ کیا کہا تم نے؟" ترکھان حیرت سے بولا۔

"میں نے کہا ترکھان جی، میں تم سے ایسا وعدہ کیسے کر سکتا ہوں جسے میں پورا ہی نہ کر سکوں۔"

"کیا مطلب؟ آخر اس بات کا کیا مطلب؟" ترکھان اسی انداز میں بولا۔

"میں سادھو منش ہوں راجہ ترکھان۔ آج یہاں کل وہاں۔ آج تمھیں بتاؤں کہ میں سرے سے سوئمبر میں حصہ لینے ہی نہیں آیا تھا۔ میں تو یونہی اس طرف آ گیا۔ یہ قلعہ دیکھ کر میں نے ادھر کا رخ کیا، پھر خیمے دیکھے اور وہاں پہنچ گیا۔ پھر روپ کمار سے دوستی ہوئی اور اس کے بعد یہ سارے ہنگامے۔ میں یہاں کیسے رہ سکتا ہوں ترکھان مہاراج!"

"تو۔ تو کیا اب تم یہاں سے چلے جاؤ گے؟" ترکھان افسردگی سے بولا۔

"ابھی نہیں۔ ابھی میں اس وقت تک تمھارے ساتھ رہوں گا جب تک میرے دوست کی شادی نہ ہو جائے۔ میں روپ کمار کو بہت چاہتا ہوں ترکھان مہاراج۔"

"ہاں۔ تو نے جس طرح اس کے لیے جنگ کی تھی اس سے اندازہ ہوتا ہے۔"

"چنانچہ میں اپنے دوست کی خوشیوں میں ضرور شریک ہوں گا۔"
"اچھا۔ پھر تم سے اتنا من ہی نہ لگایا جاتا تو اچھا تھا۔ تم جاؤ گے کہاں؟"
"کوئی منزل نہیں ہے راجہ ترکھان۔"
"پھر یہاں سے کیوں جا رہے ہو؟"
"گیان کی تلاش میں۔"
"تو کیا تم من سے بھی سادھو ہو؟" راجہ عقیدت سے بولا۔
"یوں ہی سمجھ لو ترکھان جی۔"
"ٹھیک ہے بھگوان تمھاری رکھشا کرے۔" وہ ایک گہری سانس لیکر بولا۔ دلاور سنگھ کو جس طرح شکست دی گئی تھی اس کی وجہ سے قرب وجوار کے سارے علاقے اس سے خوفزدہ ہو گئے تھے۔ چاروں طرف ترکھان کی دھوم مچ گئی تھی اور بہت سے چھوٹے چھوٹے راجہ اس کی امان میں آنے کی خواہش کا اظہار کر رہے تھے۔ روپ کمار کو بھی معلوم ہوا اور وہ ایک فوجی دستے کے ساتھ پہنچ گیا۔ میں نے اور راجہ ترکھان نے اس کا پُرجوش خیر مقدم کیا تھا۔ روپ کمار نے آتے ہی اس کے بارے میں پوچھا۔ راجہ ترکھان نے فخریہ انداز میں اسے میرا کارنامہ بتایا۔ روپ کمار کا سینہ فخر سے پھول گیا۔ "اب کوئی ترکھانی کی طرف بُری نگاہ سے دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکے گا۔" اس نے کہا اور پھر اس نے مجھ سے درخواست کی "سروپ بھیا! اب تمھیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔ کیا میری شادی میں ساتھ نہیں آؤ گے؟ پتا جی نے بھی یہی سندیس بھیجا ہے۔"
"مجھے کیا اعتراض ہے۔" میں نے کہا۔
"لیکن روپ کمار، میں چاہتا ہوں کہ سروپ کمار جب تک ہمارے درمیان ہیں میرے پاس رہیں۔ میں ان کی سیوا کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم انھیں میرے پاس چھوڑ دو تو تمھاری کرپا ہوگی۔"
"سروپ جی جائیں گے کہاں مہاراج۔ میری اچھا ہے کہ یہ ساتھ جائیں۔" روپ کمار بولا۔
"اوہ۔ تو تمھیں بھی ان کا ارادہ نہیں معلوم؟"
"کیا مطلب؟" روپ کمار نے پوچھا اور ترکھان نے روپ کمار کو میرے ارادے کے بارے میں بتایا۔ روپ کمار تو سرے سے ہی اکھڑ گیا تھا۔
"یہ نہیں ہو سکتا بھیا۔ ہم تمھارے لیے سب کچھ نہیں لے آئیں گے۔ ہم تمھاری من پسند یاترا بنا دیں گے۔ بس بھیا تم ہمیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گے۔" روپ کمار بولا۔

میں ان لوگوں کی محبت کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا اور خوب سمجھتا تھا کہ وہ آسانی سے مجھے نہیں چھوڑیں گے اس لیے وہی ترکیب اچھی ہے کہ انھیں آگاہ ہی نہ کرو اور کسی دن خاموشی سے نکل چلو۔ صبر تو آ ہی جاتا ہے۔ روپ کمار بھی کچھ دن مجھے یاد کرے گا اور پھر خاموش ہو جائے گا۔ بہر حال میں روپ کمار کی ضد کے سامنے اس انداز میں خاموش ہو گیا جیسے اس سے ہار مان لی ہو اور پھر میں روپ کمار کے ساتھ تلنگا چل پڑا۔
ریاست تلنگا میں بھی میرا شاندار استقبال ہوا تھا۔ روپ کمار کی حیثیت بھی اب بدل گئی تھی۔ روپ کمار کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اب ایک ریاست کا مطلق العنان راجہ ہے اس لیے اس کی بات بھی سُنی جانے لگی تھی اور میری شہرت تو دُور دُور پھیل گئی تھی۔ لوگ جوق در جوق آکر مجھ سے ملے۔ بڑی آؤ بھگت ہوئی تھی میری۔
لیکن میں زیادہ خوش نہیں تھا۔ ان ہنگاموں میں پھنس کر میں اپنے سارے کام بھول گیا تھا۔ نہ ہی منوکما سے ٹکراؤ ہوا تھا۔ میں اب اسے کیفر کردار تک پہنچا دینا چاہتا تھا۔ اب تو اس کے گُر بھی میرے ہاتھ میں تھے لیکن ابھی میں ان لوگوں میں مصروف تھا۔ روپ کمار کی شادی ہو جائے تو اس کے بعد میں خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں گا۔
اور پھر میں نے یہی کیا ـــــ روپ کمار کی شادی اسی طرح ہوئی جیسے راجکماروں کی ہو سکتی ہے۔ دونوں ریاستوں نے دل کھول کر حسرتیں نکالی تھیں۔ میں نے بھی ان معاملات میں پوری پوری دلچسپی لی۔ میں نے ان لوگوں کی شادی کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کیں، ان کی رسومات کی رُوح معلوم کی اور اس مذہب کے بارے میں بہت سے اندازے لگائے۔
روپ کمار بہت خوش تھا ـــــ لیکن اب مجھ پر اکتاہٹ سوار ہو رہی تھی اور پھر ایک رات مجھے موقع مل ہی گیا۔ میں نے ایک عمدہ سا گھوڑا تیار کر لیا تھا۔ کچھ ضروری چیزیں بھی ساتھ لے لیں تھیں جن میں میرا کھانڈا سرِفہرست تھا۔ یہ میرے لیے سب سے عمدہ چیز تھی اور ہمیشہ میرے کام آئی تھی۔
اور پھر رات کی تاریکی میں، میں گھوڑے پر بیٹھ کر نکل پڑا۔ میں راتوں رات اتنی دور نکل جانا چاہتا تھا کہ یہ لوگ میرا نشان نہ پا سکیں۔ میں نے اتنے عمدہ گھوڑے کا انتخاب کیا تھا کہ جو بے مثال تھا اور دوڑنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ گھوڑا ہوا کی طرح سفر کر رہا تھا اور بہت سی آبادیاں پیچھے رہ گئی تھیں۔ میں اس گھوڑے کی بے پناہ طاقت کا قائل ہو گیا۔ پوری رات اسے ایک ہی رفتار سے دوڑتے گذری تھی لیکن ابھی تک اس کے انداز میں تھکن کے آثار نہیں نظر آ رہے تھے۔
صبح کی روشنی پھوٹی تو میں ایک بستی کے قریب تھا لیکن میں بستی سے دُور سے ہی نکل گیا اور پھر کافی دُور جا کر میں صرف گھوڑے کے خیال سے رُک گیا۔ وفادار جانور اگر ساتھ دے رہا تھا تو اس کے ساتھ زیادتی کسی طور مناسب نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے ایک سرسبز علاقے میں اسے کھول دیا اور وہ گھاس کی طرف دوڑ پڑا۔ میں بھی ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا تھا۔ پوری رات سفر کرتے گذری تھی لیکن میرے بدن پر تھکن کا کوئی احساس نہیں تھا۔ ان معمولی چیزوں سے تو میں متاثر ہی نہیں ہوتا تھا۔
مجھے یقین تھا کہ روپ کمار میری گمشدگی کا احساس ہوتے ہی چاروں طرف ہنگامہ برپا کرے گا۔ مجھے تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا لیکن میں نے ایک رات میں جتنا سفر کر لیا تھا اس کی رو سے اگر روپ کمار کے آدمی تین دن بھی اسی راستے پر بھاگتے پھریں تب بھی مجھے نہ پا سکیں گے۔ دوسری بات یہ کہ میں نے رات میں سفر کیا تھا اور بستیوں سے بچ کر نکلا تھا اس لیے

کسی طرف سے میری نشاندہی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

ویسے اب میرے بدن پر اچھا خاصا لباس تھا اس لیے مجھے سادھو بھی نہیں سمجھا جاسکتا تھا اور پھر سادھو بنے رہنے سے کوئی فائدہ بھی نہیں تھا بس اتنا جانتا تھا ٹھیک ہوں۔ اب تو مجھے منوکا کی تلاش تھی ۔ ہاں منوکا پھر میرے ذہن میں اُبھر آئی تھی اور میں اب پوری قوت سے اسے تلاش کرنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ پروفیسر، بہت دن خشک گذر گئے تھے۔ مرد کی زندگی میں اگر عورت کی رنگینی نہ ہو تو زندگی کا کوئی مقصد ہی سمجھ میں نہیں آتا۔ تمھارا کیا خیال ہے؟

"اس سلسلے میں میری رائے محفوظ رہنے دو۔" پروفیسر خاور مسکرا کر بولا۔

"کیوں؟ شاید اپنی بچیوں کی وجہ سے؟" اس نے کہا۔

"اوہ ۔ نہیں ۔ یہ بات نہیں ہے۔" پروفیسر گڑبڑا گیا۔

"میرا خیال ہے پروفیسر، زندگی کے حقائق سے منہ موڑنا کسی طور ممکن نہیں ہے۔ ہم ہر اچھی بُری چیز کو دیکھتے ہیں۔ آنکھ بُری شے کو دیکھ کر بند نہیں ہو جاتی۔ ہم دیکھتے ضرور ہیں۔ چنانچہ ہمیں دیکھنا چاہیے۔"

"شاید ۔ تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔"

"کیا تمھیں میری اس بات سے اتفاق ہے؟"

"کون سی بات؟"

"عورت کے بغیر ۔ مرد کسی ویرانے میں تنہا پڑی بے آب و گیاہ چٹان کی مانند ہے۔"

"شاید۔"

"تم اپنا تجربہ بتاؤ۔"

"میرا تجربہ تمھارے لیے قابلِ قبول نہیں ہوگا۔"

"اوہ ! کیوں؟" اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"دراصل تمھاری تخلیق میں فرق ہے۔ تم خود اپنے بارے میں نہیں بتا [illegible] کہا ہو۔ اسی لحاظ سے تم سوچتے بھی ہو جبکہ ہمارا نظریہ مختلف ہے۔"

"کس لحاظ سے پروفیسر۔ براہِ کرم مجھے بتاؤ۔ تمھیں معلوم ہے کہ میں [illegible] ہوں۔ میں ہر اس نظریے کے بارے میں جان لینا چاہتا ہوں جو دُور کی [illegible] کرتا ہو۔"

"بھئی یوں سمجھ لو۔ میری بیوی کو مرے ہوئے گیارہ سال گذر چکے ہیں [illegible] نے آج تک اس کے نعم البدل کی ضرورت نہیں محسوس کی۔"

"گیارہ سال؟" وہ پُرخیال انداز میں بولا۔

"ہاں پورے گیارہ سال۔" پروفیسر فخریہ انداز میں بولا۔

"بات ایمانداری سے ہو رہی ہے پروفیسر۔ کچھ اخلاقی کچھ مذہبی ذمہ داریاں [illegible] کر کے تم نے اپنی زندگی پر اگر پاکبازی کا خول چڑھائے رکھا تو دوسری [illegible] لیکن کیا کبھی تنہائیوں میں تم نے کسی ایسے مونس کی ضرورت نہیں محسوس [illegible] اس نے پوچھا اور پروفیسر خاور بغلیں جھانکنے لگا۔ لڑکیوں کے سامنے تو [illegible] نہیں کہا جاسکتا تھا۔

"اور میرا خیال ہے گفتگو پھر غلط موضوع کی طرف بھٹک گئی ہے۔" فرزانہ نے پھر درمیان میں مداخلت کی اور روہنس پڑا۔

"پروفیسر کو اس بروقت امداد کے لیے آپ کا شکر گزار ہونا چاہیے مس فرزانہ۔ بہرحال میں آپ لوگوں کے احترام میں اس بحث کو ختم کیے دیتا ہوں۔ میں صرف اپنی بات کر رہا تھا اور اگر میں صرف اپنی بات کرتا ہوں تو پھر وہ عام انسانوں پر لاگو نہیں ہوتی کیونکہ میں بہرحال عام انسانوں سے بہت مختلف ہوں۔"

"یہ بات ماننے سے کسی کو انکار نہیں ہے۔" پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چنانچہ یہ خشک زندگی اب تکلیف دہ ہوگئی تھی۔ یہاں اس دلیش میں ابھی تک میرا کوئی کام بھی نہیں ہوا تھا مجھے ایک انوکھے علم سے دلچسپی پیدا ہوئی تھی۔ وہ علم درحقیقت بہت شاندار تھا لیکن اس کے حصول کا ذریعہ، اس کے پیروکار، وہ بڑے نفرت انگیز تھے اس لیے اب آہستہ آہستہ مجھے احساس ہو رہا تھا جیسے میں اس کے حصول میں ناکام رہوں گا [illegible] عورت تھی۔ کم بخت منوکا نے ایسا چکر چلا رکھا تھا کہ اب میں عورت [illegible] خوفزدہ ہونے لگا تھا۔ میں کسی کی زندگی سے کھیلنا مناسب نہیں [illegible] لیکن یہ منوکا ۔ یہ منوکا ۔ اس سے تو میں ایسا انتقام لینا چاہتا تھا [illegible] بس ۔ جس وقت تک مناسب سمجھا میں نے وہاں قیام کیا [illegible] کے بعد میں نے وہاں سے آگے کا رُخ کیا ۔ اور جب رات ہو [illegible] پھر ایک بستی کے قریب تھا۔

میں نے دُور ہی سے دیکھ لیا تھا مشعلیں روشن تھیں اور [illegible] نظر آرہی تھیں۔ میں نے جتنا سفر کر لیا تھا اس سے احساس ہوتا تھا کہ میں اب اتنی دُور نکل آیا ہوں کہ کم از کم روپ کمار کے آدمی مجھ تک نہیں پہنچ سکتے چنانچہ اب انسانوں سے اجتناب بے مقصد تھا۔

میں نے گھوڑے کو آہستہ روی سے بستی کی طرف بڑھا دیا اور تھوڑی دیر میں بستی کی پہلی جھونپڑی کے نزدیک پہنچ گیا۔ ابھی میں نے گھوڑا جھونپڑی کے قریب ہی کیا تھا کہ جھونپڑی میں سے چھن چھن کی آواز نکلی اور پھر ایک مست خرام رنگین لباس میں ملبوس، پیروں میں گھنگھرو باندھے آنکھوں میں کاجل لگائے، ہونٹوں پہ لالی لگائے باہر نکلی۔ اس کے چہرے پر شوخی برس رہی تھی۔ چال میں الھڑپن تھا۔ عمر بھی زیادہ نہ تھی۔ مست آنکھوں میں شرارت کی چمک تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی اور پھر اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات نمایاں ہوگئے۔

"کون ہو تم؟" اس نے پوچھا۔ آواز سہمی ہوئی تھی۔

"مسافر ہوں۔ تمھاری بستی کے نزدیک سے گذر رہا تھا کہ رات ہو گئی۔ کیا اس بستی میں رات گذارنے کی جگہ مل سکتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ آنکھیں حیران ضرور تھیں مگر تاریکی میں دیکھنے کی عادی نہیں تھیں اس لیے اس نے مجھے بغور نہیں دیکھا تھا جبکہ میرے

لیے دن کی روشنی اور رات کی تاریکی یکساں حیثیت رکھتی تھی۔ میں اس کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ وہ بولی۔

"مسافر ہو؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر مکھیا کے پاس چلو۔"

"کون مکھیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارا مکھیا، ورجن لال!"

"کہاں ہے وہ؟" میں نے پھر سوال کیا۔

"اس وقت تو چوپال میں ہوگا۔" وہ بولی۔

"چوپال کہاں ہے؟"

"راکھو کے بیٹا ہوا ہے سب اس کی خوشی منا رہے ہیں۔ سب نے اسے بدھائی دی ہے اور چوپال میں ناچ رنگ سبھا لگی ہے۔ سبھا میں بڑا مزہ آتا ہے، لیکن کیا تم تھکے ہوئے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں دیوی" میں نے آہستہ سے جواب دیا اور وہ شرارت آمیز نظروں [illegible] ی۔

"تو پھر چلو گے چوپال؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر تم مجھے اپنے گھوڑے پر بٹھا لو" اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

اور پروفیسر میری کنپٹیوں میں خون ٹھوکریں مارنے لگا۔ یہ تو وہ ہو رہا تھا جس کا میں خواہش مند تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر گھوڑے پر بٹھا لیا اور پھر میں نے سست روی سے گھوڑا آگے بڑھا دیا۔

لیکن میرا ذہن بھٹک رہا تھا، میری سوچ گمراہ ہو رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ آخر چوپال کیوں جایا جائے؟ چوپال کے بجائے جنگل کا کوئی تاریک حصہ، بستی سے دور کوئی ویرانہ، میری خواہشات کا مسکن، جہاں میں ہوں اور یہ جوانی ہو۔

جوان جسم میرے بدن سے مس ہو رہا تھا اور میرا خون گرم ہوا جا رہا تھا۔ لڑکی کے جسم کے چبھتے ہوئے حصے اور میرے خیالات بھٹک رہے تھے۔

"کیا نام ہے تمہارا لڑکی؟" میں نے پوچھا۔

"گوندی!" اس نے جواب دیا۔

"ہوں" میں نے ایک لمحے کے لیے غور کیا اور اپنے پہلے ارادے کو ترک کر دیا۔ اتنی بے صبری بھی کسی طور مناسب نہ تھی۔ میں اس سے چوپال کا راستہ معلوم کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور کچھ دیر بعد ہم چوپال پہنچ گئے۔

گوندی اسی اطمینان سے میرے پاس بیٹھی رہی تھی اور پھر وہ چوپال کے قریب ہی گھوڑے سے اتری اور چلائی۔

"چاچا مکھیا! دیکھو مسافر آیا ہے اور میں اسے تمہارے پاس لے آئی ہوں۔"

اور چوپال پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی گردنیں میری طرف اٹھ گئیں۔ میں گھ[illegible] سے اتر کر آہستہ آہستہ قدموں سے چوپال میں بیٹھے ہوئے آدمیوں کے قریب جا رہا تھا۔

اور چھوٹی سی بستی کے چھوٹے چھوٹے دل والے لوگوں کے چہروں سے پتہ چل گیا کہ وہ میرے لباس سے کافی مرعوب ہوئے ہیں اور میری شخصیت سے بھی۔ شمع کی روشنی میں بہرحال میں صاف نظر آ رہا تھا۔

جسے مکھیا کہا گیا تھا وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دبلا پتلا لمبا سا آدمی تھا، بوڑھا کمزور قوا کا مالک۔

"آؤ بھگوت، مسافر تو بھگوان کا نمنہ ہوتے ہیں۔"

"میں بہت دور سے آ رہا ہوں، تمہاری بستی کے قریب سے گذرا تو سوچا کہ ایک رات یہاں گذار لوں" میں نے کہا۔

"جگ جگ مہاراج، جگ جگ۔ آؤ بیٹھو۔ جاؤ رے جاؤ۔ مہاراج کے لیے جل پانی لاؤ" مکھیا نے کہا۔

سادہ دل لوگوں کی سادہ سی محفل میں بیٹھ کر میں نے خوب لطف اٹھایا۔ مکھیا نے مجھے بتایا کہ وہ اپنے ایک ساتھی کے ہاں بیٹا ہونے کی خوشی منا رہے ہیں اور میں چاہوں تو میں بھی شریک ہو سکتا ہوں اور میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ کیا ہرج تھا تھوڑی سی تفریح ہی سہی۔ کھانے پینے کی کچھ چیزیں میرے سامنے لائی گئیں اور میں نے یہاں بھی کافی بے تکلفی برتی اور اس کے بعد ڈھول پیٹے گئے۔ گنواریوں کا بے ہنگم رقص شروع ہو گیا جس میں کوئی فن نہ تھا کوئی کلا نہ تھی۔ ہاں جوانی کی اچھل کود بذاتِ خود بھی بہت کچھ ہوتی ہے۔ خاص طور پر مجھے گوندی نے متاثر کیا تھا۔

اور خاصی رات گئے سبھا ختم ہوئی۔ اس دوران مکھیا نے مجھ سے کہا کہ اگر میں چاہوں تو مجھے آرام کرنے کے لئے بھیجا جا سکتا ہے۔ لیکن اس دلکش ماحول کو چھوڑ کر جانا مجھے اچھا نہ لگا۔ ہاں جب سبھا ختم ہو گئی تو میں نے مکھیا سے آرام کی اجازت مانگی اور شاید یہ قسمت کی نوازش ہی تھی کہ مکھیا نے گوندی سے کہا:

"جا ری جا، مسافر کو رکھوا کے جھونپڑے پر لے جا۔ یہ وہاں آرام کرے گا۔"

"اچھا مہاراج!" گوندی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس درمیان میں نے محسوس کیا تھا کہ ناچتے ہوئے بھی گوندی کی چمکدار آنکھیں میرے اوپر جمی ہوئی تھیں۔ مشعلوں کی تیز روشنی میں میں نے دیکھا تھا اور اگر میرا خیال غلط نہ تھا تو پسند بھی کیا تھا۔ ویسے بھی میں بہت جلد غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتا ہوں لیکن گوندی جس وقت مجھے جھونپڑے میں چھوڑنے آئی تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ شرما گئی۔

"کیا بات ہے مہاراج؟" وہ لرزتی آواز میں بولی۔

"کیا مجھے یہاں اکیلا رہنا پڑے گا؟" میں نے کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ تم کہو تو چاچا کو بھیج دوں؟" اس نے شرارت سے کہا۔

"تم یہاں نہیں رہ سکتیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہائے رام میں کیا کروں گی یہاں رہ کر؟"

"میری یہ خواہش ہے گوندی۔ ویسے بھی ایک رات کا مسافر ہوں۔ تمہاری بستی کا مہمان ہوں۔ صبح چلا جاؤں گا۔ تم چاہو تو اس رات میری میزبان بن جاؤ۔"

"ہم کچھ نہیں جانتے مہاراج، پرنت جب ہم گھر نہ جائیں گے تو چاچا پریشان ہوگا۔"

"یوں بھی آدھی رات گزر چکی ہے گوندی! کیا تمہارا چاچا سونے کے لئے لیٹ گیا ہوگا؟" میں نے اس کے بازوؤں پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہائے رام تم تو بڑے کٹھور ہو۔ جان نہ پہچان مہمان بن کر آئے ہو اور اب جانے کیا بننے جا رہے ہو۔" اس کے الفاظ سے، اس کے انداز سے مجھے احساس ہوگیا کہ وہ مرد کی دُنیا میں اجنبی نہیں ہے اور نہ اس کی زندگی میں کوئی مرد اجنبی اور انوکھی ہی بات تھی پروفیسر۔ ورنہ ایک رات میں کسی کو متاثر کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ پھر بہت سی باتیں ہوئیں اور بالآخر وہ رات میرے پاس رہنے پر آمادہ ہوگئی۔ اس کا اتفاق تھا کہ وہ کام اتنی آسانی سے ہوگیا جس کا میں شدت سے طلبگار تھا۔

گوندی خوبصورت تھی۔ اس کا جسم حسین تھا۔ لیکن میرا ابھی اندازہ درست تھا۔ وہ مرد نا آشنا نہ تھی۔ بھرپور عورت تھی وُہ۔ ناتجربہ کاری اس میں نہ تھی اور میں نے ساری باتیں بُھلا دی تھیں لیکن حیرت کی بات یہ تھی پروفیسر کہ گوندی پر منورما کا بالکل اثر نہ ہُوا تھا۔ اس لئے کہ شاید یہ سب کچھ اچانک ہُوا تھا۔ یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دھوکا کھا گئی ہو۔ ویسے میں نے گوندی کے ہاتھ کے ناخن بھی دیکھے تھے اور انہیں سلامت پایا تھا۔

گوندی میری آغوش میں اس طرح سما گئی کہ پھر اُسے مجھ سے دُور جانے کا خیال نہ چاچا یاد آیا نہ کوئی اور، نہ میری اجنبیت۔ ساری رات اس نے میرے ساتھ گزاری اور دوسری صبح اس نے سُورج نکلنے سے پہلے ہی مجھے جگا دیا۔

"مسافر۔ مسافر۔ واپس نہ جاؤ گے کیا؟"

"سوُرج نکل آیا ہے گوندی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں مسافر۔"

"مگر مجھے جانے کی جلدی نہیں ہے۔"

"مجھے تو جلدی ہے مسافر۔" وہ شرمائے ہوئے انداز میں بولی۔

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پُوچھا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔" اس نے کہا۔

"کہاں گوندی؟"

"جہاں تم جاؤ گے مسافر۔"

"لیکن یہ اچھی بات نہ ہوگی گوندی۔ میں ایک رات کا مسافر تمہیں پہلی بار ملا اور اس طرح میرے ساتھ چلنے پر تیار ہوگئیں۔"

"میں تمہارے ساتھ جاؤں گی مسافر۔ اگر تم نہیں لے جاؤ گے تو میں کنوئیں میں کود کر جان دے دوں گی۔"

"آخر کیوں؟"

"بس تم نہیں جانتے مسافر۔"

"تم بتاؤ تو سہی۔" میں نے پُوچھا۔

"چاچا جی نے تین سال قبل میری سگائی کر دی تھی مگر گونا ابھی تک نہیں ہُوا اور اب ہوتا تو کبھی کی ختم ہو چکی۔ پنڈت جی میری جان کے گاہک بن گئے ہیں۔ روزانہ مجھے بلاتے ہیں اور بستی والے ایسے اندھے ہیں کہ پنڈت جی کو مہان گیانی سمجھتے ہیں۔ ان کے کرتوت کیا ہیں یہ کوئی یاد نہیں رکھتا۔ تم اگر مجھے نہ لے جاؤ گے مسافر، تب بھی میں اس بستی میں تو نہ رہوں گی۔ کچھ کھا کر سو رہوں گی۔" گوندی نے کہا۔

"مگر میں تجھے کہاں لے جاؤں گا، میں تو خود ایک آوارہ گرد ہوں۔"

"ہوں، آوارہ گرد ہوں۔ رات بتانے کے لئے میرے ساتھ تھے، اور جب میں اس رات کا ادھیکار مانگ رہی ہوں تو جان بچا کر بھاگنے کے چکر میں پڑ گئے۔ پاپی کہیں کے۔ سارے مرد ایسے نردئی ہوتے ہیں۔ ٹھیک ہے بس تم چلے جاؤ۔ میں تو بس اب آتم ہتیا کروں گی۔"

عجیب مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔ اتنی اچھی بھی نہ تھی۔ کوئی پاک پوتر لڑکی بھی نہ تھی لیکن اس نے جو کچھ کہا تھا وہ مجھے لرزا دینے کے لئے کافی تھا۔ میں خوفزدہ ہوگیا۔

اور پروفیسر جو حالات مجھ پر گزر رہے تھے یا جن حالات سے میں گزر رہا تھا ان میں یہ لڑکی بھی میرے لئے کافی کام کی تھی اور اس وقت یہ غنیمت تھی۔ نہ جانے کیوں اس وقت اس پر منورما کا جادو نہ چل سکا تھا۔ میرے ذہن میں ایک شُبہ نے سر اُبھارا لیکن کرنامی مہاراج کی بات تو غلط نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے اس کے سارے ناخن بغور دیکھے تھے، سب سلامت تھے اور اس کے کسی انداز میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ یہ میں نے اچھی طرح دیکھا تھا۔

کافی دیر تک میں گومگو کے عالم میں رہا۔ اس دوران گوندی مجھے متواتر جھنجوڑتی رہی۔ وہ ساتھ چلنے کے لئے بضد تھی اور اس دوران اس نے جو خوفناک باتیں کہی تھیں تب اس سے کوئی خاص لگاؤ نہ ہونے کے باوجود اس سے ہمدردی پیدا ہوگئی تھی۔ بہرحال مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق میں اس جھونپڑے سے نکل آیا۔ واہ رے بستی والو۔ کیا خوب داد دو گے کہ کس کو مہمان ٹھہرایا تھا۔ اب تمہیں کیا معلوم کہ مہمان کون تھا، کیسا تھا۔ بعض اوقات ہم جو کچھ نہیں کرنا چاہتے، بہت کچھ کر بیٹھتے ہیں۔ اتفاقات، حادثات، واقعات۔ میں نے گوندی کو گھوڑے پر بٹھایا۔ اور یہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔

صورتِ حال وہی تھی۔ میں اتنی دُور نکل جانا چاہتا تھا کہ بستی والے میرے پیچھے نہ آ سکتے۔ اور اب تو یوں لگتا تھا کہ جیسے بھاگتے ہی بھاگتے زندگی گزر جائے گی۔ گھوڑا دوڑتا تھا۔ گوندی بے پناہ خوش تھی۔ ...... اور میں اپنی زندگی سے بیزار آگے بڑھ رہا تھا۔

کن لعنتوں میں پھنس گیا ہوں، کن مصیبتوں میں گرفتار ہوگیا ہوں۔ لعنت ہے ایسی زندگی پر۔ لعنت ہے اس وِدّیا پر جس کے حصُول کے لئے اتنی مشکلات پیش آ رہی ہیں، اور لعنت ہے اس علم پر۔ جب کہ اس سے پہلے میں نے بے شمار علم حاصل کئے تھے اور بہرصورت ان کے حصول کا ذریعہ پُر وقار تھا۔

سفر جاری رہا نہ جانے کب تک کے لئے پوری زندگی ہی سفر کے لئے تھی یا شاید زندگی بذاتِ خود ایک سفر ہے لیکن اس میں جو گوندی کا اضافہ ہوا تھا وہ عجیب و غریب تھا، ایسے لگتا تھا جیسے وہ آسمان سے ٹپک پڑی ہو، بلاوجہ بے مقصد۔ مجھے اس کی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

بس نہ جانے کیوں میں اسے ساتھ لے آیا تھا۔ البتہ گوندی بہت خوش تھی، پہاڑوں کے درمیان وہ پہلی رات سے زیادہ خوش تھی، پنڈت جی نے اسے کافی تجربہ کار بنا دیا تھا اس لئے وہ اپنے تجربات کا مظاہرہ بھی کر رہی تھی اور میں بس اسے قبول ہی کر رہا تھا۔

رات گزرنے لگی، گوندی میری آغوش میں چھپی ہوئی تھی شاید یہ پہلی لڑکی تھی جس سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی بس وقت گزارنے کی بات تھی لیکن وقت بھی بڑی مشکل سے گزار رہا تھا۔ رات کے آخری پہر اس کی نہ سونے دینے والی کوششوں کے باوجود میں سو گیا اور پھر زیادہ دیر آنکھ بھی نہیں لگی تھی کہ اس کمبخت نے پھر جھنجوڑ کر اٹھا دیا۔ وہ میرا لباس کھینچ رہی تھی مجھے جھنجوڑ رہی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے اس سے نفرت ہونے لگی تھی، میں نے خوفناک نگاہوں سے اسے گھورا اور پھر سخت لہجے میں بولا۔ "سونے دو گوندی اب تم اتنی دلکش بھی نہیں ہو کہ تمہارے لئے پوری رات آنکھوں میں گزار دوں۔" گوندی نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اس کی خاموشی میرے لئے تعجب خیز تھی، میں نے اچانک اسے دیکھا اور مجھے محسوس ہوا کہ شاید گوندی کسی تکلیف میں مبتلا ہے، اس پر تشنج کی کیفیت طاری تھی ہاتھ پاؤں مڑے ہوئے تھے، اس کے کھینچنے اور جھنجوڑنے کے انداز میں کوئی طلب نہیں تھی بلکہ یوں لگتا تھا جیسے وہ اذیت کے عالم میں ہو۔ میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس کے دانت بھنچے ہوئے تھے اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ میں نے قرب و جوار میں دیکھا لیکن وہاں کچھ نہ تھا شاید وہ کسی مرض کا شکار تھی میں اس کے لئے کچھ بھی نہ کر سکا اور رفتہ رفتہ وہ خود ہی اعتدال پر آ گئی۔ پھر وہ گہری گہری سانس لینے لگی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد رفتہ رفتہ خود ہی پرسکون ہو گئی۔

"کیا ہوا تھا تمہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں مہاراج بچپن سے یہ حالت ہے کبھی کبھی اس طرح کا دورہ پڑ جاتا ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"کیا واقعی سچ مچ کا دورہ تھا؟"

"ہاں مہاراج میں سچ کہہ رہی ہوں۔" گوندی نے بدستور مسکرا کر کہا

"لیکن میرا خیال کچھ اور ہے۔"

"کیا خیال ہے تمہارا مہاراج؟"

"اس طرح تم مجھے جگانا چاہتی تھیں۔"

"نہیں مہاراج آپ سو جائیے۔"

درحقیقت میں کچھ اس قدر جھلایا ہوا تھا کہ کروٹ بدل کر دوبارہ سو گیا اور دوسری صبح جب خوب دن چڑھے آنکھ کھلی تو میرا سر گوندی کے زانوؤں پر رکھا ہوا تھا اور وہ میرے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔

بہرحال اب اتنی بری بھی نہ تھی اور میں بھی اتنا پتھر دل نہ تھا کہ اس کی اس حرکت سے متاثر نہ ہوتا۔ میں اسے پیار کرتا ہوا آہستہ سے اٹھ گیا۔

گوندی میری ہر طرح سے خدمت کر رہی تھی، اس نے گھوڑے کو بھی تیار کر دیا تھا۔ میں نے ایک طویل سانس لی اور سوچا ٹھیک ہے چلو جب تک کسی اور لڑکی کا انتظام نہیں ہو جاتا یہ پھر بھی غنیمت ہے۔ یہ میں نے اپنے طور پر سوچا۔

پھر میں نے اسے گھوڑے پر بٹھا لیا اور... پھر وہی تکلیف دہ، اکتاہٹ آمیز سفر۔

ابھی ہم تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ اتفاقیہ طور پر میری نگاہ گوندی کے ہاتھوں پہ پڑ گئی اور اگر میں فوری طور پر خود کو نہ سنبھال لیتا تو گھوڑے کو زوردار ٹھوکر لگتی۔

میں نے مشکل خود کو سنبھالا اور پھر گھوڑے کو۔ گوندی کے ہاتھوں کے ناخن اچانک غائب ہو گئے تھے اور یہ علامت تھی اس بات کی کہ گوندی اب گوندی نہیں بلکہ منورما ہے۔

میرے حواس جواب دینے لگے، مجھے گوندی کا وہ تشنجی دورہ یاد آیا۔ یقیناً منورما اس کی آتما کھینچ کر اس کے بدن پر قابض ہونے کی کوشش کر رہی تھی اور جب وہ کامیاب ہو گئی تو پھر اس نے گوندی بن کر ہی مجھ سے بات کی۔

"تو آ گئی یہ چنڈال" میں نے دل میں سوچا میرا دل بلیوں اچھل رہا تھا، بڑی خوشی ہو رہی تھی اس وقت منورما کی کہ مجھے بجو یہ سمجھے ہوئے تھی کہ ایک بار پھر مجھے دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گئی۔ اور بھلا ہو سوامی کرنامی کا جنھوں نے مجھ میں منورما کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا کر دی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ اب میں تمہیں دیکھوں گا منورما۔" اور میں آہستہ آہستہ اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا یہی بال تو مجھے درکار تھے۔ گوندی کی وجہ سے جس قدر مشکلات کا شکار ہوا تھا اب منورما کے ملنے کے بعد وہ الجھنیں ختم ہو گئیں تھیں میں نے اور زیادہ چاہت سے اسے اپنے سینے سے چپکا لیا۔

اور سلسلہ جاری رہا اس کے دل میں گدگدیاں ہو رہی تھیں منورما جو آج تک مجھے چوٹ دیتی رہی تھی، جس نے اتنی زندگیاں تباہ کر دی تھیں آج میرے جال میں پھنس جائے گی۔ اور اس کے بعد کم از کم میں اس کا ہر روپ پہچان سکوں گا یہ معمولی بات نہیں تھی۔ اب وہ کمبخت بہ آسانی مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی تھی۔

میری آنکھوں میں چمک تھی۔ ہم نے دوسرا پڑاؤ بستی سے دور ہی ڈالا۔ آج رات تو میں اپنا کام کرنا چاہتا تھا۔ میں گوندی سے خاصی لگاوٹ کا اظہار کر رہا تھا میں نے اس کے لئے کھانے پینے کی چیزیں بھی مہیا کر دی تھیں جنہیں ہم دونوں نے خوب لطف لے کر کھایا تھا۔ اور پھر میری آغوش کی شوقین منورما مجھ میں داخل ہو گئی تھی۔ وہ میرے ہاتھ کو بلیوں کی طرح جھنجوڑ رہی تھی اور میں اسے خود سے کھل کھیلنے کا موقع دے رہا تھا میں چاہتا تھا وہ بے خود ہو جائے اور اسے کوئی شبہ نہ ہونے پائے۔

اور یہی ہوا۔ اس کی دیوانگی عروج پر پہنچ گئی۔ ہم کھلے آسمان کے نیچے تھے چاند روشن تھا اور چاندنی نے ماحول کو بالکل صاف ستھرا بنا دیا تھا۔ گوندی کے روپ میں منورما میری آغوش میں مچل رہی تھی۔ اور اس وقت وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔ میں پیار سے اس کے خوبصورت بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔ اس کے بالوں کی ایک موٹی لٹ میری ایک انگلی میں لپٹی جا رہی تھی اور میں اسے زیادہ سے زیادہ بل دیئے جا رہا تھا، یہاں تک کہ وہ اچھی طرح میری انگلی میں لپٹ گئی اور پھر یہاں تک میں نے اس پر قوت صرف کی اور منورما کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"ارے۔ ارے۔ یہ کیا۔ آہ۔ آہ۔ آہ۔" آخری چیخ بڑی زوردار تھی کیونکہ

ٹیلی پیتھی و مستقبل بینی اس موضوع پر اردو میں پہلی کتاب تھی۔ اب مشہور نفسیاتی ادیب اسلام حسین نے تقریباً ایک سال کی بے انتہا تحقیق اور محنت سے بے شمار جدید و قدیم کتابوں کی مدد سے ایک نئی کتاب ترتیب دی ہے۔
ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
(باتصویر)
قیمت: ۱۲ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
جس میں ٹیلی پیتھی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
تمام تازہ ترین تحقیقات اور مشقیں اس میں شامل ہیں۔
شمع بینی کے بارے میں ایک مفصل باب مع سوال و جواب۔
ٹیلی پیتھی کے بارے میں بے شمار قارئین کے سوالوں کے جواب اس میں موجود ہیں۔
اس طرح یہ ٹیلی پیتھی پر ایک مکمل و جدید ترین کتاب بن گئی ہے
مکتبۂ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴ - کراچی

میں نے ایک زوردار جھٹکا دیا تھا اور منورما کی گردن ٹیڑھی ہوگئی تھی لیکن دوسرے جھٹکے سے اس کے بالوں کی پوری لٹ میرے ہاتھوں میں آگئی۔ اس بار منورما کی چیخ بدلی ہوئی تھی۔ ایک ایسی چنگھاڑ جس سے پہاڑ گونج اٹھے اور وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے سر کے اس حصے سے خون رس رہا تھا۔

"یہ کیا کیا مہاراج۔ یہ تم نے میرے بال کیوں خراب کردیئے۔" وہ کراہتی ہوئی بولی۔

"گوندی۔" میں نے مسکراتے ہوئے اسے پکارا۔

"ہائے تم نے میری تو صورت بھی بگاڑ دی۔ میرے کیسے خوبصورت بال ہیں۔ دکھاؤ تو۔ ہائے کیسی ہوئی لٹ ہے اور دیکھو تو خون بھی تو نکل رہا ہے۔ یہ تم نے کیا کیا مہاراج لاؤ میرے بالوں کی لٹ دو۔" اس نے میرے ہاتھ پر جھپٹا مارا لیکن میں نے ہاتھ پیچھے کرلیا۔ اور پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تیرے یہ بال تو مجھے بھی بہت پسند ہیں گوندی۔ ہائے کیسے خوبصورت ہیں" میں نے بالوں کی لٹ اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔ گوندی پھوٹ پھوٹ رونے لگی تھی۔

"اب میرا سر تو ٹھیک کردو خون نکل رہا ہے۔ لاؤ میرے بال دو۔"

"خون نکل رہا ہے تو تمہیں کیا تکلیف ہے منورما۔ تم گوندی کا بدن چھوڑ دو۔" میں نے کہا اور منورما سکتے میں رہ گئی۔ اب تک وہ جتنے ناز نخرے کررہی تھی سب ایک دم ختم ہوگئے اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی "کیا خیال ہے منورما؟" میں نے بڑے پیار سے اسے پکارا لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی۔

"ارے کچھ تو بولو میری جان۔"

"تم ہمیں منورما کیوں کہہ رہے ہو ناتھ۔ ہم گوندی ہیں۔"

"تم منورما ہو سمجھیں۔ منورما میں تمہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ اب یہ بتاؤ منورما گوندی کا کیا حشر ہوا۔ اگر تم اس کا بدن چھوڑ دو تو کیا اسے جیون مل جائے گا۔"

"تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ کیسی باتیں کررہے ہو؟" وہ ٹھنک کر بولی۔

"میری بات کا جواب دو۔" میں غرایا۔

"میں گوندی ہوں، تم دیکھ نہیں رہے؟"

"اوہ اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ ابھی پتہ چل جائے گا" میں نے کہا اور میں نے اس کے بالوں کی لٹ سے ایک بال نکال لیا۔ پھر میں نے دو پتھر تلاش کئے اور انہیں رگڑ کر آگ پیدا کی، دوسرے لمحے میں نے اس بال کو آگ لگادی۔ گوندی نے پھر ایک بھیانک چیخ ماری اور اس کی شکل سیاہ ہونے لگی، اور پھر وہ گوندی سے ایک بھیانک چڑیل بن گئی۔ میں نے زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

"ارے گوندی، یہ تمہیں کیا ہوگیا؟"

"پاپی۔ ہتھیارے تو نے یہ گر کہاں سے سیکھ لیا؟" وہ چیخی، اور میں نے پہلے سے زوردار قہقہہ لگایا۔

"میرے بال واپس کردے ورنہ اچھا نہ ہوگا۔"

"کیا ہوگا گوندی؟" میں نے پوچھا۔

"میں ــ میں تیری دیوانی ہوں۔ لیکن میرے بال واپس کردے، ورنہ میں تیری دشمن ہو جاؤں گی، میں تیرا یہ سندر مکھڑا سیاہ کردوں گی۔ میں تیری دونوں آنکھیں پھوڑ دوں گی، میں تجھے اپاہج بنا دوں گی، میرے پاس اب بھی بڑی شکتی ہے۔"

"اوہ۔ تو اب تک تو نے وہ شکتی کیوں نہ آزمائی؟" میں نے پوچھا۔

"تو جانتا ہے، تو اچھی طرح جانتا ہے۔ میں تجھ سے پریم کرتی ہوں۔ اتھاہ پریم کرتی ہوں، یہ میرا پریم ہی ہے جو مجھے جگہ جگہ تیرے لئے بھٹکنے پر مجبور کررہا ہے ورنہ میں تو تجھے اب تک کسی اندھے کنویں میں دھکیل چکی ہوتی مجھے اپنا دشمن نہ بنا۔ میرے بال واپس کردے، میں کہتی ہوں میرے بال واپس کردے۔" اس کا چہرہ بے حد خوفناک ہوگیا۔

"بڑی ہی بے وقوف ہے گوندی۔ میں تیرا ازلی دشمن ہوں۔ میں تجھ سے بے پناہ نفرت کرتا ہوں۔ یوں سمجھ اس پوری دنیا میں مجھے سب سے زیادہ نفرت تجھ سے ہے۔ میں پوری کوشش کررہا ہوں تجھے فنا کردوں اور ایک دن میں اس میں ضرور کامیاب ہوجاؤں گا۔ سن مجھے تیرے ان بالوں کی لٹ چاہئے تھی اب یہ میں نے حاصل کرلی ہے، تو اپنی شکتی سے اسے چھین لے، ورنہ میں اسے ہر اس موقعے پر جلاؤں گا جب تجھے اذیت دینا مقصود ہوگی۔"

"اوہ ــ اوہ۔ پاپی ــ ہتھیارے، آخری بار کہہ رہی ہوں، دیکھ، سن لے آخری بار کہہ رہی ہوں۔"

"گوندی کا کیا ہوا، یہ جواب دے۔"

"مرگئی ہتھیاری کہیں کی، اب اس کا شریر بھی نہیں مل سکے گا۔"

"تو نے ایک اور خون کردیا۔" میں نے اسے نفرت سے گھورا۔

"میں ہر اس عورت کو ختم کردوں گی جو تیرے نزدیک آئے گی۔ سمجھا۔ تو میرے سوا سنسار کی کسی عورت کو نہیں اپنا سکے گا۔ تیرا شریر میرا ہے، صرف میرا ہے۔"

"ارے ہاں، ایک بات تو بتا، تو نے گوندی کو کیوں معاف کردیا، کیا اس کی پہلی رات تیرے علم میں نہیں تھی؟" میں نے پوچھا۔

"میں تو سائے کی طرح تیرے پیچھے رہتی ہوں اور صرف اس سمے تیرے آڑے آتی ہوں، جب کوئی عورت تیرے پاس ہوتی ہے، اور بھروسہ رکھ کہ کبھی کوئی عورت جو تیرے نزدیک آئے گی، زندہ نہ بچ سکے گی۔"

"اب ایسا نہ ہوگا منورما۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں نہ ہوگا؟" وہ غرائی۔

"تو دیکھ لینا، اب میں جلد ہی کسی لڑکی کو اپنے قریب لاؤں گا، جہاں میں اس کے ساتھ سوؤں گا وہاں آگ بھی روشن ہوگی اور تیرے بال میرے پاس ہوں گے۔ اگر تو نے کوئی گڑبڑ کی تو میں تیرا ایک ایک بال آگ میں ڈالتا رہوں گا۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ اس طرح تو روشنی میں بھی آجاتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ منورما کا یہ حشر دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوگیا تھا اور میں اسے تڑپانے میں بڑا لطف محسوس کررہا تھا۔ منورما کا چہرہ سیاہ سے سیاہ تر ہوتا جارہا تھا۔ وہ سخت پیچ و تاب کھا رہی تھی، پھر وہ آخری بار بولی۔

"تو تم مجھے میرے بال واپس نہیں کروگے؟"

• "ہرگز نہیں" میں نے لٹ اس کی طرف جھلائی۔

• "تو پھر یاد رکھنا، اب منورما صرف ان عورتوں کی دشمن نہ ہوگی جو تیرے نزدیک آئیں گی، بلکہ اب میں تیری بھی دشمن ہوں، اب میں تجھے بھی نقصان پہنچاؤں گی"

• "ابھی سے شروع کردے منورما، تو جانتی ہے تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

• "دیکھ لوں گی، میں تجھے دیکھ لوں گی" وہ آگے بڑھ گئی اور میں اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے بالوں کی اس لٹ کو چوم لیا جس کے آخری سرے پر بے چاری گوندی کا خون لگا ہوا تھا۔ بہرحال چونکہ لٹ اس وقت اکھاڑی گئی تھی جب گوندی کے بدن پر منورما کا قبضہ تھا اس لئے یہ لٹ منورما کے بالوں کی لٹ ہی تھی۔

منورما غائب ہوگئی، لیکن میرا کام اب بن گیا تھا، میں نے ایک بات اب بھی منورما سے چھپائی تھی وہ یہ کہ میں اس کے ناخنوں سے اسے پہچان سکتا ہوں، یہ نکتہ میں نے ابھی چھپا بچا رکھا تھا اور اس کا پوشیدہ رہنا ہی بہتر تھا۔ بہرحال پھر میں تنہا رہ گیا۔ بالوں کی لٹ میں نے نہایت احتیاط سے رکھ لی، اور پھر اسی جگہ لیٹ گیا۔ منورما اگر میرے خلاف کچھ کرنے کی کوشش بھی کرتی تو اس کی حماقت تھی۔ اب اس کی یہ شکتی بھی نہیں تھی کہ وہ مجھ سے بھڑ جائے۔

دوسرے دن صبح میں پھر چل پڑا، آج میری ذہنی کیفیت زیادہ درست نہیں تھی، میں اب اس ملک سے ہی نکل جانا چاہتا تھا۔ جتنا وقت میں نے یہاں گذارا تھا اور جتنی الجھنوں میں یہاں گرفتار ہوا تھا اتنا کسی اور سلسلہ میں نہیں ہوا تھا۔ میں بے دین تھا پروفیسر، بے دین ہوں۔ لیکن جادو سیکھنے کے لئے جو کچھ کرنا پڑتا تھا، اسے میری لاابالی فطرت بھی برداشت نہیں کرسکتی تھی، اور بقول سادھو کے دوسرے قسم کا گیان تو اس کے حصول میں بھی بے پناہ مشکلات تھیں۔ سادھوؤں کو تلاش کیا جائے، ان کی خوشامدیں کی جائیں اور اس کے بعد بھی سینکڑوں ہنگامے سینکڑوں نخرے سینکڑوں جھگڑے۔ چنانچہ میں نے اس علم سے بھی دستبردار ہونے کا فیصلہ کرلیا اور سوچا کہ یہاں سے نکل ہی جاؤں تو بہتر ہے۔ لیکن کہاں جاؤں، کسی دوسرے ملک، کسی دوسری سرزمین کی تلاش میں۔ اس کے بارے میں معلومات کرنا ضروری ہے، تب مجھے یاد آیا کہ میں نے ایک طویل عرصہ سے اپنے سب سے سچے سب سے مخلص دوستوں کو نظرانداز کر رکھا ہے۔

آسمان پر بکھرے ہوئے ستارے میرے ہمراز میرے محسن۔ میری نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں، ستارے ابھی پوشیدہ تھے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ آج کی رات اپنے دوستوں سے باتیں کرتے ہوئے گذاروں گا، وہ میرے سچے ہمدرد ہیں، یقیناً میرا ساتھ دیں گے۔

میں نے گھوڑے کے انداز میں تھکن محسوس کی اور بے دلی سے اسے ایک جگہ روک دیا، زین کھولی اور اسے آزاد چھوڑ دیا۔ خود میں ایک پہاڑی چٹان سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اب مجھے صرف رات ہونے کا انتظار تھا۔ میں اس علاقے سے دل برداشتہ ہوگیا تھا۔ تب اچانک پشت پر مجھے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی اور میں نے گھوم کر دیکھا اور اچھل پڑا۔

سادھو کرنامی کی صورت میرے لئے اجنبی نہیں تھی۔ وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ لئے میری جانب آرہا تھا۔ بہرصورت یہ ایک عمدہ انسان تھا اور میں اس سے کسی حد تک متاثر بھی تھا، چنانچہ میں نے کھڑے ہوکر اس کا استقبال کیا اور کرنامی میرے نزدیک پہنچ گیا۔

• "کیسے ہو بالک؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

• "ٹھیک ہوں، تمہارا دیش چھوڑ کر جارہا ہوں"

• "ارے۔ کہاں۔ کیا یہ تمہارا دیش نہیں ہے؟"

• "میں نے شاید تمہیں پہلے بھی بتایا تھا مہاراج کہ میں ساری دھرتی کا انسان ہوں، میری دنیا محدود نہیں ہے"

• "بات میری سمجھ میں نہیں آئی بالک؟"

• "تم نے خود ہی کہا تھا کرنامی مہاراج کہ میں عام لوگوں میں سے نہیں ہوں"

• "غلط تو نہیں کہا تھا، میرا گیان یہی بتاتا ہے۔ تیرے جنم کنڈل کو تلاش کرنا ناممکن ہے۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ تیرے بارے میں معلوم کروں، پرنت میں اس میں ناکام رہا، تب میرے ویروں نے بتایا کہ تیرے ستارے آکاش کے ان کونوں میں چھپے ہوتے ہیں جو منش کی نگاہوں سے اوجھل ہیں، اور بالک جن کے ستارے منش نہ دیکھ سکیں وہ دیوتا ہوتے ہیں، اوتار ہوتے ہیں یا ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے بارے میں بھگوان نے منش کو بتانا ٹھیک نہیں سمجھا۔ میں نے وہی بات کہہ دی جو مجھے معلوم ہے"

• "تمہارا خیال درست ہے کرنامی مہاراج! میں تو صدیوں کا انسان ہوں۔"
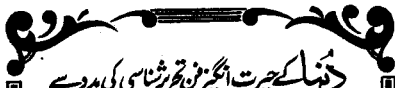
اور جب میں زندگی سے تھک جاتا ہوں تو پھر سکون کی نیند اپنا لیتا ہوں۔ مجھے نہ انسانوں سے بیر ہے نہ محبت۔ میں تو ان کے درمیان آتا ہوں، ان کے ماحول کو ان کی تہذیب کو دیکھتا ہوں اور اپنی کتاب مرتب کرتا رہتا ہوں۔ سب سے زیادہ محبت مجھے اپنی کتاب کے اوراق سے ہے جو تاریخ کی سچی کہانی سناتے ہیں جس میں حقائق توڑ مروڑ کر نہیں درج کئے جاتے، یہ تو انسان کی سچی کہانی ہے جسے میں رقم کر رہا ہوں۔"

"میرا من کہتا تھا تو مہان ہے بالک، بلاشبہ تیرے پاس سنسار کے بہت سے آدرش ہوں گے۔"

"ہاں۔ میں نے صدیوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے سے گذرتے دیکھا ہے مجھے علم سے محبت رہی ہے اور آج بھی میں علم کے لئے سرگرداں ہوں اور شاید صدیوں بعد بھی، صدیوں بعد کے انسان سے کچھ سیکھ لینے کا خواہاں ہوؤں گا۔"

"میرے دیش سے تمہارا من کیوں بھر گیا؟"

"بس یہاں کچھ نہیں ہے، میں یہاں سے آگے جانا چاہتا ہوں۔ میں یہ دیش چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ یہ الجھنوں کی سرزمین ہے اور میں آزاد ذہن کا مالک۔"

"اور منورما سے بدلہ نہ لوگے؟" کرنامی نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ عورت میرا کیا بگاڑ سکتی ہے، اس نے میرا کیا بگاڑا ہے۔ بس مجھے اس سے یہی پرخاش تھی کہ اس نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جن کا تھوڑا بہت تعلق مجھ سے تھا، لیکن اب یہ میرا معاملہ نہیں ہے، میں تو یہ دیش چھوڑ ہی رہا ہوں۔" اور یہ حقیقت تھی پروفیسر کہ اچانک میرے ذہن میں کچھ جھنجھلاہٹوں نے جنم لیا تھا۔ میں نے واقعی سوچا تھا کہ اب یہاں رہنا فضول ہے۔ اگر فوری طور پر میرے مطلب کی کوئی سرزمین نہ مل گئی تو پھر میں سونا پسند کروں گا، طویل اور گہری نیند۔

"میرے دیش سے ایسے نہ جا بالک، یہاں ابھی بہت کچھ ہے۔ تجھے بہت کچھ ملے گا۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اگر تو گیان چاہتا ہے تو میں تجھے راستے دکھا سکتا ہوں۔ آج بھی میں وہی بات کہہ رہا ہوں۔"

"تم اس دیش کے ایک اچھے انسان ہو کرنامی، میری کتاب میں تمہارا نام ایک اچھے انسان کی حیثیت سے درج ہوگا اور اگر کبھی کسی بھی دور میں تاریخ کی یہ سچی کتاب اس دور کے انسانوں کے سامنے آئی تو وہ اس میں تمہارا نام ضرور دیکھیں گے۔" میں اٹھ گیا، اور اب مجھے ستاروں کی آمد کا بھی انتظار نہیں تھا مجھے سمندر کی تلاش تھی۔ ذہن پر جو کچھ سوار ہوا تھا اسے میں فوری طور پر پورا کر دینا چاہتا تھا۔ کرنامی نے مجھ سے بہت سی باتیں کیں، لیکن میں نے ان پر کوئی توجہ نہیں دی اور چلتا رہا۔ راستوں سے بے نیاز، مجھ پر نیند سوار تھی اور پھر جب سمندر کی چنگھاڑ سنائی دی تو مجھے یوں لگا جیسے ماں کی آغوش میرے لئے وا ہو موجیں دھیمے سروں میں کوئی لوری گنگنا رہی ہوں۔ میری آنکھیں ایک دوسرے سے جڑنے لگیں۔ بمشکل میرے قدم مجھے سمندر تک لے گئے۔ اور پھر میں نے خود کو سمندر کے نرم بستر پر گرا دیا، گہرے اور گہرے سمندر کی طرف۔ اور پھر میں دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ موجیں میری محافظ بن گئیں، نہ جانے کب تک کے لئے۔

سمندر

ماں کی نرم آغوش کی مانند۔ میں ماں اور باپ کے لفظ سے آشنا ضرور رہوں پروفیسر لیکن مجھے ان لفظوں کی دلکشی اور ان کے ساتھ ابھرنے والے تصور سے ناواقفیت ہے۔ ہاں میں نے لوگوں کے جذبات اور اپنے مشاہدے سے ماں کا احساس کیا ہے۔ میں نے تکلیف سے بلکتے ہوئے بچے کو ماں کی آغوش میں پرسکون ہوتے دیکھا ہے اس لیے سکون کی جگہ کے لیے میں ماں کی آغوش کے لفظ کو سب سے مؤثر اور جامع سمجھتا ہوں۔ میری اس طویل کہانی سے تم نے اندازہ لگایا ہوگا کہ ادوار میں مجھے کتنی بڑی قدرت حاصل رہی ہے۔ میں نے کس طرح ہر ماحول کو تابع کیا ہے۔ کوئی سا دور ہو، کیسے ہی لوگ ہوں، بہرحال انھیں میری حیثیت میری برتری تسلیم کرنی ہی پڑی ہے لیکن اس طویل تر زندگی میں، جب بھی میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو خود کو بے شمار چیزوں سے محروم پایا اور پروفیسر میں نے ان چیزوں کے حصول میں خود کو بے بس بھی پایا، جن میں سے ایک ماں بھی ہے۔ میری یہ کہانی سبق دیتی ہے کہ لمحاتی زندگی میں خود کو مکمل سمجھ لینے والے کس قدر احمق ہوتے ہیں۔ میں نے اس طویل تر زندگی میں بھی اپنی مرضی کے مطابق وہ چیزیں حاصل کرنے میں ناکامی کا منہ دیکھا جنھیں میں حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔"

"بڑی عمدہ بات کہی ہے تم نے۔" پروفیسر خاور نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"گہری نیند سو جانے کے بعد آپ کے احساسات بھی سو جاتے ہوں گے، اس وقت آپ کے ذہن میں کوئی بات تو نہ ہوتی ہوگی؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"ہاں، اس انسان کی مانند جو بستر پر سکون کی نیند سو جاتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا سمندر کا کوئی طوفان، یا سمندر میں کوئی حادثہ آپ کو جگا نہیں سکتا تھا؟" فروزاں بھی خاموش نہ رہی۔

"جگا سکتا تھا لیکن حادثے میرے لیے نقصان دہ نہیں ہوتے اس لیے میں نے کبھی ان کی پرواہ نہیں کی۔ ایسے اوقات میں میری کیفیت اس انسان کی ہوتی ہے جیسے سوتے میں کسی چیز کے گرنے کی آہٹ محسوس ہوتی ہے لیکن اسے اندازہ ہوتا ہے کہ کیا چیز گری ہے اس لیے وہ اس کی پرواہ کئے بغیر دوبارہ کروٹ بدل کر سو جاتا ہے۔"

"لیکن ہمارے مسئلے میں تو ایسا نہیں ہوا تھا؟" فروزاں بولی۔

"میں انسانوں کی ایک علیحدہ قسم میں ضرور ہوں لیکن میری ضروریات تم نے دوسرے انسانوں سے مختلف نہیں پائی ہوں گی۔ مثلاً خوراک، حقیقت ہے کہ اگر خوراک نہ ملے تب بھی میں نہ تو مضمحل ہوں گا اور نہ میری کیفیت خراب ہوگی لیکن خوراک کے حصول کے بعد جو سکون ملتا ہے وہ تم میری ضرورت سمجھ سکتے ہو پروفیسر۔ اسی طرح میرا بدن چند باتوں پر چلایا جاتا ہے اور دنیا کی ترقی نے مجھے بھی بہت کچھ دیا ہے۔ مثلاً اپنے جسم

تروتازگی کے لیے میں نے اس بار ایسی ایجاد کی تھی جس سے میرا جسم متاثر نہ
ہو۔ تم درست زبان میں سمجھو، مجھے علم ہو گیا کہ اب میں جس صدی میں سو رہا ہوں
اس کے بعد کی صدیوں کا انسان بے حد خطرناک ہو گا۔ وہ ایسی زہریلی گیسوں پر
قابو پائے گا جو دُور دُور تک تباہی پھیلائیں گی، بارودی قوت کے علاوہ وہ بہت
سی قوتوں کو تابع کرے گا اور اس طرح خطرات بڑھ جائیں گے چنانچہ میں نے
اپنے بدن کو ان خطرات سے محفوظ کیا تھا۔"

"اوہ ۔ یہ بات ہے۔" خاور نے گردن ہلائی۔

"ہاں پروفیسر اور اس میں کوئی یاوہ گوئی نہیں ہے۔"

"تو تم بتا رہے تھے کہ تم سمندر کی آغوش میں سوئے ہوئے تھے ۔؟"

[illegible] بولی۔

"ہاں اور میں نے اسے ماں کی آغوش سے تشبیہہ دی تھی ۔" وہ
[illegible] کر بولا۔

"ہمیں یاد ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"اور ماں کی آغوش بھی یاد ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اوہ ۔ وہ نہیں۔" فرزانہ نے جواب دیا۔

"یہ بچیاں بھی اس لمس سے نامانوس ہیں۔ میری بیوی ان کے بچپن
[illegible] انتقال کر گئی تھی۔"

"اوہ ۔ اس طرح ہم لوگوں میں کوئی بات مشترک تو نکلی۔ بہرحال
[illegible] ماں کی آغوش کا تجزیہ اسی لیے کر رہا تھا کہ اس آغوش میں بڑا سکون ہے
[illegible] اس پُرسکون آغوش میں سوتے ہوئے اگر کوئی جگانے کی کوشش کرے
[illegible] غصہ آتا ہے۔ مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ سمندر میں سوتے ہوئے مجھے
[illegible] اندازہ نہیں تھا کہ سمندر میں سوتے ہوئے مجھے کتنا عرصہ گزر چکا ہے۔
[illegible] اس قدر گہری تھی کہ مجھے اس دوران ہونے والے واقعات بھی یاد
[illegible] میں تو اس وقت جاگا جب نہ جانے کیسے دھماکے میرے کانوں
[illegible] تھے۔ میری کیفیت ایسی ہی تھی جیسے کسی کو کچی نیند سے جگا دیا جائے۔
[illegible] آنکھوں سے ارد گرد کے ماحول کو دیکھا اور پھر مجھے حیرت ہوئی۔
[illegible] سمندری مخلوق کے درمیان تھا یا پاگلوں کی بستی میں۔ میں نے
[illegible] میں کسی اونچی جگہ پر ہوں اور میرے گرد بے شمار لوگ کھڑے ہوئے
[illegible] لباس پہنے، ماتھوں پر تلک لگائے ان کے ہاتھوں میں
[illegible] چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کے ساز تھے۔ جس چیز سے دھماکے پیدا
[illegible] وہ ڈھول کی آواز تھی جو سوتے ہوئے ذہن پر ایسی ہی ضربیں
[illegible] دھماکے ہو رہے ہوں۔

[illegible] میں ان گدھوں کے ہاتھ کہاں سے لگ گیا اور ارد گرد کے
[illegible] ہمیں نہیں احساس ہوتا تھا کہ یہ سمندر ہے۔ پتہ تو یہ چلتا تھا کہ میں
[illegible] آبادی کی سرزمین پر تھا جہاں سے میں نے پریشان ہو کر نکل جانے
[illegible] ان کے لباسوں اور پیشانی کے نشانوں سے اس بات کا
[illegible] کہ وہ نسلاً اور مذہباً ہندو ہیں۔

بعد میں میں نے حالات کا مزید جائزہ لیا اور مجھے پتہ چلا کہ میں ایک
زمین سے کسی قدر اونچے مٹی کے چبوترے پر ہوں۔ میرے چاروں طرف
خوشبوئیں سلگ رہی تھیں جن کا دھواں مجھے کسی حد تک ناگوار محسوس ہو رہا تھا۔
لیکن آخر یہ ہے کیا لغویت؟ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور میرے اٹھتے
ہی بے شمار آوازیں گونج اٹھیں۔

ہے بھگوان ۔ ہے رام ۔ ہے شنکر ۔ ہری اوم ۔ پھر سنکھ اور
مجیرے بجنے لگے۔ کان پھاڑ دینے والی آوازیں چاروں طرف سے اُبھر رہی
تھیں اور اس کے ساتھ ہی لوگ چیخ رہے تھے۔

"جاگ اٹھا ۔ جاگ اٹھا دھن واسیو ۔ اپرم پردھان جاگ اٹھا۔
چمتکار ہو گیا ۔ دھن وا چمتکار ہو گیا ۔ جاگ اٹھے بھاگ ہمارے اور اب
چنتا نہیں اپرم کار ہو گیا۔"

میں ان آوازوں کو سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اپنی دانست میں
ان احمقوں نے کوئی کارنامہ انجام دیا ہے لیکن انھوں نے میری نیند خراب
کر دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ سوئے ہوئے مجھے ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا ہے
خیر دیکھوں تو سہی ان گدھوں نے کیا چکر چلایا ہے۔ میں خاموشی سے بیٹھا
انھیں دیکھتا رہا۔ عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ خوبصورت ہندو عورتیں مجھے
ہمیشہ سے پسند تھیں۔ نظر آنے والیوں میں بھی بہت سے خوبصورت چہرے
ایسے تھے جنھوں نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔ ان کی تعداد کافی
تھی۔ بہرحال اس وقت تو میں اپنے اس طرح جاگ جانے سے زیادہ خوش
نہیں تھا اس لیے پوری طرح ان کے چہروں کا جائزہ نہیں لے سکا۔
میں تو ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا جو میرے اس طرح جاگ جانے سے بیحد
خوش نظر آ رہے تھے۔ نہ جانے کیوں؟ اب تو ان سے معلوم ہی کرنا پڑے
گا چنانچہ میں چبوترے پر کھڑا ہو گیا۔

لوگ مجھ سے سہمے ہوئے بھی تھے اور ان کے چہروں پر عقیدت بھی
نظر آ رہی تھی۔ میں نے بے زاری سے انھیں دیکھا اور پھر انھیں قریب آنے کا
اشارہ کیا۔ دو تین بوڑھے آدمی ہاتھ جوڑے میرے نزدیک پہنچ گئے۔ انھوں
نے مجھے پرنام کیا تھا۔

"کیا بات ہے؟ کیوں جمع ہوئے ہو تم لوگ؟" میں نے بھاری
آواز میں پوچھا۔

"ہے اپرم پردھان ہم تیرا سواگت کرتے ہیں۔ ہم اپنے درمیان تجھے
پا کر بہت خوش ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تو ہمارے سارے کشٹ دُور کر دے گا۔
ہم تیرا سواگت کرتے ہیں بھگوان۔"

"اوہ مگر تم مجھے نکال کہاں سے لائے ہو؟"

"ست ساگر سے مہاراج، ست ساگر سے۔" وہ ہاتھ جوڑ
کر بولے۔

"کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔ کسی ڈھنگ کے آدمی کو بلاؤ۔"
میں نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا اور وہ سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ

گئے اور ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔
تب ان کے عقب سے ایک شخص آگے بڑھا اور میرے سامنے پہنچ گیا۔ یہ ایک دراز قامت بوڑھا تھا۔ اس کی داڑھی کافی لمبی تھی اور لمبے لمبے بال جٹاؤں کی شکل میں بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے بھی میرے سامنے عقیدت سے ہاتھ جوڑے اور پھر دوسرے لوگوں سے بولا۔ "دیکھتے نہیں ہو، نادیو! مہاراج گہری نیند سے جاگے ہیں، ابھی سے انھیں پریشان کر رہے ہو۔ جاؤ، انھیں آرام کرنے دو، وہ پھر تمھیں درشن دیں گے۔"
بوڑھے کی آواز وزن رکھتی تھی۔ عقیدت مند چھٹنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔ صرف بوڑھا ضعیف میرے سامنے کھڑا رہا تھا۔
"یہ کون سی جگہ ہے؟" میں نے پوچھا۔ اتنا اندازہ تو مجھے ہو گیا تھا کہ کسی طرح میں انھیں سمندر میں مل گیا ہوں۔ احمق لوگ نہ جانے میرے بارے میں کیا کیا مفروضات گھڑ لیے ہوں گے اور مجھے سمندر سے نکال لائے ہیں۔ اب جبکہ یہ ہو ہی گیا ہے تو پھر انھیں بھی دیکھ لیا جائے۔ نیند تو اب اچاٹ ہی گئی تھی۔
"کشٹ بھومی ہے مہاراج، کشٹ بھومی، جہاں ہم جیون کٹھنائیں بھوگ رہے ہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا۔
"تمھاری بستی کہاں ہے؟"
"پہاڑوں میں رہتے ہیں مہاراج۔ گپھاؤں میں رہتے ہیں۔"
"اوہ، کیوں؟ صورت شکل سے تو تم سمجھدار لوگ لگتے ہو۔"
"ہے اپرم پردھان، یہی تو رونا ہے۔ ہم سے ہمارے گھر چھین لیے گئے ہیں۔ دربدر کر دیا گیا ہے ہمیں۔ پرنت اب تو جاگ اٹھا ہے، اب ہمارے سارے کشٹ دور ہو جائیں گے۔"
"تمھارا کیا نام ہے؟" میں نے اس کی بکواس سے بور ہو کر پوچھا۔
"ہری داس۔ داس کا نام ہری داس ہے۔"
"تو ہری داس، تم نے مجھے گہری نیند سے جگایا ہے۔ کیا تمھارے پاس کوئی ایسی گپھا نہیں ہے جہاں میرے لیے جگہ بن سکے۔ میں ابھی تمھاری کچھ نہیں سنوں گا، پہلے تمھیں مجھے ہوش میں لانے کے لیے کچھ کرنا ہو گا۔"
"جگ جگ بھگوان۔ مہاراج چندر گپت نے خود آپ کے لیے ایک گپھا خالی کرائی ہے۔ پدھارو مہاراج۔ پدھارو۔" اس نے استقبالیہ انداز میں کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔
پہاڑی علاقہ تھا۔ سبزہ تو اس سرزمین کے چپے چپے پر تھا اور یہ اس کی خوبی تھی۔ میں نے یہاں کہیں بھی خشکی نہیں دیکھی تھی۔ اس سلسلے میں یہ سرزمین مجھے بہت پسند آئی تھی۔ ایک اونچا پہاڑی سلسلہ دور تک چلا گیا تھا اور ان پہاڑیوں میں جگہ جگہ سوراخ تھے۔ یہی سوراخ ان لوگوں کا مسکن تھے۔ سوراخوں میں لوگ آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔ وہ سب رک کر مجھے دیکھنے لگے تھے لیکن اس وقت میں نے ان کی طرف توجہ نہیں دی۔ میں ایک عجیب سی بے کیفی محسوس کر رہا تھا۔ بہرحال میں ایک غار میں آ گیا جسے حتی الامکان سجانے کی کوشش کی گئی تھی۔
"ہری داس!" میں نے بوڑھے کو پکارا۔
"مہاراج۔ داس حاضر ہے۔" وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔
"کیا تم آگ کا بندوبست کر سکتے ہو؟ میں نہان کروں گا۔" میں نے کہا اور بوڑھا سر کھجانے لگا۔
"کیا؟ مہاراج گرم پانی سے اشنان کریں گے؟" اس نے پوچھا۔
"نہیں، دہکتی ہوئی آگ سے۔ تمھارے ہاں لکڑیاں تو مل جاتی ہوں گی؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔ ہاں مہاراج۔ جتنی من چاہے۔"
"بس تو کسی مناسب جگہ ایک بڑا الاؤ جلوا دو اور اس میں خوب تیز آگ روشن کر دو۔ آگ جتنی دہکا سکتے ہو دہکا دو۔ میں اس کے بعد ہی تم لوگوں سے باتیں کروں گا۔" میں نے کہا۔
"جو آگیا مہاراج!" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور میں پھیکی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔ بوڑھا باہر نکل گیا تھا۔ یہ سب کچھ نیا نہیں تھا پروفیسر، اور مجھے وہی باتیں وہی انداز دوہرانا پسند بھی نہیں تھا لیکن اگر تم غور کرو تو اس سے ایک بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ انسان ابتدا سے ہی محیر العقول واقعات سے متاثر ہوتا رہا ہے۔ وہ ہمیشہ ان چیزوں سے مرعوب ہوا ہے جو اس کی سمجھ میں نہیں آتیں ——— اور شاید آج تک انسان اپنی اس فطرت کا تابع ہے۔ اس کی یہ عادت آج تک نہیں بدل سکی۔
بہرحال ابھی مجھے ان لوگوں کے بارے میں معلومات نہیں تھیں۔ نہ جانے کون تھے، کون سے علاقے سے تعلق رکھتے تھے، مجھ سے کیا چاہتے تھے؟ لیکن جو بکواس انھوں نے کی تھی اس سے پتہ چلتا تھا کہ کسی مصیبت کے شکار ہیں اور مصیبت کے وقت انسان انہی توہمات کا سہارا لیتا ہے۔ بہرحال یہ سب کچھ ہوا میری مرضی کے خلاف تھا۔ میں ابھی جاگنا نہیں چاہتا تھا۔ ابھی تو مجھے سوئے ہوئے کچھ وقت بھی نہیں گذرا تھا۔ اب آگ ہی میرے بدن کی کھولت دور کر سکتی تھی۔
لیکن ایک بات سوچنے کی اور تھی۔ انھوں نے کسی چندر گپت کا نام لیا تھا۔ یہ شخص کون تھا۔ بظاہر یہ پہاڑوں میں رہنے والے ایک گروہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی کوئی حکومت تو معلوم نہیں ہوتی تھی لیکن تھوڑی دیر کے بعد میرے ذہن کی ساری تھکن اچانک دور ہو گئی۔ دو خوبصورت لڑکیاں اندر داخل ہو گئی تھیں۔
"داسیاں ہیں مہاراج۔ میرا نام بیلا ہے اور یہ کامنی ہے۔" انھوں نے بے تکلفی سے کہا۔ الھڑ اور کسی قدر شوخ معلوم ہوتی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں میرے لیے خوف بھی نہیں تھا۔
"یہاں کیوں آئی ہو؟" میں نے پوچھا۔
"سیوا کرنے مہاراج!"
"اوہ۔ تو سیوا کرو۔" میں مسکرا کر بولا۔

”آ گیا دیں مہاراج۔“ دونوں مستعدی سے بولیں۔
”تمھیں کس نے بھیجا ہے؟“
”ہری داس مہاراج نے۔“
”یہ ہری داس کون ہے؟“
”وہی جو ابھی آپ کے پاس سے گئے ہیں۔“
”اوہو۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں مگر وہ تمھارے درمیان کیا حیثیت رکھتے ہیں؟“
”مہان پرش ہیں۔ گیانی ستیہ ناتھ کے سب سے بڑے چیلے۔“
”گیانی ستیہ ناتھ؟“
”مہان گیانی۔ انھوں نے ہی تو آپ کے بارے میں بتایا تھا۔“ کامنی بولی۔
”خوب! کیا بتایا تھا؟“
”اب یہ تو لمبی کہانی ہے۔ پہلے تم ہمیں یہ بتاؤ کہ ہم تمھاری کیا سیوا کریں؟“ بیلا نے کہا۔ لڑکیاں واقعی نڈر تھیں اور مجھے وہ حیثیت نہیں دے رہی تھیں جو ان حالات میں دینی چاہیے تھی۔
”ہوں۔ تو تم سیوا کرنے آئی ہو؟“
”ہاں مہاراج!“
”مگر اس وقت تو میرا کوئی کام نہیں ہے، سوائے اس کے کہ تم مجھ سے باتیں کرو لیکن اگر تمھارا دل مجھ سے باتیں کرنے کو نہیں چاہ رہا تو تمھاری مرضی ہے تم جا سکتی ہو۔“
”چلو بیلا چلیں۔“ کامنی نے کہا۔
”اری تو جا۔ تجھے تیرا بیدی یاد آ رہا ہوگا۔ میرا کون ہے۔ میں تو مہاراج سے باتیں کروں گی۔“ بیلا نے شرارت سے کہا۔
”بیدی کون ہے؟“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ کامنی کے چہرے پر شرم کی سرخی پھیل گئی۔
”پریمی ہے اس سُسری کا۔ پریم جال میں پھنسی ہوئی ہے بیچاری۔ ہائے ہائے۔“
”بیلا! تو باز نہیں آئے گی؟“ کامنی نے اسے آنکھیں دکھائیں۔
”ارے واہ۔ کوئی جھوٹ تھوڑی بول رہی ہوں مہاراج بھگوان کی سوگند آدھی رات کو اٹھ کر اس کے پاس جاتی ہے۔“ بیلا نے ہنستے ہوئے کہا اور ایک طرف سرک گئی۔
”ہائے رام۔ لاج نہیں آتی ہے تجھے۔“ کامنی نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ لیے۔
”اے لو مہاراج، اس میں لاج کی کیا بات ہے، کوئی بات ہے؟“
”بالکل نہیں۔“ میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔
”سمجھاؤ اسے۔“
”تم بھی تو اس کے بارے میں بتاؤ کامنی، کیا یہ کسی سے پریم نہیں کرتی ہے؟“ میں نے پوچھا۔
”ارے ہم ایسے گڑ ہی نہیں، جس میں چیونٹے لگیں۔“ بیلا نے کہا۔
”کیا مطلب؟“ میں نے پوچھا۔
”یہ بڑی کٹھور ہے مہاراج۔ بے چارے ستھو نے اس سے پریم بول کہے۔ اس نے رات کو اسے بلا لیا اور دوسری طرف اس کے چاچا کو بھی۔ اسے چھپا کر اس نے ستھو سے کہا کہ وہ پھر سے کہے کیا کہہ رہا تھا۔ بس پھر کیا تھا، ستھو نے پریم بول کہے اور اس کے چاچا نے پھٹے ہوئے جوتے سے اس کی وہ پٹائی کی کہ بس دیکھتے رہو۔“ کامنی نے جواب دیا۔
میں بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔ ان سہمے سہمے چہروں سے مجھے وحشت ہو رہی تھی لیکن ان بے تکلف لڑکیوں کی تھوڑی ہی دیر کی گفتگو نے میرے ذہن کو شگفتگی بخشی تھی۔
”اچھا کامنی، تم جاؤ۔ میں بیلا سے باتیں کروں گا۔“
”بھگوان کرے۔ یہ تمھارے پریم جال میں پھنس جائے۔“ کامنی اسے کوستی ہوئی بولی اور منہ بسورتی ہوئی باہر نکل گئی۔ بیلا قہقہے لگا رہی تھی۔
میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر ایک بار میرے چہرے کی طرف دیکھ کر وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ ”ہائے رام۔ آپ مہاراج۔ آپ ناراض تو نہیں ہو گئے؟“
”کیوں؟ اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟“ میں نے کہا اور وہ پھر ہنس پڑی۔
”بس مجھے تو نہیں معلوم مگر دوسرے لوگ تھیں نہ جانے کیا سمجھ رہے ہیں۔ ہری داس جی تو تمھارے نام سے کانپ رہے تھے۔ ہمیں بہت سمجھایا کہ ہم تمھاری سیوا بڑے من سے کریں۔ اگر پرم پردھان ناراض ہو گئے تو پوری آبادی پر کشٹ آ جائے گا۔ تم بتاؤ مہاراج ایسا ہوگا تو نہیں۔؟“ اس نے معصومیت سے سوال کیا۔
”نہیں ہوگا لیکن ایک شرط پر۔“
”شرط؟ کیسی شرط مہاراج؟“ اس نے پوچھا۔
”میں تجھ سے جو کچھ پوچھوں مجھے بتا۔“ میں نے کہا۔
”بتا دوں گی، پر مجھے بیٹھنے کی آگیا تو دو، کھڑے کھڑے تھک گئی ہوں۔“ اس نے کہا اور میں نے اسے بیٹھنے کی پیش کش کر دی۔ وہ اطمینان سے زمین پر بیٹھ گئی اور پھر بولی ”اب پوچھو۔“
”پہلے تو اپنے بارے میں بتا۔“
”کیا بتاؤں اپنے بارے میں؟“
”تو کون ہے؟“
”ارے بتا تو چکی ہوں اونچا سنتے ہو کیا۔ میرا نام بیلا ہے —— دھنی رام کی بیٹی ہوں۔ تمھارے پاس اس لیے بھیجا گیا ہے کہ تمھاری سیوا کروں تاکہ تم مجھے آشیرواد دو اور میرے نصیب اچھے ہوں۔ دو ہمارے کشٹ بھی دور ہوں۔“

"اوہ کشٹ کیا ہیں تمھارے؟"
"تو تمھیں نہیں معلوم۔ ارے ہم سدا سے ان پہاڑوں میں تھوڑی رہتے ہیں۔"
"اوہ۔ پھر؟" میں نے پوچھا۔
"ہم مگدھ دیش کے باسی ہیں۔ مہاراجہ پدمانند جی نے ہمیں دربدر کیا ہے۔ مہاراج چندرگپت کوشش کررہے ہیں کہ راجہ پدمانند سے رن کریں اور راجدھانی چھین لیں۔"
"اوہ۔ چندرگپت کہاں ہے؟"
"کہیں گئے ہوئے ہیں۔ اب ساری باتیں تو ہمیں معلوم نہیں ہیں۔" اس نے ان باتوں سے اکتاتے ہوئے کہا۔
"خوب! میرے بارے میں تو کیا جانتی ہے؟"
"تو تمھارے بارے میں، میں کیا جانوں؟" اس نے آنکھیں نچاتے ہوئے کہا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ درحقیقت اس احمق سی لڑکی سے مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہوسکتا تھا۔
"شادی ہوگئی تیری؟" میں نے پوچھا۔
"دیکھو۔ دیکھو۔ ایسی باتیں مت کرو، اس لیے نہیں کہ مجھے شرم آوے ہے، بلکہ میں تو شادی کروں گی ہی نہیں۔ میں کسی کے نخرے وخرے نہیں اٹھا سکتی۔ میں نے ماتا جی سے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ ارے واہ، ایک تو شادی کرو اور سے پتی دیو کے نخرے اٹھاؤ۔ یوں اینٹھتے ہوئے آتے ہیں جیسے لنکا جیت کر آئے ہوں۔ پھر ان کے چرن دھلاؤ، ان کے لیے بھوجن پروسو اور جب وہ بھوجن ٹھونس رہے ہوں تو بیٹھ کر انھیں پنکھا جھلو جیسے سورگ کا ٹھیکہ انھوں نے ہی لے رکھا ہو۔" اس نے اس انداز میں کہا کہ میں بہت محظوظ ہوا۔ جاگ جانے کی آدھی کوفت اس لڑکی نے دور کردی تھی۔
"تو تو شادی نہیں کرے گی؟" میں نے لطف لیتے ہوئے کہا۔
"نہ مہاراج نہ۔ بھگوان نہ کرے۔ ہائے میں تو کہتی ہوں وہ ہتھیارا کوڑھی ہی ہوجائے جو مجھ سے شادی کرنے آئے۔" بیلا دانت پیس کر بولی۔
"پریم بھی نہیں کیا بیلا؟"
"لو۔ پریم کرکے کیا کروں، کسی سے پریم کرو تو پھر وہ شادی کے لیے کہے گا۔ تم نہیں جانتے مہاراج یہ مرد بڑے ہی نیچ جات ہووے ہیں۔ جب پریم کرے ہیں تو ایسی باتیں کرے ہیں جیسے جیون بھر چرن دھو دھو کر پئیں گے اور جب ان کی بات مان کر شادی کرلو تو بس سارا پریم بھول جاوے ہیں۔ نہ مہاراج میں پریم وریم کے چکر میں نہ پڑوں۔"
"بڑی اچھی لڑکی ہے تو۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اس کی باتوں نے مجھے بہت محظوظ کیا تھا۔
"اب ہم جائیں مہاراج، کوئی کام ہو تو بتاؤ؟"
"کوئی کام نہیں ہے بیلا۔ بس تم آتی رہنا۔"
"ہاں، ہاں آئیں گے۔ جے رام جی کی۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ میں اس کی باتوں پر دیر تک مسکراتا رہا تھا۔ پیاری لڑکی تھی بہرحال اب ان لوگوں نے میری نیند تو خراب کر ہی دی تھی۔ بیلا نے جو کچھ بتایا تھا وہ ناکافی تھا لیکن اس سے زیادہ میں اس لڑکی سے کچھ معلوم بھی نہیں کرسکتا تھا۔ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ یہ لوگ مجھ سے کسی قسم کی مدد چاہتے تھے اور چکر وہی تھا جو پہلے بھی پیش آچکا تھا۔ بہرحال اس دنیا میں توہمات کو بڑی حیثیت حاصل تھی۔ ان لوگوں کا بھی کوئی ایسا ہی سلسلہ ہوگا۔ پھر ہری داس واپس آگیا۔
"آگ جلوادی گئی ہے مہاراج، پر آپ اشنان کیسے کریں گے؟"
"آؤ۔ مجھے وہاں لے چلو۔" میں نے کہا اور ہری داس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پہاڑوں میں بے شمار جگہیں ایسی تھیں، جہاں آگ روشن کی جاسکتی تھی۔ کافی دور پر ایک پہاڑی کٹاؤ میں، میں نے شعلے بلند ہوتے محسوس کیے۔ بہرحال ابھی یہاں کوئی تماشہ دکھانا مقصود نہیں تھا میں تو صرف اپنے آپ کو درست کرنا چاہتا تھا، چنانچہ میں نے کسی طرف توجہ نہیں دی اور شعلوں کے نزدیک پہنچ گیا۔
ہری داس کے علاوہ چند افراد اور بھی تھے جو آگ بھڑکانے میں مصروف تھے۔ شعلے کافی جوان ہوچکے تھے۔
"سنو!" میں نے ہری داس سے کہا۔
"آگیا مہاراج!"
"میرے لیے کپڑے تیار رکھو!"
"مگر بھگوان آپ۔" ہری داس بوکھلا کر بولا۔
"ہاں۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"
"میری سمجھ میں آپ کا اشنان نہیں آیا۔"
"پریشان مت ہو ہری داس، بس میرے لیے کپڑے منگوالو۔ میں ابھی نہا کر آتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر میں شعلوں کی جانب بڑھ گیا اور جب میں نے آگ میں قدم رکھا تو اپنے پیچھے بہت سی چیخیں سنیں اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آگ سے سب واقف ہیں اور سب اس سے خوفزدہ رہتے ہیں اور کیسی انوکھی بات ہے کہ یہی آگ میرے مضمحل بدن کو تپش بخشتی ہے۔
شعلے میرے بدن کا اضمحلال دور کرنے لگے۔ آگ کی لطیف حرارت میرے جسم سے نیند کا خمار دور کرنے لگی اور آہستہ آہستہ میری جوانی پھر سے لوٹ آئی۔ میں آگ کے شعلوں کو اپنے بدن پر مل رہا تھا۔ خود میرے اپنے بدن کا لباس جل چکا تھا۔ بالوں نے آتشیں رنگ اختیار کرلیا تھا اور جب خوب طبیعت سیر ہوگئی تو میں نے باہر کا رخ کیا اور یہ دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی کہ باہر حسب معمول ایک جم غفیر تھا۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب حیران و پریشان کھڑے تھے اور پھر جب میں باہر نکلا تو وہی ہنگامے شروع ہوگئے جو میرے لیے غیر مانوس نہیں تھے۔ ہری داس جی بھی موجود تھے لیکن انھوں نے لباس کا کوئی

بندوبست نہیں کیا تھا۔ یہ بات ان کی عقل ہی میں نہیں آئی تھی کہ ان شعلوں سے کوئی جیتا جاگتا انسان برآمد ہوگا۔ وہ تو بس منہ پھاڑے کھڑے تھے۔

"ہری داس!" میں نے انھیں پکارا۔

"مہاراج۔ اپرم پردھان کی جے۔ بولو رے بولو اپرم پردھان کی جے۔" بوڑھا ہری داس زمین پر اوندھا گر پڑا۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی سجدے میں گر پڑے تھے۔

"ارے بھائی، مجھے کپڑے تو دے دو۔ کیا تم میرے لیے کپڑوں کا بندوبست بھی نہیں کر سکے۔" میں نے کہا اور ہری داس سجدے سے اٹھ کر بھاگ گیا۔ میں نے پھر اپنے بدن کو شعلوں میں چھپا لیا تھا اور پھر جب ہری داس کپڑے لے آیا، تب میں دوبارہ آگ سے باہر نکلا۔ آنکھیں خوف و عقیدت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ میرے بدن کی کہولت دُور ہو گئی تھی اور اب میں پوری طرح چاق و چوبند تھا۔ پھر وہ لوگ ایک جلوس کی شکل میں مجھے لے چلے۔ نہ جانے وہ میرے پیچھے کیا اُلٹے سیدھے نعرے لگاتے چل رہے تھے۔ کان کھا گئے تھے سُسرے کہیں کے۔ بہرحال میں اپنے غار میں داخل ہو گیا اور وہ باہر شور مچاتے رہے۔ چند منٹ کے بعد ہری داس اندر آ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے تھے اور اس کے دانت نکلے پڑ رہے تھے۔

"مہاراج۔ مہاراج دھن واد مہاراج بڑا چمتکار کیا آپ نے۔ یہاں رہنے والے سارے منوئی آپ کے داس بن گئے ہیں۔ وہ حیران ہیں کہ اگنی دیوی بھی کسی کی مِتر ہو سکتی ہے۔ ہے بھگوان ہمیں شما کرنا اگر ہم سے کوئی بھول ہو جائے۔"

"ہری داس جی، سب سے پہلے تو میں آپ سے کہوں گا کہ آپ تھوڑی دیر میرے پاس رُکیں، میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ادش مہاراج ادش۔ ہری داس تو آپ کا داس ہے۔"

"بس تو بیٹھ جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ زمین پر بیٹھ گیا۔

"بھگوان، باہر جو لوگ کھڑے ہیں وہ سب آپ کے پجاری ہیں۔ وہ آپ کے درشن کرنا چاہتے ہیں۔"

"ابھی میں اتنی دُور سے آیا ہوں اور وہ سب میرے پیچھے پیچھے۔ اب درشن کی کیا ضرورت ہے۔ تم کل صبح انھیں بلا لینا۔"

"جو آگیا مہاراج!" ہری داس نے کہا اور پھر مجھ سے اجازت لیکر باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا تو شور ختم ہو چکا تھا اور شاید وہ لوگ واپس چلے گئے تھے۔ ہری داس پہلے کے سے انداز میں زمین پر بیٹھ گیا اور میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں ہری داس کہ یہ سب چکّر کیا ہے؟"

"کون سا چکّر بھگوان؟"

"تم مجھے ابتدا سے بتاؤ کہ تم مجھے کہاں سے لائے اور اس چبوترے پر کیا ہو رہا تھا؟"

"اوہ پھر تو بہت دُور سے بتانا پڑے گا۔" ہری داس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں اتنی ہی دُور سے بتاؤ تاکہ میری سمجھ میں آجائے۔"

"کیا آپ مہاراج چندر گپت کے بارے میں بھی نہیں جانتے؟"

"نہیں بھائی میں کچھ نہیں جانتا۔" میں نے بیزاری سے کہا۔

"اوہو۔ تب تو پہلے انھیں کے بارے میں بتاؤں۔ مہاراج چندر گپت مگدھ دیش کے نندا خاندان کے ایک راجکمار ہیں۔ پرنت مہاراج، ان کی ماتا نیچ جات سے ہیں اس لیے انھیں راج گدی نہیں ملی۔ مہاراج کے پتا کے دھیانت کے بعد دوسرے آدمی کو گدی مل گئی۔ راجہ مہا پرمانند جی، چندر گپت جی کو خرچہ دیتے تھے لیکن ان کے ساتھ ان کا سلوک اچھا نہیں تھا اس لیے ایک بار مہاراج مہا پرمانند جی سے ان کی تو تکار ہوگئی اور پرمانند جی نے ان کو دیش نکالا دے دیا۔ تب سے مہاراج نکل کھڑے ہوئے ہیں اور جب ہمارے لیے مگدھ دیش میں کوئی جگہ نہ رہی تو پھر ہم یہاں آگئے۔ جن لوگوں کو آپ یہاں دیکھ رہے ہیں وہ سب چندر گپت جی کے داس ہیں اور انھوں نے بھی ان کے ساتھ ہی دیش نکالا لے لیا۔"

"خوب! تو تم لوگ کب سے یہاں آباد ہو؟"

"تین برس ہوگئے ہیں مہاراج!"

"لیکن یہاں تو تمھاری کوئی فوج وغیرہ بھی نہیں ہے؟"

"سینا نہیں کہاں سے آئیں گی مہاراج۔ تھوڑی سی آبادی ہے۔"

"پھر راجہ چندر گپت کیا کر رہا ہے؟"

"چاروں طرف کوشش کرتے پھر رہے ہیں مہاراج، پرنت ابھی تک کوئی کام نہیں بنا۔"

"کیا کوشش کر رہا ہے وہ؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی کچھ دن پہلے وہ پنجاب گئے تھے۔ ان دنوں یونان کا لڑاکا سکندر اعظم پنجاب میں موجود تھا۔ راجہ چندر گپت نے ان سے کہا کہ وہ مگدھ پر حملہ کریں مہاراج ان کی مدد کریں گے لیکن سکندر واپس جا رہا تھا اس لیے وہ تیار نہیں ہو سکا۔ اب مہا منتری چانکیہ کے ساتھ مہاراج چندر گپت پہاڑی علاقوں سے فوجیں جمع کرنے گئے ہیں۔ بھگوان ان کی سہاتا کرے۔" ہری داس نے کہا۔

"ہوں! اب ہمارا کیا چکر ہے؟"

"کیا مطلب ہے مہاراج آپ کا چکر کیا ہوگا؟ بس مہان گرو نے اپنی جوتش ودیا سے پتہ چلایا کہ ست ساگر سے ایک منش آئے گا اور مہاراج چندر گپت کی ساری کٹھنائیں دُور ہو جائیں گی۔ سو ہم تمھاری باٹ دیکھ رہے تھے مہاراج۔ پھر تم ساگر میں نظر آئے اور ہم نے تمھیں نکال لیا۔ پھر تمھارے جاگنے کا انتظار کرنے لگے۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے چندر گپت یہاں موجود نہیں ہے۔"

"نہیں مہاراج، وہ تو چانکیہ جی کے ساتھ فوجیں جمع کرنے گئے ہیں۔"

"اور وہ تمھارا مہان گرو کہاں ہے؟"

"کون؟ ستیہ مہاراج؟"

"ہاں وہ جو کوئی بھی ہے۔"

"وہ بھی گپھا میں ہیں۔"

"اس کو میرے آنے کا پتہ نہیں چلا؟"

"ابھی نہیں مہاراج، وہ سات دن کے بعد گپھا سے نکلتے ہیں اور ابھی انھیں گپھا میں گئے ہوئے صرف پانچ دن ہوئے ہیں۔ پرنت وہ کہہ گئے تھے کہ آپ جب بھی نظر آئیں آپ کا پورا پورا سواگت کیا جائے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے، بس اب میں مطمئن ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بھوجن بھجواؤں مہاراج؟" ہری داس نے پوچھا۔

"ہاں بھجوا دو۔" میں نے کہا حالانکہ مجھے کھانے کی خواہش نہیں تھی لیکن میں جانتا تھا کہ کھانا لے کر بیلا ہی آئے گی اور یہ لڑکی مجھے بہت پسند تھی۔ ہری داس چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد بیلا کھانا لے کر اندر آگئی۔ اس کے ہونٹوں پر وہی شریر سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"بھوجن لائی ہوں مہاراج۔" اس نے آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔ "آج تو تم نے ساری بستی کو پاگل بنا دیا۔"

"کیوں؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ارے اگن میں اشنان کرنا کسی منش کے بس کی بات ہے۔ بھگوان کی سوگند تم تو سچ مچ کے دیوتا ہو۔ میں تمھارا شریر چھو کر دیکھ لوں مہاراج؟ ہائے رام بالکل آگ کی طرح ہوگا۔"

"دیکھ لو چھو کر۔" میں نے کہا اور وہ میرے نزدیک آگئی اور پھر اس نے میرے چٹان جیسے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہائے رام یہ تو بالکل گرم نہیں ہے۔" اور میں نے محسوس کیا کہ بیلا کی آنکھوں میں گلابی ڈورے تیرنے لگے ہیں۔ وہ ایک لمحے کے لیے کھوسی گئی تھی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور ایکدم پیچھے ہٹ گئی۔

"تم بھی سوچتے ہوگے مہاراج کہ ذرا سا منہ لگایا اور سر پر ہی چڑھ گئی بیلا کی بچی۔ ہمیں شما کر دینا مہاراج، ہم بڑے ہی پاگل ہیں۔"

"مگر میں نے برا تو نہیں مانا بیلا۔"

"سچ مہاراج؟" وہ خوش ہو کر بولی۔

"ہاں بیلا تو بہت اچھی لڑکی ہے یہاں آکر تیری باتوں میں دل لگ گیا ہے۔"

"تم کہو مہاراج تو میں جب بھی سمے ملے آجایا کروں؟"

"اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟"

"بس تو ٹھیک ہے۔ اب میں تمھارے پاس ہی رہوں گی۔ کہہ دوں گی اپنے پتا جی سے کہ مہاراج نے مجھے اپنے پاس رکھنے کے لیے کہا ہے۔"

بیلا خوش ہو کر بولی اور میں کھانا کھانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ برتن اٹھا کر چلی گئی اور میں اپنی آرام کرنے کی جگہ پر لیٹ کر ان نئے حالات پر غور کرنے لگا۔ راجہ چندر گپت نہ جانے کس قسم کا آدمی ہے۔ جس شخص نے میرے بارے میں پیشین گوئی کی ہے اس کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو اگر یہ بات ہوئی تب بھی میرا کوئی نقصان نہیں ہے۔ جس وقت بھی دل چاہے گا یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اب یہ لوگ مجھے نکال کر لائے ہیں تو پھر کچھ روز یہاں رہنا ہی ہو گا۔ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ میں ان لوگوں کو متاثر ہی نہ کر سکوں۔

ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بیلا ایک بار پھر اندر آ گئی۔ اس کے چہرے پر خوشی رقصاں تھی۔

”پتاجی نے آگیا دے دی مہاراج۔ پتاجی نے آگیا دے دی۔“ وہ خوشی سے اچھلتی ہوئی بولی اور میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڑے فراخ دل لوگ ہیں۔ میں نے دل میں سوچا۔

”بیٹھ جا بیلا۔“ میں نے اس سے کہا اور وہ میرے نزدیک ہی بیٹھ گئی۔

”پتاجی کہنے لگے کہ ایسے مہان پرش کے ساتھ سمبندھ تو بڑا ہی بھاگیوان ہے۔ انھوں نے مجھے آگیا دی ہے کہ میں بس تمھارے پاس ہی رہوں۔“

”ضرور بیلا میں تیرے قرب سے خوش ہوں گا۔“ میں نے کہا اور بیلا مسکرانے لگی۔

”ہمیں تو بڑی حیرانی ہے مہاراج۔“

”کس بات کی بیلا؟“

”اتنے بڑے دیوتا ہونے کے باوجود تم کیسے من موہن ہو۔ لگتا ہی نہیں کہ تم دیوتا ہو۔ کیا تم سچ مچ دیوتا ہو؟“ اس نے معصومیت سے پوچھا۔

”نہیں بیلا دیوتا تو نہیں ہوں۔ پر یہ لوگ مجھے دیوتا سمجھتے ہیں تو میں انھیں دیوتا بن کر ہی دکھاؤں گا۔“ میں نے جواب دیا۔ ظاہر ہے میری باتیں بیلا کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھیں اس لیے میں نے تفصیل میں جانا مناسب نہیں سمجھا اور وہ اپنی معصوم باتوں سے مجھے مسکرانے پر مجبور کرتی رہی۔ پھر اسے نیند آنے لگی اور وہ آنکھیں ملتے ہوئے بولی۔

”ہم سو بھی نہیں جائیں مہاراج؟“

”اگر تیرا دل چاہے تو ضرور سو جا۔“ میں نے کہا۔

”مگر کہاں؟“

”میرے پاس۔“

”تم برا تو نہیں مانو گے؟“

”کیوں؟ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟“

”بس ہم سوچ رہے تھے کہ تم یہ نہ سوچو کہ بیلا بڑھتی چلی جا رہی ہے۔“

”تو جتنا چاہے بڑھ جا بیلا ہم بالکل برا نہیں مانیں گے۔“ میں نے کہا اور بیلا میرے نزدیک لیٹ گئی۔ اس نے میرے بازو کا تکیہ بنا لیا تھا۔ بیلا چند ساعت تک مجھ سے الٹی سیدھی باتیں کرتی رہی اور میں ہوں ہاں میں جواب دیتا رہا۔

پھر میں نے محسوس کیا جیسے اس کی آواز نیند میں ڈوبتی جا رہی ہو۔ میں نے اس کے خمار آلود لہجے پر چونک کر اسے دیکھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ بھی جذبات میں ڈوب گئی ہے لیکن مجھے بڑی حیرت ہوئی جب میں نے محسوس کیا کہ وہ گہری نیند سو گئی ہے۔ ایک لمحے کے لیے تو مجھے شدید جھنجھلاہٹ ہوئی۔ انتہائی احمق لڑکی ہے۔ اسے اپنی جوانی کا کوئی احساس نہیں ہے۔ کیا یہ نہیں جانتی کہ اس کا قرب ذہن میں آگ لگا دیتا ہے۔ میرے چہرے سے ٹکراتی ہوئی اس کی گرم گرم سانسیں میرے جذبات کو برانگیختہ کر رہی تھی لیکن اب کیا کروں؟ تب اچانک میں نے سوچا کہ ممکن ہے وہ مصنوعی طور پر سونے کا بہانہ کر رہی ہو اور اس کا اندازہ کرنے کے لیے میرا ہاتھ اس کے بدن پر گردش کرنے لگا لیکن اس کے چہرے کی معصومیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یقیناً وہ جوانی کی امنگوں سے ناآشنا تھی اور کسی معصوم سی بچی کی مانند میرے سینے سے چمٹی سو رہی تھی۔

تب پروفیسر میرے ذہن میں ایک انوکھے جذبے نے جنم لیا۔ یہ جذبہ اس سے قبل بیدار نہیں ہوا تھا۔ میں نے اس کا معصوم چہرہ دیکھا اور پھر اسے سینے میں چھپا کر سو گیا۔ بلاشبہ وہ جذبہ مقدس تھا اور اس سے پہلے اس انداز سے نہیں سوچا تھا۔ حالانکہ کسی حسین کا گداز بدن میرے نزدیک صرف ایک ہی حیثیت رکھتا تھا لیکن اس بے احساس لڑکی کے لیے میرے دل میں کوئی برائی نہ پیدا ہو سکی اور جس معصومیت سے وہ سوئی تھی، صبح کو اسی طرح جاگ گئی۔

”مہاراج!“ اس نے مجھے آواز دی۔

”جاگ رہا ہوں۔“ میں بھاری آواز میں بولا۔

”کیا تم بہت صبح جاگ جاتے ہو؟“

”ہاں!“

”پر مجھے تو بڑے آنند سے نیند آئی۔“ وہ انگڑائی لیکر بولی ”آج بھی میں تمھارے ساتھ سوؤں گی مہاراج۔“

”ہرگز نہیں۔ میں رات بھر نہیں سو سکا۔“ میں نے کہا۔

”ارے کیوں مہاراج؟ ہائے رام کیا میں نے رات کو تمھیں بھی پریشان کیا؟ میری ماتاجی بھی میری اس عادت سے بہت پریشان رہتی ہیں۔ میں رات کو سوتے میں بڑبڑاتی ہوں۔“

”یہ بات نہیں۔ دراصل کسی کے ساتھ مجھے نیند نہیں آتی۔“

”اوہ۔ اچھا یہ بات ہے۔ تو ٹھیک ہے میں رات کو چلی جایا کروں گی۔“ اس نے معصومیت سے کہا اور میں جلتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس بے وقوف لڑکی نے نہ جانے مجھے کون سا جذبہ دے دیا ہے۔ بہرحال

میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر وہ میرے لیے صبح کا بھوجن یعنی ناشتہ لینے چلی گئی لیکن ناشتہ لیکر وہ نہیں آئی بلکہ ہری داس کے ساتھ کچھ دوسرے لوگ آئے تھے جو بڑے بڑے تھال اٹھائے ہوئے تھے۔

"جے رام جی کی مہاراج۔ آج صبح کا بھوجن مہارانی موریہ نے بھیجا ہے آپ کے لیے۔ مہارانی جی نے کہا ہے کہ ان کے پاؤں میں تکلیف ہے ورنہ وہ خود آپ کے درشن کے لیے آتیں۔"

"مہارانی موریہ؟" میں نے زیرِلب کہا۔

"ہاں، مہاراج۔ چندر گپت مہاراج کی ماتا۔" ہری داس نے کہا اور میں نے گہری سانس لی۔ یہ بھی ماتا تھیں۔ بہرحال میں نے ناشتہ کیا اور پھر انہیں لوگوں کے ساتھ رانی موریہ کے پاس پہنچ گیا۔ رانی موریہ بھی ایک غار ہی میں مقیم تھی۔ خاصے دبدبے کی مالک عورت تھی۔ حالانکہ ہری داس نے بتایا تھا کہ وہ ایک نیچ ذات عورت ہے لیکن ان لوگوں میں ذاتوں کا تعین میں اچھی طرح دیکھ چکا تھا۔ رانی موریہ کے پاؤں میں زخم آ گیا تھا اور وہ درحقیقت چل بھی نہیں سکتی تھی۔

تاہم اس نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا۔

"آپ تکلیف نہ کریں ماتا۔" میں نے کہا اور اس کی آنکھوں سے محبت پھوٹ پڑی۔

"آپ نے مجھے ماتا کہا ہے مہاراج۔ بڑے بھاگ ہیں میرے۔ بھگوان کی سوگند، سنسار نے مجھے جتنے دکھ دیے سب دور ہو گئے۔ تم نے مجھے اتنا بڑا مان دیا ہے۔"

"تم میری ماتا سمان ہو دیوی۔"

"تم مہان ہو مہاراج۔ گرو مہاراج نے بتایا تھا کہ تمہارے آنے سے چندر گپت کے دن پھر جائیں گے۔ کیا تم بھی مجھے یہ خوشخبری دو گے؟"

"میں ابھی نہیں کہہ سکتا دیوی۔ چندر گپت واپس آ جائے۔"

"وہ اوش آ جائے گا۔ گرو مہاراج کل درشن دیں گے۔ وہ بتائیں گے کہ چندر گپت کو اپنے کام میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے۔" موریہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اس کے بعد ہی میں تمہیں بتاؤں گا۔"

"سنا ہے تم اگن میں اشنان کرتے ہو؟"

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔"

"اور اگن تمہارے شریر کو نہیں جلاتی۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"دیکھ لینا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"ویسے میری خواہش ہے کہ تم میرے پاس ہی رہو۔ تم دیوتا ہو مہاراج۔ پرنتو نہ جانے کیوں میرا من تم سے پریم کرنے لگا ہے۔ میں تمہیں چندر گپت سمان چاہنے لگی ہوں۔ کیا تم میرا مان رکھو گے؟"

بوڑھی مہربان عورت کی پیشکش کے بارے میں، میں نے غور کیا۔ مناسب نہیں تھا۔ اس طرح میری تفریحات متاثر ہوتی تھیں لیکن اس کی اس پُرخلوص پیشکش کو ٹھکرانا بھی ممکن نہیں تھا۔ یوں بھی بیلا اب میری نگاہوں میں دوسری حیثیت اختیار کر گئی تھی اس لیے میں نے اس کے ساتھ رہنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔

اسی غار کے ایک حصے میں میری رہائش کا بندوبست کر دیا گیا۔ موریہ نے میرے بارے میں مجھ سے بہت سے سوالات کیے تھے لیکن ظاہر ہے وہ بھی ایک چھوٹے سے ذہن کی عورت تھی۔ اگر میں اسے اپنے بارے میں تفصیل بتانے بیٹھ جاتا تو نہ تو اس کی سمجھ میں آتی، نہ اسے اس سے کوئی فائدہ پہنچ سکتا اور نہ ہی اب مجھے اس تفصیل سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا۔ چنانچہ میں نے چند گول مول سے جواب دے کر اسے خاموش کر دیا۔ بہرحال پروفیسر، یہاں میں نے محبتوں کے دو رنگ اور دیکھے۔ وہ رنگ جو صدیوں کی زندگی میں میرے سامنے، میرے لیے نہیں آئے تھے۔ یعنی ماں کی محبت اور ایک ایسی لڑکی کا پیار جو مجھ سے جنسی محبت نہیں رکھتی تھی۔

بیلا میری دیوانی ہو گئی تھی۔ بس وہ ہر وقت میرے پاس ہی گھسی رہنا چاہتی تھی۔ اس نے رانی موریہ سے اجازت لے لی تھی کہ وہ میری خدمت کرے گی اور موریہ نے بھی اجازت دے دی تھی۔ صبح کو میں جاگتا بھی نہ ہوتا کہ وہ آ جاتی اور پھر رات کو جب مجھے نیند آتی تو چلی جاتی۔ یوں بھی اس دوران میرے پاس اور کوئی مشغل نہیں تھا۔

ہری داس کے ساتھ عقیدتمند آتے تھے، ان کے لیے بھی مجھے کچھ وقت دینا ہوتا تھا لیکن تیسرے دن ایک دلچسپ انسان سے ملاقات ہوئی جس سے مل کر مجھے خوشی ہوئی تھی۔ یہ مہان گرو ستیہ پال تھا۔ درمیانی عمر کا ایک جاندار چہرے والا، جو بہرحال اپنے علوم میں خاصا ماہر تھا۔ میری اس سے دلچسپی کی یہی وجہ تھی۔

اس وقت میں غار سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھا بیلا کی دلچسپ باتوں سے محظوظ ہو رہا تھا۔ بیلا کہہ رہی تھی۔ "ہمیں تو یوں لگے ہے مہاراج جیسے ہمیں بھی تم سے پریم ہو گیا ہو۔"

"اچھا۔" میں نے اسے دیکھا۔

"ہاں۔ بس تمہارے بنا من ہی نہ لگے۔ پر یہ ہوا بہت برا۔"

"کیوں؟" میں نے اسے دلچسپی سے دیکھا۔

"ارے پریم کرنا کوئی اچھی بات تھوڑی ہی ہے۔"

"آخر کیوں؟"

"بس ہم تو یہ جانتے ہیں جو کام چھپ چھپ کر کیا جائے وہ اچھا نہیں ہوتا۔ اگر پریم کوئی اچھی چیز ہوتا تو پھر سب کے سامنے کیوں نہیں کیا جاتا تم خود بتاؤ۔"

"ہوں یہ تو ہے مگر تو مجھ سے چھپ کر پریم تو نہیں کر رہی۔"

"ارے ہم تو بڑے جی دار ہیں اس وجہ سے کسی سے نہیں چھپتے۔ دوسرے سب ڈرے ہیں۔"

"دوسرے کون؟"

"یہ اپنی کامنی اور لچھا۔ دھنی رام سے پریم کرے ہے۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے۔ پھر سادھنا۔ وہ بے چاری تو لکھا رام کے پریم میں دیوانی ہوگئی ہے۔ یہ ساری لڑکیاں پریم کیوں کرنے لگی ہیں مہاراج؟"

"تو اپنے چھوٹے دماغ پر زور مت ڈال بیلا، دکھ جائے گا بے چارہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے، پر اب ہم کریں کیا؟"

"پریشان ہے اپنے پریم سے ہے؟"

"ہاں۔ پہلے ہم سب کا مذاق اڑاتے تھے، اب وہ سب کی سب ہم سے ٹھٹھول کریں گی۔ ماریں گے ہم سسریوں کو ذرا ٹھٹھول کر کے دیکھیں۔" بیلا نے خود ہی کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ دیر تک میں اس کی باتوں سے محظوظ ہوتا رہا۔ پھر دو آدمی میرے پاس پہنچ گئے۔ وہ ہاتھ جوڑ کر جھک گئے تھے۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"رانی جی نے آورش دیا ہے مہاراج۔ گرو ستیہ جی پدھارے ہیں وہ آپ کی اور آرہے ہیں۔"

"اوہ۔ یہاں؟"

"ہاں مہاراج۔ ابھی رانی جی کے پاس ہیں۔ خود رانی جی بھی نہیں آرہی ہیں۔ گرو جی نے کہا ہے کہ وہ آپ کے پاس آکر ہی باتیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے آنے دو۔" میں نے کہا۔

"تو کیا ہم جائیں مہاراج؟" بیلا نے پوچھا۔

"کیوں بیلا۔ بیٹھو۔ کیا تم کسی سے ڈرتی ہو؟"

"ڈرتے تو ہم کسی سے نہیں ہیں مہاراج، مگر یہ گرو جی جو ہیں نا، زیادہ اچھے نہیں ہیں۔ نہ جانے کیوں ہمیں ان کی آنکھوں سے ڈر لگے ہے۔ جو کوئی انہیں دیکھے ہے ٹھیک نہیں رہے ہے۔"

"تو فکر مت کر۔ میں ان کی آنکھیں ٹھیک کر دوں گا۔" میں نے کہا اور بیلا خاموش ہوگئی۔ تب میں نے گرو ستیہ پال اور رانی موریہ کو آتے دیکھا۔ ان کے ساتھ دوسرے چند افراد بھی تھے۔ میرے خیالات کے برعکس یہ شخص خاصا جاندار تھا اور چہرے سے چالاک بھی نظر آتا تھا۔ اس نے مجھے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"جب سے آپ کے بارے میں پتہ چلا کہ آپ پرگھٹ ہو چکے ہیں، من آپ کے درشن کے لیے بڑا بے چین تھا مہاراج۔" اس نے کہا۔

"ہم نے بھی آپ کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"داس ہوں آپ کا۔ ویسے آپ سے بہت سی باتیں کرنے کو من چاہتا ہے۔"

"ضرور گرو ستیہ پال۔ میں نے سنا تھا میرے آنے کی پیش گوئی تم نے کی تھی؟"

"ستاروں نے کی تھی مہاراج۔ میں تو جیوتش ودیا کا ایک اپرنٹڈ ہوں اور بس۔"

"اوہ۔ ستارے!" میں نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"ہاں سنسار کی پوتھی، یہ ستارے ہی تو ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"تم دونوں مجھے تو بھول ہی گئے، حالانکہ میرے پاؤں میں تکلیف ہے لیکن اپنے من کی چتا میں سلگتی ہوئی میں یہاں تک آئی ہوں۔"

"پدھارئیے رانی جی۔ اب میری منو کامنا پوری ہو چکی ہے۔ آپ سوال کریں، میں جواب دوں گا۔ تم سے ملنے کے لیے میں ایسے بے چین تھا مہاراج کہ میں نے رانی جی سے بھی بات نہیں کی۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلا دی۔ بیلا نے رانی کو سہارا دے کر بٹھا دیا تھا۔ موریہ ایک عمدہ عورت تھی۔ تکلفات سے بے نیاز۔ اس نے زمین پر بیٹھنے میں عار نہیں سمجھی تھی۔

"ہاں مہارانی جی، اب پوچھیں۔" گرو ستیہ نے کہا۔

"میرے پاس پوچھنے کے لیے اور کیا ہے مہاراج۔ مجھے بتاؤ کہ میرا بیٹا کس حال میں ہے؟"

"میں جو آپ کی نگاہوں سے دور رہتا ہوں رانی جی، اس لیے میرے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔ بس میں برت رکھ کر جاپ کرتا رہتا ہوں۔ بھگوان نہ کرے اگر مہاراج چندر گپت کسی کشٹ میں ہوتے تو میں فوراً آپ کو خبر دیتا اور رانی جی۔ داس اور کس کام آئے گا آپ کے۔ میں جب محسوس کرتا ہوں کہ مہاراج کو میری سہائتا کی ضرورت ہے اپنا کام شروع کر دیتا ہوں۔"

"تمہارا دم ہمارے لیے بڑا ہے ستیہ پال۔ بھگوان تمہیں لمبی عمر دے اور تمہیں سکھی رکھے۔" رانی موریہ نے جواب دیا۔

"مہاراج چندر گپت کامیابی پر کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ بیشمار پہاڑی قبیلے ان کی سہائتا کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ اوش وہ بڑی سیناؤں کے ساتھ یہاں پدھاریں گے۔"

"ہے بھگوان۔ بلی ہو تیری۔" رانی خوش ہو کر بولی۔ پھر اس نے بیلا سے کہا "بیلا بیٹی، مجھے مندر لے چل۔ میں گھی کے چراغ جلاؤں گی۔ میں نے منت مانی تھی اگر اچھی خبر ملی تو گھی کے چراغ جلاؤں گی شنکر کے چرنوں میں۔ چل بیٹی، میری سہائتا کر۔" اور بیلا چارو ناچار اٹھ گئی اور پھر مجھے دوبارہ آنے کا اشارہ کر کے چلی گئی۔ تب گرو ستیہ پال نے میری طرف دیکھا۔

"تمہارے بارے میں ستاروں نے جو کچھ بتایا ہے مہاراج، اس پر بڑی حیرت ہوئی ہے۔" اس نے کہا۔

"اچھا۔ کیوں؟"

"بس تم سمجھ میں ہی نہیں آئے۔"

"اوہ۔ تمہارا گیان کیا کہتا ہے اس بارے میں؟"

"دیکھو مہاراج، گیان کی باتیں مت کرو۔ میں تو بڑا پاپی منش ہوں۔ گیان دھیان سے میرا کیا واسطہ۔ ہاں ان سب کے من بہلانے کے لیے اور اپنا جیون سپھل کرنے کے لیے یہ سارے ڈھونگ رچانے پڑتے ہیں۔"

"خوب!" میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ایسے لوگ قابل عزت ہوتے ہیں جو صاف گوئی سے کام لیں۔ پہلی ہی بات پر یہ شخص مجھے پسند آ گیا تھا۔ تب میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہاں تو تمھاری خوب پوجا ہوتی ہے ستیہ پال۔"

"کیوں نہ ہوگی مہاراج۔ بڑی محنت کی ہے میں نے۔" اس نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔ کس قسم کی محنت؟"

"ایک تو میں نے جیوتش سیکھی ہے۔ دوسرے چندر ماسے آنکھیں ملا کر ایک اور ودیا کا وردان کیا ہے۔"

"اوہ۔ وہ کیا؟"

"میں منش کا من پڑھ لیتا ہوں اور بس یہ دونوں چیزیں جیون بھر کے لیے کافی ہیں۔"

"ستارہ شناسی سے دلچسپی ہے تمھیں؟"

"تو اور کام ہی کیا ہے مہاراج۔"

"کون سے ستاروں سے مدد لیتے ہو؟"

"اوہ۔ تو تم بھی اس بارے میں کچھ جانتے ہو؟" اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"تھوڑا بہت۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"یہ تو اور خوشی کی بات ہے۔" اس نے کہا۔

"ہاں میں بھی تم سے مل کر خوش ہوا ہوں۔ میرا خیال ہے تمھاری وجہ سے یہاں میرا دل لگ جائے گا۔"

"مگر مہاراج، میری درگھٹنا بھی تو دور کر دو۔"

"کیا درگھٹنا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تمھارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"بتا دوں گا ستیہ پال، لمبی کہانی ہے۔ جلدی کا ہے کی ہے۔"

"ہاں اس بات پر تو مجھے وشواش ہے کہ تمھاری کہانی لمبی ہی ہوگی۔ ستاروں کی پوتھی سے میں چندر گپت کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا کہ تم نظر آ گئے۔ یعنی ایک ایسا منش جس کے آنے کے بعد چندر گپت کے ستارے بدل جائیں گے۔ بے شک وہ فوجیں جمع کر کے لائے گا، کام فوجیں ہی کریں گی لیکن تمھاری غیر موجودگی میں نہیں۔ تب مہاراج میں نے تمھارے بارے میں اور کھوج کی تو پتہ لگا کہ تم تو عجیب و غریب منش ہو اور سمندر میں سوئے ہو۔"

"خوب! پھر؟"

"تو میں نے اس سونے والے کے ستارے آکاش میں تلاش کیے۔ بڑی تلاش کے بعد ایک گچھا ملا لیکن اتنا الجھا ہوا کہ اس میں جھانکا ہی نہیں جا سکتا تھا اور آج بھی میں تمھارے ستاروں میں جھانکنے میں ناکام ہوں۔"

"ہاں ستیہ پال۔ تم مجھے ستاروں میں تلاش نہیں کر سکو گے۔"

"یہ ستارے یہ تو کہتے ہیں کہ تم دیوتا سمان ضرور ہو، دیوتا نہیں ہو اور چلنے سے باہر نکلتے ہی میں نے ایک بات اور سنی۔"

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یہ کہ تم نے اگنی میں اشنان کیا۔"

"ہاں۔" میں نے طویل سانس لے کر جواب دیا۔

"یہ کیا تھا؟"

"نہان۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کوئی منتر ہے؟" اس نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں ستیہ پال۔ بس میں نے کہا نا کہ تمھیں میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ کچھ وقت انتظار کر لو تو بہتر ہے۔"

"پر اس کے لیے تمھیں ایک کام اور کرنا ہوگا۔" ستیہ پال بولا۔

"کیا؟"

"میرے ساتھ گپھا میں رہو گے۔ کم از کم اس سمے تک جب تک مہاراج چندر گپت واپس نہ آ جائیں۔"

"میرے لیے کیا فرق پڑے گا ستیہ پال۔ پہلے ایک گپھا میں رہتا تھا، پھر رانی موریہ نے اپنے پاس بلا لیا اور اس کے بعد اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارے پاس رہوں تو تمھارے پاس بھی رہ سکتا ہوں۔"

"کچھ اور من کی باتیں ہو جائیں مہاراج؟" ستیہ پال عجیب سے انداز میں مسکرا کر بولا۔

"ہاں ستیہ پال ضرور۔"

"کچھ ناچ رنگ بھی پسند ہے؟ اور میرا مطلب ہے . . ." وہ ہنسنے لگا اور میں نے تعجب سے اس کی شکل دیکھی۔ خوب سادھو تھا لیکن بہرحال ایک بہتر انسان۔

"کیوں نہیں ستیہ پال۔" میں نے جواب دیا اور وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"یہ ہوئی نا بات۔ بھگوان کی سوگند، یوں لگتا ہے جیسے ستاروں کی پوتھی میں ہماری تمھاری دوستی جنم جنم سے لکھ دی گئی تھی۔ سارے کام ایک جیسے، ساری باتیں ایک جیسی۔ واہ بھگوان واہ!" ستیہ پال ہنستا ہوا بولا۔ میں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ "تو پھر چل رہی مہاراج؟"

"کیا ستیہ پال؟" میں نے پوچھا۔

"یہی کہ تم میرے ساتھ چلو گے۔"

"ہاں، ہاں۔ اس میں کیا حرج ہے مگر رانی موریہ سے کیا کہو گے؟"

"ارے یہ بھی کوئی چنتا کی بات ہے۔ جیون بھر جھوٹ بولا ہے ایک اور بول دیں گے۔" اس نے جواب دیا اور میں نے شانے ہلائے۔ پھر ہم

دونوں وہاں سے واپس چل پڑے۔ ستیہ پال تو بڑے مزے کی چیز ثابت ہوا تھا، حالانکہ اس کا نام سن کر میں نے یہی سوچا تھا کہ ہو گا کوئی خرانٹ بوڑھا، جٹادھاری، ننگ دھڑنگ لیکن یہ آدمی تو بڑا دلچسپ تھا۔
راستے میں بے شمار لوگ ملے بڑے ہی متاثر تھے، ڈنڈوت کرتے کرتے ان کے ہاتھ نہیں تھکتے تھے۔ عورتیں بھی تھیں اور وہ بھی اسی عقیدت سے پیش آ رہی تھیں۔

"بڑا رعب جما رکھا ہے مہاراج!" ستیاپال نے مسکرا کر کہا۔

"میں نے خود کوئی کوشش نہیں کی۔" میں نے جواب دیا۔

"بہرصورت تم سُندر تو ہو ہی، جان بھی بڑی نظر آتی ہے مگر وہ آگ میں نہان والی بات تو اپنی سمجھ میں بھی نہیں آئی۔ اس نے سب کو چکر میں ڈال دیا ہے اور پھر ستاروں نے بھی تمہارے بارے میں غلط تو نہیں کہا تھا۔"

"سب کچھ سمجھ میں آجائے گا ستیہ پال، چنتا مت کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا۔ ایک بات تو بتاؤ۔ وہ سُندر ناری کون تھی جو تمہارے پاس موجود تھی؟"

"نہیں جانتے اسے؟"

"ارے ہم تو صرف اسے جانتے ہیں مہاراج، جس پر ہمارا ادھیکار ہو۔ اس کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھتے۔"

"تمہاری ہی بستی کی ایک لڑکی ہے۔ بیلا نام ہے لیکن اتنی معصوم ہے کہ اس پر بُری نگاہ نہیں ڈالی جا سکتی۔"

"رام، رام، رام۔ تم نہیں ڈالو گے مہاراج تو کوئی دوسرا ڈالے گا۔ تم کیوں چھوڑتے ہو۔ کنیا ہے، جوان ہے، سُندر ہے۔ بھگوان کی سوگند، لکھ لو بہت جلد کوئی نہ کوئی پریمی ڈھونڈ لے گی۔"

"سُنو ستیہ پال، وہ مجھ سے بہت متاثر ہے۔ کہہ رہی تھی کہ اسے مجھ سے پریم ہو گیا ہے مگر ایک رات وہ میرے سینے سے چمٹ کر سوئی اور اس معصومیت سے سوئی کہ میری پُرہوس نظریں خود شرمندگی سے جھک گئیں۔ بے خبر اور گہری نیند، پھر صبح ہی کو جاگی تھی۔ اب تم خود بتاؤ کہ میں اس کے بارے میں کوئی غلط انداز کیسے اختیار کر سکتا ہوں۔"

"چلو جانے دو۔ بھگوان کی زمین لمبی ہے۔ یہاں کس چیز کی کمی ہے۔"

ہم دونوں رانی موریہ کی گپھا میں پہنچ گئے اور پھر ستیہ پال نے اسی سے کہا۔

"وجے کی خبر کی ودھائی دینے آیا ہوں مہارانی۔ اپرم پردھام کو ساتھ ہی لے جا رہا ہوں۔"

"کہاں مہاراج؟"

"اپنی گپھا میں۔ جو منش سنسار سے دُور چلے جاتے ہیں، ان کا پھر سے سنسار میں آجانا اچھا نہیں ہوتا۔ تم جانتی ہو کایا کا لوبھ کیسا خراب ہوتا ہے۔"

"یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو مہاراج ستیہ پال۔" رانی موریہ عقیدت سے بولی۔

"بس تو رانی جی میں انھیں ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

"تم جیسا مناسب سمجھو۔" رانی نے جواب دیا۔

"اور اب ہم اس سمے آئیں گے جب مہاراج چندر گپت واپس لوٹیں گے۔"

"ہوں۔" رانی نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ستیہ پال کے ساتھ اس کی گپھا پر پہنچ گیا۔ پہاڑوں میں جیسے دوسرے سوراخ تھے ایسا ہی ستیہ پال کے غار کا سوراخ تھا۔ اس میں صرف اتنا سا فرق تھا کہ یہ ایک نسبتاً نیچے پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔

"آؤ مہاراج!" ستیہ پال نے خلوص سے کہا اور اندر سے اس کی رہائش گاہ دیکھ کر میں نے گردن ہلائی تھی۔ ستیہ پال درحقیقت ایک باذوق انسان تھا۔ اس نے اس جلاوطنی کے عالم میں بھی اپنے غار کی تزئین کی تھی اور وہ خوبصورت چیزوں سے آراستہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے اس کی کوششوں کو دیکھا۔

"اس غار کی کئی شاخیں ہیں اور ان کے مختلف راستے بھی ہیں۔"

"خوب! تم نے بڑی چالاکی سے اس کا انتخاب کیا ہے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے مہاراج، لیکن میں نے اس میں محنت بھی بہت کی ہے۔"

"لیکن تم نے یہ چیزیں یہاں کیسے جمع کیں؟"

"بس زیادہ تر سامان ساتھ ہی لایا تھا لیکن دوسروں کو اس کی خبر کم ہی ہے۔"

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"میرے پاس میرا ایک بیر ہے مہاراج۔ وہ میرے لیے یہ کام کرتا ہے۔" بالآخر ستیہ پال نے اعتراف کیا اور دبیز ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"گویا مجھ سے بھی آہستہ آہستہ کھلو گے؟"

"ارے دیر ہی کتنی لگی، اپنا پیٹ خود اس قدر ہلکا ہے کہ کوئی بات پچتی ہی نہیں۔" ستیہ پال نے کہا۔ پھر اس نے مجھے اس طویل و عریض غار کے مختلف حصے دکھلائے اور پھر ایک درمیانی حصے میں آ گیا۔

"سب دیکھ لیا نا مہاراج تم نے؟" اس نے کہا۔

"ہاں!"

"لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی تم نے کچھ نہیں دیکھا۔" وہ ہنس کر بولا۔

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"آجاؤ ری آجاؤ دھرم ویدیو — درشن دو اپرم پردھان کو۔" اس نے دیواروں کی طرف منہ کر کے کہا اور چٹانی دروازے کھلے اور ان میں سے پانچ لڑکیاں اندر داخل ہو گئیں۔ ایک سے ایک خوبصورت تھی ایک سے

ایک دلکش۔ ان کے پیروں میں گھنگھرو بندھے ہوئے تھے جن کی چھن چھن سے غار گونج اٹھا۔ وہ سب ہاتھ جوڑ کر میرے سامنے جھک گئیں۔ میں متعجبانہ نگاہوں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"کیسی ہیں مہاراج؟"

"بہت خوبصورت لیکن مجھے حیرت ہے ستیہ پال۔"

"کس بات کی؟"

"یہ کہاں سے آئیں؟"

"ارے بھگوان دیتا ہے سب کچھ۔ سچے من سے مانگو۔"

"خوب!" میں نے ہنستے ہوئے کہا "تو تم نے انہیں سچے من سے مانگا تھا؟"

"ہاں مہاراج! میٹھا کھانے والے کو میٹھے بنا چین کہاں؟" وہ ہنستا ہوا بولا۔

"ٹھیک ہے ستیہ پال! ان سے کہو واپس جائیں۔" میں نے کہا اور ستیہ پال نے انہیں انگلی سے اشارہ کیا۔ لڑکیاں ایک ایک کر کے واپس چلی گئیں۔ تب اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"کیسی تھیں مہاراج! پسند آئی ان میں سے کوئی؟"

"ہاں لڑکیاں تو اچھی تھیں لیکن اس بارے میں بھی کچھ باتیں تم سے معلوم کرنا ہیں ستیہ پال!"

"پوچھیں مہاراج!"

"کیا یہ لڑکیاں انہی لوگوں میں سے تھیں جو یہاں رہتے ہیں؟"

"ہاں مہاراج!"

"ان کے دوسرے گھر والے بھی ہوں گے؟"

"سب ہیں مہاراج!"

"اس کا مطلب ہے تم نے خاصا گہرا رنگ چڑھا رکھا ہے ان لوگوں پر۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور ستیہ پال ہنسنے لگا۔

"رنگ تو تمہارا مجھ سے بھی زیادہ ہے مہاراج ــــ بھگوان کی سوگند بہت سے من لوٹ لو گے۔ پر کیا بھی کیا جائے، تم خود بتاؤ، سندر ناریوں کے بنا بھی کوئی جیون ہے۔"

"ہوں ــــ کہتے تو ٹھیک ہو۔" میں نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے گردن ہلائی۔

بہر حال خوب انسان تھا یہ ستیہ پال بھی۔ بڑی عمدہ اور پُر مزاح گفتگو کرتا تھا اور یہ اس شخص کی خوبی تھی۔ اس کے اندر ایک اچھا دوست بننے کی پوری صلاحیت تھی اور پھر دن گزر گیا، شام ہو گئی۔ جو لڑکیاں اس کی خدمت کرتی تھیں وہی اس کے لئے کھانا وغیرہ بھی تیار کرتی تھیں۔ رات کے کھانے پر بہترا اہتمام تھا۔ یقیناً ستیہ پال کے عقیدتمند اس کی تمام ضرورتیں پوری کر دیتے ہوں گے۔ کھانے کے بعد اس نے پوچھا۔

"پھر اب کیا ارادے ہیں مہاراج!"

"کیا تمہارا ہفت روزہ برت پھر سے شروع ہو گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"برت؟"

"ہاں۔ تم سات روز کے بعد گپھاؤں سے نکلتے ہو نا؟"

"اوہ، ہاں ــــ روز روز ان لوگوں میں جانا ٹھیک بھی نہیں ہوتا مہاراج۔ ان کے دلوں میں عقیدت قائم رکھنے کا ایک گر یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک کم سے کم جایا جائے۔"

"تو اب تم سات روز کے بعد ان کے درمیان جاؤ گے؟"

"تمہیں کوئی کام ہے مہاراج؟"

"نہیں۔ بس یونہی پوچھ رہا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نے پوچھا تھا کہ اب کیا کرو گے؟ ان سُندر ناریوں کے ساتھ رات بتاؤ گے یا ستاروں کے نیچے؟"

"جیسے تم پسند کرو ستیہ پال۔" میں نے جواب دیا۔

"من کی بات کہوں مہاراج ــــ یہ ناریاں تو تمہاری داسیاں ہیں، جب بھی آ گیا دو گے ایک اشارے پر تمہارے چرنوں میں آ پڑیں گی۔ پرنت میرے مَن میں جو تمہارے بارے میں دکھا ہے، وہ مجھے بے کل کئے ہوئے ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے اس کے بعد مَن تم سے اور رل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تب پھر آؤ کھلے آسمان کے نیچے چلتے ہیں میرا خیال ہے ستارے نکل آئے ہوں گے۔"

"چلو مہاراج!" وہ اُٹھ گیا اور ہم دونوں غار کے دہانے کی طرف چل دیئے۔ رات تاریک تھی لیکن آسمان پر چھٹکے ہوئے ستارے اس تاریکی کو چیرنے کی بھرپور کوششوں میں مصروف تھے۔ اس رات ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ہم ستارہ شناسی خوب اچھی طرح کر سکتے تھے۔ میں نے ایک اونچی چٹان کا انتخاب کیا اور ہم دونوں اس کی طرف بڑھ گئے۔ چٹان پر بیٹھ کر ہم نے آسمان کی جانب دیکھا۔ اس وقت دو ستارہ شناس یکجا تھے اور ہم دونوں ایک دوسرے کی صلاحیتوں کو آزمانا چاہتے تھے۔

"مہاراج! سب سے پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا نام کیا ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ جب میں نے چندر گپت کے ستارے تلاش کئے تو ان میں مجھے تم نظر آئے۔ ورنہ اس سے پہلے میں تمہیں نہیں جانتا تھا۔ میں نے صرف یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ کون ہے؟ جو چندر گپت کی مکتی کا باعث بنے گا تمہارے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کی ــــ اور پھر تمہارے بارے میں جو کچھ پتہ چلا مہاراج! اس نے مجھے بہت حیران کیا اور میں تمہارے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کا خواہش مند ہو گیا۔ جو کچھ معلوم ہوا وہ ایک امانت تھی جس کی اطلاع میں نے لوگوں کو دے دی۔ اور اس کے بعد ستاروں کی بات سچ ثابت ہوئی۔ تم وہی نکلے جو میں نے کہا تھا۔ لیکن تمہارے بارے میں جب میں نے کچھ اور باتیں سنیں تو پھر مجھے ذاتی طور پر بھی تم سے دلچسپی پیدا

ہوگئی۔ اپرم پردھان کا نام میں نے ہی تمہیں دیا۔ مگر جب میں نے اپنے طور پر تمہارے بارے میں معلومات کیں تو مجھے کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ تم نے وچن دیا ہے کہ مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گے۔ اور اب سمے آگیا ہے کہ تم مجھے سب کچھ بتادو۔"

"تم اتنے پیارے انسان ہو ستیہ پال کہ ایک بار پھر میں اپنی کہانی دُہرانے پر مجبور ہوں۔ میں نے اپنی کہانی نہ سُنانے کا کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ بھی سوچا تھا کہ اب جگہ جگہ اپنے بارے میں بتاتے پھرنے سے کیا فائدہ۔ لیکن میں تمہیں ضرور بتاؤں گا۔"

"میں تمہارا شکرگزار ہوں مہاراج!"

"لیکن اس سے پہلے آؤ ہم ستاروں کی چال دیکھیں۔"

"جو آگیا مہاراج!" اس نے جواب دیا۔

"پھر کسی موضوع کا انتخاب کرو۔"

"راجہ چندر گپت۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں نے اپنے درمیان تھوڑا سا فاصلہ کر لیا اور پھر میں نے اپنے دوستوں کو آواز دی۔ ستارے مجھے دیکھ کر ہنس پڑے۔ بھلا وہ مجھے کیسے بھول سکتے تھے۔ اتنے پرانے ساتھی اتنے پرانے دوست کو۔ میں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں باتیں شروع کر دیں۔ میں نے ستیہ پال کے بارے میں پوچھا اور ستاروں نے جواب دیا کہ وہ وہی ہے جو اُس نے کہا۔ تب میں نے چندر گپت کے بارے میں پوچھا۔ اور ستارے مجھے اس کے بارے میں بتانے لگے۔

"اس وقت وہ کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"واپس چل پڑا ہے۔ بہت جلد پہنچنے والا ہے۔"

"کتنے دن میں یہاں پہنچ جائے گا؟"

"پرسوں سورج نکلے۔" ستاروں نے جواب دیا۔

"اس کے بارے میں کوئی اور اطلاع؟"

"اس کا ستارہ چمک رہا ہے۔ اب وہ فتوحات حاصل کرے گا اور تم اس میں نمایاں کردار انجام دو گے۔ اُسے اس بات کے لئے مجبور کرنا کہ وہ پنجاب پر حملہ کردے۔

پنجاب میں یونانیوں کے خلاف بغاوت شروع ہو گئی ہے اور اس وقت چندر گپت کے لئے بہترین موقع ہے۔ جن فوجوں کے ساتھ وہ آرہا ہے اگر انہیں لے کر وہ پنجاب پر حملہ کردے تو یونانیوں کے خلاف کامیابی یقینی ہے۔"

"بہت خوب۔" میں نے کہا۔

"اور کچھ؟" میرے دوستوں نے پوچھا۔ اور میں نے نفی میں گردن ہلادی۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد ستیہ پال نے مجھے مخاطب کیا۔

"کیا تم اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے مہاراج؟"

"ہاں ستیہ پال! کسی حد تک۔"

"کیا خبر ملی؟"

"چندر گپت کے بارے میں؟"

"ہاں مہاراج۔"

"چندر گپت اپنی فوجوں کے ساتھ واپس چل پڑا ہے۔"

"کتنی دُور ہے؟" ستیہ پال نے پوچھا۔

"یہ تم بتاؤ ستیہ پال؟"

"پرسوں صبح وہ یہاں پہنچ جائے گا۔" ستیہ پال نے جواب دیا۔

"میں تمہاری بات سے متفق ہوں۔"

"اس کے علاوہ آج پھر میں نے ستاروں سے تمہارے بارے میں سوال کیا تھا مہاراج!"

"اچھا پھر؟"

"چند باتیں مجھے معلوم ہوئی ہیں۔"

"اوہو، تب مجھے ضرور بتاؤ۔"

"عجیب و غریب باتیں ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ تمہارا کوئی نام نہیں ہے۔ مختلف لوگوں نے تمہیں مختلف ناموں سے پکارا ہے۔۔۔ لیکن کیوں؟"

"تمہارا سوال معقول ہے۔۔۔ اور کیا بتایا تمہارے دوستوں نے؟"

میں نے دل ہی دل میں تسلیم کیا کہ ستیہ پال ایک اچھا ستارہ شناس ہے۔

"بس وہ اس بارے میں خاموش ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اشارے کرنے لگتے ہیں۔ میں نے پوچھا 'سمندر میں تم کیا کر رہے تھے' تو انہوں نے جواب دیا کہ تم سو رہے تھے۔"

"خوب۔" میں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"سنو۔۔۔ میرے متر! پہلے تو تم اپنا نام بتاؤ۔ تاکہ میں تمہیں اس نام سے مخاطب کر سکوں۔"

"ستارے بتا چکے ہیں کہ مختلف لوگوں نے مجھے اپنی پسند کے نام دیئے ہیں۔ تم بھی مجھے اپنی پسند کا کوئی اچھا سا نام دے دو۔ میرے لئے یہی مناسب ہے۔" میں نے کہا۔

"تمہارا اپنا کوئی نام نہیں ہے؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میرا نام رکھنے والا کوئی نہ تھا۔ میری کوئی ماں نہیں تھی جو مجھے جنم دیتی۔ میرا کوئی باپ نہیں ہے۔ وقت کی گردش نے مجھے تشکیل دیا اور صدیوں نے میری پرورش کی۔ میری عمر کروڑوں سال ہے اور میں نے دنیا کی ابتداء سے لے کر آج تک کے ادوار دیکھے ہیں۔ میں عام انسانوں سے بہت مختلف ہوں۔ میری حقیقت کوئی نہیں معلوم کر سکتا۔ میں ایک سربستہ راز ہوں۔"

"اور تم کوئی دیوتا بھی نہیں ہو؟" وہ تعجب سے بولا۔

"نہیں۔ میں کسی مذہب کا پرچار نہیں کرتا۔ میں کسی مذہب سے تعلق نہیں رکھتا۔"

"یہ تو عجیب بات ہے مہاراج ___ سمجھ میں نہ آنے والی۔"

"میرے بارے میں جتنی سمجھنے کی کوشش کرو گے اُلجھتے جاؤ گے۔"

"ایسا ہی لگتا ہے مہاراج ___ بہرحال ستاروں نے غلط تو نہیں کہا تھا۔ تم واقعی انوکھے ہو۔ اب تو تمہیں انسان کہتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے بلاشبہ تم چندر گپت کی مدد کر سکتے ہو۔ لیکن آگ کا کیا معاملہ ہے مہاراج؟"

"وقت جسے تشکیل دیتا ہے ستیہ پال! موسم، مادّی اجزاء اس کے لئے بے مقصد ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے آگ، آگ میرے بدن کو نئی زندگی تو بخش دیتی ہے، مجھے جلاتی نہیں ___ پانی میرے بدن کے اجزاء میں نمی تو داخل کرتا رہتا ہے، مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تمہاری دنیا کی کوئی چیز میرے اوپر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔"

"رام رام رام ___ دماغ کی چولیں ہل گئیں مہاراج ___ اب سمجھ میں نہیں آتا تمہیں کیا کہوں؟"

"کچھ بھی کہو تمہارا دوست ہوں۔"

"بھگوان کی سوگند ___ تم سے دوستی کر کے بڑا مان ہو گیا ہے مجھے۔ کیوں نہ میں تمہیں مان کہوں؟"

"جو دل چاہے کہو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"کچھ اور باتیں مہاراج۔" ستیہ پال بولا۔

"ہاں ہاں، بے تکلفی سے پوچھو۔"

"تاریوں کو ___ میرا مطلب ہے، تم ___؟"

"ہاں ستیہ پال ___ میں اس سنسار میں ایک منش کی حیثیت نہیں رکھتا لیکن وہ ساری باتیں پسند کرتا ہوں جو انسانوں کی ضرورت ہوتی ہیں۔ ان میں بھوجن، پانی اور دوسری چیزیں ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پیاس سے تم مر بھی سکتے ہو۔ کھانا نہ ملے تو بھوک سے مر سکتے ہو۔ میں ان میں سے کسی چیز کے لئے مجبور نہیں ہوں۔ اگر یہ مجھے کبھی نہ ملیں تو میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے مان مہاراج! جو کچھ بھی ہو، بھگوان کی سوگند خوب ہو ___ آؤ اب چلیں۔" اس نے کہا۔ اور پھر راستے میں وہ بولا۔ "چندر گپت کے لئے آپ نے ستاروں سے اور کچھ پوچھا؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا پوچھا مہاراج؟" اس نے چونک کر پوچھا اور میں نے اسے بتایا کہ اس وقت چندر گپت کے لئے پنجاب پر حملہ کرنا بہت فائدہ مند ہو گا۔ اور وہ وہاں کامیاب و کامران ہو گا۔

"او ہو ہو، یہ تم نے بڑے کام کی بات معلوم کی۔ میرا دماغ اس طرف نہیں گیا تھا۔" ستیہ پال نے کہا۔

"آؤ۔ اب چلیں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں اُٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم غاروں میں تھے اور شاید یہ ستیہ پال کے روزانہ کے مشاغل تھے۔ غار کے درمیانی حصے میں مشعلوں کی تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں وہ پانچوں لڑکیاں خوبصورت لباس میں ملبوس بیٹھی انتظار کر رہی تھیں۔

ہمیں دیکھ کر جیسے ان میں جان پڑ گئی۔ وہ سب کھڑی ہو گئیں اور ستیہ پال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نیند تو نہیں آ رہی مہاراج؟"

"نہیں ___ کیوں؟"

"تب پھر آؤ ___ تھوڑا سا ناچ رنگ دیکھیں۔" وہ مجھے لے کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور لڑکیاں تیار ہو گئیں۔ شراب کے برتن سامنے آ گئے۔ ایک لڑکی ہمیں شراب پلانے لگی اور باقی دو ہلکے قسم کے ساز اٹھا لائیں اور دو لڑکیاں رقص کرنے لگیں۔ ساز بجانے والیوں نے خوبصورت اور سُریلی آواز میں ایک گیت شروع کر دیا۔

ے رین بھئی کالے نینوں میں جاگ اُٹھے اُجیارے

بڑا خوبصورت گیت تھا اور بڑا ہی حسین رقص اور اوپر سے یہ لذیز ترین شراب ___ کمبخت ستیہ پال نے ان غاروں کو کیا بنا رکھا تھا۔ جام پر جام چلتے رہے لیکن ہوش و حواس سے عاری کرنے والی کوئی چیز تو میرے لئے اس دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئی ___ میں نے ستیہ پال سے پوچھا۔

"مجھے حیرت ہے ستیہ پال!"

"کس بات پر مہاراج؟" وہ نشیلی آواز میں بولا۔

"لڑکیوں کے یہ لباس، یہ ساز اور یہ شراب جبکہ چندر گپت یہاں جلاوطنی کی زندگی گزار رہا ہے۔"

"پر میں نے تمہیں بتایا تھا مہاراج کہ میرے پاس میرا ایک بیر ہے اور وہ جلاوطن نہیں ہے ___ ٹھہرو، میں تمہیں اس کا چمتکار دکھاتا ہوں ___ رگھنا!" اس نے آواز دی۔ "ہمیں پھل چاہئیں۔" اور پروفیسر! پھلوں کا ایک تھال ہمارے سامنے پہنچ گیا۔ اس میں تازہ انگور، سیب، کیلے، مالٹے سب کچھ موجود تھا۔ اور ستیہ پال کا یہ بیر مجھے بہت پسند آیا جسے میں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن میں نے اس پر کسی شدید حیرت کا اظہار بھی نہیں کیا تھا کیونکہ پُراسرار علوم کے کئی ماہروں کو میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے دیکھ چکا تھا۔

"کہو مہاراج!"

"ایک بات پوچھوں ستیہ پال!"

"ایسی سو باتیں پوچھو مہاراج ___ چنتا کس بات کی؟" ستیہ پال کو چڑھ رہی تھی۔

"اس طرح تو تم اس آبادی کے لوگوں کی ضروریات بھی پوری کر سکتے ہو۔"

"کیوں نہیں مہاراج! لیکن ذرا خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

"کیسا خیال؟"

"دیکھو نا مہاراج! اگر میں ان لوگوں کی ساری ضرورتیں پوری کرنے

لگوں تو پھر یہ اپنے کام کرنا چھوڑ دیں اور بس میرے ہی پیچھے لگ جائیں لیکن میں ان لوگوں کی وہ ضرورتیں پوری کرتا ہوں جن کے لئے وہ مجبور ہو جاتے ہیں اور جب آبادی کے لوگ کسی پریشانی کا شکار ہو جاتے ہیں' تب ہی وہ میرے پاس آتے ہیں اور میں ان کی پریشانی دُور کر دیتا ہوں۔ اس طرح ان کے من میں میرا ڈر بھی رہتا ہے اور میرا پریم بھی۔"

"اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔

رات بھیگ چکی تھی۔ ستیہ پال کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ نیند کا خمار شراب کے خمار میں شامل ہو کر دو آتشہ ہو گیا تھا۔ ستیہ پال نے رقص بند کرنے کا اشارہ کیا اور میری طرف رُخ کر کے بولا۔

"نیند آ رہی ہے مہاراج! آرام کریں۔" اور پھر وہ لڑکیوں سے بولا۔

"دیکھو ری دیکھو بھاگ ہیں تمہارے کہ ایسا مہان پُرش تمہاری سیوا چاہتا ہے' کوئی شکایت نہ ہونے پائے اسے ۔۔۔ لے جاؤ مہاراج! جسے من چاہے لے جاؤ۔" اُس نے کہا اور میں نے ایک خوبصورت لڑکی کی آنکھوں میں دیکھا۔ نازک نازک سے خدوخال والی لڑکی مُسکرا دی۔ تب میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور ستیہ پال ہنسنے لگا۔ پھر اس نے دو لڑکیوں کو دونوں بازوؤں میں دبایا اور ایک طرف چلا گیا۔ میری ساتھی مجھے لئے ہوئے غار کے ایک حصے میں پہنچ گئی' جو آرام گاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ سر جھکائے میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی اور پھر اس نے اپنے ملائم ہاتھوں سے میرے پاؤں دبانے شروع کر دیئے۔

"ارے ارے ۔۔۔ یہ کیا کر رہی ہو؟" میں نے جلدی سے پاؤں سمیٹ لیئے

"کیا سیوا کروں مہاراج؟" اس نے دلکش آواز میں پوچھا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"بندیا۔" اس نے جواب دیا۔

"بڑا سُندر نام ہے ۔۔۔ ایک بات بتاؤ بندیا۔"

"جی مہاراج!"

"بستی میں تمہارے ماتا پتا موجود ہیں؟"

"ہاں مہاراج!"

"تم یہاں اپنی مرضی سے آئی ہو؟"

"ہاں۔" وہ تعجب سے بولی۔

"ستیہ پال تمہیں کیسا لگتا ہے؟"

"وہ بڑے مہان پُرش ہیں مہاراج ۔۔۔ بڑے ہی دھرماتما۔ ان کی سیوا کرنے کا جسے موقع ملے' وہ تو بڑا ہی بھاگیہ وان ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"خوب ۔۔۔ کیا ساری لڑکیاں یہاں خوش ہیں؟"

"ہاں مہاراج!"

"لیکن پھر بندیا! تمہیں میرے پاس آ کر خوشی تو نہیں ہوئی ہو گی۔"

"کیوں نہیں مہاراج ۔۔۔ ایک تو ہمیں ستیہ پال جی نے حکم دیا ہے۔ دوسرے پھر تم بھی بڑے ہی سُندر ہو' تم کون ہو مہاراج؟"

"مان ہے میرا نام۔"

"مان سنگھ!" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"جو دل چاہے کہہ لو۔" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

"بڑے ہی سندر ہیں آپ۔" اس نے کہا اور میں سمجھ گیا کہ لڑکی اتنی سیدھی نہیں ہے جتنی چہرے سے نظر آتی ہے۔ ستیہ پال نے اسے خوب چالاک بنا دیا ہے ۔۔۔ اور بعد کے لمحات سے میری اس بات کی تصدیق بھی ہو گئی ۔۔۔ لڑکی مکمّل طور پر تجربہ کار اور ہر رمز سے آشنا تھی۔ دوسری صبح ستیہ پال خود ہی میرے پاس آیا اور احمقانہ انداز میں ہنسنے لگا۔

"غار میں کیسی رات گزری مہاراج؟"

"ایک اچھے دوست کے ساتھ گزرا ہوا وقت اچھا ہی ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہمیں خوشی ہے کہ ہم مہاراج کی کوئی سیوا کر سکے۔ آؤ صبح کا بھوجن کریں۔"

پورا دن ستیہ پال کے ساتھ خوشگوار گزرا اور پھر رات تو تھی ہی حسین۔ رقص و موسیقی اور شباب کی فتنہ انگیزیاں۔ دوسری رات کی ساتھی گوندی تھی۔ گوندی ہی کی طرح رسیلی اور لذیذ ۔۔۔ تیسرے دن صبح ہی صبح بستی کے لوگوں میں شور مچ گیا۔ راجہ چندر گپت واپس آ رہا تھا اور ایک لشکرِ عظیم اس کے ساتھ موجود تھا۔

بستی کے لوگوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ ہر شخص خوشیاں منا رہا تھا پھر سارے کے سارے راجہ چندر گپت کے سواگت کو دوڑ پڑے۔ ہم نے بھی پہاڑ کی بلندیوں سے آنے والوں کو دیکھا لیکن ہم دوسروں کی مانند تو نہ تھے۔ ستیہ پال اپنا بھرم قائم رکھنا جانتا تھا۔ البتہ جب رانی موریہ ہمارے پاس آئی تو ہم نے اس کا استقبال کیا ۔۔۔ اور پھر رانی موریہ کے ساتھ ہی ہم اس جگہ آ کھڑے ہوئے جہاں بستی کے بچے اور عورتیں کھڑی چندر گپت کے لشکر کو دیکھ رہی تھیں۔ رانی موریہ درمیان میں تھی۔ میں اور ستیہ پال اس کے دونوں جانب ۔۔۔ اندازہ ہوا کہ چندر گپت اپنی ماں کی بہت عزت کرتا ہے۔ سب سے پہلے وہ اور اس کا مشیرِ خاص چانکیہ گھوڑوں سے اُترے اور انہوں نے موریہ کے پاؤں چھُوئے۔ چندر گپت نے ستیہ پال جیسے رنگے سیار سے سر جھکا کر آشیرواد لی اور پھر میری جانب دیکھنے لگا۔ اس کی گہری آنکھیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔

"یہ کون ہے ماتا؟" اس نے موریہ سے پوچھا۔

"وجے۔" موریہ نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا ماتا۔" اس نے کہا۔

"یہ وہ ہے چندر گپت! جس نے تیری وجے کا اُپدیش سنایا تھا۔ سمندر سے آنے والا۔ جس کے آنے کی خبر مہان گیانی ستیہ پال نے دی تھی اور جس نے بتایا تھا کہ اب تیری کٹھنائیاں ختم ہو چکی ہیں۔ یہ وہ ہے جو اگن سے اشنان کرتا ہے اور اگن دیوی اس کے بدن کو چمکا دیتی ہے۔ چرن چھُو اس

کے چندر گپت کہ یہ تیری رُچی کا نشان ہے۔"

خود چندر گپت کے ذہن میں چاہے کچھ بھی ہو لیکن یہ ماں کا حکم ہی تھا جس نے اسے جھک کر میرے پاؤں چھونے پر مجبور کر دیا۔ میں نے اپنے چوڑے ہاتھوں سے اس کے دونوں شانے پکڑے اور اسے کھڑا کر دیا۔ چندر گپت کے پورے وزن کو میں نے ہاتھوں کی گرفت سے اُٹھا لیا تھا۔ اس بات کو اُس نے مخصوص نگاہوں سے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آ گیا وہ ماتا! آ گیا وہ مہاراج! تو ان لوگوں کا انتظام کر دوں جو میرے ساتھ آئے ہیں۔" اس نے کہا اور پھر میری طرف مڑ کر بولا۔ "جلد ہی تمہارے چرنوں میں آؤں گا مہاراج! تم سے بات چیت جب ہی ہو گی۔"

"ٹھیک ہے چندر گپت! ہم تمہارے کاموں میں مداخلت نہیں کریں گے۔" میں نے جواب دیا اور وہ چلا گیا۔

رانی موریہ اپنی کمین گاہ میں واپس چلی گئی تو ستیہ پال نے مجھ سے کہا۔

"کیا خیال ہے مہاراج! ہم لوگ بھی اپنی گپھا میں چلیں۔"

"اوہ نہیں، ستیہ پال! اب ان لوگوں سے اتنا غیر متعلق رہنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ دیکھیں تو سہی چندر گپت کن لوگوں کو لے کر آیا ہے اور اس نے دوسرے انتظامات کیا کئے ہیں؟"

"جیسی مرضی مہاراج!" ستیہ پال یار باش اور ہر سلسلہ میں تیار ہو جانے والا تھا۔

"میرا خیال ہے ہم لوگوں کے ان کے درمیان جانے سے انہیں اعتراض تو نہیں ہو گا؟"

"کیسی باتیں کرتے ہیں مہاراج۔۔۔ اور پھر ہم معمولی لوگ تو نہیں ہیں۔" ستیہ پال نے اکڑتے ہوئے کہا۔ اور میں ہنسنے لگا۔ بہرحال ہم دونوں آگے بڑھ گئے تھے۔۔۔ پھر میں ستیہ پال کو بھول گیا۔ چندر گپت نے جو فوج جمع کی تھی، وہ درحقیقت شاندار لوگوں پر مشتمل تھی۔ بڑے قد آور اور صحت مند جوان تھے۔ میں نے کافی باریک بینی سے ان فوجوں کا جائزہ لیا تھا۔ بات صرف ان کی نہیں تھی بلکہ اس سے خود چندر گپت کے بارے میں بھی اندازہ لگانا تھا۔

اور تھوڑی ہی دیر میں، میں نے محسوس کیا کہ چندر گپت بہرحال ایک ذہین، اولوالعزم اور ہر سلسلہ کو محسوس کرنے والا شخص ہے۔ اس نے صرف انسانوں کو جمع کر لینے کا کارنامہ نہیں انجام دیا تھا بلکہ دوسرے انتظامات بھی بھرپور طور پر کئے تھے۔ ان میں گھوڑے، گھوڑوں کے لئے چارہ، انسانوں کے لئے خوراک، پانی کے ذخائر جمع کرنے کے انتظامات اور بہترین اسلحے کی فراہمی کے علاوہ اسلحہ سازی کی چیزیں بھی ساتھ لی تھیں۔ اور یہ اس کی ذہانت کا ثبوت تھا۔

ستیہ پال بھی گہری نگاہوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پھر اس نے میری طرف دیکھا۔ "تم نے تو بہت کچھ دیکھا ہے مہاراج۔۔۔ ان ساری چیزوں کے بارے میں کچھ نہ کہو گے؟"

"ضرور کہوں گا ستیہ پال۔۔۔ اور میرا صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ چندر گپت درحقیقت فاتح ہو گا۔"

"بہت بڑی بات ہے مہاراج۔"

"وہ ذہین ہے اور انتظامی امور کی صلاحیت رکھتا ہے۔" میں نے کہا اور ستیہ پال سر ہلانے لگا۔

راجہ چندر گپت نے ہمیں فراموش نہیں کیا۔۔۔ رات کے کھانے پر اس نے بڑی عقیدت سے ہم دونوں کو مدعو کیا تھا۔ اب اس نے علی الاعلان پہاڑوں میں خیمے لگوا دیئے تھے اور ایک عظیم الشان لشکر پوری تیاریوں کے ساتھ موجود تھا۔

اس نے اپنی کمین گاہ کے باہر ہمارا استقبال کیا تھا۔ وہ بڑے پُرجوش انداز میں ہم سے ملا تھا اور پھر وہ ہمیں اپنے ساتھ اندر لے گیا۔ جہاں کھانے کا عمدہ انتظام کیا گیا تھا۔

"بڑا آنند آیا مہاراج۔۔۔ آپ کے ساتھ بھوجن ہیں۔ ماتا جی نے آپ کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔" کھانے کے بعد اس نے کہا۔ میں اس بات پر خاموش ہی رہا تھا۔ "بھگوان کی سوگند۔۔۔ میں نے کبھی خود پر مان نہیں کیا ہے۔ بھگوان نے میری سہائتا کی ہے اور یہ لوگ میرے ساتھ ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی۔۔۔ پھر بھی میں آپ کے آنے کو اپنے لئے ایک بڑا شگون سمجھتا ہوں۔ میرے من کو ادھک شانتی ملی ہے اور میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"کہو چندر گپت۔" میں نے کہا۔

"یہ سارے انتظامات میں نے کئے ہیں لیکن مہاراج! آپ ان انتظامات کو دیکھیں۔ اس بارے میں آپ کی جو بھی رائے ہو گی میرے لئے بہت بڑی ہو گی۔ میں چاہتا ہوں میری سہائتا کے لئے آپ جو کچھ بھی کہنا چاہیں کھل کر کہہ دیں۔"

"ٹھیک ہے چندر گپت۔۔۔ لیکن اس سے پہلے میں یہ ثابت کروں گا کہ میں اس کا اہل بھی ہوں یا نہیں۔" میں نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا مہاراج!" چندر گپت نے کہا۔

"سنو چندر گپت! میں جو کوئی بھی ہوں، جو کچھ بھی ہوں، مجھے تم سے کوئی لالچ نہیں ہے۔ نہ ہی میرے اوپر کہیں سے کوئی پابندی ہے کہ میں تمہاری مدد کروں۔ تمہارے نجومی نے میرے بارے میں پیشگوئی کی، یہ اس کا علم تھا۔ میں سمندر میں گہری نیند سو رہا تھا۔ انہوں نے مجھے اس میں سے نکال لیا۔ میں نے کوئی اعتراض صرف اس لئے نہیں کیا کہ جن لوگوں کے درمیان میں آیا تھا وہ بذات خود بہت اچھے تھے اور میرے ساتھ اس دوستانہ انداز میں پیش آئے کہ میں نے ان کے درمیان خود کو اجنبی نہیں سمجھا۔"

"یہ بات میں جانتا ہوں مہاراج!" چندر گپت نے کہا۔

"میں تمہارے لئے جو کچھ کروں گا اس میں کوئی لالچ نہیں ہو گا۔"

"ہم آپ کو دے بھی کیا سکتے ہیں پرمیشور۔" چندر گپت نے کہا۔

"میں تمہاری روحانی مدد ہی نہیں کروں گا بلکہ اس کے علاوہ میں جسمانی طور پر بھی تمہارے لئے کام کروں گا۔"

"دیا مہاراج کی۔" چندر گپت ممنونیت سے بولا۔

"لیکن ایک خرابی ہے میرے اندر۔"

"وہ کیا بھگوت؟"

"اگر میں تمہاری مرضی کے مطابق خود کو اس کا اہل ثابت کردوں کہ میں تمہارے کام کا آدمی ہوں تو پھر ـــ میری بات مانی جائے۔ میں اگر کچھ ایسی باتیں بھی کہوں جو تمہارے لئے ناپسندیدہ ہوں تو تم انہیں مانو گے۔"

"مان لیا مہاراج!" چندر گپت نے مستانہ انداز میں کہا۔

"بس اس کے علاوہ اور مجھے کچھ نہیں کہنا۔"

"ٹھیک ہے بھگوان۔ تم دیکھو گے کہ تم میرے ساتھ خوش رہو گے۔" چندر گپت نے کہا۔ اور پھر مزید کچھ گفتگو کے بعد میں اور ستیہ پال اپنی رہائش گاہ پر آگئے۔ چندر گپت نے چلتے وقت مجھے دوسرے دن صبح کا بھوجن اپنے ساتھ کرنے کی دعوت دی تھی۔ اس نے ستیہ پال سے بھی کہا تھا لیکن ستیہ پال کسی قدر عجیب انسان تھا ـــ اس نے معذرت کر لی تھی اور چندر گپت نے اس کا احساس بھی نہیں کیا۔ لیکن راستے میں، میں نے اس سے کہا۔

"تم نے کل آنے سے انکار کیوں کر دیا ستیہ پال؟"

"تم نہیں سمجھتے مہاراج ـــ میں ان لوگوں میں زیادہ گھلنا ملنا نہیں چاہتا۔ تمہاری بات اور ہے، تم تو نہ جانے کہاں سے آئے ہو اور نہ جانے کہاں چلے جاؤ گے۔ میں اگر پھنس گیا تو ...."

"پھنس جانے سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرے پتا ـــ" ستیہ پال نے گہری سانس لیکر کہا۔ "میرے پتا جی ایک سپاہی تھے۔ جیون بھر تلوار چلاتے رہے اور پھر ایک دفعہ مارے گئے۔ میں شروع ہی سے جیون کو ایک ایسی چیز سمجھتا ہوں جس کی قدر کرنی چاہئے۔ آدمی بلاوجہ کام دھندوں میں پڑ کر جیون کو روگ لگا لیتا ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ کوئی ایسا دھندہ تلاش کیا جائے کہ محنت کریں دوسرے ـــ کھائیں ہم۔"

"کیا بکواس ہے۔" میں نے کہا۔

"سو میں نے تلاش کر لیا ـــ بس تھوڑی سی تپسیا ہی کرنی پڑی۔"

"بڑے کاہل انسان ہو۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ارے جیون ہی یہ ہے مہاراج! کیا رکھا ہے کام دھندوں میں۔ اگر آج میں بڑھ چڑھ کر کاموں میں حصہ لینے لگوں تو کل سے چندر گپت مہاراج ہر کام میں ستیہ پال کو گھسیٹ لیا کریں گے اور ستیہ پال کے جیون کا ستیاناس ہو کر رہ جائے گا۔" ستیہ پال نے اس انداز میں کہا کہ مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی۔

"بڑے کام چور ہو ستیہ پال!" میں نے کہا۔

"بس بس مان مہاراج! ایسے اپدیش نہ دو۔ سارے کام تم خود ہی کر لو۔ بھگوان نے تمہیں بڑی لمبی عمر دی ہے۔ ہم تو تھوڑے دن ہی اس سنسار میں بتائیں گے ہمیں تو مزے کر لینے دو۔"

"ٹھیک ہے ستیہ پال! تم مزے کرو۔ لیکن اب چند روز کے بعد چندر گپت یہاں سے روانہ ہو جائے گا جنگیں ہوں گی' ان دنوں میں تم کیا کرو گے؟"

"عیش۔" اس نے سکون سے جواب دیا۔

"وہ کس طرح؟"

"ان معاملوں میں ستیہ پال بے بس نہیں ہے مہاراج! اپنا تو پورا جیون ہی چکر بازی میں گزرا ہے اور بھگوان نے چاہا تو باقی جیون بھی ایسے ہی گزرے گا۔ ارے تم دیکھنا گھمسان کے رن میں بھی ستیہ پال کے ہی مزے ہوں گے۔"

"اور میں کیا کروں گا؟" میں نے پوچھا۔

"دن میں جو مرضی ہو کرتے رہنا۔ مگر رات کو ستیہ پال سے دور مت رہنا تم تو جیون کے ساتھ ہو۔" اس نے مست انداز میں کہا اور میں ہنستا رہا۔ درحقیقت بڑا ہی من موجی انسان تھا۔ اس رات بھی پانچوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی میرے ساتھ رہی۔ اور دوسری صبح میں اس سے اجازت لیکر راجہ چندر گپت کی طرف چل پڑا۔ راستے میں اس کے آدمی ملے جو مجھے دیکھ کر رک گئے تھے اور میرے قریب پہنچنے پر وہ جھک گئے۔

"ہم آپ کے پاس ہی جا رہے تھے مہاراج!" انہوں نے کہا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مہاراج چندر گپت صبح کے بھوجن پر انتظار کر رہے ہیں۔"

"اوہ، چلو۔" میں نے کہا۔ اور وہ میرے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ اپنے اپنے کاموں میں الجھے ہوئے لوگ رک رک کر مجھے دیکھنے لگتے تھے۔ عورتیں اور بچے میری اطلاع سن کر ٹھکانوں سے نکل آتے تھے۔ لڑکیوں کی آنکھوں میں بعض اوقات مجھے عجیب سی کیفیت نظر آتی تھی۔ لیکن اپنا وقار قائم رکھنے کے لئے اس کیفیت پر کوئی توجہ نہیں دی جا سکتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں چندر گپت کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے حسب معمول پرتپاک انداز میں میرا خیر مقدم کیا تھا۔ "آپ کے بارے میں سن سن کر تو میں حیران رہ گیا ہوں مہاراج! لوگ نہ جانے کیا کہانیاں سناتے ہیں۔"

"کہانیوں پر زیادہ توجہ نہیں دینی چاہیئے چندر گپت۔"

"مگر مہاراج! اگنی سے جیتا جاگتا نکل آنا تو بڑا ہی حیرتناک ہے۔"

"سنسار میں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہمیں حیران کر دیتی ہیں۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور کافی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ "ماتا جی تم سے بہت پریم کرنے لگی ہیں۔ تمہارا روپ بھی انوکھا ہے۔"

"اور ماتا کے روپ میں وہ انوکھی ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تمہیں پسند آئی ہیں میری ماتا؟"

"بہت۔ بس مجھ سے اس بارے میں نہ پوچھو۔" میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔

"تمہیں یہ سن کر ضرور دکھ ہوگا مہاراج کہ کچھ پاپی میری ماتا کا اپمان کر کے بہت خوش ہوتے ہیں۔ وہ ان سے اس لئے ناراض تھے کہ وہ اچھوت ذات

سے تعلق رکھتی ہیں۔ سارا کام انہی لوگوں کا بگاڑا ہوا ہے۔" چندر گپت نے کہا۔
"تمہارے دیش میں یہ سب سے بڑی بدنصیبی ہے چندر گپت"۔
"کیا مہاراج؟"
"یہی اونچی اور نیچی ذاتوں کی تفریق۔ انسان تو سب یکساں ہوتے ہیں"۔
"بھگوان کی سوگند۔ یہی اُپدیش مہاتما بدھ کا ہے۔ میں ان کے دھرم سے اسی لئے پریم کرتا ہوں۔ میرا من اس دھرم کی طرف بار بار جاتا ہے اگر کبھی بھگوان نے مجھے موقع دیا تو میں اس دھرم کے بارے میں پوری پوری چھان بین کروں گا اور اگر اسے اپنے دھرم سے اچھا پایا تو اسے اپنا لوں گا"۔
چندر گپت نے کہا اور میں بدھ مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔
کافی دیر تک ہم بدھ مت کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ اسی دوران ناشتہ بھی لگ گیا اور ہمارے ساتھ دوسرے بہت سے افراد نے ناشتہ کیا۔ اور پھر ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ چندر گپت کے خصوصی مشیر چانکیہ نے جو خاصا جہاندیدہ آدمی معلوم ہوتا تھا، فوجوں کے بارے میں یاد دلایا۔
"کیا آپ ہمارے ساتھ سیناؤں کو دیکھیں گے مہاراج؟" چندر گپت نے پوچھا۔
"ہاں ضرور ــــ اور ان کے بارے میں سوالات بھی کرنا چاہتا ہوں"۔ میں نے کہا۔
"ہماری خوش نصیبی ہوگی مہاراج!" چانکیہ بولا۔
"کیا یہ ساری فوجیں تربیت یافتہ ہیں؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں مہاراج ــــ لیکن یہ جنگجو قبیلوں کے لوگ ہیں"۔
"پھر تم نے ان کی تربیت کا کیا انتظام کیا ہے؟"
"انہی میں سے کچھ لوگ عمدہ سپاہی ہیں۔ وہ انہیں تربیت دیں گے"۔
"کیا ان کی تعداد کافی ہے؟"
"بہت کافی نہیں ہے۔ لیکن بہرحال اتنے ہیں کہ ہم ان سے یہ کام لے سکتے ہیں۔ صرف اتنا کرنا ہوگا کہ سپاہیوں کی بڑی مقدار پر ایک ایک آدمی مقرر کرنا ہوگا"۔ چندر گپت نے جواب دیا۔
"اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ میں نے جواب دیا۔
ہم لوگ فوجوں کے درمیان پہنچ گئے۔ چانکیہ نے خصوصی طور پر فوجی تربیت کا بندوبست کیا تھا۔ چنانچہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مختلف لوگوں کی سربراہی میں مشق کر رہے تھے۔ ہتھیاروں کی کافی تعداد تھی اور وہ انہیں بخوبی استعمال کر رہے تھے۔ بعض لوگ اچھے سپاہی تھے اور ان کے ہاتھ بتا رہے تھے کہ وہ اسلحے کے استعمال سے اچھی طرح واقف ہیں۔
میں نے گھوڑے طلب کئے کیونکہ یہ لوگ طویل و عریض علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور میں ان سب کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ چندر گپت، میں اور چانکیہ تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر فوجی دستوں کے درمیان سے گزرتے رہے۔ ہم تربیت دینے والوں کا اور تربیت پانے والوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں نے آخری سرے تک چکر لگایا۔ بھانت بھانت کے لوگ نظر آئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ایسی جگہ پر رُک گئے جہاں ایک عجیب الخلقت آدمی ایک وزنی گرز سے دس بارہ پہاڑی آدمیوں پر حملے کر رہا تھا۔ یہ انتہائی طویل القامت اور اسی کی مناسبت سے چوڑے چکلے بدن کا مالک تھا۔ چہرے پر داڑھی اسی طرح اُگی ہوئی تھی جیسے کسی چٹان میں جھاڑیاں اُگ آئیں۔ بال بھی بے ترتیب تھے۔ اور جس انداز میں وہ حملے کر رہا تھا اس سے احساس ہوتا تھا کہ چند ہی لمحات کے اندر اس کے مقابل زخمی ہو جائیں گے۔ میں رُک کر اسے دیکھنے لگا۔ چندر گپت اور چانکیہ بھی دلچسپی سے اس کا جائزہ لے رہے تھے۔
"یہ کون ہے؟"
"ایک پہاڑی آدمی چندنا۔ اپنے قبیلے کا سردار ہے اور یہ لوگ جو اس کے مقابل نظر آرہے ہیں، اسی کے قبیلے کے لوگ ہیں"۔
"لیکن یہ جس طرح ان پر حملے کر رہا ہے اس سے تو یہ زخمی ہو جائیں گے"۔
"ہاں، اندازہ تو یہی ہوتا ہے لیکن وہ پہاڑی وحشی ہیں، ان کا طریقِ جنگ یہی ہو گا۔ وہ اپنا ایک الگ دستہ بنائیں گے اور اسی انداز میں وحشیانہ جنگ کریں گے۔ یہ بات مجھے چندنا نے بتائی تھی"۔
"کیا میں اس سے بات کروں؟"
"ضرور مہاراج! آپ اس سے جو کچھ پوچھنا چاہتے ہیں، پوچھ لیں"۔
چانکیہ بولا۔ اور میں نے حلق سے آواز نکال کر اسے اپنے قریب بُلا لیا۔ وحشی صفت آدمی نے اپنا وزنی گرز لاپرواہی سے نیچے پھینک دیا اور میرے قریب پہنچ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی ہمارے قریب پہنچ کر وہ جھکا۔ لیکن میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ ایسی کوئی حرکت کرے گا۔ وہ میرے گھوڑے کے نیچے گھس گیا اور پھر اُس نے دونوں ہاتھ پھیلائے۔ کمبخت کے ہاتھوں کا پھیلاؤ بھی کافی تھا جو گھوڑے کے چاروں پیروں کے گرد کس گئے۔ اور پھر وہ کندھوں پر گھوڑے کو اٹھانے میں کامیاب ہو گیا۔ میں بدستور گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔
چانکیہ اور چندر گپت ہنس پڑے تھے اور اس کے ساتھ ہی طویل القامت چندنا کے ساتھی بھی۔ میں خاموشی سے گھوڑے پر بیٹھا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ دیو قامت آدمی گھوڑے کو نیچے اُتار دے۔ وہ کافی دیر تک کھڑا رہا اور پھر گھوڑے کو نیچے اُتار دیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ پھر وہ دونوں ہاتھ مسلنے لگا۔
"سادھو مہاراج کو اسی طرح ودھائی دے سکتا تھا"۔ اس نے کہا۔
"بہت خوب"۔ چندر گپت نے تعریفی انداز میں کہا۔
"مہاراج آشیرواد نہ دیں گے؟" اُس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔
"ہاں دھن واد بہادر دھن واد"۔ میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "لیکن تم جس انداز میں اپنے آدمیوں کو تربیت دے رہے ہو، میرے خیال میں وہ غیر مناسب ہے"۔
"او ہو، یہ گیان دھیان کی باتیں نہیں ہیں مہاراج! جنگ کی باتیں

ہیں، ہتھیاروں کی باتیں ہیں۔ میں ان لوگوں کو جو تیاریاں کرا رہا ہوں وہ انہیں کندن بنا دیں گی کندن۔"

"میرا خیال ہے تم غلط سوچ رہے ہو چندنا!" میں نے صبر و سکون سے کہا۔

"ہم سپاہی ہیں مہاراج! صحیح یا غلط کا فیصلہ ہتھیاروں کو ہاتھ میں لے کر کرتے ہیں۔ اور نہ ایسی بات سُن سکتے ہیں۔ اگر ہم غلط کر رہے ہیں تو آؤ صحیح کر کے بتاؤ۔"

"اوہ چندنا! مہاراج اوتار ہیں ان سے ایسی بات مت کرو۔"

"مہاراج ہم تو اُسے ہی اوتار مانتے ہیں جس کے ہاتھ میں گُرز ہو۔" وہ اپنی طاقت پر بہت نازاں تھا۔

"میرا خیال ہے چندر گپت مہاراج! اسے سمجھا دینا اچھا ہوگا۔" میں گھوڑے سے نیچے اُتر گیا۔

"مہاراج۔۔۔ مہاراج!" چندر گپت اور چانکیہ بے اختیار بولے لیکن میں گھوڑے سے اُتر چکا تھا اور پھر میں نے چندنا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "آؤ چندنا! میں تمہیں بتاؤں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔"

"ہاہا۔۔۔ آؤ مہاراج!" چندنا نے کہا۔ اور ہم دونوں اس جگہ پہنچ گئے جہاں چندنا اپنے آدمیوں کو مشق کرا رہا تھا۔ اس نے زمین پر پڑا گُرز اٹھا لیا اور میں نے اس کے ایک ساتھی سے گُرز طلب کیا۔ ہلکا گُرز تھا جو میرے ہاتھ میں کسی کھلونے کے مانند ہی تو تھا۔ لیکن چندنا کو سبق دینے کے لئے اسی سے کام چلانا تھا۔ چانکیہ اور چندر گپت مضطربانہ انداز میں گھوڑوں سے نیچے اُتر آئے۔ ان کے چہروں پر پریشانی کے آثار تھے لیکن مجھے جنگ کے لئے آمادہ دیکھ کر وہ بھی خاموش ہو گئے۔

چندنا دانت نکالے گُرز تول رہا تھا۔

"گیان کی جنگ نہیں ہے مہاراج! ہتھیاروں کو ہتھیاروں کی طرح پکڑو۔ لو سنبھالو۔" اس نے جُھکائی دی اور پھر گُرز سے میرے اوپر حملہ کیا۔ میں نے اس کے اس وار کو اپنے گُرز پر روکا۔ لوہے سے لوہا ٹکرایا مگر اصل کام جسموں کی طاقت کا تھا۔ چندنا کا پورا وزن اپنے گُرز پر تھا۔ وہ میرے ہاتھ کو اپنی قوت سے جُھکانے کی کوشش کر رہا تھا اور اس کا چوڑا چکلا بدن میرے اوپر چھایا ہوا تھا۔ لیکن پھر اس کا بدن سیدھا ہو گیا۔

اس نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی تھی۔ لیکن چھوٹا سا گُرز اس کے وزنی گُرز کو برابر پیچھے دھکیل رہا تھا اور پھر اسے سیدھا کر کے میں نے اپنے پاؤں سے اس کا پاؤں آگے کھسکا لیا اور وہ کسی وزنی تنے کی مانند زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

تمام لوگ حیرت سے چیخ پڑے اور میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"میرا مقصد یہی تھا اپنے سے کمزور انسانوں کو اس طرح ہمیشہ تربیت دو کہ وہ بددل نہ ہو جائیں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور جسیم چندنا نے اُلٹی چھلانگ لگائی اور حیرت انگیز طور پر کھڑا ہو گیا۔

"ایسے نہیں مہاراج! منش سے بھول بھی ہو جاتی ہے، اب یہی سہی۔"

"کیا تم مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو چندنا؟"

"ہاں مہاراج! بات دراصل یہ ہے کہ ہم جنگ کو اپنا دھرم سمجھتے ہیں۔ ہار جاتے ہیں تو مرنا پسند کرتے ہیں اور اگر بچ بھی گئے تو پھر سدا کے لئے اُسے بڑا مانتے ہیں جو ہمیں ہرا دے۔"

"مگر چندنا! مہاراج سے تمہاری جنگ تو نہیں؟" چانکیہ نے آگے بڑھ کر کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مہاراج! پرنت ہتھیار اُٹھ گئے ہیں، اب تم نہ بولو۔" چندنا پیچھے ہٹ کر بولا اور اس نے گُرز تول لیا۔ تب میں نے اپنا چھوٹا سا گُرز پھینک دیا اور اس کے حملے کا انتظار کرنے لگا۔

"ارے کیوں مہاراج! تم نے ہتھیار کیوں پھینک دیئے۔ کیا لڑو گے نہیں؟" اس نے کہا۔

"بات صرف تمہیں سمجھانے کی تھی۔ اگر تم اسے ہار یا جیت کا رنگ دے رہے ہو تو پھر میرے مقابلے میں تم کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ میں تمہیں بغیر ہتھیار کے شکست دے سکتا ہوں۔ اب تم جو حملہ کرو تو اس میں کوئی رعایت نہ ہو۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ اور پھر اُس نے اسی طرح حملہ کیا جیسے ایک ہی وار میں مجھے زمین بوس کر دے گا۔ گُرز سیدھا میرے سر کی جانب آیا تھا۔ لیکن میں نے اسے کلائی پر روکا۔ لوہے کے اس قدر وزنی گُرز اور خوفناک انسان کی طاقت کو روکنا انسانی بس کی بات تو نہ تھی لیکن گُرز سیدھا میری کلائی پر پڑا تھا۔ میں نے اس پر سے ہاتھ پھسلایا اور اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا۔ دوسرا ہاتھ میں نے اس کے زیریں لباس میں ڈالا تھا اور دوسرے لمحے وہ گُرز سمیت میرے سر سے بلند ہو گیا۔ اور پھر میں نے اسے آہستہ سے زمین پر رکھ دیا۔

چندنا کی سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا۔ وہ بُری طرح چکرا گیا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے اُٹھ کر بیٹھ گیا اور دونوں طرف گردن جھٹکنے لگا۔ چانکیہ اور چندر گپت میرے نزدیک پہنچ گئے تھے۔

"بس مہاراج! فیصلہ تو ہو گیا۔" انہوں نے کہا۔

"اگر چندنا مان لے۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"مان لیا مہاراج! اچھی طرح مان لیا۔ اور ہم یہ نہیں کہیں گے کہ یہ گیان کی مار ہے۔ ہمیں تو سیدھے سیدھے داؤ سے مارا گیا ہے۔" چندنا نے خلوصِ دل سے اعتراف کیا اور کھڑا ہو گیا۔

"میری رائے ہے چندنا! تم اپنا وزنی گُرز پھینک کر ہلکے ہتھیار سے ان لوگوں کو مشق کراؤ۔"

"جو آگیا مہاراج!" چندنا نے جواب دیا۔ وہ اب بالکل سیدھا ہو گیا تھا۔ ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

چندر گپت اور چانکیہ متحیرانہ انداز میں بار بار مجھے دیکھ رہے تھے یقیناً

اب میں ان کے لئے ناقابلِ فہم بن گیا تھا۔ کبھی وہ میری شکل و صورت پر غور کرتے تھے کبھی ان کے ذہن میں آتا تھا کہ آگ میرے بدن پر اثر انداز نہیں ہوتی اور کبھی وہ میری طاقت پر غور کرتے تھے۔ یقیناً میں ان کے لئے ایک اُلجھا ہوا انسان ہوں گا۔ بہرحال فوجی تربیت کے سلسلے میں، میں نے اسے بہت سے مشورے دیئے۔ اور پھر ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔

ستیہ پال کا اندازہ درست ہی تھا کہ جس قدر قدم آگے بڑھاؤ، ذمے داریاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ چنانچہ اسی دن چندر گپت نے مجھ سے درخواست کی کہ میں فوجوں کی نگرانی اپنے سپرد لے لوں۔ بہرحال میں نے انکار نہیں کیا تھا۔ ہاں، رات کو جب میں نے ستیہ پال کو اس بارے میں بتایا تو اس نے ایک گہری سانس لی۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا مہاراج! کہ بڑھ چڑھ کر حصہ لو گے تو جیون نرکھ بن جائے گا!"

"لیکن بیوقوف آدمی! کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ چندر گپت کی پریشانیاں دُور ہوں؟"

"یہ تو چاہتا ہوں مہاراج! لیکن اس بارے میں کیا ضروری ہے کہ ہم [illegible] بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ ارے جس کا جو کام ہے وہی کرے تو اچھا لگتا ہے۔ ہم لوگوں کو لڑکیاں [illegible] سے ہی فرصت نہیں ہے۔ ہم ان چکروں [illegible] کیا لیں گے۔ بہرصورت تم کرو جو بھی کرنا چاہتے ہو، میں تمہیں نہیں روکوں [illegible]" کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

[illegible] ہونے لگا۔ میں نے فوجوں کی تربیت شروع کر دی۔ ان لوگوں میں کوئی ایسا نہیں تھا جو میری بات سے اختلاف کرتا ہو۔ ہر شخص میری عزت کرتا تھا اور ان کے درمیان میں ایک حیرت انگیز آدمی کی حیثیت سے مشہور تھا۔ اکثر چندر گپت اور چانکیہ میری تربیت دیکھنے آجاتے تھے۔ چندر گپت بار بار کہا کرتا تھا۔

"بھگوان کی لیلا نرالی ہے۔ اکثر میں نے سوچا مہاراج مان! کہ آپ اکیلے ہو کر میری سہائتا کیسے کریں گے۔ لیکن حالات بتا رہے ہیں کہ آپ تو میرے بہت بڑے مددگار ثابت ہوں گے۔ آپ نے سیناؤں کو جیسے سنبھالا ہے میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے لئے جب بھی کوئی آگیا ہو آپ مجھے ضرور بتا دیں۔ میں ہر وقت آپ کے مشوروں کا آرزومند رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے چندر گپت!" میں نے طویل سانس لیکر کہا۔

فوجوں کے بارے میں یہ اندازہ تو میں لگا چکا تھا کہ یہ سب بہادر اور جنگجو لوگ ہیں۔ صرف ہتھیاروں کے صحیح استعمال سے واقفیت کی بات تھی جسے انہوں نے نہایت خوبی سے اپنا لیا ہے اور اب وہ کسی بھی جنگ کے لئے مکمل طور پر تیار ہیں۔

چنانچہ اسی رات کھانے پر جب چانکیہ اور دوسرے بڑے بڑے اُمراء موجود تھے میں نے چندر گپت سے کہا۔

"میرا خیال ہے چندر گپت! سیناؤں کا یہاں زیادہ عرصے تک ٹھہرنا اچھا نہ ہوگا۔ ظاہر ہے تم نے خوراک کا جس قدر انتظام کیا ہے اس میں کوئی اضافہ نہیں ہو رہا۔ بہت تھوڑے عرصے میں یہ ذخیرہ ختم ہو جائے گا اور اس کے بعد غذائی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

"بالکل ٹھیک مہاراج! ہم لوگ بھی یہ بات سوچ رہے تھے۔"

"کسی نتیجے پر پہنچے آپ لوگ؟"

"سمجھ میں نہیں آتا مہاراج! کیا کیا جائے؟ مگدھ دیش پر حملہ کرنا سخت مشکل کام ہے اور اس کے لئے بہت لمبا سفر کرنا پڑے گا اس لئے ہم لوگ یہ سوچ رہے تھے کہ پہلے کچھ اور کریں ـــ آپ ہی بتائیں مہاراج! کہ کیا کیا جائے؟"

"میں تمہیں مشورہ دوں گا چندر گپت! کہ فوجوں کو منظم کرو اور یہاں سے چل پڑو۔ راستے میں چھوٹے چھوٹے علاقے آئیں، وہاں حملہ کر کے غذا حاصل کرو اور انسانوں کو پکڑ کر غلام بناؤ۔ اس طرح ہمارے پاس افراد کی قوت بھی بڑھ جائے گی اور خوراک بھی جمع ہو جائے گی۔ اس کے بعد ہم پنجاب پر حملہ کریں گے۔"

"پنجاب پر؟" چندر گپت نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"لیکن وہاں یونانیوں کی حکومت ہے۔" چندر گپت نے کہا۔

"یونانیوں کے خلاف بغاوت ہو چکی ہے۔ اب یہ بغاوت جڑ پکڑتی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس سے بہتر وقت کوئی اور نہیں ہوگا۔" میری بات سن کر چندر گپت کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار پھیل گئے۔

"آپ کو ـــ آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی مہاراج!" اس نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ سوال کیوں کر رہے ہو چندر گپت؟" میں نے کہا۔

"ہاں چندر گپت ـــ مہاراج سے یہ سوال تو ٹھیک نہیں ہے۔" چانکیہ نے سرسراتی آواز میں کہا۔ اور چندر گپت سر ہلانے لگا۔ وہ کافی دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا تھا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لی۔

"اگر یہ بات ہے چانکیہ تو پھر ـــ تو پھر ہمیں اس سے اچھا موقع واقعی کوئی نہیں مل سکتا۔"

"مہاراج نے غلط تو نہیں کہا ہوگا۔"

"پھر اب کیا کیا جائے؟"

"تیاریاں۔" چانکیہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں مہاراج پر پورا بھروسہ کرتا ہوں۔" چندر گپت نے جواب دیا۔

اور وہی ہوا پروفیسر! انہوں نے فوری طور پر تیاریاں شروع کر دیں۔ گویا انہیں مجھ پر مکمل اعتماد ہو چکا تھا اور دوسرے دن ہی روانگی کی ٹھہری تھی۔ لیکن رات کو جب میں نے ستیہ پال کو یہ بات بتائی تو اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا۔ پھر بولا۔

"میں اس بارے میں کوئی بات یوں نہ کہوں گا کہ تم تو آئے ہی اس لئے تھے لیکن کچھ جلدی ہو گئی۔ خیر ہم اپنا کام کسی نہ کسی طرح چلا لیں گے۔ لیکن ایک بات کہے دیتا ہوں مہاراج!"

"کیا۔۔۔ کہو۔" میں نے کہا۔

"کہیں بھی جاؤ۔۔۔ کچھ بھی کرو۔ رات کو میرے پاس ضرور آجانا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہ وعدہ تم سے کر چکا ہوں۔"

"کب چل رہے ہیں؟"

"کل۔" میں نے جواب دیا۔

"جے بھگوان! ٹھیک ہے مہاراج! ہم بھی تیار ہیں۔" اُس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اور پھر بولا۔ "تب پھر آج رات خوب جشن منایا جائے۔ تینوں سُندر ناریاں آج ہماری مہمان ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اب خود آگئی ہیں تو میں کیا کروں۔" ستیہ پال نے منہ بنا کر کہا۔

"ستیہ پال!" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "ان میں سیلا یا کامنی تو نہیں ہیں؟"

"ارے، دونوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ اب ستیہ پال اتنا گرا ہوا بھی نہیں ہے کہ اس کا متر اس سے کوئی بات کہے اور وہ اس کا پالن نہ کرے۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ جو تمہارے پاس تھیں ان کا کیا ہوا؟"

"خوشی خوشی واپس چلی گئیں۔ انہوں نے کافی آشیرواد لے لی ہے۔ جیون سپھل ہو گیا ہے ان کا۔ اب سارے جیون انہیں کسی آشیرواد کی ضرورت نہیں ہے۔" ستیہ پال نے کہا۔ اور میں اس مکار انسان کو گھورنے لگا۔ بہت چالاک شخص تھا۔ لیکن عمومی حالات میں بے ضرر۔ اس رات کی تینوں لڑکیاں بھی کافی خوبصورت تھیں۔ مجھے ان سے مل کر کافی حیرت ہوئی۔ بظاہر کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ ان پر کوئی ایسا اثر ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ پورے طور سے اپنی ہی مرضی سے آئی ہیں اور ستیہ پال نے انہیں اس کے لئے مجبور نہ کیا ہو۔ بہرحال دوسری حسین راتوں کی مانند یہ رات بھی کافی دلکش تھی۔ ہاں دوسرے دن صبح سے مصروفیات کچھ بدل گئیں۔ آج فوجیں زبردست تیاری میں مصروف تھیں۔ چاروں طرف گہما گہمی تھی۔ سامان گھوڑا گاڑیوں پر لادا جا رہا تھا۔ چاق و چوبند گھوڑوں کی مالش کی جا رہی تھی۔ وہ لوگ جو عرصے سے یہاں مقیم تھے، اب روانگی سے بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ چانکیہ اور چندر گپت بذاتِ خود سارے انتظامات کی نگرانی کر رہے تھے۔

مجھے دیکھ کر فوراً چندر گپت نے اپنے آدمی بھیجے اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"اگر انتظامات میں کوئی خاص مشورہ دینا ہو مہاراج! تو ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے۔"

"مشورہ کیا ہو سکتا ہے۔ تم نے فوجوں کی ترتیب کس انداز میں کی ہے؟"

"بس مہاراج! سیدھی سیدھی سی بات ہے۔ سب سے آگے سواروں کے دستے ہوں گے، ان کے پیچھے پیادے اور پھر ان کے پیچھے ہتھیاروں کے محافظ، پھر سامان کی گاڑیاں اور اس کے ساتھ ہی عورتیں۔"

"مناسب ہے۔"

"بس اب آخری بات اور کہنی ہے مہاراج! وہ یہ کہ ان سیناؤں کے سیناپتی آپ ہوں گے۔"

"اوہ، اس کی ضرورت نہیں ہے چندر گپت! میں ایک سپاہی کی حیثیت سے تمہاری فوجوں کے ساتھ لڑوں گا۔"

"نہیں مہاراج! یہ ہم سب کی منو کامنا ہے۔"

"جیسے تمہاری مرضی چندر گپت! میں صرف اپنا کام انجام دوں گا۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

بہرحال سورج جس وقت بلندیوں کی جانب سرک رہا تھا ہم لوگ روانہ ہو گئے۔ میرے ساتھ چندر گپت، چانکیہ اور چندنا تھے۔ ہم لوگوں کو شاندار گھوڑے دیئے گئے تھے۔ ابتدائی سفر نہایت تیز رفتاری سے کیا گیا اور پھر جب شام ہو گئی تو سفر کی رفتار سُست ہو گئی اور ہم نے سورج چھپتے پہلا پڑاؤ کیا۔ سب لوگ بے حد پُرامید تھے اور خوش نظر آ رہے تھے۔ جس قدر خیمے تھے لگا دیئے گئے تھے اور عورتوں کو ان میں منتقل کر دیا گیا۔ لیکن اپنا یہاں بھی وہی حیثیت رکھتا تھا۔ خوب چکر چلا رکھا تھا اس نے۔ فوجیں اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئیں۔ چونکہ میرے سپرد ان فوجوں کی ذمے داری تھی اس لئے میں نے پورے کیمپ کا ایک چکر لگایا اور پھر چندنا کے پاس رک گیا۔

"کیا کر رہے ہو چندنا؟"

"بس مہاراج! وہی جیون کے کام۔" چندنا نے جواب دیا۔

"کل صبح کو میں تمہارے سپرد ایک اہم ذمے داری کر رہا ہوں۔"

"میرے بھاگ مہاراج!" چندنا نے خوش ہو کر کہا۔ "آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔ کیا آپ مجھے وہ کام بتائیں گے جو آپ میرے سپرد کرنا چاہتے ہیں مہاراج؟"

"ہاں چندنا! تم جانتے ہو کہ مجھے سیناپتی بنا دیا گیا ہے۔ میں سادھو منش ان ذمے داریوں کو نہیں سنبھال سکتا۔ میری نگاہ میں تم اس کام کے لئے سب سے بہتر آدمی ہو۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھی کی حیثیت سے اس کام کو سنبھال لو۔"

"مہاراج جو آگیا دیں۔" چندنا نے کہا۔ اس کے چہرے پر خوشی نظر آ رہی تھی۔

بہرحال چندنا کو کچھ ذمے داریاں سونپ کر میں کسی حد تک آزاد ہو گیا تھا۔ رات کو میں اپنے دوست ستیہ پال کے پاس پہنچ گیا جو خیمے میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اُس نے اطمینان کی گہری سانس لی اور پھر پھیکے انداز میں مسکراتا ہوا بولا۔

"آ گئے مان بھیا! میں تو سوچ رہا تھا کہ کہیں بھول نہ جاؤ۔"

"اداس نظر آ رہے ہو ستیہ پال!"

"ارے نہیں بھیا! اُداسی کا اپنے ہاں کیا کام۔" اس نے جواب دیا۔
"خیمہ بھی خالی نظر آرہا ہے۔"
"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" ستیہ پال اپنی جگہ سے اُٹھا اور خیمے کے ایک سرے پر جا کر اس نے ایک پردہ کھینچ دیا۔ پردے کے پیچھے دو لڑکیاں سر جھکائے بیٹھی تھیں اور میں حیران رہ گیا۔ خیمے کے اس حصے کو میں اس کا اختتام سمجھا تھا۔ لیکن خیمہ دُہرا تھا۔ ستیہ پال نے یہاں بھی چالاکی سے کام لیا تھا۔ لڑکیاں اُٹھ گئیں اور وہیں سے انہوں نے آفتابے اُٹھائے اور ہمارے سامنے آ گئیں۔ پھر انہوں نے آفتابے رکھے اور سیدھی کھڑی ہو گئیں۔
"کیا خیال ہے مہاراج! ناچ رنگ کی محفل جمے گی؟"
"ناچ رنگ تو مناسب نہیں ہوگا ستیہ پال! خیمے سے باہر بھی آواز جا سکتی ہے۔"
"ارے نہیں مہاراج! اس خیمے کی دنیا نیاری ہے۔ یہاں جو کچھ ہوگا اس کے بارے میں باہر والوں کو کوئی پتہ نہیں چل سکے گا۔"
"وہ کیوں؟"
"بس مہاراج! کچھ کام ایسے ہیں جو جیون کے لئے کرنا ہی پڑتے ہیں۔"
"بڑے انوکھے ہو، بہت ہی عجیب۔ ویسے میں تمہارے اس گیان کا قائل تو ہو گیا ہوں۔ اور یہ اعتراف کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے کہ اگر تم نہ ہوتے تو میرا دل ذرا بھی نہیں لگتا۔"
"لڑکیو! جام اٹھاؤ، شراب لنڈھاؤ، ناچو اور دیوانہ بنا دو۔" ستیہ پال نے مستانہ وار کہا اور لڑکیوں نے جام بھر دیئے۔ بلاشبہ اُس نے اس چھوٹے سے خیمے کے ماحول کو وہی رنگ دے دیا جو غاروں میں تھا۔ اور اس جیسے انسان کے لئے یہ سب کچھ مشکل نہ تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ باہر کے لوگ بہرے کیوں ہو گئے۔ خیمے کے اندر کی آواز کو محصور کس طرح کیا گیا۔ لیکن جو کچھ تھا وہ سامنے تھا۔ لڑکیاں رقص کرتی رہیں، شراب پلاتی رہیں اور جب مستی شباب پر پہنچ گئی تو نہ مجھے ستیہ پال یاد رہا نہ اسے میں اور اس کے بعد بے خودی۔ پھر روشنی آنکھوں کو خیرہ کرنے والی۔ گویا صبح ہو گئی تھی۔

اور اس کے بعد وہی روزمرہ کی مصروفیات۔ فوجوں نے مشقیں شروع کر دی تھیں۔ اس سلسلے میں دلچسپ بات یہ تھی کہ حالانکہ وہ مختلف علاقوں کے لوگ تھے لیکن سب کے سب میری قیادت سے متفق تھے اور مجھ سے بھرپور تعاون کر رہے تھے۔ بہرحال اس دن روانگی سے پہلے میں نے چندنا کے بارے میں اعلان کر دیا۔ اس بارے میں میں نے چانکیہ یا چندر گپت سے کوئی مشورہ نہیں کیا تھا۔ ان دونوں نے بھی نہ تو اس پر کوئی اعتراض کیا، نہ تبصرہ۔

اور پھر سفر شروع ہو گیا ــــ وہی انداز، وہی معمولات، کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ میرے خیال میں اب یہ فوج مکمل تھی اور کسی بھی جنگ کے لئے پوری طرح تیار تھی۔ ویسے میں ان لوگوں کے تعاون اور اعتماد سے بھی متاثر تھا۔ میں نے پنجاب میں یونانیوں کے خلاف بغاوت کی پیش گوئی ستاروں کی چال سے کی تھی۔ ظاہر ہے ذاتی طور پر تو میں اس سے واقف نہیں تھا ــــ لیکن انہوں نے آنکھ بند کر کے اس پر یقین کر لیا تھا اور یہ بہرحال متاثر کن بات تھی۔
اس رات کھانے کے وقت چندر گپت سے اس موضوع پر گفتگو بھی ہو گئی۔ چانکیہ بھی موجود تھا۔
"تمہارے ذہن میں اس بارے میں کوئی بات تو نہیں ہے چندر گپت؟"
"کس بارے میں مہاراج؟"
"تم یہ بھی سوچ سکتے ہو ــــ کہ ممکن ہے میری پیشگوئی غلط ہو۔"
"کون سی پیش گوئی؟"
"پنجاب کی بغاوت کے متعلق۔"
"اوہ، ہم یہ کیوں سوچیں گے مہاراج؟"
"کیا مطلب؟"
"ہمیں آپ پر پورا وشواش ہے۔"
"ہوں ــــ لیکن اتفاق سے اگر یہ بات غلط ثابت ہو گئی؟"
"تب بھی مہاراج! ہم سوچیں گے کہ بھگوان کی یہی مرضی تھی۔ مَن نے آپ کو مہان مان لیا ہے۔ بس یہ کافی ہے۔ دوسری باتیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں ــــ اور سُن لیں، کچھ بھی ہو جائے، کوئی بھی ایسی بات ہو جائے، ہم آپ پر بھروسہ رکھیں گے۔ ہم یہ نہیں سوچیں گے کہ مہاراج کی وجہ سے دھوکا ہوا۔"
"تم نے میرے اوپر اس قدر اعتماد کیوں کیا ہے چندر گپت؟"
"اعتماد کی کوئی وجہ نہیں ہوتی مہاراج ــــ لے دے کے ہمارے پاس ایک من ہی تو رہ جاتا ہے۔ اگر ہم اس کی بات نہ مانیں تو پھر کس کی بات مانیں؟"
"ہوں۔" میں نے بہت زیادہ متاثر ہو کر کہا۔ "تو پھر سُن لو چندر گپت! میں سمندر میں سو رہا تھا۔ اور جب مجھے میری مرضی کے خلاف جگا دیا گیا تو مجھے یہ بات زیادہ پسند نہیں آئی تھی۔ لیکن اب مجھے کوئی افسوس نہیں ہے دوستوں کے لئے میں نے گزرتے ہوئے وقت میں بہت کچھ کیا ہے بشرطیکہ انہوں نے خود کو دوستی کا اہل ثابت کیا ہو۔ تم ایک اچھے انسان، اچھے دوست ہو، اس لئے میں تمہیں قول دیتا ہوں کہ اس وقت تک تمہارے ساتھ رہوں گا جب تک تمہیں ایک عظیم اقتدار کا مالک نہ بنا دوں۔"
"جے بھگوان ــــ جے مہاراج!" چندر گپت نے ممنونیت سے کہا۔ اور میں اس کے پاس سے اُٹھ گیا۔ حقیقت تھی کہ یہ شخص اس قدر بھروسہ کرنے لگا ہے تو پھر میرے اوپر بھی کچھ ذمے داریاں عائد ہو جاتی تھیں ــــ اور پروفیسر! قدرت نے مجھے ذمے داریاں پوری کرنے کی صلاحیت تو دی تھی۔ اور خوب تھے یہ دن رات بھی۔
زمانے سے بے پرواہ ستیہ پال ــــ بزم کی دنیا کا انسان۔ لیکن رزم

کی باتوں کے ساتھ بزم بہت دلکش ہوتی ہے۔ یعنی دن کی روشنی فوجوں کے امور میں صرف کرنے کے بعد رات کی تھکن دور کرنے کے لئے ستیہ پال کا پُراسرار خیمہ موجود تھا۔ جہاں شراب اور جوانی ملتی تھی۔ ہمیشہ نئی لڑکیاں جو یہاں آکر اتنی ہی خوش نظر آتی تھیں جیسے پوری زندگی یہاں آنے کی آرزو کرتی رہی ہوں۔

لیکن بات درحقیقت یہ نہیں تھی۔ لوگ ستیہ پال سے عقیدت تو رکھتے تھے لیکن اتنی بھی نہیں کہ اس کی ساری خواہشات پوری کر دیں۔ بات اس چالاک آدمی کی ذہانت کی تھی جس نے انسانوں کو بے وقوف بنانے کے گر سیکھ لئے تھے اور ایک خوبصورت زندگی کے حصول کے لئے انہیں پوری طرح آزما رہا تھا۔ ہاں خوبی تھی تو ایک کہ وہ میرے سامنے خود کو چھپاتا نہیں تھا۔

چنانچہ میں رزم سے نکل کر بزم میں پہنچ گیا جہاں وہ میرا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن آج وہ کسی قدر اداس تھا ــــ میں نے اسے دیکھ کر تعجب سے اس بارے میں پوچھا۔

"کیا بات ہے ستیہ پال! کچھ سست ہو؟"

"ہاں مہاراج!"

"کیوں ــ کیا وجہ ہے؟"

"تم کیا سمجھتے ہو مہاراج ــــ کیا ہمیں سنسار کا کوئی غم نہیں ہے؟"

"ہاں ــــ میں تو یہی سمجھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بھول ہے تمہاری۔"

"کیوں ــ کیا دکھ ہے تمہیں ــــ کیا غم ہے؟"

"ارے مہاراج! اس سنسار میں سب دکھی ہیں۔ ایک بھی ایسا نہ ملے گا جسے کوئی دکھ نہ ہو۔"

"مگر تمہیں کیا دکھ ہے سادھو مہاراج؟"

"دکھ نہیں، بس پریشانی ہے۔"

"کس بات کی؟"

"بستی کی کوئی لڑکی ــــ میرا مطلب ہے جو ہمارے ساتھ ہیں اب میرے لئے نئی نہیں ہے سوائے ان دو کے۔"

"کیا مطلب؟"

"میری مراد کامنی اور بیلا سے ہے۔"

"اوہ، باقی لڑکیاں؟"

"سب میری واقف ہو چکی ہیں۔" اس نے افسردگی سے کہا۔

"اوہ، تو تمہیں یہ دکھ ہے؟"

"کم ہے کیا؟ اب بتاؤ میں کیا کروں؟" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"کسی پرانی سے ہی کام چلاؤ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"رام رام رام ــــ کیسی باتیں کرتے ہو مہاراج! اگر ایسی کوئی حرکت کر لی تو اسی روز مارا جاؤں گا۔"

"کیوں؟"

"یہی تو راز کی بات ہے مہاراج! جو لڑکی یہاں سے چلی جاتی ہے پھر جیون بھر مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ یہاں اپنی خوشی سے تو آتی نہیں ہیں۔ آ جاتی ہیں تو میری آنکھوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ وہی سب کچھ کرتی ہیں جو میں چاہتا ہوں۔ لیکن ــــ جب انہیں آزادی مل جاتی ہے تو پھر ــــ ہرے رام ــــ ہرے رام!" اس نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"تو کیا انہیں یہ سب کچھ یاد رہتا ہے؟"

"کیسے بھول سکتی ہیں مہاراج ــــ یہ تو ان کے جیون کی سب سے بڑی بھول ہوتی ہے۔"

"لیکن وہ کسی سے یہ سب کچھ کہہ بھی تو سکتی ہیں۔"

"نہیں کہہ سکتیں ــــ بس یہی ایک آسانی ہے۔ اگر یہ آسانی نہ ہوتی تو اب تک تو شری مان ستیہ پال کا بوریا بستر کبھی کا بندھ چکا ہوتا۔" ستیہ پال نے جواب دیا۔

"تو آج تمہارے پاس کوئی نہیں ہے؟"

"تمہارے پاس بھی نہیں ہے مہاراج!" اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"ارے نانا ــــ ایسی باتیں مت کرو۔ یہ بات تو مردانگی پر چوٹ ہوتی ہے۔"

"ہوتی ہوگی۔ فضول باتیں مت کرو ــــ آؤ ــــ آج رات ستاروں کے ساتھ گزاری جائے۔"

"ہاں، کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔

اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ ستارے چمکے ہوئے تھے۔ میرے ذہن میں اس سونی رات کا کوئی تصور نہیں تھا۔ لیکن ستیہ پال حسب معمول الوؤں کی سی شکل بنائے ہوئے تھا۔ ہم دونوں نے دو مختلف جگہیں سنبھال لیں اور ستاروں کی گردش دیکھنے لگے۔

میں نے اپنے ستاروں سے آئندہ حالات کے بارے میں معلوم کیا۔ اور ستارے اپنی کتاب کھول کر بیٹھ گئے۔ پہلی بات جو انہوں نے بتائی وہ یہ تھی کہ کل کا دن ہمارے معرکے کا دن ہوگا ــــ "کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"ایک چھوٹے سے قبیلے سے جنگ اور اس کے بعد مسلسل جھڑپیں۔"

"بہت خوب ــــ لیکن چندر گپت کا کیا ہوگا؟"

"کامرانی۔" ستاروں نے جواب دیا۔

رات گئے تک ہم ستاروں سے باتیں کرتے رہے اور پھر جب ہم دونوں اٹھے تو نہ جانے کیوں ستیہ پال بھی خوش تھا۔

"اوہ، ستیہ پال! کیا بات ہے۔ ستاروں نے شاید تمہیں کوئی بہت اچھی خبر سنائی ہے۔"

"ہاں مہاراج۔"

"شاید یہ کہ کل کی صبح رزم کی صبح ہوگی۔"

"بالکل ٹھیک اور یہی خوشی کی بات ہے۔" ستیہ پال نے جواب دیا۔

"تعجب ہے جنگ کی باتوں سے بھی تمہیں خوشی ہوتی ہے۔ کیا تم براہِ راست جنگ میں حصہ لوگے؟"

"ہرے رام! کیسی ڈرانے والی باتیں کر رہے ہو مہاراج بھگوان کے لئے ایسی باتیں پھر کبھی نہ کرنا۔ اس معاملے میں میرا ہردے بڑا ہی کمزور ہے۔" ستیہ پال خوفزدہ آواز میں بولا۔

"پھر تمہیں خوشی کیوں ہے؟"

"اس لئے کہ ہم یہ جنگ جیت لیں گے۔" اس نے دانت نکال کر کہا۔

اور مجھے بھی ہنسی آگئی۔ عجیب بدکردار انسان تھا۔ اسے نہ تو چندرگپت سے کوئی رغبت تھی، نہ جنگ و جدل سے۔ بس ان لوگوں سے اس لئے منسلک تھا کہ اس کے لئے ایک ٹھکانا تھا۔ اور یہ سب کے سب آسانی سے اس کے سامنے بے وقوف بن جاتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی چند پیش گوئیاں کر کے گویا ان کی پشتوں پر احسان کر دیا اور پھر برسوں وہ اس احسان کو وصول کرتا رہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ لڑکیاں اس سے نفرت کرتی ہیں لیکن بہرحال وہ صرف ان اوقات کا قائل تھا جب وہ اس کے جال میں پھنس کر اس سے محبت کا اظہار کرتی تھیں۔ وہ ایک خود فراموش انسان تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس سے نفرت نہیں کی جا سکتی تھی۔ کچھ ایسی چیزیں بھی تھیں جو اچھی تھیں۔

چنانچہ مختصر یہ کہ یہ رات صرف ستاروں کے ساتھ بسر ہوئی اور پھر ہم سو گئے۔ دوسری صبح کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ ہاں میں نے فوجوں کے ساتھ کچھ کارروائیاں کی تھیں۔ مثلاً ہتھیار وغیرہ دیکھ لئے تھے۔ اس کے علاوہ چندنا کو بھی کچھ ہدایات دے دی تھیں اور اس بات کو چندرگپت اور چانکیہ نے محسوس کر لیا۔

چندرگپت اپنا گھوڑا میرے گھوڑے کے نزدیک لے آیا۔ وہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔

"کیا بات ہے چندرگپت؟"

"یہی تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں مہاراج!" اُس نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"آج میں کچھ خاص باتیں محسوس کر رہا ہوں۔"

"کس قسم کی؟"

"کچھ نہ کچھ ہے ضرور مہاراج ـــ مجھے نہیں بتائیں گے۔"

"آج ہمیں پہلی جنگ لڑنی ہے چندرگپت۔"

"اوہ، کس سے؟" چندرگپت دلچسپی سے بولا۔

"پنجاب کے قبائل سے۔ آج ہماری ان سے مڈبھیڑ ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔ اور نہ جانے کیوں مجھے ستاروں کی بات پر پورا بھروسہ ہو گیا یعنی میرے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ یہ بات غلط بھی ثابت ہو سکتی ہے لیکن جس طرح یہ واقعہ رُونما ہوا وہ بہت خطرناک بات تھی۔

اس وقت ہم گھنے درختوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ بڑا ہی سرسبز علاقہ تھا کہ اچانک درختوں سے تیروں کی بارش ہو گئی۔ سامنے کوئی دشمن نہیں تھا اس لئے فوجیں چوکس نہیں ہوئی تھیں۔ اس وجہ سے ہم مار کھا گئے۔ تیروں نے بے شمار لوگوں کو زخمی کر دیا اور ہماری پیش قدمی رُک گئی۔

تیر بدستور برس رہے تھے اور تیر برسانے والے اُونچے درختوں کی اوٹ میں چھپے ہوئے تھے۔ وہ نہایت کامیابی سے حملہ کر رہے تھے جبکہ ہم بے بس تھے۔ بہرحال فوری طور پر یہ کیا گیا کہ فوجیوں نے ڈھالوں کی چھت بنالی۔ کوئی جگہ خالی نہیں چھوڑی گئی تھی۔ اس طرح ہم ان خوفناک تیروں سے بچے اور میرے اشارے پر فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں۔ حملہ آوروں نے جلدبازی سے کام لیا تھا۔ اگر وہ درختوں کے درمیان ہمیں کچھ اور آگے آجانے دیتے تو شاید انہیں شاندار کامیابی حاصل ہوتی۔ اس طرح وہ پوری فوج کو زبردست نقصان پہنچا سکتے تھے۔ لیکن موجودہ پوزیشن یہ تھی کہ ابھی پوری فوجیں درختوں کے علاقے میں داخل بھی نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے فوج کا پچھلا حصہ بالکل محفوظ تھا۔ بہرحال فوجیں تیزی سے پیچھے ہٹیں۔ جتنے زخمی ہو گئے، وہ تو نقصان میں رہے۔ باقی ڈھالوں کی آڑ میں بچتے ہوئے اس خوفناک علاقے سے نکل آئے۔ اور میں نے فوجوں کو منظم کیا۔

"وہ درختوں میں چھپے ہوئے ہیں۔" چندرگپت بولا۔

"ہاں۔" چانکیہ نے بھی پریشانی سے کہا۔

"لیکن اس طرح ـــ اگر ہم زمین سے ان پر تیر برسائیں تو زیادہ کامیاب نہیں ہوں گے۔"

"انہیں درختوں پر سے اُتارنا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"وہ کس طرح مہاراج؟" چندرگپت نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"میں کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں نے چندنا کو کچھ ہدایات دیں اور آگے بڑھ گیا۔ تیر برسانے والے خاموش ہو گئے تھے۔ ان کے لئے تو یہ شاندار طریقہ تھا کہ وہ خاموشی سے درختوں میں چھپے رہیں اور جب بھی ہم آگے بڑھیں، تیر برسائیں۔ لیکن بہرحال میں نے بھی کچھ سوچا ہی تھا۔ البتہ میں نے چندنا کو ہدایت کی تھی کہ وہ اُس وقت تک کوئی اقدام نہ کرے، جب تک میں اسے ہدایت نہ کر دوں۔

چنانچہ جونہی میں درختوں کے نزدیک پہنچا بہت سے تیر میری طرف آئے۔ اور میرے بدن سے ٹکرا کر گر پڑے۔ میں نے ایک درخت کے تنے پر ہاتھ جما دیئے۔ اور اس وقت تکلف کی ضرورت نہیں تھی جو کچھ کرنا تھا پھرتی سے کرنا تھا۔ چنانچہ درخت کی جڑ نے زمین چھوڑ دی۔ چونکہ یہ سرو تھا اس لئے درخت پر دس بارہ آدمی موجود تھے جو نیچے آرہے۔ دوسرے لمحے انہیں نشانہ بنا لیا گیا تھا اور میں دوسرے درخت پر طبع آزمائی کر رہا تھا بڑا ہی دلچسپ مشغلہ تھا۔ آن کی آن میں، میں نے دس بارہ درخت گرا دیئے اور اب وہ لوگ گھبرانے لگے۔

ان کی ہر کوشش میرے اوپر ناکام ہو رہی تھی۔ ان کے تیر میرے بدن پر ضائع جا رہے تھے۔ اور پھر وہ اس صورتحال سے گھبرا کر نیچے کودنے لگے اور تلواریں لے کر میرے اوپر پل پڑے۔ بس چندنا کو اسی لمحے کا انتظار تھا۔

میرے اشارے پر وہ دوڑ پڑے۔ اور پھر دست بدست جنگ ہونے لگی۔ اس میں ظاہر ہے ہمارا پلہ بھاری رہا اور فیصلہ ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ بے شمار لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ان کا سربراہ گرجن تھا۔ جو ایک بہادر آدمی تھا۔ وہ بھی گرفتار ہو گیا تھا اور جب اسے چندرگپت کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کی گردن غرور سے تنی ہوئی تھی۔

"تم نے ہم سے جنگ کیوں کی؟" چندرگپت نے اس سے نرم لہجے میں پوچھا۔

"اس لئے کہ تم ہماری بستیوں کو تاراج کرنا چاہتے تھے۔"

"تمہیں کیسے معلوم؟"

"یہ معلوم کرنے کی بات ہے؟"

"ہو سکتا ہے ہم تمہاری بستیوں سے صرف گزر جانا چاہتے ہوں۔"

"کہاں؟" گرجن نے پوچھا۔

"دراصل ہم یونانیوں سے جنگ کرنے جا رہے ہیں جو پنجاب پر قابض ہیں۔" چندرگپت نے جواب دیا۔

"اوہ، کیا تم درست کہہ رہے ہو ۔۔۔ اگر یہ حقیقت ہے تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟" گرجن نے پوچھا۔

"چندرگپت۔"

"اگر یہ بات ہے تو ہم سے بھول ہوئی۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ تمہارا مقصد کیا ہے۔ لیکن بہرحال بھول ہو چکی ہے، اب ہم ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہیں۔"

"جن سے بھول ہو جاتی ہے انہیں سزا دینا ضروری تو نہیں ہوتا۔ تم سب آزاد ہو۔ تمہاری بستیوں کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔" چندرگپت نے کہا اور قیدیوں کی رہائی کا حکم دے دیا ۔۔۔ گرجن اس آزادی سے بہت متاثر ہوا تھا۔ اس نے ہمیں اپنی بستیوں میں چلنے کی دعوت دی اور پوچھا کہ وہ ہماری کیا مدد کر سکتا ہے؟

چانکیہ نے اسے بتا دیا کہ فوجوں کے لئے خوراک، گھوڑوں کے لئے چارے اور پانی کی ضرورت ہے۔ اور ہم نے وہیں قیام کر دیا۔ ساری رات گرجن اپنے آدمیوں کے ساتھ ہماری ضروریات کی اشیاء کی فراہمی میں مصروف رہا۔ چندرگپت نے مجھے اپنے خیمے سے اٹھنے نہیں دیا تھا۔ چانکیہ، چندنا اور دوسرے فوجی سربراہ بھی موجود تھے۔ ان کی زبانیں گنگ تھیں۔ یہ بھی نہ پوچھ سکے تھے بے چارے کہ وہ کون سی قوت تھی جس نے درختوں کو زمین سے اکھاڑا اور ان لوگوں کو بدترین شکست سے دوچار کیا۔ جب کافی دیر تک حیرت کا اظہار کرنے کے بعد ان کے ذہن صاف ہوئے تو چندرگپت نے کہا، "مہان ہے گرو مہاراج ستیہ پال جس نے تمہارے آنے کی پیشگوئی کی اور تمہارے بارے میں تو میں اس کے علاوہ اور کیا کہوں مہاراج! کہ تم چندرگپت کی وجہ ہو ۔۔۔ پرنت ہمیں اپنے بارے میں بتا تو دو کہ تم کون ہو۔ اگر تم نے یہ نہ بتایا مہاراج! تو ہم ڈرتے رہیں گے کہ ہم نے تمہارا کوئی اپمان تو نہیں کیا۔"

"تم اس وجہ سے خوش ہو چندرگپت؟"

"بے حد مہاراج!" چندرگپت نے جواب دیا۔

"بس تو اطمینان رکھو۔ میں تمہارے لئے ایسی ہی کوشش کرتا رہوں گا۔ فوجیں تمہاری لڑیں گی۔ ہاں میں ان کے لئے جو آسانیاں فراہم کر سکتا ہوں کروں گا۔"

"دھن داد مہاراج ۔۔۔ مگر....."

"اس سے زیادہ جاننا تمہارے لئے بے مقصد ہے چندرگپت! اگر وہ تمہارے لئے ضروری ہوتا تو میں خود بتا دیتا۔" میں نے جواب دیا اور وہ اس بات پر خوش ہو گئے۔

دوسرے دن ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ اور دن کا یہ پورا حصہ سکون سے گزر گیا۔ قریب میں کوئی بستی نہیں تھی ۔۔۔ پھر اس رات ہم نے ایک دریا کے کنارے آرام کیا۔ یہ دریائے ستلج تھا، تیز و تند اور بھرپور روانی لئے ہوئے، دُور دُور تک سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے۔ چنانچہ گھوڑوں کے چارے محفوظ کر لئے گئے اور گھوڑوں کو سبزہ زار پر چرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ۔۔۔ ویسے ویران علاقہ تھا، کوئی کاشت وغیرہ نہیں نظر آتی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ آبادی دُور دُور تک نہیں ہے۔

یہ رات چونکہ کسی خاص اہمیت کی حامل نہیں تھی۔ سارے معاملات پُرسکون تھے اس لئے میں اپنے دوست ستیہ پال کے خیمے میں پہنچ گیا۔ جو شاید میرا ہی انتظار کر رہا تھا ۔۔۔ مجھے دیکھ کر اس نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

"یاد آ گیا ستیہ پال، میں نے تو سوچا بھول گئے مہاراج۔"

"تم بھی کوئی بھولنے کی چیز ہو ستیہ پال۔"

"ارے ہاں ہاں۔ بس رہنے دو ۔۔۔ ایسی باتیں نہ کرو۔ اگر بھولے نہیں ہو گے تو سوچا ہو گا کہ اب ستیہ پال کے پاس کیا رکھا ہے۔ لڑکیاں تو اس کا ساتھ چھوڑ گئیں پرنت مہاراج! ہم بڑے آدمی ضرور ہیں پر زبان کی رکھشا کرتے ہیں۔ ہاتھ بھی نہیں لگایا سُسریوں کو، ساری رات انتظار کرتے رہے۔"

"یہ سُسریاں کہاں سے آ گئیں ستیہ پال؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بس آ گئیں کہیں سے ۔۔۔ تمہیں اس سے کیا؟"

"بلاؤ تو دیکھیں تو سہی کون ہیں۔"

"آ جاؤ ری آ جاؤ۔" وہ بولا۔ اور دوسرے خیمے کے پردے کے پیچھے سے چار لڑکیاں باہر نکل آئیں۔ یہ سب دیہات کی الھڑ دوشیزائیں معلوم ہوتی تھیں ۔۔۔ نہایت خوبصورت اور تندرست و توانا ۔۔۔ نئے چہرے تھے جنہیں دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ ان کے چہروں کے تاثرات بھی خوب تھے۔

"ارے ستیہ پال! یہ کہاں سے آ گئیں؟"

"بس تم سیناؤں کے ساتھ کارنامے انجام دیتے ہو، ستیہ پال بھی اپنا کام کرتا ہی رہتا ہے۔ ارے بستی سے گزرے تھے، چار اٹھا لیں۔"

"اوہ، لیکن یہ تو تم نے اچھا نہیں کیا ستیہ پال ۔۔۔ بستی والے یہی سوچیں گے کہ انہیں ہم لے آئے۔"

"پہنچا دیں گے صبح کو سُسرلوں کو ہمیں کون سا اچار ڈالنا ہے۔"
"کیسے پہنچا دو گے؟"
"ارے بس ایسے کام تم ستیہ پال کے لئے رہنے دیا کرو مہاراج! ان باتوں کی چنتا مت کیا کرو۔" ستیہ پال نے جواب دیا۔ اور میں نے خاموش ہو کر گہری گہری سانسیں لیں۔

"ٹھیک ہے، جیسی تمہاری مرضی۔"

"بس تو دو تمہاری دو ہماری ۔۔۔ چھانٹ لو۔" اس نے انتہائی گدھے پن کے انداز میں کہا۔ لیکن کیا کیا جاسکتا تھا، اس کمبخت کی فطرت ہی ایسی تھی۔ بہرحال اس کے کہنے کے مطابق میں نے دو چھانٹ لیں اور دوسری صبح انہیں بھول گیا۔۔۔ ابھی تو بہت کچھ کرنا تھا اور اس کے لئے تیاریاں بھی۔ چنانچہ حسبِ معمول ہم آگے بڑھ گئے۔ آج کے بارے میں ستاروں کی کوئی پیشگوئی نہیں تھی اور بہرحال آنے والا وقت تو آنا ہی تھا۔ اس کے لئے تو تیار رہنا ہی ضروری تھا۔

ہم چھوٹے چھوٹے علاقوں کو زیر کرتے آگے بڑھتے رہے اور پھر براہِ راست یونانی فوجوں سے رَن پڑ گیا۔ مقامی لوگ پہلے ہی انہیں کافی تنگ کئے ہوئے تھے اور یونانی فوجیں بے حد پریشان تھیں چنانچہ وہ چندرگپت کے مقابلے پر نہ ٹھہر سکیں۔ اس دوران کچھ دلچسپ واقعات بھی پیش آئے تھے۔ مثلاً یہ کہ یونانی فوجوں میں بے شمار لوگ ایسے تھے جو مجھے جانتے تھے چندر گپت کی فوجوں کے ساتھ مجھے لڑتے دیکھ کر ان کے چھکے چھوٹ گئے تھے اور بہت سے معرکے ایسے ہوتے جو صرف میری وجہ سے بغیر لڑے بھڑے ہی سَر ہو جاتے۔ چندرگپت میری بے حد عزت کرنے لگا تھا۔ وہ ہر کام میں میرا مشورہ ضرور لیتا۔ میری حیثیت حسبِ معمول کسی اوتار جیسی تھی۔

پنجاب کا بیشتر علاقہ یونانی فوجوں سے آزاد کرا لیا گیا تھا۔ مقامی باشندوں نے بھرپور ساتھ دیا تھا اور چندرگپت کی حکومت کو تسلیم کر لیا تھا۔

چنانچہ چندرگپت یہاں ایک مضبوط حکومت قائم کرنے میں مصروف ہو گیا اور میں صرف ستیہ پال کا مہمان بن کر رہ گیا۔ لیکن اس وقت میرے ذہن میں اور کوئی خاص خیال بھی نہ تھا۔ ستیہ پال کے ساتھ وہ سب کچھ مل جاتا تھا جس کی طلب کی جاسکتی تھی۔

کافی عرصے تک چندرگپت فوجوں کو مضبوط بنانے اور پنجاب پر اپنے قدم گاڑنے میں مصروف رہا۔ اس نے اپنی ماں موریہ کے نام پر موریہ خاندان کی بنیاد ڈالی ۔۔۔ باپ سے اسے بدستور نفرت تھی اور وہ نند خاندان سے بدلہ لینے کے خیال کو ذہن سے نہیں نکال سکا تھا جس کا اظہار اس نے کئی بار مجھ سے کیا تھا۔ بالآخر یہاں کے کاموں سے فارغ ہو کر وہ مگدھ دیش کی ریاست کی طرف چل دیا۔ اُس وقت مگدھ دیش پر راجہ دھن نند تخت نشین تھا۔ کسی قدر عیش پرست راجہ تھا لیکن اس نے چندرگپت کی فوجوں کے مقابلے پر آنے میں کوتاہی نہ کی۔ کئی روز تک بھیانک جنگ رہی۔ راجہ دھن نند نے چندرگپت کو شکست دینے کی ہر ممکن کوشش کر لی تھی لیکن ہم نے اس کی ایک نہ چلنے دی۔ اس طرح سے دھن نند کو شکست ہو گئی۔ اور چندرگپت مگدھ دیش کا راجہ بن گیا۔

راجہ چندرگپت موریہ نے موریہ خاندان کی بنیادوں کو مضبوط کیا اور پھر آہستہ آہستہ شمالی ہند کی بہت سی ریاستیں فتح کر کے ایک وسیع و مضبوط سلطنت کی بنیاد ڈالی ۔۔۔ میں نے ایک طویل عرصہ ان لوگوں کے ساتھ گزار لیا تھا۔ ستیہ پال میرا دوست ہر وقت میرا ساتھی اور معاون تھا لیکن ایک روز وہ ایک حادثے کا شکار ہو گیا جس کا اندازہ خود اسے بھی نہ ہو گا۔ اسے سانپ نے کاٹ لیا تھا اور مرتے مرتے اس نے کہا۔

"ستارے دھوکا کر گئے مان مہاراج! انہوں نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ میری موت اتنی قریب ہے ۔۔۔" میری کوئی کوشش ستیہ پال کو نہ بچا سکی اور میں خود بھی اس کے بعد ان علاقوں میں دل نہ لگا سکا چنانچہ میں نے ایک روز چندرگپت سے ملاقات کی۔ حسبِ معمول چندرگپت مجھے دیکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"وجے مہاراج!" اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"میں تم سے آگیا لینے آیا ہوں چندرگپت۔" میں نے کہا اور چندرگپت کا مُنہ حیرت سے کھُل گیا۔

"میں نہیں سمجھا مہاراج!"

"تمہیں معلوم ہے چندرگپت! کہ میں کہاں سے آیا تھا؟"

"ہاں مہاراج ۔۔۔ مگر آپ کو بھگوان کی سوگند! آپ یہاں سے جانے کا نام نہ لیں۔"

"نہیں چندرگپت! میرا ایک مشن تھا جو پورا ہو گیا ۔۔۔ تم اب ناقابلِ تسخیر بن چکے ہو۔ مجھے میری دنیا میں واپس جانے دو۔" چندرگپت بہت رنجیدہ ہو گیا تھا ۔۔۔ لیکن سچ مچ میں اب اس ماحول سے بے زار ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کے رنج و غم پر زیادہ توجہ نہیں دی اور میری جو حیثیت ان لوگوں کی نگاہوں میں تھی اسے برقرار رکھتے ہوئے میں نے انہیں وصیت کی ۔۔۔ کہ جس طرح وہ مجھے سمندر سے نکال کر لائے تھے اسی طرح سمندر بُرد کر دیں۔

اور پروفیسر! کیا ہی خوب انتظامات ہوئے تھے۔ بس مجھے اتنا کرنا پڑا تھا کہ ایک صبح جب میری داسیاں مجھے جگانے آئیں تو میرے سینے میں سانس نہیں تھا۔ حبسِ دم کی مشق سے میں نے خود کو مُردہ بنا لیا تھا اور پروفیسر! کیا ہی دھوم دھام سے مجھے سمندر کے سپُرد کیا گیا ۔۔۔ چاندی کی ارتھی بنائی گئی تھی میری ۔۔۔ پھولوں سے ڈھک دیا گیا تھا ۔۔۔ اور طویل تر زندگی میں، میں نے پہلی بار موت کا مزہ چکھا تھا۔ ارتھی کو سمندر کی لہروں کے سپُرد کر دیا گیا ۔۔۔ خوشبوؤں سے دماغ پھٹا جا رہا تھا اور جب لہریں مجھے سمندر کے درمیان لے گئیں تو میں نے آسمان کی جانب دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں

لولس و محافظ سمندر

صدیوں پرانا دوست، یہی چند دوست تو تھے میرے جو صدیوں سے ساتھی تھے اور جنھوں نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ سمندر، آگ، ستارے، ہمیشہ سے جوان، ہمیشہ ساتھ دینے والے، ان کے علاوہ کون مجھے جانتا تھا۔ مٹی کے خمیر سے پیدا ہونے والے پیدا ہوتے۔ اپنی اپنی کہانی کی تکمیل کرتے اور پھر مٹی میں جا ملتے۔ بڑے بڑے دعوے کرتے تھے وہ، بڑے بڑے فیصلے کرتے لیکن ان کا اختتام ان پر مسکراتا تھا۔ بہرحال انھیں موت کی آغوش میں جا سونا ہوتا اور اس کے بعد مٹی۔ ان کی اصلیت، انھیں اصلیت کی جانب لے آتی اور ہوائیں ان کے ذرات کو فضا میں بکھیر کر ان کے جاہ و جبروت کا مذاق اڑاتیں۔ یہ ہے انسان۔ پروفیسر۔ یہ ہے انسان کی حقیقت۔ ہاں میں نے صدیوں انسان بنتے اور مٹتے دیکھے ہیں۔ کیا کیا نہیں کرتے وہ زندگی کے لیے۔ پروفیسر، سمندر میں ہواؤں کی گردش سے پیدا ہونے والے بلبلوں کی مانند، جو آنکھ کھول کر آسمان کو دیکھتے ہیں اور پھر سمندر کی آغوش میں دم توڑ دیتے ہیں۔ کیوں نہیں سوچتے کہ ان کی حیات لمحاتی ہے۔ وہ حیات پر قادر نہیں ہیں اور جب وہ اپنی زندگی پر قادر نہیں ہیں تو ایسے لمبے لمبے منصوبے کیوں بناتے ہیں وہ۔ کیا زندگی کے ساتھ اس سے بڑا مذاق اور کوئی ہو سکتا ہے؟ کیا انسان اس سے بڑا کوئی اور مذاق کرتا ہے اپنے ساتھ؟ میں نے انسان کو ان مختصر لمحات میں کیا کیا کرتے نہیں دیکھا۔ وہ ان ناپائیدار سانسوں کے لیے اپنے جیسے لاکھوں انسانوں کو موت کی آغوش میں پہنچا دیتا ہے۔ اس وقت وہ اپنے بارے میں کیوں نہیں سوچتا۔ یہ کیوں بھول جاتا ہے کہ وہ مٹی کا قرض ہے۔ زمین نے اسے فضا میں سانس لینے کی لمحاتی مہلت دی ہے اور اس کے بعد وہ پھر اسے پیسے گی، راکھ بنا دے گی اور یہ راکھ بھی کسی بدنما ڈھیر کی شکل میں کہیں پڑی ہوگی کسی ایسی جگہ، جہاں غلاظت کے انبار ہوں گے، گندگی ہی گندگی ہوگی۔ یہ ہے انسان اور یہ ہے اس کی حقیقت۔ کیا تم نے کبھی اس پر غور کیا پروفیسر؟"

"اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔" پروفیسر خاور نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو پروفیسر انسان کے سوچنے کا انداز کیوں نہیں بدلتا؟"

"کیا تم یہ سوال کر رہے ہو؟"

"ہاں پروفیسر۔ کیا یہ اہمیت نہیں رکھتا؟" اس نے پوچھا۔

"کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔" پروفیسر خاور نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"میں تمھیں اس کا جواب دے دوں گا اگر تم میرے چند سوالوں کے جواب دے دو۔"

"ضرور۔ میں کوشش کروں گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سمندر کا رنگ نیلا کیوں ہے؟"

"ایں؟" اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر بولا۔ "اس لیے کہ پانی بے رنگ ہوتا ہے اور وہ آسمان کی نیلاہٹ منعکس کرتا ہے۔"

"گویا یہ ایک فطری امر ہے؟"

"ہاں پروفیسر۔"

"دریا ہمیشہ ایک رُخ پر کیوں بہتے ہیں؟"

"یہ بھی ایک فطری امر ہے۔"

"ستارے ہمیشہ سفید کیوں ہوتے ہیں، وہ اپنے رنگ کیوں نہیں تبدیل کرتے؟"

"کیونکہ وہ اس کی قدرت نہیں رکھتے۔"

"آگ کی فطرت جلانا ہے۔ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ آگ سرد ہو گئی ہو۔ اس نے نمی پھیلائی ہو؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔"

"کیوں؟ آخر کیوں؟"

"میں سمجھ نہیں سکا پروفیسر۔ واقعی نہیں سمجھ سکا۔" اس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو بے پناہ قوت رکھتی ہیں۔ جو ازل سے ایک ہی رنگ میں ہیں اور ابد تک ایک ہی رنگ میں رہیں گی۔ یہ وہ ہیں جو فنا نہیں ہوتیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنی فطرت نہیں بدل سکتیں تو وہ جو ایک لمحے کے لیے سانس لیتا ہے وہ جس کی زندگی لمحاتی ہوتی ہے، اپنی اس مختصر سی زندگی میں خود کو کیسے بدل سکتا ہے۔ وہ زندگی کا غرور لیے پیدا ہوتا ہے لیکن زندگی اس سے وفا نہیں کرتی، موت اس پر حاوی رہتی ہے اور وہ موت کے شکنجے میں کسمساتا رہتا ہے، پھر اس مختصر زندگی میں جو سوچ اس پر حاوی ہو جائے اسے بدلنے کے لیے بھی زمانے چاہئیں۔ یہ مختصر سی مدت اسے جو کچھ دیتی ہے وہ اسی پر قانع ہو جاتا ہے۔ سانسیں اسے زندگی کا غرور بخشتی ہیں اور وہ ان سانسوں کا جو بھی مصرف دریافت کر لے۔ یہی بہتر ہے کہ اس کی خصلت یکساں نہیں ہوتی۔ اگر ایک ہی اندازِ فکر سب کے ذہنوں میں جاگزیں ہو جائے تو غور کرو کیا ہو۔ کون کسے برتر مانے، کون ظالم ہو اور کون مظلوم۔ یہ بے حقیقت جاندار تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان چند سانسوں کو بھی دوسرے کے لیے وقف کر دیتا ہے اس کے لیے جیتا ہے، اس کے لیے مر جاتا ہے اس لیے اس کی فطرت کی بات مت کرو۔ بات تو ان طاقتور چیزوں کی ہونی چاہیے جو ابدی زندگی رکھتی ہیں۔"

پروفیسر کے جواب پر وہ کافی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا اور پھر اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نمودار ہو گئے۔

"کافی حد تک درست کہہ رہے ہو پروفیسر۔ مبارکباد دیتا ہوں تمھیں اور مبارکباد دیتا ہوں اس دور کو جس نے انسان کی ذہانت کو اس حد تک جلا بخشی ہے اور پروفیسر تمھارے یہ الفاظ میرے لیے اس دور کا حاصل ہیں۔ تمھارے یہ الفاظ میری کتاب میں تحریر ہوں گے، وہ کتاب جو

ازل سے ابد تک کی تفسیر ہو گی شاید۔"

پروفیسر خاور نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا تھا۔ فرزانہ اور فروزاں بے چینی سے پہلو بدل رہی تھیں اور جب یہ خاموشی طویل ہو گئی تو فروزاں بولی۔

"کس سوچ میں ڈوب گئے آپ دونوں؟"

"اوہ!" وہ چونک پڑا اور پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "تمھاری لڑکیاں اب میری چند لمحات کی خاموشی بھی نہیں برداشت کر سکتیں پروفیسر۔"

"ہاں۔ ہم سب تمھارے طلسم میں پھنس گئے ہیں۔" پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ طلسم میرا نہیں ہے پروفیسر، میرے خیال میں تم اسے طلسم زندگی کہو۔ ہر انسان منفرد سوچ رکھتا ہے۔ اس کے ذہن میں مختلف خیالات ہوتے ہیں۔ اس کے اعضا کی تحریک اس کے لیے عمل کی راہ متعین کرتی ہے لیکن ہر تحریک کا مرکز اس کی اپنی ذات ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ اپنی ہر تحریک کو مختلف نام دیتا ہے۔ کبھی رفاہ عامہ کے لیے خود کو وقف کرتا ہے اور کبھی کسی ایک فرد کے لیے جو اس کی ذات کا مقصود ہوتا ہے۔ گویا اس کی جنبش خود اسے مطمئن کرنے کے لیے ہوتی ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے جسے وہ [illegible] کا نام دیتا ہے تو پروفیسر تم سکون کی منزل میں ہو۔ اس جگہ جہاں انسان کی تحریک رک جاتی ہے اور یہ سکون اس کی ساری ذہنی جسمانی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے۔ تمھارے سامنے ادوار کی کتاب کھلی رکھی ہے اور اس کتاب سے تمھاری ساری دلچسپیاں منسلک ہیں۔ تمھاری ذہنی آسودگی کے لیے یہ ایک ٹھوس غذا ہے اور تمھارے اجسام کی ضرورتیں بھی پوری ہو رہی ہیں۔ چنانچہ اب تمھارے ذہنوں کو جسموں کو اور کسی چیز کی طلب باقی نہیں رہی۔ اگر تم اسے طلسم کہنا چاہتے ہو تو کہہ لو۔ الفاظ کی ساخت بدل جائے گی مفہوم نہیں بدلے گا۔"

"خدا کی پناہ تمھاری تشریحات بڑی جان لیوا ہیں۔" پروفیسر نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ ان تشریحات سے انکار تو نہیں کر سکتے ڈیڈی۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں بھئی انکار کس احمق کو ہے۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

"اللہ کے واسطے اب اُس سمندر سے نکل بھی آؤ۔" فروزاں بولی۔

"تمھارے جذبات کے احترام میں۔" وہ مسکرایا۔

"ہاں تو پروفیسر بات سمندر کی ہو رہی تھی۔ راجہ چندر گپت نے نہایت شرافت کے ساتھ مجھے جہاں سے وصول کیا تھا، وہیں واپس پہنچا دیا۔ گویا میں سمندر کی امانت تھا اور انھوں نے ایمانداری کا ثبوت دے کر سمندر کی امانت واپس کر دی تھی۔ میں نے بھی سوچا کہ اب اس علاقے میں میرے لیے کچھ نہیں رہ گیا ہے۔ یہ پہلی جگہ تھی جہاں مجھے ایک ایسا علم نہیں مل سکا جس کی مجھے طلب تھی اور جو مجھے پسند آیا تھا۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ یہاں کے لوگ غبی تھے۔ وہ علم کو سینہ بہ سینہ چلانے کے عادی تھے یا پھر جو کچھ اور لوگ ملے تھے وہ اس قابل نہ تھے کہ ان سے کچھ حاصل کیا جا سکتا۔ چنانچہ اب یہاں رہنے سے فائدہ بھی کیا تھا۔ میں نے اسی لیے واپسی پسند کی تھی۔ اس کے بجائے کہ میں کہیں اور جاتا، میں نے یہی بہتر سمجھا کہ اپنی نیند پوری کروں اور سونے کے لیے پانی کا نرم گداز بستر کتنا دلکش ہوتا ہے، اس کا تصور تم نہیں کر سکتے۔

لیکن پروفیسر اس بار خوب ہو رہی تھی میرے ساتھ۔ تہیہ کر رکھا تھا تمھاری زمین کے لوگوں نے کہ سونے ہی نہ دیں گے۔ ٹھیک سے آنکھ بھی نہ لگ پائی تھی، سمندر کے بلبلے آہستہ آہستہ ہلکورے دے رہے تھے، غنودگی کی سی کیفیت پیدا ہو چکی تھی اور شاید اس وقت سطح سمندر پر ہی تھا کہ کوئی چیز میرے بدن سے ٹکرائی۔ ٹکر خاصی زوردار تھی۔ ایک دم سے ہوش آ گیا اور میں نے گہری سانس لے کر ٹکرانے والی چیز کو دیکھا۔ خیال تھا کہ کوئی کشتی ہو گی یا کسی بڑے بحری جہاز کا نچلا حصہ لیکن پھر یہ خیال غلط ثابت ہو گیا کیونکہ جو چیز میرے بدن سے ٹکرائی وہ پہلی نظر میں سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔

ایک مخصوص حجم کے درختوں کے تنے آپس میں جوڑے گئے تھے جن کی لمبائی انسانی قد سے دو گنا ہو گی اور چوڑائی تقریباً ڈیڑھ گنا۔ درختوں کے تنوں کے اس بجرے پر ایک انسانی جسم لیٹا ہوا تھا۔ رنگین کپڑوں کے ڈھیر میں چھپا ہوا۔ اگر اس کے پھیلے ہوئے پاؤں اور پوری لمبائی میں پھیلے ہوئے ہاتھ نظر نہ آ رہے ہوتے تو یہ اندازہ بھی نہ ہوتا کہ وہ کوئی انسان ہے۔ چہرہ بھی کپڑوں کے ڈھیر میں چھپا ہوا تھا۔

ایک لمحے کے لیے دل چاہا کہ آنکھیں بند کر کے تہہ میں غوطہ لگا دوں لیکن انسانوں کی غذا کھا کر اور ان کے درمیان زندگی گزار کر ان کی کچھ بری عادتیں بھی خود سے چپٹالی تھیں، جن میں سے ایک تجسس بھی تھا اور اسی تجسس نے مجھے اس سے لاپروا نہ رہنے دیا۔ دیکھوں تو سہی ہے کیا بلا۔ میں نے سوچا اور سوئے ہوئے اعضا کو حرکت میں لانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ پھر میں بجرے پر چڑھ گیا۔ میرے وزن سے بجرہ ایک سمت جھکا لیکن اس پر لیٹے ہوئے انسان کا جسم اپنی جگہ پر رہا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ کھلے ہوئے چہرے کو دیکھ کر مجھ پر حیرت طاری ہو گئی۔

ایک وجیہہ انسان تھا جس کا چہرہ گہرے نیلے اور چمکدار روغن سے رنگا ہوا تھا۔ ہونٹ گہرے سرخ تھے اور آنکھوں کے پپوٹے سفید تھے۔ اسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سکون کی گہری نیند سو رہا ہو۔ ہونٹوں پر حسین مسکراہٹ سجائے لیکن یہ نیند کیسی تھی اور سونے والا کون تھا۔ ذہن چونکہ جاگ گیا تھا اس لیے اب کوئی کسلمندی طاری نہ تھی۔ کپڑوں کے ڈھیر کو ہٹا کر میں نے اس کا بدن عریاں کر دیا۔

عجیب رنگین انسان تھا۔ کپڑوں کے نیچے سے جو بدن نمایاں ہوا اس پر گلابی رنگ کا روغن تھا۔ سینے پر دو خنجر رکھے ہوئے تھے، برابر ہی ایک لمبی اور تیز دھار تلوار۔ بڑی انوکھی شے تھی۔ پھیلے ہوئے ہاتھ خشک چمڑے

کے تسموں سے بندھے ہوئے تھے اور غالباً یہی وجہ تھی کہ اس کا بدن اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر رہا تھا۔ میں نے اسے زور سے جھنجھوڑا تب مجھے احساس ہوا کہ وہ زندہ نہیں ہے۔ گویا یہ ایک لاش تھی۔ خوب! اب میں اس کا کیا کروں؟ ظاہر ہے وہ لاش مجھے اپنے بارے میں تفصیلات نہیں بتا سکتی تھی لیکن اس کا چہرہ ایسا جیتا جاگتا کیوں ہے۔ میں نے جھک کر اس کے سینے پر سر رکھ دیا اور اچانک مجھے احساس ہوا کہ اس کے سینے میں دل کی دھڑکن موجود ہے۔ گویا وہ جو کوئی بھی تھا، زندہ تھا۔

لیکن اب کیا کروں؟ تاحدِ نگاہ مہیب سمندر پھیلا ہوا تھا۔ اسے نکال کر خشکی پر بھی نہیں لیجا سکتا تھا۔ چنانچہ جو کچھ کرنا تھا اسی بجرے پر کرنا تھا۔ سب سے پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہ کہ ایک خنجر اٹھا کر اس کے پیروں اور ہاتھوں کے تسمے کاٹ دیئے اور ہاتھ پاؤں مل مل کر اس کے خون کی روانی درست کرنے لگا۔

کافی دیر تک میں نے اس کے خون کی روانی درست کی اور پھر دوبارہ دل کی دھڑکن دیکھنے لگا۔ اس بار دھڑکن پہلے سے زیادہ تیز تھی۔ اب میں نے اس کے دل کو مسلنا شروع کیا اور مخصوص طریقے سے اس کی دھڑکن بحال کرنے کی کوشش کرنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد اسے معمول پر لے آیا۔ اس کے ہونٹوں کا جوڑ کھلنے لگا تھا، پھر اس کی گردن میں جنبش ہونے لگی اور پھر پپوٹے پھڑکنے لگے۔ وہ ہوش میں آتا جا رہا تھا۔ میں نے زور زور سے اس کے گال تھپتھپائے اور بالآخر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند ساعت بے خیالی کے انداز میں مجھے دیکھتا رہا اور پھر ذہن کے تار آنکھوں سے جڑ گئے۔ اب اس کی نگاہوں میں تفہیمی انداز ابھر آیا تھا اور ہونٹ کچھ کہنے کے لیے لرز رہے تھے۔

کچھ بھی تھا پروفیسر میں نے کسی دور میں انسانوں سے نفرت نہیں کی تھی اور وہ بھی کسی ایسے انسان سے جو کسی طور مظلوم ہو یا ایسی بے بسی کا شکار ہو کہ خود سے اپنے لیے کچھ نہ کر سکے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس نے کسی اجنبی زبان میں کچھ کہا لیکن تم جانتے ہو پروفیسر کہ دنیا کی کوئی زبان میرے لیے اجنبی نہیں۔ صرف اتنا کرنا ہوتا ہے کہ اس کا مفہوم سمجھنے کے لیے تاثرات کی کتاب پڑھنا ہوتی ہے۔ دوسرے لمحے میں نے اس کا مفہوم سمجھ لیا اور پھر الفاظ کی ساخت پر تھوڑا سا غور کر کے میں اس لہجے پر بھی قادر ہو گیا۔ اس نے پھر اپنا سوال دُہرایا تھا۔

"کون ہو تم؟"

"دوست!" میں نے جواب دیا۔

"مجھے احساس ہو رہا ہے لیکن میں ۔۔۔ یہ چاروں طرف پھیلا ہوا آسمان اور یہ ہلتی ہوئی زمین میں ابھی کچھ سوچنے سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

"ذہنی قوتیں بحال ہونے میں کچھ وقت لگتا ہے، تم تھوڑا سا انتظار کرو اس کے بعد سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم مجھے سہارا دو گے؟ میں اٹھ کر بیٹھنا چاہتا ہوں۔"

"تھوڑی دیر لیٹے رہو تو بہتر ہے۔" میں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اوہ ہمدرد اجنبی تمھارا شکریہ لیکن تم غور کرو کہ تجسس انسان کے ذہن کو سب سے زیادہ تھکن مہیا کرتا ہے۔"

"میں تمھارا تجسس دور کر دوں گا۔" میں نے کہا۔

"تو بتاؤ میں کہاں ہوں؟"

"سمندر میں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ!" اس نے ایک لمبی کراہ کے ساتھ کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ پھر کافی دیر تک وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے لیٹا رہا اور میں نے اس کے سکون میں دخل اندازی مناسب نہیں سمجھی۔

میں جانتا تھا کہ میرا جواب سُننے کے بعد وہ خود پر گزرے ہوئے واقعات کو ذہن میں لا رہا ہے۔ چنانچہ میں نے خاموشی ہی مناسب سمجھی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں گہری سُرخ ہو رہی تھیں اور ان میں عجیب سے تاثرات تھے۔

"کیا نام ہے تمھارا؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ بھی سمجھ لو۔"

"کیا مطلب؟"

"میرے بارے میں جاننے سے پہلے اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"ہوں۔ میرا نام سبوتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"سمندر میں کیا کر رہے تھے؟"

"مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو۔ تو کیا تمھاری بستی قریب ہی ہے؟" اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"نہیں میرے دوست دُور دُور تک کوئی بستی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو کیا تم اتنی دُور مچھلیاں پکڑنے نکل آئے؟"

"ہاں۔ یہی سمجھ لو۔ میں ایک لمبے سفر پر نکلا ہوں۔ ظاہر ہے مچھلیوں کے سوا میری اور کیا خوراک ہو گی۔"

"اوہو۔ تو کشتی ہے تمھارے پاس؟"

"نہیں، کشتی بھی نہیں ہے۔"

"تو پھر؟" وہ حیرت سے بولا۔

"بس بازو ہیں میرے پاس اور میں اپنے بازوؤں پر بھروسہ کرتا ہوں۔ ان کی موجودگی میں مجھے کشتی کی ضرورت نہیں ہے۔ سمندر میرا غلام ہے۔"

"لگتے بھی انوکھے انسان ہو۔" وہ مسکرایا۔

"اور تم اب بھی اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"صرف ایک بار اور پوچھوں گا میرے دوست اور اس کے بع

تمھیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گا۔" اس نے کہا۔

"پوچھو وہ بھی پوچھو۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"تمھارا تعلق ان لوگوں سے تو نہیں ہے جو میرے وطن پر قبضہ کرنے آئے ہیں اور جن کی سازشوں اور چیرہ دستیوں نے ہمارے سکون کو درہم برہم کر دیا ہے؟"

"نہیں میرے دوست۔ اگر میری بات پر یقین کر سکتے ہو تو کر لو۔ میں کسی طور تمھارے دشمنوں میں شامل نہیں ہوں۔ کسی بھی طرح تمھارا برا نہیں چاہتا، بلکہ اگر تمھیں میری کسی قسم کی امداد درکار ہو تو میں اس کے لیے تیار ہوں اور اس کا اندازہ تم اس بات سے لگا لو کہ تم مُردوں کی مانند سمندر میں بہہ رہے تھے، میں نے تمھاری جسمانی قوتیں بحال کیں اور تمھاری زندگی واپس لے آیا۔"

"ہاں تم درست کہتے ہو۔ ان بدبختوں نے مجھے زندگی میں ہی موت دے دی تھی۔"

"تو اس کا مقصد ہے تم اب میری طرف سے مطمئن ہو؟"

"ہاں۔" اس نے کہا۔

"تو پھر اپنے بارے میں تفصیل بتا دو۔"

"میں فوما ہوں، اپنے قبیلے کا فوما۔"

"اب مجھے اس قبیلے کے بارے میں تفصیل بتا دو۔" میں نے کہا۔

"تفصیل؟"

"ہاں!"

"ہم لوگ پہاڑوں کے رہنے والے ہیں، یہی ہمارا قدیم وطن ہے۔ قبیلے کا نام جوہانہ ہے اور قبیلے کا سربراہ فوما کہلاتا ہے۔ ہمارے قبائل کھیتی باڑی کرتے ہیں اور اسی سے اپنی ساری ضروریات پوری کرتے ہیں۔ ہم لوگ پُرامن زندگی کے قائل ہیں لیکن فنون سپہ گری سے بھی کافی دلچسپی رکھتے ہیں اور اگر کبھی قبیلے پر کوئی بُرا وقت آجائے تو سپاہی بن کر بھی سامنے آسکتے ہیں لیکن ان لوگوں کے لیے کیا کریں جو سازشیں لیکر پہاڑوں میں آگھسے ہیں اور انھوں نے ہمارے درمیان پھوٹ ڈلوا دی ہے اور ہم میں داخل ہو کر ایسے ایسے چکر چلائے ہیں کہ جینا دوبھر ہو گیا ہے۔ میں قبیلے کا فوما تھا اور ان لوگوں کی فطرت سے واقف ہو گیا تھا جو سازشیں کر کے اقتدار حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔ تب انھوں نے مجھے زندگی میں ہی موت کی آغوش میں پہنچا دیا۔"

"اوہ! تو یہ ہے تمھاری کہانی؟"

"ہاں!" اس نے جواب دیا۔

"پھر اب تو تمھاری زندگی بچ گئی ہے اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں کیا بتاؤں میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ میں اپنی بستی سے کتنی دُور ہوں۔"

"فرض کرو تم اپنی بستی تک پہنچ جاؤ تو اس کے بعد کیا کرو گے؟"

"میری دلی خواہش ہے کہ میں اپنی آبادیوں کو ان زردی مائل سفید فاموں سے پاک کر دوں۔" فوما نے جواب دیا۔

"تمھارے اپنے لوگ اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟"

"میرے لوگ سادہ لوح ہیں۔ گو وہ بھی ان سے نفرت کرتے ہیں لیکن چند افراد ان کے چکر میں پھنس گئے ہیں اور وہی ان کے مددگار و معاون ہیں ———"

"خود تمھاری ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟"

"غاصب اور لٹیروں کے بارے میں اچھی رائے کون رکھتا ہے!" اس نے کہا۔

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ یہ اندازہ تو میں نے پہلے ہی لگا لیا تھا کہ درختوں کے اس بجرے کا مجھ سے آٹکرانا خالی از علت نہیں ہے اور علت شروع ہو گئی تھی۔ اب ان طالب امداد کا کیا کروں۔ ایک ترکیب تو یہ ہو سکتی ہے کہ ان حضرت کی گردن دبا کر انھیں حقیقی موت کی نیند سلا کر خود انھیں بھی دنیا کے جھگڑوں سے نجات دلا دوں اور اپنے آپ بھی آنکھیں بند کر کے سمندر کی تہہ میں چلا جاؤں۔ دوسری صورت یہی تھی کہ میں ان کے ساتھ لگ جاؤں اور پھر وہی سارے چکر شروع ہو جائیں۔ یہ اس بار آخر لوگ مجھے سونے کیوں نہیں دے رہے ہے؟

لیکن پروفیسر، کسی مذہبی یا اخلاقی دباؤ سے مبرا ہوتے ہوئے بھی واقعات شاہد ہیں کہ میں نے کبھی انسانوں سے اجتناب نہیں کیا۔ میں نے ہمیشہ ان کے دُکھوں کو سینے میں محسوس کیا اور ان کی امداد کے لیے بےچین ہو گیا۔ یہی میری فطرت ہے پروفیسر اور میرا خیال ہے یہ فطرت بُری نہیں ہے۔ اگر میری یہ فطرت نہ ہوتی تو میں کسی کی امداد کے لیے مجبور تو تھا نہیں۔

"تمھارے چہرے پر یہ رنگ کیسے ہیں؟"

"رنگ — آہ — میں اپنا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے لیکن تمھارا چہرہ نیلا ہے۔ ہونٹ سُرخ ہیں آنکھوں کے پپوٹے سفید ہیں اور باقی بدن بھی رنگا ہوا ہے۔"

"چمک کا دیوتا، رحم کر۔ ظاہر ہے انھوں نے مجھے مُردہ سمجھ لیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"انھوں نے مجھے مُردہ سمجھ کر مُردوں کی طرح رنگ دیا ہے۔"

"اوہ۔ تو گویا یہ تمھارے قبیلے کی رسم ہے؟"

"ہاں۔ ہمارے ہاں مُردوں کو مختلف رنگوں میں رنگ دیا جاتا ہے۔"

"لیکن تمھارے بارے میں یہ غلط فہمی کیسے ہوئی؟"

"کیا بتاؤں، میری عقل حیران ہے سوچتا۔ کیا نعامہ بھی ان لوگوں کے ساتھ شریک ہو گئی؟"

"نعامہ کون ہے؟"

"میری محبوبہ!" اس نے جواب دیا۔

"کیا کیا تھا اس نے؟"

"اسی نے مجھے شراب پلائی تھی اور اس کے بعد مجھے اب ہوش آگیا ہے۔ گویا وہ شراب میری موت کا باعث تھی اور میری موت کے لیے

نعامہ کو چُنا گیا تھا، آخر کیوں؟"

"میرے دوست"، میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا، "تمھاری باتیں ٹکڑوں کی شکل میں میرے علم میں آرہی ہیں۔ ان بے شمار ٹکڑوں کو جوڑ کر میں واقعات کی ایک زنجیر تو تیار کر سکتا ہوں لیکن اس کے لیے مجھے تم سے بے شمار سوالات کرنا ہوں گے۔ ممکن ہے تم ان سوالات سے اکتا جاؤ اور یہ بھی ممکن ہے کہ میں ہی الجھ جاؤں اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم اپنے بارے میں پوری تفصیل مجھے بتادو لیکن اس کے لیے ایک بات کی وضاحت ضرور کردوں۔ میں نے تمھارے ساتھ صرف یہ کیا ہے کہ تمھارے سانس بحال کر دیے اور اب تم مکمل زندگی پا چکے ہو۔ اگر اس کے بعد تم بہ آسانی اپنے مسائل سے نمٹ سکتے ہو تو میں زبردستی تمھارے معاملات میں ٹانگ اڑانے سے دلچسپی نہیں رکھتا۔ اگر ایسی بات ہے تو تم ذہن پر کوئی زور مت ڈالو اور ہم دونوں اپنے اپنے راستے سے لگیں۔ ایسی صورت میں میں تم سے تمھارا نام بھی پوچھنے کی زحمت نہیں کروں گا اور اگر تم میری مدد کی ضرورت محسوس کرتے ہو تو پہلے تمھیں اپنے بارے میں پوری تفصیل بتانا ہوگی اس کے بعد ہی ہم کوئی دوسری بات کریں گے۔"

"اوہ۔ نہیں میرے دوست، ایسی بات مت سوچو۔ اس سمندر میں میں تنہا ہوں، بلکہ اب تو یقین کر دیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ اپنی بستی میں بھی میں تنہا ہی ہوں۔ شاید زرد لوگوں کا جادو چل گیا ہے۔ اب تو میں بستی والوں کو اپنی زندگی کا یقین بھی نہیں دلا سکتا۔ ایسی حالت میں تو مجھے کسی سہارے کی سخت ضرورت ہے۔ اگر تم مجھے سہارا دے سکو تو میں زندگی بھر تمھارا ممنون رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جس طرح بھی تمھارے کام آسکوں گا آؤں گا۔ اب تم مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتادو۔"

"قبیلے کے ہونے والے سردار کا نام فوما ہی رکھا جاتا ہے۔ گویا اسے ہونے والا سردار قرار دے دیا جاتا ہے۔ میں بھی اپنے قبیلے کا فوما تھا۔ تب زرد رو سفید فام آئے اور ہمارے لیے بے شمار تحائف لائے۔ ان تحائف نے میرے لوگوں کو ان کا گرویدہ بنالیا۔ بہت سے لوگ ان کے گرویدہ ہوگئے لیکن مجھے شروع سے وہ لوگ ناپسند تھے۔ میں نے پہلا کام یہ کیا کہ انھیں اپنی آبادیوں سے دور قیام کرنے کے لیے کہا اور اس طرح انھیں شمالی پہاڑیوں میں جگہ ملی لیکن وہ لوگ وہاں بھی خوش تھے اور انھوں نے اس بات کا کوئی گلہ نہیں کیا بلکہ خوشی خوشی وہاں آباد ہوگئے۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے اپنے خلوص اور عنایات کی بارش جاری رکھی اور ہمارے درمیان زبردستی گھسنے کی کوشش کرتے رہے۔

لیکن میں بدستور ان کا مخالف تھا اور انھیں پسندیدگی کی نگاہوں سے نہیں دیکھتا تھا۔ میری یہ بات خود میرے قبیلے کے بہت سے لوگ ناپسند کرتے تھے۔ چند لوگوں نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی لیکن پھر میں نے ان سے ایک سوال کیا۔ آخر یہ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں۔ اس کا جواب میرے قبیلے کے لوگ نہ دے سکے۔۔۔"

"اوہ۔ تمھاری بات درمیان سے کاٹ رہا ہوں۔ خود ان لوگوں نے نہیں بتایا کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"عذر لنگ کیا تھا انھوں نے۔ انھوں نے کہا وہ دنیا گرد سیاح ہیں اور یہاں سے آگے کے سمندر سخت طوفانی ہیں۔ اگر وہ آگے جانے کی کوشش کریں گے تو ان کے جہاز تباہ ہو جائیں گے اور وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

"پھر انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کیا کریں گے؟"

"انھوں نے کہا کہ وہ بھی فوما تبائل کے ساتھ ان کے وفاداروں کی حیثیت سے رہیں گے اور انہی کی مانند یہاں کاشت کر کے اور مویشی پال کر زندگی بسر کریں گے۔"

"خوب! کیا ان کے ساتھ عورتیں بھی ہیں؟"

"ہاں، لیکن تھوڑی تعداد میں۔"

"ان کی کل تعداد کتنی ہے؟"

"بے شمار لوگ ہیں، جو چار جہازوں میں آئے تھے۔"

"اور ان کے جہاز کہاں ہیں؟"

"شمالی ساحل پر۔" فوما نے جواب دیا۔

"خیر۔ آگے بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"وہ لوگ اپنے قدم جمانے لگے۔ میں نے کئی بار ان کی بستیوں کا معائنہ کیا لیکن وہ اپنی بستیوں میں میری آمد پسند نہیں کرتے تھے اور میرے ساتھ ہمیشہ سرد مہری کا برتاؤ کرتے تھے۔ پھر میں نے کچھ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنایا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک مختصر عرصے کے اندر یہ جگہ چھوڑ دیں اور انھوں نے وہی گھسا پٹا سوال دہرایا کہ وہ کہاں جائیں۔ تب میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ کیا ضروری ہے کہ وہ آگے کا رخ کریں وہ اسی طرف کیوں نہیں چلے جاتے جدھر سے آئے ہیں۔ وہ ٹال مٹول کرتے رہے۔ بالآخر میں نے کہہ دیا کہ اگر انھوں نے یہاں سے روانگی کا فیصلہ نہ کیا تو پھر میں ان کے ساتھ بُرا سلوک کروں گا اور انھیں زبردستی وہاں سے نکال دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ اسی اعلان کے نتیجے میں مجھے موت سے دوچار ہونا پڑا۔"

"اوہ۔ خوب تو یہ کہانی ہے تمھاری؟"

"ہاں۔ مکمل کہانی۔"

"کیا تمھارا تعلق بھی کسی مذہب سے ہے؟"

"مذہب؟"

"ہاں۔ تم دیوتاؤں کو مانتے ہو، ان کی پوجا کرتے ہو؟"

"ہاں۔ آسمان پر چمکنے والا ہمارا معبود ہے۔"

"کون؟ جو دن کو چمکتا ہے یا رات کو؟"

"یہ اس کے دو روپ ہیں۔ دن کو وہ سختیاں لیکر آتا ہے تاکہ ہم محنت و مشقت اپنائیں اور جب ہم تھک جاتے ہیں تو رات کو وہ

ہمارے لیے محبت کی ٹھنڈی روشنی لے کر آتا ہے اور ہمیں سکون دیتا ہے۔"
"ٹھیک!" میں نے گردن ہلائی اور اندازہ لگالیا کہ وہ سورج کے پجاری ہیں۔
"کیوں۔ کیا تم اسے دیوتا نہیں مانتے؟"
"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں!" میں نے جواب دیا اور میرے اس گول مول جواب سے وہ مطمئن ہو گیا۔ اس نے مجھ سے کوئی دوسرا سوال نہیں کیا تھا اور جب اس نے کوئی دوسری بات نہیں کی تو میں نے اس سے سوال کیا۔ "تمھارے ہاں مرنے والوں کو سمندر میں بہا دیا جاتا ہے؟"
"نہیں۔ انھیں رنگ لگا کر دفن کر دیا جاتا ہے۔"
"پھر تمھارے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟"
"ہمارے خیال میں فوما کے ساتھ مقدس روحیں ہوتی ہیں۔ ان روحوں کو مٹی میں نہیں دفن کیا جاتا۔ اگر ایسا کیا جائے تو زمین پودے اگانا بند کر دیتی ہے اور پھر اس سے صرف بیماریاں پھوٹتی ہیں۔"
"اوہ۔ تو فوما کو سمندر میں بہا دیا جاتا ہے؟"
"ہاں۔"
"ٹھیک ہے میرے دوست۔ یوں تمھاری کہانی مکمل ہو گئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اگر تم اسے مکمل سمجھتے ہو؟"
"ہاں۔ میرا خیال ہے اب تم سے پوچھنے کے لیے کچھ نہیں رہ گیا ہے۔ چنانچہ اب ہم آگے کی باتیں کریں گے۔"
"ٹھیک ہے۔"
"تم نے اپنی محبوبہ کا کیا نام بتایا تھا؟"
"نعامہ!"
"کیا تمھارے ہاں شادی کا رواج ہے؟"
"ہاں۔"
"تمھاری شادی نہیں ہوئی؟"
"شادی تو ہوئی ہے۔ صرف پانچ شادیاں ہوئی ہیں میری کیونکہ ابھی میری عمر زیادہ نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔
"بہت خوب! گویا عمر کم ہونے کی وجہ سے صرف پانچ شادیاں ہوئی ہیں؟" میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔
"ہاں۔"
"کم از کم حد کیا ہے؟"
"کیا مطلب؟"
"کیا تمھارے ہاں ایک آدمی کی بہت سی بیویاں ہوتی ہیں؟"
"ہاں۔ کیا تمھارے ہاں نہیں ہوتیں؟"
"ہمارے ہاں تو کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن یہ تو بتاؤ، کیا صرف فوما زیادہ شادیاں کرتا ہے یا عام لوگ بھی؟"

"نہیں۔ شادی کے لیے کسی پر قید نہیں ہے۔ جس کا دل چاہے جتنی کرے۔"
"تو کیا تمھارے ہاں عورتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے؟"
"ہاں کافی ہیں لیکن جو عورت جس مرد سے چاہے شادی کر سکتی ہے اور اگر وہ کسی سے علیحدہ ہونا چاہے تب بھی اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہی صورت مرد کی ہے لیکن تم اتنی حیرت سے یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"
"میری بات جانے دو دوست۔ میں نے ابھی ایک بھی شادی نہیں کی۔"
"ارے۔ حالانکہ تمھاری عمر اتنی کم بھی نہیں ہے۔" وہ تعجب سے بولا۔
"ہاں۔ بدقسمتی ہے!" میں نے جواب دیا۔
"تعجب ہے مجھے۔"
"ہونا بھی چاہیے۔ ویسے محبوبائیں اس کے علاوہ ہوتی ہیں؟"
"ہاں۔ محبت تو ایک فطری جذبہ ہے۔"
"بے شک بے شک۔ کیا محبوبہ کے ساتھ شادی کرنا ضروری ہوتا ہے؟"
"یہ تو مرضی پر منحصر ہے۔"
"بڑے اچھے قوانین ہیں تمھارے، مجھے پسند آئے۔ انسان پر بے جا بوجھ نہیں ڈالے گئے۔ بہرحال اب مجھے اپنا ارادہ بتاؤ۔"
"اس وقت میں بے بس ہوں۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ اپنے علاقے سے کتنی دُور نکل آیا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔
"یہ بھی اندازہ نہیں لگا سکتے کہ تمھارے انتقال کو کتنا عرصہ گذر چکا ہے؟"
"مجھے نہیں معلوم۔"
"اچھا یہ بتاؤ۔ کیا تمھارا علاقہ بے حد وسیع ہے؟"
"ہاں۔ تم اس کی لمبائی چوڑائی نہیں ناپ سکتے۔"
"بہت سی بستیاں ہیں اس میں؟"
"ہاں!"
"کیا ساری بستیوں کے لوگ تمھیں پہچانتے ہیں؟"
"ضروری نہیں۔ ویسے سال کے جشن میں عموماً ساری بستیوں کے لوگ آتے ہیں۔ اس طرح ہر بستی کے چند لوگ مجھے جانتے ہوں گے۔"
"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔ "تب پھر پیارے فوما، ہم چلتے ہیں کتنی دُور آئے ہیں اور کس سمت سے آئے ہیں، اس کے لیے زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال ہم اپنی بستی تلاش کر لیں گے۔"
"میں تمھارا شکر گزار ہوں۔" فوما نے جواب دیا۔
تب میں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ بہرحال میں اس کی مدد کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اب جب حالات میرے بارے میں فیصلہ کر چکے ہیں کہ مجھے سونے نہ دیں گے تو ٹھیک ہے میں بھی سونے کے لیے بے چین

نہیں ہوں۔ تفریحات بھی سہی۔ میں نے ہواؤں کے رُخ کا اندازہ لگایا۔ ہوائیں جس رُخ سے آرہی تھیں، اگر انھوں نے رُخ نہیں بدلا ہے تو اسی سمت فوما کی سرزمین ہوگی لیکن اس بجرے کو ہواؤں کے رُخ پر چلانے کے لیے بہرحال کچھ انتظامات ضروری تھے۔ پہلے ان کے بارے میں فیصلہ کرنا تھا۔ تب میں نے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا تم اپنے بدن میں کچھ قوت پاتے ہو؟"

"میں اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرتا ہوں۔" اس نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اچھے خاصے تن و توش کا انسان تھا لیکن اس کے بدن کی قوت سے میں نے اندازہ لگایا کہ اسے اپنی زمین سے چلے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو بھوک کی وجہ سے وہ بے جان ہو چکا ہوتا لیکن اس کے بدن میں اتنی نقاہت نہیں تھی جس سے اندازہ ہوتا کہ وہ طویل عرصے سے بھوکا ہے۔

اس بات سے کم از کم میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اس کے بجرے نے سمندر میں زیادہ فاصلہ نہیں طے کیا ہے۔ گویا ہواؤں کے مخالف رُخ پر اگر کوشش کی جائے تو فوما کی بستیوں میں پہنچا جا سکتا ہے لیکن بہرحال سمندر کی مخالفت میں چلنا خاصا مشکل کام تھا! اس کے لیے لہروں کو کاٹنے کے لیے کسی چیز کا ہونا ضروری تھا اور میرے طوفانی ذہن نے اس کا فیصلہ بھی کر لیا۔ درختوں کے تنوں کو جوڑ کر بنائے ہوئے بجرے سے اگر ایک تنا الگ کر لیا جائے تو اس کی چوڑائی میں کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ ان تنوں کو کناروں پر سوراخ کر کے اور ان سوراخوں میں ایک مضبوط لکڑی پھنسا کر جوڑا گیا تھا۔ میں نے فوما کا خنجر لے کر لکڑیوں کے ایک سرے کو تھوڑا سا چھیلا اور پھر دونوں جانب سے ان سروں کو پتلا کرنے کے بعد ایک تنا نکال لیا۔ اسی موٹے تنے سے میں نے لکڑیوں کے سرے دوبارہ ٹھونک دیے تاکہ وہ جوڑے ہو جائیں اور دوسرے تنے ان سے باہر نہ نکل سکیں۔

فوما بغور میری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ شاید اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ پھر میں نے اسی خنجر سے درخت کے تنے کے ایک سرے کو تھوڑا سا چیرا اور اس میں انگلیاں پھنسا دیں۔ پھر ایک زوردار آواز کے ساتھ تنا درمیان سے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

فوما کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا اور وہ آہستہ سے کچھ بڑبڑایا بھی تھا جو میری سمجھ میں نہیں آیا اور میں بدستور اپنے کام میں مصروف رہا۔ دونوں ٹکڑوں کو ایک مخصوص ناپ سے کاٹا اور پھر ان کے سرے اتنے پتلے کیے کہ وہ پنجوں کی گرفت میں آسکیں۔ اس طرح میں نے دو چپو تیار کر لیے اور اس کام سے فارغ ہو کر فوما کی جانب دیکھا۔

"میں تمھاری قوت اور ذہانت کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکوں گا۔" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم بھوکے ہو گے فوما؟"

"ایں ہاں اب احساس ہو رہا ہے۔"

"ظاہر ہے تم اس وقت سے بھوکے ہو گے جب انھوں نے تمھیں مُردہ سمجھ لیا تھا۔"

"ہاں یقیناً۔"

"سمندر میں تمھیں کیا غذا مہیا کی جائے؟"

"اس کے لیے فکرمند نہ ہو میرے دوست۔ میں بھی اتنا کمزور نہیں ہوں۔ تمھارا ساتھ کافی دیر تک دے سکتا ہوں۔" فوما کھڑا ہو کر بولا لیکن پھر توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گھٹنوں کے بل بجرے پر گر گیا۔ پھر وہ مسکرا کر بولا۔ "نہیں دوست میرا خیال غلط تھا۔" اور میرے ہونٹوں پر بھی اس کی اس صاف گوئی سے مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا خیال ہے کچی مچھلیاں بھی عمدہ خوراک ثابت ہوتی ہیں۔"

"ہاں، بے حد حیات بخش۔" وہ بولا۔

"کھانے میں دقت تو نہ ہو گی؟"

"نہیں۔ بھوک کے اس عالم میں تو درختوں کے پتے بھی چبائے جا سکتے ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"تب میرا خیال ہے میں تمھارے لیے مچھلیاں فراہم کروں۔"

"ممکن ہے؟"

"کیوں نہیں۔"

"لیکن کس طرح پکڑو گے؟" اس نے پوچھا۔

"انتظار کرو۔" میں نے اسے جواب دیا اور دوسرے لمحے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ سطح کے نیچے پانی میں دوڑتی ہوئی مچھلیوں کو دیکھنا اور انھیں پکڑنا یقیناً ایک عام انسان کے لیے مشکل کام ہے لیکن میرے لیے اتنا مشکل نہیں۔ چنانچہ درمیانے سائز کی مچھلیوں کے ایک غول پر میں نے جھپٹا مارا اور دو مچھلیاں میرے ہاتھ آگئیں۔ چنانچہ انھیں تھامے ہوئے میں نے سطح کا رُخ کیا اور پھر دونوں مچھلیاں بجرے پر اچھال دیں۔ فوما کی ہلکی سی متحیرانہ آواز میرے کانوں میں گونجی تھی لیکن میں نے اس پر توجہ نہ دی اور دوبارہ پانی کے نیچے پہنچ گیا۔ مچھلیاں اتنی محتاط نہیں تھیں کہ وہ مجھ سے بچاؤ کا بندوبست کرتیں۔ چنانچہ میں پھر ایک غول سے ٹکرا گیا اور مچھلیاں میرے ہاتھ کیوں نہ آتیں۔ ان کو بھی میں نے بجرے پر پھینک دیا اور تیسری بار جب میں اوپر آیا تو فوما کنارے پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔

"اوہ، بس تا میرے دوست بس یہ کافی ہیں! اور مچھلیوں کا کیا کرو گے؟"

"واقعی؟" میں نے پوچھا۔

"دیکھو نہ ان کا وزن کافی ہے۔" وہ بولا اور میں بجرے پر چڑھ آیا۔ طاقتور مچھلیاں بجرے پر اچھل رہی تھیں لیکن اب اس کی چوڑائی اتنی کم بھی نہیں تھی کہ وہ واپس سمندر میں جا گرتیں۔

"ارے تم نے کھانا شروع نہیں کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اب اتنا بھوکا بھی نہیں ہوں کہ تمھارا انتظار نہ کر سکتا۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور میں نے وہ مچھلی اٹھائی جو اچھل کر میرے نزدیک آگری تھی اور پھر وحشی فوما نے بھی اس قدر وحشت کہاں دیکھی ہوگی کہ وہ اپنی وحشت بھول جائے۔ میں نے ایک ہاتھ سے مچھلی کی دم پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے سر اور پھر میں نے اچھلتی ہوئی مچھلی کے بدن سے گوشت کا بڑا ٹکڑا اپنے دانتوں سے نوچ لیا اور اسے چبانے لگا۔

فوما نے شاید اس سے پہلے کبھی کچی مچھلی نہیں کھائی تھی، چنانچہ وہ جھجک رہا تھا لیکن پھر مجھے مچھلی کھاتے دیکھ کر وہ بھی رواں ہو گیا۔ اس طرح ہم نے پانچ مچھلیاں صاف کر دیں اور مچھلیوں کا گوشت عام غذاؤں سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ فوما کے بدن میں بھی چستی نظر آنے لگی تھی۔ اس نے زور سے گردن جھٹکی اور پھر ایک پتوار اٹھا لیا۔

"اب میں تمھارا بھرپور ساتھ دے سکتا ہوں۔"

"بس تو پھر شروع ہو جاؤ۔" میں نے دوسرا پتوار اٹھا لیا اور ہم دونوں بجرے کو ہواؤں کے مخالف رُخ پر کھینے لگے۔

دو مضبوط انسان اس ہلکی کشتی کو چلا رہے تھے رفتار کیوں نہ تیز ہوتی۔ فوما کی آنکھوں میں تیز چمک نظر آ رہی تھی۔ وہ بہت خوش معلوم ہوتا تھا۔ راستے میں وہ بولا۔

"میں نے محسوس کیا ہے دوست کہ تم عام انسانوں سے کافی مختلف ہو۔"

"کس لحاظ سے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے جس انداز سے درخت کے تنے کو چیر دیا تھا اور جس انداز میں تم نے مچھلیاں پکڑی ہیں، وہ عام لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"میں سمندر کی دنیا کا انسان ہوں اور مچھلیوں سے میری کافی دوستی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور فوما بھی ہنسنے لگا۔

بجرے کا تیز رفتار سفر جاری رہا۔ سورج ہمارے سروں سے گذر گیا اور پھر اس کا نارنجی گولا سمندر میں ڈوب کر سرد ہو گیا۔ تاریکی پھیل گئی۔ فوما بدستور میرے ساتھ بجرے کو کھے رہا تھا۔ میں نے اس کے انداز میں ابھی تک تھکن کے آثار نہیں پائے تھے۔ پھر مجھے خود ہی اس پر رحم آ گیا اور میں نے پتوار اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ فوما نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"آرام کرو فوما۔"

"لیکن اگر ہم نے پتوار چلانا چھوڑ دیا تو یہ ہوا کے رُخ پر بہنے لگے گا۔"

"نہیں، تم اطمینان رکھو ایسا نہیں ہوگا۔"

"کیا مطلب؟ گویا تم تنہا اسے آگے بڑھاؤ گے؟" فوما نے کہا۔

"ہاں اس وقت تک جب تک تم آرام کرو گے میں اسے آگے بڑھاتا رہوں گا پھر جب تم چاق و چوبند ہو جاؤ گے تو میں تمھیں اس کام میں شریک کروں گا۔"

"اوہ، نہیں میرے محسن، میں یہ گستاخی نہیں کر سکتا۔"

"میں خود تم سے کہہ رہا ہوں فوما اور میری درخواست ہے کہ تم ایسا ہی کرو۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گیا۔ بہرحال میں نے اسے آرام کرنے پر راضی کر لیا۔ رہی میری بات تو میں ایک رات کیا، ایک ماہ تک اس بجرے کو کھے سکتا تھا۔ فوما چت لیٹ گیا اور تھوڑی دیر تک مجھ سے باتیں کرتا رہا۔ میں اس سے اس کی بیویوں کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

"ہاں۔ وہ پانچوں مجھے چاہتی ہیں اور کسی قیمت پر مجھ سے علیحدہ ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ حالانکہ میں نے انھیں اجازت دے دی ہے کہ اگر وہ یا ان میں سے کوئی چاہے تو مجھ سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے۔"

"تم میں زیادہ سے زیادہ شادیاں کس نے اور کتنی کی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"یوں تو فوما کی بیویاں ہی زیادہ ہوتی ہیں۔ میرے باپ کے باپ نے ایک سو دو شادیاں کی تھیں اور ان میں سے ایک بھی بیوی کو نہیں چھوڑا تھا۔"

"اولاد کی کیا پوزیشن رہی؟"

"لاتعداد۔ جن کی صحیح گنتی وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔"

"خوب! تمھاری کوئی اولاد نہیں تھی؟"

"میری۔ ہاں میرے دو بیٹے ہیں۔ دو مختلف بیویوں سے۔" اس نے جواب دیا۔

"خوب! تمھاری نئی محبوبہ ان لوگوں کی آلۂ کار کیسے بن گئی؟"

"مجھے خود حیرت ہے۔ حالانکہ وہ مجھے بہت چاہتی ہے۔"

"ممکن ہے اس نے تمھارے ساتھ فریب نہ کیا ہو؟"

"دیوتا ہی جانیں۔"

"اچھا کیا یہ ساری بیویاں یکجا رہتی ہیں؟"

"فوما کے بہت سے جھونپڑے ہوتے ہیں اور چونکہ بیویوں کی تعداد عموماً زیادہ ہوتی ہے اس لیے وہ مختلف جھونپڑوں میں رہتی ہیں۔"

"وہ آپس میں جنگ تو نہیں ہوتی؟"

"بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بعض اوقات تو یہ جنگ ہلاکت تک پہنچ جاتی ہے۔ ہمارے علاقے کے ایک بزرگ کو ان کی بیویوں نے ہلاک کر دیا۔ جو بیس بیویاں تھیں ان کی۔ آپس میں لڑ پڑیں۔ وہ بے چارے ان کے درمیان صلح کرا رہے تھے کہ خونخوار بیویوں نے ان پر حملہ کر دیا اور انھیں گھونسے اور لاتیں مار مار کر ہلاک کر دیا۔"

میں ہنستا رہا اور پھر جب میں نے فوما کی آواز میں نیند کی آمیزش پائی تو خاموش ہو گیا۔ پتوار پر بدستور میرے ہاتھ چل رہے تھے۔ پھر یوں ہوا کہ ہواؤں کا رُخ اچانک بدل گیا اور وہ اسی سمت چلنے لگیں جدھر ہم جا رہے تھے۔ میں اس بات سے بہت خوش ہوا اور میں نے پتوار چھوڑ دیا۔ اب ہوائیں ہماری مدد کر رہی تھیں اور بجرہ اسی سمت جا رہا تھا جہاں ہم جانا

چاہتے تھے۔ پتوار رکھ کر میں بیٹھ گیا۔ تب اچانک میری نگاہ آسمان پر جا پڑی۔ میرے دوست میری جانب نگراں تھے۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے۔

"کیا حال ہے دوستو! کچھ باتیں کرو گے؟" میں نے پوچھا اور انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ "تب پھر پہلے یہ بتاؤ کہ کیا ہم نے صحیح رُخ اختیار کیا ہے؟" اور ستارے اشارے کرنے لگے۔ میں نے ان کے اشارے سمجھے تو اندازہ ہوا کہ میں فوما کے علاقے سے زیادہ دُور نہیں ہوں۔ بس اس علاقے کے بارے میں، میں نے ان سے زیادہ سوالات نہیں کیے اور دُوسری باتیں ہونے لگیں جو دوار کی باتیں تھیں اور خاصی رات گئے تک میں ستاروں سے گفتگو کرتا رہا۔

رات کی تاریکی میں سفیدی شامل ہونے لگی۔ پھر روشنی پھیل گئی اور میں نے اپنے سونے والے دوست کی طرف دیکھا۔ گہری مست نیند سونے والا۔ سب کچھ بھول کر بے خبر ہو گیا تھا۔ میں نے صبح کے ناشتے کے لیے مچھلیوں کا بندوبست کرنے کی سوچی اور پانی میں اُتر گیا۔ ناشتے کی تلاش میں نکلنے والی کئی مچھلیاں خود ناشتے کا سامان بن گئیں اور میں بجرے پر ان کی اچھل کود دیکھتا رہا۔ پھر ایک زور آور مچھلی اچھل کر فوما کے پیٹ پر جا پڑی۔ کافی وزنی تھی۔ فوما اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس نے متحیرانہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ شاید سونے کے بعد وہ ماحول کو بھول جاتا تھا پھر اس کی آنکھوں میں ماحول کی شناسائی واپس آ گئی۔

"اوہ۔ سبوتا! یہ شریر مچھلیاں؟"

"شریر ناشتہ کہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی مسکرانے لگا۔ پھر وہ اٹھ گیا۔ بجرے پر ادھر اُدھر سے منہ لیٹ کر اس نے سمندر کے نمکین پانی سے منہ ہاتھ دھوئے اور پھر ہم دونوں نے مچھلیاں کھانا شروع کر دیں۔ فوما کی آنکھوں میں ممنونیت کے آثار تھے۔ مچھلیاں کھانے کے بعد ہم نے ڈکاریں لیں۔ "کچی مچھلی اتنی شاندار خوراک ہے کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے پروفیسر۔ یہ پانی کی ضرورت بھی پوری کر دیتی ہے اور جسم کی ساری غذائی ضروریات بھی۔" ہم دونوں کو خاص پیاس نہیں لگی تھی۔

"تم جس طرح میری مدد کر رہے ہو دوست، میں تمھارے اس احسان کو کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"بس بس۔ ابھی کچھ نہیں کیا میں نے۔ جب تمھاری سرزمین ان لوگوں سے پاک ہو جائے تو جی بھر کر ممنون ہو لینا۔"

"کاش ایسا ہو جائے۔" وہ حسرت بھرے لہجے میں بولا اور میں نے خاموشی ہی مناسب سمجھی۔ ہمیشہ بلند و بانگ دعوے مناسب نہیں ہوتے جو ہو گا دیکھا جائے گا اور پھر کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔

فوما کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور پھر وہ چونک پڑا۔ "ارے۔ یہ۔ یہ بجرہ کیسے چل رہا ہے؟ کیا ہم نے سمت برقرار رکھی ہے؟"

"ہاں۔ ہواؤں کے رُخ بدل گئے ہیں۔"

"اوہ۔ یہ تو عمدہ بات ہے۔ رفتار بھی خاصی تیز ہے۔"

"ہاں اور ہم تمھاری بستیوں کی طرف جا رہے ہیں۔"

"تمھیں یقین ہے؟" وہ چونک کر بولا۔

"ہاں!"

"لیکن کس طرح؟"

"اس بارے میں نہ پوچھو تو بہتر ہے۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میں تمھیں اس کا صحیح جواب نہیں دے سکوں گا۔"

"آخر کیوں؟ مجھ سے چھپانا چاہتے ہو؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ تم یوں سمجھو، کچھ خصوصیتیں میرے اندر دوسرے لوگوں سے مختلف ہیں۔ میری ایک حس خاص اوقات میں مستقبل کی پیشگوئی کر دیتی ہے۔"

"میں خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں۔" فوما نے کہا۔

"اوہ۔ وہ کیوں؟"

"سمندر میں تمھارا کسی کشتی کے بغیر ہونا تعجب خیز نہیں ہے کیا؟ اور پھر تمھاری طاقت، میرا خیال ہے تم عام انسانوں سے کہیں زیادہ طاقتور ہو۔ اوہ۔ وہ۔ وہ دیکھو۔ وہ کیا ہے؟" فوما نے مضطربانہ انداز میں ایک طرف اشارہ کیا اور میں اس کے اشارے کی سمت دیکھنے لگا۔ سمندر کی سطح پر ایک بھوری لکیر نظر آ رہی تھی اور یہ خشکی کی علامت تھی۔

"زمین ہے سبوتا۔" وہ پھر بولا۔

"ہاں۔ زمین ہے۔"

"ممکن ہے۔ ممکن ہے یہ ہماری ہی زمین ہو۔"

"سو فیصدی ممکن ہے۔" میں نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

"تو آؤ۔ بجرے کو اور تیزی سے چلاتے ہیں، رفتار تیز ہو جائے گی۔" اس نے اپنے اضطراب کو چھپانے کی کوشش کی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اتنی جلد بازی کی ضرورت نہیں فوما۔ اب اس بارے میں بھی کچھ باتیں کر لیں۔ فاصلہ اتنا زیادہ بھی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ ضرور سبوتا۔ میں تمھاری ہر بات پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔" فوما نے کہا۔

"تم نے کہا ہے کہ تمھاری بستیوں میں گھس آنے والے تمھیں ناپسند کرتے ہیں۔"

"ہاں سبوتا۔ میری موجودہ حالت یقیناً انھی کی وجہ سے ہے انھوں نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اور اپنی دانست میں ہلاک کر دیا تھا۔"

"تمھاری موت کے بعد تمھاری بستی میں کیا ہوا ہو گا؟"

"کوئی دوسرا سردار چن لیا ہو گا۔"

"وہ کون ہو سکتا ہے؟"

"میری بستی کا کوئی ایسا انسان، جو ان کے لیے پسندیدہ ہو گا۔"

''اوہ!'' میں نے گردن ہلائی اور پھر بولا'' ایک بات اور بتاؤ، اگر تم واپس بستی میں پہنچ جاؤ تو کیا ہوگا؟''

''اچھا نہیں ہوگا سیوتا۔ بلاشبہ بے شمار لوگ ان کے مطیع ہیں لیکن میرے حامیوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔ وہ میری مدد کو اٹھ کھڑے ہوں گے اور خونریزی ہوگی۔''

''اوہ! کیا تمھارے ساتھی، میرا مطلب ہے فوما کے لوگ اس حد تک ان کے ساتھ ہوں گے کہ ان کے لیے جنگ بھی کر سکتے ہیں؟''

''کیا بعید ہے۔'' فوما نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''ہوں۔ پھر بستی میں پہنچ کر تم کیا کرو گے؟''

''سب سے پہلے تو میں یہ معلوم کروں گا کہ یہ کون سی بستی ہے؟''

''لیکن اگر پہچان لیے گئے تو؟''

''ہاں۔ امکانات ہیں۔''

''میں اسی سلسلے میں تمھیں مشورہ دینا چاہتا ہوں۔''

''ہاں، ضرور۔'' فوما نے مستعدی سے کہا۔

''وہ تمھاری بستی ہو نہ ہو، وہاں تم خود کو چھپاؤ گے۔''

''اوہ۔ وہ کس طرح؟''

''بس ایک عام آدمی کی حیثیت سے بستی میں داخل ہو اور پوشیدہ رہ کر حالات معلوم کرو اور پھر اپنے آدمیوں سے مل کر ان کے خلاف تیاریاں کرو۔''

فوما کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگیں اور پھر اس نے گرمجوشی سے میرا بازو تھام لیا'' میں اب بھی نہیں جانتا میرے دوست کہ تم کون ہو لیکن نہ جانے کیوں میرا دل کہنے لگا ہے کہ تم میرے خوابوں کی تعبیر ہو۔ زرد رو لوگوں کے آ جانے کی وجہ سے میں بے حد پریشان تھا۔ انھوں نے جس انداز میں اپنا جال پھیلایا تھا اس سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ ذہنی طور پر مجھ سے برتر ہیں اور مجھے ان کے مقابلے کے لیے سخت محنت کرنا پڑے گی۔ پھر جب میں ان کے مقابلے میں ناکام ہو گیا تھا تو میں نے توہم کے سہارے لیے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ مجھے بھی کوئی ایسا دماغ مل جائے جو ان کے مقابلے میں بھرپور طور سے کام کر سکے اور تم۔۔۔ تم وہی ہو۔''

''بہرحال تم میرے مشوروں پر کام کرنے کے لیے تیار ہو؟''

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟''

''سمندر میں تیرنا جانتے ہو؟''

''اچھی طرح۔''

''تب پہلے اپنے بدن سے یہ روغن صاف کرو اور اصلی حالت میں آ جاؤ۔''

''جاؤں؟'' اس نے پوچھا۔

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا اور وہ بے تکان سمندر میں اتر گیا۔ میں نے بجرے کو وہاں روکنے کے لیے مختلف سمتوں سے چپو چلانے شروع کر دیے اور وہ اپنے بدن کو مل مل کر اس پر سے گہرے مسالے چھڑانے لگا۔

کافی مشکل پیش آئی تھی لیکن بہرحال وہ کامیاب ہو گیا۔ خاصا سرخ و سفید انسان تھا۔ جاذبِ نگاہ نقوش کا تو پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکل آیا۔ اب وہ خاصا چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کے جسم اور چہرے پر لگے رنگین دھبے صاف کیے اور پھر کپڑوں کے اس ڈھیر میں اس کے لیے لباس تلاش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اس کی ہیئت بالکل بدل گئی تھی۔

''کیا خیال ہے تمھارا کیا تمھارے ساتھی تمھیں پہچان لیں گے؟'' میں نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے میری شکل میں تو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے لیکن چلو دیکھتے ہیں۔ کوشش کریں گے کہ دوسروں کی نگاہوں سے بچتے رہیں۔'' میں نے کہا اور فوما نے ہلا کر خاموش ہو گیا۔

سمندر کی بھوری لکیر اب صرف لکیر نہ رہی تھی بلکہ پیلاہٹ مائل مٹی کی زمین صاف نظر آنے لگی تھی۔ اس دوران فوما کی نگاہیں انتہائی باریک بینی سے اس زمین کا جائزہ لیتی رہی تھیں۔ جب ہم کافی نزدیک پہنچ گئے تو فوما نے کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ یہ میری بستی نہیں ہے لیکن یہ بات بھی میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ پیلی مٹی کی زمین کا یہ علاقہ ہمارا ہی ہے۔''

''ٹھیک ہے فوما یہی کافی ہے۔''

بھوری زمین اب قطعی نمایاں ہو گئی تھی۔ پیلاہٹ میں سبز درخت بڑے خوشنما نظر آ رہے تھے۔ میری نگاہیں کسی سنسان ساحل کو تلاش کر رہی تھیں۔ ہم نے ایک لمبا چکر دے کر بجرے کو ساحل سے لگا دیا اور پھر ہم دونوں نیچے اتر آئے۔

لیکن میں نے اس بجرے کو سمندر میں چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا ممکن تھا لہریں اسے کنارے کنارے ایسی جگہ لے جائیں جہاں سے دیکھ لیا جائے اور میرا خیال تھا کہ وہاں کے لوگ کم از کم اسے پہچان سکتے ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے اس کے ساتھ ان کی بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔ ان کا سردار اسی بجرے پر آخری سفر پر روانہ ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے بجرے کو کنارے سے گھسیٹ لیا۔ اب بہرحال درختوں کے تنوں سے بنا ہوا یہ بجرہ اتنا ہلکا بھی نہیں تھا کہ اسے کوئی ایک آدمی اٹھا سکے۔ فوما رک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔

''اس کا کیا کرو گے؟'' اس نے پوچھا۔

لیکن میں نے اسے کوئی جواب دیے بغیر بے ساختہ وزنی بجرہ اٹھایا اور اسے سیدھا کر کے زمین پر دے مارا۔ لکڑیاں ٹوٹ گئیں اور تنے بکھر گئے پھر میں نے درختوں کے گول تنے پانی میں اچھال دیے۔

فوما کے ہونٹوں پر دلآویز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھا کر کہا۔

''میرا خیال ہے تم یہاں کوئی نشان چھوڑنا نہیں چاہتے؟''

''ہاں۔ جب تک ہم حالات کا جائزہ نہ لے لیں، اپنے آپ کو

پوشیدہ رکھنا ہوگا۔"

"بالکل ٹھیک۔ میں نے کہا تھا نا کہ ان کے مقابلے کے لیے مجھے ان ہی جیسے کسی دماغ کی ضرورت ہے' سو میرا خیال ہے تم اس کے لیے بہتر ہو۔ میں تمھاری دوستی پر ناز کرتا ہوں۔"

"آؤ۔" میں نے فوما کا شانہ تھپتھپایا اور ہم دونوں سرسبز درختوں کے جھنڈ کی طرف چل پڑے۔ درختوں کے جھنڈ کی دوسری جانب ایک چھوٹی سی جھیل نظر آئی اور فوما پانی پینے کے لیے بے چین ہو گیا۔ سمندر میں کچھ مچھلیاں ضرور مل گئی تھیں لیکن پانی نہیں ملا تھا اور فوما بہرحال انسانی ضروریات سے مبرا نہیں تھا۔

میں نے اسے پانی پینے سے نہیں روکا بلکہ خود بھی جھیل کے کنارے اوندھے منہ لیٹ گیا اور ٹھنڈے پانی سے لطف اندوز ہونے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد فوما تر و تازہ ہو گیا تھا۔

پھر وہ گہری سانس لے کر میری طرف دیکھنے لگا۔

"اب کیا کیا جائے؟"

"آؤ۔ آبادی میں چلتے ہیں۔"

"چلو۔" اس نے کہا اور ہم دونوں چل پڑے۔ راستے میں' میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا تم اس بستی کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکے؟"

"ابھی تک نہیں لیکن یہ بات میں ضرور کہہ سکتا ہوں کہ یہ فوما قبائل کا علاقہ ہے۔"

"چلو خیر۔"

"آبادی میں چل کر پتہ چل جائے گا کہ کون سی جگہ ہے۔"

تب میں نے اس آبادی کا پہلا مکان دیکھا۔ جن مکانوں کو فوما نے جھونپڑا کہا تھا وہ تو بڑی عمدہ ساخت کے تھے۔ پیلی مٹی کے اندر کوئی گھاس ملائی گئی تھی اور اس سے یہ مضبوط مکانات تعمیر کیے گئے تھے۔ ان مکانات کی ایک مخصوص ترتیب تھی۔

فوما کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ ایک انوکھا تاثر تھا اور بہرحال یہ ایک فطری چیز تھی۔ یہ اس کی بستی تھی۔ اس کا علاقہ اس کی ملکیت' جس سے اُسے محروم کر دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے اسے اس کا دکھ ہونا ہی چاہیے تھا۔ ان لوگوں سے نفرت ہونی ہی چاہیے تھی' جنھوں نے اسے ان بستیوں سے محروم کر دیا تھا۔

ہم نے بستی سے دور کا رُخ اختیار کیا اور اس کا چکر لگانے لگے۔ ہم اس کا جائزہ لے رہے تھے اور پھر طویل تر چکر لگانے کے بعد ہم ایک جگہ پر رک گئے۔ فوما نے کہا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو اس بستی کا نام سیکائی ہے۔"

"تمھاری ہی بستی ہے؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔ "اور اگر یہ سیکائی بستی ہے تو یہاں کے لوگ سو فیصد میرے وفادار ہیں۔"

"تمھیں یقین ہے؟"

"بے شک لیکن اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ کسی سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر لوں۔"

"اس سے پہلے اس بستی میں آئے ہو؟"

"ہاں ایک بار۔ بستی کا سوبر ہاکو میرا خصوصی وفادار ہے۔ وہ ایک طویل عرصے تک میرے پاس بھی رہ چکا تھا۔"

"خوب! تو کیا تمہیں اس کا مکان معلوم ہے؟"

"نہیں مکان نہیں جانتا۔ بہرحال پہلے یہ تو کر لیا جائے کہ یہ سیکائی بستی ہے یا نہیں۔ اس کے بعد ہاکو کے بارے میں معلوم ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر معلوم کرو۔"

"کوئی تنہا انسان مل جائے کیونکہ ہم دوسروں کے سامنے نہیں آنا چاہتے۔"

"ٹھیک ہے تلاش کرو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر ہم آگے بڑھ گئے۔ پوری بستی کا چکر لگا چکے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس درختوں کے اسی جھنڈ کے قریب پہنچ گئے جہاں پہلے جھیل کے قریب رُکے تھے۔ میں نے طویل سانس لی اور بولا۔

"ٹھیک ہے فوما۔ اب تم اپنا کام کرو لیکن ہوشیاری کے ساتھ۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی تمہیں پہچان لے۔"

"اور تم؟"

"میں اس جھیل میں نہاؤں گا۔"

"اوہ ضرور' یہ ٹھیک ہے۔ میں پوری کوشش کر کے ساری معلومات حاصل کروں گا۔ اگر مجھے دیر ہو جائے تو تم کسی طرح کا خیال نہ کرنا۔ یہاں مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔" فوما نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلائی اور فوما چلا گیا۔ میں تھوڑی دُور تک اسے جاتے دیکھتا رہا اور پھر گردن ہلا کر جھیل کی طرف چل پڑا لیکن ہیں. جھیل کے کنارے پہنچ کر ایک لمحے کے لئے رک جانا پڑا۔ ایک درخت کی جڑ میں کچھ کپڑے رکھے ہوئے تھے اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یقیناً یہ زنانہ لباس تھا۔

چند لمحات کے لئے میں ٹھٹکا لیکن پھر میرے ذہن میں شرارت ناچ اٹھی۔ اور میں دوسرے کنارے پر پہونچ گیا۔ پھر میں نے اپنا مختصر سا لباس اتارا اور آہستہ سے جھیل میں اتر گیا۔ جھیل کے دوسرے کنارے پر میں نے ایک سفید بدن پانی کی گہرائی میں دیکھا۔ میں سطح کے نیچے اس کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر اس وقت اسے میری موجودگی کا احساس ہوا جب میں اس کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔۔۔ انتہائی سڈول بدن کی ایک تندرست و توانا لڑکی' اور اچانک ہی اسے میری موجودگی کا احساس ہوا تو وہ پانی میں مچھلی کی طرح غوطہ لگا گئی۔ وہ خود کو چھپانے کے لئے جھیل کی گہرائیوں میں اُتر گئی تھی۔ میں چاہتا تو اسے جھیل کی گہرائیوں میں بھی پکڑ سکتا تھا لیکن بہرحال یہ بات زیادہ اچھی نہیں تھی۔ یوں بھی شفاف پانی میں وہ خود کو چھپا نہیں پا رہی تھی اور میں اس سمت میں پہنچ

گیا تھا جہاں اس کا لباس رکھا ہوا تھا۔ گویا لباس کے حصول کے لئے اُسے اسی طرف آنا پڑتا۔ میں سطح پر اسے دیکھتا رہا۔ بڑا ٹھوس اور حسین بدن تھا۔ قد و قامت بھی خوب تھا۔ لمبے لمبے چمکیلے بال بے حد خوبصورت لگ رہے تھے اور اسے دیکھنا بھی کافی دلکش محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بے چینی مچھلی کی مانند پانی میں چکراتی رہی۔ میں نے خود اس کی طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

لیکن پھر مجھے اس پر رحم آ گیا۔ ممکن ہے تھک گئی ہو۔ اس لئے میں نے وہ کنارہ چھوڑ دیا جس پر اس کے کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ میں تیرتا ہوا دوسرے کنارے کی طرف چل پڑا اور پروفیسر! میں نے پانی میں اس سے قبل بجلی چمکتی نہیں دیکھی تھی۔ بلاشبہ بس یونہی لگا تھا جیسے ایک سفید لکیر ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھنچ گئی ہو۔ اتنی برق رفتاری سے پانی میں کسی کو تیرتے میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔

چشم زدن میں وہ کنارے پر پہونچ گئی۔ ایک لمحے کے لئے اُوپر چڑھی لیکن ایک بار پھر میں حیران رہ گیا۔ میرا خیال تھا وہ صرف اپنے لباس کے حصول کی جدوجہد کر رہی ہے اور کنارے پر پہنچتے ہی وہ لباس لے کر درختوں کی جانب دوڑ جائے گی۔ لیکن میرا خیال غلط تھا۔ کپڑوں کے ڈھیر سے اُس نے کوئی چیز نکالی اور واپس پانی میں چھلانگ لگا دی۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے پانی سے گردن نکال کر مجھے دیکھا۔ اب میں اس کے چہرے کو بھی بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ کافی خوبصورت لڑکی تھی۔ لیکن اس وقت اس کا چہرہ غصے سے آتش فشاں بنا ہوا تھا۔ پھر وہ میری طرح میری طرف آئی۔ تب میں نے اس کا جائزہ لیا اور اس کے ہاتھ میں ایک نیم دائرے کی شکل کا خنجر دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"خوب، تو موصوفہ مجھ سے ناواقف ہیں اور اپنی دانست میں میری زندگی ختم کرنے کا فیصلہ کر چکی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے سوچا لیکن یہ چمکدار خنجر میرے لئے کیا حقیقت رکھتا تھا پروفیسر۔ تاہم میں نے اسے مایوس کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ذہن میں بے بسی اُبھر آئے۔ غصے کا یہ انداز مجھے بہت پسند آیا تھا۔

لڑکی آن کی آن میں میرے قریب پہونچ گئی۔ اس کا خنجر والا ہاتھ بلند ہوا اور میری گردن کے قریب سے گزر گیا۔ میں پیچھے ہٹ گیا تھا لیکن لڑکی تھی کہ قیامت۔ بلاشبہ اس کے بدن میں برقی رو دوڑ رہی تھی۔ وہ مچھلی کی مانند پلٹی اور دوسرا وار کر دیا۔ لیکن میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ میں نے پھر اس کا وار خالی دیا اور پانی میں ایک طرف چلا گیا۔ لیکن لڑکی دیوانہ وار میری طرف لپک رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی قیمت پر مجھے زندہ چھوڑنا نہیں چاہتی۔ وہ بھی کسی شارک مچھلی کی مانند میرے پیچھے لگی آ رہی تھی۔ قریب آ کر اس نے پھر میرے اُوپر خنجر کا بھرپور وار کیا۔

پروفیسر! بلاشبہ وہ عام لڑکی نہیں تھی جس وحشیانہ انداز میں اور جس پھرتی سے وہ حملے کر رہی تھی، اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اب تک اس کے بدن میں خنجر کے بیسیوں زخم ہوتے۔ لیکن میں غیر معمولی پھرتی سے اس خوفناک بلا کے وار خالی دے رہا تھا لیکن اس کے انداز میں ذرا بھی تھکن نہیں آئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اس وقت تک میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی جب تک میرے بدن میں لاتعداد زخم نہیں بن جائیں گے۔ وہ بدستور پلٹ پلٹ کر حملے کر رہی تھی۔

پھر جب یہ کھیل طویل ہو گیا تو میں نے اسے ختم کرنا مناسب سمجھا اور اس بار جب وہ سامنے سے حملہ آور ہوئی تو میں نے پینترا بدل کر اسے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ جھیل میں جیسے طوفان آ گیا تھا۔ ایسی شدید جدوجہد کی تھی اس نے کہ توبہ۔ بالآخر میں اُسے سطح پر لے آیا اور پھر میں نے اس کا وہ ہاتھ پکڑ لیا جس میں خنجر تھا۔ اُس کی انگلیاں مضبوطی سے خنجر کے دستے پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کی کلائی کی ایسی نس دبائی کہ اس کی انگلیاں بے جان ہو گئیں اور خنجر اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی۔ اس نے ایک بار بھی چیخنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ البتہ میری گرفت سے نکلنے کی کوشش میں اس نے اپنی پوری قوت صرف کر دی تھی۔ لیکن یہ کہاں ممکن تھا۔ میں اسے دبوچے ہوئے سطح پر آ گیا اور پھر میں اُسے کنارے پر لے آیا۔ یہاں لا کر میں نے اسے کنارے پر اچھال دیا اور اس نے لپک کر کپڑوں کے ڈھیر کو اپنے بدن سے لگا لیا۔ اس کی آنکھیں فرط اشتعال سے انگاروں کی طرح سُرخ ہو رہی تھیں اور وہ بھوکی شیرنی کے سے انداز میں مجھے گھور رہی تھی۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"جنگلی بلی ——!!" میں نے کہا۔

"گندے سوّر!" وہ بولی۔

"چلو ٹھیک ہے تعارف ہو گیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون ہے تو؟"

"سوّر!"

"اس جنگل میں کہاں سے گھس آیا؟"

"بس آ گیا۔"

"سکائی بستی کا تو ہے نہیں۔"

"ہوتا تو تم سے واقف ہوتا۔"

"میں تجھے خود سے ایسا واقف کراؤں گی کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" میں نے اسے چڑانے والے انداز میں کہا۔

"سُورج کی قسم میں تیرے جسم سے خون کا ایک ایک قطرہ بہا دوں گی۔ میں تیری آنکھیں پھوڑ ڈالوں گی جنہوں نے مجھے اس حال میں دیکھا ہے۔"

"چلو کوئی بات نہیں ہے تم اب کپڑے پہن لو، دوسرے حال میں بھی دیکھ لوں گا۔"

وہ دانت پیس کر مجھے گھورنے لگی۔

"اوہو۔ شاید تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میری بینائی کمزور ہے بس تو تمہیں ٹھیک سے دیکھ بھی نہیں سکتا۔ پھر بھی اگر تم میرے سامنے کپڑے نہیں بدلنا چاہتیں تو میں دوسری طرف رُخ کئے لیتا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے رُخ بدل لیا۔ وحشی لڑکی اگر مجھ پر حملہ آور بھی ہوتی تو میرا کیا بگاڑ لیتی اور پھر ضروری نہیں ہے کہ اس خنجر کے علاوہ اس کے پاس کوئی دوسرا ہتھیار بھی ہو جسے میں نے جھیل میں پھینک دیا تھا۔

"ویسے تمہارا کیا نام ہے؟" میں نے پوچھا۔ لیکن ظاہر ہے غصیلی لڑکی میرے سوال کا کیا جواب دیتی۔ جب میں نے محسوس کیا کہ اب وہ کپڑے بدل چکی ہوگی تو رُخ بدل لیا اور پھر میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا —— لڑکی غائب تھی۔ غالباً اس نے بھاگ جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔

میں نے شانے ہلائے، اگر اس بستی کی ہے تو جائے گی کہاں۔ عمدہ لڑکی تھی۔ میری پسند کے عین مطابق۔ وحشی، خونخوار اور طاقتور۔۔ لگتا تھا جیسے وہ مجھ سے ذرہ برابر متاثر نہ ہوئی ہو اور ایسے لوگ مجھے پسند آتے تھے۔ ویسے لڑکی نے بستی کا نام سکائی ہی لیا تھا جس سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ بستی فوما ہی کی ہے۔ کیونکہ فوما نے بھی یہی کہا تھا کہ اگر یہ سکائی بستی ہے تو یہاں اسے بہت سی آسانیاں مل جائیں گی۔

بہرحال میں لڑکی کو تلاش کرنے کے لئے کہیں دور نہیں جانا چاہتا تھا کیونکہ فوما کو اسی جگہ واپس آنا تھا۔

کافی دیر کے بعد فوما واپس آ گیا۔ میں ایک درخت کی آڑ میں تھا اور وہ منہ اٹھا اٹھا کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے اسے آواز دی اور وہ میری طرف چلا آیا۔

"کیا خبر لائے ہو فوما؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اچھی خبر۔"

"یہ بستی سکائی ہی ہے؟"

"ہاں، لیکن تمہیں کیسے معلوم؟"

"بس پتہ چل گیا۔"

"قیافے سے؟"

"نہیں۔ بستی کے ایک فرد سے ملاقات ہو گئی تھی۔"

"ارے، کہاں؟"

"اسی جھیل پر۔"

"کون تھا؟ نام بتایا تھا؟"

"نہیں۔ بس ایک دلچسپ ملاقات ہوئی تھی۔"

"اس نے تمہارے بارے میں پوچھا؟"

"ہاں۔"

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"کچھ نہیں۔ بس اس نے مجھے ایک نام دے دیا۔"

"کیا مطلب؟"

"جنگلی سور۔" میں ہنس پڑا اور فوما کے چہرے پر غصے کے تاثرات نظر آنے لگے۔ وہ میری طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"جس نے بھی تمہیں یہ الفاظ دیئے ہیں، اسے سزا دی جائے گی۔ یہ میری بستی ہے ــــ"

"ارے نہیں فوما۔ میں نہیں چاہتا کہ اسے سزا ملے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ خوبصورت لڑکیوں کو سزا دینا سب سے مشکل کام ہے۔"

"لل۔۔ لڑکی تھی؟"

"ہاں۔"

"یہاں کیا کر رہی تھی؟"

"جھیل میں نہا رہی تھی۔"

"اوہ۔" فوما مسکرا پڑا "تب تو تمہاری یہاں آمد ایک نیک شگون ہے۔ شاید اس نے غصے میں تمہیں جنگلی سور کہا ہوگا۔"

"ہاں ــــ اور میں نے اسے پیار سے جنگلی بلی کہا تھا۔"

"واہ ــ گویا تمہارے پاس بھی ایک اچھی خبر موجود ہے۔" فوما ہنستا ہوا بولا

"یہی سمجھ لو۔۔۔ اور اب تم سناؤ تم کیا خبر لائے؟"

"میرے لئے یہاں کافی مشکلات ہیں۔" فوما بولا۔

"کیا مطلب؟"

"مجھے شبہ ہے کہ یہاں کے بہت سے لوگ مجھے جانتے ہوں گے۔ جانتے ہو بستی کے درمیانی چوک میں میرا کتنا بڑا مجسمہ نصب ہے؟ اور پتھروں سے تصویریں بنانے والے نے میرے نقوش اس طرح اجاگر کئے ہیں کہ ذرا بھی فرق نہیں ہے۔"

"خوب، اس کا مطلب ہے ان کے دلوں میں تمہاری محبت ہے۔"

"ہاں، میری بستی کے لوگ مجھے برا نہیں سمجھتے۔" فوما نے کہا۔

"بہرحال تم نے کیا معلوم کیا؟"

"بس زیادہ گھومنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ پہچان لئے جانے کا خطرہ تھا اور تمہارے کہنے کے مطابق میں نہیں چاہتا کہ مجھے پہچان لیا جائے۔"

"تمہیں اپنے دوست کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا؟"

"نہیں سبوتا۔ میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔"

"اچھا، کیا تم نے بستی میں کسی زرد رو انسان کو دیکھا؟"

"نہیں۔ ابھی تک کوئی نظر نہیں آیا۔"

"پھر اب کیا ارادہ ہے؟"

"تمہیں میری مدد کرنا ہوگی سبوتا۔"

"ہاں ہاں بتاؤ۔"

"اب میں یہاں رکوں گا اور تم بستی میں جاؤ گے۔ بستی میں ہاکو کوئی غیر معروف انسان نہ ہوگا۔ وہ بڑا مدبر ہے۔ لوگوں کے معاملات کے فیصلے کرتا ہے اور ان کی بیماریوں کا علاج بھی کرتا ہے۔ اس لئے تم کسی سے اس کے بارے میں پوچھو گے تو وہ ضرور تمہیں اس کا پتہ بتا دے گا۔"

"ہوں، ٹھیک ہے۔ میں یہ کام کئے دیتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"شکریہ میرے دوست۔ بس اب تم جاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ رات ہاکو کے گھر پر ہی گزاری جائے۔" اور میں بستی کی طرف چل پڑا۔

میرے بدن پر مختصر لباس تھا جو بستی کے لوگوں کے لباس سے مختلف تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کہیں لوگ میری طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔ لیکن بستی کے قریب پہنچ کر میری یہ مشکل حل ہو گئی۔ کچی مٹی اور گھاس پھوس کے بنے ہوئے ایک مکان کے پیچھے بہت سے کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ غالباً انہیں دھو کر سکھانے کے لئے ڈال دیا گیا تھا۔ بات اچھی تو نہ تھی لیکن ضرورت پوری ہونی ہی چاہیئے۔ اچھی ہو یا بری۔ چنانچہ میں نے ایک موٹا اور گندے سے رنگ کا کپڑا اٹھا کر سر پر ڈال لیا۔ میرا بدن کافی حد تک چھپ گیا تھا۔ یہاں تک کہ چہرہ بھی۔ اس طرح میں بستی میں داخل ہو گیا۔

کچے پکے مکانات کی یہ بستی کافی ترتیب سے آباد تھی۔ چھوٹی چھوٹی گلیوں میں

ضرورت کا سامان بھی فروخت ہو رہا تھا۔ گویا یہ لوگ اتنے پسماندہ بھی نہ تھے اور دُنیا کی بڑھتی ہوئی تہذیب کو اپنائے ہوئے تھے۔ زندگی گزارنے کے ڈھنگ اچھی طرح جانتے تھے۔ میں بستی کے درمیان گھومتا رہا اور پھر ایک سنسان سی جگہ جب میں نے زیادہ لوگ نہ پائے تو رک کر درمیانی عمر کے ایک شخص کو جالیا۔ وہ مجھے نزدیک دیکھ کر رُک گیا تھا۔

"کیا تم مجھے ہاکو کے مکان تک پہنچا سکتے ہو؟" میں نے لرزتی آواز میں کہا۔

"اوہو۔ شاید تم بیمار ہو۔"

"ہاں۔ مم۔ مجھے سخت بخار ہے۔"

"آؤ۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں وہاں پہنچادوں۔" اس شخص نے ہمدردی سے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ میرا ہمدرد ضرورت سے زیادہ ہی انسان دوست تھا۔ راستے میں میں نے اس سے پوچھا کہ ہاکو کا مکان کتنی دُور ہے اور اس نے مجھے دلاسہ دیا کہ بس آیا ہی چاہتا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے دور سے ہی بتا دے لیکن معصوم انسان مجھے بوڑھے حکیم کے پاس ہی چھوڑ کر رکا اور ہاکو مجھے دیکھنے لگا۔

کچھ اور لوگ بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ان کے لئے دوائیں تجویز کر رہا تھا۔ اب میں یہاں آ گیا تھا تو اس طرح واپس نہیں جایا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میری باری آئی اور ہاکو نے میری طرف دیکھا۔

"میرے نزدیک آجاؤ۔" اس نے کہا اور میں اس کے قریب پہونچ گیا۔ "کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"شاید بخار ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاتھ آگے لاؤ۔ کیا سردی بھی محسوس ہو رہی ہے؟"

"سخت۔" میں نے جواب دیا اور اس نے میری کلائی پکڑ لی اور پھر میری نبض پر ہاتھ رکھتے ہی اس کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔

"اپنا چہرہ کھولو۔" اس نے کہا۔

"مم۔ مجھے سردی....."

"ناممکن۔" اس نے درمیان سے بات کاٹی۔

"مگر مجھے۔"

"تم بیمار نہیں ہو۔ بالکل نہیں ہو۔ میں دعوے سے کہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ تب میں جاؤں؟"

"براہ کرم رک جاؤ۔ یہ کیا ہے۔ نہیں میں تمہیں اس طرح نہیں جانے دوں گا۔ تم میرے علم میں ایک انوکھا اضافہ ہو۔"

"عجیب بات ہے۔ میں بیمار ہوں اور تم میری بیماری پر توجہ دینے کے بجائے اپنے علم میں اضافہ کر رہے ہو۔!"

"کلائی سے نوجوان معلوم ہونے والے دوست۔ اگر تم بیمار نکلے تو میں اپنا چہرہ ہمیشہ کے لئے سیاہ کرنے کو تیار ہوں۔"

"اس بات کا میں کیا جواب دوں؟"

"براہ کرم میرے ساتھ اندر آؤ۔" اس نے کہا اور پھر دوسرے لوگوں سے بولا۔ "تم لوگوں کو کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا۔ بہتر ہے کہ تم پھر کسی وقت آجاؤ۔ اور لوگ شاید اس کا احترام کرتے تھے۔ ان میں سے کسی نے تعرض نہیں کیا اور اٹھ اٹھ کر چلے گئے۔

"آؤ میرے دوست۔" ہاکو نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور پھر وہ مجھے اپنے مکان کے اندرونی کمرے میں لے گیا جہاں عجیب وغریب برتن رکھے ہوئے تھے بیٹھنے کے لئے نشستیں بھی تھیں۔ "اب اپنا لبادہ اتار دو۔"

"لیکن مجھے سردی لگے گی۔"

"اچھا!" وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر اس نے ایک برتن کے قریب جاکر ایک شمع اٹھائی اور برتن کے نیچے رکھ دی چند ساعت اسی جگہ کھڑا رہا پھر برتن کا منہ کھول دیا۔ برتن سے بھاپ اٹھنے لگی اور ایسا ہی لگا جیسے کمرے میں آگ لگ گئی ہو۔ بے پناہ گرمی ہوگئی تھی۔ تب اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور بولا۔

"اب چادر اتار دو۔ سردی نہیں لگے گی۔

اور میں نے اس کا نام بھی باکمال انسانوں میں لکھ لیا۔ یہ جو کچھ نظر آ رہا تھا معمولی بات نہیں تھی۔ وہ تو سائنسدان تھا اور اس کی سائنس کا کمال تھا کہ کمرہ آگ ہو گیا تھا اس آگ کی تپش میں تو برداشت کر سکتا تھا۔ لیکن وہ خود بھی اسی کمرے میں تھا اور لگتا تھا جیسے وہ خود بھی اس تپش سے متاثر نہ ہو۔ وہ خود بھی غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں چادر پھینک کر آگ آگ چیختا ہوا باہر بھاگ نکلوں گا۔ اور گرمی کے مارے میری زبان باہر نکل آئے گی۔ لیکن مجھے بھی شرارت سوجھی اور میں نے چادر اور لپیٹ لی!

"کیا اب بھی سردی محسوس ہو رہی ہے؟" اس نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ سردی کم نہیں ہوئی۔" میں نے کپکپاتے لہجے میں جواب دیا اور ہاکو میرے قریب پہونچ گیا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔

"کیا تم درست کہہ رہے ہو نوجوان؟"

"ہاں!"

"تب پھر میرا خیال ہے تمہیں ایک بہت بھیانک مرض لگ ہے لیکن لیکن یہ بھی ممکن نہیں ہے۔"

"وہ کونسا مرض ہے؟" میں نے پوچھا۔

"زہریلی ہوائیں بعض اوقات انسان کے جسم کو حسیات سے عاری کر دیتی ہیں۔ تم جس قدر گرمی برداشت کر رہے ہو وہ عام آدمی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر تمہیں وہ مرض لگ جاتا تو تم سردی بھی نہیں محسوس نہیں کرتے۔

"اب بتاؤ میں کیا کروں؟" میں نے کہا۔

"تم۔ تم۔ ذرا پھر سے ہاتھ دکھاؤ۔" اس نے کہا اور میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ اس بار بغور میری نبض کا جائزہ لیتا رہا۔ "دیوتاؤں کے لئے میرا امتحان نہ لو۔ تمہیں سورج کی قسم سچ سچ بتا دو تم کون ہو؟" وہ پریشانی سے بولا۔

"تم کیسے مذبذب ہو۔ میں تمہارے پاس اپنے مرض کے علاج کے لئے آیا ہوں اور میرے بارے میں تم جاننے کے لئے بے چین ہو۔"

"آہ۔ کیا کہوں۔ تمہاری نبض تو چل ہی رہی ہے۔ تم انسانی خصوصیات سے عاری ہو قطعی عاری۔"

"تو کیا تمہارے خیال میں، میں زندہ انسان نہیں ہوں؟"

"یہ بھی تو نہیں کہہ سکتا۔"

"اوہ میرا خیال ہے میرے مرض کی دوا تمہارے پاس موجود نہیں ہے مجھے کہیں اور جانے دو۔۔!" میں کھڑا ہو گیا۔

"اگر تم چلے گئے تو میں ساری زندگی کی خلش میں مبتلا ہو جاؤں گا نہیں نہیں میں تمہیں ایسے نہیں جانے دوں گا۔ تم ایسے نہیں جا سکتے۔"

"مگر میرا علاج ہے"

"تم بیمار ہی نہیں ہو۔"

"جا رہا ہوں میں۔" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔ اور وہ میری خوشامدیں کرنے لگا۔ اس نے جلدی سے لپک کر دروازہ بند کر دیا تھا۔

"سنو تو سہی میں تمہیں روکنے والا کون ہوتا ہوں لیکن دیکھو۔ اگر تم چلے گئے تو میں کسی کام کا نہیں رہوں گا میں اس وقت تک سکون نہیں پا سکتا جب تک تمہارے بارے میں معلومات نہ حاصل کر لوں۔ اس طرح تم دوسروں پر بھی احسان کرو گے۔"

"بس بس۔ جانے دو مجھے۔" میں نے کہا۔

"اچھا صرف چند ساعت اور صرف چند ساعت کے لئے۔" وہ بولا۔ اور میں رک گیا اس نے جب یہ بات محسوس کر لی کہ میں نے چند ساعت کے لئے اس کی بات مان لی ہے تو وہ دروازے کے پاس سے ہٹ گیا اور پھر اس نے بڑی ہمت سے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔ صرف چند منٹ کے لئے بیٹھ جاؤ" اور میں نے اس کی بات مان لی۔

تب اس نے آگے بڑھ کر وہ برتن بند کر دیا اور اس کے نیچے سے شمع بھی ہٹا دی پھر وہ ویسی ہی ساخت کے دوسرے برتن کے نزدیک پہونچ گیا اور اس نے شمع اس کے نیچے رکھ دی۔ چند ساعت انتظار کرتا رہا پھر برتن کھول دیا۔

اب کیا ہوگا میں سوچ رہا تھا۔ پھر میں نے حیرت انگیز طور پر کمرے کی فضا سرد ہوتے محسوس کی۔ برتن سے ہلکی ہلکی بھاپ اٹھ رہی تھی اور کمرے میں کہر سی پھیلتی جا رہی تھی۔

میں نے دیکھا کہ وہ خود ایک کونے میں چلا گیا اور پھر اس نے ایک خالی بوتل سے کوئی محلول نکال کر پیا اور موٹے کپڑے اپنے بدن کے گرد لپیٹنے لگا۔ اس نے صرف آنکھیں کھلی رہنے دی تھیں اور بغور میرا جائزہ لے رہا تھا۔ کمرے کا درجہ حرارت نقطۂ انجماد سے نہ جانے کتنے درجے نیچا ہو گیا تھا۔ اتنا سرد کہ انسانی زندگی ممکن ہی نہ رہے! لیکن میرے لئے اس کی یہ کوشش بھی بے مصرف رہی تھی میں اطمینان سے بیٹھا رہا اور پھر اس کی دبی آواز میرے کانوں تک پہونچی۔

"اب تمہاری کیا کیفیت ہے؟"

"نہ جانے تم کیا کر رہے ہو میں اب بھی اسی حالت میں ہوں۔" میں نے بگڑتے ہوئے انداز میں کہا۔ اور اس کی آواز بند ہو گئی۔ چند ساعت میں برا سا منہ بنائے بیٹھا رہا پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اب تو جاؤں تمہارے پاس میرا کوئی علاج نہیں ہے۔" میں نے کہا اور دوبارہ کھڑا ہو گیا۔ اس بار اس نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے سکتہ ہو گیا ہو۔ میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور پھر تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا وہاں سے دور نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس راستے پر چل پڑا جدھر سے آیا تھا اور پھر میں جھیل کے پاس پہونچ گیا جہاں فوما میرا منتظر تھا وہ ایک درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر درخت سے اتر آیا۔

"خیریت۔ یہاں کیا کر رہے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی۔ اکثر لوگ یہاں نہانے نکل آتے ہیں۔"

"اوہ۔ کوئی آ گیا تھا؟"

"ہاں۔ ایک محبت کا مارا جوڑا، جسے تنہائیوں کی تلاش تھی۔"

"بہت خوب۔ پھر کیا ہوا؟"

"بس وہ یہاں رنگ رلیاں مناتے رہے اور جھیل میں نہا کر واپس چلے گئے"

"خوب، تو تمہارا وقت بھی برا نہیں گزرا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فوما ہنسنے لگا۔ اس کی نگاہیں مجھے ٹٹول رہی تھیں اور اس سے باز نہ رہا گیا تو بول پڑا۔

"تم سناؤ کچھ پتہ چلا؟"

"ہاکو کے بارے میں؟"
"ہاں۔"
"میں اس کا مکان دیکھ آیا ہوں۔"
"بہت خوب۔ کیا وہ گنجان آبادی میں ہے؟"
"ہاں۔"
"کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم رات کے وقت وہاں چلیں گے۔ لیکن تمہارے بدن پر یہ چادر کیسی لپٹی ہوئی ہے اور تم نے کہاں سے حاصل کی؟"
"افسوس۔ تمہاری بستی کے ایک باشندے کی ہے۔ لیکن جائز طریقے سے نہیں حاصل کی گئی جس کا مجھے افسوس ہے۔"
"کوئی بات نہیں ہم اسے ایسی بہت سی چادریں دے دیں گے۔"
"میں اس کے پاس ایک مریض کی حیثیت سے گیا تھا۔"
"اوہ۔ تو گویا اس سے تم نے ملاقات بھی کی ہے؟"
"ہاں!" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"یقیناً تم اس کی باتوں سے محظوظ ہوئے ہو گے۔ وہ بے حد ذہین انسان

"ہاں۔ وہ ذہین ہے۔" میں نے اعتراف کیا اور فوما خاموش ہو کر کچھ سوچنے [illegible] چند ساعت کے بعد بولا۔
"بس تقدیر میرے اوپر مہربان ہے۔"
"کیوں؟"
"تم جیسا ساتھی مجھے مل گیا۔ مگر یہ تو بتاؤ۔ کیا ہاکو سے تم نے میرے بارے میں گفتگو کی؟"
"نہیں۔ یہ مناسب نہیں تھا۔"
"ہاں ٹھیک ہی ہوا۔ اب مجھے بے چینی سے رات کا انتظار ہے اور وہ درخت کی طرف چلو۔ دیکھو کچھ لوگ آ رہے ہیں!" اس نے دور دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی تجویز سے اتفاق کیا۔ ہم دونوں درخت پر چڑھ گئے تھے۔ چند افراد جھیل پر آئے یہ صرف مرد تھے۔ بہرحال وہ نہاتے رہے اور ہم خاموشی سے انہیں دیکھتے رہے۔ وہ واپس چلے گئے تو ہم درختوں سے نیچے اتر آئے۔ اور پھر فوما نے کچھ درختوں سے پھل توڑے اور مجھے پیش کئے۔ اس کی آنکھوں میں شرمندگی کے آثار تھے۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔
"انہیں قبول کرو سبوتا۔ بیشک میں اپنی بستی میں ہوں لیکن تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہوگی تم جانتے ہو کہ میں جلاوطن ہوں۔"
"اوہ۔ ان باتوں پر غور مت کرو فوما۔ جب تم اقتدار حاصل کر لو تو میری خاطر مدارات کر لینا۔" میں نے جواب دیا۔
پھر رات ہو گئی جس کا ہمیں بے چینی سے انتظار تھا اور جب رات خوب گہری ہو گئی تو ہم دونوں چل پڑے۔ بستی اب سنسان ہو گئی تھی۔ بہت سے مکانوں میں تاریکی پھیل گئی تھی، چند مکانوں میں روشنی نظر آ رہی تھی۔ بہرحال ہم روشنی سے بچتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور پھر میں نے فوما کو ہاکو کے مکان پر لا کھڑا کیا۔
"سبوتا!" فوما نے مجھے پکارا۔
"ہوں؟"
"اگر مناسب سمجھو تو یہ اپنی چادر مجھے دے دو۔"
"اوہ۔ لے لو کیا کرو گے؟"
"میں ہاکو کے سامنے بھی فوراً نہیں آنا چاہتا۔"
"ٹھیک ہے۔ لے لو۔" میں نے کہا اور فوما نے میری چادر اوڑھ لی۔ پھر ہم ہاکو کے مکان کے دروازے پر پہنچ گئے۔
"دستک دو!"
"تم بھی کسی مریض کی حیثیت سے ملو گے؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔ لیکن وہ تمہیں پہچان تو نہیں لے گا؟"
"میرا خیال ہے نہیں۔ اس نے میری صورت نہیں دیکھی تھی۔ اور پھر اگر پہچان بھی لے تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔"
"ہاں۔ کوئی فرق تو نہیں پڑے گا۔" فوما نے کہا اور میں نے ہاکو کے مکان کے دروازے پر دستک دی۔ دوسری بار اور پھر تیسری بار دستک دینے پر اندر سے جواب ملا۔
"آ رہا ہوں۔ کون ہے؟"
"جلدی دروازہ کھولو۔" فوما نے کہا۔ اور دروازہ کھل گیا۔ لیکن دروازہ کھولنے والا خود ہاکو نہیں تھا بلکہ ایک نوجوان تھا۔
"کیا بات ہے؟"
"ہاکو کہاں ہے؟"
"اندر موجود ہے۔ کیا کام ہے؟" نوجوان نے پوچھا۔
"مریض آیا ہے۔" فوما نے جواب دیا۔
"دن کی روشنی میں آنا۔۔۔ اس وقت۔۔۔۔۔"
"اوہ' کیا ہاکو کی خدمت خلق کا جذبہ سرد پڑ گیا؟" فوما نے پوچھا۔
"نہیں۔۔۔ لیکن وہ خود بیمار ہے۔"
"کیا بیمار ہے؟"
"یہ نہیں معلوم۔"
"دن کی روشنی میں تو وہ ٹھیک تھا۔"
"اب ٹھیک نہیں ہے۔"
"تم کون ہو؟"
"میں اس کا بیٹا قاشا ہوں۔ کیا تم اس بستی کے رہنے والے نہیں ہو؟" نوجوان نے ہمیں گھورتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں۔ ہم دوسری بستی سے آئے ہیں' اس لئے ہاکو سے ملنا ضروری ہے۔"
"کون سی بستی سے آئے ہو؟"
"سگاشا سے۔۔۔ تم خود غور کرو کتنا طویل سفر کیا ہے ہم نے۔" فوما نے فوراً جواب دیا۔
"اگر تم اتنی دور سے آئے ہو تو ہمارے مہمان کی حیثیت سے قیام

کرو۔ لیکن ہاکو سے تم صبح کو ہی ملاقات کر سکو گے۔" نوجوان نے کہا۔

"لیکن ہاکو کیا بیمار ہے؟"

"اندر آجاؤ۔ تم مہمان ہو۔" نوجوان نے ملائمت سے کہا۔ اور دروازے سے ہٹ گیا۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ مہمانوں کے قیام کے لئے الگ جگہ تھی۔ ہمیں ایک بڑے سے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔۔۔ اور نوجوان بولا۔

"میں تمہارے لئے کھانے کا بندوبست کرنے جا رہا ہوں۔۔۔ آرام سے بیٹھو۔"

"سنو۔۔۔ کیا ہاکو سو چکا ہے؟"

"نہیں۔ وہ اپنی خواب گاہ میں ہیں۔"

"تم اسے ہمارا پیغام تو دے دو۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ہم سے نہ ملے تو ہم اسی وقت واپس چلے جائیں گے۔"

"اچھا۔" نوجوان نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ میں ہاکو کی بیماری کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کیا درحقیقت وہ میری وجہ سے پریشان ہو گیا ہے، ممکن ہے۔ بہرحال وہ ایک عمدہ انسان تھا۔

کافی دیر کے بعد ہاکو کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ درحقیقت وہ پریشان نظر آ رہا تھا۔

"مجھے معاف کرنا دوستو! تمہیں میرے انتظار کی پریشانی اٹھانا پڑی۔ لیکن میں خود الجھا ہوا تھا۔ اگر آپ لوگ اتنی دور سے نہ آئے ہوتے تو۔۔۔ بہرحال مجھے بتائیے، کیا بات ہے؟"

"ہم صرف تم سے ملنے آئے تھے۔"

"کیا مطلب۔ تم میں سے کوئی مریض نہیں ہے؟" ہاکو تعجب سے بولا۔

"امراض کی بھی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ یوں سمجھو ہم مریض ہی ہیں اور اپنی ایک تکلیف لے کر تمہارے پاس آئے ہیں۔" فوما نے کہا۔

"براہ کرم الجھی ہوئی گفتگو نہ کرو میں پہلے ہی کافی پریشان ہوں۔" ہاکو نے کہا اور پھر اس کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی۔ میرا خیال ہے میرے آتشی رنگ نے اسے میری جانب متوجہ کیا تھا۔ پھر اس نے بے اختیار میرے ہاتھوں کی جانب دیکھا اور مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"تم۔۔۔ تم براہ کرم کیا تم اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ گے؟" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے خاموشی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں میں دے دیا تھا۔ ہاکو نے فوراً میری نبض ٹٹولی اور پھر پرجوش انداز میں میری کلائی پر گرفت کر لی۔

"تم۔۔۔ تم! دیوتا کی قسم! میں تمہاری ہی وجہ سے پریشان تھا۔" اس کی آنکھوں میں تیز چمک نظر آنے لگی تھی۔

"اُفوہ! تم تو مجسم عجیب ہو۔ تمہارا چہرہ، تمہارا بدن اور تمہارے بالوں کا رنگ، تم کہاں چلے گئے تھے نوجوان۔۔۔ بلاشبہ تم کائنات کی عجیب ترین ہستی ہو۔ اُفوہ! تم کتنے عجیب ہو۔ تمہارے جانے کے بعد سے میں مستقل تمہارے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔"

"تو تم مجھے پہچان گئے؟"

"لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں مگر دیوتا کے لئے تم بتاؤ تو سہی تم ہو کون؟ میں سگاشا بھی جا چکا ہوں لیکن میں نے وہاں پر بھی تمہارے جیسے کسی انسان کے بارے میں نہیں سنا۔ کیا تم ہمیشہ سے سگاشا میں تھے؟"

"نہیں۔ ہاکو! میں ہمیشہ سے کہیں نہیں تھا۔ لیکن اگر تم میرے بجائے اپنے مریض کی طرف متوجہ ہو جاؤ تو زیادہ بہتر ہے۔"

"لیکن تم نے کہا تھا کہ تم میں سے مریض کوئی نہیں ہے۔"

"ہاں۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ امراض کی قسمیں ہوتی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن تم سے مل کر میں خود بھی حیرت کا مریض بن گیا ہوں۔" ہاکو بولا۔

"لیکن افسوس میں تمہارے لئے مزید کچھ حیرتیں لے آیا ہوں۔"

"تم میرے لئے کچھ بھی لائے ہو، لیکن تمہارے بارے میں جان کر مجھے جس قدر خوشی ہوگی، میں نہیں بتا سکتا۔"

"اور اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے؟" میں نے فوما کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا یہ بھی تمہاری مانند ہیں؟ اگر یہ بات ہے تو یقیناً یہ بھی میرے لئے دلکش ہوں گے۔" ہاکو، فوما کو گھورتے ہوئے بولا۔

"ممکن ہے یہ مجھ سے عجیب نکلیں۔"

"اوہو تب تو میں انہیں بھی دیکھنا پسند کروں گا۔"

"لیکن نہیں، پہلے تم سے کچھ سوالات کرنا ہیں، ان کے جواب دو۔" میں نے کہا۔

"چلو سوالات کرو، میں ہر طرح تیار ہوں۔ تم نے مجھے اس قدر حیران کر دیا ہے کہ اب میں تمہاری ہر شرط ماننے کے لئے تیار ہوں۔" ہاکو نے نڈھال سے انداز میں کہا۔

"تب میں پہلا سوال تمہارے قبیلے کے بارے میں کروں گا۔"

"میرے قبیلے کے بارے میں کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"تمہارے قبیلے کا کیا نام ہے؟"

"تمہیں نہیں معلوم؟"

"براہ کرم صرف میرے سوالات کے جواب دو۔"

"ٹھیک ہے، پوچھو۔" وہ گہری سانس لیکر بولا۔

"تمہارے قبیلے کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"ہم فوما قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"تمہارا سردار کون ہے؟"

"سردار۔۔۔" ہاکو کے چہرے پر کرب کے آثار نظر آئے پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "اس کا نام شیالا ہے۔"

"کیوں، کیا تم اسے پسند نہیں کرتے؟" میں نے پوچھا۔ فوما شاید میرے سوالات سے مطمئن تھا اس لئے خاموش بیٹھا تھا۔

"یہ اندازہ تم نے کس طرح لگایا؟"

"تمہارے لہجے سے پتہ چلتا ہے کہ تم اُسے پسند نہیں کرتے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ بے شمار لوگ اُسے پسند نہیں کرتے۔"

"کیوں؟"

"لمبی کہانی ہے، تمہیں اس سے کیا دلچسپی؟"

"تم میرے سوالات کے جواب دینے کا وعدہ کر چکے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ دراصل ہمارا فوما شبالا نہیں ہے۔ فوما وہ تھا جو سازش کا شکار ہو گیا۔" ہاکو کے لہجے میں اُداسی تھی۔

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارے زخموں کو تازہ نہ کرو دوست! ہم نے بڑی مشکل سے صبر کیا ہے۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں تمہاری معلومات میں بیش بہا اضافہ کروں گا اس لئے یہ کڑوے گھونٹ ایک بار پھر پی لو۔"

"لیکن تمہیں اس سے کیا فائدہ ہو گا؟"

"ممکن ہے ہو ہی جائے۔ یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں ہی فائدہ ہو جائے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"میری باتیں سمجھنے کی کوشش کے بجائے پہلے اپنی کہانی پوری کر دو، اس کے بعد ایک بات تمہیں سمجھا دوں گا۔"

"کہانی زیادہ طویل نہیں ہے۔ نہ جانے کہاں سے آنے والے ہمارے درمیان منافرت پھیلا رہے ہیں۔ فوما کے سادہ لوح یہ بات نہیں سمجھ رہے۔ لیکن وہ ضرور سمجھیں گے، اس وقت جب کچھ بھی ان کے ہاتھ میں نہیں رہے گا۔"

"تمہارے سردار کے ساتھ انہوں نے کیا سلوک کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا بتاؤں۔ مجھے تو اس کی لاش بھی نہیں دیکھنے دی گئی ورنہ میں بتا سکتا تھا کہ اُسے زہر دیا گیا ہے، ورنہ فوما۔۔۔ اُسے کوئی بیماری نہیں تھی۔"

"اوہ، تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اُسے زہر دے کر مار دیا گیا؟"

"ہاں۔۔۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔"

"اس کی لاش کا کیا کیا؟"

"سمندر میں بہا دی گئی۔"

"کیا کسی کو اس کی موت پر شبہ نہیں ہوا؟"

"اندھے ہو گئے ہیں سب کے سب، کچھ نہیں سمجھ پا رہے۔ اس وقت سمجھیں گے جب ان کے ہاتھوں میں کچھ بھی نہیں رہے گا۔"

"آنے والے کون ہیں؟"

"ان کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔"

"کیا ان کی جڑیں بہت مضبوط ہیں؟"

"فوما جب تک زندہ تھا ان کی دال نہیں گل رہی تھی لیکن اس کی موت کے بعد انہیں روکنے والا کون ہے۔۔۔ کیا شبالا۔ جو اُن کا پٹھو ہے، کیا وہ نااہل سردار۔۔۔ جو اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا اور جس کے مشیر سفید رنگ کے زرد رو ہیں۔"

"اوہ، تو اس نے انہیں اپنا مشیر مقرر کیا ہے؟"

"اس نے کیا کیا ہے، اُسے سردار بنانے والے ہی وہ لوگ ہیں، ورنہ کیا وہ نااہل بھیڑیا ہی سرداری کے لئے رہ گیا تھا۔"

"لیکن کیا فوما کے حامیوں نے یہ سوال نہیں اُٹھایا کہ آخر فوما کس طرح مر گیا؟"

"ان میں زبردست بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن نوواردوں کی پوری کوشش اس بات میں صرف ہو رہی ہے کہ وہ بھی ان کے مطیع ہو جائیں پھر۔۔۔ اُن کی سربراہی کون کرے۔ ظاہر ہے یہ ایک طرح کی بغاوت ہو گی اور بغاوت کے لئے بہت کچھ درکار ہوتا ہے۔"

"تو پھر کیا یہ آواز دب گئی؟"

"دبے گی نہیں۔ لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟"

"بس میرے دوست! اس سے زیادہ میں کچھ نہیں بتا سکتا۔" ہاکو سنبھل گیا۔

"ارے کیوں؟"

"بس اس بارے میں مجھے کچھ اور معلوم نہیں ہے۔" ہاکو فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ اور میں نے طویل سانس لے کر فوما کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے بھئی! باقی باتیں تم خود پوچھو۔" اور فوما نے آہستہ سے اپنے سر سے چادر اتار دی۔

ہاکو نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن پھر دوسرے لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔ منہ کھلا لیکن اس سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔ پھر وہ اُٹھا اور پاگلوں کی طرح فوما کے پیروں میں گر پڑا۔

"میرے مالک! میرے آقا۔۔۔ کیا میری آنکھیں مجھے دھوکا دے رہی ہیں؟"

"نہیں ہاکو۔۔۔ میرے معزز بزرگ۔۔۔ اُٹھو، مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میں تمہارا احترام کرتا ہوں۔۔۔ تم میرے بزرگ ہو۔" فوما بولا۔

"مجھے یقین دلا دو میرے مالک!" ہاکو روتے ہوئے بولا۔

"میں زندہ ہوں ہاکو۔"

"آہ۔۔۔ آہ۔۔۔ میرا دل محبت سے، خوشی سے پھٹا جا رہا ہے۔"

"خود کو سنبھالو ہاکو۔"

"میرے مالک۔۔۔ میرے آقا! کیا تو واقعی زندہ ہے؟"

"ہاں ہاں۔۔۔ میں زندہ ہوں۔"

"آہ اجنبی! تو واقعی میرے لئے حیرتوں کے پہاڑ لے کر آیا ہے لیکن ان میں مسرتیں بھی شامل ہیں۔ میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔"

"میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا ہاکو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب تو کوئی بھی ہے، مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ تو میرے لئے نہیں بلکہ اس پورے علاقے کے لئے خوشیوں کا پیغامبر بن کر آیا ہے۔"

"ہمارے لئے خوراک کا بندوبست کرو ہاکو! ہم بھوکے ہیں۔"

"ابھی میرے مالک!" ہاکو جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

"اور سنو!" فوما نے اُسے پکارا۔

"مالک!"

"میری آمد کو ابھی پوشیدہ رکھو کسی کو میرے بارے میں اطلاع مت دینا۔ یہاں تک کہ اپنے گھر کے لوگوں کو بھی۔"

"ایسا ہی ہو گا مالک!" ہاکو نے کہا اور باہر نکل گیا۔ تب فوما نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا!"

"کیا؟"

"ہاکو میرا وفادار ہے۔" فوما بولا۔

"ہاں۔ اس کے انداز سے پتہ چلتا ہے۔"

"اس نے ٹھیک کہا۔ یہاں میرے حامیوں کی تعداد اب بھی کم نہیں ہے لیکن وہ کسی قیادت سے محروم ہیں۔"

"ان کی قیادت ہم کریں گے۔" میں نے کہا۔

"تم۔ تمہارے بارے میں، میں اب اور کیا کہوں۔" فوما پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیوں۔ کیا کوئی غلطی ہو گئی مجھ سے؟"

"ایسی باتیں مت کرو سبوتا۔ میں مرتے وقت تک تمہارے احسانات نہیں بھولوں گا۔ تم بیحد عظیم انسان ہو۔ تمہاری ذہانت اپنی مثال آپ ہے۔ تم نے جس چالاکی سے ہاکو سے سوالات کئے اور اس کے خیالات معلوم کئے، میں عش عش کر رہا تھا۔"

"ابھی تو بہت کچھ کرنا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں بھی کچھ کرنا چاہتا ہوں۔" فوما بولا۔

"کیا؟"

"ایک پیش گوئی۔"

"کرو۔"

"اگر تم ہمارے ساتھ رہے تو ایک دن میری حکومت مجھے واپس مل جائے گی۔"

"اوہ، میرے دوست! میں تمہارے ساتھ آیا ہی اسی لئے ہوں کہ تمہاری حکومت واپس دلانے میں تمہاری مدد کروں۔"

"سب کا مالک میرے ساتھ ہے۔" فوما نے کہا۔

"ہاکو نے ایک مخصوص جگہ آ کر بات ختم کر دی تھی۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ مجھے یاد ہے۔"

"اُن سے اس بارے میں پوچھنا۔"

"ہاں۔ ابھی تو بہت سی باتیں کرنا ہیں اس سے۔"

"یقیناً۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ ہاکو واپس آ گیا تھا

"چند ساعت انتظار کریں مالک! سب کچھ آ رہا ہے۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے محترم بزرگ۔ بیٹھ جاؤ۔ میرا خیال ہے اب تمہیں اس بارے میں بتانے سے عار نہ ہو گا کہ فوما کے حامی کیا کر رہے ہیں۔"

"بتانے کو تو بہت کچھ ہے مالک۔ آپ کھانا کھائیں۔ میں نے آپ کے آرام کا بندوبست کرنے کی ہدایت بھی کر دی ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ کسی کو آپ کے بارے میں اطلاع نہیں مل سکے گی۔"

"ٹھیک ہے ہاکو۔ میں تمہاری اس محبت کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"میں تو تیرے قدموں کی خاک ہوں آقا۔ میری کھال اور خون بھی تیرے کام آ جائے تو میری خوش نصیبی ہو گی۔" ہاکو عقیدت سے بولا۔

پھر کھانا آ گیا جسے ہاکو نے باہر سے ہی لے لیا۔ بہت عمدہ کھانا تھا۔ گوشت، پنیر اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔ خوب کھائیں اور پھر ہاکو سے باتیں ہونے لگیں۔

"آپ کے حامیوں نے لاکھای پہاڑیوں کو اپنا مسکن بنا لیا ہے وہاں سے وہ زرد رو انسانوں پر نگاہ بھی رکھتے ہیں اور ہتھیار بھی جمع کر رہے ہیں۔ تاکہ آپ کا انتقام بھی لیں اور اس سرزمین کو آنے والوں سے پاک کرائیں۔"

"خوب۔ ان کا سربراہ کون ہے؟"

"کوئی ایک انسان نہیں ہے، ایک مشترکہ گروہ ہے جس میں لاتوش، فرغا اور بازپر شامل ہیں۔"

"اوہ، میرے تینوں وفادار۔" فوما بولا۔

"بے شمار وفادار ہیں تیرے فوما۔ اور تیری زندگی سے انہیں نئی زندگی مل جائے گی۔"

"کیا تمہاری اُن سے ملاقات ہوتی ہے ہاکو؟" فوما نے پوچھا۔

"تیرا غلام بھی ان میں شریک ہے۔ اور جب چاند کی تاریک رات ہوتی ہے تو ہم سب یکجا ہو جاتے ہیں۔"

"ایک بات بتاؤ ہاکو؟" اس بار میں نے کہا۔

"پوچھو انوکھے انسان؟" ہاکو نے پوری توجہ سے کہا۔

"فوما کی موت کو کتنا عرصہ گزرا؟ میرا مطلب ہے جب اسے سمندر میں بہایا گیا؟"

"اوہ، یہ بات تو آقا کو معلوم ہو گی۔"

"نہیں معلوم۔ تم بتاؤ۔"

"تین چاند ڈوب گئے ہیں۔"

"ارے۔" میں چونک پڑا۔

"کیوں؟" فوما نے مجھے دیکھا

" کیا اس دوران تمہیں سمندر میں ہوش آیا تھا فوما ؟"

" نہیں۔ میں نے پہلی بار آنکھیں کھول کر تمہیں دیکھا تھا "

" پھر تم اتنے دن زندہ کیسے رہے ؟"

" ایں۔ ہاں۔ نہ میرے بدن میں غذا پہنچی تھی اور نہ ۔۔۔ واقعی کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے ؟"

" کیا غلام کو صورت حال سے آگاہ کیا جاسکتا ہے، ممکن ہے کسی الجھن کے حل میں مدد دے سکے " باکو نے مؤدب انداز میں کہا۔

" اوہ باکو، میری زندگی میرے دوست سیلوتا کی رہین منت ہے، انہوں نے ہی مجھے سمندر سے نکالا تھا " فوما نے مختصر تفصیل بتائی، اور باکو سوچ میں ڈوب گیا، پھر بولا۔

" کیا غلام کو اس سلسلہ میں ایک تجربہ کرنے کی اجازت مل جائے گی ؟"

" ہاں، ضرور " فوما کے بجائے میں نے کہا۔

" میرے دوست کی آواز کو میری آواز ہی سمجھا جائے " فوما نے باکو سے کہا۔

" سر آنکھوں پر " باکو بولا، اور پھر وہ تھوڑی دیر کے لئے اجازت لے کر چلا گیا۔

" خوب ہے یہ شخص، میں اس سے متاثر ہوا ہوں، یہ اپنے فن میں ماہر ہے، میں نے اس کا کارخانہ دیکھا ہے "

" ہاں، باکو درویش صفت ہے، عبادت کرتا ہے اور لوگوں کی خدمت کرتا ہے، یہ ایک پُراسرار شخص ہے "

باکو واپس آگیا۔ اس کے ہاتھوں میں کافی سامان تھا، چمڑے کی نلکیاں، بوتلیں اور نہ جانے کیا کیا۔

" لیٹ جاؤ مالک " وہ بولا، اور فوما نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ تب باکو نے ایک محلول فوما کی ناک پر لگایا اور آہستہ آہستہ فوما کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ تب باکو نے چمڑے کی ایک نلکی اس کی ناک میں اتار دی۔ دوسری اس کے حلق میں، نلکیوں کے دوسرے سرے اس نے بوتلوں میں ڈال دیئے تھے، نلکیوں کا رنگ بدلنے لگا تھا، اور شفاف بوتلیں بھی رنگ بدل رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس عمل سے فارغ ہو گیا، اس نے نلکیاں نکال لیں اور پھر بوتلوں کے محلول کا مختلف طریقوں سے تجزیہ کرنے لگا۔ پھر اس نے کوئی اور چیز فوما کی ناک سے لگائی اور فوما ہوش میں آگیا۔ وہ حیران نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا، اور پھر وہ مجھ سے بولا :

" کیا مجھے کچھ ہو گیا تھا سیلوتا ؟"

" کیوں، کیسا محسوس کر رہے ہو ؟"

" بس عجیب سا۔ اس کے علاوہ مجھے اپنا دل و دماغ کافی ہلکا محسوس ہو رہا ہے "

" میں نے زہر کے آخری اثرات بھی آپ کے معدے سے کھینچ لئے آقا " باکو نے پُرمسرت انداز میں کہا۔

" زہر ؟" فوما نے سرسراتی آواز میں کہا۔

" ہاں۔ ترانا کا زہر، جو ایک بوٹی ہوتی ہے، لیکن بڑی حیرت انگیز تاثیر ہوتی ہے اس کی۔ یوں سمجھیں اس بوٹی نے آپ کی زندگی کی حفاظت کی ہے "

" کس طرح ؟"

" بوٹی کی تاثیر ہے کہ وہ ایک خوفناک زہر کا اثر رکھتی ہے، لیکن ایک مخصوص مزاج کے لوگوں پر وہ زہر کی مانند اثر انداز ہوتی ہے، ہر ایک پر نہیں۔ تاہم زہر کے اثرات گہری نیند سلا دیتے ہیں اور اس کے زیر اثر ہونے والے کی کیفیت وہ ہوتی ہے جس میں وہ سوتا ہے، یعنی اس کے اعضاء کی تحریک رک جاتی ہے ایک مخصوص وقت تک کے لئے اور اس کے بعد جب اس کا اثر ختم ہوتا ہے تو انسان اسی کیفیت میں جاگتا ہے یعنی جب وہ سوتا ہے، اس دوران اس کے جسم کو کسی شے کی حاجت نہیں ہوتی، سب کچھ اسی طرح رہتا ہے جس حالت میں بوٹی کھانے سے پہلے ہوتا ہے "

" اوہ " میرے منہ سے سرسراہٹ نکلی، کیسی کارآمد چیز تھی اور پروفیسر جس وقت تم یہاں آئے تھے، اور تم نے ایک گلابی سیال میرے اوپر ٹپکتے دیکھا تھا، یہ اسی بوٹی کی جدید شکل تھی۔ میری اپنی ایجاد۔ لیکن اس کے بارے میں مجھے باکو سے ہی معلوم ہوا تھا، اس بات کا میں اعتراف کروں گا۔

" اوہ " پروفیسر خاور نے گردن ہلائی۔

بہر حال۔ اس تجزیئے نے ہمیں مطمئن کر دیا تھا اور اب میں ان حالات پر غور کر رہا تھا، پھر میں نے کہا۔

" ٹھیک ہے باکو، اب ہمارے آرام کا بندوبست کرو، ہم ابھی کچھ دن مکمل آرام کریں گے، اس کے بعد آگے کے پروگرام بنائیں گے "

" باکو غلام ہے آقا، اور اس کی خوش نصیبی ہے کہ آقا اس کے ہاں قیام کریں " باکو نے کہا اور پھر اس نے ہمیں ہمارے آرام کا کمرہ دکھا دیا۔ اور صبح کو حاضری دینے کے لئے کہہ کر چلا گیا۔ فوما مجھ سے اجازت لے کر بستر پر لیٹ گیا، میرا بستر بھی اس کے نزدیک ہی تھا۔

" نیند آرہی ہے سیلوتا ؟" تھوڑی دیر کے بعد اس نے پوچھا۔

" نہیں "

" اس بارے میں کچھ اور باتیں کرو گے ؟"

" ضرور۔ کرو "

" حالات تمہارے علم میں آگئے ؟"

" ہاں۔ کافی حد تک "

" پھر اب کیا حکم ہے ؟"

" میں نے ترکیب سوچ لی ہے "

" کیا سیلوتا ؟" وہ کہنیوں کے بل اٹھ گیا۔

" تم میری تجاویز پر عمل کرنے کا وعدہ کر چکے ہو "

" اوہ۔ فوما تم سے اختلاف کس طرح کر سکتا ہے، تم اس کے بے غرض

دوست ہو، تم نے دیکھا ہاکو جیسا مدبر میرا غلام ہے، لیکن میں ۔ میں تمہارا غلام ہوں سبوتا، تمہارے ساتھ میری خوشی بھی وابستہ ہے۔"

" ہوں" میں اس کے الفاظ سے متاثر ہو گیا۔ پھر میں نے کہا" ابھی چند روز ہم یہیں رہیں گے، حالات کا جائزہ لیں گے پھر ڈوبتے چاند کی رات کو ہاکو کے ساتھ لاکھا کی پہاڑیوں میں جائیں گے اور باغی فوج میں شامل ہو جائیں گے، لیکن تم فوما کی حیثیت سے ان میں نہیں جاؤ گے بلکہ فوما کے ایک وفادار کی حیثیت سے ان فوجوں میں شامل رہو گے، اس طرح فوجوں کی نگرانی اور ان کی عمدہ تربیت بھی کی جا سکتی ہے، کیونکہ بہر حال ہمیں فوجی کارروائی تو کرنا ہی ہوگی۔"

" بالکل ٹھیک ہے" فوما خوش ہو کر بولا۔

" اور اب شبالا تو سردار بن ہی گیا ہے؟"

" ہاں یقیناً۔ لیکن ۔۔۔"

" ہاں کہو۔"

" یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ میں دوسری حیثیت سے ان میں رہوں۔"

" فوجوں میں؟"

" ہاں۔"

" کیوں، اس میں نہ سمجھنے کی کیا بات ہے؟"

" کیا میرے لوگ مجھے پہچان بھی نہیں سکتے؟"

" صورت بدل لی جائے گی۔"

" کس طرح؟"

" تم خوب داڑھی بڑھا لو، بال بھی لمبے کر لو، لباس پہننے کا طریقہ بھی بدل ڈالو، اس کے علاوہ میں تمہیں آواز بدلنے کے گُر بھی بتا دوں گا، اور پھر کسی کو اندازہ نہیں ہے کہ تم زندہ ہو، اس لئے لوگ اس بات پر غور بھی نہیں کریں گے۔"

" تم بھی میرے ساتھ رہو گے؟"

" ہاں۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

" تب ٹھیک ہے" فوما نے خوش ہو کر کہا، پھر بولا" لیکن ایک بات اور ۔۔۔"

" ہاں ہاں، وہ بھی کہو۔"

" ہم ان فوجوں میں شامل کس طرح ہوں گے؟"

" کیوں، یہ کونسا مشکل کام ہے، کیا ہاکو ہماری مدد نہیں کرے گا؟"

" اوہ! ہاں کتنی سیدھی سی بات ہے" فوما نے شرمندگی سے کہا۔ اور پھر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

نیند مجھے بھی نہیں آ رہی تھی، میرا ذہن بھی انہیں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا اور میں محسوس کر رہا تھا کہ فوما بھی جاگ رہا ہے، ظاہر ہے اس کی نیندیں تو اڑنی ہی چاہیئے تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے مخاطب کیا۔

" فوما"!

" ایں، تم جاگ رہے ہو سبوتا؟"

" ہاں۔"

" مجھے بھی نیند نہیں آ رہی۔"

" میں محسوس کر رہا ہوں۔"

" لیکن تم کیوں نہیں سوئے؟"

" بس ان حالات پر غور کر رہا ہوں۔"

" میں بھی۔"

" کیا سوچ رہے ہو تم؟"

" تم سے جھوٹ نہیں بول رہا، رات ہوتی ہے تو عورت کا تصور ذہن میں ابھر آتا ہے، میری پانچ بیویاں ہیں، سب کی سب مجھے چاہتی تھیں، اور میں ۔ میں لغامہ کو۔"

" اوہ۔"

" اور اب بھی میں اُسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

" کیا سوچ رہے تھے؟"

" یہی کہ لغامہ کی محبت غداری میں کس طرح بدل گئی، یہ تو ظاہر ہو گیا کہ مجھے زہر اسی نے دیا تھا، لیکن کیوں؟ وہ تو مجھے بہت چاہتی تھی۔"

" ابھی اس بارے میں فیصلہ مت کرو فوما۔"

" کیوں۔ کیا مطلب؟"

" تم جانتے ہو تمہارے مقابلے میں زرد رو لوگوں کی ذہانت کام کر رہی ہے۔"

" ہاں۔"

" ممکن ہے لغامہ کو بھی یہ بات معلوم نہ ہو کہ شراب میں زہر ہے۔" میں نے کہا اور فوما اٹھ کر بیٹھ گیا، اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آنے لگے تھے، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا، پھر وہ آہستہ سے بڑبڑایا:

" ہاں۔ یہ ممکن ہے۔"

" لغامہ سے ملنے کے بعد ہی یہ فیصلہ ہو سکتا ہے۔"

" ٹھیک کہتے ہو۔"

" چنانچہ اس وقت تک کے لئے یہ بات ذہن سے نکال دو۔"

" میں اسے بہت چاہتا ہوں سبوتا۔"

" یقیناً چاہتے ہو گے۔"

" ایک بات بتاؤ سبوتا، کیا تم نے کبھی محبت نہیں کی، کیا تمہاری ایک بھی بیوی نہیں ہے، کیا تمہیں عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟"

" کیوں۔ یہ اندازہ تم نے کس طرح لگایا؟"

" تم نے آج تک کسی عورت کا ذکر نہیں کیا۔"

" کس کس کا ذکر کروں؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

" کیا مطلب، کیا تمہاری بہت سی بیویاں ہیں ؟"
" ہیں نہیں، تھیں " میں نے جواب دیا۔
" ارہو، کہاں چلی گئیں، کیوں چھوڑ دیا تم نے انہیں ؟"
" بس وہ خود ہی مجھے چھوڑتی رہیں "
" آخر کیوں، تم تو حیرت انگیز انسان ہو، اس قدر خوبصورت ہو کر کوئی عورت تمہیں نظر انداز نہیں کر سکتی "
" بس عام طور سے میری بیویاں مر جاتی ہیں، مجھے بیویوں کی یاد مت دلاؤ ورنہ میری نیند خراب ہو جائے گی، اب سو جاؤ "
" ٹھیک ہے، جیسی تمہاری مرضی " اس نے جواب دیا اور پھر وہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ فوما اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا اس بارے میں مجھے تو معلوم نہیں۔ ہاں میں آرام کی نیند سو گیا تھا اور اس وقت تک سوتا رہا جب تک سورج خوب نہیں نکل آیا۔ آنکھ کھلی تو فوما میرے نزدیک موجود نہیں تھا۔ کافی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔
" کہاں چلے گئے تھے فوما ؟" میں نے پوچھا۔
" عبادت کرنے، آج طویل عرصہ کے بعد زندگی کا احساس ہوا ہے "
" کیا مطلب ؟"
" عبادت نہ کرو تو روح پیاسی رہتی ہے "
" تم عبادت کرنے کہاں گئے تھے ؟"
" افسوس۔ میں دوسروں کی مانند کھلے میدان میں تو نہ جا سکا، لیکن مکان کی چھت سے سورج دیوتا کے طلوع ہونے کا منظر صاف نظر آتا ہے "
" ہاکو تمہارے ساتھ تھا ؟"
" ہاں۔ اس نے بھی میرے ساتھ ہی عبادت کی تھی "
" اب وہ کہاں گیا ؟"
" اپنی نگرانی میں ہمارے لئے ناشتہ تیار کرا رہا ہے، اس بارے میں وہ دوسروں پر بھروسہ نہیں کرے گا " فوما نے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہاکو بذات خود ہمارے لئے ناشتہ لے کر آ گیا۔ اس نے مسکرا کر مجھے صبح بخیر کہا تھا۔
" تمہارے لئے میرے ذہن میں بیشمار سوالات چل رہے ہیں، لیکن میری توجہ اب ایک ایسے کام کی طرف مبذول ہو گئی ہے کہ دوسرے سارے کاموں کے بارے میں میں نے سوچنا چھوڑ دیا ہے " وہ کہنے لگا
" ٹھیک ہے ہاکو، میں تمہاری دانائی سے بہت متاثر ہوں، پہلے ہم ان کاموں سے نمٹ لیں، پھر میں تم سے تمہارے علم حکمت کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا "
" بسر و چشم " ہاکو نے خلوص سے جواب دیا۔
اس وقت ہاکو بھی ہمارے ساتھ ناشتے میں شریک تھا۔ ناشتے کے دوران میں نے اس سے پوچھا " تم نے اپنے گھر والوں کو ہمارے بارے میں کیا بتایا ہے ؟"

" یہی کہ میرے کچھ دوست مہمان خانے میں قیام پذیر ہیں، اور میں انہیں دوسروں سے روشناس نہیں کرانا چاہتا، میں نے ہدایت کر دی ہے کہ کوئی مہمان خانے کی طرف نہ آئے " ہاکو نے جواب دیا۔
" اوہ۔ ٹھیک ہے " فوما بولا۔
" لیکن اب کیا کرنا ہے آقا، میرے لائق جو خدمت ہو مجھے بتا دی جائے "
" ضرور ہاکو، لیکن میرا خیال ہے میرے اوپر تو یہاں کوئی پابندی نہیں ہے " میں نے کہا۔
" پابندی تو آقا فوما پر بھی نہیں ہے، بس صرف اتنا احساس ہے کہ ابھی انہیں لوگوں کی نگاہوں میں نہیں آنا چاہئے "
" ہاں۔ یہ مناسب نہ ہوگا " فوما بولا۔
" سکائی کے لوگ تیرے بہت عقیدت مند ہیں فوما۔ انہوں نے تیرا مجسمہ تراش کر شاہراہ پر لگایا ہے تاکہ روزانہ اس کی زیارت کر لیں۔ سکائی کی عورتیں تیرے لئے عرصے تک بین کرتی رہی تھیں۔ بے شک سکائی کا بچہ بچہ تیرے ایک اشارے پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ لیکن جیسا کہ تیرا خیال ہے کہ تو ابھی دوسروں کی نگاہوں میں نہ آئے، اس لحاظ سے تیرا کسی کے سامنے نہ آنا بہتر ہے۔ رہی اجنبی سیوتا کی بات تو شاید اسے اس بستی میں کوئی بھی نہیں جانتا اور اگر لوگ اسے میرے مہمان کی حیثیت سے جان بھی لیں تو میں لوگوں کو اس کے بارے میں کوئی کہانی سنا دوں گا "
" ٹھیک ہے، ہمارا ارادہ یہ ہے ہاکو، کہ ابھی عرصہ دراز تک فوما اپنی زندگی کا اعلان نہ کرے اور یہاں رہ کر اپنے چہرے میں تبدیلیاں پیدا کرے پھر جب اس کی صورت اس حد تک بدل جائے کہ دوسرے لوگ اسے پہچان نہ سکیں تو وہ تیرے ساتھ لاکھا کی پہاڑیوں میں جائے، وہاں جہاں اس کے حامیوں اور شالہ کے باغیوں کا مسکن ہے تو تیرے ایما پر وہ لوگ ہم دونوں کو خود میں شامل کر لیں، یوں فوما اپنے لئے لڑنے والوں کو خود ہی تربیت دے گا اور ان میں پوشیدہ رہے گا۔ پھر جب وہ کاری ضرب لگانے کے قابل ہو جائے گا تو کھل کر سامنے آ جائے گا " میں نے کہا اور ہاکو تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔
" بیشک تو جتنا انوکھا ہے تیرا تدبر بھی اس سے مختلف نہیں ہے "
" لیکن اس دوران ہم تیرے مہمان رہیں گے "
" آقا کی خدمت سے بڑھ کر میری زندگی کا مقصد اور کیا ہو سکتا ہے "
" بس یہی ہمارا ارادہ ہے "
" نہایت مناسب ہے "
سو یہ بات طے ہو گئی، اور کیسی عمدہ بات تھی کہ سکائی بستی میں میرے اوپر کوئی پابندی نہیں تھی، چنانچہ جب ایک پہر چڑھ گیا تو میں نے فوما سے معذرت کی اور آوارہ گردی کے لئے باہر نکل آیا۔
رخ میرا جھیل کی جانب تھا اور خیال تھا ذہن میں کہ ممکن ہے جھیل

کے شفاف پانی میں وہی سفید مچھلی تیر رہی ہو۔ راستہ مجھے معلوم تھا، سو میں چلتا رہا۔ ویسے بھی وہ جگہ سرسبز تھی اور وہاں کا ماحول بے حد پرکشش، بشرطیکہ پانی میں لباس سے بے نیاز چکنا اور سڈول بدن اٹھکیلیاں کر رہا ہو۔
گذر رہا تھا میں ایک درخت کے نیچے سے کہ ناگاہ ایک بارِ گراں میرے شانے سے ٹکرایا اور میں چونک پڑا۔

وزنی پتھر تھا جو پڑا ہوتا اگر شانے پر کسی دوسرے انسان کے تو گیا تھا زندگی سے، لیکن چٹانیں بھی کچھ نہ بگاڑ سکی تھیں میرا۔ ہاں ناکام رہا تھا وہ جس نے سوچا کچھ اور ہوگا۔

سو اٹھ گئی میری نگاہ درخت کی جانب اور دیکھا میں نے اسی دلربا کو کہ جس سے ملاقات ہوئی تھی جھیل پر اور حیران تھی وہ اپنی ناکامی پر کہ خیال تھا اس کا کہ اس وزنی بوجھ سے جانبر نہ ہوسکوں گا میں۔ سو پھیل گئی مسکراہٹ میرے ہونٹوں پر اور سمجھ گیا کہ بغض ہے کل کا اس کے سینے میں، تب میں پہنچ گیا درخت کے نیچے اور دیکھا اس کی جانب۔

"بس اب نیچے اتر آؤ" میں نے کہا لیکن وہ حیران نگاہوں سے مجھے گھورتی رہی، شاید یہ غلبہ تھا حیرت کا۔ لیکن پھر نفرت عود کر آئی اور اس نے پہلی بار نفرت بھرے لہجے میں کہا۔
"بڑا ہی سخت جان ہے تو"
"اسی لئے میرا مشورہ ہے کہ درخت سے نیچے اتر آ، یا پھر میں ہی درخت پر آجاتا ہوں"
"میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"
"تو اس کا اعلان کرنے کی کیا ضرورت ہے" میں نے ڈھٹائی سے کہا اور وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورتی رہی۔
"میں تمہارے نیچے اترنے کا منتظر ہوں" میں نے پھر کہا" اور دیکھو جا رہا تھا تمہاری تلاش میں جھیل کی طرف۔"
"تو ہے کون اور کہاں سے نازل ہوا ہے اس بستی میں۔ کیا تجھے احساس نہیں ہے کہ بستی کے لوگ تیری اس غلط روش کو پسند نہ کریں گے سزا تو تجھے میں ہی دے دیتی کہ میرا نام شمانہ ہے، اور جانتے ہیں بستی والے کہ جس نے آنکھ اٹھائی میری طرف سو دھو بیٹھا زندگی سے ہاتھ۔ لیکن تو فنونِ حرب سے بھی واقف معلوم ہوتا ہے اور میں حیران ہوں کہ وزنی پتھر کی چوٹ بھی تو نے آسانی سے برداشت کرلی، لیکن یہ نہ سمجھ کہ شمانہ تجھے زندہ چھوڑ دے گی، تو نے وہ کیا ہے جس کی جرأت کبھی کسی کو نہ ہوئی"
"میں اپنا قصور جاننا چاہتا ہوں"
"جب تو نے دیکھ لیا تھا کہ میں جھیل میں ہوں تو تو نے پانی میں اترنے کی جرأت کیسے کی؟" وہ بولی۔
"میں نے نہیں جانا تھا کہ پانی میں تو ہے، میں تو سمجھا تھا کہ کوئی جل پری نہائی دیکھ کر پانی میں آگ لگانے آگئی ہے، سو میں اسے قریب سے دیکھنے کے لئے پانی میں اتر گیا تھا"
"ہرگز نہیں۔ میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو اپنے حسن کی تعریف سن کر مردوں کے فریب میں آجاتی ہیں، بیویاں بن جاتی ہیں ان کی، اور پیٹ پھلا لیتی ہیں اپنا۔ پھر بچے پیدا کرنے کے علاوہ ان کا کوئی اور مصرف نہیں ہوتا۔ میں اپنے پیٹ کو کسی طور خراب کرنا پسند نہیں کروں گی"
"خوب۔ لیکن درخت سے نیچے تو اتر آؤ"
"تیرے کہنے سے نہیں اتروں گی، بس تو چلا جا یہاں سے، اور یاد رکھ زندگی چاہتا ہے اپنی تو بستی سے چلا جا، ورنہ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ آج تو پتھر کے وار سے بچ گیا ہے، لیکن کل میں تیرے ساتھ کوئی اور بُرا سلوک کروں گی"
"میں تیرے ہر سلوک کا منتظر رہوں گا"
"کیوں آخر کیوں؟"
"اس لئے کہ تو مجھے اچھی لگتی ہے"
"مرتارہ، میں کبھی تیرے فریب میں نہ آؤں گی، میں کہتی ہوں بس اب چلا جا یہاں سے"
"شمانہ بتایا تھا نا تو نے اپنا نام؟"
"ہاں" وہ غرائی۔
"تو نیچے اتر آ۔ تو آزاد ہے جس طرح چاہے مجھے ہلاک کردے لیکن یہ تو سوچ کہ میں بھی تو آزاد ہوں کہ جو چاہوں حاصل کروں اور تو یقین کر کہ جھیل پر میں تیری ہی تلاش میں جا رہا تھا"

میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں شدتِ غیظ سے سرخ ہوگئیں۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر درخت کی ایک دوسری شاخ پر چڑھ گئی۔ اس لئے کہ میں نہ پہنچ سکوں اس تک۔

درخت

پر چڑھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ میں درخت کے نزدیک پہنچ گیا اور اس کے تنے کی چوڑائی اتنی نہ تھی کہ میرے ہاتھوں کی گرفت میں نہ آسکتی۔

دیوانہ بھی ہوگی وہ مجھے اس وقت اور پھر نہ جانے کیا سوچا ہوگا اس نے دوسرے لمحے جب درخت کی جڑ اپنی جگہ چھوڑ رہی تھی اور پروفیسر یہ کام میرے لیے مشکل نہیں تھا اور کم ہی ہوں گے ایسے عاشق جن کی محبوبہ درخت پر بیٹھی ہو اور وہ درخت سمیت لے جائے اسے جھیل پر، جو وہاں سے زیادہ دور نہیں تھی۔

لیکن خود اس کی کیا حالت تھی یہ میں اس وقت تو نہ دیکھ سکا البتہ ایک کھلی جگہ میں جب میں نے درخت کو زمین پر رکھا تو دیکھا کہ وہ بری طرح چمٹی ہوئی تھی ایک شاخ سے اور اس کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھیل گئی تھیں۔ سو اب دور نہ تھی وہ میری گرفت سے۔

بلاشبہ بے حد توانا تھی لیکن میں نے کسی پھول ہی کی مانند اسے شاخ سے توڑ لیا اور وہ بھی بے جان تھی، سہمے ہوئے پھول ہی کی طرح کہ اس کی عقل نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہوگا۔ یوں میں نے پورا کیا اپنا عہد اور میں نے شانوں سے پکڑ کر اسے اٹھا لیا۔

وہ خوفزدہ نگاہوں سے دیکھتی تھی کبھی درخت کی طرف اور کبھی میری جانب۔ یوں لگتا تھا جیسے اب وہ یہاں سے بھاگنا نہ چاہتی ہو، نہ ہی اس کے انداز میں میرے لیے تنفر باقی رہ گیا تھا۔

"تیرا شکریہ شمانہ، میرا عہد اس سے زیادہ نہ تھا اور ہاں میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تو اپنے جذبۂ انتقام کو پس پشت ڈال دے۔ ہاں اگر تجھے میری تلاش میں دقت ہو تو سیکائی کے مدبر اور حکیم ہاکو کے مہمان خانے میں چلی آنا، میں اسی کا مہمان ہوں۔" سو حیرت زدہ لڑکی کو وہیں چھوڑ کر میں واپس چل پڑا اور پروفیسر اب اتنا نا تجربہ کار تو نہیں تھا کہ لڑکی کی کیفیت کا اندازہ نہ لگا پاتا۔ وحشی ہرنی قابو میں آگئی تھی اور اب اسے میرے پیچھے ہی بھاگنا چاہیے تھا اور یہی ہوا۔

دوسری شام تھی کہ ہاکو ہمارے کمرے میں آیا اور میری طرف رخ کر کے بولا۔

"جو حلیہ اس نے بتایا ہے تمہارے علاوہ کسی کا نہیں ہو سکتا، سو کیا تم اس سے ملاقات کرو گے سبوتا؟"

"ارے ارے کون ہے؟ کیا بات ہے؟"

"سیکائی کی بھوکی شیرنی۔ دراکا کی بیٹی شمانہ!" ہاکو نے جواب دیا۔

"اوہ!" میں کھڑا ہو گیا۔ "کیا وہ آئی ہے؟"

"ہوں۔" ہاکو نے جواب دیا۔

"کہاں ہے؟"

"باہر ہے۔ ٹلانے کی انتہائی کوششوں کے باوجود اسے نہیں ٹال سکا اور پھر ویسے بھی خطرناک لڑکی ہے۔ اب تک پانچ افراد کو قتل کر چکی ہے۔ کون ہے جو اس سے نہیں ڈرتا، میں بھی ان میں شامل ہوں۔"

"آؤ۔ میں اس سے ملوں گا۔"

"مگر وہ تمہارے پیچھے لگ کیسے گئی؟"

"بس کوئی خاص بات نہیں ہے، یونہی جان پہچان ہو گئی ہے۔"

"جان پہچان؟ تم نے غلط کیا ہے سبوتا۔ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس سے کسی قسم کی جان پہچان پیدا کی جائے۔ بہرحال اب تو اس سے ملنا ہی پڑے گا لیکن پوری ہوشیاری کے ساتھ۔"

"تم فکر نہ کرو۔ آؤ۔" میں نے کہا اور ہاکو میرے ساتھ ہی چل پڑا۔ راستے میں، میں نے اس سے پوچھا "تم مجھے اس کے بارے میں کچھ تو بتاؤ۔"

"بس وہ سیکائی کی بیٹی ہے۔ دراکا نے آتش فشاں میں کود کر بستی کو دیوتاؤں کے عتاب سے بچایا تھا اور اس وقت اس لڑکی کے سوا اس کا دنیا میں کوئی نہ تھا اور پھر جب اس نے بستی والوں پر یہ احسان کیا تو بستی والوں کے پاس اس احسان کی ادائیگی کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اس کی بیٹی کو شاخ میں لگے ہوئے نازک پھول کی مانند پرورش کریں اور پھر جیسے پوری بستی کی محبت مل جائے وہ جس راستے پر بھی چل پڑے۔ چنانچہ یہ لڑکی پوری بستی میں گھوڑے پر سواری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اسے نیزہ بازی میں بھی کمال حاصل ہے اور نصف دائرے کی شکل کا ایک خنجر ہمیشہ اس کے پاس رہتا ہے جسے وہ آزادی سے استعمال کر لیتی ہے۔ بھلا کون روکے اسے؟"

"اوہ۔ ٹھیک۔"

"لیکن اس سے ملنا خطرناک ہے۔ اس کے دماغ کا کوئی پرزہ ٹھیک نہیں ہے۔" ہاکو نے کہا۔

"میں ٹھیک کر لوں گا ہاکو تم فکر مت کرو۔" میں اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں شمانہ بیٹھی ہوئی تھی۔ چہرے پر وہی سختی طاری تھی۔ میں اسے دیکھ کر مسکرایا اور جواب میں وہ مجھے خونی نگاہوں سے گھورنے لگی لیکن پھر اس کے چہرے میں تبدیلی پیدا ہوئی اور وہ مسکرا دی لیکن اسی وقت ہاکو بھی اندر داخل ہو گیا اور جو مسکراہٹ وہ نہ جانے کس طرح کھینچ کھانچ کر لائی تھی کافور ہو گئی۔

"ہاں ہاں آجاؤ۔ آجاؤ۔ ہمارے سروں پر بیٹھ جاؤ۔ ظاہر ہے یہ تمہارا گھر ہے۔ یہاں سب کچھ تمہاری مرضی سے ہوتا ہے۔" اور میں نے ہاکو کے چہرے پر بدحواسی دیکھی۔

"یہ بات نہیں ہے تم کہو تو میں چلا جاؤں؟"

"تمہاری عمر کتنی ہے ہاکو۔ کیا تمہیں اتنا اندازہ بھی نہیں ہے کہ جب کوئی اپنے شناسا سے ملنے آتا ہے تو اس کے سر پر سواری نہیں کی جاتی۔" شمانہ نے اسی انداز میں کہا۔

"اوہ۔ میں معافی چاہتا ہوں۔" ہاکو باہر نکل گیا اور وہ پھر مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی لیکن نہ جانے کیوں مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی یہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر پھیلے ہوئے تاثرات سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ میں بھی اسے دیکھ کر مسکرانے لگا اور پھر میں نے اس سے کہا۔

"میں اپنی شناسا کو اپنے قریب دیکھ کر بے حد خوش ہوں بشرطیکہ وہ مجھ سے خفا نہ ہو۔"

"میں تجھ سے بے حد ناراض تھی۔ تو نے وہ جراٴت کی ہے جو آج تک کوئی انسان نہیں کر سکا لیکن تو عام انسانوں سے جدا ہے۔ تو بے حد انوکھا ہے۔ آخر تیرے بدن میں کون سی قوت بھری ہوئی ہے۔ یقین کر تیرے ہونٹوں کی آتش مجھے تیرے پاس نہیں لائی ہے بلکہ تجسس نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں تیرے بارے میں معلوم کروں۔"

"اگر تیرے دل سے نفرت کا جذبہ دُور ہو گیا ہے تو پھر آشانہ دوستی کے لہجے میں گفتگو کریں۔"

"دوستی؟" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔ اور پروفیسر اس وقت میں اس کے چہرے سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ پھر وہ مسکرانے لگی اور پہلی بار میں نے محسوس کیا کہ اس کی مسکراہٹ میں شگفتگی ہے۔ رام ہو رہی تھی آہستہ آہستہ۔

"ہاں۔ کیا تو مجھے اس قابل نہیں سمجھتی؟"

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔ میں سوچ رہی ہوں کہ کیا تجھ سے دوستی کرنا مناسب ہوگا جبکہ میں نے آج تک کسی سے دوستی نہیں کی۔"

"کیوں نہیں کی؟"

"اس لیے کہ ان میں کوئی میرا ہم پلہ نہیں تھا۔ عورتیں چھوٹی موٹی۔ فضول باتیں سینے میں بھرے ہوئے، خود کو کمزور سمجھنے کی عادی اور مجھے کمزوروں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ رہے مرد تو پوری بستی میں کوئی مرد ایسا نہیں ہے جو میرا پنجہ مروڑ سکے۔ ایسے مردوں سے کیا دوستی کی جائے جو عورتوں سے مختلف بھی نہ ہوں، اس لیے میں نے ان میں سے کسی کو دوستی کے قابل ہی نہیں سمجھا۔" شاشانہ نے جواب دیا۔

"اوہ۔ میرے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بلاشبہ تو مجھے سیکائی کے عام نوجوانوں سے مختلف نظر آیا ہے۔ اگر تو ان سے مختلف نہ ہوتا تو۔ تو شاید میں یہاں نہیں آتی۔"

"ایک دوست کی حیثیت سے میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"میں اس کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بولی۔ "حکیم ہاکو معلوم ہوتا ہے یہاں سے بہت دُور چلا گیا۔"

"ہاں۔ وہ بھی تم سے خوفزدہ معلوم ہوتا ہے۔"

"کون نہیں ڈرتا مجھ سے۔" وہ فخریہ لہجے میں بولی۔ "لیکن میں بھی بلاوجہ کسی سے دشمنی نہیں رکھتی۔ ہاں اگر کوئی اپنی حد سے بڑھنے کی کوشش کرے تو پھر ضروری ہے کہ اسے اس کی حدود میں دھکیل دیا جائے اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو۔ پھر ضروری ہے کہ۔۔۔۔"

"ہاں۔ میں نے سُنا ہے کہ تم نے کئی آدمیوں کی زندگی لے لی ہے۔"

"بہت کچھ کیا ہے میں نے۔ ان باتوں کو چھوڑو، اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"اپنے بارے میں کیا بتاؤں، بس یوں سمجھو ایک آوارہ گرد ہوں۔ گھومتا پھرتا تمھاری بستی میں آنکلا ہوں۔ یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں گا۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں تم سے تمھارے بارے میں مزید تفصیلات نہیں پوچھوں گی۔ صرف ایک بات بتا دو۔ تمھاری اس بے پناہ طاقت کا کیا راز ہے؟"

"طاقت کا کوئی راز نہیں ہوتا شاشانہ۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن یہ انسانی طاقت تو نہیں تھی؟"

"پھر تمھارے خیال میں کیا تھا؟"

"اگر کوئی اندازہ لگا لیتی تو تم سے اس بارے میں پوچھنے نہ آتی۔" شاشانہ نے جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بھلا اس آتش فشاں کو اپنے بارے میں کیا بتاتا۔ بتانے سے کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ میری بتائی ہوئی باتیں اس کی سمجھ میں بھی کیا آتیں۔ چنانچہ میں نے کہا۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ بس میں ایک تندرست انسان ہوں اور اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے۔ کیا تم نے میرے اندر کوئی خاص بات محسوس کی ہے؟"

"ہاں۔ تمھارا رنگ، تمھارا انداز۔ نہ جانے کیوں کچھ اجنبی اجنبی سا لگ رہا ہے۔"

"اوہ۔ یہ صرف تمھارا خیال ہے، ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوب گئی تھیں۔ چند ساعت کے بعد اس نے سر ہلایا اور بولی۔

"حکیم ہاکو سے تمھاری صرف دوستی ہے؟"

"ہاں۔ کیوں؟"

"کچھ نہیں۔ ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔ کیا وہ تمھیں میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دے گا؟"

"کیوں نہیں۔ میں کسی کا پابند تو نہیں ہوں۔"

"تب آؤ۔ سیکائی کے نواح میں گھومنے چلیں۔" اس نے کہا اور میں تیار ہو گیا لیکن میں نے اس سے کہا تھا کہ میں حکیم ہاکو کو اپنے جانے کی اطلاع دے آؤں۔ بہرحال یہ ایک اخلاقی فرض بھی ہے اور وہ اس بات پر رضامند ہو گئی، اور میں اسے وہیں بیٹھا چھوڑ کر حکیم ہاکو کے پاس چلا گیا۔

حکیم ہاکو اندر فوما کے نزدیک بیٹھا اس سے گفتگو کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا۔ پھر پُرجوش لہجے میں بولا۔

"آؤ آؤ۔ کیا وہ چلی گئی؟" اس کا لہجہ عجیب تھا مجھے ہنسی آنے لگی لیکن میں نے ہنسی روک لی اور اس سے پوچھا۔

"تم جیسا مدبر بھی اس سے خوفزدہ ہے ہاکو؟"

"بدروحوں سے کون نہیں ڈرتا بھائی اور پھر بدروح بھی ایسی جو سمندر کی گہرائیوں میں بھی پیچھا نہ چھوڑے مگر تم نے اسے کہاں سے پیچھے لگا لیا؟" ہاکو نے کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ ابھی یہیں موجود ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مم۔ موجود ہے۔ کیا دروازے کے باہر؟" ہاکو نے بدحواس

ہوتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ اسی کمرے میں جہاں تم ہم دونوں کو چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔“

”اوہ۔ خیریت ہوئی۔“ ہاکو نے سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔ ”میں اس بلا سے بہت خوفزدہ رہتا ہوں۔“

”اس کی وجہ کیا ہے ہاکو؟“

”مختصراً میں تمھیں بتا چکا ہوں بس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔“

”میں اس کے ساتھ جا رہا ہوں۔“

”کہاں؟“ ہاکو نے فکرمندی سے پوچھا۔

”بس یونہی سیر کرنے۔“

”کیا اس نے تمھیں دعوت دی ہے؟“

”ہاں!“

”حیرت ہے۔ سخت حیرت ہے۔ ناممکن سا لگتا ہے مگر تم کہہ رہے ہو تو ٹھیک ہی کہہ رہے ہو گے۔ جاؤ لیکن — لیکن سخت ہوشیار رہنا۔ دیوتاؤں کی قسم وہ تو ایسا پہاڑی کے آتش فشاں سے بھی زیادہ گرم اور خطرناک ہے۔ کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہ کرنا۔ اگر بگڑ گئی تو — تو تم خود بھی عجیب ہو لیکن میں نہیں کہہ سکتا کیا ہو۔“

”سیوتا سب ٹھیک کرے گا ہاکو تم فکرمند نہ ہو۔“ فوما نے اس گفتگو میں مداخلت کی اور ہاکو خاموش ہو گیا۔ میں ہاکو کے پاس سے چلا آیا — شمانہ کسی وحشی چیتے کی مانند کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ اس نے رک کر مجھے دیکھا۔ [illegible] میں کسی چیتے ہی کی سی چمک تھی اور پھر وہ دھیمی آواز میں غرائی۔

”مل گئی اجازت؟“

”میں نے تمھیں بتایا تھا کہ میں اس سے اجازت لینے نہیں گیا تھا، بلکہ اسے اطلاع دینے گیا تھا۔“

”چلو۔“ اس نے کہا اور میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ وہ میرے ساتھ باہر نکل آئی اور پھر ہم بستی میں آ گئے۔ شمانہ کے ساتھ چلتے ہوئے میں نے بہت سی دلچسپ باتیں محسوس کی تھیں۔ بستی والے مجھے شدید حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ ظاہر ہے میں ان کے لیے انوکھا اور اجنبی تھا لیکن یہ بات بھی ان کے لیے حیران کن تھی کہ بستی کی بھوکی شیرنی میرے ساتھ اس دوستانہ انداز میں چل رہی تھی لیکن ان میں سے کسی نے بھی کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں کی تھی، بلکہ وہ شمانہ کو دیکھ کر راستہ کاٹ جاتے تھے۔

تو خوب رعب تھا اس بستی پر اس لڑکی کا۔ دفعتاً مجھے راستے میں پتھر سے تراشا ہوا ایک عظیم الشان مجسمہ نظر آیا اور مجھے فوما کی بات یاد آ گئی۔ فوما نے اپنے مجسمے کے بارے میں بتایا تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ کس کا مجسمہ ہے؟“

”تم نہیں جانتے؟“ وہ [illegible] کر بولی۔

”نہیں!“

”کیوں؟“ اس نے عجیب سا سوال کیا۔

”اس کیوں کا میں کیا جواب دوں؟“ میں نے کہا۔ ”کیا اس بستی میں آنے والوں کے لیے اس مجسمے کے بارے میں جاننا ضروری ہے؟“

”گویا تمھارا تعلق ان علاقوں سے ہے ہی نہیں؟“

”میں کہہ چکا ہوں آوارہ گرد ہوں۔“

”تو کیا آسمان سے آئے ہو آوارہ گردی کرنے۔ خیر مجھے کیا کہیں سے بھی آئے ہو۔“ اس نے برا سا منہ بنا کر کہا اور یک بیک چونک پڑی جیسے کچھ یاد آ گیا ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے اور وہ مسکرانے لگی ”برا مان گئے؟“ اس نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا اور میں اس کے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے پر حیران رہ گیا۔ بہرحال میں نے جواب دینا ضروری سمجھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

”عادت پڑ گئی ہے مجھے اس لہجے میں بات کرنے کی، تم خیال نہ کرنا۔ دراصل یہ مجسمہ فوما کا ہے۔ ہمارے محبوب فوما کا، جسے سفید فاموں نے دھوکے سے مروا دیا اور اب وہ چوہا سردار بن گیا ہے جو عورتوں سے بات کرتے ہوئے بھی ہکلاتا ہے۔“

”شبالا؟“

”ہاں۔“ اس نے جواب دیا اور پھر چونک کر مجھے گھورنے لگی۔ پھر ایک دم رک گئی۔

”کیوں، کیا ہوا؟“

”کہیں تم ان لوگوں میں سے تو نہیں ہو جنھوں نے ہماری بستیوں میں گندگی پھیلا دی ہے؟“

”میں ان لوگوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔“

”اوہ۔ تو تم واقعی ان میں سے نہیں ہو؟“

”ہرگز نہیں۔“

”اس کے باوجود میں تمھیں اس بارے میں مزید کچھ نہیں بتاؤں گی۔ فوما کا ذکر کرتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا ہے اور بعض اوقات مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میری آنکھوں میں آنسو نکلنے والے ہوں لیکن میں کہنا نہیں چاہتی، جس دن میری آنکھوں سے نکل آئے میں دونوں آنکھیں پھوڑ لوں گی۔“

میں نے ایک گہری سانس لی۔ خوب ہے یہ لڑکی۔ ہر بات میں وحشت ہر انداز میں درندگی۔ بے حد دلکش تھی وہ میرے لیے اور انہی وجوہ سے وہ مجھے اور پسند آتی جا رہی تھی۔ پھر اس کے بعد کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی اور پھر میں نے ہی اس سکوت کو توڑا۔

”کہاں چل رہی ہو؟“ اور وہ چونک پڑی۔ اس نے ایک لمحے کے لیے اجنبی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

”سمندر پسند ہے تمھیں؟“

”بہت!“

”ہم سمندر میں کشتی چلائیں گے۔ تیز ہواؤں میں مجھے سمندر کے سینے

پر رقص کرنے میں بہت لطف آتا ہے۔ کیا تمھیں کھلے سمندر میں خوف محسوس ہوتا ہے؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا اور وہ ہنس پڑی۔

"کہیں تم میرے لیے تو ساری باتیں نہیں کہہ رہے۔ میں سمندر میں بہت دُور تک نکل جاتی ہوں۔ بعض اوقات اتنی دُور کہ ایک رات میں واپس نہ آسکوں اور بستی والے سمجھتے ہیں کہ بالآخر سمندر نے مجھے نگل لیا۔ یہاں انسانوں کا شکار کرنے والی مچھلیوں کی بہتات ہے۔ وہ بارہا سوچ چکے ہیں کہ کسی دن میری کشتی الٹ جائے گی اور آدمخور مچھلیاں مجھے ہڑپ کر جائیں گی لیکن دوسرے دن میں پھر ان کے سینوں پر پہنچ جاتی ہوں۔"

"نہیں۔ میں خوشی سے تمھارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

"تب ٹھیک ہے۔ سمندر میں کشتی رانی مجھے بہت پسند ہے لیکن گہرے سمندر میں مچھلیاں بہت پریشان کرتی ہیں انسان وہاں تیر نہیں سکتا۔"

"ویسے تم بہت اچھی تیراک ہو۔" میں نے اسے جھیل کی یاد دلائی۔

"ہاں لیکن مچھلیاں؟"

"اوہ۔ ہاں یہ بات تو ہے۔" میں نے بھی بات گول کر دی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سمندر کے ایک خاص کنارے پر پہنچ گئے۔ یہاں چھوٹی چھوٹی کئی بادبانی کشتیاں خشکی پر نظر آرہی تھیں۔

"یہ کشتیاں مچھلیاں پکڑنے والوں کی ہیں۔ انہی میں سے ایک کشتی پسند کر لو۔"

"وہ کشتی اچھی ہے لیکن کسی کو اعتراض تو نہ ہوگا؟"

"مجال ہے کسی کی۔" وہ غرائی اور میں خاموش ہو گیا۔ یہ اندازہ تو میں بھی لگا چکا تھا کہ واقعی اس کے سامنے بولنے کی مجال تو کسی کی نہیں تھی۔

چھوٹی سی کشتی پانی میں اتر گئی اور شمانہ نے بادبان کھول دیا۔ بادبان میں ہوا بھری اور کشتی تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ شمانہ کشتی کے ایک کنارے پر مضبوطی سے جمی بیٹھی تھی۔ اس طرح بیٹھنے سے اس کے حسین ترین بدن کے نقوش اور نمایاں ہو گئے تھے۔ بلاشبہ جسمانی طور پر اسے دنیا کی خوبصورت ترین عورت کہا جا سکتا تھا اور پھر اس کا چمپئی رنگ، جاندار چہرہ، لمبے لمبے بال جو ہوا میں اُڑ کر بے حد حسین لگ رہے تھے ذوقِ نگاہ کے لیے بہت کچھ تھا۔

میں اس چھوٹی سی کشتی کے دوسرے کنارے پر بیٹھا اس کے حسن کے نظارے کر رہا تھا۔ سمندر کی خنک ہوائیں بدن کو فرحت بخش رہی تھیں۔ میں اس کی کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش بھی کر رہا تھا لیکن عجیب لڑکی تھی۔ اس کے چہرے سے اس کے دل کے جذبات کا کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ بس اس کی آنکھیں خلا میں گھور رہی تھیں۔ اگر وہ مجھ سے متاثر ہے تو اس کا اظہار کیوں نہیں کرتی۔ اگر اس کی درندہ صفت فطرت شکست کھا چکی ہے تو اسے بدل جانا چاہیے۔

"شمانہ! تم کیا سوچ رہی ہو؟" میں نے خود ہی اسے مخاطب کیا اور وہ چونک پڑی جیسے کسی گہرے خیال میں ڈوبی ہوئی ہو۔

"کچھ نہیں۔" اس کا لہجہ بھی بے حد سپاٹ تھا اور یہ جواب دیتے ہوئے بھی اس کا چہرہ جذبات سے عاری رہا۔

"لیکن اس طرح خاموشی سے تو سمندر کی سیر میں کوئی لطف نہیں آئے گا۔"

"لطف؟" اس نے میری طرف دیکھا اور پھر جیسے اس کی آنکھوں کی زندگی لوٹ آئی۔ وہ ایک دم مسکرا پڑی "کشتی کو بھاری سمندر میں پہنچ جانے دو، وہاں لطف آئے گا۔ زندگی جب تک خطرات سے دوچار نہ ہو جائے لطف نہیں آتا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ تو حقیقت ہے۔" میں نے تائید کی۔

"بس تھوڑی دیر رُک جاؤ۔ تیز ہواؤں نے کشتی کی رفتار خوب بڑھا دی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ہم کھلے سمندر میں ہوں گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن تمھاری خاموشی اچھی نہیں لگ رہی۔"

"میں کیا باتیں کروں؟"

"کچھ بھی۔ اپنے بارے میں ہی بتاؤ۔ اپنے خیالات ہی سناؤ۔ سُنا ہے تمھارے باپ نے اس بستی کے لیے اپنی جان کی قربانی دی تھی۔"

"میں نے نہیں دیکھا تھا اس وقت میں بہت چھوٹی تھی۔" اس نے بیزاری سے جواب دیا اور مجھے اس کے اس انداز پر کافی حیرت ہوئی۔ اس نے اس تذکرے سے غیر دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

"تمھیں اپنے باپ کی قربانی پر فخر نہیں محسوس ہوتا؟"

"اوہ۔ فضول باتیں مت کرو۔ بے شمار قصے ہوتے ہیں، بے شمار کہانیاں ہوتی ہیں۔ جو کچھ ہماری نگاہوں سے دُور صرف کہانیوں کی حیثیت رکھتا ہو، ہمیں ان میں سے کسی ایک ہی قصے سے کیوں دلچسپی ہو؟"

"تمھیں اپنی ماں بھی یاد نہیں ہے؟"

"کوئی یاد نہیں ہے مجھے۔" اس نے بیزاری سے کہا۔

"تمھارا گھر کہاں ہے؟"

"ترا گھاٹ کے کنارے۔ سُرخ رنگ کی سب سے خوبصورت جھونپڑی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تنہا رہتی ہو وہاں؟"

"ہاں اور کوئی رہنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا میرے ساتھ کیونکہ اکثر سوتے سوتے مجھے غصہ آجاتا ہے اور میرا دل چاہتا ہے کسی کو قتل کر دوں۔"

"انوکھی لڑکی ہو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ کشتی سمندر کا طویل سفر طے کر چکی تھی اور اب طوفانی موجیں اس سے کھیل رہی تھیں۔ ایک بار پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں۔ انوکھی ہوں۔ کیا تمھیں اس کا تجربہ نہیں ہے؟"

"تھوڑا بہت۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن حیرت انگیز تو تم بھی ہو۔ تم نے جھیل میں جس طرح خود کو بچایا عام آدمی کے لیے یہ مشکل تھا۔ بے حد پھرتیلے اور طاقتور ہو تم۔ تم نے درخت کو جڑ

سے اکھیڑ دیا تھا اور۔ اور۔ تم نے میرے ساتھ زیادتی بھی کی تھی۔"

"زیادتی؟" میں نے اسے بغور دیکھا۔

"ہاں۔ تم نے میرے ہونٹوں کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ تم نے اس طرح میرے غرور کو توڑا تھا جو میں اپنی نسائیت کے لیے رکھتی تھی۔"

"لیکن غرور اچھی چیز تو نہیں ہوتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں مردوں کو اپنی زندگی میں کوئی حیثیت دینا نہیں چاہتی مجھے عورتوں کے زندگی گذارنے کا انداز بالکل پسند نہیں۔"

"اوہ لیکن تمھیں ایسا مرد بھی مل سکتا تھا جو تمھیں تمھاری مرضی کے مطابق زندگی گذارنے دیتا۔"

"یہ ناممکن ہے۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ سارے مرد یکساں ہوتے ہیں، عورتوں پر حاکمیت کے خواہاں۔"

"اوہ۔ تم یہ ساری باتیں بھی سوچ سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"تم واقعی عجیب ہو شمانہ لیکن کیا تم پوری زندگی یوں ہی تنہا رہ کر گذار دو گی؟"

"کیا میں تمھیں تندرست نہیں نظر آرہی؟"

"آرہی ہو لیکن بوڑھی بھی تو ہو گی؟"

"اس سے پہلے مر جاؤں گی۔ جب محسوس کروں گی کہ اب سہاروں کے بغیر زندگی مشکل ہے تو سمندر کی آغوش میں پناہ لے لوں گی۔"

"میں تمھیں ایک پیشکش کرتا ہوں شمانہ!" میں نے اس سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"تم میرے ساتھ زندگی گذارنے کا فیصلہ کرلو، میں تمھاری وحشتوں کی حفاظت کروں گا۔"

"واقعی؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ آہستہ قدموں سے وہ میرے قریب پہنچ گئی۔ سچی بات یہ ہے پروفیسر کہ میں بے وقوف بن گیا تھا میں اس کے جذبات کی پذیرائی کے لیے تیار ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ ماحول سے متاثر ہو گئی ہے۔ میری آنکھوں میں دیکھتی ہوئی وہ جھکی اور اس کے دونوں ہاتھ میرے سینے پر آ ٹکے۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی کمر میں ڈالنے کی کوشش کی لیکن — جو کچھ ہوا اتنا غیر متوقع تھا کہ میں دنگ رہ گیا۔

اس نے پوری قوت سے مجھے سمندر میں دھکا دے دیا۔ کشتی کے کنارے پر بیٹھا ہوا تھا اور پھر ایسا کوئی خیال بھی ذہن میں نہیں تھا اس لیے نہایت اطمینان سے سمندر میں جا پڑا اور پھر مجھے شمانہ کی نفرت بھری آواز سنائی دی۔

"گندے کیڑے، شمانہ کا محافظ بننے چلا تھا، اب اپنی حفاظت کر۔ آدم خور مچھلیاں تجھے تیری اوقات یاد دلا دیں گی۔"

اور بادبانی کشتی آگے بڑھ گئی۔

چند ساعت تو میں حیرت سے ساکت رہا۔ پھر میرے ذہن نے حماقت تسلیم کرلی اور پھر شرارت ابھر آئی۔ میں زور زور سے چیخنے لگا، اس سے رحم کی بھیک مانگنے لگا۔ میں نے دہائی دی کہ مچھلیاں مجھے کھا جائیں گی مجھے بچا لیا جائے لیکن جواب میں شمانہ کی نفرت بھری آوازوں کے سوا کچھ نہ سنائی دیا۔ البتہ اس کے الفاظ کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آسکا تھا۔

شمانہ نے بادبانی کشتی کا رُخ موڑ لیا اور را پیٹے سیکائی کے ساحل کی طرف جا رہی تھی۔ جب وہ دُور نکل گئی تو میں نے اپنے سر پر دو چار گھونسے رسید کیے اور اپنے صدیوں کے تجربے کو حماقت قرار دیا۔ ایک لڑکی صاف جل دے گئی تھی۔ اب سمندر میں تیر کر کنارے تک جانا ہوگا۔

خیر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تھوڑی سی سمندر کی سیر ہی سہی۔ میں نے سوچا اور پانی میں غوطہ لگا دیا لیکن اسی وقت اونچی دُم والی خونخوار مچھلی نے پوری قوت سے میرے پاؤں پر کاٹنا مارا۔ بڑی خوفناک طاقت تھی اس وحشی مچھلی کی۔ میں نے اسے دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہاں ہاں۔ اس نے مجھے تیرے بارے میں بتایا تھا اگر دیکھ لوں گا تجھے بھی اور اسے بھی۔ میں آگے بڑھ گیا لیکن مچھلی بھی اس کی مانند ہی ضدی تھی۔ اس نے پانی میں ایک لمبا چکر لیا اور پھر پوری قوت سے میری طرف آئی۔ اس بار اس نے سامنے سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ بلاوجہ غصہ دلا رہی ہے۔ میں نے سوچا اور اس کے وار کو ہاتھ پر روک کر اسے پیچھے دھکیل دیا اور پھر آگے بڑھا لیکن مچھلی کی موت میرے ہی ہاتھوں آرہی تھی تو میں کیا کرتا۔ وہ اپنے آپ کو طاقتور سمجھ رہی تھی اور میں اسے طرح دے رہا تھا لیکن اس بار وہ میری بغل کی طرف سے آئی اور جسم کے کسی نرم حصے کو نشانہ بنانا چاہا تو میں نے اسے اپنی بغل میں دبوچ لیا۔ مچھلی چکنی تھی، وہ میری بغل سے پھسل گئی لیکن میرے مضبوط پنجے نے اس کی دُم پکڑ لی اور اب مچھلی کے لیے مشکلات کا دَور شروع ہو گیا۔ وہ دُم چھڑانے کے لیے خوفناک جدوجہد کر رہی تھی مگر دُم اکھڑ تو سکتی تھی، چھوٹنا مشکل تھا۔

میں رُک گیا۔ میں نے سوچا مچھلی کو اپنی ساری حسرتیں نکال لینے دوں اس کے بعد ہی آگے بڑھوں گا اور مچھلی اپنی کوشش کرتی رہی۔ اس کی دُم شدید زخمی ہو گئی تھی۔ پھر جب وہ سُست پڑنے لگی تو میں نے آخری بار رحم کھا کر اسے چھوڑ دیا لیکن وارننگ بھی دے دی تھی، اگر اس نے چوتھی کوشش کی تو وہ اس کی آخری کوشش ہو گی۔ مچھلی تیزی سے پانی میں غوطہ لگا گئی۔

لیکن پروفیسر، میں نے جانوروں کی یک جہتی اور انتقام کا ایک دلچسپ تجربہ کیا۔ مچھلی غائب ہو گئی تھی اور میں آگے بڑھ رہا تھا۔ دفعتاً مجھے سامنے کی سمت میں خوفناک ہلچل محسوس ہوئی اور میں نے تعجب سے سطح پر سر ابھار کر دیکھا۔ لاتعداد آدم خور مچھلیاں دُم اٹھائے چلی آرہی تھیں جس طرح کوئی فوج کسی پر حملہ کرنے جارہی ہو۔

اور میں رُک گیا۔ یہ اندازہ لگانے میں مجھے دقت نہ ہوئی کہ وہ سب میرے اوپر حملہ آور ہیں۔ گویا ان سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ میں نے سوچا اور تیار ہو گیا۔ میرے پاس کوئی ہتھیار ہوتا تو میں ان کا فیصلہ جلدی کر دیتا لیکن افسوس ایسی کوئی چیز میرے پاس نہیں تھی۔ تاہم میں اس وحشی فوج سے مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ مچھلیاں جوش و غصے میں ڈوبی آ رہی تھیں۔ پھر ان کی پہلی صف میرے اوپر حملہ آور ہو گئی۔ قریب آتے ہی وہ منتشر ہو گئی تھیں اور پھر وہ اپنی خونی آنکھوں سے مجھے گھورتی ہوئی اپنے چوڑے منہ کھول کر میرے بدن پر لپکیں، جن سے ان کے لمبے نوکیلے دانت جھانک رہے تھے۔

سب سے پہلے قریب آنے والی مچھلی کے کھلے ہوئے منہ میں، میں نے اپنا ہاتھ داخل کر دیا اور پھر اپنا انگوٹھا کھڑا کر کے اس کے تالو میں گھسیڑ دیا۔ مچھلی شدید تکلیف سے تڑپی لیکن میں نے دوسری حملہ آور مچھلیوں کو چھوڑ کر اسی مچھلی کے دوسرے جبڑے پر بھی طاقت آزمائی کی اور اس کے حلق میں داخل کیا ہوا ہاتھ باہر کھینچ کر دونوں جبڑے گرفت میں لے لیے اور قوت صرف کر کے مچھلی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

آدم خور مچھلیاں خون کی دیوانی ہوتی ہیں۔ ان کے سامنے خون آ جائے تو وہ یہ بھول جاتی ہیں کہ خون کس کا ہے۔ چنانچہ یہ بہترین ترکیب رہی۔ میں نے مردہ مچھلی کو ایک طرف اچھال دیا اور تقریباً ساری مچھلیاں اس پر لپکیں لیکن ان کی تعداد کافی تھی اس لیے میں نے ان کے لیے اور سہولت مہیا کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک اور مچھلی کے ساتھ وہی سلوک کر کے اسے دوسری طرف اچھال دیا۔ اب میرے سامنے کا راستہ صاف ہو گیا تھا۔ ہاں میرے دونوں طرف سمندر میں بھونچال آیا ہوا تھا۔ بہرحال میں تیز رفتاری سے کنارے کی طرف تیرنے لگا۔ خاصا طویل سفر تھا۔ مچھلیاں بھلا میرے بدن پر کیا نشان لگا سکتی تھیں۔

ساحل سے تھوڑی دُور رُک کر میں نے گردن اٹھائی۔ دُور دُور تک دیکھا لیکن کوئی نہیں تھا۔ ہاں مچھیروں کی کشتیاں ضرور کھڑی ہوئی تھیں۔ ان میں وہ کشتی بھی تھی جو شمانہ لیکر آئی تھی۔ گویا وہ واپس جا چکی تھی اور اب اس کے یہاں رُکنے کا جواز بھی کیا تھا۔ اپنی دانست میں وہ اپنا کام ختم کر چکی تھی۔

بالآخر میں ساحل پر پہنچ گیا اور پھر میں سمت کا تعین کر کے ہاکو کے مکان کی طرف چل پڑا۔ خوب تفریح رہی آج کی بھی۔ بہرحال اس کے باوجود میں اس لڑکی کی طرف سے بددل نہیں ہوا تھا اور یہ حقیقت تھی پروفیسر انسان یکسانیت سے بہت زیادہ اکتا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات یہ اکتاہٹ مختلف صورتیں اختیار کر لیتی ہے۔ عورتیں میری زندگی کی اہم ضرورت رہی تھیں لیکن ان میں بڑی تعداد ان عورتوں کی رہی تھی جو مجھ پر فریفتہ ہو کر میرے لیے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتی تھیں اور پھر مجھے ان کا ہر طرح کا تعاون حاصل ہوتا لیکن یہ تعاون بعض اوقات کشش کھو بیٹھتا ہے اور ضرورت ہوتی ہے اختلاف کرنے والے کی۔

میری زندگی میں اختلاف کرنے والیاں بہت کم آئی تھیں اس لیے میں ان کی قدر کرتا تھا۔ یہ لڑکی میری پسند کے عین مطابق تھی۔ میں اس کی فطرت کا خوب اندازہ کر چکا تھا۔ ہاکو نے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس سے اس کی فطرت کا ایک پہلو تو سامنے آ چکا تھا یعنی وہ خیرات کر کے چھوڑ دیے جانے والے بیل کی مانند ہے جسے کوئی کچھ نہیں کہتا اور وہ اپنی من مانی کے لیے آزاد ہوتا ہے۔ یہاں بیل اور لڑکی کا فرق تھا، گو صورت دونوں کی یکساں تھی۔ لڑکی نے اپنی شخصیت کی ایک حیثیت بنالی تھی اور اسے مجروح کرنے والے کو وہ کسی طور زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ وہ عادی تھی اپنے لیے دوسروں کے رویّے پر لیکن یہ بات اس کے دل میں کانٹے کی طرح چبھ رہی تھی کہ کوئی ایسا بھی ہے جو اس کی قدرت کا تابع نہیں ہے اور جس نے اس کی نسائیت کو نسائیت ثابت کر دیا ہے۔

چنانچہ وہ اس کے وجود کو ہر قیمت پر مٹا دینا چاہتی تھی تاکہ اس کے دل میں کوئی کانٹا نہ چبھتا رہے۔

لیکن اس کی بدبختی۔ یہ کانٹا فولاد کا تھا جسے توڑنا اس کے بس سے باہر تھا۔ اس کا اپنا ایک احساس تھا تو میری اپنی ایک پسند تھی۔ گویا اختلاف اور یہ اختلاف کرنے والی مجھے کچھ زیادہ ہی پسند آ گئی تھی اور میں اس کے ساتھ یادگار وقت گذارنا چاہتا تھا۔ میں اس سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔

میں نے ایسے راستے اختیار کیے تھے کہ لوگوں کی نگاہیں کم سے کم مجھ پر پڑیں اور پھر میں حکیم ہاکو کے مکان پر پہنچ گیا۔ مکان میں داخلے کے لیے بھی میں نے عقبی رُخ اختیار کیا تھا اور میرے لیے اندر پہنچنا مشکل نہیں ہوا تھا۔

اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر میں نے حلیہ درست کیا اور پھر اندرونی حصے میں فوما کی طرف چل پڑا۔ فوما اپنی رہائش گاہ میں تنہا ہی تھا اور کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ چونک پڑا اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آؤ سبوتا، ہاکو تمھارے لیے بے حد فکرمند تھا۔" اس نے کہا۔

"کیوں؟ وہ فکرمند کیوں تھا؟"

"اس کے خیال میں تمھاری دوستی موت سے ہو گئی ہے۔ شمانہ اس بستی کی خطرناک ترین مخلوق ہے۔ لوگ اس کی دوستی اور دشمنی، دونوں سے خوفزدہ رہتے ہیں۔"

"اس کے باوجود کہ وہ ایک خوبصورت لڑکی ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ لوگ اسے ایک خوبصورت اژدھا کہتے ہیں۔"

"اوہ۔" میں ہنس پڑا۔ "حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔"

"بات تو ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ اژدھا پہاڑ کے دامن میں ہے۔" فوما نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔ "ویسے وہ رام ہو گئی ہے؟"

"ہاں۔ یہی سمجھو۔"

"یقیناً وہ تم میں دلچسپی لینے لگی ہے ورنہ وہ یہاں کیوں آتی۔"

"ہاں۔ وہ ضرورت سے زیادہ دلچسپی لے رہی ہے مجھ میں۔" میں نے مختصراً کہا۔ اس سے زیادہ میں نے اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ فوما چند ساعت خاموش رہا پھر ایک گہری سانس لے کر کہنے لگا۔

"میں بڑی عجیب بے بسی محسوس کر رہا ہوں۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"تم میری کیفیات کا احساس کرو۔ میں اپنے وطن میں ہوں۔ میرے وطن کے لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں وہ میری بازیابی کی خبر سُن کر شاد ہو جائیں گے۔ میرے دشمن میری مملکت پر قابض ہیں لیکن۔ میں عورتوں کی طرح اس مکان میں پوشیدہ ہوں۔ کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ ایک جنگجو انسان کے لیے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا کتنا مشکل کام ہے۔"

"میں جانتا ہوں فوما لیکن تمھارے معاملات میں اس وقت تک دخل دینا بھی نہیں چاہتا جب تک تم خود نہ چاہو۔"

"کیا مطلب؟" فوما تعجب سے بولا۔

"ہاکو تمھارا وفادار اور معتمد ہے۔ یقیناً تم دونوں نے مل کر آئندہ کا پروگرام ضرور بنایا ہوگا۔ اب اگر اس بارے میں تم نے مجھے بتانا پسند نہیں کیا تو اس میں تمھاری کوئی مصلحت ہوگی۔ میں تمھارا بے غرض دوست ہوں اس لیے مجھے صرف اس کام سے دلچسپی ہے جو تم میرے سپرد کرو۔ بلاوجہ تمھارے معاملات میں ٹانگ اڑانا مجھے پسند نہیں ہے۔"

"اوہ۔ نہیں۔ ہرگز نہیں میرے دوست۔ سورج دیوتا کی قسم۔ میرے دل میں ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ میں تمھیں کسی بارے میں کچھ نہ بتاؤں بس ابھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی ہے جو قابلِ تذکرہ ہو۔"

"فوما! میرے دوست، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ویسے اتنا ضرور بتاؤ کہ تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟" میں نے خلوص سے کہا۔

"تم تو میری زندگی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہو سبوتا۔ میں اور ہاکو تم سے بہت سی اُمیدیں وابستہ کر چکے ہیں۔"

"میں ان پر پورا اتروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"فی الحال یہ طے کیا گیا ہے کہ ہاکو اپنے چند مخصوص لوگوں کو ایک خفیہ پیغام دے کر چند لوگوں کے پاس بھیجے۔ ہم ان لوگوں کو یہاں بلا رہے ہیں۔ یہ اپنے اپنے علاقوں کے سربرآوردہ اور بے حد کام کے لوگ ہیں اور میرے وفادار بھی۔ انھیں یہاں بلانے کے بعد پوری صورتِ حال بھی معلوم ہو جائے گی اور کوئی صحیح حل بھی سوچا جا سکے گا۔"

"بالکل ٹھیک۔ ان میں سے کچھ لوگ تمھاری راجدھانی سے بھی آنکلے؟"

"ہاں!"

"مناسب ہے لیکن کیا ہاکو نے ان لوگوں کو تمھارے بارے میں بتا دیا ہے جو پیغام لے کر جا رہے ہیں؟"

"نہیں قطعی نہیں۔ ہاکو میری زندگی اور میری آمد کو مکمل طور پر صیغۂ راز میں رکھنا چاہتا ہے۔ اس نے جن لوگوں کو پیغام بھیجا ہے انھیں بھی میرے بارے میں کوئی نشان نہیں دیا ہے۔"

"اوہ۔ میرے خیال میں یہ بُری بات نہیں ہے۔"

"ہاں۔ یہی بہتر بھی ہے۔"

"کیا وہ لوگ روانہ ہو چکے ہیں؟"

"ہونے والے ہیں۔"

"لیکن کیا جن لوگوں کو پیغام بھیجا گیا ہے وہ سب ہاکو کو جانتے ہیں اور اس کے پیغام کو اہمیت دیتے ہیں؟"

"نہیں لیکن پیغام اہم نوعیت کا ہے۔ اس میں درج ہے۔ "وطن کی قسمت کے لیے، وطن کی بقا کے لیے، ہاکو سے ملو۔"

"اوہ! مجھے یہ الفاظ بہت پسند آئے تھے۔"

"اور ـــ وہ سب وطن پرست ہیں۔"

"بس ٹھیک ہے۔ میں مطمئن ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فوما خاموش ہو گیا۔ چند ساعت وہ سوچ میں ڈوبا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر اداس سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم سیکائی کی وحشی ہرنی کے بارے میں بتاؤ۔ کیا کیا گفتگو ہوئی اس سے۔ کیا اس نے تمھاری محبت کا اعتراف کر لیا؟"

"بڑے خلوص سے۔" میں اس سوال پر بے ساختہ ہنس پڑا اور فوما کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ ظاہر ہے وہ میری ہنسی کو خوشی کا اظہار سمجھا ہوگا۔

"بڑی خوشی ہوئی۔ کم از کم یہاں تمھیں تنہائی کا احساس نہیں ہوگا۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اسی وقت ہاکو اندر آ گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ تعجب سے اچھل پڑا۔

"ارے سبوتا! تم واپس آ گئے؟"

"کیوں تمھیں میری واپسی کا یقین نہیں تھا؟" میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سچ مانو تو میں تمھاری طرف سے پریشان ضرور تھا بس یہ خیال دل کو تسلی دے رہا تھا کہ اس بار وحشت زدہ ہرنی کا مقابل بھی کوئی عام انسان نہیں ہے۔"

"بہرحال سب ٹھیک ٹھاک رہا۔ ہاں ایک بات میں تجھ سے کرنا چاہتا ہوں ہاکو۔"

"ضرور میرے دوست!"

"فوما کی مانند تو مجھے تو پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا اور پھر یوں بھی چند لوگ مجھے دیکھ چکے ہیں۔"

"ہاں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تب میں تیری حکمت کا عمل دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔ میں نہیں سمجھا؟" ہاکو نے کہا۔

"میں تیرے فن سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میں اس کے بارے میں

جاننا چاہتا ہوں کہ مجھے اس کا بے حد شوق ہے۔ یوں بھی یہ دو تعطل کا دور ہے
اس وقت جب ہم فوما کے لیے جدوجہد کے دور میں آئیں گے، میں اپنا کام
کروں گا اور تو اپنا لیکن اس وقت تک ــــــ"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ یقین کر سکتا ہے تو کہ میں تیری
وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ اگر میرا واسطہ دوسری بڑی حیرت سے نہ
پڑ جاتا، میری مراد فوما سے ہے، تو شاید میں دیوانگی کی حدود میں داخل ہو جاتا
لیکن ایک حیرت نے دوسری حیرت کو دبا دیا ہے۔" ہاکو نے کہا۔

"اوہ! پہلی حیرت میرے بارے میں تھی؟"

"ہاں۔ تو میری سمجھ سے باہر ہے۔ اگر تو ایک عام انسان ہے تو میری
ساری زندگی کے تجربات ناکارہ ہو جاتے ہیں اور تو غور کر اگر کسی انسان کی پوری
زندگی کی محنت ضائع ہو جائے تو اسے کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہونا
پڑتا ہے۔"

"سبوتا میرے لیے بھی ناقابل فہم ہے ہاکو۔ میں نے اپنی پوری زندگی
میں اتنا خوبصورت اور اتنا طاقتور جوان نہیں دیکھا۔"

"خوبصورتی اور طاقت انسانی خصوصیات ہیں اور کسی بھی انسان
میں یہ حد سے بڑھ سکتی ہے لیکن وہ مافوق البشر تو نہیں ہو سکتا۔ وہ سردی
جو انسانی رگوں میں خون کو پتھر بنا دے اور وہ گرمی جو اس کی ہڈیوں کے گودے
کو پگھلا دے، برداشت کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے لیکن ــــــ
لیکن ــــــ" ہاکو متحیرانہ انداز میں خاموش ہو گیا۔

"تو کیا تم نے سبوتا پر تجربے کیے تھے ہاکو؟" فوما نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں فوما میں اعتراف کرتا ہوں کہ ایک لمحے کے لیے میں تمہارے
دوست کا بدترین دشمن بن گیا تھا میں نے اس کی زندگی لینے کی کوشش کی
تھی۔ مجھے یوں لگا تھا جیسے یہ شخص میرا امتحان لینے آیا ہو اور میں اسے مزہ
چکھانا چاہتا تھا لیکن ــــــ"

"سبوتا ناقابل فہم ہے۔" فوما نے کہا۔

"بلاشبہ۔"

"تم مجھے سمجھ لینا ہاکو لیکن کیا تم مجھے اپنے فن کے بارے میں بتاؤ
گے؟" میں نے ان کی گفتگو میں مداخلت کی۔

"ہاں۔ یقیناً لیکن ایک شرط ہوگی۔" ہاکو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گے تفصیل سے اور میری الجھنیں دور
کرو گے۔"

"اوہ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

رات کو سارے کاموں سے فارغ ہو کر میں آرام کرنے لیٹ گیا
لیکن میرا ذہن شمانہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اب اس کے ساتھ کیا سلوک
کرنا چاہیے؟ اس کے مکان کے بارے میں بھی مجھے معلوم ہو گیا تھا لیکن اس
وقت اس کے پاس جانا مناسب نہیں رہے گا۔ بلاشبہ میں اس سے
تفریح کرنا چاہتا تھا لیکن آتش مزاج لڑکی کو اس وقت چھیڑنا کچھ مناسب
نہیں تھا۔ ہاں صبح کو ــــــ اور اسی جھیل پر۔

واہ۔ یہ عمدہ ترکیب ہے۔ صبح کو جھیل پر اسے پکڑا جائے۔ ممکن ہے
سورج کی پرستش کے بعد وہ جھیل پر جاتی ہو۔ میں نے سوچا اور میرا اندازہ غلط
نہیں نکلا۔ دوسرے دن میں بھی مقامی لوگوں کی مانند جلدی جاگ گیا۔ وہ
سب صبح خیزی کے پابند تھے۔ سورج نکلنے سے قبل وہ ایک کھلے میدان
میں سورج نکلنے کا انتظار کرتے تھے۔

بہرحال میں شمانہ کی تلاش میں نکل گیا اور انتہائی مکمل تھا میرا خیال بھی۔
سورج کی زیارت کے بعد وہ جھیل کی طرف چل پڑی اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ
اس کا رخ اسی طرف ہے تو میں تیزی سے جھیل کی جانب دوڑنے لگا۔

شمانہ سے کافی پہلے میں جھیل پر پہنچ گیا۔ جھیل کے کنارے رکنا حماقت
تھی۔ چنانچہ میں پھرتی سے کنارے کے ایک درخت پر پہنچ گیا اور پھر گھنے پتوں
کے درمیان چھپ کر بیٹھ گیا۔ میری نگاہیں باقاعدہ اس راستے پر جمی ہوئی تھیں
جو جھیل کی جانب آتا تھا اور پھر میں نے دور سے اسے آتے دیکھا۔

شمانہ جھیل کے کنارے پہنچ گئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر
مطمئن ہو کر اپنا لباس اتارنے لگی۔ لباس اتار کر اس نے اسے سمیٹا اور پھر
ایک درخت کی جڑ میں رکھ دیا اور پھر میں اس انسان نما مچھلی یا مچھلی نما عورت
کو پانی سے کلیلیں کرتے دیکھتا رہا۔ سیماب بھرا ہوا تھا اس کے بدن میں۔ پانی
میں وہ اس طرح تڑپ رہی تھی کہ آنکھ جمانا مشکل تھا۔

میرے بدن میں آگ سلگتی رہی اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر جھیل
میں رقص کرتی رہی۔ پھر میں جذبات سے چونکا۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ وہ
جھیل میں نہاتی رہے گی اور میں اسے دیکھتا رہوں گا۔ پھر وہ باہر آئے گی لباس
پہنے گی اور چلی جائے گی۔ واہ، گویا ساری کی ساری حماقت! کچھ ہونا چاہیے
اور دوسرے لمحے میری نگاہ اس کے لباس پر جا پڑی۔ اوہ۔ اسے
احساس دلانا چاہیے کہ میں یہاں موجود ہوں۔ میں آہستہ آہستہ درخت سے
نیچے اترا اور اس کے لباس کے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر میں نے خاموشی سے لباس
اٹھایا اور واپس درخت پر پہنچ گیا۔ اب میں اطمینان سے اسے دیکھ رہا تھا۔

جی بھر کے نہائی اور پھر بڑے ناز سے باہر نکل آئی۔ چاروں طرف سے
بے فکر تھی۔ آہستہ آہستہ اس درخت کے نزدیک پہنچ گئی اور دوسرے لمحے
میں نے اسے چونکتے دیکھا۔ اس نے پریشان نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا
اور پھر درختوں کی جڑوں میں کپڑے تلاش کرتی پھری لیکن کپڑے تو میرے
پاس تھے۔

وہ بری طرح بدحواس ہو گئی۔ ظاہر ہے سخت مشکل میں پھنس گئی تھی۔
تب میں نے ایک مختصر سے کپڑے کو رول کر کے زور سے اس کی طرف پھینکا
اور کپڑا اس کے بدن سے جا ٹکرایا۔ وہ اچھل پڑی تھی۔

اور شاید صورت حال اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے کپڑا اٹھا لیا
لیکن اس مختصر سے کپڑے کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ وہ اس سے اپنا بدن نہیں

ڈھلک سکتی تھی۔ تاہم اس نے خود کو اس میں چھپانے کی ناکام کوشش کی اور درختوں کی جانب دیکھنے لگی۔ میں نے ایک کپڑا درخت سے نیچے لٹکا دیا اور اس کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر درخت کی آڑ میں ہو گئی تھی۔

"کون ہو تم؟ یہ کیا بدتمیزی ہے؟" اس کی آواز میں خونخوار شیرنی کی سی غراہٹ تھی لیکن میں خاموش رہا۔ "لباس پھینک دو۔" اس نے پھر کہا لیکن میں نے بھی خود کو پتوں کی آڑ میں چھپا لیا تھا۔ "تم سن نہیں رہے ہو؟ کیا اس حرکت کے بعد تم زندہ رہ سکو گے؟ کیا تم مجھے نہیں جانتے؟"

"ہاں۔ میں تمہیں جانتا ہوں لیکن میں زندہ رہنا نہیں چاہتا۔" میں نے زور سے جواب دیا۔

اور شاید وہ میری آواز پہچان گئی۔ چند لمحات کے لیے وہ ساکت رہ گئی تھی۔ ظاہر ہے اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ بھلا خوفناک سمندر میں کسی کے زندہ رہنے کا کیا سوال تھا۔ انسانی عقل خونخوار مچھلیوں کے درمیان سے کسی کے زندہ نکل آنے کو تسلیم نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بولے اور میں اس کی الجھن سے خوب لطف اندوز ہو رہا تھا۔ کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر اس کی لرزتی آواز سنائی دی۔

"میرا لباس واپس کر دو۔"

"اس درخت کے نزدیک آ کر مجھ سے درخواست کرو۔" میں نے کہا۔

"دیکھو۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔" نہ جانے کہاں سے اس نے اپنے لہجے میں یہ صبر پیدا کیا تھا۔

"بہت سی باتیں اچھی نہیں ہوتیں اس لیے میں کوئی اچھائی نہیں کرنا چاہتا۔ اگر تمہیں اپنے لباس کی ضرورت ہے تو یہاں آ جاؤ ورنہ میں اطمینان سے یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔ جب تک دل چاہے چھپی رہو چیختی رہو۔" میں نے جواب دیا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ میں جانتا تھا کہ اس کی حالت خراب ہو گی لیکن خوب بے بس ہوئی تھی وہ اور اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ بوٹیاں چبا لیتی۔

"دیکھو، میں اس طرح تمہارے سامنے نہیں آ سکتی۔"

"نہ آؤ۔ تمہاری مرضی۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

اس نے پھر کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں بھی ہٹ کا پکا تھا لیکن اس خونخوار عورت کی طرف سے میں ہوشیار بھی تھا۔ نہ جانے کس کارروائی میں مصروف ہو لیکن ایسی صورت میں وہ کوئی کارروائی بھی تو نہیں کر سکتی تھی۔

پھر شاید اس کی قوت برداشت جواب دے گئی اور میں نے دیکھا وہ بپھری ہوئی شیرنی کی مانند اپنی جگہ سے نکلی اور درخت کے نیچے پہنچ گئی۔ اسے گویا غصے کی وجہ سے اپنی عریانیت کا کوئی احساس نہیں رہ گیا تھا۔ آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

"لاؤ۔ میرا لباس"

"اوہ۔ کیا تم اس درخت پر نہیں آ سکتیں؟" میں نے کہا۔

"لباس دے دو۔" اس نے بمشکل کہا۔

"درخت پر آ جاؤ۔" میں نے جواب دیا اور وہ درخت پر چڑھنے کے لیے تیار ہو گئی۔ پھر جونہی وہ درخت کے تنے پر چڑھی میں نے لباس نیچے پھینک دیا۔ اس نے لباس کے ساتھ ہی نیچے چھلانگ لگا دی تھی اور پھر وہ لباس لے کر ایک طرف دوڑ گئی۔ پھر اس نے لباس پہن لیا۔ اس دوران میں درخت پر ہی بیٹھا رہا تھا۔ میں اندازہ نہیں لگا پایا تھا کہ اس کے بعد اس کا ردعمل کیا ہو گا؟

لیکن پھر میں نے اسے درخت کی طرف آتے دیکھا اور وہ نیچے کھڑی ہو گئی۔ چہرے کی سرخی کم ہو گئی تھی لیکن اب بھی ایک عجیب سی کیفیت اس پر طاری تھی۔

"کیا تم اس درخت پر ہی زندگی گذار دو گے؟" اس نے کہا۔

"اوہ۔ نیچے آ جاؤں؟" میں نے پوچھا۔

"آؤ بھی۔" وہ بڑے ناز سے بولی لیکن اب میں اس سے پوری طرح ہوشیار تھا۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم مجھ سے جھگڑا نہیں کرو گی؟"

"نہیں کروں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"وعدہ کرتی ہو؟"

"ہاں۔ آؤ۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ اب ظاہر ہے میں اس سے خوفزدہ تو تھا نہیں جو نیچے نہ اترتا۔ میں درخت سے نیچے اتر آیا۔ اس کی طرف سے کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سچ مچ غصہ بھول گئی ہو۔

"تم زندہ کس طرح بچ گئے؟" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیا مطلب؟"

"کیا سمندر میں تمہاری ملاقات مچھلیوں سے نہیں ہوئی؟"

"میں تمہارے اس مذاق سے کافی لطف اندوز ہوا۔"

"اوہ! میں جانتی تھی کہ تم ایک عمدہ تیراک ہو، واپس کنارے پر پہنچ جاؤ گے۔ یوں بھی تم ایک انوکھے انسان ہو، میں تمہاری حیرت انگیز صلاحیتوں کا اندازہ لگانا چاہتی تھی۔"

"اوہ۔ تم بہت شریر ہو۔" میں نے کہا۔

"آؤ۔ تم نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔" وہ مڑ گئی اور ایک لمحے کے لیے میں الجھن میں پڑ گیا۔ کیا وہ کوئی چال چل رہی ہے۔ یا پھر۔ یا پھر۔ مسحور ہو گئی ہے۔ بہرحال میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

"تم مجھ سے ناراض ہو؟" میں نے پوچھا۔

"پہلے تھی، اب نہیں ہوں۔"

"اوہ، کیوں؟"

"بس تم انوکھے انسان ہو۔"

"میری بھی یہی رائے ہے کہ مجھ سے جھگڑا چھوڑ دو اور دوستی کر لو۔"

ورنہ قدم قدم پر تمہیں پریشان کرتا رہوں گا۔"

"دیکھو مجھے دھمکیاں نہ دو۔ مجھے پریشان کرنے کی ابتدا تم نے کی تھی۔ بھلا کسی تنہا لڑکی کو یوں بے لباس دیکھا جاتا ہے۔" اس نے کہا اور پروفیسر اس کی شکل بالکل بدل گئی تھی، خدوخال بے حد نرم پڑ گئے تھے اور اس طرح اس کے حسن میں ایک عجیب سی محبوبیت پیدا ہو گئی تھی جو مجھے بہت بھلی محسوس ہوئی۔

"پہلے کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں!"

"وہ صرف اتفاق تھا لیکن آج میں نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی تھی۔"

"آج بھی تم نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔"

"اب کہاں سے جا کر ڈبو دو گی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بھروسہ نہیں کرو گے مجھ پر؟" اس نے شکایتی انداز میں پوچھا۔

"کر لوں؟"

"ہاں۔" اس نے چہرہ دوسری طرف کر لیا۔ "اب میری نسائیت تو ختم ہو چکی ہے۔ وہ غرور ٹوٹ گیا ہے جو خود پر تھا۔ تم نے مجھے جس حال میں دیکھا ہے، میں نہیں چاہتی کہ دنیا کا کوئی دوسرا مرد مجھے اس حال میں دیکھے۔"

"اوہ!" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور وہ رُک گئی۔ بالکل نرم ہو گئی تھی پروفیسر۔ عجیب لڑکی تھی۔ میں نے اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ اونچا کیا۔ "اب تمہاری نسائیت کا احترام میرے اوپر بھی فرض ہے۔ کہاں چل رہی ہو؟"

"میرا گھر نہیں دیکھو گے؟"

"ضرور!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شکر تھا کہ وحشی ہرنی راہ پر آ گئی تھی۔ پھر وہ مجھے اپنے خوبصورت مکان میں لے گئی جو چھوٹا سا تھا لیکن اندر سے بہت خوبصورت سجا ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر اس کا رویہ اور نرم ہو گیا۔ اس نے مجھ سے بیٹھنے کی درخواست کی اور پھر خود بھی میرے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"مجھے اپنے بارے میں تفصیل سے نہیں بتاؤ گے؟"

"کیا بتاؤں۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ایک آوارہ گرد ہوں۔ زمین کے بہت سے خطوں میں گھوم چکا ہوں اور یونہی گھومتا ہوا تمہاری بستی تک آ نکلا ہوں۔ اتفاق تھا کہ تم نظر آ گئیں۔ تم میری نگاہوں میں عام عورتوں سے مختلف نہ ہوتیں لیکن تم نے میرے اوپر جس طرح وحشیانہ حملے کیے ان کی وجہ سے تم مجھے پسند آ گئیں اور اب میں تمہیں پیار کرنے لگا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ! لیکن تم۔ تم خود کیا ہو؟ تم نے درخت کو زمین سے اکھاڑ لیا تھا اور۔ اور تم نے سمندر میں اتنا فاصلہ تیر کر طے کیا تھا۔"

"آدم خور مچھلیوں کو کیوں بھول رہی ہو تم؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ نگاہیں چرانے لگی۔

"ہاں جبکہ وہاں آدم خور مچھلیاں بھی موجود ہیں۔"

"میں نے ان میں سے چند مچھلیوں کو ہلاک کر دیا اور خون کی پیاسی مچھلیاں اپنی ساتھیوں کی لاشوں پر ٹوٹ پڑیں۔"

"ہلاک کر دیا؟" اس کی آواز میں شدید حیرت تھی۔

"ہاں!"

"سمندر میں؟" وہ شدید حیرت سے بولی۔ "لیکن تمہارے پاس تو کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا؟"

"بعض اوقات میں ہتھیاروں کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔"

"تم رہنے والے کہاں کے ہو؟"

"بس کسی جگہ کا تعین نہیں ہے۔ کہا نا آوارہ گرد ہوں۔"

"مجھے تمہارا نام بھی نہیں معلوم؟"

"تمہاری بستی کے لوگ مجھے کسبرتا کے نام سے پکارتے ہیں۔"

"اوہ۔ بہرحال تم بستی کے سارے لوگوں سے عجیب ہو لیکن۔ لیکن ــــ" وہ خاموش ہو گئی۔ اس نے جملہ پورا نہیں کیا تھا۔

"ہاں۔ لیکن کیا؟"

"تم نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔ کسی کو کبھی جرأت نہیں ہوئی تھی کہ۔ کہ شانہ کے سامنے آنکھ اٹھا سکے لیکن تم نے۔ تم نے...؟"

"اوہ۔ شانہ اسے بھول جاؤ۔ بس تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا اس لیے میں نے اس وقت تمہیں پریشان کیا۔"

وہ مسکرانے لگی۔ بے حد دلکش مسکراہٹ تھی کم بخت کی اور بہت ہی پسند آئی تھی وہ مجھے۔ ایک بار پھر میں اٹھ کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"مرد کی حیثیت سے کوئی تمہاری زندگی میں نہیں آیا؟"

"مرد۔ مجھے مردوں سے نفرت ہے۔" وہ بے اختیار بول پڑی۔

"آخر کیوں؟"

"بس میں تمہیں بتا چکی ہوں، مجھے مرد کی برتری پسند نہیں ہے۔ بس میں ان کی وہ حیثیت قبول نہیں کر سکتی۔"

"اوہ۔ آج تک تم بستی کے کسی نوجوان سے متاثر نہیں ہوئیں؟"

"یہ الفاظ میرے لیے گالی کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"عجیب ہو تم شانہ۔ واقعی عجیب ہو۔ بہرحال میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"تم۔ بس تم ان سب سے مختلف ہو۔ تم بہت انوکھے ہو۔ کاش تم مرد نہ ہوتے۔"

"میرا خیال ہے اگر میں چند روز اور یہاں رہ گیا تو تم مردوں کے بارے میں اپنی رائے ضرور بدل دو گی۔"

"شاید۔" اس نے رُخ بدل لیا۔ کچھ عجیب سی کیفیات اس کے چہرے پر رقصاں تھیں۔ چند ساعت وہ خاموش رہی پھر بولی۔ "میں تمہاری کیا خاطر کروں؟"

"اوہ۔ میں ساری چیزوں سے مبرا ہوں۔ ہاں اگر خاطر کرنا چاہتی ہو تو۔۔۔" میں پھر اس کی طرف بڑھا۔

"نہیں۔ اب نہیں۔ میں رات کو یہاں تمہارا انتظار کروں گی۔"

اس نے کہا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور میرا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ گویا یہ انوکھی لڑکی واقعی چکر میں پھنس گئی تھی۔ بہرحال پروفیسر مجھے تو حیرت انگیز چیزوں سے دلی دلچسپی تھی۔ میں ہر قیمت پر اسے حاصل کرنا چاہتا تھا اور مجھے یقین تھا کہ یہ لڑکی میری عمدہ ساتھی ثابت ہوگی۔ ایسی ساتھی جن کو میں اکثر یاد کرتا رہتا ہوں اور جو یادگار ثابت ہوتی ہیں جیسے لیپاکس یا ایسی دوسری کچھ لڑکیاں۔

تھوڑی دیر تک میں اس کے ساتھ رہا اور پھر رات کو آنے کا وعدہ کر کے اٹھ گیا۔

ہاکو کے پاس سامنے کے رُخ سے پہنچا۔ وہ حسبِ معمول اپنے مریضوں کو دیکھ رہا تھا۔ میں بھی خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گیا اور ہاکو کی حکمت کا مطالعہ کرنے لگا۔ بلاشبہ یہ شخص اپنے فن میں ماہر تھا۔ وہ اپنے مریضوں کو دوائیں دے رہا تھا۔

پھر آہستہ آہستہ مریض فارغ ہو گئے اور ہاکو نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

"تم نے ناشتہ بھی نہیں کیا سبوتا۔ کہاں چلے گئے تھے؟"

"جھیل پر۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ وہاں شامانہ بھی ہوگی؟" ہاکو بدستور مسکراتا ہوا بولا۔

"ہاں۔"

"جہاں تمہارے اندر دوسری حیرت انگیز خصوصیتیں ہیں وہیں تم نے یہ حیرتناک کارنامہ بھی انجام دیا ہے ورنہ شامانہ جیسی خطرناک لڑکی کو قابو میں لانا بھی انسانی کارناموں سے الگ ہے۔"

"ہاں ہاکو۔ وہ لڑکی بھی انسانی مخلوق نہیں معلوم ہوتی۔"

"اس کی فطرت میں وحشت ہے۔ افسوس میں اس کا بھی تجزیہ نہیں کر سکا۔ اس سے کوئی بات منوانا ناممکنات میں سے ہے، بلکہ میں تو تم سے ایک اور درخواست بھی کروں گا۔"

"کیا؟"

"تم محسوس کرو کہ وہ مکمل طور سے تمہارے قبضے میں ہے تو ایک بار اسے اپنا تجزیہ کرانے پر آمادہ کر لو۔ تم دونوں میرے لیے عجوبہ ہو۔ بلکہ یوں لگتا ہے کہ تم دونوں کوئی ایسی گمشدہ نسل سے ہو جس کا اب وجود نہیں رہا ہے۔"

"میرا خیال ہے یہ مشکل کام نہیں۔"

"تب یہ کوشش ضرور کرنا۔"

"ٹھیک ہے ہاکو۔"

"آؤ ناشتہ کر لیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"فوما نے بھی تمہارے انتظار میں ناشتہ نہیں کیا ہے۔"

"ارے کیوں؟"

"بھئی تم ہمارے مہمان ہو، بلکہ ہم دونوں کے مہمان ہو۔ ہم تمہارے بغیر ناشتہ کیسے کر سکتے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہوا۔" میں نے کہا۔

"کیوں، اس میں افسوس کی کیا بات ہے؟"

"بس میری وجہ سے تم دونوں کو پریشانی اٹھانی پڑی لیکن آئندہ کے لیے میری ایک درخواست ہے۔"

"اوہ۔ وہ کیا؟"

"میں ایک لاابالی انسان ہوں۔ ان چیزوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا اس لیے تم میرے لیے اپنے معمولات میں فرق نہ لایا کرو۔"

"اوہ۔ اس سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ تم اس بارے میں کیوں سوچ رہے ہو۔ آؤ فوما کے پاس چلیں وہ منتظر ہوگا۔" ہاکو نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم فوما کے پاس پہنچ گئے۔

فوما مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا تھا۔ "کہاں چلے گئے تھے سبوتا؟" اس نے کہا۔

"عبادت کرنے۔" میرے بجائے ہاکو نے جواب دیا اور پھر جلدی سے بولا۔ "عشق بھی تو ایک عبادت ہی ہے۔"

"اوہ، اور پھر سبوتا کا معبود، میں نے تو صرف اس کے بارے میں سُنا ہے، دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔" فوما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھ بھی لینا۔ سبوتا نے یہاں بھی اپنی انفرادیت باقی رکھی ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ بستی کے جن لوگوں نے ان دونوں کو یکجا دیکھا ہوگا، انگشت بدنداں رہ گئے ہوں گے۔ انھیں اس ناقابلِ یقین منظر پر سخت حیرت ہوگی۔"

"اچھا اب ناشتے کا بندوبست کرو ہاکو، بھوک لگ رہی ہے۔" فوما نے کہا اور ہاکو باہر چلا گیا۔ تب فوما میری طرف متوجہ ہو گیا۔ "قاصدوں کو آج صبح روانہ کر دیا گیا ہے سبوتا۔ گویا کام شروع ہو گیا ہے۔"

"خوب!" میں بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"قاصدوں میں ہاکو کا بیٹا فاشا بھی شامل ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہاکو نے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا ہے جو بہرحال اس کے مکمل بھروسے کے ہیں۔"

"یہ ضروری تھا لیکن تمہارے خیال میں ان پیغامات کا نتیجہ کب تک ظاہر ہو جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"کم از کم ایک چاند ضرور لگ جائے گا۔ اگر آنے والوں نے تیز رفتاری سے کام لیا تو ممکن ہے اس چاند کے خاتمے تک وہ یہاں پہنچ جائیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میری بھی یہی خواہش ہے کہ کام جلد از جلد شروع ہو جائے۔" میں نے کہا اور فوما دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر ہاکو واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں خوان تھا جسے اس نے سامنے رکھ دیا۔ ہاکو یہاں کھانا خود ہی لاتا تھا۔ وہ کم سے کم لوگوں پر بھروسہ کرنے کا عادی تھا۔

"جو لوگ آئیں گے ہاکو، تم نے ان کے قیام کا بندوبست کیا ہے؟"

ناشتے کے دوران میں نے پوچھا۔
"ہاں۔ میرا مکان کافی بڑا ہے۔ میں نے اس کے عقبی حصے کو مہمان خانہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔"
"اوہ! میری رائے تھی کہ تم اس کے لیے کوئی دوسرا بندوبست کرتے۔"
"کیا مطلب ہے؟"
"فوما کے وفاداروں میں تمھارا نام بھی جانتے ہوں گے۔ اگر چند اجنبی تمھارے ہاں دیکھے جائیں تو لوگوں کو شبہ بھی ہو سکتا ہے۔" میری بات پر ہاکو سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن اٹھائی اور فوما کو دیکھنے لگا۔
"سبوتا کی بات کسی حد تک درست ہے۔"
"پھر کیا خیال ہے؟"
"ایک بات اور بتاؤ ہاکو۔" میں نے پوچھا۔
"پوچھو۔"
"آنے والے کسی ایک جگہ مقیم ہیں یا جگہ جگہ تمھاری بستیوں میں پھیلے ہوئے ہیں؟"
"اوہ۔ نہایت اہم سوال کیا ہے تم نے۔ چالاک لوگ تمام جگہوں پر ہونے والی کارروائیوں سے واقف رہنا چاہتے ہیں اس لیے وہ تمام بستیوں میں پھیل گئے ہیں۔"
"سیکائی میں ہیں وہ لوگ؟"
"ہاں۔ یہاں ان کا بڑا جتھا موجود ہے۔"
"کہاں ہے؟ میں نے تو ان کے کسی فرد کو نہیں دیکھا۔"
"کسی بھی بستی میں وہ لوگوں میں گھل مل کر نہیں رہ سکتے اس لیے انھوں نے بستی سے الگ تھلگ اپنے ٹھکانے بنائے ہیں۔ وہ وہاں گروہ بنا کر رہتے ہیں۔ پہلے انھوں نے کوشش کی تھی کہ بستی والوں سے گھل مل کر رہیں لیکن ساری بستیوں والے ان سے نفرت کرتے ہیں۔ انھوں نے انھیں کسی بھی حیثیت سے قبول نہیں کیا بلکہ بعض جگہوں پر ان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا تھا اس لیے انھوں نے تمام بستیوں میں علیحدہ ٹھکانے بنائے ہیں۔ کبھی کبھی وہ بستیوں میں نظر آجاتے ہیں لیکن ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا۔"
"خوب! گویا وہ ضروری خبریں بھی اپنے اعلیٰ لوگوں کو پہنچاتے ہوں گے؟"
"بستیوں میں ان کے پھیلنے کا مقصد ہی یہ ہے۔" ہاکو نے جواب دیا۔
"اس کے باوجود تم نے اس بارے میں نہیں سوچا تھا؟"
"ہاں۔ میں یہ غلطی کر رہا تھا۔" ہاکو نے اعتراف کے انداز میں کہا۔
"ویسے ان لوگوں کی بستی کہاں ہے؟"
"سیکائی کے بالکل آخری حصے میں۔ اس ساحل پر عموماً سیکائی کے لوگ نہیں جاتے۔ ان کی کشتیاں آتی رہتی ہیں جو ان کے لیے ان کا مطلوبہ سامان لاتی ہیں۔"
"اوہ۔ سیکائی کے لوگوں کے ساتھ ان کا کیا سلوک ہے؟"
"نہایت محبت اور خلوص سے پیش آتے ہیں۔ ظاہر ہے ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی طرح مقامی لوگوں میں مقبول ہو جائیں۔"
"خوب! کوئی جارحانہ کارروائی تو نہیں کی انھوں نے؟"
"آج تک نہیں۔ خود تو بھیگی بلی بنے رہتے ہیں۔" ہاکو نے جواب دیا اور میرے ذہن میں کچھ نئے ارادے انگڑائیاں لینے لگے لیکن میں نے ان کے بارے میں ہاکو وغیرہ سے کچھ نہیں کہا تھا۔ پھر ہاکو اٹھ گیا اور اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"تو پھر چلو گے تم میرے ساتھ؟"
"ہاں۔ چلو۔" میں بھی کھڑا ہو گیا۔
"اجازت فوما؟" ہاکو نے پوچھا۔
"ضرور۔ میں خود تو ایک بے عمل انسان ہو کر رہ گیا ہوں۔ تم لوگوں کو کیوں پریشان کروں۔" فوما نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔
"وقتی طور پر فوما، سورج دیوتا نے چاہا تو عمل کا وقت بھی بہت جلد آجائے گا۔" ہاکو نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں ہاکو کے ساتھ اس کی تجربہ گاہ میں تھا۔
یہ ایک ایسے دور کا سائنسداں تھا جب سائنس نے کوئی حیثیت نہیں حاصل کی تھی بلکہ اسے اس کی صحیح شکل میں جاننے کا تصور بھی نہیں کیا گیا تھا لیکن یقین کرو پروفیسر، اس کی تجربہ گاہ کو تم ایک شاندار تجربہ گاہ کہہ سکتے تھے۔ یہاں بے شمار آلات رکھے ہوئے تھے اور ایسا ایسا سامان تھا جو کسی طور سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ لاتعداد انسانی ڈھانچے رکھے ہوئے تھے اور بہت سے جانوروں کی لاشیں گوشت پوست کے ساتھ موجود تھیں۔ بے حد وسیع تجربہ گاہ تھی جس کے درمیان ہاکو کی نشست گاہ تھی۔
"بیٹھو سبوتا!" ہاکو نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اپنی تجربہ گاہ کی طرف ہاتھ اٹھایا۔ "یہاں جو کچھ ہے، صرف انسانی زندگی سے متعلق ہے۔ میرے ذہن میں تحقیق اجسام کے بہت سے ارادے ہیں لیکن اس مختصر عمر میں سب کچھ سیکھ لینا انسان کے بس میں کہاں۔ ذہن و دل نے تو بہت سی چیزوں کی

طلب کی لیکن اپنی مختصر زندگی کا بھی احساس تھا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ کسی ایک راستے کا انتخاب کروں اور اسی پر چل پڑوں۔ سو سب سے اچھی بات یہی نظر آئی کہ انسانی جسم کی تکالیف کی نگرانی کروں تاکہ اپنے سکون کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی کچھ ہو سکے۔"

"عمدہ بات ہے ہاکو۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"میری سوچ کی نیک نیتی کو تسلیم کرتے ہو؟"

"بلاشبہ۔" میں نے جواب دیا۔

"تب میری الجھنوں کو دُور کر دو۔" ہاکو نے ملتجی لہجے میں کہا۔

"میں تیار ہوں ہاکو!" میں نے خلوص سے جواب دیا۔ اس شخص کے علم اور اس کی باتوں سے میں کافی متاثر ہو گیا تھا۔

"اس کے علاوہ تم نے بھی کچھ کہا تھا۔"

"میں نے؟"

"ہاں!"

"تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟"

"تم نے میرے علم، میرے فن سے دلچسپی ظاہر کی تھی۔"

"اوہ۔ ہاں۔ بلاشک۔ تمہارے علم سے ہی میں بے حد متاثر ہوا ہوں ورنہ میرے لیے تم ایک عام انسان سے زیادہ نہ ہوتے۔"

"یہ میری صحیح تعریف ہے۔" ہاکو نے مسرت سے کہا۔ "میری ازلی خواہش ہے کہ صاحب چشم مجھے میرے علم سے پہچانیں اور یہ میری محنت کا ثمر ہے۔"

"یقیناً!" میں نے جواب دیا۔

"سو میرے عزیز! یہاں جو کچھ ہے، میرے ذہن میں جو کچھ ہے، ان میں سے جس جس کا چاہو انتخاب کر لو اور اس کے بارے میں مجھ سے جو چاہو پوچھ لو لیکن سوچ دو تاکہ یہ مجھے بتا دو کہ میری اب تک کی کاوشوں میں کہاں خامی رہ گئی ہے؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"میں بھی تمہیں نہیں سمجھا۔" ہاکو نے جواب دیا۔ "وہ کونسی قوت تھی جس نے منجمد کر دینے والی سردی اور پگھلا دینے والی گرمی اتنی آسانی سے برداشت کر لی؟"

"تم بھی تو وہیں تھے ہاکو!"

"ہاں، لیکن بے اثری کے خول میں۔ اگر اس خول سے میری انگلی کا ناخن بھی باہر نکل آتا تو میری زندگی محال تھی۔"

"اوہ! یہ بات تھی۔" میں نے گردن ہلائی۔

"ہاں۔ میں تمہاری مانند نہیں ہوں۔" ہاکو نے جواب دیا اور میں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ اسی اثناء میں ہاکو اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے مٹی کے ایک پیالے میں پانی بھر کر اس میں ایک مرتبان سے کسی محلول کے چند قطرے ٹپکائے اور پھر پیالہ اپنے قریب رکھ لیا۔ پانی کا رنگ سبز تھا۔ میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ کوئی خاص چیز نہیں۔ مجھے اپنی انگلیوں میں سوزش محسوس ہوتی ہے۔ اس دوا سے انھیں تر کرتے رہنے سے وہ ٹھیک رہتی ہیں۔" ہاکو نے جواب دیا اور میں نے پانی کا رنگ بدلتے دیکھا۔ وہ ایک دم سرخ ہو گیا تھا لیکن پھر وہ دوبارہ اصل رنگ پر آ گیا۔ ہاکو میری طرف دیکھنے لگا تھا۔

"ہاں تو حکیم ہاکو! تم میرے بارے میں جاننے کے خواہش مند ہو لیکن میرے دوست، جو کچھ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا وہ تمہارے لیے ناقابلِ یقین ہو گا۔"

"نہیں۔ ایسا نہ ہو گا۔" ہاکو نے وثوق سے کہا۔

"اس اعتماد سے کیوں کہہ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ ناقابلِ یقین وہ لمحات تھے جن سے میں گذر چکا ہوں۔ اب کچھ ناقابلِ یقین نہیں ہے۔"

"اوہ۔ یہ بات ہے۔ تو پھر ایک بات بتاؤ حکیم ہاکو۔ تمہاری نگاہ میں میری عمر کیا ہو گی؟" میں نے پوچھا۔

"تمہارے جسم و انداز کے مطابق تقریباً چالیس سال۔" ہاکو نے جواب دیا۔

"اگر میں تمہیں بتاؤں کہ میری عمر چالیس ہزار سال ہے تو تمہیں یقین آئے گا؟" میں نے کہا اور ہاکو تعجب سے میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"لیکن یہ ایک دلچسپ مذاق ہو گا۔"

"اور اگر میں تمہیں بتاؤں کہ میری عمر چالیس لاکھ سال سے بھی زیادہ ہے تو بھی تم یقین نہیں کرو گے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" ہاکو نے بے چینی سے کہا۔ اس کی نگاہیں میرے چہرے کو ٹٹول رہی تھیں اور کبھی کبھی وہ پریشان کن انداز میں پانی کے پیالے کو کھنکھٹانے لگتا۔

"یہی کہ میری عمر کا کوئی تعین نہیں ہے۔ یہ چالیس ہزار سال بھی ہو سکتی ہے، چالیس لاکھ سال یا اس سے بھی زیادہ ...."

"کیا مطلب ہے؟" ہاکو کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے جلدی سے پیالے میں انگلیاں ڈبو دی تھیں۔

"ہاں، میری عمر لامحدود ہے۔"

"مگر کس طرح؟"

"بس۔ میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ میں نے انسانی شکل کب اختیار کی۔ بس یوں سمجھو کہ ارتقائے انسانیت کو اپنی نگاہوں سے دیکھتا رہا ہوں۔ میں نے صدیوں کے ساتھ سفر کیا ہے۔ لاتعداد صدیاں میری ہم سفر رہی ہیں۔ آگ میرے بدن کو جلا بخشتی ہے۔ پانی اور ہوا میری معاون

ہیں۔ مادی دنیا کی ہر شے میرے اوپر بے اثر ہے۔ ہاں انسانی ضروریات سے بھی میں عاری نہیں ہوں اور انسانی خصوصیات رکھتا ہوں۔ میں نے ہر دور کے انسانوں کے ساتھ زندگی گذاری ہے۔"

ہاکو پاگلوں کی طرح میری شکل دیکھ رہا تھا کبھی کبھی اس کی نگاہیں پانی کے برتن پر بھی جا پڑتی تھیں۔ نہ جانے کیوں وہ بار بار پانی کے پیالے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ بالآخر وہ بولا۔

"لیکن تم خود کو کیا کہو گے؟ دیوتا، کوئی آسمانی قوت یا کچھ اور؟"

"کچھ نہیں۔ میں نے جب آنکھ کھولی تو زمین دیکھی۔ آسمانی اجسام میرے شعور میں ہیں لیکن مبہم سے۔ میں ان کے بارے میں کوئی بات وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ ہاں جب میں نے زمین پر آنکھ کھولی تو خود کو اسی شکل میں پایا جس میں، میں موجود ہوں۔ اس صورت میں، میں خود کو کوئی آسمانی وجود تو نہیں کہہ سکتا۔"

"تم جو کچھ کہہ رہے ہو حیرت انگیز ہے لیکن لفظ بہ لفظ درست۔ آہ کیا یہ بات زمین کے کسی انسان کے لیے قابل قبول ہے؟"

"کچھ نے تسلیم کیا اور کچھ یقین نہ کر سکے لیکن وہ فانی تھے، بالآخر چلے گئے اور میں آج بھی ان پر ہنستا ہوں۔"

"تم صدیوں سے زندہ ہو؟"

"ہاں!"

"کیا تمھارے اندر تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں؟"

"نہیں!"

"گویا جس شکل میں موجود ہو، ہمیشہ سے ایسے ہو؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"آہ۔ روح منور ہو گئی ہے۔ کیسے کور چشم ہیں ہم۔ تمھاری ہستی کو اس طرح نظرانداز کرتے رہے لیکن کون پہچانے گا، کون سمجھے گا؟ میرے دوست صدیاں تمھاری نگاہ میں کھلی کتاب کی مانند ہوں گی۔ کیا کیا نہ دیکھا ہو گا تم نے اور اس وقت جب تم علم دوست بھی ہو۔ کیسے کیسے مدبروں سے علوم نہ سیکھے ہوں گے تم نے۔" ہاکو ہاتھ ملتے ہوئے کہنے لگا۔ وہ مجھ سے بہت متاثر تھا اور بڑی عقیدت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"لیکن ہاکو، مجھے تعجب ہے کہ تم نے میری بات پر یقین کس طرح کر لیا؟"

"مجھے پورے وثوق سے کہنے دو کہ تم نے ایک لفظ بھی غلط نہیں کہا ہے۔"

"تم بار بار اس پیالے کی جانب کیوں متوجہ ہو رہے تھے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"مجھے معاف کر دو گے صدیوں کے بیٹے، ناراض تو نہ ہو گے؟"

"نہیں حکیم ہاکو۔ میں تمھاری عزت کرتا ہوں۔"

"تب اسے میری کاوش سمجھو، جھوٹ اور سچ کی پرکھ کرنے کے لیے یہ میری کاوش ہے۔ تم کوئی جھوٹ بولو گے، اس پانی کا رنگ سرخ ہو جائے گا۔ تمھیں یاد ہو گا تم نے اس کے بارے میں پوچھا تھا اور میں نے بتایا تھا کہ یہ میری انگلیوں کی سوزش کے لیے ہے، تب پانی کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔"

"مجھے یاد ہے۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"میں نے تمھارے الفاظ کو اپنی پرکھ سے پرکھا ہے اور دیوتا کی قسم، تم نے جو کچھ بتایا ہے، وہ عقل سے باہر ہے لیکن جھوٹ نہیں ہے۔"

"ہاں ہاکو۔ یہ جھوٹ نہیں ہے۔"

"تب تو میں اسے فوما کی تقدیر ہی کہوں گا کہ نادانستگی میں وہ تم سے جا ٹکرایا۔ تم جو صدیوں کا تجربہ رکھتے ہو۔ تم جو ناقابل تسخیر ہو لیکن فوما کے معاملے کو اتنی دور سے نہ دیکھو ہوتا۔ اگر تقدیر اس پر مہربان ہو گئی ہے تو اس کی پوری پوری مدد کرو، اسے مشورے دو۔"

"اوہ۔ میں عملی طور پر اس کے ساتھ ہوں ہاکو۔ تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو، وہ اپنے طور پر درست۔ ہر علاقے کے اپنے مسائل ہوتے ہیں۔ وہاں کے لوگ ان مسائل کے بارے میں بہتر طور پر سوچ سکتے ہیں۔ تم جو کچھ کر رہے ہو زیرک ذہن ہی کر سکتے ہیں۔ ہاں جب ان کی عملی شکل سامنے آئے گی تو ہر اس مشکل کا حل میں پیش کروں گا، جو تمھارے لیے مشکل ہو گی۔"

"یہ بھی بہت بڑی بلکہ کہنا چاہیے، نہایت امید افزا بات ہے۔" ہاکو نے عقیدت سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو ہاکو، اب تمھارے ذہن کو سکون نصیب ہوا؟"

"بہت بڑا سکون۔ ظاہر ہے تم عام انسانوں سے ہی مختلف ہو تو پھر انسانی حضرات سے آشنا کیوں ہو۔ گویا میرے علوم غلط نہیں ہیں، محدود ضرور ہیں۔" ہاکو نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔

"ہاں تیرے علوم غلط نہیں ہیں ہاکو!"

"چند باتیں اور بتا سکو گے؟" ہاکو نے عاجزی سے کہا۔

"ہاں ہاں۔ میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تیری جسمانی حیثیت کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"پوچھو!"

"کیا تجھے بھوک لگتی ہے؟"

"نہیں۔ اسے بھوک نہ کہو۔ ہاں انسانوں کے ساتھ ہوتا ہوں تو ان کی رسومات میں شریک ہو جاتا ہوں اور کچھ اختلاف نہیں کرتا۔ ہاں اگر مہینوں خوراک نہ ملے تو اس کی طلب نہیں محسوس کرتا۔" میں نے جواب دیا۔

"پیاس؟" ہاکو نے پوچھا۔

"اس کی بھی یہی کیفیت ہے۔"

"خوب! نیند کے بارے میں کیا کیفیت ہے؟"

"عام انسانوں کی ساری خصوصیات میرے اندر موجود ہیں۔ رات کو میں بھی دوسروں کی مانند آنکھیں بند کر کے بے خبر ہو جاتا ہوں لیکن نیند کے سلسلے میں ایک اور خاص بات ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا ہے؟" ہاکو نے بے حد دلچسپی سے پوچھا۔

"صدیوں تک جاگتے رہنے کے بعد میری فطرت میں اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس جہاں سے بیزاری کا احساس بیدار ہونے لگتا ہے اور اس وقت دل چاہتا ہے کہ میں سو جاؤں۔ ایک طویل اور گہری نیند۔ اور پھر میں کوئی مناسب جگہ تلاش کر کے سو جاتا ہوں۔ صدیوں کی نیند۔ ایک تعین کر کے کہ کس دور میں میری آنکھ کھلے گی اور پھر میں صدیوں سوتا رہتا ہوں اور جب جاگتا ہوں تو ہشاش بشاش ہوتا ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ سونے سے تمھاری جسمانی ساخت پر کوئی اثر نہیں پڑتا؟"

"نہیں۔ ہوائیں اور موسم میرے بدن پر بے اثر ہیں۔ اکثر میں سمندر کی آغوش میں سوتا رہا ہوں۔ اس بار بھی ایسا ہی ہوا تھا۔"

"حیرت انگیز۔ دیوتاؤں کی قسم، حیرت انگیز۔" ہاکو نے کہا اور پھر بولا "اس بار سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

"میں نے سونے کے لیے خود کو لہروں کی آغوش میں دے دیا تھا اور ابھی میری نیند گہری بھی نہیں ہوئی تھی کہ فوما مجھ سے آ ٹکرایا۔"

"گویا تم نیند کے عالم میں تھے؟"

"ہاں اور وہ موت کے عالم میں۔"

"اوہ۔ کیسی تعجب خیز بات ہے لیکن سبوتا! کیا تم دوسری انسانی ضرورتوں سے بھی مبرا ہو؟"

"اگر تمھاری مراد عورت سے ہے تو نہیں۔ حسن ہر دور میں میری کمزوری نہیں، طلب رہا ہے اور عورت سے دور رہ کر میں نے اس کی طلب محسوس کی ہے۔"

"تو یقیناً ادوار میں تمھاری محبوبائیں رہی ہوں گی؟"

"پتھروں کے اس دور میں بھی جب انسان جنس سے ناواقف تھا اور پھر تہذیب کی طرف بڑھتے ہوئے ادوار میں بھی عورت ہمیشہ میرے ساتھ رہی ہے۔"

"اوہ۔ کیا تم نے کسی عورت سے شادی نہیں کی؟"

"شادی!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "شادی تو ایک رسم ہوتی ہے ہاکو۔ میں نے ہر تہذیب کی رسموں کو دیکھا ضرور ہے لیکن خود پر طاری کرنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوا۔ عورت، نوجوانی کی عمر کے بعد پوری زندگی میرے ساتھ رہی ہے لیکن میری مرضی کے مطابق۔ میں نے خود کو کبھی کسی تہذیب میں ڈھالنے کی کوشش نہیں کی۔"

"اوہ۔ تو تمھاری محبوبائیں تمھاری زندگی کا ساتھ تو نہ دے پاتی ہوں گی؟"

"نہیں۔ جوان ہوتی تھیں، بوڑھی ہو جاتی تھیں اور مر جاتی تھیں۔"

"اولاد بھی نہیں ہوئی تمھارے ہاں؟"

"ہاں، مجھے یہ آسانی بھی فراہم رہی ہے، کیونکہ میرے بدن نے آگ سے جلا پائی ہے اس لیے شاید میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیتوں سے محروم ہوں۔"

"کبھی کسی مذہب سے نہیں متاثر ہوئے؟" ہاکو نے پوچھا۔

"مذہب؟" میں نے پُرخیال انداز میں کہا "میں نے جتنے مذاہب کا تجزیہ کیا ہے ان میں کچھ چیزیں مشترک پائی ہیں۔ سارے اچھے مذاہب انسانیت کی فلاح کے لیے ہوتے ہیں۔ خود انسان کو اس کے فوائد ملتے ہیں۔ میں مذہب سے متاثر یقیناً ہوا ہوں۔ ہر اچھا کام، اچھی چیز اپنی طرف متوجہ کرتی ہے لیکن چونکہ میں خود ان میں شامل نہیں تھا اس لیے میں نے ان میں سے کسی کو اپنانے کی کوشش نہیں کی۔"

ہاکو بے پناہ عقیدت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے عجیب سے لہجے میں کہا "آہ کیسے کیسے علوم نہ آتے ہوں گے تمھیں۔ کیا کچھ نہ دیکھا ہو گا تم نے۔ کیا کچھ نہ سیکھا ہو گا۔"

"ہاں ہاکو۔ علم داں میرے لیے ہمیشہ باحیثیت رہے ہیں اور میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔"

"میری یہ چھوٹی سی تجربہ گاہ حاضر ہے۔ میں تیرے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہوں۔ اس میں جو کچھ ہے تیرے لیے کھلی کتاب ہو گا۔ توجہ سے ایک ایک چیز کے بارے میں پوچھ لے اور بلاشبہ یہ بات میرے لیے قابل فخر ہو گی کہ میرا علم لافانی ہو گیا ہے۔ وہ ایک ایسے سینے میں ہے جس میں صدیوں کے سربستہ راز چھپے ہوئے ہیں۔"

"میں تجھ سے ایک ایک چیز کے بارے میں پوچھوں گا۔ سو ابتدا میں اس سچ جھوٹ کے پانی سے کروں گا۔ اسے کن بنیادوں پر تیار کیا گیا ہے؟" اور پروفیسر، اس کی تفصیل تمھارے لیے بیکار ہو گی، کیونکہ تم اس کا صحیح تجزیہ نہ کر سکو گے۔ مختصر یہ کہ اس روز میں ہاکو سے اس بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا اور پھر میں نے چند تجربات بھی کیے اور ان سے خوب محظوظ ہوا لیکن رات کا مجھے بے چینی سے انتظار تھا۔ رات میرے لیے کچھ نئے تجربات لانے والی تھی۔ یعنی ایک انتہائی حد تک پہنچی ہوئی وحشی عورت جب کسی سے پیار کرنے لگتی ہے تو اس کے پیار کا انداز کیا ہوتا ہے۔

سو رات آگئی اور جونہی اندھیرا پھیلا میں شمانہ کے پاس جانے کی تیاری کرنے لگا۔ ہاکو اور فوما سے رات کی آخری ملاقات ہو چکی تھی اور اب سونے کا وقت تھا۔ میں اطمینان سے باہر نکل آیا اور پھر تاریکیوں میں شمانہ کے مکان کی جانب چل پڑا۔ کافی طویل فاصلہ پر مکان تھا۔ میں اطمینان سے چہل قدمی کرتا ہوا اس کے دروازے پر پہنچ گیا اور پہلی ہی دستک پر شمانہ باہر نکل آئی۔ میں اس کی بہار دیکھ کر مسرور ہو گیا تھا۔ گھنے سیاہ بادلوں کے درمیان چاند نکلا ہوا تھا۔ اس نے بالوں میں جگہ جگہ ننھے ننھے مولسری کے پھول اٹکائے ہوئے تھے جو سیاہ بادلوں میں ننھے ننھے ستاروں کی مانند جھلک رہے تھے۔ اس کے علاوہ اس کا لباس بھی بے حد خوبصورت تھا۔

"اندر آ جاؤ سبوتا!" اس نے کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ وہ مجھے مکان کے سب سے اندرونی حصے میں لے گئی جو دروازے سے زیادہ دور نہیں تھا لیکن نہایت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ "بیٹھو۔" اس نے چاہ

سے کہا اور میں اس کے اشارے پر بیٹھ گیا۔ اس وقت وہ ایک حسین عورت تھی اور میں ایک عورت کے حسن کا شکار احمق مرد۔ چنانچہ میری صلاحیتیں حماقت کے غلاف میں پوشیدہ ہو گئی تھیں۔

"دن کیسا گذرا سبوتا؟" اس نے پوچھا۔

"جس دن کا آغاز حسین ہو وہ اچھا ہی گذرتا ہے۔"

"میں تم سے متفق نہیں ہوں۔"

"کیوں؟"

"ضروری نہیں کہ جو آغاز تمھاری نگاہ میں اچھا ہو، وہ سبھی کے لیے اچھا ہو۔ بعض اوقات اس دن کی شام اچھی نہیں ہوتی۔"

"لیکن اس دن کے آغاز و انجام کے شاہد صرف ہم دونوں ہیں کسی تیسرے کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خود تمھارا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بڑے چالاک ہو۔ بات کو خوب بدل دیتے ہو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"لیکن میں تمھارے الفاظ کو سمجھ نہیں سکا۔"

"بس یونہی پوچھ رہی تھی۔ میں بھی آج دن بھر تمھارے بارے میں ہی سوچتی رہی۔"

"میں جانتا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا جانتے تھے؟"

"یہی کہ تم پورا دن میرے بارے میں سوچتی رہو گی۔"

"ہاں۔ تم مجھے ضرورت سے زیادہ ذہین لگتے ہو۔ کیا خاطر کروں تمھاری؟"

"اس حسین رات کی ابتدا کے طور پر۔" میں نے کہا اور وہ میرے اٹھنے کا ارادہ بھانپ گئی اور جلدی سے بولی۔

"ابھی توقف کرو، جلد بازی اچھی چیز نہیں ہوتی۔ میں ابھی آتی ہوں۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ میں نے ایک طویل سانس لی اور آرام سے بیٹھ گیا۔ یہ بات بڑی دلکش تھی کہ وہ مطیع ہو چکی تھی۔

میں انتظار کرتا رہا۔ اس دوران میرا ذہن ماضی میں چلا گیا تھا۔ لاکا لیپاس اور دوسری لڑکیاں مجھے یاد آ رہی تھیں۔ بے شمار لڑکیاں جنھیں یاد کرنے کے لیے ذہن پر زور دینا پڑتا تھا لیکن سب کی سب، پہلے کچھ نظر آتی تھیں اور بعد میں کچھ ہو جاتی تھیں۔ ہاں انھیں قابو میں کرنے کے لیے بہت سے ڈرامے کرنے ہوتے تھے۔ شمانہ بھی دوسری عورتوں سے مختلف نہیں تھی۔

لیکن پروفیسر، میرا خیال ہے انسان دنیا کی ہر چیز سے اکتا جاتا ہے لیکن کبھی بھی وہ نئی لڑکی سے نہیں اکتاتا۔ اس کے لیے وہ طرح طرح کے جتن کرنے سے نہیں کتراتا اور جب اس کا حصول ممکن ہو جائے تو ایک انوکھا سکون محسوس ہوتا ہے۔ یہی کیفیت اس وقت میری تھی۔

میں شمانہ کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا لیکن کافی دیر گذر گئی اور وہ واپس نہ آئی۔ کس چکر میں پڑ گئی احمق کہیں کی۔ بھلا میں یہاں کھانے پینے آیا ہوں۔ مجھے تو کسی چیز کی حاجت نہیں تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر میں نے اسے آواز دی لیکن میری آواز کا کوئی جواب نہیں ملا حالانکہ چھوٹا سا مکان تھا۔

"شمانہ!" میں نے دروازے کے قریب آ کر اسے پکارا لیکن اسی وقت مجھے ہلکی سی آنچ محسوس ہوئی، ایسی آنچ جو عام نہیں ہوتی۔ حیرانی سے میرا منہ کھل گیا۔ میں نے دروازے کو زور سے دھکا دیا لیکن وہ باہر سے بند تھا اور دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک عجیب سا خیال سرایت کر گیا۔

"شمانہ!" میرے منہ سے سرسراہٹ سی نکلی۔ کیا اس لڑکی نے اب بھی ذہنی طور پر مجھے قبول نہیں کیا۔ دوسرے لمحے میں نے دروازے پر لات ماری اور دروازہ اکھڑ کر دور جا پڑا۔ میرا خیال درست تھا۔

پورا مکان آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں تھا۔ "شمانہ!" میں نے چیخ کر اسے آواز دی اور مکان کے باہر سے شمانہ کا وحشیانہ قہقہہ ابھرا۔

"جنگلی جانور، بڑا ناز ہے تجھے خود پر۔ تو سوچ رہا تھا کہ میں تیری دیوانی ہو گئی ہوں۔ تیرے غلیظ اور مکروہ ہونٹوں کی حلاوت نے میرے بدن کو نڈھال کر دیا ہے۔ اس نے میری نسائیت کا غرور توڑ دیا ہے ـــــ مرد۔ میں عورت نہیں ہوں۔ میں نے متاثر ہونا نہیں سیکھا ہے۔ دن ہی میں نے تجھے صرف اس لیے برداشت کر لیا تھا کہ تو جسمانی طور پر ہاتھی کی طرح طاقتور ہے، میں تجھے زیر نہ کر سکوں گی لیکن تو کیا سمجھتا تھا، اپنی اس شدید توہین کے بعد میں تجھے زندہ چھوڑ دیتی۔ میں نے تجھے رات کو اسی لیے بلایا تھا کہ میں دن میں اپنا کام مکمل کر لوں اور بالآخر تو سارے احمق مردوں کی مانند میرے فریب میں آ گیا اور اب کل دن کی روشنی میں، میں تیری جھلسی ہوئی لاش شہر کی سب سے بارونق جگہ پھینک دوں گی اور کتوں کو پھر احساس ہو جائے گا کہ شمانہ کسی مرد سے متاثر ہونے کے لیے پیدا ہی نہیں ہوئی۔"

پروفیسر۔ میں نے اس شیطان عورت کے الفاظ سنے اور اپنی کھوپڑی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ خوب کامیاب دھوکا دیا تھا اس نے مجھے اور درحقیقت بڑی انوکھی فطرت کی مالک تھی وہ۔

سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ انتقام کے شعلے اس کی روح میں اس طرح حلول کر گئے تھے کہ وہ میری موت کے لیے اپنا گھر بھی جلا سکتی تھی۔ آگ اس شاندار طریقے سے لگائی گئی تھی کہ اب وہ چاروں طرف سے مکان کے اندر کی جانب بڑھ رہی تھی۔ گویا باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ بے شک یہ بے وقوف لڑکی دن بھر مکان کے اردگرد ایسے انتظامات کرتی رہی ہو گی کہ آگ اس طرح بھڑکے کہ بجھ نہ سکے۔ اس نے پورا دن اسی کام میں صرف کیا ہو گا ـــــ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ شمانہ نے کہا تھا کہ وہ میری خاطر کرنا چاہتی ہے، سو اس نے اپنی بات ہی پوری کی تھی۔

لوگ کسی بھی مہمان کو مختلف مشروبات یا گرم چیزیں مثلاً قہوہ پیش کرتے ہیں۔ ہر مہمان کی اپنی پسند ہوتی ہے۔ اگر میں کسی کے گھر مہمان جاتا اور مجھ سے میری پسندیدہ چیز پوچھی جاتی تو یا تو میزبان کو میری صحیح الدماغی پر شبہ ہوتا یا پھر وہ سوچتا کہ شاید میں اس سے کوئی احمقانہ مذاق کر رہا ہوں یعنی اگر میں اس سے کہتا کہ اگر وہ میری خاطر کرنا چاہتا ہے تو میرے لیے غسل آتش کا بندوبست کر دے تو سوچو پروفیسر کہ وہ اس وقت میرے بارے میں کیا سوچتا؟ بلاشبہ شانہ ایک اچھی میزبان بھی کہ اس نے میری سب سے پسندیدہ شے مجھے پیش کر دی تھی۔

تو پھر میں جلتے ہوئے مکان میں کیوں نہ لذت محسوس کرتا شعلوں کی زبانیں میرے بدن پر مساج کر رہی تھیں۔ جوں جوں وہ بلند ہو رہے تھے میری آنکھوں میں نشہ بڑھتا جا رہا تھا اور پھر میں شعلوں کے درمیان لیٹ گیا۔ اٹکھیلیاں کرتا رہا ان سے ـــ اور شعلے میرے بدن کو چاٹتے رہے اور مکان کے مختلف حصے جل جل کر گرتے رہے۔ یہاں تک کہ پورا مکان راکھ کے ڈھیر میں بدل گیا۔ تب میں اٹھا اور خاموشی سے باہر نکل آیا مجھے یقین تھا کہ شانہ کہیں قریب ہی موجود ہو گی۔ حیران کن بات یہ تھی کہ جلتے ہوئے مکان کے بارے میں بستی والوں کو کوئی اطلاع نہیں ملی تھی یا مل بھی گئی تھی تو کسی نے اس طرف آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آگ بجھانے کی غرض سے نہیں تو اسے دیکھنے کی غرض سے ہی سہی۔

وہ اس طرف آتے تو لیکن ممکن ہے شانہ کی آتش مزاجی نے انھیں اس سے روکا ہو۔ بہرحال اس وقت میرے بدن کا لباس بھی جل چکا تھا۔ اور یوں بھی میں شانہ کے سامنے اس انداز میں نہیں آنا چاہتا تھا اس لیے میں انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ ہاکر کے مکان کی طرف چل پڑا۔

اور پھر اس کے عقبی حصے سے اندر داخل ہو گیا نئے لباس کی تلاش میں مجھے خود ہی ہاکر کے مکان کی تلاشی لینا پڑی تھی۔

اور بات ہی کیا ہوتی پروفیسر اگر اس صبح بھی میں جھیل پر شانہ سے ملاقات نہ کرتا، البتہ اتنا اندازہ لگا لیا تھا میں نے کہ یہ لڑکی بے حد کینہ پرور ہے اور معاف نہیں کرے گی اپنی نسائیت شکنی پر مجھے۔

گویا اس کے ذہن میں یہ تصور سارے تصورات پر حاوی ہے کہ میں نے اس کے برہنہ جسم کو دیکھا اور توہین کی اس کی نسائیت کی یعنی مرد اس کی نگاہ میں کبھی کوئی حیثیت نہیں پا سکتے۔

تو پھر کیوں میں اس سے ایسا سلوک کروں جس میں دوستی کا عنصر ہو۔ ہاں خود میری اپنی بھی تو کوئی حیثیت تھی۔

تو بات ٹھہری اس مرحلے پر کہ اب صرف اسے زچ کرنا ہے اس کی باتوں میں نہیں آنا ـــ اور اب تو کم بخت گھر بھی جلا بیٹھی تھی اپنا۔ سو کیوں نہ آتی وہ جھیل پر۔ گویا اسے گھر کے زیاں کا کوئی احساس نہ تھا اور بڑی ہی بشاش نظر آ رہی تھی اور اگر میں چاہتا تو آج بھی اسے لباس سے محروم کر دیتا۔ لیکن میں اس سے اجنبیت کا اظہار چاہتا تھا۔ چنانچہ جب وہ کپڑے اتار کر جھیل میں کود پڑی تو میں جھیل کے کنارے جا کھڑا ہوا۔

اور یہ تو ناممکن تھا کہ وہ مجھے نہ دیکھتی اور یہ بھی ناممکن تھا کہ مجھے دیکھنے کے بعد وہ حواس پر قابو رکھ پاتی۔ چنانچہ میں نے اسے کسی مردہ مچھلی کی مانند سطح آب پر ساکت دیکھا۔ اس کی پھٹی پھٹی آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں اور بھول گئی تھی اس وقت وہ اپنے بدن کی برہنگی کو۔ نہ یہ احساس تھا اس کے ذہن میں کہ وہ لباس سے عاری ہے۔ گویا خود کو چھپانے کا خیال اس کے تصور سے نکل چکا تھا اور یقیناً وہ غور کر رہی تھی کہ بعض اوقات موت انسان سے اس قدر دور کیوں بھاگتی ہے۔ حیرت کے یہ لمحات زیادہ طویل نہ تھے۔

دوسرے لمحے وہ مچھلی کی مانند تڑپی اور اس کنارے کی سمت لپکی، جہاں اس کا لباس موجود تھا۔ گویا اس کا خیال ہو گا کہ کہیں انتقاماً میں نے اس کے لباس کو قطعی طور پر ضائع تو نہیں کر دیا۔

لیکن میں ساکت کھڑا رہا اپنی جگہ اور اس نے لباس پہن لیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھ سے گفتگو کرے گی لیکن جو کچھ اس نے کیا وہ بھی فطرت کے عین مطابق تھا اور اس حالت میں ایسی کسی لڑکی کو یہی کرنا بھی چاہیے تھا۔ وہ اس برق رفتاری سے دوڑی کہ پلٹ کر پیچھے بھی نہ دیکھا اور میں بھونچکا رہ گیا۔ پھر میں نے ایک طویل سانس لی اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔

سو آج ہاکو اور فوما کو ناشتے پر میرا انتظار نہ کرنا پڑا لیکن ناشتے کے دوران فوما نے مجھ سے کہا۔

”میں منتظر ہوں کسی اچھی خبر کا، یعنی میرے دوست سوتا نے سیکائی کی سب سے خطرناک لڑکی کو اپنی بیوی بنا لیا۔ نجانے یہ خبر کب مجھے ملے گی البتہ مجھے اس کا یقین ہے کیونکہ مجھے رات کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ سو میں نے رُخ کیا سوتا کے کمرے کی جانب اور نہ پایا اسے وہاں ـــ تو جن راتوں میں خاموشی سے مکانوں سے باہر نکل جایا جاتا ہے، وہ محبوب سے وصال کی راتیں ہوتی ہیں۔“

اور فوما کی اس بات پر مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی کہ کیسا وصال لے نصیب ہوا تھا گزری رات ـــ فوما دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا

”کیوں ـــ میں نے غلط کہا سوتا؟“ اس نے چند ساعت کے بعد پوچھا

”نہیں فوما ـــ تمہارا اندازہ درست ہے۔“

”لیکن مجھے میرے سوال کا جواب نہیں ملا۔“

”ابھی اس میں دیر ہے۔“

”یہی میں بھی چاہتا ہوں۔“

”کیا مطلب ہے“

”میں چاہتا ہوں سوتا کہ اس وقت تک میں اپنے مسائل سے فارغ ہو چکا ہوں تاکہ پوری دلچسپی سے تمہارے معاملات میں شریک ہو سکوں۔“

”اوہ، میرا خیال ہے تمہیں اس کا پورا پورا موقع ملے گا۔“ میں نے جواب دیا اور فوما خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ اس کے چہرے پر اداسی کی لکیریں نمودار ہو گئی تھیں۔ اور میں بغور اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"میں بتا سکتا ہوں فوما ـــ تم کیا سوچ رہے ہو۔"
"میں ـــ؟" فوما نے چونک کر میری شکل دیکھی۔
"ہاں۔"
"بتاؤ؟" وہ تفریحی انداز میں بولا۔
"نعامہ ـــ یقیناً اس وقت وہ تمہارے ذہن میں اُبھر آئی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تمہاری حیرت انگیز صلاحیتوں کا تو میں پہلے ہی قائل ہوں لیکن تمہاری اس وقت کی قیافہ شناسی کی داد نہ دینا میرے بس سے باہر ہے۔ ہاں تمہارا خیال درست تھا۔ میں اس وقت اُسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ نعامہ کس حال میں ہوگی۔ اور اگر اُس نے کسی کے ایما پر مجھ سے بیوفائی کی تو ـــ مجھے اُس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ اور اگر وہ بے قصور ہے تو ـــ اُس کی کیا حالت ہوگی۔ اُس نے میرے بارے میں کس انداز سے سوچا ہوگا۔"
"اوہ، تمہاری سوچ مناسب ہے۔"
"بعض اوقات میں پریشان ہو جاتا ہوں سبوتا ـــ تم ہی بتاؤ، اگر نعامہ بے وفا نکلے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔"
"خود تمہارے ذہن میں کیا خیال ہے فوما؟"
"میرے ذہن میں ـــ کبھی دل چاہتا ہے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ کبھی دل چاہتا ہے کہ اُسے بالکل نظر انداز کر دوں ـــ اور اس پر کوئی توجہ ہی نہ دوں۔"
"ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ "بہرحال فوما! یہ اُس وقت کے معاملات ہیں جب تم دوسرے معاملات سے نمٹ لو گے۔ اس لئے اُس وقت تک سب کچھ ذہن سے نکال دو۔"
"ہاں۔ یہی کرتا ہوں۔" فوما نے جواب دیا۔
کافی دیر تک میں فوما سے باتیں کرتا رہا۔ میرے دل میں گدگدیاں ہو رہی تھیں۔ میں شمانہ کے بارے میں کچھ سُننا چاہتا تھا۔ میں اس کی حالت دیکھنا چاہتا تھا۔ اس پر کیا گزری۔ میری زندگی نے اس کی کیا کیفیت کی۔
دوپہر کے کھانے پر ہاکو نے مجھے متحیرانہ لہجے میں بتایا۔ "اسے سنا تم نے شمانہ کا مکان رات کو جل کر راکھ ہو گیا۔"
"کیا؟" فوما چونک پڑا۔ میں نے سرسری انداز میں ہاکو کی طرف دیکھا۔ ہاکو کا خیال تھا کہ یہ خبر میرے لئے بہت سنسنی خیز ہوگی۔ لیکن میں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔
"کیا تمہیں اس کی اطلاع تھی سبوتا؟" فوما نے پوچھا۔
"ہاں، مجھے معلوم تھا۔"
"لیکن کس طرح؟ اور کیا خود شمانہ اس وقت مکان میں موجود تھی؟"
"نہیں۔ شمانہ صحیح سالم ہے۔ اسے بستی میں دیکھا گیا ہے۔ چند لوگوں نے اس سے پوچھنے کی کوشش بھی کی لیکن اُس نے انہیں قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور پھر لوگوں کی ہمت نہیں پڑ سکی۔" ہاکو نے جواب دیا۔

"اوہ سبوتا ـــ اس کا مطلب ہے تم نے بہت کچھ چھپایا ہے۔" فوما نے کہا۔
"وہ فوما ـــ جو تمہارے لئے بیکار تھا۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔
"کیا مطلب؟"
"چند ایسے واقعات، جو میرے لئے بھی قابل فخر نہیں ہیں۔"
"سبوتا ـــ براہ کرم اگر نامناسب نہ سمجھو تو ـــ"
"تمہارے خیال میں شمانہ سے میری دوستی ہو گئی ہے اور ہم لوگ بہت جلد ایک دوسرے کو اپنا لیں گے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں ـــ کیا یہ غلط ہے؟"
"ہاں فوما ـــ درحقیقت میری اُس سے زبردست دشمنی چل رہی ہے وہ میری جان کی گاہک ہے۔ پچھلے دن اُس نے مجھے سمندر کے اس حصے میں ڈبونے کی کوشش کی جہاں آدم خور مچھلیوں کے غول کے غول پائے جاتے ہیں۔ اور پھر میں نے مچھلیوں سے خوفناک جنگ کر کے خود کو بچایا اور کنارے تک پہنچا۔ پچھلی رات میں اس کے مکان میں تھا جب آگ لگائی گئی اور مکان کا دروازہ بند کر دیا گیا۔"
"آگ لگائی گئی؟" فوما نے تعجب سے کہا۔
"ہاں۔"
"آگ کس نے لگائی تھی؟"

"خود شمانہ نے۔"
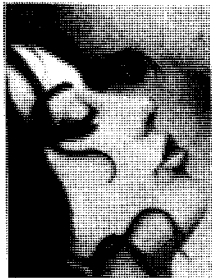
"ارے تو اس کے مکان میں آگ خود اسی کی لگائی ہوئی تھی۔"

"ہاں۔"

"لیکن کیوں ہے آخر کیوں ہے اُس نے ایسا کیوں کیا؟"

"دشمنی کے تحت۔ اس نے مجھے زندہ جلانے کی کوشش کی تھی۔

تمہاری بات پر مجھے ہنسی اسی لئے آئی تھی فوما۔ جب تم میرے اور اس کے یکجا ہونے کی بات کر رہے تھے۔"

فوما خاموش ہو گیا۔ لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں خون کی سُرخی دیکھی تھی۔ ہاکو بھی پریشانی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر فوما کی آواز اُبھری۔

"ہاکو۔ تم اس لڑکی کے لئے کیا کر سکتے ہو؟" فوما کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"جو حکم فوما۔ بس میں۔"

"تم اُس سے خوفزدہ ہو۔ لیکن۔ میں آج رات اُس کی زندگی کا خاتمہ چاہتا ہوں۔ ٹھیک ہے میں صاحبِ اختیار نہیں ہوں۔ لیکن میرے اپنے خنجر کا ایک وار اس کا کام کر سکتا ہے۔ میں کسی ایسی لڑکی کی زندگی نہیں برداشت کر سکتا جس نے میرے دوست سے بُرا سلوک کیا ہو۔ آج رات میں باہر جاؤں گا اور اسے تلاش کر کے مار ڈالوں گا۔"

"ارے نہیں۔ فوما میرے دوست! اس کی ضرورت نہیں۔" میں نے فوما کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں سبوتا۔ فوما اس کے بغیر زندہ نہیں رہے گا۔"

"نہیں فوما۔ میں اس کی زندگی چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے یہ نہیں سوچا کہ جب اس نے مجھے آدم خور مچھلیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تو پھر میں اس کے مکان میں کیا لینے گیا تھا؟" میں نے کہا۔

"سبوتا۔ سورج دیوتا کے لئے میری اُلجھن دُور کر دو۔"

"وحشی شیرنی کس قدر خونخوار ہوتی ہے۔ اسے قابو میں کرنے کے لئے زندگی خطرے میں ڈالنی پڑتی ہے لیکن بالآخر وہ قابو میں آ ہی جاتی ہے۔ وحشت اس کی فطرت ہوتی ہے اور میں بالآخر اس پر قابو پا لوں گا۔"

میری بات پر فوما خاموش ہو گیا۔ پھر چند ساعت سوچتے رہنے کے بعد اس نے کہا۔ "تم اسے بہت پسند کرتے ہو سبوتا؟"

"ہاں۔ یہی سمجھ لو۔"

"تب پھر اُسے حکم دیا جائے گا کہ وہ تمہاری اطاعت کرے۔"

"اس کے بعد وہ میرے لئے بیکار ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مجھے اُس کی اس وحشت سے ہی دلچسپی ہے۔ ورنہ اس کے سوا اُس کے پاس اور کیا ہے۔ شیرنی کو اس کی اصل حالت میں ہی گرفتار کروں گا۔ تم فکر مت کرو۔ اور اس خیال کو اپنے ذہن سے بالکل نکال دو۔

یہ میری دلچسپی ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" فوما نے گردن ہلا دی۔

"وہ زندگی سے بھرپور ہے اور زندگی خطرناک کھیل کے سوا کچھ نہیں۔" ہاکو نے کہا اور پھر دونوں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگے۔

"مجھے اجازت دو فوما۔ میرا خیال ہے اس وضاحت سے مجھے ایک آسانی ہو گئی۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا؟" فوما اصل حیثیت میں واپس آ چکا تھا۔

"مجھے اب خاموشی سے چھُپ کر نہیں جانا پڑے گا۔"

"کہاں جاؤ گے سبوتا؟" ہاکو نے پوچھا۔

"شیرنی کے شکار پر۔" میں نے جواب دیا اور دونوں مسکرانے لگے۔ میں باہر نکل آیا اور پھر درحقیقت میں خونخوار شیرنی کی تلاش میں گھومنے لگا۔ میں نے جھیل پر دیکھا، سمندر کے کناروں پر تلاش کیا لیکن نہ جانے وہ کہاں تھی۔ آخر میں، میں نے اسے اس کے جلے ہوئے گھر میں تلاش کیا لیکن اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا۔

میں کسی حد تک مایوس ہو گیا تھا۔ اور پھر میرے ذہن میں ایک نیا خیال آیا۔ شمانہ نہیں ملی۔ نہ جانے کہاں ہو گی۔ اس کی تلاش ترک کر کے کیوں نہ ان لوگوں کی بستی کا جائزہ لیا جائے جو سیکائی والوں کے لئے دشمن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ خیال پہلے بھی میرے ذہن میں تھا۔ یہاں اس بستی میں رہ کر اور مجھے کرنا بھی کیا تھا۔ ہاکو سے میں نے ان لوگوں کی بستی کی سمت بھی معلوم کر لی تھی۔ چنانچہ میں اس سمت چل پڑا۔ عموماً میں کوشش یہی کرتا تھا کہ لوگوں کی نگاہوں میں نہ آؤں اور ان سے بچ کر چلوں۔ لیکن اس کے باوجود جو لوگ مجھے دیکھتے کھڑے ہو جاتے اور متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھنے لگتے۔ ایسے چند لوگ میرے شناسا بھی بن گئے تھے جو مریض کی حیثیت سے ہاکو کے پاس گئے تھے اور انہوں نے مجھے وہاں دیکھا تھا۔

پھر میں بستی کی سرحد پر پہنچ گیا۔ ایک طرح سے سرحد ہی متعین کر دی گئی تھی۔ یوں بھی یہاں بستی والوں کے مکانات نہیں تھے۔ بس ایک طویل علاقہ بنجر پڑا ہوا تھا۔ گویا ان لوگوں نے اس علاقے میں کاشت بھی نہیں کی تھی۔ یقیناً یہ ان کا ذہنی بخار تھا، ان سے دُور رہنے کی خواہش تھی۔

سرحد سے کافی دُور تک کی زمین خالی پڑی تھی۔ یہاں درّے اور گھاٹیاں تھیں اور اس کے بعد ایک خوبصورت آبادی نظر آ رہی تھی۔ بڑے بڑے اور کشادہ مکانات پر مشتمل آبادی۔ اور ان مکانوں کو دُور سے دیکھ کر ہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہاں کے رہنے والے سیکائی کے باشندوں سے زیادہ ذہین ہیں اور عمدہ طرزِ رہائش رکھتے ہیں۔

بہر حال میں ان لوگوں کی طرف چل پڑا۔ میرے انداز میں کوئی جھجک نہیں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں بستی کے نزدیک پہنچ گیا۔

سیکائی میں اور اس چھوٹی سی بستی میں نمایاں فرق نظر آ رہا تھا۔ یہ بستی سیکائی کی نسبت کافی صاف ستھری تھی اور یہاں زندگی کی ضرورتوں کو نسبتاً آسان

بنالیا گیا تھا۔ پھر مجھے چند لوگ نظر آئے جو کھیتی باڑی کر رہے تھے۔ یہ سبزیوں کے کھیت تھے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے اپنے کام چھوڑ دیئے اور تعجب انگیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔

پھر دو ضعیف العمر مرد آگے بڑھے اور پُر اخلاق لہجے میں بولے۔ "آؤ، آؤ۔۔۔ سیکائی کی جانب سے آنے والوں کو ہم ہمیشہ محبت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔"

"میں بھی تمہیں محبت کا پیغام دیتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"لیکن کیا تم سیکائی کے باشندے ہو؟" ایک بوڑھے نے مجھے قریب سے دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن سیکائی میں مہمان ضرور رہوں۔"

"اوہ، کہیں باہر سے آئے ہو؟"

"ہاں۔"

"خیر کچھ بھی ہو، ہمارے مہمان ہو۔ آؤ، تمہیں پکاشا کے پاس لے چلیں۔ بقیہ گفتگو تم سے وہ کرے گا۔ وہ تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوگا۔"

"پکاشا کون ہے؟" میں نے بوڑھوں کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

"ہمارا سردار۔"

"مطلب یہ تمہارے پورے قبیلے کا سردار؟"

"نہیں۔۔۔ صرف اس بستی کا۔"

"اوہ، تو تمہاری بستیوں کے سردار ہوتے ہیں؟"

"ہاں۔ اور ہم انہی کے احکامات پر چلتے ہیں۔"

"خوب۔" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مکانات بڑے سلیقے اور ترتیب سے بنے ہوئے تھے۔ گلیاں صاف ستھری تھیں اور لوگ عمدہ لباسوں میں ملبوس تھے۔ بلاشبہ یہ لوگ سکائی والوں سے زیادہ ذہین تھے۔

پھر ایک بڑے سے مکان کے سامنے وہ رُک گئے۔

"باغا۔۔۔ تم اندر جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔" دوسرے بوڑھے نے کہا اور مکان میں داخل ہوگیا اور پھر زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ چند ہی ساعت کے بعد وہ ایک اور بوڑھے شخص کے ساتھ باہر آیا جس کے بدن پر ٹخنوں تک کا لباس تھا۔ وہ گول ٹوپی پہنے ہوئے تھا، لمبی داڑھی تھی۔ لیکن آنکھوں سے وہ کافی زیرک اور چالاک نظر آتا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر پُر شفقت مسکراہٹ پھیل گئی لیکن اس کی گہری آنکھیں جیسے مجھے اندر تک سے ٹٹول رہی تھیں۔

"خوش آمدید۔ سیکائی سے آنے والے! خوش آمدید۔۔۔ مُراد اس سے نہیں کہ تو وہاں کا باشندہ ہے یا نہیں۔ مہمان کہیں سے بھی آئیں اور کوئی مقصد لے کر آئیں، مہمان ہوتے ہیں۔ آ۔۔۔ اندر آجا۔۔۔!"

بوڑھے کی باتوں سے مکاری کی بُو صاف آرہی تھی۔ لیکن احمق نہیں جانتا تھا کہ واسطہ کس سے ہے۔ میں خاموشی سے اندر داخل ہوگیا۔ اس بوڑھے نے ان دونوں کو واپسی کا اشارہ کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ چلے گئے اور بوڑھا مجھے لیکر ایک کشادہ کمرے میں پہنچ گیا۔

"میں اس بستی کا نگران ہوں۔ انہوں نے اپنے حفاظتی امُور مجھے سونپ رکھے ہیں اور میں ان کی خدمت کرتا ہوں۔ میرا نام استوذ ہے۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔ میرا نام سبوتا ہے۔"

"ہاں۔ مجھے علم ہے۔"

"کیا علم ہے؟" میں نے کسی قدر حیرانی سے پوچھا۔

"یہی کہ تیرا نام سبوتا ہے۔ تو کہیں باہر سے آیا ہے اور حکیم ہاکو کا مہمان ہے۔" بوڑھے استوذ نے جواب دیا اور درحقیقت پروفیسر! میں حیران رہ گیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ان لوگوں نے سیکائی میں جاسوسوں کا اتنا مضبوط جال پھیلا رکھا ہے۔

"خوب۔" میں بہت متاثر ہوا۔ "لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا استوذ؟"

"اوہ۔ میری رُوحانی قوتیں مجھے بہت سے رموز سے آگاہ رکھتی ہیں۔" بوڑھے نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ اور میں اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔

کیا مکار بوڑھا جھوٹ بول رہا ہے؟ مجھے ایسا ہی احساس ہوا لیکن اگر معاملہ، درحقیقت رُوحانی قوتوں کا ہے تو۔۔۔ تو پھر اسے فوما کے بارے میں بھی معلوم ہوگا۔ اور اگر ایسی بات ہے تو بہرحال ٹھیک نہیں ہے۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا میرے بچے؟" بوڑھے نے کہا۔

"نہیں، تمہارا کہنا ٹھیک ہے۔ اور میں تمہاری رُوحانی قوتوں کا دل سے قائل ہوگیا ہوں۔ میں تہِ دل سے ایسے بزرگوں کی عزت اور احترام کرتا ہوں۔"

"اوہ، تمہارا شکریہ میرے بچے۔ ہاں مجھے چند لمحات کی اجازت دو۔ ابھی واپس آتا ہوں۔" بوڑھے نے کہا اور اُٹھ کر باہر چلا گیا۔ میں نے دلچسپی کی گہری گہری سانسیں لی تھیں اور پھر میں بوڑھے کے بارے میں سوچنے لگا۔ چالاک آدمی تھا، گہری نگاہوں کا مالک۔ اگر اُس کی رُوحانی قوتوں نے اُسے میرے بارے میں بتا دیا ہے تو پھر فوما کے بارے میں وہ لاعلم کیوں ہے۔ یا اگر اسے فوما کے بارے میں بھی معلوم ہے تو اُس نے چھپانے کی کوشش کی ہے۔

بہرحال جو کچھ ہے، سامنے آجائے گا۔ میں اُس کا انتظار کرنے لگا۔ چند لمحات کے بعد دروازے کے قریب آہٹ سنائی دی اور میری نگاہیں دروازے کی جانب اُٹھ گئیں۔ لیکن جو چہرہ مجھے نظر آیا اسے دیکھ کر میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

نہایت خوبصورت لڑکی تھی۔ شانوں سے ٹخنوں تک کا ڈھیلا ڈھالا سفید لباس پہنے ہوئے تھی۔ نہایت سڈول بدن کی مالک۔ اس نے بڑی بڑی حیران آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر جیسے اپنے یہاں آنے کی وجہ بھول گئی۔ وہ ٹکر ٹکر مجھے دیکھتی رہی تھی۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اندر آؤ۔" بالآخر میں نے ہی اُسے مخاطب کیا اور وہ چونک پڑی۔

لیکن پھر شاید اسے عقب میں کوئی آہٹ سنائی دی تھی۔ دوسرے لمحے وہ دروازے سے غائب ہوگئی۔ اور پھر چند ساعت کے بعد بوڑھا استوذ ایک آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ ملازم قسم کا آدمی ہاتھوں میں ایک بڑا خوان اُٹھائے ہوئے تھا۔

خوان میرے سامنے رکھ دیا گیا۔ اس میں انواع واقسام کے پھل رکھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی مشروب بھی تھا۔

"شروع کرو میرے معزز مہمان!" بوڑھے نے اسی شفقت بھرے لہجے میں کہا، اور خود بھی میرے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ میں نے بھی تکلف نہیں کیا تھا۔ اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ میں نے اس لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ خاصی خوبصورت تھی اور اس کی آنکھوں میں مجھے جو کچھ نظر آیا تھا وہ اجنبی نہیں تھا۔ یقیناً اس کی آنکھوں نے مجھے کچھ پیغام دیئے تھے۔ بوڑھا بھی خاموشی سے کھا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بھی گہری سوچ میں ڈوب گئی تھیں پھر اچانک اس نے گردن اُٹھاتے ہوئے کہا۔

"سیکائی کے لوگوں کو معلوم ہے کہ تم اس طرف آئے ہو؟"

"نہیں۔ میں نے کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔"

"بتا دیتے تو شاید وہ تمہیں یہاں آنے بھی نہیں دیتے۔"

"اوہ، کیوں؟"

"وہ ہم سے نفرت کرتے ہیں۔"

"اوہ۔ اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"میں نہیں جانتا نوجوان! کہ تم اندر سے کیا ہو۔ سیکائی والوں کے لئے کس قسم کے جذبات رکھتے ہو۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ تم کسی خاص مقصد کے تحت یہاں آئے ہو۔ یا صرف یونہی نکل آئے ہو۔ لیکن تم کچھ بھی ہو میرے لئے مہمان ہو۔ اور میں ایک میزبان کے طور پر تمہارا احترام کرتا ہوں۔ ہاں اگر پسند کرو تو اپنے بارے میں بتا دو۔"

"اپنے بارے میں؟"

"ظاہر ہے تم سیکائی کے باشندے تو نہیں ہو بلکہ اپنے انداز سے اس پورے خطے کے باشندے نہیں معلوم ہوتے۔ پھر تم کون ہو اور حکیم ہاکو سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"کوئی تعلق نہیں ہے۔ بس سمندر کے راستے سفر کرتا اس طرف آنکلا تھا۔ کچھ بیمار ہوگیا تھا اس لئے لوگوں سے پوچھ گچھ کرکے ہاکو تک پہنچ گیا۔ اور اس نے مجھے اپنا مہمان بنالیا۔"

"اوہ، یہ بات ہے۔"

"ہاں۔"

"تب ٹھیک ہے تم سیکائی کے مہمان ہو۔ جب ہاکو کے یہاں سے دل بھر جائے تو یہاں بھی کچھ روز گزارنے کی دعوت قبول کرو۔"

"ضرور، مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ لیکن سیکائی کے لوگ تم سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟"

"صرف اس لئے کہ ہم اس علاقے میں پیدا نہیں ہوئے۔ بس اتنا سا اختلاف ہے انہیں ہم سے۔ زمین وسیع ہے اور ہم اس کے ہر حصے میں رہ سکتے ہیں۔ نہ جانے لوگوں نے اسے صرف اپنی ذات پر ختم کیوں سمجھ لیا ہے۔ ہم بھی انسان ہیں اور زمین پر زندگی گزارنے کا حق رکھتے ہیں بس انہوں نے ہمارے اس حق کو تسلیم نہیں کیا۔"

"اوہ۔" میں نے تاسف سے کہا۔

"لیکن انسان ۔۔۔ بہرحال زمین کی ضرورت پوری کرنے کے لئے مجبور ہے۔ ان لوگوں کی نفرت کے باوجود ہمیں زمین کے کچھ ٹکڑے تو اپنانے ہی ہوں گے۔ ہم نے نفرت کا مقابلہ ہمیشہ محبت سے کیا ہے اور آج بھی اسی اصول پر کاربند ہیں۔"

"اچھا اصول ہے۔" میں بوڑھے کی بکواس پر کان ہی نہیں رکھ رہا تھا۔

"تم نے سیکائی کے لوگوں سے ہمارے بارے میں سنا ہوگا؟"

"ہاں۔"

"کیا کہتے ہیں وہ لوگ؟"

"نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے تم نے ان کے فوما کو قتل کرا لیا ہے۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"ہاں، ان کا یہی خیال ہے۔ لیکن ہم صرف سر چھپانے کے قائل ہیں۔ نئی حکومت بن گئی ہے اور ظاہر ہے وہ مقامی لوگوں کی حکومت ہے۔"

"ہاں۔ لیکن ان کے خیال کے مطابق نیا حکمران تمہارا پٹھو ہے۔"

"یہ بھی ان کا خیال خام ہے۔"

"اور فوما کے قتل کے بارے میں؟"

"تم خود سوچو۔ ہمیں کیا ضرورت تھی۔ وہ اپنی موت مرا اس میں ہمارا کیا ہاتھ ہے۔" اور بوڑھے کی روحانیت کا راز کھل گیا۔ اسے فوما کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ لیکن پھر اُسے میرے بارے میں کیسے معلوم ہوگیا؟ بہرحال اس بارے میں بھی پتہ چل جاتے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد کھانے پینے سے فراغت ہوگئی۔

"بہرحال تمہاری آمد کا شکریہ ۔۔۔ خود حکیم ہاکو کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟" بوڑھے نے اپنا کام شروع کردیا۔

"میں نے اُس سے اس بارے میں نہیں پوچھا۔ ظاہر ہے یہ میری دلچسپی کا موضوع نہیں ہے۔ میں تو آوارہ گرد ہوں۔ کچھ عرصہ یہاں ہوں پھر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"اوہ، یہ بھی درست ہے لیکن کیا تمہیں یہ علاقہ پسند نہیں آیا؟"

"نہیں۔ اچھا علاقہ ہے۔"

"پھر یہاں رہائش کیوں نہیں اختیار کرلیتے؟"

"یہ میری فطرت کے خلاف ہے۔"

"اوہ، پھر بھی۔ میں تمہیں یہاں کچھ عرصہ قیام کی دعوت دیتا ہوں!"

"شکریہ استوذ ۔۔۔ ابھی تو میں یہاں ہوں۔"

"تم اگر چاہو تو میں تمہیں اپنے اعلیٰ لوگوں سے بھی ملاؤں۔ ہم انوکھے لوگوں کی دل سے قدر کرتے ہیں۔"

"میں اس دعوت کو ضرور قبول کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں نے کہا۔ "میں تمہاری بستی دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔"

"اوہ ایسی جلدی کیا ہے۔ ابھی تم یہاں چند روز قیام کرو۔"

"آج نہیں۔ میں نے ہاکو کو بتایا نہیں تھا کہ میں کہاں جارہا ہوں۔ میں اس سے اجازت لیکر چند روز کے لئے یہاں آجاؤں گا۔"

"اوہ میرے دوست! پھر مشکل ہوگا۔ وہ تمہیں اجازت نہیں دے گا۔"

"نہیں استوذ! میں صرف اس کا مہمان ہوں، پابند نہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن پھر وہ تمہارے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

"تب پھر میں انہیں بتاؤں گا ہی نہیں کہ میں کہاں جارہا ہوں۔"

"ہاں۔ یہی مناسب ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بہت جلد یہاں آجاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور بوڑھا استوذ گردن ہلانے لگا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی۔

"تم نے بستی دیکھنے کے لئے کہا تھا۔"

"ہاں۔"

"تم چاہو تو میں اس کا بندوبست کرسکتا ہوں۔"

"میں نے محسوس کیا ہے کہ سیکائی کی نسبت تمہاری بستی خوبصورت اور صاف ستھری ہے۔ میں اسے دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کا بندوبست کئے دیتا ہوں۔" بوڑھے نے کہا اور ایک بار پھر وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا۔ اس کے ساتھ دو جوان آدمی تھے جو عمدہ لباسوں میں ملبوس تھے۔

"یہ دونوں تمہیں بستی دکھادیں گے۔"

"شکریہ استوذ۔ میں تمہاری اس مہمان نوازی کو ہمیشہ یاد رکھوں گا اور بہت جلد دوبارہ یہاں آنے کی کوشش کروں گا۔" استوذ نے مجھ سے گرمجوشی سے مصافحہ کیا تھا اور پھر میں اُن دونوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ دونوں آدمی خاموش طبع تھے اور سعادت مندی سے میرے ساتھ چل رہے تھے۔

میں بستی دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ سیکائی کی نسبت یہ مثالی بستی تھی۔ وہ دونوں مجھے اپنی زراعت اور اپنے رہن سہن کے انداز کے بارے میں بتانے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہمیں معلوم ہے کہ سیکائی کے رہنے والے زندگی کی بہت سی ضرورتوں میں ہم سے بہت پیچھے ہیں۔ ہم خلوصِ دل سے ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں اور انہیں زندگی کی سہولتوں کے حصول میں مدد دینا چاہتے ہیں لیکن وہ ہم سے بغض رکھتے ہیں اور صرف ہماری مخالفت کرنے میں خوش رہتے ہیں۔"

"کیا تم لوگوں نے ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی؟"

"بارہا۔۔۔ لیکن وہ ہمارے وجود سے نفرت کرتے ہیں۔"

"اس طرح تو وہ تمہیں زندگی کی ضرورتوں کے حصول میں پریشان بھی کرتے ہوں گے؟"

"ہر ممکن طریقے سے۔"

"دوسرے لوگوں سے رابطہ قائم کرنے میں تمہیں اپنے ساحل سے کام لینا ہوتا ہوگا؟"

"ہاں۔"

"میں ساحل دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"آؤ۔" انہوں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ساحل پر پہنچ گئے۔ میں نے یہاں عمدہ قسم کی کشتیاں دیکھیں۔ ان میں بعض کشتیاں کافی بڑی تھیں۔ یہاں سے میں نے سیکائی کا ایک ساحل بھی دیکھا جو بہت زیادہ دُور نہیں تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اگر کبھی سیکائی والوں اور ان لوگوں میں براہ راست تصادم ہوا تو ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے یہ ساحل عمدہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

میں ساحل کے ساتھ دُور تک چلا گیا۔ دونوں میرے ساتھ تھے اور پھر جب میں وہاں سے ہٹ رہا تھا تو یکایک میں نے اُسی لڑکی کو دیکھا اُس نے لباس تبدیل کرلیا تھا اور تیز رفتاری سے اس طرف آرہی تھی۔ پھر وہ ہمارے پاس پہنچ گئی۔

"بابا استوذ تمہیں طلب کرتا ہے۔" اُس نے کہا۔

"مہمان کو بھی؟"

"نہیں صرف تمہیں۔ مہمان کو میرے سپرد کردو۔" اس نے کہا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر گہری سانس لیکر گردن ہلادی۔ پھر وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔ لڑکی انہیں جاتے دیکھتی رہی پھر اُس نے مسکراتی نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور بولی۔ "میرا نام پوستیا ہے۔"

"اوہ خوبصورت نام ہے۔"

"شکریہ۔ لیکن مجھے اپنا نام نہ بتانا۔ میں جانتی ہوں۔" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ کیا نام ہے میرا؟"

"سبوتا۔" اُس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی مسکراہٹ بیحد دلکش تھی۔

"خوب۔ میرا خیال ہے یہاں سب رُوحانی قوتوں کے مالک ہیں۔ تم نے بھی میرا نام رُوحانی قوتوں کے ذریعے ہی معلوم کیا ہے نا؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کیوں۔۔۔ تمہیں رُوحانی قوتوں کا خیال کیوں آیا؟"

"بستی کے سردار استوذ نے بھی مجھ سے شیفتگی کا اظہار کیا تھا۔ اُس نے مجھے بتادیا تھا کہ میں ہاکو کا مہمان ہوں۔"

"اوہ۔ اُس نے تمہیں پہچان لیا ہوگا۔"

"مگر کس طرح؟"
"میں نے اسے تمہارے بارے میں بتایا تھا۔"
"تم نے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔
"ہاں۔ استوذ میرا باپ ہے۔"
"اوہ، تو اصل رُوحانی قوت تمہاری ہے؟"
"کہہ چکی ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"
"پھر۔۔۔ تمہیں کسی نہ کسی طرح سے تو میرے بارے میں معلوم ہوا ہوگا؟"
"ہاں۔ لیکن ابھی نہیں بتاؤں گی۔" وہ کسی قدر شوخی سے بولی۔
"اوہ، پھر کب؟"
"بس پہلے تم سے کچھ باتیں کروں گی۔ تمہیں یاد ہے تھوڑی دیر پہلے میں نے تمہیں استوذ بابا کے کمرے میں دیکھا تھا۔"
"ہاں، مجھے یاد ہے۔"
"میں تم سے اسی وقت گفتگو کرتی لیکن پیچھے سے استوذ بابا آگئے تھے۔"
"ہاں۔ میں نے محسوس کیا تھا۔"
"تم نے میرے اس طرح بھاگ جانے کا بُرا تو نہیں منایا تھا؟"
"نہیں۔ اُس وقت میں تمہیں نہیں جانتا تھا۔"
"اوہ، ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ لیکن میں تمہیں اُسی وقت پہچان گئی تھی۔"
"تم نے کہا ہے کہ تم خود مجھے بتاؤ گی کہ تم مجھے کس طرح جانتی ہو۔ اس لئے اب میں اُس وقت تک نہیں پوچھوں گا جب تک تم خود نہیں بتاؤ گی۔"
"اوہ" وہ ہنس پڑی۔ "آؤ بستی میں اب تم کیا دیکھو گے۔ سمندر کے کنارے کنارے چہل قدمی کرتے ہیں۔ ویسے بستی کی اور کسی چیز سے تمہیں دلچسپی تو نہیں ہے؟"
"قطعی نہیں۔"
"ویسے میں بھی بہت چالاک ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تم سے ملنے کے لئے کیا چال چلی؟"
"مجھے نہیں معلوم۔" میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔
"اچھا اب میں تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ مجھے تمہارے بارے میں کیسے معلوم۔۔۔ یہ بتاؤ۔۔۔ شمانہ کو جانتے ہو؟" اس نے پوچھا۔ صرف ایک لمحے کے لئے میرے قدم رُکے اور پھر میں نے خود پر قابو پالیا۔
"ہاں۔ اچھی طرح۔"
"پوری سیکائی میں اس کی دوستی صرف دو افراد سے ہے۔ ایک میں اور دوسری سلاکا۔۔۔ کیا سمجھے؟"
"اوہ، وہ تمہاری دوست ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔
"اور سلاکا کی بھی۔"
"سلاکا کون ہے؟"
"وہ سیکائی میں ہی رہتی ہے۔"
"خوب۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو شمانہ نے بتایا تھا کہ وہ آجکل سخت پریشان ہے۔ اور اس کی وجہ سیکائی میں گھس آنے والا ایک اجنبی ہے جس کا نام سبوتا ہے۔ شمانہ نے بتایا تھا کہ سبوتا نے اس کی بے عزتی کی ہے اور وہ اس سے انتقام لے کر رہے گی۔ یہ بات اُس نے چند روز قبل بتائی تھی۔ اس کے بعد میری اُس سے آج ملاقات ہوئی......"
"آج؟" میں چونک پڑا۔
"ہاں۔ اُسے یہاں سے گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔"
"اوہ، کہاں گئی ہے وہ؟"
"واپس سیکائی۔"
"خوب۔۔۔ ہاں تو اُس نے کیا بتایا تھا؟"
"وہ دیوانی اپنا مکان جلا بیٹھی ہے۔ اس نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا تھا کہ ہاکو کا اجنبی مہمان انسان نہیں معلوم ہوتا۔ وہ اتنا طاقتور ہے کہ درخت جڑ سے اُکھاڑ لیتا ہے۔ آدم خور مچھلیوں کے پورے غول کے درمیان سے صاف نکل آتا ہے اور جلتے ہوئے مکان سے بھی صاف نکل آتا ہے۔ بڑی حیران تھی وہ۔"
"بہت خوب۔ لیکن اُس نے تمہیں میری پہچان کیا بتائی تھی؟"
"اُس نے کہا تھا کہ وہ سیکائی میں رہنے والوں سے یکسر مختلف ہے۔ اس کا رنگ آگ کی مانند ہے اور اس کا بدن بیحد خوبصورت ہے۔ چنانچہ میں نے تمہیں دیکھتے ہی صاف پہچان لیا۔ سکائی میں اور خود ہماری بستی میں تمہارے جیسا کوئی نوجوان نہیں ہے۔"
"اُس نے اپنا مکان کیوں جلا دیا تھا؟"
"بس وہ انتقام میں پاگل ہو رہی تھی۔ وہ ہر قیمت پر تمہیں ہلاک کر دینا چاہتی ہے۔"
"ہوں۔۔۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "لیکن اس کا مکان جل چکا ہے۔ اب وہ کہاں گئی ہے؟"
"سلاکا کے پاس۔ جب تک اس کا مکان دوبارہ نہیں بن جائے گا، وہ سلاکا کے پاس رہے گی۔"
"سلاکا کون ہے؟"
"جوتی کی بیٹی۔۔۔ اُسی کی طرح وحشیانہ شوق رکھتی ہے۔"
"تمہارے پاس وہ اکثر آتی رہتی ہے؟"
"ہاں۔"
"استوذ بھی اُسے بہت چاہتا ہوگا؟"
"ہاں۔ لیکن تم کیسے انسان ہو؟ مستقل اُسی کے بارے میں گفتگو کر رہے ہو۔ تم نے مجھ سے میرے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔" اس کے لہجے میں شکایتی انداز تھا۔
"اس کے بعد میں تم سے تمہارے بارے میں ہی گفتگو کرنے والا تھا۔" میں نے کہا اور اس کا چہرہ بحال ہوگیا۔

"میں تمہیں بتاؤں میں نے کتنی چالاکی سے کام لیا ہے؟"

"بتاؤ۔"

"بس میرے دل میں تم سے ملاقات کی خواہش تھی اور میں تاک میں لگی ہوئی تھی۔ میں نے چھپ کر بابا کی باتیں سنیں۔ پتہ ہے اُس نے ان دونوں کو کیا ہدایات دی تھیں؟"

"نہیں ۔۔۔ بتاؤ؟" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"اُس نے انہیں ہدایات دی تھیں کہ تمہیں غربی حصے کی طرف نہ لے جایا جائے اور کسی چیز کے بارے میں تفصیل نہ بتائی جائے۔"

"اوہ، غربی حصے میں کیا بات ہے؟"

"بس وہاں ہماری بستی کے مفادات کے کام ہوتے ہیں۔ وہاں اسلحہ بھی بنتا ہے اور دوسرے علاقوں سے بھی اسلحہ آتا ہے ۔۔۔ دیکھو نا! سیکائی والے کبھی ہمارے اوپر حملہ بھی کر سکتے ہیں۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"بس میں سمجھ گئی کہ بابا تمہارے اوپر شک بھی کرتا ہے لیکن اس کی باتوں سے ایک اور بات کا بھی اظہار ہوتا تھا۔"

"کس بات کا؟"

"اسے اندازہ ہے کہ تم بہرحال باہر کے انسان ہو۔ ممکن ہے تم سیکائی والوں کے لئے دل میں کوئی ہمدردی نہ رکھتے ہو۔ بابا کا خیال تھا کہ اگر تم ہمارے دوست بن جاؤ، تو سیکائی میں رہ کر سیکائی والوں کے بارے میں معلومات بھی فراہم کر سکتے ہو۔"

"اوہ ۔۔۔ کیا شمانہ سے اس بارے میں مکمل معلومات حاصل نہیں ہوتیں؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"کہاں ۔۔۔ وہ تو پاگل ہے۔ کسی معاملے سے دلچسپی ہی نہیں رکھتی۔ بس کوئی اوپر کی بات معلوم ہو تو بتا دیتی ہے۔ ورنہ ۔۔۔ اور پھر وہ بھی اُس کی مرضی پر ہے، ورنہ کوئی اس سے کیا پوچھ سکتا ہے۔"

"ہاں ۔۔۔ بڑی پریشانی ہوتی ہوگی۔ لیکن تم نے آخر استود سے کیا کہا؟"

"بس میں نے بابا کو تمہاری خوبیاں بتائیں۔ اور وہ حیران رہ گیا۔ میں اُس کی فطرت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ بس اُس نے کہا کہ میں فوراً جاؤں۔ ان دونوں کو بھیج دوں اور خود تم سے دوستی کر لوں۔ پھر ہم تمہیں اپنے لئے استعمال کریں گے۔ اور میں تو یہی چاہتی تھی۔"

"واہ۔ تم بے حد چالاک ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اور خوبصورت؟" اُس نے مجھے دیکھا۔

"خوبصورت تو بے پناہ ہو۔"

"اوہ۔" اس کا لہجہ خوشی سے کانپنے لگا۔ چند ساعت وہ بیخود سی رہی، شرمائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "بہت سے لوگوں نے مجھ سے یہ بات کہی ہے لیکن مجھے ذرا بھی اچھی نہیں لگی۔ لیکن تمہارے

منہ سے یہ کتنا اچھا لگتا ہے۔"

"واقعی؟"

"ہاں۔ تم خود بھی تو بڑے انوکھے ہو۔ لیکن کیا تم درحقیقت درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتے ہو؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"لیکن کس طرح؟"

"کسی دن تمہیں دکھادوں گا۔"

"میں ضرور دیکھوں گی اور ہاں، تم سیکائی سے یہاں قیام کے لئے آؤ گے نا؟"

"قیام کے لئے آنا مناسب نہیں ہے۔ اگر تمہارا بابا مجھ سے یہ کام لینا چاہتا ہے تو پھر میرا وہیں رہنا مناسب ہے۔ ہاں میں یہاں آتا جاتا رہوں گا اور تمہیں وہاں کے حالات بتاتا رہوں گا۔"

"یہ ٹھیک ہے۔ روزانہ آؤ گے نا؟"

"ہاں۔ کوشش یہی کروں گا۔"

"تو میں بابا سے کہہ دوں کہ میں نے تمہیں دوست بنالیا؟"

"ضرور کہہ دینا۔"

"بس اب سب ٹھیک ہوگیا۔ لیکن ایک بات اور بتاؤ۔" اس نے کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ "تم شمانہ کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو؟"

"اوہ بس ایسے ہی۔ میری اس سے دشمنی جو ہے۔"

"محبت تو نہیں اس سے کرتے؟" اُس نے بے باکی سے پوچھا

"ہرگز نہیں۔"

"واہ۔ اُس بے وقوف کا یہی خیال تھا۔ اب ٹھیک ہے۔ پھر کسی اور سے محبت کرتے ہو؟"

"نہیں۔"

"تو پھر مجھ سے کرلو۔" اُس نے کہا اور میرے بدن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ محبت کرنے کے لئے تو وہ بھی بُری نہیں تھی پروفیسر! گو شمانہ کے مقابلے کی نہیں تھی لیکن بہرحال خوب تھی اور پھر معصوم بھی تھی چنانچہ میں نے کہا۔

"مگر مجھے تو محبت کرنا بھی نہیں آتی۔"

"میں سکھا دوں گی۔" اس نے بڑے خلوص سے کہا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لے کر آسمان کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ میں پوری طرح محبت کرنا سیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے اس کے چہرے پر شرم کے آثار دیکھے۔

شام جھک آئی تھی۔ میں نے واپسی کا فیصلہ کیا اور پوستیلا مجھے دور تک چھوڑنے آئی۔ اس کے چہرے سے کرب نمایاں تھا۔

"کل کس وقت آؤ گے؟"

"صبح۔"

"میں اسی جگہ ملوں گی۔"

"اوہ ٹھیک ہے۔" میں نے کہا

اور پھر وہاں سے تیز رفتاری سے چل پڑا۔ اور دوسرے لوگوں کی بہ نسبت کافی پہلے بستی سیکائی پہنچ گیا۔ بستی میں میرا کوئی کام نہیں تھا چنانچہ میں ہاکو کے مکان کی طرف چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر میں وہاں پہنچ گیا۔

ہاکو اور فوما بیٹھے گفتگو کررہے تھے۔ مجھے دیکھ کر ہاکو نے گہری سانس لی۔ "آگئے سبوتا۔ کہاں چلے گئے تھے۔ آج تو تم نے پورا دن باہر گزار دیا۔"

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "کیا تم میرے لئے پریشان تھے؟"

"پہلے نہیں تھا، اب ہوگیا ہوں۔ دراصل تم نے جس سے دشمنی مول لی ہے، وہ...... وہ مجھے فکر میں مبتلا کردیتی ہے۔ حالانکہ......"

"تم اب بھی میرے لئے فکرمند ہو ہاکو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس انسانی ذہن بے حد کمزور ہوتا ہے۔ لیکن تم نے پورا دن کہاں صرف کیا۔ کہاں چلے گئے تھے؟" ہاکو نے پوچھا۔

"زرد رو دشمنوں کی بستی میں۔" میں نے جواب دیا اور ہاکو اور فوما دونوں اُچھل پڑے۔ وہ تعجب سے میری شکل دیکھنے لگے تھے۔ کئی لمحات تک وہ کچھ نہ بول سکے۔ پھر فوما میرے قریب آگیا اور میرے بازو کو پکڑ کر آہستہ سے بولا۔

"ان سے تمہاری ملاقات بھی ہوئی تھی؟"

"ہاں۔ اس چھوٹی سی بستی کے سردار استوذے سے۔" میں نے جواب دیا اور ہاکو نے تھوک نگلا۔

"کیا گفتگو ہوئی تمہاری اس سے؟" فوما نے پوچھا۔

"بہت سی باتیں ہوئیں۔ لیکن تمہارے انداز میں اضطراب کیوں ہے فوما؟"

"ابھی تھوڑی دیر قبل، ہاکو سے یہی گفتگو ہورہی تھی۔ ہاکو بتا رہا تھا کہ یہ لوگ لفظوں کے جادوگر ہوتے ہیں۔ سیکائی کے لوگوں پر انہوں نے کیا کیا نوازشیں نہ کیں لیکن ان کا مقصد... ان کا مقصد نیک نہیں ہوتا۔"

"تو پھر... اس سے کیا مقصد ہے؟"

"ہاکو نے اس تشویش کا اظہار کیا تھا کہ کہیں وہ تم پر اخلاق کے داؤ آزمانے کی کوشش نہ کریں۔" فوما نے جواب دیا۔

"مجھے تمہاری یہ بات پسند نہیں آئی فوما... اول تو میں کسی قسم کی پابندی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ دوسری بات یہ کہ تم نے میرے بارے میں اس انداز سے کیوں سوچا۔ حکیم ہاکو کی ساری حکمت ان الفاظ کی وجہ سے میری نگاہوں میں پھیکی پڑ گئی ہے۔ وہ مجھے اچھی طرح جاننے کے بعد بھی ان خیالات سے متاثر ہوتا ہے۔"

دونوں کے چہرے زرد پڑ گئے تھے۔ فوما نے سہمی ہوئی نگاہوں سے ہاکو کی طرف دیکھا اور ہاکو نے شرمساری سے گردن جھکالی۔

"مجھ سے غلطی ہوگئی ہے سبوتا۔ میں شرمسار ہوں۔" اس نے بڑی

مشکل سے یہ الفاظ ادا کئے۔ فوما کی نگاہیں بھی جھکی ہوئی تھیں۔ ان دونوں کے چہرے دیکھ کر میرے ذہن سے ناگواری کا احساس کافور ہوگیا۔ دونوں بے چارے پریشانیوں کے مارے ہوئے تھے، تب میں نے کہا۔

"بھول کر بھی ان احساسات کو ذہن میں جگہ نہ دو ہاکو۔ میں ناپختہ ذہن کا مالک نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ اگر نندرو حق پر ہوئے اور بے قصور ثابت ہوئے تو بھی ظاہر ہے تم مجھے ان کی طرف داری سے نہیں روک سکو گے اس لئے فضول قسم کی تشویش کا شکار نہ ہو۔"

"میری صرف ایک درخواست ہے سوتا۔" فوما نے لرزتی آواز میں کہا۔

"کیا؟"

"بے شک تمہیں کسی کی طرفداری سے کوئی نہیں روک سکتا لیکن حقائق پر گہری نگاہ رکھنا۔ کہیں ہماری بدبختی کا کوئی نیا دور نہ شروع ہوجائے۔"

"میری بھی تم سے ایک درخواست ہے فوما۔"

"ہاں ہاں۔ ضرور کہو۔"

"کسی بھی بدگمانی کو دل میں جگہ نہ دو۔ میں یہاں تمہاری وجہ سے آیا ہوں۔ اگر میں ان کا طرفدار بنا تو تم سے چھپاؤں گا نہیں۔ کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں، بے مقصد بدگمانی مجھے اس علاقے سے بیزار کردے گی اور میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"ایسا ہی ہوگا سوتا۔ ہمیں ہماری حماقت پر صرف ایک بار معاف کردے، صرف ایک بار۔" فوما مجھ سے لپٹ گیا اور میں نے اس کی کمر تھپتھپائی۔

"اور میں تو خود کو خود بھی معاف نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس بیکار خدشے کا اظہار کرنے والا میں ہی ہوں۔" ہاکو نے کہا۔

"ہاں حکیم ہاکو۔ تیرا جرم زیادہ ہے کیونکہ میں تجھے اپنی زندگی کی کہانی سنا چکا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں ان لمحات سے آشنا نہیں تھا اور نہ ہی انہیں تسلیم کرتا تھا۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ذہین سے ذہین انسان کو احمق بنا دیتے ہیں۔ بہرحال ان سے بھی واقفیت ہوگئی۔"

"اچھا فضول باتیں چھوڑو۔ آؤ اس بستی کی بات کریں۔" میں نے کہا اور دونوں خوش ہوگئے۔ انہیں احساس ہوگیا تھا کہ میری طبیعت کا تکدر دھل گیا ہے۔ بہرحال دونوں پُراشتیاق چہرے لئے میرے سامنے بیٹھ گئے۔

"ان لوگوں کی بستی تقریباً ڈیڑھ سو مکانات پر مشتمل ہے۔ اور اگر ان کے مکانوں میں فی مکان پانچ مکین کا اوسط بھی لگایا جائے تو گویا کل سات سو پچاس افراد ہوئے۔ لیکن ان کے ساحل آزاد ہیں اور ضرورت کے وقت وہاں اچانک افرادی قوت بڑھ سکتی ہے۔"

"بے شک۔ یقیناً۔" فوما نے کہا۔

"اس کے علاوہ، وہ لوگ اس بات سے بھی لاپرواہ نہیں ہیں کہ کسی وقت سکائی کے لوگ مشتعل ہوکر ان پر حملہ نہ کردیں۔ اگر ایسا ہوا اور سکائی کے حملہ آور وہاں گئے تو انہیں خوفناک مزاحمت کا سامنا ہوگا۔"

"وہ کس طرح؟" فوما نے بے ساختہ پوچھا۔

"کیونکہ وہ زبردست ہتھیاروں سے مسلح ہوں گے۔"

"اوہ، کیا ان کے پاس ہتھیاروں کے ذخیرے ہیں؟"

"دیکھ نہیں سکا، سن چکا ہوں۔ وہ لوگ اپنی بستی کے ایک مخصوص علاقے میں ہتھیار تیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پاس باہر سے بھی ہتھیار آتے ہیں۔"

"اوہ، اوہ۔" ہاکو نے مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"لیکن بظاہر ان کے ارادے خطرناک نظر نہیں آتے۔ کیونکہ انہیں فوما کی موت کا پورا پورا یقین ہے اور شاید وہ شیالا کی حکمرانی سے مطمئن بھی ہیں۔"

"یقیناً ہوں گے۔" فوما نے کہا۔

"بس یہی چند باتیں ہیں۔ سکائی کے لوگوں کی کارروائیوں سے وہ باخبر رہنے کے خواہشمند ہیں اور اس کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں تمہیں ایک خاص بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن ابھی نہیں۔ ہاں کل کی رات میں اور فوما تمہارے ساتھ چلیں گے اور میں تمہیں کچھ بقیہ باتیں بتاؤں گا۔" میں نے کہا۔ میرے ذہن میں وہ ساحل تھا جہاں سے ان لوگوں کی بستی کو دیکھا جاسکتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ سکائی والے سمندر پر نگاہ رکھیں اور اس کے لئے وہ اس ساحل سے کام لے سکتے تھے۔ اس طرح وہ دشمن کی بستی پر نگاہ رکھ سکتے تھے اور سمندری نقل و حرکت پر بھی۔

ہاکو اور فوما دیر تک مجھ سے گفتگو کرتے رہے اور میں انہیں مختلف باتیں بتاتا رہا۔ پھر رات کا کھانا کھایا گیا اور پھر آرام کی ٹھہری۔

بستر پر لیٹنے کے بعد میرے ذہن میں دو شکلیں ابھر آئیں۔ شمانہ ــــ اور لوستیا ــــ ایک چاند کی ٹھنڈی روشنی کی مانند فرحت بخش اور قابل حصول۔ اور دوسری سورج کی کڑی دھوپ کی مانند جھلسا دینے والی، ناقابل حصول لیکن میں اپنی فطرت کو کیا کرتا۔ میں تو آگ کا شیدائی تھا اور آگ ہی میری زندگی کو جلا دیتی تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد ایک ہی چہرہ میری نگاہوں میں رہ گیا ــــ اور وہ تھی شمانہ ــــ

سکاتی

کی وحشی ہرنی، شمانہ میری فطرت کے عین مطابق تھی۔ عورتیں تو میری زندگی میں لاتعداد آئی تھیں۔ لیکن میں نے ابتدائی دور کے بعد ہمیشہ ان عورتوں کو ترجیح دی جو کسی نمایاں خصوصیت کی حامل ہوتی تھیں۔ یوں تو پوسیتا بھی خوبصورت لڑکی تھی۔ خوبصورت تندرست اور محبت کرنے والی لیکن شمانہ کی بات اور تھی۔ یہ وہ لڑکی تھی جس نے ابھی تک مجھے قبول نہیں کیا تھا اور میری زندگی کی گاہک بنی ہوئی تھی۔ بھلا مجھے اس سے دلچسپی کیوں نہ ہوتی۔

چنانچہ دوسری صبح ناشتے کے بعد میں نے ہاکو سے جبوتی کے بارے میں پوچھا۔ پوسیتا نے مجھے بتایا تھا کہ شمانہ، جبوتی کی بیٹی سلاکا کے پاس ہوگی۔

"اوہ۔ کیوں۔ جبوتی کو تم کیا جانو؟" ہاکو نے چونک کر پوچھا۔

"کیوں، کوئی خاص حیثیت رکھتا ہے وہ؟ تم چونک کیوں پڑے؟" میں نے اُلٹا اس سے سوال کر دیا۔

"یہ بات نہیں ہے۔ بس یونہی پوچھ لیا تھا۔ سکاتی کے لوگوں سے تمہاری واقفیت حیرت انگیز بات نہیں ہے؟" ہاکو نے جواب دیا۔

"حالانکہ تم خود کہہ چکے ہو کہ اب تم نے میرے بارے میں حیرت کرنا چھوڑ دیا ہے۔ میرا خیال ہے یہ بات تم صرف مجھے خوش کرنے کے لیے کہہ دیتے ہو۔"

"اوہ۔ میں معافی چاہتا ہوں لیکن قصور میرا بھی تو نہیں ہے۔ تم بعض اوقات وہ باتیں کرتے ہو جن کا کوئی جواز بھی ذہن میں نہیں آتا، لیکن ازراہ کرم میری حجت پر کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا، یہ سوالات صرف میں نے اپنی حیرت دُور کرنے کے لیے کیے تھے۔"

"اس کے باوجود تم نے ابھی تک جبوتی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ جبوتی قصبے کا ایک باشندہ ہے۔ کاروبار پیشہ ہے۔ بس کوئی اہم آدمی نہیں ہے۔ صرف اپنی کنجوسی کی وجہ سے مشہور ہے۔"

"خوب! کہاں رہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے فوما کا سنگی مجسمہ دیکھا ہے؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"جب تم مجسمے کے نزدیک پہنچو گے تو تمہیں اس کے بائیں ہاتھ کی سمت ایک مکان نظر آئے گا جس کی چھت پر بانس کی ایک جھونپڑی بنی ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے پورے سکاتی میں صرف ایک ہی مکان پر ایسی جھونپڑی ہے۔ یہ جبوتی کے مکان کی خاص نشانی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا کر اطمینان کا اظہار کیا۔ اس جھونپڑی کے بارے میں میں نے تفصیل نہیں پوچھی تھی اور پھر میں نے حسب معمول آوارہ گردی کی ٹھانی۔ اس آتش فشاں کو میں تلاش کرنا چاہتا تھا اور بہرحال مجھے اس کا پتہ معلوم ہو گیا تھا۔ میں اطمینان سے فوما کے سنگی مجسمے کے پاس پہنچ گیا اور پھر میں نے وہ مکان بھی دیکھ لیا جس کی چھت پر ایک بدنما جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔ یہی جبوتی کا مکان تھا۔

میں نے اطمینان سے مکان کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ میں انتظار کرتا رہا اور چند ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا۔ لیکن مجھے جو شکل نظر آئی اسے دیکھ کر میں نے دل ہی دل میں گہری گہری سانسیں لی تھیں۔

لڑکی یہ بھی کافی حسین تھی لیکن اس کے انداز سے بھی کسی قدر وحشت ٹپکتی تھی۔ لباس بھی وہ عجیب ہی پہنے ہوئے تھی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ دلچسپی کی نگاہ سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"کہو۔ کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"جبوتی کا مکان یہی ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ کیا تمہیں جبوتی سے ملنا ہے؟"

"تمہارا کیا نام ہے؟" میں نے اس کی بات کا جواب دیے بغیر دوسرا سوال کر ڈالا۔

"سلاکا!"

"تب میں تم سے ہی ملنے آیا تھا۔"

"اوہ۔ اندر آ جاؤ۔ جبوتی کی غیر موجودگی میں کسی اجنبی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہوتی لیکن میں تمہیں یہ فخر بخش رہی ہوں۔"

"میں اس کے لیے شکر گزار ہوں۔" میں نے کہا اور لڑکی کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ مکان اندر سے خوب کشادہ تھا۔ بہت سے کمرے تھے اس میں۔ لڑکی مجھے ساتھ لیکر ایک کمرے میں داخل ہو گئی اور اس نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ میں بیٹھ گیا اور پھر میں نے سلاکا پر نگاہ ڈالی۔ عام طور سے سکاتی کی لڑکیاں حسین نہیں تھیں بس مناسب تھیں لیکن جن لڑکیوں سے میں مل رہا تھا وہ کچھ خاص ہی تھیں، یا پھر میری تقدیر میں ہمیشہ خاص لڑکیاں ہی ہوتی تھیں۔

"ہاں اب بتاؤ، تم یہاں کیسے آئے ہو؟ کون ہو؟ میں نے اس سے قبل تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔" اس نے کہا۔

"بس ایک آوارہ گرد ہوں۔ کافی دنوں سے تمہاری بستی میں آیا ہوا ہوں اور حکیم ہاکو کا مہمان ہوں۔ تمہارے پاس ایک خاص مقصد سے آیا ہوں۔"

"کیا حکیم ہاکو نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے؟"

"نہیں۔"

"تو پھر تمہیں میرا نام اور پتہ کیسے معلوم ہوا؟"

"تم مجھ سے پے در پے سوالات کر رہی ہو۔ پہلے میرے یہاں آنے کا مقصد سُنو اور اگر مناسب سمجھو تو مجھے مطمئن کر دو۔"

"چلو یہی سہی۔ تو تم اپنے آنے کا مطلب بیان کرو۔"

"میں شمانہ کی تلاش میں آیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور صاف محسوس کی یہ بات کہ لڑکی کسی قدر بدحواس ہو گئی ہے۔

"شمانہ؟ کون شمانہ؟" اس نے بے اختیار کہا اور کسی قدر چڑ سی

نظر آنے لگی۔

"وہ تمھاری دوست ہے۔" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ وہ میری دوست شمانہ، مگر وہ۔ وہ یہاں کہاں ہے اور تم کیوں اسے تلاش کر رہے ہو؟ میرا مطلب ہے تم اسے کس طرح جانتے ہو؟"

"تم اپنے حواس درست کرو سلاکا۔ میری ذات سے کسی قسم کا خوف نہ محسوس کرو۔ اگر تم مجھے یہاں ناپسند کرتی ہو تو میں چلا جاؤں؟"

"خوف۔" اچانک اس کے لہجے میں غراہٹ آگئی۔ "پوری دنیا میں میں کسی سے نہیں ڈرتی۔ یہاں تک کہ آدم خور مچھلیوں سے بھی نہیں لیکن نہ جانے کیوں میرا ذہن چکرا گیا ہے۔ اچھا تم مجھے چند لمحات کی اجازت دو میں پانی پی آؤں......"

"ہاں ضرور۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا میرے احساس نے مجھے بتا دیا تھا کہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔ بہرحال میں اطمینان سے اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آگئی۔ اس کے چہرے کے تاثرات میں کچھ اور تبدیلیاں آگئی تھیں۔ اب وہ مطمئن بھی تھی اور اس کے چہرے کی لکیروں میں سے تردد بھی جھانک رہا تھا۔

"ہاں۔ تو تم نے کیا پوچھا تھا؟"

"میں نے شمانہ کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"تمھیں کس نے بتایا کہ وہ میرے پاس ہے؟" سلاکا نے سوال کیا۔

"پوری سکائی بستی جانتی ہے کہ تم اس کی واحد دوست ہو۔"

"اوہ۔ ہاں یہ بھی ٹھیک ہے لیکن...... بہرحال وہ میرے پاس آئی تھی لیکن کہیں چلی گئی اور کچھ بتا کر نہیں گئی لیکن تم اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"بس مجھے اس کی تلاش تھی۔" میں نے کہا۔

"کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟" اچانک سلاکا نے پوچھا۔

"یہ سوال تم نے کیوں کیا؟" میں نے اسے گھورا اور اس نے پھر بے چینی سے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر آواز دبا کر بولی۔

"جواب دو۔ کیا تم اسے چاہتے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے کسی فوری خیال کے تحت کہا۔

"پھر اسے کیوں تلاش کرتے پھر رہے ہو؟"

"میری اس سے دشمنی چل رہی ہے۔ اس نے کئی بار میری زندگی لینے کی کوشش کی ہے اور ناکام رہی ہے۔ میں اب بھی اسے زچ کرنا چاہتا ہوں۔"

"سبوتا ہے تمھارا نام؟" وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولی۔

"ہاں!"

"تو سنو سبوتا! ابھی چند ساعت قبل وہ یہاں موجود تھی۔ ہم دونوں اوپر چھت پر تھے اور اس نے تمھیں دور سے دیکھ لیا تھا۔ ابھی جب میں پانی پینے کے لیے اندر گئی تھی تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمھیں شربت پلاؤں اور اس شربت میں تمھیں زہر دے دوں۔ وہ ہر قیمت پر تمھاری جان لینا چاہتی ہے۔ زہر میرے پاس موجود نہیں تھا اس نے کہا میں تھوڑی دیر تمھیں باتوں میں لگائے رکھوں۔ وہ ابھی زہر لے آئے گی سو وہ زہر لینے گئی ہے ——— لیکن سبوتا میں تمھاری جان لینا نہیں چاہتی۔"

"اوہ!" میں نے سلاکا کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھا۔ "کیوں سلاکا! تم مجھ پر مہربان کیوں ہو گئی ہو؟"

"میرا مذاق مت اڑاؤ۔ بس تمھیں دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش بیدار ہوئی ہے کہ تمھاری جان نہ لی جائے۔" سلاکا نے جھلا کر کہا۔

"بہرحال تمھارا شکریہ۔ تمھاری دوست واپس آتی ہو گی اس لیے اب میں کیا کروں؟"

"تم۔ تم ایک کام کرنا۔ میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمھارے لیے شربت لاؤں گی۔ اس وقت جب وہ واپس آجائے گی، تم نہایت چالاکی سے اسے زمین پر گرا دینا۔ تمھیں نہایت ہوشیاری سے کام لینا ہو گا۔ بہت ہوشیاری سے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا لیکن اس کے بعد؟"

"اس کے بعد تم ایسا اظہار کرنا جیسے مر رہے ہو اور پھر مر جانا۔ میں تمھاری لاش کو ٹھکانے لگانے کی ذمہ داری لے لوں گی اور پھر جب وہ چلی جائے گی۔ تو...!" سلاکا ایک دم خاموش ہو گئی۔

"تو پھر کیا ہو گا سلاکا؟" میں نے شرارت سے پوچھا۔

"دیکھو اگر تم نے میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی تو۔ تو شمانہ کی واپسی سے پہلے ہی میں تمھاری گردن اڑا دوں گی سمجھے؟" سلاکا نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ مجھے معاف کرنا سلاکا۔ نہ جانے تم میری باتوں کو کیوں غلط سمجھ رہی ہو۔ میں نے صرف یہی پوچھا ہے کہ اس کے بعد کیا ہو گا؟"

"جب وہ چلی جائے تو تم بھی چلے جانا۔" سلاکا نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے سلاکا۔ میں تمھاری ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"اس کے علاوہ۔" سلاکا نے کہا۔ "تم شربت آنے کے بعد بھی مجھ سے اسی انداز میں گفتگو کرتے رہنا جیسے شمانہ کے بارے میں میری تم سے کوئی خاص گفتگو نہ ہوئی ہو اور تم اس کے بارے میں مجھ سے معلومات حاصل کر رہے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی۔

"ویسے تم مجھے دیوانے ہی معلوم ہوتے ہو۔ نہ جانے کس طرح تم اس کے حملوں سے بچتے رہے ہو۔ انسان ہی ہو کبھی نہ کبھی شکار ہو جاؤ گے لیکن اس نے تمھارے بارے میں حیرت انگیز داستانیں سنائی ہیں۔" سلاکا کسی قدر نرم ہو گئی۔

"مثلاً؟"

"تم نے درخت سمیت اسے اٹھا لیا تھا؟"

"اوہ۔ درخت تھا ہی کتنا بڑا اور پھر میں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ جڑ سے اکھڑا ہوا ہے۔ ویسے میں عام لوگوں کی بہ نسبت زیادہ طاقتور ہوں۔"

"خوبصورت بھی ہو۔" سلاکا مسکرائی۔

"شکریہ!"

"اور رانو کیسے بھی۔ اچھا آدم خور مچھلیوں سے کیسے بچ گئے تھے؟" سلاکا نے بچوں کے سے انداز میں پوچھا۔

"بس تھوڑی سی چالاکی سے۔ اس نے اپنی دانست میں مجھے سمندر میں ڈبو دیا تھا لیکن میں اسی کی کشتی میں لٹک کر واپس ساحل تک پہنچ بھی گیا بس اتنی احتیاط کی تھی کہ وہ مجھے دیکھنے نہ پائے۔"

"اوہ۔ پھر بھی بڑی مشکل پیش آئی ہوگی؟"

"ہاں۔ زندگی بچانے کے لیے سخت جدوجہد کرنی پڑی تھی۔"

"اور آگ سے کیسے نکل آئے؟" سلاکا نے پوچھا۔

"جلتے ہوئے مکان کا پچھلا دروازہ اسی طرح اکھاڑنا پڑا تھا جس طرح وہ درخت اکھاڑ لیا تھا بس سامنے کے رُخ سے باہر نہیں نکلا کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ شمانہ وہاں موجود ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔

"کمال ہے ویسے شمانہ بے وقوف تو ہے۔ بس غصّے میں دیوانی ہوجاتی ہے اور سوجھ بوجھ کھو بیٹھتی ہے لیکن ــــ لیکن اس کے باوجود میں تمھیں آگاہ کرتی ہوں کہ اس سے زندگی بچانے کی کوشش کرو۔ وہ بے حد خطرناک ہے۔ یا تو تم سکائی سے نکل جانے کی کوشش کرو یا پھر ــــ یا پھر اسے قتل کردو۔"

آخری الفاظ سلاکا نے عجیب سے لہجے میں کہے تھے۔

"اوہ۔ وہ تمھاری دوست ہے!" میں نے حیرت سے کہا اور سلاکا نے گردن جھکالی۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی اور پھر سنبھل گئی۔

"بس اب خاموش ہوجاؤ۔ وہ زیادہ دیر نہیں لگائے گی۔ میں اسے دیکھ کر آتی ہوں۔ اس مکان کا بھی عقبی دروازہ ہے۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔ پھر وہ اندر چلی گئی اور پھر خاصی دیر میں واپس آئی۔ اس کے ہاتھوں میں صراحی اور گلاس تھا جسے اس نے رکھ دیا، اس کے ساتھ ہی غیر محسوس انداز میں اشارہ کیا تھا، جیسے بتا رہی ہو کہ شمانہ دروازے کے قریب موجود ہے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سلاکا نے گلاس میں شربت انڈیلا اور میرے قریب پہنچ کر بولی۔

"شربت پیو سبوتا!"

"شکریہ سلاکا لیکن تم نے ابھی تک مجھے شمانہ کے بارے میں کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔"

"میں کیا جواب دے سکتی ہوں، سوائے اس کے کہ تم نے شمانہ کو غلط سمجھا تھا۔ وہ دنیا کے کسی مرد سے متاثر نہیں ہوسکتی اور یہ صرف کسی کی غلط فہمی ہوسکتی ہے۔ اس غلط فہمی میں کسی کا کیا قصور ہے۔"

"کیا وہ پوری زندگی میں کسی مرد سے متاثر نہیں ہوئی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" سلاکا نے جواب دیا۔

"اور تم؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا؟" وہ چونک پڑی۔

"تم کسی سے متاثر ہوئی ہو؟" میں نے اسی انداز میں پوچھا۔

"...ے بارے میں تم کوئی سوال پوچھنے کا حق نہیں رکھتے۔" سلاکا کے انداز میں پھر جھلاہٹ پیدا ہوگئی۔

"رکھتا ہوں، اسی لیے یہ سوال کیا ہے۔ بولو۔ کیا تم زندگی میں کسی مرد سے متاثر ہوئی ہو؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن میں چاہتا ہوں تم مجھ سے پیار کرو۔"

میں نے شربت کا برتن ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"تم۔ تم۔ پاگل معلوم ہوتے ہو شاید۔"

"اس وقت نہیں ــــ تو وعدہ ہی کرلو ورنہ ــــ"

"ورنہ کیا؟" سلاکا خاصی اکھڑ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں جنون کے آثار ابھر آئے تھے۔

"ورنہ میں یہ شربت پی لوں گا۔"

"پی لو۔ مرجاؤ۔ تم ہو ہی اسی قابل۔" سلاکا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"ایک بار پھر سوچ لو۔" میں نے کہا اور سلاکا دانت پیسنے لگی۔ پھر انتہائی نفرت انگیز لہجے میں بولی۔

"میں تم پر لعنت بھیجتی ہوں۔ واقعی تم بے حد گھٹیا شخصیت کے مالک ہو۔ تمھارا مرجانا ہی بہتر ہے۔"

"تمھاری مرضی۔" میں نے کہا اور خاموشی سے شربت کا گلاس منہ سے لگالیا اور پھر سارا شربت معدے میں انڈیل لیا۔

سلاکا کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر خود ہی بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں بدحواسی کے آثار نظر آرہے تھے۔ اور یوں لگتا تھا جیسے اس کا بدن بے جان ہوگیا ہو۔

"کیا خیال ہے سلاکا، کیا میں کوئی غلط انسان ہوں، جھوٹ بولتا ہوں؟" میں نے صراحی کا باقی شربت بھی گلاس میں انڈیل لیا۔

سلاکا کے انداز میں پھر بے چینی پیدا ہوگئی۔ اس نے شاید دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن جسم نے ساتھ نہیں دیا تھا۔ میں نے وہ شربت بھی پی لیا اور سلاکا نے آنکھیں بند کرلیں۔ ظاہر ہے شربت تو میرا کیا بگاڑتا پروفیسر لیکن میں نے تفریح کا پروگرام بنالیا تھا چنانچہ چند ساعت کے بعد میری زبان لڑکھڑانے لگی۔

"اچھا سلاکا، تمھارا شکریہ!" میں نے بمشکل کہا اور پھر اس قسم کا مظاہرہ کرنے لگا جیسے شدید اذیت کا شکار ہوں۔ زمین پر گر پڑا، چند ساعت تڑپتا بھی رہا اور پھر سرد ہوگیا۔ میری آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں لیکن یہ میرا کمال تھا کہ میں نے انھیں بے نوری کی کیفیت دے دی تھی۔ گویا ان لوگوں کو بے وقوف بنانے کی خوب چال کھیلی تھی میں نے، کھلی آنکھوں سے ان کی ساری کیفیات کا جائزہ بھی لے سکتا تھا اور ان لوگوں کو شبہ بھی نہیں تھا۔

میں نے سلاکا کے چہرے پر غم کے نقوش دیکھے۔ اس نے ٹھنڈی ٹھنڈی سانس بھری تھی اور نڈھال سی نظر آنے لگی تھی۔

تب اندرونی دروازہ کھلا اور شمانہ اندر آگئی۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی دلآویز مسکراہٹ تھی۔ اس نے آتے ہی سلاکا کے دونوں شانوں پر

ہاتھ رکھ دیے اور پیار سے بولی۔

"اوہ سلاکا! میری پیاری، تم نے میرے دل کی آگ سرد کر دی ہے۔ تم نے میرا وہ کام کیا ہے جس کا احسان میں کبھی نہیں بھول سکتی مگر یہ تم سے کیا بکواس کر رہا تھا۔" شمانہ نے نفرت سے میری طرف دیکھا اور پھر سلاکا کے جواب کا انتظار کیے بغیر میری طرف آ گئی۔ جھکی اور خاموشی سے میری شکل دیکھتی رہی۔

"نہ جانے کیسا انسان تھا۔ بدبخت۔ خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتا تھا۔" اس نے کسی قدر بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

لیکن سلاکا بالکل خاموش تھی۔ تب شمانہ نے بھی اس بات کو محسوس کر لیا اور وہ سلاکا کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے سلاکا؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں شمانہ۔" سلاکا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"تم کچھ مضمحل ہو گئی ہو؟"

"ہاں۔ اسے قتل کر کے مجھے خوشی نہیں ہوئی ہے۔"

"کیوں؟"

"ظاہر ہے وہ میرا دشمن نہیں تھا۔"

"میرا دشمن تمھارا دشمن نہیں ہے؟" شمانہ نے پوچھا۔

"لیکن وہ تمھارا دشمن بھی تو نہیں تھا۔ ایک ہنستا کھیلتا انسان شرارتوں کا رسیا۔"

"تم اسے میرا دشمن نہیں تسلیم کرتیں؟" شمانہ نے روٹھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"کیا دشمنی کی تھی اس نے تم سے۔ بولو، جواب دو۔ کیا اسے دشمنی کہو گی کہ اس نے تمھیں جھیل میں نہاتے دیکھ لیا تھا۔ کبھی اس نے تمھاری زندگی لینے کی کوشش بھی کی۔ بولو جواب دو۔"

"تم کیسی گفتگو کر رہی ہو سلاکا۔ بس میں اس سے نفرت کرتی تھی اس کی جان لینا چاہتی تھی سو میں نے لے لی۔" شمانہ نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"افسوس۔ میں اس میں شریک ہوں۔"

"ہوں۔ تو تمھیں اس سے ہمدردی تھی؟"

"تھی نہیں، ہو گئی تھی۔ وہ صرف ایک کھلنڈرا انسان تھا۔"

"تم نے دوستی کا رشتہ توڑ دیا ہے سلاکا۔ میں تمھارے لیے دنیا کا ہر کام کر سکتی ہوں لیکن تم میرے لیے ایک چھوٹا سا کام کر کے اس قسم کی گفتگو کر رہی ہو۔"

"میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گی۔" سلاکا نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں جا رہی ہوں اور اب تمھارے پاس کبھی نہیں آؤں گی۔"

"اس کی لاش کا کیا کیا جائے؟" سلاکا نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"میں نہیں جانتی۔" شمانہ بولی اور باہر نکل گئی۔ سلاکا نے اٹھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے بیٹھی مجھے دیکھتی رہی اور کافی دیر اسی طرح گذر گئی۔

پھر اس نے ایک طویل سانس لی اور میرے نزدیک آ گئی۔

"بڑے انوکھے، بڑے عجیب تھے تم۔ یوں لگ رہا ہے جیسے مجھ سے غلطی ہو گئی ہو۔ تمھاری بات مان لیتی تو کیا حرج تھا لیکن ___ تم تو شمانہ کو پسند کرتے تھے۔ اسے جس کے پاس محبت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ میں اس کی طرح ظالم نہیں ہوں۔ تم نے خود اپنی جان دی ہے لیکن ___ میں ___ میں تمھاری آخری خواہش ضرور پوری کروں گی۔"

وہ جھکی اور اس نے میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیے۔ شمانہ جا چکی تھی اور اب اس طرح پڑے رہنے کا کوئی جواز بھی نہیں تھا اس لیے میں نے اطمینان سے ہاتھ اٹھا کر اس کی گردن میں حمائل کر دیے۔

لیکن میرے بدن کی تحریک محسوس کر کے سلاکا بُری طرح اچھل پڑی تھی۔ وہ میری گرفت سے تو نہ نکل سکی لیکن اس کی آنکھیں شدتِ حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں اور جب اسے یقین ہو گیا کہ میں زندہ ہوں تو اس نے میری گرفت سے نکلنے کی کوشش شروع کر دی۔

لیکن میں نے کافی دیر کے بعد اسے چھوڑا تھا۔

سلاکا مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اور خوشی کے آثار تھے۔

"تم ___ تم زندہ ہو؟" اس نے بمشکل کہا۔

"ہاں۔ کیوں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"لیکن تم نے تو ___ تم نے تو شربت پی لیا تھا؟"

"تم نے منع کیا تھا مجھے؟"

"ہاں۔ اس میں زہر تھا۔ شمانہ نے اپنے ہاتھ سے ملایا تھا اور زہر بھی زہرِ ہلاہل ___ تم زندہ کیسے بچ گئے؟"

"بس تمھارے لیے۔"

"دیکھو مجھے سچ سچ بتا دو، یہ سب کیا ہے۔ تم نے شربت میرے سامنے پیا تھا بلکہ سارا شربت پی لیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں مر گیا تھا لیکن تمھارے لبوں کی حلاوت نے مجھے زندگی بخش دی۔" اور میں نے دیکھا سلاکا کے خدوخال کا تناؤ کم ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں اضمحلال اتر آیا اور پھر اس نے دوبارہ میری گردن میں ہاتھ ڈال دیے

"میں ___ میں تمھاری موت سے سکتے میں رہ گئی تھی سبوتا۔ مجھے بہت غم ہوا تھا۔ میں اعتراف کرتی ہوں مجھے بہت غم ہوا تھا۔"

"اوہ! میں تمھارا شکر گزار ہوں۔" میں نے کہا۔ سلاکا نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔

"لیکن تم ___ تم شمانہ کو چاہتے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ پھر اس کے گرد کیوں منڈلاتے رہے ہو؟ اس کی تلاش میں یہاں تک کیوں آئے تھے؟"

"جس طرح دوست کی ایک حیثیت ہوتی ہے سلاکا، اسی طرح دشمن بھی کشش رکھتا ہے۔ مجھے شمانہ کی دشمنی پسند ہے۔"

"تم دیوانے ہی ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"لیکن۔ لیکن شربت پینے کے باوجود تم زندہ کیسے بچ گئے؟" سلاکا کے ذہن میں پھر وہی سوال اُبھر آیا۔

"اوہ۔ ان فضول باتوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے سلاکا۔ تم بتاؤ اب تمھاری دلی کیفیات کیا ہیں؟"

"میں۔ میں کیا بتاؤں۔ تم پسند آگئے ہو اور میں تمھیں چاہنے لگی ہوں۔"

"ہوں۔" میں تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر بولا "شمانہ سے تمھاری دوستی ختم ہو گئی؟"

"وہ تھوڑے دن ناراض رہے گی، پھر ٹھیک ہو جائے گی لیکن تمھارے سلسلے میں ممکن ہے کچھ زیادہ ہی بگڑ جائے۔"

"اب وہ کہاں گئی ہو گی؟"

"معلوم نہیں۔ بستی والے اس کا مکان تعمیر کر رہے ہیں۔ ممکن ہے وہیں گئی ہو۔"

"آخر بستی والے اس سے اتنے متاثر کیوں ہیں؟ وہ اپنے ہر فعل میں آزاد ہے۔ اس پر کوئی روک ٹوک کیوں نہیں ہے؟"

"اس کے باپ نے پوری بستی کو بچایا تھا۔ اس کی حیثیت ایک دحانی بچھڑے کی سی ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر اسے کسی نے نقصان پہنچایا تو پوری بستی تباہ ہو جائے گی۔"

"تو وہ ہر کام کے لیے آزاد ہے؟"

"ہاں۔ بستی والے اس کی ہر خدمت اپنی زندگی سمجھتے ہیں۔"

"کمال ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر سلاکا کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"خیر۔ چھوڑو شمانہ کی باتیں، اپنی باتیں کریں۔"

"اپنی تو اب کوئی بات نہیں ہے۔"

"تم نے بھی پوری زندگی کسی مرد کو نہیں چاہا؟"

"یقین کرو گے؟"

"کیوں نہیں۔"

"تو یقین کر لو۔ کبھی نہیں۔ میں بھی شمانہ کی طرح مردوں سے نفرت کرتی تھی۔"

"تھی، سے کیا مُراد ہے؟"

"تم بھی تو مرد ہو اور ——— میں تم سے نفرت نہیں کرتی۔"

"محبت کرتی ہو؟"

میرے اس سوال پر وہ کافی دیر تک خاموش رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی "ایسا ہی لگتا ہے جیسے میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔" اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے سلاکا کا جائزہ لیا۔ خوبصورت تو کافی تھی لیکن ——— وہ وحشت کچھ اور ہی مقام رکھتی تھی۔

"ممکن ہے سلاکا، شمانہ تم سے دوبارہ ملاقات کی کوشش کرے۔ تم سے ہی بتانا کہ میں مر چکا ہوں اور تم نے میری لاش سمندر میں پھنکوا دی ہے۔"

"میرا خیال ہے وہ جلد مجھ سے نہیں ملے گی۔ وہ اسی قسم کی لڑکی ہے۔"

"تمھارا باپ جبرنی کب واپس آتا ہے؟"

"شام کو۔"

"اس وقت تک تم تنہا رہتی ہو؟"

"ہاں۔"

"اچھا۔ اب مجھے اجازت دو۔"

"اوہ بیٹھو۔ کہاں جاؤ گے؟" سلاکا نے کسی قدر پریشانی سے کہا۔

"پھر آؤں گا سلاکا،" اس وقت ہاکو کے پاس واپس جا رہا ہوں۔ وہ میرا انتظار کر رہا ہو گا۔"

"میں تمھارے بارے میں اب بھی لاعلم ہوں۔"

"جتنا بتا چکا ہوں اس سے زیادہ بات نہیں ہے۔ تم اس سلسلے میں زیادہ نہ سوچو۔"

"اس بستی میں تو رہو گے یا یہاں سے کہیں چلے جاؤ گے؟" سلاکا نے بے چینی سے پوچھا۔

"ابھی تو یہاں سے جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"کبھی مت جانا۔" اس نے میرے شانے پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر تمھاری یہی خواہش ہے تو ———" میں نے مسکرا کر کہا

میں باہر نکلا تو سلاکا دروازے تک میرے ساتھ آئی۔

"کب آؤ گے؟" اس نے پوچھا۔

"جب تم کہو۔"

"کل دن میں۔ شام کو بابا آجاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ دل ہی دل میں بے شمار قہقہے اُبل رہے تھے۔ لیجیے یک نہ شد تین شد۔ پوسیتا، سلاکا اور شمانہ۔ مثلث میں پھنس گیا تھا۔

لیکن پروفیسر انسان کی فطرت عجیب ہے۔ وہ اسی چیز کو فوقیت دیتا ہے جو اس سے دُور بھاگتی ہے۔ دونوں لڑکیاں بھی بے حد حسین تھیں۔ مجھے پسند تھیں لیکن اس شرارے کی بات ہی اور تھی۔ میرا دل اب بھی اس کی طرف مائل تھا اور سلاکا کے پاس سے آنے کے بعد میں اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کم بخت نے کوئی موقع نہیں چھوڑا۔ اب بھی وہ میری موت سے کس قدر خوش تھی۔ اس کے چہرے پر کس قدر نفرت تھی لیکن یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ اگر اس شیطان کی خالہ کو مطیع نہ کیا تو پھر زندگی میں خود کو تجربہ کار کہنا حماقت ہو گی لیکن اب خود کو کس طرح اس پر ظاہر کیا جائے؟ اور میرا خیال ہے اس کے لیے آج کا دن تو موزوں نہیں ہے۔ بہرحال کوئی عمدہ موقع نکال لیا جائیگا۔

میں ہاکو کے مکان پر پہنچ گیا۔ ہاکو اپنے مریضوں میں مصروف تھا اس لیے میں نوما کے پاس چلا گیا۔ نوما نے حسبِ معمول مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا تھا۔ وہ کسی قدر مضمحل نظر آرہا تھا۔

"کبھی کبھی میں تمھارے بارے میں بڑی عجیب باتیں سوچتا ہوں نوما۔"

"مثلاً؟" میں نے کہا۔

"یہی کہ تمھاری زندگی کس قدر شاندار ہے، بلکہ زندگی تو تمھاری ہی ہے۔ حکیم ہاکو بھی جب تمھارے بارے میں گفتگو کرتا ہے تو اس کی آنکھوں میں تعجب سمٹ آتا ہے۔"

"میرے بارے میں سوچ کر وقت ضائع مت کیا کرو فوما!"

"پھر کیا کروں، وقت کا اور مصرف بھی کیا ہے میرے پاس۔"

"کیا ہاکو کسی طور تمھاری شکل نہیں بدل سکتا؟"

"شکلیں بھی کہیں بدلی جاتی ہیں اور پھر اس سے فائدہ بھی کیا؟"

"اگر وہ عارضی طور پر تمھاری شکل بدل سکتا تو تم بستی میں آزادی سے گھوم پھر سکتے تھے، یہاں قید نہ ہونا پڑتا تمھیں۔"

"ہاکو کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ویسے اس کے ذہن میں ایک بات ضرور ہے۔ وہ یہ کہ کوئی ایسی جگہ بنائی جائے جہاں ہم باقاعدہ کام شروع کر سکیں۔"

"ہاں۔ اس کا تذکرہ تم نے پہلے بھی کیا تھا۔"

"ہاکو تندہی سے کام کر رہا ہے۔ وہ اپنے معمولات کو بھی صرف اسی وجہ سے نہیں چھوڑنا چاہتا کہ لوگ اس کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں، ورنہ اس کی تو دلی خواہش ہے کہ وہ پورا وقت اسی کام میں صرف کرے۔ بہرحال اب تو ہمیں شدت سے ان آنے والوں کا انتظار ہے۔"

"دلجمعی سے انتظار کرو فوما۔ سازشیں کچلنے کے لیے محنت کرنا ہوتی ہے۔ صبر کرنا پڑتا ہے۔"

"مجھے احساس ہے لیکن سبوتا تم بھی تو ہمیں کچھ بتانے والے تھے؟"

"آج رات؟"

"ہاں!"

"ٹھیک ہے۔ میری بات کی اہمیت یوں بھی ہے کہ ممکن ہے ہمیں اپنی تحریک کا گڑھ یہی بنانا پڑے اس لیے وہاں زرد رُو انسانوں پر نگاہ رکھنا ضروری ہے۔"

"تم نے اسلحے کے بارے میں عجیب انکشاف کیا تھا۔"

"ہاں اور یہ بہرحال تشویشناک بات ہے۔"

"یقیناً۔ ہمیں اس پر توجہ دینا ہوگی۔ میں نے اور ہاکو نے بعد میں گفتگو کی تھی۔ تمھارے اوپر شبہے سے ہم یقیناً شرمندہ ہیں۔ بس نہ جانے کیوں ذہن کی کوئی رگ خراب ہو گئی تھی۔" فوما نے کہا۔ میں نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔

بہرحال پھر رات گئے تک میں فوما کے ساتھ ہی رہا۔ بے شمار باتیں ہوئی تھیں۔ فوما نے اپنے عشق کی کہانی بھی دُہرائی تھی اور اپنی سابقہ محبوباؤں کے قصے بھی سنائے تھے۔ پھر حکیم ہاکو بھی فارغ ہو کر آ گیا اور رات کا کھانا کھانے کے بعد ہم فارغ ہو گئے۔

پھر جب بستی میں خاموشی چھا گئی تو ہم باہر نکلے۔ فوما نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ میں اور ہاکو بھی خود کو چھپائے ہوئے تھے۔ طویل مسافت طے کر کے میں ان دونوں کو اس ساحل پر لے گیا جہاں سے ان سفید فاموں کی بستی دیکھی جا سکتی تھی۔ بستی کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں لیکن ان دونوں کی توجہ ابھی تک اس طرف نہیں گئی تھی۔

"اس ساحل کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے ہاکو؟" میں نے پوچھا۔

"ساحل کے بارے میں؟" بات ہاکو کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"ہاں۔ کیا یہ کسی لحاظ سے کوئی اہمیت رکھتا ہے؟"

"میں نہیں کہہ سکتا۔" ہاکو نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ فوما بھی میری بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو زیادہ الجھانا پسند نہیں کیا اور پھر میں نے کہا۔ "وہ روشنیاں دیکھو فوما۔ یہ اس بستی کی روشنیاں ہیں جو تمھارے دشمنوں کی بستی ہے۔ دن کی روشنی میں یہ بستی صاف نظر آتی ہے اور اسی طرف وہ کھلا سمندر ہے جہاں سے زرد رُو تمھارے علاقے کی دوسری بستیوں سے رابطہ قائم رکھتے ہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ ہاں، یقیناً۔ یہ وہی سمت ہے۔"

"اس جگہ تم کوئی ایسی عمارت تعمیر کرو جہاں سے تم مسلسل سمندر پر نگاہ رکھ سکو۔ اس طرح تمھیں ان کی سرگرمیوں کا پتہ چلتا رہے گا۔ اس کے علاوہ اگر ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا فیصلہ ہو تو وہ کارروائی ادھر سے ہی کی جا سکتی ہے، جبکہ ان لوگوں کی نگاہوں میں اس سمت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

"درحقیقت سبوتا، یہ تو انوکھی بات ہے۔ آج تک پوری سکائی بستی کے کسی شخص نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی۔" ہاکو بولا۔

"بلاشبہ یہ ایک قیمتی نشان دہی ہے۔"

"پھر اب کیا کیا جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ میرا کام ہے سبوتا۔ تو فکر مت کر۔ میں کل سے ہی یہاں ایک عمارت کی تعمیر شروع کرا دیتا ہوں۔ میں لوگوں سے یہی کہوں گا کہ میں اس عمارت میں حکمت کے تجربات کروں گا۔ لکڑی کی عمارت صرف چند روز میں تعمیر ہو جائے گی۔"

"بس میں یہی بتانا چاہتا تھا۔" میں نے کہا اور پھر وہاں سے واپسی کی ٹھہری۔

فوما کے لیے جو کام ہونے والا تھا اس میں میرا کردار اس سے پہلے کے ایسے کاموں سے مختلف نہیں تھا۔ یعنی میں ان لوگوں کی مدد پر آمادہ تھا لیکن میرا کام صرف اتنا ہوتا تھا کہ یا تو لوگوں کو اپنے تجربے سے فائدہ پہنچاؤں یا پھر ان کے لیے ایسا کام کروں جو ان کے بس سے باہر ہو۔ باقی تو میری اپنی تفریحات ہوتی تھیں اور اگر ان تفریحات میں میرا دل لگ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر بیزاری حاوی ہو جاتی تھی اور سکائی بستی میں تو میرا دل بیک وقت تین جگہوں پر لگ گیا تھا اور تینوں ہی خوب تھیں اور ان کے ساتھ تفریح کی جا سکتی تھی۔

دوسری صبح حسبِ معمول تھی۔ ضروریاتِ زندگی سے فارغ ہوا، ناشتہ

وغیرہ کیا اور پھر آوارہ گردی کے لیے نکل آیا بستی سے گذرتے ہوئے یونہی میں نے شمانہ کے مکان کی طرف سے گذرنے کا فیصلہ کیا اور یہ دیکھ کر مجھے خاصی حیرت ہوئی کہ شمانہ کا مکان نیا رہو چکا تھا۔ یقیناً وہ اپنے مکان میں موجود ہوگی۔

لیکن اس وقت شمانہ کے مکان میں جانے کے بجائے میں نے سلاکا کے پاس جانا ہی بہتر سمجھا۔ ناگن کو کچھ دیر سونے ہی دیا جائے تو بہتر ہے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں سلاکا کے مکان پر تھا۔

سلاکا مجھے دروازے پر ہی نظر آئی۔ وہ میری منتظر تھی۔ "میں اوپر سے تمھیں دیکھ رہی تھی۔ جونہی تم نظر آئے میں نیچے بھاگی۔"

"انتظار کر رہی تھیں سلاکا؟"

"ہاں۔ شدت سے۔"

"اور کوئی خاص بات تو نہیں؟" میں نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔ "میرا مطلب ہے شمانہ کے بارے میں کوئی اطلاع؟"

"رات کو آئی تھی میرے پاس۔"

"اوہ! آئی تھی؟"

"ہاں۔ کہنے لگی وہ اپنی فطرت کے خلاف مجھ سے سمجھوتہ کرنے آئی ہے۔ میں نے اس کے لیے بڑا کام کیا ہے جسے وہ نظرانداز نہیں کر سکتی۔"

"خوب! تم نے کیا کہا؟"

"بس میں نے اسے معاف کر دیا۔"

"اور دوستی پھر ہوگئی؟"

"ہاں۔" سلاکا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اس نے میری لاش کے بارے میں پوچھا ہوگا؟"

"میں نے یہی جواب دیا کہ بڑی مشکل سے میں اسے سمندر میں بہا کر آئی ہوں اور اس بات پر بھی وہ بہت خوش ہوئی تھی۔"

"انوکھی لڑکی ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر سلاکا خاموش ہوگئی۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد وہ اٹھ گئی۔

"میں نے تمھارے لیے کچھ چیزیں تیار کی ہیں لے آؤں۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ میں مسکراتا رہا تھا۔ ہر لڑکی ایک ہی انداز میں محبت کرتی ہے۔ کوئی بھی تبدیلی نہیں ہوتی اس میں اور سلاکا بھی ایک عام سی لڑکی تھی۔ ہاں مختلف تھی تو شمانہ، جس کم بخت کو محبت کرنا ہی نہیں آتی، ہاں نفرت میں وہ لاجواب تھی۔

سلاکا نے کافی کاوش کی تھی۔ میں نے بھی اس کا دل رکھنے کے لیے بہت کچھ کھایا اور اس کی تعریف بھی کی۔ سلاکا بہت خوش ہوئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"تم روز آیا کرو۔ میں تمھارے لیے اچھی اچھی چیزیں پکایا کروں گی۔"

"ٹھیک ہے سلاکا۔ حالانکہ میں تمھیں کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتا۔"

"تمھارے لیے کچھ کرتے مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔" سلاکا نے کہا اور میں نے آگے بڑھ کر اسے آغوش میں لے لیا۔ سلاکا کے طور آج کافی بدلے ہوئے تھے۔ اس نے سکون سے خود کو میری آغوش میں سونپ دیا اور پھر اس کے بعد میں قدم بہ قدم منازل کیوں نہ طے کرتا۔ میں اسے بازوؤں میں لے کر دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ میرے گرم جوش رد عمل نے سلاکا کو نڈھال کر دیا تھا اور وہ بالکل بے خود ہوگئی۔ اس کی آنکھوں میں خمار ابھر آیا تھا اور پھر اس نے میری کسی تحریک میں مداخلت نہیں کی۔ اس پر حیرت کی کیفیت طاری تھی اور اس کے بعد وہ میری مددگار بن گئی۔ یوں ایک طویل عرصے کے بعد سکائی بستی نے مجھے خراج پیش کیا۔ سلاکا بے حد خوش تھی اور میں بھی خوش تھا۔ اتنی سی تبدیلی ضرور ہوئی کہ میں نے دو تین دن تک شمانہ کی جستجو نہیں کی۔ شمانہ بھی اس دوران دو مرتبہ سلاکا سے ملی تھی اور اس نے ایک دلچسپ بات بتائی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ شمانہ سمندر میں میری لاش تلاش کرتی رہی ہے۔

"کیوں کیا وہ میری لاش سے بھی کوئی انتقام لینا چاہتی ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"وہ صرف یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ تمھاری لاش کا مچھلیوں نے کیا حشر کیا۔" سلاکا مسکرا کر بولی اور میں ہنسنے لگا۔

سلاکا کے ساتھ خوب دن گذر رہے تھے۔ وہ ہر صبح میرا انتظار کرتی تھی اور میرے پہنچنے پر خوش ہو جاتی تھی اور پھر تقریباً سارا دن اس کے ساتھ ہی گذرتا۔ دوپہر کو کھانا بھی اس کے ساتھ ہی کھاتا تھا اور پھر ایسے ہی ایک دن کی بات ہے۔ اس وقت کی بات جب میں سلاکا کے ساتھ داد عیش دے رہا تھا، ہمارے کمرے کا دروازہ یونہی بند تھا کیونکہ آج تک کوئی نہیں آیا تھا۔

لیکن —— اس دن اچانک دروازہ کھل گیا اور ہم دونوں چونک پڑے۔ سلاکا مچھلی کی طرح تڑپ کر اٹھ گئی تھی۔

"کوئی ہے۔" اس نے سراسیمہ سے انداز میں کہا۔

"تو خوفزدہ کیوں ہو۔ جو کوئی ہوگا اندر آجائے گا۔" میں نے جواب دیا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

"لیکن اس طرح —— اس طرح کوئی نہیں آسکتا۔ اور آنے والا دروازہ کھول کر ایک دم دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا ہے۔"

"اوہ۔ سلاکا! جو کوئی ہوگا اندر آجائے گا۔" میں نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں سوزتا۔ براہ کرم —— براہ کرم مجھے دیکھ لینے دو۔" سلاکا نے کہا اور پھر وہ ایک چادر اپنے بدن سے لپیٹ کر باہر نکل گئی۔ میں نے البتہ اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی اور اسی جگہ سلاکا کا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آگئی اور میں نے اس کا چہرہ دیکھا۔ سلاکا کا چہرہ کسی حد تک پریشانی کا مظہر تھا۔

"کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"نہ جانے کون تھا۔ کوئی تھا ضرور —— لیکن نہایت پھرتی سے باہر نکل گیا۔" اس نے جواب دیا۔

"تم کسی سے خوفزدہ ہو؟"

"اوہ۔ خوفزدہ تو میں کسی سے بھی نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ اپنے باپ جوتی سے بھی نہیں۔ میں اپنے طور پر زندگی گذارنے کے لیے خود مختار ہوں لیکن وہ آخر کون تھا اور اگر آیا تھا تو اس طرح چلا کیوں گیا؟"

"اگر تم اسی طرح الجھتی رہیں تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"نہیں نہیں سبوتا۔ ناراض نہ ہو۔ تم غور کرو تو میری الجھن قدرتی ہے لیکن اس الجھن میں خوف نہیں ہے۔"

سلا کا منہ سے کچھ بھی کہتی رہی۔ اس کے بعد اس نے اس واقعے کا تذکرہ بھی نہیں کیا لیکن میں نے پورے دن اس کے انداز میں الجھن محسوس کی۔

اس شام واپس پہنچا تو فوما اور ہاکو کافی پُرجوش تھے۔ دونوں حسبِ معمول سر جوڑے بیٹھے تھے۔

"دلچسپ بات یہ ہے کہ بیک وقت دو خوشخبریاں ہیں۔ اوّل یہ کہ ساحل کا مکان تیار ہو گیا ہے اور طے یہ کیا گیا ہے کہ آج رات فوما اس مکان میں منتقل ہو جائے اور فوما سے بہتر نگاہ رکھنے والا کون ہو گا۔ دوسری خوشخبری یہ ہے کہ الحوش اور مہاس یہاں پہنچ چکے ہیں۔" ہاکو نے مجھے بتایا۔

"یہ دونوں کون ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"دو دلیر۔ دو سردار، جو فوما کے وفادار ہیں۔" ہاکو نے جواب دیا۔

"خوب! انھیں کہاں ٹھہرایا ہے تم نے؟"

"دلشام کے مکان پر اور دلشام قابلِ اعتبار انسان ہے لیکن آج رات فوما کو یہاں سے منتقل کرتے ہی میں ان دونوں کو یہاں بلالوں گا۔"

"لیکن تمھارا مشورہ درکار ہے سبوتا۔ میرا اس مکان میں منتقل ہونا مناسب بھی ہو گا یا نہیں؟" فوما نے پوچھا۔

"اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے فوما، بلکہ میرے خیال میں بہتر ہے۔ تمھارے لیے ایک دلچسپ مشغلہ بھی ہو جائے گا۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔" ہاکو جلدی سے بولا۔

"ان لوگوں سے کیا گفتگو کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی کچھ نہیں۔ میں ان کو یہ البتہ بتادوں گا کہ انھیں یہاں ایک اہم منصوبے کے لیے بلایا گیا ہے لیکن اس منصوبے کی تکمیل اسی وقت ہو گی اور اس پر گفتگو بھی اسی وقت شروع ہو گی جب تمام لوگ پہنچ جائیں گے۔ میرا خیال ہے انھیں انتظار میں دقت نہ ہو گی اور نہ ہی پس و پیش۔"

"ٹھیک ہے ہاکو۔ ان معاملات کو تم بہتر طور پر انجام دو گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہاکو پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

ہاکو نے سمندر کے کنارے بنے ہوئے لکڑی کے مکان میں آسائش زندگی کے سارے لوازمات اکٹھے کر دیے تھے۔ تب رات کو فوما کو اس مکان میں پہنچا دیا گیا۔ میں نے بھی طے کیا تھا کہ رات فوما کے ساتھ اسی مکان میں گذاروں گا جس پر ظاہر ہے نہ تو فوما کو اعتراض تھا اور نہ ہاکو کو ——— تو سمندر کے کنارے بنے خوبصورت مکان میں یہ ہماری پہلی رات تھی اور فوما اس رات بہت خوش نظر آرہا تھا۔ ہم مکان کی ایک کھڑکی میں بیٹھے چاندنی میں ڈوبے سمندر کا نظارہ کر رہے تھے۔ رات خاصی گذر چکی تھی۔ تب فوما نے کہا۔

"تمھیں نیند تو نہیں آرہی سبوتا؟"

"نہیں فوما! لیکن اگر تم سونا چاہو۔"

"میں تو آج شاید ساری رات نہ سو سکوں گا۔"

"کیوں؟"

"سبوتا! نہ تو مجھے طویل زندگی کی خواہش ہے اور نہ حکمرانی کی یقین کرو حکمرانی ایک دلکش تصور رکھتی ہے لیکن اس کے ساتھ جو ذمہ داریاں ہوتی ہیں، وہ نیندیں تک چھین لیتی ہیں۔ ایک عام انسان حکمراں کی بہ نسبت زیادہ خوش و خرم رہتا ہے لیکن اس کے باوجود میرے دل میں اس وقت تک زندہ رہنے کی آرزو ضرور ہے۔ جب تک میں اپنی سرزمین کو ان غاصبوں سے پاک نہ دیکھ لوں اور جوں جوں اس سلسلے میں کامیاب اقدامات ہو رہے ہیں، میری خوشیوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔"

"مجھے تمھاری خوشی سے مسرت ہے فوما۔"

"میں جانتا ہوں میرے عظیم دوست۔ تمھارے احسانات کی تو فہرست بھی نہیں تیار کی جاسکتی۔ بس جو کچھ ہے میرے دل میں ہے۔" فوما نے کہا۔

"دل میں ہی رکھو فوما۔ مجھے ان باتوں سے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔"

"میں تیری عظمت کا اعتراف کرتا ہوں سبوتا! لیکن ایک بات تو بتا۔"

"پوچھو فوما!"

"تجھے اس طوالت سے اکتاہٹ تو نہیں ہو رہی؟"

"اس لیے نہیں کہ میں ذہنی اور جسمانی طور پر آزاد ہوں۔ اگر معاملہ یوں ہوتا کہ تو میرے سپرد بہت سی ذمہ داریاں کر دیتا تو میں انتظار نہ کرسکتا تھا۔ میں اب تک کوئی نہ کوئی قدم اٹھالیتا اور پھر نتیجے کا انتظار کرتا۔"

"اوہ۔ ہاں میں جانتا ہوں لیکن ———"

"مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے فوما۔"

"کیا سکائی کی کوئی لڑکی ——— یا شانہ تجھ سے رام ہو گئی ہے؟"

"شانہ کی بات نہ کر۔ وہ تو خود آتش فشاں کی بیٹی معلوم ہوتی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں نے اس لڑکی کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے لیکن افسوس۔ اب تک اس سے مل نہیں سکا۔"

"ملنے کی کوشش بھی نہ کرنا فوما۔ واقعی خطرناک ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمھارے ساتھ کیسی چل رہی ہے؟"

"نہایت دلکش!" میں نے جواب دیا اور پھر میں نے فوما کو ابتدا سے اب تک کی تفصیل بتادی۔ اس میں سلا کا بھی ذکر تھا اور اس سے دوستی کا بھی۔ فوما حیرت سے منہ کھولے میری کہانی سن رہا تھا اور پھر اسے شدید حیرت ہوئی اور پھر اس کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

"لیکن شانہ کی یہ جرأت ناپسندیدہ ہے۔ اسے اس بدتمیزی کی سزا بھگتنا

ہو گی۔" اس نے کہا اور میں نے ہاتھ اٹھا دیا۔
"نہیں فوما۔ تم نہیں جانتے۔ ایسی لڑکیاں ہمیشہ میری پسندیدہ رہی ہیں۔ یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے، تم فکر مت کرو۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔" میں نے کہا۔
"جیسی تمھاری مرضی سبوتا، لیکن میں ایک کام کے لیے تم سے کہنا چاہتا تھا۔"
"ہاں۔ کہو۔" میں نے جواب دیا۔
"میری ذہنی حالت کے بارے میں تمھیں اندازہ ہو گا۔ خاص طور سے تنہائی اور پھر ایک طویل صبر آزما وقت۔ یہ ساری باتیں مل کر مجھے بہت پریشان کرتی ہیں اور بعض اوقات میرے ذہن میں ایک طلب بیدار ہو جاتی ہے۔ یوں تو اگر میں ہاکو سے کہوں تو وہ سکائی کی کسی بھی خوبصورت لڑکی کو میری خدمتگار کی حیثیت سے متعین کر سکتا ہے لیکن اس میں دو باتیں ہیں۔ اول تو میں ہاکو کا احترام کرتا ہوں اور اس سے ایسی کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔ دوسری بات یہ کہ سکائی کی کوئی لڑکی اس سلسلے میں رازدار نہیں ہونی چاہیے۔"
"ٹھیک ہے فوما۔ اصل بات کرو۔" میں نے کہا۔
"رہ رہ کر میرے دل میں نعامہ کی یاد کھٹکتی ہے۔"
"اوہ!" میں نے گہری سانس لی۔
"ایک تو یہ تجسس کہ نعامہ اس سلسلے میں، میرا مطلب ہے میری موت کی سازش میں شریک تھی یا نہیں، دوسری اس کی محبت۔ یہ دونوں چیزیں بعض اوقات مجھے اتنا پریشان کرتی ہیں کہ میں عقل و ہوش سے بیگانہ ہو جاتا ہوں۔"
"اوہ۔ یقیناً تم جتنی تنہا زندگی گذار رہے ہو، مجھے اس کا احساس ہے اور میں تم سے ہمدردی رکھتا ہوں لیکن مجھے بتاؤ میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"
"تم ۔۔ میری جرأت نہیں ہو رہی تم سے کہنے کی۔"
"میرا خیال ہے تمھیں تکلف نہیں کرنا چاہیے۔ بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"
"حالانکہ اس میں الجھن ہے لیکن مجھے صرف ایک بات بتاؤ۔ کیا تم میرے لیے یہ کام کر سکتے ہو کہ کسی بھی طرح نعامہ کو لے آؤ؟"
"اوہ۔ کیوں نہیں کر سکتا فوما۔ لیکن اس کا ذریعہ کیا ہو گا؟"
"ظاہر ہے اس سلسلے میں بھی ایک طویل پروگرام پر عمل کرنا ہو گا اور میں نہیں کہہ سکتا کہ تمھیں کتنے عرصہ جدّوجہد کرنی ہو۔ اس لیے میں اپنے ذہن کے اس کانٹے کو دور کرنا چاہتا تھا۔"
"ہوں، لیکن کیا میرے لیے اس سلسلے میں کچھ مشکلات پیش نہیں آئیں گی فوما؟"
"یقیناً! لیکن تم سے یہ درخواست میں نے اسی لیے کی ہے کہ تم مشکلات پر قابو پانے کی اہلیت رکھتے ہو۔"
"تب بتاؤ مجھے کیا کرنا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔
"تمھیں زیوداس کا انتظار کرنا ہو گا۔ زیوداس خاص طور سے میری بستی یعنی شنگایا کا رہنے والا ہے۔ وہاں کا ایک بڑا سردار۔ وہ جس جہاز سے آئے گا وہ جہاز وہیں واپس جائے گا۔ تم اس جہاز سے چلے جانا۔ زیوداس کے آدمی نعامہ کی شناخت میں تمھاری مدد کریں گے باقی کام تمھارا ہو گا۔"
"اوہ ٹھیک ہے فوما۔ میں تیرے لیے یہ کام کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور فوما نے جذباتی انداز میں میرا ہاتھ پکڑ لیا۔
"نہ جانے کیا سوچا تھا میں نے اور جو سوچا تھا تجھ سے کہہ دیا سبوتا۔ یہ ایک انسان کی بے بسی کی درخواست ہے۔ اس کے بارے میں کسی غلط انداز میں مت سوچنا۔" اس نے گھمبیر لہجے میں کہا۔
"کوئی احساس نہ کر فوما، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بہرحال مجھے اپنی بستی تک بھولنے کی ذمّہ داری تیری ہو گی اور اس کے بعد میری ذمّہ داری۔"
"ہاں۔" فوما نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ فوما خاموش ہو کر کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ رات کے آخری پہر میں ہم سونے کے لیے لیٹ گئے اور اس دن صبح جاگنے میں کافی دیر ہو گئی تھی۔ فوما نے اپنے ہاتھوں سے میرے لیے صبح کا ناشتہ تیار کیا تھا لیکن میں نے اس سے معذرت کر لی۔
"کیوں؟" فوما نے تعجب سے پوچھا۔
"یہ ذمّہ داری آج کل سلاکا نے سنبھال لی ہے۔ وہ اس وقت ناشتہ نہیں کرتی جب تک میں نہیں پہنچ جاتا۔"
"واہ!" فوما مسکرا دیا۔ پھر بولا "ٹھیک ہے سبوتا، تم اپنی محبوبہ کے پاس جاؤ، میں تو ناشتہ شروع کرتا ہوں۔" میں نے چہرہ وغیرہ صاف کیا اور پھر سلاکا کی طرف چل پڑا۔ فوما کے مجسّمے کے نزدیک سے گذر کر میں جبوتی کے مکان پر پہنچ گیا۔ اس مکان کے دروازے عام طور پر کھلے رہتے تھے۔ میں کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ سلاکا شاید اندرونی کمرے میں تھی اور اس نے چھت سے مجھے نہ دیکھا تھا ویسے آج دیر بھی ہو گئی تھی۔ ممکن ہے وہ دیر سے آنے کی وجہ سے ناراض ہو گئی ہو۔
میں اندرونی کمرے کی طرف چل پڑا۔ تیسرے کمرے میں عموماً ہماری نشست ہوتی تھی۔ اس کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ میں نے اندر قدم رکھا اور ایک ہی نگاہ میں مجھے احساس ہو گیا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔

تب پروفیسر میں نے کمرے کے عین درمیان فرش پر سلاکا کو دیکھا۔ چاروں شانے چت پڑی تھی۔ سینے کے عین درمیان خون کا نشان ابھرا ہوا تھا اور بہت کافی خون فرش پر پھیلا ہوا تھا۔
میں ساکت کھڑا رہ گیا۔ سلاکا مر چکی تھی اور کمرے کی حالت بے ترتیب تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے سخت جدّوجہد ہوئی ہو اور میرے ذہن میں صرف ایک ہی نام ابھرا ۔۔ شمانہ ۔۔ وحشی شمانہ جس نے اپنی دوست سلاکا کو قتل کر دیا تھا۔ واقعات کی کڑیاں مل رہی تھیں۔ کل جس وقت میں سلاکا کے پہلو میں لیٹا ہوا تھا آنے والی یقیناً شمانہ تھی۔ وہ ہم دونوں کو دیکھ کر فرار ہو گئی اور آج یقیناً وہ اس وقت آئی ہو گی جب جبوتی چلا گیا ہو گا اور پھر اس نے سلاکا سے میری زندگی کے بارے میں بازپرس کی ہو گی۔ سلاکا میری محبت میں دیوانی ہو رہی تھی، ضرور اس نے شمانہ سے تلخ گفتگو کی ہو گی اور شمانہ کی وحشت، اس کی خوفناک فطرت سلاکا کو

کی زندگی برداشت نہ کر سکی ہوگی۔

کمرے میں جگہ جگہ سلاکا کے بال بکھرے پڑے تھے۔ اس کے چہرے پر کئی گہری خراشیں بھی تھیں، جس کا مطلب ہے کہ سلاکا نے شمانہ سے جنگ بھی کی تھی لیکن اس بات کا اندازہ مجھ سے زیادہ کسے ہو سکتا ہے کہ سلاکا کسی طور شمانہ کی جسمانی قوتوں کی ہم پلہ نہیں تھی۔

تو پروفیسر، پھر ایک عورت کی زندگی میری وجہ سے چلی گئی تھی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ زمانہ ماضی سے لے کر اس وقت تک ایسے بے شمار واقعات میری نگاہوں میں آ چکے تھے۔ افسوس تو ضرور ہوتا تھا لیکن، عام لوگوں سے کم۔

چنانچہ تھوڑی دیر تک تو میں ساکت و جامد کھڑا رہا اور پھر ایک طویل سانس لے کر واپس پلٹ پڑا۔ شمانہ پر پہلی بار غصہ آیا تھا۔ احمق لڑکی نے میری جان لینے کی کوشش تو کی تھی لیکن اس نے سلاکا کو بھی اس بے دردی سے قتل کر دیا۔ وہ میرے غصے کو آواز دے رہی تھی۔ تھوڑی سی سزا اس کے لیے ضروری تھی۔ کم از کم میں اس سے کہنا چاہتا تھا کہ میرے معاملے میں کسی دوسرے کے ساتھ بُرا سلوک نہ کیا جائے۔

سو میں واپس نکل آیا وہاں سے اور اب مجھے شمانہ کی تلاش تھی۔ اس کے لیے میں نے پہلے اس کے گھر کا رخ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس کے نئے تعمیر شدہ مکان کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے مکان کے دروازے کو دھکا دیا اور وہ کھل گیا۔

"شمانہ!" میں نے آواز دی لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ تب میں نے دروازہ بند کر دیا اور پھر اسے مکان میں تلاش کرنے لگا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ مکان میں موجود نہیں ہے۔ شمانہ کی دوسری پسندیدہ جگہ جھیل تھی چنانچہ میں جھیل کی طرف ہی نکل گیا لیکن آج وہ جھیل پر بھی نہ تھی۔

پوری بستی میں ایک انسان کو تلاش کر لینا آسان کام نہیں تھا لیکن اس کے باوجود میں دوپہر تک اسے بستی میں تلاش کرتا رہا اور اب ایک ہی جگہ باقی تھی۔ یعنی پوسیتا!

ممکن ہے وہ اس کے پاس گئی ہو اور کئی دنوں کے بعد مجھے پوسیتا یاد آئی تھی۔ ممکن ہے میں اسے فراموش نہ کرتا لیکن ان دنوں سلاکا میں ایسا الجھا تھا کہ پوسیتا ذہن سے نکل گئی تھی۔ بہرحال میں نے اس کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا لیکن اس سے پہلے میں نے فوما کے پاس جانا مناسب خیال کیا تھا۔

ساحل کے نزدیکی مکان میں، میں نے فوما کو پکارا اور فوما نے خفیہ دراز سے مجھے دیکھ کر دروازہ کھول دیا۔

"آؤ سبوتا۔ خلاف توقع۔" اس نے کہا۔

"ہاں فوما! تمھیں ایک اطلاع دینے آیا تھا۔"

"کیا؟ آؤ اندر آجاؤ۔"

"ممکن ہے آج رات میں واپس نہ آؤں۔"

"اوہ، کہاں جا رہے ہو؟ کیا سلاکا کے ساتھ ....؟"

"نہیں۔ آج کی رات میں نئے لوگوں کی بستی میں گزاروں گا۔"

"ارے۔ کیوں؟"

"یوں تو میں شمانہ کی تلاش میں وہاں جا رہا ہوں لیکن اگر پوسیتا نے روکنے کی کوشش کی تو رک بھی جاؤں گا۔"

"اوہ۔ شمانہ وہاں گئی ہے؟" فوما نے پوچھا۔

"امکان ہے اس بات کا۔ وحشی لڑکی نے ایک بار پھر وحشت کا مظاہرہ کیا ہے۔"

"اوہو کیا ہوا؟"

"اس نے سلاکا کو قتل کر دیا۔"

"ارے!" فوما چونک پڑا۔ پھر میں نے اسے پوری تفصیل بتائی اور فوما تاسف سے گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔ "کیا اب بھی تم اسے سزا نہیں دو گے؟"

"تمھارے ہاں اس جرم کی سزا ہے فوما؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں یقینی سزا ہے لیکن بستی والوں نے تو اسے کوئی اور ہی حیثیت دے رکھی ہے۔ اسے کون سزا دے گا۔ میرا خیال ہے بستی کے قانون کے محافظ بھی اس کے سامنے بے بس ہیں۔ بس ان کے ذہنوں میں یہ خوف بیٹھا ہوا ہے کہ اگر انھوں نے شمانہ کو نقصان پہنچایا تو ان کے اوپر عذاب نازل ہوگا اور ان دیکھی قوتوں سے سب خوفزدہ رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ پھر میں ہی اسے کیا سزا دوں گا۔"

"لیکن اس کے باوجود —— اس نے اچھا نہیں کیا۔"

"ہاں دوسرے انداز میں، میں اسے ٹھیک کروں گا اور اسی لیے میں اس کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے سبوتا۔ جیسا تم مناسب سمجھو۔"

"میں نے تمھیں اس لیے اطلاع دے دی ہے کہ تم پریشان نہ ہو۔"

"تمھارا شکریہ! درحقیقت اگر تم نہ آتے تو میں پریشان ہوتا۔"

"اب میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر میں فوما کے پاس سے باہر نکل آیا۔ سمندر کے راستے تیر کر میں بہ آسانی بستی پہنچ سکتا تھا لیکن میں اس بستی کے لوگوں کو اس طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے میں نے وہی پہاڑوں کا راستہ اختیار کیا تھا اور پھر میں برق رفتاری سے سفر کرنے لگا۔

بعض اوقات مجھے اپنی ذات پر بھی ہنسی آتی تھی پروفیسر۔ میری زندگی بھی خوب تھی۔ کوئی مسئلہ نہ تھا میری ذات کے ساتھ۔ چاہتا تو کسی پہاڑ کی چوٹی پر بھی صدیاں گزار دیتا لیکن زندگی تحریک چاہتی ہے۔ یکسانیت زندگی کے لیے سب سے خطرناک زہر ہے اور انسان اس زہر کا شکار ہو کر بالکل بے کار ہو جاتا ہے اس لیے میں مسئلے پالتا رہتا تھا اور متحرک رہتا تھا۔

خاصا طویل سفر طے کیا تھا میں نے اور پھر دور سے بستی نظر آنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور میرا واسطہ انہی دونوں محافظوں سے پڑا جن سے میں پہلے بھی مل چکا تھا۔ شاید وہ مجھے پہچان گئے تھے۔

"کیا تم استوز سے ملنے آئے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تمھاری رہنمائی کروں؟"

"میری نگرانی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں استوز کے مکان کا راستہ

جانتا ہوں اور اگر آئندہ ایسی کوئی کوشش کی گئی تو میں استوذ سے کہہ دوں گا کہ میں آئندہ اس کی بستی میں نہیں آؤں گا۔"

"اوہ۔ یہ بات نہیں ہے مہمان۔ تم بستی جا سکتے ہو۔ جب استوذ تمھاری عزت کرتا ہے تو تم ہمارے لیے بھی باعزت ہو۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا اور پھر میں اطمینان سے استوذ کے مکان کی طرف بڑھ گیا۔ بوڑھا پکاشا اپنے مکان میں ہی موجود تھا۔ اس نے بڑی گرمجوشی سے میرا استقبال کیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے وہی مکاری ٹپک رہی تھی۔

"آہ سبرتا! میں تو تیری دوبارہ آمد سے مایوس ہی ہو گیا تھا۔" اس نے مجھے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"بس میرا خیال تھا سکائی کے کدورت پسندوں کو تیری یہاں آمد کے بارے میں معلوم ہو گیا اور یہ امر لازم ہے کہ وہ اس بات کو قطعی طور پر ناپسند کرتے ہیں۔ میرا خیال تھا یا تو تجھے بستی سے نکال دیا گیا یا پھر کسی سزا میں مبتلا کر دیا گیا۔"

"تو نے غلط سوچا استوذ۔ نہ تو وہ مجھے نکالنے کی جرأت کر سکتے ہیں اور سزا دینا تو ان کے بس کی بات ہی نہیں۔ اس کے علاوہ میں تو ایک مہمان ہوں اور میرے خیال میں مہمان پر پابندیاں عائد کرنا کسی میزبان کا اصول نہیں ہے۔"

"درست کہا تو نے۔۔۔ لیکن سکائی کے انتہا پسند بعض اوقات ہر انسانی اصولوں کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔"

"میرے سلسلے میں انھیں یہ اختیار نہیں ہے۔"

"پھر بھی۔ کیا انھیں اس بات کا علم ہے کہ تو یہاں آیا تھا؟"

"میں نے خود ہی بتایا۔"

"کسے؟ حکیم ہاکو کو؟" سردار نے پوچھا۔

"ہاں!"

"تب تو اس نے تجھ سے بے شمار سوالات کیے ہوں گے؟" بوڑھے نے اشتیاق سے پوچھا۔

"ہاں! لیکن ان سوالات کے جواب اسے ضمنی سے دیے گئے۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً یہی کہ بستی والوں نے میرے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ کیا انھوں نے سکائی والوں کے خلاف نفرت کا اظہار کیا۔ وغیرہ وغیرہ اور چونکہ میرے ساتھ یہاں ایسا کوئی سلوک نہیں کیا گیا تھا اس لیے میں نے انھیں جواب بھی وہی دیے۔"

"بہت خوب! کیا تو نے ان کے انداز میں کھنچاوٹ محسوس کی؟"

"میرا تعلق صرف حکیم ہاکو سے ہے اور اس کے اندر میں نے ایسی کوئی بات نہیں پائی۔" میں بوڑھے کی بکواس سے بیزار ہونے لگا تھا۔

"اوہ۔ بہرحال تیری دوبارہ آمد کا شکریہ۔ پوسینا اکثر تیرے بارے میں تذکرے کرتی رہتی ہے اور تجھے یاد کرتی رہتی ہے۔" زیرک بوڑھے نے میری بیزاری محسوس کر لی تھی۔

"ہاں! میں نے پوسینا سے وعدہ کیا تھا کہ میں آؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اور بستی کے کیا حالات ہیں؟ ہم سے نفرت کرنے والے کس حال میں ہیں؟"

"ٹھیک ہیں۔ اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ پوسینا کہاں ہے؟"

"اوہ۔ اس کی دوست شمانہ آئی تھی اس کے ساتھ ساحل کی جانب گئی ہے۔ اگر تم چاہو تو وہاں جا سکتے ہو۔ وہ یقیناً تمھیں دیکھ کر خوش ہو گی۔"

"مجھے اجازت ہے؟" میں نے پوچھا اور بوڑھے نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ اس نے سوچا ہوگا کہ وہ کام جو وہ خود انجام دینے کی کوشش کر رہا ہے اس کی بیٹی بہتر طور پر انجام دے سکے گی۔

سو میں ساحل کی جانب چل پڑا اور ابھی میری نگاہیں شمانہ اور پوسینا کو تلاش ہی کر رہی تھیں کہ پوسینا نے مجھے دیکھ لیا۔ وہ تنہا ہی تھی۔ سیدھی میری طرف آئی تھی اور میری نگاہ بھی اس پر پڑ گئی۔

میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ شمانہ نے اسے حالات سے لاعلم نہ رکھا ہوگا اور بہرحال پوسینا بھی خوش نہ ہو گی۔ خاص طور سے اس لیے کہ میں اس کے پاس نہیں آیا تھا۔ چنانچہ دوسرے لمحے میں نے عورت کو ٹھکانے لگانے کے الفاظ ڈھونڈ لیے لیکن شمانہ کہاں گئی؟

پوسینا میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ تھی اور پھر وہ میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"پانی سے بھرے بادل ہر دل کی امنگ ہوتے ہیں۔ کس کی خواہش نہیں ہوتی کہ ان کے سائے اور نمی سے لطف اندوز ہوں لیکن وہ اپنی مرضی سے برستے ہیں اور جب چاہتے ہیں ہواؤں کے ساتھ دُور چلے جاتے ہیں۔" اس نے کہا اور میں اس کے الفاظ پر غور کرنے لگا۔ بڑا خوبصورت انداز تھا شکایت کا۔

"کیسی ہو پوسینا؟" میں نے اس کی شکایت کو نظرانداز کر کے پوچھا۔

"اچھی ہوتی تو یوں آسانی سے نہ بھلائی جا سکتی۔" اس نے جواب دیا۔

"شکایت کر رہی ہو؟"

"ہاں! اپنے دل میں اتنا خلوص پاتی ہوں کہ دوسرے پر بھی حق محسوس ہونے لگتا ہے۔"

"تم ناراض ہو پوسینا؟"

"ابھی اس منزل پر نہیں پہنچی۔" اس نے غمگین لہجے میں کہا۔

"اب یہ بھی بتا دو، تمھیں کیسے مناؤں؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے اس قابل سمجھتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"تو بس حکم دے دو کہ میں ٹھیک ہو جاؤں۔ تعمیل کروں گی۔" پوسینا کی آنکھوں میں آنسو نکل آئے اور میں اس سے بہت متاثر ہوا۔

"شمانہ تمھارے ساتھ تھی؟" میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے گئی ہے۔"

"اوہ۔ بستی واپس چلی گئی؟"

"ہاں!"

"ہپناٹزم" "ہپناٹزم کے عملی طریقے" اور "ذاتی ہپناٹزم" کے بعد ایک اور نئی کتاب
ایک ماہرِ علم کے قلم سے
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات
قیمت: ۲۰ روپے
ڈاک خرچ: ۱۰ روپے
ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ۔
جدید طریقے اور مشقیں۔
ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحۂ عمل اور پورا پروگرام۔
بے شمار قارئین کے ہزاروں سوالوں کے جواب۔
ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔
ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مختلف تصاویر
مکتبۂ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

"خیر چھوڑو اسے۔ آؤ۔" میں اسے واپس ساحل کی طرف لے چلا اور پھر کافی دُور پہنچ کر میں نے اسے ایک پتھر پر بٹھا دیا۔

"پوسیتا! اگر تم روٹھی رہیں تو ___ تو مجھے یہاں اچھا نہیں لگے گا۔ مجھ سے باتیں کرو۔"

"شکایت کی اجازت ہے؟"

"ہاں!"

"تو بتاؤ، کیوں نہیں آئے اتنے دن سے؟"

"حکیم ہاکو نے کچھ ذمّہ داریاں سپرد کر دی تھیں۔ اخلاقاً اس کی مدد کرنی پڑی۔" میں نے جواب دیا۔

"سلاکا کا نام نہ لوگے؟"

"تو وہ تمھیں بھی اسی غلط فہمی کا شکار بنا گئی ہے۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"کون؟"

"شمانہ!" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ اسی نے مجھے بتایا ہے۔" پوسیتا نے جواب دیا۔

"اور خود اسے قتل کرا ئی ہے؟"

"ہاں!" پوسیتا نے بے خوفی سے کہا۔

"ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی ہے وہ۔ اس نے تمھیں یہ بھی بتایا ہو گا کہ میں اسی کی تلاش میں سلاکا کے پاس گیا تھا؟"

"ہاں!"

"پوری کہانی سُنائی تھی اس نے؟"

"تقریباً!"

"دُہراؤ۔" میں نے کہا اور پوسیتا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی اور پھر اس نے شمانہ کی کہانی دُہرا دی۔ اس نے کہا کہ جب میں پہلی بار سلاکا کے پاس پہنچا تو شمانہ وہیں تھی اور شمانہ نے سلاکا کو اس بات کے لیے تیار کیا کہ وہ مجھے زہر دے دے اور سلاکا نے نہ جانے کیا چالاکی کی اور میں زہر سے بھی نہ مر سکا لیکن سلاکا نے اسے دھوکے میں رکھا اور بتایا کہ اس نے میری لاش ٹھکانے لگا دی ہے لیکن وہ خود مجھے چاہنے لگی تھی اور میرے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی تھی اور ایک دن شمانہ نے مجھے اور اسے ساتھ دیکھ لیا۔ تب ___ آج صبح اس نے سلاکا کو اسس دھوکہ دہی پر موت کی نیند سُلا دیا۔

"ہوں۔" میں نے پوری کہانی خاموشی سے سُنی۔ پھر بولا۔ "اس کے علاوہ بھی اس نے کچھ کہا تھا؟"

"وہ بڑی بے ڈھب لڑکی ہے سبوتا۔ میری رائے ہے تم اس سے دشمنی ترک کر دو اور اس کے متعلق ذہن سے بُرے خیالات نکال دو۔"

"اس کے علاوہ کیا کہہ رہی تھی وہ؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر پوچھا۔

"یہی کہہ رہی تھی کہ اب اس کی زندگی کا صرف ایک مشن ہے اور یہ مشن تمھاری موت ہے۔ وہ تمھیں ہر قیمت پر ہلاک کرنا چاہتی ہے۔"

"خوب! جو وہ نہ کر سکے گی۔" میں نے غرّا کر کہا۔

"میری بات مان لو سبوتا!"

"اس سے معافی مانگ لوں؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تم اگر کہو تو میں اس کے لیے کوشش کروں؟"

"میری اور اس کی صلح کے لیے؟"

"ہاں!"

"جس دن تم نے ایسی کوئی کوشش کی پوسیتا، اس کے بعد میں کبھی تمھارے پاس نہیں آؤں گا۔"

"آہ۔ تم بھی بڑے ضدی ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"تمھیں سلاکا کی موت کا افسوس ہو گا؟"

"ہاں۔ اس لیے کہ وہ بے چاری غلط فہمی میں ماری گئی۔ لیکن ٹھہرو۔ کیا تم نے شمانہ کو بتا دیا تھا کہ میں تم سے مل چکا ہوں؟"

"نہیں۔ میں اس سے خوفزدہ رہتی ہوں۔"

"یہ بہت اچھا کیا تم نے۔"

"تم نے غلط فہمی کی کیا بات کہی تھی سبوتا؟" پوسیتا نے غور سے میری شکل دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا سلاکا کا نام مجھے تم سے ہی معلوم نہیں ہوا تھا؟"

"ہاں!"

"میں شمانہ کی تلاش میں ہی اس کے پاس پہنچا تھا۔ اس غریب نے میری زندگی بچانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی بلکہ میں نے ہی چالاکی سے اس شربت کو نہیں پیا۔ مجھے شبہ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد شمانہ کے ایما پر اس نے میری لاش سمندر میں پھنکوا دی لیکن ظاہر ہے میں زندہ تھا۔ اسی دوران حکیم ہاکو نے اپنا وہ کام میرے سپرد کر دیا اور میں اس میں مصروف ہو گیا۔ کل یونہی میرے دل میں سمائی تو میں سلاکا کی طرف جا نکلا۔ اصل میں، میں اسے خوفزدہ کرنا چاہتا تھا اور وہی ہوا۔ وہ مجھے دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئی اور میں نے اس سے پوچھا کہ اب وہ اپنے لیے سزا منتخب کرے۔ وہ میری منت سماجت کر رہی تھی کہ اسی دوران شمانہ پہنچ گئی اور بدبخت غلط فہمی کا شکار ہو گئی۔ میرے گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اس کے ساتھ یہ سلوک کرے گی۔"

اور میں نے محسوس کیا کہ پوسیتا کی حالت میں اچانک نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں کی اُداس کیفیت ایک دم دُور ہو گئی تھی اور میں اس کی وجہ جانتا تھا۔

"تو ___ تو سبوتا! تم ___ تم سلاکا سے محبت نہیں کرنے لگے تھے؟" اس نے خوشی کو دباتے ہوئے پوچھا۔

"تمھارے خیال میں، میں روزانہ کسی نہ کسی لڑکی سے محبت کرنے لگتا ہوں؟"

"نہیں۔ لیکن ___ اوہ۔ میں بھی تو غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی لیکن اس میں میرا کیا قصور ہے؟" وہ بے اختیار میرے نزدیک آ گئی اور پھر اس نے مجھے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ میں نے خود بھی اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔

پوستیا کی محبت پھٹ پڑی تھی۔ وہ بار بار مجھے چوم رہی تھی۔ سارے شکوے
دُور ہو گئے تھے اس کے۔ بہر حال کافی دیر کے بعد وہ پُرسکون ہو سکی۔
"لیکن سوتا! تم میری بات مان لو۔" تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔
"کون سی بات؟"
"شمانہ سے تمھاری دشمنی ٹھیک نہیں ہے۔"
"میں نے بھی تنگ صرف اسے زچ کیا ہے، اس کے خلاف کوئی کارروائی
نہیں کی لیکن میرا خیال ہے اب اس بارے میں بھی سوچنا ہی پڑے گا۔"
"ایک بات بتاؤ سوتا۔ تم شمانہ میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟"
پوسیتا نے پوچھا۔
"تمھیں اس کے بارے میں تفصیل معلوم ہے۔ میں نے اتفاق سے اسے
جھیل میں نہاتے دیکھ لیا تھا بس اسی وقت سے وہ میری دشمن ہو گئی۔ مجھے اس
کی برتری سے اختلاف ہے۔ وہ کیوں یہ سمجھتی ہے کہ وہ کوئی آفاقی مخلوق ہے اور
کیوں میرے قتل کے درپے ہو گئی ہے۔ جس وقت وہ اپنی شکست تسلیم کرے گی،
میں اس کی طرف سے توجہ چھوڑ دوں گا۔"
"تو۔ تمھارے دل میں اس کے لیے اور کوئی بات نہیں ہے؟"
"اور کیا بات ہو گی؟"
"تم اسے چاہتے تو نہیں؟"
"تمھارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوسیتا کو گھورتے ہوئے کہا۔
"نہیں نہیں۔ میری بات پر ناراض نہ ہو۔ یہ بات خود اس نے کہی
ہے۔ اس کا خیال ہے کہ تم اسے اپنی عورت بنانا چاہتے ہو۔"
"اوہ۔ پاگل ہے وہ۔"
"اور تم نے اس کا بوسہ لیا تھا؟"
"وہ بھی اسے احساسِ کمتری میں مبتلا کرنے کے لیے۔"
"تب تو وہ سچ مچ پاگل ہے۔" پوسیتا ہنس پڑی اور دیر تک ہنستی رہی۔
وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔ "لیکن وہ بے حد خطرناک
ہے۔ اگر اسے علم ہو جائے کہ میں ۔۔۔ میں بھی تمھیں چاہتی ہوں تو وہ مجھے بھی قتل
کرنے کی کوشش کرے گی۔"
"اوہ۔ اس سے پہلے میں اسے ٹھیک کر دوں گا۔" میں نے جواب دیا اور
پوسیتا مگن ہو گئی۔ آج تو وہ بالکل بے اختیار ہو رہی تھی اور
میں بھی اس کا بھرپور ساتھ دیتا رہا اور پھر اسے کوئی خیال آیا۔
"بابا سے ملے تھے؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں۔ انھوں نے ہی شمانہ کے بارے میں بتایا تھا۔"
"ایک بات کہوں سوتا۔ تمھیں جھوٹ بولنا آتا ہے؟" پوسیتا نے
ہنس کر پوچھا۔
"کیوں؟" میں نے چونک کر کہا۔
"تم سمجھتے ہو بابا تمھیں ایک دوسرے مقصد کے لیے پسند کرنے لگا ہے۔
وہ چاہتا ہے کہ تم سکائی کی باتیں یہاں آ کر بتاؤ اور اس نے اسی مقصد کے لیے
مجھے تمھارے پیچھے لگایا ہے۔ میں چاہتی ہوں بابا بھی تمھیں چاہنے لگے! اس لیے
بابا کی دلچسپی کے لیے بھی کچھ ہونا چاہیے۔"
"اوہ۔ مثلاً؟"
"سکائی کے بارے میں کچھ جھوٹی سچی باتیں، جو بابا کی دلچسپی کا باعث ہوں۔
اس طرح مجھے تمھارے ساتھ زیادہ سے زیادہ رہنے کی آزادی مل جائے گی۔"
"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "پھر کیا کیا جائے؟"
"تمھاری طرف سے جھوٹ میں بول دوں گی لیکن ہمیں اس سلسلے میں طے
کر لینا چاہیے۔ ایک بات بتاؤ۔ کیا تم آج بھی واپس چلے جاؤ گے؟"
"سکائی؟"
"ہاں!"
"تمھاری کیا خواہش ہے؟"
"میری تو دلی خواہش ہے کہ تم ہمیشہ کے لیے یہاں رہ جاؤ کبھی کہیں نہ جاؤ۔"
"لیکن ۔۔۔ بابا ۔۔۔ وہ کیا سوچے گا؟"
"اسی کے لیے تو بندوبست کرنا ہے مگر تم رہ جاؤ گے؟"
"اگر تم کہو گی تو انکار کیسے کروں گا۔" میں نے کہا لیکن دل ہی دل میں میں
سوچ رہا تھا کہ محترمہ، تمھارے بھی بُرے دن آ رہے ہیں۔ شمانہ کو معلوم ہو گیا تو در حقیقت
وہ تمھاری بھی دشمن بن جائے گی۔ میں کہاں تک تمھاری حفاظت کروں گا لیکن یہ
خیال بھی دل میں تھا کہ سلا کا مر چکی ہے یعنی میری ایک محبوبہ اور فی الحال محبوبہ
کے لیے جگہ خالی تھی اور اس کے لیے پوسیتا بہر حال ایک عمدہ حیثیت رکھتی تھی۔
"ٹھیک ہے پوسیتا۔ بابا کو مطمئن کرنے کے لیے جو تم مناسب سمجھو کہہ دینا!"
"میں یہی سوچ رہی ہوں ویسے میں کوشش کروں گی کہ بابا براہ راست
تم سے کوئی گفتگو نہ کرے لیکن احتیاطاً میں تمھیں بتائے دے رہی ہوں میں کہوں
گی کہ سکائی میں کچھ اجنبی لوگ آئے ہیں۔ ان کا مقصد تم معلوم کرنے کی کوشش
کر رہے ہو۔ تمھیں علم ہو گا کہ دو چھوٹے جہاز ابھی حال ہی میں سکائی کے ساحل
سے لگے ہیں۔"
"ہاں، مجھے علم ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔
"بس تو تمھارا خیال ہے کہ ان جہازوں میں اسلحہ آیا ہے لیکن تم
اس کے بارے میں معلوم کر رہے ہو۔"
"ہوں۔" میں نے بظاہر سکون سے کہا لیکن دل ہی دل میں جز بز ہوئے
بغیر نہ رہ سکا تھا ویسے اس کا اندازہ بھی ہو گیا کہ یہ لوگ سکائی کے سمندر میں ہونے
والی ہر نقل و حرکت پر نگاہ رکھتے ہیں۔
"ٹھیک ہے نا؟" پوسیتا نے پوچھا۔
"ہاں۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"
"اس طرح بابا تمھیں بہت زیادہ اہمیت دے گا اور تمھارے یہاں
آنے سے بہت خوش ہو گا۔ ہم اسے جھوٹی سچی اطلاعات دیتے رہیں گے۔"
"مناسب!" میں نے جواب دیا۔
"تو آج رات تم یہیں رہو گے؟"

"رہ جاؤں گا۔"

"میں بابا سے کہہ دوں گی کہ رات کو وہ مجھے تمھارے پاس رہنے کی اجازت دے دے تاکہ میں تم سے مزید معلومات حاصل کروں۔"

"وہ اجازت دے دے گا؟" میں نے پوچھا۔

"تم نہیں سمجھتے سبوتا! ہم لوگوں کو یہاں کافی مشکلات پیش آ رہی ہیں اور یہاں مضبوطی سے قدم جمانے کے لیے ہمیں بڑی قربانیاں دینا پڑ رہی ہیں۔ بابا بھی اس سلسلے میں مخلص ترین لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔"

"لیکن اب تو تمھاری پسند کی حکومت آگئی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں، شبالہ ہمارا مہرہ ہے لیکن ہم جلد از جلد یہ چاہتے ہیں کہ خود ہمارا کوئی آدمی حکمراں ہو جائے اور ہم اس کے لیے بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔" پوستیا نے جواب دیا اور میں نے دل ہی دل میں سنسنی محسوس کی۔ ہاکر کے لیے یہ ایک سنسنی خیز خبر تھی۔

بہرحال پوستیا کے ساتھ ساحل سمندر پر کافی وقت گذارنے کے بعد ہم واپس استوذ کے مکان کی طرف چل پڑے۔ پوستیا مجھے اسی عمارت کے ایک کمرے میں لے آئی اور پھر اس نے میری خاطر مدارات شروع کر دیں۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ تھوڑی دیر کے لیے مجھ سے معذرت کر کے چلی گئی۔ غالباً استوذ کو اپنی کارروائی سے باخبر کرنے کے لیے۔ پھر وہ واپس آئی تو اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا اور پہلے سے بھی نکھری ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اس نے سجاوٹ کی چند چیزیں بھی استعمال کی تھیں اور اس کی آنکھوں میں مسرت کی قندیلیں روشن تھیں۔ وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی۔

"بابا کو میں نے بہت سی باتیں بتا دی ہیں اور وہ بھی بہت خوش ہے۔ خاص طور سے اس وجہ سے کہ اس کے خیال میں چونکہ تمھارا تعلق براہِ راست سکائی اور اس علاقے کے باشندوں سے نہیں ہے اس لیے تم قابل اعتماد ثابت ہو گے لیکن میں نے ایک بات بابا سے کہہ دی ہے وہ یہ کہ وہ براہِ راست تم سے تعلق نہ رکھے بلکہ میں تم سے معلومات حاصل کر کے اس تک پہنچاؤں۔ اس طرح میں نے تمھیں الجھن سے بچا لیا ہے۔"

"تمھارا شکریہ پوسیتا! لیکن ایک بات پر مجھے حیرت ہے؟"

"کس بات پر؟" پوسیتا نے پوچھا۔

"کیا تمھیں اپنے بابا کے مشن سے اختلاف ہے؟"

"ہرگز نہیں! لیکن میں ان باتوں کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتی۔ میری اپنی رائے صرف اتنی ہے کہ ہم بھی انسان ہیں اور زمین تنگ نہیں ہے۔ ہمیں بھی سکون و اطمینان سے یہاں رہنے دیا جائے۔ ہم بھی محنت کریں گے اور کھائیں گے۔"

"ہاں، یہ مطالبہ بُرا نہیں ہے۔ بہرحال ٹھیک ہے۔ یہ ان لوگوں کا ذاتی معاملہ ہے مگر تمھیں تمھارے بابا نے مجھ سے گھلنے ملنے کی اجازت دے دی ہے؟"

"پہلے ہی دے دی تھی۔ بابا اس علاقے کے سربراہ ہیں اور اس تحریک کے سرگرم کارکن۔ اپنی دانست میں وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں اور مجھے بھی انھوں نے یہی سبق دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کسی بھی تحریک کی کامیابی کے لیے قربانی کا جذبہ بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ خواہ کسی بھی قسم کی قربانی ہو۔ ان کے خیال میں تم بے حد کام کے آدمی ثابت ہو سکتے ہو۔ اس لیے انھوں نے مجھے اجازت دی ہے کہ تمھیں شیشے میں اتارنے کے لیے جو کچھ بھی جتن کرنا پڑے کیا جائے اور اب میں تمھیں شیشے میں اتاروں گی۔" پوسیتا مسکرا دی۔

"میں تیار ہوں۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

چنانچہ پوسیتا مجھے شیشے میں اتارنے لگی۔ اس لڑکی کے سامنے گاؤدی بننے میں لطف آ رہا تھا۔ اس صورت میں ایک خوبصورت تبدیلی کا بھی احساس ہو رہا تھا۔ چنانچہ ساری ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میں نے سونے کی اجازت مانگی۔ اس دوران استوذ مجھے ایک بار بھی نہیں ملا تھا۔ پوسیتا نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"نیند آ رہی ہے؟" اس نے خمار آگیں لہجے میں پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر؟ سونا کیوں چاہتے ہو؟"

"صرف تمھارے خیال سے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ کہیں تم تھکی ہوئی نہ ہو اور اخلاقاً سونے کے لیے نہ کہہ رہی ہو۔"

"تمھارے ساتھ تو میں زندگی بھر نہیں تھک سکتی۔"

"اوہ۔ واقعی؟" میں نے پوچھا۔

"تمھیں شک ہے سبوتا؟"

"نہیں۔ بس عجیب سا لگ رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"کیا تم ایک اجنبی سے اس قدر متاثر ہو سکتی ہو؟"

"پوری زندگی میں ایک بار ضرور، ہر لڑکی کسی اجنبی سے متاثر ہوتی ہے اور پھر وہ اجنبی اس کے سارے تصوّرات کا مالک بن جاتا ہے۔" پوسیتا نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"تو تمھاری زندگی میں ——"

"وہ اجنبی آ گیا ہے۔" پوسیتا مخمور نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی بولی۔

"اوہ۔ وہ میں ہوں۔"

"ہاں سبوتا! وہ تم ہی ہو۔ انوکھے۔ خوابوں کے حسین جزیروں کی مانند جن میں جانے کے بعد یقین نہیں آتا۔ باہر ابھی چاندنی کھلے گی، ساحل سنسان ہو گا اور چاندنی ارمان بھرے دلوں کو تلاش کرے گی۔ سمندر کی موجیں ہمیں نزدیک سے دیکھنے کے لیے ہماری طرف لپکیں گی۔ تم نے لہروں کا شوق دیکھا ہے سبوتا؟"

"ہاں! مگر کبھی اس انداز سے غور نہیں کیا۔"

"آج کرو گے؟" اس نے بڑے خوبصورت انداز میں دعوت دی۔

"ہاں۔ تمھارے ساتھ رہ کر میں ان کی زبان سمجھ سکوں گا۔"

"تو آؤ چلیں۔"

"چلیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں!"

"مگر ابھی تو چاند نہیں نکلا؟"

"میں چاہتی ہوں چاند نکلنے سے پہلے ہم ساحل پر پہنچ جائیں تاکہ چاند نکلے تو ہمیں دیکھ کر حیران رہ جائے۔"

"چلو۔" میں نے اس ارمان بھری لڑکی کا دل نہ توڑا۔ جس کے دل میں پہلی بار ارمان جاگے تھے۔ رہی میری بات پروفیسر، تو اس بات سے تم سے زیادہ اور کون واقف ہوگا کہ میری زندگی میں ایسی چاندنی کتنی بار کھلی تھی۔

پوسیتا کا لباس، ہوا میں اُڑ رہا تھا۔ اس کے بدن سے مس ہو کر چلنے والی ہوا ایک کنواری خوشبو فضا میں بکھیر رہی تھی۔ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی وہ اور میں اس کے ساتھ چلتے ہوئے ایک عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ساحل پر پہنچ گئے۔ جگہ جگہ چٹانیں ابھری ہوئی تھیں پوسیتا مجھے ایک مخصوص جگہ لے گئی۔

"یہ میری پسندیدہ جگہ ہے۔ بیٹھو۔" اس نے کہا اور میں چٹان پر بیٹھ گیا۔ چٹان کے نیچے ٹھنڈی نرم ریت بکھری ہوئی تھی۔ پوسیتا میرے قدموں کے نزدیک بیٹھنے لگی۔

"ارے ارے۔ وہاں نہیں پوسیتا۔"

"بیٹھنے دو سبوتا۔ یہ میری دلی خواہش تھی۔ تمہیں نہیں معلوم سبوتا، میرے دل میں کیا کیا خواہشیں تھیں۔ اپنی بعض خواہشوں کی حیثیت سے تو میں خود بھی واقف نہیں ہوں۔ میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا سبوتا تو میری ذہنی کیفیت عجیب ہو گئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ تم ——— کہ تم شانہ کو پیار کرتے ہو۔"

"اوہ!" میں نے گردن ہلائی۔

"مجھے بہت دکھ ہوا تھا سبوتا۔ میں نے سوچا میرے خوابوں کی تعبیر کسی دوسرے کی محبت میں گرفتار ہے لیکن پھر میں مطمئن ہو گئی۔ تم تو بڑے انوکھے ہو۔ کچھ بھی نہیں جانتے۔ تم کسی سے محبت کرنا بھی نہیں جانتے۔"

اور پروفیسر میرے پیٹ میں قہقہے چٹکنے لگے لیکن اب اس معصوم لڑکی کو حقیقت بتا کر میں اس کا دل بھی نہیں توڑنا چاہتا تھا۔

پھر چاند نے بادلوں سے جھانکا اور پوسیتا بچوں کی طرح خوش ہونے لگی۔ اس نے میرے زانو پر گردن ٹکا دی اور پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے بھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دی تھیں۔

"سبوتا!" اس نے مجھے پکارا۔ "کیسا محسوس کر رہے ہو؟"

"بے حد عجیب۔ تم مجھے بہت پیاری لگ رہی ہو پوسیتا۔"

"تم بھی اس دنیا کی مخلوق نہیں معلوم ہوتے سبوتا۔ زمین پر تمہارا جیسا حسین شاید ہی ہو۔" پوسیتا نے کہا۔ اس کے لہجے میں ایک عجیب سا تاثر تھا۔ میں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے لیا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا ایک ہاتھ میرے ہاتھ کی کلائی پر آ ٹکا تھا اور اس کے بعد پروفیسر میرے تجربے نے اعلان کیا کہ عورت پر نازک وقت آ پڑا ہے۔ اس کی سانسیں گرم ہو رہی ہیں اور جب سانسیں گرم ہو جاتی ہیں تو نرم بستر کس کے ذہن میں آتے۔ کھردری زمین کی چبھن کون محسوس کرے۔ سارے محسوسات فنا ہو جاتے ہیں پروفیسر۔ صرف ایک احساس باقی رہتا ہے کسی کے دل و جان سے قریب ہونے کا احساس۔

چاند اپنی منزلیں طے کر رہا تھا اور ہم اس کی راہ میں رکاوٹ تھے اور نہ وہ ہمارے راستے میں۔ سو جب اس نے اپنا سفر طے کیا اور جان توڑ دی۔ اُجالے کے بھنورے نے جب اس کے حسن کا سارا رس چوس لیا تو ہمیں دنیا کا احساس ہوا۔ اجالے کا پتہ چلا۔ زندگی کی خبر ہوئی اور یوں لگا جیسے روشنی نے ہم پر بھی ظلم کیا ہو۔

"سبوتا!" پوسیتا کی آواز ابھری۔

"ہاں پوسیتا!"

"آہ صبح ہو گئی۔"

"ہم اسے نہیں روک سکتے تھے۔"

"روشنی اتنی بے رحم کیوں ہوتی ہے؟"

"وقتی طور پر اسے بھی فنا ہونا پڑتا ہے۔ چاند پھر نکلے گا اور ہم اس کے حسن سے پوری طرح لطف اندوز ہوں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم چلے تو نہیں جاؤ گے سبوتا؟ زندگی کا ہر لمحہ اب تمہارے بغیر کٹھن ہوگا۔ آہ! چاند کا انتظار کتنا اذیت ناک ہوگا۔ سبوتا تم چلے تو نہیں جاؤ گے؟"

"ہمیں ہوش کی دنیا میں رہنا ہوگا پوسیتا۔ کائنات میں صرف ہم دو جاندار نہیں ہیں۔ ہمیں دوسرے جانداروں کا بھی احساس کرنا ہوگا۔"

"آہ! کائنات میں ہمارے سوا کوئی کیوں ہے۔ اسے کیا حق ہے کہ ہماری خلوتوں میں مداخلت کرے۔"

سو پروفیسر، بہکی ہوئی لڑکی تھی۔ بڑی مشکل سے راہِ راست پر لایا لیکن وہ کہاں پیچھا چھوڑنے والی تھی اور خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ اس کے باپ نے اسے کھلی اجازت دے دی تھی۔ بوڑھا مطلب پرست بالآخر چکر میں آ گیا تھا۔

لیکن دن کی روشنی پوسیتا کو کافی حد تک ہوش میں لے آئی تھی۔ اس نے خود ہی کہا، "آج کی رات اور یہاں گذار لو سبوتا۔ کل البتہ تم دن کی روشنی میں سکائی چلے جانا لیکن سبوتا، چاند نکلتے ہی واپس آ جانا ورنہ میں سمندر میں کود کر خودکشی کر لوں گی۔"

"اوہ۔ دن کی روشنی میں میرے چلے جانے کا خیال کیوں آیا پوسیتا؟"

"بابا پکاشا نے مجھ سے بات کی تھی۔"

"کیا کہا تھا؟"

"وہ ان دو آدمیوں کی آمد کا مقصد معلوم کرنا چاہتا ہے جن کے چھوٹے جہاز ساحل سے لگے ہیں۔"

"میرے ذریعے؟"

"ہاں!"

"مگر میں ان کے بارے میں کیا معلوم کر سکتا ہوں؟"

"تم بے فکر رہو۔ یہ کام میں کرتی رہوں گی بس بابا کو متوجہ رکھنا ہے۔ وہ بے حد مطلبی انسان ہے۔ اگر میں اس سے کچھ نہ کہتی رہوں تو شاید وہ

مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی کھلی آزادی نہ دے۔"

"اوہ۔ تو کیا تم خود ہی اس سے کچھ کہہ دو گی؟"

"ہاں۔ میں تمہیں پریشان نہیں کروں گی۔" پوسیتا نے جواب دیا۔

سو پروفیسر! اس میں کوئی حرج نہیں تھا لیکن ہلکی سی الجھن میرے ذہن میں ضرور پیدا ہو گئی تھی۔ یہ انوکھی بات تھی۔ میں مخلص سکائی والوں کا تھا۔ ساتھی فوما کا تھا اور پیار دشمن کی لڑکی سے کر رہا تھا۔ ہر چند وہ میرے دشمن نہیں تھے لیکن بہرحال فطرت میں اتنی کمزوری بھی نہیں تھی کہ پوسیتا کے لیے فوما کا ساتھ چھوڑ دیتا۔

دوپہر کو پوسیتا نے میرے ساتھ ہی کھانا کھایا۔ شام تک میرے سینے پر سر رکھ کر آرام کیا اور پھر ساحل پر چلنے کی فرمائش کی جو اس کی پسندیدہ جگہ تھی۔ حسین اور سنسان! اور ہم اپنی مخصوص چٹان پر جا بیٹھے۔

پوسیتا بہت خوش تھی۔ اس کے چہرے پر لاتعداد کنول کھلے ہوئے تھے۔

"میں سوچتی ہوں سبوتا! انسان اپنے ذہن تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسے اپنی ذات کے پردوں کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ میں اس بستی میں خوش تھی۔ کوئی ایسا بار نہیں تھا جو میرے ذہن پر ہو لیکن کبھی کبھی دل میں ایک عجیب سی خلش جاگ اٹھتی تھی۔ ایک انوکھا احساس ذہن کے پردوں سے ٹکراتا۔ میں اس احساس کی جڑ نہیں تلاش کر سکی تھی لیکن اب اندازہ ہوا وہ تم تھے۔ تم میری زندگی کا خلا تھے اور اب وہ خلا پُر ہو گیا ہے۔ میں تم سے کہہ چکی ہوں سبوتا، مجھے اپنے لوگوں کے عمل سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو صرف ایک ہنستی بولتی زندگی کی شائق ہوں لیکن میں تم سے ایک درخواست کروں گی۔"

"کیا پوسیتا؟"

"تم سکائی والوں کا ساتھ چھوڑ دو۔"

"اوہ۔ کیوں؟"

"تاکہ تم ساری زندگی میرے ساتھ رہ سکو۔"

"اوہ!" میں اس کی بات پر غور کرنے لگا۔

"یوں لگتا ہے جیسے تمہارے بغیر کائنات ادھوری تھی۔ تمہارے بغیر کچھ نہیں تھا سبوتا اور اب کائنات مکمل ہو گئی ہو۔"

"میں کوشش کروں گا پوسیتا، حالانکہ حکیم ہا کو اس میں شدید مداخلت کرے گا۔"

"تم سکائی میں تو نہیں پیدا ہوئے، تم ان سے دشمنی ختم کر نا۔ بس کسی طرح تم بابا کا دل جیت لو تاکہ وہ مجھے ساری زندگی تمہارے ساتھ رہنے کی اجازت دے دے۔ میرے دل میں تو صرف یہ خواہش ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"اوہ۔ میں سمجھتا ہوں پوسیتا۔" میں نے جواب دیا لیکن بہرحال یہ بات میرے لیے الجھن کی ضرور تھی۔ صرف پوسیتا کے لیے سارے اصول توڑ دینا میرے بس کی بات نہیں تھی حالانکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ پوسیتا بذاتِ خود نہ اتنی چالاک ہے کہ اتنی گہرائیوں کا کھیل کھیلے اور نہ ہی وہ ان باتوں میں دلچسپی لیتی ہے۔ البتہ اس کا باپ واقعی عیار تھا اور اپنے خیالات میں اس قدر پختہ تھا کہ اس نے صرف تھوڑی سی معلومات حاصل کرنے کے لیے اپنی نوجوان لڑکی داؤ پر لگا دی تھی۔ اس بات سے ان کے بارے میں اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کس قدر خطرناک عزائم رکھتے ہیں۔

سو بوڑھا استونو بھلا کیوں چاہے گا کہ کسی بے مصرف انسان کو اس قدر مراعات دے کر اپنے ساتھ رکھے۔ ہاں اگر میں ان کے دشمنوں کے خلاف کام کروں تو پھر تو نہ صرف پوسیتا بلکہ نہ جانے کتنی لڑکیاں میری غلامی میں دے دی جائیں گی۔

"تو پھر بتاؤ سبوتا؟" پوسیتا نے کہا۔

"تم ابھی اس مسئلے میں فکرمند نہ ہو پوسیتا۔ حالات کو دیکھو۔ بہرحال میں تمہیں چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں اور تمہارے قرب کے لیے ہر کوشش کروں گا۔" میں نے پوسیتا کے ذہن سے یہ خیالات نکالنے کے لیے اسے اپنے قریب کھینچ لیا اور پوسیتا نے خود کو میری آغوش میں گرا دیا۔

پوسیتا بے خود ہونے لگی کہ —— اچانک اس نے نہ جانے کیا دیکھ لیا۔ وہ تڑپی اور پھر سراسیمہ ہو کر ساکت ہو گئی۔ اس کی آنکھیں خوف کے انداز میں ایک طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ میں خود بھی حیران ہو گیا تھا۔ تب میں نے بھی اسی سمت دیکھا جدھر —— پوسیتا نے دیکھا تھا لیکن دیکھ کر وہ دہشت زدہ ہو گئی تھی۔ اسے دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہاں وہ شمانہ ہی تھی۔

سکائی کی وحشی ہرنی! جو بلاشبہ ایسی نمایاں شخصیت کی حامل تھی کہ جہاں وہ ہوتی چاند ستارے ماند پڑ جاتے تھے۔ اس وقت بھی وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی لیکن اس کے چہرے پر عجیب سے رنگ تھے۔ وہ خود بھی کچھ متحیر سی تھی اور میں جانتا تھا کہ یہ تحیر مجھے یہاں دیکھ کر ہی جاگا ہے لیکن پھر وہ سنبھل گئی۔

"پوسیتا! کیا تم اپنی جگہ چھوڑ سکتی ہو؟" اس نے کہا اور پوسیتا میرے پہلو میں اور سمٹ گئی۔ میں نے بھی شمانہ کے سرد لہجے کو محسوس کیا تھا۔

"اپنی جگہ سے اٹھ جاؤ پوسیتا۔ میں تم سے ملنے آئی ہوں۔" شمانہ نے پھر کہا اور اچانک میرے ذہن میں ایک خیال بیدار ہو گیا۔ میرے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے پوسیتا کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے چپٹا لیا۔

"وہ اس وقت میرے پاس ہے۔ تمہیں یہاں آنے کی جرأت کیسے ہوئی؟" میں نے شمانہ کو گھورتے ہوئے کہا اور اس کی آنکھوں میں آگ جل اٹھی۔

"میں تم سے مخاطب تو نہیں ہوں۔" اس نے کہا۔

"لیکن میں تم سے ہی کہہ رہا ہوں۔ میں تمہارے یہاں آنے کی وجہ معلوم کر رہا ہوں۔ ایک نوجوان جوڑے کی خلوت میں آنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں۔"

"پوسیتا کب سے تمہاری دوست ہے؟" شمانہ نے پوچھا۔

"تمہارے سوال کا جواب دینا ضروری تو نہیں ہے۔ بس اب بھاگ جاؤ۔ میں اپنی محبوبہ کے پاس ہوں۔"

"پوسیتا! کیا تمہارے کانوں میں میری آواز نہیں پہنچ رہی۔ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"پوسیتا! اپنی دوست سے کہہ دو تم اس وقت مصروف ہو نہیں آ سکتیں۔ جب تمہیں مجھ سے فرصت ملے گی تب تم اس سے ملو گی۔" میں نے کہا اور اب شمانہ کی قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ وہ وحشی شیرنی کی طرح غراتی ہوئی آگے بڑھی لیکن میں بھی چیتے کی سی پھرتی سے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور میں نے پوسیتا کو

اپنی پشت پہ لے لیا۔
"تو۔۔ تو تم اس کے محافظ ہو؟" شانہ نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔
"نہ صرف محافظ، بلکہ محبوب بھی۔"
"لیکن وہ میری دوست ہے۔"
"سلاکا بھی تمہاری دوست تھی جسے تم نے مار ڈالا۔"
"اس نے غداری کی تھی۔" شانہ غرائی۔
"تمہارے دشمن کو زندہ رہنے دیا تھا۔"
"ہاں!"
"پوسینتا بھی تمہارے دشمن کی محبوبہ ہے؟"
"ہاں۔ یہ بھی غدار ہے۔" شانہ نے جواب دیا۔
"اور تم اسے بھی قتل کر دوگی؟"
"ایسی عبرتناک سزا دوں گی اسے کہ مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گی۔" شانہ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ پوسینتا کے بدن میں ہلکی سی لرزش پیدا ہو گئی تھی۔
"سزا؟" میں نے آہستہ سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"ہاں سزا۔"
"اور یہ بات تم میرے سامنے کہہ رہی ہو؟"
"ہاں۔ میں تم سے ڈرتی نہیں ہوں۔"
"پوسینتا! آگے آؤ۔ اس سے بات کرو۔" میں نے پوسینتا کا بازو پکڑ کر سامنے کر دیا۔
"اگر تم نے شانہ سے خوف کھایا تو میں تمہیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گا۔" میں نے دوبارہ کہا اور پوسینتا کے اندر نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میری طرف دیکھا اور پھر شانہ کی طرف۔ شانہ کی آتش بار نگاہوں کی تاب لانا کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ پوسینتا کی نگاہیں بھی جھک گئیں۔
"جانتی ہو یہ کون ہے؟" شانہ نے کہا۔
"ہاں!" پوسینتا لرزتی آواز پر قابو پا کر بولی۔
"کون ہے؟"
"سبوتا!"
"کیا میں نے تمہیں اس کے بارے میں نہیں بتایا تھا؟"
"بتایا تھا۔" پوسینتا نے کہا۔
"تو تمہیں معلوم تھا کہ یہ میرا دشمن ہے؟"
"ہاں!"
"خوب! کب سے اسے جانتی ہو؟"
"کئی دن پہلے اس وقت سے جب تم اپنا مکان جلا کر میرے پاس آئی تھیں۔ سلاکا کا پتہ میں نے ہی سبوتا کو بتایا تھا۔"
"اوہ! لیکن تم نے پہلے تو اس بارے میں نہیں بتایا؟"
"میں نے چھپایا تھا۔"
"گویا مجھ سے غداری کی تھی، دھوکا دیا تھا مجھے؟"
"میں سبوتا سے محبت کرنے لگی تھی۔"
"اور سبوتا سلاکا سے، مجھ سے کیوں؟"
"وہ کچھ بھی کرتا رہا ہو مجھے اس سے سروکار نہیں۔ بس میں اسے چاہتی ہوں اور اب اس کے سوا کوئی میری نگاہ میں نہیں ہے۔"
"اوقات سے زیادہ بول رہی ہو پوسینتا۔ مجھے نہیں جانتیں۔" شانہ نے کہا۔ پوسینتا کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔ "میں غداری کی سزا ضرور دیتی ہوں۔" میں نے محسوس کیا کہ شانہ کا ہاتھ غیر محسوس انداز میں اپنی پیٹی میں اڑسے خنجر کی طرف بڑھ رہا ہے چنانچہ میں بھی ہوشیار ہو گیا۔
"میں نے اب ساری باتیں فراموش کر دی ہیں۔" پوسینتا نے کہا۔
"لیکن تم اپنی موت فراموش نہ کر سکوگی۔" شانہ نے کہا اور اس برق رفتاری سے خنجر نکال کر پوسینتا پر حملہ آور ہوئی کہ میں دنگ رہ گیا۔ اگر میں اپنی زندگی کی سب سے زیادہ پھرتی سے کام نہ لیتا تو دہشت زدہ لڑکی نے پوسینتا کا کام تمام کر دیا تھا لیکن میں نے بروقت اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا اور شانہ کی کلائی میری گرفت میں آ گئی۔
پوسینتا سہم کر پیچھے ہٹ گئی تھی اور شانہ مجھ سے کلائی چھڑانے کی جدوجہد کر رہی تھی لیکن میں نے اپنی انگلیوں کی گرفت سخت کر دی اور پروفیسر یہ صدیوں کی آگ میں پک پک کر پختہ ہو جانے والے ہاتھ تھے۔ شانہ بے پناہ طاقتور سہی لیکن انسان تھی۔ عورت تھی۔ میری گرفت میں اس کی ہڈی چٹخنے لگی اور خنجر اس کے ہاتھ سے نکل کر نیچے گر پڑا۔ تب میں نے اسے زور سے دھکا دیا اور وہ دور جا گری۔
میں نے خنجر اٹھا لیا تھا اور پھر میں نے اس کی نوک اپنی ران پر رکھی اور اسے موڑنے لگا۔ ران کھلی ہوئی تھی اور خنجر کی نوک کا دباؤ ران کے گوشت پر نمایاں تھا۔ لیکن پھر دونوں لڑکیوں نے تعجب سے دیکھا کہ یہ مڑنے والا خنجر درمیان سے دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ میں نے دونوں ٹکڑے سمندر میں اچھال دیے اور پھر میں نے سرد لہجے میں کہا۔
"شانہ! میں تمہیں حکم دیتا ہوں فوراً واپس چلی جاؤ ورنہ ۔۔۔۔ میں پوسینتا کے ہاتھوں تمہیں ذلیل کراؤں گا۔"
شانہ پھرتی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی لیکن اس کی وحشت خیزی کا وہی عالم تھا! اس نے پھر پوسینتا کی طرف چھلانگ لگائی لیکن میں غافل تو نہیں تھا۔ میں نے اسے درمیان ہی میں دبوچ لیا اور ایک بار پھر دور اچھال دیا۔ اس بار بھی شانہ بری طرح گری تھی لیکن اس بار وہ زمین پر پڑی نہ رہی۔ اب اس کا نشانہ میں ہی تھا۔ وہ وحشیانہ انداز میں مجھ پر حملہ آور ہوئی تھی۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں پر روکا اور دوسرے لمحے میں نے اسے سر سے اونچا اٹھا لیا۔ شانہ سخت جدوجہد کر رہی تھی لیکن اب مجھے غصہ آ گیا تھا۔ میری گرفت سے نکلنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ میں اسے لیے ہوئے سمندر کی طرف چل پڑا اور پھر میں نے اسے گہرے پانی میں اچھال دیا۔
شانہ چھپاک سے پانی میں گری اور نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ اس کے بعد ہم اسے دیکھتے ہی رہے لیکن وہ پانی پر نہیں ابھری تھی۔

پوسینا منہ پھاڑے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ کافی دیر گذر گئی لیکن شمانہ کا کوئی پتہ نہیں تھا۔

"ڈوب گئی۔" پوسینا آہستہ سے بولی۔

"اس دھوکے میں مت رہنا پوسینا!"

"ایں؟" پوسینا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

"وہ مچھلی کی طرح بھی تیر سکتی ہے اور بہر حال وہ ایک غیر معمولی لڑکی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ سمندر میں نیچے ہی نیچے کافی دُور نکل گئی ہوگی۔"

"لیکن کیوں؟"

"بس اس بے عزتی کے بعد اس نے یہی مناسب سمجھا ہوگا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور پوسینا مجھ سے لپٹ گئی۔

"یہ سب کچھ تم نے میرے لیے کیا ہے۔ میرے لیے۔ آہ! اب اگر مجھے موت بھی آجائے تو کوئی غم نہ ہوگا۔ کوئی میرے لیے یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ صرف میرے لیے۔ صرف میرے لیے۔" وہ بے اختیار ہو کر مجھے چومنے لگی اور میں نے بھی اس کا بھرپور جواب دیا تھا۔

شمانہ درحقیقت کہیں دُور نکل گئی تھی۔ اس کے بعد وہ نظر ہی نہیں آئی۔ اتنا میں ضرور جانتا تھا کہ وہ سمندر میں ڈوبی نہیں ہوگی۔ پوسینا کسی حد تک نڈھال ہوگئی تھی۔ پھر ہم وہاں سے اٹھ گئے اور واپس استوذ کے مکان میں آگئے۔ پوسینا تھوڑی دیر کے لیے مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی اور میں بستر پر لیٹ گیا اور میرے ذہن میں خیالات کا چرخہ چل پڑا۔ میں ان سارے واقعات پر غور کر رہا تھا۔

شمانہ پر یہ میرا آخری وار تھا۔ بڑی زبردست چوٹ تھی ایک عورت کی نسوانیت پر اس سے کاری ضرب نہیں لگ سکتی تھی۔ ایک عورت کے لیے اس کی تذلیل کی گئی تھی اور ایک ایسے شخص نے کی تھی جو بظاہر اس کا چاہنے والا تھا۔ شمانہ مجھے قتل کرنے کی ہر کوشش میں ناکام رہی تھی۔ اس کے بعد اس کا کیا ردِ عمل ہوگا؟ یہ بات تو یقینی تھی کہ وہ اب پوسینا کی خطرناک دشمن تھی اور اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھ سکتی تھی جب تک اسے قتل نہ کر دے۔ ظاہر ہے میں ہر وقت تو پوسینا کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔ پوسینا کو خود بھی اپنے لیے کچھ کرنا ہوگا۔ پھر میرا ذہن پوسینا کی طرف مڑ گیا۔ بُری طرح مرمٹی ہے لیکن ـــــ کیا اسے شمانہ پر ترجیح دی جا سکتی ہے؟ میں نے خود کو ٹٹولا۔

لیکن اپنی فطرت کا کیا کرتا جو آگ کی پجاری تھی۔ جسے آگ پسند تھی۔ نہ تو سلاکا اور نہ ہی پوسینا اس کا جواب تھیں، اس کا اپنا مقام الگ ہی تھا لیکن یہ وحشی ہرنی مشکل ہی سے قابو میں آنے والی تھی۔ اب تو صرف ایک ہی ترکیب تھی۔ زبردستی اسے پکڑ کر مطیع کر لیا جائے۔ زندگی کی لذتوں سے روشناس کرا دیا جائے اور اس کے بعد ـــــ

پوسینا مجھے تنہا چھوڑنے والی کہاں تھی۔ خیالات کے بھنور میں پھنسا ہوا تھا کہ آ ٹپکی۔ اس کے چہرے کا پھیکا پن صاف محسوس ہو رہا تھا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے بازو پھیلا دیے اور وہ میرے نزدیک آکر لیٹ گئی۔

"خوفزدہ ہو پوسینا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا جواب دوں؟"

"جو دل میں ہو۔" میں نے کہا۔

"میں اس سے انکار نہیں کروں گی کہ میں اس سے ڈرتی ہوں کیونکہ میں اس کی شیطانی قوت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

"اور وہ بڑی زود رنج ہے۔"

"لیکن ایک بات کا اور یقین کرو گے سبوتا؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر میں زندگی نہ بچا سکی تب بھی مجھے کوئی رنج نہ ہوگا۔ پوری زندگی میں انسان کے دل میں کوئی ایسی آرزو ہوتی ہے جو اسے زندہ رکھتی ہے اور جب مطلوب مل جائے تو زندگی میں مطلوب کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ پھر شاید وہ اپنی پسند کے لیے زندہ رہتا ہے ورنہ اسے اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں رہ جاتی۔ کسی پسندیدہ شے کا قرب زندگی کا سب سے بڑا حسن ہوتا ہے میرے دل میں یہ آرزو ضرور ہے کہ میں ساری زندگی تمھارے قرب کے سہارے گذار دوں لیکن اگر تمھاری وجہ سے جان چلی بھی جائے تو نقصان کا احساس نہ ہوگا۔"

"اوہ۔ پوسینا۔ بے فکر رہو۔ اگر اس نے تمھیں قتل کرنے کی کوشش کی تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ اوّل تو تم میرے ساتھ رہتی ہو لیکن جس وقت میں موجود نہ ہوں تم خود اپنی حفاظت کرنا۔"

"میں؟" پوسینا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں!"

"میں کس طرح حفاظت کروں گی؟"

"استوذ سے کہہ کر شمانہ کا داخلہ بند کرا دو۔ اس سے کہو کہ شمانہ فطرتاً ٹھیک نہیں ہے۔ اس نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو ممکن ہے ہالو سے کہہ دے۔ اس طرح میں ٹھیک سے کام نہیں کروں گا۔ استوذ سے یہ بھی کہہ دینا کہ وہ تمھاری زندگی کے لیے خطرہ بن سکتی ہے اور ظاہر ہے تمھاری بستی کے لوگ اس کا اتنا احترام نہیں کرتے جتنا سکائی والے، چنانچہ یہاں اس کے ساتھ بُرا سلوک بھی ہو سکتا ہے۔ اس بات سے شمانہ بھی واقف ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بابا سے بات کر لوں گی۔" پوسینا نے کہا۔

پھر رات ہوگئی۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر پوسینا میری طرف دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں خمار آگیں کیفیت اُبھر آئی تھی۔

"کیا خیال ہے پوسینا، کیا تم سمندر کے کنارے چاندنی کے کھیت میں چلو گی؟"

"تمھیں میری بات پر یقین نہیں ہے سبوتا؟"

"کون سی بات پر؟"

"اب میں موت سے خوفزدہ نہیں ہوں۔"

"اوہ۔ مجھے یقین ہے۔ تب آؤ چلیں اپنی مخصوص جگہ۔ مجھے بھی تمھاری پسند بے حد پسند آئی ہے۔"

"چلو" پوسینا نے کہا اور ہم دونوں مکان سے نکل آئے۔ سمندر کے کنارے کنارے چلتے ہوئے ہم اپنی مخصوص جگہ پہنچ گئے۔ چاند حسب معمول ابھی تک نہیں نکلا تھا۔ ہم اس کا انتظار کرنے لگے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور ماحول بیحد پُرکیف تھا۔ ایسی حالت میں پوسیتا کا قرب مجھے بہت بھا رہا تھا۔

ہم دونوں ٹھنڈی ریت پر لیٹ گئے۔ پوسینا نے میرے سینے پر سر رکھ دیا تھا اور میرے سینے کے بالوں سے کھیل رہی تھی۔ وہ خاموش تھی۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کیا خیالات تھے۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کی۔ میں اس کے خیالات میں حارج نہیں ہونا چاہتا تھا۔ پھر اسی وقت چاند نکل آیا۔ چاندنی کی چادر زمین پر پھیل گئی اور ماحول اور حسین ہو گیا اور اس حسین ماحول میں اعضا زبان بن جاتے ہیں۔ زبان کی خاموشی ہی اچھی لگتی ہے چنانچہ زبان خاموش تھی اور منازل قدم بہ قدم طے ہو رہی تھیں۔ پوسیتا تو خود کو میرا استاد سمجھتی تھی چنانچہ استاد کی موجودگی میں شاگرد کی خاموشی ہی مناسب ہوتی ہے لیکن اسے استاد کے اشاروں پر عمل ضرور کرنا چاہیے لیکن اچانک استاد کو نہ جانے کیا ہو گیا۔ ان کا جوش ایک دم سرد پڑ گیا تھا اور ان کی نگاہیں ایک طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ مجھے جونہی احساس ہوا میں نے بھی چونک کر دیکھا اور شانہ تھوڑے ہی فاصلے پر نظر آئی۔ وہ خاموش کھڑی ہوئی تھی۔

اسے شاید اندازہ نہیں ہوا تھا کہ ہم دونوں نے اسے دیکھ لیا ہے لیکن ہمارے اچانک سکوت پر اسے احساس ہو گیا اور دوسرے لمحے اس نے سمندر کی طرف چھلانگ لگا دی اور غڑاپ سے پانی میں کود گئی۔

"پوسیتا!" میں نے پوسیتا کو مخاطب کیا۔

"ہوں!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ڈر گئیں؟"

"نہیں۔"

"پھر پریشان کیوں ہو گئیں؟"

"بالکل پریشان نہیں ہوئی ہوں۔ بس یہ سوچ رہی تھی کہ یہ ابھی یہیں منڈلا رہی ہے۔"

"منڈلانے دو۔ اس کا غرور شکست کھا رہا ہے۔"

"وہ ہمیں متوجہ پاتے ہی بھاگ گئی۔"

"ہاں۔ شاید وہ چھپے رہنا چاہتی تھی۔"

"وہ تم سے خوفزدہ ہے سبوتا۔"

"ظاہر ہے میں نے اسے سبق دے دیا ہے اور اب اگر اس نے میرے کسی معاملے میں مداخلت کرنے کی کوشش کی تو اسے اس سے بڑا سبق ملے گا۔"

"سبوتا! ایک بات میرے ذہن میں بار بار آ رہی ہے۔"

"بتاؤ؟"

"شانہ تمہاری دشمن ہے۔ اس نے کئی بار تمہیں قتل کرنے کی کوشش بھی کی ہے لیکن نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ۔۔۔ کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔"

"انوکھا خیال ہے۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"عورت کے انوکھے روپ ہوتے ہیں۔ بعض اوقات وہ خود اپنے ذہن کو نہیں سمجھ پاتی۔ بس یونہی میرے دل میں یہ خیال آیا ہے۔"

"لیکن کیا عورت کو مقتول محبوب بھی پسند ہوتے ہیں؟ کیا وہ اسے ٹکڑوں میں دیکھنا پسند کرتی ہے؟ کیا اسے محبوب کی جھلسی ہوئی لاش بھی عزیز ہوتی ہے؟ یا زہر قاتل سے تڑپ تڑپ کر دم دیتا ہوا محبوب بھی اس کے لیے دلکش ہوتا ہے؟"

"میں نہیں کہہ سکتی سبوتا۔"

"یہ تمہارا وہم ہے پوسیتا۔ میرے خیال میں اس کے سوا کچھ نہیں۔ وہ صرف انتقام کی دیوانی ہے اور مجھ سے بدلہ لینا چاہتی ہے۔"

"شاید۔"

"چھوڑو ان باتوں کو۔ کس الجھن میں پھنس گئیں۔" میں نے اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا اور پوسیتا مسکرانے لگی۔

بہرحال وہ رات بھی ہم نے سمندر کے کنارے چاندنی کے کھیت میں گذاری اور صبح کی پہلی کرن کے ساتھ واپس آ گئے۔ اس کے بعد شانہ نظر نہیں آئی تھی اور پھر میں نے پوسیتا سے جانے کی اجازت طلب کی اور پوسینا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

"جا رہے ہو سبوتا؟"

"ہاں پوسیتا! واپس آ جاؤں گا۔"

"کب؟"

"اگر تمہاری دوری برداشت نہ کر سکا تو کسی بھی وقت۔"

"سبوتا! تم یہاں کے باشندے نہیں ہو۔ سکائی بھی تمہیں اتنی کیوں بھا گئی ہے؟ اگر ہم دونوں یہاں سے کہیں چلیں؟" اس نے کہا۔

"کہاں پوسیتا؟" میں نے پوچھا۔

"کہیں بھی۔ یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ ساری دنیا میں مجھے اپنے بابا سے سب سے زیادہ محبت تھی لیکن اب میں خود کو ٹٹولتی ہوں تو مجھے تمہاری محبت اس سے برتر محسوس ہوتی ہے۔ تمہارے لیے میں بابا کو دھوکا بھی دے سکتی ہوں۔"

"مجھے احساس ہے پوسیتا۔"

"پھر؟ کیا تم میرے لیے یہ نہ کرو گے؟"

"کر بھی سکتا ہوں پوسیتا لیکن ہمیں حالات کا انتظار کرنا پڑے گا اور پھر بھی صورت حال ہمارے قابو میں ہے۔ اگر کبھی حالات ایسے ہوئے تو میں تمہیں یہاں سے لے چلوں گا۔" میں نے جواب دیا اور پوسیتا ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ بے چاری لڑکی الجھن میں پھنس گئی تھی۔

پھر میں وہاں سے چل پڑا۔ فوما سے ایک رات کے لیے کہا تھا لیکن دو راتیں گذر چکی تھیں۔ وہ فکر مند ہو گا۔ راستے میں میں نے اس بارے میں سوچا۔ بہرحال مجھے فوما سے واقعی دلچسپی تھی اور میں اس کے بارے میں اسی انداز میں سوچ رہا تھا۔

حکیم ہاکو کے پاس جانے سے قبل میں فوما کے اسی مکان کی طرف چل پڑا تھا جو سمندر کے کنارے تھا۔ فوما در حقیقت میرے لیے فکر مند تھا۔ اس نے اس کا

اظہار نہیں کیا لیکن مجھے دیکھ کر اطمینان کے گہرے گہرے سانس لیے۔
"سناؤ فوما، کیا خبر ہے؟"
"دو جہاز اور آئے ہیں۔"
"اوہ۔ کیا اس میں سے کوئی جہاز تشکایا سے بھی آیا ہے؟"
"نہیں۔ زیوداس ابھی نہیں آیا۔"
"یہ دو افراد کون ہیں؟"
"دو سردار۔ یہ بھی میرے وفادار ہیں اور اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ وہ ہاکو کی ایک آواز پر دوڑے آئے۔"
"ہاں۔ اس سے ان کی وطن دوستی کا ثبوت ملتا ہے۔"
"نئی بستی کے حالات سناؤ۔" فوما نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اس کے سوا کچھ نہیں کہ دو خوبصورت راتیں پوسیتا کے ساتھ گذاریں۔"
"مجھے یقین تھا کہ سکائی کی لڑکیاں تمھاری دیوانی ہو جائیں گی۔ تم نے بازاروں کی سیر نہیں کی اور لڑکیوں کو تمھارے قریب آنے کا موقع نہیں ملا ورنہ مجھے یقین تھا کہ ان کی پوری فوج تمھارے پیچھے ہوتی۔" فوما ہنستے ہوئے بولا۔
"بہرحال بے فکر ہو فوما۔ زیوداس کے آتے ہی میں تمھارے کام کے لیے چل پڑوں گا۔" میں نے جواب دیا اور فوما کی آنکھوں میں ممنونیت کے آثار نظر آنے لگے۔ پھر وہ بولا۔
"ان کی بستی کا سردار پکاشا کہلاتا ہے؟"
"ہاں!"
"پوسیتا اسی کی بیٹی ہے نا؟"
"ہاں!" میں نے جواب دیا۔
"کیا نام ہے پکاشا کا؟"
"استوذ!"
"تم سے ملاقات ہوئی ہے؟"
"بتا چکا ہوں تمھیں۔"
"اوہ۔ ہاں۔ لیکن اس نے تمھیں وہاں رہنے کی اجازت کیسے دیدی؟"
"اسی لالچ میں کہ میرے ذریعے اسے یہاں کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔"
"اوہ۔ کچھ پوچھا نہیں اس نے؟"
"براہِ راست نہیں لیکن اس کے سوال وجواب کا شعبہ اس کی بیٹی نے ہی سنبھال لیا ہے اور میں اس کے کام میں مداخلت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا مطلب؟" فوما حیرت سے بولا اور میں نے اسے پوسیتا کے بارے میں پوری تفصیل بتادی۔
"اوہ!" فوما ہنسنے لگا۔ "تمھارا جادو اس سے کم گہرا نہیں ہو سکتا۔"
"ویسے وہ ان جہازوں کی آمد کے بارے میں الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔"
"ظاہر ہے انھیں علم ہوگا۔" فوما نے گردن ہلائی۔ "کیا انھوں نے پوچھنے کی کوشش کی تھی؟"
"استوذ کی پالیسی ہے کہ وہ براہِ راست مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کرے گا۔ یہ شعبہ اس نے اپنی بیٹی کے سپرد کر دیا ہے۔"
"خوب!" فوما نے دلچسپی سے کہا۔ "بہرحال مجھے خوشی ہے سونا کہ تمھارا وقت اچھا گذر رہا ہے ورنہ میں تمھارے لیے پریشان رہتا۔"
کافی دیر میں نے فوما کے ساتھ گذاری۔ پھر اس کی اجازت سے ہاکو کی طرف چل پڑا۔ حکیم ہاکو اپنے مریضوں میں مصروف تھا۔ اس نے میرا خیر مقدم کیا اور بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ میں دلچسپی سے ہاکو کی حکمت کا جائزہ لینے لگا۔ ویسے بڑا دلچسپ مشغلہ تھا۔ ہاکو مجھے اپنی تشخیص کی تفصیل بھی بتاتا جا رہا تھا اور اصول حکمت کا دلچسپی سے جائزہ لے رہا تھا۔ بہت دیر کے بعد ہاکو کو مریضوں سے فرصت ملی اور اس نے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا۔
"مجھے یقین ہے تمھیں اس مشغلے سے اکتاہٹ نہیں ہوئی؟"
"قطعی نہیں ہاکو! بلکہ میں خاصا لطف اندوز ہوا ہوں۔"
"خیر اب اپنے بارے میں بتاؤ۔ فوما تمھارے لیے بے چین تھا۔"
"میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ وہ میری ماں بننے کی کوشش نہ کرے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہاکو بھی خلوص سے مسکرانے لگا۔ پھر کافی دیر تک ہاکو سے گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد ذہن میں نہ جانے کیوں شمانہ کا خیال آ گیا۔
کیا وہ بستی میں ہوگی یا بدستور پوسیتا کی تاک میں ہوگی۔ بہرحال خطرناک لڑکی ہے۔ کہیں پوسیتا کو ہلاک کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ میں ہاکو کے پاس سے اٹھ گیا۔ ہاکو نے میرے معاملے میں مداخلت کرنا چھوڑ دی تھی۔ اب تو وہ یہ بھی نہیں پوچھتا تھا کہ میرا آئندہ پروگرام کیا ہے۔
بہرحال میں حکیم ہاکو کے پاس سے اٹھ کر سیدھا شمانہ کے گھر کی طرف چل پڑا۔ بس یونہی ذہن میں شرارت آ گئی تھی ورنہ کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد شمانہ کے نو تعمیر شدہ مکان پر پہنچ گیا، شمانہ کے مکان کا دروازہ بند ملا۔ وہ گھر پر موجود نہیں تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ بدستور پوسیتا کی تاک میں لگی ہوئی تھی۔ دیکھنا یہ ہے کہ پوسیتا اس سے اپنی جان بچا بھی سکتی ہے یا نہیں۔ اب ظاہر ہے میں پوری زندگی تو اس کی نگرانی کر بھی نہیں سکتا تھا۔ پوسیتا کو خود ہی ہوشیار رہنا تھا۔
پھر جھیل کی طرف بھی یونہی رُخ ہو گیا تھا۔ یہ گمان بھی نہیں تھا کہ شمانہ یوں اچانک یہاں نظر آ جائے گی لیکن آج وہ جھیل میں نہیں تھی، بلکہ جھیل کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ خیالات میں اس قدر محو تھی کہ اسے میرے قدموں کی چاپ بھی نہیں سنائی دی اور میں اس سے تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر رک گیا۔ پھر میں نے اطمینان سے لباس اتارا اور جھیل میں ایک لمبی چھلانگ لگا دی۔
پانی کے چھپاکے سے وہ چونکی تھی اور پھر اس نے متعجبانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ چند ساعت میری طرف دیکھتی رہی اور پھر رُخ بدل گیا۔ کافی دیر تک خاموش کھڑی رہی۔ رُخ دوسری طرف ہی رہا تھا۔ میں اطمینان سے جھیل میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ آگے بڑھ گئی۔ لیکن آج اس کا انداز ڈھیلا ڈھالا تھا۔ اس کی چال میں بھی تیزی نہیں تھی بہرحال

میں نے اس سے زیادہ مناسب نہیں سمجھا اور اطمینان سے نہاتا رہا۔ پھر جھیل سے نکل آیا اور اس کے بعد میں بستی میں آوارہ گردی کرتا رہا۔

پوسیتا کے تصور نے ذہن میں کوئی خاص بات پیدا نہیں کی تھی اس لیے اس کے پاس جانے کو دل بھی نہیں چاہا۔ رات کو واپس فوما کے پاس آ گیا اور پھر فوما سے تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد آرام کرنے لیٹ گیا اور سو گیا۔ دوسری صبح سے شام تک کا وقت میں نے فوما کے ساتھ ہی گزارا تھا۔ فوما خود بھی میری سستی پر حیران تھا۔ شام کو البتہ میں پھر جھیل کی طرف نکل گیا۔ انوکھی بات تھی شمانہ آج بھی پتھر پر اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔ آج اس نے مجھے دور سے دیکھ بھی لیا تھا لیکن مجھے دیکھ کر اٹھنے یا دہشت زدہ ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

میں خود ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔ "کیا بات ہے شمانہ، آج کل تم جھیل میں نہیں اترتیں، کیا میرے خیال سے؟" میں نے اسے چھیڑا اور اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا لیکن ان نگاہوں میں شکست خوردگی تھی۔ ان میں وہ تیکھا پن نہیں تھا۔ اس کے خدوخال میں بھی تبدیلی تھی۔ میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"جواب نہیں دیا شمانہ؟" میں نے کہا۔

"سبوتا!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں شمانہ جواب دو۔ میں تمھارے اندر تبدیلی دیکھ رہا ہوں۔"

"ہاں سبوتا! میں بدل گئی ہوں۔" شمانہ نے مضمحل لہجے میں کہا۔

"ارے۔ واقعی؟"

"میرا مذاق مت اڑاؤ سبوتا۔ میں کبھی نہ بدلتی لیکن —— لیکن ...."

"لیکن کیا شمانہ؟"

"ایک خواب نے میری زندگی بدل دی ہے۔"

"خواب؟"

"ہاں۔ اپنے باپ کی موت کے بعد میں نے پوری زندگی میں پہلی بار، پچھلی رات اپنے باپ کو خواب میں دیکھا۔ میں کسی کی بات نہیں مانتی لیکن —— میں اس کی بات رد نہیں کر سکتی۔ اس نے ساری زندگی مجھ سے کوئی بھی تو فرمائش نہیں کی اور اب مرنے کے بعد میں اس کی ایک چھوٹی سی بات کو نہیں ٹھکرا سکتی۔"

"اوہ۔ کیا کہا تھا اس نے؟" میں نے بمشکل خود کو سنجیدہ کیا۔ شمانہ کے ڈھیلے لہجے نے مجھے متاثر کیا تھا۔ وہ واقعی بدلی ہوئی تھی۔

"بیٹھ جاؤ سبوتا۔ براہِ کرم بیٹھ جاؤ۔ پوری بستی میں اب کوئی نہیں ہے جس سے میں دل کی بات کہہ سکوں۔"

"شکریہ شمانہ!" میں بیٹھ گیا۔ مجھے بھلا اس سے کیا خوف ہو سکتا تھا۔

"شاید تمھیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ میرے باپ نے بستی کی بقا کے لیے آتش فشاں میں کود کر قربانی دی تھی۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔"

"تمھیں معلوم ہے؟ لیکن کس طرح؟"

"اب میں تم سے اتنا بے خبر بھی نہیں ہوں۔"

"اوہ۔ بہرحال، میری پرورش نہ جانے کس کس نے کی مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ یوں سمجھو پوری بستی نے ہی اس میں حصہ لیا لیکن میری فطرت کی یہ وحشت کسی نے ختم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میں جس طرح سوچتی رہی کرتی رہی اور یہ فطرت نشوونما پاتی رہی۔ تب شاید میرے باپ کو ہی خیال آیا اور وہ میرے خواب میں آ گیا۔ اس نے کہا کہ جس بستی کے لیے اس نے اتنی عظیم قربانی دی، میں اس کے ساتھ یہ سلوک کر رہی ہوں۔ اس نے کہا ہے کہ میں انسان بنوں، محبت کرنا سیکھوں۔"

"اوہ۔ ایک اچھا مشورہ دیا ہے اس نے۔"

"میں نے تمھارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا سبوتا، مجھے اعتراف ہے، میں نے کئی بار تمھیں دھوکے سے مارنے کی کوشش کی ہے۔ شاید اب تم آئندہ کبھی میرے اوپر اعتبار نہ کرو لیکن میں اس کی خواہش مند بھی نہیں ہوں۔ تم یوں سمجھو شمانہ پچھلی رات مر چکی ہے۔" اس نے اداس لہجے میں کہا۔

"نہیں شمانہ! کسی غلط عادت کو ترک کرنے کا مطلب موت نہیں ہے۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔

"فطرت کی موت کے بعد بھی زندگی کا کوئی تصور رہ جاتا ہے؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"بعض اوقات انسان غلط عادتوں کو زندگی سمجھ لیتا ہے۔ تمھارا دل اگر اچھائیوں کو قبول کرتا ہے تو تم اتنی بددل کیوں ہو؟"

"لیکن اب بستی میں شمانہ کی حیثیت ختم ہو جائے گی۔"

"یہ بات نہیں ہے شمانہ۔ بستی والے تمھیں پیار کرتے ہیں اس لیے تمھاری بری عادتوں کو بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ اس پیار کے ساتھ اگر تمھاری اچھی عادت بھی شامل ہو جائے تو تمھاری حیثیت بدل جائے گی اور ان کا پیار بڑھ جائے گا۔" میں نے کہا لیکن شمانہ کی اداسی میں کمی نہ ہوئی۔

"کیا تم مجھے معاف کر دوگے سبوتا؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"بہ آسانی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں مجھے اعتراف ہے کہ میں نے تمھارے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ بات یہ تھی کہ تم نے میری اس فطرت کو کچلنے کی کوشش کی تھی جس کی وجہ سے میں خود کو عورتوں اور مردوں سے برتر سمجھتی تھی لیکن اب جب وہ فطرت ہی نہ رہی ——"

"چلو اسے بھول جاؤ شمانہ۔" میں نے فراخدلی سے کہا۔

"تم چاہو تو مجھ سے انتقام لے سکتے ہو سبوتا؟"

"انتقام؟"

"ہاں!"

"میں تم سے کوئی انتقام نہیں لینا چاہتا شمانہ اور پھر میں تم سے انتقام بھی کیا لوں؟" میں نے کہا۔

"میرے بدن کا لباس اتار دو۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے برہنہ کر دو، میں اپنی خودی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا اور اس کی آنکھوں میں نمی ابھر آئی۔ اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا اور میں درحقیقت اس کے اس انداز اور اس بات سے بہت متاثر ہو گیا۔ چند ساعت میں اس کا جائزہ لیتا رہا اور پھر میں نے نرم لہجے میں اس سے کہا۔ "تمھارا انداز اس وقت بھی غلط

تھا شمانہ اور اب بھی تم غلط انداز میں سوچ رہی ہو۔ پہلی بار جب میں جھیل میں اترا تھا تب بھی میرے ذہن میں تمھاری نسوانیت کی توہین کا کوئی احساس نہیں تھا اور نہ ہی اب مجھے تمھارا لباس اتار کر کوئی خوشی ہوگی۔ بہرحال تم نے جو کچھ کیا ہے' میں نے اپنے ذہن سے نکال دیا' بشرطیکہ تم مخلص ہو۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ساعت خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھی رہی۔ پھر میری طرف دیکھ کر مضمحل لہجے میں بولی۔

"مجھے میرے گھر پہنچا دو۔"

"اوہ۔" میں نے معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اس نے بھی نگاہیں اٹھائی تھیں اور پھر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر وہ آہستہ سے اٹھ گئی۔

"رہنے دو میں چلی جاؤں گی۔ ظاہر ہے تم میرے اوپر اعتماد نہیں کر سکتے۔ کرنا بھی نہیں چاہیے لیکن ۔۔۔ لیکن ۔۔۔" وہ آگے بڑھ گئی۔ میں اس کے پیچھے چل پڑا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

"تم غلط سمجھیں۔ میں تمھارے ساتھ چل رہا ہوں۔ ظاہر ہے تم روز روز تو اپنا گھر جلانے سے رہیں۔" اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے چلتی رہی۔ تب میں اس کے ساتھ اس کے گھر پہنچ گیا۔ وہ کسی قدر خوش ہوگئی تھی۔

اور پروفیسر اس نے میری خوب خاطر مدارات کی اپنے ہاتھ سے بہت سی الٹی سیدھی چیزیں بنا کر کھلائیں اور درحقیقت ان سارے کاموں میں وہ بے حد مخلص نظر آرہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ واقعی بدل گئی ہو۔

رات ہوئی تو میں اٹھنے لگا۔ اس نے میری طرف دیکھا "جا رہے ہو؟"

"جانا ہی ہے۔"

"نئی بستی جاؤ گے؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"کیوں؟"

"ظاہر ہے پوسیتا تمھارا انتظار کر رہی ہوگی۔"

"اوہ۔ نہیں۔ میں تو کل بھی اس کے پاس نہیں گیا' آج بھی نہیں جاؤں گا۔ ویسے تم نے اس کی جان بخشی کر دی ہے۔"

"ہاں۔ یقین کرو مجھے اب اس سے کوئی پرخاش نہیں ہے لیکن اب میں ساری زندگی اس کے سامنے نہیں جاؤں گی۔ وہ ایک لحاظ سے مجھ سے برتر ہے۔"

"اوہ۔ کس لحاظ سے؟"

"اس کے محبوب نے اس کی حفاظت کے لیے میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ میرے ذہن میں ہے اور بہرحال وہ اس سلسلے میں مجھ سے برتر ہے کہ ایسا محافظ محبوب رکھتی ہے' جبکہ میں اس لحاظ سے ساری دنیا میں تنہا ہوں۔"

"اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے شمانہ! لیکن بہرحال تم اس بات کا اعتراف کرو کہ تم غلطی پر تھیں اور اس کی زندگی لینے کی کوشش بے مقصد تھی۔"

"ہاں مجھے اعتراف ہے اور اطمینان رکھو آئندہ میں اس طرف نہیں جاؤں گی۔"

"شکریہ شمانہ! اچھا مجھے اجازت؟"

"کل آؤ گے؟"

"اگر تم پسند کرو؟"

"میں انتظار کروں گی۔ کس وقت آؤ گے؟"

"اس کا فیصلہ بھی تم کر لو۔"

"صبح کو۔"

"میں پہنچ جاؤں گا۔" میں نے کہا اور پھر میں واپس آگیا۔ رات کو اپنے آرام کی جگہ لیٹ کر میں اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ سچی بات تو یہ تھی پروفیسر کہ ابھی تک میں اس لڑکی کی طرف سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔ مجھے اس کے اندر تبدیلیاں نظر آرہی تھیں لیکن یہ تبدیلیاں تو پہلے بھی نظر آئی تھیں لیکن ان کی اصلیت کیا نکلی تھی۔

دوسرے دن صبح میں ضروریات سے فارغ ہو کر شمانہ کی طرف چل پڑا اور شمانہ مجھے منتظر ملی۔ اس کے چہرے پر عجیب سی الجھن تھی لیکن مجھے دیکھ کر وہ پرسکون ہوگئی اور اس کے ہونٹوں پر تھکی تھکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمھاری آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں شمانہ' کیا بات ہے؟ کیا رات کو سوئی نہیں؟"

"ہاں! میں پوری رات نہیں سوئی سبوتا۔"

"آخر کیوں؟"

"بس' ساری رات اپنے بارے میں سوچتی رہی' آئندہ میری زندگی کس انداز میں گزرے گی؟" اس نے کہا۔

"تم اس کے لیے پریشان ہو؟"

"نہیں۔ مجھے زندگی سے اتنی دلچسپی نہیں ہے لیکن میں یہی سوچ رہی تھی کہ آئندہ دنیا سے سمجھوتہ کر کے میں کس طرح زندہ رہوں گی۔"

"تم اپنی فطرت کیوں بدلتی ہو شمانہ۔ ہاں بس اپنی وحشیانہ عادتیں ترک کر دو۔"

"نہیں سبوتا! زندگی میں ایک بار شکست کھا لو تو پھر خود کو فاتح مت کہو۔ مجھے شکست ہو چکی ہے۔" اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس احساس کو ذہن سے نکال دو۔"

"نہیں نکلتا سبوتا! بہت کوشش کی ہے۔"

"میں پہلے بھی تمھارا دشمن نہیں تھا شمانہ' آج بھی نہیں ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم یہ ساری باتیں بھول جاؤ۔"

"سبوتا!" شمانہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہوں۔"

"میرے ساتھ چلو گے؟"

"کہاں شمانہ؟" میں نے پوچھا۔

"کہیں بھی۔ جہاں میں لے چلوں۔" اس نے کہا۔

"چلوں گا شمانہ!" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"تمھیں تردد تو نہیں ہے؟"

"کس بات پر؟"

"میں تمھیں پھر کہیں دھوکا نہ دوں۔"

"دے دینا شمانہ۔ میں بھی زندگی سے بہت زیادہ دلچسپی نہیں رکھتا۔" میں

نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس نے گردن جھکالی اور پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو"۔ اور میں تیار ہو گیا۔ شمانہ میرے ساتھ نکل آئی۔ اس کی چال میں بھی وہ پھرتی نہیں تھی جو اس کی خاصیت تھی۔ آج اس نے ایک نیا راستہ اختیار کیا تھا۔ سکائی میں خاصا وقت گذارنے کے باوجود میں کبھی اس طرف نہیں آیا تھا۔ یہ کالے پہاڑوں کا راستہ تھا۔ بستی سے کافی دُور تھا لیکن تھکنے والا ہم دونوں میں سے کوئی نہیں تھا اور پھر دُور سے ہی میں نے اندازہ لگالیا کہ شمانہ کہاں جارہی ہے۔

پھر ہم آتش فشاں پہاڑ کی چڑھائی طے کرنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد شمانہ اوپر پہنچ گئی۔ آتش فشاں کا دہانہ زیادہ دُور نہیں تھا۔ ذہن میں سے ایک سنسناہٹ کی آواز اُبھر رہی تھی۔ لاوا اُبل رہا تھا۔ یہاں کافی گرمی تھی لیکن شمانہ پُرسکون تھی۔ اس نے رُک کر سکون کی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کافی دیر تک خاموشی سے دیکھتی رہی۔ اس کے خدوخال میں پھر تیکھا پن پیدا ہو گیا تھا اور آنکھوں کی خونخوار کیفیت اُبھرتی آرہی تھی۔

"سبوتا!" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔ میں دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کہو شمانہ!"

"ایک بات بتاؤ گے؟"

"ضرور"۔ میں اس کی بدلتی ہوئی کیفیت کو نوٹ کر رہا تھا۔

"تم مجھے تلاش کرنے سلاکا کے پاس پہنچے تھے؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے ورنہ اس سے قبل میں سلاکا کو نہیں جانتا تھا"۔

"مجھے کیوں تلاش کر رہے تھے؟" اس نے پوچھا۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو شمانہ؟ براہِ کرم صاف صاف کہو اور یہاں آتش فشاں پر کیوں آئی ہو؟" میں نے کہا۔

"اسی پہاڑ کے دہانے میں کود کر میرے باپ نے جان دی ہے، میں اس کی روح کو مطمئن کرنے آئی ہوں۔ میں اسے بتانے آئی ہوں کہ سارا قصور میرا نہیں ہے"۔

"تب پھر خود کو مطمئن کرو"۔

"ہاں۔ شاید میں نے درمیان سے گفتگو شروع کر دی ہے۔ مجھے اس وقت سے چلنا چاہیے جب تم پہلی بار جھیل پر آئے تھے"۔

"چلو وہیں سے سہی"۔

"تم جان بوجھ کر وہاں نہیں آئے تھے؟"

"نہیں!"

"اور پھر پانی میں مجھے دیکھ کر تم کسی اچھے ارادے سے جھیل میں نہیں اترے تھے؟"

"خوب! ہاں یہ درست ہے لیکن میں صرف تمہیں قریب سے دیکھنا چاہتا تھا۔ تمہیں متاثر کرنا چاہتا تھا"۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم ایک خوبصورت لڑکی تھیں اور مجھے پسند تھیں"۔

"پھر اس کے بعد؟"

"تم نے جو کچھ کیا تمہیں معلوم ہے۔ اگر تم وہاں سے میرا پیچھا نہ کرتیں تو شاید میں بھی تمہاری طرف نہ آتا"۔

"اوہ۔ تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں شمانہ! میں جھوٹ اس لیے نہیں بولتا کہ سچ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاتا"۔ میں نے کہا۔ "تم نے جس طرح ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا اس کے بعد میں تمہارے نزدیک آکر کیا کرتا لیکن تم خود آتش فشاں بن گئیں اور اس کے بعد جو کچھ تم نے کیا، اس نے مجھے بھی تمہارے پیچھے لگا دیا۔ میں نے تو عموماً جواب دیا ہے، وار تو تم ہی کرتی رہی ہو"۔

"تم نے مجھے بے بس کر کے میرے ہونٹوں کو چوما تھا"۔

"ہاں۔ وہ صرف جوابی کارروائی تھی"۔

"ہونٹوں کو چومنے میں تمہاری طلب کا کوئی دخل نہیں تھا؟"

"یہی سمجھو۔ وہ صرف ایک مرد کی انا تھی"۔

"اور اس کے لیے تم نے میری انا توڑ دی؟"

"میں نے بتایا نا شمانہ کہ یہ احساس تمہاری شدت پسندی نے میرے ذہن میں جگایا تھا۔ جھیل پر میری تم سے ملاقات ہوئی تھی۔ اگر تم مجھے ناپسند کرتی تھیں تو پیچھے ہٹ جاتیں۔ میں تمہارا تعاقب نہ کرتا۔ اگر تمہارے دل میں میرے لیے گنجائش نکل آتی تو ——— تو شاید میں تمہیں بڑے خلوص سے چاہتا"۔

"لیکن سلاکا؟"

"تمہیں علم ہے کہ سلاکا سے تمہاری وجہ سے ملاقات ہوئی۔ میں تمہاری طرف سے مایوس تھا۔ وہ میری طرف بڑھی تو میں اسے رد نہ کر سکا۔ پوسیتا کے پاس بھی میں تمہاری تلاش میں ہی گیا تھا اس بات کا تمہیں بھی علم ہے"۔

"لیکن تمہیں کیا حق ہے کہ مجھے زبردستی خود سے محبت کرنے پر آمادہ کرو؟"

"میں نے ایسا نہیں کیا"۔

"سنو سبوتا! میں عورت ضرور ہوں لیکن خود کو کمتر سمجھنے کی عادی نہیں ہوں۔ میں ہر حالت میں برتری چاہتی ہوں۔ تم نے مجھے بہت ذلیل کیا ہے"۔

"لیکن اب تو تم اپنی فطرت بدل رہی ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ بھی تمہیں بے وقوف بنانے کی ایک کوشش کی تھی۔ لیکن اس وقت ——— اس وقت مجھے اپنے اندر ایک تبدیلی کرنا پڑی ہے۔ یہ تبدیلی فطری نہیں ہے بلکہ ——— بلکہ درحقیقت میں محسوس کرتی ہوں کہ میری فطرت میں کچھ کمزوریاں پیدا ہوتی جارہی ہیں۔ تم جانتے ہو سبوتا میں تمہارے ساتھ یہاں کیوں آئی ہوں؟"

"یہ تو تم بتا چکی ہو کہ تم مجھے اپنی فطرت کی تبدیلی کے بارے میں بے وقوف بنا رہی ہو"۔ میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ میں اب تک تمہیں بے وقوف ہی بنا رہی تھی۔ میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ میں پیار بھری باتیں کر کے تمہیں متاثر کروں گی پھر تمہیں آتش فشاں کے دہانے میں دھکیل دوں۔ اگر تمہاری گرفت سخت ہو تو خود بھی اس میں چھلانگ لگا دوں۔ یہ میرا ارادہ تھا سبوتا! لیکن یہاں آکر اور تم سے گفتگو کرنے کے بعد میرے اندر ایک عظیم کمزوری پیدا ہوئی ہے۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ واقعی غلطی میری ہے، اور سبوتا! میں نے کبھی اپنی کوئی

غلطی تسلیم نہیں کی ہے۔ سُنو۔ یہ حقیقت ہے کہ میرے دل سے پوسیتا سے
انتقام کا جذبہ بھی سرد پڑ گیا ہے۔ رات جاگ کر میں نے یہ بھی سوچا ہے کہ اس
کا کوئی قصور نہیں۔ اسے قتل کرنے سے کیا فائدہ۔ چنانچہ میں رات کو ہی
اسے معاف کر چکی ہوں۔ ان حالات میں، کیا میں یہ سوچنے میں حق بجانب
نہیں ہوں کہ شمانہ کی اصل حیثیت ختم ہو چکی ہے۔ اس کی فطرت دم توڑ چکی
ہے۔ جواب دو سبوتا۔"

"پہلے تم گفتگو ختم کر لو۔" میں نے کہا۔

"اب مجھے شمانہ سے نفرت ہے۔ بزدل شمانہ سے مجھے کراہیت محسوس
ہو رہی ہے۔"

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے شمانہ؟"

"جب غلطی میری ہے تو تمہیں مرنا نہیں چاہیئے۔ صرف اور صرف شمانہ
کو مرنا چاہیئے۔ بے حقیقت شمانہ کی زندگی مجھے ذرا بھی پسند نہیں ہے۔" اس
کے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے۔ "میں اس شمانہ کو سزا دینا چاہتی ہوں جس نے
غلطی کی ہے۔"

اور پروفیسر میری سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ شمانہ نے پوری زندگی سچ نہ
بولا ہو۔ لیکن اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ وہ سچ بول رہی ہے اور اس کا ارادہ
بھی میرے علم میں آ گیا۔ وہ آتش فشاں کے دہانے کے قریب موجود تھی۔ اس
کی ایک چھلانگ اُسے آتش فشاں کے دہانے تک لے جا سکتی تھی۔ میں کسی
طور اُسے کودنے سے نہیں روک سکتا تھا اور وہ یقیناً خودکشی کا ارادہ رکھتی
تھی۔ میرے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ اس کی موت کسی طور مجھے گوارہ
نہیں تھی پروفیسر۔ چنانچہ میرا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ میں نے گردن
جھٹکائی۔

"کیا تم میرے اُوپر ایک احسان کر سکتے ہو سبوتا؟" شمانہ نے پوچھا۔

"کہو شمانہ۔" میں نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے یہ بات بتاؤ کیا شمانہ بزدل ہے؟ کیا وہ بے حقیقت ہے؟"

"میں تمہیں اور بھی چند باتیں بتانا چاہتا ہوں شمانہ!" میں نے سنجیدگی
سے کہا۔

"کیا؟"

"اگر تم اس شمانہ کو ہلاک کرنا ہی چاہتی ہو، جو تمہارے خیال میں ایک
کمزور۔۔۔" میں ایک دم خاموش ہو گیا اور چونک کر ایک طرف دیکھنے
لگا۔ "ارے، یہ اس طرف کیوں آ رہے ہیں۔۔۔" اور میری یہ کوشش سو فیصد
کامیاب رہی جس طرف میں نے دیکھا، وہ کسی قدر نشیب میں تھی اور شمانہ
اپنی جگہ سے اس طرف نہیں دیکھ سکتی تھی۔ چنانچہ وہ بے اختیار چند قدم
آگے بڑھ کر ایک بلند جگہ پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کون ہے؟" اس کے منہ سے نکلا۔ لیکن میرے لئے اتنا ہی کافی
تھا۔ میں نے عقاب کی سرعت سے چھلانگ لگا کر شمانہ کو دبوچ لیا، اور وہ
پوری طرح میری گرفت میں آ گئی۔ ایک لمحہ کے لئے وہ بھونچکا سی رہ گئی تھی۔
لیکن پھر وہ بھی صورت حال سمجھ گئی اور بُری طرح چیخی:

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ تم مجھے مرنے سے نہیں روک سکتے۔ میں زندہ
نہیں رہوں گی۔ میں ذلت کی زندگی گوارہ نہیں کر سکتی۔ چھوڑ دو۔ میں کہتی
ہوں چھوڑ دو۔" لیکن اب اس کے کہنے سے میں اسے چھوڑ تو نہیں سکتا تھا۔
میں اُسے بازوؤں میں اٹھائے پہاڑ سے نیچے اُترنے لگا۔ شمانہ جس قدر
کوشش کر سکتی تھی، کر رہی تھی۔ لیکن اب میری گرفت سے نکلنا اس کے
بس کی بات نہیں تھی۔ میں اسے پہاڑ سے نیچے لے آیا، اور پھر میں اس
کو اتنی دور لے آیا کہ اگر وہ دوبارہ اس طرف جانے کی کوشش کرے تو میں اس پر
قابو پا سکوں۔

تب میں نے اُسے زمین پر اُتار دیا۔ شمانہ کی بُری حالت تھی غصے کی
وجہ سے اس کا چہرہ آتش فشاں بنا ہُوا تھا۔

"چونکہ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں شمانہ اور تمہیں دل سے پسند کرتا ہوں۔
اگر میں یہ کہوں کہ مجھے تم سے بے حد محبت ہے اور مجھے تمہاری موت سے گہرا
صدمہ ہوگا تو یہ غلط نہ ہوگا۔ اگر میں یہ کہوں شمانہ کہ میں تمہارے لئے دنیا کی
سب سے خوبصورت لڑکی کو بھی چھوڑ سکتا ہوں تو یہ بھی غلط نہیں ہوگا۔
درحقیقت میں تمہیں اتنا ہی چاہتا ہوں۔ اس کے باوجود میں فطرت کا قاتل
نہیں بننا چاہتا۔ اگر تم مرنا ہی چاہتی ہو تو میں تمہیں اس کا ایک اور اچھا طریقہ
بتا سکتا ہوں۔"

"بتاؤ!" وہ وحشیانہ انداز میں دانت پیس کر بولی۔ اس کی آنکھیں انگاروں
کی طرح دہک رہی تھیں، بال بکھرے ہوئے تھے اور اس عالم میں وہ کیا لگ رہی تھی۔
میں تمھیں اس بارے میں نہیں بتا سکتا پروفیسر۔

"تمھارے باپ نے جان کیوں دی تھی؟"

"اس بستی کی بقا کے لیے۔"

"اور تم صرف اپنی انا کے لیے جان دے رہی ہو؟"

"پھر۔ پھر میں کیا کروں؟" وہ غرائی۔

"تم بھی ایسی ہی کوئی مثال قائم کرو۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"کسی ایسے مقصد کے لیے جان دو کہ پوری بستی تمھیں ہمیشہ یاد رکھے۔"

"میں نہیں سمجھی۔" شمانہ کے لہجے میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں تھی۔

"تمھیں علم ہے کہ تمھارے وطن میں اجنبی گھس آئے ہیں اور وہ تمھاری
ان بستیوں پر پوری طرح قبضہ کر کے تمھیں اور تمھاری نسل کو اپنا محکوم بنانا چاہتے
ہیں۔ اس کے لیے انھوں نے تمھارے فوما کو قتل کر کے ایک ایسے شخص کو فوما بنا دیا
ہے جو ان لوگوں کا پٹھو ہے اور آہستہ آہستہ وہ اپنی جڑیں مضبوط کر رہے ہیں۔"

"ہاں مجھے علم ہے۔" شمانہ نے کہا۔ اب اس کے انداز میں کسی قدر حیرانی
شامل ہو گئی تھی۔

"تو پھر کیوں نہ تم اپنی بستیوں کو ان کے تسلط سے آزاد کرانے کی کوشش

میں جان دو۔"

"ہوں؟"

"ہاں۔ تم اتنی کمزور تو نہیں ہو۔"

"لیکن میں۔ میں کیا کر سکتی ہوں؟" اس کا ذہن بٹ گیا تھا۔

"بہت کچھ۔" میں نے جواب دیا۔

"بتاؤ۔ مجھے بتاؤ؟" اس نے کہا۔

"تمھیں اپنے فوما سے پیار تھا؟"

"ہاں۔ وہ اچھا انسان تھا۔ اس کی محبت پوری بستی کے خون میں رچی ہوئی ہے۔"

"اپنی بات کہو۔"

"میں بھی انہی میں شامل ہوں۔"

"اگر میں تمھیں بتاؤں کہ تمھارا فوما زندہ ہے اور پوشیدہ رہ کر ان لوگوں کے خلاف کارروائی کر رہا ہے تو کیا تم یقین کرو گی؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا اور میری طبیعت خوش ہو گئی۔ تاہم میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور اگر میں تمھیں اس سے ملا دوں تو؟"

"فوما سے؟" اس نے شدید حیرت سے کہا۔

"ہاں!"

"تو میں یقین کر لوں گی لیکن وہ مر چکا ہے۔"

"تب اس وقت تک اور کچھ نہ سوچو جب تک اس سے مل نہ لو۔ آؤ میرے ساتھ۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور وہ مجھے دیکھتی رہی، پھر بولی۔

"تم مجھے دھوکا تو نہیں دے رہے؟"

"اگر یہ دھوکا ثابت ہو جائے تو پھر میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں تمھارے کسی اقدام سے نہیں روکوں گا لیکن اس کے بعد تمھیں اس کے لیے کام کرنا ہو گا۔"

"چلو۔" اس نے کہا اور میں اسے لے کر فوما کی طرف چل پڑا۔ شمانہ کے چہرے پر بدستور بے یقینی کے تاثرات تھے۔

شمانہ کے بارے میں اب میرا نظریہ بالکل بدل چکا تھا۔ اس سے قبل وہ ایک خطرناک حیثیت سے میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ اس کے پے در پے حملوں نے مجھے یہ بات باور کرا دی تھی کہ وہ آسانی سے شکست ماننے والوں میں سے نہیں ہے اور حیلسازی کے ذریعے وہ مجھے ہلاک کرنے کی مختلف تدابیر کرتی رہے گی۔

لیکن جب اس نے آتش فشاں میں کود کر خودکشی کرنا چاہی تو اس کے بعد پروفیسر یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ اب وہ تھک چکی ہے۔ گویا دوسرے معنوں میں اس نے اپنی شکست تسلیم کر لی تھی اور ظاہر ہے شکست خوردہ لڑکی اب میرے لئے کسی طور نقصان دہ نہیں تھی۔ میں نے اس کی جذباتیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ بات سوچی تھی کہ اسے فوما کے بارے میں بتا دوں۔ یقیناً ایسی لڑکی کسی حد تک وحشیانہ فطرت اور حب الوطنی کا جذبہ رکھتی ہو، میری اس بات سے متاثر ہو سکتی تھی اور یہی ہوا بھی تھا۔

شمانہ اب خاصے مختلف انداز میں میرے ساتھ چل رہی تھی۔ اس کا ذہن کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور چہرے پر حیرت کے ہلکے سے نقوش تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ فوما کے بارے میں سوچ رہی ہو گی کہ فوما جو سب کے لئے مر چکا تھا، زندہ کیسے ہو گیا۔ ہو سکتا ہے اس نے یہ بھی سوچا ہو کہ میری کوئی چال ہو۔

لیکن شکست خوردہ لڑکی اب ہر چال میں آنے کے لئے دل سے تیار تھی۔ اتنا میں بھی جانتا تھا کہ فوما کو میری اس حرکت پر اعتراض نہیں ہو گا۔ شمانہ تنہا تھی اور بہرصورت فوما کے لئے نقصان دہ ثابت نہیں ہو سکتی تھی، اور پھر جو کام میں نے کیا اس میں اتنی بہت ساری دقتیں بھی نہیں تھیں کہ فوما کے لئے بہت زیادہ پریشان ہو جاتا۔ اپنے بگڑے ہوئے کاموں کو میں خود سنبھالنے کی قوت رکھتا تھا۔

شمانہ اور میں تیزی سے چلتے ہوئے اسی مکان کی طرف جا رہے تھے جو ساحل سمندر پر تھا اور جہاں سے فوما بستی والوں پر نگاہ رکھتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں وہاں پہنچ گئے۔ شمانہ نے یہ مکان دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا فوما اس مکان میں ہے؟"

"ہاں شمانہ۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ میں نے ایک دفعہ یہ مکان دیکھا تھا۔"

"کب؟" میں نے پوچھا۔

"اس وقت جب میں ایک رات تمہارے ہاں نئی بستی پہنچی تھی اور تم نے مجھے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا تھا۔" شمانہ پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

"اوہو۔ تو کیا تم سمندر کے راستے ہی اس جگہ واپس آئی تھیں؟"

"ہاں۔ میں نے سوچا کہ اب خشکی پر جانا بے کار ہے۔"

"اوہ، کیوں؟"

"بس میں اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔" شمانہ نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ میں نے فوما کے دروازے پر دستک دی اور چند ساعت بعد اس کی آواز سنائی دی،

"کون ہے؟"

"سبوتا۔" میں نے جواب دیا اور دوسرے لمحے فوما نے دروازہ کھول دیا لیکن میرے ساتھ شمانہ کو دیکھ کر وہ بری طرح چونک پڑا تھا۔ اس نے تحیر آمیز نگاہوں سے شمانہ کی صورت دیکھی اور پھر پیچھے ہٹ گیا۔ میں اس کی گھبراہٹ سے محظوظ ہوا تھا۔

دوسری طرف شمانہ محوِ حیرت اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ چند قدم آگے بڑھ آئی تھی۔ فوما اب تک دروازے کے پیچھے کھڑا تھا۔ میں نے شمانہ کے لئے راستہ چھوڑ دیا تھا اور شمانہ ۔۔۔؟ وہ تو صرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے فوما کو دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے آگے بڑھی، اور فوما کے قدموں

پر جھک گئی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ فوما کے قدموں پر رکھ دیئے تھے۔
"آہ فوما! تو زندہ ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔
"ہاں، مگر تم کون ہو؟" فوما نے پوچھا۔
"یہ شمانہ ہے فوما۔۔۔ قبیلے کی وحشی ہرنی۔"
"اوہ۔" فوما کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "آؤ شمانہ، اندر آجاؤ۔" اس نے پُراخلاق لہجے میں کہا اور جب ہم دونوں اندر داخل ہوئے تو اس نے دروازہ بند کر دیا۔
فوما نے بڑے پُراخلاق انداز میں ہم دونوں کو بیٹھنے کی پیش کش کی۔ شمانہ تو جیسے گم سُم ہو گئی تھی۔ میں البتہ فوما کے اشارے پر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ فوما نے شمانہ کو بھی ایک جگہ بیٹھنے کی ہدایت کی۔ وہ بیٹھ گئی مگر اس کی حیرت میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔
لیکن اس کے انداز میں بڑی عقیدت تھی۔ فوما اسے دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔
"سبوتا کی زبانی میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔ حکیم ہاکو بھی مجھے کافی کچھ بتا چکا ہے۔ تم سے ملنا چاہتا تھا اور مجھے خوشی ہے کہ سبوتا تمہیں لے آیا۔"
"مقدس فوما۔۔۔ تو زندہ ہے۔۔۔ کیا تمہیں پتہ ہے کہ مجھے تمہارے بارے میں یہ سُن کر کتنی خوشی ہوئی ہے؟ کیا بستی کے دوسرے لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ فوما زندہ ہے اور ان کے درمیان موجود ہے؟" شمانہ نے کہا۔
"ہاں مصلحتاً بستی کے لوگوں سے یہ بات چھپائی گئی ہے اور میرا خیال ہے یہ مناسب ہی ہے کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری آمد لوگوں پر عیاں ہو۔"
"لیکن فوما۔ میں سخت حیران ہوں۔ میں نے اپنے کانوں سے تیری موت کی خبر سنی تھی اور پھر میں نے یہ بھی سنا کہ کشبالہ حکمران بن گیا ہے۔"
"ہاں شمانہ بہت ساری باتیں سننے میں آئی ہیں۔ بہت سارے راز کھلیں گے۔ لیکن میں تجھے صرف اتنا بتاؤں گا کہ میری زندگی بچانے والا اور تمہاری بستی کو فوما واپس دلانے والا سبوتا ہے۔ صرف سبوتا۔" فوما نے جذباتی لہجے میں کہا۔
"اوہ۔" شمانہ کے لہجے میں تاسف تھا۔ اس نے عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھا اور گردن ہلاتی ہوئی بولی۔
"لیکن فوما۔۔۔ مقدس فوما، میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے اس کے بارے میں بتا۔ میں اس کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"
"کس کے بارے میں؟" فوما مسکراتا ہوا بولا۔
"سبوتا کے بارے میں۔"
"کیوں جاننا چاہتی ہے تو؟"
"میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آخر یہ ہے کون۔" شمانہ عجیب سے لہجے میں بولی اور فوما مسکرا کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔
"لیکن شمانہ، سبوتا نے مجھے بتایا ہے کہ تم اس کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو۔ مجھے ان تمام باتوں کا علم ہے کہ تم نے سبوتا کے لئے بہت سے نقصانات اٹھائے ہیں جس میں مکان کا جلنا بھی شامل ہے۔"
"اوہ، تو سبوتا بہت عرصے سے تجھ سے ملتا رہا ہے؟" شمانہ نے کہا۔
"ملتا کیا رہا ہے شمانہ۔ تم یوں سمجھو کہ مجھے یہاں لانے والا، میری زندگی بچانے والا سبوتا ہی ہے۔ ہم دونوں یہاں ساتھ ہی آئے تھے۔"
"تب تو مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ فوما سبوتا سے کہو کہ مجھے معاف کر دے۔ میں نے تو بارہا اس کی جان لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تو نہ جانے اس کے ساتھ کیا کیا سلوک کیا۔ میں اس بات سے بہت شرمندہ ہوں۔ میں صدقِ دل سے شرمندہ ہوں فوما۔ اس سے کہو مجھے معاف کر دے۔"
"کیوں سبوتا، کیا خیال ہے تمہارا؟"
"ٹھیک ہے فوما۔ مجھے شمانہ سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ اس نے جو کچھ بھی کیا میں اس سے پوری طرح لطف اندوز ہوا اور بہرصورت تھوڑی سی غلطی میری بھی تھی اور ہم فی الوقت یعنی میں اور شمانہ صلح کر چکے ہیں اور اس وقت یہ صلح، میرا مطلب ہے، تمہاری موجودگی میں اور مستحکم ہو گئی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"یقیناً۔ یقیناً۔ تو اب شمانہ کو تفصیلات بتانا ہی پڑیں گی۔ شمانہ، میں نہیں چاہتا کہ ابھی بستی کے کسی اور فرد کو میری آمد کے بارے میں معلوم ہو۔ ہم ان زندہ نُد لوگوں سے اپنا وطن واپس لینا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں نہایت خاموشی سے کام کرنا ہو گا اور اس میں تم بھی میری شریک ہو گی۔"
"خلوصِ دل سے فوما۔ میری زندگی کا اس سے اچھا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔"
"تب پھر میری آمد کے بارے میں مختصر طور پر سن لو کہ ان لوگوں نے مجھے نیم مردہ حالت میں سپردِ سمندر کر دیا تھا۔ ظاہر ہے سمندر کی زندگی کب تک میرے سانس بحال رکھتی۔ پھر سبوتا مجھے ملا اور سمندر میں سبوتا نے میری مدد کا بیڑہ اٹھایا۔ تب وہ مجھے یہاں تک لے آیا اور اس وقت سے میں حکیم ہاکو کا مہمان ہوں۔"
شمانہ متعجب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے مسکراتے ہوئے بتایا کہ جب میں جنگل میں پہلی بار اس سے ملا تھا تو فوما کو حکیم ہاکو کے گھر چھوڑ کر آیا تھا گویا اسی وقت میں اور فوما یہاں آئے تھے۔
شمانہ دلچسپی سے ساری باتیں سنتی رہی۔ پھر اس نے سنجیدگی سے مجھ سے کہا۔
"سبوتا۔ مجھے یہ اُمید ہے کہ تم خلوصِ دل سے مجھے معاف کر دو گے۔ میں نے تمہارے ساتھ واقعی زیادتی کی ہے۔ لیکن تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ کہ مجھے فوما کی خدمت میں لے آئے۔ اب میں اپنی زندگی فوما کے مقاصد کی تکمیل میں صرف کر دوں گی۔ میں اس کے دستِ راست کی حیثیت سے کام کروں گی۔ تم نے نہ صرف مجھ پر بلکہ اس ساری بستی پر احسانِ عظیم کیا ہے۔"
"ٹھیک ہے شمانہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ شمانہ اچانک بے حد خوش نظر آنے لگی۔ پھر اس نے فوما سے کہا۔
"فوما۔ تو مجھے اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت دے۔ اگر تو نہ چاہے گا تو میں اس مکان سے باہر بھی نہ نکلوں گی۔ بس میں تیری دن رات خدمت کیا کروں

گی۔ تیرے سارے کام نمٹاؤں گی۔ مقدس فوما میں تیری آمد سے بہت خوش ہوں۔"

"میں بھی تیری آمد سے بہت خوش ہوں شمانہ۔ تو یہاں رہ سکتی ہے۔" اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرصورت مجھے اور کیا چاہیئے تھا۔ تھوڑی سی دلچسپی یہیں مہیا ہو گئی تھی اور فوما کے بارے میں، میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ شریف انسان یقیناً اس بات سے واقف ہے کہ میں شمانہ کو پسند کرتا ہوں اور اب بات رہ گئی پوسیتا کی تو اس کے ہاں جانا تو بہرصورت ایک مرحلہ تھا جس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

شام ہوئی اور پھر رات ہو گئی۔ شمانہ نے فوما کے تمام کام نہایت خوش اسلوبی سے کیئے تھے۔ چند لمحات کے لئے مجھے فوما کی تنہائی نصیب ہوئی۔ شمانہ کوئی کام کر رہی تھی۔ تب میں نے فوما سے کہا،

"اس لڑکی کی آمد تمہارے لئے کسی حیثیت سے پریشان کن تو نہیں ہے فوما؟"

"اوہ نہیں سبوتا۔ تم نے یہ کیوں سوچا؟"

"بس ایسے ہی۔ میرا خیال تھا کہ کہیں تم اسے پسند نہ کرو۔ لیکن لڑکی مخلص ہے اور اس قسم کی لڑکیوں کے بارے میں، میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ یہ بات کسی طور زبان سے نہیں نکالے گی کہ تم یہاں موجود ہو یا اس کا تم سے کوئی تعلق ہے۔ وہ بے حد جذباتی لڑکی ہے۔"

"ہاں۔ مجھے یقین ہے اور میں خوش ہوں کہ تم اسے یہاں لے آئے۔ بہرصورت میں بھی تنہائی محسوس کر کے بڑی کوفت میں مبتلا تھا۔ وہ میرے کچھ کام بھی کر دیا کرے گی۔ ویسے بھی میرا خیال ہے کہ اس کی آمد سے تمہیں خوشی ہی ہو گی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ دراصل وہ خودکشی کرنے جا رہی تھی۔"

"اوہو۔ کیوں آخر؟ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"بس مجھے شکست دینے میں ناکام رہی تھی۔ اس نے اپنی شکست تسلیم کر لی تھی۔ وہ مرجانا چاہتی تھی۔ تب میں نے اسے مجبوراً تمہارے بارے میں بتایا اور اس طرح اس کا ذہن ہٹانے میں کامیاب ہو گیا ورنہ احمق لڑکی نہ جانے کیا کرتی۔"

"تم نے بہت اچھا کیا سبوتا۔ اس کے آنے سے کوئی حرج نہیں ہے۔ یوں بھی وہ تنہا ہے اور یہیں پر رہے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

رات کو میں فوما کی اجازت سے شمانہ کے ساتھ ساحلِ سمندر پر نکل آیا۔ اس علاقے میں مکمل ویرانی تھی۔ اور دور بہت دور نئی بستیوں کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ ہم اس نئی بستی کی روشنیوں کو بآسانی دیکھ سکتے تھے ہم پتھریلی چٹانوں پر بیٹھ گئے۔ شمانہ ابھی تک خاموش تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"سارا دن سوچ میں ڈوبی رہی ہوں سبوتا اور یہ سوچ سوچ کر سخت شرمندہ ہوتی رہی ہوں کہ اپنے اس محسن کے ساتھ اتنا بُرا سلوک کیا جس نے نہ صرف میرے بلکہ میری پوری قوم کے ساتھ احسانِ عظیم کیا ہے۔ تم نے فوما کو بچا کر ہماری بستی کو ایک نئی زندگی دی ہے۔"

"اوہو شمانہ یہ کوئی بات نہیں ہے۔ بس مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تمہارے دل سے وہ غلط فہمی نکل گئی جو تھی۔" میں نے کہا۔

"ہاں سبوتا۔ میں واقعی شرمندہ ہوں لیکن اگر تم پسند کرو تو چند باتیں میں تم سے ضرور کرنا چاہتی ہوں۔"

"کرو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ سبوتا آج تم خلوصِ دل سے اپنے بارے میں بتا دو۔ اب تک جو ساری باتیں ہوئیں میں نے انہیں دشمن کی نگاہ سے دیکھا اور ان پر کبھی یقین نہیں کیا لیکن سبوتا میں چاہتی ہوں کہ اب تم مجھے یہ ساری باتیں بتا دو کہ تم کون ہو اور یہ پُراسرار قوتیں کیا حیثیت رکھتی ہیں؟"

"شمانہ یہ ساری باتیں تمہارے لئے بیکار ہیں۔ میں کوئی ایسی ہستی نہیں ہوں جسے تم دیوتا سمجھو۔ بس تم لوگوں سے قدرے مختلف ہوں۔"

"مختلف؟" شمانہ تعجب سے بولی۔ ——— "مجھے بتاؤ کہ زمین سے درخت کون اکھاڑ سکتا ہے۔ آگ کے شعلوں میں کون زندہ رہ سکتا ہے اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ زہرِ ہلاہل جو میں نے شربت میں ملایا تھا، تم نے پیا تھا لیکن اس کے باوجود تم زندہ ہو۔ آخر کیوں۔ آخر کیوں؟"

"میں نے کہا نا۔ میں تم لوگوں سے تھوڑا سا مختلف ہوں۔"

"کیوں مختلف ہو؟"

"بس۔ اس بارے میں مَیں خود بھی کچھ نہیں جانتا۔"

"بڑی انوکھی بات ہے۔ تم جیسا انسان تو روئے زمین پر شاید ہی کوئی دوسرا ہو ———"

"ہاں شاید۔" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"اچھا ایک بات اور بتاؤ۔"

"ہاں ہاں پوچھو۔ وہ بھی پوچھو۔"

"کیا تم سلاکا سے محبت کرتے تھے؟"

"نہیں۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ سلاکا کے ہاں میں تمہاری تلاش میں پہنچا تھا۔"

"اور پوسیتا کے پاس؟" شمانہ نے سوال کیا۔

"وہاں بھی تمہاری تلاش میں گیا تھا۔"

"لیکن پوسیتا۔ تم اس سے تو محبت کرنے لگے تھے۔" شمانہ کے لہجے میں شکایت تھی۔

"ایک بات کا پہلے تم جواب دو شمانہ۔" میں نے کہا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "تم نے کبھی اپنے دل میں میرے لئے محبت محسوس کی ہے؟"

میرے اس سوال پر شمانہ چند ساعت خاموش رہی۔ پھر بھاری لہجے میں بولی۔

"سبوتا۔ میں ہر لحاظ سے شکست خوردہ ہوں۔ جب تم نے مجھے قدم قدم پر شکست دے دی ہے تو پھر میں کوئی ایک احساس ہی پوشیدہ رکھ کر کیا کروں گی؟"

"لیکن میرا سوال ایک دوست کا سوال ہے شمانہ۔ فتح یا شکست سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم نے خود کو شکست خوردہ تصور کر لیا ہے۔ یہ تمہارا فعل ہے جس کے لئے ایک دوست کی حیثیت سے میں تم سے یہ کہوں گا کہ ایسا کوئی خیال

ذہن میں نہ رکھو۔ میں خود کو کسی طور بھی فاتح نہیں سمجھتا۔ بس دوسروں سے ذرا مختلف ہوں اس لیے مر نہیں سکا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو تمہارے عتاب کا شکار ہو کر کبھی کا ختم ہو چکا ہوتا۔ میری اور تمہاری جو گفتگو ہو رہی ہے وہ صرف دو دوستوں کی گفتگو ہے۔ اس میں کوئی خیال غیر مناسب ہوگا۔ اگر تم کسی سوال کا جواب نہ دینا چاہو تو تمہیں مجبور نہیں کیا جائے گا۔"

"نہیں سبوتا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میری کیفیت عجیب رہی ہے۔ تم مجھے اس وقت بھی اچھے لگے تھے جب میں نے پہلی بار تمہیں دیکھا تھا لیکن مردوں کے بارے میں میری رائے کبھی اچھی نہیں رہی۔ میں انھیں ہمیشہ سے حقیر سمجھتی رہی ہوں اس لئے کسی مرد کی یہ جسارت میں معاف نہیں کر سکتی تھی کہ ۔ ۔ کہ وہ مجھے لباس سے بے نیاز دیکھے۔ پھر جب میں تم سے انتقام نہ لے سکی اور تم مجھ پر حاوی رہے تو میرا غصہ بڑھتا رہا اور میں جھلاہٹ کا شکار ہو گئی۔ بے پناہ جھلاہٹ، شدید جھلاہٹ۔ میں تمہاری بوٹیاں اڑا دینا چاہتی تھی ... لیکن۔ لیکن ۔ ۔ اور پھر سلاکا کے پاس میں نے تمہیں دیکھا اور ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ میرے ذہن میں ایک عجیب سا احساس ابھر آیا۔ یوں لگا جیسے سلاکا نے میرا کچھ چھین لیا ہو ۔ ۔ ۔ اور اسے مارنے میں میری یہ ذہنی جھلاہٹ بھی شامل تھی۔ پھر میں نے تمہیں پوسیتا کے ساتھ دیکھا اور اس وقت بھی میرے دل میں یہی احساس جاگا کہ ۔ ۔ تم ۔ ۔ صرف میرے لئے ہو۔ کوئی دوسرا تمہیں ہلاک بھی نہیں کر سکتا۔ اگر تم اسے محبت کا نام دے سکتے ہو سبوتا تو دے لو۔ اس کے علاوہ اور کوئی خیال میرے ذہن میں کبھی نہیں آیا۔"

"ہوں۔ بہر حال اپنی اس کیفیت کو کوئی نام تم خود دے سکتی ہو۔ باقی رہا تمہارا سوال، تو شمانہ، یہاں آنے کے بعد میں نے صرف تمہیں دیکھا تھا تم مجھے بہت اچھی لگی تھیں لیکن دو تین بار تمہارے اجتناب اور نفرت کو محسوس کرنے کے بعد میں نے اپنے ذہن سے تمہارے حصول کا خیال نکال دیا۔ اس کے بعد ظاہر ہے کہ مجھے اپنی ذہنی جلن دور کرنے کے لئے کسی سہارے کی ضرورت تھی اور دونوں لڑکیاں صرف سہارا تھیں۔"

"گویا تمہیں ان سے محبت نہیں تھی۔"

"نہیں۔"

"پوسیتا سے بھی۔"

"ہاں اس سے بھی نہیں ہے۔"

"لیکن اس کے لئے تم نے میرے ساتھ اتنا برا سلوک کیوں کیا تھا؟"

"اس کی وجہ تمہیں معلوم ہے شمانہ۔ تم میری وجہ سے پوسیتا کو عذاب کا شکار بنانا چاہتی تھیں۔ اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔"

"تب تم اس کے پاس بھی نہیں جاؤ گے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں شمانہ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں؟"

"کیا تم اس کا نعم البدل بن سکتی ہو؟" میں نے سوال کر دیا اور شمانہ کی گردن جھک گئی۔

"تم مجھے میری حیثیت نہ دو گے بلکہ پوسیتا کا نعم البدل سمجھ کر قبول کرو گے؟"

اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ فیصلہ تو اس وقت ہوگا جب تمہارے مل جانے کی امید پیدا ہو جائے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا، اور شمانہ اپنے پتھر سے اٹھ گئی، آہستہ آہستہ میرے قریب آئی اور نیچے زمین پر بیٹھ کر اپنا سر میرے گھٹنوں پر رکھ دیا۔

"سبوتا۔ میری تیری غلام ہوں۔ میں تیری عورت ہوں سبوتا۔ میرا دل صرف وحشت کا شکار تھا ورنہ تیری حیثیت کو میں پہلے سے تسلیم کر چکی تھی۔ ہاں میں اعتراف کرتی ہوں کہ تو دنیا کا انوکھا مرد ہے اور میں نے اپنی وحشت کے اثر سے نکل کر جب بھی تیرے بارے میں سوچا، میرے دل کی دھڑکنوں نے تیرا نام لیا اور تو مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا جسے دل سے چاہا جا سکتا ہے۔ جسے پیار کیا جا سکتا ہے۔ ہاں میں تجھے چاہتی ہوں سبوتا۔ ہاں میں تجھے دل و جان سے چاہتی ہوں۔"

وہ میرے گھٹنوں سے اپنی آنکھیں رگڑ رہی تھی اور میں اس طوفان کی شدت کا اندازہ کر رہا تھا جو اس کے دل میں اٹھ رہا تھا۔ بخوبی اندازہ کر رہا تھا۔

میں نے اس کے بازو پکڑے اور اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا

شمانہ کے انداز میں خود سپردگی تھی اور پھر میں نے

اسے اپنے ساتھ ہی پتھر پر بٹھا لیا۔ شمانہ بالکل موم ہو گئی تھی۔ ساری رات ہم نے ساحل پر گزار دی اور پھر روشنی کی آمد کا احساس کر کے ہم اٹھ گئے۔ میں اپنی قیام گاہ پر آرام کرنے چلا گیا اور شمانہ اس جگہ کی طرف جہاں نوما نے اس کے آرام کا بندوبست کیا تھا۔

دن میں خوب دیر سے میں جاگا اور جاگنے کے بعد خوراک کی تلاش میں اپنی جگہ سے نکل آیا لیکن شمانہ سے ملاقات ہو گئی۔

"حکیم آ کر آیا ہے۔" شمانہ نے بتایا۔

"اوہو۔ کہاں ہے؟"

"نوما کے پاس۔ دونوں گفتگو کر رہے ہیں۔"

"اور تم کیا کر رہی ہو؟" میں نے پیار سے اسے دیکھا۔

"بس میں نوما کی ضروریات پوری کر رہی ہوں۔ مجھے اس کی خدمت کر کے بے انتہا مسرت ہو رہی ہے۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ میں مقدس نوما کے کسی کام آ سکتی ہوں۔ آہ تمہیں نہیں معلوم سبوتا۔ ہماری بستیوں کے لوگ نوما کے لئے ہزار بار مرنے کو تیار ہیں۔ نوما کی موت سے بے شمار لوگ ذہنی طور پر مر چکے تھے۔ انھیں جب پتہ چلے گا کہ نوما زندہ ہے تو ۔ ۔ ۔ تو تم نہیں جانتے سبوتا کہ ان کی کیا حالت ہوگی۔"

میں چند ساعت خاموش رہا، پھر پوچھا۔ "نوما نے ناشتہ کر لیا؟"

"ہاں۔ وہ تمہارے جاگنے کا منتظر تھا لیکن میں نے اسے مجبور کر کے ناشتہ کرا دیا۔"

"تم نے کر لیا؟"

"ابھی نہیں۔ میں تمہارے ساتھ ناشتہ کروں گی۔" شمانہ نے جواب دیا۔

عورت کی پرانی عادت۔ لیکن نہ جانے کیوں میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا۔ شمانہ اس انداز میں زیادہ بھلی نہیں لگتی تھی۔ یہ جنگلی بلی تو وحشت خیزی میں ہی حسین لگتی تھی میری

خواہش تھی کہ وہ میری وفادار ہونے کے بعد بھی اتنی نرم نہ ہو کہ ۔۔ لیکن ابھی کیا۔ ابھی تو آگے دیکھنا تھا کہ اس کی کیا کیفیت رہتی ہے۔

بہر حال میں نے اس کے ساتھ ناشتہ کیا۔ ناشتے کے دوران شمانہ نے خود کو ایک مکمل عورت بنا کر پیش کیا۔ وہ درحقیقت بدل گئی تھی۔ بہر حال میری وہ خواہش پوری ہوئی تھی جس کے لئے میں ایک طویل عرصے سے سرگرداں تھا۔ بالآخر میں نے اس وحشی ہرنی کو رام کر لیا تھا۔ اب وہ پورے طور سے میرے بس میں تھی اور اس کی یہ صورت تھوڑی سی مختلف ضرور تھی لیکن مجھے ناپسند نہیں تھی۔

ناشتے کے بعد میں نے شمانہ سے پوچھا۔

"اب تم کیا کرو گی شمانہ؟"

"سبوتا۔" شمانہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں بس تھوڑی سی مختلف فطرت کی ہوں۔ میں نے زندگی میں کبھی خود پر کسی کا تسلط محسوس نہیں کیا۔ لیکن اب جب میں نے یہ بات محسوس کر لی ہے کہ شمانہ، شمانہ نہیں رہی، بلکہ وہ کسی کی محکوم ہے، کسی کی غلام ہے، کسی کی طالب ہے تو اس کے بعد شمانہ کی اپنی مرضی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔"

میں مسکراتے ہوئے شمانہ کو بغور دیکھ رہا تھا، جو بالکل بدل گئی تھی۔ اس کی آزاد فطرت نے میرے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"سبوتا! تم میری زندگی کے ہر لمحے کا تعین کیا کرو۔ میرے ہر لمحے کا حساب رکھا کرو، مجھے اس میں خوشی ہوگی۔"

"اوہ شمانہ۔ جس وقت تک میں تمہارے بارے میں یہ محسوس کرتا رہا تھا کہ تم میری دسترس سے باہر ہو اور دل سے میری مخالف، تو میں تمہارے لئے بہت سی باتیں سوچتا تھا۔ میری ہر کوشش یہی تھی کہ کس طرح تمہیں اس راستے پر لا سکوں جو میری طرف آتا ہے۔ اب جب کہ تم میرے نزدیک آگئی ہو تو تمہاری حیثیت نہ تو کسی غلام کی سی ہے نہ کسی محکوم کی۔ تم میری دوست ہو، میری ساتھی ہو۔ چنانچہ یہ تصور ذہن سے نکال دو کہ تم میری غلام ہو یا میں تمہارا حکمراں ہوں۔ نہیں شمانہ۔ ہم صرف دوست ہیں، اچھے ساتھی ہیں۔ میں تمہارے اوپر مسلط نہیں ہوں۔ ہم دوست کی حیثیت سے زندگی گزاریں گے۔ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ ہر طرح سے ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے جس کی ابتدا تم نے کر بھی دی ہے۔ تم جانتی ہو شمانہ! میں اس بات سے بہت خوش ہوں تمہیں اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی مکمل آزادی ہے۔ تم جس طرح چاہو زندگی گزار سکتی ہو۔ میں ہر قدم پر تمہارا ساتھ دوں گا۔

باقی رہا یہ مسئلہ جس کی جانب میں نے تمہیں متوجہ کیا تھا اور میں محسوس کرتا ہوں کہ تم بھی اس سے خوش ہو۔ یعنی فوما کی اعانت۔ تو میری رائے ہے شمانہ کہ اپنی ساری کوششیں فوما کی بہتری پر صرف کردو اور اپنی بستی کو دوسروں کے تسلط سے آزاد کرانے کے لئے ہر ممکن جدوجہد کرو جو غاصبانہ طور پر تمہاری بستی پر قابض ہیں۔

میں کسی انسان کا کسی زمین پر بیٹھ جانا برا محسوس نہیں کرتا کیونکہ زمین لامحدود ہے، زمین کسی کی جاگیر نہیں ہے۔ میں نے زمین کے بہت سے روپ دیکھے ہیں۔ لوگ یہاں آتے ہیں، اس پر اپنا قبضہ جماتے ہیں اور بعد میں اسی زمین میں، جسے وہ اپنی جاگیر سمجھتے ہیں، شامل ہو کر ہمیشہ کے لئے گم ہو جاتے ہیں۔ اپنی زندگی کے چند لمحات کے دوران وہ اس پر بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں، عجیب عجیب خیالات کا اظہار کرتے ہیں لیکن میں نے ان کا انجام دیکھا ہے۔ زمین یونہی باقی رہتی ہے، زمین پر دعوے کرنے والے باقی نہیں رہتے۔ وہ لوگ ختم ہو جاتے ہیں، جو اس زمین کو "اپنی زمین" سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ ان کی نہیں ہوتی۔

زرد رو لوگوں کو کم از کم اس حد تک برا نہیں سمجھتا کہ وہ یہاں آکر آباد ہو گئے ہیں، البتہ جس انداز میں انہوں نے یہاں پر سازشیں کیں، وہ مناسب نہیں ہیں اور میرا خیال ہے کہ ان کا یہ احساس ختم ہو جانا چاہیئے کہ وہ یہاں کے باشندوں کو اپنا محکوم بنا کر ان پر حکومت کریں۔ بہر صورت میں اسے مناسب نہیں سمجھتا اور میرا خیال ہے کہ یہ مناسب بات ہے بھی نہیں۔ میں خود بھی دل سے یہی چاہتا ہوں۔ کہ یہاں فوما کی حکومت قائم رہے اور جس طرح وہ یہاں پر نسل در نسل حکمرانی کرتا چلا آیا ہے، اس کی نسلی حکمرانی چلتی رہے چنانچہ میں خود بھی فوما کے لئے کام کرنے کا خواہاں ہوں اور شمانہ ہماری زندگی کا بھرپور مقصد بھی یہی ہے کہ ہم فوما کو اس کی حیثیت واپس دلانے میں بھرپور تعاون کریں۔"

شمانہ میری باتیں سنتی رہی، خاموشی سے سوچتی رہی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"تم دنیا کے سب سے انوکھے انسان ہو سبوتا۔ تمہارا تعلق اس دنیا سے نہیں ہے جسے ہم اپنی بستی کہتے ہیں۔ لیکن تم اس کے لئے کتنے خلوص سے سوچ رہے ہو۔ سبوتا تم بہت عظیم ہو۔ فوما کس قدر خوش نصیب ہے کہ اسے تم جیسے ساتھی کا تعاون حاصل ہوا۔ میں محسوس کرتی ہوں سبوتا کہ تم عام انسانوں سے بہت مختلف ہو، بہت زیادہ منفرد، اتنے عجیب، اتنے انوکھے کہ میں تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا چاہوں بھی تو نہیں کر سکتی۔ بہر صورت میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گی کہ تم کون ہو اور فوما کی مدد کیوں کرنا چاہتے ہو۔ کسی کی نیت پر شک کرنا بہت بری بات ہے اور پھر تم تو ایسے انسان بھی نہیں ہو کہ تمہاری نیت پر شک کیا جائے۔ بس اسے میں فوما کی خوش بختی کے سوا کچھ نہ کہوں گی۔ باقی رہی فوما کی خوش بختی کی بات کہ اپنی بستیوں کو غاصب لوگوں کے تسلط سے آزاد کرایا جائے۔ تو میرا خیال ہے کہ بے شک اپنے باپ کی موت کے بعد میں بستی کے مسائل سے کافی حد تک لاتعلق رہی ہوں لیکن بہر صورت میرا خمیر بھی اسی مٹی سے اٹھا ہے۔ مجھے بھی اس بستی کی زمین سے اسی قدر محبت ہے جس قدر بستی کے دوسرے لوگوں کو۔ میں بھی یہی سب کچھ چاہتی ہوں جو تم نے کہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں سبوتا کہ میری سوچ اس مسئلے میں تھوڑی سی مختلف تھی لیکن تمہارا کہنا زیادہ بہتر ہے۔ بلاشبہ زمین پر رہنے کا ہر انسان کو برابر کا حق ہے، لیکن جو حدیں مقرر کی گئی ہیں۔ ان کی پابندی بھی ضروری ہے۔

سبوتا میں فوما کے لئے زندگی کے آخری سانس تک جدوجہد کرنے کو تیار ہوں۔ ہاں! البتہ مجھے تمہاری رہنمائی کی شدید ضرورت ہے۔"

"یقیناً شمانہ۔ کیا اب تم مجھ سے دور رہنے کا خیال ذہن میں رکھ سکتی ہو؟" میں نے کہا اور شمانہ نے گردن جھکالی۔ میں اس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھتا رہا اور وہ جب کچھ نہ بولی تو میں نے دوبارہ وہی سوال کیا۔

"بولو شمانہ، کیا تم اب بھی مجھ سے دور رہو گی؟"
اور شمانہ نے گردن جھکائے جھکائے نفی میں جواب دیا تب میں نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ آہستہ اسے کھینچ کر سینے سے لگا لیا۔

"میں خود بھی یہی چاہتا ہوں شمانہ کہ اب تم وحشت کے یہ لمحات بھلا دو جو تم گزار چکی ہو۔ اب ہم دونوں محبت کی ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی میں سکون کی سانسیں لیں گے، فوما کے لئے کام جاری رہے گا لیکن تم میری ساتھی ہو گی اور جس وقت ہم فوما کو اس کی حکومت واپس دلا دیں گے۔ تو پھر فیصلہ کریں گے کہ ہمیں اس بستی میں قیام کرنا ہے یا پھر یہاں سے کہیں اور جانا ہے۔"

شمانہ کی آنکھوں میں خوشی کے آثار نظر آنے لگے تھے، اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"سبوتا تم زندگی کے ہر لمحے مجھے اپنے ساتھ پاؤ گے میں ہر اس جگہ کو پسند کروں گی جہاں تمہارا لمس مجھے حاصل ہو گا۔"

میں نے شمانہ کے دونوں شانے تھپتھپائے اور بولا "ٹھیک ہے شمانہ۔ تم ہر قدم پر مجھے اپنا ساتھی پاؤ گی۔ اچھا ایک بات اور بتاؤ؟" میں نے اسے پیار سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں پوچھو؟"

"تم فوما کی خدمت کرنا چاہتی ہو؟"

"ہاں" اس نے گردن ہلا دی۔

"لیکن اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ فوما کی یہاں آمد کا راز اتنا اہم ہے کہ اگر کسی کو معلوم ہو گیا۔ تو سارا کھیل بگڑ سکتا ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ اور اگر تمہارا اشارہ میری جانب ہے تو تم بھروسہ رکھو، میں کسی کو اس بات کا شبہ بھی نہ ہونے دوں گی۔ دنیا کے کسی فرد کو بھی نہیں۔"

"ہاں شمانہ یہ ضروری ہے۔"

"میں تمہارا یقین نہیں توڑوں گی سبوتا۔"

"تمہارا کیا ارادہ ہے شمانہ کیا تم فوما کے ساتھ وہیں رہو گی؟"

"جیسا تم کہو سبوتا۔ ویسے میں محسوس کرتی ہوں کہ فوما کو میری ضرورت ہے میں اس کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ ظاہر ہے وہ یہاں رہ کر بہت سی چیزوں کو محتاج ہے، میں مکمل طور سے اس کی خدمت کروں گی، اس کی ہر ضرورت پوری کروں گی۔ یہ میری خواہش ہے اور یہی میری خوشی۔"

"ٹھیک ہے شمانہ لیکن تمہارے دوست بھی ہیں، کیا انہیں تمہاری تلاش نہ ہو گی، اگر تم یہاں رہو گی تو کیا انہیں تعجب نہ ہو گا۔ یا کوئی یہاں تم سے ملنے نہ آئے گا؟"

"میں اس سلسلے میں مکمل رازداری برتوں گی۔" شمانہ نے جواب دیا۔

"کیا تم بتانا پسند کرو گی؟"

"میں بظاہر اپنے گھر میں رہوں گی، دوسری دلچسپیوں میں بھی حصہ لوں گی، لیکن زیادہ وقت فوما کے ساتھ ہی گزرے گا۔"

"بالکل ٹھیک ہے شمانہ، اور یہی مناسب بھی ہے۔ اچھا اب اگر تم اجازت دو تو میں فوما سے مل آؤں؟"

"ہاں۔ تم فوما کے پاس ہو آؤ میں فوما کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتی ہوں۔" شمانہ نے جواب دیا۔ اور میں فوما کی طرف چل پڑا۔

فوما نے حسب معمول میرا مسکراتے ہوئے استقبال کیا اور پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"آؤ سبوتا۔ میں تمہارا انتظار ہی کر رہا تھا۔"

"اوہو۔ فوما کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں سبوتا، زندگی کے یہ لمحات بڑے خاص گزر رہے ہیں۔ بہر صورت اس وقت خصوصی طور پر تمہاری ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک بالکل ہی ذاتی مسئلہ ہے۔"

"ہاں فوما، کہو کیا بات ہے۔؟"

"کوئی بہت عجیب یا انوکھی بات نہیں ہے، بس میں تمہیں اطلاع دینا چاہتا تھا کہ زیوراس آ گیا ہے۔"

"اوہ۔ وہ جس کا تمہیں انتظار تھا؟"

"ہاں میری بستی شنکیا کا ایک سردار۔"

"حکیم ہاکو نے اطلاع دی تھی۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہاکو نے اس کا استقبال کیا تھا۔"

"خوب۔ پھر اب، فوما میں تمہاری ہدایات کا منتظر ہوں۔"

"میری ہدایات۔" فوما کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرا مطلب ہے فوما جس وقت تم کہو میں یہاں سے تمہارے کام کے لئے چلا جاؤں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سبوتا۔ اس سلسلے میں جن راہوں کا تعین کیا گیا ہے ان پر نہایت کامیابی سے عمل ہو رہا ہے لیکن اس کے باوجود مجھے تمہاری ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ بے شک وہ کام جس کے لئے میں نے تم سے کہا ہے، خالصتاً ذاتی نوعیت کا ہے، اور اس وقت گویا اس کی گنجائش نہیں تھی۔ لیکن تم شاید اس بات کو بہتر سمجھتے ہو کہ جدوجہد کے لئے انسان کو کچھ ذہنی فرصت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ میں جس تردد کا شکار ہوں اسے دور کر لینا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور اس میں اگر تم میری مدد کرو گے تو میں تہہ دل سے تمہارا شکر گزار ہوں گا۔" فوما نے کہا۔

"میں تم سے پہلے ہی وعدہ کر چکا ہوں فوما، میرا خیال ہے اس سلسلے میں تمہیں کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ حکیم ہاکو سے کہو کہ وہ زیوراس سے بات کرے اور زیوراس جس طرح چاہے اپنے لوگوں کو میرے بارے میں ہدایت کر دے، سارا کام حکیم ہاکو کو ہی کرنا ہے، کیونکہ میری تو اتنی حیثیت نہیں ہے کہ میں زیوراس سے کوئی بات کر سکوں، حکیم ہاکو کو مکمل تفصیلات سے آگاہ کر دینا۔ میرا مقصد ہے اس حد تک جس حد تک تم مناسب سمجھو۔ اس کے بعد میں چلا جاؤں گا اور وہی کروں گا جو تم کہو گے۔" میں نے فوما سے کہا۔

"میں حکیم ہاکو سے سب کچھ کہہ چکا ہوں اور وہ آج ہی زیوراس سے بات کرے گا، لیکن مجھے بس صرف یہی تردد تھا کہ تم تو تیار ہو سبوتا؟"

"ہاں ہاں میں تو اس وقت سے تیار تھا جس وقت تم نے مجھ سے کہا تھا باقی معاملات تو صرف تمہارے اوپر تھے۔ جو انتظامات تمہیں کرنے تھے میں صرف ان کا منتظر تھا۔ البتہ اگر تم برا نہ محسوس کرو تو ایک اجازت تم سے ضرور

لوں گا۔"

"ہاں۔ ہاں سبوتا۔ براہ کرم تم ایسی باتیں نہ کرو میں شرمندہ ہوتا ہوں تم مجھے حکم دیا کرو میں تمہیں اجازت دینے کا کیا حق رکھتا ہوں۔"

"میں شمانہ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"بے شک یہ بات میرے ذہن میں تھی، بلکہ میں تمہیں مشورہ دینے والا تھا کہ شمانہ کو اپنے ساتھ ہی لے جاؤ۔"

"بس تو ٹھیک ہے فوما میں تیار ہوں، جس وقت تم مجھ سے کہو گے میں اور شمانہ جہاز سے تمہاری بستی کی جانب روانہ ہو جائیں گے۔"

"میں حکیم ہاکو کا منتظر ہوں۔ آج رات جب ان سے ملاقات ہوگی۔ تو وہ مجھے کوئی فیصلہ کن بات بتائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے فوما سے کہا اور پھر ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد میں فوما کے پاس سے اٹھ آیا۔ اپنی قیام گاہ پر آ کر میں نے ایک گہری سانس لی اور ان معاملات کے بارے میں سوچنے لگا۔ شمانہ کے ساتھ سمندر کا سفر خاصا حسین رہے گا۔ رہی فوما کے کام کی بات تو میرے لئے یہ کونسا مشکل تھا۔ میں وہ سب کچھ کر سکتا تھا جو وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے چنانچہ اب مجھے باقی اقدامات کا انتظار تھا۔

اور پھر رات کو جب فوما سے ملاقات ہوئی تو حکیم ہاکو بھی اس کے پاس موجود تھا۔ دونوں کوئی گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر خاموش ہو گئے اور میں ان کے قریب جا بیٹھا۔

"کسی اہم مسئلے پر گفتگو ہو رہی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں تمہارے جانے کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔" حکیم ہاکو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی مسئلہ درپیش ہے؟"

"معمولی سا۔" فوما نے جواب دیا۔

"مثلاً؟"

"یہی کہ شکایا تمہارے لئے بھی اجنبی ہے اور شمانہ کے لئے بھی۔ کیا تم وہاں خود کو الجھا ہوا محسوس نہ کرو گے؟"

"الجھن کی کیا بات ہے۔ ہاں بس قیام کے لئے کوئی جگہ تلاش کرنا پڑے گی۔ لیکن یہ بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ یہ ساری باتیں تم میرے اوپر چھوڑ دو۔"

"ہم نے اس کا ایک اور حل سوچا ہے۔" حکیم ہاکو بولا۔

"وہ کیا؟"

"زیوراس بہر حال شکایا کا باشندہ ہے وہاں اس کا سب کچھ ہے۔ زیوراس کا ایک خط تمہارے ساتھ ہوگا اور تم اس کے مہمان کی حیثیت سے قیام کرو گے۔"

"یہ اور اچھی بات ہے۔ لیکن حکیم ہاکو، تم نے زیوراس سے میری روانگی کے بارے میں گفتگو کی ہے؟"

"ہاں، میں نے اسے تیار کر لیا ہے کہ وہ تمہیں احترام کے ساتھ شکایا بھیج دے۔"

"اور کیا کہا ہے تم نے اسے؟"

"تھوڑی سی لچک پیدا کی ہے وہ بھی صرف زیوراس سے۔ تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ زیوراس بھی فوما خاندان سے ہے اور فوما کا دور کا عزیز بھی لگتا ہے۔ میں نے اسے ایک دوسرے شخص کے بارے میں بتایا ہے جس کا نام سبوتا ہے۔ اور جو ایک عجیب انسان ہے اور جو ایک انتہائی عجیب خبر لایا ہے وہ خبر یہ ہے کہ سمندر میں اس نے فوما کو پایا اور یوں کہ وہ زندہ تھا تب اس نے فوما کو سمندر سے نکالا اور اس نے تعاون کرتے ہوئے اسے ایک ایسی جگہ پوشیدہ کر دیا ہے جو کسی کے علم میں نہیں ہے۔ فوما کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس کا دوست سبوتا کسی کو یہ بتانے کے لئے تیار نہیں ہے کہ فوما کہاں ہے۔ ہاں فوما کی ہدایا کے مطابق وہ شکایا آ کر ہاکو سے ملا ہے اور اس نے فوما کا یہ پیغام دے دیا ہے کہ بہت جلد وہ ان لوگوں سے ملے گا جو اس کے وفادار ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے سو حکیم ہاکو نے فوما کے نام پر یہ کام شروع کر دیا ہے اور زیوراس چونکہ فوما کا معتمد خاص ہے اس لئے اس کے علاوہ ابھی تک کسی کو صحیح بات نہیں بتائی کہ یہ بھی فوما کا حکم ہے۔ سو میرے دوست۔ سبوتا فوما کی ہدایت کے مطابق ہی تمہارے جہاز سے شکایا جانا چاہتا ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ وہ وہاں جا کر کیا کرے گا۔ لیکن فوما کے احکامات کی تعمیل ہمارا فرض ہے۔" حکیم ہاکو نے مسکراتے ہوئے تفصیل بتائی۔

میں نے پسندیدگی سے گردن ہلائی تھی۔ پھر میں نے پوچھا۔ "فوما کی زندگی کی خبر سن کر اس پر کیا رد عمل ہوا؟"

"وہی جس کی توقع کی جا سکتی تھی اور جس سے اظہار ہوتا ہے اس بات کا کہ فوما کے وفادار فوما سے دیوانگی کی حد تک عقیدت رکھتے ہیں اور وہ اس کے ایک اشارے پر اپنی زندگی مٹا دیں گے۔ زیوراس کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں۔ کئی لمحے وہ کچھ نہیں بول سکا تھا۔ پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا تھا اس نے کہا کہ وہ سبوتا سے ملنا چاہتا ہے۔ لیکن میں نے اسے ٹھنڈا کیا۔ میں نے کہا کہ وہ فوما کے احکامات کی تعمیل کرے اور وہی کرے جو فوما چاہتا ہے۔ تب کہیں جا کر وہ پرسکون ہو سکا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بے چینی سے سوالات پوچھتا رہا تھا۔ اس نے کہا کہ کیا سبوتا قابل اعتماد ہے۔ کیا وہ سچ بول رہا ہے ایسا تو نہیں ہے کہ سبوتا زندرو، لوگوں کی چال ہو۔ تب میں نے اسے جواب دیا کہ اس فوما کی ایسی نشانیاں پیش کی ہیں جنہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا اور خود اس کی ذات بھی قابل اعتماد ہے۔"

"ٹھیک ہے حکیم ہاکو۔ تو ہم کب روانہ ہوں گے؟"

"دو تین دن کے اندر اندر۔ جہاز واپسی کی تیاریاں کر لے۔ اور تم بھی۔"

"ٹھیک ہے حکیم ہاکو، میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ شمانہ کے سلسلے میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ بہر حال یہ دونوں اب میرے اوپر مکمل اعتماد کرتے تھے۔

رات ہوئی تو شمانہ میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کی آنکھوں میں شرم تھی۔ اور ہونٹوں پر لرزش۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سو میں نے سوچا کہ جو کچھ وہ کہنا چاہتی اور جو کہتے ہوئے جھجک رہی ہے۔ اس کے لئے اُسے شرمندہ نہ

ہونے دیا جائے چنانچہ میں نے اس سے کہا۔

"سمندر کے کنارے نہیں چلو گی شمانہ؟"

"آقا صرف حکم دیا کرتے ہیں۔ اجازت نہیں لیتے۔" وہ شرماتے ہوئے انداز میں بولی۔

"لیکن جو آقا نہ ہو؟" میں نے کہا۔

"یہ آقا کی سوچ ہے۔ غلام کی نہیں۔" شمانہ نے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھ گئی۔ ہم دونوں ساحل کی ٹھنڈی ریت پر آ گئے۔ چاندنی کھل گئی تھی اور فضا پر ایک عجیب سا سحر طاری تھا۔ شمانہ کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اس انداز سے بے حد متاثر ہے۔ وہ میرے شانے سے چمٹی ہوئی تھی۔ سو پروفیسر یہ اوقات ایسے نہیں ہوتے کہ انسان ذہن پر کوئی سوچ طاری رکھے اور پھر مجھ جیسا مرد اور شمانہ جیسی عورت، جن پر دنیا کا کوئی بوجھ نہیں تھا۔

سو ہمارے جسموں پر بھی کوئی بوجھ نہیں رہا اور چاندنی براہ راست ہمارے مسامات میں پیوست ہونے لگی۔ چاند کو اپنے حسن پر ناز ہوگا۔ اب نہیں تھا کیونکہ شمانہ کا بدن اس کے سامنے تھا اور اس کی آنکھوں میں اب فخر و غرور کے آثار کے بجائے رشک کے آثار تھے کہ شمانہ کا بدن بلاشبہ اس سے زیادہ حسین تھا۔ تو شمانہ کی گہری سانسیں میری گردن سے ٹکراتی رہیں اور پھر یہ گرم سانسیں ہلکی ہلکی آنچ دینے لگیں۔ پھر ان میں شعلے بھڑک اٹھے اور شمانہ کا غرور خاکستر ہو گیا۔ ٹھنڈی ریت پر وہ دنیا سے بے نیاز ہو گئی تھی۔ جاگ رہی تھی لیکن آنکھیں بند تھیں اور چہرہ ایسے جذبات کی آماجگاہ تھا جنہیں کسی چہرے سے چھپاں دیکھ کر حواس کھو جاتے ہیں۔ میں نے اسے بازو پر لٹا لیا اور کافی دیر کی خاموشی کے بعد اس کی آواز ابھری۔

"سبوتا۔ جاگ رہے ہو یا سو گئے؟"

"نیند تمہارے قرب کی توہین کی جسارت نہیں کر سکتی۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے اتنا بلند نہ کرو سبوتا۔ میں اب کچھ نہیں رہی۔"

"کیوں شمانہ؟"

"دیکھو۔ میں تمہاری دشمن اس لئے بنی تھی کہ تم نے میرے بدن کا راز پا لیا تھا۔ لیکن آج بدن کا غرور پاش پاش ہو گیا ہے۔ کیا یہ ٹوٹے ہوئے کانچ کے ٹکڑے کی مانند نہیں ہے جو زمین پر بکھرے ہوتے ہیں۔ وہ چمکتے ضرور ہیں۔ لیکن ان کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔"

"نہیں شمانہ۔ یہ صرف تمہاری سوچ کی شدت ہے ورنہ۔ جب دو انسان ایک دوسرے کے قرب میں اس طرح گم ہو جائیں کہ انہیں اپنے درمیان چاندنی کی چادر بھی گوارہ نہ ہو اور ان کے بدن کے سائے ایک دوسرے کو ڈھک لیں تو سمجھو کہ یہ محبت کی فتح ہوتی ہے۔ اس محبت کی جو انسان کا انعام ہے۔ جو زندگی کا سب سے بڑا انعام ہے۔ اور اس وقت انسان صرف اپنے محبوب کی ذات ہوتا ہے۔ اس وقت وہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی محبت کے درمیان تصنع کا کوئی پردہ نہیں ہے۔ اس نے دل سے کسی کی آنکھ کو اپنی ذات کا اثاثہ سمجھ لیا ہے اور بلاشبہ محبت دنیا کے ہر جذبے پر حاوی ہے چنانچہ فاضل جذبات کی میلی تہہ دل پر نہ آنے دو کہ ہم اپنے درمیان کوئی شے برداشت نہیں کر سکتے۔"

"سبوتا۔ تمہارے دل میں میری اتنی عزت ہے؟" شمانہ نے پوچھا۔

"اس سے کہیں زیادہ۔" میں نے جواب دیا۔

"سبوتا۔ سبوتا۔ تم نے مجھے ایک نئے احساس سے روشناس کرایا ہے۔ میں تو خود کو تمہارے لئے کچل رہی تھی۔ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ میں ان زیادتیوں کا قرض ادا کر رہی ہوں جو میں نے تم سے کی تھیں۔" وہ مجھ سے چمٹ گئی۔

"یہ احساس دل سے نکال دو شمانہ میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "تم نے میرے ان الفاظ میں کوئی خاص بات محسوس کی پروفیسر؟" اس نے اچانک سوال کیا۔ اور پروفیسر خاور خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"حسب معمول کھوئے ہوئے ہو۔" وہ مسکرا کر بولا۔ اور دونوں لڑکیاں بھی مسکرا پڑیں۔

تب پروفیسر خاور کو اس خاموشی کا احساس ہوا۔ اور وہ چونک پڑا۔

"کیا ہوا؟" اس نے چاروں طرف دیکھا۔

"چاندنی رات میں سمندر کے کنارے سے واپسی بہت مشکل ہوتی ہے۔" وہ آنکھیں بند کر کے بولا۔

"ہاں شاید۔" پروفیسر نے ایک طویل سانس لے کر جواب دیا۔

"میں نے ایک سوال کیا تھا۔"

"سوری کیا سوال تھا؟"

"کہانی یاد ہے؟"

"کیوں نہیں؟"

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم نے میرے الفاظ میں کوئی خاص بات محسوس کی؟"

"اوہ۔ نہیں۔ میرے محسوسات تم نے سلب کر لئے ہیں۔ لیکن مجھے بتاؤ وہ کیا بات تھی؟" پروفیسر نے کہا۔

"انسان کی خود غرضی کی کہانی ہے۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اس سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ انسان کتنا خود پسند ہوتا ہے وہ ہمیشہ اپنی پسند کو دنیا کی ہر بات پر ترجیح دیتا ہے۔ ایک دن میں نے پوسیتا کے لئے شمانہ کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا تھا اس لئے کہ وہ اس وقت میری نہیں تھی لیکن آج میں اسے بتا رہا تھا کہ میں اس سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ پوسیتا میرے ذہن سے نکل گئی تھی حالانکہ وہ بھی مجھے بے پناہ چاہتی تھی۔

"سلاکا نے بھی تو تمہارے لئے جان دی تھی۔" فرزانہ بولی۔

"ہاں۔ بات صرف سلاکا کی نہیں ہے۔ اس سے قبل بھی بے شمار لڑکیاں میرے لئے جان دے چکی تھیں۔ لیکن میں نے ان کو کبھی یاد نہیں کیا۔ میرے دل میں ان کی محبت کبھی نہیں جاگی۔ جو ان کی زندگی میں ان سے تھی۔"

"ان الفاظ سے تم کیا اظہار کرنا چاہتے ہو؟" خاور نے پوچھا۔

"صرف انسان کی خود پسندی۔"

"معاف کرنا۔ کیا تم خود کو انسان کا آئیڈیل سمجھتے ہو؟" فرزانہ نے سوال کیا۔

"میں نہیں سمجھا؟" وہ چونک کر بولا۔

"تمہارا کردار۔ تمہاری سوچ انفرادی ہے تم اپنے احساسات کو انسانیت کی تاریخ میں شامل نہیں کر سکتے۔ تمہاری کہانی میں بے شمار مراحل ایسے ہیں جو تمہارے کردار کو پست کرتے ہیں۔ انھیں تم معیارِ انسانیت تو نہیں کہہ سکتے۔ میں دنیا کے تمام انسانوں کو نہیں کہہ رہی لیکن ہم لوگ حباب کی مانند ابھرتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں۔ اس چھوٹی سی زندگی کے اندر بھی ہمارے اقدار ہوتے ہیں۔ اسی معیار کی گود میں ہم سانس لیتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں اور مطمئن رہتے ہیں کہ ہمارے کردار ناگوار نہیں رہے۔" فرزانہ نے کہا۔ وہ متاثر نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ پروفیسر کی آنکھوں میں بھی اچنبھا تھا۔

"بات تمہاری درست ہے لیکن یقین کرو میں بھی ازل سے ابد تک کے تمام انسانوں کی بات نہیں کرتا۔ میں ایک انفرادی سوچ کا ذکر کر رہا ہوں۔ اسی لئے میں نے اپنی کہانی میں کوئی دھبّہ نہیں رہنے دیا۔ میں نے اپنے کردار کی اچھائیاں اور برائیاں سب بیان کی ہیں۔ میں نے اپنے روپ کی بات کی ہے اور یہ دنیا کے ایک انسان کا روپ ہے، سارے انسانوں کا نہیں۔ کیا تم میری اس بات سے مطمئن ہو سکتی ہو؟"

"ہاں، ازل سے ابد تک سوچ، کردار مختلف رہے ہیں۔ اس زمین پر موسیٰ بھی پیدا ہوئے ہیں اور فرعون بھی۔ نیکیاں پھیلانے والے بھی آئے ہیں اور بدی کے علمبردار بھی۔ انسان کی سوچ مختلف رہی ہے۔"

"مجھے اس ذہین نسل سے مل کر خوشی ہوئی ہے پروفیسر۔ تو میں تمہاری بات تسلیم کرنے کے بعد بات آگے بڑھاؤں؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں بھئی فرزانہ مطمئن ہو؟"

"ہاں، اور اس گستاخی پر معذرت خواہ ہوں لیکن اپنی بات پر قائم بھی ہوں۔"

"شکریہ لڑکی۔ تو میں کہہ رہا تھا پروفیسر کہ شمانہ کے ساتھ وہ رات بھی پہلی رات کی طرح خوبصورت رہی اور بعد کی دو راتیں بھی۔ جس دن ہاکو نے مجھے بتایا کہ تیاریاں مکمل ہیں اور دوسرے دن روانگی ہے تو اس رات میں نے شمانہ سے گفتگو کی۔

"شمانہ، کل میں یہاں سے جا رہا ہوں۔" اور شمانہ کو جیسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ وہ ششدر رہ گئی تھی۔ کافی دیر تک تو اس کے منہ سے بات ہی نہیں نکل سکی اور پھر اس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کہاں؟"

"سکائی سے دور۔ ایک اور بستی میں۔"

"کیوں؟"

"میرے ساتھ چلو گی شمانہ؟"

"ہاں چلوں گی، چلوں گی۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔ اس کے انداز میں بچوں کی سی معصومیت تھی۔

"فوما کو چھوڑ دو گی؟" میں نے پھر سوال کیا اور وہ پھر تھوڑی دیر تک خاموش رہی، پھر بولی۔

"ہاں چھوڑ دوں گی۔" اور یہ اس کی بے پناہ محبت کا اظہار تھا۔ ثبوت تھا اس کی چاہت کا کہ میں اس کی زندگی کا سب سے اہم ستون بن گیا تھا۔ تب میں نے آگے بڑھ کر اُسے آغوش میں لے لیا۔

"ہم شکایا چل رہے ہیں شمانہ، فوما کے ایک کام سے۔ اس کا کام کر کے سکائی واپس آ جائیں گے۔" میں نے اسے بتایا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں اس کے رونے سے پریشان ہو گیا تھا۔ میں نے اُسے چمکارتے ہوئے کہا

"ارے، ارے، اس میں رونے کی کیا بات ہے؟"

"تم نے ــــ تم نے مجھے مار دیا تھا سیوتا۔ آہ تم نے میرے سینے پر پتھر کی چٹان دے ماری تھی۔ میری آنکھوں میں تو تاریکی چھا گئی تھی سیوتا۔ خود کو کھو کر میں نے تمہیں پایا ہے اور اب میں، میں نہیں تم ہو ــــ اور اگر تم جانے کی بات کرو گے سیوتا! تو اب تو مجھے خودکشی کرنے سے بھی وحشت ہو گی۔"

اور میں نے ہنس کر اُسے گلے سے لگا لیا۔ "بھلا اب تمہیں چھوڑ کر میں کہاں جا سکتا ہوں شمانہ ــــ" میں نے اُسے بھینچتے ہوئے کہا۔

کافی دیر تک وہ میرے سینے سے لگی کھڑی رہی اور اس کے بعد اُس نے اس سلسلے میں مزید معلومات حاصل کیں۔ حواس بحال ہو چکے تھے۔ میرے الفاظ کا یہ دھماکہ اس کے کانوں کے قریب ہوا تھا لیکن اس کی بازگشت شاید اب اس کے کانوں سے ختم ہو چکی تھی۔

"شکایا کیوں جا رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"فوما کے ایک کام سے ــــ فوما مجھے اپنا نمائندہ بنا کر بھیج رہا ہے۔"

"اوہ، تم نے فوما سے بات کر لی ہے کہ مجھے بھی ساتھ لے جاؤ گے؟"

"ہاں شمانہ ــــ تمہیں تو لے جانے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور شمانہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی ــــ

بالآخر دوسرے دن مجھے زیوراس سے ملایا گیا تھا۔ ظاہر ہے، ملانے والا حکیم ہاکو کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔

زیوراس نے متحیّرانہ نگاہوں سے میری شکل دیکھی اور پھر بولا۔ "حکیم ہاکو! تمہارا مہمان تو عجیب سی شخصیت کا مالک ہے۔"

"ہاں زیوراس ــــ تمہارا خیال درست ہے۔"

"لیکن کیوں ــــ ایسا کیوں ہے؟" اُس نے اچنبھے سے پوچھا۔

"زیوراس! وہ جس قدر عجیب و ہوشیار ہے، تم خود بھی اس کا اندازہ لگا سکتے ہو۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

"کیا مجھے سیوتا سے تھوڑی دیر گفتگو کی اجازت مل جائے گی؟" زیوراس نے پوچھا ــــ اور حکیم ہاکو نے میری طرف دیکھا ــــ گویا وہ مجھے سمجھانا چاہتا ہو کہ زیوراس کا مقصد جو کچھ ہے، وہ پورا نہیں ہونا چاہیئے ــــ میرے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

حکیم ہاکو نے ہمیں تنہا چھوڑ دیا ــــ زیوراس نے بڑے پرتپاک انداز میں مجھے میری نشست پر بٹھایا اور میرے قریب پہنچ کر بولا۔

"سیوتا ــــ انوکھے سیوتا! سُن! ان بستیوں کے رہنے والے فوما کے پرستار اور اس کے جاں نثار ہیں۔ ہماری خوشیاں اچانک چھن گئی تھیں۔

ہم لوگ اُداس اور ملول تھے' ہماری بستیوں کا مستقبل خطرے میں تھا کہ تُو نے ہمیں یہ عجیب مژدہ سنایا۔

میرے دوست! میرے بھائی! اگر تُو نے ہمارے اوپر یہ احسان کیا ہے تو اتنا احسان اور کر کہ ہمیں فوما کا پتہ دے دے۔" اس کی آنکھوں میں التجا تھی ۔۔۔ اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا ۔۔۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

" فوما کے وفادار زیوراس ۔۔۔ مجھے فوما کی خوش بختی پر رشک آتا ہے کہ اسے تجھ جیسے دوست حاصل ہیں ۔۔۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس نے اگر تم جیسے دوستوں سے تعاون رکھا تو اس کی ذات کو کہیں شکست نہیں ہوگی۔

سُن زیوراس! میرا فوما سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو بالکل ایک اجنبی دنیا کا انسان ہوں۔ ایک ایسا آوارہ گرد جس کی زندگی کو خود قرار نہیں رہا ہے ۔۔۔ میرے اندر تحریک رہی ہے لیکن فوما کے لئے میں نے یہ تحریک روک دی ہے۔ میں نے اسے سمندر میں پایا اور انسانی ہمدردی کے تحت اس کی جان بچائی اور جب اُس نے اپنے بارے میں بتایا تو میں نے اسی انسانی ہمدردی کے تحت اس سے وعدہ کیا کہ اس کے ساتھ ہر وہ ممکن تعاون کروں گا جس کی اُسے ضرورت ہے۔

سو میں نے یہی کیا۔ لیکن تیرا فوما ابھی جس دَور سے گزر رہا ہے' اس میں وہ مصلحتوں سے کام لینا چاہتا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ وہ ابھی زندرُو انسانوں سے پوشیدہ رہے۔ ان لوگوں کو ابھی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو ۔۔۔ چنانچہ اُس کی درخواست پر میں نے اسے ایک ایسی جگہ پوشیدہ کر دیا ہے جہاں وہ مکمل طور سے محفوظ ہے۔" میں نے کہا۔

" تو کیا تم مجھے اُس جگہ سے روشناس نہیں کراؤ گے عظیم سبوتا؟" زیوراس نے پوچھا۔

"نہیں زیوراس! یہ خود فوما کی خواہش ہے کہ کسی کو اس کی رہائش کا علم نہ ہو۔ سو میں اس کی خواہش کی تکمیل کر رہا ہوں کیونکہ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے۔ مجھے یقین ہے زیوراس! کہ تم مجھے اپنے فوما سے کئے ہوئے عہد پر قائم رہنے دو گے اور مجھ سے ایسا کوئی سوال نہ کرو گے جو فوما کی مرضی کے خلاف ہو۔" میں نے کہا اور زیوراس نے سر جھکا لیا۔

بات اتنی ٹھوس تھی کہ زیوراس کو خاموش ہونا ہی پڑا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا ۔۔۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

" ٹھیک ہے سبوتا ۔۔۔ اگر یہ فوما کا حکم ہے تو ظاہر ہے میں تجھے اس کی حکم عدولی پر مجبور نہیں کروں گا۔ لیکن وہ بالکل ٹھیک ہے نا؟"

" ہاں ۔۔۔ بالکل ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ بالآخر زیوراس سے جان چھڑا کر میں حکیم ہاکو کے پاس آ گیا۔

جہاز کے سفر کی تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں ۔۔۔ خود زیوراس ۔۔۔ مجھے حکیم ہاکو کے ساتھ جہاز پر الوداع کہنے آیا اور اس نے اپنے نائبِ خاص اور جہاز کے کپتان کو میرے بارے میں خصوصی ہدایات دیں ۔۔۔ اس نے بتایا تھا کہ میں ایک اہم شخصیت ہوں اور مجھے نہایت احترام کے ساتھ شکا یہ پہنچایا جائے ۔۔۔ وہاں میرے قیام کا بندوبست کیا جائے اور جب تک میں وہاں رہنا چاہوں' رہوں ۔۔۔ اور اگر میں زیوراس کے نائب یا کپتان کو کوئی ہدایت کروں تو اس پر اسی طرح عمل کیا جائے جس طرح زیوراس کی ہدایت پر ۔۔۔ اور مجھے واپس لانے کا بندوبست بھی کر لیا جائے۔

بہرحال شمانہ بھی جہاز پر پہنچ گئی ۔۔۔ اور پھر جہاز کے بادبان کھول دیئے گئے ۔۔۔ شمانہ نے شاید اپنی زندگی میں پہلی بار اپنی بستی سے کہیں باہر جانے کا تجربہ کیا تھا ۔۔۔ وہ بیحد خوش تھی۔ اس کے چہرے سے اس بات کا اظہار ہوتا تھا کہ وہ اس سفر سے بیحد محظوظ ہو رہی ہے۔

جہاز کے ایک مخصوص حصے میں ہمارے لئے بندوبست کیا گیا تھا اور شاید میری حیثیت زیوراس سے کسی طرح کم تسلیم نہیں کی گئی تھی۔ جہاز کے عملے کے لوگ میری خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ ہر قسم کی آسائشوں کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔

لیشک یعنی جہاز کے کپتان سے معلوم ہوا کہ جس جگہ میں قیام پذیر ہوں' وہ زیوراس کی ہے اور خود زیوراس نے اسے یہ ہدایت کی تھی کہ مجھے اسی جگہ قیام کرایا جائے۔

سمندر کی پہلی رات میرے لئے اجنبی نہیں تھی۔ لیکن شمانہ کو آسمان پر چمکتا ہوا چاند اور تاحدِ نظر پھیلے ہوئے سمندر کو دیکھ کر کچھ عجیب سا احساس ہو رہا تھا اور یہ احساس اس کے چہرے سے صاف نمایاں تھا۔

اس وقت بھی وہ عرشے پر میرے نزدیک کھڑی ہوئی تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے سمندر کو دیکھ رہی تھی۔ جس پر چاندی کی کرنیں مچل رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ خاموش خاموش' ماحول میں کھوئی ہوئی تھی ۔۔۔ شاید وہ میری موجودگی کے احساس کو بھی ختم کر چکی تھی۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی ۔۔۔ میں نے بھی اسے اس طلسم سے نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تب وہ خود ہی چونکی۔ اُس نے میری طرف دیکھا اور پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر مسکرا پڑی۔ پھر میرے قریب آئی اور میرے سینے پر سر رکھ دیا۔

"سبوتا ۔۔۔ میں آج تک زندگی کے اُن راستوں پر دوڑتی رہی۔ جہاں نوکیلے پتھر اور پیروں میں چبھ جانے والے کانٹے تھے ۔۔۔ میں نے مشقت کی اس زندگی کو ہی زندگی سمجھ لیا تھا ۔۔۔ میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ زندگی کا کوئی پہلو اتنا خوبصورت بھی ہو سکتا ہے اور سبوتا! یہ کہنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے کہ دنیا تو بہرصورت طویل ہے۔ اس میں نہ جانے کیا کیا ہو گا۔ لیکن ساری کائنات میں اگر ایک ساتھی مل جائے ۔۔۔ وہ ساتھی جو دل کی گہرائیوں میں اُترا ہوا ہو ۔۔۔ تو پھر کائنات کے رنگ کھلنے لگتے ہیں۔ تب احساس ہوتا ہے کہ زندگی کا اصل رنگ

کیا ہے۔ حسن کن چیزوں میں ہوتا ہے۔ سبوتا! عزیز سبوتا! مجھے بیحد عجیب لگ رہا ہے۔۔۔ دیکھو نا آسمان پر چاند چمک رہا ہے اور زمین پر بھی ویسا ہی چاند ہے۔ لیکن زمین کہاں ہے۔۔۔ چاروں طرف مچلتی ہوئی لہریں، کیسی انوکھی، کیسی پُراسرار لگ رہی ہیں۔۔۔ سبوتا! کیا تمہیں بھی میری موجودگی سے خوشی ہے؟"

"کیوں نہیں شمانہ۔۔۔ بہرصورت تم میری طلب تھیں، تم میرا پیار ہو۔"

"آہ سبوتا۔۔۔ اب مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے زندگی کا اتنا طویل وقفہ تمہارے بغیر کیوں گزارا۔۔۔ زندگی کے اس دَور تک کیوں آئی۔ اُس وقت تمہیں تلاش کیوں نہ کیا جب میں نے ہوش کی منزل میں قدم رکھا تھا۔ میں وقت کے ضائع ہو جانے والے دنوں کا کیا کروں۔ مجھے بتاؤ سبوتا۔۔۔ یہ دن کیسے واپس آسکتے ہیں؟"

"شمانہ! اس انداز میں کیوں سوچتی ہو؟ محبت کے جو لمحات میسّر ہو جائیں وہی قیمتی سمجھنے چاہئیں۔۔۔ منزل تلاش ہی سے ملتی ہے۔ اس کے لئے وقت تو ضائع کرنا ہی ہوتا ہے۔۔۔ اب تم اپنی منزل تک پہنچ چکی ہو۔۔۔ تو یوں سمجھو کہ وہ وقت جو تم نے طے کیا، وہ سفر تھا اور ہر سفر کے بعد ایک منزل ملتی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو سبوتا۔۔۔ تم میری منزل ہی تو ہو۔" وہ بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی۔۔۔ "تمہارے سوا اب اس کائنات میں کیا رہ گیا ہے۔ لیکن سبوتا۔۔۔۔۔۔" وہ رُک گئی۔

"کیا کہنا چاہتی ہو شمانہ! کہو۔۔۔۔"

"تم ساری زندگی میرے ساتھ رہو گے نا۔۔۔ تم۔۔۔ تم کبھی۔۔۔۔؟"

"یہ خیال تمہارے ذہن میں کیوں آیا شمانہ۔۔۔؟"

"بس یُونہی۔ اب جب میں نے اپنے دل کو ٹٹولا ہے تو۔۔۔ تو محسوس ہوتا ہے سبوتا۔۔۔ جیسے ساری کائنات تم میں سمٹ گئی ہے۔ تم میری نگاہوں سے اوجھل ہوئے تو۔۔۔ تو ساری کائنات میری نگاہوں سے اوجھل ہو جائے گی۔ میں۔۔۔ میں تمہارے ساتھ جینا چاہتی ہوں سبوتا! میں تمہارے ساتھ ہی جینا چاہتی ہوں۔" وہ بے اختیار ہو کر مجھ سے لپٹ گئی اور چاند آہستہ آہستہ آسمان کا سفر کرتا رہا۔ جہاز کے نگہبان اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ جہاں ہم ہوتے وہ وہاں آنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ میرا پورا پورا احترام کیا جا رہا تھا اور ساری سہولتیں مہیّا کر دی گئی تھیں۔ کافی رات گئے تک ہم جہاز کے اس حصّے میں رہے۔ شمانہ باتیں کرتی رہی، اپنی خوشی کا اظہار کرتی رہی اور پھر واپس میرے ساتھ اس جگہ آگئی جو خوب آراستہ تھی اور جہاں ہمارے آرام کا بندوبست تھا۔

وہ میرے پہلو میں مُنہ چھپا کر لیٹ گئی اور اس کا تنفّس تیز ہونے لگا تھا۔

دوسری صبح حسبِ معمول خوشگوار تھی۔ ہم ضروریاتِ زندگی سے فارغ ہو کر باہر آگئے اور سمندر کی لہروں کا جائزہ لینے لگے۔ شمانہ حسبِ معمول خوش تھی۔

"تم نے بتایا تھا سبوتا! کہ تم دنیا گرد ہو اور پوری زندگی صرف گھومتے پھرتے رہے ہو۔" اُس نے کہا۔

"ہاں شمانہ۔۔۔ یہی بات ہے۔"

"تم نے تو ایسے بہت سے سفر کئے ہوں گے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"اور۔۔۔ اور کیا اُس وقت بھی تمہارے ساتھ میرے جیسی کوئی ہمسفر تھی؟" شمانہ نے پوچھا اور میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ بے وقوف لڑکی کیسا عجیب سوال کر رہی ہے۔ وہ جاننا چاہتی ہے کہ میرے اس سفر میں اس کی شرکت سے کوئی انفرادیت ہے، یا اس کی مانند دوسری لڑکیاں بھی میری زندگی میں رہی ہیں۔ لیکن پروفیسر! یہ بھی کوئی بتانے کی بات تھی۔ شمانہ صرف ایک جنگلی ہرنی تھی۔ میں اس کی سمجھ میں کیا آتا۔ اس کے لئے میں بس ایک انوکھا مرد تھا اور میرے لئے بھی وہ میری پسندیدہ عورت جس کے ساتھ میں زندگی کا ایک لمبا سفر کر سکتا تھا۔ میں اس کی فطرت سے بھی واقف تھا۔ چنانچہ ماحول کو مکدّر اور اُسے افسردہ کرنے سے مجھے کیا ملتا۔ یوں بھی میں نے اس سے کون سا سچ بولا تھا۔ ایک جھوٹ اور سہی۔۔۔ لڑکی تو خوش ہو جائے گی اور خوش و خرّم لڑکیاں ہی زیادہ بھلی لگتی ہیں، خواہ ان کے لئے جھوٹ بولنا پڑے۔

شمانہ میری صورت دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ بولی۔ "کس سوچ میں ڈوب گئے سبوتا؟"

"سوچ رہا ہوں، یہ سوال تم نے کیوں کیا؟"

"اوہ سبوتا۔۔۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بس میں سوچ رہی تھی جس طرح تمہاری موجودگی کی وجہ سے یہ کائنات میری نگاہوں میں حسین ترین ہو گئی ہے، تمہاری زندگی میں بھی کوئی تبدیلی ہوئی ہے؟" شمانہ نے کہا۔

عورت کی فطری خواہش، اپنے قرب کی ستائش، اپنے وجود کا وزن، میری نگاہوں سے کوئی پہلو پوشیدہ نہیں تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔ وہ جو اپنا وجود میری ذات میں ضم کر چکی ہے، ایک چھوٹی سی چیز طلب کر رہی ہے۔ کیا میں اتنا تنگدل ہوں۔۔۔۔۔؟

"شمانہ!" میں نے جھوٹ بولنے پر کمر باندھ لی۔ "یہ سوال کیوں کر رہی ہو۔۔۔ کیا تمہیں میرے وجود کے طوفان کا احساس نہیں ہے۔ اگر میں تمہیں دنیا کی حسین ترین لڑکی نہ سمجھتا۔ اگر تمہارے قرب کا جنون میرے ذہن میں نہ ہوتا تو کیا انسان کسی ایسے وجود کے پیچھے دوڑتا ہے جو اس سے نفرت کی انتہا تک پہنچ گیا ہو۔۔۔ جو اس کی زندگی لینے کے لئے ہر جتن کرے۔ اگر تمہیں یقین آجائے شمانہ تو سنو۔۔۔ سلاکا کا قرب، پوستیا کی محبت کا اظہار صرف جھنجلاہٹ تھی، تمہاری محبت حاصل نہ کر پانے کی اور اب جب تم میرے اتنی قریب ہو تو۔۔۔ میں ساری کائنات پر اپنا

تسلط محسوس کرتا ہوں۔ ہاں شمانہ ـــ اس سے پہلے یہ سمندر اتنا حسین نہیں تھا۔ میں نے آسمان کا چاند بھی دیکھا ہے، اتنا خوبصورت کبھی نہ تھا اور پروفیسر! میں نے دیکھا شمانہ کے چہرے پر میرے الفاظ کے گلاب کھلتے جا رہے تھے۔ اس نے بے خود ہو کر میرا بازو پکڑ لیا۔ اور خاموشی کی زبان سے بہت کچھ کہنے لگی۔

یوں سمندر کے دن رات گزرتے رہے اور پھر شاید سات چاند ڈوبے تھے اور سات سورج اُبھرے تھے کہ ہمیں دور سے ایک زمین نظر آئی۔

کپتان لبشک نے بتایا کہ وہ مانگا جزیرہ ہے اور جہاز کو ایک روز وہاں ٹھہرایا جائے گا تاکہ ضروریات کا سامان اور پینے کا پانی حاصل کر لیا جائے۔

جہاز نے رُخ بدل لیا۔ بادبان ہواؤں کی مدد سے جہاز کو مانگا کے ساحل کی طرف لے جانے لگے۔ اور دن ڈوبنے سے پہلے ہم مانگا کے ساحل سے جا لگے۔

ساحل پر استفسار کرنے والے موجود تھے جو فوراً کشتیوں کی مدد سے جہاز پر پہنچ گئے۔ وہ مسلح تھے اور خاص بات یہ تھی کہ ان لوگوں میں زیادہ تعداد زرد رُو لوگوں کی تھی۔ لبشک کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ وہ میرے پاس پہنچ گیا۔

"چونکہ ـــ میرے آقا زیوراس نے کہا تھا کہ میں تمہیں وہی جانوں جو زیوراس کو ـــ اس لئے میں تم سے بات کرنے میں حق بجانب ہوں۔"

"کیا بات ہے لبشک؟ جو کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔" میں نے کہا۔

"مانگا کا انتظام پہلے ریگانا کے ہاتھ میں تھا اور ریگانا، فوما کا گہرا وفادار تھا۔ چنانچہ فوما کی موت کے بعد شبالا نے جو تبدیلیاں کیں، ان میں ریگانا کو ہٹا کر اس کی جگہ تارس کو دے دی گئی۔ تارس شبالا کا آدمی ہے بلکہ دوسرے الفاظ میں زرد رُو لوگوں کا ـــ اور زیوراس کے جہاز کو وہ بخوبی پہچان سکتے ہیں۔"

"تو پھر ـــ تمہارا کیا خیال ہے لبشک۔ کیا یہ لوگ ہم سے کوئی تعرض کریں گے؟"

"اس سے قبل کسی بستی میں زرد رُو لوگوں کو ایسے عہدے نہیں دیئے گئے۔ یہ پہلی مثال ہے اور ان لوگوں کا انداز جارحانہ ہے۔" لبشک نے جواب دیا۔

"نرم روی اختیار کرو لبشک۔ حالات سے ذرا بھی نہ گھبراؤ۔ ہم کوئی بے مقصد قدم نہیں اُٹھائیں گے۔ اپنا کام کر کے یہاں سے چل پڑو۔ ہاں اگر ایسی ہی کوئی صورت حال پیش آ گئی تو پھر دیکھا جائے گا۔"

"چونکہ میرے آقا نے تمہارے بارے میں ہدایت دی تھی کہ تمہارے احکامات کی تعمیل کی جائے اس لئے میں وہی کروں گا جو تم نے کہا ہے حالانکہ میرے ساتھی ملاح سب کے سب جنگجو ہیں اور جہاز کی پوشیدہ تہہ میں عمدہ ہتھیار بھی موجود ہیں اس لئے کہ زیوراس علی الاعلان شبالا کا مخالف اور فوما کا وفادار ہے اور اس کی آواز میں دھمک بھی ہے۔ اس آواز کو قائم رکھنے کے لئے زیوراس ہر مسئلے سے نمٹنے کے لئے تیار رہتا ہے اور اس کی یہی ہدایت ہے کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے۔"

"بےشک! بات اس مشن کی ہے جس پر ہم آئے ہیں اور پھر میں زیوراس کو جواب دہ ہوں۔ تم وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں اور اپنے لوگوں کو بھی سمجھا دو، کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جو ناگوار ہو۔"

"ٹھیک ہے سیوتلا ـــ تیرے احکامات کی تعمیل ہوگی۔" لبشک نے جواب دیا اور پھر وہ اپنے لوگوں کو سمجھانے چلا گیا۔

کشتیوں سے آنے والوں نے جہاز پر آنے کے لئے اجازت نہیں طلب کی تھی بلکہ نزدیک آتے ہی انہوں نے کمندیں ڈالیں اور جہاز پر چڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد تقریباً پچاس مسلح افراد جہاز پر پہنچ گئے۔ لبشک میرے نزدیک آ کھڑا ہوا اور ان لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اوپر آنے والوں میں چند مقامی لوگ تھے باقی زرد رُو ـــ تب ایک قوی ہیکل زرد چہرے والا جس کے جسم کا لباس اسے دوسروں سے ممتاز بنا رہا تھا آگے بڑھا اور ہمارے قریب پہنچ گیا ـــ اس کی آنکھوں میں خشونت کے آثار تھے۔

"یہ جہاز کس کا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"زیوراس کا۔" لبشک نے جواب دیا۔

"زیوراس کون ہے؟"

"شکایا کا امیر۔"

"یہاں کیوں آئے ہو؟"

"پانی اور دوسری اشیاء خریدنے۔"

"تارس کا حکم ہے کہ ہر آنے والے اجنبی کو پوری طرح نگاہ میں رکھا جائے۔ حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ فوما کے لوگ شبالا کے خلاف شورہ پشتی کر رہے ہیں۔"

"تو پھر تم کیا چاہتے ہو؟" لبشک نے پوچھا۔

"تارس کی اجازت کے بغیر تم ساحل پر نہ اُتر سکو گے۔"

"یہ قانون شبالا کا ہے؟"

"ہاں۔"

"لیکن بستیاں اس سے ناواقف ہیں۔"

"واقف ہو جائیں گی بہت جلد۔" اس نے جواب دیا۔

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟" لبشک نے پوچھا۔

"اپنے بارے میں، اس جہاز کے بارے میں اور اس پر موجود لوگوں کے بارے میں مجھے معلومات فراہم کرو اور اس کے بعد جہاز ہی پر رہ کر انتظار کرو۔ تارس کا جواب مل جانے کے بعد تمہیں زمین پر اُترنے کی اجازت ہوگی۔"

لبشک نے میری طرف دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ٹھیک ہے ہم اس کے لئے تیار ہیں۔"

"جہاز پر کُل کتنے افراد ہیں؟"

"کُل تیس۔" لبشک نے جواب دیا۔

"ان میں عورتیں کتنی ہیں اور مرد کتنے ہیں؟"

"صرف ایک عورت ہے۔"
"کیا جہاز پر اسلحہ موجود ہے؟"
"نہیں۔ ہلکی پھلکی چند چیزوں کے علاوہ کوئی اسلحہ نہیں ہے۔"
"وہ ہمارے حوالے کر دو۔"
"یہ ممکن نہیں ہے۔" لبشک کو طیش آ گیا۔
"گویا تم شبالا کے قانون سے انحراف کرو گے؟" زرد رُو لبشک کو گھورتے ہوئے بولا۔
"ایسی بات نہیں ہے دوست۔۔۔ لیکن ہمارے پاس جو کچھ موجود ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے ہتھیار کہا جائے۔ بس ضرورت کی چند چیزیں ہیں۔" میں نے مداخلت کی۔
"لیکن شبالا کا قانون افضل ہے۔" زرد رُو بولا۔
"ٹھیک ہے لبشک۔۔۔ ہتھیار ان کے حوالے کر دو۔" میں نے کہا۔
اور لبشک کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ پھر وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور دو زرد رُو اس کے ساتھ چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئے تو ان کے پاس چند تلواریں، کلہاڑے اور دو تین نیزے تھے۔۔۔ انہوں نے یہ ہتھیار اپنے سوار کے حوالے کر دیئے۔
"اس کے علاوہ کوئی ہتھیار؟"
"اور کچھ نہیں ہے۔" لبشک نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے۔ لیکن اگر شبہ ہوا تو جہاز کی تلاشی بھی لی جا سکتی ہے اور جھوٹ بولنے پر بڑی سے بڑی سزا دی جا سکتی ہے۔"
"خوب۔ یہ سب شبالا کے قانون ہیں؟" لبشک بولا۔
"ہاں۔ لیکن تمہارے لہجے میں تضحیک ہے۔ کیا تم ان قوانین کا مذاق اُڑانا چاہتے ہو؟" زرد رُو نے تیز نگاہوں سے لبشک کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے دوست! تم جس طرح چاہو اپنا اطمینان کر سکتے ہو۔" میں نے پھر بات کو سہارا دیا اور زرد رُو نیچے اُتر گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر دیا تھا۔
لبشک کے چہرے پر ناگواری کے اثرات تھے۔ میں۔۔۔ خاموشی اور پُرسکون انداز میں ان سب کو نیچے اُترتے دیکھتا رہا۔۔۔ اور پھر جب آخری آدمی بھی اُتر گیا تو میں نے لبشک کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے بولا۔
"یہی مناسب ہے لبشک۔"
"ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو سوتا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر زیلوراس جہاز پر ہوتا تو اس بات کو پسند نہ کرتا۔"
"کیا کرتا وہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اوہ۔۔۔ ہم اتنے بے بس نہیں ہیں۔ ٹھیک ہے یہ اُن کا جزیرہ ہے۔ لیکن میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں اور میرے سارے جنگجو ساتھی یہاں تباہی مچا سکتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم جزیرے سے فرار ہونے میں کامیاب نہ ہو سکیں کیونکہ بہرحال یہ تارس کا شہر ہے۔"
"بات یہ ہے لبشک! میں جس مہم پر جا رہا ہوں اسے انجام دینا ضروری ہے اور میں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتا جو میرے کام میں خلل پیدا کرے یا دوسری صورت میں کسی طور میرے کام پر اثر انداز ہو۔ میں زیلوراس سے پوچھے بغیر اس کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ ہاں اس وقت دوسری بات ہے جب حالات قابو سے باہر ہو جائیں، فی الحال ہمیں تارس کے حکم کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اور اگر اس کی اجازت مل جائے تو جن چیزوں کی ہمیں ضرورت ہے۔۔۔ وہ لے کر ہمیں خاموشی سے نکل جانا چاہیئے تارس نطفۂ حرام ہے۔ وہ شبالا کے خاص آدمیوں میں سے ہے بلکہ شبالا کے ہی نہیں بلکہ وہ زرد رُوؤں کا غلام ہے۔ تم نے دیکھا زرد رُو یہاں کس انداز میں حکومت کر رہے ہیں۔۔۔ جبکہ دوسری بستیوں میں انہیں یہ مراعات حاصل نہیں ہیں۔ ٹھیک ہے، بہرحال ہمیں یہاں سے اپنا کام کر کے چل دینا چاہیئے۔ بلکہ اگر ہم یہاں نہ ہی رُکتے تو بہتر تھا۔"
"نہیں سوتا۔۔۔ ہمارا یہاں رُکنا اچھا ہوا۔ کم از کم ہم زیلوراس کو یہ اطلاع دے سکتے ہیں کہ مالگا بستی پر زرد رُوؤں کا اس قدر تسلط ہو گیا ہے کہ اب وہ مقامی باشندوں سے کھُل کر اختلاف کر سکتے ہیں۔" لبشک نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے۔ اس حد تک غلط نہیں ہے اور مجھے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔ لیکن براہ کرم جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اس وقت تم اس کے خلاف نہ کرنا۔"
"تیرا جو حکم سوتا۔۔۔ مجھے تیرا حکم ماننے کا حکم دیا گیا ہے۔" لبشک نے بھاری لہجے میں کہا اور ایک طرف چلا گیا۔
میں جانتا تھا کہ جنگجو لبشک کو یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔ البتہ میں تارس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ نجانے کس قسم کا آدمی ہو۔ بہرصورت ہم جہاز کو بھگا تو لے جا سکتے تھے کہ اس انداز میں یہاں سے نکل جاتے۔ بہرصورت تارس کا انتظار کر لینا بہتر تھا۔ اس کے بعد اگر کوئی غلط صورتِ حال پیش آتی تو پھر تو کچھ کرنا ہی ہوتا۔۔۔
میں نے ایک مخصوص زاویے سے قرب و جوار کے سمندر کو دیکھا اور اندازہ کرنے لگا کہ اگر کوئی ہنگامی صورتِ حال پیش آ گئی تو جہاز کو کتنی دُور لے جا کر ان لوگوں پر حملہ کیا جا سکتا ہے اور جہاز کو کتنی دُور لے جانا چاہیئے۔ اس کے علاوہ میری خواہش یہ بھی تھی کہ میں مالگا جزیرے کے جہاز دیکھ سکوں اور اندازہ بھی لگا سکوں۔۔۔ کہ مالگا کی اپنی قوت کیا ہے۔
میں نے ایک مخصوص زاویے کا تعین کر لیا اور مطمئن ہو گیا۔ اور پھر میں واپس پلٹ کر لبشک کے پاس پہنچ گیا۔۔۔ میں نے اسے بڑے نرم لہجے میں مخاطب کیا تھا۔
"لبشک! میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ تم جانتے ہو میں زیلوراس کی بے بسی پسند نہیں کرتا، نہ ہی اس کی بے بسی مجھے پسند ہے۔ لیکن میرے دوست!

مصلحت کا تقاضا یہی تھا۔ میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے تعاون کرو۔"

"میں نے انکار نہیں کیا سبوتا۔۔۔ کیونکہ بہرحال میں تمہارے احکامات کا پابند ہوں۔" لشک نے جواب دیا۔

"فرض کرو، اگر تم میرے احکامات کے پابند نہ ہوتے تو۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"تو۔۔۔ تو پھر یہ سفید فام جو جہاز پر آئے تھے، یہاں سے واپس نہ جا سکتے تھے۔" لشک نے جواب دیا۔

اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لشک کا جواب رگوں میں دوڑتے ہوئے گرم خون کا جواب تھا۔ ان الفاظ میں دُور اندیشی نہیں تھی۔۔۔ لیکن میں دوسری طرح سوچنے کا عادی تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"بے شک ایسا ہی ہوتا اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن میرے دوست! کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اس طرح زیلوراس کا مشن ناکام ہو جائے۔"

"مشن کیوں ناکام ہوتا؟" لشک نے پوچھا۔

"اس لئے کہ ہم یہاں اُلجھ جاتے۔۔۔ ظاہر ہے ہماری پھرتی اور دلیری ان پچاس آدمیوں کو جہاز پر ڈھیر کر دیتی۔ لیکن اس کے بعد کیا تمہارا خیال ہے کہ تارس کے لوگ ہم سے جنگ نہ کرتے بخاص طور سے یہ زرد رُو جو اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگے ہیں۔"

"ہم ان سے جنگ کرتے۔" لشک نے جواب دیا۔

"جہاز تباہ ہو سکتا تھا۔۔۔ ہمارے آدمی مارے جا سکتے تھے۔" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔ اور لشک نے چہرہ دوسری طرف کر لیا اور پھر سرد لہجے میں بولا۔

"زندگی یا موت ہمارے نزدیک زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔"

"لیکن میرے نزدیک زیلوراس کا مشن زیادہ اہمیت رکھتا ہے لشک!" میرے لہجے میں بھی درشتگی آ گئی اور لشک ایکدم سنبھل گیا۔

"ٹھیک ہے سبوتا۔۔۔ میں تم سے تعاون کر رہا ہوں۔" اُس نے جواب دیا۔

"لشک۔۔۔ میرے دوست! تم دیکھو گے کہ اگر تارس نے ہمارے ساتھ ایسا کوئی سلوک کیا جو ہمیں اس بات پر آمادہ کر دے کہ ہم اس سے جنگ کریں تو بلاشبہ میں تمہاری اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ ہم اس جزیرے کو جہنم بنا دیں گے۔۔۔ اور تارس کو خود اس کی زمین پر کوئی پناہ گاہ نہ ملے گی۔" میری آواز میں غرّاہٹیں اُبھر آئی تھیں۔۔۔ لشک نے بدلی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر گردن جھکا دی۔

"ٹھیک ہے سبوتا۔ میں اب تجھ سے کچھ نہیں کہوں گا۔" لشک نے جواب دیا۔

"مجھے اسلحہ خانہ دکھاؤ۔" میں نے کہا اور لشک چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے گردن ہلائی اور اٹھ گیا۔ وہ جہاز کے ایک مخصوص حصے میں پہنچا اور پھر اس نے ایک تختہ اٹھایا جس کے اوپر رسّوں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے۔ جہاز کو نہایت مہارت سے تیار کیا گیا تھا۔ اس کی تہہ دوہری تھی اور نیچے کشادہ جگہ پر اسلحہ خانہ تھا۔ اسلحہ خانہ دیکھ کر میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی تھی۔ میری توقع سے کہیں زیادہ تھا۔ یہاں سبک تلواریں، بھالے پتھر پھینکنے والی مشینیں، کلہاڑے اور کھانڈے موجود تھے کھانڈا میرا پسندیدہ ہتھیار تھا اور یہاں خوب بھاری بھاری کئی کھانڈے موجود تھے۔ میں نے خاص طور سے انہیں اٹھا کر دیکھا۔ لشک غور سے میری جانب دیکھ رہا تھا۔

"بہت عمدہ لشک۔ میں مطمئن ہوں۔ آؤ۔۔۔ واپس آؤ۔" میں نے کہا اور پھر ہم اسلحہ خانے سے باہر نکل آئے۔ میں نے لشک سے کہہ دیا تھا کہ وہ اطمینان سے آنے والے وقت کا انتظار کرے اور لشک خاموش ہو گیا تھا۔

زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ جہاز سے سمندر کے کنارے کو دیکھنے والوں نے اطلاع دی کہ کنارے پر بہت سے لوگوں کا ہجوم ہو رہا ہے۔ جزیرے کے لوگ کنارے پر آ کر جمع ہو رہے تھے اور ان میں زیادہ تعداد زرد رُو لوگوں کی تھی۔ گویا زرد رُو ں کو مقامی عوام پر فوقیت حاصل تھی۔

لشک زہر آلود نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ شمانہ میرے نزدیک خاموش کھڑی تھی۔ ان سارے معاملات پر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

پھر بہت سی کشتیاں سمندر میں اتاری گئیں جن میں چپّو چلانے والوں کے سوا کوئی نہیں تھا صرف ایک کشتی میں چند افراد موجود تھے، یقیناً وہ کوئی پیغام لائے تھے۔ ہم ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد کشتی قریب پہنچ گئی۔

تب ایک آدمی نے نیچے سے چیخ کر کہا۔ "جہاز کا سردار کون ہے، میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم اس سے بات کرو سبوتا۔" لشک نے کہا۔

"اوہ، تم بات کرو لشک۔ جہاز کے سردار تم ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے لشک سے کہا۔

"نہیں سبوتا۔ میں صرف زیلوراس کا خادم ہوں اور اس کے احکام کی پابندی کروں گا۔ خود میری ذہنی کیفیت دوسری ہے اور تو اسے قبول نہیں کرے گا۔"

"میں جہاز کے سردار سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ جزیرے کے سربراہ تارس کا پیغام اس کے لئے ہے۔" نیچے سے پھر آواز آئی اور بالآخر میں آگے بڑھ آیا مجھے اندازہ تھا کہ لشک کو میرے احکامات سے اختلاف ہے۔ لیکن بہرحال میری رگوں میں خون کی روانی اتنی تیز نہیں تھی۔ میں اپنے مشن سے بھٹکنا نہیں چاہتا تھا۔

"کیا بات ہے، کہو۔" میں نے کہا۔

"سردار تارس تم لوگوں سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ وہ کنارے پر آ چکا ہے اور اس نے یہ کشتیاں تمہارے لئے بھیجی ہیں۔ تم سب ان کشتیوں پر اتر آؤ۔ سردار تارس تمہیں دوستی کا پیغام دیتا ہے۔ وہ تمہیں جزیرے پر اپنا مہمان بنانا چاہتا ہے۔" نیچے کھڑے ہوئے شخص نے کہا۔

لشک بھی میرے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

"کیا خیال ہے بشنک؟" میں نے پوچھا۔

"اگر اس نے دوستی کا پیغام دیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم اس سے مل کر اس کے خیالات کا اندازہ بھی لگا سکیں گے اور یہ بھی معلوم کر سکیں گے کہ جزیرے پر زرد روؤں کی تعداد کیا ہے اور وہاں کے معاملات میں وہ اس قدر دخیل کیوں ہیں۔ خود وہاں کے عوام انہیں کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔" بشنک نے جواب دیا۔ اور میں نے ترحم آمیز نگاہوں سے بے چارے بشنک کو دیکھا جو صرف ایک ملاح کا ذہن رکھتا تھا۔ سادگی سے پُر۔ جلد متاثر ہو جانے والا۔

تاہم میں نے تعرض نہیں کیا۔ تارس کے انداز میں مجھے کھوٹ محسوس ہوئی تھی لیکن بہرحال حالات سے نمٹا جا سکتا تھا۔ اس لئے میں نے زیادہ پس و پیش نہیں کی اور تیار ہو گیا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم نیچے آ رہے ہیں۔ بشنک تم صرف چند لوگوں کو جہاز کی نگرانی کے لئے یہاں چھوڑ دو۔ اور باقی لوگوں کو کشتیوں پر اتر جانے کی ہدایت کر دو۔"

"ٹھیک ہے سبوتا۔" بشنک نے کہا اور چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد بشنک واپس آ گیا اور جہاز کے تمام لوگ اس سمت آ گئے جہاں سے وہ رسی کی سیڑھیوں کے ذریعہ اتر سکتے تھے۔ تب بشنک کے اشارے پر ایک کشتی جہاز سے آ لگی اور جہاز کے ملاح نیچے اترنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کشتی میں تھے۔ کچھ دیر کے بعد کشتی آگے بڑھ گئی اور دوسری کشتی جہاز کے ساتھ آ لگی۔

آہستہ آہستہ تمام لوگ کشتیوں میں منتقل ہو گئے۔ صرف چھ آدمی جہاز پر چھوڑ دیئے گئے جو جہاز کے نگراں تھے۔ اور اس کی اطلاع اس شخص کو بھی دے دی گئی جو ہم لوگوں کو لینے کے لئے آیا تھا۔ سب سے آخر میں۔ میں، شمانہ اور بشنک بھی ایک کشتی میں اتر گئے اور ہماری کشتی بھی ساحل کی طرف چل پڑی۔ ہمارے تمام ساتھی ساحل پر اتر چکے تھے۔

میں چاروں طرف سے چوکنا تھا اور اس مجمع کو دیکھ رہا تھا جس میں زرد رو لوگوں کی تعداد زیادہ نظر آ رہی تھی۔ تب لوگوں کا مجمع ہٹا اور درمیانی عمر کا ایک آدمی آگے بڑھ آیا۔ یہ عجیب سے لباس میں ملبوس تھا چہرے سے خاصا مکار نظر آتا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں غالباً مصنوعی محبت۔ اس نے آ کر بڑے تپاک سے مجھ سے معانقہ کیا اور پھر مسکرا کر بولا۔

"خوش آمدید، خوش آمدید زیلوراس کے نمائندے خوش آمدید۔ تم ہی اس جہاز کے سربراہ معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"سبوتا۔"

"اوہ سبوتا۔ بڑا مقدس نام ہے، میں سبوتا کو سلام کرتا ہوں۔"

غالباً یہ اس کی نگاہیں شمانہ کی طرف اٹھ گئیں۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ شمانہ کو دیکھ رہا ہے۔

"یہ شمانہ ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

وہ بڑے احترام سے شمانہ کی طرف جھکا اور پھر سیدھا ہو گیا۔ لیکن اس کی نگاہیں ابھی تک شمانہ کے چہرے پر جمی تھیں۔ تب اس نے چونک کر کہا۔

"خوش آمدید، خوش آمدید شمانہ، آہ۔ خوش آمدید۔"

خاصا احمق معلوم ہوتا تھا عورت کے معاملے میں۔ بہرصورت میں نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ اس نے بشنک سے بھی معانقہ کیا اور محبت بھرے لہجے میں بولا۔

"آؤ میرے دوستو، میرے مہمانو! تم نے مانگا کے ساحل پر قدم رکھا ہے تو ظاہر ہے تم میرے مہمان ہو۔ اور ہاں یہ تم نے کیا بات کہی کہ تم جہاز کیلئے ضروری سامان لے کر روانہ ہو جاؤ گے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ زیلوراس کا نمائندہ میرے پاس آئے اور میں ایک دن بھی اس کی خاطر مدارات نہ کروں۔ تم میرے مہمان ہو، اور کم از کم تم دو تین دن تک میرے مہمان رہو گے اس کے بعد روانہ ہو گے۔ ہاں ضرورت کی ہر چیز تمہیں مہیا کر دی جائے گی۔"

وہ اتنی تیزی سے بول رہا تھا کہ ہم لوگوں کو بولنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ بشنک البتہ متاثر نظر آ رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ جذباتی انسان تھا ان لوگوں کے رویہ سے اسے غصہ آیا تھا۔ اور وہ مارنے مرنے پر آمادہ تھا لیکن تارس کی باتوں سے وہ خاصا متاثر ہو گیا تھا اور اب وہ خوش و خرم اور مطمئن نظر آ رہا تھا۔

"تو میرے مہمانوں، میرے ساتھیو، میرے دوستو آؤ میرے ساتھ آؤ۔" اس نے کہا اور ہمارے درمیان آ گیا۔ اس کا ایک ہاتھ میرے شانے پر تھا اور دوسرا بشنک کے شانے پر۔ شمانہ ہمارے ساتھ تھی۔ تارس کے دوسرے ساتھی جہاز کے لوگوں کے ساتھ آ رہے تھے۔ بظاہر ان لوگوں کا رویہ برا نہ تھا اور میں بھی دعوے سے یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ میں نے جو کچھ سوچا ہے وہ درست ہی ہے۔ ممکن ہے تارس ایک بے ضرر انسان ہو، اور خوش اخلاق بھی۔

اور اگر وہ ہمیں خوش اخلاقی سے یہاں لایا ہے تو ظاہر ہے زرد رو لوگوں کی یہ کیفیت ہمارے لئے اتنی زیادہ پریشان کن نہیں تھی۔ ہم تارس کے مہمان تھے اور کچھ عرصے کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاتے۔ ظاہر ہے ہم نے اپنا مشن ہی تو انجام دینا تھا۔

مانگا کی ظاہری شکل و صورت بھی سکائی سے مختلف نہیں تھی۔ یہاں کے مکانات بھی ویسے ہی تھے البتہ جس جگہ ہمیں لے جایا گیا وہاں مکانات قدرے بڑے بڑے اور کسی قدر بہتر بنے ہوئے تھے۔ پہاڑ کے سرخ پتھر ملے تراشے ہوئے ایک بہت بڑے مکان میں ہمیں ٹھہرایا گیا۔ جس کا دروازہ بھی چٹان کا ہی بنا ہوا تھا۔ اور خاصا مضبوط نظر آ رہا تھا۔

دروازے کے دربان نے سنگی دروازہ کھولا اور تارس نے ہم سب کو اندر آنے کے لئے کہا۔ مکان اتنا وسیع اور کشادہ تھا کہ جہاز کے تمام آدمی

آسانی اس میں سما گئے۔ اندر سے اس مکان کے زیادہ حصے نہیں تھے بلکہ وہ ایک وسیع اور کشادہ ہال کی شکل میں تھا جس کے چاروں طرف دیواریں اور چھت تھی البتہ دروازہ ایک ہی تھا جس سے گزر کر ہم لوگ اندر آئے تھے۔

تارس نے سب کو بیٹھنے کے لئے نشستیں پیش کیں اور پھر خود بھی میرے، بشک اور شمانہ کے ساتھ اسی مکان کے ایک حصے میں آ گیا اور ہمیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ پھر وہ خود بھی ہمارے سامنے ہی ایک نشست پر بیٹھ گیا۔

"ہاں تو میرے دوست کیا نام بتایا تھا تم نے غالباً سبوتا۔ بڑا ہی اچھا نام ہے، بڑا ہی دلکش۔ تو مجھے حیرت ہے اس بات پر سبوتا کہ زیوراس اس جہاز میں تمہارے ساتھ نہیں ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں زیوراس ہمارے ساتھ نہیں ہے۔"

"کیوں آخر کیوں، اور آخر تم کہاں جا رہے تھے کس مشن پر جا رہے تھے۔ یہاں تک کیسے آ گئے۔ مجھے تمہاری آمد پر خاصی حیرت ہوئی ہے۔" اس نے پوچھا۔

"زیوراس نے کچھ کام میرے سپرد کیا تھا جسے انجام دینے کے بعد میں نکلا، واپس جا رہا تھا۔ ظاہر ہے ایک طویل سفر کے بعد بہت سی چیزوں کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے اور صورت حال ایسی بھی نہیں کہ کسی بستی میں جاتے ہوئے کچھ سوچنا پڑے۔" میں نے جواب دیا۔

"یقیناً یقیناً، اور پھر شبالہ کی ساری بستیاں آپ کے احکامات کی پابند ہیں۔ لیکن ہاں افسوس! زیوراس تو شبالہ کا مخالف ہے، شاید وہ ان بستیوں کو دشمن کی بستیاں سمجھتا ہو گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"زیوراس اپنے افعال کا خود ذمہ دار ہے۔ وہ جس انداز میں سوچتا ہے اس کے غلام اسے اس سوچ سے ہٹا نہیں سکتے۔ جہاں تک مسئلہ ہے اس بات کا کہ وہ کس بستی کو دشمن سمجھتا ہے اور کس بستی کو دوست۔ تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ بھلا اس سے کیا تعلق۔" میں نے تیز لہجے میں کہا۔

"او ہو ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ یہ بھی درست ہے۔ واقعی تمہارا اس سے کیا تعلق۔ بہرصورت۔ تم تارس کے مہمان ہو۔ اور یہاں تمہیں کسی قسم کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح چاہو رہو، جب تک چاہو رہو۔ تمہاری ضروریات کا سارا سامان تمہیں فراہم کر دیا جائے گا اور ہاں تمہیں جزیرے کے کسی بھی حصے میں جانے کی اجازت ہو گی۔"

تارس نے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ تب اس نے چند لوگوں کو بلایا اور ان کی طرف دیکھ کر بولا۔

"سنا تم نے۔ مہمانوں کو کسی بھی تکلیف کا احساس نہ ہو۔" اس کے ساتھیوں نے گردن ہلا دی۔ تب اس نے کہا۔

"مجھے جانے کی اجازت دو۔ میرے دوستو، بہت جلد میں تم سے دوبارہ ملاقات کروں گا اور کرتا رہوں گا۔ جب تک کہ تم یہاں ہو۔"

"ہم یہاں زیادہ عرصے نہ رک سکیں گے تارس۔ ہمیں واپس پہنچنا ہے۔ تم جلد ہی ہمیں اجازت دو کہ ہم اپنی ضرورت کا سامان تمہارے جزیرے سے خرید لیں اور یہاں سے روانہ ہو جائیں۔"

"یقیناً یقیناً تمہاری جو ذمہ داریاں ہیں ان میں میں رکاوٹ نہیں بنوں گا۔ بس ٹھیک ہے، جب تک تم تارس کے مہمان ہو مہمان رہو۔ آرام سے رہو۔ اس کے بعد سامان خرید لینا، اور روانہ ہو جانا۔"

"شکریہ تارس۔" میں نے جواب دیا اور تارس اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔ یہ مہمان خانہ کچھ عجیب سا تھا۔ خاص طور سے اس کی بناوٹ مجھے کچھ شک و شبہ میں مبتلا کر رہی تھی۔ لیکن بہرصورت تارس نے جس طرح ہم لوگوں کو آزادیاں دینے کا اعلان کیا تھا اس سے میرے خیال کی تردید ہوتی تھی۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ ہاتھوں میں خوان لے کر اندر آ گئے۔ انہوں نے ہمیں قہوہ اور کھانے کے لئے کچھ چیزیں ابتدائی مدارات کے طور پر پیش کی تھیں جسے ہم نے قبول کر لیا اور ابھی ہم قہوے سے فارغ ہوئے تھے کہ چند خوبصورت لڑکیاں ہاتھوں میں بے شمار تحائف اٹھائے اندر داخل ہوئیں۔ ہم سب انہیں تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ وہ سب شمانہ کے گرد بیٹھ گئیں، اور پھر انہوں نے تحائف شمانہ کو پیش کر دیئے۔

"جزیرے کے سردار تارس کی بیوی ہلابہ نے تمہیں اپنا مہمان بنانے کی پیشکش کی ہے، اس کی خواہش ہے کہ جب تک یہ لوگ یہاں تارس کے مہمان ہیں، تم اس کی مہمان رہو۔" انہوں نے شمانہ سے کہا اور شمانہ میری طرف دیکھنے لگی۔

"کیا میں ان کے ساتھ چلی جاؤں سبوتا؟" اس نے پوچھا۔

"یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے شمانہ۔ اگر تم جانا چاہو تو۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔

"ملنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور پھر یہاں ان لوگوں کے درمیان تمہارے ساتھ رہ کر مجھے عجیب لگے گا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے شمانہ، تم جا سکتی ہو۔" اور شمانہ ان لڑکیوں کے ساتھ باہر نکل گئی۔ میرے ذہن میں اب بھی کوئی خیال نہیں آیا تھا۔ بشک ایک گہری سانس لے کر میرے پاس آ بیٹھا۔ پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"کیا خیال ہے سبوتا۔ میرا اندازہ ہے کہ تارس ہمارے ساتھ تعاون پر آمادہ ہے۔"

"ہاں بشک بظاہر تو یہی اندازہ ہوتا ہے۔"

"بظاہر؟" بشک نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ میرا مطلب ہے بظاہر تارس کی نیت میں کوئی فتور نہیں محسوس ہوتا۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ کسی قسم کا دھوکا بھی کر سکتا ہے؟" بشک نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہاں زندہ رو لوگوں کا عمل دخل دیکھ کر اس امکان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے بشک۔" میں نے کہا اور بشک پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"کیا سوچ رہے ہو بشک؟" میں نے پوچھا۔

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں سبوتا۔"

"تو پوچھ سکتے ہو۔" میں نے اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تم نے اسے مشکوک سمجھا تھا تو اس کا مہمان بننا کیوں قبول کر لیا؟"

"اس کے علاوہ تم کیا کرتے لبشک۔ اگر اس کی حکم عدولی کرتے تو اس کی دشمنی لازمی تھی۔ اب اگر وہ غلط رنگ میں سامنے آئے گا تو دیکھا جائے گا۔"

"اوہ سبوتا۔ کیا اس طرح ہم غلطی نہیں کر بیٹھے؟"

"کیسی غلطی؟"

"کیا یہ مکان تمہیں مہمان خانے سے زیادہ قید خانہ نہیں محسوس ہوا؟"

"ہاں اس کی بناوٹ تو ایسی ہی ہے۔"

"کیا یہ سنگی دیواریں ہمیں آزادی سے محروم نہ کر دیں گی اور کیا ہتھیاروں کے بغیر ہم کسی قسم کی مدافعت کر سکتے ہیں؟" لبشک نے کہا۔

"یہ ساری باتیں ہم نے صرف تصور میں محسوس کی ہیں لبشک۔ اگر یہ عملی حیثیت سے سامنے آئیں تو دیکھا جائے گا۔"

"ایسی حالت میں کیا دیکھا جائے گا۔" بشک کے لہجے میں جھلاہٹ نمودار ہو گئی۔ لیکن مجھے اس کا یہ لہجہ ناگوار نہ گذرا۔ ظاہر ہے وہ بے چارہ اپنی دانست میں ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"یہ تم میرے اوپر چھوڑ دو لبشک۔ آخر تم نے مجھے زلیراس کی جگہ دی ہے۔" میں نے کہا اور لبشک خاموش ہو گیا۔ لیکن وہ بے چین نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کی جانب سے لاپرواہی اختیار کر لی۔ بہت زیادہ محتاط اور پریشان رہنے والے لوگ مجھے زیادہ پسند نہیں آتے تھے۔

رات ہو گئی۔ شمانہ انہی میں تھی۔ غالباً اس کا دل لگ گیا تھا۔ ہم لوگوں کی خوب خاطر مدارات کی گئی تھی۔ عمدہ کھانا ملا تھا اور ہماری ضروریات کے بارے میں استفسار کیا جا رہا تھا۔ لیکن رات کے آخری حصے میں ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا۔ تارس کی نگاہیں۔ اس نے شمانہ کو جن نگاہوں سے دیکھا تھا وہ اچھی نہیں تھیں۔ شمانہ نرم چارہ نہیں تھی اسے آسانی سے نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا تھا اس لئے میں اس کے لئے زیادہ پریشان تو نہیں تھا البتہ اس حماقت کا مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں نے اسے تنہا بھیج کر غلطی کی ہے۔

دوسری صبح حسب معمول پرسکون تھی۔ ہمیں وقت پر عمدہ ناشتہ دیا گیا تھا۔ ناشتے پر بشک کہنے لگا۔ "ابھی تک تو کوئی خاص بات نہیں ہوئی سبوتا۔"

"ہاں بشک، میں کہہ چکا ہوں کہ ممکن ہے کوئی خاص بات ہی نہ ہو اور ہم یہاں دو ایک دن گذار کر اطمینان سے روانہ ہو جائیں۔"

"پھر کیا خیال ہے آج جزیرے کی سیر کی جائے؟"

"ٹھیک خیال ہے۔"

"ہم اندازہ لگائیں گے کہ یہاں زردروؤں کی تعداد کتنی ہے، انہیں کتنی مراعات ملی ہوئی ہیں اور وہ یہاں کس طرح زندگی گذار رہے ہیں۔"

"مناسب۔ یہ زلیراس کے لئے عمدہ اطلاع ہو گی۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" بشک بولا اور پھر ناشتے کے بعد ہم دونوں دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ پوری چٹان تھا۔ کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جس سے باہر اطلاع پہنچائی جائے۔ بشک نے اسے کھولنے کی کوشش کی، اور پھر چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔ "بند ہے سبوتا۔"

"اوہ،" میں نے آہستہ سے کہا اور پھر میں نے بھی دروازے کو کھولنے کی کوشش کی۔ شاید کسی ذریعے سے ہماری یہ کوشش محسوس کر لی گئی تھی، کیونکہ چند لمحات کے بعد دروازہ خود بخود کھل گیا اور سامنے ہی دو زردرو نظر آئے۔

"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

"ہم باہر جانا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اجازت نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" بشک نے تیوریوں پر بل ڈال کر پوچھا۔

"سردار تارس کی اجازت نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا اور دروازہ بند کر لیا۔ بشک اور میں خاموش کھڑے رہ گئے تھے۔ بشک میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کسی قدر تلخ لہجے میں کہا۔

"اب کیا حکم ہے سبوتا؟"

"آرام کرو۔" میں نے بھاری لہجے میں جواب دیا اور دروازے کے پاس سے پلٹ آیا۔ بشک میری صورت دیکھتا رہ گیا تھا۔ میں اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔

بشک بھی ایک جگہ خاموش بیٹھ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار تھے۔ تب میں نے چند فیصلے کئے اور پھر میں اٹھ کر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ اس بار میں نے ایک چھوٹے سے پتھر سے دروازے پر دستک دی تھی اور میری سماعت جلد ہی ہو گئی۔ دروازہ کھلا اور ایک زردرو نے اندر جھانکا۔

"اب کیا بات ہے؟"

"گویا ہماری حیثیت قیدیوں کی سی ہے؟" میں نے کہا۔

"یہی سمجھو۔" اس نے جواب دیا۔

"تارس وعدہ خلاف بھی ہے؟"

"ممکن ہے۔ اس کے بارے میں ہماری معلومات زیادہ نہیں ہیں۔" اس نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"تو پھر سنو۔ اس سے کہو، فوراً مجھ سے ملاقات کرے ورنہ نتائج کا ذمہ دار وہ خود ہو گا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"تمہارے لئے کافی انتظام کر لیا گیا ہے، بے فکر رہو۔ ویسے تمہارا پیغام ہم تارس تک ضرور پہنچا دیں گے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔" اس نے کہا اور دروازہ بند کر لیا۔ میں واپس اپنی جگہ آ گیا۔ بشک نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ رات ہونے تک تارس کا انتظار کروں گا اور اگر وہ نہ آیا تو پھر۔ پھر کچھ کرنا ہی ہو گا۔

بشک نے بالکل خاموشی اختیار کر لی تھی، اور پھر کافی وقت گزر گیا

دوسرے لوگوں کے چہروں پر بھی عجیب سے تاثرات تھے۔ دوپہر کو ہمارے لئے حسبِ معمول عمدہ کھانا آیا۔ کھانا لانے والوں سے بھی میں نے بات کی، اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا پیغام تارس تک پہنچا دیا گیا ہے۔

بشنک نے اس وقت کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ وہ بہت ناراض نظر آرہا تھا۔ بہرحال میں نے اسے مجبور بھی نہیں کیا تھا۔ دوسرے لوگوں نے کھانا کھالیا تھا۔ کھانا نہ کھانا تو حماقت ہی تھی اور پھر اندازے کے مطابق جس وقت سورج جھک گیا تھا جب دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور تارس آٹھ دس آدمیوں کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔

میں ایک گہری سانس لے کر کھڑا ہوگیا تھا۔

"زلوراس کے نائب، تم نے مجھے یاد کیا تھا؟" تارس کی آواز میں مکاری تھی۔

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"کوئی تکلیف ہے تمہیں یہاں؟" تارس نے پوچھا "اگر ایسا ہو تو میں تمہارے نگہبانوں کی کھال کھنچوادوں گا۔"

"ہماری حیثیت کیا ہے؟" میں نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"اوہ، تمہیں اس کا خیال کیوں آیا؟"

"کیا ہم قیدی ہیں؟"

"قیدی" تارس نے بدستور مضحکانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "قیدیوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک نہیں ہوتا، تاہم اگر تم بضد ہو تو یہی سمجھو۔"

"ہم یہاں سے باہر نہیں جاسکتے؟"

"نہیں" تارس بھاری لہجے میں بولا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ یہاں سے تم شکار ہو جاؤ گے اور میں نہیں چاہتا کہ مانگا جزیرے کے حالات دوسروں کو معلوم ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب صاف ہے تم لوگ یہاں سے کہیں نہیں جاسکو گے۔ تمہارے جہاز میں تبدیلیاں کردی جائیں گی اور کوئی اسے نہ پہچان سکے گا کہ وہ زلوراس کا جہاز تھا۔ زلوراس یہی سمجھے گا کہ اس کے ساتھی مع جہاز کے سمندر میں غرق ہوگئے۔ سمندر میں طوفان تو آتے ہی رہتے ہیں۔"

"اوہ، پھر تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"اس کے بارے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔"

"ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "اور تارس اس لڑکی کا کیا ہوا جسے تم لے گئے تھے؟"

"آہ۔ اس لڑکی کے لئے تو میں تمہیں پورا جزیرہ انعام دے سکتا ہوں۔ کیا چیز ہے۔ لیکن یہ بتاؤ وہ تم میں سے کسی کی بیوی یا محبوبہ تو نہیں ہے؟"

"خوب۔ یہ بات تم نے اس سے نہیں پوچھی تارس؟"

"پوچھ لوں گا ابھی تو وہ میری بیوی ہلایا کے پاس ہے ہلایا شوہر پرست ہے وہ اسے راہ پر لارہی ہوگی۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ آج رات تک وہ لڑکی کو میری خلوت میں آنے پر رضامند کرلے گی۔"

"تم نے اچھا نہیں کیا تارس؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔ میں زیادہ اچھا انسان نہیں ہوں" تارس نے جواب دیا اور پھر بولا "اس کے علاوہ مجھے بلانے کی اور کوئی خاص وجہ؟"

"نہیں تارس، تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ۔ لیکن ہمارے ان ساتھیوں کا کیا حال ہے جو جہاز پر چھوڑ دیئے گئے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ انہیں بھی تمہارے پاس بھیج دیا جائے گا" تارس نے جواب دیا اور میں نے افسردہ انداز میں گردن ہلادی پھر تارس نے مزید کچھ ایسے الفاظ ادا کئے جن سے ہم لوگوں کی تضحیک ہوتی تھی اور پھر وہ چلا گیا۔

لیکن اب شاید بشنک کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا تھا۔ وہ جھلاتے ہوئے انداز میں میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"اب کیا حکم ہے سبوتا۔ اب ہمارے لئے کیا حکم ہے؟" اس نے طنزیہ انداز میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا تم اب میرے احکامات کی تعمیل کرسکتے ہو؟"

"حتی الامکان کوشش تو کروں گا۔"

"تو پھر یہ دروازہ کھول دو۔"

"افسوس۔ میری طاقت کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے، ورنہ ضرور یہ عمل کرتا" اس نے چڑچڑے انداز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔

"اس قدر پریشان کیوں ہو بشنک؟" میں نے کہا۔

"صرف اس لئے کہ تارس جیسے لوگ، دوسرے انسانوں کو قتل کرنے کے لئے بھی خاصے دلچسپ طریقے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً ہمیں کسی میدان میں جمع کرکے جنگلی بھینسے چھوڑ دیں کیسی رہے گی؟"

"جہاز کے ساتھیوں کو بھی یہاں آجانے دو۔ ان بے چاروں کی زندگی بھی تو خطرے میں ہے" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ارے ہاں۔ میں تو بھول گیا تھا۔ واقعی، یہ خاصی محفوظ جگہ ہے" بشنک جلے کٹے لہجے میں بولا۔

"بری بات ہے بشنک۔ حالات میں گھبرا کر اتنا پریشان بھی نہیں ہوتے کہ دوستوں پر طنز کرنا شروع کردیں" میں نے ملائمی سے کہا اور بشنک خاموش ہوگیا۔ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"تو بتاؤ۔ اب کیا کریں گے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ ہمارے راستے مسدود ہوچکے ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی کہ زلوراس کا جہاز کہاں غرق ہوا۔"

"انتظار کرو بشنک۔ میں تم سب کو بحفاظت جہاز پر واپس لے جاؤں گا اور اگر تم چاہو گے تو اس کے بعد کی کارروائی تمہارے اوپر چھوڑ دوں گا۔"

"جہاز پر لے جاؤ گے؟" بشک نے کہا۔

"ہاں۔"!

"لیکن زرد رو دروازہ کھول دیں گے؟"

"تمہیں خاموش رہنا چاہئے بشک۔" میں نے سخت لہجے میں کہا اور بشک خاموش ہو گیا اور پھر وہ شام تک خاموش رہا۔ دوسرے لوگ بھی خاموش تھے، کسی اور نے ہمارے درمیان مداخلت نہیں کی تھی۔ میں ذہن میں اپنا پروگرام ترتیب دے چکا تھا۔

شام کے ایک حصے میں ہمارے جہاز کے ساتھی ہمارے پاس پہنچا دیئے گئے۔ ان کے آنے سے مجھے کافی خوشی ہوئی تھی۔ بشک اور دوسرے لوگوں نے انہیں گھیر لیا۔ میں بھی خاموش کھڑا ہو گیا تھا۔ بہر حال وہ سب ٹھیک ٹھاک تھے۔ بشک نے ان سے کوئی خاص سوال نہیں کیا تھا، جو میں نے کیا۔

"کتنے افراد جہاز پر پہنچے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"تقریباً تیس افراد تھے جناب۔"

"کیا انہوں نے جہاز کی تلاشی لی؟"

"ہاں، انہوں نے اس کا کونہ کونہ چھان مارا۔"

"اسلحہ خانہ محفوظ ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ وہاں تک نہیں پہنچ سکے۔" ان لوگوں نے بتایا اور میں نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ اس کے بعد میں نے خاموشی اختیار کی۔ رات کا کھانا نہایت اطمینان سے کھایا گیا تھا۔ جب یہاں موجود لوگوں کو ہی تھوڑی دیر کے بعد کی صورت حال معلوم نہیں تھی تو دوسرے لوگ کیا اندازہ کر سکتے تھے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں اطمینان سے اپنی جگہ لیٹ گیا۔ بشک اور دوسرے لوگ بھی حسب معمول خاموشی سے اپنی جگہوں پر لیٹ گئے تھے۔

اور پھر جب میرے خیال میں رات خاصی گزر گئی تو میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے بشک کی طرف دیکھ کر اسے آواز دی۔۔۔ "کیا تم جاگ رہے ہو بشک؟"

"ہاں۔ سونے کے لئے یہ عمدہ جگہ نہیں ہے۔" بشک نے حسب معمول تلخ لہجے میں کہا۔

"براہ کرم یہاں آجاؤ۔" میں نے کہا۔۔۔ اور بشک میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "مجھ سے کیوں ناراض ہو بشک؟"

"ناراض نہیں ہوں سبوتا۔۔۔ میرا خیال ہے تمہاری امن پسندی ہمارے کام نہیں آئی۔"

"تم ان سے جنگ کرنا چاہتے تھے؟"

"میں یہاں ان سے جنگ کرنے نہیں آیا تھا، لیکن اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جانا چاہیئے تھا۔"

"ہم۔۔۔ یہاں تو تم اپنی خوشی سے ہی آئے تھے؟"

"ہاں۔ لیکن اُس نے مکاری سے کام لیا تھا۔"

"پھر اس میں میرا کیا قصور ہے؟" میں نے معصومیت سے کہا۔

"ٹھیک ہے سبوتا۔۔۔ میں نے کب کہا ہے کہ تمہارا قصور ہے۔ بس اس بات پر جھلاہٹ ہے کہ ہم اس آسانی سے تارس کے جال میں آپھنسے۔ تارس، شیالہ ہی کی طرح زرد رو دُول کا پیروکار ہے اور تم نے اندازہ لگا لیا۔ وہ ہمارے لئے کس قدر مذموم ارادے رکھتا ہے۔"

"تم بے بسی محسوس کر رہے ہو بشک!"

"ہاں سبوتا۔۔۔ مجھے احساس ہے کہ ہم بُری طرح آپھنسے ہیں۔"

"میں نے تم سے کہا تھا بشک۔۔۔ ہم لوگ اتنے بے بس نہیں ہیں۔ لیکن اگر اپنے سامنے کوئی مشن ہو تو دوسری اُلجھنوں سے حتی الامکان بچنا چاہیئے۔ اسی جذبے کے تحت میں نے تمہیں روکا تھا۔ میرا خیال تھا کہ ممکن ہے تارس ٹھیک انسان ہو۔ اگر وہ ہمارے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہ کرنے کا خواہشمند ہو تو۔۔۔ تو پھر جھگڑا مول لینے سے کیا فائدہ؟"

"لیکن جہاں زرد رُو اس طرح آزاد ہوں، وہاں دوستوں کی تلاش تو حماقت ہی تھی۔"

"ہاں۔ تم نے ٹھیک کہا۔۔۔ لیکن۔۔۔۔"

"ایک بات بتاؤ سبوتا۔" بشک نے اچانک درمیان سے میری بات کاٹ دی۔

"ہوں۔"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ ہم بے بس نہیں ہیں؟"

"ہاں۔ کہا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اب بھی ہم بے بس نہیں ہیں؟"

"ہاں۔ یہی بات ہے بشک۔"

"لیکن۔۔۔ لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟" بشک پریشان لہجے میں بولا۔ صورت حال سے وہ قطعی مایوس ہو گیا تھا۔

"ہم جہاز پر پہنچ سکتے ہیں۔ وہ لوگ جہاز پر قبضہ ضرور کر چکے ہیں لیکن ہمارے ساتھیوں کے قول کے مطابق ابھی تک اسلحہ نہیں دریافت کر سکے۔"

"لیکن بات تو جہاز پر پہنچنے کی ہے۔" بشک نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ہم اس قید خانے سے کس طرح نکل سکتے ہیں۔ یہ چٹانی دروازہ تو اندر سے کھولا بھی نہیں جا سکتا۔"

"آؤ پہلے ایک فیصلہ کر لیں کہ ہمیں کس طرح کام کرنا ہے۔ اس کے بعد کام شروع کر دیں گے۔" میں نے کہا۔ بشک کی سمجھ میں میری کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ دوسرے معاملات سے زیادہ اُسے اس بات کی فکر تھی کہ یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہو گی۔ گھوم پھر کر وہ اسی مسئلے پر آجاتا تھا۔

"تب تم اپنے ساتھیوں کو جگا لو اور انہیں یہاں سے نکلنے کے لئے تیار کر لو۔" میں نے کہا۔۔۔ اور بشک ہچکچاتے ہوئے انداز میں میری صورت دیکھنے لگا۔

"اب میں تم سے درخواست کروں گا لبشک! کہ میری ہدایات پر عمل کرو۔ ہمارے پاس ضائع کرنے کے لئے زیادہ وقت نہیں ہے۔ تمام لوگوں کو جگادو اور انہیں بتادو کہ اس قید خانے سے نکل کر منتشر نہ ہوں۔ سب کے ساتھ رہیں اور راستوں کی تمام رکاوٹوں کو ہٹاتے ہوئے جہاز تک پہنچنے کی کوشش کریں۔"

"بہتر۔" لبشک نے کہا اور پھر اس نے تمام لوگوں کو جگادیا۔ یوں بھی کم لوگ ہی سوئے تھے۔ زیادہ تعداد اُن لوگوں کی تھی جو اس صورتحال سے خوفزدہ تھے۔ سب کے سب کھڑے ہو گئے ـــ اب میں بھی عمل کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

"لبشک!" میں نے لبشک کو آواز دی اور وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "جیسا کہ تارس نے بتایا تھا کہ اس نے ہماری حفاظت یا نگرانی کے لئے معقول بندوبست کر لیا ہے۔ یہ معقول بندوبست یقیناً قید خانے کے اس چٹانی دروازے کی طرف ہوگا ـــ اگر میں دروازہ کھول دوں تو اس میں سے زیادہ سے زیادہ ہمارے دو تین آدمی بیک وقت نکل سکتے ہیں۔ اس طرح وہ ہوشیار ہو جائیں گے اور مقابلہ شروع کر دیں گے جبکہ میں ابھی ان لوگوں کو ہوشیار کرنا نہیں چاہتا۔ ہمیں پوری کوشش جہاز پر پہنچنے کی کرنی چاہیئے۔"

"اوہ، لیکن سبوتا ـــ وہی بات، یہاں سے نکلنے کی کیا تدبیر کرو گے؟"

"میں اس سنگی قید خانے کی دیواروں میں راستے کھولے دیتا ہوں۔"

"وہ ـــ وہ کیسے؟"

"آؤ۔" میں نے لبشک سے کہا اور پھر اسے ساتھ لیکر ایک دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ قدیم رومن طرزِ تعمیر استعمال کرتے ہوئے یہاں بھی پتھروں کی موٹی موٹی سلوں کو تراش کر جوڑا گیا تھا اور یہ عمارت ایسی ہی سلوں کی بنی ہوئی تھی۔ میں نے ایک چوکور سِل کی درازوں میں انگلیاں پھنسا دیں اور لبشک اور دوسرے لوگ تعجب سے مجھے دیکھنے لگے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ لیکن جب اوپر کی درازوں سے مٹی جھڑنے لگی تو وہ چونک پڑے۔ سب کے سب عجیب انداز میں پیچھے ہٹنے لگے تھے۔ خود لبشک کی آنکھیں تعجب سے پھیلی ہوئی تھیں۔ پھر جب سِل نے اپنی جگہ چھوڑی تو ان کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل گئیں۔ ہوا کے تیز جھونکے اندر آنے لگے تھے اور ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوا تھا۔ سِل پوری چٹان کی مانند تھی۔ اتنی وزنی کہ شاید دس پندرہ آدمی بھی لسے نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ لیکن میں نے اطمینان سے اُسے قید خانے کے درمیان رکھ دیا۔ اور پھر میں نے دوسری دیوار پر قوت آزمائی شروع کر دی۔ لوگوں کے چہروں پر شدید حیرت کے آثار تھے۔ ان کی عقل اس بات کو تسلیم ہی نہیں کر رہی تھی۔ ویسے کسی نے بدحواسی میں اس نئے دروازے سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

لبشک نے دوسری دیوار کے اس دروازے کو بھی اسی انداز سے دیکھا۔ کسی کے مُنہ سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی اور یہ مشکل کام اتنی خاموشی سے ہوا تھا کہ ابھی تک باہر موجود لوگوں کو ہلکی سی آہٹ بھی نہیں پہنچ سکی تھی۔ جب قید خانے کی دیوار میں کئی دروازے بن گئے تو میں نے اپنا کام ختم کر دیا۔

"ان لوگوں کو ابھی تک کوئی اندازہ نہیں ہو سکا لبشک؟" میں نے کہا۔

"ہاں ـــ" لبشک کے حلق سے نکلنے والی آواز غیر اختیاری تھی۔

"کیا یہ دروازے کافی نہیں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کافی ہیں۔"

"تب پھر چلو۔ لیکن خاموشی سے باہر نکلو۔ اگر کسی سے مڈبھیڑ ہو جائے تو اسے بلاتکلف ختم کر دو۔ ہمیں کوشش یہی کرنی چاہیئے کہ زیادہ نقصان اُٹھائے بغیر جہاز پر پہنچ جائیں۔"

"ٹھیک ہے۔" لبشک نے اب خود پر قابو پالیا تھا۔ پھر اُس نے اپنے آدمیوں کو یہی ہدایات دیں۔ اور سب ان عجیب دروازوں کی طرف بڑھ گئے۔ بلاشُبہ یہ بہترین کامیابی تھی۔ قید خانے کے محافظ اس کے دروازے کی جانب تھے۔ اوّل تو انہیں کسی سازش کی اُمید نہیں تھی پھر رات ہو گئی تھی اور وہ سب آرام کرنے لیٹ گئے تھے اس لئے کافی بڑی تعداد ہونے کے باوجود ہمارے بارے میں کسی کو پتہ نہیں چل سکا اور ہم کامیابی سے ایک قطار کی شکل میں چل پڑے۔

میں نے سمندر کے اس رُخ کا تعین کیا تھا جہاں سے ہمیں لایا گیا تھا۔ اور جہاں ہمارا جہاز موجود تھا۔ تب ہم ساحل پر پہنچ گئے۔

اور ساحل پر کچھ لوگ موجود تھے۔ یہ شاید رات کے محافظ تھے لیکن ان کی تعداد دس بارہ سے زیادہ نہیں تھی۔ اس گروہ کو دیکھ کر وہ صورتحال معلوم کرنے کے لئے آگے آگئے۔ انہیں گمان بھی نہیں تھا کہ یہ ہم لوگ ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم نے بھی اظہار نہیں کیا کہ ہم ان سے چھُپنا چاہتے ہیں ـــ اور دونوں طرف کا یہ اطمینان انہیں لے ڈوبا۔ قریب پہنچتے ہی ہم نے ان کی گردنیں ناپ لیں اور پھر میں تو اپنے ساتھیوں سے کہہ ہی چکا تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے ـــ ان لوگوں کو نہایت اطمینان سے ختم کر دیا گیا اور ہمارے ساتھی ان کی لاشیں اُٹھائے آگے بڑھ گئے۔ یہ لاشیں انہوں نے آگے بڑھ کر سمندر میں ڈال دی تھیں۔

ساحل سے کشتیاں کھول کر ہم جہاز کی طرف چل پڑے۔ کشتیوں پر جہاز پر پھینکنے والی کمندیں موجود تھیں جن کی مدد سے ہم جہاز پر چڑھ سکتے تھے۔

عجیب ماحول تھا۔ ابھی تک ہمیں کسی خاص مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا اور یہ بات انوکھی سی لگ رہی تھی۔ ہمارا جہاز دُور سے صاف نظر آرہا تھا۔ اس پر معمولی سی روشنی ہو رہی تھی۔ ظاہر ہے تارس کے آدمی وہاں موجود ہوں گے لیکن یقین تھا کہ ان کی کوئی بڑی تعداد وہاں موجود نہیں

"جہاز پر لے جاؤ گے؟" لشک نے کہا۔

"ہاں"!

"لیکن زرد رُو دروازہ کھول دیں گے؟"

"تمہیں خاموش رہنا چاہئے لشک" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ اور لشک خاموش ہوگیا اور پھر وہ شام تک خاموش رہا۔ دوسرے لوگ بھی خاموش تھے، کسی اور نے ہمارے درمیان مداخلت نہیں کی تھی۔ میں ذہن میں اپنا پروگرام ترتیب دے چکا تھا۔

شام کے ایک حصے میں ہمارے جہاز کے ساتھی ہمارے پاس پہنچا دیئے گئے۔ ان کے آنے سے مجھے کافی خوشی ہوئی تھی۔ لشک اور دوسرے لوگوں نے انہیں گھیر لیا۔ میں بھی خاموش کھڑا ہوگیا تھا۔ بہرحال وہ سب ٹھیک ٹھاک تھے۔ لشک نے ان سے کوئی خاص سوال نہیں کیا تھا، جو میں نے کیا۔

"کتنے افراد جہاز پر پہنچے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"تقریباً تیس افراد تھے جناب"

"کیا انہوں نے جہاز کی تلاشی لی؟"

"ہاں، انہوں نے اس کا کونہ کونہ چھان مارا۔"

"اسلحہ خانہ محفوظ ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ وہاں تک نہیں پہنچ سکے" ان لوگوں نے بتایا اور میں نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ اس کے بعد میں نے خاموشی اختیار کی۔ رات کا کھانا نہایت اطمینان سے کھایا گیا تھا۔ جب یہاں موجود لوگوں کو ہی تھوڑی دیر کے بعد کی صورتحال معلوم نہیں تھی تو دوسرے لوگ کیا اندازہ کر سکتے تھے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں اطمینان سے اپنی جگہ لیٹ گیا۔ لشک اور دوسرے لوگ بھی حسب معمول خاموشی سے اپنی جگہوں پر لیٹ گئے تھے۔

اور پھر جب میرے خیال میں رات خاصی گزر گئی تو میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ میں نے لشک کی طرف دیکھ کر اسے آواز دی ـــ "کیا تم جاگ رہے ہو لشک"؟

"ہاں۔ سونے کے لئے یہ عمدہ جگہ نہیں ہے" لشک نے حسب معمول تلخ لہجے میں کہا۔

"براہ کرم یہاں آجاؤ" میں نے کہا ـــ اور لشک میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "مجھ سے کیوں ناراض ہو لشک"؟

"ناراض نہیں ہوں سبوتا ـــ میرا خیال ہے تمہاری امن پسندی ہمارے کام نہیں آئی"۔

"تم ان سے جنگ کرنا چاہتے تھے؟"

"میں یہاں ان سے جنگ کرنے نہیں آیا تھا لیکن اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جانا چاہیئے تھا"۔

"پھر ـــ یہاں تو تم اپنی خوشی سے ہی آئے تھے؟"

"ہاں۔ لیکن اُس نے مکاری سے کام لیا تھا"

"پھر اس میں میرا کیا قصور ہے؟" میں نے معصومیت سے کہا۔

"ٹھیک ہے سبوتا ـــ میں نے کب کہا ہے کہ تمہارا قصور ہے۔ بس اس بات پر جھلاہٹ ہے کہ ہم اس آسانی سے تارس کے جال میں آپھنسے تارس شیالہ ہی کی طرح زرد رُوؤں کا پیروکار ہے اور تم نے اندازہ لگا لیا وہ ہمارے لئے کس قدر مذموم ارادے رکھتا ہے"۔

"تم بے بسی محسوس کر رہے ہو لشک!"

"ہاں سبوتا ـــ مجھے احساس ہے کہ ہم بُری طرح آپھنسے ہیں"۔

"میں نے تم سے کہا تھا لشک ـــ ہم لوگ اتنے بے بس نہیں ہیں۔ لیکن اگر اپنے سامنے کوئی مشن ہو تو دوسری اُلجھنوں سے حتی الامکان بچنا چاہیئے۔ اسی جذبے کے تحت میں نے تمہیں روکا تھا۔ میرا خیال تھا کہ ممکن ہے تارس ٹھیک انسان ہو۔ اگر وہ ہمارے ساتھ کوئی بُرا سلوک کرنے کا خواہشمند ہو تو ـــ تو پھر جھگڑا مول لینے سے کیا فائدہ؟"

"لیکن جہاں زرد رُو اس طرح آزاد ہوں، وہاں دوستوں کی تلاش تو حماقت ہی تھی"۔

"ہاں۔ تم نے ٹھیک کہا ـــ لیکن ....."

"ایک بات بتاؤ سبوتا" لشک نے اچانک درمیان سے میری بات کاٹ دی۔

"ہوں"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ ہم بے بس نہیں ہیں؟"

"ہاں۔ کہا تھا" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اب بھی ہم بے بس نہیں ہیں؟"

"ہاں۔ یہی بات ہے لشک"۔

"لیکن ـــ لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟" لشک پریشان لہجے میں بولا۔ صورت حال سے وہ قطعی مایوس ہوگیا تھا۔

"ہم جہاز پر پہنچ سکتے ہیں۔ وہ لوگ جہاز پر قبضہ ضرور کر چکے ہیں لیکن ہمارے ساتھیوں کے قول کے مطابق ابھی تک اسلحہ نہیں دریافت کر سکے"

"لیکن بات تو جہاز پر پہنچنے کی ہے" لشک نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "ہم اس قید خانے سے کس طرح نکل سکتے ہیں۔ یہ چٹانی دروازہ تو اندر سے کھولا بھی نہیں جا سکتا"۔

"آؤ پہلے ایک فیصلہ کر لیں کہ ہمیں کس طرح کام کرنا ہے۔ اس کے بعد کام شروع کر دیں گے" میں نے کہا۔ لشک کی سمجھ میں میری کوئی بات نہیں آرہی تھی۔ دوسرے معاملات سے زیادہ اُسے اس بات کی فکر تھی کہ یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہوگی۔ گھوم پھر کر وہ اسی مسئلے پر آجاتا تھا۔

"تب تم اپنے ساتھیوں کو جگالو اور انہیں یہاں سے نکلنے کے لئے تیار کرلو" میں نے کہا ـــ اور لشک ہچکچاتے ہوئے انداز میں میری صورت دیکھنے لگا۔

اب میں تم سے درخواست کروں گا لبشک! کہ میری ہدایات پر
مارے پاس ضائع کرنے کے لئے زیادہ وقت نہیں ہے۔ تمام
گادو اور انہیں بتادو کہ اس قید خانے سے نکل کر منتشر نہ ہوں۔
ساتھ رہیں اور راستوں کی تمام رکاوٹوں کو ہٹاتے ہوئے جہاز
کی کوشش کریں۔"

"بہتر۔" لبشک نے کہا اور پھر اس نے تمام لوگوں کو جگادیا۔ یوں
ب ہی سوئے تھے۔ زیادہ تعداد اُن لوگوں کی تھی جو اس صورتحال
زدہ تھے۔ سب کے سب کھڑے ہوگئے ــــ اب میں بھی عمل
تیار ہو گیا تھا۔

"لبشک!" میں نے لبشک کو آواز دی اور وہ میرے نزدیک
جیسا کہ تارس نے بتایا تھا کہ اس نے ہماری حفاظت یا نگرانی
معقول بندوبست کرلیا ہے۔ یہ معقول بندوبست یقیناً قید خانے
چٹانی دروازے کی طرف ہوگا ــــ اگر میں دروازہ کھول دوں تو
سے زیادہ سے زیادہ ہمارے دو تین آدمی بیک وقت نکل سکتے
طرح وہ ہوشیار ہو جائیں گے اور مقابلہ شروع کردیں گے جبکہ
ان لوگوں کو ہوشیار کرنا نہیں چاہتا۔ ہمیں پوری کوشش جہاز پر
کرنی چاہیئے۔"

"اوہ، لیکن سبوتا ــــ وہی بات، یہاں سے نکلنے کی کیا تدبیر
ہے؟"

"میں اس سنگی قید خانے کی دیواروں میں راستے کھولے دیتا ہوں۔"

"وہ ــــ وہ کیسے؟"

"آؤ۔" میں نے لبشک سے کہا اور پھر اسے ساتھ لیکر ایک
کے قریب پہنچ گیا۔ قدیم رومن طرزِ تعمیر استعمال کرتے ہوئے یہاں بھی
کی موٹی موٹی سِلوں کو تراش کر جوڑا گیا تھا اور یہ عمارت ایسی ہی
کی بنی ہوئی تھی۔ میں نے ایک چوکور سِل کی درازوں میں انگلیاں پھنسا
اور لبشک اور دوسرے لوگ تعجب سے مجھے دیکھنے لگے۔ ان کی
کچھ نہیں آرہا تھا۔ لیکن جب اوپر کی درازوں سے مٹی جھڑنے لگی
ونک پڑے۔ سب کے سب عجیب انداز میں پیچھے ہٹنے لگے تھے۔
کی آنکھیں تعجب سے پھیلی ہوئی تھیں۔ پھر جب سِل نے اپنی جگہ
تو ان کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل گئیں۔ ہوا کے تیز جھونکے
نے لگے تھے اور ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوا تھا۔ سِل پوری
کی مانند تھی۔ اتنی وزنی کہ شاید دس پندرہ آدمی بھی اسے نہیں اُٹھا
تھے۔ لیکن میں نے اطمینان سے اُسے قید خانے کے درمیان رکھ دیا۔
میں نے دوسری دیوار پر قوت آزمائی شروع کردی۔ لوگوں کے چہروں
ید حیرت کے آثار تھے۔ ان کی عقل اس بات کو تسلیم ہی نہیں کر رہی
ایسے کسی نے بدحواسی میں اس نئے دروازے سے باہر نکلنے کی
ش نہیں کی تھی۔

لبشک نے دوسری دیوار کے اس دروازے کو بھی اسی انداز سے دیکھا۔ کسی کے مُنہ سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی اور یہ مشکل کام اتنی خاموشی سے ہوا تھا کہ ابھی تک باہر موجود لوگوں کو ہلکی سی آہٹ بھی نہیں پہنچ سکی تھی۔ جب قید خانے کی دیواروں میں کئی دروازے بن گئے تو میں نے اپنا کام ختم کردیا۔

"ان لوگوں کو ابھی تک کوئی اندازہ نہیں ہوسکا لبشک؟" میں نے کہا۔

"ہاں ــــ" لبشک کے حلق سے نکلنے والی آواز غیر اختیاری تھی۔

"کیا یہ دروازے کافی نہیں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کافی ہیں۔"

"تب پھر چلو۔ لیکن خاموشی سے باہر نکلو۔ اگر کسی سے مڈبھیڑ ہوجائے تو اسے بلا تکلف ختم کردو۔ ہمیں کوشش یہی کرنی چاہیئے کہ زیادہ نقصان اُٹھائے بغیر جہاز پر پہنچ جائیں۔"

"ٹھیک ہے۔" لبشک نے اب خود پر قابو پالیا تھا۔ پھر اُس نے اپنے آدمیوں کو یہی ہدایات دیں۔ اور سب ان عجیب دروازوں کی طرف بڑھ گئے۔ بلاشُبہ یہ بہترین کامیابی تھی۔ قید خانے کے محافظ اس کے دروازے کی جانب تھے۔ اول تو انہیں کسی سازش کی اُمید نہیں تھی پھر رات ہوگئی تھی اور وہ سب آرام کرنے لیٹ گئے تھے اس لئے کافی بڑی تعداد ہونے کے باوجود ہمارے بارے میں کسی کو پتہ نہیں چل سکا اور ہم کامیابی سے ایک قطار کی شکل میں چل پڑے۔

میں نے سمندر کے اس رُخ کا تعین کیا تھا جہاں سے ہمیں لایا گیا تھا۔ اور جہاں ہمارا جہاز موجود تھا۔ تب ہم ساحل پر پہنچ گئے۔

اور ساحل پر کچھ لوگ موجود تھے۔ یہ شاید رات کے محافظ تھے لیکن ان کی تعداد دس بارہ سے زیادہ نہیں تھی۔ اس گروہ کو دیکھ کر وہ صورتحال معلوم کرنے کے لئے آگے آگئے۔ انہیں گمان بھی نہیں تھا کہ یہ ہم لوگ ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم نے بھی اظہار نہیں کیا کہ ہم ان سے چھُپنا چاہتے ہیں ــــ اور دونوں طرف کا یہ اطمینان انہیں لے ڈوبا۔ قریب پہنچتے ہی ہم نے ان کی گردنیں ناپ لیں اور پھر میں تو اپنے ساتھیوں سے کہہ ہی چکا تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے ــــ ان لوگوں کو نہایت اطمینان سے ختم کردیا گیا اور ہمارے ساتھی ان کی لاشیں اُٹھائے آگے بڑھ گئے۔ یہ لاشیں انہوں نے آگے بڑھ کر سمندر میں ڈال دی تھیں۔

ساحل سے کشتیاں کھول کر ہم جہاز کی طرف چل پڑے۔ کشتیوں پر جہاز پر پھینکنے والی کمندیں موجود تھیں جن کی مدد سے ہم جہاز پر چڑھ سکتے تھے۔

عجیب ماحول تھا۔ ابھی تک ہمیں کسی خاص مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا اور یہ بات انوکھی سی لگ رہی تھی۔ ہمارا جہاز دُور سے صاف نظر آرہا تھا۔ اس پر معمولی سی روشنی ہو رہی تھی۔ ظاہر ہے تارس کے آدمی وہاں موجود ہوں گے لیکن یقین تھا کہ ان کی کوئی بڑی تعداد وہاں موجود نہیں

ہوگی نہ ہی وہ لوگ اتنے چوکس ہوں گے کیونکہ بظاہر کسی خطرے کا امکان نہیں تھا۔

جہاز کے چاروں طرف پھیل کر ہم نے کمندیں اُچھالیں اور برق رفتاری سے اوپر چڑھنے لگے۔ جن لوگوں کو ہم نے ساحل پر ہلاک کیا تھا ان کا اسلحہ ہمارے پاس موجود تھا۔ ہم جہاز پر اُتر گئے۔ وہاں بھی ہماری خوش بختی ساتھ آئی تھی۔ جہاز کی نگرانی کرنے والوں کی تعداد صرف چھ تھی۔ یہ سب کے سب بھی زرد رُو تھے جن سے کسی کو کوئی ہمدردی نہیں تھی ــــ اور پھر وہ آرام سے سوئے ہوئے تھے۔

چنانچہ انہیں بڑے پیار سے جگایا گیا اور قتل کر دیا گیا۔ جہاز پر دوبارہ قبضہ ہوگیا تھا اور لبشک کا چہرہ خوشی سے گلنار بنا ہوا تھا۔

"سیوتا ــــ سیوتا! بڑی انوکھی بات ہے۔ ابھی تک عقل نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ کتنی وزنی سلیں تھیں اور پھر قید خانے اتنے کمزور تو نہیں ہوتے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔" اُس نے کہا۔

"ان باتوں پر بعد میں غور کرلیں گے لبشک ــــ سب سے پہلے اسلحہ نکلوالو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ میری نگاہوں میں اب ایک چہرہ تھا۔ یہ سب آزاد ہوگئے تھے۔ لیکن میری محبوبہ ــــ میری محبوبہ ابھی تک تارس کی قید میں تھی۔ نہ جانے اس پر کیا بیتی ہو ــــ؟

"جو تیرا حکم سیوتا ــــ بے شک تو حالات کو آسانی سے اپنے قبضے میں کرنے والوں میں سے ہے۔ میں ابھی اسلحہ نکلواتا ہوں۔ میری رہنمائی کر۔" لبشک بالکل سیدھا ہوگیا تھا چنانچہ وہ میرے احکامات کی تعمیل میں مصروف ہوگیا۔ اس کے آدمی اسلحہ خانے میں دوڑ گئے تھے۔ اسلحہ باہر ڈھیر کیا جانے لگا۔ میں جہاز کے اس حصے سے ساحل کی نگرانی کر رہا تھا۔ جہاں سے ساحل نظر آتا تھا ابھی تک وہاں کوئی تحریک نہیں تھی۔

احمق کہیں کے ــــ بالآخر مار کھا گئے تھے۔ لبشک نے مجھے اطلاع دی کہ اسلحہ نکال لیا گیا ہے۔ تب میں نے دوسرا حکم جاری کیا۔ "پتھر پھینکنے والی مشینیں جہاز پر چاروں طرف نصب کر دی جائیں اور پتھروں کے ڈھیر کر دیئے جائیں۔ اس کے علاوہ تیروں کا انتظام بھی کر لیا جائے تاکہ آنے والوں پر کاری ضرب لگائی جاسکے۔"

لبشک نے میرا یہ حکم بھی اپنے آدمیوں تک پہنچا دیا اور پھر تیلے لوگ کام میں مصروف ہوگئے۔ اس انداز میں کام کرنے والے میرے پسندیدہ لوگ ہوتے تھے۔ لیکن اب میرے دل میں رہ رہ کر شمانہ کا خیال آرہا تھا۔ تارس شیطان صفت ہے اور وحشیانہ وحشت خیز ــــ اگر تارس اس پر حاوی ہوا تو وہ جان دے دے گی۔ کہیں وہ کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔ مجھے کسی قدر بے چینی کا احساس ہوا۔

لیکن میں نے اس ذمے داری کو بھی قبول کیا تھا چنانچہ میں انہیں نظر انداز نہیں کرسکتا تھا۔ میں انہیں مشینیں نصب کرتے دیکھتا رہا ــــ اور پھر لبشک اپنے کام سے فارغ ہو کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"میں دوسرے حکم کا منتظر ہوں۔" اُس نے کہا۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے لبشک؟" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھا سیوتا؟"

"اُس وقت تم زرد رُوؤں پر جھلا رہے تھے اور جنگ شروع کرنا چاہتے تھے۔"

"ہاں سیوتا!"

"میں نے تمہیں صرف اس لئے روکا تھا کہ ممکن ہے تارس ہمارے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کرنا چاہتا ہو۔ لیکن تارس نے ہمارے ساتھ مکاری کی ہے، وہ سزا کا مستحق ہے۔"

"مجھے حکم دے سیوتا!" لبشک بے چینی سے ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"اب تم اپنے ساتھ کی جانے والی بدسلوکی کا بدلہ لے سکتے ہو میرے خیال سے تم اپنے گروہ کو ٹکڑیوں میں تقسیم کر دو ــــ ایک ٹکڑی صرف ساحل پر قابض رہے اور زرد رُوؤں یا تارس کے آدمیوں کو یہاں تک نہ پہنچنے دے دوسری ٹولیاں قرب و جوار کے علاقوں میں لُوٹ مار کریں۔ ظاہر ہے ہمیں اپنی ضرورت کی چیزیں بھی درکار ہیں۔ اس لُوٹ مار میں تم جتنی چاہو تباہی پھیلاؤ اور اپنی ضرورت کا سامان بھی حاصل کرو ــــ صرف چار آدمی جہاز پر رہنے دو اور چار آدمیوں کو ایک کشتی پر چھوڑ دو۔ ساحل پر موجود لوگ لُوٹ کا سامان کشتی پر بار کریں گے اور چند آدمی کشتی کو جہاز پر لائیں گے۔ اوپر والے آدمی یہ سامان جہاز پر بار کرلیں گے۔"

"نہایت مناسب۔" لبشک نے کہا اور پھر وہ دوڑ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے آدمیوں کو مکمل ہدایات دے کر واپس آگیا۔ جہاز پر بھاگ دوڑ شروع ہوگئی تھی۔ سب لوگ لبشک کی ہدایت کے مطابق کام کر رہے تھے۔ ہم دونوں اس کام کی نگرانی کرتے رہے اور پھر لبشک کی ہدایت کے مطابق جب تمام لوگ نیچے اُتر گئے ــــ تو میں اور لبشک بھی نیچے اُتر آئے۔ تب ایک کشتی ہمیں بھی لے کر چل پڑی۔

راستے میں لبشک نے مجھ سے پوچھا۔ "اب کیا ارادہ ہے سیوتا! میرا مقصد ہے کہ تم میرے سپرد کیا کام کرو گے؟"

"تم بھی کسی ٹولی کی نگرانی کرو گے لبشک۔" میں نے جواب دیا۔

"اور شاید تم کسی دوسری ٹولی کی؟" لبشک بولا۔

"نہیں لبشک! مجھے ایک اور کام بھی ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں پوچھ سکتا ہوں سیوتا! کیا تم مجھے اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟"

"ہاں دوست! کیوں نہیں۔ تمہیں میری ساتھی لڑکی یاد ہے؟"

"اوہ، ہاں۔ مجھے یاد ہے۔"

"اسے تارس کی بیوی نے اپنے پاس بلایا ہے ــــ اور تارس نے اس سلسلے میں کیا کہا تھا، یہ بھی تمہیں یاد ہے۔"

"ہاں۔ اس بدبخت نے کچھ بُری باتیں کہی تھیں۔"

"تو لبشک ــــ تارس میرا شکار ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا اور

ی شکل دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموشی سے میری شکل دیکھتا
۔
کیا تم اُسے قتل کر دو گے ؟"
ہاں" میں نے مضبوط لہجے میں جواب دیا اور لیشک خاموش ہو گیا۔
ساحل پر اُترنے کے بعد اس نے تمام ٹولیوں کو منظّم کیا اور انہیں
اری کر دیں۔ اس کے بعد وہ میری طرف مڑا اور بولا۔
یں یہ تو نہیں کہہ سکتا سیوتا کہ تم تنہا ان لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکو
س کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر قبل ہی میں ایک ناقابلِ یقین
چکا ہوں۔ لیکن میری خواہش ہے کہ تم تنہا نہ جاؤ۔"
اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں لیشک!" میں نے
اور پھر میں اندازے سے تارس کے محل کی جانب چل پڑا۔
شک کی ٹولیوں نے ابھی اپنا کام شروع نہیں کیا تھا۔ ظاہر ہے وہ
پر آمادہ تھے اور تھوڑی دیر کے بعد ہی مجھے ان کے اقدام کے
اطلاع ہو جانی تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ لیشک اور اس کے ساتھی
ب بہادر ہیں اور وہ کیا کارنامہ انجام دے سکتے ہیں۔
یں برق رفتاری سے تارس کے محل کی جانب بڑھ رہا تھا۔ صرف
تھا ورنہ میں محل کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا — میری خواہش
مجھے کوئی شخص مل جائے تاکہ میں اس سے تارس کے محل کے بارے
سکوں — میری نگاہیں چاروں طرف کسی زرد رُو انسان کو تلاش
یں۔ میں جلد از جلد تارس کے محل تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔
پھر میری یہ خواہش پوری ہو گئی۔ ایک شخص نظر آیا جو اپنے گھر کے
پر سو رہا تھا۔ میں نے دُور سے اُسے دیکھا اور اُس کی طرف
— وہ ایک سفید کپڑا اوڑھے ہوئے تھا۔ میں نے اس پر سے کپڑا
— اور اس کا گریبان پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ سویا ہوا آدمی بدحواس نظروں
مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی گھگھی بندھ گئی تھی، حواس جواب دے چکے تھے۔
وف سے سکڑ رہی تھیں۔ تب وہ نہایت خوفزدہ انداز میں بولا۔
گ — گ — کیا بات ہے، کون ہو، کیا چاہتے ہو؟"
تارس کے محل کی جانب میری رہنمائی کرو، ورنہ میں تمہاری گردن
یں مار ڈالوں گا۔" میں نے کہا — اس شخص کی زبان سے کوئی لفظ
اس نے آہستہ سے گردن ہلا دی اور پھر وہ لرزتے قدموں سے
ساتھ آگے بڑھنے لگا — اس کی گھگھی بندھی ہوئی تھی۔ وہ مجھے
ں سے مختلف سمتوں میں بڑھنے کے لئے کہہ رہا تھا اور تھوڑی دیر
میں نے ایک ایسی عمارت دیکھی جس کے بارے میں میں خود بھی
سکتا تھا کہ یہی تارس کا محل ہو گا۔
یہ تارس کا محل ہے؟" میں نے پوچھا اور اُس نے اثبات میں گردن
تب میں نے ایک گھونسا اس کے سر کی پُشت پر رسید کر دیا۔ کم از کم
وہ شخص کو میں کسی ایسے طریقے سے مارنا نہیں چاہتا تھا جس کا

مجھے خود بھی افسوس ہو — ایک گھونسا ہی اس کے لئے کافی تھا — وہ بے ہوش ہو کر پٹ سے زمین پر گر پڑا اور میں تارس کے محل کی جانب چل پڑا۔

محل میں داخل ہونے سے پہلے میں نے تھوڑی سی احتیاط کا سہارا لیا تھا۔ کم از کم فوری طور پر میں دروازے پر موجود چوکیداروں کو ہوشیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے محل کا ایک ایسا حصہ تلاش کیا جہاں سے اندر داخلے میں کوئی دقت نہ ہو — اور پھر میں محل میں داخل ہو گیا۔

محل خاصا طویل و عریض تھا اور یہاں بھی مجھے کسی رہنمائی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ میں نے یہاں پر پھر کسی اور شخص کی تلاش میں نگاہیں دوڑانا شروع کر دیں۔ یہی سب سے اچھا طریقہ تھا اور اسی طرح میں جلد از جلد اپنا کام کر سکتا تھا۔

پہرے داروں کی کمی نہیں تھی۔ جگہ جگہ نیزہ بردار پہرے دار نظر آ رہے تھے۔ میں فی الحال خود کو ان کی نگاہوں سے پوشیدہ کئے ہوئے تھا۔ لیکن اس طرح محل میں بھٹکتے رہنا خاصا تکلیف دہ کام تھا۔ چنانچہ میں ایک سنسان گوشے کی طرف چل پڑا۔ یہاں ایک ستون کی آڑ میں رُک کر میں نے ایک پہرے دار کو تاکا۔ وہ آہستہ آہستہ مست انداز میں اسی طرف آ رہا تھا اور جب وہ اس ستون کے قریب پہنچا تو میں نے نہایت اطمینان سے اس کی ناک پکڑی اور اپنے قریب گھسیٹ لیا۔ پہرے دار کے دونوں ہاتھ ایکدم اُٹھے تھے — دوسرے ہاتھ سے میں نے اس کا نیزہ چھین لیا اور پہلا ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دیا۔

"اگر آواز نکالنے کی کوشش کی تو یہیں پر گردن دبا کر مار دوں گا۔" میں نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا اور پہرے دار کا نیزہ چھین کر ایک طرف پھینک دیا۔ پھر میرا ہاتھ اس کے بیش قبض پر پڑا اور میں نے اسے کھینچ لیا۔ آبدار خنجر کی نوک اس کی گردن تک پہنچی تو اس کے حلق سے ڈری ڈری آوازیں نکلنے لگیں......"

"بولو — جو کچھ میں کہوں گا، کرو گے؟" میں نے بدستور غرّاتے ہوئے لہجے میں اس سے پوچھا اور اس نے خوفزدہ لہجے میں اقرار کیا۔

"تب مجھے تارس کی آرام گاہ تک لے چلو۔" میں نے آہستہ سے خنجر کی نوک اس کی گردن سے ہٹائی۔ "بولو — تیار ہو؟" اور اُس نے خوفزدہ انداز میں گردن ہلا دی۔

میں اُسے بازو سے پکڑے آگے دھکیلتا رہا۔ خنجر کی نوک اب بھی اس کے پہلو میں چبھ رہی تھی۔ پھر اُس نے ایک ستون کی آڑ سے مجھے بتایا کہ وہ کمرہ جہاں سامنے دو پہرے دار کھڑے ہیں، تارس کی آرامگاہ ہے۔ اس شخص کے ساتھ بھی میں نے وہی سلوک کیا تھا جو پہلے کے ساتھ — بلاوجہ لوگوں کو قتل کرنا مجھے پسند نہیں تھا۔ میں چاہتا تو اس خدشے کو ختم کر سکتا تھا کہ کہیں یہ شخص شور نہ مچا دے۔ لیکن میرا ہاتھ اس کے لئے کافی تھا۔ دوسرے لمحے وہ بھی زمین پر ڈھیر ہو گیا اور میں نے اُسے ایک...

ستون کی آڑ میں ڈال دیا۔

اب مسئلہ ان دونوں کا تھا۔ ان دونوں سے نمٹنے کے لئے کوئی سخت قدم اُٹھانا ضروری تھا چنانچہ میں ستون کی آڑ میں کھڑا ہو کر اس فاصلے کا اندازہ کرنے لگا جو میرے اور ان کے درمیان تھا۔ اس فاصلے میں ایسی کوئی رکاوٹ نہیں تھی جس سے چھپ کر میں ان تک پہنچ سکتا۔ چنانچہ جو کچھ بھی کرنا تھا، براہِ راست کرنا تھا اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ قرب و جوار میں کوئی دوسرا شخص نہیں ہے تو اچانک میں ان کے سامنے آیا اور ان پر برق کی طرح جھپٹا۔ دونوں پہرے دار چونک پڑے تھے۔ انہوں نے میری طرف دیکھا۔

مستعد لوگ تھے چنانچہ دوسرے لمحے انہوں نے مجھ پر اپنے نیزوں سے حملہ کر دیا۔۔۔ وار اتنا کاری تھا کہ دونوں نیزوں کی انی میرے شانے پر پڑی۔ لیکن اس کا نتیجہ اُن لوگوں کے لئے حیران کن ہو سکتا تھا پروفیسر۔ میرے لئے نہیں۔۔۔ ظاہر ہے مجھ پر کئے ہوئے وار کس حد تک کارگر ہو سکتے تھے۔ اس بات کو تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو پروفیسر! میں نے ان کی حیرت سے فائدہ اُٹھایا اور ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر ایک دوسرے سے دے مارا۔ ان کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخیں نکلیں۔ اب راستہ صاف تھا۔ تارس کی آرامگاہ کا پتہ مجھے معلوم ہو چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اندر ہی ہو گا اور شاید شمانہ بھی۔۔۔ دیکھنا یہ تھا کہ شمانہ نے اسے خود پر کس حد تک قابو پانے دیا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے دروازے کو دھکیلنے کی کوشش کی۔ لیکن دروازہ اندر سے بند تھا۔ پھر میرے زوردار دھکے نے دروازے کو اکھاڑ کر اندر پھینک دیا اور میں تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔

خواب گاہ میں شمعدان روشن تھے۔ اچھی خاصی روشنی ہو رہی تھی۔ اس روشنی میں، میں نے جو منظر دیکھا، اسے دیکھ کر میرا دل بے اختیار قہقہے لگانے کو چاہنے لگا۔

میں نے دیکھا کہ تارس کی گردن اس کے شانوں سے کافی دُور پڑی ہے، اس کا جسم خواب گاہ کے درمیان فرش پر تھا اور اس کے بے سر لاشے بدن کو تکیہ بنائے ہوئے شمانہ آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ شمانہ کا سر اُس کے بدن پر رکھا ہوا تھا۔ شاید وہ سو چکی تھی۔۔۔ دروازہ ٹوٹنے کی آواز سن کر شاید اُس نے گردن اُٹھا کر میری جانب دیکھا تھا اور پھر وہ ایک دم چونک پڑی۔

"اوہ سبوتا" وہ پھرتی سے کھڑی ہو کر میرے قریب پہنچ گئی "سبوتا۔۔۔ تم آ گئے"

"ہاں شمانہ۔۔۔ اور جس بات کی توقع لیکر آیا تھا وہی یہاں آ کر دیکھی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھی سبوتا" شمانہ نے معصومیت سے پوچھا۔

"یہ تارس ہے نا" میں نے خون آلود بدن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ کُتا۔۔۔ تارس ہی ہے"

"لیکن اس کی گردن کہاں گئی" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"وہ پڑی ہوئی ہے"

"یہ اس کے شانوں سے کیسے جدا ہو گئی" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

"بس۔۔۔ یہ احمق نجانے خود کو کیا سمجھ بیٹھا تھا۔ پہلے اس نے مجھے اپنی بیوی کے پاس بھیجا۔ وہ عورت طرح طرح سے میری دلجوئی کرنے لگی۔ نجانے کیسی عورت ہے، اپنے مرد کو دوسری عورت کے سپرد کرنا چاہتی تھی۔ اُس نے مجھ سے ایسی بے شرمی کی گفتگو کی کہ مجھے غصہ آنے لگا سبوتا! میں نے اسے روک دیا کہ وہ مجھ سے ایسی گفتگو نہ کرے۔ وہ مجھے اپنے شوہر کی خصوصیات بتا رہی تھی۔

لیکن سبوتا! میں نے کچھ بھی سُننا پسند نہ کیا۔ اس مکار عورت نے مجھ سے صاف کہا کہ اگر میں اس کے شوہر کی خلوت میں چلی جاؤں تو وہ مجھے منہ مانگا انعام دے گی۔ دل چاہا کہ اسے خود ہی کوئی انعام دے دوں۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ یہ مجھے اپنے شوہر کے ایما پر ہی تو خلوت میں جانے پر آمادہ کر رہی ہے۔

اور سبوتا! پھر میں یہاں آ گئی۔۔۔ یہ شخص نشے میں مست خوابگاہ میں داخل ہوا تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ اسے شدید قسم کی سزا دوں گی۔ لہٰذا میں نے خود کو اس کی حرکتوں کے لئے تیار کر رکھا تھا۔۔۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں دنیا کی حسین ترین عورت ہوں۔ وہ اپنی ملکہ ہلایا کو طلاق دے دے گا اور ہمیشہ کے لئے مجھے اپنا بنا لے گا۔۔۔ میں نے بھی مسکرا کر اس کی پذیرائی کی۔ پھر جب وہ میرے قریب آیا سبوتا! تو پھر میں نے اس کی مردانہ طاقت آزمائی۔۔۔ میں نے اسے اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ میں نے اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھا اور اس کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا یہی اس کی مردانگی ہے۔ لیکن سبوتا۔۔۔ ہر شخص سبوتا تو نہیں ہوتا۔ اس نے اپنی زندگی بچانے کے لئے جدوجہد کی۔ میں نے اسے اس کا موقع نہیں دیا تھا کہ وہ کسی پہرے دار کو آواز دے۔ بس جب میں نے محسوس کیا کہ وہ تھک گیا ہے۔۔۔ تب سبوتا! میں نے اسے زمین پر گرا کے ذبح کر دیا۔ اور اس کی گردن اُٹھا کر دُور پھینک دی۔ بھلا یہ کوئی معمولی بات ہے کہ کوئی شمانہ پر قابو پا سکے" شمانہ نے فخریہ انداز میں کہا اور میں نے ایک بار پھر شمانہ کو سینے سے بھینچ لیا۔

"بہت خوب۔۔۔ حالانکہ میں تو یہ سوچ کر آیا تھا کہ کہیں اس کمبخت نے تمہیں نقصان نہ پہنچایا ہو"

"نہیں سبوتا۔۔۔ شمانہ تمہارے سامنے بھیگی بلی ہے، دوسروں کے لئے وہ آج بھی سیکائی کی خونخوار شیرنی ہے" شمانہ نے کہا۔

"میں تسلیم کرتا ہوں شمانہ۔۔۔ آؤ چلیں"

"لیکن ہوا کیا سبوتا؟"

"کس سلسلے میں؟"

"میں نے سُنا تھا کہ اس نے تم لوگوں کو قید کر دیا تھا؟"

"تم نے کس سے سُنا تھا شمانہ؟"

"وہی کمبخت لاف وگزاف کرتے ہوئے یہ بات بتا رہا تھا کہ میرے تمام ساتھی قید خانے میں ہیں اور انہیں بہت جلد قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے گویا مجھے اپنی جانب سے دلاسا دیا تھا کہ فکر نہ کروں۔ وہ بہرحال میرے ساتھ ہے اور مجھے بہت اچھی طرح رکھے گا۔ لیکن مجھے یہ سُن کر پریشانی ضرور ہوئی تھی۔"

"شمانہ۔۔۔ میری موجودگی میں بھی؟"

"نہیں سبوتل۔ بس مجھے یہ خیال تھا کہ قید خانہ تمہیں نہیں روک سکے گا۔" شمانہ نے محبوبانہ انداز میں کہا اور میری پیشانی چوم لی۔

تب ہم دونوں باہر نکل آئے۔ دروازے پر شمانہ نے دونوں پہرے داروں کو اُلٹا سیدھا پڑے دیکھا تھا۔ اور پھر جب ہم نے محل سے باہر قدم رکھا تو شور کی آوازیں بہت تیزی سے بلند ہو رہی تھیں۔

شمانہ چونک کر رُک گئی۔ "یہ کیا ہے۔۔۔؟" اُس نے پوچھا۔

"لبشک اور اُس کے ساتھی ان لوگوں سے اپنا انتقام لے رہے ہیں۔"

"اور یقیناً اُس کا مشورہ تم نے ہی دیا ہو گا۔" شمانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں شمانہ۔۔۔ لبشک شاید مجھے بزدل سمجھ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ زیور اس نے جس شخص کو جہاز پر اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے، وہ ایک بزدل انسان ہے اور وہ کسی سے جنگ کرنا نہیں چاہتا لیکن شمانہ۔۔۔ میں مصلحت کا قائل ہوں۔ میں ہر معاملے میں طاقت آزمائی پسند نہیں کرتا۔ طاقت انسان کو ضرور آزمانی چاہیئے لیکن اُس وقت، جب اس کی ضرورت پیش آئے۔ چنانچہ میں نے لبشک کو باز رکھا تھا۔ پھر جب تارس کھُل کر ہمارے سامنے آگیا، اس نے ہمیں قید کرنے کے بعد یہ سوچا کہ شاید وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گیا ہے۔ تب میں نے لبشک سے کہا کہ ٹھیک ہے وہ خود بھی اپنے معاملات میں آزاد ہے۔ چنانچہ میں نے قید خانے کی دیواریں توڑیں۔ تمام لوگوں کو آزاد کیا۔ اپنے جہاز پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد اسلحہ لے کر میں نے لبشک سے کہا کہ وہ اپنے آدمیوں کی ٹولی لے کر لوٹ مار کے لئے نکل پڑے۔۔۔۔۔"

میں نے دیکھا لوگ بُری طرح بدحواس ہیں۔ ایک دوسرے کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ صورتِ حال معلوم کر رہے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو تو پتہ بھی نہیں تھا کہ ہوا کیا ہے۔ شور کی آوازیں زیادہ تر ساحل کی طرف سے آ رہی تھیں۔ میں نے لبشک کو ہدایت کر دی تھی کہ زیادہ دُور جانے کی کوشش نہ کرے۔ جہاں تک ہو سکے ساحل کے نزدیک نزدیک اپنا کام کرے۔ اور تارس کا محل بہرحال ساحل سے کافی دُور تھا۔

میں اور شمانہ بے خوفی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کی ہم نے کوئی خاص کوشش نہیں کی تھی۔

لیکن پھر ایک ایسے گروہ نے ہمیں دیکھ لیا جو شاید ہمیں پہچان گیا تھا۔ "قیدی۔۔۔ قیدی بھاگ رہے ہیں۔ پکڑو۔۔۔" اور دس بارہ افراد پر مشتمل یہ گروہ ہماری طرف دوڑ پڑا۔۔۔ تب میں نے اپنی شاندار ساتھی کو دیکھا۔ وہ ایک چمکدار خنجر نکال کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ خنجر میرے پاس بھی موجود تھا جو میں نے پہرے دار سے چھینا تھا۔

ہم دونوں بپھرے ہوئے گروہ کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے۔

"پکڑ لو۔۔۔ پکڑ لو۔۔۔" وہ پھر چیخے اور جوش میں قریب آگئے۔ ہم دونوں کے ہاتھ ایک ساتھ چلے تھے اور دو دلدوز چیخیں گونج اُٹھیں۔ دوسرے لوگ رُک گئے۔

"شمانہ۔۔۔ میرے پیچھے آجاؤ۔۔۔ جو تم تک پہنچے اس کا صفایا تم کر دینا۔ باقی لوگوں کو میں دیکھتا ہوں۔" یہ دس بارہ آدمی تھے۔ میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ شمانہ کو خراش بھی پہنچے۔ اور اس کے لئے ضروری تھا کہ ان لوگوں کو کوئی ایسی بات دکھائی جائے جس سے ان کا جوش و خروش ختم ہو جائے۔ خنجر اس وقت زیادہ کارآمد نہیں تھا چنانچہ میں نے ہاتھ خالی کر لئے۔ پھر ایک نیزہ میرے سینے سے ٹکرایا اور میں نے اسے پکڑ لیا۔ نیزہ بردار فضا میں کافی اونچا اُچھل کر اپنے ساتھیوں پر جا گرا۔ اور پھر میں نے یہی عمل دُہرانا شروع کر دیا۔ مجھے ان کے ہتھیاروں کی تو پرواہ تھی نہیں، بس میں نے انہیں پکڑ پکڑ کر اچھالنا شروع کر دیا اور گویا ان کی حیثیت ختم کر دی۔

اب وہ اُچھل اُچھل کر ایک دوسرے پر گر رہے تھے اور چیخ رہے تھے۔ ان کے ساتھیوں کے آڑے ترچھے ہو جانے والے ہتھیار خود انہیں زخمی کر رہے تھے۔

ان لوگوں کو ناکارہ کرنے میں ہمیں ذرا بھی دقت نہ ہوئی۔ شمانہ خنجر ہاتھ میں لئے کھڑی رہ گئی تھی۔ اسے کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔

"آؤ۔۔۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور شمانہ ہنس پڑی۔

وہ میرے ساتھ چل پڑی تھی۔۔۔ "کیوں، ہنسی کیوں آئی؟"

"سوچ رہی ہوں کہ اس خنجر کا کیا کروں؟"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے استعمال کی تو نوبت ہی نہیں آئی۔"

"ممکن ہے آگے آجائے۔" میں نے بھی ہنس کر کہا۔

"ہاں۔ اس صورت میں کہ چالیس پچاس افراد کا گروہ سامنے آئے۔ دس بیس آئے تو اسی طرح مارے جائیں گے۔"

"قتل کرنا ضروری تو نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اگر گروہ خود ہی مرنے کے خواہشمند ہوں۔۔۔ اوہ دیکھو، وہ آگ لگ رہی ہے۔"

"لبشک خاصا خونخوار ہے۔"

"ہاں۔ دیکھو جگہ جگہ آگ بھڑک رہی ہے۔" شمانہ نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور میں بھی گہری سانس لے کر لبشک کی کارروائی دیکھنے لگا۔ ہم دونوں ساحل کی طرف دوڑ رہے تھے۔ بلاشبہ لبشک نے خوفناک معرکہ سرگرم کر رکھا تھا۔ بے شمار لوگ جنگ کر رہے تھے۔ ہتھیاروں کے

ایک دوسرے سے ٹکرانے کی جھنکار گونج رہی تھی۔ گویا زردرو بھی تیزی سے مسلّح ہو کر مقابلے پر آ گئے تھے۔

"شمانہ!" میں نے شمانہ کو آواز دی۔

"ہوں۔"

"میں نہیں چاہتا کہ لبشک کے آدمی زیادہ مشقت اُٹھائیں۔ میں اس کے ساتھیوں میں زیادہ کمی پسند نہیں کروں گا۔"

"تب آؤ۔۔۔ اس کی مدد کریں۔" شمانہ نے بے خوفی سے کہا اور میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ساحل کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ ہم طوفانی رفتار سے دوڑ رہے تھے۔ راستے میں بھی چند لوگوں کو قتل کرنا پڑا جنہوں نے ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔

اور پھر ہم ساحل پر پہنچ گئے۔ یہاں کا کام بخوبی جاری تھا۔ جگہ جگہ لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ان میں زیادہ تر زردرو لوگ تھے۔ چند مقامی بھی تھے۔ کنارے پر لوٹ کا سامان ڈھیر تھا۔ اس میں وہ بھی تھا جس کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔ لیکن جنگ جنگ ہوتی ہے۔

کنارے سے جہاز کے درمیان سفر کرنے والی کشتی تیزی سے اپنا سفر کر رہی تھی۔ اس بار وہ کنارے پر آئی تو میں بھی واپسی میں اس میں سوار ہو گیا۔ شمانہ بھی میرے ساتھ تھی۔ جہاز پر سے سامان کھینچا جانے لگا۔ میں اس طرف متوجہ نہ ہوا بلکہ شمانہ کو لے کر اوپر پہنچ گیا۔

اور پھر اسلحے کے ڈھیر سے میں نے ایک وزنی کھانڈا اُٹھا لیا۔ شمانہ نے ایک تلوار پسند کی تھی۔

"چلو۔" اس نے کہا اور میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔

"تم نہیں شمانہ!" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ تم میری عورت ہو۔"

"لیکن۔۔۔"

"اور یہ بات بھی تمہیں معلوم ہونی چاہیئے کہ مرد کی موجودگی میں عورت کی جنگ مرد کے لئے بیحد تکلیف دہ ہوتی ہے۔"

"اوہ سبوتا۔۔۔ کیا میں صرف عورت ہوں۔ کیا میں دوسری عورتوں سے مختلف نہیں ہوں۔" شمانہ نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"یقیناً ہو۔۔۔ لیکن تمہارا مرد تمہارے سامنے ہے۔"

"میں تسلیم کرتی ہوں۔"

"تو خاموشی سے کھڑی ہو کر اپنے مرد کی جنگ دیکھو۔"

"ٹھیک ہے۔" شمانہ نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں جہاز سے نیچے اُتر گیا۔ خالی کشتی روانہ ہونے کے لئے تیار تھی۔ میں اس پر سوار ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد کشتی کنارے پر پہنچ گئی۔

لیکن پھر میں نے کسی قدر بدلے ہوئے مناظر دیکھے۔ جنگ۔۔۔ جو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اب سمٹنے لگی تھی۔ یا تو لبشک کے آدمی اپنا کام مکمل کرنے کے بعد پسپائی اختیار کر رہے تھے۔۔۔ یا پھر۔۔۔ یا پھر صورتحال بدلنے لگی تھی۔

میں تیزی سے آگے بڑھا۔ تب مجھے دوسری صورتحال کا احساس ہوا۔ میں نے دیکھا زردروؤں کا زبردست دباؤ بڑھ رہا تھا۔ وہ بہت بڑی تعداد میں تیار ہو کر آ گئے تھے اور لبشک کے آدمیوں سے نہایت دلیری سے جنگ کر رہے تھے۔

لبشک نے عقلمندی یہ کی تھی کہ اپنے بکھرے ہوئے آدمیوں کو سمیٹ لیا تھا اور باقاعدہ صف بنا کر جنگ کر رہا تھا۔ اس طریقے نے ابھی تک اسے بچائے رکھا تھا ورنہ اگر اس کے آدمی بکھرے ہوئے ہوتے تو اب تک ان کا صفایا ہو گیا ہوتا۔

لبشک کے آدمی بلاشبہ بے حد دلیری سے لڑ رہے تھے۔ لیکن ایک کا مقابلہ دس سے تھا۔ کہاں تک قتل کرتے۔ تھکن ان کے انداز سے نمایاں تھی۔

اور میں صورتحال بدلنے پہنچ گیا۔ میں نے لبشک کی صف چیر دی اور میرا کھانڈا تیزی سے گردش کرنے لگا۔۔۔ خودستائی ہے پروفیسر! لیکن میں خود کو بجا طور پر حالات بدلنے والا کہہ سکتا ہوں۔ کھانڈے کی لمبائی میں انسان صاف ہونے لگے۔ پہلی بار انہوں نے موت کی یہ شکل دیکھی تھی میں نے چند لمحات میں ایک گہرا خلا پیدا کر دیا۔۔۔ اس وقت تو اجتماعی طور پر قتل و غارت گری کرنا پڑی تھی تاکہ لبشک کے لوگوں کو سنبھلنے کا موقع مل جائے۔ جنگ میں ایک نمایاں تبدیلی یہ ہوئی تھی کہ لوگوں نے کھانڈے کی تباہ کاری دیکھنا شروع کر دی تھی۔ وہ اس کی کاٹ دیکھ رہے تھے اور ششدر تھے۔ انہیں یہ احساس بھی نہیں رہا تھا کہ کھانڈا اب ان تک پہنچنے والا ہے۔ دیکھنے والے تو صرف یہ دیکھ رہے تھے کہ چوڑا کھانڈا اُٹھتا ہے اور خون ہی خون اُبل پڑتا ہے۔ جسم دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ کوئی درمیان سے کٹتا ہے کسی کو صرف چھپٹ لگتی ہے لیکن وہ بھی کھڑا نہیں رہ سکتا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگتا ہے۔ بات صرف انہی لوگوں کی نہیں تھی بلکہ لبشک کے ساتھی بھی جنگ بھول گئے تھے۔ وہ بھی متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ بلاشبہ میں دیر سے پہنچا تھا۔ لیکن میں نے اپنے حصے کا کام چند لمحات میں ہی انجام دے لیا تھا۔ مرنے والوں کو بہت دیر کے بعد احساس ہو سکا کہ صورتحال کیا ہے۔۔۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ زردرو بہت بُری طرح پلٹ کر بھاگے ہیں۔ ان کے ذہنوں پر خوف مسلط ہو گیا تھا۔ ان کے بھاگنے سے لبشک کو بھی احساس ہوا اور ایک بار پھر ان کے ہاتھ چلنے لگے۔ لیکن میں نے انہیں آوازدے کر روک دیا۔

"لبشک! میرا خیال ہے ہمارا انتقام پورا ہو چکا ہے۔ اب فوری طور پر واپسی کی تیاریاں کر دو۔۔۔ اور ہاں، کیا تمہارے کچھ ساتھی جزیرے کے درمیان رہ گئے ہیں؟"

"نہیں سبوتا۔۔۔ وہ جو رہ گئے ہیں اب اس قابل نہیں ہیں کہ ان

گے بارے میں سوچا جائے۔" ابشک نے جواب دیا۔

"گویا وہ قتل ہوچکے ہیں یا زخمی ہیں؟"

"سبوتا ___ اگر وہ زخمی ہوتے تو میں انہیں وہاں نہ چھوڑتا ___ وہ مر چکے ہیں۔"

"اوہ، ٹھیک ہے۔ اب واپسی کا سفر طے کرو۔" میں نے حکم دیا اور انہوں نے بلاچون وچرا میرے حکم کی تعمیل کی۔

وہ تیزی سے واپس پلٹے۔ بھاگنے والوں میں ہمت نہیں تھی کہ ان پلٹنے والوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے۔ وہ تو اپنی زندگیاں بچا کر اس طرح بھاگے تھے کہ انہوں نے واپس پلٹ کر نہ دیکھا۔ تب ہماری کشتیاں تیز رفتاری سے جہاز کی طرف چل پڑیں۔

ہم فاتح کی حیثیت سے واپس آئے تھے۔ لیکن مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ اب یہاں رُک کر ان لوگوں کے مزید سنبھلنے کا انتظار نہ کیا جائے جیسے بھی ہم پوری طرح تیار تھے کہ اگر وہ اپنے جہازوں کو لے کر ہم پر حملہ کرنے کی کوشش کریں تو ہم ان سے باقاعدہ جنگ کریں۔ لیکن یہ بات ابھی ___ کسی کو بھی معلوم نہ تھی کہ تارس مر چکا ہے۔

اور کن حالات میں مرا ہے، اس کے بارے میں تو کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا۔

اگر تارس زندہ ہوتا تو اس بات کی توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ ہمارا تعاقب کرتا اور اپنی اس شکست پر جھلا کر ہر وہ ممکن کوشش کرتا جس سے ہمارا جہاز تباہ کیا جاسکے ___ اور ہمیں شکست دی جاسکے۔ لیکن یہ بات تو ابھی تارس کے آدمیوں کو بھی معلوم نہ تھی۔ لیکن اُمید تھی کہ بہت جلد معلوم ہو جائے گی ___ اُس وقت جب وہ تارس سے احکامات لینے کے لئے پہنچیں گے اور تارس کی گردن اور جسم میں انہیں کافی فاصلہ نظر آئے گا۔ اس کے بعد انہیں احکام دینے والا کوئی ہے یا نہیں، یہ بات مجھے بھی معلوم نہ تھی۔

بہرصورت کمندیں ڈال کر ہم جہاز پر چڑھ گئے اور پھر جہاز کے بادبان چڑھائے جانے لگے۔ ہماری انتہائی کوشش تھی کہ اپنا جائزہ لینے سے پہلے جہاز کو کنارے سے دُور لے جائیں اور ابشک اور اس کے ساتھی اس کام میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے اپنے زخموں پر بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ شمانہ نے پُرجوش انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔ پھر وہ متحیرانہ انداز میں بولی۔ "آہ سبوتا ___ میں نے تمہیں جنگ کرتے دیکھا تھا ___ میں نے تمہیں جنگ کرتے دیکھا تھا سبوتا ___ تمہارے بازو ہیں یا ___ یا ___" وہ خاموش ہو گئی۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیئے اور آہستہ سے بولا۔

"آؤ شمانہ! آرام کریں۔ رات کافی گزر چکی ہے۔"

"سبوتا ___ تم کتنے انوکھے ہو، کتنے عجیب ہو۔" اُس نے آہستہ سے کہا

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تمہارے جسم پر کوئی زخم نہیں ہے؟"

"نہیں ___ ان لوگوں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ یہ میرے بدن کو زخمی کرسکیں۔" میں نے جواب دیا اور شمانہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر آگے بڑھ گیا۔

شمانہ کو لے کر میں اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ راستے میں میں نے جہاز کے ایک ملاح کو روک کر کہا تھا "اگر ابشک یا کوئی اور اس وقت میرے پاس آنے کی کوشش کرے تو اُسے منع کر دینا میں اب آرام کروں گا۔ لیکن اگر تارس کے جہاز حملہ آور ہوں تو پھر تکلف نہ کیا جائے اور جونہی وہ سمندر میں نظر آئیں مجھے اطلاع دی جائے۔" میری ہدایت کو اس شخص نے ذہن نشین کیا اور آگے بڑھ گیا۔

شمانہ نے خواب گاہ کے چراغ روشن کر دیئے۔ میرے بدن پر مرنے والوں کے خون کے چھینٹے جم گئے تھے۔ شمانہ اس بات سے مضطرب تھی کہ کیا واقعی میرے بدن پر کوئی زخم نہیں ہے۔ کیا اس خون میں میرا خون تو شامل نہیں ہے؟ چنانچہ تنہائی میں پہنچتے ہی وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

"سبوتا ___ سبوتا! تم نے جو کچھ کیا ہے ___ اس پر حیرانی کا اظہار تو بعد میں کیا جائے گا پہلے تو تم یہ بتاؤ کہ تمہارے جسم پر کتنے زخم آئے ہیں۔ مجھے بتاؤ سبوتا! ان زخموں کے لئے میں کیا کروں۔ ان کو ٹھیک کرنے کے لئے میں کیا کرسکتی ہوں، سبوتا! مجھے بتاؤ۔"

"اوہ ___" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تم میرے زخموں کے لئے مضطرب ہو شمانہ؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بات پوچھتے کیوں ہو سبوتا؟ میری زندگی میں اب تیرے سوا ہے کیا ___ اگر میں تمہارے لئے پریشان نہ ہوں تو کیا کروں گی؟"

"تب پھر پریشانیاں اپنے ذہن سے جھٹک دو شمانہ ___ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کیا میں تمہیں ٹھیک نظر نہیں آ رہا؟"

"وہ سب تو ٹھیک ہے سبوتا۔ لیکن تم بہت مضبوط ہو۔ میں سمجھتی ہوں کہ تم اپنی تکلیف پر قادر ہو سکتے ہو۔"

"اچھا اب تم پریشان نہ ہو ___ لیکن ٹھہرو، میں اپنے بدن سے یہ خون صاف کرلوں۔ یوں بھی میں اس سے اُکتا رہا ہوں ___ اور پھر تم میری عورت ہو، یہ بات میں کیسے پسند کروں گا کہ اجنبی لوگوں کا خون تیرے بدن سے مس کرے۔"

"تم واقعی بالکل ٹھیک ہو سبوتا؟" شمانہ نے کسی قدر شوخی کے انداز میں پوچھا۔

"ہاں شمانہ! اس میں جھوٹ نہیں ہے ___ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ لیکن شمانہ بہت محتاط تھی۔ اس نے خود ہی مجھے ٹٹول ٹٹول کر دیکھنے کی کوشش کی اور آہستہ آہستہ میرا سارا لباس میرے بدن سے جُدا کر دیا۔ پھر اس نے باریک کپڑے سے میرے بدن کا خون صاف کیا۔ خون آلود لباس اُتر گیا تھا، اندر کا لباس صاف تھا۔ جو حصے کھلے ہوئے تھے اور جن پر خون جما ہوا تھا۔ شمانہ نے ایک کپڑا گیلا کرنے کے بعد اس سے میرے جسم کو صاف کر دیا اور پھر میری بات کی تصدیق کرنے کے بعد وہ خوشی سے سرشار ہو کر بے ساختہ مجھ سے لپٹ گئی۔

"اوہ سبوتا ___ تم کتنے انوکھے ہو، کتنے عجیب ہو، سچ مچ تم کتنے

عجیب ہو، آہ! میں کتنی خوش قسمت ہوں۔" اس نے میرے بدن کے بجانے کتنے بوسے لے ڈالے۔ اور پھر میں نے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور آرام کی جگہ پر لٹا دیا۔ میں اس کے نزدیک ہی بیٹھ کر اس پر جھک گیا تھا۔۔۔ سخت محنت اور مشقت کے بعد شمانہ کا حسین ترین قرب ساری تکلیف کو ختم کر دیا کرتا تھا۔ اس وقت بھی میں نے شمانہ کے حسین و گداز جسم سے اپنی تھکن دور کی تھی۔ اس وقت میں سرور کی ان بلندیوں پر تھا جہاں پہنچنے کے بعد عام انسان کی ساری صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ شمانہ بھی میری صحت کا، میری زندگی کی خوشی کا جشن منا رہی تھی۔ شمانہ کا بھرپور تعاون میرے اندر آگ لگا رہا تھا۔ میں اس کے تعاون کا جواب دے رہا تھا' اتنے بھرپور طریقے سے جس کا اظہار شمانہ کے چہرے پر رینگتے ہوئے جذبات کے طوفان سے ہو رہا تھا۔ شمانہ میری بھرپور ساتھی جس کے ساتھ لمحات کے گزرنے کا کوئی احساس نہیں ہوتا تھا۔ سارا وقت گزر گیا اور صبح نزدیک آگئی۔ جلد ہی شمانہ گہری نیند سو گئی تھی۔ میں نے بھی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

لیشک اور اس کے ساتھیوں نے ہمارے آرام میں مداخلت کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ تو ابھی تک حیرت کا شکار ہوں گے اور مجھے یقین تھا کہ اب ان کی مجال نہیں ہے کہ وہ میرے نزدیک آئیں۔۔۔ یا میری کسی بات پر اعتراض کر سکیں۔

لیشک کو میں نے اپنی ذات سے پوری طرح مطمئن کر دیا تھا شمانہ کو سوتا چھوڑ کر میں اٹھ گیا۔ ظاہر ہے میری ذات پر رات کا خمار کسی بھی حیثیت سے اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔ میں تو دوسری ہی نوعیت کا انسان تھا۔ البتہ شمانہ کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ دن چڑھے تک سوئے گی۔ اس لئے کہ وہ عام لڑکی تھی۔ لیکن میں عام انسانوں سے مختلف تھا پروفیسر! عورت کا قرب میرے جسم میں آگ ضرور لگاتا ہے لیکن میری آگ کو ختم نہیں کر سکتا۔"

نئے لباس کا انتظام کر لیا گیا تھا۔ سو میں نے لباس پہنا اور کیبن سے باہر نکل آیا۔ جہاز کی زندگی معمول پر آچکی تھی۔ اسلحہ' اسلحہ خانے میں پہنچا دیا گیا تھا اور لیشک سرگرمی سے اپنے ملاحوں کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔ سفر میں کسی حد تک تیزی آگئی تھی۔ میرے قریب موجود لوگوں نے مجھے دیکھا اور ان کے چہروں پر عقیدت کے اثرات پیدا ہو گئے تھے۔ وہ اس انداز میں ساکت و صامت ہو گئے تھے جیسے اب میری حقیقت سمجھ چکے ہوں۔ تب میں نے ان میں سے ایک کو اشارہ کیا۔۔۔ اور وہ دوڑتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"لیشک کہاں ہے؟"

"مستول کے پاس جناب!"

"مستول کے پاس۔۔۔؟" میں نے کہا۔

"ہاں جناب۔۔۔ کیا میں انہیں اطلاع دوں؟"

"نہیں۔ میں وہیں جا رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور لیشک کی طرف چل پڑا۔ لیشک اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔ لوگوں کے چہروں پر تبدیلیاں پاکر اس نے پلٹ کر دیکھا اور مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر پرتپاک مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آہ سبوتا۔۔۔ سبوتا۔۔۔ عظیم سبوتا۔۔۔ تجھے عظیم نہ کہنا تیری انوکھی قوتوں کا اعتراف نہ کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ میں نے حیرانی کی رات گزاری ہے اور میری دلی خواہش تھی کہ تیری خدمت میں پیش ہو کر اپنی یہ الجھن رفع کروں۔۔۔ ہاں' کیا تو نے صبح کا ناشتہ کیا ہے؟"

"نہیں لیشک۔۔۔ کیا تم نے ناشتہ کر لیا ہے؟"

"نہیں۔ میں نے بھی نہیں کیا سبوتا۔۔۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں تیرے ساتھ ناشتہ کروں۔" لیشک نے عاجزانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے لیشک! تم ناشتہ منگواؤ' میں ناشتہ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لیشک کی نشستگاہ میں عمدہ کھانے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ لیشک بھی میرا شریک تھا۔ ہم دونوں ناشتہ کر رہے تھے۔ شمانہ کے بارے میں اس نے پوچھا۔۔۔ تو میں نے بتا دیا کہ وہ چونکہ دیر سے سوئی ہے اس لئے دیر سے جاگے گی۔ ہاں' ایک خادم اس کی آرام گاہ کے قریب متعین کر دیا جائے تاکہ جب وہ اٹھے تو ہمیں اطلاع دی جا سکے۔۔۔ لیشک نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔

ناشتے کے دوران شاید وہ احتراماً خاموش رہا تھا۔۔۔ ہاں جب وہ ناشتہ ختم کر چکا تو اس نے اسی دست بستہ انداز میں کہا۔ "مجھے اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے سبوتا؟"

"اپنے بارے میں کیا بتاؤں لیشک؟"

"عظیم سبوتا! میں یہ چاہتا ہوں کہ تو جو کچھ ہے' اسے چھپانے کی کوشش نہ کر۔"

"تو جانتا ہے لیشک کہ زیلو! اس نے مجھے ایک خاص کام سے شکایا بھیجا ہے۔"

"یقیناً یہ بات مجھے معلوم ہے سبوتا۔ لیکن میں اپنے طور پر تجھ سے پوچھ رہا ہوں سبوتا۔۔۔ تو یہ سوچ تیری یہ پراسرار قوت کیا ہے جس نے سنگی دیواریں توڑ ڈالیں۔ کیا وہ ایک عام انسان کا کارنامہ تھا؟ نہیں سبوتا! تو نے اس وقت دشمن کو شکست دی جب بے شمار آدمی ہزیمت اٹھا کر بھاگ رہے تھے۔ ہاں سبوتا۔۔۔ تو اس وقت تنہا تھا۔ تنہا تیری ذات تھی جس نے ہمیں سہارا دیا۔۔۔ ورنہ ہمارا خیال تھا کہ ہم جہاز پر پہنچتے پہنچتے آدھے بھی نہ رہیں گے۔۔۔ زردرو جس طرح مسلح ہو کر ہم پر حملہ آور ہوئے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ہر وقت چاق و چوبند رہنے کے عادی ہیں اور بلاشبہ جنگجویانہ مہارت میں کامل۔ لیکن وہ کھانڈے کو نہیں جانتے تھے جس کی ساخت عجیب و غریب ہے۔

ہاں سبوتا۔۔۔ وہ کھانڈا جو تیرے ہاتھ میں ہوتا ہے' عجیب سا ہتھیار' جس کی ہوا بھی کسی بدن پر لگ جائے تو وہ بدن خود پر قادر نہ رہ

سکے ۔۔۔ سانپ بدن چھوڑ کر بھاگ جائے۔ میں نے ایسی قوت پہلے کبھی نہیں دیکھی ۔۔۔ ہاں قدیم قصّوں میں ایسی کہانیاں سُننے کو مل جاتی ہیں مگر کسی کو یقین نہیں آتا جس نے آنکھ سے دیکھا ہے وہ بھی حیران ہے کہ کیا سبوتا دیوتا ہے یا اگر ایسا نہیں ہے تو وہ کیسا خواب تھا۔ سبوتا ۔۔۔ تیرے بارے میں جہاز کا ہر شخص سوچ رہا ہے۔"

"اوہ لبشک! تم اس بارے میں ضرورت سے زیادہ سوچ رہے ہو، کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بس یوں سمجھو کہ کھانڈا میرا محبوب ہتھیار ہے۔ جب وہ میرے ہاتھ میں ہوتا ہے تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ میرے سامنے کے موجود لوگ زندگی سے دُور ہو چکے ہیں ۔۔۔ میرے اس یقین کو کبھی شکست نہیں ہوئی لبشک! بس اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔"

"لیکن سنگی دیواروں کی وہ چٹانیں جو قلعے کی شکل میں تھیں جنہوں نے اپنی جگہ چھوڑ کر راستہ دے دیا تھا۔" لبشک نے پوچھا۔

"بس اس بارے میں تم یہی کہہ سکتے ہو کہ میری جسمانی قوتیں ان دیواروں سے زیادہ مضبوط تھیں۔" میں نے جواب دیا۔

"انسانی عقل سے باہر کی بات ہے سبوتا۔" لبشک نے کہا۔ "اگر تم اصرار کر رہے ہو تو میں یقین کئے لیتا ہوں ورنہ میں نہیں مانتا۔"

"اگر انسانی عقل جسمانی قوت کو نہیں مانتی لبشک! تو پھر میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو مجھے یہ نہیں بتا سکتا سبوتا کہ تو کون ہے۔" لبشک ضد پر آمادہ تھا۔

"سبوتا کے علاوہ کچھ نہیں ہوں لبشک! باقی تفصیل تمہیں زیلوراس ہی بتا سکے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ سبوتا ۔۔۔ میری مجال کہ تجھ سے وہ کچھ معلوم کرنے کی کوشش کروں جو تو نہیں بتانا چاہتا ۔۔۔ بہرحال سبوتا! اس سے قطع نظر کہ میرے آقا زیلوراس نے مجھے تیری اطاعت کی ہدایت کی ہے، میں ذاتی طور پر بھی تجھ سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ اب تیری اطاعت میری زندگی کا جزو بن گئی ہے۔ میں تیرے احکامات کو اپنی خوش بختی سمجھتا ہوں۔"

"تیرا شکریہ لبشک! تم مجھے بُرا دوست نہ پاؤ گے۔"

"آہ ۔۔۔ کیسی بات کی تُو نے۔ کیا میں تیری دوستی کے قابل ہوں سبوتا؟"

"کیوں، تمہیں اس میں شک کیوں ہے؟"

"بس ۔۔۔ عظیم سبوتا ۔۔۔ میں خود کو تیرے سامنے کمتر سمجھتا ہوں، تیرے پاؤں کی خاک بھی نہیں ہوں ۔۔۔ عظیم سبوتا، کیسے یقین کر لوں تجھے"

"یہ تیری غلطی ہے لبشک! میرا اس میں کیا قصور ۔۔۔" میں نے جواب دیا اور لبشک خاموش ہو گیا۔

جہاز کے دن، جہاز کی راتیں خوب سے خوب تر ہوتی گئیں مانگا جزیرے سے جو سامان حاصل کیا گیا تھا، وہ اتنا تھا کہ اب مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ لبشک نے بتایا تھا کہ آٹھ چاند اور آٹھ سورج گزرنے کے بعد شکایا بستی کا ساحل نظر آنے لگے گا ۔۔۔ اور اس تمام وقت کے لئے ہمارے پاس بہت کچھ موجود تھا کسی چیز کی کمی نہیں تھی ۔۔۔ البتہ مانگا بستی کی جنگ میں لبشک کے تیرہ ساتھی کام آئے تھے۔ جن کا سب کو افسوس تھا لیکن یہ سوچ کر سب خوش تھے کہ اس کے جواب میں جو تباہی پھیلائی گئی تھی اس کی مثال مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔

شمانہ زندگی کی ساری رعنائیوں کے ساتھ میری شریکِ سفر تھی۔ دن کی روشنی سمندر کی لہریں گنتی ہوئی گزر جاتی اور رات ایک دوسرے کی دھڑکنیں گنتے ہوئے ۔۔۔ یوں سورج ڈھلتے رہے، چاند نکلتے رہے ۔۔۔ اور پھر جب ایک رات کی صبح ہوئی تو لبشک نے دُور سے دیکھتے ہوئے بتایا کہ ہم شکایا کے ساحل پر پہنچ رہے ہیں۔

شمانہ اور میں اس کے نزدیک جا کھڑے ہوئے۔ بہت دُور اُفق کے قریب، شکایا کی بھوری زمین ایک لکیر کی مانند نظر آ رہی تھی، دھواں دھواں سا تھا۔ لیکن جوں جوں ہوائیں جہاز کو زمین کی طرف کھینچ رہی تھیں، بھوری زمین واضح ہوتی جا رہی تھی ۔۔۔ اور پھر سُورج نے آدھا سفر طے کیا تو شکایا کا جزیرہ طے ہو گیا۔

"ساحل اب بہت زیادہ دُور نہیں ہے سُورج اپنے سفر کا ایک اور حصّہ طے کر لے تو ہم ساحل پر ہوں گے۔" لبشک نے بتایا۔

اور ہم سُورج کے سفر کا جائزہ لینے لگے۔ کبھی کبھی ہماری نگاہیں ساحل کے اُس جانب بھی اُٹھ جاتی تھیں جہاں اپنے اپنے کاموں میں مصروف لوگ صاف نظر آ رہے تھے۔ کچھ لوگوں کو جہاز کے ساحل تک پہنچنے کا انتظار تھا اور یہ وہ تھے جو زیلوراس کے وفادار تھے۔ جنہوں نے ساحل پر ہمارا پُرجوش استقبال کیا ۔۔۔ سو میں نے محسوس کیا پروفیسر! کہ یہاں زرد رُوؤں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ تو ناممکن تھا کہ وہ خاص تعداد میں یہاں موجود نہ ہوں ۔۔۔ اس سلسلے میں سکائی کا حوالہ دیا جا سکتا تھا۔ تم جانتے ہو پروفیسر! سکائی بستی میں البتہ زرد رُوؤں کو وہ زور حاصل نہ تھا جو مانگا میں اور یہی کیفیت شکایا کی بھی ہو سکتی تھی ۔۔۔ ظاہر ہے یہ فوما کا دارالحکومت تھا۔ بلاشبہ شیالا یہاں حکمران تھا۔ لیکن مقامی باشندوں کا زور یہاں ضرورت سے زیادہ تھا اور شیالا اپنی حکومت نہایت احتیاط سے چلا رہا تھا۔ اور اگر زرد رُو یہاں ہوتے تو یا تو شیالا کے نزدیک یا پھر دُور دراز کے اُن علاقوں میں جہاں سے وہ بستی والوں پر بھرپور نگاہ رکھ سکتے اور اپنی شیطانی کارروائیاں انجام دے سکتے۔

زیلوراس کے وفاداروں نے کشتیاں پانی میں ڈال دیں اور برق رفتاری سے انہیں کھیتے ہوئے جہاز کے قریب آ گئے۔ پھر وہ جہاز پر چڑھ آئے اور لبشک سے معانقہ کر کر کے زیلوراس کی خیریت پوچھنے لگے۔ لبشک ان کے سوالوں کے جواب دیتا رہا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ زیلوراس خیریت سے ہے لیکن وہ اس جہاز پر ہمارے ساتھ نہیں آیا۔ اس پر زیلوراس کے چاہنے والوں نے یہ بھی پوچھا کہ آخر وہ کیوں نہیں آیا۔ اس پر لبشک نے جواب دیا کہ اس کا خیال ہے کہ وہ کچھ عرصہ مختلف جگہوں کی سیر کرے گا

اور پھر اس کے بعد ہی جہاز اُسے لینے کے لئے واپس جائے گا۔
زیلو راس کے آدمی مکمل طور پر مطمئن ہو گئے۔ دراصل لیشک، زیلو راس کا ایسا معتمد تھا جس پر زیلو راس خود بھی بے پناہ اعتماد کرتا تھا اور شاید زیلو راس کے آدمی بھی اس پر اعتماد رکھتے تھے کہ کسی نے اس سے کوئی مشتبہ سوال نہ کیا۔
جہاز ساحل کے ایک مخصوص حصے تک پہنچایا گیا جہاں لنگر ڈال کر اسے کھڑا کر دیا گیا۔ پھر لکڑی کے بنے ہوئے بڑے بڑے پلیٹ فارمز سے منسلک کر دیا گیا۔ تب جہاز کے تمام لوگ نیچے اُتر آئے اور جہاز خالی کیا جانے لگا۔۔۔ حکومت کے نمائندے بھی جہاز کے قریب آ گئے تھے۔ ان میں مقامی لوگ بھی تھے لیکن ان میں اکا دکا زرد رو بھی نظر آ رہے تھے جو یقیناً افسر تھے۔۔۔ اور آنے والے جہازوں کے نگران بھی۔ انہوں نے سامان پر ایک نگاہ ڈالی لیکن کسی قسم کا تعرض نہ کیا تھا اور نہ ہی کوئی ایسی بات کی جس کا کسی کو جواب دینا پڑتا۔
لیشک اپنے آدمیوں کو ہدایات دیتا رہا۔ پھر میرے قریب پہنچ کر بولا "سبوتا۔۔۔ میری فرض داریاں جو جہاز پر تھیں اب ختم ہو چکی ہیں۔۔۔ ہاں اپنے آقا کی ہدایت کے مطابق تیری میزبانی کی عزت مجھے حاصل ہے۔ اور سبوتا! تُو اس عزت کو بڑھا اور میرے ساتھ چل۔"
"ٹھیک ہے لیشک۔۔۔ میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور لیشک مجھے اور شمانہ کو لیکر چل پڑا۔۔۔ غالباً زیلو راس نے اسے میری قیام گاہ کے بارے میں ہدایات دے دی تھیں۔ شکایا بستی دراصل دارالحکومت کہلانے کی مستحق تھی۔ یہاں کی آبادی نہایت ترتیب سے قائم کی گئی تھی اور نہایت ہی نفاست سے رہتی تھی۔ مکانات ترتیب سے بنائے گئے تھے، سڑکیں، گلیاں، بازار سب کچھ ایک مخصوص انداز میں پھیلے ہوئے تھے۔ مکانات صاف ستھرے تھے۔۔۔ اور اس بستی کی نمایاں خصوصیت یہاں کی صفائی ستھرائی تھی۔ جس مکان میں مجھے اور شمانہ کو پہنچایا گیا، وہ خاصا خوشنما اور کشادہ تھا۔ ہماری آرام گاہ ہمیں دکھا دی گئی۔۔۔ یہاں ضرورت کی ہر شے موجود تھی۔
لیشک نے چند آدمیوں کو میرے سامنے لا کھڑا کیا اور انہیں ہدایت دی کہ میری ضرورت اس طرح پوری کی جائے جس طرح سردار زیلو راس کی ضرورت ہو۔ اس کے بعد اس نے کہا۔۔۔ "سبوتا! تُو یہاں آرام کر اور مجھے اجازت دے کہ میں اپنے اہلِ خاندان سے جا کر ملاقات کر لوں۔ بہت جلد میں تیری خدمت میں حاضر ہوں گا۔ تیرے لئے ضروری ہے کہ تُو مجھے اپنی ضروریات سے آگاہ کرتا رہ۔۔۔ اور میں جس لائق بھی ہوں، تیرے لئے حاضر ہوں۔"
"ٹھیک ہے لیشک! تم اپنے اہلِ خاندان میں جاؤ، آرام کرو۔ آج کا دن ہم کچھ نہیں کریں گے، رات بھی آرام کریں گے۔ کل دوپہر تک تمہیں میری طرف سے اجازت ہے۔ دوپہر کے بعد یہاں آ جانا کچھ باتیں کریں گے اور اگر ممکن ہو سکا تو شکایا کی سیر بھی۔۔۔"
"میں حاضرِ خدمت ہو جاؤں گا سبوتا۔۔۔ لیکن کیا شکایا کی سیر کے لئے گھوڑوں کا انتظام کروں؟" لیشک نے پوچھا۔
"اگر ممکن ہو سکے تو بہتر ہے۔۔۔ ہاں ایک بات تو بتاؤ۔" میں نے لیشک سے کہا اور وہ ہمہ تن گوش ہو گیا۔
"کیا شکایا میں اجنبیوں پر خاص توجہ دی جاتی ہے؟"
"نہیں سبوتا۔۔۔ اس پورے علاقے کی بستیوں کے لوگ شکایا آتے جاتے رہتے ہیں۔ اجنبی لوگ بھی یہاں آتے ہیں اور اجنبی جہاز بھی۔۔۔ اور ان جہازوں سے اُترنے والوں پر کوئی خاص نگاہ نہیں رکھی جاتی کم از کم مقامی لوگ ان کا جائزہ نہیں لیتے۔۔۔ ہاں زرد رُوؤں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اجنبی شکلیں یہاں کسی کے لئے حیرانی کا باعث نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اجنبی بستیوں کے لوگ جن کا تعلق بہرحال اسی علاقے سے ہوتا ہے اور فوماان کا سردار بھی کہلاتا ہے، وہ یہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔۔۔ تم دیکھو گے کہ اگر تمہاری انوکھی شخصیت نے کسی کو تمہاری طرف متوجہ کیا تو دوسری بات ہے ورنہ عام طور سے لوگ تمہیں حیرت سے نہ دیکھیں گے۔۔۔ ہاں، باہر کا مہمان ضرور سمجھیں گے۔"
"واہ، یہ تو خوشی کی بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں نے لیشک کو جانے کی اجازت دے دی۔
لیشک کے چلے جانے کے بعد میں نے اپنی آرام گاہ کا جائزہ لیا اور شمانہ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "آرام گاہ کے بارے میں کیا خیال ہے شمانہ؟"
"بہت خوبصورت، بہت ہی حسین لیکن سبوتا۔۔۔ تمہاری غیر موجودگی میں کچھ نہیں۔" شمانہ آنکھوں میں ڈھیروں پیار سجا کر بولی۔
"اوہ شمانہ۔۔۔ تم بہت اچھی باتیں کرتی ہو، بہت ہی اچھی۔"
"سبوتا! ایک زمانہ تھا جب میں بہت بُری باتیں کرتی تھی، بہت ہی بُری۔۔۔ کیا تمہیں یاد ہے؟"
"ہاں۔ لیکن وہ وقت گزر چکا ہے شمانہ۔" میں مسکراتے ہوئے بولا۔
"کیا تمہیں میری وہ باتیں یاد نہیں آتیں سبوتا؟" شمانہ نے مسکرا کر پوچھا اور میں نے ایک زبردست قہقہہ لگایا۔
"نہیں شمانہ! کبھی نہیں۔" میں نے شمانہ کی کمر میں بازو ڈالا اور اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ شمانہ میری جانب جھک آئی تھی۔ میں نے شمانہ کے نرم ہونٹوں کی حلاوت کو اپنے ہونٹوں میں جذب کر لیا۔
لیشک کی ہدایت کے مطابق اس کے خادم ہماری بھرپور خاطر مدارات کر رہے تھے۔ شاید یہ ہدایت بھی لیشک نے کی تھی کہ ہمیں عمدہ لباس بھی مہیا کیا جائے۔۔۔ کیونکہ کئی لباس میرے اور شمانہ کے لئے موجود تھے اس کے علاوہ ہمارے لئے ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔
اس شام ہم نے مکان سے نکلنے کی کوئی کوشش نہیں کی اور نہ ہی خدام سے ضرورت سے زیادہ گفتگو کی گئی۔
دوسرے دن لیشک حسبِ وعدہ حاضر ہو گیا۔ یہ شخص اب ذاتی

طور پر بھی مجھ سے متاثر تھا۔ بات صرف اس کے آقا کی ہدایت کی نہیں تھی۔ بلکہ اب وہ خود بھی میری بات میں مکمل طور سے دلچسپی رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی خوبصورت بیوی بھی آئی تھی، جسے شاید اس نے میرے اور شمانہ کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔

حسین عورت کی حسین آنکھوں میں حسین سی حیرانی تھی، وہ مجھے اور شمانہ کو حیرت سے دیکھ رہی تھی ۔۔۔ میں نے اس کی خیریت پوچھی۔ لیکن وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ تب لبشک نے ہنس کر اس سے کہا۔ "دولایا ۔ تم تو بالکل ہی گونگی ہو گئی ہو۔ سبوتا کی بات کا جواب تو دو۔"

"آں ۔۔۔ کیا ۔۔۔" عورت چونک پڑی ۔۔۔ اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے گردن خم کی اور کہا۔ "جو کچھ لبشک نے تیرے بارے میں بتایا ہے سبوتا ! میری عقل حیران ہے لیکن تجھے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی بات غلط نہیں ہے اور ہاں، تیری عورت بے حد حسین ہے کیسی خوبصورت ہے یہ۔ کیا میں اپنے ہاتھوں سے اسے سنوار سکتی ہوں، یہ میری دلی خواہش ہے۔"

"لبشک کی عورت ! اس میں حرج بھی کیا ہے، تو میرے لئے محترم اور مقدس ہے اور ہم تیرے مہمان۔" میں نے جواب دیا اور لبشک مسکرانے لگا۔

تب دولایا شمانہ کے پاس پہنچ گئی۔ وہ اس کے بازوؤں پر ہاتھ پھیر رہی تھی اور اس سے اپنی محبت کا اظہار کر رہی تھی ۔۔۔ تب میں نے لبشک سے کہا۔

"لبشک ! عورت، عورت سے بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے اور بہت جلد بے تکلف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی کہ ہم ان دونوں کو آپس میں مکمل طور پر متعارف کرائیں ۔۔۔ تو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم ان کو یہاں چھوڑ کر کسی دوسری جگہ بیٹھیں اور اپنے مطلب کی باتیں کریں۔" میں نے کہا۔

"یقیناً سبوتا ۔۔۔ دولایا شمانہ کی خادمہ ہے۔ وہ اسے کوئی تکلیف نہیں ہونے دے گی۔" اور میں اس کا بازو پکڑ کر اس جگہ سے باہر نکل آیا اور مکان کے دوسرے حصے میں پہنچ کر لبشک کے پاس بیٹھ گیا۔

"جیسا کہ تجھے معلوم ہے لبشک کہ زیوراس نے کچھ مخصوص کام میرے سپرد کئے ہیں سو مجھے وہ کام انجام دینا ہیں ۔۔۔ لیکن آج کا دن صرف شکایا کی سیر کا ہو گا ۔۔۔ لیکن اس سے قبل کہ ہم لوگ یہاں سے نکلیں، پہلے تو مجھے یہ بتا کہ کیا تو نے گھوڑوں کا انتظام کر لیا ہے؟"

"یقیناً سبوتا ۔۔۔ گھوڑے باہر موجود ہیں۔"

"بہتر ۔۔۔ ایک بات اور بتا لبشک !"

"پوچھ سبوتا !"

"جیسا کہ تو نے کہا کہ دوسری بستیوں کے لوگ یہاں آتے رہتے ہیں، چونکہ زیوراس نے جو کام میرے سپرد کیا ہے وہ پوشیدہ حیثیت رکھتا ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ اگر میری طرف متوجہ ہوں تو مجھے اپنے حالات اور اپنے ماحول سے اجنبی پائیں۔ میری خواہش ہے کہ تو مجھے قرب و جوار کی اور دور دور کی ان بستیوں کے نام بتا، جہاں سے لوگ یہاں آتے رہتے ہیں۔ تاکہ اگر لوگ مجھ سے سوال کریں تو میں انہیں اس کا تسلی بخش جواب دے سکوں اور یہ باور کرا سکوں کہ میں دوسری بستی سے ضرور آیا ہوں لیکن ان علاقوں کا اجنبی نہیں ہوں۔"

"مناسب ہے سبوتا ! تیری ذہانت سے میں انکار نہیں کر سکتا۔ لے کچھ نام ذہن نشین کر لے۔" لبشک نے کہا اور مجھے ان جزیروں کے نام بتلانے لگا جو قریب و دور واقع تھے۔ میں نے ان میں سے چند نام اچھی طرح ذہن نشین کر لئے ۔۔۔ پھر میں نے لبشک سے اور بھی دوسری بہت سی باتیں پوچھیں اور ضروری نہیں تھا کہ میں آج ہی نعامہ کے بارے میں ساری تفصیلات معلوم کر لوں۔ کچھ روز یہاں ضرور گزارنے تھے اور اس کے بعد ہی روانگی ہونی تھی ۔۔۔ فوری طور پر یہاں سے واپسی بہت سی نگاہوں میں شک و شبہ کے آثار پیدا کر سکتی تھی۔ اور پھر لبشک بھی بہرحال ایک طویل سفر طے کرنے کے بعد اپنے گھر واپس آیا تھا۔ یقیناً وہ بھی کچھ روز یہاں گزارنا پسند کرتا ۔۔۔ اس کے علاوہ میری ذاتی خواہش تھی کہ شبالا کی حکومت کا بھی جائزہ لوں اور اندازہ لگاؤں کہ فوناکی بستی کے لوگ شبالا سے کس حد تک تعاون کرتے ہیں اور اس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ زرد رؤوں کی قوت وہاں کیا ہے اور وہ کس طرح رہ رہے ہیں۔ ان کے اقدامات کیا ہیں۔ میں نے لبشک سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا البتہ شکایا کی رعایا، اس کے لوگوں کے رہن سہن، باہر سے آنے والوں کے ساتھ ان کے سلوک کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا۔ لبشک نے پورے خلوص کے ساتھ مجھے یہ معلومات فراہم کی تھیں۔

ہم بہت دیر تک یہاں رکے اور پھر اس وقت ہی ہم گفتگو سے چونکے جب دونوں خوبصورت عورتیں ہماری آرام گاہ میں داخل ہو گئیں۔

دولایا نے شکایا کی روایات کے مطابق شمانہ کو سجا دیا تھا۔ اس نے شمانہ کے بال مخصوص انداز میں بٹ کر پورے سر پر پھیلا دیئے تھے۔ چہرے پر عجیب و غریب چیزیں لگائی تھیں۔ لباس میں بھی کچھ خصوصیتیں نمایاں تھیں۔ اور بلاشبہ اس قدر حسین نظر آ رہی تھی کہ اس پر نگاہیں جمانا مشکل تھا۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا اور لبشک کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دولایا عورت کو سجانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی، تیری آنکھوں میں اپنی عورت کے لئے حیرت ہے سبوتا !" وہ ہنستا ہوا بولا۔

"ہاں۔ شمانہ کا ہر رنگ مجھے پسند ہے لیکن اس رنگ میں تو وہ نجانے کیا کچھ نظر آ رہی ہے۔" میں نے کہا۔

"تیری عورت ہے بھی تو اتنی حسین۔" دولایا نے مسکراتے ہوئے کہا

"اور سبوتا کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟" لبشک نے ہنس کر اپنی عورت سے پوچھا۔

"اگر وہ میرے لئے محترم نہ ہوتا اور اگر میں تجھ سے محبت نہ کرتی تو یہ الفاظ کہنے میں مجھے کوئی عار نہ تھا کہ سبوتا ذہنوں پر قابض ہونے کی قدرت

رکھتا ہے۔" دولابا بے تکلفی سے بولی۔

ہم سب ہنسنے لگے تھے ـــ اور پھر ہم باہر نکل آئے۔ چار چاق و چوبند اور توانا گھوڑے زینوں سے لیس تیار کھڑے تھے۔ چاروں کے چاروں قوی ہیکل اور خوبصورت رنگوں کے مالک تھے ـــ سو پروفیسر! پسند کر لیا ہم نے اپنے اپنے لئے ایک ایک گھوڑا اور سوار ہو گئے اس کے اوپر۔ یوں چاروں چل پڑے شکایا کی گلیوں اور بازاروں میں ـــ سو دیکھنے والے دیکھ رہے تھے ہمیں اپنے مکانوں سے، اور رُک رہے تھے، سوچتے تھے اور سوچتے رہ جاتے تھے اور گھوڑے آگے بڑھ جاتے تھے۔ دونوں عورتیں ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں۔ دولابا، شمانہ کو شکایا کے بارے میں بتا رہی تھی اور لبشک مجھے ـــ ہم دُور دُور تک گھوڑوں پر سفر کرتے رہے لبشک مجھے تمام تفصیلات بتاتا رہا۔

اور پروفیسر! پایا میں نے شکایا کو بہت ہی اچھا۔ درحقیقت میں نے محسوس کیا پروفیسر! کہ شکایا بستی والوں نے ہمیں دیکھا تو سہی لیکن صرف اس طرح کہ مردوں کی آنکھوں میں ان دونوں عورتوں کو دیکھ کر تحسین و پسندیدگی کے جذبات اُبھر آتے اور یہی کیفیت وہاں کی عورتوں کی تھی۔

زردرُو جہاں بھی نظر آئے، وہ محتاط محتاط سے تھے۔ خاص طور سے ان کی عورتیں شکایا کی گلیوں اور بازاروں میں نظر نہیں آتی تھیں۔ وہ کسی جگہ نہیں رُکتے تھے بلکہ صرف اپنا کام انجام دیتے تھے۔ ہاں، یہ بات سکائی سے ذرا مختلف تھی ـــ سکائی بستی میں ان علاقوں میں زردرُوؤں کو آنے کی اجازت نہیں تھی جہاں مقامی لوگ رہتے تھے ـــ سکائی بستی نے ان لوگوں کو رہنے کو علاقہ تو دے دیا تھا لیکن اپنے درمیان آنے کے لئے اُن پر سخت پابندی لگا رکھی تھی۔

لیکن شکایا میں یہ بات نہیں تھی ـــ یہاں زردرُوؤں کو اتنی اجازت تھی کہ وہ ہر جگہ آجا سکتے تھے اور مقامی لوگوں کے معاملات میں مداخلت کر سکتے تھے ـــ میں نے جزیرے پر کوئی ہنگامہ نہیں دیکھا تھا۔ اس بارے میں بھی میں نے لبشک سے معلومات حاصل کیں ـــ گھوڑے پر آہستہ روی سے چلتے ہوئے میں نے لبشک سے پوچھا "کیا یہاں مقامی باشندوں اور زردرُوؤں کے درمیان سڑکوں پر تصادم نہیں ہوتا؟"

"اب نہیں ہوتا سوتا ـــ پہلے ہوتا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"شبالا نے سفاکی کے وہ مظاہرے کئے ہیں کہ مقامی لوگ خوفزدہ ہو گئے ہیں۔"

"اوہو، کیا زردرُوؤں کی حمایت میں؟"

"ہاں ـــ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ اگر زردرُو کسی مقامی باشندے کے کام میں مداخلت کرتے تھے تو مقامی لوگ انہیں قتل کر دیتے تھے۔ ایسے چند واقعات ہوئے لیکن شبالا نے سختی سے ان کا محاسبہ کیا۔ جن لوگوں نے زردرُوؤں کو قتل کیا تھا۔ انہیں گرفتار کر کے اسی جگہ ان کی گردنیں اُڑا دی جاتیں، ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے جاتے ـــ اور پھر شبالا نے اعلان کر دیا کہ زردرُو اس کے چیلے ہیں اور اس کی اجازت سے اس بستی میں داخل ہوئے ہیں۔ چنانچہ اگر کسی نے ان کے ساتھ بدسلوکی کی تو ان کے خاندان کے کسی فرد کو زندہ نہ چھوڑا جائے گا جو کسی زردرُو سے بدسلوکی کرے گا۔ البتہ اس نے یہ بھی کہا کہ خود زردرُو ان کے معاملات میں خاص طور سے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ ہاں، اگر کوئی زردرُو کسی مقامی شخص کے ساتھ زیادتی کرے تو اس کا فیصلہ اسی جگہ نہ کیا جائے بلکہ اسے شبالا کے سامنے پیش کیا جائے۔ شبالا خود اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔ ابتدا میں تو مقامی لوگوں نے شبالا کے ان احکامات کی نفی کی لیکن مخالفت کرنے والوں کے ساتھ انتہائی سخت سلوک کیا گیا، یوں مقامی لوگ مجبور ہو گئے کہ شبالا کے احکامات کی پابندی کریں۔ لیکن نفرت کرنے والوں کے دِلوں میں آج بھی زردرُوؤں کے خلاف نفرت ہے۔ ہاں ایسے لوگوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے جو شبالا کے ہمنوا ہیں اور اس کی مانند زردرُوؤں کو پسند کرتے ہیں۔"

ہم لوگ بستی کا طویل سفر کر چکے تھے اور اس دوران میں نے بہت سی اہم باتیں ذہن نشین کر لی تھیں اور پھر جب سُورج چھپ گیا تو ہم سب واپس اپنی آرام گاہ کی جانب چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ لبشک اور اس کی عورت ہمارے ساتھ ہی آئے تھے۔ پھر ہم لوگوں نے رات کا کھانا مل کر کھایا اور لبشک دوسرے دن آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

آج کے لئے بس اتنا ہی کافی تھا حسبِ معمول رات کو شمانہ میری آغوش میں تھی، اس کا سنہری بدن میرے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں تھا دولابا نے اسے جس طرح سجایا تھا، میں نے اسے اس کی بھرپور داد دی اور شمانہ سرشار ہو گئی۔

عمر کے اس طویل دور میں پروفیسر! بے شمار عورتیں آئی تھیں اور چلی بھی گئی تھیں۔ لیکن میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں نے ان سب کے تاثرات کو مختلف پایا تھا۔ بعض ایسی بھی تھیں جو اب بھی میرے ذہن میں زندہ ہیں۔ ان کی یاد اکثر ان کی خصوصیات کے ساتھ میرے ذہن کے گوشوں میں کلبلاتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ یاد مجھے بے چینیاں دیتی ہے۔ البتہ میں آرزو کرتا ہوں کہ ان کی مانند کوئی ساتھی پھر سے میری زندگی میں آئے۔

لیپاس اور دوسری بہت سی لڑکیاں ایسی ہی خصوصیات کی حامل تھیں اور اب شمانہ ـــ یہ لڑکی بھی اپنی خصوصیات کی بنا پر میری زندگی میں ایک یادگار دور چھوڑ رہی تھی ـــ بہرحال دوسرے دن میں نے ملازموں سے پوچھا کہ لبشک کس وقت آئے گا؟

مجھے جواب دیا گیا کہ اگر میری ہدایت ہو تو اُسے فوراً بلا لیا جائے۔ کیونکہ لبشک نے انہیں یہ نہیں بتایا ہے کہ وہ کس وقت آئے گا۔

"کیا وہ گھوڑے چھوڑ گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ دو گھوڑے باہر بندھے ہوئے ہیں" خادموں نے جواب دیا۔

"بس تو ٹھیک ہے۔ گھوڑوں کو ہمارے لئے تیار کر دو" میں نے

ملازموں سے کہا اور ملازم تعمیلِ حکم کے لئے چلے گئے۔

ناشتے کے بعد میں شمانہ کے ساتھ باہر نکل آیا اور ہم گھوڑوں پر سوار ہوکر چل پڑے۔ شمانہ بھی دلچسپی سے شکایا کے مختلف حصے دیکھ رہی تھی۔ اس نے راستے میں مجھ سے کہا۔ "سبوتا! شکایا فوما کی بستی ہے۔ فوما نے یہاں جنم لیا، یہیں پرورش پائی، اسے ایک نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے۔ خود شکایا کے باشندوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوگی کہ ان کا فوما زندہ ہے۔ آہ! ہم کتنا گہرا راز اپنے سینے میں چھپائے پھر رہے ہیں، سبوتا! کیا ہم ان لوگوں سے مختلف نہیں ہیں؟"

"اس انداز میں تو ہیں شمانہ!" میں نے جواب دیا۔

"نجانے فوما اپنی بستیوں پر کب حکمران ہوگا۔ ان زرد رُو لوگوں کو تو دیکھو، کس طرح پھیلے ہوئے ہیں اور مانگا پر تو ان کا کافی اثر معلوم ہوتا ہے یوں لگتا ہے جیسے مانگا بستی میں یہ لوگ مکمل طور پر قابض ہوں۔"

"ہاں شمانہ! دوسری بستیوں کو یہ بات معلوم نہیں ہے۔"

"معلوم ہو بھی جائے تو کیا کر سکتے ہیں یہ لوگ۔ شبالا ان کا پیروکار ہے، کاش میں شبالا کو اپنے دانتوں سے چبا سکوں۔" شمانہ کے لہجے میں غراہٹ تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

وحشی ہرنی آج بھی اتنی ہی وحشی تھی، صرف میرے لئے وہ موم ہوگئی تھی ــــ ورنہ مجھے تارس کا حشر یاد تھا اور وہ منظر بھی جب وہ تارس کے آدھے بدن پر سر رکھے آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔

ہم شکایا کی گلیوں اور بازاروں کی سیر کرتے رہے۔ راستے میں نے اچھی طرح ذہن نشین کر لئے تھے۔ شہر کے علاقے میں نے اچھی طرح دیکھے اور پھر شبالا کے محل کی جانب نکل گیا ــــ میں نے کسی سے اس کا راستہ نہیں پوچھا تھا۔ بس ایک طرف کچھ مخصوص نشانیاں نظر آئیں اور میں نے اس طرف گھوڑے ڈال دیئے تھے۔

شبالا کا محل بیحد حسین تھا اور ظاہر ہے وہ فوما کا محل تھا۔ فوما، جو اس علاقے کا شہنشاہ ہوتا ہے۔ شکایا کو دوسری بستیوں پر یہ فوقیت حاصل تھی۔

دوپہر ہوگئی۔ ہم نے ابھی واپسی کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ تب ایک موڑ پر اچانک میں نے لبشک کو دیکھا۔ وہ ایک گھوڑے پر حیران و پریشان چلا آرہا تھا۔ شاید اس کی نگاہ بھی ہم دونوں پر پڑ گئی تھی۔ چنانچہ اس نے گھوڑا سرپٹ ہماری جانب دوڑا دیا اور ہمارے قریب پہنچ گیا۔

"آہ سبوتا! میں کافی دیر سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔"

"خیریت تو ہے لبشک؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، بالکل خیریت ہے۔ بس میں یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں تم راستہ نہ بھٹک جاؤ۔ شکایا ابھی تمہارے لئے نئی بستی ہے۔" لبشک نے ہمارے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ لیکن میں جن راستوں سے گزرا ہوں لبشک! تم یقین کرو میں نہیں بہت اچھی طرح ذہن نشین کر چکا ہوں اس لئے بھٹکنے کی گنجائش نہیں تھی۔"

"تم عظیم صلاحیتوں کے مالک ہو عظیم سبوتا۔ مجھے اس بات کا اچھی طرح اعتراف ہے۔" لبشک نے عقیدت سے جواب دیا۔

"اور تو کوئی خاص بات نہیں ہے لبشک؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں سبوتا! کوئی خاص بات نہیں ہے، سارے معاملات بالکل درست ہیں اور بدستور ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو قابلِ ذکر ہو سوائے اس کے کہ میری بیوی کو شمانہ بہت پسند آئی ہے اور اس کی خواہش ہے کہ ایک طویل عرصے تک شمانہ کو اپنا مہمان رکھے۔ کیا تم آج میرے غریب خانے پر کھانا کھا سکو گے؟"

"کیوں نہیں لبشک! ہم تو مہمان ہی تمہارے ہیں۔" میں نے جواب دیا اور لبشک کے چہرے پر مسرت کی سُرخی پھیل گئی۔

"تیری حوصلہ افزائی ہے سبوتا ــــ مجھے یقین تھا کہ تم اس کے لئے انکار نہیں کرو گے۔ چنانچہ آج دولابا یعنی میری عورت شکایا کے خاص کھانے تیرے اور تیری عورت کے لئے تیار کر رہی ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر ممکن ہو سکا اور تم نے اجازت دے دی تو وہ تیری عورت شمانہ کو اپنے ساتھ رکھے گی۔"

"یقیناً یقیناً۔" میں نے کہا۔ لیکن میرے دوست دل کی روشنی ان دونوں کی محبت کے لئے کافی ہے۔ اور اگر ان کی محبت راتوں کو بھی جاری رہی تو کیا ہم دونوں کو پریشانی نہ ہوگی؟" میں نے کہا ــــ اور لبشک بے اختیار ہنس پڑا۔ شمانہ مسکرا کر دوسری جانب دیکھنے لگی تھی۔

تو پھر رات کو ہم لبشک کے ہاں مدعو تھے اور درحقیقت اس کی بیوی نے عجیب و غریب کھانے پکائے تھے۔

میری کیفیت سے تم اچھی طرح واقف ہو پروفیسر! یعنی خوراک میرے بدن کی وہ ضرورت نہیں جو تم لوگوں کے لئے ہے۔ تاہم دنیا کی لذتوں سے میں بھی اسی طرح آشنا ہوں جس طرح تم سب ــــ تو بعض کھانے مجھے بیحد پسند آئے اور میں نے ان کی تعریف بھی کی۔

دولابا بیحد خوش ہوئی تھی۔ تب دورانِ گفتگو میں نے لبشک سے پوچھا "لبشک! کیا تم فوما کی محبوبہ نغامہ کے بارے میں جانتے ہو؟"

"نغامہ ــــ زیادہ نہیں البتہ میں نے اس کا نام ضرور سُنا تھا۔" لبشک نے جواب دیا۔

"تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں رہتی ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔" لبشک نے جواب دیا۔

"تو کیا تم اس جگہ کے بارے میں جانتے ہو جہاں وہ رہتی ہے؟"

"ہاں سبوتا! شکایا کے لوگ عموماً ایک دوسرے سے واقف ہیں۔ فوما کی محبوبہ لبستارا کی بیٹی ہے اور لبستارا ایک شاہی عہدیدار ہے ــــ لیکن معتوب ہے۔ کیونکہ اس کا شمار فوما کے وفاداروں میں ہوتا تھا۔ تاہم شبالا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا۔ وہ آج بھی اپنی جگہ محفوظ ہے۔" لبشک نے

مجھے تمام تفصیلات بتائیں۔

"لبتارا" میں نے زیرِ لب دُہرایا "یہ شخص کہاں رہتا ہے؟"

"شہر کے مشرق میں عبادت گاہ کے بائیں جانب' وہاں' جہاں پہاڑیوں کا سیاہ مینار ہے اسی جگہ فوما کی محبوبہ کے باپ کا مکان ہے۔ لیکن کیوں ــــ تم اُن کے بارے میں معلومات کیوں حاصل کر رہے ہو سبوتا!" لبشک نے حیرانی سے پوچھا۔

"بس' زیوراس کو اس سے بھی کام تھا" میں نے کسی حد تک لاپرواہی کا انداز اختیار کیا تاکہ لبشک کو تجسس نہ ہو۔

"اوہ ــــ تو تم اس سے ملنا چاہتے ہو؟"

"ہاں لبشک! ہم اس سے ملاقات کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ کل ہم اس سے ملاقات کرلیں گے۔ اگر تم پسند کرو تو مجھے ساتھ لے جانا اور اگر زیوراس نے کوئی ایسا ہی کام تیرے سپرد کیا ہے جس میں میری موجودگی غیر مناسب ہو تو یقیناً میں اس کے لئے کوئی اصرار نہ کروں گا۔"

"تم واقعی ایک اچھے دوست ہو لبشک! میں تمہارے اندر بے شمار اچھائیاں پا چکا ہوں" میں نے لبشک کی اچھائیوں کا اعتراف کرتے ہوئے جواب دیا۔ اس جواب میں' میں نے یہ اقرار بھی کیا تھا کہ لبشک کی وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے اور اس حد تک کہا کہ وہ مجھے فوما کی محبوبہ کے باپ کے مکان تک پہنچا دے۔ سو بات ختم ہوگئی اور یہ تو طے پایا ہی تھا کہ رات کی تنہائیاں اپنے لئے مخصوص ہوں گی ــــ ہاں اس میں مجھے اعتراض نہ ہوا۔ سو یہ رات میں نے لبشک کے مکان ہی میں گزاری۔ یہ ٹھیک تھا یعنی ایسا تو نہیں تھا جس میں ہم قیام پذیر تھے لیکن ایسا ضرور تھا جہاں قیام کیا جاسکے اور ذہن میں کوئی تردد نہ ہو۔

راتوں کا ذکر یکسانیت رکھتا ہے پروفیسر! اور بات صرف ابتدا کی ہوتی ہے' اس کے بعد کے معمولات یکساں ہوتے ہیں اور معمولات میں جب تک دوسرے کی طلب بھرپور ہے' دوسرے کا تعاون حاصل رہے اس وقت تک ان میں دلکشی ہوتی ہے ــــ اور ہم دونوں تو بہرحال ایک دوسرے کو چاہتے تھے ــــ ہاں پروفیسر! شمانہ اور میں ایک دوسرے کی طلب تو تھے۔

سو ان راتوں کا کیا کہنا۔ حسبِ معمول شمانہ کی آنکھوں کے سُرخ ڈورے اور اس کی گرم جوشی یکساں تھی' اس کی طلب میں کوئی کمی نہ تھی' رات کی رفتار حسبِ معمول رہی اور صبح کی آمد بھی ــــ حسبِ معمول شمانہ دیر تک سوتی رہی۔ البتہ میں جاگ گیا تھا اور اپنی آرام گاہ سے باہر لبشک اور اس کی بیوی کی مصروفیات کی آوازیں سُن رہا تھا۔

پھر جب شمانہ جاگی تو ہم نے دروازہ کھول دیا اور لبشک کے پاس پہنچ گئے۔ ناشتے کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ ناشتے کے بعد میں نے لبشک سے کہا کہ میں شکایا کے دوسرے حصے دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔ دولابا نے اجازت مانگی کہ وہ شمانہ کو دن بھر اپنے ساتھ رکھے گی۔ شمانہ جواب پہلے سے مختلف ہوگئی تھی اور اسے یاد آگیا تھا کہ وہ عورت ہے' کسی عورت کی معیت کو بُرا نہ گھبتی تھی۔ میں نے اجازت دی تو وہ بھی تیار ہوگئی۔

شمانہ کو لبشک کی عورت کے پاس چھوڑ کر میں باہر نکل آیا اور ہم دونوں گھوڑوں پر بیٹھ کر چل پڑے۔ لبشک میرے ساتھ خاموشی سے چل رہا تھا۔ کافی دیر تک ہم دونوں نے کوئی گفتگو نہیں کی اور صرف گلیوں اور بازاروں کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر اس طویل خاموشی سے اُکتا کر میں نے لبشک کو مخاطب کیا۔

"ایک بات بتاؤ لبشک!" اور لبشک سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ "مقامی لوگوں کے ساتھ شبالا کا کیا سلوک ہے؟ میرا مطلب اُن پابندیوں کے علاوہ جو اس نے لگائی ہیں؟"

"بُرا نہیں ہے' میرا مطلب ہے کھلم کھلا بُرا نہیں ہے۔ ہاں' وہ بس اپنے خلاف بغاوت نہیں چاہتا۔ یوں بھی سبوتا ــــ شبالا بذاتِ خود کچھ نہیں ہے وہ تو کٹھ پتلی ہے۔ ممکن ہے اسے یہ بھی معلوم ہو کہ کسی مناسب وقت زرد رُو لوگ اسے معزول کر کے اپنے آدمی کو اس کی جگہ تخت نشین کردیں۔"

"اوہ' تو اس کی اپنی کوئی آواز نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں" لبشک نے جواب دیا۔

"زیوراس وغیرہ کے بارے میں مقامی لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

"وہ ایک سردار کی حیثیت سے اسے چاہتے ہیں۔ میرا خیال ہے زرد رُو زیوراس جیسے لوگوں پر گہری نگاہ رکھتے ہیں کیونکہ زیوراس کا شمار اُن خطرناک لوگوں میں ہوتا ہے جو اگر کسی کے دشمن بن جائیں تو اسے جینا مشکل ہوتا ہے۔"

"اچھا' کیا یہاں کے لوگ فوما کو کھلم کھلا یاد کرسکتے ہیں؟"

"ہاں۔ ابھی ان لوگوں کی حیثیت اتنی نہیں بڑھی کہ وہ فوما کے بارے میں کسی پر کوئی پابندی لگا سکیں۔ فوما کی یادگاریں جگہ جگہ تعمیر ہیں۔" لبشک نے جواب دیا اور میں ایکدم سنبھل گیا۔ ظاہر ہے لبشک کو ایک خاص حد تک ہی رازدار بنایا جاسکتا تھا اور میرے سوالات میں خاصی بے تکلفی تھی۔

"گویا یہاں کے لوگ فوما سے بہت محبت کرتے تھے؟"

"پوجتے تھے اُسے۔ آج بھی اگر فوما کے خلاف کوئی بات کہہ دی جائے تو وہ لوگ جانیں دے دیں گے۔ گو فوما مرحوم ہمارے درمیان نہیں ہے لیکن اس کے پُجاری صرف اس کے تصوّر کو پُوجتے ہیں۔"

"ہوں" میں نے گہری سانس لی "بہرحال مانگا جزیرے میں زرد لوگوں کی حیثیت بہت بڑھ گئی ہے' یہ بات تشویشناک ہے۔"

"بے حد۔ گویا وہ کام شروع ہوگیا ہے جس کی توقع کی جاتی تھی۔"

"لبشک! تم نے کہا کہ شبالا زرد رُو لوگوں کا پٹھو ہے۔ کیا اس بات سے تمام مقامی لوگ واقف ہیں؟"

"کوئی بھی احمق نہیں ہے' سب سمجھتے ہیں" لبشک نے جواب

"لیکن زرد رُودوں کی قوت بڑھتی جا رہی ہے۔ اگر مضبوط ہو کر وہ مقامی لوگوں کے سامنے آجائیں تو پھر مقامی لوگ ان کے خلاف کیا کرسکیں گے؟"

میرے اس سوال پر لیشک خاموش رہا، دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔

"افسوس ان لوگوں کے مقابلے میں ہمارے پاس کوئی اچھی قیادت نہیں ہے۔ ہم انفرادی طور پر تو اس خطرے کے بارے میں سوچتے ہیں۔ اجتماعی طور پر کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکتے۔۔۔ بس یہی کمی ہے۔"

"کبھی ان کے خلاف کوئی محاذ بنانے کی کوشش نہیں کی گئی؟"

"کچھ ہوا ہے۔ ایک گروہ تشکیل دیا گیا ہے اور یہ گروہ بڑے سردار دلا کا ہے جن میں زیولا بھی شامل ہے۔ یہ گروہ سفید اور زرد رُو لوگوں کی کارروائیوں پر نگاہ رکھتا ہے۔ اگر کہیں کوئی ایسی کارروائی ہوتی ہے جسے مقامی لوگوں کے خلاف سمجھا جائے تو شبالا کو اطلاع دی جاتی ہے اور شبالا ان کے خلاف کارروائی کرتا ہے۔"

"اوہ، ایسی کوئی بات ہے؟"

"ہاں" لیشک نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا پھر میں نے لیشک سے لبستارا کے مکان کے بارے میں پوچھا اور لیشک نے کہا۔

"میں تمہیں دوسری جگہوں کی سیر کراتا ہوا اس طرف لایا ہوں۔ وہ اس طرف دیکھو ایک سیاہ مینار نظر آرہا ہے۔ اس کے نزدیک ہی لبستارا کا مکان ہے۔ قرب وجوار میں کوئی نظر آئے تو اس سے پوچھ لینا۔"

"ٹھیک ہے لیشک! اب تم واپس جاؤ۔"

"واپس جاؤں؟" لیشک بولا۔

"ہاں کیوں؟ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن تم واپسی میں راستہ تو نہ بھٹک جاؤ گے سبوتا! کیا تم میرا مکان تلاش کرلو گے؟ بہتر یہ ہے کہ میں کسی مناسب جگہ رُک کر تمہارا انتظار کروں۔"

"یہ مناسب نہیں ہے لیشک! تم واپس جاؤ اور بے فکر ہو جاؤ مجھے بھی یادداشت پر مکمل اعتماد ہے، میں بآسانی تمہارے پاس واپس پہنچ جاؤں گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی سبوتا۔۔۔ تم خواہ کتنی ہی دیر میں آؤ، میں نہایت سکون سے تمہارا انتظار کر سکتا ہوں۔"

"تمہاری محبت، تمہارا خلوص میرے دل پر نقش ہے لیشک میرے دوست! لیکن یقین کرو یہ مناسب نہیں ہوگا۔ میں نہیں کہہ سکتا یہاں میں کتنا وقت صرف کروں گا۔ چنانچہ۔۔۔۔۔۔"

"ٹھیک ہے سبوتا! میں واپس جا رہا ہوں۔" لیشک نے کہا اور پھر اس نے گھوڑا موڑ لیا۔ میں اُسے دُور تک جاتے دیکھتا رہا تھا۔ وہ محبت کرنے والا جذباتی انسان تھا اور مجھے پسند تھا۔ نہ صرف وہ بلکہ اس کی بیوی بھی اُسی کی مانند با اخلاق تھی۔ پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو میں آگے بڑھ گیا۔ اور اب میرا رُخ اس سیاہ قدرتی مینار کی جانب تھا۔ ہوا کی کاٹ نے پہاڑ کی اس تنہا چٹان کو مینار کی شکل دے دی تھی۔ کسی وقت میں یہ ایک ٹیلے کی شکل کی ہوگی۔ اگر صرف چٹان ہوتی تو اتنی بلند نہ ہوتی۔ لیکن اس انداز میں وہ عجیب لگتی تھی۔۔۔ سیاہ مینار کے قریب زیادہ آبادی نہیں تھی۔ صرف چند مکانات بنے ہوئے تھے۔ لیکن ان کے درمیان سبزہ زار چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے، پھلوں کے درخت لہلہا رہے تھے، سبزیوں کی کیاریاں دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اور اس سبزہ زار میں یہ مکان کافی حسین لگ رہے تھے۔ میں نے مینار کے سب سے قریبی مکان کے بارے میں اندازہ لگایا۔

یہ ایک خوشنما مکان تھا اور شاید پھلوں کے سب سے زیادہ درخت اسی مکان کے بائیں سمت تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے پورا باغ ہو اور شاید اس مکان کے مکینوں کی ملکیت۔۔۔ بہرحال میں اسی مکان کی جانب بڑھ گیا۔ میں نے سوچا کہ اگر یہ لبستارا کا مکان نہ بھی ہوا تو کم از کم وہاں سے اس کے مکان کی نشان دہی ہو سکے گی۔ چنانچہ میں مکان کی طرف بڑھ گیا۔

اور مکان کے قریب پہنچنے سے قبل، ایک درخت کے نیچے میں نے ایک مقامی لڑکی کو دیکھا جو بے حد حسین اور معصوم تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک خشک ٹہنی تھی جس سے وہ زمین کرید رہی تھی۔ لڑکی اتنی جاذب نگاہ تھی کہ میں کئی ساعت اُسے دیکھتا رہا۔ پھر میں اُس کی طرف بڑھ گیا۔ شاید اس نے میرے قدموں کی چاپ نہیں سُنی تھی کیونکہ وہ نہایت انہماک سے زمین کُرید رہی تھی۔ میں اس کے بالکل قریب جا کھڑا ہوا۔ اور پھر جب وہ میری آمد سے باخبر ہی نہ ہوئی تو میں نے زور سے زمین پر پاؤں مارا اور اس وقت میں شدید حیران ہو گیا جب اس کے باوجود لڑکی میری جانب متوجہ نہ ہوئی۔

'اوہ، کہیں وہ بہری تو نہیں ہے'۔ میں نے سوچا اور اس بار میں اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔۔۔ عجیب لڑکی تھی۔ یہ انہماک تو نہیں ہو سکتا تھا۔ میرے پاؤں اس کے سامنے تھے، عاجز آکر میں نے کہا۔

"شکایا کی حسینہ! کیا تو میری طرف متوجہ نہ ہوگی؟" میری آواز سُن کر اس نے گردن اُٹھائی اور سُونی سُونی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ کیسا انوکھا انداز تھا۔ اس کی خوبصورت آنکھوں کی یہ کیفیت میری سمجھ میں نہ آئی۔

"میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کسی قدر جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں بھی تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔ اور میں نے پریشانی سے گردن ہلائی۔ عجیب انداز تھا۔ کیا وہ پاگل ہے۔۔۔ میں نے سوچا۔

"چلو، پھر تم ہی پوچھ لو۔" میں نے کسی قدر مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"بتاؤ گے؟" اس نے بدستور اسی انداز میں پوچھا۔

"ضرور بتاؤں گا۔"

"چاند کیوں نکلتا ہے؟" اس نے کہا۔

"چاندنی پھیلانے کے لئے۔ زمین منور کرنے کے لئے۔" میں نے جواب دیا۔

"چھُپ کیوں جاتا ہے؟" وہ بولی۔

"بس یہ ایک عمل ہے، اس کے بعد سُورج نکل آتا ہے۔"

"سُورج نکل آتا ہے لیکن روشنی کیوں نہیں ہوتی؟"

"سُورج اپنی روشنی پھیلاتا ہے۔" میں نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

لڑکی کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ نجانے وہ کیا بکواس کر رہی تھی۔

"لیکن سُورج کی روشنی جُھلسا دیتی ہے، پھر ایسا سُورج کیوں نکلتا ہے۔ چاند قائم کیوں نہیں رہتا۔ جواب دو یہی میرا سوال ہے ــــ سُورج کی روشنی آگ برساتی ہے اور آگ سب کچھ جلا دیتی ہے، سب کچھ۔ میں زمین میں چاند تلاش کر رہی ہوں، مل جائے گا تو آدھا تمہیں دے دوں گی، بس اب جاؤ شاباش!" اُس نے مجھے چمکارتے ہوئے کہا اور میں سر کھُجانے لگا۔

لڑکی کے بارے میں، میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا۔

"مجھے چاند نہیں چاہیئے محترمہ ــــ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"مجھ سے کچھ نہ پوچھو، چاند کے سوا میں کچھ نہیں جانتی۔ جاؤ، مجھے میرا چاند تلاش کرنے دو۔" لڑکی نے کہا اور پھر اسی انہماک سے چاند تلاش کرنے لگی۔ یہاں کھڑے رہنا مجھے حماقت ہی محسوس ہوئی۔ یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تھی کہ لڑکی ذہنی طور پر درست نہیں ہے۔ اتنی خوبصورت لڑکی اور پاگل ــــ افسوس کی بات ہے۔ اب میں نے بہتر یہی سمجھا کہ کہیں رُکے بغیر سیدھا مکان پر جاؤں اور دستک دے کر باہر نکلنے والے سے بستارا کے مکان کے بارے میں معلوم کروں۔

چنانچہ میں آگے بڑھ گیا اور پھر میں مکان کے دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ کسی نے دروازہ کھول دیا۔ درمیانی عمر کا ایک توانا اور باوقار سا آدمی تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا۔ اس نے میرا جائزہ لیا اور پھر اس کے چہرے پر کسی قدر تحیّر کے نقوش پھیل گئے۔ وہ خاموش کھڑا رہ گیا۔

"مجھے بستارا کی رہائش گاہ کی تلاش ہے۔" میں نے کہا۔

"یہی ہے۔" اُس نے جواب دیا۔

"تب براہِ کرم بستارا سے کہو، میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی۔

"اندر آجاؤ۔" وہ پیچھے ہٹ کر بولا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ بہرحال اس حد تک کامیابی تو نصیب ہو گئی تھی۔ میں نے پلٹ کر گھوڑے کو دیکھا۔

"اُسے رہنے دو، سنبھال لیا جائے گا۔" وہ میرا مقصد سمجھ کر بولا اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ مجھے ساتھ لے کر ایک نشستگاہ میں پہنچ گیا۔

"بیٹھو ــــ میرا نام بستارا ہے۔" اس نے کہا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ ٹھنڈا اور جہاندیدہ آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"خوب ــــ تو تم بستارا ہو؟"

"ہاں، لیکن تم کون ہو۔ کیا تمہارا تعلق شکایا ہی سے ہے یا کہیں باہر سے آئے ہو ــــ یا پھر تم شبالا کے پُرشور غلاموں میں سے، میرا مطلب ہے ان میں سے جو کہیں اور سے آئے ہیں؟" اس کے لہجے میں تلخی عود کر آئی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بھی زرد رُوؤں کے مخالفوں میں سے ہے۔

"تمہارا ایک خیال درست ہے اور دوسرا غلط۔ یعنی میرا تعلق شکایا سے نہیں ہے بلکہ میں کہیں اور سے آیا ہوں۔ لیکن میرا تعلق زرد چہرے والوں سے نہیں ہے۔"

"پھر تم کون ہو؟" بستارا کے انداز میں نرمی آگئی۔

"ایک سیاح، ایک آوارہ گرد ــــ دنیا دیکھنے کا شائق۔ سینا کہ ایک ملک ہے، یہاں سے اتنا دُور جس کا تم تصوّر نہیں کر سکتے، وہاں ایک زخمی شخص جس کا نام نماتا تھا، مجھے ملا ــــ اس نے مرتے ہوئے بتایا کہ وہ شکایا کا رہنے والا ہے اور وہاں اس کا ایک عزیز بستارا رہتا ہے۔ اُس کو میری موت کی اطلاع دینا اگر تمہارا وہاں گزر ہو۔ سو جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ بستی شکایا ہے تو میں نے تمہاری تلاش کی اور تم تک پہنچ گیا۔"

"نماتا؟" بستارا نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ اُس نے یہی نام بتایا تھا۔"

"اور کہاں ملا تھا وہ؟"

"سینا میں۔"

"افسوس میں نے تو اس زمین کا نام ہی آج سُنا ہے۔" بستارا نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"اور نماتا کا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ نام بھی میرے لئے اجنبی ہے۔"

"تمہارا کوئی ایسا عزیز ــــ جو کہیں دُور دراز نکل گیا ہو؟"

"میرا ایسا کوئی عزیز نہیں ہے۔"

"تمہاری کوئی بیٹی ہے؟"

"ہاں ہے۔"

"اُس کا نام لعامہ تو نہیں ہے؟"

"یہی نام ہے۔" اُس نے جواب دیا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت و پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

"گویا میں غلط نہیں پہنچا۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک پہنچے ہو۔ لیکن میں اپنے ایسے کسی عزیز کو کیوں نہیں جانتا۔" اس نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"افسوس اُس نے یہ نہیں بتایا کہ میں اس کا تعارف کس طرح تم سے کراؤں۔ بہرحال میں نے ایک مرتے ہوئے شخص کی خواہش پوری کر دی ہے، اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتا تھا، اب مجھے اجازت دو۔" میں نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔

"نہیں اجنبی بیٹھو۔ تم نے میرے ذہن میں جو اُلجھن پیدا کر دی ہے اسے دُور کرنا تو ضروری ہے۔ اس کے علاوہ تم نے بتایا ہے کہ تم کہیں اور

سے آئے ہو۔ اب میں اتنا بداخلاق تو نہیں ہوں کہ تمہاری تھوڑی سی خاطر مدارات بھی نہ کرسکوں۔"

"نہیں بستارا ۔۔۔ میں کچھ بددل ہوگیا ہوں۔ اگر تم اس سے شناسائی کا اظہار کرتے تو میں تمہارے پاس ضرور رُکتا اور تم سے گفتگو کرتا۔ لیکن ایسی شکل میں یہاں رُکنا بہتر نہیں لگتا۔"

"اوہ، نہیں دوست! میں کہہ چکا ہوں کہ آخر تم میرے گھر آئے ہو میرے مہمان ہو۔ ٹھہرو، میں تمہارے لئے کچھ بندوبست کرتا ہوں، براہ کرم بیٹھو۔۔۔" اُس نے عاجزانہ انداز میں کہا اور میں ایک گہری سانس لے کر بیٹھ گیا۔ بستارا باہر نکل گیا تھا۔ میری کوشش کامیاب رہی تھی۔ بہرحال میں بستارا تک پہنچنے اور اُس سے شناسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا اب تھوڑی سی کوشش سے اس کی توجہ اور حاصل کی جائے اور یہاں آنا جانا شروع کردیا جائے۔ اس کے بعد نعامہ سے ملاقات زیادہ مشکل نہ ہوگی۔ بستارا چند ہی منٹ میں واپس آگیا تھا۔ وہ دوبارہ میرے سامنے بیٹھ گیا اور پھر اس نے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے دوست؟"

"سبوتا۔"

"اور تمہارا وطن؟"

"کسی آوارہ گرد کا کوئی وطن نہیں ہوتا۔ نجانے کہاں پیدا ہوا تھا اور نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھرا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"شکا یا آئے ہوئے کتنے دن ہوئے؟"

"صرف چند روز ۔۔۔ شاید آٹھ سورج اُبھرے ہیں۔"

"کس طرح آئے؟ کیا تمہارا کوئی جہاز ہے؟" بستارا نے پوچھا۔

"اوہ، نہیں۔ میرے ساتھ صرف میری عورت ہے اور میں زیوراس کے جہاز میں آیا ہوں۔"

"زیوراس کے جہاز میں؟" وہ چونک پڑا۔

"ہاں۔ تمہیں حیرت کیوں ہوئی؟"

"زیوراس تو کہیں گیا تھا؟"

"ہاں۔ وہ سکائی بستی گیا تھا۔ سکائی کے حکیم ہاکو نے اُسے بلایا تھا۔"

"اوہ، تم اس قدر جانتے ہو۔" وہ تعجب سے بولا۔ "لیکن تم زیوراس کو کیسے جانتے ہو؟"

"نمانا نے اس کا حوالہ بھی دیا تھا اور اپنی ایک نشانی بھی یہ اتفاق ہے کہ زیوراس سے سکائی میں ملاقات ہوگئی۔ اس نے نمانا کی نشانی پہچان کر میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ پھر اُس کا نائب لبشک یہاں آرہا تھا تو اُس نے میری درخواست پر مجھے بھی اس کے ساتھ یہاں بھیج دیا۔"

"حیرت ہے، مجھے شدید حیرت ہے۔ اور اگر زیوراس نے تمہارے اوپر اعتماد کیا ہے تو بلاشبہ تم قابلِ اعتماد انسان ہوگے۔ لیکن نمانا مجھے کیوں نہیں یاد آرہا؟"

"یہ سوال اپنے ذہن سے کرو۔ میں اس کا جواب کس طرح دے سکتا ہوں" میں نے کہا۔ بے چارہ بستارا کافی پریشان ہوگیا تھا۔ مجھے اس کی حالت پر افسوس ہو رہا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ ضروری تھا۔ اس سے شناسائی کے لئے میں اور کیا کرسکتا تھا۔ کوئی اور ترکیب میرے ذہن میں نہیں آئی۔

بھیڑ کے گرم دودھ اور کچھ پھلوں سے میری تواضع کی گئی اور اس دوران بستارا مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتا رہا۔ لیکن ظاہر ہے وہ کیا نتیجہ اخذ کرسکتا تھا، مجبور ہوکر خاموش ہوگیا۔ پھر اس نے کہا۔ "چونکہ تم زیوراس کے معتمد ہو اس لئے تمہارے اوپر اعتماد نہ کرنے کی گنجائش نہیں۔ لیکن یقین کرو میرے دوست! مجھے نمانا یاد نہیں آسکا۔"

"افسوس! لیکن اُس نے تمہاری بیٹی کا بھی تو حوالہ دیا تھا۔ کیا تم اس سے معلوم نہیں کرسکتے۔ مجھے معاف کرنا بستارا ۔۔۔ کوئی ایسا شخص ہے جس سے تم واقف نہ ہو بلکہ تمہاری بیٹی نعامہ اُسے جانتی ہو۔"

"جن معنوں میں تم کہہ رہے ہو، وہ ممکن نہیں ہے۔"

"کیا تم اس سے پوچھنا پسند نہیں کروگے؟" میں نے کہا۔

"نہیں۔" اُس نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔ اور میں بستارا کی صورت دیکھنے لگا۔ بستارا چند ساعت خاموش رہا پھر بولا۔ "اس لئے کہ نعامہ کے بارے میں، میں سب کچھ جانتا ہوں۔ اس نے خلوص دل سے صرف ایک انسان کو چاہا تھا۔ صرف ایک انسان کو اس کی حیثیت کو جانتے ہوئے ۔۔۔ اور اس نے بھی اس کی چاہت کی پذیرائی کی تھی۔ لیکن تقدیر نے نعامہ کے ساتھ مذاق کیا اور تقدیر کا یہ مذاق پوری قوم کا المیہ بن گیا۔"

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔

"اس نے پوری زندگی میں صرف فوما کو چاہا تھا۔ فوما سمجھ کر نہیں، ایک عام انسان کی حیثیت سے ۔۔۔ لیکن فوما بھی اس کی محبت میں گرفتار ہوگیا اور اس نے نعامہ سے ملاقاتیں شروع کردیں۔ پھر اس نے مجھے پیغام بھجوایا کہ وہ نعامہ کو اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے اور یہ سعادت بھلا عام انسانوں کو کہاں حاصل ہوتی ہے کہ وہ فوما کے خاندان میں شامل ہوجائے۔ میں بھی بہت خوش تھا۔ لیکن زندگی نے فوما سے وفا نہ کی اور وہ مرگیا۔"

"اوہ، ہاں تمہارے فوما کی موت کا مجھے علم ہے۔"

"فوما کی موت اس پوری قوم کی تباہی بن گئی۔"

"ایک بات پوچھوں بستارا؟"

"ضرور پوچھو۔"

"تمہارے اس پورے علاقے کا سردار فوما کہلاتا ہے نا؟"

"ہاں۔"

"تب پھر فوما سے پہلے اس کے آباؤاجداد بھی مرے ہوں گے، کیا ان کی موت پر بستیاں اسی قدر ویران ہوجاتی تھیں؟"

"نہیں۔" اس نے اُداسی سے جواب دیا۔ "کیونکہ تم

تعلق رکھتے ہو اور بہادر زیلوراس کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ فوما کا پرستار اور آج بھی اس کے نظریات سے وفادار ہے۔ وہ کسی ایسے انسان کو اپنے قریب نہیں دیکھ سکتا جو فوما کا غدار یا اس سے مخالف ہو۔ چنانچہ اس لحاظ سے تم قابلِ اعتماد ہو۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میں بھی مقدس فوما کے عقیدتمندوں میں سے ہوں اور اس کی ناوقت موت سے ملول ہوں۔ بلاشبہ فوما بدلتے رہتے ہیں لیکن آخری فوما ہر لحاظ سے ایک اچھا انسان تھا۔ اُس نے اس قوم کو بچانے کے لئے زردرُووں کا انتہائی زبردست مقابلہ کیا تھا کہ ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ اگر وہ زندہ رہتا تو بہت جلد ان سازشیوں کی جڑیں اُکھاڑ پھینکتا۔ لیکن آج ساری قوم مایوسیوں کا شکار ہے کیونکہ ان کے درمیان فوما نہیں ہے ___ اور شبالا جیسا نااہل اور غدار انسان ہماری قسمتوں کا مالک ہے۔ زردرُو پھیلتے جا رہے ہیں اور ایک دن وہ ہماری بستیوں پر قابض ہو جائیں گے۔ فوما کی زندگی آزادی تھی اور اس کی موت نے غلامی کی زنجیریں ہمارے سروں پر لٹکا دی ہیں ___ غلامی کون پسند کرتا ہے ؟"

"اوہ' یہ بات ہے " میں نے گردن ہلائی۔

"ہاں میرے دوست! یہ المیہ پوری قوم کے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔ اب ہماری روایات مٹ جائیں گی "

"مجھے افسوس ہے " میں نے کہا۔

"ایک وقت ایسا آئے گا جب ہر ذی رُوح ہمارے اوپر افسوس کرے گا "

"بہرحال بستارا ___ اب مجھے اجازت دو "

"کاش نماتا کا مسئلہ حل ہو سکتا۔ میں ہمیشہ الجھن میں رہوں گا "

"میں نے ایک تجویز پیش کی تھی لیکن تم نے اسے قابلِ قبول نہیں سمجھا۔ اگر ایک بار تم لغامہ سے یہ بات پوچھ لیتے تو شاید مسئلے کا حل مل جاتا"

"میں تمہیں کیسے بتاؤں میرے دوست! فوما کی موت کے بعد لغامہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے۔ وہ نیم دیوانی ہو گئی ہے۔ ہر وقت کسی نہ کسی گوشے میں بیٹھی زمین کریدتی رہتی ہے۔ کہتی ہے چاند تلاش کر رہی ہے! نہ جانے چاند کیوں' ڈوب جاتا ہے " بستارا نے بتایا اور میں چونک پڑا۔ تو وہ لغامہ تھی' میں اسے دیکھ چکا تھا۔ وہ ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے۔ فوما کی موت کے بعد۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ فوما کی قاتل نہیں ہو سکتی' ضرور کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔

بہرحال میرا مقصد حل ہو چکا تھا۔ میں نے لغامہ کو پہچان لیا تھا اور اب زیادہ سرافت کی ضرورت نہیں تھی۔ فوما نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ لغامہ کو کسی طرح لے آؤں۔ ابھی اس سلسلے میں کسی سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس لئے دوسرا کوئی طریقہ ہو نہیں سکتا تھا کہ لغامہ کو لے جایا جا سکتا۔ سوائے اس کے کہ خاموشی سے اسے اغوا کر لیا جائے۔ شکایا میں میرا کام پورا ہو چکا تھا حالانکہ یہاں آئے ہوئے زیادہ دن نہیں گزرے تھے لیکن اس مختصر وقت میں' میں نے اپنا کام پورا کر لیا تھا۔ اور اب میں نے سوچا تھا کہ فوری طور پر لشک سے کہوں گا کہ وہ واپسی کی تیاریاں کرے۔

بستارا سے رخصت ہو کر میں واپس چل پڑا۔ بستارا بڑے اخلاق سے پیش آیا تھا۔ چلتے وقت اس نے کہا تھا کہ میں دوبارہ بھی اس سے ملاقات کروں۔ ممکن ہے کسی طور نماتا کا معمہ حل ہو جائے۔ میں نے وعدہ کر لیا تھا لیکن نماتا والے معاملے میں' میں اس شخص سے معذرت خواہ تھا کہ میں نے خواہ مخواہ اس کے لئے ایک الجھن پیدا کر دی ہے جسے وہ کبھی حل نہ کر سکے گا۔

میں واپس لشک کے مکان پر پہنچ گیا۔ لشک بے چارا میری حیثیت سے واقف نہیں تھا۔ اس کا مکان چھوٹنے کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا۔ بہرحال میں وہاں پہنچ گیا اور لشک نے مجھے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ شمانہ اور ددلایا آپس میں خوب گھل مل گئی تھیں۔ ددلایا نے شمانہ کو بھی مکمل عورت بنا دیا تھا۔ اس وقت وہ دونوں کھانا تیار کر رہی تھیں۔ شمانہ کو اس طرح کام کرتے دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لشک بے چارہ تو اس کی خصلت سے بھی ناواقف تھا۔

"کیا ہوا سوتا ___ کیا بستارا سے تمہاری ملاقات ہو گئی ؟"

"ہاں " میں نے مختصراً کہا۔

"تم نے کہا تھا کہ زیلوراس کے کام سے تم اس سے ملنا چاہتے ہو "

"ہاں لشک! میں زیلوراس کے کام سے ہی یہاں آیا تھا اور اتفاقیہ طور پر یہ کام اتنی جلدی اور آسانی سے ہو گیا ہے کہ میں خود بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ زیلوراس کا خیال تھا کہ مجھے اس کام میں وقت لگ جائے گا۔ لیکن اس نے یہ بھی کہا تھا کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے میں واپس آنے کی کوشش کروں"

"اوہ' ہاں اُس نے مجھ سے بھی یہی کہا تھا کہ سوتا جب بھی واپسی کے لئے کہے اسے فوراً واپس لایا جائے " لشک نے جواب دیا۔

"تو یوں سمجھو لشک ___ میں واپسی کے لئے تیار ہوں "

"اوہ' سوتا! میرے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا " لشک بولا۔

"مجھے اندازہ ہے۔ لیکن جلد از جلد تم یہاں سے کب تک واپسی کے لئے تیار ہو سکتے ہو ؟"

"ہمیں براہِ راست سکائی کے لئے سفر کرنا ہو گا' اس لئے خاصے انتظامات کرنے ہیں۔ ابھی تو صرف جہاز کا جائزہ لیا گیا ہے۔ چونکہ اس کے بہت سے حصے مرمت طلب تھے اس لئے میرے ساتھی اسے درست کر رہے ہیں "

"بہرحال ہنگامی بنیادوں پر کام کرو۔ دو دن کا کام آدھے دن میں کرو اور جس قدر جلد تیار ہو سکو' ہو جاؤ "

"میں آج ہی سے تیری ہدایات پر عمل کروں گا سوتا! اطمینان رکھ۔ میں دن رات جہاز کی روانگی کے انتظامات کراؤں گا " لشک نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ لشک اس وقت کے بعد سے سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اس رات کے بعد ہم نے اس سے اجازت مانگی اور واپس زیلوراس کے مکان

میں آ گئے جہاں زیادہ آرام تھا۔ دوسری صبح بشک کی بیوی دولابا آ گئی اور شمانہ اس کی آمد سے خوش ہو گئی۔ مجھے اور بشک کو آزادی تھی چنانچہ ہم جہاز کے کاموں کی نگرانی کے لئے چل پڑے۔

جہاز پر برق رفتاری سے کام ہو رہا تھا۔ شاید بشک نے پوری رات یہاں گزاری تھی۔ بے شمار آدمی جہاز کی مرمت کر رہے تھے اور ان کے انداز میں بڑی پھرتی تھی۔ میں نے اس برق رفتاری کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا۔

"اس طرح تو زیادہ وقت نہیں لگے گا بشک۔" میں نے کہا۔

"میں نے تہیہ کر لیا ہے سوتا کہ جلد سے جلد کام مکمل کرا لوں۔ اور تم دیکھو گے کہ میں کتنی تیزی سے تیاریاں کرتا ہوں۔" بشک نے جواب دیا۔ دوپہر تک میں بشک کے ساتھ وہاں رہا اور پھر ہم دونوں واپس گھر آ گئے۔ شمانہ اور دولابا بہت خوش تھیں۔ کھانا کھایا اور ابھی کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ باہر سے اطلاع ملی کہ کوئی آیا ہے۔

"کون ہو سکتا ہے۔" بشک نے تعجب سے پوچھا اور پھر خود باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بستارا کے ساتھ واپس آیا۔ میں نے بستارا کا خیر مقدم کیا تھا۔

"بشک نے بتایا ہے کہ تم زیلو اس کے دوست ہو اور اس کے لئے قابل احترام۔ لیکن نمانا کا معمہ اب بھی حل نہیں ہو سکا۔" بستارا نے کہا اور اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

"بستارا! یہاں تمہاری مصروفیات کیا ہیں؟"

"شکایا میں؟"

"ہاں۔" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص نہیں ہیں سوتا۔۔۔ بس میری زمینوں پر کاشت ہوتی ہے لیکن اس کی دیکھ بھال میرے کارندے کرتے ہیں۔ میں ان کی نگرانی کرتا ہوں۔"

"تمہارے اہل خاندان میں کون کون ہے؟"

"خاص لوگوں میں کوئی نہیں، سوائے میری بیٹی کے۔ اس کی ماں مر چکی ہے۔"

"اور تم نمانا کے معمے کے لئے مضطرب ہو۔ کیا تم اسے ہر قیمت پر حل کرنا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ میرے لئے کافی بڑی اُلجھن بن گیا ہے۔ ایسی اُلجھن کہ میں راتوں کو سو بھی نہیں سکتا۔ آخر وہ کون تھا اور یہ پیغام کیا حقیقت رکھتا ہے۔" بستارا نے جواب دیا۔

"اُلجھنوں کے حل کے لئے کچھ قربانیاں دینا ہوتی ہیں بستارا! اگر تم مزید اُلجھنوں سے بچنا چاہتے ہو تو پھر تمہیں میری ہدایات پر عمل کرنا ہوگا۔"

"میں نہیں سمجھا سوتا۔" بستارا اور پریشان ہو گیا تھا۔

"میں بشک کے ساتھ سکائی واپس جا رہا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ سکائی تک چلنا پسند کرو تو میں تمہیں یقین دلا سکتا ہوں کہ تمہاری پریشانیوں کا حل مل جائے گا۔"

"سکائی میں اس کا حل موجود ہے؟" بستارا نے پوچھا۔

"ہاں حکیم ہاکو اس بارے میں پوری تفصیل جانتا ہے اور مجھے یقین ہے تم مایوس نہ ہو گے۔"

"درحقیقت میں بڑا پریشان ہوں۔ لیکن میرے دوست اپنی بیمار بیٹی کا کیا کروں۔ یہاں میری مانند کوئی اس کی نگرانی نہیں کر سکتا۔ اور اسے چھوڑ کر جانا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"تو اسے ساتھ لے چلو۔ ممکن ہے سمندر کا طویل سفر اس پر خوشگوار اثر ڈالے۔"

"آہ، اس کا غم مختلف ہے جس کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔ لیکن تمہاری تجویز قابل غور ہے۔ میرا خیال ہے اس طرح میں سفر کر سکوں گا۔"

"ہم بہت جلد یہاں سے روانہ ہو جائیں گے بستارا! اگر تم ہمارے ساتھ چلنا چاہو تو ہمیں جواب دے دو۔ ظاہر ہے تمہیں کسی سے مشورہ تو کرنا نہ ہوگا۔ بس اپنے کارندوں کو ہدایات دو اور روانگی کے لئے فوری تیاریاں کرو۔" میں نے کہا اور بستارا کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تمہیں یقین ہے کہ حکیم ہاکو میری مشکلات کا حل تلاش کر لے گا؟"

"میں اس کی ذمے داری قبول کرتا ہوں۔"

"تب میں تیار ہوں۔" بستارا نے جواب دیا اور مجھے دلی خوشی ہوئی اس طرح میرا کام اور آسان ہو گیا تھا۔۔۔ اور اب مجھے وہ کچھ نہ کرنا ہوگا جو بہرحال ناگوار تھا اور اس کے لئے کچھ خصوصی ذمے داریاں قبول کرنا پڑتیں۔ شمانہ کو بھی مطمئن کرنا ہوتا۔

بشک اس دوران مکمل طور پر خاموش رہا تھا۔ اس نے میرے معاملات میں مداخلت کرنے کی گستاخی نہیں کی تھی۔ وہ ہر طرح سے تعاون کرنے والا ایک اچھا انسان تھا۔ اس نے بستارا کی مدارات کی اور پھر بستارا واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے بشک سے اپنی خوشی کا اظہار کیا تھا اور بشک بھی مطمئن ہو گیا تھا۔

بشک نے درحقیقت دن رات ایک کر دیئے تھے اور آج اسے جہاز پر کام کراتے ہوئے تیسری رات تھی۔ جہاز کی مرمت مکمل ہو چکی تھی۔ بادبان درست کر دیئے گئے تھے اور خوراک اور پانی وغیرہ کے ذخیرے کئے جا رہے تھے۔ رات کا وقت تھا لیکن میں بشک کے ساتھ تھا اور ان کاموں کی نگرانی کر رہا تھا۔

"کل سورج ڈھلے ہم روانہ ہو جائیں گے سوتا! سارے کام مکمل ہو چکے ہیں۔" بشک نے کہا۔

"مجھے خوشی ہے بشک! بلاشبہ تم ایک اچھے منتظم ہو۔ ایک طویل کام تم نے مختصر وقت میں کیا ہے۔ کل صبح میں بستارا کو بھی اطلاع دے دوں گا

تاکہ وہ تیار ہو کر پہنچ جائے۔"

"یقیناً۔" بشک نے جواب دیا۔ اور ہم اس جہاز کی طرف دیکھنے لگے جو اب ساحل کے بالکل قریب پہنچ رہا تھا۔ اس چھوٹے سے جہاز کو شام کو دیکھا گیا تھا اور خیال تھا کہ رات کے کسی حصے میں وہ ساحل تک پہنچ جائے گا۔ اس دوران قرب و جوار کی بستیوں سے کئی جہاز آ کر ساحل سے لگے تھے اس لئے جہازوں کی آمد پر کسی کو حیرت نہیں ہوتی تھی۔ ان جہازوں پر بستیوں کے جھنڈے ہوتے تھے جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کون سی بستی اور کون سے جزیرے سے آیا ہے۔ جہاز کا جھنڈا نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اس وقت اس کی نشاندہی کے لئے روشنی کر دی گئی تھی کہ یہ اصول تھا۔ بشک کی نگاہ اتفاق سے ہی اس طرف اُٹھ گئی تھی۔ وہ کوئی کام کر رہا تھا اچانک اُچھل پڑا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جہاز کی طرف دیکھنے لگا۔

میں نے بشک کی یہ کیفیت دیکھی لیکن اس سے قبل کہ میں کچھ بولتا، بشک ہی بول پڑا۔ "سبوتا! تم دیکھ رہے ہو۔" اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"کیا بات ہے بشک! میرا اندازہ ہے تم اس جہاز کو دیکھ کر پریشان ہوئے ہو۔"

"ہاں سبوتا! یہ مانگا کا جہاز ہے اور اس کا جھنڈا لہرا نہیں رہا بلکہ سرنگوں ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ کسی حادثے کی خبر لایا ہے۔" بشک نے کہا اور اس کے چونکنے کی وجہ میری سمجھ میں آ گئی۔

"اور یہ خبر تارس کی موت کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں سبوتا ۔۔۔ اور آنے والے زیوراس کے جہاز کی کہانی سنائیں گے۔ اپنی جانب سے وہ نہ جانے کیا کیا کہیں۔ لیکن صورتحال اچانک خراب ہو جائے گی۔ تم جانتے ہو شبالا ان کا پٹھو ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور دوسرے لمحے میں نے ساحل پر نگاہ دوڑائی ۔۔۔ ساحل پر ہمارے علاوہ بھی بہت سے لوگ تھے اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ان میں شبالا کے سپاہی بھی تھے۔ تب میں نے بشک سے کہا۔ "بشک! فوراً آٹھ دس لڑاکوں کو تیار کرو اور ایک کشتی اُتروالو ۔۔۔ جلدی کرو۔"

بشک نے صرف ایک لمحے کے لئے میری صورت دیکھی اور پھر دوسرے لمحے اس نے بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ میں خود بھی اس بھاگ دوڑ میں عملی طور پر شریک تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک بڑی کشتی آنے والے جہاز کی طرف تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ اس میں موجود لوگوں کو صورتِ حال سمجھا دی گئی تھی۔ میرا کھانڈا میری کمر سے بندھا ہوا تھا اور میں نے اور بشک نے سر سے پاؤں تک کمبلوں کا لباس پہن لیا تھا تاکہ ہمیں پہچانا نہ جا سکے۔ اس طرح ہمارے ہتھیار بھی چھپ گئے تھے۔

تمام لوگ مل کر کشتی چلا رہے تھے اس لئے اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ تیر کی مانند جہاز کی طرف جا رہی تھی اور ہماری کوشش تھی کہ ہم ساحل سے زیادہ سے زیادہ دُور اُسے جا لیں۔ چنانچہ ہم اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ کشتی کو ہم جہاز کے ایک کنارے پر لے آئے اور اس کے ساتھ چلنے لگے۔ جہاز سے ہمیں دیکھ لیا گیا تھا۔ تب کچھ لوگ گفت و شنید کے لئے آ گئے۔

"کیا یہ جہاز مانگا جزیرے سے آیا ہے؟" میری ہدایت پر بشک نے گفتگو شروع کر دی۔

"ہاں۔ ہم مانگا کے بدنصیب ہیں۔" جواب ملا۔

"لیکن اس کا جھنڈا کیوں سرنگوں ہے؟" بشک نے پوچھا۔

"تم لوگ کون ہو؟" جہاز سے پوچھا گیا۔

"شبالا کے وفادار ۔۔۔ ساحل کے نگران۔" بشک نے جواب دیا۔

"مانگا پر تباہی ٹوٹ پڑی ہے۔ تارس قتل کر دیا گیا ہے اور مجرم شکایا آ چکے ہیں۔ ہم شبالا کے پاس فریاد لے کر آئے ہیں۔" گلوگیر لہجے میں بتایا گیا ۔۔۔ بشک نے میری طرف دیکھا اور میں نے آہستہ سے اُسے ہدایت دی۔

"بڑی بُری خبر سنائی ہے تم نے ۔۔۔ ہم اوپر آ سکتے ہیں؟ اس طرح تفصیلی گفتگو ہو سکے گی۔" بشک نے کہا اور اوپر سے رسّی کی سیڑھیاں پھینک دی گئیں۔ جن کے ذریعے ہم لوگ آسانی سے اوپر پہنچ گئے۔ پندرہ سولہ آدمیوں نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ ان میں بھی تھوڑی سی تعداد مقامی لوگوں کی تھی، باقی زرد رُو نظر آ رہے تھے۔

"تم لوگ شبالا کے پاس آئے ہو؟" بشک نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تمہارا لیڈر کون ہے؟ ہم اس سے بات کرنا چاہتے ہیں تاکہ شبالا کو اس کے حوالے سے پوری تفصیل بتائی جا سکے۔" بشک نے کہا اور ایک زرد رُو آگے بڑھ آیا۔

"میرا نام گرشا ہے اور میں ان کا سردار ہوں۔ مجھے تنظیم نے بھیجا ہے تاکہ شبالا کو اس صورتِ حال سے آگاہ کر کے قاتلوں کے خلاف کارروائی کی اجازت لے سکوں۔"

"گرشا! تمہارے ساتھ جہاز میں کتنے افراد ہیں؟"

"کل بیس۔ ہم ہنگامی طور پر روانہ ہوئے ہیں تاکہ فساد کرنے والے شکایا کا ساحل نہ چھوڑ دیں۔ کیا زیوراس کا جہاز ساحل پر موجود ہے؟" گرشا نے کہا۔

"ہاں، وہ سامنے ہے۔ کیا تم اس کے جہاز کو پہچانتے ہو؟"

"ہاں۔ لیکن رات کی تاریکی میں ہم اسے نہیں دیکھ سکتے۔"

"تو پھر تفصیل بتاؤ۔" بشک نے کہا اور اس نے ایک چھوٹی کہانی سنائی کہ کس طرح زیوراس کا جہاز مانگا بستی پہنچا اور تارس نے اسے خوش آمدید کہا۔ تب زیوراس کے لوگوں نے کہا کہ انہیں ضرورت کی چیزیں مطلوب ہیں، وہ انہیں فراہم کی جائیں۔ لیکن وہ ادائیگی کے لئے تیار نہ تھے۔ ظاہر ہے تارس یہ برتری کیوں تسلیم کرتا۔ اس نے منع کیا تو ان لوگوں نے

ہتھیار نکال کر لوٹ مار شروع کر دی۔ بے شمار لوگوں کو قتل کیا اور تارس کو بھی ہلاک کر کے وہاں سے بھاگ آئے۔" لبشک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں بھی مُسکرا رہا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ بڑے بہادر لوگ تھے۔" لبشک نے کہا۔

"کیا مالنگا والے اتنے بزدل اور کمزور ہیں کہ ایک جہاز انہیں روند سکتا ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے، بس انہوں نے اچانک حملہ کر دیا تھا اور اس سے قبل کہ ہم سنبھلتے، وہ اپنا کام کر کے وہاں سے فرار ہو چکے تھے۔"

"کیا حملہ بالکل اچانک کیا گیا تھا؟" لبشک نے پھر پوچھا۔

"ہاں۔ ہمیں اُمید بھی نہیں تھی کہ ایسا ہو گا۔"

"اس طرح تو نہیں۔" لبشک نے کہا اور پھر اچانک ہی اپنی تلوار نکال کر گرشا کے پیٹ میں بھونک دی۔ یہ بات دوسروں کے لئے بھی اشارہ تھی۔ چنانچہ سب مصروف ہو گئے۔ تقریباً تمام لوگ ہی ہم سے گفتگو کرنے آ گئے تھے اس لئے مشکل نہیں پیش آئی اور ہم نے کھیت کاٹنے شروع کر دیئے۔

بلا تفریق ایک ایک کو مار ڈالا گیا۔ ان لوگوں میں سے کسی کی زندگی بھی خطرناک ہو سکتی تھی۔ پھر جہاز کے کونے کونے کی تلاشی لی گئی اور چھپے ہوئے لوگوں کو بھی تلاش کر کے قتل کر دیا گیا۔ چند لوگوں نے سمندر میں کودنے کی کوشش کی تھی لیکن لبشک اور اس کے ساتھی ہوشیار تھے۔

یُوں ہم نے یہ مُہم بھی خاموشی سے سر کر لی۔ مرنے والوں کی آوازیں ساحل تک نہیں پہنچنے دی گئی تھیں۔ اس کے بعد واپسی کا سفر شروع کر دیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے جہاز پر پہنچ گئے۔ لبشک بڑی عقیدت کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔ "اب تو تیرے لئے میرے پاس عقیدت کے الفاظ بھی نہیں رہ گئے ہیں سبوتا۔۔۔ تُو حالات پر اس طرح قادر ہو جانے والوں میں سے ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔"

"آئندہ کی سوچو لبشک۔۔۔ اب کیا کرو گے؟"

"سوچنے والا تُو ہے۔ تیرے سامنے کوئی تجویز پیش کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ میں تو صرف احکامات کا غلام رہنا چاہتا ہوں۔"

"تب پھر جو سفر ہمیں کل شروع کرنا ہے اسے آج ہی کیوں نہ شروع کر دیا جائے۔"

"یقیناً کیا جا سکتا ہے سبوتا! جہاز کے تمام کام مکمل ہیں۔ راتوں رات میں اُن لوگوں کو لے آتا ہوں جو ہمارے ساتھ سفر کریں گے اور روشنی سے قبل ہم ساحل چھوڑ دیں گے۔"

"ٹھیک ہے، تم جاؤ۔ میں بستارا کو لے آتا ہوں۔ سارے کام خاموشی اور احتیاط سے ہونے چاہئیں۔ کیونکہ دن کی روشنی میں جہاز والوں کی شامت کے بارے میں علم ہو جائے گا اور ممکن ہے ہمیں کسی اُلجھن میں گرفتار ہونا پڑے۔"

"بالکل ٹھیک سبوتا! ایک اجازت اور چاہتا ہوں۔" لبشک نے کہا۔

"ہاں ہاں کہو۔"

"اگر تیری اجازت ہو تو میں اپنے ساتھ دولابا کو بھی لے آؤں۔ ممکن ہے یہاں انکشاف ہو جائے۔ ایسی صورت میں وہ دولابا کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور میں بھی سفر میں مطمئن نہ رہ سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے لبشک! اس میں پریشانی کی کیا بات ہے، تم دولابا کو لے آؤ۔" میں نے اجازت دے دی اور پھر ہم دونوں اپنے اپنے مشن پر چل پڑے۔ لبشک نے چند دوسرے لوگوں کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ پھر وہ دوسرے راستے پر چل پڑا اور میں نے سیاہ مینار کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

بستارا سکون کی نیند سو رہا تھا۔ بڑی مشکل سے جاگا اور مجھے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ "سبوتا! تم اس وقت۔۔۔؟"

"ہاں بستارا۔۔۔ حالات ایسی ہی ہنگامی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ تمہاری بیٹی کہاں ہے؟"

"سو رہی ہے۔" بستارا نے جواب دیا۔

"فوراً تیاریاں کر لو اور میرے ساتھ چلو۔"

"مم۔۔۔ مگر کہاں؟"

"ہم آج رات ہی ساحل چھوڑ رہے ہیں۔" میں نے جواب دیا اور بستارا پر ایک بار پھر حیرت کا دورہ پڑا۔

"آج ہی رات۔۔۔ مگر کیوں؟"

"تمہیں کوئی اعتراض ہے بستارا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن اس طرح؟ میرا مطلب ہے اچانک۔۔۔" بستارا نے تعجب سے کہا۔

"براہ کرم وقت نہ ضائع کرو۔ تھوڑے عرصے میں وہ ضروری سامان ساتھ لے لو جس کی تمہیں ضرورت ہے اور میرے ساتھ چل پڑو۔"

"لیکن سبوتا۔۔۔ مجھے دوسرے لوگوں کو بھی ہدایات دینا ہیں۔"

"افسوس! پھر وقت نہ رہے گا۔" میرے ذہن میں جھنجھلاہٹ پیدا ہو گئی۔ بستارا شاید نیند سے جاگا تھا اس لئے یہ احمقانہ گفتگو کر رہا تھا اگر وہ مزید بکواس کرے گا تو نقصان اُٹھائے گا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اس کی بیٹی نعامہ کی ہے۔ جیسے وہ جائے "نہ جائے" میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

بستارا گہری سوچ میں تھا۔ پھر وہ بولا۔ "چونکہ یہ سب میرے لئے غیر متوقع ہے اس لئے میں عجیب سی اُلجھن کا شکار ہو گیا ہوں اور سوچ میں ڈوب گیا ہوں کہ کیا کروں؟"

"تمہاری سوچ میرے لئے پریشان کُن ہے بستارا۔۔۔ میں صرف تمہارا جواب چاہتا ہوں۔ اگر تم چلنا پسند کرو تو چلو، نہ جانا چاہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔"

"میں تمہیں اپنی ذہنی کیفیت سے لاعلم نہیں رکھوں گا سبوتا۔۔۔! تمہاری اس طرح اچانک آمد سے میرے ذہن میں شکوک و شبہات پیدا

ہو گئے ہیں۔ اس لئے میں اس وقت سفر کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ اگر میری مشکل کا حل حکیم ہاکو کے پاس موجود ہے تو میں بہت جلد اس سے ملنے کی کوشش کروں گا۔"

"ٹھیک ہے بستارا ـــ مجھے اعتراض نہیں ہے۔ اگر تم مضطرب ہو تو سکائی بستی پہنچ جانا۔ لیکن خبردار ـــ اپنی کسی پریشانی کو دوسروں پر آشکارا کر کے تم غداری کے اقدام سے بچنے کی کوشش کرنا۔ تمہیں یہ سب کچھ اپنے سینے میں ہی رکھنا ہو گا۔ میری رائے ہے کہ تم میرے ساتھ چلو۔"

"نہیں سبوتا ـــ میں پھر آؤں گا۔"

"تمہاری مرضی۔" میں نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر بستارا کی گردن پکڑ لی۔ بستارا اچھل پڑا ـــ لیکن میں کیا کرتا، اس نے خود ہی اپنی شامت کو آواز دی تھی۔ اس نے خوف زدہ نگاہوں سے میری شکل دیکھی اور پھر خود کو بچانے کی جدوجہد کرنے لگا۔ لیکن بیچارا کیا کر سکتا تھا۔

میں نے اس کی گردن پر ہلکی سی گرفت ڈال کر اسے بے ہوش کر دیا۔ اور پھر اسے بازوؤں پر اٹھائے اندر چلا گیا۔ اندر آ کر میں نے اسے احتیاط سے ایک جگہ لٹا دیا اور پھر سنسان عمارت میں نغامہ کو تلاش کرنے لگا۔ بستارا کی بیٹی ایک کمرے میں نظر آ گئی۔ معصوم لڑکی معصومیت کی نیند سو رہی تھی۔ میں اسے چونکہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا اس لئے کوئی دقت نہ ہوئی۔ تب میں نے بے چاری نغامہ کو بھی اسی انداز میں بے ہوش کیا۔ نازک اور ستم رسیدہ لڑکی خاموشی سے بے ہوش ہو گئی تھی۔ میں نے اسے پھول کی مانند اٹھایا اور وہاں سے چل دیا۔

لوگوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا میں ایک بار پھر ساحل پر پہنچ گیا اور پھر ایک کشتی مجھے جہاز پر لے گئی۔ جہاز پر آخری کام بڑی تیزی سے ہو رہا تھا۔ بادبان چڑھائے جا رہے تھے اور کھولے جانے کے لئے بالکل تیار تھے۔ میں نے نغامہ کو ایک خاص کمرے میں پہنچا دیا اور ہدایت کر دی کہ اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ پھر میں دوبارہ پلٹ پڑا۔ شمانہ، دولابا اور بشک مجھے راستے ہی میں مل گئے تھے۔ وہ جہاز کی جانب آ رہے تھے۔ شمانہ میرے پاس پہنچ گئی۔

"کوئی خاص بات ہو گئی سبوتا؟" شمانہ نے پوچھا۔

"بہت اہم نہیں ہے شمانہ ـــ بشک نے بتایا ہو گا کہ ہم نے اچانک روانہ ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"ہاں۔ اس نے بتایا ہے۔ لیکن....."

"تفصیل میں جہاز پر چل کر بتا دوں گا۔"

"اوہ، اس کا مطلب ہے کہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔"

"ہاں کسی حد تک ـــ" میں نے کہا اور شمانہ خاموش ہو گئی۔ پھر ہم جہاز پر پہنچ گئے۔ بشک کے آدمی اس کی ہدایت کے مطابق جہاز پر پہنچ رہے تھے۔ اور پھر ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں جس کی اطلاع بشک نے مجھے دی۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"لیکن بستارا مجھے نظر نہیں آیا؟"

"ہاں۔ وہ اچانک احتیاط کا شکار ہو گیا۔"

"میں نہیں سمجھا؟" بشک تعجب سے بولا۔

"اسے اس بات پر حیرت تھی کہ ہم نے اچانک روانگی کا فیصلہ کیوں کر لیا۔ چنانچہ اس نے طے کیا کہ وہ تماتا کا مسئلہ حل کرنے کے لئے اپنے ذرائع سے حکیم ہاکو کے پاس پہنچ جائے گا۔"

"اوہ، پھر ـــ؟"

"دراصل مجھے اس کی نہیں، اس کی بیٹی نغامہ کی ضرورت تھی۔"

"اوہ۔" بشک پھر حیران رہ گیا تھا۔

"بس میں نے بستارا کو بے ہوش کر دیا اور نغامہ کو اٹھا لایا۔"

"اٹھا لائے؟ کہاں ہے وہ؟" بشک نے پوچھا۔

"جہاز کے ایک حصے میں آرام کر رہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ بشک بے چارے کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی تھی، اس لئے اس نے خاموشی اختیار کر لی۔ اور پھر وہ جہاز کا آخری معائنہ کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے بادبان کھول دیئے جانے کا حکم دے دیا ـــ اور جہاز نے ساحل چھوڑ دیا۔ بادبانوں کے رخ کھلے سمندر کی جانب تھے لیکن جہاز کی رفتار میں تیزی پیدا کرنے کے لئے جہاز کے ملاح چپو چلا رہے تھے اور جہاز کی رفتار خاصی تیز تھی۔ خود بشک اس کی نگرانی کر رہا تھا اور ابھی ہم دوسری باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے۔ شمانہ بھی میرے ساتھ کھڑی تھی اور ہم ساحل کی جانب دیکھ رہے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ کہیں ساحل پر ہمارے چلے جانے کی اطلاع تو نہیں ہو گئی یا اس کا کوئی رد عمل تو نہیں تھا۔ وہ جہاز بھی ایک طرف کھڑا نظر آ رہا تھا جس پر اب کوئی انسان زندہ نہ تھا۔

ہم برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے کھلے سمندر میں کافی دور نکل آئے۔ کنارہ اب دور ہو گیا تھا اور بہت مختصر وقت میں ایک طویل سفر طے کر لیا گیا تھا۔ جب بشک کو اطمینان ہو گیا کہ اب ساحل پر ہمارے فرار کی یا ہماری کوششوں کی اطلاع ہو بھی گئی تو کم سے کم وہاں سے چلنے والے جہاز کو اتنا وقت ضرور لگے گا کہ کم از کم ہم کافی دور نکل جائیں گے۔

جس وقت یہ اطمینان ہو گیا تو بشک گہری سانس لیکر میری طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ اس وقت میرے نزدیک ہی کھڑا ہوا تھا۔

"ہم شکایا چھوڑ چکے ہیں سبوتا۔" اس نے مسکراتے ہوئے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ہاں ـــ اور کامیابی کے ساتھ۔"

"میرا خیال ہے بظاہر اب کوئی الجھن نہیں ہے۔"

"یقیناً بشک! ایسا ہی ہے۔"

"چنانچہ سبوتا! ہم اپنی آرام گاہوں کا تعین کر لیں اس رات کو ہم

تیز رفتاری سے زیادہ سے زیادہ دُور نکل جانے کی کوشش کریں گے۔
اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" لبشک نے کہا اور میں نے اس
کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا خیال ہے سبوتا! ہم پہلے ہی کی مانند اپنی نشستوں یا آرام
گاہوں کا انتخاب نہ کریں" لبشک نے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک ہے ــــ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن
اس بار تمہارے ساتھ دولابا بھی ہے' اس لئے تمہیں اپنے لئے جگہ کا
انتخاب کرنا ہوگا۔"

"ہاں۔ میں بھی اپنے لئے کوئی جگہ بنالوں گا۔ لیکن اگر تم آرام کرنا
چاہو سبوتا تو آرام کرو۔"

"میرا خیال ہے اس رات ہم آرام نہیں کریں گے ــــ اب ہمیں
اس لڑکی کی خبر لینی چاہیئے۔" میں نے کہا۔

"اوہو ــــ ہاں وہ تو میں بھول ہی گیا تھا' وہ کون سے کمرے میں ہے؟"

"آؤ ــــ میں تمہیں دکھادوں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے شمانہ
کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔ لبشک اور دولابا بھی میرے ساتھ تھے۔ شمانہ لڑکی کے
تذکرے پر کسی حد تک حیران نظر آرہی تھی۔ پھر جب ہم اس کیبن میں داخل
ہوئے جہاں نعامہ بے ہوش پڑی ہوئی تھی تو دونوں عورتیں بُری طرح
چونک پڑیں۔ ان کی آنکھوں میں حیرت و تجسس تھا۔

"ارے ــــ یہ کون ہے؟" شمانہ نے تعجب سے کہا۔

"لبستارا کی بیٹی نعامہ۔"

"لبستارا ــــ وہ جو ایک بار ہمارے ہاں آیا تھا؟"

"ہاں۔"

"لیکن یہ یہاں کیسے آگئی؟"

"اسے لایا گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"کون لایا ہے؟"

"میں ــــ" میں نے جواب دیا ــــ اور شمانہ متحیرانہ نگاہوں سے
مجھے دیکھنے لگی۔ لیکن اس کے بعد اس نے کوئی سوال نہ کیا۔

تب لبشک نے دولابا سے کہا۔ "کیا تم اس لڑکی کے پاس رہنا پسند
کرو گی دولابا ــــ میرا مطلب ہے اس کمرے میں؟"

"کیوں نہیں ــــ اگر اس کی ضرورت ہے تو مجھے اس کے پاس رہنے
میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" دولابا نے جواب دیا۔

"ہاں دولابا ــــ اس کی نگرانی کرو ــــ یہ ہمارے لئے بڑی اہمیت
رکھتی ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں تیار ہوں ــــ ہاں کیا میں اسے ہوش میں لاؤں؟"

"کوئی بات نہیں اسے سونے دو۔ یہ خود بخود ہوش میں آجائے گی۔"

پھر میں نے لبشک سے پوچھا۔ "اب مجھے آرام کرنے کی اجازت ہے؟"

"میں یہ اجازت کیسے دے سکتا ہوں سبوتا ــــ تُو مالک ہے تُو
مختار ہے۔ ہاں اب جہاز میں کسی ایسی نگرانی کی ضرورت باقی نہیں رہ
گئی ہے جس کے لئے ہمیں جاگنا پڑے ــــ ملّاح اپنا کام کررہے ہیں'
اور وہ لوگ دن رات یکساں مستعد رہتے ہیں۔"

"تو پھر تم آرام کرو ــــ لیکن دولابا کے ساتھ نعامہ کی موجودگی
تمہارے لئے خوشگوار نہ ہوگی۔"

"اس کا بندوبست بھی میں کرلوں گا۔" لبشک نے کہا اور دولابا
کی آنکھیں جھک گئیں۔

شمانہ کسی حد تک خاموش نظر آئی تھی جس کا احساس مجھے اپنے
کمرے میں پہنچ کر ہوا۔ ایک لمحے کے لئے میں نے سوچا اور پھر اندازہ کرلیا
کہ شمانہ کی سنجیدگی کی وجہ کیا ہوسکتی ہے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل
گئی ــــ اس حسین لڑکی کی غلط فہمی دُور کرنا ضروری تھا کیونکہ یہ میری
زندگی کی ساتھی تھی اور مجھے اس سے کافی پیار تھا۔ سو میں نے نہایت
محبت سے شمانہ کو اٹھا کر بستر پر لٹا دیا ــــ اور پھر خود بھی اس پر جھک گیا۔

"نیند آرہی ہے شمانہ؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"تھکن محسوس کررہی ہو؟"

"میں کبھی نہیں تھکتی سبوتا۔" شمانہ نے پھیکی سی مسکراہٹ سے
جواب دیا۔

"پھر تمہارے انداز میں خاموشی کیوں ہے؟"

"میں تجھ سے مخلص ہوں سبوتا ــــ اس لئے اپنے دل میں کوئی
ایسی بات نہ رکھوں گی جو مجھے تجھ سے بدظن کرے۔ بہتر یہی ہے کہ میں
اس بارے میں تجھ سے پوچھ لوں۔"

"ہاں شمانہ ــــ بہتر یہی ہوتا ہے۔"

"تو پھر مجھے یہ بتا کہ یہ لڑکی کون ہے اور تُو اسے کیوں لایا ہے؟"

"یہ لڑکی ــــ" میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "شمانہ! تمہیں
علم ہے کہ نہ تو میں حکیم ہاکو کا غلام ہوں اور نہ ہی فوما کا ــــ فوما پر تو میں
احسان کرچکا ہوں۔ اس کی زندگی بچانے میں' میں نے بہت نمایاں کردار
ادا کیا ہے اور ازراہ ہمدردی ہی میں اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہوا ہوں۔
ورنہ کوئی طاقت مجھے ایسا کرنے پر مجبور نہیں کرسکتی تھی۔ ایسی حالت میں تم
خود سوچ سکتی ہو کہ مجھے فوما یا کسی اور کے احکامات کی کیا پروا ہوسکتی ہے
میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔

تاہم جب میں نے فوما کے لئے ہمدردی سے کام کرنے کا فیصلہ
کیا تو میں نے سوچا کہ اس کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیا جائے۔ چنانچہ اس کی
چند باتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں خیال ہے کہ کسی کو اس کے بارے میں
نہ بتایا جائے۔

میں نے ابھی تک تمہیں صرف اسی لئے نہیں بتایا تھا ورنہ تم یقین کرو

کہ تمہاری حیثیت فوما، ہا کو اور اس بستی کے تمام لوگوں سے افضل ہے۔ میں تمہیں جس قدر چاہ سکتا ہوں کسی اور کو نہیں۔ میں نے صرف فوما سے ہمدردی اور تعاون کی وجہ سے تمہیں کچھ باتوں سے بے خبر رکھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تم سے حقیقت چھپانا چاہتا تھا۔۔۔ تیری چاہت میرے لئے سب سے بڑا مقام رکھتی ہے۔ باقی باتیں تو بعد کی ہیں۔"

"میں یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں سبوتا۔۔۔ لیکن کیا ان باتوں کا تعلق میرے اس سوال سے ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے شمانہ۔۔۔ اور اب میں تم سے کچھ چھپانا پسند نہیں کرتا۔۔۔ سنو! ہم نے اتنا طویل سفر صرف لغامہ کے لئے طے کیا ہے۔"

"شکایا بستی کا سفر؟"

"ہاں۔"

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم فوما کے کسی کام کے لئے اس بستی میں آئے ہو۔۔۔ کیا تم نے غلط کہا تھا؟"

"ہاں شمانہ۔۔۔ فوما کا کام یہی تھا۔ اس نے ہی لغامہ کو طلب کیا ہے جس کے لئے ہم نے اس بستی کا سفر طے کیا۔"

"فوما نے؟"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"لغامہ اس کی محبوبہ ہے۔ فوما اسے بے حد چاہتا ہے۔ لیکن اُس کے ذہن میں ایک غلط فہمی ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ خود لغامہ نے اُسے زہر دیا تھا۔۔۔ اور اسی کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی۔"

"اوہ۔" شمانہ کی آنکھوں میں تحیّر کے نقوش منجمد ہو گئے تھے۔ "عجیب کہانی ہے، عجیب و غریب۔۔۔" شمانہ نے کہا۔

"ہاں شمانہ۔"

"لیکن پھر فوما نے اسے کیوں طلب کیا ہے؟"

"شمانہ! فوما میرا بھی رازدار ہے۔ اسے یہ علم تھا کہ میں تمہیں چاہتا تھا، تم سے محبت کرتا تھا۔۔۔ اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میری محبت کامیاب ہو گئی تو پھر میں کوشش کر کے لغامہ کو اس سے ملا دوں۔"

"اوہ۔۔۔ فوما اسے اتنا چاہتا ہے؟"

"ہاں۔۔۔ یہ اُس کی محبوبہ ہے۔"

"لیکن تم تو بتا رہے ہو کہ اس نے فوما کو زہر دیا تھا۔"

"یہ بات مشکوک ہے شمانہ۔۔۔ فوما یہی بات معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس کی موت میں لغامہ کا ہاتھ تھا بھی یا نہیں۔۔۔ اور اگر لغامہ نے ہی اُسے قتل کرنے کی کوشش کی تھی، پھر تو فوما کی محبت میں فرق آئے گا۔ لیکن بات چونکہ مشکوک ہے اس لئے فوما اس سے اس قتل کے بارے میں پوچھ کر فیصلہ کر لینا چاہتا ہے۔"

"تو کیا اس لڑکی کو معلوم ہے کہ فوما زندہ ہے؟"

"نہیں۔ اسے کچھ نہیں معلوم۔"

"پھر یہ ہمارے ساتھ کیوں جا رہی ہے؟"

"میں نے کہا نا۔۔۔ میں اسے لے جا رہا ہوں۔۔۔ میں اسے اغوا کر کے لایا ہوں اور اس وقت یہ بے ہوش ہے۔"

"بڑی حیرت انگیز بات ہے سبوتا۔۔۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔"

"نہیں۔ نا سمجھنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ بس تم یہ سمجھ لو کہ فوما اسے چاہتا ہے اور فوما نے ہی اسے بلایا ہے۔۔۔ وہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ کیا لغامہ زرد رُو لوگوں کا شکار ہو گئی ہے؟ کیا اس نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر فوما کے خلاف کوئی سازش کی تھی۔۔۔ اور اگر نہیں کی تھی، فوما صرف غلط فہمی کا شکار ہے تو فوما اسے دوبارہ سینے سے لگا لے گا۔"

"لیکن اس کے باپ نے اسے لے جانے کی اجازت کیسے دے دی؟"

"بستار پہلے خود بھی ہمارے ساتھ چلنے کو تیار تھا لیکن اسی وقت جب میں اس کے پاس گیا اور میں نے بتایا کہ ہم روانگی کے لئے تیار ہیں تو وہ مشتبہ ہو گیا۔۔۔ اور وہ سمجھا کہ ہم اس سے فریب کر رہے ہیں۔ اور اسی لئے وہ ہمارے ساتھ نہیں آیا۔"

"پھر۔۔۔ پھر کیا ہوا؟"

"بس۔۔۔ میں نے اُسے بھی بے ہوش کر دیا اور لغامہ کو بھی بے ہوش کر کے اپنے ساتھ لے آیا۔۔۔ اب فوما جانے اور اس کا کام۔"

"اوہ۔" شمانہ نے گہری سانس لی۔ "تم۔۔۔ واقعی بے حد عجیب ہو۔۔۔ بے حد انوکھے سبوتا! لیکن کیا اس لڑکی نے فوما کو قتل کرنے کی کوشش کی ہو گی؟"

"شمانہ! یہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے۔۔۔ یہ زمین کرید رہی تھی اور اس میں سے چاند تلاش کر رہی تھی۔۔۔ اور اس کا ذہنی توازن اُسی وقت سے خراب ہوا جب فوما کی موت کی خبر سب کو ہوئی۔"

"او ہو۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کی موت میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔۔۔ اگر یہ اسے اتنا چاہتی ہے تو اسے زہر کیوں دیتی؟"

"یقیناً۔۔۔ اور مجھے یقین ہے کہ فوما کی غلط فہمی دُور ہو جائے گی۔"

"اوہ، تب تو یہ لڑکی ہمارے لئے قابلِ احترام ہے۔"

"ہاں۔ میں تم سے یہی کہنے والا تھا کہ اس کا خیال رکھنا۔ اسے کوئی تکلیف نہ ہونے دینا۔۔۔ یہ تمہارے مقدس اور عظیم فوما کی محبوبہ ہے اور ہم اس کی امانت کو لئے جا رہے ہیں، جس کی حفاظت تمہارا فرض ہے شمانہ!" میں نے کہا۔

"میں فوما کی امانت کی حفاظت کروں گی۔۔۔ اور میں تم سے شرمندہ بھی ہوں۔ دراصل میرے ذہن میں ایک عجیب سا خیال آیا تھا سبوتا اور اصل

میں نہیں چاہتی کہ کوئی دوسری لڑکی تمہاری زندگی میں کسی بھی حیثیت سے داخل ہو۔۔۔میں برداشت نہیں کر سکتی سبوتا۔۔۔ اور اس کے لئے میں تم سے معافی کی خواستگار ہوں۔" شمانہ نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا شمانہ! لیکن کوئی بات نہیں ہے، یہ بھی تمہاری محبت کی علامت ہے۔" میں نے شمانہ کو سینے سے چمٹاتے ہوئے کہا اور وہ بھی میرے سینے سے لپٹ گئی۔

شمانہ کے ساتھ جہاز کی ایک اور حسین رات گزری۔ اب تو ایسی راتوں کا شمار بھی مشکل تھا۔ لیکن شمانہ کی دلکشی میں اضافہ ہی ہو رہا تھا طویل عرصے تک خود سے بے نیاز رہنے کے بعد وہ اپنی شخصیت میں واپس آئی تھی۔ چنانچہ اب وہ پیاسے دلوں کی پیاس بجھا رہی تھی۔

صبح تھوڑی دیر کے بعد ہی ہو گئی۔ سورج نے ہمارے کمرے کی درازوں سے جھانک کر ہمیں اپنی آمد کا احساس دلایا اور ہم دونوں نے مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔۔۔ "صبح ہو گئی سبوتا!" شمانہ نے بڑے محبوبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں شمانہ۔۔۔ تم تو سو بھی نہیں سکیں۔"

"تمہارے ساتھ۔۔۔ بس جاگتے رہنے کو دل چاہتا ہے۔ تم بھی تو نہیں سوئے سبوتا!"

"اگر میں تمہاری کسی کوشش سے مارا جاتا شمانہ تب۔۔۔؟" میں نے پیار بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور شمانہ نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تب جس وقت بھی تمہاری محبت میرے ذہن میں ابھرتی، میں تمہارے پاس پہنچ جاتی۔" اس نے جواب دیا اور میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"آؤ شمانہ! تیار ہو جائیں اور اپنے دوست کی خبر لیں۔۔۔ دن میں ساری ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد تم تھوڑی دیر سو لینا، کسل دور ہو جائے گی۔"

"اب میں اتنی کمزور عورت بھی نہیں ہوں کہ سوئے بغیر گزارا ہی نہ سکوں۔" شمانہ ہنس کر بولی۔ اور ابتدائی ضروریات سے فارغ ہو کر ہم باہر نکل آئے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر میری نگاہ لبشک پر پڑی۔ وہ بادبانوں کے رخ بدلوا رہا تھا تاکہ جہاز کی رفتار اور تیز ہو جائے۔

"رات کیسی گزری لبشک؟" میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

"پرسکون سبوتا۔۔۔ کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو چوکس کر دیا تھا کہ سمندر میں کوئی بھی نشان دیکھیں تو مجھے فوراً آگاہ کریں۔ لیکن ہمارے دوستوں کو شاید ابھی تک خبر نہیں ہوئی۔ بہرحال اب ہم اتنی دور نکل آئے ہیں کہ وہ ہمیں نہیں پا سکتے۔"

"نعامہ ہوش میں آگئی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں لیکن اس کی ذہنی حالت درست نہیں معلوم ہوتی سبوتا! تم اسے بے ہوش کر کے ہی لائے تھے نا۔ لیکن اس کے انداز سے ایک بار بھی حیرت کا اظہار نہیں ہوا۔ یوں لگتا ہے جیسے اسے اپنے بارے میں کوئی احساس ہی نہ ہو۔"

"ہاں۔ وہ ذہنی فتور کا شکار ہے، کوئی بات کی تھی اس نے؟ اپنے باپ کے بارے میں پوچھا تھا؟"

"نہیں۔ بس کچھ بے معنی الفاظ اس کے منہ سے نکلے تھے۔ کہنے لگی، چاند غروب کیوں ہو جاتا ہے؟ کیا پانی میں بھی چاند نہیں نکلتا؟"

"ہوں ٹھیک ہے لبشک! اس کا خاص خیال رکھنا ہے یوں سمجھو یہ سفر صرف اس کے لئے کیا گیا تھا۔"

"تم مطمئن رہو سبوتا۔۔۔ تمہارا ایک بار کسی بات کے بارے میں کہنا ہمارے لئے بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے۔" لبشک نے جواب دیا۔ "دولابا نے اس کا منہ ہاتھ دھلا کر اسے ناشتہ کرا دیا ہے۔"

"بہت خوب۔"

"اس کے علاوہ دولابا کے لباس بھی اس کے بدن کے مطابق ہیں ہم اسے کوئی تکلیف نہ ہونے دیں گے۔ باہر کے معاملات پرسکون ہیں، سبوتا۔۔۔ کیا ہم لوگ ناشتہ کر لیں؟"

"اوہ، تم نے ناشتہ نہیں کیا؟"

"تمہارے بغیر یہ کیسے ممکن تھا۔ آؤ۔" لبشک نے کہا اور ہم اس کے کیبن کی طرف بڑھ گئے۔ نعامہ شہزادیوں کی سی شان سے بیٹھی ہوئی تھی اس نے نگاہیں اٹھا کر ہم دونوں کو دیکھا لیکن اس کے چہرے پر کوئی تاثرات نہیں پیدا ہوئے۔ دولابا بھی موجود تھی۔ اس نے شمانہ کا پرتپاک استقبال کیا اور پھر ناشتہ لگا دیا گیا۔ میں نے نعامہ کو مخاطب کیا۔

"کیا تم ہمارے ساتھ ناشتہ نہیں کرو گی نعامہ؟" لیکن اس نے اس سوال پر میری طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔ وہ اسی طرح خاموش بیٹھی رہی۔

"نہ جانے اس بے چاری کو کیا ہوا ہے؟" دولابا نے ہمدردی سے کہا اور پھر وہ ہمارے ساتھ ناشتے میں شریک ہو گئی۔ ناشتے کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ شمانہ، دولابا کے ساتھ رہ گئی تھی۔۔۔ لبشک نے پورے جہاز کا چکر لگایا۔ جہاز تسلی بخش انداز میں اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

شام ہو گئی۔ کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں پیش آیا۔ ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ شکایا کے جہاز ہمارے تعاقب میں نہیں آئے۔ اور اگر اب وہ آنے کی کوشش بھی کریں گے تو ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس جہاز میں اب اتنا سامان موجود تھا کہ راستے میں کہیں رکنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

شام کو میں نے شمانہ سے کہا کہ نعامہ کو جہاز کے کنارے پر لے آئے۔

"بے چاری لڑکی۔ مجھے اس کے اوپر بہت رحم آتا ہے۔" شمانہ نے کہا۔ "کسی معاملے میں کچھ بولتی ہی نہیں ہے۔ میں نے ہاتھ پکڑا تو میرے

ساتھ چلی آئی۔"

"ہاں۔ اس کی حالت قابلِ رحم ہے۔"

"ویسے یہ وہاں پہنچ کر ٹھیک ہو جائے گی نا؟"

"قوی امکانات ہیں۔ اوّل تو اس کے مرض کا علاج وہاں موجود ہے، دوسرے وہاں حکیم ہاکو بھی ہے اور بہر حال وہ اپنے فن کا ماہر ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" شمانہ نے کہا۔ میں نغامہ کے پاس پہنچ گیا اور پھر میں نے اس سے کہا۔

"نغامہ! تمہیں معلوم ہے تم کہاں جا رہی ہو؟"

"پانی میں چاند ہوتا ہے۔" اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہیں چاند کی تلاش ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ نجانے کہاں کھو گیا ——— چاند کب نکلے گا؟"

"چاند تمہارا انتظار کر رہا ہے نغامہ ——— وہ بہت جلد نکل آئے گا۔"

"نکل آئے گا؟" اس نے بے اختیار کہا۔

"ہاں نغامہ ——— تمہیں فوما یاد ہے؟" میں نے سوال کیا اور اچانک نغامہ کے چہرے میں کچھ تبدیلیاں ہو گئیں۔ اس نے وحشتناک نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر شمانہ کو ——— اور پھر وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آ گئی۔ اس کے انداز میں عجیب سی بے چینی تھی۔ جیسے وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے ——— اور وہ کھڑی مجھے دیکھتی رہی۔

"فوما یاد ہے تمہیں؟" میں نے پھر پوچھا ——— اور اس نے دونوں کان بند کر لئے۔ اس کے چہرے سے کرب کا اظہار ہو رہا تھا۔ پھر اُس نے بے بسی سے شمانہ کی طرف دیکھا اور شمانہ نے ہمدردی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ہم تمہیں فوما کے پاس لے جا رہے ہیں نغامہ ——— بہت جلد تم اس سے ملو گی۔" شمانہ نے کہا اور نغامہ اس طرح ڈولنے لگی جیسے چکرا گیا ہو۔ شمانہ نے اسے مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ نغامہ بے ہوش ہو گئی۔ ہم دونوں اُسے کیبن میں لے آئے تھے۔

"یہ کیا ہوا سبوتا؟" شمانہ تعجب سے بولی۔

"فوما کے نام کا اس نے یہ اثر لیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور شمانہ گردن ہلانے لگی۔ بہر حال ہم سب کو نغامہ سے ہمدردی تھی۔ یہ بات تو اب پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تھی کہ نغامہ نے فوما کو قتل نہیں کیا تھا، اگر وہ کسی کی آلۂ کار بن گئی ہو تو دوسری بات ہے ——— لیکن وہ بھی انجانے میں۔ اتنی محبت کرنے والی لڑکی غدار نہیں ہو سکتی تھی۔

دن رات سفر جاری تھا۔ ہواؤں کے رُخ موافق تھے چنانچہ تیز ہواؤں نے فاصلے کم کر دیئے اور بالآخر وہ دن آ گیا جب ہم نے دوبارہ سکائی کی زمین دیکھی۔ ساحل پر اور بہت سے جہازوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ ان پر رنگ رنگ کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔

"اوہ، کائی علاقوں کے جہاز آئے ہیں۔" بشک نے دور سے دیکھ کر کہا۔

"ہاں۔"

"کچھ عجیب سے حالات محسوس ہوتے ہیں سبوتا ——— کیا تم نہیں محسوس کرتے؟"

"میں نہیں سمجھا بشک۔" میں نے انجان بن کر کہا۔

"اس کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ تم فوما اور اس کے علاقوں کے حالات سے واقف نہیں ہو۔" بشک ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور پھر جب ہمارا جہاز ساحل سے کافی دُور تھا کہ ہم نے ایک بڑی کشتی جہاز کی طرف آتے دیکھی۔ اس میں چند لوگ سوار تھے۔ قریب آئے تو اندازہ ہوا کہ حکیم ہاکو، زیوراس اور زیوراس کے چند خاص معتمد ہیں۔ کشتی جہاز کے بالکل قریب پہنچ گئی، اس پر سوار لوگ خوشی سے ہاتھ ہلا رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اوپر چڑھ آئے۔

ان لوگوں نے ہمارا پُرجوش استقبال کیا تھا۔ حکیم ہاکو مجھ سے لپٹ گیا۔ اس نے میری خیریت پوچھی اور پھر شمانہ سے اس کے بارے میں معلوم کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے آہستہ سے کہا "جس مشن پر تم گئے تھے، پورا ہو گیا؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔ تب ہم لوگ آخر میں جہاز سے چلیں گے۔ ہر جنیا میں ابتدا میں اسے اپنا مہمان بناؤں گا۔ لیکن اس کے باوجود میں اسے دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے چھپانا چاہتا ہوں۔" ہاکو نے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جہاز کے لنگر ڈال دیئے گئے تھے اور چونکہ اب خلاصیوں کا بھی کوئی کام نہیں تھا سوائے اس کے کہ بادبان وغیرہ لپیٹ دیئے جائیں۔ چنانچہ اپنے اپنے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد کشتیوں کے ذریعے وہ ساحل کی طرف چل پڑے۔ پھر ایک آخری کشتی سے بشک، اس کی بیوی دولابا، میں، شمانہ اور نغامہ بھی ساحل کی طرف چل پڑے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ساحل کے اس دوسرے حصے میں پہنچ گئے جدھر ہاکو کا مکان تھا۔ سمندر کے کنارے کنارے لکڑی کے کچھ اور مکان تعمیر کئے گئے تھے جو پہلے نہیں تھے۔ یقیناً یہ حکیم ہاکو کا کارنامہ معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ اندازہ بھی لگایا جا سکتا تھا کہ یہ مکان آنے والوں کے لئے ہی بنائے گئے ہوں گے۔ بہر حال میں نے اس کے بارے میں معلوم نہیں کیا۔

ہاں حکیم ہاکو نے کھانے کے وقت مجھے بتایا۔ "آخری سردار بھی سکائی پہنچ گیا ہے سبوتا! یوں سمجھو مشن کا پہلا حصہ مکمل ہو گیا ہے۔ صرف تمہارا انتظار تھا۔ آخری مشورے کے بعد کام کا پہلا مرحلہ مکمل کر لیا جائے۔"

"اوہ، ان لوگوں کو ابھی تک کوئی اندازہ ہو سکا ہے کہ انہیں یہاں کیوں بُلایا گیا ہے؟"

"بس وقتاً فوقتاً ان سے ملتا رہا ہوں ——— اور چونکہ انہیں فوما کے نام پر بُلایا گیا ہے، اس لئے انہیں یہ اندازہ تو ہے کہ بات جشن کی بھی

کی ہے' البتہ دوسری باتیں ابھی ان کے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں ہوں گی۔ ویسے سبوتا! یہ سب وہ ہیں جو علاقے کی بھلائی کے خواہاں ہیں اور اس کے لئے سب کچھ کرنا چاہتے ہیں اور صرف یہی جذبہ انہیں کھینچ لایا ہے اور وہ خاموشی سے انتظار کر رہے ہیں۔"

"بہت خوب۔ زیورا اس کو اس سے زیادہ تو علم نہیں ہو سکا؟"

"ہرگز نہیں۔ لیکن وہ بے چین بہت ہے۔ تمہارے بارے میں تو وہ نہ جانے کیا کیا خیالات رکھتا ہے۔ اکثر تمہاری باتیں کرتا رہتا ہے۔ کہتا ہے تم کوئی آسمانی مخلوق معلوم ہوتے ہو اور پھر دبی زبان میں یہ بھی کہہ اٹھتا تھا ۔۔۔ آہ! فوما کو کوئی تکلیف نہ ہو رہی ہو' وہ کسی چیز کا ضرورت مند نہ ہو۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ "ہاں ہاکو! فوما اس سلسلے میں واقعی خوش نصیب ہے' اس کے لئے پریشان ہونے والوں کی تعداد بہت کافی ہے۔ لیکن اب کیا ارادہ ہے؟"

"فوما کو تمہاری آمد کی اطلاع دے دی جائے۔ ظاہر ہے میرے علاوہ اسے یہ اطلاع کون دے گا' اس لئے ابھی اسے پتہ نہ چل سکا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے میں خود اسے مل آتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"میں بھی چلوں گا۔" ہاکو نے کہا۔ اور پھر سورج چھپنے میں' شمانہ اور ہاکو فوما کے پاس چل پڑے۔ فوما مجھے دیکھ کر مسرت سے اچھل پڑا تھا وہ مجھ سے لپٹ گیا اور اس کے چہرے پر پھول کھل اٹھے۔ اس کی آنکھوں میں سوالی تھے۔ تب میں نے اسے کشمکش میں نہ رہنے دیا اور آہستہ سے کہا۔

"میں نغامہ کو لے آیا ہوں فوما!" فوما کے بدن کی لرزش میں نے صاف محسوس کی تھی ۔۔۔ "اور میں اپنے تمام تر تجربے کی بنا پر دعوے سے کہتا ہوں کہ لڑکی بے قصور ہے۔" فوما نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے میری صورت دیکھ رہا تھا۔ فرطِ جذبات سے اس کی آواز بند ہو گئی تھی بمشکل تمام وہ بولا۔ "اور بتاؤ سبوتا؟"

"وہ تمہاری موت کے بعد اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے۔ پھر ہر وقت زمین کرید کر چاند تلاش کرتی رہتی ہے۔" میں نے کہا اور فوما کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے بہہ نکلے۔

"وہ مجھے زمین کا چاند کہتی تھی۔" اس نے بتایا۔

"اب کیا ارادہ ہے فوما؟" میں نے پوچھا اور فوما نے آنسو پونچھ لئے۔

"میں تمہارا انتظار کر رہا تھا سبوتا ۔۔۔ جیسا تم کہو گے۔"

"تب پھر حکیم ہاکو! جیسا کہ تم نے کہا ہے کہ سب مطلوبہ لوگ آگئے ہیں' کل ہم ان سے ملاقات کے بارے میں آخری فیصلہ کریں گے اور اس کے بعد کام شروع ہو جائے گی۔" میں نے کہا اور دونوں نے [illegible]

"اب بہتر یہ ہے کہ فوما کو اس کی محبوبہ سے ملاقات کی اجازت دے دی جائے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور حکیم ہاکو مسکرانے لگا۔ شمانہ کو میں نے وہیں چھوڑ دیا اور پھر میں اور ہاکو واپس آگئے۔ ہاکو کے مکان میں آکر میں نغامہ کے پاس پہنچا۔ وہ حسبِ معمول خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور وہ خاموشی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی یہ معصومیت مجھے بہت پسند آتی تھی۔ بے چاری کچھ سوچتی سمجھتی ہی نہیں تھی۔ میں اسے لے کر باہر نکل آیا۔

"نغامہ!" میں نے سمندر کی طرف چلتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"کیا چاند کبھی نہیں نکلے گا؟" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولی۔

"تم فوما کو چاہتی ہو نغامہ؟" میں نے براہِ راست کہا اور وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ وہی کیفیت طاری ہو گئی تھی اس پر' جس کو میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔

"چاند کیوں نہیں نکلا؟" وہ بے چینی سے بولی۔

"تم نے فوما کو اپنے ہاتھ سے زہر دیا تھا۔" میں نے کہا اور اس کے انداز میں کرب پیدا ہو گیا۔

"وہ سمندر میں ڈوب گیا ہے۔ چاند اب سمندر میں چمکتا ہے۔ وہ کبھی نہیں نکلے گا' کبھی نہیں نکلے گا۔"

"فوما تمہارا محبوب تھا۔ وہ تم سے بےحد محبت کرتا تھا۔ اس شراب میں زہر تھا جو تم نے فوما کو پلائی تھی۔ لیکن میرا خیال ہے تم اس سے بے خبر تھیں۔ فوما زندہ ہے ۔۔۔ فوما زندہ ہے۔ کیا تم اس سے ملو گی؟" میں نے کہا اور نغامہ نے ایک زوردار چیخ ماری اور پھر وہ مجھ سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ وہ گر رہی ہے۔ تب میں نے اسے بازوؤں میں اٹھایا اور تیزی سے فوما کے مکان کی طرف چل پڑا ۔۔۔ فوما بے قراری سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ بے ہوش نغامہ کو دیکھ کر اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ پھر اس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے۔ پھر وہ نغامہ کے قریب آگیا۔

"ہاں۔ یہ بے قصور ہے سبوتا! اس کے چہرے کی معصومیت دیکھو۔" وہ گلوگیر آواز میں بولا۔ شمانہ اس کے نزدیک کھڑی ہوئی تھی۔ "مگر اسے کیا ہو گیا؟"

"میں نے تمہارا نام لیا تھا۔ اسے بتایا تھا کہ تم زندہ ہو' بے ہوش ہو گئی ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ یہ بے قصور ہے۔" فوما نے کہا۔

"کیا تمہارے خیال میں' میں نے کوئی قصور کیا ہے شمانہ؟" میں نے اچانک شمانہ سے پوچھا۔ اور وہ جو اس منظر میں کھوئی ہوئی تھی چونک پڑی۔

"تم نے؟ میں نہیں سمجھی؟" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"اگر میں نے کوئی قصور نہیں کیا ہے تو تم میرے ساتھ ساحل پر کیوں نہیں چلتیں؟" میں نے کہا۔ اور فوما جذباتی کشمکش کا شکار ہونے کے باوجود ہنس پڑا۔ شمانہ بھی میری شرارت سمجھ گئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔ تب

ہم دونوں ساحل کی ٹھنڈی ریت کی جانب چل دیئے۔ ریت کا سینہ ہم دونوں کو ہی پسند تھا۔

دوسری صبح میں اور شمانہ مکان میں واپس پہنچ گئے۔ فوما ہمیں جاگتا ہوا ہی ملا تھا۔ اس کے چہرے میں نمایاں تبدیلی تھی اور وہ مسرت سے جگمگا رہا تھا۔ وہ بڑی محبت سے مجھ سے لپٹ گیا۔

"تُو نے میرے اوپر اتنے احسان کئے ہیں سوتا کہ ان کا تصور کر کے بوکھلا جاتا ہوں۔ سوچتا ہوں اگر مجھے میرا سب کچھ واپس مل گیا تو میں تجھے تیرے احسانات کے صلے میں کیا دوں گا۔"

"دوستی تمام چیزوں سے بڑی ہوتی ہے فوما!" میں نے جواب دیا۔

"ہاں تُو آسمان ہے، وسیع اور بیکراں — تُو لوگوں کو صرف دے سکتا ہے، کوئی تجھے کچھ نہیں دے سکتا۔"

"نغامہ کی کیا کیفیت ہے؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے سوئی ہے۔ وہ درحقیقت بے قصور تھی سوتا!"

"مجھے اندازہ ہے۔ لیکن اس کی ذہنی کیفیت؟"

"بالکل ٹھیک ہو گئی ہے۔"

"ہم لوگ اسے یاد ہیں؟"

"ہاں — اور تمہارا نام لیکر وہ جذبات سے خاموش ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے وہ بھی تمہیں تمہارے احسانات کا صلہ دینے سے قاصر ہے۔" فوما نے جواب دیا۔

"میں بہت بڑا سودے باز ہوں فوما — نقصان کا سودا کبھی نہیں کرتا۔ میں جانتا تھا کہ میں تیرے لئے وہ سب کچھ ضرور کروں گا جو تُو چاہتا ہے۔ میں تیری بستیوں کو پھر سے آباد کر دوں گا۔ اور اس کے لئے میں نے پورے خلوص سے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ سو میں نے سوچا جب محنت کرنی ہے تو معاوضہ پیشگی کیوں نہ وصول کر لیا جائے۔ تیری بستی سے میں نے پورا پورا معاوضہ وصول کر لیا ہے اور اب تیرے اوپر میرا کوئی قرض نہیں ہے۔"

"معاوضہ؟ میں نہیں سمجھا سوتا!" فوما نے کہا۔

"شمانہ —" میں نے شمانہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ میری تمام محنت کا صلہ ہے جو میں کر چکا ہوں اور آئندہ کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور فوما نے مسکراتے ہوئے شمانہ کی طرف دیکھا۔

"اگر یہ بات ہے تو میری بستی کی اس لڑکی نے میرے اوپر بڑا احسان کیا ہے۔ اس نے میرا بوجھ بانٹ لیا ہے۔"

"اور اب تمہیں ناشتہ بھی کرلینے گی۔" میں نے کہا اور فوما ہنسنے لگا۔

شمانہ ناشتہ تیار کرنے چلی گئی تھی۔ ناشتے کے بعد اس نے کہا۔

"چونکہ نغامہ ابھی سو رہی ہے اس لئے میں دولابا کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ کیا میں تھوڑی دیر کے لئے اس کے پاس چلی جاؤں؟ وہ یہاں آنے سے بہت خوش ہے لیکن تنہائی محسوس کرے گی۔"

"ضرور شمانہ — بے فکر رہو۔ نغامہ کو ناشتہ دے دیا جائے گا۔" فوما نے کہا اور شمانہ چلی گئی۔ تب میں اور فوما ایک جگہ جا بیٹھے اور پھر فوما مجھ سے سفر کے حالات پوچھنے لگا۔

"سفر کی ایک دلچسپ داستان ہے فوما! جو میں نے وقت نہ ملنے کی وجہ سے نہ تو تجھے سُنائی ہے اور نہ حکیم ہاکو کو۔"

"اوہ، کوئی خاص واقعہ پیش آیا تھا؟"

"ہاں۔ اطلاع کے طور پر مالنگا جزیرہ مکمل طور پر تمہارے دشمنوں کے قبضے میں ہے۔ وہاں ان کی پسند کی حکومت تھی لیکن میں نے تارس کو قتل کر دیا ہے اور شاید آج وہاں کوئی حکمراں نہیں ہے۔" میں نے مالنگا کی پوری کہانی سُنادی۔ اور پھر یہ بھی بتایا کہ کس طرح میں نغامہ کو لایا۔

فوما بے حد متاثر نظر آرہا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لیکر کہا۔ "سارے کام ہی تیرے مرہونِ منت ہیں۔ اگر تُو وہاں نہ جاتا تو پھر کیسے یہ سب کچھ ممکن تھا۔ لیکن —" فوما خاموش ہو گیا۔

"لیکن کیا فوما؟"

"کچھ نہیں۔ یہ ساری چیزیں متوقع ہیں۔ ہمیں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیئے۔ زرورو اپنی کوششوں میں مصروف ہیں۔ شبالا کا زوال بہت جلد آجاتا۔ اوّل تو وہ ان کے اشاروں پر ناچنے والوں میں سے ہے۔ لیکن اس کے باوجود جب وہ مکمل طور پر بااختیار ہو جاتے تو حکومت پر شبالا کا وجود قبول نہ کرتے۔"

"ممکن ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔

"ویسے شبالا کچھ نہ کچھ کارروائی ضرور کرے گا۔ ممکن ہے اس کے جہاز سکائی کے لئے چل پڑے ہوں اور کچھ عرصہ میں یہاں پہنچنے والے ہوں، میرا مطلب ہے تم لوگوں کو گرفتار کرنے کے لئے۔ لیکن آنے دو۔ ہم بھی اپنی کا... دائیوں کا آغاز سکائی سے ہی کریں گے۔" فوما نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"زرورُوں کی مقامی بستی کا کیا حال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سخت بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔" فوما بے اختیار مسکرا پڑا۔

"کیا مطلب؟"

"دس دس بارہ بارہ افراد کی ٹولیاں، چھوٹی کشتیوں میں، اعلیٰ پیمانے پر ماہی گیری کرنے لگی ہیں لیکن انہیں نزدیک آنے کی جرأت نہیں ہوئی اور پھر حکیم ہاکو نے بھی آنے والوں کو ہدایت کر دی کہ کشتیوں کو زیادہ قریب نہ آنے دیا جائے۔ لیکن نرم رویئے والے جعلسازوں نے آج تک کسی سے تعرض نہیں کیا۔ ہاں، وہ ہمارے گشت کرنے والے لوگوں سے گھُلنے ملنے کی کوششوں میں برابر مصروف ہیں۔"

"خوب۔ کیا ان کے جہازوں کی آمد و رفت کا راستہ کھُلا ہوا ہے؟"

"ہاں۔ ابھی تک اس طرف کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔"

"آج سے لگا دی جائے گی۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں خود ہی سوچ رہا تھا لیکن ساری کارروائی میں نے تمہاری آمد تک ملتوی کر دی تھی۔ آج سے ہم ان کے یہ راستے بند کر دیں گے۔" فوما نے جواب دیا۔

"ممکن ہے زیورالس کے جہاز سے ہونے والی کارروائی کی اطلاع بھی پہنچ گئی ہو۔"

"ہاں۔ ممکن ہے۔" فوما نے جواب دیا اور پھر بولا۔ "بہرحال آج کی کارروائی کے بارے میں کیا خیال ہے۔ میں ہاکو کا منتظر ہوں، وہ آ جائے تو فیصلہ کر لیا جائے۔ ویسے تم نے شکایا کے حالات کا جائزہ لیا ہو گا۔ وہاں میرے بارے میں کیا تاثر ہے؟"

"میں نے ہر جگہ تمہارے پرستار پائے ہیں، خاص طور سے شکایا میں لوگ زیادہ کھل کر تمہاری حمایت کا اعلان کرتے ہیں۔ مانگا بستی میں البتہ میں نے محسوس کیا کہ مقامی لوگ زرد رُو لوگوں کے زیرِ اثر ہیں۔ موجودہ حالات کے بارے میں گو مجھے زیادہ نہیں معلوم لیکن میں نے محسوس کیا تھا فوما کہ وہ لوگ زرد رُو لوگوں کے تسلط سے آزاد نہیں ہیں۔۔۔ بہرصورت فوما! مجھے یقین ہے کہ تم تھوڑی سی کاوشوں کے بعد اپنی کھوئی ہوئی حکومت حاصل کر لو گے۔ لیکن چند سوالات میرے ذہن میں سر اُبھارتے ہیں۔"

"وہ کیا سبوتا؟" فوما نے پوچھا۔

"تم اپنی حیثیت وحکومت حاصل کر لینے کے بعد ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"زرد رُوؤں کے ساتھ؟"

"ہاں۔"

"سبوتا! ان لوگوں نے مجھے جن حالات میں پہنچا دیا ہے اس سے تم اچھی طرح واقف ہو۔۔۔ مجھے بتاؤ، اگر میں اپنی حیثیت میں واپس آ جاؤں تو مجھے ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے، میں تمہارے الفاظ سُننا چاہتا ہوں سبوتا!" فوما نے مجھ سے کہا۔

"دراصل فوما۔۔۔ مجھے تھوڑی سی ہمدردی ان لوگوں سے بھی ہے۔" میں نے صاف لہجے میں کہا۔ ظاہر ہے پروفیسر! میں کسی کے زیرِ تحت تو تھا نہیں۔۔۔ جو کچھ میں کر رہا تھا وہ تو میری ذاتی دلچسپی کی بات تھی۔ ورنہ فوما یا کوئی اور مجھے کام کے لئے کون مجبور کر سکتا تھا۔۔۔ باقی رہی ان لوگوں کی بات۔۔۔ تو پروفیسر! مجھے پوستیا کے کچھ الفاظ یاد تھے۔

اس نے کہا تھا پروفیسر! کہ اس کی تو میں بھی قائل نہیں ہوں کہ کسی کی زمین پر قبضہ کر کے اسے بے دخل کر دیا جائے۔ لیکن زمین پر تھوڑی سی حیثیت تو ہم لوگوں کی بھی ہونی چاہیئے۔

اور پوستیا کی یہ بات مجھے متاثر کر گئی تھی۔۔۔ میں نے سوالیہ انداز میں فوما کی طرف دیکھا۔۔۔ فوما کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا، پھر اس نے گردن ہلائی اور بولا۔

"اس بات کے بارے میں میں نے ابھی تک بہرصورت کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا لیکن سبوتا۔۔۔ تم مجھے بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟"

"میرا اپنا خیال ہے فوما کہ ان میں سے صرف ان سرکش لوگوں کو قتل کر دیا جائے جو سازش کے بانی ہیں۔۔۔ جو یہاں اپنی حکومت چاہتے ہیں۔۔۔ باقی رہا ان تمام لوگوں کا مسئلہ تو میری رائے ہے کہ ایک جزیرہ بلکہ ایک بڑے جزیرے کا ایک حصّہ ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے اور باقی تین حصّوں میں تمہاری بھرپور قوّت رہنی چاہیئے تاکہ ان پر نگاہ رکھی جا سکے۔۔۔ جزیرے کا وہ حصّہ جو ان کے لئے مخصوص کیا جائے اس میں ان کی زندگی گزارنے کی ہر سہولت موجود ہونی چاہیئے۔ انہیں حکم دیا جائے کہ وہ اپنی ہر طرح کی کارروائی کر سکتے ہیں۔ انہیں اس حصّے پر مکمل آزادی دے دی جانی چاہیئے۔

چاہے اس حصّے پر وہ کاشتکاری کریں یا کچھ اور کریں یا زندگی گزارنے کے لئے ہر وہ طریقہ جو انہیں پسند ہو۔۔۔ لیکن ضروری ہوگا کہ ان کی ہر نقل و حمل پر نظر رکھی جائے۔ اگر ان میں کچھ اور لوگ بھی آ کر شامل ہو جاتے ہیں تو ایک حد تک برداشت کر لیا جائے۔ باقی یوں سمجھو کہ ان کی ایک نوآبادی بنا دی جائے تاکہ وہ زندگی بسر کر سکیں۔۔۔ لیکن حکومت کے دستِ نگر رہ کر ہی۔۔۔" میں نے کہا۔

فوما خاصی حد تک متاثر نظر آ رہا تھا۔ شاید اسے میری تجویز پسند آئی تھی۔ "پھر وہ بولا۔ "لیکن سبوتا۔۔۔ ہم اس تجویز کو پایۂ تکمیل تک کیسے پہنچا سکتے ہیں؟"

"یہ کام کرنا کوئی زیادہ مشکل نہ ہوگا فوما۔۔۔ یہ کام ہم ان کو مجبور کر کے بھی لے سکتے ہیں اور ان پر کچھ ذمّے داریاں بھی ڈال سکتے ہیں۔ ہاں، اگر وہ سرکشی کی کوشش کریں تو ان پر فوج کشی کر کے ان کی بغاوت کو کچل دیا جائے۔"

فوما غور سے میری تجاویز سُنتا رہا، پھر اس نے گردن ہلا کر کہا "مناسب خیال ہے سبوتا۔۔۔ میں بھی اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ دشمنوں پر زمین تنگ کر دی جائے۔ انہیں بھی زندہ رہنے کا حق مکمل طور پر حاصل ہے اور میں اس حق کو تسلیم کرتا ہوں۔۔۔ لیکن شرط یہی ہے کہ اگر انہوں نے کوئی سازش کی یا سرکشی کی کوشش کی تو پھر انہیں برداشت نہیں کیا جائے گا۔" فوما نے کہا۔ اور میں فوما کی اس تجویز سے متفق تھا۔

"ہاں۔ تم انہیں یہ اطلاع دے سکتے ہو کہ انہیں ان کی سرکشی کی اتنی زبردست سزا دی جائے گی کہ آئندہ وہ بغاوت کرنا بھول جائیں۔" میں نے کہا اور فوما نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ سنجیدگی سے کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"درحقیقت تُو نے بہت اچھی بات کہی ہے سبوتا! صرف اس لئے نہیں کہ تُو میری مدد کر رہا ہے تو میں تیری یہ بات قبول کر لوں، بلکہ میں نے بار ہا سوچا ہے کہ اگر میری حکومت یہاں قائم ہوتی تو میں ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا، ظاہر ہے بے شمار انسانوں کو تہس نہس تو نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ اس کے علاوہ یہ لوگ بھی زندگی گزارنے کا حق رکھتے ہیں۔۔۔ اور

ضروری نہیں ہے کہ ان میں سے ہر شخص غلط ہو۔"
"بے شک۔" میں نے تائید کی۔
"تو مطمئن رہ سبوتا۔۔۔ تُو نے جو کچھ کہا ہے' وہ مجھے یاد ہے۔ اگر مجھے اپنی حیثیت دوبارہ حاصل ہو گئی تو میں ایسا ہی کروں گا۔۔۔ اور ہر سلسلے میں تیرا مشورہ شامل کروں گا۔ تیری حیثیت جو کچھ میری نگاہ میں ہے سبوتا! شاید تُو اس سے واقف نہیں ہے۔"
"ایسی بات نہیں ہے فوما۔۔۔ لیکن مجھے خوشی ہے کہ تُو نے میری بات مان لی۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔
ہم لوگ بیٹھے گفتگو کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حکیم ہاکو آ گیا۔ ہم دونوں کو دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہت خوب' کیا میری آمد سے پہلے ہی کارروائی شروع ہو گئی؟"
"نہیں حکیم ہاکو! ہم کچھ دوسری باتیں کر رہے تھے۔" فوما نے جواب دیا۔ اُس نے اس سلسلے میں حکیم ہاکو کو کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی۔ اس لئے میں نے بھی خاموشی ہی اختیار کر لی۔۔۔ اس کے بعد ہم تینوں سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔
مسئلہ یہ تھا کہ اب کیا کیا جائے۔۔۔ دونوں نے سوال کرنے کے بعد میری طرف دیکھا اور فوما نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بات یہ ہے سبوتا۔۔۔ تیرے جانے کے بعد ہم نے تیرے بارے میں بہت سی گفتگو کی"
"تو کیا اس گفتگو کے بارے میں تم مجھے نہ بتاؤ گے؟" میں نے فوما سے پوچھا۔
"دراصل سبوتا! حکیم ہاکو کا یہ خیال ہے کہ تیری پُراسرار قوتیں صرف جسمانی حد تک محدود نہیں ہیں بلکہ تُو جسمانی طور پر طاقتور ہے ہی' ذہنی طور پر بھی بہت طاقتور ہے۔ اور جو بھی قدم اٹھاتا ہے اس میں خاص مصلحت اور بھرپور قوت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں تیری رائے سب سے مقدم ہے۔ ہم تیری رائے کو سب سے بڑی حیثیت دیتے ہیں۔ ہمیں بتا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟"
"بات یہ ہے فوما۔۔۔ کہ میں تمہارے ذاتی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں چاہتا تھا۔ لیکن تمہارے اس سلسلے میں اتنی ہی دلچسپی محسوس کرتا ہوں' جتنی کہ خود تم' چنانچہ اب میرا خیال ہے کہ تم اپنی اصلی حیثیت میں ظاہر ہو جاؤ۔"
"اوہ۔" فوما نے معنی خیز انداز میں حکیم ہاکو کی طرف دیکھا۔
"لیکن کس طرح؟" حکیم ہاکو نے پوچھا۔
"آج کی میٹنگ میں تم تمام بستیوں کے سرداروں کو جمع کرو اور حکیم ہاکو! تم انہیں یہ بتاؤ کہ آج جس سلسلے میں انہیں بلایا گیا ہے اسی کا انکشاف کیا جانے والا ہے۔ جہاں یہ میٹنگ ہو گی' وہاں فوما بھی موجود ہو گا۔۔۔ اور حکیم ہاکو! اس میٹنگ کے لئے تمہارا مکان ہی سب سے بہتر ہے۔ تم انہیں مختصر حالات بتاتے ہوئے ان کا جائزہ لو کہ وہ اس سلسلے میں کیا مناسب سمجھتے ہیں اور اس کے بعد ان پر اظہار کر دو کہ فوما ان کے درمیان موجود ہے اور وہ تنہا نہیں ہیں۔ اگر وہ کام کریں گے تو فوما کی سرکردگی میں۔ تب فوما کو ان کے سامنے پیش کر دو تاکہ ان کے حوصلے بڑھ جائیں اور اس کے بعد انہیں اُن کے علاقوں میں روانہ کر دو۔۔۔ اور ان سے کہو کہ وہ اپنے طور پر کارروائیاں کریں۔ جہاں تک سکائی کے لئے کام کرنے کا تعلق ہے تو اس کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ جس وقت سرداروں سے بات چیت ہو جائے گی تو ان سے کہا جائے کہ وہ اپنے تھوڑے تھوڑے آدمی ابتدائی طور پر یہاں بھیج دیں اور اس کے بعد یہاں کارروائی شروع کر دی جائے۔"
"مناسب خیال ہے سبوتا! ہم تیری ذہنی قوتوں کے معترف ہیں۔" فوما اور حکیم ہاکو نے تعریفی انداز میں کہا۔ "لیکن اس سے کیا کوئی خاص اثر پڑے گا؟"
"ہاں۔۔۔ دراصل میرا مقصد یہ تھا کہ سب سے پہلے ہم سکائی پر ان زرد رُو لوگوں کی بستی پر قبضہ کر لیں اور اس کے بعد کوئی دوسرا عمل کریں۔"
"دوسرے عمل سے تمہاری کیا مراد ہے سبوتا؟" فوما نے پوچھا۔
"دراصل میری تم سے پہلے بھی بات ہوئی تھی فوما کہ جب ہم نے پہلا قدم سکائی سے اٹھایا ہے تو میرا خیال ہے کہ ہمارے باقی کام بھی سکائی میں ہی ہونے چاہئیں۔ گویا سکائی ہمارا ہیڈ کوارٹر رہے۔ یہاں سے ہم اپنی کارروائی کا آغاز کریں' اس کے علاوہ سردار اپنے اپنے علاقے میں

انتہائی ذہانت و مہارت سے اپنا کام شروع کر دیں ۔۔۔ اس کے علاوہ میرے ذہن میں کچھ اور تجاویز ہیں جنہیں اگر تم چاہو تو میں بتا دوں ۔"

"ہاں ہاں ۔ ابھی بتا دو ۔۔۔ ضرور ۔" حکیم ہاکو نے دلچسپی سے کہا۔ فوما بھی اس گفتگو میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا ۔

"سکائی کے رہنے والوں کا رابطہ میرے کہنے کا مطلب ہے کہ زرد رو لوگوں کا رابطہ جہازوں کے ذریعے ہی دوسرے علاقوں سے رہتا ہے نا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ۔ ظاہر ہے ۔"

"گویا یہاں سے لوگ جاتے رہتے ہیں اور وہاں سے آتے رہتے ہیں ؟"

"یقیناً ۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"تو چند جہاز ۔۔۔ میرا مطلب ہے سکائی پر قبضہ کرنے کے بعد دور دور تک گشت پر پھیلا دو ۔۔۔ جو زرد رو باہر سے آئیں انہیں آنے دیا جائے اور پھر جو کچھ بھی معلومات یا خبر وہ یہاں پر لے کر آئیں ، وہ خبر ان سے بآسانی معلوم کی جا سکتی ہے ، ان کو پھر ہمیشہ کے لئے یہاں بند کر دیا جائے ۔ اس طرح اُن کی کارروائیاں کمزور بھی پڑ جائیں گی اور جب سردار اپنی تیاریاں مکمل کر لیں ۔۔۔ تو پھر ایک بڑے حملے کا اعلان کر دیا جائے ۔ فوما ، شبالا کو پیغام بھیجے کہ چونکہ وہ خود موجود ہے ، اس لئے شبالا خود کو فوما کی خدمت میں پیش کر دے ۔ اس کے بعد ہم ان زرد روؤں کا ردِعمل دیکھ لیں گے ۔ ہم یہ بھی دیکھ لیں گے کہ وہ خود کس حد تک کارروائی کرتے ہیں اور پھر ہم اس کارروائی سے نمٹنے کا طریقہ بھی سوچ لیں گے ۔"

"بہت مناسب تجویز ہے ۔" حکیم ہاکو نے متاثر لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا تھا نا حکیم ہاکو ۔۔۔" فوما بولا ۔ "سبوتا جو کچھ بتائے گا وہ انتہائی جامع اور مکمل ہو گا ۔"

"تو ٹھیک ہے پھر کارروائی کی ابتدا یہاں سے شروع کی جانے کی منظوری دی جاتی ہے ؟" حکیم ہاکو نے پوچھا۔

"ہاں حکیم ہاکو ۔۔۔ اور اس سلسلے میں چند ضروری امور کا بندوبست بھی کر لو ۔"

"مثلاً ؟"

"مثلاً یہ کہ جس عمارت میں تم تمام سرداروں کو جمع کرو ، اس عمارت کے بارے میں یہ معلومات حاصل کر لو کہ اس عمارت سے کوئی بات باہر تو نہیں جا سکتی ۔۔۔ ہم ہر طرح ہوشیار رہنا چاہتے ہیں ۔"

"بہت مناسب ہے ۔ میں اس بات کی مکمل طور پر کوشش کروں گا کہ ہر کام نہایت اطمینان اور تسلی سے ہو ۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے ۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد فوما کو وہاں پہنچا دیا جائے ۔" میں نے کہا اور ہم تینوں اس بات پر متفق ہو گئے ۔

حکیم ہاکو وہاں سے چلا گیا ۔۔۔ فوما بڑی دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا ۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"درحقیقت تو میرے لئے قسمت کا بہت بڑا انعام ہے سبوتا !"

"اوہ فوما ۔۔۔ اس بات کو چھوڑو ۔ جاؤ دیکھو تمہاری محبوبہ جاگ گئی یا نہیں ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں ۔ لغامہ کی نیند پوری ہو گئی ہو گی ۔" فوما نے کہا اور پھر معذرت آمیز انداز میں مجھے دیکھتا ہوا باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد فوما اور لغامہ اسی کمرے میں آ گئے جہاں میں موجود تھا ۔ لغامہ دروازے میں ٹھٹکی ، چند ساعت مجھے دیکھتی رہی اور پھر وہ میرے قدموں میں جھک گئی ۔ لغامہ کی آنکھیں مسلسل آنسو بہا رہی تھیں ۔ تب میں نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھا لیا ۔

"سبوتا ۔۔۔ سبوتا ۔۔۔ میں اب ٹھیک ہو گئی ہوں سبوتا ! تو مجھے یاد ہے ، تو نے میرے لئے جو کچھ کیا ہے میں زندگی بھر تیرے احسان سے بری الذمہ نہ ہو سکوں گی ۔"

"اوہ ، نہیں لغامہ ۔۔۔ تم دونوں مل گئے ، سب سے خوشی کی بات یہی ہے ۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فوما کے دل سے وہ خیال نکل گیا ، جو اس کے ذہن میں پرورش پا رہا تھا ، جو تمہارے خلاف تھا ۔۔۔ فوما ! کیا تو نے لغامہ کو اس بارے میں بتایا ؟"

"ہاں سبوتا ۔۔۔ میں نے اس سے پوچھا تھا ۔ لیکن لغامہ اس بات سے بے خبر تھی کہ شراب میں زہر ہے ۔ یہ شراب اسے دوسرے ذرائع سے مہیا کی گئی تھی ۔۔۔ یعنی ان ذرائع سے ہی جہاں سے شراب ملتی تھی ۔ لیکن کسی طرح اس میں زہر شامل کر دیا گیا تھا ۔ میری موت کے بعد لغامہ نیم دیوانی ہو گئی ۔۔۔ اسے یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ میری موت اسی زہر کی وجہ سے ہوئی ہے ۔"

"بہرصورت جو کچھ بھی ہوتا ہے ٹھیک ہی ہوتا ہے ۔ تمہیں اس کے لئے زیادہ پریشان یا فکرمند نہیں ہونا چاہئے ۔۔۔ تم دونوں مل گئے مجھے انتہائی خوشی ہے ۔۔۔ اور میں اس وقت اور زیادہ خوش ہوں ، جب تمہاری حکومت تمہیں واپس مل جائے گی ۔"

"سبوتا ۔۔۔ سبوتا ! بس ، تیرا شکریہ ادا کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں ۔" فوما نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"الفاظ نہیں ہیں تو شکریہ ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔ بس اب تم جاؤ ۔ ذرا لغامہ کو ناشتہ وغیرہ کرا دو ۔ ممکن ہے حکیم ہاکو کی طرف سے بلاوا آ جائے ۔۔۔ میں شمانہ اور دولابا کو تلاش کر کے یہاں بھیجے دیتا ہوں ۔ اب یہ تینوں عورتیں یکجا رہ سکتی ہیں ۔" میں نے کہا اور فوما نے گردن ہلا دی ۔ تب میں باہر نکل آیا ۔

شمانہ حکیم ہاکو کے مکان میں دولابا کے پاس موجود تھی ۔ دونوں خوش نظر آ رہی تھیں ۔ شاید شمانہ ، دولابا کو اپنی زندگی کے بارے میں بتا رہی تھی ۔ دولابا سخت حیران تھی ۔ مجھے دیکھ کر دونوں خاموش ہو گئیں ۔ پھر دولابا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ۔ اس نے ہنستے ہوئے مجھ سے کہا۔

"تم دونوں کی زندگی کے حالات بے حد عجیب، بیحد دلکش اور بیحد خوبصورت ہیں۔ سمانہ نے مجھے ان کے بارے میں ساری تفصیل بتا دی ہے۔"

"میں جانتا ہوں دولابا۔ عورتیں جہاں بیٹھتی ہیں یہی گفتگو کرتی ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا اور دونوں عورتیں ہنسنے لگیں۔ تب میں نے ان سے کہا کہ وہ اٹھیں اور میرے ساتھ چلیں ۔۔۔ دولابا تیار ہوگئی تھی ۔۔۔ بیشک زیور اس کے ساتھ مصروف تھا، اس لئے اس سے کچھ پوچھنے کی ضرورت تو نہیں تھی اور ظاہر ہے بیشک کو میرے اوپر پورے طور سے اعتماد تھا سو میں ان دونوں عورتوں کو لے کر سمندر کے کنارے بنے ہوئے لکڑی کے اس مکان پر پہنچ گیا جہاں فوما اور لغامہ موجود تھے۔

فوما دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس نے لغامہ کو اس بارے میں کچھ بتا دیا تھا چنانچہ سمانہ اور دولابا لغامہ کے پاس پہنچ گئیں اور تھوڑی دیر کے بعد حکیم ہاکو کا پیغام ہمارے پاس پہنچ گیا۔

تب میں فوما کو لے کر حکیم ہاکو کے مکان کی جانب چل پڑا۔ فوما کو اس انداز میں چادر اوڑھا دی گئی تھی جیسے بیماروں کو اوڑھائی جاتی ہے اس طرح فوما دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ بھی ہوگیا تھا۔

حکیم ہاکو کا مکان مکمل طور پر خالی کرا لیا گیا تھا۔ اس نے مکان کے عقبی دروازے پر ہمارا استقبال کیا ۔۔۔ اور پھر فوما کو ایک عقبی کمرے میں پہنچا دیا۔ پھر اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور مجھ سے بولا "سبوتا! اب میں تمام سرداروں کو یہاں لے آتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد ایک بڑے ہال میں تمام سردار جمع ہوگئے۔ بہت سے لوگوں کو مکان کے چاروں طرف پھیلا دیا گیا تھا اور ہدایت کر دی گئی تھی کہ کوئی مکان کے قریب نہ بھٹکنے پائے۔

سرداروں کے چہروں پر تجسس تھا۔ بہت سی نگاہوں میں مجھے دیکھ کر حیرت ابھر آئی تھی۔ تب حکیم ہاکو نے اس جلسے کی کارروائی کا آغاز کیا۔

"سردارو! پہلے میں اپنے اوپر تمہارے اعتماد کا خلوصِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تم نے میری دعوت کو لبیک کہا اور یہ جانے بوجھے بغیر طویل سفر کر کے یہاں آئے کہ میں تم سے کیا کہنا چاہتا ہوں ۔۔۔ سردارو! میری خواہش ہے کہ تم سب متفقہ طور پر کسی ایک سردار کو اپنا بڑا بنا لو تاکہ وہ بحث اور گفتگو میں حصہ لے کر تمہاری جانب سے سوالات کرے کہ یہی بہتر طریقہ ہوتا ہے۔"

سرداروں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ پھر متفقہ طور پر ادہارا کو سربراہ بنا لیا گیا ۔۔۔ ذہین سردار تھا ۔۔۔ اس کا اعلان کیا گیا، اور پھر ادہارا نے ۔۔۔

"حکیم ۔۔۔ ضعیف العمر ہے اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے ۔۔۔ بالائے مرحوم سردار فوما کا جاں نثار تھا اور فوما تیرے ۔۔۔ لغامہ ۔۔۔ نے ہمیں آواز دی تو فوما کا نام لے کر۔ تُو نے یہ پیغام نہیں بھجوایا تھا کہ فوما کے نام پر علاقے کی بقا کے لئے ہم تیرے پاس پہنچ جائیں؟"

"ہاں، میرا پیغام یہی تھا ۔۔۔ اور فوما کی قسم! غلط نہیں تھا۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"تب بھروسہ کر ۔۔۔ ہم نے یہاں آ کر تیرے اوپر احسان نہیں کیا ہے۔ بلکہ تیرے شکر گزار ہیں کہ جو بات ہم سب انفرادی طور پر سوچ رہے تھے اور اسے کرنا چاہتے تھے، تُو نے عملی طور پر کر دی۔ بلاشبہ اس بات کی ضرورت تھی کہ ہم سب ایک محور پر جمع ہو کر کوئی فیصلہ کر سکیں اور کوئی اچھا اقدام کر سکیں۔"

"مناسب بات ہے۔" بہت سے لوگوں نے تائید کی۔

"تو پھر حکیم ہاکو! بتا ۔۔۔ تُو نے ہمیں کیوں طلب کیا تھا؟"

"میں وہی بتانے جا رہا ہوں دوستو! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ فوما کی جدائی کے بعد اس بات کے امکانات قوی تر ہو گئے تھے کہ وہ ہم پر قابو پا لیں۔"

"بے شک یہ امکانات قوی تر ہو گئے تھے۔"

"اور اس کے لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ ہم سب مل کر کچھ سوچیں۔" ہاکو نے کہا۔

"ہاں، یقیناً ۔۔۔ بستیوں کے حالات اس قدر بگڑتے جا رہے ہیں کہ انہیں سنبھالنا ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔"

"تو سردارو! اس سوال کا جواب انفرادی ہوگا ۔۔۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمہاری اپنی بستیوں میں تمہاری حیثیت کیا ہے؟"

"اس سوال سے تمہارا کیا مقصد ہے حکیم ہاکو؟"

"تم اپنے طور پر وہی قوت رکھتے ہو ۔۔۔ یا تم میں سے کوئی ایسا

بھی ہے جو خود کو کمزور پاتا ہو؟"

"دکئی بستیاں ہیں حکیم ہاکو ___ جہاں زرد رو حکمرانوں کی مدد سے زیادہ طاقتور ہو گئے ہیں اور یہ وہی بستیاں ہیں جہاں انہوں نے اپنی پسند کے آدمی کو حکمران بنا دیا ہے۔"

"خوب۔ تمہارے اپنے آدمیوں کے جوش و خروش کی کیا کیفیت ہے؟"

"وہ سب مضبوط ہیں۔ لیکن جانتے ہیں کہ ان کی تنہا آواز کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔" سردار نے جواب دیا۔

"اور یہ صورتحال جس قدر خوفناک ہے اس کا اندازہ سب کو ہے؟"

"یقیناً۔ ہم لوگ اپنے علاقوں میں یہ بات محسوس کر رہے تھے۔"

"کیا فوما کی جدائی ہم سب کی بدبختی نہ تھی؟" حکیم ہاکو نے پوچھا۔

"ہاں۔ فوما ہمارے درمیان سے گیا تو ہماری کمر ٹوٹ گئی۔ ہم سب بے سہارا ہو گئے۔ فوما ہمارا عظیم باپ، ہمارا محافظ، ہمارا رکھوالا....."

اوہارا کی آواز بھرا گئی۔

"تمہیں اندازہ ہے دوستو! کہ فوما کو زہر دے کر ہلاک کیا گیا تھا؟"

"دکیا؟" بہت سی آوازیں اُبھریں۔

"ہاں ___ یہ بات کوئی نہیں بتا سکتا تھا۔ لیکن یہ بات ایک ایسے شخص نے بتائی جو ہم میں سے نہیں ہے اور جس کا تعلق زرد فاموں سے بھی نہیں ہے ___" اور عقلمندوں کی نگاہیں میری جانب اُٹھ گئیں۔

ایک اجنبی کی حیثیت سے میں ہی ان کے سامنے تھا۔

"اجنبی کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟" اوہارا نے پوچھا۔

"یہ تشریح بھی کر دی جائے گی۔ میں اسے تشنہ چھوڑ کر اب ایک دوسرا سوال کرنا چاہتا ہوں ___ اور سوال یہ ہے کہ ان حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟" ہاکو نے کہا۔

"کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ یہ بہت عمدہ قدم ہے حکیم ہاکو! کہ تم نے ساری بستیوں کے لوگوں کو جمع کر دیا ہے۔ اس طرح تم نے ایک عظیم کام کیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ یہاں ہم کسی لائحہ عمل پر متفق ہو جائیں اور زرد فاموں کو اپنی زمین سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرنے کا منصوبہ بنا لیں۔" اوہارا نے کہا۔

"اب میں تمہیں ایک اور اطلاع دیتا ہوں۔ ایک ایسی اطلاع جو ہماری خوش بختی کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ ہمارے ستارے گردش سے نکل چکے ہیں۔"

"اوہ، جلدی بتاؤ ہاکو ___ ہم منتظر ہیں۔" بہت سی آوازیں اُبھریں۔

"اس کا نام سبوتا ہے۔ لیکن تم اسے وہ روشن ستارہ کہہ سکتے ہو جو ہماری بستیوں کے آسمان پر ہماری تقدیر کے اُجالے لیکر چمکا ہے ___ سبوتا نے جو بات ہمیں بتائی ہے، میرا مطلب ہے زہر والی بات وہ خود فوما نے سبوتا کو بتائی تھی۔"

لوگ احمقانہ انداز میں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے پھر کئی آوازیں اُبھریں۔

"فوما نے؟"

"ہاں ___ فوما نے۔"

"لیکن فوما نے اسے یہ بات کب بتائی؟ کیا مرتے وقت؟"

"نہیں۔ مرنے کے بعد۔" ہاکو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ایک بار سب لوگ تعجب سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ ان کے انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ہاکو کو پاگل سمجھ رہے ہوں۔

"براہِ کرم ہمارے جذبات سے نہ کھیلو ہاکو!"

"مجھے حق ہے دوستو ___ ہاں مجھے حق ہے کہ میں جس طرح کا مذاق چاہوں تم سے کروں ___ کیونکہ میں تمہیں ایسی ہی خوشخبری دینے والا ہوں۔"

"حکیم ہاکو ___ براہِ کرم جو کچھ بتانا چاہتے ہو، جلدی بتاؤ۔"

"حکیم ہاکو ___ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"جلدی کہو حکیم ہاکو ___!" سب ہی بے دم ہوئے جا رہے تھے۔

"میرے دوستو! ہماری خوش بختی کا سورج غروب نہیں ہوا ہے۔ زرد رُو فوما جیسے عظیم انسان کو اپنے راستے سے ہٹا کر سمجھ رہے تھے کہ انہوں نے میدان صاف کر لیا ہے لیکن ......"

"لیکن کیا فوما ___؟" گھبرائی ہوئی آوازیں اُبھریں۔

"ہمارا سورج تابندہ ہے ___ فوما زندہ ہے۔"

"زندہ ہے ___؟" آوازوں میں ہیجان تھا اور پھر ہنگامہ برپا ہو گیا۔ وہ لوگ پاگلوں کی طرح اُچھل کود رہے تھے۔ انہوں نے ہاکو کو پکڑ لیا تھا

"حکیم ہاکو! ہم مر جائیں گے۔ جلدی بتاؤ ___ جلدی بتاؤ۔" وہ اسے جھنجوڑ رہے تھے۔

"ہاں عظیم فوما زندہ ہے۔"

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟ وہ کہاں ہے ___ وہ کہاں ہے؟" لوگ ہاکو کی بُری حالت بنائے دے رہے تھے۔ بمشکل تمام ہاکو نے انہیں ٹھنڈا کیا۔

"میں تفصیل بتانے جا رہا ہوں۔ سنو! غور سے سنو! اور یہ بھی سنو کہ یہ اطلاع اسی شخص نے دی ہے جس کا نام سبوتا ہے۔ کیا یہ ہمارے لئے عظیم ستارہ نہیں ہے؟"

"آہ، اسے کیسے معلوم؟ یہ کون ہے؟ فوما کہاں ہے ہاکو ___؟ جلدی بتاؤ۔"

"یہ شخص سمندر میں سفر کر رہا تھا کہ فوما کی لاش اسے ملی، اس نے اسے نکال لیا ___ تب اسے اپنی حکمت سے یہ اندازہ ہوا کہ فوما زندہ ہے یہ اسے نہیں جانتا تھا لیکن ___ اس نے فوما کی خدمت کی اور بالآخر اس کی زندگی واپس لے آیا ___ اس نے فوما کو نئی زندگی بخش دی۔"

"پھر ___ پھر کیا ہوا؟"

"فوما نے اسے اپنے حالات بتائے اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ فوما کو اس کی مطلوبہ جگہ پہنچا دے گا۔ تب وہ اسے لے کر سکائی آگیا۔"

حکیم ہاکو نے کہا۔

یہ ساری اطلاعات ان لوگوں کے حواس پر بجلیاں گرا رہی تھیں۔ ہر لمحے کا نیا انکشاف ان کے لئے سوہانِ رُوح بن گیا تھا۔۔۔ اور میں حکیم ہاکو کی اس بچکانہ فطرت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ بعض معاملات میں ایک عمر رسیدہ شخص بچہ بن جاتا ہے، پروفیسر! تمہارا کیا خیال ہے؟

"ایں۔۔۔ ہاں شاید۔۔۔" پروفیسر خاور کو یہ مداخلت زیادہ پسند نہیں آئی تھی۔

جیسے اس کہانی کو تم بچوں کی مانند ہی سُن رہے ہو۔ تو وہ لوگ اب سنسنی کی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ تب حکیم ہاکو نے کہا۔

"ہاں۔ وہ اسے سیکائی لے آیا۔۔۔ اور مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میں نے فوما کی خدمت کی۔ میں نے اس کے لئے رازداری کا بندوبست کیا اور اسی کی ہدایت پر میں نے تم سب لوگوں کو یہاں بلوا لیا۔"

"فوما کہاں ہے ہاکو۔۔۔؟ ہمارا فوما کہاں ہے؟ آہ! بتا دو۔ آہ، بتا دو حکیم ہاکو۔۔۔ ہمارے صبر کا اور امتحان نہ لو۔"

"سبوتا۔۔۔ فوما کو لے آؤ۔" اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں اس ہال سے باہر نکل گیا۔ جب میں فوما کے ساتھ اندر داخل ہوا تو فوما کے پرستار صف بنائے ہوئے کھڑے تھے۔ اور اس کے بعد عجیب عجیب جذباتی مناظر دیکھنے میں آئے۔ سب کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور وہ فوما کے پاؤں چوم رہے تھے، اسے چاٹ رہے تھے۔

"آہ فوما۔۔۔ ہمارے آقا! یہ آنکھیں اس قابل تو نہ تھیں کہ دوبارہ تیری زیارت کر سکیں۔۔۔ آہ، کیا ہمارے نصیبوں کی انتہا نہیں ہے۔"

فوما ان سب سے گلے ملا اور پھر اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"میرے وفادارو۔۔۔ میرے جان نثارو! مجھے زندگی ملی۔ میری مدد ایک ایسی ہستی نے کی جو عام لوگوں سے کہیں برتر ہے۔ ہاں۔۔۔ اگر وہ نہ ہوتا تو تم مجھے کبھی نہ پاتے اور میرا بدن سمندر کی موجوں سے لڑتا ہوا بالآخر مچھلیوں کا شکار بن جاتا۔ لیکن ہم سب کی خوش بختی نے سبوتا کو سمندر میں بھیج دیا۔۔۔ اور پھر میں نے سکون کی سانس لینے کے بعد حکیم ہاکو، اپنے وفا شعار کے ذریعے تمہیں پکارا۔ میں خوش ہوں کہ آج ہم پھر یکجا ہیں۔۔۔ جذبات کو ذہن سے نکال دو۔ آؤ۔۔۔ اب کام کی باتیں کریں۔"

بڑی مشکل سے وہ لوگ اعتدال پر آسکے۔ سب کے چہرے جوش اور جذبے سے گلنار ہو رہے تھے۔ تب فوما نے کہا۔

"میرے ساتھیو! تم [illegible] لات سے ناواقف نہیں ہیں۔ میرے پیچھے ان بستیوں میں جو کچھ ہوا [illegible] میں اس سے بھی لاعلم نہیں ہوں۔ ابھی چند روز قبل سبوتا [illegible] شکایا گیا تھا۔ راستے میں یہ مانگا جزیرے میں رکا، کیا [illegible] معلومات ہیں؟"

"ہاں فوما۔۔۔ [illegible] ہے۔ شیالا نے اسے خاص طور سے وہاں مقرر [illegible] خبیث اور لالچی انسان ہے۔"

"سبوتا نے مجھے یہی بتایا ہے۔ بہر حال سبوتا نے [illegible] کر دیا ہے اور اس نے وہاں زبردست تباہی پھیلائی ہے۔ ممکن ہے شکایا سے شیالا کے جہاز زرد رُوؤں کو لے کر یہاں آجائیں اور سبوتا اور لیشک کی گرفتاری کا مطالبہ کریں۔ میں یہیں سے جنگ کا آغاز کر دینا چاہتا ہوں۔"

"پوری قوم تیرے ساتھ ہے فوما۔" سردار گرجے۔

"تب میری ہدایت ہے، اپنی اپنی بستیوں میں جاؤ اور اعلیٰ پیمانے پر تیاریاں کرو۔۔۔ خفیہ پیمانے پر اس خبر کو گردش دو کہ فوما زندہ ہے۔ اور پھر جب تمہیں ہدایت ملے، اپنے اپنے علاقوں میں جنگ کرو۔ ہمیں ایک باقاعدہ نظام کے تحت جنگ کرنا ہے۔ زرد رُوؤں کی تجربہ بانٹ دو اور ان کی طاقت کو ختم کر دو۔"

"تو ہمارے ساتھ ہے فوما! ہم ایسا ہی کریں گے۔"

"میں اس کام کی ابتدا سیکائی سے کروں گا۔"

"تیری کامیابی یقینی ہے فوما۔" سردار عجیب بڑا جوش تھا ان میں۔

"تمہارے ساتھ جتنے لوگ آئے ہیں، ان میں سے پانچ پانچ لڑاکے میرے پاس چھوڑ دو۔ میں عوام کی طاقت کو لے کر پہلے سیکائی کو ان سے پاک کر لیتا ہوں۔ اور ہاں، اس سلسلے میں ایک مکمل ضابطۂ عمل تم تک پہنچ جائے گا، اس کے مطابق کام کرنا ہے۔ میری ہدایت ہے کہ زندہ رہ جانے والوں میں بھی اُن لوگوں کا خیال رکھنا ہے جو گھُن کی حیثیت رکھتے ہیں اور میں بے گناہ انسانوں کا قتل کبھی نہ پسند کروں گا۔ ہاں، جو تمہارے خلاف جنگ میں شریک ہوں، انہیں معاف کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

"فوما کے اس حکم کا خیال رکھا جائے گا۔" سرداروں نے جواب دیا۔ اس کے بعد فوما انہیں مختلف ہدایات دیتا رہا اور پھر اس کے اشارے پر سردار منتشر ہونے لگے۔ انہوں نے فوما کے ہاتھ چومے اور پھر انتہائی خلوص سے انہوں نے میرے ہاتھ بھی چومے اور راوہارا بولا۔

"عظیم سبوتا! نہ صرف ہم بلکہ ہماری اولادیں، ہماری نسلیں تیری نسلوں کا احترام کریں گی، ان سے محبت کریں گی کہ تو نے ہمارے فوما کو نئی زندگی دے کر ہم پر احسانِ عظیم کیا ہے۔"

تو اندازہ تھا کہ اب فوما کا راز، راز نہ رہے گا اور اس کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی جاتی تھی کیونکہ فوما اب کھل کر سامنے آگیا تھا۔ ہاں، اس وقت تک رازداری درکار تھی جب تک سردار اپنے علاقوں میں مضبوط نہیں ہو جاتے۔ تو اس کے لئے بہتر طریقہ یہ تھا کہ جزیرے کے راز جزیرے سے باہر ہی نہ جانے دیئے جائیں اور سیکائی کے زرد رُوؤں کی پوری طرح ناکہ بندی کر دی جائے۔۔۔ پوری طرح۔

پہلے سرداروں کے جہاز نے سیکائی کا ساحل چھوڑ دیا۔ وہ لوگ فوری طور پر کارروائی شروع کر دینا چاہتے تھے۔ تب میں نے فوما کے سامنے دوسری تجویز پیش کی۔

"سرداروں کو اپنے علاقوں میں جانا ہے فوما ــــ لیکن میں خواہشمند ہوں اس بات کا کہ چند مضبوط جہاز سکائی میں قیام کریں کیونکہ ہم سکائی کو ہر لحاظ سے مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے یوں کرو کہ ایک جہاز میں دو سردار جائیں۔ پہلے جہاز ایک سردار کو اس کے علاقے میں اُتارے اس کے بعد دوسرے سردار کے علاقے میں جائے۔ اس طرح کچھ جہاز یہاں رہ جائیں گے۔"

"بات دانشمندی کی ہے۔ یقیناً انہیں اعتراض نہ ہوگا۔" فوما نے کہا اور پھر یہ احکام بھی سرداروں تک پہنچ گئے۔ چنانچہ اس طرح سکائی کے پاس آٹھ مضبوط جہازوں کا بیڑہ تیار ہوگیا۔ جن پر لوگ بھی موجود تھے اور یہ وہی لوگ تھے جو مختلف علاقوں کے سرداروں نے فوما کی خدمت میں چھوڑے تھے۔

یہاں تک کہ آخری سردار بھی روانہ ہوگیا اور مجھے اندازہ ہونے لگا کہ اب اس علاقے کی کہانی کا آخری منظر قریب آرہا ہے اور ظاہر ہے اس کے بعد ــــ مجھے بھی یہاں نہیں رہنا تھا۔ یوں بھی کافی دن ہوگئے تھے پروفیسر! اور ستارے کچھ اور چاہتے تھے۔ ستارے میرے دوست۔ جن سے میں نے طویل عرصے سے ملاقات نہیں کی تھی۔ نہ جانے ستارے اب کون سی کہانی تخلیق کر رہے تھے۔

اور تم جانتے ہو ستاروں نے جو کہانیاں تخلیق کیں، وہ اپنے اندر انفرادیت رکھتی تھیں، ایک انوکھی انفرادیت ــــ سو میں تو ستاروں کی چال سے چلنے والوں میں سے تھا۔

آخری سردار کو روانہ ہوئے تین دن گزر چکے تھے۔ ان تین دنوں میں بالکل خاموشی نہیں طاری رہی تھی بلکہ ہم اپنے طور پر کام کرتے رہے تھے۔ میرے ہی ایما پر حکیم ہاکو نے درختوں کے موٹے موٹے شہتیروں کی کٹائی کا حکم دے دیا تھا اور لوگ مصروف ہوگئے تھے۔ ان شہتیروں کی مدد سے سمندر سے تھوڑے فاصلے پر ایک اونچا مینار تعمیر کیا گیا اور جس دن مینار مکمل ہوا تو فوما نے اس کا معائنہ کیا۔ وہ بہت خوش نظر آرہا تھا۔

"میں اس کا مقصد جانتا ہوں سیوتا!" اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا یہ مینار تو نے دور سے آنے والے جہازوں کو دیکھنے کے لئے نہیں تعمیر کرایا ہے؟"

"یہی بات ہے فوما۔"

"تیرے اندر نہ جانے کون کون سی قوتیں ہیں سیوتا! در حقیقت میں آج بھی تجھ سے اتنا ہی لاعلم ہوں جتنا روزِ اوّل تھا۔ ممکن ہے، شمانہ مجھ سے زیادہ جانتی ہو۔" اس نے مسکرا کر کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔ یہ دعویٰ تو ابتدا سے آج تک کی کوئی لڑکی نہیں کر سکتی تھی۔

ہاں، مینار کی افادیت ایک روز ظاہر ہوگئی جب اس پر چڑھے لوگوں نے بتایا کہ سمندر اور آسمان کی لکیر پر چند بادبان نظر آرہے ہیں اور سورج کی تمازت نے ان پر لگے ہوئے جھنڈوں کے رنگ بھی نمایاں کئے تھے۔ بلاشبہ یہ جھنڈے شکایا کے تھے۔

اس دلچسپ داستان کے

باقی واقعات

چوتھے حصے

میں ملاحظہ کیجیے

جاسوسی ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ
صدیوں کا بیٹا
چوتھا حصّہ
ڈائجسٹ
کراچی

*

انسان کی ترقی اور تنزلی کے حیرت افروز واقعات

شکایا

کے جہازوں کی آمد تشویشناک تھی۔
اس وقت ہم اس پوزیشن میں نہ تھے
کہ شکایا والوں سے جنگ کریں۔ ابھی
نہ تو ہمارے پاس زیادہ افراد تھے اور نہ ہی ضروری انتظامات کیے گئے تھے۔ آٹھ جہازوں کا بیڑہ تھا جن کے پاس پورے جنگی ہتھیار بھی نہیں تھے۔ لڑنے والے افراد بھی زیادہ نہ تھے اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ سکائی میں رہنے والے زردرو ابھی ہمارے قبضے میں نہیں آئے تھے۔ اگر ہم ان لوگوں پر قابو پا چکے ہوتے تو شاید اتنی تشویش نہ ہوتی لیکن اب دو طرفہ خطرہ تھا۔ اگر سامنے جہازوں سے جنگ کی جاتی تو عقب سے حملے کا خطرہ تھا۔

دوسری طرف شکایا کے جہاز جس تیزی سے آ رہے تھے، اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد ساحل تک پہنچ جائیں گے اور اتنی دیر میں کوئی ایسا کام کر لینا نہایت مشکل بات تھی جس سے ہم ان سے مؤثر مقابلہ کر سکتے۔ میری بات دوسری تھی۔

لیکن فوما اور زوما کے چہرے پریشانی کی تصویر بن گئے تھے۔ حکیم ہاکو، زوما اور چند دوسرے افراد لکڑی کے مینار سے شکایا کے جہازوں کو دیکھ رہے تھے، جو تیزی سے آ رہے تھے۔ وہ سب جہازوں کی اس تیز رفتاری پر ششدر تھے۔

میں بھی ان کے ساتھ مینار پر موجود تھا لیکن اس وقت وہ شاید مجھے بھول گئے تھے اور پھر فوما کو ہی میرا خیال آیا اور اس نے بے ساختہ کہا۔

”اوہ سبوتا!“

”کیا بات ہے فوما؟“ میں نے پوچھا۔

”تو کیوں خاموش ہے سبوتا؟“

”اس لیے فوما کہ میرے بولنے کا وقت نہیں آیا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”نہیں سبوتا تیرا بولنا ضروری ہے۔ ہمیں تیری رہنمائی کی ضرورت ہے۔ تو ان حالات کو بہتر طور پر سمجھتا ہوگا۔ ہم ابھی کسی بھی جنگ کے لیے تیار نہیں ہیں۔ شکایا کے جہازوں کی آمد کا مقصد تیری سمجھ میں نہیں آیا۔ ممکن ہے سکائی کے ان زردرو لوگوں نے وہاں یہ اطلاع دے دی ہو کہ سکائی میں پُراسرار سرگرمیاں جاری ہیں اور شبالا نے اپنے جہاز ان سرگرمیوں کی روک تھام یا ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجے ہوں۔

یقیناً ان جہازوں میں جنگجو ہوں گے جو سکائی آ کر یہاں پر اپنا قبضہ جمائیں گے اور اس کے بعد اس سلسلے میں چھان بین کریں گے کہ مختلف علاقوں کے سردار سکائی کیوں آئے ہیں۔ یہ آٹھ جہاز جن کا ہم نے بیڑہ تیار کیا ہے، ان کے لیے اور بھی تشویشناک ہوں گے۔ چنانچہ وہ یہاں سے پوری پوری معلومات حاصل کیے بغیر نہیں جائیں گے اور بہرحال نہ تو ابھی ہم لوگ اور نہ ہی سکائی کے باشندے اس بات پر تیار ہیں کہ کوئی بھاری جنگ لڑی جائے۔

تجھے اندازہ ہے سبوتا ابھی ہم خطرے سے دوچار ہیں اور فی الوقت ہم

ان سے بہ آسانی جنگ نہیں کرسکتے کیونکہ دو طرفہ خطرہ موجود ہے اور یہ بات
میں بخوبی جانتا ہوں کہ تو نے اس بات کا کوئی حل ضرور سوچا ہوگا۔ کیا تو اس
وقت ہماری رہنمائی نہیں کرے گا؟"

"اوہ فوما، میرے دوست اگر تجھے میری رہنمائی کی ضرورت ہے تو مجھے
کب انکار ہے۔" میں نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ضرورت" حکیم ہاکو بولا۔ "تو یقین کر سبوتا ہم تجھے خوش کرنے کے
لیے یہ بات نہیں کہہ رہے، تیرا موجود ہونا ہمارے لیے تقویت کا باعث ہے،
ہم سب اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ تو آسانی قوتوں کا مالک ہے۔ تو اگر
اسے تسلیم نہ کرے تو تیری مرضی، ہم ایسا کہنے کے لیے تجھے مجبور نہیں کرسکتے۔
بہر صورت تیری رائے ہمارے لیے اطمینان کا باعث ہوتی ہے۔ ہماری رہنمائی
کر سبوتا۔ ہمیں تیری ذہنی قوتوں پر مکمل اعتماد ہے۔ ہم تیری مدد چاہتے ہیں اور
اس یقین کے ساتھ کہ تو جو کچھ کہے گا وہ ہمارے لیے مکمل اطمینان کا باعث ہوگا۔"

"تو میرے دوست فوما، حکیم ہاکو اور دوسرے تمام لوگو! اگر تم لوگ
میری رائے کو اس قدر اہمیت دے رہے ہو تو پھر شکایا کے جہازوں کو آنے دو۔"

"لیکن سبوتا جس رفتار سے وہ ساحل کی طرف بڑھ رہے ہیں، اس
سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری کسی کوشش سے پہلے ہی وہ ساحل تک پہنچ
جائیں گے اور ہم کسی بھی مقابلے میں ناکام رہیں گے۔"

"ظاہر ہے دوستو وہ شکایا سے اس مقصد کے تحت آئے ہیں
کہ سکائی کے بارے میں چھان بین کریں اور آنے والے کبھی کمزور نہیں ہوا کرتے۔"
حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک ہے میرے دوست لیکن بہر حال اب جبکہ بات ہم
لوگ سبوتا پر چھوڑ چکے ہیں تو اس کا فیصلہ سبوتا ہی کو کرنا چاہیے۔" فوما مسکرا کر بولا۔

"شکریہ فوما۔ اب جبکہ بات تم میرے اوپر چھوڑ چکے ہو تو میرے فیصلے
کے مطابق انھیں آنے دو اور رہاں سنو اس بات کو بغور سنو کہ جو کچھ میں کہوں اور
کروں، اگر تمھیں پسند نہ آئے اور تمھارے خیال میں وہ مناسب نہ ہو تب بھی
براہ کرم خاموشی اختیار کرنا، مجھے میری مرضی کے مطابق عمل کرنے کی اجازت
ہونی چاہیے۔"

"سبوتا! ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تیرے کسی مسئلے میں دخل نہ دیں گے۔" فوما
نے اپنے دوسرے ساتھیوں کی تائیدی نگاہوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"حکیم ہاکو! ممکن ہے میرے کسی اقدام سے تم سوچو کہ میں نادانی کر گیا
ہوں لیکن براہ کرم تم مجھے وہی کچھ کرنے دینا جو میں کروں۔ کوئی شخص پرجوش
نہ ہو اور اس سلسلے میں کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جائے۔"

"ایسا ہی ہوگا سبوتا ـــــ لیکن کیا جو کچھ تو کرنے والا ہے کیا ہمیں
اس سے لاعلم ہی رکھے گا؟" حکیم ہاکو نے پوچھا۔

"ہاں!"

"کیوں سبوتا؟"

"اس لیے کہ ابھی خود میرے ذہن میں یہ بات واضح نہیں ہے کہ
مجھے ان کے خلاف کیا کارروائی کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ جب وہ آجائیں
گے تب ہم انھیں دیکھیں گے، ان سے معلوم کریں گے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟
اگر ان کے ارادے جارحانہ ہوئے تو پھر ہم ان سے نبٹ لیں گے۔" میں نے
کہا اور فوما اور حکیم ہاکو گردن ہلانے لگے۔

پھر فوما آہستہ سے بولا۔

"بہر صورت کچھ بھی ہو مجھے تیرے اوپر اعتماد ہے۔ یوں بھی ہم اس بات
کو صرف تیرے اوپر نہیں چھوڑیں گے ہمیں خود بھی اس بات کا احساس ہے
کہ ہم شکایا کے ان جہازوں کے خلاف کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ ہماری ہر کوشش
ناکام ہوگی۔ ہم اس ناکامی کا ذمہ دار تجھے نہیں ٹھہرائیں گے سبوتا لیکن ہم خود بھی
اس کے ذمہ دار نہیں ہیں، حالات اس قدر عجیب طور سے رونما ہوئے ہیں
کہ اس سے قبل ہم سنبھلتے، شکایا کے جہاز یہاں تک آپہنچے ہیں۔" فوما نے سنجیدگی و
پریشانی سے کہا۔

"میں تمھیں آخری بار کہہ رہا ہوں فوما کہ اس سلسلے میں کوئی فکر نہ کرو اور
حکیم ہاکو۔" میں نے حکیم ہاکو کو پکارا جو کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔

حکیم ہاکو ہڑبڑا کر سیدھا ہوگیا اور بولا۔ "کیا کہہ رہے تھے سبوتا؟"

"مجھے تمھاری اس سنجیدگی پر ہنسی آرہی ہے حکیم ہاکو۔ مسائل یوں حل
نہیں ہوا کرتے۔ خود کو پریشان کرنے کی بجائے بہتر ہوگا کہ تم تدبیر سے کام لو،
اپنی ذہنی قوتوں کو استعمال میں لاؤ۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو سبوتا۔ میں اب ہوش میں رہوں گا۔" حکیم ہاکو
نے کہا۔

"تو میں کہہ رہا تھا حکیم ہاکو، فوما ابھی سکائی بستی پر ظاہر نہیں ہوا ہے۔
لوگوں کو ابھی اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں اس لیے میں تمھیں یہ
بتا رہا ہوں کہ تم بھی ہر ممکن کوشش کرنا کہ یہ بات جب تک ہم نہ چاہیں، راز
ہی میں رہے۔ جن چند لوگوں تک یہ ساری باتیں محدود ہیں انہی تک اس راز کو
محدود رہنا چاہیے اور اب سختی سے اس راز کی حفاظت ہونی چاہیے۔"

"بہتر سبوتا۔ میں اس راز کی حفاظت کروں گا۔"

"اور رہاں۔ ان تمام ہدایتوں پر عمل کرنے کے بعد، وہ لوگ جو اس
راز کو جانتے ہیں وہ اس مسئلے میں خاموشی اختیار کرلیں اور ان لوگوں کی آمد کا
انتظار کریں اور رہاں یہاں چند لوگوں کو تعینات کردیا جائے تاکہ وہ شکایا کے
لوگوں کی نقل و حرکت پر پوری نگاہ رکھ سکیں۔" میں نے کہا۔

"بہت بہتر۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

"اور ان جہازوں کے بارے میں کیا حکم ہے سبوتا؟" فوما نے سوال کیا۔

"جہازوں کو ساحل پر اس طرح سے لنگر انداز کرادو کہ ان لوگوں کو دُور
ہی سے یہ اندازہ ہوجائے کہ یہ جہاز مقابلے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ ہم چاہتے
ہیں ان جہازوں کی بھرپور حفاظت ہو اور اس کے علاوہ حکیم ہاکو! اگر تم نے میری
ہدایات پر مکمل طور سے عمل کیا تو میں تمھیں بہت کچھ دوں گا۔" میں نے حکیم ہاکو کو
مخاطب کیا۔

"تیری ہدایت پر لفظ بہ لفظ عمل کیا جائے گا سبوتا۔ ہم نے سارے معاملات تیرے اوپر چھوڑ دیے ہیں اب تو جانے تیرا کام جانے۔ ہم تو صرف تیرے احکامات کی پابندی کریں گے اور درحقیقت فوما کی حیثیت اس وقت وہ نہیں ہے جو ہونی چاہیے۔" حکیم ہاکو نے کہا اور فوما خوش دلی سے مسکرا پڑا۔

"سبوتا! میں خوش دلی سے تجھے اس کی اجازت دیتا ہوں کہ تو میری جگہ کام کر۔" فوما مسکراتے ہوئے بولا۔

"اوہ نہیں فوما میرے دوست، یہ کہنے کا شکریہ لیکن تو جانتا ہے کہ میں ان تمام چیزوں سے مبرا ہوں۔ میں کسی بھی قسم کی رعایت نہیں چاہتا بس یہ بھی تیری ضرورت ہے اس لیے میں اسے پورا کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ لکڑی کے اس بلند مینار سے نیچے اتر آئے۔ چند افراد کو مینار پر تعینات کر دیا گیا تھا اور انھیں ہدایات جاری کر دی گئی تھیں کہ انھیں مختلف حالات میں کیا کرنا ہے۔

اس سلسلے میں سمندر کے کنارے بنا ہوا مکان بھی خالی کرا دیا گیا تھا اور اب فوما وہاں موجود نہیں تھا۔

کیونکہ وہ مکان خاصی حد تک غیر محفوظ تھا، البتہ اس کے لیے حکیم ہاکو کا مکان ہی بہترین تھا۔ چنانچہ فوما کو حکیم ہاکو کے مکان میں منتقل کر دیا گیا اور اس کے بعد ہم سب نہایت بے چینی سے شکایل کے جہازوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

ہمارا خیال درست ہی نکلا۔ شکایل کے جہاز اس قدر تیزی سے ساحل کے قریب آ رہے تھے کہ آن کی آن میں وہ نزدیک پہنچ رہے تھے۔ غالباً ان کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ جب سکائی والے انھیں دیکھیں تو ان سے مقابلے کی کوئی تیاری نہ کر سکیں اور وہ ساحل تک پہنچ جائیں۔

سکائی کے ساحل پر بہت سے لوگ شکایل کے جہازوں کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ ان میں زیادہ تر عوام ہی تھے۔

جہاز آن کی آن میں ساحل تک پہنچ گئے! اس وقت سورج ڈھل چکا تھا اور چاروں طرف ایک خوشگوار سی ٹھنڈک پھیلی ہوئی تھی۔ تب جہاز گہرے سمندر میں ایک جگہ رُک گئے! اس جگہ جہاں پر وہ آ سکتے تھے۔ اس کے بعد چند کشتیاں جہازوں سے اتریں۔ کشتیوں پر مسلح زردرو موجود تھے۔ ان زردروؤں میں کہیں کہیں مقامی بھی نظر آ رہے تھے لیکن ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔

حکیم ہاکو اور میں ایک ایسی جگہ کھڑے ہوئے تھے جہاں سے وہ لوگ ہمیں براہِ راست نہ دیکھ سکتے تھے، البتہ ہم انھیں دیکھ سکتے تھے۔ سو میں اور حکیم ہاکو جہازوں کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر تبصرہ بھی کر رہے تھے

"تم کشتی کے لوگوں کو دیکھ رہے ہو سبوتا؟" حکیم ہاکو نے کہا۔

"ہاں۔ کیا تم مجھے کسی خاص بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہو؟" میں نے بغور کشتی کو دیکھا۔

"ہاں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ آنے والوں میں زردروؤں کی تعداد کتنی ہے اور ان میں مقامی لوگ کس قدر کم نظر آ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ نہ ہونے کے برابر ہیں۔" میں نے کہا۔

"کیا اس بات سے تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ آنے والوں کے ارادے بہتر نہیں ہیں؟" حکیم ہاکو نے مجھ سے سوال کیا۔

"ہاں حکیم ہاکو یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔

"جتنی تعداد ان کی یہاں آ رہی ہے وہ بہت کافی ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ مسلح بھی ہیں۔"

"یقیناً۔ میں نے محسوس کیا ہے حکیم ہاکو۔"

"اگر انھوں نے سکائی کے ساحل پر آتے ہی جنگ شروع کر دی تو کیا ہوگا؟"

"میرا خیال ہے وہ جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہوں گے۔ پہلے ان کا مافی الضمیر تو معلوم ہونا چاہیے۔" میں نے کہا۔

اور حکیم ہاکو گردن ہلانے لگا۔ تب میرے ہی ذہن میں ایک بات آئی اور میں نے حکیم ہاکو سے کہا۔

"ایک بات میری سمجھ میں آ رہی ہے حکیم ہاکو۔"

"وہ کیا ہے؟"

"میرے خیال میں ممکن ہے یہ وہ لوگ ہوں جو میری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ میرا مقصد ہے مانگا جزیرے کے لوگ جو شکایا سے مدد

لے کر آئے ہیں۔"

"اوہ۔ یہ بھی ممکن ہے سبوتا لیکن ایسی صورت میں۔ ۔ ۔ ۔!"

"میں نے کہا نا حکیم ہاکو، تم صرف وہ کرو گے جو میں چاہتا ہوں۔ جو بھی صورتِ حال ہوگی میں اس کے بارے میں تمھیں ہدایات جاری کروں گا۔ ہاں میرا خیال ہے میرے لیے بہتر بات یہ ہے کہ میں لکڑی کی اس عمارت پر سے ان کا جائزہ لوں۔"

"ٹھیک ہے۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"ہاں حکیم ہاکو تم ان لوگوں سے جو بھی گفتگو کرو گے اس عمارت کے قریب رہ کر کرو گے تاکہ میں تمھاری گفتگو بھی سن سکوں۔"

"مناسب۔ اگر ان لوگوں نے گفتگو کی کوشش کی تو میں یہیں آ کر کروں گا۔"

"تو اب مجھے اجازت دو حکیم ہاکو۔" میں نے کہا اور حکیم ہاکو نے گردن ہلادی۔ میں لکڑی کی عمارت پر پہنچ گیا اور اس کی بلند جگہ پر جہاں اور بھی دوسرے لوگ موجود تھے کھڑے ہو کر جائزہ لینے لگا۔ میں نے جہازوں پر بھی نگاہ دوڑائی تھی۔

بلاشبہ یہ جنگی جہاز تھے اور اچھی نیت سے نہیں آئے تھے۔ ان جہازوں پر موجود افراد کا میں نے جائزہ لیا اور تجزیہ کیا کہ بہرصورت وہ سکائی کے لیے بہت زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

جہازوں پر موجود افراد کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ سب کے سب مسلح تھے اور جہازوں پر گشت کر رہے تھے۔ جتنے لوگ کشتیوں کے ذریعے ساحل تک آئے تھے ان کی تعداد بھی بہت کافی تھی۔ اگر یہ لوگ ساحل پر پہنچ کر جنگ شروع کر دیتے تو بہرصورت خود کو اتنی دیر تک تو سنبھال سکتے تھے کہ ساحل پر جہازوں سے اتر کر دوسرے لوگ بھی آجاتے۔

صورتِ حال خاصی نازک تھی۔ بہرصورت میں اس صورتِ حال کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

ساحل پر کھڑے ہوئے لوگ کشتیوں کا انتظار کرتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد کشتیاں ساحل سے آلگیں نیچے اترنے والے پورے طور سے ہتھیاروں سے لیس تھے اور ان کے ارادے اچھے نہیں معلوم ہوتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ساحل پر ذرا بھی مداخلت کی گئی تو پہلے وہ مداخلت کرنے والوں کو ختم کریں گے اور اس کے بعد جو ان کے ذہن میں ہے اس پر عمل کریں گے۔

ایک بھاری جسامت کا آدمی جو شاید اس مہم کا سربراہ تھا، چند افراد کے ساتھ آگے بڑھا اور چیخ کر بولا۔

"سکائی کے رہنے والو، میرا نام داریکا ہے اور میں شکایلا سے آیا ہوں۔ سردار شبالا نے مجھے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ جو کچھ میں کہوں وہ سکائی والوں کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ اس نے کہا ہے کہ میں سکائی کے لوگوں کو بتا دوں کہ میں شبالا کا نائب ہوں اور شبالا کے نائب کی بات نہ ماننا موت کے مترادف ہے۔ میں ہر اس شخص کو قتل کر دوں گا جو مجھ سے نافرمانی کی کوشش کرے گا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی میں تمھیں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ میں یہاں ایسا کوئی ارادہ لے کر نہیں آیا جو کسی بھی صورت کسی کے لیے تکلیف دہ ہو۔ میں صرف ایک پیغام لے کر آیا ہوں اور اس پیغام کو جگہ جگہ پھیلاؤں گا۔ اب یہ تمھارا فرض ہے کہ مجھ سے تعاون کرو۔" وہ چند ساعت کے لیے خاموش ہوا اور پھر بولا۔

"سکائی کے باشندو، میں چاہتا ہوں کہ وہ شخص جو یہاں تمھاری نمایندگی کر سکتا ہے یا جسے تم بزرگ سمجھتے ہو، اسے کہو کہ وہ یہاں تک آئے اور مجھ سے بات کرے۔ میں اس کا مہمان بننا پسند نہیں کروں گا۔ ہاں ہم لوگ اپنا کام انجام دیں گے اور واپس جہازوں پر چلے جائیں گے لیکن اگر ہم سے تعاون نہ کیا گیا تو ـــــ تو سکائی والو، اس کا اندازہ کر لو کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر حالت میں تم لوگوں سے اپنے احکامات منوائیں۔ اب تم اس شخص کو بھیجو جو مجھ سے گفتگو کرنے کا خواہش مند ہو اور جسے تم لوگ اپنے لیے بہتر سمجھتے ہو۔

سکائی کے باشندے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے اور پھر ان سب کی نگاہیں حکیم ہاکو کی طرف اٹھ گئیں۔

تین چار افراد حکیم ہاکو کے پاس پہنچے اور انھوں نے اس سے کہا۔

"بزرگ و برتر شخص، قابلِ احترام انسان، بلاشبہ سکائی کے لوگ تیری فراست کے قائل ہیں، تیری ذہانت کو تسلیم کرتے ہیں، تجھے مانتے ہیں، تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں، چنانچہ آنے والوں سے ہماری جانب سے تو گفتگو کر۔ ہم سب مشترکہ طور پر تجھے اپنا نمایندہ قرار دیتے ہیں۔ تو ان سے پوچھ کہ یہ یہاں کیوں آئے ہیں اور کس لیے آئے ہیں؟ ان کا مقصد کیا ہے اور انھوں نے جو دھمکی آمیز الفاظ کہے ہیں ان کا مقصد کیا ہے؟ شبالا وقتی طور پر اس علاقے کا سردار بن گیا ہے لیکن اس کے یہ احکامات ہم لوگوں کے لیے بہت سخت ہیں۔ سکائی کے لوگ مرنا جانتے ہیں اور وہ موت سے کبھی نہیں گھبراتے۔ چنانچہ اے بزرگ تو اس شخص کو بتا دے کہ اگر وہ سکائی کے خلاف کچھ برے ارادے لے کر آیا ہے، یہاں سکائی والوں کے خلاف کوئی ایسی حرکت کرنا چاہتا ہے جو ہمارے خلاف ہو ـــــ تو بہرصورت انھیں اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔" ایک نوجوان نے کہا۔

حکیم ہاکو نے سکائی کے پرجوش نوجوانوں کو دیکھا ان کا عزم، ان کا حوصلہ ان کے دمکتے چہروں سے مترشح تھا۔ حکیم ہاکو کا سینہ فخر سے پھول گیا۔ یہ جھکنے والے لوگ نہیں تھے۔

خوش نصیب تھا کو ایسے بہادر ساتھیوں کا قرب حاصل تھا جو بہرصورت مرنا جانتے تھے۔

حکیم ہاکو پر ان لوگوں کے الفاظ کا اتنا اثر ہوا کہ وہ خوشی سے تمتما اٹھا اور پھر وہ پُروقار انداز میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"آنے والے سردار، اگر تو سکائی والوں کے خلاف برے ارادے لے کر

نہیں آیا تو ہم تجھے خوش آمدید کہتے ہیں بے شک شبالا نے جس شخص کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے وہ اس صورت میں ہمارے لیے قابلِ احترام ہے کہ ان بستیوں کا انتظام حالات نے شبالا کے ہاتھوں میں دے دیا ہے اور اس وقت تک جب تک کہ شبالا کی حیثیت کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا شبالا کے احکامات کی پابندی کی جانی چاہیے۔ چنانچہ ہم تجھے شبالا کے قاصد کی حیثیت سے خوش آمدید کہتے ہیں۔ اگر تو چاہے تو ہم تیری مہمانداری بھی کریں گے لیکن شبالا کے مغرور نائب کیا تجھے معلوم ہے کہ ان علاقے کے لوگوں کو کسی سخت بات سے جھکایا نہیں جا سکتا۔ شبالا کے نائب اگر تو نے ان پر اپنی کوئی حیثیت مسلط کرنے کی کوشش کی تو تجھے اس میں بہت دقتیں پیش آئیں گی ہم نہیں چاہتے کہ سکائی کی روایت کے خلاف آنے والوں کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کیا جائے جو تاریخ میں ایک بدنما حیثیت سے سامنے آئے۔

چنانچہ اگر تو دوست کی حیثیت سے گفتگو کرنا چاہتا ہے تو میں سکائی کے قاصد کی حیثیت سے تجھ سے بات کرنے کو تیار ہوں لیکن اگر اس کے برعکس تو سکائی کے نوجوانوں کو دھمکیاں دیتا ہے تو سن ہم سب مرنا جانتے ہیں اور ہر لمحے مرنے کے لیے تیار رہتے ہیں سب تجھے اپنے ان الفاظ کی اور اپنی کسی بھی کوشش کی بھاری قیمت ادا کرنا ہو گی۔“

سردار داریکا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ چند ساعت حکیم ہاکو کو دیکھتا رہا اور پھر دانت پیستا ہوا بولا۔

”بوڑھے شخص! میں ان الفاظ کو برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں تیری کمزور شخصیت کو دیکھ کر مجھے رحم بھی آتا ہے لیکن تیرے الفاظ سن کر خیال آتا ہے کہ تیری گردن اپنی تلوار کی نوک پر ٹانگ لوں۔ کاش مجھے اس کی اجازت ہوتی لیکن سردار شبالا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنا مقصد لے کر وہاں جاؤں اور اسے پورا کروں اور اگر اس مقصد میں کوئی مداخلت کی جائے تب میں اپنی تلوار کا استعمال کروں۔ میں تیری ان ساری باتوں کو نظر انداز کر کے تجھے اپنی آمد کا مقصد بتانا چاہتا ہوں اور بوڑھے آدمی اس بات کو ذہن میں رکھ کہ اگر میرا مقصد پورا نہ ہوئی تو سکائی کے لوگوں کو بہت بھاری معاوضہ ادا کرنا ہو گا۔“ سردار داریکا بھوکے شیر کی طرح غرا رہا تھا۔

”میں صرف تیرا مقصد جاننا چاہتا ہوں سردار داریکا۔“ حکیم ہاکو نے سخت لہجے میں کہا۔

”اب سے کچھ عرصہ پہلے یہاں زیوراس آیا تھا۔ تسکایا کا سردار زیوراس، جسے باغی سردار کے نام سے پکارا جاتا ہے، وہ آج تک فوما کے نام کی زنجیر ہلا رہا ہے، حالانکہ اس زنجیر کی کڑیاں چاروں طرف بکھر چکی ہیں۔ تو جانتا ہے کہ فوما کا وجود نہیں ہے۔ چنانچہ سردار شبالا سے بغاوت کا خواب دیکھنے والا زیوراس یہاں کس مقصد کے تحت آیا، اس بات کا نہ ہمیں علم ہے اور نہ ہم اس بات کو جاننا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس علاقے میں ہونے والی تمام سازشوں کی کوئی پرواہ کوئی فکر نہیں ہے کیونکہ جب ہم ان سروں کو ابھرتے دیکھیں گے تو ان سروں کو سطح سمندر کے اندر ڈبو دینا ہمارے لیے بہت آسان ہو گا۔ یہ الفاظ میں شبالا کے نائب کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں اور ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اس وقت میں جس مقصد سے آیا ہوں وہ تجھے بتانا چاہتا ہوں۔“ شبالا کا نائب داریکا بولا۔

”وقت ضائع کیوں کر رہا ہے داریکا، جو بولنا ہے جلدی بول، جو کہنا چاہ رہا ہے صاف کہہ۔“ حکیم ہاکو نے کہا۔

”زیوراس کا جہاز یہاں آیا، یہاں سے واپس پلٹا، ہم نے اس کی مکمل معلومات حاصل کیں۔ زیوراس خود کہاں ہے؟ کس مقصد کے تحت یہاں آیا، یا یہاں سے کہیں چلا گیا، اس کے بارے میں ہمیں کوئی معلومات حاصل نہیں ہیں۔ البتہ یہاں سے جاتے وقت زیوراس کا جہاز مانگا جزیرے تک پہنچ گیا تھا۔ وہاں شاید اسے ضروریات کی چیزیں حاصل کرنی تھیں لیکن وہاں پہنچ کر زیوراس کے جہاز پر موجود لوگوں نے لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ انھوں نے مانگا بستی کے سردار تارس کو قتل کر دیا اور ساحل کے نزدیک بہت سارے مکانوں کو آگ لگائی پھر وہ وہاں سے چل دیے۔

زیوراس کے جہاز کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ مانگا بستی میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنے کے بعد تسکایا پہنچا اور تسکایا پہنچنے کے بعد وہ پھر وہاں سے واپس چل پڑا اور ہم خود دیکھ رہے ہیں کہ زیوراس کا جہاز ساحل پر موجود ہے۔

ہم یہ بھی جاننا نہیں چاہتے کہ مختلف علاقوں سے آنے والے یہ جہاز جو سکائی کے ساحل پر لگے ہوئے ہیں کس مقصد کے تحت یہاں آئے ہیں اور

کیا کرنا چاہتے ہیں؟ ہم ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ سردار شبالا آتنی چھوٹی موٹی چیزوں کو کوئی حیثیت دینے کا قائل نہیں ہے۔ وہ خود دلیر انسان ہے۔ اسے اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے لیے بہت بڑا تعاون حاصل ہے اور وہ کسی بھی سازش سے خوفزدہ نہیں ہے۔ بہرصورت میں جس مقصد کے تحت آیا ہوں وہ یہ ہے کہ سردار زیوراس اور اس اجنبی شخص کو اس عورت کے ساتھ اور جہاز کے پورے عملے کو جو ہمارے علاقے میں تباہی مچانے کا ذمہ دار ہے اسے ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ ہم انھیں تارس کا قاتل اور شبالا کا قیدی بنا کر یہاں سے لے جائیں گے ہم ان لوگوں کو لے کر شکا یا جائیں گے۔ راستے میں ہم ان کی حفاظت کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ انھیں اس وقت تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا جب تک کہ ان کا فیصلہ شبالا نہ کر دے۔ چنانچہ قیدیوں کو ہمارے حوالے کر کے شبالا کی اطاعت کا اعلان کیا جائے۔ ہم صرف اسی مقصد کے تحت آئے ہیں۔"

"ہوں۔" حکیم ہاکو نے گردن ہلائی، پھر وہ آہستہ سے بولا "سردار داریکا! بے شک زیوراس کا جہاز یہاں سے گیا تھا اور واپس بھی آچکا ہے۔ اس میں موجود لوگ بھی یہاں تک پہنچ چکے ہیں لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ راستے میں انھوں نے کیا کیا اور نہ ہی ہمیں انھوں نے اس بات کا کوئی جواب دیا۔ رہی ان کے یہاں آنے کی بات تو علاقے کے جہاز آسانی سے ہر جگہ آ اور جا سکتے ہیں۔ تم لوگوں نے جو پابندیاں لگائی ہیں وہ انتہائی احمقانہ ہیں کیونکہ علاقے کے باشندے ایک دوسرے سے ربط و ضبط رکھنے کے خواہش مند رہتے ہیں۔

رہی زیوراس اور جہاز کے عملے کی گرفتاری کی بات تو اس سلسلے میں میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے مہلت دے۔ میں اپنی بستی کے چند سرکردہ افراد سے گفتگو [illegible]لوں۔ انھیں تیرے آنے کا مقصد بتاؤں ــــ اور ان لوگوں سے جنھیں تو [illegible] طلب [illegible] ہے۔ اس بارے میں معلوم کروں کہ آیا مانگا بستی میں انھوں نے [illegible] ب پھر لیا جوان پر الزام لگایا گیا ہے، یا یہ صرف الزام ہے، یا شبالا صرف زیوراس کی مقبولیت سے خوفزدہ ہو کر کوئی ایسی کارروائی کرنا چاہتا ہے۔ اگر میری بستی کے لوگوں نے مان لیا تو میں زیوراس، اس اجنبی شخص کو جس کا تو نے ذکر کیا ہے اور جہاز کے دوسرے عملے کو تیرے حوالے کر دوں گا لیکن اگر بستی والوں نے اس کو نہ مانا تو پہلے میں تجھے اس کی اطلاع دوں گا اس کے بعد تو جو کارروائی بھی مناسب سمجھے کر سکتا ہے۔"

سردار داریکا جو حکیم ہاکو کی باتیں سن کر اور زیادہ برہم ہو گیا تھا شاید طیش میں کچھ اور کہتا لیکن اس کے نزدیک کھڑے ہوئے ایک بوڑھے شخص نے جو خود بھی زرد رو تھا، اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

اور داریکا مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر وہ دونوں آہستہ آہستہ سرگوشیوں میں کچھ باتیں کرتے رہے۔ تب حکیم ہاکو نے محسوس کیا کہ داریکا کے چہرے پر نرمی کے آثار ہیں۔ تب اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

"ہوں۔ سکائی بستی کے مالک، سکائی کے نمائندے تیرا نام کیا ہے۔" داریکا نرم لہجے میں بولا۔

"میں حکیم ہاکو ہوں۔"

"تو سُن حکیم ہاکو۔ لگتا یوں ہے کہ تو یہاں کا دانا شخص ہے اور شاید زیوراس کی طرح شبالا کا باغی بھی، جس کا اندازہ تیرے الفاظ سے ہوتا ہے۔"

"ہاں اس میں شک نہیں ہے داریکا۔ میں نہ صرف شبالا کا باغی ہوں بلکہ زیوراس کے حامیوں میں سے ہوں۔"

"بہرصورت حکیم ہاکو یہ تیرا اپنا فعل ہے۔ بہرحال شبالا نے اس سلسلے میں کوئی حکم نہیں دیا ورنہ میں تجھے بھی گرفتار کر کے شبالا کی خدمت میں بھیجتا اور اسے تیرے گستاخانہ الفاظ کے بارے میں بتاتا۔ میں اس بات پر توجہ نہ دوں گا ــــ لیکن آخری بار یہ الفاظ کہہ رہا ہوں کہ سکائی کے باشندوں کو میرا پیغام پہنچا دے کہ اگر وہ شبالا سے بغاوت کریں گے تو زندگی نہیں پا سکیں گے۔ ہمیں ہر قیمت پر زیوراس چاہیے۔ ہم اسے یہاں سے لے کر جائیں گے کہ ہمیں اسی لیے یہاں بھیجا گیا ہے۔ رہی مشورے کی بات تو میرا خیال ہے اس کے لیے ایک رات کافی ہو گی۔ ساری رات میں تو سکائی بستی کے لوگوں کو جمع کر لے اور ان سے پوچھ کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ سورج نکلنے کے بعد ہم ساحل پر تیرا انتظار کریں گے اس کے بعد دوسری کارروائی کا آغاز۔"

"ٹھیک ہے۔ میں پھر پیش کش کرتا ہوں کہ اگر تم چاہو تو سکائی کے مہمانوں کی حیثیت سے رات بسر کرو۔"

"نہیں۔ ہم تمھارے دوست نہیں ہیں حکیم ہاکو اس لیے مہمان بن کر نہیں رہ سکتے اور نہ ہی تیری پیش کش قبول کریں گے۔ ہم جا رہے ہیں۔"

اس شخص نے کہا اور پھر اپنے ساتھیوں کو دونوں ہاتھوں سے اشارہ کر کے واپس پلٹ پڑا۔ ان کا رُخ ساحل پر لنگر انداز جہاز کی طرف تھا۔

حکیم ہاکو اور دوسرے لوگ جانے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ میں لکڑی کے مینار سے ان لوگوں کی گفتگو بہ آسانی سن رہا تھا اور ہاکو کی گفتگو سے کافی حد تک مطمئن بھی تھا۔ بہرصورت میں اندازہ لگا چکا تھا کہ ایک خطرناک صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے اور اس کے لیے میرے ذہن نے تیزی سے کام کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔

میں سکائی والوں کو بہترین موقع فراہم کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے میں نے اپنے ذہن میں ایک بہترین منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔

چنانچہ جب کشتیاں واپس جہازوں تک پہنچ گئیں تو میں نیچے اتر آیا۔ سکائی کے لوگ منتشر ہو چکے تھے۔

لیکن لکڑی کے مینار پر پہرا اور سخت کر دیا گیا تھا۔ میں نے انھیں ہدایت کی تھی کہ وہ رات کی تاریکی میں بھی ان لوگوں پر پورے ہوش و حواس کے ساتھ نگاہ رکھیں۔ میں حکیم ہاکو کے پاس چل دیا۔

ہاکو نے زیوراس اور میری موجودگی کو تسلیم کر کے عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔ ظاہر ہے اس بات سے انحراف کوئی عقل کی بات نہ تھی، جبکہ جہاز کو ساحل پر صاف دیکھا جا سکتا تھا۔

تب ہم سب حکیم ہاکو کے مکان پر پہنچ گئے۔ سکائی کے پُرجوش نوجوان میرے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور مجھ سے سوالات کر رہے تھے۔

میں نے حکیم ہاکو کو کچھ مشورے دیے اور حکیم ہاکو رک گیا تب اس نے چند نوجوانوں کو طلب کیا اور آہستہ سے بولا۔

"نوجوانو! تم نے دیکھا کہ زردرو ہمارے بارے میں کیا ارادہ لے کر آئے ہیں؟"

"ہاں ہم نے دیکھا بھی ہے اور محسوس بھی کیا ہے۔"

"تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا ہم شبالا کی برتری تسلیم کر کے فوما کو نظرانداز کر دیں؟" ہاکو نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔" نوجوان پُرجوش لہجے میں چلائے۔

"تو پھر تم ان لوگوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو؟"

"ہاں۔ ہم سب اپنا خون بہانے کے لیے تیار ہیں۔"

"لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ صرف خون بہاؤ۔ تم صرف اپنا خون نہیں بہاؤ گے بلکہ آنے والوں کو ان کے خون میں نہلاؤ گے۔"

"ہاں ہم عہد کرتے ہیں۔" نوجوان پُرجوش لہجے میں بولے۔

"تو پھر نوجوانو! حکیم ہاکو اعلان کرتا ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں جاؤ اپنے اپنے ہتھیار لے کر واپس آؤ۔ ہم جنگ کریں گے۔"

"ہاں ہم جنگ کریں گے۔" نوجوان چلائے۔

"آج اگر ہم نے زیوراس کو ان کے حوالے کر دیا تو وہ دوبارہ کسی بھی شخص کو طلب کر کے ہماری بے عزتی کر سکتے ہیں۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"حکیم ہاکو ہم تیرے احکامات کی پابندی کریں گے۔ ہم تیرا پیغام بستی کے گھر گھر میں پہنچا دیں گے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تیرے سامنے ایک بہترین فوج بن کر آئیں گے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ دشمنوں کے لیے ہم خوفناک فوج ثابت ہوں گے اور کل صبح ہم ان لوگوں کو ان کے سخت الفاظ کا مزہ چکھا دیں گے۔"

"تو ٹھیک ہے نوجوانو! تم ساری رات مصروف رہو، کل صبح تمہیں ایک بہترین فوج کی طرح تیار رہنا چاہیے۔"

"ایسا ہی ہوگا حکیم ہاکو! ایسا ہی ہوگا۔" جوانوں نے کہا اور پھر وہ واپس چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم چند باعزت لوگوں کے ساتھ فوما کے پاس موجود تھے۔

فوما تشویشناک نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سنجیدگی سے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"کیا رہا سبوتا؟"

"خطرناک بات ہے فوما۔"

"معلوم ہوا کہ وہ لوگ کیوں آئے ہیں؟ ان کا مقصد کیا ہے؟"

"ہاں سبوتا ان کا مقصد زیوراس اور مجھے گرفتار کر کے شنکا یا لیجانا ہے۔" میں نے بتایا۔

"اوہ!" فوما کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے میری طرف گہری نگاہوں سے دیکھا اور بولا۔

"کیا خیال ہے سبوتا؟ اب تیرا ذہن کیا کہتا ہے؟"

"میں نے کہا تھا نا فوما کہ اگر تم معاملات کو صرف میرے اوپر چھوڑ دو گے تو میں خود ان لوگوں سے نمٹ لوں گا۔ باقی اگر کسی اور کے ذہن میں کوئی بہتر تجویز ہو اور وہ کوئی مناسب رائے دے سکے تو میں اس کا خوش دلی کے ساتھ خیر مقدم کروں گا۔"

"اوہ سبوتا! ایسی بات نہیں ہے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ میں مکمل طور سے تیرے اوپر بھروسہ کرتا ہوں۔ اگر تو کسی مسئلے کو حل کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کر دیتا ہے تو میرا خیال ہے اس کے بعد اس سے بہتر صورت حال کوئی اور نہیں ——— کہ ہم سب تجھ پر بھروسہ کریں۔ میں ایک بار پھر تجھ پر اعتبار کرتے ہوئے یہ بات کہتا ہوں کہ تو اس مسئلے کو جس طرح چاہے نمٹا۔ ہم سب تیرے معاون تو ہوں گے لیکن کسی بھی سلسلے میں تیرے کام میں مداخلت نہیں کریں گے تیرے منصوبوں میں رکاوٹ نہیں ڈالیں گے۔" فوما نے کہا۔

"شکریہ فوما!" میں نے فوما کے اس بھروسے کا احترام کیا۔ حالانکہ اس میں میرا ذاتی مفاد کچھ نہ تھا لیکن بہرصورت میں جو کچھ بھی کر رہا تھا فوما کیلئے کر رہا تھا اور پروفیسر جب فوما نے کوئی بات کہہ دی تو کس کی مجال تھی کہ کوئی فوما کی بات پر اپنی بات حاوی کرنے کی کوشش کرتا۔

میں نے جو کچھ سوچا تھا اس کا اظہار کرنا مناسب ہی تھا۔ یہ سوچ کر میں نے حکیم ہاکو کو مخاطب کیا۔

"کہو سبوتا، کیا کہنا چاہتے ہو؟" حکیم ہاکو نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"حکیم ہاکو وہ لوگ مجھے، زیوراس اور جہاز کے عملے کو ہی طلب کرتے ہیں نا ہے؟"

"ہاں!" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

"زیوراس کا جہاز ہمارے پاس موجود ہے؟"

"ہاں ہے۔"

"لیکن جتنے لوگ واپس جا چکے ہیں ان کے بارے میں ہمیں اس شخص کو بتانا ہوگا جس کا نام واریکا ہے۔ ہم اسے کھلی چھٹی دیں گے کہ وہ اگر چاہے تو بستی میں ان لوگوں کو تلاش کر لے اس کے ساتھ غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے گا اور پھر حکیم ہاکو ہمیں ان لوگوں کے حوالے کر دیا جائے۔"

"کیا مطلب سبوتا؟" حکیم ہاکو مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لوگوں کے منہ تعجب سے کھل گئے تھے۔ خود فوما کی حالت عجیب سی ہوگئی تھی، تب اس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"افسوس افسوس، ہم وعدہ کر چکے ہیں سبوتا کہ تیرے کسی معاملے میں دخل نہ دیں گے لیکن ہمیں یہ تو بتا کہ یہ کیسی ترکیب ہے اس سے کیا ہوگا اور کیا یہ ہمارے لیے ایک انتہائی صبر آزما امتحان نہیں ہے؟ ہم اپنے محسن کو اپنے دشمن کے حوالے کر دیں، سبوتا تو ہمیں بتا یہ کیسی آزمائش میں تو ہمیں ڈال رہا ہے"

"فوما! میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اگر تم میرے معاملات میں مداخلت نہیں کرو گے تو فائدے میں رہو گے۔ میں اس سلسلے میں تمہیں کوئی بات بتانے سے قاصر ہوں لیکن میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر اسی انداز سے عمل کیا جائے

جس طرح کہ میں کہہ رہا ہوں۔ میں تمھیں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ ان لوگوں کو عبرتناک شکست دی جائے گی اور ممکن ہے ہماری جنگ کی ابتدا اسی طریقے سے ہو۔" میں نے کہا اور ان کے چہرے چمک اٹھے۔

"اوہ اس کا مطلب ہے تیرے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ ہے؟" فوما نے کسی قدر پُرامید لہجے میں کہا۔

"ہاں فوما ظاہر ہے میں خود کو دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر تم لوگوں کی جاں بخشی نہیں چاہتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ تب فوما نے کہا۔

"ٹھیک ہے حکیم ہاکو سبوتا کے احکامات کی تعمیل کی جائے۔"

"صبح کو۔" میں نے کہا۔

حکیم ہاکو گردن ہلانے لگا تھا پھر میں نے کہا۔

"صبح کو تم داریکا سے ملاقات کرو گے حکیم ہاکو اور اسے بتاؤ گے کہ تم اس کی شرائط ماننے کو تیار ہو۔ دوسری طرف رات بھر کے جاگے ہوئے اور جوش میں ڈوبے ہوئے سکائی کے باشندوں کو ٹھنڈا کرنا مقصود ہے۔ ان سے کہا جائے کہ جنگ ضرور ہوگی لیکن اس کے لیے انھیں چند ساعت انتظار کرنا ہوگا۔ انھیں قابو میں کرنا بہت ضروری ہے حکیم ہاکو ورنہ صورتِ حال بگڑ بھی سکتی ہے۔" میں نے حکیم ہاکو کو ہدایت کی۔

"ہاں بے شک یہ مشکل کام ہے۔ وہ لوگ جس انداز میں بپھرے ہوئے نظر آرہے تھے اس سے احساس ہوتا تھا کہ وہ ہر قیمت پر جنگ چاہتے ہیں لیکن بہرصورت میرا خیال ہے میں انھیں سنبھال لوں گا۔ اس کے لیے ہمیں چند لوگوں سے کام لینا ہوگا۔"

"چند لوگوں سے تمھاری مراد کیا ہے حکیم ہاکو؟" میں نے پوچھا۔

"میں تمھیں بتا ہی رہا تھا سبوتا، مقصد میرا یہ تھا کہ اگر داریکا تیار ہو جائے مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تم لوگوں کو گرفتار کرے تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس بارے میں تمھاری کیا رائے ہے سبوتا؟" حکیم ہاکو نے پوچھا۔

"جتنے لوگ یہاں موجود ہیں حکیم ہاکو، بشک کی شمولیت کے ساتھ میرا مقصد ان پانچ افراد سے ہے جو یہاں موجود ہیں ان میں بشک بھی شامل ہے تو ان لوگوں کو اور مجھے داریکا کے حوالے کر دیا جائے۔"

"اوہ ٹھیک ہے۔ بشک کی بیوی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ دولابہ کو بہرصورت محفوظ رکھا جائے۔"

"شمانہ۔ وہ اس لڑکی کا بھی مطالبہ کر رہے ہیں؟"

"شمانہ۔ ہاں وہ میرے ساتھ جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جیسی تمھاری مرضی لیکن ہم انتہائی تشویش میں مبتلا رہیں گے۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"میں اس سلسلے میں تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکتا حکیم ہاکو۔" میں نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا۔

بلاوجہ یہ لوگ فضول باتیں کر کے میرا ذہن بھی پراگندہ کر رہے تھے۔

بہرصورت فوما نے دوسرے لوگوں کو اشارہ کیا اور سب خاموش ہو گئے۔ تب ہم اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑے۔ رات کو شمانہ نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا۔ وہ خود بھی خاصی تشویش زدہ نظر آرہی تھی۔ اس نے مجھے بتایا۔

"بستی کا گشت کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نوجوان بُری طرح جوش و خروش میں مبتلا ہیں۔ وہ سب کے سب اپنے ہتھیار تیار کر رہے ہیں اور آنے والوں سے مقابلہ کرنے کے لیے پورے طور سے تیار ہیں۔"

"ہاں شمانہ ان لوگوں کو جنگ کرنا ہے۔"

"لیکن تم نے کیا طے کیا؟ صبح کو داریکا سے کیا بات طے کی جائے گی؟"

"ہم لوگوں کو داریکا کے حوالے کر دیا جائے گا۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" شمانہ تعجب سے بولی۔

"ہاں شمانہ۔ ہم سب خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر رہے ہیں جس میں تو بھی شامل ہوگی۔"

"اوہ سبوتا۔ تو جو بات کہے اس کے بارے میں بات کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں اور نہ ہی میں کوئی سوال کرنا چاہتی ہوں کیونکہ مجھے اس سلسلے میں کوئی تشویش نہیں لیکن اگر میں تجھ سے یہ پوچھوں کہ کیا اس بارے میں تیرا کوئی خاص منصوبہ ہے تو کیا مجھے اس بات کو پوچھنے کا حق ہے؟" شمانہ سہمے ہوئے پُر وقار لہجے میں بولی۔

"ہاں کیوں نہیں شمانہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر مجھے بتا۔"

"کس بارے میں شمانہ؟ کیا تیرا مقصد داریکا کی گفتگو کی غیر ضروری باتوں سے ہے یا گرفتاری سے ہے؟"

"میرا مقصد گرفتاری کے بارے ہے سبوتا۔ ہم خود کو گرفتاری کے لیے کیوں پیش کر رہے ہیں؟"

"شمانہ! ہمیں انتہائی ذہانت سے یہ سب کچھ کرنا ہے۔ اگر ہم ساحل پر کھڑے ہوئے جہازوں سے یہ مخاصمت مول لے لیتے ہیں تو سکائی کے معصوم باشندوں کو کافی تکالیف سے دوچار ہونا ہوگا۔ انھیں کافی نقصانات اٹھانا پڑیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں پر کوئی ایسی ضرب لگاؤں جو ان کی توقع کے خلاف ہو اور اس کے لیے میں سکائی والوں کو تیار ہونے کا پورا پورا موقع دینا چاہتا ہوں۔ ایک رات ان لوگوں کی تیاری کے لیے کافی نہیں ہے۔"

"ہاں سبوتا۔ ایک رات میں جنگی فوجوں کو تیار کرنا بڑا مشکل ہے۔"

"اسی لیے شمانہ میں چاہتا ہوں کہ انھیں اچھا خاصا وقت مل جائے تاکہ وہ اپنا قیمتی وقت تیاریوں میں صرف کر سکیں اس کے بعد ہم ان لوگوں سے جنگ کریں گے۔ میں جنگ میں ذرا سی تبدیلی چاہتا ہوں اور یہ سارا کھیل اسی لیے چاہتا ہوں۔"

"تو بہت ذہین ہے سبوتا۔" شمانہ خوشی سے بولی پھر اس نے

آگے بڑھ کر اپنے نرم اور خون کی طرح سرخ اور گرم ہونٹ میرے ماتھے
پر رکھ دیے اور میں ہونٹوں کی اس لذت کو محسوس کرنے لگا۔ "لیکن یہ سب
کچھ ہو گا کیسے؟" وہ پیار سے میرے شانے پر اپنا سارا بوجھ ڈالتی ہوئی بولی۔

"تم دیکھتی رہو شمانہ یہ سب کچھ کیسے ہو گا۔"

"ویسے تو مجھے یقین ہے سبوتا کہ تو جو کچھ سوچے گا بہترین سوچے
گا، جو کچھ کرے گا نہایت ذہانت سے کرے گا، بس یونہی ذہن میں تشویش
تھی۔ تاہم مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے میں خود کو گرفتاری کے لیے
پیش کرنے کو تیار ہوں۔"

"مجھے یقین ہے شمانہ ایسی ہی کیا بات ہے۔ میں نے تمھاری
موجودگی کے بغیر ہی حکیم ہاکو سے کہہ دیا تھا کہ میرے ساتھ شمانہ بھی خود کو
گرفتاری کے لیے پیش کرے گی۔ ہاں ایک بات میں تم سے کہوں گا۔"

"کیا سبوتا؟"

"کیا تو خود کو جنگ کے لیے تیار پاتی ہے؟"

"اوہ۔ سبوتا، اگر تو ساتھ ہو گا تو دیکھنا کہ میں دشمنوں کو قتل کرنے
میں کتنی پھرتی اور مہارت کا ثبوت دیتی ہوں۔"

"مجھے یقین ہے شمانہ۔ جب میں تیرا دشمن تھا تو تُو نے میرے سلسلے
میں بھی بہت کچھ کیا تھا اور وہ تو میری خوش قسمتی تھی کہ میں بچ گیا۔" میں نے کہا
اور شمانہ نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔ میرے دونوں ہاتھوں نے اس
کی کمر کے گرد ہالہ بنا لیا تھا۔

"مجھے بار بار وہ منحوس لمحات یاد نہ دلایا کرو سبوتا، مجھے شرم آتی
ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے۔"

"اس میں افسوس کی کیا بات ہے شمانہ، جب تک میں تمھارا دشمن
تھا تمھاری کارروائیاں درست تھیں۔" میں نے شمانہ کو چڑایا۔

"نہیں سبوتا نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ تمھیں پتہ ہے میں نہایت
دکھ بھرے انداز میں سوچتی ہوں۔ اگر میرا خنجر تمھیں خراش بھی پہنچا دیتا تو میں
شاید یہ احساس ہونے کے بعد زندگی بھر خود کو معاف نہ کر سکتی۔"

دوسری صبح سورج نکلا ہی تھا کہ جہازوں سے کشتیاں چل پڑیں۔ ہم
سب جاگ رہے تھے۔ میں نے حکیم ہاکو کو قریب بلایا۔ فوما سے میں رخصت
ہو کر آ گیا تھا۔ فوما کو اس بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی تھی۔ تب
حکیم ہاکو سے میں نے کہا۔

"حکیم ہاکو میں تمھیں صرف چند چیزیں بتاؤں گا بعد میں حالات تم
خود دیکھ لینا۔ دراصل میں ایسے حالات پیدا کرنا نہیں چاہتا کہ تم سب تجسس
میں رہو البتہ میں نے جو تفصیل تمھیں نہیں بتائی ہے اس کی وجہ صرف یہ
ہے کہ حالات کے بارے میں مجھے خود بھی اندازہ نہیں ہے کہ وہ کون سا رُخ
اختیار کریں گے۔

بہرصورت میں خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر رہا ہوں۔ میرے
ساتھ جو لوگ ہیں وہ بھی میرے منصوبے میں شریک ہوں گے۔ میں بہت جلد
واپس آؤں گا اس دوران سکائی کے باشندوں کو جنگ کے لیے تیار کرنا
تمھارا کام ہو گا۔ انھیں جنگ کے لیے مکمل طور سے تیار کر لو اور اس کے بعد یہ
جو جہاز کھڑے ہوئے ہیں، میری مراد ان جہازوں سے ہے جو ہماری ملکیت
ہیں، انھیں پوری طرح لیس کر لو۔ میں کوشش کروں گا کہ تقریباً ایک یا ڈیڑھ
دن انھیں خود میں الجھائے رکھوں اور پھر جب میں واپس آ جاؤں تو مجھے
تیاریاں مکمل ملنی چاہئیں۔ بعد کے حالات جو کچھ بھی ہوں گے اس کے مطابق
عمل کیا جائے گا۔ ان کے لیے پہلے سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں
ہے۔ بہرصورت میرا خیال ہے تم مطمئن ہو گئے ہو گے؟"

"اوہ سبوتا، تیرے ذہن میں کوئی عظیم منصوبہ کام کر رہا ہے جسے
میں سمجھ رہا ہوں لیکن میرے عزیز دوست اگر صورتِ حال تیرے قابو
میں نہ آ سکی تو؟"

"حکیم ہاکو تم دیکھ چکے ہو جس صورتِ حال پر میں عمل کرنے کا تہیہ
کر لیتا ہوں وہ بہرصورت میرے قابو میں ہوتی ہے۔ اس وقت بھی
میں تمھیں یقین دلا رہا ہوں کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی ہو گا، اس سے ایک بھی
چیز مختلف نہ ہو گی۔"

"تیرے لہجے کی صداقت اس بات کا یقین دلا رہی ہے سبوتا کہ
تو جو کچھ کہہ رہا ہے وہی کرے گا۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"ہاں حکیم ہاکو۔ میں ان لوگوں کو عبرتناک شکست دینا چاہتا ہوں۔
یہ جہاز ہمارے قبضے میں ہوں گے اور اس کے بعد ــــ اس کے بعد تم
دیکھو گے حکیم ہاکو کہ سردار داریکا اور اس کے تمام پیشروؤں کے سارے منصوبے
دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ میں اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا پورا
پورا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم داریکا کے آنے پر مجھے پکڑ چلو اور اس کے سامنے پیش کر دو۔"

"ان کی کشتیاں جہازوں سے چل پڑی ہیں۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"ہاں وہ تھوڑی دیر کے بعد ساحل پر پہنچ جائیں گے، تب تم مجھے
اس کے سامنے پیش کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" حکیم ہاکو نے گردن ہلائی۔ اس کی آنکھوں میں اضطراب
کے آثار تھے لیکن میں نے اب اس کی طرف توجہ دینا چھوڑ دی تھی۔ بس اپنا کام
بہرصورت اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتا تھا اور پروفیسر جذبات کو اتنا نازک
بھی نہیں ہونا چاہیے۔ کم از کم میرا تو یہی خیال تھا۔

بہرصورت کشتیاں ساحل پر پہنچ گئیں۔ سردار داریکا اور دوسرے افراد
جن کی تعداد کسی طور پچاس پچپن سے کم نہ ہو گی، مسلح ساحل پر اتر آئے اور

پھر سردار داریکا انہی تین آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھا، جن کے ساتھ پچھلی شام اس نے ہم لوگوں سے گفتگو کی تھی۔ حکیم ہاکو داریکا کی پیشوائی کے لیے موجود تھا۔

نوجوانوں کو روکنے کے لیے باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ حکیم ہاکو کی کارروائی تھی۔ نہ جانے اس بے چارے نے کن کن مشکلات سے یہ سب کچھ کیا تھا اور اس وقت ساحل پر ہم چند افراد کے سوا کوئی نہ تھا۔ نوجوان پُرجوش ہوتے ہیں جذباتی ہو سکتے ہیں اس لیے انھیں ساحل سے دور ہی رکھا گیا تھا۔ تب داریکا سینہ تانے آگے بڑھا اور حکیم ہاکو کے مقابل پہنچ گیا۔

"سکائی کے مدبر، مجھے یقین ہے کہ تم نے تدبر سے کام لیا ہوگا اور کوئی بہتر بات سوچی ہوگی۔" وہ بلند آواز میں بولا۔

"ہاں میں نے جو کچھ سوچنا تھا سوچ چکا ہوں۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

"ہاں تو میں اس کے سننے کا منتظر ہوں کہ کیا جواب ہے تیرا جو میں شبالا کو دوں۔"

"شبالا۔" حکیم ہاکو نے بھاری آواز میں کہا۔ "بہرصورت وہ جس طرح بھی بنا ہماری قسمتوں کا مالک بن چکا ہے۔ ہم اس سے بغاوت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہم اسے دل سے پسند نہیں کرتے۔ چونکہ وہ تم زرد رؤں کی تخلیق ہے۔

بہرصورت اس سے تعاون کرتے ہوئے اور تم سے تعاون کرتے ہوئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو تمھارے حوالے کر دیں جو اس وقت زیوراس کے جہاز میں موجود تھے جب تارس پر حملہ کیا گیا۔"

"خود زیوراس کہاں ہے؟"

"زیوراس شنکایا واپس جا چکا ہے۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

"ناممکن — یہ غلط ہے۔"

"بالکل ممکن ہے، ذرا بھی غلط نہیں ہے۔ تم جس وقت شنکایا واپس جاؤ تو زیوراس کے بارے میں معلوم کر سکتے ہو۔ اگر وہ وہاں نہ ہو تو تم دوبارہ واپس آ کر ہم سے اس کا مطالبہ کر سکتے ہو۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"لیکن زیوراس کا جہاز تو یہاں موجود ہے؟"

"ہاں۔ زیوراس اپنا جہاز یہاں چھوڑ گیا ہے، وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ گیا ہے غالباً وہ اس کا کوئی کام ہوگا جس کے بارے میں ہمیں قطعی کوئی علم نہیں ہے۔"

"اوہ — لیکن میں اس انوکھے شخص کو چاہتا ہوں جس کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہ بے حد طاقتور ہے اور اس کا بدن سنہرے دھات کی مانند چمکتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جو بے حد خوبصورت تھی اور اس لڑکی نے ہمارے سردار تارس کو قتل کیا تھا۔"

"ہاں وہ دونوں موجود ہیں، اس کے علاوہ زیوراس کے وہ پانچ آدمی بھی جو اس وقت جہاز میں موجود تھے، جب جہاز مانگا جزیرے پر پہنچا تھا۔"

"ہوں! لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے حکیم ہاکو کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو درست کہہ رہے ہو؟ ممکن ہے تم نے چند لوگوں کو ہمارے حوالے کرنے کا ارادہ کیا ہو اور باقی لوگوں کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو۔"

"دیکھو داریکا سکائی بستی کے نوجوان بہت پُرجوش ہیں لیکن جوشیلے نوجوانوں کے جوش کو ٹھنڈا کرنے میں بزرگوں کا تدبر کام آتا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان نوجوانوں کو تمھارے مقابل نہ آنے دوں کیونکہ یہ فعل بغاوت کے مترادف ہوگا اور میں نہیں چاہتا کہ سکائی کے نوجوان شبالا کے تیر کا شکار ہوں، چنانچہ میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ اگر میں تم سے کوئی فریب کرنا چاہتا تو ان لوگوں کو بھی پوشیدہ رکھ سکتا تھا لیکن میں خلوص دل کے ساتھ انھیں تمھارے حوالے کر رہا ہوں۔ اگر انھوں نے شبالا سے کوئی غداری کی ہے تو ان کا اور شبالا کا معاملہ ہے۔ یہ لوگ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرنے پر تیار نہیں تھے۔ یہاں ان کے چند حمایتی بھی موجود تھے جو ان کا ساتھ دینا چاہتے تھے اور ان کا ساتھ دیتے ہوئے میری مخالفت پر اتر آئے تھے۔

لیکن میں نے نوجوانوں کو ٹھنڈا کیا، تھوڑا فائدہ حاصل کرنے کے لیے میں نے ان لوگوں کو قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

اور پروفیسر میں حکیم ہاکو کی چالاکی پر مسکرا پڑا۔ کافی اچھا انداز تھا اس کا۔ کوئی بھی شبہ نہیں کر سکتا تھا اس پر۔

حکیم ہاکو کچھ اور بھی کہہ رہا تھا، سو میں نے اپنا ذہن پھر اسی کی طرف لگا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"بہرصورت وہ تمھارے قیدی ہیں، تم انھیں لے جا سکتے ہو۔ ہاں اگر تمھیں میری بات کا یقین نہ ہو تو پھر اپنے ذرائع سے کام لیتے ہوئے پوری بستی کھنگال ڈالو۔ میں تمھیں اجازت دیتا ہوں کہ جس طرح چاہو معلومات حاصل کر لو کہ کیا میری بات غلط ہے۔ اگر تو میری بات درست ثابت ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ تم جو چاہو کرنے کے حقدار رہو۔

البتہ میں تمھیں صرف اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس تلاش کے دوران کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آ جائے تو اس کی ذمہ داری پوری بستی پر نہیں ہوگی۔"

داریکا پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجانے لگا۔ جو کام آسانی سے ہو رہا تھا اس کے لیے مشکلات میں پڑنا کیا معنی رکھتا ہے۔ بلاشبہ وہ خطرناک شخص تھا، شبالا کا پروردہ — وہ چاہتا تھا کہ سکائی کے لوگوں کو نقصان پہنچائے لیکن بہرصورت وہ احکامات سے بھی مجبور تھا اور پھر یہ بات بھی تھی کہ اگر اس کے آدمی سکائی کے لوگوں کے مقابلے پر آتے تو اتنا ضرور ہوتا کہ اگر کچھ افراد سکائی کے قتل ہوتے تو کچھ اس کے بھی قتل ہوتے اور وہ اس قسم کی کوئی جنگ نہیں چاہتا تھا۔ وہ اس جنگ سے جان بچانا چاہ رہا تھا، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد بولا۔

"ٹھیک ہے بزرگ شخص، میں تیری بزرگی کا احترام کرتے ہوئے تیری بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ لاؤ وہ لوگ کہاں ہیں انھیں میرے حوالے کر دو۔"

"قیدیوں کو لایا جائے۔" حکیم ہاکو نے کہا۔ بشنک اس کے چار آدمی میں اور شمانہ داریکا کے سامنے پہنچ گئے۔

داریکا نے ان لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور ایک بوڑھا شخص اس کے سامنے جھک گیا۔

وہ داریکا کو ہمارے بارے میں بتا رہا تھا تب داریکا نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہوں۔ یہی وہ شخص ہے اور اس کی ساتھی لڑکی بھی وہی ہے اور تم ۔" اس نے بشنک کی طرف دیکھا۔

"اس وقت تم شاید اس جہاز کے نگران تھے۔" اور میں حیران رہ گیا کہ اس شخص کو یہ باتیں کیسے معلوم ـــ لیکن پھر ایک شخص نے آگے نکل کر کہا۔

"ہاں۔ اس وقت زیور اس جہاز پر موجود نہ تھا۔ میں نے خود ان سب کو دیکھا تھا۔"

میری سمجھ میں بات آگئی۔ وہ بوڑھا شخص ہم لوگوں کو پہچانتا تھا ـــ بہرصورت ہمیں اس سے کوئی غرض نہ تھی، ہم تو خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر چکے تھے اور اب آسانی سے گرفتار ہو جانا چاہتے تھے۔

"دیکھو ان لوگوں کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ تو نہیں ہے۔" داریکا نے اپنے آدمیوں سے کہا اور چند آدمی ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ انھوں نے ہمارے بدن ٹٹولے۔

ہمارے پاس کچھ تھا ہی نہیں جس پر ان لوگوں کو اعتراض ہوتا، چنانچہ ہمارے ہاتھوں میں رسیاں ڈال دی گئیں۔

موٹی رسیوں سے میرے اور شمانہ اور دوسرے افراد کے ہاتھ باندھ دیے گئے تھے۔ ہاکو کے چہرے پر شدید اضطراب کے آثار تھے۔ بشنک بھی پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن بہرصورت کچھ بولا نہیں۔ وہ سب میری ہدایت پر عمل کر رہے تھے۔

تب ہمیں کشتیوں کی طرف لیجایا گیا۔ داریکا، حکیم ہاکو کی طرف رُخ کر کے بولا۔

"ٹھیک ہے اے مدبر شخص، تیرا فیصلہ نہایت مناسب ہے اور میں تیرے اس تعاون کی اطلاع بھی شبالا کو دوں گا۔ میں خوش ہوں۔"

ہاکو نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں صرف ایک بات کا اندازہ کر رہا تھا اور مجھے خوشی ہوئی یہ دیکھ کر کہ ہم سب کو ایک ہی کشتی میں سوار کیا گیا اور یقیناً یہ کشتی ایک ہی جہاز سے لگنے والی تھی۔

اگر وہ ہمیں منتشر کر دیتے اور مختلف جہازوں میں منتقل کر دیتے تو شاید مجھے اپنے کام میں بے حد دشواری پیش آتی۔

لیکن اس وقت خوش بختی نے ساتھ دیا تھا سو ہم سب کو ایک ہی جہاز پر منتقل کیا گیا۔ رسّوں کی سیڑھی جہاز سے لگی اور ہم کشتیوں سے جہاز میں جانے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم قیدیوں کی حیثیت سے جہاز میں موجود تھے۔

کشتیاں جہاز پر چڑھائی جانے لگیں، غالباً وہ اسی وقت واپس جانے کا ارادہ کر رہے تھے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد جہازوں نے لنگر اٹھا دیے ان کا رُخ شکایا کی طرف تھا۔

کنارے پر کھڑے حکیم ہاکو اور دوسرے اشخاص تاسف کی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔

حکیم ہاکو کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اب میں جبکہ قیدی کی حیثیت سے ان کے جہاز میں پہنچ چکا ہوں، کیا ایسی ترکیب یا عمل کروں گا جس سے بازی پلٹ سکے۔ یہ بات ان کے سمجھنے کی نہیں تھی لیکن بہرصورت میں بغور جہاز کا جائزہ لے رہا تھا۔

ہم سب کو ایک بلند جگہ پر لے جا کر بٹھا دیا گیا۔ بلند جگہ اس لیے منتخب کی گئی تھی کہ ہم پر نگاہ رکھی جا سکے۔ وہ ہمارے ساتھ بُرا سلوک کرنا چاہتے تھے۔ اگر وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا ارادہ رکھتے تو شاید ہمیں کسی سایہ دار جگہ پر بٹھایا جاتا جہاں ہمیں سورج کی تپش تکلیف نہ پہنچاتی لیکن ان کا ایسا کوئی ارادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

بہرصورت اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ انھوں نے اپنی دانست میں یہ ایک شدید کام کیا تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ یہ صورتِ حال میرے لیے کافی سود مند ہے میں اس بلند جگہ بیٹھ کر جہاز کا پورے طور سے جائزہ لے سکتا تھا۔

بشنک گردن لٹکائے بیٹھا تھا اور اس کے ساتھی بھی خاموش تھے۔ ان کے چہروں پر کافی عجیب سے تاثرات تھے۔

شمانہ البتہ ٹھیک تھی۔ وہ کسی بھی آنے والے وقت سے خوفزدہ نہیں تھی۔ وہ کئی بار مسکرا چکی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں اسے سراہا اور بولا۔

"شمانہ! کیا تم خوفزدہ نہیں ہو؟"

"سبوتا!" شمانہ روٹھے ہوئے انداز میں بولی۔ "جس جگہ تمھارا سایہ پڑ رہا ہو وہاں میں خوفزدہ ہو سکتی ہوں!"

"ٹھیک ہے شمانہ!" میں نے مسکرا کر جواب دیا اور خاموش ہو گیا۔

شمانہ چند ساعت میرے چہرے پر دیکھتی رہی اس کے بعد میرے ہاتھوں کی طرف۔ پھر وہ میری طرف جھک کر سرگوشی کے سے انداز میں مسکراتی ہوئی بولی۔

"میں جانتی ہوں سبوتا، یہ موٹی رسیاں ہم جیسے لوگوں کے لیے تو بہت کچھ ہیں لیکن تمھارے لیے شاید کچھ بھی نہیں۔"

"اوہ شمانہ۔ خاموش رہو۔"

"سبوتا! میں کیوں خاموش رہوں؟ کیا میں تیری ساتھی نہیں ہوں؟ تیری راز دار نہیں ہوں؟ تیرے رازوں میں شریک نہیں ہو سکتی؟"

"ضرور ہو سکتی ہو شمانہ لیکن اس وقت میں کچھ سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟ مجھے بتا۔"

شمانہ ضد پر آمادہ تھی میں نے مسکرا کر اسے دیکھا، اس کی یہ ضد بہرحال مجھے بُری نہیں لگی تھی اس کے انداز میں بڑا بھولپن تھا۔ چنانچہ میں نے کہا۔

"میں اندازہ لگانا چاہتا ہوں شمانہ کہ اس جہاز پر کتنے افراد موجود ہیں، کیا تم اس بارے میں اندازہ لگا سکتی ہو؟"

"ہاں ہاں، کیوں نہیں۔"

"تو پھر بتاؤ۔"

شمانہ بھی خاموش نگاہوں سے میری طرح جہاز پر دیکھنے لگی۔ جو افراد کام کر رہے تھے اور جو لوگ گھوم پھر رہے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کے علاوہ اور لوگ موجود نہیں ہیں۔ ہوتے تو کسی نہ کسی طرح سامنے آتے۔

داریکا اس جہاز پر موجود نہیں تھا۔ اس کا جہاز دوسرا تھا۔ وہ اپنی کشتی سے دوسرے جہاز میں چلا گیا تھا۔

بہرحال یہ بھی ہمارے لیے فائدہ مند بات تھی کہ وہ سردار تھا اور یقینی طور پر دوسرے لوگوں کو کنٹرول کرتا تھا۔ بہرصورت اس کا یہاں نہ ہونا ہی بہتر تھا، ورنہ ظاہر ہے ہمارا واسطہ کسی سمجھ دار آدمی سے ہوتا۔

ممکن ہے داریکا اس سلسلے میں ذہانت سے کام لے جاتا اور ہمیں اس میں مشکلات پیش آتیں۔ بہرحال اب تک جو کچھ ہو رہا تھا بہتر ہی تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد شمانہ نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے سبوتا اس جہاز پر تقریباً پچاس افراد ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے شمانہ، میرا بھی یہی اندازہ تھا۔ اس طرح گویا ان تمام جہازوں پر جن کی تعداد سات ہے تقریباً ساڑھے تین سو افراد ہیں۔"

"ہاں!"

"بہت آسان بات ہے، ہم بہ آسانی ان لوگوں کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔"

"مگر کس طرح سبوتا؟"

"تم دیکھتی رہو شمانہ! ابھی ہمیں کچھ وقت کی ضرورت ہے۔ ہاں ان لوگوں کو دیکھو کس طرح منہ لٹکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انھیں تو یہی یقین ہوگا کہ یہ گرفتار ہو چکے ہیں۔" میں نے بشنک اور اس کے چار ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے کہا جو نہایت خاموش نظر آ رہے تھے۔

"گرفتاری کا احساس بلاشبہ بہت اذیت ناک ہوتا ہے۔" شمانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمھیں بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"اس لیے کہ تم میرے ساتھ ہو سبوتا اور جس جگہ تم ہو وہ قبر بھی ہو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"اوہ شمانہ۔ میں بھی تجھ پر اتنا ہی بھروسہ اور اتنا ہی اعتماد کرتا ہوں۔ یقین کر مجھے بھی تیری ذات سے اتنی ہی محبت ہے۔"

"مجھے یقین ہے سبوتا۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی بات نہیں ہے۔" شمانہ نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ہم دونوں خاموش ہو گئے۔

شمانہ نے مجھے سوچنے کا پورا پورا موقع دیا تھا اور میں یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ ان افراد کی کیا حیثیت ہے جو جہاز پر موجود تھے۔

وہ سب مسلح تھے لیکن جہاز پر آنے کے بعد اور ہمیں قیدی بنانے کے بعد شاید انھوں نے کسی بھی جنگ کا خیال ذہن سے نکال دیا تھا۔ انھوں نے اپنے جسموں سے ہتھیار کھول کر رکھ دیے تھے اور میں نے بخوبی جائزہ لیا تھا اس بات کا کہ ہتھیار کہاں رکھے گئے ہیں۔

اور یہ میرا پہلا کام تھا۔

ہم دن کی سختیاں جھیلتے رہے اور رات کی سردی بھی برداشت کرتے رہے۔ میرے لیے تو پروفیسر یہ باتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں، میں تو آگ میں غسل کرنے کا بھی عادی تھا اور سمندر کے ٹھنڈے پانی میں سونے کا بھی عادی ــــ لیکن شمانہ اور باقی لوگ پریشان ہو رہے تھے۔ بشنک غیر معمولی طور پر خاموش تھا۔ غالباً اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں، اسے جو حکم دیا گیا تھا، اس نے آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کیا تھا۔ ظاہر ہے وہ فوما کا حکم تھا اور بشنک ان لوگوں میں شامل تھا جنھیں فوما کی زندگی اور میری کارکردگی کے بارے میں اطلاع مل چکی تھی، سو وہ مجھ سے انحراف نہیں کر سکتے تھے۔

دھوپ پورے جہاز پر پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ عام طور سے سایہ دار جگہوں پر منتقل ہو چکے تھے۔ ہمارے بارے میں ابھی تک کوئی بات نہیں سوچی گئی تھی، نہ ہمیں پانی پلایا گیا تھا اور نہ ہمیں کھانے کے لیے پوچھا گیا تھا۔

میں اس صورت حال سے کسی قدر بے چین ہو گیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ اس قدر کمینہ فطرت ثابت ہو سکتے ہیں کہ ہمارے آرام کا خیال بھی نہ کریں گے۔ ظاہر ہے ہم شبالا کے قیدی تھے، ان کے نہیں۔ ہمیں سزا دینے والا شبالا تھا، یہ لوگ نہیں ــــ لیکن یہ لوگ ہمارے ساتھ جو سلوک کر رہے تھے یہ تو کسی طور جائز نہیں تھا۔

ممکن ہے شام کو یہ ہمارے بارے میں سوچیں بہرصورت دن کا اذیت ناک وقت گزارنا بے حد مشکل ہو گیا، خاص طور سے شمانہ۔

میں شمانہ کے بارے میں سوچ رہا تھا وہ بہرصورت عورت تھی ٹھیک ہے طاقتور تھی، توانا تھی لیکن بہرصورت عورت تو تھی جس کا مجھے پورا پورا احساس تھا۔

بشنک اور اس کے ساتھیوں کی حالت بھی زیادہ اچھی نہیں تھی لیکن وہ صابر اور خاموش تھے۔ دوپہر ڈھلنے لگی۔ سورج کی تمازت اب کسی قدر کم ہو گئی تھی۔ تب بشنک نے گہری سانس لی اور پشت سے ٹیکنے کی کوشش کی۔ میں نے مسکرا کر بشنک کی طرف دیکھا اور بشنک کے ہونٹوں پر بھی پھیکی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے ہونٹ خشک تھے اور شاید وہ نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ میں آہستہ سے کھسکا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے بشنک، تم پژمردہ نظر آ رہے ہو؟"

"سبوتا! کاش میں تیری مانند ہوتا!" بشنک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تیرے چہرے کی تروتازگی دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ سورج تجھ پر قطعی اثر انداز نہیں ہوا۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے میں تر و تازہ ہوں۔"
"حالانکہ تیری ساتھی شمانہ مرجھا گئی ہے۔"
"ہاں۔ مجھے شمانہ کا بہت افسوس ہے۔"
"تو نے اسے ساتھ کیوں لیا سبوتا، ہم تنہا ہی مشکلات جھیلتے تو بہتر تھا جبکہ تو نے دولابہ کو ساتھ نہیں لیا۔"
"اوہ بشک، دولابہ ان حالات میں نہیں رہ سکتی تھی، بہر صورت خود تمھارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"
"میرا؟" بشک نے افسردگی سے کہا۔
"ہاں، کیوں؟"
"میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھے تو جو حکم دیا گیا میں اس پر آنکھیں بند کر کے تیار ہو گیا اور اگر مجھے اس طرح بیٹھے بیٹھے موت بھی آجائے تب بھی مجھے کوئی افسوس نہ ہو گا کیونکہ میں فوما کے احکامات کی پابندی کر رہا ہوں۔"
"بے شک تو ایک وفادار شخص ہے بشک۔"
"تیرا شکریہ سبوتا۔" بشک سنجیدہ لہجے میں بولا۔
"لیکن میں تجھے حالات سے لاعلم نہیں رکھوں گا۔ سن یہ بات نہ میں نے فوما کو بتائی ہے نہ باکو اور نہ ہی کسی تیسرے شخص کو۔ تو میرا پہلا رازدار ہے اور اس لیے میں نے تجھے اپنا ساتھی چنا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک دلیر اور جری آدمی ہے۔"
"میں ایک بار پھر تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں سبوتا کہ تو نے مجھے اس قابل سمجھا۔" بشک نے جواب دیا۔
"ہاں بے شک تو اسی قابل ہے بشک۔ تو سن ہم ایک دن اور ایک رات کا سفر کریں گے۔ یہ رات گذارنے کے بعد جب صبح ہو گی تو میں تم سب کو آزاد کر دوں گا۔ میں نے اسلحہ خانہ دیکھ لیا ہے، ہم سب اس کی طرف جائیں گے ـــــ اور یہ کام ہم اس وقت کریں گے جب ہمیں یقین ہو گا کہ جہاز پر موجود تمام لوگ سو رہے ہیں اور پھر ہم گہری نیند سونے والوں کی نیند اور گہری کر دیں گے اتنی گہری کہ پھر وہ کبھی آنکھیں نہ کھول سکیں، اس کے بعد ہم اس جہاز کو واپس سکائی کی طرف لے جائیں گے۔ تو نے غور کیا اس بات پر کہ ہمیں اس سے کیا فائدہ ہو گا؟"
"اوہ۔ میں نہیں سمجھا۔" بشک کے چہرے پر اچانک رونق آگئی تھی۔
"بشک! اگر ہم آج صبح ان سے یہ بات کہہ دیتے کہ قیدیوں کو ان کے حوالے نہیں کیا جائے گا تو ساحل پر جنگ شروع ہو جاتی۔ کیا تجھے یقین ہے کہ سکائی کے ناتجربہ کار نوجوان اس جنگ کے لیے تیار رہتے۔ ہماری تعداد اتنی زیادہ نہیں تھی کہ ان کا مقابلہ کرتے لیکن ایک دن اور ایک رات سکائی کے نوجوانوں کے لیے کافی ہے۔
اور اس کے بعد وہ جنگ کریں گے تو بھرپور انداز میں کریں گے۔ میں ان لوگوں کو اسی لیے سمندر میں دور تک لے آیا ہوں کہ یہ لوگ واپسی کا سفر کریں اور اس کے بعد جب یہ واپس سکائی کے ساحل پر پہنچیں گے تو سکائی کے جوان انھیں جنگ کے لیے تیار ملیں گے۔"
"اوہ۔ اوہ۔ دیوتاؤں کی قسم سبوتا۔ دیوتاؤں کی قسم اس سے عمدہ ترکیب اس سے شاندار ذہانت اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ اوہ یقیناً تو۔ تو نے کیا ہے۔ تو نے تو۔ ہم لوگوں کو لافانی بنا دیا ہے۔ تیری ذہانت تو ایسے ایسے گل کھلا رہی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔" بشک میری تجویز سے حیران رہ گیا تھا۔ وہ کافی دیر میرے گن گاتا رہا۔
لیکن مجھے اپنی تعریف سننے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ یہ شوق تو صدیوں سے پورا ہوتا چلا آ رہا تھا۔ میں تو صرف عمل چاہتا تھا اور میری خواہش تھی کہ جیسا میں نے سوچا ہے اسی کے مطابق کام ہو۔
بشک چند ساعت تک حیران رہا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بالکل بدل گئے تھے۔ غالباً گرفتاری کے احساس میں اور شکا یا پہنچ کر ملنے والی سزا کے احساس نے اسے خوفزدہ کر کے پژمردہ کر دیا تھا لیکن اب جب اس نے میری تجویز سنی تو اسے احساس ہو گیا کہ اس کے ساتھ ایک ناقابل تسخیر طاقت شامل ہے اور اس کے بعد کوئی دشواری راہ میں حائل نہیں ہو سکتی لیکن یقینی بات ہے کہ اس کے ذہن میں بہت سارے سوالات ابھر رہے ہوں گے، چنانچہ اس نے کہا۔
"لیکن سبوتا ہم آزاد کس طرح ہوں گے؟"
"اوہ۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے بشک، تم دیکھو گے میں کس آسانی سے تمھیں آزاد کر دیتا ہوں۔"
"ہاں سبوتا۔ تیرا علم ناقابل فہم ہے لیکن میں سخت حیران ہوں، اگر تو اجازت دے تو میں اپنے ساتھیوں کو بھی اس کے بارے میں کچھ بتا دوں۔ دوپہر کی دھوپ اور اس وقت کی ٹھنڈک نے انھیں نڈھال کر دیا ہے لیکن جیسا کہ خود میری کیفیت تھی اور جس کے بارے میں، میں اندازہ کر سکتا ہوں وہ بھی میری طرح اسی مایوسی کا شکار ہوں گے کہ اب انھیں شابالا کے سامنے پیش ہو کر موت کی سزا بھگتنی ہو گی۔ تو شابالا کو نہیں جانتا سبوتا۔ وہ زرد روؤں کے ہاتھوں میں کھیلنے والا شخص ہے اور وہ وہی کچھ کرے گا جو زرد رو چاہیں گے، جبکہ ہم نے ان کے دوست اور مددگار تارس کو قتل کیا ہے، چنانچہ یہ لوگ بھی اسی مایوسی کا شکار ہوں گے۔ اگر تو اجازت دے تو میں انھیں اس مایوسی سے نکال لوں۔" بشک نے پوچھا۔
"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بشک لیکن ہم اپنے کام انتہائی ہوشیاری سے کرنا چاہتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم لوگوں کے پُر رونق چہرے دیکھ کر جہاز والوں کو کوئی شبہ ہو اور وہ ہم پر اپنی نگرانی کڑی کر دیں۔ چنانچہ بہتر یہی ہو گا کہ رات گذر نے دو اور جب رات کا آخری پہر بھی گذر جائے تو تم ان لوگوں کو سب کچھ بتا دینا، تب تک انھیں سختیاں جھیلنے دو۔"
"جو تیرا حکم سبوتا۔ میں وہی کروں گا جو تو نے کہا ہے۔" بشک نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔
رات کا آخری پہر بھی گذر چکا تھا، ان لوگوں کی ذلیل فطرت ہمارے سامنے تھی۔ انھوں نے دن بھر ہمیں بھوکا پیاسا رکھا تھا اور رات کو بھی ہمارے

لیے کوئی انتظام نہیں کیا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کے چہرے بھی بھوک سے نڈھال تھے۔ شمانہ بھی نڈھال ہو چکی تھی۔ میں اگر چاہتا تو ان میں سے کسی بھی آدمی کا خون تک نچوڑ کر شمانہ کے حوالے کر سکتا تھا، اس کا گوشت شمانہ کو کھانے کے لیے دے سکتا تھا لیکن صرف حالات کی نزاکت، جس کا مجھے پورا پورا احساس تھا اور یہی بات میں نے شمانہ سے کی۔

"میں محسوس کر رہا ہوں شمانہ کہ تم نڈھال ہوتی جا رہی ہو۔"

"دیکھو سبوتا یہ فطری امر ہے۔ مجھے کھانے پینے کو کچھ نہیں ملا ہے اس لیے مجھے نڈھال تو ہونا ہی چاہیے، ورنہ تم یقین کرو میں ذہنی طور پر بالکل مطمئن اور پُرسکون ہوں۔ میں اس کیفیت کو ابھی طویل عرصے تک برداشت کر سکتی ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم اگر مجھے نڈھال دیکھ رہے ہو تو یہ صرف بیرونی اثرات ہیں، البتہ اس سے قطع نظر میں بالکل پُرسکون ہوں۔ ہم جو کچھ کرنے جا رہے ہیں وہ انتہائی کارآمد بات ہے۔"

"اوہ شمانہ، درحقیقت تم اپنی جگہ بہت بلند فطرت کی مالک ہو،" میں نے شمانہ سے کہا۔

"بس بس سبوتا، رہنے دے ان باتوں کو، جو کچھ بھی ہوں تیری غلام ہوں اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں تیری پسندیدہ شخصیت ہوں۔"

"ہاں شمانہ، تم واقعی میری پسندیدہ شخصیت ہو۔" میں نے جواب دیا اور شمانہ مسکرانے لگی۔ ہم نے محسوس کیا تھا کہ ہمیں گرفتار کر کے لانے والے کافی حد تک اب ہم سے لاپرواہ ہو چکے ہیں۔ یوں بھی خالی ایک ہی جہاز کی بات کی جاتی تو ان کی تعداد پچاس تھی اور ہم پانچ چھ آدمیوں کے لیے وہ سب بہت کافی تھے اور اگر ہم کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرتے بھی تو اس کا نتیجہ ان کے خیال میں موت کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

سمندر میں کودنے کی کوشش کی جاتی تو جہاز اتنی دُور تک نکل آیا تھا کہ زندہ ساحل تک پہنچنا ناممکنات میں شامل تھا اور اگر کوئی اور حرکت کی جاتی تو یہ سب ہمیں بہ آسانی قتل کر سکتے تھے، کم از کم ان کے ذہنوں میں یہی خیال ہو گا اور اسی لیے وہ ہماری طرف سے مطمئن ہو گئے تھے اور ان کا یہ اطمینان ہمارے لیے بہرحال فائدہ بخش تھا۔

میں نے کچھ لوگوں کو نیند میں جھولتے دیکھا، البتہ بشک بالکل ہوشیار تھا اور میری ساتھی شمانہ بھی اس طرح چاک و چوبند نظر آ رہی تھی جیسے رات گذرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بدن کی توانائی بھی بڑھتی چلی جا رہی ہو۔

میں خوش اور مطمئن تھا۔ ہم میں سے کوئی سونا بھی نہیں چاہتا تھا کیونکہ سونے سے بہت سے نقصانات ہو سکتے تھے۔ حالانکہ میں نے شمانہ اور بشک کو یہ پیشکش بھی کی کہ اگر وہ چاہیں تو سو سکتے ہیں میں یہ ذمہ داری لیتا ہوں کہ انھیں وقتِ مقررہ پر جگا دوں۔

لیکن انھوں نے اس بات سے انکار کر دیا ۔۔۔ اور شمانہ نے کہا تھا۔

"نہیں سبوتا۔ صورتِ حال اتنی نازک ہے کہ ہم میں سے کسی کو غافل نہیں ہونا چاہیے۔ جس طرح ہم نے ایک دن تکلیف کا گذارا ہے، ایک رات بھی پریشانیوں میں گذار سکتے ہیں۔ یہ رات ہمیں فائدہ ہی فائدہ دے گی۔"

"ہاں یہ درست ہے۔" میں نے جواب دیا اور بشک مسکرا پڑا۔ پروفیسر زندگی کی اُمید نے اس کے چہرے کو روشنی کی چمک بخش دی تھی۔ اب وہ کافی حد تک مطمئن اور پُرسکون نظر آ رہا تھا۔ میں نے شمانہ کی طرف دیکھا اور اچانک شمانہ میرے کان کی طرف جھک آئی۔

اس نے میرے کان میں آہستہ سے کہا تھا۔ "کیا کم بخت بشک سوتا بھی نہیں ہے۔" وہ اپنے چہرے کو مذاق سے بگاڑتی ہوئی بولی۔

"کیوں شمانہ؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بس میں چاہتی ہوں یہ سو جائے۔"

"کیوں سو جائے؟ تم بھی تو جاگ رہی ہو۔" میں نے پھر مسکرا کر کہا۔

"اوہ سبوتا۔ دراصل دن بھر کی تھکن، تکلیف وہ مشقت دُور کرنے کا ایک بہترین طریقہ یہ تھا کہ میں تمھارے سینے پر سر رکھ کر لیٹ جاتی لیکن اس کے سامنے یہ سب کچھ ممکن نہیں ہے۔" شمانہ نے کہا۔ اس کی آنکھیں جھک رہی تھیں۔

"کیوں شمانہ؟"

"بس میں اس کے سامنے یہ سب کچھ نہیں کر سکتی۔" اور میں عورت کی فطری شرم پر غور کرنے لگا۔

اور پروفیسر میں مسکرا پڑا۔ عورت دورِ جدید کی ہو یا دورِ قدیم کی لاجونتی کے پودے کی شرم دونوں کو ودیعت کی گئی۔ عورت کی حیا۔۔۔ اور پروفیسر کافی دیر میں اس بات پر غور کرتا رہا۔

بہرحال وقت گذرتا رہا۔ بشک بھی جاگتا رہا اور شمانہ بھی ۔۔ شمانہ البتہ میری گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی تھی، البتہ وہ جاگ ضرور رہی تھی۔

میری خواہش تھی کہ وہ سو جائے اور میں اپنے دوست ستاروں سے کچھ گفتگو کروں جو میرے سر پر چمک رہے تھے لیکن شمانہ جاگتی رہی اور مجھے موقع نہ مل سکا۔

بہت عرصے کے بعد اس طرح سے کھلا آسمان نصیب ہوا تھا اس لیے میری نگاہیں کبھی کبھی ستاروں میں کچھ تلاش کرنے لگتی تھیں لیکن جو کچھ میں چاہتا تھا اس کا موقع مجھے نہ مل سکا لیکن بہرحال مجھے کوئی افسوس بھی نہیں تھا۔

رات آہستہ آہستہ بیتتی رہی، پہلا پہر، دوسرا پہر اور پھر تیسرا پہر بھی گذر گیا اور ہمارے کام کا وقت آ گیا۔

وقتِ مقررہ پر میں نے اپنے ہاتھوں میں بندھی رسیوں کو دیکھا اور جہاز پر موجود لوگوں کو۔ جہاز کا تمام عملہ سو رہا تھا۔ مجھے ایسا کوئی بھی شخص نظر نہیں آیا جو جاگ رہا ہوتا۔ ہاں صرف وہ، جو جہاز کو چلانے کے ذمہ دار تھے لیکن وہ بھی اونگھ رہے تھے اور ہوا اپنا کام کر رہی تھی۔ گویا اس وقت جہاز صرف ہواؤں کے رحم و کرم پر تھا۔

چنانچہ میں نے چاروں طرف سے مطمئن ہونے کے بعد اپنے ہاتھوں میں بندھی ہوئی موٹی رسیوں کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور رسیوں کی تڑاخ کافی اونچی

تھی۔ شمانہ نے میری طرف دیکھا اور پھر ٹوٹتی ہوئی رسّیوں کو۔

وہ حیران رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے عجیب سے تاثرات پیدا ہوئے لیکن دوسرے لمحے اس نے جھک کر میری دونوں کلائیوں کو چوم لیا۔

"میں جانتی ہوں سبوتا کہ یہ کام تمہارے لیے مشکل نہ ہوگا لیکن بشک ضرور حیران ہوگا۔" اس نے سرگوشی کی۔

اور میں اس کی کلائیوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ تب میں نے شمانہ کے نازک ہاتھوں کو ان رسّیوں سے آزاد کر دیا۔

میرا تیسرا عمل بشک کے ساتھ تھا۔ بشک نے میرے کھلے ہاتھ دیکھے تو حیران رہ گیا۔ اس وقت شاید اسے بھی چھونک آ گئی تھی۔

"اے سبوتا۔ تو۔ تو۔ تیرے ۔ تیرے ہاتھوں کی رسیاں ــــــ" وہ ہکلاتی ہوئی زبان میں بول رہا تھا۔

"ہاں بشک ۔ میں نے کہا تھا نا آزادی کا وقت آ گیا۔" میں نے کہا اور بشک نے اپنے دونوں ہاتھ میرے سامنے کر دیے۔

بشک کے ہاتھوں کی رسّیاں کھولنا کون سا مشکل کام تھا اور پھر بشک نے اپنے چاروں ساتھیوں کی رسّیاں پھرتی سے کھولنا شروع کیں۔

بشک نے انہیں جگایا، جھنجوڑا اور انہیں خاموش رہنے کی تلقین کی۔ چاروں حیرانی سے اسے دیکھنے لگے تھے۔

"تم کیا سمجھتے ہو، ہمارے ساتھ سبوتا ہے۔ ہم جہاز پر قید نہیں رہ سکتے، بلکہ ہم ایک منصوبے کے تحت جہاز پر آئے ہیں۔" بشک نے ان کی حیرانی کو مدِ نگاہ رکھتے ہوئے کہا۔

"ہم نہیں سمجھے جناب؟"

"ٹھہرو پہلے میں تمہیں آزاد کر دوں، اس کے بعد باقی باتیں سمجھاؤں گا۔" بشک نے کہا۔

بشک ان کی رسیاں کھولنے لگا۔ میں بھی اس کی مدد کر رہا تھا اور شمانہ بھی۔ چند ساعت کے بعد ہم سب آزاد تھے۔

بشک کے ساتھی اپنی کلائیاں مسلنے لگے تھے۔ تب بشک نے میری طرف رُخ کر کے کہا۔

"اب کیا ارادہ ہے سبوتا؟"

"تم لوگ اگر چاہو تو اسی طرح یہاں بیٹھے رہو جیسے بندھے بیٹھے تھے۔ میں تم لوگوں کے لیے اسلحہ لے کر آتا ہوں۔"

"اوہ سبوتا! ہم لوگ بھی کیوں نہ ساتھ چلیں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے بشک۔ میں نہیں چاہتا کہ انہیں کسی قسم کی ہلچل کا اندازہ ہو اور وہ وقت سے پہلے جاگ جائیں۔ میں پہلی ہی کوشش میں ان میں سے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دینا چاہتا ہوں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے پاس ہتھیار انتہائی خاموشی سے پہنچ جائیں۔" میں نے کہا۔

"جو تیرا حکم سبوتا ــــ لیکن ــــ"

"کچھ نہیں بشک۔ بس تم آرام سے بیٹھو۔" میں نے کہا اور اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا۔

شمانہ خاموشی سے مجھے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں اس وقت بھی محبت سے بھرپور تھیں۔ بہرحال اس وقت سارے خیالات کو ذہن سے جھٹک کر میں اپنے اگلے اقدام کے بارے میں غور کرنے لگا۔

میں دن کی روشنی میں دیکھ چکا تھا کہ اسلحہ خانہ کس جگہ ہے اور اس کے داخلے کا راستہ کس طرف ہے۔ بہرحال میں خاموشی سے وہاں پہنچ گیا۔

اسلحہ خانے کے دروازے پر مجھے ایک آدمی سوتا ہوا ملا تھا اور پھر شاید اسے حسرت ہی رہ گئی کہ وہ جاگ سکتا۔ میرے آہنی ہاتھوں کے شکنجے نے اس کی گردن دبا دی تھی۔ اس کی آنکھیں ابل پڑی تھیں اور زبان باہر نکل آئی تھی۔ اس نے ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کی تھی لیکن بے سود۔

ظاہر ہے میرے ہاتھوں موت اس کا مقدر بن چکی تھی۔

اس آدمی کو مارنے کے بعد میں نے اسلحہ خانے کا دروازہ کھولا اور اطمینان سے اندر داخل ہو گیا۔

بڑی بڑی عمدہ چیزیں موجود تھیں۔ میری پسند کا کھانڈا بھی موجود تھا۔ خاصا وزنی تھا۔ ویسے کھانڈے عام طور پر وزنی ہی ہوا کرتے ہیں، وہ میرے معیار کا تو نہیں تھا لیکن اتنا ضرور تھا کہ وقتِ ضرورت کام آ سکتا تھا چنانچہ میں نے دو کھانڈوں کا انتخاب کیا، باقی لوگوں کے لیے تلواریں اور ڈھالیں لے لیں۔ شمانہ کے لیے ایک نیزہ بھی لے لیا اور ایک خنجر بھی۔

شمانہ خنجر کا استعمال بہت اچھی طرح جانتی تھی اور اس کے بعد میں یہ تمام چیزیں لے کر نہایت خاموشی سے پلٹ پڑا۔

میں نے اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچ کر یہ چیزیں ان میں تقسیم کر دیں اور ہم نے آخری بار ان جہازوں کی جانب دیکھا جو ہمارے جہاز کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے لیکن ان کا فاصلہ کم از کم اتنا ضرور تھا کہ ایک جہاز سے دوسرے جہاز کو بہ آسانی نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے یہ فاصلے لازمی تھے کیونکہ اگر جہاز قریب قریب چلتے تو ہواؤں کا رُخ انہیں آپس میں ٹکرا بھی سکتا تھا، ان جہازوں کی طرف سے ویسے مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

صرف بادبانوں کا رُخ موڑنا اور اس کے بعد چپو چلانا ــــــ یہی کرنا تھا اور اس کے بعد ہم سکائی کے ساحل پر ہوتے۔

بہرصورت اب سب سے اہم مرحلہ شروع ہوگیا تھا، چنانچہ ہم نے تلواریں، ڈھالیں سنبھالیں۔ میں نے اپنے دونوں کھانڈے اپنے ہاتھوں میں لیے، شمانہ نے خنجر اور نیزہ سنبھال لیا۔

سات افراد کا یہ گروہ انسانوں کی تلاش میں چل پڑا۔ وہ انسان جو سوئے ہوئے تھے۔

ہم نے سب سے پہلے حملے میں ان پانچ افراد کو ہلاک کر دیا جو سب سے پہلے ہمارے سامنے آئے تھے۔ ان کی چیخیں بلند ہوئی تھیں لیکن اس ت کو

فرو نہیں جاگا تھا۔

اور ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے، طے یہ کیا گیا تھا کہ ایک ہی جگہ رہیں گے اور مل کر لڑیں گے کیونکہ ہماری تعداد کم ہے۔ اس طرح اگر ہم منتشر ہو گئے تو ہمیں بہت سے آدمی مل کر مار سکتے ہیں۔

دس یا بارہ افراد کو ہم نے قتل کیا تھا کہ جہاز پر ہماری کوششوں کی خبر ہو گئی اور سوئے ہوئے لوگ وحشت زدہ انداز میں ہڑبڑا کر اٹھ گئے۔

انھوں نے اپنے اسلحہ خانے کی طرف کا رُخ کیا لیکن ہم نے ایسا راستہ روک رکھا تھا کہ کوئی بھی اسلحہ خانے میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔

بہر صورت اسلحہ خانے میں سارا اسلحہ رکھ دینا ان لوگوں کی حماقت تھی جس سے انھوں نے نقصان اٹھایا۔

ہم لوگ مسلح بھی تھے اور چاق و چوبند بھی۔ ہمارے برعکس وہ لوگ نیند میں ڈوبے ہوئے تھے جس کی وجہ سے ان کے حواس کام نہیں کر رہے تھے اور نہتے بھی۔

چنانچہ یہ نہتے افراد خواہ کتنے بھی ہوتے، جب ہم سب لوگ اس طرح سے ان کے سامنے تھے تو ان کی ایک نہ چلتی۔ سو ہم لوگ انھیں تلاش کر کر کے قتل کرنے لگے۔ وہ پورے جہاز میں بھاگ رہے تھے اور اپنی جانیں بچانے کی فکر میں تھے۔ جس کے ہاتھ میں جو چیز لگی تھی وہ اسے لے کر جنگ کر رہا تھا۔

ہاں میرا کھانڈا اپنی تباہ کاری دکھا رہا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ چل رہے تھے اور جس طرف بھی میرے ہاتھ اٹھ جاتے وہاں کٹے ہوئے جسموں کے سوا کچھ نہ رہتا۔ جہاز پر پچاس آدمی تھے، جنھیں قتل کرنے میں ہمیں زیادہ دیر نہ لگی۔

ہم نے جہاز کے عملے کے ایک ایک فرد کو چن چن کر قتل کر دیا تھا سوائے ان چند افراد کے جنھوں نے سمندر میں کود کر جان دینے کی کوشش کی تھی — غالباً ان کا خیال یہ ہو گا کہ اگر زندگی ہے تو کسی جہاز پر پہنچ جائیں گے ورنہ موت تو مقدر بن ہی چکی تھی۔

اس طرح ہم نے جہاز ان لوگوں سے پاک کرا لیا جو شکایا کے زرد رُو تھے، بشبالا کے دل پسند دوست۔

ہمارا منصوبہ اس قدر کامیاب رہا تھا کہ نیند اور بھوک سے بے حال لوگوں کے بدن بھی فولاد بن گئے تھے۔ ہمارے ساتھی بے حد خوش تھے اور پھر ہم نے انتہائی کوشش کر کے جہاز کے بادبانوں کو پلٹ ڈالا۔

بادبانوں نے رُخ بدلا تو چند ساعت کے بعد ہمارا جہاز پیچھے کی سمت واپس لوٹنے لگا، جب کہ دوسرے تمام جہاز تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہے تھے۔ غالباً ان کے ملاح بھی سو رہے تھے اور صرف ہوائیں اپنا کام کر رہی تھیں۔ غالباً اسی لیے کسی کو اندازہ نہیں ہو سکا کہ ان کے بیڑے میں ایک جہاز کتنا پیچھے رہ گیا ہے نہ صرف پیچھے رہ گیا ہے بلکہ پیچھے کی سمت واپس جا رہا ہے اور ہمارا جہاز برق رفتاری سے سکائی کے ساحل کی جانب سفر کرنے لگا۔

خوشی کا یہ سفر بڑا صبر آزما تھا۔ ہم جلد از جلد سکائی کے ساحل پر پہنچ جانا چاہتے تھے اور ہماری دلی خواہش تھی کہ جہاز کی رفتار تیز سے تیز تر ہو جائے، چنانچہ چند افراد نے چپو چلانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن تیز ہوائیں سکائی کے ساحل پر ہی رواں دواں تھیں، جس کی وجہ سے چپو چلانا بیکار ثابت ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے جہاز کی رفتار اس سے زیادہ نہیں بڑھ سکتی تھی، چنانچہ میں نے ان لوگوں کو منع کر دیا جو چپو چلانے کی انتہائی کوششیں کر رہے تھے، ظاہر ہے چار افراد کی بساط ہی کیا تھی، ورنہ اتنے بڑے جہاز میں چند افراد کا چپو چلانا حماقت کے سوا ہو ہی کیا سکتا تھا۔

بہر صورت انھوں نے میرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چپو چلانا بند کر دیا تھا اور ہم سب سمندر کے ایک حصے کی طرف دیکھنے لگے، جہاں دور جاتے ہوئے جہاز ہم سے اتنی دور نکل چکے تھے کہ اب ان بادبانوں کی سفیدی بھی ہمیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ ظاہر ہے ان لوگوں کو ابھی تک ہماری واپسی کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ خبر ہو جاتی تو ان میں تہلکہ مچ جاتا —— لیکن اس وقت تک ہم سکائی کے ساحل پر پہنچ چکے ہوتے۔

اور یہ کچھ خوش قسمتی بھی تھی اور ہواؤں کا تعاون بھی، کہ جو سفر ہم نے طویل عرصے میں کیا تھا، وہ ہم نے صرف اس وقت اس حصے میں طے کر لیا جسے اس وقت کا آدھا وقت کہا جا سکتا ہے۔

یعنی جب سورج سروں سے بلند ہو کر آسمان کے درمیان پہنچا اور پھر وہاں سے اس نے ڈھلان کی طرف کا رُخ کیا تو ہمیں دور سے سکائی کا ساحل نظر آنے لگا تھا اور پھر جب سورج بادلوں میں غروب ہونے لگا تو ہم سکائی کے ساحل پر پہنچ چکے تھے۔

سکائی کا ساحل بے شمار افراد سے بھرا ہوا تھا، وہ ہمارے استقبال کے لیے تیار تھے۔ وہ سب خوشی سے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ غالباً حکیم ہاکو نے انھیں پوری طرح اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ ہم کیا کرنے والے ہیں۔

سکائی کے نوجوان جوش و خروش سے ساحل پر امنڈے چلے آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھیار بھی تھے اور وہ بہت زیادہ خوش نظر آ رہے تھے۔ ہاں میں ان کے بارے میں سوچ رہا تھا جو سکائی کے انتہائی سرے پر آباد تھے اور ہمارے دشمن کہلاتے تھے۔

ہم کامیاب و کامران واپس سکائی کے ساحل کی طرف بڑھ چکے تھے اور وہاں کے لوگوں کا جوش و خروش دیکھ رہے تھے۔

حکیم ہاکو اور دوسرے چند لوگ بھی کنارے پر موجود تھے اور نمایاں نظر آ رہے تھے۔ بالآخر ہمارا جہاز ساحل سے لگ گیا اور ہم چھوٹی کشتیوں سے گہرے پانی میں سے ساحل کی طرف جانے لگے۔

استقبال کرنے والے ہماری طرف دوڑ پڑے تھے اور پھر ہماری کشتی کو ساحل پر کھینچ لیا گیا۔ لوگوں نے ہمیں اٹھا کر کاندھوں پر بٹھا لیا۔

خود میرے ساتھ بھی یہی کیا گیا تھا۔ غالباً حکیم ہاکو سکائی کے نوجوانوں کو میرے بارے میں کچھ نہ کچھ بتا چکا تھا اور انہیں بھی پتہ چل گیا تھا کہ ان کا مددگار ان کی خاطر کیا کر رہا ہے اور یہ سب کچھ اسی نے کیا تھا۔

مجھے حکیم ہاکو سے بھی نہ ملنے دیا گیا۔ لوگوں نے مجھے کندھوں پر اٹھایا ہُوا تھا۔ وہ لوگ خوشی سے ناچ رہے تھے اور بہرحال یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جسے میں اچھا نہ سمجھتا۔ میں بھی ان کے درمیان اسی طرح خوش نظر [illegible] جیسے یہ سب میرے ساتھی ہوں۔

اور یہ حقیقت بھی تھی۔ میں جس طرح ان لوگوں کے لئے [illegible] میرا خیال ہے سیکائی کا کوئی اور شخص بھی ان کے لئے اس طرح کام [illegible] کر سکتا تھا۔

بمشکل تمام مجھے، شمانہ کو، بلشک کو اور بلشک کے ساتھیوں کو ان لوگوں سے رہائی ملی۔ حکیم ہاکو نے ان سے درخواست کی تھی کہ جوش و خروش کا مظاہرہ ختم کر دیا جائے اور چند لمحات کے بعد انہیں ایک خطرناک جنگ سے دوچار ہونا پڑے گا۔

ساحل پر موجود لوگ جوش و خروش سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ سب جنگ کرنے کے لئے مکمل طور پر تیار تھے۔ کسی کے چہرے پر جنگ کا خوف نظر نہیں آ رہا تھا۔ تب حکیم ہاکو میری طرف بڑھ آیا۔ اس نے مجھے اپنے ساتھ چمٹا لیا تھا۔

"سبوتا! ہم سب تیرے احسان مند ہیں۔ تو عظیم ہے۔ تو ہمیں پریشانیوں سے نجات دلاتا ہے۔ تو ہم لوگوں کا نجات دہندہ ہے۔ سبوتا۔ آہ عظیم سبوتا۔ تیری جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

بہرحال چند لمحات کے بعد مجھے فوما کے پاس لے جایا گیا۔ فوما میری کامیابی سے بے پناہ خوش تھا۔ اس نے مجھے گلے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"سبوتا! ہم تو اب اس قابل بھی نہیں رہے کہ تیری ان عنایتوں کا شکریہ ادا کریں۔"

"یہی بہتر بھی ہے فوما، تم کچھ نہ کہو۔ صرف کامیابیاں حاصل کرتے رہو۔ میں اسی میں خوش ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو عظیم ہے، بے حد عظیم۔ بہت ہی مہربان۔" فوما نے گردن جھکاتے ہوئے کہا اور پھر حکیم ہاکو کی طرف دیکھ کر بولا۔

"حکیم ہاکو، مجھے بتاؤ، کیا یہ ہمارے لئے آسمان کی برکت نہیں ہے؟"

"یقیناً فوما۔ یقیناً۔ میں تو اس شخص کی ذہانت پر حیران ہوں۔" حکیم ہاکو نے کہا۔ وہ بھی مجھے عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"دوستو، میری ذہانت کی تعریفیں بعد میں کر لینا۔ پہلے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر غور کر لو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شمانہ بھی مسکرانے لگی۔

"کہو سبوتا، جلدی کہو، ہم تیری ہدایت کے منتظر ہیں۔"

"مجھے چند باتیں بتاؤ۔"

"پوچھو سبوتا۔" فوما نے مسکرا کر کہا۔

"کیا تجھے سکائی والوں پر ظاہر کر دیا گیا ہے؟"

"ہاں، ظاہر ہے سکائی کے لوگوں کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ فوما زندہ ہے۔" حکیم حاکو نے کہا۔

"بڑا جوش و خروش ہے ان لوگوں میں۔" شمانہ نے گفتگو میں حصہ لیتے ہُوئے کہا۔

"ہاں یقیناً ہونا بھی چاہیئے۔"

"بہرصورت اب کیا ارادے ہیں؟"

"اوہ سبوتا تو نے ایک کامیاب مہم سرانجام دی ہے اور میں نے اس مہم کے بارے میں فوما کو بتایا تو وہ دنگ رہ گیا۔"

"ہاں سبوتا! میں تیری عقلمندی پر حیران رہ گیا تھا۔ بلاشبہ اس سے بہتر کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی تھی۔ جو کچھ تو نے کیا، اس پر کوئی دوسرا عمل بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔"

"شکریہ فوما۔ میں نے جو کچھ کیا تیری ہمدردی اور محبت میں کیا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا

"بہرصورت سبوتا! ہم صرف اس بات کے خواہش مند ہیں کہ تو ہماری رہنمائی کر۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی بھی کام تیری مرضی کے خلاف کیا جائے۔ تو ہمیں ہدایت دے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "تو معزز فوما اور اس کے وفادارو! بہت تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے۔ فوما کو اس کی حیثیت واپس ملنے والی ہے۔ چنانچہ اس کی ابتدا کے لئے سکائی کو منتخب کیا گیا ہے۔ ہاں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سکائی پر مکمل طور پر قبضہ کر لیں۔ سکائی ہمارے لئے بہترین ثابت ہو گا۔ کیونکہ جنگ کرنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ ہمارے پاس کوئی مخصوص جگہ ہو۔" میں نے کہا۔

"بے شک ہم سب اس بات پر متفق ہیں۔" فوما نے جواب دیا۔

"تب پھر سکائی کے آزمودہ کار نوجوانوں کو اور ان تجربہ کار لوگوں کو جہازوں پر پہنچا دیا جائے جو سمندری جنگ کے ماہر ہیں۔ ان کی رہنمائی بلشک اور کچھ دوسرے لوگ کریں گے۔ بلشک کو بیڑے کا سردار بنایا جائے گا۔"

"بہتر سبوتا۔" حکیم حاکو نے جواب دیا اور میں بلشک کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"بلشک، تم ان لوگوں سے بحری جنگ کرو گے۔ جہازوں پر تمام تیاریاں مکمل کرا دو۔ حکیم حاکو! یہ کام چند گھنٹوں کے اندر اندر مکمل ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ جب دن کی روشنی میں ان لوگوں کو معلوم ہُوا ہو گا کہ وہ جہاز ان لوگوں کو جو شمالہ کے قیدی تھے، لے کر جا رہا تھا، واپس سکائی جا چکا ہے تو وہ آندھی اور طوفان کی طرح پلٹیں گے اور ان کے چہرے جوش اور غصے سے سُرخ ہوں گے۔ ان کے جذبات برانگیختہ ہوں گے، اور وہ یہاں آتے ہی حملہ کر دیں گے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ انہیں ساحل سے دُور سمندر ہی میں روکو تاکہ وہ سکائی کی زمین پر قدم نہ رکھ سکیں۔"

"نہایت مناسب سبوتا! اس کے علاوہ اور کیا حکم ہے؟"

"سکائی کے جوانوں کا ایک بہت بڑا گروہ خشکی کے راستے سے، میرا مطلب ہے اپنی سمت سے ان لوگوں کی طرف روانہ کر دیا جائے جو سکائی کے

دوسرے حصے پر آباد ہیں۔"

"تمہارا مقصد زرد رُوؤں سے ہے سبوتا؟" فوما نے پوچھا۔

"ہاں فوما، میرا مقصد زرد رُوؤں سے ہی ہے۔ یہ گروہ صرف انتظار کرے اور اس وقت حملہ کرے جب ہم جہازوں کو مکمل طور سے مفلوج کر [illegible]" میں نے کہا۔

"بہت خوب۔" فوما نے کہا۔

"جہازوں کو مفلوج کرنے کے بعد ہم سمندر کی جانب سے زرد رُوؤں کی بستی کی طرف بڑھیں گے اور اس طرح ہمارا یہ حملہ دو طرفہ ہو جائے گا۔ تب ہم نہایت آسانی سے انہیں ختم کر سکیں گے۔"

"بہت ہی مناسب سبوتا۔ ہم کہتے تھے نا تیری واپسی پر جو کچھ تو مناسب سمجھے گا کرے گا۔ ہم میں سے کوئی بھی تیرے برابر جنگی مہارت نہیں رکھتا۔ یوں لگتا ہے جیسے تو نے ساری زندگی ایسی ہی جنگوں میں گزاری ہو۔ بلاشبہ تیری مدد ہمارے لئے، ہماری قوم کے لئے بہت ہی حیرت انگیز ہے۔" فوما نے جواب دیا۔

اور پھر وہ لوگ، سکائی بستی کے ہونے والے حکمران میری ہدایت پر عمل کرنے لگے۔ مجھے، شمانہ، بشنک اور دوسرے لوگوں کو آرام کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ [illegible] کوئی بات نہیں تھی لیکن میں چاہتا تھا کہ وہ لوگ جو دن بھر اور رات [illegible] میں مبتلا رہے ہیں، انھوں نے جو کٹھن وقت گزارا ہے، انہیں بہتر سہولیات فراہم ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ تجویز قبول کر لی اور ہم سب آرام کرنے کے لئے چل پڑے۔

دوسری جانب حکیم ہاکو اور دوسرے بہت سارے لوگ سکائی کے نوجوانوں کو اس مرحلے سے نمٹنے کے لئے تیار کرنے لگے اور رات ہونے سے پہلے بہت سارے انتظامات مکمل کر لئے گئے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ شاید رات ہی کے کسی [illegible] میں شکایا کے جہاز یہاں تک واپس پہنچ جائیں گے چنانچہ لکڑی کے بلند [illegible] پر بھی لوگوں کو تعینات کر دیا گیا تاکہ وہ سمندر پر دُور دُور تک نگاہ رکھیں۔

دوسری جانب جہازوں کی تمام تر کارروائی مکمل ہو چکی تھی۔ بھاری پتھر پھینکنے والی مشینیں نصب کر دی گئی تھیں اور دوسرے بڑے ہتھیار، جن سے جہازوں پر حملہ کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے کچھ اور ہدایات بھی جاری کیں جو حکیم ہاکو نے سکائی کے نوجوانوں تک پہنچا دی تھیں اور وہ ان پر عمل کر رہے تھے۔

رات کو میں اور شمانہ حسب معمول یک جا تھے۔ شمانہ بے حد اچھے موڈ میں تھی اور بے پناہ خوش نظر آ رہی تھی۔ دن بھر وہ خوب سوئی تھی۔ کھانا پینا بھی کافی ہو چکا تھا اس لئے وہ کافی بشاش محسوس ہو رہی تھی۔

مجھے اپنے پاس پا کر وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی،

"سبوتا، جب یہ لوگ تمہاری تعریفیں کرتے ہیں تو میرا سینہ خوشی اور مسرت سے پھول جاتا ہے۔"

"اوہ۔ شمانہ، ہاں میں نے محسوس کیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور شمانہ میری شرارت سمجھ کر مسکرا دی۔

"سبوتا، تم بہت ہی عجیب ہو، بہت ہی انوکھے۔ مجھے تم سے بے پناہ پیار ہو گیا ہے [illegible] تنا کہ بس میں تمہیں اس کے بارے میں نہیں بتا سکتی، لا محدود۔" وہ [illegible] انداز میں بولی۔

"ہاں شمانہ، مجھے یقین ہے۔" میں نے اس کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے کہا۔

"اور سبوتا تم عجیب بھی تو کتنے ہو۔ کتنے انوکھے ہو۔" وہ پھر بولی۔

"ہاں شمانہ، درست ہے لیکن یہ بات تم کتنی بار کہہ چکی ہو۔"

"دل نہیں بھرتا سبوتا۔ بس تمہاری تعریفیں کرنے کو دل چاہتا ہے۔" اس نے میری پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا بس۔ میری زیادہ تعریفیں مت کرو۔ ورنہ میں بہت زیادہ خوش ہو کر تم پر حملہ کر دوں گا۔" میں نے پھر شرارت بھرے لہجے میں کہا اور شمانہ کھسیا گئی لیکن اس کے باوجود وہ خاموش نہیں ہوئی تھی۔

"میری دلی خواہش ہے سبوتا کہ تم ہمیشہ بہت زیادہ خوش رہو۔ میری زندگی کا مقصد اب تمہاری خوشی کے سوا کچھ نہیں۔"

"بہت خوب شمانہ، تم تو بڑی خوبصورت باتیں کرنا سیکھ گئی ہو۔"

"ہاں سبوتا، یہ سب تیرے قرب کا نتیجہ ہے ورنہ اس سے پہلے میں جس قدر خشک تھی، اس کے بارے میں بھی تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"نہ صرف خشک بلکہ خونخوار بھی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور شمانہ شرما کر میرے سینے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔

رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ میں اور شمانہ ودیعت کی گئی آسمانی لذتوں سے لطف اٹھا رہے تھے۔ یہ لڑکی میرے جذبات کی بھرپور ساتھی تھی، بہترین معاون۔ شاید میری زندگی میں آنے والی چند خوبصورت ترین لڑکیوں میں سے ایک تھی ـــــ اور پروفیسر، بس جب بھی میں اس کے پاس ہوتا تھا، مجھے ہمیشہ نئی محسوس ہوتی تھی۔ اس کی خوبصورتی ہمیشہ انوکھی ہوتی تھی۔ بہرحال اس وقت بھی رات کافی گزر چکی تھی جب میں نے شمانہ سے کہا

"سو جاؤ شمانہ، رات کافی گزر چکی ہے۔" میں نے اس سے کہا اور وہ اپنا سر میرے بازو پر رکھے رکھے آرام سے سو گئی۔

رات کا تقریباً آخری پہر تھا لیکن سیکائی کے نوجوانوں کے جوش و خروش کی آوازیں ابھی تک کانوں میں پہنچ رہی تھیں۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سکائی میں کوئی بہت بڑا جشن منایا جا رہا ہوں۔

نوجوان طبقہ جوش و خروش سے کام کر رہا تھا اور وہ بڑی تندہی سے کاموں میں مصروف تھے۔ شمانہ بھی تقریباً نیند لے کر اٹھ چکی تھی۔ جب میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

"تم سو کر اٹھ گئیں شمانہ؟"

ہاں سبوتا!"

"سکائی کے نوجوان تو جشن منا رہے ہیں۔"

"ہاں، میں ان کی آوازیں سن رہی ہوں۔ تم یقین کرو سبوتا۔ فوما کی زندگی کی خبر نے ان لوگوں کی مردہ روحوں میں زندگی دوڑائی ہے۔ یہ لوگ، میں نہ صرف سکائی بستی کی بات کر رہی ہوں بلکہ فوما کے اتنے وفادار ہیں کہ اس کے نام پر اپنی گردن اتار دینے کو تیار رہتے ہیں۔ فوما کی موت کے بعد ہی انہوں نے اس کا یادگار مجسمہ نصب کیا تھا۔ اگر تم مجسمے کی تعمیر میں ان کا جوش و خروش دیکھتے تو تمہیں اس وقت کے ان کے جوش و خروش پر حیرت نہ ہوتی۔ اس وقت انہیں فوما کی زندگی کی —— خبر ملی ہے اور فوما کی زندگی کی خوشی میں مجھے یقین ہے کہ وہ آنے والے جہازوں کو ایسی بدترین شکست دیں گے کہ زرد رو انہیں ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔" شمانہ نہایت عقیدت سے یہ سب کچھ بتا رہی تھی۔

"لیکن شمانہ بستی کے ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو بستی کے پہلے سرے پر آباد ہیں، جو سکائی کے باشندے ہی کہلاتے ہیں؟"

"تم زرد روؤں کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"میرا خیال ہے وہ خوفزدہ ہوں گے، اور شاید بہت ہی زیادہ۔"

" اور شاید کسی پیش آنے والے خطرے کے لئے تیار بھی۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں، ممکن ہے۔ ظاہر ہے وہ لوگ بھی ذہن رکھتے ہیں۔ بلکہ بہت اچھا ذہن رکھتے ہیں لیکن ہم ان کی تیاریوں کے جواب کے لئے کیا کر رہے ہیں سبوتا؟"

"میں نے ہدایات دے دی ہیں شمانہ۔ میرا خیال ہے وہ لوگ اتنے مشکل ثابت نہیں ہوں گے۔ تم نے زرد روؤں کی بستی تو بخوبی دیکھی ہے، تمہیں ان کی آبادی اور ان کی طاقت کا بھی اندازہ ہوگا۔" میں نے پوچھا۔

"اوہ سبوتا۔ میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اس زمانے میں مجھے ان ساری باتوں کا تجربہ نہیں تھا۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ تیری آمد نے اور تیری قربت نے میرے ذہن کے بہت سے خانے روشن کر دیئے ہیں جن سے پہلے میں نے کبھی کام نہیں لیا تھا۔"

"تو کیا شمانہ تجھے زرد روؤں کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے؟"

"اس حد تک نہیں ہے سبوتا۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ وہ کافی ذہین ہیں۔"

"بہر صورت ان کی طاقت کے بارے میں تمہیں بتا دوں شمانہ کہ وہ لوگ سکائی کے سادہ دل نوجوانوں سے کہیں زیادہ چالاک ہیں اور چالاک آدمی ہمیشہ ذہانت سے جنگ کرتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں انہیں معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ تاہم ان کے لئے ہم کوئی مناسب کارروائی کریں گے۔ ان کے لئے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"ہاں سبوتا۔ جب ذہانت کی بات آ ہی گئی ہے تو ہمارے پاس اس سے زیادہ ذہین شخص موجود ہے جو چند افراد کے ساتھ ایک پورے جنگی جہاز کو شکست دے سکتا ہے۔" شمانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پھر میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ "سبوتا۔ ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو شمانہ!"

"کیا تیرے ذہن میں کبھی پوستیا نہیں آئی۔؟"

"اوہ . . . . کیا مطلب؟" میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔

"تو بتاؤ تو سہی سبوتا ۔؟"

"لیکن وہ تجھے اس وقت یاد کیسے آئی شمانہ؟"

"بس یونہی سبوتا، تم اس کی حیثیت سے انکار تو نہیں کر سکتے اور نہ ہی میں اسے بھول سکتی ہوں جو ایک دور میں مجھ پر فوقیت رکھتی تھی۔"

"ہاں شمانہ اگر تم اس بات کو برا محسوس نہ کرو تو میں ایک بات ضرور کہوں گا کہ وہ بہر صورت بری لڑکی نہیں تھی۔ اور تم لوگوں کے لئے دل میں وہ جذبات بھی نہیں رکھتی تھی جو دوسرے زرد رو رکھتے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ زرد روؤں کے ان مشن کے خلاف ہے جو مقامی لوگوں کو ان کی جائدادوں سے بے دخل کر کے خود حکمران بن بیٹھے ہیں۔ وہ اپنے لوگوں کے مفاد میں صرف اتنا چاہتی تھی کہ انہیں بھی اس سرزمین پر آباد ہونے کی اجازت دی جائے اور وہ بھی یہاں کے باشندوں سے گھل مل کر رہ سکیں، اور وہ اس طرح یکجا ہو جائیں کہ مقامی و غیر مقامی کا فرق مٹ جائے۔ یہ نظریہ رکھنے والی لڑکی بری نہیں ہو سکتی شمانہ اور بہر صورت میں دوبارہ کہوں گا کہ وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔"

"ہاں سبوتا۔ یہ نظریہ تو برا نہیں تھا۔" شمانہ نے جواب دیا۔

"ہاں شمانہ میں بھی اس حد تک کا قائل ہوں اس سلسلے میں میں نے فوما سے بھی گفتگو کی تھی۔"

"تو پھر کیا جواب دیا تھا فوما نے۔" شمانہ نے جلدی سے پوچھا۔

"فوما نے کہا تھا کہ اگر اس نے اپنی بستیاں واپس لے لیں اور وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تو وہ ان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرے گا جیسے درندگی سے تشبیہ دی جائے۔ وہ ہر اس شخص کو گرفتار کرے گا جو جنگ کرنے کے قابل ہو اور پھر انہیں قید کر دے گا۔ قید کرنے کے بعد وہ انہیں پیشکش کرے گا کہ وہ دونوں میں سے کونسی چیز قبول کرتے ہیں۔ موت یا پُرامن زندگی۔ جن لوگوں نے پُرامن زندگی تسلیم کر لی انہیں معاف کر دیا جائے گا۔"

"اوہ۔ یہ فوما کا ایک اچھا اقدام ہوگا۔ بہر صورت سبوتا صورتحال کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ہمیں زرد روؤں سے بھی جنگ کرنا پڑے۔ ایسی صورت میں اگر جنگ کرنے والوں میں پوستیا بھی شامل ہوئی تو ۔؟"

"یہ ممکن نہیں ہے شمانہ، اس کی وجہ یہ ہے کہ پوستیا مجھے ان لڑکیوں میں نظر نہیں آئی جو جنگ کرنے کے لئے میدان میں آ سکتی ہیں۔ اس کی فطرت میں تمہاری جیسی کیفیت نہیں ہے میرا خیال ہے وہ صرف عورتوں کے ساتھ رہے گی۔"

"شاید ۔" شمانہ کچھ سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ "ایک بات اور بتاؤ گے سبوتا،" اُس کے لہجے کی کیفیت عجیب سی تھی۔

"ہاں پوچھو شمانہ۔" میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ "تمہارے ذہن میں بہت سے وسوسے جاگ اٹھے ہیں شمانہ۔ پوچھو میں سب کچھ بتانے کے لئے تیار ہوں۔"

"اگر پوسیتا پھر تمہارے پاس آجائے سبوتا، تمہاری پناہ میں آجائے تو تم اس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"شمانہ۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ لیکن یہ بات تمہیں تسلیم کرنا پڑے گی کہ میں اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کروں گا۔ بہرصورت اگر تم اپنا اور اس کا موازنہ کر رہی ہو تو اس بارے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں تمہارے لئے اس تک پہنچا تھا اور یہ بات میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ تم جب تک میرے پاس نہیں تھیں شمانہ، مجھے دوسری طرف متوجہ ہونا پڑتا تھا۔ اب جبکہ تم میری زندگی میں برابر کی شریک ہو، میرے ذہن میں کوئی دوسرا تصور نہیں اُبھرتا اور میرے خیال میں یہ تصور پوسیتا کے لئے بھی اُبھر نہیں سکتا۔"

"میں مطمئن ہو گئی ہوں سبوتا۔ تو یقین کر مجھے تیرے اوپر بے پناہ اعتماد ہے لیکن میں اپنی محبت سے مجبور ہوں۔" شمانہ نے کہا اور پھر وہ دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔ شاید اُسے نیند آ رہی تھی۔

سورج کی پہلی کرن پوری طرح نمودار بھی نہیں ہوئی تھی کہ حکیم ہاکو اور چند دوسرے افراد ہماری قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے۔

حکیم ہاکو نے زور زور سے دستک دی تھی اور پھر باہر ہی سے کہا تھا۔ "سبوتا! شکایا کے جہاز واپس آ گئے ہیں۔ مینار کی بلندیوں سے انہیں دیکھ لیا گیا ہے۔ وہ انتہائی برق رفتاری سے سکائی کے ساحل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔"

"میں آ رہا ہوں حکیم ہاکو۔" میں نے جواب دیا اور پھر چند ساعت کے بعد تیار ہو کر حکیم ہاکو کے پاس پہنچ گیا۔

"ان کا فاصلہ سکائی کے ساحل سے کتنا ہے؟"

"اتنا کہ سورج اپنے سفر کا آٹھواں حصہ بھی طے نہیں کر سکے گا کہ وہ سکائی کے ساحل پر پہنچ جائیں گے۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

"اوہ، سکائی کے آٹھ جہازوں کا کیا حال ہے، کیا وہ تیار ہیں؟"

"ہاں، مکمل طور پر۔ سکائی کے نوجوان بڑے جوش و خروش سے ان جہازوں پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار ہیں۔"

"ایک بار پھر میں سوال کروں گا حکیم ہاکو کہ کیا تم ان لوگوں سے مطمئن ہو جو جہازوں پر ہیں اور کیا وہ بحری جنگ آرام سے لڑ سکتے ہیں؟"

"یقیناً سبوتا۔ ہم نے ہر کام انتہائی محنت سے کیا ہے۔ ہم نے پورے سکائی میں ان لوگوں کو تلاش کیا ہے جو بحری جنگوں کے ماہر ہیں، جنگ لڑ چکے ہیں یا کم از کم اس جنگ سے پورے طور سے واقف ہیں۔ چنانچہ تقریباً پانچ سو جوان ایسے ہیں جو بخوشی اس جنگ میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور ہم نے انہیں بحری بیڑے پر پہنچا دیا ہے۔ بشک ان کی طرف سے مکمل طور پر مطمئن ہے اور اس نے ہدایات جاری کر دی ہیں۔" حکیم ہاکو نے بتایا۔

"ہوں، اس بارے میں فوما کیا کہتا ہے؟"

"بس فوما تمہارا منتظر ہے۔ تم جو کچھ کہو فوما اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہے۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

"اوہ حکیم ہاکو، یہ مناسب نہیں ہے۔ فوما کو اپنے طور پر احکامات جاری کرنے چاہئیں۔" میں نے کہا۔

"بلاشبہ فوما سکائی کے نوجوانوں کو احکامات دے گا لیکن تم فوما کو احکامات دو گے۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"کیا یہ فوما کی مرضی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں سبوتا۔ فوما کا یہی کہنا ہے۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرصورت مجھے ان لوگوں سے ہمیشہ ہی دلچسپی رہی تھی۔ جنہوں نے مکمل طور پر مجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ فوما جس انداز میں میری مرضی کے مطابق کام کر رہا تھا اس سے مجھے بھی خوشی تھی۔ چنانچہ میں فوما کی قیام گاہ کی طرف بڑھ گیا۔

فوما شدت سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر جلدی سے آگے بڑھ آیا اور بولا۔

"اوہ سبوتا، شکایا کے جہاز تیزی سے اس طرف آ رہے ہیں لیکن میں تیرے حکم کے بغیر ان لوگوں کو آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔"

"فوما، ان لوگوں کو آگے بڑھنے کی اجازت دو۔ اُن سے کہو کہ وہ بھی پوری رفتار سے پھیل کر شکایا کے جہازوں کی طرف جائیں اور حملے میں پہل شروع کر دیں۔"

"بہت بہتر۔" فوما نے کہا اور ہم لوگ تیزی سے ساحل کی طرف بڑھنے لگے۔ لوگوں کا اژدہام تھا، اور اس اژدہام میں فوما پہلی بار سکائی کے ساحل پر پہنچا۔

ساحل پر لوگوں کا انبوہ عظیم فوما کو دیکھ کر گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ وہ بری طرح چیخ رہے تھے، چلا رہے تھے۔ یہ ان کا فوما تھا۔

وہی فوما عظیم فوما جسے وہ مردہ تصور کر چکے تھے جس کے مُردہ ہونے کے تصور نے انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا تھا لیکن اب وہ زندہ حالت میں ان کے سامنے موجود تھا۔ سکائی کے لوگوں کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی تھی۔ کہ مردہ زندہ ہو گیا تھا۔ ان کا وہ دیوتا جسے وہ دل و جان سے پوجتے تھے آج ان کے درمیان ہدایات دینے کے لئے موجود تھا۔

اور آج یہ اژدہام فوما کی مرضی سے جنگ کرنے جا رہا تھا، فوما کے دشمنوں سے، اس علاقے کے دشمنوں سے، اپنے دشمنوں سے۔

فوما کو دیکھ کر وہ لوگ بے پناہ خوش تھے اور فوما نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

میں ان کی عقیدت و محبت دیکھ رہا تھا۔ فوما نے ہاتھ اٹھائے اور وہ فوما کا مقصد سمجھ گئے اور اس ایک لمحے میں اس قدر خاموشی چھا گئی کہ سوائے سمندر کے شور کے علاوہ کوئی دوسری آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

تب فوما نے کہا۔

"میرے دوستو، میرے جان نثارو۔ تمہارے جذبات کا مجھے پورا پورا احساس ہے، تمہارے ذہن میں میرے لئے بہت سے سوالات ہوں گے لیکن میرے ساتھیو یہ جواب دینے کا وقت نہیں ہے، میں تمہارے تمام سوالات کے جواب ضرور دوں گا، میں تم سے گفتگو کروں گا، تم سے گلے ملوں گا اور تمہاری

خوشی میں برابر کا شریک ہو جاؤں گا، لیکن اس وقت جب ہم اس سلسلے کا پہلا قدم اٹھا چکے ہوں گے۔

جاں نثارو۔ شبالا وہ غاصب ہے جو اقتدار کے لئے زرد روؤں کا غلام بن گیا ہے، ہر طرح ان کی مرضی پر چل کر رہا ہے، میرے عظیم دوست سبوتا جسے تم نے دیکھا اور جس کے بارے میں میں تمہیں اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ تمہارے فوما کو نئی زندگی دینے والا سبوتا ہی ہے، یہ ہمارا اتنا بڑا محسن ہے کہ ہم اس کا احسان زندگی بھر ادا نہیں کر سکتے، سبوتا کا کہنا ہے کہ پہلے شکایا کے جہازوں کو روکا جائے ان پر حملہ کیا جائے، ہماری جنگی حکمتِ عملی سبوتا ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے، جس کے بارے میں تمہیں ابھی معلوم ہے۔ باقی تفصیلات میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔

میرے ساتھیو تم اس وقت تیار ہو جاؤ اور شکایا کے جہازوں کو سکائی کے ساحل سے بہت دور روک کر عبرتناک شکست دو۔

ہاں تمہیں ہر طرح کی آزادی ہے کہ اگر چاہو تو انہیں نیست نابود کر دو، کیونکہ ان میں زیادہ تعداد زرد روؤں کی ہے۔ جو غاصب اور کینہ پرور ہیں۔ ہم زرد روؤں کو اپنی سرزمین پر دیکھنا نہیں چاہتے ہاں وہ اس شکل میں... برداشت کئے جا سکتے ہیں کہ وہ ہمارے غلام رہیں اور اس طرح ہم لوگوں کے لوگوں سے گھل مل کر رہیں جیسے باقی باشندے رہتے ہیں۔ چنانچہ میری ہدایت ہے کہ تم پوری مہارت سے کام لے کر ان جنگی جہازوں کو شکست دو۔

جاؤ میں تمہاری فتح کا انتظار کروں گا۔" فوما نے کہا اور جہازوں پر جنگی نعرے گونجنے لگے۔

یہ سب فوما کی مدح سرائی کر رہے تھے۔ تب جہازوں نے لنگر اٹھائے۔ بادبانوں کے رخ موڑے گئے اور جہاز بہت ہی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ گویا جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔

میں واپس فوما کی طرف پلٹا اور پھر ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔

"حکیم ہاکو کیا میری دوسری ہدایت پر عمل کیا گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یعنی زرد روؤں کی بستی کی جانب جوانوں کو بھیجنے والی بات؟"

"ہاں!"

"سب کچھ تیری مرضی کے مطابق کیا گیا ہے سبوتا۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔ "جوانوں کے گتھے کے گتھے اس طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ وہ پوری طرح جنگجو ہتھیاروں سے لیس ہیں اور ان کی قیادت تجربہ کار لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔"

"تو نے انہیں کیا ہدایت کی ہے حکیم ہاکو؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے ان سے کہا ہے سبوتا کہ وہ زرد روؤں کی بستی سے تھوڑے فاصلے پر ان پہاڑی چٹانوں کی آڑ میں قیام کریں جو بستی سے زیادہ دور نہیں بلکہ محفوظ ترین ہیں۔ اور وہاں رک کر وہ ہمارے نئے احکامات کا انتظار کریں۔ ہاں انہیں ہدایت بھی کر دی گئی ہے کہ اگر زرد رو اس موقع پر فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بستی کی طرف کوچ کرنے کی کوشش کریں۔ تو پھر انہیں اس کا منہ توڑ جواب دیا جائے اور انہیں واپس ان کی بستی کی طرف دھکیل دیا جائے۔"

حکیم ہاکو نے جواب دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے حکیم ہاکو۔" میں نے جواب دیا۔

"کہیں میری ہدایات میں کوئی ایسی خامی تو نہیں رہ گئی سبوتا، جو تجھے ناپسند ہو۔" حکیم ہاکو نے مجھ سے پوچھا۔

"اوہ نہیں حکیم ہاکو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ تو نے بالکل درست ہدایات دی ہیں۔ میں تیری ہدایات سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ تو نے یہ سب کچھ میری مرضی کے مطابق کیا ہے۔ بس میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو اس گروہ کی قیادت سپرد کی گئی ہے کیا وہ مکمل طور سے قابلِ بھروسہ ہیں؟"

"ہاں، وہ سب ماہرِ فنِ حرب ہیں اور جنگی چالیں بخوبی سمجھتے ہیں۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

"میرا مقصد ان لوگوں کی وفاداریوں سے ہے حکیم ہاکو۔"

"اوہ سبوتا، تو بہت گہرائی میں جاتا ہے۔ ویسے یقین رکھ، وہ سب ہمارے فوما کے وفاداروں میں سے ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے حکیم ہاکو۔ اگر زرد روؤں کی بستی سے کوئی کارروائی نہیں ہوتی تو ہم انتظار کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

میں نے فوما کی طرف دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "فوما، کیا تم لکڑی کے اس بلند مینار سے اس عجیب و غریب جنگ کا جائزہ نہیں لوگے؟"

"اوہ، ہاں سبوتا، ضرور ضرور۔" اور فوما حکیم ہاکو کی طرف متوجہ ہو گیا اور بولا۔ "حکیم ہاکو کیا تم اس مینار پر نہیں چلو گے؟"

"کیوں نہیں فوما، ضرور۔"

اور ہم تینوں مینار کی جانب بڑھنے لگے۔ تب فوما نے حکیم ہاکو کی طرف رخ کر کے کہا۔

"کیا تم اب بھی اس شخص کو عام انسان کہو گے حکیم ہاکو؟"

"میں نہیں سمجھا عظیم فوما۔"

"لکڑی کا یہ بلند مینار کس کس کام آئے گا؟" فوما نے تعریفی انداز میں میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یقیناً۔ یوں لگتا ہے جیسے تمام کارروائی اس شخص کے ذہن میں ہو اور اس نے ہر عمل اسی طرح کیا ہو۔ ورنہ لکڑی کے اس مینار کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن آج یہ جس کام آ رہا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔"

"ہاں حکیم ہاکو۔" فوما نے عقیدت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس مینار کی افادیت یہ بھی ہو سکتی ہے۔" فوما نے کہا۔

"ہاں عظیم فوما۔ ہم اس مینار سے نہ صرف دور شکایا اور سکائی کے درمیان ہونے والی جنگ کو دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ یہاں سے ہم ان لوگوں پر بھی نگاہ رکھ سکتے ہیں جو سکائی کے دوسرے جانب آباد ہیں۔"

"بلاشبہ ہم ان پر بھی نگاہ رکھ سکتے ہیں۔" فوما تعریفی لہجے میں بولا۔ میں اس دوران خاموش رہا۔

تب ہم لکڑی کے اس مینار کی بلندیوں پر چڑھتے گئے اور آخری سرے

تک پہنچ گئے۔ مینار کافی وسیع و عریض تھا اور یہاں سے ہم بہت دور تک سمندر میں دیکھ سکتے تھے۔

سکائی سے روانہ ہونے والے جہاز یوں لگتا تھا جیسے بہت ہی تجربہ کار ہوں لیکن ساحل سے ان کا فاصلہ دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ انہوں نے اپنی رفتار بہت تیز رکھی ہے اور اگر وہ اسی تیز رفتاری سے چلتے رہے تو زیادہ وقت نہیں لگے گا جب وہ شکایا کے جہازوں تک پہنچ جائیں گے جن کے بادبان اب صاف نظر آنے لگے تھے۔

ہم سب انتظار کرتے رہے، اصل کھیل تو اس وقت شروع ہونا تھا جب سکائی کے جہاز شکایا کے جہازوں تک پہنچ جاتے اور جوں جوں سورج بلند ہو رہا تھا۔ ہم اس وقت کے شدت سے منتظر تھے۔

ہماری تیاریاں مکمل تھیں، اس لئے ہم سب کھیل شروع ہونے کے منتظر تھے، سکائی کے جہاز جنہیں ہدایت کی گئی تھی کہ وہ دشمن کے حملے کا انتظار نہ کریں برق رفتاری سے آگے بڑھتے ہوئے اس طرح پھیل رہے تھے کہ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ شکایا کے جہازوں کو گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں، جن کی تعداد اچھی خاصی تھی۔

اور پھر جنگ شروع ہو گئی۔ سکائی والوں نے فوما کے نام کا نعرہ لگایا۔ اور شاید یہی نعرہ شکایا والوں کے لئے حیرت انگیز تھا، بہرصورت سکائی کے جہازوں پر سے برق رفتاری سے تیراندازی اور پتھر بازی شروع ہو گئی۔ اور چند ہی ساعت کے بعد دوسری جانب سے بھی اس کا جواب ملنے لگا۔ لیکن سکائی کے تازہ دم لوگ اس لئے بھی بہت زیادہ خوش اور جولانی میں تھے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے فوما کو دیکھ لیا تھا اور اس وقت انہیں اندازہ تھا کہ وہ فوما کے نام کے اقتدار کو بچانے کے لئے یہاں تک پہنچے ہیں، چنانچہ ان کے جذبات بہت شدید تھے۔

جذبات کی اس شدت نے ہی انہیں اس بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ بے خوف و خطر ہو کر شکایا کے جہازوں کا مقابلہ کریں۔ اور اسی محبت نے انہیں جان فروشی پر آمادہ کیا تھا۔ چنانچہ پہلے ہی حملے میں سکائی کے جہازوں پر اپنی برتری ثابت کر دی۔

اور شکایا کے جہازوں کو شدید ترین نقصان پہنچنے لگا۔ میں، فوما اور حکیم ہاکو جہازوں کی جنگ سے بہت مطمئن تھے۔

جس انداز میں ہمارے جہازوں نے حملہ کیا تھا وہ بے حد شاندار تھا، شکایا کے جہازوں کو شدید حیرت کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ بھی ہر قسم کے اسلحے اور جنگی ضروریات سے لیس تھے لیکن انہیں یہ توقع نہیں تھی کہ کسی ایک جگہ انہیں اتنی شدت سے مدافعت کرنا ہو گی۔

بہرصورت جنگ باقاعدگی سے جاری رہی اور پھر بے انتہا شدت اختیار کر گئی۔ دونوں طرف سے شدید حملے ہو رہے تھے لیکن سکائی والوں کا پلہ شروع ہی سے بھاری تھا، اور شکایا والے دبلے دبلے نظر آ رہے تھے۔ شاید ان میں کوئی شخص ذہین بھی تھا جس نے صورت حال کی نزاکت کو محسوس کر لیا اور پھر ہم نے دیکھا کہ ان کے بادبانوں کا رُخ بدل گیا ہے۔ وہ جزیرے کے اس حصّے کی جانب جا رہے تھے جہاں زرد رُو آباد تھے۔ اس طرح گویا وہ پُشت سے ساحل چاہتے تھے۔

یہ بہرصورت ذہانت کی بات تھی لیکن یہاں جو کچھ ہو چکا تھا، اس کو مدِنگاہ رکھتے ہوئے ان کی یہ کوشش بھی ناکام ہی ثابت ہوئی تھی۔

لیکن —— ابھی وہ لوگ اس سے بے خبر تھے۔

سکائی کے جہاز ان کا تعاقب کرنے لگے۔ ان کے حوصلے بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ تب میں نے حکیم ہاکو کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"صورتِ حال مکمل طور پر ہمارے حق میں ہے حکیم ہاکو، میرا خیال ہے ہمیں اب دوسرے حصّے کی خبر لینی چاہیئے۔ یہ بات تو طے ہے کہ یہ لوگ اب ساحل کے قریب پہنچ کر سکائی کے جہازوں سے جنگ کریں گے۔ سکائی کے جہازوں کو چاہیئے، اگر وہ تجربہ کار ہیں تو ساحل تک نہ جائیں۔ بلکہ ساحل سے دُور رہ کر اپنے حملے جاری رکھیں۔ کم از کم اتنے فاصلے پر کہ وہ ان جہازوں کو اپنے نشانے کی زد میں لے سکیں۔"

"یقیناً۔ ان تک یہ اطلاع پہنچانا تو ناممکن ہے۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ یہ سب ان کی اپنی کارکردگی پر مبنی ہے۔ بہرصورت حکیم ہاکو اب ہمیں دوسرے حصّے کی خبر لینی چاہیئے۔"

"ضرور سبوتا!"

"تو پھر میرا خیال ہے میرے ساتھ آؤ اور فوما اگر تم پسند کرو تو تم بھی!"

"واہ سبوتا۔ یہ تو نے کیا کہا؟ میں بھلا جنگ کرنا پسند نہیں کروں گا، میں تو کسی طرح زرد روؤں کے خلاف جنگ کرنا چاہتا ہوں۔" فوما نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے پھر تیاریاں کرو۔" میں نے کہا۔

چنانچہ ہم تینوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اس لشکر کی جانب چل دیئے۔ جو ابھی تک زرد روؤں کی بستی کے عقبی حصّے میں پہاڑوں کے پیچھے قیام پذیر تھا۔

زرد روؤں کو معلوم ہو چکا تھا کہ ایسا کوئی لشکر عقب سے ان کے نزدیک آیا ہے اور وہ سراسیمہ ہو چکے تھے۔

انہوں نے تیاریاں تو کی ہی ہوں گی لیکن دیکھنا صرف یہ تھا کہ وہ کہاں تک تیاریاں کر سکے ہوں گے۔ چنانچہ ہم لوگ تھوڑی ہی دیر میں اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس لشکر کی جانب پلٹ گئے اور فوما کی آمد پر لشکر نے خوشی کے نعرے لگائے۔

تب فوما نے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "کیا حکم ہے سبوتا؟"

"میرا خیال ہے زرد روؤں پر حملہ کر دیا جائے۔" میں نے کہا۔ اور فوما نے پُرجوش آواز میں اپنے ساتھیوں کو حملے کے لئے اکسایا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد یہ لوگ بے تحاشہ زرد روؤں کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ ان کا جوش و خروش اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ وہ زرد روؤں کے مقابلے کے لئے کافی ہیں، خواہ دوسری طرف سے کتنی ہی شدت سے مقابلہ کیوں نہ کیا جائے۔

چنانچہ بذاتِ خود ان جنگی معاملات میں حصہ لینے کی ضرورت نہیں تھی میں صرف ایک تماشائی کی حیثیت سے ان کی کارروائیاں دیکھتے رہنا چاہتا تھا۔

چنانچہ میں اپنا گھوڑا ایک طرف لے گیا۔ وہ لوگ زرد رُوؤں کی بستی کی طرف پہنچ چکے تھے اور خوفناک جنگ شروع ہو چکی تھی۔

زرد رو گو تعداد میں بہت زیادہ نہیں تھے لیکن بہرصورت میں نے یہ بات خاص طور سے محسوس کی تھی کہ وہ ذہین بھی ہیں اور دلیر بھی۔ ذہانت اور دلیری جب یکجا ہو جائے تو بہرصورت وہ ایک خطرناک صورتِ حال اختیار کر جاتی ہے

ذہانت اور دلیری زرد رُوؤں کے پاس تھی جبکہ جنگی ہتھیاروں سے سکائی کے نوجوان لیس تھے ہاں جذبوں کی شدت بھی تھی وہ شدت جو فوما کی وجہ سے انہیں ملی تھی، ایسی صورت میں جنگ کا خوفناک ہو جانا تو لازمی ہو ہی جاتا ہے۔

یہی اس وقت بھی ہوا۔

سکائی کے لوگ بڑے جوش و خروش سے گئے تھے مگر زرد رُوؤں کی بستی کا ایک ایک مقام مورچہ بنا ہوا تھا، وہاں سے اس قدر تیر اندازی اور سنگباری کی گئی کہ سکائی والوں کے حواس جواب دینے لگے۔ ان کے سامنے کی پوری قطار صاف ہو گئی تھی۔ فوما بھی زخمی ہوتے ہوتے بچا تھا۔ بمشکل تمام اسے پیچھے لایا گیا۔

میں یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ زرد رُوؤں سے جنگ جس قدر آسان سمجھی گئی ہے، اس قدر آسان نہیں ہے۔ سکائی کے پرجوش نوجوانوں کو سنبھل کر حملہ کرنا چاہئے تھا ورنہ وہ زبردست نقصان اٹھا سکتے ہیں۔

میں نے بھی جنگ کی صورتِ حال دیکھی تھی اور اندازہ لگا رہا تھا کہ سکائی والے پورے طور سے اپنی زندگی کی حفاظت کے لئے تیار ہیں۔ لیکن بہرصورت زرد رُوؤں پر فتح حاصل کرنا ضروری تھا۔

چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر قیادت کرنے والے سردار کو چند مشورے دیئے۔ میں نے فوما سے بھی کہا۔

"سردار فوما، میرا خیال ہے، ان لوگوں کو سامنے سے حملہ آور نہیں ہونا چاہئے"

"تو پھر تو بتا نا سبوتا، حملہ کا دوسرا انداز کیا اختیار کیا جائے۔ تو نے دیکھا، سکائی کے چند پُرجوش نوجوان اپنی ذرا سی غلطی سے موت کے منہ میں جا چکے ہیں۔"

"ہاں فوما، میں نے دیکھا ہے، اس لئے میرے خیال کے مطابق ایک حصہ سامنے رہے اور باقی دو حصے دو سمتوں میں بٹ جائیں۔ اس طرح وہ لوگ زرد رُوؤں کی بستی کو گھیرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح زرد رُوؤں کی توجہ بھی بٹائی جا سکتی ہے۔"

فوما نے یہی ہدایات سنیں اور یہی ہدایات پر فوری عمل کیا گیا۔

سکائی کے نوجوان تین حصوں میں بٹ گئے تھے اور یہ اسکیم بے حد کامیاب رہی تھی۔

چنانچہ جب زرد رُوؤں پر تین جانب سے خوفناک حملہ ہوا تو وہ بوکھلا گئے۔ سامنے کی سمت سے تو وہ شدید مدافعت کر رہے تھے لیکن باقی دونوں سمتیں غیر محفوظ تھیں۔ وہاں وہ کوئی بندوبست نہیں کر پائے تھے۔

"نہیں، ہوتا میری خواہش ہے کہ تو اسے بھولنے کی کوشش کر، اس نے ایک پھل کے لئے جان دی ہے۔ وہ ہمیشہ کہتی تھی کہ اس کے باپ نے سکائی اور پروفیسر جنگ کی ہے اور وہ خود بھی فوما کے لئے مرنا چاہتی ہے میرا خیال ہے اب تک زندہ ہی تھی تو اس نے اگر کسی سے وفا کا اعلان کیا تھا تو لیکن اب چونکہ بات ان... انسان کو اس نے کچھ نہیں گردانا تھا۔ ایسی صورت میں ہو گئے تھے۔ اور وہ مدد۔۔،،

سامنے سے بھی موقع مل گیا۔ ... ہے۔ بے شک شاندار کی ہے لیکن میں

بہت دیر نہیں گزری تھی کہ وہ سب ... لئے جان دینے والوں کامیاب ہو گئے۔ اب زرد رُوؤں کو بے دریغ قتل کیا جا رہا تھا۔ ہر اس آدمی کو مارا جا رہا تھا جو ہتھیار لئے سامنے آتا تھا لیکن میری ہدایات بدستور کام کر رہی تھیں۔

فوما نے ان لوگوں کو کہہ دیا تھا کہ جو جنگ نہیں کر رہے انہیں صرف گرفتار کر لیا جائے۔ بہرصورت زرد رُوؤں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کی مدافعت بالکل بے کار ثابت ہو گی۔ چنانچہ انہوں نے ہتھیار ڈالنا شروع کر دیئے اور سکائی کے نوجوان انہیں گرفتار کرنے لگے۔

یہاں کی صورتِ حال دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں جنگ جیت لی گئی ہے اور پھر ہم اس راستے سے ساحل کی طرف بڑھے۔ صرف تھوڑے سے افراد کو وہاں چھوڑ دیا گیا تھا جو قیدیوں کو باندھنے میں مصروف تھے۔ باقی ہم سب لوگ ساحل کی طرف بڑھ گئے اور یہاں ہم نے جو منظر دیکھا وہ بھی خاصا دلچسپ اور دل خوش کن تھا۔ سکائی کے جہاز بڑے شاندار پیمانے پر جنگ کر رہے تھے۔

تُسکایا کے حملہ آور جہاز اب اتنا پیچھے ہٹ چکے تھے کہ مزید پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ان کے قدم اکھڑنے والے ہوں۔ اور چند ہی ساعت بعد ہم نے یہ تماشا دیکھا جہازوں سے کشتیاں اترنے لگیں اور وہ لوگ بے تحاشا ساحل کی طرف دوڑنے لگے۔

لیکن افسوس، صد افسوس۔ ساحل پر ان کے استقبال کے لئے ہم موجود تھے۔ دست بدست جنگ شروع ہو گئی اور ایک بار پھر جہاز والوں کو شدید ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ وہ تھکے ہوئے تھے اور ان کے پاس ایسے ہتھیار موجود نہ تھے جو زمینی لڑائی میں کام آتے ہیں۔ چنانچہ انہیں یہاں بھی شدید شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

البتہ تُسکایا سے آنے والوں کے ساتھ ہم نے کوئی رعایت نہیں برتی تھی۔ ہم انہیں بے دریغ قتل کر رہے تھے۔ صرف ان لوگوں کو چھوڑ دیا جاتا تھا جو مقامی باشندے تھے۔ اور بالآخر سکائی کی جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔

سکائی کی سرزمین کو زرد رُوؤں سے پاک کر دیا گیا تھا اور فوما کی زندگی کا واضح اعلان ہو چکا تھا۔ یقیناً یہ خبریں زیادہ دیر تک دوسرے علاقوں سے چھپی نہیں رہ سکتی تھیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی تھی کہ سکائی کو مضبوط و محفوظ حصار بنانے کے بعد دوسرے علاقوں کا رُخ کیا جائے۔

گرفتار لوگوں کو جمع کیا جا رہا تھا اور چاروں طرف ایک عجیب سا... کا...

تک پہنچ گئے مینار کافی وسیع و عریض تھا اور یہاں سے ہم بہت دور بھی زرد رُو سمندر میں دیکھ سکتے تھے۔ اُتار لی جاتی اور

سکائی سے روانہ ہونے والے جہاز یوں لگتا تھا رسے مناظر زیادہ ہوں لیکن ساحل سے ان کا فاصلہ دیکھ کر اندازہ ہوتا اس ساہو گیا اور میں نے رفتار بہت تیز رکھی ہے اور اگر وہ اسی تیز رفتاری

نہیں لگے گا جب وہ سکایا کے جہاز وا تھا۔ یہاں آتے وقت میں نے اُسے بادبان اب صاف نظر آنے لگا عزم وہ بے حد ضد کر رہی تھی لیکن بہر صُورت میں اسے جنگ میں شریک نہیں کرنا چاہتا تھا اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

فوما کے کہنے پر شمانہ رُک گئی تھی۔ چنانچہ میرا یہی خیال تھا کہ شمانہ سکائی بستی ہی میں ہو گی۔ میں نے وہاں سے پلٹنے کا فیصلہ کر لیا۔ بہر صورت حکیم ہاکو کو اس کی اطلاع دینا ضروری تھا۔ اس وقت حکیم ہاکو بھی میرے پاس موجود نہیں تھا۔ نجانے حکیم ہاکو کہاں تھا۔ میں اسے تلاش کرنے لگا۔ میرا گھوڑا سکائی کے نوجوانوں کے درمیان سے گزرتا ہُوا حکیم ہاکو کی تلاش میں چل پڑا۔

حکیم ہاکو جلد ہی مجھے مل گیا لیکن اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ تھوڑے فاصلے پر لوگوں کا ایک ہجوم نظر آ رہا تھا اور حکیم ہاکو افسردہ سا شاید اسی ہجوم کے درمیان سے پلٹا تھا۔ میں تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔

"حکیم ہاکو!" میں نے اسے آواز دی اور وہ چونک گیا۔

"سبوتا۔ اوہ سبوتا۔ نقصانِ عظیم۔ آہ سبوتا! ایک عظیم نقصان۔" حکیم ہاکو نے مضمحل لہجے میں کہا اور میں گھوڑے سے نیچے کود آیا۔

"کیا ہُوا حکیم ہاکو، فوما کہاں ہے؟"

"فوما محفوظ ہے لیکن... لیکن..." حکیم ہاکو کی گردن آہستہ آہستہ جھک گئی۔

"کیا بات ہے حکیم ہاکو۔ تم بہت پریشان نظر آ رہے ہو۔" میں نے پُوچھا۔

"سبوتا! میرے لئے ایک بُری خبر ہے۔"

"تو پھر بتا حکیم ہاکو۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"شمانہ نجانے کس طرح جنگ میں شامل ہو گئی تھی، وہ ماری گئی ہے۔" حکیم ہاکو نے بتایا اور میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میرے جسم میں سرد لہریں دوڑنے لگی تھیں۔ حکیم ہاکو کے ان الفاظ پر مجھے یقین نہیں آیا تھا۔ شمانہ مر گئی، اس سے زیادہ حیرت انگیز بات میرے لئے کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی۔ بلاشُبہ ہوتا تو یہ چاہیئے تھا کہ میں غم سے ساکت ہو جاتا۔

لیکن پروفیسر! میری زندگی تو ان حادثات سے عبارت تھی۔ ایسے ایسے غیر متوقع حادثات ہوئے تھے جنہیں میں کبھی نہیں روک سکا تھا اور یہاں مجھے اپنی بے بسی کا پورا پورا احساس ہُوا تھا۔ شمانہ کی موت بھی اس وقت ایسا ہی حادثہ تھی لیکن میں اس موقع سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ چنانچہ چند ساعت میری یہ کیفیت رہی۔ پھر میں نے خود پر قابو پا لیا۔ میں نے حکیم ہاکو کی طرف دیکھا جو غم سے نڈھال نظر آ رہا تھا۔ تب میں نے کہا۔

"کہاں ہے وہ؟"

"اُس مجمع کے درمیان۔ شاید جنگ کرتی ہوئی ماری گئی ہے۔ اس کے سینے میں نیزہ پیوست ہے۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

اور میں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی آگے بڑھ گیا۔ میں ہجوم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے چیرتا ہُوا ان کے درمیان پہنچ گیا جہاں شمانہ کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ایک لمبا نیزہ اس کے سینے میں پیوست تھا اور شمانہ دم توڑ چکی تھی۔

وہ سیدھی زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے خوبصورت بال ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ میں اسے اک ٹک دیکھتا رہا۔

تب عقب میں سے کسی نے کہا۔ "اس کے باپ نے بھی سکائی کے نوجوانوں کے لئے، سکائی کی زندگی کے لئے آتش فشاں میں کود کر جان دی تھی۔ اور آج سکائی کی بیٹی نے سکائی کے فوما کی برتری کے لئے جان دی ہے۔"

میں خاموش نگاہوں سے شمانہ کو دیکھ رہا تھا اور میرے اندر عجیب سے طوفان امنڈ رہے تھے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ شمانہ مر گئی ہے۔ اس کی ایک ایک بات ایک ایک انداز مجھے یاد آ رہا تھا۔ شمانہ تو اسی دن مر گئی تھی جب اس کی شخصیت ختم ہوئی تھی اور وہ میرے تابع ہو گئی تھی۔

حکیم ہاکو افسردہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میرے اوپر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے، میں ذہنی توازن کھو بیٹھوں گا۔ لیکن اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی تھی کہ وہ میری شخصیت سے ناواقف تھے۔ میرے ذہن کو کسی غم کا احساس مجروح نہیں کر سکتا، میرے سامنے تو صدیاں ختم ہوئیں۔ صدیوں کے وہ کردار جو میرے سامنے بہت نمایاں حیثیت رکھتے تھے میرے سامنے دم توڑتے رہے تھے۔ اگر میں غم منانے پر آتا تو زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ اور اگر زندہ رہتا تو مُردوں کی مانند۔

چنانچہ شمانہ کی موت کا مجھے غم ضرور ہوا تھا لیکن اب وہ مر چکی تھی اسے یاد کرنے سے فائدہ بھی کیا تھا۔ میں اسے واپس نہیں لا سکتا تھا۔ بہر صورت میں اسے اپنی کوتاہی بھی نہ کہہ سکتا تھا، مجھے علم نہیں تھا کہ وہ میدانِ جنگ میں آ رہی ہے۔ ورنہ میں اسے روک سکتا تھا۔

حکیم ہاکو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور آہستہ سے بولا۔ "میں تیرے غم میں برابر کا شریک ہوں سبوتا!"

"اوہ حکیم ہاکو، کس کس کے غم میں برابر کے شریک ہو گے۔ بے شمار نوجوان مارے گئے ہیں ہمیں سب ہی کا افسوس ہے اور پھر جنگ میں تو سب کچھ ہوتا ہے۔"

"اوہ لیکن شمانہ تیری محبوبہ تھی۔"

"ہاں۔ جب تک وہ میرا ساتھ دے سکی اس نے دیا۔ اب مر گئی، مجھے اس کا افسوس ہے... لیکن میں نے کہا نا کہ مرنے والے مر جاتے ہیں وہ کسی کا انتظار نہیں کرتے۔"

حکیم ہالو چند ساعت مجھے دیکھتا رہا۔ اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "تو ہر رنگ میں عجیب ہے سبوتا۔" اور پھر آگے بڑھ گیا۔

میں نے شمانہ کی لاش پر آخری نگاہ ڈالی، یہ لڑکی مجھ سے رابطہ توڑ چکی تھی۔ اس لیے پروفیسر میں باقی جذباتی باتوں سے گریز کرنا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے اس کے قدر دان یہاں موجود تھے۔ وہ اس کی لاش کو ٹھکانے لگا سکتے تھے۔ میں بے جان جسم کے لیے پریشان ہو کر کیا کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں بھی آگے بڑھ گیا۔ زرد روؤں کو جہاں بھی موقع مل رہا تھا وہ اب بھی سرکشی کر رہے تھے۔ دوسری طرف جہازدوں کو مکمل شکست ہو چکی تھی۔ سکائی کے جوان ان لوگوں کو گرفتار کر رہے تھے۔ گویا زرد روؤں کا سکائی پر بالکل خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور اب صرف وہ قیدی کی حیثیت رکھتے تھے۔ کافی فاصلے پر میں نے زرد روؤں کے سردار لپکاشا کو دیکھا۔ سردار لپکاشا پوسیتا کا باپ تھا۔

میرے ذہن میں اچانک ہی پوسیتا ابھر آئی تھی۔ اور پروفیسر تم مجھے خود غرض سمجھو یا یوں کہہ لو کہ میں تم لوگوں سے قطعی مختلف ہوں، پروفیسر پوسیتا کے تصور کے ساتھ پرلطف لمحات نہیں آئے تھے بلکہ بس یونہی خیال آ گیا تھا کہ میں نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ جب سے میں شمانہ سے ملا تھا میں نے اسے قطعی نظر انداز کر دیا تھا۔ ایک بار بھی میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی اور یہاں تک کہ بالآخر میں نے اس کے خاندان کو تباہ کر دیا۔ اس وقت مجھے پوسیتا کا خیال صرف لپکاشا کی لاش دیکھ کر آیا تھا۔ میں اسے تلاش کرنے لگا۔ سکائی کے نوجوان اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ انہوں نے زرد روؤں کی بستی کو صاف کر دیا تھا۔ وہ اپنے دل کا سارا غبار نکال رہے تھے۔ ظاہر ہے ان زرد روؤں نے ملکہ فوما کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔

زرد روؤں کو بھاگنے کا موقع نہ مل سکا تھا، پھر بھی کچھ لوگوں نے بھاگ کر اگر جان بچائی ہو گی تو اس کے بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔ بہرصورت ہر طرف ایک طوفان بدتمیزی بپا تھا۔ اور اب جب کہ یہ لوگ فاتح ..... بن چکے تھے۔ میری ان کے درمیان ضرورت نہیں تھی۔

چنانچہ میں واپس بستی کی جانب چل پڑا اور اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ اپنے ذہن کو ٹٹولنے پر مجھے احساس ہوا کہ بہرصورت اس میں شمانہ کی یاد تو ہے۔ لیکن اس میں اتنی شدت نہیں تھی کہ میں خود کو غم زدہ کہہ سکتا۔ اس سارے ہنگامے سے فارغ ہونے کے بعد ایک عجیب سی بے زاری کا احساس ہو رہا تھا لیکن بہرصورت میں ابھی فوما کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ابھی صرف سکائی کا علاقہ ہی اس کے قبضے میں آیا تھا۔ بہت ساری چیزیں تھیں جن کے لیے کام کرنا تھا۔

دیر تک اپنی رہائش گاہ پر خاموش بیٹھا رہا، بہت سے لوگ وہاں پر موجود تھے۔ میں نے وہاں جانا ضروری نہیں سمجھا اور اپنی رہائش گاہ پر ہی رہا۔

تب حکیم ہالو نے آ کر آواز دی تھی۔ یہ بوڑھا ہمدرد خواہ مخواہ روتی شکل بنا کر میرے سامنے آ رہا تھا۔ غالباً وہ شمانہ کے سلسلے میں تعزیت کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا۔

"سبوتا تو نے شمانہ کے غم سے لاپرواہی کا اظہار کیا تھا لیکن دلوں کے درد سے کون واقف نہیں ہوتا۔ میری خواہش ہے کہ تو اسے بھولنے کی کوشش کر۔ اس نے ایک عظیم مقصد کے لیے جان دی ہے۔ وہ ہمیشہ کہتی تھی کہ اس کے باپ نے سکائی کے لیے جان دی ہے اور وہ خود بھی فوما کے لیے مر جانا چاہتی ہے۔ میرا خیال ہے جب وہ دہشت کے دور میں تھی تو اس نے اگر کسی سے وفا کا اعلان کیا تھا تو وہ صرف فوما تھا، دنیا کے کسی انسان کو اس نے کچھ نہیں گردانا تھا۔ ایسی صورت میں ہم سب اس کے لیے غمزدہ ہیں۔"

"او حکیم ہالو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بے شک شمانہ مر چکی ہے لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ میں غمزدہ نہیں ہوں، نیک مقاصد کے لیے جان دینے والوں کے لیے غمزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم وہاں کے معاملات سے فارغ ہو آئے ہو؟"

"نہیں تم اسے فراغت تو نہیں کہہ سکتے سبوتا ابھی زرد روؤں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ ہمارے ہاتھ اسلحہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ لگا ہے۔ زرد روؤں کا زمین دوز اسلحہ خانہ جہاں انہوں نے بے شمار اسلحہ جمع کیا تھا۔ یقیناً وہ اسلحہ ان لوگوں کی ضروریات سے زیادہ تھا۔ گویا وہ لوگ بھی کوئی سازش کر رہے تھے۔"

"سبوتا اتنا بڑا ذخیرہ بلاوجہ جمع نہیں ہو سکتا تھا۔ بے شک ان کے ذہن میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہو گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ وقت کا انتظار کر رہے ہوں؟"

"ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کا لپکاشا مارا گیا ہے، ورنہ اس بارے میں ہم اس سے گفتگو کرتے۔"

"او اس کا خیال رکھا گیا ہے سبوتا چند ایسے لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے، جن سے فوما معلومات حاصل کرے گا۔"

"یہ اچھا کیا گیا۔ یہ تجویز کس کی تھی؟"

"فوما کی۔"

"بہرصورت وہ اس علاقے کا شہنشاہ ہے اور ذہین انسان بھی۔"

"تو پھر اب میرا کیا حکم ہے سبوتا۔ فوما نے کہا ہے کہ میں تجھے لے کر وہاں پہنچ جاؤں ابھی ہمیں تیری ضرورت ہے۔"

"تمام قیدی گرفتار ہو چکے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟"

"کچھ نہیں ان کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے گا ہم نے انہیں ایک احاطے میں بند کر دیا ہے۔"

"ہوں۔ کسی عورت کو قتل تو نہیں کیا گیا؟"

"نہیں کسی بھی عورت پر سکائی کے کسی نوجوان نے ہاتھ نہیں اٹھایا۔"

"مجھے خوشی ہے حالانکہ ایسے موقع پر نوجوان بے قابو ہو جاتے ہیں اور کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ پیش آ سکتا ہے۔"

"ہاں سبوتا اسی لیے ہم نے عورتوں کو قتل کرنے کے بجائے احاطے میں بند کیا ہے۔" حکیم ہالو نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہالو اگر فوما کی خواہش ہے تو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

میں نے کہا اور پھر حکیم بالک کے ساتھ باہر نکل آیا۔

مجھے اب پوسیتا کی تلاش تھی اور میں اس کی تلاش میں احاطے تک گیا جہاں عورتوں کو قید کیا گیا تھا۔ بے شمار عورتیں تھیں جو رو رہی تھیں لیکن آہستہ آہستہ۔ بچے رو رہے تھے چیخ رہے تھے تڑپ رہے تھے۔ لیکن میں کیا کر سکتا تھا حالانکہ مجھے افسوس ہوا تھا لیکن بعض اوقات انسان خود اپنی ہی سازشوں کا شکار ہو کر مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

میری نگاہیں پوسیتا کو تلاش کر رہی تھیں نوجوان لڑکیوں میں مجھے بڑے بڑے حسین چہرے نظر آئے لیکن ایک کونے میں مجھے پوسیتا دکھائی دی۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے چپ چاپ بیٹھی تھی میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے اور پھر میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا پوسیتا کی طرف بڑھ گیا۔

پکاشا

کی بیٹی جس حالت میں بیٹھی تھی مجھے دکھ ہوا تھا۔ میں نے اس کا دور دیکھا تھا جب وہ شہزادیوں کی طرح رہتی تھی اور بہر صورت میرا اس سے کچھ تعلق بھی رہ چکا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ شانہ کا بھوت مجھ پر کچھ اس طرح سوار تھا کہ میں نے اسے مکمل طور پر نظر انداز کر دیا تھا حالانکہ وہ اس وقت میری معاون ثابت ہوئی تھی جب شانہ سے میری دشمنی چل رہی تھی اور میں نے پوسیتا سے وعدہ کیا تھا کہ میں واپس آؤں گا۔

اور اس کے بعد میں نے نہ صرف اسے نظر انداز کر دیا بلکہ اس کی نسل کو اور اسے تباہ کرنے میں میرا پورا پورا ہاتھ تھا۔

اس وقت اسے اس طرح دیکھ کر میرے ذہن پر کچھ عجیب سے خیالات طاری ہو گئے۔ آخر میں ان کا دشمن کیوں بن گیا تھا ـــــ؟

زرد رووں نے میرا تو کچھ نہیں بگاڑا تھا، یہ ان لوگوں کا اپنا مسئلہ تھا۔ وہ اس علاقے پر اپنا تسلط چاہتے تھے۔ اگر مجھے فوما کی بجائے پکاشا مل جاتا تو کیا میں اس کی مدد نہیں کرتا۔ فوما کی مدد کے لیے میں نے ان لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تھا، حالانکہ یہ ٹھیک تھا کہ وہ غاصب تھے اور فوما کے علاقے پر قبضہ کرنے کے لیے یہاں آئے تھے۔

لیکن یہ ان کا اپنا مسئلہ تھا۔ یہ ساری باتیں میرے ذہن میں پوسیتا کو دیکھ کر پیدا ہوئی تھیں اور اب میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ بہرحال پوسیتا کو میں ان لوگوں کے ساتھ تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ گھٹنوں میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"پوسیتا ـــــ!" یوں لگا تھا جیسے اس نے میری آواز سنی ہی نہ ہو۔ میں نے جھک کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور دوبارہ آواز دی۔

"پوسیتا!" تب اس نے گردن اٹھائی۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں لیکن ان میں آنسوؤں کی نمی نہیں تھی بلکہ ایک عجیب تاثر تھا۔ وہ کھوئی کھوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر جیسے ان آنکھوں کی زندگی واپس لوٹ آئی۔ اس نے مجھے پہچان لیا تھا تب ان میں نفرت کی آگ سلگ اٹھی۔

"اٹھو پوسیتا!" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور اس نے نفرت سے ہونٹ سکوڑ لیے۔

"اوہ۔ تم مجھ سے نفرت کا اظہار کر رہی ہو پوسیتا۔" میں نے کہا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ وہ خاموشی سے نفرت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔

تب میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا۔ اب پوسیتا کی اتنی مجال تو تھی نہیں کہ وہ میری اس کوشش سے بھی کھڑی نہ ہوتی لیکن اس کے انداز میں تعاون نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ اسے میرے بارے میں مکمل معلوم ہو گا اور وہ جانتی ہو گی کہ میں زرد رووں کی تباہی کا پورا پورا ذمہ دار ہوں۔ تبھی وہ مجھ سے نفرت کر رہی تھی لیکن پھر بھی میں اسے قیدی عورتوں کے احاطے سے باہر نکال لایا۔

وہ لڑکھڑاتی ہوئی میرے ساتھ چل رہی تھی۔ چند ساعت کے بعد ہم قیدی عورتوں کے احاطے سے کافی دور آ گئے اور ایک سنسان سی جگہ میں نے اسے ایک پتھر پر بٹھا دیا۔ پوسیتا اسی طرح سر جھکائے پتھر پر بیٹھ گئی۔

"تم خاموش کیوں ہو پوسیتا؟" میں نے پوچھا۔

اور اس نے ایک بار پھر جلتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ ان آنکھوں میں بہت سی شکایات اور بہت سے تاثرات تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ زبان کی بجائے آنکھوں کو استعمال کرنا چاہتی ہو اور یہ حقیقت بھی تھی۔ اس کے الفاظ آنکھوں کے راستے میرے ذہن تک پہنچ رہے تھے۔

تب میں نے اس سے کہا۔

"ممکن ہے تم غلط فہمی کا شکار ہو، چنانچہ مجھ سے یہ رویہ روا نہ رکھو تو بہتر ہے۔ میں تم سے گنجائش کی توقع رکھتا ہوں۔"

"ہوں۔ غلط فہمی۔" پوسیتا کی غراتی ہوئی آواز ابھری۔

"ہاں پوسیتا غلط فہمی۔"

"ٹھیک ہے کچھ لوگ بڑے انوکھے ہوتے ہیں۔ عجیب سی شکل و صورت کے مالک اور اس کے ساتھ ہی ان کا کردار بھی عجیب ہوتا ہے میں تمہارے بارے میں کچھ نہ کہوں گی سبوتا، لیکن بس تم بھی انوکھے ہی ہو۔"

"جو کہنا چاہتی ہو کھل کر کہو پوسیتا، تمہارے اوپر پابندی نہیں ہے۔"

"میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی۔ اگر تم میرا درد نہیں سمجھ سکتے تو زبان سے کہنے سے کیا فائدہ۔ ایسی باتیں تو ان لوگوں سے کہی جاتی ہیں جو حساس ہوتے ہیں اور تم بے حس ہو۔ تم بے حس ہو سبوتا۔ تم نے ان کے لیے ان کتوں کے لیے ہمیں تباہ و برباد کر دیا، ہماری نسلیں بگاڑ دیں۔ ہمارا قصور کیا تھا سبوتا۔ ہم بھی تو اپنی زندگی گزارنے کے لیے تھوڑی سی زمین چاہتے تھے۔ ہم ان لوگوں کے ساتھ اپنائیت کا سلوک کر کے زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ ہم میں سے سب کے خیالات ایسے نہ تھے کہ ہم مقامی لوگوں کو تباہ و

برباد کرکے خود خوش رہتے۔ ہم تو صرف اپنی سانسیں سکون سے گذارنا چاہتے تھے۔ بتاؤ اس میں ہمارا کیا قصور تھا؟"

اور میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن پوسیتا تمھیں معلوم ہے کہ مقامی باشندے ان لوگوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے تھے۔"

"ٹھیک ہے یہ مقامی باشندوں کا اپنا مسئلہ تھا لیکن تم اس میں کیوں شریک تھے سبوتا؟"

"میری کوئی خاص حیثیت نہیں تھی پوسیتا، بس میں نے فوما کو بچایا تھا۔ وہ مجھے سمندر میں ڈوبتا ہوا مل گیا تھا اور اس کے بعد میں نے بس اس کی مدد کی، اس سے زیادہ میرے ذہن میں کچھ نہ تھا۔"

"ٹھیک ہے، تم نے ان کی مدد کی اور ہمیں تباہ و برباد کر دیا۔ یہ تمھارا اپنا فعل تھا سبوتا، اب تم مجھ سے ایسے سوالات کیوں کر رہے ہو؟ اب تم ہمارے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟ اب کیا رہ گیا ہے میرے پاس تمھیں بتانے کے لیے۔ دیکھو سبوتا، سنو، ساری دنیا میں اب میرا کوئی نہیں ہے۔ میں قیدی عورت کی حیثیت سے ان لوگوں کے درمیان ہوں، اب تم یہ بھی دیکھو کہ یہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ یقیناً تمھیں خوشی ہوگی۔"

اور نہ جانے کیوں مجھے ایک عجیب سی شرمندگی محسوس ہونے لگی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے واقعی ضرورت سے زیادہ بڑھ چڑھ کر اقدامات کیے ہوں، کم از کم مجھے ان لوگوں کے ساتھ شریک نہیں ہونا چاہیے تھا۔ سبھی کی زندگی یکساں ہوتی ہے اور خاص طور سے اس وقت جبکہ میرا کسی سے براہِ راست کوئی تعلق نہ ہونا۔ کیا شانہ میرے ذہن کو اس طرف لانے کا باعث تھی۔ یہ تو مناسب بات نہیں تھی۔ شانہ میری اپنی پسند تھی اور اگر اپنی پسند کے لیے انسان دوسروں کو تباہ و برباد کر دے تو یہ تو انسانیت کا کوئی اچھا معیار نہیں تھا۔ میں چند ساعت سوچتا رہا تھا، پھر میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے میں کافی شرمندہ ہو چکا ہوں پوسیتا۔ میں نے ان لوگوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے، مجھے اس کا واقعی افسوس ہے لیکن بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا ہے۔ شانہ بھی مر گئی ہے۔ اب یہ لوگ آگے اقدامات کریں گے۔ ہاں میں تم سے صرف ایک وعدہ کر سکتا ہوں پوسیتا۔"

"کیا وعدہ؟" پوسیتا نے پوچھا۔

"آئندہ میں ان کے ساتھ کسی بھی سلسلے میں شریک نہیں ہوں گا۔"

"اوہ آئندہ۔ تم مجھے بتاؤ سبوتا، مجھے آئندہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میں تباہ و برباد ہو چکی ہوں۔ میرا باپ مارا جا چکا ہے سارے لوگ مارے گئے ہیں۔ سکائی کا یہ علاقہ ویران اور برباد ہو کر رہ گیا۔ پھر اگر تم آئندہ کی بات کرو تو مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے سبوتا۔ میں خود بھی تم سے یہ بات کہہ چکی تھی کہ وہ لوگ جو مقامی باشندوں کو تباہ و برباد کر کے زندگی گذارنا چاہتے ہیں، مجھے خود بھی پسند نہیں ہیں۔ میں تو صرف یہ چاہتی تھی کہ ہم سب یکساں طور سے زندگی گذاریں اور یہی میری خواہش تھی لیکن اب کیا میں اس انداز میں زندگی گذار سکتی ہوں، تم ہی انصاف کرو سبوتا۔"

"پوسیتا میں اب تمھارے لیے اور کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ زندگی کے بقیہ دور میں تمھارا ساتھ دوں۔"

"نہیں سبوتا۔ میں اپنی بقیہ زندگی کا کوئی تعین نہیں کر سکتی۔ زندگی اب باقی بھی کہاں رہ گئی۔ تم کیا سمجھتے ہو، کیا ان لوگوں کے درمیان میں زندہ رہ سکتی ہوں۔ نہیں سبوتا نہیں، میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔"

"تم زندہ رہو گی پوسیتا۔ تمھیں بھلا کون نقصان پہنچا سکتا تھا۔ کس کی مجال ہے کہ میری موجودگی میں تمھاری ذات پر کوئی آنچ آئے۔ میں اتنی طاقت رکھتا ہوں پوسیتا کہ تمھاری حفاظت کر سکوں۔" میں نے کہا۔

"سبوتا براہِ کرم میری نظروں سے نہ گرو۔ اس کے باوجود کہ تم میرے قبیلے کے دشمن ہو، میں تمھاری انفرادیت کی قائل ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ تم ایک انوکھے انسان ہو لیکن ایسی باتیں کر کے تم مجھے فریبی محسوس ہو رہے ہو۔ تم جو کچھ بھی ہو سبوتا لیکن براہِ کرم تم خود کو فریبی بنا کر پیش نہ کرو ورنہ مجھے افسوس ہوگا۔"

"میں نہیں سمجھا پوسیتا۔"

"بس میں یہی کہنا چاہتی ہوں کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں اب زندہ رہنا نہیں چاہتی۔"

"تمھیں زندہ رہنا ہوگا پوسیتا یہ میری خواہش ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ تم میرے باپ کے قاتل ہو۔ میں تمھاری خواہش کا احترام کروں گی۔" پوسیتا کی آنکھوں میں دیوانگی ابھر آئی۔ وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔

میں نے اسے بغور دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ گردن ہلانے لگا۔ "ٹھیک ہے پوسیتا تمھیں تمھاری مرضی کے مطابق وقت گذارنے کی اجازت دی جائے گی۔ تم بالکل فکر نہ کرو۔ یقینی طور پر تمھیں تمھاری مرضی کے خلاف کوئی مجبور نہ کر سکے گا۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔" میں نے کہا۔

"کہاں؟ مجھے ان قیدی عورتوں کے پاس پہنچا دو سبوتا۔ آخر وہ بھی تو انسان ہیں۔ میری بستی کی عورتیں ہیں۔ میں انہی کے ساتھ جینا اور مرنا چاہتی ہوں۔ تم اپنے اختیارات سے کام لے کر مجھے یہاں تک لائے ہو سبوتا لیکن میں اپنے اختیارات سے کام لے کر مر تو سکتی ہوں۔" پوسیتا نے کہا اور میں اسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔

میں اس لڑکی کے لیے کر بھی کیا سکتا تھا، اب تو جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ بہرکیف میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اس کی مدد کرنے کی کوشش ضرور کروں گا اور یہ صحیح بھی ہے۔

فوما اب ایک مخصوص حیثیت میں آ گیا تھا، باقی معاملہ اس کا اپنا تھا۔ اگر وہ زرد رووں سے مقابلہ کر کے انھیں شکست دے دیتا ہے تو

درست ہے اور اگر نہیں دے پاتا تو تب بھی مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔

پوسیتا نے مجھے گہری نیند سے جگا دیا تھا اور میں سوچنے لگا تھا کہ ٹھیک ہے اگر فوما ان کے ساتھ کوئی باعزت معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے اس سے کیا۔ آخر زردروؤں کو بھی زندہ رہنے کا حق تھا اور اگر تمام لوگوں کو فوما تباہ و برباد کر دیتا تو مجھے اس سے کیا مل جاتا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس معاملے میں خاموش ہی رہوں گا اور دراصل پروفیسر پوسیتا سے گفتگو کے بعد میں بددل ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے پوسیتا کو احاطے میں پہنچا دیا اور خود اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا۔

فوما، حکیم ہاکو اور دوسرے تمام لوگ جشن منا رہے تھے۔ میرا نام جگہ جگہ لیا جا رہا تھا لیکن میں اُداس تھا۔

میں اپنی قیام گاہ پر آ کر خاموشی سے بیٹھ گیا اور حالات پر غور کرنے لگا۔ بلاشبہ بعض اوقات میں ایسے معاملات میں اُلجھ جاتا تھا، جن میں مجھے نہیں اُلجھنا چاہیے تھا۔ کیا فائدہ ہوا مجھے ان لوگوں کو قتل کرا کے۔ فوما بھلا مجھے کیا دے گا ——— اور پھر سچی بات یہ ہے کہ صرف ایک کو مظلوم سمجھ لینا نامناسب ہے۔ ٹھیک ہے زردرو یہاں سازشی ذہن لے کر آئے ہیں، وہ ان لوگوں کے خلاف سازش کرنا چاہتے ہیں، فوما کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن اس کے بعد فوما کو زندگی مل گئی اور اگر اب فوما ان سے مقابلہ کر کے انھیں شکست دے دیتا ہے اور اپنی حکومت قائم کر لیتا ہے تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہ تھا اور اگر نہیں کر پاتا تو تب بھی یہ میرا فرض نہیں ہے کہ میں فوما کی بھرپور طور سے مدد کروں۔ آخر مجھے کیا ضرورت پڑی تھی۔ میں نے سوچا۔

اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں خود اب ان معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔ پوسیتا کے الفاظ سے میں شرمندہ ہو گیا تھا جو کچھ ہو چکا تھا اب میں اسے واپس نہیں لا سکتا تھا لیکن پوسیتا کو اس طرح چھوڑ بھی تو نہیں سکتا تھا۔

پھر کیا کرنا چاہیے؟ اور میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس وقت چونکا جب حکیم ہاکو میرے پاس پہنچ گیا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر تاسف کے تاثرات اُبھر آئے۔

"اوہ سبوتا، تم یہاں ہو۔" اس نے کہا۔

"ہاں حکیم ہاکو۔ کوئی کام ہے مجھ سے؟"

"سکائی کے نوجوان تمھارے نام کے دیوانے ہو گئے ہیں۔ تم ان کے ہر دلعزیز ہیرو ہو۔ سکائی کے بُت فروش تمھارے مجسمے بنانا چاہتے ہیں اور نوجوان تمھیں خراجِ عقیدت پیش کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ لیکن مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے حکیم ہاکو۔" میں نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں سبوتا، لیکن ———"

"کیا جانتے ہو حکیم ہاکو؟"

"تم شانہ کے لیے غمزدہ ہو۔ افسوس یہ کوتاہی ہم سبھی سے ہوئی۔ اس کی حفاظت ہمارا فرض تھا۔"

"اوہ۔ مرنے والے مر جاتے ہیں حکیم ہاکو۔ کسی کے لیے زیادہ غم نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں تم سے متفق ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم بھی ذہن سے اس کی یاد نکال دو۔ سکائی والوں کے لیے تم ایک دیوتا کی حیثیت رکھتے ہو اور یہاں کی لڑکیاں تمھاری غلامی میں فخر محسوس کریں گی۔ ہاں سبوتا۔ جسے تم اپنی ہم جلیسی بخشو، اس کا پورا خاندان خود کو خوش نصیب سمجھے گا۔"

"ابھی میں ان معاملات میں نہیں پڑنا چاہتا حکیم ہاکو۔ بہرحال مجھے کچھ لمحات کی تنہائی درکار ہے۔ کیا تم اس بات کو محسوس کرو گے؟"

"نہیں سبوتا۔ میں کہہ دوں گا کہ تو ابھی کسی سے نہیں ملنا چاہتا۔ سکائی کے نوجوانوں کو اپنے ہیرو کا انتظار کرنا ہوگا۔" حکیم ہاکو نے کہا۔ اور یہ اچھی بات تھی کہ اسے میرے ذہن کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ میں شانہ کے لیے حد سے زیادہ غمزدہ ہوں۔ ممکن ہے وہ یہ بھی سوچ رہا ہو کہ بہرحال میں ٹھیک ہو جاؤں گا اور اس میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔

"تو مجھے اجازت سبوتا؟" اس نے کہا اور اچانک جیسے مجھے کچھ یاد آ گیا۔

"سنو حکیم ہاکو!" میں نے اسے آواز دی اور وہ رُک گیا۔

"حکم سبوتا؟" اس نے کہا۔

"سکائی کے زردروؤں کی عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ ابھی تو ان کے بارے میں کچھ نہیں سوچا گیا سبوتا۔ قیدیوں میں مرد عورتیں سبھی موجود ہیں۔ فوما ان کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔"

"وہ فیصلہ کیا ہوگا حکیم ہاکو؟"

"تم یقین کرو سبوتا، ابھی اس بارے میں کوئی گفتگو بھی نہیں ہوئی۔"

"خاص طور سے عورتوں کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہ کیا جائے۔ انھیں قیدیوں کی حیثیت نہ دی جائے اور اس وقت تک جب تک ان کی قسمت کا فیصلہ نہ کیا جائے ان کے آرام کا پوری طرح خیال رکھا جائے۔"

"تیری یہ ہدایت میں فوما تک پہنچا دوں گا اور یقین دلاتا ہوں کہ اس ہدایت کا پوری طرح احترام کیا جائے گا۔" ہاکو نے جواب دیا۔

حکیم ہاکو چلا گیا اور میں ان حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ بلاشبہ فوما کو اب بھرپور حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ اب علاقوں میں اس کے سرداروں کی آواز گونج گئی اور اس علاقے کے لوگ اس کی

مدد کو اٹھ کھڑے ہوں گے۔ میں نے جو کچھ کر دیا تھا کافی تھا، اس سے زیادہ کچھ کرنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ کچھ کرنا چاہیے لیکن کیا؟ میں سوچتا رہا۔ پوسیتا کے لیے میرا دل دُکھ رہا تھا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا، اس میں حقیقت تھی۔ اب صرف ایک فیصلہ کرنا تھا۔ اس علاقے کو چھوڑنے کا اعلان کیا جائے یا نہیں؟

بہر حال میں نے اس فیصلے کو تھوڑے دنوں کے لیے ملتوی کر دیا۔ میں اپنی قیام گاہ تک ہی محدود رہا اور باہر کے معاملات میں میں نے پورا دن کوئی دلچسپی نہیں لی اور اس کے بعد کوئی میرے پاس آیا بھی نہیں۔

لیکن رات کو میں خود ہی تنہائی سے اکتا گیا اور پھر میں اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ سکائی کے دو نوجوان میری قیام گاہ کے باہر تعینات تھے۔ جونہی میں باہر نکلا ان دونوں نے گردن جھکا دی۔

"کیا بات ہے، تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"عظیم سبوتا کے خادم ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں یہاں تعینات کیا گیا ہے کہ عظیم سبوتا کو اگر کسی بات کی حاجت ہو تو تعمیل کریں۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"اوہ۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ۔ تم آرام کرو۔" میں نے کہا۔

"جو سبوتا کا حکم۔" وہ دونوں چلے گئے اور میں قیدیوں کے احاطے کی طرف چل پڑا۔ سکائی کے نوجوان بے حد خوش تھے۔ جگہ جگہ طرح طرح کے کھیل تماشے ہو رہے تھے۔ میں ان لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا چل رہا تھا۔ ان کی عقیدت کے جو قصے ہاکو نے مجھے سنائے تھے، ان کے تحت وہ مجھے پریشان کر سکتے تھے۔ اس وقت میں کسی ایسی تفریح میں شریک نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں قیدی عورتوں کے احاطے کے نزدیک پہنچ گیا۔

بلاشبہ فوما اور اس کے ساتھی میری بات کو اہمیت دیتے تھے۔ قیدی عورتوں کے لیے میں نے نمایاں مراعات دیکھیں۔ انھیں سونے کے لیے بستر مہیا کیے گئے تھے اور دوسری سہولتیں بھی انھیں فراہم کر دی گئی تھیں۔ ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ عقب سے ہاکو میرے پاس پہنچ گیا۔

"اوہ سبوتا، میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی ہے۔"

"ہاں ہاکو۔ میں نے دیکھا۔ ویسے ان لوگوں کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"فوما اس سلسلے میں بھی تیرے احکامات کی تعمیل کرے گا۔"

"قیدی مردوں کی تعداد کیا ہو گی؟"

"کافی ہیں۔"

"میرا خیال ہے ان لوگوں کو ابھی تو قید میں رکھا جائے اور اس کے بعد ان عورتوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے، ان پر کچھ پابندیاں عائد کر دی جائیں۔

زرد رُو تارک الوطن ہیں۔ اب جبکہ وہ تمھاری سرزمین میں داخل ہو گئے ہیں تو بلاشبہ یہی ان کا وطن ہے کیونکہ وسیع زمین کسی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ ہاں انھوں نے جو سازشیں کیں وہ غیر مناسب تھیں اور ان کی سزا انھیں یقیناً ملنی چاہیے تھی۔ اب فوما پوری قوت سے اٹھ کھڑا ہوا ہے وہ یقیناً فاتح ہو گا لیکن ایک فاتح کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں — مفتوح بے بس ہوتے ہیں اور فاتح کے ہاتھوں میں کھلونوں کی مانند۔ کھلونے جب چاہیں توڑے جا سکتے ہیں لیکن برتری یہ ہے کہ ان کھلونوں کو توڑنے کی بجائے انھیں حفاظت سے رکھا جائے —— اور ان کی حفاظت کرنی چاہیے کیونکہ وہ محکوم ہوتے ہیں، ان لوگوں کو اتنی مراعات ضرور دی جائیں کہ وہ اپنی مرضی سے زندہ رہ سکیں۔

ہاں انھیں اس قابل نہ چھوڑا جائے کہ آئندہ یہ سازش کے بارے میں سوچیں اور جب کبھی یہ سازش کے لیے سر اٹھائیں ان کے سر کچل دیے جائیں۔ باقی رہا ان کی زندگی کا سوال تو وہ لوگ جو شکست کھا چکے ہیں، ایک طرح سے فوما کی رعایا ہیں اور اپنی رعایا کی حفاظت کرنا ہر حاکم کا فرض ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"بلاشبہ سبوتا، فوما کا بھی یہی مقصد ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ان لوگوں کو نیست و نابود کر دیا جائے لیکن ہم انھیں اس قابل بھی چھوڑنا نہیں چاہتے جس کی وجہ سے فوما کے خلاف کوئی سازش ہو۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"بالکل۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے، چنانچہ ان عورتوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کی جائے۔"

"تیری بات ہمارے لیے بڑی حیثیت رکھتی ہے سبوتا۔ ہم عورتوں کے ساتھ بُرا سلوک نہ کریں گے۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"سکائی کے نوجوان تو بھرے ہوئے ہیں اور جنگ کو آگے تک پھیلانے کے خواہش مند ہیں، وہ بہت سے مطالبات کر رہے تھے جن میں عورتوں کا حصول بھی تھا لیکن فوما نے انھیں منع کر دیا ہے اور ویسے بھی فوما کی بات کو وہ مانتے ہیں۔ ان عورتوں کو ان کے حوالے کرنا درندگی ہو گی ہاکو۔" میں نے کہا۔

"یقیناً۔" ہاکو نے جواب دیا۔

اور اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں بولا۔

"حکیم ہاکو سمندر کے کنارے والے مکان میں اب کون ہے؟"

"کوئی نہیں۔ فوما کو اب وہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ علی الاعلان بستی میں ہے۔" ہاکو نے جواب دیا۔

"گویا وہ مکان خالی پڑا ہے؟"

"ہاں۔"

"تب پھر حکیم ہاکو میرا ایک کام کرو۔"

"کیا سبوتا ہے مجھے حکم دے۔"

"پکاشا کی لڑکی پوسیتا کو جانتے ہو؟"

"ہاں۔ وہ ان قیدی عورتوں میں شامل ہے۔"

"اسے اس مکان میں میرے پاس بھیج دو۔"

"اوہ سبوتا۔ کیا وہ بھی تیری منظور نظر ہے؟"

"حکیم ہاکو، میں اسے کسی غلط مقصد کے لیے طلب نہیں کر رہا۔ اسے بس تم میرے پاس بھیج دو۔" میں نے تیز لہجے میں کہا۔

"بہتر ہے۔" حکیم ہاکو نے بُرا مانے بغیر کہا اور وہ واپس پلٹ پڑا۔

اور یہی بہتر تھا۔ پوسیتا مجھ سے جس قدر بدظن تھی، اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے مناسب نہیں تھا کہ میں دوبارہ اسے بلا کر اس سے کوئی بات چیت کرتا۔ چنانچہ میں واپس لکڑی کے مکان کی جانب چل پڑا اور پوسیتا کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد پوسیتا کو میرے پاس پہنچا دیا گیا۔ پوسیتا مکان میں داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سی مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ روشن مکان میں اس نے مجھے دیکھا اور گہری سانس لی اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عظیم سبوتا۔ عظیم تر۔" اس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ لہجے میں بے پناہ طنز تھا۔ میں نے اس بار بھی اس کے طنز کو نظرانداز کر دیا، صرف اس لیے کہ وہ سب کچھ کھوئے ہوئے تھی۔ اس وقت اس کے لہجے میں جس قدر ہ تعجب خیز بات نہ تھی۔

"آؤ پوسیتا۔"

"حاضر ہوں۔ حاضر ہوں سبوتا۔ تیری خدمت میں حاضر ہوں فاتح اعظم، حاضر ہوں سکائی کے مددگار۔" اس نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

اب مجھے اس لڑکی پر غصہ آنے لگا تھا۔ بلا وجہ طنز کی باتیں کر رہی تھی۔ حالانکہ ان لوگوں کا حشر وہی ہونا تھا جو ہوا تھا لیکن بہرصورت میں نے اسے برداشت کیا اور اس کا جائزہ لینے لگا۔ تب وہ آگے بڑھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"کیا حکم ہے آقا، لباس اتار دوں کیا؟" اس نے اپنے لباس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"پوسیتا ایک بار پھر تم سے کہہ رہا ہوں کہ ہوش میں آؤ، فضول باتوں سے گریز کرو۔ تم کیا سمجھتی ہو کیا تمہارے لوگوں نے سکائی کے لوگوں پر کم مظالم کیے تھے؟ کیا تمہارے خیال میں سکائی کے لوگ کبھی اس قابل نہیں ہو سکتے تھے کہ تمہارے مظالم کا جواب دے سکتے؟ تمہارے لوگوں نے ان کے صدیوں سے آباد علاقوں کو اجاڑ کر رکھ دیا۔ کیا کچھ نہیں کیا گیا ان کے ساتھ؟ اور تمہارا کیا خیال ہے کیا یہ لوگ تم سے انتقام نہیں لے سکتے؟ کیا اس میں وہ کوشاں نہ رہتے اور آج اگر وہ تم پر بازی لے گئے ہیں تو تم اس کا قصوروار مجھے کیوں ٹھہرا رہی ہو؟"

"نہیں میرے مالک، میں تو کسی کو قصوروار قرار نہیں دے رہی۔ اگر تجھ سے شکوہ ہے تو صرف اتنا کہ تو نے میرے ساتھ وہ سلوک روا نہ رکھا جو میرا حق تھا۔"

"میں نہیں سمجھا، تمہاری مراد کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں صرف ان دنوں کا حوالہ دینا چاہتی ہوں جب تو شمانہ کی تلاش میں میرے پاس آیا تھا اور اس کے بعد تو نے میرے لیے شمانہ کو اٹھا کر پانی میں پھینک دیا تھا۔"

"پوسیتا یہ بات تمہارے علم میں یقیناً ہوگی کہ میں شمانہ کو چاہتا تھا، اس سے پیار کرتا تھا لیکن وہ مجھ سے برگشتہ تھی۔ میں اسے اپنے قابو میں لانے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا اور تجھ تک بھی میں اسی کے لیے پہنچا تھا، میں براہِ راست تیرے پاس نہیں گیا تھا۔ بہرحال شمانہ مجھے مل گئی تو مجھے کسی اور چیز کی طلب نہیں رہی۔ میں ایک صاف ستھرا انسان ہوں اور میں تجھ سے یہ نہیں کہوں گا کہ میں نے کبھی تجھ سے محبت نہیں کی ___ لیکن شمانہ محبت میں تجھ سے بازی لے گئی تھی پوسیتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور اب جبکہ شمانہ تمہاری زندگی سے نکل چکی ہے، وہ مر چکی ہے تو تم مجھ سے دوبارہ تعلقات استوار کرنا چاہتے ہو لیکن تم نے یہ سوچا کہ میں بھی انسان ہوں۔ تم میرے اوپر مکمل طور پر قادر ہو، تم چاہو تو میرے جسم کی دھجیاں بکھیر کر فضا میں اڑا سکتے ہو، تم میرے بدن کو نچوڑ سکتے ہو، میری شکل بگاڑ سکتے ہو، مجھے اس جگہ ذلیل کر سکتے ہو لیکن کیا تم میرا دل جیت سکتے ہو؟ بولو کیا تم میرا دل جیت سکتے ہو؟"

"پوسیتا میں تمہارا دل نہیں جیتنا چاہتا۔ سنو، میں سکائی میں اجنبی ہوں۔ اس علاقے کے لوگوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ میں تمہیں بتا چکا ہوں اور آخری بار میں تم سے یہ کہہ رہا ہوں کہ ان سارے معاملات میں مکمل طور سے میرا دخل نہیں ہے، ان لوگوں کو یہی کرنا تھا جو انہوں نے کیا۔

اب میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے وہ صرف ہمدردی کی شکل میں ہے، اگر تم چاہو تو میں تمہیں سہارا دے سکتا ہوں، تم چاہو تو میں تمہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا، ہم اس جگہ کو چھوڑ دیں گے۔ مجھے جواب دو کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟"

"میں ___ میں ___" پوسیتا نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر جذبات کی شدت سے اس کی آواز نہ نکل سکی۔ میں اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"میں تمہارا جواب چاہتا ہوں پوسیتا۔"

"اس وقت تم نے مجھے کیوں بلایا تھا سبوتا؟"

"میں تم سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔"

"اور کوئی حکم ہے میرے لیے؟"

"نہیں پوسیتا۔"

"تم مجھ سے یہ سوال کیوں کر رہے ہو سبوتا۔ تم ان کے لیے قابلِ احترام ہو گئے کیونکہ تم نے ان کے فوما کی زندگی بچائی ہے، تم نے انھیں ان کے دشمنوں پر فتح دلائی ہے اور میں ایک قیدی ہوں۔ اگر تم خواہش ظاہر کرو گے تو وہ مجھے تمھیں دے دیں گے، میری کیا ہے۔"

میں لڑکی کی بکواس سے تنگ آ گیا تھا، چنانچہ میرے رویّے میں درشتگی پیدا ہو گئی "بس مجھے تم سے یہی گفتگو کرنی تھی۔ اب تم چاہو میں تمھیں واپس بھیج سکتا ہوں۔"

"میں تو اب کچھ نہیں چاہتی اور جو چاہتی ہوں وہ تم کر گئے نہیں سبوتا۔"

"کیا چاہتی ہو؟"

"میری خواہش ہے کہ تم مجھے ہلاک کر دو۔"

"اس قسم کے کام میں نہیں کرتا پوسیتا۔ یہ کام تم خود انجام دے سکتی ہو۔" میں نے بیزاری سے کہا اور پھر میں مکان کے باہری حصّے میں آ گیا۔ یہاں کوئی موجود نہیں تھا لیکن میں نے دور سے گزرتے ہوئے چند لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ میرے قریب پہنچ گئے۔

"اس لڑکی کو دوسری لڑکیوں میں پہنچا دو۔" میں نے کہا اور پوسیتا لرزتے قدموں سے باہر نکل آئی۔ میں اسے جاتے دیکھتا رہا تھا۔ پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے گہری سانس لی۔ پوسیتا پر درحقیقت ظلم ہوا تھا۔ اس کے باپ کی موت کی ذمّہ داری میں قبول نہیں کر سکتا تھا کیونکہ بہرحال سکائی والے اس سے خوش نہیں تھے اور یہ کام کسی بھی مناسب وقت پر کیا جا سکتا تھا۔ ہاں میں نے شمانہ سے ملاقات کے بعد اسے قطعی فراموش کر دیا تھا۔ عورت کی حیثیت سے یہ بات اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔

لیکن بس اتنا ہی ٹھیک تھا۔ میں نے اس سے معذرت کی تھی، اسے بچانے کی کوشش کی تھی اور اب اگر وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ بننے کی کوشش کر رہی تھی تو مجھے بھی اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ ظاہر ہے میں اس کے بغیر بھی زندگی گزار سکتا تھا ——— اور میرے نزدیک شمانہ کی جو حیثیت تھی، پوسیتا اس کی خاک بھی نہ تھی۔ اگر شمانہ کے حصول کی راہ میں وہ آ گئی تھی تو اس میں میرا قصور نہیں تھا۔ میں نے تو صرف شمانہ کو قابو میں کرنے کے لیے تھوڑا سا سہارا اس کا لیا تھا، اس سے زیادہ پوسیتا کی کوئی حیثیت میری نگاہ میں نہ تھی۔ ہاں پکاشا کی بیٹی کی حیثیت سے جو کچھ گفتگو میں نے اس سے کی تھی وہ ایک الگ بات تھی اور میں اس سے متاثر تھا جس کی وجہ سے میں نے یہ کاوش کی تھی کہ پوسیتا کو ان تمام قیدی عورتوں سے ممتاز کر کے یہاں لے آیا تھا لیکن اگر وہ مرنا چاہتی تھی تو مرتی، میں نے تو ان لوگوں سے دشمنیاں پیدا نہ کی تھیں اور رہا ان کی مدد کا سوال تو وہ خود بھی کون سے کم تھے۔

ان دونوں کو ایک دوسرے سے نبرد آزما ہونا ہی تھا اور اس کے بعد نتیجہ تقریباً یہی نکلتا جو اب نکلا تھا۔ تنہا میری ذات تو ان کے لیے فتح کا باعث نہیں بن گئی تھی اور اب اگر پوسیتا ضرورت سے زیادہ اداکا کر رہی ہے تو وہ جہنم میں جائے لیکن اس کے بعد پھر وہی سوچ کہ کیا اب مجھے ان کے ساتھ ان ہنگاموں میں شامل ہونا چاہیے۔ دل نے کہا کہ حماقت کی بات ہے لیکن سوچ تھی کہ بس ذہن میں جم گئی تھی لیکن اس کے بعد پھر وہی سوچ ——— کہ کیا اب مجھے ان کے ساتھ ان ہنگاموں میں شریک ہونا چاہیے۔

لیکن پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ان جھگڑوں میں زیادہ عرصے تک ملوث نہیں رہوں گا۔ فوما اب مضبوط ہو چکا تھا، وہ خود اپنا کھو ہوا وقار اور کھوئے ہوئے علاقے حاصل کرے گا۔ ضروری نہیں ہے میں اس کے ساتھ ساتھ رہوں۔

تب پروفیسر میں نے پوسیتا کو ذہن سے جھٹک دیا۔ سکائی کی دوسر لڑکیاں میری پذیرائی کے لیے منتظر تھیں لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ میں لڑکی کو اپنے نزدیک لانے کی کوشش کروں، آخر میرا اپنا بھی کوئی معیار پسند تھی۔ میں لڑکیوں کے لیے پاگل تو نہیں تھا۔

چنانچہ میرے ذہن میں نفرت سی پیدا ہو گئی اور اس دوران میں حکیم ہاکو اور فوما سے بھی نہیں ملا۔

دوسرا دن، تیسرا دن، چوتھا دن، پانچواں دن بھی گزر گیا۔ میں ابھ تک فوما سے نہیں ملا تھا لیکن میں سنجیدگی سے سوچنے لگا تھا کہ اب یہاں نہیں رہوں گا۔ دوسری جانب فوما اور ہاکو حیران تھے کہ میں کہاں گم ہوں۔ ایک آدھ بار حکیم ہاکو سے مڈبھیڑ ہوئی لیکن میں نے اس سے یہ کہا کہ میں ان دنوں آزاد رہنا چاہتا ہوں، چنانچہ چھٹے دن فوما اور حکیم ہا خود میرے پاس آئے۔ فوما کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

"سبوتا! کیا بات ہے، تم ہم سے الگ الگ رہنے لگے ہو، کیا کس مسئلے میں کوئی ناراضگی تو نہیں ہو گئی ہے؟"

"نہیں فوما ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر ہم تیرے مشوروں اور تیری ملاقات سے محروم کیوں ہیں سبوتا؟" فوما نے پوچھا۔

"بس میں نے سوچا کہ تم مقامی معاملات سلجھا رہے ہو اس لیے میں نے تمھارے درمیان مداخلت نہیں کی۔"

"اس کے باوجود سبوتا ہم تجھ سے رہنمائی کے خواہشمند رہتے ہیں۔"

"میری تو کچھ اور ہی خواہش تھی۔" میں نے کہا۔

"کیا سبوتا؟"

"یہی کہ میں نے محسوس کر لیا ہے کہ اب تجھے میری ضرورت نہیں رہی ہے۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"اوہ سبوتا۔ یہ خیال تیرے ذہن میں کیسے آیا؟"

" حالات کے تحت فوما۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ تیرے سردار تیرے
مشن کی تکمیل کے لئے چاروں طرف پھیل گئے ہیں اور بلاشبہ وہ ایسی مضبوط
قوتیں لے کر سامنے آئیں گے کہ سیکائی کے لوگ کوئی مداخلت نہیں کر سکیں
گے اور تو بآسانی انہیں شکست دے سکے گا، اس لئے اب یہاں میری کیا
ضرورت ہے ؟" میں نے کہا
" میں حیران ہوں سبوتا۔ تجھے دیوتا کی قسم مجھے بتا تجھے کس شخص سے
شکایت ہوئی ہے۔ تو نے کیوں یہ بات سوچی ہے ؟" فوما نے پریشانی
سے کہا۔
" ایسی کوئی بات نہیں فوما۔ میں نے بتایا ناکہ میں کسی شکایت کے
تحت کبھی یہاں سے جانے والا نہیں تھا، بس اب میرا دل چاہتا ہے کہ
اب تم لوگوں کا ساتھ چھوڑ کر اپنے لئے دوسرے راستوں کا انتخاب کروں۔"
" آخر کیوں سبوتا! آخر کیوں ؟" فوما پریشانی سے بولا۔
" میں کہہ چکا ہوں فوما کہ جو کچھ مجھے تیرے ساتھ کرنا تھا، میں نے کیا
اور تو اتنا طاقتور ہے کہ اپنے بل پر کچھ کر سکے۔ اس لئے اب میں یہاں رہنا
نہیں چاہتا۔"
" سبوتا، سبوتا ایسی بات نہ کہہ۔ میں تو اس بات کا خواہش مند ہوں کہ
تو باقی زندگی ہمارے ساتھ ہی گزار۔"
" اوہ، یہ کیسے ممکن ہے فوما۔ تو نے محسوس کیا ہو گا کہ میں نے اتفاقیہ
طور پر تجھ سے مل کر تیری مدد کی اور نجانے کتنے لوگوں کو اب بھی میری ضرورت
ہو۔ چنانچہ میرا خیال ہے کہ تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دے اور تو اپنے اس
علاقے پر مکمل قبضہ حاصل کرنے کی کوشش کر۔ میرا خیال ہے کہ اس میں تو
ناکام نہیں رہے گا۔ مجھے امید ہے کہ تو اپنے سرداروں اور نائبوں سے مل کر
اپنے علاقے واپس لے لے گا، چونکہ تیرے ساتھ تیرے عوام کی قوت
ہے اور یہ بات ہمیشہ میرے سامنے آئی ہے کہ جن حکومتوں کو عوام کا سہارا
حاصل ہوتا ہے انہیں ہر طرح سے کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ مجھے
خوشی ہو فوما کہ تیرے عوام تیرے لئے بہت بڑا سہارا ہیں۔"
" ناممکن سبوتا، میں تجھے نہیں جانے دوں گا سبوتا۔ تو مجھے صرف یہ
بتا تجھے تکلیف کیا ہے ؟" فوما نے بچوں کے سے انداز میں ضد کرتے
ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے حکیم ہاکر کی
طرف دیکھا۔
" حکیم ہاکر تم کیوں خاموش ہو ؟"
" اس لئے سبوتا کہ میں تیرے جانے کی وجہ سمجھتا ہوں۔"
" کیا مطلب ؟"
" ہاں سبوتا، دل جب ویران ہو جاتا ہے تو بستیاں بھی ویران معلوم
ہونے لگتی ہیں۔ میں جانتا ہوں تیرا یہاں دل نہ لگتا ہو گا اور مجھے یہ علم
ہے کہ تو عورت پرست انسان ہے بلکہ شاید اپنی عورت کو ہمیشہ کے لئے
اپنا بنانے کا عادی ہے اور شمانہ مر چکی ہے۔"

" اوہ، تو یہ بات ہے۔" فوما نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر بولا۔
" سبوتا، میں شمانہ کو واپس نہیں لا سکتا لیکن خود سیکائی اور میری بستی شکایا
کی کوئی بھی لڑکی اگر تیرے ذہن تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ میری
خوش بختی ہو گی اور اس لڑکی کی بھی کہ وہ اتنے عظیم شخص کے ساتھ زندگی
گزارنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ میری دلی خواہش ہے سبوتا کہ تیرا ذہنی خلاء
پُر ہو جائے۔"
اور مجھے ہنسی آ گئی۔ کتنا سادہ تھا یہ شخص جس نے دنیا کی انتہا
عورت کو سمجھ لیا تھا۔ بہرحال میں اس کی بات سن لینے میں کوئی حارج نہ سمجھتا
تھا۔ فوما کہہ رہا تھا،
" سبوتا! میں وعدہ کرتا ہوں کہ لغار کے ساتھ وہ لمحات نہیں گزاروں
گا جو تو شمانہ کے بغیر گزارے گا۔ میری دلی خواہش ہے کہ تو ہمیشہ ہمارے ساتھ
رہے اور میری درخواست ہے کہ تو اپنے آپ کو اس ماحول میں ضم کرنے کی
کوشش کر۔"
فوما اور حکیم ہاکر سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ
یہ لوگ مجھے خوشی سے جانے نہ دیں گے۔ چنانچہ یہی بہتر ہے کہ خاموشی سے
یہاں سے چلا جایا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں چلے گئے اور
میں سوچ میں ڈوب گیا۔ کیا کرنا چاہیئے۔ کوئی فیصلہ کرنا ہو گا۔
طویل عرصہ گزر چکا تھا یہاں آئے ہوئے۔ خاصے ہنگامے رہے
تھے۔ شکایا بھی گیا تھا۔ سفر بھی کیا تھا۔ اب کوئی ایسی تبدیلی آنی چاہیئے
جس سے تنوع پیدا ہو۔ کوئی نئی بات، کوئی نیا کھیل۔ اور ان دنوں میں
اسی سوچ میں گم تھا۔
ایک دفعہ میں نے سوچا کہ سونے کی تیاریاں کروں لیکن ذہن پر ایسی
تھکاوٹ نہیں تھی کہ سونے سے لطف اندوز ہو سکوں۔ پھر... یہاں سے
نکل جایا جائے۔ اس کے بعد سوچا جائے گا۔ ہاں ان سے کہہ کر جانے
میں عقلمندی نہیں ہے۔ خاموشی سے روانگی بہتر ہے۔ چنانچہ میں
تیاریاں کرنے لگا۔
میں نے ایک کشتی کا انتخاب کیا جو زیادہ بڑی تو نہیں تھی لیکن
بہرحال مضبوط تھی اور ایک طویل سفر میں ساتھ دے سکتی تھی۔ میں نے
شغل کے طور پر اس کو درست کرنا شروع کر دیا۔ پھر ایک دن میں نے
اس کو سمندر میں ڈال دیا اور دور تک لے گیا۔ یہاں میرے مشاغل میں مداخلت
کرنے والا کوئی نہ تھا۔ کشتی کو ایک لمبا چکر دینے کے بعد میں نے اسے ایک
ویران ساحل پر لا چھوڑا۔ اس بار میں نے سوچا تھا کہ ایک طویل سمندری سفر
کروں گا اور اس کے لئے یہی کشتی استعمال کروں گا۔ تھوڑے سے لوازمات
بھی ضروری تھے۔ چنانچہ میں نے ان کا بندوبست بھی کیا اور آہستہ آہستہ
اپنے کام میں مصروف رہا۔
فوما اور دوسرے لوگ اپنے کاموں میں مصروف رہتے۔ مجھے کارروائیوں
سے باخبر رکھا جاتا تھا اور میں ان میں دلچسپی بھی لیتا تھا۔ چنانچہ فوما اور

ہا کو نے مجھے بتایا تھا کہ سیلکائی میں زرد رووں کے خاتمے کی خبر شکا یا اور دوسری بستیوں کو مل گئی ہے۔ زرد رووں اور مقامی باشندوں میں جا بجا جھڑپیں شروع ہو گئی تھیں۔ کئی جگہ یہ جھڑپیں خطرناک شکل بھی اختیار کر گئی تھیں اور سرداروں نے گوریلا جنگ شروع کر دی تھی۔

بہرحال فوما کی زندگی کی خبر اور اس کے نام نے لوگوں میں زندگی کی لہر پھونک دی تھی۔ فوما کے سردار برق رفتاری سے تیاریاں کر رہے تھے۔۔۔

ان ساری خبروں سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ فوما کی تقدیر جاگ اٹھی ہے اور اب اس کا راستہ روکنا زرد روؤں کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ لوگ میری خوشنودی کے لئے بھی کوشاں تھے۔ اور کئی بار دلچسپ حرکتیں بھی کر چکے تھے جن کا تذکرہ زیادہ دلچسپ نہیں ہے۔ بس یہ سمجھ لو پروفیسر کرسکائی کی کئی حسیناؤں نے شمانہ کی جگہ لینے کی کوشش کی تھی اور حکیما کو اور فوما کے ایماء پر میرے نزدیک آئی تھیں لیکن وہ عام عورتیں تھیں اور مجھے صرف عورتیں درکار نہیں تھیں۔ نہ ہی اس سلسلے میں پریشان تھا۔ چنانچہ میں نے ان میں سے کسی سے دلچسپی کا اظہار نہیں کیا اور حسب معمول اپنے کام میں مصروف رہا۔

پھر ایک شام جب میں سمندر کے کنارے والے مکان میں سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا کوئی میرے نزدیک پہنچ گیا۔ قدموں کی چاپ پر میں نے پلٹ کر دیکھا تھا اور پوسیتا کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی

"اوہ پوسیتا۔" میں نے اُسے پکارا۔

"ہاں سبوتا میں آ گئی ہوں۔"

"خیریت ہے پوسیتا؟"

"ہاں ٹھیک ہوں۔ اس دوران تمہارے بارے میں سوچتی اور تمہارا انتظار کرتی رہی ہوں۔"

"انتظار؟"

"ہاں میں نے سوچا، شاید بیتی ہوئی کہانیاں تمہیں یاد آئیں اور تم میرے درد کو بھی سمجھ لو۔"

"کونسا درد پوسیتا؟"

"میں بھی تو تم سے محبت کرتی تھی۔" اس نے سسکی سی لے کر کہا۔

"ہاں۔ مجھے اندازہ ہے۔"

"اور۔۔ اور تم نے میرے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا تھا۔ تم نے مجھے نظر انداز کر دیا۔ لیکن میں تمہیں نہیں بھلا سکتی۔"

"ٹھیک ہے پوسیتا میں نے خلوص سے کام لے کر تمہیں ساری تفصیل بتا دی تھی۔"

"ہاں۔ وہ زندگی میں بھی خوش نصیب تھی اور مرنے کے بعد بھی اور میں۔۔۔" وہ پھیکے انداز میں ہنس دی، میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ "میں اس وقت بھی تمہاری محبت کے حصول میں ناکام رہی تھی اور اب بھی ناکام ہوں۔"

میں اس بار بھی خاموش رہا ظاہر ہے میں اس کی بات کی تردید کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"کیوں سبوتا میں نے غلط تو نہیں کہا۔" پوسیتا نے مجھے خاموش پا کر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"پوسیتا میں بار بار تم سے کہہ چکا ہوں کہ اب شمانہ کا ذکر بے کار ہے، اب اگر تم اس کی حیثیت کا اندازہ کر لینا چاہتی ہو تو تمہیں اس بات سے اندازہ لگا لینا چاہیئے کہ میں اس کی تلاش میں تم تک پہنچا تھا، اور میں بار بار یہ الفاظ کہہ کر الجھن محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن وہ کون سا وقت تھا سبوتا جب تو نے شمانہ کو میری خاطر پانی میں پھینک دیا تھا۔" پوسیتا جذباتیت سے بولی۔

"میں نے کہا نا پوسیتا، یہ سب شمانہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے کیا گیا تھا، آج وہ دنیا میں نہیں ہے۔ وہ مر چکی ہے تو میں اس کے لئے تارک الدنیا بھی نہیں ہوا، ہاں میں خاموشی سے یہ بستی چھوڑ رہا ہوں۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں گا۔"

"اوہ۔ تو کیا تم اپنے دوستوں کے مشن کی تکمیل میں ان کے ساتھ شامل نہ رہو گے؟" پوسیتا نے پوچھا؟"

"نہیں یہ فیصلہ میں نے تم سے گفتگو کے بعد کیا تھا۔ مجھے اس بات کا افسوس تو ہے کہ میں اس معاملے میں جس قدر ملوث ہو گیا ہوں وہ کچھ زیادہ ہے، فوما اس علاقے کا اصل حکمران ہے، اسے اس کی بستی واپس مل جائے گی اور از راہِ انسانیت میں اس بات سے خوش ضرور ہوں گا کیونکہ تمہاری بستی والوں نے فوما کے لوگوں کو غلام بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

لیکن جوابی مظالم میں میں کم از کم فوما کے ساتھ شریک نہیں ہوں گا، تمہارا باپ مارا گیا، تمہارے ساتھ ظلم ہوا اور اس کا مجھے افسوس ہے چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں، پوسیتا دراصل میں یہاں رہنا نہیں چاہتا۔" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوہ۔ کیا تم نے اس بات کی اطلاع ان لوگوں کو دے دی ہے؟" پوسیتا نے تیز نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ان لوگوں سے تمہاری کیا مراد ہے کیا فوما؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"دیکھو پوسیتا میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں ایک آوارہ گرد کی حیثیت سے یہاں تک آ نکلا تھا، ان لوگوں کے مسائل میں شریک ہونے سے صرف خلوص کا دخل تھا میں کسی کا محکوم نہیں ہوں، فوما ہو یا کوئی اور۔۔۔ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں، جب تک دل چاہتا ہے، کرتا ہوں۔۔۔ اور جب میرا دل کہیں رہنے کو نہ چاہے تو پھر مجھے کوئی روک نہیں سکتا میں نے فوما سے تذکرہ کیا تھا لیکن فوما اخلاقی پابندیاں

لگانے لگا چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ انہیں اطلاع دینے کی ضرورت بھی کیا ہے؟"

"اوہ۔ سبوتا، میں شمانہ کی جگہ تو نہیں لے سکتی لیکن میں اس کی یاد تو تمہارے ذہن سے بھلانے کی کوشش کروں گی سبوتا، میں تمہارے ساتھ چلوں گی، کیا تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو گے؟"

پوسیتا، میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔ "میں چاہتا تھا کہ تمہیں ساتھ لے چلوں لیکن بہرصورت تو نے جانا پسند نہ کیا، تو اپنی مرضی کی مختار تھی اب اگر تو اپنی مرضی سے میرے ساتھ چلنا چاہتی ہے تو ٹھیک ہے، شمانہ مرچکی ہے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کی جگہ تجھے دے دوں گا، لیکن بہرصورت وہ انوکھی شخصیت کی مالک تھی، لیکن وہ مرچکی ہے اور میں بھول جانے میں زیادہ دقتیں ...... محسوس نہیں کرتا۔ اگر تو میرے ساتھ چلنا چاہتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔"

"ہاں سبوتا، میں تمہارے ساتھ چلوں گی" پوسیتا جذباتی انداز میں آگے بڑھی اور مجھ سے لپٹ گئی۔

میں نے بھی اسے دھتکارنا مناسب خیال نہ کیا تھا، ظاہر ہے اب اس کی ضرورت بھی نہ رہی تھی، اگر وہ میرے ساتھ چلنا چاہتی تھی تو ٹھیک تھا، ظاہر ہے وہ میرے لئے نئی عورت ہوتی۔ تب میں نے پوسیتا سے پوچھا۔

"تو کب چلے گی پوسیتا؟"

"بس سبوتا، جب تو چاہے۔"

"آج، اب، اب سے تھوڑی دیر بعد۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ چونک پڑی۔

"لیکن چلنے کا ذریعہ کیا ہوگا سبوتا؟"

"یہ تو میرے اوپر چھوڑ دے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تیری تیاریاں مکمل ہیں؟"

"ایسا ہی سمجھ لے پوسیتا، مجھے کسی بھی سلسلے میں تیاریاں کرنے میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آتی۔"

"تو ٹھیک ہے سبوتا، میں تیار ہوں۔" اس نے کہا اور میں اس کو دیکھتے ہوئے مسکرانے لگا۔

اچھا ہے مجھے تنہا سفر نہیں کرنا پڑا تھا، ایک ایسا ساتھی مل گیا جس کے ساتھ سفر کی دقتیں کافی حد تک کم ہوسکتی تھیں چنانچہ میں نے اس کے ساتھ اپنا رویہ بدل لیا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس سے مختلف باتیں کرنے لگا۔

ابھی میں دیر سے روانہ ہونا چاہتا تھا، علاقوں میں کچھ تھوڑی بہت چہل پہل ہوگئی تھی میں چاہتا تھا کہ خاموشی سے یہ علاقہ چھوڑ دوں۔۔۔

چنانچہ جب رات گہری ہوگئی تو میں پوسیتا کا ہاتھ پکڑ کر اس ویران ساحل کی جانب چل پڑا، جہاں میری کشتی موجود تھی۔ راستے میں، میں نے اس سے پوچھا۔

"ایک بات تو بتا پوسیتا؟"

"پوچھو سبوتا۔" اس نے سادگی سے کہا۔

"تجھے قیدی عورتوں کے ساتھ ہی رکھا گیا تھا؟"

"ہاں سبوتا۔"

"مگر اس وقت تجھے آنے کی اجازت کیسے ملی؟"

"کیا مطلب سبوتا، میں نہیں سمجھی؟"

"کیا تو ان لوگوں سے چھپ کر آئی ہے، کیا ان لوگوں نے قیدی عورتوں کو اتنی اجازت دی ہے کہ وہ جہاں چاہیں آجاسکیں؟"

"نہیں سبوتا، تجھ سے گفتگو کرنے کے بعد ان لوگوں کی یہ مہربانی بھی میری سمجھ میں آگئی ہے۔"

"کن لوگوں کی؟"

"میری مراد حکیم ہاکو اور انتظامیہ کے ان لوگوں سے ہے جو قیدی عورتوں کے حکمران ہیں۔"

"اوہو۔ وہ کیا ہمدردی ہے؟"

"بس وہ لوگ میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھا میں سبوتا سے ملنا چاہتی ہوں، مجھے تعجب تو ہوا تھا لیکن پھر حکیم ہاکو نے کہا کہ اگر میں سبوتا کے پاس جانا چاہوں ... تو وہ مجھے وہاں پہنچا سکتا ہے اور پھر وہ مجھے قیدی عورتوں کے احاطے میں سے نکال لایا، اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے کوشش کرنی چاہئے کہ سبوتا ماضی بھول جائے اور وہ شمانہ کی ہر بات کو اور ہر یاد کو دل سے نکال دے، اور اگر میں اس طرح کوشش کرسکوں تو میں ایک باعزت زندگی حاصل کرسکتی ہوں، مجھے سبوتا کی عورت کی حیثیت سے ایک عالیشان محل مہیا کیا جائے گا اور وہاں پر ہر طرح سے پذیرائی ہوگی۔"

"اوہ۔ یہ پیشکش تجھے حکیم ہاکو نے کی تھی؟"

"ہاں سبوتا۔ اس وقت اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ آج آگئی کیا تو نے یہاں سے بیزاری کا اظہار کیا تھا۔ کیا تو نے جانے کی خواہش ظاہر کی تھی؟"

"ہاں۔ وہ لوگ مجھے یہاں سے نہیں جانے دینا چاہتے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو ان کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے سبوتا۔ تو نے خود کو نئی زندگی بخشی تھی اور تیرے ہی مشوروں سے انہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کئے۔"

"اوہ۔ یہ بات تجھے کیسے معلوم پوسیتا۔؟" میں نے پوچھا۔

"میرا باپ تمہاری طرف سے تشویش میں مبتلا تھا۔ ہم نے تمہارے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کی تھیں اور ہم پریشان تھے۔ بابا اکثر کہتا تھا، یہ اجنبی ہمارے لئے خطرہ بن سکتا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔ ہم لوگ کشتی کے نزدیک پہنچ گئے۔ سمندر میں چاروں اطراف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ موجوں کے سفید سر ابھر رہے تھے، ڈوب

رہے تھے کشتی ہمارے انتظار میں تھی۔ پوستیا اسے دیکھنے لگی۔ اور پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔

"کیا سوچ رہی ہو پوستیا؟"

"وہ کچھ نہیں سبوتا۔ اس انسان کا ذہن خیالات کی آماجگاہ ہوتا ہے اس زمین پر میں نے بہت سی باتیں سوچی تھیں۔ میں نے یہاں زندگی گذارنے کے ان گنت خواب دیکھے تھے۔ لیکن خواب کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔"

"ہاں" میں نے مختصراً کہا اور کشتی سمندر میں ڈال دی۔ اور پھر میں نے پوستیا کو اس میں سوار کرایا اور پھر خود بھی بیٹھ گیا۔ میں نے ابھی بادبان نہیں کھولا تھا اور میرے بازو کشتی کو سمندر میں دور لے جانے لگے۔

پوستیا خاموش تھی۔ میں بھی خاموشی سے اپنے کام میں مصروف تھا۔ خود میرا ذہن بھی اس وقت خیالات سے آزاد نہیں تھا۔ یوں تو میری زندگی بے شمار حادثات اور واقعات سے عبارت تھی۔ بہت سے لوگوں کو میں اس انداز میں چھوڑ چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میری گمشدگی اور میرے چلے جانے کے خیال سے فوما کو زبردست ذہنی جھٹکا لگے گا۔ لیکن اب اس کی تحریک اتنی قوت حاصل کر چکی تھی کہ اسے نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا اور وہ بہر حال جلد یا بدیر اپنا اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ رہی میری بات تو میں ہر قسم کی ذمہ داریاں صرف اپنی پسند کے مطابق قبول کرتا تھا۔ میرے اندر لچک اسی وقت تک رہتی تھی جب تک میں چاہتا۔ اس کے بعد میں کسی اخلاقی ذمہ داری یا اقدار کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔

اور اس بار بھی یہی کیفیت تھی۔ وہ لوگ اپنے معاملات میں شدت سے الجھے ہوئے تھے۔ حکم ہاکر سے بھی اب حصول علم ناممکن تھا کیونکہ اس کی جدوجہد طویل تھی اور جلد ختم ہو جانے والی نہیں تھی۔ اس لئے اب یہاں سے چلا جانا ہی بہتر تھا۔ اور پھر۔ پوستیا کی کیفیت دیکھنے کے بعد مجھے یہ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ میں فوما کی ہمدردی میں کچھ لوگوں کا دشمن بن گیا ہوں جبکہ انہیں مجھ سے کوئی پرخاش نہیں تھی۔ اس لئے اب یہی بہتر تھا۔

"سبوتا" پوستیا کی آواز نے مجھے خیالات سے چونکا دیا۔

"ہوں" میں نے ہوش کی دنیا میں آکر کہا۔

"کب تک چپو چلاتے رہو گے؟ بادبان کھول دو۔ تمہارے بازو تھک جائیں گے۔"

"اوہ ہاں۔ میں بادبان کو بھول ہی گیا تھا" میں نے کہا۔ اور پتوار رکھ دیئے۔ اور پھر میں نے بادبان چڑھا کر انہیں ہوا کے رخ پر کر دیا۔ ہوائیں کشتی کو ایک مخصوص سمت لے جانے لگیں۔

"تم کس گہری سوچ میں تھے سبوتا؟"

"کوئی خاص بات نہیں تھی" میں نے کہا۔

"منزل کے بارے میں سوچ رہے تھے؟"

"منزل" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تم کوئی منزل چاہتی ہو؟"

"کیا مطلب؟" پوستیا حیرانی سے بولی۔

"آوارہ گردوں کی کوئی منزل نہیں ہوتی پوستیا۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں اور میرا خیال ہے کہ میرے ساتھ شامل ہونے کے بعد تمہارے لئے بھی یہی زندگی بہتر رہے گی۔ ہاں تم اپنی پسند کا تذکرہ ضرور کر سکتی ہو۔ کیا تم چاہتی ہو کہ ہم کسی منزل کا تعین ضرور کریں؟ کیا تم میری کسی بات سے کوئی غلط مطلب تو نہیں لے رہیں" میں نے پوچھا۔

"نہیں سبوتا۔ میں تو ہر طرح سے تیرے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں" پوستیا نے جواب دیا۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں پوستیا اور تم دیکھو گی کہ میری زندگی غیر دلکش نہیں ہے۔ ہم یقیناً ایک پر لطف زندگی گذار سکتے ہیں۔"

"یقیناً" پوستیا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

کشتی چونکہ اب بادبان اور ہوا کے سہارے چل رہی تھی اس لئے میری مصروفیت ختم ہو گئی تھی۔ تب میں نے پوستیا کی جانب دیکھا اور اپنے بازو پھیلا دیئے۔ پوستیا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی "میں تو تیرے لمس کو کبھی فراموش نہیں کر سکی سبوتا۔ لیکن تو نے۔ افسوس اب تو مجھے شکایت کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔" پوستیا میرے سینے سے لگتے لگتے بولی۔

"ہاں پوستیا، اب تو شکایت نہ کرے تو بہتر ہے، مجھے تیری شکایت سے الجھن ہوتی ہے کیونکہ تو مجھے بار بار شمانہ کی یاد دلا دیتی ہے۔ وہ لڑکی۔ تو نہیں سمجھتی پوستیا کہ وہ لڑکی کیا تھی، میں اسے واقعی بھول نہیں سکا اور میری بھی خواہش ہے کہ تو واقعی مجھے بار بار یاد دلانے کی کوشش نہ کر۔ کیا تو میری بات مانے گی پوستیا؟"

"ہاں میں تیری خواہش کا احترام کروں گی سبوتا" اس نے جواب دیا۔ اور میں نے اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ کشتی میں اتنی جگہ تو تھی ہی کہ ہم لیٹ سکتے تھے چنانچہ میں نے اس کا سر اپنے سینے پر رکھ لیا۔

چاند آہستہ آہستہ ابھر رہا تھا۔ دیر سے نکلنے والا چاند تھا اس لئے جس وقت مکمل طور سے چاند نکلا تو کافی رات ہو گئی تھی۔

پوستیا کی آنکھوں میں نیند تھی اور میں اس نیند کو محسوس کر رہا تھا، تب میں نے اسے سو جانے کو کہا اور وہ نہایت خاموشی سے سو گئی۔

میں نے چاند کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھا۔ اور پھر میں نے ایک گہری سانس لی اور آسمان کی جانب دیکھا۔ میری نگاہ اپنے دوست ستاروں پر جا پڑی تھی جو میری جانب اشارہ کر رہے تھے۔ یہ کبھی باز نہ آتے تھے۔ میں نے مسکراتے ہوئے سوچا۔

اور پھر میں پوستیا کو چھوڑ کر اٹھ بیٹھا۔ اب میں ستاروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ میرے دوست ستارے۔

بلاشبہ ستارے بہت سی باتیں بتا رہے تھے۔ حال کی۔ مستقبل کی، گذرے ہوئے وقت کی اور میں ان سے گفتگو میں اتنا محو ہوا کہ مجھے دن کی روشنی کا بھی احساس نہ ہوا۔ میں ستاروں سے باتیں کرتا رہا۔

اور جب ستارے خود ہی دن کے بارے میں سرگوشیاں کرنے لگے تو

میں چونکا۔ میں نے گہری سانس لے کر کشتی کے ایک اُبھرے ہوئے کونے پر اپنا سر ٹکا دیا اور آنکھیں بند کرلیں اور پھر ہم دونوں اسی وقت جاگے جب سورج کی کرنوں نے ہمیں جگایا۔ سورج کافی چڑھ چکا تھا تب پوسیتا نے اپنا حلیہ درست کیا اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"تمہارے ساتھ گذرنے والے لمحات اتنے انوکھے ہوتے ہیں سبوتا کہ بس ان کی دلکشی کا حساب نہیں کیا جاسکتا"۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب میں نے تھوڑی دیر تک خاموشی اختیار کی اور پھر اس سے کہا۔

"پوسیتا میں نے سفر کے لئے کافی بندوبست کیا ہے، مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے ساتھ اور کوئی ہمسفر بھی ہوگا۔ بہرصورت تم صبح کی خوراک کا انتظام کرو، وہ تمام چیزیں موجود ہیں جنہیں میں نے کشتی میں جمع کرلیا ہے"۔ میں نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور پوسیتا ایک گھریلو عورت کی مانند ایک طرف بڑھ گئی۔ اس نے کشتی میں سے کھانے پینے کی اشیاء نکالیں اور انہیں جس انداز میں تیار کرسکتی تھی تیار کرنے لگی۔ پھر ہم دونوں نے مل کر ناشتہ یا کھانا یا جو کچھ بھی سمجھ لیا جائے مل کر کھایا۔ اور اس کے بعد یہی بیکراں سمندر اور ہماری چھوٹی چھوٹی باتیں۔

نجانے سکائی کتنی دور رہ گیا تھا۔ میں نے چونکہ سکائی سے شکایا کا سفر کیا تھا اور مجھے ان راستوں کا اندازہ تھا جن سے ہم گزر کر گئے تھے اسی لئے میں نے ان تمام راستوں کو نظرانداز کیا تھا، اور اپنی کشتی کا رخ ایک اجنبی سمت کی جانب رکھا تھا تاکہ ہم ان جگہوں تک نہ پہنچ سکیں جو نوبا کی ملکیت ہو۔

اور ہماری یہ کوشش کامیاب ہی۔ وہ دن گذرا رات ہوئی، دوسرا دن دوسری رات اور پھر تیسرا دن بھی شروع ہوگیا۔

کشتی اب اتنا طویل سفر طے کرچکی تھی کہ اس کے بارے میں اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ کہاں جارہی ہے۔ پوسیتا ابھی تک دلجمعی سے میرا ساتھ دے رہی تھی۔ اس کے چہرے پر تردد کی کوئی شکن نہیں تھی اور میں محسوس کررہا تھا کہ پوسیتا اپنا ماضی بھولتی جارہی ہے۔ جو کچھ ہوا تھا وہ اسے فراموش کرچکی تھی۔

لیکن میرے ذہن میں بہت کچھ تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا کسی منزل کی تلاش ضروری ہے۔ ظاہر ہے اس بیکراں ویرانے میں ہم کتنے عرصے تک بھٹکتے رہیں گے۔ اور پھر خوراک کا ذخیرہ ٹھیک ہے میرے لئے کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن کم از کم پوسیتا کو مستقل طور پر خوراک کی ضرورت تھی۔ اور اس لئے ہم سمندر میں سفر جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔ میں ان حالات سے نمٹنے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔

میری نگاہیں کبھی کبھی سمندر کے آخری کناروں پر خشکی کی تلاش میں بھٹکنے لگتی تھیں لیکن پوسیتا کو ابھی تک میری اس طلب کا احساس نہ ہوا تھا۔

تب ایک شام اچانک ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ سارا دن پوسیتا خاموش رہی اور مجھ سے اس نے کوئی خاص بات نہ کی لیکن اچانک۔

اس دن میں نے محسوس کیا تھا کہ پوسیتا کچھ افسردہ سی ہے، میں نے کئی بار اس سے پوچھا بھی، لیکن وہ خاموش ہی رہی تھی۔

شام جھک گئی تھی سورج کا گولہ سمندر کے انتہائی سرے پر پانی میں غرق ہونے جارہا تھا کہ پوسیتا نے میری طرف دیکھا اور پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"سبوتا میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں"۔

"کیا بات ہے؟"

"میرا خیال ہے زندگی کا وہ مقصد پورا ہوچکا ہے جس کے لئے میں نے اب تک تمہارے ساتھ سفر کیا تھا"۔

"میں نہیں سمجھا پوسیتا" میں نے جواب دیا۔

"سبوتا میں نے اس وقت خود کو مُردہ تصور کرلیا تھا، جب تم نے مجھ سے کنارہ کشی اختیار کرکے شمانہ کی قربت حاصل کی تھی"۔

"پوسیتا" میں نے جھلاہٹ سے اسے پکارا۔

"ہاں سبوتا۔ عورت کے لئے اس سے زیادہ اذیت ناک لمحات اور نہیں ہوسکتے جب کوئی مرد اس کی بھرپور محبت کو ٹھکرا کر کسی دوسری عورت کے التفات کا اظہار کرے۔ تم نے مجھے چاہا تھا۔ تم ہی نے مجھے بھٹکایا تھا اور تم ہی مجھے اس راستے تک لے آئے تھے۔ حالانکہ میں ان راستوں سے ناواقف تھی۔

پھر تم نے میرے لئے شمانہ کی توہین کی اور میں خوشی سے پاگل ہوگئی۔ کیونکہ میں جانتی تھی سبوتا کہ شمانہ مجھ پر فوقیت رکھتی تھی۔ وہ پوری بستی کو ہردلعزیز تھی لیکن تم نے مجھے اس پر فوقیت دلادی تھی اور پھر تمہاری محبت میرے دل و دماغ میں اس قدر سرایت کرگئی کہ میں نے دوسرے لوگوں کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا۔ پھر جب شمانہ تمہیں حاصل ہوگئی تو تم نے مجھے یکسر فراموش کردیا۔

میرا باپ مجھ سے کہتا تھا کہ میں اپنے مشن میں ناکام رہی ہوں، میں اس اجنبی کو اپنے لئے موم نہیں کرسکی جب کہ میرے باپ نے صرف اسی لئے مجھے تمہارے نزدیک آنے کا موقع دیا تھا کہ میں تمہیں اپناؤں اور تم سے سکائی والوں کے راز

معلوم کر دں۔

میں نے تم سے سب کچھ صاف کہہ دیا تھا سبوتا۔ میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ سکائی والوں کے خلاف زرد رد کیا کچھ کر رہے ہیں، اس طرح یوں سمجھو کہ میں نے اپنے قبیلے سے غداری کی تھی لیکن صرف تمہارے لئے۔ میں جانتی تھی کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور میں تم سے کبھی مایوس نہ ہوئی تھی۔

میں جانتی تھی کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ مجھے چاہتے ہو، اس لئے مجھے یقین تھا کہ تم کبھی زرد رووں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرو گے۔

اور پھر جب میرے باپ کو معلوم ہوا کہ قبیلے کی شکست میں سب سے زیادہ ہاتھ اس شخص کا ہے جو میرا محبوب تھا تو اس نے مجھے ملامت کی۔ اس نے مجھے اپنے قبیلے کے لوگوں کا قاتل قرار دیا اور بالآخر وہ خود بھی مارا گیا۔ لیکن اس کے وہ الفاظ جو اس نے مجھ سے کہے، میرے دل و دماغ پر آج بھی نقش ہیں سبوتا۔

تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا سبوتا اس کی ذمہ دار میں نہ تھی۔ شمانہ کی موت کی ذمہ دار بھی میں نہ تھی۔ لیکن ہاں اپنی بستی کے لوگوں کے قتل کی اور تباہی کی مکمل طور پر میں ذمہ دار تھی، میں نے انہیں شکست دلوانے کے لئے تم سے تعلقات جوڑے تھے۔ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی سبوتا، میں نے تم پر اعتماد کر لیا تھا۔"

"لیکن اب تم ان باتوں کو یاد کیوں کر رہی ہو پوسیتا۔"

"پھر کیا کروں۔ کیا یہ خیالات میرا ساتھ چھوڑ سکتے ہیں، کیا میں یہ محسوس کر کے زندہ رہ سکتی ہوں کہ مجھے یہ محبت شمانہ کی موت کے عوض ملی ہے اور اگر وہ زندہ رہتی تو میری کوئی قیمت نہ ہوتی، میں اس وقت تمہارے پاس نہ ہوتی سبوتا۔

سبوتا میں نہیں جانتی کہ تمہاری زندگی میں عورتوں کا کتنا دخل رہا ہے عورتیں تمہاری زندگی میں کس طرح آئیں۔ تم نے عورت کو کس حد تک مقام بخشا، میں نہیں جانتی کہ عورت کی فطرت کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔

لیکن یقین کرو سبوتا۔ عورت پیٹ بھرنے کے لئے بھیک مانگ سکتی ہے لیکن وہ محبت بھیک میں حاصل نہیں کر سکتی سبوتا۔ اور اس شکل میں جبکہ اسے احساس ہو کہ دوسری عورت اس کے مرد کے ذہن و دل پر قابض ہے اور وہ اس کے بعد کی حیثیت رکھتی ہے۔

عورت کو بعد کی حیثیت نہیں پسند آتی سبوتا اور میں۔ ہاں سبوتا میں جانتی ہوں کہ میری حیثیت بعد کی ہے، زندہ رہنے کے لئے میرے ذہن میں کوئی آرزو نہیں ہے، میرے ذہن میں کوئی جذبہ نہیں ہے جو مجھے زندہ رکھ سکے اور یہ بات میرے لئے دلکشی نہیں رکھتی کہ میں سبوتا کی منظور نظر ہوں

ہاں سبوتا یہ بات اس وقت میرے لئے بے پناہ کشش رکھتی تھی جب تم نے میری خاطر شمانہ کو پانی میں پھینک دیا تھا۔

لیکن اب جبکہ میں یہ جان چکی ہوں کہ میری حیثیت بعد کی ہے تو سبوتا، بعد کی حیثیت نے میرے دل سے میرے ذہن سے تمہارے ساتھ کی دلکشی ختم کر دی ہے۔ سبوتا میں اپنی شخصیت میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ میں شمانہ کے بعد کی حیثیت نہیں چاہتی۔ ہاں تم خواہش کرتے تم چاہتے تو میں شمانہ سے بڑی حیثیت پانے کی کوشش کرتی۔ تمہاری کنیز بن جاتی سبوتا۔ لیکن میں اس حیثیت کو قبول نہیں کرتی۔

تم سوچ رہے ہو گے سبوتا کہ میں نے یہ باتیں کیوں شروع کر دیں تو سنو، میں اپنی زندگی کا اختتام کرنے جا رہی ہوں۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو، کیوں فضول باتیں کر رہی ہو پوسیتا۔ میں نہیں سمجھ پا رہا کہ تمہارے ذہن پر یہ جذباتیت کیوں سوار ہو گئی۔"

"جذباتیت نہیں سبوتا۔ تم یوں سمجھو کہ یہ میری زندگی کا ایک مشن تھا۔" پوسیتا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیسا مشن پوسیتا۔ میں اسے بھی نہیں سمجھا۔" میں جھلا گیا تھا۔ عجیب پاگل لڑکی تھی۔ بہرصورت میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم سکائی والوں کے لئے ایک زبردست رہنما تھے۔" پوسیتا گہری سانس لے کر بولی۔

"پھر" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"سبوتا۔ میرا باپ کہتا تھا کہ سکائی والے اتنے ذہین نہیں ہیں کہ وہ زرد رووں پر فتح حاصل کر سکیں۔ ان کی شکست میں صرف سنہرے اجنبی کا ہاتھ ہے اور یہ سنہرا اجنبی — میرا باپ ہمیشہ تمہارے بارے میں کہتا تھا۔ کہ یہ سنہرا اجنبی ضرور زرد رووں کے لئے تباہی لائے گا اور ہم لوگ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

تو سبوتا میں تمہارے پاس دوبارہ جس مقصد کے تحت پہنچی تھی۔ وہ یہی تھا کہ تمہیں سکائی سے نکال لاؤں۔ تمہیں ایک ایسے راستے پر لے جاؤں جہاں پہنچنے کے بعد تم سکائی کا رخ نہ کرو۔ تمہیں نوما سے دور لے جاؤں۔ تمہارے ذہن میں بیزاری پیدا کر دوں اور سبوتا میں اس میں کامیاب رہی۔ رہا میری زندگی کا مقصد اور میری زندگی کا مسئلہ۔ تو میں نے اسی وقت خود کو مردہ تصور کر لیا تھا جب تم نے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ اب میں تمہیں یہاں تک لانے میں کامیاب ہو گئی ہوں، کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ساتھ گزری ہوئی راتیں میرے لئے دلکشی رکھتی ہیں۔ نہیں سبوتا یہ تو تمہارا خیال خام ہے۔ میں نے اپنے جسم کو تمہارے لئے صرف اس لئے وقف کر دیا تھا کہ میں جو اپنی ایک غلطی سے اپنے قبیلے کی تباہی کی ذمہ دار بن چکی ہوں اب اپنے پورے قبیلے کو تباہ و برباد نہ ہونے دوں۔

یہ ایک چھوٹا سا معاوضہ ہے میری اس حماقت کا جو میں نے تم سے محبت کر کے اپنے قبیلے کے لئے تباہی مول لے کر کی تھی۔"

میں خاموشی سے پوسیتا کی شکل دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہنا کیا چاہتی ہے۔ تب وہ آہستہ سے بولی۔

"لیکن سبوتا آخری بار کہہ رہی ہوں آخری بار، آخری بار، عورت زندگی میں ایک بار پیار کرتی ہے۔ اور پھر اسی کی ہو رہتی ہے، اگر اس کا محبوب اسے ٹھکرا دے تو اسے اس سے نفرت ضرور ہو جاتی ہے لیکن وہ کسی دوسرے سے محبت نہیں کر سکتی۔ تم نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کے لئے میں صرف اتنا

کر سکتی ہوں کہ تم ہمیشہ خوش رہو، لیکن میری یاد تمہارے دل میں ہمیشہ چٹکیاں لیتی رہے۔ تم اسے دُعا سمجھو یا بد دُعا۔ حالانکہ کوئی بھی عورت اپنے محبوب کو بددعا نہیں دے سکتی، لیکن یہ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس میں یہ سوچ نہیں ہے کہ میں تم سے تمہاری ہمدردیاں حاصل کروں۔"

"پوسیتا۔" میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور وہ دوڑ کر کشتی کے دوسرے سرے تک پہنچ گئی۔

"نہیں سبوتا میرے پاس آنے کی کوشش نہ کرو، براہ کرم میری باتیں سن لو، صرف چند باتیں۔ انہیں کہنے سے پہلے میں مرنا نہیں چاہتی، براہ مہربانی سبوتا کیا تم مجھ پر یہ احسان نہ کرو گے؟"

"پوسیتا کیا حماقت ہے یہ۔" میں جھلا گیا۔

"ہاں سبوتا اسے حماقت ہی سمجھو۔ میں زندہ نہیں رہ سکتی کیونکہ اب میرا کچھ نہیں رہا ہے اور اگر میں تمہاری محبت کے سہارے زندہ رہنے کی کوشش کروں گی تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہے گا۔ میں یہ سوچوں گی کہ میں نے اپنی محبت کے لئے اپنے پورے قبیلے کو قربان کر دیا ہے اور میں کسی طور زندہ نہ رہ سکوں گی سبوتا، چنانچہ اب میں تم سے اجازت چاہتی ہوں سبوتا۔" پوسیتا نے کہا اور مجھے غصہ آ گیا۔

"پوسیتا احمقانہ خیالات سے باز آؤ، مرنے کی کیا ضرورت ہے میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ ان لوگوں میں واپس نہ جاؤں گا۔"

"نہیں سبوتا اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں، میرا جو قبیلہ میری دشمنی کی بھینٹ چڑھ چکا ہے، میرا باپ مجھے قاتل کہہ چکا ہے۔ تو سبوتا اس صورت میں اب اگر تم مجھ سے وہاں نہ جانے کا وعدہ کر رہے ہو تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔"

"پوسیتا ضرورت سے زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں تم سے وعدہ کر رہا ہوں کہ زندگی کے ہر موڑ پر تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"نہیں سبوتا۔ میں محبت کی بھیک پسند نہیں کرتی۔" اس نے کہا۔ "خدا حافظ۔" اور دوسرے لمحے اس نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔

اب یہ تو ممکن نہیں تھا کہ میں اسے پانی میں ڈوب کر مر جانے دیتا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید میں کشتی سے کھلے سمندر کے پانی میں کودنے کی ہمت نہیں کروں گا اور پانی سے خوفزدہ ہو جاؤں گا۔ لیکن بہرحال یہ اس کا خیال تھا۔

میں نے بھی اس کے پیچھے ہی پانی میں چھلانگ لگا دی، میں نے اسے اس جگہ تلاش کیا جہاں اس نے ڈبکی لگائی تھی۔

لیکن پوسیتا وہاں موجود نہیں تھی۔ تب میں پریشان نگاہوں سے اس کی چاروں طرف دیکھنے لگا اور پھر وہ مجھے نظر آ گئی۔

لیکن مجھے یوں محسوس ہوا جیسے پانی میں خون کی آمیزش ہو گئی ہو، مجھے حیرت ہوئی تھی۔ تب میں اس کی طرف لپکا۔ میں نے اس کے جسم کو پکڑ لیا تھا اور تب میں نے دیکھا، پوسیتا کے پہلو میں خنجر گھسا ہوا تھا۔

اس نے پانی میں کودنے کے ساتھ ہی ایک خنجر، جو شاید وہ اپنے لباس میں چھپا کر لائی تھی، نجانے یہ خنجر اسے کہاں سے ملا تھا۔ اس نے خنجر اپنے پہلو میں پیوست کر لیا تھا۔ میں نے اسے تیزی سے پکڑا اور پانی کی سطح پر لے آیا۔

"پوسیتا یہ تم نے حماقت کی ہے۔" میں غرایا۔

"حماقت نہیں سبوتا، میں نے تم سے محبت کی ہے۔"

"ہاں، میں سمجھتا ہوں تمہاری محبت کو۔ شاید یہ خنجر بھی تم نے اپنی محبت سے مجبور ہو کر اپنے پہلو میں اتارا ہے۔"

"نہیں سبوتا، یہ خون اپنے قبیلے سے وفاداری کا اعلان ہے۔ میں نے تم سے محبت کی ہے اور اپنے قبیلے سے دغا۔" اس نے ہچکی لی اور دم توڑ دیا۔

میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ کشتی آہستہ آہستہ ہم سے کافی دور جا چکی تھی، چند ساعت میں اس کے اندر کے سانس کا جائزہ لیتا رہا لیکن وہ مر چکی تھی، تب میں نے آہستہ سے اسے پانی میں دھکیل دیا۔

اب اس کے بے جان بدن کو کشتی پر لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی خواہ مخواہ جان دے دی احمق لڑکی۔ جو کچھ ہوا تھا اسے بھلایا بھی جا سکتا تھا۔

لیکن پروفیسر تمہاری اس دنیا کے انسان بڑے عجیب ہیں، ہر قدم اٹھا لیتے ہیں پاگل کہیں کے، یہ نہیں سوچتے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ بہرصورت پوسیتا مجھ سے جدا ہو گئی تھی۔ حالانکہ میں چاہتا تو اس کی بات کو نظر انداز کر کے سکائی جا سکتا تھا، لیکن سکائی جانے کا فائدہ ہی کیا تھا۔

اب میں وہاں سے نکل آیا تھا اور مجھے وہاں دوبارہ جانے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ احمق لڑکی اگر چاہتی تو میرے ساتھ زندگی کا ایک اچھا دور گزار سکتی تھی۔

ہاں تم اس سوچ کے انداز میں فرق ضرور محسوس کرو گے پروفیسر، لیکن بہرصورت تمہیں اس بات کا اندازہ ہونا چاہیئے کہ پوسیتا کیا ہے، اور میں کسی ایک لڑکی کے لئے خود کو رنج و غم کے سمندر میں نہیں ڈال سکتا، چنانچہ میں کشتی میں واپس آ گیا اور آنے کے بعد چند لمحات میں نے پوسیتا کو بھلانے میں صرف کئے اور اس کے بعد میں مطمئن ہو گیا۔ میں دنیا میں کسی کے لئے بھی افسردہ نہیں ہو سکتا تھا یہ بات میرے ذہن سے ہی باہر تھی۔

اور پھر ویران سمندر کا سفر تھا۔ میری چھوٹی سی کشتی اور میں۔ لیکن میں تو اس ماحول کا عادی تھا۔

کافی عرصہ میں نے سمندر کے ماحول میں گزارا، میں نے طے کر لیا تھا کہ اس بار نہ تو میں سونے کی کوشش کروں گا اور نہ ہی کوئی خشکی تلاش کروں گا۔ دیکھوں گا یہ سمندر کہاں تک پھیلا ہوا ہے۔

اور میں فاصلے نظر انداز کرتا رہا۔ میں سمندر کی وسعتوں سے نہ نکلنے والا تھا۔ خوراک کی مجھے کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ اگر کبھی خوراک کی ضرورت محسوس کرتا تو جو کچھ لایا تھا وہ کھا لیتا۔

اور جب میرے پاس سے خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو سمندری مچھلیاں میری گرفت سے کیسے محفوظ رہ سکتی تھیں۔ میرے لئے ضروری تو نہیں تھا کہ میں انہیں باقاعدہ شکار کرتا، جب بھی ضرورت محسوس ہوتی سمندر میں

غوطہ لگاتا اور مچھلیاں پکڑ کر باہر لے آتا۔ البتہ ان مچھلیوں کو ضرورت کے مطابق بنانے کا کوئی خاص ذریعہ میرے پاس نہیں تھا۔

یوں نہ جانے پروفیسر کتنا طویل سفر میں نے طے کیا۔ اور کئی بار میں نے خشکی دیکھی لیکن میں نے اسے نظر انداز کر دیا۔ میں بس یونہی چلتے رہنا چاہتا تھا اور سمندر کا یہ سفر بڑا دلکش تھا۔ رات ستاروں کی ہم نشینی میں بسر ہوتی، اور بہت سے اسرار و رموز کھلتے چلے جاتے۔

آنے والے وقت اور گذرنے والے وقت کے بارے میں بہت سی نئی باتیں معلوم ہوتی تھیں۔ ستارے ایک بار پھر میرے درد آشنا بن گئے تھے، کئی بار خشکی کے نزدیک سے گذرتے ہوئے میں نے سوچا کہ میں خشکی پہ اتر جاؤں لیکن نجانے کیوں بس دل نہیں چاہ رہا تھا۔ مجھے انسانوں سے دوری پسند تھی، یونہی پروفیسر کئی چاند ڈوبے، ابھرے، ڈوبے ابھرے اور میں نہ جانے کہاں سے کہاں نکل گیا۔

بادبانی کشتی اب خستہ ہو گئی تھی۔ سمندر کی لہروں نے اس کی زندگی کم سے کم کر دی تھی۔ ہر چیز فنا ہو جاتی ہے پروفیسر اور کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جو فنا نہ ہو۔

کشتی کے بادبان پھٹ گئے اور میرے پاس دوسرے بادبانوں کا کوئی انتظام نہیں تھا تب میں نے سوچا کہ سمندر میں تیرنا شروع کر دوں لیکن اس طرح زندگی زیادہ خوشگوار نہ ہوتی، کم از کم یہ تو تھا کہ لکڑی کے ان تختوں پر میں سمندر کا لطف بھی اٹھا رہا تھا اور خشکی کا بھی۔

تب میں نے سوچا کہ کیوں نہ کسی خشکی پر اتر کر اس کشتی کو درست کیا جائے کچھ عرصے کے لئے خشکی کا مزہ بھی سہی۔ یہ طویل زندگی تو کم از کم گوناگوں دلچسپیوں کا مرکز ہونا چاہئے تھی ورنہ اکتاہٹ کے سوا کچھ نہ ہوتا۔

ہاں یہ سب کچھ تو میرے ہاتھ میں تھا کہ جب بھی اکتاؤں اپنی زندگی کو کسی ایسے مرحلے میں داخل کر لوں جو میری پسند کے مطابق ہو۔

فوما اور اس کی بستی کو اب میں بالکل بھول گیا تھا۔ شمانہ یا پرستیا بھی میرے ذہن میں نہ تھیں۔

خشکی کی تلاش میں میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں اور ویسے کشتی زیادہ دور تو ہوتی ہی نہ تھی جب بھی میں اس کے بارے میں سوچتا مجھے کوئی نہ کوئی جگہ نظر آ جاتی تھی۔ چنانچہ اس وقت شاید رات تھی جب میں نے سمندر کے مخصوص رنگ میں ایک اور رنگ شامل دیکھا اور یہ رنگ میری تجربہ کار نگاہوں نے فوراً پہچان لیا تھا کہ یہ کوئی خشک جگہ تھی۔

میں نے پتوار سنبھال لئے اور کشتی کا رخ کاٹنے لگا۔ بہت تیزی سے سفر کرتا ہوا میں خشک زمین کی طرف جا رہا تھا لیکن سمندر میں دور سے نظر آنے والی خشکی اتنی قریب نہیں ہوتی کہ آدمی اسے اپنی دسترس میں سمجھ لے۔

ساری رات میں کشتی کھیتا رہا تھا تب اس وقت جب چاند ڈوب گیا ستارے مدھم ہو گئے روشنی کی آمد آمد ہونے لگی تو میں خشکی کے نزدیک پہنچا تھا۔

بھورے ریت کی زمین اور اس کے دوسری جانب سر سبز درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ گویا خاص سر سبز جگہ ہے۔ میں نے سوچا تھا۔ اور بہر صورت میں تیزی سے خشکی کی جانب بڑھ گیا۔

❁

کشتی کو خشکی پر کھینچ کر میں نے کافی دور ڈال دیا اور اس علاقہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بڑا ہی خوبصورت علاقہ تھا۔

لیکن درختوں کے درمیان مکڑی کے جالے لگے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے جالے اور ان میں کافی موٹی موٹی مکڑیاں نظر آ رہی تھیں۔

میں نے نہایت تعجب سے انہیں دیکھا اور دلچسپ نگاہوں سے دیکھتا ہوا ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

یوں لگتا تھا جیسے یہاں انسانی آبادی نہ ہو۔ ویسے بھی اگر یہاں انسانی آبادی ہوتی یا بہت سارے جانور ہوتے تو مکڑیوں کے یہ جالے قائم نہیں رہ سکتے تھے، یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مکڑیاں کسی خاص خطرے کی حامل ہوں اور انسان اور جانور ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہوں۔ چونکہ میں نے اس سے پہلے کبھی اتنی بڑی مکڑی نہیں دیکھی تھی۔

درختوں کی عجیب و غریب قسمیں تھیں۔ جو پہلے دیکھنے میں نہیں آئی تھیں۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ روشنی اب خاصی تیز ہو گئی تھی اور تمام علاقہ بہت صاف ستھرا نظر آنے لگا تھا کہ اچانک میں رک گیا۔

پہلی بار مجھے اس سرزمین پر کسی زمینی جاندار کا وجود محسوس ہوا تھا مکڑیاں بھی جاندار ہی تھیں لیکن وہ بہر صورت درختوں کے درمیان ہی تھیں یہ جانور عجیب سی شکل کا تھا۔ اس کا قد زیادہ بڑا نہ تھا لیکن شکل عجیب سی تھی یہ جانور میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جانور شاید مجھے دیکھ کر ڈر گیا تھا کیونکہ وہ بے ساختہ ایک طرف بھاگا تھا۔

اور پروفیسر اسی وقت میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ بھاگتا ہوا وہ ایک ایسے دو درختوں کے بیچ میں سے گذرا جہاں مکڑی کا ایک بڑا سا جالا بنا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ درختوں کے درمیان لگے ہوئے جالے میں درمیان میں موجود مکڑی کے بدن میں سے ایک لیس دار مادہ نکلا، بالکل اس طرح جیسے کوئی چیز اچانک ٹپک پڑے۔

لیس دار مادہ اس جانور کو چھو گیا اور بھاگتا ہوا جانور اچانک قلابازی کھا گیا اور اچانک یوں محسوس ہوا جیسے اسے کسی اسپرنگ نے واپس کھینچ لیا ہو۔ مکڑی کے بدن سے نکلنے والا لیس دار مادہ جانور کے جسم سے چپک گیا تھا اور پھر وہ مادہ سکڑنے لگا۔ وہ ایک لکیر کی سی شکل میں تھا۔ اور آخر سکڑتے سکڑتے وہ مادہ اتنا سکڑ گیا کہ وہ جانور اوپر کی جانب اٹھنے لگا۔

جانور آہستہ آہستہ مکڑی کے جالے کی جانب اٹھا اور میں دنیا کا حیرت انگیز منظر دیکھ رہا تھا۔

جانور مکڑی کے نزدیک پہنچ گیا۔ اتنی چھوٹی سی مکڑی نے اپنے سے کئی گنا بڑے جانور کو جس انداز میں شکار کیا تھا اس پر مجھے حیرت ہو رہی تھی اور میں انتہائی دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

جانور مکڑی کی جانب جا رہا تھا اور پھر مکڑی نے جانور کو پوری طرح
اوپر کی جانب سمیٹ لیا۔ اور پھر مکڑی نے جانور کے بدن کو کریدنا شروع کیا۔
پروفیسر وہ دنیا کی حیرت انگیز چیز تھی، تم یقین کرو مکڑی کے
ہاتھ جس جگہ جانور کے جسم پر لگتے وہاں سے خون اُبل پڑتا تھا اور خون کا کوئی
قطرہ نیچے ٹپکنے نہ پا رہا تھا۔ مکڑی اسے باآسانی چوس رہی تھی۔ وہ جانور کو چوستی
رہی اور تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر جانور کی ہڈیوں کے سوا کچھ نہ رہا تھا۔
"کیا تم نے اس سے پہلے کبھی ایسی کسی مکڑی کے بارے میں سنا ہے"
اس نے رک کر پروفیسر سے پوچھا۔
پروفیسر جس کے چہرے پر عجیب سی چمک نظر آ رہی تھی ایک دم چونک
پڑا۔ "پھر کیا ہوا ۔ ؟" اس نے آہستہ سے کہا۔
"میں نے تم سے مکڑی کے بارے میں پوچھا"
"افریقہ کے کچھ علاقوں میں، میں نے ایسے خطرناک جانوروں کے بارے
میں سنا ہے جنہیں عام جگہوں پر نہیں پایا جاتا، لیکن یہ جس مکڑی کا تذکرہ تم
نے کیا ہے وہ میرے لئے بھی حیرت انگیز ہے"۔
"ہاں پروفیسر وہ بڑی حیرت انگیز مکڑی تھی۔ اس نے اتنے بڑے جانور
کو اسی دیر میں کھا پی کر چٹ کر دیا تھا اور لطف کی بات یہ تھی کہ اب مکڑی
کا جسم بھی بڑا ہو گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جانور کو کھانے کے بعد وہ سست
ہو گئی ہو"۔

بہر صورت بعد میں وہ آہستہ سے اپنے جال میں پہنچ گئی اور پھر میں نے
اسے ساکت ہوتے دیکھا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ممکن ہے اس سرزمین
پر اور بھی دوسری چیزیں نظر آتی ہوں۔ میری نگاہیں دور دور تک کا جائزہ لے
رہی تھیں۔ ابھی تک کسی انسانی وجود کا نشان نہیں ملا تھا۔ ایسے کوئی آثار
نہیں تھے جن سے انسانی زندگی کے آثار ملتے۔ ممکن ہے اس خطرناک سرزمین پر
انسان موجود ہی نہ ہوں۔ ان چیزوں کی موجودگی میں انسان کی زندگی مشکل بھی تھی
درختوں پر پھل لٹکے ہوئے تھے اور ان کی بہتات تھی۔ جس سے یہ بھی پتہ چلتا تھا کہ
یہ علاقہ انسانی ہاتھوں سے دور ہے۔ زمین پر بھی بہت سے پھل سوکھے
پڑے تھے۔ اور پھر میں درختوں کے ساتھ دور دور تک چلا گیا۔ یہ سلسلہ
جانے کتنی دور تک چلا گیا تھا۔ یوں چلنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اب
یہاں خشکی پر آ گیا تھا تو کچھ وقت یہاں گزارنا ہی چاہیے۔ نہ سہی انسانوں
کے ساتھ اس بار جانوروں کے ساتھ زندگی بسر کی جائے۔
چنانچہ اب طے کرنا پڑے گا کہ کیا قدم اٹھایا جائے۔ کونسا رخ اختیار
کیا جائے۔ جانوروں سے خوف اور دہشت کا تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا
ہوتا تھا میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا تھا لیکن اس کے باوجود کسی ہتھیار کی ضرورت تھی
یہاں کسی باقاعدہ ہتھیار کے حصول کا تو تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا
اس سرزمین کے لئے قدیم دور کے ہتھیار بھی برے نہیں تھے۔ اور ان کا
حصول بھی مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ شکار وغیرہ کرنے کے لئے میں نے ایک نیزہ
بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اب مجھے کسی ایسے درخت کی تلاش تھی جس میں میری مرضی

کے مطابق کوئی سیدھی لکڑی موجود ہو۔

اتفاق ہی تھا کہ میں نے دور دور تک نگاہیں دوڑائیں لیکن ایسا کوئی درخت نظر نہیں آیا اور میں پھر چلنے لگا۔ کافی دور چلنے کے بعد مجھے درختوں میں ایک رخنہ نظر آیا۔ اندر ایک پگڈنڈی سی چلی گئی تھی۔

میں اطمینان سے اس پگڈنڈی پر ہو لیا۔ لیکن درختوں کے درمیان کی زمین پر قدم رکھتے ہی مجھے زمین نم محسوس ہوتی۔ اس کا مطلب ہے کہ قریب ہی پانی موجود ہے۔ یہ بھی اچھی بات ہے۔ کشتی میں پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اس میں کوئی ایسی چیز بھی نہیں تھی جسے لانے کی ضرورت ہوتی، چنانچہ میں اطمینان سے آگے بڑھتا رہا۔ میں نے درختوں کے درمیان بھی جھانکا لیکن پانی کا کوئی مرکز نہیں نظر آیا۔ زمین البتہ بدستور گیلی چلی رہی تھی اور پھر اچانک میں رک گیا۔ سامنے جو درخت نظر آرہے تھے وہ دیکھنے میں ہی بہت خوفناک تھے لیکن اس سے زیادہ خطرناک بات یہ تھی کہ ان کی جڑوں میں بے شمار جانداروں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی اور میں اس دلچسپ منظر کو دیکھنے کے لئے آگے بڑھ گیا۔ سب سے پہلے درخت کے بالکل نزدیک میں نے چند ڈھانچے دیکھے اور ان ڈھانچوں میں مجھے ایک انسانی ڈھانچہ بھی نظر آیا میں حیرت اور دلچسپی سے اس ڈھانچے کو دیکھنے لگا۔ پہلی بار مجھے اس زمین پر انسان کا کوئی نشان ملا تھا۔ زندہ نہ سہی مردہ سہی۔

میں کچھ اور آگے بڑھا اور جھک کر اسے دیکھنے لگا۔ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس کی موت کس طرح واقع ہوئی، کہ اچانک میں اچھل پڑا۔ کسی نے عقب سے میری ٹانگ چھوئی تھی۔ لمس انسانی محسوس ہوا تھا۔ میں جلدی سے سیدھا ہو گیا۔ اور پھر اس سرزمین کا ایک اور حیرت انگیز منظر میری نگاہوں کے سامنے آگیا۔ ایسے ہی ایک درخت کی شاخ تھی جو کسی جاندار شے کی مانند میرے پاؤں کی جانب لپک رہی تھی۔ اس کا آخری سرا میرے پاؤں کو چھو رہا تھا اور اس کی دوسری شاخیں اس طرح جان پکڑ رہی تھیں جیسے سانپوں کا کوئی ڈھیر کھل رہا ہو۔ کیا یہ درخت ہی ہے یا کچھ اور۔

میں نے جھک کر اس شاخ کو چھوا۔ وہ لچکدار تھی لیکن کافی سخت معلوم ہوتی تھی۔ پھر درخت کی دوسری شاخیں بھی کھل گئیں اور میری طرف لپکیں ان میں لمبی شاخیں بھی تھیں۔ جو میرے پورے بدن کے گرد پھیل رہی تھیں۔

اور پھر ان شاخوں نے مجھے گرفت میں لے لیا۔ وہ کافی قوت سے مجھے بھینچ رہی تھیں۔ میں نے اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا اور خود کو ان شاخوں کی گرفت میں دے دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ان کی اصلیت کیا ہے۔ شاخیں میرے بدن کے گرد کس گئی تھیں۔ اور پھر ان کے مسامات کھلنے لگے۔ کانٹے کانٹے سے میرے بدن میں چبھنے لگے تھے۔

تب مجھ پر ایک انکشاف ہوا۔ یہ کانٹے بدن سے خون چوس رہے تھے

اوہ۔ گوشت خور درخت میرے ذہن میں تصور ابھرا ـــــ اور وہ ڈھانچے یقیناً انہی درختوں کے شکار تھے۔ جانور ان کے نزدیک آکر پھنس جاتے ہونگے اور پھر ان کا گوشت اور خون کھا کر یہ درخت انہیں چھوڑ دیتے ہوں گے عجیب درخت تھے۔ میں نے تو زمانہ قدیم میں بھی ایسے درخت نہیں دیکھے تھے ممکن ہے یہ صرف خطے کا اثر ہو۔ بہرحال انوکھا تجربہ تھا۔ چند ساعت میں درخت کی گرفت میں رہا۔ میں اس گرفت کی قوت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ بلاشبہ طاقتور ترین انسان یا جانور بھی اس گرفت سے نہیں نکل سکتا تھا۔

بہرحال میں نے اس کی دو موٹی شاخیں مٹھیوں میں دبائیں اور انہیں اپنے بدن سے کھول دیا۔ پھر میں نے دونوں ہاتھوں سے زوردار جھٹکے لگائے اور شاخیں درخت سے اکھڑ گئیں۔ اس کے بعد میں نے دوسری شاخوں کا تیا پانچہ کر دیا اور پھر تعجب سے ان درختوں کو دیکھنے لگا۔ انسانی ڈھانچے کی موجودگی نے میرے ذہن میں یہ احساس جگا دیا تھا کہ یہاں اس زمین میں انسان بھی موجود ہوں گے۔ ممکن ہے ان خطرناک درختوں اور دوسری بلاؤں کی وجہ سے وہ یہاں کا رخ نہ کرتے ہوں۔

بہرحال اب اس علاقے سے نکلنا ضروری تھا۔ لیکن میں نے رخ یہی رکھا کسی قسم کے حادثے کا تو مجھے خوف ہی نہیں تھا۔ پھر مجھے اس گیلی زمین کا راز بھی معلوم ہو گیا۔ یہ بھی درخت ہی تھے جن کے تنوں سے پانی رس رہا تھا۔

عجیب جادوئی سرزمین تھی۔ انتہائی گھنے اور خوفناک درختوں کے درمیان سے گذر کر میں آگے بڑھتا رہا۔ اور عجیب وغریب مناظر سے دوچار ہوتا رہا۔ پھر مجھے حشرات الارض نظر آئے۔ گویا کیڑے مکوڑے بھی ان علاقوں سے دور رہتے تھے۔ کچھ اور دور چلنے کے بعد دوسرے جانور بھی نظر آئے تھے۔ گویا جانداروں کے لئے خطرے کی زمین ختم ہو گئی تھی۔

تو انسان بھی یہاں ضرور ہوں گے۔ میں نے سوچا۔ اور آگے بڑھتا رہا رفتار میں نے اور تیز کر دی تھی۔ لیکن اس جنگل کی چوڑائی بہت کافی تھی۔ دوسری طرف نکلا تو سورج جھک گیا تھا اور جھکے ہوئے سورج کی روشنی میں، میں نے ایک طویل پتھریلا میدان دیکھا جس میں چٹانیں کہاں ابھرے ہوئے تھے۔

اور دفعتاً ایک عجیب سی ہلچل محسوس ہوئی۔ چٹانوں میں خاصی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ پھر ایک انتہائی تیز روشنی میری آنکھوں پر پڑی اور میں نے چونک کر روشنی کی سمت دیکھا۔ بلاشبہ کوئی انسان تھا لیکن چٹانوں میں دوڑنے والا کون تھا؟

تب مجھے وہ بھی نظر آگیا۔ ایک قدآور جانور تھا جو نوکیلی چٹانوں کے درمیان دوڑ رہا تھا۔ ویسے یہ جانور بھی میرے لئے نیا تھا۔ اونچا لیکن دوسرے جانوروں سے مختلف۔

یہ کیا قصہ ہے۔ میں ایک چٹان کی آڑ میں پوشیدہ ہو کر دیکھنے لگا۔ روشنی کے بارے میں، میں نے معلوم کر لیا کہ وہ شیشے یا کسی ایسی دھات کے ٹکڑے کے ذریعہ سورج سے منعکس کی جا رہی ہے، جو چمکدار ہے اور روشنی پھینکنے والا جگہ بدل بدل کر جانور کے چہرے کو سورج کی شعاعوں کا نشانہ بنا رہا تھا۔ جانور روشنی سے بھڑک کر بھاگ رہا تھا۔ اور چٹانوں سے ٹکرا رہا تھا۔

اوہ۔ میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ کہیں یہ شکار کرنے کا طریقہ تو نہیں ہے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اس خیال کی تصدیق بھی ہو گئی۔ جانور روشنی کا شکار ہو کر چٹانوں میں دوڑ رہا تھا اور ان سے ٹکرا کر زخمی ہو رہا تھا۔

پھر یکبارگی ایک چٹان سے اس کا سر پوری قوت سے ٹکرایا اور جانور قلابازی کھا گیا۔ وہ چند ساعت زمین پر تڑپتا رہا اور پھر ٹھنڈا ہو گیا۔ اسی وقت میں نے ایک شعلے کو لپکتے دیکھا اور پروفیسر میری آنکھوں میں روشنی اتر آئی۔

ایک انتہائی توانا اور سڈول بدن تھا۔ اور بدن بھی ایک نوجوان لڑکی کا۔ پتھر کی طرح ٹھوس اور سڈول۔ اور پھر چٹانوں پر جس طرح وہ دوڑ رہی تھی وہ بھی اس جسم کی قوتوں کا مظہر تھی۔ طویل فاصلہ طے کر کے وہ جانور کے پاس پہنچ گئی۔ اور پھر اس نے جانور کے بہتے ہوئے خون سے ہونٹ لگا دیئے۔ وہ اس کا خون پی رہی تھی۔

صدیوں پہلے کی لاکا میرے ذہن میں آ گئی۔ پتھروں کے دور کی عورت اور آج بھی وہی عورت میرے سامنے تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ یہ سیاہ رنگ کی تھی۔ گہرے چمکدار سیاہ رنگ کی عورت۔ کافی دیر تک وہ جانور کے بہتے ہوئے خون کو چاٹتی رہی اور پھر جیسے سیر ہو گئی۔ چند ساعت وہ ایک پتھر سے ٹیک لگا کر کھڑی رہی۔ اور پھر جیسے خون کے سرور سے نکل آئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور پروفیسر۔ پھر اس نے جھک کر اس وزنی جانور کو کندھے پر اٹھا لیا جانور اتنا بڑا تھا کہ وہ اس میں چھپ گئی تھی لیکن اس کے باوجود میں نے دیکھا کہ وہ کافی برق رفتاری سے واپسی کا سفر کر رہی تھی۔

میں خاموشی اور احتیاط سے اس کے پیچھے چل پڑا۔ چٹانوں کی آڑ لے کر تعاقب کرنے میں کوئی دقت نہیں پیش آ رہی تھی۔ اسے بھی احساس نہیں ہوا اور میں اس کا تعاقب کرتا رہا۔ اس کا عریاں بدن عقب سے بھی کافی خوبصورت نظر آ رہا تھا۔ لمبے سیاہ بال کمر تک پہنچ رہے تھے۔ ان میں بے ترتیبی تھی لیکن اس کے باوجود وہ کافی خوبصورت اور چمکدار تھے۔ ابتداء اچھی ہوئی ہے۔ میں نے سوچا۔

کالی لڑکی نے طویل فاصلہ طے کیا۔ اور پھر ایک غار کے دہانے کے قریب وہ رک گئی۔ اس نے جانور کو زمین پر پھینک دیا اور پھر اس کی ایک ٹانگ پکڑ کر گھسیٹنے لگی۔ وہ اسے غار میں لے جا رہی تھی۔ لڑکی غار میں داخل ہو کر نگاہوں سے روپوش ہو گئی اور میں نے چاروں طرف دیکھا۔ ابھی تک کوئی اور نہیں نظر آیا تھا۔

تعجب کی بات تھی۔ کیا ان لوگوں کی کوئی بستی نہیں ہے۔ کیا اس ویرانے میں یہ لڑکی تنہا ہے۔ ناممکن یہ تو نہیں ہو سکتا۔ پھر ان کی آبادی کہاں ہے۔ میں آہستہ آہستہ غار کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن ابھی میں غار کے دہانے پر پہنچا ہی تھا کہ لڑکی باہر نکل آئی۔

وہ اس طرح باہر آئی تھی کہ میں چھپ بھی نہیں سکا۔ اور وہ ایک لمحے کے لئے مجھے دیکھ کر بھونچکا رہ گئی۔ اب میں نے اس کے خدوخال غور سے دیکھے۔ سیاہ فام تھی لیکن نقش و نگار برے نہیں تھے۔ خاص طور سے آنکھیں گہری سیاہ پتلیوں والی آنکھیں۔ بڑی بڑی اور جوانی کے خمار سے بھری ہوئی۔

پہلے ان آنکھوں میں حیرت نظر آئی۔ پھر خوف۔ اور پھر ایک عجیب سا تاثر۔ دوسرے لمحے وہ غڑاپ سے اندر گھس گئی۔ اس نے مجھے بخوبی دیکھ لیا تھا اور خوفزدہ ہو گئی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اجنبی دنیا کی پہلی شناسا۔ حیرت کی بات ہے ہر زمین پر پہلے عورت ہی مجھے نظر آتی ہے عورت مسرت بخش تصور کی حامل۔

اور پروفیسر۔ ایک طویل تنہائی کے بعد یہ پہلا ساتھی۔ بھلا میں اسے چھوڑ کر کیسے چلا جاتا۔ چنانچہ میں اطمینان سے غار میں داخل ہو گیا۔

غار اندر سے زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ اور نہ ہی اسے بہت زیادہ تاریک کہا جا سکتا تھا۔ ایک کونے میں وہ جانور پڑا ہوا تھا جسے لڑکی اٹھا کر لائی تھی۔ اور دوسرے کونے میں وہ لڑکی سمٹی سمٹی سی کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ اس قدر خوفزدہ کیوں ہے۔

کیونکہ جس انداز میں اس نے جانور کو شکار کیا تھا، اس انداز میں کوئی کام کرنے والی لڑکی اپنے جیسے کسی انسان سے خوفزدہ نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ میں اس جانور کے نزدیک کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ لڑکی بھی اب عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کی نگاہوں میں خوف ہے یا دلچسپی۔ بہرحال اجنبی سرزمین کے اجنبی ساتھی سے میں بہت اچھی طرح پیش آنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے دوستانہ انداز میں دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔

لڑکی چند ساعت مجھے دیکھتی اور کچھ سوچتی رہی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔

عجیب سی خوشبو اس کے بدن سے اٹھ رہی تھی۔ غالباً اس نے اپنے بدن پر کوئی چیز ملی ہوئی تھی۔ لباس نام کی کسی چیز سے بے نیاز یہ لڑکی مجھے اس دور کی یاد دلا رہی تھی جسے آج کی تہذیب پتھر کے دور کے نام سے یاد کرتی ہے۔

مجھے تعجب تھا کہ یہ لڑکی تہذیب سے آشنا کیوں نہیں ہے اور یہ کونسی سرزمین ہے جہاں کے لوگ اس انداز میں رہتے ہیں۔ لڑکی کے خدوخال بھی مختلف تھے۔ گو دلکش تھے لیکن بہرصورت اسے ان لوگوں کے مقابلے میں نہیں رکھا جا سکتا تھا جو مہذب دنیا کے باسی ہیں۔

میں اس کی زبان سننے کا منتظر تھا۔ یہ قدرت تو میرے اندر تھی کہ میں جس کی بھی زبان سنتا اسے ذہن نشین کر کے اس کی زبان میں بات کر سکتا تھا۔

اپنی طرف سے کوئی زبان بولنا لڑکی کو گویا اپنی اجنبیت کا احساس دلانے کے مترادف تھا۔ پھر وہ آہستہ سے کچھ بولی۔

ایک عجیب سی آواز تھی، جسے میں سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر میرے نزدیک آئی اور پہلی بار اس نے مجھے چھو کر دیکھا۔ پھر اس نے میری پیشانی پر انگلی لگائی۔ پھر آنکھیں، کان، ناک، ہونٹ سینہ اور میرا بدن ٹٹولنے لگی۔

اس کے بعد اس نے میرے بدن پر موجود کپڑوں کو غور سے دیکھا اور پھر میرے بدن کی نرمی کا احساس کرنے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ تب اس نے آہستہ سے پھر کچھ کہا۔

میں ان الفاظ کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے بھی اشاروں سے اُس سے کہا کہ وہ مجھ سے خوفزدہ نہ ہو۔ میں اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہوں۔ شاید وہ میرے اشارے سمجھ گئی تھی۔ بہرصورت اتنا ذہین تو ہونا ہی

چاہیے تھا۔ چنانچہ اس نے پھر آہستہ سے کچھ کہا۔

اور اس بار اس کا استفہامیہ انداز میری سمجھ میں آ گیا ـــ وہ پوچھ رہی تھی "تم کون ہو ـــ ؟"

"میں" میں نے اسی کی زبان اختیار کرنے کی کوشش کی۔ اور پروفیسر میں اپنی پوری کہانی میں تمہیں یہ بات بتا چکا ہوں کہ میں جس جگہ، جس بستی میں اور جن لوگوں میں گیا، میں نے ان کے معاشرے، ان کی زبان، ان کی ثقافت کو سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کی۔ شاید یہ چیز بھی میری فطرت میں ہے کہ میں انسانوں کے بدن کی خوشبو سے ان کے احساسات سے ان کا تجزیہ کر لیتا ہوں اور پھر مجھے ان کی زبان سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ چنانچہ میں نے اسے بتایا کہ میں دور دیس کا اجنبی ہوں اور اس کی سرزمین پر نکل آیا ہوں۔

شاید لڑکی کو میرے منہ سے اپنی زبان سن کر تعجب ہوا تھا کیونکہ تعجب کے اثرات اس کے چہرے سے ہویدا تھے۔ تب اس کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی ـــ تب اس نے میرے کپڑوں کو دیکھا اور بولی۔

"یہ کیا ہے؟"

"لباس" میں نے جواب دیا۔

"لباس ـــ" وہ استفہامیہ انداز میں بولی۔

"ہاں ـــ جو تمہارے بدن پر نہیں ہے۔"

"میرے بدن پر" اس نے اپنے بدن کو تعجب سے دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

"اس لباس سے تم کیا کرتے ہو"

"کچھ نہیں، یہ باتیں فوری طور پر سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ پہلے میں تم سے کچھ پوچھوں گا، کیا جواب دو گی۔" میں نے کہا۔

"پوچھو"

"تم کون ہو ـــ ؟"

"اِشی ـــ"

"واہ ـــ یہ تمہارا نام ہے ـــ"

"ہاں"

"تمہاری بستی، تمہارا قبیلہ کہاں ہے ـــ ؟"

"بستی، قبیلہ" وہ متعجب انداز میں بولی اور پھر جیسے وہ میرا مفہوم سمجھ گئی۔

اس نے کہا کہ اس کے لوگ پہاڑوں کے اس طرف رہتے ہیں۔ وہ وہیں آباد ہیں۔

"میں تمہارے لوگوں کے درمیان چلوں گا، کیا تم مجھے وہاں تک لے جانا پسند کرو گی ـــ ؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں نہیں ـــ ابھی نہیں، میں خود تمہیں ان کے درمیان لے جاؤں گی لیکن تم ـــ تم، کیا تم ان کے دشمن ہو سکتے ہو ـــ ؟"

"نہیں ـــ میں نے کہا، میں دور دیس کا اجنبی ہوں جہان بھر کی خاک چھانتا ہوا یہاں تک آیا ہوں۔ تمہارا دشمن نہیں ہوں بلکہ تم مجھے اپنا دوست سمجھو، میں تمہیں بہت کچھ سکھاؤں گا، بہت کچھ بتاؤں گا۔"

وہ متعجب نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ بار بار اس کا ذہن اس طرح ہو جاتا جیسے وہ کچھ سوچتی ہو۔ پھر اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور میری طرف دیکھنے لگی اس کی کیفیات کچھ عجیب سی تھیں۔ تب اس نے پوچھا۔

"تم بھوکے ہو؟"

"ہاں میں بھوکا ہوں، تم مجھے کیا کھلاؤ گی؟" میں نے پوچھا اور اس نے مسکرا کر اس جانور کی طرف اشارہ کر دیا، جسے اس نے شکار کیا تھا۔ جانور مردہ ہو چکا تھا میں نے لڑکی کی طرف دیکھا وہ مسکرا رہی تھی۔

"اوہ ـــ ہاں ـــ اچھی خاطر مدارات ہے، لیکن کیا تم کچا ہی گوشت کھاتی ہو ـــ ؟"

"کچا ـــ" یہ جملہ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ شاید ان کے ہاں اس چیز کا کوئی مفہوم نہ تھا جس کا میں نے اندازہ لگا لیا۔ میں سمجھ چکا تھا کہ وہ بہت سے الفاظ سے ناواقف ہے۔

"اِشی ـــ تم نے اپنا یہی نام بتایا نا ـــ ؟"

"ہاں" اس نے جواب دیا۔

"تو اِشی تم مجھے اپنے قبیلے والوں سے کب ملاؤ گی، میں ان سے ملنا چاہتا ہوں، اور ظاہر ہے تمہاری زمین پر میں تمہارا مہمان بن کر آیا ہوں اور میں ان کے ساتھ رہوں گا۔"

لیکن وہ ساری باتیں اس کی سمجھ میں نہ آ سکی تھیں۔ وہ مہمان کے بارے میں بھی نہیں جانتی تھی کہ مہمان کیا ہوتا ہے اور دوسری زمینوں کے بارے میں بھی شاید اس کی معلومات میں کچھ نہیں تھا۔

تب میں نے طے کر لیا کہ آہستہ آہستہ اسے سب کچھ بتاؤں گا، تب پھر میں نے اس جانور کی طرف دیکھا۔

پروفیسر سینکڑوں بار میں تم سے یہ جملہ کہہ چکا ہوں کہ میں ایک عجیب و غریب انسان ہوں۔ بلکہ شاید تم مجھے انسان کہنے میں بھی دقت محسوس کرو گے۔ تہذیب و تمدن سے واقف لوگوں کے درمیان میں نے ایک انتہائی تہذیب یافتہ زندگی گزاری۔ وحشتوں میں بھی ملوث رہا اور ہر ماحول میں خود کو یکساں پایا جبکہ تم شاید کسی ماحول میں ضم نہ ہو سکو۔ لیکن میرے اندر یہ خوبی ہے کہ آج بھی تم مجھے دنیا کے کسی خطے میں کسی قسم کے لوگوں کے ساتھ چھوڑ دو، تو وہ لوگ مجھے خود سے مختلف نہ پائیں گے۔ چنانچہ کچا گوشت کھانے میں مجھے کیا دقت ہو سکتی تھی۔ لڑکی کو خوش کرنے کے لئے میں نے جانور کے بدن میں دانت گاڑ دیئے اور اس کی کھال دانتوں سے اُدھیڑی اور پھر کھال کے نیچے کا گوشت نکال کر کھانے لگا۔

میرے دانتوں کی تیزی لڑکی کے لئے حیران کن تھی۔ وہ جھک آئی اور مجھے گوشت کھاتے دیکھتی رہی۔ پھر میں نے گوشت کا جو بڑا ٹکڑا اپنے دانتوں سے جانور کے بدن سے الگ کیا تو اس نے بچوں کی سی معصومیت سے ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔

میزبان مہمان کی کاوش سے فائدہ حاصل کرنے کا خواہش مند تھا یا

پھر اس کی سوچ میں بالکل معصومیت تھی اور اس نے یہ بات سوچی ہی نہ تھی کہ مہمان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔ میں نے گوشت کا ٹکڑا اس کی طرف بڑھا دیا۔ اور وہ شوق سے اسے دانتوں سے ادھیڑنے لگی۔

"سو پروفیسر اس بار میری محبوبہ کچا گوشت کھانے والی اور خون پینے والی تھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم کہتے ہو اس کا رنگ سیاہ تھا؟" پروفیسر نے کہا۔

ہاں۔ گہرا سیاہ۔"

اور تم نے اس علاقے کی جو کیفیت بتائی ہے وہ تو افریقہ کی ہی ہو سکتی ہے۔" پروفیسر خاور نے اپنی معلومات کے مطابق کہا۔

ہاں پروفیسر۔ وہ تمدن ناآشنا لوگ افریقی ہی تھے۔ افریقہ کے ایک حصے میں یہیں سے تہذیب نے جنم لیا، یعنی میری مراد مصر سے ہے اور دوسرا حصہ آج تک تمدن ناآشنا ہے۔ میں اسی دوسرے حصے کی بات کر رہا ہوں۔"

"خوب"

"پھر کیا ہوا۔؟" فرزانہ بولی۔

یہ لڑکیاں ایک لمحے کی تاخیر نہیں برداشت کر سکتیں پروفیسر" وہ مسکراتا ہوا بولا اور پروفیسر بھی مسکرانے لگا۔

"ہاں۔ تمہاری کہانی کا ہر لمحہ اتنا تجسس خیز ہوتا ہے کہ تاخیر دل پر بوجھ بننے لگتی ہے۔" پروفیسر خاور نے جواب دیا۔

"اوہ، یہ داستان گو کی خوش بختی ہوتی ہے۔"

"پھر کیا ہوا؟" فرزانہ نے بھی الجھ کر کہا۔ اور وہ جلدی سے بول پڑا۔

"میری گوشت خور محبوبہ جس وحشیانہ انداز میں گوشت ادھیڑ رہی تھی وہ مجھے بے حد پسند آ رہا تھا۔ تہذیب کے دور کی عورت اور مردوں میں وہ قوت اور زندگی سے وہ لگن نہیں رہی پروفیسر جو تہذیب ناآشنا لوگوں میں تھی۔ اور میں نے ادوار کا تجزیہ کیا تو یقین کریں گزرا وقت مجھے حال سے ہمیشہ بہتر نظر آیا۔ نئے وقت میں انسان تہذیب کے نام پر کچھ اور کمزور اور کچھ اور وحشی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور کمزور وحشی بزدل اور ناکارہ ہوتے ہیں۔ ان میں طاقت کا فقدان ہوتا ہے۔ اور کمزور لوگ صرف چالاکی سے دوسرے کو قتل کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ جبکہ وحشت کے دور کے لوگوں کو بدن کی قوت آزمائی کا موقع ملتا تھا۔

ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

چنانچہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آج اس تہذیب کے دور میں اگر انسان پرانے اصول اپنا لے تو یہ دنیا اور حسین ہو جائے

"پرانے اصولوں سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"جس صدی میں، میں نے آنکھ کھولی ہے پروفیسر۔ گو ابھی میں اس سے پوری طرح آشنا نہیں ہوا ہوں۔ لیکن میں اس صدی سے واقف ہوں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے دوست ستارے مجھے آگے والی صدیوں کی کہانی سناتے ہیں۔ تم لوگ۔ اس نئی صدی کے نمائندے ہو اور ......

...... تمہاری سوچ سے میں اس صدی کے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔"

"یہ حقیقت ہے۔ میں نے تمہیں اس دور سے اجنبی نہیں پایا۔" پروفیسر خاور نے کہا۔

"ہاں۔ میں اس دور سے اجنبی نہیں ہوں۔ کیا انسان سائنس کے نام پر کھلونا نہیں بن گیا۔ کیا تم اس دور کو مشینی اور سائنسی دور نہیں کہتے۔"

"ہاں۔ یہ سائنس کا دور ہے۔ لیکن اس دور کے انسان کو تم کمزور نہ کہو۔ وہ ہر دور کے انسان سے زیادہ طاقتور ہے۔"

مجھے اختلاف ہے پروفیسر۔" اس نے کہا۔

کیوں۔؟"

"طاقت سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

یہی سوال میں تم سے کروں تو؟"

ہاں پروفیسر میں اس کا جواب دوں گا۔"

تو بتاؤ۔ تم طاقت کسے کہتے ہو۔"

"اپنے آپ کو۔ خود کو۔ میں طاقت ہوں۔ پروفیسر میں اپنے بازوؤں کی قوت سے اس غار کو زمین بوس کر سکتا ہوں۔"

"تمہاری بات اور ہے۔ تم خود کہہ چکے ہو کہ تم عام انسان نہیں ہو۔ تم خود کو لافانی کہتے ہو جبکہ انسان فانی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن میں طاقت کا استعارہ ہوں۔"

"چلو مان لیا۔ لیکن مجھے بتاؤ۔ تم نے جتنی کہانیاں سنائیں کیا ان میں تدبیر شامل نہیں تھی؟"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تم نے لوگوں کے لئے جنگیں لڑیں۔ کیا تم نے ان جنگوں میں صرف طاقت کا سہارا لیا؟ کیا تنہا تم نے انہیں فتح دلائی؟"

"نہیں۔"

"تب تم نے ان کے لئے تدبیر اختیار کی تھی نا۔ تم نے ان کی زندگیاں بچانے کے لئے عقل کا سہارا لیا۔ ورنہ وہ ہلاک ہوتے، نقصان اٹھاتے۔"

"ہاں۔ یہ درست ہے پروفیسر۔"

"گویا عقل کی حیثیت مستحکم ہے۔"

"میں نے اس سے انحراف نہیں کیا۔" اس نے جواب دیا۔

"نئے انسان نے جسمانی قوت کو بڑھانے کے بجائے عقل کی قوت کو طاقتور کیا ہے۔ پرانے دور میں بھی انسان کے ذہن میں دشمن کا تصور تھا۔ آج کے دور میں بھی انسان بے شمار دشمن رکھتا ہے۔ مختلف نسلوں میں پہلے بھی اس کے دشمن انسان ہوتے تھے، جانور ہوتے تھے۔ آسمانی آفات ہوتی تھیں سیلاب ہوتے تھے۔ زلزلے ہوتے تھے، آج بھی اس کے دشمن یہی سب ہیں۔ لیکن ایک تنہا انسان جسمانی قوت سے ایک ہاتھی کو نہیں گرا سکتا۔ ہاں اس کے ہاتھ میں دبی ہوئی ایک چھوٹی سی چیز ایک دھماکہ کرتی ہے اور اس کا دشمن اس کے قدموں میں ہوتا ہے۔ یہ چھوٹی سی چیز انسان کی عقل کی قوت ہے۔ اور اس قوت نے

بلاشبہ اس نے اپنے دشمن کو زیر کر لیا ہے۔" پروفیسر خاور نے جواب دیا۔

وہ مسکرانے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"لیکن خود انسان کی اپنی زندگی کتنی مختصر ہو گئی ہے پروفیسر"

"ہاں۔ اس کی وجہ ہے۔"

"کیا وجہ ہے؟"

"اس نے اپنی زندگی عقل کو بخش دی ہے اور ہر کام میں ایک جذبہ کام کرتا ہے۔ اس جذبہ کے تحت اس نے خود کو کمزور کیا اور اپنی قوت عقل کو بخش دی"

"لیکن اس سے نقصانات جو ہوئے"۔

"مثلاً؟"

"اس کی اپنی حیثیت تو کوئی نہ رہی"۔

"یہ جذبہ بھی اسے عقل نے بخشا۔ انسان فانی ہے۔ ایک موجد نے پوری زندگی کی محنت سے ایک ایجاد کی۔ یہ ایجاد اس نے اپنی ذات کے لئے نہیں کی بلکہ اس نے اپنا یہ جذبہ دوسروں کو سونپا اور خود موت کی آغوش میں چلا گیا۔ جبکہ اس دور کا انسان صرف خود زندہ رہنے کے لئے کاوش کرتا تھا۔ اور آج کا انسان صرف انسانیت کے لئے سوچتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی عقل نے ان چیزوں پر بھی قابو پا لیا ہے جن پر پرانے دور کے انسان کا کوئی بس نہ تھا"۔

"وہ کیا چیزیں ہیں پروفیسر؟"

"سیلاب۔ زلزلے اور ایسی ہی دوسری آفات"۔

"ان پر قابو کس طرح پا لیا گیا ہے؟"

"اوہ۔ آج سیلاب کے آنے سے قبل حفاظتی انتظامات کر لئے جاتے ہیں۔ زلزلوں کی پیش گوئی کر دی جاتی ہے اور انسان خود کو محفوظ کر لیتے ہیں"۔

"خوب۔ تو تمہارے خیال میں جسمانی قوت کوئی حیثیت نہیں رکھتی؟"

"میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے"

"پھر پروفیسر"

"جسمانی قوت انفرادی حیثیت سے بہت اہم ہے۔ اس کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ ظاہر ہے ایک موجد کے لئے بھی تندرستی ضروری ہوتی ہے"

"ہاں۔ لیکن اس کے لئے انسان نے کیا کیا؟"

"بہت کچھ"

"میں جاننا چاہتا ہوں"۔

"امراض کے علاج دریافت کئے گئے۔ آج کا انسان اپنے جسم کے تمام اجزاء سے واقف ہے اور ان میں سے جس شے میں کوئی کمی ہوتی ہے اسے پوری کر لیتا ہے۔ یوں وہ اپنی زندگی کافی حد تک محفوظ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے"۔

"ایک بات اور ہے پروفیسر" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کہو"۔

"اس نے خوبصورت الفاظ اور دلائل کا ذخیرہ بھی بڑھا لیا ہے۔ اور اب وہ کسی کو خاموش کرنے کے گر سے بھی واقف ہو گیا ہے"۔

"اوہ پپا۔ وہ بے چاری لڑکی سارا گوشت کھا جائے گی۔" دفعتاً فروزاں بول پڑی۔

"کون لڑکی" پروفیسر خاور اچھل پڑا۔

"وہی جو کب سے گوشت ادھیڑ رہی ہے اور آپ لوگ نہ جانے کس بحث میں الجھے ہوئے ہیں"۔ فروزاں نے کہا اور پروفیسر خاور ہنس پڑا۔

فروزاں کی بات واقعی دلچسپ تھی۔ "ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا، جلدی سے اسے اس گوشت کے ٹکڑے سے نجات تو دلاؤں"۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا اور بولا۔

"تو پروفیسر ہم تھوڑی دیر کیلئے اس بحث کو ملتوی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ تمہارے دلائل کافی مضبوط ہیں۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری بات سے پہلوتہی کر رہا ہوں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ تم نے حوالے وزنی دیئے ہیں اور مجھے ان کے بارے میں کافی سوچنا پڑے گا۔ ویسے یہ فیصلہ تو بعد ہی میں ہو گا کہ عقل نے انسان کو کیا کچھ دیا ہے اور تہذیب کے مضمرات کیا کیا ہیں"۔

"تو بات میں پھر وہیں سے شروع کرتا ہوں کہ وہ گوشت کا بڑا ٹکڑا اپنے تیز دانتوں سے ادھیڑتی رہی اور میں نے گوشت کا دوسرا ٹکڑا لے لیا تھا اس طرح ہم دونوں اپنا پیٹ بھرنے لگے اور جلد ہی ہم اس کام سے فارغ ہو گئے۔

میں نے اسے اش کہہ کر ہی مخاطب کیا تھا۔ اور وہ مجھے اس طرح دیکھنے لگی جیسے اپنا نام میری زبان سے سن کر خاصی متاثر ہوئی ہو

"اب تم کیا کرو گی اش"؟ میں نے پوچھا۔

"میں اپنے قبیلے میں جاؤں گی"۔ اس نے جواب دیا۔

"کیا مجھے اپنے ساتھ نہیں لے چلو گی؟"

"نہیں" وہ بولی۔

"کیوں؟"

"تم یہاں رہو۔" اس نے کہا اور پھر بچے ہوئے جانور کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ "یہ تمہاری غذا ہے۔ تم اسے کھا سکتے ہو۔"

شاید وہ مجھے دوسرے لوگوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتی تھی — بہرصورت پروفیسر، میں ابتداء میں ایسے ہی کھیل کھیلتا تھا۔ میں نے اس کی بات مان لی کیونکہ میں اسے ناراض کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چونکہ بہرصورت وہ اچھی خاصی لڑکی تھی اور کافی دن کے بعد مجھے عورت کا قرب حاصل ہوا تھا۔

انسان کی فطرت بھی عجیب ہے جب کبھی وہ اپنے مشاغل سے اکتا جاتا ہے تو انھیں چھوڑ دیتا ہے اور جب بہت عرصہ اسے مشاغل ترک کئے ہوئے ہو جاتا ہے تو وہ انھی کی خواہش محسوس کرنے لگتا ہے۔ سو میں سمندر پر ایک طویل عرصہ گزار چکا تھا اور مجھے بھی بہت سی ضرورتوں کا احساس ہو رہا تھا۔

چنانچہ میں بھی اس سے تعاون کرنے لگا۔ اتنا تو میں سمجھ چکا تھا کہ لڑکی نے مجھے پسند کیا ہے اور وہ بھی میرے قرب سے خوش ہے۔

اس کی انوکھی حرکات مجھے کافی دلچسپ محسوس ہو رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکل گئی اور میں نے سوچ لیا کہ میرے نئے میزبان نے میرے لئے اس نئی رہائش گاہ کا بندوبست کیا ہے چنانچہ مجھے اسے قبول کر لینا چاہیئے۔

یہ الگ بات ہے کہ میزبان کی روانگی کے بعد میں اس جگہ کے اطراف کا جائزہ لوں۔ میں باہر تک آیا تھا۔ اسے دیکھ کر میرے ذہن میں کافی عجیب عجیب سے خیالات پیدا ہونے لگے تھے۔

کیونکہ بہرصورت پروفیسر! ہم لوگ تہذیب سے آشنا ہونے کے بعد بہت ساری چیزوں کو اجنبی محسوس کرنے لگتے ہیں اور یہ گزری ہوئی بات ہے کہ جب میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی وقت گزارا کرتا تھا، جو لباس وغیرہ سے ناآشنا تھے اور آج میں پھر ان لوگوں کے درمیان آ گیا تھا لیکن مجھے خوشی تھی کہ تہذیب کے اس دور میں بھی اس دور کے بارے میں جان سکتا تھا اور اسے دیکھ سکتا تھا۔

اش باہر چلی گئی اور جب چند ساعتیں گزر گئیں تو میں بھی باہر نکل آیا۔ میں نے بہت دور سے پہاڑوں کی جانب جاتے دیکھا۔

بڑی تیز رفتار تھی۔ واقعی اس لڑکی کا کوئی جواب نہیں تھا اور پرانے دور کی یہ نمائندہ مکمل طور پر اسی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ میری نظروں سے غائب ہو گئی اور میں واپس غار کی طرف چل پڑا۔

غار کو میں نے اندر سے اچھی طرح دیکھا۔ اس میں ایسی کوئی جگہ نہ تھی جسے آرام کے لئے منتخب کیا جا سکتا۔ شاید یہ لوگ آرام کے مخصوص طریقوں سے بھی ناواقف تھے۔

بہرصورت میرے ذہن میں کافی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ بہرصورت طویل سفر طے کر کے میں خود کو تھکا تھکا سا محسوس کر رہا تھا۔ میرے دل میں خواہش تھی کہ میں تھوڑی دیر آرام کروں اور آرام کرنے کے لئے مناسب جگہ غار ہی تھا۔ چنانچہ میں غار کی کھردری زمین پر لیٹ گیا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں اور چند ساعتیں خاموشی سے گزار دیں۔ پھر اٹھا اور میں نے سوچا کہ کیوں نہ اطراف کا جائزہ لوں۔ چنانچہ باہر نکلا اور پہاڑوں کے اطراف گھومتا پھرتا رہا۔ مجھے صرف اش کا انتظار تھا۔

یوں پروفیسر! سورج بالکل ہی چھپ گیا اور رات ہو گئی۔ رات کو جنگل کی سمت سے عجیب و غریب آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ غالباً یہ حشرات الارض تھے جو زمین پر چیخ رہے تھے۔ بڑے جانوروں کی آوازیں بھی کبھی کبھی سنائی دے جاتی تھیں۔

لیکن ان لوگوں کے درمیان اس انداز سے زندگی بسر کرنے کا تصور میرے ذہن میں نیا نہیں تھا کیونکہ میں نے پتھر کے دور کے انسانوں کے درمیان زندگی گزاری تھی۔ جنگلوں میں رہنے والے ان آوازوں کے عادی ہوتے ہیں اور ان پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔

مجھے نجانے کیوں یہ آوازیں بے پناہ دل کش محسوس ہو رہی تھیں۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ جنگلوں میں جا کر ان جانوروں کو نزدیک سے دیکھوں، حالانکہ میری ذات کو ان سے کوئی خطرہ نہ تھا۔

پھر بھی نہ جانے مجھ پر تہذیب اس طرح کیوں سوار ہو گئی تھی کہ میں نے وہاں جانا پسند نہ کیا اور واپس غار میں آ کر لیٹ گیا۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا، میری آنکھیں غنودہ تھیں کہ میں نے قدموں کی چاپ سنی۔ قدموں کی چاپ اتنی ہلکی بھی نہ تھی کہ میں انہیں سن نہ سکتا۔ یہ آوازیں غار کے باہر سے آ رہی تھیں۔ تب میں نے چند ساعت سوچا اور جلدی سے اٹھ گیا۔

ممکن ہے میری محبوبہ ہو جسے میرے قرب کا خیال میرے نزدیک کھینچ لایا ہو۔ چنانچہ کیوں نہ باہر نکل کر اس کی پذیرائی کی جائے۔ چنانچہ میں غار کے دہانے پر آ کھڑا ہوا۔ تب میں نے دیکھا،

یہ سیاہ فام تھے۔ ان کی تعداد پانچ یا چھ تھی۔ وہ لوگ چاند کی روشنی میں جنگل کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں غالباً لکڑی کے بنے ہوئے لمبے لمبے نیزے تھے۔ وہ لوگ بڑی تیزی سے سفر کر رہے تھے، تقریباً دوڑتے ہوئے۔ نجانے ان کا کیا پروگرام تھا۔

میں دلچسپی سے انہیں دیکھنے لگا۔ پھر میں نے سوچا کہ کیوں نہ ان کا تعاقب کیا جائے۔

یہ لوگ بھی ننگ دھڑنگ تھے۔ ان کے بدن پر لباس نام کی کوئی شے نہ تھی۔ البتہ سب کے سب طاقتور اور تنومند تھے۔ وہ جنگل کے سرے پر پہنچ کر رک گئے۔

میں بھی نہایت خاموشی سے ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ حالانکہ چاندنی رات تھی، دیکھ لئے جانے کا خطرہ موجود تھا لیکن بہرصورت میں نے انتہائی چالاکی سے ان کا پیچھا کیا تھا، اور میرا اندازہ تھا کہ وہ لوگ مجھے دیکھ نہیں سکیں گے۔

پھر چٹانی راستوں سے گزر کر وہ جنگل کے انتہائی سرے پر پہنچ گئے اور اب وہ منتشر ہو چکے تھے۔ پھر انہوں نے دو لکڑیاں آپس میں بجانا شروع کریں۔ وہ لکڑیاں بجانے کے ساتھ ساتھ ہلکی آوازیں بھی منہ سے نکال رہے تھے اور یہ آوازیں عجیب تھیں۔ تب میں نے ایک جنگلی بھینسے کو اس جانب آتے دیکھا۔

میں نے دیکھا کہ جنگلی بھینسا سر اٹھائے چاروں طرف دیکھ رہا ہے۔ غالباً ان آوازوں نے اسے متوجہ کیا ہے۔ وہ لوگ بدستور آوازیں نکال رہے تھے۔

تب ان میں سے ایک شخص نکل کر جنگلی بھینسے کے سامنے آیا۔ اور بھینسا اسے دیکھ کر خوفناک انداز میں اس کے پیچھے دوڑا۔ وہ شخص بھینسے کو چٹانوں کی آڑ میں لے گیا۔ غالباً یہ ان کے شکار کرنے کا انداز تھا۔

جنگلی بھینسا چٹانوں میں سر ٹکرا رہا تھا اور وہ انتہائی مہارت سے اسے وہاں روک رہے تھے۔ جب بھینسا زخمی ہو گیا تو وہ سب نیزے لے کر اس پر پل پڑے اور بھینسے کو گود کر رکھ دیا۔ پھر وہ بھینسے کو درختوں کی چھال کی رسی سے باندھ کر اسے گھسیٹنے لگے کیونکہ بھینسا خاصا وزنی تھا اور وہ اسے اٹھا نہیں سکتے تھے۔

میں واپس اپنے غار میں آ گیا تھا۔ اس کے بعد میں اتنی گہری نیند سویا کہ دوسرے دن اس وقت جاگا جب سورج کافی بلند ہو چکا تھا۔ میرے

قریب و جوار میں کوئی نہ تھا۔ ہاں مُردہ جانور پڑا ہُوا تھا لیکن اس کے گوشت سے تعفن اٹھ رہا تھا۔

میں بہرصورت شکار کرکے کھا سکتا تھا چنانچہ میں نے اس گوشت کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور باہر نکل آیا۔ جنگل تک کا فاصلہ طے کرنا میرے لئے مشکل نہ تھا۔ البتہ یہ خیال ضرور تھا کہ اش کہیں مجھے تلاش کرنے نہ آجائے۔
تب میں نے ایک خوبصورت سا جانور دیکھا جو چھوٹا سا تھا اور وہ میری توجہ کا مرکز بن گیا۔ میں نے شکار کرنے کے لئے ان لوگوں کا طریقہ اختیار کرنا مناسب نہ سمجھا، البتہ اس کے لئے میرے پاس بے شمار ذرائع تھے جو انھیں معلوم نہ تھے۔ چنانچہ اپنی ضرورت کے مطابق ایک پتھر میں نے منتخب کیا اور اسے تولنے لگا۔ جانور بھی شاید خوراک کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ بڑی عجیب بات ہے۔ وہ جانور اپنا پیٹ بھرنے کے خواہشمند تھے لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کے خواہش مند تھے۔ ہاں قادر وہی تھا جو دوسرے سے طاقت میں فوقیت حاصل کرلے۔ وہ پروفیسر کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔
"گویا تم طاقت کا تذکرہ مثال کی حیثیت سے کر رہے ہو؟" پروفیسر خاور نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں پروفیسر کیونکہ میرا واسطہ صدیوں سے پڑا ہے۔"
"لیکن تم نے صدیوں کا مزاج بھی دیکھا ہوگا۔"
"صدیوں کے مزاج سے تمہاری کیا مراد ہے پروفیسر؟"
"ہر دور کو مختلف شکلوں کی ضرورت پڑتی ہے کبھی وہ امن کا طلب گار ہوتا ہے، کبھی وہ جنگ سے گزرتا ہے۔ دراصل ادوار کے اپنے مسائل ہوتے ہیں اور ان مسائل کو حل کرنا ہی ہوتا ہے۔ اس دور کے انسان کی زیادہ ضرورتیں نہیں تھیں لیکن آنے والے ادوار انسان کی ضرورتیں بڑھاتے گئے۔
اتفاق سے میری کہانیوں کے درمیان ایک دلچسپ مسئلہ پیدا ہو گیا ہے پروفیسر، اور شریف لڑکیو — اور میں خود کو ادوار کی کتاب سمجھتا ہوں اس لئے میری مدد کرو کہ میں کسی ایک فیصلے پر پہنچ جاؤں۔"
"ہم نہیں سمجھے۔" فروزاں بولی۔
"میری مدد صرف یہ ہے کہ اگر کبھی کبھی اس گفتگو کے درمیان یہ بحث نکلتی رہے تو تم محسوس نہ کرنا۔"
"ٹھیک ہے لیکن یہ بحث طویل نہ ہو۔" فروزاں بولی۔
"اس کا خیال رکھا جائے گا۔ کیوں پروفیسر؟" اس نے کہا
"ٹھیک ہے لیکن مجھے تمہاری یہ بات بہت پسند آئی ہے۔"
"کونسی بات؟"
"تم اس بحث میں الجھ گئے ہو۔ حل تلاش کرنے کے لئے بہترین طریقہ بحث ہے اور میرا خیال ہے جب تک تم متفق نہ ہو جاؤ گے یہ بات تمہارے ذہن میں چبھتی رہے گی۔"
"آپ یقین کریں پروفیسر یہی بات ہے، اور اگر عقل یا طاقت، میری مراد جسمانی طاقت سے ہے، ان دونوں چیزوں میں سے جو چیز ثابت ہو گئی اسے میں اپنی کتاب میں اپنی ریسرچ کے طور پر لکھوں گا۔"

"اوہ، تو گویا تمہاری صدیوں کی کتاب میں ہمارا تذکرہ بھی ہوگا۔" فروزاں مسکرا کر بولی۔
"ہوگا نہیں، ہو چکا ہے۔"
"خوب۔ تم ہمارے بارے میں کیا لکھو گے؟"
"نئی صدی کے نئے انسان جنہوں نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔"
"تب تو ہماری کاوش بے کار نہیں ہے۔ حالاں کہ ہمیں حالات یہاں لائے ہیں۔ لیکن اس سے اچھی بات کوئی نہیں ہے کہ تمہاری تاریخ میں ہمارا تذکرہ آجائے۔"
"اور آنے والے دور کے لوگوں میں اگر تمہاری کتاب کی بات ہو تو ہمارا نام بھی ان کے کانوں تک پہنچے . . ." فرزانہ بولی۔
"ہاں۔ ایسا ہی ہوگا!"
"تو پھر اس جانور کا کیا ہوا؟" فرزانہ نے کہا۔
"میں نے پتھر سے اسے شکار کیا تھا اور پھر میں اسے اٹھا کر چٹانوں کے پاس لے گیا۔ میں نے اپنی ضرورت کا کچھ اور سامان اکٹھا کیا اور واپس غار میں آگیا اور پھر شاید اس ویرانے میں پہلی بار آگ روشن ہوئی۔ میں . . . نے خشک لکڑیاں جمع کر لی تھیں اور پھر پتھروں کے ذریعے انہیں جلا بھی لیا۔ اس کے بعد میں اس جانور کی کھال ادھیڑنے لگا اور اس کام کے لئے میرے دانت اور ہاتھ ہی کافی تھے۔ میں نے اسے صاف کیا اور بھوننے لگا۔

میں اس کام میں اتنا مصروف تھا کہ اش کے قدموں کی آہٹ بھی نہیں محسوس کرسکا۔ وہ میرے پیچھے آکھڑی ہوئی تھی۔ پھر جب اس کو چھینک آئی تو میں چونک پڑا۔ اش کو دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ارے تم کب آئیں؟"
"دیر گزری . . . یہ تم کیا کر رہے ہو؟" وہ بولی۔
"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے مسکرا کر کہا۔
"میں نہیں جانتی۔"
"کیا تم آگ سے واقف ہو؟"
"ہاں آگ بہت خوفناک ہوتی ہے۔ صرف توفا ہی اسے روشن کرسکتا ہے۔"
"توفا کون ہے؟"
"اس قدر طاقتوں والا۔ جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔"
"ضرور ہوگا۔ یہ پراسرار طاقتوں والے ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔"
"میں پھر ٹوکوں گا تمہیں۔" پروفیسر خاور نے درمیان میں دخل دیا۔ اور وہ چونک کر پروفیسر کی شکل دیکھنے لگا۔ "ابھی تم نے پراسرار طاقت والوں کے بارے میں کچھ کہا تھا اس سے قبل تم اس جانور کے بارے میں بتا رہے تھے۔"
"ہاں۔ بتلایا تھا میں نے۔"
"تم نے کہا تھا دو عورتیں خوراک کی تلاش میں نکلیں اور ان میں سے

اس نے اس کو شکار کیا جو عقل رکھتی تھی۔ انفرادی طور پر تم طاقتور تھے۔
اور اسے پکڑ سکتے تھے لیکن تمہاری جگہ وہ لوگ ہوتے جو صرف بھینسے کو
چٹانوں سے زخمی کر کے شکار کرتے تھے تو وہ اسے بھاگ کر نہ پکڑ سکتے تھے...
البتہ انسان شروع ہی سے عقل کی قوت کے ذریعہ ماحول پر حاوی ہوا ہے۔ ان
میں سے کوئی شخص اس بھینسے کو... پکڑ سکتا تھا نہ ہلاک کر سکتا تھا لیکن انہوں
نے عقل کے ذریعہ اسے زخمی کر کے کمزور کر دیا اور بھینسے کی طاقت اس کا ساتھ
نہ دے سکی۔ اسی طرح وہ پراسرار طاقتوں والے ہر دور پر حاوی ہیں جانتے
ہو۔ ان کی یہ پراسرار قوت کیا ہوتی ہے؟"

"کیا پروفیسر؟"

"عقل۔ دوسرے ناسمجھ لوگوں کی بہ نسبت وہ عقل کے ذریعہ طاقتور
بن جاتے تھے اور دوسرے لوگ ان سے خوفزدہ رہتے تھے حالانکہ ان میں
بے شمار ایسے ہوں گے جو جسمانی طور پر اس سے کہیں زیادہ طاقتور ہوں
گے۔ عقل کی قوت ان سب پر حاوی تھی۔"

"کیا خیال ہے لڑکیو۔ کیا میں پروفیسر کے دلائل قبول کر لوں؟"

"اللہ کے واسطے کر لو ہم تمہارے احسان مند ہوں گے۔ ساری
دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔" فرزانہ عاجزی سے بولی۔

"ٹھیک ہے پروفیسر تم میری کتاب میں نمایاں مقام حاصل کرنے
میں کامیاب ہو گئے ہو اور اب یہ بحث ختم۔" اس نے کہا۔

"شکریہ۔" پروفیسر مسکراتے ہوئے بولا۔

"اس بے چاری لڑکی کا کیا ہوا جو آتی ہے الجھ کر رہ جاتی ہے کیا وہ
تمہارے پاس کھڑے کھڑے تھک نہ گئی ہو گی؟" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں۔ وہ آگ اور جانور کو دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔ پھر اس نے
جانور کے بارے میں پوچھا۔

"یہ تم نے شکار کیا ہے؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"لیکن اب اس کا کیا کر رہے ہو؟"

"دیکھتی جاؤ" میں نے کہا اور وہ تعجب سے جانور کو تکتے...
دیکھتی رہی۔ گوشت بھننے کی خوشبو شاید اسے پسند آئی تھی وہ زور زور سے
سانس لینے لگی۔ پھر بولی۔

"لیکن تمہارے لئے شکار تو موجود تھا۔"

"ہاں لیکن وہ تازہ شکار نہیں تھا۔ تم اسے کب تک کھاؤ گی؟"

"جب تک وہ ختم نہ ہو جائے گا۔"

"اور اس کے اندر بدبو جو پیدا ہو گئی ہے۔"

"بدبو کیا ہوتی ہے۔؟" اس نے دلچسپی سے پوچھا اور میں نے
ایک گہری سانس لی۔ اب تم ہی بتاؤ پروفیسر، میں اسے بدبو کے بارے میں کیا
بتاتا۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی اور وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ پھر
جب گوشت بھن گیا تو میں نے جانور کو اس لکڑی سے اتار لیا جس پر میں اسے
بھون رہا تھا اس کے بعد میں نے اس گوشت کا بڑا حصہ اسے پیش کیا جسے
اس نے اس طرح قبول کر لیا جیسے اس عمل کی منتظر ہی ہو۔ پھر اس نے گوشت
پر منہ مارا اور حیران رہ گئی۔ شاید گوشت اسے بہت لذیز محسوس ہوا تھا۔

میں دلچسپی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے اپنے لئے بھی
ایک بڑا ٹکڑا نکالا اور اسے کھاتا رہا۔

اش نے گوشت کا بڑا ٹکڑا جلد ہی ختم کر لیا اور پھر ندیدی نگاہوں سے
بچے ہوئے گوشت کو دیکھنے لگی اور میں نے اسے کچھ اور گوشت پیش کیا۔

"کیسا ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"بہت اچھا...... لیکن... ..." وہ شاید الفاظ تلاش نہ کر سکی، اور
دوبارہ گوشت کھانے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کھانے سے فارغ ہو گئے۔ تب میں نے
دوستانہ انداز میں اس کا بازو پکڑا اور وہ چونک پڑی۔

اس کی آنکھوں میں ایک لمحہ کے لئے عجیب سے تاثرات ابھرے۔
پھر اس نے میری شکل دیکھی اور غالباً مجھے نرم پا کر وہ مسکرانے لگی۔

"اش! کیا تم نے اپنے قبیلے والوں سے میرا تذکرہ کیا ہے؟"

"نہیں۔" اس نے گردن ہلا دی۔

"اوہ۔ کیوں؟"

"بس میں انہیں تمہارے بارے میں بتانا نہیں چاہتی۔"

"کیوں؟ اس کی کوئی وجہ تو ہو گی۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ کوئی وجہ نہیں۔ اگر میں انہیں تمہارے بارے میں بتا دوں تو
وہ سب کے سب تمہارے پاس آ جائیں گے۔"

"تو آ جانے دو۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔" وہ ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی
کیفیت تھی جسے میں نے بار بار دیکھا تھا لیکن سمجھنے سے قاصر تھا۔

"غالباً اس کے بعد وہ لوگ تمہیں مجھ سے ملنے سے منع کر دیں گے۔"
میں نے کہا۔

لیکن اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بہت سی باتوں
کے مفہوم سے یہ لڑکی ناآشنا لگتی تھی اور بعض اوقات مجھے اس سے الجھن
ہونے لگتی تھی۔

بہر صورت ابھی نیا نیا مسئلہ تھا اس لئے میں اس سے کسی الجھن کا
اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا چنانچہ میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔

میں اسے اپنے ساتھ لے کر غار میں واپس آ گیا۔ اش کے انداز میں اب
کوئی جھجک نہیں تھی۔ وہ میرے نزدیک آ کر بیٹھ گئی۔

"میں تم سے تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں اش۔"
میں نے کہا۔

"کیا؟"

"تمہارے قبیلے کا نام کیا ہے، تم لوگ کس انداز میں رہتے سہتے ہو کیا
تم لوگ مکان بناتے ہو؟"

"مکان؟" اس نے استفہامیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"ارے۔ تم تو تہذیب سے بالکل ناآشنا ہو۔"

"تہذیب؟" وہ پھر سوالیہ انداز میں بولی اور میرا دل چاہا کہ اپنا سر پیٹ لوں۔

اس احمق لڑکی کو میں کیا بتاتا لیکن اس دور میں بھی اس قدر تہذیب ناآشنا لوگ رہتے ہیں، یہ حیرانی کی بات تھی۔

تاہم مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہ تھی کہ وہ لوگ زندگی کس انداز میں گزارتے ہیں۔ بہرصورت میں اس لڑکی کا مقصد اب تک نہیں سمجھ سکا تھا کہ وہ اپنے قبیلے کے لوگوں سے مجھے کیوں دور رکھنا چاہتی ہے۔ حالانکہ بعض اوقات مجھے وہ بے حد چالاک محسوس ہوتی تھی اور بعض معاملات میں بالکل سیدھی سادی اور بے وقوف سی لڑکی۔

میں اس کے جسم کی طرف جب بھی دیکھتا تو اس کی آنکھوں کا جائزہ لینے کی کوشش ضرور کرتا لیکن پروفیسر میں نے اس لڑکی کے اندر کوئی جذباتی کش مکش نہیں دیکھی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر یہ جنس کے مفہوم سے بھی ناآشنا ہوئی تو کیا ہوگا۔ کافی دیر وہ میرے پاس بیٹھی رہی اور میں اُسے دیکھتا رہا۔ میں اندازہ لگا رہا تھا کہ اگر وہ کسی بھی حد تک جذباتی کش مکش کا شکار ہوتی تو میں آگے قدم بڑھاؤں۔

لیکن پروفیسر میری نگاہ اتنی کمزور بھی نہ تھی کہ میں کسی لڑکی کی جذباتی کش مکش کا جائزہ نہ لے سکوں۔ مجھے محسوس ہوا تھا کہ اس کے اندر کوئی جذباتی کش مکش نہیں ہے۔ ہاں اس کی وہ عجیب سی کیفیت جسے وہ شاید کوئی تاثر بھی نہیں دے سکتی تھی، ہاں وہ جذباتی کش مکش ہوتی تو اس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ دیر تک وہ میرے ساتھ رہی اور کئی بار میں اس کے قریب بھی ہوا اور میں نے اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہ پائی۔

نہ ہی اس کی طرف سے میری کوئی پذیرائی ہوئی جس سے میں محسوس کرتا کہ وہ میرا قرب چاہتی ہے۔ میں نے ابھی تک آگے قدم بڑھانے کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔

کیونکہ میرے خیال کے مطابق وحشی لڑکی کو جذباتی کیفیت میں لا کر ملا جاسکتا ہے۔ دوسری صورت میں ممکن تھا کہ وہ بھڑک جاتی اور یہ طے شدہ بات تھی کہ میں ابھی اس کے قبیلے کے بارے میں کوئی معلومات نہیں رکھتا تھا اور میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اش مجھ سے برگشتہ ہو جاتی۔ اش کافی دیر تک میرے پاس بیٹھی رہی، چھوٹی چھوٹی باتیں کرتی رہی تھی وہ۔ جن کا کوئی خاص مفہوم نہیں تھا۔ اپنے قبیلے کے بارے میں ابھی تک اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ غالباً یہ بات اس کے ذہن میں تھی ہی نہیں کہ اجنبی لوگوں کو اپنے بارے میں کس انداز میں بتانا چاہیے اور انہیں کیا کہنا چاہیے۔

اور پروفیسر بہرصورت یہ ایک دلچسپ تجربہ تھا کہ اس شے سے واقفیت .... کے باوجود جس سے قدم قدم پر واسطہ پڑتا رہا ہو اس میں ایک اجنبی حیثیت تلاش کی جائے۔ چنانچہ یہ لڑکی میرے لیے اچھی خاصی اجنبیت رکھتی تھی۔

مجھے اس میں خاصی دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر اچانک جیسے اُسے کچھ یاد آگیا ہو اور وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔ میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔

"کس بات سے ... اش؟"

"... جاؤں گی۔"

"اب ... کیوں؟"

"بس میں جاؤں گی۔" اس نے کہا اور میرے جواب کا انتظار بھی نہ کیا۔ میں اس سے دوبارہ آنے کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا لیکن پھر میں رک گیا۔ اس وحشی ہرنی کو ابھی اس کی مرضی پر ہی چلنے دیا جائے۔ آہستہ آہستہ اس کی دہشت کم ہو جائے گی اور مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ میری عمر کوئی ایسی کم ہو رہی تھی جو میں کسی مسئلے میں جلد بازی سے کام لیتا۔ چنانچہ میں نے اسے جانے دیا تھا۔

وہ حسبِ معمول بڑی تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ وہ طویل پتھریلا میدان جسے ننگے پاؤں عبور کرنے کے بارے میں ہفتوں سوچا جاتا، اس کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ حالانکہ اس کے پاؤں کافی... خوبصورت تھے لیکن وہ پتھروں پر اس طرح دوڑتی تھی جیسے لوگ محل کے فرش پر دوڑتے ہوں گے۔

اس کے جانے کے بعد میں پھر تنہا رہ گیا۔ اس تنہائی میں، میں نے ایک بات پر خاص طور پر غور کیا۔ اش کے سلسلے میں مجھے اب کیا قدم اٹھانا چاہیئے۔ اس کی عمر کے بارے میں، میں نے اندازہ لگایا تھا کہ بہت کم ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جنگل کی پروردہ یہ لڑکی بہت اچھی صحت کی مالک تھی۔ اور دوسرے معنوں میں اس کی عمر کا تجزیہ بہت مشکل تھا۔

لیکن یہ بات تشویشناک بھی تھی۔ ممکن ہے اس کے ذہن میں جذبات ہوں اور وہ ان جذبات سے بھی اس طرح ناواقف ہو جس طرح دوسری باتوں سے۔

دوسری بات جو میرے ذہن میں آئی تھی وہ یہ تھی کہ آخر وہ مجھے یہاں کیوں روکنا چاہتی ہے۔ ان ننگ دھڑنگ سیاہ فاموں کے قبیلے میں یہ بات تو نہ ہوگی کہ ان کی کوئی نوجوان لڑکی کسی اجنبی نوجوان سے ملتی ہے۔ کیونکہ یہ احساس تو تہذیب کا پروردہ ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں میں ابھی یہ جذبہ بیدار نہ ہوا تھا۔ اس کا تعین ان لوگوں کی برہنگی سے کیا جاسکتا ہے۔ نہ جانے ان کے نزدیک زندگی گزارنے کا تصور کیسا ہو۔ بہرحال میں اس کے قبیلے کے بارے میں جان لینا چاہتا تھا۔

اش جس طرف جاتی تھی اس سے میں نے یہ یقین تو کر لیا تھا کہ قبیلہ کس طرف آباد ہے۔ اگر میں چاہتا تو رات کی تاریکی میں خفیہ طور پر اس قبیلے کا جائزہ لے جاسکتا تھا تو پھر کیوں نہ ایسا ہی کیا جائے۔ میں نے سوچا۔

لیکن نہ جانے کیوں آج میں نے اس بات کا ارادہ ترک کر دیا مگر

کل ابھی وہ نہ کھلی تو پھر میں دوسرے انتظامات کروں گا۔ اور اس رات
میں اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ کل سب سے پہلے تو میں اسے اس
کی نسوانیت سے آگاہ کروں گا۔ اسے بتاؤں گا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔
اسے بتاؤں گا کہ مرد عورت کے درمیان تعلقات کیا ہوتے ہیں۔ کل جب
وہ آئے گی تو میں اس کی معلومات میں اضافہ کروں گا۔

لیکن اس سے قبل ہی ایک دلچسپ واقعہ پیش آ گیا۔ میں نے
حسبِ معمول رات کو آرام کیا اور آنکھیں بند کر کے ذہن کو خالی کر دیا۔ یہ
میری نیند ہوتی تھی۔ اور تم اسے چھوٹی نیند کا نام دے سکتے ہو پروفیسر یعنی
وہ انتہائی ضرورت جو دن اور رات کی پیداوار ہوتی ہے۔
تو میں گہری نیند میں ڈوب گیا اور پھر اس وقت چونکا جب میں نے
اپنے بدن پر کوئی ضرب محسوس کی۔ پہلی ضرب پر میں نہ جاگا لیکن دوسری
اور تیسری ضرب مجھے نیند کی آغوش سے کھینچ لائی اور آنکھیں کھول کر
میں نے جو کچھ دیکھا وہ حیران کن تھا۔
اُش کو تو میں پہچان گیا تھا لیکن اس کے ساتھ دوسری لڑکی بھی تھی۔
دوسری لڑکی بھی اُش کی طرح جوان اور برہنہ تھی۔ دونوں کے ہاتھوں
میں لکڑیوں کے نوکدار اور مضبوط بھالے تھے اور وہ ان بھالوں کو پوری قوت
سے میرے بدن پر مار رہی تھیں۔
چند ساعت تو میں حیرانی سے انہیں دیکھتا رہا۔ دونوں اس وقت
غصے میں ڈوبی نظر آ رہی تھیں اور ان کے حلق سے وحشیانہ غراہٹیں نکل
رہی تھیں۔ اس بات کو جاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی کہ وہ مجھے پوری قوت
اور کوشش سے ہلاک کر دینا چاہتی ہیں۔ لیکن یہ بات بہرحال میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔
میں تو اس سے عشق کی پینگیں بڑھانے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور وہ
مجھ پر اس انداز میں حملہ آور تھی جیسے وہ میری بدترین دشمن ہو۔

میری جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو شاید اب تک اس کا کام تمام بھی
ہو گیا ہوتا۔ یہ دونوں وحشی لڑکیاں کافی طاقتور تھیں اور نیزوں کی جو ضربیں میرے
بدن پر پڑ رہی تھیں اس سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کی جسمانی قوت کیا ہے۔
چند ساعت میں برداشت کرتا رہا۔ پھر جب میں پوری طرح بیدار
ہو گیا تو میں نے ان کے نیزے پکڑ لیے اور میرے زوردار جھٹکے نے انہیں
زمین پر گرا دیا۔

تب میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ نیزے اب میرے ہاتھ میں تھے۔
میں نے ان کی جانب دیکھا۔ اُش منہ پھاڑے میری طرف دیکھ رہی تھی
دوسری لڑکی خوفزدہ انداز میں غار کے دہانے کی طرف بھاگی، لیکن میں
نے اسے نہ چھوڑا اور دہانے سے چند قدم کے فاصلے پر میں نے اسے بری
طرح دبوچ لیا۔

اس کا چکنا بدن میرے ہاتھوں میں آ گیا اور وہ اپنے دانتوں اور
ناخنوں سے مجھے نوچنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن پروفیسر تم میرے بارے
میں جانتے ہو۔ اس کی یہ کوشش قطعی ناکام تھی۔ میں نے اس کے بدن کو اپنی
گرفت میں کس لیا اور اس پر بری طرح اپنا بدن رگڑنے لگا۔ چند ساعت
کے بعد میں نے اسے زمین پر گرا لیا تھا۔
اسے گرانے کے بعد میں نے غار کے دہانے کی طرف دیکھا،
اُش باہر نکل رہی تھی اور اس کے بدن پر ہلکی ہلکی کپکپی طاری تھی۔ دوسری
لڑکی پوری طرح میری گرفت میں تھی۔ اس کا چکنا بدن میرے بدن کے
ساتھ چپکا ہوا تھا۔ تب میں نے بھاری لہجے میں اُش کو آواز دی۔
"اُش ادھر آؤ۔" اور وہ اپنی جگہ کھڑی رہی۔ میں اسے خونخوار
نگاہوں سے گھورتا رہا۔ میرے نیچے دبی ہوئی لڑکی اپنی جدوجہد میں
مصروف تھی لیکن وہ میری گرفت سے نہیں نکل سکتی تھی اور میں اب اتنا
کمزور طبیعت بھی نہیں تھا کہ اس کے چکنے بدن سے متاثر ہو کر اسے چھوڑ دیتا۔
لڑکی اگر جدوجہد ترک کر دیتی تو شاید میں بھی اس کے ساتھ رعایت
برتتا لیکن اس کی بھرپور جدوجہد جاری تھی۔ مجھے مجبوراً اس کی گردن پر ایک
ضرب لگانی پڑی اور اس کے اعضاء سست ہو گئے۔ پھر وہ بے ہوش
ہو گئی۔ تب میں اسے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔ اور اب میں اُش کو دیکھ رہا تھا۔
"اُش!" اس بار میں نے اسے نرم لہجے میں مخاطب کیا اور میں نے
اس کی آنکھوں میں خوف محسوس کیا تھا۔ "یہاں آؤ۔ میں تمہیں نقصان نہیں
پہنچاؤں گا۔" میں نے کہا اور وہ میرے قریب آ گئی۔ "تم مجھے مارنا چاہتی تھیں"
"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔
"کیوں؟"
"مونا کئی دن سے بھوکی تھی اور شکار کرنے میں ناکام رہی تھی۔" اس
نے جواب دیا۔
"تو پھر؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔
"مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اپنا شکار اس کے حوالے کر دیا حالانکہ
ہم لوگ اپنا شکار کسی کو نہیں دیتے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا لیکن میرے سر
میں کھجلی ہونے لگی تھی۔ نہ جانے کیا بکواس کر رہی تھی یہ لڑکی۔
"گویا میں تمہارا شکار تھا؟"
"ہاں۔ اسی لئے تو میں تمہیں اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں سے بچا کر
رکھنا چاہتی تھی۔ اگر وہ لوگ تمہیں دیکھ لیتے تو اب تک تمہارا وجود بھی نہ ہوتا۔
انسانی گوشت کے ساتھ وہ ہڈیاں تک کھا جاتے ہیں۔ اور پھر انسانی گوشت
ملتا کہاں ہے۔ بس کبھی کبھی ہی باہر سے بھٹک کر آ جانے والے ہاتھ لگ
جاتے ہیں یا پھر اس وقت انسانی گوشت مل جاتا ہے جب قبیلے کا کوئی شخص
مرتا ہے۔"
"تو تم انسانی گوشت بھی کھا لیتے ہو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔
"ہاں۔ کیوں؟" اسے میرے اس سوال پر حیرت ہوئی تھی لیکن میں
دل ہی دل میں ہنس پڑا تھا۔ تو پروفیسر! اس بار میں نے ایک آدم خور لڑکی
کو محبوبہ بنایا تھا۔

آدمخور

محبوبہ کی آنکھوں میں حیرت تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ انسانی گوشت کھانے پر حیرت کا اظہار کیوں کیا جارہا ہے۔ بہرحال میں نے طویل سانس لی۔ سارے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے تھے اور اب میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ یہ سوچ کر ہی وحشت ہونے لگتی تھی کہ اس لڑکی میں دلچسپی لی جائے جو انسانی گوشت کھاتی ہے۔

حالانکہ جسمانی طور پر وہ مکمل تھی اور اگر اس کے سیاہ رنگ کو نظرانداز کر دیا جاتا تو جسمانی طور پر اسے حسین ترین بھی کہا جا سکتا تھا لیکن کم بخت میرے اندر دلچسپی صرف اس لیے لے رہی تھی کہ مجھے کھالے اور پھر اس نے نہایت فراخ دلی سے مجھے اپنی بھوکی سہیلی کے حوالے کر دیا تھا۔ میں نے دوسری برہنہ لڑکی کی جانب دیکھا جو بدستور بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔

''اب بولو اش، میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں؟''

''سلوک؟'' اس نے غور سے مجھے دیکھا اور میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''یہ عمدہ بات ہے، جو بات تمھارے خلاف جاتی ہے وہ تمھاری سمجھ ہی میں نہیں آتی۔ تم اپنی دوست لافا کو اس لیے لائی تھیں کہ وہ مجھے قتل کر کے کھالے۔''

''ہاں۔ وہ بھوکی تھی۔''

''اور میں تمھارے باپ کی ملکیت تھا۔ کیوں؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بے وقوف بھی مسکرانے لگی۔ ''اب۔۔'' میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''اب میں تمھیں قتل کر دوں گا اور اس غار میں محفوظ کر لوں گا تاکہ اطمینان سے بیٹھ کر تمھیں کھاؤں۔''

''اور اس کا کیا کرو گے؟'' اس نے بھولپن سے پوچھا اور مجھے اس پر غصہ آنے لگا۔ کم بخت عجیب لڑکی تھی، اسے اپنی موت کا خوف بھی نہیں تھا۔

''اسے بھی کھا جاؤں گا۔''

''اوہ تب ایک کام کرو۔ آج تم اسے نہ کھاؤ۔ میں تمھیں اس جانور کا گوشت دے سکتی ہوں۔ پھر جب وہ گوشت ختم ہو جائے گا تو ہم دونوں مل کر اسے کھالیں گے۔'' ایک بار پھر میں.... حیران نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ آخر یہ ہے کیا شے؟

''اور اس کے بعد جب یہ ختم ہو جائے گی تو میں تمھیں کھالوں گا۔'' میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور اس کے انداز میں پھر بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ البتہ وہ تھوڑی سی متفکر ضرور ہو گئی۔ پھر اس نے پرخیال انداز میں کہا۔

''اگر میں جنگل سے تمھیں کوئی بڑا جانور شکار کر کے دے دوں، تب کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟''

''جنگل کا سب سے بڑا جانور میں خود شکار کر سکتا ہوں تمھیں کھانے کی وجہ تو اور ہے۔''

''اور کیا وجہ ہے؟''

''تم سے میری دشمنی ہو گئی ہے۔''

''دشمنی۔ مگر کیوں۔ میں نے تو تمھارے بدن کا خون بھی نہیں چاٹا''

''بدن کا خون؟'' اس بار میرے حیران ہونے کی باری تھی۔

''ہاں، جب دشمنی ہوتی ہے تو لوگ ایک دوسرے کو اپنے بدن کے خون کے قطرات بھیجتے ہیں، تب دشمنی ہوتی ہے اور پھر جو جس پر حاوی ہو جائے۔''

''انوکھی ہو تم اور تمھارا قبیلہ بھی۔ تمھیں تو کوئی سزا دے کر بھی خود کو دکھ ہوگا اور میرا خیال ہے قصور تمھارا بھی نہیں ہے۔ تمھاری پرورش ہی ایسے ہوئی ہے۔ اچھا خیر چھوڑو احمق لڑکی۔ ایک بات کا جواب دو کیا مجھ سے خوفزدہ ہو؟''

''خوفزدہ؟ نہیں، کیوں؟''

''کیا تم موت سے بھی خوفزدہ نہیں ہو؟''

''نہیں۔ موت تو خود بخود آجاتی ہے اور پھر کچھ بھی نہیں ہوتا''

''ہوں۔ اچھا تمھارا باپ کون ہے؟''

''اوکا!''

''اوہ۔ گویا تمھارے ہاں باپ ہوتا ہے۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''تمھارے ہاں نہیں ہوتا؟'' اس نے تعجب سے پوچھا۔

''میرے ہاں تو کچھ نہیں ہوتا۔ میری بات چھوڑو۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ماں بھی نہیں ہوتی؟'' اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

''میں نے کہا نا میرے ہاں کچھ نہیں ہوتا۔ تمھارے ہاں ماں اور باپ دونوں ہوتے ہیں اور کون کون ہوتا ہے؟''

''بس اور کوئی نہیں ہوتا۔''

''بہن بھائی، شوہر محبوب؟''

''اوہ۔ ان میں سے کچھ نہیں ہوتا۔''

''شادی ہوتی ہے تم لوگوں میں؟''

''شادی کیا ہوتی ہے؟''

''اور کچھ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو بھیجہ قطعی نہیں ہوتا۔'' میں نے جلے بھنے انداز میں کہا اور پھر براہِ راست اقدام کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے سوچ لیا اگر یہ لڑکی عورت کے جذبات سے آشنا ہوئی تب تو مغز ماری کی جائے ورنہ غار سے باہر نکال کر گلو خلاصی کی جائے اور پھر آگے بڑھنے کے بارے میں سوچا جائے۔ بلاوجہ اس احمق

لنگ کے لیے اتنے دن برباد کیے۔
اس نے کئی بار متفکرانہ انداز میں دوسری لڑکی کی طرف دیکھا
تھا اور پھر وہ افسوس زدہ انداز میں بولی "اس سے تو بہتر یہ تھا
کہ میں اسے اپنا کیا ہوا شکار ہی کھلا دیتی۔ کہیں یہ نہ مر جائے۔"
"تم اسے پسند کرتی ہو؟"
"ہاں۔ یہ میرے ساتھ رہتی ہے۔"
"اوہ۔ گویا تمھیں اس سے محبت ہے؟"
"ہاں۔"
"تب پھر تم محبت نا آشنا نہیں ہو اور تمھارے اندر جذبات
موجود ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ، مجھے دیکھ کر تم نے میرے بارے میں جاننے
کی کوشش کیوں نہیں کی؟ کیا میں تم سے مختلف نہیں ہوں؟"
"ہو۔ لیکن کبھی کبھی پانی کے راستے ایسے لوگ آجاتے ہیں
اور ہم انھیں شکار کر لیتے ہیں۔ پانی کے راستے آنے والوں کا گوشت
بہت اچھا ہوتا ہے اور ہمارے لوگ اگر کسی ایسے کو پا جاتے ہیں تو
اس کے حصول کے لیے آپس میں ہی لڑ پڑتے ہیں اور پھر ہوتا یوں
ہے کہ وہ تو بھاگ جاتا ہے اور ان میں سے کوئی آپس ہی میں مارا
جاتا ہے۔"
"ہوں تو مجھے دیکھ کر تمھیں یہی خیال آیا تھا کہ تم خاموشی سے مجھے
مار لو اور تمھارے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو میرے بارے میں
نہ پتا چل سکے۔"
"ہاں۔ میں بہت خوش تھی۔"
"اش ہے نا تمھارا نام۔ تو اش، جب تمھارے ہاں ماں
ہوتی ہے، باپ ہوتا ہے تو پھر محبوب کیوں نہیں ہوتا؟ آخر وہ
دونوں کس طرح یکجا ہوتے ہیں؟"
"وہ۔ وہ۔ بس تاستاری کی رات کو تاریکیوں کی دوڑ میں
ساتھی بن جائے۔"
"تاستاری کی رات کون سی ہوتی ہے؟"
"جب پوری رات چاند نہیں نکلتا۔"
"خوب لیکن کیا کوئی نوجوان کسی لڑکی کو اپنی مرضی سے اپنا
نہیں بنالیتا؟"
"میں نہیں سمجھی؟"
"تمھیں بہت کچھ سمجھانا ہوگا۔" میں نے کہا اور جھپٹ کر اسے
پکڑ لیا۔ لڑکی سہم گئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا
تھا۔ پروفیسر ایک نوجوان لڑکی جو محبت نا آشنا، محبوب نا آشنا ہو
اس کا آتشیں بدن جوانی کے رس میں ڈوبا ہوا ہو تو اس کے
اندر موجود ہوشمند کیا کرے۔ یہی نا کہ اسے سارے رموز سے آشنا
کرے۔ اس سے سوال کرے کہ اب کیا کہتی ہے۔

سہمی ہوئی لڑکی میرے چوڑے سینے کے نیچے کہہ رہی تھی "تو
یقین کر، میں تیرے لیے شکار فراہم کر دوں گی، خود سے زیادہ لذیذ۔
میں جانا چاہتی ہوں۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔" یہ الفاظ اس نے
کئی بار دوہرائے لیکن پھر آہستہ آہستہ خاموش ہو گئی۔ اب اس کے
چہرے سے حیرت کے آثار نمایاں تھے اور اس کی آنکھیں خمار آلود
ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔
"تو مجھے قتل تو نہیں کرے گا۔ تو۔ تو۔ انوکھا ہے۔ آہ کیسا
عجیب ہے تو۔ یقین کر۔ میں اب تجھے کسی طور شکار نہیں کروں
گی۔ میں تو۔ میں تو۔ آہ۔ میں تو اب واپس بھی نہیں جاؤں
گی۔ ہم دونوں اسی غار میں رہیں گے اور جب شکار کھیلنے والے
آئیں گے تو۔ ہم روپوش ہو جائیں گے۔ ہم ان کے سامنے ہی
نہیں جائیں گے ۔۔۔ اور میں ہمیشہ تیرے لیے جنگل سے شکار
کر کے لاؤں گی۔"
تو پروفیسر۔ لڑکی فطرت کے رموز سے آشنا ہو گئی اس کے
لیے تاستاری کی رات آگئی تھی، جب چاند نہیں نکلتا۔
رات کے آخری پہر تک وہ میرے ساتھ جاگتی رہی اور
صبح تک اس کی شخصیت ہی بدل گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں
محبت کا خمار جاگ اٹھا تھا۔ اب وہ میرے لیے ہر طرح کا ایثار
کرنے کو تیار ہو گئی تھی، چنانچہ صبح ہی وہ اٹھ گئی۔
"سن۔" اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "تیرا کیا نام ہے، جیسے
میں اش۔"
"میرا نام ۔۔۔" میں نے گہری سانس لی۔ نام میرے لیے
ہمیشہ مسئلہ بن جاتا تھا پروفیسر، اب میں اسے کیا نام بتاتا۔ وہ سوالیہ
نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ "میرا نام سبوتا ہے۔" بالآخر
میں نے کہا۔
"سو۔ بو۔ تا۔" اس نے اپنی مرضی کے مطابق میرے
نام کے کئی ٹکڑے کر دیے۔
"ہاں۔ یہی نام ہے۔"
"میں تیرے لیے جنگل سے شکار کر لاؤں، تو یہاں رہ اور
یہاں سے باہر مت نکلنا ورنہ وہ لوگ ۔۔۔ وہ لوگ تجھے شکار
کر لیں گے۔"
"نہیں اش۔ ہم دونوں مل کر شکار کریں گے۔"
"اوہ۔ باکا۔" اس نے کہا۔
"باکا کیا ہوتا ہے؟" میں نے پوچھا۔
"جس میں بہت سے آدمی مل کر بڑا شکار کرتے ہیں اور پھر ان میں سے
سب سے طاقتور آدمی سب سے بڑا حصہ لیتا ہے۔"
"جو کچھ سمجھ لے اش۔ میں بھی چلوں گا۔"

"ٹھیک نہیں ہوگا سوبو۔ میں چاہتی ہوں تو دوسروں کی نگاہوں میں نہ آتے ورنہ وہ لوگ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔"

"میں خود بھی یہی چاہتا ہوں اش کہ وہ لوگ مجھے نہ چھوڑیں۔ چلو باہر چلیں۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہوگئی۔ وحشی لڑکی اپنے صحیح جذبات کا اظہار بھی نہیں کرسکتی تھی۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہوچکا تھا۔ اس نے اسے متاثر ضرور کیا تھا لیکن وہ اپنے تاثر کو کوئی الفاظ نہیں دے سکتی تھی۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر کشمکش نظر آئی۔ پھر وہ میرے ساتھ غار سے باہر نکل آئی اور پھر ہم دونوں جنگلوں کی جانب چل پڑے۔

گھنے درختوں کا علاقہ یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا اور ان کے درمیان شکار مل جاتا تھا لیکن یہاں پہنچ کر اچانک اش ٹھٹک گئی۔

"ارے میں نیزہ تو لائی ہی نہیں۔۔ اور۔۔ اور اب شکار کیسے کریں گے۔" اس نے پریشان نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"تمہیں پانی کے دوسری طرف کی دنیا کے بارے میں کیا معلوم ہے اش؟" میں نے خلاف توقع سوال کیا۔

"پانی کے دوسری طرف؟"

"ہاں۔ تم پانی کی جانب سے آنے والوں کا تذکرہ کرتی ہو نا۔ جیسے کر میں۔۔ تو تم نے سوچا کہ یہ لوگ کہاں سے آتے ہیں؟"

"ان کی بستیاں ہوں گی۔" اش بولی۔

"ہاں۔ ان کی بستیاں ہوتی ہیں۔ اور ان کے رہنے کا انداز بھی جدا ہوتا ہے اور وہ شکار بھی جداگانہ طریقے سے کرتے ہیں۔"

"اوہ۔ سوبو۔ تم بھی تو پانی کے دوسری جانب کے انسان ہو۔ کیا تم شکار کرنے کے لئے کوئی اور طریقہ استعمال کرتے ہو؟"

"ہاں۔"

"تو کیا اس میں نیزے کی ضرورت نہیں ہوتی؟"

"بعض اوقات نہیں۔"

"تب پھر مجھے اپنے طریقے سے شکار کرکے دکھاؤ۔" اش نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ ایک صرف لڑکی تھی۔ میں اس کے اندر کوئی ایسی دلکشی نہیں پا رہا تھا جو مجھے خاص طور سے متاثر کرتی۔ اس لئے مجھے اس کے ساتھ کوئی خاص لطف بھی نہیں آرہا تھا۔ میری طبیعت تو اس وقت جولانی پر آیا کرتی تھی جب میرا مقابل کسی خاص شخصیت کا مالک ہو۔

تاہم سمندر کے طویل سفر کے بعد اس خشکی پر وہ میرا پہلا شکار تھی اور بعض اوقات کسی لذیذ پھل کا چھلکا بھی چکھ لیا جاتا ہے۔

میں نے ایک گول سا پتھر تلاش کیا جو بہت بڑا تو نہیں لیکن کارآمد تھا۔ اش دلچسپی سے مجھے دیکھ رہی تھی اور پھر میں شکار کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ ہم نے مزید تھوڑا سا فاصلہ طے کیا۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ جنگل کے اس حصے میں شکار بہت ہے۔ ظاہر ہے یہ لوگ شکار کرنے کے صحیح طریقے سے ناواقف ہیں اس لئے ان کے لئے یہ شکار مشکل ہوتا ہے۔ ورنہ یہاں جتنے جانور بکھرے ہوئے تھے اس کی نسبت انہیں شکار کرنا بھی مشکل نہیں تھا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک بارہ سنگھا نظر آیا اور اش نے میرا بازو دبا لیا۔ وہ بھی بارہ سنگھے کو دیکھ چکی تھی۔ میں نے اسے دیکھ کر گردن اٹھائی اور پتھر کو تولنے لگا۔ میں نے بارہ سنگھے کے سر کا نشانہ لیا۔

اور پھر پتھر کی آواز اس کے لئے حیرت انگیز تھی۔ پتھر ایک تیز آواز کے ساتھ نکلا اور بارہ سنگھے کا بھیجہ پاش پاش ہوگیا۔ وہ ایک قدم آگے نہ بڑھ سکا اور وہیں ڈھیر ہوگیا۔

اش کے حلق سے ایک وحشیانہ چیخ نکلی تھی اور پھر اس نے بارہ سنگھے کی طرف چھلانگ لگائی اور اس کے نزدیک پہنچ کر خوشی سے ناچنے لگی۔ وہ بہت خوش نظر آرہی تھی اور میں تہذیب کے اس دور میں بھی قدیم دور کے نمونے دیکھ رہا تھا جو بلاشبہ مجھے عجیب لگ رہے تھے۔

غار میں پہنچ کر انکشاف ہوا کہ لافا غائب ہے۔ اش اسے چاروں طرف تلاش کرنے لگی تھی۔ پھر اس نے مایوسی سے کہا۔ "شاید وہ چلی گئی۔"

"جانے دو۔ اچھا ہی ہوا۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہوا۔" اس نے پریشانی سے کہا۔

"کیوں؟"

"اوہ۔ وہ دوسروں کو تمہارے بارے میں بتا دے گی۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"تم نہیں سمجھتے سوبو۔" اس نے مجھے پیار سے سوبو کردیا تھا۔ "وہ لوگ یہاں آجائیں گے اور تمہیں شکار کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"میں انہیں پتھروں سے ہلاک کردوں گا۔ تم ان باتوں کو چھوڑ دو۔ آؤ شکار کھانے کا بندوبست کریں۔"

"سوبو۔" وہ کسی خیال کے تحت بولی "تم نے آگ جلائی تھی اور اس کے بعد شکار کا گوشت بہت اچھا ہوگیا تھا۔"

"ہاں۔ اس جانور کے ساتھ بھی ہم وہی سلوک کریں گے۔ تم خشک لکڑیاں اکٹھا کرلو۔ جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد بارہ سنگھا آگ پر لٹک رہا تھا اور لڑکی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ وہ آگ سے خوفزدہ بھی تھی اور اس کے نزدیک نہیں آرہی تھی۔ بہرحال گوشت بھن گیا اور پھر دونوں اسے کھانے لگے۔

دفعتاً وہ چونک پڑی۔ اس کا منہ چلتے چلتے رک گیا۔ ہواؤں کے دوش پر ایک ہلکی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ گوشت کا ٹکڑا چھوڑ کر کھڑی ہوگئی۔

"کیوں۔ کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"لافانے۔۔ لافانے بستی والوں کو تمہارے بارے میں بتا دیا۔"

وہ روہانسے انداز میں بولی۔

"اوہ۔ تمہیں کیسے پتہ؟"

"وہ... وہ آواز... بستی والے اب اس طرف آ رہے ہیں۔"
"آنے دو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور گوشت کھانے لگا۔
"نہیں، نہیں۔ وہ تمہیں شکار کر لیں گے۔" وہ پریشان لہجے میں بولی۔
"کرنے دو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔
"نہیں سوبو۔ تم... تم اٹھو یہاں سے۔" وہ میرے قریب پہنچ گئی اور میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھانے لگی۔
"کیوں۔ تم نہیں چاہتیں کہ وہ مجھے شکار کریں۔"
"ہاں۔ میں نہیں چاہتی۔"
"کیوں؟"
"پہلے تم یہاں سے اٹھو۔ لافا انہیں اسی غار میں لے آئے گی۔ تم کسی دوسرے غار میں چھپ جاؤ۔ جلدی کرو سوبو۔ جلدی کرو۔"
"کیا وہ دوسرے غاروں میں مجھے تلاش نہ کریں گے؟" میں نے سوال کیا۔ وہ پریشانی سے گردن ہلانے لگی۔
"تب پھر چلو۔ ہم زرد علاقے میں چلتے ہیں خواہ کچھ بھی ہو جائے میں تمہیں ان لوگوں کے ہاتھ نہ لگنے دوں گی۔"
"زرد علاقہ کون سا ہے؟"
"درختوں کے اندر۔ دور کے درختوں میں جہاں سے نکلنے کے بعد پانی کا کنارہ آ جاتا ہے۔ وہ کسی قیمت پر ادھر نہیں جا سکتے۔ کوئی ادھر سے نہیں جاتا کیونکہ وہاں موت ہر وقت منہ کھولے تیار رہتی ہے۔ خوفناک درختوں کی شکل میں جو ذرا سی دیر میں انسان کو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیتے ہیں۔"
"اوہ۔ تو وہ اس طرف نہیں جاتے؟"
"کبھی نہیں جاتے۔ تم باتوں میں وقت ضائع مت کرو۔ چلو اس طرف چلو۔"
"ٹھیک ہے میں چلا جاؤں گا۔ تم بے فکر رہو۔"
"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"
"اوہ کیوں۔ تمہیں زرد علاقے سے خوف نہیں محسوس ہوتا؟"
"ہوتا ہے لیکن میں تمہارے ساتھ چلوں گی کیونکہ تمہیں وہاں کے بارے میں نہیں معلوم۔ میں تمہیں درختوں سے بھی بچاؤں گی۔"
اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ شکار ہو گئی تھی وحشی ہرنی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھڑا ہو گیا۔ لیکن اسی وقت بستی کے وحشی شکاری نزدیک پہنچ گئے۔ شکاریوں کی کئی ٹولیاں قسمت آزمائی کے لئے آئی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں بانس کے لمبے لمبے نیزے تھے جنہیں وہ ہلا رہے تھے۔ اور لافا ان کی رہنمائی کر رہی تھی۔
اور پھر لافا نے ہمیں دیکھ لیا۔ ایک تیز آواز اس کے ہونٹوں سے خارج ہوئی۔ اور اس نے انگلی سے میری طرف اشارہ کیا۔ دوسرے لمحے آنے والے رک گئے۔ وہ میرے ساتھ کھڑی ہوئی اش کو دیکھ رہے تھے اور پھر ان کی نگاہیں میرے اوپر بھی اٹھ جاتی تھیں۔

ان کے انداز میں وحشت تھی اور ہونٹ اس طرح پھڑپھڑا رہے تھے جیسے اپنی پسندیدہ غذا کو دیکھ کر وہ مزے لے رہے ہوں۔ میں ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ تب میں نے اش کی طرف دیکھا، اور پھر...
میں خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔ اش کانپ رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے غالباً بستی کے بہت سارے لوگوں کو یہ خبر مل گئی تھی کہ کوئی شکار پانی سے گزر کر ان تک پہنچا ہے۔ چنانچہ ٹولیوں کی ٹولیاں میری طرف بڑھ رہی تھیں۔
میں نے دیکھا کہ وہ لوگ چاروں طرف سے بھالے لئے ہوئے مجھ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ پھر کسی نے چیخ کر اش سے کہا۔
"تم اس کے ساتھ کیوں کھڑی ہو۔ تم یہاں کیوں ہو؟"
"یہ شکار نہیں ہے... یہ... ہمارا ساتھی ہے۔ ہم میں سے ہے۔"
"کیا بکواس کرتی ہو۔ یہ ہم میں سے نہیں ہو سکتا۔ یہ غیر ہے۔ اس کا رنگ سنہرا ہے۔" اسی شخص نے جواب دیا۔
"کچھ بھی ہو تم اسے شکار نہیں کر سکتے۔" اش بولی۔
"اش پیچھے ہٹ جاؤ۔ ورنہ ہم تمہیں بھی ہلاک کر دیں گے۔" کسی اور وحشی نے چیخ کر کہا۔
"میں نہیں ہٹوں گی۔ تم اس کے ساتھ مجھے بھی ہلاک کر دو۔" اش نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
یہ تو پرانی ہی داستان تھی اور وہی سب کچھ ہو رہا تھا جو ہوتا رہا ہے۔ یہ میرے لئے کوئی انوکھی بات نہیں تھی پروفیسر۔ بلکہ تم یوں سمجھو کہ میری کہانی میں کافی حد تک یکسانیت تھی۔ ہمیشہ ہر ماحول میں یہی سب کچھ مجھے ملتا رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر اش کو دیکھا اور پھر اس کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔
"ٹھیک ہے اش اب تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ یہ لوگ مجھ سے دشمنی کا اعلان کر چکے ہیں۔ چنانچہ اب حق تو مجھے بھی ہے کہ میں بھی ان سے دشمنی کا اظہار کروں..."
"اوہ نہیں سوبو۔ میں انہیں سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں۔" اش نے کہا اور چند قدم آگے بڑھ گئی۔ غالباً چند وحشی میری طرف دوڑ پڑے۔ وہ فوری طور پر حملہ کر کے مجھ پر قابو پانا چاہتے تھے۔ غالباً ان کے ذہن میں یہ خیال ہوگا کہ جو ٹولی مجھ پر پہلے قابو پالے گی وہی میری مالک ہوگی۔
لیکن صورت حال الٹ ہی نکلی یعنی جو ٹولی پہلے میرے نزدیک پہنچی اور جس نے پہلے مجھ پر حملہ کیا، میں نے ان میں سے دو کے ہاتھوں سے نیزے چھین لئے اور پھر وہ نیزے پوری قوت سے ان پر دے مارے۔ زبردست چوٹ لگی تھی انہیں۔ مگر میں نے ہلاک کرنے کے لئے ان پر وار نہیں کیا تھا لیکن اس کے باوجود ان میں سے ایک کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور دوسرے کا جبڑا الگ ہو گیا۔ تب اس ٹولی کے تین آدمی ایک دم پیچھے ہٹ گئے تھے اور نیزے تول تول کر میری طرف اشارے کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کی جانب بھی دیکھ رہے تھے۔

ابھی وہ چاروں طرف سے مجھ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا ہی رہے تھے کہ دفعتاً جنگل کی طرف سے ایک خوفناک چنگھاڑ سنائی دی اور میں نے سب کے چہروں پر دہشت و سراسیمگی دیکھی۔

میں اس چنگھاڑ کو پہچانتا تھا۔ یہ ہاتھی کی چنگھاڑ تھی۔ اش خوف سے اُچھل پڑی تھی۔ اُس کا چہرہ ایک دم زرد ہو گیا تھا۔

"اوہ ۔۔۔ اوہ ۔۔۔ سنگھانا ۔۔۔ سنگھانا ۔۔۔" اُس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ میں نے جنگل کی جانب دیکھا۔ ایک مست ہاتھی سُرخ آنکھیں لئے دوڑتا ہوا بستی کی جانب آ رہا تھا۔

"سنگھانا ۔۔۔" چاروں طرف سے آوازیں اُبھریں اور جنگلیوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ میں نے اس دلچسپ سنگھانا کو دیکھا جو سُرخ سُرخ آنکھوں سے لوگوں کو گھورتا ہوا اُن کی طرف بڑھ رہا تھا ۔۔۔ وہ سب سرپٹ بھاگ رہے تھے اور سنگھانا اُن کا تعاقب کر رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں وہ ہمیں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ میں نے اش کو دیکھا اور بولا۔

"یہ سب کیا ہوا اش ؟"

"سنگھانا ۔۔۔" اش نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"تم اس ہاتھی کی بات کر رہی ہو ؟"

"ہاتھی ۔۔۔" اش نے تعجب سے مجھے دیکھا۔

"ہاں ۔۔۔ شاید تم اسے سنگھانا کہتی ہو۔"

"ہاں سنگھانا ۔۔۔ طاقت کا دیوتا ۔۔۔ تم نہیں سمجھتے 'اُف' اوہ' درخت جڑوں سے اُکھاڑ کر پھینک دیتا ہے' بستیاں تباہ کر دیتا ہے' جب بھی وہ آبادی کا رُخ کرتا ہے تو بے پناہ بستیاں ختم ہو جاتی ہیں اور آج پھر وہ بستی کی جانب دوڑ رہا ہے۔"

"ہوں ۔۔۔" میں نے گردن ہلائی۔ "تو وہ طاقت کا دیوتا ہے ؟"

"ہاں ۔۔۔ وہ طاقت کا دیوتا ہے۔"

"کیا تم لوگوں نے کبھی اس کا شکار نہیں کیا ؟"

"اوہ' ایسی باتیں نہ کرو' ایسی باتیں نہ کرو۔ توفا کہتا ہے کہ اگر تم نے اس کے بارے میں بُری باتیں کیں تو وہ تمہیں فنا کر دے گا۔"

"اوہ توفا ۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ سنگھانا طاقت کا دیوتا ہے' وہ سب کچھ مٹانے کی قوت رکھتا ہے۔ کون ہے جو اس کے خلاف کچھ سوچ سکتا' یا کچھ کر سکتا ہو ؟"

"ہوں۔ تو اب وہ تمہاری بستی میں تباہی پھیلائے گا ؟"

"ہاں' اور نہ جانے کون کون اس کا شکار ہو گا۔"

"پہلے بھی وہ تمہاری بستیوں میں تباہی پھیلا چکا ہے ؟"

"کئی بار۔"

"آؤ اش ۔۔۔ میں تمہاری بستی کے لوگوں کو اس تباہی سے بچاؤں" میں نے کہا۔ اور اش نے اُن دونوں کی طرف دیکھا جو زخمی پڑے ہوئے تھے۔ شاید وہ بے ہوش تھے یا ممکن ہے مر گئے ہوں ۔۔۔ میری بات اش کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لیکن پھر میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑنا شروع کر دیا۔

اش کو میں تیز دوڑتے دیکھ چکا تھا۔ لیکن اُس نے آج پہلی بار ہی مجھے دوڑتے دیکھا تھا۔ اور وہ کافی پیچھے رہ گئی۔ میں نے سوچا چلو اس کی بستی والوں سے خود کو اس طرح روشناس کراؤں۔ اس لئے تیز دوڑنا ضروری تھا۔ ورنہ اس سے کیا فائدہ کہ وہ کافی تعداد میں مارے جا چکے ہوں' تب میں اُن کے نزدیک پہنچوں ۔۔۔ اور میں نے رفتار اور تیز کر دی۔

راستے میں ایک جگہ مجھے لکڑی کے چند نوک دار بھالے پڑے نظر آئے اور میں نے کچھ سوچ کر اُن میں سے ایک بھالا اُٹھا لیا ۔۔۔ اور پھر تھوڑی دُور دوڑنے کے بعد میں نے پہاڑوں کے اُس جانب اُن کی بستی دیکھی۔ کوئی مکان نہ تھا' بس پتھروں کو چُن کر رہنے کی جگہ بنا لی گئی تھی۔ جن کے عقب میں سوراخ تھے۔ گویا وہ غاروں میں رہتے تھے۔

کتنا عجیب لگ رہا تھا یہ سب ۔۔۔ میں نے سیاہ ہاتھی کو دیکھا جو اُن کی بستی میں داخل ہو چکا تھا۔ وحشی چیختے ہوئے چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔ اُن میں دہشت پھیلی ہوئی تھی۔ چاروں طرف سے سنگھانا سنگھانا کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ اور پھر میری نگاہوں کے سامنے ہاتھی نے دو آدمیوں کو سونڈ میں دبا کر پیروں تلے کچل دیا۔ اُن کی کربناک چیخیں ایک لمحے کے لئے گونجی تھیں اور اس کے بعد وہی دوسری چیخیں ۔۔۔ وحشی اس طرح بدحواس ہو گئے تھے کہ وہ اپنی رہائش گاہوں یعنی اُن سوراخوں میں بھی نہیں گھس پا رہے تھے ۔۔۔ بس شور مچاتے ہوئے چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔

میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا ہاتھی کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور پھر میں اُس کے سامنے آ گیا ۔۔۔ غضبناک ہاتھی نے مجھے دیکھا اور پھر میری طرف سونڈ گھمائی۔ لیکن میں نے اُس کا وار خالی دیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا نیزہ اُس کی آنکھ کی طرف پھینک مارا۔

نیزہ آدھی اَنی تک اس کی آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ اور ہاتھی کی خوفناک چنگھاڑ گونج اُٹھی۔ وہ کرب سے مسلسل کراہنے اور چنگھاڑنے لگا۔ کئی بار وہ اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا ۔۔۔ اس اثناء میں میں نے ایک اور نیزہ اُٹھا لیا اور اُس کی دوسری آنکھ کو تاکنے لگا۔ پھر مجھے جوں ہی موقع ملا ۔۔۔ میں نے دوسرا نیزہ بھی تاک کر اُس کی دوسری آنکھ میں پیوست کر دیا۔ ہاتھی بدحواس ہو گیا۔ اُس کا رُخ بدل گیا اور پھر وہ چنگھاڑتا ہوا واپس بھاگا لیکن اب وہ اندھا ہو گیا تھا اس لئے راہ کا تعین نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی ہی دُور چل کر وہ ایک چٹان سے جا ٹکرایا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔

تھوڑی دیر تک وہ وہیں پڑا چنگھاڑتا رہا۔ وحشی رُک گئے بیشمار وحشیوں نے میری یہ حرکت دیکھی تھی اور ساکت رہ گئے تھے۔

پھر ہاتھی سرد ہو گیا۔ اس کا بے ڈول بدن تھوڑی دیر تڑپ کر

ساکت ہو گیا تھا — اور وحشیوں پر بھی سکوت طاری تھا۔ تب اشں میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"سو — یہ — یہ — سنگھانا — تم نے — تم نے سنگھانا کو مار دیا —؟" اس نے کہا۔

"ہاں، دیکھ لو — میں نے طاقت کے دیوتا کو ہلاک کر دیا۔"

"مگر — مگر یہ اچھا نہ ہوا —" وہ پریشانی سے بولی۔

"کیا —؟" اس بار میں حیران رہ گیا تھا۔

"ہاں سنگھانا کی موت تباہی بھی لا سکتی ہے۔ بہت پہلے ایک بار سنگھانا مارا گیا تھا تو سمندر میں پانی شور مچانے لگا اور پھر وہ سنگھانا کا بدلہ لینے کے لئے بستی پر چڑھ دوڑا — سمندر بھی تو طاقت کا دیوتا ہے — اور سنگھانا اس کا بھائی — چنانچہ پانی نے بیشمار لوگوں کی زندگی چھین لی اور پوری بستی تباہ ہو گئی۔"

"اوہ، کچھ نہیں ہو گا۔ سنگھانا اگر طاقت کے دیوتا کا بھائی تھا تو میں اس کا چچا ہوں — اور تم لوگ عجیب ہو۔ کیا وہ بے شمار لوگوں کو ہلاک نہ کر دیتا؟"

"ہاں۔ ضرور کر دیتا۔"

"تب پھر — میں نے کیا برا کیا؟"

"جو لوگ مارے جاتے، موت ان کا مقدر ہوتی۔ لیکن سنگھانا کی موت —"

"اچھا فضول بکواس مت کرو اشں۔ ان لوگوں سے کہہ دو کہ جتنی تباہی سنگھانا پھیلا سکتا تھا، اس سے زیادہ تباہی میں ان پر نازل کر دوں گا۔"

اشں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر خاموش ہو گئی۔ تب میں نے ان حیران کھڑے لوگوں کی طرف دیکھا جن کی نگاہوں میں حیرانی اور خوف کے ملے جلے تاثرات تھے۔

"بستی والو — میں پانی کے دوسری طرف کا اجنبی ہوں۔ میں نے تمہاری جان بچانے کے لئے اس جنگلی جانور کو قتل کر دیا ہے۔ میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں — اور بستی والو! یہ بھی سنو۔ تم میں سے جو میرا شکار کرنے گئے تھے، وہ اپنے دماغ سے یہ خیال نکال دیں کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔ میں نے جس طرح سنگھانا کو ہلاک کر دیا ہے اسی طرح میں تم سب کو بھی مار سکتا ہوں۔"

اور میں نے دیکھا، سیاہ وحشی کئی قدم پیچھے ہٹ گئے تھے۔ ان کے چہروں سے خوف ٹپک رہا تھا۔

"میں تمہارے درمیان آیا ہوں۔ کچھ روز تمہارے ساتھ رہوں گا اور اس کے بعد تمہاری بستی سے واپس پانی میں چلا جاؤں گا۔ بولو! کیا تم مجھے اپنے درمیان جگہ دو گے؟"

جواب میں سب کچھ بولنے لگے۔ وہ برابر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ جو کچھ وہ بول رہے تھے، وہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

"وہ کیا کہہ رہے ہیں اشں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ تمہیں بستی میں رکھنے پر تیار نہیں ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ تم سنگھانا کے قاتل ہو۔ تمہاری موجودگی بستی پر تباہی لائے گی۔"

"اوہ، بڑے ناشکرے لوگ ہیں۔ خیر مجھ سے غلطی ہوئی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری ہمدردی کا یہ لوگ ایسا صلہ دیں گے تو میں اس ہاتھی کو قتل ہی نہ کرتا۔ بہرحال ٹھیک ہے میں اسی غار میں واپس چلا جاؤں گا لیکن اشں — تم میرے ساتھ رہو گی۔"

"میں — میں — لیکن یہ لوگ مجھے جانے بھی تو نہیں دیں گے۔" اشں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"خود تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"تم — تم سنگھانا کے قاتل ہو۔" اشں خوفزدہ انداز میں بولی۔

"اوہ، تو تم بھی میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی؟"

"نہیں۔ میں پوری بستی کے لئے ہلاکت کا باعث نہیں بنوں گی۔" اس نے جواب دیا اور میں جھنجلا گیا۔ واقعی عجیب لوگ تھے۔ میں کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ اچانک میں نے دور سے ایک وحشی کو دوڑتے دیکھا اس نے ہڈیوں کی مالا پہنی ہوئی تھی۔ دبلا پتلا اور دوسرے وحشیوں کی طرح ننگ دھڑنگ تھا۔ اس کے ہاتھ میں بل کھائے ہوئے سانپ کی شکل کی ایک لکڑی تھی۔

وحشیوں کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں اور ایک بار پھر ان میں بھنبھناہٹ گونج اٹھی تھی۔ وہ شخص ان کے درمیان رک کر شاید ان سے استفسار کرنے لگا تھا اور پھر وہ لکڑی ہلاتا ہوا آگے بڑھ آیا۔ اب وہ میرے مقابل کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔

"یہ کون ہے اشں؟" میں نے تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی اشں سے پوچھا۔

"توفا۔" اشں نے جواب دیا تبھی وہ شخص بول پڑا۔

"تم نے سنگھانا کو مار دیا؟"

"کیا تم لوگ بالکل پاگل ہو۔ میں نے اسے اس لئے ہلاک کیا ہے کہ وہ تمہاری بستی اجاڑ دیتا۔ کیا تم ان دو لاشوں کو نہیں دیکھ رہے، جنہیں اس نے ہلاک کیا ہے۔ کیا اس طرح کی بے شمار لاشیں یہاں نہ بکھری پڑی ہوتیں۔ میں نے تو تمہاری ہمدردی میں یہ کام کیا ہے۔"

"اوہ ہاں۔ یہ لوگ ناشکر گزار ہیں۔ دیوانے ہیں یہ لوگ۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ آؤ میں تمہیں اپنے ہاں مہمان رکھوں گا۔ آؤ۔ آ جاؤ۔ تم بہت بہادر ہو۔ تم نے سنگھانا کو ہلاک کیا ہے۔ پانی کے دوسری جانب سے آنے والے۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔"

ایک ساعت کے لئے میں نے سوچا اور پھر میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ دوسرے تمام لوگ شاید توفا سے کافی خوفزدہ تھے۔ وہ توفا کو

راستہ ڈھونڈ رہے تھے۔ میرے تو وہ سائے سے بھی بچنے کی کوشش کر رہے
تھے۔ میں نے ان لوگوں کی طرف توجہ نہیں دی۔ بہر حال میں کچھ وقت
تو یہاں گزارنا چاہتا تھا۔ ان گدھوں کو بھی قریب سے دیکھنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں توفا کی جھونپڑی میں پہنچ گیا۔ یہ رہائش گاہ بھی
دوسری رہائش گاہوں سے مختلف نہیں تھی۔ ایک چھوٹا سا چوبارہ بنا ہوا تھا
جو زیادہ اُونچا بھی نہیں تھا۔ میں نے مایوسی کی نگاہوں سے اُسے دیکھا۔ اس
چھوٹی سی رہائش گاہ میں تو' توفا کا رہنا ہی مشکل تھا' میں کیا رہوں گا۔

"آؤ۔۔۔ اندر آجاؤ۔" توفا نے کہا اور بیٹھ کر چوبارے کے سوراخ
سے اندر داخل ہو گیا۔ اس رہائش گاہ کو دیکھ کر میں بہت مایوس ہوا تھا۔
لیکن اندر سے اسے دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی۔ ایک چوڑا
سوراخ نظر آرہا تھا جو چوبارے کے آخری سرے پر زمین میں تھا۔ توفا اس
کے نزدیک پہنچ گیا۔ سوراخ کے اوپر ایک جانور کی کھال پڑی رہتی تھی جو
اس وقت ہٹی ہوئی تھی۔

"آجاؤ۔۔۔ آجاؤ۔۔۔ میں تمہیں اپنی پوشیدہ رہائش گاہ میں لے
جاؤں گا۔ تم دوسروں سے مختلف ہو۔ آجاؤ۔" وہ سوراخ میں اتر گیا۔ تھوڑا
سا ڈھلان تھا اور اس کے بعد ایک کشادہ جگہ تھی۔ زمین جس طرح کٹی
ہوئی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ سوراخ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ ہی
ہے۔ لیکن بہر حال بڑی محنت کرنی پڑی ہوگی۔ اندر عجیب سی بو پھیلی ہوئی
تھی۔ ویسے غار میں روشنی تھی اور یہ روشنی چند سوراخوں سے آرہی تھی جو
یقینی طور پر روشنی کے لئے ہی بنائے گئے تھے۔ غار بے شمار الٹی سیدھی
چیزوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان میں جانوروں کی کھالیں' انسانی ڈھانچے اور
جانوروں کی بڑی بڑی ہڈیاں شامل تھیں۔ ان کے علاوہ کچھ قیمتی اور بڑے
پتھر بھی جگمگا رہے تھے۔

میں نے دلچسپی سے اس غار کو دیکھا۔ توفا میری جانب دیکھ کر مسکرا
رہا تھا۔ میری نگاہ اس کی نگاہوں سے ملی تو اس کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"کیسی ہے یہ جگہ؟" اُس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"عمدہ اور انوکھی۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا نام توفا ہے۔ ساری بستی کے لوگ میری عزت کرتے ہیں۔
تم نے دیکھا انہوں نے میرے معاملے میں دخل نہیں دیا حالانکہ ان میں سے
کوئی تمہاری یہاں موجودگی پسند نہیں کرتا۔"

"مجھے اسی بات پر حیرت ہے توفا۔۔۔ سنگھانا کو تو میں نے ان کی
بھلائی کے لئے ہلاک کیا تھا اور وہ اُلٹے میرے ہی دشمن ہو گئے۔"

"سنگھانا کبھی کبھی بستی کا رُخ کرتا ہے۔ لیکن سمندر۔۔۔ سمندر جب
بستی کا رُخ کرتا ہے تو زندہ بچنے والے چند ہی ہوتے ہیں۔"

"حالانکہ ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔"

"یہ بات تم نہیں سمجھو گے۔ لیکن خیر تم فکر نہ کرو۔ اب وہ تمہیں
کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔" توفا نے کہا اور بے تکے انداز میں ہنس
پڑا۔۔۔ اس کی ہنسی بہت مکروہ تھی۔ یُوں بھی یہ شخص بڑی گھناؤنی شخصیت
کا مالک تھا اور اس سے کراہیت کا احساس ہوتا تھا۔

"بہر حال توفا! تم جانتے ہو کہ میری نیت بُری نہیں تھی۔ میں تمہاری
اس بستی میں اجنبی ہوں۔ اگر مجھے اندازہ ہوتا تو یہ کام نہ کرتا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے جوان۔۔۔ لیکن تم نے سنگھانا کو ہلاک کیسے
کر دیا۔۔۔؟"

"میں نے زندگی کا خطرہ مول لیا تھا۔ وہ مجھے بھی ہلاک کر سکتا تھا۔"

"چلو اب اس بات کو بھول جاؤ۔ ویسے مجھے ایک خطرہ ہے۔"

"کیسا خطرہ؟"

"اگر شاہولا نے یہ بات سُن لی تو۔۔۔ تو وہ تمہیں قیدی دیکھنا پسند
کرے گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔۔۔ ارے باپ رے وہ بڑی ظالم ہے۔ یہ
بھی ممکن ہے وہ میرا پیٹ پھاڑ کر تمہیں نکال لے۔۔۔۔" وہ اس انداز میں
کہہ رہا تھا جیسے اُس کی توجہ میری طرف نہ ہو۔

لیکن اُس کے ان جملوں پر میں نے اُسے غور سے دیکھا تھا۔

"شاہولا کون ہے؟" میں نے پوچھا۔ لیکن اُس نے کوئی جواب نہیں
دیا۔ چند ساعت وہ خلا میں گھورتا رہا۔ پھر اُس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"کیا کہا تھا تم نے؟"

"شاہولا کون ہے؟"

"پہاڑوں کی ملکہ۔۔۔ ان وادیوں کی حکمراں۔ مگر تم اُس کے بارے
میں کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"یُوں ہی کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔"

"دراصل میں نہیں جانتا کہ بستی کے لوگ اُسے سنگھانا کی موت کی
اطلاع دینے دوڑ گئے ہوں گے یا نہیں۔ خیر میں معلوم کرلوں گا۔"

"وہ کہاں رہتی ہے؟"

"پہاڑوں میں۔۔۔ وہ ہماری ملکہ ہے۔ اچھا۔ اب میں چلتا
ہوں' ذرا باہر کے حالات دیکھوں' وہ کیا کہہ رہے ہیں' کیا کر رہے ہیں۔ اور
ہاں یہ جگہ تمہارے لئے بہت عمدہ ہے۔ گھبراؤ تو باہر نکل آنا۔ میں تمہاری
غذا کا بندوبست کردوں گا۔"

اُس نے میرے جواب کا انتظار بھی نہیں کیا۔ اور باہر نکل گیا۔

ایک لمحے کے لئے تو میں نے سوچا کہ یہاں رُکے بغیر واپس چلا
جاؤں۔ کسی اور زمین کو تلاش کروں جہاں کم از کم بہتر لوگ ہوں۔ لیکن اس
گھناؤنے شخص نے ایک نام لیا تھا "شاہولا"۔ یہ کیا چیز ہے اسے اور
دیکھ لیا جائے۔ ممکن ہے کوئی دلچسپ چیز نکل آئے۔ اب یہاں آیا تھا تو
تھوڑی دیر اور رُک جاؤں۔

ویسے ان لوگوں کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات اور یہی بستی
میں کسی لڑکی کی تلاش کا کام کیا جا سکتا تھا اور حصول بھی مشکل نہیں تھا۔ لیکن
اس کے لئے بھی دل نہیں چاہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں واپس اُسی غار

نما پہنچ گیا۔ جہاں میرے اوپر کوئی پابندی نہیں تھی۔ پھر میں نے وقت گزاری کے لئے وہ غار دیکھنا شروع کر دیا۔

لیکن پورے غار میں توفا کی حکمت تلاش کرتا رہا۔ کوئی بھی چیز ڈھنگ کی نہیں تھی۔ کسی چیز سے احساس نہیں ہوتا تھا کہ توفا کسی خاص حیثیت یا صلاحیت کا مالک ہے۔ نہ جانے اُس نے اُن گدھوں کو کس طرح بیوقوف بنا رکھا تھا۔

تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ ویسے میں نے طے کر لیا تھا کہ اس بدبودار غار میں تو میں بالکل نہیں رہوں گا۔ اگر یہاں واقعی دلچسپی کی کوئی بات نہ نکلی تو یہاں سے آگے بڑھ کر دیکھوں گا۔ اس کے علاوہ اگر ممکن ہو سکا تو شاہولا کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔

بہت دیر نہیں گزری تھی کہ اوپر دستک سُنائی دی۔ پھر توفا کے پاؤں نظر آئے۔ وہ غار میں اُتر رہا تھا۔ اور پھر وہ میرے سامنے آ گیا۔ اس کے کندھے پر کچھ لدا ہوا تھا جسے اُس نے دھپ سے میرے سامنے پھینک دیا۔

اور میں اُن چیزوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ان میں ایک انسانی ران تھی اور دو بازو تھے۔ دونوں بازو ایک ہی رُخ کے تھے گویا دو آدمیوں کے تھے۔

"یہ — یہ کیا ہے توفا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔ بازوؤں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ انہیں کاٹا نہیں گیا بلکہ اُکھاڑا گیا ہے۔ کیونکہ بے ترتیب گوشت ایسا ہی نظر آ رہا تھا۔

"کھانا — مجھے اتنے کھانے کی ضرورت نہیں پیش آتی لیکن چونکہ تم مہمان تھے اس لئے میں نے تمہارے خیال سے زیادہ حاصل کر لیا۔ کیونکہ یہ کبھی کبھی ہی ملتا ہے۔"

"گوشت؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں یعنی انسانی گوشت۔"

"اوہ، لیکن تم یہ گوشت کہاں سے لائے؟"

"سنگھانا کے شکار تھے۔ اتفاق سے صرف دو مرے تھے چند زخمی ہیں۔ ممکن ہے بعد میں کچھ اور مر جائیں۔ لوگوں میں کافی جھگڑا ہو رہا تھا۔ سب گوشت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن بھلا دو آدمی کس کس کے حصے میں آتے۔ اور پھر میں نے زیادہ گوشت لے لیا۔ بھلا کون بولتا — بے شمار لوگوں کے ہاتھ تو ایک بوٹی بھی نہیں آسکی۔" توفا ہنس پڑا۔ میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"چلو تم اپنا حصہ حاصل کر لو — لے لو، اپنا پیٹ بھر لو۔" اُس نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے توفا — تم کھا لو۔ مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔"

"اوہ، تب تم اس میں سے اپنا حصہ الگ رکھ لو۔ جب دل چاہے کھا لینا۔" اُس نے کہا اور خود ایک انسانی بازو اُٹھا کر اُسے دانتوں سے بھنبھوڑنے لگا۔ میں نے اس کی طرف سے توجہ ہٹا لی تھی۔

پھر گہری رات ہو گئی اور میں غار سے باہر نکل آیا۔ توفا بھی کھا پی کر غار سے باہر نکل گیا تھا۔ میں اس جگہ سے اتنا بیزار ہو گیا تھا کہ وہاں سے دُور نکل آیا۔ رُخ بستی کی طرف ہی تھا اور رفتار بہت سُست تھی۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد میں بستی کے قریب جا پہنچا۔

لیکن اچانک مجھے ٹھٹک جانا پڑا۔ اچانک ہی میں نے بہت سی بھنبھناہٹیں سُنی تھیں۔ اور یہ آوازیں ایک پہاڑی کے عقب سے آ رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے بہت سے لوگ بھنچی بھنچی آوازوں میں بول رہے ہوں۔ میں تعجب سے آنکھیں پھاڑنے لگا اور پھر تیزی سے اس پہاڑ کے دوسری جانب لپکا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ پہاڑی کے دوسری جانب شاید پوری بستی ہی اُمڈ آئی تھی۔ اُن لوگوں نے ایک دائرہ بنایا ہوا تھا اور درمیان میں اس ہاتھی کی لاش رکھی تھی جسے میں نے ہلاک کیا تھا۔ نہ جانے وہ کس طرح اُسے اُٹھا کر یہاں لے آئے تھے۔

بہت سے لوگ پہاڑی پر بھی جگہ جگہ موجود تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی چیز کا انتظار کر رہے ہوں۔ پھر آہستہ آہستہ چاند اُبھرنے لگا اور لوگوں میں بے چینی سی پھیل گئی۔ پھر چاند پوری طرح اُبھر آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ننگ دھڑنگ وحشی اُچھلنے کُودنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی لکڑی کے تنے بھی بجائے جانے لگے۔ صدیوں پُرانا وحشیانہ رقص تھا۔ لیکن بہت عجیب لگ رہا تھا۔

اس اُچھل کُود کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ چنانچہ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ ممکن ہے کوئی تنہا مل جائے اور میں اُس سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں۔ اور پھر میری نگاہ ایک سیاہ فام لڑکی پر جا پڑی۔ چاندنی میں اُس کا سیاہ بدن چمک رہا تھا۔ جوانی کی سرمستیوں سے بھرپور، سیاہ بال پوری کمر ڈھانپے ہوئے تھے۔

اور وحشیوں کی اس بستی میں، میری وحشت بھی عود کر آئی۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا اور میں فوری طور پر اس پر عمل کرنے کے لئے بھی تیار ہو گیا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر دبے پاؤں لڑکی کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر اُس کے قریب پہنچ کر میں نے ایک ہاتھ اُس کی کمر میں ڈالا اور دوسرا اُس کے مُنہ پر جما دیا۔ اور پھر میں اُسے اطمینان سے اُٹھائے ہوئے واپس پلٹ پڑا۔ لڑکی حتی المقدور مدافعت کر رہی تھی لیکن میری گرفت میں اُس کی کیا چلتی۔ چنانچہ میں اُسے اُٹھائے ہوئے پہاڑی کے دوسری طرف لے آیا۔ اور پھر ایک بڑی سی چٹان کے عقب میں لے گیا۔ یہاں لا کر میں نے اُسے زمین پر لٹا دیا۔ لیکن لڑکی تڑپ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر اس نے متحیرانہ انداز میں میری طرف دیکھا اور پھر اُس کی آنکھوں میں خوف اُمڈ آیا۔

"سو — بو —" وہ آہستہ سے بولی۔

"اوہ، تو تم میرا نام جانتی ہو۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔"
"کس طرح؟"
"اش نے بتایا تھا۔"
"اوہ، اش تمہاری دوست ہے؟"
"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔
"ٹھیک۔ کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہو؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔"
"کیوں؟"
"تم نے سنگھانا کو ہلاک کر دیا ہے۔"
"اوہ، تو اس میں خوفزدہ ہونے کی کیا بات ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ ہمدردی کی تھی۔ بڑے ناشکرے ہو تم لوگ۔ وہ مجھے بھی ہلاک کر سکتا تھا لیکن میں نے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں کی۔ صرف تم لوگوں کی جان بچانے کے لئے اور تم اُلٹا مجھ سے نفرت کرنے لگے۔"
"لیکن سنگھانا کی موت تباہی لاتی ہے۔"
"یہ تمہاری بے وقوفی ہے۔ تم اس تباہی کو پسند کرتے ہو جو تم پر آچکی تھی اور اس تباہی سے خوفزدہ ہو جو ابھی نہیں آئی۔"
"لیکن سنگھانا کی موت رنگ لائے گی۔"
"کوئی تباہی نہیں آئے گی۔ میں تمہارے لئے اس تباہی کو روک دوں گا۔"
"اوہ، پانی کا انتقام بہت خوفناک ہوتا ہے۔ پانی سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔" لڑکی نے خوفزدہ انداز میں کہا۔
"میں یہاں اسی لئے رُک گیا ہوں۔ تم دیکھنا کوئی تباہی نہیں آئے گی۔"
"کیا تم دیوتا ہو؟"
"نہیں۔ لیکن تمہاری طرح بے وقوف نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔
"کیوں، ہم کیوں بے وقوف ہیں؟"
"اس لئے کہ خواہ مخواہ وہم کا سہارا لے کر اپنے محسن کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہو۔"
"بڑے یہی کہتے ہیں۔ میں کیا کروں۔"
"کچھ نہیں ہوگا۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں کچھ نہیں ہوگا۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ کیا پوری بستی کے لوگ یہاں جمع ہو گئے ہیں؟"
"ہاں۔ اس وقت جو کوئی بھی اپنے ٹھکانے پر ہوگا، وہ بُری طرح مارا جائے گا۔ ساری تباہی اُسی پر آئے گی۔" اُس نے جواب دیا۔
"کیوں؟"
"اس لئے کہ وہ دیوتاؤں سے معافی نہیں مانگے گا۔"
"کس بات کی معافی؟"
"سنگھانا کی موت کی۔ ساری رات لوگ عبادت کریں گے اور دیوتاؤں کی خوشامد کریں گے کہ وہ ان پر تباہی نہ نازل کریں۔ سنگھانا کی موت میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔"
"اوہ، تو یہ سب اس لئے یہاں جمع ہوئے ہیں؟"
"ہاں۔ بستی میں سب بے چین ہیں۔"
"اس کی لاش یہاں کیوں اُٹھا کر لائے ہیں؟"
"دُعاؤں کے اختتام پر وہ سنگھانا کا گوشت آپس میں تقسیم کریں
"اور اُسے کھائیں گے؟"
"ہاں۔ اس سے بہت سی بیماریاں دُور ہو جائیں گی۔ میں بھی ا
لئے آئی ہوں۔ لیکن ......" وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی
"لیکن کیا؟"
"میں ہمیشہ ہی پیچھے رہ جاتی ہوں۔ شکار بھی نہیں کر پاتی اور ا
کوئی معاملہ ہو تب بھی میرے حصّے میں کچھ نہیں آتا۔ نہ جانے کب سے
بھوکی ہوں۔ اب تو جسم میں جان بھی نہیں رہی ہے۔ تم یقین کرو درختوں کے
پتے کھا کر گزارہ کر رہی ہوں۔"
"اوہ، تو سنگھانا کا گوشت تقسیم کیا جائے گا؟"
"نہیں۔ دُعا ختم ہوتے ہی وہ اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور پھر طاقتو
لوگوں کے ہاتھ بہت کچھ لگے گا اور جو کمزور ہوں گے وہ ہاتھ ملتے رہ جائیں
"اوہ، تمہارے ماں باپ نہیں ہیں؟"
"نہیں۔" اُس نے جواب دیا۔
"وہ تمہیں کھانے کو نہیں دیتے؟"
"وہ کیوں دیں گے۔ میں اب چھوٹی تو نہیں ہوں کہ وہ اپنا شکا
مجھے دے دیں گے۔"
"خواہ تم بھوک سے مر جاؤ؟"
"ہاں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر میں مر جاؤں تو اُن کے حصّے میں ہی تو آؤں گی۔"
"تت ___ تو وہ تمہیں کھائیں گے؟"
"ہاں۔"
ایک بار پھر میں حیرت کا شکار ہو گیا تھا۔ کافی دیر تک میں خاموش رہا اور پھر ٹھیک ہو گیا۔ ظاہر ہے یہ اُن کے اصول تھے اور وہ انہیں بہتر سمجھتے ہوں گے۔
"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔
"گوا۔"
"آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں گوچہ کھلاؤں۔"
"گوچہ۔" اُس نے اس طرح کہا جیسے اُس کے مُنہ میں پانی بھر آیا ہو۔ وہ بے یقینی کے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔
"ہاں آؤ۔" میں نے پھر کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ چند ساعت اس طرح کھڑی رہی اور پھر دوڑ کر میرے نزدیک پہنچ گئی۔
"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ

اُس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ تم چلی آؤ۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموشی سے میرے ساتھ چلتی رہی۔ میں نے رفتار تیز رکھی تھی اور وہ دوڑ دوڑ کر میرا ساتھ دے رہی تھی۔ پھر ہم توفا کے مکان کے نزدیک پہنچ گئے۔
"مجھے معلوم ہے تم توفا کے ساتھ آ گئے تھے۔" اُس نے کہا۔
"ہاں۔ اب تم یہاں رُکو۔ میں واپس آتا ہوں۔" میں نے کہا اور میں توفا کے مکان میں داخل ہو گیا۔ توفا اندر موجود نہیں تھا۔ البتہ انسانی گوشت اسی طرح رکھا ہوا تھا۔ میں نے ایک بازو اُٹھایا اور باہر آ گیا۔ گو میرے لئے یہ بڑی کراہیت آمیز بات تھی۔ لیکن لڑکی نے میرے ہاتھ میں انسانی گوشت دیکھا تو اپنی جگہ سے میری طرف چھلانگ لگا دی۔
"اور یہ ــــ یہ تم میرے لئے ہی لائے ہو؟" اُس نے کہا۔
"ہاں۔" میں نے بازو اس کی طرف بڑھا دیا۔ لڑکی کو جیسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اُس نے بے یقینی کے انداز میں ہاتھ آگے بڑھائے تھے جیسے اُسے شبہ ہو کہ میں اچانک اسے دھکا دے کر ہنس پڑوں گا اور پھر چند بوٹیاں اس کی طرف پھینک کر باقی گوشت خود چٹ کر جاؤں گا۔ لیکن جب انسانی بازو اُس کے ہاتھ میں پہنچ گیا تو اُس کے حلق سے خوشی کی قلقاری نکلی اور اُس نے واپس چھلانگ لگائی۔ اب وہ کسی ایسی بلی کی مانند گوشت کھا رہی تھی جیسے سامنے بیٹھی کسی بلی سے خطرہ ہو اور وہ جلد از جلد سارا گوشت ہڑپ کر جانا چاہتی ہو۔
میں اسے دیکھتا رہا۔ بڑا گھناؤنا منظر تھا۔ لڑکی کا سراپا دیکھا جاتا تو چاندنی میں وہ کافی متاثر کرتی تھی۔ لیکن اُس کی وحشیانہ فطرت، ناپسندیدہ نہیں تھی پروفیسر ــــ اور میں خود کو ایک نئے تجربے کے لئے تیار کر رہا تھا۔
اور میری جگہ تمہاری مہذب دُنیا کا کوئی انسان ہوتا تو شاید اس منظر کو دیکھ کر ہی بھاگ جاتا ــــ چاندنی رات، چاروں طرف ویران چٹانیں بکھری ہوئیں اور ایک ننگ دھڑنگ، لمبے سیاہ بالوں والی دوشیزہ بڑی رغبت سے ایک انسانی بازو کو بھنبھوڑ رہی تھی۔
بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں اس منظر کا عادی ہو گیا۔ اور پھر وہ فارغ ہو گئی۔ اب اُس کے ہونٹوں پر ایک دوستانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اپنی پتلی سُرخ زبان سے بار بار ہونٹ چاٹ رہی تھی۔ انسانی بازو میں اب ہڈی کے سوا اور کچھ نہیں رہ گیا تھا۔
"اس سے قبل میں نے اتنا گوشت کبھی نہیں کھایا۔" اُس نے کہا۔
"ہوں۔ ملتا ہی نہیں ہو گا۔"
"ہاں۔ دوسرے لے جاتے ہیں۔"
"اب کیا کرو گی ــــ واپس جاؤ گی؟"
"ہاں۔" اُس نے سکون سے جواب دیا۔ اور میں نے صرف ایک لمحے کے لئے سوچا ــــ جو کچھ سوچ کر میں اُسے یہاں تک لایا تھا پروفیسر! اس پر تو عمل کرنا چاہتا تھا۔ اور ان وحشیوں کے ساتھ کسی اخلاقی اقدار کا مظاہرہ اپنی حماقت یا بزدلی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اور تم جانتے ہو کہ میں احمق یا بزدل نہیں تھا۔ میں نے لڑکی پر چھلانگ لگا کر اُسے دبوچ لیا۔
ایک لمحے کے لئے وہ حیران رہ گئی ــــ اور پھر خوف سے چیخنے لگی اور جدّوجہد کرنے لگی۔ اُس نے اپنے لمبے ناخنوں سے مجھے کھسوٹنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ اُس کی آنکھوں سے بے پناہ ہراس جھانک رہا تھا۔ لیکن پھر میری حرکات نے اُسے کچھ سکون بخشا اور آہستہ آہستہ وہ معتدل ہونے لگی۔ اب اُس کی آنکھوں میں حیرانی تھی۔ جیسے وہ اپنی زندگی کے انجانے اور انوکھے تجربے سے دوچار ہو رہی ہو اور پھر اُن آنکھوں سے خمار جھانکنے لگا ــــ اور پھر وہ نشے میں ڈوب گئیں ــــ پھر وہ کُھلیں تو ان میں انبساط اور دوشیزگی کی حیا تھی۔ گویا باقی حالات میں وہ ایک عام دوشیزہ تھی۔
وہ مسکرانے لگی۔ میں بھی اب اُس کی وحشت بھول گیا تھا اور دلچسپ نگاہوں سے اُس کی کیفیات کا جائزہ لے رہا تھا۔
"گوا ــــ" میں نے اُسے مخاطب کیا۔
"سوبو ــــ" اُس کے لہجے سے محبت کی شیرینی ٹپک رہی تھی۔
"کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہو گئی تھیں؟"
"ہاں۔"
"کیوں ــــ کیا سوچا تھا تم نے؟"
"ایک ڈرانے والی بات۔" اُسے بات کرنا بھی آ گیا تھا۔
"مجھے بتاؤ۔"

"میرا خیال تھا تم مجھے گوچہ کھلا کر شکار کرنا چاہتے ہو۔ اب تم مجھے ہلاک کردو گے اور اس کے بعد مجھے توفا کے بُت میں لے جاؤ گے۔ کسی کو میرے بارے میں پتہ نہیں چلے گا اور تم آرام سے مجھے کھا جاؤ گے۔" اس نے جواب دیا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"تو تم اس لئے چیخ رہی تھیں؟"

"ہاں۔"

"اور اب؟"

"اب تو۔۔۔ اب تو نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ تم مجھے بہت اچھے لگنے لگے ہو۔ تاستاری کی رات کی کہانیاں میں نے سُنی ہیں اور ان کہانیوں میں جو کچھ ہوتا ہے، مجھے سب کچھ وہی لگ رہا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تو اب تم خوفزدہ نہیں ہو؟"

"نہیں۔"

"اچھا اش نے تمہیں میرے بارے میں کیا بتایا تھا؟"

"کچھ نہیں۔ بس یہی کہ تم سوبو ہو۔ وہ تو خود تمہیں شکار کرنا چاہتی تھی لیکن پھر لافا بھوکی تھی اور اش نے تمہیں اُسے دے دیا۔ لیکن تم نے اُن دونوں کو ٹھیک کر دیا۔"

"اوہ، کافی معلومات ہیں تمہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔" وہ مسکرا دی۔۔۔ اور پھر میں نے دوبارہ اُسے آغوش میں لے لیا۔

پھر صبح کی روشنی پھوٹی تب ہی وہ جانے کے لئے تیار ہوئی۔ نوخیز وحشی دوشیزہ نڈھال نظر آرہی تھی۔ ان جذبات کے اظہار کے لئے اُس کے پاس الفاظ نہیں تھے جو اُس کے سینے میں موجزن تھے۔ بہرحال وہ ٹھٹکتی ہوئی چلی گئی۔۔۔ کئی بار اُس نے مُڑ مُڑ کر مجھے دیکھا تھا۔

میں بھی اُس سے کوئی وعدہ نہیں لینا چاہتا تھا اور پھر میں توفا کے غار میں واپس پہنچ گیا۔۔۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا اور پھر ایک جگہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی تھی۔

دن کا نہ جانے کون سا پہر تھا کہ میں جاگ گیا۔ میرے بدن پر ضربیں پڑ رہی تھیں اور شاید اسی وجہ سے میں جاگا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ توفا غصے کے عالم میں میرے ٹھوکریں مار رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ چیختا بھی جا رہا تھا۔

مجھے تعجب ہوا۔ جس طرح وہ اُچھل اُچھل کر میرے لاتیں مار رہا تھا اُس پر مجھے غصہ آگیا۔۔۔ اور پھر میں نے اطمینان سے اس کی ایک ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ لی۔ توفا کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی تھی وہ بُری طرح گرا تھا۔

تب میں نے اُٹھ کر اُسے دبوچ لیا۔ توفا کی مجال تھی کہ میرے پنجے سے نکل جاتا۔ حالانکہ وہ کافی جدوجہد کر رہا تھا اور پھر میرے ایک زوردار تھپڑ ہی نے اُس کے حواس بحال کئے۔ اس تھپڑ نے اُس کی آنکھیں کھول دی تھیں اور اُسے صورتِ حال کی نزاکت کا احساس دلا دیا تھا۔

"کیا ہاتھی کا گوشت پاگل کر دیتا ہے؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" وہ غرایا۔

"تم کیوں پاگل ہو گئے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے شدید غصہ آرہا ہے۔" اُس نے کہا۔

"کس پر؟"

"تم پر۔۔۔ سب پر۔۔۔" وہ بولا اور میں اُسے گھورنے لگا۔

"اگر میں تمہارے۔۔۔۔۔۔ سر پر ایک گھونسہ رسید کر دوں تو اس سے غصہ اور بھیجا دونوں چیزیں باہر نکل پڑیں گی اس لئے حواس میں آجاؤ ورنہ۔۔۔۔"

وہ مجھے کینہ توز نگاہوں سے گھورنے لگا پھر بولا۔ "مجھے چھوڑ دو، ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ بس چھوڑ دو۔"

"تم اپنی وہ قوتیں میرے اوپر نہیں آزماؤ گے جن کے ذریعے تم نے ان لوگوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے۔"

"وہ خود بے وقوف ہیں۔ میں نے نہیں بنا رکھا۔ مگر تم مجھے چھوڑ دو تو سہی۔"

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہیں غصہ کیوں آرہا تھا؟"

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا، سمجھے۔" اُس نے کہا اور میں نے اُس کے بدن پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ میں بتدریج اُسے دباتا رہا۔۔۔ جہاں تک اُس کی قوتِ برداشت ساتھ دیتی رہی، وہ خاموش رہا۔۔۔ پھر کربہہ انداز میں چیخ پڑا۔

"چھوڑو۔۔۔ مم۔۔۔ میں مر جاؤں گا۔ مر جاؤں گا۔۔۔ کالی دلدل کے سانپ۔۔۔ چھوڑ دے مجھے، تجھے پانی کر دینے والے ڈسیں۔"

"کچھ بھی ہو۔۔۔ میں اسی طرح تمہاری پسلیاں توڑ دوں گا۔"

"ارے تیرا گوچہ کھاؤں چھوڑ دے مجھے۔"

"جب تک اپنے غصے کے بارے میں نہیں بتاؤ گے نہیں چھوڑوں گا۔"

"کیسے بتاؤں، مرا تو جا رہا ہوں۔ تو مجھے چھوڑ دے۔ وعدہ کر رہا ہوں بتا دوں گا۔"

"ہاں۔ اب ٹھیک ہے، چلو بتاؤ۔ ورنہ اس بار نہیں چھوڑوں گا۔"

"تو سنگھانا کی طرح طاقتور ہے بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ ورنہ۔۔۔ ورنہ۔۔۔" وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"ورنہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"بستی والوں کو میں نے اپنی قوت سے زیر کیا ہے۔ بستی کا سب سے قوی ہیکل جوان بھی میرا شکار نہیں کر سکتا۔ میں نے ایک ایک کو آزمایا۔ میں نے بستی کے طاقتور جوانوں کو دعوت دی کہ مجھے ہلاک کر دیں اور میرا گوشت کھالیں۔ لیکن پھر ہوا یُوں کہ میں نے ہی انہیں کھا لیا۔ یُوں اپنی طاقت پر نازاں کئی جوان میرے پیٹ میں پہنچ گئے۔ لیکن ــــ لیکن تم ــــ تم سنگھانا سے زیادہ طاقت وَر ہو۔"

"تم نے اپنے غصّے کی وجہ نہیں بتائی؟"

"اب تو بیکار ہے ــــ اب تو سب بیکار ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور وہ ایک دَم پیچھے سرک گیا۔

"نہیں نہیں۔ تم نہیں سمجھے ــــ میرا مطلب ہے اب تو غصّہ بیکار ہے۔ دوسری صورت میں بھی میں تم پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔ بلکہ ممکن ہے تم خود مجھے شکار کر لیتے۔"

"میری سمجھ میں اب بھی نہیں آیا۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"اوہ، تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا میں تمہیں اس لئے بُلا کر یہاں لایا تھا کہ تمہاری عبادت کروں، تمہیں کھلا پلا کر موٹا کروں۔" توفا نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"پھر کس لئے لائے تھے میری جان؟"

"بستی کے لوگ تم سے خوفزدہ تھے۔ وہ کبھی تمہارا شکار نہ کرتے۔ لیکن میں تم سے خوفزدہ نہیں تھا آہ! میں نے تمہیں کھانے کا ارادہ کیا تھا میں نے سوچا تھا کہ چند روز تمہیں آرام سے رکھوں گا اور اس کے بعد کسی رات خاموشی سے آہ ــــ آہ ــــ۔" اُس نے مست انداز میں کہا۔

"خوب۔ مگر اب کیا ہو گیا پیارے توفا؟"

"بستی کے گدھوں نے جلد بازی کی۔ انہوں نے شاہولا کو سنگھانا کی موت کا پیغام بھجوا دیا اور پوری تفصیل بھی پہنچا دی۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔ "تمہیں کیسے معلوم؟"

"انہیں سے خبر ملی ہے۔ انہوں نے دُعا سے پہلے ہی لوگوں کو پہاڑوں کی ملکہ کی طرف دوڑا دیا ہے اور اب گھوڑے آئیں گے اور تمہارے بدن سے رسیاں کس کر تمہیں ملکہ شاہولا کے پاس لے جائیں گے اور پھر تم اُس کی ملکیت ہو گے۔ وہ تمہارے ساتھ اپنی مرضی کے مطابق سلوک کرے گی۔"

"اور اگر اُس کے آدمیوں کے پہنچنے سے قبل تم نے مجھے کھا لیا تو؟"

"تو اُس کے آدمی میرا پیٹ چاک کر کے تمہیں نکال لیں گے اور پھر میری بوٹیاں تقسیم کریں گے۔" توفا نے جواب دیا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"اب تو مجبوری ہے۔" میں نے کہا۔

"پہلے بھی مجبوری تھی۔ تم مجھ سے زیادہ طاقت وَر ہو اور میرا خیال ہے کہ ایک وار میں تم ہلاک بھی نہیں ہو سکتے تھے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے لیکن میرے دوست توفا! اب میں نے بھی ایک ارادہ کر لیا ہے۔"

"کیا؟" توفا مجھے گھُورنے لگا۔

"مجھے شکار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں ختم کر کے رکھ لوں گا۔ دو تین دن چل جاؤ گے۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔"

"اوہ ــــ اوہ۔" توفا کے چہرے پر مُردنی چھا گئی۔ اُس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگا۔ "مم ــــ میرا خیال ہے ابھی تمہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی تو ــــ ابھی تو......"

اپنی دانست میں اُس نے مجھے دھوکہ دیا تھا لیکن میرے حلق سے بے شمار قہقہے پھوٹ پڑے۔ توفا اُچھل کر بھاگا تھا اور اس رفتار سے بھاگا تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا۔ وہ بہت دُور ایک نقطے کی شکل میں نظر آ رہا تھا۔

میں دیر تک ہنستا رہا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد میں اندر واپس آ گیا۔ اگر توفا خوفزدہ ہو گیا ہے تو دوبارہ اِدھر کا رُخ نہیں کرے گا اور مجھے تنہا ہی یہاں رہنا ہو گا۔ شاہولا کے ہرکاروں کا انتظار تو کرنا ہی ہو گا مجھے۔ لیکن شکار کی ضرورت تھی۔ کچھ کھانے کو دل چاہ رہا تھا چنانچہ میں شکار کی تلاش میں چل پڑا اور بستی کے لوگوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا جنگلوں میں نکل آیا۔ اور یہاں شکار کی کوئی کمی نہیں تھی اور نہ ہی اس علاقے کے جانوروں کو میرے جیسا انوکھا شکاری ملا ہو گا۔ چنانچہ ایک خوبصورت پہاڑی بکرا میں نے شکار کیا اور پھر وہیں اُس کی کھال کھینچ لی۔ پھر لکڑیاں جمع کر کے ان کا ایک گٹھر بنایا اور واپس توفا کے غار کی طرف چل پڑا۔ اب یہاں صرف میری حکمرانی تھی۔

چنانچہ اس بدبُودار غار کے بجائے میں نے ایک کھُلی جگہ پسند کی۔ کھال اتارے ہوئے بکرے کو میں نے ایک چٹان پر رکھ دیا اور چقماق سے آگ روشن کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ اور پھر میں نے لکڑی کی ٹکٹکی میں بکرا ٹانگ دیا۔

گوشت بھُننے کی خوشبو دُور دُور تک پھیل رہی تھی۔ میں آگ سے کچھ فاصلے پر ایک چٹان سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ رات ہو گئی تھی اور چاروں طرف تاریکی پھیل رہی تھی۔ پھر مجھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

توفا نے پھر یہاں آنے کی جرأت کس طرح کی تھی؟ لیکن پھر میں نے گوا کو دیکھ لیا ــــ پچھلی رات والی لڑکی جو آگ کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھتی اُس سے بچتی آگے بڑھ رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ گوا کس چکر میں آئی تھی، گوشت کے یا میرے ــــ

"گوا ــــ" میں نے اُسے آواز دی اور وہ اُچھل پڑی۔ پھر اُس نے میری طرف دیکھا اور تیزی سے میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"اوہ ــــ سوبو ــــ" اُس نے میرے نزدیک آ کر کہا۔ اس کے لہجے میں پیار تھا۔

"گوشت چاہیئے گوا؟" میں نے پوچھا۔

اولیائے کرام کی سوانح نگار ضیاء تسنیم بلگرامی کے مضامین کا مجموعہ
عظمت کے مینار
اسلام کے خاموش مبلغوں کے پُراثر واقعات
کہانیوں سے زیادہ دلچسپ، داستانوں سے زیادہ اثرانگیز۔
قیمت ۸۰/- روپے
اولیائے کرام جو مینارۂ رُشد ہدایت تھے
ضیاء تسنیم بلگرامی نے انہیں اپنے قلم کا موضوع بنایا ہے۔
اُن دنوں، جب ہر طرف حرص وطمع، عیش کوشی، خود غرضی اور نفسانفسی کا دَور دَورہ تھا۔ انسان دُنیاداری، جاہ طلبی اور جاہ پرستی میں مبتلا تھا۔ روشنی کے ان میناروں نے انسانیت کو نجاتِ ابدی کی راہ دکھائی۔ دُکھی انسانوں کی راہ نُمائی کی اور اُن کے کام آئے۔
عظمتوں کے ان میناروں کے کارنامے
اُن کی منوّر زندگی آج بھی ہماری رہنمائی کر رہی ہے۔ وہ ہم میں موجود نہیں لیکن اپنے کام میں موجود..... ہمیں بتا رہے ہیں کہ دُنیا سائے کی طرح ہے، اس کے پیچھے بھاگو گے تو یہ آگے ہی آگے رہے گی۔ ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا لیکن اگر اس سے بھاگو گے تو یہ تمہارے پیچھے دوڑے گی۔ ایک ایسی چیز، جو سائے کی طرح ہو، اس کے پیچھے بھاگنے سے کیا حاصل؟
مصنفہ کی ایک اور کتاب "روشنی کے مینار" بھی دستیاب ہے
اکرام
کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۲۳ سعید منشن بلیمویا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی
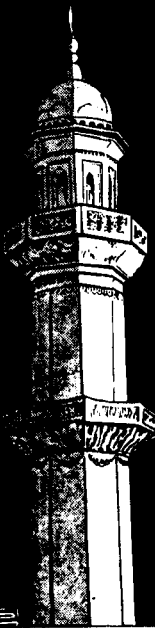
"نہیں سوبو — میں تیری تلاش میں آئی تھی۔"
"کیوں؟"
"میں — میں آج بھی تیرے پاس رہوں گی۔ میں پہلے بھی تیرے پاس آنا چاہتی تھی۔ لیکن توفا سے ڈر لگتا ہے۔ اب توفا سوتار کے گھر آرام کر رہا ہے۔ میں نے اُسے دیکھا تو تیزی سے دوڑتی ہوئی یہاں چلی آئی۔" گوا نے جواب دیا۔
"تب آ، بیٹھ جا۔" میں نے اُسے کھینچ کر قریب بٹھا لیا۔ گوا کے اس وقت آنے سے مجھے کافی خوشی ہوئی تھی۔ ورنہ تنہا وقت کافی بیزار کن تھا۔ گوا بیٹھ گئی۔ لیکن وہ اب بھی آگ کی طرف سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اور کافی اچھی لگ رہی تھی۔
"یہ — یہ —" اُس نے بالآخر ہکلاتے ہوئے انداز میں کہا۔
"آگ ہے۔ میں جانتا ہوں تم لوگ اس سے ڈرتے ہو۔"
"ہاں یہ — یہ سنگھانا کی دوست ہے۔"
"یہ میری بھی دوست ہے۔ میں اسے چھو سکتا ہوں، اس میں سو سکتا ہوں۔"
"مگر یہ بُو کیسی ہے؟ آہ کیسی انوکھی ہے کتنی خوش گوار۔"
"آج تم نے کچھ کھایا؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں۔ مگر میں تم سے کچھ مانگنے نہیں آئی۔ میں جانتی ہوں کل توفا گوچو لایا تھا۔ اب تو وہ ختم ہو گیا ہوگا۔ اگر ہوتا بھی تو میں اس کے لئے نہیں آئی تھی۔"
"کوئی بات نہیں ہے، آج میں تمہیں کچھ اور کھلاؤں گا۔" میں نے کہا اور پھر میں بکرے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میرے اندازے کے مطابق اب وہ بھن چکا تھا چنانچہ میں نے اسے آگ سے اُتار لیا اور پھر اس کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنے لگا۔
گوا اس ساری کارروائی کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر میں نے بکرے کی ایک ران اُکھاڑ کر اُس کی طرف بڑھا دی اور گوا خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔
"لو گوا — اسے کھاؤ۔"
"یہ — یہ کیا ہے؟" اُس نے پوچھا۔
"شکار۔"
"لیکن یہ — آگ — آگ میں؟"
"کھا کر تو دیکھو گوا — بعد میں بات کرنا۔" میں نے کہا اور گوا نے ہاتھ بڑھا کر ران لے لی۔ پھر وہ نیم گرم گوشت کو دانتوں سے اُدھیڑنے لگی۔ یقیناً اس کے لئے نئی چیز تھی۔ ابتدا میں وہ جھجکی لیکن پھر مُنہ بھر بھر کر کھانے لگی۔ اُس کی آنکھوں میں پسندیدگی کے تاثرات اُبھر آئے تھے۔
پھر اُس نے پوری ران صاف کر دی۔ "اور لو —" میں نے کہا اور وہ ندیدے انداز میں ہنسنے لگی پھر اُس نے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا اُکھاڑ لیا اور تھوڑی دیر میں ہم دونوں مل کر پورا بکرا چٹ کر گئے۔ گوا کا پیٹ بھی خوب بھر گیا تھا۔
"کیسا شکار تھا گوا؟" میں نے پوچھا۔
"میں نے اس سے قبل نہیں کھایا اور کسی نے نہیں کھایا ہوگا۔"
"تمہیں پسند آیا؟"
"بہت۔"
"جب تک میں یہاں ہوں۔ تم روز آیا کرو۔ میں تمہارے لئے شکار تیار رکھوں گا۔"
"تو — تم چلے بھی جاؤ گے؟"
"ہاں۔ سُنا ہے تمہاری بستی کے لوگ ملکہ شاہولا کو میرے بارے میں اطلاع دینے گئے ہیں۔"
"اوہ، ہاں۔ وہ گئے ہیں۔"
"تو پھر ظاہر ہے ملکہ شاہولا اپنے آدمیوں کو مجھے گرفتار کرنے کے لئے بھیجے گی۔"
"ہاں۔ اور وہ تمہیں لے جائیں گے۔" گوا پریشانی سے بولی۔
"تم نہیں چاہتیں کہ وہ مجھے لے جائیں؟"
"نہیں۔"
"لیکن میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔"
"تم — تم جنگلوں میں چھپ جاؤ۔ اندر تک چلے جاؤ۔ وہاں شاہولا کے آدمی نہیں جائیں گے۔ لیکن تم جنگل کی خوف ناک بلاؤں سے تو بچ سکتے ہو نا؟"
"خیر دیکھا جائے گا گوا۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ جب میں جنگل کی بلاؤں سے بچ سکتا ہوں تو شاہولا کے آدمیوں سے بھی بچ سکتا ہوں۔" اور گوا خاموش ہو گئی۔ اور اس کے بعد جذبات بولنے لگے۔ وحشی لڑکی شکم سیر تھی خوش تھی اور چاند نکل آیا تھا۔ چاند بذاتِ خود سرمستیوں کا رہبر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم اس کی رہبری میں جذبات کا سفر کرنے لگے اور پھر چاند کے سفر کے اختتام پر ہی سرمستیوں کی منزل آگئی۔
"بس اب جاؤں؟" اس نے پوچھا۔
"جاؤ۔ لیکن رات کو آؤ گی؟"
"ہاں۔"
"دن کے کھانے کے لئے تم یہ باقی گوشت لے جا سکتی ہو۔" میں نے گوشت کی طرف اشارہ کیا اور گوا تکلف کرنے لگی لیکن میں نے زبردستی گوشت اُسے دے دیا۔ وہ چلی گئی اور ایک اور تنہا دن رفتہ رفتہ گزرنے لگا۔ میں نے سوچا تھا دوپہر ڈھلے شکار کی تلاش میں نکلوں گا۔ یہاں شکار کی کمی نہیں تھی جب چاہو حاصل کر لو۔ کوئی خاص تگ و دو نہیں کرنا پڑتی تھی۔
لیکن دوپہر ڈھلے تنہائی ختم ہو گئی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ شاہولا کے شہسوار اتنی تیزی دکھائیں گے۔ میں سفر کے لئے نکلنے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ بہت سے گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دیں اور میں نے ایک بلند جگہ سے دیکھا بستی کے چند لوگ ان گھوڑوں کے آگے آگے بھاگ رہے تھے۔ ان میں توفا بھی تھا۔

میں نے گہری سانس لی اور ان لوگوں کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے خود کو ایسی نمایاں جگہ کر لیا تھا جہاں سے وہ مجھے بآسانی دیکھ سکیں۔

ویسے یہ گھڑ سوار کسی قدر تہذیب یافتہ تھے یعنی وہ پورے برہنہ نہیں تھے لیکن ان کے جسموں کی پردہ پوشی کے لئے جانوروں کی کھالیں اور درختوں کے پتوں سے بنے ہوئے مختصر لباس تھے۔ وہ کافی قدآور اور تندرست بھی تھے یعنی مقامی لوگوں کی بہ نسبت وہ زیادہ توانا تھے۔

انہوں نے دور سے ہی مجھے دیکھ لیا اور پھر خود وہیں رک گیا اور میری طرف اشارے کرنے لگا۔ گھڑ سوار میرے چاروں طرف پھیل گئے تھے۔ بستی والوں نے شاید انھیں میرے بارے میں بتایا تھا، اس لئے وہ محتاط تھے، ورنہ میں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی۔ میں تو خود گرفتار ہونے کا ارادہ رکھتا تھا ورنہ ان کی کیا مجال تھی کہ میرے اوپر قابو پا سکتے۔

وحشی گھڑ سوار چند لمحات کے لئے رکے اور پھر اچانک گردش میں آگئے۔ وہ گھوڑوں کو میرے چاروں طرف دوڑانے لگے۔ نہ جانے اس سے ان کا کیا مقصد تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ ان کا دائرہ تنگ ہوتا جا رہا ہے اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

تب میں نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور زور سے بولا۔ "شاہولا کے ... بھاگ دوڑ بے کار ہے۔ میں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرتا ہوں۔"

انہوں نے میری آواز سنی، اسے سمجھا اور پھر ان کے گھوڑوں کی رفتار ... بڑھ گئی۔ ویسے ان کی یہ کوشش دلچسپ تھی۔ میں نے بعد میں ان کی اس ... کا مطلب سمجھا تھا۔ دراصل وہ میرے بارے میں جانتے تو نہیں تھے لیکن ... ایک عام انسان کو ذہنی طور پر مفلوج کیا جا سکتا تھا، اور اس طرح اسے بغیر ... نقصان کے گرفتار بھی کیا جا سکتا تھا۔

مجھے رسوں سے جکڑ دیا گیا۔ یہ رسے درختوں کی چھال ... بنائے گئے تھے اور کافی مضبوط تھے۔ میں نے حسب وعدہ کوئی تعرض ... خاموشی سے خود کو ان کے حوالے کر دیا۔ شاہولا کے تنومند خادم ... زور زور سے قہقہے لگا رہا تھا۔ میں نے کسی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ ... نے مجھے ایک گھوڑے پر سوار کر کے اس کی لگام سنبھال لی۔ اور اس ... واپسی کا سفر طے کرنے لگے۔

... کا ایک طویل سفر کر کے بالآخر ہم ایک وادی میں پہنچ گئے۔ یہ وادی ... اونچے اونچے پہاڑوں میں گھری ہوئی تھی اور انھی پہاڑوں میں ... تھی۔ وادی میں بے شمار چوپارے نظر آ رہے تھے۔ بلاشبہ یہ ... ایک جگہ سے کھڑے ہو کر دوسری طرف کا سرا نہیں دیکھ ... اس پورے علاقے میں وحشی بکھرے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ لکڑی ... تھا۔ مختلف چیزیں بنا رکھی تھیں انھوں نے۔ اسی طرح پانی ... تھا جو کہیں دور سے لایا جاتا تھا۔ البتہ آگ کہیں نظر نہیں آتی تھی۔

وادی کے عین درمیان ایک پہاڑی میں بنے ہوئے انتہائی کشادہ ... گھوڑے رک گئے اور تمام سوار نیچے کود گئے۔ مجھے بھی سہارا دے کر نیچے اتارا گیا۔ دہانے پر بہت سے قدآور جوان موجود تھے جو یقیناً ملکہ کے پہریدار تھے۔

ویسے اس علاقے کو دیکھ کر اسے صحیح معنوں میں پہاڑوں کی ملکہ کہا جا سکتا تھا کیونکہ یہاں پہاڑوں اور غاروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ لوگ مجھے لے کر اندر داخل ہو گئے۔ ویسے راستے میں اور اب بھی انھوں نے میرے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی تھی۔ اتنا کشادہ غار شاید پہلے کسی نے نہ دیکھا ہو۔ اس کی چھت بھی بے حد بلند تھی۔ اندر سے بالکل شفاف تھی اور جگہ جگہ روشنی کے لئے سوراخ کئے گئے تھے جس سے وہاں روشنی بھی بہت تھی۔

پھر مجھے ایک اور ذیلی سوراخ میں پہنچا دیا گیا جس کے دہانے پر لکڑی کی بے ترتیب سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ گویا یہ قید خانہ تھا۔ قید خانے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

"سنو۔" میں نے واپس جانے والوں کو آواز دی اور ایک سیاہ فام رک گیا۔ وہ خطرناک آنکھوں والا ایک معمر آدمی تھا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور پھر چند قدم آگے بڑھ آیا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"ملکہ شاہولا کو میری گرفتاری کی اطلاع کب ملے گی؟"

"اسے اطلاع مل گئی ہوگی۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"تمہارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب وہ چاہے گی ملاقات کرے گی۔" اس نے جواب دیا۔

"نہیں۔ اسے میرا پیغام دو۔ میں اس قید خانے میں زیادہ وقت نہیں گزارنا چاہتا اور اگر مجھے زیادہ دیر تک یہاں رکھا گیا تو میرے اندر تعاون اور دوستی کا جذبہ ختم ہو جائے گا۔"

"یہ بات میں ملکہ سے کہہ دوں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"گویا تم تعاون اور دوستی کے جذبے کے تحت یہاں آئے ہو۔"

"ہاں۔"

"اگر تمہاری خواہش پوری نہ ہوئی تو کیا ہوگا؟"

"میں لکڑی کا یہ دروازہ اکھاڑ کر پھینک دوں گا، باہر نکلوں گا، جو مجھے روکنے کی کوشش کرے گا اسے ہلاک کر دوں گا۔ تم لوگوں کو نقصان پہنچاؤں گا اور پھر تمہارا گھوڑا لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

خطرناک آنکھوں والا چند ساعت مجھے دیکھتا رہا۔ پھر کچھ کہے بغیر واپس پلٹا اور چلا گیا۔ بڑی پراسرار خاموشی تھی اس کی۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری وہ دو... عجیب الخلقت انسانوں کے ساتھ واپس آیا۔ دیو تھے پروفیسر۔ ایسے ورزشی بدن کہ ایک ایک عضو الگ پھڑکتا تھا۔ ان کے بدن فولادی اور کسے ہوئے تھے۔ چمڑے کے لباس اور گھٹے ہوئے سروں کے ساتھ وہ بہت شاندار نظر آ رہے تھے۔

انھیں غار کے آگے تعینات کر دیا گیا۔ اس شخص نے انھیں کچھ ہدایات

دی تھیں اور پھر وہ واپس لوٹ گیا۔

دونوں دیوقامت انسان کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور آپس میں کچھ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔ بہرحال ابھی میں کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا تھا ورنہ ان لوگوں کو مشتعل کر کے ہنگامہ کرنا کونسا مشکل کام تھا اس لئے میں انتظار کرتا رہا اور کافی وقت گزر گیا۔

لیکن اس سے قبل کہ میں اس بے اعتنائی پر مشتعل ہوتا، وہی شخص چند لوگوں کے ساتھ قید خانے کے دروازے پر پہنچ گیا جس نے مجھے یہاں بند کیا تھا۔ اس کے اشارے پر دروازہ کھول دیا گیا، اور پھر بہت سے لوگوں نے میری رسیاں پکڑ لیں۔ ویسے اس انداز میں بھی کوئی جارحیت نہیں تھی۔

"سنو!" میں نے پھر اُسے مخاطب کیا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ "کیا تم مجھے ملکہ شاہولا کے سامنے لے جا رہے ہو؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا اور پھر بولا۔ "لیکن اس کے سامنے سرکشی سے بات نہ کرنا۔ وہ بڑی قوت والی ہے۔ تمہاری موت اور نزدیک آجائے گی۔"

"کیا وہ بوڑھی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بے کار باتوں سے پرہیز کرو۔" وہ کسی قدر غصیلے انداز میں بولا۔

"گویا وہ بوڑھی نہیں ہے۔ چلو ٹھیک ہے دیکھ لیں گے۔" میں نے کہا اور ان لوگوں کے ساتھ چلتا رہا۔ وہ مجھے لے کر غار کے ایک تنہائی گوشے میں بنے ہوئے دوسرے سوراخ کی طرف لے گئے جس سے روشنی چھن رہی تھی۔

آگ، میں نے سوچا لیکن یہ روشنی آگ کی نہیں ہو سکتی۔ بہرحال میں اندر داخل ہو گیا۔ اور اندر کا منظر درحقیقت سحر انگیز تھا۔ طویل ترین غار صاف اور چمکدار — دیواروں میں انتہائی چمکدار پتھر جگہ جگہ لگے ہوئے تھے۔ اتنے بڑے بڑے ہیرے پروفیسر کہ شاید آج کی دنیا ان کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے، اس طرح جگمگا رہے تھے جیسے مشعلیں جل رہی ہوں۔ مختلف رنگ ان سے منعکس ہو رہے تھے۔ اور انہی رنگوں نے غار کے ماحول کو طلسمی بنا دیا تھا۔

پتھر کے ایک چبوترے پر ملکہ فروکش تھی۔ لیکن اسے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا۔ نہ جانے اس سیاہی میں یہ سفیدی کہاں سے آگئی تھی۔ ہاں وہ سرخ و سفید تھی، حسین نقوش کی مالک ایک حسین عورت۔ جس کے بدن پر سیاہ چیتے کی کھال کا لباس تھا۔ گردن میں ایک زندہ سانپ لٹک رہا تھا، اور اس کی آنکھیں بھی سانپ کی آنکھوں کے مانند روشن اور چمکدار تھیں۔ بلاشبہ جہاں اش اور گوا جیسی سیاہ فام لڑکیاں موجود ہوں اور عورت کا تصور ہی ان تک محدود رہ جائے وہاں ملکہ شاہولا کو حسین ترین کہا جا سکتا ہے۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

ملکہ شاہولا بھی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ قوت تھی۔ لیکن اس کا مقابل کیا تھا، وہ نہیں جانتی تھی۔ ممکن ہے ان آنکھوں سے وہ وحشیوں کو مسحور کر لیتی ہو لیکن صدیوں کے پکے ہوئے اس انسان کو وہ کیا مسحور کر سکتی تھی۔

پھر اس کی دلکش آواز ابھری۔ "گہرے پانی کے دوسری جانب سے آنے والے تیرا نام کیا ہے؟"

پروفیسر! اس کی آواز پاٹ دار تھی اور اس آواز میں سحر تھا یقیناً وہ عورت ان مخصوص عورتوں میں شمار کی جا سکتی تھی جنہیں میں نے پسند کیا تھا۔

"تیری قلمرو میں مجھے سوبک کے نام سے پکارا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا

"اور تیری اپنی بستی میں تو کون تھا؟"

"میری اپنی بستی کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

"کہاں سے آیا ہے تو؟"

"گہرے پانی کے دوسری جانب سے۔"

"وہاں کیا ہے؟"

"زمین۔"

"اور کیا اس زمین پر انسان نہیں بستے؟"

"نہیں وہ زمین خالی ہے۔"

"تب تو کیا زمین سے اُگا ہے، پودوں کے مانند؟"

"یہی سمجھ لو۔" میں نے بیباکی سے کہا۔

"گویا تو اپنی ذات کو چھپانا چاہتا ہے؟" اس نے کہا۔ اس کی آواز میں نہ تو نرمی تھی، نہ مزاح اور نہ ہی کسی رحم کا جذبہ، نہ کوئی لگاوٹ۔ ہاں اس میں ترشی ضرور تھی۔

"یہ بات بھی نہیں ہے ملکہ شاہولا۔"

"نہ ہی تو ہمارے حضور جھکا۔ گویا تو سرکش ہے لیکن ہم تجھے بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ بڑے بڑے وحشی انسان ہمارے سامنے سر خم کر دیتے ہیں۔"

"کیا تیرے جلال سے یا تیرے دبدبے سے؟ یقین کر ملکہ تیرے دبدبے یا جلال کا میرے اوپر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ہاں تو حسین ہے اور میں حسن کا پجاری۔ میں تیرے حسن کے حضور میں سر خم کر سکتا ہوں۔ لیکن یہ یقین ہو جانے کے بعد کہ تیری آغوش میرے لئے وا ہو جائے گی۔"

اور میرے ان الفاظ پر وہ شعلہ جوالا بن گئی۔ اس کا چہرہ انگارے کے مانند دہک اٹھا۔ تب اس نے سرد اور خونخوار آواز میں کہا۔ "اور یہ بھی سُن۔ ہم نے گستاخوں کو ایسی اذیت ناک موت دی ہے کہ ان کی روحیں آج بھی پہاڑوں میں چیختی پھرتی ہیں اور ان کے لئے رونے والے آج تک روتے ہیں۔"

"یہ بھی اچھا ہے کہ میرے لئے رونے والا کوئی نہیں ہے اس لئے میری یہ گستاخی جاری رہے گی۔"

"ہم سروں کو جھکانا جانتے ہیں۔ ہم زبانوں کو سچ بولنے پر آمادہ کر سکتے ہیں۔ جانتا ہے کیسے؟" اس نے غضبناک لہجے میں کہا۔

"جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تو ہماری آنکھوں میں دیکھ۔ ہمارے اور نزدیک آجا۔" اس نے کہا، اور میں چند قدم آگے بڑھ آیا۔ قریب سے وہ کچھ اور حسین نظر آرہی تھی۔ میں اس کی سیاہ حسین آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ اور پروفیسر اس کی آنکھوں سے چنگاریوں کی پھواریں سی نکلنے لگیں۔ ماحول ایک دم خنک ہو گیا تھا۔ یہ عجیب و غریب نظری قوت تھی۔ میں نے اسے دلچسپی سے دیکھا، محسوس کیا۔ تب اس کی آواز سانپ کی طرح پھنکاری۔

"کیا نام ہے تیرا؟"

"سوبو!"
"تو دریا کی دوسری جانب سے آیا ہے؟"
"ہاں۔"
"اصل نام کیا ہے؟"
"سوبو ہی ہے۔"
"تیری بستی کا نام کیا ہے؟"
"میری کوئی بستی ہی نہیں ہے۔"
"تو نے سنگھانا کو قتل کیا ہے؟"
"ہاں۔"
"کیوں، کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ سیاہ دیوتا ہے اور اس کی ہلاکت تباہی [illegible] ہے۔"
"مجھے نہیں معلوم تھا۔" میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ [illegible] بیوقوف یہ سمجھ رہی تھی کہ میں اس کی آنکھوں کے سحر میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ [illegible] اس لئے اس کے سوالات کا جواب دے رہا تھا۔
"[illegible] تجھے اس کی سزا بھگتنا ہوگی۔"
"[illegible] تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔
"تو نے سنگھانا کو ہلاک کرنے کے لئے کون سی طاقت استعمال کی تھی؟"
"[illegible] بازوؤں میں بے پناہ قوت ہے۔"
"[illegible] ہم تیری طاقت کے طلسم کو چور چور کر دیں گے۔ اور آگے آ۔ [illegible] ہمارے پیروں کے تلوے چاٹ۔" اس نے کہا اور میں [illegible] آگے بڑھ گیا۔ میری آنکھیں اس کی آنکھوں میں پیوست تھیں اور اس [illegible] کامرانی کی مسکراہٹ تھی۔
[illegible] میں اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے اپنے دودھ کی مانند [illegible] پاؤں آگے کر دیئے اور سب نے ایک نگاہ ان پیروں کو دیکھا۔ پھر میں جھکا۔ [illegible] لمحے میں نے اسے گرفت میں لے لیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ [illegible] میں ایسی کوئی حرکت کروں گا۔ اس لئے وہ تیار نہ تھی۔
[illegible] میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے اپنے [illegible] ناخنوں سے مجھے زخمی کرنے کی کوشش کی، لیکن اس کی کوئی بھی کوشش [illegible] بوسے سے نہ بچا سکی۔
پھر میں بڑے احترام سے پیچھے ہٹ گیا۔ غصے سے اس کی بُری [illegible] میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"[illegible] پیروں کی بہ نسبت مجھے تیرے ہونٹ پسند تھے سو میں نے انہیں [illegible] میری ذات پر تیری فتح کی بات تو میں ناقابل شکست ہوں... [illegible] فتح پانے والے موجود نہیں ہیں۔ ہاں تیرا حسن مجھے متاثر کرتا [illegible] اگر تو میرا تعاون چاہتی ہے تو مجھے اپنی محبت کے جال میں گرفتار کر۔"
"[illegible] لاؤ... سالاؤ..." ملکہ وحشیانہ انداز میں چیخی اور [illegible] دوڑتے ہوئے اندر آ گئے۔
"لے جاؤ لے جاؤ اسے۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخی اور دونوں پہلوان سیاہ فام مجھ پر پل پڑے۔ انہوں نے میری رسیاں پکڑ لیں جو میرے بدن پر لپٹی ہوئی تھیں۔ میں نے بدن میں سانس بھری اور اسے پھیلانے لگا۔ چند ہی ساعت کے بعد رسیاں زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ گئیں۔
اور دونوں سیاہ فام ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے بلکہ ملکہ بھی چند ساعت کے لئے حیران رہ گئی تھی۔ لیکن اس کے غصے نے اسے زیادہ نہ سوچنے دیا اور اس نے وحشیوں کو حکم دیا کہ مجھے ہر قیمت پر گرفتار کریں۔ چنانچہ غراتے ہوئے وہ مجھ پر لپکے۔ لیکن میرے ایک گھونسے نے ان میں سے ایک کو زمین پر لٹا دیا اور... دوسرے کو میں نے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ پھر میں اسے گھمانے لگا اور پھر ایک دم چھوڑ دیا۔ وہ بری طرح ایک دیوار سے ٹکرایا تھا اور پھر میں لپک کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ ملکہ نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں نے اسے پکڑ لیا۔ .... اس دوران وہ شدید جدوجہد کر رہی تھی۔ پھر میں نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا۔ "اب تو اپنے چوہوں کو بلا لے میں خود کو ان کے حوالے کر دوں گا۔"
لیکن چوہے خود بھی کافی مستعد تھے۔ وہ خود ہی اندر گھس آئے تھے اور ان کی تعداد بھی کافی تھی۔ ملکہ میری طرح غرا رہی تھی۔
بہرحال اب میں نے جدوجہد نہیں کی اور خود کو گرفتار کرا دیا۔ میری وہی حس بیدار ہو گئی تھی جو شمانہ کو قابو کرنے کے سلسلہ میں جاگی تھی۔ میں اسے بھی زیر کرنا چاہتا تھا۔ ملکہ نے میرے بارے میں ہدایات جاری کیں اور مجھے گرفتار کرنے والے اسی قید خانے میں لے گئے۔ اس بار میرے اوپر پہرہ سخت کر دیا گیا تھا۔ اور وحشی آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ وہ مجھے کینہ توز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ دونوں لمبے آدمی بھی آ گئے جنہیں پہلے میرے اوپر تعینات کیا گیا تھا۔ وحشیوں میں غیظ و غضب بڑھتا جا رہا تھا۔ اور ان کی آوازیں خونخوار ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ خونخوار انداز میں مجھے گھور رہے تھے۔
لیکن میں سکون سے ایک جگہ بیٹھ گیا تھا اور ملکہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ان سارے سیاہ فاموں کے درمیان وہ کہاں سے آ گئی۔ وہ اس خطے کی تو نہیں معلوم ہوتی تھی۔ وقت گزرتا رہا۔ اب وحشیوں کا ہجوم کم ہو گیا تھا اور پھر صرف ان لمبے آدمیوں اور چند دوسرے وحشیوں کے سوا وہاں کوئی نہ رہا۔ میں سکون سے لیٹ گیا تھا۔ مجھے ابھی تک یہاں کچھ کھانے کو نہیں دیا گیا تھا۔
رات کے نہ جانے کونسے حصے میں مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی اور پھر پوری طرح روشنی بھی نہیں ہوئی تھی کہ شور و غل شروع ہو گیا۔ شاید وحشی صبح جلد جاگ جاتے تھے۔ میرے قید خانے کے سامنے اب پھر ہجوم ہو گیا تھا۔ اس ہجوم میں وہ دونوں لمبے آدمی موجود تھے۔ ہجوم طرح طرح کی باتیں کر رہا تھا۔ میں لکڑی کے کٹہرے کے نزدیک آ کھڑا ہوا۔
اور میرے اس طرح آنے سے وہ اچانک خاموش ہو گئے۔ "ادھر آؤ۔" میں نے ان میں سے ایک کو اشارہ کیا۔ لیکن اس نے میری بات نہ مانی اور دور کھڑا مجھے گھورتا رہا۔
"کیوں شور مچا رہے ہو تم لوگ؟" میں نے ڈپٹ کر پوچھا۔

"ابھی۔ تھوڑی دیر میں، تمہاری زبان ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے گی۔" اس شخص نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ کیا واقعی؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھ لو گے۔ صرف تھوڑی دیر باقی ہے۔ سورج کی پہلی کرن تمہاری موت کا پیغام لے کر آئے گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن کیا یہ تمہاری ملکہ کا حکم ہے؟"

"اور کس کی مجال ہے کہ کسی کی موت کا حکم دے سکے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ لیکن وہ میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہی ہے؟"

"اس لئے کہ تم سنگھانا کے قاتل ہو اور اس کے علاوہ نافرمان اور گستاخ بھی۔"

"لیکن نافرمان کیوں؟"

"تم نے ملکہ کی قدم بوسی نہیں کی، گویا اس کی بادشاہت سے انکار کیا۔"

"آہ میں نے اس کے شیریں لبوں کا بوسہ ضرور لیا تھا اور کیا خوب تھا یہ بوسہ۔ بہرحال دوستو اب تھوڑی دیر کے بعد میں تو مارا ہی جاؤں گا اور میرا گوشت تم لوگ آپس میں تقسیم کرو گے۔ کیا خوب لذیذ ہوگا میرا گوشت۔ لیکن کیا پہلے تم میری ایک آرزو پوری نہیں کر سکتے؟"

"ہم ملکہ کے نافرمان سے بات کرنا بھی نہیں چاہتے۔" اس نے جواب دیا۔

"اس نافرمانی کی تو مجھے سزا مل جائے گی۔"

"ٹھیک ہے ایک مرنے والے سے گفتگو کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔" وحشیوں ہی میں سے ایک شخص نے کہا اور آگے بڑھ آیا۔ "کہو۔ کیا چاہتے ہو؟"

"تھوڑی سی گفتگو کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"کرو!" بوڑھے شخص نے نرمی سے کہا۔

"تمہاری ملکہ شاہولا، تم میں سے تو نہیں ہے۔"

"وہ جو کچھ بھی ہے۔ ہماری ملکہ ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ میں ویسے ہی پوچھ رہا ہوں۔"

"ہاں۔ وہ ہم سے نہیں ہے۔ پہلی ملکہ ہم میں سے تھی، لیکن پھر پانی کے دوسری طرف سے کچھ لوگ آئے انہی میں ہماری ملکہ شاہولا بھی تھی۔ ہماری پہلی ملکہ نے اس کو لے لیا اور اس کی پرورش کی۔ اور اب وہ ہماری ملکہ ہے اور ہم اس کے غلام۔"

"خوب اس وقت وہ کتنی بڑی تھی۔"

"بہت چھوٹی۔ اتنی چھوٹی۔" اس نے ہاتھ سے بتایا۔

"اوہ، تب ٹھیک ہے کیا وہ گوشت کھاتی ہے۔ میرا مطلب ہے انسانی گوشت؟"

"کیوں نہیں۔"

"واہ۔ آدم خور حسینہ لیکن خوب ہے۔ بہرحال اس سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اور کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟"

"نہیں بس۔ باقی کسی چیز کی مجھے پرواہ نہیں ہے۔ ہاں اب اگر تم چاہو تو تمہاری معلومات کے لئے کچھ کہہ دوں کام آئے گا۔!" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا ملکہ نے مجھے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے؟"

"ہاں! کیونکہ تم سنگھانا کے قاتل اور گستاخ ہو۔ سنگھانا کے قاتل کو ہلاک کر کے ہم اس تباہی کو ٹالنا چاہتے ہیں جو ہماری بستیوں پر آئے گی۔"

"لیکن تمہاری ملکہ مجھے قتل نہیں کر سکے گی۔"

"کیوں؟"

"بس میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ اس کی کوششیں اسی کے لئے نقصان دہ ہوں گی۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔" اس شخص نے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔"

"کالالان" اس نے جواب دیا۔

"مجھے قتل کرنے والوں میں تم مت شریک ہونا کالالان۔ تم چاہو تو میں تمہیں دوست بنا سکتا ہوں۔ دوسری صورت میں تم بھی میرے ہاتھوں سے مرنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔"

"اوہ۔ تمہیں خود پر بہت غرور ہے۔ لیکن بہت جلد تمہارا یہ غرور ٹوٹ جائے گا کس کی مجال ہے کہ شاہولا کے عتاب کا شکار ہونے کے بعد زندگی بچا سکے۔"

"خیر میں نے دوستی کے جواب میں تمہیں پیشکش کی ہے۔ باقی خود تمہاری مرضی۔" میں نے جواب دیا۔ اور خاموش ہو گیا۔

اس وقت اجالا پوری طرح پھوٹا بھی نہیں تھا جب بہت سے لوگ دندناتے ہوئے یہاں گھس آئے اور پھر قید خانے کا دروازہ کھول کر مجھے نکال لیا گیا۔ اگر میں چاہتا تو کھیل یہیں سے شروع کر سکتا تھا لیکن ..... جلدی بھی کیا تھی۔ اس لئے میں نے ان لوگوں سے تعاون کیا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔

جس جگہ مجھے لے جایا گیا وہ زیادہ دور نہیں تھی۔ ایک پہاڑ کا اندرونی حصہ تھا لیکن یہ پہاڑ ایک گول پیالے کی مانند تھا۔ چاروں طرف دیواریں... درمیان میں سپاٹ جگہ جس میں سوراخ تھے۔ دیواروں پر بے شمار لوگ لدے ہوئے تھے۔ غالباً یہ تماشبین تھے۔

مجھے اس درمیانی جگہ چھوڑ دیا گیا۔ پھر مجھے لانے والے ایک سوراخ سے باہر نکل گئے۔ تبھی مجھے شیر کی دہاڑ سنائی دی اور میری نگاہیں ایک سوراخ کی طرف اٹھ گئیں۔ سوراخ پر کٹہرا چڑھا ہوا تھا اور اس کے پیچھے دو قد آور شیر نظر آ رہے تھے . . . .

"وہی پرانے کھیل،" میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ "لیکن کیا ملکہ ان کھیلوں کو دیکھنے نہیں آئے گی؟"

سورج ابھی نہیں نکلا تھا میں اوپر دیکھنے لگا۔ پھر میں نے وحشیوں کی

جھنجھناہٹیں سنیں اور میری نظر ایک چٹان کی طرف اٹھ گئی۔ میرا اندازہ درست
تھا۔ ملکہ ہی آئی تھی۔ حالانکہ رات کی سیاہی ختم ہو گئی تھی۔ اور اب چہرے صاف
نظر آ رہے تھے۔ لیکن سیاہ رُو اب بھی تاریکی پھیلائے ہوئے تھے۔ اور ان تاریک
چہروں کے درمیان ملکہ بےحد حسین نظر آ رہی تھی۔

میں نے اسے دیکھا۔ اتفاق سے اس کی نگاہیں میری طرف ہی تھیں۔
ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی اور ملکہ کے چہرے پر غرور و نخوت کی لکیریں
پھیل گئی۔ اور میں نے چیخ کر اسے مخاطب کیا۔

"ملکہ شاہولا۔ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

چند ساعت خاموشی رہی۔ پھر اوپر سے کسی نے کہا "اس لئے کہ تو
ملکہ کا نافرمان اور سنگھانا کا قاتل ہے۔"

"میں نے یہ سوال ملکہ سے کیا تھا۔"

"میں ملکہ کے حکم پر تجھے جواب دے رہا ہوں۔"

"پھر اب میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

"ملکہ کی نافرمانی کی سزا ملے گی تجھے۔ تجھے ہلاک کیا جائے گا اور اس کے
گوشت ان بھوکے شیروں کو کھلا دیا جائے گا۔" اوپر سے جواب ملا۔

"تم ملکہ کے پیغامبر، ملکہ کو میرا پیغام بھی دے دو۔ میں پانی کے دوسری
کا اجنبی۔ تمہاری ملکہ سے کہتا ہوں کہ میری دشمنی مول نہ لے۔ ورنہ...
نقصان اٹھانا پڑے گا۔ وہ مجھے صرف محبت کی نگاہ سے زیر کر سکتی
طریقہ نہیں کہ وہ مجھے ہلاک کر سکے۔"

"او گستاخ۔ او بدزبان۔ تو مر رہا ہے۔ اگر موت سے بدتر کوئی سزا ہوتی
کے ساتھ گستاخی پر دی جا سکتی تھی لیکن تجھے پتہ چل جائے گا۔" اور
بات ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ کسی بلندی سے وہی دونوں دیو قامت
جو میرے نگران بنائے گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چمکدار
سنبھالے تھے۔ وہ ... عجیب وحشیانہ انداز میں اچھلنے لگے۔

میں نے سمجھا کہ ملکہ مصلحت کی زبان نہیں سمجھتی۔ اس سے طاقت کی
کرنا مناسب ہے۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں تیار ہو گیا لیکن
میں نے ایک اور فیصلہ بھی کیا تھا کہ لمبا کھیل نہیں کھیلوں گا۔
ملکہ کا حوصلہ پست کر دوں گا۔

دونوں وحشیانہ انداز میں نیزے ہلا رہے تھے اچھل کود رہے تھے۔
سورج کی پہلی کرن کا انتظار تھا اور پھر جونہی سورج کی پہلی کرن
اور پھر کہیں لکڑی کے نئے بجائے جانے لگے۔ اس کے ساتھ
آدمی وحشی درندوں کی طرح میری طرف لپکے۔ ان کے لمبے
میں پیوست ہونے کے لئے آگے بڑھے۔ اور میں نے
نے انہیں جھکائی دے کر ان کے نیزوں پر ہاتھ ڈال دیئے۔
ان نیزوں کو خوفناک جھٹکے دیئے اور دونوں نیزے ان لوگوں کے
لئے۔ پھر میں نے دونوں نیزوں کو پلٹا اور انہیں سیدھا کر کے
کے سینوں میں ٹھونک دیا۔ نیزے پوری قوت سے ان کے سینوں میں
داخل ہوئے اور دوسری طرف نکل گئے۔

یہ سب کچھ اتنی پھرتی سے ہوا تھا کہ خود مرنے والے بھی حیران رہ گئے تھے۔
وحشیوں کے حلق سے تیز آوازیں نکلیں اور وہ ساکت ہو گئے۔ بالکل خاموشی
چھا گئی تھی۔

"ملکہ شاہولا۔ اب میرے اوپر خون سوار ہو گیا ہے۔ جلدی دوسری
کوشش کر۔ ورنہ میں ان لوگوں پر پل پڑوں گا۔" میں نے چیخ کر کہا۔

اس بار تقریباً پندرہ خطرناک سیاہ فام آدمی مختلف سمتوں سے کودے
ان کے ہاتھوں میں بھی ویسے ہی نیزے تھے۔ اور انہوں نے آتے ہی میرے
اوپر تابڑ توڑ حملے کر دیئے۔ اس بار سب کو نہیں سنبھال سکا تھا لیکن ایک
ایک دو دو کر کے بالآخر میں نے ان کا صفایا کر دیا۔ ان کے نیزے میرے بدن
پر پڑے تھے لیکن ظاہر ہے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔

اور اب سترہ لاشیں میرے سامنے پڑی تھیں اور پر ہنگامہ ہو گیا تھا...
لوگ اب ملکہ کو بھول کر چیخ رہے تھے۔ وہ خوفزدہ تھے۔

"ملکہ شاہولا میں انتظار کر رہا ہوں۔ جلدی بھیجو۔" میں نے کہا اور اس
بار شیروں کا کٹہرہ کھل گیا تھا۔ میں واقعی جوش میں آ گیا تھا۔ چنانچہ جونہی کٹہرہ کھلا
میں خود اس کی طرف دوڑ گیا۔ اور پھر ایک لمبے شیر نے میرے اوپر چھلانگ لگائی۔
اس کی چھلانگ سے بچنے کی چنداں ضرورت نہ تھی، البتہ میں جھک گیا اور پھر میں
نے شیر کو زمین پر پہنچنے سے قبل ہی دبوچ لیا۔ میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑیں
اور ان پر اپنے بدن کی قوت صرف کی۔

شیر کی خوفناک دہاڑیں گونجنے لگیں اور میں نے اسے درمیان سے چیر دیا۔
جس حد تک میرے ہاتھوں کی لمبائی تھی۔ اس حد تک میں نے اسے چیر کر پھینک
دیا۔ شیر کا بدن کانپ رہا تھا اور خون کے چھینٹے دور تک پھیل رہے تھے۔

وحشیوں کی زبانیں گنگ تھیں۔ سب کے حواس جواب دے گئے
تھے۔ میں ان پر مزید دباؤ ڈالنے کے لئے خود شیر کے کٹہرے میں گھس گیا۔ جہاں
شیرنی موجود تھی۔ میں نے شیرنی کو بھی اپنے نر کی جدائی سے نجات دلا دی اور
اس میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آئی تھی۔

کٹہرے میں سخت بدبو تھی۔ لیکن میں وہیں رک کر اس کا جائزہ لینے لگا۔
میرا اندازہ درست نکلا۔ یہاں دوسرا دروازہ ہونا چاہئے تھا، سو تھا۔ لکڑی کا ویسا
ہی کٹہرہ اور بھی لگا ہوا تھا جو بند تھا۔ سو میں نے اسے اکھاڑ پھینکا اور ایک
لمبی سرنگ میں داخل ہو گیا جو میرے اندازے کے مطابق باہر جاتی تھی۔ سرنگ
بہت طویل نہیں تھی۔ میں اس میں آگے بڑھتا گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں
پہاڑ کی دوسری جانب تھا۔ کھلی ہوا میں آ کر میں نے گہری سانسیں لیں اور کوئی
دلچسپ ترکیب سوچنے لگا۔ جو کچھ میں کر چکا تھا، اس کے بعد وحشیوں کے حوصلے
پست ہو گئے ہوں گے۔ اس وقت ......

چنانچہ میں پہاڑی کی بلندی طے کرنے لگا جس کے اندر وہ جگہ بنی
ہوئی تھی۔ اب سورج پوری طرح نکل آیا تھا۔ اور جس وقت میں اوپر پہنچا تو...
چمکدار دن نمودار ہو چکا تھا۔ بستی کے وحشی جھانک جھانک کر نیچے کی طرف

دیکھ رہے تھے۔

سو میں نے زوردار آواز میں کہا" اور میں نے وہی کیا جو کہا تھا اور اب تیرا کیا ارادہ ہے شاہورا کہ تو اور بستی کے لوگ میری دشمنی خرید چکے ہیں اور اب میں کیا کر سکتا ہوں سوائے اس کے کہ تم لوگوں کا قتل عام کروں۔"

اور کیا آواز تھی میری پروفیسر کہ لوگوں کے دل دہل گئے۔ بھول گئے اس وقت وہ اطاعت ملکہ کی کہ اپنی جان کی فکر آپڑی تھی، اور بھاگے اس طرح سر پر پاؤں رکھ کر کہ بے شمار حادثے ہوتے۔ یوں میں نے ہاتھ بھی نہ ہلایا اور پہاڑی خالی ہوگئی لیکن ملکہ بھی چالاک تھی۔ بگڑی ہوئی صورت حال کے ساتھ اس نے بھی رکنا مناسب نہیں سمجھا اور پھر کوئی نہ تھا وہاں، سوائے ان لاشوں کے جن میں دو شیروں کی نعشیں بھی شامل تھیں۔

تب میں نے ان واقعات کے بارے میں سوچا، اور اب کیا کرنا چاہیئے مجھے۔ ملکہ کے حواس درست ہوئے ہوں گے یا نہیں۔ لیکن اس کا فیصلہ تو اس کی قربت نصیب ہونے پر ہی ہو سکتا ہے۔ میں نے سوچا اور پھر اپنے آئندہ قدم کے بارے میں سوچنے لگا کیا میں اس سرزمین کو چھوڑ دوں؟ لیکن وہ خوبصورت عورت اچھی تھی اور مجھے پسند تھی۔

تو پروفیسر، میں پہاڑی سے اُتر آیا اور بستی کے علاوہ میں کہاں جا سکتا تھا لیکن عالم یہ تھا کہ جب بستی کے لوگوں نے مجھے دیکھا تو چیختے ہوئے بھاگ نکلے۔ بڑے بڑے بہادر لوگ فرار ہو رہے تھے میرے سامنے سے لیکن وہی شخص نہ بھاگا جس نے مجھ سے گفتگو کی تھی اور تنہا ——

وہ میرے سامنے کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر اس کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ واپس آیا اور وہ ایک قدم آگے بڑھ آیا۔

" اے عظیم طاقت! بدلے ہوئے حالات اور پیش آنے والے واقعات کے تحت یہ تسلیم نہ کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں کہ وہی کیا جو تو نے کہا تھا۔ لیکن نادانوں کو پہچان نہیں ہوتی اور اب تجھ سے یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہمیں معاف کر دے۔"

" ملکہ کہاں ہے؟"

" وہ پوشیدہ ہے اور سامنے آنے کی جرأت نہیں پاتی۔"

" لیکن میں نے اس سے کہا تھا۔"

" بڑے بڑے دانشمند تسلیم نہیں کرتے۔ اس نے بھی نہیں کیا۔"

" تو کیا اب وہ سزا کی مستوجب نہیں ہے؟"

" وہ معافی کی طلبگار ہے۔"

" اسے میرے سامنے پیش کیا جائے ورنہ بستی کے لوگ میرے قہر سے نہ بچ سکیں گے۔" میں نے کہا۔ وہ شخص سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

" لیکن اس وقت تک کی مہلت دے جب تک میں ملکہ سے گفتگو نہ کر لوں۔ کیا تو مجھے اور میری بستی والوں کے ساتھ یہ رعایت کرے گا؟"

" کب تک جواب دو گے؟" میں نے پوچھا۔

" بہت جلد۔ یقیناً بہت جلد۔" اُس نے کہا۔

" میں انتظار کروں گا۔ انھی پہاڑیوں پر جہاں تم نے میری قتل گاہ بنائی تھی لیکن طویل وقت نہیں ورنہ پھر میں تمہاری بستی کا رُخ کروں گا۔" میں نے کہا اور اس شخص نے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے نہایت عاجزی سے کہا۔

" ایک رعایت اور چاہتا ہوں عظیم سوبو۔"

" ہاں کہو۔ ان لوگوں میں تو اچھا انسان تھا۔ جو قید خانے میں میرے نگران تھے اور کیا میں نے نہ کہا تھا تجھ سے کہ تو ان لوگوں سے الگ رہنا جو مجھے نقصان پہنچانے کے لئے متعین کئے جائیں۔"

" کہا تھا۔" اس نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

" خیر۔ دوسری رعایت کیا چاہتا ہے؟"

" مجھے اور میرے ساتھ چند لوگوں کو وہ لاشیں اٹھا کر لانے کی اجازت دے جو پہاڑی کے درمیان پڑی ہوئی ہیں۔ بے شک تو ان میں سے ہر وہ لاش رکھ لے جو تجھے پسند ہو اور جسے تو کھانا چاہے۔ باقی لوگوں کو ہمارے حوالے کر دے۔"

" اوہ۔ تم لوگ انھیں کھاؤ گے؟"

" ہاں۔ یہ ہماری مذہبی رسم ہے۔"

" دوست دشمن سب کو تم اسی طرح کھا جاتے ہو؟"

" ہاں، دشمن کے لئے اس سے بدترین بات کیا ہو سکتی ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں چبا جائیں۔ اور دوست؟ ہم ان کو اپنی خوراک بنا کر ان کی وفاؤں کا احترام کرتے ہیں۔ اور انہیں ہمیشہ کے لئے خود میں محفوظ کر لیتے ہیں۔"

مجھے ہنسی آگئی۔ کیا نرالی منطق تھی۔ ایک ہی عمل دوستوں کے لئے محبت کا اور دشمنوں سے نفرت کا تھا۔

" تو کیا حکم ہے عظیم سوبو؟"

" ٹھیک ہے۔ تم ان لاشوں کو اٹھوا لو اور چونکہ ان میں کوئی میرا دوست ہے۔ جس کو میں خود میں محفوظ رکھنا چاہوں، نہ کوئی دشمن کہ میں اس کی ہڈیاں چباؤں۔ اس لئے تم ان میں سے کسی کو میرے لئے مت چھوڑنا اور تمام لاشیں اٹھوا لینا۔"

" لیکن سوبو، تیری غذا؟"

" تم اس کی پرواہ مت کرو۔ میں اپنی کوشش سے زندہ ہوں اور زندہ رہنا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

" جو تیرا حکم۔" اس نے گردن جھکا کر کہا۔ اور پھر بولا۔ "لیکن اگر تو۔۔ پہاڑوں میں موجود ہوگا تو کوئی یہاں نہ آئے گا اس لئے صرف اس وقت تک جب تک۔"

" ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں پہاڑوں میں موجود نہ ہوں گا۔ بس اب تو جا۔" میں نے کہا اور وہ واپس مڑ گیا۔ میں دور تک اسے جاتے دیکھتا رہا تھا۔ اور پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔ طاقت کا حکم تو ابتدا سے مانا جاتا ہے۔ بہرحال اب میں کیا کرتا، اور اس لئے یہی فیصلہ کیا کہ جنگل سے اپنے لئے شکار کروں۔ تھوڑی سی اس علاقے کی بھی سیر کروں اور پھر میں پہاڑوں کی اس سمت نکل گیا جہاں آبادی نہیں تھی۔

یہ علاقہ بھی بے مثال تھا۔ سب کچھ تو تھا یہاں پہاڑوں کے دوسری

جانب سرسبز جنگل اور ایک بہت بڑی جھیل نظر آرہی تھی جھیل پر بے شمار پرندے بھی تھے اور میں دلچسپی سے اس طرف بڑھ گیا۔

پتھر کے نشانوں سے پرندوں کا شکار ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ آج پرندے کا شکار کروں گا۔

اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں نے پرندوں کا ایک ڈھیر لگا لیا اور خشک لکڑیاں جمع کر کے انہیں بھوننے لگا۔

لذیز پرندے تیار ہو گئے تو میں جھیل کے کنارے آ بیٹھا۔ اور پھر ان سے شغل کرنے لگا۔ میں نے پرندے کھاتے ہوئے ملکہ کے بارے میں سوچا۔ اب اس عورت کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئیے۔ ظاہر ہے۔ وہ شکست خوردہ ہے اور مجھ سے خوفزدہ بھی۔

لیکن پروفیسر، عورت کو صرف ذہنی طور پر شکست دو، جسمانی طور پر اسے زیر کر کے تو خود کو بہادر کہتے ہوئے شرم آئے گی کیونکہ وہ بہرحال کمزور ہے۔ ہاں اگر وہ ذہنی شکست کھا جائے اور وہ دل وجان سے تمہارا دم بھرنے لگے تو ٹھیک ہے۔

"غالباً تمہارے ذہن میں شمانہ ہے؟" پروفیسر نے درمیان میں... دخل دیا۔

"نہ صرف شمانہ، بلکہ اس جیسے دوسرے بہت سے کردار میں تمہیں ان کے بارے میں سنا چکا ہوں۔ یہ کردار میرے دشمن بن کر سامنے آئے۔ لیکن عورت کی حیثیت سے میں نے انہیں اس وقت ہی قبول کیا جب انہوں نے مجھے تسلیم کر لیا۔"

"ایک بات تو بتاؤ۔" فرزانہ بول پڑی۔

"ضرور پوچھو۔"

"کیا تمہاری زندگی میں کوئی ایسی عورت بھی آئی ہے۔ جس نے اپنے طور پر تم سے ہار مانی ہو میرا خیال ہے۔ تمہاری داستانوں میں جتنی عورتیں آئی ہیں۔ بالآخر انہوں نے کسی نہ کسی طرح بقول تمہارے تم سے ذہنی طور پر شکست قبول کی ہے۔"

"چند کردار صرف کردار جنھوں نے آخر تک میری نفی کی ہے۔ لیکن ان کی وہ حیثیت نہ تھی یعنی وہ پسندیدہ عورت نہ تھی۔"

"اوہ۔ بات تو وہی ہوئی میں صرف ان عورتوں کی بات کر رہی ہوں جنہیں تم نے پسند کیا ہو۔"

"اس سلسلے میں صرف ایک بات یاد دلاؤں گا، بلاشبہ ایسے کردار بھی میری زندگی میں آئے۔ لیکن پھر میں نے ان کے لئے تنگ و دو کی۔ ایسے حالات پیدا کئے جن کی مدد سے بالآخر وہ میرے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گئے اور نتیجہ ان کی شکست کی صورت میں ظاہر ہوا۔"

"ایسی کوئی لڑکی یا عورت تمہیں نہیں ملی جس نے آخر تک تمہاری حیثیت الدام سے ذہنی شکست قبول نہ کی ہو؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی ہستی نہیں ملی۔ شاید روئے زمین پر ایسی کوئی عورت پیدا ہی نہ ہوئی ہو جسے میں چاہوں اور وہ میرے قدموں پر نہ آ جھکے۔"

"تمہارے دل میں ایسی کسی عورت کی خواہش تو ہو گی؟"

"ہاں میں تو زندگی میں تجربات کا رسیا ہوں۔"

"پپا۔" فرزانہ پروفیسر خاور کی طرف دیکھ کر بولی۔ اس کے انداز میں کسلمندی تھی۔

"کیا بات ہے بیٹے؟"

"کیوں نہ ہم تھوڑی دیر آرام کریں۔"

"کیا تم اس کی ضرورت محسوس کر رہی ہو؟"

"ہاں!" فرزانہ نے جواب دیا۔

"اوہ۔ فرزانہ بیٹے بلکہ شاہو لا کو جانے دو۔ اس کے بعد ہم آرام کریں گے۔" پروفیسر خاور نے کہا۔

"نہیں پروفیسر۔ اگر لڑکیاں آرام کی خواہشمند ہیں تو انہیں آرام ضرور کرنا چاہئیے میں ان کی پوری پوری دلچسپی چاہتا ہوں۔"

"اچھا۔" پروفیسر خاور نے گہری سانس لی اور پھر دونوں آرام کے لئے اٹھ گئے۔ لڑکیاں پروفیسر خاور سے کافی دور آرام کرنے کے لئے لیٹ گئی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر خاور کے خراٹے گونجنے لگے، فروزاں اور فرزانہ بھی خاموش لیٹی تھیں۔ دونوں جانتی تھیں کہ دوسری نہیں سو رہی۔ لیکن خیالات کے طلسم کے ٹوٹنے کی وجہ سے دونوں ہی خاموش تھیں۔

بالآخر فروزاں سے یہ خاموشی برداشت نہ ہو سکی اور اس نے فرزانہ کو مخاطب کیا۔ "باجی کیا آپ سو گئیں؟"

"نہیں۔"

"کچھ باتیں کریں۔"

"نیند نہیں آرہی؟"

"نہیں۔"

"تو باتیں کرو۔"

"میں آپ کی اس اچانک مداخلت کی وجہ جاننا چاہتی ہوں۔"

"کیسی مداخلت؟"

"جو آپ نے اس کی کہانی میں کی۔"

"فروزاں۔ تم بچی تو نہیں ہو۔ کیا تم نے اس کی کہانیوں سے کوئی خاص نتیجہ اخذ نہیں کیا۔؟"

"خاص نتیجہ؟"

"ہاں!"

"سچ باجی۔ آپ کا اشارہ کس طرف ہے میں اندازہ نہیں لگا سکی۔"

"انہی تمام کہانیوں میں اس نے عورت کے کردار کو بہت کمزور بلکہ دوسرے معنوں میں پست پیش کیا ہے۔ اس کے ذہن میں عورت کا تقدس نہیں ہے۔"

"اوہ۔" فروزاں نے آہستہ سے کہا۔ وہ کچھ سوچنے لگی تھی۔ [illegible]

موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا تم نے محسوس کیا ہے؟"

"ہاں۔ باجی۔" فرزانہ آہستہ سے بولی۔

"کیا عورت اتنی ہی پست ہے؟"

"ہرگز نہیں باجی۔"

"تم مجھے خلوصِ دل سے ایک بات بتاؤ گی فرزاں۔"

"ضرور باجی۔"

"کیا تم اس کی کہانیوں اس کی مردانہ وجاہت، اس کے کارناموں سے مرعوب ہو۔ کیا تمہارے دل میں اس کے لئے کوئی ایسا جذبہ جاگا ہے جو کسی عورت کا جذبہ ہو اور جو کسی مرد کے لئے جاگتا ہے۔ دیکھو تم نے خلوص نیت سے سچ بولنے کا وعدہ کیا ہے۔"

"میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گی باجی۔"

"مجھے یقین ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"اگر آپ کو یقین ہے تو بھروسہ کریں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔"

"میری بھی یہی کیفیت ہے فرزاں۔ خدا کی قسم میں بھی اس سے متاثر نہیں ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی کہانیاں بے حد دلچسپ ہوتی ہیں لیکن بس۔ اس کی ذات نے ہمارے اوپر کوئی اثر نہیں کیا ہے۔"

"یقیناً باجی۔ اور پھر ممکن ہے اس کی کہانیاں سچ ہوں۔ لیکن یہ وحشت کے دور کی بات ہے۔ اس وقت کی جب عورت صرف عورت تھی۔ آج کے حالات بدلے ہوئے ہیں۔"

"میں تو کچھ اور سوچ رہی ہوں۔"

"کیا باجی؟"

"کیوں نہ میں اسے چیلنج کر دوں۔ میں اس سے کہوں کہ وہ اپنے تجربات میں اضافہ کرے۔ ہم ایسی عورتیں ہیں جو اسے قبول نہیں کرتیں۔"

"باجی۔" فرزاں آہستہ سے بولی۔

"ہاں بولو۔ کیا مشورہ ہے؟"

"پلیز باجی۔ یہ خیال ذہن سے نکال دیں۔ ایسا کبھی نہ کریں۔"

"کیوں فرزاں۔؟"

"باجی آپ کو احساس ہوگا کہ اس وقت ہم اس کے دست نگر ہیں اگر اس نے ہمارے لئے کوشش شروع کر دی تو ہم کیا کر سکیں گے؟"

"زبردستی کرے تو دوسری بات ہے۔ لیکن جو کچھ وہ کہتا ہے۔ یعنی یہ کہ عورت کو اس نے ہمیشہ اس وقت قبول کیا ہے جب خود عورت نے چاہا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے باجی لیکن ہمیں اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ دیکھیں نا اس کی کم از کم ایک خوبی کا ہمیں اعتراف کرنا ہوگا۔"

"وہ کیا۔؟"

"اس نے ہم سے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جو اس کے پست اخلاق کی نشاندہی کرے یا جو معیار سے گری ہوئی ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنی کہانیوں میں بے باک ہے۔"

"ہوں۔" فرزانہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے گہری سانس لی۔ "ہاں
درست ہے۔ لیکن کبھی کبھی مجھے اس پر غصہ آجاتا ہے۔"

"لیکن باجی اصل بات کو تو سب نے نظر انداز کر دیا ہے۔"

"کیا؟"

"کیا ہم ساری زندگی اس کی کہانیاں سنتے رہیں گے۔ کیا ہم یہیں لیٹا
ہو جائیں گے۔ پپا تو یہاں رہ کر سب کچھ بھول گئے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے
واپسی کا تصور بھی ان کے ذہن سے نکل گیا ہو۔ کیا آپ اندازہ لگا سکتی ہیں کہ ہم
یہاں کتنا وقت گزر گیا۔؟"

"کوئی اندازہ نہیں۔ لیکن اس میں قصور پپا کا بھی نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"تم بتاؤ۔ کیا تمہیں کبھی اس کی کہانیوں سے بیزاری ہوئی ہے۔ کمبخت نے ادوار کھول کر رکھ دیئے ہیں۔ جس ماحول میں لے جاتا ہے یوں لگتا ہے جیسے ہم بھی انہی فضاؤں میں سانس لے رہے ہوں۔"

"ہاں اور کچھ ہو نہ ہو۔ الفاظ کا جادوگر ضرور ہے وہ۔ لیکن اس کے باوجود پپا کو بھی تو کچھ سوچنا چاہیئے۔ وہ تو اس طرح مطمئن ہو گئے ہیں جیسے یہ زندگی یہیں گزار دینے کا فیصلہ کر چکے ہوں۔"

دونوں لڑکیاں دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتی رہیں اور پھر خاموش ہو گئیں۔ دوسری صبح پروفیسر خاور اسی طرح ہشاش بشاش تھا۔

وہ سامنے آیا تو پہلے سے نکھرا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ پروفیسر نے اسے دیکھا
ہی ہانک لگائی۔ "جلدی آجاؤ بھئی۔ ساری رات بے چاری شاہولا پہاڑوں میں بھٹکتی رہی ہے۔" تب اس نے ایک بلوریں جگ اور چند خوبصورت گلاس سامنے رکھے

"اور میں ساری رات تمہارے لئے یہ شربت تیار کرتا رہا ہوں پروفیسر۔" اس نے اس گلابی سیال کی طرف اشارہ کیا جس میں ہفت رنگ ذرات تیر رہے تھے۔

"شربت حیات۔" پروفیسر مسکرایا۔

"ہاں۔ میں نے سوچا مس فرزانہ کو نیند کی شکایت کیوں ہوئی۔ یہ سچ
ہے اور اسے پینے کے بعد انسان اسی طرح خوش و خرم اور زندگی کی ضروریات سے بے نیاز ہو جاتا ہے جیسے بوقت پیدائش اور پیدائش کے بعد۔" اس نے شربت گلاسوں میں انڈیلا اور اس کی مہک نے کسی کو سوچنے کی مہلت نہ دی۔ بلاشبہ انہیں روح میں تازگی کا احساس ہوا تھا۔

"اب جلدی سے شاہولا کے بارے میں بتاؤ۔ کیا ہوا اس بے چاری کا؟"

"میں جھیل کے کنارے پرندوں کے گوشت سے شغل کر رہا تھا اور شاہولا کا خادم بے چارہ مجھے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ پھر میں اسے نظر آیا۔ اور وہ [illegible] قریب پہنچ گیا۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔"

"کیا بات ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ملکہ شاہولا کہیں روپوش ہو گئی ہے۔" اس نے سہمے ہوئے لہجے میں بتایا اور میں بغور اسے دیکھنے لگا۔ سہما ہوا شخص جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔

"کہاں روپوش ہو گئی ہے؟" میں نے نرم لہجے میں پوچھا۔
"پہاڑوں میں۔ اس کے ساتھ اس کے خاص خادم بھی ہیں"
"بستی والوں کو معلوم ہو چکا ہے؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں وہ جان چکے ہیں کہ ان کی ملکہ نے پانی کے اس جانب سے آنے والے سے شکست کھائی ہے اور وہ پہاڑوں میں روپوش ہو گئی ہے۔" شاہولا کے غلام نے جواب دیا۔
"تب پھر ان کا کیا ردِعمل ہے؟"
"ابھی یہ بات پھیلی نہیں ہے لیکن میں نے چونکہ ملکہ شاہولا کو جگہ جگہ تلاش کیا ہے اس لئے بہت جلد یہ بات چاروں طرف پھیل جائے گی۔"
"ہوں۔ ٹھیک ہے تم اسے تلاش کرو۔ میں اس وقت تمہیں معاف کر سکتا ہوں جب تم اسے تلاش کر کے میرے سامنے پیش کر دو گے۔"
"لیکن اس وقت تک، اس وقت تک سمندر کے اجنبی ہمیں ضرور معاف کر دیا جائے جب تک کہ ہم اسے تلاش نہ کر لیں۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور شاہولا کا غلام واپس چلا گیا۔
یہ صورتِ حال میرے لئے بہت سارے واقعات سے مختلف نہیں تھی، اس سے پہلے بھی اسی قسم کے دلچسپ واقعات پیش آ چکے تھے۔ لیکن اب مجھے لطف نہیں آ رہا تھا۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ اس ہنگامے کو چھوڑ کر یہاں سے نکل جاؤں۔
میں نے اپنے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے بارے میں سوچنا شروع کیا فی الوقت میں نے بستی کی جانب رخ نہیں کیا تھا اور واپس انہی پہاڑوں کی جانب چل پڑا تھا۔
پورا دن میں نے ایک پہاڑی چٹان کے سائے میں بسر کیا۔ بستی والوں کی حالت کیا کیفیت تھی ان کے درمیان خواہ مخواہ ایک ہنگامے کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ دہشت زدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگیں گے۔ کیونکہ وہ کسی طور میرے اوپر اعتبار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ خود چور تھے اور مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کر چکے تھے، اس لئے اب انہیں میری ذات سے انتقام کا اندیشہ ہو گا۔
میں کافی دیر تک اسی طرح اپنی جگہ لیٹا رہا۔ دن کا بچا ہوا گوشت کافی موجود تھا جسے میں نے شام کو بھی استعمال کیا، اور کھانا کھانے کے بعد سونے کے لئے لیٹ گیا۔
جانے کیوں آج غنودگی کچھ گہری ہی ہو گئی تھی۔ رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب گہری نیند سو گیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری نیند اتنی گہری ہو جائے گی۔ احساس اس وقت ہوا جب میرے اوپر کوئی بہت بڑا وزن آ پڑا۔
میں نے تعجب سے اس وزن کو دیکھا اور حیران رہ گیا۔ وہ پہاڑی چٹان تھی جو نہ جانے کیسے سرک کر پوری طرح میرے اوپر آ گری تھی اور میں اس کے نیچے دبا ہوا تھا۔ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی انسان بڑی چٹان کے نیچے دب کر زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن میں پھر بھی زندہ تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ چٹان اپنی جگہ سے اکھڑ کیسے گئی۔ ظاہر ہے میں نے اسے اچھی طرح سے تو نہیں دیکھا تھا لیکن وہ اپنی جگہ جمی ہوئی تو تھی، کیا یہ کوئی سازش ہے میں نے سوچا۔
چٹان کا وزن میرے پورے بدن پر تھا اور خاصا بار محسوس ہو رہا تھا چند لمحات تک میں اپنی جگہ خاموش اور ساکت رہا۔
میں کچھ آہٹیں سننے کی کوشش کر رہا تھا اور چٹان کے رخنوں سے مجھے وہ آہٹیں صاف سنائی دے رہی تھیں، گویا قرب و جوار میں کچھ لوگ موجود تھے اور اس سے میں اس بات کا اندازہ کر سکتا تھا کہ چٹان کو کھسکانے میں انسانی ہاتھ ہی کارفرما تھے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کوئی ابھری ہوئی چٹان ہو، اور اس وقت اس موقع سے فائدہ اٹھایا گیا ہو۔ اور ایسا کرنے والے ملکہ کے معاون ہی ہو سکتے تھے
چند ساعت میں آہٹیں لیتا رہا، پھر میں نے اپنے ہاتھ آہستہ آہستہ کھسکانے شروع کر دیئے۔ چٹان اس طرح میرے اوپر گری تھی کہ میرے ہاتھ بھی دب گئے تھے لیکن اس کے بعد میں نے انتہائی قوت صرف کر کے اپنے ہاتھوں کو ہلایا اور پھر اپنے ہاتھ چٹان کے نیچے مضبوطی سے جما لئے۔ پھر میں نے اپنے پیروں کو بھی اسی انداز میں موڑا اور چٹان جنبش کرنے لگی، اس کے بعد میں نے اسے چاروں ہاتھ پیروں پہ اٹھانے کی کوشش کی۔
وزنی چٹان تھی تھوڑی سی دقت ضرور ہوئی، لیکن اس کے بعد میں نے اسے اٹھا کر ایک طرف اچھال دیا، بے شمار چیخیں گونجی تھیں۔ چٹان اچھل کر ایک جانب گر پڑی تھی۔ تب میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ تین چار آدمی چٹان کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور باقی لوگ بری طرح پہاڑی ڈھلانوں پر دوڑ رہے تھے۔
میں نے ایک لمحے کے لئے دوڑنے والوں کو دیکھا اور اس کے بعد چٹان کے نیچے دبے ہوئے لوگوں کو۔ جن کے اعضاء چور چور ہو گئے تھے۔ تب میں نے دوڑنے والوں کا پیچھا ترک کرنے کا فیصلہ کیا، اور جو لوگ چٹان کے نیچے دبے ہوئے تھے انہیں نکالنے کے لئے چٹان کو کھسکانے لگا دو آدمی تو اسی کوشش میں ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ دو بچ گئے لیکن ان کے نچلے جسم چٹان کے نیچے دب کر چور چور ہو گئے تھے۔ وہ مجھے سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔
"کون ہو تم لوگ؟" میں نے پوچھا۔
"مل۔ مل۔ ملکہ۔" ان میں سے ایک کے منہ سے نکلا اور اس نے دم توڑ دیا۔ دوسرا پہلے ہی دم توڑ چکا تھا۔
لیکن اس کی اس بات سے اتنا اندازہ ہوا کہ میرا سوچنا درست تھا یعنی ملکہ شاہولا کے ساتھ روپوش ہونے والوں نے ہی یہ حرکت کی تھی۔ بھاگنے والوں میں شاید ملکہ شاہولا بھی ہو گی، میں اس بارے میں اندازہ لگانے لگا۔
ایک لمحے کے لئے میں سوچتا رہا پھر مجھے غصہ آ گیا، اس کا مطلب تھا کہ یہ عورت ابھی تک اپنی کوششوں میں مصروف ہے۔ میں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا اور پھر واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ ملکہ شاہولا کو اسی کے آدمیوں کے ذریعے تلاش کراؤں گا۔ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا اور دوسری صبح میں نے اپنے اس فیصلے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔
میں بستی میں داخل ہو گیا تھا۔ لوگ مجھے دیکھ کر چھپنے لگے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد شاہولا کا وہ خادم جو ایک طرح سے میرا دوست بن گیا تھا میرے سامنے

پہنچ گیا۔ عاجزی وانکساری اس کے چہرے سے ٹپک رہی تھی۔

"سولو۔ عظیم سولو۔ تو نے وعدہ کیا تھا کہ تو بستی کا رخ نہیں کرے گا"

"ہاں۔ لیکن ملکہ شاہولا نے رات کو مجھ پر حملہ کیا ہے اور اب تم اپنی بستی کے لوگوں کو میرا یہ پیغام دے دو کہ وہ کسی بھی قیمت پر شاہولا کو تلاش کر کے میرے سامنے پیش کریں۔ ورنہ میں انہیں نقصان پہنچاؤں گا"

"نہیں۔ نہیں سولو۔ ان کا تصور نہیں ہے ان کا کوئی تصور نہیں ہے تم انہیں معاف کر دو۔ ہاں تمہارا یہ حکم میں ان تک ضرور پہنچا دوں گا۔ تو یقین کر کہ تیرے حکم پر بستی کا بچہ بچہ اس کی تلاش میں مصروف ہو جائے گا۔ تو نہیں جانتا کہ رات کو بستی کے سمر لوگوں نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ ملکہ شاہولا جو انہیں اس مصیبت میں چھوڑ کر چلی گئی ہے وہ کسی بھی طور سرداری کے قابل نہیں ہے، اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ سولو اگر پسند کرے تو ہمارا سردار بن جائے۔"

"اوہ فضول باتیں مت کرو، میں تمہارا سردار بننے نہیں آیا! تم لوگوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے، میں صرف ملکہ شاہولا کو چاہتا ہوں" میں نے جواب دیا اور ملکہ کے غلام نے عاجزی سے میری طرف دیکھا اور بولا۔

"ہمیں اس کے لئے کچھ مہلت اور دے ہم پوری پوری کوشش کریں گے"

"ٹھیک ہے میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں، اسی جگہ جہاں رات کو میرے اوپر حملہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے" میں نے کہا اور بستی سے واپس مڑ گیا۔

میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ خوفزدہ ہیں لیکن بہر صورت اب تو مجھے ملکہ شاہولا کو تلاش کرنے کا جنون ہو گیا تھا۔ میں نے خود بھی دن بھر اسے پہاڑیوں میں تلاش کیا لیکن نہ جانے وہ کہاں روپوش ہو گئی تھی۔ رات کو میں نے اس کے چار آدمی ہلاک کر دیئے تھے، بھاگنے والوں کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا تھا کہ چار پانچ ہی مزید ہوں گے۔ اس کا مقصد ہے کہ ملکہ کے آدھے وفادار ختم ہو چکے ہیں، وہ جو اس کے ساتھ پہاڑوں میں روپوش ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بستی والے اپنی جان بچانے کے لئے اسے تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

میں واپس اپنی جگہ آ گیا اور ان کی کارروائی کا انتظار کرنے لگا۔ ویسے اب میرا دل قطعی طور پر یہاں نہیں لگ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ شاہولا وغیرہ کو جہنم رسید کر کے یہاں سے کہیں نکل جاؤں۔

اگر میں چاہتا تو یہاں طویل عرصے تک رک کر اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا اور یقیناً کامیاب ہو جاتا۔ بستی والے مجھ سے خوفزدہ تھے اور اب وہ اسے تلاش کرنے کی پوری پوری کوشش کریں گے چنانچہ وہ کس کس سے چھپے گی۔ لیکن وہ میرے لئے اس قدر دلکش بھی نہیں تھی کہ میں اس کے لئے کوئی خاص جدوجہد کرتا۔ جہنم میں جائے۔

اس کے بعد دو دن تک میں انتظار کرتا رہا۔ بستی والوں کی جان مصیبت میں تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ شاہولا کا غلام بری طرح پریشان تھا، وہ مجھے ناکامی کی خبریں سناتا تھا اور اس کا منہ اس طرح سوکھ جاتا تھا کہ مانو اب جان نکلی۔

آخر کار تیسرے دن میں نے اس کی مشکل حل کر دی۔ اس روز شاہولا کا غلام آیا تو میں نے اس سے سختی سے باز پرس کی۔

"اب اور کتنے دن مجھے انتظار کرنا ہو گا۔؟"

"سولو۔ عظیم سولو۔ ہمیں معاف کر دے۔ پوری بستی پریشان ہے ملکہ نے ہمیں جس مصیبت میں پھنسا دیا ہے اس کے تحت تو اگر وہ ہمیں مل جائے تو ہم خود ہی اس کی بوٹیاں چبا لیں"

"لیکن میں کب تک انتظار کروں؟"

"سولو۔ ہم کیا کہیں۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا سولو کہ تو ہمیں معاف کر دے ہمارا کوئی تصور نہیں ہے۔ تو ہماری سربراہی قبول کر لے۔ تیرے جیسے عظیم اور طاقتور حکمراں کی موجودگی میں ہم بہت خوش رہیں گے"

"سنو۔ میرے لئے ایک لمبے نیزے اور ایک تندرست گھوڑے کا بندوبست کر دو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے" میں نے کہا اور شاہولا کے غلام کو جیسے میری بات کا یقین نہ آیا۔ یا اس نے سوچا کہ اس کے کانوں نے دھوکا کھایا ہے۔

"میں نہیں سمجھا سولو"

"میں تمہاری بستی چھوڑ رہا ہوں"

"سولو" وہ کپکپاتی آواز میں بولا۔

"جاؤ جلدی کرو" میں نے کہا اور وہ اس طرح سے سرپٹ بھاگا جیسے اس کے پیروں میں پہیے لگے ہوں۔ ذرا سی دیر میں وہ نگاہوں سے غائب ہو گیا تھا۔

اب میں نے جو فیصلہ کیا تھا وہ یوں تھا کہ میں اسی پہلی آبادی کی جانب جاؤں اور آبادی کو چھوڑتا ہوا اسی جنگل میں واپس چلا جاؤں جس کے دوسری جانب میں نے کشتی چھوڑی تھی۔ پھر اس کشتی کو ٹھیک کر کے وہاں سے چل پڑوں۔ بس اب میں یہاں نہیں رکنا چاہتا تھا۔

بستی کے بے شمار لوگ آئے تھے۔ ان کے چہرے خوف کی تصویر تھے لیکن وہ نہ جانے کس طرح ہمت کر کے یہاں تک آ گئے تھے۔ شاہولا کا غلام میرے لئے سیاہ رنگ کا ایک گھوڑا اور ایک بانس کا بھالا لایا تھا۔ جو اس نے مجھے پیش کر دیا۔

جب ایک کام کرنا تھا تو پھر تاخیر کیسی۔ چنانچہ میں نے گھوڑا سنبھال لیا بھالا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر میں گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ان لوگوں سے کچھ کہنا حماقت تھی، چنانچہ میں نے گھوڑے پر بیٹھ کر اسے ایڑ لگا دی۔ شاندار گھوڑا مجھے لے کر ہوا ہو گیا۔

ویسے میرے کافی دور نکل جانے کے بعد ہی ان لوگوں کو اپنی جان بچ جانے کا یقین آیا ہو گا۔ بہر حال میں برق رفتاری سے ان علاقوں کی طرف چل پڑا جہاں سے مجھے گرفتار کر کے لایا گیا تھا۔ میں نے وہ راستے ذہن میں رکھے تھے۔ اور پھر میں نے ذہن سے ساری باتیں نکال دیں۔ اب میں آئندہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سمندر کا طویل سفر میرے ذہن پر سوار ہو گیا تھا۔

یوں میں گھوڑے کی پشت پر سفر کرتا رہا اور ان راستوں کو پہچاننے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ دور بستی نظر آ رہی تھی لیکن میں نے اس راستے کو چھوڑ دیا۔ ہاں میں تو غاکی جھونپڑی کے پاس سے گزر کر جنگل میں داخل ہوا تھا۔

اس جنگل میں میں نے کئی بار شکار کھیلا تھا، اس لئے اس کے بارے میں،

میں بخوبی جانتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے وہ راستہ تلاش کر لیا جس سے داخل ہو کر میں پہلی بار اس علاقے میں آیا تھا۔ آدم خور درختوں کے درمیان سے گزرنے والا راستہ وہ راستہ جہاں ان علاقوں کے لوگ نہیں پہنچ سکتے تھے۔ سوائے ان کے جو زندگی بچانے کی آخری کوشش کریں۔ پھر یا تو زندہ بچ جائیں یا پھر ان درختوں کا شکار ہو جائیں۔

لیکن میرا معاملہ دوسرا تھا۔ میں پہلے بھی اسی قسم کے ایک درخت کو شکست دے چکا تھا۔ پھر میں نے کوشش کی کہ ہر قسم کی الجھنوں سے بچتا ہوا ساحل تک پہنچ جاؤں۔ چنانچہ میں آگے بڑھتا رہا۔ پھر اس وقت سورج ڈھلنے کے قریب تھا جب میں ان آدم خور درختوں کے درمیان میں سے گزرا جہاں سے میں پہلے بھی گزر چکا تھا۔ اس وقت ان کی کیفیت عجیب تھی۔

یہاں کے منظر میں خاصی تبدیلی تھی۔ میں نے دیکھا وہ پانچ آدمی تھے۔ پانچ طویل القامت آدمی۔ اور میرا اندازہ اگر غلط نہیں تھا تو وہ سب اس علاقے کے باشندے تھے جو ملکہ کا علاقہ کہلاتا تھا۔

یعنی ان کا تعلق آدم خوروں کی اس چھوٹی سی بستی سے نہیں تھا جس میں ایش رہتی تھی۔ وہ پانچوں درختوں کے جال میں پھنسے ہوئے تھے اور اب تو ان کی چیخیں بھی رک گئی تھیں گویا وہ مر چکے تھے، درختوں کی جڑیں انہیں اپنی گود میں لئے ہوئے ان کا خون چوس رہی تھیں۔ اور یقینی طور پر انہیں اس طرف آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ ممکن ہے کچھ زیادہ وقت گزر گیا ہو...... میں نے اس دہشت ناک منظر کو دیکھا اور دلچسپی مجھے اس بڑے درخت کے قریب لے گئی جس میں دو آدمی پھنسے ہوئے تھے۔

درخت کی بے شمار جڑیں پھیلی ہوئی تھیں، ان میں سے کچھ جڑیں میری طرف بھی بڑھیں، لیکن میرے دشمنوں کا حال زیادہ بہتر نہ ہوتا تھا۔ میں نے درخت کی تین چار جڑیں اکھیڑ دیں اور پھر ان میں سے ایک شخص کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے بدن پر لپٹی ہوئی درختوں کی جڑیں اس کا خون چوس رہی تھیں۔ میں نے ان درختوں کو پکڑ کر کھینچا تو میرے ہاتھ خون میں بھیگ گئے۔

عجیب و غریب ماحول تھا، انتہائی دہشتناک، جڑیں کھلنا شروع ہوئیں غالباً وہ میری طرف لپکنے کو تیار تھیں۔ لیکن ان کا بھی برا ہی حشر ہوا اور میں ان میں سے ایک آدمی کو باہر نکال لانے میں کامیاب ہو گیا لیکن بے سود تھا وہ شخص دم توڑ چکا تھا اور اس کا بدن بالکل پیلا پڑ گیا تھا۔ غالباً جڑوں نے اس کے جسم سے کافی حد تک خون چوس لیا تھا اور اب اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں تھی۔ البتہ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ میں نے جو سوچا تھا وہ درست تھا، یعنی یہ دوسرے قبیلے کے باشندے تھے۔

دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا: کیا یہ وہ لوگ تو نہیں تھے جو ملکہ کے ساتھی تھے۔ ممکن ہے یہ زندگی بچانے کے لئے یہاں تک پہنچ گئے ہوں کیونکہ اس رات میں نے ملکہ کے چار آدمیوں کو ختم کر دیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے سوچا ہوگا کہ اب میرے شکنجے سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ جو شخص ایک وزنی چٹان کے نیچے سے زندہ نکل سکتا ہے اس سے جیتنا کوئی آسان کام تو نہ ہوگا۔ اور انہوں نے یہ بھی سوچا ہوگا کہ اب میں ان کا دشمن ہو گیا ہوں، لہٰذا انہیں قتل کر دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کے لئے بہتر یہی سمجھا کہ وہ اس جنگل میں آ چھپے اور ان خونی درختوں کا شکار ہو گئے۔

لیکن کیا وہ خوبصورت ملکہ بھی کسی درخت کی شاخوں میں الجھی ہوئی ہے میں نے سوچا اور پھر میں نے دور دور تک نگاہیں دوڑائیں لیکن ان پانچ آدمیوں کے علاوہ اور کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا تھا۔ البتہ ایک جگہ میں نے ایک اور منظر دیکھا۔ وہ غالباً کوئی گھوڑا تھا جو درخت کی جڑ میں پھنسا ہوا تھا۔ اور یقیناً مر چکا تھا۔ میں نے اسے قریب سے جا کر دیکھا اس کی بھی وہی کیفیت تھی۔ آدم خور درخت ہر جاندار کو اپنی گود میں جکڑ لیتے تھے۔ اور اس طرح یہ طاقتور گھوڑا بھی ان کی اس گرفت سے نکلنے میں ناکام رہا تھا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن ملکہ مجھے کہیں نظر نہ آئی۔ اونہہ جہنم میں جائے میں نے سوچا اور اس سارے منظر کو یونہی چھوڑ کر واپس سمندر کی جانب چل پڑا یہاں میری وہ کشتی آج بھی اسی انداز میں پڑی ہوئی تھی جس میں میں نے اس ساحل پر قدم رکھا تھا۔

اب مسئلہ اس کشتی کو درست کرنے کا تھا۔ یہاں اس قسم کے اوزار وغیرہ تو تھے نہیں کہ میں اس کی مرمت کر لیتا۔ کشتی بھی بالکل خراب تو نہیں ہوئی تھی البتہ کافی بوسیدہ ہو چکی تھی۔ چنانچہ میں شام تک سوچتا رہا، اور پھر میں نے طے کیا کہ لکڑی کے تختوں کو جوڑ کر ہی کام چلاؤں گا، کیونکہ کشتی کی باقاعدہ مرمت کرنے کے لئے میرے پاس کوئی اوزار نہیں تھا۔ چنانچہ اس رات میں نے ساحل کا ایک حصہ آرام کے لئے منتخب کیا اور رات کو کافی دیر تک میں کشتی کو درست کرنے کی ترکیب سوچتا رہا۔ کوئی خاص ترکیب ذہن میں نہیں آئی تھی۔ کیونکہ درختوں کا صحیح استعمال کرنے کے لئے اوزار نہیں تھے صرف ہاتھوں سے کام چلانا تھا۔ اور اس کے لئے میں نے ترکیب سوچ لی۔

دوسرے دن صبح کو میں مصروف ہو گیا۔ میں نے درختوں کی بہت سی موٹی موٹی شاخیں اکھاڑیں اور پھر انہیں پتلی پتلی اور مضبوط شاخوں سے جوڑنے لگا۔ اس کام میں، میں دو دن تک مصروف رہا تھا۔ پھر میں نے اسی کشتی کو لکڑیوں کے اس بیڑے پر نصب کیا اور پھر لکڑی کی لچکدار شاخوں کو موڑ کر کشتی کے آدھے حصے پر ایک چھت بنائی۔ کیونکہ اس بار میں طویل سفر کا ارادہ رکھتا تھا اور کشتی کو کچھ اور آرام دہ بنانا چاہتا تھا۔

میری خواہش تھی کہ میں سمندر کے طویل سفر میں ستارہ شناسی کروں، اور اس بار ستاروں سے لمبے عرصے تک سرگوشیاں کرتا رہوں۔ تو جو کام میں نے کیا تھا وہ اس جدید دور سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ میری کشتی کو بہت قدیم کہا جا سکتا تھا پھر بھی وہ اتنی مضبوط ہو گئی تھی کہ لمبے عرصے تک سمندر میں سفر کر سکے۔ بس انوکھی سی بن گئی تھی بہ۔ یعنی پانی میں لکڑی کے جڑے ہوئے بڑے بڑے لٹھ جن کا ایک چبوترہ سا بن گیا تھا اور کشتی اوپر ایک چھوٹے سے مکان کی مانند بن گئی تھی جس پر چھت بھی تھی۔

کشتی کو میں نے آزمائشی طور پر سمندر میں دھکیلا اور دور تک اسے لے گیا ہر لحاظ سے مناسب تھی۔ پھر میں اسے واپس لے آیا اور دوسری صبح میں نے یہاں سے روانگی کا ارادہ کر لیا۔ رات کو میں جنگل میں دور تک گیا اور کئی جانور شکار کئے۔ رات کے آخری پہر تک میں انہیں خشک لکڑیوں پر بھونتا رہا اور پھر میں نے یہ لذیذ گوشت کشتی پر بار کر لیا اور روشنی کا انتظار کرنے لگا۔ اب میرا ذہن خالی ہو گیا تھا۔ میں نے گزرے ہوئے واقعات کو بھلا دیا تھا اور صرف آنے والے وقت کے بارے میں سوچ۔ باقی

صبح کی پہلی کرن نمودار ہوئی اور میں نے کشتی کی جانب رخ کیا جو پانی پر ہچکولے کھا رہی تھی اور پھر میں نے یہ لکڑی سرزمین چھوڑ دی کشتی پانی کی بڑی بڑی لہروں پر ڈولتی آگے بڑھنے لگی۔ اور سورج ابھرتا، ساحل کشتی پر دھوپ پھیل گئی۔ ہوا کا رخ کھلے سمندر کی جانب تھا اس لئے اب چپو نہیں چلانے پڑ رہے تھے۔ چنانچہ میں کشتی کے عرشے پر لیٹ گیا۔ گرم دھوپ میرے بدن کو سینک رہی تھی اور بڑا لطف آرہا تھا۔ بھنے ہوئے گوشت کی بڑی مقدار میرے پاس موجود تھی۔

سورج ڈھلے میں نے اس سے شغل کیا اور پھر بیٹھ کر ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھتا رہا۔ بس ایک الجھن تھی کشتی پر بادبان نہیں تھے اور اسے صحیح رخ پر چلنے کے لئے چپو چلانا پڑتے تھے۔ حالانکہ میرے ذہن میں کوئی صحیح رخ نہیں تھا۔ لیکن سفر تو ہونا چاہیئے۔ ورنہ اس سے کیا فائدہ کہ دن بھر سفر کرو اور رات کو ہوائیں پھر واپس اسی جگہ پہنچا دیں۔

اس کا حل یہی ہو سکتا تھا کہ اب اگر کوئی آبادی نظر آجائے تو ادھر کا رخ اس لئے کیا جائے کہ وہاں سے بادبان کے لئے کوئی کپڑا حاصل کر لیا جائے۔ اس سے زیادہ کسی آبادی میں رکنا اب حماقت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اب ملنے والی آبادیاں اس حصے کی طرح پسماندہ تو نہ ہوں گی، کیونکہ تہذیب کافی آگے بڑھ گئی ہے لیکن مجھے... اتنا اندازہ ضرور تھا کہ وہ یہاں سے کافی دور ہوں گی اور اس کے لئے کافی سفر کرنا پڑے گا۔

سورج ڈوب گیا تھا پھر تاریکی چھاتی چلی گئی۔ میں نے کشتی کو ہواؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ ویسے اندازہ یہ لگایا تھا کہ ہوائیں موافق ہیں اور کشتی اس سمت جا رہی ہے جدھر میں اسے اب تک لاتا رہا ہوں۔

ان موافق ہواؤں کا یقین کرنے کے بعد میں عرشے پر چڑھ آیا اور اس کے کھلے ہوئے حصے میں آرام سے لیٹ گیا۔ میں نے سونے کے لئے معقول بندوبست کر لیا تھا، پھر ستارے نکل آئے اور میں ان میں محو ہو گیا۔ ہم جلیس، مدبر اور دانشور ستارے میں ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا، بہت عرصے سے میں نے ان سے گفتگو نہیں کی تھی۔ میرے شناسا ستارے میری نگاہوں سے روپوش تھے اور میں انہیں تلاش کر رہا تھا۔ اچانک مجھے اپنی پشت پر ایک آہٹ سنائی دی۔

حساس کان تھے جنہوں نے یہ آہٹ سن لی ورنہ شاید لہروں کے شور میں مجھے اندازہ بھی نہ ہو پاتا۔

میں ایک دم سے اٹھ گیا تب میں نے ایک انتہائی حیرت انگیز منظر دیکھا میری کشتی پر کوئی اور بھی تھا، کوئی انسان، یقیناً کوئی انسان، وہ اس جگہ تھا جہاں میں نے گوشت کا ذخیرہ رکھا ہوا تھا۔ اور وہ میری طرف پشت کئے، گوشت کے ذخیرے پر جھکا شاید اسے کرید رہا تھا۔

پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور تاروں کی چھاؤں میں، میں نے دیکھا کہ وہ کوئی عورت تھی۔ میں اچھل کر اس کے قریب پہنچ گیا، عورت کی ہلکی سی چیخ سنائی دی تھی اس کے ہاتھ میں گوشت کا ایک ٹکڑا تھا اور میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ ملکہ شاہولا تھی۔

ہاں۔ بہت ہی حیرت انگیز طور پر وہ کسی طرح میری کشتی پر پہنچ گئی تھی میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا، شاہولا بھی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، عجیب پراسرار سی نگاہیں جن کو...... میں نے پسند کیا تھا۔ مجھے شدید حیرت ہوئی تھی اور پروفیسر تم یقین کرو کہ اس سے زیادہ حیرت شاید ہی مجھے کبھی ہوئی ہو۔ مجھے اس عورت کی آمد کا کوئی پتہ نہ تھا۔ چند ساعت کے بعد جب میں حیرت کے سمندر سے نکلا تو میں نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"صرف یہ جواب دو کہ تم اس کشتی پر کس وقت آئیں؟"

"اس وقت" شاہولا نے جواب دیا۔ "جب تم اس سے دور تھے اور یہ گوشت اس پر بار کر چکے تھے۔"

"لیکن تم اس وقت کہاں تھیں؟"

"درختوں کی آڑ میں۔"

"اوہ۔ اور وہ لوگ جو آدم خور درختوں کے شکنجے میں پھنس گئے تھے تمہارے وہ ساتھی تھے جو میری دست برد سے بچ گئے تھے۔"

"ہاں، وہ درختوں کا شکار ہو گئے۔" شاہولا نے سکون سے جواب دیا۔

"لیکن اب تم اس کشتی پر کیوں آئی ہو؟"

"بس میں نے یہی بہتر سمجھا کہ ایک طاقتور آدمی کی پناہ حاصل کروں بے شک وہ دشمن ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ میں نے تمہیں ہلاک کرنے کی ہر ممکن سعی کی تھی لیکن اس سارے ہنگامے سے میں نے یہ اندازہ ضرور لگایا تھا کہ تم ایک دلیر اور بہادر انسان ہو۔ اور میں ایک کمزور تنہا عورت کی حیثیت سے تمہاری پناہ میں آئی ہوں تم چاہو تو مجھے سمندر میں دھکیل دو مجھے فنا کر دو اور اگر چاہو تو اپنے نزدیک تھوڑی سی جگہ دے دو۔"

"اوہ۔ عورت، تو صرف عورت ہے، دوسروں کے لئے تو ملکہ بھی ہو گی اور بہت کچھ ہو گی، لیکن میری نگاہ میں تو صرف ایک عورت ہے صرف ایک عورت کیا تو ایک مرد کے پاس پناہ حاصل کرنا چاہتی ہے؟"

"ہاں"

"لیکن تیری اس انا کو تسکین کیسے پہنچے گی جو تو ملکہ بن کر حاصل کرنا چاہتی ہے؟"

"میں اب ملکہ نہیں ہوں۔ وہ لوگ اب میری زندگی کے مالک ہیں جو مجھے اپنی ملکہ کہتے تھے۔"

"اور یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"شاید، ہاں۔ اگر میں تمہارے خلاف کچھ بھی نہ کرتی تب بھی شاید وہ لوگ اس چیز کو پسند نہ کرتے۔"

"ہوں" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور پروفیسر اگر سمندر کے حسین سفر میں ایک حسین عورت کا..... دائمی ساتھ مل جائے تو سفر خوشگوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کو خود سے قریب کھینچ لیا اور اسے بتانے لگا کہ اس کشتی پر صرف ایک مرد اور ایک عورت ہے۔ نہ کوئی ملکہ ہے اور نہ کوئی سورما ہے اور اگر وہ عورت کی حیثیت سے میری پناہ میں آنا چاہتی ہے تو میں حاضر ہوں۔

اور پروفیسر وہ آئی ہی اس لئے تھی جس کا اندازہ مجھے کشتی کے سفر کے دوران ہوتا رہا، اس کے الفاظ سے، اس کی باتوں سے۔ تب سمندر کے یہ حسین دن اور حسین راتیں کچھ زیادہ حسین ہو گئے اور میں کسی نامعلوم منزل کی تلاش میں چلتا رہا، چلتا رہا۔

اس بار جو میں نے سوچا تھا پروفیسر کہ آبادیوں کے ہنگاموں میں خاصا طویل عرصہ گزار لیا ہے میں نے اور دُور رہا ہوں علم و دانش سے، سو اب ایک طویل عرصہ ایک صدی [illegible] سے زیادہ صرف سمندر پر سفر کرتا رہوں گا ستاروں سے دوستی [illegible] اور خشکی کا رُخ ہی نہ کروں گا۔ اور اس دوران جو علم میں نے حاصل [illegible] اسے رقم کروں گا۔ سو یہ مشکل نہ تھا کہ میں اپنی تحریر کے لئے [illegible] کا سامان فراہم کرلوں۔ یعنی کسی بھی آبادی یا کسی ایسے ویران [illegible] سے جہاں درخت اور جانوروں کے سوا کوئی نہ ہو۔ ہاں یہ غلطی [illegible] سے کہ آدم خوروں کے اس جزیرے سے چلتے وقت میں نے [illegible] قرطاس ساتھ نہیں لیا تھا۔ اور نہیں تھی اس کام کے لئے سمندر سے [illegible] سکون کوئی جگہ کہ اگر جانداروں میں شمار کیا جائے تو صرف سمندر [illegible] کو جو رواں دواں ہوتی ہیں۔ لیکن نہ تو ان کی آواز تنہائی میں [illegible] انداز ہوتی ہے اور نہ وہ متوجہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں کبھی [illegible] سست ہواؤں کی غلام لہریں۔

[illegible] مقصود تھی تنہائی لیکن بدبخت عورت نے یہاں بھی پیچھا نہیں [illegible] اور جہاں عورت ہو پروفیسر! وہاں کوئی دوسری چیز کہاں [illegible] کہ خود اس کی ٹائیں ٹائیں، اس کے عشوے اس کے غمزے [illegible] دیتے اور پھر فرصت کہاں کسی دوسرے کام کے لئے۔ تو اس [illegible] امید کہ میں نے سوچا کہ ستارے خود ہی مجھ سے دُور بھاگ رہے [illegible] نہیں آیا ہے کہ میں تنہائی میں کوئی کام کروں یوں بے بسی [illegible] تھا میں اس عورت کو جو اچانک میری کشتی میں نمودار ہوئی [illegible] طلب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

[illegible] چند ساعت تک اسے دیکھتا رہا اور پھر ایک گہری سانس [illegible] دوسری طرف مُنہ کرلیا اور سمندر کی لہروں کو دیکھنے لگا۔ [illegible] اس کا آنا اچھا نہیں لگا تھا۔ حالانکہ آبادیوں کے ہنگاموں سے [illegible] پرسکون آغوش میں ڈولتی ہوئی اس چھوٹی سی کشتی میں اگر [illegible] سے واسطہ ہے تو تنہائی بھی نہیں ہوگی اور ہنگامے [illegible] کہ گویا اس میں مدغم رہوا اور سمندر کا لُطف بھی اُٹھاتے [illegible] تھا لیکن وہ نہ تھا جو میں چاہتا تھا۔ یعنی مکمل تنہائی اور [illegible] نے فیصلہ کیا کہ اس سے کلام نہیں کروں گا اور اس سے [illegible] گا۔ اسی لئے میں نے اس کی جانب سے گردن پھیر لی [illegible] کہ میں نے اس کی موجودگی قبول تو کرلی ہے لیکن [illegible] نہیں ہوں اور اس کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہتا سو اس [illegible] اور شاید اس سے مطمئن بھی ہوگئی کہ کم از کم میں نے [illegible] نہیں پھینک دیا۔ شاید اُسے یہی خطرہ ہو۔

[illegible] سے بھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ یوں کافی دیر [illegible] نے پہلو بدلا اور یونہی سی نگاہ اس پر ڈالی لیکن اُسے وہاں موجود نہ پایا۔ تب اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا کہیں میری بے اعتنائی سے بددل ہوکر اُس نے خود کو سمندر میں تو نہیں گرادیا حالانکہ کسی عورت سے اس جرأت کی توقع مشکل سے کی جاسکتی تھی۔

پھر بھی میں نے اپنی بنائی ہوئی چھوٹی سی سائبان کی جگہ کو دیکھ لینا مناسب خیال کیا اور اس کے نیچے پہنچ گیا۔ وہ خاموشی سے دراز تھی۔ مجھے دیکھ کر جلدی سے پاؤں سکوڑے اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن چونکہ میں اُسے دیکھ چکا تھا اور اسے بخیر پاکر میں نے پھر اس سے لاپرواہی کا اظہار کیا اور جانور کی ایک کھال اُٹھا کر باہر نکل گیا۔ میں نے وہ کھال کشتی کے ایک کونے میں بچھالی اور کشتی کے کناروں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

نہ جانے کتنی دیر گزر گئی۔ وہ واپس باہر نہیں آئی تھی۔ میں نے بھی توجہ نہیں دی۔ کھانے پینے کی متعدد اشیاء موجود تھیں، بھوک لگے تو کھانا کھالے گی اور پانی پی لے گی باقی آرام سے پڑی رہے۔ اور اگر اس نے بھی کوئی خاص کوشش نہیں کی تو اب جو پہلی خشکی آئے گی اسے وہاں اُتار دوں گا اور آگے کی راہ لوں گا۔ وہ زبردستی تو کر نہیں سکتی۔

رات ہوگئی۔ وہ اپنی کُٹیا سے باہر نہیں نکلی تھی اور مجھے اس پر ہنسی آنے لگی۔ اچھی زبردستی کی مہمان بن گئی ہے کس مزے سے آرام کر رہی ہے، رکھوالا جو موجود ہے۔ کیا کیا جائے؟ اور پھر میں نے سوچا ٹھیک ہے عورت! اگر تو خود سے مجھے مخاطب نہیں کرے گی تو میں بھی تجھ سے کلام نہ کروں گا خواہ اسی کشتی پر بوڑھی ہو جائے۔

رات بہتی رہی۔ پھر چاند نکل آیا۔ میری نگاہیں ستاروں میں گم ہوگئی تھیں اور پھر میں سب کچھ بھول گیا۔ کچھ یاد نہ رہا۔ ستارے نکل گئے تھے اور چاند کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ سمندر کی آغوش میں سب سے خوبصورت منظر یہی ہوتا ہے پروفیسر! بشرطیکہ کُھلی چھت کے نیچے ہوں اور کہکشاں سے دلچسپی ہو۔ میں بھی سب کچھ بھُلا بیٹھا۔ اور ستاروں میں اپنے شناسا ستارے تلاش کرنے لگا۔ نجانے میرے دوست ستارے کہاں گُم ہوگئے تھے۔ کہکشاں کے عمیق غاروں میں دیر تک جھانکنے کے باوجود وہ نظر نہیں آئے اور میں حیران رہ گیا۔ کیا انہوں نے اپنی جگہ بدل دی ہے یا پھر ان میں بھی فنا و نمود ہوتی رہتی ہے؟ حالانکہ صدیوں سے ایسا نہیں ہوا تھا۔ تب میں دوسرے ستاروں کی طرف متوجہ ہوگیا لیکن ایک دُم دار ستارہ خود میری کشتی پر بھی موجود تھا، نحوست کا نشان۔ اس کے قدموں کی آواز نے ستاروں کا طلسم توڑ دیا اور میں اُس طرف دیکھنے پر مجبور ہوگیا۔

شاہولا ہی تھی۔ مجرموں کے سے انداز میں میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ پھر جب میں دیر تک کچھ نہ بولا تو اُس نے ہی لرزتی آواز میں خاموشی توڑی۔

"میں تیری خوشی سے اس کشتی پر نہیں آئی اور مجھے معلوم ہے کہ تو میری آمد سے ناخوش ہے۔ لیکن از راہ تکلف اور انسانیت مجھے

برداشت کر رہا ہے باہر کی ہوائیں نم اور خنک ہیں اس لیئے میں نہیں چاہتی کہ تو میری وجہ سے مزید تکلیف کا شکار ہو جائے۔ میں باہر رہوں گی، تو اندر جا کر آرام سے لیٹ۔ ہاں میں ہواؤں کی نگرانی کروں گی اور اگر سمندر میں کسی خطرے کے آثار نظر آئے تو تجھے اس سے آگاہ کردوں گی۔"

دل تو چاہا کہ ہنس پڑوں۔ عورت کی روایتی بے وقوفی بول رہی تھی۔ گویا میں اسی کے سہارے تو سمندر پر آیا تھا اور نم ہواؤں کو برداشت نہیں کر پا رہا تھا اور اب وہ مجھے آرام پہنچائے گی اور میرے لیئے چوکیداری کرے گی۔ لیکن میں ہنسا نہیں اور بھاری آواز میں بولا۔

"میں یہاں ٹھیک ہوں۔ تو اندر جا۔"

"نہیں سویو! میں نہیں چاہتی کہ......"

"جو کچھ میں نے کہا ہے وہی کر مبادا میرے ذہن میں نفرت ابھر آئے اور میں تجھے اس کا شکار بناؤں۔" میں نے سخت لہجے میں اس کی بات کاٹ دی اور اس کی زبان بند ہوگئی۔ وہ اپنی جگہ کھڑی کانپتی رہی۔ طمطراق والی ملکہ شاہولا اب بھیگی بلی بن گئی تھی۔ میں نے اس عورت کی آنکھیں دیکھی تھیں، بڑی پُراسرار اور مقناطیسی آنکھیں تھیں اس کی جن کا میں نے خلوصِ دل سے اعتراف کیا تھا۔ لیکن یہ دوسری بات تھی کہ مجھ پر اثر انداز نہ ہوتی ہوں۔ جبکہ آدم خوروں کے پورے قبیلے نے اس کی برتری تسلیم کرلی تھی اور اس کے احکامات کی پابندی کرتے تھے اور وہ اُن کی حکمراں تھی۔ لیکن اب اس کا طلسم ٹوٹ گیا تھا اور وہ اپنے دشمن کی مہمان تھی، بن بلائی مہمان۔ لیکن نجانے کیوں اس نے اس کشتی پر آنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ بات تو وہی بتا سکتی تھی مگر اس سے پوچھتا کون؟

پھر میں نے اُسے واپس جاتے دیکھا بڑے ٹوٹے ٹوٹے قدموں سے وہ ڈولتی کشتی کے سائبان کے نیچے چلی گئی اور اس کے بعد رات بھر باہر نہیں نکلی۔ اور میں نے سوچا کہ یہ اچھی بات ہے۔ وہ کھاتی پیتی رہے گی، میرا کیا جاتا ہے۔ اگر میں اسے گھاس نہیں ڈالوں گا تو مجھے پریشان بھی نہیں کرے گی اور میں ایک طرح سے تنہا ہی رہوں گا۔ اور پروفیسر یہ بھی سوچا میں نے کہ اگر کسی روز یا کسی رات عورت کی طلب ناگزیر ہوگئی تو اسے کوئی مقام دے دیا جائے گا۔

دن کی روشنی میں اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور کشتی کے دوسرے کونے میں خاموش بیٹھی رہی۔ کشتی موافق ہواؤں کے دوش پر جا رہی تھی اس لیئے میں سائبان کے نیچے جا کر لیٹ گیا اور اپنی آنکھیں موند لیں۔

پھر شام کی خنک ہواؤں نے ہی جگایا تھا۔ میں نے انگڑائی لی اور پھر مجھے شاہولا یاد آئی۔ دیکھنا چاہیئے سفید ملکہ کیا کر رہی ہے۔ میں باہر نکل آیا۔ وہ کشتی کے کنارے بیٹھی سمندر کی لہروں کو دیکھ رہی تھی، بے بسی اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیئے میں نے سوچا کہ تکلف کی دیوار ہٹا دوں لیکن اس میں کچھ لطف آ رہا تھا، اس لیئے میں نے قدموں کی آواز پیدا کی اور حسبِ توقع اس نے چونک کر د[illegible] اور پھر اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیئے ہونٹ کھو[illegible] اور میں نے اس کے سوکھے ہوئے ہونٹوں پر نگاہ دوڑائی لیکن کوشش [illegible] باوجود کچھ بول نہیں سکی تھی۔

"سائبان میں جاؤ اور کچھ کھا پی لو۔" میں نے کہا۔

"تت... تمہارے لیئے لاؤں؟" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں [illegible]

"نہیں۔ میں تمہارا محتاج نہیں ہوں۔" میں نے درشت لہجے می[ں] جواب دیا اور وہ خاموش ہوگئی۔ پھر گردن جھکائے ہوئے وہاں سے [illegible] سائبان کے نیچے چلی گئی اور پھر ساری رات اُس نے وہاں گزاری ا[ور] میں نے اختر شماری میں۔

یوں تیسرا دن بھی گزر گیا اور یہ سمندر کے سفر کی چوتھی رات تھ[ی] اس دوران میں نے ایک بار بھی نگاہ بھر کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ حسبِ معمول دن میں میں سائبان کے نیچے رہا تھا اور رات کو وہ۔ دن کی جھلسا دینے والی دھوپ میں اس کا رنگ سنولا گیا تھا، بال بکھرے رہتے تھے اور ایک عجیب سی ویرانی اس کے چہرے سے چسپاں ہوگئی تھی میں بالکل پُرسکون تھا اور اس سے اجنبیت کے سلوک میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ یہ رات بھی دوسری راتوں کی مانند خوش گوار تھی۔ چاند کا سونا پگھل رہا تھا اور سمندر پر سنہری شفق اُتر آئی تھی کبھی کبھی بادلوں کے سائے چاند کے چہرے کا گھونگھٹ بن جاتے اور یوں لگتا جیسے کسی نویلی دُلہن نے شرما کر گردن جھکالی ہو۔ لیکن ہواؤں کی شرارت دُلہن کے چہرے سے گھونگھٹ اُلٹ دیتی اور حسن کی کرنیں بکھرنے لگتیں۔ بادل اور چاند کی یہ آنکھ مچولی کافی دلکش تھی اور میں اس میں پوری طرح محو تھا کہ اچانک پانی میں چھپاکا سا ہوا اور میرا خیال بٹ گیا۔

شاید کوئی شارک پانی میں اُچھلی تھی۔ ممکن ہے وہ کشتی کے ساتھ ساتھ چل رہی ہو۔ میں نے مچھلی کی تلاش میں نگاہ دوڑائی۔ کشتی اس جگہ سے تھوڑی دُور نکل آئی تھی اور دفعتاً ہی مجھے دو انسانی ہاتھ سطحِ سمندر پر اُبھرتے نظر آئے اور میں چونک پڑا۔

سوچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں نے پانی میں چھلانگ لگا دی اور برق رفتاری سے اس انسانی بدن تک پہنچ گیا۔ میں نے اسے بازو میں دبا کر سطح پر اُٹھایا اور پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔ شاہولا ہی تھی۔ بالآخر تنگ آ کر اس نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔ میں اُسے لیئے ہوئے کشتی پر واپس آ گیا۔ اس دوران اُس نے کوئی حرکت نہیں کی تھی جس کا مقصد تھا کہ وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ میں نے اسے کشتی میں ڈال دیا اور اس کے پیٹ کا جائزہ لینے لگا کہ اس میں پانی وغیرہ تو نہیں بھر گیا ہے۔ لیکن ایسی بات نہیں تھی بلکہ اس کے برعکس اس کا پیٹ تو اتنا نیچے تھا جیسے کئی دن سے کچھ نہ کھایا پیا ہو۔ اس نے خیال کے

تب چونک کر میں نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا اور چہرے کی کیفیات بھی وہی تھیں۔

تب مجھے درحقیقت افسوس ہوا اور سچ تو تھا بن بلائی مہمان، خواہ وہ تہذیب ناشناس اور آدم خور ہی کیوں نہ ہو میزبان کی بے اعتنائی کے باوجود اس کے گھر میں کیسے دلجمعی سے کھا پی سکتی تھی۔ رحم آ گیا مجھے اس پر۔ سو میں اسے اٹھا کر سائبان کے نیچے لے گیا کہ اس عالم میں اس کی حالت بگڑ بھی سکتی تھی اور سمندر کا پانی اس پر اس انداز میں اثر کر سکتا تھا کہ اس کی زندگی ہی چھن جاتی خاص طور سے اس لئے کہ وہ کئی دنوں کی فاقہ زدہ اور جسمانی طور پر سخت کمزور تھی۔ . . . . اس کے بدن کو گرمی اور توانائی کی ضرورت تھی۔ سو میں نے ایک طبی اصول پر عمل کیا۔

اس کا منہ کھول کر پوری طرح اپنے منہ کی گرفت میں لے لیا اور اپنی گہری گرم سانسوں کو اس کے بدن میں منتقل کرنے لگا۔

یہی ایک طریقہ تھا، فوری طور پر اس کی توانائی بحال کرنے کا اور کوئی عام آدمی تو شاید اتنی جلدی کامیابی ممکن نہ ہوتی لیکن میرے بدن میں تو آگ موجود تھی اور اس آگ نے اسے وہ حرارت بخشی کہ وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی اور چند ہی ساعت کے بعد اس کے بدن میں کلبلاہٹ ہونے لگی۔ لیکن میں اسے اسی طرح بدن سے پٹائے پٹائے اپنے سانس اور جسم کی حرارت اس میں منتقل کرنے لگا۔

تب میں نے محسوس کر لیا کہ اب وہ پوری طرح درست ہو گئی ہے چنانچہ میں نے گرفت ڈھیلی کر دی اور اس کے ہونٹوں سے ہونٹ جدا کر لئے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اب وہ اپنی چمکدار جادوئی آنکھوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

"تم نے مجھے بچا کیوں لیا؟" اس نے کہا۔

"تم نے مرنے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"تمہاری نفرت کے ساتھ، اس لامحدود سمندر کی اس چھوٹی سی کشتی پر میں زندہ رہ کر کیا کرتی؟ میں تمہارے لئے قابلِ نفرت تھی۔"

"انصاف سے سوچو کیا میں اپنی نفرت میں حق بجانب نہ تھا؟"

"کیوں ۔۔ آخر کیوں؟"

"ارے واہ۔ تم نے مجھے لڑاکا دحشیوں کے سامنے ڈال دیا تھا تم نے مجھے بھوکے شیروں کے سامنے چھوڑ دیا تھا۔ اور اس کے بعد بھی جب میں بچ گیا تو تم نے میرا پیچھا نہ چھوڑا اور میرے اوپر چٹان گرائی ۔ ان ساری کوششوں کے بعد کیا مجھے تم سے محبت کرنی چاہیئے تھی؟"

وہ گردن جھکا کر سوچنے لگی۔ پھر بولی "ہاں یہ تو ٹھیک ہے" اب اس کے لہجے میں افسردگی تھی۔ "خود مجھے بھی ان باتوں کا احساس تھا" اس نے آہستہ سے کہا۔

"پھر تم میری کشتی میں کیوں آئی تھیں؟ اور کیا تم نے مجھے کشتی کے نزدیک دیکھا تھا اور یہ جان گئی تھیں کہ یہ کشتی میری ہے؟"

"ہاں"

"تمہیں یہ اندازہ نہ ہوا کہ میں تمہارا دشمن ہوں"

"تھا کیوں نہیں" اس نے جواب دیا۔

"پھر بھی تم میری کشتی میں آ چھپیں؟"

"اور کیا کرتی ۔۔ اس زمین پر بھی تو میرے لئے کوئی جگہ نہیں رہی تھی۔ اگر میں وہاں رہتی تو وہ مجھے ہلاک کر کے کھا جاتے۔"

"اوہ، کیوں؟"

"ملکہ ہونے کے باوجود میں ان کی حفاظت کرنے میں ناکام رہی تھی۔"

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "لیکن یہ تو بتاؤ، تم میری اتنی سخت دشمن تھیں پھر تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"بس اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔"

"اور تم بعد میں مجھ پر حملے کیوں کرتی رہیں؟"

"اس لئے کہ اگر تمہیں ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئی تو تمہاری لاش ان کے سامنے پیش کر کے کہوں کہ بالآخر میں کامیاب ہو گئی۔" اس نے بے خوفی سے سچ بول دیا اور پروفیسر! مجھے ہنسی آ گئی۔ اب اس احمق لڑکی سے اور کیا کہا جاتا۔

"تو شاہولا ۔۔ یہ بات طے ہے کہ تم میری دشمن ہو اب مجھے بتاؤ کہ تمہارے ساتھ سلوک کیا کروں؟"

"میں کیا کہوں۔"

"اچھا تم سمندر میں کیوں کودی تھیں؟"

"مرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔"

"کیوں؟"

"بس تمہارے رویے سے اکتا گئی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ یا تو تم مجھے ہلاک کر دو گے۔ سو یہ مرنا مجھے ناگوار نہیں تھا کیونکہ ان وحشیوں کے ہاتھوں نہ مرتی۔ یا پھر میں نے سوچا تھا کہ شاید تم مجھے معاف کر دو۔ لیکن تم نے نہ تو مجھے ہلاک کیا اور نہ معاف کیا۔ میں نے سوچا اب خود

ہی مرجاؤں۔"

"اس دوران تم نے کچھ کھایا پیا بھی نہیں؟"

"نہیں۔" اس نے گردن ہلا دی۔

"کیوں ــــ میں نے تو تم سے کہا تھا۔" میرے اس سوال پر وہ تھوڑی دیر خاموش رہی اور پھر ایک سسکی سی لے کر بولی۔

"میں بے شمار طاقتور جوانوں کی ملکہ تھی۔ میرے ایک اشارے پر وہ میرے لئے ہر چیز کے انبار لگا دیتے تھے۔ لیکن تم نے مجھے دشمن غلاموں کی مانند کھانے کے لئے کہا تھا۔ سو میں نے نہ کھایا کہ مجھے اپنے دشمن غلام یاد آجاتے تھے۔"

معصوم تھی، عورت تھی پروفیسر! کمزور تھی اور ــــ اور دلکش تھی۔ سو میں نے سوچا کہ اب اسے قبول نہ کرنا حماقت ہے۔ رہا اس سے دشمنی کا سوال تو تم خود سوچو کہ روئے زمین پر میں کسی کو دشمن کہاں سمجھ سکتا تھا۔ اور مجال تھی میرے دشمن کی کہ جسے میں دشمن سمجھ کر اس کے درپے ہوں اور وہ میری مرضی کے خلاف سانسیں لے ــــ سو میں نے سمندر کی آغوش میں اسے قبول کر لیا اور مختلف نہ رہی اس کی کہانی ان تمام کہانیوں سے جو میری طویل زندگی سے چمٹی ہوئی ہیں اور جن میں عورت کے سربستہ راز کھلتے رہے ہیں۔ سو یوں لگتا تھا جیسے اس سے پہلے کسی عورت نے مجھے اس سے زیادہ نہ چاہا ہوگا اور چاہت کے یہ انداز دنیا کی دوسری عورتوں سے مختلف نہ تھے اور مختلف تھی تو صرف یہ بات کہ اس نے اپنی طویل تر زندگی سمندر پر ہی گزاری۔ ہاں ایک بار ہم خشکی پر اترے تھے لیکن وہ بھی صرف اس لئے کہ بادبان بنا سکیں اور کشتی کو مضبوط کر سکیں۔ سو میں نے یہ دونوں کام کر لئے اور ضرورت نہ تھی اس بات کی کہ میں خشکی کا رُخ کروں اور آبادیوں کے ہنگاموں سے دور سمندر کی پُرسکون آغوش میں چاند ہم دونوں کو پیار کرتے دیکھتا تھا اور بڑا تعاون کرتی تھی شاہولا مجھ سے کہ اختر شماری کے اوقات میں یا اپنی کتاب کی تکمیل کے وقت وہ صرف میری ضروریات کا خیال رکھتی تھی اور دخل نہ دیتی تھی میرے معاملات میں۔ لیکن خوفزدہ تھی وہ میری پھول کی طرح کھلی جوانی اور اپنے بڑھاپے سے کہ اس کے بالوں کا رنگ سفید ہونے لگا تھا اور کسے ہوئے بدن میں جھریاں نمودار ہونے لگی تھیں احساسِ کمتری کا شکار شاہولا اب حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہتی تھی۔ لیکن میں نے آج تک اس سے بیزاری کا اظہار نہیں کیا تھا کیونکہ بہرحال اس نے اپنی ساری جوانی میرے ساتھ گزاری تھی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اب اس میں نہ جوانی کی اُمنگیں رہ گئی تھیں اور نہ جذبات۔ اب وہ ایک بوڑھی اور سرد عورت تھی جبکہ میں آگ کی مانند جوان تھا کیونکہ آگ تو میرے رگ و پے کی محافظ تھی۔ اور پروفیسر! شاہولا بھی ان خوش نصیب عورتوں میں سے تھی جنہوں نے میرے ساتھ جوانی کا آغاز کیا ہو اور میری معیت میں بوڑھی ہو کر جان دے دی ہو۔ بہت کم عورتوں کو یہ شرف حاصل ہو سکا تھا۔

شاہولا بھی مر گئی اور میں نے کسی بھی جذبے کے بغیر اس کی لاش اُٹھا کر سمندر میں ڈال دی۔ میں پُرسکون تھا کیونکہ جانتا تھا کہ شاہولا موت کے نزدیک ہے اور ایک دن اسے مرجانا ہے۔

اس کی موت کے بعد میں اسے بھول گیا کہ صدیوں سے واقعات کو بھلانے کا عادی تھا اور ان پر غمگین یا خوش نہیں ہوتا تھا۔ ہاں تنہائی کے اس سفر میں میں نے اکثر سوچا تھا کہ اب ہنگاموں سے دور کافی زندگی گزر گئی ہے۔ پروفیسر ــــ گو میرے اندر انسانی جذبات اتنے شدید نہیں ہیں جتنے عام انسانوں میں ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کبھی کبھی میں عام انسانوں کی مانند ہی سوچنے لگتا ہوں۔ تم لوگ پروفیسر! بعض معاملات میں بہت بہتر ہوتے ہو۔ تمہاری زندگی میں ہیجان ہوتا ہے، تمہیں ہر کام کی جلد بازی ہوتی ہے کیونکہ تمہاری عمر مختصر ہوتی ہے اور تمہیں یقین ہوتا ہے کہ تم جوان ہوگے، بوڑھے ہوگے اور مر جاؤ گے۔ گویا تمہاری ایک منزل ہوتی ہے لیکن وہ جس کی کوئی منزل ہی نہ ہو ــــ زندگی بعض اوقات اس کے لئے کتنی کٹھن ہوتی ہے، یہ میں جانتا ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ اَدوار ختم ہوتے جائیں گے، کہانیاں جنم لیتی رہیں گی اور دَم توڑ دیں گی اور میں اَدوار کے اس بھنور میں پھنسا رہوں گا۔ ان اَدوار کا کوئی اختتام نہیں ہے۔ گو میں اَدوار کی نت نئی دلچسپیوں میں گُم ہو کر خود کو مطمئن کر لیتا تھا۔ لیکن بعض اوقات دل کچھ نہیں چاہتا تھا اور اس وقت ایسی شدید بیزاری طاری ہوتی تھی کہ ذہن کام کرنا ہی چھوڑ دیتا تھا۔

کشتی کے سفر میں ان دنوں یہی بیزاری میرے اوپر طاری تھی ستارے سب کے سب جانے پہچانے، جن کی داستانیں ختم ہو چکی تھیں۔ چھوٹی اور دیو پیکر لہریں جو ایک ہی گیت گنگناتی رہتی تھیں۔ اب تو سمندر کی جانب نگاہ اُٹھا کر دیکھنے کو دل بھی نہ چاہتا تھا۔ سو ان حالات میں سوچا میں نے کہ اب آبادی کا رُخ کیا جائے اور زندگی کو دیکھا جائے کہ کون سی منازل طے کر چکی ہے۔ کشتی بھی بوڑھی ہو چکی تھی اور جگہ جگہ سے بوسیدہ ہو گئی تھی۔ میرے ذہن میں صرف دو ہی راستے تھے۔ یا تو اس کشتی میں سو جاؤں۔ جب تک یہ تھپیڑوں سے لڑتی رہے ٹھیک ہے ورنہ پھر اس کے بعد سمندر کی تہہ میں جا سوؤں گا اور ایک طویل نیند لوں گا جو میرے ذہن سے کسل دور کر دے۔

لیکن سونے کے سلسلے میں بھی میں پُرخلوص نہیں تھا۔ ابھی سونے کو دل بھی نہیں چاہ رہا تھا۔ تب میں نے فیصلہ سورج پر چھوڑ دیا۔ میں نے سوچا تین سورج دیکھوں گا۔ اگر کوئی خشکی نظر آگئی تو اس کی جانب بڑھوں گا اور اگر تین سورج گزر جانے کے باوجود خشکی نظر نہ آئی تو پھر کشتی میں سو جاؤں گا اور خود کو واقعات کے لئے چھوڑ دوں گا۔ ایسے فیصلے مجھ جیسے انسان کے لئے سکون بخش ہوتے تھے۔ چنانچہ میں

سورج گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔
اور میں نے جو کہا تھا پروفیسر کہ اگر فیصلہ حالات پر چھوڑ دیا جائے تو نتائج بہتر ہی نکلتے ہیں۔ اور انسان سوچ لیتا ہے کہ جو ہوا ہے بہتر ہی ہوا ہے۔ ابھی دوسرا سورج عروج کو پہنچا تھا کہ میری نگاہ سمندر کی آخری حد پر جا پڑی۔ بلاشبہ یہ بادل نہ تھے کیونکہ کالے بادل سمندر سے اس طرح بلند نہیں ہوتے۔ وہ دھواں تھا گہرا اور گاڑھا سیاہ دھواں، دل کے بادل اُمڈ رہے تھے۔ ظاہر ہے یہ دھواں سمندر سے بلند نہ ہو رہا ہوگا، بلکہ سورج کا انعام۔ اس پر بھروسے کا نتیجہ۔ میں نے کشتی کے بادبانوں کا رخ بدلا اور دھوئیں کی راہ پر چلنے لگا۔ جس طرح دھوئیں کے غٹ کے غٹ اٹھ رہے تھے ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ یا تو جنگل کے درختوں میں آگ لگی ہوئی ہے یا پھر ممکن ہے کوئی آتش فشاں آتش فشانی کے بعد دھواں اگل رہا ہے۔

لیکن آتش فشاں کا خیال تھوڑی دیر کے بعد ترک کر دینا پڑا کیونکہ دھواں اگر آتش فشاں سے اُبل رہا ہوتا تو اس کا منبع ایک ہوتا جگہ جگہ سے دھوئیں کے مرغولے اُٹھ رہے تھے اور دُور تک پھیلتے چلے جا رہے تھے یقیناً جنگل کی آگ ہے۔ تو کیا اس جنگل کے نزدیک کوئی بستی بھی ہے؟

دُور کے خیالات بے پناہ تھے اور خیالات کا کیا ہے جو دل چاہے قائم کر لو حقیقت تو قریب پہنچ کر ہی معلوم ہو سکتی تھی۔ چنانچہ انسانوں کی مدد کے لئے اور اس جگہ جلدی پہنچنے کے خیال سے میں نے پتوار بھی سنبھال لئے اور میرے بازو تیزی سے ہواؤں کو کاٹنے لگے۔ کشتی اب ایک سیدھے تیر کی طرح مطلوبہ جگہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ہوائیں یہ سفر اتنی تیزی سے طے کرانے کی اہلیت نہیں رکھتی تھیں۔ میں نے تھوڑی دیر کے بعد طے کر لیا اور اب میں دُور سے بستی کے مناظر دیکھ رہا تھا۔

دھڑا دھڑ جلتی ہوئی بستی اب صاف نظر آنے لگی تھی۔ پکے نیچے مکانات آگ کے نارنجی شعلوں میں گھرے ہوئے تھے اور انہی سے شعلے اور دھواں بلند ہو رہا تھا۔ پھر میں نے کچھ اور دیکھا سمندر کے اندر لکڑی کا عظیم الشان پُل بنا ہوا تھا۔ موٹے موٹے شہتیروں سے بنا پل جو بے حد شاندار اور جدید تھا۔ آج تک میں نے جہازوں کو لنگر انداز کرنے کے لئے ایسا پُل نہیں دیکھا تھا۔ لیکن افسوس پُل بھی جل چکا تھا اور اس کا ایک بڑا حصہ آگ کی لپیٹ میں آگیا تھا۔

کشتی اب بستی کے اتنے قریب پہنچ چکی تھی کہ آگ کی تپش صاف محسوس ہو رہی تھی اور ہوائیں کچھ بُوئیں بھی ساتھ لا رہی تھیں۔ یہ گوشت جلنے کی بُو تھی۔ بستی ہے تو انسان بھی ہوں گے اور جانور بھی۔ لیکن افسوس سب آگ کی لپیٹ میں تھے اور ان کے زندہ بدن سُلگ رہے تھے۔

کچھ اور قریب پہنچ کر ایک ... خیال بھی آیا۔ نہ انسانوں کے شور کی آوازیں تھیں نہ جانوروں کے۔ بس آگ کی بھڑبھڑاہٹ تھی جو بہرحال اتنی تیز نہیں ہوتی کہ انسانوں کے چیخنے اور کراہنے کی آوازوں کو دبا سکے۔

تو کیا بستی کے سارے انسان نذرِ آتش ہو گئے۔ اس کا مطلب ہے آگ کئی دن سے لگی ہوئی ہے اور اپنی تباہ کاریاں پوری طرح پھیلا چکی ہے۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ انسانوں نے آگ کو بے قابو ہوتے دیکھ کر بستی چھوڑ دی ہو اور کہیں دُور پناہ لے لی ہو اور اس وقت یہ شہر خالی ہو۔ ہاں وہ جو آگ کا شکار ہو چکے تھے، زندگی کے ہنگاموں سے دُور سُلگ رہے تھے اور ان کے گوشت کی چراندھ پھیل رہی تھی۔

کشتی کو پُل کے بالکل نزدیک لے جانے کے بعد میں نے بادبان اُتار دیئے۔ قیامت کی آگ تھی۔ میرا بدن آگ کی جانب لپکنے لگا میرے مسامات نے بھوکی مچھلیوں کی طرح مُنہ کھول دیئے اور آگ کی طلب کرنے لگے۔ سرور کی ایک انوکھی کیفیت میرے رگ وپے میں مچلنے لگی۔

تب میں نے کشتی جلتے ہوئے پُل سے لگا دی۔ میں اس پُل کو دیکھ رہا تھا جسے جدید انسانوں نے بڑی محنت سے تیار کیا ہوگا۔ لیکن اب ان کی محنت اکارت ہو چکی تھی۔ تیز ہواؤں نے آگ کو لکڑی کے پُل کے ریشے ریشے میں اُتار دیا تھا۔ سو میں نے اپنی کشتی کو بھی الوداع کہہ دیا جو میرا ساتھ دینے والی عورتوں کی مانند بوڑھی ہو چکی تھی۔ یقیناً آگ کا کوئی شعلہ اس پر بھی مہربان ہو جائے گا اور اسے طویل زندگی کے بوجھ سے نجات دلا دے گا۔ پھر میں نے ایک جلتے ہوئے شہتیر کو پکڑا اور اس پر چڑھنے لگا۔ درحقیقت بہت پُرلطف آگ تھی، زندگی اور جوانی سے بھرپور۔

شعلوں کی زبانیں میری جانب لپکیں اور پھر مانوس بدن پاکر پُرسکون ہو گئیں اور ہولے ہولے مجھے چاٹنے لگیں۔ لیکن لکڑی کا نامراد شہتیر آگ سے اتنا ناکارہ ہو چکا تھا کہ میرا مختصر بوجھ بھی نہ سہار سکا۔ اور اس طرح ٹوٹ کر نیچے گرا کہ میں بھی اس کی لپیٹ میں آگیا اور کشتی بھی۔ میں کافی بلندی سے نیچے گرا تھا۔ گو میرا کچھ بھی نہیں بگڑا تھا لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔ اب از سرِ نو محنت کرنا تھی چنانچہ آگ کے غسل کے بجائے مجھے بستی کے حالات معلوم کرنا تھے۔ ممکن ہے میں کسی ذی رُوح کی جان بچا سکوں۔

اس بار میں نے اس حصے کا رُخ کیا جہاں ابھی آگ نہیں پہنچ سکی تھی۔ ہاں اس طرف بڑھ ضرور رہی تھی۔ میں نے پانی میں ڈوبے ہوئے موٹے ستون کو پکڑا اور اوپر چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں پُل پر تھا۔ لکڑی کے چوڑے چوڑے تختوں کو جوڑ کر لمبی سڑک بنائی گئی تھی۔ لیکن یہ سڑک بھی جگہ جگہ سے آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں تھی اور سڑک میں بڑے بڑے آگ اُگلنے والے سُوراخ بن گئے تھے۔ ان سوراخوں سے مجھے بچنا تھا کیونکہ یہ مجھے واپس پانی میں پہنچا دیتے۔ بہرحال میں ... سڑک

پر دوڑنے لگا۔ ویسے پُل بنانے والوں کو میں دل ہی دل میں داد دے رہا تھا۔ بلاشُبہ یہ انسانی محنت کا عظیم کارنامہ تھا۔ لیکن دُکھ کی بات تھی کہ اس طرح آگ کی نذر ہوگیا۔

سڑک عبور کرکے میں بستی کے قریب پہنچ گیا۔ سامنے ہی مکانوں کی قطار نظر آرہی تھی۔ لیکن سب کے سب آگ کی لپیٹ میں تھے ۔۔۔ ان مکانوں میں سے ایک کے سامنے مجھے ایک انسانی جسم نظر آیا۔ لیکن اس طرح کہ اب اس میں سے نرم گوشت کا دُھواں چراندھ کے ساتھ اُٹھ رہا تھا۔ اس کے خدوخال پگھل چکے تھے اور اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ میں وہاں سے اندر کی جانب چل پڑا۔ مکانات قطار سے بنے ہوئے تھے اور ان میں ایک خاص سلیقہ نظر آتا تھا جانوروں اور انسانوں کی لاشیں جابجا بکھری ہوئی تھیں۔ ان میں بہت سی آگ میں جل کر مسخ ہوگئی تھیں۔ بہت سی ایسی تھیں جن تک آگ نہیں پہنچ سکی تھی۔ ایسی ہی لاش کے پاس جاکر میں اس پر جُھک گیا۔ لاش کے گرد خون پھیلا ہوا تھا اور میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہ سب ماجرا کیا ہے؟

میں نے لاش کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس کا پیٹ ناف سے لیکر سینے تک چرا ہوا تھا اور آنتیں باہر نکلی پڑی تھیں۔ یقیناً یہ کسی دھار دار آلے کا کارنامہ تھا اور صورتِ حال کسی حد تک میری سمجھ میں آنے لگی۔ یہ کسی جنگ، کسی تخریب کاری کا نتیجہ ہے۔ جنگ میں فتح پانے والوں نے نہ صرف انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا بلکہ پورے شہر کو آگ لگادی۔ اور میری تجربے کار نگاہوں نے صورتحال کا بالکل صحیح جائزہ لیا تھا۔ جُوں جُوں میں اندر داخل ہوتا گیا مجھے ایسے ہی نشانات ملتے گئے۔ کئی جگہ گھوڑوں کی لاشیں بھی ملیں جن کے ساتھ ان کے سوار بھی تھے اور یہ سوار آہن پوش تھے۔ ان کے جسموں پر فولادی بکتر بھی تھے جو ہتھیاروں کو روکنے کے لئے ہی استعمال ہوتے تھے۔ ان کے نزدیک ان کی چوڑی تلواریں اور ڈھالیں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ بعض سواروں کے نزدیک انتہائی تیز اور عمدہ اَنی والے نیزے بھی پڑے ہوئے تھے۔

یقیناً یہ حملہ آور تھے جنہیں شہریوں نے قتل کیا ہوگا۔ ظاہر ہے شہریوں نے بھی اپنی حفاظت کے لئے ہاتھ پاؤں توہلائے ہوں گے۔ لیکن سواروں اور گھوڑوں کی تعداد بہت معمولی تھی۔ ہاں شہریوں کے کشتوں کے پُشتے لگے ہوئے تھے۔ ان میں کوئی تخصیص نہیں تھی، مرد، بچے، بوڑھے سبھی تھے۔ حملہ آوروں نے کسی کو نہیں چھوڑا تھا جس سے اُن کی سفاکی اور درندگی کا اندازہ ہوتا تھا۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ پورے شہر میں ایک بھی زندہ وجود نہ تھا۔ دُکانیں، بازار اُجڑے پڑے تھے۔ اشیاء موجود تھیں کچھ جل چکی تھیں، کچھ جل رہی تھیں لیکن کوئی زخمی بھی موجود نہیں تھا۔ لاشیں اور صرف لاشیں۔ جس طرف بھی نگاہ جاتی لاشوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ان میں بے شمار لاشیں جل چکی تھیں اور آگ جہاں جہاں پھیلتی جارہی تھی سب کچھ جلتا جارہا تھا۔

شہر کافی طویل و عریض تھا۔ لیکن کسی زندہ انسان کی تلاش میں میں ہر گلی کُوچے سے گزر رہا تھا۔ پھر مجھے سُرخ پتھروں سے بنا ہوا ایک خوبصورت محل نظر آیا اور میں آگ سے جلتے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔

وسیع و عریض محل کے مختلف حصّوں میں بھی آگ روشن تھی یہاں بھی چپّے چپّے پر لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ انسانوں کی تباہی کے ایسے خوفناک مناظر بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں پروفیسر۔ یُوں لگتا تھا جیسے اس جلتے ہوئے شہر میں کسی فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑا گیا ہو۔ محل سے بھی باہر نکل آیا اور شہر کے دوسرے حصّوں سے گزرتا ہوا بالآخر اس کے آخری سِرے تک آپہنچا۔ یہاں سے تاحدِ نگاہ شہر پناہ کی فصیلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ عظیم الشان دروازہ اُکھڑا ہوا پڑا تھا اور وہ بھی دُھواں دے رہا تھا۔

بہت ہی خوفناک دشمن نے حملہ کیا تھا اور پورے شہر اور قلعے کو نیست و نابود کردیا تھا۔ بہرحال اس ویران شہر میں لاشوں، آگ اور دُھوئیں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پھر میں یہاں کیا کرتا ۔۔۔ دفعتہً ہی میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ کیوں نہ فصیلوں کی بلندی سے دوسری جانب کا نظارہ کیا جائے ۔۔۔ وہ دشمن دُور جاچکا ہے جس نے یہ تباہی پھیلائی ہے، یا کہیں نزدیک ہی موجود ہے۔

اور میں اوپر جانے والی سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں فصیل پر پہنچ گیا اور دوسری طرف کا خوبصورت منظر میرے سامنے تھا۔ اندر جو ہولناک تباہی پھیلی تھی، باہر اس کے کوئی آثار نہ تھے۔ دُور دُور تک باغ پھیلے ہوئے تھے اور اس کے بعد ایک انتہائی طویل و عریض میدان۔

اور اس میدان میں ایک لشکرِ عظیم خیمہ زن تھا۔ سفید خیموں کا پورا شہر بسا ہوا تھا اور ان کے درمیان گھوڑے سوار آجارہے تھے۔ اور بھی مختلف کاموں میں مصروف لوگ نظر آرہے تھے۔ میں نے گہری سانس لی۔ یقیناً یہ فاتح لشکر تھا۔ وہی خونخوار لشکر جس نے یہ تباہی پھیلائی تھی۔ میں اسے قریب سے دیکھنا چاہتا تھا اور ظاہر ہے پروفیسر ۔۔۔ اس کے لئے مجھے کسی سوچ بچار کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ میں فصیل سے نیچے اُتر آیا اور قلعے کے بغیر پھاٹک والے دروازے سے باہر نکل آیا۔ میں نے چھپنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

پھر شاید دُور سے ہی مجھے دیکھ لیا گیا اور باغوں سے پرے کے وسیع میدان سے یہ کام مشکل نہیں تھا کیونکہ درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ میں دلجمعی سے آگے بڑھتا رہا اور سامنے بھی دیکھتا رہا۔ لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہوگیا تھا۔ یہ سب کے سب دُور سے مجھے دیکھ رہے تھے اور شاید میرے بارے میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

پھر ہجوم چھٹا اور اس میں سے چار گھوڑ سوار نکل آئے۔ یہ سب

آہن پوش تھے اور ہتھیاروں سے لیس تھے۔ غالباً اس مُردہ شہر سے کسی زندہ برآمد ہونے والے کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئے تھے۔ گھڑسوار میرے لئے ہی گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے تھے۔ تین سوار پیچھے ہو گئے اور ایک آگے بڑھ آیا۔ یہ کافی قوی ہیکل آدمی تھا اور سفید رنگ کے ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ پھر اُس نے نیام سے تلوار نکالی اور اسے سیدھا آسمان کی طرف بلند کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے ایک آواز نکلی تھی جو مجھے یہاں تک سُنائی دی تھی۔ اور اس کے بعد اُس نے گھوڑا سرپٹ دوڑا دیا۔ تینوں گھوڑے اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔

اور آن کی آن میں وہ میرے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے میرے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا اور پھر ایک دائرے میں گھوڑے دوڑاتے ہوئے میرے چاروں طرف بھاگنے لگے۔ گھوڑوں کی رفتار اتنی تیز تھی کہ میرے آگے بڑھنے کا راستہ بند ہو گیا۔ میں نے دونوں ہاتھ باندھ لئے اور انہیں دیکھنے لگا۔ میرے چہرے پر لاپرواہی تھی۔ ظاہر ہے مجھے ان بیوقوفوں کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔

احمق وحشی کافی دیر تک اسی طرح دھما چوکڑی مچاتے رہے اور اپنی دانست میں مجھے ذہنی طور پر مفلوج کرتے رہے اور پھر یکلخت انہوں نے گھوڑے روک لئے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو زمین پر دھمک ہو رہی تھی اس کے اچانک رُک جانے سے ایک سناٹا سا چھا گیا تھا۔

میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی اور یُونہی کھڑا رہا پھر وہی شخص جس نے ان لوگوں کی سربراہی کی تھی اور جس کے سر پر دو سینگ اُگے ہوئے تھے یا پھر اس نے اس قسم کا خود پہنا ہوا تھا جس کے دونوں جانب بیل کے سے دو سینگ اُبھرے ہوئے تھے، آگے بڑھ آیا۔ وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا اور اس کی خونخوار آنکھوں سے سرخ چنگاریاں سی نکل رہی تھیں۔

"اے شخص! آگے آ۔" اس نے مجھ سے تھوڑے فاصلے پر رُک کر کہا۔ لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی تھی۔ ان خونخوار لوگوں کے درمیان میں نے بھی طاقت کی زبان استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جب میں نے اس کا حکم نہیں مانا تو اس نے بے چین نگاہوں سے میری طرف اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر پہلے سے زیادہ کرخت لہجے میں بولا۔

"اسپاسیہ کے رہنے والے! تُو نے میری بات نہیں سنی؟"

"سُنی ہے میں نے۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"تو پھر تعمیل کیوں نہیں کی؟" وہ غرّایا۔

"میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔"

"اوہ، اوہ، تُو جانتا ہے، تُو جانتا ہے کہ موت تیرا مقدر ہے اس لئے من مانی کر رہا ہے۔ سُنا بہادر رو! آدمی موت کے وقت کافی بہادر ہو جاتا ہے۔ سو اسپاکیہ کا یہ سُنہرا جوان بھی بہادر ہو گیا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ دُنیا میں چند لمحات کی زندگی پانے کے لئے بھی جدوجہد کی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے اسے تھوڑی سی زندگی اور مل جاتی، جواب نہیں ملے گی۔ اور یہ اس کی خودسری کی سزا ہو گی لیکن ـــ" وہ اچانک رُک گیا، مجھے گھورتا رہا ـــ پھر بولا۔ "لیکن "خدائی قہر" کے نام کی خیرات میں اسے ایک موقع اور دینا چاہتا ہوں۔ اسپاکیہ کے جیالے! آگے بڑھ اور میرے گھوڑے سے دو ہاتھ کے فاصلے پر رُک جا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فاتح اعظم تجھے تیرے انوکھے ہونے کا انعام، تیری زندگی کی شکل میں بخش دیں کیونکہ تُو سُنہرا ہے اور ایسے لوگ کم دیکھنے میں آتے ہیں اور شاید تجھے علم نہیں کہ "خدائی قہر" بعض اوقات دشمنوں پر بھی مہربان ہو جاتا ہے اور انہیں زندگی بخش دیتا ہے جنہیں اس کی اُمید نہیں ہوتی۔"

"خدائی قہر۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔ اور تیری پس و پیش تیرے اوپر عرصۂ حیات تنگ کر رہی ہے۔"

"میں تیرے سامنے ہوں۔ بول کیا کہنا چاہتا ہے؟"

"گویا تُو حکم عدولی کر رہا ہے؟"

"یہی سمجھ لے۔"

"اوہ، تو پھر سُن۔ ظاہر ہے میں تجھے یہاں قتل نہیں کروں گا۔ لیکن اس حکم عدولی پر، اس نافرمانی پر مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ اس رسّی سے جس سے باندھ کر تجھے لانے کے لئے کہا گیا ہے۔ تجھے باندھ کر اس کا دوسرا سرا اپنے گھوڑے کی کمر سے باندھ لوں اور اس طرح تجھے لے جاؤں کہ کھُردرے میدان میں تیرے پورے بدن کی کھال جگہ جگہ چپک جائے اور تیرے بدن سے نکلنے والے خون کی لکیریں راہ کے نشان بناتی چلی جائیں۔ اور خدائی قہر کی قسم! میں ایسا ہی کروں گا۔"

"خوب۔ تیرا کام ہے جس طرح چاہے کر۔" میں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"اس سے قبل کچھ باتیں اور ہیں۔"

"وہ بھی کہہ دے۔" میں نے بدستور مُسکراتے ہوئے کہا۔ میری یہ مُسکراہٹ اس کے لئے بڑی تکلیف دہ تھی۔ وہ بے چینی سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ شاید اپنی اس سُبکی کا احساس ہوتا تھا اسے اور وہ سوچتا تھا کہ اس کی شخصیت میرے لئے مرعوب کُن نہیں ہے۔ بھلا ایسے فاتح لشکر کے ایک جوان سے یہ بے اعتنائی۔

"کیا تُو حواس میں ہے؟" اس نے گرج کر کہا۔

"تجھے کیا محسوس ہوتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے تو تُو مخبوط الحواس معلوم ہوتا ہے اور یوں لگتا ہے جیسے اپنے شہر اور اس کے لوگوں کا حالِ زبوں دیکھ کر تیرا دماغ اُلٹ گیا ہو۔

ورنہ صحیح الدماغ۔۔۔ وہ جو خدائی قہر سے واقف ہوں، اس کے کسی غلام سے اس طرح گفتگو کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔"

"جو کچھ تجھے محسوس ہوتا ہے، وہ تیرا کام ہے۔"

"کیا تو نے اس وقت ہماری آواز نہیں سُنی تھی جب خدائی قہر کے نام پر حکم دیا جا رہا تھا کہ کسی مکان یا گلی کے کونے میں کوئی ذی رُوح موجود نہ رہے، سب باہر نکل آئیں۔ اگر تو نے یہ آواز سُنی تھی تو جواب دے کہ حکم عدولی کس طرح کی؟"

"اسی طرح جس طرح اب کی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، اور تمہیں اپنے جرم کا احساس نہیں۔"

"نہیں۔" میں نے دلچسپی سے جواب دیا۔

"سُنا تم لوگوں نے۔۔۔ اور اس کے باوجود اسے صحیح الدماغ سمجھتے ہو۔ ارے یہ تو سوچو کہ اگر یہ صحیح الدماغ ہوتا تو کبھی اس جلتے شہر سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرتا اور کسی ایسی جگہ چھپ جاتا جہاں آگ نہ پہنچ پاتی۔ پھر جب ہم یہاں سے چلے جاتے تو یہ زندگی بچانے کی جدوجہد میں مصروف ہو جاتا اور اس طرح اس کی جان بچ جاتی۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو سردار۔" اس کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔

"تو پھر اب سوچنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس کی گردن میں رسّی کا پھندا ڈال دو اور پھندے کے دوسرے سرے کو میرے گھوڑے کی پُشت سے باندھ دو کہ میں نے اس کی قسم کھائی ہے جس کی ہیبت سے زمین و آسمان کانپتے ہیں۔"

"لیکن ہو گا اس کا اُلٹا۔ سُنا تو نے۔ سو میں تم چاروں کو تمہارے گھوڑوں سے باندھ دوں گا۔ نہیں بلکہ تم چاروں کو تین گھوڑوں سے باندھوں گا اور ایک گھوڑے پر میں سواری کروں گا اور اس طرح تجھے تیرے لشکر تک پہنچاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"سردار! اجازت ہو تو پہلے اس شخص کی گردن اس کے شانوں سے اُتار دی جائے اور اس کے بعد بے سر بدن کو ہم گھوڑوں سے روندتے ہوئے لے جائیں کیونکہ یہ شخص بہت خودسر اور بدزبان ہے۔" ان تینوں سواروں میں سے ایک نے غصیلے انداز میں کہا۔

"بس اب وقت نہ ضائع کرو اور اسے باندھ لو۔" سردار نے کہا اور پروفیسر میں نے بھی وقت ضائع نہ کیا اور دو گھوڑوں کی باگیں تھام کر نکیل کے پاس سے اسے یوں مروڑا کہ گھوڑوں کی گردنیں ٹیڑھی ہو گئیں اور انہوں نے اپنے سواروں کو پھینک دیا۔ پھر یہ حواس سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ میں نے سردار اور باقی بچے ہوئے شخص کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ یوں چاروں آ گئے زمین پر۔ پھر میں انہیں سنبھلنے کا موقع کہاں دے سکتا تھا۔ اس لئے میں نے وہ رسّی سنبھالی جو وہ مجھے باندھنے کے لئے لائے تھے۔ پھر اُٹھنے والوں کے سروں پر مجھے ایک ایک گھونسا جمانا پڑا تھا اور ان کی کھوپڑیاں تڑخ گئیں۔ ممکن ہے کسی کا بھیجا بھی نکل پڑا ہو۔ میں نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ مجھے دلچسپی اُن کی ٹانگوں سے تھی جنہیں میں نے رسّی سے کس دیا اور پھر رسیّوں کو درمیان سے ٹکڑے کر کے ایک گھوڑے سے سردار اور اس کے ایک ساتھی کو کسا۔ اور باقی دو گھوڑوں سے دوسرے دو آدمیوں کو۔ اور یہ سب کچھ میں نے اپنی شان کے مطابق کیا تھا کہ وہ میرے [illegible] کو ہاتھ نہ لگا سکے اور خود بے بس چوہے بن گئے۔

تب میں نے سردار کے سفید گھوڑے پر سواری گانٹھ لی اور تینوں رسیّاں میرے ہاتھ میں تھیں۔ تب میں نے اس شان سے اس عظیم لشکر کی جانب کوچ کیا جو خیموں کے شہر میں پناہ گزین تھا اور شہر کے سامنے بے اندازہ لوگ جمع ہو کر یہ دلچسپ تماشا دیکھ رہے تھے۔ سو پہنچ گیا میں ان کے سامنے کہ سپاہی منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہے تھے۔

"کیا انہی بہادر سپاہیوں کو بھیجا تھا تم نے میری گرفتاری کے لئے۔۔۔ لو انہیں سنبھالو اور اطلاع دو اپنے سردار کو کہ میری پیشوائی کرے۔ جاؤ اس سے انحراف تمہارے لئے موت لائے گا۔"

غیظ و غضب کی بے پناہ آوازیں گونجیں۔ جیسے میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہو جس کو سُننے کی تاب کوئی نہیں رکھتا تھا۔

"مار دو۔۔۔ زبان نکال لو اس گستاخ کی۔ اس نے اٹیلا کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اس نے خدائی قہر کو للکارا ہے۔" بے شمار آوازیں اُبھریں۔ تب ایک اور شخص آگے بڑھا اور گھوڑوں سے بندھے ہوئے لوگوں کو دیکھنے لگا جن میں کوئی زندہ نہیں تھا۔

"اسپاکیہ کے رہنے والے! تو نے اٹیلا کے جوانوں کو قتل کر دیا۔"

"کون اٹیلا۔۔۔؟ میں اسے نہیں جانتا۔"

"آہ، تب تو پاگل ہے یا پھر زمین سے تیرا تعلق نہیں ہے ورنہ تو خدائی قہر کو ضرور جانتا جس کے جلوں میں موت دینے والے دوڑتے ہیں۔ وہ جہاں جاتا ہے موت اور تباہی اس علاقے کا مقدر بن جاتی ہے۔ لیکن تو بہادر اور طاقتور ہے اس لئے خدائی قہر کے ارشاد کے مطابق تجھے اس کی اجازت کے بغیر قتل نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بہادروں کو اپنی انگوٹھی کا نگینہ سمجھتا ہے۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ اسے میرے بارے میں اطلاع دو۔" میں نے کہا۔

"کس کی مجال ہے جو اس وقت اس کے سامنے جائے کہ جب تک وہ نہ چاہے۔ ہاں اسے اطلاع دے دی جائے گی تیرے بارے میں۔ اور اگر اس نے طلب کیا تجھے تو پھر ہم اس کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ سو بہتر ہے کہ تو خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دے ورنہ پھر ہم تجھے زخمی

کریں گے اور گرفتار کریں گے۔"
"ہوں۔ تو تم مجھے گرفتار کر کے اُسے اطلاع دو گے؟"
"ہاں۔"
"اور اس دوران میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"
"وہی جو تیرے ہموطنوں اور تیرے شہنشاہ اڈی پاس کے ساتھ کیا گیا ہے۔ تجھے بھی تیرے ہموطنوں کے ساتھ قید کر دیا جائے گا۔"
"یعنی اسپاکیہ کے باشندوں کے ساتھ؟"
"ہاں۔" جواب ملا۔
"ٹھیک ہے میں تمہارے کام میں مداخلت نہیں کروں گا۔ لیکن اپنے حکمراں تک میرا پیغام ضرور پہنچا دو۔" میں نے کہا۔ ویسے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ لوگ صرف اس لئے مجھے قتل نہیں کر رہے ہیں کہ ان کا سردار ان سے باز پرس کرے گا ورنہ شاید وہ وہیں مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کرتے۔ ظاہر ہے اپنے آدمیوں کے ہلاک ہو جانے کا انہیں قلق ہو گا۔
تھوڑی دیر کے بعد مجھے خیموں کے درمیان ایک جگہ لایا گیا۔ یہاں لکڑیوں کی ٹکٹکیاں نصب کر کے انہیں رسیوں سے منسلک کر دیا گیا تھا۔ اُوپر کھلا آسمان تھا اور رسیوں کے اس احاطے میں بے شمار قیدی مرد، عورتیں اور بچے موجود تھے۔ سب کے سب سہمے ہوئے، خوف سے زرد۔ ان کے چاروں طرف اٹیلا کے سپاہی بکھرے ہوئے تھے اور ان کی کڑی نگرانی کر رہے تھے۔
"یہاں پر سازش اور محافظوں سے بدکلامی کی سزا موت ہوتی ہے اس لئے خود کو قابو میں رکھنا کہ وقت سے پہلے زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھو۔" مجھے لانے والوں نے مجھے اطلاع دی اور میں نے ان کی بات سُنی اَن سُنی کر دی۔ میں ان قیدیوں کو دیکھ رہا تھا وہ سب کے سب ہی تندرست و توانا تھے۔ ان کی عورتیں بھی خوبصورت تھیں لیکن اب وہ شکست خوردہ تھے اور ان کی شکست ان کے چہروں پر تحریر تھی۔
سپاہی مجھے ان کے درمیان چھوڑ کر چلے گئے اور میں ایک کونے میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ دیر تک میں ان لوگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اٹیلا کے سپاہی پوری طرح چاق و چوبند تھے اور سارے قیدی ان کی نگاہوں میں تھے۔
مجھ سے تھوڑے فاصلے پر پستہ قد کا ایک بوڑھا اکڑوں بیٹھا مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کئی بار اس کی جانب دیکھا اور ہر بار اُسے اپنی جانب دیکھتے پایا۔ تب میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ گیا۔ بوڑھے کے انداز میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ تب میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور آہستہ سے بولا۔
"کیا حال ہے بڑے میاں؟"
"بادشاہ کی بلا رعایا کے سر۔" بوڑھے نے نفرت سے کہا۔
"کیا مطلب؟"
"خود سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے جتنا کہا اتنا ہی کافی ہے۔ گو ہم دوسرے کی قید میں ہیں لیکن یہاں بھی زبان نکلوالی جائے گی۔"
"اوہ، لیکن یہاں سُننے والا کون ہے؟" میں نے دلچسپی سے کہا۔
"دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" بوڑھا بولا۔
"مگر یہاں تو دیواریں بھی نہیں ہیں۔"
"واہ، برجستہ کہا۔" بوڑھا ہنس پڑا اور پھر زور سے نتھنے پھُلا کر مجھے سونگھنے لگا "لیکن تمہارے بدن سے تو اسپاکیہ کی بُو نہیں آتی۔ پھر تم کون ہو؟"
"کوئی بھی ہوں، بہرحال قیدی ہوں۔"
"جاسوس بھی ہو سکتے ہو۔"
"اب تمہاری مرضی، جو چاہو سمجھ لو۔ لیکن ایک بات سوچ لو۔ یہاں جاسوسی کرنے سے کیا فائدہ ہو گا۔ تم سب تو قیدی ہو اور تمہارا کچھ بھی انجام ہو سکتا ہے۔" میری بات پر بوڑھا گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔
"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ احمق بادشاہ کی سربراہی میں قوم کس قدر غیر محفوظ ہوتی ہے۔ ٹھیک تو ہے اب رہ ہی کیا گیا ہے جس کی جاسوسی کی جائے گی۔ لیکن یہ بات میں اب بھی دعوے سے کہہ سکتا ہوں، تمہارا تعلق اسپاکیہ سے نہیں ہو سکتا۔"
"تمہارا خیال درست ہے۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں جو اتفاق سے یہاں آ پھنسا ہے اور ان لوگوں نے مجھے بھی اسپاکیہ کا باشندہ سمجھ لیا۔"
"آہ۔ کیا سمندر کے راستے سے آئے تھے؟" بوڑھے نے پوچھا۔
"ہاں۔"
"اور اسپاکیہ میں داخل ہو گئے ہو گے؟"
"ہاں۔ ایسا ہی ہوا ہے۔"
"تب تو واقعی تم بھی بدنصیب ہو۔" بوڑھے نے ہمدردی سے کہا۔
"کیا اب بھی مجھے اپنی رُوداد نہیں سناؤ گے؟" میں نے کہا۔
"کیا رُوداد سناؤں۔ بستاریہ، شاکیزیہ جیسی عورتوں نے اسپاکیہ تباہ کر دیا۔ ہائے فنا یہ تو بتاؤ میرے وطن کا کیا حال تھا؟"
"پورا شہر جلتا جہنم بنا ہوا ہے۔ گلیاں کوچے لاشوں سے بھرے پڑے ہیں۔ جلتی ہوئی لاشوں سے دھواں اُٹھ رہا ہے اور اسپاکیہ کا ہر گھر جل کر راکھ ہو چکا ہے۔"
"اور یہ سب اسی منحوس بادشاہ کی وجہ سے ہوا ہے۔" بوڑھے نے غمزدہ لہجے میں کہا۔
"کیا نام ہے تمہارے بادشاہ کا؟"
"سیروز نام ہے اس منحوس کا اور وہاں اپنی تقدیر کو رو رہا ہے۔" بوڑھے نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں ایک جمگھٹ کی طرف دیکھنے لگا

جس کے درمیان کچھ نہیں نظر آ رہا تھا

"کیا کیا تھا اس نے اور یہ تم نے دو نام کیا لئے تھے؟"

"بات صرف دو ناموں کی نہیں ہے۔ عورت جہاں بھی اسے خوبصورت نظر آئی، وہ دل و جان سے اس کے حصول میں مصروف ہو گیا۔ لیکن یہ دونوں کنیزیں یقیناً جاسوس تھیں اور انہوں نے ہی اٹیلا کو یہ شاندار کامیابی حاصل کرنے میں مدد دی۔"

"اوہ، لیکن یہ اٹیلا کون ہے؟"

"ہُن قبیلے کا نامور سردار — جو خود کو 'خدائی قہر' کہلواتا ہے اور بلاشبہ اس سے کم بھی نہیں ہے۔ سلطنتِ روما کی تباہی کے مناظر جس نے دیکھے ہیں وہ اسے خدائی قہر تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرتا اور اب اس کا رُخ سفید علاقوں کی جانب ہے اور — وہ دن دُور نہیں ہے جب تھیوڈوسیس ثانی بھی اس کی زد میں آجائے گا کیونکہ اٹیلا کو روکنے کے لئے کوئی موثر اقدام نہیں کیا گیا۔ جس کا ثبوت اسپاکیہ کی تباہی ہے۔ اسپاکیہ کے شہریوں نے ایک خفیہ وفد تھیوڈوسیس اعظم کے دربار میں بھیجا تھا اور اس وفد نے وہاں جاکر بتایا کہ اسپاکیہ اٹیلا کی زد میں ہے اور سیروز اس کے لئے کوئی بندوبست کرنے کے ناقابل۔ کیونکہ وہ شراب اور عورت میں اس قدر غرق ہے کہ دُنیا کی کوئی فکر نہیں کرتا لیکن جانتے ہو کیا ہوا ہے؟ تھیوڈوسیس نے وفد کے ارکان کو گرفتار کرکے سیروز کے پاس قاصد بھجوائے اور یہ معلوم کرایا کہ کیا اسپاکیہ میں اس کے خلاف سازش ہو رہی ہے؟ کیا اسے غداری کا شُبہ ہے ورنہ یہ وفد خفیہ طور پر کیوں آیا اور سیروز نے دست بستہ عرض کیا کہ یہ حقیقت ہے کہ کچھ لوگ اس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اس لئے اس وفد کو اس کے حوالے کر دیا جائے۔ اور وفد کے اراکین اسپاکیہ پہنچا دیئے گئے اور پھر ان تمام اراکین اور ان کے اہلِ خاندان کو ایک بڑے میدان میں رسیّوں سے باندھ کر لٹکا دیا گیا اور سیروز کے تیراندازوں نے ان پر نشانہ بازی کی خوب مشق کی۔ جب تک ان کی لاشوں سے تعفن نہ اُٹھنے لگا، ان لاشوں کو وہیں لٹکا رہنے دیا گیا تھا۔"

"اوہ، تو اسپاکیہ میں سیروز کے خلاف نفرت پھیل گئی ہو گی؟" میں نے پوچھا۔

"بے پناہ نفرت۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"اس کے خلاف بغاوت نہیں ہوئی؟"

"چھوٹے چھوٹے بہت سے گروہ بن گئے تھے لیکن ابھی ان کی کارروائی بھی نہیں شروع ہوئی تھی کہ اٹیلا سروں پر آ پہنچا۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔

"اور دیکھ لو آج اسپاکیہ ختم ہو چکا ہے۔"

"کیا اٹیلا بہت ظالم ہے؟"

"ہاں۔ خدائی قہر صرف ہاں سُنتا ہے اور نہیں کہنے والے کی گردن کبھی اس کے شانوں پر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔"

"کیا اس نے سیروز کے پاس کوئی وفد بھیجا تھا؟"

"اسے وفد نہ کہو — وہ حکم نامہ تھا لیکن سیروز نشے میں ڈوبا ہوا تھا۔ بھرے دربار میں قاصدوں کا مذاق اڑایا گیا اور — وہ خاموشی سے واپس چلے گئے۔ لیکن ان کی خاموشی اسپاکیہ کی تباہی کا پیش خیمہ تھی۔ اٹیلا نے بھرپور انتقام لیا۔ اس کی فوجیں اسپاکیہ پر آ پڑیں اور اس وقت سیروز اپنی حرم میں رقص دیکھ رہا تھا۔ نشے کے عالم میں ہی اس نے حکم دیا کہ اٹیلا کی فوجوں کو نیست و نابود کر دیا جائے اور بیچارے جنرلوں نے اس کے حکم کی تعمیل میں فوجوں کو تیار کر لیا۔ جنگ ہوئی اور ایسی فوجیں کیا جنگ کرتیں جن کا بادشاہ عین جنگ کے وقت شراب کے نشے میں چور پڑا ہو — اور پھر — اسپاکیہ کے ایک ایک شہری کو اسپاکیہ کے بدعنوان حکمراں کی اوباشی کی سزا بھگتنی پڑی اور آج تم ہمارا حشر دیکھ رہے ہو۔"

"واقعی تمہاری کہانی افسوسناک ہے۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔ اس طرح بوڑھے کو دوست بنا کر میں نے اٹیلا کے بارے میں بھی معلومات حاصل کیں۔

"اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا بس کچھ افواہیں سُنی ہیں۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بھی اوباش انسان ہے، عورتوں کا رسیا۔ اسپاکیہ سے گرفتار ہونے والی عورتوں اور لڑکیوں میں سے تین لڑکیاں اس کے لئے پسند کر لی گئی ہیں اور انہیں یہاں سے لے جایا گیا ہے۔ اب وہ اٹیلا کی حرم میں ہوں گی۔ لیکن وہ دوسرے قسم کا اوباش ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"شکار کرنے والے شیر — اور دوسروں کے شکار سے پیٹ بھرنے والے گیدڑ میں کوئی فرق بھی تو ہوتا ہے۔ وہ شکار کرنے کے بعد عیش کرنے والوں میں سے ہے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"تم نے اٹیلا کو دیکھا ہے؟"

"نہیں — لیکن سُنا ہے بڑا پُرجلال جوان ہے۔ بے حد طاقتور اور جنگجو ہے اور اپنے مقابل کے لئے موت بن جاتا ہے۔ اس کی سپاہ میں بڑے بڑے نامور پہلوان ہیں جنہیں بڑی مراعات سے نوازا گیا ہے۔ سُنا ہے بہادروں پر جان دیتا ہے اور اس کی ہدایت ہے کہ کسی بھی بہادر شخص کو قتل نہ کیا جائے جب تک وہ خود حکم نہ دے۔"

"خوب۔ اور اب تمہارے بادشاہ کا کیا حال ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"خود جاکر دیکھ لو۔ ابھی اُسے ہوش نہیں آیا ہے۔ میرا خیال ہے اب وہ اٹیلا سے رحم کی بھیک مانگے گا لیکن خدائی قہر ان لوگوں کو بھی معاف نہیں کرتا جن کے خلاف ہو جاتا ہے۔"

"دیکھوں ذرا تمہارے بادشاہ کا حال۔" میں نے کہا۔ اور پھر بوڑھے سے رخصت ہو کر اس جمگھٹ کی طرف چل پڑا جو بادشاہ کے گرد تھا۔ اس وقت روکنے والا کوئی نہ تھا۔ سب بادشاہ کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی کے دل میں اس کے لئے کوئی ہمدردی نہ ہو۔ لوگوں کی بھیڑ چیر کر میں اس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے دیکھا ایک موٹا تازہ، سرخ وسفید رنگ کا مالک شخص جس کے چہرے سے مردانگی کی بجائے نسوانیت عیاں تھی، زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ اس طرح منہ بنائے ہوئے تھا جیسے سب سے روٹھا ہوا ہو۔

"شہنشاہ سیروز کی خدمت میں آداب بجا لاتا ہوں۔" میں نے کہا اور سیروز نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

"جاؤ جاؤ۔ ہم تم سے بھی نہیں بولتے۔ تم سب مطلب پرست ہو، وقت کے ساتھی۔ لیکن تم کیا سمجھتے ہو، ہماری بادشاہت ہم سے چھن جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ ہم اپنی قوت سے اسے دوبارہ حاصل کریں گے اور پھر دیکھنا ہم تم سب سے کس طرح بدلہ لیں گے۔"

"لیکن شہنشاہ سیروز! میں تمہارا وفادار خادم ہوں۔" میں نے کہا

"وفادار؟" اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"ہاں۔ مکمل طور سے وفادار۔"

"تب پھر بتاؤ بستاریہ کہاں ہے۔۔۔ ہماری محبوبہ؟"

"اب وہ اٹیلا کے قبضے میں ہے۔"

"ہائے تو پھر کوئی اور۔۔۔ اسے اب تو یہ لوگ ہماری کچھ نہیں سنتے۔ ہماری گرفتار شدہ رعایا میں بھی بہت سی خوبصورت لڑکیاں ہیں کیا وہ ہماری خدمت نہیں کر سکتیں؟"

"گویا تمہیں بستاریہ کی ضرورت نہیں ہے، کوئی بھی مل جائے۔"

"تو اور کیا۔۔۔ لڑکیاں سب لڑکیاں ہوتی ہیں، نرم نرم، ملائم ملائم۔۔۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا اور مسکرانے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کوئی صحیح الدماغ آدمی نہیں ہے۔ بس اُسے دیکھنا مقصود تھا۔ اس کے علاوہ اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی جو میں وہاں رُکتا۔ اس سے بہتر تو وہ بوڑھا تھا جس سے کافی معلومات حاصل ہوئی تھیں۔

چنانچہ میں اسے تلاش کرتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ بوڑھے نے مجھے دیکھا لیکن اب اُس نے میری طرف توجہ نہیں دی اور اسی طرح گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا رہا۔ میں وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ گرفتار شدہ لوگ بھوکے پیاسے تھے اور رات کو بھی ان کے لئے کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ یہ دُکھ کی بات تھی۔ کیونکہ ان لوگوں میں بچے بھی شامل تھے۔ وہ بھوک سے روتے تو ان کی مائیں ان کے منہ بھینچ لیتیں تاکہ رونے کی آواز پر سپاہیوں کو غصہ نہ آ جائے۔

لیکن میں ایک خاموش تماشائی بنے رہنے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے میں جادوگر تو نہیں تھا کہ ان ساری فوجوں کو ختم کر کے ان قیدیوں کو آزاد کر دیتا۔ رات خاموشی سے گزرتی رہی اور قیدیوں میں عام طور سے لوگ جاگتے رہے۔ کچھ ایسے تھے جو نڈھال ہو کر نیم مُردہ انداز میں زمین پر پڑے رہے تھے۔

پھر روشنی نمودار ہوئی۔ میں بھی ایک کونے میں بیٹھ گیا تھا۔ جانے میری درخواست اٹیلا تک پہنچی تھی یا نہیں لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ آج کی رات قیدیوں کے احاطے میں نہیں گزاروں گا اور کچھ کروں گا۔ کیا کروں گا، اس بارے میں ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ احاطے کے باہر بہت سے گھوڑے سوار نظر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے چابک تھے اور پھر ایک سپاہی نے چیخ کر کہا۔

"تم سب، اسپاکیہ کے باشندو! تم سب باہر نکلو اور جہاں تمہیں لے جایا جائے چلو۔ خبردار! قطار بناؤ اور نظم وضبط کے ساتھ چلو۔ کوئی کچھ نہ بولے۔ کراہنا اور چیخنا منع ہے۔ ہاں شاہ معظم سیروز کے لئے خدائی قہر اٹیلا اعظم نے یہ مرصع گھوڑا بھیجا ہے۔۔۔ چنانچہ شاہ کے خادمو! اسے گھوڑے پر سوار کرا دو۔"

سواروں نے ایک گھوڑا جس پر زین کسی ہوئی تھی اور جو بہترین ساز سے آراستہ تھا، احاطے کے دروازے پر لا کھڑا کیا۔۔۔ تب میں نے اس بدنما شاہ سیروز کو خوشی سے چیختے ہوئے سُنا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"دیکھ لیا اسپاکیہ کے ناقدرو۔۔۔ تم نے سوچا تھا کہ سیروز کا زوال نزدیک آ گیا، اب اس کے احکام کی پرواہ کون کرے لیکن اٹیلا جانتا ہے کہ سیروز کیا ہے اور اس کا عتاب کون سی قیامت لا سکتا ہے۔ میں ایک بار پھر اقتدار حاصل کر لوں گا اور اس کے بعد انہیں سزا دوں گا جو میرے نافرمان ہیں۔" سیروز خوشی سے قہقہے لگا رہا تھا اور اس کی رعایا خاموش تھی۔

سواروں نے سیروز کو سہارا دے کر گھوڑے پر بٹھایا اور ایک سوار نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور آگے بڑھنے لگا۔ سیروز کہہ رہا تھا۔ "شہنشاہ اٹیلا کو چاہیئے تھا کہ میرے لئے شاہی سواری بھیجتے گھوڑے پر بیٹھ کر میری کمر دُکھ جاتی ہے اور مجھ سے چلا نہیں جاتا۔ آہ۔"

پھر گھوڑا آگے بڑھ گیا اور اس کی بکواس میرے کانوں سے دُور ہو گئی۔ اس دوران چابک سواروں نے اسپاکیہ کے باشندوں کو باہر ہانکنا شروع کر دیا تھا اور تمام لوگ ایک دوسرے کے درمیان سر جھکائے نکل رہے تھے۔

میں نے خاموشی اختیار کرنا مناسب خیال کیا۔ ورنہ خواہ مخواہ اس کھیل میں تعطل پیدا ہوتا اور نیا مسئلہ آ کھڑا ہوتا۔ چنانچہ میں بھی دوسرے لوگوں کے درمیان چلنے لگا اور اس طرح ہانکنے والے ہمیں بہت دُور ایک کھلے میدان میں لے گئے۔ یہ ایک پہاڑی مسطح علاقہ تھا لیکن اس

کے اختتام پر ایک انتہائی گہری کھائی تھی جو سینکڑوں ہاتھ کی گہرائی میں تھی اور جس کے نیچے کے مناظر اوپر سے صاف نظر نہیں آتے تھے۔ درمیان میں بے شمار چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور ان کے رخنوں میں کانٹے دار جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ پھر وہ لوگ چابک مار مار کر سب کی قطار بنانے لگے اور ایک ایک آدمی کو قطار سے کھڑا کر دیا گیا۔ سب کے چہرے خوف اور بھوک کی نقاہت سے دھواں ہو رہے تھے اور سب کے سب خاموش کھڑے تھے۔ میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ قطار باندھے کھڑا تھا اور ان لوگوں کی جانب دیکھ رہا تھا جو شاید مجھے بھول گئے تھے۔

پھر اچانک خیموں کی جانب سے چند سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے ادھر آتے نظر آئے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد نزدیک پہنچ گئے۔ لیکن انہوں نے گھوڑے نہیں روکے تھے اور پھر وہ قطار کے سامنے سے دور نکل گئے اور ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔

یہ اٹیلا کا انتظامی دستہ تھا اور اس کے بعد اٹیلا پہنچ گیا۔ ایک طویل القامت اور خطرناک شکل کا آدمی، جو بے حد پھرتیلا اور وزنی جسم کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ اس کے شانوں پر سیاہ ریچھ کی کھال مخصوص انداز میں پڑی ہوئی تھی۔ کمر پر چوڑی پیٹی کسی ہوئی تھی۔ لمبی لمبی مونچھیں نیچے لٹکی ہوئی تھیں اور جبڑوں کی ہڈیاں کافی چوڑی تھیں۔

اس کے ساتھ چار دیو قامت وحشی موجود تھے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ تب چوبدار چیخے۔

"شہنشاہِ جہاں، دشمن کے لئے خدائی قہر، فاتح اعظم اٹیلا۔"

یہ آوازیں چاروں سمت دہرائی گئیں۔ اٹیلا نے بھی محافظ دستے کے جوانوں کے مانند ایک چکر قیدیوں کے سامنے لگایا اور بہت سے کمزور دل لوگ اس کے سامنے ہی زمین پر گر گئے۔ لیکن اٹیلا کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسے ہی آثار تھے جیسے کوئی دلچسپ کھیل دیکھ رہا ہو۔ چکر پورا کرنے کے بعد وہ رک گیا پھر اس کی سرد اور رعب دار آواز ابھری۔

"گولائیس!"

"آقا" اس کے چار طویل القامت ساتھیوں میں سے ایک نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور جھک گیا۔

"اسپاکیہ کے شہنشاہ معظم سیروز کہاں ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"موجود ہیں آقا"

"سامنے لاؤ" اس نے حکم دیا اور گولائیس نے اونچی آواز میں اٹیلا کا حکم دہرایا۔ دو جوان سیروز کو گھوڑے پر سوار وہاں لے آئے۔ سیروز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ فاتحانہ نگاہوں سے اپنی رعایا کو دیکھ رہا تھا۔

اٹیلا اسے دیکھ کر مسکرایا۔ اور پھر گھوڑے کی پشت سے اتر گیا۔ اس کے نیچے اترتے ہی ہر گھوڑے سوار نیچے اتر گیا سوائے سیروز کے، وہ اسی طرح گھوڑے پر بیٹھا رہا تھا۔ تب اٹیلا نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آہ، سیروز، شہنشاہِ اسپاکیہ۔ کیا تم گھوڑے سے نہیں اترو گے؟"

"ضرور، نیک دل فاتح۔ لیکن اپنے آدمیوں کو ہدایت دے کہ وہ مجھے سہارا دے کر نیچے اتاریں۔ میں خود سے نیچے نہیں اتر سکتا۔" سیروز نے جواب دیا اور اٹیلا نے گردن ٹیڑھی کی۔ دوسرے لمحے دو آدمیوں نے سہارا دے کر سیروز کو گھوڑے سے اتار دیا۔ اور سیروز چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلتا ہوا اٹیلا کے سامنے پہنچ گیا۔ "کیا ایک شہنشاہ باوجود دشمنی کے دوسرے شہنشاہ سے گلے نہیں مل سکتا؟" سیروز نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

لیکن اٹیلا چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "ضرور گلے ملیں گے سیروز۔ لیکن اس سے پہلے کچھ مسئلے طے ہو جائیں۔" اٹیلا کی مسکراہٹ بھی بے حد خوفناک تھی۔ اس کے دانت بے حد سفید اور چمکدار تھے اور برابر جمے ہوئے تھے۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔" سیروز نے مایوسی سے کہا۔

"میرے قاصد تیرے دربار میں گئے تھے سیروز۔ اور انہوں نے تجھے میرا پیغام دیا تھا۔ اس وقت تو نے میرا مذاق اڑایا تھا۔"

"اور اس کی سزا بھی تو پالی عظیم شہنشاہ! کاش اس وقت میں نشے میں نہ ہوتا۔ آہ، اب تو شراب کی لذت تک بھول گیا ہوں۔"

"کیا تو نہیں جانتا تھا کہ ایک غلطی کا کتنا بڑا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔" اٹیلا نے کہا۔

"اس وقت نہیں جانتا تھا لیکن اب اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اور خدائی قہر سے رحم کا طالب ہوں۔"

"لیکن اس وقت تو صرف میرا مجرم نہیں بلکہ اپنی قوم کا مجرم ہے جو تیری وجہ سے ایک عذاب عظیم میں گرفتار ہوئی۔ اگر تو ہر وقت شراب و شباب میں غرق نہیں رہتا تو آج تیری قوم اس حالت میں نہ ہوتی اور میں انصاف پسند ہوں۔ مجھ سے پہلے تیری قوم تیری محاسب ہے اور وہی تجھے سزا دے گی۔ سنا تم نے سیروز کے خادمو! تمہاری زبوں حالی کا ذمے دار میں نہیں ہوں، یہ ہے۔ سو تم اس کا فیصلہ کرو۔ یہ تمہارے حوالے ہے۔" اٹیلا اچھل کر گھوڑے پر چڑھ گیا اور اپنا گھوڑا پیچھے لے گیا۔

اور بپھرے ہوئے، خون کے پیاسے سیروز پر چڑھ دوڑے۔ وہ بری طرح چیخ رہے تھے۔ سیروز کو نوچ رہے تھے، دانتوں سے بھنبھوڑ رہے تھے اور ان کے درمیان سیروز چیخ رہا تھا۔ "نمک حرامو! میں تمہارا شہنشاہ ہوں، میں۔ میں اسپاکیہ کا سیروز ہوں، میں سیروز ہوں۔ میں سیروز ہوں۔ ۔ ۔ ۔" اور پھر اس کی آواز گھٹ گئی۔ بپھرے ہوئے لوگوں کا جنون عروج پر تھا۔ ایسی خوفناک افراتفری مچی تھی کہ

بہت سے لوگ آپس ہی میں اُلجھ کر کچل گئے۔ اٹیلا سکون سے ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے اشارہ کیا اور محافظ دستے کے لوگ کوڑے مار مار کر انہیں ان کی جگہ پہنچ جانے کا حکم دینے لگے۔ بمشکل تمام یہ طوفان تھم سکا۔

سیروز گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں زمین پر پڑا تھا۔ اس کے لوگوں نے اس کی ہڈیاں چور چور کر دی تھیں۔ تین چار لاشیں اس کے آس پاس پڑی تھیں۔ اور اٹیلا اب بھی سکون کی نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

پھر اس نے اپنے ساتھی کی طرف رُخ کر کے کچھ کہا اور گھڑسوار آگے بڑھ آیا۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔ "ہاری ہوئی قوم کے لوگو! تم میں سے وہ جوان جو تا زندگی، تا دمِ مرگ اٹیلا کے ادنیٰ غلاموں کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہوں، اپنی جگہ سے آگے بڑھ آئیں۔ تمہیں زندگی کی بھیک دی جائے گی، تمہیں سپاہ کا جھوٹا کھانا پڑے گا، تم اس کے گھوڑوں کی نگہداشت کرنا ہوگی اور وزنی سامان اُٹھا کر سفر کرنا ہوگا۔ جس جگہ تمہاری زندگی کی ضرورت پیش آئی تم سے تمہاری زندگی طلب کر لی جائے گی ـــ تم میں سے جو یہ زندگی قبول کرے آگے بڑھ آئے۔"

اور بے شمار لوگوں نے آگے قدم بڑھا دیئے۔ ان میں کمزور اور لاغر لوگ بھی تھے جن سے کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔ البتہ بہت سے طاقتور جوان ایسے بھی تھے جو آگے نہیں آئے تھے۔ اٹیلا کے جوانوں نے ان لوگوں کی طرف توجہ بھی نہیں دی اور آگے بڑھ آنے والوں میں سے تندرست و توانا لوگوں کو چھانٹنے لگے۔ جو کمزور اور لاغر تھے، انہیں ان کی جگہوں پر واپس دھکیل دیا گیا اور غلامی قبول کرنے والے ریوڑ کو دُور ہانک دیا گیا۔ پھر اٹیلا نے کہا۔

"اور یہ لوگ جنہوں نے اپنے آقا، اپنے شہنشاہ سے وفاداری کا ثبوت نہیں دیا اور اسے مار مار کر دیا، کیا ان لوگوں پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" اس کے ساتھیوں نے جواب دیا۔

"تب پھر ـــ میں نے ان لوگوں کے لئے ایک اور فیصلہ کیا ہے۔ فیصلہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر جوان، میرے کسی جوان کا انتخاب کرے۔ اگر اس نے اپنے مقابل کو قتل کر دیا تو اسے بھاگ جانے کی آزادی ہوگی، ورنہ وہ میرے جوان کے ہاتھوں مارا جائے گا۔"

اس پیشکش کو بہت سے جوانوں نے قبول کر لیا اور آگے بڑھ آئے۔ میں نے بھی اس پیشکش کو غنیمت سمجھا تھا اور پھر میں بھی آگے بڑھ آیا۔

"عظیم المرتبت، قہرِ خداوندی سے میری بھی ایک درخواست ہے۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔ اور پہلی بار شاید اٹیلا نے میری طرف غور کیا۔ چند ساعت مجھے دیکھتا رہا، پھر بولا۔

"خوب جوان ہے، کیا چاہتا ہے؟"

"ایک جوان کے عوض مجھے میری زندگی مل جائے گی۔ لیکن اگر میں ان میں سے کسی کی زندگی کے لئے لڑنا چاہوں جو تیرے جوانوں سے نہیں لڑ سکتے تو کیا مجھے ایک سے زیادہ جوانوں سے لڑنے کی اجازت دی جائے گی؟"

اٹیلا کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ دلچسپی کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے ہونٹ کھول کر کہا۔ "اجازت ہے۔"

میں نے بڑے ادب سے گردن ہلا دی تھی اور پھر میں پیچھے ہٹ گیا۔ اٹیلا پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر اس نے بھاری آواز میں کہا۔ "کھیل شروع کیا جائے۔"

اور اسپاکیہ کے جوانوں نے اپنی اپنی پسند کے جوان کا انتخاب کر لیا۔ اٹیلا کی فوجوں کے چاق و چوبند جوان مُسکراتے ہوئے آگے بڑھ آئے۔ ان کے مقابل شکست خوردہ اسپاکیہ کے بھوکے جوان تھے۔ وہ بھلا انہیں کیا خاطر میں لاتے۔ چار چار جوانوں کو بیک وقت مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی تھی اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ دونوں فریقوں کو ان کی پسند کے ہتھیار دیئے گئے تھے۔

اور جنگ جُو ایک دوسرے پر وار کرنے لگے لیکن آن کی آن میں اٹیلا کے جوانوں نے اپنے چاروں حریفوں کو ہلاک کر دیا۔ اٹیلا کے ہونٹوں پر طمانیت آمیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ پھر دوسرے چار مقابل سامنے آ گئے۔ مرنے والوں کی لاشوں کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا تھا۔ اسپاکیہ کے ان جوانوں کا بھی وہی حشر ہوا۔ پھر ان چاروں لاشوں کو اٹھا کر کھائی میں اُچھال دیا گیا تاکہ میدان صاف ہو جائے۔ تیسرے مرحلے میں اسپاکیہ کا ایک پھرتیلا جوان اٹیلا کے ایک موٹے اور بھاری جوان کے مقابلے میں کامیاب ہو سکا۔ اس نے اپنے مقابل کو پینترے بدل بدل کر تھکا دیا اور پھر اسے قتل کر دیا۔ باقی تین جوان اٹیلا کے جوانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔

اٹیلا نے اس جوان سے بھاگ جانے کے لئے کہا۔ اور وہ ایسا پلٹ کر بھاگا کہ اس نے پیچھے نہیں دیکھا۔ اٹیلا کے ساتھی قہقہے لگانے لگے تھے۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اٹیلا کے جوان واقعی فنونِ جنگ کے ماہر تھے اور ان کے مقابل تھکے ماندے اور بھوکے پیاسے پریشان حال تھے۔ چنانچہ اس بار میں آگے بڑھ آیا تھا۔

میں نے ایک توانا جوان کو طلب کر لیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ جوان میرے مقابل آنے سے کترا رہا تھا۔ دراصل یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے مجھے ان چاروں کو زیر کرتے دیکھا تھا جو مجھے گرفتار کرنے گئے تھے۔ لیکن ناچار وہ میرے مقابل آ گیا تھا۔ میں نے ہتھیاروں کو پسند کرتے وقت ایک چوڑی اور بھاری تلوار اٹھائی تھی۔ گو یہ تلوار میری مرضی کے مطابق نہیں تھی لیکن بہرحال ان ہتھیاروں میں میری پسند کا کوئی اور ہتھیار تھا بھی نہیں۔ میں نے تلوار کو تولا۔

ہوا اپنے مقابل کے سامنے آگیا۔ میرا مقابل گھبرائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اجازت ملے بغیر ہی بدحواسی میں میرے اوپر حملہ کر دیا۔ میں اطمینان سے پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن میرے مقابل نے مجھے موقع نہیں دیا۔ وہ ہر قیمت پر مجھے قتل کر دینا چاہتا تھا۔ میں پُر وقار انداز میں اس کے حملے خالی دے رہا تھا۔ یہاں تک کہ پیچھے ہٹتے ہٹتے میں اٹیلا کے کافی نزدیک پہنچ گیا۔

"میں عظیم اٹیلا کی اجازت کا منتظر ہوں۔" میں نے جھک کر کہا اور اپنے مقابل کے اس وار سے بھی بچ گیا جو اس نے میرے جھکتے وقت موقع غنیمت جان کر کیا تھا۔

"اجازت ہے۔" اٹیلا کی آواز میں خوفناک غراہٹ تھی۔ تب میں نے تلوار سنبھالی اور پھر ایک ماہرانہ وار کیا اور مقابل کو درمیان سے دو ٹکڑے کر دیا۔ یہ کام میں نے نہایت پُرسکون انداز میں کیا تھا اور پلٹ کر یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ مقابل کا حشر کیا ہوا ۔۔۔ اٹیلا نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس بار میں نے اُن لوگوں میں سے ایک کے سینے پر تلوار رکھ دی جو اٹیلا کے خاص ساتھیوں میں سے تھا۔ اس جوان کا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا اور وہ دانت پیستا ہوا گھوڑے سے نیچے اُتر آیا۔ اس نے ایک لمبا نیزہ طلب کیا تھا۔ اٹیلا نے دوسرے مقابلے روک دیئے۔ پہلے وہ اس مقابلے کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔

میرے مقابل کا نام لوتس تھا۔ وہ اپنی اس توہین پر داشت نہیں کر رہا تھا لیکن شاید مقابلہ کرنا ضروری بھی تھا۔۔۔ اجازت ملتے ہی اس نے بڑا ماہرانہ وار کیا۔ لیکن میں نے تلوار کا ایک ہاتھ اس کے نیزے کے دستے پر مارا اور نیزہ درمیان سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے گھوم کر دوسرا وار اس کی گردن پر کیا اور اس کی گردن اُچھل کر اٹیلا کے قدموں میں آپڑی۔ میں نے ایک بار پھر اٹیلا کے سامنے گردن جھکا دی تھی۔ اور میں نے اٹیلا کے انداز میں اضطراب دیکھا پھر میں نے اس کے دوسرے ساتھی کے سینے پر تلوار رکھ دی۔

"لیوپیس! مقابلہ کرو۔" اٹیلا غرایا۔ اور اس تیسرے آدمی کو بھی میں نے نہایت اطمینان سے قتل کر دیا۔ میرے بدن تک ابھی اُن تینوں میں سے کسی کا ہتھیار نہیں پہنچا تھا۔ اٹیلا نے یہ بات بخوبی محسوس کی۔ لیکن وہ بھی ضدی تھا۔ اب اس نے میری پسند میں کوئی دخل نہیں دیا تھا اور اس کے جوان میرے سامنے آ آ کر مرتے رہے۔ اب تو میدان میں صرف میں ہی رہ گیا تھا۔ دوسرے مقابلے قطعی طور پر رُک گئے تھے۔ اور اٹیلا کے جوانوں کے انبار لگتے جا رہے تھے ۔۔۔ اور پھر شاید اٹیلا کی قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ اُس نے ایک گرجدار آواز لگائی۔

"بس ۔۔۔ بس ۔۔۔ مقابلے روک دو۔" اور میں نے تلوار اس کے سامنے پھینک دی جو اب خون کی تلوار نظر آ رہی تھی۔ مرنے والوں کا خون اس پر جم گیا تھا۔

اٹیلا خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اچانک وہ مسکرا پڑا ۔۔۔ اور پھر ہنسنے لگا۔ "کیا چاہتا ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ان سب کو جانے کی اجازت دی جائے۔" میں نے گرفتار شدگان کی طرف اشارہ کیا۔

"میں جان گیا ہوں، تُو شام تک قتلِ عام کرتا رہے گا اور خود قتل نہیں ہو گا اور میں وعدے کا پابند ہوں۔ تُو ان سب کی تعداد کے برابر جوانوں کو ضرور قتل کر دے گا۔ اس لئے میں تیری خواہش کا احترام کرتا ہوں ان سب کو ۔۔۔ اگر تُو ان کی زندگی طلب نہ کر لیتا، تو اس گھاٹی میں پھینک دیا جاتا اور اسی لئے انہیں یہاں لایا گیا تھا۔ لیکن ۔۔۔ ان سب کو جانے کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور شرط ہو گی۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تُو نے میرے ان چار جوانوں کو قتل کر دیا ہے جو میرے دستِ راست اور جنگی امور میں میرے مشیر تھے۔ لیکن وہ لوگ، جو کسی کے مبارزت طلب کرنے پر پس و پیش کریں، نہ تو قابلِ اعتماد ہوتے ہیں اور نہ زندہ رہنے کے قابل۔ اس لئے ان کی موت کا مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔ البتہ میری شرط یہ ہے کہ تُو میرے مشیر کی حیثیت قبول کر۔"

"یہ میری عزت افزائی ہے اور میں اسے قبول کرتا ہوں۔"

"تم سب منتشر ہو جاؤ۔ لیکن خبردار ۔۔۔ اسپاکیہ آباد نہ ہو۔ اٹیلا جہاں اپنا نشان قائم کرے وہاں اسے برقرار رہنا چاہیئے۔"

خوشی سے چیخیں مارتے ہوئے لوگ بے تحاشا دوڑ رہے تھے۔ اور میں سکون کی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ گو مجھے ان لوگوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ لیکن عورتوں اور بچوں کی زندگی بچ جانے سے مجھے خوشی ہوئی تھی۔ وہ بیچارے میرا شکریہ ادا کرنے کے لئے بھی نہیں رُکے تھے اور آن کی آن میں میدان صاف ہو گیا۔ تب اٹیلا نے واپسی کے لئے ہاتھ اُٹھا دیا اور اپنے گھوڑے کا رُخ موڑ دیا۔

دس بارہ جوان میرے نزدیک آ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے انداز میں اطاعت تھی۔ "ہمارے لئے کیا حکم ہے نائب اعظم!" ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"نائب اعظم۔" میں نے دُہرایا۔

"ہاں۔ خدائی قہر کے حکم کے بموجب اب تم نائب اعظم ہو، اور تمہاری اطاعت ہم پر فرض ہے۔"

"تب تم میں سے ایک تجربے کار آدمی میرے پاس آ جائے۔ میں صرف اسی سے بات کروں گا۔" اور ایک معمر سپاہی میرے قریب آ گیا۔

"میرا نام شاطوس ہے۔ میں ہُن قبیلے کا اسقف ہوں اور اٹیلا اعظم کے ساتھ فتوحات کے لئے نکلا ہوں۔ اکثر میرے مشورے کارآمد ثابت ہوئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے شاطوس! باقی لوگوں کو واپسی کا حکم دے اور میرے لئے گھوڑا لے آ۔" میں نے کہا اور ایک عمدہ گھوڑا میرے لئے لا دیا گیا۔ میں گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ شاطوس میرے ساتھ تھا۔ تو
"شاطوس! مجھے تیرے مشوروں کی ضرورت ہے۔ میں اٹیلا کے مزاج سے ناواقف ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے نائب کے فرائض کیا ہیں؟"
"ظاہر ہے تو اجنبی ہے۔ لیکن اے شخص! اس وقت تو کہاں تھا جب سپاہ پر اٹیلا کے جوان تباہی نازل کر رہے تھے۔ تو نے تو بیشمار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہو گا۔"
"میرے بارے میں جاننے کے بجائے تو مجھے اٹیلا کے نائب کے فرائض سمجھا۔" میں نے کہا۔
"فرائض کچھ بھی نہیں ہیں۔ اٹیلا جب تیری ضرورت محسوس کرے گا طلب کر لے گا' یہ اسی وقت کی بات ہے۔ اس کے علاوہ صرف تیرا آرام یا سفر۔"
"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور خاموش ہو گیا۔۔۔۔ بڑی عجیب بات تھی پروفیسر! بعض اوقات میں اپنی زندگی میں تبدیلی چاہتا تھا۔ چاہتا تھا ایک عام کی زندگی بسر کروں۔ لیکن حالات مجھے دھکیل کر اسی ڈگر پر لے جاتے تھے' عزت و توقیر کی ڈگر۔۔۔ اور یہ شخص بھی جو خود کو خدائی قہر کہتا تھا' میرا گرویدہ ہو گیا تھا۔
چھوٹے خیموں کے شہر کے نزدیک ایک بڑا خیمہ میری قیام گاہ تھا اور اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر اٹیلا کا عظیم الشان خیمہ تھا جو طویل رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کے گرد زیادہ سپاہی نہیں تھے۔ البتہ روشنیاں کافی تھیں۔ رات ہو چکی تھی۔ اس دوران مخصوص سپاہی میرے لئے ضرورت کی چیزیں فراہم کرتے رہے تھے۔ دو خدمتگار ہر وقت ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ رات کے کھانے کے لئے بھنے ہوئے بکرے اور شراب کے مٹکے آ گئے۔ میں نے گوشت کھایا تھا' شراب نہیں پی تھی۔ اور پھر جب رات گہری ہو گئی تو دفعتاً خیمے کا دروازہ کھلا۔۔۔ اور تین غلام ہاتھوں میں شراب کے خوبصورت برتن لئے' پھلوں اور خشک میووں کے خوان لئے اندر آ گئے۔ ان کے عقب میں دو حسین لڑکیاں نیم عریاں لباس میں سجی' بال بال موتی پروئے اندر آ گئی تھیں۔ لڑکیاں گداز اور بے حد حسین تھیں۔ ان کے جسموں کے مختلف حصوں پر سونے کے بنے زیورات جن میں موتیوں کی رنگین لڑیاں جھول رہی تھیں' سجے ہوئے تھے۔
بلاشبہ قابل دید لڑکیاں تھیں۔ میں نے تعجب اور دلچسپی سے انہیں دیکھا اور پھر غلاموں کی جانب۔۔۔ غلاموں نے نجانے کیا سمجھا کہ فوراً خوان وغیرہ رکھ کر باہر نکل گئے۔ اور میں نے گہری سانس لی۔
لڑکیاں حیرت و تعجب سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں بھی حیرت کے نقوش تھے۔ پھر وہ حرکت میں آ گئیں۔ ان میں سے ایک لڑکی نے تھال میں رکھا بربط اٹھا لیا اور منتخب جگہ بیٹھ گئی۔ دوسری لڑکی شراب کی صراحی اور جام لئے میرے نزدیک آ گئی۔ میں ایک اونچی جگہ بیٹھا ہوا تھا جس پر عمدہ قالین اور ریشم کے گدے بچھے ہوئے تھے۔ سرخ ریشم کے درمیان میرے سنہرے بدن نے لڑکیوں کو متحیر کر دیا تھا۔
میرے نزدیک آ کر وہ لڑکی اس تخت کے نیچے بیٹھ گئی جہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے نازک لبوں پر دلکش مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور پھر اس نے شراب کا جام بھرا۔ دوسری لڑکی نے بربط پر انگلیاں پھیرنا شروع کر دی تھیں اور بربط کے تاروں نے ایک مسحور کن آواز بکھیر دی۔ ماحول خاصا دلکش اور دلچسپ ہو گیا تھا۔ لڑکی نے مجھے جام پیش کیا اور میں نے قبول کر لیا۔
"تیرا کیا نام ہے؟"
"ایشا۔" لڑکی کی نقرئی آواز ابھری۔
"اور اس دوسری لڑکی کا؟"
"وہ تغتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔
"کس نے بھیجا ہے تم دونوں کو؟"
"خدائی قہر کی کنیزیں ہیں۔ لیکن ہم دونوں کنواری ہیں ہمیں پہلی بار تمہارے لئے سجایا گیا ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔
"اوہ' کیا واقعی؟"
"ہاں۔"
"کیا تمہارا تعلق بھی ہن قبیلے سے ہے؟"
"نہیں۔ ہم تباہ شدہ زرتایہ کی رہنے والی ہیں۔" بربط کی دھنوں کے درمیان لڑکی نے جواب دیا۔
"زرتایہ کو بھی اٹیلا نے تباہ کیا ہو گا؟"
"ہاں۔" لڑکی نے گہری سانس لے کر کہا۔
"تمہاری جیسی دوسری لڑکیاں بھی ہوں گی یہاں؟"
"بے شمار۔" اس نے جواب دیا۔
"ہوں۔ کیا تم مجھے دل کی باتیں بھی بتاؤ گی؟"
"ہم تیرے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔"
"دل کی باتیں تعمیل حکم میں نہیں بتائی جاتیں بلکہ دوست سمجھ کر کی جاتی ہیں۔ اور میں تمہیں بتا دوں کہ میرا تعلق نہ تو ہن قبیلے سے ہے اور نہ ہی میں اٹیلا کا ملازم ہوں۔ میں نے اپنی قوت بازو سے یہ منصب حاصل کیا ہے۔ اس لئے میرا دوست صرف میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔"
"ہاں۔ اس سے قبل ہم نے تجھے اٹیلا کے لشکر میں نہیں دیکھا۔"
"آج ہی میں اس کے تیس جوانوں کو قتل کر کے اس لشکر میں شامل ہوا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو کیا تیرا تعلق اسپاکیہ سے ہے؟"
"نہیں۔ میں تو دوسرے علاقے سے آیا ہوں۔ اور اتفاق سے ہی اس لشکر میں شامل ہو گیا ہوں۔"
"تُو نے دل کی باتوں کے بارے میں کہا تھا؟" ایشا نے کہا۔
"ہاں۔ کیا تُو اس کے لیے تیار ہے؟"
"ہاں۔ اور اس کی وجہ ہے۔" ایشا نے مجھے برق پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیا وجہ ہے؟"
"ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ اٹیلا نے کسی کو اپنا نائب مقرر کیا ہے اور ہمیں اس کی خدمتگاری کرنا ہے۔ عام طور سے اٹیلا کے ساتھی وحشی خونخوار اور خوفناک ہوتے ہیں اور پھر وہ جسے خدائی قہر اپنا نائب مقرر کرے ــــ مجھ سے زیادہ تفنا کی حالت خراب تھی۔ وہ تو تھر تھر کانپنے لگی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ کوئی وحشی صفت انسان ہو گا جو بات بات میں سینوں میں خنجر اُتار دینے کا عادی ہو گا۔ عموماً اُس کے ساتھی ایسے ہی ہیں۔ لیکن ــــ تُو ان سے قطعی مختلف اور دل موہ لینے والا ہے ہم تجھے دیکھ کر حیران ہوئے ہیں۔"
"اس لڑکی تفنا کو بھی پاس ہی بلا لو۔ میں اس کی آنکھوں میں حیرانی دیکھ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔
دوسرے لمحے لڑکی اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ وہ بربط بجانے والی لڑکی کے قریب پہنچی اور اُس کی انگلیاں رُک گئیں۔ تب ایشا آہستہ لہجے میں اسے کچھ بتانے لگی۔ اس دوران دونوں میری جانب دیکھتی بھی جا رہی تھیں ــــ اور پھر دونوں میرے قریب پہنچ گئیں۔ نازک سے خدوخال اور دودھ جیسے سفید رنگ والی یہ لڑکیاں بلاشبہ دلکش تھیں۔ دونوں پھر میرے نزدیک بیٹھ گئیں۔ دوسری لڑکی بھی اب میری جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں ایک انوکھا پن تھا۔ یُوں لگتا تھا جیسے وہ مجھ سے اپنائیت محسوس کر رہی ہو۔ شاید ایشا نے اسے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔ وہ دونوں میری جانب دیکھ رہی تھیں۔
"تم لوگ کتنے عرصے سے اٹیلا کے ساتھ ہو؟"
"طویل عرصہ ہو گیا۔ اب تو ہمیں ٹھیک وقت یاد بھی نہیں رہا۔" ایشا نے جواب دیا۔
"تمہارا وطن بھی اٹیلا کے ہاتھوں برباد ہو گیا؟"
"ہاں۔"
"میں اس شخص کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔ شاید تمہیں اس بات کا علم بھی نہ ہو کہ ابھی تھوڑا عرصہ پہلے میں اس کا قیدی تھا۔ پھر اس نے مجھے قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور میں نے اس کے سب سے بہادر لوگوں کو قتل کر دیا۔ تب اسے ہوش آ گیا اور اس نے مجھے اپنا نائب مقرر کر دیا۔ اس گفتگو سے میرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے اٹیلا کے بارے میں بتاؤ۔"
"ہم تیار ہیں۔" تفنا نے جواب دیا۔
"تو پھر بتاؤ۔"
"تم پوچھو، کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"
"اس کی عادات، خصلت وغیرہ۔"
"دیکھو اس کے لشکر میں ہمیں کوئی نمایاں مقام حاصل نہیں ہے ہم تو محدود رہنے والے لوگوں میں سے ہیں۔ وہ کم گو اور جلد فیصلے کرنے والا ہے۔ خود بھی بے پناہ طاقتور ہے۔ ایک بار اس نے ایک قوی ہیکل گھوڑے کو کندھوں پر اُٹھا لیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ بیویوں کا بھی بہت شوقین ہے۔"
"واہ۔ اس حلیے کا کیا مقصد ہوا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
"تمہیں تو اس کی بیویوں کی تعداد بھی معلوم نہیں ہو گی؟"
"بالکل نہیں۔" میں نے جواب دیا۔
"شاید کوئی بھی نہ بتا سکے۔ ممکن ہے خود اٹیلا کو اپنی بیویوں کی صحیح تعداد نہ معلوم ہو۔"
"خوب۔ لیکن ان بیویوں کا ہوتا کیا ہے؟"
"اوہ، تم نہیں جانتے بیویوں کا کیا ہوتا ہے۔" ایشا نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا اور میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔
"میرا مطلب ہے کہ وہ بیویاں کہاں جاتی ہیں؟"
"اس کے ساتھ رہتی ہیں۔" تفنا نے جواب دیا۔
"اس وقت بھی موجود ہیں؟"
"کیوں نہیں۔ وہ ہمیشہ انہیں اپنے ساتھ رکھتا ہے۔"
"بہت خوب۔ دلچسپ بات ہے۔ لونڈیاں اور کنیزیں ان کے علاوہ ہوں گی ــــ وہ عورت پرست ہے۔"
"ہرگز نہیں۔ اس کی بیویوں کے علاوہ کوئی اس کی خلوت میں نہیں جا سکتا۔ وہ حسین لڑکی کو پسند کرتا ہے پہلے اس سے شادی کر کے اسے اپنے حرم میں داخل کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کی قربت حاصل کرتا ہے۔" ایشا نے جواب دیا۔
"واہ، شریف انسان ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ اس کے اصول بہت اچھے ہیں۔ جہاں وہ ظالم ہے، وہاں اصول پرست بھی ہے۔"
"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "بہرحال اس کے ساتھ اچھی گزرے گی اور تمہارے ساتھ بھی۔ لیکن لڑکیو ــــ میں تم سے شادی نہیں کروں گا۔" میں نے ان دونوں کو اوپر گھسیٹ لیا۔ لڑکیوں نے میرے ساتھ ایک خوش و خرم رات گزاری تھی۔ وہ میری کنیزیں تھیں اور انہیں مجھے بخش دیا گیا تھا۔ لڑکیاں بھی میری معیت میں خوش تھیں۔ صبح ہوتے ہی وہ میری خدمت میں مصروف ہو گئیں۔ رات کو جو غلام خوان

لائے تھے ان میں میرے لئے لباسِ فاخرہ بھی تھا۔ چمڑے کا مخصوص ساخت کا کوٹ جس کے بند سینے سے نیچے تک کسے ہوئے تھے۔ سر پر پہننے کے لئے مخصوص قسم کا خود تھا جس کے اوپر کسی جانور کی کھال لگی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ چیتے کی ایک شاندار کھال تھی جو بندھن کے ذریعے کمر پر لٹکائی جاتی تھی۔ پیروں میں پنڈلیوں تک کے جوتے تھے جن میں سامنے کی جانب کوئی دھات لگی ہوئی تھی۔

مجھے تو یہ سارا لباس پہننے کا سلیقہ بھی نہیں تھا۔ لیکن دونوں لڑکیوں نے مجھے پوری طرح آراستہ کر دیا اور پھر قربان ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگیں۔

"بلاشبہ تمہارا تعلق اسپاکیہ سے نہیں معلوم ہوتا۔ ورنہ جس قوم میں تم جیسا جوان ہو اس کا حشر ایسا نہیں ہو سکتا۔" الیشایہ نے کہا۔

"اٹیلا کو شاندار جوان جمع کرنے کا شوق ہے۔ خود اس کی اپنی شخصیت بہت شاندار ہے لیکن تیری چھب کے آگے وہ ماند پڑ جاتا ہے۔"

"مجھے تو خدشہ ہے کہ وہ تجھے دیکھ کر احساسِ کمتری کا شکار نہ ہو جائے۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی بیویوں میں بغاوت ہو جائے۔"

"بس بس لڑکیو — مجھے زیادہ احمق نہ بناؤ۔ اب یہ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ کیا اسی خیمے میں رہ کر تم سے باتیں بناتا رہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میرا خیال ہے تمہیں نائب کی حیثیت سے اٹیلا کے امور کی نگرانی کرنا چاہیئے۔"

"اس کے امور کیا ہیں، یہ بھی تو ......" میرا جملہ ادھورا رہ گیا۔ دروازے سے ایک آواز سنائی دی تھی۔

"نائب اعظم کی خدمت میں اس کے خدمتگار حاضر ہیں۔ ہم باریابی چاہتے ہیں۔"

"آ جاؤ۔" میں نے کہا اور دو باریش آدمی اندر آ گئے۔ یہ دونوں سپاہیوں کے لباس میں تھے اور چہروں سے ہی زیرک نظر آتے تھے۔ دونوں سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکے۔

"نائب معظم کو کس نام سے مخاطب کیا جائے؟"

"تم مجھے سالوس کہہ سکتے ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"سالوس اعظم کو سلام — صبح کی ضروریات سے فراغت ہو گئی ہو تو ہمیں کچھ وقت دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"چونکہ سارے ہُن لشکر کے سامنے قہرِ خداوندی، فاتحِ اعظم اٹیلا نے سالوس اعظم کو نائب مقرر کیا ہے اور وہ بھی نہ ہے جو فاتحِ اعظم کے مشیر اور فوجوں کے نگراں تھے اس لئے سالوس اعظم کے شانوں پر اس عہدے کی ذمے داریاں بھی آ پڑی ہیں۔"

"ہاں، مجھے احساس ہے۔ لیکن مجھے میرے فرائض نہیں معلوم۔"

"ہم اسی لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اگر کچھ جاننے کی ضرورت ہو تو ہماری خدمات حاصل کی جائیں۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ میں تم سے بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہم حاضر ہیں۔" دونوں نے جواب دیا۔

"تو بتاؤ اس حیثیت سے میرے کیا فرائض ہیں؟"

"سورج جب بلندی پر چمکنے لگے تو آپ کو فاتحِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہونا ہو گا اور ان کے آئندہ اقدامات کے بارے میں معلوم کرنا ہو گا۔ اس کے بعد فوجوں کی نگرانی اور ان کا معائنہ — اور دورانِ جنگ فاتحِ اعظم کو جنگی مشورے دینا — یہ سب آپ کے فرائض ہیں کسی بھی مرحلے پر آپ کو خدائی قہر کے شانہ بشانہ ہونا ہو گا۔"

"اور کچھ؟" میں نے پوچھا۔

"بس یہ وہ فرائض ہیں جو نائب کے ہوتے ہیں اور جن کے بارے میں ہمیں آپ کو بتانا تھا۔"

"ٹھیک ہے، کیا سورج بلندی پر پہنچ گیا؟"

"ابھی نہیں سالوس اعظم۔"

"کیا اس سے قبل میں خیمے سے باہر بھی نہیں نکل سکتا؟"

"کیوں نہیں۔ کس کی مجال ہے کہ سالوسِ اعظم کے کسی کام میں مداخلت کرے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ تب میں نے چیتے کی کھال کو سمیٹا اور خیمے سے باہر نکل آیا۔ خیمے کے عین سامنے ایک قد آور گھوڑا ساز سے سجا ہوا کھڑا تھا۔ میں گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر میں نے اسے ایڑ لگا دی۔ میرے عقب میں میرا محافظ دستہ برق رفتاری سے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑا — بہر حال بڑی شان تھی اور میں نے اٹیلا کے سپاہیوں کو حیران دیکھا۔ جو بھی مجھے دیکھتا اپنی جگہ کھڑا رہ جاتا اور دور تک دیکھتا رہتا۔ میں نے ان لوگوں کی دلچسپی بخوبی محسوس کی تھی۔

یوں میں خیموں کے شہر کا جائزہ لیتا رہا اور پھر واپس چل پڑا۔ پھر سورج بلندی پر پہنچ گیا اور میرے اتالیق نے مجھے بتایا کہ اب مجھے اٹیلا کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے۔ ایک بار پھر میرا جائزہ لیا گیا اور پھر میرے اتالیق نے کہا۔

"آپ بالکل درست ہیں سالوسِ اعظم — اب آپ خیموں کے اس طرف چلے جائیں۔ جہاں دوسرے لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں۔"

ان لوگوں نے مجھے وہاں تک چھوڑ دیا جہاں تک انہیں جانے کی اجازت تھی۔ اور پھر میں نہایت سکون سے اپنا گھوڑا کپڑے کی دیوار کے دوسری جانب لے گیا — اور خوب تھی یہ جگہ جہاں آباد تھا خیموں کا ایک چھوٹا سا گاؤں نصف دائرے کی شکل میں اور داخل ہوا تھا جب میں، تو میں نے بہت سے نقرئی قہقہے سنے تھے جو میرے

اندر داخل ہوتے ہی ساکت ہو گئے۔ اور بیچوں بیچ اس چھوٹے سے گاؤں کے جہاں حسنِ بے پناہ بکھرا ہوا تھا، قد آور جوان، کہ صرف زیریں لباس میں ملبوس تھا کھڑا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے تھے اور آنکھیں بلند ہوتے سورج پر جمی تھیں، یوں کہ وہ پلک نہیں جھپکا رہا تھا اور پتھر کے بُت کی مانند ساکت و جامد تھا۔

میرے گھوڑے کے قدموں کی آواز پر بھی اس نے پلکیں نہیں جھپکائیں اور نہ رُخ موڑ کر میری طرف دیکھا بلکہ یوں ہی سورج کی جانب نگراں رہا— ہاں حسینوں کا جمگٹ ایک جگہ جمع ہو گیا اور سب کی نگاہوں میں حیرت تھی۔ ایسا عجیب سکوت چھا گیا تھا وہاں جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آواز تھی تو صرف میرے گھوڑے کے قدموں کی جو آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔

پھر میں نے گھوڑا روک لیا۔ کیونکہ اب اٹیلا کا مجھ سے زیادہ فاصلہ نہیں رہ گیا تھا۔ اور پھر میں گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ میں نے ایک نگاہ اٹیلا پر ڈالی اور دوسری محوِ حیرت حسیناؤں پر۔ اور بہت سی آنکھوں میں، میں نے محبت اور پسندیدگی کی چمک پائی کہ ایسی آنکھیں بھلا کہاں چھپ سکتی ہیں۔

لیکن ان آنکھوں کے سوال کے جواب کے لئے مناسب وقت نہیں تھا۔ اس لئے میں نے اپنی توجہ ان پر سے ہٹالی۔ تب دفعتاً اٹیلا میری جانب گھوما اور اتفاق سے میں اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

بلاشبہ اٹیلا کی آنکھوں میں قہر اترا ہوا تھا۔ ان کی سیاہ پُتلیاں پھیل کر پورے سفید دیدوں پر چھا گئی تھیں۔ دونوں بھنویں تنی ہوئی تھیں اور پیشانی پر گہری لکیر نظر آ رہی تھی۔ چند ساعت وہ مجھے گھورتا رہا اور پھر اعتدال پر آنے لگا۔ پھر اس کے ہونٹ پھیلے اور پھر بے اختیار وہ آہستہ سے ہنس پڑا۔

اب وہ پُرسکون تھا۔ لیکن یہ کیفیت بھی چند ساعت رہی اور پھر وہ سرد لہجے میں بولا۔ "یہاں کیوں آئے ہو؟"

"اٹیلا کی قدم بوسی کے لئے اس کی حاضری میں۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"سالوس۔"

"اسپاکیہ کے کون سے خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟"

"میرا تعلق اسپاکیہ سے نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" اٹیلا کی آواز بیحد رُعب دار تھی۔

سمندر کی جانب سے خشکی کی تلاش میں جب میں اسپاکیہ کی سرزمین پر پہنچا تو میں نے دھوئیں کے بادل دیکھے۔ اسی دھوئیں نے گہرے سمندروں میں مجھے اسپاکیہ کی طرف متوجہ کیا تھا۔ لیکن جب میں شہر میں داخل ہوا تو جلتی ہوئی عمارتوں کے سوا کچھ نہ پایا۔ سو حیران سا شہر کی فصیلوں کی جانب آنکلا اور تیرے لشکر کو دیکھا اور پھر گرفتار کرنے والوں نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے گھوڑوں سے باندھ کر زمین پر گھسیٹتے ہوئے لے جائیں گے۔ لیکن میں نے قبول نہ کیا اور خود انھیں گھوڑوں سے باندھ کر تیرے لشکر میں لے آیا جس کے نتیجے میں وہ مر گئے۔ پھر تیرے لشکریوں نے میرے ساتھ بُرا سلوک نہ کیا ورنہ وہ مجھے گرفتار نہ کر پاتے اور میں ان میں سے بھاری تعداد کم کر دیتا۔

"واہ!" اٹیلا ہنس پڑا۔ اس کی پیشانی پر کوئی بل نہیں آیا تھا۔ "تو تیرا تعلق اسپاکیہ سے نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"پھر تو نے ان کی زندگی بچانے کے خود کو ہلاکت میں کیوں ڈالا؟"

"ان میں جتنے جوان تھے مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ لیکن عورتیں اور بچے، ان کی موت مجھے گوارا نہ تھی۔"

"آہ۔ یہ تیری کمزوری ہے۔" اٹیلا نے کہا۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"بہادر کے سینے میں خونریزی کے تصور کے سوا اور کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ رحم کے جذبات بزدلوں کے سینوں میں ہوتے ہیں۔"

"میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔"

"کیوں؟" وہ غرّایا۔

"وار کا جواب وار سے ملے تو حوصلے نکالنے کا موقع ملتا ہے۔ مقابل کے کمزور بازو بے حقیقت ہوتے ہیں۔ اسے قتل کرنا تلوار کی دھار کی توہین کی ہے۔"

"دشمن کی کھیتیاں تاراج کرنا فتح کا نشان ہے۔" اٹیلا غرّایا۔ "دشمن کی ہر سانس سے دھواں نکلنا چاہیے۔ ورنہ فتح کا مزا کیا؟"

"بے جان چیزوں کی بربادی دیوانگی کی علامت ہے۔ انھی کھیتیوں کو اپنے قبضہ میں کر کے دشمن کی محنت سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اٹیلا کا چہرہ غصّے سے سرخ ہو گیا۔ اس کی پُتلیاں پھیل گئی تھیں۔ کافی دیر تک وہ مجھے گھورتا رہا اور پھر بھاری لہجے میں بولا۔

"تو نے ہماری سوچ بدلنے کی کوشش کی ہے۔"

"یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت بیباک ہے تو۔"

"خوف میری تعمیر میں شامل نہیں۔" میں نے کہا اور وہ پھر ہنسنے لگا۔ یوں لگتا تھا پروفیسر، جیسے اسے اپنی توہین پر غصّہ بھی آ رہا ہو اور مزا بھی مل رہا ہو۔ وہ عجیب انداز میں ہنستا تھا اور بعد میں میں نے اس کا تجزیہ کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ اذیت پسند ہے۔ اذیت رساں بھی ہے اور اذیت پسند بھی۔ وہ ہر وہ چیز مٹا دیتا تھا جسے مٹانا چاہتا اور شاید ہر چیز اپنی دسترس، اپنی قدرت میں دیکھ کر وہ کسی قدر بددل بھی تھا۔ اس

کے ذہن کے انتہائی گوشوں میں یہ طلب بھی چھپی ہوئی تھی کہ وہ ناکام رہے اور کوئی اُسے نظر انداز بھی کرے۔ چنانچہ وہ میرا گرویدہ ہونا چاہتا تھا۔

"آہ۔۔ آہ! تو واقعی بے خوف ہے لیکن ابھی تو نے۔۔۔ ابھی تُو نے خوف کا مزا نہیں چکھا۔ ابھی تو اٹیلا سے واقف نہیں ہے۔"

"شاید۔" میں نے مختصراً کہا۔

"ہم یہ نہیں پوچھیں گے کہ تُو کون ہے، کہاں سے آیا ہے لیکن دلچسپ ہے۔ کیا تو جنگی مشورے بھی دے سکتا ہے؟"

"عظیم اٹیلا! میں دشمن کی ہر کوشش کو ناکام بنا دینے کی قدرت رکھتا ہوں۔ میں حالات کا ہر رُخ اپنی پسند کی جانب موڑ لیتا ہوں۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"بڑا مان ہے تیری بات میں۔ بڑا بھرم ہے تجھے۔ آزمالیں گے۔ ہاں ایک بہادر جرنیل کی حیثیت سے تو ہمیں پسند ہے اور۔۔ اور ہم اپنے حریف شانی کان کے دربار میں تجھے ہی بھیجیں گے۔ ہم نے تیرا انتخاب کر لیا۔"

میں نے گردن جھکالی تھی۔ اٹیلا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر وہ ایک دم رُکا اور مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اسی انداز میں ہنسنے لگا۔

"تیرا مذہب کیا ہے؟ کیا تو سورج پرست ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر تیرا مذہب کیا ہے؟"

"قوت، طاقت!" میں نے جواب دیا۔ وہ پھر سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا تو طاقت کی عبادت کرتا ہے؟" اس نے غراتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کب، کس وقت؟" اس نے پوچھا۔

"عبادت کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہوتا۔" میں نے ایک فولادی جوئے کو دیکھا۔ لوہے کا بے حد وزنی اور لمبا ٹکڑا تھا جسے شاید چار آدمی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتے تھے۔ میں نے جھک کر اُسے اٹھا لیا اور اٹیلا تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔ تب میں نے اُسے تولا اور پھر دونوں ہاتھوں سے اُسے موڑ کر اس کے دونوں سرے آپس میں ملا دیئے اور اس کے بعد دونوں سروں کو کھینچ کر سیدھا کر دیا۔ پھر ٹکڑے کو اس کی جگہ ڈال دیا۔ "یہ میری عبادت ہے۔"

اٹیلا گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سامنے نگاہ دوڑائی اور ایک خوبصورت لڑکی کو اشارے سے قریب بلایا۔ پھر اس کا بازو پکڑ کر میری طرف بڑھا دیا۔

"اسے تھام۔" اس نے کہا اور میں نے حسین لڑکی کا بازو پکڑ لیا۔ "یہ تیرا انعام ہے۔ ہم آج کوچ نہیں کریں گے۔" اس نے دونوں ہاتھ ہلائے اور مجھ سے کچھ کہے بغیر ایک خیمے میں داخل ہو گیا۔

خوبصورت لڑکی قربان ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ اس کے چہرے سے مسرت پھوٹ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "وہ خلوت میں چلا گیا۔ اب تو مجھے لے چل۔"

"کہاں لے چلوں؟" میں نے گردن کھجاتے ہوئے چاروں طرف دیکھا۔ عورتیں خیموں کی طرف جا رہی تھیں لیکن کیفیت یہ تھی کہ پلٹ پلٹ کر مجھے دیکھتی جا رہی تھیں۔

"آہ، ان کی نگاہوں میں کتنا حسد ہے، کیسی رقابت ہے۔ کوئی نہیں جان سکتا۔ میں سمجھ رہی ہوں۔ ہونہہ خود کو کتنا خوش نصیب سمجھتی تھیں کہ انہیں اس کی قربت حاصل ہے لیکن تقدیر سے ناواقف تھیں سب کی سب۔ ہمیشہ میرا مذاق اُڑاتی رہیں اور آج میں ان کا مذاق اڑانے کے قابل ہوئی ہوں۔" میرے نزدیک کھڑی لڑکی کہہ رہی تھی۔

"اب میں تجھے کہاں لے چلوں اے خدائی قہر!" میں نے پُوچھا۔

"اپنے خیمے میں، اپنے قدموں میں۔ ہاں میں تیری ایسی خدمت کروں گی کہ۔۔ ایسی چاہت دوں گی کہ زمانے میں مثال ہو گی۔ میں تیری لونڈی ہوں، تیرے قدموں کی مٹی ہوں۔ دل چاہے تو ابھی اپنے خنجر سے میرا دل چاک کر دے۔ اف کر جاؤں تو فروشا نام نہیں۔"

"تو تیرا نام فروشا ہے؟"

"تیری خادمہ کا نام یہی ہے۔ لیکن میرے لئے نام وہی بہتر ہو گا جو تو تجویز کرے گا۔" اس نے کہا۔ یہ حسن اور یہ سپردگی مجھے پسند آئی تھی۔ بلاشبہ یہ ان حسیناؤں سے کہیں زیادہ حسین تھی جو رات کو میری خدمت میں رہی تھیں۔

"چل بھائی اچھا انعام ہے تو۔" میں نے کہا۔

"گھوڑے پر تو سوار ہو جا، میں اس کی رکاب پکڑ کر چلوں گی۔" اس نے کہا۔ لیکن میں نے اسے گھوڑے پر بٹھا دیا اور پھر خود بھی سوار ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے۔۔ گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور خیموں کے حصار سے باہر نکل آیا۔ باہر میرے خدام کھڑے تھے۔

وہی دونوں بوڑھے میرے نزدیک آ گئے اور ان میں سے ایک نے کہا۔ اگر یہ اٹیلا اعظم کی طرف سے بخشا ہوا انعام ہے تو تو دوسرا شخص ہے جس نے یہ انعام پایا۔ پہلا انعام ڈیلوس کو ملا تھا جس نے شاہ مرزبان کو قتل کیا تھا۔

"لیکن اب میں اس انعام کا کیا کروں؟" میں نے کہا اور بوڑھے کے اشارے پر ایک جوان نے اپنا گھوڑا خالی کر دیا۔

"خدائی قہر کا انعام احترام کا مستحق ہوتا ہے۔ ہم اسے تیرے خیمے میں پہنچا دیتے ہیں۔ ہاں کیا اٹیلا اعظم آج کوچ کرے گا؟"

"نہیں۔ اس نے یہی کہا ہے۔"

"تیری جانب سے جرنیلوں کو یہ پیغام دے دیا جائے؟"

"ہاں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔ دو سپاہی لڑکی کو لے کر خیمے کی

طرف چلے گئے۔ ایک بڈھا بقول اس کے جرنیلوں کو آج کوچ نہ کرنے کا پیغام دینے چلا گیا۔ دوسرا میرے ساتھ تھا۔ اس کا نام پیلوس تھا۔

"اب میرے سفر انقص میں کون سا کام ہے پیلوس؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں لیکن نائب اعظم تو انوکھا ہے۔ تو پیلوس سے جس عزت کے ساتھ پیش آرہا ہے پیلوس اس کا مستحق نہیں ہے۔ اس سے اپنے غلاموں کی مانند گفتگو کر۔"

"کیا یہ بھی خدائی قہر کا حکم ہے؟"

"نہیں۔ لیکن ہماری یہی حیثیت ہے۔"

"تیری جو حیثیت بھی ہو میں۔ ۔ میں تجھے اپنا بزرگ مانتا ہوں اور تجھے عزت دیتا ہوں۔ یوں بھی تو میرا آتالیق ہے۔"

"تیرا شکریہ نائب اعظم۔ میں اس عزت افزائی کو یاد رکھوں گا۔ کیا میں تجھے ایک نصیحت کردوں؟"

"ضرور۔"

"عورت کو ہر وقت خود پر طاری نہ رکھ کہ یہ بلائے فساد ہوتی ہے۔ مبادا تجھ سے غفلت ہو اور خدائی قہر کے عتاب کا شکار ہو جائے۔"

"بالکل درست کہا تو نے لیکن یہ تو بتا۔ دلدادات کو آئی تقیں، ایک یہ ہو گئی۔ ان تینوں کا میں کیا کروں؟"

"اپنے خیمے کے نزدیک ان کے خیمے لگوا دے اور جب ان کی ضرورت محسوس کرے انہیں طلب کر لے کہ بغیر تیری طلب کے انہیں تیرے خیمے میں آنے کی اجازت نہ ہو۔"

"واہ۔ تو واقعی دانا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟" میں نے خوش ہو کر پوچھا۔

"تیرا غلام یہ کام انجام دے گا۔" پیلوس نے گردن جھکا کر کہا۔

پھر میں واپس خیمے میں آگیا۔ یہاں میرے لئے کچھ اور تبدیلیاں کردی گئی تھیں میرے کچھ اور لباس بھی آگئے تھے چنانچہ میں نے لباس بدل لیا۔ دروازے پر کھڑے پہرے داروں سے میں نے کہہ دیا کہ کسی کو آنے کی اجازت نہ دی جائے میں آرام کروں گا۔ پھر میں آرام کرنے لگا۔

لیکن اب میں اپنے بارے میں سوچ رہا تھا۔ صدیوں کے علم و دانش کے پیکر، بے نام انسان تو بار بار کسی مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔ سارے ہنگامے تیری تقدیر کیوں بن جاتے ہیں۔ نہ جانے تو نے دنیا کے کون کون سے خطوں میں کیا کیا، کیا ہے۔ اب یہ اٹیلا، جو بہرحال تیری حیثیت کے آگے چیونٹی سے بھی زیادہ بے حقیقت ہے۔ لیکن وہ تیرا آقا ہے۔

آقا۔ ۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کیا وہ میرا آقا ہے۔

تب میری نگاہوں میں موجیں مارتا ہوا سمندر آگیا۔ پرسکون آسمان کے عکس کی مانند جو خاموش ہے۔ بڑے بڑے خون ریز جانور اس کی سطح پر سر ابھارتے ہیں اس پر حکمرانی کرتے ہیں اسے اپنا محکوم سمجھتے ہیں اور وہ خاموش ہے کیونکہ وہ اپنی طاقت سے واقف ہے کیونکہ وہ اپنی قدرت سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے اس کی ایک کروٹ مٹانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لئے وہ دیکھتا رہتا ہے۔ اپنے سینے کے ان کھلونوں کو کھیلنے دیتا ہے یہاں تک کہ جب کھلونے کمزور پڑ جاتے ہیں پھر اس کی گہرائیوں میں چلے جاتے ہیں اور وہ کھلونوں کی داستان کو خاموشی سے خود میں دفن کر لیتا ہے

تو کیا میں سمندر نہیں ہوں جہاں سمندر بھی تو ان کھلونوں کا محتاج ہے اگر وہ ان سب کو مٹا دے۔ اگر وہ اپنی طاقت کا اعلان کردے تو ہمیشہ کے لئے اس کھیل سے محروم نہ ہو جائے۔ وہ تنہا کیا کرے گا۔

یہی کیفیت تو میری ہے پھر اگر کوئی مجھے اپنا محکوم سمجھے تو میں برا کیوں مانوں۔ بے شک اگر میں حکمراں ہونے کا اعلان کروں تو سرتابی کی مجال کسے ہے۔ لیکن کیا فائدہ، کیا حکمراں بن کر میں ان نت نئے کھلونوں سے کھیل سکتا ہوں۔ پھر بدلتے ہوئے مناظر ساکت نہ ہو جائیں گے۔ میں کیا کروں گا۔ لیکن بس ایک دقت تھی۔ بعض اوقات میرا دل چاہتا تھا کہ ایک عام انسان کی حیثیت اختیار کروں۔ ایسی حیثیت جس میں مجھے کوئی مقام حاصل نہ ہو۔ لوگ میرے اوپر حکومت کریں۔ مجھے حقیر سمجھیں اور میں اس زندگی کا بھی لطف حاصل کروں۔ لیکن یہ نہ ہوتا تھا۔ حالات کوئی ایسی شکل اختیار کر لیتے تھے کہ میں نمایاں ہو جاتا تھا اور پھر وہی ذمہ داریاں۔ اب یہ حضرت ہی تھے۔ بلاشبہ انہوں نے بہت سی فتوحات حاصل کی ہوں گی۔ لیکن اب جو کچھ ہوگا نئے سرے سے اور نئے پیمانے سے ہوگا۔ اور اس کے بعد یہ تاریخ میں اپنا نام چھوڑ جائیں گے۔

لیکن مجبوری تھی۔ مجھے سمندر کا کردار تو ادا کرنا ہی ہوگا۔ ورنہ کسی ویرانے میں کب تک زندگی گزار سکتا تھا اور جس طرح چاند ڈوبتا ہے۔ سورج ابھرتا ہے اور یہ دونوں اپنی مصروفیات سے کبھی نہیں تھکتے کبھی نہیں اکتاتے۔ مجھے بھی اپنا کام انجام دینا ہے۔ ہاں مجھے بھی انہیں کی مانند شب و روز دیکھنے ہیں۔ پھر میں کیوں اکتاؤں۔

اور پھر میں پرسکون ہو گیا۔ میری ذمہ داریاں چونکہ آج شام تک کے لئے ختم ہو گئی تھیں۔ چنانچہ مجھے وہ باتونی لڑکی یاد آئی جو بہت تیز بولتی تھی۔ اور مجھ سے بے پناہ الفت کا اظہار کرتی تھی۔ کیوں نہ اسے طلب کروں۔

چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے پہریدار کو طلب کیا اور غلام فوراً اندر آئے اور سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

"فردشا کو حاضر کرو۔" میں نے حکم دیا اور دونوں گردن جھکا کر باہر نکل گئے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد خوبصورت لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ آتے ہی حسب معمول شروع ہو گئی۔

"میں نے آپ کا نام معلوم کر لیا ہے سالوس اعظم۔ اور مجھے یہ بھی پتہ چل گیا ہے کہ آپ خدائی قہر کے نائب ہیں اور میں کیا بتاؤں کہ میں کتنی خوش ہوں۔ اگر آپ اسے شہنشاہ اٹیلا کی عظمت نہ سمجھیں تو دل کی بات کہوں۔"

"کہو!"

"پہلے آپ وعدہ کریں کہ اگر ناراض بھی ہو گئے تو مجھے جان کی امان

ملے گی؟"

"وعدہ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر میں دل کی بات بتاؤں میرے دل کی بات یہ ہے کہ اٹیلا ایک شوہر کی حیثیت سے مجھے بالکل پسند نہیں۔"

"شوہر کی حیثیت سے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں میری مراد ہے کہ اگر وہ میرا شوہر بن جاتا تو یقین کرو وہ میرا شوہر تو ضرور بن جاتا لیکن دل سے میں اسے پسند نہیں کرتی۔ بس وہ میرے دل کو نہیں بھاتا۔"

"اوہ۔ تو کیا وہ تمہیں اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا۔؟"

"ظاہر ہے۔ ورنہ پھر مجھے کیوں رکھا جاتا جہاں انتظار کرنے والی رہتی ہیں۔"

"انتظار کرنے والی ۔ ۔ ۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ انتظار کرنے والیاں۔ کئی ایسی ہیں جو اس بات کا انتظار کر رہی ہیں کہ کسی وقت اٹیلا ان سے شادی کرے گا۔"

"اوہ۔ تو تم شادی کی فہرست میں تھیں۔"

"ہاں۔ تو اور کیا؟" لڑکی نے جواب دیا۔

"خوب، ایسی کتنی لڑکیاں ہیں جن سے ابھی اس نے شادی نہیں کی؟"

"کافی ہیں مجھے ان کی صحیح تعداد نہیں معلوم۔"

"اور وہ سب کے ساتھ انصاف کرتا ہے؟"

"اب یہ مجھے کیا معلوم۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اچھا کیا جو اس کی بیوی نہیں ہے وہ بھی اس کی خلوت میں جاتی ہے"

"کبھی نہیں۔ یہ اٹیلا کا اصول ہے جس سے وہ شادی نہیں کرتا اسے اپنی خلوت میں کبھی طلب نہیں کرتا۔ ہاں وہ لڑکیاں جو اس کی پسند ہوتی ہیں وہ الگ اس جگہ رہتی ہیں جہاں اس کی بیویاں رہتی ہیں۔ لیکن اٹیلا اس وقت تک انہیں نہیں چھوتا جب تک کہ ان سے شادی نہ کرلے اور شادیوں کا موسم ابھی شروع نہیں ہوا۔"

"اوہو تو شادیاں کسی خاص موسم میں ہوتی ہیں۔؟"

"یہ بات بھی نہیں بس شادیوں کا موسم وہ ہوتا ہے جب وہ اپنی مہمات سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔ اب وہ اسپاکیہ کو تباہ کر چکا ہے اس لئے اب وہ فارغ ہے۔ میرا خیال ہے یہاں سے کوچ کے بعد وہ شادیاں کرے گا۔" لڑکی نے پرخیال انداز میں کہا۔

اس کے گفتگو کرنے کے انداز میں بے ساختگی تھی اور مجھے اس کی بے ساختگی پسند آئی تھی۔ تب میں نے اس سے پوچھا۔

"تو تو اٹیلا سے شادی نہیں کرتی۔"

"یہ بات تو میں نہیں کر رہی، کیونکہ ظاہر ہے اس نے مجھے مالِ غنیمت کی حیثیت سے حاصل کیا تھا۔ مجھے لوٹ کر لایا گیا تھا۔ اب وہ میرے ساتھ جو بھی سلوک کرتا لیکن دل سے میں اسے پسند نہیں کرتی تھی۔ جیسا کہ میں تجھے پسند کرتی ہوں۔"

"ہوں۔ تو تو مجھے پسند کرنے لگی ہے۔"

"بہت زیادہ بے پناہ۔ اور خاص طور سے جب میں نے تجھے پہلی بار دیکھا۔ تو اٹیلا کے سامنے جس طرح گفتگو کر رہا تھا ایسے اس کے سامنے کبھی کسی نے گفتگو نہیں کی، ہم سب تو حیران رہ گئے تھے، ہمارا خیال تھا اٹیلا اپنی باریک سی تلوار اٹھائے گا اور تیری گردن تیرے شانوں سے جدا کردے گا لیکن وہ تیری باتوں پہ ہنستا رہا، جس وقت تو اس سے گفتگو کر رہا تھا تو یقین کر میرے علاوہ ساری لڑکیاں سب تیری طرف عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں اور نہ صرف وہ بلکہ اٹیلا کی بیویاں بھی۔ مجھے یقین ہے کہ بہت ساری عورتیں تجھ پر مرمٹی ہوں گی لیکن تو میری قسمت میں آیا ہے۔"

"اوہو، تو نے یہ بات کیسے اخذ کر لی کہ میں تجھے پسند کرنے لگا ہوں" میں نے کہا۔

"کیا مطلب"۔ اس کا چہرہ ایک دم اتر گیا۔ "کیا تم مجھے پسند نہیں کرتے، کیا میں خوبصورت نہیں ہوں؟"

"ہوں، کوئی خاص تو نہیں۔"

"ہرگز نہیں، میں نہیں مانتی، میری ساتھی لڑکیاں کہتی ہیں کہ میں ان میں سب سے زیادہ خوبصورت ہوں۔"

"ممکن ہے وہ تمہیں بیوقوف بناتی ہوں۔"

"تو کیا۔ تو کیا یہ حقیقت ہے۔ کیا۔ کیا۔" اس نے چاروں طرف دیکھا۔ "کیا اس خیمے میں آئینہ نہیں ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم۔ لیکن تم آئینہ کا کیا کرو گی۔"

"میں دیکھوں گی کہ کیا میں واقعی اتنی خوبصورت نہیں ہوں کہ تو مجھے پسند کرے۔" لڑکی کی بات پر مجھے ہنسی آگئی۔ پھر میں نے اس کا بازو پکڑ کر خود سے قریب کر لیا۔

"خیر چل میں یہ بات مانے لیتا ہوں کہ تو بہت زیادہ خوبصورت ہے لیکن کیا تو میرے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے؟"

"میں نہیں کہتی۔ میں تو تیری غلام ہوں، ہاں تیری خدمت کرنا مجھے بہت اچھا لگے گا۔ میں دل سے تیری خدمت کرنا چاہتی ہوں۔" لڑکی نے جواب دیا اور اس جواب میں بڑی سادگی اور معصومیت تھی۔ مجھے اس کا انداز بھی پسند آیا تھا۔

"لڑکی میں شادیاں نہیں کرتا لیکن بہرحال تو مجھے اچھی لگی ہے۔"

"اچھی لگی ہوں۔ پہلے کیوں جھوٹ بول رہے تھے۔" اس نے ناز سے مسکرا کر کہا اور میں نے اسے خود سے بالکل قریب کر لیا۔

میں اس کی باتوں سے محظوظ ہوتا رہا، دوپہر کو میرے لئے کھانا آیا، جو شایانِ شان تھا یعنی دو بھنے ہوئے چھوٹے بکرے، پھل پنیر اور دوسری چیزیں۔ لڑکی ایک دم مستعد ہو گئی۔ اس نے میرے لئے کھانے کا اہتمام کیا۔ اور پھر کھانا میرے سامنے رکھ کر کھڑی ہو گئی۔

"کیوں۔ تم نہیں کھاؤ گی؟"

"تم کھالو اس کے بعد کھائیں گے۔"
"کیوں؟"
"ہم تو تمہارے غلام ہیں۔"
"خیموں کے باہر، خیمے کے اندر تم میری محبوبہ ہو۔"
"تمہاری محبوبہ۔؟" وہ خوش ہوگئی۔
"ہاں۔"
"یہ ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ کیا ہم یہ بات دوسروں سے بھی کہہ سکتے ہیں؟"
"دوسروں سے تمہاری کیا مراد ہے؟"
"اپنی ساتھیوں سے۔ ان سے جو تمہیں پیار بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں جو ہم سے حسد کرنے لگی ہوں گی۔" اس نے دلچسپی سے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تیری مرضی ہے۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"ہم تمہاری مرضی کے خلاف ایک کام بھی نہیں کرنا چاہتے۔ ہمیں بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔"
"تمہارا جو دل چاہے کر سکتی ہو۔ فی الحال آؤ کھانا کھالو۔" اس کے چہرے سے مسرتیں پھوٹ رہی تھیں اور وہ میرے ساتھ کھانا کھاتی رہی۔ لڑکی کی معصومیت اور الھڑپن مجھے بہت پسند آیا تھا۔ سب سے اچھی بات یہ تھی کہ وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہیں تھی۔ اور ایک خادمہ کی حیثیت دیتی تھی اپنے آپ کو اور نخرے نہیں کرتی تھی۔

پھر رات ہوگئی۔ پورے دن اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ سوائے اس کے کہ لڑکی مجھ سے بکواس کرتی رہی اور میں اس سے محظوظ ہوتا رہا۔ رات کو بھی وہ میرے ساتھ تھی۔ لیکن سونے سے قبل میں نے پہلوس کو طلب کیا۔ یہ سب میرے خدمت گار تھے۔ اور صرف میری چاکری میں رہتے تھے۔ اس لئے پہلوس فوراً پہنچ گیا۔

"نائب اعظم۔" اس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔
"رات کے کچھ آداب ہوتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔
"کچھ نہیں ہوتے۔" اس نے جواب دیا۔
"کل کی مصروفیات حسب معمول ہوں گی۔"
"ہاں اگر خدائی قہر کوئی نیا حکم نہ دے۔"
"رات کو خیمے سے باہر نکلنے میں کوئی قباحت تو نہیں ہوتی؟"
"ہرگز نہیں، تیری حیثیت بلند ہے ہاں دوسرے لوگوں کو پابندیاں کرنا ہوتی ہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا۔
"بس ٹھیک ہے تم جاؤ۔" میں نے بوڑھے سے کہا اور وہ گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ فروشا خاموشی سے بیٹھی پلکیں جھپکا رہی تھی۔
"اب تو کیا سوچ رہی ہے فروشا۔؟"
"تیرا اور اسٹیلا کا موازنہ کر رہی ہوں۔"
"کیا مطلب؟"
"تیرا چہرہ کتنا نرم ہے۔ جبکہ اسٹیلا کو اس کی عورتوں نے کبھی مسکراتے نہ دیکھا ہوگا۔ وہ ہمیشہ قہر بنا رہتا ہے۔"
"میرا خیال ہے فروشا تو ہر وقت میرا اور اسٹیلا کا موازنہ نہ کیا کر۔"
"کیوں؟"
"اگر یہ بات کسی طرح اسٹیلا کے کانوں تک پہنچ گئی تو میرے لئے بھی مصیبت بن جائے گی اور تیرے لئے بھی۔" اور اچانک اس کا چہرہ اتر گیا۔ اس نے خوف سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن۔ لیکن اسے یہ باتیں کون بتائے گا جو میرے اور تمہارے درمیان ہوئی ہیں۔"
"کوئی نہیں بتائے گا لیکن کوئی سن سکتا ہے۔"
"ٹھیک ہے میں آئندہ اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گی اگر ایسی کوئی بات میرے ذہن میں آئی بھی تو میں خاموش رہوں گی۔"
"صرف اسٹیلا کے بارے میں۔"
"ہاں۔ دوسری باتیں تو میں کرسکتی ہوں۔"
"ضرور۔ تیری باتیں مجھے اچھی لگتی ہیں۔" میں نے کہا۔ اور وہ میرے قدموں کے نزدیک آ بیٹھی۔
"میں بار بار سوچنے لگتی ہوں کہ کیا میں درحقیقت تیری کنیز بن گئی ہوں تو کتنا نرم مزاج اور خوبصورت ہے۔ آہ۔ اگر میں اسٹیلا۔" وہ ایکدم خاموش ہوگئی اور خوفزدہ انداز میں خیمے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ میں نے بھی چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تھا اور پھر میں نے تعجب سے کہا۔
"کیا ہوا؟"
"مجھ سے پھر غلطی ہونے جا رہی تھی۔" اس نے بدستور خوفزدہ لہجے میں کہا اور مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔ میں نے اسے بازوؤں کی گرفت میں لے لیا۔ میرے قرب سے اس کی آنکھوں میں خمار جھلکنے لگتا تھا اور وہ نڈھال سی ہو جاتی تھی۔ تب میں نے اسے آواز دی۔
"فروشا۔؟"
"جی۔" وہ میرے سینے سے سر اٹھا کر بولی۔
"تمہاری زندگی میں کوئی نوجوان نہیں آیا۔ میرا مطلب ہے اس وقت بھی جب تم آزاد تھیں اور اپنے قبیلے میں تھیں۔"
"نہیں۔ اس وقت تو میں بہت چھوٹی تھی۔"
"اسٹیلا کی نوجوانوں میں سے کوئی۔"
"کوئی نہیں۔ اس لئے کہ خدائی قہر نے مجھے اپنی بیوی بنانے کے لئے پسند کرلیا تھا۔ اور پھر کس کی مجال تھی کہ مجھے ان نگاہوں سے دیکھتا جو لڑکی اس کی منظور نظر ہوتی ہے اگر وہ کوشش بھی کرے تو کوئی نوجوان اس کی جانب مائل نہیں ہوتا۔"
"خوف کی وجہ سے؟"
"ہاں۔"

"ایسا کبھی ہوا ہے؟"

"صرف ایک بار۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا ہوا تھا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"خدائی قہر کی ملکہ شوریا بذاتِ خود ایک نوجوان افسر کلاؤ پر عاشق ہو گئی تھی کلاؤ پہلے تو اس سے بچنے کی کوشش کرتا رہا لیکن کہاں تک۔ شوریا نے اسے قابو میں کر لیا۔ اور پھر ایک دن خدائی قہر نے انھیں ملتے دیکھ لیا۔ تب اس نے پہلے کلاؤ اور پھر شوریا کو اپنی خلوت میں بلا لیا۔ اور ان سے کہا کہ وہ جذبات کی تسکین حاصل کریں۔ دونوں خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے خدائی قہر نے چابک اٹھا لیا اور انہیں حکم دیا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے کیا جائے۔

مجبوراً دونوں تیار ہو گئے اور خدائی قہر انہیں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ان دونوں کو شراب سے نہلا دیا اور پھر ان کے گرد لکڑیاں جمع کر کے دونوں کو زندہ جلوا دیا۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"اس کے بعد کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم جذبات کے رموز سے اچھی طرح واقف ہو۔"

"کیوں نہیں۔" فروشا نے جواب دیا۔

"لیکن کس طرح؟"

"میں خدائی قہر کی حرم میں رہتی ہوں اور وہ اپنی حرم میں تنہا مرد ہوتا ہے وہ اتنی شراب پیتا ہے کہ کوئی دوسرا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے افعال کو دوسری عورتوں سے پوشیدہ رکھتا ہے؟"

"خوب۔ خواہ وہ اس کی بیوی ہوں یا نہ ہوں۔"

"ہاں۔ بلکہ جب وہ نئی شادی کرتا ہے تو پہلی رات اس کی تمام بیویاں اس کے گرد ہوتی ہیں۔"

"واہ۔ دلچسپ آدمی ہے۔ اچھا کیا اس کی بیویوں میں رقابت آ جاتی ہے؟"

"کیوں نہیں۔ دلچسپ واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔"

"مثلاً۔" میں نے پوچھا۔

"یہ ضروری نہیں ہوتا کہ اٹیلا کسی ایک رات صرف اپنی ایک عورت کو طلب کرے چونکہ تمام عورتیں اس کی منتظر ہوتی ہیں، اس لئے وہ جس پر اکرام کرتا ہے وہ اس رات کو اس کی پسندیدہ عورت ہوتی ہے۔ لیکن بعض اوقات دوسری عورتوں کو اس پر رشک بھی آ جاتا ہے۔ اور یہ رشک و حسد اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ ان کے درمیان لڑائی بھی ہو جاتی ہے۔"

"اوہ ایسے وقت اٹیلا کا کیا رویہ ہوتا ہے۔"

"وہ ان کی جنگ میں دلچسپی لیتا ہے بلکہ بعض اوقات تو انہیں ہتھیار بھی فراہم کر دیتا ہے۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ان میں سے لڑتے لڑتے ایک دو مر بھی گئیں۔"

رات خاصی ہو گئی تھی، چنانچہ میں نے اسے اپنے قریب کر لیا اور وہ

وہ میرے جسم میں سماتی چلی گئی۔

رات کے پہلے پہر تک ہم دونوں ایک دوسرے میں مشغول رہے پھر دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

"کیا خیال ہے فروشا، باہر چلو گی۔"

"میں تو تیری غلام ہوں، مجھ سے کیا پوچھ رہا ہے۔"

"تو پھر آؤ۔" میں نے کہا اور فروشا نے جلدی سے اپنا لباس درست کر لیا۔ ہم دونوں خیمے سے باہر نکل آئے۔

فروشا بہت خوش تھی، شاید رات کا خمار اس کے ذہن پر تھا، اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ طویل فاصلہ کافی دیر میں طے ہوا حالانکہ میں اسے جلدی طے کر سکتا تھا لیکن فروشا کی چال درست نہ تھی اور پھر ہم ایک پہاڑی قلعے کے نزدیک پہنچ گئے۔ ابھی ہم وہاں رکے ہی تھے کہ ہمیں بے شمار قہقہوں کی آواز سنائی دی اور ہم رک گئے۔

"اوہ۔ شاید اٹیلا بھی یہیں کہیں موجود ہے۔" فروشا نے خوفزدہ لہجہ میں کہا۔

"اچھا۔ کس طرف۔؟" میں نے ادھر ادھر دیکھا اور مجھے پہاڑ کے ایک حصے میں کچھ مخصوص قسم کی روشنیاں نظر آئیں، یقیناً وہ لوگ پیچھے موجود تھے۔

"واپس چلو سالوس، یہاں آنا خطرناک ہے۔" فروشا نے خوفزدہ لہجہ میں کہا۔

"کیوں؟"

"اٹیلا نے اگر ہمیں دیکھ لیا تو اچھا نہ ہو گا کیونکہ وہ اپنی خلوت میں کسی کو

دیکھنا پسند نہیں کرتا"۔

"چھپ کر دیکھیں گے، دیکھنا یہ ہے کہ وہ کر کیا رہا ہے"۔

"نہیں"۔

"کیوں؟"

"او وہ سالوس کہیں کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں"۔

"نہیں ہوں گے"۔ میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ اور ہم بلندی پر چڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کنارے تک پہنچ گئے۔ زیادہ اونچا ٹیلہ نہیں تھا، اس کے دوسری جانب بخوبی دیکھا جاسکتا تھا۔ چنانچہ ہم اوندھے لیٹ گئے۔ اور باہر کا منظر واقعی حیرت انگیز تھا۔ میں دلچسپی سے اٹیلا کی عجیب و غریب حرکات دیکھنے لگا۔

مشعلیں روشن تھیں، عورتوں کا جمگھٹ تھا اور ان کے درمیان اٹیلا شراب پی رہا تھا۔ چند لڑکیاں رقص کر رہی تھیں۔ ہلکے ہلکے سازوں کی آہٹیں تھیں جو اس سے پہلے ہم نے نہیں سنی تھیں۔

اٹیلا پیتا رہا اور میں تعجب سے اسے دیکھتا رہا، وہ پیتا رہا اور اس کے بعد کچھ ایسے مناظر شروع ہو گئے جس نے فروشا کے جذبات کا بھٹر کا دیا۔ اور میں حیرت سے اٹیلا کو دیکھتا رہا۔ بلاشبہ یہ شخص خوفناک قوتوں کا مالک تھا۔

فروشا جذبات میں ڈوب گئی اور میں اٹیلا کو دیکھتا رہا اور رات گئے یہ ہنگامہ جاری رہا۔ فروشا جذبات سے جاگی تو ہم نے واپسی کا سفر طے کیا اور اپنے خیموں میں واپس آ گئے۔

فروشا نے خیمے میں آ کر سکون کی سانس لی تھی، پھر اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ "بڑی خوفناک بات تھی سالوس"۔

"کیوں؟"

"اٹیلا کی خلوتوں میں کوئی بھی نہیں جاسکتا اور نہ ہی اس بات کو وہ پسند کرتا ہے"۔

"ٹھیک ہے آئندہ خیال رکھیں گے" میں نے کہا اور سرد لہجے میں اس سے بولا۔ "تم اپنے خیمے میں واپس جاؤ؟"

"جاؤں"۔ اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں سونا چاہتا ہوں"۔ میں نے بالکل سرد اور بے جان لہجے میں کہا اور وہ ایک دم مستعد ہو گئی۔ "ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں"۔ اس نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

حالانکہ یہ سرد لہجہ میرے لئے پسندیدہ نہیں تھا، خاصی خود غرضی تھی اس لہجے میں۔ لیکن میرے دوست ہیلوس نے مجھے جو کچھ بتایا تھا اس پر عمل کرنا ضروری تھا۔ مجھے کسی بھی لڑکی کو ذہن پر مسلط نہیں کرنا چاہئے تھا کیونکہ میرا واسطہ اٹیلا سے تھا۔

اس کے چلے جانے کے بعد میں اطمینان سے اپنے بستر پر لیٹ گیا، اور آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ نیند جس قسم کی مجھے آتی ہے وہ بارنیسر میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ چنانچہ میں بے خبر سو گیا۔

جاگا تو ہیلوس اور دوسرا بوڑھا جس کا نام اوکاس تھا میرے خیمے کے دروازے پر موجود تھے۔ میری آہٹ سن کر وہ اندر آ گئے اور سینوں پر ہاتھ رکھ کر جھک گئے۔

"سالوس اعظم"۔ انہوں نے جھک کر کہا۔

"اوہ۔ کیا سورج بلندی تک پہنچ گیا ہے"؟

"ہاں سالوس اعظم"۔

"تو پھر تم لوگوں نے مجھے جگایا کیوں نہ دیا؟"

"ہم نے تیری نیند میں خلل نامناسب سمجھا"۔

"آئندہ اگر میں دیر تک سوؤں تو تم مجھے جگا سکتے ہو"۔

"بہت بہتر۔ تیرا حکم مل گیا ہے آئندہ ہم ایسا ہی کریں گے" ہیلوس نے جواب دیا۔

اور پھر میں جلدی جلدی تیاریاں کرنے لگا۔ میرے اشارے پر ان دونوں لڑکیوں کو اندر بھیج دیا گیا تھا۔ جن کا نام الیشا اور تعنتا تھا۔ ان دونوں کے منہ پھولے ہوئے تھے جسے میں نے صاف صاف محسوس کیا تھا۔

انہوں نے مجھ سے مسکرا کر کوئی بات نہ کی غالباً وہ رات کو خود کو طلب نہ کرنے پر ناراض تھیں۔ میں نے انہیں خود کو تیار کرنے کے لئے کہا اور وہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو گئیں۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے قد آور گھوڑے پر سوار ہو کر اٹیلا کے پاس پہنچ گیا۔ اٹیلا آج مناسب حلیے میں نظر آیا تھا۔ اس کی عورتیں خیموں میں تھیں اور وہ چمڑے کے ایک مونڈھے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں کوئی دوسرا مونڈھا موجود نہیں تھا۔ میں اس کے نزدیک جا کر سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"تو نے ہمیں سوچنے کے لئے بہت کچھ دیا ہے سالوس"۔ اٹیلا نے کہا۔

"میں سمجھ نہیں سکا"۔ میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"پیدا ہونے کے بعد ہم نے جب ہوش سنبھالا تو دنیا کو اور اس میں رہنے والوں کو ہمیشہ خود سے کمتر اور ہیچ پایا۔ ہمیں کبھی ضرورت نہیں پیش آئی کہ ہم کسی کے بارے میں کچھ سوچیں لیکن تو نے ہمیں اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے"۔

"فاتح اعظم میرے بارے میں کیا سوچا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تو بہادر اور طاقتور ہے"۔

"اٹیلا کا شکریہ"۔

"لیکن ہم تیری ذہنی قوت اور جنگی صلاحیت سے بے خبر ہیں"۔

"فاتح اعظم واقف ہو جائے گا"۔

"لیکن اگر کبھی تیرے ذہن میں حکمرانی اور قیادت در آئی تو ہمیں یقین ہے کہ ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا"۔

"خدائی قہر یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دے"۔

"وہ کون ہے جو اقتدار نہیں چاہتا۔ ؟" اٹیلا نے کہا
"میں ہوں!" میں نے جواب دیا۔
"کیوں۔ تیرے دل میں اقتدار کی خواہش کیوں سر نہیں ابھارتی"۔
"اس لئے کہ میں نے بہت سے سورج چڑھتے اترتے دیکھے ہیں حکمرانی بہت سی اہم ذمہ داریاں کندھوں پر ڈال دیتی ہے اور پھر فطرتاً میں آوارہ گرد ہوں۔ تیرے ساتھ رہ کر میں وہ سب کچھ کر سکتا ہوں جو تیرا ایما ہو تنہا اپنے ذہن پر کوئی بار نہیں ڈالتا۔

"ہوں۔" اٹیلا پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا: "چونکہ تو بہادر ہے اس لئے مجھے تیری بات کا یقین ہے لیکن ـــ اس کے باوجود ـــ اس کے باوجود میں ایک دن تیرا ایک امتحان ضرور لوں گا! وہ امتحان جو تجھے میری اور مجھے تیری اہمیت بتائے گا!"
"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا لیکن میں اس کے لئے تیار ہوں"
"تیرا نام سالرس ہے"۔
"ہاں"۔
"آج سورج ڈھلے ہم کوچ کریں گے۔ اسپاکیہ جل کر راکھ ہو چکا ہے اور ہمیں اب شانی کا کا مزاج درست کرنا ہے"۔
"شانی کا کون ہے؟" میں نے پوچھا۔
"ترابینہ کا حکمراں۔ سرکش اور مغرور۔ ٹھنڈے سفید ممالک میں وہ خود کو بلند و برتر کہتا ہے۔ لیکن ہم یورپ کے تھیوڈسیس تک پہنچنے کے خواہشمند ہیں"۔
"میں تیرے ساتھ ہوں"۔ میں نے جواب دیا۔
"بس تو آج کے لئے لشکر کو کوچ کا حکم دے۔ اسپاکیہ کے دھوئیں سے اب ہم بیزار ہو چکے ہیں"۔ اٹیلا اٹھ کھڑا ہوا۔
"جو حکم"۔ میں نے کہا۔ اور پھر اس کے لوگوں کے انداز میں سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا اور وہاں سے واپس چل پڑا۔
"ایک بات بتاؤ موجودہ سالوس؟" اچانک پروفیسر خاور نے داستان کا طلسم توڑ دیا۔ اور وہ چونک کر خاور کو دیکھنے لگا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔
"آہ پوچھو پروفیسر۔ ویسے اس وقت میں اپنی کہانی کے طلسم میں خود کھو گیا تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس دور میں ان پر درماحول سے میں بھی بہت متاثر تھا۔ صدیوں پہلے کی وہ پرلطف فضا اس وقت میرے اوپر طاری تھی اور اس سے واپسی۔ خیر۔ تم پوچھو۔ کیا پوچھ رہے تھے۔؟"
"معافی چاہتا ہوں۔ بلاشک تاریخ کے ایک اہم کردار اٹیلا کے بارے میں ان معلومات سے مجھے دلچسپی ہے۔ لیکن تیرے چند الفاظ سے ایک خیال میرے ذہن میں ابھر آیا اور میں سوال سے باز نہ رہ سکا۔
"کوئی بات نہیں پروفیسر۔ پوچھو"۔

"تو اٹیلا کے سامنے اس کے غلاموں کی حیثیت سے جھکا تھا؟"
"ہاں"۔
"کیا یہ بات تیری فطرت کے خلاف نہیں تھی؟"
"میرا خیال ہے پروفیسر۔ تم نے میری فطرت کا صحیح تجزیہ نہیں کیا۔
"کیوں"۔
"میں ابھی تھوڑی دیر قبل اپنی ایک سوچ کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ میں نے سمندر کی مثال سامنے رکھی تھی جس کے سینے پر چھوٹی چھوٹی کشتیاں بھی خود کو سرکش اور ناقابلِ تسخیر سمجھتی ہیں اور ان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ سمندر پر حکمرانی کر رہی ہیں"۔
"اوہ۔ ہاں تو نے کہا تھا"۔
"وہ بھی ایک چھوٹی کشتی کی مانند تھا جسے میں اپنے سینے پر چلتے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اور جانتا تھا کہ میری ایک لہر اسے ڈبو سکتی ہے اور اس کا سارا مان ٹوٹ جائے گا کشتی کو قائم رکھنا بھی ضروری تھا۔
ویسے اٹیلا کے دل میں میرا خوف ضرور آیا تھا۔
جو بھی سمجھو۔! بہرحال میں واپس لشکر میں آ گیا۔ اور پھر میں نے اپنے محافظ دستے کے سالار کو طلب کیا اور سالار میری خدمت میں حاضر ہو گیا۔
"سارے لشکر میں کوچ کا اعلان کر دو۔ سورج جب ڈھلان پر جائے گا تو ہم سفر شروع کر دیں گے"۔ میں نے حکم دیا۔ اور سالار نے سینے پر ہاتھ رکھ کر اطاعت کا اظہار کیا۔ پھر وہ باہر نکل گیا اور میں خیمے میں بیٹھ کر اٹیلا کے الفاظ کے بارے میں سوچنے لگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں قبیلے کے اس سردار کی کمزوری پر دل ہی دل میں ہنسنے لگا، جو خود کو خدائی قہر کہلواتا تھا اور ایک انسان کی قوت سے مرعوب ہو گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد چاروں طرف غل مچ گیا۔ دھڑا دھڑ خیمے اکھاڑے جانے لگے۔ اور میں شور سن کر باہر نکل آیا۔ پلوس وغیرہ میرے پاس پہنچ گئے اور میرے نزدیک کھڑے ہو گئے۔ تب میں نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور پھر اس پر سوار ہو کر لشکر کے درمیان گھومنے لگا۔ میں نے اس وقت اپنے محافظ دستے کو روک دیا تھا۔ اور ان سے کہا تھا کہ وہ اپنی تیاریاں کریں۔ صرف پلوس میرے ساتھ تھا۔
"پلوس ـــ وہ غلام کہاں ہیں جو اسپاکیہ سے قید کئے گئے ہیں میری مراد ان بدنصیبوں سے ہے جنہوں نے بزدلی سے کام لیا اور زندگی بچانے کے لئے اٹیلا کی غلامی میں آ گئے"۔
"وہ کام کر رہے ہوں گے"۔

"چلو میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں"۔ میں نے کہا اور پلوس مجھے اس طرف لے گیا۔ سارے غلاموں سے سخت مشقت لی جا رہی تھی۔ سپاہی کوڑے مار مار کر ان سے خیموں کی میخیں اکھڑوا رہے تھے اور انہیں ہار کرا رہے تھے۔
"بزدل کہیں کے۔ اگر تھوڑی سی جرأت سے کام لیتے آ سرفرو رہتے [illegible] ساتھ انہیں بھی جانے کی اجازت مل جاتی"۔ میں نے آہستہ سے کہا [illegible] گیا تھا۔

لشکرِ عظیم

روانگی کے لئے تیار تھا میرے مددگار پیلوں نے مجھے سارے رموز سے آگاہ کردیا تھا اور اب میں بہ آسانی اٹیلا کے نائب کے فرائض انجام دے سکتا تھا جو زیادہ مشکل نہیں تھے۔ لشکر میں چار جرنل تھے۔ وہ چاروں تجربے کار تھے اور بے شمار معرکے سر کر چکے تھے۔

چاروں میرے احکامات کے تابع تھے لشکر کی تنظیم مکمل ہوگئی سب سے پہلے اٹیلا تھا جو سفید گھوڑے پر سوار تھا اس کے بعد میں تھا میں سیاہ گھوڑے پر تھا میرے پیچھے چاروں جرنل تھے اور ان جرنلوں کے پیچھے تمام فوج جسے درحقیقت آہنی کہا جا سکتا تھا۔

گھڑسوار فوج کے پیچھے پیدل فوج تھی اور پیدل فوج کے ساتھ منجنیقیں اور دوسرے ہتھیاروں کا ذخیرہ تھا ان کے درمیان ایک محافظ دستے کے دائرے میں اٹیلا کی بے شمار بیویاں سوار تھیں۔

گھوڑے نہایت سست رفتاری سے چل رہے تھے کیونکہ وہ پیدل فوج کے درمیان تھے تنظیم یہی تھی۔ اٹیلا اپنا گھوڑا بہت ہی پروقار انداز میں آگے بڑھائے لے جا رہا تھا، وہ جب بھی میری جانب دیکھتا اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھر آتے، یوں بھی وہ بہت زیادہ گفتگو [illegible] کا عادی نہیں تھا۔

ہاں اس وقت جب وہ شراب کے نشے میں ہوتا تھا تو ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بہکنے لگتا تھا

اس کی خاموشی دیکھ کر میں بھی خاموش تھا اور تقدیر کے مذاق پر ہنس رہا تھا، حالانکہ پروفیسر تقدیر میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی لیکن ایک بات کا میں ہمیشہ قائل رہا۔

پروفیسر سوالیہ انداز میں میری جانب دیکھنے لگا۔ اس کی دونوں لڑکیاں بھی میری طرف متوجہ تھیں۔

"تو کیا تم تقدیر کے قائل نہیں ہو؟"

"نہیں، میں تقدیر کا قائل نہیں ہوں، میں تقدیر پر بھروسہ نہیں کرتا، میں صرف اور صرف تدبیر کا قائل ہوں، ہاں حالات خود بخود راستے متعین کرتے ہیں، ہم کسی سوچے سمجھے منصوبے پر عمل تو کر سکتے ہیں، لیکن حالات کو اپنا تابع نہیں بنا سکتے، میرا خیال ہے کوئی قوت ایسی نہیں ہے جو ہونے والی تبدیلیوں کو روک سکے۔

اور یوں لشکر سفر کرتا رہا، دریا، پہاڑ، میدان بہت کچھ تھا انہیں عبور کرتے ہوئے ہم آگے بڑھ رہے تھے، غلاموں کا وہ بڑا دستہ بھی ان لوگوں کے ساتھ پیدل چل رہا تھا جسے اسپاکیہ سے قید کیا گیا تھا اور جو ابھی تک زنجیروں میں بندھا ہوا تھا۔ ان مظلوموں کے لئے میں کوئی راستہ نہیں سوچ سکا تھا جس کا مجھے شدید افسوس تھا۔!

اٹیلا کے احکامات اٹل ہوا کرتے تھے، اس وقت بھی اگر یہ لوگ زندگی بچانے میں کامیاب ہو جاتے تو شاید آزاد ہو جاتے، لیکن اب ان کے لئے بے شمار مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔

اٹیلا کے نزدیک انسانی وجود کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا اور میں نہ جانتا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، لیکن ان کا حشر زیاد دور نہیں تھا اس وقت ہم جس صحرا کو عبور کر رہے تھے۔ اس کے اختتام کچھ درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے، اور اٹیلا کا رخ اسی جانب تھا۔

اٹیلا نے میری جانب دیکھا اور بولا، "سالوس، سالوس تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"او عظیم اٹیلا تیرے سامنے میری اپنی سوچ کیا ہو سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم نے اس سے قبل اس قسم کی جنگوں میں حصہ لیا ہے؟ میں جانتا ہوں کہ تم ایک عمدہ لڑاکا ہو لیکن تنہا یا چند افراد سے لڑنے کی بات دو ہوتی ہے اور جنگی معاملات کچھ دوسرے۔"

"میں نے کوئی بڑی جنگ نہیں لڑی، عظیم اٹیلا، لیکن میں جنگوں سے منہ بھی نہیں موڑتا۔"

"مجھے علم ہے۔" اٹیلا نے جواب دیا۔

"پھر تو مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتا تھا عظیم اٹیلا؟"

"تیری شخصیت دیکھ کر مجھے عجیب سا احساس ہوتا ہے سالوس!" اٹیلا نے کہا۔

"میری خواہش ہے کہ ہر احساس کو ذہن سے نکال دیا جائے، سالوس وفاداری کا عہد کر چکا ہے۔ وفادار رہے گا۔" میں نے جواب دیا اور اٹیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے یقین ہے سالوس، بہادر ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔" اٹیلا نے جواب دیا......

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی، لشکر اب ان درختوں کے نزدیک پہنچ رہا تھا۔ درختوں تک پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں زمین کی نمی محسوس ہونے لگی، اگرچہ پیچھے کا علاقہ خشک تھا لیکن ایک مخصوص حد سے زمین میں نمی کا احساس ہونے لگا تھا۔ آگے چلے تو کیچڑ آ گئی اور لشکر کی رفتار سست ہو گئی۔

"ایسا لگتا ہے جیسے یہاں زوردار بارش ہوتی ہو۔" اٹیلا نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اس سے کہا بھی کیا جا سکتا تھا۔

ہم درختوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ وہاں ایک عجیب سی سنسناہٹ سنائی دے رہی تھی۔ میں نے اس سنسناہٹ پر غور کیا اور اندازہ لگایا کہ کوئی تیز و تند ندی یا نالہ ہے جو بارش کی وجہ سے تیز رفتاری سے بہہ رہا ہے۔

میں نے اس سرسبز علاقے کو پسند کیا اور اٹیلا سے کہا، کیوں نہ یہاں قیام کیا جائے۔"

"نہیں میرے دوست!" اٹیلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا، کیا یہ جگہ تجھے پسند نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بات نہیں ہے سالوس! یہ جگہ بہت خوبصورت ہے اور خوبصورت جگہوں

...کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ ہم اس وقت ندم میں ہیں، برتیم پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ خوبصورت جگہ اور اس کا خوبصورت ماحول ہمیں برتیم کی جانب متوجہ کرے گا اور ہم اپنے مشن سے پیچھے رہ جائیں گے۔" اس نے جواب دیا۔

بات تدبیر کی تھی سو میں نے اسے پسند کیا۔

اٹیلا میری شکل دیکھ رہا تھا۔ "کیا تم میری بات سے متفق ہو نائب اعظم؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں بے شک۔"

"دراصل یہ میرا اصول ہے جب جنگ سے فرصت پاتا ہوں تو... نظر تیج اور عیش میں زندگی گزارتا ہوں اور ساری ذہنی اور جسمانی تکان دور ہو جاتی ہے، اس کے بعد جب میں دوبارہ جنگ کے لئے تیار ہوتا ہوں تو سارے خیالات ذہن سے جھٹک دیتا ہوں۔ ہمیں چٹیل میدانوں اور صحراؤں میں سفر کرنا چاہئے تاکہ ہمارے جسم تکلیف میں مبتلا ہوں اور ہم آگے اور آگے بڑھنے کے بارے میں سوچتے رہیں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

میں سوچ رہا تھا کہ ہر شخص کے کچھ اصول ہوتے ہیں جو غلط نہیں ہوتے۔ اصولوں میں کچھ ایسے پہلو ہوتے ہیں جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں۔ اٹیلا ایک اچھا انسان نہیں ہے، ایک ظالم شخص ہے، مگر پھر بھی کچھ اصول رکھتا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس تیز رو ندی تک پہنچ گئے جسے ندی نہ کہا جائے تو بہتر تھا، وہ زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ البتہ اس میں بہنے والے پانی کی رفتار بے پناہ تیز تھی، اس پانی سے گزرنا تقریباً ناممکن تھا، تب اٹیلا نے گھوڑا روک لیا اور میری جانب دیکھا۔

"نائب اعظم کیا ہم اس پانی سے بآسانی گزر سکتے ہیں؟"

"میرا خیال ہے گھوڑے قدم نہ جما سکیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن ہم یہاں رکنا نہیں چاہتے۔"

"پھر کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔" اس نے جواب دیا اور میں غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

اٹیلا کی آنکھوں میں وہی درندگی ابھر آئی تھی جو اس کی فطرت کا خاصہ تھی...

میں اسے دیکھتا رہا، تب اٹیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ۔ میرا خیال ہے ہم اس ندی پر پل باندھ سکتے ہیں چونکہ اس کی چوڑائی زیادہ نہیں ہے، صرف چند گھوڑوں کو گزارنے کے لئے محض ساعتیں درکار ہوں گی۔ اس کے لئے کیا بندوبست کیا جا سکتا ہے؟"

"یہ اٹیلا ہی بہتر جان سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔" اس نے کہا اور پھر پیچھے مڑ کر اپنے جنرلوں سے بولا۔

"سارے قیدی غلاموں کو آگے لے آؤ۔" اس نے حکم دیا اور... میں چونک پڑا۔

بدقسمتوں کی بدقسمتی کا آغاز ہو چکا تھا لیکن میں کیا کر سکتا تھا۔ اس وقت ظالم تھا میں اٹیلا کی مخالفت مول لے کر معاملہ خراب نہیں کر سکتا تھا البتہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کرتا ہے۔

جنرلوں نے اس کا حکم پیچھے پہنچا دیا۔ اور قیدیوں کو آگے بڑھنے کے لئے جگہ دی جانے لگی، تھوڑی دیر کے بعد سارے بدقسمت قیدی اٹیلا کے نزدیک پہنچ چکے تھے، اٹیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس نے کہا۔ "تم اس ندی پر پل بناؤ گے۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔ "اور اس کی ترکیب میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تم میں سے چند افراد اسے عبور کرنے کی کوشش کرو۔"

جنرلوں نے ہاتھ اٹھائے اور وہ لوگ آگے بڑھ آئے جو قیدیوں کے محافظ تھے اور انہیں کنٹرول کر رہے تھے، محافظ اپنے ہاتھوں میں لمبی لمبی زنجیریں پکڑے ہوئے تھے جو قیدیوں کو مارنے کے کام آتی تھیں۔

انہوں نے قیدیوں کے ایک جتھے کو منتخب کیا اور اسے آگے بڑھا دیا، قیدی رو رہے تھے، چیخ رہے تھے، لیکن کیا کر سکتے تھے، زنجیریں ان کے بدن پر پڑتیں اور وہ تلملا کر رہ جاتے۔

تب وہ آگے بڑھے۔ میں جانتا تھا کہ اس تیز رو نالے میں اترنے کی کوشش موت سے کم نہیں ہے۔

چنانچہ پہلا جتھا جو تقریباً بیس افراد پر مشتمل تھا، ندی کے کنارے پر پہنچ گیا۔ وہ بے بس اور بے کس سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ ندی میں اتر کر جان دے دیں۔

اور یہی ہوا۔

جونہی وہ پانی میں اترے، ان میں سے چار افراد چیختے ہوئے آن کی آن میں نجانے کہاں نکل گئے، باقی لوگ خوف سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ لیکن ان کے بدن پر پیچھے سے زنجیریں پڑ رہی تھیں، مجبوراً وہ بھی پانی میں اتر گئے۔ بیس آدمی اسی طرح لقمۂ اجل ہو گئے تھے کہ کسی کو تیرنا بھی نہیں چلا۔ ان کے سر بہت دور بہتے ہوئے نظر آ رہے تھے اور مجھے یقین تھا کہ وہ اب نہ بچ سکیں گے۔

تب اٹیلا رک گیا۔ "ہوں، پانی کی طاقت کا اندازہ ہو چکا ہے...۔ نائب اعظم، اب تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"اٹیلا تو ان غلاموں سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں چاہتا تھا کہ یہ یکجا ہو کر پانی میں اتر جاتے اور قدم جمانے کی کوشش کرتے۔ یہ سب مضبوطی سے ایک دوسرے کو پکڑے ہوتے۔ اس طرح پانی ان کے قدم نہیں اکھاڑ سکتا تھا۔ یوں ہم ان کے سروں پر تختے رکھتے اور گھوڑوں کو ان کے سروں سے گزارنے کی کوشش کرتے۔"

"اوہ لیکن کیا اٹیلا کو یہ اندازہ ہے کہ اس پر کتنے سوار کتنے وقت میں اُتر سکتے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ایک یا دو گھوڑے سے زیادہ نہیں جا سکتے تھے۔" اٹیلا نے جواب دیا۔

"تب اٹیلا اس طرح تو یہ لشکر کئی دن میں پار اترتا اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ان لوگوں کی قوت بدستور برقرار رہتی اور ان کے قدم بھی نہ ہٹنے پاتے۔ اس کے علاوہ پانی اتنا تیز ہے کہ یہ لوگ کسی بھی تعداد میں اتر کر قدم نہیں جما سکتے تھے۔"

"اوہ نائب اعظم تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟"

"میرا خیال ہے ان کی اجتماعی قوت سے کوئی اور کام لیا جائے۔"

"تم بتاؤ؟"

"دریا کا پاٹ زیادہ چوڑا نہیں ہے اور ہمارے پیچھے جو درخت ہیں وہ اتنے لمبے ہیں کہ اُس کنارے تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"اوہ" اٹیلا کی آنکھوں میں روشنی نظر آنے لگی۔ "تو پھر؟" اس نے جلدی سے سوال کیا۔

"ان غلاموں کو حکم دیا جائے کہ وہ درختوں کو کاٹ کر یہاں تک پہنچائیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں، ٹھیک ہے۔ . . یہ بھی ٹھیک ہے، ظاہر ہے ہم یہاں بیکار بیٹھ کر ندی کا زور کم ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے۔" اٹیلا نے کہا۔ اسے میری تجویز پسند آگئی تھی۔

تب اس نے جرنلوں کو حکم دیا اور غلاموں کو اس اذیت ناک موت سے نجات مل گئی۔

البتہ اب انہیں دوسرا مشکل کام سونپ دیا گیا، فوری طور پر لشکر کو وہاں رکنے کا حکم دے دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود وہ سب مستعد حالت میں تھے، گویا انہیں قیام کرنے سے، کھانے پینے اور دوسرے عیش و آرام کی آزادی نہیں تھی۔ پہلے یہ کام مکمل ہو جانا تھا۔ اٹیلا اسی قسم کا انسان تھا۔

قیدی غلام، پانی کی موت سے نجات حاصل کر کے کسی حد تک مطمئن نظر آ رہے تھے۔ انہیں جو کام سپرد کیا گیا تھا وہ اس میں تندہی سے مصروف ہو گئے۔ لمبے لمبے درخت جڑوں سے کاٹے جانے لگے، غلام درختوں پر کلہاڑیاں چلانے لگے۔ کئی لوگ درختوں کے گر جانے سے ہلاک ہو گئے، وہ اپنی زندگی سے مایوس اور بے زار تو تھے ہی اس کے علاوہ ان کے جسموں میں جان بھی نہیں تھی کہ وہ آرام سے یہ کام انجام دیتے۔

چنانچہ نجانے کتنی ہلاکت خیزی کے بعد چند لمبے لمبے درخت کاٹ کر وہاں تک لائے گئے۔ درخت بے پناہ لمبے تھے اور باآسانی ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکتے تھے، لیکن اب پھر وہی مسئلہ پیش آ گیا کہ ان درختوں کو اب کس طرح سے اس ندی کے دوسرے کنارے تک بچھایا جائے۔

اس سلسلے میں بھی اٹیلا نے مجھ سے پوچھا، "اب کیا کہتے ہو۔ . . . نائب اعظم! درخت یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے انہیں برابر برابر اس ندی کے اس کنارے سے دوسرے کنارے تک بچھا دیا جائے، چوڑا پل تیار ہو جائے گا اور اس پر سے گھوڑے باآسانی گزر جائیں گے۔" میں نے کہا۔

"ہوں، لیکن انہیں اس طرح کیسے بچھایا جا سکے گا؟"

"اس کی ترکیب میرے ذہن میں ہے۔" میں نے کہا اور اٹیلا میری جانب دیکھنے لگا۔

"سارے قیدی مل کر انہیں کھڑا کریں گے اور پھر انہیں آہستہ آہستہ دوسرے کنارے تک لٹا دیا جائے گا۔"

"اوہ، اچھا طریقہ ہے، تب پھر تم ہی اس کام کی نگرانی کرو۔" اٹیلا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

دل تو چاہ رہا تھا کہ اٹیلا کو بہت کچھ دکھاؤں، یعنی یہ درخت اٹھا کر اس سرے سے اس سرے تک بچھا دوں۔ لیکن یہ مناسب نہ ہوتا۔ اٹیلا بہت سے شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتا۔ اس کے بعد اس کی اور میری نہیں بن سکتی تھی، حالانکہ انسانوں میں آنے کے بعد میں کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا۔ اور اس بار میری حیثیت کچھ اور تھی۔ گو بہت سارے معاملات میں مجھے اس سے اختلاف تھا لیکن پھر بھی وقت تو گزارنا ہی تھا اور خاموشی سے ہی گزار لیا جاتا تو بہتر تھا۔

چنانچہ میں غلاموں کا سربراہ بن گیا، میں نے لمبی لمبی رسیاں منگوائیں اور انہیں درختوں سے بندھوا دیا، اس کے بعد ان رسیوں کو کھینچا اور قیدی میری ہدایت پر عمل کرنے لگے۔

ایک درخت بمشکل کھڑا ہو سکا تھا اسے آہستہ آہستہ اٹھا کر کنارے تک پہنچایا گیا، بڑا جان جوکھوں کا کام تھا، قیدیوں کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ لیکن وہ اسے دوسرے کنارے تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے اور جب درخت کو لٹا دیا گیا تو ایک اور صورت حال پیدا ہو گئی یعنی رسیاں درخت کے اس سرے پر بندھی ہوئی تھیں جو کہ ندی کا دوسرا کنارہ تھا اور انہیں کھولنے کے لئے کسی آدمی کا دوسری طرف جانا ضروری تھا لیکن یہ زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ میں نے دو قیدیوں کو ہمت دلائی اور پھر وہ اس درخت کے تنے پر بیٹھ بیٹھ کر سرکتے ہوئے آگے بڑھنے لگے، تھوڑی دیر کے بعد وہ دوسرے کنارے پر تھے، وہاں سے انہوں نے رسیوں کے سرے کھولے اور رسیاں کھینچی گئیں، پھر دوسرے درخت کو، تیسرے درخت کو، اسی طرح کئی درختوں کو برابر لٹا دیا گیا اور یوں مضبوط درختوں کا ایک لمبا پل تیار ہو گیا۔

راستہ ناہموار ضرور تھا لیکن اگر احتیاط سے گھوڑوں کو چلایا جاتا تو لشکر پار اتر سکتا تھا اور اس طرح سب سے پہلے اٹیلا اور میں، ہمارے علاوہ چاروں جنرل ندی کے کنارے پر پہنچ گئے، پھر باقی لشکر بھی آنے لگا، یوں کم از کم چالیس قیدیوں کی قربانی دینے کے بعد ہم لوگ ندی کے دوسرے کنارے پر پہنچے، اٹیلا بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔

ندی کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر اٹیلا نے لشکر کو دوبارہ منظم کیا، اور آگے بڑھنے لگا۔

"نائب اعظم" تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے کہا۔ اور میں اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"مجھے تمہاری تجویز بے حد پسند آئی ہے۔"

"دراصل ہر شخص میں طاقت اور دلیری کے علاوہ کچھ ایسی صلاحیتیں بھی ہونی چاہئیں جو اسے دوسروں سے ممتاز کریں، وہ لوگ جو تمہارے ہاتھوں مارے گئے بلاشبہ وہ کارآمد تھے، لیکن اس کا نعم البدل کم نہیں ہے۔"

"تو نائب اعظم سالوس میں یہی چاہتا ہوں کہ شانی کا پر ایسی ضرب لگائی جائے جو کسی طرح بھی اسے زندہ نہ رہنے دے، ہم ترابینہ کو تباہ کر دینا چاہتے ہیں، شانی کا نے اٹیلا کی قوت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ہے اور وہ اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے کہ اٹیلا خدائی قہر ہے۔ میں ترابینہ کی فتح ہر قیمت پر چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے تعاون کرنا ہوگا۔"

"میں حاضر ہوں۔" میں نے جواب دیا، اور اٹیلا نے مسکرا کر سامنے کی جانب دیکھا۔

بہت دور تک طویل پہاڑی علاقہ پھیلا ہوا تھا، کہیں کسی آبادی کے آثار نہیں تھے، راستے کا تعین کرنے والے لوگوں نے اس راستے کو مناسب اور درست قرار دیا تھا اس لئے فوجیں برق رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھیں۔

دن اور رات سفر جاری رہا، اٹیلا کی مرضی تھی، جب چاہتا پڑاؤ کا حکم دے دیتا خواہ وہ کوئی بھی وقت ہوتا کبھی یہ ہوتا کہ ساری ساری رات فوجیں سفر کرتی رہتیں، سبھی لوگ اٹیلا کی اس عادت کے عادی تھے لہٰذا کسی کو اعتراض نہیں تھا۔ وہ سب اٹیلا کے اشاروں پر چلتے تھے، میں نے اس کی فوج میں بڑی تنظیم دیکھی تھی اور یہ بات بھی محسوس کی تھی کہ ان میں سے کوئی آدمی اٹیلا سے ناخوش نہیں ہے۔

حالانکہ وہ عجیب سی فطرت کا انسان تھا، اس دوران اس نے اپنی کسی بیوی کی جانب نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نہ اس نے کسی کی خیریت معلوم کرنے کی کوشش کی یوں لگتا تھا جیسے وہ ان سب کو بھول گیا ہو۔

میری عورتیں بھی جن میں ایک اٹیلا کا تحفہ اور دو خادمائیں تھیں، انہی عورتوں میں شامل تھیں اور یہ تو یقینی بات تھی کہ جب اٹیلا خود ان عورتوں کی طرف راغب نہیں تھا تو اس کے نائب کو بھی نہیں ہونا چاہئے تھا۔

اٹیلا کا نائب بننے پر کبھی کبھی مجھے بڑی ہنسی آتی تھی میں اگر چاہتا تو اس کی ساری فوجوں کو تہس نہس کر سکتا تھا۔ اٹیلا تک کا کوئی وجود باقی نہ رہتا لیکن زندگی میں تبدیلی بڑی اہمیت رکھتی تھی اور مجھے اس میں بڑا لطف آرہا تھا۔

تب بہت دور سے ہمیں شانی کا کی ریاست ترابینہ کے آثار ملے۔ اٹیلا نے بھی بلند پہاڑیوں سے اس علاقے کو دیکھ لیا تھا۔

سامنے ہی سیاہ رنگ کا بے پناہ مضبوط قلعہ نظر آرہا تھا اور قلعے کے آگے ایک طویل ترین میدان پھیلا ہوا تھا۔

تب اٹیلا نے اس جگہ اپنا ہاتھ اٹھا دیا، گویا یہاں قیام کا اعلان کر دیا گیا تھا اور یہ قیام یقینی طور پر طویل تھا کیونکہ خیمے جس انداز میں نصب کئے جا رہے تھے اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ اب تک کے سفر میں اس طرح سے خیمہ زنی نہیں کی گئی تھی۔

لیکن یہ سب سوچنا میرا کام نہیں تھا اور میں یہاں قیام کے سلسلے میں کسی بھی طور کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا، چنانچہ اٹیلا کا حکم لوگوں کو سنایا گیا۔

یہ حکم میرے ذریعے نہیں پہنچا تھا بلکہ عام قسم کی باتیں جرنیلوں کے ذریعے پہنچائی جاتی تھیں، سو میں نے بھی اس میں کوئی مداخلت نہیں کی اور ہم سب وہاں خیمہ زن ہو گئے۔

"یہ جگہ!" اٹیلا نے تلوار کی نوک سے زمین کریدتے ہوئے کہا۔ "یہ جگہ ترابینہ کی فتح کے بعد ہماری قیام گاہ بنے گی۔"

"اوہ۔ ہم ترابینہ میں قیام نہیں کریں گے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ مفتوحہ شہر میرے لئے راکھ کا ڈھیر ہوتے ہیں اور میں انہیں راکھ کا ڈھیر ہی دیکھنا پسند کرتا ہوں، ترابینہ میرے لئے کوئی دلکشی نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے کہ میں شانی کا کا غرور توڑ کے تباہ کر دوں۔" اٹیلا نے درندگی سے بھرپور لہجے میں کہا اور میں اس درندہ صفت انسان کو دیکھنے لگا۔ جس کو انسانی زندگی سے کھیلنے کا شوق تھا۔

میں نے سوچا تھا کہ شاید اٹیلا یہاں قیام پذیر ہونے کے بعد اپنے تفریحی مشاغل دوبارہ شروع کر دے گا، اس کی فطرت کا یہ پہلو مجھے ناپسند نہیں تھا مگر اس بار بھی اس نے عورتوں کو خود سے دور رکھا تھا اور سب سے آگے اس نے اپنا بڑا سا خیمہ لگایا تھا، جہاں وہ تنہا تھا۔

میرا خیمہ بھی اس کے نزدیک ہی تھا اور میں بھی وہی سب کچھ کر رہا تھا جو اٹیلا کرتا تھا۔ حالانکہ بعض اوقات جھنجلاہٹ سی ہونے لگتی میں سوچتا تھا کہ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں اس کی پرواہ کروں، میری شخصیت کچھ دب سی گئی تھی۔

لیکن پروفیسر پھر میں اپنے اس خیال کو ذہن میں جگہ دیتا تھا کہ زندگی میں تبدیلیاں بے حد ضروری ہیں اور یہ تبدیلی مجھے اتنی زیادہ ناپسند نہیں تھی۔ میں نے کافی عرصہ انسانوں سے دور سمندر میں گزارا تھا، اس لئے اب خشکی پر اس شخص کا ساتھ اچھا محسوس ہوتا تھا اور یوں اس کا میرا ساتھ چل رہا تھا۔

رات گزر گئی۔ طلایہ گرد پہرہ دیتے رہے تھے، دوسری صبح اٹیلا اتنی جلدی بیدار ہو گیا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا سورج نکلا بھی نہیں تھا کہ چند آدمی میرے خیمے میں پہنچ گئے۔ ان میں پیلوس بھی تھا، میرا خادم خاص۔ اس نے مجھے جھنجوڑ کر جگایا اور میں ایک دم چونک پڑا۔

"کیا بات ہے؟"

"اٹھ جاؤ سالوس اعظم، اٹیلا پہاڑی پر تمہارا انتظار [illegible]

نے کہا۔

"اوہ۔ اتنی جلدی؟"

"یہ زمانہ جنگ ہے اس میں اٹیلا کی عادتوں میں بڑی تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں۔" پیلوس نے کہا اور میں جلدی سے اٹھ گیا۔

پھر میں پیلوس کے ساتھ پہاڑی ٹیلے پر پہنچ گیا۔ اٹیلا نے میری جانب دیکھا لیکن اس کے چہرے پر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ وہ نہایت سنجیدہ و بردبار نظر آ رہا تھا۔ میں اس کے نزدیک جا کر کھڑا ہو گیا۔

اٹیلا خاموشی سے ہاتھ باندھے سامنے کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ شانی کا کے لوگ قلعے سے باہر اپنی کارروائیوں میں مصروف ہیں گویا انہیں اٹیلا کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی۔

تب اٹیلا نے اپنے بھنچے ہوئے ہونٹ کھولے اور بولا۔ "اس بات کو سوچنا حماقت ہے کہ ترابینہ کے لوگوں کو ہماری آمد کی اطلاع پہلے سے نہ ہو گئی ہو؟"

"بے شک خداوند قہر! یہ درست ہے۔" ایک جنرل نے کہا۔

"تم نے کیسے اندازہ کیا؟" اٹیلا نے بھنویں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"فصیلوں پر موجود لوگوں کو یہاں سے بھی دیکھا جا سکتا ہے یہ انتظامات یقیناً بہت پہلے سے شروع ہو چکے ہوں گے۔"

"ہاں، تم درست کہتے ہو۔" اٹیلا نے جواب دیا۔ میں اس دوران خاموش ہی کھڑا رہا تھا۔ تب اٹیلا نے میری طرف دیکھا۔ میں بھی اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

اس نے کہا۔ "قلعے کا پھاٹک، سالوس اعظم، کیا تم اس کی مضبوطی کا اندازہ لگا سکتے ہو؟"

"ہاں یوں لگتا ہے جیسے دو بڑی چٹانوں کو ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا ہو۔"

"یقیناً یہ پھاٹک چٹانوں سے زیادہ مضبوط ہیں۔ میں اس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوں۔" اٹیلا نے جواب دیا۔

"لیکن ہم اسے تسخیر کریں گے خداوند قہر تیری برکت سے!" ایک جنرل نے جواب دیا اور اٹیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں، ہم فتح کریں گے۔ ترابینہ کی قسمت میں صرف آگ اور دھواں ہے، اسکی دیواریں ترابینہ کے لوگوں کی دردناک چیخیں اور کراہیں سننے کی منتظر ہیں۔ ہم آج شام کو آگے بڑھیں گے اور حملہ کر دیں گے سالوس اعظم خیمے یہیں رہنے دیئے جائیں اور فوجوں کو خیموں سے آگے بڑھا دیا جائے۔ اگر شانی کا کے لوگ قلعے سے نکلنے کی جرأت بھی کریں گے۔ تو کم از کم وہ کوئی راہ کاٹ کر ان خیموں کے عقب تک نہیں پہنچ سکتے۔ ان کا فاصلہ شانی کا کے قلعے سے کافی دور ہے۔"

میں نے اٹیلا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سپاکیا کا حشر دیکھ چکا تھا، رفنیس اور مجھے یقین تھا کہ ترابینہ کی قسمت میں بھی یہی لکھا ہے۔

اٹیلا دہشت کا دیوتا تھا۔ وہ فتح کرنے کے بعد مطمئن نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ نیست و نابود کر کے ہی اسے خوشی ہوتی تھی۔

چنانچہ ان لوگوں کی قسمت کا مالک میں کیسے بن سکتا تھا۔ میں کیسے انہیں اٹیلا کے ظلم سے روک سکتا تھا۔ ہاں اس بات کا میں نے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ عملی طور پر ایسے اقدامات سے گریز کروں گا جو کسی کو خاص طور سے نقصان پہنچا سکیں وہ بھی اس طرح کہ اٹیلا کو شبہ نہ ہو۔ ورنہ پھر میری اور اس کی ٹھن جاتی۔ اور یہ تو ہمیشہ ہوا تھا۔ پروفیسر جس سے ٹھنی اسے میں نے اپنے ہاتھوں سے ختم کر دیا اور اس کے بعد تنہا رہ گیا۔ لیکن اس بار میں صرف تماشائی کی حیثیت اختیار کرنا چاہتا تھا۔

اٹیلا اپنے جرنیلوں کے ساتھ فوجوں کو منظم کرتا رہا۔ خیمے کافی دور چھوڑ دیئے گئے تھے اور چند دستے ان کی نگرانی پر مامور کر دیئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ باقی فوجیں آگے بڑھ گئی تھیں۔ گھڑسوار بھی خیموں سے آگے نکل گئے تھے اس کے علاوہ پیدل فوجیں بھی۔ وہ سب قلعے کا جائزہ لے رہے تھے۔

اٹیلا نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ "سالوس اعظم میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم کسی باقاعدہ لڑائی میں حصہ لے چکے ہو، جس کے لئے تم نے انکار کیا تھا۔ میرا مطلب ہے اس بار تم صرف اٹیلا کے جنگ کرنے کا انداز دیکھو اور آئندہ جب ہم جنگ کریں تو پھر تم پوری ذہنی قوتوں کو بروئے کار لا کر ہماری مدد کرو۔"

"جو حکم۔" میں نے کہا اور اٹیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تب اس نے کہا۔

"یہ دستہ جسے میں نے خیمے کے بچاؤ کے لئے چھوڑا ہے، تمہاری نگرانی میں رہے گا اور اس کی نگرانی تم کرتے رہو گے۔ ہاں تم ہونے والی جنگ میں مداخلت نہیں کرو گے۔"

"بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اور میں دل ہی دل میں خوش ہو گیا۔ یعنی ہوا وہی تھا جو میں چاہتا تھا کیونکہ میں خود بھی براہ راست ترابینہ کے لوگوں سے جنگ کرنے کا شوقین نہیں تھا۔ اب مجھے بلاوجہ خون بہانا نہیں پڑا تھا اور اس کے ساتھ ہی مجھے مہلت بھی مل گئی تھی۔ ورنہ مجھے اٹیلا کے ساتھ جنگ کر کے اسے فتح دلانے میں زیادہ خوشی نہ ہوتی۔ وہ تو خود ہی ظالم یا طاقتور تھا۔ اس کا ساتھ دینا تو مظلوم کے ساتھ ناانصافی تھی۔ ہاں، اگر اٹیلا کی جگہ کوئی مظلوم یا کمزور انسان ہوتا تو اس کا ساتھ دینا میرے لئے باعث فخر ہوتا۔ اور مجھے مسرت بھی محسوس ہوتی۔

چنانچہ اب جو مجھے خاموش تماشائی کی حیثیت حاصل تھی، وہ میرے لئے بہت دلچسپ اور دلکش تھی چنانچہ میں نے خوشی سے رکنے کا ارادہ کر لیا اور اٹیلا جنگی کارروائیوں میں مصروف ہو گیا۔

میں نے اس کی جنگی کارروائیاں دیکھنے کے لئے ایک مناسب جگہ کا انتخاب کیا۔ یہاں سے میں بہت دور دور دیکھ سکتا تھا۔

پھر اٹیلا کی فوجوں میں طبل جنگ بجائے گئے، ناقوس، ڈھول اور ایسی ہی بہت ساری چیزوں کی ملی جلی آوازوں سے میدان جنگ گونج اٹھا۔

گھڑ سوار دستے تیزی سے قلعے کی طرف دوڑنے لگے۔ اٹیلا ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور اسکے چاروں جنرل برق رفتاری سے اسکا ساتھ دے رہے تھے۔

قلعے کی طرف بالکل خاموشی تھی، فصیلوں پر بے پناہ لوگ نظر آ رہے تھے۔ لیکن وہ اس طرح خاموش تھے جیسے کسی خاص واقعے کے منتظر ہوں۔ یا کسی خاص موقع کی تلاش میں ہوں اور یہ موقع یقیناً خاصا دلچسپ و دلکش تھا۔

جونہی اٹیلا کی فوج تیروں کی رینج میں پہنچی تو اچانک فصیل سے تیروں کی بارش ہو گئی۔

اور پھر فصیل میں نے ایسی خوفناک بارش کبھی نہیں دیکھی تھی یوں لگتا تھا جیسے آسمان تیروں میں چھپ گیا ہو۔ اس طرح تیر برسائے جا رہے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ اٹیلا کی فوجوں کی صف اوّل میں ابتری پھیل گئی بہت سے گھوڑے زخمی ہو گئے اور وہ اپنے سواروں کو گرانے کے بعد واپس دوڑ پڑے۔ اس طرح اٹیلا کی پہلی کوشش انتہائی ناکام ثابت ہوئی تھی۔ اٹیلا کو رکنا پڑا وہ اس شدید مدافعت کا متوقع نہیں تھا اس لئے اسے حیرت ہی ہوئی تھی۔

واپس بھاگتی ہوئی فوجوں کو اس نے دوبارہ منظم کیا اور پھر شاید کوئی عمل تجویز سوچنے لگا میں نے دیکھا کہ اٹیلا نے اپنی فوجوں کو کافی پیچھے ہٹا لیا تھا، اور پتھر پھینکنے والی منجنیقیں آگے بڑھا کرے گیا تھا، ان منجنیقوں کی تعداد کافی تھی، اور ان کے لئے بڑے بڑے پتھر بھی جمع کئے گئے تھے۔

'ہوں۔ تو اب وہ نزدیک جانے کی ہمت نہیں کر سکتا' میں نے سوچا۔ شانی کا والوں کی مستعدی اور لڑائی میں مہارت سے میں بہت متاثر ہو رہا تھا۔

منجنیقیں سامنے آ گئیں، فصیل سے اب بھی تھوڑے تھوڑے تیر برسائے جا رہے تھے تاکہ منجنیقوں کو زیادہ قریب آنے سے روکا جائے اٹیلا نے ان کا فاصلہ اتنا رکھا تھا کہ یہاں موجود لوگ تیروں کی زد سے محفوظ تھے۔

لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی تیر انہیں لگ جاتا تھا۔ اٹیلا بہت غصے میں تھا اور تلوار لہراتا ہوا پھنکارتا پھر رہا تھا۔

اچانک منجنیقوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ بڑے بڑے پتھر فصیل اور دروازے کی جانب پھینکے جانے لگے لیکن مجھے بہت جلد اندازہ ہو گیا کہ اٹیلا کی یہ کوشش بھی ناکام رہے گی۔ پتھر اتنے فاصلے سے پھینکے جا رہے تھے کہ تیروں سے بچا جا سکے۔ مگر یہاں سے پتھر موثر ثابت نہیں ہو رہے تھے۔ ان میں کچھ پتھر فصیل اور دروازے پر جا کر لگتے تو اس وقت تک ان کی طاقت کم ہو چکی ہوتی تھی اور اگر انہیں نزدیک سے پھینکا جاتا تب وہ یقیناً کارآمد ثابت ہو سکتے تھے۔

لیکن نزدیک جانے کا نتیجہ شکست تھی اور اٹیلا اس سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس کی حالت عجیب سی تھی۔ وہ کسی خونخوار بھیڑیئے کی مانند ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا اور اپنی کوششوں کی ناکامی پر سخت مضطرب تھا۔

اور یہی بہتر تھا۔ میں نے سوچا کہ اس نے مجھے یہاں چھوڑ دیا اور میری ضرورت محسوس نہیں کی۔ اور مجھے اس بات کی بھی خوشی تھی کہ میں نے اس قسم کی جنگوں میں اس کے سامنے کسی مہارت کا اظہار نہیں کیا بلکہ اس کے ایک سوال پر میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ مجھے اس قسم کی جنگوں کا کوئی تجربہ نہیں ہے ورنہ اٹیلا مجھ سے ضرور مدد لینے کی کوشش کرتا اور پھر خواہ مخواہ ترابینہ والوں پر مصیبت نازل ہوتی۔

مجھے ترابینہ سے کوئی خاص ہمدردی نہیں تھی۔ دشمنی کی بھی کوئی معقول وجہ نہیں تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اٹیلا کے قہر کا شکار ہوں لیکن اگر ان کی قسمت ہی میں سب کچھ تھا تو بات دوسری تھی۔ میں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

جنگ کا نتیجہ اٹیلا کے حق میں خراب جا رہا تھا۔ اوپر سے برسنے والے تیروں نے اٹیلا کے بہت سے لوگوں کو ختم کر دیا تھا جب کہ اٹیلا ابھی تک فصیل یا دروازے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا تھا۔ اس کے علاوہ شانی کا کی فوج کا ایک آدمی تک زخمی نہیں ہو سکا تھا۔ تب اٹیلا نے صورت حال کا بخوبی اندازہ کیا اور اپنی فوجوں کو پیچھے ہٹا لیا منجنیقوں سے سنگ باری روک دی گئی۔

فوجوں کو پیچھے ہٹانے کے بعد شاید وہ کوئی نئی ترکیب سوچنا چاہتا تھا۔ فوجیں تیروں کی زد سے پیچھے ہٹ آئیں۔

شاید اٹیلا کی زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ اس کی فوجیں کسی محاذ سے پیچھے ہٹی ہوں۔ اس کے چہرے پر خون ہی خون نظر آ رہا تھا بظاہر مجھے یہاں سے اس کے چہرے کے مکمل تاثرات نظر نہیں آ رہے تھے۔ لیکن اس کے انداز سے یہ پتہ چلتا تھا کہ وہ کس قدر بے چین اور پریشان ہے۔

فوجوں کی کارروائی مکمل طور پر روک دی گئی تھی۔ دوسری طرف سے بھی تیر برسانے والوں نے ہاتھ روک لیا تھا۔ ظاہر ہے بلاوجہ وہ اپنے تیر ضائع نہیں کر سکتے تھے۔ چند لمحات کے لئے جنگ رک گئی۔

میں نے اٹیلا کو اپنی نظروں کے سامنے کیا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اٹیلا کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا ہو کہ اس مسئلے سے کس طرح نمٹا جائے۔

فوجیں کافی پیچھے ہٹ آئی تھیں اور اب وہ اپنے آپ کو منظم کر رہی تھیں جس جگہ سے وہ ہٹی تھیں اس جگہ بے شمار لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ یہ آدمی شانی کا کے آدمیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے۔ ان کی تعداد دیکھ کر مجھے کافی حیرت ہوئی کیونکہ تیروں نے بڑی تباہی پھیلائی تھی۔

اور ظاہر ہے اس وقت اٹیلا جیسے خونخوار شخص کا رد عمل کیا ہوا ہوگا۔ میرا خیال تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد اٹیلا کوئی جنگی کا[illegible]وائی کرے گا لیکن ابھی تک اس نے کوئی کارروائی نہیں کی تھی [illegible] اترتا جا رہا تھا۔

شام ہوگئی اور اٹیلا کی فوجوں میں کوئی خاص ترتیب نظر نہ آئی۔
نجانے وہ کیا سوچ رہا تھا۔

میں ان معاملات کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ حالانکہ میرا ذہن اس سلسلے میں کام کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر اٹیلا اپنے آدمیوں کو قلعے تک لے جانے کی کوشش کرے تو اس کے آدمی کس طرح وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

سورج ڈھلان پر تھا، جب اچانک اٹیلا کی فوجوں میں پھر حرکت ہوئی لیکن اس بار ایک دلچسپ تماشا نگاہوں کے سامنے تھا۔

میں نے دیکھا کہ ایک آدمی ایک بڑی ڈھال لئے ہوئے قلعے کی جانب دوڑ رہا ہے۔ اوپر سے تیروں کی بارش شروع ہوگئی تھی لیکن اس ڈھال نے اس آدمی کے پورے جسم کو چھپایا ہوا تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک چوڑا کلہاڑا تھا جسے وہ ہلاتا ہوا لئے جا رہا تھا۔ وہ ڈھال کو تیروں سے بچاتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا اور اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا کلہاڑا دروازے پر پھینک مارا۔

مضبوط کلہاڑا دروازے میں پیوست ہوگیا۔ وہ شخص دروازے کے عین نیچے رک گیا تھا۔ اس کے رکتے ہی ایک دوسرا آدمی ڈھال سمیت بڑھا اور اس بھی وہی حرکت کی۔ اس نے وہ کلہاڑا دروازے سے کچھ اوپر پیوست کردی تھی اور دروازے کے نیچے پناہ لے لی تھی۔ یہاں سے تیر کارآمد ثابت نہیں ہو رہے تھے۔

پھر تقریباً پندرہ سولہ آدمی اسی طرح سے بھاگے اور میں نے دلچسپ نگاہوں سے ان کی اس کارروائی کو دیکھا۔

بلاشبہ پروفیسر! یہ بڑی دلچسپ کارروائی تھی۔ اٹیلا نے کلہاڑیوں کا پل تعمیر کرایا تھا۔ کلہاڑیاں دروازے میں پیوست تھیں اور ان پر چڑھ کر کوئی شخص بھی فصیل کے اوپر تک پہنچ سکتا تھا۔ ایک طرح سے یہ حماقت تھی کیونکہ ان کے ذریعے ایک ایک آدمی ہی اوپر جا سکتا تھا۔ اور جونہی اس ایک شخص کی گردن ابھرتی، شانی کا کے لوگ اس کو ہلاک کر دیتے، اس لئے یہ ترکیب میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ اس کا مقصد کیا تھا۔

بہرحال مقصد کچھ بھی ہو، یہ لوگ نہایت دلیری سے کام لے رہے تھے، شانی کا کے ساتھی ایک لمحے کے لئے خاموش ہوگئے تھے، وہ کسی تنہا آدمی پر تیر نہیں چلا رہے تھے۔ جیسے اندازہ کر رہے ہوں کہ آخر ان لوگوں کا مقصد کیا ہے۔

پھر جب پچیس تیس آدمی فصیل کے نیچے جمع ہوگئے تو اچانک اوپر سے جلتا ہوا تیل اور آگ ان لوگوں پر پھینکی گئی۔

پروفیسر! یہ کارروائی بے حد خوفناک تھی، فصیل کے نیچے پناہ لینے والے تیروں سے تو بچ سکتے تھے لیکن تیل اور آگ ان لوگوں کے لئے بڑی مہلک تھی۔ وہ بری طرح اس کی زد میں آکر ہلاک ہونے لگے، جدھر بھاگ رہے تھے۔ ادھر موت ان کا پیچھا کر رہی تھی، گویا فصیل کے فصیلوں کے نیچے انہیں جمع ہوتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ آخر اس طرح وہ تمام آدمی ہلاک ہوگئے اور اٹیلا کو ایک بار پھر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

سورج اب بالکل چھپ گیا تھا، فضا تاریک ہوگئی تھی، اس کے بعد تو جنگ کرنا ممکن ہی نہ تھا، چنانچہ فوجیں مزید پیچھے ہٹ گئیں اور شاید اٹیلا نے قیام کا حکم دے دیا۔

گویا اس کے بعد اس کا جنگ جاری رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔
بہرحال اٹیلا کو اس جنگ میں جتنی مشکلات پیش آ رہی تھیں وہ ان کا بخوبی جائزہ لے رہا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ کچھ بھی ہو تراسلینہ کا حکمران ذہین آدمی ہے، وہ لڑائی کے فن سے اچھی طرح واقف ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اٹیلا کو یہاں کافی بڑی قربانیاں دینی پڑیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس جنگ میں کامیاب ہی نہ ہو سکے۔

رات گہری ہو چکی تھی، فوجیں اپنی کارروائیوں میں مصروف ہوگئیں کھانے پینے کا بندوبست ہونے لگا تھا، اس کے علاوہ زخمیوں کی مرہم پٹی شروع ہوگئی میں اپنے دستے کے ساتھ صرف زخمیوں کی حفاظت پر مامور تھا، اور اپنا فرض بخوبی انجام دے رہا تھا۔

رات کا شاید دوسرا پہر تھا۔ میں نے اپنے عقب میں قدموں کی آواز سنی۔ میں جاگ رہا تھا اور ظاہر ہے مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی میرے ساتھ کچھ دوسرے سپاہی بھی پہرہ دے رہے تھے۔

اس وقت میں تنہا ایک چٹان کے نزدیک کھڑا ہوا تھا جب میں نے دیکھا میرے نزدیک آنے والی فروشاں تھی اٹیلا کا وہ تحفہ جو اس نے مجھے بخشا تھا۔

وہ بکواس کی ماہر تھی۔ میں نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور فروشاں نے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا کر لیے۔

"کیا بات ہے؟" میں نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں یاد ہوں؟" فروشاں نے ناز بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں یاد تو ہو؟"

"میں تو سمجھی تھی تم مجھے بھول ہی گئے ہو۔"

"تم اتنی بے وقوف کیوں ہو؟"

"کیا مطلب؟ اس میں بیوقوفی کی کیا بات ہے اتنا عرصہ ہوگیا تم نے میری جانب دیکھا بھی نہیں ہے۔"

"کیا تم اٹیلا کے قہر کو آواز دینا چاہتی ہو کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ حالتِ جنگ میں ہے اور جب وہ جنگ کر رہا ہوتا ہے تو وہ خود اپنی بیویوں اور عورتوں کی جانب متوجہ نہیں ہوتا اور نہ دوسروں کو اس انداز میں دیکھنا پسند کرتا ہے کیا تمہیں اس بات کا علم ہے؟"

"ہاں یہ درست ہے لیکن اس وقت اٹیلا کہاں ہے؟"

"یہ تو کوئی بات نہیں ہے اس وقت وہ نہیں ہے تو کیا، اگر تم میرے

نزدیک آئیں تو کیا اس کی اطلاع اس کو نہ ہو گی؟"

"اوہ، میرا خیال ہے یہ بات نہیں ہے سالوس اعظم۔"

"کیوں؟"

"لوگ تم سے بے حد متاثر ہیں اور کوئی بھی یہ جرأت نہیں کرے گا۔ تمہاری شکایت اٹیلا تک پہنچائے۔"

"پھر بھی فروشاں، میں خود بھی اٹیلا سے مخلص ہوں، میں نہیں چاہتا میری کوئی حرکت اسے برافروختہ کر دے۔"

"گویا میں تشنہ چلی جاؤں۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور فروشاں ایک دم سے خاموش ہو گئی اس کے چہرے پر عجیب و غریب تاثرات نظر آ رہے تھے۔ تب وہ آہستہ قدموں سے واپس چلی گئی۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "واہ بھئی واہ، کس خلوص سے میں اٹیلا کی ہدایات پر عمل کر رہا ہوں حالانکہ ان تمام باتوں کی ضرورت بھی نہیں تھی فروشاں کو یہاں سے کہیں لے کر جا بھی سکتا تھا لیکن ابھی کسی ایسی حرکت کا سوال نہیں چاہتا تھا۔

اور پھر یہ رات کا غالباً چوتھا پہر تھا جب شور و غوغا اور ہنگامہ کی آوازیں ابھرنا شروع ہو گئیں، میں تعجب سے چونک پڑا تھا۔

"یہ کیا ہوا؟" میں نے سوچا اور پھر ایک اونچی جگہ پر پہنچ گیا وہاں میں نے ایک دلچسپ منظر دیکھا۔

بے شمار مشعلیں دو طرف سے اٹیلا کی فوجوں پر حملہ آور ہو رہی تھیں یہ یقیناً شائی کا کے فوجی تھے جنہوں نے قلعے سے نکل کر شب خون مارا تھا، انہوں نے نہایت برق رفتاری سے حملے جاری رکھے اور اٹیلا کی فوجوں کو زبردست نقصان پہنچایا کیونکہ اٹیلا کے فوجی اس کے لیے تیار نہیں تھے۔

میں نے دیکھا کہ مشعلیں واپس قلعے کی جانب بھاگ رہی ہیں، اٹیلا کے آدمی تیاریاں کر رہے تھے، انہوں نے ان کا تعاقب بھی کیا لیکن شائی کا کے لوگ کافی دور نکل چکے تھے۔ قلعے کی دونوں جانب سے وہ اندر داخل ہوتے ہوئے نظر آئے اور چند ساعت کے بعد شور و غوغا ختم ہو گیا۔

لیکن اٹیلا کی فوجوں میں روشنی پھیلتی جا رہی تھی۔ وہ سب جاگ گئے تھے اور تیار ہو رہے تھے۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اٹیلا کی کیفیت اس وقت کیا ہو گی۔ وہ یقیناً غصے سے دیوانہ ہو رہا ہو گا۔

ویسے شائی کا کے لوگ میرے لیے دلچسپی کا باعث بنتے جا رہے تھے بہر آدمی تھے معمولی بات نہیں تھی، انہوں نے اٹیلا پر کافی کاری ضربیں لگائی ہیں۔ انہوں نے سامنے سے آنے کی جرأت نہیں کی تھی بلکہ قلعے کے دونوں طرف سے آئے تھے یعنی قلعے کے اطراف میں بھی کچھ راستے تھے اور اب میرے اندازے کے مطابق اٹیلا یقینی طور پر ان راستوں کو تلاش کرے گا۔

اٹیلا نے اسی وقت کارروائی نہیں کی تھی بلکہ صبح تک وہ پرسکون رہا۔ صبح کے وقت لاشوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا۔ ... دو حصوں میں بٹ گیا۔ چند افراد ڈھالوں کی پناہ میں قلعے کے دونوں حصوں کا جائزہ لینے کے لیے اس طرف بڑھ گئے، جہاں سے شائی کا کے لوگ آئے تھے۔

میری دلچسپی اب رک نہ سکی تھی چنانچہ میں آہستہ آہستہ اٹیلا کے نزدیک پہنچ گیا۔

اٹیلا نے مجھے دیکھا اس کی آنکھوں میں خون ہی خون نظر آ رہا تھا، بے حد خوفناک لگ رہا تھا وہ۔

مجھے دیکھ کر اس نے کچھ نہ کہا اور خاموش کھڑا رہا۔ وہ لوگ جو قلعے کے اطراف کا جائزہ لینے گئے تھے، واپس آ گئے۔ انہوں نے اٹیلا سے کہا "خدائی قہر! قلعے کے دونوں جانب اور عقب میں بہت چوڑی چوڑی خندقیں کھدی ہوئی ہیں جن میں پانی بھرا ہے۔ جس جگہ سے وہ لوگ نکلے تھے وہ قلعے کے بغلی دروازے تھے جو چوڑے تختے کی شکل میں اوپر سے نیچے تک چلے گئے ہیں۔ جب وہ اوپر سے کھلتے ہیں تو ان کا دوسرا سرا خندقوں کو پار کر کے زمین پر آ ٹکتا ہے۔ اور وہ اس کے ذریعے باہر آ جاتے ہیں جب وہ اندر چلے جاتے ہیں تو پھاٹک کو اٹھا لیا جاتا ہے اس طرح ہمارے لیے ان دونوں سمتوں کو عبور کرنا اور بھی ناممکن ہے۔"

"اسے ممکن بنانا پڑے گا۔" اٹیلا نے غراتے ہوئے کہا اور وہ خاموشی سے گردن جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

"جاؤ۔" اٹیلا نے انہیں حکم دیا اور وہ واپس چلے گئے تب اٹیلا نے میری جانب دیکھا "سالوس اعظم! جنگ کا نقشہ تم دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں خدائی قہر! دیکھ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ ترابینہ والوں نے کافی زبردست انتظام کیے ہیں۔"

"لیکن ترابینہ کی تقدیر روشن ستارے کی مانند ہے اور اس کا جو حشر ہو گا وہ تم بھی دیکھو گے سالوس اعظم اور یہ زمین بھی دیکھے گی۔" اٹیلا نے خونخوار لہجے میں کہا۔

میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ اٹیلا کے چہرے پر طوفان آ رہے تھے وہ بری طرح تلملا رہا تھا اور میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کے ذہن میں کوئی بات نہیں آ رہی ہے۔ پھر اس نے خاموشی اختیار کر لی اور میں نے بھی کوئی خاص بات چیت نہ کی۔ چند ساعت خاموش رہنے کے بعد اٹیلا نے ہی سکوت توڑا اور کہنے لگا "نائب اعظم! ان لوگوں کے حوصلے کافی بلند ہیں، فی الوقت ہم ان کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں کر سکے ہیں اس لیے ان کے حوصلے اس وقت تک بڑھتے رہیں گے جب تک ان پر کاری ضرب نہ لگا دی جائے ایسی صورت میں اس بات کا امکان بھی ہے کہ کہیں یہ ہم پر شب خون نہ ماریں چنانچہ تم اپنی جگہ جاؤ اور نگرانی کرو۔"

میں نے گردن جھکا دی تھی اور پھر میں واپس چل پڑا۔ بھلا مجھے کیا پڑی تھی کہ اٹیلا کے معاملات میں دلچسپی لیتا۔ اور اب جبکہ میں نے دیکھا تھا کہ وہ لوگ لڑنا جانتے ہیں اور اپنے بچاؤ کے لیے بہتر کارروائی کر سکتے

— میں اگر ایٹلا کو شکست بھی ہو جاتی تو مجھے کوئی افسوس نہ ہوتا
میں نے تو پروفیسر صدیاں دیکھی تھیں۔ صدیوں کے لمحات دیکھے
تھے اور یہی اندازہ لگایا تھا کہ جو اپنا بہتر دفاع کر سکتا ہے وہی جینے کا حق
رکھتا ہے۔ تمہاری دنیا کا یہی اصول ہے اور اس اصول کو بدلنا ناممکن ہے۔

چنانچہ مجھے صرف تماشا دیکھنے سے دلچسپی تھی اور میں اب تک تماشا
ہی دیکھ رہا تھا۔

میں واپس عورتوں کے خیموں کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہاں کوئی خاص
کام تو نہیں تھا بس اس دستے کو ہدایات جاری کرنا تھیں جو عورتوں کے
خیموں کی نگرانی کر رہا تھا۔

اور پھر صورت جب ایک فرض میں نے اپنے ذمے لے لیا تھا
تو اسے انجام تو دینا ہی تھا۔

چنانچہ میں نے اپنی ذہانت سے کام لے کر چند افراد کو ایسی جگہ تعینات
کر دیا جہاں سے وہ قرب و جوار پر گہری نگاہ رکھ سکتے تھے۔ میں نے انہیں
جو ہدایات جاری کی تھیں اس میں حفاظتی تدابیر موجود تھیں اور مجھے یقین تھا
کہ اگر کوئی چھوٹا موٹا حملہ کرنے کی کوشش کی گئی تو ہم اسے باآسانی ناکام بنا
دیں گے اور خیموں تک پہنچنے والوں کو روک سکیں گے۔

پیلوس میرا خادم میرے نزدیک ہی موجود تھا۔ مجھے تنہا کھڑے دیکھ کر
وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔
اس نے کہا "سالوس اعظم تم حالات دیکھ رہے ہو۔"

"ہاں پیلوس تو کیا کہنا چاہتا ہے؟"

"شائی کا ہاری توقع سے زیادہ تگ و دو کا مظاہرہ کر رہا ہے، پہلے دن
ہمیں جو نقصان اٹھانا پڑا ہے اتنا نقصان خلائی قہر کو کسی جنگ کے اختتام تک
نہیں اٹھانا پڑا۔"

"پیلوس، ہر ذہین آدمی اپنے بچاؤ کا حق رکھتا ہے اور فتح کا بھی۔"
میں نے گہرے انداز میں کہا۔

"اوہو سالوس اعظم۔ تو کیا۔ تو کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ ایٹلا پر فتح
پا لے گا؟"

"نہ سہی، بہرحال وہ خود ایٹلا پر حملہ آور نہیں ہوا ہے۔ ہاں ایٹلا
نے اسے شکست دینے کی ٹھان لی ہے، ایسی صورت میں اگر وہ اپنا بچاؤ
کر لیتا ہے تو بھی اس کی فتح ہے۔"

"میرے خیال میں بہت مشکل کام ہے۔" پیلوس نے کہا۔

"کیوں؟"

"ایٹلا اس وقت تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا جب تک کہ
اسے فنا نہ کر دے۔"

"ہاں اس کی صرف ایک ہی صورت ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" پیلوس نے پوچھا۔

"ایٹلا فوجوں کو پیچھے ہٹا لے اور محاصرہ ڈال دے۔ اس طرح وہ
ان لوگوں کو مجبور کر سکتا ہے کہ وہ باہر نکل کر جنگ کریں اور ایٹلا کو اس بات
کا مزید یقین ہو گا کہ شائی کا دالوں نے باہر نکل کر جنگ کی تو ایٹلا کی فوجیں ان
کو شکست فاش دیں گی۔"

"بےشک، لیکن یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ شائی کا کتنے عرصے تک
قلعے میں محصور رہ سکتا ہے۔"

"یہ بات بھی اس کی ذہانت پر ہے پیلوس۔"

"کس طرح نائب اعظم؟" پیلوس نے پوچھا۔

"اس طرح کہ اس نے نہ ایٹلا سے جنگ کرنے کے لیے کس قسم کے
انتظامات کیے ہیں کیونکہ اسے پہلے سے اس بات کا علم تھا کہ ایٹلا سے اس
کی ٹھن گئی ہے اور وہ ضرور اس پر حملہ آور ہو گا۔"

"یقیناً نائب اعظم۔ شائی کا کو پیغام بھیجا گیا تھا کہ وہ ایٹلا کی اطاعت
قبول کرے۔ اور اس کے پرچم تلے آ جائے لیکن اس نے نہایت حقارت سے
اس پیغام کو ٹھکرا دیا اور اس کے بعد سے اگر اس نے اپنے بچاؤ کا کوئی بندوبست
نہیں کیا تو یہ تو اس کی حماقت ہو گی سالوس اعظم۔"

"ٹھیک ہے پیلوس، دیکھے لیتے ہیں کیا ہوتا ہے؟" میں نے گہری
سانس لے کر کہا۔

"ویسے ایک بات پر مجھے تعجب ہے سالوس اعظم۔"

"کیا؟" میں نے پیلوس کی شکل دیکھی۔

"خلائی قہر نے تمہیں اپنے مشوروں میں شریک نہیں کیا۔"

"میں نہیں سمجھا پیلوس۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم اس کے اہم ترین مشیر ہو اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ تم سے متاثر
نہیں ہوتا تو تمہیں اس عہدے پر فائز نہیں کرتا، ایسی صورت میں مناسب
تھا کہ ایٹلا تم سے مشورہ لیتا اور پھر اس مشورے کے تحت کام کرتا لیکن
اس نے ۔۔۔۔۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا پیلوس۔" میں نے پیلوس کی بات
کاٹتے ہوئے کہا۔

"کیوں فرق نہیں پڑتا، سالوس اعظم؟" پیلوس نے سوالیہ انداز میں
میری جانب دیکھا۔

"پیلوس، اگر وہ میری ضرورت محسوس کرے گا تو مجھ سے بات کرے گا
مجھے اس کا کوئی گلہ نہیں۔"

"بےشک، لیکن میں اس کی فطرت سے واقف ہوں" پیلوس نے کہا

"کیا مطلب؟"

"اگر وہ کوئی کاری ضرب شائی کا دالوں پر لگا دیتا تو پھر وہ بہت
خوش ہوتا اور اس وقت وہ اس ضرب کو مزید موثر بنانے کے لیے سب
سے مشورے کرتا لیکن اب بات اس کی انا تک گئی ہے۔"

"اوہو۔ شائی کا دالوں نے جو حملہ کیا ہے میرا خیال ہے وہ اس
سے بہت متاثر ہوا ہو گا۔"

"یقیناً ہوگا۔ ایٹلا کی فوجوں پر ایسے حملے تقریباً ناممکن تصور کیے
جاتے ہیں جو لوگ اسے جانتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کا نتیجہ انہیں
ہی بھگتنا پڑے گا۔"

"ہوں!" میں نے گہری سانس لی۔ ظاہر ہے پیلوس ایٹلا کی
طاقت سے بہت متاثر تھا اور اسے بہت کچھ سمجھتا تھا لیکن میرا یہ رویہ نہیں
تھا میں نے سینکڑوں ادوار میں یہ دیکھا تھا کہ کمزوروں نے طاقتوروں کے
چھکے چھڑا دیئے اور ایسی شاندار فتح حاصل کی جس کا طاقتور تصور بھی نہیں کر سکتا
تھا چنانچہ اس وقت تک میں ان باتوں کا یقین کرنے کو تیار نہیں ہوتا جب تک
یہ سارے تماشے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لیتا۔ میری خاموشی بہت ہی مناسب
تھی۔ اگر ایٹلا مجھ سے مشورہ لیتا تو یقیناً وہ مشورہ ترابینہ والوں کے خلاف
ہوتا لیکن بہرحال جو کچھ ہوا تھا بہتر ہوا تھا۔

فی الحال میں عورتوں کا نگران تھا اور اس بات پر ہی مسرور تھا کہ
اگر ایٹلا کو شکست ہوئی تب بھی مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور اگر وہ ترابینہ کو
فتح کر لیتا ہے تب مجھے یہ افسوس تو نہ ہوگا کہ میں نے ایسے بہادر لوگوں پر ضرب
لگانے میں ایٹلا کو مدد دی ہے۔

دوسری رات آگئی۔

ایٹلا نجانے کن کارروائیوں میں مصروف رہا تھا۔ ویسے میں اس
خونخوار انسان کے بارے میں جانتا تھا کہ وہ جو کچھ سوچ رہا ہوگا۔ بڑی بھیانک
بات ہوگی لیکن وہ مجھ سے اتنے فاصلے پر تھا کہ میں اس کی کارروائیوں سے
واقف بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ایٹلا ترابینہ پر کیا تباہی
نازل کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے بظاہر یوں لگتا تھا جیسے اس سلسلے میں ایٹلا
کوئی راستہ نہ حل رہا ہو اور وہ پریشان ہو۔

مگر اس سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ میں اپنے کام میں مصروف تھا
ان باتوں کا میں نے ابھی تک خیال رکھا تھا کہ لڑکیوں کی قربت قبول نہ
کی جائے

ایٹلا ویسے ہی مشکل میں تھا اس وقت اور زیادہ خطرناک صورتحال
ہو جاتی تھی کیونکہ وہ خود بھی اس قسم کے واقعے پر عورتوں کی تفریحات پسند
نہیں کرتا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے کسی سلسلہ میں بیزار کیا جائے
لیکن رات کے آخری پہر کو میں کیا کرتا۔ میں اپنے ساتھیوں کی متعدد
جائزے کر واپس جا رہا تھا کہ ایک خیمے کے عقب سے کسی نے میری پشت
پر ہاتھ رکھ دیا۔

میں برق رفتاری سے پلٹا تھا، حالانکہ مجھے اس بات کا اطمینان تھا
کہ اگر کوئی میرا دشمن بھی مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا تو اسے مایوسی ہی ہوگی
لیکن تجسس تو زندگی کی اہم فطرت تھی۔

چنانچہ میں نے پلٹ کر دیکھا اور ایک لمحے کے لیے ساکت و جامد
رہ گیا۔ یوں تو ایٹلا کی فوجوں میں بے شمار حسین عورتیں تھیں۔ میں نے
ان کا جائزہ بھی لیا تھا لیکن جو عورت اس وقت میرے نزدیک کھڑی تھی
اسے بلا مبالغہ چاند کا ٹکڑا ہی کہا جا سکتا تھا۔ چمکتا ہوا روشن چہرہ، متناسب
اور سڈول بدن، بڑی بڑی سیاہ آنکھیں۔

اس کے چہرے پر بڑی ہی ملاحت تھی جسم کا گداز ایسا تھا جسے دیکھ
کر ذہن مسحور ہونے لگتا تھا عجیب سی سوالیہ شکل بنائے وہ میرے سامنے کھڑی
تھی، میں نے تعجب سے اسے دیکھا اور پھر پوچھا۔ "کون ہو خاتون؟"

"فورا۔" اس نے جواب دیا۔

"فورا، کیا میں تمہیں جانتا ہوں؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

میں سوالیہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا، تب اس نے دوبارہ
کہا "بے حس شخص ہو تم کسی کے بارے میں کیا جان سکتے ہو؟"

"تب پھر معزز خاتون تم خود ہی بتا دو تم کون ہو۔۔۔؟"

"ایٹلا کی بیوی۔" اس نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

"اوہ خوب۔۔۔ ایٹلا خوش نصیب ہے کہ تم جیسی حسین عورتیں اسے
حاصل ہیں۔"

"ہاں، مگر ہم بدنصیب ہیں کہ ہمیں کچھ حاصل نہیں۔" اس نے کہا
اور میں دلچسپی سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب، میں سمجھا نہیں۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"میرے خیال میں بہتر ہوگا کہ تم خود سمجھاؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"میں خوش نہیں ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"یہ ایک لمبی بحث ہے۔"

"اوہ، تو پھر چاہتی کیا ہو؟" میں نے پوچھا۔

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ کیا تم مجھے اپنا تھوڑا سا قرب بخش سکتے ہو۔"

"حسین فورا، تم بے شک حسین ہو اور تمہارا قرب حسن و دلکشی بھی
رکھتا ہے لیکن شاید تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ میں ایٹلا کا نمک خوار ہوں۔"

"صرف نمک خوار ہی بنے رہنا چاہتے ہو؟" اس نے اپنی بھنویں اچکائیں

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ کسی کے غم خوار نہیں بن سکتے؟" اس نے کہا۔

"لیکن اس کا نتیجہ۔۔۔؟"

"موت!" فورا مسکرائی "صرف تمہاری ہی نہیں میری بھی۔ کسی
کے لیے مر جانے میں بھی بڑا لطف آتا ہے کبھی مر کے تو دیکھو؟" اس نے
عجیب سے انداز میں مسکرا کر کہا اور مجھے اس کی مسکراہٹ اتنی بھلی معلوم ہوئی
کہ میں اس کے لیے واقعی مرنے کے لیے تیار ہوگیا۔ چنانچہ میں اس کے کچھ
اور نزدیک پہنچ گیا۔

"لیکن فورا، موت کے سفر کے لیے تم نے مجھے کیوں چنا ہے؟" میں
نے مسکرا کر پوچھا۔

"بات آج کی نہیں سالوس، بلکہ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب تم پہلی بار اٹیلا کے احاطے میں آئے تھے، میں وہیں تھی جہاں اس کی عورتیں رہتی ہیں اور مجھے اس لڑکی پر بے پناہ رشک آیا تھا جو تمہیں انعام میں بخش دی گئی تھی۔"

"اوہ — فروشاں کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں۔"

"تو اس وقت پہلی بار تم نے مجھے دیکھا تھا۔"

"نہ صرف دیکھا تھا بلکہ اس وقت کے بعد سے میں اپنا سکون بھی کھو بیٹھی تھی اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتی کہ کسی طرح تمہاری قربت کا موقع نصیب ہو اور اب شاید یہ میری تقدیر رہی ہے جس نے اٹیلا کو تمہارے یہاں رہنے کا فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔" فورا نے کہا۔

"لیکن فورا، اب تم سنجیدگی سے سوچو اگر اٹیلا کو میری اور تمہاری قربت کا علم ہو گیا تو وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟"

"میں نے تم سے کہا تھا نا سالوس اور جو کچھ کہا تھا نہایت سنجیدگی سے کہا تھا کہ میں اٹیلا کو پسند نہیں کرتی اس لیے نہیں کہ وہ ایک عمدہ انسان یا مرد نہیں ہے بلکہ اس لیے کہ وہ بے شمار عورتوں میں الجھا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کی بھرپور توجہ کبھی میری جانب نہ ہو سکی۔ اس کے علاوہ سالوس یہ بات میں صرف تمہیں بتا رہی ہوں کہ میں اپنی خوشی سے اٹیلا کے حرم میں داخل نہیں ہوئی تھی۔ ہاں جب ہو گئی تو میں نے اسے اپنا مقدر سمجھ لیا لیکن اس کے بعد کے حالات مجھے اس سے متنفر کرتے رہے اور میں نے خوش رہنا چھوڑ دیا۔ یہ دوسری بات تھی کہ جب کبھی اس کی خلوت میں میری رسائی ہوتی تو میں اپنے جذبات اور احساسات کو سُلا دیتی تھی اور اس وقت صرف یہ سوچتی تھی کہ میری زندگی اس کی خوشی میں ہے ورنہ میں بے موت ماری جاؤں گی۔ میں سچ کہتی ہوں سالوس اعظم! مجھے مرنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں زندگی کے بہت سے تجربات نہیں رکھتی لیکن اتنی بات ضرور جانتی ہوں کہ انسان زندہ رہتا ہے تو صرف اسی لیے کہ اسے زندہ رہنا ہوتا ہے۔ زندگی میں کوئی مقصد آ جائے تو پھر اسے زندگی یا موت سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی پھر بس اس کا مقصد ہوتا ہے اور سالوس اعظم تمہاری قربت تمہاری طلب میرا مقصد بن گئی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ تم تک پہنچنے کی کوشش کروں گی اور اسی کوشش میں اگر ماری بھی جاؤں تو ظاہر ہے زندگی کا ایک مقصد تو ہو گا۔ تم یقین کرو، سالوس مجھے مرنے سے کوئی دکھ نہیں ہو گا مجھے صرف تمہاری قربت درکار ہے۔"

میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ اتنے سے وقت میں ایسے عجیب سے جذبات کا اظہار میرے لیے تعجب خیز بھی تھا اور نہیں بھی کیونکہ اکثر ایسے واقعات سے واسطہ پڑتا تھا۔ پھر بھی اگر اس کی خواہش تھی تو مجھے تو مرنے کا خوف تھا ہی نہیں اسے ہو گا تو ہوا کرے۔

میں نے اسے ساتھ لیا اور ایک بلند ٹیلے کی جانب چل پڑا جہاں سے میں اٹیلا پر نگاہ رکھتا کرتا تھا۔ فورا میرے ساتھ تھی اور صحیح معنوں میں بے دھڑک تھی حالانکہ اٹیلا کی حرم کی عورتوں میں سے کسی نے اگر کسی مرد کی جانب دیکھا تھا تو اس کا بہت برا حشر ہوا تھا اور اس حشر سے فورا بھی ناواقف نہ تھی۔

لیکن انسان بھی عجیب سرکش ہوتا ہے جب کسی بات کا فیصلہ کر لے تو بعض اوقات زندگی یا موت اس کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی وہ چند لمحات کی خوشی ساری زندگی کا ماحصل بن جاتی ہے اور فورا بھی انہی میں سے تھی جو خوشی کے چند لمحات کے لیے اپنی پوری عمر کو داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

وہ بے تکان میرے ساتھ ٹیلے پر پہنچ گئی یہاں سے میں نے اٹیلا کی فوجوں کی نقل و حرکت دیکھی مشعلیں روشن تھیں سکوت ضرور تھا لیکن صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ لوگ غافل نہیں ہیں ایک دن کے شب خون نے اٹیلا کو ہوشیار کر دیا تھا۔

"وہ ابھی ان کے درمیان میں ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کون، اٹیلا؟"

"ہاں اسی کی بات کر رہی ہوں اور اس وقت تک وہ سب کچھ بھولا رہے گا جب تک کہ وہ تراسینہ کو فتح کر کے خاک میں نہ ملا دے۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اٹیلا کی وحشی فطرت تمہارے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے؟"

"دراصل سالوس! وہ نصف انسان ہے۔" فورا نے جواب دیا۔

میں نے دلچسپی سے اس کی بات سنی اور پوچھا "نصف انسان سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"انسان ہر قسم کے احساسات کا مرکب ہوتا ہے اس کے ذہن کی ساخت میں جذبات مختلف شکلیں رکھتے ہیں کبھی وہ پیار کرتا ہے کبھی اسے غصہ آتا ہے کبھی وہ ایک مخصوص انداز سے سوچتا ہے اور کبھی اس کے انداز میں تبدیلی ہو جاتی ہے لیکن ایک ایسا شخص جس کی ہر جنبش میں وحشت اور بربریت ہو پیار میں بھی اور نفرت میں بھی تو میں اسے نصف انسان سمجھتی ہوں جو بہت سے جذبوں سے عاری ہوتا ہے۔" فورا نے جواب دیا اور پھر میری جانب دیکھ کر بولی "کیا تم میرے اس خیال سے متفق نہیں ہو سالوس؟"

"نہیں فورا تم ٹھیک کہتی ہو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"خود تم کس قسم کے آدمی ہو سالوس، کیا تم محبت کی پذیرائی کرتے ہو یا تمہارا ذہن پہلے ہی کہیں محصور ہے؟"

"اس سے تمہاری کیا مراد ہے فورا؟"

"میری مراد ہے کسی ایسی شکل میں کسی ایسے جسم میں کسی ایسی شخصیت میں جسے تم پسند کرتے ہو اور اپنے اور اس کے درمیان تم کسی کی مداخلت یا میری مداخلت پسند نہ کرتے ہو۔" فورا نے کہا۔

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"وہ لڑکی جو تمہیں عطا کی گئی ہے کافی خوبصورت ہے کیا وہ تمہیں
نہیں ہے؟"

"سچ بات تو یہ ہے فوسا، میں ابھی اس کی جانب متوجہ ہی نہیں
ایسے بے ترتیب حالات میں اسے مجھ سے قریب لایا گیا ہے کہ میں نے
بارے میں سوچا بھی نہیں، اس کے علاوہ وہ باتونی بھی ہے اور اپنی باتوں
اس طرح الجھا دیتی ہے کہ دوسری باتیں سوچنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔"

فورا ہنس پڑی "ہاں اُس کی اس کیفیت سے میں واقف ہوں۔"

"سوچتا ہوں فورا تم میرے قریب آئی ہو اور یقیناً بہت کچھ سوچ سمجھ کر
میں بذاتِ خود ایٹیلا کی کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن مجھے تمہاری زندگی
ہے۔"

"اس خوف کو ذہن سے نکال دو سالوس، اب میں نے ہر خوف
ذہن سے نکال دیا ہے اور تمہاری قربت کی آرزو میں تمہارے نزدیک
آئی ہوں۔"

"اگر کوئی ہمیں اس جگہ پر دیکھ لے تو کیا فوری طور پر ایٹیلا تک
پہنچ جائے گی؟" میں نے پوچھا۔

"سالوسِ اعظم خود تمہاری اپنی بھی کوئی حیثیت ہے میرا خیال ہے
اگر کوئی شخص تمہاری مرضی کے خلاف وہاں تک جانے کی کوشش
کرے یہاں جتنے لوگ تمہارے نزدیک موجود ہیں سب کے سب
تمہارے معتقد ہیں اور تمہارا احترام کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کا فرض ہے اور ہاں
اگر ان نے تم سے بغاوت کی تو تم اگر چاہو تو ان کی کوشش کو ناکام بنا سکتے ہو۔"

"کس طرح؟" میں نے پوچھا۔

"ایٹیلا سے یہ کہہ کر کہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور تمہارے خلاف کوئی
سازش کرنا چاہتے ہیں جس سے تم اس کی نگاہوں میں گر جاؤ۔"

"ہوں، کافی چالاک ہو!"

"حالات نے بنا دیا ہے سالوس۔ تمہاری قربت کی طلب جب
حد تک بڑھ گئی ہے تو پھر باقی ہی کیا رہ جاتا ہے۔" فورا نے کہا۔

"آؤ۔" میں نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے اور وہ میرے سینے
سے آلگی۔ اس کا حسین چہرہ میرے سینے میں گڑا جا رہا تھا حسین لڑکی تھی
پسند کے عین مطابق۔ میں نے اسے مایوس نہیں کیا۔

بہت ہی حسین عورت تھی اور سچی بات تو یہ تھی کہ ایٹیلا جیسے حسن
اس کی قدر نہیں کر سکتا تھا۔ اِس کے سامنے تو حسن کا انبارِ عظیم تھا۔
وہ ان باتوں کو سوچنے کے قابل ہی نہ سمجھتا تھا۔

لیکن میں فورا کے احساساتِ حسن اور دلکشی کا بھرپور جائزہ لیتا رہا
یہاں تک کہ چاند کی مانند ہو گئی، چاند کا سنہرا پن چھن گیا اور صبح کے اجالے کی
چادر پھیل گئی۔

اور تب فورا نے میری طرف دیکھا اور بولی۔ "ممکن ہے اس رات کا
راز کھل جائے، ممکن ہے ہمیں کسی نے دیکھ لیا ہو سالوس، میں تو اپنی زندگی
قربان کرنے کے لیے تمہارے پاس آئی تھی اور یقین کرو کہ تمہارے ایک رات
کے قرب نے مجھے زندگی بھر کی سیری نصیب کی ہے اور اس کے بعد زندہ
رہنے کی تڑپ نہیں ہے ہاں اگر زندگی کی کوئی خواہش ہے تو صرف اتنی کہ
اگر قسمت میں دوسری رات ہو تو وہ بھی تمہارے بازوؤں میں گزرے چنانچہ
اب میں چلتی ہوں۔"

میرے لیے نہ الفاظ نئے تھے اور نہ عورت۔ صدیوں سے میں
عورت کی خواہشات کا مرکز تھا اور پروفیسر اِس بات پر میں نے کبھی غرور
نہیں کیا تھا۔ اس میں غرور کی کیا بات تھی جبکہ میں جانتا تھا کہ میں عام
انسانوں سے مختلف ہوں اور مختلف چیزیں عموماً انسانوں کو پسند آتی ہیں
اور پھر میں ٹیلے سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ رات بھر میں کوئی
ایسا ہنگامہ نہیں ہوا تھا جو مجھے اپنی طرف متوجہ کرتا۔ دوسری صبح حسبِ معمول
تھی میں اپنے خیمے میں واپس آیا تو ان لوگوں نے یہیں سمجھا کہ میں رات بھر
دشمنوں سے ہوشیار رہنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔

میں کافی دیر تک اپنے خیمے میں بیٹھا رہا۔ پیلوس میرے پاس آ گیا تھا
اور مجھ سے باتیں کرتا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ایٹیلا آج ضرور کوئی موثر
کارروائی کرے گا۔ اور اس کا یہ خیال درست بھی تھا۔

سورج پوری طرح چڑھا بھی نہ تھا، شاید ایٹیلا ساری رات اپنی
کارروائیوں میں مصروف رہا تھا میں نے دور ہی سے اسے دیکھا کہ ایٹیلا کی
فوجوں میں منجنیقیں پھر سے آگے بڑھائی جا رہی تھیں۔

لیکن اس بار ایک دوسرا انتظام کیا گیا تھا۔ منجنیقوں کے سامنے
کے حصے میں بڑی بڑی ڈھالیں جوڑ کر نصب کر دی گئی تھیں۔ ان کے
پیچھے آدمی موجود تھے اور ان کے پتھر پھینکنے کا جو آلہ تھا وہ ان ڈھالوں سے
اتنا بلند تھا کہ ایک طرف ڈھالوں کے ذریعے پتھروں سے بچنے کا کام لیا
جاتا تو دوسری طرف پتھر پھینکنے والا آلہ بدستور اپنا کام کرتا رہتا۔

یہ ایک دلچسپ کوشش تھی۔ ایٹیلا نے شاید ساری رات یہی
انتظامات کرائے تھے۔ اب وہ قلعے کے قریب پہنچ کر بھی پتھر برسا سکتے تھے اور
غالباً ایٹیلا کی انتہائی کوشش بھی یہی تھی کہ کس طرح قلعے کا دروازہ کھل جائے تاکہ اس
کی فوجیں اندر داخل ہو سکیں۔ اس کے بعد ان سب کو دیکھ لیا جاتا۔

منجنیقوں نے حرکت شروع کر دی۔ وہ سست رفتاری سے آگے بڑھ
رہی تھیں۔ زیادہ لوگ ساتھ نہیں تھے، صرف چند افراد ایک ایک منجنیق کے پیچھے بیٹھے
ہوئے تھے اور چند وہ تھے جو انہیں دھکیل کر آگے بڑھا رہے تھے لیکن وہ سب
ڈھالوں کی پناہ میں تھے۔

قلعے کے اندر سے لوگوں نے اس نئی ترکیب پر غور کیا اور قلعے سے تیروں
کی بارش شروع ہو گئی مگر اس بار ایٹیلا کامیاب رہا۔ تیروں کی بارش اس کے
آدمیوں پر اثر انداز نہ ہوئی۔

اور بلاشبہ یہ حربہ کچھ کامیاب رہا تھا۔ ایٹیلا کے آدمی قلعے کے سامنے
اتنے نزدیک پہنچ گئے تھے کہ وہ موثر کارروائی کر سکتے تھے میں نے ایٹیلا کی

جانب دیکھا وہ خاصا خوش نظر آ رہا تھا۔

اور پھر منجنیقوں نے پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ قلعے پر بھرپور ضربیں پڑنے لگیں۔ دوسری طرف سے شائی کاکی فوجوں نے فوری طور سے اس کا توڑ کر لیا۔ غالباً ان کے پاس بھی منجنیقوں کی بھاری تعداد موجود تھی۔ وہ تیروں ہی سے اس حملے کو روک رہے تھے اس لیے اب تک انہوں نے منجنیقوں کا استعمال نہیں کیا تھا۔

چند ساعت کے بعد ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ اب تیروں کی بارش موثر ثابت نہیں ہو رہی بلکہ اس کی جگہ بڑے بڑے پتھر ہی ڈھالوں اور منجنیقوں کو تباہ کر سکتے ہیں اور یہ زیادہ موثر بھی ثابت ہوں گے کیونکہ اول تو وہ بلندی سے جائیں گے دوسری بات یہ کہ وہ ڈھالوں کے حصار کو توڑنے میں کامیاب رہیں گے۔

چنانچہ فصیلوں سے بڑے بڑے پتھروں کی بارش شروع ہو گئی شائی کا والے اس بار پھر اپنی کوششوں میں کامیاب رہے تھے منجنیقوں کو ابھی اپنا کام شروع کیے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ بڑے بڑے پتھر ان ڈھالوں کو توڑنے لگے جو ایٹلا کی فوج کے لوگوں کی حفاظت کر رہی تھیں۔

بھاری بھاری پتھر بلندی سے آ رہے تھے۔ اس لیے ان کی قوت کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی جبکہ نیچے سے پھینکے جانے والے پتھروں میں آتنی قوت نہیں تھی۔ اوپر سے پھینکے جانے والے پتھر منجنیقوں کے زور اور کشش ثقل سے کئی گنا زیادہ خطرناک ہو جاتے تھے۔ ذرا سی دیر میں ڈھالیں چور چور ہو گئیں اور ان کے پیچھے موجود آدمی مرنے لگے۔ منجنیقوں کا حملہ اچانک رک گیا تھا کیونکہ اوپر سے آنے والے پتھروں نے سب کو بری طرح بدحواس کر دیا تھا۔ انہوں نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی چند افراد بھاگ بھی گئے لیکن وہ منجنیقیں واپس نہ لے جا سکے تھے اوپر سے برسنے والے پتھروں نے تباہ کر دیا تھا۔ ایٹلا کی وحشت دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ کسی خونخوار کتے کی طرح غرا رہا تھا لیکن بے بس تھا۔

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے کئی آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے وہ اس کے اپنے آدمی تھے جو منجنیقیں چھوڑ کر بھاگے تھے گویا موت نے یہاں بھی ان کا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔

حالات نے ایٹلا کی یہ کوشش بھی ناکام بنا دی تھی۔ میں دوسری قسم کا انسان ہوں، حالات اور وقت مجھے کسی کا تابع نہیں بنا سکے تھے، وہ لوگ جو مجھے پسند آئے تھے ان کے بارے میں میں نے بہتر طور پر سوچا تھا۔

ایٹلا میری پسند کا انسان نہیں تھا۔ اس کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ طاقتور حکمران تھا بلکہ یوں سمجھا جائے تو بہتر ہے پر دنیسر کہ جب سمندروں سے اکتا کر خشکی کا سفر کیا تو مجھے پہلا شخص وہی نظر آیا تھا اور میں نے اسے قبول کر لیا تھا۔

لیکن شائی کا والوں کی بہادری میرے لیے خاصی دلکش تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ لوگ بلاشبہ اپنی زندگیوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔ واقعی وہ دلیری سے لڑ رہے تھے اور بہادر لوگ ہمیشہ میری پسند رہے ہیں۔ لیک[ن] ان بیچاروں کے لیے میں ابھی کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ایٹلا کے ہاں [مجھے] ایک نمایاں مقام حاصل تھا اور پھر میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ خود شائ[ی کا] کس قسم کا انسان ہے اور اپنے لوگوں کے ساتھ اس کا سلوک کیا ہے [؟] ایسی صورت میں ایٹلا ہی درست تھا نئے نئے انسانوں کے ساتھ تج[ربات] کرنے سے کیا فائدہ؟ ہاں جب ضرورت پیش آئے گی تب دیکھا جائے گا۔

ایٹلا اپنی آج کی کوشش میں بھی بری طرح ناکام ہو گیا تھا [قلعے] والوں نے اسے بری طرح بچھاڑ کر رکھ دیا تھا اور اب ایٹلا فی الحال کوئی ا[یسی] کارروائی کرنے کے قابل نہیں تھا۔

اس کی عظیم الشان منجنیقیں قلعے کے نزدیک بے یار و مددگار پڑ[ی] ہوئی تھیں ان کے قریب موجود لوگ پتھروں سے کچل کر ہلاک ہو چکے تھ[ے] لیکن قلعے والوں کی طرف سے اب بھی منجنیقوں پر تاک تاک کر پتھر برسا[ئے] جا رہے تھے تاکہ وہ کام کے قابل ہی نہ رہیں اور یہ ان کی ایک اچھی کوشش تھ[ی]

مجھے ان کی ہر کوشش پسند آ رہی تھی لیکن ابھی تک میں ان کی طرف سے کچھ کرنے کا فیصلہ نہیں کر سکا تھا اور نہ یہ خیال میرے ذہن میں آیا تھا، تماشہ دیکھنے والوں کو صرف تماشہ دیکھنا چاہیئے تماشہ کرنے والے تماشہ کرتے رہیں مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔

اس رات میں نے ایٹلا کے پاس جانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ کیونکہ اس نے جو کام میرے سپرد کر دیا تھا، اس سے زیادہ کے قابل شاید وہ مجھے نہیں سمجھتا تھا اور جو کچھ وہ نہیں سمجھتا تھا مجھے اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت تھی۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اب وہ کیا کیا کارروائیاں کرتا ہے۔

میں بے چین ایٹلا کی بے چینیاں دیکھتا رہا اور پھر رات ہو گئی میں سوچتا رہا کہ کسی کی تقدیر میں بے چینیاں ہیں اور کسی کی تقدیر میں فورا۔

ہاں ایٹلا کی خوبصورت بیوی فورسا، جو یقیناً اس کی منظور نظر ہو گی اب نہ سہی کسی زمانے میں سہی لیکن اب میں اس کا منظور نظر تھا اور رات کے اس حسین لمحے میں وہ پھر میرے پاس پہنچ گئی تھی۔

لیکن فورا نے احتیاط نہیں برتی تھی۔ اس وقت پیلوس میرے پاس موجود تھا، ظاہر ہے پیلوس پر صرف ایک حد تک بھروسہ کیا جا سکتا تھا اور یہ بھی درست تھا کہ مجھے اپنی جان کی پروا نہیں تھی البتہ میں فورسا کی زندگی بچانا چاہتا تھا وہ تو دیوانی ہو چکی تھی لیکن میں تو دیوانہ نہیں ہوا تھا

چنانچہ میں نہایت ادب سے کھڑا ہو گیا۔ اور جھک کر پوچھا "ملکہ عالیہ کیا خادم سے کوئی کام ہے؟"

"ہاں —" فورا بھی ایک دم صورتحال کو سمجھ گئی تھی۔

پیلوس خود بھی مؤدب ہو گیا تھا پھر میں ملکہ کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا باہر نکل آیا اور کافی دور تک چلا گیا۔

فورا نے پیچھے گھوم کر دیکھا اور بولی "مجھے اس بات کا احساس نہیں تھا کہ کوئی شخص تمہارے خیمے میں ہو گا۔"

"کوئی بات نہیں فورا لیکن تمہیں کیا واقعی مجھ سے کوئی کام تھا؟"
اس نے پوچھا۔
"ہاں سالوس۔"
"میں منتظر ہوں فورا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میں نے سارا دن تمہیں یاد کر کے گزارا ہے سالوس اور اس وقت
ہماری قربت کی آس لے کر آئی ہوں۔"
"مجھے تھوڑی دیر کی اجازت دو فورا، میں رات گئے اس چٹان پر
آ جاؤں گا۔" میں نے کہا۔
"ہاں ٹھیک ہے۔ اس شخص نے تمہیں دیکھ لیا ہے اور میرا خیال
ہے ہمارا جانا ہی مناسب ہے۔" فورا نے جواب دیا اور میں اسے تسلی دے
کر خیمے میں واپس آ گیا تھا۔

ہیلوس میرے خیمے سے نکل چکا تھا میں نے اسے تلاش کیا اور پھر
اس کے نزدیک پہنچ کر اسے بتایا کہ کچھ نہیں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ملکہ فورا
ہماری صورت حال معلوم کرنا چاہتی تھی، ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے خواب
میں ایسے پریشان کن واقعات دیکھے ہیں جن سے انہیں تشویش ہو گئی تھی"
"عورتیں ہمیشہ پریشان کن خواب ہی دیکھتی ہیں۔" ہیلوس نے
کہا۔

بہرحال میں نے ہیلوس کو کسی حد تک مطمئن کر دیا تھا تاکہ وہ اس
کام کا شبہ نہ کر سکے۔
پھر رات گئے میں فورا کے پاس پہنچ گیا اور ظاہر ہے پروفیسر!
رات میں جوان عورت کا قرب ایک ہی مقصد رکھتا ہے اس لیے
بیان کرنا بے مقصد ہے چنانچہ صبح کو میں پھر خیمے میں واپس آ گیا۔
لیکن صبح کی روشنی میں میں نے ایٹلا کے انداز میں کچھ تبدیلیاں
دیکھیں۔ فوجوں کو ایک مخصوص انداز میں پیچھے ہٹایا جا رہا تھا تب میں نے
ہیلوس کو ساتھ لیا اور اس کے ساتھ بلند ٹیلے پر چڑھ کر اس کی کارروائیاں
دیکھیں۔ ہیلوس نے ایک گہری سانس لی تھی۔
"کیوں؟ کیا خیال ہے؟"
"سالوس اعظم کیا تم ان انتظامات کے بارے میں غور نہیں کر سکتے؟"
اس نے مجھ سے پوچھا۔
"نہیں میں تمہیں بتا چکا ہوں سالوس کہ مجھے جنگ کا کوئی تجربہ نہیں"
"میرا خیال ہے ایٹلا وہ کام کر رہا ہے جو اس سے پہلے اس نے کبھی
نہیں کیا۔"
"نہیں" میں نے تعجب سے پوچھا
"محاصرہ ۔۔۔ وہ فوجوں کو اس لیے پھیلا رہا ہے کہ اہل قلعہ کے
چاروں طرف کے راستے بند کر دیے جائیں اور اس وقت تک محاصرہ کیا جائے
جب تک کہ اہل قلعہ بھوک پیاس سے تڑپ کر باہر نہ نکل آئیں یا کوئی ایسی
ہی دوسری اہم بات جس سے تنگ آ کر وہ باہر آنے پر مجبور ہو جائیں۔"

"اوہ۔ گویا وہ یہاں طویل قیام کا ارادہ رکھتا ہے۔"
"یقیناً سالوس اعظم، یہ قیام مہینوں کا بھی ہو سکتا ہے اور سالوں کا
بھی۔ اور اتنا میں جانتا ہوں کہ ایٹلا یہاں سے اس وقت تک نہیں ہٹے گا
جب تک کہ ترابینہ کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجا لے گا۔"
"یہ تو اچھی صورت حال نہیں ہے ہیلوس!" میں نے تشویشناک
لہجہ میں کہا۔
"ہاں۔ ایٹلا کی فوجیں اس صورتِ حال کی عادی نہیں ہیں لیکن اس
نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ اہل ترابینہ اپنے دفاع کا مناسب بندوبست کر چکے ہیں اور
اس وقت تک ان پر قابو پانا ناممکن ہے جب تک کہ ان کو مکمل طور سے بے بس
نہ کر دیا جائے اور یہ بے بسی صرف اسی وقت طاری ہو سکتی ہے جب وہ اپنے شہر
میں اپنے علاقے میں بھوک سے مرنا شروع کر دیں۔"
ہیلوس کی بات پر میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔ بہرصورت اب میں اتنا
احمق بھی نہیں تھا کہ ایٹلا کے ساتھ ایک فضول سی بات پر اپنا قیمتی اور
بھرپور وقت ضائع کرتا لیکن دیکھنا یہ تھا کہ اس محاصرہ کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔؟
عجیب و غریب صورتِ حال۔ ذہنی کیفیات متضاد خیالات میں الجھی
ہوئی تھیں۔ میں سوچتا رہا اور پورے دن سوچتا رہا۔ ایٹلا نے جس انداز میں فوجوں
کو پھیلایا تھا، بلاشبہ اس طرح ترابینہ کا علاقہ محاصرہ میں آ گیا تھا اور یقینی
طور پر اب اہلِ ترابینہ باہر نہیں نکل سکتے تھے۔
لیکن دوسری صورت حال بھی میرے ذہن میں تھی۔ یعنی اہلِ ترابینہ کا
شب خون! کیا وہ ایسی کوئی کوشش نہیں کریں گے؟ میں جانتا تھا کہ ایٹلا
کافی مستعد ہے لیکن دوسری طرف وہ لوگ بھی کامیاب تھے۔
چنانچہ میں نے صرف انتظار کیا اور میرا اندازہ درست نکلا۔ اس رات
تقریباً چھ بار حملے کئے گئے۔ وہ لوگ مختلف جگہوں سے نکلتے اور ایٹلا کی
پھیلی ہوئی فوجوں پر حملہ آور ہوتے۔ نقصان تو انہوں نے کافی پہنچایا تھا لیکن
ایٹلا نے بھی اس قسم کا بندوبست کیا تھا کہ اگر کسی طرف سے شب خون مارے
جانے کا شبہ ہو تو فوراً اس طرف بھرپور کمک بھی پہنچ جائے۔ بہرحال اس
رات کے شب خون اگر ایٹلا کی فوجوں کے لئے خطرناک ثابت ہوئے تھے تو
اہلِ ترابینہ بھی نقصان سے محفوظ نہ رہے تھے۔ اور مجھے شبہ تھا کہ اتنا نقصان
اٹھانے کے بعد وہ آئندہ شب خون مارنے کی جرأت نہیں کریں گے۔
اہلِ ترابینہ کی بے شمار لاشیں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ اس
دن جب ایٹلا عورتوں کے خیمے کی جانب واپس آیا، اس کے چہرے پر کسی قسم
کے تاثرات نہیں تھے جو انداز اس کا مخصوص تھا وہی برقرار تھا۔ میں نے بڑھ کر
اس کا استقبال کیا۔ ایٹلا نے مسکرا کر میری جانب دیکھا اور بولا۔
"بلاشبہ اہلِ ترابینہ نے اپنے دفاع کا بہترین بندوبست کیا تھا
لیکن سالوس اعظم کیا تم سمجھتے ہو کہ ایٹلا کی فوجیں یہاں سے ناکام واپس
جائیں گی؟"
"ہرگز نہیں" میں نے جواب دیا۔

"تم دیکھنا سالوس اعظم، میں انہیں سسکا سسکا کر ماردوں گا وہ لوگ ایک ایک دانے کو ترستے ہوئے قلعے کا دروازہ کھول دیں گے اور مجھ سے رحم کی بھیک مانگیں گے۔ اور اس وقت جانتے ہو سالوس اعظم میں کیا کروں گا؟"

"نہیں خدائی قہر!" میں نے جواب دیا۔

"ان کی لاشوں کے پشتے بناؤں گا۔ ان کے مینار تعمیر کروں گا۔ اتنے وسیع اور بلند مینار کہ ان کے دوسری جانب دیکھنا مشکل ہو جائے گا۔"

اٹیلا نے خونخوار لہجے میں کہا اور میں اس بھیانک عفریت کو دیکھنے لگا۔

میں جانتا تھا کہ یہ شخص جو کہہ رہا ہے وہی کرے گا۔ میرے نزدیک یہ صورت حال مناسب نہیں تھی۔ چنانچہ میں سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

میں بہت دیر تک حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اٹیلا اپنے حرم میں چلا گیا تھا لیکن کسی اور مقصد کے تحت نہیں۔ غالباً صرف ان کارروائیوں سے تھک کر آرام کرنے کی غرض سے۔ اور میں سوچتا رہا، سوچتا رہا۔ اہلِ ترابینہ کے لئے یہ محاصرہ جتنا طویل ہوتا جائے گا اتنا ہی باعثِ مصیبت ہوگا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ انہیں پہلے سے اس بات کا احساس دلا دیا جاتا۔ لہٰذا سب سے ضروری بات یہ تھی کہ قلعے کا دروازہ کسی طرح کھول دیا جائے۔ بلاشبہ میری ان کوششوں سے اہلِ ترابینہ کو شدید نقصان پہنچتا لیکن اس مسئلہ کا جلد از جلد کوئی حل ہونا چاہیئے تھا۔ کافی سوچ بچار کے بعد میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ میں اٹیلا کی مدد کروں گا۔

شام کو جب اٹیلا گھوڑے پر چکر لگا رہا تھا میں اس کے ساتھ تھا۔

"میں خدائی قہر سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" میں نے اسے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کہو سالوسِ اعظم، کوئی خاص بات؟" اس نے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔

"آپ نے مجھے اپنے مشیر کی حیثیت سے کرا اپنا نائب مقرر کیا تھا؟" میں یاد دلایا۔

"ہاں ہاں۔ اس میں کیا شک ہے، کیا تم کوئی کمی محسوس کر رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں خدائی قہر مجھے شکایت نہیں ہے البتہ صرف ایک بات کا احساس ہو رہا ہے۔"

"وہ کیا۔؟" اٹیلا خوشگوار موڈ میں بولا۔

"اس سلسلے میں مجھ سے کوئی مدد لینے کی کوشش نہیں کی گئی۔ مجھ سے کوئی مشورہ تک نہیں لیا گیا۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ آپ اپنے چاروں جنرلوں سے مشورہ کیا کرتے تھے، اور ان پر عمل بھی کیا کرتے تھے، مگر آپ نے مجھے اس قابل نہیں سمجھا۔"

"اوہ۔ یہ بات نہیں ہے سالوس اعظم، تم کہہ چکے ہو کہ تمہیں اس قسم کی جنگوں کا کوئی تجربہ نہیں ہے، چنانچہ میں نے صرف اس لئے اس سلسلے میں تم سے کوئی بات نہیں کی۔ تاہم تم بے فکر رہو۔ میں نے جو قدم اب اٹھایا ہے اس کے تحت زیادہ عرصہ نہیں گذرے گا کہ اہلِ ترابینہ چیخ اٹھیں گے۔"

"ٹھیک ہے اٹیلا، لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم اپنی روایات میں تبدیلی نہ ہونے دیں۔"

"کیا مطلب؟" اٹیلا نے بھنویں سکوڑ کر مجھے دیکھا۔

"آپ کی فوجوں میں میں نے زیادہ وقت نہیں گذارا ہے اور نہ آپ کی کوئی جنگ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے لیکن میرے خادم ہیلوس نے بتایا ہے کہ اٹیلا پہلی بار کسی کا محاصرہ کرنے پر مجبور ہوا ہے۔"

"ہاں یہ درست ہے۔" اٹیلا کے لہجے میں غراہٹ تھی۔

"لیکن میں نہیں چاہتا کہ عظیم اٹیلا کی روایات کو ٹھیس پہنچے۔"

"سالوس! جو کہنا چاہتے ہو بہتر یہی ہے کہ صاف صاف کہو۔"

"میں چاہتا ہوں خدائی قہر کہ اٹیلا کی فوجوں کا وقار برقرار رکھوں۔ بہادر اٹیلا کو کسی کا محاصرہ کر کے شکست نہیں دینا چاہیئے۔"

"اوہو۔ لیکن کس طرح۔؟ کیا ایسی کوئی ترکیب ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ ان لوگوں نے بڑی مضبوط قلعہ بندی کی ہوئی ہے وہ ہر بڑھنے والے کو کچل دیتے ہیں۔ محاصرہ کے علاوہ ان تک پہنچنے کا کوئی اور ذریعہ باقی نہیں بچا ہے۔ ہاں جہاں تک ان کے شب خون کا تعلق ہے میں نے اسے مکمل طور پر ناکام بنا دیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اب وہ آئندہ ایسی کوئی حماقت نہیں کریں گے۔ اور اگر کریں گے تو اپنی شکستِ فاش کو خود ہی دعوت دیں گے۔" اٹیلا نے غراتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے، اور ساری فوجوں کو ایک ایسے مرکز پر جمع کر دیا جائے جو سامنے کے رخ پر ہو پھر جس طرح میں کہوں اس پر عمل کیا جائے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ سالوس اعظم تم بہت بری بات کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارے خیال میں اٹیلا کا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہے۔؟"

"کیوں نہیں۔ لیکن میں اس کا نائب ہوں۔ اس کا مشیر ہوں!" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر بتاؤ۔ ہم قلعے پر کس طرح قبضہ کر سکتے ہیں۔؟"

"جس طرح اٹیلا نے اپنی منجنیقوں کو ڈھالوں کی آڑ میں قلعہ تک بڑھایا تھا کیا اسی طرح کچھ افراد قلعے تک نہیں پہنچ سکتے؟"

"پہنچ سکتے ہیں، لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کیا اوپر سے برسائے جانے والے پتھر انہیں کچل نہیں دیں گے۔ کیا ان کے تیروں کی بارش اوپر جانے والے افراد کو ہلاک نہ کر دے گی؟" اٹیلا نے سوچتے ہوئے کہا۔ پھر ایک لمحہ خاموش رہ کر دوبارہ بولا: "ہاں کامیابی اسی صورت میں ممکن تھی جبکہ قلعہ کا پھاٹک کھل جاتا۔"

"میں یہی کہنا چاہتا ہوں اٹیلا اعظم کہ اگر قلعہ کا پھاٹک کھول دیا جائے تو کیا اس کے بعد اٹیلا کی فوجیں قلعے کے اندر داخل ہو سکتی ہیں؟"

"بے شک ہو سکتی ہیں۔ یہ ہمارا قول ہے یہ ہمارا وعدہ ہے۔"

اٹیلا نے مضبوط لہجے میں کہا۔ وہ متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔
"تو پھر آج رات کو چاروں طرف سے محاصرہ ہٹا کر کل صبح کے سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرنا چاہیئے"۔
"لیکن تم کرو گے کیا۔"؟
"مجھے اس کی اجازت دی جائے خدائی قہر کو جو کچھ میں کرنا چاہوں خاموشی سے کر سکوں"۔ میں نے بھاری لہجے میں کہا۔
"ٹھیک ہے لیکن اگر تم ناکام رہے تو"؟
"تو پھر میں تنہا اس پھاٹک تک جاؤں گا اور جان کی بازی لگا کر اسے توڑنے کی کوشش کروں گا۔ اس کوشش میں یقینی طور پر میرا بدن ان تیروں سے چھلنی ہو جائے گا جو قلعہ کے اندر سے برسائے جائیں گے اور یہی میری سزا ہوگی"
میں نے جواب دیا۔

اٹیلا مجھے کافی دیر تک گھورتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور بولا۔ "تو آج رات کے لئے تمہیں اجازت ہے۔ لیکن محاصرہ ہٹانے کی بات نہیں کرو، ہم نے بڑی مشکل سے اپنی فوج کو اطراف میں پھیلایا ہے"۔
"نہیں اٹیلا اعظم، محاصرہ ہٹا لیا جائے کیونکہ میں صبح تک فوجوں کو منظم دیکھنا چاہتا ہوں"۔ میں نے جواب دیا اور اٹیلا دانت بھینس کر مجھے دیکھنے لگا۔
"ٹھیک ہے اٹھا لیا جائے گا"۔ اس نے کہا۔ اور تیزی سے گھوڑے کو ایڑ دینے لگا۔ نجانے اس کے ذہن میں کیا تھا۔ جو کچھ میں نے کہا تھا اس پر عمل کرنے کے لئے فوری طور سے مجھے کچھ ضروری کارروائیاں کرنی تھیں اس رات نہ تو فورا میرے قریب آسکتی تھی اور نہ میں کوئی دوسری بات سوچ سکتا تھا۔

ہاں میرا ذہن پہاڑیوں سے بہت دور ان گھنے جنگلوں کی جانب متوجہ تھا جس کے درخت بہت لمبے لمبے اور بہت اونچے تھے مجھے وہیں اپنا کام کرنا تھا، چنانچہ میں نے ہیلوس کو طلب کیا اور بیس ایسے توانا آدمیوں کو جو اٹیلا کی منجنیقوں اور دوسری حرکت کرنے والی چیزوں کو درست کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے، لانے کے لئے کہا۔

میں ان لوگوں کو گھوڑوں پر سوار کرانے کے بعد ان درختوں کی جانب چل پڑا جہاں سے مجھے اپنی کارروائی کو تکمیل تک پہنچانا تھا۔ میرے ساتھی اپنے اپنے اوزاروں سے لیس تھے۔ حالانکہ اب تک ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔

لیکن میں جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس کا منصوبہ پہلے ہی بنا چکا تھا، حقیقت یہ تھی کہ میری اس کوشش سے تراسینہ والوں کو شدید ترین جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا۔ میں نے اپنی پسند کے چند درختوں کا انتخاب کیا اور اپنے ساتھ آنے والوں سے کہا کہ فوری طور پر ان درختوں کو جڑ کے نزدیک سے کاٹ دیں۔

حیران لوگ درختوں کو کاٹنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ سب درختوں کی جڑوں پر کلہاڑیاں برسانے میں مصروف ہو گئے

کام کافی مستعدی اور تیزی سے ہو رہا تھا اس لئے تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے پہلا درخت گرا لیا۔ یہ درخت خوب لمبا اور موٹا تھا۔ درخت زمین پر گر گیا۔ میں نے چند افراد کو اس کی شاخیں کاٹنے کے لئے کہا اور وہ لوگ درخت کی شاخیں کاٹنے میں مصروف ہو گئے۔

درخت کے تنے کو تمام شاخوں سے علیحدہ کر لیا گیا تھا، باقی دوسرے افراد دوسرے درختوں کو کاٹ رہے تھے اور یوں میں نے تین درخت کٹوائے اور پھر انہیں شاخوں سے صاف کرا دیا۔ کافی وقت صرف ہوا تھا اس کام میں۔

پھر میں نے ایک درخت کے گول تنے سے چھوٹے چھوٹے دو ٹکڑے کاٹنے کی ہدایت کی۔ بہر صورت انہوں نے دو ٹکڑے کاٹ کر دو پہیئے بنائیے یوں میں نے قدیم زمانے کی توپوں کی مانند ایک چیز بنالی جو پہیوں پر لڑھکنے والی تھی، ان پر نصب درختوں کے اگلے حصے نوک دار کر دیئے گئے۔ اور میں تقریباً اپنے کام سے فارغ ہو گیا۔

بیس آدمی ان درختوں کو نہیں ڈھکیل سکتے تھے اور وہ پریشان تھے کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے اس کا مقصد کیا ہے۔ چنانچہ جب میں نے ان سے کہا کہ وہ درختوں کو دھکیلتے ہوئے چلیں تو ان لوگوں نے مجھے حیرت سے دیکھا تھا لیکن پھر ہیلوس نے ایک اور تجویز پیش کی۔ "کیوں نہ سالوس اعظم! ہم اس شے کو رسیوں سے باندھ کر گھوڑوں کی کمر سے باندھ لیں، بیس گھوڑے میرا خیال ہے اسے کھینچنے میں مدد کر سکتے ہیں، ورنہ ہم بیس آدمی اسے دھکیل کر وہاں تک لے جانے میں ناکام رہیں گے"۔

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے ہیلوس!"، میں نے ہیلوس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا اور موٹے موٹے رسے گھوڑوں کی کمر سے باندھ دیئے گئے۔ اس طرح بیس گھوڑوں کی رسیوں کے دوسرے سرے میرے بنائے ہوئے ہتھیار سے لپیٹ دیئے گئے۔

گھوڑوں کے جسموں میں جو رسے باندھے گئے تھے انہیں اس انداز میں کسا گیا تھا کہ گھوڑوں کے جسموں کو تکلیف بھی نہ ہو اور وہ اسے آسانی سے کھینچ سکیں۔ گھوڑوں کو ایڑ لگائی گئی لیکن وہ وزنی شے آسانی سے نہیں کھینچی جا سکی تب دوسرے لوگ بھی اس میں شامل ہو گئے اور بیس گھوڑوں اور بیس جوانوں کی مدد سے وہ خوفناک ہتھیار آگے کی طرف بڑھنے لگے۔

ہمارے چلنے کی رفتار بہت سست تھی۔ اس کے علاوہ دو تین مقامات پر چڑھائیاں بھی تھیں۔ جہاں چڑھائیاں ہوتیں وہاں میں بھی ان لوگوں کی مدد کرتا اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس جگہ تمام طاقتیں ناکارہ ہو جاتی ہیں وہیں میری قوت اس چیز کو بہت آگے بڑھا دیتی ہے۔ بالآخر ہم اسے اٹیلا کی فوجوں کی قیام گاہ کی طرف لانے میں کامیاب ہو گئے۔

دور ہی سے اس دیو ہیکل چیز کو دیکھ لیا گیا تھا۔ اٹیلا خود گھوڑے پر سوار ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ وہ اپنے چاروں جنرلوں کے ساتھ ہماری جانب بڑھ رہا ہے۔ یہ وہ جنرل تھے جو فوجوں کو لڑانے کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔

وہ سب ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ اٹیلا متعجبانہ نگاہوں سے اس

عجیب و غریب شے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش تھے۔ بہرحال ذہین آدمی تھا میرے نزدیک پہنچا اور گھوڑے سے نیچے اتر پڑا۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"میرا خیال ہے سالوس اعظم میں تمہاری ترکیب سمجھ گیا ہوں۔" اس نے پرخیال انداز میں کہا۔

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا؟" میں نے کہا۔

"بلاشبہ ہوگا، لیکن اسے وہاں تک لیجانے کی ترکیب کیا ہوگی؟"

"میرا خیال ہے ہمیں اس کے لئے کچھ قربانیاں دینا ہوں گی۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ میں دل و جان سے تیار ہوں، تم مجھے بتاؤ کہ کیا قربانیاں دینا ہوں گی؟" اٹیلا تیزی سے بولا۔

"چند فربہ گھوڑے جو انہیں وہاں تک کھینچ کر لے جا سکیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ لیکن گھوڑے تو سامنے کے رخ پر ہوں گے۔" اٹیلا نے کہا۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔" میں پرخیال انداز میں بولا۔ بلاشبہ یہاں تک گھوڑے آسانی سے آ گئے تھے۔ لیکن اب انہیں پھاٹک تک لیجانا مشکل کام تھا کہ اس شے کے سرے پھاٹک میں گھس کر پھاٹک کو توڑ دیں۔

"خدائی قہر! یہ کام مجھے خود ہی انجام دینا ہوگا۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"لیکن کس طرح؟" اس نے پوچھا۔

"میں اسے دھکیلتا ہوا دروازے تک لے جاؤں گا۔"

"تنہا۔؟" اٹیلا نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور وہ متعجبانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ شاید اسے میری ذہنی کیفیت پر شبہ ہو رہا تھا۔

لیکن وہی ہو رہا تھا پروفیسر جو ہوتا آیا تھا۔ حالات میرے لئے خود راستوں کا انتخاب کرتے تھے۔ میں بہت چاہتا تھا کہ اپنی حیثیت بدل کر لوگوں کے سامنے آؤں اور ہر جگہ وہی کچھ نہ کروں جو میں کرتا آیا ہوں۔ لیکن غیر معمولی حالات مجھے انہی راستوں کی طرف بار بار دھکیل دیا کرتے تھے اس میں میرا کیا تصور تھا۔

مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ اٹیلا میری دماغی کیفیت پر شبہ کرے گا لیکن اب اس سلسلے میں سوچنا کیا معنی رکھتا تھا۔ میں نے جب اس سے کسی کام کے لئے کہہ دیا تھا تو پھر سوچنا کیسا اور اب تو صرف اور صرف عمل کرنے کا وقت تھا۔ چنانچہ میں عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

میں نے اٹیلا سے کہا کہ وہ فوجوں کو تیار کرے میں ترابینہ کا پھاٹک توڑنے جا رہا ہوں اور میں نے دیکھا کہ اٹیلا عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھا اور بولا "میں نہیں سمجھ سکتا کہ تیری بات میں کہاں تک صداقت و حقیقت ہے اور اس سلسلے میں تو کیا کر سکتا ہے۔ لیکن سالوس اعظم میں تجھے اس کی اجازت دیتا ہوں، تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر ڈال۔"

میں نے درختوں کے اس عجیب و غریب ہتھیار کو ایک مخصوص انداز میں سامنے کیا۔ میں اسے خاصی برق رفتاری سے ترابینہ کے پھاٹک پر لے جا سکتا تھا، حالانکہ راستہ ہموار نہیں تھا۔ لوگ چاہے کتنا ہی حیران کیوں نہ ہوں، اٹیلا کچھ کیوں نہ سوچے، میں تو اپنا کام انجام دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس سے ترابینہ والوں کو نقصان پہنچے گا لیکن پھر بھی فیصلہ تو ضروری تھا۔

میں طویل عرصے تک وہاں قیام نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ اتنے قیام کے لئے تیار تھا جتنے کا فیصلہ اٹیلا نے کیا تھا۔ محاصرہ مجھے شدت سے بیزار کر سکتا تھا۔ اسی لئے میں چاہتا تھا کہ فیصلہ جلد از جلد ہو جانا چاہیئے۔

اٹیلا میرے کہنے سے اپنی فوجوں کو منظم کرنے لگا۔ حملہ کرنے کے لئے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ میں نے انہیں ہدایات دیں۔ لیکن اٹیلا کو ابھی تک اس بات پر یقین نہیں تھا کہ درختوں کا یہ وزنی ہتھیار کس طرح ترابینہ کے پھاٹک تک پہنچ سکتا ہے۔ ایک آدمی اس کو دھکیل کر لے جائے یہ ناممکن بات تھی۔ کیونکہ یہ کام تو بہت سے گھوڑوں کا تھا۔ لیکن اس کو کیا معلوم کہ میں کیا تھا؟ تاہم اس نے یہی بہتر کیا تھا کہ اپنے طور پر میری بات مان لی تھی اور ایک مخصوص وقت میں حملے کی تیاریاں مکمل کر لی گئی تھیں۔

میں نے درختوں کے ایک تنے پر ہاتھ جمانے کے لئے مضبوط تنے کا انتخاب کیا اور پھر میں نے مسکرا کر اٹیلا کی جانب دیکھا۔

اٹیلا اپنے چاروں جنرلوں کے ساتھ تلوار ہاتھ میں لئے مجھے ہی دیکھ رہا تھا اس کی نگاہوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ بحالت مجبوری یہ سب کچھ برداشت کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔

لیکن جونہی میں نے درختوں کے تنے کو جنبش دی، وہ تھوڑا سا متعجب ہوا اور جب میں نے اسے اور آگے بڑھایا اور اس کے اس حصے کو جو اٹھانے میں رکاوٹ بنتا تھا، اوپر اٹھا دیا تو اٹیلا اور اس کے جنرلوں کے منہ سے حیرت کی آوازیں نکل گئیں۔ اب ان کی حیرت زدہ آوازوں پر توجہ دینا میرے لئے مناسب نہیں تھا۔ میں نے جو فیصلہ کر لیا تھا اس پر عمل کرنے کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ توپ نما درخت کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔

میں اسے بڑی تیزی سے دھکیلتا ہوا لئے جا رہا تھا اور اٹیلا کی فوجیں حیرت سے گنگ کھڑی تھیں۔ کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، سوائے درخت کے اس ہتھیار کے نیچے لگے ہوئے پہیوں کی۔ ان پہیوں کے نیچے سے پتھروں کے ٹوٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور یہ بھاری ہتھیار تیزی سے اہل ترابینہ کے قلعے کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اہل ترابینہ نے یہ حیران کن منظر دیکھا تو تھوڑی دیر کے لئے وہ بھی ششدر رہ گئے۔ مگر کچھ ہی دیر کے بعد انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا یعنی تیروں کی بارش۔

تیر میرے دائیں بائیں سے گزر رہے تھے۔ میرے جسم سے بھی ٹکرا رہے

نئے لیکن رفتار بھلا کیوں کم ہوتی۔ میں تیز سے تیز تر چلا رہا تھا۔ اور میرے ساتھ درختوں کا ہتھیار تیزی سے ترابینہ کے پھاٹک کی جانب بڑھ رہا تھا۔

دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے۔ اچانک ایک خوفناک ٹکر ہوئی۔ ٹکر کی آواز بڑی بھیانک تھی۔ پھاٹک ٹوٹ گیا تھا اور اس کے گرنے سے بے شمار چیخیں ابھری تھیں۔

ترابینہ کا پھاٹک اچھل کر پیچھے جا پڑا تھا۔ میں نے اپنا کام انجام دے لیا تھا۔ اٹیلا اور اس کی فوجوں کو شاید اس بات کی امید نہیں تھی، بہرحال وہ حیرت کے دائرے سے باہر نکل آئے تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ کر دکھایا۔ چنانچہ دوسرے ہی لمحہ اٹیلا کی خوفناک آواز گونجی اور اس کی آواز سنتے ہی برق رفتار فوجیں تیزی سے قلعہ کی طرف دوڑنے لگیں۔

اہلِ ترابینہ پھاٹک ٹوٹنے سے بہت زیادہ بدحواس ہو گئے تھے۔ پھر بھی انہوں نے سنبھل کر حملہ کیا۔ تیر برسانے لگے۔ لیکن اب ان کے انداز میں وہ پھرتی نہیں تھی، وہ خوف اور بددلی سے تیر برسا رہے تھے۔ کیونکہ انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ اٹیلا کی فوجوں کو روکنا اب آسان نہیں ہے۔ قلعہ کا پھاٹک ان کے خیال میں ناقابلِ تسخیر تھا اور اسے توڑ دینا ممکن بات نہیں تھی۔

اور اب جبکہ پھاٹک ٹوٹ چکا تھا، انہوں نے اندازہ کر لیا تھا کہ اٹیلا کی فوجوں سے جیتنا مشکل ہے اور اب وہ اٹیلا سے جنگ نہیں کر سکیں گے اور یہی ہوا۔

اٹیلا کی فوجیں دھڑا دھڑ اندر داخل ہو رہی تھیں اور دو بدو لڑائی ہو رہی تھی۔ ترابینہ والے بہت ہی جانفشانی سے جنگ کر رہے تھے وہ اپنی بقا کے لئے لڑ رہے تھے۔ کٹ رہے تھے، مر رہے تھے۔

لیکن اٹیلا کی غضب ناک فوجیں انہیں تنکوں کی طرح مسل رہی تھیں قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا اور لاشوں سے پشتے بنائے جا رہے تھے۔

ذرا سی دیر میں اٹیلا نے پورے ترابینہ کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیا تھا۔

اس نے ایک ایک گھر میں گھس کر وہاں رہنے والوں کو نکال باہر نہیں یا تو قتل کر دیا، یا گرفتار کر لیا۔ میں اٹیلا کی یہ وحشت خیزی دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میرا کردار اس مسئلہ میں کس قدر مناسب ہے اور کس قدر غیر مناسب۔

خود میں نے جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا اور اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اٹیلا کی نگاہ میرے اوپر نہ پڑنے پائے اور یا اس کے آدمی یہ نہ دیکھیں کہ پھاٹک توڑنے کے بعد میری کارروائیاں کیا ہیں، مجھے تو جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکا تھا، اور یقیناً اٹیلا کے لئے یہ بہت کچھ تھا۔

پھر شائی کاک کے محل کا رخ کیا گیا اس وقت اٹیلا کے ساتھ میں بھی تھا غضبناک اٹیلا وحشت سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ وہ محل میں داخل ہوا۔ محل کے محافظ دستے نے مدافعت کی معمولی سی کوشش کی تو ان لوگوں کو وہیں قتل کر دیا گیا۔

شائی کاک کو میں نے دیکھا۔ وہ اپنے تخت پر ہاتھ ٹیکے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر سکون ہی سکون تھا۔ کافی تندرست و توانا آدمی تھا۔ اس نے اٹیلا کو دیکھا لیکن ساکت و جامد کھڑا رہا۔ اٹیلا کے چہرے پر استہزائیہ سی مسکراہٹ تھی۔ میں نے دل ہی دل میں شائی کاک کی تعریف کی۔ بڑا ہی بہادر آدمی تھا، اور بہادروں کی قدر کرنا اچھی بات ہے۔

اٹیلا گھوڑے سے اتر کر اس کے نزدیک پہنچا، اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ شائی کاک کے نزدیک پہنچ کر اس نے کہا۔ "کیا تم شکست تسلیم کرتے ہو۔۔۔؟"

"ہاں تسلیم نہ کرنے کی کیا وجہ؟" شائی کاک نے اتنے پرسکون انداز میں جواب دیا کہ میں حیران رہ گیا۔

"خوب۔ تو تمہاری وہ سرکشی دم توڑ چکی ہے جس نے ہمیشہ اٹیلا کی قوت سے انکار کیا ہے؟"

"ہاں اٹیلا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے شکست ہو چکی ہے لیکن مجھے اس شکست کا بالکل افسوس نہیں ہے کیونکہ میں نے انتہائی کوشش کی اور تمہاری فوجوں پر کاری ضربیں بھی لگائیں اب اگر تقدیر میرے ساتھ نہیں تھی اور مجھے شکست ہونا ہی تھی تو اس سلسلے میں، میں کیا کر سکتا ہوں۔" شائی کاک نے جواب دیا اس کے انداز میں ذرا بھی خوف یا بے چینی نہیں تھی۔

میں نے اٹیلا کی جانب دیکھا اور اٹیلا نے میری جانب، پھر اٹیلا مسکرایا اور بولا۔ "تم نے دیکھا سالاس اعظم یہ شائی کاک ہے جس نے ہمیشہ میری قوت سے انکار کیا ہے لیکن اب چند لمحات کے اندر اندر اس کی گردن اس کے شانوں سے جدا ہو کر خود اس کے قدموں میں پڑی ہو گی۔ کیا یہ شائی کاک کی بدترین شکست نہیں ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔ لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اٹیلا خاموش نگاہوں سے شائی کاک کو دیکھنے لگا پھر اس نے دوبارہ میری طرف رخ کیا اور بولا۔ "سالاس اعظم! اس فتح کا سہرا تمہارے سر بندھتا ہے، اور اس خوشی میں شائی کاک کا انجام بھی تمہارے ہی سپرد کیا جاتا ہے۔"

میں نے عجیب سی نگاہوں سے اٹیلا کو دیکھا، اس نے جو اختیار مجھے دیا تھا اور اس اختیار کے تحت میں جو کچھ کرتا وہ یقیناً اس کے لئے ناقابلِ قبول ہوتا اور ایسی شکل میں میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اٹیلا سے میرے تعلقات کی نوعیت کیا سے کیا ہو جاتی۔

لیکن مجھے تو وہی کرنا تھا، جو میرے ذہن میں تھا چنانچہ میں نے احتیاطاً اٹیلا کی جانب دیکھا اور اس سے پوچھا۔ "خدائی قہر ہمیشہ اپنی زبان کی پابندی کرتا ہے اور میرا خیال ہے کہ دلیر اور توانا شخص کسی سے کوئی جھوٹی بات نہیں کرتا۔ تاہم میرا خیال ہے مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالا جائے۔ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ میرا فیصلہ اٹیلا کو پسند نہ آئے۔"

"ہم جو چیز کسی کو دیدیتے ہیں اس کے بارے میں سوچنا تک چھوڑ دیتے ہیں، تمہیں اختیار دیا گیا ہے کہ جس طرح چاہو شائی کاک اور ترابینہ کی قسمت کا فیصلہ کر سکتے ہو۔ حالانکہ ہم نے عہد کیا تھا کہ ترابینہ کے ہر گھر سے دھواں اٹھے گا اور گوشت جلنے کی بدبو پورے علاقے میں پھیل جائے گی۔ شائی کاک کے جسم کو گھوڑے سے بندھوا کر ہم اس پورے علاقے میں گھسیٹیں گے جہاں وہ اپنی وجہ کے ڈنکے بجاتا تھا لیکن سالاس اعظم تم نے اٹیلا کی فوجوں کو [illegible]

فوجوں پر فتح دلائی ہے۔ تم نے ہمیں ترابینہ میں داخل ہونے کا موقع فراہم کیا ہے اور یہ موقع جس انداز میں فراہم کیا گیا ہے اور تم نے طاقت کا جو مظاہرہ کیا ہے اس کو دیکھ کر ہم نے اپنے تمام پچھلے فیصلے منسوخ کر کے حالات کو تمہارے اوپر چھوڑ دیا ہے تم جس انداز میں چاہو ترابینہ کی قسمت کا فیصلہ کرو۔ یہ ایک طرح سے تمہارا انعام ہے؟

"اور جب اٹیلا کسی کو کوئی چیز انعام میں دے دے تو پھر وہ اس پر پورا حق رکھتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا اور شائی کا کی جانب دیکھا۔

"شائی کا! ایک بہادر انسان ہونے کی حیثیت سے میں نے تمہاری فوجوں کی دلیرانہ جنگ دیکھی ہے۔ تم نے جس انداز میں اپنا دفاع کیا ہے میرے نزدیک وہ قابل تعریف ہے، یہ درست ہے کہ تم ہمارے دشمنوں میں تھے۔ لیکن جب دلیری کی آزمائش کا موقع ہو تو دوست یا دشمن کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا جاتا۔ تم نے جس دلیری سے اٹیلا کی عظیم فوجوں کا مقابلہ کیا اس کے تحت میں تمہیں ترابینہ انعام میں دیتا ہوں۔ تمہیں تمہاری زندگی بخشی جاتی ہے، تم آزاد ہو، بالکل آزاد۔" میں نے کہا۔

اٹیلا کے ہونٹ ایک دم بھنچ سے گئے تھے۔ اس کے جبڑوں کی رگیں ابھر آئی تھیں اور آنکھوں سے خون جھلکنے لگا تھا۔ اس نے میری جانب دیکھا بڑا ہی بھیانک چہرہ تھا کم بخت کا۔ میں سمجھ گیا کہ اس کے لئے میرا یہ فیصلہ تعجب خیز بھی ہے اور ناقابل برداشت بھی۔ لیکن اسکے باوجود مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

اور وہ بھی دل مسوسنے کے علاوہ کیا کر سکتا تھا، ظاہر ہے جو کچھ کہہ چکا تھا اس سے پھرنا آسان نہیں تھا۔

میں نے اٹیلا کی طرف دیکھا اور وہ بھاری لہجے میں بولا۔ "دلیر اٹیلا نے مجھے نائب اعظم صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ میں نے ان لوگوں کو قتل کر دیا تھا جو اٹیلا کے لئے ناقابل تسخیر تھے۔ اٹیلا نے نہ صرف مجھے ایک اچھا عہدہ دیا بلکہ اس نے اسپاکیہ کے ان لوگوں کی جان بخشی بھی کر دی جن کی میں نے سفارش کی تھی، اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اٹیلا کی نگاہوں میں دوست ہو یا دشمن اگر وہ دلیر ہے تو قابلِ احترام ہے چنانچہ شائی کا کی دلیری کا احساس میں عظیم اٹیلا کو دلاتا ہوں۔ اس کی دلیری کے تحت میں نے جو فیصلہ کیا ہے میں اس پر شرمندہ نہیں ہوں، ہاں خدائی قہر اگر چاہے تو اس فیصلے کو منسوخ کر سکتا ہے"

اٹیلا خاموشی سے کبھی میری شکل اور کبھی شائی کا کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر وہ گھوما اور دوسری طرف رخ کر کے بولا۔ "نہیں جس فیصلے کا اختیار تمہیں دیا گیا تھا وہ صرف تمہیں ہی کرنا تھا۔" اور پھر وہ تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔

شائی کا تعجب خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اٹیلا نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو شائی کا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں۔ کیوں کیا گیا ہے یہ احسان میرے اوپر۔" اس نے پوچھا۔

"اس لئے کہ تم بہادر ہو۔"

"لیکن تم میرے دشمن ہو۔"

"میں دشمن نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"تمہارا دشمن اٹیلا ہے۔"

"اور تم اس کے نائب اعظم ہو؟"

"اپنے بارے میں کچھ بتانا فضول ہے شائی کا، بس یوں سمجھو کہ تمہاری دلیری نے مجھے متاثر کیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں تمہاری طرف سے اٹیلا کی فوجوں سے جنگ کرنے لگتا، لیکن صرف اس صورت میں جبکہ میرے فیصلے کو منسوخ کرنے کی کوشش کی جاتی۔ ترابینہ تمہارا ہے اس میں جو کچھ تباہ و برباد ہوا ہے اس کے ذمہ دار اٹیلا اور تم ہو۔ اس ملک کو دوبارہ سنبھالنے اور بنانے کی کوشش کرو، اور بس۔"

شائی کا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا مگر میں اسے روتا چھوڑ کر واپس پلٹ آیا تھا۔

اٹیلا نے پھر باہر آ کر شاید اپنے جنرلوں کو ہدایات جاری کر دی تھیں چونکہ چند لمحات کے بعد میں نے دیکھا کہ اٹیلا کی فوجیں اسی برق رفتاری کے ساتھ باہر نکل رہی تھیں جس برق رفتاری سے اندر آئی تھیں۔ فوجی سارے علاقے خالی کر رہے تھے، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر میں نے اٹیلا کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پیلوس میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"وہ واپس چلا گیا ہے پہاڑوں میں۔ اسی جگہ جہاں سے اس نے اس حملے کا آغاز کیا تھا۔"

"اوہ۔ پیلوس کوئی خاص بات۔؟"

"نہ جانے کیا خاص بات ہے، وہ شدید غصے کے عالم میں ہے۔ اس کے چہرے پر ایسی کیفیات ہیں جو اسے انتہائی جنونی بنا دیتی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے پیلوس۔ چلو۔"

اور پھر میں نے بھی ترابینہ چھوڑ دیا۔

چاروں طرف تباہی کے آثار نظر آ رہے تھے، جو کچھ ہوا تھا وہ میری کوششوں سے ہوا تھا لیکن نتیجہ جو بھی نکلا تھا بہتر ہی تھا۔ اگر اٹیلا محاصرہ کرنے کے بعد ان فوجوں کو شکست دے کر ترابینہ پر قبضہ کرتا تو یہ یقینی بات تھی کہ اس کی شدت غضب اور بڑھ چکی ہوتی اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ میری بات بھی نہ مانتا اور ترابینہ کے ایک ایک انسان کو قتل کرا دیتا۔ بہرحال پروفیسر میرے نزدیک یہ کوئی اچھی بات نہ ہوتی۔ جو کچھ ہو چکا تھا اور ہو رہا تھا میں اس پر مطمئن تھا۔

فوجیں واپس اپنی مخصوص جگہ پر پہنچ گئیں تھیں۔ جہاں سے حملہ شروع کیا گیا تھا اور باقی لوگ جو بچ گئے تھے وہ بھی واپس آ رہے تھے۔ میں پیلوس کے ساتھ اپنے خیمے تک پہنچ گیا۔

خیمے بدستور لگے ہوئے تھے۔ میرا خیمہ بھی اپنی جگہ موجود تھا بس فرق اتنا ہوا تھا کہ اٹیلا نے وہ علاقہ چھوڑ دیا تھا جہاں اس نے فوجوں کو قیام کرایا تھا۔ اب وہ اس جگہ واپس آ گیا تھا جہاں خیمے نصب تھے۔ خود اس کی

کیا کیفیت تھی اس کے بارے میں میں نے معلوم نہیں کیا۔ اور نہ کوئی کوشش کی۔

میں اپنے خیمے میں چلا آیا اور میں نے پیلوس سے کہا کہ میری تینوں خادماؤں کو میرے پاس بھیج دیا جائے۔

اور السیا تلفستا اور زمردشال خیمے میں آ گئیں۔ تین لڑکیاں تینوں حسین دلچسپ لڑکیاں۔ اتنے عرصے تک جو کچھ بھی ہوا تھا اس میں بھی کوئی بدمزگی نہیں تھی۔ لیکن ان تینوں کی موجودگی سے میں پوری طرح لطف اندوز ہونے لگا۔ حالتِ جنگ ختم ہو گئی تھی لہٰذا کوئی کام تو تھا نہیں اس لئے ان کی صحبت اچھی لگ رہی تھی۔

لیکن جہاں تین لڑکیاں ہوں اور اتفاق سے تینوں ہی مجھے پسند کرنے والی ہوں تو پھر دلچسپ رقابت کیوں نہ جنم لے۔ ان تینوں میں رقابت کا انداز تھا۔ اور تینوں میری توجہ کی طالب، چنانچہ کافی لطف رہا اور شام تک ایسے کے بہت سے مواقع ملے جبکہ وہ تینوں آپس میں جل بھن رہی تھیں اور بات بات میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششیں کر رہی تھیں۔ شام کو اٹیلا نے مجھے طلب کیا، پیلوس ہی مجھے بلانے آیا تھا۔

میں نے پیلوس کی شکل دیکھی اور پوچھا: "کیا بات ہے پیلوس، کوئی افسوس کی بات تو نہیں ہے؟"

"میں نہیں جانتا سالوس اعظم، اٹیلا کا خادم خاص تمہیں بلانے کے لئے آیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور پھر میں اسی حصار میں پہنچ گیا جو اٹیلا عمدہ طریقے سے خیموں کا بنایا کرتا تھا۔ اس میں صرف اس کی بیویاں ہی تھیں۔

رات کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ اٹیلا ایک عمدہ قسم کے بستر پر دراز ہے، گردن اٹھی ہوئی ہے۔ چاروں جانب شراب کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ مٹکے ہی مٹکے اور اس کی سبھی بیویاں اس کے چاروں طرف بیٹھی ہوئی تھیں اور اسے شراب پلا رہی تھیں۔ اٹیلا مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے جام اٹھایا۔ کافی بڑا جام تھا اور وہ جام میری طرف بڑھایا اور مسکراتا ہوا بولا۔

"سالوس اعظم فتح ترابینہ کی خوشی کا جام!" میں نے جام اس کے ہاتھ سے لیا اور اپنے حلق میں انڈیل لیا۔ اٹیلا ہنسنے لگا تھا۔

"کیوں میں نے کہا نہیں تھا کہ بڑا انوکھا شخص ہے۔" اس نے کچھ عورتوں کی طرف رخ کر کے کہا۔ ان میں مجھے چاہنے والی نورا بھی تھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ مجبور تھی ورنہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ جاتی۔

عورتیں تحسین آمیز انداز میں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ "ہاں یہ وہی ہے جس نے ایک عجیب و غریب ہتھیار بنایا۔ اور تنہا بیس اور تیس گھوڑوں جیسی طاقت سے اسے ترابینہ کے قلعے کے عظیم الشان پھاٹک تک لے گیا اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ پھاٹک چور چور ہو گیا تھا، وہ پھاٹک جسے بے شمار لوگ مل کر نہ توڑ سکے تھے۔ جسے منجنیقیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکی تھیں اسے اس تنہا شخص نے چور چور کر ڈالا۔ اس دلیر نے اس مشکل سے فتح کئے ہوئے ملک کو اس کے شاہ کے حوالے کر دیا۔ کیسی انوکھی بات ہے؟" اٹیلا ہنس پڑا اور دیر تک ہنستا رہا۔ وہ بے پناہ قہقہے لگا رہا تھا۔ غالباً شراب اس کے دماغ پر چڑھ گئی تھی۔

"لیکن مجھے مزہ نہیں آیا۔" اس نے رک رک کر کہا: "بھلا جب تک اٹیلا کے فتح کئے ہوئے شہروں سے دھواں نہ اٹھے، زخمیوں کی چیخ و پکار سنائی نہ دے، مردوں کے ڈھیر نظر نہ آئیں تو پھر اسے اٹیلا کا فتح کیا ہوا شہر کیسے کہا جا سکتا ہے۔ ہاں اس بار یہ کمی رہ گئی، لیکن کوئی بات نہیں، سالوس اعظم ہمارے ساتھ ہے، یہاں نہ سہی تھیوڈوس کے دربار میں، تھیوڈوس کے شہر میں یہ ساری خواہشات پوری کر لی جائیں گی۔ کیوں سالوس، کیا تم تھیوڈوس سے جنگ کے دوران بھی مجھے کوئی ایسا ہی کارنامہ دکھاؤ گے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں نہیں، میں اٹیلا کا خادم ہوں اور اس کے لیے جو خدمت بھی انجام دے سکوں گا اس پر مجھے بے حد خوشی ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔

اٹیلا خوش ہو کر قہقہے لگانے لگا پھر چند ساعت کے بعد بولا۔

"کھڑے کیوں ہو، بیٹھ جاؤ میرے پاس۔" اس نے کہا اور میں نے حکم کی تعمیل کی۔

میں اٹیلا کو پہلی بار شراب پیتے دیکھ رہا تھا۔ وہ پی رہا تھا اور قہقہے لگا رہا تھا۔ اس کی بیویاں اس کے چاروں طرف بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ نشے میں مست ہوا جا رہا تھا۔ اس نے اتنی پی اتنی پی کہ اسے بالکل ہوش نہ رہا اور اس کے بعد جو مناظر دیکھنے میں آئے وہ کسی مدہوش آدمی سے بعید نہ تھے۔ میں البتہ خاموشی سے بیٹھا اسے دیکھتا رہا، پھر جب اٹیلا بالکل ہی نیم دیوانہ ہو گیا تو میں وہاں سے اٹھ آیا۔

میں جانتا تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد وہ میری موجودگی برداشت نہ کر سکے گا چنانچہ میں نے وہ جگہ چھوڑ دی اور اپنے خیمے میں پہنچ گیا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ نورا میرے پاس پہنچ گئی اس کے چہرے سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر میری جانب دیکھا، میں نے بھی مسکرا کر اس کی پذیرائی کی۔ وہ بولی "اوہو۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ تمہاری تینوں خادمائیں تمہارے نزدیک ہوں گی؟"

"نہیں، چونکہ میں اٹیلا کے پاس گیا تھا اس لیے میں نے انہیں واپس بھیج دیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا ہی کیا۔ اب میں حاضر ہو گئی ہوں۔ اور میں بھی تو تمہاری ناچیز خادمہ ہی ہوں۔" نورا نے کہا۔

میں نے چند ساعت سوچا اور پھر کہا: "نورا اب صورت حال بدل چکی ہے۔ اٹیلا حالت جنگ سے نکل آیا ہے اور میرا خیال ہے اب اس کی پوری توجہ عورتوں کی جانب ہے چنانچہ ایسی صورت میں کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ رات کے کسی حصے میں وہ تمہیں طلب کرے۔ تمہیں نہ پا کر اس کی جو کیفیت ہو گی میرا خیال ہے وہ اچھی نہیں ہو گی۔"

"نہیں وہ اب ہوش میں نہیں آئے گا اور پھر اس کے پاس جتنی عورتیں ہیں ان میں میری گنجائش کہاں ہے؟" فورانے جواب دیا۔

"یہ بھی ممکن ہے فورا کہ کوئی دوسری عورت اسے میرے اور تمہارے بارے میں بتادے؟"

"اوہو کچھ نہیں ہوتا تم کیوں فکر میں ڈوبے ہوئے ہو، میں تو تم سے زیادہ خراب حیثیت رکھتی ہوں اگر ہم پھنس بھی گئے تو سب سے پہلے تو میری ہی گردن ماردی جائے گی ہماری خطائیں تو وہ معاف کردینے کا عادی ہے، میں نے سنا ہے کہ تمہارے معاملے میں وہ کافی درگذر سے کام لیتا ہے۔"

تو پروفیسر، فورانے وہ رات بھی میرے ساتھ گزاری اور اس کے بعد بہت کچھ ہوتا رہا۔ ایٹلانے صرف عیش کرنے کی ٹھان لی تھی لیکن ایک وقت ایسا آیا جب اس کا دل اس عیش سے بھی بھر گیا۔ اس کی فوجیں تھیوڈوس کی جانب کوچ کرنے لگیں، اب اس نے تھیوڈوس پر حملہ آور ہونا تھا۔

دن اور رات کا سفر اور اس کے بعد وہی سارے انتظامات اور وہی سارے ہنگامے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ تھیوڈوس کے علاقے میں پہنچ گئے اور اس کے بعد ایٹلانے ایلچی تھیوڈوس کے دربار میں اس سے مذاکرات کرنے کے لیے بھیجے۔

اور یہ اتفاق کی بات تھی کہ تھیوڈوس نے ایٹلا کی برتری تسلیم کرلی تھی اس نے ایٹلا کو اپنے دربار میں دعوت دی اور ایٹلا میرے اور چند افراد کے ساتھ تھیوڈوس کے دربار میں پہنچ گیا۔

تھیوڈوس نے بڑی عزت و تکریم کے ساتھ اسے بٹھایا اور ایٹلا کی برتری تسلیم کرتے ہوئے کہا "خدائی قہر ایٹلا میں تجھے خراج ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

اس وقت تھیوڈوس یہ باتیں کررہا تھا لیکن اس کا ایک خصوصی وزیر جو بلاشک وشبہ ایک بہادر اور دلیر آدمی تھا۔ اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا جب ساری باتیں طے ہوگئیں تو اس نے کھڑے ہوکر اچانک اعلان کیا کہ وہ تھیوڈوس کے اس معاہدے سے متفق نہیں ہے۔ وہ کافی غصے میں نظر آرہا تھا۔

یہ بات ایٹلا کے ... کہی گئی تھی جسے ایٹلانے بھی سنا۔ اور تھیوڈوس نے بھی سنا۔

تھیوڈوس غصے سے کھڑا ہوگیا "تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ میرے سامنے اس قسم کی بیباکانہ گفتگو کرو؟" اس نے گرج کر اپنے وزیر سے کہا

"میں تنہا نہیں ہوں میرے ساتھ بے شمار لوگ ہیں جو میرے ہم آواز ہیں ہم میدان جنگ میں ایٹلا سے جنگ کرنے کے بعد اس کے ہاتھوں مرجانا پسند کرتے ہیں لیکن یہ اطاعت ہمیں پسند نہیں ہے۔" وزیر نے جواب دیا۔

"تمہارے ساتھ کتنے افراد ہیں؟" تھیوڈوس نے پوچھا۔

وزیر نے اپنی تلوار نکال کر بلند کی اور فوراً ہی اس کے دربار میں سینکڑوں تلواریں بلند ہوگئیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو اس معاہدے کے خلاف تھے چنانچہ ایٹلا مسکراتا ہوا کھڑا ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔

اس نے اپنی تلوار نیام سے نکال لی۔

ایٹلانے تھیوڈوس سے کہا "تم پیچھے ہٹ جاؤ سب سے پہلے یہ جنگ کرلی جائے اس کے بعد جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔"

ایٹلا کے ساتھ اس کے جرنل اور مٹھی بھر افراد بھی موجود تھے، تب ایک خون ریز واقعہ ہوا۔

ایٹلا اور اس کے ساتھی ان لوگوں پر پل پڑے تھے جنہوں نے تلواریں بلند کی تھیں، اس کے ساتھ ہی جوابی کارروائی بھی شروع ہوگئی تھی لیکن یہ کارروائی صرف دربار کے اندر تک محدود تھی۔

تھیوڈوس کا سارا دربار خون سے رنگین ہوگیا، بلاشبہ ایٹلا کے افراد ان لوگوں پر حاوی رہے تھے۔ انہوں نے اس وزیر کو بھی قتل کردیا اور اس کے ساتھ ان بے شمار لوگوں کو بھی جو اس وزیر کے ہمنوا تھے۔

تھیوڈوس خاموشی کے عالم میں کھڑا یہ قتل و غارت گری دیکھتا رہا۔ ایٹلا اس وقت تک تلوار نکالے کھڑا رہا جب تک کہ تمام افراد قتل نہ ہوگئے ان کی لاشیں چاروں طرف بکھری پڑی تھیں۔ دربار کے چکنے فرش پر خون پھیل رہا تھا اور ایٹلا تلوار بلند کیے کھڑا تھا۔ جب وزیر کے ہم نوا تمام افراد مارے گئے تو اس نے تلوار نیچے کرلی اور بولا "کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" اس نے تھیوڈوس سے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں آپ قتل نہ کرتے تو میں قتل کرا دیتا۔ انہوں نے مجھ سے اونچی آواز میں گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی۔" اور ایٹلا نے تلوار نیام میں کرلی۔

اس کا مقصد تھا کہ وہ تھیوڈوس کی طرف سے مطمئن ہے اور جب ایٹلا کسی کی طرف سے مطمئن ہو تو اس کے بعد اس کے مزاج کو بدلنا مشکل تھا چنانچہ دربار سے بہت سا خراج اور بے شمار چیزیں وصول کرکے وہ باہر نکل آیا۔ تھیوڈوس ہنسی خوشی ہمیشہ کے لیے اس کا باج گذار بن گیا تھا۔

اس طرح یہ خوفناک جنگ ٹل گئی جو بہرصورت میرے لیے بڑا شگون نہ تھا کیونکہ میں کسی بھی قیمت پر ایٹلا کی فوجوں کے لیے وہ کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا جس میں میری ذات ملوث ہوتی۔ میں نے شائی کا کے خلاف جو کچھ کیا تھا وہ مجبوراً کیا تھا اور انجام شائی کا کے حق میں بہتر ہی ثابت ہوا تھا۔

چنانچہ میں اس بات سے مطمئن تھا، اگر تھیوڈوس سے جنگ چھڑ جاتی اور ایٹلا مجھے کسی کام کے لیے کہتا تو ظاہر ہے کام تو مجھے کرنا پڑتا لیکن مجھے خوشی نہ ہوتی کیونکہ ان لوگوں سے بھی میری دشمنی نہیں تھی۔ میں ان کے لیے وہ سب کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا، جو ایٹلا کرنا چاہتا تھا۔

لیکن اب تک جو کچھ ہوا تھا، وہ بہتر ہی تھا۔ اگر وہ بدبخت وزیر

...ہیں نہ بول پڑتا تو یقیناً ان لوگوں کی بھی شامت نہ آتی جو اس کی وجہ سے خواہ مخواہ مارے گئے تھے۔

تب ایٹیلا نے جشن منانے کا اہتمام کیا۔ ایٹیلا بے پناہ شراب پی رہا تھا اس نے عیاشی میں دن رات ایک کر دیئے تھے پھر جشن کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا۔ اب اس کا بخارسٹ کا ارادہ تھا۔

بہرحال ہم نے تھیوڈوس کا علاقہ چھوڑ دیا اور درمیان میں ایک جگہ قیام کیا۔ یہ جگہ موجودہ علاقہ ہنگری سے قریب تر تھی وہاں کا قیام ایٹیلا کا آخری قیام تھا۔

ایٹیلا کی عیاشیاں بدستور جاری تھیں۔ وہاں اس نے بے پناہ شراب پی تھی۔ ایک رات اس کے حرم سے بے شمار دہشت زدہ آوازیں ابھریں کئی عورتیں روتی ہوئی باہر بھاگ آئی تھیں انہوں نے بتایا کہ ایٹیلا مر چکا ہے۔

بڑی حیرت کی بات تھی۔ میں اور اس کے چاروں جرنیل اس کی جانب دوڑ پڑے۔ ہم نے دیکھا کہ ایٹیلا بے سدھ پڑا ہے اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ بعد میں یہی اندازہ ہوا کہ کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے اس کے دماغ کی رگ پھٹ گئی تھی۔ لیکن ایٹیلا کی موت کے بعد جو صورتحال سامنے آئی وہ تعجب خیز تھی۔ وہ لوگ ہمیشہ اس کے وفادار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے فوراً ہی آپس میں لڑنے بھڑنے لگے۔ ایٹیلا کے چاروں جرنیلوں کو گرفتار کر لیا گیا اور پھر جب ایٹیلا کی قبر بنائی گئی تو اس کی قبر کے چاروں کونوں پر اس کے جرنیلوں کو قتل کر کے دفن کر دیا گیا۔ اس طرح ایٹیلا کا لشکر منتشر ہو گیا۔

میری کیفیت کچھ اور تھی۔ میں نے یہاں کوئی خاص مقام حاصل نہیں کیا تھا۔ وہ عورتیں جو ایٹیلا نے مجھے دی تھیں اپنے طور پر منتشر ہو چکی تھیں اور میں یہاں تنہا رہ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے ان سے الگ ہونے کی ٹھانی اور ایک دن فوجوں سے علیحدہ ہو کر اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر کسی نامعلوم نئی منزل کی جانب چل پڑا۔!

صدیوں کی طویل ترین زندگی میں بلاشبہ ایسے لمحات بھی آئے تھے جب میں نے تمہاری اس دنیا سے بیزاری محسوس کی تھی پروفیسر۔ بعض اوقات میں ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ جاتا تھا۔ حالانکہ بیزاری کے اس دور کا واحد علاج گہری اور طویل نیند تھی۔ اس نیند کے بعد جب میں جاگتا تھا تو بدلی ہوئی دنیا مجھے اتنی بری نہیں لگتی تھی۔

لیکن ایسے اوقات بھی آئے جب میرا دل سونے کو بھی نہیں چاہتا تھا۔ میں سمجھ نہیں سکتا تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ اور پروفیسر ایسے وقت میں نے اپنے سوچنے میں کچھ تبدیلیاں پائی تھیں۔ میں ان اوقات میں خود اپنے بارے میں سوچتا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ میں کیا ہوں؟ کیوں ہوں اور اس زمین پر تنہا کیوں ہوں؟ میرے جیسے دوسرے کیوں نہیں ہیں؟ مجھے کس لیے تخلیق کیا گیا ہے؟ وہ کون سی قوت ہے جس نے ستاروں کو مستقبل کی پیش گوئی کرنے کی قوت دی ہے۔ وہ کیوں چمکتے ہیں؟ تیز ہواؤں میں زمین کیوں نہیں اڑ جاتی؟ آسمان یکساں رنگ میں کیوں نظر نہیں آتا۔ مجھ سے بے انتہا کمزور پرندے فضاؤں میں کیسے پرواز کرتے ہیں اور میں جو لافانی ہوں، میں جو صدیوں سے زندہ ہوں ان کی طرح قوتِ پرواز کیوں نہیں حاصل کر پاتا۔ اس طرح کیا وہ پرندے مجھ سے افضل نہیں ہیں۔ وہ فانی ہیں لیکن ان قوتوں کے حامل جو مجھ میں نہیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ قوتیں کہیں سے بخشی جاتی ہیں کوئی مادی قوت اس سارے کارخانے کی نگران ہے اور میری نگاہیں اس قوت کو تلاش کرنے لگتی تھیں لیکن......“

”ایک منٹ۔“ پروفیسر نے درمیان میں دخل دیا اور وہ چونک کر خاموش ہو گیا۔

”کہو پروفیسر۔“

”تم درمیان میں کہہ چکے ہو کہ تمہارا کوئی مذہب نہیں ہے۔“

”ہاں۔ میں کہہ چکا ہوں پروفیسر۔“

”تمہارے ان خیالات نے بھی کبھی تمہیں تحقیق کی طرف متوجہ نہیں کیا؟“

”یہ بات نہیں ہے پروفیسر، میں ابتدا سے ایک بات کا اظہار کرتا چلا آیا ہوں۔ شاید تم نے غور نہیں کیا۔ میں نے مذہب کی حیثیت کو کبھی نظرانداز نہیں کیا۔ میں نے ان لوگوں کا احترام کیا جو کمزور انسان کے لیے راہوں کا تعین کرنے چلے آتے ہیں جو اس بڑی قوت کا احساس دلاتے آئے ہیں جو طاقت بخشتی ہے۔ اس لافانی قوت کا اعتراف تو روئے زمین کے ایک ایک ذرّے سے ہوتا ہے۔ میں نے اس قوت کے وجود کو ہمیشہ تسلیم کیا ہے لیکن خدا کو کسی فرقے یا مذہب میں ضم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ مذاہب کی بنیادی باتوں کو میں دل سے تسلیم کرتا چلا آیا ہوں۔ لیکن خود پر کسی فرقے یا مذہب کی چھاپ نہیں لگائی کیونکہ جو بنیادی باتیں ہیں ان کو میں بھی مانتا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھ جیسے انسان اگر تم مجھے انسان تسلیم کرو، اور کوئی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوتی۔“

”بہت خوب، لیکن جتنے واضح الفاظ میں تم نے اس وقت اس برتر قوت کا اعتراف کیا ہے، پہلے کبھی نہیں کیا۔“

تمہاری بھول یا عدم توجہی ہے پروفیسر۔ حالانکہ میں تو فنا اور بقا دینے والی اس قوت کا تذکرہ جگہ جگہ کرتا آیا ہوں جو مجھ پر بھی قادر رہی ہے۔ اتنی بھرپور قوتوں کا مالک ہونے کے باوجود بعض اوقات میں کتنا بے بس ہو جاتا ہوں۔ میرا خیال ہے میں نے اس بات کو کبھی نہیں چھپایا۔ میں نے ہمیشہ چمکنے والے ستاروں کا ذکر کیا ہے۔ وقت پر نکل آنے والے چاند پر میں نے کبھی دسترس حاصل نہیں کی اور اسے چھپانے کی قوت کا کبھی اظہار نہیں کیا۔ سیاہ بادلوں کے ٹکڑوں کو قوت حاصل ہے حالانکہ وہ بذاتِ خود بے جان ہیں۔ وہ ہواؤں کے تابع ہیں۔ اور ہوائیں کہیں اور سے آتی ہیں اور میں نے سورج کی تپش کو

بھی کبھی رد کرنے کا دعویٰ نہیں کیا جبکہ بعض اوقات چمک دار دن مجھے ناگوار گزرے ہیں۔ تو پروفیسر لامحدود ہونے کے باوجود میں نے ہمیشہ اپنے محدود ہونے کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ لامحدود وہ قوت ہے جو کائنات پر قادر ہے۔"

"بہت خوب۔" پروفیسر نے اس کے خاموش ہونے کے بعد کہا۔"میں تو تمہارے بارے میں کچھ بُرے خیالات بھی رکھتا تھا۔"

"کیسے خیالات پروفیسر؟" اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"تم میرے الفاظ کا بُرا تو نہیں مانو گے؟" پروفیسر خاور نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"ہماری تاریخ میں بہت سی ایسی ہستیاں گزری ہیں جنہیں کسی بھی طور عام انسانوں پر تھوڑی سی برتری اور قوت حاصل تھی۔ وہ اس قوت سے بہک گئیں اور انہوں نے خود کو لافانی کہنا شروع کر دیا یا بہ الفاظ دیگر خدائی کا دعوےٰ کر دیا۔"

"خوب! پھر ان کا انجام کیا ہوا؟"

"ذلت، تباہی اور ایسی موت جس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہوئی۔"

"کائنات کی کہانی ازل سے یکساں ہے۔ ہر دور میں، ہر صدی میں انسان غلط فہمیوں کا شکار رہا ہے۔ یہ کمزور بلبلہ تھوڑی سی قوت حاصل کرنے کے بعد خدا کو فراموش کر دیتا ہے۔ اپنی فنا کو بھول جاتا ہے اور ایسے میں فضول باتیں کرنے لگتا ہے۔ لیکن دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ اسے ان غلط فہمیوں کی کیا قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔"

"بے شک۔ تو میں یہی سوال تم سے کرنے والا تھا۔" پروفیسر نے کہا

"کیا۔" اس نے پوچھا۔

"تم تو ان تمام انسانوں سے برتر قوت کے مالک ہو۔ تم تو صدیوں سے فنا نہیں ہوئے اور اس طرح تم عام انسانوں سے مختلف ہوئے بعض اوقات تمہارے الفاظ سے ایسی خودسری جھلکتی ہے۔ جیسے تم اپنی اس لافانی قوت کو اختتام سمجھتے ہو۔"

"نہیں پروفیسر۔ بے شک میں نے اپنی داستان میں اپنی حیثیت کی انفرادیت کا اظہار کیا ہے لیکن میں نے یہ نہیں کہا کہ ہوائیں میرے تابع تھیں اور نہ یہ کہ ستارے میرے اشارے پر جنبش کرتے تھے۔ اس کے علاوہ میں نے کچھ ایسی الجھنوں کا ذکر کیا ہے جن پر میں قابو نہیں پا سکا۔"

"ہاں یہ بھی حقیقت ہے۔" پروفیسر نے اعتراف کیا۔

"یہ اپنی قوت کے محدود ہونے کا اعتراف تھا۔"

"خوب تب تو یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ تم نے کبھی خود کو کوئی عظیم قوت کہلوانے کی کوشش نہیں کی ہو گی۔"

"نہیں پروفیسر۔ صدیوں کا تجربہ بھی اگر مجھے اسی قدر احمق رہنے دیتا تو پھر۔ میں خود کو مضحکہ خیز ہی سمجھتا۔"

"میں تمہاری اس گفتگو سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ لیکن تم نے اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کیا تو ہو گا کہ آخر تم کیا ہو؟ کیا تم نے دنیا کی نمود و فنا کی روشنی میں خود کو نہیں جانچا؟ میرے خیال میں تم جو صدیوں کے محقق رہے ہو، تم نے خود کو نظر انداز نہیں کیا ہو گا۔"

"ظاہر ہے پروفیسر۔"

"اوہ تو کیا فیصلہ کیا؟" پروفیسر نے دلچسپی سے پوچھا۔ پروفیسر کا یہ سوال لڑکیوں کے لیے بھی کافی دلکش تھا چنانچہ وہ بھی پوری طرح متوجہ ہو گئیں۔

"نہیں پروفیسر۔ ابھی میں اس کا اعلان نہیں کر سکتا۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ، کیوں۔" پروفیسر نے مایوسی سے پوچھا۔

"صدیوں کی کتاب ابھی تمہارے دور تک آئی ہے پروفیسر اور یہ دور تمہارا اختتام ہو گا، میرا نہیں۔ مجھے تو ابھی اور آگے جانا ہے۔ اور اس کتاب کی ترتیب میں میں نے کوئی بے ایمانی نہیں کی ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ امانت ہے۔ اپنی شخصیت کے بارے میں، میں آخر میں لکھوں گا۔ اس وقت جب میں اس کتاب کا آخری صفحہ مکمل کروں گا!"

پروفیسر خاموش ہو گیا تھا۔ کافی دیر تک یہ عجیب سی خاموشی طاری رہی۔ پروفیسر خاور نے ہی ایک طویل سانس لیکر کہا۔"ٹھیک ہے میں تمہارے اصولوں میں مداخلت کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ بہرحال اس کے بعد تمہاری کہانی کون سے دور میں داخل ہوئی؟"

"ہاں۔" وہ مسکرایا۔"ادوار کے عکس میرے ذہن کے لاتعداد خانوں میں اس طرح محفوظ ہیں کہ ذرا سا چھیڑنے پر آنکھوں کے سامنے تصویریں بکھر جاتی ہیں۔ اور۔ اٹیلا کی سلطنت سے رخصت ہونے کے بعد میں اپنے طاقت ور گھوڑے پر بیٹھ کر کسی نامعلوم منزل کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا۔ ذہن میں کوئی خیال نہیں تھا۔ کوئی تعین نہیں تھا کہ آئندہ کہاں جاؤں گا؟ کیا کروں گا؟ بس سورج نکلتے چاند نکلتے۔ کبھی چاندنی پھیلتی، کبھی دھوپ پھیل جاتی۔ خوراک میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ ملتی نہ ملتی لیکن اپنے فانی ساتھی کا مجھے خیال تھا اور جب مجھے احساس ہوتا کہ آئندہ کسی ایسے صحرا سے گزرنا ہے جہاں گھاس اور پانی نہ مل سکے گا تو میں اس جگہ سے ان اشیا کا ذخیرہ کر لیتا جہاں یہ آسانی دستیاب ہو جاتی تھیں۔ میرا وفادار گھوڑا میرا ساتھی تھا۔

وقت کا میں نے کوئی تعین نہیں کیا تھا اور زمین کی وسعت محدود نہیں تھی آبادیاں نظر آتی تھیں لیکن کشش نہ ہوتیں اور مجھے اپنی طرف متوجہ نہ کر پاتیں چنانچہ میں آگے بڑھتا گیا اور پھر اتنا طویل عرصہ گزر گیا کہ میرا گھوڑا مجھ سے دور ہو گیا۔ اس پر عمر کی تہیں چڑھ گئی تھیں

۱/۱۱

وہ بوڑھا ہوگیا تھا اور مجھے افسوس ہونے لگا تھا کہ اب وہ میرا ساتھ نہیں دے سکے گا۔ چنانچہ میں نے اس کے اوپر سواری کرنا چھوڑ دی۔ ہاں اس کی لگام اب بھی میرے ہاتھوں میں ہی ہوتی تھی۔ اس رفیق کو میں راستے میں نہیں چھوڑ سکتا تھا لیکن بعد ایک مدت کے وہ چٹان کے سائے میں بیٹھ گیا۔ پھر لیٹ گیا اور پھر نہ اٹھا۔ اس نے دم توڑ دیا تھا۔

اور پروفیسر میں تو صدیوں سے اس کا عادی تھا۔ انسان ملتے تھے، ساتھ رہتے تھے۔ زندگی بھر کی رفاقتوں کے وعدے کرتے تھے۔ اپنا عہد پورا کرتے تھے اور پھر جدا ہو جاتے تھے۔ اور میں اس کا عادی تھا چنانچہ میں نے اپنے رفیق کی لاش چٹان کے سائے میں کھسکا دی اور چمک دار سورج کے ساتھ سفر کرنے لگا۔

دور دور تک صحرا بکھرا ہوا تھا چٹانیں ہی چٹانیں، جن کے درمیان بدنما جھاڑیاں اگی ہوئیں تھیں اور ان جھاڑیوں میں سانپ اور مختلف حشرات الارض بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے۔ کہیں کہیں اژدھے بھی نظر آ جاتے تھے، جن کی سانسوں کی آواز جنگل کی خاموش فضا میں پراسرار تحریک پیدا کر دیتی تھی۔ ان کے ترتیب سے رکتے ...زندگی کے وجود کا احساس دلاتے تھے۔ میں رک کر انہیں دیکھتا ...گے بڑھ جاتا۔ اس خطے کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا ...تو عرصے سے کوئی آبادی بھی نظر نہیں آئی تھی۔ کہ میں اس ...تے کے بارے میں کوئی معلومات حاصل کر سکتا۔ بہر حال میں چلتا گیا۔ شام ہوئی تو میں نے یہ وسیع و عریض چٹانی میدان عبور کر لیا تھا اور اب اس کے آخری سرے پر تھا جہاں سے تھوڑے فاصلے پر جنگلات نظر آ رہے تھے۔

لیکن پھر کچھ آوازیں سن کر میں چونک پڑا۔ یہ آوازیں ایک چھوٹے سے پہاڑی ٹیلے کے دامن سے آ رہی تھیں۔ کوئی ساز ...ج رہا تھا۔ جس کی آواز بے حد پر اثر تھی۔

'آبادی' میرے ذہن نے نعرہ لگایا۔ لیکن میں بے اختیار اس ...ف نہیں دوڑا۔ بلکہ اطمینان سے آگے بڑھتا رہا۔ اور پھر ایک ایسی ...رک گیا جہاں سے میں اس پہاڑی کے دامن میں دیکھ سکتا تھا ...جہاں مجھے کچھ لوگ نظر آئے۔

شام ہو چکی تھی اور دھندلاہٹ پھیلتی جا رہی تھی لیکن ...بھی میں نے ان لوگوں کو دیکھ لیا جن کی تعداد دس بارہ سے زیادہ ...ہو گی۔ دبلے پتلے جسموں والے بے حد غریب لوگ تھے۔ جنہوں نے ...ڈھیلے ڈھالے موٹے لباس پہن رکھے تھے۔ ان کے سر گھٹے ہوئے تھے۔ ...ہاتھوں میں عجیب سے اوزار تھے، جنہیں وہ بجا رہے تھے اور ان کے ...منہ سے کچھ آوازیں بھی نکل رہی تھیں جو صاف یہاں تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے درمیان آگ روشن کی ہوئی تھی اور ...وہ آگ میں کوئی چیز بھی ڈالتے جاتے تھے جن سے دھواں بلند ہوتا اور دور دور تک خوشبو پھیل جاتی۔

'پوجا' میں نے سوچا۔ بہر حال کوئی آبادی قریب تھی اور یہ لوگ اس خطے کے باشندے تھے۔ اب اور کچھ وقت انسانوں میں گزار لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، طویل عرصہ تک صحرا گردی رہی ہے میں نے سوچا۔

لیکن اس سے قبل کہ میں ان کی طرف بڑھتا، میں نے انہیں واپس پلٹتے دیکھا۔ وہ شاید پوجا کر کے واپس پلٹ رہے تھے۔ میں رک گیا۔ اب یہ جا رہے ہیں تو انہیں جانے دیا جائے۔ سمت معلوم ہو گئی ہے۔ بعد میں ان تک پہنچا جا سکتا ہے۔ طویل عرصہ کے بعد آج پھر دل میں کچھ کھانے کی خواہش جاگی تھی۔ چنانچہ میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی جنگلی جانور اب بھی نظر آ رہے تھے۔ میں نے ایک بڑے خرگوش کو تاکا اور زمین سے ایک پتھر اٹھا لیا جو اس خرگوش کے لیے کافی تھا اور پھر پتھر نے خرگوش کے پرخچے اڑا دیئے۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔ کافی وزنی خرگوش تھا۔ خوب پر گوشت۔ میں اسے لیکر چل پڑا۔ میرے دوستوں نے میری مدد کے لیے آگ روشن کر دی تھی۔ گو اس سے خوشبوئیں اب بھی اٹھ رہی تھیں۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔

چنانچہ میں نے آگ کی جانب رخ کیا۔ اور پھر نزدیک پہنچ کر خرگوش کی کھال کھینچ لی۔ اس کے اندرونی بیکار اعضا نکال پھینکے تھوڑے سے کوئلے الاؤ سے علیحدہ کر کے خرگوش کا گوشت بھوننے لگا۔ پوجا کرنے والے کچھ پھل، اور ایک بڑا سا آب خورہ آگ کے نزدیک رکھ گئے تھے۔ جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ میں نے آسودہ نگاہوں سے ان چیزوں کو دیکھا۔

گوشت سینکنے کی بو دوسری تمام خوشبوؤں پر چھا گئی ہو گئی اور میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ تب اچانک ہی میری نگاہ غار کے اس دہانے پر پڑی جو ٹیلے کی شکل میں تھا اور زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ یعنی اتنا نہیں تھا کہ آدمی اس سے آسانی سے گزر جائے۔ ہاں لیٹ کر کوئی بھی اندر رینگ سکتا تھا۔ گویا یہاں ان لوگوں کی آمد کا مقصد کوئی خاص ہی تھا۔ بہر حال کھانے پینے کے بعد دیکھا جائے گا۔ میں نے سوچا۔ گوشت بھن گیا تو میں نے خرگوش کو دانتوں سے ادھیڑنا شروع کر دیا۔ بے حد لذیذ اور خستہ گوشت تھا۔

پھر خرگوش ہضم کرنے کے بعد میں نے آب خورے کا سوندھا اور شیریں پانی پیا پھر کچھ پھل کھائے اور کافی فرحت محسوس کی۔ تاریکی پوری طرح پھیل گئی تھی۔ اس لیے میں نے غار میں اس وقت داخل ہونے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور پھر میں اسی جگہ لیٹ کر سو گیا۔

دوسری صبح سورج کی کرنوں نے پپوٹوں میں گدگدی کر کے جگایا گرم سورج چمکنے لگا تھا۔ اور موسم کی تپش سورج کے نکلنے کا احساس دلانے لگی۔ میں ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا۔ قرب و جوار کے ماحول

کو دیکھا۔ اور پھر میری توجہ غار کے سانے کی جانب مبذول ہوگئی۔ اور کوئی کام تو تھا نہیں، میں نے سوچا کہ غار کو اندر سے دیکھ لوں چنانچہ میں غار کے سانے کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر میں ہٹ کر اس غار میں رینگ گیا۔ موٹی سل کے نیچے پہنچ کر میں نے پہلے گردن اندر ڈالی اور پھر حیران رہ گیا۔ غار کا دہانہ بہت چھوٹا تھا لیکن اندر سے وہ بہت کشادہ تھا۔ صاف ستھرا چکنی دیواروں والا غار جیسے اسے انسانی ہاتھوں نے تراشا ہو۔

چند ساعت کے بعد میں سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اندر ایک پراسرار منظر تھا۔ عجیب سی خوشبو پورے غار میں بکھر رہی تھی۔ دن ہونے کی وجہ سے روشنی بھی چند درختوں سے اندر آرہی تھی جس کی وجہ سے غار کا پورا ماحول اجاگر ہوگیا تھا۔ جو کچھ میں نے دیکھا، اس کی تفصیل یوں ہے۔ غار میں دیواروں میں بخور دان لگے ہوئے تھے جن سے خوشبو اٹھ رہی تھی۔ دھوئیں کی باریک لکیریں فضا میں منتشر ہو رہی تھیں اور انہی کی بو پورے غار میں پھیلی ہوئی تھی۔ غار کے آخری سرے پر پتھر کی ایک لمبی سل پڑی تھی۔ جن پر چند رنگین کپڑے نظر آرہے تھے اور ان کپڑوں کے اندر کوئی انسانی جسم موجود تھا۔ شاید کسی متبرک ہستی کی لاش جو مقامی لوگوں کے لیے قابل احترام ہو۔ لاش کے سرہانے کچھ ناقابل فہم چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ تھی اس غار کی کل کائنات۔

تجسس اور دلچسپی بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ میں غار کے اندر رکھی ہوئی لاش کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ اور ایک بار پھر مجھے حیرت کا سامنا کرنا پڑا۔ لاش کے پورے بدن میں جگہ جگہ لمبی نوک والے خنجر پیوست تھے۔ یہ خنجر لکڑی کے خوبصورت دستوں والے تھے جہاں وہ پیوست ہوئے تھے، وہاں سے خون بھی نکلا تھا لیکن یہ خون جم کر سیاہ ہوگیا تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ اس کو طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ گویا یہ جو کوئی بھی ہے، اسے قتل کیا گیا ہے۔

اب میں نے لاش کا چہرہ دیکھا۔ اور بالوں سے بے نیاز سر بھی گھٹا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ایسا سکون تھا جیسے اسے ان خنجروں سے کوئی اذیت نہ ہوئی ہو۔ حالانکہ قتل ہونے والے کے چہرے پر اذیت کے آثار ہونے چاہیئے تھے۔ اس کے علاوہ جو چیز حیران کن تھی وہ یہ تھی کہ لاش کی شکل نہیں بگڑی تھی۔ اس کے گوشت سے تعفن بھی نہیں اٹھ رہا تھا۔ حالانکہ خون کی کیفیت بتاتی تھی کہ اسے مرے ہوئے طویل عرصہ گزر چکا ہے۔

پھر اس کے نزدیک رکھے سامان کی طرف متوجہ ہوگیا۔ سوکھے چمڑے کی تھیلیاں تھیں جن میں سیّال بھرا ہوا تھا۔ میلا اور گدلے رنگ کا سیال، ایک چوکور سی چیز رکھی ہوئی تھی۔ اور ان چیزوں کے ساتھ جو ایک چیز رکھی تھی، وہ میرے لئے سب سے زیادہ دلچسپ تھی۔ یہ ایک رول تھا جو کسی جھلی کا بنا ہوا تھا۔ ایسے رول اکثر تحریروں کے لیے استعمال کئے جاتے ہیں۔

میں نے آگے بڑھ کر اسے کھول لیا۔ ایک اجنبی زبان کی تحریر تھی۔ میں اسے سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور صدیوں کے تجربے اس کا مفہوم واضح کر دیا۔ تحریر سطر بہ سطر اس طرح لکھی ہوئی تھی۔!

"عرصہ۔ کراٹوا کی تیسری آتشزنی کا ہزارواں —
نام۔ امبھاکردسا۔
یوسا کا آخری پجاری کہ اس کے بعد یوسالاوے میں بہہ گیا۔
خیال۔ خود کو عظیم قوتوں کے نام کردو اور نجات حاصل کرو۔"

پھر ایک اور تحریر تھی۔

"اے مجھے دیکھنے والے! میں نے خود کو اشلوک کے حصار میں دیا اور تنگ سے اس غار کا دہانہ ان کے لیے جو وقت سے پہلے یہاں آئیں گے اور جب تو اندر آئے گا تو سمجھ کہ جاگنے کا وقت ہے۔ سو میرے بدن کے سارے خنجر کھینچ لے۔ اور میرے زخموں پر وہ ڈال دے جو میرے سرہانے بوتلوں میں بند ہے۔ پھر جو بچے اس کو میرے حلق میں انڈیل دے تب میں جاگ جاؤں گا، اور موت کی وادیوں میں جو کچھ دیکھا وہ میری آنکھوں میں محفوظ ہوگا۔ لمحوں میں وہ جان لوں گا جو نہ جانتے ہوں گے دوسرے۔

امبھاکردسا"

"سو پروفیسر! یہ تو کچھ میری ہی نسل سے تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے"
"ہاں، لیکن تم نے کوئی تحریر نہیں چھوڑی تھی" خاور مسکرایا۔
"اس کی وجہ تھی"
"کیا؟" پروفیسر خاور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"اس نے اپنا کام ادھورا چھوڑا تھا۔ وہ دوسروں کی مدد کا محتاج تھا جبکہ میں ہر طرح خود کفیل تھا۔ میں ایک مخصوص وقت پر خود جاگ سکتا

تھا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی پہلی اور آخری کوشش کی تھی۔ اس نے جو تجربہ کیا تھا۔ اس کی نوعیت مختلف تھی۔"

"وہ کیا؟"

"ایک مخصوص طریقے سے اس نے خود کو قتل کر لیا تھا لیکن اس کی مصنوعی موت کی ایک میعاد تھی۔ اور اس کے بعد جو بھی اسے زندگی ملتی صرف ان لمحات کے لیے جو اس کی زندگی میں باقی رہ گئے تھے۔ جبکہ میری کیفیت دوسری تھی۔"

"کیا یہ تجربہ عام ہے؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"ہاں اسے ایک مجاہدے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اتنا عام بھی نہیں کہ ہر شخص کر سکے۔"

"تبھی۔" خاور نے کہا۔ اور پھر خاموش ہو کر اس کے آگے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

"تو پروفیسر میں نے اس شخص کی تحریر پڑھی، جس کا نام امبھا کروسا تھا اور پھر یہ تو ناممکن تھا کہ میں اس کے کہنے کے مطابق نہ کرتا۔ اس کی یہ خواہش پوری نہ کرتا چنانچہ پہلے میں نے اس کے بدن کے سارے خنجر کھینچ لیے جو نیچے سے خون آلود تھے گویا اس کے بدن میں نیچے کا خون متحرک اور پتلا تھا۔ میں نے سارے خنجر کھینچ لئے۔ اور پھر چمڑے کی بوتلیں کھول کر ان کا سیال اس کے زخموں پر انڈیل دیا۔ سارے کام میں نے اس کے کہنے کے مطابق کئے تھے۔

تب میں نے دیکھا کہ اس کے زخم حیرت انگیز طور پر مندمل ہونے لگے تھے۔ اس کام میں گو خاصا وقت لگا لیکن اس وقت جب تک سورج نہیں ڈوبا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں خون کی مانند سرخ آنکھیں، جنہیں اس نے کھولتے ہی بند کر لیا۔ اور پھر دیر تک بند کئے رہا۔ ابھی اس کے حواس واپس نہیں آئے تھے!

لیکن اس میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ اس نے پھر آنکھیں کھول دیں اور پھر انہیں بار بار کھولنے اور بند کرنے لگا تب میں نے اس کے نیچے رکھے ہوئے کپڑوں میں سے ایک ٹکڑا حاصل کیا اور اسے اسی سیال میں بھگو کر اس کی آنکھوں پر رکھ دیا۔

امبھا کروسا کو اس سے شاید فرحت محسوس ہوئی تھی۔ اس نے جنبش نہیں کی اور اسی طرح خاموش پڑا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس کی آنکھوں سے کپڑا اٹھا لیا۔ اور پھر اس کے بالکل سامنے آگیا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں ٹھٹک سی رہی تھیں۔ وہ انہیں ہلانا تک بھول گیا تھا۔ ہاں پروفیسر اس کی کیفیت اس نوزائیدہ بچے کی سی تھی جو کچھ نہیں جانتا۔ شاید اسے امید نہیں تھی کہ اس کے جاگنے کے بعد اس کی حالت کیا ہو گی!

لیکن اس وقت وہ بالکل بے بس تھا۔ میں نے اس کی حالت دیکھی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ شخص اپنی حالت میں واپس نہیں آ سکتا تھا اگر اسے ایک مخصوص انداز میں بیدار نہ کیا جاتا۔ اور یہ طریقہ میں جانتا تھا۔

چنانچہ میں نے اس کے سینے پر زوردار گھونسہ رسید کیا۔ اور اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہو گئے۔ گویا اس کے اندر احساس جاگا تھا۔ پھر میں نے اسے اٹھا کر دور پھینک دیا۔ اسے شدید چوٹ لگی تھی۔ لیکن گرتے ہوئے اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں پھر اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور میں نے پھر اسے اٹھا کر پھینک دیا۔

اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس بار اس نے خود کو سنبھالنے کے لیے دونوں ہاتھوں کا سہارا لیا تھا۔ میں تیسری بار اس کے نزدیک پہنچا اور اس کی آنکھوں میں خوف کے آثار ابھر آئے میں نے اٹھایا۔

"اس بار۔ میں تمہیں پوری طاقت سے زمین پر دے ماروں گا۔" میں نے خوفناک انداز میں کہا۔ اور اس نے گردن ہلائی۔ پھر اس کے منہ سے نحیف سی آواز نکلی۔

"نہیں، نہیں، رک جاؤ۔"

"ہرگز نہیں، میں تمہیں مار ڈالوں گا۔" میں نے اسے پھر ایک طرف پھینک دیا۔

"رک جاؤ، رک جاؤ، آہ رک جاؤ!" اس نے کہا۔ اور میں نے اسے سہارا دینے کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

اس نے سہمے ہوئے انداز میں ہاتھ آگے بڑھا یا۔ تب میں نے اسے اٹھا کر کھڑا کر لیا۔ اور وہ کھڑے ہو کر جھولنے لگا۔ ابھی اس کے جسم میں خون رواں نہیں ہوا تھا۔ تب میں اسے سہارا دے کر غار میں چلانے پھرانے لگا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ اس نے۔۔ برسوں کے مراحل لمحات میں طے کر لیے تھے۔ اور یہ میری کوشش تھی۔ پھر اسکے حواس پوری طرح بحال ہو گئے!

"امبھا کروسا! کیا تم خود کو جانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، ہاں میں امبھا کروسا ہوں۔"

"اب تم ٹھیک ہو۔ انتظار کرو۔ میں تمہارے لئے پھل وغیرہ لے کر آتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر میں اس غار سے رینگ کر باہر نکل آیا۔ باہر پھل موجود تھے۔ میں نے ان میں سے تھوڑے سے کھائے تھے۔ بچے ہوئے پھل لیکر میں سیدھا اندر آگیا۔

امبھا کروسا زمین پر بیٹھا کراہ رہا تھا۔ میرے پٹخنے سے اس کے بدن میں کافی چوٹیں آئی تھیں۔ میں نے اسے پھل دیئے جنہیں اس نے تھوڑی دیر میں چٹ کر لیا اور پھر شاید اس کے بدن میں کچھ توانائی آئی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے" اس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا

"اوہ! ہاں ان پھلوں سے تمہارا کوئی بھلا نہیں ہوا ہوگا لیکن میرے دوست! ان کے علاوہ یہاں کچھ اور تھا بھی نہیں"

"لیکن میں بھوکا ہوں" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

"تب آؤ، باہر آؤ" میں نے کہا۔ اور وہ میرے ساتھ چل پڑا۔ وہ بھی رینگ کر باہر آیا اور متحیرانہ نگاہوں سے اس ماحول کو دیکھنے لگا

"آہ! یہ سب کچھ بدل گیا۔ یہ سب کچھ کتنا بدل گیا" اس کے منہ سے آواز نکلی۔

"تمہاری بھوک کے لیے میں کیا بندوبست کروں؟"

"ان درختوں میں اور کچھ نہیں ملے گا۔ میں سخت بھوکا ہوں۔ اور محسوس کر رہا ہوں کہ اگر مجھے کچھ کھانے کو نہ ملا تو حواس کھو بیٹھوں گا"

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔ اب شکار کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ اتفاق سے ایک جنگلی بکری دوڑتی نظر آگئی اور میں اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔ میں نے بکری کو پکڑ لیا۔ کافی طاقت ور تھی اور خوب اچھل کود رہی تھی۔ میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر چیر دیں۔ سینگ توڑے اور پھر اس کی کھال اتارنے لگا۔ جو گوشت میں پھنستی ہوئی اتر گئی۔ اور پھر میں نے اس کا پیٹ صاف کیا اور اسے آگ میں ڈال دیا۔ امبھاکروسا زمین پر لیٹ گیا تھا۔ اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

...... بکری بھن گئی تو میں اسے لے کر اس کے قریب پہنچ گیا

"امبھاکروسا" میں نے اسے آواز دی۔

"ہاں" وہ نیم مردہ لہجے میں بولا۔

"اٹھو، یہ کھالو" میں نے کہا اور کھانے کے نام کے ساتھ ہی وہ اٹھ گیا۔ اس نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ کھانے والی چیز کیا ہے۔ پھر اس نے کھانا شروع کر دیا اور جس انداز میں وہ کھا رہا تھا اسے دیکھ کر میں حیران تھا۔ درمیانے بدن کے انسان کے لیے ایک وزنی بکری کم نہیں ہوتی۔ رمبھاکروسا پوری بکری ہضم کر گیا۔ اور اس کے چہرے پر لالی آنے لگی۔ پھر وہ ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس نے... آنکھیں بند کر لی تھیں۔

لیکن دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ دیکھتا رہا پھر بولا "تم۔ تم۔ کون ہو؟"

"خوب، اس کا مطلب ہے کہ اب تم مکمل حواس میں ہو" میں نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن تم کون ہو؟"

"ایک مسافر"

"کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟"

"اسی زمین سے"

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن زمین کے کون سے خطے سے؟"

"خطوں کی تفریق انسانوں نے کر رکھی ہے۔ میں صرف اپنا تعلق زمین سے سمجھتا ہوں" اس نے جواب دیا اور رمبھا غور سے مجھے دیکھنے لگا!

"کم از کم ان علاقوں کے تو معلوم نہیں ہوتے"

"ہاں، اس علاقے کا نہیں ہوں"

"پھر کہاں سے آئے ہو؟"

"کہا نا کہ ایک مسافر ہوں۔ بے منزل مسافر جو بھٹکتا ہوا دور نکل آیا ہے"

"لاؤناڈ قبیلے کے بارے میں جانتے ہو"

"نہیں"

"نہ جانے ان کا وجود ہے یا مٹ گیا" وہ جیسے خود سے بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ چند ساعت خیالات میں ڈوبا رہا پھر وہ چونک پڑا "لیکن تم۔ تم اس غار تک کیسے پہنچ گئے۔ تمہیں میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟ آہ کیا تم ہی وہ ہو جس نے مجھے دوبارہ زندگی میں داخل کیا ہے"

"ہاں امبھاکروسا، میں نے تمہاری وہ تحریر پڑھی تھی"

"اوہ! تم میری توقع کے برخلاف ہو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن کیا میرا قبیلہ ختم ہو گیا۔ میرے علم نے یہ تو نہیں کہا تھا"

"تم اپنے ذہن پر آہستہ آہستہ زور ڈالو۔ ایک دم ساری باتوں کے بارے میں جان لینا تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا"

"تم بہت ذہین معلوم ہوتے ہو مسافر۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"صدیوں کا بیٹا" میں نے جواب دیا۔

"کیا" وہ تعجب سے بولا۔

"ہاں، میں نے تمہیں اپنا درست نام بتایا ہے"

"لیکن یہ نام تو نہ ہوا" اس نے کہا۔

"اب جو کچھ بھی ہے"

"بہرحال مسافر! ابھی میرا ذہن پوری طرح جاگا نہیں ہے۔ لیکن۔ لیکن مجھے تو بھوک لگ رہی ہے"

"کیا؟" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"ہاں میں بھوکا ہوں"

"تم ایک پوری بکری چٹ کر گئے ہو امبھاکروسا"

"کیا" وہ اچھل پڑا۔

"بکری۔ بکری"

"تت، تو کیا۔ کیا میں نے گوشت کھایا تھا"

"تم گوشت نہیں کھاتے؟" میں نے پوچھا

کے چہرے پر دکھ کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے اسے سخت صدمہ ہوا ہو۔ اس اجنبی انسان کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"اور وہ گوشت بکری کا تھا؟" بالآخر اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں۔" مجھے غصہ آنے لگا تھا۔

"وہ بکری کہاں سے آئی تھی؟"

"آسمان سے اتری تھی تمہارے لیے۔ امبھاکروسا اب تم پاگلوں کی مانند گفتگو کر رہے ہو۔ بہتر ہے تم اپنے ذہن پر زور نہ ڈالو۔"

"تم نے اسے شکار کیا ہوگا؟" وہ بدستور اسی لہجے میں بولا۔

"جی نہیں وہ خود ہی دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی تھی اور اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اسے کاٹ کر بھون لیا جائے اور امبھاکروسا کے پیٹ میں پہنچا دیا جائے۔" لیکن میرے ان الفاظ کا بھی اس نے نوٹس نہیں لیا اور گردن جھکالی۔ پھر میں نے اس بے وقوف انسان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے دیکھے۔ وہ آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

"تو جانتا ہے، تو جانتا ہے۔ اس میں میرا قصور نہیں تھا۔ میں بھوک سے جان دے دیتا لیکن کسی دوسرے جاندار کو پیٹ کا ایندھن نہ بناتا۔ قصور میرا نہیں ہے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں نے اب حیران ہونے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا چنانچہ میں خاموشی سے اسے روتے بلکتے دیکھتا رہا۔ پھر وہ خود ہی خاموش ہو گیا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ مجھ پر جھنجلاہٹ سوار ہونے لگی تھی۔

"اگر تم رو چکے ہو تو میں جاؤں؟" میں نے کہا۔

"کک کہاں، کہاں جاؤ گے؟"

"زمین اس علاقے میں سمٹ کر نہیں رہ گئی ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں۔ لیکن اگر ابھی نہ جاؤ تو کیا تمہارا کوئی نقصان ہو جائیگا؟"

"ہاں۔ میرا دماغ خراب ہو جائے گا اور اگر زیادہ خراب ہو گیا تو پھر میں تمہیں دوبارہ سلا دوں گا۔ کبھی نہ جاگنے کے لیے۔"

"اوہ،" امبھاکروسا نے مجھے تعجب سے دیکھا۔ اور پھر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ "عجیب گدھا انسان ہے۔" میں نے سوچا۔ "تمہارا مذہب کیا ہے نوجوان؟" اس نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔

"بہتے ہوئے خون کا پجاری ہوں۔"

"کیا، کس کے پجاری؟" وہ حیران ہو کر بولا۔

"بہتے ہوئے خون کا۔ میرے قبیلے کے لوگ صبح کی عبادت میں ہزاروں انسانوں اور جانوروں کو ذبح کر دیتے ہیں اور پھر ان کے خون سے جو ندی بہتی ہے، ہم اس کی پوجا کرتے ہیں اور اپنی پیشانیوں پر اس خون کا تلک لگاتے ہیں۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ امبھاکروسا کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ وہ بدحواس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"خود، تم نے بھی انسانوں کو قتل کیا ہوگا۔"

"بے شمار، مجھے شانوں سے گردنیں اتارنے میں بڑا لطف آتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ امبھاکروسا نے بدستور سر پکڑے رکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر اچھل پڑا۔ اور مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی تھی۔

"اوہ! تم نے جھنجلاہٹ میں یہ بات کہی ہے۔ تم مجھ سے الجھ رہے ہو۔ کیا واقعی تم مجھ سے الجھ رہے ہو۔"

"یہ بھی پوچھنے کی بات ہے؟"

"لیکن کیوں؟"

"تم جب سے پیدا ہوئے ہو، تم نے کوئی عقل کی بات کی ہے۔"

"شاید نہیں۔ لیکن میں کیا کروں۔ میرے قبیلے کے لوگ مجھے اپنا سب سے بڑا روحانی معالج مانتے تھے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"تب تمہارے قبیلے کے لوگ تم سے زیادہ پاگل ہوں گے۔"

"شاید۔ شاید تم درست ہی کہتے ہو؟" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"تمہاری دماغی حالت اب کیسی ہے۔ یہ بتاؤ۔"

"اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"بھوک کی کیا کیفیت ہے؟"

"بھوک، تم نے اب ایسی چیز کھلا دی ہے کہ اب بھوک کا کوئی تصور نہیں رہا۔ لیکن نہ جانے کیوں اتنی بھوک لگی تھی؟"

"لیکن تم تو بکری ہضم کرنے کے بعد بھی بھوکے تھے۔"

"اب بھی بھوکا ہوں۔ لیکن یہ نفس ہے۔ روح پر غلاظت کی تہیں چڑھ گئی ہیں اور وہ جسم کے تابع ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن اب میرے حواس بحال ہو گئے ہیں۔ اب مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔"

"رو کیوں رہے تھے؟"

"اوہ، پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے کسی جاندار کی ہلاکت ہمارے لیے سب سے قبیح فعل ہے۔ ہر ذی روح اپنا الگ مقام رکھتی ہے اور کسی کو حق نہیں ہے کہ دوسری زندگی کو اپنے مصرف میں لائے یہی اس کی تعلیمات ہیں اور ان کی پیروی۔ لیکن میرا قصور تو نہیں ہے۔ میں نے تو۔"

"کس کی تعلیمات ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ جس نے نجات کا راستہ دکھایا۔ وہ جو عظیم ہے۔ اور جس کی تعلیمات عالم میں پھیلتی جا رہی ہیں۔"

"لیکن وہ کون ہے۔ اس کا کوئی نام تو ہوگا؟"

"ہاں، کھتری ریاست کا شہزادہ گوتم۔ کپل وستو کے راجہ شدھودن کا بیٹا جس کا اصلی نام سدھارتھ تھا جس نے مہا تیاگ لیا اور اس کے بعد علم کی روشنی سے زمین جگمگا دی۔ یہ اس کی تعلیمات ہیں لوگ سے مہاتما بدھ کے نام سے جانتے ہیں۔"

"تم اس کے پیرو ہو؟"

"ہاں، میں اس کا غلام ہوں۔"

"تمہارے ہاں گوشت نہیں کھایا جاتا؟"

"نہیں ہم اپنے نفس کو رام کرنے کے لیے کسی دوسرے جاندار کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ زمین پر رینگنے والی چیونٹی بھی جینے کا حق رکھتی ہے۔ کیونکہ وہ خود بخود نہیں پیدا ہوتی۔"

"کیا کھاتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"بدن کا دوزخ بھرنے کے لیے مجبوریاں ہوتی ہیں، جو بھی اچھی چیز مل جائے۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا نام ہے تمہارے قبیلے کا؟"

"لاؤ ناڈ" وہ گہری سانس لے کر بولا۔

کافی دیر وہ کھلی ہوا میں بیٹھا رہا۔ اس کی حالت اب خاصی درست ہو گئی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اور میں بھی اس میں دلچسپی لے رہا تھا۔ میں اس کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتا تھا۔ کیوں کہ ... میں نے اس میں ندرت پائی تھی۔

لیکن اب اس کے لیے تھوڑی دیر تک آرام کرنا بھی ضروری تھا چنانچہ میں نے اسے اس کا مشورہ دیا۔ "امبھا کردوسا! اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"ایں" وہ کسی خیال سے چونک پڑا۔

"مجھے اجازت دو گے؟"

"تم کہاں جاؤ گے مسافر؟"

"مسافر سفر کرتا ہے جہاں بھی نکل جاؤں، منزل کا کوئی تعین نہیں ہے۔"

"لیکن میں ابھی تمہارے ساتھ رہنے کا خواہش مند ہوں۔ اگر تمہارے پاس .. وقت ہو تو کچھ عرصہ میرے ساتھ گزار دو۔ میں تمہارے بارے میں حیران بھی ہوں۔"

"کیوں؟"

"مجھے تھوڑا سا علم آتا ہے۔ جس وقت تم نے بتایا کہ تم خون کے پجاری ہو تو میں نے اپنے علم کو آواز دی اور تب مجھے پتہ چلا کہ تم میری حالت کی وجہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے۔"

"یہ ٹھیک ہے تمہارے رویئے سے مجھے غصہ آگیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ تمہارے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہوسکا"

"تمہارا علم تمہیں بتا دے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں ایک لمبے عرصے کے بعد جاگا ہوں۔ ابھی میری حالت ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے، کیا تم مجھے سہارا نہ دو گے؟"

"ضرور۔ لیکن اس حالت میں کہ اگر تم حواس میں رہو۔ تمہاری بد حواسی مجھے گراں گزر رہی ہے۔" میں نے صاف الفاظ میں کہا۔

"میں پوری کوشش کروں گا۔"

"تب ٹھیک ہے، کیا ہم واپس غار میں چلیں۔"

"چلو۔ میرے ذہن میں بے شمار الجھنیں ہیں، میں اکیلا پریشان ہو جاؤں گا۔ مجھے تمہارے سہارے کی سخت ضرورت ہے۔" اس نے کھوئے ہوئے انداز میں کہا۔ میں اسے واپس غار میں لایا۔ وہ غار کی ساری چیزوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "نہ جانے میرے قبیلے کا کیا حشر ہوا؟"

"کیا تم اپنے اندر کمزوری محسوس کر رہے ہو؟" میں نے پوچھا

"کوئی خاص نہیں۔ بس بھوک لگ رہی ہے۔"

"کیا تمہارا جسم اور خوراک قبول کر سکے گا؟" میں نے پوچھا اور وہ کچھ سوچنے لگا، پھر بولا۔

"میرا خیال ہے نہیں۔ بس ایک تشنگی سی ہے۔"

"میرا خیال ہے یہ طویل عرصہ کی بھوک ہے۔ زیادہ کھاؤ گے تو مر جاؤ گے۔"

"شاید۔" اس نے آہستہ سے کہا، پھر بولا۔ "ویسے تم حیرت انگیز ہو۔ اگر تمہارا تعلق ان علاقوں سے نہیں ہے اور لگتا بھی یہی ہے تو پھر تم ہماری زبان سے کیسے واقف ہو؟"

"میں دنیا کی بے شمار زبانوں سے واقف ہوں۔"

"ہاں تم حیرت انگیز انسان ہو، تم نے سب کچھ میری ہدایات کے مطابق کیا۔ لیکن آہ۔ میرے بدن میں اب بھی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ تم نے مجھے اٹھا اٹھا کر زمین پر کیوں مارا تھا؟"

"اپنے علم سے پوچھو۔" میں نے جواب دیا۔

"تم ہی بتا دو" اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"بات بہت طویل ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" امبھا کردوسا نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ امبھا کردوسا! تمہیں شروع سے اپنے بارے میں بتانا پڑے گا کہ تم نے جو کوشش کی تھی، وہ کن خیالات پر مبنی تھی۔ تم کیا چاہتے تھے اور کتنا عرصہ تمہیں اسی حالت میں گزر گیا اور اس دوران تم نے کیا کچھ کیا۔ تم یہ سب کچھ بتاؤ گے۔" میں نے کہا اور امبھا کردوسا کسی سوچ میں ڈوب گیا چند ساعت کے بعد

اس نے کہا۔

"اوہ، میں تمہیں یہ سب کچھ بتا دوں گا، اس [illegible] کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے امبھاکروسا، تب تم مجھے بتا دو۔"

"پہلے تم میری ایک بات کا جواب دو۔" اس نے [illegible] ہوئے کہا۔

"چلو پوچھو۔"

"یہ بتاؤ کہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر تمہیں کوئی حیرانی نہیں ہوئی، حالانکہ خود میرے اپنے قبیلے کے لوگ اس وقت یہی سمجھتے تھے کہ میں پاگل ہوگیا ہوں اور جان دینے پر آمادہ ہو چکا ہوں۔ انہوں نے اسے صرف ایک بلیدان سمجھا تھا۔ اور شاید طویل عرصے تک وہ لوگ یہی سوچتے رہے تھے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے، اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے مکتی حاصل کرنے کا جذبہ کارفرما ہے لیکن میرے ذہن میں یہ بات تھی اور مجھے یقین تھا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں، اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو میرے ذہن میں موجود ہے۔ ہاں میں نہیں جانتا تھا کہ جب میں جاگوں گا تو وہ حالات کیا ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن وہ سلسلہ کیا تھا؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں نوجوان، کہ میں بدھ مت کا پیرو ہوں، ہمارے ہاں بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ہمیں ترکِ دنیا سکھاتی ہیں۔ ہم دنیا سے اس طرح نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ بدھ کی تعلیمات کا ایک حصہ ہیں۔

گو مہاتما بدھ نے یہ نہیں کہا کہ انسان دنیا میں رہ کر دنیا کو چھوڑ دے لیکن انہوں نے نفس کو قتل کرنے کا مشورہ اپنے ہر سبق میں دیا ہے، اس وقت جب میں اپنے قبیلے میں روحانی رہنما کی حیثیت سے مقبول تھا کہ ایک دن مجھے اپنی مقبولیت کا خیال آیا، میں نے سوچا کہ بے شمار لوگ میرا کتنا احترام کرتے ہیں کتنی عزت کرتے ہیں، دنیا کی ہر آسائش مجھے حاصل ہے۔ تب مجھے احساس ہوا کہ ان آسائشوں کو حاصل کر کے میں گناہ کر رہا ہوں اور یہ گناہ ناقابلِ معافی ہے۔

اگر میں اسی دنیا میں انہی حالات میں رہتا تو دنیا سے دور نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ میرا احترام کرنے والے اپنے احترام میں کمی نہیں کر سکتے تھے، سو میں نے یہی سوچا کہ خود کو کسی ایسی تکلیف میں ڈالوں کہ اب تک جو آسائشیں مجھے مہیا رہی ہیں، ان کا کفارہ بھی ادا ہو جائے اور میں نجات بھی حاصل کر سکوں۔ اسی طرح میں آسائشوں کی زندگی سے دور ہو سکتا تھا۔

میرے علم نے مجھے بتایا کہ اگر میں خاص انداز میں کچھ جڑی بوٹیوں کا سہارا لے کر ایک خاص انداز میں موت کی نیند سو جاؤں تو ایک طویل [illegible] بعد میری زندگی مجھے واپس مل جائے گی۔

[illegible] میرے علم نے مجھے یہ بتایا نوجوان، تو میرے دل میں یہ [illegible] پیدا ہوئی کہ کیوں نہ میں بدھ کی تعلیمات کا سہارا لے کر دیکھوں انسان کہاں تک ترقی کرتا ہے اور وہ دور جس میں میری زندگی مجھے واپس [illegible] گی، کون سا دور ہوگا، اس میں کون سی تبدیلیاں ہوں گی، سو میں نے جڑی بوٹیوں سے ایسا محلول تیار کیا کہ وہ نئی زندگی حاصل کرنے میں میرا معاون ثابت ہو۔

میں نے چند روز جانوروں پر اس محلول کے تجربات کیے اور جب اپنے تجربات میں کامیاب رہا تو میں نے اس غار میں آ کر خود کو ہلاک کر لیا۔ یہ خنجر جو تم نے میرے بدن سے نکالے ہیں، میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے بدن میں داخل کیے تھے اور کوشش کی تھی کہ تڑپنے بھی نہ پاؤں۔ بڑا اذیت ناک اور صبر آزما وقت تھا نوجوان مسافر لیکن میں اس کڑے وقت کو جھیل گیا، یہ میرے گناہوں کا کفارہ تھا۔ میں نے ایک تحریر لکھ کر رکھ دی اور غار کے دہانے کو اس قدر تنگ کر دیا کہ لوگ مجھ تک نہ پہنچ سکیں۔ ہاں میں نے اپنے علم سے اس وقت کا تعین کر رکھا تھا کہ جب میں جاگنا چاہوں۔ سو میرے لوگ اس وقت میرے پاس پہنچ سکتے تھے اور میرے علم کی طاقت اس غار کے دہانے کو اس قدر کشادہ کر دیتی کہ وہ اندر داخل ہو سکتے۔ اور اندر داخل ہونے والے نوجوان میں نے یہ تحریر تمہارے ہی لیے رکھی تھی، سو تم آگئے اور یہ اتفاق ہی ہے کہ تم اتنے ذہین نکلے کہ تم نے سارے کام میری مرضی کے مطابق کیے جن سے میں زندگی پا سکتا تھا۔"

"خوب امبھاکروسا خوب۔ بہر صورت تم صاحبِ علم آدمی ہو لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" میں نے کہا۔

"کون سی بات؟" اس نے پوچھا۔

"امبھاکروسا، تم نے کہا کہ تم نے غار کے دہانے کو تنگ کر دیا اور پھر تمہارے علم نے اسے کشادہ کر دیا۔ کیا تمہاری چٹانوں میں پھیلنے اور سکڑنے کی قوت موجود ہے۔" میں نے پوچھا اور امبھاکروسا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں علم بڑی قوتیں رکھتا ہے۔ کیا تم اس چھوٹے سے غار کو ایک بڑے دروازے کی شکل میں دیکھنا پسند کرو گے۔" اس نے کہا اور میری آنکھوں میں دلچسپی امنڈ آئی۔ ظاہر ہے میں اس تجربے سے انکار نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ میں نے گردن ہلا دی۔

"تب تم یہ کھیل دیکھ لو اور اس کے بعد یہ سمجھ لینا کہ امبھاکروسا کا علم اتنا کمزور نہیں ہے۔" اس نے کہا اور پھر وہ آنکھیں بند کر کے زمین پر لیٹ گیا۔

میں حیرت اور دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ امبھاکروسا

نے آنکھیں بند کر لیں اور دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے، عجیب سا لگ رہا تھا وہ، پھر اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلنے لگے، وہ کچھ پڑھ رہا تھا اور چند ساعت اسی طرح بڑبڑاتا رہا۔

اس کے بعد دفعتاً روشنی تیز ہونے لگی اور میں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔

چٹانیں اپنی جگہ چھوڑ رہی تھیں اور دروازہ چوڑا ہو رہا تھا۔ اور میری آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔

مشرق میں میں نے جادو دیکھا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ میری زندگی کا بدترین دور تھا جس میں میں دوسروں کے ہاتھوں الجھنوں کا شکار رہا اور جادو سیکھنے کی کوشش میں ذلیل و خوار ہوا۔

لیکن میں جادو نہیں سیکھ سکا تھا۔ مشرق کا یہ علم میرے لئے کافی دلکش تھا لیکن پروفیسر ٹ یدا سے سیکھنا میرے مقدر ہی میں نہیں تھا۔ اب اس شخص کی یہ انوکھی قوت دیکھ کر میرے ذہن میں پھر وہی جذبہ بیدار ہو گیا اور میرے دل میں اس کی عزت بڑھ گئی۔ میں نے سوچا کہ میں اس شخص کی زیادہ سے زیادہ خدمت کروں تاکہ وہ میرا دوست بن کر مجھے یہ علم دے سکے۔

غار کا دروازہ اتنا کشادہ ہو گیا تھا کہ اب اس سے دو تین آدمی بہ آسانی گزر سکیں۔ تب امبھاکروسا نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی

"بہت خوب، میں تمہارے علم کا قائل ہو گیا، امبھاکروسا۔"

"اس طرح میں نے اب اس دور میں آنکھ کھولی ہے، نجانے کتنا وقت بیت گیا ہے؟"

"تم نے اپنے جاگنے کے لیے کسی وقت کا تعین کیا ہوگا؟"

"ہاں، آدھی صدی کا اندازہ لگایا تھا میں نے۔"

"یہ تو زیادہ وقت نہیں ہے، میرے خیال میں تمہارے ...."

میں اچانک رک گیا۔ مجھے وہ لوگ یاد آ گئے تھے جو یہاں پوجا کرنے آئے تھے۔

"ہاں تمہارے خیال میں؟" امبھاکروسا نے پوچھا۔

"اب یہ صرف خیال نہیں بلکہ حقیقت ہے امبھا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ تمہارا قبیلہ موجود ہے اور اس نے تمہیں بھلایا نہیں ہے۔"

"کیوں، تم یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہو؟"

"اس لیے کہ تمہارے قبیلے کے لوگ اب بھی تمہارے پاس آتے ہیں۔ وہ تمہارے جاگنے کے منتظر ہیں اور یہاں آکر پوجا کرتے ہیں۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہے؟"

"میں نے انہیں خود دیکھا ہے!"

"کب، کہاں؟" اس نے بے اختیار پوچھا۔ اس کے چہرے پر خوشی نظر آنے لگی تھی اور جواباً میں نے اسے تفصیل بتائی۔ امبھاکروسا بہت خوش نظر آ رہا تھا، پھر اس نے آنکھیں بند کر کے کہا "تو میرے قبیلے نے مجھے یاد رکھا ہے۔"

"یقیناً۔"

"مجھے ان کی سلامتی کی خوش خبری سن کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ ورنہ یہاں اس ماحول میں کافی تبدیلیاں ہو گئی ہیں، کیا تم انہی کی وجہ سے اس غار کی طرف متوجہ ہوئے تھے؟"

"ہاں۔"

"یہ سب فطرت کے راز ہیں جن کے بارے میں اس نے کھل کر بتا دیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ ہر کام فطرت کے اصولوں کے مطابق ہے۔ تم جو سوچ سکتے ہو وہ موجود ہے اور ممکن ہے۔ ناممکن بات تمہارا ذہن میں آ ہی نہیں سکتی اور کتنا سچ کہا ہے اس نے۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تب اس نے ہی کہا "لیکن اب تم یہ بتاؤ کہ تم مجھے کیا سمجھے تھے اور تم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور بولا۔

"یہ تمہارے حق میں بہتر تھا۔"

"کیوں؟"

"تم نے اپنے جاگنے کے بعد کے حالات کا تعین نہیں کیا تھا کروسا۔ تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ آدھی صدی کے بعد جب تم جاگو گے تو تمہارے اعضا اور تمہارا ذہن سو چکا ہوگا۔ جڑی بوٹیوں نے تمہاری زندگی تمہیں واپس دے دی لیکن اس کے بعد کے حالات پر تم نے غور نہیں کیا تھا۔"

"آہ، کیا مطلب، کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

"تم جاگے امبھاکروسا! تو تمہارے ذہن میں کچھ نہیں تھا۔ تم اس بچے کی مانند تھے جو نوزائیدہ ہوتا ہے اور اسے دنیا کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ تمہاری آنکھوں کی پتلیاں تک تمہارے قابو میں نہیں تھیں جس طرح ایک نوزائیدہ کسی شے پر نگاہ نہیں جما سکتا۔"

"آہ۔ پھر؟" امبھاکروسا نے تعجب سے پوچھا۔

"اسی طرح تم اپنے اعضا کو بھی جنبش نہیں دے سکتے تھے۔ اگر تم اس حالت میں وقت گزار لیتے اور ایک سورج بھی ڈھل جاتا امبھاکروسا تو تم اسی غار میں مر جاتے۔ ظاہر ہے تمہارے ذہن میں کوئی تحریک نہ ہوتی۔ اور تم بھوکوں مر جاتے۔"

"آہ، تو جو کچھ کہہ رہا ہے وہ ممکن ہے۔ وہ حقیقت ہے۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا؟"

"میں نے سوچا کہ تمہیں ہوش تک لانے کے لیے ایسی حرکت ضروری ہے جو تمہیں حواس واپس کر دے۔ ایک نوزائیدہ سوچ نہیں سکتا، سمجھ نہیں سکتا لیکن کسی تکلیف پر رو سکتا ہے۔ اور یہ بات احساس زندگی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ تمہارے اعضا کو چوٹ لگی تو خود ان میں تحریک پیدا ہوئی۔ وہ اپنا بھولا سبق یاد کرنے لگے۔ انہوں نے بچنے کی کوشش کی۔ اور یہ کوشش تمہارے حواس میں شامل ہو گئی۔ چنانچہ تم واپس آ گئے۔"

امبھاکروسا دیوانہ وار مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"لیکن۔ کیا اس حد تک سوچنے والے کو میں یا کوئی اور معمولی انسان کہہ سکتا ہے۔ اور اس کا مطلب ہے کہ تم بھی صاحب علم ہو۔ لیکن میرے دوست۔ نہ تو تم نے اپنا نام بتایا اور نہ یہ بتایا کہ تمہارا مذہب کیا ہے۔"

"میرا مذہب سفر ہے امبھاکروسا۔ اور میرا نام مسافر۔"

"کیا مطلب۔ آخر کیوں؟"

"میں مذاہب کے بارے میں جاننے کا خواہش مند ہوں اور میری یہی جستجو میرا سفر بن گئی ہے۔ ابھی میں انسانیت کی منزلوں کے درمیان بھٹک رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

امبھاکروسا چند ساعت تک مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔

"گہرے انسان ہو۔" امبھاکروسا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "صاحب علم بھی ہو، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نئی زندگی میں میری ملاقات کسی ایسے شخص سے ہو جائے گی، لیکن تم نے میرے اوپر احسان کیا ہے، تم نے جو کچھ بھی کیا ہے اس کے بارے میں، میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ میری تقدیر نے میرے ساتھ بہتری کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا، اگر تم نہ ہوتے اور تم نے وہ تدابیر اختیار نہ کی ہوتیں تو نجانے میرا کیا بنتا۔"

"ٹھیک ہے امبھاکروسا، اگر تم سمجھتے ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ کچھ کیا ہے تو یہی سہی، لیکن اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میرے دوست، میں تمہیں اپنے دل کی ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ اگر تم چاہو تو کچھ عرصہ میرے ساتھ رہو، میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ بڑا گیان حاصل کیا ہے میں نے۔ بڑی محنت کی ہے میں نے لیکن اس کے بعد بھی علم کی جستجو اور طلب ہر انسان کو رہتی ہے۔ اگر تمہیں مذاہب کے بارے میں کچھ معلوم ہے یا معلومات درکار ہیں تو تمہاری تھوڑی بہت مدد تو میں بھی کر سکتا ہوں اور وہ علوم جو تمہارے سینے میں دفن ہیں وہ تم مجھے دے دینا کیونکہ یہ میری زندگی کی خواہش رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے امبھاکروسا، اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو میں تمہارے ساتھ کچھ عرصہ رہنے کے لیے تیار ہوں، لیکن مجھے بھی کچھ درکار ہوگا۔" میں نے کہا۔

"کیا؟"

"میں تمہاری اس قوت کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جو چٹانی دروازوں کو تنگ اور کشادہ کر دیتی ہے۔"

"اوہ۔" امبھاکروسا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تو تم اس کے بارے میں جاننا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔"

"میں تمہیں اس کے بارے میں ضرور بتاؤں گا لیکن میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں وہ علم تمہارے سینے میں اتار دوں گا۔"

"اس کی پرواہ نہ کرو امبھاکروسا، میں جو کچھ چاہتا ہوں اس کے لیے صرف تمہارا تعاون ہی کافی ہوگا، باقی کچھ جان سکتا ہوں یا نہیں جان سکتا، اسے میرے اپنے حالات پر چھوڑ دو۔" میں نے کہا۔

"میں تیار ہوں۔" امبھاکروسا نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ اور پھر اس نے اٹھ کر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

وہ مجھے سینے سے لگانا چاہتا تھا، سو میں نے تعرض نہیں کیا اور اس نے مجھے سینے سے لپٹا لیا۔

"یہ ہماری دوستی کا ثبوت ہے، اس طرح ہم ایک دوسرے کے معاون اور دوست ہوں گے۔" اس نے بھاری لہجے میں کہا یوں میں اور امبھاکروسا دوست بن گئے اور اس کے بعد ہمارے درمیان سے تکلف کے بہت سے پردے ہٹ گئے۔

غار میں ہم لوگ بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، تب میں نے امبھاکروسا سے پوچھا۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"یہ بھی تم ہی بتاؤ میرے دوست، کیا میں اپنے آدمیوں کا انتظار کروں، کیا ان لوگوں کے بارے میں سوچوں جو یہاں میرے جاگنے کے تصور کو لئے ہوئے آتے ہیں اور میرے لئے کھانے پینے کی اشیا رکھ کر چلے جاتے ہیں۔ یا پھر اگر تمہاری خواہش ہو تو میں خود ہی ان لوگوں کے درمیان جاؤں اور ان سے ملاقات کروں۔"

"کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو امبھاکروسا کہ وہ کتنے عرصے کے بعد تمہارے پاس آتے ہوں گے۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتا کہ اب ان کی روایات کیا ہیں۔ اور انہوں نے امبھاکروسا کو کیا درجہ دیا ہے اور اس کے سلسلے میں ان کے خیالات کیا ہیں؟"

"تب پھر یہاں رک کر انتظار کرنا بے مقصد ہوگا، کیوں نہ

ہم ان کے درمیان پہنچ کر ان میں شامل ہو جائیں، اور یوں بھی امبھا
کروسا اگر وہ تمہیں نہیں پہچانتے تو کیا تم انہیں اپنی حیثیت کا احساس
دلانا چاہو گے؟"

"ہرگز نہیں، میرے مذہب میں یہ گناہ ہے۔" امبھا کروسا نے
جلدی سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ہاں دوست، ہمارے مذہب میں انکساری اور خود اذیتی سب
سے بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ اپنے نفس کی قربانی کے
لیے ہم لوگ ہر جگہ خود کو مارنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم ہر وہ کام نہ کریں جو
ہمارا دل چاہتا ہے، چنانچہ نام و نمود کی خواہش فطری ہے اور میں خود
بھی ان کمزوریوں کا شکار رہا ہوں ———
——— لیکن نفس کشی کی تعلیم جو مجھے دی گئی ہے اس پر عمل کرنا ضروری
ہے، میں ان کے درمیان کسی بھی حیثیت سے جانا نہیں چاہتا، میں
نے جو کچھ سیکھا ہے، جو کچھ کیا ہے، اسے ان تک پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"امبھا کروسا کیا تم نے اس نیند کے دوران کوئی خاص کیفیتیں
محسوس کی ہیں؟"

"نہیں نوجوان مسافر لیکن موت سے پہلے میرے ذہن میں یہ خیال
تھا کہ مرنے کے بعد ان وادیوں میں چلا جاؤں گا جہاں ارواح رہتی ہیں۔
وہاں کے حالات دیکھوں گا اور اس کے بعد جب اپنی دنیا میں واپس
آؤں گا تو وہاں کے حالات میری نگاہ میں ہوں گے، اس صورت میں
میں عجیب و غریب شخصیت کا حامل بن جاؤں گا اور وہ پیشین گوئیاں
کر سکوں گا جو صرف موت کے بعد کی جا سکتی ہیں۔ جب کہ میں ایک
زندہ انسان ہوں۔"

"تو پھر تم نے کیا محسوس کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یہی کہ انسان خدا کے ساتھ کسی طور چالاکی نہیں کر سکتا۔
قدرت نے انسان کو بے شمار قوتوں سے نوازا ہے۔ ان قوتوں سے
جنہیں اس جیسے دوسرے انسان نہیں سمجھ سکتے لیکن خدا رب سب
رؤفن ہے۔ اور انسان نے کبھی انسانیت کی حد سے بڑھنے کی کوشش
کی ہے تو اسے منہ کی کھانی پڑی ہے۔"

"یعنی؟" میں نے پوچھا۔

"کھوئے ہوئے لمحات، ایک تاریک دنیا میں گزرے ہیں،
جہاں کوئی احساس تھا نہ زندگی۔ بس یوں سمجھو میں نے یہ عرصہ ضائع
کیا۔"

"اوہ، گویا تم کچھ نہیں معلوم کر سکے؟"

"میری کیا مجال تھی۔ اہم معاملات قدرت نے صرف اپنے ہاتھ
میں رکھے ہوئے ہیں۔"

"تب تو تمہیں اس عرصے کے زیاں کا بہت افسوس ہوگا؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں نے ایک تجربہ کیا ہے۔ جو کافی حد تک کامیاب
رہا اور مجھے اندازہ ہوگیا کہ موت کے بعد بھی انسان پر موت کے بعد کی
زندگی کے حالات منکشف ہو سکتے ہیں۔ قدرت کے نزدیک کوئی
انسانی تجربہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔"

"اور تم اس بات کو عام کرو گے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ میں جھوٹ بول کر خود کو گناہ گار نہیں کروں گا۔"

"تب پھر تم ان کے درمیان چلو امبھا کروسا۔"

"جیسے تم مشورہ دو میرے دوست۔ میں اب تمہاری ہدایات
پر عمل کروں گا۔"

"تب پھر کل صبح ہم چلیں گے۔"

"مناسب۔" امبھا کروسا نے کہا۔ پھر بولا۔ "میں نہیں جانتا
اب میرے مذہب، میرے قبیلے کا کیا حال ہے؟"

"لیکن اس سے قبل وہ بڑے مہمان نواز تھے۔ بدھ کے پیرو
اس کی تعلیمات پر پورے طور سے عمل کرتے تھے اور مجھے یقین ہے
ان کے درمیان تمہیں مایوسی نہیں ہوگی۔ ہاں ایک بات تو بتاؤ؟"

"پوچھو۔"

"تم... گوشت کھاتے ہو؟"

"ہاں۔"

"اس کے علاوہ تمہاری کیا خوراک ہے؟"

"وہ کچھ جو انسانوں کی ہوتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے
جواب دیا۔

"تمہارے اندر کچھ انوکھی خصوصیتیں ہیں جو مجھے تمہارے بارے
میں سمجھاتی رہتی ہیں۔"

"وہ کب؟"

"تم عام انسان سے زیادہ ذہین اور باعلم ہو۔ اس کے علاوہ
رنگ و روپ۔ اس زمین کے لوگوں کی مانند نہیں ہے۔"

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے امبھا کروسا۔" میں نے مسکراتے
ہوئے کہا۔ اور امبھا کروسا ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"میں تمہیں شکار کا گوشت تو نہیں مہیا کر سکوں گا۔ لیکن
لیکن۔" وہ خاموش ہوگیا۔

"ایک بات بتاؤ امبھا کروسا۔"

"کیوں؟"

"تمہارے ہاں مکمل نفس کشی ہے یا کچھ گنجائش ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"عورت کے معاملے میں تمہارے ہاں کیا روایت ہے۔ تم نسلوں

کی افزائش کیسے کرتے ہو؟"

"مہاتما بدھ نے اسکی اجازت دی ہے۔ کیونکہ خدا کے پاس سے اسکی ممانعت نہیں ہے۔ اس نے دو اصناف اسی لیے پیدا کی ہیں کہ افزائش نسل ہو۔ اس لیے اس سے پہلو تہی ممکن نہیں۔"

"تمہارے بیوی بچے تھے۔"

"کیوں نہیں، میں نے شادی کی تھی اور میرے اکیس بچے تھے جن میں......"

"کتنے بچے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اکیس۔ جن میں بیس لڑکے تھے اور ایک لڑکی۔"

"خوب۔ جب تم نے تیاگ لیا تھا تو تمہاری بیوی زندہ تھی؟"

"ہاں، اور ممکن ہے اب بھی زندہ ہو۔ ہمارے ہاں عمریں طویل.. ہوتی ہیں۔"

"تمہارے بیوی اور بچوں نے تمہیں روکنے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں اگر وہ ایسا کرتے تو گناہ کرتے کیونکہ تیاگ ہمارے ہاں کا ایک مقدس عمل ہے۔"

رات کو کافی دیر تک ہم دونوں گفتگو کرتے رہے۔ پھر میں نے آرام کی تجویز پیش کی۔

"تم سکون سے سو جاؤ۔ میں تو عرصہ سے آرام کر رہا ہوں۔ میں جاگوں گا اور اپنی کھوئی ہوئی قوتیں تلاش کروں گا۔" امبھاکروسا نے کہا۔ اور میں اسے قوتوں کی تلاش میں چھوڑ کر آرام کرنے لیٹ گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دیر تک میں امبھاکروسا کے بارے میں سوچتا رہا۔ بہرحال اس نے جس انداز میں چٹانی دروازے کو کشادہ کر دیا تھا وہ ایک قابل حیرت عمل تھا اور اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ غیر معمولی قوتوں کا مالک ہے۔ اگر اس سے کچھ حاصل ہو جائے تو کیا حرج ہے؟ انہی خیالات میں میں سو گیا۔ دوسری صبح امبھاکروسا نے ہی جگایا تھا۔ اس کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔

"مسافر اٹھو گے نہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"سورج نکل آیا کروسا؟"

"ہاں، سورج کا سفر جاری ہو گیا ہے اور ہم ابھی تک غیر متحرک ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ میں چند ساعت کے بعد تیار ہو گیا اور ہم دونوں غار سے باہر نکل آئے۔ امبھاکروسا چاروں طرف دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔ "ہمیں کون سا رخ اختیار کرنا چاہیئے؟"

"وہ" میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔ "تمہارے آدمی اسی طرف واپس گئے تھے۔"

"ارے میں تم تو انہیں دیکھ چکے ہو۔" امبھا نے کہا اور ہم دونوں چل پڑے۔ درختوں میں داخل ہو کر امبھاکروسا نے چند جنگلی پھلوں کے درخت تلاش کیے۔ ان سے پھل توڑے، خود بھی کھاتے مجھے بھی پیش کیے۔ پھیکے اور بدمزہ پھل میں نے تو پسند کیے نہیں۔ لیکن اس احمق نے بڑی رغبت سے انہیں کھایا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا!

"بے شک یہ تمہیں پسند نہ ہوں گے۔ لیکن دنیا ایسی ہی پھیکی اور بے مزہ جگہ ہے۔ یہاں زبان کی چاشنی جینا دوبھر کر دیتی ہے۔"

میں نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ اور ہمارا سفر جاری رہا۔ امبھاکروسا کئی بار کچھ کہنے کے لیے منہ کھول چکا تھا۔ لیکن شاید اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ وہ چاروں طرف دیکھتا بھی جا رہا تھا۔ بالآخر اس نے ہمت کر ہی ڈالی۔

"مسافر"

"ہوں۔ کہو میرا خیال ہے تم بہت دیر سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ رات کو میں اپنے ماضی میں جھانک کر دیکھ رہا تھا میں نے اپنے علوم کا بھی ورد کیا اور اسی دوران تمہارا خیال بھی آگیا میں نے تمہارے ماضی میں بھی جھانکنے کی کوشش کی جس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔ لیکن تمہارا ماضی۔"

"کیا معلوم کیا میرے ماضی کے بارے میں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"تمہارا ماضی۔" امبھاکروسا نے گہری گہری سانس لے کر کہا۔ "تمہارے ماضی نے میرے علم کو دھندلا دیا ہے مسافر۔ مجھے بتاؤ تم کون ہو۔ تم کون ہو؟"

"کیا بتایا تمہارے علم نے؟" میں نے پوچھا۔

"جنگیں، خوفناک جنگیں۔ بے شمار بیویوں والا۔ اور تم اس کے نائب تھے نہیں۔ تم اس کے ساتھ تھے۔ جیسے اس کے قبیلے میں گھس آئے ہو دونوں نے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ آہ تم تو مشرق کی ایک جادوگرنی کے ساتھ بھی تھے۔ اور تم ان میں بھی تھے جو آدم خور تھے۔ اس کے علاوہ تمہارا ماضی۔ اف وہ۔ ایک ایسا گہرا کنواں ہے جس کی گہرائیوں میں اترتے رہو۔ اترتے رہو۔ اور زمانہ بیت جائے یہ کیا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ مجھے بتاؤ مسافر۔"

"میں صرف ایک آوارہ گرد ہوں۔ تمہارے علم نے تمہیں جو کچھ بتایا ہے اس کے ذمہ دار تم ہو میں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ لیکن دل ہی دل میں میں نے اس کے علم کو سراہا تھا۔ بہرحال اس کا علم مکمل تھا اس میں شک کی بات نہ تھی۔

"تمہاری عمر کتنی ہے؟"

"تجربات کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ میں نے اپنی عمر کو تجربات سے گنا ہے۔ اور اس طرح ابھی نوزائیدہ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہرحال تم جو کچھ بھی ہو، میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔ نہ جانے ہمارا سفر کتنا طویل ہے۔"

"تھکن محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں۔ بلکہ یہ سفر خوشگوار ہے میرے لئے۔ ٹانگیں چلنا ہی بھول گئی تھیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی۔ ہمارا یہ سفر کافی تیز رفتاری سے جاری تھا۔ جنگلوں کا سلسلہ کافی طویل تھا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ ابھا کروسا حیرت زدہ نظر آرہا تھا۔

"میری بستی کافی سرک گئی ہے۔ پہلے وہ اتنی دور نہیں تھی۔ اب آرام کریں گے اور کل صبح سفر کریں گے۔"

"اگر تم چلنا چاہتے ہو تو چلتے رہو۔ میرے اوپر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میں عادی ہوں۔" میں نے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے بھی رات میں سفر جاری رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور مجھے درحقیقت کوئی اعتراض نہیں تھا۔

ہاں جب سورج نے سر ابھارا تو درختوں کا سلسلہ اچانک ختم ہو گیا۔ اور ان درختوں کے دوسری جانب ایک انتہائی خوبصورت شہر نظر آنے لگا۔ مخصوص طرز کی عمارتیں تھیں۔ چھتری نما عمارتیں جن پر کئی چھتیں تھیں۔ رنگین اور خوبصورت چھتیں۔ چھوٹی بڑی خوبصورت عمارتیں۔

ابھا کروسا رک گیا تھا۔ اس کے چہرے پر جذبات کی پرچھائیاں نظر آرہی تھیں۔ وہ مسرور بھی تھا۔ غمزدہ بھی۔ نہ جانے کیا کیا کیفیتیں تھیں اس کے چہرے پر۔

"یہ میری بستی ہے۔ ہاں یہ میری ہی بستی ہے۔ لیکن جب میں یہاں سے بھاگا تھا تو یہ اتنی خوبصورت نہیں تھی۔ اس وقت یہ اتنی گنجان بھی نہیں تھی۔"

"تمہیں اپنا مکان تلاش کرنے میں دقت ہوگی ابھا کروسا۔"

"زیادہ نہیں۔ لیکن جانتے ہو اس وقت میرے دل میں کیا ہے میری دلی خواہش ہے کہ میں دوڑ کر اپنے خاندان میں پہنچ جاؤں۔ اپنے بچوں کو سینے سے لگا لوں۔ لیکن" اس کے ہونٹ بھنچ گئے۔ "لیکن میں ان میں نہیں جاؤں گا۔ میری ساری لیاقت خاک میں مل جائے گی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں نفس کشی ہی ہمارے مذہب کا سب سے بڑا کام ہے ہمیں نفس کشی کی ہدایت کی گئی ہے۔ دنیا کی محبت انسان کو کھینچتی ہے اگر اپنے نفس کو قتل کر لیا جائے تو سکون ملتا ہے۔"

"تو تم ان میں نہیں جاؤ گے؟"

"نہیں۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"پھر کہاں جاؤ گے؟"

"کسی بھی پگوڈے میں، میں کسی پگوڈے میں قیام کروں گا۔"

"پگوڈا کیا ہوتا ہے؟"

"عبادت گاہ، تمہیں اعتراض تو نہ ہوگا؟"

"نہیں۔ تم جانتے ہو میں کسی طور تمہاری عبادت میں حصہ نہیں لے سکوں گا اور اس طرح تم خواہ مخواہ پریشان ہو گے۔"

"نہیں، تم میرے ساتھ ہی رہو گے۔ یہ میری خواہش ہے۔ آؤ ہم اس بلند چھت کے نیچے پناہ لیں گے۔" اس نے ایک عمارت کی طرف اشارہ کیا۔ اور میں نے شانے ہلائے، بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا!

تھوڑی دیر کے بعد ہم پگوڈے میں داخل ہو گئے۔ ایک مخصوص طرز تعمیر کا نمونہ تھی یہ عمارت۔ باہر سے سکڑی ہوئی لیکن اندر سے بے حد کشادہ۔ چوڑے چوڑے میدان سے تھے، جن کے کناروں کو آراستہ کیا گیا تھا۔ بڑی نفاست اور صفائی تھی۔

ابھا کروسا جیسی شکل و صورت کے پجاری ادھر سے ادھر آجا رہے تھے۔ ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی اور ابھا کروسا پگوڈے کی عقبی سمت میں پہنچ گیا۔ جہاں بے شمار چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ رہائشی کوٹھریاں تھیں۔ عجیب عجیب مناظر دیکھنے میں آرہے تھے۔ کچھ کوٹھریوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ کچھ کی زنجیریں لگی ہوئی تھیں۔ ابھا کروسا نے ایک کوٹھری کی زنجیر کھولی اور پھر اس کے کواڑ کھول دیئے۔

"یہ تمہاری رہائش گاہ ہوگی۔"

"اس کے لیے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی؟"

"کسی کی نہیں، زمین کسی کی میراث نہیں ہوتی۔ سب یہاں مسافروں کی حیثیت سے آتے ہیں، کچھ عرصہ قیام کرتے ہیں اور پھر واپس چلے جاتے ہیں۔ پھر کسی سے اجازت لینا نہ لینا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"خوب، یہ صرف تمہارا نظریہ ہے یا سب کا؟"

"میری ساری قوم کا۔ بدھ مت کے ہر پیرو کا۔"

"تب ٹھیک ہے کیا تم میرے ساتھ اس کوٹھری میں نہیں رہو گے؟"

"نہیں، دوسری بھی خالی ہے میں کسی دوسری میں قیام کروں گا۔ تم اب آرام کرو۔ اور ہاں جب تک یہاں ہو کوٹھری کے دروازے کھلے رکھنا تاکہ دوسروں کو پتہ چل سکے کہ کوئی یہاں مقیم ہے۔ خالی کوٹھریاں ہی بند کی جاتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور ابھا کروسا آگے بڑھ گیا۔ میں کوٹھری میں داخل ہو گیا۔ چھوٹی سی ضرور تھی، لیکن ہوا[illegible] تھی۔ عقب میں ایک بڑی کھڑکی تھی جس کے دوسری [illegible]

پانی کا تالاب تھا۔ تالاب کے دوسری طرف گھاس کا ایک چھوٹا سا قطعہ تھا جس کے درمیان ہاتھ جوڑے بیٹھے ایک شخص کا بہت بڑا مجسمہ تھا اور طویل و عریض قطعے کے چاروں طرف گھنے درخت بکھرے ہوئے تھے۔ جن کی شاخوں میں پھل لٹکے ہوئے تھے۔ کافی خوشگوار مناظر تھے جن سے میں کافی محظوظ ہوا۔ عقبی کھڑکی سے دوسری طرف کا منظر زیادہ دلکش تھا بہ نسبت دروازے سے باہر والے مناظر کے۔ کوٹھری میں زمین پر کھانے کے لیے دو کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ ایک آدھ برتن ایک موٹی چراغ۔ بس یہ سرمایہ تھا یہاں۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ اور عقبی کھڑکی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

میں ایک بار پھر انسانی آبادی میں آگیا تھا۔ اور اس میں شک نہیں تھا کہ یہ آبادی دوسری آبادیوں کی روایات سے مختلف تھی۔ اب یہاں میرے لئے کیا دلچسپی کا سامان نکلتا ہے، یہ دیکھنا تھا۔ اگر یہاں بھی کوئی بات نہ بنی تو آگے بڑھا جائے گا۔

کافی دیر خاموشی سے میں نے اپنی کوٹھری میں گزاری۔ اور پھر دروازے پر کسی کی آہٹ سن کر اوپر دیکھا۔ امبھاکروسا نے اندر آنے کی اجازت مانگی تھی۔ اور پھر وہ اندر آگیا۔ امبھا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔

معزز پالک کے مسافر! اس کوٹھری میں گھٹن محسوس کر رہے ہو گے"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن کیا تم مجھے بھی نفس کشی کی تربیت دو گے؟" میں نے پوچھا۔

"بدھ کی تعلیمات دی نہیں جاتیں۔ وہ تو دل میں گھر کرتی ہیں اور انسان خود بخود ان کی طرف مائل ہوتا ہے۔"

"ہاں امبھاکروسا! میں تم سے یہی کہنے والا تھا کہ مجھے ان تعلیمات سے آراستہ کرنے کی کوشش مت کرنا۔ دل میں گھر کر جانے والی بات رہنے دو۔"

"ٹھیک ہے مسافر، میں ایسا نہیں کروں گا۔"

"اب مجھے چند باتیں بتاؤ۔"

"ضرور۔ پوچھو۔"

"یہ عمارت پگوڈا کہلاتی ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا یہاں کچھ پابندیاں ہیں؟"

"کیسی پابندیاں؟"

"عمارت کے دوسرے حصوں میں جایا جا سکتا ہے؟"

"بڑی خوشی سے۔ کوئی تمہاری طرف توجہ نہیں دے گا۔"

"نہانے دھونے، کھانے پینے کا کیا بندوبست ہو گا؟"

"صبح شام، دوپہر کھانا ملے گا۔ گو وہ تمہارے شایان شان تو نہیں ہو گا ـــــ میں تمہیں پھل بھی بھجوا دوں گا۔ اس کے علاوہ جس وقت دل چاہے تالاب میں نہا سکتے ہو۔ اس چھت کے نیچے سب آزاد ہیں اور اس کی زمین پر ہر جاندار کا حصہ ہے۔"

"میں تم لوگوں سے مختلف ہوں۔ اس پر تو کسی کو اعتراض نہ ہو گا"

"کوئی تم سے سوال نہیں کرے گا۔"

"بس یہی چند باتیں معلوم کرنا تھیں۔ ہاں امبھاکروسا تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا؟"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تم اپنے گھر والوں سے نہیں ملو گے؟"

"نہیں۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"

"میرا نفس میرے اندر بغاوت کر رہا ہے۔ ان کی محبت مجھے بے کل کر رہی ہے لیکن نفس کی پوجا کرنے والے بدھ کے پیرو نہیں ہو سکتے اس لیے میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ ہاں اگر خدا انہیں خود ہی ملانا چاہے تو دوسری بات ہے۔"

"یہاں تم نے انہیں اپنے بارے میں بتایا بھی نہیں۔"

"میں نام نہیں چاہتا۔ کیوں بتاؤں۔"

"عجیب انسان ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن امبھا سنجیدگی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"اس میں کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ انسان جس قدر حقیر ہے اسے اپنی حیثیت جان لینا چاہیئے۔ وہ اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتا۔ پھر وہ ایسی خواہشات کیوں کرے؟"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔" میں نے اسے روک دیا اور امبھاکروسا ہنسنے لگا۔ پھر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ایک بات کا وعدہ کرو۔ اگر بدھ کی تعلیمات کبھی تمہیں متاثر کریں تو، تم میرے پاس آؤ گے اور مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے۔"

"ضرور، ضرور۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ امبھاکروسا کا قصور نہیں تھا۔ وہ ایک مذہبی انسان تھا اور یہی کر سکتا تھا جو کر رہا تھا۔ رہی میری بات، تو مذہب کی اچھائیاں مجھے متاثر ضرور کرتی تھیں۔ لیکن میں رہنے والا تھا۔ مذہب فنا ہو جاتے تھے اور اس کے بعد کوئی اچھا سا مذہب سامنے آجاتا تھا۔ مقاصد سب کے یکساں ہوتے، انسانیت کے لیے سکون کے راستے۔ پھر میں کسی ایک مذہب سے کس طرح منسلک ہو سکتا تھا۔

لیکن امبھاکروسا میرے اس وعدے سے مطمئن ہو گیا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گیا۔ میں غور کرنے لگا تھا۔ اب یہ ضروری تو نہیں تھا کہ میں امبھاکروسا کا جانشین بن کر رہ جاتا اور اس کی ہدایات پر عمل کرتا رہتا۔ میں اس پگوڈے سے نکل بھی سکتا تھا۔ اس بستی کی سیر بھی کر سکتا تھا۔ یہاں سے میری اپنی حیثیت بھی شروع ہو سکتی

تھی۔

چنانچہ کافی دیر تک میں اس کوٹھری میں رہا۔ اور پھر باہر نکل آیا۔ میں اس عمارت کی سیر کرنا چاہتا تھا۔ ابھا کروسا کا کہنا درست ہی نکلا میری طرف کسی نے توجہ نہیں دی تھی اور میں اس وسیع و عریض عمارت کے مختلف حصوں میں چلتا پھرتا رہا۔

پھر اس وقت میں اپنی کوٹھری کے عقبی حصے میں تھا جہاں وہ بڑا مجسمہ رکھا ہوا تھا کہ چند لوگ میرے نزدیک پہنچ گئے۔ لیکن ان کے چہروں پر نرمی اور مسکراہٹ تھی۔

"اجنبی! کیا ہم تم تجھ سے کچھ پوچھ سکتے ہیں؟" ان میں سے ایک نے کہا اور میں ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"پوچھو!"

"تمہارے حلیے سے پتہ چلتا ہے کہ تمہارا تعلق اس بستی سے نہیں ہے۔ اس کے علاوہ تم راہب بھی نہیں ہو۔ کیا تم کسی اجنبی دیس کے مسافر ہو؟"

"ہاں، میں مسافر ہوں!"

"تب تمہاری خدمت ہمارا فرض ہے۔ ہمیں بتاؤ یہاں تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے؟"

"تم مجھے کیا دے سکتے ہو، تم ہی مجھے بتا دو۔" میں نے کہا اور وہ سب میری شکل دیکھنے لگے۔ پھر ایک شخص نے کہا۔

"مسافر ہم نااہل لوگ ہیں۔ بے مقصد اور ناکارہ شخص کسی کو کیا دے سکتا ہے۔ البتہ تم بتاؤ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے ہم کوشش کریں گے کہ ایک میزبان کی حیثیت سے تمہیں تمہاری مطلوبہ شے فراہم کریں۔"

"نہیں تمہارا شکریہ، مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ سب گردنیں جھکا کر پیچھے ہٹ گئے۔

البتہ میں نے یہ بات محسوس کی تھی کہ وہ لوگ نرم مزاج اور اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔

بہت دیر تک میں پگوڈے میں گھومتا رہا، پھر میں نے ایک جگہ کچھ لوگوں کو جمع ہوتے دیکھا۔ شاید کوئی رسم ادا ہونے جا رہی تھی۔ چنانچہ میں بھی دلچسپی سے اس طرف بڑھ گیا۔ کافی جم غفیر تھا۔

میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے درمیان...... شخص جو ان کی مانند نہیں تھا، اور نہ ان جیسے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور نہ ہی اس کا سر ان لوگوں کی مانند گھٹا ہوا تھا، لیکن اس کے چہرے پر بھی وہی منکسر المزاجی نظر آ رہی تھی، کھڑا ہوا ہے اور اس کے قریب بہت سارے لوگ موجود ہیں۔

کوئی خاص بات ہونے والی تھی، میں بھی ان لوگوں کے درمیان جا کر کھڑا ہو گیا۔ سب کے چہروں پر عجیب سے آثار تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے چاروں طرف دیکھا اور اس کے بعد وہ سب کائی کی طرح پھٹ گئے۔ ایک شخص اسی جانب آ رہا تھا۔

میں نے بھی اس کی طرف دیکھا، وہ ایک راہب تھا۔ اچھا طویل القامت تھا، چہرے پر رعب تھا گو شکل و صورت ویسی ہی تھی جیسی دوسروں کی تھی لیکن یہ شخص کسی قدر منفرد نظر آ رہا تھا۔ جب وہ بھی ان کے نزدیک پہنچ گیا تو اس شخص کو کچھ بتانے لگا۔ پھر ان میں سے ایک نے گردن اٹھا کر کہا۔

"لاماسوہا تمہاری یہ قربانی بدھ کے حضور میں تسلیم کرتا ہے۔ اور تمہیں اجازت دیتا ہے۔" اس نے کہا۔

"قربانی؟" میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ شخص اپنے جسم سے کپڑے اتار رہا ہے۔ اس نے تمام لباس اتار دیا، صرف نچلے حصہ کا کپڑا تھوڑا سا باقی رہ گیا تھا، پھر اس نے بدن پر کوئی چیز ملی۔ سفید سفید سی کوئی چیز تھی جس میں ہلکی سی پیلاہٹ شامل تھی۔ اس کے بعد اس نے چقماق سے آگ روشن کی اور اپنے بدن میں لگا لی۔

میں تعجب سے منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا۔ کیا یہاں یہ نسل بھی موجود ہے؟ لیکن میں نے دیکھا کہ تمام لوگ پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور وہ شخص جل جانے والی شے کی وجہ سے دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ اس کے دانت بھنچے ہوئے تھے، مٹھیاں بند تھیں۔ لیکن اس کا بدن سلگ رہا تھا۔

اہم بات یہ تھی کہ نہ وہ تڑپ رہا تھا اور نہ چیخ رہا تھا بس جل رہا تھا۔ خاموشی کے ساتھ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے بدن نے شعلے پکڑ لیے، عجیب سی آگ تھی جس کے بارے میں میں تصور نہیں کر سکتا تھا کہ اس میں اتنی تیزی کیوں ہے، بہرصورت آگ میں جلتا ہوا شخص تھوڑی دیر تک جلتا رہا۔ پھر وہ زمین پر گر پڑا۔ دو تین بار اس کے ہاتھوں پیروں میں اینٹھن پیدا ہوئی اس کے بعد وہ خاکستر ہو گیا۔ تب میں نے اپنے قریب والے شخص کو جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

"سنو!" میں نے ایک شخص کو مخاطب کیا جو شکل و صورت سے راہب نظر آتا تھا، وہ میری طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کے چہرے پر نرمی کے آثار تھے۔

"مجھے؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اسے کیا ہوا؟"

"کیسے؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"یہی جس نے اپنے بدن میں آگ لگائی ہے؟"

"اوہ یہ تیاگی تھا۔ دنیا کی محبت، دنیا کا حصول، اس کی ذات پر اس قدر مسلط ہو گیا تھا کہ یہ اس سے پیچھا نہیں چھڑا پا رہا تھا۔ خواہشات، اسے اپنا غلام بنانے کے لیے لپک رہی تھیں اور وہ ان سے

جان چھڑانا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہی بدھ کی تعلیمات ہیں۔ جس وقت نفس اور خواہشات انسان کو اس قدر مجبور کر دیں کہ وہ ان سے بغیر جینا بھی محال سمجھے تو پھر نیکیوں کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ ہے موت۔ سو اس نے موت قبول کر لی۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"اوہ گویا اسے یہ کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی ہے۔"

"نہیں، انسان اپنا محاسب خود ہوتا ہے، اپنا سب سے بڑا محاسب۔ وہ خود ہی اپنے لیے سزا تجویز کرسکتا ہے اور یہی اس کے حق میں بہتر بھی ہوتا ہے، کیونکہ دوسری جانب سے دی جانے والی سزا اس کی نیکیوں میں کوئی اضافہ نہیں کرتی۔ اس لیے اچھا تو یہ ہے کہ وہ خود اپنی سزا کا تعین کرے اور اپنے آپ کو سزا دے۔" اس نے جواب دیا اور آگے بڑھ گیا۔

میں سر کھجانے لگا تھا۔ یہ تو بڑا دلچسپ معاملہ ہے۔ گویا یہاں جزا و سزا پر کوئی نظام ہی نہیں۔ جس طرح چاہو اپنا حساب کرو اور بس۔

"واہ۔" میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ لیکن بہرصورت اس شخص کی دردناک موت میری نگاہوں میں گھوم رہی تھی۔

وہ کوئی دیوانگی یا جنون تو نہیں تھا۔ بڑے پرسکون انداز میں اس نے اپنے بدن کو آگ لگا کر خودکشی کی تھی اور یہ آسان کام نہیں تھا۔ اس کے بعد بھی وہ جس انداز میں جلا تھا وہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ وہ نہ تو تڑپا تھا اور نہ کراہا تھا۔ بڑی حیرت انگیز بات تھی لیکن دنیا میں حیرتوں کے سوا ہے ہی کیا، جہاں چلے جاؤ وہاں کوئی نہ کوئی چیز ایسی نظر آجائے گی جو تمہارے لیے حیرت انگیز ہوگی۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم اسے مسئلہ نہ کرو اور خاص طور سے مجھ جیسا شخص جو عجائبات میں سے گزر چکا تھا۔

میں بھلا ان حیرتوں سے دیوانہ کیسے ہو جاتا۔ لیکن پھر بھی میں نے اس بارے میں سوچا ضرور تھا۔

رات کو میں واپس اپنی قیام گاہ پر آگیا۔ امبھا کروسا سے رات کو ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ لیکن میرے لیے کھانا لانے والے وہ لوگ تھے جن سے میری ملاقات بدھ کے مجسمے کے پاس ہوئی تھی اور اس وقت کھانے میں دودھ کی بالائی، پھل اور خشک میوے بھی تھے۔

انھوں نے کھانا میرے سامنے رکھ دیا۔

"امبھا کروسا اپنی کوٹھری میں ہے؟" میں نے بے خیالی سے پوچھا۔ لیکن ان لوگوں پر جو ردعمل ہوا تھا اس نے مجھے احساس دلایا کہ میں کیا کہہ گیا ہوں۔

"کون۔ کس کا نام لیا تم نے؟"

ایک لمحے کے لیے مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ امبھا کروسا کی مدد کی جاسکتی ہے۔ وہ خود تو اپنے نفس کی خاطر کچھ نہیں کرے گا۔ اگر میری کوشش سے اس کے اپنے اقارب اس سے مل جائیں تو کیا حرج ہے؟

"امبھا کروسا۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ، وہ ہم میں کہاں، اس کی تو صرف کہانیاں رہ گئی ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"امبھا کروسا کا نام کیوں لیا تم نے؟"

"کیا یہ کوئی خاص نام ہے؟"

"ہاں یہ ہمارے بہت بڑے روحانی رہنما کا نام ہے۔"

"تو کیا اس نام کا ایک ہی شخص ہوگا تمہارے ہاں؟"

"ہاں۔ جب سے وہ غائب ہوا، کسی اور نے یہ نام نہ رکھا۔"

"وہ کون تھا۔ کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے؟"

"ایک مقدس ہستی۔ اس نے تیاگ لیا۔ اور یہاں سے بہت دور چلا گیا۔"

"کیا وہ واپس آئے گا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں اس نے یہی کہا تھا اور وہ جھوٹ نہیں بولتا تھا۔"

"اس نے کب واپس آنے کے لیے کہا تھا؟"

"اس نے کہا تھا اس وقت، جب وہ واپس آئے گا، تو اس غار کا دہانہ کشادہ ہو جائے گا جہاں وہ آرام کر رہا ہے۔"

"تو تم نے اس غار کو دیکھا ہے؟"

"ہاں۔ اور میں نے سوچا کہ اب وقت قریب ہے۔ سوہا نے علم کی آنکھ سے امبھا کروسا کو دیکھا کہ وہ ہمارے درمیان ہے۔"

"سوہا کے علم نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ تمہارے درمیان پہنچ چکا ہے اور تمہاری آنکھیں بند ہیں۔"

"کیا؟" وہ اب حیرت سے چونک پڑے۔

"ہاں۔ امبھا کروسا تمہارے پاس ہے۔"

"کہاں؟ کہاں ہے وہ۔ وہ تو۔ نامعلوم غاروں میں طویل نیند سو رہا ہے۔"

"نہیں۔ وہ نیند سے جاگ اٹھا ہے اور اس وقت بھی تمہارے پگوڈے میں ہے۔"

"آہ۔ تم۔ تم خوشخبری دینے والے ہو۔ کیا تم ہمیں اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟"

"تم میں سے کوئی اسے پہچان سکتا ہے؟"

"خود سوہا۔ صرف سوہا۔" اس نے جواب دیا۔

"ہاں وہ بوڑھا آدمی اسے ضرور پہچان سکتا ہے۔ تب پھر جاؤ اور سوہا کو ساتھ لو اور یہاں کی ساری کوٹھریاں دیکھ ڈالو۔" میں نے کہا۔

وہ سب بتوں کی طرح کھڑے رہے ۔اور پھر وہاں سے پلٹ کر بھاگے ۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

اور پھر تھوڑی کے بعد ہی ہنگامہ ہوگیا ۔انہوں نے امبھا کروسا کو پکڑ لیا تھا اور وہ سب امبھا کروسا کے نام کے نعرے لگا رہے تھے ۔ مجھے امبھا کروسا کی حیرت کے بارے میں سوچ کر مزہ آرہا تھا ۔ وہ تو بڑا پریشان ہوگا کہ آخر اس کا راز کیسے کھل گیا ۔ بہرحال میں بھی تماشہ دیکھنے باہر نکل آیا ۔ لوگوں نے امبھا کروسا کو کاندھوں پر اٹھا رکھا تھا اور وہ شرمسار نظر آرہا تھا ۔

بمشکل تمام پگوڈے کے ایک حصے میں اسے چھوڑا گیا ۔ لیکن اب بھی پورا پگوڈا اس کے گرد جمع تھا ۔ لوگ اس سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے ۔ بہرحال امبھا کروسا خوب چکر میں پھنسا تھا ۔میں وہاں سے نکل آیا ۔ اور پگوڈے کے اس عقبی حصے کی طرف چلا گیا جہاں گوتم کا مجسمہ موجود تھا ۔

چاندنی بکھری ہوئی تھی ۔ ٹھنڈی ہوا پھولوں کی خوشبو چاروں طرف بکھیر رہی تھی ۔ بہت ہی دلکش سماں تھا اور پھر جب اس چاندنی میں کسی کی گنگناہٹ گھل گئی تو بلاشبہ ماحول پر سحر طاری ہوگیا ۔

نسوانی آواز تھی ۔ نہایت شیریں لہجہ ۔ کوئی لڑکی عجیب سا پُرسحر گیت گارہی تھی ۔میں مبہوت ہوگیا ۔ اور گنگناہٹ جاری رہی ۔ اور پھر گانے والی آہستہ خرامی سے میرے سامنے آگئی ۔میں نے چھپنے کی کوشش نہیں کی تھی ۔لیکن وہ مجھے دیکھ کر سہم گئی ۔

گنگناہٹ رک گئی ۔ اور اس کا منہ کھلا رہ گیا ۔ چاندنی انسانی روپ میں سمٹ گئی تھی ۔ ایسے دلفریب نقوش تھے کہ میں تصویر حیرت بن گیا ۔ نازک سی ۔ زندگی سے بھرپور ۔ ہونٹوں پر ازلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی لیکن اس وقت ۔

یوں لگتا تھا جیسے اس کے بدن میں جان ہی نہ ہو ۔ تب میں چند قدم آگے بڑھا اور اس کے سامنے پہنچ گیا ۔

"گانے والی حسینہ ۔ خاموش کیوں ہوگئیں ؟" میں نے سوال کیا ۔

"کیا ۔ کیا تو بدھ ہے ؟ کیا پتھر کے مجسمے میں زندگی واپس آگئی ہے ؟" اس نے سرسراتی آواز میں کہا ۔

"نہیں گانے والی ، میرا اس پتھر کے مجسمے سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔"

"اوہ تو جھوٹ بول رہا ہے ۔ تو ۔ بدھا ہے ۔ یہ ملکوتی مسکراہٹ یہ چمکدار بدن ، یہ حسین چہرہ ۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں ؟"

اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر چونک پڑی ۔ سمٹ کر پیچھے ہٹ گئی ۔

"لیکن تیرا چہرہ ؟ نہیں تو بدھا نہیں ہے ۔"

"میں تو پہلے ہی کہہ رہا ہوں ۔"

"پھر ۔ پھر تو کون ہے ؟"

"بیرونی دنیا کا ایک مسافر ۔ کیا تمہیں امبھا کروسا کے بارے میں علم نہیں ۔ وہ واپس آگیا ہے ۔"

"کون واپس آگیا ہے ؟"

"تمہارا اوتار ۔ امبھا کروسا ۔ کیا تم نے شور نہیں سنا ؟"

"نہیں ۔میں دور تھی ۔ مگر امبھا کروسا ۔ وہ کہاں ہے وہ تو طویل نیند سو گیا تھا ۔"

"ہاں وہ جاگ کر واپس آگیا ہے ۔ مگر تم کون ہو ؟"

"شبھانی ۔" اس نے جواب دیا ۔

"کہاں رہتی ہو ؟"

"وہاں ۔" اس نے کافی دور درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف اشارہ کیا ۔ یہ بھی پگوڈے کا علاقہ ہی تھا ۔

"تم بہت اچھا گاتی ہو ۔"

"سب ہی کہتے ہیں ۔ مگر میں گا کہاں رہی تھی ۔"

"گنگنا رہی تھیں ؟"

"ہاں میں ایسے ہی ۔" اس کے انداز میں شرم پیدا ہوگئی ۔

"کیا تم مجھے گانا سناؤ گی ؟"

"تمہیں ؟" اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا ۔

"ہاں میں مسافر ہوں ۔ تمہارا مہمان ہوں ۔ کیا تم میری یہ خواہش پوری نہ کرو گی ؟"

میں نے کہا اور وہ کشمکش میں پڑ گئی ۔ پھر وہ گہری سانس لے کر بولی ۔ "سناؤں گی ۔ لیکن ابھی نہیں ۔ نہ اس کے لیے یہ جگہ موزوں ہے اور نہ یہ وقت ۔ تم ناراض تو نہ ہوگے ؟"

"نہیں ۔ لیکن وقت اور جگہ کے بارے میں بتاؤ ۔"

"کل ۔ رات کو ۔ میں تمہیں خود یہاں سے دور لے جاؤں گی ۔"

"وعدہ ؟"

"ہاں ۔" اس نے شرمگیں انداز میں کہا اور پھر خاموشی سے سر جھکائے کھڑی رہی ۔ "شبھانی ! یہاں تمہارے ساتھ اور کون کون رہتا ہے ؟"

"میری سکھیاں بہت سی ہیں ۔ کس کس کے نام بتاؤں ۔"

"میرا مطلب ہے تمہارے والدین ؟"

"میں پگوڑا کی خادمہ ہوں ۔ ہمارے والدین نہیں ہوتے ۔ ہمیں بچپن ہی سے بدھا کے قدموں میں بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے بعد ہمارے والدین ہمیں اپنی اولاد نہیں کہتے ۔ ہم یہ بھی نہیں جان سکتے کہ ہم کہاں پیدا ہوئے تھے ۔ اور نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں ۔"

اوہ ۔ کیا تمہیں اس طرح سکون ملتا ہے ۔ کیا تمہارے ذہن

میں یہ تجسس باقی نہیں رہتا کہ تمہارے والدین کون ہیں؟"

"بدھا کے قدموں میں سکون ہی سکون ہے۔ اس کی خدمت میں آنے کے بعد بے سکونی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں نے کبھی کسی کے بارے میں نہیں سوچا اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔" اس نے جواب دیا اور میں نے گہری سانس لی۔ تمام مذاہب میں عقیدت کا بڑا دخل رہا ہے اور درحقیقت یہ عقیدت ہی سکون بخشتی ہے۔ اس طرح یہ لڑکی بھی اپنے عقائد میں مکمل تھی۔ اور یقیناً جس مذہب کے لوگ نفس کشی کو اس قدر اہمیت دیتے ہوں وہ برے نہیں ہو سکتے۔ یہ لڑکیاں وہاں پوری طرح محفوظ رہتی ہوں گی اور کسی ذہنی الجھن کا شکار نہ ہوتی ہوں گی۔

"تو پھر کل تم کہاں ملو گی شیھائی؟"

"اسی جگہ۔ میں یہاں سے تمہیں ساتھ لے جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور اس نے واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔ دیر تک میں اسے دیکھتا رہا۔ اس کی چال بھی دل کش تھی ہلکے ہلکے قدم جوانی کے نشے میں چور۔ لیکن اس سے بے خبر دیر تک میں تصور کی نگاہ سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ مجھے بہت پسند آئی تھی۔ پھر میں واپس اپنی قیام گاہ کی طرف چل پڑا اور اس کے بعد میں نے رات بھر آرام کیا۔ ذہن سے سارے خیالات نکال دیے تھے اور مجھے اس میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی تھی۔

دوسرے دن صبح کو جاگا ہی تھا کہ کسی نے اندر جھانکا۔

"کون ہے ۔۔۔؟" میں نے آواز دی اور دو راہب اندر آ گئے۔ وہ جھکے اور پھر سیدھے ہو کر بولے۔

"لامہ کروسا نے کہا تھا کہ جب تم جاگو تو تمہیں اس کا پیغام دے دیا جائے۔ ہم تمہارے جاگنے کا انتظار کر رہے تھے۔"

"کیا پیغام ہے؟"

"وہ تم سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی "ٹھیک ہے تم انتظار کرو۔ میں نہا لوں اس کے بعد چلوں گا۔" میں نے جواب دیا اور انہوں نے اسی انداز میں گردن ہلا دی پھر باہر نکل گئے۔ اپنی رہائش گاہ کے عقبی تالاب میں میں اچھی طرح نہایا۔ بال وغیرہ درست کیے لباس درست کیا اور پھر لامہ کروسا کے پاس چل دیا۔ میرے رہبر میرے ساتھ تھے! امبھا کروسا الجھے ہوئے انداز میں نظر آیا۔ وہ ایک بڑے سے ہال میں زمین پر پالتی مارے بیٹھا تھا اور کئی دوسرے لوگ سامنے دو زانو بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا۔ اور پھر اس نے دوسرے لوگوں سے چلے جانے کے لیے کہا۔ اور وہ سب گردن جھکائے باہر نکل گئے۔ امبھا کروسا نے مجھے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا ۔۔۔ اور میں اس سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"تو تم نے میرا راز کھول دیا۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔ میں تمہاری اس نفس کشی سے متفق نہیں تھا۔ اس طرح اپنوں سے جدا ہوئے تھے اور اس کے بعد بھی ان سے دور تھے۔ تم بذات خود تو کسی پر عیاں نہ ہوتے حالانکہ یہ لوگ تمہارے اپنے عقیدت مند ہیں۔"

امبھا کروسا نے گردن جھکا لی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ تب میں نے کہا۔ "اگر تمہیں میرے اس عمل سے تکلیف ہوئی ہے امبھا تو مجھے افسوس ہے لیکن میرا ذہن اس نفس کشی کو قبول نہیں کر رہا۔ جب دنیا کا تعلق تم سے ہے تو پھر تم اس سے دور کیوں رہنا چاہتے ہو؟"

"نہیں میرے دوست! تم نے تو میرے اوپر ایک اور احسان کیا ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تم نے درست کہا، دنیا میں رہ کر دنیا سے دور نہیں رہا جا سکتا۔ میرے ذہن میں شدید کشمکش تھی اور یہ کشمکش میری عبادت میں بھی دخل انداز ہو رہی تھی۔ میں دلجمعی سے کوئی کام نہیں کر پا رہا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ مشکلات بھی پیش آ رہی تھیں۔ میں وہ نہیں کر سکتا تھا جو کرنا چاہتا تھا لیکن اب یہ مشکل حل ہو گئی۔ میں کسی طور کسی کو اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتا تھا لیکن اب ۔۔۔۔۔۔"

"شکریہ امبھا کروسا ۔۔۔ ورنہ میں تو بددل ہو گیا تھا۔"

"اوہ، کیوں؟"

"یہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"

"نوجوان مسافر! تم جو کوئی بھی ہو، اتنا تو میں جانتا ہوں کہ تم عام انسانوں سے مختلف، ان سے ذہین اور سمجھ میں نہ آنے والوں میں سے ہو۔ بہرحال میں ذرا سی فرصت ملتے ہی تمہیں بدھ کی تعلیمات کے بارے میں بتاؤں گا۔ اس کے بعد تمہاری سمجھ میں یہ سب کچھ آ جائے گا۔"

"کوشش کرنا ۔۔۔ لیکن اس سے زیادہ مجھے تمہارے اس علم سے دلچسپی ہے جس نے چٹانی دروازے کو کشادہ کر دیا تھا۔"

"میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گا، سب کچھ ۔۔۔ اس میں سے تمہیں کیا حاصل کرنا ہے، اس کا فیصلہ تم بہتر طور سے کر سکو گے۔"

"یہ سلسلہ کب سے شروع ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"بہت جلد۔ اب کچھ لمحات لوگوں میں گزریں گے، لوگ مجھ سے ملنے آئیں گے اور مجھ سے میرے گیان کے بارے میں پوچھیں گے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔"

"اب صبح کا کھانا کھا لو، اگر پسند کرو تو میرے ساتھ رہو ۔۔۔ ویسے میری بستی تمہیں زیادہ پسند نہ آئی ہو گی کیونکہ یہاں حد سے زیادہ سادگی ہے۔"

"ہاں۔ حد سے زیادہ شدت پسندی ہے۔ مذہب نے بیشک بہت سی اچھی باتوں کا پرچار کیا ہے۔ لیکن کمزور انسان دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا گیا ہے کہ اس دنیا کی دلچسپیوں کو مکمل طور سے ترک کر دے یہ ایک

غیر فطری بات ہے اور اسے میرا ذہن قبول نہیں کرتا۔"

"قبول کرے گا۔" امبھاکروسا نے مدبرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ یُوں لگتا تھا جیسے وہ مجھے بچہ سمجھتا ہو۔ بہر حال اس کی یہ غلط فہمی بہت جلد دُور ہو جائے گی۔ ابھی وہ جو کچھ سوچ رہا تھا اسے سوچنے دیا جائے ـــ ہاں ایک بات کا میں نے اعتراف کیا تھا۔ وہ یہ کہ دوسرے مذاہب میں اگر مذہب کے خلاف کوئی بات کہہ دی جائے تو لوگ چراغ پا ہو جاتے تھے۔ ان لوگوں میں حد سے زیادہ حلیمی تھی اور وہ کسی بات پر سیخ پا نہیں ہوتے تھے۔

امبھاکروسا کے ساتھ ہی ناشتہ کیا۔ اس نے تو بہت مختصر کھایا تھا لیکن میرے لئے بہت کچھ تھا اور میں نے تکلف بھی نہیں کیا۔ پھر اس وقت میں وہیں تھا جب چند لوگوں نے آکر امبھاکروسا کے سامنے گردن جھکا دی۔

"کیا بات ہے؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"آپ کے اہلِ خاندان اور دوسرے بہت سے لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں مقدس کاہن۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"بلاؤ نہیں۔ بڑے ہال میں بٹھا دو ـــ میں آتا ہوں۔" امبھاکروسا نے کہا اور وہ لوگ واپس چلے گئے۔

"ان سے علیحدہ نہیں ملو گے امبھاکروسا؟ تم نے ان سب کو ایک ساتھ بلایا ہے۔"

"ہاں۔ تاکہ تفریق نہ ہو سکے سب یکساں ہیں۔" امبھاکروسا نے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ "آؤ مسافر! ویسے یہ عجیب بات ہے کہ میں تمہیں آج بھی مسافر کہتا ہوں۔ تمہارا کوئی نام تو ضرور ہو گا۔ اس نام کو تم نے کیوں چھپایا ہے' یہ میں نہیں جانتا۔"

"یہ بھی اپنے علم سے پوچھو امبھاکروسا۔" میں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ بس ذراسی مُہلت مل جائے' میں تمہارے بارے میں جاننے کی کوشش کروں گا۔" اس نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا ـــ اور ہم دونوں ہال میں آ گئے۔ یہاں بہت سے لوگ پالتی مارے بیٹھے تھے۔ امبھا کو دیکھ کر وہ کھڑے ہو گئے۔

آنے والوں میں عورتیں بھی تھیں' نوجوان لڑکیاں بھی اور لڑکے بھی۔ ان میں زیادہ تر امبھاکروسا کے اہلِ خاندان تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور ان میں سے کچھ آگے بڑھے ـــ انہوں نے امبھاکروسا سے لپٹنے کی کوشش کی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

"ملنے والوں کو دیکھ کر تو خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے' تم رو رہے ہو۔" وہ سنجیدہ آواز سے بولا اور پھر خود دوسرے لوگوں کے قریب جا کر ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا۔

"آپ نے ہمیں اطلاع بھی نہ کرائی بابا۔" ایک نوجوان نے کہا۔

"کیا ضروری تھا ـــ میں منتظر لوگوں میں خود ہی آ گیا۔"

"گھر چلیں۔" ایک لڑکی نے کہا۔

"یہ کون ہے؟" امبھاکروسا نے پوچھا۔

"آپ کی پوتی ہے۔"

"خوش رہو ـــ عبادت گاہ سے بڑا گھر کون سا ہوتا ہے تم سب خوش رہو۔ مجھ سے ملنے کو دل چاہے تو آجایا کرو ـــ کون روکتا ہے۔"

"تو آپ گھر نہیں چلیں گے؟"

"اگر تمہارا گھر اس عبادت گاہ سے برتر ہو تو مجھ کو رحیم کو سمجھا دو۔ میں مان لوں گا۔"

"مگر ناناجی! ہم تو آپ کو لے کر چلیں گے۔" ایک حسین لڑکی نے مترنم آواز میں کہا۔

"میری بچی! مجھے مہاتما کے چرنوں میں رہنے دو۔ اس سے زیادہ سکوُن کی جگہ مجھے کہیں نہ ملے گی۔" امبھاکروسا نے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "ہاں ـــ تم میرے مہمان کو اپنے پاس ضرور بلانا۔ یہ میرا محسن بھی ہے اور دوست بھی۔"

تب لوگ میری طرف متوجّہ ہو گئے۔ بہت سی نگاہوں نے مجھے غور سے دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ لوگ گفتگو کرتے رہے اور میں ان کی باتیں سُنتا رہا۔ امبھاکروسا کے اہلِ خاندان بہت زیادہ تھے اور ان میں ہر عمر کے لوگ تھے۔ لڑکیوں کی تعداد بھی کافی تھی اور یہ تیاگی نہیں تھیں ـــ چنانچہ ان کی نگاہوں میں شرارت پائی جاتی تھی۔

دیر تک وہ لوگ یہاں رہے۔ دوسرے لوگ بھی مہاتیاگی کے درشن کو آ رہے تھے۔ بالآخر میں وہاں سے چلا آیا ـــ مجھے زیادہ لطف نہیں آ رہا تھا۔

رات کو ٹھیک وقت پر میں مہاتما بدھ کے مجسمے کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور مجھے وہاں گئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ شہانی بھی پہنچ گئی۔ اس نے مقامی طرز کا ڈھیلا ڈھالا لباس پہنا ہوا تھا جس میں پنڈلیاں گھٹنوں تک کھلی ہوئی تھیں۔ بال نہایت خوبصورت انداز میں بندھے ہوئے تھے۔ چہرہ دوُدھ سے دُھلا محسوس ہوتا تھا اور وہ بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ چاند آج بھی نکلا ہوا تھا اور روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

"اجنبی!" اس نے آواز دی۔

"میں تمہارا منتظر ہوں شہانی۔"

"میں نے دیر تو نہیں کی؟"

"نہیں۔"

"تب آؤ ـــ اُن پہاڑیوں کے درمیان چلیں پھول راس کی وادی اس وقت خوشبوؤں سے مہک رہی ہو گی۔"

"چلو ـــ میں تو تمہارا مہمان ہوں' جہاں دل چاہے لے چلو۔" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ چل پڑا ـــ اس کی قربت مجھے سکوُن کی وادیوں میں لے گئی تھی۔ میں اس کے ساتھ چاندنی کے کھیت میں چل رہا تھا۔

اور ان پہاڑیوں کا فاصلہ زیادہ نہ تھا پھول راس کی وادی حسین ترین تھی، یہاں خاموشی اور سکون پھیلا ہوا تھا اور درحقیقت یہ مکتی وادی تھی۔

درختوں اور پھولوں کے ایک کنج کے پاس وہ رُک گئی۔ "یہ میری پسند کی جگہ ہے" شھانی نے گہری گہری سانسیں لے کر کہا۔ اس کے چہرے پر زندگی کی پوری تحریر لکھی ہوئی تھی اور وہ ایسی لڑکی نظر آ رہی تھی، جسے کبھی دُکھ سے دوچار نہ ہونا پڑا ہو ۔۔۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی تھی۔ "اب تم اپنا نام بتاؤ" شھانی نے کہا۔

"کیا تم میرے لئے ایک تکلیف اُٹھاؤ گی؟"

"ضرور کہو"

"میرا نام تم ہی تجویز کر دو"

"کیوں ۔۔ کیا تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟"

"نہیں"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"ممکن ہے شھانی ۔ یقین کرو۔ خود امیھا کروسا مجھے مسافر کے نام سے پکارتا ہے"

"تب میں تمہیں ۔۔۔ میں تمہیں من پورنا کے نام سے پکاروں گی"

"من پورنا ۔۔ اس کے معنی کیا ہیں؟"

"وہ جو دل کو پسند آئے" اس نے کہا اور شرما کر ہنس دی۔

"کیا اس نام میں حقیقت ہے؟"

"حقیقت نہ ہوتی تو ۔۔۔ میں یہاں کیوں آتی" اس نے کہا اور میں چند قدم آگے بڑھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ پھولوں کی طرح نازک بدن بل کھانے لگا۔ پھر اس نے اپنا سر میرے سینے سے ٹکا دیا اور میرے سارے وجود میں خوشبو پھیل گئی۔

"یہ تو میری خوش بختی ہے شھانی کہ تم نے مجھے پسند کر لیا۔ اب یہ علاقہ مجھے بے حد حسین لگنے لگا ہے"

"میں تمہارے بارے میں سوچتے ہوئے سب کچھ بھول جاتی ہوں پورنا ۔۔ میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچا ہے"

"کیا بھول جاتی ہو شھانی؟"

"یہی کہ میں ۔۔۔ میں تو بدھ کی داسی ہوں میں ۔۔۔ میں تو بے شمار پابندیوں میں گھری ہوئی ہوں"

"محبت یہ سب کچھ نہیں دیکھتی شھانی ۔۔۔ اور پھر محبت تو سب سے بڑی عبادت ہے۔ بدھ نے بھی محبت کا سبق دیا ہے"

"ہاں" اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا اور پھر کافی دیر تک خیالات میں ڈوبی رہی۔ پھر جیسے اسے کچھ یاد آ گیا۔ "تم نے مجھے سنانے کے لئے کہا تھا"

"ہاں"

"میں نے تمہارے لئے ایک گیت بنایا ہے"

"تم گیت بھی بنا لیتی ہو؟"

"نہیں، پہلی بار ایسا کیا ہے۔ تمہیں یاد کرتے ہوئے یہی خیالات دل میں آئے تھے" اس نے شرماتے ہوئے انداز میں کہا۔

"تب سناؤ" میں نے کہا اور اس نے مترنم آواز میں، انتہائی دلکش اور پُرسحر انداز میں ایک گیت سُنایا۔ جس کا مفہوم یوں تھا۔

"سنگلاخ چٹانوں کے رخنوں میں آسمان سے برسنے
والے پانی نے نمی پیدا کی اور پھر اس نمی نے چٹان کو
تولید کی قوت بخشی۔
تب ان رخنوں میں ایک ننھی سی کونپل نے
سر اُبھارا ۔۔ اپنے اردگرد نگاہ ڈالی، وہ سہم گئی۔ کیونکہ
اس کے گرد پتھروں کے سوا کچھ نہ تھا۔
آہ ۔۔ دُنیا کیسی بدنما ہے۔
لیکن زندگی گزاری جاتی ہے، سو اس نے
چٹانوں کو اپنا لیا ۔۔ پھر وقت کے قافلے گزرنے لگے۔
پتھر ہی پتھر ۔۔ یہی اس کی زندگی تھی۔
لیکن پھر دوسرے رخنے میں ایک پھول کھلا کونپل
کا ساتھی ۔۔۔ اور یہ چٹانیں حسین ہو گئیں۔
پھول اسے بہت بھایا تھا۔
درمیان میں پتھریلی چٹانیں ہیں ۔ نجانے پھول
اور کونپل کے فاصلے کیسے ختم ہوں گے؟"

آخر میں وہ اُداس ہو گئی ۔۔ میں نے صدیوں میں زندگی گزاری تھی پروفیسر، لیکن اتنا حسین رُومانی لمحہ میری زندگی میں نہیں آیا تھا۔ اُس نے کس خوبصورتی سے اپنی ترجمانی کی تھی اور پھر اس کی آواز بے حد حسین تھی۔ میں دیر تک سحر میں ڈوبا رہا تھا۔

پھر میں چونکا ۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ بھی چونک پڑی۔

"اب چلیں پورنا!"

"اتنی جلدی"

"کل ہم پھر ملیں گے۔ اس سے زیادہ رُکنا مناسب نہیں ہو گا۔ ہمیں حالات پر بھی نگاہ رکھنی چاہئے۔ کل تم یہیں پہنچ جانا۔ کل ہم دیر تک بیٹھیں گے"

"ٹھیک ہے" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں چل پڑے۔ میں نے شھانی کو اس کے ٹھکانے پر چھوڑا اور پھر واپس پگوڈا میں آ گیا ۔ یہاں پگوڈے کے باہر ایک عظیم مجمع لگا ہوا تھا۔ بے شمار لوگ مجھے نظر آ رہے تھے۔ جگہ جگہ مشعلیں اڑتی نظر آ رہی تھیں۔ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد امیھا کروسا نظر آیا۔ وہ ایک چبوترے کی طرف بڑھ گیا اور لوگ اس پر پھول نچھاور کرنے لگے۔ وہ امیھا کروسا کے نام

کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔ یہ لوگ غالباً اس کی زیارت کے لئے ہی جمع ہوئے تھے۔

تب میں نے لامہ سویا کو بھی دیکھا جو اس چبوترے کے کنارے اکھڑا ہوا تھا پھر لامہ سویا نے کہنا شروع کیا تھا۔

"مہاتما بدھ کے پیرو! تم اس مہان منش کے درشن کر رہے ہو جس نے آدھی صدی موت کی وادیوں میں گزاری ہے جس کا گیان مہان ہے جس نے موت کی وادیوں کا راز معلوم کیا ہے۔ ہاں اُس وقت جب یہ بستی بہت چھوٹی تھی، اس کی آبادی بہت تھوڑی تھی، امبھا کروسا مہان گیانی نے جیتے جی خود کو موت کی گود میں سُلا لیا اور اس کے بعد تم میں سے ہر ایک کو معلوم ہے کہ یہ ایک روایت بن گئی۔ ہم ان غاروں میں جا کر اس کے جاگنے کا انتظار کرتے تھے لیکن ہماری بدقسمتی تھی کہ جب یہ جاگا تو ہم وہاں موجود نہ تھے۔ بہرحال اب مہا گیانی ہمارے سامنے موجود ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس کا گیان، اس کا تجربہ ہمیں برکتیں دے گا۔"

لوگوں نے ہاتھ باندھ کر جھک کر عقیدت کا اظہار کیا اور پھر لامہ سویا نے امبھا کروسا سے پوچھا۔ "امبھا کروسا جی! کیا آپ موت کی وادیوں کے بارے میں ہمیں نہیں بتائیں گے؟"

"میرے بچو۔ میرے بھائیو! کیا میں اس سے زیادہ روشنی والا ہوں جس نے ہماری آنکھوں میں بینائی دی ہے۔ جب اس نے ہمیں موت کی وادیوں کی کہانی نہیں سُنائی تو مان لو یہ کہانی کوئی نہیں سُنا سکتا۔ میں نے اس کی کوشش کی تھی لیکن انسان اس زمین پر رینگنے والے کیڑوں کی طرح بے حقیقت ہے۔ قدرت نے جو راز اس پر منکشف کئے انہوں نے اس کی اپنی ذات کو فائدے پہنچائے اور جو راز قدرت نے اس پر منکشف کرنا مناسب نہ سمجھے انہیں اس کی کوشش، اس کی بینائی نہیں دیکھ سکتی خواہ وہ موت کی وادیوں میں جانے کی کوشش کرے یا آسمان کی وسعتوں میں۔ چھپی ہوئی باتیں چھپی ہی رہتی ہیں۔ ہاں، میری زندگی کے وہ لمحات جو میں نے زندگی سے دُور رہ کر گزارے مجھے صرف ایک سبق دیتے ہیں۔ اور وہ سبق یہ ہے کہ تم حقیر ہو، تمہارے ہاتھ چھوٹے ہیں، تمہاری سوچ چھوٹی ہے، اپنی حدوں کو پار کرو گے، کچھ نہ ملے گا، کچھ بھی نہیں ملے گا۔ سو تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم اپنی حدود میں رہو، بدھ کی پیروی کرو، نفس کو قتل کرو اور خود کو حقیر جانو۔" امبھا کروسا خاموش ہو گیا۔

پھر لوگ اس سے طرح طرح کے سوالات کرتے رہے۔ یہ سوالات میرے لئے دلچسپ نہیں تھے اس لئے میں وہاں سے چلا آیا۔ اور اپنی قیام گاہ پر پہنچ گیا۔ میں شہانی کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کا لطف لینا چاہتا تھا۔ یہ بات تمہارے علم میں ہے پروفیسر کہ ادوار میرے لئے میری پسند کی عورتوں کو جنم دیتے رہے ہیں اور عورت کسی نہ کسی طور میرے نزدیک پہنچ ہی جاتی ہے۔

لیکن۔ تجربے کی بات ہے کہ عورت کا قرب کسی بھی دَور میں میرے لئے غیر دلکش نہیں رہا۔ ہر نئی عورت نئے تجربات کی حامل ہوتی تھی۔ سب کی حیثیت ایک لیکن فطرت جُدا جُدا۔ اور یہ تبدیلی ہی اس کی دلکشی ہے۔ سو میں شہانی کے بارے میں دیر تک سوچتا رہا۔ اور اس کے بارے میں سوچتے سوچتے سو گیا۔ دوسری صبح جاگا تو معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔

پھر ضروریات سے فارغ ہو کر امبھا کروسا کے پاس پہنچا تو اس کے تین پوتے اس کے پاس موجود تھے۔ امبھا کروسا مجھے دیکھ کر مسکرایا۔

"یہ تمہیں لینے آئے ہیں۔" اس نے کہا۔

"اوہ، اتنی جلدی کروسا؟"

"ہاں، ان کی خواہش ہے کہ تم چند روز ان کے ساتھ گزارو۔"

"میں ان کے ساتھ چلا جاؤں گا امبھا۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ میں ان کے ساتھ رہوں بھی۔ مجھے یہی جگہ پسند ہے۔"

"اوہ، نہیں دوست! تم بگوڈے سے باہر کی دُنیا بھی دیکھو تمہارے لئے یہ ماحول اجنبی ہوگا۔ ممکن ہے تمہیں پسند بھی آئے۔"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر آمادگی ظاہر کر دی کروسا ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ رہی رات کی بات تو یہ لوگ مجھے روکنے کی کوشش تو نہ کریں گے۔ چنانچہ میں تیار ہو گیا۔ پھر جب میں ان کے ساتھ چلا تو تینوں نوجوانوں نے اپنا تعارف مجھ سے کرایا اور پھر ان میں سے ایک بولا۔

"بابا کروسا تمہیں مسافر کہہ کر پکارتا ہے۔ کیا تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟"

"ہے۔ لیکن میں نے اسے بتایا نہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ، کیوں؟"

"بس دل نہیں چاہا۔"

"ہمیں بھی نہیں بتاؤ گے؟"

"پورنا" میں نے کہا۔

"آہ، بڑا دلکش نام ہے۔ لیکن سُنا ہے تم بدھ مت کے پیرو نہیں ہو۔"

"ہاں۔ میں اس مت کے ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

"تو۔ تو کیا۔ تم گوکلا کے خاندان سے ہو؟" اس نوجوان نے کہا اور دوسرے نوجوان چلتے چلتے رُک گئے۔

"کرنایا۔ تو نے یہ نام کیوں لیا؟" انہوں نے اس نوجوان سے کہا۔

"بس جلدی میں مُنہ سے نکل گیا۔ شما چاہتا ہوں۔"

"تجھے معلوم ہے کہ یہ نام لینے کی کیا سزا ہے؟"

"مجھے افسوس ہے، مگر یہ بات تمہارے درمیان رہے۔ میں پورنا سے بھی معافی چاہتا ہوں۔"

"مگر کس بات کی — اس نام میں کیا خاص بات ہے؟"

"پورنا! براہ کرم اس احمق کی بات بھول جاؤ۔ ہم اس بدعتی کا تذکرہ بھی نہیں کر سکتے۔" دونوں نوجوانوں نے کہا۔

"ایسی کیا خاص بات ہے اس میں؟"

"بس بس — خدا کے لئے بس۔ گو قصور تمہارا نہیں ہے' بیوقوفی اس کرنایانے کی ہے۔ مگر تم ہمارے اوپر رحم کرو۔" انہوں نے عاجزی سے کہا اور میں نے گہری سانس لی — نجانے اس نام میں ایسی کیا خاص بات تھی، گوکلا — میں نے دل ہی دل میں دُہرایا۔ اور یہ اندازہ لگا لیا کہ دونوں جوان اس نام سے سخت متنفر بلکہ خوفزدہ نظر آتے تھے بہرحال میں نے اسے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش ضرور کروں گا' میں نے سوچا۔

پگوڈے سے باہر کی دُنیا زیادہ مختلف نہ تھی۔ ان کا تو مذہب ہی یہ تھا' خود اذیتی' نفس کشی' ہر جگہ یہی چیز عام تھی سوائے اس کے کہ دوسرے لوگ عام زندگی گزارتے تھے۔ ہر کام ہو رہا تھا' دکانیں اور بازار بھی تھے' سڑکوں پر گھومتی حسینائیں بھی تھیں۔

پھر جس مکان میں مجھے لے جایا گیا' وہ مکان کیا' پوری ایک بستی تھی۔ طویل و عریض علاقے کو چہار دیواری میں گھیر لیا گیا تھا اور پھر اس میں کمرے بنے ہوئے تھے۔ امچاکروسا کے اہل خاندان ایک ہی جگہ رہتے تھے اور چونکہ خاندان وسیع تر تھا اس لئے جگہ بھی ایسی ہی تھی۔ لیکن میں نے ایک خاص بات ضرور دیکھی۔ اندر کا علاقہ بے حد صاف ستھرا تھا اور انہوں نے اسے نفاست سے آراستہ کیا تھا۔ کھلے گھاس کے میدان اور درخت بھی کافی تعداد میں تھے۔

نوجوان مجھے لئے ایک مکان میں داخل ہو گئے — یہ مکان بھی اپنی دستکاری سے آراستہ تھا۔ اور پھر بلاشبہ انہوں نے میری خدمت کی۔ بے شمار نوجوان' بچے' بوڑھے مجھ سے ملنے آئے۔ سب ہی میرے لئے کچھ نہ کچھ لا رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے میرے بارے میں بھی بہت سے سوالات کئے تھے۔ لیکن کوئی خاص دلچسپی مجھے یہاں محسوس نہ ہوئی اور میں ان لوگوں سے بلاوجہ کا اخلاق برتتا رہا — پھر رات ہو گئی اور میں نے اجازت چاہی۔

"کیوں — کہاں جاؤ گے پورنا؟"

"رات میں پگوڈے ہی میں گزاروں گا۔"

"کیوں — کیا ہم تمہاری خدمت نہیں کر سکے؟"

"یہ بات نہیں ہے دوستو — مجھے کچھ کام ہے۔"

"تب اس کام کی انجام دہی کے بعد واپس آجانا۔" مجھ سے التجا کی گئی اور میں سوچنے لگا۔

"لیکن اگر مجھے دیر ہو گئی تو تمہیں پریشانی ہو گی۔"

"اگر تم آدھی رات کو بھی آئے تو ہم منتظر ہی ملیں گے۔" انہوں نے کہا اور میں ان کے خلوص کو نہ ٹھکرا سکا۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر یہ بات ہے تو میں واپس آجاؤں گا۔"

"ہم تمہارا انتظار کریں گے۔" انہوں نے کہا اور میں وہاں سے چلا آیا۔ تھوڑی دیر تک تو میں اس بستی کی سڑکوں پر گھومتا رہا اور پھر پھول راس وادی کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی جگہ پہنچ گیا۔ لیکن شہانی پہلے سے وہاں موجود تھی۔

"پورنا —" وہ آگے بڑھی۔

"تم آگئیں شہانی — اتنی جلدی؟"

"ہاں پورنا" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے شہانی! تم پریشان نظر آ رہی ہو؟"

"ہاں پورنا! میں پریشان ہوں۔"

"کیوں شہانی؟"

"بس پورنا — مجھے یوں لگتا ہے جیسے — جیسے کوئی بڑا حادثہ ہونے والا ہے۔ کوئی ایسی بات جس کے بارے میں' میں خود کچھ نہیں جانتی۔"

"کوئی خیال تمہارے ذہن میں ہو گا؟"

"ہاں۔"

"کیا خیال ہے؟"

"پورنا! تم مجھے کب ملے ہو — صرف کل نا؟ لیکن — لیکن پورنا! اب تمہارے بغیر دل نہیں لگتا۔ ساری رات اور سارا دن تڑپتی رہی ہوں کوئی کام اچھا نہیں لگا' بس تمہاری صورت آنکھوں میں گھومتی رہی۔ پورنا اب کیا ہو گا؟"

"پریشان کیوں ہو رہی ہو شہانی — کچھ نہیں ہو گا' ہم ملتے رہیں گے' روزانہ ملتے رہیں گے اور اگر تم چاہو گی تو میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"کہاں؟" اس نے بے اختیار پوچھا۔

"کہیں بھی — یہاں سے دُور' جہاں ہمارے ملنے پر کوئی پابندی نہ ہو — کیا یہاں تمہیں مجھ سے ملنے پر کوئی پابندی ہے؟"

"ابھی کسی کو پتہ بھی نہیں ہے' پتہ چل گیا تو کیا ہو گا؟"

"کیا ہو گا شہانی؟"

"کوئی اس بات کو اچھا نہیں سمجھے گا۔ کوئی برداشت نہیں کرے گا کہ بدھ کی خادمہ کسی اجنبی نوجوان سے ملاقات کرنے جائے۔"

"خود تم کیا سوچتی ہو شہانی؟"

"میں — مجھے تو نجانے کیا ہو گیا ہے — وہ ہو گیا ہے جو کبھی نہیں ہوا۔ میں نے ساری زندگی کسی نوجوان کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا۔ ہمیں یہی سبق دیا جاتا ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ دُنیا سے دُور رہنے میں نجات ہے۔ ہم اگر نفس کے ہاتھوں میں کھیلیں گے تو مہاتما کے باغی کہلائیں گے اور

میں ــــ میں ساری رات ہی سوچتی رہی۔"
"بیٹھو شہانی! مجھے بتاؤ جو کچھ تم سوچتی رہی ہو۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، تم اپنی سوچ میں تنہا نہیں ہو۔ میں بھی تو تمہارا مددگار ہوں۔"
"ایں۔ تم بھی میری مدد کرو گے؟"
"پوری پوری۔" میں نے جواب دیا اور اس کی گھبراہٹ کم ہو گئی۔ وحشت زدہ ہرنی پہلی بار دُنیا کے محبت کے جال میں پھنسی تھی ــــ اس لئے پریشان تھی۔
وہ بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ میں بھی قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔ "آہ کتنا انوکھا، کیسا عجیب سکون ہے، کیسا انوکھا سرور ہے۔" اُس نے آنکھیں بند کر کے کہا اور اس کے بعد کافی دیر تک خاموش بیٹھی رہی، جیسے اس سرور سے لطف اندوز ہو رہی ہو۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لیکر آنکھیں کھول دیں۔
"پورنا۔" اس نے مخمور انداز میں مجھے پکارا۔
"کیا کہہ رہی ہو شہانی؟"
"تم جیسا شخص میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ لیکن پورنا ــــ اب کیا ہوگا؟"
"تمہارے ذہن میں کیا خیالات آ رہے تھے شہانی؟"
"تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں بستر پر جا لیٹی اور تم میری آنکھوں میں آ گئے۔ میرا دل اس طرح بےچین ہونے لگا کہ میں برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ میں واپس تمہارے پاس آنا چاہتی تھی تب میں نے سوچا کہ میں آئی ہی کیوں تھی اور اب کل کا دن بھی باقی ہے۔ پورنا! ایسی ہی دوسری باتیں ــــ میں نے سوچا جب کسی کو معلوم ہوگا کہ میں تمہارے لئے کس قدر بےچین ہوں تو ــــ تو لوگ کیا کہیں گے، کیا وہ مجھے روکیں گے نہیں ــــ بس پورنا! ایسے ہی بہت سے خیالات میرے ذہن میں آتے رہے۔"
"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔
"اب بتاؤ پورنا ــــ اب کیا ہوگا؟"
"شہانی! تم دُنیا میں سب سے زیادہ کسے چاہتی ہو؟"
"تمہیں۔" اس نے فوراً کہا۔
"مجھ سے پہلے؟"
"میں گوتم کی داسی تھی اور سب کا احترام کرتی تھی۔"
"تمہیں اپنے لوگوں سے محبت ہے؟"
"ہاں تھوڑی سی۔ لیکن تم سے زیادہ نہیں۔"
"اور اپنی بستی سے؟"
"اب تو کسی چیز سے بھی نہیں ہے تمہارے سوا۔"
"تب فکر مت کرو۔ ہم اسی طرح ملتے رہیں گے اور اگر کوئی ہمارے راستے میں آیا تو ــــ پھر ہم یہ بستی چھوڑ دیں گے۔"
"تم مجھے یہاں سے لے چلو گے؟"
"ہاں۔"
"اور اگر دوسرے لوگوں نے روکنے کی کوشش کی تو؟"
"نہیں روک سکیں گے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مجھے دیکھتی رہی۔ اس رات اُسے جانے کی جلدی نہیں تھی۔ پھر جب ستارے دُھندلے پڑنے لگے تو اُس نے کربناک نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔
"پورنا!"
"ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"روشنی ہو رہی ہے۔"
"ہاں شہانی!"
"اب جانا پڑے گا۔"
"کل رات؟"
"میں اسی جگہ آ جاؤں گی۔"
"میں انتظار کروں گا۔"
"میں بےکل رہوں گی تمہارے پاس آنے کے لئے۔" اُس نے بیقراری سے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ چلی گئی اور میں اُسی جگہ کھڑا رہا۔ میں اس کے بارے میں فیصلے کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب یہ بستی مجھے چھوڑ رہی ہے۔ شہانی کو لے جا کر میں کوئی غلط کام تو نہیں کروں گا، نہ کسی کی حق تلفی ہوگی۔ وہ تنہا ہے، مجھے چاہتی ہے ــــ بس اس کے سوا اور کیا چاہیئے۔ رہ گئے یہ لوگ، تو انہوں نے میرے اُوپر کوئی احسان تو نہیں کیا تھا بلکہ میں خود ہی ان کے کام آیا ہوں۔ یہاں رہنے سے فائدہ بھی کیا ــــ ہاں صرف امبھاکر وساکا وہ پُراسرار علم میرے لئے دلکش تھا جس نے چٹانی دروازے کو کشادہ کر دیا تھا لیکن شہانی کے لئے اسے بھی نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔
تب میرے ذہن میں گوکلا کا خیال آیا ــــ اوہ، غلطی ہو گئی، شہانی سے گوکلا کے بارے میں پوچھنا چاہیئے تھا۔ میرا خیال ہے وہ ضرور بتا دے گی۔ بہرحال کل سہی ــــ میں نے سوچا اور پھر میں اپنے میزبانوں کی طرف چل پڑا۔
روشنی ابھی پوری طرح نہیں پھیلی تھی۔ میں اس مکان میں داخل ہو گیا۔ میرے لئے جو جگہ مخصوص کی گئی تھی اس کے بارے میں مجھے علم تھا ــــ عمارت کے مکین یقیناً گہری نیند میں ڈوبے ہوئے ہوں گے چنانچہ میں احتیاط سے اپنی رہائش گاہ کے دروازے سے اندر داخل ہوا۔
لیکن جس جگہ میرے سونے کا بندوبست تھا وہاں ایک مست شباب پہلے سے محوِ خواب تھی ــــ امبھاکر وساکی کوئی پوتی نواسی جو خاصی خوبصورت اور جوان العمر تھی۔ جوانی کی مست نیند میں گم سو رہی تھی۔ اس کا لباس بےترتیب تھا اور بدن کے دلکش نقوش عریاں تھے ــــ میرے ذہن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ لیکن خود کو سنبھالنا ضروری تھا۔ یوں کسی کی نیند سے ناجائز فائدہ اُٹھانا بہتر نہ تھا لیکن اسے کیا سوجھی؟

جگانا مناسب نہیں تھا اور یہاں سونا۔۔۔ اُونہہ، پھر کہاں جاؤں؟
جگہ خاصی بڑی تھی۔ میں نے وہیں لیٹنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر لڑکی سے تھوڑے فاصلے پر جا لیٹا۔ اس وقت شہانی سے ملاقات کے تاثرات ذہن سے نکل گئے تھے۔ اگر لڑکی نہ ہوتی تو شاید میں شہانی کے بارے میں سوچتا لیکن روشنی میں لڑکی کا بدن اور نمایاں ہو گیا تھا۔ پھر اس کے بعد نیند کہاں اور خیالات کہاں۔۔۔

دفعتہً اس نے کروٹ بدلی اور اب اس کا عقبی حصہ میرے سامنے تھا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ جاگ گئی ہے۔ بس ایک احساس سا تھا جو درست نکلا۔۔۔ اس نے فوراً ہی دوبارہ کروٹ بدلی اور گردن اُٹھا کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور میں نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ صرف تھوڑی سی درز آنکھوں میں رہنے دی تھی تاکہ اس کی حرکات دیکھ سکوں۔ اس نے سہمی نگاہوں سے مجھے دیکھا، پھر اُسے اپنے بدن کا احساس ہوا اور وہ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا لباس درست کر لیا تھا۔

لباس درست کرنے کے بعد وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی، اس کے چہرے کے نقوش رنگ بدلتے رہے۔ پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔ وہ دروازے کی طرف بڑھی، اس سے باہر جھانکا اور پھر باہر جھانکنے کے بعد واپس پلٹ آئی۔ دبے قدموں وہ میرے نزدیک پہنچی اور پھر مجھ پر جھک گئی۔ اب وہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی اور پروفیسر۔۔۔ اس کی نگاہوں سے ایک عجیب سی محبت جھانک رہی تھی۔

مجھے اندازہ لگانے میں دشواری نہ ہوئی۔ پھر وہ آہستہ سے بیٹھ گئی۔ اب اس کی نگاہیں میرے سراپا کا طواف کر رہی تھیں۔ ایک بار پھر اس نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔

"میں جاگ رہا ہوں۔" میں نے آنکھیں کھول کر کہا۔

"مجھے جانے دو۔۔۔ صبح ہو گئی ہے۔"

"لیکن لوگ ابھی نہیں جاگے۔"

"جاگ جائیں گے۔" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔

"ابھی اس کے آثار نہیں ہیں۔"

"جانے دو مجھے۔" اُس نے التجا کی اور میں نے اجازت دے دی۔
وہ اُٹھی اور رُک گئی۔ اب وہ بے بسی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"تم۔۔۔ تم ناراض تو نہیں ہوئے؟"

"کس بات سے؟"

"میں سو گئی تھی۔"

"تمہارے سونے سے میں کیسے ناراض ہو سکتا ہوں۔"

"میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ پھر جب بہت دیر ہو گئی تو مجھے نیند آگئی۔"

"میرا انتظار کیوں کر رہی تھیں؟"

"مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ مہمان کے آنے کے بعد سوؤں۔"

"اوہ، یہ بات تھی۔" اب بات میری سمجھ میں آگئی۔

"ہاں۔ تم رات کو کس وقت آئے تھے؟"

"بہت دیر میں۔"

"تبھی مجھے نیند آگئی۔ لیکن۔۔۔ لیکن تم سچ مچ ناراض نہیں ہوئے؟"

"نہیں۔"

"تب وعدہ کرو کہ میرے سونے کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گے؟"

"وعدہ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہارا کیا نام ہے؟"

"شانتا۔"

"امیجا کروسا کی کون ہو؟"

"نواسی۔" اس نے جواب دیا۔

"تم میری کسی حرکت سے ناراض نہیں ہوئیں شانتا؟" میں نے پوچھا اور وہ شرم سے سُرخ ہو گئی۔ اس کی پلکیں جھک گئیں۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"میں خواب میں بھی تمہیں ہی دیکھ رہی تھی۔ پھر جب جاگی تو تم مجھ سے زیادہ دُور نہیں تھے۔ بس غلطی ہو گئی۔"

"تمہیں اس غلطی کا افسوس ہے؟"

"نہیں۔" اس نے کہا اور رُخ بدل لیا۔ پھر آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ "لیکن آج رات دیر سے مت آنا۔۔۔ میں انتظار کروں گی۔" اور پھر وہ جھپاک سے باہر نکل گئی۔ میں گال کھجانے لگا تھا۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ تمام بدھ حسینائیں بدھو نہیں ہوتیں۔ لیکن جلدی آنے کا مسئلہ ٹیڑھا تھا۔ ظاہر ہے شہانی رات کو آئے گی اور صبح سے پہلے نہیں جائے گی۔ اس کے علاوہ میرے دل میں شہانی کے لئے جو اُنسیت پیدا ہوئی تھی وہ اس لڑکی کے لئے نہیں تھی۔ پھر لڑکی دُنیا کے اسرار و رموز سے آگاہ معلوم ہوتی تھی، اس کے برعکس۔۔۔۔۔

بہرحال بدھ حسینہ کو مطمئن کرنا ہی ہو گا۔ میں نے سوچا۔۔۔ اور آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن اس کے بعد گھر میں چہل پہل شروع ہو گئی۔ وہاں اتنی بڑی تعداد تھی لوگوں کی کہ سوتے رہنا محال تھا۔ پھر بھی میں کافی دیر تک کروٹیں بدلتا رہا اور پھر اُٹھ گیا۔

دن حسبِ معمول گزرا۔۔۔ پگوڈے میں جا کر امیجا کروسا سے ملا۔ جواب کسی حد تک مطمئن نظر آ رہا تھا۔ یُوں شام ہو گئی۔۔۔ اور جب رات ہوئی تو شہانی آنکھوں میں اُتر آئی۔ میں اس کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہانی کل کی مانند میری منتظر تھی۔ آج وہ کچھ اور بے تکلفی سے مجھ سے ملی۔ اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ وہ بہت خوش تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں مسرتیں جگمگاتے دیکھی تھیں۔

"تمہاری کل کی گفتگو نے مجھے بہت سکون بخشا۔ میں آرام کی نیند سوئی۔ لیکن سوئیا بہت چالاک ہے۔"

"سوئیا کون ہے؟"

"میری سکھی ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "رات کو جاگ گئی تھی، مجھے تلاش کرتی پھری اور دن میں جب میں جاگی تو اس نے خوب شرارت کی۔ کہنے لگی کہ کس کے ساتھ جاگتی رہی ہو۔"

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں اسے کیوں بتاتی۔۔۔ لیکن آج اُس کی وجہ سے جلدی جانا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی جب تک ہم یہاں سے روانہ ہونے کا ارادہ نہ کرلیں، کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیئے۔"

"نہیں چلے گا۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔" اس نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ شانا کے لئے راستہ خود بخود ہموار ہو گیا ہے۔ ہم پیار و محبت کی باتیں کرتے رہے۔ شبھانی میری گود میں سر رکھ کر مستقبل کے خوابوں میں کھو گئی۔۔۔ تب اچانک مجھے گوکلا کی یاد آگئی۔

"شبھانی!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہوں۔"

"گوکلا کون ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور شبھانی جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں سے بھی خوف جھانکنے لگا تھا۔

"کیوں۔۔۔ یہ نام تمہیں کس نے بتایا؟"

"کسی نے بھی بتایا ہو تم اس کے بارے میں مجھے بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"اوہ، اس کا تذکرہ مت کرو۔ یہ تذکرہ بہت منحوس ہوتا ہے، یہ آفت لاتا ہے۔ اس کا نام بھی آئندہ مت لینا۔"

"لیکن شبھانی! میں اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ یہ میری خواہش ہے۔"

"نہ کرو۔ اس کا تذکرہ نہ کرو۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔" اس نے التجا کی۔

"تمہارے علاوہ میں کسی سے نہیں پوچھ سکتا۔ مجھے بتاؤ شبھانی! کیا تم میری اتنی سی بات نہیں مان سکتیں؟" میں نے ضد کرتے ہوئے کہا اور وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "بتاؤ شبھانی! ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا۔"

"پورنا!" اس نے آہستہ سے کہا۔ "پورنا! میری بات مان لو۔ اچھا پھر یوں کرو۔۔۔ تم اس کا نام دوبارہ مت لینا۔ میں تمہیں اس کے بارے میں بتادوں گی۔"

"کیوں۔۔۔ میں اس کا نام کیوں نہ لوں؟"

"کوئی نحوست آئے گی تو میرے اوپر ہی آئے گی۔۔۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"تمہیں بھی نہیں پہنچے گا شبھانی۔ تم اطمینان رکھو۔"

"وہ ایک جادوگرنی ہے۔ ان پہاڑیوں سے بہت دُور۔۔۔ اس پہاڑی کے دامن میں ایک غار میں رہتی ہے جس کے سر پر بکری کے دو سینگ اُبھرے ہوئے ہیں۔ وہ خود کو مہان سمجھتی ہے اور مہاتما بُدھ کی تعلیمات کا مذاق اُڑاتی ہے۔ ان علاقوں میں وہ کبھی نہیں آتی کیونکہ مہاتما کا گیان اس کے بدن پر کوڑے بن جاتا ہے۔ ہم سب اس سے بے پناہ نفرت کرتے ہیں۔"

"زندہ ہے؟"

"ہاں۔ صدیوں سے زندہ ہے، کبھی نہیں مرتی۔"

"خوب۔ کسی نے اسے دیکھا ہے؟"

"ہاں۔ تیاگیوں نے اسے دیکھا بھی ہے۔"

"اس سے کوئی جھڑپ تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں۔ لیکن اس کا ذکر بھی نحوست سمجھا جاتا ہے۔"

"تبھی یہاں کے لوگ اس سے خوف کھاتے ہیں۔ بس ایسے ہی ایک نوجوان نے میرے سامنے اس کا نام لے لیا تھا۔"

"اور وہ ٹھیک ہے؟" شبھانی نے پوچھا۔

"ہاں، بالکل ٹھیک ہے۔"

"وقتی بات ہے۔ اس پر مصیبت ضرور آئے گی۔ آج نہ سہی چند روز کے بعد سہی۔" شبھانی نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ظاہر ہے اس قسم کے توہمات میرے لئے نئے نہ تھے۔ سادھو اور مہنت ایسی افواہیں اُڑانے میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ بدھ مت کو نہیں مانتی اس لئے یہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں اور اس کے نام سے بھی گھن کھاتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے دوسروں کو روکنے کے لئے یہ کہانی گھڑ دی ہے۔ بہرحال میں نے شبھانی کو سمجھایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ خوش ہو گئی تھی اور اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ اُلجھ گئی ہے۔

چاند اپنا سفر طے کر چکا تھا۔ میں نے اسے کافی تسلی دی۔ اور پھر آدھی رات کے قریب وہ اُٹھ گئی اور میں اسے چھوڑنے دُور تک گیا پھر میں واپس اپنی رہائش گاہ پر آگیا۔۔۔ اور یہاں شانا میری منتظر تھی۔ اس

کی آنکھوں میں نیند اُمڈی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ خوش ہو گئی۔
"میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی" اس نے کہا۔
وہ سارا وقت ہم دونوں نے آنکھوں آنکھوں میں گزارا۔ پھر جب دُور مُرغ بانگ دینے لگے تو وہ واپس چلی گئی۔
یُوں پروفیسر — دو لڑکیاں بیک وقت میرے نزدیک آگئیں۔ لیکن شانا شہانی کی جگہ نہ لے سکی۔ ساتواں دن تھا — اس رات پھُول راس وادی میں شہانی نہ پہنچی۔ اس رات گوکلا کے تذکرے کے بعد سے وہ زیادہ ہی خوفزدہ رہنے لگی تھی۔ حالانکہ کئی دن گزر گئے تھے لیکن اس کے ذہن سے خوف دُور نہیں ہوا تھا۔ وہ بار بار کہتی تھی کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔
رات گزرتی جا رہی تھی اور میں شہانی کے لئے پریشان ہو گیا تھا پھر جب میں کافی اُلجھ گیا تو پگوڈے کی جانب چل پڑا — پگوڈے میں حسبِ معمول خاموشی تھی۔ میں شہانی کو تلاش کرتا پھرا — اور پھر میں ایک جگہ پہنچا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں پہلی بار شہانی سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہاں میں نے دو افراد کو دیکھا۔ ان میں ایک امبھاکر دسا تھا اور دوسری شہانی — امبھاکر دسا مہاتما بُدھ کے مجسمے کے سامنے آنکھیں بند کئے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا اور اس کے مُنہ سے آواز نکل رہی تھی۔ شہانی اس کے پیچھے خاموش کھڑی تھی۔ امبھاکر دسا کہہ رہا تھا۔
"اس نے کہا ہے کہ اپنے نفس کو مارو — انسان طلب کا پجاری ہے اور طلب شیطان ہے لیکن مشکل ہے شیطان سے بچنا اور نجات کا راستہ شیطان سے دُور بھاگنے میں ہے۔ سو اگر تمہارا نفس طلب کا غلام ہے تو بہتر ہے اس سے بچنے کے لئے خود کو فنا کر دو اور فنا نجات ہے — فنا نجات ہے — فنا نجات ہے......."
میں نے آگے بڑھ کر شہانی کو جھنجوڑا۔ لیکن اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ اس کا پورا بدن کانپ رہا تھا، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے چہرہ سُرخ ہو رہا تھا میرے جھنجوڑنے پر بھی وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئی، اور میرے بازوؤں میں جھُول گئی — وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ تب میں نے اسے خاموشی سے بازوؤں میں اُٹھایا اور طویل فاصلے طے کر کے اسے پھُول راس کی وادی میں لے گیا۔ میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کافی دیر کے بعد وہ ہوش میں آگئی۔ لیکن اس کے حواس اب بھی بگڑے ہوئے تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر مجھ سے چمٹ گئی اور پھر رونے لگی۔
"شہانی! شہانی! تمہیں کیا ہوا — مجھے بتاؤ تمہیں کیا ہوا ہے"
"میں — میں تمہارے پاس آرہی تھی" اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا "تب — مہاتما کے مجسمے کے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے یُوں لگا جیسے کسی نے میرے پاؤں پکڑ لئے ہوں۔ میں ہل بھی نہ سکی اور میں نے دیکھا، امبھاکر دسا مہاتما کے سامنے جھکی کر رہے تھے۔ ان کے الفاظ یہی تھے کہ — اپنی خواہشات کے لئے خود کو مار دو، خواہشات پوری نہ ہونے دو — خواہشات شیطان ہوتی ہیں۔ اور میں ہل بھی نہ سکی۔ میں — میں بھی تو بہک گئی تھی۔" وہ پھر رونے لگی اور میں پریشان ہو گیا۔
"شہانی! ہوش میں آؤ۔"
"میں آگئی ہوں — ہوش میں آگئی ہوں" اس نے سسکتے ہوئے کہا۔ "میں نے اسے بھُلا دیا تھا۔ میں اپنی خواہشات کی غلام بن گئی تھی مجھے واپس جانے دو۔"
"شہانی!" میں چیخ پڑا۔
"میں واپس جانا چاہتی ہوں، مجھے واپس جانے دو۔" اس نے کہا اور تڑپ کر میرے بازوؤں سے نکل گئی۔
"شہانی! ہوش میں آؤ۔ ہم آج ہی یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ تم نے وعدہ کیا تھا" میں نے کہا۔ لیکن وہ تیزی سے دوڑ پڑی تھی۔
میں نے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی اور خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ میرے تاثرات عجیب تھے۔ اس لڑکی سے میں کافی متاثر ہو گیا تھا اور اسے اس طرح نہیں چھوڑنا چاہتا تھا لیکن اس کا ذہن پھر پلٹ گیا تھا۔ اور یُوں لگ رہا تھا جیسے اب وہ دوبارہ مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کرے گی۔ چنانچہ اب کیا کرنا چاہیئے۔
پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اسے یہاں سے اُٹھا کر لے جاؤں، خواہ زبردستی ہی سہی۔ ٹھیک ہو جائے گی خود بخود — جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ اور پھر یہ فیصلہ کرنے کے بعد ایک بار پھر میں پگوڈے کی طرف چل پڑا۔ ذہن میں، میں نے بہت سے فیصلے کئے تھے۔
رات کے آخری پہر میں، جب میں دوبارہ پگوڈے میں داخل ہوا تو کچھ چہل پہل سی تھی۔ حالانکہ اتنی جلدی یہاں چہل پہل نہیں ہوتی تھی۔ راہب ایک طرف جا رہے تھے اور میں نے محسوس کیا کہ ان کا رُخ بُدھ کے مجسمے کی طرف ہے۔
دُور ہی سے میں نے ایک منظر دیکھا۔ بُدھ کے مجسمے کے قریب ایک انسانی بدن شعلوں میں گھرا ہوا تھا۔ پورے بدن سے شعلے بلند ہو رہے تھے اور راہب جمگھٹ لگائے کھڑے تھے — میں بھی قریب پہنچ گیا۔
"کیا ہوا — کیا بات ہے؟"
"شہانی نجات کے راستے پر چل پڑی ہے۔ اُس نے خود کو جلا کر راکھ کر دیا ہے، اس نے نجات حاصل کر لی ہے۔" راہب نے مجھے بتایا — اور میں ساکت رہ گیا۔ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے پروفیسر — اس نے کہا تھا کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ کیونکہ اس نے گوکلا کا نام لیا ہے۔ اور جو اس نے کہا تھا، وہ ہو گیا تھا۔ شہانی اب راکھ کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ رہی تھی۔

کروسا مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا تھا
سب خاموش تھے۔ ان کے عقیدے
کے مطابق تو شبھانی نے ایک نیک کام کیا تھا لیکن میرا چہرہ غصّے
سے سرخ ہو رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ کروسا کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور
پھر میں نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

کروسا نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "تم اس وقت۔۔۔؟ یہاں؟"
اس نے تعجب سے پوچھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ کروسا؟" میں نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"ایک راہبہ نے خود کو بھسم کر لیا ہے۔"

"کیوں؟"

"نجات حاصل کرنے کے لئے۔" کروسا نے سکون سے جواب دیا

"امبھا کروسا۔۔۔ یہ نجات کی ضرورت اچانک کیوں پیش آجاتی
ہے۔؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"انسان بہت کمزور ہے۔ اور اس کا مقابلہ شیطان جیسے موذی
بہکانے والے سے ہے۔ یہ کمزور ہستی اکثر اس کے جال میں پھنس جاتی
ہے۔ لیکن بدھا نے اسے نجات کا راستہ دکھا دیا ہے۔ اور اس کے
بعد شیطان کی کچھ نہیں چلتی۔۔۔!" امبھا کروسا نے سکون سے جوابدیا"

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں کروسا۔" میں نے کہا۔

"کہو۔"

"یہاں نہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔" میں نے کہا اور امبھا کروسا
میرے ساتھ چل پڑا۔ میں اسے لے کر ایک گوشے میں پہنچ گیا۔

میرے ذہن میں بے پناہ غصّہ تھا' حالانکہ جو کچھ ہوا تھا وہ
ایک طور سے غلط نہ تھا۔ یہ ان کا اپنا عقیدہ تھا۔ اس میں کسی دوسرے
کا دخل کیا معنی رکھتا تھا۔ لیکن بس یہ احساس تھا کہ شبھانی کو وہ
نہیں کرنا چاہیئے تھا جو اس نے کیا تھا اور یہ بات بھی ذہن میں تھی
کہ اسے اس کے لئے مجبور کیا گیا ہو گا۔۔۔

میں نے امبھا کروسا کی جانب دیکھا۔ اس کے چہرے پر کوئی
خاص بات نہیں تھی۔۔۔ وہی سکون' وہی بالوس انداز۔۔۔ البتہ اس
وقت اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں تھی اور وہ سنجیدہ نگاہوں
سے مجھے دیکھ رہا تھا۔۔۔

"کیا بات ہے مسافر۔۔۔" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"امبھا کروسا۔۔۔ شبھانی نے خود کو بھسم کیوں کیا۔؟"

"میں نے تجھے بتایا نا مسافر کہ اس کا نفس' اس کی فطرت اسے
کسی ایسے کام کے لئے مجبور کر رہی ہو گی جو بدھا کی تعلیمات کے
خلاف ہو گا۔ اس نے خود کو اس کام سے باز رکھنے کی کوشش بھی
کی ہو گی' لیکن اس کے نفس نے وہ سب کچھ نہ کرنے دیا اور اس
نے یہی بہتر سمجھا کہ وہ اپنی زندگی ختم کر دے۔۔۔ نفس کو قتل
کرنے کے لئے مر جانا' ہمارے مذہب میں بہت بڑی نیکی ہے مسافر۔
اور شبھانی نے یہ نیکی حاصل کر لی ہے۔۔۔"

"ہوں۔۔۔ کیا اس کی موت سے پہلے تم لوگوں کو یہ بات معلوم
نہ ہو سکی کہ اس کی خودکشی کی وجہ کیا تھی۔۔۔؟ اور جس چیز کو تم
نفس کا نام دیتے ہو اس نے اسے کس بات کے لئے مجبور کیا تھا؟"

"ضروری نہیں مسافر کہ ہم ساری باتیں معلوم کریں۔۔۔" امبھا
کروسا نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"تو کیا کسی شخص کے مرنے یا خودکشی کرنے تک کے حالات
سے تم واقفیت نہیں رکھتے' امبھا کروسا۔۔۔؟" میں نے تیکھے لہجے
میں سوال کیا۔

"نہیں مسافر۔۔۔ ہم اسے ضروری نہیں سمجھتے' ہاں اگر کوئی
بات معلوم ہو جائے تو یہ دوسری بات ہے۔۔۔"

"امبھا کروسا' تمہیں معلوم ہے کہ شبھانی کو اس کے نفس
نے کیوں خودکشی پہ آمادہ کیا۔۔۔؟"

میرے سوال پر امبھا کروسا مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھنے
لگا اور پھر اس نے بھاری آواز میں کہا۔۔۔

"ہاں مجھے معلوم ہے۔۔۔"

"اور میں جاننا چاہتا ہوں۔۔۔"

"تم سب کچھ جانتے ہو مسافر۔۔۔!" امبھا کروسا نے جوابدیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ ذات' وہ ہستی' وہ شخصیت تیری تھی جس
کی وجہ سے اسے موت کی وادیوں میں جانا پڑا۔" امبھا کروسا نے کہا۔

"امبھا کروسا' کیا اسے کسی نے اس بات کے لئے مجبور کیا۔"

"کس بات کے لئے۔۔۔؟"

"میرا مقصد خودکشی سے ہے۔"

"ہاں۔"

"کس نے مجبور کیا اسے۔؟" میں نے بھاری لہجہ میں کہا۔

"اس کے دھرم نے اس بات پر مجبور کیا۔"

"اور کوئی شخص' ایسا بیرونی شخص' جس نے اسے اس بات پر
مجبور کرنے کی کوشش کی ہو۔۔۔؟"

"نہیں ایسا کوئی نہیں ہے۔" امبھا کروسا نے جواب دیا۔
"لیکن تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لئے امبھا کروسا کہ میں جسے پسند کرتا ہوں' وہ صرف
میری ملکیت ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے اور میرے
درمیان مداخلت کرنے کی کوشش کرے تو پھر وہ میرے ہاتھوں
موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔"

"نہیں نوجوان مسافر یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔" امبھا کروسا

نے کسی قدر بدلے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا بات اچھی ہے اور کیا بات بُری ہے۔ اس کے بارے میں میں زیادہ نہیں سوچتا۔ امبھاکروسا، تم اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ اگر مجھے یہ بات معلوم ہو گئی کہ شبھانی کو کسی نے مرنے پر مجبور کیا ہو گا تو میں اسے نیست و نابود کر دوں گا۔"

"نیست و نابود کرنے والی صرف ایک ذات ہے۔ کوئی دوسری ذات نہیں۔" امبھاکروسا نے جواب دیا۔ اور میں اسے خون خوار نظروں سے دیکھنے لگا۔

"یہ تمہیں وقت بتائے گا امبھاکروسا۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"بہت بہتر اب مجھے اجازت دو۔ مجھے اور بہت سے کام کرنے ہیں۔" امبھاکروسا نے کہا اور مڑ کر واپس چل دیا۔

میرے ذہن میں چنگاریاں سی بھر گئی تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ شخص خود کو بہت کچھ سمجھتا ہے۔ ابھی تک اسے میری حیثیت، میری شخصیت معلوم نہیں ہے۔ لیکن اب مجھے ان لوگوں کو اپنے بارے میں بتانا ہی دینا چاہیئے۔ حالانکہ شبھانی مر چکی تھی۔ اب وہ میری دسترس سے دُور تھی اور میں اسے واپس نہیں لا سکتا تھا۔

میرے ذہن میں ان لوگوں کے خلاف نفرت و انتقام کا جذبہ ابھر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

امبھاکروسا تمام آداب بالائے طاق رکھ چکا تھا اس نے مجھ سے کس قدر بیزاری کا اظہار کیا تھا۔

اس نے کہا تھا کہ وہ جا رہا ہے کیونکہ اسے بہت سے اور بھی کام ہیں۔ ظاہر ہے میں اسے بے کر آیا تھا اور میں اس کی وجہ سے یہاں تک پہنچا تھا۔ ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ میں کسی اور جانب کا رخ کرتا۔ اور بہرصورت میں نے اس کی مدد بھی کی تھی۔

اب اگر ان تمام باتوں کے بعد اس ایک واقعہ کے لئے وہ ان تمام باتوں کو فراموش کر چکا ہے تو اس سے فرق کیا پڑتا ہے، بہرحال مجھے اس کی کسی امداد کی ضرورت تو نہیں ہے۔

دیر تک میں پگوڈے میں کھڑا انہی حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ اور پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس بستی کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہو گا۔ کیا فائدہ ان بیکار سے لوگوں کو قتل کرنے میں۔ میں سمجھا ہاں۔ لیکن امبھاکروسا کے ان الفاظ کا جواب میں اسے ضرور دینا چاہتا تھا۔

اور وہ جواب یہ تھا کہ میں ثنانا کو یہاں سے نکال لے جاؤں نہ سہی شبھانی، ثنانا ہی سہی۔

تب میں امبھاکروسا کے مکان کی جانب چل پڑا، جہاں میرا قیام تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں تک شبھانی کی موت کی اطلاع پہنچی ہے یا نہیں۔ یا ان لوگوں کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ شبھانی کی موت کی وجہ میں بنا ہوں۔ یا نہیں معلوم۔

بہرصورت میں مکان میں داخل ہوا تو حسبِ معمول میری پذیرائی کی گئی۔ جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ ابھی ان لوگوں کو حالات کا کوئی علم نہیں ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ امبھاکروسا سے میرے تعلقات کسی وجہ سے خراب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ میں اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

ثنانا تو بس میرے قدموں کی آہٹ کی منتظر رہتی تھی چنانچہ وہ فوراً میرے پاس پہنچ گئی اور میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

ثنانا میرے قدموں کے نزدیک بیٹھ گئی تھی۔ وہ دل و جان سے مجھ پر فدا تھی اور اس کا کہنا تھا کہ میرے بغیر اس کی ہر رات سُونی ہوتی ہے۔ اور دن پھیکا پھیکا سا محسوس ہوتا ہے۔

"ثنانا۔" میں نے اسے پکارا اور وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے پورنا۔" اس نے پوچھا۔

میرے ذہن میں شبھانی ابھر آئی۔ کیونکہ یہ نام اسی نے مجھے دیا تھا۔ بہرصورت ثنانا بھی اس نام سے واقف ہو چکی تھی۔

"ثنانا میں یہ بستی چھوڑنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں۔؟" ثنانا کی آواز میں سراسیمگی تھی۔

"بس میں یہاں نہیں رہنا چاہتا۔"

"لیکن اس کی وجہ پورنا۔؟" ثنانا عجیب سے لہجے میں بولی۔

"ثنانا! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں اور کوئی منزل میرے لئے منزل کی حیثیت نہیں رکھتی، میں چلتے رہنا پسند کرتا ہوں۔ راستہ میں اگر کبھی تھکن محسوس ہوئی یا پھر ٹھہرنے کا موقع ملا یا دل چاہا تو جو بھی آبادی نظر آئی، وہاں کچھ عرصے کے لئے ٹھہر جاتا ہوں اور کچھ وقت قیام کرنے کے بعد وہاں سے آگے بڑھ جاتا ہوں۔ چنانچہ تمہاری بستی میں آئے ہوئے مجھے کافی دن ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اب میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

"نہیں پورنا۔ ایسا نہ کہو۔ ایسا نہ کہو۔" ثنانا سراسیمہ لہجے میں بولی۔

"ثنانا مجھے جانا ہی ہے۔ اور اب تو یہاں سے جانا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ تم یہ سمجھ لو کہ میں کسی بھی قیمت پر یہاں نہیں رک سکتا۔"

"کیوں۔ آخر کیوں۔" ثنانا نے روتے ہوئے پوچھا۔

"اس لئے کہ اب اس بستی کے لوگ میرے مخالف ہو چکے ہیں۔"

"بستی کے لوگ۔؟" ثنانا نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں ثنانا۔!"

"لیکن بستی کے لوگ تمہارے مخالف کیوں ہو گئے، پورنا؟" شانا نے اپنے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔۔۔

"شانا تمہارے مذہب میں جو تعلیمات ہیں۔ میں ان کے خلاف جا چکا ہوں۔ اب یا تو میں یہاں سے چلا جاؤں، یا پھر دوسری صورت میں اس بستی کے لوگوں کو میری ذات سے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"پر اس کی وجہ کیا ہوئی پورنا۔" شانا نے پوچھا۔

"وجہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا شانا۔۔۔ البتہ تمہارے لئے ایک پیش کش ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا۔؟" شانا نے پوچھا۔

"کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟"

"کہاں۔؟" وہ تعجب سے بولی۔

"جہاں بھی میں جاؤں۔۔۔ کیا تم ایک ایسے مسافر کا ساتھ دو گی جس کی منزل نامعلوم ہے یا یوں کہا جائے کہ اس کی کوئی منزل ہی نہیں، بس جو چلتا ہی رہتا ہے، اور چلتے رہنا چاہتا ہے۔ اگر تم میرا ساتھ دینا چاہو تو میرے ساتھ چلو۔" میں نے کہا اور شانا گردن جھکا کر سوچنے لگی۔

پھر اس نے آہستہ آہستہ میری طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر میری گردن میں باہیں ڈال دیں۔۔۔ اس نے اپنا سر میرے سینے سے لگا دیا تھا۔۔۔

"میں تمہارے ساتھ جاؤں گی پورنا۔۔۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔۔۔ میرا یہاں کچھ بھی نہیں رہا ہے۔"

تب اسی وقت دروازے پر آہٹ سی محسوس ہوئی اور شانا نے بھی شاید یہ آواز سن لی تھی، وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔۔۔

میں نے دیکھا کہ ابھاکروسا کے خاندان کے کچھ نوجوان دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔۔۔ ان میں ایک ادھیڑ عمر کا شخص بھی موجود تھا۔۔۔ یہ ابھاکروسا کا بیٹا تھا۔۔۔

اور یہاں اس کی خاص حیثیت اور اہمیت تھی۔ وہ سب مجھے کڑی نگاہوں سے گھور رہے تھے۔

تب اس شخص نے آگے بڑھ کر شانا سے کہا "شانا کھڑی ہو جا۔" اور شانا کھڑی ہو گئی۔

"شانا۔۔۔!" وہ دوبارہ بولا۔ "کیا تمہیں اپنے نفس پر قابو نہیں رہا ہے کہ تو بدھا کی تعلیمات سے اس قدر غافل ہو گئی ہے کہ ان کی خلاف ورزی کرنے لگی ہے۔ احمق لڑکی ہمیں تو نفس کشی کی تعلیم دی گئی ہے، پھر تو نفس کی غلام کیسے بن گئی؟ اگر تیرا دل اس شخص کو چاہتا تھا تو تیرے اوپر کوئی ایسی پابندیاں تو نہ تھیں۔۔۔ تو اسے حاصل کرنے کے لئے وہ سب کچھ کر سکتی تھی جو کسی نوجوان کے لئے کیا جا سکتا ہے۔۔۔ لیکن تو نے جو کچھ کیا ہے، کیا اس کے بعد تیری حیثیت اس کالی ہستی سے مختلف رہ گئی ہے جس کا نام ہم لوگ لینا پسند نہیں کرتے۔۔۔"

"بابا۔" شانا نے احتجاجی لہجے میں کہا۔۔۔ "بابا میں اسے چاہتی ہوں، اسے پیار کرتی ہوں۔۔۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"یہ تو ہم سے کیوں کہہ رہی ہے؟ جو کچھ تو چاہتی تھی وہ تو تو کر چکی ہے، اور یہ نوجوان میں اس کے بارے میں کیا کہوں، بس اس کے سوا کہ یہ آستین کا سانپ ہے۔" نوجوان شخص غراتے ہوئے لہجہ میں بولا۔

"اپنی زبان کو قابو میں رکھو اے شخص!" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔ اور وہ شخص بھڑک اٹھا۔

"اور ہم لوگ قابو میں ہیں اے نوجوان آدمی، ورنہ تم جو کچھ کر کے آئے ہو اب وہ شہر کے چپے چپے پر عیاں ہو چکا ہے۔۔۔"

"کیا مطلب؟" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"شبھانی۔۔۔ معصوم لڑکی شبھانی، جو تمہاری وجہ سے موت کا شکار ہوئی ہے۔"

"سنو، سامنے سے ہٹ جاؤ، میں شانا کو لئے جا رہا ہوں اور تمہارے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ میں تمہاری نگاہوں کے سامنے تمہاری عزت کو اپنے چنگل میں دبوچ کر لئے جا رہا ہوں۔۔۔ اس سے زیادہ اگر کسی نے کچھ کرنے کی کوشش کی تو پھر تم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔" میرا پارہ عروج کو پہنچ گیا تھا۔

اس شخص نے تو کچھ نہ کہا لیکن ان نوجوانوں نے خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھا، پلٹے اور کہیں چلے گئے، جب وہ واپس آئے تو ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے۔ وہ شخص جو ہمارے آگے کھڑا تھا چونک پڑا اور پھر اس نے نوجوانوں کی طرف دیکھا اور ان سے مخاطب ہو کر بولا۔

"نہیں اس کے باوجود یہ ہمارا مہمان ہے، بہتر یہ ہے کہ خاموشی سے اسے نکل جانے دو۔۔۔"

"لیکن۔۔۔ اس نے، اس نے ہمارے اعتماد کو قتل کیا ہے۔ اس نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ شبھانی کی موت کے باوجود یہ اپنے آپ کو بے قصور سمجھتا ہے اور اس کے تیور بہت خراب ہیں۔ کیا ہم اس کو سزا نہیں دے سکتے۔۔۔؟"

"سزا اور جزا کسی اور کے ہاتھ میں ہے، اس نے برا کیا ہے، برا پائے گا۔ اس نے شبھانی کو موت کی طرف دھکیل دیا ہے اور اب شانا کو بھی موت کی طرف لے جا رہا ہے، ہم صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ اس شیطان کو اپنی بستی سے نکال دیں۔" اس شخص نے کہا اور دوسرے نوجوان خونخوار نظروں سے مجھے دیکھنے لگے۔۔۔

اور اب میرے لئے کچھ برداشت کرنا ممکن نہ تھا۔ میں نے

ایک ہی تھپیڑ اس شخص کے گال پر مارا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی وہ نیچے گر کر تڑپنے لگا تھا۔۔۔ نوجوان بری طرح بپھر گئے۔
انہوں نے نیزے تانے اور یہ ممکن تھا کہ میں ان پر حملہ بھی کرتا اور انہیں نیست و نابود کر دیتا کہ مجھے دور سے ابھاکروسا کی آواز سنائی دی۔۔۔
"رک جاؤ۔۔۔ فوراً رک جاؤ" اور نوجوان یہ سن کر رک گئے۔۔۔ ابھاکروسا نہ جانے وہاں کیوں پہنچ گیا تھا۔
میں نے ابھاکروسا کی طرف دیکھا اور پھر غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہی بہتر ہے انہیں روک لو ورنہ یہ بھی اس کی مانند فنا ہو جائیں گے"۔۔۔ میں نے زمین پر پڑے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔ جس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور جو اب بھی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ رہا تھا۔۔۔
ابھاکروسا نے اسے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے
"مسافر یہ میرا بیٹا تھا۔۔۔"
"کوئی بھی ہو ابھاکروسا۔۔۔ اب مجھے تمہاری بستی کے کسی بھی فرد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں میں اس لڑکی کو لئے جا رہا ہوں،" میں نے ثنانا کی طرف دیکھ کر کہا اور ابھاکروسا نے بھی ثنانا کی طرف دیکھا۔۔۔
دیر تک دیکھتا رہا اور پھر اس نے آہستہ سے کہا "ثنانا تو ابھاکروسا کی پوتی ہے۔۔۔"
"ہاں۔" ثنانا کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔
"کیا تو اس نوجوان کے ساتھ جائے گی؟"
"نہیں" اس نے آہستہ سے کہا اور میں چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔۔۔
ثنانا جو اب تک اس قدر محبت کا اظہار کر رہی تھی، نجانے کیوں ایک لمحہ میں بدل گئی تھی۔ وہ عجیب سی نظروں سے ابھاکروسا کو دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ میری طرف دیکھنے لگی۔
"بول مسافر اب تو کیا چاہتا ہے؟"
"اگر یہ نہ جانا چاہے تو میں اسے مجبور نہیں کروں گا ابھاکروسا" میں نے زہرخند سے کہا۔
"یہ تیرے سامنے انکار کر رہی ہے۔۔۔" ابھاکروسا نے کہا۔
"ٹھیک ہے تب پھر میں یہاں سے جا رہا ہوں۔۔۔" میں نے کہا اور ثنانا کی جانب دیکھا، لیکن اس کا چہرہ بدستور جھکا ہوا تھا۔
میں جانتا تھا کہ ابھاکروسا کی موجودگی میں ثنانا بدل گئی ہے لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں تھی۔۔۔ نہیں جاتی تو جہنم میں جائے میرا مقصد تو صرف اس بستی سے پیچھا چھڑانا تھا۔۔۔
باقی نوجوانوں کو میں نے معاف ہی کر دیا تھا۔۔۔ حالانکہ انہوں نے مجھ پر نیزے تانے تھے۔۔۔ ظاہر ہے وہ جذباتی ہو گئے تھے اور جذباتی طور پر اگر کوئی عمل کر لیا جائے تو اسے معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔
چنانچہ میں نے گہری نگاہوں سے ان کو دیکھا۔ "بابا۔۔۔ بابا ابھاکروسا ہم اس شخص کو اس طرح نہیں جانے دیں گے۔۔۔ یہ ہمارے اعتماد سے کھیل رہا ہے۔۔۔" نوجوانوں میں سے ایک نے کہا۔
"اوہ ابھاکروسا۔۔۔ میں چاہتا ہوں تم ان لوگوں کو مجھے روکنے سے نہ روکو۔ میں خود یہاں سے چلا جاؤں گا اور اب میں ثنانا سے بھی دستبردار ہو چکا ہوں۔۔۔"
"نوجوانو!" ابھاکروسا ان نوجوانوں سے مخاطب ہو کر بولا "بہتر یہی ہے کہ اسے نکل جانے دو۔"
"بابا کروسا اگر ہم نے اسے نکل جانے دیا تو ہم زندگی بھر سر نہ اٹھا سکیں گے، ہمیں بھی خودکشی کرنا ہو گی۔۔۔"
"بہتر یہی ہے، میرے بچو! کہ اگر تمہارا غصہ، تمہارا نفس تمہارا جلال، تمہارا دل یہی کہہ رہا ہے کہ اس کا خون بہا دو تو تم اپنے نفس کو قابو میں رکھو جس طرح بھی ممکن ہو تم اپنے نفس سے بچنے کی کوشش کرو، کیونکہ یہی تمہارا دھرم ہے، اور یہی تمہاری تعلیم۔۔۔"
"تو پھر ہمیں وہ کرنے کی اجازت دی جائے جو دھرم کہتا ہے۔" ایک نوجوان بولا۔۔۔
"ہاں دھرم کی کسی بات سے روکنے کی مجال کس میں ہے۔" ابھاکروسا نے کہا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بجلی سی کوند گئی۔
نوجوانوں میں سے ایک نے اپنا نیزہ ثنانا کے سینے میں پیوست کر دیا اور ثنانا کے حلق سے خوفناک چیخ نکل گئی۔۔۔ پھر اس نے دوسرے نوجوان کا نیزہ چھین کر اپنے سینے میں گھونپ لیا اور اس کے بعد۔۔۔۔ یکے بعد دیگرے چاروں نوجوانوں نے بھی اپنے نیزوں کی انیاں اپنے پہلو کی طرف کر کے انہیں اپنے جسم میں داخل کر لیا۔۔۔
میں ساکت و جامد رہ گیا تھا۔۔۔ یہ سب کچھ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔۔۔
وہ آہستہ آہستہ نیچے گرنے لگے، جو کھڑا رہ سکتا تھا وہ ابھی تک کھڑا تھا۔۔۔ باقی جس میں سکت نہیں رہ گئی تھی وہ زمین پر گر پڑا تھا۔۔۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ تمام نوجوان اور ثنانا ختم ہو چکے تھے۔۔۔
میں اب بھی حقارت آمیز نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا، یہ سب کچھ جو ہوا تھا میرے خیال میں بہتر نہیں تھا۔۔۔ اور اب اگر جو بھی گیا تھا تو مجھے بھلا اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔
چنانچہ میں نے ابھاکروسا کی طرف رخ کیا اور کہا "ٹھیک ہے ابھاکروسا میں جا رہا ہوں۔۔۔ لیکن تمہاری بستی سے کچھ اچھی

یادیں میرے ساتھ نہیں ہیں ——"

"تم اب بھی چاہو تو یہاں رک سکتے ہو نوجوان مسافر، ہم تمہیں منع نہیں کریں گے، لیکن ہمیں اخلاق اور ان پابندیوں کا خیال رکھنا ہوگا جو ہمارے مذہب میں بے حد ضروری ہیں —— ورنہ ہمیں دشمنی بھی آتی ہے ——"

"اوہ، امبھاکردسا میں تمہیں اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ تم سے دشمنی کی جائے ——"

اور امبھاکردسا زہریلی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ شاید اس انداز میں اس کی قوم کے بارے میں میرا کہنا اسے برا لگا تھا ——

بہرصورت میں نے اس کی پرواہ نہ کی پروفیسر، اور لگاتار بڑھتا چلا گیا۔

"جو لوگ اتنے بزدل ہوں کہ اپنے ہاتھوں مرجانا پسند کریں، اور کسی دوسرے سے انتقام نہ لے سکیں، میرے نزدیک وہ کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ چنانچہ میں اب یہاں رک کر کیا کروں گا۔"

میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا —— امبھاکردسا نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی ——

اس بستی سے کوئی خوشگوار یاد میرے ساتھ نہیں تھی ——

حالانکہ شبھانی ایک بڑے عرصے کے بعد مجھے اس روپ میں ملی تھی جو میرے لئے پسندیدہ تھا —— وہ لڑکی میری ساتھی بھی بن سکتی تھی اور ایک طویل عرصے تک میں اس کے ساتھ زندگی گزار سکتا تھا، لیکن بہرصورت وہ جس حماقت کا شکار ہوئی، میں اسے حماقت ہی کہوں گا، یہ ان کا مذہبی مسئلہ تھا اور کسی کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی گناہ ہے اور اگر ان کے ہاں یہی سب کچھ تھا تو ظاہر ہے میں کیا کر سکتا تھا ——؟

میرے سامنے جن نوجوانوں نے اپنے آپ کو قتل کیا تھا، میری نگاہوں میں ان کی کوئی وقعت نہیں تھی۔

ٹھیک ہے ان کا مذہب انہیں نفس کشی سکھاتا تھا لیکن یہ مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کسی کے لئے اسے مارنے کی بجائے خود جان دے دو ——

لیکن پروفیسر، اصول، مذہب اور حالات جو کچھ بھی ہوں، ہمیں ان میں دخل اندازی کی ضرورت بھی کیا ہے ——؟

چنانچہ میں اس بستی سے نکل آیا —— ضروری نہیں تھا کہ میں اسی جانب رخ کرتا جہاں سے میں آیا تھا —— زمین تو بے حد وسیع تھی، جہاں بھی قدم اٹھتے وہیں چلا جاتا، جہاں بھی میری دلچسپی کا سامان ہوتا میں وہاں جا سکتا تھا ——

سو میں بستی سے باہر نکل آیا ——

لوگ حسب معمول اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے، کچھ کو ان حادثات کا پتہ تھا، کچھ ان سے بے خبر تھے ——

بہرحال مجھے ان سے کیا غرض تھی، میں خاموشی سے اپنا سفر طے کرتا رہا، ویسے اس بستی میں آنے کے بعد صرف شبھانی تھی جس کے ساتھ کچھ اچھا وقت گزارا تھا، باقی اور کچھ نہ مل سکا تھا مجھے۔

میں نے امبھاکردسا کے اس علم میں دلچسپی لی تھی۔ مگر یوں لگتا تھا جیسے اس قسم کے علوم میری قسمت ہی میں نہیں ہیں —— اگر نہیں ہیں تو میں بھی ان کے لئے دیوانہ تو نہیں ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے جادو سیکھ کر میں کیا کرتا ——؟

مجھے جادو سے کون سے فائدے اٹھانے تھے —— ہاں اگر ایک علم کی حیثیت سے وہ مجھے مل جاتا تو میں علم کے حصول کے لئے تو سرگرداں رہتا ہی تھا ——

میں نے نہ جانے کتنا سفر طے کیا تھا اور اس وقت میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں تھا، جب میں نے اس سیاہ پہاڑی کو دیکھا، جس پر دو سینگ ابھرے ہوئے تھے —— بالکل سیدھے سیدھے سینگ —— جنہیں دیکھ کر حیرت ہوتی تھی —— حالانکہ ان کے نیچے کوئی ایسا سر نہ تھا جسے بکری کی شکل سے مشابہت دی جاتی —— البتہ سینگ ویسے ہی تھے ——

اور مجھے گوکلہ یاد آگئی —— وہ عجیب و غریب کردار، جس سے بدھ مت کے ماننے والے بے پناہ نفرت کرتے تھے اور جس کی نحوست ... اوہ ... اچانک میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا تھا۔ مرنے والے نوجوان وہی تھے جو مجھے لے کر اس مکان میں داخل ہوئے تھے، یعنی امبھاکردسا کے وہ عزیز و اقارب جن کے حوالے مجھے کیا گیا تھا اور انہی میں سے ایک نے گوکلہ کا ذکر بھی کیا تھا، جب کہ دوسروں نے اسے سرزنش کی تھی کہ گوکلہ کا ذکر مت کرو۔ کیونکہ اس کی نحوست تمہارے لئے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے ——

اور اگر غور کیا جائے تو وہ سب ہی اس نحوست کا شکار ہو گئے تھے اور شبھانی بھی —— جس نے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ گوکلہ کا تذکرہ کرنے سے نحوستیں ظاہر ہوتی ہیں .. وہ خود بھی اس کا شکار ہو گئی تھی ——

اگر سوچا جاتا تو یہ بات ذہن میں آسکتی تھی کہ وہ سب گوکلہ کی نحوست کا شکار ہو گئے تھے —— لیکن دوسرے لمحے مجھے اپنے اس خیال پر ہنسی آگئی ——

ذرا میں بھی تو دیکھوں اس نحوست کو، آخر وہ کون ہے اور کیوں منحوس ہے —— چنانچہ میرا رخ اس پہاڑی کی جانب ہو گیا۔ اچانک ہی دلچسپی کا سامان نکل آیا —— اگر گوکلہ مجھے مل جاتی ہے تو میں اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش ضرور کروں گا —— میں نے سوچا —— یقیناً وہ جادوگرنی میرے لئے دلکش اور دلچسپ ثابت ہو سکتی ہے ——

حالانکہ اس سے پہلے منورما کا تجربہ خاصا سخت تھا، وہ جس انداز میں میرے پیچھے پڑی تھی وہ تو خاصا بھیانک تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ دَور میری زندگی کا خاصا خراب ترین دور تھا ــــــ

لیکن اس کے باوجود میں ہار ماننے والوں یا خوفزدہ ہو جانے والوں میں سے تو نہ تھا ــــــ میں منورما کو مدِنگاہ رکھتے ہوئے گوکلہ کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ میں تیزی سے پہاڑی کے دامن کی طرف چل پڑا ــ جہاں ایک عجیب و غریب شکل کا غار مجھے نظر آرہا تھا ــــ

عجیب و غریب میں اس لئے کہہ سکتا تھا کہ اس کا دہانہ شیر کے منہ کی مانند تھا اور یوں لگتا تھا جیسے کسی چٹان کو تراش کر اس میں یہ سوراخ بنایا گیا ہو اور یہ غار قدرتی نہ ہو ــــ

پھر بھی۔ یہ دلچسپ جگہ میرے لئے پُرکشش تھی، چنانچہ میں تیز رفتاری سے اس کی جانب بڑھنے لگا۔ اور چند ساعت کے بعد میں شیر کے منہ والے غار کے دہانے پر تھا ــ جیسا کہ لاؤنا وُ کے لوگوں نے بتایا تھا کہ گوکلہ ان کے لئے منحوس نام ہے اور خود میں نے بھی عقیدے کا کرشمہ دیکھا تھا۔ یعنی یہ کہ جس نے میرے سامنے یہ تذکرہ کیا تھا، وہ اب موجود نہیں تھا ــ لیکن اس بات کی حقیقت کیا تھی؟ یہ تو مجھے اس دہانے کے اندر داخل ہو کر ہی پتہ چل سکتا تھا ــــ

لیکن یہ پتھر کا شیر، یہ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا ــ غار کے کسی دہانے کو یہ شکل دے دینا بلاشبہ بڑی ہمت تھی۔ اور دہانہ بھی معمولی نہیں تھا، ایک چھوٹے موٹے پہاڑ کو ہی یہ شکل دی گئی تھی۔ کیا یہ انسانی ہاتھوں کا کرشمہ ہے۔ یا ہوا کی کاٹ نے یہ عجیب و غریب کارنامہ انجام دیا ہے ــــ

بہرحال میں اس کے قریب پہنچ گیا اور قریب پہنچ کر اسے غور سے دیکھا ــــ

بلاشبہ یہ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تھا۔ لیکن خوف کا یہاں کیا سوال پروفیسر ــ اس کے اندر کیا ہو گا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ ان لوگوں سے بددل ہو گیا تھا، اب دیکھنا یہ تھا کہ اندر کیا ہے ــ چنانچہ میں اس عظیم الشان چٹان کے بالکل نزدیک پہنچ گیا جس میں شیر کا سر تراشا ہوا تھا۔ اور اسی وقت مجھے ایک خوفناک غراہٹ سنائی دی ــ یہ شیر کی غراہٹ تھی ــ اور میں نے چٹان ہلتے ہوئے دیکھی، بالکل اسی انداز میں جیسے شیر گردن ہلا رہا ہو۔ اس کے ساتھ ہی شیر کی آنکھوں کے گڑھے روشن ہو گئے تھے ــــ

پھر ایک کرخت اور کسی قدر مکروہ آواز سنائی دی ــ " اپنی جگہ رک جاؤ ــ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش موت ہے ــ "

" دو خوب تو تم بولتے بھی ہو ــ " میں نے مسکرا کر کہا۔

" اور جو کچھ کہا گیا ہے، درست بھی ہے ــ "

" میں مرنا چاہتا ہوں ــ " میں نے جواب دیا

" لیکن مرنے کے لئے تم نے اسی جگہ کا انتخاب کیوں کیا ہے؟ "

" یہ تو اپنی اپنی پسند ہے " میں نے کہا اور آواز چند ساعت کے لئے رک گئی ــــ پھر دوبارہ سنائی دی۔

" کیا تم بدھ راہب ہو؟ "

" ہاں ــ ہوں "

" میری قوتوں کو آزمانا چاہتے ہو؟ "

" یہی سمجھ لو "

" لیکن میرا خیال کچھ اور ہے "

" وہ بھی بتا دو "

" اپنی مذہبی رسومات کے تحت تم نے مرنے کا فیصلہ کیا ہے اور چونکہ تم لوگ مرنے کے معاملے میں زیادہ سے زیادہ اذیت کے طالب ہوتے ہو اس لئے تم نے اس جانب کا رخ کیا ہے "

" واہ۔ اے پیارے پتھر! تم تو زندہ انسانوں سے زیادہ ذہین معلوم ہوتے ہو۔ مگر تمہارے سر پر سینگ کیوں ابھرے ہوئے ہیں؟ "

" کیا مطلب ــ؟ " آواز ابھری۔

" ہاں ــ اوپر دو سینگ نظر آتے ہیں۔ کیسی انوکھی بات ہے کہ تم نیچے سے شیر اور اوپر سے بکری ہو ــ " میں نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ اور چند ساعت کے لئے پھر خاموشی طاری ہو گئی۔

" بہرحال میں اندر آکر ہی تم سے ملاقات کروں گا " میں پھر آگے بڑھا۔

" میں کہتا ہوں رک جاؤ ــ اندر داخل ہونے کا نتیجہ دیکھ لو " آواز آئی اور دوسرے لمحے شیر کا جبڑا بند ہو گیا۔ اس کے پتھریلے لمبے لمبے دانت ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے تھے۔ اور بلاشبہ ان کے درمیان آنے والی کوئی بھی شے بچ نہیں سکتی تھی ــــ دانت پھر کھل گئے ــــ

" اچھا کھیل ہے۔ لیکن میرے اندر داخل ہوتے وقت اگر تم نے ایسی حرکت کی تو ہمیشہ کے لئے دانتوں سے محروم ہو جاؤ گے "

" یہ بات ہے تو پھر ٹھیک ہے آجاؤ ــــ " آواز میں غصہ تھا۔ لیکن جوں ہی میں دہانے کے قریب پہنچا، آگ کے شعلے وہاں سے نکل پڑے۔ بڑی تیز آگ تھی جو میرے بدن کے گرد چھا گئی۔ لیکن کسی کو کیا معلوم تھا کہ اس آگ نے میرے لئے کیا فرحت فراہم کی تھی۔ میں شعلوں کے درمیان کھڑا تھا۔ اور پھر بھیانک شعلے بند ہو گئے۔ میں نے قہقہہ لگایا ــــ اور پھر میں غار کے دہانے میں داخل ہو گیا۔ اوپر نیچے کی دانتوں کی شکل میں ترشی ہوئی چٹانیں تیزی سے حرکت میں آئیں۔ اور میں نے ان کے درمیان ہاتھ پھنسا دیئے ــ میں نے جو کیا تھا وہی کرنا چاہتا تھا اس لئے میں نے مضبوطی سے انہیں

ٹیلی پیتھی
اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے اور
دوسروں کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ
ٹیلی پیتھی پر جامع اور مستند کتابیں
آسان اردو زبان میں
ٹیلی پیتھی و مستقبل بینی
اُردو زبان کی ٹیلی پیتھی پر سب سے پہلی کتاب
ٹیلی پیتھی کی مفصّل معلومات
ٹیلی پیتھی کی ماہئیت ، اس کے فوائد
ٹیلی پیتھی کی عملی مشقیں ، ان کے فوائد و نقصانات
ٹیلی پیتھی کے ذریعے
مستقبل بینی کیسے کی جاسکتی ہے
قیمت ۲۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
باتصویر
ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
قیمت ۲۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
جس میں ٹیلی پیتھی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے
تمام تازہ ترین تحقیقات اور مشقیں اس میں شامل ہیں
شمع بینی کے بارے میں ایک مفصّل باب
مع سوال و جواب ۔
ٹیلی پیتھی کے بارے میں بے شمار قارئین کے
سوالوں کے جواب اس میں موجود ہیں ۔
اس طرح یہ ٹیلی پیتھی پر مکمل اور جدید ترین کتاب بن گئی ہے
مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۲۴ کراچی ۱

پکڑ لیا اور پھر دونوں ہاتھوں کی قوت دو مختلف سمتوں میں صرف کرنے لگا۔ یوں لگا جیسے چٹانیں اپنی جگہ واپس جانا چاہتی ہوں۔ لیکن میں بھلا کہاں چھوڑنے والا تھا۔
پھر دو ٹکڑاتے ہوئے اور چٹانوں کے دو بڑے ٹکڑے ٹوٹ کر اندر غار میں جا گرے۔ اب شیر کے دانتوں میں ایک چوڑا خلا بن گیا تھا۔ میں اطمینان سے اندر داخل ہو گیا۔
غار کا پہلا ہی منظر دیکھ کر میں نے پسندیدہ انداز میں گردن ہلائی تھی۔ یہاں خاصی روشنی تھی جو دیواروں میں نصب بڑے بڑے ہیروں سے پھوٹ رہی تھی۔ اندر کا ماحول بڑا صاف ستھرا تھا۔ لیکن میں ابھی جائزہ ہی لے رہا تھا کہ سامنے والی دیوار کے دوسرے دروازے یا ہیولوں کے دہانے سے دھڑا دھڑ انسانی ڈھانچے نکلنے لگے۔ سوکھے ہوئے ڈھانچے، جن کے استخوانی ہاتھوں میں تیشے دبے ہوئے تھے اور وہ اس طرح پوزیشن لے رہے تھے، جیسے میرے اوپر حملہ آور ہونے والے ہوں۔ میں نے ان پھدکتے ہوئے ڈھانچوں کو دیکھا اور پھر زور سے آواز دی۔
گوکلہ! میں تمہارا مہمان ہوں۔ کیا تمہارے ہاں مہمانوں کا استقبال اس طرح کیا جاتا ہے؟"
مہمان کیا ان جی بن بلائے کے مہمان ہیں۔ زبردستی کے مہمانوں کو زبردستی سے ہی روکا جاتا ہے۔ تھوڑی سی زبردستی اور کرو۔ اس کے بعد تمہارے بارے میں سوچوں گی۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجے میں چہک تھی۔
"لیکن اس کے بعد ہمارے تعلقات بہتر نہ رہیں گے۔"
"اس کا فیصلہ بعد میں کر لیں گے۔ ابھی تو میرے پاس بےشمار کھیل ہیں۔ میں تمہیں ان سب سے محظوظ کروں گی۔ اور یہ وقت اتنا ہو گا کہ تمہیں یہاں آنے کا لطف آ جائے گا۔"
"اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ میں تمہاری اس جنت کو ٹھنڈا بنا دوں گا۔" میں نے کہا اور خود ہی ڈھانچوں پر حملہ کر دیا۔ کئی تیشے خاصی قوت سے میرے بدن پر پڑے۔ لیکن میں نے ان میں سے دو کو پکڑ لیا۔ اور پھر ان کی ہڈیاں ادھر ادھر بکھر گئیں۔ ... ڈھانچے آگے پیچھے سے میرے اوپر برابر حملہ کر رہے تھے ... دو ... کو ٹھکانے لگانے لگا، اور ڈھانچے ... وہ خاموشی سے لڑ رہے تھے۔ ذرا سی دیر میں ان کی تعداد بہت کم رہ گئی۔
"رک جاؤ۔" نسوانی آواز نے حکم دیا اور ڈھانچے رک گئے۔ وہ میری طرف رخ کئے کھڑے تھے۔ "چلو تم سب اٹھ جاؤ۔" ... حیرت انگیز منظر میرے سامنے تھا۔ بکھری ہوئی ہڈیاں ... پھر وہ تمام ڈھانچے کھڑے ہو گئے تھے اور لائن بنا کر واپس غار میں جانے لگے۔ میں خاموش کھڑا ان کو دیکھ رہا تھا۔ پھر آخری ڈھانچہ بھی اندر چلا گیا۔ اور جب خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے اسے مخاطب کیا۔
"گوکلہ! دیر ہو گئی۔ میں تمہارے نئے کھیل کا انتظار کر رہا ہوں۔"
"لامہ معلوم ہوتا ہے کافی ریاضت کی ہے۔ لیکن بڑی تعجب خیز بات ہے۔ تم لاؤنا قبیلے کے لوگوں میں رہنے کی بجائے اس طرف کیوں آ گئے ہو؟" نسوانی آواز نے کہا۔
"یہ دوستانہ سوال ہے اور فی الحال ہماری دشمنی چل رہی ہے۔"
"تم کوئی دوستانہ احساس لے کر یہاں آئے ہو؟"
"ہاں۔ میں دشمن بن کر نہیں آیا تھا۔"
"یہ نہ ماننے کی بات ہے۔"
"کیوں؟"
"اس لئے کہ تم میں سے ہر ایک کا مشن یہی رہا ہے کہ گوکلہ کو ختم کر دو۔ اسے فنا کر دو جو تمہارے مذہب کو نہیں مانتی۔"
"کتنے لوگوں نے ایسی کوشش کی ہے؟"
"ان میں سے کچھ کو تو تم دیکھ چکے ہو۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے ہیں۔"
"کیا مطلب؟"
"یہ جن سے تم جنگ کر چکے ہو۔ یہ سب مہان گیانی تھے، اور گوکلہ کو فنا کرنے آئے تھے۔ مگر میں نے ان سب کو زندہ ہی سکھا لیا ہے اور اب یہ میرے غلام ہیں۔"
"یہ سب لامہ تھے؟" میں نے تعجب سے کہا۔
"ہاں۔ ان کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ ویسے بڑے نیک ہوتے ہیں یہ سب۔ مجھے فنا کرنے کا سودا ذہن میں لے کر آتے ہیں پھر میری غلامی کرتے ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ یہ کبھی بغاوت نہیں کرتے۔" نسوانی آواز آخر میں ہنس پڑی۔
"لیکن میرے خیال میں تمہارا علم مکمل نہیں ہے گوکلہ۔" میں نے کہا۔
"اوہ، کیوں؟" اس نے بھی دلچسپی سے پوچھا۔
"اس لئے کہ تم مجھے دیکھ نہیں سکتیں، صرف قیاس کر سکتی ہو۔"
"میں اب بھی نہیں سمجھی۔"
"میں بدھ لامہ نہیں ہوں۔ اس لئے نہ تم مجھے غلام بنا سکتی ہو نہ تمہارا علم میرے اوپر کامیاب ہو سکتا ہے۔ کیا ان لڑنے والوں کے علاوہ تمہارے پاس کچھ نہیں ہے؟"
"بہت کچھ ہے۔ اگر تم دیکھنے کے خواہش مند ہو تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گی۔ لیکن یہ تم نے کیا کہا کہ تم لامہ نہیں ہو۔ میرا اندازہ درست ہے نا کہ تم مجھے دیکھ نہیں سکتیں، صرف

محسوس کر سکتی ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ ٹھہرو۔ میں تمہیں تمہارے بارے میں بتاتی ہوں" اس نے کہا۔ اور پھر میں نے دیکھا پتھروں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ روشنی میرے اوپر پڑ رہی تھی۔ لیکن دوسری طرف خاموشی ہی رہی۔ پھر کافی دیر کے بعد اس کی آواز آئی۔

"سنو! تم واقعی ان سے مختلف ہو۔ تم تو واقعی انوکھے ہو۔ لیکن پھر تم کون ہو؟"

"تم نے کہا تھا کہ تم ابھی میرے بارے میں بتاتی ہو۔"

"ہاں۔ لیکن تم نے خوب روپ بدلا ہے۔ تم نے اپنی ذات پر بے شمار خول چڑھا رکھے ہیں۔ ویسے میں تمہارے علم سے متاثر ہوئی ہوں۔ تم نے اپنے آپ کو جو بنا رکھا ہے وہ میری سمجھ میں کبھی نہیں آیا۔"

"اور کبھی نہیں آئے گا گوکلہ۔ لیکن تم ہو کہاں؟"

"تم سے بہت دور۔ اتنی دور کہ تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے اگر میں نہ چاہوں۔ لیکن تم سچ بتاؤ کیا تم لامہ نہیں ہو۔ ۔ ؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تم مہاتما بدھ کو بھی نہیں مانتے؟"

"اس طرح نہیں جیسے اس کے پیرو مانتے ہیں۔ ہاں اس کی تعلیمات میں بہت سی اچھائیاں ہیں۔ میں انہیں تسلیم کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا

"ہوں،" گوکلہ کی آواز ابھری۔ "اور بدھ مت کا کوئی بھی ماننے والا بدھ کے بارے میں ایسے الفاظ ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں یہ بات تسلیم کر لیتی ہوں کہ تم بدھ لامہ نہیں ہو ۔۔۔ پھر تمہاری شکل و صورت اور حلیہ بھی ویسا نہیں ہے۔ یہ تمہارا بدن سنہرا کیوں ہے؟"

"اس آگ سے پوچھو جس نے مجھے جلانے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا تم بہت بڑا علم رکھتے ہو؟"

"میں ان باتوں کا جواب تمہیں کیوں دوں؟ تمہارا محکوم نہیں ہوں۔ اگر تم دوستی کا ہاتھ بڑھاتیں تو پھر ہمارے ایک دوسرے پر حقوق ہوتے۔"

"لیکن میں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ میں نے تمہیں قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر تم غیر معمولی نہ ہوتے تو ضرور مارے جاتے۔ ان حالات میں تمہاری قوت اور تمہاری عجیب حیثیت سے متاثر ہو کر اور یہ معلوم کرنے کے بعد کہ تم مذہباً بدھ نہیں ہو ۔۔۔ اگر میں تم سے دوستی کی خواہش ظاہر کروں تو ۔۔۔ کیا تم اسے قبول بھی کر لو گے ۔۔۔؟"

"ممکن ہے ۔۔۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن کیا اس دوستی میں خلوص ہو گا؟"

"یہ تو دوستی ہونے کے بعد ہی پتہ چل سکتا ہے۔"

"اور اگر یہ پیش کش میں اب کروں ۔۔۔"

"تب بھی میں اسے قبول کر لوں گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے گوکلہ کہ میں خود کو بہت کچھ سمجھتا ہوں۔ اگر تمہارے ذہن میں خلوص نہ بھی ہو تب بھی میری ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"خود پر اتنا مان رکھتے ہو۔"

"ہاں ۔۔۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر میں یہ مان توڑ دوں تو ۔۔۔"

"تو پھر میں تمہیں تسلیم کر لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اور میرے احکامات کی تعمیل کرو گے؟"

"ہاں"

"خواہ میں تمہیں بھی ڈھانچے میں تبدیل کر کے اپنا غلام بنا لوں"

"ہاں۔ مجھے منظور ہے۔" میں نے کہا اور گوکلہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"تم اپنے وقت کے انوکھے انسان ہو۔ لیکن ۔۔۔ میرا نام بھی گوکلہ ہے آؤ میرے پاس آ جاؤ۔ میں اپنے اور تمہارے راستے کے تمام پردے ہٹا رہی ہوں۔" اس نے کہا۔ اور میرے سامنے سے غار کی وہ عظیم الشان دیوار ہٹ گئی جس میں سوراخ تھا اور جس سوراخ سے ڈھانچے اندر آئے تھے۔

لیکن دوسری طرف ایک سپاٹ جگہ کے علاوہ کچھ نہ تھا ۔۔۔ ہاں آگے جا کر یوں لگتا تھا کہ جیسے اس سپاٹ چٹان کا اختتام کسی گہری کھائی میں ہوا ہو ۔۔۔

"چلے آؤ اجنبی ۔۔۔ آگے آؤ۔ اور اپنی ہمت کو آزماؤ۔" گوکلہ کی آواز ابھری اور میں آگے بڑھ گیا۔ ممکن ہے اس چوڑے میدان کے بعد کوئی گہری کھائی ہو۔ اگر ایسا بھی ہوا تو میں کھائی میں کود جاؤں گا۔ نتیجہ کچھ بھی ہو۔ لیکن اس سپاٹ جگہ کے اختتام پر تھوڑا سا نیچے اتر کر ویسی ہی چوڑی سیڑھی تھی اور مجھے تھوڑی سی حیرانی بھی ہوئی۔ میں اس دوسری سیڑھی پر کود گیا اور اس کے اختتام پر میں نے ویسی ہی تیسری سیڑھی دیکھی

خوب۔ تو یہ میرے مان کا امتحان ہے۔ میں نے سوچا اور پھر میں نے تیزی سے یہ عظیم الشان سیڑھیاں طے کرنا شروع کر دیں۔ لیکن پھر مجھے واقعی الجھن ہونے لگی تھی ۔۔۔ سیڑھی کے بعد سیڑھی آتی جا رہی تھی اور اختتام نہیں تھا ۔۔۔ اب سیڑھیوں کے دونوں سمت کوئی منظر نہ تھا، اوپر آسمان اور دونوں طرف گہری کھائیاں ۔۔۔ ایک دفعہ میں نے سوچا بھی کہ ان گہری کھائیوں میں چھلانگ لگا دوں۔ لیکن پھر میں نے خیال کیا کہ ممکن ہے گوکلہ اسے میری بزدلی تصور کرے۔ سو میں نیچے اترتا رہا ۔۔۔ اور سورج چھپ گیا ۔۔۔ چاند نکل آیا اور میں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ چاند میرے ساتھ ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اور میں نہ جانے زمین کے کون سے طبق میں پہنچ گیا۔ اگر گوکلہ کا خیال تھا کہ میں تھک کر رک جاؤں گا تو یہ اس کی حماقت تھی کیونکہ اگر یہ سفر صدیوں بھی جاری رہتا تو میں اسے طے کرتا رہوں گا۔ اور کبھی تھک کر نہ بیٹھوں گا ۔۔۔

اس سفر کو طویل کر رہی تھی تو ہار اسے ہی ماننا پڑے گی آخر وہ کب تک انتظار کرے گی۔

چاند آخری منازل طے کر رہا تھا۔ اور میں سیڑھیاں اترتا جا رہا تھا۔ ذہن پر وحشت طاری تھی لیکن میں نے ایک لمحے بھی یہ احساس نہ ہونے دیا کہ میں تھک گیا ہوں۔ یہاں تک کہ آسمان سفید ہونے لگا اور پھر جب سورج نے سر ابھارا تو ــــ میں آخری سیڑھی سے نیچے اتر رہا تھا

اس کے آگے ایک وسیع و عریض جنگل پھیلا ہوا تھا ــــ نہایت خوشنما جنگل یہاں درخت بکثرت تھے۔ لیکن ایسے انوکھے درخت جو میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ پورے جنگل میں ایک خوشگوار مہک پھیلی ہوئی تھی ــــ

میں رک کر چاروں طرف دیکھنے لگا تب میری نگاہ کسی سفید سفید شے پر پڑی۔ ایک عظیم الشان انڈا تھا۔ اتنا بڑا انڈا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ زمانہ قدیم میں میں نے بے شمار بڑے بڑے جانور دیکھے تھے لیکن ان کے انڈے بھی اتنے بڑے نہیں تھے۔ بہر حال میں نے وہ فاصلہ بھی طے کیا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ انڈا نہیں کوئی عمارت ہے۔ اس میں صرف ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور دروازے کی سیڑھیاں طے کرتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ پروفیسر اندر کے مناظر بھی انوکھے تھے۔ اتنی حسین جگہ میں نے اس سے قبل نہیں دیکھی تھی۔ اندر جو روشنی تھی وہ قدرتی نہیں تھی۔ بس ایک عجیب سی سحر انگیز روشنی جسے کوئی نام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ چاروں طرف چھوٹے چھوٹے گول حوض بکھرے ہوئے تھے۔ جن کے درمیان سنہری چمکدار گھاس اگی ہوئی تھی یہ حوض بھی سفید پتھر کے تھے۔ میں ان کے درمیان سے گزر کر اس بارہ دری کی طرف بڑھنے لگا جو رنگین دیواروں سے آراستہ تھی ــــ اور بارہ دری کے درمیان مجھے سنگ مرمر کے ایک تخت پر ایک حسین عورت نظر آئی جس نے بے حد خوشنما لیکن باریک لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے سر پر تاج بھی تھا جس میں رنگین پتھر چمک رہے تھے۔ بالکل جوان اور انتہائی پرکشش شخصیت کی مالک عورت تھی۔ اس کی آنکھیں بے حد حسین اور کشش انگیز تھیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے انداز میں شناسائی تھی ــــ

اور پھر مجھے دیکھ کر اس کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔ "آؤ ــــ اجنبی نوجوان ــــ اس بارہ دری میں آ جاؤ ــــ"

"تمہاری آواز سے میں جان رہا ہوں کہ تم گوکلہ ہو۔"

"ہاں، تمہارا اندازہ درست ہے۔"

"میرا خیال ہے تم خود تھک گئیں، گوکلہ۔"

"کس سلسلہ میں؟"

"اس سے زیادہ تم اس سفر کو طویل نہیں کر سکتی تھیں، کیونکہ پھر تمہیں ہی اکتاہٹ ہونے لگتی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہ تھکنے والے انوکھے انسان! پہلے تو اس طویل مسافت کو رکے بغیر طے کرنے کے لئے میری داد تحسین قبول کر۔ میرا خیال تھا تو اپنا علم آزمائے گا، اور یہ فاصلہ مختصر کرے گا۔"

"افسوس میرے پاس کوئی ایسا علم نہ تھا۔"

"خوب۔ لیکن میں بھی تجھ پر واضح کر دوں کہ یہ فاصلے میں نے طویل نہیں کئے تھے۔ میں نے تیرے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں کھڑی کی ــــ"

"لیکن زمین کی گہرائیوں میں اتنی وسعت کہاں سے آ گئی؟"

"اوہ ــــ تو نے زمین کی گہرائیوں کا تعجب کیا ہے ــــ یہ زمین کا آخری طبق ہے جسے پاتال بھی کہتے ہیں اور تحت الثریٰ بھی۔ اور یقین کر کہ تو نے ایک رات میں تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ سات طبق طے کئے ہیں ــــ"

"ان الفاظ میں فریب کتنا ہے ــــ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا

"تجھے دیکھنے کے بعد تجھ سے فریب کرنے کو جی نہیں چاہتا ــــ" اس نے جواب دیا۔

"خیر آنے والا وقت تیرے خلوص کی نشاندہی کر دے گا۔"

"یقیناً ــ بیٹھ جا ــ میں تجھے کیا پیش کروں ــ خلوص دل سے بتا دے کیا تھک گیا ہے۔ آرام کرنا چاہتا ہے۔ بھوکا ہے، کچھ کھانا چاہتا ہے ــــ سن تو میرا مہمان ہے، اور تو پہلا مہمان ہے جسے میں نے تحت الثریٰ میں بلایا ہے۔ جب تک تجھے مہمان کہوں گی دھوکہ نہ دوں گی ــــ"

"نہیں گوکلہ۔ نہ تھکا ہوا ہوں نہ بھوکا ہوں۔"

"پھر بھی کچھ تو کھالے۔ میں تیرے لئے کچھ منگواتی ہوں۔" اس نے کہا اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لئے۔ تب میں نے خوبصورت تھالیاں فضا میں اڑتے دیکھیں۔ وہ ہمارے سامنے پہنچ گئیں۔ ان میں تازہ انگور، سیب، سنگترے اور دوسرے پھل رکھے ہوئے تھے۔

"انہیں کھانے سے تجھے کوئی نقصان نہ ہو گا۔" اس نے بے تکلفی سے کہا

"تیری باتوں سے حماقت کی بو آتی ہے گوکلہ! میرے لئے وہ چیز منگا جو تیرے خیال میں مجھے نقصان دے سکے۔"

"اجنبی! حالات کس قدر بدل گئے ہیں۔ تیری شخصیت مجھے پسند آئی ہے۔ میں تم سے اظہار عشق نہیں کر رہی، نہ آئندہ کروں گی۔ لیکن جس طرح میں اپنی دنیا میں انوکھی ہوں اسی طرح میرا خیال ہے کہ پہلے طبق میں بھی تجھ جیسا دوسرا نہیں۔ اس لئے میں تجھے پسند کرنے لگی ہوں اور اپنے اور تیرے درمیان اختلاف کم کرنا چاہتی ہوں۔"

"اس کی ایک ہی صورت ہے۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا ــــ؟"

"تو مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتائے گی۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے علم سے بھی روشناس کرائے گی۔"

"کیا تو بھی ایسا ہی کرے گا ۔۔؟"

"ہاں۔ لیکن اس وقت جب تجھے میرے اوپر مکمل اعتماد ہو جائے گا ۔۔"

"انوکھا ہے۔ سچ مچ انوکھا ہے۔" وہ مسکرا کر بولی پھر کہنے لگی ۔ "اس پاتال کے.... اندر آنے کے بعد بھی کیا تیرا مان اپنے اوپر قائم ہے ۔۔ اگر ہے تو کیوں ۔۔ کیا تو یہاں سے باآسانی واپس جا سکتا ہے ۔۔؟" اس نے سوال کیا۔

"تو پھر اپنی باتوں پر اتر آئی ہے۔ گوکلہ ۔۔ حالانکہ تو نے دیکھا کہ میں نے ابھی تک تیری کسی بڑی حیثیت کو تسلیم نہیں کیا۔ ہاں میں یہاں سے واپس بھی جا سکتا ہوں اور ۔۔ اور بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"

"خام خیالی ہے ۔۔ بہرصورت جب ہم دوستی کی بات کرتے ہیں تو ان باتوں کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے ۔۔"

"ہاں گنجائش تو نہیں رہتی۔ لیکن کبھی اگر تیرے ذہن میں یہ احساس پیدا ہو کہ میں کسی طور بے بس ہو گیا ہوں تو اپنی دوستی کو بالائے طاق رکھ کر اور مجھ سے کہہ دینا کہ میں جو کچھ کر سکتا ہوں کر لوں ۔۔ سو میں کر لوں گا ۔۔"

گوکلہ پیار بھرے انداز میں مجھے دیکھ کر مسکراتی رہی۔ اس نے میری اس بات کا جواب کوئی نہیں دیا ۔۔ پھر بولی۔

"ٹھیک ہے۔ تو مجھے تیری یہ بات منظور ہے۔ تو مجھے اپنے بارے میں بتا۔ میں تجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتاؤں گی۔ لیکن اس سے پہلے میں پھر یہ چاہوں گی کہ تو کچھ کھا پی لے ۔۔"

"اگر ہم دوست ہیں تو گوکلہ پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے خیال میں اب اس سے سخت گفتگو کرتے رہنا مناسب نہ تھا۔ میں جو کچھ تھا میں جانتا تھا۔ گوکلہ جو کچھ تھی یقیناً وہ بھی جانتی تھی۔ بہت ساری باتیں اس کے اندر میرے لئے پرکشش تھیں اور مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ میں دلچسپی لے رہی ہے۔

گوکلہ نے میرے لئے جو کچھ منگوایا تھا میں نے اسے رغبت سے کھایا۔ گوکلہ خود بھی میرا ساتھ دے رہی تھی۔ ہاں وہ جگہ جہاں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے، بے حد خوبصورت اور آرام دہ تھی۔

البتہ میں نے دیکھا کہ یہاں کسی اور انسان یا جانور کا وجود نہ تھا۔ کوئی ایسی آواز، کوئی ایسی تحریک دکھائی یا سنائی نہ دیتی تھی جس سے یہ احساس ہوتا کہ گوکلہ کے علاوہ بھی یہاں زندگی کے کچھ اور آثار ہیں ویسے اس عورت کو میں نے گہری نظروں سے دیکھا تھا۔ جہاں تک اس کی کشش کا تعلق تھا تو بلاشبہ وہ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخن تک اچھی اور پرکشش عورت کہی جا سکتی تھی۔ البتہ اس کے بارے میں جو روایات تھیں وہ عجیب و غریب تھیں۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ خاموشی سے خشک میوے اور پھل کھاتے رہے۔ گوکلہ دل ہی دل میں مسکرا رہی تھی جس کا احساس اس کے چہرے پر بنتے مٹتے انداز سے ہو رہا تھا، کہ وہ ناخوش نہیں ہے۔ کئی بار اس نے اپنی جادو بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا بھی تھا اور مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ میری ذات کو پڑھنا چاہ رہی ہو ۔۔

میں نے یہ بات صرف محسوس کی تھی اس کے جواب میں نظر اٹھا کر اسے نہیں دیکھا تھا ۔۔

ویسے بھی پروفیسر یہ حقیقت تھی کہ میرے نزدیک گوکلہ بحیثیت عورت کے کوئی کشش نہیں رکھتی تھی ۔۔ کیونکہ عورتوں کے مسئلہ میں، میں تو کبھی متاثر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ بڑی بڑی حسین عورتیں میری زندگی میں داخل ہو چکی تھیں ۔۔ گوکلہ سے زیادہ عجیب، اس سے زیادہ پراسرار، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہر نئی آنے والی اپنے اندر ایک الگ حیثیت اور الگ شخصیت رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ ادوار کے لحاظ سے بھی ان کے اندر کافی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی تھیں ۔۔ اس طرح گوکلہ بھی میرے لئے دلکش تھی اور کچھ عرصہ اس کا ساتھ مل جاتا تو کوئی بری بات بھی نہ تھی۔ البتہ میں اس سے اس قسم کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں خاموش ہی رہا ۔۔

پھر گوکلہ نے پیار بھرے انداز میں کہا ۔۔ "نوجوان اپنا نام نہیں بتاؤ گے ۔۔؟"

"پورنا ۔۔" میں نے جواب دیا اور میری نگاہوں میں شمبھا گھوم گئی۔ ایک لمحے کے لئے میرے چہرے پر ایک رنگ آیا۔ لیکن اس طرح کہ گوکلہ اسے بالکل محسوس نہ کر سکی۔ دوسرے لمحے میں پرسکون تھا۔

"پورنا ۔۔ بہت خوب، بلاشبہ تمہیں پسند کیا جا سکتا ہے ۔۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی "میرا نام تمہیں کہاں سے معلوم ہوا؟" ۔۔

"بستی کے لوگوں سے ۔۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ ۔۔ وہ مجھے کس انداز میں یاد کرتے ہیں ۔۔؟"

"بہت ہی غلط انداز میں ۔۔ وہ تمہارا نام لینا پسند نہیں کرتے" میں نے جواب دیا۔

"ہاں وہ مجھے منحوس سمجھتے ہیں ۔۔ یہ بات مجھے معلوم ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ میں ان کے لئے بہت بڑی نحوست ہوں۔ دیکھو پورنا یہ تو انسان کی اپنی مرضی اور فطرت کی بات ہے۔ میں ان کے درمیان گئی تھی، میں نے ان کے ساتھ رہنا چاہا ۔۔ میرے دل میں یہ خیال نہیں تھا کہ میں انہیں کوئی نقصان پہنچاؤں گی۔ لیکن انہوں نے اپنا مذہب مجھ پر مسلط کرنے کی کوشش کی، انہیں میری وہ قوتیں پسند نہ آئیں جن سے میں ان پر فوقیت رکھتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں بدھ مت کی پیروکار بن جاؤں، اب پورنا یہ بھی تو ہے کہ اگر تم بذات

خود کسی طاقت کے مالک ہو، تو تم کسی کے غلام کیوں بنو ——
میں اپنے طور پر آزاد رہنا چاہتی تھی لیکن ان لوگوں نے زبردستی مجھے اپنے بنائے ہوئے ایک دائرے میں مقید کرنا چاہا اور میں نے اسے قبول نہ کیا۔ تب میں ان پہاڑوں میں آبسی —— تم یقین کرو میں نے ان کی ذات کو نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش نہیں کی ہے۔ میں نے کبھی ان کے خلاف کوئی ایسا کام نہیں کیا جو ان کے لئے باعثِ تکلیف ہو، لیکن بدھ راہب مجھے نیست و نابود کرنا مذہبی مسئلہ سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ مجھے نیست و نابود کر دیں گے تو انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا —— اب اگر ایسے لوگ میرے پاس آکر مجھے برباد کرنے کی کوشش کریں تو پورنا، تم خود ہی بتاؤ، کیا پھر میرا حق نہیں ہے کہ میں انہیں نیست و نابود کر دوں —— سو میں نے ایسا ہی کیا —— وہ ڈھانچے جو میرے لئے تم سے لڑے تھے یہ سب بڑے بڑے بدھ بھکشو تھے جو یہاں تک پہنچے اور میرا شکار بن گئے۔"
"ہوں۔ تو یہ سب خود تمہارے غاروں تک پہنچے تھے؟"
"ہاں پورنا، یہ سب مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے —— بڑی بڑی عجیب قوتیں لے کر مجھ پر حملہ کیا تھا —— میں یہ نہیں کہتی کہ کوئی مذہب کمزور ہے، البتہ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی جب کسی کو فنا کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو دوسرا بھی اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ میں ان پر حاوی ہو گئی یہ دوسری بات ہے، میں نے خود کو کبھی دنیا سے الگ نہیں سمجھا۔ میں تو صرف اپنے طور پر زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ پھر ان لوگوں کو کیا تکلیف تھی کہ مجھ کو روکتے کیا تم بھی ان کے مذہب سے تعلق نہیں رکھتے، کیا تم نے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت ہے ——؟"
"ہاں ——" میں نے جواب دیا۔
"تو پھر تم ہی بتاؤ —— ان لوگوں نے تم پر اپنا مذہب مسلط کرنے کی کوشش کی ہو گی ——"
"نہیں مجھے اس بستی میں آئے زیادہ وقت نہیں گزرا، ممکن تھا وہ اس قسم کی کوشش کرتے، لیکن ابھی تک ایسا نہیں کیا گیا ——"
"اوہ —— تو پھر تم کس حیثیت سے ان کے درمیان تھے؟"
"بس ایک مسافر کی حیثیت سے —— کیا تم امبھاکردسا کا نام سنا ہے ——؟"
"امبھاکروسا —— ہاں کیوں نہیں، وہ شخص مجھے یاد آ رہا ہے۔ ایک بوڑھا راہب جو خاص قوتوں کا مالک تھا اور بڑی حیثیت رکھتا تھا ان لوگوں کے درمیان —— لیکن اس نے تو مرن تیاگ لیا تھا۔ تم اس کے بارے میں کیا بتا رہے تھے ——؟"
"مرن تیاگ سے تمہاری کیا مراد ہے ——؟"
"ایک ایسی چلہ کشی جس میں موت قبول کر لی جاتی ہے اور زندگی سے ایک سمجھوتہ کر لیا جاتا ہے، یعنی زندگی کے کچھ سال وقت کو قرض دے دیئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ اس راہب کی منطق تھی۔ اس کی یہ کوشش کامیاب ہوئی یا نہیں، مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔"
"امبھاکروسا کی یہ کوشش کامیاب ہو گئی تھی۔"
"تمہیں کیسے معلوم ——؟"
"جن غاروں میں اس نے چلہ کشی کی تھی میں انہی کی طرف جا نکلا، اور پھر اسے اس کی بستی تک لانے والا میں ہی ہوں ——"
"اوہ، تب تو بستی والے تم سے بہت متاثر ہوئے ہوں گے۔"
"ہاں۔ لیکن وہ زندگی سے دور کے لوگ ہیں۔"
"بالکل درست کہا تم نے —— وہ دلچسپیوں سے منہ موڑتے ہیں حالانکہ کمزور انسان اس دنیا میں ایک بلبلے کی مانند آتا ہے۔ بیشک اس پر اخلاقی ذمہ داریاں ضرور ڈالی جائیں لیکن اس حد تک نہیں کہ وہ مقید کر دیا جائے۔"
میں خاموشی سے گردن ہلاتا رہا۔ پھر گوکلہ بولی۔ "تم ان غاروں کی طرف کیوں آئے تھے ——؟"
"تم سے ملاقات کرنے ——"
"کیوں؟"
"اس لئے کہ میں نے تمہارے بارے میں بہت سی داستانیں سنی تھیں۔ تم سے ملنے، تمہیں دیکھنے کا اشتیاق تھا ——"
"اوہ۔ ہاں تم جیسا انسان ایسا ہی ہو سکتا تھا۔ حالانکہ تم نے میری نحوست کے قصے وہاں سنے ہوں گے۔"
"ہاں۔ کچھ دلچسپ واقعات بھی دیکھے تھے۔"
"مثلاً۔" اس نے دلچسپی سے کہا۔ اور میں نے مختصراً اسے واقعات بتا دیئے۔ وہ بدستور مسکرا رہی تھی اور جب میں خاموش ہو گیا تو وہ بولی۔ "درحقیقت انسان عقیدوں کا غلام ہے اور فطرت اس کی رہنمائی اس طرف کر دیتی ہے جس طرف وہ سوچتا ہے۔"
"میرا بھی یہی خیال تھا ——"
"لیکن پورنا تم ہو کون؟ اور ان علاقوں کی طرف کیسے آ نکلے؟ —— اس کے علاوہ تمہارا نام مقامی لوگوں کی مانند کیوں ہے؟ اور تمہارا تعلق اس علاقے سے نہیں ہے۔"
"یہ نام بھی سنبھالی نے دیا ہے۔"
"وہی لڑکی جس کے بارے میں تم نے بتایا کہ اس نے خودکشی کر لی۔"
"ہاں ——"
"اس سے قبل تمہارا نام کیا تھا ——؟"
"یہ ایسی بات ہے گوکلہ! جس کے بارے میں میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا، اس وقت جب تم سے بہت سے سوالات ہو جائیں گے۔"
"اوہ کیوں؟"
"اس لئے کہ یہ بتانے کے لئے مجھے تمہیں بہت سی تفصیلات سنانی

پڑیں گی۔ جس کے بعد تم میری حیثیت تسلیم کر لو گی اور میرے آگے ہتھیار ڈال دو گی۔"
"اوہ۔ اگر میں یہ کہوں کہ یہ ناممکن ہے۔" وہ دلکش مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
"میں اسے ممکن بنا دوں گا، ایسی جلدی بھی کیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گوکلہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔
"ٹھیک ہے۔ آنے والا وقت ہم دونوں کے لئے دلچسپ تجربات لائے گا۔ اس لئے ہمیں انتظار کرنا چاہئے۔ اب رہ گیا سوال اس کا کہ ہمارا سلسلہ گفتگو آگے کہاں سے جڑے۔"
"میں مختصراً تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ بے مقصد گھومتا پھرتا ہوں۔ مجھے دنیا دیکھنے اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا بہت شوق ہے اور میں اس شوق کی تکمیل کے لئے سرگرداں ہوں۔"
"اوہ۔ تو تم نے زمین کا بہت بڑا حصہ دیکھ لیا ہو گا؟"
"ہاں۔"
"تم نے بہت سے علم سیکھے ہوں گے اور یہ سوال بیکار ہے کیونکہ اس کا اندازہ تو میں کر ہی چکی ہوں۔"
"کس طرح۔؟" میں نے سوال کیا۔
"تم آگ سے نہیں جلے۔ حالانکہ عام انسان ہوتے تو آگ تمہیں بھسم کر دیتی۔"
"اوہ۔ ہاں، میں نہیں جلا۔"
"اس کے علاوہ پتھر کی مضبوط چٹانیں تم نے توڑ دیں۔ کیا تم اسے علم کی طاقت کے سوا کچھ اور کہو گے۔" گوکلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"نہیں گوکلہ۔ تم اسے علم کی نہیں میرے بدن کی طاقت کہو۔"
"نہیں پورنا۔ کسی کے بدن میں اتنی طاقت نہیں ہوتی۔"
"اس کا فیصلہ بھی بعد میں ہو جائے گا۔"
"ہاں ضرور۔ مگر جب اتنی باتیں بتا دی ہیں تو اپنا نام بھی بتا دو تاکہ میں تمہیں اس نام سے پکاروں۔"
"میرا کوئی نام نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" وہ تعجب سے بولی۔
"یہی بات ہے۔ لوگ مجھے اپنی پسند کے نام دیتے رہے ہیں۔ تم بھی اگر چاہو تو جس نام سے پسند کرو پکار سکتی ہو۔"
"مگر ایسا کیوں ہے۔؟"
"اس سوال کو بعد کے جوابوں میں شامل کر لو۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔
"چالاک ہو۔ میرے بارے میں جان لیا اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتے۔ لیکن میرے بارے میں سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔"
"میں حیران رہ جانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔
"ہوں۔ تو سنو۔ میرا نام بھی گوکلہ ہے۔ زمین کے بارے میں تمہاری معلومات کتنی ہیں میں نہیں جانتی۔ لیکن چونکہ میں خلوص دل سے تمہیں اپنے بارے میں بتا رہی ہوں اس لئے یہ بات بھی میں خود ہی بتائے دے رہی ہوں۔ زمین کی گہرائیاں مختلف درجے رکھتی ہیں۔ ان میں سے کچھ جگہیں انسانوں سے آباد ہیں اور کچھ نہیں ہیں۔ یہ زمین کا ساتواں طبق ہے۔ اور اسے تمہاری زمین پر تحت الثریٰ کہا جاتا ہے جہاں تمہاری دنیا کے لوگوں کی پہنچ ناممکن ہے۔ لیکن۔ میں یہیں کی پیداوار ہوں۔"
"اس ساتویں طبق کی۔؟"
"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔
"تو کیا یہاں باقاعدہ آبادی ہے۔؟"
"ہاں۔ اسی طرح جیسی تمہاری دنیا میں۔"
"لیکن ان اطراف میں تو کوئی نظر نہیں آیا۔ میں نے باہر جنگل دیکھے جن میں جانور بھی نہیں اور کوئی جاندار تحریک نہیں ہے۔"
"اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں میری حکومت ہے اور میں اپنی دنیا کے لوگوں میں بھی ممتاز حیثیت رکھتی ہوں اور یہ علاقہ میں نے ترتیب دیا ہے۔ میں نے یہاں سے تمام جانداروں کو نکال دیا ہے۔ اور اب کوئی میری مرضی کے بغیر یہاں نہیں داخل ہو سکتا۔"
"بہت خوب۔ ویسے اس جگہ سے ہٹ کر آبادی موجود ہے؟"
"پوری پوری آبادی۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ "بالکل تمہاری دنیا کی مانند۔ ہاں طرزِ زندگی ذرا مختلف ہے۔"
"وہ کس طرح۔"
"ان کے مکانات پتھریلے نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ وہ اتنے ترقی یافتہ نہیں ہیں جتنے اوپر کے لوگ۔ تم دیکھ لو گے۔"
"ضرور گوکلہ۔ تم نے یہ تذکرہ کر کے میری دلچسپی بے پناہ بڑھا دی ہے۔ گوکلہ اگر تم سب کچھ درست کہہ رہی ہو تو میں زمین کا یہ طبق ضرور دیکھوں گا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ہمارے درمیان سے منافرت کے پردے ہٹ جائیں۔ میں کسی برے ارادے سے تمہارے پاس نہیں آیا۔ ان لوگوں نے مجھے ناپسند کیا تو میں وہاں سے بیزار ہو گیا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو ان لوگوں کو ٹھیک کر سکتا تھا۔"
"وہ کس طرح۔" گوکلہ نے پوچھا۔
"اپنی طاقت سے۔ تم نے چٹانوں کو توڑنے کی بات کی تھی۔ کیا تمہیں اپنے غلام دھماکے یاد نہیں۔ جن کی ہڈیاں بکھر گئی تھیں۔"
"ہاں۔ اور تمہارے بدن پر ان کے نیشتے ناکارہ تھے۔"
"تم نے دیکھا تھا۔"
"ہاں۔"

"لیکن کس طرح۔ تم تو یہاں تھیں۔"

"کیا تم نے اپنے علم کی چادر نہیں اوڑھ لی تھی۔ ایسی چادر جس نے تمہارے جسم کی حفاظت کی تھی۔" گوکلا نے سوال کیا۔

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کا تجربہ بعد میں ہو جائیگا"

"خیر بہرحال میں نے اپنے علم سے سب کچھ دیکھا۔ یہ سفید عمل ایک آئینہ ہے جس میں، میں تمہاری دنیا بھی دیکھ سکتی ہوں اور میری آواز بھی تم تک پہنچ سکتی ہے۔"

"بہت خوب ۔ میں تمہارے اس علم کی قدر کرتا ہوں ۔" میں نے متاثر لہجے میں کہا۔

"لیکن تم ابھی تک مجھے الجھا رہے ہو۔" اس نے کہا۔

"نہیں گوکلا۔ پہلے میری چند باتوں کے جواب اور دے دو۔"

"چلو پوچھو۔"

"تم جادو جانتی ہو؟"

"ہاں۔ ہمارے ہاں ۔ زمین کے طبق میں یہ عام ہے۔ میں نے ایک طویل عرصہ میں یہ جادو سیکھا ہے اور اس میں مہارت حاصل کی۔"

"تمہاری عمر کتنی ہے؟"

"تمہاری زمین کی کئی صدیوں کے برابر۔ تم میری عمر چار سو سال کہہ سکتے ہو۔"

"اور تمہاری طویل عمر بھی تمہارے علم کا ہی ایک حصّہ ہیں۔"

"نہیں۔"

"اوہ۔ تو پھر تم اتنے طویل عرصے سے زندہ کیسے ہو؟"

"زمین کے اس طبق میں عمریں طویل ہوتی ہیں۔ ہم تقریباً سو سال میں جوان ہوتے ہیں اور اس کے بعد پانچ چھ سو سال تک جوان رہتے ہیں۔ اس کے بعد بڑھاپا شروع ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں طویل ترعمر ہزار یا گیارہ سو سال تک ہوتی ہے۔"

"اوہ۔" میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ انوکھا انکشاف تھا۔ "کیا تمہاری اس زمین کے نیچے کچھ اور ہے؟"

"نہیں کیوں؟"

"بس سوچ رہا تھا ممکن ہے۔ وہاں کوئی میرا ہم عمر نکل آئے۔ مجھے اس سے مل کر خوشی ہو گی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں نہیں سمجھی"

"سمجھا دوں گا۔ بہرحال یہ بتاؤ تمہاری زمین کے لوگ آزادانہ ہماری دنیا تک پہنچ سکتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں ۔ کوئی بھی نہیں ۔ یہ کوشش صرف میں نے کی اور میں اپنی دنیا میں ممتاز ہوں ۔ میری دنیا کے صرف چند ہی لوگوں کو معلوم ہے کہ میرا تعلق باہر کی دنیا سے بھی ہے اور وہ میری عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔" گوکلا نے جواب دیا۔

"خوب ۔ تو گویا تمہارا تعلق زمین سے بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اپنی دنیا سے ۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میں نے اس کے لئے کوشش کی ہے ۔ میں تمہاری زمین میں پہنچی ہوں اور میں نے تمہارے لوگوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ میں نے اتنی معلومات کی ہیں کہ اب میں انہیں اس طرح جانتی ہوں جیسا کہ اپنی دنیا کو۔"

"ہاں! مجھے اس کا احساس ہے اور مجھے یہ بات جان کر حیرت ہوئی ہے کہ تمہارا تعلق اس دنیا سے نہیں ہے ۔"

"پورنا اب مجھ سے ہی سب کچھ پوچھے جاؤ گے ۔ یا تم بھی اپنے بارے میں بتاؤ گے ۔"

"بات دراصل یہ ہے گوکلا! کہ میں اندازہ کر رہا تھا کہ میرے بارے میں تمہارے خیالات کیا ہیں۔ اب تمہاری شخصیت کے جو پہلو میرے سامنے آئے ہیں ان سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ بلاشبہ تم اپنی دنیا میں ایک مکمل شخصیت ہو ایک بھرپور حیثیت کی مالک، اور اب اگر کوئی دوسرا تمہارا مقابل ہو تو اس سلسلے میں تمہیں کوئی تعرض نہ ہوگا اور نہ ہی تم حسد محسوس کرو گی۔ چنانچہ ان خیالات کے تحت میں اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا ۔" میں نے کہا۔

"مجھے خوشی ہو گی ۔ رہا تمہاری دنیا کا مسئلہ تو دیکھو میں وہاں جا کر کوئی مذہب تو قبول نہیں کر سکتی تھی ۔ ہاں میری خواہش تھی کہ میں ان لوگوں میں رہوں، ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جانوں، ان کے ذریعے دوسرے علاقوں کے بارے میں معلومات حاصل کروں اور خود دوسرے علاقوں میں جاؤں ۔ لیکن وہ میرے مخالف بن گئے میرے دشمن ہو گئے۔ یہ دشمنی انہی کی پیدا کی ہوئی ہے ۔ اس میں میرا کیا قصور تھا ۔ کیا تم سمجھ سکتے ہو پورنا کہ ان کا رویہ درست تھا؟"

"ہاں! مجھے اس کا اعتراف ہے ۔ ان کا رویہ درست نہ تھا۔" میں نے کہا۔

"تم بھی میرے لئے کوئی ایسی شخصیت نہ تھے پورنا جسے میں قتل کر دینا ہی ضروری تصور کرتی ۔ ہاں، میں چونکہ تمہیں بدھ راہب تصور کرتی تھی اور جب تم نے اس کے خلاف کہا تو میں نے اس پر یقین نہ کیا، تب میں نے تم پر اپنی قوتوں کا اظہار کرنا چاہا اور اپنی قوتوں کا اظہار تم پر کیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ میری قوتوں نے تم پر اثر نہ کیا اور یوں تم میری پسندیدہ شخصیت بن گئے۔ تم نے جس طرح پاتال کا سفر طے کیا ہے پورنا، یہ تمہارا ہی کام تھا ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی شخص اس طرح پاتال میں آ سکتا ہے۔ لیکن میں اپنی آنکھوں سے تمہیں تمام سیڑھیاں طے کرتے دیکھتی رہی ۔ تم نے کہیں بھی کسی چیز کا کوئی سہارا نہ لیا اور یہ بات میرے لئے تعجب خیز تھی پورنا ۔ پھر جس طرح تم نے یہ طویل ترین سفر اتنے کم وقت میں اور

رکے بغیر طے کیا ہے۔ تمہاری دنیا کے عام انسان یہ قوت نہیں رکھتے
پورنا۔۔۔ اور یہی بات میرے لئے حیرانی کا باعث بن گئی تھی۔۔۔"
"اس کی وجہ ہے گوکلا۔۔۔"
"کیا۔۔۔؟"
"یہی کہ میں بھی اس دنیا کے عام انسانوں میں سے نہیں ہوں۔"
میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔
"کیا مطلب۔۔۔؟" گوکلا نے دلچسپ نگاہوں سے دیکھا۔
"مطلب یہ ہے گوکلا کہ اگر تم یقین کرو اور اگر یقین نہ کرو تو
اپنی تمام تر علمی قوتوں کو آزما دو۔۔۔ اور میرے بارے میں معلوم کر لو یا
پھر میرے بیان کی تصدیق کر لو کہ میری عمر۔۔۔ میری عمر لامحدود ہے،
میں صدیوں سے زندہ ہوں۔ اتنے طویل عرصے سے زندہ ہوں جس کا تم
تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ میرا خیال ہے تمہاری دنیا میں آبادی کا وجود
بھی نہیں تھا اس وقت جب میں پیدا ہوا تھا۔۔۔"
"کیا مطلب۔۔۔؟" گوکلا متحیرانہ لہجہ میں بولا۔
"ہاں گوکلا جو کچھ میں نے کہا وہ درست ہے۔۔۔ میں نے صدیاں
دیکھی ہیں، ادوار سے گزرا ہوں۔۔۔ صدیوں نے مجھے دیکھا ہے، یہ
چاند ستارے، سورج، زمین و آسمان نجانے کب سے میرے رازداں
ہیں، اور میں دنیا کا سفر طے کرتا چلا آرہا ہوں، میں نے صدیوں کا سفر
طے کیا ہے۔ ان کے ادوار دیکھے ہیں گوکلا اور یہ صدیاں مجھے اس
زمین پر بھٹکا رہی ہیں۔ چنانچہ اچھا کروسایا دوسرے لوگ میری ذات کی
گرد تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ اور گوکلا یہ کام تمہارے بس کا بھی نہیں۔
میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت ہے، میں تمہارے
علم کو دعوت دے چکا ہوں کہ وہ میرے بیان کی تصدیق کرے،
اور میرے بارے میں فیصلہ کرے۔ اس لئے گوکلا میں نے خود کو کوئی
نام نہیں دیا۔ کیونکہ کوئی نام دینے والا موجود نہیں تھا۔ جس نے جو
چاہا کہا۔ اس لئے میں نے تمہیں بھی دعوت دی کہ تم اپنی پسند کا کوئی
نام مجھے دے دو۔۔۔ میں نے صدیوں سے دیکھا ہے کہ لوگ مجھے
اپنی پسند کا نام دے رہے ہیں۔۔۔ اس کائنات کے ہزاروں راز
ہائے سربستہ میں نے حل کئے ہیں۔ اس کے باوجود نام کے سلسلے میں
میں لوگوں کا محتاج ہوتا ہوں۔۔۔ وہ مجھے جو چاہے نام دے دیتے ہیں
ستارے میرے دوست ہیں گوکلا۔ آگ میری بہترین ساتھی
ہے۔ وہ میرے بدن کو کبھی نہیں جلاتی۔۔۔ پانی کی گہرائیاں مجھے کبھی
نہیں ڈبوتیں۔۔۔ برف کی سردی میرے جسم کو کبھی نقصان نہیں پہنچاتی
۔۔۔ اور تمہاری دنیا کے وہ تمام حربے جنہیں تم دوسرے انسانوں
کو نقصان پہنچانے انہیں قتل کرنے میں استعمال کرتے ہو میرے
جسم اور میری ذات کے لئے بے اثر ہیں۔ کیونکہ صدیوں نے مجھے ایک ٹھوس
شکل دی ہے، ایک ایسا ٹھوس کردار دیا ہے جس میں کوئی لچک نہیں ہے۔
اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں صدیوں پر حاوی ہوں تو غلط نہ
ہوگا اور میں تمہیں اس کا تجربہ کرنے کی دعوت بھی دوں گا۔ میرے پاس
اس کے علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے کہ صدیاں میری معاون رہی ہیں اور
میرے تجربات بہت کچھ سکھاتے رہے ہیں اور یہی کچھ میرا علم ہے۔۔۔
تمہارا علم جسے تم جادو کہتے ہو وہ میں نہیں جانتا۔۔۔ وہ میرے
لئے متحیر کن ہے اور میں اسے سیکھنے کا خواہشمند بھی ہوں کیونکہ میرے پاس
علوم کا ذخیرہ ہے۔ میں نے جو کچھ دیکھا اسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا
اور دنیا جو کچھ کرتی رہی ہے وہ بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ چنانچہ
تمہاری یہ زمین میرے لئے انوکھی اور اجنبی ہے۔ لیکن میں تم سے یقین
سے کہہ رہا ہوں گوکلا کہ مجھے کوئی زوال نہیں ہے۔"
"تم کہتی ہو کہ تمہاری زمین کے لوگ گیارہ صدیاں زندہ رہ سکتے
ہیں۔۔۔ لیکن جہاں تک میرا سوال ہے میں تو صدیوں سے زندہ چلا
آرہا ہوں، نجانے میرا یہ سفر کب تک جاری رہے گا۔۔۔
یہ بھی میری داستان گوکلا۔ اس میں اگر کوئی جھول پاؤ تو یہ
صرف تمہارا کام ہوگا کہ تم اس کی تصدیق کرو۔۔۔ میں تمہیں ہر طرح کی
آزادی دیتا ہوں۔۔۔ ہاں اگر میری بات تسلیم کر لو تو پھر ایک درخواست
میں تم سے کروں گا" میں نے کہا اور گوکلا کی طرف دیکھا۔۔۔
وہ پتھر کے بت کی طرح ساکت تھی۔ شاید اسے میری باتوں پر یقین
نہیں آرہا تھا۔ بہر صورت وہ خاموش رہی۔۔۔ اور اس کی یہ خاموشی
مجھے عجیب سی لگ رہی تھی۔ اس نے مجھ سے سوال نہ کیا اور کافی دیر
تک وہ خاموش رہی۔
"تم شاید حیرت کا شکار ہو گئی ہو گوکلا۔۔۔؟"
"آں۔۔۔" گوکلا چونک پڑی۔۔۔ اس نے نیچے سے اوپر تک
مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیا۔۔۔ کیا جو کچھ تم نے کہا وہ حقیقت ہے، کیا تم مجھ سے
کوئی خوبصورت اور گہرا جھوٹ نہیں بول رہے۔۔۔"
"نہیں گوکلا۔۔۔ میں کہہ چکا ہوں کہ اب ہم جب خلوص کی
باتیں کر رہے ہیں تو اس میں جھوٹ شامل نہیں ہونا چاہئے۔ میں تم سے
جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بالکل صحیح ہے۔ اس میں جھوٹ کا کوئی پہلو نہیں"
"تب تم میرے لئے حیرت انگیز ہو پورنا۔۔۔ حیرت انگیز صدیوں
کے بیٹے" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "میں تمہاری عزت بھی
کرتی ہوں، میں سوچ رہی ہوں کہ اب تک میں اپنے بارے میں غلط
فہمیوں کا شکار رہی، لیکن تم سنو۔۔۔ میری بات سنو، میں نے تم پر
یقین کیا ہے۔۔۔ لیکن مکمل طور پر نہیں، کیونکہ بہر صورت میں بھی
کمزوریوں کا شکار ہوں، میں تمہیں آزماؤں گی۔۔۔"
"ہاں، میری طرف سے کھلی اجازت ہے، تمہیں اس سلسلہ
میں ہر قسم کی اجازت ہے۔۔۔ جس طرح تم چاہو میں حاضر ہوں

لیکن اس کے بعد ہماری پرخلوص دوستی کا آغاز ہونا چاہیئے ۔ میں تم سے وہ سب کچھ سیکھوں گا۔ میں وہ سب کچھ دیکھوں گا جو میری پسند اور میری طلب ہیں۔"

"یقیناً تم نے جو کچھ بتایا ہے انہی کی بنیاد پر میں زمین کے ساتویں طبق پر تمہیں ایک مہمان کی حیثیت سے خوش آمدید کہتی ہوں" گوکلہ نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ خاموش بیٹھے رہے پھر گوکلہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ "آؤ پورنا۔ اب ہم یہاں سے چلیں۔ یہ یوں سمجھو مہمان خانہ تھا جہاں میں نے تمہیں خوش آمدید کہنے کے لئے ٹھہرنا مناسب سمجھا لیکن اس سے آگے میری اور زمین ہے جہاں میں خود رہتی ہوں۔ تمہیں یقیناً میری قیام گاہ پسند آئے گی۔"

"زمین کا یہ طبق جس قدر خوشنما ہے۔ میرا خیال ہے زمین اس کی عشر عشیر بھی نہیں۔ میں نے اس کا تھوڑا سا حصہ دیکھا ہے، لیکن یہاں جس قدر خوش گوار فرحت کا احساس ہوتا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ کونسا وقت ہے۔"

"یہاں وقت کا کوئی تعین نہیں ہے پورنا۔ یہاں ہمیشہ یہی وقت رہتا ہے۔ یہاں سورج نہیں چمکتا۔ ہاں جو فاصلہ تم نے طے کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اگر تم یہ سوچو کہ روشنی ملی تو یہاں بھی اسی انداز سے ہوگی جس طرح تمہاری زمین پر تو یہ تمہاری بھول ہوگی تم یوں سمجھو پورنا کہ وقت یہاں۔ زمین کے اس حصے پر ساکت و جامد ہے۔ ہاں صدیوں کے گزرنے کا احساس ہمیں زمین سے پھوٹنے والی کونپلوں سے ہوتا ہے۔ جب یہ چھوٹی ہوتی ہیں، بڑھتی ہیں۔ اور پھر درخت بن جاتی ہیں۔ اس کے بعد مرجھا کر سوکھ جاتی ہیں۔ اس طرح ہم صدیاں گزرنے کا اندازہ لگاتے ہیں۔ ہاں میں تمہاری زمین کے لوگوں کی مانند صدیوں کا تعین کر سکتی ہوں۔ لیکن یہاں کے لوگ صدیوں کو اس انداز سے نہیں جانتے۔"

"اوہ۔" میں نے متاثر انداز میں گردن ہلائی۔ "اس لحاظ سے گوکلہ تم یہاں بڑی قدیم ثابت ہوئیں۔"

"ہاں۔ یہاں کے لوگ مجھے اس حیثیت سے مانتے ہیں۔" گوکلہ نے جواب دیا۔

"کیا تمہارے یہاں بھی حکومت کا تصور ہے۔ ذہانت اور طاقت کی برتری تسلیم کی جاتی ہے۔؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ فطرت کے اصول ہر جگہ یکساں ہیں۔ میں نے تمہاری زمین کے بے شمار اصول اپنے ہاں سے مختلف نہیں پائے۔"

"یہاں حکومت ہے؟"

"ہاں"

"حکمران کون ہے۔؟"

"یوشتنا۔ پراسرار قوتوں اور بے پناہ طاقت کا مالک۔"

"سازشیں ہوتی ہیں۔ حکمرانی کی خواہش ذہنوں میں پروان چڑھتی ہے"

"بیشک۔"

"جنگیں بھی ہوتی ہیں۔؟"

"اس انداز میں نہیں جس طرح تمہارے ہاں ہوتی ہیں۔ اس معاملے میں ہمارے اصول پکے ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میری دشمنی تم سے ہے۔ میں اس کا اعلان کروں گی اور تمہیں اس سے آگاہ کروں گی۔ پھر تمہارے مقابلے کے لئے اپنی قوت مجتمع کروں گی اور تم سے جنگ کروں گی۔ اس جنگ کے لئے پہلے ہی مجھے سوچنا سمجھنا پڑے گا۔ اگر میں محسوس کروں گی کہ میں تم سے کمزور ہوں اور جنگ نہیں کر سکوں گی تو پھر میں اس جنگ کے لئے کسی اور کو نامزد کروں گی اور وہ میری جگہ جنگ کرے گا۔ لیکن میرے مقابل کو آزادی ہوگی کہ وہ اسے اچھی طرح پرکھ لے جس کو میں نے نامزد کیا ہے۔ اسی طرح اگر وہ خود کو میرے فائز کئے ہوئے شخص کے ہم پلّہ نہ پائے تو اپنی طرف سے کسی دوسرے کو تیار کر سکتا ہے۔"

"اوہ۔ یہ تو اچھا اصول ہے۔"

"ہاں۔ یہاں یہ ریت نہیں ہے کہ بس انسانوں کے غول کے غول چڑھ دوڑے اور جو کچھ پایا نیست و نابود کر دیا۔"

"اچھا اصول ہے۔ مجھے پسند آیا۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں یہاں سے اٹھ گئے۔ زمین کی یہ دور افتادہ گہرائیاں مجھے بہت پسند آئی تھیں پر فضا! اور میں ان میں بے پناہ دلکشی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس انوکھی سرزمین پر میرا دل خوب لگے گا اور میری کتاب میں وہ بھی شامل ہو جائیگا جو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔"

"لیکن تحت الثریٰ کے بارے میں تو بہت سی روایات ہیں۔" اچانک فرزانہ بول پڑی اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا۔؟" اس نے سوال کیا۔

"معاف کرنا تمہارے تسلسل میں فرق پڑا۔ لیکن یہ موضوع میرے لئے بہت دلکش ہے۔" فرزانہ نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ پوچھو۔"

"تم نے اس دنیا کو دیکھا ہوگا۔؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"جیسا اس نے کہا تھا ویسا ہی پایا۔؟"

"ہاں جیسا گوکلہ نے مجھے بتایا تھا ویسا ہی پایا۔"

"مگر ہمارے ہاں تحت الثریٰ صرف ایک روایت ہے۔"

"اس کی وجہ ہے۔"

"کیا وجہ ہے؟"

"تمہاری دنیا کے لوگ وہاں تک نہیں پہنچ سکے۔ لیکن اس حقیقت

سے بھی انکار نہ کر سکے۔ اس لئے انہوں نے اس سے بہت سی روایات منسوب کر لیں۔"

"جیسے چشمۂ حیواں کا تصوّر ۔۔۔" فرزانہ بولی۔

"چشمۂ حیواں کا کیا تصوّر ہے پروفیسر؟" اس نے خاموش بیٹھے ہوئے پروفیسر سے سوال کیا اور پروفیسر کسی خیال سے چونک پڑا۔

"تحت الثریٰ کو مختلف معنوں میں یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے زمین کی گہرائیاں ہی متعیّن نہیں کر دی گئی ہیں بلکہ ایک ایسی جگہ، جہاں عام انسانوں کے پہنچنے کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا اور جو دُنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔"

"میں نے کہا نا پروفیسر ۔۔۔ اس کی وجہ ہے۔"

"یعنی یہ کہ انسان اس تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"ہاں یقیناً۔"

"لیکن ہماری تاریخ میں چند کردار ایسے ہیں جو اس تک پہنچے ہیں۔"

"ممکن ہے۔ ناممکن تو نہیں ہے ۔۔۔ کیا وہ کردار نمایاں خصوصیات کے حامل تھے؟"

"ہاں۔"

"تب مانا جا سکتا ہے۔ چشمۂ حیواں کی بات رہ گئی۔"

"ہاں۔ اس سے ایک روایت منسوب ہے۔"

"کیا؟"

"یہ کہ اگر کوئی شخص اس چشمے سے پانی پی لے تو زندۂ جاوید ہو جاتا ہے۔ تمہاری طرح کبھی نہیں مرتا۔"

"کیا کسی ایسے انسان کا وجود ہے؟"

"بظاہر نہیں۔"

"تب تم اسے بھی روایت کہہ سکتے ہو پروفیسر ۔۔۔ میں نے ایسا کوئی چشمہ یہاں نہیں دیکھا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ان کی طویل العمری کا از یہی ہو۔"

"کیا؟" فرزانہ نے گہری سانس لے کر پوچھا۔

"یہی کہ وہاں کا پانی ہی ایسا ہو جو انسان کو لمبی عمر بخش دیتا ہو۔"

"بہر حال ایسا کوئی مخصوص چشمہ نہیں تھا وہاں؟"

"میں نے نہیں دیکھا۔"

"خیر ۔۔۔ تمہاری کہانی میں ہم نے درمیان میں دخل دیا ہے۔"

"نہیں ۔۔۔ ایک دلچسپ بات مجھے معلوم ہوئی ہے میں اس کے بارے میں بھی اور کچھ جاننا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"مثلاً؟"

"اس چشمے کو اور بھی کوئی نام دیا جاتا ہے؟"

"ہاں، مذاہب کے بیشتر عقیدوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ ہندو اسے امرت جل کہتے ہیں، مسلمان آبِ حیات ۔۔۔ وغیرہ۔"

"بہر حال میں نے کوئی مخصوص چشمہ وہاں نہیں دیکھا پروفیسر! اور پھر ہم دونوں وہاں سے اُٹھ گئے۔ گوکلا جو کچھ ثابت ہوئی تھی، وہ بیحد تعجب خیز تھا۔ اور یہ حقیقت ہے پروفیسر کہ صدیاں گزارنے کے باوجود مجھے کوئی ایسا کردار نہیں ملا تھا جیسی یہ عورت تھی۔ میں ہنستا تھا اس بات پر کہ بدھ راہب اس سے نفرت کرتے تھے اور اس کے مقابل آنے کی کوشش کرتے تھے۔ حالانکہ گوکلا کا جادُو تو بہت بلند تھا اور ایسا انوکھا تھا کہ مجھ جیسا انسان بھی اسے نہ سمجھ سکا۔ اس کے سامنے منورما جیسی جادُوگرنیاں اور وہ بڑے بڑے مدبّر کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی علوم سیکھنے میں گزار دی تھی۔

بہر حال گوکلا مجھے اس انڈے نما عمارت سے نکال لائی اور پھر پھلوں سے لدے ہوئے ایک خوشنما باغ کی طرف چل پڑی جو دُور سے ہی نظر آ رہا تھا۔ مہکتے ہوئے راستے، دھیمے دھیمے بادلوں جیسا سماں، انوکھی وادی تھی پروفیسر ۔۔۔ آج بھی وہ میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم باغ میں داخل ہو گئے۔ اور پھر دُور سے میں نے ایک اور عمارت دیکھی۔ یہ بھی سفید پتھروں کی عمارت تھی۔ لیکن اس کی بناوٹ اوپر کی دنیا جیسی تھی اور اسے انوکھا نہ کہا جا سکتا تھا۔

لیکن اس عمارت میں بھی کوئی دوسرا وجود نہیں نظر آیا۔ البتہ اندر کا منظر اتنا حسین تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے اس کے لئے پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔

"ہاں یہ تمہاری دُنیا کی عمارتوں کی مانند ہے۔" گوکلا نے کہا۔ اور پھر اُس نے مجھے میری رہائش گاہ دکھائی۔ "میرا خیال ہے تم یہاں خوش رہو گے۔"

"یقیناً۔ یہ دلکش جگہ ہے۔ لیکن گوکلا ۔۔۔ تم نے یہاں کسی اور کو نہیں رہنے دیا؟"

"جانوروں اور پرندوں کو بھی نہیں۔"

"کیوں؟"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ اس طبق میں جادُو عام ہے، اسے بھی ایک فن کی حیثیت سے سیکھا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے بہت سے کام ہوتے ہیں ۔۔۔ لوگ ایک دوسرے کے علوم کی ٹوہ میں بھی رہتے ہیں۔ اس لئے میں نے جانداروں کو یہاں سے دُور رکھا ہے۔"

"لیکن پرندے اور دوسرے جانور ۔۔۔ انہیں تم نے یہاں سے کیوں ہٹا دیا؟"

"وہ بھی ان کے کام آ جاتے ہیں۔"

"اوہ ۔۔۔ وہ کس طرح؟"

"میں تمہیں تجربہ کر کے دکھا دوں گی۔"

"تب پھر گوکلا! میں تم سے درخواست کروں گا کہ قیام کے بجائے تم متحرک رہو اور مجھے ان عجائبات کی سیر کراؤ۔"

"اگر ایک بات کہوں پورنا تو بُرا تو نہیں مانو گے؟"
"نہیں — کہو۔"
"تم نے جو کچھ کہا ہے اسے کسی حد تک ثابت تو کر دو تاکہ مجھے بھی یقین ہو کہ میرا مقابل ایک انوکھا انسان ہے۔"
"یقیناً۔ میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "بولو کس انداز میں میرا امتحان لینا چاہتی ہو؟"
"تم نے کہا تھا کہ تم بے انتہا طاقتور ہو، آگ تمہیں نہیں جلا سکتی اور پتھروں کی وہ چٹانیں تم نے اپنے جسم کی طاقت سے توڑی تھیں۔"
"ہاں۔ میں نے درست کہا تھا۔"
"اگر تم جیسا کہہ چکے ہو، بُرا نہیں مانو گے اور درحقیقت بُرا نہ مانو، تو کیا میں تم سے کہوں کہ میں تمہارا امتحان لینا چاہتی ہوں۔"
"ضرور۔ میں ہر امتحان کے لئے تیار ہوں۔"
"اگر تمہیں میرے امتحان سے نقصان پہنچ گیا تو تم یہ تو نہیں سوچو گے کہ میں نے جان بوجھ کر تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے؟"
"نہیں، ہرگز نہیں۔"
"تب میرے ساتھ آؤ —" گوکلا نے کہا اور وہاں سے بھی باہر نکل آئی۔ اب وہ اس عمارت کے پچھلے حصے کی جانب جا رہی تھی۔ اس نے ایک کمرے سے گزرتے ہوئے سیاہ رنگ کے بیج اُٹھائے اور مٹھی میں بند کر کے چل پڑی۔ تب وہ عمارت کے عقبی حصے میں بھوری چٹان کے قریب پہنچ گئی۔ میں نے زمین دیکھی، بھورے رنگ کی زمین تھی، ہماری زمین کی مانند۔
تب گوکلا نے وہ سیاہ بیج زمین پر دے مارے اور میں نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔
زمین کے ایک طویل حصے میں ایک خوفناک آگ بھڑک چکی تھی، دیکھتے ہی خوف آتا تھا۔ عام لوگ اگر اس آگ کو دیکھتے تو خوف سے دبک جاتے۔ ایسی ہی خوفناک اور جاندار قسم کی آگ تھی جس میں نارنجی رنگ ضرورت سے زیادہ شامل تھا لیکن میرے چہرے پر کوئی خوف نہ پیدا ہوا اور میری آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آ گئی۔ گوکلا نے میرے امتحان کے لئے جو راستہ اختیار کیا تھا میں تو خود اسے پسند کرتا تھا چنانچہ میں نے اس کی جانب مسکرا کر دیکھا اور گوکلا عجیب نظروں سے مجھے دیکھنے لگی — میں دل ہی دل میں اس کی اس حرکت پر مسکرا رہا تھا۔
"یہ آگ ہے، اور بلاشبہ ایسی شدید آگ کہ جس قدر آگ کی طاقت کا تصور کیا جائے، وہ اس پر پورا اُترتی ہے۔ تو کیا میرے نوجوان ساتھی! میرے مہمان! تم اس آگ میں داخل ہونا پسند کرو گے؟"
"میں نے کہا نا گوکلا کہ جو کچھ میں کہہ چکا ہوں، اس کا ہر عملی ثبوت دینے کے لئے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا اور پھر اطمینان سے شعلوں کی سمت بڑھ گیا جو پوری آب و تاب سے بھڑک رہے تھے۔
گوکلا سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی — اور پھر میں شعلوں میں داخل ہو گیا۔
اور پروفیسر! بلاشبہ یہ آگ زندگی ہی زندگی تھی، ایسی آگ، جس کی طاقت بے پناہ تھی اور جو میرے جسم کو اس طرح چھو رہی تھی کہ اس سے قبل آگ نے اس مانند میرے جسم کو نہیں چھوا تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے میرے مسامات میں زندگی دوڑ رہی ہو۔ یہ تیز آنچ تو میری زندگی کی ضامن تھی اور میں اس آگ میں خود کو ضم کرنے لگا۔
مجھے احساس ہی نہ رہا تھا کہ میں کہاں ہوں، کیا کر رہا ہوں، اس آگ میں کیوں آیا ہوں، بس ایک کیف و سُرور کا سمندر تھا جو میری رگ و پے میں اترتا چلا جا رہا تھا۔
اور احمق گوکلا نہیں سمجھتی تھی کہ اس طرح تو اس نے میری زندگی کو جلا دی ہے — اس طرح اس نے میری رُوح کے لئے وہ غذا فراہم کی ہے جو شاید میری رُوح کی سب سے بڑی طلب ہے، نجانے کیوں، نجانے کیوں — گوکلا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں اسے نظر آ رہا تھا یا نہیں لیکن اس کے چہرے پر کسی قدر تشویش اور پریشانی کے آثار تھے۔
نجانے یہ کیسی تشویش تھی۔ وہ آگ کے بالکل قریب آ کھڑی ہوئی تھی اور گردن اُٹھا اُٹھا کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ شاید آگ کی موٹی چادر میں میرا ہیولا بھی اُسے نظر نہیں آ رہا تھا۔
دیر تک میں غسلِ آتش سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر جب شعلے میرے قد سے نیچے ہو گئے تو میں آگ سے باہر نکل آیا۔
گوکلا کی خوشی بھری چیخ بھی ان چیخوں سے مختلف نہیں تھی جو ایسے موقع پر حیرت زدہ انسانوں کی ہوتی تھیں۔ میرا بدن پوری رات کے چاند کی مانند سنہرا ہو گیا تھا اور میرے بال اور چمک اُٹھے تھے۔
وہ دوڑتی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی۔
"آہ — پورنا — تم تو — تم تو — ارے یہ تمہارا بدن —" وہ میرے سینے پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں تحسین کے آثار تھے۔
"لیکن آگ — اُف، آگ کیسے بخشتی ہے۔ مگر تم صدیوں سے زندہ ہو تب بھی — آگ سے تمہارا کیا واسطہ — آہ تم کتنے حسین ہو گئے ہو۔"
"کیا میں اپنے قول پر پورا اُترا ہوں؟"
"ہاں۔ مکمل طور پر — اور پورنا — یہ ناممکن ہے، بالکل ناممکن، بڑے سے بڑا جادو آگ میں جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ پھر تم نے محسوس کیا ہو گا، ہم ایک راستے سے گزرے تھے، ایک چوڑے در کے نیچے سے، جہاں ایک سیاہ مجسمہ ستون کی مانند کھڑا تھا۔"
"میں نے غور نہیں کیا۔"
"تم اس کے نیچے سے گزرے تھے جبکہ میں اس سے بہت دور

سے آئی تھی تاکہ اس کا سایہ بھی مجھ پر نہ پڑے۔"
"ہاں ۔۔۔ شاید۔"
"جانتے ہو وہ کیسا مجسمہ ہے؟"
"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔
"اس کے نیچے سے گزرنے والے کا سارا جادو سلب ہو جاتا ہے، یہ میں نے ان دشمنوں کے لئے تعمیر کیا ہے، جو علم میں مجھ سے بڑھ جانا چاہتے ہیں۔" گوکلہ نے کہا۔
"اوہ، اس طرح تم نے میرا جادو سلب کرنے کی کوشش کی تھی؟"
میں مسکرا دیا۔
"ہاں، میں انکار نہیں کروں گی۔ اگر تم اپنے علم کے ذریعے آگ سے بچنے کی کوشش کرتے تو کامیاب نہ ہو سکتے اور جل کر راکھ ہو جاتے۔"
"گویا یہ بھی میری زندگی موت کی کسوٹی تھی؟"
"ہاں پورنا ۔۔۔ میں سوچ رہی تھی اگر تم ایک عام جادوگر ہو تو۔۔۔ بہرحال اس دنیا کے راز یہاں سے باہر نہ جائیں۔"
"تم بہت گہری ہو گوکلہ۔"
"لیکن پھر بھی میرے خلوص میں کھوٹ نہیں تھا۔ یہ تو ایک پرکھ تھی، صرف ایک پرکھ ۔۔۔ جس پر تم پورے اترے۔"
"ٹھیک ہے گوکلہ ۔۔۔ اور میں نے اس بات کا برا بھی نہیں منایا ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ میں نے جو جو دعوے کئے ہیں انہیں آزمانے کے لئے میری بے خیالی میں کوئی بھی کارروائی کر سکتی ہو۔" میں نے کہا اور گوکلہ پُرخیال انداز میں مجھے دیکھتی رہی، پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔
"تمہاری ایک بات کی تو تصدیق ہو گئی پورنا ۔۔۔ یعنی یہ کہ تم ایک انوکھے انسان ہو جو جادو کی قوت نہیں رکھتا بلکہ کچھ ایسی قوتیں اس میں سرایت کر گئی ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں ۔۔۔ اور ان حالات میں تم میرے لئے بہت کارآمد ہو۔"
"میں نہیں سمجھا۔"
"ابھی تمہیں اس بارے میں نہیں سمجھاؤں گی۔"
"میں چاہتا ہوں تم جلد از جلد میرے سارے امتحان لے لو تاکہ اس کے بعد میں تمہارے ساتھ تمہاری اس دنیا کی سیر کر سکوں۔"
"اوہ، یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے۔ اول تو میں اب تمہارا امتحان کیا لوں گی، اور پھر ہمارے درمیان اتنا فاصلہ بھی نہیں کہ میں تمہیں اپنی دنیا کی سیر بھی نہ کرا سکوں۔"
"شکریہ۔" میں نے گردن ہلائی اور پھر چونک کر بولا۔ "ایک بات اور بتاؤ گوکلہ؟"
"پوچھو ۔۔۔ جو دل چاہے پوچھو۔ میں تو تمہیں دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہی ہوں۔" اس نے مسکرا کر گردن جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے ہاں ۔۔۔ بقول تمہارے یکساں کیفیت رہتی ہے یعنی دن اور رات کا کوئی تصور نہیں ہے، پھر تم آرام کے وقت کا تعین کس طرح کرتے ہو۔ یا پھر تمہاری طویل العمری کا راز یہ تو نہیں ہے کہ تم سوتے ہی نہیں ہو؟"
"نہیں۔ یہ بات نہیں۔ البتہ سونے اور آرام کرنے کے لئے کسی وقت کا تعین نہیں ہے۔ جب تھکن محسوس ہوئی آرام کرنے لیٹ گئے۔"
"اوہ، یہ انوکھا سلسلہ ہے۔ میرا خیال ہے ہماری دنیا کے رہنے والوں کے لئے یہ بات بڑی الجھن کا باعث ہوگی۔"
"یقیناً۔ لیکن یہاں کے لوگ اس کے عادی ہیں اور پھر تمہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے، تمہارا جب دل چاہے آرام کر لیا کرو۔"
"نہیں۔ میں پریشان نہیں ہوں۔ بس ان عجائبات کے بارے میں سوچ سوچ کر حیران ہوں۔"
"جس طرح میں تمہارے لئے۔"
"شاید۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مرد اور عورت کے تعلقات کے بارے میں تم نے مجھے تفصیل نہیں بتائی۔"
"اوہ، ہاں یہ بات اہم ہے خاص طور سے تمہاری دنیا کے لئے۔ ایک بات تو بتاؤ صدیوں کے بیٹے! جیسا کہ تم نے بتایا اور جیسا حالات سے ظاہر ہے کہ تم اپنی دنیا کے عام انسانوں سے مختلف اور ایک عجیب انسان ہو۔ خود تمہارے اندر کون سی باتیں عام انسانوں سے مختلف ہیں؟"
"میرا خیال ہے کوئی خاص فرق نہیں۔" میں نے جواب دیا۔
"فرق تو ہے۔ تم ان سے ہزار گنا طاقتور ہو۔ تمہارا بدن صدیوں کی دھوپ میں تپ کر اتنا ٹھوس بن گیا ہے کہ اس پر کوئی شئے اثر انداز نہیں ہوتی۔"
"ہاں، یہ تبدیلی میرے اندر ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"صدیوں میں کسی بھی دور میں تمہاری ضروریات کیا رہی ہیں؟"
"بالکل عام انسانوں کی مانند۔"
"کیا اس میں عورت بھی شامل ہے؟"
"یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔
"کوئی عورت تمہارے قریب رہی؟"
"ہاں ۔۔۔ بارہا۔" میں نے احتیاطاً کہا۔
"تب تمہاری اولاد بھی ہوگی۔"
"نہیں۔"
"کیوں؟" اس نے دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پروفیسر! کوئی عام عورت اس بے باکی سے یہ سوالات نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن یہ صدیوں پرانی عورت ۔۔۔ ظاہر ہے یہ طویل تجربات رکھتی تھی۔
"شاید میں عام انسانوں سے اس مسئلے پر جدا ہو جاتا ہوں ۔۔۔ شاید میری اولاد میری ہی خصوصیات کی حامل ہوتی اس لئے فطرت نے

میرے اندر یہ تبدیلی کر دی۔"

"یہ عجیب بات ہے اور اس طرح میری سمجھ میں نہیں آسکتی بہرحال تم حسین عورتوں سے متاثر ہوتے ہو۔ ہاں یہ تو بتاؤ، پھر ان عورتوں کا کیا ہوا۔ انہوں نے کس طرح تمہارا ساتھ دیا؟"

"جب تک ان کی زندگی رہی جیتی رہیں ۔۔۔ بوڑھی ہو گئیں اور پھر مر گئیں۔"

"تم اسی طرح جوان رہتے ہو؟"

"ہاں۔ جب سے میں نے خود کو محسوس کیا، میں اسی مانند ہوں۔"

"تب تو تمہاری ساتھی بوڑھی عورتیں، بڑی احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتی ہوں گی؟"

"ہاں۔ لیکن میں نے ان کی زندگی میں انہیں کسی بے اعتنائی کا احساس نہیں ہونے دیا اور انہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔"

"ایسا کیوں ہوا پورنا ۔۔۔ لیکن ٹھہرو، تمہیں یہ نام شہانی نے دیا تھا نا؟"

"ہاں۔"

"لیکن بقول تمہارے وہ مر چکی ہے۔ اگر میں تمہیں اپنی پسند کا کوئی نام دے دوں تو؟"

"مجھے اعتراض نہیں ہو گا۔"

"تب میں تمہیں کاس کہوں گی۔"

"اس کے معنی مجھے بتاؤ؟"

"ناقابلِ تسخیر۔" اس نے جواب دیا اور مسکرانے لگی۔

"لیکن ایسی بات نہیں ہے۔ میں قابلِ تسخیر ہوں۔" میں نے بھی اُسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تم نے سوال کیا تھا نا کہ میں نے ان عورتوں کا ساتھ کیوں دیا؟"

"ہاں۔"

"میں عورت سے مسحور ہو جاتا ہوں۔ ان سب نے جوانی میرے ساتھ گزاری، چنانچہ ان کے بڑھاپے کا احترام میرا فرض تھا۔"

"یہ تمہاری اچھائی ہے۔ لیکن ان کے اندر کی عورت غیر مطمئن ہوتی ہو گی۔ وہ تمہیں دیکھ کر ضرور احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتی ہوں گی۔"

"ممکن ہے لیکن اب میرے سوال کا جواب دو۔"

"ہاں ضرور ۔۔۔ تم نے کیا پوچھا تھا؟"

"تمہارے ہاں عورت و مرد کے روابط کیا ہیں؟"

"میرا خیال ہے کائنات کا ہر ذرہ محبت کے جذبے سے آشنا ہے۔ جہاں خود تولیدی کا وجود ہے وہاں پر دو صنفیں ایک دوسرے سے متاثر ضرور ہیں۔ ہر جاندار خواہ وہ کسی شکل میں ہو انسان ہو یا حیوان صنف سے ضرور متاثر ہے۔ بلکہ بعض جگہ تو پودے اور ایسی ہی دوسری چیزیں بھی اسی طرف مائل ہیں۔ چنانچہ ہم تو انسان ہیں اور دو صنفوں کا وجود یہاں بھی ہے۔"

"روابط؟" میں نے سوال کیا۔

"تقریباً تمہاری دُنیا سے ملتے جُلتے ۔۔۔ البتہ تمہارے ہاں اخلاقی پابندیاں ہیں، ہمارے یہاں نہیں۔ یہاں اپنی پسند اور خواہش ہر کیفیت پر فوقیت رکھتی ہے۔"

"اوہ، تو گوکلہ ۔۔۔ تمہاری پسند کا بھی کوئی مرد ضرور ہو گا؟" میں نے ایک نازک سوال کر دیا۔ اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر ایک دَم مُسکرا پڑی۔

"ہاں۔ میری پسند کا ایک مرد تھا۔ لیکن میں اس کی سب سے بڑی دشمن ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"کناشی ۔۔۔ پہلے وہ کناشی تھا، اب کچھ اور ہے۔ لیکن وہ کچھ بھی ہو میں اسے کناشی ہی سمجھتی ہوں۔ اور چونکہ اب وہ کناشی نہیں ہے اس لئے میں اُس کی دشمن ہوں۔ کناشی گوکلہ کے بچپن کا ساتھی تھا، اس کے ساتھ پرورش پائی تھی اس نے۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا عہد کیا تھا لیکن چونکہ وہ حکمران کا بیٹا تھا، اسے حکمران بننا تھا، اس لئے اس نے علوم سیکھے اور چونکہ وہ اس کی استطاعت رکھتا تھا اور غیر معمولی تھا اس لئے وہ عظیم بن گیا ۔۔۔ اور عظیم بننے کے بعد گوکلہ اس کی نظروں میں ہیچ ہو گئی سو اس نے گوکلہ کو ٹھکرا دیا۔ پھر وہ حکمران بن گیا اور اس نے بچپن کے وعدے بھلا دیئے۔ اس نے اعلان کیا کہ وہ اسے اپنائے گا جو اس کے معیار کی ہو گی، ورنہ تنہا رہے گا اور اولاد نہ پیدا کرے گا۔"

"خوب ۔۔۔ پھر کیا ہوا؟"

"گوکلہ اس سے نفرت کرنے لگی کیونکہ وہ مغرور ہو گیا تھا۔ تب گوکلہ نے اسے نیچا دکھانے کے خواب دیکھے اور ان خوابوں کی تکمیل میں مصروف ہو گئی۔ میرا علم تمہارے سامنے ہے۔ میں خود بھی کاس بن گئی اور میں نے ایک علاقے پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ لیکن یہ علم کی حکومت ہے اور ابھی میں کناشی سے مقابلے کے قابل نہیں ہوئی ہوں۔ میں اپنی تمام قوتوں کو مجتمع کر کے اس کے سامنے جاؤں گی اور پھر اسے بدترین شکست دوں گی۔" گوکلہ نے کہا اور مجھے ہنسی آنے لگی۔

شاید اس مخلوق کی تقدیر یہی تھی۔ کچھ بھی بن جائے لیکن کہیں نہ کہیں سے گڑبڑ نکل آتی ہے۔ یہ عظیم الشان جادوگرنی جس نے خدا جانے کیا بنا لیا تھا، خود بھی ایک احمقانہ چکر میں پھنسی ہوئی تھی۔ لیکن پھر وہی بات تھی پروفیسر ۔۔۔ اگر اس کی تقدیر میں یہی تھا تو میں یا کوئی اور کیا کر سکتا تھا۔

"طاقت حاصل کرنے کے بعد تم نے اسے دیکھا تھا گوکلہ؟"

"کیوں نہیں۔ جب وہ شہنشاہ بنا تھا تو سب سے پہلے میں نے ہی

لسے مبارکباد دی تھی۔"

"پھر اس نے کیا رویہ اختیار کیا؟"

"اس وقت تو کچھ نہیں۔ لیکن شہنشاہ بننے کے کچھ عرصے کے بعد اس نے اعلان کیا کہ وہ اس سے شادی کرے گا جو اس کی مانند کاس ہو۔"

"پھر تم نے اس سے بات کی؟"

"ہاں۔ میں اس کے سامنے روئی تھی، گڑگڑائی تھی۔"

"کیا جواب دیا اس نے؟"

"کہنے لگا کہ وہ ناقابلِ تسخیر ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی محبوبہ بھی اس جیسی ہو جبکہ میں ایک عام لڑکی ہوں۔"

"کیا اسے تمہارے بارے میں معلوم ہے؟"

"کس سلسلے میں؟"

"یہی کہ جنگلوں کے اس حصے پر تم نے اپنی اجارہ داری قائم کر لی ہے اور اب تم بھی کاس بن گئی ہو؟"

"اس قدر نہیں۔ ممکن ہے کسی نے اس تک شکایت پہنچا دی ہو۔ لیکن ایسی باتوں کو وہ زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ یہ ہمارے ہاں کا اصول ہے۔ اگر کوئی اپنے علم میں کامل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے علاقے میں اپنی برتری کا اعلان کر دیتا ہے اور پھر وہاں من مانی کرتا ہے۔ پھر اس علاقے کے دوسرے باعلم لوگوں کے لئے ہتک کی بات ہوتی ہے اور وہ اسے نیچا دکھانے کے لئے کوشاں ہو جاتے ہیں اور اگر زیادہ طاقتور ہو جاتے ہیں تو برتری کا اعلان کرنے والے کے طلسم کو توڑ کر اسے غلام بنا لیتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کی شہنشاہ کو پروا نہیں ہوتی کیونکہ وہ بہرحال سب پر قادر ہوتا ہے اور جب کوئی اس کے مقابل آئے تو وہ اسے ٹھیک کر دیتا ہے۔"

"ایسے واقعات بھی پیش آتے ہوں گے؟"

"کیوں نہیں۔ اس نے اپنی طاقت کا لوہا منوا لیا ہے اور اپنے ہر مقابل کو زیر کیا ہے۔"

"کیا وہ صرف علم کی قوت سے لڑتا ہے؟"

"نہیں۔ جسمانی قوت میں بھی وہ عظیم ہے۔" گوکلہ نے بتایا اور میں اس طلسماتی دنیا کے بارے میں سوچنے لگا۔ واقعی بڑی انوکھی تھی۔ ہر لحاظ سے دلچسپ اور منفرد۔ تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے کہا۔

"تم چاہو تو مجھ سے ایک سودا کر سکتی ہو گوکلہ!"

"سودا۔ کیسا سودا؟"

"میں ہر طرح تمہاری مدد کروں گا۔ تمہاری طرف سے میں اسے شکست دوں گا اور تمہیں اس سے برتر ثابت کر دوں گا۔ اور اس کے بدلے میں تم مجھے اپنے علم سے آشنا کرو گی۔"

"تم۔" گوکلہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "تم بلاشبہ طاقتور ہو لیکن اس کے علم کے سامنے تمہاری کچھ نہیں چلے گی۔ رہی میرے علوم کی بات۔ تو۔ کاس! میں تمہیں ان کی حقیقت سے آشنا کر دوں گی۔ اگر تم چاہو تو انہیں حاصل کر لینا، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"کوئی خاص مسئلہ ہوتا ہے انہیں حاصل کرنے کے لئے؟"

"ہاں۔ بڑی سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ بڑا وقت درکار ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں کامل بننے میں صدیاں لگ جائیں گی، اور تمہیں احساس ہوگا کہ تم نے یہ دور ضائع کیا ہے۔ جبکہ ہماری تو زندگی کا دار و مدار اسی پر ہوتا ہے۔"

"ہوں۔" میں خیال میں ڈوب گیا۔

اور یہ حقیقت بھی پروفیسر۔ ظاہر ہے میں اتنا وقت کسی ایسے علم کے حصول میں ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ وقت کا مسئلہ کوئی ایسا نہ تھا، میرے پاس بہت وقت تھا۔

گوکلہ صدیوں کی بات کر رہی تھی۔ میں اس وقت تک اس کے ساتھ اس علم کے حصول میں مصروف رہ سکتا تھا۔ جب تک اس کی زندگی رہے، گو یہ زندگی کتنی بھی طویل کیوں نہ ہو۔

لیکن پھر وہی بات میرے ذہن میں آئی تھی کہ کیا اتنا وقت میں پُرسکون رہ کر گزار سکتا ہوں۔ یہ تو بڑا مشکل تھا جبکہ میں تو زندگی میں تنوع کا قائل تھا، زندگی کی سست رفتاری مجھے بالکل پسند نہیں تھی۔ بہرحال میں نے دل میں سوچا کہ میں معلوم کروں گا کہ اس علم کے حصول کا ذریعہ کیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی چند باتیں معلوم ہو گئیں تو وہی میرے لئے بہتر ہیں۔ کیونکہ بہرحال مجھے جادو سیکھ کر کسی کو اپنا مطیع تو نہیں کرنا تھا اور نہ ہی میں کوئی ایسی جادو نگری قائم کرنا چاہتا تھا جہاں میرا راج ہو۔ کیونکہ اس قسم کے مواقع تو مجھے ملتے رہے تھے۔ لیکن میں نے اس سلسلے میں کبھی کوئی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ میں خاموش رہا اور پھر اس خاموشی کو گوکلہ نے ہی توڑا۔

"کیوں کاس! کیا اب تم آرام کی ضرورت نہیں محسوس کر رہے؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ کافی وقت گزر چکا ہے، اب تم کچھ دیر آرام کر لو۔" گوکلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی گوکلہ۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارا وقت تم میرے ساتھ بسر کرو۔ ظاہر ہے تمہارے اپنے بھی کچھ مسائل ہوں گے۔" میں نے کہا اور گوکلہ مسکرانے لگی۔

"میرے مسائل کچھ بھی نہیں ہیں، بس سادہ سی زندگی گزار رہی ہوں۔ جو کچھ میرا مقصد ہے میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ لیکن مجھے ایک بات پر بڑی حیرت ہے کاس!" گوکلہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کس بات پر؟"
"اس پر کاس کہ تم جس انداز میں یہاں آئے ہو اور جس طرح میں نے تمہارے اوپر اعتماد کیا ہے یہ میری فطرت کے خلاف ہے۔ ہمیں ہر طرح ہوشیار رہنا ہوتا ہے' ہمارے علم میں یہ بات بھی نہایت ضروری ہے"
"اور یہ میرا خیال ہے تم ایک دلچسپ بات کہہ رہی ہو گوکلہ۔ تم نے بڑے اطمینان سے میرا اعتبار کر لیا ہے نا؟"
"ہاں کیوں؟"
"اور یہ اطمینان اپنا جواب نہیں رکھتا۔"
"کیا مطلب؟"
"اگر میں واقعی جادوگر ہوتا اور تمہارے اس طلسمی بُت کے نیچے سے گزرنے کے بعد اپنی قوتوں کو سمیٹتا تو آگ میرا کیا حشر کرتی۔ اور اس کے بعد اس چیز کو تم اطمینان کہہ رہی ہو۔"
"اوہ۔" گوکلا ہنس پڑی۔ "ہاں بلاشبہ کاس! میں نے اطمینان کا لفظ غلط استعمال کیا ہے اور بلاشبہ اب مجھے تم پر اعتماد ہو گیا ہے' ورنہ جو کچھ میں نے تمہیں بتا دیا ہے اس کے بعد میرے پاس کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ تم اگر مجھے نقصان پہنچانا چاہو تو بآسانی پہنچا سکتے ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں اپنے بچاؤ کے لئے بھی کچھ کروں۔"
"گوکلہ۔ یہ تصور ذہن سے نکال دو کہ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہوں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میری تم سے براہِ راست کوئی دشمنی نہیں ہے۔ کوئی بھی ایسا معاملہ نہیں ہے جو براہِ راست میرے اور تمہارے درمیان ہو۔ ہاں اگر ہوتا تو تم یقین کرو کہ تم اپنی تمام تر قوتوں کے باوجود مجھ سے زیر ہو جاتیں۔"
"تم بہت بڑی بڑی باتیں کرتے ہو کاس! بہرحال میں یوں مان لیتی ہوں کہ تم ایک ایسے انسان ہو جس کی عزت کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے محبت بھی کی جا سکتی ہے۔" گوکلہ نے جواب دیا۔
"نہیں گوکلہ! میں تمہیں ایک معمولی سی بات بتا دوں۔ وہ یہ کہ اگر میں تمہیں اپنے بازوؤں میں بھینچ کر اس مجسمے کے نیچے سے گزر جاؤں' جس کے ہاتھ فضا میں بلند ہیں اور جس کے سائے سے بھی تم بچنے کی کوشش کرتی ہو تو پھر بتاؤ تمہارے اندر کیا رہ جاتا ہے؟"
"اوہ" گوکلا کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ "اوہ۔" اس نے ایک بار پھر اسی انداز میں کہا اور پھر کچھ سوچنے لگی۔
"بے شک میں نے جلد بازی میں حماقت کی ہے۔"
"لیکن تمہاری یہ حماقت تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی گوکلہ! میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ میں کبھی تمہیں نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچوں گا بھی نہیں۔ بھلا تم خود ہی بتاؤ مجھے اس سے کیا ملے گا۔ ہاں اگر تم میری دشمن ہوتیں تو میرا خیال ہے اب تک تمہارا طلسم کدہ فنا ہو جاتا۔ میں اسی قسم کا انسان ہوں۔"

گوکلہ نے کوئی جواب نہ دیا تھا' اس کا چہرہ اتر سا گیا تھا پھر اس نے گردن ہلائی اور کہنے لگی۔
"اٹھو کاس۔ آرام کرو۔"
اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ میری آرام گاہ بے حد دلکش تھی۔ ہر قسم کی خوبصورت چیزوں سے آراستہ' وہ تمام چیزیں جو آرائش کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ میں نے انہیں بے حد پسند کیا تھا۔ تب میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ گوکلہ دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی تھی۔
نیند تو خیر کیسے آتی' اس کے علاوہ یہاں چونکہ دن اور رات کا تعین نہیں تھا اور میں سونے کا مریض بھی نہیں تھا۔ اور یہ ضروری نہیں تھا کہ میں سو ہی جاتا۔ ہاں' میں نے گوکلہ کی بتائی ہوئی ساری کہانی پر پوری طرح غور کیا۔ غور کیا اور سوچتا رہا۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ بلاشبہ میں ایک انتہائی دلچسپ جگہ آ پھنسا ہوں۔
گوکلہ نے اپنی بستی کے بارے میں جو کچھ مجھے بتایا تھا اس سے معلوم ہو رہا تھا کہ واقعی یہ بستی دلچسپ ہوگی اور یہ بھی ممکن تھا کہ یہاں کچھ ایسی دلچسپیاں میری منتظر ہوتیں جو مجھے پسند آئیں۔
سو اگر اچھا وقت گزرا تو میں زیادہ سے زیادہ وقت یہاں گزارنا پسند کروں گا اور اگر طبیعت پر کوفت سوار ہوئی تو پھر گوکلہ سے اجازت لے لوں گا۔ ویسے یہ عورت جادوگرنی ضرور تھی اور بہت سی غلط باتیں اس کے اندر تھیں' جیسا کہ بدھ راہنماؤں نے مجھے بتایا تھا' لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک اچھی دوست اور اچھی ساتھی بھی ثابت ہو سکتی تھی بشرطیکہ اس کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جاتا۔
دوسرا معاملہ کناشی کا تھا۔ کناشی کے بارے میں گوکلہ نے مجھے جو کچھ بتایا تھا' وہ بھی میرے لئے خاصا دلچسپ تھا حالانکہ میں نہیں چاہتا کہ اب کسی ایسے جھگڑے میں پڑوں جس میں خواہ مخواہ کسی سے مقابلہ کرنا پڑے یا ایسی کوئی بات ہو۔
لیکن گوکلہ کے لئے۔ اگر گوکلہ نے چاہا تو کناشی سے بھی نبٹ لیا جائے گا۔ انہی خیالات میں آنکھوں میں غنودگی سی آ گئی اور پھر میں سو گیا۔
پھر گوکلہ ہی نے جگایا تھا۔ غالباً نہا کر آئی تھی' اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور بے حد حسین لگ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے دل چاہا کہ اسے خود پر گھسیٹ لوں لیکن دوسرے لمحے خیال آیا کہ وہ ایک محبت زدہ لڑکی ہے۔ ممکن ہے وہ میری اس بات کو پسند نہ کرے چنانچہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر روک لئے۔ گوکلہ خود بھی ایک قدم پیچھے ہٹ گئی تھی لیکن اس کی مسکراہٹ بدستور قائم رہی' تب اس نے شیریں لہجے میں کہا۔
"کاس۔ جاگ گئے نہیں؟"
"میں جاگ گیا ہوں گوکلہ۔ کیا بہت دیر سے سو رہا ہوں؟"

میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔ تمہیں طویل وقت گزر چکا ہے کاس!" وہ آہستہ سے بولی اور میں اُٹھ گیا۔

وہ مسکراتی نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ایک شرارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔ "ٹھنڈے پانی سے غسل کر لو کاس ــــ میرا خیال ہے تمہارے ذہن اور جسم کی تمام کسل دور ہو جائے گی۔"

"چلو گوکلہ۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور گوکلہ مجھے لے کر باہر نکل آئی۔

عمارت کے عقبی حصے میں انتہائی خوبصورت تالاب بنا ہوا تھا' جس کے کنارے سنگ مرمر کی پریاں ایستادہ تھیں اور وہ اپنے ہاتھوں سے تالاب میں پانی پھینک رہی تھیں۔ بڑا خوبصورت منظر تھا' بڑی حسین نقش نگاری کی گئی تھی ــــ گوکلہ نے مجھے تالاب میں اُتر جانے کے لئے کہا اور پھر بولی۔

"میں تمہارے لئے لباس لے کر آتی ہوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' درحقیقت بہت ہی ٹھنڈا پانی تھا' بہت ہی سرد' لیکن اس وقت جسم کو بڑا دلکش لگ رہا تھا۔ میں دیر تک نہاتا رہا اور میرے رگ و پے میں سرور کی لہریں اُترتی رہیں ــــ گوکلہ میرے لئے لباس لے آئی۔ جب وہ آئی تو میں پانی میں تھا۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر واپس پلٹ گئی۔

جو لباس گوکلہ لائی تھی' وہ میرے لئے اجنبی تھا لیکن پہننے کے بعد وہ مجھے بیحد آرام دہ محسوس ہوا تھا۔ ویسے پروفیسر! اس قسم کی چیزیں میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ بارہا میں بے لباس بھی رہا اور مجھے کوئی احساس نہیں ہوا ــــ بدلتے اَدوار کے ساتھ ہی اخلاق کا تعین بھی ہوتا تھا' سو میں کون سی اقدار اپناتا؟

لیکن گوکلہ ششدر رہ گئی تھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میں نے تو پہلے ہی اعتراف کیا ہے۔"

"کس بات کا گوکلہ؟"

"یہی کہ تم نے اَدوار لوٹ لئے ہوں گے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ بدنصیب گوکلہ پہلے ہی زندگی کی چوٹ کھا چکی ہے۔" اس نے ٹھنڈی سانس لی۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا گوکلہ!"

"تم بے حد خوبصورت ہو ــــ اور اس لباس میں جو کچھ لگ رہے ہو' میں الفاظ میں نہیں بیان کر سکتی ــــ ایک بات اور کہوں کاس!"

"کہہ دو۔" میں نے گہری سانس لی۔

"تم جب نیند سے جاگے تھے تو میں تمہارے پاس موجود تھی' تم نے بے اختیار مجھے اپنی بانہوں میں لینے کی کوشش کی تھی۔"

"ہاں گوکلہ ــــ اس وقت میرا ذہن نہیں جاگا تھا اور تم مجھے بہت خوبصورت لگ رہی تھیں۔ تمہارے کھلے بالوں نے تمہاری دلکشی بڑھا دی تھی۔"

"کاس! اگر میں کناشی کی محبت کا شکار نہ ہوتی تو ــــ تو تمہارے قدموں میں زندگی گزارنا فخر سمجھتی۔ لیکن مجھے معاف کر دو ــــ میں بچپن سے اس کی محبت کا شکار ہوں اور مرتے وقت تک رہوں گی۔ گو میں اب اس سے نفرت کرتی ہوں لیکن میں اپنی زندگی کے لئے کسی اور مرد کا انتخاب نہیں کر سکتی۔ افسوس تمہاری گرم جوش نگاہوں کے جواب میں میرے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"میں اس بات کا برا نہیں مانوں گا گوکلہ ــــ تم اپنے ذہن سے یہ خیال اور ان لمحات کو نکال دو۔ میں تمہارے جذبات کا احترام کرتا ہوں ــــ لیکن کیا اس کے ساتھ ایک سوال بھی کر سکتا ہوں؟"

"ضرور۔ اب تم مجھ سے پوچھا مت کرو ــــ اور سنو! میں نے جو امتحان کی بات کی تھی' اُسے بھی ذہن سے نکال دو۔"

"اوہ' کیوں؟"

"اس لئے کہ اب مجھے تمہاری ذات پر مکمل اعتماد ہے ــــ میں آنکھیں بند کر کے کہتی ہوں کاس! اب میں تمہیں اپنے سب سے قریب سمجھتی ہوں' ممکن ہے یہ میری محبت ہی ہو۔"

"لیکن میں تمہارے بچپن کے جذبات کی حفاظت کروں گا۔"

"اگر تمہاری ذات کی بلندیاں مجھے بہکائیں تو مجھے سنبھال لینا کاس ــــ عورت کا پیار بدنام نہ ہونے دینا کیونکہ ــــ تم بے پناہ کشش رکھتے ہو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں گوکلہ!"

"تم کوئی سوال کر رہے تھے؟"

"ہاں ــــ اگر تم نے کناشی کو شکست دے دی اور وہ تمہارے قدموں میں آ گرا تب کیا تم اُسے سینے سے لگا لو گی؟"

میرے اس سوال پر وہ سر جھکا کر کچھ سوچنے لگی پھر اس نے کہا۔ "نہیں کاس! میری انا اسے قبول نہیں کرے گی۔ میں نے انتقام کا پل تعمیر کیا ہے' اور اس پل کی تعمیر میں مجھے بڑی مشکلات سے گزرنا پڑا ہے۔ میں اپنی محنت اکارت نہیں کروں گی۔"

"ٹھیک ہے' اب کھانے کا بندوبست کرو۔ یہاں تو وقت کا تعین ہی نہیں ہوتا۔ لیکن پیٹ ہر تعین کر سکتا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے' ہم پیٹ ہی کو وقت کا آلہ سمجھ لیتے ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر میرے ساتھ روانہ ہو گئی۔ ہم عمارت کے ایک اور حصے میں پہنچ گئے۔ اور یہاں انواع و اقسام کے کھانے موجود تھے۔ گوکلہ نے مجھے اشارہ کیا اور تکلف کا سوال ہی نہیں تھا۔ میں

شروع ہوگیا۔
"کاش!" کھانے کے بعد گوکلہ نے مجھے مخاطب کیا "تم ہماری بستیاں دیکھنے کے خواہش مند ہوتا؟"
"مناسب" میں نے جواب دیا اور گوکلہ چند ساعت کی اجازت لے کر چلی گئی پھر وہ آئی تو اس کے جسم پر دوسرا لباس تھا۔
"آؤ۔" اس نے کہا اور میں بھی اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔
پھر جب ہم دونوں اس عمارت کے بیرونی دروازے پر پہنچے تو میں نے یہاں دوسرے جاندار دیکھے۔ سفید رنگ کے دو گھوڑے جو خوبصورت سازسے آراستہ تھے۔
گوکلہ نے میری طرف دیکھا اور میں اُچھل کر گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ گوکلہ بھی دوسرے گھوڑے پر جا بیٹھی تھی اور پھر دونوں گھوڑے آگے بڑھ گئے۔ میں نے ان کے بارے میں گوکلہ سے کوئی سوال نہیں کیا اور ہم ایک اجنبی راستے پر دوڑنے لگے۔ راستہ میرے لئے اجنبی تھا ظاہر ہے گوکلہ ان راستوں کو اچھی طرح پہچانتی ہوگی۔
لیکن میں اس حسین علاقے کی خوبصورتی میں گم ہوگیا۔ میں نے زمین کے بے شمار رُوپ دیکھے تھے لیکن یہ گہرائیاں۔ یہ گہرائیاں اس قدر دلکش تھیں کہ نگاہیں خیرہ ہوتی تھیں۔ یہاں اجنبی رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ گھاس کا رنگ کہیں سُرخ تھا اور کہیں سنہری۔ اسی طرح رنگ رنگ کے درخت تھے۔ ہر چیز تعجب خیز تھی اور سارا ماحول طلسمی معلوم ہوتا تھا۔
پھر ایک مخصوص جگہ سے نکلنے کے بعد گوکلہ نے کہا "اب میری زمین ختم ہو چکی ہے۔"
"اوہ، مطلب یہ کہ حسین علاقے میں تم نے پابندی لگا رکھی ہے؟"
"ہاں۔"
"گوکلہ! مقامی لوگ تمہیں پہچانتے ہیں؟"
"نام سے۔ مجھے بہت کم لوگوں نے دیکھا ہے۔"
"کیوں؟"
"ظاہر ہے میری زندگی کا ایک مشن تھا اور میں اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھی اور لوگوں میں نہیں رہ سکی۔"
"اوہ، یہ بات ہے۔" میں نے کہا۔ راستے میں، میں نے عجیب سے جانوروں کی ایک ڈار دیکھی۔ ان کے صرف دو پاؤں تھے کھال چیتے کی کھال کی مانند تھی جن پر سفید اور سنہرے نقش تھے۔ اپنے دو پاؤں پر وہ تیزی سے پُھدکتے ہوئے جا رہے تھے جبکہ ان کی جسامت کافی تھی۔
"یہ کون سے جانور ہیں؟"
"ہیجن۔ یہاں ان کا شکار کیا جاتا ہے اور ان کا گوشت بہت لذیذ ہوتا ہے لیکن انہیں شکار کرنا آسان نہیں ہے۔"
"کیوں؟"
"یہ شکست روی سے جا رہے ہیں۔ لیکن خطرے کا احساس ہونے کے بعد یہ جس رفتار سے دوڑتے ہیں، تم اس کا تعین بھی نہیں کر سکتے۔"
"اوہو کیا وہ بہت تیز دوڑتے ہیں؟"
"ہاں۔ گھوڑوں سے دس گنا زیادہ تیز۔"
"صرف دو پاؤں سے؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔ ان دو پاؤں میں انہیں بڑی قوت حاصل ہے۔" گوکلہ نے جواب دیا۔
"پھر ان کا شکار کیسے کیا جاتا ہے؟"
"شکار۔" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر اس نے جانوروں کی اس ڈار کی جانب دیکھا، ایک جانور کا انتخاب کیا اور پھر اُس کی جانب انگلی اُٹھا دی۔ جانور اوندھے مُنہ زمین پر گرا تھا پھر وہ اُٹھ نہ سکا۔
میں نے تعجب سے گوکلہ کی طرف دیکھا لیکن دوسرے لمحے میرا تعجب رفع ہوگیا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ یہ کام کر سکتی ہے۔
"کیا یہ مر گیا؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں زندہ ہے، بس چل پھر نہیں سکتا۔"
جانوروں کی ڈار برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی تھی، تب میں نے گوکلہ کی جانب دیکھا اور کہا۔
"گوکلہ! تم اسے کھڑا کر دو۔"
"کیوں؟ یہ بھاگ جائے گا۔" گوکلہ نے کہا۔
"ظاہر ہے اس وقت ہم اس کا کریں گے بھی کیا، ہمیں فی الوقت شکار کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر تم کہو تو میں بھی اسے شکار کر سکتا ہوں۔"
میں نے کہا اور گوکلہ حیرانی اور تعجب سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔
"لیکن کیسے۔ اپنے علم کے زور سے؟" گوکلہ نے پوچھا۔
"ہاں علم کے زور سے۔"
"اوہ، تب تو میں ضرور دیکھوں گی۔" اس نے کہا۔ اور میں اپنے گھوڑے سے نیچے اُتر گیا۔
میں نے ایک پتھر اُٹھا لیا تھا اور میرا علم تو یہی تھا پروفیسر! جس کا مظاہرہ میں گوکلہ کے سامنے کرنا چاہتا تھا۔
گوکلہ نے اپنی اُٹھی ہوئی انگلی نیچے گرا دی اور جانور برق رفتاری سے اُٹھ گیا، بلاشبہ وہ اتنی تیزی سے اُٹھ کر بھاگا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے بہت دُور نکل گیا۔ تب میں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پتھر پوری قوت سے اس کی جانب پھینک دیا۔
پروفیسر! اگر پتھر اسے نہ لگتا تو مجھ سے شرمندگی سے گردن بھی

نہ اٹھائی جاسکتی تھی لیکن میں نے اس قوت، اس رفتار اور اس مہارت سے پتھر کو پھینکا تھا کہ وہ جانور کی دونوں ٹانگوں میں جا لگا۔ گوکلہ نے تعجب سے اس پتھر کو دیکھا تھا۔ اور پھر ہم برق رفتاری سے اس جانور کی طرف دوڑنے لگے۔ دور ہی سے ہم نے اس جانور کو گرتے دیکھا تھا۔

گوکلہ اور میں اس کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ جانور کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں ۔۔۔ تب گوکلہ نے بغور جانور کی طرف دیکھا اور گہری گہری سانسیں لینے لگی، پھر میری جانب رُخ کر کے بولی۔

"تم بے شک عظیم ہو کاس!" اس نے پیار بھرے لہجے میں کہا اور پھر جانور کو اٹھا کر گھوڑے پر رکھ لیا، تب وہ دوبارہ بولی "یہ ہمارا شکار ہے۔ لیکن تم نے وہ بات برقرار رکھی ہے کاس! کہ تمہارا علم تمہاری قوت ہے اور بلاشبہ میں نے اس بات کو دل سے تسلیم کر لیا ہے۔" گوکلہ نے کہا۔

عجائبات کی اس سرزمین پر گھوڑے دوڑتے رہے، کافی وقت گزر گیا۔ پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ دن کا کون سا حصہ ہے۔ بہر حال پھر گوکلہ نے ہی اپنے گھوڑے کی رفتار سُست کر دی۔

"کیوں گوکلہ؟"

"کیا تم بھوک نہیں محسوس کر رہے؟"

"ہاں، میرا خیال ہے ہمیں کافی وقت گزر چکا ہے۔"

"بہت کافی۔"

"ٹھیک ہے شکار ہمارے پاس موجود ہے۔" میں نے کہا اور ہم گھوڑوں سے اُتر پڑے۔ گوکلہ گہری گہری سانسیں لینے لگی، پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کاس!"

"ہوں۔" میں نے اُسے دیکھا۔

"تم ایک بات کا یقین کر لو کاس ۔۔۔ میرے دل میں تمہارے لئے وہ جذبہ پیدا نہیں ہو سکا جسے ایک عورت اور مرد کا جذبہ کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہر لمحے مجھے احساس ہو رہا ہے کہ تم میری زندگی کا جزو بنتے جا رہے ہو۔"

"میں اس احساس کو فروغ نہیں دینا چاہتا گوکلہ۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میں خلوصِ دل سے تمہیں کناشی کی امانت سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا اور گوکلہ نے گردن جھکا دی۔

"بار بار اس کا تذکرہ نہ کرو۔"

"بہر حال تم اسے چاہتی ہو۔"

"تمہیں بھی چاہتی ہوں کاس ۔۔۔ اور اب اُلجھن میں پڑتی جا رہی ہوں۔"

"کیسی اُلجھن میں؟"

"تمہارے ساتھ گزرنے والے لمحات میرے لئے بیحد دلکش ہیں۔ مجھے زندگی سے ایک دلچسپی کا احساس ہونے لگا ہے۔"

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"کاش! اگر اس سفر کے دوران واقعی میں تم سے محبت کرنے لگی تو ......؟"

"تب گوکلہ! میں سنجیدگی سے ایک بات کہوں گا۔"

"کیا؟"

"میں محبت کے معاملے میں بہت صاف ہوں۔ مجھے اپنا دوسرا ضمیر پسند نہیں ہے۔ تم وقتی جذبے کے تحت مجھے چاہو گی اور میں اس چاہت کو قبول نہیں کروں گا۔"

"تمہارے جیسے مرد کے لئے یہی ضروری بھی ہے۔ اس سے تمہاری شان میں اضافہ ہوتا ہے۔" گوکلہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ کر بولی۔ "اور میں بھی سوچتی ہوں کہ اگر ایسا ہو گیا تو ۔۔۔ تو میری پوری زندگی کی محنت اکارت جائے گی۔"

"وہ کس طرح؟"

"ظاہر ہے پھر مجھے کیا پڑی ہے کہ میں کناشی سے مقابلہ کرتی پھروں۔ یہ تو میری محبت کی توہین کا انتقام ہے ۔۔۔ اگر محبت ہی نہ ہو تو پھر توہین کیسی؟"

"زندگی کا مشن ضرور پورا ہونا چاہیئے گوکلہ!"

"میں سوچتی ہوں ۔۔۔ اچھا اب اس شکار کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کیا تم لوگ گوشت بھون کر کھاتے ہو؟"

"ہاں!"

"تب پھر میں تمہارے لئے گوشت تیار کرتا ہوں۔"

"چلو تکلیف کرو ۔۔۔ لیکن تم آگ کیسے جلاؤ گے؟"

"تم کیسے جلاتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔ اور گوکلہ مسکرانے لگی۔ پھر اس نے ایک طرف دیکھا۔

سوکھے گھاس پھوس کا ڈھیر ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ کی مٹھی بند کی اور گھاس کی طرف رُخ کر کے مٹھی کھول دی۔ دوسرے لمحے گھاس میں شعلے بھڑک چکے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ گوکلہ ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہارے ہاں سارا کاروبار جادو سے ہوتا ہے۔"

"ہاں۔ زیادہ تر لوگ اپنا کام اسی طرح چلا لیتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اس علم سے ناواقف ہیں ۔۔۔ اور جو نہیں رکھتے وہ دوسروں کے محتاج رہتے ہیں۔"

"خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ جو شخص بستی کا سربراہ ہو گا باقی لوگ اس کے محتاج ہوتے ہوں گے؟"

"ہاں۔ یقیناً ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"تب تو واقعی وہ اس کی بڑی عزت کرتے ہوں گے' اس کے بغیر ان کا کوئی کام ہونا ہی مشکل ہے۔"

"ہاں، مثلاً یوں ہوتا ہے جیسے آگ ہی کی بات ہے۔ انہوں نے ایک دفعہ آگ روشن کردی اور دوسرے لوگ اس سے زندگی بھر استفادہ حاصل کرتے رہے۔ وہ یہ روشن آگ بجھنے نہیں دیتے۔"

"اوہ' اس طرح یہ گاڑی چلتی ہے۔ لیکن گوکلا۔ یہاں پر پھر وہی بات آجاتی ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"میں بھی آگ جلا سکتا ہوں۔"

"کس طرح؟" گوکلا نے پوچھا۔

"اپنے علم کے ذریعے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گوکلا ہنس پڑی۔

"تمہارا علم واقعی مجھے متحیر کر دیتا ہے۔ اچھا تو۔ ذرا جلا کر دکھاؤ۔" اس نے دوبارہ اپنی مٹھی بند کرلی اور شعلے جو بھڑک چکے تھے' سرد پڑ گئے۔

میں بھلا اسے اپنے علم سے آگاہ کیوں نہ کرتا چنانچہ میں نے بھی گھاس کے اسی ڈھیر کا انتخاب کیا اور پھر دو وزنی پتھر اٹھائے میں نے دونوں پتھروں کو ایک دوسرے پر زور سے گھسا اور آگ نکل پڑی۔ خشک گھاس نے ایک ہی بار میں آگ پکڑ لی اور دوبارہ روشن ہوگئی۔

گوکلا دلچسپی سے میری طرف بڑھی اور اس نے تعجب سے آگ کو دیکھا۔

"حیرت انگیز۔ انتہائی حیرت انگیز۔ یہ بھی طاقت کا کرشمہ ہے؟" اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں' یہ تجربہ ہے۔ زمانۂ قدیم کا انسان اسی طرح آگ روشن کرتا تھا۔ پھر ہم دونوں' پتھروں کی اس خاصیت پر گفتگو کرتے رہے جانور بھوننے کے لئے آگ پر رکھ دیا گیا تھا۔ گوشت کھانے کے بعد ہم وہیں آرام کرنے لیٹ گئے۔ گھوڑے گھاس چرنے لگے تھے۔

اور پھر اچانک ہی ہماری نظر بیک وقت ایک طرف اٹھی تھی۔ وہ ایک چوڑے پھیلاؤ کا درخت تھا اور اس پر بڑے بڑے پھل لٹکے ہوئے تھے۔ لیکن یہ پھل۔ یہ پھل۔ زندہ انسان تھے' آدھے بدن کے انسان۔ جن کا نیچے کا دھڑ غائب تھا۔

گوکلا بھی سنجیدگی سے اٹھ گئی۔

"گوکلا۔ یہ۔ یہ۔"

"درخت کے پھل نہیں ہیں بلکہ۔ آؤ۔" وہ اسی سنجیدگی سے بولی اور ہم دونوں درخت کی جانب بڑھ گئے۔

تحت الثریٰ کی ہر چیز انوکھی تھی۔ اب تک میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ میرے لئے بہت دلکش تھا۔ حالانکہ صدیاں میری نگاہوں میں تھیں اور زندگی کے بے شمار عجائبات میری نگاہوں سے گذرے تھے۔ لیکن جادو۔ پروفیسر اس علم سے میں ابھی تک ناواقف تھا۔ یہ سب کچھ ماورائے عقل تھا اور ذہن ان مناظر سے الجھ جاتا تھا۔ درخت میں جو لوگ لٹکے ہوئے تھے ان کے بال بہت لمبے تھے لیکن وہ عورتیں نہیں تھیں۔ سارے چہرے مردوں کے تھے۔ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ پلکیں جھپک رہے تھے لیکن ان کے بدن نیچے سے غائب تھے۔ اور یہ انوکھے پھل بڑے عجیب لگ رہے تھے۔

میں نے گوکلا کا چہرہ دیکھا۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات تھے آنکھوں میں سبز چمک لہرا رہی تھی۔ وہ درخت کے نزدیک پہنچ کر رک گئی۔

"کہاں کے باسی ہو؟" گوکلا نے ایک سوال کیا۔

"چاندی کی زمین کے۔" بیشمار آوازیں ابھریں۔

"کس کے پیامبر ہو۔؟"

"یوشنا کے۔" وہی تمام آوازیں دوبارہ ابھریں۔

"کیا پیغام ہے۔؟" گوکلا نے پوچھا۔

"یہی کہ اس درخت کے بعد تمہاری زمین ختم ہوجاتی ہے۔ یوشنا تک یہ اطلاع پہنچ گئی ہے کہ تم نے زمین کے ایک حصے پر اپنی حکومت قائم کرنے کا اعلان کردیا ہے اور قرب وجوار کے لوگوں کو پریشان کر رہی ہو۔ یعنی دوسرے تمہارے وجود سے پریشان ہیں۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ یوشنا تمہیں سزا دینے کے لئے آتا اس نے تمہاری حد مقرر کردی ہے اور حکم دیا ہے کہ اس حد سے زیادہ تمہیں بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

ہاں اگر تم نے یہ بات نہ مانی اور آگے بڑھنے کی کوشش کی تو ممکن ہے یوشنا وقت سے پہلے ہی یہاں پہنچ جائے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ وہ وقت سے پہلے ہی میری جانب متوجہ ہو جائے۔" گوکلا نے کہا۔

اور پھر میری جانب دیکھ کر بولی۔ "یہ پیامبر ہیں کاشی کے اور تم نے سنا کہ کاشی کو بھی علم ہو گیا ہے کہ گوکلا ایک طاقت ایک حیثیت حاصل کرچکی ہے، سو اس کا غرور کیسے برداشت کرے گا اس بات کو۔ کہ وہ جو دم بھرتی رہی اس کی محبت کا، آج اس کے برابر آنے کا دعویٰ کرے۔ اور یہ درخت اس بات کی نشاندہی کرتا ہے جس پر اس کے پیامبر لٹکے ہوئے ہیں۔"

"لیکن یہ کیسے پیامبر ہیں گوکلا۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"یہ اس سرزمین کے لوگ ہیں کاسی۔ یہ وہ ہیں جو عتاب کا شکار ہوتے ہیں اور یہاں قیدیوں کو قید کرنے کے لئے کسی قید خانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ انہیں ایسی ہی سزائیں دی جاتی ہیں۔"

"تو کیا یہ قیدی ہیں اور سزا کاٹ رہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

ویسے پروفیسر سزاؤں کی یہ انوکھی قسم میں نے پہلی بار ہی دیکھی تھی جس پر میں حیران ہوا تھا لیکن اس قدر نہیں کہ اپنے تاثرات گوکلا سے

چھپا نہ پایا۔ حالانکہ اس زمین پر میں عجیب و غریب دنیا میں دیکھ چکا تھا۔ متحیر کن، پُراسرار مسائل سے نمٹ چکا تھا۔ سو درخت پر لٹکے ہوئے یہ انسان میرے لئے زیادہ حیرانی کا باعث نہ بن سکے۔

"ہاں۔ اُن کے ہاتھ چھین لئے جاتے ہیں۔ کبھی پاؤں چھین لئے جاتے ہیں کبھی آنکھیں چھین لی جاتی ہیں اور وہ اپنی یہ سزا پوری کرتے ہیں" گوکلا نے جواب دیا۔ اور بولی۔ "کاش تم ان لوگوں کو دیکھو جن کے آدھے بدن غائب ہیں۔ ان کے آدھے بدن یوشنا کی تحویل میں ہوں گے اور جب ان کی سزائیں پوری ہو جائیں گی تو ان کے آدھے بدن جو اس وقت ان کے وجود سے علیحدہ ہیں انہیں مل جائیں گے۔ چنانچہ یوں سمجھو کہ یہ قیدی ہیں جنہیں پیغامبر کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔"

"بہت خوب۔ گویا یوشنا سے تمہاری چھڑ گئی۔" میں نے سوال کیا

"ہاں۔ چھڑ تو پہلے ہی گئی تھی لیکن صرف میری طرف سے اور اب یوشنا یا کناشی میرے بارے میں مکمل طور پر واقف ہو گیا ہے۔ لیکن اس تک اطلاع پہنچانے والا کون ہے؟" گوکلا نے پُرخیال لہجے میں کہا۔ اور وہ آدھے جسموں والے لوگوں کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"سنو۔" گوکلا نے آدھے پیغامبروں کو مخاطب کیا۔ اور ان سب کی نگاہیں گوکلا کی جانب گھوم گئیں۔

"تم صرف قاصد ہو۔ اور قاصد اپنے فرائض انجام دیتے ہیں دشمنی نہیں کرتے تم یوشنا کے قیدی ہو، اس کے ہمدرد نہیں۔ تم نے اس کا پیغام مجھے دیا، میں نے سمجھا، سوچا، سنا اور اب میرا عمل میری مرضی کے مطابق ہو گا لیکن مجھے بتاؤ کہ یوشنا تک میری حکومت کی اطلاع کس نے پہنچائی۔"

"فلوس نے۔" ان لوگوں نے جواب دیا۔ اور گوکلا کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔

"ہوں۔ مجھے یقین تھا۔" گوکلا نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ٹھیک ہے گورنا کا مدبر یہ بات کیسے برداشت کرے گا کہ گوکلا اس کی بستی پر قابض ہو۔ لیکن اس کے جواب میں اسے جو کچھ ملے گا وہ دنیا دیکھے گی۔" گوکلا نے کہا۔ اس کا چہرہ آگ کی طرح تمتما رہا تھا پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے۔

وہ آسمان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس کے ہاتھوں کی مٹھیاں شدت سے سخت ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ نیچے گرائے۔ اور انہیں درخت کی جانب پھیلا دیا۔ اس کے ہاتھ کی ہر انگلی سے شعلے نکل رہے تھے اور درخت میں آگ لگ گئی۔ درخت سے لٹکے ہوئے آدھے جسم والے انسان کرب سے چیخنے اور چلانے لگے۔ ان کے جسم جلنے لگے تھے۔ لیکن ان کے جسم درخت سے کھل نہیں سکتے تھے۔ وہ بری طرح تڑپنے لگے تھے۔

میں یہ دردناک منظر دیکھ رہا تھا۔ درخت دھڑا دھڑ جل رہا تھا اس میں لٹکے ہوئے قیدی بھی اسی آگ کا شکار ہو رہے تھے۔ چند لمحات کے بعد درخت نے زمین چھوڑ دی۔ آگ بہت شدید تھی۔ اور اس آگ سے میں اچھی طرح واقف تھا۔ کیونکہ تھوڑی دیر پہلے میرا اس آگ سے سابقہ پڑ چکا تھا۔

گوکلا کے ہاتھوں میں اس سلسلے میں جو قوت تھی وہ بے پناہ تھی۔ چند ساعت کے بعد جلتے ہوئے درخت کی لکڑیاں کوئلوں میں تبدیل ہونے لگیں اور پھر وہ راکھ بن گئی۔ لٹکے ہوئے قیدیوں میں سے اب کوئی بھی زندہ نہ بچا تھا۔

گوکلا کا بدن آہستہ آہستہ کپکپا رہا تھا، پھر اس نے میری جانب دیکھا اور بولی۔

"میں نے کناشی سے اعلانِ جنگ کر دیا ہے اس کے قاصدوں کی موت اس کی سب سے بڑی توہین ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس کی اطلاع اسے بہت جلد پہنچ جائے گی۔"

"پھر اب؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اب کیا کاس۔ اب آگے بڑھیں گے۔ آگے بڑھیں گے اور فلوس کو اس کی مخبری کی سزا دیں گے۔"

"ٹھیک ہے میری تو تقدیر ہی میں یہ لکھا ہے۔ لیکن پھر بھی گوکلا چلو جیسا تم پسند کرو ویسا ہی ہو گا۔"

ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ گوکلا خاموشی سے چل رہی تھی اس کے چہرے پر نجانے کیسے کیسے تاثرات تھے۔ میں بھی خاموش تھا، حیرت کی اس دنیا میں میری عقل زیادہ ساتھ نہ دے رہی تھی۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ یہاں کیسے کیسے اسرار ہیں۔ یہ عورت تو منورما سے بھی زیادہ خطرناک ہے منورما جادوگرنی تھی۔ اس نے بہت کچھ کیا تھا۔ لیکن تحت الثریٰ کی یہ جادوگرنی اس سے بہت زیادہ تیز تھی۔ جس طرح کھڑا ہوا درخت جل کر خاک ہو گیا تھا، وہ قابل دید منظر تھا۔ نجانے اس کی قوتیں کون کون سے گل کھلا سکتی ہیں۔

یوں بھی پروفیسر میری زندگی تو تھی ہی تجربات کا مسکن میں اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔

گوکلا حد سے زیادہ خاموش تھی، بہت کچھ سوچ رہی تھی کناشی کے بارے میں۔ کناشی جو اس کا محبوب تھا۔ لیکن جو اب اس کا دشمن تھا۔

اس شخص کے بارے میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ میرے لئے خاصا تعجب خیز تھا۔ میں چاہتا تھا کہ یہاں اپنی قوتوں کو زیادہ سے زیادہ آزماؤں۔ اپنی قوتوں کو دیکھوں اور غور کروں کہ تحت الثریٰ کا جادو زیادہ قوت رکھتا ہے یا کہ میں۔

چلتے رہے ہم دونوں۔ اور ایک طویل سفر کے بعد دور سے ایک بستی کے آثار نظر آئے۔ تب گوکلا نے کہا۔

"یہ گورنا ہے۔"

"جس کا مدبر بقول تمہارے فلوس ہے۔"

"ہاں. لیکن اس سے پہلے ہم لوگ اس بستی میں دوستوں کی مانند داخل ہوا کرتے تھے۔ فلوس نے بھی مجھ سے مکمل تعاون کا وعدہ کیا تھا لیکن افسوس وہ وعدہ خلاف نکلا اور اس نے یہ اطلاع کاناشی تک پہنچا دی۔ حالانکہ کاناشی خود بھی بہت جلد اس کی کوششوں سے واقف ہو جاتا۔ لیکن اس کا مقصد صرف کاناشی سے وفاداری اور مجھ سے دشمنی ہے، چنانچہ دشمنوں کو سزا دینا تو بہت ضروری ہے۔" گوکلا نے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ بستی کے نزدیک پہنچ گئے۔

دن اور رات کا کوئی تعین تھا ہی نہیں۔ بستی میں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ تب ہم دونوں بستی میں داخل ہو گئے اور دیکھنے والے ہمیں دیکھ کر اپنے اپنے کاموں کو چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ غالباً گوکلا ان کے لئے بہت بڑی حیثیت رکھتی تھی۔ انکے چہروں پر خوف کے آثار سمٹ آتے تھے، وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے اور گوکلا دھیمے سے میرے کان کے نزدیک منہ لا کر بولی۔

"دیکھ رہے ہو کاس۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔"

"کیا محسوس کر رہے ہو۔؟" گوکلا نے پوچھا۔

"میں محسوس کر رہا ہوں گوکلا کہ یہ لوگ تم سے خوش نہیں ہیں۔"

"نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ یہ سب مجبور ہیں۔ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں انہیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے مدبّروں کا سہارا لینا پڑتا ہے، یہ مدبّر ایک طرح سے چھوٹے چھوٹے حکمران ہوا کرتے ہیں۔ ان پر یہ ذمہ داری عائد کی جاتی ہے کہ وہ اپنے لوگوں کا خیال رکھیں۔ سو ان کے لوگ ان کے لئے مجبور ہوا کرتے ہیں۔ اور اگر وہ ان کی اطاعت نہ کریں تو پھر کیا کریں۔" گوکلا نے کہا۔

"اس کا مقصد ہے گوکلا کہ اس وقت وہ تم سے تعاون نہیں کرینگے۔"

"مجھے ان کے تعاون کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" گوکلا نے جواب دیا۔

"خیر ظاہر ہے تم بہتر سمجھتی ہو گی ان معاملات کو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں، سو جو چاہو کرو۔"

میں نے کہا اور گوکلا نے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے ایک ہاتھ کھڑا کیا اور لوگ اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"میرے نزدیک آؤ، گورنا کے لوگوں میرے نزدیک آؤ۔" اس نے آواز دی اور لوگ ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔

پھر ان میں سے دو یا تین آدمی آگے بڑھے اور گوکلا کے سامنے پہنچ گئے۔ لیکن وہ مؤدب نہ تھے۔

"تم۔ کیا تم مجھے کاس تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہو۔" گوکلا نے پوچھا۔

آگے بڑھ کر آنے والوں نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں اور پھر ان میں سے ایک بوڑھا آدمی آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

"گوکلا بلاشبہ تو عظیم قوتوں کی مالک ہو گی۔ لیکن فلوس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تیری اطاعت نہ کریں۔"

"اوہ۔ بوڑھا فلوس شاید یوشنا کا ہیرو بن گیا ہے۔" گوکلا نے غضبناک لہجے میں کہا۔

"یوشنا کا ہیرو بننا کوئی بری بات تو نہیں ہے گوکلا، تمام بستیوں کا حکمران، اس زمین کا مالک۔ وہ ہم پر قادر ہے۔ اگر ہم اس کے حکم کی تعمیل کریں تو کیا اس میں ہماری زندگی کی حفاظت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن میں اس علاقے پر اپنی حکمرانی کا دعویٰ کر چکی ہوں۔" گوکلا نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"اس کے لئے بہتر یہ ہے گوکلا کہ تو فلوس سے بات کرلے اور اسکے بعد جو نتیجہ ظاہر ہو گا ہم اس پر عمل کریں گے۔"

"ہوں۔ گویا اپنے طور پر تم مجھ سے تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں ہو۔"

"ہم الجھن میں ہیں گوکلا، ہم تجھ سے بھی الگ نہیں ہیں اور کاس یوشنا کے احکامات کی تعمیل سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔"

"ٹھیک ہے۔" گوکلا نے آہستہ سے کہا۔ اور ان لوگوں کو حکم دیا۔

"جاؤ۔" وہ سب پیچھے ہٹنے لگے تھے۔

پھر گوکلا میری جانب مڑی۔ اور بڑے دھیمے انداز میں مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔

"ہم فلوس کے محل کی جانب چلتے ہیں کاس۔"

میں نے دونوں شانے ہلائے اور اس کے ساتھ چل پڑا۔ پروفیسر مجھے اس بات سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی کہ گوکلا کہاں جا رہی ہے اور کیا کرنے والی ہے۔ یوں تو ان تمام معاملات میں دلچسپی لے رہا تھا۔ یہ دنیا ہم کی دنیا سے کافی مختلف تھی اور اسکے علاوہ اس میں ایک دلکشی میرے لئے تھی۔ سو میں تو دیکھنے والا تھا اور دیکھنے میں کوئی ہرج بھی نہیں تھا۔ ہاں اگر ضرورت پیش آتی اس بات کی کہ میرا عملی قدم بھی اٹھے اس سلسلے میں۔ تو میں نہیں تھا پیچھے کسی طور بھی اس سلسلے میں۔ چنانچہ گوکلا چلتی رہی اور پھر ایک خوبصورت محل کی جانب جا کر رک گئی جہاں دو آدمی پہرہ دے رہے تھے۔ گوکلا کو دیکھ کر انہوں نے اپنے ہتھیار زمین کی جانب جھکا دیئے اس کا مقصد تھا کہ اسے محل میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ گوکلا نے خونخوار نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"چونکہ فلوس سے دوستانہ مراسم ختم ہو چکے ہیں، اس لئے ابتدائی طور پر اس کے لئے پہلا تحفہ۔"

اس نے کہا۔ اور پھر اس نے دونوں انگلیاں محافظوں کی جانب اٹھا دیں۔ محافظوں کو آگ لگ گئی تھی۔ ان کی دردناک چیخیں سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ تب گوکلا نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور عجیب سے انداز سے چاروں جانب دیکھنے لگی۔ تب اس نے ایک شخص کو اشارے سے بلایا اور بولی۔

"فلوس کو میرے سامنے پیش کر دو۔ اس کے برعکس اگر تم نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی اور مجھے یہاں سے ہٹانا چاہا تو تم سب اپنی زندگیوں کو کھونے کے خود ذمہ دار ہوگے۔" اس نے غضبناک لہجے میں کہا۔

بھنبھناہٹیں گونجنے لگیں اور ان لوگوں کے چہروں پر خوف کے آثار نظر آنے لگے۔ پھر وہ پیچھے ہٹ گئے ان میں سے چند افراد اندر چلے گئے تھے، تب محل کے دروازے پر فلوس نظر آیا۔

ایک طویل العمر بوڑھا جس کے گال برف کی مانند سفید تھے اس کی پلکیں لٹک کر اس کے گالوں پر آپڑی تھیں۔ آنکھیں کھولنے کے لئے اسے ہاتھوں کا سہارا لینا پڑ رہا تھا۔ تب اس نے اپنی آنکھوں سے پلکیں ہٹائیں آنکھوں پر زور دے کر پہلے گوکلا کو دیکھا اور پھر مجھے۔ پھر بھاری لہجے میں بولا۔

"گوکلا تو کس حیثیت سے اس بستی میں آئی ہے؟"

"کاس کی حیثیت سے۔"

"لیکن یوشنا کا حکم ہے کہ کاس کی حیثیت سے تجھے اس بستی میں داخل ہونے نہ دیا جائے۔"

"اس نے یہ حکم تمہیں دیا ہے فلوس؟"

"ہاں۔"

"کیا تم اپنے اندر یہ قوتیں پاتے ہو کہ مجھے روک دو؟" گوکلا نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"یوشنا نے مجھے کچھ قوتیں عنایت کی ہیں اور اس کا مصرف یہی ہے کہ میں تجھے روکوں۔ چنانچہ میں ان کے استعمال سے باز نہیں رہ سکتا۔" بوڑھے فلوس نے سرد اور بے جان سے لہجے میں کہا۔

"تب ٹھیک ہے فلوس تم یوشنا کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دو اور میں اپنا حق استعمال کرتی ہوں۔" گوکلا نے کہا۔

اور پھر وہ اس طرح سے پیچھے ہٹ گئی جیسے کچھ کرنا چاہتی ہو۔ فلوس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے سراسیمگی کے آثار پیدا ہوئے تھے پھر اس نے بھاری اور بردبار لہجے میں گوکلا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"گوکلا مجھے علم ہے کہ تیری قوتیں بے پناہ بڑھ گئی ہیں۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ گوکلا کہ تو نے اس علاقے پر قبضہ جمانے کا اعلان بے وجہ نہیں کیا ہوگا لیکن فلوس یوشنا کے اشاروں پر چلتا ہے اور اس کے احکامات پر عمل بھی کرے گا۔ چنانچہ اب جو کچھ ہوگا وہ یوشنا کے نام پر ہوگا۔" فلوس نے کہا اور پھر لوگوں کو ادھر ادھر ہٹ جانے کے لئے کہا گیا۔ تمام لوگ پیچھے ہٹ گئے تھے۔

گوکلا نے میری طرف دیکھا اور مجھ سے بولی۔ "کاس تم بھی پیچھے ہٹ جاؤ۔ یہ جسمانی لڑائی نہیں ہے اور تم بتا چکے ہو کہ تم صرف جسمانی لڑائیوں کے ماہر ہو۔" گوکلا نے کہا اور میں گردن ہلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

تب گوکلا نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے اس کی دونوں انگلیاں تشنجی انداز میں ہل رہی تھیں۔ اس نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں جکڑ رکھی تھیں، پھر اس نے اپنے ہاتھوں کو کھولا ان میں دو کالے گولے چمک رہے تھے۔ تب گوکلا نے وہ دونوں گولے فلوس کی طرف پھینک دیئے۔ خوفناک دھماکے ہوئے اور فلوس کے اردگرد آگ ہی آگ پھیل گئی لیکن میں نے دیکھا کہ نیلے رنگ کا ایک ہلکا سا غبار فلوس کے بدن سے خارج ہوا اور اس نے اس پھیلتی ہوئی آگ کو بجھا دیا۔

یہ کھیل میرے لئے بڑا دلکش تھا پروفیسر مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ تمہیں متاثر نہیں کر رہا ہوگا۔ لیکن مجھے ایسا ہی لگتا تھا۔ میں اس علم کا قائل ہو گیا تھا۔ اور تحت الثریٰ میں تو شاید اس کھیل کی حکومت تھی جس کا اندازہ مجھے جگہ جگہ ہوا۔ وہ لوگ تو جادو ہی کے ذریعہ زندگی گذارتے تھے۔

آگ بجھ گئی تو گوکلا نے دوسرا وار کیا۔ اس بار سرد لہریں خارج ہوئی تھیں اور فضا میں بے حد ٹھٹھرا دینے والی خنکی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن فلوس نے اسے بھی ناکام بنا دیا تھا۔ تب فلوس نے فضا میں ہاتھ اٹھائے۔

"یوشنا مجھے تیری مدد کی ضرورت ہے۔" اس نے ہاتھوں کو عجیب انداز میں چکر دیئے۔ اور دوسرے لمحے میں نے عجیب و غریب منظر دیکھا۔

میں نے دیکھا کہ فولادی سلاخوں کا بنا ہوا ایک چمکدار پنجرہ کہیں سے نمودار ہوا اور گوکلا اس پنجرہ میں قید ہو کر رہ گئی۔

فلوس نے سنجیدہ نگاہوں سے گوکلا کو دیکھا۔ گوکلا اس پنجرے کے اندر چاروں طرف چکر لگا رہی تھی۔ پھر اس نے پنجرے کی سلاخوں پر ہاتھ رکھے اور سلاخیں ٹیڑھی ہو گئیں۔ لیکن حیرت کی بات تھی کہ سلاخیں ٹیڑھی ہونے کے بعد سیدھی ہو گئی تھیں۔ گوکلا مختلف انداز میں ان سلاخوں کو توڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن سلاخیں ٹیڑھی ہوتیں اور پھر سیدھی ہو جاتیں تھیں بالکل کسی ربر کی مانند۔ اور چند ساعت کے بعد گوکلا کے چہرے سے پریشانی کا اظہار ہونے لگا۔

میں دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ لیکن فلوس نے دوبارہ ہاتھ اوپر اٹھائے اور فضا میں سے ایک اور پنجرہ در آیا۔ یہ پنجرہ میرے لئے آیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"واہ اس کا مقصد ہے کہ فلوس نے سوچا کہ میں اس کا محافظ ہوں سو اس نے مجھے بھی قید کر دیا۔ لیکن بہر صورت میں اپنے طور پر ابھی کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ منورما کا جادو میں دیکھ چکا تھا۔ اور جادو بلاشبہ میری زندگی سے مختلف چیز تھی۔ میں اس طلسم میں پھنس کر رہ گیا تھا اور اس طلسم میں میری قوتیں بھی ختم ہو کر رہ گئی تھیں۔ چنانچہ ابھی میں اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں گوکلا کا مکمل طور پر ساتھی ہوں، میں پہلے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ گوکلا کہاں تک قوتیں رکھتی ہے۔

لیکن یوں لگتا تھا جیسے گوکلا کی ساری قوتیں اس پنجرے میں قید ہو جانے کے بعد زائل ہوتی جا رہی ہیں۔ وہ اب کسی قدر سراسیمہ نظر آ رہی تھی۔ میں دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا تھا۔ اچانک فلوس کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"گوکلا اس بات کا اعتراف کرنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کہ یہ قوت میری نہیں بلکہ یوشنا کی ہے۔ ورنہ میری قوتیں تو تجھے کبھی بھی قید نہ کر سکتی تھیں۔ لیکن دیکھ یوشنا نے بالآخر تجھ پر فتح پالی اور وہ ناقابلِ تسخیر ہے، درحقیقت وہ اس سرزمین کا کاس ہے۔" فلوس قہقہے لگاتا ہوا بولا۔

"میں اسے فنا کر دوں گی، میں اسے فنا کر دوں گی۔" گوکلا نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بلاشبہ یہ تیری اور اس کی لڑائی ہے۔ اگر تو اسے فنا کر دے گی تو ہم سب تجھے برتر و اعلیٰ تسلیم کر لیں گے تیری اطاعت کریں گے لیکن فی الوقت تو یہاں قید ہے اور اس وقت تک قید رہے گی جب تک کہ یوشنا تیرے بارے میں کوئی نیا حکم نہ دے۔ ہاں گوکلا یہ کون ہے۔ اس کے بارے میں مجھے بتا کیا یہ بھی تیرا کاس ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔" گوکلا نے جواب دیا۔ یہاں شاید اس نے ذہانت و عقل مندی سے کام لیا تھا۔ وہ یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ میں بھی جسمانی قوتوں کا مالک ہوں۔ مبادا کہیں میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں۔"

لیکن اس وقت پروفیسر میں بزدلی سے کام نہیں لے سکتا تھا مجھے کچھ بولنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ فلوس میں گوکلا کا ساتھی ہوں، میں اس کی قوتوں کا قائل ہوں اور میں اس کا مددگار بھی ہوں۔ تم جو سلوک اس کے ساتھ کر رہے ہو وہی میرے ساتھ بھی کرو۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔"

"خوب۔ خوب۔" فلوس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنے لوگوں کی جانب دیکھ کر کہا۔

"جاؤ بستی والوں کے سامنے یہ باتیں دہرا دو۔ ان سے کہدو کہ گوکلا اب یوشنا کی قیدی ہے۔ اس کی برتری تسلیم نہ کریں، وہ علاقہ جسے گوکلا اپنی ملکیت سمجھتی ہے اس پر اپنا قبضہ کر لیں ۔۔۔ گوکلا شکست کھا چکی ہے اور اب وہ اس وقت تک قید رہے گی جب تک کہ چھ بارشیں اس پر سے نہ گذر جائیں۔"

لوگ چاروں طرف دوڑ گئے اور فلوس اپنے محل کی جانب چلا گیا گوکلا غضبناک انداز میں غرا رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ پنجرے کی سلاخیں توڑ کر پھینک دے۔ اس سلسلے میں وہ تھوڑی سی زخمی بھی ہو گئی تھی میں یہ دلچسپ مناظر دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے اپنے ذہن میں ایک بات سوچی۔ اگر میں اپنا پنجرہ توڑنے کی کوشش کروں تو ۔۔۔

کیا میں اس میں کامیاب ہو جاؤں گا؟ کیا جادو کی قوتیں میری صدیوں کی قوت پر بھاری پڑ جائیں گی؟ کیا مجھے پھر شکست کا سامنا ہوگا؟

یقین کرو پروفیسر، یہ باتیں میرے لئے خاصی تکلیف دہ تھیں اور یہی ساری باتیں سوچتے ہوئے کبھی کبھی میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس علم سے استفادہ کروں۔ اسے بھی مکمل طور پر سمجھ لوں۔ میری جسمانی قوتیں بے پناہ تھیں اور میں ہر جگہ فاتح تھا۔ لیکن یہ علم مجھ پر فاتح رہا تھا۔ میں چند ساعت سوچتا رہا، گوکلا مجھ سے زیادہ دور نہ تھی، تب میں نے اسے آواز دی اور گوکلا مجھے دیکھنے لگی۔

"گوکلا کیا تم خود کو بے بس محسوس کر رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ہرگز نہیں۔"

"تب تم اس پنجرے سے آزاد کیوں نہیں ہو جاتیں۔"

"میں۔"

"ہاں تم۔"

"۔۔۔ میں ۔ میں کوشش کروں گی اور مجھے یقین ہے کہ میں اس سے نکل جاؤں گی۔ یہ کمبخت فلوس اپنی قوت پر نہیں بلکہ یوشنا کی قوت پر اکڑ رہا ہے۔" گوکلا غراتی ہوئی آواز میں بولی۔

"لیکن اس نے صاف کہہ دیا ہے گوکلا کہ تم یوشنا کی قیدی ہو۔" میں نے کہا اور گوکلا کے حلق سے ایک تیز غراہٹ ابھری۔

"نہیں میں کسی کی قیدی نہیں ہوں۔ اگر میں یوشنا کو شکست نہ دے سکی، اور اگر میں فلوس کو جہنم رسید نہ کر سکی ۔ تو ۔ تو ۔" گوکلا دانت پیس کر خاموش ہو گئی۔ وہ اب کافی حد تک پریشان نظر آ رہی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے انداز میں بے بسی ہے مکمل بے بسی۔

تھوڑی دیر کے بعد بستی کے بے شمار لوگ اس جگہ پہنچ چکے تھے وہ سب گوکلا کو اور مجھے دیکھ رہے تھے۔ ہم دونوں قید تھے۔ لیکن میں نے یہ بات بھی محسوس کی کہ وہ لوگ ہمیں اس طرح سے دیکھ کر خوش نہیں ہو رہے تھے۔ بس ایک عجیب سی خاموشی ان سب کے چہروں پر طاری تھی۔ تب فلوس بھی وہاں آ گیا۔ اس نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یوشنا کے وفادارو۔ جیسا کہ تمہیں معلوم تھا کہ گوکلا نے کچھ عرصہ قبل ایک مخصوص علاقے پر اپنا قبضہ جما لیا تھا، اس نے کہا تھا کہ وہ کاس ہے یوشنا کے خادم کی حیثیت سے یہ میرا فرض تھا کہ میں یوشنا کو اس بات کی اطلاع دوں۔ سو میں وہاں پہنچا۔ اور میں نے اسے ساری باتیں بتائیں۔ لیکن یوشنا ایک عظیم قوت ہے وہ صرف اس بستی ہی کا حکمراں نہیں ہے بلکہ اپنی قوتوں کے ذریعہ ہم سب پر حکومت کرتا ہے، اس کی برکتیں ہم سب کو زندگی کی ضروریات سے مرصع کرتی ہیں۔ چنانچہ اس کے خادم کی حیثیت سے میں اس کے پاس پہنچا اور میں نے اسے ساری باتیں بتائیں، اور یوشنا نے مجھے اپنی کچھ قوتیں عنایت فرما دیں۔ اس نے کہا کہ وہ خود تو بہت عظیم ہے اس تک پہنچنا تو بہت بعد کی بات ہے، وہ یہ کام صرف بستی کے حکمرانوں سے لے سکتا ہے، تاکہ اس کے دشمن اس کی طاقت کا لوہا مان لیں۔ اس کا حکم تھا کہ گوکلا اس علاقے میں نہ آئے اور گوکلا نے اس کا حکم نہ مانا۔

سو تم نے دیکھا کہ گوکلا یہاں آئی، اس علاقے میں جو اس کے لئے ممنوع ہے اور یہاں آنے کے بعد اس نے اعلان کیا کہ وہ کاس ہے۔ میں نے یہ تسلیم کیا اور یوشنا کا یہ پیغام اور وہ قوتیں گوکلا تک پہنچا دیں جو یوشنا

نے مجھے گو کلا کے لئے بخشی تھیں اور یہ ہدایت کر دی تھی کہ ان قوتوں کو گو کلا کے علاوہ کسی دوسری ذات پر استعمال نہ کیا جائے۔

سو میں نے اس کی امانت اس طرح خرچ کی جیسا کہ اس نے مجھے بتایا تھا۔ اور دیکھو تم کہ گو کلا قید ہے۔ اور مقصد ہے اس کا یہ کہ وہ کاس نہیں ہے اور سوچو تم لوشنا کتنا عظیم ہے اور دیکھو تم مجھے کہ میں اس کے وفاداروں میں سے ہوں، اس کا وفادار بن کر میں نے شکست نہیں کھائی۔ لوشنا عظیم ہے عظیم رہے گا۔ آج تم یہ بات سن لو کہ گو کلا کسی علاقے کی حکمراں نہیں ہے۔"

لوگوں نے ان باتوں کا بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ یہ سُن کر گو کلا کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دماغ پھٹ جائے گا وہ چہرے سے کافی پریشان نظر آ رہی تھی

سو میں نے اس وقت مداخلت مناسب سمجھی، حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ فلوس یا لوشنا کے جادو سے میں کس حد تک بچ سکتا ہوں لیکن نجانے کیوں مجھے یہ باتیں پسند نہیں آئی تھیں اور میں یہ تسلیم بھی نہیں کر پا رہا تھا کہ میں ان لوگوں کے سامنے بے بس ہوں۔ میں کبھی بھی بے بس نہیں تھا میں صدیوں کا بیٹا تھا اور صدیوں کے طلسم سے آشنا تھا۔ سو میں نے غرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"سنو گورنا کے لوگو۔ فلوس نے اپنی قوت آزمائی ہے، لیکن یہ سوچنا کہ لوشنا سب سے بہتر اور سب سے برتر ہے، تمہارے لئے مناسب ہوگا اور تم مصیبت و تباہی میں پھنس جاؤ گے۔ یہ تباہی لانے والا میں ہونگا۔ میں۔ جو گو کلا کا ساتھی ہوں۔ یہ قید میں نے اس لئے قبول کی ہے کہ گو کلا نے مجھے اس سے آزاد ہونے کی پیش کش نہیں کی۔ لیکن اب تم دیکھو کہ گو کلا کے پاس کون کون سی قوتیں ہیں"۔ میں نے کہا اور میرے دونوں ہاتھ اس آہنی پنجرے تک پہنچ گئے۔

میں نے ان سلاخوں کو جو ربر کی مانند کھنچ جاتی تھیں دونوں ہاتھوں سے ہٹایا اور سلاخیں سمٹتی چلی گئیں۔ صورت حال ایسی تھی کہ اگر میں ان سلاخوں کو دوبارہ چھوڑ دیتا تو وہ دوبارہ اپنی جگہ پہنچ جاتیں، لیکن میں نے دونوں ہاتھوں سے انہیں اتنا سمیٹ دیا کہ میں باہر نکل سکوں۔

اور پھر میں انہیں سمیٹتے ہوئے باہر نکل آیا اور لوگوں کے منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکل گئیں۔ تب میں گو کلا کے پنجرے کے پاس پہنچ گیا، میں نے گو کلا کو باہر نکال لیا، پھر اس نے خونخوار آواز میں کہا۔ "ہاں تو ہے لوشنا کی کوئی دوسری قوت جو تو مقابلے میں استعمال کر سکے"۔

فلوس متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ تب گو کلا نے میری جانب دیکھا اور کہنے لگی۔

"کاس فلوس کو فنا کر دے"۔

سو پروفیسر اس عجیب و غریب لوڑھے کے لئے میرے دل میں ہمدردی تو تھی نہیں، البتہ اس کی بزرگی مجھے اس کا احترام کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ لیکن یہی بات ہے جس کے ساتھ رہنا اسی کے ساتھ گانا۔ چنانچہ میں فلوس کی جانب بڑھا۔

فلوس کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اور میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے نزدیک جا پہنچا۔

"میں تیرا مخالف نہیں ہوں بوڑھے فلوس، لیکن گو کلا کاس ہے وہ اس بستی کی اور اس علاقے کی حکمراں ہے اور اس کی حکمرانی کے لئے تجھے ختم کرنا بہت ضروری ہے"۔ چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ سیدھا کر کے فلوس کی گردن کی طرف بڑھا دیا۔

فلوس نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کر دیئے تھے۔ شاید وہ اپنی قوتیں آزمانا چاہتا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی انگلیوں سے ویسے ہی شعلے نکل رہے تھے جیسے میں نے گو کلا کی انگلیوں سے نکلتے دیکھے تھے۔ وہ شعلے میرے بدن سے ٹکرائے۔

لیکن آگ۔ آگ اگر ساری قوتوں کا مظہر ہے تو آگ میری دوست ہے۔ میرا وجود آگ کے شعلوں میں گھر گیا۔ لیکن میرے ہاتھ بوڑھے فلوس کی گردن پر تھے۔ اور تب میں نے لوڑھے فلوس کو بھی ان شعلوں میں گھسیٹ لیا۔

تب دیکھنے کا منظر تھا۔ فلوس کے سفید بال دھڑا دھڑ جل رہے تھے۔ وہ چلّا رہا تھا۔ اور آگ اس کے بدن کے گرد تنگ سے تنگ تر ہوتی جا رہی تھی۔ وہ آگ جو اس نے میرے لئے بھیجی تھی۔ اب اسے خود جلا رہی تھی اور جیسا کہ گو کلا نے بتایا تھا کہ ہر قسم کا جادو آگ میں جل کر ختم ہو جاتا ہے تو فلوس کی بھی یہی کیفیت تھی وہ فنا ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نیچے زمین پر پڑا تھا۔ تب گو کلا نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"گورنا کے لوگو۔ فلوس مارا جا چکا ہے اور یہ ہماری بستیوں کا اصول ہے کہ وہ جو فاتح ہو ہر طرح اس بستی کی قسمت کا مالک ہوتا ہے تو بتاؤ تم کیا تسلیم کرتے ہو گو کلا کو اس بستی کا کاس۔ یا نہیں؟

ہاں اگر تم اسے کاس تسلیم نہ کرو گے تو وہ تم پر تباہی لائے گی اور تم نے دیکھا میرے ساتھی کو کہ اس نے کس طرح لوشنا کے جادو کو ناکام بنا دیا۔ یہ بات تم ہی بہتر جانتے ہو کہ فلوس کی اپنی قوت نہ تھی جو تباہ ہو گئی فلوس تو صرف چند لمحات کا مہمان تھا۔ البتہ میں لوشنا کو براہ راست للکارتی ہوں اور میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ چند ساعت کے بعد تم لوشنا کا بھی وہی حشر دیکھو گے جو فلوس کا ہوا ہے۔ تم اس بات کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے جس کا میں وعدہ کرتی ہوں"۔

بستی کے لوگوں پر سکوت طاری تھا۔ اس بات میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں تھی کہ فلوس مر چکا تھا۔ وہاں کے لوگ صرف جادو کے پرستار تھے اور اس شخص کو مانتے تھے جو سب سے زیادہ طاقتور ہو۔

چنانچہ گو کلا کے بارے میں انہوں نے اس طرح اپنی محبت کا اظہار کیا جیسے وہ ہمیشہ سے اسے پوجتے آتے ہوں اور انہوں نے اس کے آگے پہنچ کر اپنا سر تسلیم خم کیا اور اس کی برتری کو مانا۔

گوکلا فاتحانہ انداز میں فلوس کے محل میں داخل ہوئی تھی اور اس کے بعد اس نے ان تمام لوگوں کو قید کر لیا جو فلوس کے وفادار تھے۔ مجھے حیرت اس بات پر ہوئی تھی کہ میں نے بوڑھے فلوس کو اچھی طرح دیکھا تھا۔

عمر کے لحاظ سے وہ بہت ضعیف تھا۔ اس کی پلکیں اور بال بالکل سفید تھے اور بہت بڑھے ہوئے تھے اور اس سے یہ احساس بھی ہوتا تھا کہ وہ بہت زیادہ طویل العمر تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کے محل میں نوجوان لڑکیوں کی بہتات تھی جن کے بارے میں سوال کرنے پر مجھے گوکلا نے بتایا۔

کہ چونکہ فلوس حکمران تھا۔ اس لئے ہر حکمران کے لئے یہ ضروری بات ہے کہ اس کے پاس بے شمار کنیزیں اور خادمائیں ہوں اور تم اس بات کا تو اندازہ لگا ہی چکے ہو کاس کہ یہاں عمروں کا تعین وہ نہیں ہے جو اوپر کی دنیا میں ہے۔ یہاں جوانی کے لئے بھی ایک بہت لمبی عمر کا تعین کیا جاتا ہے۔ یعنی اوپر کا انسان جس عمر میں جوان ہوتا ہے، اس طبق پر عمر اس صورت میں صرف چند برس آگے بڑھتی ہے۔ یعنی اتنی عمر کا تعین ہوتا ہے کہ تمہارے ہاں چھٹی پشت جنم لیکر ختم ہو جاتی ہے۔

ساری باتیں حیرت انگیز تھیں پروفیسر۔ بلاشبہ زمین کے اس طبق پر آباد دنیا میرے لئے بے حد دلکش و تعجب خیز تھی اور میں ہر چیز کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک میرے ذہن میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوئی تھی کہ یہاں میری بھی کوئی عورت ہو۔ تم جانتے ہو پروفیسر کہ عورت تو ہمیشہ ہی میری دنیا میں شریک رہی اور اب مجھے اس سے اتنا لگاؤ نہیں رہ گیا کہ اگر وہ نہ ہو تو میں زندگی کو ویران محسوس کرنے لگوں۔ میں تو مختلف تفریحات کا عادی تھا۔ کبھی ستارہ شناسی، کبھی ادوار کی تہذیب اور کبھی لوگوں کا انداز رہائش، سو یہ پرکشش دنیا مجھے پوری طرح مطمئن کر رہی تھی۔

”تعجب ہے۔ اس دنیا میں، جہاں تمہیں کاس کا مرتبہ دیا گیا تھا، تمہاری کوئی عورت نہ تھی۔“ پروفیسر کی بیٹی نے پوچھا۔

اور میں نے اس کے سوال پر اس کی جانب دیکھا۔ ”ٹھیک ہے“ میں نے جواب دیا ”اس وقت تک زمین کے اس طبق پر میری کوئی عورت نہ تھی۔ آئندہ اگر آجاتی تو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔“ میں نے جواب دیا۔

”ہاں تو تم اس دنیا کی بات کر رہے تھے کاس“ پروفیسر نے کہا۔

”ہاں پروفیسر میں زمین کے اس طبق پر کسی بددلی کا شکار نہیں تھا بلکہ خوش تھا۔ گوکلا کی کیفیت بھی عجیب تھی۔ وہ اس خیال میں رہتی تھی کہ کسی طرح کناشی کو شکست دے اور اپنی محبت کا رنگ بدلے۔ نجانے اس کے ذہن میں کیا تھا۔ لیکن پھر بھی اس کی عجیب و غریب کیفیات میں نے بارہا نوٹ کی تھیں، بارہا محسوس کی تھیں۔

میں نے بغور فلوس کا محل دیکھا۔ بے حد شاندار محل تھا اور یہاں کے لوگوں کو درحقیقت اس حسن کا احساس نہ تھا، کیونکہ وہ خود بھی انہی چیزوں کے [illegible] حسین تھے۔

گوکلا کی صورت بھی دیکھنے کے قابل تھی۔ بلاشبہ اسے لاکھوں حسیناؤں میں حسینہ تسلیم کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ فلوس کے محل میں جو خادمائیں اور کنیزیں تھیں وہ بھی اپنی مثال آپ تھیں۔ اور اب بھی میں کسی کی جانب متوجہ نہیں ہوا تھا۔

ہاں گوکلا کے بارے میں میں محسوس کرتا تھا کہ جب بھی وہ تنہا ہوتی ہے تو مجھے عجیب سے انداز میں دیکھتی رہتی ہے، اس کی آنکھیں اس وقت بے حد عجیب اور ویران ہوتی ہیں۔ ان نگاہوں میں بہت کچھ ہوتا ہے۔

میں نے ان نگاہوں کو پڑھا تھا اور ان کے بارے میں تجزیہ بھی کر لیا تھا میرا اندازہ تھا کہ گوکلا دیوانگی کی حد تک اس شخص کو چاہتی ہے جس کا نام کناشی ہے اور جو یہاں کی روایت کے مطابق اب لوشنا کہلاتا ہے۔

لیکن محبت اور انتقام کے درمیان کی یہ عورت بڑی الجھی الجھی سی رہا کرتی تھی۔ اور میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کا انجام یا اختتام کیا ہوگا۔

ممکن تھا کہ اگر وہ کناشی پر قابو پا لیتی تو اسے معاف کر کے اپنے قدموں میں گرا لیتی۔ جہاں تک اس کے اپنے کہنے کا تعلق تھا تو وہ یہی کہا کرتی تھی کہ وہ بالآخر کناشی کو شکست دے گی اور اسے زمین کی گہرائیوں میں اس جگہ دفن کرے گی جہاں سے وہ کبھی ابھر نہ سکے۔ وہ اس کے جادو کو فنا کر دے گی۔

پھر بھی میں نہیں سمجھ سکا تھا۔ وہ انتقام اور محبت کے دو جذبوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ وہ بیک وقت کناشی کو چاہتی تھی اور اس سے شدید قسم کی نفرت بھی کرتی تھی۔ البتہ میں نے محسوس کیا تھا وہ بے پناہ الجھی ہوئی تھی۔ اور اس کی الجھنوں کو محسوس کر کے میں نے گوکلا سے کناشی کے بارے میں بات کی۔

”لیکن گوکلا۔ کیا یہ ضروری ہے کہ تم اپنے جادو سے کناشی کی قوتوں پر بھی قابو پا لو“؟ میں نے سوال کیا۔

”میں تمہارا مطلب سمجھ رہی ہوں کاس۔ تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ میں فلوس کے جادو ہی سے نہ نمٹ سکی تھی لیکن تم یہ بھی تو دیکھو کہ وہ فلوس کا جادو نہیں تھا بلکہ کناشی کا جادو تھا۔ جہاں تک فلوس کی حیثیت اور قوت کا تعلق ہے تو اسے تو میں بآسانی فنا کر سکتی تھی۔“

”ٹھیک ہے کناشی ہی کا جادو سہی لیکن کیا تم اس کے سامنے بے بس نہیں ہو گئی تھیں؟“

”میرے ساتھ تم جو ہو۔“ اس نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی جانب دیکھا پھر بولا۔

”ٹھیک ہے گوکلا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں تم لوگوں کی مانند جادو کی قوتیں تو نہیں رکھتا بلکہ ایک عام انسان کی حیثیت سے میں ذرا بالاتر ہوں، اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

”کاس تم اپنے آپ کو جس قدر کمتر بنا کر پیش کرتے ہو، مجھے اس کا بعض اوقات حیرت ہوتی ہے اور بعض اوقات غصہ بھی آتا ہے۔“

”کیوں؟“

"اس لئے کہ تم وہ ہو جو اس روئے زمین پر دوسرا کوئی نہیں ہے۔"
گوکلا نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"گوکلا تمہارا کہنا ممکن ہے کسی حد تک ٹھیک ہو لیکن جادو کے معاملے میں تو میری کوئی معلومات نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں تو میں کچھ نہیں جانتا اگر میں تھوڑا سا جادو بھی سیکھ جاتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔"

گوکلا کچھ سوچنے لگی تھی، پھر اس نے پُرخیال انداز میں مجھے دیکھا، اور بولی۔

"تو تم جادو سیکھنا چاہتے ہو کاس؟"

"ہاں گوکلا۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ کیسا علم ہے جو ایک عام انسان کو اتنی طاقت دیتا ہے۔"

"لیکن اس کے لئے تمہیں طویل عمر درکار ہے کاس۔ میرا مقصد ہے کہ تمہیں اپنے سارے مشاغل ترک کرنے کے بعد تمہیں ایک لمبے عرصے تک تنہائیوں میں رہنا ہوگا۔ جادو سیکھنے کے لئے تنہائیاں بے حد ضروری ہیں۔"

"میں یہ تنہائیاں اپنا لوں گا گوکلا کیونکہ میں اس علم کو سیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن میری ایک بات مانو گے کاس۔" گوکلا نے لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں کہو۔"

"کیوں نہ تم اس وقت تک اس خیال کو ذہن سے نکال دو جب تک کہ میں کناشی پر قابو نہ پالوں۔"

"ٹھیک ہے گوکلا مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن پھر یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ تم کناشی کی قوتوں کے مقابلے میں مکمل نہیں ہو۔ اس انداز میں اگر کہیں تم کناشی پر قابو پانے میں ناکام ہو جاتیں تو میں تمہاری مدد کرتا ہر صورت میری جسمانی قوت جس قدر ہے اس کے ساتھ تو میں تمہاری مدد کر دوں گا لیکن سوچ لو اگر تم کسی جادوئی الجھن میں پھنس گئیں تو شاید میں تمہاری مدد نہ کر سکوں گا۔" گوکلا کسی گہری سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے میری جانب دیکھا اور بولی۔

"تب ہمیں سلانوس کو پکارنا پڑے گا۔"

"سلانوس کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"استادِ اعظم، جس نے مجھے علم کی دولت سے روشناس کرایا ہے اور جو اس زمین کے طبق کا قدیم ترین انسان ہے۔ بہت عظیم انسان ہے وہ، اس دنیا کا حکمران، جو صدیوں سے زندہ ہے۔"

"اوہ ـــ کہاں ہے وہ؟"

"زمین کی گہرائیوں میں۔ وہاں جہاں برف کے تودے اکٹھے ہو گئے ہیں، دفن ہے۔ وہ ہمیشہ زمین میں دفن رہتا ہے۔ ہاں جب اسے پکارا جائے تو وہ اس پکار پر غور کرتا ہے اور جب قابلِ غور سمجھتا ہے تو آ جاتا ہے۔"

"میں اس کے ساتھ ایک طویل عرصے تک رہی ہوں اور اسی نے مجھے علوم کی دولت سے بہرہ ور کیا ہے، لیکن تمہاری دنیا کے حساب سے جب بارہ برس گذر جاتے ہیں تو وہ خود بخود کچھ لمحات کے لئے زمین سے باہر آ جاتا ہے اور باہر کی دنیا کے نظارے کرتا ہے، مستقبل کے بارے میں سوچتا ہے، مستقبل کی پیشین گوئیاں کرتا ہے اور پھر اپنی دنیا میں واپس چلا جاتا ہے۔" گوکلا نے کہا

"اوہ۔" میں نے تعجب سے آنکھیں پھاڑ دیں، گویا میری نسل کا کوئی دوسرا فرد۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ اور میری دلچسپی کچھ اور بڑھ گئی۔ سو میں نے گوکلا سے پوچھا۔ "لیکن سلانوس کے پاس تم کیوں جاؤ گی گوکلا؟"

"اس سے مشورہ لینے۔ سلانوس سے میں نے یہ بات پہلے ہی کہہ دی تھی کہ میں جو کچھ سیکھ رہی ہوں وہ ایک انتقام کا جذبہ رکھتا ہے۔ بلاشبہ میں کاس بننا چاہتی ہوں لیکن اس میں بھی ایک جذبہ پنہاں ہے۔"

"وہ کیا گوکلا ـــ؟" میں نے سوال کیا۔

"کاس دراصل میں کناشی کو شکست دینا چاہتی تھی۔ اور اس سے انتقام لینے کے لئے میں نے یہ علم سیکھا۔ سلانوس اعظم نے پہلے تو مجھے منع کیا کہ میں کسی انتقام کے جذبے کے تحت جادو سیکھنے کی کوشش نہ کروں۔ لیکن پھر وہ میری لگن سے متاثر ہو گیا تھا۔ ایک طویل عرصے تک اس نے مجھے اپنی صحبت بخشنے کے بعد آزاد کر دیا تھا اور کہا تھا کہ میں اس سے زیادہ اس کے پاس نہیں رہ سکتی۔ ہاں میں نے اسے کبھی نہیں پکارا لیکن اس نے مجھے اجازت دی تھی کہ اگر میں زندگی میں تین بار اسے پکاروں اور اگر مجھے اس کی ضرورت پڑے تو وہ میری مدد کرنے پر تیار ہو جائے گا۔ چنانچہ کیوں نہ ہم اس سے مشورہ کریں، میں اس کے پاس جاؤں اسے پکاروں اور تمہارا مسئلہ اس کے سامنے پیش کر دوں۔" گوکلا نے کہا۔

"ہاں ضرور گوکلا۔ میں اس سے ملنا پسند کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے ہم چلتے ہیں اور یہ بستی چونکہ میری ملکیت ہے، یہ علاقہ میرے زیر نگرانی ہے اس لئے یہاں سے جانے سے پہلے ضروری ہے کہ میں اپنا کوئی جانشین یہاں چھوڑ دوں۔"

"یہ جانشین کون ہوگا گوکلا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس جانشین کا مجھے انتخاب کرنا ہوگا کاس۔ اور یہ تو طے شدہ امر ہے کاس کہ ہم اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے جب تک کہ تمہارے لئے کوئی مناسب فیصلہ نہ کر لیا جائے۔ یا ایسے کسی فیصلے کے تحت ہمیں یہاں واپس آنے کی ضرورت پیش نہ آ جائے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟" گوکلا نے پوچھا۔ اور میں پُرخیال نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے گوکلا، یہ تمہاری زمین ہے یہ تمہارے معاملات ہیں ان کے بارے میں تم بہتر فیصلہ کر سکتی ہو۔ میں ہر طرح تمہارے ساتھ ہوں۔ جہاں تک قوتوں کے حصول کا معاملہ ہے، یوں بھی میں سمجھتا ہوں کہ وہ صرف تمہارے لئے ہے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو دنیا کا کوئی جادو میرے لئے خطرے کا باعث نہیں ہے اس سے میں پوری طرح [illegible]

ہوں ۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اس جادو کے خلاف میری طاقت کوئی ایسا اقدام نہ اٹھا سکے جسے میں موثر کہوں ۔ چنانچہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے گو کلا وہ تمہارے لئے ہے اور اس سرزمین کے معاملات مجھ سے بہتر تم جانتی ہو" میں نے جواب دیا ۔

"ٹھیک ہے کاس ۔ میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جان گئی ہوں اور مجھے امید ہے کہ اور بھی بہت کچھ جان جاؤں گی ۔ میرا ذہن آج کل جس کشمکش کا شکار ہے ممکن ہے تم اس پر یقین نہ کرو ۔ لیکن ٹھیک ہے وقت آنے پر ممکن ہے ہم کوئی بہتر فیصلہ کر سکیں "۔

میں نے گو کلا کی بات کا جواب نہیں دیا تھا ۔ ڈھکے چھپے الفاظ میں وہ جن خیالات کا اظہار کر رہی تھی میں ان سے واقف تھا اور پروفیسر جہاں تک میرا معاملہ ہے تو شاید میں تمہیں ہمیشہ یہی بتا تا رہا ہوں کہ میں نے بعض اوقات زندگی کے اقدار سے بے پناہ پستی میں گر کر اقدامات کئے ہیں ۔ اور مجھے اپنے ان اقدامات پر کوئی شرمندگی بھی نہیں ہوتی ہے ۔ بس ظاہر ہے میں اپنا مطلب نکالنے کے لئے ایسے کام بھی کر سکتا تھا جو انتہائی پست ہوتے لیکن میرے ظرف نے کسی کمزور پر کسی مظلوم پر برتری حاصل کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا اور میں ہمیشہ ایسے لوگوں کی امداد ہی کرتا رہا ۔

گو کلا بلاشبہ حسین تھی اس کے حصول کی خواہش بھی کی جا سکتی تھی لیکن اس نے جو باتیں کی تھیں ان سے پروفیسر میری انا کو زخم لگا تھا ۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ عورت ایک دوسرے مرد سے متاثر ہے اور اگر اس سے مایوس ہونے کے بعد یہ میری طرف راغب ہوتی ہے تو یہ میری شخصیت کا داغ ہے ۔

کاش اس کو مل جائے ۔ اس سے ملاقات کے بعد وہ یا یہ اسے اپنی نفرت کا شکار بنا لے اور اس کے بعد یہ مجھ سے رغبت کا اظہار کرے تو شاید میں اسے اپنی زندگی کے کچھ لمحات دیدوں لیکن اس صورت میں جب کہ وہ صرف جذباتی ہو کر مجھ تک آئے ۔ یہ میرا خیال ہے میرے لئے قابل قبول نہیں تھا ۔

گو کلا نے فلوس کے محل پر اس طرح سے قبضہ جما لیا تھا جیسے کہ وہ برسوں سے اس کی میراث ہو ۔

گورنا بستی کے سارے لوگ اس کے ساتھ تعاون کر رہے تھے اس کے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے ۔

پھر جب ایک صبح اس نے اپنے دربار میں ۔ ہاں پروفیسر میں اسے دربار ہی کہوں گا ۔ وہی انداز تھا جو عام دنیا کا ہوتا ہے ۔ تو جب اس نے اپنے دربار میں بے شمار لوگوں کو طلب کیا اور پھر اس میں سے ایک صحت مند اور توانا شخص کو اشارہ کر کے اپنے نزدیک بلایا تو میں نے دلچسپ نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا ۔

"تمہارا نام سلاسی ہے ۔" گو کلا نے سوال کیا ۔

"ہاں میرا نام سلاسی ہے ۔" اس شخص نے نگاہیں جھکا لیں ، اور ادب سے جواب دیا ۔

"اور میں یہ بھی جانتی ہوں سلاسی کہ یہاں کے بے شمار لوگ تمہاری عزت کرتے ہیں اور تم سے محبت بھی کرتے ہیں "۔

"ہاں میں ان کے ہر طرح کام آنے کی کوشش کرتا ہوں " سلاسی نے جواب دیا اور پھر متحیرانہ انداز میں بولا ۔

"لیکن مقدس کاس میں نہیں جانتا کہ تجھ سے یہ باتیں کس نے کہیں "

"میرے علم نے سلاسی ۔ کیا تم میرے علم کو علم نہیں سمجھتے " گو کلا نے عجیب سے انداز میں پوچھا ۔

"نہیں نہیں ۔ مقدس کاس نہیں ، میں ایسا نہیں سمجھتا ، بس یونہی میں نے یہ سوال کر لیا تھا "

"تو سلاسی سنو میں یوشنا کو شکست دینے کا عزم کر چکی ہوں اور اس عزم کے تحت میں خود اس کے پاس پہنچنا چاہتی ہوں چونکہ مجھے اسے شکست دینا ہے اور اس پورے علاقہ پر مجھے اپنی حکمرانی قائم کرنی ہے ۔ اس لئے ابتدائی طور پر میں اپنی مفتوحہ زمینیں تمہارے حوالے کر رہی ہوں ۔ تم میرے نائب کی حیثیت سے اس زمین پر حکمرانی کرو گے اور میری غیر موجودگی میں میرے کاس رہو گے ہاں میں اپنی قوتیں تمہیں بخش رہی ہوں ۔ وہ قوتیں جن سے تم کسی بھی چھوٹے دشمن کا باآسانی مقابلہ کر سکو گے ۔ اور مجھے یقین ہے اس بات کا کہ یوشنا تم تک نہیں پہنچ سکے گا ۔ اور جب میں یوشنا تک پہنچ جاؤں گی تو یہ دیکھوں گی کہ میری غیر موجودگی میں تمہاری کارکردگی کیا رہی ہے ۔ ممکن ہے میں تمہیں پھر کسی علاقہ کا سب سے بڑا مدبر بنا دوں تو کیا تم اس کے لئے تیار ہو "

"مقدس کاس کے احکامات کی تعمیل نہ کرنا گناہ عظیم ہے اور سلاسی اس گناہ عظیم کا مرتکب نہیں ہو سکتا ۔ میری زندگی تیرے لئے حاضر ہے اور اب جب تو نے اتنا بڑا اعزاز بخشا ہے تو میں جو کچھ کروں گا کم ہو گا ۔ میں اس اعزاز کو اپنے لوگوں کی اصلاح کرنے پر صرف کرنے کی کوشش کروں گا ۔ میں اس اعزاز کا جواب اسی طرح دے سکتا ہوں کہ تیرے نام کے ساتھ اس بستی کے لوگوں کو بہتر زندگی اور بہترین ضروریات فراہم کرتا رہوں "

"تو آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ " گو کلا نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور دوسرے لمحہ وہ شخص گو کلا کے جسم میں اس طرح پیوست ہو گیا جیسے وہ ایک جان دو قالب ہوں ۔ لیکن اس ملاپ میں کسی قسم کے ایسے جذبات نہیں تھے جن میں ایک عورت اور مرد کا تصور ہو ۔

سلاسی کے چہرے پر بے پناہ عقیدت تھی اور گو کلا کے چہرے پر ایسے تاثرات جیسے وہ اپنے کسی ادنیٰ ملازم سے گلے مل کر اسے عزت بخش رہی ہو تب سلاسی پیچھے ہٹا ۔ اس نے اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھا اور پھر اپنے پیروں کی طرف ۔ اور ہوا یوں کہ اچانک سلاسی کے قدم زمین سے اٹھنے لگے ۔

وہ فضا میں کئی گز اونچا چلا گیا تھا اور پھر وہ متحیرانہ انداز میں اسی طرح پیچھے ہٹنے لگا ۔ لیکن اس کے پیروں میں زمین نہیں تھی ۔ زمین کافی نیچے تھی ، اور دیکھنے والے تعجب سے اسے دیکھ رہے تھے ۔

تب آہستہ آہستہ وہ زمین پر اتر آیا اور اس نے ایک مسرت آمیز نعرہ

لگایا جس میں گوکلا کی تعریف و توصیف کی گئی تھی۔

"تو نے محسوس کیا سلاسی کہ اب تو وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ کیا تجھے اپنے اندر کچھ تبدیلیاں محسوس ہوئیں؟"

"ہاں مقدس کاس، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے زمین کے بہت سے پوشیدہ راز مجھ پر کھل گئے ہوں۔ میری پہنچ آسمانوں کی وسعتوں تک ہو۔ بلاشبہ بلاشبہ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ مجھ میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں" - سلاسی نے کہا۔

"یہ تبدیلیاں وہ اعزاز ہیں سلاسی جو میں نے تجھے بخشا ہے" گوکلا نے کہا۔

"ہاں مقدس کاس۔ میں اس اعزاز ہمیشہ سینے سے لگا کر رکھوں گا اور تیرے اس انعام کو ہمیشہ مدنظر رکھوں گا جو تو نے مجھے عطا کیا ہے۔"

"تو اب گورنا کے لوگوں تمہارا کاس اب سلاسی ہے۔ تم اس کے احکامات کی تعمیل کرو گے اور اگر یہ تم سے بد معاملگی کرے یا تمہارے ساتھ سختی سے پیش آئے تو تم اس کا حساب سختی سے کرو گے۔ میں اس حساب کو دیکھوں گی اور اس کے بعد سلاسی کے مستقبل کا تعین کروں گی۔" گوکلا نے کہا۔

اور گورنا کے لوگوں نے گوکلا کے نام کے نعرے لگائے۔ اور پروفیسر بہت سی چیزیں وہاں بیرونی دنیا سے مختلف نہیں تھیں، خوشی کا انداز، غم کا اظہار، ایک دوسرے پر اعتماد اور بے اعتمادی سب کچھ اسی انداز میں تھا جس طرح تحت الثریٰ کے اوپر والی زمین پر۔ میں البتہ ایک خاموش تماشائی ہی کی حیثیت رکھتا تھا۔ گوکلا نے سلاسی کو سب سے بڑا مدبر مقرر کرنے کے بعد یہ دربار برخاست کر دیا۔ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ تب وہ میرے ساتھ فلوس کے محل کے اس حصے میں آ گئی جہاں کبھی فلوس کی نشست ہوا کرتی تھی وہ ایک نشست گاہ پہ دراز ہو گئی تھی۔

انتہائی آرام دہ نشست گاہیں تھیں اور جس جگہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہاں کا ماحول بے حد رومان پرور تھا۔

گوکلا کی نیم باز آنکھوں میں ہلکی ہلکی مسکراہٹ جھانک رہی تھی اور میں بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

تب اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ "بڑی خوشی ہو رہی ہے کاس کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ میں زندگی کے ان مسائل سے آہستہ آہستہ عہدہ برآ ہوتی جا رہی ہوں، یہ جو میری طویل ترین زندگی میں ہمیشہ میرے ذہن سے چپکے رہا کرتے تھے، بس اب ایک آخری پھانس رہ گئی۔ اور میں تو اسے پھانس ہی کہوں گی، کیونکہ سب سے کر ساتھ تم جیسا جواں مرد ہے۔ اور یہ پھانس یوشنا یا کاشی ہے۔ میں اس پھانس کو بھی اپنے ذہن سے نکال پھینکنا چاہتی ہوں کاس اور اس کے بعد میں نہیں جانتی کہ میری زندگی کا راستہ کیا ہوگا اور کونسا ہوگا اور تم اس راستے پر کہاں کھڑے ہوئے ہو گے۔"

گوکلا کی باتوں کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ظاہر ہے وہ جو کچھ کہہ رہی تھی وہ اس کے جذبات تھے اور بے شمار لوگوں کے درمیان میری حیثیت ایک احمق کی طرح رہی تھی، لیکن مجھے یہ حماقتیں ہی پسند تھیں۔

پروفیسر تم خود سوچو، زندگی گذارنے کا کوئی نہ کوئی راستہ تو ہوتا ہے ہی۔ سو میں نے یہ راستہ پسند کر لیا تھا اور اگر میں اس سے دور ہٹنے کی کوشش کرتا تو کہاں جاتا، کسی ویرانے میں اگر قیام کرتا تو کب تک وہاں دل لگا رہتا ___ میں انسانوں سے کچھ مختلف ضرور ہوں لیکن انسانیت کی خصلت سے دور نہیں ہوں۔

چنانچہ دنیا بھر کے مشاغل سے مجھے بھی دلچسپی تھی اور یوں ہی میں زندگی گذار بھی سکتا تھا۔

بے شمار لوگ میرے ساتھ رہے تھے۔ میں نے اپنی قوتوں سے ان کی امداد کی تھی اور ہوا یہی تھا پروفیسر کہ اس کے بعد وہ لوگ فنا ہو گئے تھے میں نے اپنی آنکھوں سے ان کا عروج، زوال اور پھر اختتام دیکھا تھا۔

میں نے اٹیلا کا عروج دیکھا تھا۔ سکندر کی ابتداء و انتہا دیکھی تھی اور پھر ان کا اختتام بھی میری نظروں کے سامنے ہوا تھا۔ چنانچہ ایک طرح سے میں اپنے آپ کو ان سب سے ہی بہتر سمجھتا تھا اور ان کے معاملات میں دلچسپی لینا میرا مشغلہ تھا۔

دوسرے دن جس کا تعین صرف میں گذرے ہوئے وقت سے کر سکتا تھا ___ میں اور گوکلا تیار ہو گئے۔

سفر کے لئے ہم نے اپنے مخصوص گھوڑے لئے۔ زاد راہ کے طور پر گوکلا نے چند چیزیں بھی رکھ لی تھیں۔ ہتھیار بھی تھے، اور گوکلا کا نائب سلاسی ہمیں بستی کے اس سرے تک چھوڑنے آیا تھا جس کے بعد طویل و عریض میدان شروع ہو جایا کرتے تھے۔

یہ میدان سرسبز گھاس، درختوں اور پھولوں سے لدے ہوئے تھے یوں بھی میں تمہیں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ زمین پر تم اس طلسم کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو میں نے تحت الثریٰ میں دیکھا۔ چشمہ کے متعلق تم نے اور تمہاری بیٹی نے سوال کیا تھا، تو میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے وہاں ایسا کوئی چشمہ نہیں دیکھا اور نہ ہی میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارے اپنے عقیدے کے مطابق اس کا کوئی وجود ہوگا لیکن میں اس سے آج تک ناواقف رہا ہوں۔ نہ میں نے اس چشمے سے پانی پیا ہے اور نہ ہی میں نے کسی سے اس کے بارے میں سنا ہے۔ ہاں تحت الثریٰ کے لوگوں کی طویل العمری کا راز اگر وہاں کا پانی تھا تو میں تمہاری بات کو اس انداز میں تسلیم کئے لیتا ہوں، بہرحال میں اور گوکلا سفر کر رہے تھے۔

ہم جن راستوں سے جا رہے تھے وہاں چاروں طرف حسین مناظر بکھرے پڑے تھے، کہیں سرسبز میدان تھے، کہیں برف پوش پہاڑ کہیں درختوں کا سلسلہ، جو ختم ہونے کو نہ آتا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ زمین کے اس بطن پر ہریالی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ ہم سفر کرتے رہے۔

"ایک بات تم سے پوچھوں پھر مداخلت کر رہی ہوں جس کی معافی چاہتی ہوں" فرزانہ نے اچانک کہا۔ اور ایک لمحے کے لئے پھر وہی سکوت طاری ہو گیا جو اس قسم کے سوالات پر اکثر ہو جایا کرتا تھا۔

وہ شاید اس حسین دنیا سے واپسی پر اپنے آپ کو اجنبی اجنبی سا

محسوس کر رہا تھا۔ چند لمحے وہ کھوئی کھوئی نگاہوں سے فرزانہ کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں مجھے تعجب تھا کہ بہت دیر سے تم نے کوئی سوال نہیں کیا" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سوال بے حد اہم ہے" فرزانہ نے کہا۔

"یقیناً ہوگا"

"تم اس دنیا میں کتنے عرصے رہے۔"

"ایک طویل عرصہ۔"

"کیا تم اس طویل عرصے کے ماہ و سال بتا سکتے ہو۔"

"نہیں ــــ میں ماہ و سال کا تعین تو نہیں کرسکتا لیکن تم اسے ایک طویل ترین عرصہ کہہ سکتے ہیں۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں نے وہاں زندگی کس طرح گذاری اور کیا کچھ دیکھا ــــــ لیکن اگر تم اس عرصے کا تعین کر سکتی ہو تو یہ سمجھ لو کہ وہاں میں نے صدیاں گذاریں۔

"اوہ۔ اتنا طویل عرصہ ؟"

"ہاں۔"

"اور ایک ہی جگہ۔"

"ہاں۔"

"تو کیا تم اس کے بارے میں بتانا پسند کرو گے۔"

"ہاں۔ میں تمہیں بتاؤں گا اس بارے میں۔"

"ٹھیک ہے۔ میری مراد صرف یہی ہے کہ زمین پر ہم جس قدر خشکی اور پانی کا تعین کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس دنیا میں تین حصہ سمندر ہے اور ایک حصہ خشکی۔ تحت الثریٰ میں کیا سمندر موجود تھا ؟"

"ہاں۔ بالکل اسی طرح جیسے تمہاری زمین پر۔"

"کیا اس کا حجم بھی اتنا ہی تھا۔"

"میں نہیں سمجھا فرزانہ۔"

"میرا مقصد ہے کہ اگر ہم اسے تقسیم کریں تو تین اور ایک کا فرق کیا وہاں بھی نمایاں تھا ؟"

"یہ میں نہیں کہہ سکتا خاتون۔ لیکن وہاں بھی طویل ترین سمندر تھے جن کے راستے لمبے لمبے سفر ہوا کرتے تھے۔ اور جہاں تک زمین کا مسئلہ ہے میرے خیال میں وہاں کی زمین اس زمین سے کسی بھی طور کم نہیں تھی۔"

"بس میں یہی معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہاں کی زمین محدود تو نہیں تھی۔ اس میں اتنی وسعتیں تھیں جتنی کہ ہمارے ہاں ہیں۔"

"یقیناً بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی۔"

"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ تم نے تو وہاں بہت کچھ دیکھا ہوگا خاص طور سے اس صورت میں جب کہ تم نے اتنا طویل عرصہ وہاں گذارا۔"

"ہاں۔ وہاں میں نے بہت کچھ دیکھا جس کے بارے میں میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" پروفیسر خاور نے درمیان میں دخل دیا۔

"تو میں کہہ رہا تھا پروفیسر کہ ہم سفر کرتے رہے۔ حسین ترین مناظر، چشمے، آبشار، وہ سب کچھ جس کا ہم اس دنیا میں تصور کرتے ہیں۔ وہاں بھی موجود تھا لیکن اس کا حسن اس دنیا سے کہیں زیادہ تھا۔ بالآخر میں یہی بات کہوں گا کہ ماہ و سال کا تعین تو میں نہیں کرسکتا کیونکہ وہاں نہ دن کا تعین تھا اور نہ رات کا موسم اور روشنی وہاں ہمیشہ یکساں رہتے تھے۔ لیکن اپنے طور پر میں کچھ اندازے لگا لیا کرتا تھا۔ میں یہ اندازے لگانے میں ماہر تھا کہ ہم کتنا سفر طے کر چکے ہیں اور اپنے اندازے کے مطابق چھ تھے روز ہم ایک ایسے میدان میں داخل ہوگئے جہاں سے میدانوں پر برف شروع ہوگئی تھی۔ یہاں آگے سبزہ نہیں تھا۔ یا ہوگا لیکن برف نے سبزے کو ڈھک لیا تھا۔ ہاں کہیں کہیں برف میں سیاہ دھبے نظر آجاتے تھے۔ جو دور سے سیاہ معلوم ہوتے تھے لیکن نزدیک پہنچنے پر ان میں چھپا ہوا سبزہ صاف نظر آجاتا تھا، جس کا مقصد تھا کہ برف نے اس علاقے کو ڈھک لیا ہے۔ برف کا یہ حسین علاقہ اتنا حسین تھا کہ میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ چاروں طرف روئی کے اونچے اونچے پہاڑ تھے، کھلے کھلے میدان تھے۔ برف پیروں کے نیچے آرہی تھی۔ کہیں برف نرم تھی اور کہیں وہ سخت۔

گھوڑے البتہ، وہ ہمارا ساتھ نہ دے سکے اور گوکلا نے ایک گہری سانس لے کر گھوڑے روک لیئے۔

"کیا بات ہے گوکلا ــ ؟"

"بس کاس یہاں سے ہمیں پیدل سفر کرنا ہے۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے لیکن گھوڑوں کو کہاں چھوڑ دوگی۔"

"بس یہیں۔ گھوڑے سمجھدار ہیں، برف کے میدانوں میں داخل ہونے کے بجائے وہ سرسبز میدانوں میں گھومنا پسند کریں گے۔"

"لیکن اس کے بعد گوکلا ؟"

"اس کے بعد علم کا سفر شروع ہوگا۔"

"اوہو۔ ہاں میں سمجھتا ہوں کہ تم گھوڑوں کی محتاج نہیں ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور گوکلا بھی مسکرانے لگی۔

"لیکن گوکلا یہاں سے وہ جگہ کتنی دور ہے جہاں ہمیں استادِ اعظم سلانوس سے ملاقات کرنا ہے۔"

"سلانوس کے بارے میں، میں تمہیں اتنا بتا دوں کاس کہ وہ بیکراں ہے، وہ سمندر ہے۔ اس کے سانسوں کی آواز اس زمین کے چپے چپے پر سنی جا سکتی ہے۔ اس کے قدموں کی چاپ کہیں اور کسی وقت بھی سنائی دے سکتی ہے۔ اس کے علم کی عظمت کا یوشنا بھی قائل ہے بلکہ یوشنا نے بھی اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کی تھی لیکن سنا ہے کہ عظیم سلانوس اسے ناپسند کرتا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ یوشنا اس علم کے لئے اس کے پاس آیا تھا اور سلانوس اسے وہ علم نہیں دینا چاہتا تھا۔

لیکن کاس یہ زمین محدود نہیں ہے یہاں علوم کا ایک لامتناہی سمندر ہے جس کا سلسلہ غیر محدود ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کچھ ایسی آوازیں جو سمجھ میں نہ آنے والی ہیں کس کی ہیں، کون ہے وہ۔ جو علم کے سمندر کا ایک عظیم پھیلاؤ ہے اور اس زمین کے چپے چپے پر اس کی سائنسیں حکمران ہیں ہاں وہ جو نگاہ میں ہیں ایک نام رکھتے ہیں، ایک حیثیت رکھتے ہیں، شخصیت آشنا ہوتے ہیں وہ لوگوں کے لئے جیسے کہ سلانوس۔

لیکن یوشنا نے جن لوگوں سے تعلیم لی وہ بھی عظیم ہیں اور بلاشبہ وہ بھی علم کے سمندر ہیں۔ ان کا بھی علم محدود نہیں ہے ورنہ یوشنا اس پوری سرزمین کا کاس نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں یہی بتا رہی تھی کہ سلانوس لامحدود ہے ہم اسے وہاں اس محل میں بھی آواز دے سکتے تھے اور اسے ہم یہاں بھی پکار سکتے ہیں۔ لیکن یہ دوسری بات ہے کہ وہ اس آواز پر توجہ نہ دیتا ہاں جس جگہ اس نے مجھے تعلیم دی تھی اور جس جگہ پہنچ کر اسے پکارنا میرا فرض تھا میں وہیں پر آ گئی ہوں اور وہ جگہ برف کی یہ وادی ہی ہے۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ سلانوس اعظم درخت کی گہرائیوں میں سوتا ہے اسکی عبادت گاہ یا یوں کہو کہ اس کی علم گاہ انہی درخت پوش پہاڑوں کے نیچے ہے۔ اور وہ وہیں سکون محسوس کرتا ہے، کیونکہ وہ دنیا کے ہنگاموں سے کنارہ کش ہو چکا ہے۔ اس نے اپنی زندگی علوم کے حصول میں وقف کر دی ہے۔ وہ جو خوش نصیب ہوتے ہیں اگر اس تک پہنچ جائیں اور وہ اپنے علم کے سمندر کے کچھ قطرے انہیں دیدے تو ان کے نصیب جاگ اٹھتے ہیں۔ اب یہ میری اپنی تقدیر کی بات ہے کہ میں اسے اس بات پر آمادہ کر سکوں کہ جس مقصد کے تحت میں اس کے پاس آئی تھی وہ پورا نہیں ہو سکا اور مجھے مزید کچھ قوتوں کی ضرورت ہے، یہ قوتیں اگر مجھے میرے کاس کی شکل میں مل جائیں تب بھی مجھے اعتراض نہیں ہے کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ میں تنہا ہی ان قوتوں کی مالک ہوں۔

پورنا تم مجھے دل سے پسند آئے ہو، اور میں یہی چاہتی ہوں کہ تم بھی لامحدود قوتوں کے مالک بنو۔ تمہاری جسمانی قوتیں جس وجہ سے بھی ہوں۔ تمہارا علم جو میرے نزدیک ایک پُراسرار علم ہے یا پھر جو کچھ تم نے کہا اسے ہی صحیح مان کر بھی میں تمہیں بے پناہ پسند کرتی ہوں۔ اور میری خواہش یہی ہے کہ تم جو میری زندگی میں ایک بہترین معاون ثابت ہوئے ہو میری معیت میں کچھ اور حاصل کر و۔ وہ جو میری خواہش بھی ہے اور وہ جو تمہیں بہت کچھ دے سکتا ہے۔

سو ہم کچھ اور آگے بڑھیں گے اور اس کے بعد میں اپنی تمام تر آرزوؤں کے ساتھ سلانوس کو پکاروں گی۔ اور اپنی تقدیر کو کسوٹی پر پرکھوں گی کہ اگر وہ ہماری آواز کی پکار میں ہم تک پہنچتا ہے تو کامیابی ہمارا مقدر ہے۔"

جو کچھ گوکلا نے مجھ سے کہا تھا وہ میرے لئے بے حد حیرت انگیز تھا۔ درخت کے نیچے کی دنیا میرے لئے بہت دلکش تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ یہ سلانوس اعظم کون ہے۔ میری دلی خواہش تھی پروفیسر کہ اس زمین پر مجھے اپنی نسل کا کوئی فرد مل جائے۔ ایک آدمی مجھے ایسا ضرور مل جائے جس سے میں پوچھوں۔

کہ زندگی کا یہ رخ کونسا ہے جس پر میں گامزن ہوں۔ اس نے دنیا کو میرے انداز میں دیکھ کر اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے یا نہیں کیا۔ تم یقین کرو پروفیسر کہ کبھی کبھی تو میں خود اپنی نگاہوں میں ایک معمہ بن جاتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ میں دنیا کے تمام انسانوں سے مختلف کیوں ہوں! کون سی خصوصیت تھی مجھ میں! لیکن جو کچھ میرے اندر ہے۔ ! تھا۔ ! رہے گا! وہ میں تمہیں بتا چکا ہوں اس سے مختلف کوئی بات نہیں تھی۔

——— ہم برف کے اس وسیع ترین میدان میں آگے بڑھتے رہے اور پھر ایک جگہ پہنچ کر گوکلا رک گئی۔

میری نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ اس کی منزل ہے، یہاں سے اسے یا تو ناکام واپس لوٹنا تھا یا پھر کامرانی کی بلندیوں پر چڑھنا تھا۔

گوکلا رک گئی اور میں بھی رک گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے میری جانب دیکھا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"کاس تم مجھ سے اتنی دور چلے جاؤ کہ میں تمہیں ایک چھوٹے سے نقطے کی مانند نظر آؤں۔ اس سے زیادہ تمہیں کچھ احساس نہ ہو۔"

"گوکلا میں تمہیں اپنی قوتوں کے بارے میں بتا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے اتنی دور چلے جانے کے لئے کہو گی کہ تم مجھے ایک نقطے کی مانند نظر آؤ تو اس کے لئے مجھے شاید اپنی دنیا ہی میں واپس جانا پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"میں نہیں سمجھی۔" گوکلا تعجب سے بولی۔

"تم اس برف کے میدان کے آخری سرے پر چلی جاؤ گوکلا میں وہاں بھی تمہیں اسی انداز میں دیکھ سکوں گا جتنا یہاں اپنے قریب دیکھ رہا ہوں۔"

"سچ۔" گوکلا نے حیرت سے کہا۔

"ہاں میری آنکھوں کی بینائی لامحدود ہے گوکلا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں کچھ نہ کہوں گی کاس، میں کچھ نہ کہوں گی، تم جو کچھ ہو جس حد تک ہو وہ سب میرے لئے بڑا تعجب خیز ہے۔ خاص طور سے اس وقت جب تم کہتے ہو کہ تمہارے پاس وہ فن نہیں ہے جسے ہم جادو کہتے ہیں۔ ہاں اگر تم یہ کہتے کہ تمہارا جادو ہمارے جادو سے بے پناہ مختلف ہے اور زمین پر تم نے ایسے علوم سیکھے ہیں جو تحت الثریٰ میں رہنے والوں کے لئے تعجب خیز ہیں، تو شاید مجھے اتنی حیرت نہ ہوتی۔ لیکن تم صرف یہ کہتے ہو کہ تمہاری ذہنی اور جسمانی قوتیں ہی اس قدر ہیں کہ تمہیں تمام علوم پر سبقت حاصل ہے۔ تو وہ بات مجھے سخت متحیر کر دیتی ہے بہرصورت میرے کہنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اب جب میں اپنے استاد سلانوس کو آواز دوں گی تو یہاں خاصا ہنگامہ ہو گا۔ خاصا شور

ہوگا اور میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ سلانوس غضبناک ہوکر میرے سامنے آئے کیونکہ میں اسے اس کی نیند سے جگاؤں گی... تو وہ تمہیں دیکھے اور تمہیں دیکھنے کے بعد اس کے ذہن میں کوئی اور بات پیدا نہ ہو جائے۔ یہ باتیں مجھے پریشان کرتی ہیں۔"

"مجھے خود سے کچھ فاصلے پر رہنے دے گو کلا۔ میں برف کے کسی تودے کی آڑ میں ہو جاؤں گا اور اس کے بعد تو اپنا کام کر اور بس اس سے زیادہ میرے بارے میں نہ سوچ۔" میں نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی کاس۔" گو کلا نے کہا۔ اور میں نے اسے چھوڑ دیا ——— میں اس سے کافی دور نکل آیا۔ اور پھر پہاڑ کے ایک بڑے تودے کی آڑ میں رک کر میں نے گو کلا کو دیکھا۔

گو کلا نے میری جانب سے توجہ چھوڑ دی تھی۔ اب وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا رہی تھی اور اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آسمان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں، کبھی کبھی یہ انگلیاں مڑتیں اور پھر سیدھی ہو جاتیں۔ پھر اس کے حلق سے ایک تیز آواز نکلی۔

"سلانوس۔" بلاشبہ یہ آواز اتنی خوفناک اور اتنی شدید تھی کہ قرب و جوار سے برف کے ذرات اڑنے لگے اور پوری وادی اس آواز سے تھرا گئی۔ اس آواز میں اتنی شدت تھی کہ میرے کانوں کے پردے پھٹنے لگے ——— ماحول کی دلچسپی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا پروفیسر۔ گو کلا نے تین آوازیں دیں اور برف کے ذرات فضا میں اس قدر منتشر ہو گئے کہ فضا میں کہر چھا گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آواز کا یہ کونسا جادو تھا جس نے برف کو متزلزل کر دیا تھا۔

ہاں تھوڑی ہی دیر کے بعد البتہ ایک جگہ سے میں نے اس انداز میں دھواں سا اٹھتے دیکھا جیسے آتش فشاں پھٹ رہا ہو۔ اور اس سے لاوا بہہ رہا ہو۔ لیکن یہ لاوا برف کا لاوا تھا۔ برف کے ذرات زمین سے بلند ہوتے جا رہے تھے اور پھر وہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ حیرت ہوتی تھی۔

برف کا ایک اور پہاڑ نمودار ہو گیا تھا جو ذرات کی شکل میں تھا۔ پھر یہ ذرات آہستہ آہستہ زمین پر بیٹھنے لگے۔ اور چند ساعت بعد جب ذرات کا دھواں چھٹا تو میں نے ایک انتہائی طویل القامت بڈھے کو دیکھا۔

اتنا طویل القامت جس کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ گو کلا اس کے قدموں کے نزدیک ایک ننھی سی بچی محسوس ہو رہی تھی۔ بڈھا جو برف کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا اپنی برفیلی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے نیچے نگاہ کی اور گو کلا کو دیکھا۔ چند ساعت وہ اسے دیکھتا رہا پھر اس کا حجم کم ہونے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ پوری طرح انسانی شکل میں آ گیا۔

گو میں ان دونوں سے مناسب فاصلے پر تھا لیکن ان کی آواز سن سکتا تھا۔ ان کی حرکات دیکھ سکتا تھا۔ گو کلا نے سر جھکا لیا تھا تب برف کے بڈھے کی آواز ابھری۔

"کون ہے تو۔۔؟"

"گو کلا ہوں سلانوس۔ تیرے قدموں میں ایک طویل عرصہ گزار چکی ہوں۔" گو کلا نے جواب دیا۔

"تب تو یہ جانتی ہوگی کہ میں اپنے نیند اور آرام میں خلل اندازی پسند نہیں کرتا۔" سلانوس نے کہا۔

"میں جانتی ہوں سلانوس۔" گو کلا نے جواب دیا۔

"اس کے باوجود تو نے مجھے ان آوازوں میں پکارا جو میری نیند میں خلل انداز ہوتی ہیں اور ان آوازوں سے کوئی اجنبی واقف نہیں، لیکن تو نے ان سے فائدہ اٹھایا جو تجھے میری بتائی ہوئی تھیں۔"

"ہاں سلانوس۔" گو کلا نے صاف لہجے میں کہا۔

"تب یقیناً کوئی ایسی ہی بات ہوگی جس کے لئے تجھے یقین ہوگا کہ میں اسے سن کر اپنی نیند میں خلل اندازی پہ ناراض نہیں ہوں گا۔"

"نہیں سلانوس تو طاقت اور عظمت کا دیوتا ہے۔ تیرے پاس وہ قوتیں ہیں جو تجھے عام کاموں سے مبرّا کرتی ہیں۔ لیکن وہ جن کے پاس قوتیں نہیں ہیں وہ کہاں جائیں۔ اگر وہ اپنی الجھنیں اپنی پریشانیاں لے کر تیرے پاس آتے ہیں تو اس لئے کہ وہ تجھ پر مان رکھتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ سلانوس انہیں مایوس نہیں کرے گا۔" گو کلا نے جواب دیا۔

"لیکن سلانوس کسی کا پابند نہیں ہے کہ جب کوئی اسے پکارے وہ اس کی خدمت میں پہنچ جائے۔"

"میں یہ بھی جانتی ہوں عظیم سلانوس لیکن صرف یہ بتا کہ میری الجھن مجھے کہاں لے جاتی۔ کیونکہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ تیرا رہین منت ہے اس صورت میں میں تیرے پاس نہ آتی تو کہاں جاتی۔"

"تو کس الجھن میں گرفتار ہے گو کلا۔"

"سلانوس تو نے میری جانب سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں، تو ابھی تک نیند میں گم ہے، اس لئے نہ تو نے مجھے پہچانا اور نہ ہی میرے بارے میں سوچا۔ اور میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ سلانوس ان لوگوں سے کوئی سوال کرے گا جو اس کی بارگاہ میں صرف اس لئے حاضر ہوتے ہیں کہ اس سے امداد چاہیں۔ سلانوس کا علم لامحدود ہے اور سلانوس کی قوتیں بھی لامحدود ہیں اور لامحدود قوتوں کا مالک اپنی قوتیں سمیٹے برف کی گہرائیوں میں [illegible] ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ حکمران ہے اور جو لوگ اس کے مقابل آئیں گے اس سے شکست کھائیں گے۔ نیند کی یہ سیری اسے وسعت بخشتی ہے اور وہ اپنی دنیا میں مگن رہتا ہے لیکن وہ جو اس کے طالب ہوں آخر کار اس کے پاس تو پہنچیں گے ہی۔ ظاہر ہے انہیں سلانوس کی ضرورت ہوتی ہے، وہ سلانوس کے غلام ہوتے ہیں۔"

سلانوس چند ساعت خاموش رہا۔ پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور گو کلا سے مخاطب ہو کر بولا۔ "تیرے ساتھ اور کون ہے۔"

"عظیم سلانوس کی قوتیں جاگ رہی ہیں"، گوکلا مسکراتے ہوئے بولی اور سلانوس کے چہرے پر تمکنت پیدا ہو گئی۔

"اسے آواز دے"۔

"جو حکم سلانوس"۔ گوکلا نے کہا ــــــ اور مجھے آواز دی۔

"کاس۔ سامنے آجاؤ"۔

اور میں برف کے تودے سے باہر نکل آیا۔ میں گوکلا اور سلانوس کی ساری باتیں سن چکا تھا۔

سلانوس نے اپنی سرد نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ دیکھتا رہا اور پھر یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں میں روشنیاں جاگ اٹھی ہوں! اس کی نگاہوں میں دلچسپی پیدا ہو گئی تھی، اس نے مجھے سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور پھر آہستہ سے مسکرایا بھی۔

میں بوڑھے سلانوس کے کچھ کہنے کا انتظار کرتا رہا تھا۔ جب بوڑھا میرا بغور جائزہ لے چکا تو گوکلا سے مخاطب ہوا۔

"واہ۔ الزکیا انسان ہے۔ گوکلا یہ کون ہے۔؟"

"عظیم سلانوس اس نے اپنا نام پورا نہ بتایا ہے۔ لیکن چھوٹی چھوٹی توتوں کے ساتھ میں اسے کاس تسلیم کر چکی ہوں"۔

"صرف کاس"۔ سلانوس نے استہزائیہ انداز میں کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

سلانوس کے لہجے میں کوئی ایسی ہی بات تھی جس نے مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ تاہم میں نے کوئی ردِعمل ظاہر نہ کیا، حالانکہ میرے ذہن میں بھی بہت سے سوالات مچل رہے تھے لیکن میں صرف انہیں ہی دیکھتا رہا تھا۔

"میں نہیں سمجھی سلانوس"۔

"تو سمجھے گی بھی نہیں گوکلا۔ ابھی تیرا علم محدود ہے"۔ سلانوس نے کہا اور پھر میری جانب دیکھ کر بولا۔

"کاس۔ صرف کاس۔ خوب۔ یقیناً تجھے اپنی اس توہین پر غصہ آنا چاہیئے تھا لیکن تو بڑا اسرار دندریع ہے شاید اس برف کی مانند اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید تو نے زندگی کا طویل حصہ برف کے نیچے گذارا ہو بہرحال میں پہلے گوکلا سے بات کر لوں پھر تجھ سے تفصیلی گفتگو کروں گا"۔

باعلم بوڑھے کی یہ گفتگو میرے لئے خاصی سنسنی خیز تھی! اس نے جس انداز میں بے حجاب اور جھجکے بغیر میرے بارے میں تبصرہ کیا تھا اس نے مجھے چونکا دیا تھا۔ چنانچہ میں اس کی بات میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ تب سلانوس گوکلا کی جانب متوجہ ہو کر بولا۔

"کیا تو برف کی گہرائیوں کے مسکن تک جانا پسند کرے گی"؛

"عظیم سلانوس اپنی اس خادمہ سے سوال نہ کر و۔ اسے صرف حکم دو۔ کیا میں اس قابل ہوں کہ دوبارہ عظمت کی اس درس گاہ تک

پہنچ سکوں ؟"

"ہاں گوکلا تو نے مجھے آواز دی تھی اور میں اپنی نیند اپنے سکون میں مداخلت پسند نہیں کرتا۔ تو نے جو الفاظ کہہ کر مجھے متاثر کرنے کی کوشش کی وہ تاثرانگیز ضرور تھے لیکن اس کے باوجود وہ مجھے مطمئن نہیں کر سکے تھے لیکن تمہارے ساتھ جو ہے اسے دیکھنے کے بعد میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ آؤ۔ آؤ۔"

بوڑھا آگے بڑھ گیا۔ گوکلا میری طرف دیکھ کر مسکرائی اور پھر ہم دونوں بوڑھے کے پیچھے چل پڑے۔ زیادہ نہیں چلنا پڑا۔ بوڑھا برف کی زمین کے ایک غار کے نزدیک پہنچ گیا، اور پھر وہ غار کی گہرائیوں میں اترنے لگا۔ یہاں بھی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ لیکن ہم زیادہ گہرائیوں میں نہیں گئے۔

یہ ایک عظیم الشان غار تھا۔ لا انتہا وسیع اور کشادہ۔ لیکن یہاں بے انتہا چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ انوکھی چیزیں۔ ان میں زمانۂ قدیم کے ان جانوروں کے عظیم الشان ڈھانچے بھی موجود تھے جو اب مفقود ہیں۔ بڑی بڑی مچھلیوں کے اجسام بھی تھے۔ انسانی ڈھانچوں کی تعداد بھی کافی تھی۔ بڑے بڑے مرتبان بھی رکھے ہوئے تھے۔ ایک جگہ حوض میں زندہ مچھلیاں بھی تیر رہی تھیں۔ مصنوعی درخت بھی تھے۔ سب سے حیرت انگیز وہ درخت تھے جو غار میں مخصوص طور سے لگائے گئے تھے اور ان پر پھل لٹک رہے تھے حالانکہ یہاں دھوپ وغیرہ کا کوئی گذر نہیں تھا۔

غرض دیکھنے کے قابل جگہ تھی۔ اور میں اسے دیکھ رہا تھا اور بوڑھا میری صورت دیکھ رہا تھا۔ گویا ہم دونوں ایک دوسرے کو پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے پھر میری نگاہیں بوڑھے سے ملیں اور وہ مسکرایا۔

"میں اپنی اس مختصر سی دنیا میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں کاس!" اس نے کہا۔

"اور میں تمہاری اس توجہ کا شکر گذار ہوں"

"میری توجہ۔ نہیں کاس میری توجہ بے مقصد نہیں ہے میرا علم میرے ذہن پر ٹھوکریں مار رہا ہے اور میرے علم نے کبھی مجھے دھوکا نہیں دیا۔"

"شاید۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بہرحال ہم پہلے اس کی سنیں گے۔ میں اسے پہچان گیا ہوں ہاں گوکلا مجھے یاد آ گیا ہے کہ میں نے تجھے علم دیا تھا۔ لیکن اس وقت تیرے سینے میں انتقام کی آگ روشن تھی۔"

"وہ آگ آج بھی سلگ رہی ہے سلانوس۔"

"کیا تو اپنا انتقام نہیں لے سکی؟"

"نہیں مقدس سلانوس، تو نے گوکلا کو وہ علم نہیں دیا جو یوشنا کے مقابلے میں برتر ثابت ہو سکے۔"

"اس کی وجہ میں نے تجھے بتائی تھی گوکلا۔ علم انسان کو صلاحیت بخشتا ہے قدرت بخشتا ہے لیکن وہ جو قادر ہو جائیں موم کی مانند ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ پتھروں کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں تو زمین پگھل جاتی ہے کھیتیاں اجڑ جاتی ہیں، سرخی بکھر جاتی ہے۔ اگر تیرا علم تجھے موم بنا دیتا تو اس کے حصول میں کہیں آگے ہوتی۔"

"لیکن جس کا مقصد حیات انتقام ہو تو۔" گوکلا نے کہا۔

"تو طلسم اس سے بھاگتا ہے۔"

"لیکن تو کان کھول کر سن لے سلانوس۔ میں یوشنا سے انتقام کی قوت تجھ سے حاصل کروں گی اگر تو مجھے اس غار سے باہر پھینک دے گا تو میں تجھے چیخ چیخ کر پکارتی رہوں گی۔ اور اس برف میں فنا ہو جاؤں گی میں تجھ سے نمٹ کر جاؤں گی سلانوس یا موت۔" گوکلا کا چہرہ تمتمانے لگا اور سلانوس ہنس پڑا۔

"ضدی بچے پیارے لگتے ہیں۔ تیرا کیا خیال ہے صدیوں کے تجربہ کار" اس نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن اس نے جس نام سے مجھے پکارا تھا اس نے میرے احساس کو یقین کی شکل دیدی۔ بوڑھا دانشور بلاشبہ اپنے علوم میں ان تمام لوگوں سے آگے تھا جو اب تک مجھے مل چکے تھے اور میں تو ہمیشہ باعلم لوگوں کی قدر کرتا رہا ہوں۔

سو میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہاں تیرا خیال درست ہے سلانوس۔"

"لیکن میں اس ضدی بچی کا کیا کروں۔ ؟"

"بچوں کی ضد پوری کرنا ہی پڑتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن علم تو دلوں کو وسعت دیتا ہے۔ طاقت کی دنیا تو محبت کا مسکن ہوتی ہے۔ میں اس کے انتقام کی تکمیل کے لئے اسے وہ کچھ کیسے دیدوں جس کی یہ اہل نہ ہو گی"

"میں خود کچھ نہیں مانگ رہی سلانوس۔ اگر تیرا خیال ہے کہ میں تیرے دیئے ہوئے علم کو اس انتقام کے بعد بھی ناجائز طور پر استعمال کروں گی تو اس کے لئے میری ایک تجویز ہے۔" گوکلا نے کہا۔

"کیا۔ ؟" سلانوس نے پوچھا۔

"مقدس سلانوس۔ اس نے اپنا نام پورنا بتایا ہے۔ اس نے اپنے بارے میں عجیب و غریب باتیں بتائی ہیں۔ اور متحیر کن بات یہ ہے کہ یہ جو کچھ کہتا ہے وہ کر دکھاتا ہے۔ اس کے علوم منفرد ہیں۔ ہاں میں نے اسے دلدار طلسم شکن کے نیچے سے نکال کر آگ میں جھونک دیا۔ لیکن آگ نے اسے اور روشن کر دیا۔ اور مقدس سلانوس تو جانتا ہے کہ آگ سارے طلسم توڑ دیتی ہے لیکن اس کی قوتیں بحال رہیں۔ یوشنا نے اپنے خادم فلوس کو قوتیں دیں اور مجھے فنا کرنے کے لئے کہا لیکن اس نے اپنے ہاتھوں سے فلوس کو ختم کر دیا۔ اس کے باوجود یوشنا سے مقابلے کے لئے میں اسے مکمل نہیں پاتی۔ میں چاہتی ہوں کہ تو اسے وہ قوتیں عطا کر دے کہ میری جانب سے یہ یوشنا کو للکارے اور اسے شکست دے۔"

"اوہ۔ تو قوتیں اس کے لئے چاہتی ہے ؟"

تب اس نے میرا بازو پکڑ کر مجھے گھسیٹ لیا اور تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔ اور ایک بار پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میرے علم نے میری آنکھوں کو جو بینائی بخشی ہے ان کے تحت اکثر اوقات میرے اندازے غلط نہیں نکلتے۔ تیری تحریر میرے علم میں اضافہ بنے گی۔"

"میری تحریر ---؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں تو صدیوں کی پُراسرار کتاب ہے۔ میرا علم مجھے یہی بتاتا ہے اور تیرے اندر نہ جانے کیا کیا چھپا ہوا ہے میں ان زاویوں میں اسے تلاش کرلوں گا۔"

"تب میں تجھے یہ کتاب پڑھنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

"میں تیرا شکر گزار ہوں۔ آ اب میں تجھے سرد زاویئے سے روشناس کراؤں۔ اس طرف آ۔" اس نے کہا۔ اور مجھے پھر ایک طرف کھڑا کردیا۔ خود وہ ان زاویوں سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور میرے بدن میں سرد لہریں دوڑنے لگیں۔ بلاشبہ یہ سردی نقطۂ انجماد سے ہزار گنا زیادہ تھی میری جگہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو اس کی رگوں میں خون جم کر پتھر ہوجاتا۔ لیکن میرے بدن کو یہ شدت برداشت کرنے کی عادت تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے بھی ہٹ گیا۔ تب اس نے مجھے بہت سے زاویئے دکھائے اور اس کا یہ دانشکدہ تو درحقیقت ایسا تھا پروفیسر کہ دل چاہا کہ بوڑھے کی زندگی کی کتاب یہیں بند کردوں اور اس پر قبضہ جمالوں لیکن کسی ایسے صاحب علم کا قتل میرے ہاتھوں کبھی نہیں ہوسکتا تھا۔

"میرے دل میں ذہن میں بے شمار سوالات ہیں جو میں تجھ سے کرنا چاہتا ہوں اور بدبختی ہے کہ میں ان کی ترتیب درست نہیں کر پا رہا لیکن اس کے بغیر میں تجھ سے سوالات کر بھی نہیں سکتا۔ تو نے اس دانشکدے کو دیکھا، کیسا پایا ---؟"

"ایسا کہ اس سے قبل کسی ایسی جگہ کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔"

"میں نے جس انداز میں اسے تعمیر کیا ہے ابھی اس کے بہت سے پہلو پوشیدہ ہیں۔ لیکن تو نے یہ بھی دیکھا کہ میں نے تجھے شدید آگ اور سردی میں کس طرح دھکیل دیا، حالانکہ میں تیری موت نہیں چاہتا تھا۔"

"اس سلسلہ میں کیا کہو گے؟"

"علم کا اعتماد۔"

"چلو ٹھیک ہے میں نے یہ بھی تسلیم کرلیا۔ اور تمہارے اس دانشکدے کو بھی میں برتر و اعلیٰ سمجھتا ہوں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم وہ کہو جو کہنا چاہتے ہو۔"

"تب یہاں سے چلو، نشست گاہ میں بیٹھ کر گفتگو ہوگی۔"

"چلو" میں نے کہا اور ہم اس عجیب و غریب جگہ سے باہر آگئے میں تو اب اس بوڑھے کا عاشق ہوگیا تھا۔ بلاشبہ اس کا علم بے پناہ تھا۔ اور اس نے جو کچھ کیا تھا وہ بہت خوب تھا۔ ایک دوسری جگہ ہم دونوں آکر بیٹھ گئے۔

"پہلے میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔" سلانوس نے کہا۔

"ضرور۔"

"گوکلا کے لئے تم کس قدر سنجیدہ ہو؟"

"اس کی خواہشات پوری ہونا چاہئیں۔"

"ہاں۔ یوشنا بلاشبہ بے پناہ پُراسرار قوتوں کا مالک ہے، لیکن اس کے باوجود وہ بہتر نہیں ہے اسے اپنی طاقت پر ناز ہے اور اس طاقت کے ساتھ وہ انصاف نہیں کرتا۔ ایک زمانے میں وہ میرے پاس بھی حصولِ علم کے لئے آیا تھا لیکن میں نے اس سے معذرت کرلی۔ میں اپنا علم غلط استعمال کے لئے نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن گوکلا بھی انتقام کی دیوانی ہے۔ خیر ایک بات اور بتاؤ۔ جب تم اس کی مدد کرنا چاہتے ہو تو پھر تم اسے یہاں کیوں لائے؟"

"خود اس کی خواہش تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے یوشنا کے پہلے ہرکارے فلوس کو ختم کردیا۔ لیکن میں نے گوکلا کو یہ بات بتادی تھی کہ میں نے اسے علم کی نہیں جسم کی قوتوں سے ختم کیا ہے اور ان قوتوں کے بارے میں، میں اسے بہت سے ثبوت دے چکا تھا چنانچہ گوکلا نے فیصلہ کیا کہ پہلے مجھے تمہارے پاس لائے اور تم سے درخواست کرے کہ مجھے علم کی قوت بھی دو۔ اس کے بعد مجھے یوشنا کے مقابلے پر لے جایا جائے۔"

"لیکن تم نے اس فیصلے سے اتفاق کیوں کیا؟" بوڑھا مسکراتے ہوئے سوالات کر رہا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہی کہ تمہیں کسی اور قوت کی ضرورت نہیں تھی۔ تم اپنے تجربات میں اضافہ کے لئے یہ بات مان سکتے تھے لیکن کسی سے قوت لے کر تم کسی کے مقابلے کی تیاری نہیں کرسکتے۔"

بوڑھے کی ہر بات مجھے متحیر کر دیتی تھی پروفیسر۔ میری داستان میں تم ایسے کئی مدبّروں کے بارے میں سن چکے ہو جنہوں نے میرے بارے میں جاننے کے دعوے کئے ان میں بڑے بڑے ستارہ داں بھی تھے۔ لیکن ستاروں میں میرا ماضی الجھا ہوا ہے اس لئے وہ کچھ نہ بتا سکے لیکن یہ شخص اس طرح میرے بارے میں گفتگو کر رہا تھا جیسے میرے اوپر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد یہ میرے بارے میں سب کچھ جان گیا ہو۔

"کیوں۔ تم نے یہ کیوں سوچا؟"

"اس لئے کہ تم اپنی قوت سے مطمئن ہو اور یہ اطمینان تمہارے چہرے اور بدن کے ایک ایک عضو سے نمایاں ہے۔" سلانوس نے جواب دیا۔

"تیرے دعوے بڑے فیصلہ کن ہوتے ہیں سلانوس۔ کیا تیرے خیال میں تیرے اندازے میں کوئی لچک نہیں ہوسکتی۔؟"

"کیوں نہیں۔ لیکن میں تجھے مکمل طور پر جان سکتا ہوں۔"

"تب پھر کیوں نہ پہلے تو مجھے میرے بارے میں سب کچھ بتا دے اس کے بعد ہم دوسری باتیں کریں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خود تیرا کیا خیال ہے کاس۔ کیا تو پوشیدہ ہے؟"

"ہاں، بہت سوں نے مجھے میرے بارے میں بتانے کی کوشش کی ہے لیکن ناکام رہے۔"

"ممکن ہے میرا علم بھی پورے طور پر میری مدد نہ کر سکے لیکن اسکے باوجود میں کوشش کروں گا کہ دوسروں سے زیادہ بتا سکوں۔"

"تو نے ابتدائی اندازے کیا لگائے جن کے تحت تو بول رہا ہے؟"

"تیرا تعلق تحت الثریٰ سے نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"لیکن اس کے باوجود تیرے چہرے پر صدیوں کے رنگ بکھرے ہوئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"تیرے چہرے کے ہر نقش میں ماضی کی ایک داستان پوشیدہ ہے۔ تیری یہ چمکدار حسین آنکھیں کسی ایک دور کی تخلیق نہیں اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تو نے طویل ترین ادوار کے نظارے کئے ہیں۔"

"یہ صرف تیرا مشاہدہ ہے۔"

"ہاں۔ میرے علم کا ایک حصہ۔"

"اس مشاہدے سے تو نے کیا اندازہ قائم کیا؟"

"یہی کہ تو انوکھی حیثیت کا انسان ہے۔ کیونکہ اوپر کی دنیا میں اتنی طویل عمریں نہیں ہوتیں کہ صدیوں کے نقش یوں لکیروں میں کندہ ہو جائیں اس لئے بلاشبہ تو دوسروں سے مختلف اور عجیب تو توں والا ہے۔"

"خوب، یہ تو نے مشاہدے کی بات کی۔ اب اپنے علم کی روشنی میں میری تفسیر بتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور تم جانتے ہو پروفیسر کہ میں خود ستائی کا شوقین نہیں تھا اپنے بارے میں اس کے منہ سے سن کر اس کے تجزیے سے لطف اندوز نہیں ہونا چاہتا تھا بلکہ مجھے عظیم انسانوں کی تلاش رہتی تھی۔ بوڑھے کے اس طلسم خانے میں میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ اسرار و تدبر کی اعلیٰ مثال تھا۔ اور اگر یہ شخص علم و ہنر کا سمندر ہے تو میں بھی اس سے بہرہ ور ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ یہ خواہش صرف اسی طلب کا نتیجہ تھی۔

"یقیناً۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے بارے میں جاننے کے شوقین ہیں۔ مجھے تیری ذات سے لگاؤ ہے تو تجھے میرے علم سے۔ کیا میں نے غلط کہا۔؟"

"نہیں۔ تیرا خیال درست ہے۔"

"تو میں خود بھی دیر کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ لیکن یہ تو بتا کہ کیا تو اوپر کی دنیا کے لوگوں کی مانند آرام کا قائل ہے؟"

"نہیں۔ بلکہ میں اس سلسلہ میں تمہاری دنیا کے نظام سے زیادہ متاثر ہوں۔"

"یعنی۔۔۔؟"

"یعنی یہ کہ انسان اپنی جسمانی توانائی کے تحت جب تک مصروف عمل رہ سکے رہے اور جب تھکن محسوس کرے تو آرام کرے۔ ایک تعین کے تحت آرام کا وقفہ کم از کم میرے جیسے انسانوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ یہاں نہ دن نکلتا ہے نہ رات ہوتی ہے۔ بس جب تھکن محسوس کرو، آرام کر لو۔ لیکن تو نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"نہیں سلانوس۔ میں آرام کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا بلکہ تیرے جیسے عالم کے ساتھ تو شاید میں کبھی تھکن نہ محسوس کروں۔"

"تب پھر آ۔ ہم ایک بار پھر اسی دانشکدے میں چلتے ہیں، میں وہاں تیرا مشاہدہ کروں گا اور اپنے ذہن میں اس کی تفسیر تحریر کر لوں گا کیا تو اس کے لئے تیار ہے؟"

"یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم دونوں اس نشست گاہ سے اٹھ گئے۔ ایک بار پھر میں رنگوں کی اس پُراسرار دنیا میں پہنچ گیا جو بلاشبہ میرے لئے پُرکشش تھی۔

"اس دانشکدے میں کائنات کا ہر زاویہ موجود ہے۔ آ میں تجھے ماضی کے سائے میں کھڑا کر دوں اس طرف آ۔" اس نے کہا اور میں نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ بوڑھا سلانوس مجھے ایک رخ پر کھڑا کر کے ہٹ گیا اور پھر اس کی نگاہیں اوپر اٹھ گئیں۔ میں اسے دیکھتا رہا، اور اس کے ساتھ ساتھ میری نگاہیں بھی ان اطراف کا طواف کرتی رہیں جہاں جہاں وہ دیکھ رہا تھا۔

دانشکدے کے رنگین زاویوں میں الجھ کر میں نجانے کتنی دیر تک کھڑا رہا۔ میں نے اپنی کیفیت تبدیل نہیں کی تھی۔ بوڑھے سلانوس کے ساتھ میں مکمل تعاون چاہتا تھا اور تعاون کر بھی رہا تھا۔

بہرصورت پروفیسر ایک بات کا تو میں اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ بلاشبہ ان تمام دانشوروں سے زیادہ دانشور اور ان تمام باعلموں سے زیادہ باعلم ہے جو مجھے مل چکے تھے۔ جنہوں نے اپنے طور پر ستارہ دانی میں اور بہت سے علوم میں کمال حاصل کیا تھا، سلانوس ان سب سے افضل و اعلیٰ تھا اور اس کا مظاہرہ صرف اس دانشکدے سے ہوتا تھا جس کی دیواریں ہشت پہلو تھیں اور ہر دیوار ایک نئے رنگ کی حامل تھی اور ہر نیا رنگ علم کا منبع۔

کافی دیر اسی طرح گذر گئی۔ سلانوس کی نگاہیں بھٹکتی رہیں اور اس کے چہرے پر مختلف تاثرات ابھرتے رہے۔

گو میں ان تاثرات کا صحیح تجزیہ نہ کر سکا تھا لیکن میں اتنا سمجھ رہا تھا کہ کوئی ایسی بات ہے جس نے سلانوس کو متحیر کیا ہے پھر اس نے گردن جھکائی اور کافی دیر تک آنکھیں بند کئے رہا۔ پھر نگاہیں اٹھا کر میری جانب دیکھا۔

"تیرا شکریہ صدیوں کے بیٹے، تیرا شکریہ۔ اب اس زاویے

سے واپس آجا۔" اس نے کہا۔

اور پروفیسر اس نے مجھے جس نام سے پکارا تھا، بلاشبہ اس میں اسکے علم کی تفسیر تھی۔ میں نے آخری بار اسے معتبر دانشور تسلیم کیا اور میرے دل میں اس کا بے پناہ احترام جاگ اٹھا۔

میں نے تہیہ کر لیا پروفیسر کہ اگر یہ شخص میرا دوست بن کر مجھے اپنے علم سے روشناس کرائے گا تو شاید ساری زندگی میں اس سے زیادہ کسی کی عزت نہیں کروں گا۔ چنانچہ میں اس کے کہنے سے ہٹ آیا۔ اس نے میرے بدن کو ٹٹول کر دیکھا اور متحیرانہ انداز میں بولا۔

"بلاشبہ تو میری زندگی کے سارے علوم کا ذخیرہ ہے، ایک خزانہ ہے جو میں نے تیری شکل میں دیکھا اور پایا اور میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ تیری قیمت اتنی ہے کہ میرا یہ سب کارخانہ یہ دانش کدہ جو میں نے شدید محنت کے بعد زمین کے نیچے قائم کیا ہوا ہے اور یہ ساری کاوشیں جو میں نے آج تک کی ہیں، اگر تیرے عوض رکھی جائیں تو تو اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔"

"اوہ سلاتوس تم نے میری اتنی تعریفیں کر دیں کہ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اب تمہارا شکریہ ادا کروں یا احمقوں کی طرح سے تمہاری شکل دیکھوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں میرے دوست نہیں۔ تو کائنات کی ایک ایسی تفسیر ہے کہ میں حیران رہ گیا ہوں۔ ہاں اگر تو چاہے تو دوستی کے سلوک کے طور پر تو صرف میرے ساتھ تعاون کر جو میں تجھے کہوں اس کی حقیقت کا اعتراف یا انکار کرتا رہ۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

"تب آ۔ اب ہم یہاں سے چلتے ہیں۔ اور میں تجھے تیرے بارے میں بتاؤں۔ پھر تو مجھ سے جو سوالات چاہے کرنا۔" بوڑھے نے کہا اور ایک بار پھر ہم وہاں سے نکل آئے ——— ان تمام حالات میں کسی بوریت کا تعلق نہیں تھا خاصی دلچسپ صورت حال تھی۔

نشست گاہ میں آکر ہم بیٹھ گئے۔ سلاتوس بدستور پُرشوق نگاہوں سے مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر میری دونوں آنکھیں چوم لیں۔

ان آنکھوں نے صدیاں دیکھی ہیں۔ ان آنکھوں نے وہ سب کچھ دیکھا ہے جو کوئی اور نہیں دیکھ سکا ہوگا۔ بلاشبہ ——— بلاشبہ یہ آنکھیں عظیم ہیں۔ میں نہیں جانتا میرے دوست کہ میں تجھ کو کس نام سے پکاروں، اگر میں تجھے صدیوں ساز کہوں تو غلط نہ ہوگا بلکہ میرے خیال میں یہی بہتر ہے۔ لیکن گوکلانے کہا تھا کہ کوئی تجھے پورنا کے نام سے پکارتا تھا۔ میں تجھے پورنا کہوں کاس کہوں۔ صدیوں کا بیٹا کہوں۔ کیا کہوں۔ کیا تو مجھے بتانا پسند کرے گا صدیوں کے بیٹے کہ میں تیرا کیا نام لوں۔" بوڑھے سلاتوس نے پوچھا۔

"یہ تیری سوچ پر منحصر ہے سلاتوس۔ تو جو نام چاہے مجھے دے۔"

میں نے جواب دیا۔

"تب میں تجھے کاس ہی کہوں گا۔ بلاشبہ میں جسے کاس کہوں گا وہ درحقیقت کاس ہی ہوگا۔ ناقابل تسخیر۔ اور تو تو اس وقت سے ناقابل تسخیر ہے جب کہ تسخیر کا تصور بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ ہاں میرے دوست میرا علم یہی کہتا ہے۔ اور کیا تو اس بات کو بتانا پسند کرے گا کہ کیا تو نے دنیا کی ابتدا نہیں دیکھی۔ کیا تو نے اس وقت بھی اپنے آپ کو محسوس نہیں کیا تھا جب انسان محسوسات سے بہت دور تھا۔ جواب دے میرے دوست جواب دے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اور پھر بدلتے ہوئے ادوار کے ساتھ تیری زندگی آگے نہیں بڑھتی رہی۔" سلاتوس نے سوال کیا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے سلاتوس۔"

"تو نے دنیا میں تہذیب کا ارتقاء دیکھا۔ تو نے انسان کی عقل و دانش کا تماشا دیکھا۔ تو نے دیکھا کہ انسان کس طرح ترقی کی جانب گامزن ہوا۔ تو نے یہ بھی دیکھا کہ انسان کس طرح اپنے طور پر زندگی گذارنے کے بہتر ذرائع حاصل کر سکا۔"

اور میں بوڑھے سلاتوس کی باتوں کو بغور سنتا رہا اور اس کے مشاہدے کا قائل ہو گیا۔ وہ اپنے فن میں یکتا تھا۔ اور میں اسے تسلیم کر چکا تھا۔ "تو نے ٹھیک کہا بوڑھے سلاتوس، میں تیری قدر تیری عزت کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"سن صدیوں کے بیٹے سن، تو ہر دور میں انسان کا معاون رہا ہے میرے دوست لیکن اس کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ میرا سارا علم تیری شخصیت کے سامنے نااہل ہو جاتا ہے۔ میں حیرت سے دیکھتا ہوں کہ تو وہ ہے جس کے لئے کوئی تعین نہیں کیا جا سکتا اور جس کا علم نہ ستاروں میں پوشیدہ ہے اور نہ چاند کی روشنی میں، نہ زمین کی تنہائیوں میں، نہ آسمان کی وسعتوں میں۔ ہاں تیرے بارے میں کوئی حتمی بات تو شاید کوئی بھی نہ کہہ سکے، اور جو کچھ بتانے کی کوشش کرے گا تیرے لئے وہ حتمی نہ ہوگا میں نے تیری شخصیت کو جانچا ہے لیکن تیری ماہیت اور علمیت سے ابھی تک لاعلم ہوں۔"

"تمہارا خیال درست ہے سلاتوس، اپنی ماہیت کے بارے میں تو کوئی آخری فیصلہ میں بھی نہیں کر پایا ہوں۔"

"اور میں نے تیرے بارے میں جو کچھ کہا کیا اس میں میں غلط ہوں؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے جن صدیوں کا تم ذکر کر چکے ہو وہ صدیاں میری زندگی میں آکر گذر چکی ہیں اور ان صدیوں میں مجھے بے شمار دانشور ملے، بے شمار ستارہ شناس ملے۔ یونان میں، مصر میں، بابل میں، نہ جانے کہاں کہاں میں نے ایسے لوگوں سے ملاقاتیں کیں جو علم و دانش کا پیکر تھے اور جنہوں نے دنیا کا ایک ایک راز معلوم کر لیا تھا لیکن

بارے میں کوئی بھی اتنی تفصیل سے نہیں بتا سکا جتنا کہ تم نے بتایا ہے۔ اور بلاشبہ مجھے وہ سارے ادوار یاد نہیں جن سے گزر کر میں تم تک پہنچا ہوں — سو میں نے خلوصِ دل سے تمہارے علم کا اعتراف کیا ہے سلانوس اور میں نے تمہیں ایک اعلیٰ مدبر تسلیم کر لیا ہے۔ یوں میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا جبکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے مجھے متاثر کیا اور میرے بارے میں جاننے کے خواہش مند رہے لیکن میں نے انہیں تفصیل نہیں بتائی اور وہ تشنہ رہے۔

"تیرا وجود اس دنیا کا سب سے بڑا عجوبہ ہے اور میں تجھے خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ایک پیشکش بھی کرتا ہوں۔"

"کیا سلانوس؟"

"میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے۔ اب تک میں نے جتنا علم سیکھا ہے میں اس کا کوئی پہلو تجھ سے پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔ سب کچھ تیرے سامنے وا ہوگا۔ تجھے بھی ادوار کی، انسان کی، کائنات کے سربستہ رازوں کی جستجو ہے اور میں بھی انہی کا رسیا ہوں۔ سو ہم دونوں مل کر اپنے علوم کا تبادلہ کریں گے اور نئے علم سیکھنے کے لئے کاوشیں بھی۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پروفیسر بلاشبہ یہ دور میری زندگی کا سب سے شاندار دور رہا۔ اس دور کو میں ان صدیوں کا سنہری دور کہوں گا کیونکہ ایک عظیم دانشور میرے ہاتھ لگا تھا۔

"بڑی عمدہ بات ہوئی ہے۔ بہت ہی اعلیٰ۔ ہاں اب گوکلا کی بات کرو۔ یوشنا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"گوکلا اسے چاہتی ہے؟"

"ہاں، لیکن اس کی چاہت نے اب دشمنی کا رنگ بدل لیا ہے۔"

"کیا یہ دشمنی بھی محبت کا ایک رنگ نہیں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بلاشبہ، لیکن اس میں ایک تبدیلی کا امکان ہے۔" بوڑھے سلانوس نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"بعض اوقات راندال بھی محبوب بن جاتے ہیں۔"

"اوہ۔ لیکن میں اس سے اس کی محبت نہیں چھینوں گا۔"

"عورت کا تیری زندگی میں کیا دخل رہا ہے؟" سلانوس نے پوچھا۔

"ایک ضرورت۔ ایک لمحاتی ضرورت، کبھی میں نے اسے مونس بھی سمجھا ہے، عمر کا ساتھی بھی سمجھا ہے اور درحقیقت عورت کا یہی روپ کامل ہے۔ لیکن میرے لئے نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ اس کی عمر میرا ساتھ نہیں دے سکتی۔"

"وہ بوڑھی ہو جاتی ہوں گی۔"

"ہاں اور پھر مر جاتی ہیں۔"

"تیرے دل میں محبت کا عنصر ہے؟"

"ایک انسان ہی کی مانند۔" میں نے جواب دیا۔

"تو ہمدردی کو تو محبت نہیں سمجھتا؟"

"اس میں ایک تبدیلی کر لو۔ ہمدردی میرا ضمیر ہے۔ محبت میری ذہنی پختگی ہے، میں محبت کو وہ رنگ نہیں دے سکتا جو انسان دیتے ہیں"۔

"یعنی؟"

"فنا و بقا میرے بس میں نہیں ہیں۔ میں نے کسی مرنے والے کو موت سے چھیننے کی کوشش نہیں کی ہے۔ میں نے اسے زندہ کرنے کے خواب نہیں دیکھے اور جب وہ زندہ ہوتا ہے تو اس سے دوری کا تصور نہیں کیا۔ لیکن موت کے بعد اسے بھول نے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوتی۔"

"غالباً اس لئے کہ تو اس کا عادی ہو گیا ہے۔"

"سو فیصدی"۔

"تو عام انسانوں کی مانند کبھی تھکتا نہیں؟"

"نہیں۔ میری جسمانی قوتیں کبھی زوال پذیر نہیں ہوتیں"۔

"تجھے نیند آتی ہے؟"

"نیند نہیں۔ البتہ میں عام انسانوں کی طرح کبھی کبھی سکون کا متلاشی ہوتا ہوں۔ لیکن اس وقت جب میرے سامنے کوئی مشغلہ نہ ہو۔ اوپر کی دنیا کے لوگ دن رات کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ رات کو زندگی معطل ہو جاتی تھی اور اس کے ساتھ ہی مجھے بھی خاموش ہونا پڑتا تھا۔ ہاں میرے اندر ایک بیزاری کی کیفیت ضرور ہے۔"

"کیسی بیزاری؟"

"ادوار کی طوالت۔ مسلسل ایک ہی کیفیت مجھے ماحول سے بیزار کر دیتی ہے اور اس وقت میں سکون کا متلاشی ہوتا ہوں۔ اس سکون کے لئے میں ایک طویل نیند سو جاتا ہوں۔ اور اس طرح سونے کے بعد جب میں جاگتا ہوں تو ادوار بدل چکے ہوتے ہیں اور پھر یہ بدلا ہوا ماحول میرے لئے غیر دلچسپ نہیں ہوتا میں اس میں پوری دلچسپی لیتا ہوں۔"

"یہ نیند کتنی طویل ہوتی ہے؟" سلانوس نے پوچھا۔

"بعض اوقات صدیاں بیت جاتی ہیں۔"

"اس دوران تیرا بدن؟"

"محفوظ رہتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو اس کی حفاظت لئے کوئی بندوبست کرتا ہے؟"

"ہاں مختصر سا۔"

"کیا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تو نیند کے عالم میں کسی کے ہاتھ جا لگا ہو؟"

"بارہا۔ لیکن جب میرے اندر زندگی دوڑتی ہے تو، دوسروں کی کیفیت ہوتی ہے وہ قابلِ دید ہوتی ہے۔"

"یقیناً ہوتی ہوگی، لیکن یہ تو بتا کہ اگر نیند کے دوران کوئی تیرے سکون میں مداخلت کرے تو کیا تیری آنکھ کھل جاتی ہے؟"

"ہاں۔"

"گویا تو کسی میعاد کا تعین کر کے نہیں سوتا۔؟"

"تعین ہوتا ہے لیکن گر درمیان میں مداخلت ہو جائے تو میں جاگ جاتا ہوں۔"

"بدلے ہوئے ادوار کے ڈھنگ ہی اور ہوتے ہوں گے۔"

"بیشک۔"

"تو خود کو ان میں ضم کس طرح کر لیتا ہے؟"

"اس کا ایک ذریعہ ہے۔"

"کیا؟" اس نے پوچھا۔

"ستارہ شناسی میں ستاروں سے ادوار کی باتیں کرتا ہوں اور وہ مستقبل کی تفصیل بتا دیتے ہیں۔ میں جاگتا ہوں تو اس دور سے ناواقف نہیں ہوتا۔"

"یقینی امر ہے۔" بوڑھے نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ وہ سمجھنے والا تھا اور جانتا تھا ان ساری باتوں کو کسی باعلم کی مانند۔ "تو تیری زندگی تو صدہا کہانیوں سے عبارت ہوگی۔"

"کہانیاں ہی تو اکتاہٹ سے بچاتی ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن میری زندگی میں یہ حسن نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میں تیری طرح لامحدود نہیں۔ بلاشبہ میں بھی صدیوں سے زندہ ہوں لیکن میری عمر کا اختتام ہے اور میں اس دور کی جستجو نہیں کرتا جو ایک طویل وقفے کے بعد آنے والا ہوتا ہے۔ اور اس دور میں مگن رہتا ہوں جس میں سانس لے رہا ہوں۔" بوڑھے سلانوس نے جواب دیا۔

"بات عورت کی ہو رہی تھی۔" میں نے اسے یاد دلایا۔

"ہاں عورت کی بھی اور گوکلا کی بھی۔"

"یقیناً گوکلا ہی کے سلسلے میں یہ بات نکلی تھی۔ اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے سلانوس میرا خیال ہے اسے سمجھنے میں، میں نے غلطی سے کام نہیں لیا۔ تو نے کہا تھا کہ کبھی کبھی رازداں محبوب بھی بن جاتا ہے۔ اور یہ منزل تو آ کر گذر چکی سلانوس۔"

"اوہ۔ گویا۔ گوکلا نے تجھ سے اظہارِ عشق کیا تھا؟"

"نہیں۔ اسے اظہارِ عشق نہ کہو، اس نے یہی کہا تھا کہ وہ کناشی سے نفرت کرتی ہے اور میرے ساتھ رہ کر میری کچھ خوبیوں سے متاثر ہو کر اس کے ذہن میں یہ تصور پیدا ہو چلا ہے کہ کاش کناشی سے پہلے وہ مجھ سے مل ہوتی۔"

"یہی تو ابتدا ہے میرے دوست۔" بوڑھے سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں اس رنگین مزاج بوڑھے کو دیکھنے لگا۔

"لیکن میں اس ابتدا کو ابتدا ہی رہنے دوں گا۔"

"آخر کیوں۔؟"

"اس لئے کہ یہ میری زندگی کا اصول نہیں رہا ہے۔ عورت بے شک میری زندگی میں بارہا داخل ہوئی ہے لیکن میں نے کبھی بھی خود کو کسی عورت کے لئے نمبردو نہیں سمجھا۔ میں اگر رہا ہوں تو اس کا واحد محبوب رہا ہوں اور اگر کسی کی محبت سے مایوس ہو کر کسی کے حصول میں ناکام رہ کر کوئی عورت میری جانب آئے، میرے لئے وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔" میں نے جواب دیا۔

"خوب۔ خوب، تو گوکلا کی امانت میں عورت نہیں ہے—" سلانوس نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں قطعی نہیں۔"

"تب ٹھیک ہے۔ لیکن اگر وہ تجھ سے اس قدر متاثر ہو گئی کہ کناشی کے بعد اس نے تجھے اپنی زندگی میں داخل کرنے کے بارے میں سوچا تو کیا ہوگا۔"

"میں نہیں کہہ سکتا سلانوس کہ کیا ہوگا۔ لیکن اتنا میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ میں عورت کو کبھی اپنی منزل نہیں سمجھتا۔"

"ہاں۔ تیری زندگی سے یہ بات واضح ہے — تو ٹھیک ہے تو گوکلا کی مدد کر لیے حالات جو کچھ بھی ہوں اور جس انداز میں بھی آگے بڑھیں ان کو دیکھ لینا اور اگر تو چاہے تو کناشی سے جنگ میں تو خود بھی جا اور میں بھی چلوں گا ہم دونوں اسے اس کی منزل تک پہنچا دیں۔"

"اوہ کیا تو اس کے لئے تیار ہو جائے گا سلانوس؟"

"کیوں نہیں۔ تیرے ساتھ تو اب میں زندگی کے بہت سے لمحات گذارنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔" سلانوس نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے۔ میں اپنی جسمانی قوتوں سے اس شخص کو زیر کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اگر کبھی تیری ضرورت پیش آ جائے تو تو مدد کر دینا۔ اس سلسلے میں تجھے اتنا ساتھ تو دینا ہوگا۔"

"ہاں یہی بہتر ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ اگر جسمانی قوتوں سے اسے زیر کیا جائے تو بات اتنی بری نہ ہوگی۔"

"ہاں سلانوس میں تیری بات سے اتفاق کرتا ہوں۔"

"بالکل ٹھیک ہے کاس، اگر ہم اپنے علم کو کسی انسان کے نقصان کے لئے استعمال کریں تو ہمارا ضمیر کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا اور یہ علم سے بغاوت بھی ہوگی۔ چنانچہ اگر کسی جسمانی قوت کے تحت کسی انسان کو زیر کر بھی لیا جائے جو اپنے آپ کو لامحدود قوتوں کا حامل بتاتا ہے تب انسان کو اتنا برا نہیں لگتا۔"

لیکن علم کے حصول کے لئے ایک شرط بھی عائد ہوتی ہے اور یہ شرط علم کی طرف سے ہی عائد کی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر کناشی سے مقابلے میں تجھے کچھ دقتیں پیش آئیں تو میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ دوسری صورت میں یہی بہتر ہے کہ تو جسمانی طور پر اسے شکست دے اور گوکلا کو اس کی منزل پر پہنچا دے اور اس کے بعد ہم اسے چھوڑ دیں گے۔ وہ اپنی زندگی کے راستے طے کرے گی اور ہم اپنے علم کے۔"

سلانوس نے کہا اور بات طے ہو گئی۔ گوکلا اب تک ہمارے کمرے میں نہیں آئی تھی، تب سلانوس ہی نے کہا کہ اب غذا کی ضرورت پیش آ سکتی ہے چنانچہ اس نے غذا کی تیاری کے لئے وقت مانگا اور میں گوکلا کی تلاش میں چل پڑا۔

اس عجیب و غریب ماحول میں، میں اجنبی ضرور تھا لیکن سلانوس نے مجھ پر اس قدر اعتبار کر لیا تھا کہ اس نے مجھے راستہ بتلانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی اور میں اس کارخانے کے ایک ایک حصے کو دیکھتا ہوا چلتا رہا۔ کئی بار میں نے گوکلا کو آوازیں بھی دیں۔

تھوڑی دیر کے بعد گوکلا مجھے نظر آ گئی۔ وہ ایک گول دروازے سے جو پتھر کے غار میں قدرتی ہی معلوم ہوتا تھا نکل رہی تھی۔

گوکلا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر مضمحل سی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

”اوہ کاس!“ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

”تم شاید سو گئی تھیں گوکلا؟“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ بس یونہی میں نے ایک مناسب جگہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ہاں تم سناؤ۔ وہ سلانوس کہاں ہے؟“ گوکلا نے اسی مضمحل لہجے میں پوچھا۔

”غذا کا بندوبست کرنے گیا ہے ہم لوگوں کے لئے۔“

”خوب تو تمہارے اس سے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے؟“

”ہاں گوکلا بلاشبہ وہ علم و عمل کا سمندر ہے۔“ میں نے جواب دیا اور گوکلا پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

”اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ سلانوس کا علم لامحدود ہے وہ بے پناہ وسعت رکھتا ہے۔“

”یقیناً!“ میں نے جواب دیا۔

”تمہاری اس سے کیا بات ہوئی کاس؟“

”بہت سی کارآمد گفتگو اور گوکلا تجھے یہ سن کر خوشی ہو گی کہ اب سلانوس بھی ہمارے ساتھ کناشی کی سرکوبی کے لئے چلے گا۔“

”کیا؟“ گوکلا اچھل پڑی۔

”ہاں سلانوس اس کے لئے تیار ہو گیا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ چلے“ میں نے جواب دیا۔

”اوہ — اوہ۔ کاس۔“ گوکلا بے اختیار میرے نزدیک آ گئی۔ اس نے میرے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے اور پھر اپنا سر بھی ٹکا دیا۔

لیکن میں نے اس کی پذیرائی نہیں کی تھی کہ کاس تو ایسی ہی بے پناہ قوتوں کا مالک ہے کوئی بھی تیرا مطیع ہو سکتا ہے۔ سلانوس جس نے شاید اپنی زندگی میں تحت الثریٰ کے کسی انسان کو اتنی اہمیت نہ دی ہو گی کہ وہ اسے کچھ وقت بھی دے سکے۔ ہاں اس نے جن لوگوں کو علوم سکھائے انہیں خود سے کافی دور رکھا۔ البتہ انہیں حکم دیتا رہا، ہدایات جاری کرتا رہا لیکن اپنی قربت کی خواہش سلانوس نے کبھی پوری نہیں کی تھی۔

لیکن تو۔ تو ابتدا ہی سے میرے لئے بھی پُراسرار رہا ہے اور شاید سلانوس کے لئے بھی۔ اور کتنے تعجب کی بات ہے کہ سلانوس ایک ایسے معرکے میں حصہ لینے کا فیصلہ کر چکا ہے جس کے لئے وہ مجھے بار بار منع کر چکا ہے لیکن کاس، کاس تو ایسی ہی قوتوں کا مالک ہے۔“

”میری صرف یہ خواہش ہے گوکلا کہ میں تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا دوں۔“

”اور اس کے بعد۔“ گوکلا نے برق پاش نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس کے بعد میں اپنے راستے پر چل پڑوں گا۔“ میں نے بے رحمی سے جواب دیا۔

”تیرے راستے؟“ گوکلا عجیب سے لہجے میں بولی۔

”ہاں گوکلا تیری یہ دنیا عجیب ہے میں اس سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ میں اس دنیا کے چپے چپے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”لیکن اگر تو میرے ساتھ اس دنیا کو دیکھے تو کوئی حرج ہے؟“

”ہاں گوکلا۔“

”کیا حرج ہے کاس —؟“ گوکلا دکھ بھرے لہجے میں بولی۔

”میں طویل عرصے سے اس دنیا کو تنہا دیکھتا آ رہا ہوں اور مجھے بھی تنہائی کی عادت پڑ گئی ہے اگر کوئی ایسی شخصیت میرے ساتھ ہو جو اس دنیا کی مانند دلکش ہو تو میری توجہ بٹ جاتی ہے اور میں تحقیق کی قوت کھو بیٹھتا ہوں۔“

”لیکن کاس میں تیرے کام میں مداخلت نہیں کروں گی۔“

”تو کیا چاہتی ہے گوکلا؟“

”تیرا قرب۔“

”کیوں؟ تیرا محبوب تو کناشی ہے۔“

”نہیں کاس۔ اب میرا محبوب تو ہے۔“

”مجھے یقین نہیں ہے گوکلا۔“

”کیوں؟“

”ایک بات بتا۔ کیا تو کناشی سے انتقام کے جذبہ کو ترک کر سکتی ہے؟“

”تو یہ چاہتا ہے؟“

”اگر چاہوں تو۔“

”تو میں اس جذبہ کو ترک کر سکتی ہوں۔ حالانکہ اس کے بعد مجھے اپنی طویل زندگی کے زیاں کا شدید افسوس ہو گا۔“

”لیکن تیری توجہ میری طرف کیوں ہو گئی گوکلا؟“

”اس لئے کہ تو کناشی سے بھی عجیب ہے۔ تو اس سے زیادہ خوبصورت ہے اور تو اس سے زیادہ خوبیوں کا مالک ہے“، گوکلا نے جواب دیا۔

"کیا جذبے یوں فنا ہو جاتے ہیں گوکلا یا تو تھک گئی ہے؟"
"میں صرف الجھی ہوئی ہوں کاس۔"
"کیوں الجھی ہوئی ہے؟"
"اس سے قبل۔ یعنی اس وقت سے قبل جب تو میرے سامنے نہیں آیا تھا۔ میرے دل میں صرف ایک جذبہ تھا کناشی سے انتقام۔ لیکن اب ایک اور خیال پیدا ہو گیا ہے۔"
"کیا خیال؟"
"تیرا خیال۔ تیری شخصیت کا معمہ اب میرا دوسرا خیال بن گیا ہے کہ تو کیا ہے۔ اور جب تیرے بارے میں سوچتی ہوں تو الجھ جاتی ہوں اور پھر تو میری نگاہوں میں، میرے خیال میں ایک معمہ بن کر رہ جاتا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ میں کناشی کے لئے وقت کیوں ضائع کروں۔"
"یہ خیال کی پائیداری تو نہیں گوکلا؟"
"ہاں مجھے احساس ہے۔"
"اس طرح تو تیری ساری زندگی کا مقصد ختم ہو جاتا ہے۔"
"مجھے یہ بھی احساس ہے۔ لیکن بس۔ میں پریشان ہوں کاس۔ میں سخت پریشان ہوں۔"
"میں اس سلسلے میں ایک تجویز پیش کر سکتا ہوں۔"
"کیا؟" اس نے پوچھا۔ درحقیقت اس کے چہرے پر پریشانی کی جھلکیاں تھیں۔
"تو اپنے جذبے کی آگ کو سرد نہ کر گوکلا۔ کناشی سے اپنا انتقام لے اسے شکست دیدے۔ اسے نیچا دکھا اور جب تو اس پر قابو پالے اور اسے سخر کرلے تو پھر فیصلہ کرنا کہ تو کناشی کو زیادہ چاہتی ہے یا مجھے۔"
گوکلا سوچ میں ڈوب گئی پھر تھکے تھکے لہجے میں بولی۔ "تیری تجویز اچھی ہے لیکن اس میں کچھ الجھنیں بھی ہیں۔"
"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔
"اگر کناشی تیرے ہاتھوں مارا گیا اور میرے دل نے کہا کہ میں اسے زیادہ چاہتی تھی تو پھر میں کیا کروں گی اور اگر تو کناشی کے ہاتھوں فنا ہو گیا تو کیا میں اپنے دل کو سمجھا سکوں گی؟ کیا مجھے تیری موت کا دکھ نہ ہوگا؟"
"گوکلا میں تیرا ساتھ دے سکتا ہوں لیکن اسی شرط پر کہ تو پہلے اپنے مقصد کی تکمیل کر اس کے بعد میرے بارے میں سوچ۔"
"ٹھیک ہے، یہ بھی ٹھیک ہے۔" الجھی ہوئی عورت نے کہا۔ اور پروفیسر میں خاموش ہو گیا۔
عورت خوبصورت تھی پروفیسر۔ لیکن اس کا یہ روپ مجھے پسند نہیں آیا تھا۔ ممکن تھا کہ اس وقت میں گوکلا کا ساتھ قبول کر لیتا جب تک مجھے سلانوس نہیں ملا تھا۔ لیکن عورتیں تو بہت مل سکتی تھیں۔ ہاں سلانوس جیسا شخص بار بار نہیں ملے گا۔ اگر میں گوکلا کی بات مان کر اس کا ساتھ قبول کر لیتا تب بھی الجھن تھی اور وہ الجھن یہ تھی کہ پھر میں ایک مستقل عورت کا ساتھی بن جاتا جس کے ذہن میں یہ احساس ہوتا کہ میرے لئے اس نے اپنے مشن سے توبہ کر لی ہے۔ اس طرح مجھے اس کی بھرپور پذیرائی کرنی پڑتی اور گوکلا اسے اپنا حق سمجھتی۔ لیکن تحقیق کی کتاب کا کوئی باب ایسا نہیں تھا کہ میں نے کسی عورت کے لئے اپنی جستجو ترک کی ہو، اور نہ ہی اب میں یہ چاہتا تھا۔
پھر سلانوس نے ہماری گفتگو کا سلسلہ توڑ دیا۔ وہ غذا کا انتظام کرنے کے بعد ہمارے پاس پہنچ گیا تھا۔
اس نے ہمیں دعوت دی اور ہم دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔
کھانے کے دوران سلانوس نے کہا۔ "لڑکی۔ میں تجھ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ تو میرے لئے قابل اعتنا نہیں تھی۔ لیکن میری آنکھوں نے وہ ہیرا دیکھ لیا جو تو ساتھ لائی تھی اور مجھے اپنی بینائی پر فخر ہے۔ اس طرح میں تیرا بھی شکر گذار ہو گیا اور بالآخر ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم دونوں تیری مدد کریں۔"
"میں تمہاری شکر گذار ہوں مقدس استاد۔" گوکلا نے کہا۔
"کیا تو جانتی ہے کہ یوشنا کی موت کے بعد تو اس سرزمین کی کاس ہوگی؟"
"ہاں، اگر میں اسے شکست دے سکی۔"
"کیا بات ہے تو اتنی خوش نہیں ہے گوکلا؟"
"ہاں مقدس سلانوس۔ میں ایک الجھن میں گرفتار ہو گئی ہوں۔"
"کیسی الجھن؟"
"بعض اوقات مقاصد کے راستے زندگی کی منزل بن جاتے ہیں۔"
"صاف صاف کہہ۔ کیا کہنا چاہتی ہے؟"
"میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں سلانوس۔"
"کس سے۔؟" سلانوس اچھل پڑا۔
"کاس سے۔ اور اب میرے دو مقصد ہو گئے ہیں جن میں سے ایک کو میں ترک کرنے کیلئے تیار ہوں۔" گوکلا نے کہا۔
"کون سے مقصد ترک کرے گی تو؟"
"یوشنا سے انتقام کے مقصد کو۔"
"تب میں اس سے کہوں گا کہ تجھ پر اعتبار نہ کرے جن کی زندگی کے دھارے اس طرح بدل جاتے ہیں وہ قابل اعتماد نہیں ہوتے۔" سلانوس نے کہا اور گوکلا نے سر جھکا لیا۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔
تب سلانوس نے میری جانب دیکھا اور بولا۔ "اب بول کاس اب تیرا کیا مشورہ ہے۔ اگر تو اس لڑکی کو قبول کرتا ہے تو ظاہر ہے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ظاہر ہے اس کے لئے مجھے تیرے ساتھ اس دنیا سے نکلنا پڑے گا اور یقینی طور پر اس کے لئے ہمیں اپنے وہ مشاغل کچھ وقفہ کے لئے ترک کرنا ہوں گے جنہیں ہم جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ بلکہ یوں سمجھ کہ جنہیں ہم شروع کرنا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر گوکلا اس کام کے لئے تیار نہ ہو تو کیا تمہیں اس سے دلچسپی رہے گی؟"
"میرا خیال ہے نہیں۔" میں نے جواب دیا۔
"کیوں؟"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ تو مجھے یوشنا سے کوئی دشمنی ہے نہ میں اس کی قوتوں کو للکارنا چاہتا ہوں، مجھے اس چیز کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ ظاہر ہے مجھے اس چیز کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے دل میں یہ خواہش تو نہیں ہے کہ میں تحت الثریٰ میں کسی کاس اعظم کی حیثیت اختیار کروں۔ جب یہ تمام خیالات میرے ذہن میں نہیں ہیں تو پھر مجھے اس کی موت سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"بے شک۔" سلانوس نے کہا۔

اور گوکلا بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں۔ نہیں۔ مقدس سلانوس نہیں۔ میں بھٹک گئی تھی، میں راستہ بھول گئی تھی مقدس سلانوس۔ میرا مشن صرف ایک ہے۔ میرا مشن صرف ایک ہے اور تمہیں میری مدد کرنا ہی ہوگی۔"

"بھٹکی ہوئی لڑکی تیرے اندر وہ جذبہ نہیں پایا جسے لے کر تو یہاں تک آئی تھی۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن میں جذباتی ہو گئی تھی۔ میں لمحاتی طور پر بھٹک گئی تھی۔ لیکن میں آج بھی اتنی ہی پائیدار ہوں۔" گوکلا نے کہا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے اندر ایک عجیب سی تمکنت پیدا ہو گئی تھی۔ پھر اس نے میری جانب دیکھ کر کہا۔

"کاس مجھے معاف کر دے۔ بے شک میں تیرے قابل بھی نہیں ہوں اور مجھے وہ کرنا بھی نہیں چاہئے تھا جو میں نے سوچا ——— لیکن اسے میری کمزوری سمجھ یا بھول ——— اب میں اسی زندگی میں واپس لوٹ آئی ہوں جس میں چند ساعت قبل تھی میں کاش سے جنگ چاہتی ہوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور سلانوس بھی خاموش ہو گیا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب گوکلا کہیں چلی گئی تو سلانوس نے مجھ سے کہا۔

"اب تیرا کیا خیال ہے کاس؟"

"سلانوس میں تجھ سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟"

"وہ یہ کہ مجھے اپنی تحقیق اپنی طویل تر زندگی کا مشن دنیا کی تمام تر چیزوں سے زیادہ عزیز ہے اور میں اس میں کسی بھی صورت میں گوکلا کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔ اگر وہ یوشنا سے انتقام لینا نہیں چاہتی اور اسے معاف کر چکی ہے تب بھی میں اسے اپنی زندگی میں کوئی جگہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا اپنا مقصد دوسرا ہو چکا ہے۔"

"بالکل ٹھیک ہے کاس۔ ہم اپنے علم سے نجانے کون کون سی منازل طے کریں گے اس میں ایک عورت کو رخنہ انداز نہیں ہونا چاہئے۔"

"مگر اب کیا کیا جائے؟"

"گوکلا کو اس کی جگہ پہنچا دیا جائے۔ یوشنا کو شکست دینے میں میں پوری طرح دلچسپی لے رہا ہوں۔ چنانچہ ہمیں اس کی کوئی بات نہیں ماننی چاہئے۔ اس میں یہ جو نئی سوچ پیدا ہوئی ہے میرا خیال ہے ہمیں اسے ہوا دینی چاہئے یعنی یوشنا سے جنگ۔ اور بہتر یہ ہے کہ ہم جلد از جلد یہاں سے نکل چلیں۔ تاکہ یوشنا کو شکست دینے کے بعد اپنی دنیا میں واپس آ جائیں اور اس کے بعد اگر وہ ہمیں لاکھوں آوازیں دیں تب بھی ہم برف کے اس تحقیقاتی مرکز سے باہر نہیں نکلیں گے۔" میں نے کہا۔

"بلاشبہ۔ بلاشبہ۔ تحقیق کرنے والے کامل لوگ وہی ہوتے ہیں جو زندگی میں کسی بھی رکاوٹ کو برداشت نہ کریں۔ اور میں جانتا ہوں کہ تیری صدیاں کیوں کامیاب ہیں۔

تو نے کسی ایک منزل کو اختتام نہیں بنایا کاس۔ تیری یہ زندگی صدیوں چلے گی کیونکہ جو لوگ کہیں اختتام نہیں سمجھتے وہ آگے بڑھتے ہی رہتے ہیں۔ ٹھیک ہے ہم کچھ عرصے کے بعد یوشنا سے جنگ کریں گے۔"

اور پروفیسر میں نے اور سلانوس نے مل کر ایک پروگرام باقاعدہ ترتیب دے لیا۔

بلاشبہ اس سفر میں گوکلا کا جوش وہ نہیں تھا جو کچھ عرصہ قبل تھا وہ گم صم نظر آ رہی تھی۔ لیکن بہرصورت ہم اس کی اس کیفیت کو زیادہ اہمیت نہیں دے رہے تھے۔ بلکہ یوں سمجھا جائے تو بہتر ہے کہ ہم اس بوجھ کو سر سے اتارنا چاہتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مقدس سلانوس اگر چاہتا تو گوکلا کو اپنی دنیا سے باہر نکال سکتا تھا یعنی وہ اپنے غاروں میں بند ہو جاتا اور گوکلا کی کسی پکار پر کان نہ دھرتا۔ خواہ وہ پکار پکار کر مر جاتی۔ لیکن چونکہ ہم گوکلا کے مشن کی تکمیل کے لئے یہاں تک آئے تھے اس لئے اسے کسی بھی طور نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں اگر وہ اپنی منزل پا لیتی تو اچھا تھا! اور البتہ یہ بات طے ہو چکی تھی کہ اس کی منزل یہاں نہیں تھی۔ چاہے وہ یوشنا کو قتل کر دے یا اسے معاف کر دے۔

تو میں اس دلکش اور پراسرار دنیا کے مناظر سے لطف اندوز ہوتا آگے بڑھتا رہا۔ سلانوس اور گوکلا میرے ساتھ تھے۔ گوکلا نے خود میں ایک نیا عزم پیدا کیا تھا۔ اس نے راستے میں بھی یہ بات کہی تھی کہ وہ منزل سے بھٹک گئی تھی اور اس کے لئے معافی چاہتی ہے۔

جوں جوں ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے، مناظر حسین ہوتے جا رہے تھے۔ درمیان میں بستیاں بھی پڑیں لیکن ہم نے انہیں نظر انداز کر دیا۔ اور پھر روشنی کا سفر کرتے ہوئے ہم ایسے علاقے میں پہنچ گئے پروفیسر جسے روح کائنات کہا جا سکتا ہے ——— اس سے زیادہ حسین منظر کا تصور نہیں کیا جا سکتا کس قدر خوبصورت جگہ تھی وہ۔ حسن و جمال میں بے مثال۔ تب سلانوس نے کہا۔

"بے شک۔ اس نے اپنے علم سے اسے لازوال حسن بخشا ہے لیکن اس کا علم بے عمل ہے۔"

"کیوں سلانوس ——؟"

"ہم اس کے دشمن کی حیثیت سے اس کے اس قدر نزدیک پہنچ

گئے ہیں، لیکن وہ ہم سے لاعلم ہے جبکہ اسے نہیں ہونا چاہیئے تھا۔"

"اوہ۔ ہاں یہ درست ہے۔"

"یہ درست نہیں ہے۔" ایک آواز فضا میں گونجی اور اس کے ساتھ ہی ماحول پر اندھیرا سا چھا گیا۔ ایک تیز آواز فضا میں گونجنے لگی۔ اور پھر ہوا کے تیز جھونکے ہماری طرف آنے لگے۔ یہ جھونکے اپنے دامن میں ریت اور مٹی کے بگولے سمیٹے ہوئے تھے۔

سلانوس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کاس۔" اس نے مجھے پکارا۔

"ہوں۔"

"وہ ہم سے لاعلم نہیں ہے۔ اس نے تیز آندھیوں کو ہمارے استقبال کے لئے بھیجا ہے اور میں یہاں خود غرضی سے کام لوں گا۔"

"وہ کس طرح۔؟" میں نے پوچھا۔

"یہ آندھیاں اتنی تیز ہوں گی کہ جو کچھ ان کے جلو میں ہوگا تمہارے سامنے آجائے گا لیکن ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ تم ان کے مقابلے میں اپنی کونسی قوت استعمال کرو گے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔" سلانوس نے کہا۔

"تو پھر دیکھو سلانوس۔" میں نے جواب دیا۔

ہواؤں کا شور بے پناہ تھا اور اب اس میں گڑگڑاہٹیں بھی شامل ہوگئی تھیں۔ سلانوس نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور پھر ایک ساتھ گرا دیئے اور میں نے صاف محسوس کیا کہ گوکلا اور اس کا بدن ٹھوس چٹانوں میں بدل گیا۔ وہ دونوں پتھر کے بن گئے تھے۔ تب میں نے دونوں پاؤں مضبوطی سے زمین میں جمالئے۔ اور اگر یہ پاؤں زمین چھوڑ دیتے پروفیسر تو پھر میں اپنی باقی زندگی خود کو فنا کرنے میں صرف کرتا۔ لیکن اس سے قبل میں اپنی صدیوں کی کتاب جلا دیتا جس میں، میں نے اپنی قوت کے تذکرے کئے تھے۔

میں نے دیکھا۔ بڑے بڑے تناور درخت تنکوں کی مانند اڑے چلے آرہے تھے۔ وزنی چٹانیں اس آندھی میں اڑ رہی تھیں اور آندھی برق رفتاری سے ہماری طرف آرہی تھی۔ میں قہر آلود نگاہوں سے اس سیاہ طوفان کو دیکھ رہا تھا جو پوری تیزی اور تندی سے ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔

قریب اور قریب ___ اور قریب ___ اور ___

سیاہ طوفان قریب آگیا۔ درختوں کے اڑتے ہوئے تنے میرے بدن سے ٹکرائے لیکن میرے بدن کی چھوٹی سی رکاوٹ انہیں روک نہ سکی اور وہ سنسناتے ہوئے آگے نکل گئے۔ اڑتی ہوئی چٹانیں میرے بدن پر لگتیں اور ریزہ ریزہ ہوجاتیں۔

یہی کیفیت ان دونوں کی تھی۔ میں جانتا تھا کہ یہ گوکلا کا علم نہیں بلکہ سلانوس کا علم ہے۔ گوکلا تو شاید یوشتنا کے اس پہلے ہی حملے سے فنا ہوجاتی اور میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی سلانوس ہمارے ساتھ نہ آتا تو میں گوکلا کی حفاظت کس طرح کرسکتا تھا۔ جو کچھ سلانوس نے کیا تھا وہ تو میرے لئے ممکن نہ تھا۔ میں زیادہ سے زیادہ یہی کرسکتا تھا کہ گوکلا کو اپنے بازوؤں میں دبوچ لیتا اور اس آندھی سے بچانے کی کوشش کرتا۔ لیکن اس شدید آندھی میں ممکن تھا کہ میرے قدم بھی اکھڑ جاتے ___ اس وقت تو میں اپنی پوری قوت اس بات پر صرف کررہا تھا کہ میرے پاؤں زمین سے اکھڑنے نہ پائیں اور جس جگہ جمے ہوئے ہیں جمے رہیں۔ لیکن اگر گوکلا میرے بازوؤں میں ہوتی تو شاید اسے سنبھالنے کے لئے بھی خاصی مشکلات اٹھانا پڑتیں اور میں نے سلانوس کو تسلیم کرلیا تھا۔ یہ اس کا علم تھا کہ جس نے گوکلا کو ایک ایسی چٹان میں تبدیل کردیا تھا جو جتنی باہر تھی اس سے پچاس گنا زیادہ اندر زمین میں دفن تھی اور یہ تیز ہوائیں اسے اکھاڑ نہ سکتی تھیں ___

میں سلانوس کے اس وسیع علم کے بارے میں سوچ رہا تھا اور خوفناک تیز و تند طوفان اپنی بھیانک آواز کے ساتھ ہمارے جسموں سے ٹکراتا گزرتا رہا ___ نقشہ ہی بگڑ کر رہ گیا تھا ___

جتنے درخت اکھڑے تھے ظاہر ہے فوری طور پر وہ دوبارہ زمین میں نہیں لگ سکتے تھے ___

گویا یوشتنا نے اپنی تمام تر قوت سے یہ آندھی ہماری جانب بھیجی تھی۔ بڑے بڑے پتھر جو ہماری طرف اڑ کر بری طرح ہمارے جسموں سے ٹکرا رہے تھے، اتنا حجم تھا ان کا پروفیسر کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے ___ لیکن بوڑھے سلانوس کے علم نے ان پتھروں کی کسی ٹکر سے ہمیں نقصان پہنچنے نہ دیا ___

میں نہیں جانتا تھا کہ یوشتنا کو اس آندھی کا حشر معلوم بھی تھا یا نہیں۔ اس کی دوربین نگاہیں ہم لوگوں کو اس انداز میں دیکھ رہی تھیں یا اس سیاہ طوفان میں ہم بھی اس کی آنکھوں سے پوشیدہ تھے۔ جبکہ میں اس پورے ماحول کو اب بھی دیکھ سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ سلانوس اب بھی علمیت میں مجھ سے کہیں آگے ہے۔ بیشک میری جسمانی قوتیں ایک حیثیت ضرور رکھتی تھیں اور میرا اس طرح جمے رہنا نہ تو کوئی جادو تھا اور نہ ہی کوئی ایسا علم جس کے ذریعے میں نے یہ قوتیں حاصل کی ہوں ___ میں صرف اپنی اس صلاحیت سے کام لے رہا تھا جس نے صدیوں سے اب تک مجھے زندہ رکھا ہوا تھا ___

بالآخر طوفان ہم پر سے گزر گیا ___ اس کے پیچھے کی فضا اسی مانند صاف تھی جیسی طوفان آنے سے قبل ___

ہاں ہمارے حلیے جو کچھ بن گئے تھے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ گوکلا تنکوں کا پہاڑ معلوم ہورہی تھی اور یہی کیفیت سلانوس کی بھی تھی۔ اب وہ صرف پتھر نہیں رہ گئے تھے بلکہ ان کے جسموں سے گھاس پھوس اس طرح لپٹ گئی تھی کہ وہ صرف گھاس پھوس کا درخت ہی محسوس ہوسکتے تھے ___

لیکن میری کیفیت یہ نہیں تھی، اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس دوران میں ساکت و جامد نہیں رہا تھا بلکہ ہاتھ پاؤں ہلاتا رہا تھا ——

میں تھوڑا سا مختلف تھا — تب میرے کانوں میں سلانوس کی آواز گونجی ——

"عظیم کاسس! ——"

"ہاں سلانوس، کہو کیا بات ہے ——؟" میں نے پوچھا۔

"میں تیرا معترف ہو گیا ہوں عظیم کاسس، بلاشبہ تیرے بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا —— میرا علم کہتا ہے کہ یہ قوت جس نے تجھے اس زمین پر اس طرح ساکت و جامد رکھا، جادو کی نہیں ہے۔ یہ صرف تیری جسمانی قوت ہے جو پہاڑوں تک کو متزلزل کر سکتی ہے۔ لیکن کیا اس دنیا کے لوگ اس بات پر یقین کریں گے ——"

"میرا خیال ہے ممکن نہیں ہے ——" میں نے جواب دیا۔

"ہاں یقیناً میرا خیال تم سے مختلف نہیں ہے، یقیناً وہ تجھے کوئی بہت بڑا جادوگر سمجھتے ہوں گے۔ ایک ایسا جادوگر جو ناقابل تسخیر ہو۔ بہر حال میری جانب سے اس شاندار کارکردگی پر مبارکباد قبول کر اور ہاں اب میں تمہارے درمیان نہیں رہوں گا کیونکہ مجھے اعتماد ہے کہ تو باآسانی یوشتنا کی قوتوں سے نمٹ سکتا ہے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ یوشتنا کے پاس اب ایسا کوئی حربہ نہیں ہے جو وہ تیرے اور پیاگوکلا کے اوپر استعمال کرے گا۔ یہ اس کا سب سے کامیاب وار تھا جس میں وہ ناکام رہا ہے —— میں نہیں چاہتا کہ یوشتنا مجھے دیکھے اور سوچے کہ گوکلا کچھ جادوئی قوتیں لے کر میرے ساتھ اس تک آئی ہے میں صرف یہی چاہتا ہوں کہ تو کاسس کی حیثیت سے یوشتنا کو شکست فاش دے اور مجھے یقین ہے کہ تو اس مقابلہ میں کامیاب رہے گا۔ اور یوں میں تجھ سے زیادہ دور نہیں رہوں گا اور جب بھی تجھے میری ضرورت پڑی اور مجھے محسوس ہوا کہ اب تو میری مدد کا محتاج ہے، تو میں تیرے نزدیک آجاؤں گا ——"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہاں چند ساعت کے بعد ایک عجیب و غریب منظر دیکھنے میں آیا ——

وہ یہ تھا کہ ان میں سے ایک پہاڑ جو سلانوس کا تھا آہستہ آہستہ زمین بوس ہونے لگا —— اس پر سے تمام تنکے گر گئے —— گویا ان کے نیچے موجود سلانوس موجود نہیں تھا ——

البتہ گوکلا کے ہاتھ ان تنکوں کو اپنے وجود سے علیحدہ کر رہے تھے اور بمشکل تمام وہ اس میں سے نکلنے میں کامیاب ہوئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے —— پہلے اس نے میری جانب دیکھا اور پھر سلانوس کی جانب —— اور پھر متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگی ——

"کیا دیکھ رہی ہو گوکلا ——؟" میں نے سوال کیا۔

"مقدس —— مقدس سلانوس ——" وہ آہستہ سے بولی۔

"وہ واپس جا چکا ہے۔"

"گ گ —— کیا مطلب ——؟"

"ہاں وہ واپس جا چکا ہے۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"لیکن کہاں ——؟" گوکلا اب تک متعجب تھی۔

"اپنی دنیا میں ——"

"نہیں —— کیسے معلوم کاسس!"

"اس نے جاتے ہوئے مجھے اس کی اطلاع بھی دی ہے۔"

"لیکن کیوں —— کیا وہ ہماری مدد نہیں کرنا چاہتا ——" گوکلا نے بے چینی سے سوال کیا ——

"اگر وہ ہماری مدد کرنا نہیں چاہتا گوکلا تو اس آندھی سے ہم لوگوں کا حشر کیا ہوتا —— کیا تم اس کا اندازہ کر سکتی ہو؟"

"ہاں —— بیشک —— بیشک، یہ ایسا علم تھا جس سے میں بے خبر ہوں۔" گوکلا نے جواب دیا۔

"اور یوشتنا ناکام رہا ہے۔"

"ہاں۔ اسے ناکام رہنا چاہیئے تھا کاسس —— مقدس سلانوس ہمارے ساتھ ہے۔"

"ٹھیک گوکلا —— وہ ناکام ہے اور آئندہ بھی ناکام رہے گا۔" میں نے جواب دیا ——

"لیکن سلانوس کیوں واپس چلا گیا ——؟"

"اس نے شاید یہاں اپنی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔"

"مگر کیا ہم یوشتنا پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"ہو جائیں گے گوکلا —— میرے ساتھ آؤ —— عورتوں میں یہی خرابی ہے کہ وہ بے پناہ بولتی ہیں، حد سے زیادہ سوالات کرتی ہیں۔ اور اپنی عقل سے بعید از قیاس باتیں کرتی ہیں کہ سوالات کا جواب دینے والا اکتا جائے ——" میں نے کسی قدر جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور گوکلا خاموش ہو گئی ——

میں نہیں سمجھ سکتا پروفیسر کہ یہ اپنی کسی توہین کا احساس تھا یا گوکلا کی حماقت کا کہ وہ مجھے اتنا معمولی الشان سمجھ رہی تھی کہ سلانوس کی مدد کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا ——

حالانکہ جو کچھ ہو چکا تھا اسے اس سے ہی اندازہ لگا لینا چاہیئے تھا کہ سلانوس نے مجھے اس جگہ تنہا چھوڑ دیا تھا اور یہ صرف میری قوتیں تھیں جس نے مجھے اس انداز میں بحال رکھا تھا۔ لیکن شاید چند ہی ساعت بعد گوکلا کو اس بات کا احساس ہو گیا۔ لیکن شاید قصور اس کا بھی نہیں تھا اس خوفناک آندھی نے اس کے حواس معطل کر رکھے تھے اور

وہ سوچ و سمجھ کے مادے کو چند ساعت کے لئے گنوا چکی تھی، لیکن جوں ہی اس کے حواس بحال ہوئے اس نے متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھا ۔۔۔ اور بولی ۔۔۔

"لیکن کاس تمہیں تو کوئی تکلیف نہیں پہنچی ۔۔۔"

"ہاں گوکلا ۔۔۔"

"اور تم بھی اسی مانند ہو ۔"

"ہاں ۔۔۔" میں نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

"اور میں جانتی ہوں کہ تمہارے اوپر سلانوس کا جادو نہیں چلا تھا۔ سلانوس نے تمہیں اس آزمائش میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ مگر تعجب ہے تمہارے قدم زمین پر اس طرح جم گئے جیسے دو ستون ہوں جو اپنی لمبائی سے کہیں زیادہ زمین میں دفن ہوں اور بڑے بڑے طوفان ان کو نہ ہلا سکتے ہوں ۔۔۔"

"آؤ گوکلا آگے بڑھیں ۔۔۔" میں نے کہا اور گوکلا نے گردن ہلا دی۔ ہم آگے کی جانب چل پڑے ۔۔۔

پھر اس نے چاروں طرف دیکھا اور بولی ۔۔۔ "لیکن میں نہیں جانتی کاس کہ سلانوس کیوں چلا گیا ۔۔۔"

"اگر جاننا چاہتی ہو تو اس کے پاس واپس چلی جاؤ اور اگر یوشنا کے شہر میں جانا چاہتی ہو تو میرے ساتھ آؤ ۔۔۔" میں نے غصہ سے کہا اور گوکلا ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی ۔۔۔

اور پھر سہمے ہوئے انداز میں میرے ساتھ ساتھ چلنے لگی، تب تھوڑی دور چلنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"گوکلا کیا تم یہی کیفیت لے کر یوشنا سے مقابلے پر آنا چاہتی تھیں ۔۔۔؟"

"یہ بات نہیں ہے کاس ۔۔۔ یہ بات نہیں ہے ۔"

"پھر کیا بات ہے ؟"

"تو میری ذہنی کیفیت کو سمجھ کاس ۔ میرے ساتھ دو ایسے ستون تھے جن پر مجھے ناز تھا اور میں ان ستونوں کے سہارے آگے بڑھ رہی تھی۔ گویا میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ اب مجھے اپنی قوتوں کے استعمال کی ضرورت نہیں ہوگی ۔ میرے ساتھ جو قوتیں ہیں وہ یوشنا کو تباہ و برباد کر دیں گی ۔ لیکن سلانوس کے چلے جانے سے میں تھوڑی سی پریشان ہو گئی تھی۔ تاہم مجھے تیرے اوپر بھی اعتماد ہے ۔۔۔ تو جو سلانوس کی مانند زمین پر جم سکتا ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تو چھپ کر نہیں بلکہ اپنی اصل حیثیت میں ۔۔۔ آہ ۔۔۔ کاش ۔۔۔! کاش ۔۔۔! تو مجھے اپنی قربت میں قبول کر لیتا ۔۔۔ کاش میں ان تمام جھگڑوں سے آزاد ہو کر صرف تیری پناہ میں رہتی ۔۔۔"

"میرا خیال ہے گوکلا ۔۔۔ اس آندھی نے تیرے حواس مکمل طور پر معطل کر دیئے ہیں ۔۔۔ تو وہ باتیں کر رہی ہے جو غیر انسانی ہیں اور میرا ان معاملات سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔ یہاں تو یوشنا کے مقابلے کے لئے آئی ہے لیکن تو عشق کے مرکز میں داخل ہو رہی ہے ۔۔۔"

"یہ بات نہیں ہے کاس ۔۔۔ میں نے غلط نہیں کہا، تم ان باتوں کو غیر انسانی قرار دے رہے ہو اور میں کہتی ہوں کہ یہ باتیں سو فیصدی انسانی فطرت سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ بیشک میں یہاں عشق کے مرکز میں داخل ہونے نہیں آئی لیکن تم یہ تو سوچو کہ اگر تم میری محبت کو قبول کر لو تو میں یوشنا کا خیال دل سے نکال دیتی ہوں ۔۔۔"

"اگر تو یوشنا کا خیال دل سے نکال دیتی گوکلا تو میں تیری ذات سے بالکل ہی منحرف ہو جاتا ۔۔۔"

"کیوں ۔۔۔؟" گوکلا نے تعجب سے پوچھا۔

"اس لئے کہ جب تو اپنے برس ہا برس کے منصوبے کو ایک شخص کے لئے اس طرح تباہ و برباد کر سکتی ہے تو اس کا مقصد ہے تیرا ذہن ایک پائیدار حیثیت نہیں رکھتا ۔۔۔"

"یہ بھی غلط کہہ رہے ہو کاس ۔۔۔ میں شاید کسی بھی مدد کے لئے اپنی محبت کو اس طرح نہ ٹھکرا سکتی تھی۔ تمہیں دیکھنے کے بعد میرے ذہن میں بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوئیں، ورنہ اس سے قبل تو میری زندگی کا مقصد ہی ایک تھا ۔۔۔"

"میری خواہش ہے گوکلا کہ تو صرف اپنا مقصد حاصل کر اور جو کچھ تجھے حاصل کرنا ہے اسے حاصل کر لے ۔۔۔ میرا تصور ذہن سے نکال دے، میں تیرا ساتھ تو کبھی نہ دے سکوں گا ۔۔۔" میں نے صاف لہجہ میں کہا۔

اور گوکلا ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی ۔۔۔ وہ آہستہ آہستہ میرے ساتھ چل رہی تھی۔ پھر اس نے بھاری لہجہ میں کہا۔

"نجانے کیوں میری تقدیر مجھے بار بار ذلیل کرا رہی ہے ۔۔۔ تو یقین کر کاس کہ میں نے پہلے بھی اس بارے میں سوچا تھا اور خود پر نفرین کی تھی۔ اب میں شرم سے کٹی جا رہی ہوں" اس نے افسردہ سے لہجے میں کہا۔

لیکن میں گوکلا سے بالکل بھی متاثر نہیں ہوا تھا، سو میں اسی سرد لہجے میں بولا ۔۔۔

"میرے پاس صرف ایک رائے ہے گوکلا ۔۔۔"

"وہ کیا۔ جلدی کہہ کاس ۔۔۔" گوکلا بے چینی سے بولی۔

اور مجھے اس کی بے چینی پر ہنسی آ گئی، نادان لڑکی سمجھ رہی تھی کہ میں شاید اس سے اظہار عشق کر دوں گا ۔۔۔ لیکن میں بیوقوف نہیں تھا پروفیسر! میری زندگی کا کوئی مقصد تھا اور میں اسے تعبیر میں صرف

کرنا چاہتا تھا۔۔۔ میں عورت کا غلام نہیں بن سکتا تھا اور گوکلا
مجھے نہ جانے کیا بنانا چاہ رہی تھی۔ سو میں نے کہا۔
"وہ یہ کہ میرا خیال اپنے ذہن سے بالکل نکال دے اور اپنے
مقصد پر ڈٹی رہ۔" میں نے کہا اور گوکلا چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔
پھر بولی۔۔۔
"ٹھیک ہے کاس۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ تجھ سے اس موضوع
پر کچھ نہ کہوں گی۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔
ہم دونوں یوشتنا کے شہر کی جانب جا رہے تھے جو ہمیں دور
ہی سے نظر آ رہا تھا۔۔۔
اور بلاشبہ پروفیسر اس سارے علاقے کی طرح یہ شہر بھی نہایت
خوبصورت تھا۔۔۔ دور سے دیکھنے پر اتنا حسین نظر آتا تھا کہ آنکھیں
خیرہ ہوئی جاتی تھیں، لیکن میں اس بات کا منتظر تھا کہ بہت جلد یوشتنا
کی جانب سے کوئی قدم اٹھایا جائے گا۔۔۔ اور وہ صرف اس آندھی
سے ہی مطمئن نہ ہوگا اور بلاشبہ جس شخص نے اتنی دور بیٹھ کر ہماری
وہ گفتگو سن لی تھی، جو ہم سرگوشیوں کے انداز میں اس کے بارے
میں کر رہے تھے اور اس کا جواب دینے کے بعد اس نے اپنی قوت
کا کرشمہ دکھایا۔۔۔ وہ ہماری طرف سے لاعلم نہ ہوگا اور اس بات سے
مطمئن نہ ہوگا کہ اس کے دشمن فنا ہو چکے ہیں۔۔۔
اگر وہ مطمئن نہیں ہو گیا تھا تو اب تک اسے دوسری کارروائی
کر دینا چاہیئے تھی۔۔۔ یا پھر یہ کہا جا سکتا تھا کہ اس آندھی کی ناکامی
اس کے اعصاب پر بجلی بن کر گری تھی اور وہ حیرت سے گنگ رہ گیا
ہو۔۔۔ اس نے سوچا ہوگا کہ اب کون سی قوت استعمال کی جائے جو
اس کے دشمنوں کو فنا کر سکے۔۔۔
ہاں ایک بات پر اسے تعجب ضرور ہوا ہوگا کہ اس سے قبل تین
انسان تھے اور تین انسان اس کے دشمن تھے اور اب ان میں سے
دو باقی رہ گئے تھے۔ ممکن ہے وہ یہ سوچے کہ ان میں سے ایک آندھی
میں فنا ہو گیا۔۔۔
گوکلا عشق و محبت کی باتیں ختم کر چکی تھی لیکن وہ مضمحل سی تھی
اور اب میں سوچ رہا تھا کہ یوشتنا جو کچھ بھی کارروائی کرے گا، اب
اس سے مجھے تنہا ہی نمٹنا پڑے گا۔۔۔
یوشتنا کا خوبصورت شہر قریب تر آ گیا تھا اور میں اس کے
حسن سے بے حد متاثر تھا۔ میں نے گوکلا کو بھی اس طرف متوجہ کیا۔
"گوکلا کیا تم اس سے قبل بھی یہ شہر دیکھ چکی ہو۔۔۔؟"
"کیوں نہیں۔۔۔" گوکلا نے اداس لہجے میں جواب دیا۔
"بے حد خوبصورت شہر ہے۔۔۔"
"ہاں۔۔۔ اس دنیا میں بے مثال۔۔۔" گوکلا نے جواب دیا۔۔۔

اس کے چہرے پر ماضی کے سائے رینگنے لگے تھے۔۔۔ اور شاید اسے اپنا
کناشی یاد آ گیا تھا۔ کناشی جو اس سے محبت کرتا تھا۔۔۔
یوشتنا کے شہر میں داخل ہونے کے بعد ہم تھوڑی دور ہی
چلے تھے کہ اچانک سامنے سے بیشمار لوگوں کا ہجوم ہمیں اپنی جانب
آتا نظر آیا۔۔۔
میں اور گوکلا رک گئے تھے۔۔۔ ویسے جس حصے سے ہم داخل
ہوئے تھے، وہاں پر ہم نے کسی انسان کا وجود نہیں دیکھا تھا۔ گویا
اب وہ میرے اور گوکلا کے وجود سے واقف ہو گئے تھے اور یوشتنا
شاید کوئی پیش بندی کرنا چاہتا تھا۔۔۔
کناشی نے بندوبست کر لیا تھا اس بات کا کہ ہم شہر میں آ کر
ہو کر شہریوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔۔۔ غالباً اس نے اس بات کا
فیصلہ اس وجہ سے کیا ہوگا کہ ہم اس کی اس آندھی سے بچ گئے تھے
جو اس کے جادو کا سب سے زبردست وار تھا۔۔۔
ہمیں جو ہجوم نظر آیا اس میں سب سے آگے کناشی کے سپاہی
تھے۔ گوکلا نے مجھے اس کے بارے میں بتایا۔۔۔
"کاس، یہ کناشی کا محافظ دستہ ہے۔۔۔"
"ہوں۔" میں نے ہنکارہ بھرا اور پھر بولا۔ "کیا تم یوشتنا کے
محافظ دستے کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہو۔۔۔؟"
"ہاں کاس، اس بارے میں میں اچھی طرح جانتی ہوں۔۔۔"
"اس کا مقصد ہے کہ دستے کے پیچھے کناشی بھی ہوگا۔۔۔"
"امکان کی بات نہیں ہے وہ ہم سے ملنے آ رہا ہے۔۔۔"
"کیا۔۔۔؟" میں نے سوالیہ انداز میں گوکلا کی جانب دیکھا۔
"ہاں وہ آ رہا ہے۔ یوشتنا ہم سے ملنے کے لئے آ رہا ہے۔۔۔"
گوکلا دانت پیس کر بولی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر
آ رہے تھے۔
.... تاہم میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، اور
اس ہجوم کی جانب دیکھنے لگا جو ہمیں دیکھ کر رک گیا تھا۔ ہم خود بھی
رک گئے تھے۔ غالباً وہ ہمارے آگے بڑھنے کا انتظار کر رہے تھے
اور ہم ان کا۔۔۔
ہجوم درمیان سے چھٹا اور دو سفید گھوڑے نظر آئے۔ ان
سفید گھوڑوں میں سے ایک پر بہت ہی باوقار شخصیت سوار تھی۔
بھرپور نوجوان تھا وہ۔ اس کے پیچھے ایک باریش بوڑھا تھا۔ خاصا
ضعیف العمر معلوم ہوتا تھا وہ، اس کے اعضاء سست ہو گئے
تھے۔ میں نے بغور ان کا جائزہ لیا۔۔۔
"اوہ۔۔۔ اوہ یہ ستنیا ہے۔۔۔"
"ستنیا کون۔۔۔؟" میں نے سوال کیا۔

"کناشی کا جادوئی مشیر۔"

"اوہ، تو وہ اپنے محافظ کے ساتھ آیا ہے۔" میں نے جواب دیا اور گوکلا کچھ نہ بولی۔

بہرحال ہم اس کے نزدیک آنے کا انتظار کرتے رہے، دونوں گھوڑے سُست رَوی سے سفر کر رہے تھے اور پورا ہجوم ان کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔

تب کناشی نے ہم سے کچھ فاصلے پر گھوڑا روک لیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک حسین سی مسکراہٹ تھی۔

اور بے شک، بلا کسی شبہ کے پروفیسر! میں نے تسلیم کیا کہ وہ بے پناہ خوبصورت تھا اور جوانی اس پر ٹوٹ کر آئی تھی۔

لمبا تڑنگا، بلند قامت اور تندرست جسم کا مالک کناشی اپنی تیز بڑی بڑی کسی گہرے سمندر کی مانند گہری آنکھوں سے ہمیں دیکھتا ہوا آگے بڑھا اور پھر ہم سے چند گز کے فاصلے پر آ کر رک گیا۔

"گوکلا کو یوشنا کا سلام۔" اس نے ماتھے پر دو انگلیاں لگا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"یوشنا۔ صرف یوشنا۔" گوکلا نے سوال کیا۔

"ہاں۔ صرف اور صرف یوشنا۔ اور تو اس بات کی مختار نہیں کہ تو یوشنا کو اس نام سے پکارے جس نام سے وہ کبھی مشہور تھا۔"

"ٹھیک ہے، تو کیا سمجھتا ہے کہ میں تیرے پاس مفاہمت اور دوستی لے کر آئی ہوں۔" گوکلا نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔

"ہرگز نہیں۔ میں جانتا تھا کہ تو ان عورتوں میں سے ہے جو مفاہمت اور دوستی کی قائل نہیں ہوتیں۔"

"بالکل ٹھیک جانتا ہے، تو نے میرے بارے میں بالکل درست سوچا ہے۔ اور یہ بھی سوچا تو نے کہ میں نے تیرے مقابلے کے لئے کیا کچھ تیاریاں نہیں کیں۔"

"ہاں، ہاں مجھے نظر آ رہا ہے۔ غالباً یہ تیرا محافظ ہے؟" یوشنا نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ محافظ نہیں ہے۔" گوکلا سخت لہجہ میں بولی۔

"تو کیا تو یہ بتانا پسند کرے گی کہ یہ کون ہے؟"

"یہ میرا کاس ہے۔" گوکلا نے جواب دیا۔

"ٹھیک۔ ٹھیک۔ ٹھیک۔ تو یہ بھی کاس ہے اور تو خود بھی کاس ہے۔"

"تو کیا شک کرتا ہے میرے کاس ہونے پر۔؟"

"ارے نہیں نہیں۔ نہیں۔ میں شک نہیں کرتا گوکلا" یوشنا طنزیہ لہجہ میں بولا۔ "تو نے خود بھی تو ایک علاقے پر اپنی حکومت کا اعلان کر دیا تھا لیکن اس کے بعد میں نے تجھے پیغام بھجوایا کہ تو

اس سلسلے کو بند کر دے۔ یوشنا اس سارے علاقے کا حکمران ہے، اور وہ اپنی اس حکمرانی میں کسی کا پیوند برداشت نہیں کرے گا۔"

"تو جسے پیوند کہہ رہا ہے یوشنا وہ مستقبل میں تیرے اس علاقہ کی حکمران ہے۔" گوکلا نے جواب دیا۔

"اور اس کا نام گوکلا ہے۔" یوشنا نے کہا اور ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ اس کا مشیر بھی مسکرانے لگا تھا۔

یوشنا نے اپنے مشیر کی جانب دیکھا اور بولا "سنتا تم نے دیکھا۔ یہ۔ یہ مستقبل کی حکمران ہے۔ کیا ان علاقوں پر کسی عورت کی حکمرانی قائم ہو سکتی ہے؟" یوشنا طنزیہ لہجے میں بولا

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ عورت صرف عورت ہے اور وہ کبھی کاس نہیں بن سکتی۔" محافظ نے جواب دیا۔

"اور اس کے ساتھ جو مرد ہے بلاشبہ یہ کچھ انوکھا سا ہے شاید گوکلا کے تھوڑے سے علم کا شاہکار۔"

"ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے۔" محافظ مسکراتا ہوا بولا۔

"لیکن گوکلا سے پوچھو کہ کیا اس ننھے سے شاہکار کو لے کر وہ یوشنا کے مقابلہ پر آئی ہے۔"

"تم لوگ جس قسم کی باتیں کرنا چاہو کرتے رہو مجھے اس پر کوئی بھی اعتراض نہیں۔ لیکن یوشنا بہتر یہ ہوگا کہ کام کی بات کرو۔ میں تمہیں مہلت دیتی ہوں اس بات کی کہ اگر تم چاہو تو اپنا مختصر سا سامان لے کر اپنے عزیز و اقارب اور ضروری اشیاء سمیت اس علاقے کے کسی ایسے گوشے میں چلے جاؤ جہاں تم اپنی زندگی کے بقیہ لمحات بسر کر سکو۔ میں تمہیں اس کی مہلت اور اجازت دوں گی۔ یہ میری رعایت ہوگی تمہارے لئے اور صرف اس لئے کہ میں بچپن میں تمہیں چاہتی تھی۔ اور اگر تم اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار نہ ہو تو پھر مقابلے کیلئے تیار ہو جاؤ۔"

"اوہ۔ اوہ گوکلا۔ تو اپنی اوقات سے بڑھ کر بات کر رہی ہے۔ کیا فلوس کو ختم کرنے کے بعد تو سمجھتی ہے کہ تو یوشنا کی قوتوں کو فنا کر سکتی ہے۔" یوشنا غراتے ہوئے لہجہ میں بولا۔

"ہاں یوشنا، میں یہی سوچ کر یہاں تک پہنچی ہوں، اور تو دیکھ تو نے جس سیاہ طوفان کو ہم لوگوں کے لئے بھیجا تھا ہم نے اسے کس طرح ناکارہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد ہم منتظر رہے کہ تو اپنی کسی اور قوت کو آزمائے گا۔ مگر شاید تیرے پاس اور کوئی قوت نہیں تھی۔"

"گوکلا کیا تو یہ چاہتی ہے کہ یہ لشکر جو میرے پیچھے ہے، تیز دوڑ لگائے اور تیرے ساتھی کے جسم کو روندتا ہوا آگے نکل جائے۔ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ تمہارے جسم زمین بوس ہو جائیں اور تمہارا گوشت اس زمین کے ذرات کی مانند ہو جائے اور تمہارا نام ونشان

ننلے۔۔۔ لیکن اگر تو یہ نہیں چاہتی تو مجھے غصہ دلانے والی بات مت کر، مجھے بتا کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں۔۔۔ تو اپنی دانست میں مجھے فنا کرنے آئی ہے، مجھ سے جنگ کرنے آئی ہے۔۔۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیئے کہ میں تجھے تیری جسارت کا مکمل طور پر مزہ چکھا دوں اور تجھے تیرے وجود سمیت ہمیشہ کے لئے فنا کر دوں۔۔۔ لیکن میں یوشنا ہوں۔۔۔ اور یوشنا اپنی رعایا کا محافظ بھی ہوتا ہے اور ان پر مہربان بھی۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ تیری کوئی حماقت تجھے اس حد تک لے آئی ہے، ممکن ہے اس شخص نے تجھے احساس دلایا ہو کہ تو برتر و اعلیٰ ہو گئی ہے۔ لیکن یوشنا سے مقابلے سے پہلے سوچ، کیا تو اس قابل ہے کہ یوشنا کا مقابلہ کر سکے، یا تیرا یہ کاس اتنی ہمت رکھتا ہے کہ یوشنا کے مقابلے پر آئے۔۔۔ تو جانتی ہے گوکلا کہ میں علم کا سہارا اس وقت لیتا ہوں جب اپنے جسمانی سہارے کھو بیٹھوں۔۔۔ اور میرا جسمانی سہارا۔ میں سمجھتا ہوں اس پورے علاقہ میں مجھ جیسا کوئی اور نہ ہو گا کوئی ایسا نہ ہو گا جو میرے گرز، میرے تیشے کی تاب لا سکے، کیا تو اپنے محافظ و معاون کو آگے بڑھائے گی۔۔۔؟ ہاں میں تیرے اوپر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ یوشنا کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کسی عورت کو قتل کرے البتہ میرا گھوڑا تیری گردن چبانے میں فخر محسوس کرے گا اور اسے اس بات کا احساس نہیں ہو گا کہ وہ کیا چبا رہا ہے۔۔۔ بول کیا چاہتی ہے تو۔۔۔؟" یوشنا نے کہا اور اب خاموش رہنا بہتر نہ تھا، سو میں نے گوکلا کو کندھے سے پکڑ کر پیچھے ہٹایا اور آگے بڑھ کر بولا۔۔۔

"یوشنا! میں اس کے ساتھ آیا ہوں۔۔۔ عورت سے بات کرنے میں تو بڑا تیز طرار اور چست و چالاک معلوم ہوتا ہے۔ کیا تو ہمیشہ عورتوں سے اسی قسم کی باتیں کرتا آیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تیری مردانہ وجاہت اور تیز زبان سے شاید عورتیں متاثر ہو جاتی ہوں گی۔۔۔ لیکن کیا کسی ایسے شخص کے سامنے بھی تو نے عورت کو للکارا ہے جو اپنے آپ کو اس کا محافظ سمجھتا ہو۔۔۔ اگر نہیں تو آج آ۔۔۔ اور تماشہ دیکھ کہ وہ عورتیں جن کے محافظ ہوں ان کو للکار کا حشر کیا ہوتا ہے۔۔۔"

یوشنا کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی، اس نے غیظ و غضب سے بھری ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔۔۔

"احمق انسان تو اس علاقے کے کون سے حصے سے تعلق رکھتا ہے۔"

"میں۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں اس پورے علاقہ سے تعلق رکھتا ہوں۔۔۔ اور میرا تعلق آج کل اس حصے سے ہے جہاں تو حکمرانی کر رہا ہے۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ تو صرف عورتوں سے گفتگو کرنے کے قابل ہے، چنانچہ کسی محل کے زنان خانے میں تو تیرا گزر ہو سکتا ہے لیکن کسی ملک کے حکمران کی حیثیت سے نہیں کیونکہ تو بالکل نااہل و ناکارہ ہے۔۔۔"

میرا جواب یوشنا کے حواس پر بجلی بن کر گرا تھا۔ وہ آپے سے باہر ہو گیا اور غیظ و غضب میں ڈوبا ہوا آگے بڑھا۔۔۔ پھر اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔۔۔

"اگر میں چاہوں تو میرے بدن سے خارج ہونے والا ایک شعلہ تجھے ہمیشہ کے لئے فنا کر سکتا ہے۔ لیکن زیادہ بولنے والے، بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے والے! میں تجھے زندگی کے چند لمحات اور دیتا ہوں تا کہ دیکھنے والے دیکھیں کہ یوشنا سے بدکلامی کرنے والا کس اذیت سے موت قبول کرتا ہے۔۔۔"

"میں نے خود کو گوکلا کا محافظ کہا ہے اور صرف اس کے لئے تجھ سے جنگ کروں گا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو، تو میرے قابل نہیں ہے۔ ایسے مغرور اور احمق لوگوں کو میں اپنے قریب بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا۔" میں یوشنا کو زیادہ سے زیادہ غصہ دلانے کی کوشش کر رہا تھا

"گوکلا کے محافظ! تو کیسی موت پسند کرتا ہے۔ شاید تو اس کا کاس ہے۔ خوب، خوب۔ دیکھے گی یہ احمق عورت کہ کیا پایا اس نے میرے مقابل آکر۔ لیکن ایسے نہیں۔ میں تمہیں عزت دوں گا۔ ان لوگوں کی مانند جو جنگ کرنے آتے ہیں اور فیصلہ سب کے سامنے ہوتا ہے۔ تو گوکلا۔ آج تو رہے گی۔ کل میدان جنگ میں سب کے سامنے تیرا کاس میرے مقابل آئے گا۔۔۔ اور اگر وہ مارا جائے تو میں تجھے بھی دعوت دوں گا کہ تو مجھے وہ کچھ دکھا جس کے بل پر تو مجھ سے مقابلہ کرنے کے لئے چلی آئی ہے۔ بہتر یہی ہے گوکلا کہ اس قسم کے کسی مسئلے کو مسئلہ بنانا نہیں رہنا چاہیئے، تیرے ذہن میں اگر حکومت کی خواہش ہے تو میرے لئے ناقابل برداشت ہو گی اور میں نہیں چاہوں گا کہ ایسا کوئی خواہش مند میری مملکت میں زندہ رہ سکے۔ چنانچہ بہتر یہی ہو گا کہ اپنے کاس کی موت کے بعد تو بھی موت کی آغوش میں جا سو۔۔۔ اور یہی تیرے لئے بہتر ہو گا، کیونکہ انسان اگر اپنی زندگی میں کسی ایسی خواہش کی تکمیل نہ کر سکے جو اس کے لئے شدید تر ہو تو موت ہی اس کی تمام حسرتوں کا بہترین حل ثابت ہوتی ہے۔ اور میں یہی چاہوں گا کہ تو جسے میں برسوں سے جانتا ہوں، جو میری طویل عرصے کی شناسا ہے، کسی ایسی اذیت کا شکار ہو کر زندگی نہ گزارے جو اسے ہمیشہ پریشان رکھے۔۔۔ چنانچہ آ اور کچھ وقت میری مہمان رہ۔ تھوڑا عرصہ گزار کر، تھوڑا وقت نکال کر میں تجھے وادی موت کی جانب بھیج دوں گا۔" یوشنا نے نہایت غرور بھرے لہجہ میں کہا۔۔۔

اور پروفیسر اس کا یہ مغرورانہ انداز مجھے ایک آنکھ نہ بھایا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ یوشنا کی اہمیت کو اس کے غرور کو توڑ کر دم لوں گا۔

یوشنانے گھوڑے کا رخ موڑا اور اپنی فوج کی جانب مڑ گیا گوکلا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے ۔۔۔
میں نے ان تاثرات کو پڑھا ۔۔۔ وہ خاصی افسردہ نظر آ رہی تھی تب وہ حزنیہ انداز میں مسکرا دی ۔۔۔
"کیا خیال ہے کاس ۔۔۔؟"
"جو تیرا خیال ہو گوکلا ۔۔۔!"
"اس نے کچھ وقت طلب کیا ہے، کیوں نہ ہم اسے وہ وقت دے دیں کاس ۔۔۔" گوکلا نے بے جان سے لہجے میں پوچھا۔
گوکلا جو تیری مرضی مجھے کیا اعتراض۔ لیکن اس وقت تک ہماری حیثیت کیا ہو گی ۔۔۔"
"اس کا فیصلہ تو وہی کرے گا۔" گوکلا نے جواب دیا۔
اس کی ذہنی کیفیت کیا تھی اس بارے میں میں کوئی اندازہ نہیں لگا پایا تھا، وہ کیا سوچ رہی ہے، کیا چاہتی ہے، کیا کرے گی، اس بارے میں میں جانچ نہ سکا تھا بہرحال وہ جو کچھ بھی چاہتی میں تو ہمیں سے تعاون کرنے کے لئے آیا تھا ۔۔۔ اور ہر موقع پر اس کا معاون بننا چاہتا تھا ۔۔۔
چنانچہ میں بھی اس کے ساتھ کھڑا رہا ۔۔۔ تب یوشنا کے بہت سے آدمی ہمارے نزدیک آئے اور ان میں سے ایک نے گوکلا سے کہا۔
"موت کی وادیوں میں جانے والی، کچھ وقت یوشنا کی مہمان رہ کر ہمیں خدمت کا موقع دے، ہمارے ساتھ آ ۔۔۔"
گوکلا نے غمزدہ انداز میں گردن ہلا دی اور پھر آگے بڑھ گئی میں بھی اس کے ساتھ تھا، یوشنا نے غالباً ان لوگوں کو ہدایت دے دی تھی کہ ہمیں کہاں ٹھہرانا ہے اور ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے اور پھر ایک خوبصورت سے مکان میں، میں اور گوکلا داخل ہو گئے، یہاں ہمارے اچھی خاصی خاطر مدارات کی گئی اور اس حسین علاقہ کو دیکھ کر میں تو حیران ہی رہ گیا تھا، اتنا خوبصورت علاقہ تھا کہ یہاں سے جانے کو جی نہ چاہے ۔۔۔
۔۔۔ جس انداز میں ہمارے سامنے آیا تھا اور پھر جس انداز میں اس نے ہمیں کچھ وقت دیا تھا، میں نے تو اس کے بارے میں کچھ نہ سوچا۔ لیکن گوکلا اس بارے میں بہت کچھ سوچ رہی تھی ۔۔۔
طویل وقت تک وہ خاموشی رہی، اس نے مجھ سے بھی کوئی بات نہ کی۔ پھر جب ہم دونوں نے آرام کی ضرورت محسوس کی تو ایک جگہ جا کر لیٹ گئے ۔۔۔ یہ آرام کی جگہ تھی ۔۔۔ تب گوکلا نے میری جانب دیکھا اور بولی ۔۔۔
"کاس تم بھی خاموش ہو ۔۔۔؟"
"ہاں گوکلا میں تمہاری طرف سے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔"
میں نے جواب دیا ۔۔۔
"میں کیا بولوں کاس ۔۔۔ تم نے میری زبان ہی چھین لی ۔" اس نے غمزدہ لہجے میں کہا۔
"میں نے ۔۔۔" میں نے متعجبانہ لہجے میں پوچھا۔
"ہاں کاس ۔۔۔!"
"مگر کیوں کر ۔۔۔؟"
"کاس میں یہاں نہیں آنا چاہتی تھی ۔۔۔ میں نے تمہیں کہا تھا کہ یوشنا بے حد مغرور ہو گیا ہے۔ کناشی شاید اب اپنا نام بھی بھول گیا ہے۔ اب وہ خود کو کناشی نہیں سمجھتا۔ وہ صرف یوشنا رہ گیا ہے اور یوشنا نے جس طرح مجھ سے بات کی، جس انداز میں مجھ سے شناسائی کا اظہار کیا، وہ تم نے سن لیا۔ کیا اس کے بعد بھی میں تم سے کوئی توقع رکھ سکتی ہوں۔ حالانکہ کاس میں تمہیں بہت سی باتیں بتاؤں تو تم حیران رہ جاؤ ۔۔۔"
"وہ کون سی باتیں ہیں گوکلا ۔" میں نے اشتیاق سے پوچھا
"کاس ۔۔۔ یوشنا مجھے بے حد چاہتا تھا، دم بھرتا تھا میری محبت کا، جب ہم چھوٹے سے تھے تو یوشنا کی زندگی کا زیادہ تر وقت میرے ساتھ ہی گزرتا تھا۔ وہ میری ایک ایک بات سے خوش ہوتا تھا۔ میری ناز برداریاں کرتا تھا اور ہر وقت مجھے اپنے سینے سے لگائے پھرتا تھا۔ ہم اس طرح اپنی زندگی کی منازل طے کرتے رہے ۔۔۔ لیکن پھر نہ جانے کیوں اس کے ذہن میں بہت سی تبدیلیاں آ گئیں ۔ کاس میں حیران رہ گئی تھی وہ عجیب و غریب ہو گیا تھا۔ حالانکہ مجھے امید تھی کہ وہ ہمیشہ مجھے اسی طرح چاہتا رہے گا۔ ہمیشہ اسی طرح سینے سے لگائے رکھے گا۔ لیکن نجانے کیوں، نجانے کیوں اس کی یہ حالت ہو گئی اور اس نے میری محبت کا دم بھرنا چھوڑ دیا ۔۔۔ اور اب دیکھا تم نے کاس، کیا یہ گفتگو کسی محبت کرنے والے کی ہو سکتی ہے۔ اس نے مجھ سے اس طرح گفتگو کی، جیسے وہ صرف میرا شناسا ہے، اس شناسائی کی نوعیت کیا تھی، شاید یہ سوال ہمیشہ کے لئے اس کے ذہن سے نکل گیا ہے ۔۔۔ گوکلا کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکنے لگے ۔۔۔
لیکن ان آنسوؤں نے مجھے متاثر نہیں کیا تھا ۔۔۔ میں گوکلا پر جھلا گیا تھا، میرے ذہن میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہو گیا تھا آخر یہ عورت چاہتی کیا ہے، یوشنا کی بھی تعریفیں کر رہی ہے ۔۔۔ مجھے بھی احمق بنانا چاہتی ہے ۔ میں ایک عجیب سی الجھن کا شکار ہو گیا تھا مجھے اس کے ان آنسوؤں سے نفرت ہو گئی تھی
لیکن پھر بھی میں نے اپنی اس نفرت کا اظہار نہ کیا اور گوکلا کی باتیں خاموشی سے سنتا رہا ۔۔۔
"لیکن کاس میں اب اس سے پیار نہیں کرتی، میں اسے نہیں

چاہتی ہیں اس سے محبت نہیں کرتی۔ اب اگر میدان جنگ میں تو اسے قتل کر دے گا، تو اسے شکست دے دے گا تو مجھے کوئی اذیت نہیں ہوگی۔ میں یہی سوچوں گی کہ اس مغرور شخص کا یہی انجام ہونا چاہیئے۔ لیکن کاس! اگر تو اس کے ہاتھوں مارا گیا تو اس کے بعد۔۔۔۔۔ اس کے بعد میری زندگی میں کوئی دلکشی باقی نہ رہ جائے گی۔ میں فوراً اسے للکاروں گی اور کوشش کروں گی اس بات کی کہ وہ جلد از جلد مجھے بھی موت کے گھاٹ اتار دے۔۔۔۔"

"تو کہنا کیا چاہتی ہے گوکلا۔ تیری باتیں جس قدر الجھی ہوئی ہیں شاید تو نہیں محسوس نہیں کر رہی۔ لیکن میں ان باتوں کی وجہ سے الجھن میں پڑ گیا ہوں۔" میں نے کسی قدر جھلائے ہوئے انداز میں کہا

"اوہ۔ کیا میں نے ایسی کوئی بات کہی ہے جس نے تجھے الجھن میں ڈال دیا ہے کاس۔" گوکلا نے پوچھا۔

"ہاں گوکلا، تو دو مختلف باتیں کر رہی ہے۔۔۔"

"کیا مطلب کاس۔" گوکلا تعجب سے بولی۔

"میرا خیال ہے گوکلا تو اتنی نادان نہیں ہے، میری بات کو سمجھنے کی کوشش کر، تو مجھے بتا کیا میں اسے قتل کر دوں یا نہ کروں۔"

"کاس۔۔۔!" گوکلا استہزائیہ انداز میں بولی۔

"وہ نہیں گوکلا میں ان باتوں کو نہیں مانتا تو اپنی مرضی جلد بیان کر۔۔ باقی رہا مسئلہ میرا تو اس سرزمین پر مجھے قتل کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ میں جیسا ہوں ویسا ہی رہوں گا۔ لیکن اس کے بعد اگر میں اسے قتل کر دوں تو تو مجھے کچھ نہ کہے گی۔ تو میرے سامنے روئے گی بھی نہیں اور میں یہ بھی نہیں چاہوں گا کہ ہمیشہ تیرا حاشیہ بردار بنا رہوں۔ میں تیرے قریب زیادہ وقت نہ گزار سکوں گا، گوکلا سو تو جلد از جلد فیصلہ کرے۔۔۔۔"

"مگر میں اب بھی نہیں سمجھی کاس۔ کیا فیصلہ۔ تو کیا کہنا چاہتا ہے۔" گوکلا میری باتوں سے سخت متحیر نظر آ رہی تھی۔

"میں نے اس وقت تک تیرا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ گوکلا۔ جب تک کہ تجھے تیری حیثیت نہ دلوا دوں۔ میں یوشنا کو شکست دوں گا اور اس کے بعد یہاں سے جانا پسند کروں گا"

"لل۔۔۔ لیکن کہاں۔۔۔؟"

"جہاں میرا دل چاہے گا گوکلا۔۔۔!"

"تو کیا تو بتانا نہیں چاہتا کاس۔۔۔؟"

"ہاں گوکلا میں اس پوری دنیا میں کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔" میں نے سخت لہجہ میں کہا۔

"کاس تم سچ کہتے ہو کہ تم مجھے جواب دہ نہیں ہو لیکن تمہاری اس ساری گفتگو سے مجھے ایک ہلکا سا احساس ہوتا ہے۔۔۔"

"کیا احساس۔۔۔؟"

"شاید تم مجھ سے ناراض ہو؟"

"نہیں۔۔۔ ناراض نہیں۔۔۔"

"پھر کاس۔۔۔ تم خود ہی وجہ بتا دو۔۔۔" گوکلا اپنائیت سے بولی۔ لیکن مجھے اس کی اس اپنائیت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

"دراصل گوکلا میں تیری دوہری شخصیت سے نالاں ہوں"

"دوہری شخصیت۔۔۔؟"

"ہاں اگر تو اسے چاہتی ہے تو اس کے قتل پر کیوں آمادہ ہو گئی اور اگر نہیں چاہتی تو تیرے اندر یہ جو کیفیات ابھر رہی ہیں، ان کا مقصد کیا ہے۔؟ جہاں تک میرا مسئلہ ہے میں تجھے بتا چکا ہوں کہ میں تجھے اپنی عورت کی حیثیت سے قبول نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تو یوشنا کی محبت کا شکار ہے اور صرف مجبوراً میرا ساتھ پسند کر رہی ہے۔"

"نہیں کاس۔۔۔ ایسا نہ کہو۔" گوکلا نے درد بھرے لہجہ میں کہا

"کیوں نہ کہوں۔۔۔؟"

"تم نے۔۔۔ دراصل۔۔۔ غلط سمجھا" وہ اٹک اٹک کر بولی

"براہ کرم گوکلا میں کسی قسم کی ذہنی اذیت نہیں پال سکتا، تم جو محسوس کر رہی ہو کیا اسے بیان نہیں کر سکتیں۔۔" میں اب کافی جھنجھلاہٹ کا شکار ہو چکا تھا۔۔۔

"میں۔۔ کاس۔۔۔ میں۔۔۔ دراصل۔۔۔ میں واقعی الجھی ہوئی ہوں۔۔" گوکلا نے کہا اور رونا شروع کر دیا۔۔۔

اور پروفیسر ہر دور کی عورت میں مجھے ایک نمایاں خوبی یا نمایاں خامی نظر آئی۔۔۔ اور وہ نمایاں خوبی یا خامی اس کے آنسو ہیں پروفیسر ہر دور کی عورت روتی ہے، جب وہ بے بس ہو جاتی ہے، جب وہ اپنی حماقتوں سے خود ہی تنگ آ جاتی ہے تو رونا شروع کر دیتی ہے اور رونا تو مجھے قطعی پسند نہیں تھا۔ بہرحال جھنجھلاہٹ کا اظہار میرے لئے مناسب نہیں تھا۔۔۔

چند ساعت کے بعد میں ٹھیک ہو گیا اور پھر میں نے گوکلا کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"گوکلا تو یقین کر کہ تو بہت احمق ہے۔"

"کیا مطلب۔۔" گوکلا ایک دم حیران رہ گئی۔

"تو اپنے طور پر اس پورے علاقہ کی کاس بننے کی کوشش کر رہی ہے اور عورتوں کی طرح رو بھی رہی ہے، جبکہ اس پوری مملکت کا کاس بننے کے لئے تجھے اپنے عورت پن کو بھول جانا چاہیئے۔ تجھے کافی سخت جان ہونا چاہیئے۔۔۔"

"میں مرد نہیں ہوں کاس۔" گوکلا نے جواب دیا۔

"تو پھر مملکت کا کاس کیوں بننا چاہتی ہے۔" میں نے سوال کیا

"میں سمجھتی ہوں کہ یہ ذمہ داری میں بہتر طور پر اٹھا سکتی ہوں

کاس لیکن ۔۔۔ وہ دراصل ۔۔۔ میں الجھ گئی ہوں ۔"

"الجھنے کی ضرورت نہیں ہے گوکلا ۔۔۔ وہ فیصلہ جو تو کر کے آئی ہے، تو نے جس انداز میں یوشنا کو للکارا ہے اب اس کے بعد کچھ سوچنا بے کار ہے۔ آنے والا وقت اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ مستقبل کیا ہو گا، اس علاقے کی حکمراں تو ہو گی یا یوشنا ۔۔۔" میں نے کہا اور گوکلا سرد آہ بھر کر بولی ۔۔۔

"ٹھیک ہے کاس۔" وہ چند ساعت چپ رہی۔ اس نے اپنے آپ کو کافی درست کر لیا۔ پھر سنبھلے ہوئے لہجہ میں بولی ۔۔۔

"میں سمجھتی ہوں یوشنا اتنا بہادر نہیں ہے جتنا کہ خود کو ظاہر کرتا ہے ۔۔۔"

"کس طرح سمجھتی ہے تو ۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم نے محسوس نہیں کیا ۔۔۔؟"

"نہیں ۔۔۔"

"اس نے وقت مانگا ہے۔"

"تو اس سے کیا ہوتا ہے گوکلا ۔۔۔؟" میں نے سپاٹ لہجہ میں سوال کیا۔

"کاس تم جانتے ہو وقت مانگنے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔"

"نہیں میں نہیں جانتا ۔۔۔"

"سوچنے کے لئے ، کچھ کرنے کے لئے ۔۔۔ وہ اپنے دانش کدے میں جائے گا، تمہارا زائچہ تیار کرے گا، اسے پرکھے گا اور اس کے بعد تمہارے مقابلے کی تیاریاں کر کے تمہارے سامنے آئے گا۔ وہ بلاشبہ ایک چالاک انسان ہے۔ تمہیں للکارتے وقت اس کے ذہن میں غیظ و غضب تھا۔ لیکن اس کے بعد شاید اسے عقل آگئی۔ اس نے سوچا کہ اس کی بھیجی ہوئی آندھی تمہیں اکھاڑ نہ سکیں۔ نہ تباہ کر سکیں تو اس کا مطلب ہے کہ واقعی تم کچھ لے کر آئے ہو۔ چنانچہ اس نے طیش میں آکر اس وقت مقابلہ کرنے کی کوشش کی بجائے وقت طلب کیا اور تمہیں اپنے مہمان کی حیثیت سے رکھ لیا۔ اب وہ تمہارے بارے میں معلومات کر کے آئے گا اور اس کے بعد تم سے جنگ کرے گا۔" گوکلا نے کہا۔

"اوہ۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا گوکلا۔" میں نے جھلا کر کہا

"فرق کیوں نہیں پڑے گا۔ کاس ۔۔۔"

"اس لئے کہ فرق اس وقت پڑے گا جب وہ میرے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر کے آئے گا اور جب وہ صحیح معلومات حاصل کر کے آئے گا تو مجھ سے جنگ نہیں کرے گا ۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا ۔۔۔

"ہو سکتا ہے لیکن ایسی صورت میں اسے خاموشی سے روپوش ہو جانا پڑے گا۔" گوکلا نے کہا۔

"کیا مطلب ہے؟"

"ہاں یہ یہاں کا قانون ہے کہ اگر دو للکارنے والوں میں سے ایک خاموشی سے روپوش ہو جائے تو دوسرے کو فاتح قرار دیا جاتا ہے اور پھر گم ہو جانے والے کی کوئی حیثیت کسی کی نگاہ میں نہیں رہتی، وہ لوگوں کی نگاہ میں مفتوح بن جاتا ہے۔"

"اوہ! تب تو ٹھیک ہے۔ بہرحال میں تمہیں صرف ایک بات بتاؤں گا یا ایک پیش گوئی کروں گا کہ یوشنا کی موت بالکل نزدیک ہے اور تم اس کے لیے تیار رہو۔" میں نے کہا اور گوکلا نے گردن ہلا دی تھی۔

میرے ذہن میں یوشنا کے لیے کوئی خاص بات نہیں تھی بس میں جانتا تھا کہ مقابلہ ہو گا اور اس کے بعد یوشنا کوئی بھی قوت لے کر آجائے میں اسے فنا کر دوں گا، مجھے اس بات کا یقین تھا۔ یوشنا نے ہماری خاطر مدارات میں واقعی کوئی کمی اٹھا نہ رکھی، اس کے ساتھی ہمارے آگے پیچھے پھر رہے تھے، ہر ممکن کوشش تھی ان کی کہ وہ ہماری ہر ضرورت پوری کر دیں۔

میں نے تو کوئی تکلف نہیں کیا تھا لیکن گوکلا شدید جذباتیت کا شکار رہی تھی۔ غالباً گناشی اس کے ذہن میں اب بھی اسی قوت سے موجود تھا جیسے پہلے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کی محبت اب انتقام کی شکل اختیار کر گئی تھی۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ وہاں دن اور رات کا یا گزرنے والے وقت کا کوئی تعین نہیں کیا جا سکتا تھا، البتہ ان لمحات میں جبکہ لوگ آرام کرتے تھے اور جب جاگتے تھے تو اسے آج یا کل کا نام دے دیا کرتے تھے۔ غالباً کل کا تصور ان کے ذہنوں میں بھی موجود تھا، چنانچہ اس لحاظ سے جب وقت گزر چکا تو یوشنا کے وہ آدمی، جو اس وقت بھی ہمارے سامنے موجود تھے، جب یوشنا نے مقابلے کے لیے کہا تھا، بالآخر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ انھوں نے مسکراتے ہوئے استہزائیہ انداز میں مجھے دیکھا اور کہنے لگے۔

"گوکلا اور گوکلا کے کاس، کیا گزرے ہوئے وقت نے تمھیں کچھ سکھایا ہے؟ کیا تمھارے ذہنوں میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں؟ اگر کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے تو ہمیں اس کے بارے میں بتا دو تاکہ ہم یوشنا کو جا کر اطلاع دے دیں کہ اس نے جو انتظامات کیے ہیں، انھیں ترک کر دے اور اگر تم اپنے فیصلوں پر برقرار ہو تو پھر یوشنا تمھیں میدان جنگ میں آنے کی دعوت دیتا ہے۔"

"اوہ کیا یوشنا بذات خود ہم سے خوفزدہ ہے اور اگر خوفزدہ ہے تو اسے ہمارا پیغام دو کہ وہ علاقہ چھوڑ کر کہیں چلا جائے اور کسی پہاڑ کے دامن میں یا کسی ویران علاقے میں اپنا مسکن بنا لے جہاں انسانوں کا گزر نہ ہو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اسے تلاش کر کے قتل کرنے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن اگر اس کی موت نے اسے طلب کر ہی لیا ہے تو پھر اس

سے کہو کہ مقابلے سے بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔" میں نے جواب دیا اور میرے اس جواب پر تمام لوگوں کے چہرے غصّے سے سرخ ہو گئے تھے لیکن انھوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ تب کچھ دیر کے بعد ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"تو پھر میدانِ جنگ میں چلنے کی تیاری کرو۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ ایک آدمی کو یہاں چھوڑ جاؤ، ہم آتے ہیں۔" میں نے کہا اور اس شخص نے گردن ہلا دی۔

پھر ان میں سے ایک آدمی رہ گیا اور باقی لوگ چلے گئے۔ میں نے گوکلا کی طرف دیکھا۔

گوکلا کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ تب میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"گوکلا! جس مقصد کے تحت یہاں آئی ہو اسے پورا کرو —— اور مقصد پورا کرنے کا یہ انداز نہیں ہوتا۔"

"میں —— میں —— میں معذرت خواہ ہوں، میں شرمندہ ہوں، بس میں اپنی ذہنی کیفیات تمھیں نہیں بتا سکتی کاس۔"

"اور اب میں کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہتا گوکلا۔ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ہے اور اب یوشنا سے جنگ میرا ذاتی مسئلہ بن گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں تمھیں روکنے کی کوشش نہیں کروں گی کاس۔ چلو چلتے ہیں۔" گوکلا نے کہا۔

اور میں آگے بڑھ آیا —— اور بلاشبہ اب اس عورت سے مجھے الجھن سی ہونے لگی تھی۔

اس نے اتنی شدید تگ و دو کی تھی اور میں نے اس کا بھرپور طور پر ساتھ دیا تھا۔ اب یہ بات تو مناسب نہیں تھی کہ یہاں تک آنے کے بعد میں واپس چلا جاؤں۔

"اگر تمھیں اس بات سے شدید اختلاف ہے تو میں نظرِ ثانی کر سکتا ہوں۔" بالآخر میں نے کہا۔

"میں تو اب خاموش ہوں کاس۔" وہ بولی۔

"لیکن تمھارا چہرہ بہت سی کہانیاں سنا رہا ہے۔"

"تم ان کہانیوں پر غور مت کرو۔"

"آخر کیوں ہے؟"

"بس تم اسے عورت کی کمزوری خیال کرو۔"

"حالانکہ جس مقصد کے لیے تم نے اتنی تگ و دو کی ہے، اس کی تکمیل کے وقت تمھیں اتنا ہلکا نہیں ہونا چاہیے۔"

"بس مجھے تم دونوں ہی عزیز ہو کسی ایک کو نقصان پہنچا تو میں۔ میں ——" وہ خاموش ہو گئی۔

اس کی دو رخی کیفیت مجھے ناپسند تھی۔ میدانِ جنگ میں یہ تو نہیں ہو سکتا تھا کہ میں گوکلا کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھوں اور یوشنا سے رعایت برتوں۔ میں نے بے شمار انسانوں سے جنگ کی تھی اور انھیں شکست دی تھی لیکن اس بار میرا مقابلہ ایک ایسے انسان سے تھا جو جسمانی قوتوں کے علاوہ ایسی پوشیدہ قوتوں کا مالک بھی تھا جن کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔

میدانِ جنگ بلاشبہ میدانِ جنگ تھا۔ انسانوں کا ایک سمندر تھا میں مار رہا تھا۔ پھر جب دور سے انھوں نے ہمیں دیکھا تو ساری گردنیں اس طرف گھوم گئیں۔ ایک عجیب منظر تھا اور میرے ذہن میں گدگدی ہو رہی تھی۔ اس [illegible] میری زندگی میں پہلی بار نہیں آئے تھے، پروفیسر۔ میں لوبار ایسے مقابلوں میں حصّہ لے چکا تھا۔

میں فاتحانہ شان سے میدان میں داخل ہوا۔ گوکلا میرے ساتھ تھی ویسے اصولوں کا خیال رکھا گیا تھا۔ چونکہ گوکلا خود جنگ نہیں کر رہی تھی بلکہ اس کے کاس کو جنگ کرنا تھی اس لیے اس کے لیے بھی ایک عمدہ نشست گاہ بنائی گئی تھی اور وہاں وہ ایک فریق کی حیثیت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ دوسری طرف یوشنا بھی اپنی جگہ بیٹھا تھا۔ وہ ایک انوکھے لباس میں تھا۔ ایک عبا پہنے ہوئے جس میں ہیرے ٹنکے ہوئے تھے۔

گوکلا کو اس کی نشست پر بھیج دیا گیا اور میں بھی اس کے نزدیک ایک دوسری نشست پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چند لوگ ایک مخصوص طرز کے ڈھول لے کر میدان میں آ گئے اور زور زور سے انھیں پیٹنے لگے۔ گوکلا خاموش تھی۔ وہ سکوت کے عالم میں تھی اور اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

ڈھول پٹتے رہے اور پھر ایک بوڑھا آدمی چند لوگوں کے ساتھ میدان میں آ گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھائے اور ڈھول خاموش ہو گئے۔ بولتے ہوئے لوگ بھی خاموش ہو گئے تھے۔ تب بوڑھے کی آواز ابھری جو اس کی عمر کی بہ نسبت کافی تیز تھی۔ اس نے گرجدار آواز میں کہا۔

"وطن والو! جو کچھ تمھارے سامنے ہو رہا ہے، تمھارے لیے اجنبی نہیں ہے۔ بستیوں کا حکمراں وہی ہوتا ہے جو بہتر آنکھیں، ہزاروں ہاتھ اور پاؤں رکھتا ہو۔ جس کی قوت دوسری تمام قوتوں پر حاوی ہو خواہ وہ انسان ہوں یا جانور، خواہ وہ آگ ہو یا طوفان۔ ان چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہمارا کاس ہوتا ہے لیکن صدیوں کے اصولوں کے مطابق اگر کوئی زیادہ قوتیں لے کر سامنے آئے تو وہ بھی قابلِ احترام ہوتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ خود اس کی خواہش کیا ہے۔ اگر وہ حکمرانی طلب کرے تو پھر کاس اعظم پر واجب ہوتا ہے کہ وہ خود کو اس سے برتر ثابت کرے۔ آنے والا اگر کسی چیز کا طالب ہوتا ہے تب بھی کاس اعظم کو اس کے بارے میں غور کرنا ہوتا ہے۔ اگر کاس اعظم قبول کرے تو وہ چیز آنے والے کو بخش سکتا ہے اور اگر وہ نہ قبول کرے لیکن آنے والے کی طلب برقرار رہے تو کاس اعظم اسے سزا دے سکتا ہے۔ سو لوگو۔ تم نے گوکلا کا نام ضرور سنا ہو گا۔ کچھ عرصہ قبل کی مجلس میں گوکلا کا نام زیرِ بحث آیا تھا کیونکہ

یہ عرصۂ دراز کی بات ہے جب گوکلا نے پہاڑوں کے ایک سلسلہ میں اپنی مملکت کا اعلان کیا تھا لیکن پھر یوشنا نے، ہمارے حکمراں نے فلوس کو طاقت دی کہ وہ گوکلا سے سب کچھ چھین لے۔ گوکلا کو پیغام دیا گیا۔ اس نے وہ پیغام ٹھکرا دیا اور اپنے کاس کے ذریعے فلوس کو ختم کرا دیا اور بالآخر وہ اپنی حکمرانی تسلیم کرانے یہاں تک چلی آئی۔ مقدس [illegible] نے اصولوں کا احترام کیا۔ یہاں سے اس نے آندھی بھیجی جو گوکلا کو زیر نہ کرسکی اور پھر یوشنا نے کھلے میدان میں گوکلا سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

ہموطنو! چونکہ یہ مقابلہ گوکلا کے کاس [illegible] مرد ہے اور بلاشبہ تم نے دیکھا ہوگا کافی مختلف نظر آتا ہے عام لوگوں سے اس لیے اس مقابلے کو جسمانی مقابلہ اور اس کے بعد علم کا مقابلہ کہا جاسکتا ہے۔ اب گوکلا کا کاس اور مقدس یوشنا ایک دوسرے سے سوالات کریں گے اور میں ان کے درمیان ثالث کے فرائض انجام دوں گا۔"

بوڑھے نے پہلے یوشنا کی طرف اور پھر میری جانب دیکھا اور یوشنا اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ مسکراتا ہوا میدان کے درمیان آگیا۔ بوڑھے نے مجھے اشارہ کیا اور میں بھی میدان میں پہنچ گیا۔ درمیان میں بوڑھا کھڑا ہوا تھا۔

"تم دونوں ایک دوسرے سے طریقِ جنگ یا دوسرے کسی بھی مسئلے پر سوالات کرسکتے ہو، ایک دوسرے کا مافی الضمیر معلوم کرسکتے ہو۔ پہلا سوال یوشنا کرے گا۔"

خوبصورت نوجوان نے گردن خم کی اور میری جانب دیکھنے لگا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نوجوان تیرا نام کیا ہے؟"

"گوکلا مجھے کاس کہہ کر پکارتی ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن تیرا کوئی نام تو ہوگا؟"

"وہ اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتی۔" میں نے جواب دیا۔

"اور تو؟" اس نے پوچھا۔

"میں اس کی ہر خواہش سے تعاون کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا گوکلا تجھ سے عشق کرتی ہے؟" اس نے براہِ راست سوال کیا اور مسکرانے لگا۔ اس کے انداز میں شرارت تھی جیسے لوگوں کے سامنے وہ کوئی اہم انکشاف کرنا چاہتا ہو۔

"نہیں۔ بلکہ وہ تجھ سے عشق کرتی ہے کناشی۔ وہ تیرے بچپن کی ساتھی ہے جسے تو یوشنا بن کر بھول گیا ہے، جبکہ اس سے قبل تو اس سے پیار کرتا تھا۔" میں نے اس کا داؤ اسی پر الٹ دیا اور یوشنا ایک لمحے کے لیے میرے جواب سے بوکھلا گیا۔

"کیا تو اسے بھول گیا یوشنا؟" میں نے فوراً پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن میں نے اس سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا اور جب اس نے اپنی محبت کا حوالہ دیا تو میں اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔"

"گویا تو اسے پہچانتا ہے؟"

"کیوں نہیں۔" یوشنا نے جواب دیا۔ وہ کچا پڑ گیا تھا اور بدلہ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ چند لمحات اس نے سوچا پھر بولا۔ "تو بات یوں ہوئی کہ گوکلا مجھ سے عشق کرتی ہے اور تو گوکلا کو چاہتا ہے؟"

"نہیں۔ ہم دونوں کے درمیان چاہت کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"پھر تو اس کا مددگار کیوں بنا؟"

"یہ بات اس کے اور میرے درمیان ہے۔"

"کیا تو اس کی تخلیق ہے؟"

"نہیں۔"

"کیا اس نے تجھے اپنے علم سونپے ہیں؟"

"نہیں۔" میں نے صاف گوئی سے کام لیا۔

"گویا تو جن قوتوں سے جنگ کرے گا وہ تیری اپنی ہوں گی؟"

"ہاں۔"

"اگر تو یہ جنگ جیت لے تو حکمراں گوکلا رہے گی یا تو خود؟"

"گوکلا!"

"اور تیری حیثیت کیا ہوگی؟"

"کچھ نہیں۔"

"کیا گوکلا تجھ سے شادی کرے گی؟"

"نہیں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"پھر کون سا لالچ تجھے موت کے نزدیک لے آیا ہے؟"

"میں غرور شکن ہوں۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور میری یہ آواز سکوت طاری کردیتی تھی کیونکہ اس میں میرا غضب ہوتا تھا اور یہ غضب اس وقت جاگتا تھا جب کوئی خود کو عظیم تر ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ سو لوگوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"کیا مطلب ہے؟" یوشنا نے پوچھا۔

"گوکلا کی زبانی میں نے سنا کہ تو یوشنا ہے۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ مجھے حکومت کرنا پسند نہیں۔ تب اس نے کہا کہ تو عظیم تر ہے۔ سو میں نے تسلیم نہ کیا کیونکہ عظیم میں ہوں اور کسی دوسرے کا یہ دعوٰے غلط ثابت کرنا میرا فرض ہے۔ چنانچہ میں گوکلا کو لے کر یہاں آیا۔"

"اس کا کاس بن کر؟"

"ہاں!"

"ٹھیک ہے۔ تجھے اپنی عظمت ثابت کرنے کا پورا حق ہے۔ صرف ایک سوال کا جواب اور دے۔"

"ضرور پوچھو یوشنا، ضرور پوچھو۔"

"تو نے علم کہاں سے حاصل کیا ہے؟"

"کہیں سے نہیں۔"

"کیا مطلب ؟" یوشنا تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ میں تجھ سے علم کی قوت سے نہیں لڑوں گا بلکہ صرف میری جسمانی قوتیں تیرے مقابل آئیں گی۔" میں نے کہا اور میری آواز یوشنا کے لوگوں کے لیے حیرت کا باعث بن گئی۔ خود یوشنا نے تعجب سے بوڑھے ثالث کو دیکھا اور تعجب سے بولا۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے ؟"

"جو کچھ کہہ رہا ہے وہ بے حد تعجب خیز ہے۔" بوڑھے نے بھی گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا اس سے جنگ میری توہین نہیں ہے ؟ کیا یہ جاننے کے بعد بھی میں اس سے جنگ کروں کہ یہ علوم سے ناواقف ہے ؟" یوشنا نے حقارت سے کہا۔

"نوجوان کاس ! تو جو کچھ کہہ رہا ہے اسے سمجھتا بھی ہے ؟"

"اچھی طرح !" میں نے ہنس کر جواب دیا۔

"اور تو مقدس یوشنا کو اپنی جسمانی قوتوں سے زیر کرے گا ؟"

"یقیناً !"

"کیا یہ حماقت نہیں ہے ؟"

"یوشنا سے کہو کہ اپنے علم کی قوت سے مجھے بھسم کر ڈالے اگر وہ ایسا کرے گا تو بہر حال برتر و اعلیٰ رہے گا ورنہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔" میں نے بھی حقارت سے جواب دیا اور یوشنا غیظ و غضب سے سرخ ہو گیا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ شخص جھوٹ سے کام لے رہا ہو۔" بالآخر اس نے کہا۔

"لیکن یہ جنگی اصول کے خلاف ہے۔ اے شخص اگر تو صرف جسمانی قوتوں سے جنگ کرے گا تو کیا اس کا ثبوت بھی دے گا ؟ کیا تو آتشی دائرے سے نکلے گا جو طلسم شکن ہوتا ہے اور تیرے پاس سحر کی جتنی قوتیں ہیں سب جل کر راکھ ہو جائیں گی۔ سحر تو ایک امانت ہوتی ہے جس کی توہین کی جائے تو وہ ختم ہو جاتا ہے۔"

"تیری گفتگو بہت طویل ہے بوڑھے اور یہ حقیقت ہے کہ تو کتاشی کا نمک خوار ہے لیکن اس وقت تو نے ثالثی کی مقدس امانت سنبھالی ہوئی ہے اس کے ساتھ بھی انصاف کر۔ میں اس آتشی دائرے سے گزرنا چاہتا ہوں تاکہ تم لوگوں کی بکواس ختم ہو اور میں اس کا غرور توڑنے کے لیے عملی کارروائی کروں۔" میں نے ناگواری سے کہا اور بوڑھے نے گہری سانس لی۔

"تو نے ٹھیک کہا۔" اس نے جواب دیا اور پھر کچھ لوگوں کو اشارہ کیا۔ وہ اس کے قریب آ گئے تو بوڑھے نے انھیں ہدایات دیں اور وہ چلے گئے۔ تب اس نے یوشنا سے پوچھا۔

"یوشنا ! کیا تو اس کے خلاف صرف جسمانی قوت صرف کرے گا ؟"

"جسمانی بھی اور سحر کی قوت بھی۔ میں اسے ہر طرح زیر کروں گا۔ میں کوئی پابندی قبول نہیں کروں گا۔" یوشنا نے کہا۔

"کیا تم اس کے لیے تیار ہو ؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں، میں تیار ہوں۔"

تب بوڑھے نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور پھر ہم دونوں کے درمیان سے ہٹ گیا۔ یوشنا اپنے تخت کی طرف چل پڑا اور لباس وغیرہ بدلنے لگا۔ اب وہ جنگ کا لباس پہن رہا تھا اور پروفیسر، میں تو کسی لباس کا عادی ہی نہیں تھا بلکہ مجھے اس مختصر لباس کے جسے پہن کر جنگ کرنے کا صحیح لطف آتا تھا یعنی جانور کے چمڑے کا مخصوص لباس جو صرف ستر پوشی کر لیتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی اپنا لباس اتار دیا اور صدیوں کی رعونت میرے وجود پر چھا گئی۔ وہ رعونت جو ساری دنیا کو حقیر سمجھتی ہے، کوئی بھی ہو فانی ہے اور وجود بخشنے والے نے مجھے ایک نہ مٹنے والا وجود عطا کیا تھا۔ چنانچہ کسی کی کیا مجال کہ مجھے زیر کرنے کی سوچے اور اگر سوچے تو میں اس کا وجود ہمیشہ کے لیے فنا کر دوں۔

آتشی دائرہ روشن ہو گیا۔ ایک عظیم حلقہ جو کسی دھات کا بنا ہوا تھا اور اس کے کنارے آگ اگل رہے تھے۔ لانے والے اسے بڑے تقدس کے ساتھ لائے تھے اور پھر کچھ بوڑھے آدمیوں نے اس پر منتر پڑھے اور دائرے کے شعلے نیلاہٹ اختیار کر گئے۔

تب انہی میں سے ایک بوڑھے نے زور زور سے کہا۔ "دیکھنے والو۔ دائرہ طلسم شکن ہو گیا ہے۔ یوشنا کے عظیم مقابل نے کہا ہے کہ اس کے پاس کوئی علم نہیں ہے وہ صرف جسمانی قوتوں سے جنگ کرے گا، اور اس کی پرکھ کے لیے یہ دائرہ روشن کیا ہے۔ اگر وہ جھوٹ بول رہا ہے تو اپنا طلسم کھو بیٹھے گا اور اس کے بعد بھی اسے یوشنا سے جنگ کرنا ہو گی۔ سوائے شخص آ اور اپنے دعوے کا ثبوت دے۔"

میں آگے بڑھا اور دائرے میں داخل ہو گیا۔ ایک کے بجائے کئی بار میں اس دائرے میں آنے جانے لگا اور اس تیز آگ سے خوب لطف اندوز ہوا۔ دیکھنے والے مجھے متعجبانہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور یوشنا بھی کسی قدر حیران نظر آ رہا تھا۔

تب وہی بوڑھا آگے بڑھا جو ثالث تھا۔

"ٹھیک ہے نوجوان، تو صادق ہے اور اب یہاں کوئی نہیں ہے جو تیری بات پر یقین نہ کرے۔ بس لوگو دائرہ ہٹا دو۔"

اور پھر میدان صاف ہو گیا پروفیسر —— اور یہ شخص جو میرے سامنے ہتھیاروں سے لیس ہو کر آیا میرے لیے چیونٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے میرے تیشے کی ضرب نہ دیکھی تھی اور پھر جب میرا پسندیدہ ہتھیار مجھے مل جائے تو پھر میری جولانی کا کیا ٹھکانہ۔

ہتھیاروں کے انتخاب کا حق مجھے دیا گیا تھا ورنہ جانے اتنا بھاری تیشہ انھوں نے کیوں بنایا تھا۔ میں نے ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر اسے اٹھا لیا اور اسے تولنے لگا۔ میری آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔

تیشہ کافی بھاری اور میری پسند کے مطابق تھا۔
دیکھنے والی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک بڑھتی جا رہی تھی۔ بالآخر میدان صاف ہو گیا اور اب ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ میرے مقابل نے بھی تیشہ ہی پسند کیا تھا لیکن اس کا تیشہ ہلکا تھا اور وہ اسے نہایت پھرتی سے ہلا سکتا تھا جبکہ اس کے خیال کے مطابق میں بھاری تیشے کو زیادہ پھرتی سے حرکت نہیں دے سکتا تھا۔
مقابلہ شروع ہو گیا۔ یوشنا بے حد چالاک و چست معلوم ہوتا تھا۔ تیشہ [illegible] اس نے کئی بار مجھے جھکائی دی لیکن مجھے بدکنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر تیشہ میرے بدن پر آ بھی پڑتا تو کون سا مجھے نقصان پہنچاتا اس لیے میں نے اسے کسی ناتجربہ کار بچے کی طرح نظر انداز کیا اور یوشنا نے میری اس لاپرواہی سے فائدہ اٹھانے کے لیے حملہ کر دیا۔
لیکن اس بار میں نے تیشہ سامنے کر لیا تھا۔ پوری قوت سے چلایا ہوا تیشہ میرے بھاری تیشے پر پڑا اور یوشنا کے ہاتھ سے اچھل گیا۔ یوشنا کا ہاتھ جھنجھنا گیا تھا۔ وہ میرے وار سے بچنے کے لیے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا تیشہ میرے قدموں میں پڑا تھا لیکن میں اپنی شان کے خلاف نہیں کر سکتا تھا۔ کسی کو نہتا سمجھ کر میں حملہ کیوں کرتا۔
میں نے پاؤں کے انگوٹھے سے اس کے تیشے کو اس کی جانب اچھال دیا اور بڑی حقارت تھی میرے اس انداز میں۔ یوشنا نے تیشہ لپک لیا تھا لیکن وہ میرے اس حقارت آمیز رویے سے جھلا گیا تھا۔ وہ پھرتی سے آگے بڑھا اور تابڑتوڑ کئی حملے مجھ پر کیے لیکن اس بار میں نے صرف جسمانی پھرتی دکھائی تھی۔ اس کے وار شائیں کی آوازوں کے ساتھ میرے ادھر ادھر سے گزرنے لگے اور پھر میں نے پہلا وار کیا اور یہ بڑا کاری وار تھا۔
یوشنا کا تیشے والا ہاتھ بازو کے قریب سے کٹ گیا اور یوشنا کے حلق سے طویل کراہ نکل گئی۔ اس کا ہاتھ اور تیشہ نیچے گر پڑا تھا۔ یوشنا نے دوسرا ہاتھ کٹے ہوئے بازو کے ابلتے خون پر رکھ لیا اور دانت پیس کر زور سے ایک آواز نکالی۔ دوسرے لمحے اس کا کٹا ہوا ہاتھ زمین سے بلند ہوا، تیشہ اسی طرح اس میں دبا ہوا تھا اور پھر یہ بازو مجھ پر حملے کرنے لگا۔ میں نے دانت پیس کر ان حملوں کو روکا اور پھر میں نے بھی دو تین بار تیشہ گھمایا اور بازو کے کئی ٹکڑے کر دیے۔ پھر میں برق رفتاری سے یوشنا کی طرف لپکا اور میں نے اس پر وار کیا لیکن دوسرے لمحے یوشنا کا بدن دھواں بن گیا اور میرا تیشہ اس سے گزر گیا لیکن یوشنا میرے عقب میں نمودار ہوا تھا اور اس بار اس کے دونوں ہاتھ سلامت تھے اور وہ ہنس رہا تھا۔
"میرے ہزار وجود ہیں نوجوان تجھے ایک ہزار بار مجھے قتل کرنا ہوگا۔ بلاشبہ تو نے میرا ایک وجود فنا کر دیا۔ دیکھ وہ پڑا ہوا ہے میرا مردہ وجود لیکن کب تک، تو کتنوں کو قتل کرے گا۔ آ کوشش کر۔ میں کئی بار تیرے ہاتھوں مرنے کو تیار ہوں۔"
میں نے تھوڑے فاصلے پر پڑی یوشنا کی لاش کو دیکھا لیکن یوشنا میرے نزدیک بھی کھڑا تھا۔ اب میں جھلا گیا تھا۔ میں نے وار کیا اور یوشنا کی گردن اڑ گئی لیکن فوراً ہی تیسرے یوشنا نے وہ گردن لپک لی۔ وہ اب بھی مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ پھیلایا اور درجن بھر یوشنا میرے مقابل آ گئے۔ میرا کام تیز ہو گیا۔ ایسے شخص کو اب رعایت دینا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ میرا تیشہ جس رفتار سے کام کر رہا تھا وہ دوسروں کے لیے سخت حیران کن تھی۔
ذرا سی دیر میں میں نے ان کا صفایا کر دیا۔ میدان میں یوشنا کی تقریباً پندرہ لاشیں پڑی تھیں اور یوشنا اپنے لیے ہتھیار منتخب کر رہا تھا اس بار اس نے کافی لمبی تلوار اٹھائی تھی۔ پتلی اور لمبی تلوار کیونکہ تیشے سے وہ ایک بار بھی میرے جسم کو نہیں چھو سکا تھا۔
ایک بار پھر وہ مسکراتا ہوا میرے سامنے آ گیا۔
"یوشنا! اگر تیرے دس ہزار وجود ہوں تب بھی میں ان میں سے ایک بھی نہیں چھوڑوں گا۔ بس تو میدان چھوڑ کر مت بھاگنا۔"
"نہیں میرے شیر۔ اگر بھاگنا چاہوں تب بھی بھاگ نہیں سکتا۔ فیصلہ لازمی ہے۔ دونوں میں سے ایک کو فنا ہونا پڑے گا۔"
"تب ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم دونوں کے درمیان ایک خوفناک جنگ ہونے لگی۔ یوشنا بڑی بے جگری سے لڑ رہا تھا۔
لیکن میں بھی اس وقت شدید محنت کر رہا تھا میں اس پر یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ ہتھیار میرے بدن پر بے اثر ہیں اور پھر میں نے مزید دس بار اسے قتل کیا۔ ایک مرتا تھا تو دوسرا عقب سے آ جاتا تھا پھر وہ ایک دم بکھر گیا اس بار بے شمار روپ آ گئے تھے اور میں ان میں گھس کر انھیں فنا کرنے لگا۔ یوشنا کی ایک نہیں چل رہی تھی اور میدان میں اس کی لاشوں کے انبار لگے جا رہے تھے۔
دیکھنے والے ساکت تھے۔ گوکلا کا چہرہ عجیب ہو رہا تھا اور اب یوشنا کی ہنسی بھی گم ہوتی جا رہی تھی۔ اب وہ سنجیدہ تھا۔ پھر وہ تشویش زدہ نظر آنے لگا۔ پھر اتنی لاشیں میدان میں بچھ گئیں کہ میدان بھرنے لگا۔ میرے بدن پر ابھی ایک نشان بھی نہیں لگا تھا۔
تب اچانک یوشنا رک گیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر بوڑھے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا "میں اب نہیں لڑنا چاہتا۔"
چاروں طرف ہنگامہ ہو گیا تھا۔ "یوشنا نے ہار مان لی! یوشنا کو شکست ہو گئی! یوشنا کو شکست ہو گئی!" لوگ بری طرح چیخ رہے تھے۔
"خاموش ہو جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ۔" بوڑھا چیخا۔
"کاس گوکلا۔ مقدس گوکلا۔ ہماری یوشنا گوکلا ہے۔" لوگ بری طرح شور مچا رہے تھے۔
"خاموش ہو جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ۔ سنو تو، خاموش ہو جاؤ۔"
"ہم اب تمھاری بات نہیں مانیں گے۔ ہم اب تمھاری بات

نہیں مانیں گے۔" لوگ بدستور چیخے جا رہے تھے۔

تب بوڑھا گوکلا کے پاس پہنچا۔ "تم انھیں حکم دو کہ وہ خاموش ہو جائیں۔" اس نے گوکلا سے استدعا کی لیکن گوکلا کے حواس خود غائب تھے۔

بمشکل تمام وہ کھڑی ہوئی۔ "خاموش ہو جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور لوگ خاموش ہو گئے۔ تب بوڑھے نے کہا۔

"وطن کے لوگو! سنو، شور مچانے سے کیا حاصل، جو کچھ ہوا ہے، وہ سب کے سامنے ہے۔ کناشی جو اب سے کچھ دیر قبل ہمارا یوشنا تھا، ہمارے آباؤ اجداد کی مقدس رسم کے مطابق شکست کھا چکا ہے اور یہ شکست اس نے خود اپنے منہ سے قبول کی ہے۔ تم نے دیکھا کہ گوکلا، کاس گوکلا عظیم گوکلا اپنے جس کاس کے ساتھ آئی تھی، اس نے سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ وہ کسی جادو کے زیر اثر نہیں ہے۔ وہ جادوئی قوتوں سے نہیں بلکہ جسمانی قوتوں سے جنگ کرے گا اور اس کے لیے وہ مقدس دائرہ جو ہمارے آباؤ اجداد کے دور سے ہر قسم کے جادو سلب کرنے کی قوت رکھتا آیا ہے، اس نے یہ ثابت کیا کہ گوکلا کا کاس کسی جادوئی قوت کے زیر اثر نہیں ہے اور اس کاس نے اس دائرے سے نکل کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ درست ہے۔ بلاشبہ اس نے اپنی جسمانی قوتوں سے یوشنا کے بیشمار ہم شکلوں سے، اس کی ہزاروں قوتوں سے جنگ کی اور لوگو تم جانتے ہو کہ یہ جنگ ناقابل یقین تھی۔

کسی جسمانی قوت سے ایسی جنگ نہ دیکھی گئی نہ سنی گئی۔ بہرحال کاس گوکلا جس مقصد کو لے کر یہاں آئی تھی وہ پورا ہو گیا ہے اور انھوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ طاقت ان کے زیر اثر ہے۔ سو ہم اپنے آباؤ اجداد کے ان اصولوں کو نہیں بھولیں گے۔ میرا مقصد کاس گوکلا سے ہے جنگ جیت جانے کے بعد وہ ہماری حکمراں ہے۔ اس پورے علاقے کی حکمراں ہے اور اس بات کو تسلیم کر لینے میں کسی کو عار نہیں ہے کہ کاس گوکلا سب سے زیادہ طاقت ور ہیں، سب سے زیادہ باعلم ہیں۔"

"ہم تسلیم کرتے ہیں محترم متیا۔" ہجوم کی آواز سنائی دی لیکن بوڑھے نے انھیں خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور ہجوم پر پھر سناٹا چھا گیا۔

"یہ کاس انھوں نے جہاں سے بھی حاصل کیا، جس طرح انھوں نے اسے اپنی مدد پر آمادہ کیا، یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے اور یہ تمام کام ہمارے اصولوں سے ہٹ کر نہیں ہے اس لیے گوکلا کو کاس تسلیم کر لینے میں ہم میں سے کسی کو بھی عار نہیں ہے۔ رہی کناشی کی بات، جو کبھی یوشنا تھا تو اب اس کی کوئی حیثیت نہیں رہ گئی ہے۔ ہاں وہ شخص جس نے اسے زیر کیا ہے اس کی زندگی کا مالک ہے اور کناشی اس کا غلام۔ کناشی اگر اس کے احکامات سے سرتابی کرے گا تو رسم کے مطابق ہم اس کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔

چنانچہ اب کہنا یہ ہے کہ جس طریقے سے ہمارے یہاں یہ رسومات چلی آ رہی ہیں، اسی طریقے سے انھیں انجام دیا جائے۔ ہم کناشی کے ہاتھ باندھ کر اسے نئے کاس کے سامنے پیش کر دیں گے اور نیا کاس مکمل طور سے اس کا مالک ہو گا۔ چنانچہ میں اعلان کرتا ہوں کیونکہ مجھے اس کا حق بخشا گیا ہے کہ اب ہماری کاس گوکلا ہے۔"

ایک بار پھر شور سے کان پڑی آوازیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ لوگ بے پناہ چیخ رہے تھے، چلا رہے تھے اور گوکلا کے نام کے نعرے لگا رہے تھے۔

اور یہ تو ہوتا ہی چلا آ رہا تھا پروفیسر، کوئی نئی بات تو تھی نہیں اور میں جانتا تھا کہ اس کے بعد بھی یہی ہنگامے ہوں گے۔ چنانچہ میں خاموشی سے ایک طرف ہٹ گیا۔

پھر جب کناشی کے ہاتھوں میں رسی باندھ کر اس کا سرا میرے ہاتھ میں دیا گیا تو میں نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا۔

کناشی نے گردن جھکا لی تھی۔

دوسرے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ گوکلا کو بے شمار افراد نے گھیر لیا تھا، گویا اب وہ مجھ سے کچھ دور ہٹ گئی تھی تب میں نے کناشی کے قریب پہنچ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھا اور مسکرا دیا۔

کناشی نے نگاہیں اٹھا کر میری جانب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں خجالت تھی۔ تب میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں سے رسی کھول دی اور نرم لہجے میں کہا۔

"فتح و شکست میدان جنگ کا زیور ہے میرے دوست، یہاں پر ہمیں انہی دونوں چیزوں میں سے کچھ ملتا ہے۔ تمہارے لوگوں کی رسم کے مطابق تمھیں میری غلامی میں دے دیا گیا ہے لیکن میں تمھیں ایک باوقار شخصیت سمجھتا ہوں، ایک ایسا حکمراں، جس نے اپنی قوت سے حکومت حاصل کی تھی اور حکمراں غلط فیصلے نہیں کرتے۔ آج تک ہم دونوں ایک دوسرے کے مخالف تھے لیکن آج تم میری پناہ میں ہو اور جو لوگ میری پناہ میں ہوتے ہیں، میں ان کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہوں کہ کبھی ان کی دل آزاری نہ ہو۔ سو اس سلسلے میں اس رسی کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میری محبت کی دوڑ میں بندھ کر میرے ساتھ آؤ اور تعاون کرو۔"

کناشی نے تعجب سے میری شکل دیکھی۔ غالباً اسے ان الفاظ کی توقع نہیں تھی۔ اس نے یہی سوچا ہو گا کہ فاتح مفتوحوں کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں وہ قطعی انسانیت سوز ہوتا ہے۔ وہ ان کے لیے نرم لہجہ نہیں رکھتے۔ میرے نرم لہجے نے اسے حیران کر دیا تھا۔

تب میں نے اسے اشارہ کیا اور کناشی میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ اس وقت گوکلا تک پہنچنا ممکن نہیں تھا کیونکہ اس کے مداح، اس کے عوام اسے گھیرے ہوئے تھے اور اسے کسی قیمت پر چھوڑنے کو آمادہ نہیں تھے۔ وہ کشاں کشاں گوکلا کو یوشنا کے محل کی طرف لیے جا رہے تھے، جہاں اب گوکلا کی حکمرانی تھی۔ پھر گوکلا نے ہی ان لوگوں سے کچھ کہا اور بہت سے لوگ میری تلاش میں چل پڑے۔

مجھے پانا تو کوئی مشکل کام نہیں تھا کیونکہ میں ان سب میں نمایاں تھا۔ چنانچہ بوڑھا ستیا اور اس کے بہت سے ساتھی میرے نزدیک پہنچ گئے۔ انھوں نے مجھے بھی اسی طرح دائرے میں لے لیا تھا جیسے انھوں نے گوکلا کو لیا تھا۔ کناشی میرے ساتھ تھا۔

انھوں نے تعجب سے کناشی کے کھُلے ہوئے ہاتھ دیکھے، بوڑھے کے ہونٹوں پر [illegible] پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"جو [illegible] فاتح ہوتے ہیں اندر سے بڑے عجیب ہوتے ہیں۔"

بوڑھے نے کہا اور میں مسکرا دیا۔

میں نے س کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں بھی گوکلا کے نزدیک موجود تھا۔

گوکلا کے چہرے پر اس وقت بھی عجیب سے تاثرات تھے وہ مسرور بھی نظر آرہی تھی اور غمزدہ بھی۔ اس نے پہلے مجھے دیکھا پھر کناشی کی طرف اور نہ جانے کیوں وہ کھوسی گئی لیکن چند لمحات کے بعد ہی اسے جیسے ہوش آگیا اور اس نے بوڑھے سے کہا۔

"ہم محل کی جانب جانا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں سے کہو کہ آرام کے بعد ان سے دوبارہ ملاقات کی جائے گی۔"

بوڑھے نے گوکلا کے الفاظ دُہرا دیئے اور لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

تب ہمیں محل کی جانب لے جایا گیا۔ اس بار محل میں ہمارا داخلہ بہت ہی اعلیٰ طریقے سے تھا۔ گو اس سے قبل بھی ہمارے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہیں کیا گیا تھا لیکن اس وقت ہم مالک کی حیثیت سے اندر داخل ہوئے تھے۔

گوکلا نے بالکل تنہائی طلب کر لی تھی۔ ہاں اس نے صرف مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس کے ساتھ آؤں۔

چنانچہ محل کے ایک بہت بڑے کمرے میں گوکلا مجھے لیکر پہنچ گئی۔ باقی لوگ باہر ہی ٹھہر گئے تھے۔ کناشی کو ان کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

تب گوکلا نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور میری جانب دیکھنے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور پھر اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور میرے نزدیک آکر مجھ سے لپٹ گئی۔

"اس کے باوجود تو مجھے کہتا ہے کہ میں تجھ سے پیار نہ کروں۔"

اس نے کہا لیکن میرے جذبات نے اس کی کوئی پذیرائی نہیں کی تھی۔ میرے ہاتھوں نے اس کے گرد کوئی حلقہ نہیں بنایا۔ وہ کافی دیر تک اس بات کی منتظر رہی کہ میں بھی اسے محبت سے سینے سے چمٹا لوں۔ اس فتح کی خوشی میں، میں اسے قبول کر لوں یا اس بات کا اعلان کر دوں کہ میں بھی اسے چاہتا ہوں لیکن یہ سب جذبات کی باتیں تھیں پروفیسر اور میں اتنا احمق یا جذباتی نہیں تھا۔ چنانچہ میں [illegible] البتہ میں نے گوکلا کو خود سے جُدا کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں اس کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ پھر اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی اور میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

آنے والا ستیا ہی تھا۔ اس نے ادب سے گردن جھکائی اور بولا۔

"امورِ سلطنت کے سارے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ وہ نئی حکمراں کے احکامات سُننا چاہتے ہیں، میں انھیں کیا جواب دوں؟"

"صرف ایک۔" گوکلا نے غضب ناک لہجے میں کہا۔ "اور وہ یہ کہ جب تک میں ان میں سے کسی کو طلب نہ کروں کوئی مجھ تک آنے کی کوشش نہ کرے۔"

"جو حکم!" بوڑھے نے جواب دیا اور واپس چلا گیا۔ گوکلا اب بھی عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "کاس! میں تیرے لیے الجھن بن گئی ہوں نا؟"

"نہیں گوکلا۔ البتہ مجھے تجھ پر حیرت ہے۔"

"کیوں؟"

"تو نے کناشی کی محبت کے کتنے افسانے سنائے تھے مجھے۔"

"ہاں لیکن کاس تم عورت کو نہیں سمجھو گے۔" گوکلا غمزدہ سانس لیکر بولی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا کہنا چاہتی ہے تو؟"

"تم سمجھو گے کہ تم فاتح ہو اس لیے میں تم سے الفت کا اظہار کر رہی ہوں۔"

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے اس لیے کہ بہرحال میں نے تیرے لیے ہی یہ سب کچھ کیا ہے اور اس بات کو تو اچھی طرح جانتی ہے کہ میں حکومت کا خواہش مند نہیں ہوں۔"

"ہاں یہ دُرست ہے۔"

"ایسی صورت میں، میں یہ بات نہیں سوچ سکتا۔"

"بہرحال میں تجھے مجبور نہیں کروں گی۔ البتہ مجھے بتاؤ اب کیا کرو گے؟"

"تم سے ایک اجازت طلب کروں گا گوکلا۔ چونکہ اب تم اس پورے علاقے کی حکمراں ہو اس لیے مجھے یہ اجازت دو کہ میں تمھارے اس علاقے میں کہیں بھی چلا جاؤں میرے اوپر پابندی عائد نہ ہوگی۔"

"ایسے الفاظ کہہ کر مجھے شرمندہ مت کرو۔ میں تمھاری منّت کرتی ہوں۔"

"اوہ! میرا یہ مقصد نہیں تھا۔"

"میرے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟"

"تھوڑی دیر کے بعد بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا اور پھر گوکلا کے پاس سے چلا آیا۔ حالانکہ پروفیسر وہ عورت تھی۔ جس قدر طاقت ور تھی، مجھے اس کے بارے میں علم ہو گیا تھا۔ اس کے جادو سے تو میں قطعی متاثر نہیں تھا لیکن بہرحال عورت کی دلکشی بذاتِ خود بہت بڑا جادو ہوتی ہے اور یہ جادو میرے اوپر چل سکتا تھا کیونکہ طویل عرصہ گزر چکا تھا عورت کی قربت حاصل کیے لیکن نہ جانے کیوں اس عورت سے کدورت تھی مجھے،

میں کسی قیمت پر اس کا قرب نہیں چاہتا تھا۔
تب میں کناشی کے پاس پہنچ گیا، جو بے چارہ اب ایک قیدی بن گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"کاس۔ عظیم کاس!" اس نے کہا۔
"کناشی!" میں نے سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا۔ "میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"
"تو مجھ سے اجازت کیوں لے رہے ہو، تم میرے مالک ہو۔" اس نے کہا۔
"میدان جنگ میں ہم دشمن تھے لیکن چونکہ اب دشمنی ختم ہو گئی ہے اس لیے ہم دونوں عام انسان ہیں۔ تمھاری دنیا کی رسم کے مطابق میں تمھارا مالک ہوں لیکن میں نے اس بات کو دل سے تسلیم نہیں کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا مطلب ہے؟"
"میں تمھارا آقا نہیں ہوں۔"
"تو کیا تم نے مجھے آزاد کر دیا؟"
"اسی وقت، جب میں نے تمھاری رسیاں کھولی تھیں۔"
"بے شک تو عظیم ہے۔ اگر مجھے تیری عظمت کا اندازہ ہوتا تو میں کبھی تجھ سے جنگ نہ کرتا۔ طاقت کے نشے سے چور مست ہاتھی ہمیشہ منہ کے بل گرتے ہیں لیکن جو طاقت ور ہونے کے علاوہ متحمل مزاج بھی ہوتے ہیں، وہ ناقابل تسخیر ہوتے ہیں۔ یہ میرا علم ہے لیکن اس کے باوجود میں تیرا پرستار ہوں۔ بتا کیا حکم ہے میرے لیے؟"
"کناشی! کیا یہ حقیقت ہے کہ گوکلا تجھ سے محبت کرتی تھی؟"
"طاقت کا سحر عجیب ہوتا ہے کاس۔ طاقت ور بننے سے قبل ہم دونوں ایک دوسرے کے دیوانے تھے لیکن پھر میں نے سوچا کہ میں ناقابل تسخیر ہوں اور گوکلا ـــــ وہ صرف ایک خوبصورت لڑکی ہے! اپنی عورت کے بارے میں، میں نے سوچا کہ اسے بھی میری مانند عظیم ہونا چاہیے اور وہ میرے ذہن سے نکل گئی لیکن آج شکست سے دوچار ہونے کے بعد جیسے سارے طلسم ٹوٹ گئے ہیں۔"
"کیا محسوس کر رہے ہو؟" میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھا۔
"یہی جیسے ایک طویل سفر کے بعد واپس آیا ہوں۔"
"گوکلا کے لیے اب تمھارے دل میں کیا مقام ہے؟"
"صرف احساس شرمندگی۔ میں اس کے سامنے نہیں جا سکتا۔"
"اور اگر وہ تمھیں قبول کر لے؟"
"ناممکن ہے۔"
"میں اسے ممکن بنانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔
"میں نہیں سمجھا؟"
"میں تمھیں اپنی غلامی سے آزاد کر چکا ہوں اس لیے اب تمھیں حکم نہیں دے سکتا لیکن ایک دوست کی حیثیت سے ایک خواہش کا اظہار ضرور کرنا چاہتا ہوں۔"
"سر آنکھوں پر کاس!"
"تم گوکلا کو واپس لاؤ گے، کوشش کرو گے کہ اس کے دل پر لگی نفرت کی مہر ٹوٹ جائے اور پھر تم اس سے شادی کر لینا۔ میری صرف یہی خواہش ہے۔"
کناشی کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئی تھیں۔ وہ متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے بڑی خجالت سے کہا۔
"مجھے صرف ایک بات بتا دو کاس۔"
"ہاں، ضرور پوچھو۔"
"کیا تم بھی اسے چاہتے ہو؟"
"قطعی نہیں۔"
"پھر تم نے اس کے لیے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ ایسا تو کوئی نہیں کرتا۔ کسی نے آج تک کسی دوسرے کی ایسی بھرپور مدد نہ کی ہوگی۔"
"ممکن ہے لیکن میں اسی فطرت کا مالک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ کناشی پریشان ہو گیا تھا۔
"کیا سوچے گی وہ میرے بارے میں ــ کیا سوچے گی وہ ـ یہی خیال کرے گی کہ شکست کھانے کے بعد میں زندگی بچانے کے لیے اس سے محبت کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ وہ مجھے ٹھکرا دے گی کاس۔ مجھے کبھی قبول نہیں کرے گی۔"
"تمھیں یہ کوشش کرنا ہوگی کناشی۔"
"ٹھیک ہے۔ میں تمھارے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا۔" اس نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔
اور پھر ان دونوں کی گفتگو میں نے بھی سنی پروفیسر۔ گوکلا نے کناشی کو بہت ذلیل کیا۔ اس نے وہی سب کچھ کہا جو کناشی نے مجھ سے کہا تھا لیکن چونکہ وہ میری طرف سے مایوس ہو چکی تھی، اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اس کی محبت قبول نہیں کروں گا اس لیے بالآخر وہ مان گئی اور پھر آنسوؤں بھری شکایات کے بعد گوکلا نے اسے سینے سے لگا لیا۔
میرا کام ختم ہو چکا تھا اور اب مجھے کیا پڑی تھی کہ اخلاقی قدروں کی پابندی کرتا، چنانچہ یہ ضروری تو نہیں تھا کہ میں ان لوگوں کو اپنی روانگی کے بارے میں بتاتا۔ وہ اس بات پر ضد کرتے کہ میں ابھی یہاں رکوں، میری خوشامدیں کرتے اور میں مجبور ہو جاتا۔ یہ ساری باتیں میرے لیے ناقابل قبول تھیں۔ میں اس بستی میں گو بہت سی باتوں سے متاثر ہوا تھا لیکن سب سے زیادہ مجھے جس ہستی سے دلچسپی تھی وہ سلانوس تھا۔
سلانوس نے مجھے جو کچھ دکھایا اور بتایا تھا، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس جیسا شخص مجھے صدیوں میں نہیں ملا ہے۔ یہ سلانوس ہی تھا

جس نے اپنے ہشت پہلو دانش کدے میں میرا ماضی تلاش کر لیا تھا ورنہ اس سے قبل بے شمار لوگوں نے کوشش کی تھی لیکن وہ میرے بارے میں کچھ نہ جان سکے تھے۔

بہرحال سلانوس سے جو کچھ بھی طے ہوا تھا میں اسی کے مطابق کام کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ اس شام میں نے ایک گھوڑا طلب کیا اور گھومنے کے انداز میں باہر نکل آیا۔ اس سے قبل بھی میں گھومنے کے لیے چلا جایا کرتا تھا اور گوکلا کو اس بات پر کوئی تشویش نہیں ہوا کرتی تھی۔

ویسے گوکلا اور کناشی اب ایک دوسرے میں گم ہو گئے تھے شہر والوں کی کیا کیفیت تھی، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے اپنا گھوڑا شہر سے باہر جانے والے راستے پر ڈال دیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس راستے پر تھا جہاں سے گزر کر میں یوشنا کے شہر میں داخل ہوا تھا۔ میرا گھوڑا برق رفتاری سے جا رہا تھا۔ چند ساعت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میرے پیچھے کسی اور گھوڑے کے قدموں کی آہٹ بھی ہے۔

میں نے گھوم کر دیکھا تو بابا سلانوس میرے پیچھے سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار چلا آ رہا تھا۔ اس کی داڑھی اڑ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں اور یہی عمل میں نے بھی کیا۔ سلانوس چند ساعت کے بعد مسکراتے ہوئے بولا۔

”کہاں جا رہے تھے پورنا؟“

”تمھارے پاس۔“ میں نے جواب دیا۔

”مگر میں تو خود تمھارے پاس موجود تھا۔“ سلانوس نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم تھا سلانوس، البتہ تمھارے اس طرح مل جانے سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔“

”ہاں پورنا! میں تم سے بالکل دور نہیں تھا، بہت نزدیک تھا، اور تم نے جو کچھ کیا، اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔“

”اوہ! گویا تم وہاں اس میدان جنگ میں بھی موجود تھے؟“

”ہاں۔ میں نے ایک ایک لمحہ تمھیں دیکھا ہے۔ میں نے تمھیں کہاں چھوڑا ہے۔ دراصل پورنا میں تمھاری طاقت کے بارے میں مکمل طور سے جاننا چاہتا تھا اور اس کے علاوہ میں کچھ غلط فہمیوں کا بھی شکار تھا، جن کی اب میں نے تصحیح کر لی ہے۔“

”کیسی غلط فہمیاں سلانوس؟“

”میں یہی سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے کہیں کسی جگہ تو یوشنا کی طاقت سے مار نہ کھا جائے۔ حالانکہ تو نے دیکھا ہوگا پورنا کہ یوشنا بلاشبہ جسمانی قوتوں میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ میری مراد کناشی سے ہے چونکہ یوشنا اب گوکلا ہے کناشی جسمانی طور پر بھی بہت طاقت ور تھا لیکن پہلے چند حملوں ہی میں اسے احساس ہو گیا کہ اس کے مقابل جو شخص ہے، وہ اس سے کئی گنا زیادہ طاقت ور ہے۔ تب اس نے فوراً اپنے علم کا سہارا لیا اور اگر وہ اپنے علم کا سہارا نہ لیتا تو میرا خیال ہے پہلی چند ساعتیں ہی اس کے غرور کا خاتمہ کرنے کے لیے کافی ہوتیں لیکن وہ جس طرح تم سے لڑا، اس کا تمھیں اندازہ ہوگا۔ اس نے اپنی ساری قوت مکمل طور پر جنگ میں جھونک دی تھی۔ اس نے اپنی جسمانی اور علمی دونوں قوتوں کو تم پر آزمایا لیکن مجھے خوشی ہے کہ وہ تم پر فتح نہ پا سکا۔“

”ہاں اور میرے لیے یہ تجربہ بڑا دلکش تھا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بلاشبہ، بلاشبہ اس نے بہت سی قوتیں حاصل کر لی ہیں اور میں اس کا معترف بھی ہوں۔“

”لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی سلانوس۔“ میں نے کہا۔

”کون سی بات؟“

”اس نے کہا تھا کہ میں ہزار وجود رکھتا ہوں لیکن میں نے جتنے لوگوں کو قتل کیا میرا خیال ہے وہ ہزار تو نہ تھے۔“

”بالکل صحیح ہے۔ دراصل اس میں یوشنا کی ایک سوچ شامل تھی۔“

”کیا؟ میں نہیں سمجھا۔“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”آؤ سفر شروع کرتے ہیں۔ گھوڑوں کو آگے بڑھاؤ۔ ظاہر ہے ہمیں راستے میں گفتگو ہی کرنی ہے۔“ سلانوس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب ہمارے گھوڑے سست روی سے آگے بڑھنے لگے۔ سلانوس میرے گھوڑے کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ تب اس نے میری جانب دیکھا اور بولا۔

”دراصل یوشنا نے اپنی تھوڑی سی قوت بچا کر رکھنا چاہی، وہ آخر دم تک کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا تھا۔“

”اوہ! لیکن اس سے اس کا مقصد واضح نہیں ہوا؟“

”ہاں یہ درست ہے، مقصد اس وقت واضح ہوتا جب وہ کچھ کر لیتا لیکن وہ کچھ نہ کر سکا تھا اور جب اس نے محسوس کر لیا کہ وہ ہار رہا ہے تو اس نے اپنے ہزار وجود میں سے صرف چند کو سامنے کیا۔ جتنے اس کے روپ تم نے قتل کیے اس کے بعد اسے شکست تسلیم کر لینی چاہیے تھی لیکن اس کے ذہن میں ایک اور بات تھی کہ اگر اس کی جان بچ جائے تو اپنے چند وجود بچا کر رکھے جائے تاکہ انھیں استعمال کر سکے۔“

”اوہ! تو گویا اس کی نیت صاف نہ تھی؟“

”ہاں بلاشبہ۔ تم کیا سمجھتے ہو کیا وہ تمھاری غلامی پسند کرتا، ہرگز نہیں۔ میرا خیال ہے وہ اس وقت تک تم سے محبت سے پیش آتا جب تک کہ وہ تم سے خوف محسوس کر سکتا اور اس کے بعد وہاں سے فرار ہو جاتا تاکہ بچا کھچا علم اس کے کام آ جاتا۔“

”خوب! بہرحال مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی میں یوشنا کو غلام بنانا چاہتا تھا۔ یقین مانو سلانوس کہ اس علاقے میں آ کر میں نے بے شمار حیرت انگیز چیزیں دیکھی ہیں، بے شمار چیزوں نے مجھے

تاثر کیا اس میں اس علاقے کا حسن اور گوکلا بھی شامل تھی۔ یقین کرو اگر گوکلا کناشی سے محبت نہ کرتی تو میں اسے اپنی عورت بنانا پسند کرتا لیکن میں کسی ایسی لڑکی کو اپنی عورت بنانا پسند نہیں کرتا جو مجھ سے پہلے کسی دوسرے کا دم بھرتی ہو اور اس کی محبت سے مایوس ہو کر میرے پاس آئی ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ مکمل طور پر مجھے ہی چاہتی ہو خواہ اس کی کیفیت کچھ بھی ہوتی۔

لیکن یہاں جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ تم ہو سلانوس اور میں نے اس لمحے کو بہتر سمجھا ہے ان دوسرے لمحات سے جس میں تمہارا ساتھ نصیب ہو۔ میں تم سے بہت کچھ سیکھنا چاہتا ہوں۔ تمہاری تخلیق حیرت انگیز ہے۔"

"تمہاری مراد میرے دانش کدے سے ہے؟" سلانوس نے پوچھا۔

"نہ صرف دانش کدہ بلکہ وہ ساری چیزیں جو تم نے اپنے برفانی غاروں میں چھپا رکھی ہیں۔"

"ہاں وہ میرا علم ہے اور میں نے اپنے اس علم سے تمہارے بارے میں اور بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے۔"

"خوب، خوب! مجھے یقین ہے کہ جو کچھ تم نے معلوم کیا ہے، وہ غلط نہ ہوگا۔ یہ اعتماد میں نے صدیوں میں بہت کم لوگوں پر کیا ہے۔"

"میں اس کے لیے تمہارا شکر گزار ہوں۔" سلانوس نے جواب دیا۔

"لیکن بتاؤ تو سہی سلانوس آخر تم نے میرے بارے میں مزید کیا معلوم کیا؟" سلانوس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس کے بعد کافی دیر تک خاموشی رہی۔ میں اس کے بولنے کا منتظر تھا لیکن جب میں نے محسوس کیا کہ وہ کسی خیال میں ڈوبا ہوا ہے تو میں بھی خاموش ہو گیا۔

طویل مسافت طے کرنے کے بعد بالآخر ہم برف کے اس عظیم تہہ خانے میں پہنچ گئے جہاں سلانوس کی دنیا پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں پہنچ کر سلانوس نے مجھ سے کہا۔

"اس دوران جب تم گوکلا کو اس کے مقصد کی تکمیل میں مدد دے رہے تھے، میں یہاں تمہارے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھا۔"

"اوہ! لیکن تم نے تو کہا تھا سلانوس کہ تم مجھ سے زیادہ دور نہیں تھے؟"

"ٹھیک ہے لیکن تم نے ایک بات نہیں سوچی۔"

"کیا؟"

"جب کناشی کا علم اسے ہزار روپ بخش سکتا ہے تو سلانوس نے بھی علوم کے حصول میں طویل وقت ضائع کیا ہے۔"

"اوہ، واقعی تم نے درست کہا۔"

"آؤ پہلے میں تمہیں تمہاری قیام گاہ دکھا دوں۔ غاروں کے اس عظیم سلسلے میں بظاہر ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ کیا تم یہاں اکتاہٹ محسوس کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تو صدیوں کے بیٹے، تم مجھے اپنے صدیوں کے تجربات سے روشناس کراؤ گے اور میں تمہیں علم کے کرشمے دکھاؤں گا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں چل پڑے۔

ایک انتہائی پُرسکون اور آرام دہ جگہ اس نے میرے قیام کے لیے منتخب کی تھی۔ میں نے اس سے مکمل طور پر اتفاق کیا اور اس جگہ کو اپنی رہائش گاہ کے طور پر قبول کر لیا۔ بوڑھے سلانوس نے میرے آرام کی تمام چیزیں مہیا کر دی تھیں۔ پھر اس نے کہا۔

"اس کے باوجود تم یہاں محدود نہیں ہو، میں تمہیں ایک ایسے فن سے روشناس کراؤں گا جو تمہاری روح تک خوش کر دے گا اور تم تنہائی سے نہیں اکتاؤ گے۔"

"کیا مطلب؟"

"بتاؤں گا، بتاؤں گا۔" بوڑھے سلانوس نے پُراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے گردن ہلائی، پھر بولا۔ "بہرحال تم نے بھی ایک طویل سفر کیا ہے، ایک طویل جدوجہد کی ہے۔ تم تھک گئے ہو گے۔ میں بھی تھک گیا ہوں اس لیے کچھ دیر ہم آرام کریں گے۔"

"مناسب۔" میں نے جواب دیا۔

"تو مجھے اجازت؟" اس نے اٹھتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ بوڑھا چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد میں اس آرام دہ بستر پر لیٹ گیا جو میری اس قیام گاہ میں موجود تھا۔ لیٹنے کے بعد میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا اور میرے ذہن میں صدیاں گردش کرنے لگیں، نجانے کیا کیا یاد آیا لیکن یہ یادیں میرے لیے غم ناک نہیں تھیں میں ایک تماشائی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا اس یادوں کے ہجوم کے درمیان۔

اور نہ جانے کس وقت آنکھیں بند ہو گئیں، پلکیں جڑ گئیں اور یکساں رہنے والا وقت سرکنے لگا۔ جب میں جاگا تو میرے نزدیک پھلوں کے برتن اور شراب کے جگ رکھے ہوئے تھے۔ یہ سلانوس کی کارروائی ہو گی۔

میں نے کچھ پھل کھائے، دو چار جام شراب کے چڑھائے اور پھر میں وہاں سے باہر نکل آیا لمبی سرنگ سے گزر کر بالآخر میں سلانوس کی تجربہ گاہ میں پہنچ گیا، جہاں وہ اطمینان سے لیٹا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔

میری آہٹ پر وہ چونکا اور سیدھا ہو گیا۔ اس کے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ "آؤ۔ تم گہری نیند سو گئے تھے پورنا۔"

"ہاں۔ یہ پُرسکون جگہ لُطف آور ہے۔"

"یقیناً یقیناً اور اس پر تمہاری جوانی۔ یہ کتنی تعجب خیز بات ہے پورنا کہ ہم لوگ صدیوں کی عمر رکھتے ہیں، خود کو بے حد طویل العمر گردانتے ہیں لیکن بالآخر ہم جوانی سے گزر کر بڑھاپا بھی پاتے ہیں اور تم اس طرح جوان ہو کہ دیکھ کر رشک آتا ہے۔"

"ایک بات بتاؤ سلانوس؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، پوچھو۔"

"تمہیں بوڑھا ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا؟"

"جب میں نے خود کو جوانی کی امنگوں سے دُور پایا تو میری عمر تین صدیاں تھی اور اس کے بعد مزید چار صدیاں گزر چکی ہیں۔"
"اوہ! اتنا طویل بڑھاپا!"
"ہاں۔ بے شک بڑھاپا اتنا طویل نہیں ہونا چاہیے۔ جوانی کتنی ہی طویل ہو کوئی احساس نہیں ہوتا۔" بوڑھے نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تمھاری جوانی کیسی گزری ہے؟"
"بری نہیں رہی۔"
"یہاں مردوں اور عورتوں کی عمر یکساں ہی ہوتی ہوگی؟"
"ہاں لیکن موت کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔"
"تمھاری جوانی کی ساتھی؟"
"مر چکی ہے۔"
"اس کے بعد کوشش نہیں کی؟"
"بڑھاپا آ گیا۔" بوڑھے نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا۔ کافی دیر تک ہم دلچسپ گفتگو کرتے رہے اور پھر میں نے سلانوس سے کہا۔
"یوں تو تم نے اپنی عظیم الشان تجربہ گاہ میں جو کچھ دکھایا ہے، وہ سب میرے لیے حیران کن ہے اور اس سے میں نے تمھاری ذہنی صلاحیتوں اور بے پناہ تخلیقی تجربوں کا اندازہ کیا ہے لیکن تم نے مجھ سے ایک اور حیرت انگیز بات کہی ہے بابا سلانوس۔ اس کا کیا مقصد تھا، یہ میں جاننا چاہتا ہوں۔"
"کون سی حیرت انگیز بات؟" بابا سلانوس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جس سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میرا مطلب سمجھ گیا ہے لیکن اس کے باوجود مجھ سے کہلوانا چاہتا ہے اور میں نے اس میں عار محسوس نہیں کی اور کہا۔
"تم نے کہا تھا بابا سلانوس کہ تم میری تنہائی دُور کرنے کے لیے بھی کچھ کر سکتے ہو۔" میں نے کہا۔
"ہاں میں نے کہا تھا۔"
"میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ تنہائی کیسے دُور ہوگی اور کون لوگ میری اس تنہائی کے رفیق ہوں گے؟"
"بڑی ہی دلچسپ لگے گی تمھیں یہ بات پورنا۔ تمھاری آنکھوں میں صدیاں بسی ہوئی ہیں۔ ان صدیوں میں تمھاری زندگی میں بے شمار لڑکیاں آئی ہوں گی، ان کی شکلیں تمھارے ذہن میں موجود ہوں گی، ان کی خوشبو کی مہک تمھارے نتھنوں میں ہوگی۔ کیا یہ غلط ہے؟" بابا سلانوس نے رنگین لہجے میں پوچھا اور میں مسکرا دیا۔
"ہاں تمھارا خیال درست ہے۔"
"دیکھو پورنا ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی، یعنی ماضی جس انداز میں گزر رہا ہے ہم اپنی کوششوں سے اس میں کوئی ردوبدل نہیں کر سکتے لیکن جو کچھ گزر چکا ہے وہ فضاؤں میں محفوظ ہے، تمھارے ذہن میں محفوظ ہے اور یہ ہوائیں تمھارے ذہن کو چھو کر بھی گزرتی ہیں۔ ایسی صورت میں اگر ہم چاہیں تو ماضی کو کچھ لمحات کے لیے واپس بھی بلایا جا سکتا ہے۔ یعنی ماضی کے آئینے میں جھانک کر تم ان ستاروں تک پہنچ سکتے ہو جو تمھاری زندگی میں آ چکے ہیں۔ اسی لحاظ سے تمھاری پسندیدہ لڑکیاں جو تمھارے ساتھ زندگی گزار چکی ہیں، ان سب کا دیدار تم دوبارہ کر سکتے ہو خواہ کسی بھی انداز میں وہ موت سے ہمکنار ہوئی ہوں۔" بوڑھے سلانوس نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔
"لیکن بابا سلانوس، ماضی کا یہ قرب ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔"
"سمجھ جاؤ گے پورنا۔ مقصد دراصل یہ ہے کہ وہ لڑکیاں جو کسی بھی حالت میں تم سے جدا ہوئی ہیں تمھیں دوبارہ مل سکتی ہیں اور اسی انداز میں ماضی کے گزرے ہوئے لمحات کو دوبارہ موڑا جا سکتا ہے اور وہ تم تک پہنچ سکتی ہیں لیکن اگر تم ان سے حال کے بارے میں معلومات کرو گے تو ظاہر ہے وہ لاعلم ہوں گی لیکن ماضی کے وہ لمحات جو تمھاری زندگی کے دلکش ترین ہیں انھیں لوٹایا جا سکتا ہے اور وہ تمھیں اس بارے میں بتا دیں گی، چنانچہ تم جب بھی محسوس کرو کہ تم تنہائی اور بے کیفی کا شکار ہو رہے ہو تو ماضی کے کسی ورق کو الٹا لو اور ایک بوجھ سے نجات پا جاؤ۔" سلانوس نے کہا۔
"اوہ! کیا یہ ممکن ہے؟" میں نے سخت حیران کن لہجے میں کہا۔
"ہاں!"
"لیکن کیسے سلانوس، کیسے؟" میں اپنے تعجب پر قابو نہ پا سکا تھا۔
"پورنا! میرے دانش کدے میں جو کچھ ہے بلاشبہ تم اس سے بے حد متاثر ہو گے۔ تم جب چاہو وہاں جا سکتے ہو۔ میں تمھیں ماضی کے اوراق الٹنے کا طریقہ بتا دوں گا۔ بات صرف ایک زاویے کی ہے جسے پہچاننا تمھارا کام ہوگا۔"
"سلانوس، بس میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جس سے میں تمھاری کارکردگی اور ذہانت کی تعریف کر سکوں۔"
"بس بس، میں اپنی تعریف سے خوش ہونے والوں میں سے نہیں ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے مقابل ایک ایسا شخص ہے جو مجھ سے بدرجہا تجربہ کار اور حیران کن شخصیت کا مالک ہے۔" سلانوس نے جواب دیا۔
"بہرحال سلانوس میں جلد از جلد تمھارے اس تجربے سے روشناس ہونا چاہتا ہوں اور اس کے علاوہ بھی میری یہ خواہش ہے کہ ہم اپنا وقت ضائع کیے بغیر اپنے اپنے تجربات کا اظہار کریں۔ میں تمھارے اس دانش کدے کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا ہوں اور اپنے بارے میں یہ سوچنے لگا ہوں کہ صدیوں کا تجربہ مجھے کوئی ایسی چیز نہیں دے سکا جس سے میں کوئی ایسا دانش کدہ بناتا، جہاں ماضی، حال اور مستقبل کے آئینے موجود ہوتے۔"
سلانوس مسکرانے لگا اور پھر بولا۔ "تو آؤ میرے دوست، میں تمھیں اس ہشت پہلو غار کی سیر کراؤں۔"
"چلو سلانوس!" میں خوشی کے ساتھ اٹھ گیا۔
سلانوس مجھے غار میں لے گیا۔ چمکتے ہوئے رنگین زاویے اپنی لہریں بنا رہے تھے۔ سلانوس ان زاویوں کے بارے میں مجھے بتانے لگا

پھر اس نے مجھے ایک زاویے پر کھڑا کر دیا اور بولا۔

"پورنا! یہ ماضی کا زاویہ ہے۔ تم یہاں ذرا سی تبدیلیٔ رُخ کے ساتھ ماضی کے اس حصے میں جھانک سکتے ہو جہاں سے تم گزر کر آئے ہو۔ بولو تمھیں کون سا رُخ درکار ہے؟ کم از کم کتنی صدیاں پہلے کی بات کر رہے ہو؟"

"سلانوس! میں آٹھ صدیاں پیچھے لوٹنا چاہتا ہوں" میں نے کہا اور سلانوس نے میرے جسم کو ایک مخصوص زاویے سے کھڑا کر دیا۔

پھر اس نے مجھ سے آہستہ سے کہا "پورنا! اپنی گردن آہستہ آہستہ گھماؤ" اس نے میرے سر کو ایک رُخ پر متعین کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر سلانوس!" میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔

"اب تم دیکھو تمھارے سامنے ماضی رقصاں ہے" سلانوس نے کہا اور میں اس کے متعین کردہ رُخ پر ماضی میں جھانکنے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن پروفیسر بے حد حیران کن بات تھی بے پناہ حیران کن۔ میں نے صدیوں میں وہ کچھ نہ پایا تھا جو اس بوڑھے سلانوس نے مجھے دیا تھا۔

اور پروفیسر ماضی کے اس زاویے پر کھڑے ہو کر میں نے سب سے پہلے لیپاس کا تصور کیا۔ لیپاس، جو میری زندگی میں بہت ہی اہم شخصیت کی مالک تھی، میری محبوبہ، جسے میں نے اکثر یاد کیا تھا اور بلاشبہ میں اس کے دور سے بہت آگے نکل آیا تھا لیکن لیپاس ابھی تک میرے ذہن سے محو نہیں ہوئی تھی۔

سو میں نے دیکھا کہ سمندر کی لہریں، تیز و تند لہریں برق رفتاری سے میری جانب آ رہی ہیں۔ ان لہروں پر ایک خوبصورت سا جہاز پھسل رہا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ جہاز میرے نزدیک پہنچ گیا اور مجھے محسوس ہوا کہ جہاز نے میرے بدن کو چھو لیا ہے۔ پھر کچھ لوگوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دیں۔ ان لوگوں نے ہاتھ آگے بڑھائے اور مجھے جہاز پر کھینچ لیا۔

میں نے دیکھا کہ یہ سب میرے جانے پہچانے لوگ تھے، سب کے سب مجھ سے آشنا نظر آتے تھے۔ میں نے ان کی جانب غور سے دیکھا اور وہ مسکرانے لگے۔ تب میں نے دُور سے لیپاس کو دیکھا۔

وہی مردانہ لباس، جس میں، میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا، پہنے ہوئے ایک مستول سے لگی کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ میں آہستہ سے اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"مجھے پہچانتی ہو لیپاس؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی لیکن تم گئے کہاں تھے۔۔۔؟"

لیپاس نے پیار بھری آواز میں کہا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ میں نے سوچا کہ لیپاس کو میری آمد پر یقیناً کوئی حیرت نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ تو ماضی ہے۔ وہ ماضی جو اپنی اصل شکل میں میرے سامنے ہے اور میں نے سوچا کہ وہ کون سا منظر تھا جب میں سمندر میں نیچے اترا تھا اور اترنے کے بعد لیپاس کے پاس گیا تھا لیکن مجھے یہ سب کچھ یاد نہ آ سکا لیکن لیپاس کا قرب اور اس کی موجودگی میرے لیے کافی دلکشی کا باعث تھی۔ میں اس شخصیت کو دیکھ رہا تھا جس سے میں ایک طویل عرصے تک وابستہ رہ چکا تھا اور وہ میری زندگی میں ایک خاص دخل رکھتی تھی۔

تب میں نے کچھ اور سوچا۔ بلاشبہ بوڑھے سلانوس نے مجھے ماضی میں دھکیل دیا ہے لیکن کیا میں اس ماضی کو چھو بھی سکتا ہوں؟

سو تجربے کے لیے میں نے ہاتھ بڑھا کر لیپاس کا ہاتھ پکڑ لیا اور لیپاس نے محبوبانہ انداز میں اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا اور میں نے اس خوبصورت ہاتھ کو چوم لیا۔

"لیپاس! میں نہیں جانتا کہ تم اس وقت کیا ہو لیکن جو کچھ بھی ہو میرے بارے میں کیا محسوس کر رہی ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں لیکن تم کیسی باتیں کر رہے ہو، میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی اور گردن گھما کر دوسری جانب دیکھا۔ لیکن شاید یہاں غلطی ہو گئی تھی۔

جونہی میں نے گردن گھمائی میرے سامنے بے شمار تصاویر بکھر گئیں۔ اب نہ وہ جہاز تھا، نہ وہ لیپاس تھی اور اس وقت میں نے جو کچھ دیکھا، وہ بھی میرے لیے تعجب خیز تھا۔

بہت دُور پہاڑی چٹانوں کے درمیان بے شمار لوگ ننگ دھڑنگ، وحشی صفت بھاگ دوڑ رہے تھے۔ غالباً وہ کسی جانور کے شکار کی فکر میں سرگرداں تھے اور اسی وقت میرے کانوں میں بوڑھے سلانوس کی آواز گونجی۔

"نہیں میرے دوست نہیں۔ میں نے تمھیں جس زاویے میں کھڑا کیا تھا، اس میں تمھارے ذہن کی گردش وہیں تک تھی جہاں تک تم نے سوچا تھا لیکن زاویہ بدلنے کی شکل میں تمھارا ذہن دوسری جانب مُڑ گیا ہوگا۔ تم اس ماحول کو محسوس کرو جس میں اس وقت خود کو پا رہے ہو۔ سوچو کیونکہ یہ سب کچھ تمھارے اپنے ذہن کا عکس ہے۔ اس میں کوئی بات اجنبی نہیں ہے۔ ہاں صرف یہ ہے کہ تم جس کردار سے روشناس تھے اسے گم کر بیٹھے ہو۔"

"اوہ!" میں نے متعجبانہ لہجے میں کہا اور اس زاویے سے ہٹ آیا۔

نہ جانے کیوں میرا ذہن کسی حد تک چکرا گیا تھا۔ تب میں نے سلانوس سے پوچھا۔

"اس کا مقصد ہے سلانوس کہ میں جس ماحول میں جانا چاہتا ہوں اس میں، میں جس زاویے کی طرف رُخ کروں مجھے اسی رُخ پر کھڑا رہنا ہوگا؟"

"ہاں۔ جب تم اس ماحول میں خود کو جذب پاؤ گے تو بھول جانا کہ تم کسی زاویے پر ہو اور اس وقت تم وہاں سے واپس نہ آ سکو گے کیونکہ تمھارا جسم ساکت ہو جائے گا البتہ تمھارا تصور ایک عملی حیثیت اختیار کر کے اس دور میں داخل ہو جائے گا لیکن ابھی چونکہ تم صرف ایک تماشائی کی حیثیت سے اس ماحول میں تھے اور تم نے خود کو اس ماحول میں جذب نہیں کیا تھا بلکہ حیرانی کی منزل میں تھے اس لیے تمھارے چہرہ گھمانے سے وہ منظر تمھاری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ ہاں اب اگر تم چاہو تو میں تمھیں دوبارہ اسی زاویے میں لے جا سکتا ہوں لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ پہلے میرے تجربے کی روشنی میں ان تمام مناظر کو دیکھو جس کا تعلق تمھاری زندگی سے ہے۔"

"دلچسپ۔ نہایت ہی دلچسپ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سلانوس! تو بلاشبہ حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے۔ تیرا یہ علم کدہ جسے تو نے نہ جانے کتنی کاوشوں سے بنایا ہے۔ اسے میں اپنی کتاب میں جگہ ضرور دوں گا۔ بلاشبہ میں نے تجھ جیسے افراد نہ کبھی دیکھے اور نہ ہی مجھے کبھی ایسا آدمی نصیب ہوگا۔" میں نے کہا اور سلانوس مسکرانے لگا تھا۔

"ویسے مجھے تمھاری واپسی کا دکھ ہے پورنا۔ دراصل میں تمھیں یہ بتانا بھول گیا کہ زاویے کے رخ کو متعین کر لینا ضروری ہے لیکن کیا کوئی ایسا جذباتی منظر تو نہ تھا جو تمھارے لیے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہو؟"

"نہیں سلانوس ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن ظاہر ہے انسان جس ہستی کا سب سے پہلے تصور کرتا ہے، وہ اس کی پسندیدہ ترین ہستی ہوتی ہے۔ بلاشبہ میں اپنی ایک ایسی ہی ہستی کو دیکھ رہا تھا۔"

"کیا وہ تیری محبوبہ تھی پورنا؟"

"ہاں سلانوس!"

"کیا نام تھا اس کا؟" سلانوس نے پوچھا۔

"لیپاس! میری قدیم محبوبہ لیپاس۔ اس کے ساتھ میں ایک بحری جہاز میں سوار تھا سلانوس۔ میرا خیال ہے عورتوں میں مجھے اس عورت نے بے پناہ متاثر کیا اور ابھی میں اسے جی بھر کے دیکھ بھی نہ پایا تھا کہ منظر بدل گیا۔"

"تم پھر اسی زاویے کو اپنا سکتے ہو پورنا۔ بات صرف یہ ہے کہ ابھی یہ زاویے تم سے اجنبی ہیں۔ تم جب چاہو اس دنیا میں واپس آسکتے ہو، جب بھی چاہو خود کو کسی بھی ماحول میں کسی بھی منظر میں ضم کر سکتے ہو۔ یہ تمھاری اپنی قوت کی بات ہوگی، یہ تمھارے اپنے بس میں ہوگا۔ آؤ میں تمھیں ان سے روشناس کرادوں۔" سلانوس نے کہا۔

اور پھر وہ مجھے ان زاویوں کے بارے میں بتانے لگا اور میں حیرانی سے ان ساری چیزوں کو دیکھتا رہا۔ بلاشبہ ماضی میں لوٹ جانے کا یہ بہترین طریقہ تھا۔

میں ان ساری چیزوں کو دیکھتا اور سمجھتا رہا۔ یوں بھی یہ میرے لیے کوئی اہم بات نہ تھی کہ میں انھیں بخوبی ذہن نشین کر لوں۔ چنانچہ اس وقت میں نے ماضی کے کسی بھی حصے میں گم ہونے کی بجائے ان زاویوں سے واقفیت زیادہ ضروری سمجھی اور سلانوس سے پوچھا۔

"کیا اسی طرح تم مستقبل کو بھی دیکھ سکتے ہو؟"

"یقیناً!"

"اس کا مقصد ہے کہ تمھارے پاس اس سے بھی زیادہ اہم چیز موجود ہے جو میرے پاس ہے۔ میں مستقبل بینی کے لیے ستاروں کا سہارا لیتا ہوں لیکن ستاروں سے زیادہ دلکش طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے دانش کدے میں بیٹھ کر ماضی میں بھی جھانک لیتے ہو اور مستقبل کی پیشگوئی بھی کر لیتے ہو۔"

"یقیناً اور یہ سارا علم ستاروں کے علم ہی سے حاصل کیا گیا ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ ستارے آسمان پر ہوتے ہیں اور میرا یہ دانش کدہ روئے زمین پر ہی ساری چیزوں سے روشناس کرا دیتا ہے۔"

"تب تو سلانوس تم نے مستقبل کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کیا ہوگا؟"

"ہاں مستقبل کے بہت سے کردار بہت سی چیزیں میری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ ان میں تحت الثریٰ کے اس حصے کا ماضی اور مستقبل بھی ہے جہاں ہم لوگ ہیں اور اس دنیا کا بھی جسے تم اپنی دنیا کہتے ہو۔" سلانوس نے کہا اور میں حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ اس نے ہماری دنیا کا تعین بھی کر لیا تھا اور یوں بھی اس نے میرے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس کے بعد یہ سوچنا تو حماقت کی بات تھی کہ اسے میرے بارے میں یہ ساری تفصیلات معلوم نہ ہوں گی۔ اسے یقیناً یہ بھی معلوم ہوگا کہ میں گو کلا کے پاس کیسے آیا۔ بہرحال اس باعلم بوڑھے سے میں جتنا متاثر ہوا تھا، صدیوں کی زندگی میں کوئی شخص، کوئی ہستی مجھے اتنا متاثر نہیں کر سکی تھی۔

تھوڑی دیر تک میں بوڑھے سلانوس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر میں نے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔ "تم نے یہ سب کچھ کس طرح کیا ہوگا سلانوس؟"

"سخت جانفشانی سے۔ میں نے اپنے علم کو یہاں تک پہنچانے کے لیے بہت سی ایسی چیزوں کو چھوڑ دیا جو مجھے بہت عزیز تھیں۔"

"بلاشبہ۔ تمھیں باہر کی دنیا سے بہت دور جانا پڑا ہوگا۔"

"ہاں۔ میں نے ساری دنیا چھوڑ دی تھی، ساری دنیا۔" بوڑھے نے ایک طویل سانس لے کر جواب دیا۔

"بہرحال سلانوس، میں نے اس سے قبل تم جیسا مدبر نہیں دیکھا۔ میں تمھارے علم، تمھاری صلاحیتوں کا اعتراف کرتا ہوں۔" دیر تک میں بوڑھے سلانوس سے مختلف سوالات کرتا رہا۔ میرے ذہن میں نئی روشنیاں جاگ رہی تھیں۔ اگر سلانوس کا یہ دانش کدہ مستقبل میں بھی لے جا سکتا ہے تو یہ تو بہت ہی شاندار بات ہے۔ ماضی تو دیکھا ہوا ہوتا ہے، لیکن مستقبل ——"

اگر انسان مستقبل کی تصویر دیکھ لے تو اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے، چنانچہ چند ساعت کے بعد میں نے اس سے سوال کیا۔

"اس کا مطلب یہ ہے بابا سلانوس کہ ہم مستقبل کے زاویے میں داخل ہو کر اس کے مناظر بھی دیکھ سکتے ہیں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"تم کبھی مستقبل میں گئے ہو؟"

"میں؟ ہاں لیکن صرف چند بار۔ میں نے یہ زاویے آزمائے تھے اور میری یہ تخلیق حیرت انگیز ثابت ہوئی۔"

"کیا محسوس کیا تم نے؟"

"ظاہر ہے وہ سب انوکھا تھا، ناقابل فہم لیکن میرا خیال ہے اب صورت حال مختلف ہوگی۔" بوڑھے نے پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں تمھارے بارے میں مخلص ہوں نوجوان پورنا۔ خود میری بستی میں لائق و فائق نوجوان ہیں جن کا علم بھی کافی ہے لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے،

وہ ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا اور اس کی ایک خاص وجہ ہے اس لیے کبھی میں نے وہ نہیں کیا جو کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا؟"

"ان کے علوم تحت الثریٰ تک محدود ہیں اور تحت الثریٰ کی کہانی مختصر ہے۔ بلاشبہ یہاں بھی بے شمار واقعات پیش آئے ہیں لیکن اس میں ایک خرابی ہے وہ یہ کہ یہاں کے مسائل میں ابتدا سے انتہا تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔"

"اوہ! یعنی تمہارے خیال میں یہاں کا انسان ترقی سے ہمکنار نہیں ہوا؟"

"ہوا، لیکن ایک محدود دائرے میں اور اس کے مستقبل میں بھی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ بالکل یکساں، جبکہ اوپر کی دنیا میں تجسس بہت زیادہ ہے اور تجسس ترقی کی پہلی منزل ہے۔"

"خوب!" میں نے دلچسپی سے گردن ہلائی۔

"اس لیے میں نے اپنے وطن کے کسی نوجوان کو اپنے ساتھ شریک نہیں کیا، جبکہ تمہاری کیفیت دوسری ہے۔ بے شک تم ان علوم سے آراستہ نہیں ہو جو یہاں رائج ہیں لیکن تمہاری آنکھوں میں صدیاں سمائی ہوئی ہیں۔ تم نے انسان کو ابتدا سے دیکھا ہے۔ تمہارا علم چشم دید ہے اور تم تجربات کی ان منزلوں سے گزر چکے ہو جہاں کوئی علم نہیں لے جا سکتا اس لیے میرے دوست صرف تمہیں مجھ سے دلچسپی نہیں مجھے بھی تم سے اتنی ہی دلچسپی ہے۔"

"شکریہ سلانوس!"

"مجھے تو خوشی ہے کہ مجھے کوئی ایسا ساتھی مل گیا جو مجھے سمجھ اور پڑھ سکتا ہے۔"

"میں نے صدیوں پر مشتمل ایک کتاب تحریر کی ہے سلانوس۔ اس میں انسان کے بارے میں بہت کچھ درج ہے۔"

"آہ! وہ قابل دید چیز ہوگی۔ کیا میں اسے پڑھ سکوں گا؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میری طرف سے مطمئن ہو جاؤ تب میں تم سے وہ کتاب طلب کروں گا اور پھر میں اس کا مطالعہ کروں گا۔"

"ضرور لیکن یہ تو بتاؤ، اگر ہم ماضی یا مستقبل میں جائیں گے تو خود اس دور میں ہماری کیا حیثیت ہوگی، صرف ایک دیکھنے والے کی؟"

"کیا یہ سوال کوئی دوسرا کر سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔ تم نے مجھے سمجھا، تم نے میری کاوشوں کو محسوس کیا تبھی یہ سوال تمہارے ذہن میں اُبھرا۔" بوڑھے نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"تو بتاؤ سلانوس؟"

"ماضی گزر چکا ہے۔ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ماضی میں ہم کوئی رد و بدل نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر ہم ماضی کے زاویے سے گزر کر وہاں اس ماحول میں پہنچیں تو ہمیں کسی ایسے کردار کا انتخاب کرنا ہوگا جسے ہم ماضی سے اغوا کر لیں اور پھر اس کی حیثیت اختیار کر لیں۔ اس شخص کی حیثیت سے ہم ماضی میں داخل ہو سکتے ہیں۔ دوسری صورت میں ہم صرف دیکھنے والے ہوں گے جو ماضی میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس ہم مستقبل میں خود اپنے لیے کوئی جگہ بنا سکتے ہیں، کیونکہ ہم صرف مفروضہ ہوں گے اور وہ وقت ہمارے بعد کا وقت ہوگا۔"

"گویا مستقبل میں ہم اپنی مرضی کا کردار ادا کر سکتے ہیں؟"

"یقیناً!"

"بہت خوب اور اس کے لیے ہمیں کوئی اقدار قبول نہ کرنا ہوں گے؟"

"بلاشبہ۔"

"تو کیا تم مجھے مستقبل کی سیر نہیں کراؤ گے سلانوس؟"

"کیوں نہیں۔"

"اچھا یہ بتاؤ کیا مستقبل میں جانے کے لیے ہمیں کسی دور کا تعین کرنا ہوگا یا کہیں بھی کسی بھی دور میں ہماری گنجائش نکل سکے گی؟"

"ہم کسی بھی دور میں جا سکتے ہیں لیکن مستقبل کے سلسلے میں ایک کمزوری رہ گئی ہے۔" بوڑھے سلانوس نے جواب دیا۔

"وہ کیا؟"

"ابھی میری کاوش مستقبل کی مخصوص حدود میں ہیں، یہ لامحدود نہیں ہوئی ہیں۔ یعنی میں صرف ایک مخصوص دَور تک جا سکتا ہوں، اس کے بعد کے دور کے لیے ابھی مجھے کافی کام کرنا ہوگا۔"

"کتنی دور تک جا سکتے ہیں ہم؟"

"تقریباً ہزار صدیوں آگے۔ ممکن ہے اس سے بھی کچھ آگے۔ بس، اس کے آگے ابھی تاریکی ہے۔" سلانوس نے جواب دیا۔

"بہت کافی ہے سلانوس۔ معمولی بات نہیں ہے۔" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ بلاشبہ اس شخص کی کاوشیں قابلِ قدر تھیں اور اس سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا تھا۔ میں سلانوس سے اس بارے میں بہت سے سوالات کرتا رہا۔ پھر میں نے خاموش ہو کر ایک گہری سانس لی۔

"تو صدیوں کے بیٹے تمہارا اور کوئی سوال باقی رہ گیا ہے؟"

"نہیں سلانوس۔ بہرحال میں تمہارے علم کی عظمت کا قائل ہو گیا ہوں۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ تمہارے علم نے تمہیں بتا دیا ہے۔ مجھے بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"تمہارا بدن چاند کی طرح چمکتا ہے اور آگ اور پانی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ تمہاری جوانی صدیوں سے یونہی برقرار ہے اور نہ جانے کب تک برقرار رہے گی۔ میں تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ تمہاری جسمانی خوبصورتی اور طاقت کے بارے میں، میں اپنے طور پر تحقیق کروں گا بس تم مجھے اس کی اجازت دو۔" بوڑھے سلانوس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر

مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم ایسا کیوں چاہتے ہو سلانوس؟ کیا اپنے علم میں اضافے کے لیے؟"

"ظاہر ہے اور میرے لیے انتہائی دلکش بات ہے لیکن اس کے علاوہ بھی میرا کچھ اور مقصد ہے۔" سلانوس صاف گوئی سے بولا۔

"وہ کیا؟"

"میں خود بھی تم سے متاثر ہوں۔ اگر میں صدیوں کے سفر میں تمہارا ساتھی بن جاؤں تو صدیوں کی تاریخ بدل جائے۔"

"سلانوس! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تمہارے ہر تجربے کا ہدف بنوں گا۔ مجھے منظور ہے۔" میں نے خلوصِ دل سے کہا اور بوڑھے کی آنکھوں میں بے پناہ چمک پیدا ہو گئی۔

"میرے دوست، میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں تمہاری ضرورت کی ہر چیز فراہم کروں گا، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی میرے پاس اور سنو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ میں فوری طور پر اپنا کام مکمل کرنے کے بارے میں سوچوں۔ ہاں ہم دونوں اپنے اپنے کام شروع کر دیں گے۔ تم اس پورے دانش کدے کی ایک ایک چیز کے بارے میں تحقیق کر سکتے ہو۔ مجھ سے جو پوچھنا چاہو گے میں خلوصِ دل سے تمہیں بتا دوں گا اور جب بھی موقع ملے گا میں تم پر تحقیق کروں گا۔"

"پورے خلوص کے ساتھ منظور ہے لیکن سلانوس، تمام باتوں سے قطع نظر، جوانی اور دلکشی کے حصول کے پیچھے کوئی رنگین جذبہ بھی ہے؟"

"ہاں میرے دوست، جوانی کی طلب ایک ایسی طلب ہے جو شاید آخری سانس تک باقی رہتی ہے۔ انسان سب کچھ بھول جائے لیکن جوانی کو نہیں بھول سکتا۔"

"خوب! مگر بدبختی ہے جو لوگ اس سے آشنا ہیں وہ اس کے زیاں کی نہیں سوچتے اور بعض اوقات اس سے بہرہ ور بھی نہیں ہوتے۔"

"اپنی بات کر رہے ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔ گوکلا کی آخری خواہش یہی تھی کہ میں اس کے ساتھ رہوں۔ وہ اپنے صدیوں پرانے محبوب کو چھوڑنے پر آمادہ تھی۔"

"اوہ! پھر کیا وہ تمہیں پسند نہیں تھی؟"

"یہ بات نہیں ہے سلانوس لیکن میرے لیے وہ دوسری عورت ہوتی۔ یوں تو میری زندگی میں بے شمار عورتیں ایسی آئی ہیں جو ملکائیں تھیں اور انھوں نے اپنے شوہروں سے چھپ کر میری قربت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ وقتی حیثیت رکھتی تھیں۔ اپنے ساتھ ایک مستقل عورت کی حیثیت سے کسی کو جگہ دینے کے لیے میرا ایک معیار ہے جس پر گوکلا پوری نہ اترتی تھی۔"

"آہ! خوب۔ یہ جوانی بول رہی ہے۔ یقین کرو میرے دوست، جوان لوگوں کو دیکھ کر دل جاگ اٹھتے ہیں۔ میں بھی یہی سب کچھ چاہتا ہوں۔" بوڑھے سلانوس کے چہرے پر حرص کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اتنا باعلم ہونے کے باوجود اس وقت وہ بچہ لگ رہا تھا اور انسان کا یہ روپ بھی میرے لیے دلچسپ تھا پروفیسر۔ بہرحال میں نے سلانوس کی ساری شرطیں منظور کر لیں۔ اس دور کو بھی میں نے اپنی زندگی میں ایک خاص مقام دیا ہے۔ اس دور میں میرے علم نے صدیاں پھلانگ لی تھیں اور بوڑھا سلانوس مجھے دنیا کا سب سے زیادہ باعلم شخص نظر آیا تھا۔

ہم لوگ اس وقت تک گفتگو کرتے رہے جب تک تھک نہ گئے۔ باتیں تھیں کہ ختم ہونے ہی کو نہ آتی تھیں۔ تب سلانوس نے ایک انگڑائی لیتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "پورنا! کیا تم تھکن نہیں محسوس کر رہے ہو؟"

"اوہ! میں تھکتا نہیں سلانوس، میں اکتا ضرور جاتا ہوں۔ تھکن میرے قریب سے نہیں گزرتی لیکن اگر میری دلچسپی کا سامان موجود ہو تب، اور تمہاری باتیں اتنی دلکش ہیں کہ اگر صدیوں [illegible]

"کیا یہ بات قابل [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] بھی وہی صفات عطا [illegible]

تم جیسا دانش مند ہم سفر مل جانے تو میرے [illegible] کی کیا بات ہو گی۔"

بوڑھے کی آنکھوں میں خواہشوں کے چراغ جل رہے تھے۔ تب اس نے کہا۔ "کیا ماضی تمہارے ذہن میں بھی ہے پورنا اور اس ماضی کی داستانیں بھی دلکش ہوں گی۔ کیا تم مجھے بھی ان داستانوں میں کوئی کردار بنا سکتے ہو؟"

"میں نہیں سمجھا؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ماضی میرے لیے صرف ایک کہانی ہے لیکن ان کہانیوں میں تمہاری حیثیت ایک کردار کی ہو گی۔ اگر تم اپنے ماضی کے کسی حسین ورق کو الٹو تو تم خود اس میں موجود ہو گے اس وقت اگر تم چاہو تو مجھے اس زاویے میں آواز دے سکتے ہو لیکن میرے لیے کردار کا انتخاب تمہیں کرنا ہو گا اور جب میں اس کردار کی حیثیت سے تمہارے ماضی میں داخل ہوں گا تو ظاہر ہے بدلا ہوا ہوں گا لیکن خود میرا وجود ایک ہوا کی مانند ہو گا اور اس کے محافظ بھی تم ہو گے۔ بولو کیا تم یہ ذمہ داری قبول کرو گے؟"

"اوہ! کیا یہاں تک ممکن ہے؟"

"ہاں۔ یہ میرے علم کا ایک حصہ ہے۔"

"تب میرے دوست، ہم کچھ حسین کہانیوں کا انتخاب کریں گے میں تمہیں ماضی کے دلکش کرداروں کے درمیان لے جاؤں گا اور تم مجھے مستقبل میں۔"

"منظور۔" بوڑھے سلانوس کا چہرہ جگمگانے لگا۔ اس کے خوابوں پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ مجھ سے گفتگو کرتا رہا، پھر بولا۔ "اب مجھے اجازت دو پورنا۔ اگر تم آرام کرنا چاہو تو تمہاری مرضی اور اگر زاویوں کی سیر پسند کرو تو میرا خیال ہے تم جیسے ذہین انسان کو میری ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"اپنی غیر موجودگی میں تمہیں میری یہاں موجودگی پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا سلانوس؟"

"سلانوس اپنی زندگی کی اس ساری کمائی کو تمہارے ایک اشارے پر تباہ کرسکتا ہے۔ تم جیسا دوست مل جائے تو اس کے بعد دوسری چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔"

"شکریہ سلانوس!" میں نے جواب دیا اور پھر سلانوس اس دانش کدے سے نکل گیا۔ اس کے اس قدر اعتماد نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ بہرحال اس کے جانے کے بعد میں دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا۔ سب کچھ میرے لیے ناقابل یقین تھا۔ ماضی کے یہ آئینے کس قدر دلکش تھے، میں ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ان تمام چیزوں سے میں پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ خاص طور سے مستقبل میں جانا میرے لیے بہت دلکش تھا۔

رہی بوڑھے سلانوس کی طلب، تو اس بے چارے کا مستقبل مجھے زیادہ بہتر نظر نہیں آتا تھا کیونکہ اس سے قبل بھی کسی نے میری مانند جوانی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اور آگ میں جل کر خاک ہوگیا تھا۔ بہرحال اگر اس کا علم اسے کچھ دے سکے تو مجھے کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔

کافی دیر تک میں خیالات میں ڈوبا رہا اور پھر میں نے اس دانش کدے بلکہ ——— حیرت کدے کو آزمانے کا فیصلہ کرلیا۔ ماضی کے بے شمار نقوش میرے ذہن میں موجود تھے لیکن میں کسی خاص دور میں جانے کا خواہش مند نہیں تھا، بس یہ زاویہ مجھے جہاں بھی پہنچادے۔

چنانچہ میں تیار ہوگیا۔ جو کچھ مجھے بوڑھے سلانوس نے بتایا تھا، اس کے مطابق میں ماضی کے زاویے کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے پہلے ایک رُخ اختیار کیا اور اس کے بعد اپنے انداز میں تبدیلی پیدا کرنے لگا۔ انوکھی تخلیق تھی یہ۔ میری نگاہوں کے سامنے بے شمار تصاویر رقصاں ہوگئیں اور پھر میں نے رُک کر سانس لی تو کچھ جانے پہچانے نقوش اُبھر آئے۔ میں اس جگہ ساکت ہوگیا تھا۔

آہ! زیادہ پرانی بات نہیں تھی۔ درخت سے چمٹی حسینہ کو میں نے صاف پہچان لیا تھا۔ یہ شمانہ ہی تو تھی، جو خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ مجھے یاد آیا، اس وقت میں نے یہ درخت جڑ سے اکھاڑ دیا تھا اور شمانہ کو درخت سمیت لے کر چل پڑا تھا۔

خوفزدہ شمانہ مجھے اجنبی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ میرے دل میں اس کے لیے پیار امنڈ رہا تھا۔ تب میں نے اسے آواز دی۔

"شمانہ!" اور وہ چونک پڑی۔

"تم ——— تم کون ہو؟"

"سبوتا ——— تیرا سبوتا۔ کیا تو نہیں پہچانتی مجھے؟"

"نہیں۔"

"تو داکا کی بیٹی ہے نا جس نے سکائی بستی کے لیے آتش فشاں میں کود کر جان دی تھی؟"

"ہاں لیکن میں تمہیں نہیں پہچانتی۔"

"شمانہ! شمانہ تو مجھے پیار کرتی ہے ——— تو ———" لیکن شمانہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب اچانک مجھے سلانوس کی بات یاد آئی۔ اگر تم ماضی کو بدلنے کی کوشش کروگے تو یہ تمہارے لیے ممکن نہ ہوگا۔ ہاں تم ماضی دُہرا سکتے ہو۔

تب میں نے اس درخت کو گرفت میں لے لیا اور اسے اکھاڑ کر ایک جگہ رکھ دیا اور پھر شمانہ کا گداز بدن میرے بازوؤں کی گرفت میں تھا۔ میں نے نگاہوں کے زاویے میں بال برابر تبدیلی کی اور خود کو شمانہ کے ساتھ چھوٹی سی کشتی میں پایا۔ بادبان کھل گئے تھے اور شمانہ کے حسین نقوش نمایاں ہوگئے۔ چمپئی رنگ، جاندار چہرہ، لمبے لمبے بال جو ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

"لیکن اس طرح تو سمندر کی سیر کا کچھ لطف نہیں آئے گا۔"

"کشتی کو گہرے سمندر میں پہنچنے دو پھر لطف آئے گا۔" اس نے مسکرا کر کہا اور پھر حکیم ہاکو کی آواز سنائی دی۔

"میں نے تم جیسا انسان کبھی نہیں دیکھا" اور پھر جھیل کا ایک خوبصورت منظر جہاں شمانہ کسی مچھلی کی مانند تیر رہی تھی۔ سیماب بھرا ہوا تھا اس کے بدن میں۔ مجھے شدید بے کلی محسوس ہونے لگی اور میں اس منظر کو تلاش کرنے لگا جب یہ سیماب میری آغوش میں تھا اور وہ منظر بھی میری گرفت سے دور نہ رہا۔ شمانہ کی محبت ٹوٹ پڑی تھی اور وہ میری آغوش میں تڑپ رہی تھی۔

اور میں اس زاویے پر ساکت ہوگیا۔ کب تک نہ جانے کب تک۔ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میں اس منظر کو نگاہوں سے اوجھل ہونے دوں ——— اور طویل ترین وقت گزر گیا۔ نہ جانے کب سلانوس میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کی نگاہوں میں شوق تھا لیکن میں شمانہ میں کھویا ہوا تھا۔

تب مجبوراً سلانوس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور میں چونک پڑا۔ میرا دماغ ایک دم گھوم گیا اور سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

"مجھے افسوس ہے میرے دوست" سلانوس نے کہا لیکن میں کھوئی کھوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سلانوس گہری نگاہوں سے میری صورت دیکھ رہا تھا۔ "یوں لگتا ہے جیسے میں نے تمھارا کوئی پسندیدہ وقت چھین لیا ہو؟"

"آہ! یہ تم ہو سلانوس؟" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے ایک آہ بھر کر کہا۔

"میں نے اخلاق و شرافت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا" اس نے کہا۔

"تم کب آئے؟"

"دیر ہوئی لیکن میں نے ماضی کے اس زاویے میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی ورنہ میں بھی تمھارے سہارے اس منظر کو دیکھ سکتا تھا جو تم دیکھ رہے تھے۔"

"تب تو تم نے بہت اچھا کیا" میں پھیکے انداز میں مسکرایا۔

"آہ! کیا تمھاری کوئی محبوبہ بھی تمھارے ساتھ ہے؟"

"ہاں!"

"اور تم اسے چاہتے بھی تھے؟"

"ہاں سلانوس!"

"مجھے واقعی افسوس ہے اور میں شرمندہ ہوں لیکن کیا تم اسی وقت سے یہاں ہو، میرا مطلب ہے جب میں یہاں سے گیا تھا؟"

"ہاں۔ کیا تمھیں دیر ہوگئی، میرا مطلب ہے تم نے آرام نہیں کیا؟"

"عزیزم، میں کافی دیر تک آرام کرنے کے بعد یہاں تک پہنچا ہوں۔ اتنا آرام کہ میرے اعضا پُرسکون ہو گئے ہیں اور تم اس وقت سے یہاں موجود ہو؟"

"ہاں" میں نے ایک سرد آہ بھری۔

"ماضی تمھارا جانا پہچانا ہے لیکن مستقبل ہم دونوں کے لیے اجنبی ہوگا اور پھر مستقبل میں ہم خود ایک کردار ہوں گے اور ایک کردار کی حیثیت سے ہم اس ماحول سے زیادہ لطف اندوز ہو سکیں گے۔ کیا خیال ہے؟" سلانوس نے پوچھا۔

"ہاں لیکن تم نے یہ عجیب چیز بنائی ہے سلانوس" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"تم ابھی تک اداس ہو؟"

"میرا ماضی" میں نے کہا "میرا ماضی بے شمار ایسی داستانوں سے پُر ہے جو وقت نے میری نگاہوں سے اوجھل کر دیں، حالانکہ میں انھیں نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن گزرتے وقت کے آگے میری ایک نہیں چل سکی اور وہ مجھ سے جدا ہو گئے جن کی جدائی مجھے منظور نہیں تھی۔"

"ایک بات اور ہے پودنا۔ ایک طرح سے تمھاری یہ طویل العمری تمھارے لیے تکلیف دہ بھی ہوگی؟"

"کس طرح؟"

"ماضی کے داغ۔ حالانکہ تم عام انسانوں سے مختلف ہو۔ تمھارے اندر بہت سی خصوصیات انسانوں سے بالکل مختلف ہیں لیکن اس کے باوجود تم انسانوں سے زیادہ دور نہیں ہو اور انہی کے درمیان وقت گزارتے رہے ہو کیونکہ تمھارا کوئی الگ قبیلہ نہیں رہا۔ اگر تم اپنے قبیلے والوں کے درمیان رہتے تو انسانوں کے اس قدر قریب نہ آتے۔ ان حالات میں تمھاری ذہنی کیفیات بعض اوقات انسانوں سے مختلف نہ ہوتی ہوں گی۔"

"ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔"

"ان حالات میں ماضی کے داغ بعض اوقات ضرور دکھتے ہوں گے؟"

"ہاں سلانوس۔ گو میں نے زمین و آسمان کی گردش کی تبدیلی کو قبول کر لیا ہے لیکن بعض کردار —— بعض کردار اب بھی ذہن میں دکھتے ہیں۔"

"اس وقت بھی تم کسی ایسے ہی کردار میں کھوئے ہوئے تھے؟"

"ہاں۔"

"کوئی لڑکی؟" بوڑھے نے اوباشوں کے سے انداز میں پوچھا۔

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ میری کیفیت اب درست ہوتی جارہی تھی۔ میں دانش کدے کے اس سحر سے نکل آیا تھا۔

"کون تھی وہ؟" بوڑھے نے پوچھا اور میں نے اسے فوما کی داستان سنائی۔ شمانہ، سکائی، ہاکو اور سکائی کے اندر گھس آنے والوں کے بارے میں تفصیل بتائی۔ بوڑھے کا چہرہ دلچسپی سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بچوں کی سی چمک تھی۔ یہاں تک کہ میں نے اسے شمانہ کی موت تک کی کہانی سنا دی اور جب میں خاموش ہوا تو بوڑھے کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

"آہ! میرے دوست، تمھاری یہ کہانی بے شمار مختلف تبدیلیاں لیے ہوئے ہے لیکن اس میں قدیم کلچر اور ایک اجنبی دنیا کی ساری داستانیں چھپی ہوئی ہیں۔ کیسی دلکش، کیسی انوکھی، کیسی حیرت انگیز اور سنو آئندہ جب تم اپنے ماضی میں لوٹو گے تو میں بھی تمھارے ساتھ ہوں گا۔ میں اس انوکھی دنیا کو ضرور دیکھوں گا۔"

"ضرور سلانوس!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اس وقت غالباً تمھاری محبوبہ تمھاری آغوش میں ہوگی؟" بوڑھے کے منہ سے رال بہہ رہی تھی۔ مجھے تعجب ہوا، اتنی چیزوں پر قدرت کے باوجود وہ عورت سے اس قدر دور ہے اور ان کے لیے ترستا ہے۔

"ہاں۔ شمانہ کا دلکش وجود میری آغوش میں تھا اور کتنی حسین تھی وہ، میں تمھیں اس سے ضرور ملاؤں گا لیکن ایک شرط پر۔"

"کیا، کیا؟ جلدی کہو۔"

"اس سے قبل تم مجھے مستقبل کی سیر کراؤ گے، جیساکہ ہمارے درمیان معاہدہ ہوا تھا۔"

"بالکل بالکل۔ تیار ہو جاؤ۔ ہمیں خود بھی مستقبل کا ایک کردار بن جانا ہے، اس ماحول کو سمجھنے میں دقتیں ضرور پیش آئیں گی لیکن ——— لیکن ———"

"سب ٹھیک ہو جائے گا، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

میں نے کہا اور بوڑھا مسکرانے لگا۔ بہرحال اب ہم اس حیران کن ایجاد کے سہارے مستقبل کے سفر کی تیاریاں کر رہے تھے۔

سلانوس بلاشبہ بہت بڑا مفکرِ اعظم تھا۔ اس دور کی زبان میں اگر کہا جائے پروفیسر، تو وہ ایک عظیم سائنسدان اور ایک عظیم ستارہ شناس تھا۔ دانش کدے کو تخلیق کر کے اگر یوں کہا جائے کہ اُس نے تسخیرِ کائنات کر لی تھی تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کے پُراسرار زاویے جن جہانوں کی سیر کراتے تھے، ان کے بارے میں سوچ سوچ کر عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ بلاشبہ یہ دانش کدہ میری صدیوں کی دیکھی ہوئی تمام چیزوں سے زیادہ عجیب اور ان تمام علوم سے زیادہ بہتر تھا جو میری نگاہوں میں آ چکے تھے۔

میں نے اس میں اپنا ماضی دیکھا اور اس ماضی میں میں نے حقیقتاً یہی محسوس کیا کہ میرا ماضی ایک بار پھر لوٹ آیا ہے، اور اس بار بھی میرے تاثرات وہی تھے۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ اس کے علاوہ میرا عمل، میری تحقیق اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں تھا۔ میں جن گزرے ہوئے کرداروں سے ملا تو میرا عمل یہ تھا کہ مجھے اس بات کا مکمل طور پر احساس تھا کہ میں ان گزرے ہوئے کرداروں سے مل چکا ہوں اور ان کے ساتھ جو واقعات پیش آ چکے ہیں، وہ ماضی ہیں۔

اس کے باوجود میں نے ان واقعات کی دلکشی میں کوئی فرق نہیں محسوس کیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے تاریخ ایک بار پھر خود کو دُہرا رہی ہو اور وہی سب کچھ ہو رہا ہو جو میں کر چکا ہوں۔ اس میں کوئی فرق نہیں تھا۔ ہاں ایک احساس تھا، ایک جانا پہچانا سا احساس جو کسی کام کو کرنے کے بعد ہوتا ہے، اور یہی دانش کدے کے زاویوں کی سب سے بڑی خوبی تھی۔ ورنہ ہم ماضی کو اگر اس انداز سے دیکھیں کہ وہ ماضی ہے اور ہم تماشبین، تو کوئی خاص بات پیدا نہیں ہو سکتی تھی لیکن جب اچانک ہماری شخصیت ماضی میں اس انداز میں شامل ہو جاتی تھی تو ہم متعجب رہ جاتے تھے۔

سلانوس نے ماضی کی اس دُنیا میں مجھے تنہا چھوڑ دیا اور میں برف کے اس وسیع و عریض میدان کے نیچے آباد یہ دُنیا دیکھ دیکھ کر متعجب ہو رہا تھا۔ بلاشبہ یہ ایک عجیب و غریب کائنات تھی جہاں کا حکمراں سلانوس تھا۔

اس نے مجھے جو کچھ دکھایا، جو کچھ عمل اس نے کر رکھے تھے، اسے دیکھ کر مجھے یوں لگا جیسے میرا صدیوں کا تجربہ اس کی فکر کے آگے ہیچ ہے۔ سلانوس اکثر مجھ سے ملاقات کیا کرتا تھا اور مجھ سے میری ضروریات کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس دوران میں جب بھی سلانوس سے ملا، میں نے اس کی فکر، اس کی سوچ، اس کے عمل، اس کے کردار کو سراہا اور سلانوس نے مسکرا کر میرا شکریہ ادا کیا، تب ...... ایک دن مسکراتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا۔

"میرے عظیم مہمان! حالات کے تحت میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں مختلف نام دیتا رہوں۔ یوں سمجھو کہ تم اس فکر و عمل کی دُنیا میں ایک دیکھنے والے کی حیثیت رکھتے ہو اور میں تم میں ایک اور دُنیا تلاش کر رہا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا سلانوس۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا ماضی گو تمہارے لئے کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا چونکہ تم اس سے گزر چکے ہو لیکن میرے لئے وہ بہت کچھ ہے۔ جبکہ تم اس سے گزر کر اسے فضول سمجھتے ہو۔ جب تم زاویوں میں پنہاں ہو کر ماضی کے کسی جزیرے میں چلے جاتے ہو تو میں بھی تم سے زیادہ دور نہیں ہوتا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا اور سلانوس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، ایک عجیب و غریب پُراسرار سی مسکراہٹ۔

"ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا۔ تم اُس وقت ایک جیتے جاگتے وجود ہوتے ہو اور میں بھی ایک جیتے جاگتے وجود کی مانند ہوتا ہوں۔ گو تمہارے سامنے نہیں ہوتا لیکن میں اپنے آپ کو اس زاویے کی سیدھ میں آزاد چھوڑ دیتا ہوں جہاں سے گزر کر تم ماضی میں داخل ہوتے ہو۔"

"اوہ، تو اس کا مقصد ہے کہ تم بھی میرے ساتھ ہوتے ہو۔"

"ہاں لیکن ایک ہوا کی شکل میں، ایک روشنی کی صورت میں، وہاں صرف میرا تصور تمہارے سامنے ہوتا ہے اور صرف دیکھنے والی آنکھ تمہارے ماضی کو دیکھتی ہے۔ یوں میرے لئے تم ایک ایسی کتاب ہو جسے میں صدیوں کی کتاب کہہ سکتا ہوں۔ اور تم ان زاویوں میں اپنا ماضی دیکھ کر لطف اندوز ہوتے ہو۔ اس طرح ہم دونوں نہایت عمدگی سے اپنا اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔"

"لیکن سلانوس! میں تو یہی سمجھتا رہا ہوں کہ تم صرف میرے لئے ایثار کر رہے ہو۔ تم نے اپنے اس دانش کدے کو میرے لئے جس طرح کھول دیا ہے بلاشبہ یہ بہت بڑی بات ہے اور میرا خیال ہے تم نے جس فراخدلی کا ثبوت دیا ہے، بہت کم لوگ اس فراخدلی کا ثبوت دے سکتے ہیں اور اس بات پر میں تمہارا بےحد شکرگزار ہوں۔"

"اس کی وجہ ہے میرے دوست!" سلانوس نے بھاری

لہجے میں کہا۔
"کیا؟"
"یہ کہ تم اس قابل ہو کہ دُنیا کی ہر چیز سے تمہیں روشناس کرایا جائے۔ خود تمہاری نگاہوں میں صدیوں کا جو تجربہ پوشیدہ ہے، وہ میرا مددگار ہے۔ تم یقین کرو، تمہاری آنکھوں سے میں نے ماضی کو دیکھا اور اس سے بہت کچھ حاصل کیا۔ لیکن میرا خیال ہے تم میری بات سمجھ رہے ہو گے۔ میں جس انداز میں تمہارا تعاقب کرتا ہوں، وہ بہت ہی دلکش اور دلچسپ ہے۔ ماضی کے یہ زاویے بلاشبہ تمہیں ہر دَور سے آشنا کراسکتے ہیں لیکن جس دَور میں کوئی ایسا کردار تمہاری نگاہوں میں رچا ہوا ہو جس کو میں اچھی طرح جانتا ہوں تو پھر اس کردار کی سوچ تمہارے ذہن میں شامل ہو کر تمہیں ایک دل خوش کُن تصوّر دے گی۔" سلانوس نے کہا۔
"اوہو تو اس کا مقصد ہے کہ اب تم کچھ اور آگے بڑھ گئے۔ یعنی وہاں صرف تم ایک رُوح کی حیثیت سے نہیں ہوتے بلکہ میرے وجود میں شامل ہوتے ہو؟"
"ہاں، صدیوں کے بیٹے! ہاں —" سلانوس نے کہا۔
"تو پھر بابا سلانوس — ایک بات تو بتاؤ؟"
"پوچھو؟"
"کیا اُس وقت جب میں ایسے لمحات میں ہوتا ہوں جو زندگی کے دلکش لمحات کہلاتے ہیں تو تمہارا وجود مجھ سے کتنی دُور ہوتا ہے؟"
"تم سے — تم دُور کی بات کر رہے ہو، میں تو تم میں شامل ہوتا ہوں پورنا۔" سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"یہ تو گڑبڑ ہوگئی سلانوس۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔
"کیوں؟"
"اس کا مقصد ہے کہ میری وہ محبوبائیں، جو ماضی میں میری آغوش میں ہوتی تھیں اور اب ان کا کچھ حصہ تم تک بھی پہنچ جاتا ہے؟" اور سلانوس بھی ہنسنے لگا۔ پھر وہ ایک آنکھ دبا کر مسکراتا ہوا بولا۔
"میں بوڑھا ہوچکا ہوں میرے دوست! میں زندگی کی ان لذّتوں سے بہت پیچھے رہ چکا ہوں۔ اگر تمہارے سہارے میرا ماضی مجھے کچھ دے جاتا ہے تو کیا تم اسے پسند نہیں کرتے۔ کیا تم نہیں چاہو گے کہ وہ لمحات جو سلانوس کے ہاتھوں چھوٹ چکے ہیں اسے مل جائیں؟"
"نہیں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں بابا سلانوس! میں تو تمہیں آئندہ کی دعوت بھی دیتا ہوں۔ بہرحال تمہاری دُنیا میں مجھے بہت کچھ ملا ہے، میں نے بہت کچھ پایا ہے۔" میں نے کہا اور سلانوس سنجیدہ ہو کر بولا۔
"اگر یہاں رہ کر تم اور بھی کچھ حاصل کرلو تو مجھے صرف خوشی ہی ہوگی۔ ظاہر ہے میرے لئے اس سے اچھا موقع اور کون سا ہوگا؟"

"لیکن بابا سلانوس! میں اب چاہتا ہوں کہ تم کوئی ایسی چیز مجھے دکھاؤ جس سے میں ناآشنا ہوں۔ میں اپنے تجربات میں ہمیشہ اضافے کا خواہش مند رہا ہوں۔"
"مثلاً مجھے بتاؤ تم کیا جاننے کے خواہش مند ہو، تم اپنے تجربوں میں کیا اضافہ چاہتے ہو؟" سلانوس نے آمادگی سے پوچھا۔
"میں اپنا ماضی دیکھتا رہا ہوں بابا سلانوس — کیا اس ماضی میں کبھی مجھے تمہارا ماضی بھی نظر آسکتا ہے؟"
"کیوں نہیں۔ جس طرح تم اپنا ماضی لوٹا لیتے ہو میرا ماضی بھی واپس آسکتا ہے۔ لیکن میرے ماضی میں ایسی کوئی خوبی نہیں جس سے تم بہت زیادہ لطف اندوز ہو۔ ایک عام اور سپاٹ ماضی ہے۔"
"تب بھی میں چاہتا ہوں کہ ماضی کا کوئی ایسا ورق میرے سامنے آئے جو میری نگاہوں سے پوشیدہ ہو۔"
"میرا اپنا اندازہ ہے صدیوں کے بیٹے! میرے دوست کہ بے شک تم صدیوں میں ایک وجود بن کر رہے ہو، تمہاری اپنی حیثیت بے شمار علاقوں سے منسلک رہی ہے لیکن وہ علاقے اب بھی تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہوں گے جہاں تم اس وقت [illegible] ہو گے کیونکہ ہر دور میں دُنیا تو اتنی ہی وسیع تھی [illegible] لاتعداد واقعات [illegible] ہوں گے [illegible] نگاہوں سے پوشیدہ ہوں گے [illegible] یقینی طور پر دلکشی ہوسکتی ہے۔ تم وہ بھی دیکھ سکتے ہو جو تم اس وقت نہیں دیکھ سکے۔ حالانکہ وقت گزر چکا ہے اور تمہاری صدیوں کی کتاب صرف ان واقعات سے مرصّع ہے جو تمہیں پیش آچکے ہیں۔ تم نے اس میں صرف اپنے تجربات تحریر کئے ہیں۔ اب ماضی کے یہ اوراق تمہیں اور بھی بہت سے رازوں سے رُوشناس کریں گے۔
میری آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا ہوگئی تھی۔
بلاشبہ سلانوس نے جو کچھ کہا تھا وہ تو درست ہی تھا۔ ماضی میں بھی بے شمار واقعات ایسے ہوں گے جو مجھ سے پوشیدہ رہے اور میں ان تک نہیں پہنچ سکا۔ میری کتاب ان واقعات سے ناآشنا تھی۔ ایسی صورت میں کچھ خوبصورت واقعات اگر میری کتاب میں شامل ہوسکیں تو اس سے اچھی کیا بات ہوسکتی تھی۔ لیکن یہاں پھر وہی سوال تھا کہ خود ماضی میں میرا اپنا وجود کیا ہوگا؟ اس بارے میں مَیں صرف دیکھنا چاہتا تھا کہ سلانوس نے اس بارے میں کیا کیا ہے۔ یہ عظیم مفکر، عظیم سائنسداں جو کچھ نہ کرلیتا کم تھا۔ میں اس کی صلاحیتوں سے متفق تھا۔
"بابا سلانوس! بلاشبہ ہماری دُنیا کا ماضی بے شمار ایسے واقعات سے پُر ہوگا جو میری پہنچ سے دُور رہے ہوں لیکن اس وقت میں تحت الثریٰ میں ہوں۔ میرے ذہن میں یہ خواہش بھی ہے کہ میں تم لوگوں کے بارے میں مکمل طور پر جان سکوں۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم

تحت الثریٰ کے کسی باب کو میرے سامنے کھول دو۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے ماضی ہر جگہ کا ماضی ہوتا ہے، تحت الثریٰ میں بھی ایسے بے شمار واقعات پیش آ چکے ہیں جو دلکشی کے حامل ہیں ۔۔۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے ان کا انتخاب کر دوں۔"

"میں بڑی خوشی سے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور بوڑھا سلانوس سنجیدگی سے کچھ سوچنے لگا پھر اس نے کہا۔

"تو پھر مجھے اجازت دو پورنا۔ میری پاس بھی ایک ایسی کتاب ہے جس میں ایسے واقعات درج ہیں جو خاصے دلچسپ اور دلکش ہیں۔ تو میں ان میں سے کوئی ایسا دلکش زاویہ تلاش کر کے تمہیں وہاں تک لے جاؤں گا جو تمہیں ان واقعات تک پہنچا سکے۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ تو میں تمہیں بعد ہی میں بتاؤں گا کیونکہ میں ابھی تک تجربات کو ایک حد تک رکھے ہوئے تھا اور یہ تجربات میری ذات تک محدود تھے۔ ہاں جب کوئی ایسا دیکھنے والا اور کوئی ایسی چشم بینا میرے ساتھ ہو جس کے سامنے میں جوابدہ ہوں تو پھر ظاہر ہے ایسی صورت میں پورنا ۔۔۔ انسان کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ اس ماحول اور ان حالات میں اس کے لئے دلکشی بھی پیدا ہو جاتی ہے جنہیں وہ فرضی طور پر دیکھتا چلا آیا ہے اور اس وقت میرا یہی حال ہے۔ اس ماحول سے میری دلچسپی آج کئی گنا زیادہ بڑھ گئی ہے۔"

"خوب۔ تو تم اب اس سلسلے میں کچھ کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ ماضی کے جس دور میں تم جا رہے ہو وہاں تمہاری اپنی بھی ایک حیثیت بن جائے اور اس کے لئے مجھے ایک ایسے کردار کا انتخاب کرنا ہے جو ماضی میں موجود ہو۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہم ماضی کے لئے کوئی کردار تخلیق نہیں کر سکتے لیکن اس کردار کو چرا ضرور سکتے ہیں۔"

"اوہو، اس کا مقصد ہے کہ میں خود پر کوئی کردار بھی طاری کر سکتا ہوں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں میرے دوست پورنا ۔۔۔ لیکن اس کے لئے خاصی محنت کرنا پڑے گی اور اس کردار کے لئے ضروری بھی۔"

"میں تو تیار ہوں سلانوس! میرا خیال ہے اس سے اچھی کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن ایک بات میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟"

"جب میں اس کردار کی روح اپناؤں گا تو میری اپنی صلاحیتوں کا کیا ہو گا؟" میں نے سلانوس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہی تو سب سے بڑی خوبی ہے میرے دوست کہ تمہاری اپنی صلاحیتیں اسی طرح برقرار رہیں گی۔"

"حیرت انگیز، بے حد حیرت انگیز۔ گویا میں اس کردار کی مادیت میں شامل ہو کر اپنی سوچ بھی برقرار رکھ سکوں گا؟"

"بے شک۔ تم اس کردار کو اپنانے کے باوجود خود میں زندہ رہو گے اور تمہیں یہ احساس رہے گا کہ یہ کردار مستعار ہے۔"

"حیرت انگیز، بے حد حیرت انگیز۔" میں نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔ بوڑھے سلانوس نے مجھے جو کچھ بتایا تھا وہ عقل سے بعید بات تھی۔ اور پروفیسر! میں بھی جو کچھ تمہیں بتا چکا ہوں، اس میں تمہارے لیے بھی عقل سے بعید بہت سی باتیں ہوں گی لیکن ہمیں ان باتوں کو قبول کرنا ہی ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ ہمارے ہوش و حواس سے دور رہتی ہیں اور جب ہم ان کا ثبوت پیش کرتے ہیں تو یہ سوچتے ہیں کہ یا تو ہم اس دنیا کے انسان نہیں ہیں یا اس دنیا کو دیکھ رہے ہیں جو ہم سے مختلف ہے۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" پروفیسر نے اس کی بات کی تائید کرتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پروفیسر! بوڑھا سلانوس میرے پاس سے چلا گیا اور میں اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔

اب تک میری زندگی جن ادوار یا جس انداز میں گزری تھی، اس میں نیاپن تھا۔ میں یکسانیت کا شکار بھی ہو جایا کرتا تھا لیکن اس یکسانیت کو ختم کر لینا میرے لئے زیادہ مشکل نہ ہوتا تھا۔

اس بار جس دانشور سے میرا واسطہ پڑا تھا اس کے بارے میں میری سوچ بڑی عجیب تھی۔ بلاشبہ صدیوں میں میرے سامنے اس طرح کی کوئی شخصیت نہیں آئی تھی اور یہ شخصیت ان تمام مفکروں اور دانشوروں کی سے بلند اور اعلیٰ تھی جو اب تک مجھے مل چکے تھے۔ یوں تو بے شمار لوگوں کے بارے میں میں نے اس انداز میں سوچا تھا لیکن یہ بات بھی ایک ثبوت ہے اس بات کا کہ جوں جوں تہذیب آگے بڑھتی رہی ہے جوں جوں انسان ادوار سے آگے بڑھتا گیا ہے تو اس کی سوچ میں ایسی عجیب عجیب تبدیلیاں نمودار ہوتی رہی ہیں جو بعد میں حیرت انگیز بن جاتی ہیں لیکن اس کے بعد ایک اور انسان پیدا ہوتا ہے جو پہلے انسان سے بہت زیادہ تیز، چالاک اور عظیم دانشور ہوتا ہے۔

اور تم یقین کرو پروفیسر کہ انسان کو یہ عطیہ ادوار دیتے ہیں سو میں نے سوچا کہ اس انداز میں، تو کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ بلاشبہ جتنے لوگ مجھے ملتے رہے تھے، وہ علم و دانش کے پیکر تھے معاملہ فہم تھے، وہ میرے لئے اجنبی تھے لیکن جنہیں میں نے بڑا تسلیم کیا، ان کے پاس بھی کچھ نہ کچھ ایسی چیزیں تھیں جو دوسروں سے مختلف تھیں اور یہ بدلتے ہوئے ادوار ہی کا عطیہ تھا ۔۔۔ انسان کی ترقی کا مظہر تھا۔

اس گفتگو کا پس منظر یہ ہے پروفیسر کہ یہ ہو سکتا ہے آنے والے وقت کی کہانی سناتے وقت میں کسی ایسے مفکر یا دانشور کا ذکر کروں جو سلانوس سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ ہو۔ لیکن اس وقت جس دور کی میں بات کر رہا ہوں، سلانوس نے مجھے جو کچھ دکھایا، جو کچھ

میں نے اس کے پاس دیکھا اور محسوس کیا وہ اتنا کچھ تھا کہ میں حیران رہ گیا۔

اب تک میں اس تحت الثریٰ میں حسن و عشق کی چاشنی سے دُور رہا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ تحت الثریٰ میں آنے کے بعد میں نے بے شمار چیزیں دیکھی تھیں لیکن انہیں چھونے سے گریز کیا تھا۔

گو کلا میرے اس قدر نزدیک رہی تھی لیکن وہ عورت کی حیثیت سے میرے لئے ناقابلِ بھروسہ تھی میں اسے اپنے قرب میں برداشت نہیں کر سکتا تھا چنانچہ میں اس عورت سے دُور ہی رہا تھا۔

یوں تحت الثریٰ میں رہنے کے بعد جو تشنگی میرے ذہن میں ابھرتی تھی اسے ان زاویوں نے دُور کر دیا تھا۔ میں جب اپنے ماضی میں جاتا تھا تو مجھے ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوتا تھا چنانچہ عورت کی تشنگی میرے ذہن میں نہیں تھی۔

سو جب سلانوس میرے پاس واپس آیا تو میں بڑے سکون سے بیٹھا ہوا تھا اور سلانوس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"تو تلاش کیا ہے میں نے ایک ایسا باب میرے دوست جو بلاشبہ تمہارے لیے دلکش ہوگا۔"

"تو کیا تُو بتانا پسند کرے گا عظیم سلانوس کہ وہ باب کیا ہے اور کہاں سے متعلق ہے؟"

"ہاں۔ یہ باب ہے اس طویل عرصے قبل اس وقت کا جب تحت الثریٰ میں بھی لوگ زندگی گزارنے کے مناسب طریقوں سے واقف نہیں تھے لیکن انسانیت اور نظم کا ایک تصوّر ضرور تھا اور اسی تصوّر کے تحت سردار بھی ہوا کرتے تھے اور ان کے مسائل بھی۔ گو مسائل زیادہ اُلجھے ہوئے نہیں تھے لیکن بہرصورت مسائل ہی ہوا کرتے تھے اور جو کہانی تمہاری نگاہوں کے سامنے آئے گی وہ بھی چھوٹے چھوٹے مسائل کی کہانی ہے لیکن میں تمہیں روشناس نہیں کراؤں گا اس سے کہ اگر تم ہوگئے روشناس اس کہانی سے تو تمہارے انداز میں، تمہارے افکار میں، تمہارے دیکھنے میں وہ دلچسپی یا وہ تجسس ہوگا جو کہ اس کہانی کو جانے بغیر تمہیں محسوس ہوگا اور محسوس کروگے اس طرح تم لطف۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"البتہ اتنا میں تمہیں ضرور بتا دوں کہ کہانی ہے اپی ٹس کی۔ اپی ٹس جو اس وقت تحت الثریٰ کے ایک بہت بڑے حصے کا حکمراں تھا اور بلاشبہ ایک انتہائی بہادر اور دلیر شخص تھا۔ بہت بڑا دانش مند تھا اور اس کے دور میں بہت ساری ترقیاں ہوئیں۔"

"تو کیا تُو مجھے بتائے گا سلانوس کہ وہ ترقیاں کیا تھیں۔"

"ہاں پورنا! تحت الثریٰ میں زراعت کا تصوّر اس نے شروع کیا اور یہ جو تم سبزہ و باغات دیکھ رہے ہو، اس میں بہت بڑا حصّہ اپی ٹس کا ہی تھا۔ اپی ٹس نے لوگوں کو زندہ رہنے کا ایک اور طریقہ سکھایا اور لوگوں نے اس پر عمل بھی کیا۔ لیکن... ہماری کہانی اس بات سے متعلق نہیں ہے بلکہ ہم تو ایک اور ہی زاویے کو کھول رہے ہیں۔ ایک ماضی کا انکشاف کر رہے ہیں اور اس دَور کی بات کر رہے ہیں جو بہت ہی دلکش گزرا تھا جو تحت الثریٰ کی تاریخ میں آج تک محفوظ ہے۔ ہاں میں تمہیں ایک بات اور بتانا چاہتا ہوں پورنا!"

"وہ کیا سلانوس!" میں نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ جب تم خود کو کسی اور رنگ میں پاؤ جو تم سمجھ نہ پاؤ تو اس سلسلے میں تم حیران نہ ہونا بلکہ یہ سمجھ لینا کہ یہ میری اس کاوش کا نتیجہ ہے جو میں نے تمہیں اس ماحول میں ضم کرنے کے لیے کی ہے۔ ہاں تم سمجھ رہے ہو نا میری بات، میرا مقصد ہے کہ اگر میں تمہیں کسی ماضی کے کردار میں شامل کر دوں تو تم اس ماضی سے گھبرانا نہیں۔ بلکہ اس صورت میں تم اس ماضی کو زیادہ اچھی طرح دیکھ سکو گے۔ میں تمہیں محسوسات کے اس حصّے میں لے جا رہا ہوں جہاں تم خود کو اس کا جزو پاؤ گے۔"

"اور اس ماحول میں تمہاری اپنی کیا حیثیت ہوگی سلانوس!"

"دُور نہ ہوں گا پورنا! تم سے زیادہ دُور نہ ہوں گا۔ تم بے فکر رہو۔" سلانوس نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"تب ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

"تو پھر آؤ۔" سلانوس نے کہا اور میں آگے بڑھ گیا۔ نہ جانے بوڑھا سلانوس کون سے علم کے ذریعے یہ ناقابلِ یقین کارنامہ انجام دینا چاہتا تھا۔ بہرحال اس شخص پر مجھے مکمل اعتبار تھا اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا اور جو کچھ محسوس کیا تھا اس سے اس بات پر میں یقین کر سکتا تھا کہ سلانوس جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں کوئی غلط بات نہیں ہے۔

ہشت پہلو دانش کدہ حسبِ معمول تھا، اس کے زاویے ایک دوسرے پر منعکس ہو رہے تھے اور بوڑھا دانشور میرا بازو پکڑے اس انداز میں ان زاویوں کے درمیان چل پھر رہا تھا جیسے رقص کر رہا ہو۔ اسے کسی مخصوص زاویے کی تلاش تھی اور یہ تو میں جانتا تھا کہ وہ نہ صرف اس دانش کدے پر حاوی ہے بلکہ یہاں سے نکل کر بھی بہت سی پُراسرار قوتوں کا مالک تھا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ بے حد مطمئن تھا اور مجھے کوئی ایسا احساس نہیں تھا جو میرے ذہن میں تردّد بیدار کرتا۔ میں بھی اس بوڑھے دانشور کے ساتھ ساتھ اس کی مرضی کے مطابق چل رہا تھا۔ دوسری وجہ اس کی یہ تھی کہ میں خود بھی نت نئے تجربات کا شوقین تھا۔

یوں بھی پروفیسر! مجھے اس سے کیا فرق پڑ سکتا تھا۔ میں تو ایک مطمئن انسان تھا جسے دنیا کی کسی چیز کا کوئی خوف نہیں تھا۔ چنانچہ بوڑھا سلانوس [illegible] زاویوں کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ میرا بازو اب بھی اس کے ہاتھ [illegible] میرے خیال کے مطابق اسے یہ فکر ہوگی کہ زاویہ [illegible] ماضی [illegible] کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس سے پیچھے رہ جاؤں

ہاں۔ ان زاویوں سے گزرتے ہوئے میرے دل و ذہن میں بے شمار خیالات آرہے تھے۔ میری نگاہیں بھی ایسے عجیب و غریب مناظر دیکھ رہی تھیں جو اس سے پہلے میری نگاہوں کے سامنے سے نہیں گزرے تھے۔ ہاں اتنا میں جانتا تھا کہ یہ سب تحت الثریٰ کی باتیں ہیں اور بوڑھا انہی کے درمیان چکرا رہا ہے۔ اسے ایک مخصوص زاویے کی تلاش ہے جس میں وہ جانا چاہتا ہے اور پھر اچانک میں نے بوڑھے کی گرفت میں سختی محسوس کی۔

اور دفعتاً میں نے محسوس کیا جیسے میرا بدن بے حد ہلکا ہو گیا ہو۔ بوڑھا اب مجھ سے الگ تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ حلقے کی صورت میں میرے گرد پھنسا دیے تھے۔ پھر یوں لگا جیسے ہم ہواؤں میں پرواز کرتے جا رہے ہوں۔ ہلکی ہلکی ہوا تھی۔ پھر ایک عجیب سا احساس ہوا اور ایک عجیب سا ماحول نظروں کے سامنے آ گیا۔

بھورے رنگ کے پہاڑ تھے جن کے دامن میں سبزہ پھیلا ہوا تھا اونچے اونچے پہاڑ، دیکھنے سے یہ کوئی بڑی چراگاہ معلوم ہو رہی تھی۔ درمیان میں بھیڑوں کے غول کے غول موجود تھے۔ موٹی موٹی بھیڑیں جو اون سے بھری ہوئی تھیں، سبز گھاس کے درمیان یہ سفید بھیڑیں بے حد خوبصورت معلوم دے رہی تھیں۔

"بڑا دلکش منظر ہے سلانوس۔" میں نے اپنے عقب میں دیکھتے ہوئے کہا لیکن سلانوس، اس کا تو کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ میں نے قرب و جوار کے مناظر کو دیکھا۔ مجھے یوں لگا جیسے یہ ساری چیزیں اجنبی ہو گئی ہوں۔

"سلانوس!" میں نے ایک بار پھر اسے آواز دی لیکن سلانوس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ تب مجھے ایک اور حیرت انگیز احساس سے دوچار ہونا پڑا۔ اور میں بابا سلانوس کا قائل ہو گیا۔

میرا جسم، میرا لباس، یہ سب، یہ سب عجیب و غریب تھا۔ میں نے اپنے جسم کو دیکھا۔ میں ڈھیلے ڈھالے لباس میں ملبوس تھا اور سر پہ عمامہ۔ میں نے کبھی ایسی پگڑی نہیں باندھی تھی۔

اوہو گویا۔ گویا میں نے حیرت سے سوچا۔ زاویوں کا استعمال تو میں اس سے پہلے بھی کر چکا تھا۔ میں نے وہ تمام مناظر دیکھے تھے جو مجھے میرے ماضی میں لے جاتے تھے لیکن ماضی کے کسی دور میں اپنی شخصیت، ایک مکمل شخصیت کو کسی دوسری شخصیت میں ضم کر دینا یہ ایک تعجب خیز بات تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں دانش کدے کی دانش کا دخل نہیں تھا بلکہ یہ بوڑھے کی اپنی کوشش تھی کہ اس نے وہ کردار مجھے دینے کے لیے میری ظاہری شخصیت کو ختم کر دیا۔

میرے چہرے پہ ہلکی ہلکی ڈاڑھی بھی اُگ آئی تھی۔ جبکہ اس سے پہلے اس کا کوئی وجود نہیں تھا اور جب میں نے اپنے ہاتھ کی طرف غور کیا تو اس میں ایک لکڑی بھی تھی۔ اوہو تو میں چرواہا ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور دفعتاً میرے ذہن میں کچھ نام ٹکرانے لگے۔

میرا نام ہیک ہے۔ اوہو واقعی میں تو سچ مچ ماضی کا ایک کردار بن چکا ہوں۔ ہیکی واقعی ایک عجیب و غریب نام ہے لیکن چرواہا۔ میں نے تعجب سے سوچا۔ اچانک ہی میں بہت ساری بھیڑوں کا مالک بن گیا ہوں اور بھیڑیں چرا رہا ہوں لیکن میرا باپ کون ہے اور یہ کون سے ماحول کی بات ہے۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میرے باپ کا نام ہیڈس ہے اور ہم خاندانی چرواہے ہیں۔

بڑی دلچسپ بات تھی یعنی میں جس رنگ میں تھا جس حلیے اور جس لباس میں تھا، اس کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میں کون ہوں کیا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ مجھے اپنی اصل شخصیت بھی یاد تھی یعنی کہ میں جو تھا اس کے بارے میں بھی جانتا تھا اور جو نہیں تھا اور بنا ہوا تھا اس کے بارے میں بھی اچھی طرح جانتا تھا۔ کتنی تعجب خیز بات تھی لیکن اس کے باوجود مجھے یہ ماحول بے حد پسند آیا تھا۔

اب دیکھنا یہ تھا کہ اس بدلی ہوئی شخصیت میں مجھے کیا کرنا ہوگا، جو شخصیت جو روپ مجھے دے دیا گیا تھا اس کی اپنی حیثیت کیا تھی اور میرا باپ اور اس کے علاوہ وہ جو میرے متعلقین ہیں وہ مجھ پر کسی قسم کا شک کرتے ہیں یا نہیں۔ ویسے اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ بڑی دلچسپ بات تھی اور میں اس سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میں وہ سب کچھ جانتا تھا جو مجھے اس کردار میں کرنا تھا۔

دیر تک میں ان بھیڑوں کو اور اس بدلے ہوتے ماحول کو دیکھتا رہا۔ کتنی حسین جگہ تھی، بس دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ یعنی تحت الثریٰ کا وہ حصہ جو اب اُس دنیا سے بھی مفقود ہو چکا ہے میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ بوڑھے سلانوس کی عظمت پر میں جس قدر رشک کرتا کم تھا، وہ عظیم تھا..... بے حد عظیم۔

اس نے وہ چیز پالی تھی جس کے بارے میں میں سوچتا ہوں کہ اس دور کے لوگ اگر آخری کوشش بھی کر لیں تو بڑا مشکل ہوگا ان کے لیے۔ کیونکہ اس کے بعد میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

کافی دیر تک میں بھیڑوں کو دیکھتا رہا اس ماحول پر غور کرتا رہا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ وقت ہوتا جا رہا ہے جب واپسی کی تیاریاں کی جاتی ہیں۔ دفعتاً میں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے کے آگے رکھے اور ایک عجیب سی آواز میرے ہونٹوں سے نکلی۔ میں نے اس آواز پر غور کیا اور ہنس پڑا لیکن اس آواز کا ردِعمل بہت ہی عجیب تھا۔ وہ بھیڑیں جو منتشر تھیں، دفعتاً چاروں طرف سے ایک ہی جگہ جمع ہونے لگیں اور میں حیران رہ گیا۔

"خوب، بہت خوب۔ یعنی جانور بھی اس طرح سے کسی آواز سے واقف ہو سکتے ہیں۔" میں نے سوچا اور اس پہاڑی قلعے سے نیچے اُترنے لگا جہاں سے بیٹھا ہوا میں بھیڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ جب تمام بھیڑیں جمع ہو گئیں تو میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی کو اشارہ کیا اور وہ آگے بڑھنے لگیں۔ گویا اب میں اپنی بستی کی طرف واپس جا رہا تھا۔ میری رفتار زیادہ

تیز نہیں تھی کیونکہ بھیڑیں سست روی سے چل رہی تھیں۔

پھر اس وقت جب میں ایک چھوٹی سی ندی کے قریب سے گزر رہا تھا تو میں نے ایک حسین چہرہ دیکھا۔

یہ ایک لڑکی تھی۔ تحت الشعور کی اپسرا' اس نے مجھے دیکھا اور دور ہی سے آواز لگائی۔

"ہے میکی!" اس نے مجھے آواز دی اور میں رک گیا۔

"کیا بات ہے پشکا؟"

"تو ایک ہی سوال بار بار کیوں کرتا ہے۔ جانتا ہے میں تیرے ہی انتظار میں ندی کے کنارے کھڑی ہوا کرتی ہوں اور جب تو یہاں سے گزرتا ہے تو اسی اجنبی لہجے میں مجھ سے پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے پشکا؟" وہ منہ چڑاتے ہوئے بولی۔

"پشکا! تو میرے لیے میرے پاس مت آیا کر۔ میں تجھ سے کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ میرا پیچھا چھوڑ دے۔"

"ہاں ہاں! تیری تو بس ایک ہی عادت ہے کہ تو ایک بات کہہ دیتا ہے اور کبھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔"

"تیری بھی تو بس ایک ہی عادت ہے۔ ہر دفعہ ندی کے پاس آ کھڑی ہوتی ہے' اس وقت جب میں واپس جاتا ہوں' مجھے آواز دیتی ہے اور ایک ہی بات پوچھتی ہے۔ ہے میکی! کیسے ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ کیا کر رہے ہو؟" میں نے مسخرے پن سے کہا' اور وہ ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی بڑی دلکش تھی۔ ایسے جیسے نقرئی گھنٹیاں بج رہی ہوں۔ تب میں نے اپنا جائزہ لیا اور میرے ذہن میں بے شمار خیالات در آئے۔

ہاں۔ یہ پشکا ہے۔ مجھ سے محبت کرتی ہے اور میری ہی بستی کی ہے۔ لیکن میں تو اسے نہیں چاہتا۔

اور یہ افسوس کی بات ہے۔ میں نے سوچا۔ اے جناب سلانوس صاحب کیا ماضی میں تھوڑی بہت رد و بدل نہیں ہو سکتی؟ لڑکی خاصی اچھی ہے خاصی دلکش ہے لیکن یہ جناب حضرت' میکی۔ یہ اس سے نخرے کر رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ کیا سمجھتے ہیں خود کو۔ دیکھو بھائی سلانوس جب تم نے اس قدر تبدیلیاں کی ہیں تو ایک چھوٹی سی تبدیلی اور کر دو۔ وہ یہ کہ اگر میں کسی کو دیکھوں اسے پاؤں' اسے چاہوں تو اس کو حاصل کرنے کی قوت مجھ میں ہونا چاہیے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا لیکن جناب صورتِ حال بدلی نہیں جا سکتی تھی۔ ماضی میں رد و بدل ناممکن تھا۔

تو پروفیسر! میں نے اس لڑکی کو پسند کیا لیکن میکی جس کی حیثیت مجھے دی گئی تھی اسے بالکل پسند نہیں کرتا تھا۔ عجیب آدمی ہو گا وہ بھی' اتنی حسین لڑکی کو پسند نہیں کرتا تھا لیکن اب تو اس آدمی کے کردار ہی میں مجھے وقت گزارنا تھا اور ماضی کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا تھا چنانچہ میں نے اس لڑکی کی جانب سے اپنی توجہ ہٹالی اور بھیڑیں ہانکتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

وہ میرے نزدیک نزدیک چل رہی تھی اور راستے میں مجھ سے طرح طرح کی باتیں کرتی جا رہی تھی۔ بڑی شرارتی تھی۔ وہ مجھ سے میری بھیڑوں کے بارے میں پوچھتی اور پھر پلٹ کر ایک دم کہتی "ارے میکی! اس میں کچھ بھیڑیں کم ہیں۔" میں چونک جاتا کیونکہ یہ ساری بھیڑیں میری اپنی نہیں تھیں بلکہ بستی کے مختلف لوگوں کی تھیں۔ میں انھیں چراتا تھا اور بستی کے لوگ مجھے دوسری چیزیں مہیا کر دیتے تھے۔

پھر میں بستی میں داخل ہوا تو پشکا مجھ سے الگ ہٹ گئی۔ "کل اسی وقت میں تیرا انتظار کروں گی۔" اس نے آہستہ سے کہا اور میں نے اسے گھورتے ہوئے دیکھا۔ وہ مجھے منہ چڑاتی ہوئی بھاگ گئی تھی۔

میں ایک لمحے تک اسے دیکھتا رہا پھر بستی کے ان مکانات کی جانب بڑھ گیا جہاں سے میں بھیڑیں چرانے کے لیے لایا کرتا تھا۔

میں نے ان تمام بھیڑوں کو ان کے احاطے میں پہنچایا۔ یہ میرا کام تھا اور پوری بستی سے چرانے کے لیے لائی جانے والی بھیڑیں باندھتا پھرا۔ پھر جب میں نے آخری بھیڑ بھی وہاں کے لوگوں کے حوالے کر دی تو پھر میں ایک جانی پہچانی بستی میں داخل ہو گیا جہاں میرا ایک مکان تھا۔

گویا بڑے ہی غریب تھے ہم لوگ' کیونکہ ہمارے گھر میں اپنی ایک بھیڑ بھی نہیں تھی۔ میرا باپ دروازے کے سامنے بیٹھا ایک عجیب قسم کا لمبا سا بانس کا ٹکڑا منہ میں لگائے تھا۔ جس سے بار بار دھواں بلند ہو رہا تھا۔ گویا وہ کسی قسم کا تمباکو پی رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور بولا۔

"او ہو چرواہے یا شہزادے۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا بات ہے بابا؟" میں نے کہا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کہ تمہیں چرواہا کہوں یا شہزادہ؟"

"جو دل چاہے کہہ لو بابا!" میں نے خوش دلی سے جواب دیا۔

"ارے نہیں بھئی۔ جو تم کہو گے وہی کہوں گا حالانکہ تم شہزادہ بننے کا خواب دیکھ رہے ہو جبکہ بدقسمتی یہ ہے کہ تم چرواہے ہو اور یہ امکان نہیں ہے کہ تم شہزادے بنو چنانچہ میرے بچے! تم چرواہے ہو چرواہے ہی رہو۔" میں نے بوڑھے کی باتیں سنیں لیکن اچانک ایک اور پیاری سی لڑکی میرے سامنے آ گئی۔ "او ہو بھیا آ گئے۔" اس نے بڑے پیار سے مجھے پکارا۔

"بھیا" میں نے تعجب سے سوچا۔ عجیب سی بات تھی پروفیسر! ساری زندگی میں نے رشتوں کے بارے میں سوچا نہ باپ کے بارے میں لیکن اب میرا باپ بھی تھا' ماں بھی تھی اور ایک پیاری سی بہن بھی اور یہ ساری چیزیں مجھے عجیب سی لگ رہی تھیں۔

میرا ہاتھ خود بخود اس لڑکی کے سر پر جا پہنچا' میں نے پیار سے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ "کیسی ہو؟"

"ٹھیک ہوں بھیا! تم واپس آ گئے۔ بس میں تمہارا انتظار ہی کر رہی تھی۔" اس لڑکی نے جس نے مجھے بھیا کہا تھا مسکرا کر جواب دیا۔

"چلو اب تو میں آ گیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں' دیکھو بھیا! میں نے تمہارے لیے کیا کچھ تیار کر کے رکھا ہے۔"

"کیا ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

اور لڑکی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اندر کی طرف لے گئی۔۔۔ وہ جگہ جہاں وہ لڑکی مجھے لے کر گئی تھی شاید باورچی خانہ تھی۔ تب لڑکی آگے بڑھی اس نے مٹی اور پتھر کے برتنوں میں سے چند چیزیں نکال کر میرے سامنے رکھ دیں۔ یہ سب کھانے کی چیزیں تھیں جنہیں میں بڑے شوق سے کھانے لگا اور واقعی اس ماحول میں مجھے بے حد لطف آیا تھا۔ لڑکی پیار بھری نظروں سے مجھے اب بھی تک رہی تھی اور مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں بھی اُسے بہت چاہتا ہوں۔

"ہاں تو بھیّا! اب تیاریاں کس دور میں ہیں؟"

"کیسی تیاریاں؟"

"تم ایپی ٹس کے جشن میں جا رہے ہو نا؟ اور وہاں تم پرسی فون کے حصول کے لیے شہزادوں سے جنگ کرو گے، کیوں ہے نا یہی بات؟" اس نے سوال کیا اور میرے ذہن میں کچھ اور عجیب و غریب باتیں آگئیں۔

"تو تیرا کیا خیال ہے۔ کیا میں اس قابل نہیں ہوں؟"

"نہیں نہیں۔ دیکھنے والے کچھ بھی کہیں۔ پر یہ بات تو بستی کے بچے بچے کی زبان پر ہے کہ ہیکی جیسا جوان اس ساری بستی میں تقریباً ناممکن ہے۔"

"تو پھر مجھے جانا چاہیے کیوں؟"

"کیوں نہیں بھیّا! بات اگر اچھی نسل اور ان لوگوں کی نہیں ہے جن کے پاس گھوڑوں کے بڑے بڑے گلّے اور پتھروں کے اونچے اونچے مکان ہیں یا جو خوبصورت لباسوں میں ملبوس رہتے ہیں تو میں یہی کہوں گی کہ میرے بھیّا جیسا کوئی بھی دوسرا ان پورے علاقوں میں کوئی نہ ہوگا اور اگر پرسی فون خود ایسی لڑکی ہے جسے اونچی عمارتوں اور گھوڑوں کے بڑے بڑے گلّوں کی ضرورت نہ ہو تو وہ میرے بھیّا کے علاوہ کسی کو پسند نہ کرے گی۔ رہی مقابلے کی بات تو میں یہی کہوں گی کہ بھلا ہیکی جیسا نوجوان اور دوسرا..... نہیں.... وہ کہاں۔" اس نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا پڑا۔

"لیکن بابا تو کہتا ہے کہ میں چرواہا ہوں اور چرواہا ہی رہوں گا۔" میں نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"بابا کی تو تم بات ہی نہ کرو بھیّا! بابا تو میرا خیال ہے پیدا بھی دو چار بھیڑیں لے کر ہی ہوا ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لکڑی ہوگی اور وہ بھیڑیں ہانکتا ہوا ماں کے شکم سے برآمد ہوا ہوگا۔" لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"سچ کہتی ہوں بھیّا!" وہ نہ جانے کس قسم کا انسان ہے، جب دیکھو کاروبار کی باتیں، جب دیکھو بھیڑوں کی باتیں۔ گویا اس کا پسندیدہ مشغلہ یہی ہے کہ کتنی عمر کی بھیڑ کتنا اُون دے سکتی ہے، کتنی عمر کی بھیڑ بچہ پیدا کر سکتی ہے اور کتنی عمر میں دودھ۔" لڑکی نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور مجھے بے حد ہنسی آئی۔

پھر مجھے اپنی ماں نظر آئی۔ یہ عورت جو کسی زمانے میں بے حد خوبصورت ہوگی لیکن اب تو عجیب و غریب تھی۔ بے حد موٹی تھی وہ۔

تو یہ تھا ماضی کے اس دور میں میرا کنبہ، میرا خاندان اور سلانوس کا وہ عطیہ جو اس نے ماضی میں مجھے عطا کیا تھا۔

لیکن خوب تھا یہ عطیہ اور حالات یہ بتا رہے ہیں کہ ماضی کا یہ عطیہ جو سلانوس میرے سامنے لایا ہے یقینی طور پر دلچسپ ہوگا اور اس پر میرا کردار۔ اس نے تو سونے پر سہاگے کا کام انجام دیا تھا۔ میں جس انداز میں سوچ رہا تھا یا دیکھ رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا وہ بڑا ہی مزے دار تھا اور اس سے میں پوری طرح سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ کھانے پینے کے بعد میری ماں مجھ سے باتیں کرنے لگی اور جو راز مجھ پر منکشف ہوئے وہ یہ تھے۔

کہ تحت الثریٰ کے ان علاقوں کا شہنشاہ ایپی ٹس جس کا جشن ہونے والا تھا۔ پرسی فون اس کی بیٹی ہے۔ اس نے اپنے جشن سے قبل یہ اعلان کیا تھا کہ اس جشن میں وہ اپنی بیٹی پرسی فون کے لیے شوہر کا انتخاب کرے گا اور اس انتخاب کے لیے اس نے دور دور کے نوجوانوں کو طلب کیا تھا۔ جو پرسی فون کے شوہر بننے کے لیے مقابلہ کر کے اس کے قابل ہونے کے بارے میں لوگوں کو بتا سکیں اور خود کو اس کا اہل بنا لیں کہ وہ آئندہ ایپی ٹس کی جگہ شہنشاہ یا اس کے نائب ہوں گے۔

بات کچھ یوں تھی کہ یہاں بھی شاہی خاندان اسی طرح پرورش پاتے تھے اور حکومتیں اسی طرح پشت در پشت تبدیل ہوا کرتی تھیں جس طرح کہ ہماری بیرونی دنیا میں اور ایپی ٹس چونکہ کسی نرینہ اولاد کا مالک نہیں تھا اس لیے اس نے اپنی بیٹی کے ذریعے اپنی حکومت کا وارث منتخب کرنا تھا۔ سو یہی ہوتا تھا تحت الثریٰ میں بھی کہ جب شہنشاہ کی اولادِ نرینہ نہ ہو اور کوئی بیٹی ہو تو اس طرح بیٹی کے شوہر کو یہ حکومت مل جایا کرتی تھی اور اس طرح وہ اپنی بیوی کے ناطے سے شہنشاہیت کے دور میں داخل ہو جایا کرتا تھا۔ اس طرح خاندان بھی بدلتے رہا کرتے تھے اور حکومت بدستور ایک ہی خون کے پاس رہا کرتی تھی۔

تو اس جشن میں جن نوجوانوں کو طلب کیا گیا تھا، ان میں سے کسی پر ذات پات کے لحاظ سے کوئی پابندی نہ تھی کہ وہ صرف نسل، رنگ یا دولت سے تعلق رکھتے ہوں۔ بس ضرورت صرف اس بات کی تھی کہ جو مقابلے میں جیت جائے اور ایپی ٹس کا جانشین ثابت ہونے کے لیے خود کو اس کا اہل ثابت کرے۔

اور یہ جو حضرت ہیکی تھے یعنی میں تو وہ بھیڑیں چراتے چراتے اچانک تحت الثریٰ کے اس علاقے کے شہنشاہ بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ تندرست و جوان تھے۔ اس لیے شاید ان کے قبیلوں کی لڑکیوں نے انہیں چڑھا دیا تھا۔ ان میں پشکا نامی لڑکی کو تو میں دیکھ ہی چکا تھا، وہ بہت زیادہ محبت کا اظہار کرتی تھی اور پھر میری بہن جس کے خیال کے مطابق اس پورے قبیلے میں مجھ جیسا خوبصورت جوان اور کوئی تھا ہی نہیں۔ تو ان سب نے

مل کر ہیلی کا دماغ خراب کر دیا تھا اور وہ سوچنے لگا تھا کہ اپی لٹس کی بیٹی پرسی فون کے انتخاب میں وہ خود بھی حصّہ لے۔

ویسے یہ اچھی بات تھی اور میرا خیال ہے کہ اوپر کی دنیا میں بھی یہی سب کچھ ہوتا تھا۔ اس میں کون سی نئی بات تھی۔ گویا کسی کے حصول کے لیے مقابلہ اور مقابلہ یقینی طور پر تلوار اور نیزے کا ہوگا یا پھر ممکن ہے کہ گوکلا کے سلسلے کی طرح اس میں بھی کوئی جادو کا سلسلہ کارفرما ہو لیکن مجھے الجھنے کی ضرورت نہیں تھی ہیلی کا کردار مجھ پر مسلط تھا اور مجھے وہی کچھ کرنا ہوگا جو ہیلی نے کیا ہوگا اور یقینی طور پر جو انجام ہیلی کا ہوا ہوگا وہی میرا بھی ہوگا لیکن ایک بات جو میرے ذہن میں ابھی پیدا ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ سلانوس کہاں ہے۔

کیا اس نے اس دنیا میں کوئی حصّہ نہیں لیا تھا یا پھر لیا تھا تو وہ مجھ سے دور کیوں تھا؟

اگر وہ میرے نزدیک ہوتا تو کم از کم اس موضوع پر اس سے گفتگو کرتا۔ ماضی میں ظاہر ہے اس نے بھی اپنا کوئی نہ کوئی کردار پیدا کیا ہوگا اور یہیں کہیں قرب و جوار میں ہوگا لیکن کہاں؟

اور پھر اچانک مجھے ہنسی آگئی۔ میں سلانوس کو پرسی فون کی حیثیت سے ماضی کے اس حصے میں دیکھ رہا تھا اور میں بہت ہنسا۔ ایسی احمقانہ باتیں میرے ذہن میں گردش کرتی رہتی تھیں۔۔۔ بہرحال ان سب کے باوجود مجھے اس ماحول سے بہت دلچسپی تھی۔ مجھے بہت لطف آ رہا تھا۔

اپنی قیام گاہ پر جو میرے معمولات تھے، میں ان کے مطابق کام کرتا رہا۔ بہت سی باتیں میرے ذہن میں خود بخود آ جاتی تھیں، بہت سے رشتے میرے ذہن میں خود بخود آجاتے تھے۔ یوں بھی یہ سیدھے سادے لوگوں کی بستی تھی۔ میرا گھرانہ بھی سیدھا سادا ہی تھا۔ ایک چرواہے کا گھرانہ جس میں میرا باپ ہیلس ساری زندگی بکریاں چرانے کے بعد آج کل معطل ہو کر اپنی ذمہ داری میرے سپرد کرنے کے بعد اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہیلی بھی ساری زندگی بھیڑیں چراتا۔ اس کا باپ اس کی کہیں شادی کر دیتا، وہ بچے پیدا کرتا اور پھر اپنی بھیڑیں اپنی اولاد کے حوالے کر کے اس دنیا سے سدھار جاتا لیکن تحت الثریٰ کے ماضی میں بھی دلچسپ داستانیں بکھری پڑی تھیں اور ان داستانوں میں سے ایک داستان ہیلی کی بھی تھی۔

اب وہ داستان کیا تھی یہ تو آئندہ ہی معلوم ہو سکتا تھا۔ میں تو اس داستان سے مکمل طور پر ناواقف تھا اور نا ہی بوڑھے سلانوس نے مجھے اس کے بارے میں کچھ بتایا تھا۔ یوں میں اجنبی زندگی کے موڑ کاٹ رہا تھا۔

سو ہوا یوں کہ اپنے معمولات کے مطابق ایک دن میں بھیڑیں لے کر نکلا اور اس میدان میں پہنچ گیا جہاں بھیڑیں چرتی تھیں۔ میں نے بھیڑوں کو چھوڑ دیا اور خود اسی پہاڑ پر جا بیٹھا جہاں سے بیٹھ کر میں حسین موسم اور سبز درختوں کا نظارہ کیا کرتا تھا۔ سبز رنگ کے میدان میں سفید بھیڑیں کپاس کی گڑیوں کی مانند ہوا میں تیرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اور بے حد دلکش لگ رہی تھیں۔

اس کجلائے ہوئے ماحول میں ان سفید بھیڑوں کا حسن کچھ اور بڑھ گیا تھا اور میں اپنے طور پر بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ تحت الثریٰ کا موسم یہاں

کا ماحول اور یہاں کا رکا ہوا وقت کتنا عجیب و غریب ہے۔ کم از کم اور باتوں کو اگر نظر انداز کر بھی دیا جائے تو اس موسم کو نظر انداز کرنا بہت مشکل ہے اور میں جو صدیوں پر نگاہ رکھتا تھا، اس ماحول میں خود کو بے حد خوش پا رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں اپنی عمر کا کچھ حصّہ اس دور میں ضائع تو نہیں کر رہا؟ لیکن ایک بات اور بھی میرے ذہن میں تھی کہ یہ ماضی تھا جس کا شمار میری زندگی میں اضافے کا باعث نہیں بن سکتا تھا، ہاں اس میں وہ لمحات ضرور ضائع ہوں گے جو میرے تحقیقی لمحات ہوں گے۔

سو میں نے دُور سے ایک شخص کو دیکھا جو میری جانب چلا آ رہا تھا۔ وہ ایک بہت ہی خوبصورت گھوڑے پر سوار تھا۔ تندرست و توانا گھوڑا۔ اور آنے والا ایسا لگتا تھا جیسے میرے پاس ہی آ رہا ہو۔ سو جب وہ کچھ قریب آیا تو میں نے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی۔ اس نے شناسائی کے سے انداز میں ہاتھ ہلایا اور میں جان گیا کہ وہ ہائیون ہے۔ ہائیون میرا گہرا دوست تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے دل میں بھی اس کے لیے بڑی گنجائش ہے اور میں بھی اسے دیکھ کر خوش ہو گیا ہوں۔ یوں ہائیون اس چھوٹی پہاڑی کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں پہاڑ سے اترنے لگا۔ ہائیون خود بھی گھوڑے سے نیچے اتر گیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور میرے دونوں توانا ہاتھ اس کے شانوں سے جا لگے۔

"آہ۔ میرے دوست ہیبک! تم یہاں موجود ہو اور تم جانتے ہو کہ ہائیون جب بھی آتا ہے، تمہارے لیے کوئی عمدہ خبر ہی لے کر آتا ہے۔"

"کیا خوش خبری ہے وہ میرے دوست؟" میں نے سوال کیا۔

"بتاتا ہوں ذرا صبر کرو۔" ہائیون نے کہا اور پھر بولا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایپی ٹس کا جشن جلد سے جلد شروع ہونے والا ہے۔ میں نے دیکھا تھا ان علاقوں کو دلہن بنا رکھا ہے اس کے علاقے کے بہت سے لوگ اس میں خیمہ زن ہیں اور کیا میرے دوست تم نے ملتوی کر دیا ہے اپنے ارادے کو؟"

میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرا جگری دوست ہے اور اس کا راز مجھ پر عیاں ہوتا جا رہا تھا کہ وہ کون ہے، کہاں رہتا ہے؟ وہ تحت الثریٰ کے ایک دوسرے علاقے میں رہتا تھا اور وہ میرا مخلص دوست تھا اور میں بھی اسے پسند کرتا تھا۔

"نہیں میرے دوست! ارادے کہاں ملتوی کیے جاتے ہیں لیکن مجھے اپنے باپ سے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"کیوں۔ کیسا خوف؟" ہائیون نے پوچھا۔

"وہ ہمیشہ مجھ پر طنز کرتا رہتا ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ میں ایک چرواہا ہوں، مجھے اپنی زندگی بھیڑوں میں بسر کرنا چاہیے لیکن میں شہزادہ بننے کے خواب دیکھ رہا ہوں لیکن میں شہزادہ نہیں بن سکتا۔ میں چرواہا ہوں اور چرواہا ہی رہوں گا۔ میں ایپی ٹس کی بیٹی کو اپنی دلہن نہیں بنا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جشن میں شرکت کے لیے بڑے بڑے سورما جائیں گے اور میں ایک منحنی سا آدمی ہوں جو فنونِ سپہ گری سے پوری طرح واقفیت بھی نہیں رکھتا، اس کے باوجود میرا عزم مصمم ہے اور میں اس جشن میں شرکت کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو کب؟" ہائیون نے پوچھا۔

"کب تک ہمیں روانہ ہو جانا چاہیے؟"

"بس جس قدر جلد ہو سکے۔ میرا خیال ہے کہ تم میرے ساتھ ہی چلو۔"

"ہائیون کیا تم مجھے ایک بات بتاؤ گے؟"

"ضرور۔ پوچھو۔"

"کیا تم بھی اس جشن میں، اس مقابلے میں شرکت کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"نہیں بھئی نہیں۔"

"کیوں کیا اس کی کوئی وجہ ہے؟"

"ہے بھی اور نہیں بھی۔ یوں بھی میں اپنے بازوؤں کو اس قدر مضبوط نہیں پاتا اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ مجھے لڑائی بھڑائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ البتہ مجھے دیکھنے کا شوق ہے اور جب میرا دوست اس جشن میں شریک ہو ہی رہا ہے تو پھر مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس جشن میں شرکت کے لیے ٹانگ اڑاؤں۔ یوں بھی میں جانتا ہوں کہ میں کسی بھی صورت میں ایپی ٹس کی بیٹی کو حاصل نہیں کر سکتا۔ میرے نزدیک ساری باتیں بے مقصد ہیں۔"

"ٹھیک ہے ہائیون! جب میں بھیڑیں لے کر واپس جاؤں گا تو تم میرے ساتھ چلو گے اور میرے اس سخت گیر باپ کو متاثر کرنے کی کوشش کرو گے۔ اس سے کہو گے کہ قسمت آزمانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یوں بھی اسے میرے شوق میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔"

"اوہو۔ دراصل باپوں سے مجھے ہمیشہ ڈر لگتا ہے۔ خود میرا باپ بھی میری نگاہ میں ہے جس نے مجھے ہمیشہ کسی قابل ہونے سے روکا اور اس لیے روکا کہ کہیں میں اپنا پیشہ نہ چھوڑ دوں۔ میں آج بھی برتن بناتا ہوں، کل بھی برتن بناؤں گا اور یوں میری پوری زندگی برتن بناتے بناتے گزر جائے گی۔ اب تو وہ برتن میرے ذہن میں اس طرح رچ بس گئے ہیں کہ ان سے ہٹ کر میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ایپی ٹس کی بیٹی کے لیے مقابلہ کرنے سے بہتر ہے کہ کوئی اور برتن تخلیق کر لیا جائے۔" ہائیون نے مسخرے پن سے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

بہرصورت اس وقت تک وہ میرے ساتھ رہا جب تک بھیڑوں کو لے جانے کا وقت نہ آ گیا اور پھر میرے ساتھ ہی وہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر میرے گھر آیا تھا۔ ہائیون نہ صرف میرا دوست تھا بلکہ میرے گھر میں بھی نہایت مقبول تھا۔ اس کا اندازہ مجھے یوں ہوا کہ وہ میری بہن کا منگیتر بھی تھا۔ میرے گھر میں اس کی بہت عزّت کی گئی کیونکہ میرے باپ نے طے کیا تھا کہ ہائیون کے ساتھ میری بہن کی شادی ہو گی۔ چنانچہ ہائیون کی خوب خاطر مدارات ہوئی۔ اس کا گھوڑا احاطے میں باندھ دیا گیا۔ میری ماں ہائیون سے باتیں کرتی رہی اور میری بہن ہائیون کے لیے خاص خاص کھانے تیار کرتی رہی۔ ہائیون اس خاطر مدارات کے لیے نہیں آیا تھا بس اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ مجھے جشن میں لے جانے کے لیے تیار کرے۔ سو اس وقت جب آرام کا وقت نزدیک آیا تو اس نے میری ماں، میرے باپ اور میری بہن کو

دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"کیا خیال ہے ہیکی! کیا تم اپی ٹس کے جشن میں شرکت کے لیے نہیں جاؤ گے؟"

"ارادہ تو رکھتا ہوں۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ اور میرا باپ متمسخرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر ہائپون کی طرف دیکھ کر بولا۔

"کتنا وقت رہ گیا ہے جشن میں؟"

"بس تیاریاں مکمل ہوگئی ہیں۔ میں اس طرف کا ایک چکر لگا کر آیا ہوں۔ کیا عظیم الشان انتظامات ہو رہے ہیں۔ اب تو سارے انتظامات مکمل ہوگئے ہیں۔ کیونکہ کچھ وقت کے بعد جشن شروع ہو جائے گا۔" ہائپون نے جواب دیا۔

"ہوں، تو تم اس جشن میں شرکت کے لیے جا رہے ہو؟" میرے باپ ہیڈلس نے پوچھا۔

"ہاں بزرگ محترم!"

"تو پھر جوان ہائپون! کیا میں اپنی بیٹی کے لیے کسی دوسرے شوہر کی تلاش میں نگاہیں دوڑاؤں؟" میرے باپ کے لہجے میں بدستور طنز تھا۔

"میں نہیں سمجھا بزرگ محترم؟"

"یقیناً تم بھی اپی ٹس کی بیٹی پرسی فون کے شوہر بننے کے امیدوار ہوگے۔ اور جشن میں ہونے والے مقابلوں میں حصہ لوگے؟"

"ہاں، صرف ایک شکل میں بزرگ!" ہائپون بہت چالاک تھا۔

"کونسی شکل؟"

"بشرطیکہ وہاں برتن بنانے کا مقابلہ ہو۔ جنگ و جدل سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے محترم بزرگ! ہاں برتن بنانے کے مقابلے میں، میں ضرور حصہ لوں گا۔"

"واہ۔ واہ! جی خوش کر دیا تم نے ہائپون! بالکل درست کہا تم نے۔ جو جس کام سے واقف ہو، اُسی کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ لیکن ہمارا بیٹا ایسا نہیں۔ ہیکی ہمیشہ اپنے معمول سے، اپنی فطرت سے بغاوت پر آمادہ رہتا ہے۔ اس بیوقوف کا خیال ہے کہ وہ پرسی فون کا مناسب ترین شوہر ہے اور اپنا حق حاصل کر کے اس علاقے کی عزت کو چار چاند لگائے گا۔" میرے باپ نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور پھر بُری طرح ہنسنے لگا۔

مجھے غصہ آنے لگا تھا لیکن ہائپون چالاکی سے کام لے رہا تھا۔ اس نے متعجبانہ انداز میں میری صورت دیکھتے ہوئے کہا "اوہ، تو کیا میرے دوست! میرے عزیز ترین دوست ہیکی! تم اس بارے میں سوچ رہے ہو؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ جشن میں شرکت کے لیے تو بہت دُور دُور سے لوگ آئیں گے۔ اور ان میں ایک سے ایک جنگجو ہوگا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب ہائپون خود ہی میرے باپ سے بولا۔ "آپ کو کیسے معلوم بزرگ ہیڈلس کہ ہیکی یہ ارادہ رکھتا ہے؟"

"پوری بستی اس کے ارادے سے واقف ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ ممکن ہے لوگوں نے مذاق میں یہ بات اڑا دی ہو۔ کیا آپ نے ہیکی سے اس بارے میں کچھ پوچھا ہے؟ اور اس سے پوچھنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ لو اگر یہ جشن میں جائے گا تو میرے ساتھ اور میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ اس کے خیال کو ہوا دوں۔ نہ صرف ہوا دوں بلکہ اگر اس کے ذہن میں ایسی کوئی حماقت ہے تو اسے نکال دوں۔"

"ہاں بیٹے! تم سمجھدار ہو۔ بھلا ایک چرواہے کا بیٹا ان سورماؤں سے کیسے مقابلہ کرے گا؟"

"بالکل بالکل۔ میرا خیال ہے میرا دوست انھیں بھی بھیڑیں سمجھتا ہے۔" ہائپون ہنستا ہوا بولا اور پھر میرے باپ سے کہنے لگا۔ "تو میں اس لیے آیا ہوں بزرگ کہ اپنے دوست کو اپنے ساتھ جشن میں شرکت کے لیے لے جاؤں۔"

"تمہیں تو منع ہی نہیں کر سکتا لیکن اس نالائق کے ذہن سے خناس تو اتر جائے۔ اس بات کی ذمے داری کون لیتا ہے کہ یہ کوئی حماقت کرنے کی کوشش کرے گا تو اُسے روک دیا جائے گا؟" میرے باپ نے کہا۔

"میں یہ ذمے داری قبول کرتا ہوں۔" ہائپون نے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ مجھے اعتراض نہیں ہے۔" ہیڈلس نے جواب دیا اور ہائپون نے میری کلائی پکڑ لی۔

"اٹھو ہیکی! مجھے تم سے کچھ دوسری باتیں کرنا ہیں اٹھو" اور اس کے بعد اس نے مجھے ایک لمحے وہاں نہ رہنے دیا اور ایک سنسان گوشے میں لے آیا۔

"کیسی رہی؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہایت نامعقول بات ہے۔ میرا ارادہ اٹل ہے۔ اگر میں جشن میں جاؤں گا تو اس مقابلے میں ضرور حصہ لوں گا۔"

"احمق۔ بالکل ہی احمق۔" ہائپون غصے سے بولا۔

"کیا مطلب؟"

"اگر تمہارا باپ ہیڈلس تمہیں جشن میں شرکت کی اجازت ہی نہ دے تو تم کیا کرو گے؟"

"اس کے فیصلے سے بغاوت۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ کس طرح؟"

"چھپ کر فرار ہو جاؤں گا۔"

"اوہ۔ لیکن اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس نے تمہیں اجازت دیدی ہے۔" ہائپون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم نے اس سے کیا وعدہ کر لیا ہے۔"

"جو کیا ہے ٹھیک کیا ہے۔ مقصد تمہیں یہاں سے لے جانا تھا۔ سو میں نے یہ معرکہ سر کر لیا ہے۔ اگر تم بغاوت کر کے جاتے تو تمہارے ذہن میں الجھن ہوتی اور تم اس جشن سے پوری طرح لطف اندوز نہ ہو پاتے۔ اور وہ دشمن سے چھیڑ نہ رہتی۔ باقی رہی دوسری بات تو یہ گھوڑا، وہ رہا میدان، وقت آنے پر دیکھا جائے گا۔"

"لیکن ہائپون! صاف صاف کہے دیتا ہوں اگر تم نے مجھے مقابلے میں حصہ لینے سے روکا تو میں تمہاری بات نہیں مانوں گا۔"

"بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے بے چارہ ہائپون۔ اور کیوں

نہ ہو۔ اس گھر میں اسے کسی لڑکی کا شوہر بن کر آنا ہے۔ ارے ہاں وہ تمہاری پشکا کا کیا حال ہے ؟"

"تم اسے میری پشکا کیوں کہتے ہو؟ میں اسے ذرا پسند نہیں کرتا۔"

"حالانکہ اسے پسند کیا جا سکتا ہے لیکن جس کے ذہن میں پرسی فون رچی بسی ہو وہ بھلا کسی پشکا کو کیا اہمیت دے گا۔ خیر! اس بدقسمت لڑکی کے لیے افسردہ ہونے کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔"

پرسی فون واقعی چالاک تھی۔ میں اس حسینہ کی ذہنیت سے اچھی طرح واقف تھا لیکن اس سلسلے میں میری اپنی ذہانت پوشیدہ تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ماضی میں کوئی ردّوبدل ممکن ہی نہیں تھا بلکہ اگر میں ایسی کوشش کرتا تو ناکام بھی ہو سکتا تھا۔

چنانچہ اسی لیے میرے باپ نے جاتے وقت کچھ ہدایات مجھے کی تھیں اور ہائیون کو۔ اور ہائیون نے بصد خلوص انھیں تسلیم کر لیا تھا۔ اس نے کسی بات میں کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے مجھ سے بھی التجا کی تھی کہ میں خاموش رہوں اور اس بات میں دخل اندازی نہ کروں۔ یوں اس نے میرے باپ کو تیار کر لیا تھا اس بات پر کہ وہ بخوشی مجھے اجازت دیدے اور میرا باپ پوری طرح مطمئن تھا چنانچہ میں بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور ہم دونوں چل پڑے۔

پھر جب ہم نے پہلی منزل پر قیام کیا تو ہائیون نے اس بارے میں سنجیدگی سے مجھ سے گفتگو کی۔ "ہاں میرے جوان ساتھی اب تم بتاؤ تمہارے ارادے کیا ہیں ؟"

"کس بارے میں ؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا واقعی تم جشن کے مقابلوں میں حصّہ لینا چاہتے ہو ؟"

"ہاں۔"

"میرا خیال ہے میں تم سے عمر میں کچھ بڑا ہوں۔ چنانچہ ان لمحات کے تجربے کو مدّنظر رکھتے ہوئے میں بھی تم سے یہی کہوں گا کہ اس خیال کو ترک کر دو اور ناراض ہونے کے بجائے مجھ سے اس بارے میں بحث کرو کہ میں تمہیں کیوں منع کر رہا ہوں۔"

"میں اس بارے میں کسی بحث کسی مشورے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔"

"خیر۔ خیر ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو۔" میں نے بیزاری سے کہا۔

"کیا تم نے پرسی فون کو دیکھا ہے کبھی ؟"

"نہیں۔"

"میں نے دیکھا ہے۔" اس نے کہا۔

"اوہ کیا واقعی۔ اس کی شکل و صورت کیسی ہے ؟"

"ایسی کہ اگر ایسی شے میری اولادوں کو بھی یہ حکومت بخش دے تو میں اس سے شادی نہ کروں۔ یار تم یہ تو سوچو کہ اگر بیوی خوبصورت نہ ہو تو کیا حکومت کو چاٹا جائے ؟"

"پرسی فون خوبصورت نہ ہو..... ناممکن ہے۔"

"تمہیں یہ بالکل درست ہے۔ تم خود دیکھ لوگے۔ ہاں یہ تو بتاؤ اگر وہ خوبصورت نہ ہوئی تب پھر تم اس مقابلے میں حصّہ لوگے ؟"

"میں نہیں کہہ سکتا لیکن کیا وہ نگاہوں سے پوشیدہ رہے گی ؟"

"ہرگز نہیں۔ ایک وقت اس کی زیارت کرائی جائے گی۔ وہ دوسروں کے سامنے ضرور آئے گی۔ کم ازکم ان کے سامنے جو اس کے لیے جانیں نچھاور کریں گے۔"

"بس تو پھر یہ فیصلہ اس وقت ہو جائے گا۔"

"ہاں۔ عقل کی کم ازکم ایک بات کہی تم نے۔" ہائیون نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ ہائیون نے اپنی دانست میں گویا مجھے کسی حد تک رام کر لیا تھا لیکن ماضی کبھی نہیں بدلتا۔

ہم نے دُور سے خیموں کا شہر آباد دیکھا۔ یہ شہر روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ اس کو خوب روشن کیا گیا تھا اور اس سے کافی خوبصورتی پیدا ہو گئی تھی۔ ایسا حسین سجایا گیا تھا اس علاقے کو کہ دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ میں دلچسپی سے یہ سارے مناظر دیکھ رہا تھا۔ میرا دوست ہائیون دوسرے کاموں میں مصروف تھا، اس نے اپنے لیے بھی ایک خیمہ حاصل کیا تھا اور اسے لگانے کے لیے مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔

میرے مشورے پر ہائیون نے اپنا خیمہ ایک خاص جگہ دوسرے خیموں سے ہٹ کر ایک چھوٹی سی گنگناتی ندی کے قریب لگایا تھا جس کا پانی بے حد شفاف تھا اور جس کی تہہ صاف نظر آتی تھی اس میں گول اور خوبصورت سے پتھر ندی کے شفاف پانی میں بہت حسین دکھائی دیتے تھے اور ہائیون نے بھی اس جگہ کو بے حد پسند کیا تھا۔

"لیکن ہم خیموں کی رَو سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔ میکی!" اس نے اپنا خیمہ نصب کرتے ہوئے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے ہائیون! اس جگہ خیمہ لگانے پر کوئی پابندی تو ہے نہیں اور پھر کونسا زیادہ فاصلہ ہے۔ یہاں سے کھڑے ہو کر ہم سب کو ہی دیکھ سکتے ہیں اور اس گنجان جگہ کی نسبت زیادہ پرسکون ہے"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے میرے دوست! اور یوں بھی تم جانتے ہو تمہارا دوست ہر معاملے میں تم سے متفق ہوتا ہے۔" ہائیون نے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد خیمہ نصب ہو گیا۔ تب ہم نے اپنے گھوڑے خیمے کی پشت پر باندھ دیئے اور سفر کی تکان دور کرنے کے لیے آرام کرنے لگے۔ بعض اوقات میں اپنی کیفیات میں نمایاں تبدیلی محسوس کرتا تھا یعنی میری جسمانی حیثیت وہ نہیں تھی جو میری اصلی شخصیت کے ساتھ تھی۔ چونکہ اب میں ماضی کے کردار میں ڈھل گیا تھا اس لیے ایک عام انسان تھا اور ان خصوصیتوں سے خاصا

دُور چلا گیا تھا اور جو میری ذات کا خاصہ تھیں یا پھر میری ذات میں پوشیدہ تھیں، یہ صرف اس وقت محسوس ہوتا تھا جب میں خود کو محسوس کرتا تھا لیکن جب میں خود کو اس کردار میں ضم سمجھتا تو مجھے کوئی احساس نہیں ہوتا تھا لیکن جب میں اپنے ذہن کو ٹٹولتا اور غالباً لاشعور میں جھانکتا تو میری شخصیت ابھر آتی تھی اور پھر مجھے وہ ساری باتیں ایک خواب کی مانند محسوس ہونے لگتی تھیں۔ اس وقت شاید میں اپنی اصلی حیثیت میں ہی آجاتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری جسمانی ساخت پر بھی وہ چیز اثر انداز ہوتی ہے یا نہیں۔....... اگر کبھی اس کا تجربہ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس کا تجربہ بھی کر لیا جائے گا۔ میں نے سوچا۔

یہاں آنے والے لوگوں کے لیے ایپی ٹس نے معقول بندوبست کیا تھا۔ یعنی انھیں عمدہ خوراک تقسیم کی جاتی تھی۔ ان کے گھوڑوں کے لیے بھی خوراک مہیا کی جاتی تھی اور اس کام پر بے شمار غلام مامور تھے۔

چنانچہ ہمیں آرام کرتے ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ چند غلام ہمارے گھوڑوں کے لیے راتب لے آئے۔ ہائیون نے راتب لے لیا اور انھیں گھوڑوں کے سامنے رکھ دیا۔ پھر وہ ان میں سے ایک غلام سے کہنے لگا۔

"بھائیو! میں خود بھی بھوکا ہوں۔" جس پر غلاموں نے جواب دیا کہ وہ قطعی فکر نہ کرے۔ انھیں بہت جلد خوراک مہیا کر دی جائے گی۔

میں ان ساری چیزوں کو نہایت دلچسپی سے دیکھتا رہا حالانکہ یہ ماحول میرے لیے اجنبی تھا لیکن بے حد دلکش تھا۔

سلانوس نے جس نظریے کے تحت مجھے یہاں بھیجا تھا۔ اس کے لیے میں اس کا شکر گزار تھا اور...... تحت الثریٰ کا ماضی شاید کبھی میری نگاہ میں نہ آتا لیکن آج میں ماضی کے اس جزیرے میں تحت الثریٰ کے ماضی کے ایک ورق میں گم تھا۔

تھوڑی دیر تک ہم دونوں آرام کرتے رہے پھر نہ جانے کس طرح ہائیون کی آنکھ لگ گئی۔

میں نے اسے سوتے دیکھا۔ ہائیون کی تیز تیز سانسیں ابھر رہی تھیں اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سوتے رہو میرے دوست! میں تو ان خیموں کی سیر کے لیے جا رہا ہوں۔" میں نے کہا اور اپنے خیمے سے باہر نکل آیا۔

بھانت بھانت کے لوگ تھے اور سب کے سب خوبصورت، ان میں عورتیں بھی تھیں مرد بھی تھے۔ عورتیں غالباً وہ تھیں جنہیں لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ کچھ عورتیں مقامی تھیں جو سیر و تفریح کی غرض سے اور کچھ اپنے رشتے داروں سے ملاقات کے لیے یہاں آگئی تھیں۔ ماحول کافی حد تک بے تکلف تھا۔ دوسرے معنوں میں ایک ایسا ماحول جسے کافی حد تک دلچسپ و دلکش کہا جا سکتا تھا۔ کوئی ایسے اقدار نہ تھے کہ مرد عورت سے دُور رہے۔ جشن کے سلسلے میں ناچ گانے ہو رہے تھے۔ موسیقی کی تیز لہریں ابھر رہی تھیں اور ہر شخص اپنی اپنی دُھن میں مست تھا۔

ان میں وہی نہیں تھے جو شہزادی پرسی فون کے لیے مقابلہ کرنے آئے تھے بلکہ ایسے لوگوں کی تعداد تو انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ ہاں جشن میں شرکت کے لیے آنے والے بے شمار لوگ تھے اور یہ سب ایپی ٹس کے رشتے داروں میں سے تھے۔

میں خود بھی اسی کی معیت میں خیموں کے شہر میں گھومتا رہا۔ کئی جگہ ناچ رنگ دیکھ کر میں رُکا۔ رقاصائیں اپنے فن کا کمال دکھا رہی تھیں۔ ان کے جسم بے حد خوبصورت تھے اور ادائیں بے حد دلکش۔ لوگ غول در غول ان کے گرد جمع تھے اور وہ ان کا دل بہلا رہی تھیں۔ کئی جگہ مجھے کئی لڑکیاں بے حد پسند آئیں لیکن دکھ کی بات یہ تھی کہ ہیکی کی حیثیت سے میں پرسی فون کے لیے مقابلہ کرنے آیا تھا اور اس صورت میں مجھے کوئی ایسی اوچھی یا چھچھوری حرکت نہیں کرنا چاہیے تھی جس سے میں دوسروں کی نگاہوں میں آؤں۔ اور پھر پرسی فون کے لیے مقابلہ کرنے کے قابل نہ رہوں۔

ظاہر ہے شاہ ایپی ٹس اپنی بیٹی کے لیے کسی پُروقار شخص کا انتخاب کرنا پسند کرتا۔ لہٰذا کوئی ایسا آدمی جو کسی رقاصہ کے ساتھ رنگ رلیوں میں مصروف ہو جائے قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا اور یقینی طور پر اس کے لیے مقابلے میں شامل ہونا وقت طلب امر بن جاتا۔ چنانچہ میں نے ان رقاصاؤں کو دُور ہی سے دیکھنے پر اکتفا کیا۔ اور اپنے طور پر خود کو مطمئن کر کے آگے بڑھتا رہا۔ خیمے اتنے طویل و عریض علاقے میں ایستادہ تھے کہ ان کے درمیان ایک وقت میں گھوم لینا ممکن نہیں تھا۔ تاہم میں جتنی دُور تک گھوم سکا، گھومتا رہا پھر میں نے واپسی کی سوچی۔

کافی دیر گزر چکی تھی اور میرا خیال تھا کہ کہیں میرا دوست ہائیون جاگ نہ اٹھا ہو اور جاگنے کے بعد کہیں میرے لیے پریشان نہ ہو۔ چنانچہ میں واپس اپنے خیمے کی جانب چل پڑا۔ میں تیزی سے اپنا راستہ طے کر رہا تھا اور کیا ہی اچھی بات تھی کہ ہم نے اپنا خیمہ ان تمام خیموں سے ہٹ کر ندی کے کنارے لگایا تھا۔ ورنہ خیموں کے اس شہر میں اپنے خیمے کی تلاش واقعی ایک مشکل کام ہوتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے خیمے کے نزدیک پہنچا اور میرا خیال درست ہی تھا۔

میرا دوست ہائیون احمقوں کے سے انداز میں منہ پھاڑے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ میرے نزدیک آگیا۔

"کہاں چلے گئے تھے ہیکی! میں تمہارے لیے پریشان تھا۔" اس نے گھبرا کر سوال کیا۔

"کیوں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

"بس! بس یونہی۔ بجانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہاری حفاظت کرتا رہوں۔" ہائیون نے کہا۔

"اپنے دل کی اس احمقانہ چاہ کو ذہن سے نکال دو۔ میں بچہ نہیں ہوں اور نا ہی تم یہاں کے نگراں ہو۔" میں نے کہا۔ اور ہائیون گردن ہلانے لگا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے لیکن تم اس خیال کو کیا کرو گے کہ میں اپنے ذہن میں تمہیں بچہ ہی تصور کرتا ہوں۔"

"آخر کیوں۔ کیا اس کی کوئی وجہ بتا سکتے ہو۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں!"

"تو پھر بتاؤ کہ اس کی وجہ کیا ہے؟"

"بھئی اگر تم بچہ نہ ہوتے تو پرسی فون کو حاصل کرنے کے لیے مقابلہ کرنے کی کیوں سوچتے۔" ہاپون نے کہا اور میں جھلاہٹ میں اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ہوا اس بات کا۔" میں نے غصیلے لہجے میں پوچھا اور ہاپون نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"نہیں نہیں میرے دوست! ان الفاظ سے نہ تو تمہاری توہین مقصود ہے اور نہ ہی تمہیں کمتر ثابت کرنا ہے۔ بس بات صرف یہی ہے کہ مقابلے میں شرکت کے لیے وہ بڑے بڑے سورما آئے ہیں جو اپنے علم اور اپنی قوت پر ناز کرتے ہیں اور خود وہ ہی کیا لوگ بھی انہیں مانتے ہیں اور ان کے درمیان تم ــــ بہرصورت بھیڑوں کے نگراں ہی کہلاؤ گے۔" ہاپون نے کہا اور دانتوں میں زبان دبالی جیسے اس کے منہ سے کوئی غلط جملہ نکل گیا ہو۔

میں اسے غصیلی نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "ٹھیک ہے ہاپون ــ اور تم دیکھو گے کہ تمہارے ان بڑے بڑے سورماؤں کے درمیان ہیکی کیا کارنامے دکھاتا ہے۔"

"یقیناً یقیناً۔ تمہاری اولوالعزمی سے مجھے یہی امید ہے، یہ بتاؤ کہاں کہاں ہو آئے ــ؟"

"بہت دور نکل گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"جشن تو خوب زور و شور سے جاری ہو گا؟"

"ہاں خیموں کے درمیان رقاصاؤں کے ڈیرے بڑے ہی خوبصورت ہیں اور ان میں ناچنے والیاں بھی بے حد حسین۔"

"واہ واہ ــ" ہاپون دونوں ہاتھ ملتا ہوا بولا "لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان ایک ایسا رشتہ قائم ہونے والا ہے کہ اگر میں یہاں اپنے طور پر کوئی تفریح کرنا چاہوں تو مجھے سوچنا پڑے گا۔"

"کیوں ــ؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ تم اپنے باپ سے میری شکایت بھی کر سکتے ہو اور اس کے بعد میری شادی کا مسئلہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔" ہاپون نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"نہیں ہاپون ایسا نہیں ہو گا۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ شریک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تم ــ ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے میرے دوست لیکن کیا پرسی فون کے لیے ہونے والے مقابلوں کے باوجود تم ان رقاصاؤں میں دلچسپی لو گے؟"

"دراصل مجھے نہیں معلوم ہاپون کہ پرسی فون کے لیے مقابلہ کرنے میں کیا کیا ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن اگر ہم دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہی رہیں اور اس وقت تک خود کو ظاہر نہ کریں میرا مقصد یہ ہے کہ یہ نہ بتائیں کہ ہم میں سے ایک پرسی فون کے لیے مقابلہ کرنے والوں میں شامل ہے تو ہم اپنے طور پر تفریح کر سکتے ہیں میرا مطلب ہے کہ ہمیں کون دیکھے گا اور کون ہمیں یاد رکھنے کی کوشش کرے گا۔ یہاں تو سب اپنے اپنے طور پر جس طرح چاہتے ہیں مصروف ہیں۔"

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن بس بات یہی ہے کہ ہم دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہیں۔"

"ہم پوشیدہ رہیں گے۔" میں نے کہا اور ہاپون تیار ہو گیا۔ تب ہم باہر نکل آئے اور اس کے بعد جشن کی ہنگامہ آرائیوں میں مصروف ہو گئے۔ رقص و رنگ کی محفلیں جگہ جگہ برپا تھیں اور لوگ اپنے طور پر ان میں دلچسپیاں لے رہے تھے۔

پھر ایک رقاصہ میری نگاہوں کا مرکز بن گئی۔ کمسن اور خوبصورت تھی اور بڑا خوبصورت رقص کر رہی تھی۔ یہ استقبالیہ رقص تھا جس میں وہ دور سے آنے والوں کی آمد پر خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ ہاپون نے میری دلچسپی کو محسوس کر لیا اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کس سیاست کے تحت یہ ڈرامہ کر رہا ہے۔ اس نے اس انداز میں اس رقاصہ کی تعریف کی کہ میرا دل بے چین ہو گیا۔

"واہ ــ واہ ــ کیا حسین لڑکی ہے اور کتنی خوبصورت، کیا روئے زمین پر تم نے اس سے زیادہ خوبصورت لڑکی دیکھی ہے؟"

"میں نے روئے زمین کے صرف مختصر سے حصے کو دیکھا ہے ہاپون! اس لیے کیا کہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے باوجود میرا تجربہ تم سے زیادہ وسیع ہے ہیکی! ذرا دیکھو تو سہی کتنا حسین رقص کر رہی ہے۔ بلاشبہ اسے لاکھوں میں ایک کہا جا سکتا ہے لوگ نام و نمود کے دیوانے ہوتے ہیں۔ وہ حکومت کے خواہش مند ہوتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ورنہ اگر پرسی فون اور اسے ایک دوسرے کے سامنے کھڑا کر دیا جائے تو اس کے سامنے پرسی فون تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی میں نے اسے دیکھا ہے اور ہیکی جب تم بھی اسے دیکھو گے تو یہی سوچو گے کہ لوگ کیسے دیوانے ہوتے ہیں جو کسی ایک عورت یا تھوڑی سی زمین کے لیے جان دینے چلے آتے ہیں۔" ہاپون بجانے کیا کیا کہتا رہا۔ لیکن میں رقاصہ کے رقص میں محو تھا اور اس کے حسین بدن کے آگ جلانے خطوط میں کھویا ہوا تھا۔

حالانکہ رقص بڑا شاندار تھا لیکن رقاصہ کے بدن کی گولائیاں مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں حتیٰ کہ رقاصہ رقص کرتے کرتے میرے نزدیک آگئی اور میں نے اپنی گردن سے قیمتی موتیوں کا ہار نکال کر اس کی گردن میں ڈال دیا رقاصہ نے ایک خاص ادا سے مسکرا کر مجھے دیکھا اور سر خم کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں بھی پسندیدگی کے آثار تھے۔

رقاصہ کئی بار رقص کرتے ہوئے میرے نزدیک آئی اور پھر جب وہ میرے نزدیک ہی تھی تو اس نے آہستہ سے کہا۔

"رکنا ــ جانا نہیں ــ" اور پھر وہ اپنی حسین کمر کو بل دیتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

میں حیران رہ گیا تھا۔ ہاپون بدمعاش نے اس کے جلے سن لیے تھے۔ پھر وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"تو یہ ہوتی ہے قسمت اور اسے کہتے ہیں تقدیر حالانکہ ہاپون بیچارہ بھی جوان ہے تندرست و توانا بھی ہے اور بدشکل بھی نہیں ہے اور پھر یہاں جو اتنے سارے لوگ موجود ہیں سب کے سب احمق ہیں جو اس رقاصہ کا رقص دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ تمہارا انتخاب کر چکی ہے اور تم نے اس کا۔ ٹھیک ہے بھائی ہاپون! تم یہاں کیوں کھڑے ہوئے ہو؟"

وہ پیچھے پلٹ کر جانے لگا تب میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ "ارے، ارے ہاپون ہر وقت کا نخرہ اچھا نہیں ہوتا۔" میں نے کہا۔

"واہ۔ اس میں نخرے کی کیا بات ہے؟ اگر تم انسان ہو تو ہاپون بھی تو اپنے سینے میں دِل رکھتا ہے کیا وہ اس رقاصہ کو پسند نہیں کر سکتا۔ اب یہاں اس کی موجودگی کا کیا جواز ہے؟"

"گویا تم یہاں اب میرے لیے کچھ لمحات رک نہیں سکتے؟"

"تمہارے لیے تو ساری زندگی رک سکتا ہوں، ایسی کیا بات ہے۔" ہاپون مسکراتا ہوا پلٹ آیا۔

پھر رقاصہ نے اپنا رقص ختم کیا اور لوگ وہاں سے واپس جانے لگے ظاہر ہے وہ سب رقص کے لیے وہاں جمع تھے۔ جب رقاصہ نے اپنا کاروبار بند کر دیا تو پھر ان کے رُکے رہنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے لیکن میں اور ہاپون وہاں ٹھہرے رہے۔ رقاصہ نے میری طرف دیکھا اور مسکراتی ہوئی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"اگر مناسب سمجھو تو تھوڑی دیر یہاں بیٹھو۔" اس نے برق پاش نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"بہتر۔" میں نے جواب دیا اور رقاصہ کے قریب پہنچ گیا۔

"ارے ہاں یہ کون ہے۔ شاید تمہارا دوست۔" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"تب پھر آؤ۔ تم بھی آ جاؤ۔" اس نے ہاپون کی طرف دیکھ کر کہا۔ اور ہاپون بھی میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

میں، ہاپون اور رقاصہ تینوں ایک بڑے خیمے میں داخل ہو گئے۔ رقاصہ کے جو ساتھی تھے اُن کے خیمے الگ الگ تھے اور غالباً وہ اس کے معاملات میں مداخلت کے عادی نہیں تھے۔ کیونکہ وہ سب اپنے اپنے خیموں میں واپس چلے گئے تھے، تب رقاصہ ہمیں اپنے خیمے میں لے گئی۔ اس نے ہمیں بیٹھنے کے لیے چمڑے سے منڈھی ہوئی کرسیاں پیش کیں اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔

"میں تمہارے لیے شربت کا انتظام کرتی ہوں۔" اس نے کہا اور خیمے سے باہر نکل گئی۔

"واہ۔ بھئی واہ۔ میں تو تمہاری قسمت پر ہر لمحہ رشک کر رہا ہوں بیکی" ہاپون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے اس وقت تم خاموش رہو تو بہتر ہے۔ ہمیں ذرا دیکھنا چاہیئے کہ یہ کیا کرنا چاہتی ہے؟"

"یہ چاہتی ہے۔؟ اب بھی یہ سوال کر رہے ہو کہ کیا چاہتی ہے۔" ہاپون نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

رقاصہ اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک آفتابہ اور چند گلاس تھے جس میں اس نے شربت گلاسوں میں انڈیل کر ہمیں دیا اور تیسرا گلاس خود لے کر بیٹھ گئی۔ "بات یہ ہے کہ میں نفایہ کی رہنے والی ہوں۔ نفایہ میں میرا ایک شناسا ایسا تھا جو بالکل تمہاری صورت کا تھا۔ بچپن ہی سے میں اسے پسند کرتی تھی اور وہ مجھے چاہتا تھا۔ لیکن پھر یوں ہوا کہ وہ ایک پہاڑی سے اچھل کر گر گیا اور اس کی ہڈیاں سرمہ بن گئیں۔ میرے ذہن میں آج تک اس کی صورت نقش ہے۔ ظاہر ہے میں اسے دوبارہ نہیں پا سکتی تھی لیکن میں نے تمہیں دیکھا تو وہ میرے ذہن میں اس بُری طرح آیا کہ میں نے اس کی شکل میں تمہیں عزت دے دی۔"

"خوب۔ تو گویا میں کسی کا ہم شکل ہونے کی وجہ سے تمہاری توجہ کا مرکز بنا ہوں۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں یہ حقیقت ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" رقاصہ نے کہا۔

"تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔ ظاہر ہے اگر رقیبِ روسیاہ موجود نہ ہو تو پھر عیش ہی عیش ہوتے ہیں۔" اور رقاصہ مسکرانے لگی۔

"ٹھیک کہا تم نے، لیکن میں تمہارے نام سے ناواقف ہوں۔" رقاصہ نے سوال کیا۔

"یہ بیکی ہے اور میرا نام ہاپون ہے۔" ہاپون نے جلدی سے جواب دیا اور میں مسکرانے لگا۔

"بڑی خوشی ہوئی تم دونوں سے مل کر۔ لیکن کیا بیکی تم میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا پسند کرو گے؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا اور رقاصہ مسکرانے لگی۔ پھر وہ ہاپون کی جانب دیکھ کر بولی۔

"لیکن اِس خلوت میں تمہاری کیا گنجائش ہے؟"

"کچھ نہیں۔" ہاپون نے جلدی سے اپنا شربت حلق میں انڈیلا اور کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ خیمے کے دروازے کی جانب پہنچ کر پلٹا اور رقاصہ سے بولا۔

"میں جانے سے پہلے تم سے کچھ بات کہنا چاہتا ہوں کیا تم مجھے کچھ لمحات دو گی۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں کہو۔ کیا بات کرنا ہے؟" رقاصہ نے کہا۔

"نہیں نہیں۔ اپنے دوست کے سامنے میں تم سے کچھ نہ کہوں گا۔"

"ٹھیک ہے پھر میں باہر آتی ہوں۔" اس نے میری طرف دیکھ کر کہا اور معذرت کے انداز میں گردن خم کر کے باہر نکل گئی۔ نجانے بدمعاش ہاپون اس سے کیا کہنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد رقاصہ مسکراتی ہوئی اندر آئی

"بڑا ہی مسخرہ ہے تمہارا دوست۔ بڑی ہی عجیب باتیں...

لگا کہ نوجوان ہیکی کا میں زبردست خیال رکھوں وہ بچوں کی طرح معصوم ہے۔ اگر زیادہ بچپن کرے تو اسے سہارا دیا جائے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔“

میں نے رقاصہ کے چہرے کی جانب دیکھا۔ نجانے وہ سچ کہہ رہی تھی یا پھر مجھے بنا رہی تھی۔ بہرصورت رقاصہ سے ہر قسم کی توقع رکھی جا سکتی تھی چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔

تب رقاصہ نے میرے لیے ایک اور گلاس شربت کا تیار کیا اور اپنے ہاتھ سے میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

”تم سے شناسائی پر تم سے قربت پر میں جس قدر خوش ہوں اس کا اظہار نہیں کر سکتی ہم اظہار کے طور پر چند ایسے کام کیا کرتے ہیں جن سے ہماری خوشیوں کا اظہار ہوا کرتا ہے سو کیا تم میرے ساتھ ایک گلاس شربت پینا پسند کرو گے؟“

”کیوں نہیں“ میں نے جواب دیا اور رقاصہ خوش ہو گئی۔ اب اس بات کا جواز نہ رہا تھا کہ میں اس سے سوال کرتا کہ وہ کیوں میری جانب متوجہ ہوئی کیونکہ اس نے مجھے اس بارے میں بتا دیا تھا۔

رقاصہ کا قرب بے حد حسین تھا۔ اس کے جذبات کی خوشبو میرے ذہن و دل کو معطر کر رہی تھی اور یہ قرب طویل سے طویل تر ہو گیا۔

رات ہوئی تو رقاصہ نے شراب کے جام اور صراحیاں نکال لیں سو میں ہیکی کی حیثیت سے اس کا ساتھ کیوں نہ دیتا۔ میں نے شراب پینا شروع کر دی۔ ہاں یہ بات مجھے یاد نہیں رہی تھی کہ اس وقت تک میری اصلی حیثیت نمایاں نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ میں نہ چاہتا۔ ہیکی کی حیثیت ہی کیا تھی سو وہ چند جام پینے کے بعد غنودہ ہو گیا۔ وہ نہ جانے کب تک رقاصہ کی آغوش میں کھیلتا رہا۔ اسے یاد نہیں تھا کہ اس نے رات کیسے رقاصہ کے ساتھ گزاری۔ ہاں صبح کو بھی وہ ہوش میں نہ آیا اور جب خوب سورج چڑھ گیا تو رقاصہ نے ہی اسے جھنجھوڑ کر جگایا۔

”ہیکی! میرے عزیز کیا تم نہیں جاگو گے؟“ اس نے کہا اور میں نے انگڑائی لے کر اسے دیکھا۔

بڑی ہی حسین نظر آ رہی تھی وہ۔ غالباً ابھی ابھی غسل کر کے آئی تھی اور اس کے لمبے بالوں سے پانی کے حسین قطرے چمک رہے تھے اور میرے جذبات پھر سے مچلنے لگے۔

”نہیں۔ یوں نہیں“۔ رقاصہ نے میرے سینے پر سر رکھ کر مچلتے ہوئے کہا

”لیکن کیا تم اپنے مشن پر نہیں جاؤ گی؟“

”کون سے مشن پر۔“

”تم رقص و سرود، ناچ گانے کے لئے یہاں آئی ہو“

یقیناً تمہیں شاہ اپی لٹس نے بلایا ہو گا۔ اور اگر تم باہر جا کر شاہ کے لوگوں کا دل بہلاؤ گی تو کیا اس بات پر تم سے باز پرس نہیں کی جائے گی۔“

”نہیں۔“ رقاصہ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ ”ہم پیشہ ور ناچ گانے والے مزدور ہیں لیکن کسی کے پابند نہیں

اپی لٹس کے بلاوے پر یہاں آئے ہیں اور اس بات کے مشتاق ہیں کہ وہ ہماری عزت کرے چنانچہ اگر میں نہ جاؤں تو یہاں میلہ نہیں لگے گا اور بس۔ اس سے زیادہ کچھ نہ ہو گا۔“

”تب پھر ٹھیک ہے“۔ میں نے گردن ہلا دی اور رقاصہ نے شراب کے برتن پھر سے نکال لیے اور اب جب شراب و شباب یکجا ہو جائیں تو پھر ہوش میں آنے کو کس کا دل چاہتا ہے۔ میں پھر سے بے ہوش ہو گیا۔ اور یہ بے ہوشی نجانے کتنی طویل رہی۔ تب میرا دوست ہاپئون ہی میرے پاس پہنچا اور اس نے شکایتی انداز میں کہا۔

”غالباً تم یہ بھول گئے ہیکی کہ تم کسی اور کے ساتھ یہاں آئے تھے اور وہ اکیلا تمہارے خیمے میں تمہارا منتظر ہو گا۔“

”اوہ ہاپئون میں تو تمہارے پاس آنے ہی والا تھا“ میں نے جواب دیا۔

”نہیں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جب تک یہ قتالہ یہاں موجود ہے تمہارے واپس پہنچنے کا کوئی امکان نہیں ہے اور تم بھلا ہاپئون کو یاد کرو گے نہیں یہ دنیا بڑی بے وفا ہے اور انسان بڑا بے مروت۔ برسوں کی دوستی بھول جاتے ہیں۔ اور خوشی کے چند لمحات کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے“ ہاپئون مجھے شرمندہ کرتا رہا اور میں مسکراتا رہا پھر اس نے مجھ سے کہا ”کیا اب بھی تم میرے ساتھ نہیں چلو گے؟“

”کیوں نہیں ہاپئون۔ ہاں میں ذرا غنایہ سے اجازت لے لوں“۔

”بہت خوب۔ بہت خوب، گویا اب اپنے دوست کے ساتھ جانے کے لیے تم غنایہ سے اجازت لو گے“۔

”ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ میں غنایہ کی قربت کو بے حد پسند کرتا ہوں سو اگر دوبارہ اس کے پاس واپس آنے کے لیے میں اس سے دوستانہ تعلقات رکھوں تو اس میں کیا ہرج ہے“ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں“۔ ہاپئون نے جواب دیا اور میں غنایہ کے پاس واپس پہنچ گیا۔ غنایہ بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر میری جانب دیکھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ اس کی مسکراہٹ اس قدر پرجوش نہیں ہے۔ پھر بھی میں نے کہا۔

”میں جا رہا ہوں غنایہ اور ممکن ہے بہت دیر تک واپس نہ آ سکوں“

”ٹھیک ہے کوئی ہرج نہیں ہے تم اپنے تمام کام نمٹا لو۔ اس کے بعد میرے پاس آ جانا“ غنایہ نے جواب دیا۔

اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے انداز میں گرمجوشی نہیں ہے۔ مجھے اس بات پر تعجب ہوا تھا لیکن ایک رقاصہ سے اس سے زیادہ کیا توقع رکھی جا سکتی تھی۔ میں بھی اتنا سستا نہ تھا کہ اس کی قربت کے لیے دیوانہ ہو جاتا ظاہر ہے یہاں تو میں کسی اور ہی مقصد کے لیے آیا تھا اور وہ مقصد پورا کرنے میں ہی میری عافیت تھی۔ ورنہ ہاپئون کا مذاق اس کے طنز میرے دل کو چھلنی کر دیتے وہ یہی کہتا کہ میں عقل کھو بیٹھا اور وہاں سے خوفزدہ ہو کر واپس چلا آیا چنانچہ میں اپنے دوست ہاپئون کے ساتھ واپس خیمے میں چلا آیا۔ تب میں نے ہاپئون

"ناہیُون میرے دوست، یہ تو افسوس کی بات ہے کہ میں اپنا کافی قیمتی وقت اس رقاصہ کے چکر میں ضائع کر چکا۔ میں نہیں جانتا کہ یہاں جشن کی تقریبات میں کیا کچھ ہوا اور کیا کچھ ہونے والا ہے۔ بہر صورت میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر ہی یہاں سے واپس لوٹوں گا اور مجھے اس سے کوئی نہیں روک سکتا۔ ہاں ذرا یہ تو بتاؤ کہ جشن کی کیا تفصیلات ہیں۔ معاملہ کہاں تک پہنچ چکا ہے" میں نے سوال کیا۔

"بس کوئی خاص بات نہیں کل صبح پرسی فون کا دیدار کرایا گیا تھا لوگوں کو اور اب وہ اپنے خیمے میں واپس جا چکی ہے اور اس کے بعد جن لوگوں کو عقل آئی وہ تو خاموشی سے اپنے خیموں میں واپس چلے گئے اور جو احمق اب بھی حکمرانی کے طلبگار ہیں وہ جان کی بازی لگا رہے ہیں۔ مقابلے شروع ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگ یا تو مارے جا چکے ہیں یا زخمی ہو چکے ہیں" ناہیُون نے بتایا اور میں سُن رہ گیا۔

"کیا۔ کیا پرسی فون کا دیدار کرا دیا گیا؟ کیا تم بھی اس میں شامل تھے ناہیُون؟"

"میں شامل تو تھا لیکن پرسی فون کے بارے میں میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں اسے دیکھ چکا ہوں۔ وہ انتہائی بدشکل عورت ہے، اسے لڑکی کہنا تو میرے خیال میں لڑکیوں کی توہین ہے۔"

"تعجب ہے۔ تعجب ہے لیکن اب کیا کیا جائے، میں تو ان مقابلوں میں حصہ لینا چاہتا ہوں لیکن میں پرسی فون کی صورت بھی نہ دیکھ سکا۔"

"ہاں۔ اب تو مجبوری ہے۔ تم اس کی صورت کیسے دیکھ سکتے تھے تم تو اس وقت غنایہ کی آغوش میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بلاشبہ اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں ایک رقاصہ کے لیے اپنے مقصد سے ہٹ گیا ہوں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر پرسی فون شکل و صورت کی اتنی بُری ہے تو کیا میں اسے بیوی بنا کر بستی میں لے جاؤں تو لوگ مجھے ہوشمند سمجھیں گے۔ ہاں وہ مزور مجھے عقل مند گردانیں گے۔ ایسا عقل مند جس نے دولت کے پیچھے اپنا سب کچھ لٹا دیا لیکن میرے ذہن میں ان دونوں میں سے کوئی چیز نہیں تھی۔ بلاشبہ اگر پرسی فون میری پسند کی لڑکی ہوتی جیسا کہ میرا خیال تھا تو پھر حکمرانی ہاتھ آ جاتی تو برا نہ تھا لیکن اب جب کہ مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ صورت شکل کی انتہائی خراب ہے تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیئے تھا۔ میں اسی پیچ و خم میں الجھا ہوا تھا اور اس کا کوئی حل میرے پاس نہیں تھا۔

ناہیُون بدبخت سیر و تفریح کے لیے نکل گیا تھا۔ اس بدبخت نے مجھے ساتھ لینا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا اور وہ ایک حد تک صحیح بھی تھا کیونکہ میں نے ایک رقاصہ کے جال میں پھنس کر اسے نظر انداز کیا تھا۔ سو اب اس کی باری تھی۔

لیکن میں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ اس شام میں پریشانی کے عالم میں کافی دور نکل گیا جیسا کہ میں نے بتایا کہ میرا خیمہ ندی کے ساتھ تھا اور یہ بڑی دور تک گنگناتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ خیموں کا ایک لمبا سا چکر کاٹ کر میں پھر ندی کے کنارے پہنچ گیا اور بہانے کیا ہوا کہ مجھے ایک چمکدار پتھر بے حد بھایا۔ یہ پتھر پانی کے ریلے کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا کبھی وہ رک جاتا کبھی ریلے کے ساتھ ہٹتا اور کبھی آگے بڑھنے لگتا اور اس پتھر پر نگاہیں جمائے میں بھی آگے بڑھتا رہا۔

یہ ایک احمقانہ سی بات تھی لیکن انداز بے خیالی کا تھا اور اس میں میرے کسی جذبے کو دخل نہ تھا۔ ہاں یہ دوسری بات بھی ہے کہ بعض اوقات حالات اور تقدیر کچھ ایسا وقت اور کچھ ایسے حالات بخش دیتے ہیں کہ پتہ بھی نہیں چلتا۔ وہ ناواقف ہوتا ہے کہ تقدیر اسے کہاں لے جا رہی ہے لیکن تقدیر اسے وہاں لے جاتی ہے جس راستے کو وہ کھو چکا ہے۔ سو میں بھی چمکدار پتھر کے ساتھ سیر کرتا ہوا نہ جانے کہاں نکل گیا۔ تب میں نے سوچا کہ یہ پتھر بہانے مجھے کہاں لے جائے گا شاید ندی کے آخری کنارے تک، اور میں اتنی دور نکل جاؤں گا کہ مجھے راستے کا بھی اندازہ نہیں رہے گا۔ گو یہ ندی ایک بہترین راستے کی لکیر تھی لیکن اب اس سے آگے بڑھنا عقلمندی نہیں تھی۔ لیکن میں اس پتھر کو اتنا پسند کر چکا تھا کہ اب اسے چھوڑنا مناسب نہیں تھا۔ سو میں نے ندی میں قدم رکھا پانی میں اترا اور وہ پتھر میں نے اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا۔

کیا حسین پتھر تھا۔ میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن اچانک ایک عجیب سی بات ہوئی۔

پتھر میرے ہاتھ ہی میں تھا۔ جب میں نے نسوانی قہقہوں کی آوازیں سنیں۔ میں پلٹے مڑ کر دیکھنے لگا بہانے یہ پریاں کہاں سے اتریں تھیں یقینی طور پر زمین سے ان کا کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا تھا۔ سب کی سب زرق برق لباسوں میں ملبوس تھیں اور ان کے درمیان ایک ایسا چہرہ تھا جسے دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی تھی۔

دمکتا ہوا حسین چہرہ، آنکھیں تھیں کہ جگمگاتے ہوئے ہیرے۔ میں متحیرانہ انداز میں کھڑا انہیں دیکھتا رہا۔ پھر ان کی نگاہ بھی مجھ پر پڑ گئی۔ تب وہ ایک دم ہنستے ہنستے خاموش ہو گئیں۔ وہ سب متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھنے لگیں۔ تب ان میں سے ایک آگے بڑھ کر مجھ سے بولی۔

"تمہیں نہیں معلوم کہ اس علاقے میں آنا ممنوع ہے" اس نے بھاری لہجے میں مجھ سے کہا۔

لیکن میں نے لڑکی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا مجھ پر تو سحر طاری ہو گیا تھا۔ میں ان ستاروں کے جھرمٹ میں چھپے ہوئے اس منور چاند کو دیکھ رہا تھا جس سے ایک عالم منور ہو رہا تھا۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ تب ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر میرا شانہ جھنجھوڑ دیا۔

"تم نے سُنا نہیں کہ میں نے کیا کہا ہے کیا تم ہوش و خرد سے بالکل ہی بیگانہ ہو گئے ہو" لڑکی کا لہجہ کافی تیز ہو گیا تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے چونک کر اس سے پوچھا۔

"یہاں آنا ممنوع ہے۔"

"اچھا" میں نے بے خیالی سے جواب دیا۔

"اچھا سے بچے۔ میں کہہ رہی ہوں یہاں عام لوگ داخل نہیں ہو سکتے اور ہاں تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟"

"پتھر۔"

"کیسا پتھر" لڑکی نے چونک کر پتھر کو دیکھا۔

"ہاں یہ پتھر ہی مجھے یہاں تک لایا ہے اس پتھر نے ہی میری رہنمائی کی ہے" میں نے آہستہ سے کہا لیکن میری نگاہیں اسی چاند کا طواف کر رہی تھیں۔

"تب تم یہ رہنما پتھر یہیں دے دو کہیں یہ ہی تمہاری موت کا سبب نہ بن جائے" اسی لڑکی نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اگر اس پتھر نے میری رہنمائی کی ہے اور یہی اس بات کا موجب بنا ہے کہ میں اس چاند سے ٹکڑے کو دیکھوں تو یہ میرے لیے بے حد قیمتی ہے اور میں اسے کسی طور تمہارے حوالے نہ کروں گا" میں نے جواب دیا۔

"خواہ یہ تمہاری جان کیوں نہ لے لے"

"جان کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اگر کوئی عزم ہو تو"

"اوہو۔ تو تمہارے ذہن میں کوئی عزم ہے"

"ہاں"

"اوہو ۔۔۔ وہ کیا ۔۔۔ ؟"

"میں اُس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں"

"کس کے بارے میں؟" اس لڑکی نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"وہ جو تمہارے درمیان ایسی ہی نظر آ رہی ہے کہ ستاروں کے جھرمٹ میں چاند"

"خوب بہت خوب۔ تو گویا تم شاعر ہو" اس نے کہا۔

"ہاں اسے دیکھ کر شعر کہا جا سکتا ہے" میری نگاہیں ابھی تک اس پر جمی ہوئی تھیں اور میں خود کو ذہنی طور پر عجیب تر پا رہا تھا۔ وہ نہیں تھا جو اب تک رہا تھا بلکہ وہ تھا جس کے خول میں میں آ گیا تھا۔

نوجوان حسینہ الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ شاید سمجھ نہیں پائی تھی کہ میں کون ہوں اور ان سے ایسی باتیں کیوں کر رہا ہوں جو اس کی ساتھی تھیں۔ اس کے چہرے پر بے چینی کے آثار تھے۔ پھر وہ چند قدم آگے بڑھ آئی۔ اب وہ میری نگاہوں کے سامنے تھی اور میں اسے مبہوت پُرشوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ تب اس نے آہستہ سے کہا۔

"نیسان کیا بات ہے؟"

"عجیب سا نوجوان ہے الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہے شہزادی پری فون ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔ ہم اس کی باتوں کا کیا جواب دیں۔ آپ خود ہی اس سے پوچھیں کہ یہ کون ہے اور اس نے ممنوعہ علاقے میں آنے کی جرأت کیسے کی"۔ تب حسین نگاہیں سوالیہ انداز میں میری جانب اٹھیں۔

"کون ہو تم" باریک لبوں سے پوچھا گیا۔

"لوگ مجھے ہینکی کہتے تھے لیکن اب میرا دل چاہتا ہے کہ خود کو کچھ نہ کہوں بس تیرا سایہ سمجھ لوں خود کو" میں نے جواب دیا۔

"عجیب الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ اس علاقے میں آنا ممنوع ہے"

"ہاں۔ میں نہیں جانتا تھا لیکن اگر مجھے یہ علم ہو جاتا کہ یہاں تو ہے تو پھر میں سارے امکانات کو نظر انداز کر دیتا" میں نے کہا۔

"تم اپنی زندگی سے بیزار ہو؟"

"تھا نہیں ۔۔ ہو گیا ہوں"

"ہوں ۔۔ کب سے؟" طنزیہ انداز میں پوچھا گیا۔

"جب سے تجھے دیکھا ہے" میں نے بھی اسی انداز سے جواب دیا۔

"کیا چاہتے ہو؟" بارعب پُروقار آواز ابھری۔

"یہ کہ یا تو تجھے حاصل کر لوں یا پھر زندگی ختم کر لوں"

"ہوں۔ تو اس کے ذرائع تو موجود ہیں" پری فون کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کون سے ذرائع؟"

"یہاں میرے حصول کے لیے مقابلے ہونے والے ہیں اگر مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان مقابلوں میں حصہ لینے والوں کو شکست دو یا حصول میں ناکام رہ کر خودکشی کرنا چاہتے ہو تو میرے خیال میں اس کا آسان ذریعہ بھی یہی ہے"

"ہاں میں اس ذریعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ تم پری فون ہو"

"اوہو یہ تم میری ... توہین کر رہے ہو" اس نے کسی قدر ناگواری سے پوچھا اس کی حسین پیشانی پر ہلکی سی شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔

"نہیں۔ بلکہ جب تمہارا دیدارِ عام ہوا تھا تو میں اس مجمع میں موجود نہیں تھا" میں نے جواب دیا۔

"اچھا تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے نوجوان ہے اگر تمہارے ذہن میں یہ بات ہے تو میرا مشورہ مناسب ہے تم اپنی قوت کے جوہر دکھاؤ اور میرے باپ کو متاثر کر لو۔ مجھے تمہارے نزدیک آنے میں کوئی تامل نہیں ہو گا"

"میں ایسا ہی کروں گا اور اب جبکہ یہ تیری ہدایت ہے"

"ہدایت نہیں۔ میں تمہاری طلب کے جواب میں کہہ رہی ہوں!"

"گویا تیرے ذہن میں میرے لیے کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی" میں نے دکھ بھرے لہجے میں سوال کیا۔

اور شاید میرے اس انداز نے اس کے اندر کوئی تبدیلی پیدا کی۔ اس نے عجیب سے انداز میں اپنی ساتھی لڑکیوں کو دیکھا اور پھر میری طرف دیکھنے کے بعد اپنی ساتھیوں سے پوچھا۔

"تم ذرا تھوڑی دور ہٹ جاؤ۔ میں تنہائی میں اس سے گفتگو کر کے اسے کچھ سمجھانا چاہتی ہوں"

شوخ لڑکیاں شوخ انداز میں پیچھے ہٹ گئیں۔ ان کے چہروں پر

معنی خیز مسکراہٹ تھی اور وہ میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی جا رہی تھی میں احمقانہ انداز میں پرسی فون کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ تب پرسی فون کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے اور اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کیا تمہارے خیال میں یہ تمہاری دیوانگی نہیں ہے؟" اس نے سوال کیا

"آپ کا اشارہ کس جانب ہے پرسی فون؟" میں نے سوال کرتے ہوئے کہا

"تم یہاں غالباً جشن میں شرکت کرنے کے لیے آئے تھے، اگر تم میرے حصول کے لیے آئے ہوتے تو تمہاری تمام توجہ میری جانب ہوتی۔ گویا اس وقت تک تمہارے ذہن میں میرا کوئی خیال نہیں تھا جب تک کہ تم نے مجھے دیکھا نہیں تھا اور آپ اس وقت اگر تمہیں یہ معلوم نہ ہوتا کہ میں پرسی فون.... ہوں تو تم ان مقابلوں کا تصور بھی نہیں کرتے۔"

میں نے ایک لمحہ کے لیے سوچا۔ دل تو چاہا بتادوں کہ میں کس مقصد کے تحت یہاں آیا تھا لیکن اس کی موجودگی میں یہ سب کچھ کہنا اس کے حسن کی توہین تھی چنانچہ میں نے اس بات کو تھوڑا بدل دیا۔

"ہاں پرسی فون تمہارا خیال درست ہے میں تمہارے حصول کے لیے نہیں آیا تھا اور اس کی ایک خاص وجہ ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ پرسی فون کہ وہ لوگ جو تمہیں دیکھے بغیر تمہارے حصول کے خواہش مند تھے دراصل وہ تمہاری قربت نہیں چاہتے تھے، وہ نہیں جانتے تھے کہ تم کیا ہو، انہیں بس ایک حسین شہزادی اور ایک حسین مملکت کی ضرورت تھی۔ اُن کے ذہن میں ایک حسین مملکت کا تصور موجود تھا جب کہ حسین شہزادی ان کے تصور سے دور تھی۔ انہوں نے اسے دیکھے بغیر اس کے لیے جنگ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ شہزادی کیسی بھی ہو وہ ہر قیمت پر اُسے حاصل کرنے کے بعد اس کی حکومت کو حاصل کرنا پسند کریں گے۔ خود میں ان میں شامل نہیں تھا لیکن جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے میں تمہارا حصول، تمہارا قرب چاہتا ہوں اور اگر تمہارے قرب کے لیے مجھے جان بھی دینا پڑے تو وہ میرے لیے ناگوارِ خاطر نہ ہوگی۔ رہی حکومت کی بات تو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے"

"آہ — آہ — تم بڑی عجیب باتیں کرتے ہو، ایسی عجیب باتیں جو مجھے متاثر کرتی ہیں لیکن اب میں تمہارے لیے پریشان ہو جاؤں گی۔"

"وہ کیوں —؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ تم میرے حصول کے لیے جنگ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہو اور وہ جو محبت کرتے ہیں خونخوار نہیں ہوتے۔ جبکہ یہاں ایسے ایسے وحشی درندے سامنے آئیں گے جو جنگ و جدل کے عادی ہوں گے۔"

"تم نے ٹھیک کہا پرسی فون۔ محبت کرنے والے خونخوار نہیں ہوتے۔ وہ قتل و غارت سے دلچسپی نہیں رکھتے لیکن انسان کے سامنے جب کوئی مطمعِ نظر آجائے، کوئی اس کی منزل بن جائے اور اس منزل تک پہنچنے کے لیے اُسے دشوار گزار راستوں سے گزرنا پڑے تو میرا خیال ہے اس سے زیادہ پامرد مسافر اور کوئی نہیں ہوتا۔" میں نے کہا اور پرسی فون سحر زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

اس کی آنکھوں میں پیار کے تاثرات سمٹ آئے تھے، تب وہ جذب کے سے عالم میں بولی۔ "گویا تم میرے لیے زندگی کی بازی لگانے کو تیار ہو۔"

"ہاں پرسی فون صرف اور صرف تمہارے لیے تمہاری حکومت کے لیے نہیں اور میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ جب میں تمہیں جیت لوں تو تم اپنی حکومت میں مجھے کبھی شامل نہ کرنا۔"

پرسی فون چند لمحات کے لیے گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی پھر اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"تم نے — تم نے مجھے تردد کا شکار کر دیا ہے۔"

"کیوں —؟" میں نے سوال کیا۔

"اس سے قبل میں نے اپنے آپ کو داؤ پر لگا رکھا تھا اور میرے ذہن میں یہ خیال نہیں تھا کہ کون مجھے جیت سکے گا بلکہ میں اس طرح دلچسپی لے رہی تھی جس طرح میرے وطن کے دوسرے لوگ۔ لیکن اب مجھے ان مقابلوں سے کوئی دلچسپی نہ رہے گی۔" اس نے دوسری طرف رُخ کرتے ہوئے کہا۔

"آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ اب میں نہیں چاہتی کہ کوئی شخص مجھے جیتنے میں کامیاب ہو تمہارے سوا۔" شہزادی پرسی فون نے جواب دیا اور میں متعجب رہ گیا۔

اس نے گویا چند لمحات ہی میں اعترافِ محبت کر لیا تھا اور پروفیسر میں — میں تو خوشی سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ یعنی میری زبان گنگ ہو گئی تھی، میں ایک عورت کے حصول کے لیے اس قدر سنجیدہ تھا کہ اس سے قبل کبھی نہ ہوا تھا لیکن اس میں بہت زیادہ تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ میں جس روپ میں تھا اس میں مجھے یہی کرنا چاہیئے تھا۔ ٹھیک ہے کیونکہ یہ تو ماضی تھا۔ ماضی جو گزر چکا تھا لیکن بڑا ہی دلچسپ اور حیرت انگیز ماضی کیونکہ میں جس انداز میں سوچ رہا تھا اس میں میری اپنی سوچ بھی شامل تھی اگر اس سوچ میں اس شخص کی یعنی ہیکی کی سوچ اس طرح ضم ہو جاتی جس طرح کہ ہو گئی تھی تو.....

یہ ماضی کی ایک حیرت انگیز داستان تھی اور اس کے بارے میں صحیح بات تو بابا سلانوس ہی بتا سکتا تھا کہ اس سوچ میں کونسا جذبہ شامل تھا لیکن سلانوس اس طرح غائب ہوا تھا کہ اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا تھا، بار بار میں نے اس کی ضرورت محسوس کی تھی اور میرا دل چاہا تھا کہ سلانوس بھی میرے ساتھ موجود ہو اور مجھے مشوروں سے نوازے لیکن سلانوس تو اس طرح غائب ہو چکا تھا جیسے کہ اس کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ پرسی فون گردن جھکائے کچھ سوچ رہی تھی اور میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے آہستہ سے اس کے نزدیک پہنچ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

"مجھے افسوس ہے پرسی فون کہ میں تمہاری خوشگوار اور خوشنما زندگی میں ایک دھبہ لگا چکا ہوں۔ میں نے تمہارے ذہن کی سفید چادر پر خوامخواہ گندگی ڈال دی ہے۔" میں نے پژمردہ لہجے میں کہا۔

"نہیں ہیکی اسے گندگی نہ کہو۔ یہ تو زندگی کا سب [illegible]

ہے آہ بتانے کیوں یہ چمکدار پتھر تمہیں یہاں تک لے آیا [illegible]

میری قسمت کی تاریکیوں میں اور زیادہ اضافہ کرے گا۔"

"لیکن کیوں پرسی فون تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟"

"اس لیے بیکی کہ میرے لیے ہونے والے مقابلوں میں جو لوگ شریک ہیں ان کے بارے میں میں نے بہت کچھ سنا ہے۔ تحت الثریٰ کے کونے کونے سے بہت سے لوگ آئے ہیں جنہیں اپنی طاقت پر ناز ہے تم بھلا ان سب کا مقابلہ کس طرح کر سکو گے؟"

"میں تمہاری محبت کے سہارے ان سے جنگ کروں گا پرسی فون! مجھ سے اس قدر بددل نہ ہو۔"

"نہیں۔ میں تمہیں ان سے جنگ کرنے کے لیے نہیں جانے دوں گی۔" پرسی فون نے کہا اور مجھے تعجب ہونے لگا۔ لڑکی تھوڑی سی دیر میں اس قدر متاثر ہو گئی تھی کہ اب وہ میرے لیے پریشان ہو رہی تھی۔

میں سوچتا رہا اور پرسی فون عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر میں نے پرسی فون سے کہا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی حل بھی کیا ہو سکتا ہے پرسی فون؟"

"سوچو۔ کچھ سوچو۔ تم اگر چاہو تو میں خاموشی سے تمہارے ساتھ یہاں سے نکل چلنے کے لیے تیار ہوں۔" پرسی فون نے پیشکش کی اور میں حیران رہ گیا۔ یہ تو تاریخ میں ایک عجیب و غریب تبدیلی رونما ہو رہی تھی یعنی بے شمار لوگ پرسی فون کو حاصل کرنے کے لیے زندگیاں داؤ پر لگانے کے لیے آئے تھے اور ایک ایسا شخص جو بذات خود کچھ بھی نہ تھا جو ایک چرواہے کا بیٹا تھا اس کا دل جیتنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور پرسی فون اس کے لیے سب کچھ ترک کر دینے کو تیار تھی۔

پرسی فون کے ساتھ کی لڑکیاں اب کافی دور چلی گئی تھیں اور اب قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا چنانچہ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر ندی کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے دھیرے سے کہا۔

"پرسی فون تمہاری یہ پیشکش میرے لیے دلکش ہے لیکن کیا شاہ اپی لٹس تمہیں اس بات کے لیے معاف کر دے گا؟"

"نہ کرے۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ یہ چند لمحات میرے لیے بڑے دلکش ثابت ہوئے ہیں۔ یہ وہ لمحات ہیں جو میری زندگی میں کبھی نہیں آتے۔ میں نے اس انداز میں کبھی نہیں سوچا تھا۔ میں نے یہ بات کبھی کسی سے نہیں سنی تھی کہ کوئی پتھر کے سہارے چلتا ہوا یہاں تک آئے گا اور میری پوری زندگی پر اس طرح قابض ہو جائے گا۔ میں تو اب یہ سوچ رہی ہوں کہ اگر کسی نے مجھے حاصل کر لیا تو کیا میں ذہنی طور پر اس شخص کو قبول کر سکوں گی۔ نہیں ہو سکی نہیں۔ یہ میرے لیے ناممکن ہے۔ تم مجھے بتاؤ اب کیا کرنا چاہیئے۔ ہاں میں تمہارے لیے ایک ترکیب ابھی اور کر سکتی ہوں۔"

"وہ کیا۔؟"

"اپنے کچھ تیر انداز متعین کر کے مختلف جگہوں پر چھپا دوں اور ہر اس شخص کو ہلاک کرا دوں جو تجھ سے مقابلہ کرے اور تجھ پر حاوی نظر آئے۔"

"اور ہو۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "یہ تو بڑی بچگانہ سوچ ہے۔ ظاہر ہے تیر اندازوں کے چلائے ہوئے تیر دوسروں کو نظر آئیں گے۔" میں نے کہا اور پرسی فون پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"تو پھر تم ہی کچھ بتاؤ نا۔ میں نہیں چاہتی کہ تم مقابلہ کرو اور میں تمہیں کھو بیٹھوں۔ بس اب میں تمہارے سوا اس دنیا میں کسی کو نہیں چاہتی۔"

"پرسی فون میں تمہیں لے کر یہاں سے فرار ہو سکتا ہوں۔ شاہ اپی لٹس میری تلاش میں کونے کونے کو کھنگال ڈالے مجھے اس کی بھی پروا نہیں میں تمہیں پوشیدہ رکھنے میں کامیاب رہوں گا۔ لیکن یہ تمہاری ہی توہین ہے اور میں اپنی محبت کی یہ توہین نہ چاہوں گا۔ میں تمہیں بزدلوں کی طرح لے کر نہیں بھاگ سکتا۔ میرے لیے موقع ہے پرسی فون کہ میں تمہیں اپنے بازوؤں کی طاقت سے جیتوں، اپنی زندگی کی بازی لگا کر جیتوں، اور میں بزدل نہیں ہوں اس لیے میں تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں کہ میں مقابلہ کروں گا اور تمہیں جیت لوں گا۔"

پرسی فون کی آنکھوں میں بہت زیادہ پیار امنڈ آیا تھا، پھر وہ آہستہ سے میرے نزدیک آئی اور اس نے میری گردن میں اپنے بازو ڈال دیئے اور میرے سینے پر سر رکھتے ہوئے بے حد جذباتی انداز میں کہنے لگی۔

"میرے محبوب! میں تمہاری کامیابی کے لیے دعا کروں گی۔" اس نے گویا اعتراف کر لیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تب میں نے اس کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے پرسی! اب ہماری تمہاری ملاقات تمہارے اپنے محل میں شاہ اپی لٹس کے سامنے ہو گی جہاں وہ تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دے گا۔" میرے لہجے میں بے پناہ عزم تھا۔ پرسی نے میری پیشانی چومی، میری آنکھیں چومیں اور پھر آہستہ سے پیچھے ہٹ گئی۔

"ٹھیک ہے میرے محبوب! اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ میری دعاؤں میں تمہاری کامیابی پوشیدہ ہو گی۔"

"یقیناً۔" میں نے اس کے ہاتھ دبائے اور اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا پتھر اسے دے دیا۔ اور بولا۔

"یہ پتھر رہنما پتھر ہے، اس پتھر نے مجھے تمہارا پتہ بتایا ہے۔ تم تک پہنچایا ہے۔ چنانچہ آج سے یہ تمہارے پاس رہے گا میری نشانی کے طور پر اور میں تم سے اس وقت واپس لوں گا جب ہم پہلی رات کی تنہائیوں میں یکجا ہوں گے۔"

پرسی فون نے وہ پتھر ہونٹوں سے چوم لیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا کانوں کی لوئیں کانپ رہی تھیں۔ تب وہ واپس پلٹ پڑی اور میں ندی کے کنارے کنارے اپنے ٹھکانے کی جانب چل پڑا۔

ساری رات پرسی فون میری نگاہوں میں گھومتی رہی سنجانے کیا ہو گیا تھا پروفیسر! حسن و عشق کا جو صحیح مزہ میں نے چکھا تھا وہ یہی تھا۔ اس سے قبل میں نے اس انداز میں عشق و محبت کے بارے میں سوچا تھا لیکن یہ سوچ اس

ے بڑی مختلف تھی اور مجھے پہلی بار یہ احساس ہوا تھا کہ مجھ سے مختلف
اس طرح ایک دوسرے کو چاہتے ہیں بلاشبہ ان کی چاہت زیادہ شدید
ہے کیونکہ آج میری اپنی خود وہی کیفیت تھی۔

O

مقابلے شروع ہو چکے تھے۔ ہاپیون مجھے ان مقابلوں سے دور رکھتا
تا تھا اور یہ تو مجھے بعد ہی میں معلوم ہوا کہ وہ کس گہرے مقصد کے تحت میرے
تقریباً چالیس چل رہا تھا۔ سو جب مقابلے شروع ہوئے اور جتنے لوگ خیموں
ں خیمہ زن تھے وسیع و عریض میدان میں پہنچ گئے۔ یہاں مقابلے ہو رہے
ے تو وہاں ہاپیون اور ہیکی شامل نہیں تھے۔ میں چونکہ رات کو بہت دیر
ے سویا تھا اس لئے صبح دیر تک سوتا رہا اور ہاپیون بدمعاش نے مجھے سونے
یا۔ اس نے مجھے جگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر میں خود ہی جاگا تھا۔ اور
ورتے ہوئے وقت کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ ہاپیون ایک کونے میں بیٹھا
پنے خنجر سے ایک لکڑی کو نوکدار انداز میں چھیل رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرا
یا۔

"تو اب اِن رقاصاؤں کی محبت تمہارے سینے میں اس قدر گہرا رنگ
ختیار کر گئی ہے کہ تم راتوں کو گردش کرتے رہتے ہو۔" اس نے کہا اور میرے
ذہن میں پرسی فون ابھر آئی۔ میں مسکرانے لگا تھا۔ اور میں نے کہا۔
"ہاں ہاپیون! تم نے مجھے ایک نئی دنیا سے روشناس کرایا ہے۔ بات
صرف غنایہ تک ہی نہ تھی۔ بلاشبہ وہ کم سن اور حسین لڑکی تھی۔ یہاں پر
اس سے بھی زیادہ حسین لڑکیاں موجود ہیں۔"
"ہاں بالکل ہیں۔ وہ رقاصۂ غنایہ تو ان کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے"
ہاپیون نے میری ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔
"لیکن ایک بات اور ہے ہاپیون۔" میں نے کہا۔
"وہ کیا۔۔۔؟"
"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ ہاپیون ہم یہاں کسی اور مقصد کے تحت آئے
ہیں۔ اور تم مجھے ان رقاصاؤں کی جانب متوجہ کر رہے ہو۔"
"اِس کی وجہ ہے ہیکی!" ہاپیون نے کہا۔
"کیا وجہ ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"بات یہ ہے کہ یہاں جو لوگ جشن میں شرکت کے لیے آئے ہیں۔
وہ اِن ہنگاموں کو اور جشن میں موجود مقابلوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے
بلکہ وہ صرف اپنے طور پر لطف حاصل کرنے آئے ہیں اور کر رہے ہیں۔ تم مجھے
دیکھو کیا میرے انداز میں کہیں مایوسی اور کوئی ایسی حسرت نظر آئی کہ میں بھی
سوچتا کہ کاش میں پرسی فون کے لیے مقابلہ کرنے والوں میں شامل ہوتا"
ہاپیون نے کہا۔
لیکن ہیکی بہت زیادہ چالاک تھا۔ پروفیسر! وہ دوستی میں کسی قسم
کی مات کھانا نہیں چاہتا تھا۔ سو فوراً بولا۔
"تمہاری بات اور ہے ہاپیون۔ تم تو میرے حق میں دستبردار ہو چکے ہو"

"ہاں اور تمہیں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم دوسروں کے حق میں دستبردار
ہو جاؤ۔" ہاپیون نے جواب دیا۔ اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔
"تم۔ تم پھر وہی بات کر رہے ہو جو کئی بار کر چکے ہو اور جس کا جواب
میں نے ہمیشہ نفی میں دیا ہے۔ میں صرف اور صرف اسی کے لیے مقابلہ کرنے آیا
ہوں۔ ارے ہاں!" مجھے جیسے کچھ یاد آیا اور میں دفعتاً چونک پڑا۔
"مقابلے تو آج سے شروع ہونے والے تھے۔"
"تھا کیا ہو چکے ہیں۔"
"کیا مطلب۔؟" میں نے اچھل کر پوچھا۔
"پرسی فون کے لیے بے شمار دیوانے جان دے چکے ہیں اور وہاں ایک
خیمے میں ایک حسین رقاصہ اس صاحب نظر کی منتظر ہے جو پرسی فون یا حکومت
کا دیوانہ نہ ہو۔ بس صرف اور صرف حُسن و عشق سے لطف اندوز ہونا جانتا ہو۔"
"کیا مطلب؟"
"میں نے اسے دیکھا ہے اس کا نام سماتا ہے اور کیا بتاؤں تم کو ہیکی کہ
جو ایک بار اسے دیکھ لے دوبارہ کسی کو دیکھنے کی آرزو نہ کرے۔ مجھے تو تعجب ہے
اِن بدبختوں پر جو اس جیسی حسینہ کو چھوڑ کر پرسی فون کے لیے جان دینے کو
آمادہ نظر آتے ہیں اور اس کے لیے میدانِ جنگ میں کود پڑے ہیں۔"
"تمہاری باتیں عموماً احمقانہ ہوتی ہیں اور میں نے کبھی ان سے اتفاق
کیا ہے اور نہ کروں گا۔ بہر حال مقابلے تو ابھی شروع ہی ہوئے ہیں۔ میرا
کوئی نقصان نہیں ہوا۔ میں جب چاہوں ان میں شرکت کر سکتا ہوں۔" میں
نے جواب دیا۔
"گویا۔ گویا اب بھی تمہارے ذہن میں مقابلوں کا سودا ہے؟"
"کیوں۔۔۔؟ اب کیا ہو گیا"
"مل۔ لیکن۔" ہاپیون کچھ بول نہ پایا۔
"ہاں۔ کیوں۔ کیا تمہارے خیال میں، میں نے خوفزدہ ہو کر اپنا ارادہ
ترک کر دیا ہو گا؟" میں نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔
"خوفزدہ ہونے کی بات نہیں ہے بھائی۔ اگر تمہیں ایک جوان اور
حسین عورت کی جستجو ہے تو یہاں ایک نہیں ایک سو ایک عورتیں تمہیں مل سکتی
ہیں۔"
"ان ایک سو ایک میں سے مجھے صرف ایک عورت درکار ہے اور وہ
ہے پرسی فون۔" میں نے جواب دیا۔
"گویا غنایہ نے تمہارے ذہن پر کوئی اثر نہیں کیا؟"
"نہیں۔ بلاشبہ وہ ایک حسین لڑکی تھی، محبت کرنے والی، لیکن
اس کے انداز میں بازاری پن تھا اور وہ پوری زندگی مجھ سے منسلک رہنا
بھی نہ چاہتی تھی میرے دوست ہاپیون! اور نہ میں اس سے۔"
"تو پھر سماتا کو دیکھو۔"
"جتنوں کو دیکھ لیا جائے بے کار ہے، بے مقصد ہے۔ آؤ اب ہم مقابلے
دیکھیں گے۔"

"گویا اب تک میں نے جو کچھ کیا ہے وہ بے مقصد رہا۔"

"کیا کیا ہے تم نے؟"

"جو کچھ کیا ہے میرے بھائی اس میں مجھے بڑی ہی خواری نصیب ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں نے غنایہ کو اس بات پر آمادہ کیا تھا اور اسے الگ سے ایک بڑی رقم بھی دی تھی کہ وہ تم پر اپنی محبت کا فریب ڈال دے اور تم اس وقت پرسی فون کو نہ دیکھنے پاؤ۔ جب اس کا دیدار کرایا جائے اور تم غنایہ کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنے مشن کو بھول جاؤ۔ یہی میرا مقصد تھا۔"

"گویا اپنی دانست میں تم نے مجھے پرسی فون کے دیدار سے محروم رکھا۔"

"ہاں۔"

"اور اس کی وجہ کیا تھی میرے دوست؟"

"یہ کہ تم بلاوجہ ایک نئی مصیبت میں پھنس جاتے۔ پرسی فون شکل و صورت کی جیسی ہے کم از کم ان حسیناؤں سے اچھی نہیں ہے۔ سو میں نے سوچا کہ وقت ضائع کرنے کی بجائے بہتر یہی ہے کہ تم اس کی جانب مائل نہ ہو۔"

"لیکن اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوا ناپیون؟" میں نے اس کی بات کا برا مانے بغیر مسکرا کر پوچھا۔

"فائدہ۔؟" ناپیون نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "فائدہ صرف یہ تھا کہ میں تمہارے باپ ہیڈیسن سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ تمہیں پرسی فون کے چکر میں نہ پھنسنے دوں گا اور اگر میں یہ وعدہ نہ کرتا تو بلاشبہ تمہارا باپ تمہیں کبھی اس جشن میں شرکت کی اجازت نہ دیتا اور میں تمہاری ہم جلیسی سے محروم رہ جاتا۔"

"افسوس تم نے غلطی کی، اگر تم اس سلسلے میں مجھ سے مشورہ کر لیتے تو میں تم سے کہتا کہ اطمینان سے جشن کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ میں کچھ وقت کے بعد تم سے آن ملوں گا۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ظاہر ہے اگر میرا باپ مجھے اس جشن میں شرکت سے روکتا تو میں چھپ کر یہاں آجاتا۔"

"وہ کس طرح؟"

"وہ اس طرح کہ بھیڑوں کا گلہ لے کر پہاڑوں میں جاتا اور پھر وہاں سے گھر نہ جاتا اور سیدھا جشن میں شامل ہو جاتا۔"

"گویا تم اپنے ارادے میں اسقدر پرعزم تھے۔"

"تھا نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا اور پھر بولا "چلو آؤ اب ہم مقابلے دیکھیں گے۔"

"اور وہ ساتا۔ میرے بھائی۔ ایک نظر دیکھ لو اسے، اگر پسند نہ آئے اور پرسی فون پر ہزار بار ترجیح نہ دو تو میرا نام ناپیون سے بدل کر کچھ اور رکھ دینا

"افسوس ناپیون۔ پرسی فون سے رات کو میرا سامنا ہو چکا ہے۔"

"رات کو۔؟" ناپیون نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"لیکن۔ کیسے؟"

"یہ سب فضول باتیں ہیں میرے دوست، بس تم یہ سمجھ لو کہ وہ پورے خلوص سے مجھ سے شادی کرنے پر آمادہ ہے۔ اگر آج یہ مقابلے ترک کر دیئے جائیں تو وہ انتہائی محبت سے میرا ہاتھ تھام لے گی۔"

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔؟" ناپیون نے تعجب سے پوچھا۔

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں میرے بھائی۔ یہ ندی جس کے کنارے ہم نے خیمہ لگایا ہے دور تک چلی جاتی ہے اور وہاں جہاں خیموں کا شہر ختم ہو جاتا ہے ایک انتہائی کونے میں جا کر ایک بہت بڑا خیمہ ایستادہ ہے جس کے چاروں طرف اس قسم کے انتظامات کر دیئے گئے ہیں کہ وہاں کوئی پہنچ نہ سکے اور وہ خیمہ پرسی فون کا ہے لیکن ندی کے کنارے کنارے چلنے والوں کی پہنچ سے وہ خیمہ دور نہیں ہے۔ بالآخر یہ رہنما ندی پرسی فون تک پہنچا دیتی ہے۔ اس ندی میں موجود ایک تیز چمکدار پتھر میرا رہنما بن گیا تھا اور اس نے مجھے ندی کے نزدیک لے جا کھڑا کیا۔ وہ مجھے ملی اور میں نے اس کی جستجو کی اور تب نوجوان اور حسین شہزادی نے مجھ سے محبت کا اظہار کیا اور کہنے لگی کہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ تحت الثریٰ کے کسی بھی گوشے تک جانے کو تیار ہے۔ مقابلہ کرنے والوں کو مقابلہ کرنے دیا جائے اور ہم یہاں سے بہت دور نکل جائیں۔ لیکن میں نے اسے اس حیثیت سے قبول نہیں کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں شاہ ایپی سس کے عہد کو پورا کرنے کے بعد اسے پانا پسند کروں گا۔ اسے بھگا لے جانا میں پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ محبت کی توہین ہے میں اسے دلیرانہ طور پر حاصل کروں گا۔ میں اس کے بیچ مقابلے ... اپنے مقابلوں کو شکست دے کر اس کا جائز مالک بن جاؤں گا۔ یہ میری محبت کا ثبوت ہوگا۔ تب وہ راضی ہو گئی حالانکہ اس نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ وہ اپنے تیر اندازوں کو جمع کرے گی جو مجھ سے مقابلہ کرنے والوں کو خفیہ طور پر ہلاک کر دیں لیکن میں نے اس کی تجویز قبول نہیں کی۔ کیونکہ میں بزدلی کا کوئی نشان چھوڑنا نہیں چاہتا۔ سو میرے دوست ناپیون اگر تم مجھے بزدل بنانے کی کوشش کرو تو یہ تمہاری حماقت ہوگی اور میں نے یہ حماقت اپنی پسندیدہ شخصیت پرسی فون کے سامنے کرنا بھی پسند نہیں کی۔ اور نہ ہی میں اسے مناسب سمجھتا ہوں۔"

ناپیون سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کافی دیر وہ اسی حالت میں گردن جھکائے بیٹھا رہا پھر اداس لہجے میں گویا ہوا۔

"افسوس۔ صد افسوس۔ اب تو میری کوئی حیثیت ہی نہ رہی۔ یعنی میں جو کچھ کہہ آیا تھا اس میں نیچا ہوں گا۔ تمہیں مقابلوں سے روکنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ لعنت ہے ساتا پر اور لعنت ہے غنایہ پر جو اچھی خاصی رقمیں وصول کرنے کے باوجود میرے مقصد میں مجھے کامیاب نہ کرا سکیں۔" ناپیون بہت زیادہ پریشانی کا اظہار کر رہا تھا اور مجھے اس کی پریشانی پر ہنسی آرہی تھی۔

کافی دیر تک۔ وہ بیٹھا اسی انداز میں خود پر لعنت ملامت کرتا

رہا اور میں [illegible]

"[illegible]

ہوں شہ میں نے [illegible] ہو گیا

"ارے بھائی [illegible]

کا خیال کر۔"

"[illegible]

میں کامیابی کی دعا [illegible]

منہ بنالیے ہو تمہارا [illegible]"

"ارے بھائی اس وقت تو تو میرے نوجوان بیٹے کی ہی مانند ہے میں تیرے باپ ہیڈلین سے یہ وعدہ کر چکا ہوں کہ میں تجھے مقابلے میں حصّہ نہ لینے دوں گا اور تیرے ذہن سے یہ خبط نکال دوں گا۔ اور اس کے لیے میں نے کیا کچھ نہ کیا۔ میں نے تجھے پرسی فون کے دیدار سے روکے رکھا صرف اس لیے کہ تیرا عزم اور پختہ نہ ہو جائے اور تو ان مقابلوں میں حصہ نہ لے سکے۔"

"اور اب۔۔۔؟" میں نے سوال کیا۔

"اب تو میرے ہاتھ میں کچھ نہ رہا۔" ناپیون نے جواب دیا۔

"تو میں نے کہا نا کہ اگر تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا تو تم خوشی سے میرا ساتھ دو۔ اور اب میں چلتا ہوں کیونکہ اس سے زیادہ امر میرے نزدیک حماقت ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ پرسی فون کے لیے مقابلہ کرنے والوں کا طریقۂ کار کیا ہے اور وہ کس انداز سے جنگ کرتے ہیں اور ہاں یہ مقابلے کب تک جاری رہیں گے۔" میں نے سوال کیا۔

ناپیون چاروناچار میرے ساتھ باہر نکل آیا تھا۔ اس نے میری بات کا فوراً کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر بولا۔ "اس وقت تک عزیز دوست جب تک کہ جیتنے والا صرف ایک نہ رہ جائے۔"

"ہوں۔۔۔" میں نے کہا۔ "تو پھر آؤ چلیں۔"

"چلو۔" ناپیون نے کہا اور ہم تیزی سے اس جانب چلنے لگے جہاں خیموں کا پورا شہر موجود تھا۔ بڑا ہی رش تھا اور اس رش سے گزر کر اندر داخل ہونا بڑا ہی مشکل کام تھا لیکن بہتر بات یہ تھی کہ یہ میدان بلند و بالا پہاڑوں کے درمیان واقع ہوا تھا اور جو لوگ انسانوں کے سروں پر سے نگاہیں نہ جما سکے تھے وہ پہاڑیوں پر چڑھ گئے تھے اور ان پہاڑیوں سے وہ میدان میں ہونے والے مقابلوں کو بخوبی دیکھ رہے تھے۔ فاصلہ تھوڑا سا زیادہ ہو گیا تھا لیکن وہاں سے بہتر طریقے سے دیکھا جا سکتا تھا۔ سو ہم نے ایک ایسے ہی ٹیلے کا انتخاب کر لیا۔ یہاں اور بھی بے شمار لوگ موجود تھے۔ میدانِ جنگ میں حکومت کے خواہش مند بے شمار تنو مند لوگ مقابلے کی تیاریاں کر رہے تھے اور کچھ مقابلہ کر رہے تھے۔ تلواریں، نیزے، کلہاڑے جو تحت الثریٰ میں مختلف ساخت کے تھے لیکن ان کا استعمال بیرونی دنیا سے مختلف نہیں تھا وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ لڑنے والے اپنے مقابل کو شکست دینے، قتل کرنے یا پھر زخمی کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ چاہتے تھے۔ اور

[illegible]

شاہ اپولس پتھروں کے ایک بلند تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے نزدیک اس کے امراء بھی تھے۔ وہ بڑی دلچسپی سے یہ مناظر دیکھ رہا تھا۔ وہ موٹے اور بھدّے جسم کا ایک اچھے خدوخال کا شخص تھا جس کے چہرے پر درندگی اور سفاکی صاف نمایاں تھی۔ گویا وہ ان مقابلوں میں بہت دلچسپی لے رہا تھا۔

میں اور ناپیون ان سارے مناظر کو دیکھتے رہے۔ مقابلوں کے لیے کوئی باقاعدہ تنظیم نہیں تھی بس جو شخص چاہتا میدان میں آ جاتا اور مقابلوں میں شریک ہو جاتا۔ میری نگاہ کسی ایسے شخص کو تلاش کر رہی تھی جو اب تک حاوی چلا آ رہا ہو۔ اور میں نے محسوس کیا کہ کئی آدمی تھے جو اپنے مقابل کو شکست دے کر دوسروں سے جنگ کرنے لگے تھے۔ "لیکن اس کا طریقۂ کار کیا ہے؟" میں نے ناپیون سے سوال کیا۔ اور ناپیون چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"اس قتل و غارت گری کے مقابلے میں تم مجھ سے پوچھ گچھ کر رہے ہو۔" اس نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے تم بھی ان میں شریک ہو اور یہ مقابلے دیکھنے کے لیے گئے ہو۔" میں نے سوال کیا۔

"بحالتِ مجبوری۔" ناپیون نے جواب دیا۔ "ورنہ مجھے خون خرابے سے زیادہ حُسن و عشق کی چاشنی پسند ہے، اب بھی چاہو تو سماتا تک پہنچنے کے راستے نکل سکتے ہیں۔" ناپیون نے کہا اور مجھے غصّہ آ گیا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا ناپیون کہ تم کس قسم کے انسان ہو۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا عزم ہے کہ میں مقابلوں میں حصہ ضرور لوں گا اور جب مر جاؤں گا تو میری لاش انہی لاشوں کی طرح اٹھوا کر پھنکوا دی جائے گی۔ زخمی ہوا تو کسی طبیب تک پہنچ جاؤں گا۔ تم اگر جانا چاہو تو مجھے یہاں سے اٹھا کر لے جانا۔ لیکن بار بار میرے جذبات کو مجروح کرنے کی کوشش نہ کرو۔" میں نے شدید غصے کے عالم میں کہا اور ناپیون کھسیا گیا۔

"اوہو۔۔۔ تو رنگ اتنا گہرا ہے میرے دوست۔"

"ہاں۔۔۔ بے حد۔" میں نے جواب دیا۔

"تب میں تمہاری ناپسندیدگی کیوں مول لوں جبکہ میرے جیسے دس آدمی۔۔۔ مل کر اسے نہیں اتار سکتے۔" ناپیون نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کاش تم یہ بات پہلے سمجھ لیتے تو بلاوجہ میرا ذہن تمہاری طرف سے اتنا خراب نہ ہوتا۔"

"ٹھیک ہے میرے دوست۔ اب تم اپنے ذہن کو تب۔۔۔

میں تمہیں اب اِن مقابلوں سے نہیں روکوں گا لیکن کچھ مشورے ضرور دوں گا۔"

"کیا۔۔؟" میں نے سوال کیا۔

"اتنے سارے لوگوں سے جنگ کرنا اوّل درجے کی حماقت ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہیں کیا ضرورت ہے کہ تم ابھی سے جا کر مقابلوں میں شریک ہو جاؤ اور بلاوجہ ایک کی بجائے دس دس آدمیوں سے مقابلہ کرو۔ اس سے کیا فائدہ۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ جو لوگ ابتدا میں مقابلے میں شریک ہو گئے ہیں میرا خیال ہے وہ خسارے میں رہیں گے۔ وہ آج شام تک لڑتے رہیں گے اور اگر وہ دوسروں پر بھاری رہے تو کل انہیں دوبارہ مقابلہ کرنا پڑے گا۔ صورتِ حال یہ ہے کہ مقابلہ کرنے والے ایک ایک کر کے زخمی یا قتل ہوتے چلے جائیں گے اور پھر جو افراد باقی رہ جائیں گے وہ مقابلہ کریں گے گویا ایک مقابل کو اگر وہ شروع ہی سے حاوی رہا تو پھر اس مقابل کو سب سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس کے برعکس میرے ذہن میں ایک اور ترکیب ہے اور میرا خیال ہے کہ ہر سمجھدار آدمی یہی کرے گا۔" ناپیون نے کہا اور میں نے جلدی سے پوچھا۔

"کیا۔۔" میں ناپیون کی باتوں میں کافی حد تک دلچسپی لے رہا تھا۔

"اطمینان سے بیٹھے رہو اور اس وقت کا انتظار کرو جب مقابلے ختم ہونے پر آئیں۔"

"تو پھر۔۔؟"

"تو پھر یہ کہ تم صرف اس آدمی سے مقابلہ کرنا جو تمام مقابلوں کو شکست دے کر تنہا رہ گیا ہو اور اپنا ثانی کسی کو نہ سمجھتا ہو۔ اس طرح تمہیں اپنی پوری قوت مجتمع کر کے صرف ایک شخص سے مقابلہ کرنا پڑے گا اور وہ شخص بے شمار لوگوں سے لڑ چکا ہو گا۔ اس لیے تھک گیا ہو گا۔ اس تھکے ہوئے آدمی سے مقابلہ کرنے کے لیے تم اپنی قوت صَرف کر دینا اور میرا خیال ہے کہ یہ بات یہاں کے قانون کے خلاف نہیں ہو گی یعنی تم اِس مقابلے میں بآسانی حصّہ لے سکتے ہو جو آخری ہو۔" ناپیون نے کہا۔ اور میں ناپیون کے بارے میں سوچنے لگا۔ ناپیون بلاشبہ ایک چالاک آدمی تھا بخانے دوسرے لوگوں نے یہ بات کیوں نہ سوچی تھی حالانکہ اگر یہ بات سوچی جاتی تو شاید مقابلے کے لیے ایک بھی شخص میدان میں نہ آتا۔ "یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے۔" میں نے ناپیون سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"بلاشبہ ناپیون تمہارا ذہن سازشوں میں اور چالوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بات یہ ہے کہ جب کوئی نادان دوست پیچھے پڑ ہی جائے تو اس کا ساتھ دینا ہی پڑتا ہے۔" ناپیون نے مضمحل لہجے میں کہا۔ اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ ناپیون کی یہ تجویز مجھے بے حد پسند آئی تھی۔

ہم لوگ اس وقت تک مقابلے دیکھتے رہے جب تک شاہ اپی لُس نے مقابلے بند کرنے کا اعلان نہ کر دیا۔ یعنی اب آرام کا وقت تھا اور جسے میں دوسرا دن کہتا تھا اس دن مقابلے دوبارہ شروع ہو سکتے تھے یعنی آج کے مقابلے ختم ہو گئے تھے۔ اِن مقابلوں میں باقی رہنے والے صرف چودہ افراد تھے اور ان چودہ میں سے چار ایسے تھے جو اپنے مقابلوں کو شکست دیتے رہے اور کامیاب و کامران تھے۔ یہ سب کے سب بڑے قوی ہیکل اور خونخوار نظر آ رہے تھے۔ اُن کے جسم کی پھرتی دیکھنے کے قابل تھی۔ اگر انہیں اجازت دی جاتی کہ مقابلہ اس وقت تک جاری رکھا جائے گا جب تک صرف ایک شخص باقی نہ رہ جائے تو میرا خیال ہے وہ پیچھے نہ ہٹتے۔ لیکن شاہ اپی لُس سکون سے فیصلہ چاہتا تھا۔ چنانچہ مقابلوں کا دوسرا دور شروع ہوا اور وہ بھی اسی انداز میں ختم ہو گیا۔ یعنی آج ان چودہ افراد میں سے صرف دو افراد باقی بچے تھے۔ باقی سب نئے لوگ آ چکے تھے۔ بے شمار لوگ تھے جو مقابلوں کے لیے تیاریاں کر کے آئے تھے اور ان ہلاک ہونے والوں اور زخمیوں سے سبق نہیں لے رہے تھے۔

اِس دوران ناپیون مسلسل کوشش میں مصروف رہا تھا کہ مجھے سمجھائے اور باز رکھنے کی کوشش کرے لیکن میرے ذہن میں تو پارسی فون بسی ہوئی تھی یقیناً وہ سوچ رہی ہو گی کہ ابھی تک میں میدان میں نہیں آیا۔ حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ پارسی فون بھی ان مقابلوں کو دیکھنے کے لیے آتی ہو گی یا نہیں لیکن میں اب اس کے سامنے اس وقت تک نہیں جانا چاہتا تھا جب تک میں کوئی خاص حیثیت اختیار نہ کر لوں۔ بار بار جا کر اسے متاثر کرنا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی خود الجھنوں کا شکار ہونا چاہتا تھا۔ یقینی طور پر وہ اُن مقابلوں کو دیکھ کر بددل ہو گئی ہو گی اور اب جب کہ میں اس کے پاس جاؤں گا تو وہ مجھے انہی باتوں کے لیے مجبور کرے گی جن کا کرنا میرے لیے پسندیدہ نہ ہو گا۔ بالآخر اس طویل ہنگامے کے بعد وہ وقت آ گیا جب صرف دو مقابل ایک دوسرے سے نبرد آزما رہ گئے۔

اور ہوا یوں کہ اپی لُس نے فوری طور پر اعلان کر دیا کہ اب جتنے لوگ مقابلے میں شریک ہونا چاہیں تو ہو جائیں کیونکہ جشن کے ایّام ختم ہو رہے ہیں اور مقابلے میں شرکت کی اجازت صرف انہیں دی جائے گی جو پہلے سے اعلان کر دیں گے۔

تو وہ وقت آ گیا تھا جب مجھے اِس مقابلے میں شریک ہو جانا تھا۔

سو میں بھی کھڑا ہو گیا اِس مقابلے میں۔

ناپیون نے مضمحل انداز میں مجھے دیکھا اور منہ سے ایک لفظ بھی نہ کہا وہ بڑا بددل نظر آ رہا تھا لیکن میں نے اس کی پروا نہ کی۔

آخری بار جو آدمی آئے تھے ان کی تعداد کل آٹھ تھی۔ دو آدمی تو وہ تھے جو مقابلہ کر رہے تھے۔ سو کل تعداد دس تھی اور اب انہی دس آدمیوں میں مقابلہ ہونا تھا جن میں میں بھی شامل تھا۔

اِن دس آدمیوں کا فیصلہ ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی لیکن شاہ

اپی لٹس نے کچھ نئے قوانین وضع کر دیئے جن کے تحت صرف دو دو آدمیوں کو مقابلے کے لیے میدان میں رہنا تھا۔ وہ اس مقابلے کو کچھ اور دلچسپ بنانا چاہتا تھا کیونکہ مقابلہ اب آخری دور میں داخل ہو گیا تھا۔

میری باری ابھی نہیں تھی۔ صرف دو دو مقابل میدانِ جنگ میں تھے جو پہلے سے مقابلہ کر رہے تھے۔ دونوں بہت پھرتیلے تھے۔ اس کے علاوہ خونخوار بھی تھے۔ میں واپس آ گیا تھا اور اس بار میں ناپیوں کے نزدیک نہیں گیا تھا بلکہ خود اس سے بچنے کی کوشش میں لوگوں کی بھیڑ میں داخل ہو گیا تھا۔

میں ایک جگہ جا کر کھڑا ہو گیا تب میں نے دیکھا کہ ایک دبلا پتلا سا نوجوان سا خوبصورت سا آدمی میرے نزدیک آ کر کھڑا ہو گیا، اس نے میری جانب دیکھا اور آہستہ سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"میرا نام زروِنا ہے۔" میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"تم سے اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک!" میں نے کہا۔ اور اس نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ وہ شخص مجھے دوسرے لوگوں سے ہٹا کر کچھ فاصلے پر لے گیا اور کہنے لگا۔

"تم میں سے کسی بھی شخص کو میں اپنی مقصد براری کے لیے آمادہ کر سکتا ہوں اور اس کے لیے بتانے کیوں میں نے تمہارا ہی انتخاب کیا ہے' اس کا لہجہ بے حد پُراسرار تھا اور انداز بڑا ہی تعجب خیز۔

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا، بلاشبہ خوبصورت نوجوان تھا لیکن اس کے چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی اور بدن بہت ہی دبلا پتلا تھا۔

"میں پھر تم سے یہی سوال کروں گا کہ کیا چاہتے ہو؟" میں نے کہا۔

"میرے دوست میں جانتا ہوں کہ یہاں بے شمار لوگ مقابلوں میں حصہ لینے کے لیے آئے ہیں۔ بہتوں نے جان گنوائی اور بہت سے زخمی ہوئے۔ لیکن ان سب کے ذہنوں میں صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے اپی لٹس کی حکومت کا حصول اور اگر حکومت کے ساتھ انہیں پرسی فون بھی مل جائے تو کون ہے جو اس حسینہ کو نظر انداز کرے گا۔ لیکن میرے دوست مجھے ایک صاحبِ نسل کی تلاش ہے۔ سو ماجرا یہ ہے کہ میں بہت چھوٹی سی عمر سے اس وقت سے جب مجھے حسن و عشق کا کوئی احساس بھی نہ تھا۔ میں پرسی فون کو چاہتا ہوں اس سے محبت کرتا ہوں لیکن میرے حالات اور میرے جسم نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی کہ جب پرسی فون کے حصول کا وقت آئے تو میں ان بہادروں سے نبرد آزما ہوں جو اسے حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں لیکن میں نے اپنے علم کی قوتوں کو اس قدر بڑھا لیا کہ میں کسی کو بھی اپنی جانب سے کھڑا کر سکتا ہوں اور اسے کامیاب بنوا سکتا ہوں۔ یہ نعم البدل تھا میری جسمانی قوتوں میں کمی کا سو میں اس کام کے لیے تمہیں منتخب کرتا ہوں اور سنو ایک پیشکش بھی کرتا ہوں وہ یہ کہ جب تم مقابلے میں کامیاب ہو جاؤ اور قانون کے مطابق پرسی فون کے مالک بن جاؤ تو مجھے اپنا آقا تسلیم کر کے یہ اعلان کر دینا کہ تم نے میرے لیے جنگ کی تھی اور تم میرے کارکن ہو۔ اور جب پرسی فون میری ملکیت بن جائے گی اور اس کا مالک ہونے کی حیثیت سے میں اس حکومت کا مالک بن جاؤں گا تو تمہیں حکومت کی وہ اہم ذمے داریاں سونپ دوں گا جن کے تحت تم مجھ سے کم درجہ نہ رکھو۔ یعنی حکومت کے حصول کی خواہش جو تمہارے ذہن میں پرورش پا رہی ہے اور تمہیں یہاں تک لے آئی ہے اس انداز میں پوری ہو جائے گی تم تحت الثریٰ میں جہاں تک اپی لٹس کی حکومت ہو گی جو کچھ چاہو گے کرنے کے لیے آزاد ہو گے اس زمین کی حسین عورتیں تمہاری غلام ہوں گی۔ اور اس زمین کا چپہ چپہ تمہارے زیرِ تحت ہو گا۔ گویا اصل حکمران تم ہو گے۔ میں تو صرف پرسی فون کا شوہر ہوں گا۔ ——— اور میرے دوست میری یہ خواہش ناجائز نہیں ہے کیونکہ میں بچپن سے اسے چاہتا ہوں اور اسے حاصل کرنے کے خواب دیکھتا رہا ہوں۔ میری بدبختی کہ میں اس قدر طاقتور نہ بن سکا کہ اس کے مقابلے میں براہِ راست حصہ لے سکوں"

"تو کیا تمہارا علم تمہاری ہیئت میں تبدیلی نہیں کر سکتا" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ میں اپنے لیے اپنے علم سے کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں دوسرے کو میں ناقابلِ تسخیر بنا سکتا ہوں یہی میرا علم ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن میرے خیال میں تمہارا یہ علم بالکل ناکارہ ہے جو تمہیں بذاتِ خود کچھ نہ دے سکا اور تم دوسروں کے محتاج ہو۔"

"میں محتاج نہیں ہوں لیکن بس یہ علوم کی پیچیدگیاں ہیں، میں اپنے لیے وہ کچھ نہیں کر سکتا بلکہ دوسروں سے کرا سکتا ہوں۔"

"اور تم پرسی فون کو چاہتے بھی ہو؟"

"ہاں ——"

"اور کیا وہ بھی تمہیں اسی انداز سے چاہتی ہے جس طرح تم؟"

"نہیں۔ وہ ایک مغرور شہزادی ہے حالانکہ وہ مجھے اچھی طرح جانتی ہے لیکن اس نے کبھی مجھ سے التفات کا اظہار نہیں کیا۔ اور ہمیشہ مجھے ایک عام حیثیت دیتی رہی۔"

"لیکن میرے دوست میں تمہیں بھی وہ حیثیت نہیں دے سکتا کیونکہ میں خود بھی پرسی فون کو چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" اس نے خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہاں اگر تم اپنے علم کے ذریعے ان لوگوں کو شکست دے سکو تو پرسی فون مجھے دے دینا اور حکومت تم خود لے لینا، میں اس پر تیار ہوں۔" میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔ پھر اس نے زہریلے لہجے میں کہا

"یہ تو تمہاری خوش بختی تھی کہ میں تمہاری مدد پر آمادہ ہو گیا لیکن شاید تمہاری بدنصیبی تمہاری ذات پر مسلط ہے۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے وقت کا انتظار کرو تم دیکھو گے ان میں سے صرف وہ شخص کامیاب ہو گا جو میری شرائط قبول کرے گا۔" وہ آگے بڑھ گیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خوب عاشق تھا یہ بھی جو دوسروں کے ذریعے اپنے محبوب کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔

نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تھا جیسا کہ اس نے کہا تھا کہ وہ اپنے علم کی قوت سے کسی بھی شخص کو فاتح بنا سکتا تھا۔ چنانچہ یہی کہا جا سکتا تھا کہ اب وہ کسی دوسرے شخص کا انتخاب کرے گا۔ اور گویا میرے مقابلے پر کوئی ایسی قوت ہوگی جس کے ساتھ فیرونا کا علم بھی شامل ہوگا۔ میں نے لڑنے والوں کو دیکھا، وہ ایک دوسرے کو ہر قیمت پر زیر کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

اور یہ اتفاق تھا کہ میری نگاہ اس شخص پر پڑ گئی جس کے نزدیک دُبلا پتلا فیرونا کھڑا ہوا تھا۔ وہ شخص بڑے تپاک سے فیرونا سے گفتگو کر رہا تھا۔ اور پھر اُس نے بڑی گرم جوشی سے فیرونا سے ہاتھ ملایا تھا گویا معاملہ پکا ہوگیا۔

خوب ـــ اب ذرا اس شخص کے کارنامے بھی دیکھ لئے جائیں اور اندازہ لگایا جائے کہ فیرونا جس کا مددگار ہے، وہ کیا کارنامے سرانجام دیتا ہے۔ یہ شخص میدانِ جنگ میں اُترا ہی چاہتا تھا لیکن فیرونا کی پیشکش پر وہ بہت جلد راضی ہوگیا تھا۔ گویا وہ پرسی فون کو فیرونا کے حوالے کرنے پر تیار ہوگیا تھا۔ یا پھر اُس نے سوچا ہوگا کہ وعدہ کر لینے میں کیا حرج ہے، اس کے ہتھیار اسے فاتح بنائیں گے اور وہ کہہ دے گا کہ فیرونا کے علم کو تو اس نے آواز ہی نہیں دی تھی۔ اور عمدہ طریقہ ہے یہ۔

تب میں نے اسے جنگ کرتے دیکھا۔ عمدہ لڑاکا تھا، شاندار جنگ کر رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے مقابل کی گردن اُتار دی اور اس کی تلوار سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ وہ خوش ہو کر زور زور سے تلوار ہلا رہا تھا۔

"اور کون ہے ہشارا کا مقابل؟" اس کی للکار میدان میں گونج اٹھی۔ لیکن مقابلہ کرنے والوں کی کیا کمی تھی۔ سب کے سب اپنے زعم میں تھے۔ فوراً ہی دوسرا مقابل آگیا۔ اور ہشارا نے اپنی تلوار ہلائی، جھنکار گونجی اور اس بار پھر ہشارا نے معمولی سے مقابلے کے بعد اپنے مقابل کو سخت زخمی کر دیا۔ یعنی وہ اس قابل نہ رہا کہ مقابلہ جاری رکھ سکے اور بہت جلد ہشارا کی آواز پھر اُبھری۔

بلاشبہ اگر یہ فیرونا کی قوت تھی تو خوب تھی اور اگر یہ جوان بذاتِ خود اتنی عمدہ کارکردگی کا حامل تھا تو قابلِ داد تھا۔ بہت ہی مختصر وقت میں اس نے پانچ مقابل ٹھنڈے کر دیئے اور اس کی تلوار کا رنگ سُرخ ہوگیا۔ اور اب وہ نئے خون کی تلاش میں تھی۔

میں نے سوچا کہ بس اب مجھے عمل کے میدان میں اُترنا چاہیئے۔ چنانچہ اس بار اُس کی للکار میں نے قبول کی تھی۔ میں میدان میں نکل آیا۔ میرے دوست ہاپیون کو میری اس کارروائی کے بارے میں کوئی علم نہ تھا اگر وہ اس وقت مجھے دیکھ رہا ہوگا تو یقینی طور پر شدید اضطراب کا شکار ہوگا کیونکہ اس نے اس شخص کی جس کا نام ہشارا تھا، کارروائی دیکھ لی ہوگی ـــ اور اندازہ لگا رہا ہوگا کہ اس نے اپنے تمام رقیبوں کو شکست فاش دی ہے ـــ اور اس وقت میرا اس شخص کے سامنے آجانا ہاپیون کی نظر میں ایک صدمۂ جانکاہ ہوگا۔ وہ یہ سمجھے گا کہ بس اب اس کا دوست بس کچھ چند ساعت کا اس دُنیا میں مہمان ہے۔

لیکن میرے ذہن میں کچھ اور ہی تھا۔ ہشارا نے مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے اپنی تلوار کو جھٹکا دیا۔ جس سے بے شمار خون کے قطرے نیچے جا پڑے۔

"تُو نے اسے دیکھا، یہ سُرخ لہو ان تمام دِلوں کا ہے جو پرسی فون اور اس حکومت کے خواہشمند تھے۔ تجھے اندازہ ہوگا کہ تیرا حشر بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔ پھر کون سا جذبہ تجھے میرے سامنے لے آیا ہے؟"

"صرف ایک جذبہ" میں نے مُسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ کون سا؟"

"یہ کہ تیری تلوار کے اس خون کو تیرے مُردہ جسم سے رنگین کر دوں اور پھر تیرے سرد بدن سے صاف کروں اور ان تمام لوگوں کا انتقام لوں جنہیں تُو نے ختم کیا ہے۔"

"اوہو ـــ گویا تُو صرف انتقام کا خواہشمند ہے؟"

"نہیں۔ ساری چیزوں کا خواہشمند ہوں ـــ اور سب سے پہلی خواہش یہ ہے کہ تجھے قتل کر دوں۔"

"بس اب زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں ہے، سامنے آؤ۔"

میں نے بھی اپنی تلوار سنبھال لی اور مقابلہ شروع ہوگیا۔ تلواروں کی جھنکار میدان میں گونجنے لگی۔

ہشارا کا خیال تھا کہ جس طرح اُس نے اپنے تمام مقابلہ کرنے والوں کو چند ساعت میں زیر کر لیا ہے اسی طرح اس کا ایک اور شکار اس کے سامنے آگیا ہے۔ چنانچہ اس نے پینترے بدل بدل کر صرف ایسے وار کئے جو کارآمد ہوں۔ اس کا خیال تھا کہ وہ زیادہ تھکنے نہ پائے اور مقابلہ کرنے والے کو صرف دو تین واروں میں ٹھنڈا کر دے ـــ تاکہ دوسرے مقابلہ کرنے والے کے لئے اس کی قوت بحال رہے اور اب تک وہ اسی کارروائی پر عمل پیرا تھا۔ اس کی وجہ شاید اس کی بے پناہ جنگی مہارت اور شمشیر زنی کا اعلیٰ معیار تھا۔ لیکن اس بار اس کا یہ سارا معیار خود بخود ختم ہوگیا۔ کیونکہ اس کے تمام وار میں نے کچھ اس انداز میں خالی کر دیئے تھے کہ وہ حیران رہ گیا تھا۔ میں نے اس کے لئے کوئی محنت نہیں کی تھی، بس تلوار کی ہلکی سی جنبش سے اسے چکر دیتا رہا تھا۔

تب چند ساعت کے بعد وہ سنبھل گیا۔ اس نے سوچا صورتحال درست نہیں ہے۔ یہ ضروری تو نہیں تھا کہ ہر مقابلہ کرنے والا ان لوگوں کی مانند ہوتا جو اب تک اپنے احمق پن سے اس کے نشانوں کا شکار ہوئے تھے۔

چنانچہ میں نے دیکھا، اس کے وار کرنے کے انداز میں تبدیلی پیدا ہوگئی تھی۔ اب وہ سنبھل کر وار کر رہا تھا اور لوگ جو اس کی ہر جنبش کو

"کیا۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"یہی کہ کیا ہیکی۔ وہ ہیکی جو بھیڑیں چراتا ہے کیا تو وہی ہے کیا تو وہی بھیڑیں چرانے والا ہیکی ہے لیکن تیرے بازوؤں میں یہ کاٹ یہ قوت کہاں سے آ گئی میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہیکی۔"

"دراصل ہاپون۔ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میں پرسی فون کا شوہر بنوں گا اور حالات جس انداز میں میرے تابع ہوئے تھے یہ تو تجھے اس سے ہی اندازہ لگا لینا چاہیے تھا لیکن تو نے اپنے دوست کو کبھی اس قابل ہی نہ سمجھا۔"

"افسوس افسوس ہیکی۔ میں تجھے ان معاملات سے روکتا رہا۔ اگر تو ان مقابلوں میں حصہ نہ لے پاتا تو کتنا بڑا المیہ ہوتا۔ وہ جو دوسروں کو شکست دینے کی صلاحیت رکھتا ہے خود اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہے۔ آہ۔ تو نے چرواہوں کی اس بستی کی تقدیر ہی بدل دی ہیکی اب وہ بستی ـــــــ حکمرانوں کی بستی کہلائے گی۔ اور تیرا باپ مجھے یقین نہیں آتا ہیکی بالکل بھی نہیں آتا۔"

ہاپون بجانے کیا کیا بکواس کرتا رہا لیکن میری نگاہوں میں پرسی فون کا چہرہ تھا۔ وہ پرسی فون جو ستاروں کو تراش کر بنائی گئی تھی۔ وہ پرسی فون جس کے یاقوتی لبوں پر ہر وقت شیریں مسکراہٹ رہتی تھی۔ وہ پرسی جو اپنے حسن میں یکتا تھی اور اب۔ اب وہ میری زندگی کے کتنی قریب تھی۔ اب وہ میری بیوی تھی۔ یہ تصور ہی میرے لیے بڑا عجیب و غریب تھا۔ اور پھر نہ جانے کیوں میری سوچ میں ہیکی کی سوچ شامل ہو گئی تھی۔ حالانکہ اگر میں اپنے طور پر سوچتا تو پرسی فون تو کیا دنیا کی کوئی عورت بھی میرے لیے اتنی بڑی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ آخر کار میں ان سب سے منفرد تھا۔

اس کے بعد کیا ہو گا مجھے معلوم نہیں تھا لیکن جو کچھ ہوا وہ انتہائی بے تکا تھا۔ شور و ہنگاموں بھی مجھے زیادہ پسند نہ تھا لیکن میرا دوست ہاپون ان سارے ہنگاموں میں بے حد دلچسپی لے رہا تھا۔

لوگ ہمارے آگے پیچھے جا رہے تھے۔ ہر وہ سہولت اور تعیش ہمیں فراہم کیا جا رہا تھا جو ممکن ہو سکتا تھا۔ ہمارے خیموں کے سامنے ایک مخصوص وقت میں رقاصاؤں کی لائن لگ جاتی، وہ اپنی اداؤں سے ہمیں محظوظ کرنے کی کوشش کرتیں۔ ہر چیز کا خاص طور سے خیال رکھا گیا تھا۔ شاہ اپی ٹس نے ابھی مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی لیکن بالآخر وہ وقت بھی آ گیا جب اپی ٹس نے مجھے اپنے دربار میں طلب کر لیا۔

میں اس لباس کو پہن کر اس دربار میں داخل ہوا جو اپی ٹس نے میرے لیے بھجوایا تھا۔ گو بدلی ہوئی شکل میں میری وہ شان نہیں تھی جو اگر اصل حیثیت سے ہوتی تو وہ لوگ حیران رہ جاتے لیکن بہر صورت ہیکی بھی ایک خوبصورت نوجوان تھا اور جس لباس میں تھا اس میں خوب بچ رہا تھا۔ شاہ اپی ٹس نے تخت سے اٹھ کر میرا استقبال کیا۔ اس کے ہونٹوں پر پُرمحبت مسکراہٹ تھی اور اس کی آنکھوں سے خلوص کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس کے درباری بھی احتراماً کھڑے ہو گئے تھے تب شاہ اپی ٹس نے کہا۔

"میرے معزز مہمان، میرے دوست اور ہماری روایات کے فاتح میں تجھے اپنے دربار میں خوش آمدید کہتا ہوں اور صدیوں سے ہماری روایات ہیں کہ اگر کوئی شخص جو خود کو ان صلاحیتوں کا اہل ثابت کر دے جو ہمارے ہاں صدیوں سے مانی جاتی ہیں تو پھر اس حکمران کی کوئی حیثیت نہیں رہتی جو وقت کا حکمران ہوتا ہے۔ چنانچہ بادشاہ اپی ٹس بصدِ خلوص اپنا یہ تخت اپنا یہ اعزاز اور اپنا یہ تاج تیرے حوالے کرنے کے لیے تیار ہے، رہی پرسی فون کی بات تو یہ صرف تیری مرضی ہو گی اگر تو یعنی موجودہ شاہ اس سے شادی کرنا پسند کرے تو یہ پرسی فون کی خوش نصیبی ہو گی۔ چنانچہ تاج حکومت آج تیرے سپرد کیا جاتا ہے اور پرسی فون کو تیری خادمہ کی حیثیت دی جاتی ہے، اگر تو چاہے تو اس خادمہ کو اپنی بیوی بنا کر عزت بخش۔ ورنہ تیری مرضی تو جس طرح چاہے اسے رکھ سکتا ہے یہ تیرے اوپر منحصر ہے۔ تو ادھر آ معزز دردسا۔ یہ تاج اب اس نوجوان کا حق ہے جس کا نام ہیکی ہے۔ ہاں۔ اس نوجوان سے چند سوالات میں ضرور کروں گا تاکہ اس کے لیے راہیں متعین کی جا سکیں۔ کیا تو میرے سوالات کے جواب دینے کے لیے تیار ہے نوجوان فاتح اور مستقبل کے حکمران۔" شاہ اپی ٹس نے مجھ سے سوال کیا۔

"ہاں"، میں نے پُرغرور انداز میں جواب دیا۔

"تیرا نام ہیکی ہے تو کون سے علاقے سے تعلق رکھتا ہے؟"

"پہاڑوں کی اس بستی سے جو صرف غریبوں کی بستی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"خود تیری کیا حیثیت ہے؟"

"ایک چرواہے کی!"

"کیا مطلب؟"

"ہاں اس سے قبل میں صرف ایک چرواہا تھا۔"

"خوب۔ خوب۔" شاہ اپی ٹس کے چہرے پر کوئی خاص تغیر پیدا نہیں ہوا اور اس نے اپنے آدمیوں کو دیکھ کر کہا۔

"اور وہ شخص جو ابتدا سے امورِ سلطنت اور فنونِ جنگ میں نہیں ہوتا سو جب وہ ایسے فاتح کی حیثیت سے ابھرے کہ دوسرے اس کے مقابل نہ ہوں تو سمجھا جائے کہ وہ عظیم تر صلاحیتوں کا مالک ہے جو ان میں نہیں تھیں جو ان کاموں میں مصروف رہتے ہیں گویا وہ اپنی کل صلاحیتوں کے ساتھ ابھرتا ہے اور اس کے بعد حکومت میں جو تغیرات رونما ہوتے ہیں وہ ہر شخص کے لیے خوش نما ہوتے ہیں سو میں امید کرتا ہوں کہ لوگو تمہارا نیا حکمران بلاشبہ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہو گا اور چونکہ وہ تم میں سے ایک ہے اس لیے تمہیں اچھی طرح جانتا ہو گا۔ میں بے حد پُرامید ہوں اور اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہوں کہ ہمارا نیا حکمران ہمارے لیے سودمند ہو گا۔ تم بھی خلوصِ دل سے اسے اپنا آقا تسلیم کرو۔" شاہ اپی ٹس نے کہا۔

"ہم تسلیم کرتے ہیں۔" پورے دربار سے آوازیں آنا شروع ہو گئیں، اور لوگوں نے اس بات کا اعتراف کیا۔

تب وہ شخص جسے دروسا کے نام سے مخاطب کیا گیا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھا وہ ایک باریش بوڑھا تھا جس کی عمر مجھے بعد میں معلوم ہوئی۔ اس کی عمر ایک سو بیاسی برس تھی۔ وہ آگے آیا اور آنے کے بعد اس نے وہ تاج اٹھایا جو اپی لٹس نے اتار کر تخت پر رکھ دیا تھا۔ اس نے وہ تاج اٹھایا اور میرے سر پر رکھ دیا۔ تمام درباریوں نے فتح کے نعرے لگائے تھے اور ہیکی کو پرخلوص مبارکباد دینے کے ساتھ اپنی خدمات کا اعادہ بھی کیا گیا تھا۔

یوں مجھے حکمران بنا دیا گیا۔ میرا دوست ہاپون میرے ساتھ تھا اسے کوئی منصب دینا میرا کام تھا۔ ہاں میرے ذہن میں ایک بات تھی وہ یہ کہ اب حکومت حاصل کرنے کے بعد پرسی فون کا مسئلہ بھی حل کر لیا جائے جس کا ایک عاشق فرزنا اپنے علوم کے ذریعے اس کے حصول میں ناکام رہا تھا۔ نہ جانے اس کا کیا حال ہوگا اور اب وہ اپنے علوم کو کونسی شکل دے رہا ہوگا۔

سو ہیکی چرواہا اس عظیم حکومت کا حکمران بن گیا اور حکمران کے جو فرائض ہوتے ہیں انہیں انجام دینے کے لیے لوگ اس کی مدد پر متعین ہو گئے۔ دن اور رات سے خالی یہ مملکت ایک نئے حکمران کے کاندھوں پر آ گئی۔

لیکن ہیکی کو حکومت سے دلچسپی ہو سکتی تھی مجھے نہیں۔ البتہ تحت الثریٰ کے ماضی کی حسینہ پرسی فون میرے تصورات کا مرکز تھی اور جب خاصے وقت تک وہ میرے نزدیک نہ آئی تو بالآخر میں نے اپنے دوست ہاپون کو طلب کیا

"شہنشاہ کی خدمت میں آداب!" ہاپون نے مقامی انداز میں کہا۔

"زیادہ گڑبڑ کی تو اچھا نہ ہوگا۔"

"میں نہیں سمجھا مالک!" ہاپون نے اسی انداز میں کہا۔

"تم مجھے ان فضول ناموں سے مخاطب نہ کیا کرو۔"

"میں آپ کی رعیت ہوں سرکار!"

"تم صرف میرے دوست ہو!"

"اب بھی؟"

"ہاں اور آئندہ بھی۔"

"تب میں خوش نصیبی کے گیت گاؤں گا۔"

"میری ایک مشکل حل کرو۔"

"اب ہیکی کے لیے کوئی مشکل مشکل نہیں ہے۔"

"ہاپون وقت سے پہلے مت بول پڑا کرو پہلے سن تو سہی میں کیا چاہتا ہوں جو کچھ میں چاہتا ہوں اس کے لیے تم سے زیادہ بہتر آدمی اور کوئی نہیں ہو سکتا اور میں یہ بات صرف تم ہی سے کہہ سکتا ہوں۔"

"کہو سرکار کہو۔" ہاپون بدستور اسی انداز میں بولا۔

"یار میں سب کچھ بن گیا ہوں مگر وہ ابھی تک نظر نہیں آئی۔"

"کون؟"

"پرسی فون۔" میں نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور ہاپون ہنس پڑا

"یہ تو واقعی دلچسپ بات ہے شاہِ معظم، مگر ایک بات اور فرمایئے کیا پرسی فون کو کبھی آپ نے طلب کیا ہے؟

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"پھر اس کی کیا مجال کہ شہنشاہ کے حکم کے بغیر تم تک پہنچے۔"

"گویا اسے بلانے کے لیے بھی شہنشاہیت کا سہارا لینا پڑے گا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ غالباً وہ اسی بات کی منتظر ہوگی کہ شاہ وقت اسے طلب کرے۔" ہاپون نے جواب دیا۔

"تو پھر میں اسے کیسے طلب کروں؟" میں نے کہا۔

"ہاں یہ کام آپ ہاپون کے سپرد کر دیں۔"

"بس تو تمہیں بلایا ہی اس لیے ہے تم جاؤ اور پرسی فون کو ہمارے دربار میں حاضر کرو۔" میں نے مسخرانہ انداز میں کہا۔ ہاپون نے بھی اسی مسخرے انداز میں گردن جھکائی اور وہاں سے باہر نکل گیا۔

میں انتظار کرتا رہا اور پھر کافی دیر کے بعد دو خدام اندر آئے۔ آنے کے بعد گردن جھکائی اور بولے۔

"اپی لٹس کی بیٹی پرسی فون باریابی کی منتظر ہے۔"

"بلاؤ۔" میں نے جواب دیا۔ یہ سارے الفاظ یہ سارے آداب میرے لیے اجنبی تھے۔ مجھے ان کی عادت نہیں تھی کیونکہ میں تو ایک چرواہے کا بیٹا تھا اور پوری زندگی میں نے انہی الفاظ میں گزاری تھی اور یہی سادہ سے اور عام سے الفاظ میری سمجھ میں آتے تھے۔ ادب آداب کے یہ الفاظ میرے لیے مشکل تھے لیکن آجکل کئی استاد بہ شہنشاہ کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے آداب کی تربیت دے رہے تھے اور میں ان الفاظ کا مفہوم سمجھتا جا رہا تھا جو ایک شہنشاہ کے لیے ضروری تھے۔

ویسے اپی لٹس میری شخصیت سے بے حد متاثر تھا۔ اس نے بھرے دربار میں بھی یہی بات کہی تھی کہ جو شخص اپنی صلاحیتوں سے ایک عظیم حکومت حاصل کر سکتا ہے وہ حکومت کے لیے واقعی ایک بہتر شخص ہوگا اور تھوڑی سی تربیت اسے اس قابل بنا دے گی کہ وہ حکومت کے امور کو باآسانی سمجھ سکے۔

پرسی فون میرے سامنے آئی۔ اس کی آنکھوں میں بہت نمی ہوئی تھی۔ اور چہرے پر ملالیت تھی۔ میرے نزدیک آ کر وہ مجھے دیکھتی رہی پھر آہستہ سے جھک کر کھڑی ہو گئی اور مسکراتے ہوئے بولی۔

"مجھے یاد کیا گیا؟" اس نے شیریں لہجے میں کہا۔

"ہاں پرسی فون کیا تم مجھے بھول گئیں؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"بتاؤ میں کون ہوں؟"

"وہ جو ندی کے کنارے ایک چمکدار پتھر کے ساتھ مجھے ملے تھے۔"

"کیا تمہیں یقین تھا پرسی فون کہ پتھر کی رہنمائی میں آنے والا تمہاری زندگی کا مالک بن جائے گا؟" میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر پوچھا۔

"یقین تو نہیں تھا لیکن جب میں نے خود کو ٹٹولا تو میرے دل نے یہی کہا کہ کاش وہ تم ہی ہو جو میری تقدیر کا مالک بنے، میں نے خلوص دل سے اس بات کو چاہا اور دانا نے یہی کہا تھا۔" پرسی فون بولی۔

ان لوگوں کے لیے جو خوبصورت کہانیاں پڑھنے کے شوقین ہیں
ہزاروں دلوں کی دھڑکن
محی الدّین نوابؔ
کے قلم سے
ہماری آپ کی اِس معاشرے کی کہانیاں
ایمان کا سفر
وہ کہانیاں جن کو آپ آنکھوں سے نہیں، زبان سے نہیں بلکہ دل کی دھڑکنوں سے پڑھیں گے
وہ کہانیاں جنہیں پڑھ کر آپ کہیں گے کہ آپ کو ایسی ہی کہانیوں کی تلاش تھی
قیمت ۸۰ روپے
ایمان کا سفر
میں ایک مسافر سماج کے صحرا سے برہنا پا گزر رہا ہوں۔ اس لیے کہ ہزارہا صدی سے کانٹوں کی رہگذر سے ایمان گزر رہا ہے۔
چور رشتہ
ہماری مہذّب سوسائٹی میں جب وہ رشتہ قائم کرنے کی اجازت نہیں ملتی تب آدمی تہذیب کے چور دروازے سے ایک چور کی طرح اسی رشتہ تک پہنچتا ہے۔
سدا سہاگن
مَیں نے اُسے دیکھا۔ وہ شیشہ تھی میں نے ہاتھ لگایا۔ وہ پتھر تھا — وہ تھی یا وہ تھا۔
ایک متعفن ماحول میں ایک نازک جذبے کی کہانی جو نازک دلوں میں اتر کر لہو کی طرح گھل جاتی ہے۔
میٹھا زہر
پنجاب کی زندہ تہذیب کی زندہ کہانی۔ اس کا اختتام نہایت ہی چونکا دینے والا اور ناقابلِ فراموش ہے۔
آئینہ خانہ
ہم اُس دُنیا کے ایسے آئینہ خانے میں جی رہے ہیں جہاں ہمیں اپنے گھناؤنے کردار کا ہر پہلو نظر آتا ہے۔ بشرطیکہ ہماری آنکھیں دیکھنا جانتی ہوں۔
آدمی کا باپ
وہ میرا باپ تھا۔ میں اُس کا باپ بن گیا پھر وہ اس کا باپ بننے لگا۔ ایک شرمناک سوال۔ ہم آدمیوں کا باپ کون ہے؟
شیشوں کے مسیحا
ایسے مسیحاؤں کی کہانی جو شیشوں کے نازک بدن کو توڑتے ہیں۔ پھر بار بار چھپا کر انہیں پیار سے جوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔
جزیرے کی چاندنی
محبّت کی ایک ایسی دردناک کہانی جسے آپ آنکھوں سے نہیں زبانوں سے نہیں صرف دل کی دھڑکنوں سے پڑھیں گے۔
ممتا کی واپسی
ایک نیم مُردہ بچے کی تین سگی ماؤں کی کہانی۔ وہ مائیں اُس بچے کی سلامتی کے لیے اپنی اپنی ممتا کو سوتیلی ماؤں کی طرح کچل رہی تھیں۔
کلی کا کفن
لوگو! تم انتقامی جذبوں کو لہو کا کفن اور پھولوں کے رشتوں کو خزاں کا کفن پہناتے ہو۔ اب آؤ ..... اور اس کلی کو ہوس کا کفن پہنا دو — تمہاری تہذیب مکمّل ہو جائے گی۔
ہر اچھی بک اسٹال سے طلب کریں — یا — براہ راست ہم سے منگوائیں
مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

"کیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔
"جانتے ہو بوڑھی انا کی عمر کتنی تھی؟" وہ پُراسرار انداز سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔
"نہیں۔"
"بیس صدیاں۔ اور اس کے بعد جب اس کی راکھ فضا میں منتشر ہو گئی تو اس میں یہ قدرت رہی کہ جب چاہے اپنی راکھ کو سمیٹ لے۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی کئی بار اس نے اپنا جسم سمیٹ کر مجھ سے گفتگو کی ہے اور یہ اس انا نے کہا تھا کہ ساری زندگی میں صرف ایک بار۔ صرف ایک بار تم جو خواہش کروگی تو وہ ضرور پوری ہوگی۔ بشرطیکہ وہ خواہش میرے دل کے اندرونی گوشوں میں بیدار ہو سو ہیکی میرے ذہن میں اس وقت یہ خیال بھی نہ تھا کہ انا نے مجھ سے کہا تھا لیکن جب میں نے یہ خواہش کی تو مجھے انا کا قول یاد آگیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔"
"انوکھی بات ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"کیوں؟" وہ تعجب سے بولی۔
"مجھے اس کامیابی کے لیے شدید محنت کرنا پڑی ہے فیرونا کا خیال تھا کہ جس شخص کو اپنی قوتیں بخش دے گا وہ فاتح ہوگا لیکن وہ تمہیں چاہتا تھا اور حکومت کے عوض تمہیں مانگتا تھا۔ بھلا یہ حکومت تم سے زیادہ دلکش کیسے ہو سکتی ہے۔ وہ تو اجنبی ہی ہوگا یا پھر اس کا نام ہشارا ہوگا کہ جو تمہیں فیرونا کے حوالے کر کے خود صرف حکومت چاہتا ہو۔ ہاں فیرونا اگر مجھ سے حکومت مانگتا اور تمہیں میرے حوالے کرنے پر تیار ہو جاتا تو شاید میں اس سے اس کا علم مانگ لیتا۔"
"فیرونا۔" پرسی فون چونک کر بولی۔
"ہاں فیرونا۔"
"تو کیا وہ تم تک پہنچ گیا؟" پارسی فون متعجبانہ انداز میں مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔
"ہاں۔"
"کیا کہتا تھا وہ؟"
"اس نے مجھے پیش کش کی تھی کہ اگر میں حکومت کے لیے جنگ کروں تو وہ اپنی قوت سے اپنی علمیت سے میری مدد کر سکتا ہے اور فاتح میں ہی ہوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ پرسی فون کو اس کے حوالے کر دیا جائے۔"
"ہیکی! تم نہیں جانتے۔ تم نہیں جانتے۔ یہ فیرونا کون ہے کیا میں تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں؟"
"ضرور۔" میں نے دلچسپی سے کہا اور پرسی فون کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر ایک نشست گاہ کے قریب لے گیا۔ پھر میں نے اسے پیار سے بٹھایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں اس حسین عورت کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔
"فیرونا انا کا بیٹا ہے۔ بوڑھی انا کا جس کی عمر بیس صدیاں تھیں۔ اور ہیکی وہ بوڑھی بے پناہ قوتوں کی مالک تھی اس کے باوجود انصاف پسند تھی۔ سو جب وہ اپنے جسم میں سمٹ کر میرے سامنے آئی تو میں نے فیرونا کی خواہش اس کے سامنے ظاہر کی۔ تب اس نے یہ پیش کش مجھے کر دی تھی کہ فیرونا بلاشبہ بے پناہ قوتوں کا مالک ہے لیکن جب وہ مجھے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو ناکام رہے گا لیکن مجھے تعجب ہے کہ وہ تمہارے پاس کس طرح پہنچ گیا۔"
"کوئی خاص بات نہیں۔ جب میں مقابلے میں حصہ لینے کے لیے تیار تھا تو اس نے مجھے یہ پیش کش کی تھی لیکن کیا تمہیں علم ہے کہ فیرونا تمہیں ایک طویل عرصے سے چاہتا ہے؟" میں نے پرسی فون سے سوال کیا۔
"ہاں۔ اور میں نے اس سے یہ بات بارہا کہی کہ میں کسی طور اسے اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتی۔"
"گویا وہ ایک ناکام عاشق ہے۔"
"شاید۔" پرسی فون مسکرا کر بولی۔
"ٹھیک ہے پرسی فون، میں نے جس طرح بھی مقابلہ کر کے فتح حاصل کی اور اس کے ساتھ تمہیں اور تمہاری سلطنت کو پایا ہے وہ دیگر چیز ہے لیکن ابھی ایک فتح حاصل کرنا باقی ہے اور میں اس کے بارے میں مکمل بھروسے سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"
"کیا مطلب؟" پرسی فون تعجب سے بولی۔
"انسانوں سے مقابلہ کر کے حکومتیں حاصل کی جا سکتی ہیں لیکن دلوں کی فتح سب سے مشکل کام ہے۔"
"میں اب بھی نہیں سمجھی۔"
"میں تمہارے دل کی سلطنت پر قابض ہونا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور پرسی فون کے چہرے پر شرمگیں سی سرخی چھا گئی۔
"تم اس قدر اجنبی کیوں ہو؟" وہ آہستہ سے بولی۔
"اجنبی؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔ دل کی حکومت تو اسی دن تسخیر ہو گئی تھی ہیکی جب چیکلر تمہیں میرے نزدیک لایا تھا ورنہ میں تمہاری کامیابی کی خواہش کیوں کرتی؟"
"کیا واقعی؟" میں نے خوش ہو کر پوچھا۔
"ہاں ہیکی۔ میں تو تمہاری فتح کے بعد انگاروں پر لوٹتی رہی ہوں اور سوچتی رہی ہوں کہ شاید حکومت حاصل کرنے کی خوشی میں تم مجھے بھول گئے تم نے مجھے ذہن سے نکال دیا اور میرے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا کہ میں تمہاری توجہ کے بغیر تم تک پہنچ سکتی۔ بس یہی سوچ رہی تھی کہ تم طلب کرو۔ اور اگر تم طلب نہ کرتے تو میں خود کو دنیا کی بدقسمت لڑکی سمجھتی اور بلاشبہ میری پناہ گاہ کوئی گہرا کنواں ہی ہوتا۔ میں نے تمہیں روزِ اول ہی سے اپنے دل میں بسا لیا تھا ہیکی! یقین کرو میں اس انتظار میں تھی کہ تم مجھے کب بلاؤ۔"
"تم مجھے اس قدر چاہتی ہو پرسی۔" میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر کہا۔
"تم جتنا تصور کر سکتے ہو اس سے کہیں زیادہ۔" پرسی فون نے اپنا سر میرے سینے پر ٹکا دیا۔
اور مجھے وہ سب کچھ نصیب ہو گیا جس کا میں خواہش مند تھا۔ پرسی فون کی قربت اس کی محبت مجھے حاصل ہو گئی تھی۔ گویا اب میری فتح مکمل ہو چکی تھی سو ہم دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ میں نے پرسی فون سے کہا کہ ہم اس ندی کے کنارے اسی کونے تک چلیں گے جہاں ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور بھلا یہ کس کی مجال

تھی کہ مجھے میرے ارادے سے روک دی۔ سو انتظام کیا گیا ہمارے لیے اور ہمارے گھوڑے دوڑنے لگے اس ندی کی طرف، جہاں ہماری ملاقات پہلی بار ہوئی تھی۔ اور سیاہ پتھروں کی کرسیوں پر بیٹھ کر ہم نے تجدیدِ محبت کا عہد کیا۔

پری فون نے میرے ساتھ زندگی گزارنے کی قسمیں کھائیں اور میں نے اسے اپنی بستی اپنے وطن کے بارے میں بتایا۔ کہا اس سے میں نے کہ ہم چلیں گے جلد ہی اپنی بستی کی جانب اور ملیں گے ان عزیزوں سے جو میرے باپ، ماں اور بہن ہیں اور جو اس بات پر قطعی متفق نہ تھے کہ میں حصہ لوں اس مقابلے میں اور حصول کی کوشش کروں حکومت کی۔ کہ تھا میں بیٹا ایک چرواہے کا اور میری بھیڑیں میری خوشبو سے اس قدر مانوس تھیں کہ اگر میں دور سے گزرتا تو میری خوشبو سونگھ کر مجھ تک پہنچ جاتیں۔ میں نہیں تھا اس حکومت کے قابل لیکن پری فون تمہاری محبت نے مجھے اس حکومت کا فاتح بھی بنا دیا اور تمہاری محبت عطا کر دی ہے۔ یہ کرشمہ ہے تمہاری محبت کا۔ اور وہ سرشار ہو گئی۔ میری گفتگو سے اور ہم یکجا ہو گئے کہ کوئی رخنہ کوئی دوری ہمارے درمیان نہ رہی۔ تب دیر گزری اور ہم واپس چل پڑے۔ میں دنیا کی تمام خوشیوں سے مالا مال ہو گیا تھا۔

اور یقین کرو پروفیسر میں اپنی اصلی زندگی کو بھول چکا تھا۔ میرے اندر جب تک ہیکی بیدار رہتا تھا میں صرف ہیکی کے انداز میں سوچتا لیکن میں ہیکی کو نظر انداز کر دیتا اور میری اصلی شخصیت ابھر آتی تو بلاشبہ پری فون میرے لیے کوئی حیثیت نہ رکھتی، میں اسے ایک عام عورت سمجھتا تھا۔ میری زندگی تو ان چیزوں سے عبارت تھی۔

ماپئون میرا دوست فخر سے سر بلند کیے پھرتا تھا اور جب ہم انتظامات کر رہے تھے اپنے وطن واپس جانے کے لیے تو ماپئون نے کہا۔

"کہا تھا تمہارے باپ نے کہ میں تمہیں مقابلے میں حصہ نہ لینے دوں کہ مارے جاؤ گے اور وہ اپنے بیٹے سے محروم ہو جائے گا۔ اور میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں اسے صرف اس جشن میں لے جاؤں گا اور نہ شامل ہونے دوں گا مقابلے میں اور کوشش کروں گا ہر ممکن کہ وہ باز رہے اس مقابلے سے جو ہونا تھا پری فون کے لیے۔ لیکن بوڑھے چرواہے کے ذہن میں یہ خیال بھی نہ ہوگا کہ جب اس کا بیٹا پہنچے گا واپس بستی میں تو اس کی شخصیت ہی بدلی ہوگی۔ وہ حکمران ہوگا۔ وقت کا اور ہوگا اس کے پیچھے ایک انبوہِ عظیم۔ جو اس کا تابع ہوگا اور وہ اس کا حکمران اور جب ہم پہنچیں گے اس بستی میں تو کیا ہی عظیم سماں ہوگا" ماپئون مستقبل کے نقشے کھینچتا رہتا تھا۔

اور جب ہم روانہ ہوئے تو پری فون ایک خوبصورت رتھ میں میرے ساتھ سوار تھی۔ رتھ جسے بیس گھوڑے کھینچ رہے تھے اور کیا ہی شان و شوکت تھی اپی لٹس کی حکومت کے نئے حکمران کے واپس جانے کی۔

دریا پہاڑ میدان طے کرتے ہوئے بالآخر ہم اپنی بستی کے نزدیک پہنچ گئے۔ بستی والوں کو اس بارے میں کچھ نہ معلوم تھا اور جب دیکھا انہوں نے دور سے ایک لشکرِ عظیم کو تو خوفزدہ ہو گئے اور دوڑ پڑے ہماری جانب یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ہم کون ہیں۔ اور بلاشبہ بستی والوں کے لیے یہ خبر بڑی تعجب خیز تھی کہ بستی کا چرواہا ہیکی یعنی ہیڈرس کا بیٹا ایک ایسی حیثیت سے اس لشکر میں شامل ہے جو حکمران کہلاتی ہے تو وہ تعجب سے ساکت و جامد رہ گئے اور جب انہیں ہوش آیا تو دوڑ پڑے وہ تمام لوگ بستی کی جانب اور پھیلا دی یہ خبر چپے چپے پر کہ ہیڈرس کا بیٹا ہیکی حکمران ہو گیا ہے اس سرزمین کا۔ اور نکل آیا بوڑھا ہیڈرس بھی اور دیکھنے لگا تعجب سے اس لشکر کو جس کے سب سے آگے اس کا بیٹا ہیکی شاہانہ وقار کے ساتھ چلا آ رہا تھا اور اس کا دوست ماپئون اس کے ساتھ تھا۔

ہیڈرس کی نگاہوں میں بھی وہ کیفیت تھی جو دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں۔ خود اسے بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ جو وہ دیکھ رہا ہے ایک حقیقت ہے یا خواب۔ ہاں اپنے بیٹے کی غیر موجودگی میں اس نے جو خواب دیکھے تھے وہ بڑے سنسنی خیز تھے۔ ان خوابوں سے وہ اکثر پریشان رہا کرتا تھا۔

وہ دیکھتا تھا کہ اس کا بیٹا مقابلے میں حصہ لینے کے لیے میدان میں اترا ہے اور پھر لوگوں نے اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد وہ اکثر راتوں کو جاگتا رہتا تھا۔ اور اسے شدید بے چینی تھی کہ کب ہیکی اور ماپئون واپس آتے ہیں۔

لیکن ہیکی کی واپسی جس جشن کے انداز میں ہوئی تھی وہ بوڑھے ہیڈرس کے لیے ناقابلِ یقین تھی اور اسے بھی نہ جانے بے یقینی کی نگاہوں سے اس لشکرِ عظیم کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی اس کا بیٹا حکمرانوں کی ٹولی میں شامل ہے۔

تب میں بوڑھے ہیڈرس کے سامنے پہنچ گیا۔ اور بوڑھے ہیڈرس کو دیکھ کر میں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ بلاشبہ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرا باپ ہی ہے حالانکہ لفظ باپ سے میں ہمیشہ سے ناآشنا تھا پروفیسر لیکن جس بدلی ہوئی شخصیت میں گیس تھا۔ اس میں مجھے ماں کا بھی احساس تھا باپ کا بھی اور بہن کا بھی میں نے دور سے اپنی اس محبوبہ کو بھی دیکھا جسے میں اکثر نظر انداز کرتا رہا کرتا تھا۔ پشکا جو دور کھڑی عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ بلاشبہ اس کے چہرے پر محبت کے تاثرات تھے لیکن میں نے اس کی جانب قطعی توجہ نہ دی۔

ہیڈرس آگے بڑھا اور کئی قدم چل کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیے۔ ہیڈرس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے پھر اس کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ اس کے بعد اس کی آنکھوں سے لرزتے ہوئے آنسوؤں کے قطرے بہنے لگے۔ وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔

"آہ۔ میرے بیٹے میرے بچے کیا یہ تو ہی ہے کیا میں یقین کر لوں کیا یقین کروں۔" ہیڈرس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"ہاں بابا تم یقین کر لو اور میں نے جو کچھ تم سے کہا تھا اس کے بارے میں بھی سوچو کہ میں نے کبھی غلط نہیں کہا تھا۔"

"نہیں مجھے یقین نہیں ہے مجھے اب بھی یقین نہیں۔" بوڑھا اپنے آنسو خشک کرتا ہوا بولا۔

"تمہیں ہر بات کا یقین آ جائے گا" میں نے اس کی کمر تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ تب میری ماں اور میری بہن بھی مجھ سے آ کر لپٹ گئیں۔ اور عجیب منظر تھا۔ بستی کے سارے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ تحت الثریٰ کا شہنشاہ لیک

چرواہا ہے ان میں سے ہے ان کا اپنا ہے جس کے بارے میں وہ ہمیشہ گفتگو کرتے رہتے تھے اور جس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہتے تھے اور اب وہ اس انداز میں ان کے سامنے آیا تھا اور اب بھی وہ انہیں اجنبی نہیں سمجھتا تو ان کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی۔ ایک ایک فرد مجھے گلے لگا کے ملا اور یہاں پر بھی وہی ہنگامہ تھا جس سے میں پہلے سے نمٹتا چلا آ رہا تھا۔

میرے باپ نے مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں قیام کروں گا، سو میں نے جواب دیا۔ اسی جگہ جہاں میں پیدا ہوا، پلا بڑھا۔ اسی ٹوٹے سے جھونپڑے میں جہاں میں نے اپنی زندگی کے ماہ و سال گزارے ہیں۔ بھلا میں اسے کیسے بھول سکتا ہوں۔ لشکر والوں کی مرضی تھی کہ وہ میرے لیے عمدہ خیمے کا بندوبست کریں لیکن میں یہ کیسے پسند کرتا اس بات کو، سو میں پرسی فون کے ساتھ اس گھر میں ٹھہرا میری ماں، بہن اور دوسرے لوگوں کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور میں اس انداز میں ان سب کے ساتھ پیش آ رہا تھا جیسے کہ پہلے آیا تھا۔ کوئی تبدیلی نہ تھی میرے اندر۔ اور میرا دوست ہائیون۔ وہ تو مجھ سے زیادہ خوش تھا۔

وہ خوشی سے سینہ پھلائے پھلائے پھر رہا تھا، بہر صورت بستی والوں کی خوشیوں کی کیفیات کا میں صحیح تجزیہ نہیں کر سکا۔ بستی والے بہت خوش تھے وہ میرے نزدیک نہ کر یہ جاننے کی کوشش کر رہے تھے کہ ایک چرواہے سے شہنشاہ بننے تک کے عمل میں مجھ میں کیا تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ کیا میں وہی ہیکی ہوں یا مجھ میں کچھ تبدیلیاں بھی رونما ہوئی ہیں چنانچہ تم اتنا ہی سمجھ لو بدنصیبی کہ وہ لوگ عجیب سی کیفیات کا شکار تھے۔ ہر شخص انوکھے انداز میں میرے قریب آنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میرے ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی تھی سوائے اس کے کہ اب ایک بڑی ذمہ داری مجھ پر تھی اور پرسی فون میری بیوی تھی۔ وہ رات کو میرے کمرے میں میرے ساتھ ہی تھی۔

"ہیکی" اس نے مسکرا کر مجھے مخاطب کیا "یہ تمہاری دنیا ہے؟"

"ہاں پرسی یہ ہماری دنیا ہے لیکن تمہاری دنیا سے مختلف۔"

"لیکن ہیکی میں کچھ اور محسوس کر رہی ہوں۔"

"کیا۔ ؟"

"وہی کہ یہ دنیا بھی بے حد دلکش ہے۔ یہاں جس انداز میں خلوص مل رہا ہے اس سے پہلے میں نے ایسا خلوص ایسی محبت کہیں نہیں دیکھی کیا غریب لوگوں کی دنیا ایسی ہی ہوا کرتی ہے؟"

"ہاں پرسی فون یہ شاہی محلات سے بہت زیادہ مختلف ہے۔"

"ہاں یہاں زندگی بآسانی گزاری جا سکتی ہے۔" پرسی نے کہا اور ایک گہری سانس لے کر بولی "محبت کے سہارے انسان بہت کچھ کر سکتا ہے ہیکی۔ اگر محبت نہ ہو تو محلوں کی اونچی اونچی دیواریں بے مقصد ہو جاتی ہیں۔ ان دیواروں سے محبت نہیں ٹپکتی۔ ان دیواروں کی آنکھیں نہیں ہوتیں لیکن یہاں میں لوگوں کو دیکھ رہی ہوں جن میں پیار بھرا ہوا ہے۔ اور یہ پیار اتنا انوکھا اتنا حلاوت انگیز ہے کہ میں اپنی روح کو اس میں محصور محسوس کر رہی ہوں۔ یہ پیار بہت عظیم ہے۔"

"ہاں پیار بہت عظیم ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

پرسی فون کی محبت اس کی میت، اس کی رفاقت ہیکی کی حیثیت سے میرے لیے بہت عظیم تھی لیکن جب میرے اندر میری اپنی شخصیت عود کر آئی تو میں ان سارے معاملات کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں سوچتا کہ سلانوس نے یہ لمبا کھیل کس لیے رچایا ہے اور اب اس کھیل کا انجام کیا ہے ہاں میں جاننا چاہتا تھا۔ سو ایک طویل عرصہ گزر گیا۔ میں چاہتا تھا کہ اس زندگی کو اختتام پر لے آؤں۔ سو میں نے اپنے باپ سے کہا کہ میں اپنی سلطنت میں واپس جانا چاہتا ہوں وہ تیاریاں کرے۔

"نہیں بیٹے۔ ہم اپنی اس چھوٹی سی بستی میں خوش ہیں" میرے باپ ہیڈرس نے جواب دیا۔

"نہیں بابا یہ کیسے ممکن ہے۔ جہاں میں ہوں گا وہاں تم ہو گے اور بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ تم پہاڑوں میں بھیڑیں چراتے پھرو اور میں تختِ شہنشاہیت پر بیٹھوں" میں نے اپنے باپ سے پیار سے کہا۔

"بیٹے ہمیں یہیں رہنے دو، ہمیں یہ بستی ہمیشہ سے عزیز ہے اور جب ہم کبھی تمہارے بارے میں سوچیں گے تو پہنچ جائیں گے تم تک۔ ہاں تم تک پہنچنا ہمارے لیے ناممکن نہ ہوگا کیونکہ تم ہمارے بیٹے ہو۔ جس طرح شہنشاہوں تک پہنچنا ناممکن ہوتا ہے، اب وہ صورتِ حال نہیں ہوگی۔ ہم جب چاہیں گے تم تک پہنچ جائیں گے۔"

"بہتر بابا" میں نے جواب دیا۔ جب میرا باپ ہیڈرس اپنی دنیا میں مگن تھا تو پھر کیا حق تھا مجھے کہ اس سے اس کی خوشیاں چھین لیتا۔

سو جب میں واپس چلا تو میرے ساتھ میرا باپ نہیں تھا۔ البتہ اس نے میری ماں اور بہن کو اجازت دے دی تھی کہ وہ میرے ساتھ کچھ عرصے کے لیے چلی جائیں اور میں انہیں عزت و احترام کے ساتھ لے کر اپنی حکومت کی جانب واپس چل دیا۔

یہ ہمارے سفر کے نجانے کتنے روز بعد کی بات ہے۔ دن اور رات کا تعین نہ ہونے کی وجہ سے میں کسی چیز کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا ہم سفر کا کتنا وقت طے کر چکے تھے۔ تب میں نے دور سے دیکھا کہ چند گھوڑے میدان میں اتر رہے ہیں اور وہ ہماری ہی جانب آ رہے تھے غالباً ہماری حکومت کے پایۂ تخت سے کوئی خبر لائے تھے۔ میں رک کر ان کا انتظار کرنے لگا۔ میرے ساتھ موجود تمام لشکر بھی رک گیا تھا۔

جب وہ قریب آئے تو دیکھا میں نے کہ سربراہ تھا ان کا وہی دبلا پتلا مدقوق لیکن خوبصورت فیرونا۔ اپنے علم سے دوسروں کو فتح دلانے کی ناکام کوشش کرنے والا فیرونا، دوسروں کے ذریعے اپنی محبوبہ کو حاصل کرنے والا فیرونا جس سے میں اس وقت کے بعد آج مل رہا تھا اور جو نجانے کہاں غائب تھا۔

فیرونا ہماری طرف ہی آ رہا تھا میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اور کرنے لگا انتظار کہ وہ قریب آ جائے۔ پرسی فون رتھ میں ہی تھی وہ حسین رتھ جسے بارہ گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ رتھ بھی رک چکا تھا ہم سب فیرونا کا انتظار کر رہے تھے تب فیرونا ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔

"شہنشاہ ہیکی کی خدمت میں آداب پیش کرتا ہوں۔" اس نے معمول

کے مطابق سر خم کرتے ہوئے کہا۔
"آؤ فیرونا۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تمہیں بھول گیا ہوں" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
"شہنشاہ ہیکی کی یادداشت اتنی کمزور تو نہ ہونا چاہیئے۔"
"نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"شہنشاہ غالباً اپنی مملکت کی جانب سفر کر رہے ہیں" فیرونا کے انداز سے مکاری کا احساس ہو رہا تھا۔
"ہاں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"
"نہیں۔"
"پھر کہنا کیا چاہتے ہو۔" میں نے سوال کیا۔
"فیرونا تو آپ کا ادنیٰ خادم ہے شہنشاہ ہیکی، بھلا اسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" فیرونا نے جواب دیا۔
"تب پھر بتاؤ کیا چاہتے ہو اور یہاں کیسے آ گئے؟"
"میں شہنشاہ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں، اگر مناسب سمجھا جائے تو اس وادی میں قیام کر لیا جائے تاکہ چند لمحے ہم ساتھ گزار سکیں۔"
"تم اگر چاہو تو میرے ساتھ سفر کر سکتے ہو۔ میں قیام نہیں کر سکتا۔" میں نے جواب دیا۔
"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کیا شہنشاہ مجھے اپنی معیت کا کچھ وقت عطا فرمائیں گے؟"
"ہاں ہمارے ساتھ چلو۔" میں نے جواب دیا اور فیرونا نے گردن جھکا دی۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے گھوڑوں کے رُخ موڑ لیے۔
"نہیں فیرونا، ان سے کہو عقب میں چلے جائیں اور میرے لشکر کے ساتھ سفر کریں۔" میں نے کہا اور فیرونا نے پھر گردن جھکا دی۔
اس نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی اور وہ سب گھوڑے دوڑاتے ہوئے لشکر کے عقب میں پہنچ گئے جہاں دوسرے لوگ سفر کر رہے تھے۔
اب صورتِ حال یہ تھی کہ میری ایک جانب ہاپیون تھا اور دوسری جانب فیرونا۔ ہاپیون کو میں نے اس کی مرضی کے مطابق اس کے اپنے علاقے میں جانے کی اجازت نہیں تھی البتہ میں نے یہ مزید کہا تھا کہ سلطنت میں پہنچنے کے بعد میں اسے کچھ وقت ضرور دوں گا کہ وہ اس دوران اپنے عزیز و اقارب سے مل کر واپس آ جائے۔ ہاپیون اس وقت خاموش ہو گیا تھا لیکن اس نے یہی کہا تھا کہ وہ...... اس موضوع پر مجھ سے بعد میں گفتگو کرے گا لیکن وہ میرے حکم کی خلاف ورزی کی مجال نہیں رکھتا۔ میں نے ہنس کر اس کی بات ٹال دی تھی چنانچہ ہم پھر چل پڑے۔
پرسی فون کا رتھ لشکر کے بیچ میں تھا اور اس دوران میں اس سے دور ہی رہا تھا۔ البتہ ہم اپنے قیام میں آپس میں مل سکتے تھے۔
ہاپیون مسکراتی نگاہوں سے فیرونا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے میری جانب جھک کر کہا۔ "یہ شخص سمجھ میں نہیں آیا۔"
"میں نے تمہیں اس شخص کے بارے میں بتایا تھا نا۔ یعنی وہ شخص جس نے مجھے پیش کش کی تھی کہ میں چاہوں تو اس کے علم کا سہارا لے کر فاتح بن جاؤں اور پرسی فون کو اس کی ملکہ بنا کر حکومت خود حاصل کر لوں۔"
"اوہو۔ اوہو۔ مجھے یاد آیا۔ یہی فیرونا ہے؟"
"ہاں۔"
"ٹھیک بالکل ٹھیک۔ اب یہ یہاں کیوں آیا ہے؟"
"یہ تو معلوم ہو جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔
میں نے فیرونا کو اس وقت تک گفتگو پر مجبور نہ کیا جب تک کہ ہم نے قیام نہ کر لیا۔ ہاں جس وادی میں ہم نے قیام کیا تھا وہ حسن کی وادی تھی۔ ہاں تحت الثریٰ کا تو ہر منظر قابلِ دید تھا۔ یہاں کی ہر چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ چنانچہ اس حسین وادی میں خیموں کا شہر آباد ہو گیا۔ وہ وادی جو نہ جانے کب سے سنسان پڑی تھی جس نے انسانوں کو بہت کم دیکھا تھا۔ اس وقت انسانوں سے بھری ہوئی تھی۔
لشکر کے تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے، میرا بڑا خیمہ ایک خوبصورت جگہ ایستادہ کر دیا گیا تھا جس کے عقب میں ایک ننھی سی جھیل آسمان کی جانب نگاہیں اٹھائے دیکھ رہی تھی۔ اس کے کنارے ایستادہ درخت جھیل کے محافظ معلوم دے رہے تھے اور ان محافظوں کے درمیان یہ جھیل بے پناہ محبوب محسوس ہو رہی تھی۔ ہم خیمے کے عقب سے اس جھیل کا منظر بآسانی دیکھ سکتے تھے۔
ہاپیون نے تھوڑی دیر کے لیے مجھ سے اجازت طلب کر لی تھی اور اپنے ان ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا تھا جن کے لیے خیمے ایستادہ کر دیئے گئے تھے۔ تب ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میں پرسی فون کے پاس جا بیٹھا۔ اس سے کافی دیر گفتگو کرتا رہا۔ پرسی فون مجھے بہت چاہتی تھی جس کا اظہار اس کی آنکھیں تھیں، وہ اتنی چاہت سے مجھے دیکھتی، اتنی محبت سے بلاتی کہ میں ہیکی کے روپ میں خود پر رشک کرتا تھا۔ پرسی کا خیمہ میرے خیمے کے ساتھ ہی تھا۔
تب کافی دیر کے بعد میں نے ایک قاصد کے ذریعے فیرونا کو پیغام بھیجا اور فیرونا آ گیا۔ میں نے فیرونا کو بیٹھنے کی پیش کش کی اور وہ نگاہیں جھکائے میرے سامنے بیٹھ گیا۔
"فیرونا تم جانتے ہو میں نے تمہیں کس لیے طلب کیا ہے۔ میں تم سے وہ ساری باتیں جاننا چاہتا ہوں جن کے لیے تم اب میرے پیچھے آئے ہو۔"
فیرونا نے کسی قدر حسرت زدہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ بولا۔
"میں تیری تقدیر پر رشک کرتا ہوں ہیکی۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ تُو نے صرف بھیڑوں کے درمیان زندگی گزاری ہے۔ تُو نے پہاڑوں کی وادیوں میں صرف بھیڑوں پر حکم چلایا ہے لیکن کیا تو سوچ سکتا تھا کہ بھیڑوں پر حکمرانی کرنے والا چرواہا انسانوں پر بھی حکمرانی کر سکتا ہے۔"
فیرونا کی گفتگو زیادہ دلچسپ و دلکش تھی اور نہ ہی ایسی تھی کہ میرے

یے زیادہ پسندیدہ ہوتی لیکن میں متحمل اور بردبار مزاج کا مالک تھا چنانچہ میں نے صبر و سکون سے اس کی یہ ساری باتیں سنیں۔ میں جانتا تھا کہ میرے ایک اشارے پر اس کی گردن اتار کر زمین پر رکھ دی جائے گی۔ تو جو شخص اپنے سامنے اتنا تابع ہو جس شخص کی اپنے سامنے حیثیت صرف اتنی ہو بھلا اس شخص کی باتوں کا برا ماننا بھی کوئی جواز رکھتا ہے چنانچہ میں نے فراخدلی سے اس گفتگو کو نظر انداز کیا اور کہنے لگا "ٹھیک ہے فیرونا، میں تیری ہر بات کا اعتراف کرتا ہوں لیکن کیا تو یہ بتانا پسند کرے گا کہ ان باتوں سے تیرا مقصد کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بس میں تیری تقدیر پر رشک کر رہا ہوں ہیکی کہ تو نہ صرف تحت الثریٰ کی حکومت بلکہ حسن کی پوری سلطنت کا بھی مالک ہے جس کے سامنے ساری سلطنتیں ہیچ ہیں" فیرونا نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"تیری مراد پرسی فون سے ہے؟"

"ہاں میری مراد اسی حسینہ سے ہے!"

"لیکن اب وہ میری ملکہ ہے اس حکومت کے شاہ کی بیوی ہے کیا تو اس بات کا خیال نہیں رکھتا؟"

"بلاشبہ، اور میں اس کی شان میں کوئی گستاخی نہ کروں گا جو تجھے ناگوار گزرے۔" فیرونا نے جواب دیا۔

"تو نے تو کوشش کی تھی فیرونا کہ شدا کو میرے مقابلے میں کامیاب کرائے لیکن تو ناکام رہا۔ اور تو نے اس بات کو محسوس کیا کہ تیرا علم میرے سامنے ناکام رہا۔"

"اس کے بارے میں تجھ سے معلومات حاصل کرنے آیا ہوں ہیکی۔ مجھے بتا وہ کونسا علم تھا جس نے میری قوتوں کو زیر کر دیا۔"

"فیرونا! کیا میرے اوپر تیرے سوال کا جواب ضروری ہے؟" میں نے کہا

"ایک انسان کی حیثیت سے ضروری ہے ہیکی۔ ہاں تو شاہ بھی ہے میں اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتا" فیرونا نے جواب دیا۔

"لیکن میں اپنے اس علم کے بارے میں تجھے بتانا نہیں چاہتا جس سے میں نے تجھ پر فتح حاصل کی۔"

"ٹھیک ہے میں کہہ چکا ہوں ہیکی کہ میرے پاس کوئی جواز نہیں ہے کہ میں تجھے مجبور کر سکوں اور نہ ہی میں تجھے مجبور کروں گا البتہ میں تجھ سے کچھ درخواست ضرور کروں گا انہیں بھی ماننا یا نہ ماننا تیرا کام ہے۔"

"بول کیا چاہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میری خواہش ہے کہ مجھے میرے ساتھیوں کے سامنے زمین میں دفن کر دیا جائے۔" فیرونا نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں پرسی فون کے بغیر میں مر جانا چاہتا ہوں۔"

"تو اس کے لیے میرے پاس ہی کیوں آیا ہے فیرونا۔" میں نے طنزیہ انداز میں اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں یہ چاہتا ہوں کہ..... ان حالات سے آگاہ کر دوں جو میری موت کے بعد تجھے پیش آئیں گے۔"

"اوہ، کیسے حالات، کیا اب پھر تو اپنے علم سے میرے لیے کوئی گڑھا کھودنا چاہتا ہے اور کیا اسی سلسلے کی کوئی کڑی ہے کہ تو چاہتا ہے کہ میں تجھے زمین کھود کر دفن کر دوں۔"

میں نے سوال کیا۔

"نہیں ہیکی۔ حالات نے تجھے فتح سے ہمکنار کر لیا ہے اور فیرونا ناکام رہا ہے لیکن پرسی فون کی تجھ سے قربت مجھے موت کے بعد بھی سکون نہیں لینے دے گی۔ میں مرنے کے بعد بھی..... رقابت کی آگ میں جلتا رہوں گا اور میں نے اس کے لیے بندوبست کر لیا ہے۔"

"کیسا بندوبست؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"میں زندگی میں تجھ سے انتقام نہیں لے سکا لیکن میں نے اپنے علم سے سوال کیا کہ کیا پوری زندگی کی کوشش بھی مجھے ایسی کوئی چیز نہیں دے سکتی، جس کے ذریعے میں اپنے دشمن سے انتقام لے سکوں۔"

"پھر تیرے علم نے تجھے کیا جواب دیا۔"

"اس کے لیے ایک کڑی شرط میرے سامنے آئی لیکن وہ کڑی شرط نہ تھی بلکہ میرے دل کی آواز تھی۔ میری آرزو تھی۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں فیرونا۔"

"میرے علم میں ایک ایسی کڑی نکل آئی جس کے ذریعے میں تجھ سے انتقام لے سکتا تھا لیکن اس کے خراج کے طور پر مجھے اپنی زندگی بھینٹ چڑھانا تھی۔"

"وہ کڑی کیا تھی؟" میں نے سوال کیا لیکن فیرونا نے میری بات پر توجہ نہ دی اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ ابھر رہی تھی۔

"دل تو چاہ رہا ہے تجھے نہ بتاؤں اور ساری زندگی تجھے اس اذیت میں گزارنے دوں کہ آخر وہ کیا انتقام ہے جو میں نے تجھ سے لیا لیکن یہ میں تجھے بتاؤں گا کیونکہ زندگی دے کر میں نے جو کچھ خرید لیا ہے وہ اتنا کمزور نہیں جتنا تو سمجھ رہا ہے یعنی جو کچھ میں تیرے لیے کر جاؤں گا تو اسے رد نہیں کر سکے گا۔"

"تو خود تذبذب کا شکار ہے فیرونا۔ تو خود نہیں جانتا کہ تو کیا کہہ رہا ہے اور کیا کہنا چاہتا ہے۔" میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"تو سن۔ تو اپنے ہی خون کے ہاتھوں موت کا شکار ہو گا اور تیری بیوی پرسی فون تیرے نطفے سے ایک ایسے بچے کو جنم دے گی کہ ساری بستیاں تجھ پر ہنسیں گی۔ پھر تحت الثریٰ میں ایک نئے دور کا آغاز ہو گا۔"

"اور کچھ؟"

"اسے کم نہ سمجھ۔ یہ تیری تقدیر ہے اور تو۔ تو خوش نہ رہ سکے گا۔ وہ حشر ہو گا تیرا کہ دنیا تجھ پر افسوس کرے گی۔ اور اس وقت تیری کوئی قوت تیرا ساتھ نہ دے سکے گی۔"

"عمدہ بات ہے لیکن تو نے یہ سوچا فیرونا کہ اگر میں اس شخص کو شکست دے سکتا ہوں جو تیرے علم کے سہارے جنگ کر رہا تھا تو کیا تیری اس بددعا کو میں ناکام نہ بنا سکوں گا۔"

"یہ اتنی مضبوط ہے کہ تو کچھ ایسا نہ کر سکے گا!" فیرونا نے خوشی سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا لیکن غصے ہونے کے بجائے مجھے ہنسی آگئی۔

"خوب فیرونا، بہرحال تو کیا جانے کہ یہ سب کچھ بھی میرے لیے ایک دلچسپ تجربے سے زیادہ نہ ہوگا۔" میں نے آہستہ سے کہا لیکن اس وقت میں چونک پڑا جب فیرونا نے اچانک خنجر نکال کر اپنے پہلو میں گھونپ لیا۔ یہ سب کچھ اس نے اتنی برق رفتاری سے کیا تھا کہ میں اسے روک بھی نہ سکا۔ فیرونا کی ساری رگیں پھول گئیں۔ چہرہ سرخ ہوگیا لیکن وہ اذیت کے عالم میں بھی قہقہے لگا رہا تھا۔

"تو۔ تو خوش نہیں رہ سکے گا ہیکی۔ تو۔" وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا لیکن وہ اب ہل نہیں رہا تھا اور پھر اسی طرح ہنستے ہنستے اس نے دم توڑ دیا۔

میں اسے سنجیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا وہ یہ کہ فیرونا پاگل ہوگیا تھا۔ وہ پرسی فون کی جدائی برداشت نہ کر سکا تھا فیرونا کے ساتھی اس کی لاش دیکھ کر افسردہ ہوگئے تھے۔ خود میرا دوست ہاپیون بھی عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔

"یوں تو بےشمار لوگ مرتے ہیں فنا ہو جاتے ہیں لیکن وہ جو خود کو کسی مقصد کے تحت ہلاک کرے نہ بھولنے والی افسوسناک چیز ہوتی ہے۔" ہاپیون نے کہا۔ میں نے ہاپیون کو فیرونا کی پیشگوئی بتائی لیکن ہاپیون نے بڑی سنجیدگی سے سنا اور میرے ہنسنے کے باوجود وہ نہ ہنسا۔

"کیوں ہاپیون۔ کیا تم اس کی بکواس سے خوفزدہ ہوگئے تھے۔" بالآخر میں نے سوال کیا۔

"خود تیرا کیا خیال ہے ہیکی۔" ہاپیون پرانے لہجے میں بولا۔

"وہ لوگ جو کچھ کرنے کے لیے جان کی قربانی دیتے ہیں پاگل نہیں ہوتے"

"میرے خیال میں وہ صرف پاگل تھا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ پرسی فون کی جدائی برداشت نہیں کر سکا تھا اور اس نے اسی دیوانگی میں جان دے دی۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں ہیکی۔ وہ صاحبِ علم تھا اور اس کے ساتھی یہی بتلاتے ہیں۔"

"تو آپ کے خیال میں جو کچھ اس نے کہا ہے وہ ہوگا۔"

"میری دعا ہے کہ نہ ہو۔"

"اوہ نہیں۔ یہ دعا ہے کہ مرنے والے کی روح کو بے چین نہ کر۔ میں چاہتا ہوں کہ فیرونا کی خواہش پوری ہو اور میں اسے ایک بار پھر ناکام دیکھوں اسی طرح جیسے میدانِ جنگ میں وہ اس شخص کی ناکامی دیکھ رہا تھا جس کے اوپر اس کے علم کا سایہ تھا اور جس کی تلوار بہت وزنی ہوگئی تھی لیکن بالآخر میں نے اسے شکست دی۔"

"ایسا ہی ہو ہیکی ایسا ہی ہو۔" ہاپیون کے چہرے پر اب بھی بشاشت نہیں پیدا ہوئی تھی اور وہ بدستور فکرمند نظر آرہا تھا۔

"خیر ہاپیون۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں یعنی وہ جو ابھی نہیں ہوا ہے اور جسے ہونے میں ابھی وقت لگے گا۔ سو ہم آنے والے وقت کے لیے فکرمند کیوں ہوں اب تو یہ بتا کہ فیرونا کی لاش کا کیا کیا جائے۔" میں نے ہاپیون کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اس کے ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔" ہاپیون نے پوچھا

"ہماری ان سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ فیرونا کی لاش ان کے حوالے کر دی جائے اور ان سے کہا جائے کہ یہاں سے دور نکل جائیں۔" میں نے کہا اور ہاپیون نے گردن ہلادی۔ پھر اس نے میرے احکامات فیرونا کے ساتھیوں تک پہنچا دیئے اور میرے احکامات کی تعمیل میں تعرض کی مجال کسے ہو سکتی تھی۔

وہ لوگ چلے گئے اور ہم آگے بڑھ گئے۔

تو پروفیسر! تحت الثریٰ کی حکومت مجھے مل گئی اور خوب انتخاب کیا تھا میرے دوست سلانوس نے یعنی ایک ایسا کردار مجھے دیا جس کے عیش ہی عیش تھے لیکن اگر سلانوس مجھے مل جاتا تو میں اس سے سوال ضرور کرتا کہ اگر ہیکی صرف ہیکی ہوتا تو کیا وہ ہشارا سے جنگ جیت سکتا تھا۔ ماضی خود کو دہرا رہا تھا لیکن ماضی کا ہیکی ہشارا سے جنگ کس طرح جیت سکا اور تحت الثریٰ کی حکومت میں عیش ہی عیش تھے۔ پرسی فون کی حسین آغوش اور اس کی مدھ بھری ادائیں اور پھر حکومت کے دوسرے تعیشات کبھی اپنے طور پر سوچتا... پروفیسر! تو ہنسی آتی لیکن ہیکی کی حیثیت سے یہ سب کچھ بہت دلکش تھا۔ اور میں اس سے خوش تھا۔

اب میں نے نظامِ حکومت بہ آسانی سے سنبھال لیا تھا کوئی دقت باقی نہیں رہی تھی میرے لیے اور میں عیش کر رہا تھا۔ فیرونا میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔ لیکن ایک دن تنہائی میں جب پرسی فون میری آغوش میں تھی ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہم اپنے محل کے ایک سرسبز گوشے میں دادِ عیش دے رہے تھے۔ نزدیک ہی پانی کا ساز بج رہا تھا تو پرسی فون نے میرے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے قدرے بدلے ہوئے انداز میں مجھے آواز دی "ہیکی!"

"کیا بات ہے پرسی؟" میں نے اس کے سنہرے بالوں کو اس کے چہرے سے ہٹا کر غور سے دیکھا تھا۔

"ایک بات کہوں؟" پرسی کے ہونٹوں پر ایک اجنبی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"کہو!"

"کیا تم۔ کیا تم اپنی عظیم الشان حکومت کے لیے ایک حکمراں کے خواہش مند نہیں ہو؟"

"ہوں۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"وہی جو تم۔" میں نے جواب دیا۔ نہ جانے کیوں میں اس کی گفتگو میں دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔

"یعنی؟"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"ایک بچہ۔ ایک خوبصورت سا بچہ جو یہاں ہمارے درمیان لیٹ کر انگوٹھا چوسے گا۔ اور پھر جو ہمارے درمیان کھیلتا ہوگا اور پھر جو ہمارے درمیان ایک خوبصورت اور ناقابلِ تسخیر نوجوان کی حیثیت سے کھڑا ہوگا۔"

"بس میں بھی یہی چاہتا ہوں۔"

"لیکن ہیکی ہم ابھی تک اس سے محروم کیوں ہیں؟"

"ایں۔" میں چونک پڑا۔ مجھے اچانک خیال آیا۔ میں ہیکی کی حیثیت سے نہ جانے کیا بن گیا تھا لیکن اپنی اصل حیثیت میں تو میں پرسی فون کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں کر سکتا تھا۔

"میرا خیال ہے پرسی۔ ہم زیادہ دنوں تک محروم نہیں رہیں گے۔"

"واقعی۔" پرسی فون نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں۔" میں نے اسے خود میں جذب کر لیا اور پرسی فون گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

لیکن طویل عرصہ گزر گیا اور پرسی فون اولاد سے محروم رہی۔ نہ جانے کیوں میں بھی پریشان رہنے لگا تھا۔ حالانکہ بعض اوقات میں اپنی اس پریشانی پر ہنسنے لگتا تھا۔ بھلا میں اولاد کے لیے پریشان کیوں ہوتا، مجھے کیا کرنا تھا اولاد کا۔ لیکن کم بخت پرسی فون اب شدت سے اولاد کے جنون میں مبتلا ہو گئی تھی وہ ہر وقت اسی بات کا رونا روتی رہتی تھی۔ بعض اوقات میں اسے سمجھاتا تھا

"پرسی فون! آخر تم اس قدر پریشان کیوں رہتی ہو؟"

"میں اولاد چاہتی ہوں۔"

"جو وقت سے پہلے تمہیں نہیں مل سکتی۔"

"وقت کب آئے گا؟"

"کیا اس سے پہلے تمہارے دوسرے لوگ یہ بات جانتے رہے ہیں۔"

"نہیں۔ لیکن!"

"ہر وقت اولاد کی رٹ مت لگایا کرو۔" اس وقت مجھے غصہ آ گیا اور پرسی فون چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"تو کیا تمہیں اولاد کی خواہش نہیں ہے؟"

"ہے لیکن تمہاری طرح پاگل نہیں ہوں۔"

"لیکن ہیکی!"

"بیٹا تو تمہارے باپ کے ہاں بھی نہیں تھا۔" اس نے دوسرے کا سہارا لیا۔

"اولاد تو تھی لیکن ہمارے ہاں۔"

"اپنی فکر کرو۔ اولاد کی رٹ مت لگائے رکھا کرو۔"

"لیکن مجھے اولاد چاہیے۔"

"جاؤ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ اور اب اپنا ذہن صاف کر کے میرے نزدیک آنا۔ میں اب تمہارے منہ سے اولاد کا لفظ نہیں سننا چاہتا۔" میں نے کہا اور پرسی فون اٹھ گئی۔ پھر وہ خاموشی سے میرے کمرے سے باہر نکل گئی اور پرسی فون سے شادی کے بعد میں نے پہلی تنہائی اس سے دور گزاری۔ اس حساب سے آرام کے اوقات میں کبھی اس سے دوری نہیں ہوئی تھی لیکن یہ تنہائی اس کے بغیر تھی۔

پھر جب میں بے کل ہونے لگا تو اس کی تلاش میں نکل پڑا۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ اپنی آرام گاہ میں ہوگی لیکن۔ جب میں اس کی آرام گاہ میں پہنچا تو وہ کہیں سے آ رہی تھی۔ اس سے قبل وہ کہاں تھی؟

اور اس سوال کا جواب مجھے کچھ وقفے کے بعد مل گیا۔ طویل عرصہ نہیں گزرا تھا اور پروفیسر اس بار جو کچھ ہو رہا تھا وہ سب غیر متوقع تھا۔ میرے لیے ایک مشکل لمحہ تھا۔ تحت الثریٰ میں میرا ایک خادم خاص کوزال تھا۔ ایک بدشکل دیو قامت جو گونگا تھا اور بول نہیں سکتا تھا لیکن اس کا عضو عضو بولتا تھا ایسے خوبصورت بدن کا مالک جو تمام تر مردانہ خصوصیات سے سجا ہوا تھا اور میں نے پرسی فون کو کوزال کے ہمراہ ایک عیش گاہ سے باہر آتے دیکھا تھا۔

طویل وقفے تک میں نے سوچا۔ اور پھر پرسی فون سے گفتگو کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پرسی کا چہرہ اب شگفتہ نظر آتا تھا۔

"تم بہت خوش ہو پرسی فون؟"

"ہاں!"

"اس کی وجہ جان سکتا ہوں؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"جو کچھ میں نے کہا میرا مطلب اس سے مختلف نہیں ہے۔" پرسی فون کا لہجہ خشک تھا۔ میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"لیکن تم میری بیوی ہو پرسی فون۔"

"ہاں، لیکن تم میری خواہشات پوری کرنے میں ناکام رہے ہو۔"

"کونسی خواہشات؟"

"میں ابھی تک اولاد سے محروم ہوں۔"

"اولاد کے حصول کے لیے تم نے دوسرے راستے اختیار کیے ہیں؟"

"ہاں۔ اپنے حق کے مطابق۔" اس نے بے خوفی سے جواب دیا، تب میں نے اس کے حق کا جائزہ لیا۔ اور پروفیسر! مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ واقعی وہ حقدار ہے اس زمین کے اصول مختلف تھے اور بھلا میں ان اصولوں سے کس طرح انحراف کر سکتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے اندر چپ سی چھا گئی۔ بہرحال یہ بھی ایک تجربہ تھا۔

لیکن جس حیثیت سے مجھے یہ تجربہ ہوا تھا۔ وہ حیثیت اس بات کو قبول نہیں کر رہی تھی۔ پرسی فون اپنے معمولات میں مشغول تھی۔ میں حکومت کے دوسرے کام دیکھ رہا تھا لیکن ذہنی طور پر الجھا ہوا تھا۔ میرا مشیر راپئون گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتا تھا لیکن ابھی تک میں نے اپنا مسئلہ اس کے سامنے پیش نہیں کیا تھا۔

بالآخر ایک دن اس نے مجھ سے سوال کر ہی ڈالا۔ "ایک خادم کی حیثیت سے میرے حقوق محدود ہیں لیکن تم نے ہمیشہ مجھے دوست کی حیثیت دی ہے اور اسی حیثیت سے میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"پوچھو راپئون!"

"ان دِنوں تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟"

"ہاں۔ ہاپیون" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاپیون کو اس کی وجہ نہیں بتاؤ گے؟"

"وجہ؟" میں نے اسے غور سے دیکھا پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ہاں ہاپیون میرا خیال ہے میں تمہیں اس راز میں شریک کر لوں"

"ہاپیون تمہارا خادم ہی نہیں دوست بھی ہے اور دوست ہونے کی حیثیت سے وہ تمہارے راز کا امین ہے"

"تجھے بھروسہ ہے" میں نے جواب دیا۔

"تو بتاؤ کیا راز ہے؟"

"پرسی فون غلط راستوں پر نکل گئی ہے"

"پرسی فون؟" ہاپیون نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں"

"تمہاری بیوی؟" اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"تمہیں اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے؟"

"اس لیے کہ تم۔ تم دونوں ایک دوسرے کو پیار کرتے ہو"

"کرتے تھے۔ اب نہیں کرتے"

"کیوں؟"

"پرسی فون بدل گئی ہے"

"اس کی وجہ؟"

"اولاد"

"اوہ۔ تم میں سے کون اولاد کا زیادہ خواہش مند ہے؟"

"وہ"

"لیکن ہیکی۔ کیا تم دونوں میں سے کوئی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہے؟" ہاپیون نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا"

"پرسی فون نے کوئی قدم اٹھایا ہے؟"

"ہاں!"

"کیا؟" ہاپیون نے پوچھا۔

"کوزال، اس کا گونگا خادم، اس کی توجہ کا مرکز ہے"

"تجھے یقین ہے؟"

"ہاں" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا اور ہاپیون گہری سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر اس نے طویل سانس لے کر کہا۔

"بلاشبہ یہ صورتِ حال تیرے لیے تکلیف دہ ہو گی۔ لیکن پرسی فون اپنی مرضی سے ایسے اقدامات کر سکتی ہے اسے اس کا حق حاصل ہے"

"یہ انوکھا حق ہے؟"

"ہاں یہ اِس سرزمین کی ریت ہے۔ اور اگر تمہارے ہاں کوئی اولاد پیدا ہو جاتی ہے تو بلاشبہ وہ اِس سلطنت کی مالک ہو گی کیونکہ سلطنت تمہیں پرسی فون کے خاندان سے ملی ہے اور تم خود ایک چرواہے کے بیٹے ہو"

"لیکن ہاپیون! میرے لیے یہ ناقابلِ برداشت ہے"

"یقیناً ہو گا"

"میں کیا کروں؟"

"ہاپیون کرے گا لیکن تم ایک اور کام ضرور کرو۔۔ پرسی فون کو احساس دلاؤ کہ خود تمہیں اس کی زیادہ پروا نہیں ہے اور محل کی کنیزوں کے ساتھ دادِ عیش دو"

"کیا مجھے اس کا حق حاصل ہے؟"

"تمہیں تو اس کا بھی حق حاصل ہے کہ پرسی فون کو قتل کر دو"

"اوہ۔" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ میرا یہ مشیر خوب تھا اور اس نے جو کچھ مجھے بتایا تھا وہ بھی عمدہ تھا۔

ہاپیون رخصت ہو گیا اور میں نے اپنے طور پر اپنی ذہنی کیفیت کا جائزہ لیا۔ میں اِن معاملات سے زیادہ متاثر تو نہیں تھا۔ ہاں ہیکی کی حیثیت سے اس بات کا رنج ضرور تھا کہ میری بیوی نے مجھ سے بے وفائی کی۔

لیکن اندرونی طور پر میں ہیکی نہیں تھا۔ میں نے ایک بات ذہن نشین کر لی یعنی ایسے واقعات جو میرے ذہن کے لیے ناقابلِ قبول ہوں۔ مجھے اپنی اصل حیثیت سے قبول کرنا چاہئیں۔ اس طرح میں ذہنی الجھن سے محفوظ رہ سکوں گا۔ اور اس طرح تحت الثریٰ کے ماضی کی ان داستانوں سے خود کو نکال سکوں گا۔

اور جب میں نے آوازوں کی خود کو تو محسوس کیا کہ ساری کہانی ایک مذاق ہے۔ ایک دلچسپ مذاق۔ خواب کی مانند یا اس طرح جیسے میں صرف ایک دیکھنے والا ہوں اور خود میرا اِس داستان سے کوئی تعلق نہ ہو۔

لیکن میرا دوست ہاپیون صرف تماشائی نہ رہ سکا۔ محل میں اونچی نیچی سرگوشیوں سے میں نے معلوم کیا کہ کوزال کی لاش اس کے کمرے میں ملی ہے اور اس کی گردن اس کے شانوں سے بہت دور پائی گئی ہے۔ میں نے لاش دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ نہ ہی یہ معلوم کیا کہ اس لاش کو کہاں ٹھکانے لگایا گیا۔

ہاں پرسی فون کی کیفیت کے بارے میں معلوم کرنا میرے لیے زیادہ دلکش تھا۔ اور تنہائی کے لمحات میں وہ میرے پاس آ گئی لیکن اس کی آنکھوں کی چمک میں اس کے گالوں کی شفق میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ اس نے مخصوص انداز میں میری گردن میں بانہیں ڈال دی تھیں اور میں نے بھی کسی تغیر کا اظہار نہیں کیا۔

لیکن وہ خود ہی ہنستی ہوئی بولی۔

"بے چارہ کوزال بھی خوب مارا گیا لیکن کیا برا ہوا۔ اس کی حیثیت اس سے زیادہ کیا تھی کہ وہ صرف ایک غلام تھا لیکن تمہیں یہ جان کر شاید مسرت ہو کہ میں خود اس کی موت کی خواہش مند تھی اور اس بارے میں سوچ رہی تھی کہ کس طرح اسے راستے سے ہٹاؤں" پرسی فون نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"کیوں؟" میں نے اس سے سوال کیا "وہ تو تمہارا منظورِ نظر تھا۔"

"نہیں میری روح۔ پیار تو میں تم سے کرتی ہوں۔"
"محبوب۔ اب بھی؟"
"اب بھی اور ہمیشہ!"
"دلچسپ محبوبہ ہو!"
"یہ بات نہیں۔ دراصل تم غلط فہمی کے شکار ہوئے تھے۔"
"کیوں؟"
"وہ میری محبت نہیں میری ضرورت تھا۔"
"ضرورت؟"
"ہاں میں چاہتی تھی کہ حکومت میرے خاندان ہی میں رہے اور یہی خواہش میرے باپ اپیس ٹس کی تھی۔"
"تو پھر؟"
"میں نے کوزال سے اپنی ضرورت پوری کر لی۔ اور جب غلاموں سے کوئی ایسی ضرورت پوری کی جاتی جو ان کی حیثیت سے بڑھ کر ہو تو پھر ان کی زندگی مناسب نہیں ہوتی کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہوتے کہ ان پر اعتبار کیا جائے اور ناقابل اعتبار لوگوں کا مر جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔" پرسی فون نے کہا۔
"کیا کہنا چاہتی ہو پرسی فون!"
"کوئی خاص بات نہیں ہیکی۔ صرف یہ کہ اس سے میں جو چاہتی تھی وہ پورا ہو گیا اور میں بہت خوش ہوں۔"
"یعنی؟"
"یعنی یہ کہ اب میرے بدن میں اس ریاست کا حکمران موجود ہے۔"
"اوہ۔" میرا خون کھول گیا "لیکن وہ حکمران کوزال کا بیٹا یا بیٹی ہو گی۔"
میں نے طیش کے عالم میں کہا۔
"نہیں کوزال کا نہیں۔ پرسی فون کی بیٹی یا بیٹا ہو گا۔"
"لیکن میرا اس سے کیا تعلق ہو گا؟"
"تم اس کے باپ ہو گے۔"
"کیوں؟"
"اس لیے کہ آقاؤں کو غلاموں سے ہر ضرورت پوری کرنے کا حق ہوتا ہے لیکن کیا غلاموں کی یہ مجال کہ وہ کسی چیز پر اپنا دعویٰ کر سکیں۔"
"لیکن پرسی فون میں تو اسے اپنی اولاد تسلیم نہیں کروں گا۔"
"اس طرح تم تحت الثریٰ کے قوانین سے بغاوت کرو گے۔" پرسی فون نے نہایت سکون سے کہا۔
"تحت الثریٰ کے قوانین سے بغاوت۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا
"ہاں۔"
"کیوں؟"
"اس لیے کہ تم اس قانون کے امین ہو۔ تم تحت الثریٰ کے شاہ ہو ایسی صورت میں لازم ہے تم پر کہ تم ان قوانین کی پابندی کرو۔"
"اوہ۔۔ اوہ۔" میرا خون کھول اٹھا میرے بدن سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں لیکن دفعتاً میں سنبھل گیا۔ میں نے اپنے کو محسوس کیا اور اس طرح اپنی اس کیفیت پر قابو پا لیا جو مجھے برانگیختہ کر رہی تھی چنانچہ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی "ہاں تم نے ٹھیک تو یاد دلایا پرسی فون تحت الثریٰ کے قوانین سے بغاوت۔ بلاشبہ ہم میں سے ہر ایک اس بات کا مختار ہے کہ جس طرح چاہے زندگی گزارے۔"
"یقیناً۔" پرسی فون نے جواب دیا۔ وہ نہایت دلکش انداز میں مسکرا رہی تھی۔ پھر وہ میرے سینے سے چمٹ گئی۔ میں نے بھی اس سے تعرض نہیں کیا تھا ظاہر ہے میں اب جس حیثیت میں تھا وہ مختلف تھی۔ مجھے اب وہ احساس نہ رہا تھا جو کچھ دیر قبل تھا چنانچہ میں نے پرسی فون کے ان جذبات کی پذیرائی کی جن کی تکمیل وہ اس وقت مجھ سے چاہتی تھی اور پرسی فون مطمئن ہو کر میرے نزدیک سے اٹھ گئی۔
لیکن اس کے بعد میں نے جو کچھ سوچا تھا اور سایون نے مجھے جو کچھ مشورہ دیا تھا۔ میں نے اس پر عمل کیا۔ محل کی حسین ترین کنیزیں میری خلوت میں آنے جانے لگیں اور میں نے محسوس کیا کہ چند ہی دنوں کے بعد پرسی فون کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا ہے۔ اس کے ہونٹوں پر وہ مسکراہٹ باقی نہ رہی جو کبھی اس کے حسن کا خاصا تھی۔ گویا اب وہ ان حالات کا شکار تھی جن کا کچھ وقت پہلے میں تھا۔ اور مجھے اس صورت حال سے کافی مسرت محسوس ہوتی تھی کیونکہ میں دیکھ رہا تھا کہ پرسی فون کا پیٹ بڑھتا جا رہا ہے۔ گویا کوزال اس میں موجود تھا اور یہ تصور مجھے پرسی فون کے اترے ہوئے چہرے سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کا موقع دیتا تھا۔ بھلا مجھے اب اس بات کی کیا پروا ہو سکتی تھی۔ اس نے جو کچھ کیا تھا اس کی نشانیاں اس کے سارے وجود سے عیاں تھیں اور میں جو کچھ کر رہا تھا اسے میں چھپانا نہیں چاہتا تھا۔
چنانچہ کنیزیں آتی رہیں اور جاتی رہیں۔ ان میں سے چند تو ایسی تھیں جو مجھے بے حد پسند تھیں اور ایک طرح سے وہ مستقل میری خلوت کی رازدار تھیں۔ پھر وہی ہوا۔ جس کا امکان تھا یعنی پرسی فون ایک دن آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑی۔
"تم۔۔ تم۔۔!" اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے خونخوار لہجے میں کہا "تم نے مجھے بالکل نظر انداز کر دیا ہے ہیکی!"
"کیا مطلب پرسی فون؟"
"تم نے مجھے۔ تم نے مجھے ایک کنیز سے بھی بدتر سمجھ لیا ہے۔"
"نہیں۔ نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔ کنیزیں اپنا مقام رکھتی ہیں اور تم اپنا۔ کیا یہ بات تحت الثریٰ کے قوانین کے خلاف ہے کیا ایک شہنشاہ کنیزوں سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ اور پرسی فون کسی زخمی سانپ کی مانند تلملانے لگی۔
ظاہر ہے وہ اس بات کا کیا جواب دے سکتی تھی لیکن میں بھی خاموش نہ رہ سکا تھا "تو تم نے جواب نہیں دیا پرسی فون! میں تمہاری رائے جاننے کا خواہش مند ہوں۔"

"لیکن یہ محبت کے خلاف ہے۔"

"محبت، نہیں پرسی فون تمہارا خیال غلط ہے محبت کا مسئلہ ہمارے تمہارے درمیان کوئی بہت بڑی حیثیت نہیں رکھتا، کیا تمہارے خیال میں میں کوزال کو بھول سکوں گا جو آج بھی تمہارے پیٹ میں موجود ہے۔"

"اوہ — تو تم نے انتقاماً....."

"انتقاماً تو نہیں، تم نے اپنا حق استعمال کیا اور میں نے اپنا، اس میں انتقام کی کیا بات ہے؟"

"لیکن میں — میں یہ سب کچھ نہیں ہونے دوں گی۔"

"پرسی فون۔ تم میرے ایک اشارے پر اپنی زندگی کھو سکتی ہو۔ اس لیے شہنشاہ ہیکی کے سامنے سوچ سمجھ کر بات کیا کرو۔" میں نے پر دبدبہ لہجے میں کہا اور وہ مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور ہونٹ بھینچتی ہوئی باہر نکل گئی۔

میں جانتا تھا کہ عورت کیا کرے گی اور عورت جو کچھ کرے گی اس کے جواب میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیونکہ میں باخبر تھا اور بات یوں بھی تھی کہ بلاشبہ محل میں کنیزوں کا اضافہ ہونے لگا تھا۔ میرے وہ مداح اور جاں نثار جو میری خوشیاں چاہتے تھے اس تگ و دو میں مصروف ہو گئے تھے کہ حسین ترین لڑکیاں میرے پاس لائیں اور میری کنیزوں میں شامل کریں اور بھلا جب ایک شہنشاہ بھی یہی چاہے تو کون اسے روک سکتا ہے چنانچہ حسینوں کے جھرمٹ میں میں پرسی فون کو تقریباً بھول ہی گیا ہاں ایک دن ہاپیون نے بتایا کہ پرسی فون اب محل میں نہیں رہتی۔

"تو وہ کہاں گئی؟" میں نے سوال کیا۔

"اور اس کا باپ بھی اس کے ساتھ غائب ہے۔"

"خوب۔ خوب، لیکن ہاپیون اس بات سے تم کیا مقصد لیتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔ غالباً اس کا خیال ہو گا کہ وہ ایک بچے کو جنم دینے کے بعد دوبارہ تمہارے پاس آئے گی اور پھر تمہیں اس کی پرورش کے لیے مجبور ہونا پڑے گا۔"

"کیا یہ بھی تحت الثریٰ کا قانون ہے؟"

"ہاں — پرسی فون کا بچہ خواہ اس کا ذمہ دار کوئی بھی ہو، بہر صورت تمہاری اولاد اور تمہارا جائز وارث کہلائے گا۔"

"ہوں —" میں کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ لیکن پھر وہی مسئلہ سامنے آ گیا۔ یعنی یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے، میری اپنی شخصیت۔ لیکن اس کے بعد میں نے خاموشی اختیار کر لینا ہی مناسب سمجھی۔ ہاں البتہ پرسی فون ایک طویل عرصے تک میرے نزدیک نہ آئی۔

جن حالات میں میں زندگی گزار رہا تھا وہ میرے لیے غیر تسلی بخش نہیں تھے۔ ہاپیون میرا ساتھی تھا اور امورِ حکومت بآسانی چل رہے تھے البتہ جب بھی مجھے ایپی لٹس اور پرسی فون کا خیال آتا میں سوچنے لگتا کہ دیکھیں جب وہ نمودار ہوتے ہیں تو کون کون سے ہنگاموں کے ساتھ اور بالآخر وہ دن بھی آ گیا جب یہ ہنگامہ نگاہوں کے سامنے تھا۔ پرسی فون نے ایک بچے کو جنم دیا تھا اور اس کے لیے اس نے امراء کو طلب کر لیا تھا جو حکومت میں ایک خاص حیثیت رکھتے تھے ہاں جب اس نے امراء کو طلب کیا تو امراء نے مجھ سے بھی اجازت طلب کی تھی اور میں نے انہیں بخوشی اجازت دے دی تھی ظاہر ہے جب ان حالات کو میں قبول کر چکا تھا تو باقی معاملات میں خواہ مخواہ ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت تھی لیکن جب وہ سب واپس آئے اور انہوں نے آ کر مجھے اطلاع دی تو وہ میرے لیے بڑی حیران کن تھی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ پرسی فون نے ایک ایسے بچے کو جنم دیا ہے جس کے خدوخال جنگل میں رہنے والے اس جانور سے ملتے ہیں جو انسانوں کی مانند ہوتا ہے لیکن اس کے بدن پر لمبے لمبے بال ہوتے ہیں اور اس کا چہرہ انسانوں سے مختلف ہوتا ہے۔ گویا وہ بن مانس کی بات کر رہے تھے۔ میں یہ سن کر ششدر رہ گیا یہ کیا تھا۔ وہ سب کچھ کیا تھا کیا اس سلسلے کی ایک کڑی تھا جس کے لیے میں پریشان تھا اور نجانے کیوں اس دن مجھے فیرونا یاد آ گیا۔ فیرونا کی پیش گوئیاں یاد آئیں اور ایک لمحے کے لیے میں واقعی پریشان ہو گیا۔ اگر وہ بن مانس کی شکل ہے تو پھر تو پھر۔ ممکن ہے فیرونا کی بددعاؤں کا کوئی دخل ہو۔

حالانکہ مجھے ان بددعاؤں سے بددل نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ یہ بددعائیں میرا کیا بگاڑ سکتی تھیں۔ اگر وہ بچہ بن مانس کی شکل کا تھا تو اس سے مجھے کیا فرق پڑتا تھا ہو گا۔ میری اولاد تو تھی نہیں۔ اور یوں بھی پروفیسر نہ تو مجھے اولاد کی خواہش تھی اور نہ ہی کسی اور چیز کی۔

۔یوں جب بھی میں اس بارے میں غور کرتا تو ایک چیز مجھے ہمیشہ سکون بخشتی تھی کہ بہرصورت میں اس بات کو نہیں بھول سکا تھا کہ میں سلانوس کے اس دانش کدے کے ذریعے ماضی کے اس جزیرے تک پہنچا ہوں اور یہاں کے مناظر دیکھ رہا ہوں اور جب میں یہاں سے واپس جاؤں گا تو میری وہی حیثیت ہو گی جو پہلے تھی لیکن اس زندگی میں تبدیلی کی چاشنی تھی۔

پرسی فون، جو شاید اس وقت تک کے لیے ہی غیر حاضر ہوئی تھی جب تک کہ کوزال کے بچے کو جنم نہ دے لے۔ بالآخر میرے پاس پہنچ گئی۔ مجھے اس کی آمد کی اطلاع اپنی عیش گاہ میں ملی تھی۔ اس کے ساتھ اس کا باپ ایپی لٹس بھی تھا لیکن میں جاننا چاہتا تھا کہ خود پرسی فون کا اس بارے میں کیا خیال ہے چنانچہ جب وہ محل میں پہنچے تو میں نے ان کا پرتپاک انداز میں استقبال کیا۔ وہ بچہ اس کے ساتھ نہیں تھا جو اس نے جنم دیا تھا۔ میں نے دیکھا پرسی فون کا شباب ڈھل چکا ہے وہ جوانی وہ شادابی جو اس کے چہرے کا خاصہ تھی مفقود ہو چکی تھی۔ وہ اجڑی اجڑی نظر آ رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر غالباً وہ اور چڑ گئی۔ اس نے مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ میں نے شاہ ایپی لٹس کی جانب دیکھا۔ شاہ ایپی لٹس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

"میرے معزز عزیز، میرے بزرگ، میرے مربی۔" میں نے ایپی لٹس کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا اور پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"شاہ ایپی لٹس میں آپ سے تنہائی میں کچھ گفتگو کرنے کا خواہش مند

ہوں۔" اپی لٹس نے عجیب سی نگاہوں سے میری جانب دیکھا، پھر اپنی بیٹی کی طرف۔ پرسی فون کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھ سے ہونے والی گفتگو میں دخل دینا نہیں چاہتی تھی۔ سو میں نے کہا "میں ان تمام کارروائیوں کا مقصد جاننا چاہتا ہوں۔" اپی لٹس نے نگاہیں اٹھا کر میری جانب دیکھا اور بولا۔

"مقصد کیا ہو سکتا ہے؟"

"جو کچھ بھی ہے شاہ اپی لٹس بے شک یہ حکومت تیری ہے اور میں نے مقامی اصولوں کے مطابق اسے حاصل کیا لیکن اب میں محسوس کرتا ہوں کہ جیسے میں ہمیشہ سے اس علاقے کا حکمران رہا ہوں اور میرے ذہن میں وہ تمام چیزیں سرایت کر چکی ہیں جو کسی شہنشاہ کے ذہن میں ہوا کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے میں ہر وہ بات تم سے کر سکتا ہوں جو عام حالات میں نہیں کر سکتا تھا۔"

"بے شک تجھے اس کا اختیار حاصل ہے۔" اپی لٹس نے جواب دیا۔

"تب میں تم سے کہتا ہوں کہ بالکل حقیقت بتاؤ سچ بولو، جو کچھ میں تم سے پوچھتا ہوں سچ سچ بتاؤ۔"

"میں سچ بولوں گا۔" اپی لٹس نے جواب دیا۔

"مجھے بتاؤ کہ جو افواہ میں نے سنی ہے کیا وہ درست ہے؟"

"بچے والی؟"

"بالکل درست ہے شاہ ہیکی۔ اور میں حیران ہوں کہ یہ سب کیا ہوا۔ انسانی جسم سے ایک جانور کیوں برآمد ہوا ہے؟"

"ہوں۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے اپی لٹس کہ وہ جانور کس کا نطفہ ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ غلام کوزال کا۔" اپی لٹس نے جواب دیا۔

"گویا تمہاری بیٹی قابل اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی اس قابل کہ وہ میرے بچے کی ماں بنے، لیکن شاہ اپی لٹس اب کیا کرو گے، کیا اس بن مانس کو تحت الثریٰ کا حکمران بناؤ گے؟"

"میں نہیں جانتا، میں کچھ نہیں جانتا، یہ تمہارے آپس کے معاملات ہیں۔ میں تو ایک طرح سے ان تمام چیزوں سے بری الذمہ ہو چکا ہوں۔ اگر میری بیٹی مجھے اپنی مدد کے لیے مجبور نہ کرتی تو شاید میں اس کے ساتھ جانا بھی پسند نہ کرتا۔"

"تو پھر کان کھول کر سن لو اپی لٹس کہ اس بن مانس کو مر جانا ہوگا۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"لیکن یہ میری بیٹی کا بچہ ہے اس کے بدن سے نکلا ہے۔"

"اور میرے نام سے منسوب ہوگا۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا "گویا میں ایک بن مانس کا باپ ہوں۔"

"دیکھو ہیکی میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اگر تم چاہو تو اس پر عمل کرو۔"

"ہاں ہاں کہو، تم شاہ ہو پرانے تجربہ کار۔" میں نے کہا۔

"جس جانور نما انسان کو قتل نہ کرو، اسے پرورش پانے دو۔ اور پرسی فون کی توجہ اور محبت دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرو، یہ کوشش کرو کہ اس کے بدن سے دوبارہ تمہاری اولاد پیدا ہو۔ اس کے بعد اس بن مانس کی حیثیت خود بخود ختم ہو جائے گی۔"

"خوب کہا تم نے شاہ اپی لٹس، کیا میں اس عورت کو قبول کر سکوں گا جس کے بارے میں مجھے اندازہ ہے کہ وہ مجھ سے نفرت کرتی رہی ہے اور ایک ایسے شخص کو اس نے مجھ پر ترجیح دی جو کسی طرح بھی قابل اعتنا نہ تھا۔ کیا میں یہ سب کچھ کر سکتا ہوں شاہ اپی لٹس؟"

"اگر نہیں کرو گے تو اس میں تمہارا ہی نقصان ہے۔"

"بھلا کیا؟"

"یہی کہ وہ بن مانس خواہ وہ جانوروں کی سی خصوصیات کیوں نہ رکھتا ہو اس علاقے کا حکمران بنے گا۔"

"ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے ہم یہ تماشہ بھی دیکھیں گے شاہ اپی لٹس۔ ہم دیکھیں گے کہ ایک جانور کی حکمرانی کیسی ہوتی ہے اور تم نے ٹھیک ہی کہا۔ ہاں میرے ذہن میں یہ بات بالکل نئے انداز میں آئی ہے کہ اس جانور کی حکمرانی سے تمہارا نام کیسے زندہ رہتا ہے۔" میں نے کہا اور اپی لٹس گردن ہلانے لگا۔

"گویا تم نے اسے قتل کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔"

"ہاں شاہ اپی لٹس، ہیکی ایک چرواہے کا بیٹا ہے اس نے اپنے بارے میں سوچا ہے نہ کہ اپنی پشتوں کے بارے میں اگر میری اولاد بھی اسی طرح بھیڑیں چرائی جس طرح اپنی طویل زندگی میں نے گزاری ہے تو میرے اوپر اس کا کیا اثر پڑتا۔ اور اگر میں ایک طویل عرصے تک حکمرانی کی زندگی گزارنے کے بعد بھیڑ بکریں چرانے کے لیے واپس چلا جاؤں تب بھی میں یہ نہ سوچوں گا کہ کچھ برا ہوا۔"

"ہوں۔ میں تیرا مطلب سمجھ رہا ہوں ہیکی لیکن میرا تجربہ کچھ اور کہتا ہے۔"

"میں جان سکتا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ صدیوں کی طویل زندگی گزارنے کے لیے ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ عمدہ ماحول میں سانس لے۔ شاہ کی گدی سے اترنے کے بعد جو کیفیت ہوتی ہے وہ تو اپی لٹس سے پوچھ۔"

"اوہ گویا تم افسردہ ہو؟"

"ہاں۔"

"لیکن میرا خیال ہے تمہیں وہ تمام مراعات حاصل ہیں جو پرسکون زندگی کے لیے ضروری ہوتی ہے۔"

"بیشک، لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ تو میری بیٹی کے ساتھ برا سلوک نہ کر دے۔" اپی لٹس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو اس سلوک سے افسردہ ہے۔"

"ہاں۔ بالآخر باپ ہوں۔"

"لیکن کیا تو اس کے قصور کو تسلیم نہیں کرے گا اپی لٹس؟"

"مجھے تو یہی نہیں معلوم کہ اس کا قصور کیا ہے؟"

"کیا تمہارے خیال میں یہ قصور کافی نہیں ہے کہ وہ میری بیوی ہونے کے باوجود کسی دوسرے کے بچے کی ماں ہے۔"

"لیکن تم اس کی خواہش پوری نہیں کر سکے تھے۔"

"یہ الزام بھی اس نے لگایا ہوگا۔"

"الزام، کیا یہ جیتا جاگتا ثبوت نہیں ہے؟" اپی لٹ نے سوال کیا مجھے اس کی بات پر بہت غصہ آیا تھا لیکن اس غصے کے اظہار کا طریقہ میں نے کچھ اور سوچا۔ اور پھر میں نے خاموشی اختیار کی۔

"تم خاموش کیوں ہو گئے ہیکی۔"

"یہی بہتر ہے بس اب تم جا سکتے ہو۔"

"لیکن اس سے قبل میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے اسے دیکھا۔

"بچے کو کونسل کے سامنے پیش کر کے تحت الثریٰ کی حکومت کا جائز وارث قرار دیا جائے گا۔ اس سے قبل وہ عوام کے سامنے آئے گا اور جائز وارث کی پرورش کونسل کی ذمے داری ہوتی ہے۔ اس کے بعد کی ساری اولادیں والدین پرورش کرتے ہیں۔ ایک اور بات بھی سن لو ہیکی۔ حکومت کے وارث کے قتل کی کوشش کی سزا یقینی موت ہوتی ہے خواہ حکمرانِ وقت ہی یہ کوشش کیوں نہ کرے۔"

"میں اسے قتل نہیں کروں گا اپی لٹ۔ بس اب جاؤ۔" میں نے کہا اور اپی لٹس گردن ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں دیر تک سوچتا رہا۔ ان باپ بیٹی نے مل کر میرے خلاف سازش تیار کی تھی لیکن میرے خیال میں دونوں بے وقوف تھے کیونکہ میں۔۔۔۔ ان سے متاثر نہیں تھا۔ رہی دوسری باتیں تو بہرحال میری الگ حیثیت تھی۔ اگر ایک بن مانس اس زمین کا حکمران بن جاتا تو میرا کیا جاتا۔ اور ہر ماضی ماضی ہے جو گزر چکا ہے۔ احمق لوگ یہ بات نہیں جانتے تھے۔

میری بیوی میری محبت پرسی فون واپس آگئی تھی اور اب اسے یقیناً میری ضرورت ہوگی چنانچہ تنہائیوں کے وقت میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ ایک خوبصورت بچے کو جنم دینے کے بعد پرسی فون پہلے سے زیادہ حسین ہو گئی تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ گویا کوئی بات نہیں تھی لیکن بات تو بہت کچھ تھی بس پرسی فون خود کو بہت زیادہ مضبوط اعصاب کی مالک ثابت کرنے پر تلی ہوئی تھی اور میں اس کی اعصابی قوت کو بھی شکست دینا چاہتا تھا۔

میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور پرسی فون میری بانہوں میں آگئی۔

"آہ میری بیوی، میری محبوبہ" میں نے محبت بھرے لہجے میں کہا اور پرسی فون کے ہونٹوں کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اتنے دن سے اس کی جدائی نے میرے ذہن پر اثر کیا ہے اور میں اس کی تمام کوتاہیاں بھول گیا ہوں۔ اس نے میرا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے لیا اور کہنے لگی۔

"کیسے ہو ہیکی؟"

"بالکل ٹھیک، میری زندگی میری روح بس تمہارے بارے میں اکثر سوچتا رہتا تھا۔"

"چلو شکر ہے [illegible] سوچتا تو شروع کیا اور مجھے بلاشبہ اس کے لیے کافی محنت کرنا پڑی ہے۔" وہ مجھے چومتے ہوئے بولی۔

"یقیناً یقیناً۔ لیکن سوچتا تو میں تمہارے بارے میں پہلے بھی تھا پرسی فون۔" میں نے محبت سے کہا۔

"ہاں ہیکی ہمارے اور تمہارے درمیان عجیب و غریب حالات جنم لے رہے ہیں۔ ہماری تمہاری ابتدا بڑے خوبصورت ماحول میں ہوئی تھی۔ بڑا ہی چمکدار پتھر تھا وہ۔ میں آج بھی اس پتھر کو نہ بھولی جو ہماری زندگی میں بہت بڑی حیثیت لے کر آیا تھا اور جب میں وہاں سے پلٹی تو میں نے صرف ایک چہرے کو اپنے ذہن میں سجایا اور میرے دل و ذہن کے دریچہ خانوں میں بسنے والا چہرہ تمہارا تھا۔ میں سوچتی تھی ہیکی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں حاصل نہ کر سکوں اور تم یقین جانو، اس وقت میری ذہنی کیفیت بہت ہی عجیب تھی۔ اس وقت اگر تمہارے علاوہ اور کوئی جنگ میں فتح حاصل کر لیتا تو میں اپنے اختیارات سے کام لے کر اسے مروا دیتی اور اس کے بعد اعلان کروا دیتی کہ میں نے اس شخص کو پسند کر لیا ہے جو میری زندگی اور میری حکومت کا مالک ہے یعنی جس کا نام ہیکی ہے۔

گویا وہ تم تھے صرف تم۔ لیکن ہیکی میں نہیں جانتی کہ ہمارے درمیان کون سی چیز رخنہ انداز ہو گئی۔ اور تم مجھ سے دور ہوتے گئے۔ نجانے کیوں حالانکہ روز اول کی طرح میں آج بھی تمہیں اتنا ہی چاہتی ہوں۔ اور میری اس چاہت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔" وہ یگانگت بھرے لہجے میں بولی۔

"میرا خیال ہے وہ صرف تمہاری ضد تھی پرسی فون۔" میں نے کہا۔

"ضد نہیں ہر انسان کی ایک خواہش ہوتی ہے جس طرح اس وقت میں نے سوچا تھا۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ کہ اگر تم میری زندگی کے مالک نہ بن سکے تو میں اس شخص کو قتل کرا دوں گی جو میری زندگی کا مالک بن کر تم پر سبقت لے جانے کی کوشش کریگا۔ سو میں تمہیں حاصل کر لوں گی۔ اس طرح ہر خواہش ایک شدت رکھتی ہے اور میرے ذہن میں شدت سے یہ خواہش تھی کہ میں جلد از جلد کسی بچے کی ماں بن جاؤں۔ اور تم یقین کرو ہیکی میں ہر وقت یہی سوچتی تھی کہ نجانے کیوں تم اور ہم اس نعمت سے محروم رہے ہیں۔ یہاں بات سلطنت کے وارث کی نہیں بلکہ میری خواہش کی تھی۔ سو ہیکی تمہیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ تم نے میری اس خواہش کو تسلیم نہیں کیا تھا اور تمہارا یہ تسلیم نہ کرنا ہی میری نفرت کا باعث بنا تھا لیکن وہ نفرت نہیں محبت تھی کیونکہ جس وقت میں کوزال کی آغوش میں ہوتی تھی۔ تو میرے ذہن میں تمہارا ہی تصور رہتا تھا تاہم نجانے کیوں اس بچے کی شخصیت نہ تو کوزال سے ملتی ہے اور نہ ہی تم سے ہاں یہ بات میں کہوں گی۔ کہ اس وقت میرے ذہن میں خوف کے تاثرات ہوا کرتے تھے جب یہ بچہ میرے بدن میں تھا اور ممکن ہے اسی خوف نے یہ بھیانک شکل اختیار کر لی ہو۔ ہم کتنے بدنصیب ہیں ہیکی کہ ہمارا بچہ ایک انسان کا بچہ نہیں بلکہ ایک بن مانس ہے لیکن

تمہارا کیا خیال ہے کیا ایک ماں اپنے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کو خواہ وہ
کیسی ہی شکل کا ہو اپنے ہاتھوں سے قتل کر سکتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میرا خیال
ہے تم باپ ہونے کے باوجود ایسا نہیں کر سکو گے۔"

پرسی فون کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے تھے اور میں بے بسی نگاہوں سے
اسے دیکھ رہا تھا۔ عجیب و غریب کردار تھا۔ بجائے کیسی باتیں کر رہی تھی گویا بالکل
معصوم ہو گویا اس کے ذہن میں یہ خیال ہی نہ ہو کہ وہ جو کچھ کر چکی ہے وہ کوئی
حیثیت نہیں رکھتا۔ اور میں اتنا عجیب و غریب انسان ہوں کہ میں نے اس کی
حرکتوں کو معاف کر دیا ہے لیکن وہ یہی سوچ رہی تھی۔ تب میں نے کہا "تو
اب تمہارے ذہن میں کیا خیال ہے پرسی فون؟"

"میرے ذہن میں کوئی خیال نہیں ہے البتہ تم سے بہت سی باتیں
کرنا چاہتی ہوں۔" پرسی فون نے جواب دیا۔

"کرو ضرور کرو۔" میں نے بدستور پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"تم یہ بتاؤ ہیکی کہ ہمارا بچے کے ساتھ کیا سلوک رہے گا؟"

"اوہ۔ میرا خیال ہے کہ وہ کوزال کا بیٹا ہے اور تمہارے بدن سے پیدا
ہوا ہے اس لیے اس کے بارے میں تم ہی بہتر سوچ سکتی ہو۔"

"نہیں ہیکی کیا تم نے اب بھی اپنے ذہن سے وہ نفرت انگیز خیالات نہیں
نکالے جو ہمارے اور تمہارے درمیان تھے۔"

"نفرت انگیز خیالات۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ میرا مقصد یہی ہے کیا تم اب بھی اپنے ذہن سے وہ ساری
باتیں فراموش نہیں کر دوگے جو گزر چکی ہیں۔ کوزال مر گیا۔ تم نے اسے قتل کرا دیا
لیکن میں نے اس پر کسی تاسف کا اظہار نہیں کیا کیونکہ وہ میرا محبوب نہیں تھا۔
میرے محبوب تم تھے لیکن اس کے باوجود جو کچھ ہوا ہیکی وہ بس عدم اعتماد کی
بنا پر ہوا تھا۔ میں اب تمہارے اوپر مکمل اعتماد کرنا چاہتی ہوں۔" وہ خلوص سے بولی

"ایک بات کا جواب دوگی پرسی؟"

"ہاں۔"

"کیا تم آج بھی مجھے چاہتی ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ روزِ اول کی مانند۔"

"نہیں پرسی فون۔ یہ غلط ہے میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ ہاں
اگر تم مجھے چاہتی ہو تو میرے احکامات کی تعمیل بھی کر سکتی ہو۔"

"بسر و چشم۔ تم مجھ سے کہو اور دیکھو کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔"
پرسی فون نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"تب میری خواہش ہے پرسی فون کہ تم اس بن مانس کو قتل کر دو۔"
میں نے کہا اور پرسی فون کا پورا بدن لرز گیا اس نے خوفزدہ نگاہوں سے میری
جانب دیکھا اور سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گویا آج بھی تم ..... اس سے اتنی ہی نفرت کرتے ہو۔"

"نہ صرف آج پرسی فون بلکہ میں ہمیشہ اس سے نفرت کروں گا۔"

"لیکن کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ میرا نہیں کوزال کا بیٹا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہیکی کیا تم آج بھی اپنے ذہن سے یہ ساری باتیں فراموش نہیں
کر سکو گے۔" پرسی فون نے سوال کیا۔

"نہیں یہ بات نہیں۔ میں اس بچے کو معاف کر سکتا ہوں پرسی فون
لیکن انہیں معاف نہیں کر سکتا جو اسے لائے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں پرسی فون میں تم سے انتقام لینا چاہتا ہوں زبردست انتقام۔"
اب میرے لہجے میں شدید نفرت امنڈ آئی تھی اور پرسی فون خوفزدہ انداز میں
مجھ سے الگ ہو گئی۔ "گویا۔ گویا؟" وہ چونک کر خاموش ہو گئی۔

"ہاں پرسی فون میں تم سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔"

"گویا۔ گویا میں تمہیں متاثر نہیں کر سکی ہوں۔" اس نے سرسراتے ہوئے
لہجے میں کہا۔

"بات یہ ہے پرسی فون کہ میں تمہیں بے پناہ چاہتا تھا۔ اگر میں تمہاری
صورت نہ دیکھتا اور تمہارے بارے میں ذہن میں یہ تصورات نہ رکھتا تو اپنی اس
حسین بستی سے نکل کر یہاں تک نہ آتا۔ حکومت کی کشش مجھے یہاں نہیں لائی تھی
پرسی فون۔ ورنہ تو فیرونا نے بھی حکومت کے بدلے تمہیں مانگا تھا۔ یہ الگ بات
ہے کہ فیرونا اپنے کہنے پر عمل نہ کر سکا لیکن بہرصورت میں فتح صرف تمہاری چاہتا تھا
حکومت کی نہیں اور میں نے فتح حاصل کر لی۔ حکومت کی بھی اور تمہاری بھی
اور پرسی فون اس کے بعد میں نے تم سے بے پناہ محبت کی لیکن اس کے جواب
میں تم نے ایک ایسی ضد کی خاطر جو فوری طور پر پوری ہونا ممکن نہیں تھی تم نے مجھ سے
نفرت مول لے لی اور بالآخر ہم دونوں نفرتوں کے ماحول میں سہنے لگے اور اس
کے بعد جب تم اپنی ایک غلط خواہش کی تکمیل کرنے کے بعد واپس آ گئی ہو تو کیا
تمہارا خیال ہے میں تمہاری ان کوتاہیوں کو تسلیم کر لوں گا۔ ہرگز نہیں پرسی فون
میں اس ریاست کا شاہ ہوں اور میرے اختیار میں بہت کچھ ہے اتنا کچھ ہے کہ اگر
میں چاہوں تو اس کونسل کو بھی معطل کر سکتا ہوں جو اس بچے کی پرورش کی
ذمے دار ہو گی لیکن میری جنگ صرف تم سے ہے۔"

"جنگ ___؟" پرسی فون بدستور خوفزدہ تھی۔

"ہاں جنگ!"

"لیکن کیوں؟"

"اس لیے کہ پہلا قتل تم کر چکی ہو۔ پہلا وار تم نے کیا ہے۔"

"قتل؟"

"ہاں اعتماد کا قتل۔ اگر تم صرف میری بیوی ہوتیں ایسی عورت جو
صرف اس لیے میرے حصے میں آ جاتی کہ میں نے حکومت حاصل کر لی تھی لیکن
تم اس عورت کے بارے میں کیا کہو گی جس کے لیے جنگ کی گئی اور حکومت
اس کے بعد ہاتھ آئی۔"

"لیکن ہیکی۔ آخر میں نے ایسا کونسا جرم کیا؟"

"گویا تم اب بھی خود کو معصوم سمجھتی ہو؟"

"ہاں۔ میں نے صرف اپنی خوشی ہی تو پوری کی تھی اور آخر تم مخالفت نہ کرتے تو میں اس راز میں تمہیں شریک کر لیتی۔"

"گویا تم مجھے بتا رہی ہو کہ تم کوزال سے اپنی خواہش پوری کر رہی ہو۔"

"ہاں۔ ہم اگر ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں تو پھر ہمیں یہ احساس نہیں ہونا چاہیے کہ ہم کس کے اعتماد کو قتل کر رہے ہیں۔ یہ چیز ضرورت کے لیے ہوتی ہے۔ بلا ضرورت کس چیز کا وجود ہے؟ سوچو کیا ہم ایسی کسی بات کی طرف توجہ دیتے ہیں، ایسی کسی چیز کو دیکھتے ہیں یا اسے اپنے قریب لانے کی کوشش کرتے ہیں جو ہماری ضرورت نہ ہو۔" پرسی فون فلسفیانہ انداز میں بولی۔

"انوکھی منطق ہے تمہاری پرسی فون لیکن اس کے لیے میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ تم ایپی لٹس کی بیٹی ہو شاہ ایپی لٹس کی بیٹی جس نے طویل عرصے تک تخت الرعلیہ پر حکومت کی ہے اور اس نے تمہیں بھی دلائل سکھا دیئے ہوں گے لیکن تمہارا باپ یہ بات تسلیم کرتا ہے کہ میں نے اپنی خصوصیات کی بنا پر ہی حکومت حاصل کی ہے۔"

"وہ آج بھی اس کا قائل ہے۔"

"ہاں لیکن ایک دوست کے انداز میں نہیں۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ اس نے تمہارے ساتھ شامل ہو کر میرے خلاف سازش میں تمہاری مدد کی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اور اب پرسی فون باقاعدہ رونے لگی۔ وہ بڑے معصومانہ انداز میں رو رہی تھی اور میں اس کی معصومیت کو دیکھ رہا تھا۔ واقعی مکار عورت تھی۔ خود کو ماحول میں ضم کرنا اور اپنی جگہ بنانا جانتی تھی لیکن میرے دل میں اس کے لیے صرف نفرت تھی۔

"ہیکی۔ ہمارے لیے اتنے برے خیالات ذہن میں مت لاؤ۔" اس نے التجا کی۔

"میرے احکامات پر عمل کرو۔" میں نے کہا۔

"لیکن میں ماں ہوں اور بچہ میری خواہش تھا۔ میں اسے کس طرح قتل کروں گی۔"

"تمہارے خیال میں، میں تمہارے قانون سے واقف نہیں ہوں۔"

"کونسے قانون سے؟"

"شاہ ایپی لٹس کے قانون سے۔"

"لیکن کیا وہ قانون اب تمہارا نہیں ہے اگر تم چاہو تو اس میں ترمیم کر سکتے ہو اگر تم چاہو تو دوسروں کو اپنے دلائل سے متاثر کر سکتے ہو۔"

"میں نہیں چاہتا۔"

"آخر کیوں، اور کونسے قانون کی بات کر رہے ہو تم؟" اس نے پوچھا۔

"شہنشاہ ہیکی اپنی قلمرو کے ہر شخص کی جان و مال کا مالک ہے۔ وہ اپنے کسی بھی حکم کے تحت کسی بھی شخص کو زندگی کے بوجھ سے نجات دلا سکتا ہے لیکن خود اس کی بیوی کے بطن سے ہونے والا بچہ اس کی ملکیت نہیں ہوتا۔"

"ہاں یہ درست ہے کیونکہ وہ ایک امانت ہوتا ہے۔"

"لیکن اس وقت تک وہ بچہ جب تک شیر خوار ہو، ماں کی ملکیت ہوتا ہے اور اگر وہ ماں کے ہاتھوں میں مر جائے تو ماں پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا۔"

"یہ۔۔۔ یہ درست ہے۔" پرسی فون کے لہجے میں پھر خوف ابھر آیا۔

"اس لیے اسے صرف تم قتل کر سکتی ہو۔"

"لیکن تم اس کی زندگی کے دشمن کیوں ہو گئے ہو؟"

"بتا چکا ہوں کہ وہ کوزال کا بیٹا ہے۔"

"وہ میرا بھی بیٹا ہے ہیکی۔ اس لیے میں اسے کبھی قتل نہیں کروں گی۔ ہاں یہ وعدہ ہے کہ اگر تمہارا بیٹا پیدا ہو گیا تو میں اس پر ضد نہ کروں گی کہ اس جانور کو کوئی فوقیت دی جائے، اس کے علاوہ تمہاری کوئی شرط مجھے منظور نہیں ہے۔"

"خوب، اور اس کا نتیجہ جانتی ہو؟"

"کچھ بھی ہو؟"

"بہت کچھ ہوگا پرسی فون بہت کچھ ہوگا۔"

"تو میں یہ سمجھوں کہ تم مجھ سے تعاون نہیں کرو گے۔"

"عدیم المثال تعاون کروں گا جانِ من! تم دیکھو گی۔ میں تمہارے سلسلے میں پہلی بار اپنے اختیارات سے کام لوں گا۔" میں نے کہا اور پرسی فون کے کمرے سے نکل آیا۔

اور اس کے بعد پروفیسر ایک ہنگامی دور شروع ہو گیا۔ پرسی فون کے کمرے سے نکل کر میں نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے ایک مضبوط افسر کو طلب کیا۔ اس کا نام ریزانہ تھا اور میری نظر میں وہ میرا وفادار تھا۔

"شاہ ایپی لٹس کی اب کیا حیثیت ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک عام انسان سے زیادہ نہیں۔"

"کسی دور میں تم اس کے خادم تھے؟"

"وہ میرا فرض تھا۔"

"تمہارا دوسرا فرض یہ ہے کہ اس وقت تک ایپی لٹس اور اس کی بیٹی کی نگرانی کرو جب تک میں تمہیں کوئی دوسرا حکم نہ دوں۔"

"تعمیل ہوگی۔"

"لیکن ایک ذمہ داری بھی تمہارے اوپر عائد ہوتی ہے۔"

"حکم!" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ایپی لٹس اور پرسی فون کسی طور باہر نہیں نکلنا چاہیئے ورنہ میں تمہیں غداروں میں شمار کروں گا۔"

"بہتر۔۔۔ میں ان پر سختی کر سکتا ہوں۔"

"ہاں، اگر وہ باہر جانے کی کوشش کریں۔"

"کچھ اور لوگوں سے مدد لے سکتا ہوں؟"

"اگر ضرورت محسوس کرو۔" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی چنانچہ میں اس طرف سے مطمئن ہو گیا۔ میں اگر چاہتا تو اس کونسل کو مطلبے سے روک

سکتا تھا جو ولی عہد کو اپنی تحویل میں لینے کی خواہش مند تھی لیکن میں نے اسے نہ روکا
تب اپی لٹس کی ضرورت محسوس ہوئی اور اپی لٹس نے میرے آدمیوں کی مدد سے وہ
بچہ کونسل کے حوالے کر دیا۔

خوب بندر تھا۔ چہرہ سیاہ باقی بدن سفید۔ لمبے لمبے ناخون اور مکمل
جانور۔ میں تو یہ بھی سوچنے لگا تھا کہ اس میں بھی پرسی فون کی کوئی چال نہ ہو
اور یہ بندر سرے سے اس سے پیدا ہی نہ ہوا ہو لیکن بہر حال میں یہ باتیں تسلیم
کر چکا تھا۔ کونسل کے ممبران خود حیران تھے کہ یہ جانور کس طرح عنان حکومت سنبھالے
گا لیکن وہ سب مجبور تھے۔ اپی لٹس نے درخواست کی تھی کہ اسے بھی کونسل کا ممبر
بنا لیا جائے لیکن میں نے اس درخواست کو رد کر دیا اور اسے بھی اس کی بیٹی پرسی
کے پاس قید میں ڈلوا دیا۔

سو پروفیسر! ہیکی کی حیثیت سے دن گزرتے رہے اور یہاں زندگی اتنی
طویل ہوتی تھی کہ انسان دل کی ساری حسرتیں نکال لے۔ بچپن اور بڑھاپے کا تو
تجربہ نہیں تھا لیکن جوانی خوب تھی اور حسیناؤں کی بھی کمی نہیں تھی۔ ان حالات میں
پرسی فون کو کون یاد کرتا۔ وہ تنہا زندگی گزار رہی تھی اور اس کا باپ اس کے ساتھ تھا۔

تب ایک بار اپی لٹس کی درخواست مجھے ملی۔ وہ مجھ سے ملاقات کا
خواہش مند تھا۔ میں نے اسے بلوا بھیجا۔ ان دنوں نے اپی لٹس کو ضرورت سے زیادہ
بوڑھا کر دیا تھا اور وہ نڈھال نظر آ رہا تھا۔

"کیسے ہو اپی لٹس؟"

"تمہاری حکومت میں تکلیف کا شکار ہوں۔"

"اوہ کیا تکلیف ہے تمہیں؟"

"میرے لیے سب سے بڑا دکھ میری بیٹی ہے۔"

"پرسی فون؟"

"ہاں۔ میری ایک ہی بیٹی تو تھی۔ اور وہ میرے ساتھ ہے۔"

"کیوں اسے کیا تکلیف ہے؟"

"وہ تم سے عفو کی درخواست کرتی ہے۔"

"کس بات پر؟"

"جس کے لیے تم نے اسے قید کیا ہے!"

"کیا چاہتی ہے وہ؟" میں نے پوچھا۔

"تمہاری محبت، تمہاری قربت!"

"کیوں، کیا اس کے خیال میں وہ اپنا گناہ دھو چکی ہے؟"

"ہاں۔ وہ اب تمہاری خدمت کر کے اپنی بقیہ زندگی گزارنا چاہتی ہے"

"لیکن مجھے اس کی خدمات درکار نہیں ہیں کیونکہ میں پوری طرح مطمئن
ہوں۔ تحت الثریٰ کی حسینائیں میری قربت سے مسرور ہیں۔ میں ان کی زندگی
میں پرسی فون کی مداخلت نہیں چاہتا۔ رہی پرسی فون تو اسے چاہیئے کہ وہ
سوزال کو یاد کرتی رہے۔"

میں نے بے رحمی سے شاہ اپی لٹس کو واپس قید خانے میں بھجوا دیا۔ اور
پروفیسر! اس کے بعد میں نے ایک طویل زندگی اسی انداز میں گزاری۔ نہ جانے
کتنا وقت گزرا۔ کتنی صدیاں بیت گئیں۔ میں بھول گیا تھا کہ پرسی فون نامی
کوئی عورت بھی اس محل کے گوشے میں موجود ہے۔

لیکن ایک دن سب کچھ یاد آ گیا۔ کونسل کی طرف سے مجھے ایک درخواست
ملی تھی۔ ایک نوجوان مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔

"کون ہے وہ؟"

"ایک اجنبی جس کی خواہش ہے کہ وہ آپ سے ملے۔"

"لیکن اس کا مقصد؟"

"وہ آپ ہی کو بتانا چاہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے اسے دربار میں پیش کیا جائے۔"

اور جب دربار لگا تو مجھے یاد بھی نہیں رہا تھا کہ مجھ سے کسی نے ایسی کوئی
درخواست کی ہے۔ ہاں جب دوبارہ اجازت طلب کی گئی تو میں نے اجازت
دے دی اور جو جوان مجھ سے ملاقات کرنے آیا اسے دیکھ کر نہ جانے کیوں مجھے
ایک خوف کا احساس ہوا تھا۔

ایک طویل القامت گوریلا جس کے پورے بدن پر سفید بال تھے اور جس
کی چال میں بے حد وقار تھا۔ اس سے قبل کسی جانور کو اس انداز میں چلتے نہیں
دیکھا گیا تھا اور اس جانور کے بارے میں میں بخوبی جانتا تھا۔

لیکن مجھے افسوس ہوا کہ اس سے قبل میں نے اسے کیوں نہ دیکھا۔ یہ
کوئی بڑی بات نہ تھی اگر میں چاہتا تو کونسل کی پرورش گاہ میں جا کر اسے دیکھ
سکتا تھا۔ ہاں یہ پرسی فون کا بیٹا ہی تھا لیکن نوجوان۔ یہ نوجوان ہی تھا سو
میں نے کونسل سے کہا۔

"کیا یہ پرسی فون کا بیٹا اور تمہاری سلطنت کا ہونے والا تاجدار ہے"
میں نے سوال کیا۔

"ہاں" جواب ملا۔

"لیکن میرے دوستو کیا تمہارے لیے یہ ایک دلچسپ تجربہ نہ ہوگا کہ ایک
جانور تمہارا حکمران ہو۔ بلاشبہ شاہ اپی لٹس کی بیٹی پرسی فون اس معاملے میں یکتائے
روزگار ہے اور اس نے تحت الثریٰ کی تاریخ میں ایک ایسے باب کا اضافہ کیا ہے
جس کو تم ایک عرصہ دراز تک نہ بھول سکو گے۔"

میں نے غلط تو نہیں کہا تھا لیکن میری اس بات کا کوئی جواب نہ ملا تب
میں نے کونسل کے بوڑھے ممبر کو دیکھا جو شاید کونسل کا منتظم تھا "اور تم۔ تم جواب دو
کہ یہ نوجوان کیا مجھ سے میری زبان میں گفتگو کرے گا؟"

"نہیں۔ شاہ ہیکی! بلکہ اس نے اپنے لیے ایک ترجمان مقرر کیا ہے" بوڑھے
منتظم نے جواب دیا۔

"تو میں اس ترجمان کو چاہتا ہوں" میں نے جواب دیا اور ترجمان
کی حیثیت سے جو شخص سامنے آیا وہ میرے لیے اتنا ہی حیران کن تھا کیونکہ یہ شاہ
اپی لٹس تھا۔ بوڑھا اپی لٹس جو اب بہت ہی زیادہ نڈھال نظر آ رہا تھا لیکن پھر بھی
اس کی چال میں مردانگی اور وقار اسی مانند موجود تھا۔ وہ میرے نزدیک آ کر رکا
اور جھک کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔

"میں اس کا ترجمان ہوں۔"

"خوب خوب۔ لیکن مجھے یہ تو بتاؤ اپی لٹس کہ تم اپنی رہائش گاہ سے

نکل لیے آتے ہو؟"

"یہ ایک لمبی کہانی ہے معزز ہیکی لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں مختصر الفاظ میں بتا دوں۔" اپی لٹس نے کہا۔

"ہاں ضرور، میں سننا پسند کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"جب تم اپنی کوشش کر چکے ہیکی تو میں نے اپنی کوششوں کا آغاز کیا اور جب ایک شخص ایک سلطنت کو طویل عرصے تک چلا چکا ہو۔ جب وہ تخت سے اترتا ہے تو اپنے کچھ ہمدرد ایسے ضرور چھوڑتا ہے جو بوقت ضرورت اس کے کام آ جائیں چنانچہ میں نے ایسے ہمدرد تلاش کیے اور انہوں نے مجھے موقع دیا کہ میں خود اپنے نواسے اور آنے والی حکومت کے سربراہ کی تربیت کر سکوں۔ چنانچہ تمہارے قید خانے میں بھی رہ کر میں اپنے فرائض کو نہیں بھولا اور بالآخر میں نے آنے والی نسل کے نئے حکمران کو اس قابل بنا دیا کہ وہ حکمرانی کا اہل ثابت ہو سکے اور کونسل کے ممبرین اور دربار والوں میں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کوئی شاہ تخت پر بیٹھا ہو اور اس کا بیٹا یہ بات محسوس کرے کہ اب وہ عنانِ حکومت سنبھالنے کے قابل ہے اور شاہ کو معزول ہو جانا چاہیے تو وہ دربار میں شاہ سے ملتا ہے اور اپنی اس خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ سو اس وقت شاہ پر یہ فرض عاید ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے حوالے وہ حکومت کر دے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اگر وہ اسے دشمن کی نگاہ سے دیکھے تو پھر اسے ایک اجنبی کی حیثیت سے للکار دے اور اس سے جنگ کرے۔ سو اس وقت یہ نوجوان اس ارادے سے یہاں آیا ہے۔ اور کیا اسے روکنے کا کوئی قانون موجود ہے؟" اپی لٹس نے سوال کیا۔ اور کونسل کے تمام ارکان اور دوسرے لوگوں کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر ان میں سے ایک انتہائی بوڑھے شخص نے جس کی عمر تقریباً سات صدیاں تھیں اٹھ کر کہا۔

"نہیں۔ پرسی فون کے بیٹے کو یعنی سلطنت کے ولی عہد کو حکومت کرنے سے روکنے کا کوئی قانون موجود نہیں ہے، وہ حکومت کر سکتا ہے اور اس قانون میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔" چنانچہ شاہ اپی لٹس کی بات پر سبھی نے اتفاق کیا اور میں نے اچانک ہی محسوس کیا جیسے کہ میں تنہا رہ گیا ہوں۔

میرے اہل دربار جو میرے ہمنوا تھے اس قانونی بات پر خاموش ہو گئے ظاہر ہے ان کے پاس بولنے کی کوئی بات موجود نہیں تھی لیکن میں تو چونکہ دل سے اسے اپنا بیٹا ہی تسلیم نہ کرتا تھا اس لیے اسے اجنبی کے سوا کیا سمجھتا۔ تب پھر سوال کیا ایک بوڑھے نے مجھ سے۔

"تو بول ہیکی تو کیا چاہتا ہے۔ کیا اس نوجوان کو تو اپنا بیٹا تسلیم کر کے عنانِ حکومت اس کے حوالے کرنے کو تیار ہے یا پھر اس سے جنگ کرنا چاہتا ہے؟"

"لوگو تم خود غور کرو۔ ایک جانور، جو جنگل میں رہتا ہے اور جسے کسی سازش کے تحت حاصل کر کے ایسی تربیت دی گئی ہے کہ وہ انسانوں کی مانند چل سکے اور شاید جنگ بھی کر سکے لیکن کیا وہ تمہاری سربراہی کے قابل ہے؟"

"ہاں۔ اِس لیے کہ اسے اس وقت ہمارے حوالے کیا گیا تھا جب یہ بہت چھوٹا تھا اور اس وقت جبکہ ہم نے خود اپنے کانوں سے سنا تھا کہ پرسی فون نے ایک ایسی مخلوق کو جنم دیا ہے جو اس سے پہلے کسی عورت نے نہیں جنا لیکن جب اسے ولی عہد کے لیے تسلیم کر لیا گیا اور اس کے بعد کوئی ولی عہد منظرِ عام پر نہیں آیا تو پھر سارے حقوق اس کے نام پر منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر وہ حکومت نہ سنبھال سکے تو پھر کوئی دوسری شخصیت اسے قتل کر کے اس کی جگہ حاصل کرے۔" جواب ملا۔ اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اس جانور نما اس بن مانس کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کر دوں۔ چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر اس بات کا اعلان کیا کہ میں ایک اجنبی کی حیثیت سے اس جانور سے جنگ کروں گا اور خاص طور سے اس لیے بھی کہ وہ میرا نہیں کوزال کا بیٹا ہے اور پرسی فون کے گناہوں کا پھل۔ سو اس بات پر کسے اعتراض ہو سکتا تھا چونکہ سارے معاملے صاف تھے اور کوئی پیچ نہیں تھی اس لیے بات طے ہو گئی۔

لیکن میرے ذہن میں سخت نفرت تھی۔ میں بہت سے لوگوں سے متنفر تھا لیکن غور کیا تو تھوڑی سی غلطی میری بھی نکلی۔ یعنی یہ کہ میں اِس دوران پرسی فون اور اپی لٹس کو بالکل بھولے رہا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اپی لٹس میرے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے۔

بہرحال چونکہ سارے کام مقامی قانون کے مطابق ہو رہے تھے اس لیے کسی خاص کوشش کی گنجائش نہیں تھی۔ اس وقت اپی لٹس اور پرسی فون ایک فریق بن گئے تھے اور ان کی آزادی ضروری تھی۔

چونکہ میں نے اپنی شہنشاہیت پر قبضہ رکھنے کے لیے انفرادی جنگ قبول کر لی تھی اس لیے کوئی اور بات نہ ہوئی سوائے اس کے کہ جنگ کے وقت کا تعین کر لیا جائے۔ اس وقت میرے دوست ہاپون نے مجھ سے ملاقات کی اور یہاں ہم دونوں تنہا تھے۔

"تم نے دربار میں اس گوریلے سے جنگ قبول کر لی؟" ہاپون نے پوچھا۔

"ہاں ہاپون۔"

"لیکن کچھ باتیں باقی ہیں۔"

"کیا؟"

"کیا تم اس سے کشتی لڑو گے؟"

"کیوں؟"

"وہ بندر فنونِ جنگ کے بارے میں کیا جانتا ہو گا؟"

"یہ بات تو وہی بتا سکتے ہیں جو اسے حکمراں بنانا چاہتے ہیں ویسے میں نے ایک خاص بات ضرور محسوس کی ہے۔"

"کیا؟"

"اس کی حرکات انسانوں کی مانند ہیں۔"

"ممکن ہے وہ فنِ جنگ سے واقف ہو۔"

"میں بالکل ہراساں نہیں ہوں ہاپون جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ ویسے وہ کوزال کا بیٹا ہے اور میں اس بات سے واقف ہوں۔"

"میں اب بھی تمہاری کامیابی کا خواہاں ہوں لیکن تمہاری بتائی ہوئی ایک بات مجھے پریشان کرتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے فیرونا یاد آ رہا ہے۔ پرسی فون کا جادوگر عاشق۔ اس نے جو پیشگوئی کی تھی وہ درست ثابت ہو رہی ہے۔"

"ہاں ہاپون۔ وہ مجھے بھی یاد ہے لیکن اس کے باوجود میں پریشان نہیں ہوں۔ میں اب بھی فیرونا کو شکست دوں گا۔" میں نے کہا اور ہاپون گردن ہلانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گیا۔

بالآخر وہ وقت آ گیا جب ایک بار پھر میں اپنی پسندیدہ جگہ پہنچ گیا یعنی میدانِ جنگ جس میں خونخوار گوریلا میرے مقابلے پر موجود تھا لیکن کسی چاق و چوبند نوجوان لڑکے کی مانند اور خاص بات یہ تھی کہ اس کے ہاتھ میں ایک وزنی کھانڈا تھا۔ کھانڈا دیکھ کر میرے بدن میں جھرجھری آ گئی۔

میں نے دوسرا کھانڈا طلب کیا لیکن اتنا وزنی کھانڈا دوسرا موجود نہیں تھا اور جنگ کا وقت قریب آ گیا تھا۔ میں نے اپنی قوتوں کو آواز دی لیکن نہ جانے کیوں میں اپنے بدن میں وہ چستی نہ پا سکا۔ اور میرے مقابل نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میری تجربہ کار تلوار گھومی لیکن گوریلا برق سے بنا ہوا تھا اور بلاشبہ وہ فنونِ جنگ میں ماہر تھا۔ ایک جانب اپیی لس اس کی ہمت بندھا رہا تھا اور دوسری طرف اس کی ماں ــ اور ہمارے درمیان گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔

اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میں ہلکا پڑ رہا ہوں اور اپنی اس کیفیت پر میں سخت جھنجھلا رہا تھا۔ پھر گوریلے نے کھانڈے کا ایک بھرپور ہاتھ میرے سر پر مارا۔ اور کھانڈا میرے بدن میں نیچے تک اتر گیا۔ میرے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔ اور چاروں طرف شور مچ گیا تھا۔ گوریلے نے فتح حاصل کر لی تھی۔

لیکن نہ جانے کیوں میں زمین پر نہیں گرا۔ میرے دونوں حصے علیحدہ علیحدہ ایک سمت چل پڑے۔ تب میں نے دور سے ہاپون کو دیکھا وہ میری جانب آ رہا تھا۔ اور اس نے میرے بدن کے ایک حصے کو دھکا دے کر نیچے گرا دیا۔ اور دوسرے حصے کو خود سنبھال لیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی

"ہاپون ــ" میں نے اسے آواز دی۔

"آگے بڑھو۔"

"لیکن ــ" میں نے کہا اور اچانک میری آواز بند ہو گئی۔ ایک خوبصورت ہشت پہلو وادی میری نگاہوں میں آ گئی اور تیز ہواؤں کے شور کے سارے مناظر کٹنے لگے تھے۔ تب میں نے دیکھا میرا ہاتھ سلانوس کے ہاتھ میں ہے

"سلانوس!" میں اسے آواز دی۔

"کاس ــ" سلانوس مسکرایا۔

"یہ ــ یہ سب ــ" میں نے تعجب سے چاروں طرف دیکھا۔

"کیوں ــ واپسی کا خیال نہیں تھا؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"اوہ ــ تو کیا ہم ــ ہم ــ لیکن تم کہاں تھے؟"

"کیا مطلب!"

"کیا ہم ماضی کے سفر سے واپس آ گئے؟"

"ہاں۔ اس دور کی کہانی ختم ہو گئی یعنی ہیکی کی کہانی۔ اس کی موت کے بعد گوریلا یہاں کا حکمراں بنا۔ اور انوکھی حکومت تھی وہ۔ اگر تم چاہو گے تو تمہیں اس دورِ حکومت کی سیر بھی کرا سکتا ہوں۔"

"اوہ ــ سلانوس ــ" میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

"کیوں پسند نہیں آئی ماضی کی یہ کہانی؟"

"بڑی دلکش تھی۔ آہ میں ان حسیناؤں کو کبھی نہ بھول سکوں گا۔ پرسی فون بھی بُری نہیں تھی لیکن سلانوس۔"

"ہاں کہو۔"

"تم کہاں تھے؟"

"کیا مطلب؟"

"کیا ماضی کے اس سفر میں تم میرے ساتھ نہیں تھے؟"

"کیوں نہیں۔"

"کہاں تھے؟"

"تمہارے ساتھ۔"

"میرے ساتھ کہاں؟"

"آہ میرے دوست ہاپون تو شروع ہی سے تمہارے ساتھ تھا۔ کیا وہ پہلا کردار نہیں تھا جو تمہارے نزدیک تھا۔"

"تو تم ہاپون ــ ارے ہاں تم ہی تو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے لائے تھے کمال ہے میں نے ایک بار بھی اس بارے میں غور نہیں کیا۔ واقعی تم تو قدم قدم پر میرے ساتھ تھے اور خوب تھا تحت الثریٰ کا یہ ماضی۔ واقعی دلکش ترین لیکن کچھ باتیں میرے ذہن میں اب بھی الجھ رہی ہیں۔" میں نے متبسمانہ انداز میں کہا۔

"مثلاً۔"

"گوریلے سے جنگ کے دوران میں اپنی صحیح قوتوں کو استعمال نہیں

کرسکا تھا۔"

"ہاں مجھے اندازہ ہے!"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ ماضی کبھی نہیں بدلتا۔ اور کہانی یہیں ختم ہوتی تھی۔ اِس لیے کہانی میں کوئی اضافہ ممکن نہیں تھا۔"

"اِس کا مطلب ہے کہ ماضی میرے اوپر بھاری ہے۔"

"ہرگز نہیں کاس۔ تم حال میں تبدیلی کر سکتے ہو۔ ماضی چونکہ گزری ہوئی چیز ہے اس لیے اس میں یہ تحریف بے اثر ہوگی۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔ "یہ تو ٹھیک ہے لیکن ہیکی کی حیثیت سے بعض اوقات میں خود کو بے بس پاتا تھا۔"

"اِس کی وجہ بھی ماضی ہی ہے۔ اِس کے علاوہ اگر تمہارا ذہن بعض چیزوں کو قبول نہیں کرسکا تو اس کی بھی ایک خاص وجہ ہے۔"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"مثلاً تم اس بات پر آخر تک پریشان رہے کہ پرسی فون نے کوزال سے جسمانی تعلقات کیوں قائم کر لیے؟"

"ہاں پوری کہانی کی بنیاد ہی یہی ہے۔"

"نہیں۔ اِسے تم نے بنیاد سمجھا جبکہ بنیاد دوسری تھی۔ تحت الثریٰ کے قانون میں یہ کوئی اہم بات نہیں تھی۔ اہم بات یہ تھی کہ خود ہیکی اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا اور اس کی یہ صلاحیت فیروزانے چھین لی تھی۔"

"اوہ تعجب ہے۔ ویسے سلانوس۔ یہ تجربات میرے لیے بے حد دلکش تھے، باقی معاملات میں مَیں نے اپنی فطرت کو بدستور پایا۔"

"ہاں۔ یہ تمہارے ساتھ رعایت تھی۔" سلانوس بھی ہنستے ہوئے بولا "بہرحال مجھے خوشی ہے کہ میری یہ کوشش تمہارے لیے پسندیدہ رہی۔ اب کیا ارادہ ہے؟"

"تمہیں چھوڑنے کا کیا سوال ہے سلانوس اور ابھی تو ہمارے پاس بہت کچھ باقی ہے لیکن میرا خیال ہے اب مستقبل کا کوئی ذریعہ تلاش کیا جائے۔"

"سوچ لو۔" سلانوس مسکرایا۔

"کیوں؟"

"مستقبل تمہارے لیے اجنبی ہوگا۔ وہ ماحول وہ وقت جو ابھی تک نہیں آیا۔ اور جو ان ساری چیزوں سے مختلف ہے۔ مسائل نئے ماحول نیا لیکن تم ماضی میں بہت کچھ دیکھ چکے ہو اور وہ تمہارے لیے ایک ہی انداز کا ہوتا ہے"

"میں نہیں کہہ سکتا سلانوس آئندہ میری زندگی کس انداز کی ہے اس لیے میں مستقبل دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن اس کے لیے ہمیں بہت سی تیاریاں کرنا ہوں گی۔ ایک وقت کا تعین کرنا ہوگا۔"

"بس ٹھیک ہے تیاریاں شروع۔" میں نے کہا اور سلانوس گردن ہلانے لگا۔

تحت الثریٰ

کا مدبر، ماضی، حال اور مستقبل کا شہنشاہ اپنے کام میں مصروف ہوگیا اور میں اس کی دانش گاہ میں وقت گزارنے لگا۔ یہ دانش گاہ میرے لئے کھلی ہوئی تھی، اور بوڑھے مدبر نے مجھے اس کی تمام تر دلچسپی سے آگاہ کر دیا تھا۔

بلاشبہ ایک ایسے انسان کے لئے اس طلسمی دنیا میں کوئی دلچسپی نہیں تھی جو علم و فن سے متاثر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، اور اسے دنیا کی سطحی باتوں سے دلچسپی ہو۔ لیکن میری نگاہوں میں صدیاں تھیں اور میں نے انسان کی ترقی و تنزل کا بارہا مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے مضبوط اور فنی باریکیوں سے مرصع یہ دانش گاہ میری فطرت کے لئے بے حد سکون بخش تھی اور اسے دیکھ کر ہی میں نے سوچا تھا کہ اگر انسان کچھ چھوڑنا چاہے کچھ بتلانا چاہے تو اسے اپنی عکاسی کے لئے ایسا ہی کوئی فن کدہ تعمیر کرنا چاہیے۔

میں نے بوڑھے سلانوس کو اس کے کام کے لئے چھوڑ دیا اور خود اس کی تخلیقات کا مشاہدہ کرنے لگا۔ پھر جب اس کام سے تھوڑی سی طبیعت اکتائی تو میں نے اپنی کتاب اٹھالی اور اس میں تحت الثریٰ کے بارے میں تحریر کرنے لگا۔

اور پروفیسر جب اس کہانی کا اختتام لکھنے لگا تو اچانک مجھے ایک انوکھا احساس ہوا۔ میں اس کہانی میں ادھورا تھا۔ ہاں پروفیسر صدیوں کی اس عظیم کتاب میں کہیں کوئی ایسا واقعہ نہیں تھا جہاں میں شکست خوردہ ہو کر ختم ہوا ہوں۔ کتاب کا وہ باب مجھے بہت بدنما معلوم ہوا کہ اس میں میری ذات تشنہ تھی اور اس تشنگی کا مجھے شدت سے احساس ہونے لگا۔ سو میں نے سوچا کہ یہ باب مکمل ہی ہونا چاہیے۔

تب مجھے بوڑھے سلانوس کے وہ الفاظ یاد آئے۔ اس نے کہا تھا اس دور کی کہانی ختم ہوئی۔ گوریلا یہاں کا حکمراں بنا اور وہ انوکھی حکومت تھی۔ تم اگر چاہتے ہو تو تمہیں اس دور کی حکومت کی بھی سیر کرا سکتا ہوں۔

اور میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی تھی بلکہ مستقبل کی سیر کے لئے تیار ہو گیا تھا آخر کیوں۔ میری سرشت میں یہ تبدیلی کیوں ہوئی تھی۔ میں تو صدیوں کا امین تھا اور اس طویل تر زندگی میں کوئی واقعہ ایسا نہیں تھا جہاں مجھے شکست ہوئی ہو۔ ادوار مجھے شکست نہیں دے سکے تھے۔ پھر یہ تبدیلی کیوں۔

اور اچانک مجھے احساس ہوا جیسے میرے خلاف کوئی سازش کی گئی ہو۔ میرے غرور، میری انا پر کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ضرب لگائی گئی ہو، اور یہ ضرب لگانے والا سلانوس تھا۔ آخر وہ مجھے اسی وقت واپس کیوں لے آیا۔ جب ہیکی کی حیثیت سے میری موت واقع ہوئی تھی یقیناً وہ وقت واپسی کے لئے مناسب نہیں تھا۔

بوڑھے سلانوس کے لئے میرے دل میں ایک داغ آگیا۔ حالانکہ اس کی علمیت اس کے فن اور اس کے خلوص کی طرف سے میں مشتبہ نہیں تھا لیکن یہ بات سوچی جا سکتی تھی۔ خود سلانوس علم و فن کا شہنشاہ تھا لیکن جو بات میری تھی وہ اس کی نہیں تھی۔ اور ممکن ہے یہاں آکر اس کی کسی انا کو تسکین

ملی ہو۔ لیکن پھر میرے ذہن نے پلٹا کھایا۔ اس شخص کو قصوروار سمجھ لینا مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ محض اتفاق ہو۔ بات اس کی نیت کی تھی، اور اس سلسلہ میں میرے دوست ستارے میری الجھن دور کرسکتے تھے۔

چنانچہ میں نے ان سے مدد لی اور ستارے میرے اس خیال پر مسکرانے لگے۔ پھر انہوں نے میری رہنمائی کی اور مجھے بتایا کہ سلانوس ایک سیدھا سچا مخلص انسان ہے۔

"لیکن میری ذات — ؟"

"ماضی کی ٹھوس حقیقت" ستاروں نے جواب دیا۔

"میری کتاب کا سیاہ باب"

"حالات کی تشنگی"

"گویا کہانی کی تکمیل کی جائے"

"ایک سچے تاریخ داں کو کہانی ادھوری نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ کتاب رہنما کتاب ہے اور تمہاری کہانی روشنی کا راستہ ہوگی"

سو غلط نہیں کہا تھا میرے دوستوں نے۔ اور چونکہ میرا دل صاف ہو چکا تھا اپنے مدبر بابا سلانوس کی جانب سے۔ سو میں نے اسے الجھا مناسب سمجھا اپنے مسئلہ میں اور پہنچ گیا دانش گاہ میں ان علوم کے لئے جو میرے لئے تعجب خیز تھے اور جو میرے لئے بے پناہ متاثر کن تھے۔

اور انہیں دیکھ کر میں نے سوچا تھا کہ نہ تو وقت محدود ہے اور... نہ انسان۔ اور ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اتنا کچھ کیا ہے جو ان سے پہلے لوگوں نے نہیں کیا تھا۔

سلانوس شاید ابھی اپنے اس عمل میں کامیاب نہیں ہوا تھا جس میں وہ کوشاں تھا سو اس نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا اور خوش اخلاقی سے میری جانب دیکھ کر بولا۔

"آؤ میرے عظیم دوست آؤ۔ غالباً تم دانش گاہ کے ماحول سے اکتا کر کسی انسان کی تلاش میں چلے آئے ہو"

"نہیں سلانوس، ظاہر ہے تمہارے نزدیک آنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ البتہ ایک مسئلہ میرے نزدیک الجھ گیا ہے"

"وہ کیا؟" سلانوس نے پوچھا۔ لیکن میں نے اپنی بات جاری رکھی تھی

"جہاں تک بات رہی تمہاری دانش گاہ کی تو میں تم سے بارہا کہہ چکا ہوں کہ یہ اکتانے والی جگہ نہیں ہے جس کا اعتراف میں نے بار بار کیا ہے۔ اور یہاں رہ کر وہ تمام علوم و فنون بآسانی حاصل کئے جاسکتے ہیں جو باہر کی دنیا میں سخت تگ و دو کے بعد حاصل کئے جاسکتے تھے۔ چنانچہ اس دانش گاہ سے اکتاہٹ کا تذکرہ کرکے اس کی توہین نہ کرو ہاں ایک مسئلہ مجھے تمہارے پاس لے آیا ہے"

"اوہو۔ کہو میرے دوست کیا مسئلہ ہے" سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بابا سلانوس، ماضی کی کتاب میرے ان کارناموں سے بھری پڑی ہے جو میں نے صدیوں میں انجام دیئے۔ اس کتاب میں میری برتری کی توصیف ہے۔ گو یہ کتاب میری تحریر ہے۔ لیکن یقین کرو میں نے ایک سچے اور منصف تاریخ داں کی حیثیت سے اس میں کوئی تحریف نہیں کی ہے میں نے وہ سب کچھ اس میں لکھا ہے جو حقیقت تھا اور اس کتاب میں ادوار کے ان بہت سارے واقعوں کو نظرانداز بھی کیا گیا ہے جو میری نگاہوں سے پوشیدہ تو نہ تھے لیکن میں خود ان میں ضم ہوا ہوں، اور میں نے سطحی طور پر ان کو دیکھا اور ان سے مس کرتا ہوا گزر گیا۔

لیکن بابا سلانوس ان سارے واقعات میں کہیں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے، جہاں کہیں بھی میری شکست کا تذکرہ ہوا ہو — تو پھر یہ کیوں ہوا کہ اس انوکھے جانور نے میرے بدن کے دو ٹکڑے کئے اور تم ان ٹکڑوں کو سمیٹ کر واپس حال میں لے آئے"

بوڑھا غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ غالباً اندازہ لگانا چاہتا ہوگا کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ تو شاید اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور وہ کوئی ایسا منتخب لفظ تلاش کرنے لگا جس سے اپنی کیفیت کی وضاحت کرے لیکن میں نے اس کی یہ الجھن دور کرنا مناسب سمجھا اور اسے زیادہ تشویش میں مبتلا نہ کیا سو میں نے کہا۔

"میری مراد یہ ہے کہ اس کے بعد کی کہانی ہم تشنہ میں چھوڑ آئے، کیا ہم ماضی میں کچھ اور آگے نہیں بڑھ سکتے تھے" میں نے سوال کیا۔

"مثلاً کہاں تک"

"وہاں جہاں اس گوریلے حکمراں کی کہانی ختم ہوتی ہے"

"شاید میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا میرے دوست کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس دور کی سیر بھی کرا سکتا ہوں"

"ہاں تم نے کہا تھا لیکن میں نے اس نکتے پر غور نہیں کیا تھا اور جب میں اپنی کتاب لکھنے بیٹھا تو میں نے محسوس کیا کہ میری کتاب میں کوئی ایسا سقم رہ گیا ہے جو اگر میں نے مکمل نہ کیا تو کتاب کا یہ باب ہمیشہ تشنہ رہے گا۔ چنانچہ میں اس تشنگی کو مٹانے کا خواہشمند ہوں۔ اور اس سلسلے میں تم سے یہی کہنا چاہتا ہوں کہ کیوں نہ ہم اس دور میں چلیں، جہاں میرے دو ٹکڑے کرنے کے بعد اس گوریلے نے اپنی حکمرانی قائم کی تھی"

"اوہ — گویا تم مستقبل کی سیر کا ارادہ ترک کر چکے ہو —؟" بابا سلانوس نے سوال کیا۔

"نہیں یہ ارادہ ترک کرنے کی کوئی وجہ تو نہیں ہوسکتی۔ میری کتاب کی تشنگی مجھے اس بات پر مجبور کر رہی ہے کہ میں اس دور کی کہانی کو مکمل کروں اور بابا سلانوس میں اس کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑنا چاہتا"

"تب ٹھیک ہے، میں جس حد تک کوششیں کر چکا ہوں انہیں پس پشت ڈال دیتا ہوں اور تمہیں ماضی کے اس دور میں لے جانے کا عمل شروع کر دیتا ہوں، جہاں سے تمہاری کہانی ختم ہوئی تھی۔ رہی کہانی کی بات تو میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ ماضی میں کوئی تحریف ممکن نہیں ہے، جس طرح تم اپنی کتاب میں کوئی تحریف نہیں چاہتے۔ اس طرح گزرا ہوا وقت کوئی تحریف

گوارا نہیں کرسکتا۔ سو جب کوزال کے بیٹے نے اپنے اس باپ کو قتل کیا جو اس کی ماں کا شوہر تھا لیکن اس کا باپ نہ تھا تو اس کے بعد ہیکی کی کہانی ختم ہوگئی، اور اب ہم ہیکی کو زندہ کرکے اس کے بیٹے جو پرسی فون سے تھا، سے انتقام کے راستے تعمیر نہیں کرسکتے، کیونکہ ماضی کے مُردہ مسافر جن راستوں پر گامزن ہو جاتے ہیں وہاں سے ان کی واپسی ناممکن ہوتی ہے۔"

"تو پھر اس کتاب کا یہ باب مکمل کیسے ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"کردار — بے شمار کردار — ہاں اگر تمہارے دل میں انتقام کی آگ ہے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ماضی اس سلسلے میں کیا کہتا ہے۔"

"لیکن یہ تمہاری دنیا کی کہانی ہے، تحت الثریٰ کی کہانی، کیا تم اس حکمراں کے اس دور سے واقف نہیں ہو؟"

"بہت معمولی طور پر۔ میں نے تم سے یہ جملے بھی کہے تھے کہ لوکھی حکومت تھی اس بن مانس کی۔ اور میں نے صرف اس کے بارے میں سنا تھا، ماضی کے اس دور میں میں نے کبھی نہیں جھانکا۔ لیکن اگر تم چاہو تو ہم خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے بابا سلانوس۔ میں واپس اس دور میں جانا چاہتا ہوں،" میں نے کہا۔

"اور یہ میرے لئے مشکل نہ ہوگا۔ صرف زاویے کی معمولی سی تبدیلی ہمیں اسی ماحول میں پہنچا سکتی ہے۔" سلانوس پُرخیال انداز میں بولا۔

"لیکن تم اس کردار کی بات کر رہے تھے۔ جس میں ہمیں اس دور میں پہنچنا ہے۔"

"ہاں۔ میں نے تمہیں بتلایا کہ ہم اسی دور کا کوئی کردار تلاش کرلیں گے اور اس کے بعد خود کو اس میں ضم کرلیں گے۔ لیکن وہ کردار بہت پہلے سے ہماری نگاہ میں نہیں ہوسکتے۔ ہیکی کا کردار ایک چرواہے کے بیٹے کا تھا اور اس نے تحت الثریٰ پر حکومت کی تھی۔ اور یہ بات میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھی۔ چنانچہ ہیکی کا کردار پیش کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہ آئی۔ لیکن اس دور میں جب اس گوریلے نے تحت الثریٰ کی زمین پر حکومت کی تو کوئی اور ایسا کردار ہماری نگاہوں میں نہیں آیا جو اس کی کہانی سے برتر ہوتا۔ شاید اسی وجہ سے اس کی کہانی دب گئی ہے۔" بابا سلانوس بولا۔

"ہوں تو گویا ہم کسی مخصوص کردار کو اپنا کر ماضی میں سفر نہیں کرسکتے،" میں نے سوال کیا۔

"اس کی ضرورت بھی کیا ہے پورنا — اور تم کیوں چاہتے ہو کہ ایک ایسے انسان کی حیثیت سے کسی ایسے دور میں داخل ہو جو اپنے طور پر ایک اعلیٰ شخصیت کا مالک ہو۔ بعض اوقات مشاہدے کے لئے صرف تماشائی بننا کافی ہوتا ہے اور اس تماشائی کی حیثیت سے کسی بھی ماحول میں زیادہ لطف اٹھایا جاسکتا ہے تو کیوں نہ ہم خود کو جب ماضی کے دھارے پر چھوڑ دیں اور وقت کی ہوائیں ہمیں جس جگہ لا کھڑا کردیں ہم وہیں سے اپنے مشاہدے کا آغاز کردیں ضروری تو نہیں ہے کہ ماضی یا مستقبل کا سفر کرنے کی صورت میں خود کو کسی کردار کا رنگ بھی دیا جائے۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بات وہیں آجاتی تھی، یعنی میری اپنی حیثیت اور کتاب کا وہ باب جہاں ہیکی قتل ہوگیا تھا۔

لیکن پروفیسر دنشامہ کے ذہن میں ایک خیال آیا تھا اور بڑا انوکھا ہی خیال تھا یہ۔ جسے بعد میں تم کوئی بھی معنی کوئی بھی رنگ دے دینا لیکن حقیقت ہے کہ میں ماضی کی اس کتاب میں تمہیں جو کچھ بھی سنا رہا ہوں کبھی تحریف کا قائل نہیں رہا۔ اور نہ ہی یہ کوئی بدلی ہوئی کہانی ہے۔ یعنی جو کچھ ہوا وہی میں نے بجنسہ اس میں تحریر کردیا کہیں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

سو ایسی کوئی بات نہیں ہے پروفیسر کہ میں اپنی اس خفت کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم جہاں میری کتاب میں کوئی کہانی دیکھو گے تو تمہیں اس کے بعد کی کہانی بھی ملے گی۔

گویا میں نے ماضی کی تلاش ضرور کی ہے۔ اس میں کوئی ترمیم نہیں کی، چنانچہ میں نے یہ سوچا کہ کیوں نہ بوڑھے سلانوس کے کہنے کے مطابق اس دور کا سفر کیا جائے اور کوئی ایسا کردار نہ بنا جائے جو کوئی خاص حیثیت رکھتا ہو لیکن اپنے طور پر اس وقت وہ انتقام لینے کی کوشش کی جائے جو میرے ذہن میں پوشیدہ ہے۔

اور یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں مطمئن ہوگیا اور میں نے اس کا اظہار سلانوس سے بھی نہیں کیا کہ میں اپنے طور پر یہ سب کچھ کرنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر تک میں سلانوس کے پاس رہا اور پھر وہاں سے واپس چلا آیا میں نے اس سے اپنے دل کی بات کہہ دی تھی اور مجھے یقین تھا کہ وہ اپنی سوچ کے دھارے بدل دے گا۔ بلاوجہ میں نے اس شخص پر شک کیا تھا۔

زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سلانوس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور میں خوش ہوگیا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ زاویہ میری نگاہوں میں ہے اور اس کے بعد کا وقت تلاش کرنے میں زیادہ دقت نہیں ہوگی۔ چنانچہ وہی ہوا۔ ہاں صرف یہ بتاؤ کہ کیا تم تیار ہو—؟"

"ہاں۔ میں تیار ہوں۔"

"اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس بار ہم نے کسی کردار کا انتخاب نہیں کیا ہے۔ لیکن وقت کی لہریں ہمیں جہاں پھینک دیں گی ہم اس ماحول کو قبول کرلیں گے۔"

"مناسب۔"

"گویا ہم نے خود کو ہواؤں کی تحویل میں دے دیا ہے۔ اور تم اس کے لئے پوری طرح تیار ہو۔"

"تم بار بار یہ سوال کیوں کر رہے ہو سلانوس؟"

"اس کی ایک خاص وجہ ہے۔"

"کیا۔"

"ان حالات میں ہمیں اپنے ذہن سے ہر تحفظ کا خیال نکال دینا چاہیے گویا ہمیں اس بار ایسے حالات بھی پیش آسکتے ہیں جو ناخوشگوار ہوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بس ٹھیک ہے۔ یہی مقصد تھا۔" سلانوس نے کہا۔ اور ہم اپنی سفرگاہ میں آ گئے۔ تب سلانوس نے صحیح زاویے کا انتخاب کیا اور ماضی کی ہوائیں ہمارے بدن کو چھونے لگیں۔ ہمارا ذہن منتشر ہوا اور ہم وقت کی الٹی دھار پر بہنے لگے۔

پھر جب ہمارے قدموں نے زمین چھوئی تو نہ جانے کہاں سے بہت سا بوجھ ہمارے بدن پر آپڑا اور میں نے اپنے ساتھی سلانوس کو دیکھا تو اس کی شکل بدلی ہوئی تھی۔ ایک نوجوان آدمی تھا اور بڑا خوبصورت نظر آ رہا تھا۔

"تم۔ تم سلانوس ہو نا۔؟" میں نے اس سے پوچھا اور اس نے کھوئی کھوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"نہیں میرا نام۔ نوماس ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"نوماس۔ لیکن میرے نزدیک تو میرا دوست سلانوس تھا۔"

"اوہ۔ رائن۔ تم پھر خوابوں میں بھٹک گئے ہو۔ میں نے کتنی بار کہا ہے تم سے کہ یہ ارمناس کی حسین وادیاں نہیں ہیں جہاں تمہارے سازوں سے پھوٹنے والے نغمے حسین جھرنوں کی آواز سے ہم آہنگ ہو کر سحر پھیلاتے ہیں اور کنواری حسینائیں راتوں کی نیند کھو بیٹھتی ہیں۔ وہ تمہارے فراق میں کروٹیں بدلتی رہتی ہیں اور ان کے دل تمہارے گرد رقص کرتے ہیں۔ یہ سنگلاخ چٹانوں کا قید خانہ ہے جہاں ہم زندگی کے سارے لمحات گزارنے آتے ہیں۔ سوچو جب ہم ان پتھروں کو ایک حسین شہر میں بدل دیں گے تو ہمارے لئے اس شہر میں کوئی جگہ کوئی گنجائش نہیں ہوگی جسے ہم نے تعمیر کیا ہے۔" سلانوس کے لہجے میں بے چارگی تھی۔

تب میں نے سوچا۔ اور یہ سوچ میری اپنی تھی۔ شاید میں قوی تر تھا، اور میری اپنی قوتیں بحال تھیں جبکہ سلانوس کسی کردار میں گم ہو چکا تھا اور بلاشبہ وہ مقابل نہیں تھا۔ ایک فانی انسان جو اپنی تمام تر قوتوں کو چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے۔ جبکہ میں باقی رہنے والا تھا اور اس طرح مجھے اس کی تمام تر صلاحیتوں کے باوجود اس پر برتری حاصل تھی۔

"لیکن میرے دوست۔ جب تم ہائپون تھے تو تمہیں سب کچھ یاد تھا۔ کیا اس وقت تمہاری وہ قوت تمہارے ساتھ نہیں ہے؟"

"رائن۔ رائن۔ مقدس ایلا کے لئے۔ اپنے خوابوں سے نکل آؤ۔ ان خوابوں نے تمہیں کبھی کچھ نہیں دیا۔ اس کے باوجود تم نے انہیں خود پر مسلط رکھا ہے۔ وہ دیکھو۔ زنداں کا نگراں ہماری طرف آ رہا ہے۔ وہ ہمارے جسموں کو کوڑوں سے داغدار کر دے گا۔ ایسے حالات سے بچو۔ چلو اپنا کام شروع کر دو" اس نے کہا اور پھر اس کے مضبوط ہاتھ وزنی کدال سے پتھر توڑنے لگے۔

اس کے ہاتھوں اور پیروں کی زنجیریں ایک عجیب آواز پیدا کر رہی تھیں۔ میں نے انہیں تعجب سے دیکھا اور ہنس پڑا۔

"بے چارے سلانوس اس نے کہا ہے کہ ہواؤں پر کبھی بھروسہ نہ کرو۔ بعض اوقات یہ ساری تدبیریں الٹی کر دیتی ہیں۔ برے پھنس گئے نا تم سوچ بھی نہیں سکتے ہو گے کہ جس ماضی میں تم جا رہے ہو وہاں تمہارے ساتھ یہ بھی بیتے گی۔"

لیکن سلانوس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے میری طرف دیکھا بھی نہیں تھا اور بدستور پتھر توڑنے میں مصروف تھا۔ لیکن میں نے اس کے چہرے کے خوف کو محسوس کیا تھا شاید وہ خوف کی وجہ سے میرے الفاظ کو سنی ان سنی کر رہا تھا۔

تب اچانک میرے بدن پر ایک سرسراہٹ ہوئی اور میں نے پلٹ کر دیکھا۔ قوی ہیکل نگراں کے ہاتھوں میں دبے ہوئے چمڑے کے مضبوط کوڑے نے میرے بدن کو چھوا تھا۔ اور شاید اس کی آواز بھی ابھری تھی۔ لیکن اس بار میں ہیکی نہیں بننا چاہتا تھا جو اپنے بدن کے دو ٹکڑے کر کے واپس حال میں پہنچ جائے۔ اس بار میں ماضی کا باغی تھا جو اس میں اپنی حیثیت تلاش کرنے آیا تھا اس لئے میں نے ماضی کے کردار میں تبدیل ہونے کے باوجود اپنی اصلیت کو نہیں چھوڑا تھا۔

"حرام خوری کر رہے ہو۔" نگراں دہاڑا۔

"وہ کیا ہوتی ہے۔؟" میں نے ہنس کر پوچھا۔ اور میرے اردگرد پھیلے ہوئے میرے جیسے بے شمار لوگوں کے چہرے خوف سے سکڑ گئے۔ کسی نگراں سے مذاق۔ صرف موت کا مذاق ہوتا تھا۔ انہیں اختیار تھا کہ جب چاہیں جس کی چاہیں زندگی چھین لیں۔

"کیا تم گفتگو کر رہے تھے؟"

"یہاں گفتگو کرنے کے لئے کون ہے سوائے ان چٹانوں کے۔ اور چٹانوں سے کوئی گفتگو کرو وہ جواب کہاں دیتی ہیں؟" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"میرا نام جانتے ہو؟" نگراں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"اس کا موقع کہاں ملتا ہے۔ تم تو ہمیشہ اس چابک کی زبان میں گفتگو کرتے ہو۔ ویسے کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے کہا اور نگراں نے شائیں سے ایک کوڑا میری کمر پر رسید کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہی تمہارا نام ہے نا۔؟" میں نے کہا۔

"ہاں اور اگر تم فوراً کام میں نہ مصروف ہو گئے تو پھر میں اپنا پورا شجرہ نسب بتا دوں گا۔" نگراں نے کہا۔

"آج کام کرنے کو دل نہیں چاہ رہا۔ بہتر ہے کہ تم اپنے بارے میں پوری تفصیل بتا دو۔" میں نے کہا اور نگراں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ شاید پہلی بار کوئی قیدی کسی نگراں سے اتنی بے تکلفی سے گفتگو کر رہا تھا۔ ورنہ قیدی تو ان کی صورت سے خوف کھاتے تھے انہیں قریب دیکھ کر ان کے بدن کانپنے لگتے تھے۔

قرب و جوار کے سارے قیدی گو اپنے کاموں میں مصروف تھے لیکن ان کے کان ہماری آوازوں پر ہی لگے ہوئے تھے اور نگراں نے یہ بات صاف محسوس کی، چنانچہ اسے اپنی ہتک کا احساس ہوا اور اس احساس کو مٹانے کی ایک ہی ترکیب تھی۔ چنانچہ اس نے اپنی ساکھ بحال کرنے کی پوری پوری کوشش شروع کر دی۔ کوڑے کی شائیں شائیں گونج رہی تھی۔ لیکن میں محافظ کو

زیچ کرکے دلچسپی محسوس کر رہا تھا اور پھر میری نگاہ اپنے قریب کام کرتے ہوئے نوماس پر پڑی اور میرا دل ایک لمحے کے لئے دکھ گیا۔

نوماس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ دوسرے لمحے میں نے ایک قہقہہ لگایا اور میرے اس بے تکے قہقہے سے نگراں ایک لمحے کے لئے چکرا گیا اس کا ہاتھ رک گیا: دیکھو۔ دیکھو میرا دوست تمہاری اس دردناک کہانی پہ رو رہا ہے"

چند لمحات کے لئے تمام قیدیوں کے ہاتھ رک گئے۔ ان کے خیال میں میرے حلق سے اس قہقہے کے بجائے موت کی آخری چیخ نکلنا چاہئے تھی کیونکہ محافظ پسینہ پسینہ ہو گیا تھا اس نے رک کر نوماس یا سلانوس کی طرف دیکھا۔ اور سلانوس کے چہرے پر موت کی زردی کھنڈ گئی۔

"یہ۔ یہ پاگل ہو گیا ہے۔ کئی دنوں سے بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔" نوماس کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"اور تم اس کے پاگل پن پر آنسو بہا رہے ہو۔ کیوں۔؟" نگران کا رخ بدل گیا تھا۔

بیچارے نوماس کا بدن نمایاں طور پر کانپنے لگا تھا: "اور تم ہی اس سے باتیں بھی کر رہے تھے۔" نگران دانت پیستا ہوا بولا اور پھر اس نے میرا غصہ نوماس پر نکالنے کی کوشش کی۔ اس نے چمڑے کا چابک اٹھایا۔ لیکن یہ میرے لئے گوارا نہ تھا۔ بیچارے سلانوس کا اس میں کیا قصور تھا۔ اگر اس کے دو چار چابک پڑ جاتے تو وہ تو شاید ہی زندہ رہتا، چنانچہ اس بار میں پھرتی سے آگے بڑھا، اور نگران کے نزدیک پہنچ گیا۔

میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر نگران کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اوہو ہو۔ تمہاری کہانی سننے کے لئے تو میں ہی کافی ہوں میرے دوست۔ وہ بوڑھا آدمی تمہاری کہانی سے دلچسپی نہیں رکھتا" میں نے کہا اور محافظ نے خوفناک غراہٹ کے ساتھ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش کی لیکن میں نے اپنی گرفت ڈھیلی نہ کی۔ محافظ زور لگاتا رہا۔ پھر میں نے ایک مخصوص انداز میں اس کے ہاتھ کو موڑ کر ایک جانب جھٹکا دیا اور اس کا بازو اکھڑ گیا۔

قیدیوں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی، انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ کوئی خوفناک واقعہ ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ سب ہی کی شامت آجائے گی۔ چنانچہ وہ اور زیادہ تیزی و تندہی سے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ سب کی زبانیں گنگ تھیں۔ خود نوماس بھی کھڑا ہوا پھٹی پھٹی نگاہوں سے محافظ کو دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے دلیرانہ وار محافظ کو اپنے دونوں بازوؤں میں اٹھایا اور بلند کر دیا۔ محافظ میرے بازوؤں کی گرفت میں تڑپ رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو رائن، کیا کرتے ہو۔ ایلا کے واسطے۔ ایلا کے واسطے" نوماس کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں اس سارے کھیل کا رخ بدلنا چاہتا ہوں نوماس" میں نے کہا اور محافظ کو اٹھا کر چٹانوں پر دے مارا۔

محافظ کا سر پاش پاش ہو گیا تھا اس کے بدن کی تمام ہڈیاں ٹوٹ گئیں تھیں۔ اس نے آخری چیخ ماری اور اتفاق سے یہ آخری چیخ سن لی گئی۔

کانپتے ہوئے قیدی بری طرح ادھر ادھر بھاگنے لگے اور ان کے بھاگنے سے دوسرے نگرانوں کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ کوئی خاص واقعہ ہو گیا ہے چنانچہ وہ سب دوڑ پڑے۔ اور اب تقریباً بیس کوڑے بردار محافظ نگران کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے خون کی طرح سرخ ہو رہے تھے۔ انہوں نے نگران کی لاش کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اسے کس نے قتل کیا ہے؟" ان میں سے ایک نگران نے سرد لہجے میں پوچھا تخاطب دوسرے قیدی سے تھا۔

"میں نے۔" اور تمام نگاہیں میری جانب اٹھ گئیں۔

"کیوں۔؟" سوال کیا گیا۔

"بس وہ مجھے اپنا شجرہ نسب سنا رہا تھا اور وہ اتنا غیر دلچسپ تھا کہ میں نے اسے اٹھا کر چٹانوں پر دے مارا۔"

"یہ۔ یہ۔ پاگل ہو گیا ہے" نوماس پھر بولا۔ اس کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے اور اس محافظ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"مارو۔ اس سالے کو مارو" محافظ نے غرا کر کہا۔ اور وہ بیس پچیس آدمی مجھ پر پل پڑے۔ وہ مجھے کوڑے مار رہے تھے لیکن مجھے لطف ہی آ گیا۔ وہ سب حسب توفیق مجھ پر کوڑوں کی بارش کر رہے تھے اور مجھے ہلکی ہلکی آنچ اپنے بدن پر محسوس ہو رہی تھی۔ ایک لذت انگیز ایک سرور انگیز آنچ، ایسا لگ رہا تھا جیسے ہلکی ہلکی شمعوں کی لپٹیں میرے بدن سے پھوٹ رہی ہوں اور میں نے پرسرور انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔ محافظ بھی اب مجھے مارتے مارتے تھک گئے تھے۔ اور سب کے سب بری طرح نڈھال نظر آ رہے تھے۔ تب میں نے مسکرا کر ان کی جانب دیکھا۔

"تم لوگوں کا بھی شجرہ نسب مکمل نہیں ہے"۔ قیدی میری اس حیرت انگیز قوت پر ششدر رہ گئے۔ وہ تعجب سے دیکھ رہے تھے مجھے۔ لیکن بہرحال میرے لئے یہ بہت ہی دلچسپ مناظر تھے۔

اس بار میں ایک مقامی کردار میں تھا۔ گو یہ کردار ماضی کا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کردار کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں ماضی کا باغی تھا اور کسی بھی قیمت پر اس کردار کو اپنی شخصیت پر مسلط ہونے نہیں دینا چاہتا تھا میں نے پہلی بار ماضی کے اس کردار کا مزہ چکھا تھا۔ جب میں ہیکی کے روپ میں ایک چرواہے کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے تحت الثریٰ کے ماضی کی سیر کرنے آیا تھا اور اس کے بعد میرا بدن دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

مجھے اس واقعے سے آج بھی شدید ندامت تھی اور اب میں خود کو ماضی کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ گو بوڑھے سلانوس کو اس بات پر شدید حیرت ہوگی کہ ماضی کے اس کردار میں بھی میری اپنی صلاحیتیں برقرار رہیں لیکن بہر صورت اس بار میں وہ تبدیلی کرنا چاہتا تھا جو نہ تو سلانوس کے ذہن میں تھی اور نہ کسی اور کے ذہن میں۔

مجھے مارنے والے نگراں دیوانگی کا شکار ہو گئے تھے۔ وہ بری طرح مجھے پیٹ رہے تھے۔ ان کے ایک ساتھی کی لاش ان کے سامنے پڑی تھی۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اتنے سارے قیدیوں کو اپنی قوتِ بازو سے کنٹرول کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ وہ صرف اپنی ساکھ رکھتے تھے۔ اور شاید اس بات کا دعویٰ بھی کہ قیدیوں کی اس بے پناہ تعداد کو وہ اپنے ساتھ رکھیں اور ان کی پوری پوری نگرانی کریں۔ کسی قیدی کو بغاوت کی اتنی بھرپور سزا دیں کہ دوسرے قیدیوں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔ چنانچہ ان پر یہی دیوانگی طاری تھی جیسی اس نگراں پر، جب اس نے مجھے مارنے کی کوشش کی تھی اور یہ بھول اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی تھی، اب اس کا سر پاش پاش ہو چکا تھا اٹھنے والے ہاتھ بے جان پڑے تھے۔ اور یہ منظر نہ صرف میرے لئے دلکش تھا بلکہ بے حد دلچسپ بھی تھا۔

اور پروفیسر نہ جانے کیوں اس بار میری طبیعت میں ایک عجیب سی جولانی تھی۔ میں بے پناہ سرور حاصل کر رہا تھا۔ عجیب سی کیفیات مجھ پر طاری تھیں۔ شاید یہ سوچ کہ میں ماضی کا باغی ہوں اور ماضی سے بغاوت کر رہا ہوں، مجھ پر حاوی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ تحت الثریٰ کے ماضی میں شامل ہو کر ایسے دلچسپ کارنامے انجام دوں کہ جنہیں ماضی کی تاریخ میں کوئی مقام حاصل نہ ہو۔ لیکن میں یہ دعویٰ کر سکوں کہ میں ماضی پر تبدیلی کرنے کا باغی ہوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ جس کردار کو میں نے اپنایا تھا اس کی ماہیت کیا تھی۔ اس میں کیا خوبیاں تھیں اور کیا خامیاں۔ اور نہ ہی میرا دوست سلانوس اس کردار کے بارے میں کچھ جانتا تھا۔ لیکن بہرصورت مجھے بھی اس کردار کی خوبیوں اور خامیوں سے کوئی زیادہ لگاؤ نہیں تھا۔ میں تو صرف اپنے من کی باتیں کرنا چاہتا تھا۔

اور پروفیسر میں نے محافظوں کو اتنا زچ کیا کہ وہ مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور پروفیسر جب میرے مقابل اس بات پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو موت تو انہی کی ہوتی تھی۔ چنانچہ میں نے ان میں سے دو کی گردنیں پکڑ لیں اور ان کے سر آپس میں اتنی زور سے ٹکرائے کہ ان کے بھیجے باہر نکل پڑے۔ محافظ چیخ پڑے تھے۔ اور اب وہ اپنے ہتھیار لینے کے لئے دوڑ پڑے تھے۔ اور چند ساعت کے بعد وہ تلواریں اور کھانڈے لے کر میرے سامنے آ گئے۔

میرے بدن پر چاروں طرف سے تلواروں کے وار ہوئے اور یہاں بھی میں نے اپنی انفرادیت برقرار رکھنے کی کوشش کی۔

میں نے ان میں سے دو آدمیوں کو پکڑ لیا اور پھر انہیں اس طرح سے گھمایا کہ جو تلواریں میرے بدن پر پڑنے والی تھیں وہ ان کے اپنے ہی ساتھیوں کے بدن کے ٹکڑے کر گئیں۔ تب مرنے والوں کی تلواریں میرے ہاتھ میں آ گئیں اور میں نے وہ دونوں تلواریں سنبھال لیں۔

قیدی بھی اپنے کام چھوڑ کر کھڑے ہو گئے تھے اور پروفیسر جب میرے ہاتھ میں ہتھیار ہوں اور سامنے صرف تھوڑے سے آدمی تو پھر ان میں سے کوئی میرے سامنے نہیں رہتا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد انکیس لاشیں میرے سامنے پڑی تھیں۔

ایک عجیب سا ہنگامہ سا شور تھا۔ تمام قیدی عجیب و غریب نعرے لگا رہے تھے۔ لیکن ابھی تک پہاڑوں میں کام کرنے والے آدمیوں کو یہ جرأت نہ ہوئی تھی کہ وہ دیکھ سکتے کہ محافظوں سے کون مقابلہ کر رہا ہے۔ چنانچہ جو قرب و جوار میں تھے وہ خوشی سے چیخ رہے تھے ”ہم آزاد ہیں۔ ہم آزاد ہیں۔ ہمارا نگراں اب کوئی نہیں ہے سب مارے جا چکے ہیں۔ ہم آزاد ہیں“ اور قیدی دوڑتے ہوئے میری طرف آنے لگے۔ ان کے جسموں میں بجلی سی دوڑ گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ سب میرے گرد جمع تھے۔ اور سلانوس حیرت زدہ انداز میں میری جانب دیکھ دیکھ کر پلکیں جھپکا رہا تھا۔ پھر وہ میرے نزدیک آیا اور کہنے لگا۔

ارناس کے بربط نواز یہ تو نے کیا کیا۔ کیا تو نے شاہ اینوس سے بغاوت کا اعلان نہیں کر دیا اور کیا شاہ اینوس تیری اس جسارت کو معاف کر دے گا؟“

”اور ارناس ہی کے بزدل فنکار۔ کیا تجھے زندگی سے اس قدر محبت ہے کہ تو اپنی ہر سانس کو قید رکھنا چاہتا ہے؟“

”میں نہیں جانتا بربط نواز کہ تیرے اندر یہ قوت کہاں سے آئی لیکن اپنی اس بے مثال قوت سے کام لے کر تو صرف خود کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ تیری حسین وادی کے در و دیوار تنہا رہ جائیں گے۔ پھولوں کے ..... وادی کی تنہائیوں پر روئیں گے۔ ہمارے کھیتوں سے دھواں اٹھے گا۔ لہو اور اس کے سوا کچھ ہو گا۔ اور کس لئے۔ یہ سب کس لئے۔“

”اینوس۔“ میں نے دانت بھینچ کر کہا۔ اور میرے ذہن میں وہی بے نور چہرہ ابھر آیا۔ خوفناک چمکتی ہوئی آنکھیں۔ بھینچے ہوئے خوفناک جبڑے میرا مقابل۔ ”اینوس کی موت کے لئے۔“ میری آواز میں غراہٹ تھی۔

”شکر ہے یہاں کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔“ نوماس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”بہت جلد یہ خبر اینوس کے ہرکاروں تک پہنچ جائے گی۔“ ایک قیدی نے کہا۔

”ہاں۔ اس سے قبل ہی کچھ سوچ لینا چاہیئے۔“ دوسرے نے کہا۔

”بھاگو۔ بھاگ نکلو۔ جہاں سینگ سمائیں بھاگ جاؤ۔“ چند قیدی بولے۔ لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکا۔

”رک جاؤ بزدل انسانو رک جاؤ۔ بیشک زندگی بے حد قیمتی ہے لیکن اس سے زیادہ قیمتی ایک اور چیز ہے۔ اپنی عزت اپنی آن۔ کہاں جاؤ گے اس جادوگر کے گھیرے سے بچ کر۔ وہ تمہیں تلاش کر لے گا۔ اور اس کے بعد تمہیں اور تمہارے اہلِ خاندان کو زندہ جلا دے گا۔ کیا تمہیں یہ موت پسند ہے“

”تو پھر ہم کیا کریں۔ بول ہم کیا کریں۔ اس موت سے ہمیں کہیں پناہ مل سکتی ہے؟“

”تو نے ہمارے لئے مصیبتیں کھڑی کر دی ہیں نوجوان قیدی۔ تو

اپنی قوت سے کام لے کر ان سے بچ سکتا ہے۔ لیکن بولو ہم کیا کریں گے۔ ہم کس طرح زندگیاں بچائیں"۔

"بزدلو۔ میں نے صرف اپنے دشمنوں کو قتل کیا ہے۔ تم میں سے جو امینوس کے وفادار قیدی ہیں وہ اس کی خدمت میں واپس چلے جائیں اور اسے اپنی گرفتاری پیش کر دیں۔ نہ صرف گرفتاری پیش کریں بلکہ ہمارے خلاف نشاندہی کریں اور ہمیں گرفتار کرانے میں اس کی مدد بھی۔" میں نے کہا۔

پہاڑی چٹانوں میں سناٹا چھا گیا۔ ہر قیدی خاموش کھڑا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک بوڑھے قیدی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"ہمارا یہ مقصد نہیں نوجوان۔ لیکن اب بول ہمیں کیا کرنا چاہیئے اگر ہم فرار ہونے کی کوشش کریں گے تو اس کا جادو ہمارا تعاقب کرے گا۔ وہ ہمیں زمین کی بلندیوں میں بھی نہیں چھوڑے گا۔"

"گویا موت تمہارا مقدر ہے؟"

"ہاں، اس کی دشمنی موت سے کم نہیں ہے۔"

"پھر تم اپنی پسند کی موت کیوں نہیں حاصل کرتے۔"

"کیا مطلب۔!"

"بغاوت۔ اس کے خلاف ایک بھرپور بغاوت۔ اور اس کے مظالم کے خلاف ایک بھرپور آواز۔ کیا تمہاری آواز اتنی کمزور ہے؟"

"نہیں، ہماری اجتماعی قوت کمزور نہیں رہے گی۔"

"تو پھر سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ فیصلہ کر لو اور اس کے خلاف کھڑے ہو جاؤ۔"

"اور اس بغاوت کی قیادت کون کرے گا؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"میں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہمیں منظور ہے۔" چند نوجوان بیک وقت بولے۔

"میں جذباتی نعرے نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ تم صرف زندگی بچانے کی خاطر میرے ہمنوا بن جاؤ۔ بلکہ میں تمہیں یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ امینوس کے دورِ حکومت میں لوگوں پر جس طرح عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ہے کیا تمہیں اس سے اختلاف ہے۔ تم جو کچھ کرو گے وہ میری ذات کے لئے نہیں ہوگا۔ تمہارے ذہن میں یہ خیال بھی ہوگا کہ امینوس جیسے شیطان درندے کی سرکردگی میں تمہارے دشمن اور تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے والے کافی مضبوط ہیں، تمہیں ان کے خلاف جنگ کرنا ہوگی۔ چنانچہ تم خوفزدہ بھی ہو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہر خوف کو ذہن سے نکال کر اس بارے میں فیصلہ کرو۔ تم میں سے جو یہ بہتر نہیں سمجھتا وہ واپس جا سکتا ہے اور کہیں بھی گم ہو کر اپنی زندگی بچانے کی کوشش کر سکتا ہے تو میں اسے نہیں روکوں گا لیکن جو میرا ساتھ دے گا اور خلوصِ دل سے امینوس کے خلاف بغاوت کرے گا میں صرف اسے دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ مل کر کام کرے یا پھر میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم جاؤ۔ تم سب چلے جاؤ میں امینوس کے خلاف جو قدم اٹھاؤں گا اگر وہ ایک اچھا قدم ہوا اور تمہارے ذہنوں میں یہ بات آ جائے کہ میری سرکردگی تحت الثریٰ میں رہنے والوں کے لئے اور امینوس کے خلاف ایک بہتر قیادت ہو سکتی ہے تو میں تمہارا انتظار کروں گا۔ اور خوشی سے تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا۔ تمہارا مفاد ہمیشہ میری نظر میں رہے گا۔"

نوماس تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ ارناس کی ایک حسین وادی میں، جو زرخیز تھی، اس کی پُرمحبت اور رومان پرور وادیوں کا ایک بربط نواز جو اپنے عشق کے قصوں میں مصروف تھا اچانک امینوس جیسے شیطان صفت شاہ کی بغاوت پر کیوں آمادہ ہو گیا اور یہ بغاوت اس کے ذہن میں اتنی درندگی سے پرواز کیوں کر رہی ہے۔

میں نے دوسرے لوگوں کی جانب دیکھا۔ ان میں سے کسی کو میری اصلیت معلوم نہیں تھی۔ ہاں اگر وہ اندازہ لگا سکتے تھے تو صرف اس بات کا کہ میں نے تنہا امینوس کے اکیس آدمیوں کو قتل کر دیا تھا جو امینوس کے خیال میں ہزاروں قیدیوں پر بھاری تھے۔

سو میری یہ حیثیت انہیں ضرور متاثر کرتی تھی۔ قیدیوں نے چھوٹے چھوٹے گروہ بنائے اور آپس میں تبادلۂ خیال کرنے لگے۔ وہ فیصلہ کر رہے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیئے کس کا ساتھ دینا چاہیئے۔

اور بہر صورت مجھے اس بات پر اعتراض نہیں تھا۔ یہ ان کا حق تھا، اور کسی حقدار کے حق کو ختم کر کے غاصب بننا مجھے کسی بھی طرح پسند نہیں تھا۔ اور مجھے اس مسئلہ میں اتنی جلدی بھی نہیں تھی کہ وہ فیصلہ کر لیتے۔ کیونکہ جس جگہ قیدیوں سے کام لیا جا رہا تھا وہ عام آبادی سے اتنی دور تھی کہ اگر کوئی وہاں تک پہنچنے کی کوشش بھی کرتا تو اسے ایک طویل وقت درکار تھا گویا سارا کھیل ان محافظوں کا تھا، جو قیدیوں کو جانور تصور کرتے تھے اور ان پر بھرپور تسلّط رکھتے تھے۔

قیدی آپس میں صلاح و مشورے کر رہے تھے۔ میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور خود ایک چٹان پر آ بیٹھا۔

میرا دوست نوماس میرے نزدیک ہی سر جھکائے بیٹھا تھا۔ وہ بھی کسی گہری سوچ میں تھا۔ سو اچانک اس نے گردن اٹھائی اور عجیب سی نظروں سے میری جانب دیکھنے لگا۔

"نہیں۔ نہیں۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔"

"کس بات پر نوماس؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"تیرے بربط کے تار تو دکھ بھرے نغمے الاپتے تھے اور کبھی اگر ان سے خوشی کی لَے نکلتی تو اس وقت جب تیری محبوبہ تیرے نزدیک ہوتی یا وہ حسین لڑکی جو تیرے بربط کے تاروں سے متاثر ہو کر تجھ تک پہنچ جایا کرتی تھی اور اے بدنام بربط نواز تو صرف اپنی اسی خوبی کے لئے مشہور تھا کہ تو حسیناؤں کے دل موہ لینے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اور اس سے زیادہ تیری حیثیت کسی نے تسلیم نہیں کی تھی۔ لیکن اچانک میں نہیں سمجھتا کہ کون سی چٹان کے سینے سے کوئی قوت ابھری اور تجھ پر چھا گئی اور جس نے تجھے محافظوں کے خونخوار کوڑوں سے

محفوظ رکھا اور یہ طاقت دی کہ تُو ان کا خاتمہ کر دے، مجھے بتا، مجھے بتا میرے دوست میں تیرا ساتھی ہوں۔ تیرا دوست نوماس ہوں۔ وہ نوماس جو بچپن سے تیرے ساتھ ہے اور میں نے کبھی نہیں دیکھا تجھے اس حال میں۔ تُو بتا تو سہی کہ اچانک اینوبس کے خلاف تیرے ذہن میں یہ نفرت کیوں ابھری اور تو نے ایسا کیوں سوچا۔" نوماس نے سوال کیا۔

"نوماس میرے دوست۔ جب تُو مجھے بچپن سے جاننے کا دعویٰ رکھتا ہے تو تیرے ذہن میں یہ بات بھی ہوگی کہ بربط نواز سینے میں حساس دل رکھتا ہے۔ وہ اپنے تن کی ستائش کے لئے ان جاننے والی حسیناؤں کا دل موہ لینے کی آرزو رکھتا تھا لیکن کیا کبھی کوئی ایسا المیہ بھی ہوا جس سے اس کی ذات دوسروں کے لئے ناپسندیدہ ہو گئی ہو۔

ہاں میں نے اپنے نغمے پہاڑوں کو سنائے، میرے بربط کے سُر جھرنوں میں شامل ہو کر لوگوں کے کانوں میں رس انڈیلتے رہے اور بس۔ اس سے زیادہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچی۔ اے نوماس کیا حساس دل رکھنے والے اس ماحول کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں۔ جو ان پہاڑی چٹانوں میں بکھرا ہوا تھا۔ خونخوار چٹانوں کے درمیان پہاڑی چڑیوں کی طرح کانپتے ہوئے لوگ جو سب کے سب بے گناہ ہیں اور اس بات کا شکار ہیں کہ انہوں نے اینوبس کے لئے دل میں محبت نہ رکھی۔ اور اس کی ذات سے نفرت کی اور تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ مجھ سے میری وادیاں کیوں چھین گئیں۔ صرف اس لئے کہ جب اینوبس کی ملکہ ترنا ان وادیوں کی سیر کو آئی اور اس نے بربط نواز کے نغمے سنے تو نہ رہ سکی اور طلب کیا اس نے اس بربط نواز کو اور کہا کہ وہ سارے نغمے جو اس کے بربط سے نکلتے ہیں اس کے نام وقف کر دے تو کیا نغمے کبھی قید ہو سکتے ہیں۔ ؟ مگر ہاں بربط نواز قید کر لیا گیا کیونکہ اس نے ملکہ کے حکم کو ٹھکرا دیا تھا اور اس کا نغمہ اس لڑکی کے لئے ابھرا تھا۔ جو اسے سننے کے لئے بے چین تھی۔ کیا اتنی سی بات کی اتنی بڑی سزا مناسب تھی، تُو تو اس بات کا گواہ ہے نوماس اور کیا تجھے صرف اس لئے قید نہیں کیا گیا کہ تُو نے میرے اہلِ خاندان سے ہمدردی اور محبت کا اظہار کیا تھا۔ سو ایسا ظالم شخص کس طرح قابلِ محبت ہو سکتا ہے، یہ دوسری بات ہے کہ کوئی اس کے خلاف سر ابھارنے کی قوت نہ رکھتا ہو۔ اور جرأت نہ کر پاتا ہو اس بات کی کہ اس پر احتجاج کرے۔"

"یہ ساری باتیں ٹھیک ہیں راتن۔ مگر تُو یہ تو بتا کہ تو اس بغاوت کی قیادت کیسے کرے گا۔ ؟ مجھے تو صرف اس بات پر تعجب ہے کہ ایک نغمہ نواز جس کی انگلیوں نے صرف بربط کے تاروں کو چھیڑا ہے اور جس کے ذہن نے صرف محبت کے بارے میں سوچا ہے۔ اس کے ہاتھ تلوار کے دستے پر کیسی گرفت قائم کر سکتے ہیں اور اس کا ذہن جادوگر گوریلے کے خلاف کس حد تک استعمال ہو سکتا ہے۔"

"نوماس تُو نے دیکھا کہ جب جذبے سچے ہوتے ہیں تو وہ قوتیں خود بخود ابھر آتی ہیں جنہیں عام حالات میں نہیں جگایا جا سکتا اور اس کا ثبوت محافظوں کی وہ اکیس لاشیں ہیں جو تیرے سامنے پڑی ہیں۔ سو جب کوئی قیادت ابھرتی ہے تو اسے وہ لافانی قوتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو سچے جذبوں کی امین ہوتی ہیں، سو میرے دوست وسوسوں کو ذہن سے نکال دے اگر ہم ان ہی چٹانوں میں رہتے، اور یہ نیا شہر آباد کرنے کے لئے پتھروں کو توڑتے رہتے۔ زمین کو ہموار کرتے رہتے تو آخر کب تک۔ ؟ ہم میں سے کتنے زندہ بچتے کیا اس پُرصعوبت کام میں زندگی تھی، کیا اس کا انجام موت نہیں تھی۔ اور اگر موت ہی کو اپنایا جائے تو اپنی مرضی کے مطابق کیوں نہ اپنایا جائے۔"

نوماس پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ لیکن پھر رفتہ رفتہ اس کے چہرے پر بحالی آ گئی تھی اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

"کسے معلوم تھا۔ کون جانتا تھا۔ کہ وہ بربط نواز۔ جو ایک برگد کے درخت کے نیچے دھونی جمائے میٹھا نغمے الاپا کرتا تھا اور جسے علاقے کے لوگ ایک نکما اور ناکارہ انسان سمجھتے تھے، ایک دن اس طاقت کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا، جو پُرہیبت اور پُرنفرت طاقت ہے اور جس کے لئے لوگوں کے دلوں میں شدید خواہش ہے کہ جلد از جلد اس طاقت کا خاتمہ ہو۔ سو جو اس کے لئے قدم اٹھانے والا اور اس کے خلاف جدوجہد کرنے والا پہلا شخص ہو تو اس کی عزت کیوں نہ کی جائے۔ اور جو باتیں تو نے کہیں بلاشبہ وہ ایک وزن رکھتی ہیں۔ ایک ایسا جامع وزن جس کے لئے کسی کی بھی مخالفت حماقت سے زیادہ نہیں ہے۔ بلاشبہ راتن تیرے جذبے سچے ہیں اور میں ان سچے جذبوں کی تائید کرتا ہوں۔ میں سب سے پہلے تیرا ساتھی بننے کا اعزاز حاصل کرتا ہوں۔"

نوماس اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اور اس نے اٹھ کر میرے دونوں ہاتھ چومے۔ قیدی جو ہماری جانب دیکھ رہے تھے اور دور ہی سے ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ تھے، نوماس کی یہ حرکت دیکھ کر خود بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ایک تانتا بندھ گیا۔ وہ لوگ میرا ہاتھ چوم کر مجھے اپنا رہنما مان رہے تھے اور پروفیسر میں دل ہی دل میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا پھر ماضی کی ایک کہانی زندہ ہو گئی ہے۔ اور ماضی کا یہ مسافر صدیوں کا بیٹا۔ کیا پھر اپنے رنگ میں جلوہ نما ہے۔ اور ماضی کی ہوائیں اس پر وہ اثر نہیں ڈال سکی ہیں جو اس پر ماضی کا ایک کردار ہونے کی وجہ سے پڑ سکتا تھا۔ میں اپنی اصلیت میں ہوں اور درحقیقت اگر غور کیا جائے تو یہ میری فتح تھی۔

میں نے ماضی کو قبول نہیں کیا تھا اور اب ماضی بھی میرے تابع تھا۔ بلاشبہ یہ بات میرے جیسے کے لئے قابلِ فخر تھی۔

سو بے شمار قیدیوں کی تعداد میرے گرد جمع ہو گئی۔ لیکن ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے خاموشی سے وہاں سے بھاگ جانا پسند کیا وہ بزدل تھے اور موت سے پناہ چاہتے تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک ایسی قوت کے خلاف بغاوت کریں جو ناقابلِ تسخیر ہے، اور ایسی بغاوت کے بارے میں سوچنا ایک حماقت ہے۔

سو بھاگ جانے والوں کو میں نے کچھ نہ کہا اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اور جب دیکھا میں نے اپنے ساتھیوں کو ان کی تعداد بے شمار تھی۔ یہ سب وہ قیدی تھے جو مشقتوں میں زندگی گزار رہے تھے اور مجھے ان سب کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کرنا تھا۔

اور یہ تو میری زندگی کا خاصہ رہا ہے پروفیسر کہ میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں قدم اٹھایا تو اس کے ہر پہلو پر غور کیا، کوئی جذباتی کوشش میں نے ایسی نہیں کی جس سے نہ صرف میں خود کو بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا اور مجھے تو بہرحال نقصان پہنچ ہی نہ سکتا تھا میں تو زندہ رہنے والوں میں سے تھا اور میرا بدن ایک ایسی ٹھوس اور مضبوط چٹان تھا جس پر کوئی ہوا اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔

چنانچہ میں نے اپنے ہمنوا قیدیوں کو اکٹھا کیا اس جگہ پر جتنی خوراک موجود تھی قبضے میں کی۔ اس کے علاوہ قیدیوں کی بے شمار کدالیں اور پھاوڑے بھی ساتھ لے لئے۔ یہ چیزیں ہر طرح مفید تھیں بہت سے موقعوں پر کام آسکتی تھیں، اس لئے میں نے خصوصی طور پر انہیں ساتھ رکھنے کی ہدایت کی۔

قیدیوں کے اس قافلے کو لیکر میں وہاں سے چل پڑا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ اس بار میں ماضی میں اپنے کردار کا تابع نہیں رہنا چاہتا تھا اور وہ سب کچھ کرنا چاہتا تھا جو میری اپنی مرضی ہو ۔۔ یہ ایک تجربہ تھا اور اس تجربے کے بارے میں میں نے سلانوس سے بھی مشورہ نہیں کیا تھا لیکن سلانوس اس حیثیت میں بھی مجھ سے تعاون کر رہا تھا۔

قیدی بہت سوچ سمجھ کر میرے ساتھ شریک ہوئے تھے اور جو لوگ میرے ساتھ شریک ہوئے تھے وہ واقعی سمجھدار تھے۔ میں اپنی شخصیت کے واقف کار کی حیثیت سے یہ بات بخوبی جانتا تھا کہ ان قیدیوں کے لئے زندگی اور آزادی کا کوئی تصور کوئی امکان نہیں تھا۔ انہیں ساری عمر یا کم از کم اس وقت تک اسی طور زندگی گزارنا تھی، جب تک گوریلا شہنشاہ ایبنوس زندہ تھا۔ اس لحاظ سے ایک جانی پہچانی موت کے انتظار کے بجائے، انہوں نے جدوجہد کر کے مرنے کا دانشمندانہ فیصلہ کر لیا تھا

قیدیوں کا یہ قافلہ صعوبتیں برداشت کرتا ہوا چلتا رہا۔ یہ سب بھوکے پیاسے تھے۔ تحت الثریٰ کے جنگلوں میں اگر کوئی باغ نظر آجاتا تو یہ پوچھے بغیر اسے تاراج کر دیتے۔ اس کے کچے پکے سارے پھل توڑ کر کھا لیتے اور اس طرح گزارا ہو رہا تھا۔

"تم آخر کونسی جگہ کی تلاش میں ہو؟" ایک روز نوماس نے مجھ سے پوچھا۔

"وہ جگہ جو ہماری جدوجہد کے لئے مناسب ہو۔"

"پھر بھی۔ میرا خیال ہے تم دور دراز علاقوں کو چھوڑ کر ایسے علاقوں کی طرف نکل آئے ہو جو آبادیوں سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔"

"کیا واقعی؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ وہ دور تمہیں پگڈنڈیاں نظر آرہی ہیں یہ شاہی قافلوں کی گزرگاہیں ہیں اور وہاں سے ہمیں بآسانی دیکھا جا سکتا ہے۔"

"آہ میرے دوست۔ اتفاق ہے کہ تم نے ایسی جگہ یہ سوال کیا۔ مجھے ایسی ہی کسی جگہ کی تلاش تھی۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟" نوماس نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ میں اپنے پیارے شہنشاہ ایبنوس سے زیادہ دور نہیں رہنا چاہتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

نوماس متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"رائق۔ دیوتاؤں کی قسم میں سخت حیران ہوں۔ اتنا حیران کہ بیان نہیں کر سکتا"

"کیوں نوماس؟"

"ارے بستی والوں کی نگاہ میں تو بستی کا سب سے ناکارہ انسان تھا جسے صرف بربط بجانے اور لڑکیوں سے عشق کرنے کے سوا کچھ نہیں آتا تھا ۔۔ جو ذمہ داریوں کو قریب نہیں پھٹکنے دیتا تھا۔ اور ہر اس کام سے بھاگتا تھا جس میں مشقت ہو۔ کون تھا جو تجھے اچھی نگاہوں سے دیکھتا تھا سوائے تیرے دوست نوماس کے۔"

"ہاں۔ مجھے یاد ہے۔"

"اور آج تو ایک قیادت بن گیا ہے۔ تو نے وہ کیا ہے جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ سچ کہوں تو میں اب بھی شبہے کا شکار ہوں۔"

"کیسا شبہہ؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی وقتی جذبہ تیرے اندر بیدار ہو گیا ہے۔ کسی کا جادو تیرے اندر سرایت کر گیا ہے اور تو اس کا شکار ہے جس دن تیرے ہاتھ کوئی ساز لگ گیا تو سب کچھ بھول جائے گا ان قیدیوں کو بھی جواب تجھے اپنا سب کچھ مانتے ہیں اور اس مشن کو بھی جس کے لئے تو نے انہیں تیار کیا ہے اور اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"یہ بھی تو ہی بتا دے نوماس۔" میں نے اس کی بات کا برا مانے بغیر کہا۔

"یہ بے یار و مددگار لوگ شاہی عتاب کا شکار بن جائیں گے اور پھر زمین کے چہرے پر کوئی انہیں موت سے پناہ دینے والا نہ ہوگا۔"

"تیری تسلی کے لئے میں کیا کہوں نوماس؟" میں نے پوچھا۔

"میری بات نہ کر میرے عزیز دوست۔ میں نے تو ہمیشہ تیرے ساتھ جینے اور تیرے ساتھ مرنے کی تمنا کی ہے۔ میں تو صرف تیری بدلی ہوئی کیفیت کو جاننا چاہتا ہوں۔"

"میری جو کیفیت ہے تیرے سامنے ہے نوماس۔ ہاں تجھ سے یہ وعدہ ضرور کر سکتا ہوں کہ جب تک اپنے مشن کی تکمیل نہ کر لوں بربط کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"نہیں نہیں۔ میں ایسا کوئی وعدہ تجھ سے نہیں لینا چاہتا بس میں تیری ذات کی اس تبدیلی میں بھٹکا ہوا ہوں۔"

"میں اپنے مشن میں تیرا بھرپور تعاون چاہتا ہوں۔"

"یہ کہنے کی بات نہیں ہے۔ کونسا وقت ہے جو میں نے تیرے بغیر سوچا ہے۔"

"ہاں مجھے تیری دوستی پر فخر ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور نوماس کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"لیکن تیری یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کونسی بات؟"

"تو آبادیوں سے قریب رہنا چاہتا ہے۔"

"ہاں نوماس۔"

"آخر کیوں؟"

"تیرے خیال میں کیا ہونا چاہیے؟"

"میں تو سوچتا ہوں بغاوت کی تیاری کے لئے آبادیوں سے جس قدر فاصلے ممکن ہوں رکھنے چاہئیں۔ تاکہ اس وقت تک کسی کو بھنک نہ مل سکے جب تک تیاریاں مکمل نہ ہو جائیں۔"

"کیا ہمارے پاس اتنے وسائل ہیں نوماس کہ ہم آبادیوں سے دور رہ کر اپنا کام انجام دے سکیں۔ ہاں میرے ذہن میں اس بغاوت کی تکمیل کے لئے اور دوسرے منصوبے ہیں جن پر میں بتدریج عمل کروں گا۔"

"اوہ، تم تو آبادیوں سے ربط رکھو گے۔"

"ضروری ہے۔" میں نے کہا۔ اور نوماس کسی سوچ میں گم ہو گیا پھر اس نے ہونٹ سکوڑ کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"خطرناک۔ بے حد خطرناک۔ مجھے تو یہ عرصہ بہت مشکل نظر آتا ہے بہرحال تم بہتر سمجھتے ہو گے۔ جو کر کے دکھا چکے ہو، اس کے بعد کھل کر تم سے اختلاف بھی نہیں کر سکتا۔"

"نہیں نوماس مجھے تمہارے ان الفاظ سے اختلاف ہے۔"

"کیوں؟"

"تم ہمیشہ مجھ سے ایسی ہی گفتگو کیا کرو۔ تم ہمیشہ ان خطرات کے بارے میں سوچا کرو جو ہمیں پیش آسکتے ہیں۔ اس طرح میں ان سے آگاہ ہوتا رہوں گا اور ان سے بچاؤ کرتا رہوں گا۔"

"اب یہی بات لے لو۔ اتنی ذہانت کی بات ہے کہ میں اس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔" نوماس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہمیں یہاں کشادہ غار تلاش کرنے چاہئیں نوماس۔ مجھے پگڈنڈیوں کے جال نظر آرہے ہیں۔ اور اس کا مقصد ہے کہ یہاں سے قافلے گزرتے رہتے ہیں۔"

"ہاں۔ یہ تو راستہ ہے۔ یہاں سے مختلف بستیوں کی گزرگاہیں ہیں۔"

"تب اس سے اچھا مقام اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"تو آؤ غار تلاش کریں۔" نوماس نے کہا۔ پیچھے ہم جتنی پہاڑیاں چھوڑ آئے تھے ان میں بھی بیشمار غار موجود تھے۔ اور ان پہاڑیوں میں بھی چھوٹے بڑے غاروں کی کمی نہیں تھی۔ میں نے ان میں سے بہت سے غاروں کا انتخاب کیا۔ درحقیقت میرے ذہن میں کھچڑی پک رہی تھی۔ ایمینوس کی بادشاہت کے بارے میں میری معلومات بھی محدود نہیں تھیں اور میں جانتا تھا کہ اس زیرک گوریلے کے خلاف کوئی کھیل شروع کرنا آسان نہیں ہوگا اس لئے پہلے میں بھرپور اور مضبوط انتظامات کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ ان میں سے جن غاروں کا ہم نے انتخاب کیا تھا ان میں یہ تمام لوگ بہ آسانی سما سکتے تھے۔ تباہ حال قیدیوں کی امنگیں جوان تھیں۔ انہوں نے موت سے فرار کے منصوبے بنائے تھے اور زندگی کے حصول کے لئے وہ سب کچھ کرنے کو تیار تھے جو ممکن ہو۔

خوراک ختم ہو چکی تھی۔ صرف جو باغ انہوں نے تاراج کئے تھے ان کے پھل ذخیرہ خاصی مقدار میں موجود تھے۔ جن میں کچھ خشک ہو گئے تھے، کچھ تازہ تھے۔ میں نے ان پھلوں کا ایک ذخیرہ کر لیا۔ تاکہ اسے آہستہ آہستہ خرچ کروں۔ اور پھر میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کی تقسیم شروع کر دی۔ سب میری ایک ایک جنبش سے تعاون کر رہے تھے اور مجھے اسی بات کی سب سے زیادہ خوشی تھی کہ میرے ساتھی بہرحال تعاون کر رہے تھے۔

قیدیوں کے پاس ہتھیار یا ساز و سامان کی حیثیت سے جو کچھ تھا وہ صرف ان کی کدالیں اور پھاوڑے وغیرہ تھے اور میں نے انہیں ساتھ لے کر بہترین ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ کیونکہ فی الوقت یہی ہتھیار تھے اور دوسری ضروریات میں بھی کام آسکتے تھے۔

چنانچہ پہلے میں نے ایک کسی قدر روشن غار کا انتخاب کیا اور پھر اسے کنوؤں کا غار قرار دیا۔ بیشمار قیدی کنویں کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ زیادہ تعداد ہونے کی وجہ سے وہ یہ کام آسانی سے کر لیتے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں زمین میں لاتعداد گہرے سوراخ بن گئے جن سے پانی رسنے لگا۔ پھر اس پانی کو باہر نکالنے کا بندوبست کیا گیا۔ ایک چوڑے گڑھے کو پانی کا ذخیرہ جمع کرنے کے لئے تیار کیا گیا۔ یوں پہلا بندوبست ہوا اور اتنا پانی حاصل ہونے لگا جو ضرورت کے لئے کافی ہو۔

لیکن خوراک کا مسئلہ سنگین ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے نوماس سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ "تم کام دیکھ رہے ہو نوماس۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں میرے دوست۔"

"کیا خیال ہے؟"

"میں سخت حیران ہوں۔"

"کیوں؟"

"تمہارے اندر تو بے پناہ انتظامی صلاحیتیں موجود ہیں۔"

"بس اب میری تعریف و توصیف کرنا چھوڑ دو۔ بلکہ ان کاموں میں دلچسپی لو جو میں کر رہا ہوں۔"

"کہیں شکایت ہوئی ہے مجھ سے؟" نوماس نے پوچھا۔

"یہ بات نہیں۔ میں ایسے ہی کہہ رہا ہوں۔"

"بات یہ ہے رائن کہ میرا ذہن تمہاری اس حیثیت کو قبول نہیں کر رہا اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں عرصہ سے تمہارا دوست ہوں۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ بہرحال اب ان باتوں کو چھوڑو۔ اب ایک اہم مسئلہ پر تم سے گفتگو کرنا ہے۔"

"کہو۔" نوماس نے پوری دلچسپی سے کہا۔

"خوراک کا مسئلہ سب سے اہم ہے۔ تم دیکھ رہے ہو۔ خوراک نہ ملنے کی وجہ سے ہمارے ساتھی کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔"

"ہاں یہ بات میرے ذہن میں بھی ہے۔"

"پانی کا مسئلہ تو حل ہو گیا ہے۔ لیکن غذا کا مسئلہ اس سے زیادہ اہم ہے۔"

"بیشک۔"

"تو پھر اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"فی الحال ہم غذا پیدا نہیں کر سکتے اس کے لئے ہمیں کچھ اور ہی سوچنا ہو گا!"

"مثلاً!" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ لیکن نوماس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔

"کوئی ٹھوس بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر ہم نے بستیوں سے خوراک حاصل کرنے کی کوشش کی تو اس کے عوض ہم انہیں کیا دیں گے؟"

"زندگی" میں نے جواب دیا اور نوماس چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب۔ میں نہیں سمجھا" نوماس نے کہا۔

"ہاں۔ اگر انہوں نے ہمیں خوراک نہ دی تو ہم ان پہ موت نازل کر دیں گے۔ اس لئے انہیں ہمارے لئے خوراک کا انتظام کرنا ہی ہو گا۔"

"تم قوت استعمال کرو گے؟"

"ہاں نوماس۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے اس کے لئے قوت کا استعمال سب سے ضروری ہے۔ ہمیں فی الحال صرف اپنے مشن سے ہمدردی اور دلچسپی ہونا چاہئے، اس کے علاوہ ہم کسی سے ہمدردی کرنے کے قابل نہیں ہیں" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری منطق بھی خوب ہے۔ بہرحال میں تو تم سے تعاون کرنے والوں میں ہوں" نوماس نے جواب دیا۔

"ہمیں فی الوقت کسی ایسی بستی کا انتخاب کرنا ہے جو زیادہ دور نہ ہو۔ کیونکہ ہمارے پاس سواری کا بندوبست نہیں ہے۔"

"تب میرے خیال میں تم مجھے یہ کام سونپو۔"

"کون سا کام!"

"کسی قریبی بستی کی تلاش۔"

"کتنا وقت صرف کرو گے اس میں؟"

"جس قدر جلد ممکن ہو سکے" نوماس نے کہا۔

"کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی جائے گا؟"

"چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن اگر تم چاہو تو کسی کا انتخاب کر دو۔" نوماس نے جواب دیا۔ اور پھر میں نے چند معمر اور تجربے کار افراد کو نوماس کے ساتھ روانہ کر دیا اور انہیں جلدی واپسی کی ہدایت بھی کر دی۔

اس کارخانے کا نظام پورے اصول و عمل کے ساتھ چل رہا تھا اگر قیدیوں میں بے چینی پائی جاتی تھی اور یہ بے چینی فی الوقت صرف خوراک کے لئے تھی۔ لیکن اس بے چینی کا کوئی اظہار ابھی تک سامنے نہیں آیا تھا۔ وہ لوگ فاقہ کشی کی زندگی گزار رہے تھے۔ لیکن نہ جانے کیوں انہیں میری ذات پہ کافی اعتماد ہو گیا تھا۔ اور وہ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ میں ان کے کسی مفاد کو نظر انداز نہیں کروں گا۔

چنانچہ نوماس وغیرہ کے جانے کے بعد میں نے سب سے پہلے ایک فیصلہ کیا۔ وہ یہ کہ تنہا میں یا نوماس ان سارے لوگوں کی مشکلات اور ان کے مزاج کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے تھے۔ چنانچہ مناسب یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں چند ایسے لوگوں کو مقرر کیا جائے جو زیرک ہوں اور اس بارے میں میرے مددگار ثابت ہوں۔

سو میں نے طلب کیا۔ قیدیوں کے اس عظیم الشان گروہ میں سے چند لوگوں کو میرے انتخاب میں چالیس آدمی شامل تھے۔ اور یہ سب ضعیف العمر اور تجربہ کار تھے۔

میں نے ان لوگوں کو اپنا مافی الضمیر بتایا اور یہ وہ تھے جو مجھ سے بہر طور تعاون کرنے پر تیار تھے۔ چنانچہ انہوں نے بڑی خوشی سے میری اس بات کو قبول کیا۔ اور پھر میں نے ان کی زیر نگرانی یا ان کے تحت تھوڑے تھوڑے قیدیوں کو دے دیا۔

میں نے ان سے کہا کہ وہ فوری طور پر مجھے قیدیوں کی سوچ کے بارے میں تفصیلات مہیا کریں۔ اور پروفیسر جب انہوں نے مجھے اپنی رپورٹ دی تو وہ میرے لئے خاصی تسلی بخش تھی۔

انہوں نے بتایا کہ قیدی بہر صورت اس بات پر بے پناہ خوش ہیں کہ انہیں اس خوفناک قید سے نجات مل گئی جس کا اختتام ان کی موت کے سوا کچھ نہ ہوتا۔

اور میرے نزدیک بیٹھا ہوا نوماس مسکرا دیا۔ میں نے اس کی جانب دیکھا اور اس سے سوال کیا۔

"کیوں نوماس ایسی کیا بات ہے جو تمہیں دلچسپ محسوس ہوئی۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں رائن یہ تو تیری ذات کا کرشمہ ہے۔ میں اس حقیقت سے بخوبی واقف تھا کہ اس جگہ جتنے بھی قیدی موجود ہیں سب کے سب تیرے شکر گزار ہیں تیرے عقیدت مند ہیں۔"

"شکریہ نوماس۔" میں نے جواب دیا۔ اور اس بوڑھے شخص کی جانب دیکھا جو مجھ سے ابھی بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن بات نوماس کے مسکرانے کی وجہ سے ختم ہو گئی تھی۔ سو میں نے بوڑھے سے سوال کیا۔

"ہاں ارغوان تم کیا کہہ رہے تھے؟"

"میں یہ کہہ رہا تھا عظیم راتن کہ قیدی تمہاری مشکلات سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تم بھی ان ہی میں سے ایک ہو، اور تم جو کچھ ان کے لئے کر رہے ہو وہ صرف خلوص پر مبنی ہے۔ ظاہر ہے تم فوری طور پر ان کے لئے خوراک کا بندوبست کیسے کرسکتے ہو۔؟ لیکن اس کے علاوہ وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اب تمہارا اگلا اقدام کیا ہوگا؟"

"میری طرف سے انہیں اطلاع دے دو کہ انہیں اس وقت تک کسی سخت کام کے لئے نہیں کہا جائے گا جب تک کہ ان کی خوراک کا مسئلہ نہ حل ہوجائے۔ رہی خوراک کے حصول کی بات تو اس کے لئے ہمیں چھوٹی چھوٹی بستیوں کو تاراج کرنا ہوگا، ہم کوشش کریں گے کہ بستی میں رہنے والے ہمارے ہاتھوں ظلم کا نشانہ نہ بنیں۔ لیکن اگر مدافعت کی گئی تو پھر مجبوری ہوگی۔ کیونکہ ہمیں غذا کی ضرورت ہے اس وقت خوراک اور غذا ہماری زندگی کی پہلی ضرورت ہے اس کے حصول کے بعد ہی ہماری صحیح جدوجہد کا آغاز ہوسکتا ہے۔"

چنانچہ میرے مشیروں نے یہ بات اپنے تمام ساتھیوں تک پہنچا دی اور قیدیوں نے خود اپنی زبان سے مجھے اپنے اس بھرپور تعاون کا یقین دلایا میں ان لوگوں سے بے حد خوش تھا، کم از کم احسان ماننے والوں میں سے تھے اور میرے لئے یہ بہت بڑی بات تھی، ایسے لوگوں کے لئے جو کچھ بھی کر دیا جاتا مناسب تھا۔

چنانچہ زیادہ وقت نہ لگا۔ نوماس اور اس کے ساتھی واپس آئے تو کافی خوش نظر آرہے تھے۔ یعنی ان کے پاس خوبصورت اور دراز قامت گھوڑے تھے اور ان گھوڑوں پر کچھ سامان بھی لدا ہوا تھا۔

ہمیں غار کے اندر ہی اطلاع مل گئی تھی کہ نوماس اور اس کے ساتھی واپس آگئے ہیں، چنانچہ میں نے غار سے باہر جاکر اس کا استقبال کیا اور نوماس مسکراتا ہوا میرے نزدیک آگیا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اس کے گھوڑے کو دیکھا تھا تب نوماس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مشورہ مشعلِ راہ بناکر میں نے سب سے پہلے زندگی کے اس دور کو اپنالیا ہے راتن جسے تم اپنائے جارہے ہو"۔

"ہاں میں دیکھ رہا ہوں نوماس۔ تم میں کافی نمایاں تبدیلیاں ہیں" میں نے جواب دیا۔

"نہ صرف نمایاں تبدیلیاں راتن بلکہ ایک بہت اچھی خوشخبری بھی اگر یوں کہو کہ ہماری سوچ ہمارے اچھے مستقبل کے راستے کی راہبر بن گئی ہے تو غلط نہ ہوگا۔"

"اندر آؤ نوماس اور اپنے ان گھوڑوں کو بھی اندر لے آؤ۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ ہمیں بہر صورت سواریوں کی ضرورت ہوگی اور اس کے لئے میں نے مناسب بندوبست کے بارے میں سوچا تھا جو تمہارے علم میں ہے"

"ہاں۔ میں نے بھی اسی لئے سواری کے بارے میں غور کیا تھا کیونکہ تمہارا بندوبست میری نگاہ میں تھا"

"درست مجھے بھی یقین تھا کہ جب تم اپنے کام کے لئے روانہ ہوگے تو اس بارے میں غافل نہ رہوگے"

"غافل رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا راتن، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سب مشترک ہیں اور مشترکہ طور پر ایک دوسرے کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں" نوماس نے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک کہا تم نے نوماس، ہمیں ہر اس پہلو کو مضبوط کرنا ہوگا جو ہماری نگاہ میں ہے"

"بے شک" نوماس نے کہا اور پھر وہ میرے ساتھ غار کے اندر داخل ہوگیا۔ اس کے تمام ساتھی میرے ساتھ ہی تھے۔

تب میں ان لوگوں کو لئے ہوئے اس جگہ تک پہنچ گیا جو میری قیام گاہ تھی یعنی جہاں میں آرام کرتا تھا۔

نوماس نے ایک طویل سانس لی اور کہنے لگا "ہم یہاں سے گھر پیدل کا راستہ پگڈنڈیوں کے ذریعے طے کرتے ہوئے ابھی زیادہ دور نہیں پہنچے تھے کہ ہمیں سامنے سے دو گھڑ سوار آتے نظر آئے۔ یہ شاہی دستے کے لوگ تھے اور شاید کہیں جارہے تھے۔ میں نے سوچا کیوں نہ ابتدا کر ہی دی جائے، چنانچہ ہم چٹانوں کے پیچھے چھپ گئے اور ہم نے ایسے گول پتھر اٹھالئے جو نوکدار بھی تھے۔ پھر جونہی وہ ہمارے نزدیک سے گزرے تو ہم نے ان گول اور نوکدار پتھروں سے گھوڑوں کے اگلے پیروں پر نشانہ لگایا اور دونوں گھوڑے اوندھے منہ گر پڑے۔ ہم نے کوشش کی تھی کہ گھوڑوں کو زیادہ چوٹ نہ لگے صرف اتنا ہو کہ وہ بدک جائیں اور ان کے سوار منہ کے بل نیچے آگریں۔ چنانچہ یہی ہوا۔

تب ہم نے ان دونوں سواروں کو چٹانوں کے عقب میں کھینچ لیا۔ اور ان کی گردنیں دباکر وہیں چٹان کے پیچھے چھپا دیا۔ گھوڑوں پر زادِ راہ موجود تھا، یعنی خوراک اور دوسرا سامان۔

چنانچہ ہم نے انہیں قبضے میں کرلیا اور ان کے لباس پہن لئے یہ لباس جو تم دیکھ رہے ہو شاہی دستوں کے سپاہیوں کے لباس ہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ لباس ہمارے لئے کافی حد تک معاون ثابت ہوں گے۔ اس کے بعد ہم نے تھوڑا سا سفر اور کیا اور ایک بستی میں پہنچ گئے۔

یہ بستی لونیا کہلاتی ہے اور اس کی آبادی تقریباً ڈیڑھ دو ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ چاروں طرف کھیت ہیں جو غلّے سے لدے ہوئے ہیں اور غلّہ کافی حد تک پک چکا ہے اور کافی سے زیادہ غلّے کے انبار کھلے میدان میں پڑے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری چیزوں کی بھی بہتات ہے۔ گویا سبزیاں اور ایسی ہی خوراک کی دوسری اشیاء۔ مویشی کثرت سے نظر آرہے ہیں۔ اس لئے ان کی چراگاہیں بھی کافی ہیں۔ اگر ہم کھل کر صرف اسی ایک بستی پر قناعت کریں اور اس میں سے ایک ایسا حصہ حاصل کرلیں کہ بستی

والوں کی زندگی خطرے میں نہ پڑ جائے، تب بھی ہم کافی وقت مناسب طور پر گزار سکتے ہیں۔ لیکن میں جو خوشخبری تمہیں دینے والا ہوں رانّن وہ بستی کی خوشخبری سے زیادہ اہم ہے۔"

"اوہ ۔ اوہ" میں جو اس بستی کے بارے میں تفصیلات سن کر بہت خوش ہو رہا تھا، نوماس کی یہ بات سن کر اچھل پڑا۔

"گویا اس سے بڑی بھی کوئی خوشخبری ہے" میں نے سوال کیا۔

"ہاں"

"وہ کیا؟"

"تقریباً چار سو گھوڑے اور بے شمار ساز و سامان"

"کیا مطلب ۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ایک قافلہ اس بستی کے ایک کنارے پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور بستی کے دوسرے علاقے کی جانب رانا ماسا بستی کے علاقے کی جانب روانہ ہونے والا ہے۔ یہ قافلہ اب سے کچھ وقت کے بعد روانہ ہوگا۔ چونکہ میں نے قافلے والوں میں روانگی کی تیاریوں کو محسوس کیا ہے۔ اور رانّن اگر ہم ان پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر رانا ماسا کے علاقے کی جانب روانہ ہوں تو ہم اس قافلے تک جا پہنچیں گے۔ جو رانا ماسا کی بستی اور لوتیا کے درمیان میں ہے۔ گویا لوتیا اور رانا ماسا کے درمیان تک پہنچ کر ہم انہیں جا لیں گے۔"

"نوماس تم بڑی ذہانت کی باتیں کر رہے ہو۔ لیکن تمہیں اس قافلے کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"جب مجھے قافلے کے بارے میں پتہ چلا رانّن تو میں نے یہی سوچا کہ تم اس سلسلے میں ضرور دلچسپی لو گے چنانچہ میں نے اور میرے ساتھیوں نے ان تمام جگہوں کے نام پتے معلوم کئے اور ہم ان کا پتہ لگانے کے بعد ہی واپس آئے۔"

"دونوں باتیں نہایت خوشگوار ہیں نوماس اور ہمارے کاموں میں بے حد معاون ۔" میں نے کہا۔ اور نوماس نے خوشی سے گردن ہلا دی۔ گویا جو کارنامہ وہ انجام دے کر آیا تھا اس پر وہ بے حد نازاں تھا۔ بہرحال نوماس کی اطلاعات کے بعد ہم نے تیاریاں کیں اور چل پڑے۔

میرے تمام ساتھی باہمت تھے۔ اور میری سرکردگی میں خوش خوش سفر کر رہے تھے۔ جن لوگوں کو میں نے ساتھ لیا تھا ان کی تعداد بہت کافی تھی نوماس نے قافلے والوں کے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا اس کے تحت چار سو گھوڑ... سوار تھے۔ ان کے ساتھ مزید سو گھوڑے تھے جن پر ساز و سامان لدا ہوا تھا۔

میں نے بھوکے اور تھکے ماندے قیدیوں میں سے آٹھ سو افراد لئے تاکہ دو آدمی مل کر قافلے کے ایک آدمی سے نمٹ سکیں۔

گو ہمیں تنگ اور ناہموار راستوں سے سفر کرنا پڑ رہا تھا لیکن یہ سفر اسی انداز میں ضروری تھا کیونکہ اس طرح راستہ مختصر اور محفوظ تھا۔ نوماس نے مجھے گھوڑا پیش کیا تھا اور اصرار کیا تھا کہ میں ان کے رہنما کی حیثیت سے گھوڑے پر سفر کروں لیکن میں نے انکار کر دیا۔

"آخر کیوں ۔؟" نوماس نے پوچھا۔

"یہ مناسب نہ ہوگا نوماس!" میں نے نرمی سے جواب دیا۔

"یہی تو پوچھ رہا ہوں کہ کیوں مناسب نہ ہوگا؟"

"جب تک میرے تمام ساتھیوں کے پاس گھوڑے نہ ہوں گے میں اپنے لئے کوئی گھوڑا نہیں لوں گا!" میں نے جواب دیا۔

"یہ صرف جذباتیت ہے"

"کیوں آخر کیوں؟" میں نے کہا۔

"اس لئے کہ تم راہبر ہو اور سب سے زیادہ باعمل ہو۔ تمہیں ہر حال میں چاق و چوبند رہنا چاہیئے" نوماس نے جواب دیا۔

"میں جس وقت تمہیں تھکا نظر آؤں اپنا گھوڑا مجھے دے دینا"۔

"اپنا گھوڑا ۔ گویا تمہارے خیال میں چونکہ یہ گھوڑا میں نے حاصل کیا ہے اس لئے یہ میرا ہوا"

"نہیں، یہاں کوئی چیز تمہاری نہیں ہے، کوئی چیز میری نہیں ہے ہم سب یکساں حقوق رکھتے ہیں"

"پھر تم نے یہ بات کیوں کہی؟"

"تمہارے سپرد اہم ذمہ داری ہے اب تم دونوں اس پگڈنڈی پر سفر کرو گے اور قافلے کا پتہ چلاؤ گے۔ تمہارے پاس شاہی دستاویزات تو موجود ہیں ہی ان کی مدد سے تم خود کو قاصد کہہ سکتے ہو، اور کوئی تم پہ شک نہ کر سکے گا"

"اوہ۔ یہ بات ہے" نوماس نے گردن ہلائی۔

"ہاں۔ اب جواب دو"
"ٹھیک ہے تمہارا ہی کہنا درست ہے" نوماس نے ہار مان لی۔
"ارے ہاں نوماس۔ وہ شاہی دستاویزات کہاں ہیں، اور ان میں کیا تحریر ہے تمہیں اس بات کا علم ہے؟"
"نہیں"
"نہ ہی تم نے انہیں دیکھنے کی کوشش کی؟"
"نہیں۔ اس کی فرصت ہی نہیں مل سکی۔ میں دوسرے معاملات میں بہت پرجوش تھا اس لئے انہیں نہ دیکھ سکا"
"تب تم وہ دستاویزات مجھے دیدو" میں نے کہا اور نوماس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے وہ دستاویزات لے لی تھیں۔ لیکن چونکہ سفر کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اور پہلے قافلے کی خبر لینا ضروری تھا اس لئے میں نے خود بھی ان دستاویزات کو نہیں دیکھا اور انہیں اپنے ساتھ رکھ لیا۔

لیکن دورانِ سفر انہیں دیکھنے کی فرصت مل گئی۔ میں نے دستاویز کھولی۔ کسی باجگزار لیناشی کے نام امینوس کی تحریر تھی اور یہ تحریر بھی میرے لئے بے حد دلچسپ تھی۔ اس نے لکھا تھا کہ وہ دو قاصدوں کو روانہ کر رہا ہے ان کے ساتھ لیناشی اپنے آدمیوں کو اجناس اور مویشی لے کر روانہ کرے کیونکہ بستی تریکا کو اس کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی اشیاء کی تعداد تحریر کی گئی تھی۔

میں خوشی سے اچھل پڑا۔ اگر تقدیر کا کوئی وجود ہے تو وہ اس وقت بھرپور طور پر ہمارا ساتھ دے رہی تھی۔ چاروں طرف سے کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں۔

جیسا کہ میرا خیال تھا۔ نوماس میرا زیرک ساتھی اور ایسا قابلِ اعتماد دوست تھا، جو جب تک کچھ نہ تھا، ایک بیکار شخصیت کا مالک تھا لیکن جب کچھ بن گیا تو پھر ایک انتہائی کارآمد شخص۔ وہ ہمیں صحیح راستوں سے لے کر بالآخر ایک ایسی پہاڑی پر پہنچ گیا جس کے دوسری سمت کے ڈھلان زیادہ دشوار گزار نہیں تھے اور اسی پہاڑی کے دامن میں وہ پگڈنڈی تھی جو قافلے کی گزرگاہ تھی۔

"وہ قافلہ یہیں سے گزرے گا" نوماس نے مجھے بتایا۔
"عمدہ جگہ ہے نوماس" میں نے خوش ہو کر کہا۔
"ہاں۔ یہاں سے تمہارے آدمی بہ آسانی نیچے اتر سکیں گے" نوماس نے کہا۔

"بیشک۔ اب تم اپنے اسی ساتھی کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور خبر لاؤ کہ قافلہ کتنی دور ہے کس رفتار سے چل رہا ہے تاکہ ہم تیار رہیں"
"بہتر ہے" نوماس نے جواب دیا۔ اور پھر وہ روانہ ہو گیا۔ میرا ذہن گہری سوچ میں تھا۔ پہاڑی پر چاروں طرف چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور اگر اس وقت اوپر سے چند چٹانیں لڑھکا دی جائیں تو پورا قافلہ ہلاک ہو سکتا تھا۔ اس طرح میرے ساتھیوں میں سے کسی کو زک بھی نہ پہنچتی اور قافلے والے مارے جاتے۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات
پانچویں حصے میں
ملاحظہ فرمائیں

جاسوسی ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ
صدیوں کا بیٹا
ی ڈائجسٹ
A contact loved ones.
ایک رابطہ اپنوں سے
Aik Rabta Apno Se.
پاکستانی پوائنٹ
www.PakistaniPoint.Com
پانچواں

صدیوں پر محیط ایک ناقابلِ فراموش داستان

لیکن اس میں ایک قباحت تھی۔ ان پتھروں سے گھوڑے بھی ہلاک اور زخمی ہو جاتے اور سامان بھی خراب ہوتا جبکہ ہمیں ان دونوں چیزوں کی ضرورت تھی۔ تاہم اس کا ایک نعم البدل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے مشیروں کو طلب کر لیا۔ اور وہ میرے سامنے پہنچ گئے۔

"ابھی تھوڑے وقت کے بعد وہ قافلہ یہاں سے گزرے گا جو ہمارا شکار ہوگا۔ ہم اگر چاہیں تو یہاں سے چٹانیں گرا کر بھی انہیں ہلاک کر سکتے ہیں لیکن اس طرح ہمارا مقصد فوت ہو جائے گا۔ ہمیں ان کے گھوڑے اور دوسرا ساز و سامان درکار ہے؟"

"درست کہا تم نے رائن!"

"لیکن اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور ترکیب بھی ہے"۔

"وہ کیا؟"

"فوری طور پر عمل شروع کرا دو۔ ایک مخصوص وزن کے پتھر جمع کر لو اور جگہ جگہ ان کی ڈھیریاں بنا لو۔ اپنے آدمیوں کو مختلف جگہوں پر چھپا دو۔ اور جب قافلے والے زد میں آ جائیں تو ان پر سنگباری شروع کر دو۔ لیکن خیال رہے کہ نشانہ گھوڑے نہ بنیں۔ بلکہ ان پر بیٹھے ہوئے سوار نشانہ ہوں۔ جتنی تیزی سے ہو سکے ان میں سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو زخمی کر دیا جائے اور اس کے بعد بچے کھچے لوگوں کو سنبھالنا مشکل نہ ہوگا"۔

مشیروں نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر اپنی اپنی ٹکڑیوں میں چلے گئے اور پھر ان لوگوں کی پھرتی قابلِ دید تھی۔ ذرا سی دیر میں پتھروں کے انبار لگا دیئے گئے۔ اور پھر ہم انتظار کرنے لگے۔

نوماس اور نوحاز عقب سے آئے تھے اور انہوں نے پگڈنڈی کا راستہ استعمال نہیں کیا۔ اس کا مقصد صاف تھا کہ قافلہ زیادہ دور نہیں تھا اور ان لوگوں کو خطرہ تھا کہ اگر وہ پگڈنڈی کے راستے آئے تو اوپر چڑھتے دیکھ لئے جائیں گے۔

"ہم کافی پیچھے گئے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ قافلے والے سست رفتار سفر کر رہے ہوں گے۔ لیکن وہ کافی آگے نکل آئے ہیں اور اب اس علاقے سے زیادہ دور نہ ہوں گے"۔ نوماس نے اطلاع دی۔

"ان کی تعداد وہی ہے؟"

"ہاں۔ چار سو سے زیادہ جوان نہ ہوں گے۔ لیکن ان کے ساتھ سامان بہت ہے"۔ نوماس نے جواب دیا۔

"یہ خوش خبری ہے۔ ہمیں بھی اس وقت زیادہ سے زیادہ سامان کی ضرورت ہے"۔ میں نے جواب دیا۔ نوماس اور اس کے ساتھی نے گھوڑے کافی دور نیچے لے جا کر پتھروں سے باندھ دیئے اور پھر میں نے انہیں بھی اپنی ترکیب بتا دی۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دور سے ہمیں بدنصیب قافلہ آتا نظر آیا۔ لوگ ہنس رہے تھے، قہقہے لگا رہے تھے۔ ایک دوسرے سے گفتگو کرتے جا رہے تھے، لیکن میری نگاہ میں وہ بدنصیب تھے۔ کیونکہ ان کی زندگی کے لمحات ان کی ہر جنبش کے ساتھ مختصر ہوتے جا رہے تھے۔ میرے ہاتھ میں بھی پتھر تھا اور پھر جونہی وہ زد پر آئے، پہلا پتھر میرے ہاتھ سے ہی نکلا۔ اور جو شخص سب سے آگے تھا اس کے بھیجے کو سمیٹتا ہوا دور جا گرا۔

اور اس کے بعد قافلے والوں پر پتھروں کی بارش شروع ہوگئی۔ نیچے کہرام مچ گیا تھا۔ لوگ سمجھ بھی نہیں پائے تھے کہ ہوا کیا۔ کوئی انسانی حرکت ہے یا کوئی اور آفتِ ناگہانی، لیکن سمجھنے کی کوشش میں ہی ان کا کام تمام ہو جاتا۔

قیدیوں نے وہ سنگباری کی کہ ان میں سے ایک بھی خود کو نہ بچا سکا۔ آٹھ سو پتھر بیک وقت ان کے ہاتھوں سے نکل کر گھڑ... سواروں پر پڑ رہے تھے لیکن سارے کے سارے نشانہ باز نہیں تھے۔ بہت سے گھوڑے بھی زخمی ہوئے تھے۔ چند مر بھی گئے تھے۔

اور پھر میں نے سنگباری بند کرادی اور دوسرے لمحے ہمارے آدمی پہاڑی سے نیچے اترنے لگے۔ تباہ شدہ قافلے والے اب اس قابل نہیں تھے کہ مدافعت کرتے۔ وہ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر خاموشی سے قتل ہو گئے۔ اور بہر حال یہ بات مجھے پسند نہیں آئی تھی۔

جو ہو چکا تھا اسے واپس نہیں لایا جا سکتا تھا۔ لیکن میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس طرح آئندہ نہیں ہوگا۔ زخمی گھوڑوں کو چھوڑ دیا گیا اور سامان اور اچھے گھوڑے قبضے میں کر لئے گئے۔ میرے ساتھیوں کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ تمام لوگوں کے لباس بھی اتار لئے گئے۔ ہمیں ان کی بھی ضرورت تھی۔ کھانے پینے کی بے شمار اشیاء موجود تھیں۔ اس کے علاوہ ہتھیار، ظاہر ہے ان لوگوں کے پاس بھی ساری اشیاء ضروریات کی تھیں۔ چنانچہ ہم انہیں لے کر اسی راستے سے واپس چل پڑے۔ ہاں خاص طور سے ہم نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اپنے پیچھے ایسے نشانات نہ چھوڑ جائیں جن سے ہم تک پہنچا جا سکے۔ اور بالآخر ہم اپنی پناہ گاہ تک پہنچ گئے۔

ہمارے ساتھی خوشی سے اچھلنے لگے تھے۔ طویل ترین عرصے کے بعد انہیں وہ چیزیں ملیں جن سے وہ عرصۂ دراز سے محروم تھے، میں نے نہایت انصاف سے وہ تمام چیزیں قیدیوں میں تقسیم کر دیں۔ اور چاروں طرف خوشیاں بکھر گئیں۔

میں اپنے دوست نوماس کے ساتھ بیٹھا ان کے دلچسپ مشغلے دیکھ رہا تھا۔ خون آلود کپڑے دھو کر خشک ہونے کے لئے لٹکا دیئے گئے تھے تب میں نے نوماس کو مخاطب کیا۔

"اب گھوڑوں کے لئے چراگاہ کا بندوبست بھی کرنا ہوگا۔"

"ہاں یقیناً۔ لیکن یہ مشکل کام نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"جس راستے سے ہم گئے تھے وہ بے حد سرسبز ہے۔ وہاں سے گھوڑوں کی خوراک حاصل کی جا سکتی ہے۔" نوماس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن میں زیادہ سے زیادہ آسانیاں چاہتا ہوں۔ ہمیں ایک طویل مہم سرانجام دینا ہے۔"

"مثلاً؟"

"یہ تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال لوئیا بستی کے لئے تیاریاں کرو۔ ہمیں وہاں سے اناج کے ذخائر کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہاتھ لگے۔"

"کب کا ارادہ ہے؟"

"جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ تاکہ اگر ان لاشوں کے بارے میں تحقیقات شروع ہو تو ہمارے پاس پوشیدہ رہنے کے لئے طویل وقت ہو۔"

"اوہ ٹھیک ہے اب تو ہمارے پاس گھوڑے ہیں اور ہم قافلے والوں کے لباسوں میں ہوں گے۔ اس لئے کوئی ہم پر شک بھی نہیں کر سکے گا۔" نوماس نے کہا۔

"بالکل۔"

"تب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"تم ان لوگوں کو تیار کر لو۔ تم جانتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے اس سلسلے میں میرے مشیر تمہاری مدد کریں گے۔" چنانچہ تیاریاں ہونے لگیں۔ خوش و خرم لوگ میری قیادت کی اس پہلی کامیابی پر بے حد مسرور تھے دوسری بات یہ کہ انہیں عمدہ خوراک ہتھیار اور لباس مل گئے تھے۔ چنانچہ ہر شخص اس دوسری مہم کے لئے تیار تھا۔ لیکن میں نے صرف دو سو افراد کا انتخاب کیا۔

ان تندرست ڈتوانا لوگوں کو لے کر میں نکل پڑا۔ نوماس میرا رہبر تھا۔ اس نے دبے دبے لہجے میں کہا تھا کہ اس کام کو وہ تنہا بھی انجام دے سکتا ہے۔ لیکن میں نے اسے سمجھایا اور کہا کہ ابھی میں کسی مہم کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔

ہم لوگ توانا گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے لوئیا میں داخل ہو گئے اور نوماس کا کہنا بالکل درست تھا۔ لوئیا تو اناج کا گڑھ تھا۔ اتنے عظیم الشان ذخیرے تھے کہ بس! چنانچہ ہم نے بستی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

اور پھر میں بستی کے قلب میں پہنچ گیا۔ "لوئیا کے لوگو — میں امینوس کی طرف سے آیا ہوں۔ اور امینوس کے حکم سے تمہارے اناج کے ذخائر اور دوسری ضرورت کی اشیاء لے جانا چاہتا ہوں۔ کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

بستی کے لوگ خوف سے گنگ ہو گئے۔ تب میں نے ان میں سے کچھ بولنے والوں کو طلب کیا۔ اور بستی کے بوڑھے میرے سامنے پہنچ گئے۔

"میں نے امینوس کا حکم تم تک پہنچایا گیا جواب ہے تمہارا؟"

"روئے زمین پر بسنے والے کسی انسان کی مجال ہے کہ وہ شاہ امینوس کے حکم کے سامنے بول سکے۔ لیکن ہمیں بھی دوسری فصل تک زندہ رہنا ہے کم از کم ہماری زندگی کے لئے تو کچھ چھوڑ دیا جائے۔ اتنا کہ ہم دوسری فصل اگا سکیں۔"

"ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ نوماس میری اس ترکیب سے بھی بہت خوش ہوا تھا۔ بستی کے معصوم لوگوں کی ہلاکت کسی کو پسند نہیں تھی اور سارے کام بغیر کسی دقت کے پورے ہو گئے۔ ہاں بستی والے اداس ضرور تھے۔ لیکن یہ اداسی موت سے بہتر تھی۔

اناج کے ذخائر غاروں میں منتقل ہو گئے۔ اب مجھے تیسرا کام انجام دینا تھا اور اس کے بعد اپنی جدوجہد کا رخ بدلنا تھا۔

چنانچہ میں اور نوماس اپنے مشیروں کو ہدایات دے کر وہاں سے

چل پڑے۔ ہمارے پاس ایبنوس کا حکم نامہ موجود تھا۔ جسے ہم نے بستی کے باجگزار کو دکھایا۔ اور باجگزار نے ہمیں خوش آمدید کہا۔

"ایبنوس نے مجھے عزت بخشی۔ اس کے لئے میں شکر گزار ہوں۔ فوری طور پر بندوبست کرنے کے لئے کچھ وقت درکار ہے۔"

"لیکن ایبنوس کی ہدایت ہے کہ یہ کام جلد از جلد کیا جائے۔"

"میں نے اس کا حکمنامہ پڑھ لیا ہے اور میں اس پر جلد عمل کرنے کا خواہشمند بھی ہوں تاکہ وہ مجھ سے خوش رہے۔"

اور پھر مقامی سردار نے زیادہ وقت نہ صرف کیا۔ لاتعداد گھوڑے سازوسامان سے لیس کر دیئے گئے اور پھر صرف دس آدمی ہماری تحویل میں دیئے گئے۔ میں نے خود ہی اس کے لئے کہا تھا۔ اور ہم سامان لے کر چل پڑے پروفیسر کوئی دقت نہیں ہوئی مجھے۔ اور میں یہ عظیم الشان ذخیرہ لے کر چل پڑا۔ ان دس آدمیوں کو بھی میں قتل نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے دوران سفر جب وہ آرام کرنے کے لئے لیٹے تو ہم نے ان کی رگیں دبا کر انہیں بے ہوش کر دیا اور یہ جگہ ہماری پناہ گاہ سے زیادہ دور نہیں تھی، چنانچہ ہمارے اشارے پر ہمارے شیر اپنے آدمیوں کو لیکر دوڑ پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ ذخیرے بھی غاروں میں منتقل ہو گئے۔ اس کے بعد ان دس آدمیوں کو گھوڑوں پر سوار کیا اور ہمارے آدمی انہیں لے کر چل پڑے۔

اس جگہ سے کافی دور انہیں ایک ایسی جگہ ڈال دیا گیا جہاں سے ان پر نگاہیں پڑیں اور لوگ ان کی مدد کریں۔ اس کے بعد ہمارے آدمی واپس آگئے۔ اب ہمارے پاس خوراک اور ضروریاتِ زندگی کی ہر چیز وافر مقدار میں موجود تھی اور میرے ساتھی میرے جاں نثار بن گئے تھے۔ اب وہ مجھ سے والہانہ محبت کرنے لگے تھے۔

میں ان مطمئن لوگوں کو دیکھ رہا تھا جو اب ان غاروں میں اس طرح خوش تھے جیسے اپنے مکانوں میں ہوں۔

"ارمناس کے موسیقار میں آج تک تیری اس سرشت کو نہیں سمجھ سکا۔ مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے بس تحت الثریٰ میں ہی کوئی نمایاں تبدیلی واقع ہو گئی ہو۔ حالانکہ میں بار بار تجھ سے یہ بات کہہ چکا ہوں لیکن یقین نہیں آتا کہ تو اتنا بدل چکا ہے۔"... نوماس نے کہا۔

"اور نوماس میری بھی تجھے یہی رائے ہے کہ اس موضوع پر گفتگو کرنا چھوڑ دے۔ اور وہ باتیں کر جو ہمارے لئے آئندہ بہتر ثابت ہوں گی۔"

"ہاں یہی بہتر ہے۔ مجھے تیری بدلی ہوئی شخصیت کو قبول کر ہی لینا چاہیئے اور یہ سوچ لینا چاہیئے کہ ارمناس کی وادیوں میں بربط بجانے والا نغمہ نواز اپنی ساری زندگی کا خراج ادا کر رہا ہے اور تحت الثریٰ کے ماحول میں ایک نئی تبدیلی لانے کا خواہشمند ہے۔"

"ٹھیک ہے، تیری سوچ ہے جو بھی چاہے سوچ۔ بہر صورت میرے ذہن میں ایک اور بات ہے جس کا تذکرہ میں تجھ سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور اور یہ تو میری خوش نصیبی ہے کہ تو مجھے اس قابل سمجھتا ہے۔"

"نوماس ہم جو تین مہمات سرانجام دے چکے ہیں۔ کیا تیرے خیال میں وہ ساری باتیں ایبنوس سے پوشیدہ رہی ہوں گی؟"

"نہیں، وہ اتنا بے خبر بادشاہ نہیں ہے۔"

"تب پھر یہ لازمی امر ہے کہ ایبنوس اپنی ساری قوتیں اس بات پر صرف کرے گا کہ ہمارے بارے میں معلوم کرے۔"

"یقیناً" نوماس نے جواب دیا۔

"تو کیا اس سے قبل ضروری نہیں ہے کہ ہم اپنی اپنی حفاظت کا بندوبست کرلیں؟"

"یقیناً ضروری ہے اور میں تیرا ہی ارادہ جاننا چاہتا تھا کہ اب کونسا نیا کام کرنا ہے۔"

"نوماس ہمارے پاس خوراک اور دیگر ضروریات کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے کہ اگر اب ہم چاہیں تو ایک طویل عرصے تک ایک ہی جگہ بند رہ کر آرام سے وقت گزار سکتے ہیں۔"

"بے شک۔ یہ میرے علم میں ہے راغن۔"

"اس لئے میں دوسری جانب توجہ دینا چاہتا ہوں" میں نے کہا اور نوماس مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

"کس طرف۔۔۔؟ میں جاننے کا خواہشمند ہوں۔"

"نوماس۔ کیا ہم اس جگہ صرف قتل و غارتگری اور لوٹ مار کے لئے آئے ہیں؟"

"نہیں۔"

"تو پھر جبکہ یہ ابتدائی ضروریات پوری ہو چکی ہیں تو کیوں نہ ہم اپنا دوسرا کام شروع کر دیں۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں" نوماس نے جواب دیا۔

"اس سلسلے میں تیرے ذہن میں کوئی مشورہ یا کوئی خیال ہے نوماس" میں نے نوماس سے سوال کیا۔

"ایبنوس کے خلاف مہمات کے سلسلے میں؟"

"نہیں۔ پہلے اس سے بچاؤ کے لئے" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ بے شک۔ تو کیا اس کے لئے اتنا کافی نہیں ہے کہ ہم ان غاروں میں پوشیدہ رہیں؟"

"نہیں۔ کیونکہ غار اور اسی قسم کی جگہیں ہی ہم جیسے لوگوں کے چھپنے کے لئے ہوا کرتی ہیں اور یہ بات ایبنوس جیسا زیرک جانور ضرور سوچے گا۔ اس میں نہ صرف انسانوں کی صلاحیتیں موجود ہیں بلکہ جانور کی عادات بھی اس میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یعنی کہ وہ دو آتشہ ہے۔ اس کے ذہن میں بہت ساری باتیں آسکتی ہیں اور وہ ان غاروں کی تلاشی بھی لے سکتا ہے۔"

"بالکل درست ہے۔ تو پھر تیرا کیا ارادہ ہے؟"

"میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے نوماس۔"

رہ گیا؟"

"یہ بڑی بڑی چٹانیں جو ہم دیکھ رہے ہیں انہیں ان کی جگہ سے ہٹا دیا جائے اور ان غاروں کے دہانے پر اس طرح جما دیا جائے کہ یہ غار ہی کا ایک حصہ معلوم ہوں، گویا ہم ان غاروں کے دروازے بند کر دیں اور چٹانوں کو اس طرح ان کے رخنوں میں نصب کر دیں کہ دیکھنے والوں کو یہ احساس ہی نہ ہو کہ یہاں کوئی غار موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ کام اتنی ہی چالاکی اور تندہی سے ہو تاکہ ایمونس کا کوئی کارندہ ہم تک پہنچ سکے"

"اوہ۔" نوماس کی آنکھیں حیرت زدہ انداز میں پھیل گئیں پھر اس نے کہا۔ "لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ چٹانوں کو اسی انداز میں تراشا جائے؟"

"یقیناً ممکن ہے۔ میں اس کے لئے کارروائی کر سکتا ہوں"

"ہاں سوچا جائے تو زیادہ مشکل نہیں ہے۔ لیکن میرے عزیز دوست کیا پھر ہم ان غاروں کے قیدی بن کر رہ جائیں گے؟"

"نہیں۔ بلکہ ان چٹانوں کو ہم اس طرح نصب کریں گے کہ یہ ہماری تھوڑی کوشش سے کھل سکیں"

"کیا یہ ساری باتیں اسی طور ممکن ہیں جیسے تم کہہ رہے ہو راتن؟" نوماس نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک غار کا دہانہ بند کر کے دکھا سکتا ہوں"

"یقیناً تم ایسا کرو اور اس کے بعد یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں تمہارے اصول کے مطابق تمام غاروں کو اسی انداز میں بند کرا دوں" نوماس نے کہا اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے نوماس میں جلد ہی یہ کام کر دوں گا" اور نوماس تعجب سے میری شکل دیکھنے لگا۔

اس کے خیال میں یہ امر بے حد مشکل تھا کہ ان عظیم الشان غاروں کو چٹانوں کے ذریعہ بند کیا جا سکے۔ کیونکہ اتنی عظیم چٹانیں اکھاڑ کر لانا ہی کار دارد تھا۔ لیکن نوماس شاید یہ سوچ رہا تھا کہ میں صرف راتن کی قوت رکھتا ہوں۔ اپنی ذاتی حیثیت سے کوئی قوت نہیں رکھتا۔

اکیس آدمیوں کو قتل کرنا، یا ذہنی طور پر کچھ کارنامے انجام دے لینا کوئی مافوق الفطرت بات نہیں ہے، شاید نوماس یہی سمجھتا تھا کہ یہ ساری معمولی باتیں ہیں۔

بہر حال اس بات کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور بات آئی وہ یہ کہ نوماس یا سلاکس کو یہ پتہ نہیں چلنا چاہئے تھا کہ میں ماضی کے اس دور میں بھی اپنی قوت سے کام لے سکتا ہوں۔ اور میری قوتیں اسی حیثیت سے بحال ہیں جو میری حیثیت تھی۔

بہر حال میں کسی بھی طور ہار ماننا نہیں چاہتا تھا۔ سو میں نے انتخاب کیا ایک چوڑی چٹان کا جو زیادہ موٹی تو نہیں تھی لیکن جسے تراش کر غار کے ایک دروازے پر بآسانی رکھا جا سکتا تھا۔ گو غار کا یہ دروازہ خاصا کشادہ اور وسیع تھا لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ اس کے برابر کی کوئی چٹان دستیاب نہ ہو سکتی۔

ہم نے کام شروع کر دیا۔ میرے ساتھ میرے تقریباً سو ساتھی میری مدد کر رہے تھے۔ جبکہ ان کا کام چٹان کو تراشنا اور اس کے بعد اسے اٹھا کر غار تک لانا تھا۔ سو میں نے اپنے ذہن میں غار کا نقشہ محفوظ کیا اور یہ عظیم صلاحیت تھی مجھ میں کہ میں نے غار کے سارے نشیب و فراز کو اپنے ذہن میں محفوظ کیا اور انہیں چٹان کی تراش میں منتقل کر دیا۔

لوہے کے ہتھیاروں سے چٹان کو اسی انداز میں تراشا گیا اور پھر بے شمار لوگ اس چٹان کو لے کر غار کے دروازے کے نزدیک تک آ گئے۔ اب صورتحال یہ تھی کہ غار کے دہانے کے نچلے حصے میں ایک گہرا گڑھا تھا اور چٹان میں ایک مضبوط پتھر اس انداز میں تراشا گیا تھا کہ چٹان کا وہ حصہ غار کے دہانے کے نچلے کھدے ہوئے حصہ میں آ جاتا اور تھوڑا سا غار کے آخری کناروں سے اوپر رہتا۔ اس طرح اگر چند افراد مل کر اس چٹان کے اس حصے پر زور لگاتے تو چٹان اس ابھری ہوئی جگہ جو گڑھے میں گھومتی تھی کی وجہ سے بآسانی گھوم سکے اور اس کا وزن صرف اس جگہ پر ہو، اور باقی چٹان آہستگی سے گھومتی ہو۔

لوگ اس وقت نہیں سمجھ پائے تھے کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں، اور میرا مقصد کیا ہے۔ لیکن جب میں نے چٹان غار کے گڑھے میں نصب کی تو لوگ ششدر رہ گئے۔ کیونکہ دہانے کے نشیب و فراز تراشی ہوئی چٹان کی مناسبت سے بالکل درست تھے اور چٹان اس طرح غار کے دہانے میں نصب ہو گئی تھی کہ اس میں بہت ہی معمولی سا رخنہ باقی رہ جاتا تھا، جس کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ رخنہ کھل بھی سکتا ہے۔

چٹان بے شمار لوگوں کی مدد سے اس گڑھے میں اتری تھی اور بڑی مشکل سے نصب ہوئی تھی۔ پھر ہم نے دہانہ بند کر دیا اور دور سے دیکھنے والے حیران رہ گئے تھے۔

ان کا کہنا تھا کہ کوئی بھی اندازہ نہیں لگا سکتا کہ اس پہاڑ کے پیچھے کوئی غار موجود ہے، یا غار کے اس دہانے کو مصنوعی طریقے سے بند کر دیا گیا ہے اس بات پر لوگوں نے خوشی کے نعرے لگائے۔ نوماس نے میرے نزدیک آ کر میری پشت تھپتھپائی تھی۔ پھر اس نے خلوص سے کہا۔

"میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکوں گا اور نہ ہی ان لوگوں سے مختلف الفاظ تیرے لئے ادا کروں گا" اس نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

اس کے بعد نوماس بے شمار لوگوں کے ساتھ اس کام میں مصروف ہو گیا۔ میں ان کو غاروں کے نشیب و فراز کے نقشے سمجھایا کرتا تھا اور پتھر کے ایک ٹکڑے سے ان پر نشان لگا دیا کرتا تھا۔ یہ کام ان لوگوں کے لئے بے حد دلچسپ تھا اور سب کے سب اس کام کو بڑی تندہی سے انجام دے رہے تھے۔ اور جب اتنے افراد ایک کام کو انجام د... کہ لئے

پوری لگن سے جمع ہو جائیں تو اس کا جلد سے جلد نہ ہونا کیونکر ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ سارے غار بند کر دیئے گئے۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ اگر ان غاروں کے دہانوں کو بند کر دیا جاتا تو صرف دو یا چار آدمی چٹانوں کو گھما کر باآسانی باہر نکل سکتے تھے۔ یعنی چٹان کو ذرا سا گھمانے سے دونوں جانب دو دروازے بن جایا کرتے تھے اور اگر انہیں باہر سے کھولنے کی کوشش کی جاتی تو یہ ایک ناممکن امر ہوتا ہم نے چٹان کی ترکیبیں ایسی ہی ترتیب دی تھی اور اس کے بعد ہم لوگ مطمئن ہو گئے۔ چنانچہ میں نے نوماس سے کہا۔

"نوماس اب ہمیں دوسرا کام کرنا ہے"

"کیا راتن۔؟" نوماس نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ ان غاروں میں سوراخ ہونے چاہئیں تاکہ ان سوراخوں سے ہوا دور دور تک اندر جا سکے"

"یہ بھی زیادہ مشکل کام نہیں ہے راتن۔ لیکن"

"لیکن کیا۔؟"

"میرے خیال کے مطابق تیری مدد کے بغیر ناممکن کام ہے یہ"

نوماس نے کہا اور میں سر ہلانے لگا۔

سو پروفیسر اس طویل گفتگو کو مختصر کرنے کے لئے صرف اتنا کہوں گا کہ ان غاروں میں ایک عجیب و غریب دنیا آباد ہو گئی۔ بے شمار لوگ جن کے پاس کھانے کے لئے خوراک کے ذخائر تھے۔ وافر تعداد میں پانی کے کنویں کھودے گئے تھے اور مزید کنویں کھودے جا رہے تھے تاکہ پانی کی قلت نہ ہو۔

گویا ہم باہر کی دنیا سے مکمل طور پر محفوظ ہو گئے تھے۔ لیکن ہم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات میرے ذہن میں تھی کہ کچھ عرصے کے بعد اس سلسلے میں بھی کارروائی کروں اور اپنے کچھ آدمیوں کو ایسی جگہوں پر منتقل کر دوں جہاں سے وہ بستی کی خبریں لا سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں اپنا دوسرا کام بھی جاری رکھے ہوئے تھا۔

چنانچہ غاروں کی خوشگوار فضائیں کافی بہتر ہو گئیں۔ اب بھی غاروں کے باہر لوگ تعینات رہتے تھے لیکن مجھے یہ بھی پسند نہیں تھا۔ چنانچہ ایک وقت میں نے بیٹھ کر ایک نقشہ ترتیب دیا اور پھر نقشہ کے مطابق غاروں کے اندر ہی اندر کھدائی کروا دی۔ بڑا ہی عجیب و غریب کام تھا یہ پروفیسر

ہم زیادہ طویل و عریض سوراخ نہیں بنا رہے تھے، بس ان سوراخوں کی چوڑائی اتنی تھی کہ دو آدمی باآسانی ان سوراخوں سے گزر سکتے۔ یوں ہم لوگ سوراخوں کا جال پھیلاتے رہے اور چھوٹی چھوٹی سرنگیں غاروں میں پھیلتی رہیں۔ یوں غار آپس میں ایک دوسرے سے منسلک ہو گئے تھے۔ گویا ہم نے جتنے غاروں میں یعنی جن جن میں ہمارے آدمی پوشیدہ تھے ان سارے غاروں کو ایک دوسرے سے منسلک کر دیا تھا۔ ویسے اب ہمارا رابطہ باہر کی دنیا سے قطعی طور پر ختم ہو گیا تھا۔ اور اب ہمارا کوئی آدمی بھی باہر نہیں تھا۔

حتیٰ کہ ماحول کی نگرانی کرنے کے لئے بھی ہم نے کسی آدمی کو نہیں چھوڑا تھا ہاں اگر کوئی غار مشتبہ ہو جاتا تو اس کے بعد باقی باتیں بعد میں سوچی جا سکتی تھیں۔ غار کے سوراخوں کے ذریعہ لوگ ایک دوسرے سے ملنے جلنے آیا جایا کرتے تھے۔ نوماس اس عجیب و غریب کام سے بے حد خوش تھا۔

تب میں نے کچھ اور قدم آگے بڑھائے۔ اب میں نے نقشے کے ذریعہ سرنگیں کھدوانا شروع کر دیں۔

یہ سرنگیں دور دور تک جاتی تھیں۔ اس سلسلے میں میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ ہم ان سرنگوں کے ذریعہ دور دور تک رسائی حاصل کر لیں گے اور اگر کبھی ہمیں شہنشاہ ایبنوس کی فوجوں پر حملہ آور ہونا پڑے تو ہم ہر اس جگہ جا پہنچیں جہاں تک پہنچنا بظاہر ناممکن ہو۔

کتنا مشکل کام تھا یہ پروفیسر، اس بارے میں تم خود سوچ سکتے ہو طویل و عریض سرنگوں کو کھودنا اور ان کی لمبائی کو ایک سمت لے جانا۔ حتیٰ کہ اس سمت کا کوئی تعین نہ ہو، کوئی آسان کام تھا۔ لیکن طویل عمر والے یہ کام باآسانی کر رہے تھے۔ ان کے چہروں پر تھکن کے آثار نہیں تھے وہ جانتے تھے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں ان کے لئے بہتر ہے اور اس کام میں وہ بہت خوش تھے۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ میں ان کے دوسرے مسائل کا بھی تجزیہ کرتا رہتا تھا یعنی خوراک کے ذخیروں کی دیکھ بھال اور اسی قسم کے دوسرے کام۔

چنانچہ اسی دوران ہم نے چند لوگوں کو لیکر چند قافلے اور لوٹے لیکن اب ہم نے لوٹنے کے طریقوں کی نوعیت بدل دی تھی۔ یعنی ہم قافلے والوں کو ہلاک کرنے کی بجائے انہیں اذیت دے کر اور پریشان کر کے بھگا دیتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک دوبارہ نوماس نے مجھ سے بات بھی کی تھی۔

"راتن آج کل تم ان مسئلوں میں کافی رحم دل ہو رہے ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے سوال کیا تھا۔

"نہیں نوماس۔ رحم دلی کی بات نہیں ہے۔ لیکن اب ہم اپنا بُرا وقت ٹال چکے ہیں۔ اس وجہ سے کیا ضروری ہے کہ ہم ان لوگوں کو لوٹیں بھی اور قتل بھی کریں۔ سو یہی سوچا ہے اب میں نے کہ ان لوگوں کو لوٹ کر چھوڑ دیا جائے۔" میں نے جواب دیا تھا اور نوماس نے گردن ہلا دی تھی۔

"ٹھیک ہے راتن۔ تمہارے فیصلے عام طور سے درست ہوتے ہیں۔" اس نے جواب دیا اور بات ختم ہو گئی۔

اسی طرح ہم نے ایک روز ایک قافلے کو لوٹا۔ ان کا سارا ساز و سامان حاصل کر لیا۔ لیکن اچانک ایک شخص میرے ہاتھ لگ گیا۔ جس نے مجھے حیران کر دیا۔ یہ انہی لوگوں میں سے ایک تھا جو ہمارے قید خانہ سے فرار ہوتے تھے۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا یعنی ان قیدیوں میں سے ایک جو ہماری بات نہ مان کر راہِ فرار اختیار کر چکے تھے۔

میں نے اس شخص کو پہچانا تھا اور نوماس سے کچھ کہے بغیر میں نے

اس شخص کو گرفتار کر لیا۔

لوماس اس بات پر بہت حیران تھا کہ میں نے ایک اجنبی شخص کو اپنے غار میں لانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس نے مجھ سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھا۔ تب میں اس شخص کو لے کر غار کے ایک خفیہ حصے میں آ گیا تھا۔

گرفتار ہونے والا اس وقت بے ہوش تھا جب میں اسے ان غاروں میں لایا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں اسے ہوش میں لے آیا۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ شخص ان خوفناک غاروں کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے سوال کیا۔

"شوگا" اس نے جواب دیا۔

"مجھے پہچانتے ہو۔؟"

"تت تمہیں۔؟"

"ہاں"

"نن۔۔ نہیں" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اس قید خانہ میں نہیں تھے جہاں پتھر اور چٹانیں توڑی جاتی تھیں اور جہاں سے قیدیوں نے بھرپور فرار کی کوششیں کی تھیں جن میں تم بھی شامل تھے؟" میں نے کہا اور وہ شخص مجھے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"اوہ۔ اوہ۔ اب میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔ آ۔ تم وہی ہو نا ارمناس کی وادی کے بربط نواز۔ رائن۔"

"ہاں میں وہی ہوں۔ لیکن تم یہاں کہاں۔؟"

"میں اس قافلے کے ساتھ تھا، جسے لوٹا گیا ہے" شوگا نے جواب دیا۔

"تمہیں یاد ہے نا میں نے تم لوگوں کو ایک پیشکش کی تھی لیکن تم میری پیشکش پر غور کئے بغیر بزدلی سے فرار ہو گئے۔"

"آہ۔ میرے عزیز دوست، میرے عزیز ساتھی، تم نے واقعی ہم لوگوں کو جو پیشکش کی تھی ہم تازندگی اس پر پچھتاتے رہیں گے۔"

"کیوں۔؟" میں نے سوال کیا۔

"تم سے جدا ہونے کے بعد ہم لوگوں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ تم یقین کرو جتنے بھی لوگ فرار ہوئے تھے ان میں سے شاید چند ہی ہوں گے جو اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوئے اور شاید میں بھی انہی میں سے ایک ہوں۔ انہیں دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ یا پھر انہیں تلاش کر لیا گیا۔ ہاں وہ لوگ جو تمہارے ساتھ تھے وہ بچ گئے ہیں، وہ آج تک شاہی دستوں کے ہاتھ نہیں لگ سکے اور قید خانے کے محافظ اور ایمنوس کے آدمی آج تک ان مفرور قیدیوں کو تلاش کر رہے ہیں" شوگا نے جواب دیا اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

میں نے شوگا کی گفتگو پوری دلچسپی سے سنی۔ بلاشبہ اس کی کہانی میرے لئے کافی دلچسپ تھی اور اب میں اس سے دوسری باتیں معلوم کرنا چاہتا تھا۔

"تم اس قافلے میں کس طرح شامل ہوئے شوگا۔؟" میں نے پوچھا۔

"میری کہانی زیادہ طویل نہیں ہے، اگر تم کہو تو سناؤں"

"ہاں میں تم سے بہت کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں"

"میں تیار ہوں"

"پہلے یہ بتاؤ تمہارے اہل خاندان تم سے ملے؟"

"میرا کوئی نہیں ہے پہلے بھی نہیں تھا"

"پھر تم وہاں سے کہاں گئے۔؟"

"میں آوارہ پھرتا رہا۔ ہمارے فرار کے بعد ایمنوس نے اپنے علم سے معلوم کر لیا کہ قید خانے سے قیدی فرار ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اس کے آدمی چاروں طرف پھیل گئے اور ہم میں سے بے شمار آدمی پکڑے گئے جو ہاتھ نہیں آئے ان کے عوض ان کے اہل خاندان کو ہلاک کر دیا گیا میں جس جگہ پوشیدہ تھا وہاں بھی کئی آدمی پکڑے گئے تھے۔ میں اتفاق سے ہی بچ گیا تھا کیونکہ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ میں بھی وہاں موجود ہوں"

"پھر۔؟" میں نے سوال کیا۔

"میں وہاں سے بھی بھاگ گیا۔ اس کے بعد چار بار ایمنوس کے سپاہی میری تلاش میں چھاپے مار چکے ہیں۔ لیکن میں چالاکی سے نکل گیا اور اب بھی چھپا چھپا پھر رہا ہوں، اس قافلے کے ساتھ چل پڑا تھا۔ مقصد کچھ نہیں تھا بس سارے قافلے کا اعتماد حاصل کر لیا تھا"

"گویا تمہیں سکون نہیں ہے؟"

"تمہارے علاوہ یہی کہہ سکتا ہوں۔ تم تو پرسکون نظر آ رہے ہو"

"نہ صرف پرسکون بلکہ مکمل طور پر مطمئن بھی۔ اور وہ سب بھی جو میرے ساتھ آئے تھے"

"وہ سب بھی۔؟" وہ حیرت سے بولا۔

"ہاں۔ تم ان سے مل چکے ہو"

"یعنی وہ جنہوں نے اس قافلے کو لوٹا تھا۔؟"

"ہاں۔ ہم ایمنوس کے خلاف محاذ بنا چکے ہیں"

"اوہ۔ اوہ تو تم۔۔ آہ کیا تم لوگ وہی تو نہیں ہو۔ جنہوں نے ایک پورے قافلے کو ہلاک کر دیا تھا۔ پھر لوبیا بستی کو لوٹا اور پھر شاہی احکام کا غلط استعمال کر کے بہت سی دولت لوٹ لے گئے" وہ تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے"

"آہ۔ تب تو مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی۔ کاش میں اس وقت تمہارے ساتھ ہی شامل ہو جاتا۔ لیکن مجھے یقین نہیں تھا کہ ارمناس کا بربط نواز ایک ناقابل تسخیر قوت بن کر ابھرے گا"

"تم اب بھی ہم میں شامل ہو سکتے ہو"

"کیا واقعی۔ اب تمہیں اس پر اعتراض نہیں ہو گا؟"

"ہرگز نہیں"

"تب میں خلوص دل سے تمہاری پناہ میں آنے کا خواہشمند ہوں

اور وعدہ کرتا ہوں جو احکامات تم دوگے اس کی تعمیل کروں گا۔"

"باہر کی دنیا میں ہمارے لئے کیا تاثرات ہیں؟"

"تم نے جو کچھ کیا ہے وہ ابھی تک امراء اور سرکردہ لوگوں تک محدود ہے۔ ایبنوس تک یہ خبریں ضرور پہنچی ہوں گی۔ لیکن اس نے ابھی خود اس معاملے میں دلچسپی نہیں لی ہے۔"

"خوب۔ ایبنوس کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں؟"

"میں ٹرگش ہو آیا ہوں۔ وہاں میں نے دربار میں ایبنوس کو بھی دیکھا تھا۔"

"ٹرگش۔" میں نے آہستہ سے دہرایا اور یہ بات میرے ذہن میں آئی کہ ایبنوس ٹرگش میں ہی رہتا ہے۔

"ہوں۔ تو ایبنوس کے اندر کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی؟"

"نہیں وہ پہلے سے زیادہ قدآور ہے۔ پہلے سے زیادہ مضبوط ہے اور خونخوار بھی۔ بھرے دربار میں اس نے دو آدمیوں سے ناراض ہو کر ان کی ٹانگیں چیر دی تھیں۔ البتہ عورتوں میں وہ بے حد خوش رہتا ہے۔"

"ایبنوس؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں کیوں؟"

"کیا عورتیں اسے پسند کرتی ہیں؟"

"جو اس کے قریب ہیں وہ اس پر جان دیتی ہیں۔" شوگا نے جواب دیا اور میں متحیرانہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ بہرحال میرے لئے یہ کافی دلچسپ بات تھی۔ اور پروفیسر۔ کافی عرصے کے بعد میرے ذہن میں عورت کا خیال آیا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ طویل عرصے سے میں نے عورت کے بارے میں سوچا بھی نہیں ہے اور وہ بن مانس عیش کر رہا ہے۔ بہرحال وقتی طور پر میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اور پھر مجھے کچھ اور یاد آ گیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔"

"کیا تم ایبنوس کے دربار میں موجود تھے؟"

"ہاں"

"تم نے اس کی ہمت کس طرح کی؟"

"بس زندگی کے خوف سے بھاگا بھاگا پھر رہا تھا۔ عجیب عجیب حرکتیں کی ہیں اس دوران۔ یعنی میں خاص طور سے ایسے لوگوں کے گھروں میں جا کر رہا ہوں جو میری تلاش پر مامور تھے۔ اور اسی چالاکی سے جان بچ بھی سکی ورنہ اب تک بچنا مشکل تھا۔"

"کیا ایپی ٹس زندہ ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"پرانا حکمراں؟"

"ہاں۔"

"نہ صرف زندہ ہے بلکہ صحتمند ہے۔ اس کی موت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دربار میں وہ ایبنوس کا مشیر خاص ہے۔"

"خوب۔" میں نے گردن ہلائی۔ گویا میرے دونوں حریف زندہ تھے اور درحقیقت ان کی موت کا تصور میری حماقت تھی۔ یہ بات تو میرے علم میں تھی کہ وہاں کی زندگیاں بے حد طویل ہوتی ہیں اور موت یہاں ایک بھولا بھٹکا لفظ تھا۔

شوگا سے ملاقات کے بعد میرے ذہن میں بہت سی آرزوئیں جاگی تھیں۔ مثلاً عورت۔ اور اپنے دونوں حریفوں سے ملاقات لیکن پروفیسر بہرحال میں ان میں سے تھا جو کسی بھی آرزو سے متاثر نہیں ہوتے مجھے وقت کا انتظار کرنا تھا۔ شوگا سے بہت سی قیمتی معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں ذہن میں محفوظ کر لیا۔

اور پروفیسر اس کے بعد خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن میرے ذہن میں بے شمار خیالات مچل رہے تھے اور میں بہت سے فیصلے کرتا رہتا تھا میرے ساتھی دن رات لمبی لمبی سرنگیں کھودنے میں مصروف تھے اور اکثر سرنگیں اتنی لمبی ہو گئی تھیں کہ اگر ہم ان سے دوسرے سرے تک جانا چاہتے تو ہمیں طویل وقت درکار ہوتا۔

اس کام سے میں مطمئن تھا اور اب یہ کام آخری منزل تک پہنچنے والا تھا۔ تب میں نے یہاں سے باہر نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ باہر کے کئی کام تھے میں نے اپنے مشیر اپنے دوست نوماس کو طلب کر لیا۔

نوماس خاصے طویل وقت میں میرے پاس پہنچا تھا۔ "کون سے علاقے میں تھے نوماس۔؟" میں نے سوال کیا۔

"تقریباً اس علاقے میں جہاں ہمارا قید خانہ تھا۔"

"وہ کیا اس طرف کی سرنگ مکمل ہو گئی؟"

"ہاں۔ اس سے تھوڑے پہلے تین دروازے بنائے گئے ہیں۔ ایک دروازہ دریائے ایلی کے کنارے پر ہے اور یہ وہ کنارہ ہے جو انسانی پہنچ سے دور ہے۔"

"خوب۔ تب پھر وہاں سبزیوں کی کاشت شروع کرا دو۔"

"میں خود بھی تم سے یہی مشورہ لینے کے لئے آیا تھا۔ ہماری یہ شاخ بے حد کارآمد ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب ہمیں بہت جلد یہ کام بند کر کے نیا کام شروع کرنا ہے۔"

"اس سلسلے میں کوئی تفصیل معلوم ہو سکے گی؟"

"ہاں۔ ہمیں اب اپنے آدمیوں کو کاشت پر لگانا ہے۔ دوسرا کام ہتھیاروں کی تیاری کا ہے لیکن اس کے لئے لوہا جمع کرنا ہو گا۔"

"یقیناً۔"

"ان لوگوں کے کچھ اور مسائل تو نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ حالانکہ جب انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو اس پر جنس کی بھوک سوار ہوتی ہے۔ ان میں سے چند نے سر ابھارا تھا لیکن ان کے سربراہوں نے ان کے دماغ درست کر دیئے۔ انہوں نے انہیں وہ قید خانے یاد دلائے جہاں وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار تھے

انہوں نے ان سے یہ بھی کہا ہے کہ وہ انتظار کریں اور اس وقت کے لئے خود کو تیار کریں جب وہ آزادانہ غاروں میں جاسکیں گے۔"

"ہوں" میں نے گردن ہلائی۔ "بات ٹھیک ہے۔ بہرحال نوماس اب میں باہر جارہا ہوں۔"

"باہر کہاں؟"

"میری مراد ہے ان علاقوں سے باہر۔ مجھے دوسرے مسائل کی طرف بھی نگاہ دوڑانی ہے۔"

"کون سے مسائل؟"

"لوہے کی تلاش۔ اس کے علاوہ یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ امینوس میرے خلاف کیا کررہا ہے؟ چنانچہ میرے دوست۔ غاروں کے معاملات میں آج سے تمہارے سپرد کررہا ہوں۔"

"میں خوشی سے یہ ذمہ داری سنبھالنے کو تیار ہوں، لیکن تمہارے بغیر بہت سی مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"بس میں الجھا رہوں گا۔"

"نہیں نوماس۔ تمہیں پوری ذمہ داری سے سارے کام کرنا ہوں گے۔"

"اور اگر تم کسی الجھن میں پھنس گئے؟"

"میرے معاملے میں تم بے فکر رہو۔ میں آسانی سے ان لوگوں کے نرغے میں نہیں آؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔" نوماس نے کہا۔ اور پھر میں اسے بہت سی ہدایات دیتا رہا۔ جنہیں نوماس نے ذہن نشین کرلیا تھا۔ پھر میں نے مشیروں کو بلاکر نوماس کی نامزدگی کے بارے میں اطلاع دی اور اس کے بعد غاروں سے نکل آیا۔

بڑا ہی کامیاب تھا پروفیسر میں اپنے معاملات میں۔ یعنی میں ایسا کررہا تھا جو میری سرشت کہہ رہی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ارمناس کی وادی کہاں ہے اور بربط نواز کون تھا۔ حالانکہ اگر میرے ہاتھ میں بربط آجاتا تو میری انگلیاں اس سے ناآشنا ہوتیں۔ لیکن ۔ میں کسی طور سے اس کردار کی گرفت میں نہیں تھا۔ یوں بڑی آسانیاں مل گئی تھیں مجھے اور میں من مانی کرسکتا تھا۔

طویل تر فاصلہ میں نے گھوڑے کی پشت پر طے کیا اور پھر ایک درّے سے گزر رہا تھا کہ مجھے ایک خالی گھوڑا نظر آیا جس کی پشت پر زین کسی ہوئی تھی اور وہ ایک انسانی بدن کے پاس کھڑا ہوا تھا۔

میں نے اپنے گھوڑے کا رخ اس کی طرف کردیا۔ تب میں نے ایک خوبصورت جوان کو دیکھا جس کے دونوں بازو شدید زخمی تھے اور وہ شاید موت کی طرف گامزن تھا۔ وہ کون اور کیا ہے یہ دیکھنا تو بعد کی بات تھی اس وقت تو اسے کسی کی امداد کی ضرورت تھی۔ چنانچہ میں نے اس کے حلق میں پانی ٹپکایا اس کا پورا بدن بخار سے تپ رہا تھا۔ میں نے اس کے بازوؤں کے زخم دیکھے یوں لگتا تھا جیسے انہیں کسی نے چبایا ہو۔ اور تو کوئی چیز میرے پاس نہیں تھی۔ البتہ میں نے سبز گھاس توڑ کر اس کے بازوؤں پر رکھی اور پھر بازو مضبوطی سے کپڑے سے کس دیئے۔ اس کے بعد میں نے اسے اٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈالا اور اس کے گھوڑے کی لگامیں اپنے گھوڑے سے باندھ لیں۔ اور پھر میں اسے لے کر بستی کی تلاش میں چل پڑا راستے میں اسے دو تین بار ہوش آیا اور اس نے پانی مانگا لیکن پانی پی کر وہ پھر بے ہوش ہوجاتا تھا۔

پھر مجھے ایک بستی نظر آئی اور بستی میں داخل ہوکر میں نے کوشش کی کہ اس کے لئے کسی دوا کا انتظام کروں اور مجھے ایک ایسا مدبر مل گیا جو اس کے زخموں کا علاج کرسکتا۔ چنانچہ میں لوگوں سے پتہ پوچھ کر اس مدبر کے گھر پہنچ گیا۔

بوڑھے حکیم نے فوری طور پر نوجوان کے زخموں کا علاج شروع کردیا اور یہ علاج بھی عجیب تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو میں بوڑھے پر بگڑ گیا۔ بوڑھے نے نوجوان کے زخموں پر شراب ڈال کر ان میں آگ لگادی تھی اور نوجوان اس قدر زخمی ہونے کے باوجود جس طرح زمین پر لوٹنے لگا اس پر مجھے بے حد ترس آیا تھا۔

"او پاگل بوڑھے۔ یہ تُو نے کیا کیا۔"

"علاج" بوڑھا سکون سے بولا۔

"تجھے۔ تجھے اس سے کیا دشمنی تھی؟"

"اس سے نہیں۔ لیکن اس کے زخموں سے ضرور تھی۔ میں دیکھتا ہوں اس کے بازوؤں پر یہ زخم کس طرح رہتے ہیں۔"

"اور اگر یہ مرگیا تو۔؟" میں نے کہا، بوڑھے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے اپنا پیش قبض نکال کر مجھے دے دیا اور بولا۔

"تو تم اس سے میری گردن کاٹ دینا۔ میں اپنے اہلِ خاندان کو بلوا لیتا ہوں۔ اور ان سے کہے دیتا ہوں کہ میں نے شرط لگائی ہے اور پھر میرے منع کرنے کے باوجود اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے اہلِ خاندان مسکرانے لگے تھے لیکن بوڑھے کا کہنا درست نکلا۔ اس نے بعد میں نوجوان کے زخموں پر مرہم لگایا تھا۔ اور نوجوان حیرت انگیز طور پر پُرسکون ہوگیا تھا۔

پھر بہت مختصر وقت میں نوجوان کی حالت سنبھلنے لگی۔ میں اکثر اس کے پاس رہتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ممنونیت کے آثار نظر آتے تھے۔ اور پھر وہ بولنے لگا پہلی بار اس نے میرے لئے شکریہ کے الفاظ ادا کئے تھے۔

"تم نے میرے لئے جو کچھ کیا ہے میں اسے زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔"

"میں نے کیا کیا ہے؟"

"گو میں شدید زخمی تھا لیکن لوگوں کا خیال ہے کہ میری ذہنی قوت عام لوگوں سے بہت زیادہ ہے اور میں سخت ترین حالات میں بھی ذہنی قوت نہیں کھوتا۔"

"اس کا کیا مطلب ہے؟"
"مجھے زخمی ہونے کے وقت سے بعد کے حالات بھی معلوم ہیں اور میں جانتا ہوں کہ تم نے کس ہمدردی سے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔"
"اگر تمہاری جگہ میں زخمی ہوتا تو کیا تم بھی یہ سلوک میرے ساتھ نہ کرتے؟"
"یقیناً کرتا۔"
"چنانچہ یہاں شکر گزار ہونے کا سوال ختم۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہم اس رابطے سے اچھے دوست بن جائیں۔"
"یہ تو میری خوش نصیبی ہوگی۔ میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔" اس نے کہا۔
"لیکن میں اس طرح تم سے ہاتھ نہیں ملا سکتا۔"
"کیوں؟" وہ تعجب سے بولا۔
"میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ ممکن ہے ہم کسی طرح ایک دوسرے کے دشمن نکل آئیں اس کے بعد ہماری دوستی کا کیا ہوگا؟"
"اوہ۔ بھلا ہماری کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔
"لیکن میری بات بھی غیر حقیقی نہیں ہے۔"
"چلو ٹھیک ہے، پھر بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"دو میں سے ایک بات۔ یا تو یہ کہ ہم دوستی کا تصور ذہن سے نکال دیں یا پھر یہ بات طے کر لیں کہ خواہ بعد میں کچھ بھی ہو لیکن ایک دوسرے کی دوستی اور مفاد کو نہیں چھوڑیں گے۔"
"میں ایک تیسری ترکیب بھی بتا سکتا ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔
"کیوں نہ پہلے ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں اس کے بعد ہم دوستی کا آغاز کریں۔"
"اس میں ایک قباحت ہے میری نگاہ میں۔" میں نے جواب دیا۔
"وہ کیا۔؟"
"وہ یہ کہ اس طرح ہم ایک مشروط دوستی کریں گے اور اس دوستی میں کوئی بے لوث جذبہ نہ ہوگا۔"
"ہاں یہ تو درست ہے۔" اس نے جواب دیا۔
"بس تو بہتر یہی ہے کہ میں نے تمہاری تھوڑی سی مدد کر دی۔ تم نے اس کا شکریہ ادا کر دیا۔ بات ختم ہو گئی، ہم کیوں دوستی کے جھگڑے میں پڑیں۔"
"میرا خیال ہے کہ اس انداز سے تم مجھے نظر انداز کرنا چاہتے ہو۔ بہر صورت میرے محسن ہو اس بات کو ذہن میں رکھوں گا کہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے اور کوشش کروں گا کہ کبھی یہ احسان سر سے اتار دوں، باقی رہی دوسری بات تو میں ہر شرط سے آزاد ہو کر تم سے دوستی کرنا چاہتا تھا۔ یعنی اس شرط پر بھی ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنے بارے میں بتائے بغیر ایک دوسرے کی دوستی قبول کر لیں۔"
"ہاں میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"
"تب ٹھیک ہے۔ ہاتھ ملاؤ۔ ہم کچھ بھی ہوں، لیکن ایک دوسرے کے دوست رہیں گے۔"
اس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اور پھر میں نے بھی اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔
"میرا نام رانو ہے۔" میں نے اسے اپنے نام میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے بتایا۔
"اور میرا نام ارغماز ہے۔ میں ایمونس کے خفیہ محکمے سے تعلق رکھتا ہوں۔" اس نے کہا۔ اور میرے بدن میں ایک لمحے کے لئے گرم گرم لہریں سی اٹھنے لگیں۔ پُر لطف بات تھی کہ چند لمحات پہلے میں جو کچھ کہہ رہا تھا وہی سب کچھ نکلا یعنی وہ شخص سو فیصدی میرا دشمن تھا۔ لیکن پروفیسر اب میں اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ اس دوستی کو ذہن میں رکھ کر اسے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیتا۔ چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اور میں ایک آوارہ گرد ہوں۔"
"آوارہ گرد سے تمہاری کیا مراد ہے؟"
"ایک سیاح ہوں جو زمین کے کونے کونے کو چھانتا پھر رہا ہے۔ یہاں وہاں ہر جگہ — ہر شہر میں — ہر بستی میں۔ میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے اور بعض اوقات اس بے مقصد زندگی میں نت نئے اور خوبصورت سے پھول نکل آتے ہیں۔ ایسے پھول جن سے روح کو فرحت ہوتی ہے۔ اب جیسے تم۔ یہ محض اتفاق تھا کہ میں اس وقت وہاں سے چلا آ رہا تھا اگر میں نہ آتا اور تم زخموں سے دم توڑ دیتے تو مجھے بے حد افسوس ہوتا، بشرطیکہ مجھے معلوم ہو جاتا اور اگر میری نادانی سے کسی شخص کی جان جاتی تو یہ بے حد ظالمانہ بات ہوتی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ میں تمہارے ہی کسی کام آ گیا۔"
"لیکن تم نے یہ عجیب بات بتائی کہ تم صرف ایک آوارہ گرد ہو، اور تمہارا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ زمین کی سیاحت کرو۔"
"ہاں۔ لیکن اس میں عجیب بات کیا ہے؟"
"یونہی کہہ رہا تھا۔ اس طرح تو ہماری دوستی کو اور جلا مل سکتی ہے۔"
"وہ کس طرح؟"
"میں تم سے اپنے ساتھ چلنے اور کچھ عرصہ قیام کی درخواست بھی کر سکتا ہوں۔"
"اوہ۔ ہاں یہ آسانی ہے۔ لیکن اس طرح مجھے یہ احساس ہوگا کہ تم میرے اس چھوٹے سے احسان کی قیمت ادا کرنا چاہتے ہو۔"
"جب تم نے احسان کا لفظ ہی درمیان سے اُڑا دیا تو پھر قیمت کیسی

"ہاں میں بھول گیا تھا"

"اگر یہ بات ہے تو پھر ہم چلیں۔ ہمارا قیام ٹرگش میں ہوگا۔"

"تم ٹرگش میں رہتے ہو۔۔؟"

"ہاں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں ایبنوس کے خفیہ محکمے کا سربراہ ہوں۔ اور اس کے اہم ترین کام کرتا ہوں۔"

"خفیہ محکمے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"ایبنوس کے دشمنوں پر نگاہ رکھنے کے لئے ایک محکمہ بنایا گیا ہے ہم لوگ بعض اوقات ان دشمنوں کو گرفتار کر کے ایبنوس کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور بعض اوقات کچھ ایسے دشمن بھی ہوتے ہیں جنہیں کوئی باقاعدہ سزا نہیں دی جاتی بلکہ خاموشی سے ختم کر دیا جاتا ہے۔"

"خوب۔ اور تم اس کے سربراہ ہو۔۔؟"

"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تب تو تم بے حد خطرناک آدمی قرار پاتے۔"

"لیکن صرف دشمنوں کے لئے۔ دوستوں کے لئے نہیں۔" اس نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "تو کیا میں تیاریاں کروں۔۔؟"

"کیا تم سفر کے قابل ہو؟"

"تم جیسا مضبوط انسان ساتھ ہو تو سفر مشکل نہیں ہوگا۔ اچھا ہے گھر پہنچ جاؤں آرام کروں گا۔ یوں بھی ایک طویل سفر کیا ہے۔"

"میں ہر طرح حاضر ہوں، سفر گھوڑے پر کرو گے؟"

"ہاں اگر میں چاہوں تو ٹرگش سے میرے لئے رتھ آ سکتا ہے۔ لیکن میں اتنا بزدل بھی نہیں ہوں۔" اس نے اور میں نے گردن ہلا دی۔

کچھ عرصے کے بعد ہم دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑے۔ میں بھی اس کی معیت سے خوش تھا۔ ارغماز کے زخم کافی حد تک ٹھیک ہو چکے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ ان زخموں پر پٹیاں کسے ہوئے تھا۔ اور خاصا چاق و چوبند نظر آتا تھا۔ گھوڑے کی لگاموں کو ہاتھوں میں پکڑ کر وہ خاصا تیز گھوڑا بھگا سکتا تھا۔ میں نے اس شخص میں بے پناہ صلاحیتیں پائی تھیں اس وجہ سے وہ مجھے پسند بھی آیا تھا۔

لیکن اس کے باوجود اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ اس شخص کا بھی ہرکارہ ہے جس کے خلاف میں ایک عظیم الشان بغاوت کے منصوبے بنا رہا ہوں۔ البتہ وہ کسی مہم پر نکلا تھا اور اس کے بازوؤں کی یہ کیفیت کیونکر ہوئی تھی۔ یہ ساری باتیں ابھی صیغہ راز میں تھیں دورانِ سفر جب ہم نے ایک جگہ قیام کیا تو میں نے اس سے یہ سوال کر ہی ڈالا۔

"تمہارے بازوؤں پر یہ زخم کیسے ہیں ارغماز۔ یوں لگتا ہے جیسے کسی جانور نے انہیں چبا ڈالا ہو۔"

"ہاں بڑی خوفناک داستان ہے رائنو۔"

"تو کیا تم یہ داستان اپنے دوست کو سنانا پسند نہیں کرو گے؟"

"ہاں کیوں نہیں ضرور۔ یوں سمجھو کہ نجانے زندگی نے مجھے یہ موقع کیوں عطا کیا۔ تم نے ڈیگرو تو دیکھے ہوں گے۔"

"نہیں۔"

"اوہ۔ خیر ان کے بارے میں میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ ڈیگرو انسانی بدن کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک آدھ جانور کہیں نظر آ جائے تو وہ انسان کو دیکھ کر نگاہ میں بچا جاتا ہے۔ لیکن اگر ان کا کوئی غول تنہا انسان پر آ پڑے تو یوں سمجھو کہ اس کے بعد زندگی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہ تو میرے گھوڑے نے میری جان بچا لی تھی۔"

"اور یہ ڈیگرو کونسا جانور ہوتا ہے۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"تم ڈیگرو سے واقف نہیں ہو۔ عجیب سی بات ہے لیکن ہو سکتا ہے تمہیں کبھی واسطہ نہ پڑا ہو۔"

"ہاں یہی بات ہے دوست۔ میں نے کبھی ڈیگرو کو نہیں دیکھا۔"

"خیر بڑا موذی جانور ہے یہ۔ ہوا یہ تھا کہ میں ایک بار ڈیگروؤں کے غول میں جا پھنسا۔ تنہا تھا اس لئے وہ مجھ پر دوڑ پڑے۔ انہوں نے میرے گھوڑے کی ٹانگ زخمی کر دی، گھوڑا بدکا تو میں گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور اتفاق کی بات یہ تھی کہ گھوڑے نے سامنے کی طرف دوڑ لگا دی تھی۔

اور اچھا ہی ہوا اگر وہ نہ دوڑتا تو تمام ڈیگرو مجھ پر پل پڑتے لیکن وہ سب یہ سمجھے کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں اس لئے وہ گھوڑے کے پیچھے بھاگے دو ڈیگرو رہ گئے تھے انہوں نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے بازوؤں کو چبا ڈالا بہر صورت کافی دیر کے بعد میں انہیں ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن جو زخم انہوں نے لگائے تھے وہ رنگ لائے۔ میں نے بمشکل تمام گھوڑے کو پایا۔ لیکن پھر زیادہ برداشت نہ کر سکا اور بے ہوش ہو گیا۔"

"اوہ۔ لیکن تم ان جنگلات میں کیوں بھٹک رہے تھے؟"

"ایبنوس نے ایک خدمت میرے سپرد کی ہے۔ چند خطرناک لوگوں نے تحت الثریٰ کی اس سرزمین پر وہ کچھ شروع کیا ہے جو یہاں کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتا۔"

"یعنی۔۔؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"لوٹ مار، قتل و غارت گری۔ انہوں نے وحشت اور درندگی کی وہ اعلیٰ مثال پیش کی ہے کہ ایبنوس جیسا وحشی صفت بھی گھبرا گیا ہے۔"

"کون لوگ ہیں وہ؟"

"ایبنوس کے دشمن۔ یوں تو ایبنوس کے بیشمار دشمن ہیں۔ لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو اس کے قیدی تھے اور اس کے لئے دل میں بے پناہ نفرت رکھتے ہیں۔"

"قیدی تھے۔ تو کیا وہ فرار ہو گئے؟"

"ہاں۔ وہ محافظوں کو ہلاک کر کے نکل بھاگے۔"

"اوہ۔ کتنی تعداد ہے ان کی؟"

"ہزاروں۔ اور وہ یکجا ہو گئے ہیں ورنہ اتنے مضبوط نہ ہوتے۔"

"لیکن وہ کہاں پوشیدہ ہیں؟"

"یہی تو پتہ نہیں چل سکا۔ اور ہمارے محکمے کو اسی کام پہ مامور کیا گیا ہے۔ لیکن اب تک پتہ نہیں چل سکا کہ اتنی بڑی تعداد کہاں روپوش ہے۔"

"تعجب کی بات ہے۔ کیا تم اس سلسلے میں کوئی پتہ چلا سکے؟"

"نہیں۔"

"بہر حال دلچسپ کام ہے۔ میرے شوق کے مطابق۔ تم ٹھیک ہو کر جب دوبارہ اپنی مہم پر نکلو تو مجھے ضرور ساتھ رکھنا میں تمہاری مدد کروں گا۔"

"شوق سے، ویسے کیا تمہیں فنونِ سپہ گری سے دلچسپی ہے۔"

"بہت زیادہ۔"

"اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایبنوس کی سپاہ میں کوئی مقام دلوا سکتا ہوں۔"

"کیا ایبنوس تک تمہاری اس حد تک پہنچ ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ میں کسی ضرورت سے اس تک جا سکتا ہوں۔"

"خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ تم اعلیٰ منصب پر فائز ہو۔ میں ملازمت کا شوقین نہیں ہوں کافی مضبوط آدمی ہوں اور جب چاہتا ہوں محنت کر کے اپنے لئے اشیائے زندگی مہیا کر سکتا ہوں۔ لیکن مجھے اس حیرت انگیز شہنشاہ کو دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"

"اوہ۔ ہاں دور دراز کے لوگوں نے اس حکمران بن مانس کو کبھی نہیں دیکھا۔" ارغماز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ارغماز۔ تم اس کا نام ادب سے نہیں لے رہے۔"

"اس وقت یہاں کون ہے؟"

"لیکن میں نے سنا ہے اس کا جادو ہر جگہ موجود رہتا ہے اور اس کی روحیں اس کے خلاف ہونے والی برائیوں کی نگراں ہوتی ہیں۔"

"تم صرف سنی سنائی باتوں کو دہرا رہے ہو، حالانکہ حقیقت اتنی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ایبنوس کی حکومت اس وقت تک چل رہی ہے جب تک پرسی فون کا باپ اپی ٹس زندہ ہے۔ اپی ٹس ختم ہو جائے تو پھر تماشا دیکھنے کے قابل ہے۔"

"کیوں؟" میں نے تحیر کا اظہار کیا۔

"ایبنوس کی حرکات کے پیچھے اپی ٹس کی زبان ہوتی ہے۔ یہ شخص حکومت چھوڑنے کے بعد بھی اسے نہیں چھوڑ سکا اور اب اس جانور کی آڑ میں خود حکومت کر رہا ہے۔"

"اوہ۔ ارغماز۔ تم یہ باتیں اتنے سکون سے کہہ رہے ہو۔"

"کیوں؟ اس میں کیا حرج ہے؟"

"اگر ان لوگوں کو پتہ چل جاتے؟"

"تم میرے دوست ہو کیا میرے ان خیالات کا تذکرہ تم کسی سے کرو گے؟ رہ گئی ایبنوس کے جادو کی بات تو اگر اس کا جادو سچا ہوتا تو وہ اپنے دشمنوں کا کھوج نہیں لگا سکتا تھا؟"

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "بات تو درست ہے" اور ہم خاموش ہو گئے۔ اب اسے بھی اتفاق ہی کہا جائے تو مناسب ہوگا کہ میرے ہاتھ ایک ایسا شخص لگ گیا تھا جو میری بیشتر مشکلات کا حل تھا۔

ایبنوس کے بارے میں یہ سن کر مجھے سخت تعجب ہوا تھا لیکن مجھے اس بات کو چھپانا پڑا۔

"میرے گھر کے لوگ تمہاری بہت عزت کریں گے۔ خاص طور سے میری ماں کو جب معلوم ہوگا کہ تم نے کس طرح میری مدد کی ہے تو وہ تمہیں مجھ سے کم نہ چاہے گی۔"

"تمہارے دوسرے رفقاء بھی ہوں گے؟"

"ہاں گھر میں ماں ہے، ایک بہن ہے اور باپ۔ باقی دوسرے عزیز بہت سے ہیں۔ شاید ہم ٹرگش پہنچ رہے ہیں۔" اس نے کہا اور میں بھی دور سے ایک خوبصورت شہر کے آثار دیکھنے لگا۔ ایبنوس کا شہر ٹرگش۔

ٹرگش ایک عظیم شہر جو بے پناہ خوبصورت تھا۔ اس وقت کا پایۂ تخت یہ شہر نہیں تھا جب میں ہیکی کی حیثیت سے اپی لس کے مقابلہ پر آیا تھا۔ یہ پایۂ تخت پہلے پایۂ تخت سے کہیں زیادہ خوبصورت تھا۔ بہرحال میرا دوست ارغماز مجھے لے کر اپنے گھر آگیا۔

طویل ترین مکان جو کافی خوبصورت بنا ہوا تھا لیکن افرادِ خانہ بہت مختصر تھے۔ ایک بوڑھی لیکن خوبصورت عورت اور ایک مرد نے ہمارا استقبال کیا لیکن ارغماز کو زخمی دیکھ کر وہ دونوں فکرمند ہو گئے تھے وہ تیزی سے اس کے نزدیک پہنچ گئے اور متفکرانہ لہجے میں بولے:

"آہ ارغماز۔ میرے بیٹے میرے بچے۔ تیرے بازوؤں پر یہ پٹیاں کیسے بندھی ہوئی ہیں؟" بوڑھی عورت نے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں بس زخمی ہو گیا تھا مادرِ مہربان! اور میرے دوست رائنو نے ایسے وقت میں میری وہ مدد اور خدمت کی کہ میں اگر آپ کو مجسم نظر آ رہا ہوں تو یہ بات رائنو کی مرہونِ منت ہے۔"

"آہ۔ ہوا کیا تھا۔ کیا ہوا تھا۔" بوڑھی عورت خاصی متفکر اور ملول نظر آ رہی تھی۔

"بس جنگل کے وحشی جانوروں نے حملہ کیا تھا اور میں ان کا شکار ہو گیا۔" ارغماز نے جواب دیا۔

"اب کیسے ہو؟" بوڑھے مرد نے اسے سہارا دیتے ہوئے پوچھا۔

"رائنو کی تیمارداری نے مجھے وقت سے کہیں پہلے صحت یاب کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے پہلے آپ اس سے ملیں اور اس کے لیے کسی مناسب قیام گاہ کا بندوبست کریں، میرا دوست کچھ عرصہ میرے ساتھ قیام کرے گا۔"

"یقیناً۔" بوڑھے مرد نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "میں تمہارے احسان مندی کے مخصوص الفاظ نہیں کہوں گا یوں سمجھو تم نے اپنے بھائی کی مدد کی ہے اور جب میرا بیٹا ارغماز تمہارا بھائی ہے تو پھر تم بھی میرے بیٹے ہو۔ چنانچہ والدین اور اولاد کے درمیان تکلف کے رشتے نہیں ہوتے، آؤ یہ پورا گھر تمہارا ہے، جو سکون کی جگہ نظر آئے اسے اپنا لو۔"

بوڑھے کے لہجے میں بے پناہ اپنائیت اور خلوص تھا۔ میں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور میں نے گردن ہلا دی۔

تب ہم اندر داخل ہو گئے اور اسی وقت ارغماز نے آہستہ سے پوچھا "شانیہ کہاں ہے؟"

"وہ۔ وہ اندر ہے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"کیا حال ہے اس کا؟"

"حسبِ معمول۔ میں تو اس لڑکی سے خوفزدہ رہنے لگا ہوں۔"

"کیوں؟"

"بس حسبِ معمول وہی احمقانہ باتیں ہمیشہ شہنشاہ کی مخالفت کرتی رہتی ہے۔ مجھے تو خطرہ ہے کہ کسی دن وہ کسی جنجال میں نہ پھنس جائے یا ہم سب کو کسی مصیبت میں نہ پھنسا دے۔"

"ہاں یہ مناسب نہیں ہے بابا۔ اسے علم ہے کہ اس کا بھائی لشکر کا ملازم ہے اور شاہ کا معتمدِ خاص۔ مجھے آزمائش میں نہ ڈالا جائے تو بہتر ہے۔"

"میں نے محبت کرنے والے بھائی کی بات سنی لیکن یہ تو فرض سے غداری ہے کہ اپنے شاہ کا خادم اور معتمدِ خاص کسی سے اس کے بارے میں بری باتیں سنے اور اسے نظرانداز کر دے کہ وہ اس کی بہن ہے۔"

عقب سے ایک آواز ابھری اور میری نگاہیں اس طرف گھوم گئیں تب میں نے گھوم کر دیکھا۔ ایک شعلہ سراپا میرے سامنے کھڑی تھی۔ حسین قد و قامت، پُرشکنت چہرہ جس پر ارغماز کے نقوش ملتے تھے لیکن لڑکی ہونے کے ناطے وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات زیادہ خوشگوار نہیں تھے۔

"اوہ شانیہ! کیسی ہو۔ دیکھو میں زخمی ہو گیا ہوں۔" ارغماز جلدی سے بولا۔

"دیوتاؤں کا خدا تمہیں صحت دے۔ لیکن کیسی انوکھی بات ہے کہ تم ابھی میری مخالفت میں بول رہے تھے اور ابھی تم نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔" لڑکی کے لہجے میں طنز تھا۔

"ہمارے مہمان رائنو سے ملو۔" ارغماز نے پھر بات بدلنے کی کوشش کی اور لڑکی نے میری طرف دیکھ کر گردن جھکا دی۔

"مادر شانیہ، مہمان کی خدمت کرو۔ انہوں نے میری جان بچائی ہے۔"

"میں اس کی شکرگزار ہوں کہ اس نے میرے بھائی کی مدد کی لیکن تم موضوع سے کیوں ہٹ گئے؟"

"شانیہ! کیا مہمان کے سامنے ایسی گفتگو مناسب ہوتی ہے؟" ارغماز کے لہجے میں بالآخر تلخی آ گئی۔

"میرا تذکرہ بھی شاید مہمانوں کے سامنے ہی ہوا تھا۔"

"تم آج بھی اپنے ارادے پر اٹل ہو؟" ارغماز کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"فیصلے آن کی آن میں نہیں کیے جاتے اور جو لوگ جذباتی فیصلے کرتے ہیں وہ مخلص نہیں ہوتے۔"

"تو پھر جاؤ۔ پہاڑوں میں بھٹکتی پھرو۔ ان سرپھروں کو تلاش کرو جو ایبونوس کے باغی ہیں اور ان میں شامل ہو جاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔ میں پہاڑوں میں چھپ کر نہیں موقع ملتے ہی سامنے سے وار کروں گی۔ ہاں۔ اگر ان باغیوں نے کبھی میری مدد کی تو میں اپنی زندگی ان کے لیے وقف کر دوں گی۔" لڑکی پراعتماد لہجے میں بولی اور میرے کان کھڑے ہو گئے۔

"تم لوگوں میں توازن بگڑا ہے۔ شانیہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا بھائی زخمی ہے۔ بجائے اس کے کہ تم اس سے اس کے زخموں کی تفصیل پوچھو تم اس سے لڑنے لگیں۔ کیا یہ مناسب بات ہے۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے مادرِ مہربان۔ میں اپنے بھائی ارغماز کو اپنی زندگی

دے سکتی ہوں لیکن اپنے نظریات نہیں۔"

"تو اندر چلو، بیٹھو تو سہی۔ بیٹھ کر گفتگو کرو۔" بوڑھے نے کہا۔

"ہاں اس بداخلاقی کے لیے معافی کی خواستگار ہوں۔" لڑکی نے کہا۔

اور سب اندر آ گئے۔ ارغماز کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"ہمارے درمیان کونسا نظریاتی اختلاف ہے؟" نوجوان ارغماز نے پوچھا۔

"بنیادی۔ میں تو اپنے بھائی ہونے کی حیثیت سے یہ چاہتی تھی کہ تم ایبنوس کے باغیوں میں شامل ہوتے اور اس کی سرکوبی کے لیے کام کرتے اس کے برعکس تم اس کے وفاداروں میں ہو۔"

"ایبنوس سے تمہیں کیا اختلاف ہے؟"

"وہی جو ہر محب وطن کو ہو سکتا ہے۔ وہ جانور ہے۔ جنگلوں میں سینہ کوبی کرنے والا ایک گوریلا اور تم اب اس جانور کے غلام ہو۔ کیا یہ انسانی پستی اس کی ذات کی توہین نہیں ہے کہ وہ ایک جانور کا تابع ہو گیا ہے۔" لڑکی نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"لیکن وہ ایپی نس کا نواسہ ہے اور پرسی فون کا بیٹا۔ وہ اس تخت کا جائز حقدار ہے اور تحت الثریٰ کے قانون کے مطابق بارہا خود کو اس کا اہل ثابت کر چکا ہے۔"

"یہ انسان کے خلاف ایک سازش ہے۔"

"آخر کیوں؟" ارغماز نے پوچھا۔

"اسے ایک انسان نے اپنے چھنے ہوئے وقار کی بحالی کے لیے تربیت دی ہے۔ وہ جنگ کر سکتا ہے سوچ نہیں سکتا۔ بول نہیں سکتا اس کی آواز میں کوئی اور بولتا ہے۔"

"اور تمہاری یہ معلومات ہمارے خاندان کی تباہی ہے۔" ارغماز نے کہا۔

"بس یہی بنیادی اختلاف ہے مجھے تم سے۔ میں چاہتی ہوں انسان اگر برا ہو تو اپنی برائیوں سے مخلص ہو۔ اچھا ہو تو ہر برائی کے خلاف آواز اٹھائے اس میں کوئی ایک صفت ہونی چاہیئے۔ تمہاری طرح خاندان کی زندگی کے خوف سے حق گوئی سے انحراف نہیں۔" شانیہ نے کہا اور ارغماز غصے سے تلملانے لگا۔

"اب بتاؤ۔ اب بتاؤ یار، کب تک اس سرپھری لڑکی کی حفاظت کرتے رہیں گے۔" اس نے کہا۔

"افسوس۔ تم لوگوں نے بلاوجہ خود کو محافظ سمجھ رکھا ہے میں کسی کی پناہ میں نہیں ہوں خود مختار ہوں اور وقت کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"اگر یہ خیالات ایبنوس کو۔" ارغماز نے کہنا چاہا لیکن شانیہ نے درمیان سے اس کی بات کاٹ دی۔

"ایبنوس کو نہیں۔ اس کا نام لو۔"

"شانیہ۔" اس بوڑھے آدمی نے سرزنش کی۔

"میں منافقت کی زندگی نہیں بسر کر سکتی۔" لڑکی نے کہا اور اٹھ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔ کمرے میں خاموشی ہو گئی۔ سب کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔ بوڑھی عورت اور مرد کبھی کبھی خوفزدہ نگاہوں سے میری شکل دیکھ لیتے تھے۔ تب میں نے کہا۔

"آپ لوگ میری موجودگی کو محسوس نہ کریں۔ ارغماز جانتا ہے کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں اور تحت الثریٰ کی حکومت اور اس کے مسائل سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"وہ شدت پسند ہے اور خواہ مخواہ اس کے ذہن میں ایبنوس کے خلاف نفرت بیٹھ گئی ہے۔" بوڑھے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور یہ نفرت بالآخر ایک دن ہمارے خاندان کو تباہ کر دے گی۔" ارغماز نے کہا۔

"میں کوشش کرتا ہوں کہ اسے باہر کے لوگوں میں نہ بیٹھنے دوں۔ اور اس کے خیالات دوسروں تک نہ پہنچنے دوں۔"

"آپ کب تک یہ کوشش کرتے رہیں گے بابا، اس کے ذہن کو آپ بدل نہیں سکتے۔"

"ہاں میں اس کے ذہن کو بدل نہیں سکتا۔"

"ٹھیک ہے پھر تباہی کا انتظار کریں۔" ارغماز نے کہا اور منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "وقت کافی ہو گیا ہے رائنو، میرا خیال ہے تم آرام کر لو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جاؤں گا اپنی واپسی کی اطلاع دینا ہو گی۔"

میں نے پرخلوص انداز میں گردن ہلا دی۔ گھر کے لوگوں نے بھی مجھے آرام کی اجازت دے دی اور شب بسری کیلئے ایک خوبصورت طور پر سجا ہوا کمرہ مخصوص کر دیا۔ میں نے ان لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور آرام کے لیے لیٹ گیا۔

تنہائی میں میرا ذہن لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا۔ میری ایک ساتھی اور ہمنوا تو یہیں مل گئی۔ لڑکی ضدی .... اور شدت پسند تھی اس کے بشرے سے صاف اظہار ہوتا تھا۔ بہرحال اس سے گفتگو کی جا سکتی تھی اور ضرور اس کا موقع ملے گا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

اور پھر کافی دیر کے بعد میں جاگا۔ ارغماز واپس آ گیا تھا۔ کھانے پر اس سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔ اب اس کا مزاج ٹھیک تھا۔ شانیہ بھی موجود تھی لیکن خاموش۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"اب کیا ارادہ ہے رائنو؟ اگر سفر کی تھکن دور ہو گئی ہو تو ٹرگش کی سیر کر لو۔" ارغماز نے کہا۔

"ہاں۔ میں ٹرگش دیکھنے کا بے حد خواہش مند ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تم نے کبھی ایبنوس کو دیکھا ہے۔" دفعتاً شانیہ نے پوچھا اس کے انداز میں ہلکا سا طنز تھا۔

سوال براہ راست مجھ سے کیا گیا تھا۔ اس لیے میں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ بھی میری جانب ہی دیکھ رہی تھی۔

"نہیں، کبھی نہیں۔"

"کیوں، کیا تمہارا تعلق تحت الثریٰ سے نہیں ہے؟"

"ظاہر ہے یہیں سے ہے۔"

"کیا تم نے نقد بندروں کا کوئی ایسا مالک دیکھا ہے جس کے بدن پر لمبے لمبے بال ہوں اور جو بول بھی نہ سکے۔"

"نہیں میں نے نہیں دیکھا۔"

"نرگش میں اگر کبھو گے اپنے شہنشاہ کو ضرور دیکھنا تمہیں بے حد خوشی ہوگی۔"

"رانئو۔ تمہیں عورت کے پاگل پن سے واسطہ پڑا ہے کبھی؟" ارغماز نے تلملاتے ہوئے پوچھا اور اس بار میں نے اسے دیکھا۔

"میں نے عموماً زندگی جنگلوں اور آبادیوں سے دور گزاری ہے۔ اس لیے بہت سی چیزوں سے ناواقف ہوں۔"

"خوش نصیب ہو میرے دوست۔ رانئو اگر تم عورتوں کے درمیان رہتے تو اس کی حماقتیں تم سے تمہاری آدھی صلاحیتیں چھین لیتیں۔ یہ وہ مخلوق ہے جو سوچتی کم اور بولتی زیادہ ہے۔ اب میری بہن کو ہی لے لو۔ جسے خوبصورت شکل تو مل گئی ہے لیکن عقل اسے چھو کر بھی نہیں گئی اور وہ صرف طنزیہ لہجے میں گفتگو کر جاتی ہے۔"

"اور نرگش کے مرد صرف غلامی کے قائل ہیں۔" وہ نفرت سے بولی۔

"میں تمہیں آخری بار اطلاع دے رہا ہوں شانیہ کہ خود کو سنبھال لو۔ ورنہ میں ایک سرکاری فرض شناس کی حیثیت سے تمہیں گرفتار کر کے شہنشاہ ایب نوس کے سامنے پیش کر دوں گا اور اس کے بعد ذمہ دار نہ ہوں گا۔"

"دل کی گہرائیوں سے اس بات کی خواہش مند ہوں اس طرح ممکن ہے یہاں کے بزدل بھائیوں کی غیرت جاگ اٹھے۔"

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟" ارغماز نے پوچھا۔

"شہنشاہ ایب نوس کا معتمدِ خاص اس بات سے ناواقف نہیں ہوگا کہ شاہ کو عورتوں سے بڑی رغبت ہے اور میری صورت خاصی دلکش ہے۔ شاہ مجھے سزا تو نہ دے گا لیکن میرے سفید بدن کی سرخ لکیریں تیرے لیے کافی دلکش ہوں گی۔"

"بات حد سے بڑھ گئی ہے شانیہ تو اتنی بیباک ہو گئی ہے، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میرا خیال ہے اب تجھے ہمیشہ کے لیے اس سلسلے میں اپنی زبان بند کر لینا چاہیے۔ آئندہ میں اس بارے میں کچھ نہ سنوں۔" بوڑھے نے دخل دیا۔

"صرف ایک بات کہہ دو بابا۔ میں خاموش ہو جاؤں گی۔"

"کیا؟" بوڑھے نے کہا۔

"میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"

"جھوٹ ہو یا سچ۔ تجھے کون اس کے پاس لے جا رہا ہے۔"

"لیکن میں جانا چاہتی ہوں۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ میری سرزمین کی بہت سی لڑکیوں کے ساتھ یہی غیر انسانی سلوک ہوا ہے کیا صرف اس لیے کہ ان کا کوئی محافظ بھائی یا باپ نہیں ہے۔"

"ہوتا بھی تو کیا کر لیتا؟" بوڑھے نے کہا لیکن اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے لڑکی کے اس سوال نے اسے ذہنی اذیت پہنچائی ہے۔ وہ اس سے نگاہیں چرا رہا تھا۔

"اگر یہ بات ہے بابا تو پھر اس سرزمین کی ہر لڑکی اپنا تحفظ کھو بیٹھی ہے۔ میرا خیال ہے اس زمین سے رشتوں کا خاتمہ ہو جانا چاہیے۔ نہ کوئی کسی کا باپ نہ کوئی کسی کا بھائی۔ یہ رشتے تحفظ کے غیرت کے رشتے ہوتے ہیں اگر یہ بات نہ ہو تو پھر ہر لڑکی آزاد۔ چنانچہ میں جو کہتی ہوں کرتی ہوں مجھے کرنے دیا جائے سوچ لیا جائے کہ شہنشاہ نے مجھے دیکھ لیا۔ اور آپ لوگ بے بس ہیں۔"

"شانیہ!" بوڑھا چیخ پڑا۔

"صرف کہہ رہی ہوں بابا کہ میں غلط کہہ رہی ہوں۔ آپ نہیں جانتے ایلاکے پورے بدن پر خراشیں تھیں اور ان خراشوں میں خون جما ہوا تھا۔ اس کے بدن سے جگہ جگہ بھورے بال چپکے ہوئے تھے۔"

"تو اسے بھول نہیں سکتی؟"

"بھول جاتی لیکن یہ بات ذہن سے نہیں نکلتی کہ میرا بھائی اس کا شریک کار ہے۔"

"ان معاملوں میں تو اس کا شریک نہیں ہوں۔" ارغماز چیخ پڑا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اس کی زندگی کے مختلف شعبے ہیں ان میں سے ایک شعبہ تمہارے پاس ہے۔"

"میں کیا کروں بابا میں کیا کروں؟" ارغماز کے انداز میں ہیجان تھا۔

"میں تمہیں ایک اچھا مشورہ دوں میرے بھائی۔ یقین کرو تمہارے لیے اس سے عمدہ مشورہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"بتاؤ میں کیا کروں۔" ارغماز نے سرخ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا اور شانیہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے سامنے جا بیٹھی۔ اس نے اپنی گردن اونچی کر دی اور آنکھیں بند کر کے بولی:

"تمہارے پیش قبض کی دھار بہت تیز ہے اسے نکال کر میری گردن پر پھیر دو۔ جن لڑکیوں کے باپ اور بھائی زندہ ہیں انہیں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہیے۔ اس میں ان کی نجات ہے۔ ورنہ پھر بیٹیاں کیا کریں۔ مجھے جواب دو میرے دلیر بھائی۔ ان بہنوں اور بیٹیوں کو کیا کرنا چاہیے؟"

"تیرا بھائی کیا کر سکتا ہے شانیہ۔ بول تیرا بھائی کیا کر سکتا ہے مجھے جواب دے۔" ارغماز جذباتی ہو گیا۔

"اگر شہنشاہ ایب نوس کے اہم لوگوں میں اتنے بزدل لوگ بھی ہیں تب تو لوگ خواہ مخواہ اس سے اتنا ڈرتے ہیں۔"

"جتنا چاہو ذلیل کر لو لیکن مجھے بتاؤ۔ اگر تمہارے ذہن میں یہ خیالات ہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"کیوں کر رہے ہو یہ سوال؟"

"میں تم سے تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ میں زخمی ہوگیا ہوں یہ میں کہہ دوں گا کہ اب میں اپنا فرض ادا کرنے سے قاصر ہوں۔"

"اوہ۔ سادہ تو کیا تم، تو کیا تم؟" شانیہ کی آنکھوں میں خوشی کی چمک لہرا گئی۔ وہ خوشی سے مسکرا پڑی تھی۔

"ہاں تو نے مجھے ذلیل کیا ہے۔" ارغماز نے اسے سینے سے لگا لیا۔

"اب ساری بیٹیوں کو تحفظ مل جائے گا۔ اب شاید اس سرزمین کی تقدیر بدل جائے۔" شانیہ خوشی سے کہہ رہی تھی۔

"تو جو کہے میں وہی کروں گا۔ لیکن صرف تیرا بھائی تنہا اس کھیل کو ختم نہیں کر سکتا۔ میں کمزور ہوں۔"

"میرے بیشمار بھائی اس کے خلاف کھڑے ہوگئے ہیں۔ ان کا سہارا حاصل کرو۔ آج تک تم ان کی سرکوبی کے لیے انہیں تلاش کرتے رہے ہو۔ اب ان کے ساتھ شامل ہونے کے لیے انہیں تلاش کرو۔" شانیہ نے کہا۔ اور ارغماز سر جھکا کر غور کرنے لگا۔ پھر دفعتاً اس نے میری جانب دیکھا اور بولا:

"جیسا کہ تم نے کہا رائنو، تم صحرانوردی کرتے رہے ہو۔ کیا تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہو۔"

"مثلاً کیسی مدد؟"

"تمہارے ذہن میں کوئی ایسا خیال ہے کہ وہ لوگ جو ایب نوس کے باغی ہیں کس علاقے میں ہوسکتے ہیں اور کیا تمہیں اس قسم کی باتوں سے واسطہ نہیں پڑا۔"

میں نے گہری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔ اگر میں چاہتا تو فوری طور پر انہیں اپنے بارے میں بتا سکتا تھا لیکن بہر صورت تھوڑا سا وقت تو ضرور درکار تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ارغماز شانیہ کی وجہ سے تو متاثر نہیں ہوگیا کیا وہ خلوص دل سے باغیوں کے ساتھ شامل ہونے کو تیار ہے یا صرف وقتی طور پر اس کے ذہن میں یہ خبر سما گئی ہے۔ اگر وہ باغیوں کا ساتھ دینے کو تیار ہے تو پھر اس کا باغیوں کو تلاش کرنا بے مقصد اور بے سود تھا کیونکہ اس کے لیے میں ہی کافی تھا۔

میں نے اس سے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ میں اس سلسلہ میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ تاہم اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ صحرانوردی کر سکتا ہوں۔"

"اوہ اگر تم میرے ساتھی بن جاؤ تو اس سے اچھی کیا بات ہے۔" ارغماز نے کہا۔

"لیکن میرے دوست میں تمہیں ایک اور عمدہ ترکیب بتا سکتا ہوں جو نہایت مناسب بھی ہوگی۔"

"کیا؟" سبھی میری جانب دیکھنے لگے۔

"تم جس طرح ایب نوس کے خصوصی محکمے کے آدمی ہو اور تمہارے سپرد ان لوگوں کی تلاش ہے تو کیوں نہ ایسا کرو کہ تم اسی حیثیت سے انہیں تلاش کرنے کے لیے سرکاری مراعات حاصل کرو۔ اور انہیں تلاش اپنے مقصد کے تحت کرو۔" میں نے کہا اور ارغماز خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں ترکیب تو بے حد شاندار ہے بلاشبہ ایسا تو بآسانی ہوسکتا ہے۔"

"تو پھر ایسا ہی کرو۔"

شانیہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن رائنو تعجب کی بات ہے کہ تم ذہنی طور پر نہ تو ان لوگوں کے خلاف معلوم ہوتے ہو جو بغاوت کرنے والے ہیں اور نہ ایب نوس کے جس وحشی درندے نے ہم سب کو تنگ کر رکھا ہے۔ گویا تم اپنے آپ کو اس طرح الگ ثابت کر رہے ہو جیسے تحت الثریٰ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"دراصل نفرتیں وہاں جنم لیتی ہیں جہاں مسائل ہوتے ہیں اور حالات پیش آتے رہتے ہیں جبکہ میں ان چیزوں سے بہت دور ہوں اور اس کی وجہ میرا اپنا شوق ہے۔ صحرانوردی کرتے کرتے میں اتنا بے حس ہوچکا ہوں کہ اب مجھے انسانی آبادیوں سے کوئی دلچسپی ہی نہیں رہی ہے۔ بعض جانور میرے ہمنوا ہوتے ہیں اور جنگل میرے ہمراز۔ ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں کسی حد تک آبادیوں کے مسائل کو بھول چکا ہوں اس لیے ان سارے معاملات سے بے بہرہ ہوں۔"

"لیکن یہ تو اچھی بات نہیں ہے رائنو۔ تحت الثریٰ بالآخر تمہارا وطن ہے اور تمہیں اپنے وطن سے دلچسپی ہونی چاہیے۔"

"ہاں درست ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ ایب نوس کی ذات سے میرے وطن کے لوگوں کو کیا تکلیف ہے لیکن ارغماز کے کہنے سے میں اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"گویا تم میرے بھائی ارغماز کا ساتھ دینے کے لیے خوشی سے تیار ہو" شانیہ نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میں اس کا ساتھ دینے کے لیے خوشی سے تیار ہوں۔" میں نے کہا اور شانیہ بہت خوش نظر آنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"اگر تم لوگ اس سرزمین کو ایک وحشی جانور سے نجات دلا دو تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ تمہارا عظیم کارنامہ ہوگا اور بے شمار انسانوں پر احسانِ عظیم۔ تمہیں نہیں معلوم کہ وہ وحشی درندہ انسانوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے اور دکھ کی بات تو یہ ہے کہ انسان اسے صرف اس لیے قبول کیے ہوئے ہیں کہ اس نے ایک ایسی عورت کے پیٹ سے جنم لیا جو شہنشاہ کی بیٹی تھی۔"

ارغماز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور وہ تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے اٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر تفکرات کی لکیریں تھیں۔ میں اس کے ساتھ ہی تھا وہ میرا بازو پکڑے پکڑے اپنی خوابگاہ میں لے آیا۔

"بیٹھو رائنو!" اس نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

ارغماز خاصا پریشان نظر آ رہا تھا اور میں اس کی صورت دیکھ رہا تھا تب اس نے گردن اٹھائی اور کہنے لگا۔

"کیسی عجیب بات ہے رائنو! کل تک میں ایب نوس کا وفادار تھا اور

میں نے یہ زخم بھی اس لیے کھائے ہیں لیکن آج ۔ آج میرے ذہن میں ایب نوس کے خلاف بغاوت جنم لے رہی ہے۔ رشتے کتنے مضبوط ہوتے ہیں اور انسان کس قدر کمزور "اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"میں سمجھتا ہوں ارغمانہ۔ انسان کو نہ رشتوں سے متاثر ہونا چاہیئے اور نہ اپنی کمزوری اور طاقت سے۔ بات اگر حق گوئی کی ہو تو وہ صرف یہ فیصلہ کرے کہ وہ کون سے راستے کو بہتر سمجھتا ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن کیا تم مجھے ابن الوقت کہو گے؟"

"کیوں؟"

"اس سے قبل بھی تم سے ایب نوس کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے"

"ہاں۔"

"تم نے میرے انداز میں کوئی خاص بات محسوس کی رائنو؟"

"مثلاً؟"

"کیا میں نے اس سے بہت زیادہ وفاداری اور التفات کا اظہار کیا ہے"

"نہیں۔ اس کے برعکس یہ بات تم نے پہلے بھی کہی تھی کہ ایب نوس صرف بدن ہے ایک جانور کا بدن اس کی زبان اپس لُس ہے۔"

"آہ۔ اتفاق سے تمہارے ساتھ یہ گفتگو ہو چکی ہے" ارغمانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں لیکن اس سے مقصد؟"

"میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دلی طور پر میں بھی ایب نوس سے نفرت کرتا ہوں۔ مجھے اس کے طرزِ حکومت سے اختلاف ہے لیکن یہ میرے باپ کی کوششیں تھیں کہ میں اس عہدے پر پہنچ گیا۔ میرا کیا قصور تھا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"لیکن آج شانیہ کی باتوں نے میرے احساس کو جگا دیا ہے۔ سچ ہی تو کہا ہے اس نے ایک جانور نسلِ انسانی کو کس بیدردی سے خراب کر رہا ہے کیا یہ مناسب ہے؟"

"قطعی نہیں۔"

"اس لیے میں آج سے بالکل بدل گیا ہوں۔ میرے نظریات اس طرح بدل گئے ہیں کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"لیکن مجھے تمہاری اس بات سے اختلاف ہے" میں نے کہا اور ارغمانہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے

"کیا مطلب؟" اس نے پوچھا۔

"تم غور کرو ارغمانہ، کیا تم اتنی جلدی اپنے ذہن کو بدل سکتے ہو یا یہ صرف تمہارا کوئی جذباتی فیصلہ ہے۔"

"میں اتنا جذباتی نہیں ہوں۔"

"تم نے کہا تھا کہ تمہارے باپ کی کوششوں نے تمہیں اس عہدے تک پہنچایا تھا؟"

"ہاں۔"

"گویا انہیں ایب نوس سے اختلاف نہیں ہے۔"

"یہ بات نہیں۔ بعد کے واقعات سے وہ بھی بہت نالاں ہیں۔ لیکن اس کا اظہار نہیں کرتے۔ درحقیقت ایب نوس نے بڑے مظالم شروع کر دیئے ہیں۔"

"ہوں۔ تو وہ تمہارے ہمنوا ہوں گے۔"

"ہاں پورے طور پر۔ اگر انہیں اختلاف ہوتا تو وہ اس میں مداخلت کرتے"

"اور اگر اس کوشش میں تمہارا خاندان مصائب کا شکار ہو گیا۔"

"میرے افرادِ خانہ بہت مختصر ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی زندگی ختم ہو جائے تو دوسرے بے موت مر جائیں گے۔ چنانچہ اگر میری بہن اس طرح کام آگئی تو میرے ماں باپ اور خود میں بھی زندہ نہ رہ سکیں گے۔"

"تمہارا فیصلہ اٹل ہے؟"

"ہاں۔"

"تب پھر تمہارے لیے میرا ایک مشورہ ہے۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا اور ارغمانہ مجھے دیکھنے لگا۔

"میں محسوس کرتا ہوں میرے محسن کہ تم زیرک ہو۔ میں نے بھی بہرحال دنیا دیکھی ہے میں تمہارے مشورے چاہتا ہوں۔"

"تم ابھی نرگش سے باہر نہ جاؤ۔"

"اوہ، لیکن کیا میں تنہا اس کے خلاف کچھ کر سکتا ہوں۔"

"تم ایب نوس کی حکومت تبدیل کرنا چاہتے ہو یا اسے اس کے عہدے سے معزول ہی کرنا چاہتے ہو یا اور کوئی خیال بھی تمہارے ذہن میں ہے۔"

"نہیں۔ میں بس یہی چاہتا ہوں۔"

"تو یہ کام تم بہتر طور پر محل میں رہ کر کر سکتے ہو۔"

"کس طرح؟"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ میں تمہیں مشورے دوں گا۔ وہ باغی جو پہاڑوں میں ہیں اور ایب نوس کے خلاف سرگرم عمل ہیں اتنی پہنچ نہیں رکھتے جتنی تم۔ تم مؤثر طور پر ایب نوس پر وار کر سکتے ہو۔"

"لیکن کس طرح؟"

"اس طرح کہ ایب نوس کی کمزوریاں تمہاری نگاہ کے سامنے رہیں گی تم محل میں رہ کر ان باغیوں کی مدد کر سکتے ہو۔"

"وہ کیسے؟"

"اس طرح کہ انہیں ایب نوس کی کارروائیوں سے مطلع کرتے رہو۔ تم اپنے محکمے کے ذریعے جو کام انجام دو اس میں ایب نوس کو ان راستوں سے بھٹکاتے رہو جن راستوں پر چل کر وہ باغیوں کی سرکوبی کرنے کا خواہش مند ہے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ لیکن باغیوں سے رابطہ۔ میرا مطلب ہے کہ ان سے رابطہ کس طرح قائم ہو گا۔ میں اس سلسلے میں انہیں مشورے یا رائے کیسے دے سکتا ہوں؟" ارغمانہ نے سوال کیا۔

"اس کے لیے بھی کوشش کر لی جائے گی اور یہ بعد کی بات ہے اگر میں اور تم مل کر یہ کوشش کریں تو بہرصورت یہ کام اتنا زیادہ مشکل نہ ہو گا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کام میں آسانی کس طرح ہو گی۔ تم یقین کرو

میرے دوست میرے عزیز دانسو کہ میں ان کی تلاش میں کافی وقت ضائع کر چکا ہوں یہ دوسری بات ہے کہ اس وقت میرے نظریات دوسرے تھے اور اب دوسرے۔"

"کوئی بھی مشکل کام نہیں ہوتا ارغاز بشرطیکہ اس کے لیے مخلصانہ کوشش کی جائے تمہارے نظریات بدلے ہوئے ہیں اور نظریات کسی دوسرے جذبے کے حامل ہیں بہر صورت میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے لیے تم سے بھرپور کوشش و تعاون کروں گا لیکن اس کے لیے تمہیں ایک کام کرنا پڑے گا۔"

"کیا؟" ارغاز نے پوچھا۔

"تم مجھے بھی محل ہی میں کوئی جگہ دلا دو۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں میں وہاں ایب نوس کا خادم خاص بننے کا خواہش مند ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ارغاز حیرت زدہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"درحقیقت تم میری سمجھ میں نہیں آتے۔"

"کیوں؟"

"بس میں محسوس کرتا ہوں کہ میں آج تک تمہیں سمجھنے میں ناکام رہا ہوں۔"

"بہرحال ان باتوں کو چھوڑو تم مجھے سمجھ کر کرو گے بھی کیا لیکن اگر تمہیں میری نیت پر شک ہے تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور اگر ایسا نہیں ہے تو تم بھروسہ کرو کہ میں ہر طرح سے تمہارا دوست تمہارا خیر خواہ ثابت ہوں گا تمہیں میری ذات سے کوئی الجھن نہ ہوگی۔"

"مجھے یقین ہے میرے دوست مجھے تم پر بھروسہ ہے دانسو، میں تمہارے لیے ہر وہ کام کروں گا جو تمہاری خواہش ہوگی۔"

"کیا محل میں تم میرے لیے جگہ نکال سکتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں؟"

"کیا یہ مشکل تو نہ ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں دانسو! میں خود بھی اس قسم کے اختیارات رکھتا ہوں میں تمہیں ایب نوس کے خصوصی محافظوں میں جگہ دلوا سکتا ہوں اور اس بات پر کسی کو اعتراض نہ ہوگا کیونکہ...... تقرریوں کا حکم میرے ہی سپرد ہے۔"

"اس سے عمدہ بات اور کیا ہو سکتی ہے ارغاز! میرا جہاں تک خیال ہے تم مجھے ایب نوس کے خصوصی محافظوں میں جگہ دلا دو۔"

"ٹھیک ہے تم میرے ساتھ چلنا" ارغاز نے کہا۔ اور میں نے گردن [illegible] دی۔

اس کے بعد آرام کا وقت آ گیا۔ دن اور رات کا کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا [illegible] کو جب تھکن محسوس ہوتی آرام کر لیا کرتا یا فرصت کے اوقات جب بھی [illegible] ہوتے اسے آرام کے لمحات تصور کر لیا جاتا۔ سو میں بھی ارغاز سے اجازت [illegible] کر اٹھ گیا۔

ارغاز خود بھی کام کرنے کے لیے اٹھ گیا اور میں اپنی آرام گاہ میں پہنچ گیا میرے ذہن میں بڑی خوشگوار سی کیفیت تھی میں جو کچھ چاہ رہا تھا وہ بے حد آسانی سے ہو گیا تھا۔

کافی دیر تک میں سوتا رہا اس کے بعد نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ بجانے کب آنکھ کھلی تھی۔ اس کے بعد بھی بستر سے اٹھنے کو دل نہ چاہا اور میں نوانس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اگر وہ یہ بات سنتا تو بجانے کتنا خوش ہوتا۔ اب مجھے اس وقت کا انتظار تھا جب میں محل میں پہنچ جاتا۔ وقت گزرنے میں بھلا دیر کہاں لگتی ہے میرے دوست ارغاز نے مجھے تیار ہونے کو کہا اور میں شاہی محل میں جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

نرگش کا شاہی محل میرے لیے اجنبی تھا۔ یہ اس گوریلے کا بنایا ہوا تھا جبکہ اس سے پہلے اپی لس حکمران تھا تو میں اس شاہی محل میں رہ چکا تھا جو اپی لس کا ذاتی محل تھا۔ لیکن اب اس گوریلے نے دارالحکومت بدل دیا تھا۔ اور حیرانی کی بات یہ تھی کہ یہ بدلا ہوا دارالحکومت بدلے ہوئے وقت یا بڑھے ہوئے وقت کے ساتھ بہت ہی خوبصورت تھا۔ میں نے نرگش کے اس شاہی محل کو بہت ہی اچھی طرح دیکھا اور میں اس سے متاثر بھی ہوا تھا۔

شاہی محل تک ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر گئے اور پھر ہم شاہی محل میں داخل ہو گئے۔ تب میں نے ارغاز کی حیثیت اور اس کے اختیارات دیکھے واقعی بہت کچھ دیکھا۔

شاہی محل کا تقریباً سارا نظام ارغاز کے ہاتھ میں تھا جگہ جگہ اس کے آدمی تعینات تھے۔ وہ سب کے سب اس کا احترام کر رہے تھے پھر وہ مجھے لے کر ایک بڑے کمرے میں پہنچ گیا۔

یہ کمرہ دیکھنے میں کسی دفتر سے مشابہ نظر آ رہا تھا اور شاہی محل ہی کا کمرہ تھا پھر میں نے ارغاز کو ایک تخت پر بیٹھے دیکھا اور میں نے محسوس کر لیا کہ یہ ارغاز کا ہی دفتر ہے۔ یہاں ارغاز نے کچھ لوگوں کو طلب کیا اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں خود کو خادم ہی سمجھوں تاکہ دوسرے لوگ میری بڑھی ہوئی حیثیت پر کوئی تنقید نہ کر سکیں۔ سو میں نے ایسا ہی کیا۔

پھر اس نے کچھ لوگوں سے کہا۔ "یہ شخص ایب نوس کے خصوصی محافظوں میں سے ایک ہے۔ نہایت قابل اعتماد اور قابل بھروسہ شخص اور یہ ایب نوس کے کمرۂ خاص پر پہرہ دے گا۔"

لوگوں کو بھلا میری حیثیت پر کیا شک و شبہ ہو سکتا تھا کیونکہ بات ارغاز کی تھی لوگوں نے خلوص دل سے میری اس حیثیت کو تسلیم کر لیا۔ اور انہوں نے مجھے مقامی محافظوں کا ایک لباس دیا جسے پہن کر میں نے ہتھیار ہاتھ میں لیا اور ایب نوس کے کمرۂ خاص پر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

اور پروفیسر میری شکل و صورت بے شک بدلی ہوئی تھی لیکن مجھ میں جو شخصیت چھپی ہوئی تھی وہ اس لباس میں بھی عیاں تھی اور میں خصوصی طور پر اس کا استعمال بھی کر رہا تھا۔ پھر آرام کا وقت ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ قد آور گوریلا جو پہلے سے کہیں زیادہ قد آور ہو گیا تھا، محافظوں کی فوج میں

گھرا ہوا کمرۂ خاص کی طرف جا رہا تھا۔ واقعی اس میں ایک شہنشاہ کا مکمل وقار تھا۔
ایب نوس کی شخصیت اور اس کی جسامت پہلے سے کافی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ پُر وقار انداز میں چلتا ہوا وہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ میں اس کے محافظ کی حیثیت سے اس کی خواب گاہ کے دروازے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ باقی محافظ اسے اپنی جگہ پہنچانے کے بعد منتشر ہو گئے تھے تب میں نے ایک اور شخصیت کو دیکھا اور اسے دیکھ کر مجھے عجیب سا احساس ہوا۔
یہ ایپی لٹس تھا بوڑھا ایپی لٹس جو اب بھی اچھا خاصا جوان تھا گزرتے ہوئے وقت نے اس پر کوئی خاص اثر نہیں کیا تھا حالانکہ اسے اپنی حکومت چھوڑے ہوئے بھی ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا لیکن بہر صورت تحت الثریٰ میں تو عمروں کا تعین ایک بے حد عجیب چیز تھا۔
وہ اندر داخل ہو گیا۔ اور میں نے اپنی خصوصی توجہ اندر کی طرف منتقل کر دی۔
میں کھلے دروازے کے نزدیک ہو گیا، میری مکمل توجہ اندر ہونے والی گفتگو کی جانب تھی۔ دروازہ بھی اندر سے بند نہیں کیا گیا تھا بلکہ کھلا ہوا تھا اور اس پر بہت ہی قیمتی پردے لہرا رہے تھے۔ تب مجھے ایپی لٹس کی آواز سنائی دی۔
شہنشاہ ایب نوس کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا شاید اور جواب میں میں نے خوں خوں کی آواز سنی، ایب نوس کے منہ سے اور کوئی الفاظ نہیں نکلا تھا۔
لیکن ایپی لٹس نے ہنستے ہوئے کہا "ٹھیک ہے میں جانتا ہوں کہ شہنشاہ کے ذہن میں بہت سے تردد ہیں لیکن کسی بھی تردد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ کوششیں کی جا رہی ہیں اور برابر جاری بھی ہیں ارغاز اپنی تلاش میں ناکام ہو کر واپس آ گیا ہے اور اس سلسلے میں میں اس سے بات کروں گا کہ اس کا اگلا قدم کیا ہو گا۔"
جواب میں پھر خوں خوں کی آواز سنائی دی اور مجھے تعجب ہونے لگا اس کا مقصد یہ تھا کہ ایپی لٹس اس جنگلی گوریلے کی زبان بہت اچھی طرح سمجھتا تھا۔ تب ایپی لٹس پھر بولا۔
"تیرے شک ذہنی تردد دور کرنے کے لیے عورت سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ میں چلتا ہوں۔"
"خوں خوں۔" گوریلے کی آواز پھر سنائی دی اور میں ایپی لٹس کے اگلے الفاظ سننے کی کوشش کرنے لگا۔
"اچھا۔ اچھا۔ میں سمجھتا ہوں۔ اب میں جاتا ہوں تم آرام کرو۔" پھر وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔
میں دروازے سے فوراً ہٹ گیا تھا۔ اور ایک کونے میں اس انداز میں جا کھڑا ہوا تھا جیسے میں نے کوئی بات سنی ہی نہ ہو۔ اور نہ ہی کوئی توجہ دی ہو۔ بہر حال یہ میری چالاکی تھی اور کچھ نہیں۔
ایپی لٹس مجھ پر توجہ دیئے بغیر ایک جانب چلا گیا اور میں ایپی لٹس کے بارے میں غور کرنے لگا۔
درحقیقت یہ شخص بے حد چالاک تھا، اس نے سارا بندوبست سنبھالا ہوا تھا۔ اور اپنے جال میں اس گوریلے کو بھی پھنسایا ہوا تھا۔ کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ اس کے بعد میں نے ایک اور منظر دیکھا۔
یہ بہت ہی حسین لڑکیاں تھیں، اچھے لباسوں میں مزین وہ ایب نوس کی خواب گاہ کی جانب آ رہی تھیں۔ اور پھر وہ اندر داخل ہو گئیں ان کے نقرئی قہقہے کمرے میں گونج رہے تھے۔ شاید وہ ایب نوس کو شراب پلا رہی تھی۔ اور پھر ایب نوس کی خونخوار غراہٹیں سنائی دینے لگیں۔ وہ شاید کسی پر بگڑ رہا تھا۔
بہر حال بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ایب نوس کی غراہٹوں میں ان لڑکیوں کی چیخیں اور کراہیں بھی شامل تھیں۔ بڑا ہی ہنگامہ خیز شور تھا گوریلے کی غراہٹیں اور لڑکیوں کی چیخیں ایک عجیب سا ہنگامہ برپا کر رہی تھیں پھر وہ سب بُری طرح چیختی ہوئی باہر نکل گئیں۔
ان کے لباس پھٹے ہوئے تھے اور جسموں پر جگہ جگہ خون نظر آ رہا تھا۔ شاید ایب نوس نے انہیں بری طرح زدوکوب کیا تھا بہر حال جسمانی طور پر انہیں اذیت کا شکار بنایا گیا تھا۔ اور میں حیران تھا۔ ایک وقت میں پانچ چھ خادماؤں کے ساتھ عجیب وغریب سلوک۔
میں نے ان لڑکیوں کے چہروں کی جانب دیکھا۔ ان کے چہرے زرد ہو رہے تھے۔ چند ساعت کے بعد ایب نوس بھی نمودار ہوا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کسی کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ اس سے بہتر موقع اور کیا ہو سکتا تھا چنانچہ میں تیزی سے اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ میرے ساتھ تین محافظ اور آگے بڑھ آئے تھے۔
ایب نوس آگے کی جانب چل پڑا۔ میں اس کے بالکل پیچھے تھا اور میرے پیچھے تین محافظ اور تھے۔ ایب نوس نے ایک مرتبہ رخ بدل کر میری جانب دیکھا اور پھر گردن ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔
اب وہ محل کی ایک خوبصورت راہداری سے گزرتا ہوا ایک طرف جا رہا تھا۔ اور ہم چاروں خادم اس کے ساتھ تھے۔
ایک بار پھر اس نے پلٹ کر ہم لوگوں کو دیکھا اور مجھے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے ان تینوں خادموں کو جانے کو کہا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایب نوس ایک کمرے کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ جہاں دو پہرے دار کھڑے ہوئے تھے۔ ان پہرے داروں نے ایب نوس کو دیکھا اور بھالے گرا دیئے اور دروازہ کھول دیا۔ اس نے مجھے گردن سے اندر آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے پیچھے پیچھے کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں بڑے اعلیٰ قسم کے آرائشی ظروف موجود تھے۔ چاروں طرف رنگین پردے لہرا رہے تھے۔ ایک بہت ہی خوبصورت مسہری بچھی ہوئی تھی۔ اور اس خوبصورت مسہری پر جو کوئی موجود تھا اسے دیکھ کر میری آنکھیں شدت حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

یہ پرسی فون تھی۔ ہیکی کی محبوبہ اور اس وحشی درندے ایب نوس کی ماں لیکن پروفیسر حسین وجمیل پرسی فون جو آج بھی اسی طرح جوان تھی اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ جس طرح ان لوگوں کی عمروں کا تناسب تھا ان کے خدوخال اسی مناسبت سے تبدیل ہوتے تھے۔ ان کے انداز میں اسی طرح تغیر پیدا ہوتا تھا اور پرسی فون شاید تحت الثریٰ کے لحاظ سے ابھی نوجوان تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کا بیٹا جوان ہو گیا تھا۔ پرسی فون نے اسے دیکھا اور اس کے انداز میں ایک وحشت پیدا ہو گئی میں اس وحشت کو سمجھ نہ سکا تھا۔

اس کے چہرے پر زردی کھنڈ گئی تھی۔ اس نے اس انداز میں ادھر ادھر دیکھا جیسے وہ خود کو وحشت زدہ قیدی محسوس کر رہی ہو۔ پھر وہ اندر مسہری پر بیٹھ گئی اور نفرت سے بولی۔ "تو پھر آ گیا ایب نوس۔ غلام، کتے درندے۔" اس نے وحشت زدہ لہجے میں کہا اور ایب نوس اپنے سینے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"میں تجھ پر لعنت بھیجتی ہوں۔ مجھے اس وقت کا افسوس ہے جب تو نے گندے کیڑے میرے بدن سے جنم لیا تھا۔" جواب میں ایب نوس نے کچھ نہ کہا۔ اس نے انسانوں کی طرح ایک مسند گھسیٹی اور اس پر بیٹھ گیا میں اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

"تو بھی دیکھ رہا ہے وحشی غلام۔ درندے کیا تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ تو اسے نکال کر باہر کر دے۔" اس نے میری جانب دیکھا اور میں نے گردن جھکا دی۔

"ہاں میں جانتی ہوں تو کہتا ہے کہ تو صرف ایک غلام ہے۔ تیری اپنی کیا حیثیت ہے۔ اگر تو مجھے اس شخص سے نجات دلا دے تو۔ میں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تجھے وہ حیثیت دوں گی جس کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اپنا یہ چوڑا بھالا اس کے سینے میں اتار دے۔ اتار دے۔ میں کہتی ہوں اتار دے۔ تو۔ تو اسے قتل کر دے۔ میں کہتی ہوں اسے قتل کر دے۔" پرسی فون وحشیانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

اور ایک بار ایب نوس نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا، اس کی سرخ سرخ آنکھوں میں خوفناک چمک تھی۔ میں لرزنے کی اداکاری کرتے ہوئے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور ایب نوس مطمئن ہو گیا۔

پرسی فون خوفزدہ نگاہوں سے کبھی مجھے دیکھ رہی تھی اور کبھی اسے۔

"تو۔ تو آخر کس ارادے سے آیا ہے۔ دیکھ میں تیری ماں ہوں۔ رشتے بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں تو نے میرے پیٹ سے جنم لیا ہے۔"

جواب میں ایب نوس نے قریب رکھا ہوا گلدان زمین پر دے مارا گویا وہ پرسی فون کی اس بات سے نفرت کا اظہار کر رہا تھا پھر ایب نوس نے میری جانب دیکھا اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے مجھے دروازہ بند کرنے کو کہا۔ میں نے دروازہ بند کر دیا اور خود وہیں رہا۔

دروازے سے باہر جانے کی کوشش میں نے خود نہیں کی تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ پرسی فون اتنی خوف زدہ کیوں ہے اور یہ کیا قصہ ہے، پرسی فون ..... کس عذاب میں گرفتار ہے۔ چنانچہ میں وہیں کھڑا رہا۔ ایب نوس نے ایک بار میری جانب دیکھا اور پھر اس طرح گردن گھما لی جیسے اسے میری موجودگی کی پرواہ نہ ہو۔ تب اس نے ایک جانب اشارہ کیا۔ میں نے اس طرف دیکھا وہاں شراب کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ پرسی فون خوفزدہ ہونٹوں پر زبان پھیرتی رہی۔ پھر اس نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"نہیں نہیں میں تجھے شراب نہیں پلاؤں گی میں تیری ماں ہوں تو میرے رشتے کو بھول گیا ہے لیکن میں۔ نہیں نہیں۔" اور ایب نوس کھڑا ہو گیا وہ خونخوار انداز میں آگے بڑھ رہا تھا اور پھر اس نے اپنے وحشی پنجے میں پرسی فون کے لباس کو پکڑ لیا اور پرسی فون اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا تقریباً سارا لباس اتر گیا تھا۔

"ذلیل، کتے کمینے۔" اس نے روہانسے لہجے میں کہا لیکن ایب نوس نے اسے زور سے دھکا دیا اور وہ دور جا گری۔ تب وہ مجبوراً اپنی جگہ سے کراہتی ہوئی اٹھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے لیکن آخر کار شراب کا سامان اسے لے کر آنا ہی پڑا۔

وہ کراہتی ہوئی شراب کا سامان لے آئی۔ ایب نوس اس کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ تب پرسی فون نے شراب پیالے میں انڈیلی اور اس کے سامنے بڑھا دی۔ ایب نوس نے شراب حلق میں انڈیلنا شروع کر دی مجھے شدید حیرت ہو رہی تھی۔ پرسی فون اب بھی رو رہی تھی۔ "آہ۔ غلام کو زوال۔ آہ، گزرے ہوئے وقت تو نے میرے ساتھ بڑا شدید دھوکا کیا ہے۔ میں اس شخص کی بددعائیں اپنے ساتھ رکھتی ہوں جس کے ساتھ میں نے بے وفائی کی تھی اور بلاشبہ وہ اس قابل نہ تھا کہ اس سے بے وفائی کی جاتی۔ آہ میرے محبوب! میرے ہیکی۔ میں نے تیرے ساتھ بہت برا سلوک کیا اور اس کے نتیجے میں مجھے یہ سزا مل رہی ہے۔ کاش، کاش میں اس جنگلی بھیڑیئے کو جنم نہ دیتی لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ درندہ درندہ ہی رہے گا۔ اور میرے ساتھ یہ سب کچھ ہو گا آہ اپی ٹس کاش کاش تو کبھی میرے بارے میں بھی سوچتا۔ آہ یہ سب کچھ تیرے تعاون سے ہوا۔ آہ میرے باپ میرے منحوس باپ۔" پرسی فون روتی رہی اور ایب نوس اس کے آنسوؤں اور سسکیوں سے لاپرواہ شراب نوشی میں مصروف رہا۔

دفعتاً اس نے اپنے ہاتھ سے پیالہ پھینک دیا۔ اور صراحی اٹھا کر منہ سے لگا لی گویا اسے اس انداز میں پینا پسند نہیں تھا۔ اور پھر وہ سیر ہو گیا۔ اس گوریلے کے منہ میں زبان نہیں تھی لیکن اس کے اشارے سو فیصدی انسانی تھے اور انہیں کوئی بھی سمجھ سکتا تھا۔

شراب پی کر اس نے پھر پرسی فون کی طرف دیکھا اور کھڑا ہو گیا۔ "آہ میں ناتواں ہوں ایب نوس۔ میں تیری ماں ہوں تو نے۔ تو نے میرے بطن سے جنم لیا ہے لیکن تو ان باتوں کو کیا سمجھے گا تو انسان کہاں ہے؟"

گوریلا آگے بڑھا اور اس نے پرسی فون کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں ہرگز نہیں۔ وہی وحشت خیز سلوک کہ میرے ساتھ جو تو آج

تک کر تا رہا ہے"۔ اس نے کہا اور گوریلا غرانے لگا۔ اور پھر اس نے پرسی فون کو پکڑ لیا۔ وہ اسے بُری طرح نوچ رہا تھا۔ اور پھر چند ساعت کے بعد اس نے پرسی فون کا لباس چندی چندی کر دیا۔

میری نگاہوں میں بس ایک عجیب سا احساس جاگ اٹھا تھا گو اب میں بے بس نہیں تھا لیکن پروفیسر اس بات کو میں کس طرح نظر انداز کر سکتا تھا کہ صدیوں کی زندگی میں پہلی بار کسی شکست خوردگی کا احساس میرے ذہن میں ابھرا تھا۔ اور ان چند لوگوں سے انتقام کا خواہش مند تھا۔

گو اس سے قبل پرسی فون میرے ذہن میں نہیں تھی لیکن اب مجھے بُرا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ بھی تو بے وفا تھی۔ اس نے بھی تو اپنے شوہر سے غداری کی تھی اور یہ اسی غداری کی قدرتی سزا تھی۔ اس سے بڑی سزا اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس کا بیٹا۔ اس کا دشمن تھا جانے گوریلے کو اس سے رغبت کیوں ہو گئی تھی۔

میں نے پرسی فون کے بدن پر بے شمار خراشوں کے نشان دیکھے اور پھر ان خراشوں میں اضافہ ہو گیا۔ لیکن ان نئی خراشوں سے خون رس رہا تھا اور پرسی فون کی کربناک چیخیں یقیناً باہر تک جا رہی ہوں گی۔

لیکن دروازے پر دستک نہ ہوئی کسی نے اس کی کربناک چیخوں پر توجہ نہیں دی اور گوریلا غراتا رہا۔ اسے جھنجھوڑتا رہا۔ پرسی فون سخت مصیبت زدہ تھی۔ اور پھر اس کی آواز ڈوبتی چلی گئی۔

میں نے سوچا کہ شاید وہ مر گئی۔ گوریلے نے اس کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا تھا اس کے تحت اس کی زندگی مشکل ہی تھی۔ لیکن اب میری مجال نہیں ہو سکتی تھی کہ میں اس کے قریب جا کر اسے دیکھتا۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔

گوریلا ایک بار پھر شراب کے برتنوں کے نزدیک آیا۔ اور اس نے شراب کا ایک جام اٹھا کر اس کی ساری شراب حلق میں انڈیل لی۔ شراب اس کے سینے پر بہہ رہی تھی۔ اور بڑا ہی خوفناک اور وحشت انگیز لگ رہا تھا وہ۔

پھر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھا اور میں نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ گوریلے نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ وہ سیدھا نکلا چلا گیا۔ اور ایک بار پھر وہ اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ گویا اب وہ آرام کرنا چاہتا تھا۔ میں نے باہر سے دروازہ بند کر لیا اور دوسرے محافظوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"کہاں گیا تھا وہ؟" ایک محافظ نے پوچھا۔

"یہ بتانا کیا ضروری ہے؟" میں نے کہا۔

"تمہارے خیال میں ہمیں معلوم نہیں ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔

"تم کہاں تھے؟"

"اندر ہی تھا۔"

"بڑا ہی وحشی جانور ہے۔" سپاہی نے کہا۔

"تم شہنشاہ کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟"

"شہنشاہ؟" سپاہی نے ہنس کر کہا۔ "ہاں ہے تو وہ شہنشاہ ہی۔"

"کیوں تمہیں اختلاف ہے؟"

"یار اگر تم سپہ فارس میں نئے ہو تو محل کے معاملات میں بھی کورے ہی ہو گیا؟"

"ہاں، میں باہر کی فوجوں میں تھا۔ محل کے معاملات سے ناواقف ہوں۔" میں نے معصومیت سے کہا۔

"اوہ یہ بات ہے مگر اب تو تماشہ دیکھ لیا۔"

"ہاں۔ اور حیرت انگیز تماشہ۔"

"یہاں تو تم تماشے ہی دیکھتے رہ گئے۔ شاہ ایپی لٹس نے جو جال پھیلایا ہے اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تم کیا سمجھتے ہو کیا گوریلا کوئی ذی ہوش جانور ہے۔"

"پھر؟"

"وہ صرف گوریلا ہے خصوصی صلاحیتوں کا مالک ایک جانور اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

"لیکن حکومت کون کرتا ہے؟"

"وہی جسے کرنا چاہئے۔ یعنی شاہ ایپی لٹس۔ دراصل گہری کہانی ہے" سپاہی بہت باتونی معلوم ہوتا تھا۔

"میرے دوست کیا تم مجھے یہ کہانی نہیں سناؤ گے۔ مجھے تفصیل جاننے کا بے حد شوق ہے اور تمہاری بات پر حیرت بھی۔"

"حیرت کیوں ہے؟"

"تم کہتے ہو کہ وہ خصوصی صلاحیتوں کا مالک ایک گوریلا ہے لیکن میں آج تک یہی سنتا رہا ہوں کہ وہ ایک باہوش شہنشاہ ہے جو بڑی عمدگی سے حکومت کر رہا ہے گو تحت الثریٰ کی تاریخ میں یہ ایک حیرت انگیز واقعہ ہے لیکن پھر اسے حیرت انگیز یوں نہیں کہہ سکتے کہ بہرحال اس گوریلے نے ایک عورت کے پیٹ سے جنم لیا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اس کی جو حرکات دیکھی ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کافی سمجھدار ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ حکومت کر سکے۔"

"لیکن یہ سب کیا ہے؟"

"ایپی لٹس کی سازش۔ دراصل حکومت کے شوق نے ایپی لٹس کو انسانیت سے کافی گرا دیا ہے اس نے اپنی بیٹی کی شادی اس شخص سے کر دی جس نے خود کو اس کا اہل ثابت کیا لیکن پھر اس کے ذہن میں سازشوں نے جنم لیا اور اس نے ایک سازش کی۔ اس کی بیٹی نے ایک گوریلے کو جنم دیا تھا اور خیال ہے یہ گوریلا ہیکی کے نطفے سے نہ تھا۔ لیکن ایپی لٹس اور اس کی بیٹی چاہتے تھے کہ ان کی اولاد حکومت کرے چنانچہ ایپی لٹس نے گوریلے کی پرورش کی اور اسے کچھ خصوصی تربیتیں دیں اس طرح گوریلے نے ہیکی کو شکست دی۔ اور یہی ایپی لٹس کا منصوبہ تھا۔ اب گوریلا بظاہر شہنشاہ ہے۔

لیکن حکومت اپی لٹس کر رہا ہے گوریلا ایک طاقتور جانور ہے چنانچہ اسے شکست دینے والے کا کوئی وجود نہیں ہے اور اپی لٹس کی حکومت محفوظ ہے۔" سپاہی نے کہا۔

"اوہ بڑی انوکھی بات ہے۔"

"ہاں لیکن صرف باہر کے لوگوں کے لیے۔"

"میں تو سوچ بھی نہ سکتا تھا۔"

"لیکن میرے دوست ابھی میں نے ایک انوکھا واقعہ دیکھا ہے۔"

"کیا۔؟" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "پرسی فون تو اس کی ماں ہے نا!"

"ہاں لیکن ایک وحشی جانور کے لیے رشتے کیا اہمیت رکھتے ہیں اگر وہ کوئی انسان ہوتا تو اس سے یہ حرکت سرزد نہ ہوتی۔"

"تم تو جانتے ہو!"

"ہاں عام لوگ نہیں جانتے۔ یہاں تک کہ ہمارا آقا ارغماز بھی شاید اس بات سے ناواقف ہے لیکن کون اپنی زندگی کا خطرہ مول لے۔"

"اپی لٹس کو بھی یہ بات نہیں معلوم ہوئی۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اپی لٹس کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس طرف توجہ دے یا کسی کا حال جاننے کی کوشش کرے۔ وہ حکومت کر رہا ہے اور یہی اس کے لیے کافی ہے۔"

اور میرے ذہن میں پھلجھڑیاں سی چھوٹنے لگیں۔ بڑی عمدہ بات تھی۔ بڑا خوبصورت منصوبہ تھا۔ بلکہ میں تو یہ سوچنے لگا تھا کہ ایب نوس کو شکست دینے کے لیے میں نے جو طویل کارروائیاں کی ہیں وہ تو حماقت تھی۔ اسے تو اس محل میں اگر ہی شکست دی جاسکتی تھی۔

بہرحال اگر حالات یوں ہیں تو یوں ہی سہی لیکن ابھی فوری کارروائی مناسب نہیں ہے پہلے کچھ اور حالات جان لیے جائیں تو بہتر ہے۔

چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کی۔ ہاں جب میری ڈیوٹی کے اوقات ختم ہوئے اور میری جگہ ایک دوسرے پہرے دار نے لی تو میں ارغماز کے پاس پہنچ گیا۔

ارغماز نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا تھا اور پھر وہ بولا "تم تھک گئے ہو گئے رائنو!"

"تھکن کا لفظ میری لغت میں نہیں ہے۔"

"خوب! ویسے تم بھی عمدہ صلاحیتوں کے مالک انسان ہو۔ میں نے تمہارے اندر کسی خصوصی صلاحیتوں کو محسوس کیا ہے۔"

"شکریہ میرے دوست۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم نے ہمارے شہنشاہ ایب نوس کو دیکھا؟"

"ہاں اچھی طرح۔ اور اس گوریلے کو اس تحت الثریٰ کا عجوبہ کہا جاسکتا ہے۔ وہ تو بڑی اعلیٰ صلاحیتیں رکھتا ہے۔"

"ہاں وہ جانتا ہے کہ وہ ناقابلِ تسخیر ہے اور اسے اپی لٹس سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کرنا ہیں۔ میری فطرت میں ایک نمایاں کمزوری ہے۔" ارغماز نے کہا

"کیسی کمزوری؟"

"اس سے قبل میں ایب نوس کا وفادار تھا اور اس کی بہتری کے بارے میں سوچتا تھا۔ ذہن کی بات جو کچھ بھی تھی لیکن اس میں تردد نہیں تھا۔ اب صورت حال دوسری ہے۔ اب میں اس کا مخالف ہوں۔ چنانچہ دل چاہتا ہے کہ جو کچھ کرنا ہوں جلدی سے کر ڈالوں۔"

"یہ جذبہ برا تو نہیں ہوتا ارغماز۔"

"ہاں لیکن میں ابھی تاریکیوں میں ہوں۔"

"کیوں؟"

"میرے ذہن میں کوئی واضح لائحہ عمل نہیں ہے۔"

"ان لوگوں کے خلاف کچھ کرنے کے لیے۔"

"ہاں۔"

"پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

"جلد از جلد باغیوں سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ان سے مل کر کیا کرو گے؟"

"ان کی جدوجہد میں حصے دار ہوں گا۔"

"کیا تم انہیں کوئی بڑا فائدہ پہنچا سکتے ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"ان کی تعداد بے شمار ہے اس لیے کسی ایک آدمی کے ان میں شامل ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہاں اگر کوئی عمدہ منصوبہ ان تک پہنچایا جائے تو ان کی مدد ہوسکتی ہے۔"

"عمدہ منصوبہ کیا ہو؟"

"وہ میں بتا سکتا ہوں۔"

"تو بتاؤ میرے دوست!"

"ایب نوس کے خلاف بغاوت کا اعلان معمولی ہوگا؟"

"ہرگز نہیں کیونکہ ایب نوس کے بے شمار ہمنوا ہیں اور پھر فوجیں تو وہی کریں گی جس کا حکم انہیں ایب نوس دے گا۔"

"تو ان فوجوں سے جنگ کے لیے باغیوں کو کس چیز کی ضرورت ہوگی؟"

"کیا مطلب۔" ارغماز نے تعجب سے پوچھا۔

"میں تمہیں بتاتا ہوں۔ اس کے لیے انہیں اسلحہ درکار ہوگا۔"

"اوہ یقیناً۔"

"اور مجھے یقین ہے کہ اسلحہ باغیوں کی سب سے اہم ضرورت ہے۔"

"بے شک!"

"چنانچہ اگر تم ان کی مدد کرسکتے ہو تو مجھے ایک سوال کا جواب دو۔ کیا تمہاری پہنچ شاہی افواج کے اسلحہ خانے تک ہوسکتی ہے؟"

"ہاں گو اس کی سربراہی کسی اور کے سپرد ہے لیکن میں اسلحہ خانے

"....تک پہنچ سکتا ہوں۔"

"اور اسلحے کا ایک عظیم الشان ذخیرہ بھی حاصل کر سکتے ہو۔"

"یہ زیادہ آسان نہیں ہوگا لیکن کوشش کی جا سکتی ہے۔ اوہ میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں لیکن پھر ایک سوال آ جاتا ہے۔"

"کیا؟"

"ہم اسلحہ باغیوں تک کیسے پہنچائیں گے جبکہ ہمیں ان کے ٹھکانے کا کوئی علم نہیں ہے۔"

"میں اس سلسلہ میں بھی تمہاری مدد کروں گا۔"

"لیکن کس طرح؟"

"میرے اوپر بھروسہ رکھو دوست۔ جبکہ تم اس بات کو تسلیم کر چکے ہو کہ میں بہت سی انوکھی صلاحیتوں کا مالک ہوں۔" میں نے کہا اور ارغاز کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن تم بھی مجھے بے حد پراسرار آدمی معلوم ہوتے ہو راشتو۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"اور اب تو میرے ذہن میں ایک اور شبہ جاگ اٹھا ہے۔"

"وہ بھی بتا دو۔"

"کہیں باغیوں سے تمہارا کوئی تعلق تو نہیں ہے؟"

"ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو کیا تم ان کے ٹھکانے سے واقف ہو؟"

"اب تم بچوں کی طرح سوالات کرنے لگے ارغاز۔ فی الوقت ان باتوں کو جانے دو۔ میرے بارے میں یہ تو سوچو کہ کیا تم سے ملاقات سے قبل میں ان معاملات میں دخیل تھا۔"

"میرا خیال ہے نہیں۔"

"پھر تم خود فیصلہ کر سکتے ہو۔ اب میری رائے ہے اس بارے میں نہ سوچو۔ پہلے اس کا فیصلہ کرو کہ اسلحہ خانے کے...... عظیم ذخائر کس طرح حاصل کیے جا سکتے ہیں۔"

"ہوں۔" ارغاز نے کہا۔ اور دیر تک یہی سوچتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اس سلسلہ میں بھی کوئی تجویز سوچنا ہوگی۔" اور میں خاموش ہو گیا۔ میرا ذہن بہت سے خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ پھر میں نے اچانک سوال کیا۔

"اسلحہ خانے کے محافظ کا کیا نام ہے؟"

"ایلطاس۔" اس نے جواب دیا۔

"کس قماش کا انسان ہے؟"

"عیاش طبع۔ عورت خور، جیسا کہ یہاں کے دوسرے لوگ ہیں بہت سے لوگ تو لبنوس سے صرف اس لیے خوش ہیں کہ اس کے دور حکومت میں عورت کی عزت و عصمت بے معنی ہو کر رہ گئی ہے اور کوئی بھی شخص کسی بھی عورت پر ہاتھ ڈال سکتا ہے اس کی کسی فریاد کی شنوائی نہیں ہوتی۔"

"وہ محافظ بھی عورتوں سے متاثر ہوتا ہے؟"

"ہاں۔"

"ایسے کتنے لوگ تمہارے ساتھ ہیں ارغاز جو خفیہ طور پر صرف تمہاری ذات کے لیے کام کریں اور یہ نہ سوچیں کہ تم کیا کر رہے ہو۔"

"ایسے لوگ؟" ارغاز نے کہا اور کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا "کم از کم بیس آدمی ایسے ضرور مل جائیں گے۔"

"کافی ہیں۔ اچھا ایک بات اور بتاؤ۔"

"ضرور۔"

"کیا تم اس بغاوت کی کامیابی کے لیے اپنی بہن کو داؤ پر لگا سکتے ہو۔ میرا مطلب ہے اس کے لیے کوئی خطرہ مول لے سکتے ہو؟"

"کیسا خطرہ؟"

"میری مراد ہے کہ وہ ایلطاس کو اپنے جال میں پھانس لے اور ہمارے آدمی اسلحہ خانہ خالی کر دیں۔" میں نے کہا اور ارغاز کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"گو یہ خطرناک کام ہے لیکن اگر شانیہ سے اس کے لیے کہا جائے تو وہ فوراً تیار ہو جائے گی وہ اس سلسلہ میں اتنی ہی پرجوش ہے۔"

"ہر تحریک کی تکمیل کے لیے خطرات سے کھیلنا ہی پڑتا ہے ارغاز اب یہ اس کی چالاکی ہو گی کہ وہ خود کو ایلطاس کی ہوس سے بچائے اسے اتنی شراب پلائے کہ ایلطاس حواس میں نہ رہے اور اس کے لیے ایک اور ترکیب بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تم خود شانیہ کو ایلطاس سے روشناس کراؤ تاکہ ایلطاس فوراً بدحواس نہ ہو۔"

ارغاز نے میری باتوں پر خوب غور کیا پھر بولا "ٹھیک ہے فرض کرو ہم اس طرح اسلحہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو پھر اسے یہاں سے کس طرح لے جائیں گے۔"

"تمہیں روانگی کے احکامات کہاں سے ملتے ہیں؟" میں نے پوچھا

"ایپی لش سے!"

"براہ راست؟"

"ہاں۔"

"اور ایپی لش تمہارے اوپر بھروسہ کرتا ہے؟"

"ہاں۔ وہ مجھے اپنے معتمدوں میں سمجھتا ہے۔"

"بس تو اگر تم اس سے اسلحہ حاصل کر لو تو اسے ایک تجویز پیش کرو۔ اس سے کہو کہ تم ایک قافلہ لے کر جانا چاہتے ہو۔ باغی قافلے لوٹتے ہیں۔ وہ تمہارے قافلے کو بھی لوٹیں گے اور اس طرح تم ان کے ٹھکانے کا کھوج لگا لو گے"

ارغماز عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بہت ہی عمدہ ترکیب ہے۔ واقعی تمہارا ذہن لاجواب سوچتا ہے میں تو اب دل سے تمہارا قائل ہوتا جا رہا ہوں۔" میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر جب ہم نے شانیہ سے اس تجویز کا تذکرہ کیا تو وہ خوشی سے پاگل ہو گئی "میں پاپی لش کے خلاف ہونے والی ہر کارروائی میں بھرپور حصہ لوں گی اور خلوص دل سے تمہاری تجاویز پر عمل کروں گی۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

صورت حال گو بہت اچھی نہیں تھی تاہم میں اور ارغماز اس سلسلے میں عمل کرنے پر تیار تھے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ خود شانیہ نے ہمیں اس بات کا یقین دلایا تھا کہ وہ اپنا کام بآسانی کرے گی اور اپنے آپ کو محفوظ بھی رکھے گی۔ چنانچہ شانیہ محل پہنچ گئی۔

منصوبے کے مطابق میں سپاہی کی حیثیت سے ارغماز کے ساتھ تھا اور ارغماز شانیہ کے ساتھ ایلیاس کے پاس پہنچ گیا۔ ایلیاس ہی وہ خاص شخص تھا جو اسلحہ خانے کا محافظ تھا۔

صورت ہی سے بوالہوس اور عیاش معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے ہمارا خیر مقدم کیا اور ارغماز سے کہنے لگا۔

"آہ میرے دوست ارغماز آج تمہارا گذر یہاں کیسے ہوا؟"

"بس کوئی خاص بات نہیں ایلیاس۔ شانیہ نے کہا کہ اسلحہ خانے کی طرف سے ہوتے ہوئے چلو۔ سو میں یہاں آ گیا۔ ہاں تم خیریت سے تو ہو نا۔"

"بالکل خیریت سے ہوں دوست۔ ہاں میں نے تمہارے بارے میں سنا تھا کہ تم بری طرح زخمی ہوئے تھے۔ بڑی آرزو تھی تم سے ملنے کی میں دیکھنے کی۔ لیکن بس میری مصروفیت تم دیکھو مجھے یہاں ہر وقت رہنا ہوتا ہے اور میں دوسرے لوگوں پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ اور تم نے دیکھا ہو گا کہ میرے محافظ مجھ سے اتنی دور ہیں کہ اسلحے خانے تک ان کا سایہ بھی نہیں پہنچ سکتا۔ میں خود ہی ہر چیز کی نگرانی کا قائل ہوں اور یہ فرض شناسی میرے نزدیک اچھی چیز ہے۔"

"بے شک بے شک ایلیاس تمہاری اس فرض شناسی کے چرچے تو عام ہیں۔"

"اوہو تمہارا شکریہ۔ تمہاری مہربانی۔ ہاں یہ خاتون جس کا نام تو نے شانیہ بتایا کون ہے۔" ایلیاس کی نگاہیں بدستور شانیہ پر لگی ہوئی تھیں۔

"میری بہن شانیہ ہے۔ محل دیکھنے کی خواہش مند تھی۔ بڑی ہی چمکار فطرت کی مالک ہے لڑکی کہنے لگی اسلحہ خانے بھی دیکھوں گی اور میں اسے یہاں تک لے آیا۔ ظاہر ہے تم میرے دوست ہو اور اسلحہ خانہ دکھلانے کے لیے مجھے تم سے بہتر اور کون مل سکتا تھا۔ سو میں یہاں تک آ گیا۔"

"یہ ایلیاس ہیں۔" شانیہ نے خوابناک لہجے میں سوال کیا "کیسی حسین شخصیت ہے ان کی۔ آہ۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایلیاس کی شخصیت اتنی حسین ہو گی۔ سچ بھائی مجھے تو محل کے عہدیداروں کو دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی ہے پہلے میں سوچتی تھی کہ نجانے یہ لوگ کیسے ہوتے ہوں گے۔ لیکن آہ۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ان میں ایسی ایسی حسین شخصیتیں پوشیدہ ہیں۔ میں آپ سے بہت متاثر ہوئی ہوں ایلیاس۔ کیا میں اکثر آپ سے مل سکتی ہوں۔"

"کیوں نہیں خاتون کیوں نہیں، میرے لائق جو بھی خدمت ہو گی میں اسے انجام دے کر بڑی خوشی محسوس کروں گا۔"

"شکریہ ایلیاس۔ بہت بہت شکریہ۔" اور ایلیاس کا حلیہ بگڑ گیا پھر اس نے ارغماز سے کہا۔ "آپ بے فکر رہیں محترم ارغماز میں خاتون شانیہ کو اسلحہ خانے کی بھرپور سیر کراؤں گا۔"

"ٹھیک ہے تو میں اسے آپ کے پاس چھوڑے جا رہا ہوں اور شانیہ میری طرف سے اجازت ہے کہ تم جب چاہو ایلیاس کے پاس آ جا سکتی ہو۔ یہ میرا بہت ہی اچھا بلکہ بہت ہی پیارا دوست ہے۔" ارغماز نے کہا اور شانیہ نے مسکرا کر ایلیاس کی جانب دیکھا۔ ایلیاس کے منہ سے رال بہہ رہی تھی بڑا ہی کمینہ صفت انسان معلوم ہوتا تھا۔

چنانچہ ہم شانیہ کو اس کے پاس چھوڑ کر چلے آئے۔ واپسی پر ارغماز کسی قدر سنجیدہ تھا۔ "گو مجھے اپنی بہن پر اعتماد ہے لیکن اس کے باوجود..."

"وہ قابل اعتماد لڑکی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ عمدگی سے اپنا کام انجام دے گی لیکن اب تم اپنے لوگوں کو تیار کر لو۔"

"کون سے لوگوں کو؟"

"وہ جو اسلحہ خانے سے اسلحہ غائب کریں گے۔"

"وہ ہر وقت تیار ہیں اور اسی محل میں موجود ہیں۔"

"اب ہم یہاں سے جائیں گے تو انہیں ساتھ لے جائیں گے تاکہ ہمارا راز افشا نہ ہو۔ یہ احتیاط ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے گو ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس پر اعتماد نہ کیا جا سکے لیکن اس کے باوجود یہ احتیاط غیر مناسب نہیں ہے۔" ارغماز نے جواب دیا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ میرے پاس تجاویز کے جو ذخائر رہتے اور جس راستے سے میں کام کرنا چاہتا تھا انہیں زینہ بہ زینہ خرچ کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے پرسی فون وغیرہ کی بات چھپائے رکھی۔

پھر وقت گزار کر شانیہ نے مسکراتے ہوئے ہمیں اپنا کام ہونے کی خوشخبری سنائی۔ ارغماز اس کے لیے پریشان تھا۔

"وہ تو عورت کے معاملے میں پرلے درجے کا بے وقوف ہے میرا دعویٰ ہے کہ اگر میں طویل عرصہ تک بھی اس کے پاس رہی تو وہ میرے بدن کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ میں اسے شراب میں ڈبو دیتی ہوں اور اس کے محافظوں کی مجال نہیں کہ وہ اس طرف آ سکیں گویا پھر میرا راج ہوتا ہے۔"

"تم ہمیں ان جگہوں کی تفصیل بتاؤ۔" ارغماز نے خوش ہو کر کہا۔ شانیہ نے اسلحہ خانے کا نقشہ اس تفصیل سے بتایا کہ ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے ہم خود اس کی سیر کر چکے ہوں۔

چنانچہ اس تفصیل کے تحت ارغماز کے لوگوں نے اپنا کام شروع کر دیا

اس کام کو نہایت سست رفتاری سے کیا جا رہا تھا تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے چُرایا جانے والا اسلحہ ارغماز کے مکان میں جمع کیا جا رہا تھا اور اب صورتحال یہ تھی کہ ارغماز کے گھر میں رہنے کی جگہ نہیں تھی اور اس کے ماں باپ اس اسلحے.... کو دیکھ کر خوب ہنستے تھے۔

میں نے ایک عظیم کام کر لیا تھا یعنی اتنا اسلحہ جمع ہو گیا تھا کہ باغیوں کی پوری تعداد کے لیے کافی تھا اور اب مزید اسلحے کی ضرورت نہیں تھی دوسری طرف ایب نوس کی فوجیں عین وقت پر اسلحے سے محروم ہو جائیں گی اس طرح دوہرا فائدہ ہوا تھا۔

بالآخر اسلحے کا کام ختم ہو گیا۔ اور ارغماز نے پوچھا "اب ہمیں کیا کرنا ہے رائنو؟"

"گویا میں ایپی لٹس سے اپنی اسکیم کا تذکرہ کروں۔"

"ہاں۔ اور اس کے لیے تم کہہ سکتے ہو کہ تمہیں ایک شخص سے کچھ نشانات ملے ہیں۔"

"اگر ایپی لٹس اس سلسلہ میں اس شخص سے ملنا چاہے تو کیا میں تمہارا نام پیش کر دوں؟"

"کیا حرج ہے؟"

"تب ٹھیک ہے۔" اور پھر ارغماز نے اپنا کام شروع کر دیا اور مجھے اس کی کامیابی کی اطلاع دی۔

"ایپی لٹس خود بھی باغیوں کی جانب سے پریشان تھا۔ اس کا خیال ہے کہ ایب نوس کے خلاف زہر پھیلتا جا رہا ہے اور باغیوں کی جماعت پوری طرح سرگرم ہے۔ وہ میرے اوپر ناراض بھی ہو رہا تھا۔"

"کیوں تمہارے اوپر ناراض کیوں ہو رہا تھا؟"

"یہی کہ باغیوں کی تلاش اور ان کی سرکوبی کی ذمہ داری میرے سپرد ہے اور میں ہنوز ان کی تلاش میں ناکام رہا ہوں۔ بہرحال میں نے اپنی تجویز پیش کر دی اور ایپی لٹس نے مجھے اجازت دے دی ہے۔"

"کیا کہا ہے اس نے؟" میں نے ارغماز سے سوال کیا۔

"اس نے کہا ہے کہ میں جو کچھ کرنا چاہوں کروں لیکن باغیوں کو ضرور گرفتار کروں۔ وہ باغیوں سے خاصا خوفزدہ نظر آتا ہے۔"

"وہ خوفزدہ ہے لیکن اس نے ابھی تک ایسی کوئی کوشش نہیں کی جو انتہائی مؤثر ہو۔ کیوں؟"

"بس اس کی جس قدر پہنچ ہے وہ کر رہا ہے؟"

"کیا انفرادی طور پر؟"

"نہیں انفرادی طور پر نہیں بلکہ وہ اپنے محکمے کے ذریعے اس کام کو انجام دے رہا ہے اور انہی کے ذریعے یہ کام کرنے کا خواہش مند ہے اس کے محکمے میں زیادہ تر لوگ مجھ جیسے ہیں اور میں جو کچھ کر رہا ہوں تمہیں معلوم ہے رائنو!"

"ٹھیک۔ بہرصورت اس نے تمہیں اجازت دے دی ہے تم نے اس سے کیا کہا کہ تم کس انداز میں کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"میں نے اس سے یہی کہا تھا۔ میں ایک قافلے کے سفر کرنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس بے شمار گھوڑے ہوں گے اور ان پر کافی ساز و سامان۔"

"تو کیا اس نے اس قافلے کی وجہ دریافت کی۔" میں نے سوال کیا

"ہاں۔ میں نے اسے جواب دیا تھا کہ میں باغیوں کی سرکوبی کے لیے یہ ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ وہ قافلے لوٹتے ہیں۔"

"تو کیا اس کے بعد ایپی لٹس نے تم سے یہ سوال نہیں کیا کہ اگر تم کسی ایسے گروہ کے ہتھے چڑھ گئے تو کیا کرو گے؟"

"ہاں اس نے پوچھا تھا۔"

"پھر تم نے کیا جواب دیا۔"

"میں نے اسے بتایا تھا کہ میں چند افراد لے کر جاؤں گا اور جب وہ لوٹ مار کر رہے ہوں گے تو میں غائب ہو جاؤں گا اور چھپ کر ان کا تعاقب کروں گا۔ اور یہ دیکھوں گا کہ وہ ان اشیاء کو کہاں لے کر جاتے ہیں۔ گویا میں اس وقت اس قافلے کو چھوڑ دوں گا جب وہ لوٹ مار کر رہے ہوں گے۔ میں نے یہ بات ایپی لٹس سے کہی اور ایپی لٹس نے بہرحال ایک حد تک اسے منظور بھی کر لیا۔"

"اوہ۔ تو ایپی لٹس نے اس بات پر کوئی تجویز پیش نہیں کی۔"

"ہاں کی تھی۔"

"وہ کیا؟"

"اس نے کہا تھا کہ قافلے والوں کی تعداد زیادہ ہونا چاہیئے۔"

"اس کی وجہ اس نے کیا بتائی؟"

"صرف یہ کہ اگر کوئی گروہ قافلے والوں پر آ پڑے تو ان میں سے چند بچ کر گروہ کا جائزہ لے سکیں۔"

"پھر تم نے کیا کہا؟"

"میں نے اس کی مخالفت کی اور بہانہ اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ باغی گروہ پر حملہ آور ہی نہ ہوں، وہ ہمیں تعداد میں [illegible] دیکھ کر ہماری چال کو سمجھ جائیں اور حملہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

"پھر؟"

"اس نے مجھ سے اتفاق کیا اور اجازت دے دی کہ میں جس طرح چاہوں کروں۔"

"تو پھر میرے دوست تم نے کیا سوچا ہے اور اب تم کب روانہ ہو گے۔" میں نے سوال کیا۔

"بس کچھ وقت لگے گا اس دوران میں گھوڑوں کا انتظام کروں گا۔ اور اس قسم کے معاملات مکمل کر لوں گا کہ مجھے یہاں سے نکلنے میں دقت نہ ہو۔"

"اسلحے کا کیا ہو گا؟"

"ظاہر ہے رائنو اسلحہ ہی تو خاص چیز ہے ہمیں اس کی خاص حفاظت

رنا ہوگی بلکہ اسے چھپا کر لے جانا ہوگا۔ میں اسے پہلے ہی ایسی جگہ بھیج دوں گا
کر شہر سے نکل کر ہم گھوڑوں سے سامان اتروا لیں اور اسلحہ کو پار کروا لیں شہر
ے اندر تک ہم گھوڑوں پر صرف وہی چیزیں بار کریں گے جو ہمارے ذہن میں
ں اور جو ایپی لش کے سپاہیوں کو مشکوک نہ کر سکیں ظاہر ہے میں ایپی لش کو
ی وہ اشیا دکھاؤں گا تاکہ وہ سب مطمئن ہو سکیں۔"

"مناسب خیال ہے اس کام میں تمہیں جتنا بھی وقت درکار ہو میں
ی تمہارے ساتھ شامل ہوں۔"

"نہیں بس ٹھیک ہے۔ باقی سارے انتظامات میں خود ہی مکمل
رلوں گا۔" ارغاز نے جواب دیا۔ "ہاں ایک بات اور شاینہ کو اب وہاں نہ
انے دیا جائے۔"

"ہاں اب اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ ایلیا اس سے کہہ دیں گے
شاینہ بیمار ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر نہ کچھ بندوبست کر لیں گے اور اس سے ڈرنے کی
ی ضرورت بھی نہیں ہے اور ظاہر ہے اس کی پہنچ اتنی دور تک بھی نہیں ہے۔"
ا پھر یہ بات طے ہو گئی کہ اس روز سے شاینہ کا محل جانا بند ہو گیا۔ اور ارغاز
ے کام میں معروف ہو گیا۔

بالآخر وہ وقت آ گیا جب ارغاز اپنی تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔ اسلحہ
ی سے کافی دور جمع کر دیا گیا تھا، یہ جگہ ویران تھی۔ یہاں ارغاز نے بے شمار
وڑوں پر بہت سا سامان لدوا لیا تھا لیکن اپنے ساتھ صرف بیس افراد
لیا تھا اور یہ بیس افراد وہی تھے جو اس کے اپنے ہمراز اور ساتھی تھے
سرے معنوں میں یہ سب باغی تھے۔

اس بے شمار سامان والے قافلے میں ان بیس افراد کے علاوہ میں
ارغاز بھی شامل تھے ارغاز نے کسی ایسے آدمی کو ساتھ نہیں لیا تھا جو اس
یے بُرا ثابت ہو سکتا۔

جس وقت ایپی لش نے ہمیں رخصت کیا تو میں بھی اس کے ساتھ
ا ایپی لش نے گھوڑوں پر لدے ہوئے سامان کو بھی دیکھا تھا۔ پھر اس نے
ں کامیابی کی دعائیں دیں ایک ایسے انسان کی حیثیت سے جو ایپ تو س
امور کا نگران ہو۔

سو ہم چل پڑے۔ ارغاز بہت خوش تھا بھلے اس کے ذہن میں
ر یے کیا تھا لیکن وہ میری بے پناہ عزت کرتا تھا۔

پھر ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں گھوڑوں پر سے لدا ہوا سامان اتار کر
ر بار کرنا تھا۔ ہم نے اسلحہ بار کیا اور کھانے پینے کی اشیا ساتھ رکھے بس باقی
ان گڑھوں میں دفن کر دیا گیا۔

اور اس کے بعد ہم نے وہاں سے کوچ کر دیا۔ اس نے میری جانب معنی خیز
ہوں سے... دیکھتے ہوئے پوچھا تھا اور میں اس خیال کو اچھی طرح جان
تھا۔ اس نے کہا تھا۔

"ہمیں کونسا رخ اختیار کرنا چاہیے رائنو!" اس نے معنی خیز انداز
میں مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے خیال میں کیا میں تمہیں چند لمحات ہی میں صحیح جگہ پر لے
جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"میرے خیال کی بات نہ کرو رائنو! میرے ذہن میں جو کچھ بھی ہے
میں تم سے اس کا اظہار نہیں کروں گا۔ ہاں یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم
مجھ سے مخلص ہو اور میرے ہمدرد بھی۔ ہاں اگر تم خود کو کسی مسئلہ میں چھپانا چاہتے
ہو تو پھر بھی میرا فرض ہے کہ میں تم سے مکمل تعاون کروں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک گیا۔

"نن نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے رائنو! بس بعض باتیں روا
روی میں ہو جاتی ہیں جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔"

"اوہ۔" میں نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں اپنے دونوں ہونٹ
سکوڑ لیے۔ ویسے میں سمجھ گیا تھا کہ ارغاز میرے بارے میں کچھ کچھ جان گیا ہے۔ میں
سمجھ چکا تھا کہ ارغاز مجھ سے مشکوک ہو چکا ہے، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل
گئی۔ بہرصورت اس شک کی کوئی غلط صورت نہیں تھی۔ اس نے کھل کر مجھ
سے کہا تھا کہ وہ مجھے خود سے مخلص سمجھتا ہے چنانچہ اب جبکہ نوبت یہاں تک
آ گئی تھی اور کچھ دیر کے بعد جب مجھے ارغاز پر یہ بات عیاں کر ہی دینا تھی
تو پھر میں کسی بات کی..... تردید کیوں کرتا۔ ظاہر ہے کچھ دیر کے بعد مجھے
ارغاز کے علم میں یہ بات لانا تھی کہ میرا تعلق خود بھی باغیوں کے گروہ سے
ہے تو میں کیوں شدت سے اس بات کو چھپانے کی کوشش کرتا سو میں مسکرا کر
خاموش ہو گیا۔

البتہ ارغاز کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں
کچھ جاننے کی سی چمک۔

اب ارغاز کچھ بے چین رہنے لگا تھا اور ہم آبادیوں سے دور کے
ایسے علاقے کی جانب جا رہے تھے جو ہمیں باغیوں کے علاقے تک لے جاتا یعنی
اس جگہ جہاں میں نے سرنگیں پھیلائی ہوئی تھیں اور یہ سرنگیں ہماری ہی
کاوشوں کا نتیجہ تھیں۔ وہ جگہ یہاں سے قریب تر تھی جہاں ہم لوگ موجود تھے
میں اگر چاہتا تو ایک طویل فاصلے سے ارغاز کو اس ٹھکانے تک لے جاتا
لیکن اسلحے سے لدے ہوئے گھوڑے میرے لیے بہت قیمتی تھے۔ یہ ہماری غیر
معمولی محنت سے حاصل ہوئے تھے۔ یعنی پہلے لوہے کا حصول اور اس کے
بعد ہتھیار سازی۔ گویا ایک طویل کام ایک مختصر سے وقت میں طے ہو گیا
تھا اور ایک ایسا کام جس کے لیے ہمیں اچھی خاصی دشواریوں سے گزرنا ہوتا۔

مجھے اندازہ تھا کہ سرنگوں کے آس پاس پوشیدہ رہنے کی جگہیں اور
کمین گاہیں کہاں کہاں ہیں چنانچہ تھوڑے سے سفر کے بعد ہم ایک کمین گاہ
تک پہنچ گئے۔

اس دوران میں نے دوسرے اور بھی کام کیے تھے یعنی میں نے یہ
بات ذہن میں رکھی تھی کہ ٹرگش تک پہنچنے کا مختصر ترین راستہ کونسا ہو سکتا
ہے اور اگر ہم ایک سرنگ ایسی بنا لیں جو کسی قریبی سرنگ سے جا کر مل جائے اور

اس کا ایک راستہ شہر میں کھلے تو اس کے لیے ہمیں کتنے فاصلے تک سرنگ کھودنا ہوگی اور اس کے لیے کیا نقشہ ترتیب دینا ہوگا۔
یہ ایک بڑا کام تھا جو ہمیں انجام دینا تھا اور سب سے بڑا کام ہو چکا تھا یعنی ہتھیاروں کی بازیابی۔ اور یہ ایب نوس کے لیے خاصا سخت ہونا تھا جس میں اس کی شکست ایک یقینی امر تھی۔
چنانچہ میں نے کمین گاہوں سے تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر ارغاز کی جانب دیکھا اور مسکرا کر کہا۔
"ارغاز ہم باغیوں کی سرزمین تک پہنچ گئے ہیں۔"
"کیا مطلب۔" ارغاز حیرت سے اچھل پڑا۔
"ہاں۔"
"کیا کہہ رہے ہو رائنو؟"
"جو کہہ رہا ہوں درست کہہ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔
"وہ تو درست ہے لیکن۔ باغی کہاں ہیں؟"
"باغی بہت ہی قریب موجود ہیں ان پہاڑیوں میں۔"
"ان پہاڑیوں میں؟" ارغاز نے تعجب سے پوچھا۔
"ہاں۔"
"لل لیکن۔" ارغاز ایک دم ہکلا گیا۔
"تمہیں اتنا تعجب کیوں ہے۔"
"میں نہیں مان سکتا، دیوتاؤں کی قسم میں نہیں مان سکتا یہ پہاڑیاں تو ٹرگش سے بہت نزدیک ہیں اور ایب نوس کے فرشتے بھی نہیں سوچ سکتے کہ باغی اس کی شہ رگ سے اس قدر نزدیک ہیں۔ ہمیں تو زیادہ سفر بھی نہیں کرنا پڑا۔ اور میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں نے جن باغیوں کی تلاش کے لیے اتنے دور دراز علاقے کا سفر کیا ہے وہ ہمارے اس قدر قریب ہوں گے اور بلاشبہ اگر باغی یہاں موجود ہیں تو پھر انہوں نے انتہائی مہارت کا ثبوت دے کر ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا ہے جس کے بارے میں ٹرگش کے رہنے والے سوچ بھی نہیں سکتے۔"
"کیا میں ان باغیوں سے رابطہ قائم کر لوں؟" میں نے ارغاز سے پوچھا۔
"ضرور کرو۔" ارغاز نے مسکرا کر کہا۔ اور پھر بولا "میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ میری تقدیر بہت بلندی پر ہے لیکن حیثیت بدلنے کے بعد، اگر تم ٹرگش کے باغیوں کی حیثیت سے اس وقت مجھے ملتے جب میں باغیوں کی تلاش میں تھا اور ٹرگش کا وفادار تھا تو اس وقت بلاشبہ باغیوں کی بدنصیبی ہوتی لیکن یوں لگتا ہے کہ بغاوت کامیاب ہو کر رہے گی۔ اور تم میرے دوست جس قدر پراسرار انسان تھے اس کا اندازہ تو مجھے پہلے ہی ہو چکا تھا اور میرے دوست رائنو میں اپنی باتوں سے تمہیں زیادہ پریشان نہیں کروں گا تم جلدی سے ان سے رابطہ قائم کرو۔" اور میں نے گردن ہلا دی۔
اس کے بعد میں نے اپنے مخصوص اشارے کرنا شروع کر دیئے۔ میرے ہاتھ ایک مخصوص انداز میں چل رہے تھے گویا یہ ایک طویل داستان تھی جو میں باغیوں کو سنا رہا تھا اور پھر میں نے اپنا اشارہ نشر کرنے کے بعد ارغاز کی جانب دیکھا جو بغور میرے اشاروں کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا
"ارغاز تم اپنے آدمیوں کو قیام و طعام کا بندوبست کرنے کا حکم دو۔"
"کیا تم یہاں قیام کرو گے؟"
"ارغاز تم مجھے ایک بات کا جواب دو۔" میں نے ارغاز کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔
"ضرور رائنو! ضرور۔"
"کیا یہ سارے آدمی تمہارے قابلِ بھروسہ ہیں، کیا یہ ہمارے خلاف تو نہیں جا سکتے۔"
"تم رازوں کی بات کر رہے ہو نا رائنو!"
"بالکل۔ میرا مقصد یہی ہے۔"
"اور تمہارا مقصد یہ ہے کہ باغی ان کے سامنے اپنے خفیہ ٹھکانوں سے باہر آئیں یا نہ آئیں۔"
"ہاں یہ بھی صحیح ہے۔"
"تو اس کے لیے میں تمہیں ایک تجویز پیش کر سکتا ہوں۔"
"وہ کیا؟"
"ان تمام لوگوں کو باغیوں کے حوالے کر دیا جائے اور اس میں سے صرف چند افراد ساتھ رہنے دیئے جائیں جنہیں ہم واپس لے جائیں جن پر مکمل اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے واپس جا کر باقی لوگوں کے بارے میں ہمیں کوئی نہ کوئی کہانی تو سنانا ہی پڑے گی۔"
"کیا مطلب؟"
"مطلب یہ کہ جب ہم واپس ایپی لس کے پاس پہنچیں گے تو کیا اسے یہ نہیں بتائیں گے کہ ہمارا سارا سامان کیسے لوٹا گیا اور قافلے کے آدمی کس طرح ہلاک کر دیئے گئے۔ اس وقت تمہارے خیال کے مطابق ہمیں کیا جواب دینا ہوگا۔" ارغاز نے مجھ سے سوال کیا۔
"ظاہر ہے ایسا جواب جس سے ایپی لس مکمل طور پر مطمئن ہو سکے" میں نے جواب دیا۔
"بالکل درست رائنو۔ دراصل اس سلسلے میں بھی مجھے تم سے ہی مشورہ لینا تھا۔ ظاہر ہے کوئی نہ کوئی جواب تو دیں گے ہی۔"
"ایپی لس کو اس بات کا علم ہے کہ باغیوں کے گروہ بہت زیادہ مضبوط ہیں۔ ان کی کارروائیاں ہماری کارروائیوں سے زیادہ مؤثر ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ اگر ہم اسے کوئی کہانی سنائیں گے تو وہ اس کہانی پر شبہ نہیں کرے گا۔"
"خوب تو واپس لے جانے والے آدمی کتنے بچیں گے؟" میں نے سوال کیا۔
"صرف پانچ۔ چھٹا میں اور ساتواں تم۔"

"مناسب" میں نے جواب دیا اور ارغاز دوسرے کام انجام دینے لگا
پھر اس نے اپنے آدمیوں کو قیام کا حکم دے دیا۔ گھوڑوں کے
اوپر سے سامان اتارا جانے لگا اور یہ قافلہ قیام پذیر ہو گیا۔

لیکن زیادہ دیر نہ لگی تھی کہ پہاڑی چٹانوں نے گھوڑے اگلنا شروع
کر دیئے۔ گھوڑے سوار اس برق رفتاری سے قافلے کے چاروں طرف جمع
ہو رہے تھے کہ تعجب ہوتا تھا۔

میں نے اپنے لوگوں کی کارروائی دیکھی اور متاثر ہوا۔ یہ لوگ
بہت ہی زیادہ ذہانت کا ثبوت دے رہے تھے اور سب سے بڑی
بات یہ تھی کہ اس کارروائی میں نوماس بھی شریک تھا یقیناً اسے اطلاع
دی گئی ہو گی کہ کوئی قافلہ یہاں آ کر رکا ہے اور اس سے اشارے نشر کیے
جا رہے ہیں لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ نوماس نے سرنگوں کے درمیان
اتنا طویل سفر اتنی جلدی طے کر لیا تھا۔ کیونکہ جس جگہ ہمارا خصوصی ٹھکانہ
تھا وہاں سے اس سرنگ تک کا فاصلہ کافی طویل تھا اور اگر سرنگوں میں
گھوڑے بھی دوڑائے جاتے تو یہ فاصلہ اتنی جلدی طے نہیں ہو سکتا تھا۔
بہر حال ہر بات سے قطع نظر یہ اعلیٰ کارکردگی کی ایک عمدہ مثال تھی یا
پھر یہ بھی ممکن تھا کہ نوماس یہیں کہیں قریب ہی موجود ہو۔

میں نے نوماس کو دیکھا اور نوماس نے مجھے۔ باقی ہمارے
چاروں طرف پھیل گئے اور پھر نوماس دو آدمیوں کے ساتھ میرے سامنے
پہنچ گیا۔ وہ گھوڑے سے اترا اور میرے نزدیک آ کر جھک گیا۔

"عظیم سربراہ!" اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "کیا حکم ہے؟"
اور میں نے ارغاز کی جانب دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں کچھ جاننے کی
چمک تھی۔ بہر حال میں نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے نوماس
سے کہا۔

"نوماس یہ سارا اسلحہ حاصل کر لو۔ میرا خیال ہے یہ تمہاری تمام تر
فوجوں کے لیے کافی ہے۔"

"یقیناً۔ کیا یہ سارا سامان اسلحہ ہے؟"

"ہاں۔ تم اسے باآسانی لے جا سکتے ہو۔"

"اور یہ لوگ؟" نوماس نے سوال کیا۔

"سب ہمارے وفادار ہیں اور سب ہمارے ساتھی۔"

"واہ۔ گویا تو نے وہاں بھی ایک حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے"
نوماس نے سوال کیا۔

"جو چاہے سمجھ لو۔ میں تجھے کچھ سوچنے سے نہ روک سکوں گا۔"
میں نے جواب دیا۔

اور نوماس اسلحہ سرنگوں کے ذریعے اپنے خفیہ خانوں تک پہنچانے لگا
ارغاز کے تمام ساتھی متحیرانہ انداز میں باغیوں کو دیکھ رہے تھے خود ارغاز
کی حالت بھی حیرت انگیز تھی۔ وہ حیرت سے منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا
اور میں اس کی وجہ سمجھ گیا تھا۔ وہ نوماس کے الفاظ پر حیران تھا جو اس نے
میری شان میں کہے تھے۔ پھر جب میں ارغاز اور اس کے ساتھیوں کو
لے کر سرنگ کے اندر داخل ہوا تو ارغاز نے آہستہ سے پوچھا۔

"کیا یہ درست ہے میرے دوست رائنو!"

"ہاں ارغاز تم نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔ کیا تم نے کبھی اس بات
پر سوچا کہ باغیوں کا سربراہ کون ہے۔"

"میں نے سنا تھا کہ اس کا نام رائن ہے۔ اوہ۔" اچانک ارغاز
کو اپنی بات کا احساس ہوا اور اس کی آنکھیں شدت حیرت سے پھٹ گئیں
"کیا میں رائنو کو رائن بھی کہہ سکتا ہوں۔"

"ہاں میں رائن ہی ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ارغاز کے
رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس کا چہرہ شدت حیرت سے سرخ ہو گیا تھا۔ پھر وہ
کافی دیر تک کچھ نہ بول سکا۔ اب وہ پتھر کے ایک بت کی طرح میرے ساتھ
چل رہا تھا جیسے اسے اپنی ناواقفیت پر شدید حیرت ہو۔

سرنگوں کا یہ جال جتنا طویل تھا۔ ارغاز اس کے بارے میں کچھ
بھی نہ سکتا تھا۔ آخر کار اسلحہ سرنگوں میں منتقل ہو گیا اور پھر میں نے
فیصلہ کیا کہ ارغاز کو ان سرنگوں کی سیر کراؤں گا۔ [illegible]
ساتھیوں کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیا۔ اور ارغاز نے انہیں یہ بات
بتا دی تھی کہ انہیں یہاں کس طرح رہنا ہے۔

باقی پانچ آدمی جو اسے واپس لے جانا تھے ان کو بھی اس
نے منتخب کر لیا تھا۔ یوں ان کے لیے ایک الگ جگہ منتخب کر دی گئی تھی
اس کے بعد میں ارغاز کو لے کر چل پڑا۔

اور پھر میں نے ارغاز کو وہ عظیم الشان غار دکھایا جو قیدیوں کی
رہائش گاہ تھی اور غار میں موجود سرنگوں کے ذریعے وہ دور دور کے علاقوں
میں جا سکتے تھے۔

یہاں ہمارا جتنا بھی وقت صرف ہوا صرف ارغاز کو ان علاقوں کو
دکھانے میں صرف ہوا تھا اور اس کے بعد میں نے یہ کھیل ختم کر دیا۔ اب
ہم واپسی کا پروگرام بنا رہے تھے۔

ارغاز نے جو کچھ دیکھا اور اسے میری شخصیت کے بارے میں جو
کچھ بھی معلوم ہوا وہ اس کے لیے باعث حیرت تھا۔ اور اب وہ اکثر حیران
ہی میں رہا کرتا تھا۔ اکثر وہ تنہائی میں میری شکل دیکھا کرتا تھا۔ ایک
دو بار میں نے اس سے پوچھا تو وہ مسکرا کر کہنے لگا۔

"میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا رائنو کہ تم کون اور کیا ہو گئے
افسوس میں تمہارے ساتھ اتنی اچھی طرح پیش نہیں آیا جتنا مجھے آنا چاہیے تھا"

"اس بات کو ذہن سے نکال دو ارغاز۔ سب سے اچھی بات یہ
ہے کہ تم میرے ہم نوا بن گئے ہو۔"

"ہاں اور شاید یہ میری خوش نصیبی ہے ورنہ تم تو میرے سرنگ
پہنچ گئے تھے اگر میں تمہارا دشمن ہی ہوتا تو کیا تمہارے ہاتھ باآسانی میری
گردن تک نہ پہنچ جاتے تم تو مجھے نہایت اطمینان سے قتل کر سکتے تھے۔"

ارغمار نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں اس کے لیے وقت کا شکر گزار ہوں ارغمار کہ اس نے یہ موقع نہ آنے دیا۔ یہ حقیقت ہے ارغمار کہ اگر تم تبدیل نہ ہوتے اپنے ارادوں میں تو میں تمہیں زیادہ دیر تک زندہ نہ رہنے دیتا لیکن بہرحال تمہارے روپ میں نہ صرف مجھے اپنا ایک ہمنوا ملا بلکہ اتنا عظیم دوست بھی ملا جس کی دوستی پر میں بجا طور پر فخر کر سکتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں سچ کہا اور اس کا سہرا میری بہن کے سر ہے۔" ارغمار نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

"میرا خیال ہے ارغمار اب ہمیں واپس چلنا چاہیئے۔"

"بالکل میں خود بھی اس کام میں اب جلدی کرنا چاہتا ہوں" اور ہم سرنگوں کے سفر سے واپس چل دیئے۔

نوماس اسلحے کے یہ ذخیرے دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا اس کے پاس رہنے کے لیے مجھے بہت کم وقت ملا تھا۔ لیکن اسے نقشے اور ہدایات تو دینا ہی تھیں۔ میں نے اسے پوری تفصیل سمجھا دی اور نوماس گردن ہلانے لگا۔

"تو نے جو کچھ کیا رائن میں اس پر سخت حیران ہوں لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ارمغانوں کی وادیوں نے ایک ناقابل یقین کارنامہ انجام دیا ہے اور وہ کارنامہ ہے تیری پیدائش اور تیری پرورش۔"

"حیرت چھوڑ نوماس کیا تو اس اسلحے سے مطمئن ہے؟"

"اسلحہ پہلے بھی ہمارے پاس کافی موجود ہے لیکن اس عظیم الشان ذخیرے کے بعد تو ہماری ساری ضروریات پوری ہو گئیں۔"

"سرنگ کا نقشہ سمجھ لیا۔"

"ہاں!"

"اور اب ہماری اور تمہاری ملاقات سرنگ کے اختتام پر ٹرگش میں ہی ہونی چاہیئے۔ اس کام میں تم جلدی جتنی کرو بہتر ہے۔"

"تم مطمئن رہو رائن سارے کام تمہاری مرضی کے مطابق ہوں گے۔"

"خوراک کی کیا کیفیت ہے!"

"محفوظ ذخائر ابھی تک موجود ہیں بلکہ ان میں کافی اضافہ ہوا ہے ہمارے ساتھی بہترین غلہ اور سبزیاں پیدا کر رہے ہیں ان کا جذبہ قابل داد ہے۔"

"یقیناً اس کے بعد ان کی زندگی میں جو خوشگوار تبدیلیاں آئیں گی وہ ان کی محنتوں کا ثمر ہوں گی۔ اس کے علاوہ رائن ہمارے ہاتھ ایسے لوگ بھی لگے ہیں جو انہی قیدیوں میں شامل تھے جو ہمارے ساتھ فرار ہوئے تھے۔"

"اوہ، کتنی تعداد ہے ان کی؟"

"بیس آدمی تھے۔"

"کہاں مل گئے؟"

"ویرانوں میں بھٹک رہے تھے۔ موت کے نزدیک تھے اگر ہم ان کی زندگی نہ بچاتے تو وہ موت کا شکار ہو گئے ہوتے۔"

"اچھا کیا تم نے!"

"لیکن ان سے ان کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئیں اس نے ہم سب کے حوصلے اور بڑھا دیئے ہیں۔"

"خوب، وہ کیا معلومات تھیں؟"

"ان لوگوں پر عرصہ حیات تنگ تھا۔ ایسی اذیتیں برداشت کرنا پڑی تھیں کہ سن کر خوف آ رہا ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے ساتھیوں نے تو بہترین وقت گزارا ہے۔"

"کہاں ہیں وہ لوگ؟"

"ہم نے انہیں خود میں شامل کر لیا ہے اور وہ لوگ بھی اب ہمارے مشن سے بہت مخلص ہیں۔"

"ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے لیکن ہر شخص کو مصروف رکھو۔ کسی کو کاہلی کا شکار نہیں ہونا چاہیئے۔"

"وہ سب کاشت کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے نوماس کوئی اور سوال؟"

"نہیں۔"

"میری ہدایات پر تم نے غور کر لیا ہے؟"

"ہاں بخوبی۔ اور تم یہاں کے معاملات سے بے فکر رہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم کوئی ناقابل یقین کارنامہ انجام دینے میں مصروف ہو گے۔ بہرحال میں بذریعہ سرنگ ٹرگش پہنچ رہا ہوں۔"

نوماس کی یقین دہانی کے بعد میں وہاں سے چل پڑا۔ پانچ سلحی ہمارے ساتھ تھے اور ہم نے ان کی حالت خستہ بنا دی تھی اور اب ہم ٹرگش واپس سفر کر رہے تھے۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال بھی تھا جس کا تذکرہ میں نے ارغمار سے کیا۔

"ارغمار کیا اسلحے کی گمشدگی کا راز کھل گیا ہو گا؟"

"اوہ ممکن ہے۔"

"کیا ان کا شبہ ہمارے اوپر بھی جا سکتا ہے۔"

"ناممکن۔"

"پھر وہ کیا سوچیں گے؟"

"دوسری بات ہے کہ وہ اسے باغیوں کی حرکت سمجھیں اور تحقیقات کریں کہ ٹرگش میں باغی کہاں سے گھسے۔"

"اس صورت میں تو ہم محفوظ ہیں۔"

"سو فیصد۔ ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔" ارغمار نے مطمئن لہجے میں کہا۔ اور پھر میں نے اسے مزید تفصیل بتانے کا فیصلہ کیا۔

"اس کے علاوہ میں ایک اور انکشاف کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ اب اور کوئی انکشاف باقی رہ گیا ہے کیا۔ مجھے تو آج تک حیرت ہے کہ باغیوں کا عظیم سربراہ میرے ساتھ ہے۔"

ارغماز نے تحیر خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔
"نہیں۔ وہ بات میری ذات سے متعلق نہیں ہے۔"
"پھر؟"
"محل ہی کی ایک بات ہے لیکن میرے خیال میں تم خود بھی اس سے لاعلم ہو۔ ورنہ اس کا تذکرہ ضرور کرتے۔"
"ایسی کونسی بات ہے۔"
"تم نے کبھی مجھے پرسی فون کے بارے میں نہیں بتایا۔"
"پرسی فون، ایب نوس کی ماں؟"
"ہاں۔"
"اس کے بارے میں کوئی قابلِ ذکر بات ہی نہیں تھی۔"
"کیا وہ زندہ ہے؟"
"ہاں اور محل کے ایک گوشے میں رہتی ہے۔"
"کیا وہ گوشہ نشین ہے؟"
"ہاں اس نے خود ہی یہ زندگی اختیار کی ہے لیکن اس کا بیٹا ایب نوس اس کا پورا پورا خیال رکھتا ہے اور اس نے اسے محل ہی کے ایک حصے میں رکھا ہوا ہے۔"
"کیا ایب نوس اس سے ملنے بھی جاتا ہے؟"
"یہی سنا ہے کہ وہ اپنی ماں کی خدمت میں حاضری دیتا رہتا ہے۔"
"تمہارے کسی سپاہی نے تمہیں اس حاضری کی تفصیل نہیں بتائی۔"
"نہیں۔ کوئی خاص بات ہے؟" ارغماز کی آنکھوں سے تجسس جھانک رہا تھا لیکن اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور ایک اور سوال داغ دیا۔
"کیا ایپی لٹس اپنی بیٹی سے ملنے ... کبھی نہیں جاتا؟"
"ایپی لٹس؟" ارغماز نے چونک کر پوچھا "نہیں میرا خیال ہے وہ اس سے نہیں ملتا۔"
"کیوں؟"
"وہ بیٹی سے زیادہ خوش نہیں ہے۔ شاید اس کے ذہن میں یہ بات ہے کہ پرسی فون کی وجہ سے اس کی حکومت چھن گئی تھی۔"
"کیا اسے اس سے محبت بھی نہ ہوگی؟"
"ایسی بات بھی نہیں ہے لیکن وہ اپنے ہی جوڑ توڑ میں مصروف ہے اسے باغیوں کا بھی خوف ہے اس لیے وہ ہر وقت جاگتا رہنا چاہتا ہے۔"
"ہوں تو پھر وہ ضرور لاعلم ہوگا۔"
"کونسی بات سے؟"
"وحشی درندہ سو فیصدی جانور ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ انسان کی اولاد کس طرح ہو سکتا ہے۔"
"یعنی۔"
"گوریلا اپنی ماں کو صرف عورت سمجھتا ہے اور پرسی فون کا بدن اس کے ناخنوں کی خراشوں سے بھرا ہوا ہے وہ مجبور ہے اور بیٹے سے سخت نفرت کرتی ہے۔"
"کیا؟" ارغماز کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔
"ہاں ارغماز ظاہر ہے کہ ایک جانور سے اس سے زیادہ کیا توقع رکھتے ہو اور یہ تمہاری اس دنیا کا سب سے المناک پہلو ہے تم تابع ہو ایسے جس کی چیرہ دستیوں نے سخت الثرکا مستقبل تاریک کر رکھا ہے۔ وہ صرف ایک جانور ہے انسانوں کی صفات رکھنے والا جانور۔"
"بڑی بھیانک بات کہی تم نے راسن۔ ایسی خوفناک بات کہ اگر ترگش کے لوگوں کو معلوم ہو جائے تو ایک طوفان کھڑا ہو جائے۔"
"اس طوفان کا نتیجہ کیا ہوگا؟" میں نے ارغماز کو گھورتے ہوئے کہا۔
"قتل و غارت گری اور بے پناہ خونریزی۔ کیونکہ بہرحال ایب نوس کے ہمنوا اس کے لیے سب کچھ کر بیٹھیں گے۔ اور وہ طاقتور ہیں۔"
"خود ایپی لٹس کا کیا ردِ عمل ہوگا۔" میں نے دوسرا سوال کیا اور ارغماز سوچ میں ڈوب گیا پھر گردن ہلا کر بولا۔
"اس کے بارے میں نہیں کہہ سکتا۔ ممکن ہے ایپی لٹس کا نظریہ بدل جائے اور وہ ایب نوس کا دشمن بن جائے۔"
"اس کے امکانات موجود ہیں۔"
"کافی حد تک۔ کیونکہ اگر خود ایپی لٹس اس پہلو کو نظر انداز کرنا چاہے تو اس کے بس کی بات نہیں ہے اس کے خلاف اس قدر نفرت پھیل جائے گی کہ وہ اس نفرت کا سامنا نہیں کر سکے گا۔"
"گویا دونوں پہلو ہمارے حق میں ہیں۔"
"کیا مطلب؟"
"میں ایپی لٹس کو اس ایلیے سے روشناس کرانا چاہتا ہوں ارغماز اور اب واپس جانے کے بعد تمہارا کام یہ ہوگا کہ میری مستقل ڈیوٹی ایب نوس پر ہی لگا دو۔"
"آہ۔ اس سے تم کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟"
"ان دونوں میں اختلاف، لیکن اس کا اظہار میں اس وقت کروں گا جب میرا کام مکمل ہو جائے گا۔"
"اوہ تم کس قدر خطرناک ہو راسن بلاشبہ تمہیں اس کا حق پہنچتا ہے کہ تم باغیوں کی سربراہی کرو۔ اور اس کے بعد اس ملک کا نظم و نسق سنبھالو۔" ارغماز نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ احمق نوجوان غلط فہمیوں کا شکار تھا اسے کیا معلوم میں کون تھا۔ اگر وہ میرے بارے میں کچھ اور جانتا ہوتا تو حیرت کا مجسمہ بن جاتا۔
بہرحال ہم ترگش میں داخل ہو گئے اور ارغماز نے پہلے شاہی محل کا رخ کیا تھا۔ میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں تھی لیکن جس وقت ارغماز ایپی لٹس ... کے سامنے پہنچا تو میں بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔
ارغماز نے بڑے پشیمان لہجے میں اپنی ناکامی کی داستان سنائی تھی

اس نے بتایا کہ قافلہ لوٹ لیا گیا۔ باغیوں کی نگاہوں سے وہ روپوش نہ ہو سکا اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو زخمی کر کے ڈال دیا گیا۔
لیپی ٹس کا غصہ شباب پر تھا "میں لگتا ہے ارغماز کہ تم اپنے عہدے کے قابل نہیں ہو۔ باغیوں کی سرگرمیاں بڑھتی جارہی ہیں اور تم ہمیشہ اپنی ناکام صورت لے کر میرے سامنے آتے ہو۔"
"میں شرمسار ہوں۔" ارغماز نے کہا۔
"لیکن تمہاری شرمساری ایب نوس کے باغیوں کو ختم نہیں کر سکتی میں ایب نوس سے مشورہ کر کے کسی اور شخص کو تمہاری جگہ تعینات کروں گا اس وقت تک تم اپنے عہدے کو چھوڑ کر محل کے محافظوں کے گھروں کی خدمت انجام دو۔"
ارغماز نے سر کو جھکا دیا۔ اور پھر وہاں سے چلا آیا لیکن اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی کیا خیال ہے سائن ہمارے دوست لیپی ٹس نے تو ہمارے اوپر عنایت کی ہے۔"
"بے شک ہمیں اس کا شکر گزار ہونا چاہیے۔"
"اور میرا خیال ہے اب تم اپنا کام انجام دو۔"
"کونسا کام؟"
"تم لیپی ٹس کو اس کی بیٹی پرسی فون کے بارے میں بتادو۔ یہ ایک دلچسپ کام ہوگا۔"
"لیکن اب تو تمہاری خدمت بدل چکی ہے ارغماز کیوں نہ یہ کام اب تم کرو۔ ظاہر ہے تم محل کے محافظوں کے نگراں بن گئے ہو۔"
"اوہ جیسا تم کہو۔" ارغماز نے کہا اور ہم اس سلسلہ میں لائحہ عمل مرتب کرنے لگے۔
اسلحہ خانے سے اسلحے کی چوری کی بات ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی تھی۔ بہر حال ارغماز نے محل کے نگراں کی حیثیت سے معاملات سنبھال لیے میں حسب معمول گوریلے شہنشاہ ایب نوس کا خادم بن گیا تھا۔ اور مستقل طور پر اس کی خواب گاہ میں تعینات تھا تاکہ اس پر نگاہ رکھوں۔ اور بلاشبہ اس گوریلے کے کارنامے بے حد گھناؤنے اور قابل نفرت تھے۔ مجھے اس کی ذات سے بے پناہ گھن آنے لگی تھی اور میں نے یہ بات بخوبی محسوس کی تھی کہ نہ صرف پہرے دار اور محل کے دوسرے بے شمار لوگ اس سے بے پناہ نفرت کرتے تھے وہ اس کی رعیت میں تھے لیکن خوش نہیں تھے۔
نوجوان اور نوخیز لڑکیاں گوریلے کی خواب گاہ میں پہنچائی جاتی تھیں اور اس کے بعد یا تو ان کی لاشیں برآمد ہوتیں یا پھر وہ اس حالت میں ہوتیں کہ ان کے جسم لہولہان ہوتے۔ بڑی دردناک کیفیت ہوتی تھی ان کی اور اس کے بعد جب ایب نوس اپنی خواب گاہ سے برآمد ہوتا تو دل چاہتا کہ اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں لیکن ابھی کچھ وقت باقی تھا۔
سارے کام آہستگی سے کرنا تھے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق تھا میں اگر چاہتا تو یہ سارے کام کر سکتا تھا لیکن بات صرف اس گوریلے کی نہیں تھی بلکہ تحت الثریٰ کی پوری حکومت کو تبدیل کرنا تھا اور اس سلسلے میں بہر صورت اس کم بخت جانور کے ہمدرد کافی تھے سمجھنے کیوں!
سو میں نے محسوس کیا کہ گوریلا حسین ترین لڑکیوں کے درمیان رہنے کے باوجود پرسی فون سے خاص رغبت رکھتا تھا اس کی وجہ میں نے محسوس کی تھی جو شاید یہ تھی کہ گوریلا جب بھی مجھے کسی قسم کی پریشانی کا شکار نظر آتا تو پرسی فون کے کمرے کی جانب چلا جاتا تھا بعض اوقات یہ بھی ہوتا تھا کہ کوئی خوبصورت حسینہ اس کی خواب گاہ میں بیٹھی اور تھوڑی ہی دیر بعد واپس آگئی معلوم ہوا کہ ابھی اس کی بدنصیبی کے دن نہیں آئے اور میں نے اسے پرسی فون کی خواب گاہ کی جانب جاتے دیکھا۔
اور ہوتا اس وقت یہی تھا کہ خادموں میں سے ایک خادم ضرور اس کے ساتھ پرسی فون کی خواب گاہ میں رہا کرتا تھا لیکن اس بات کا مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔
بڑا ہی گھناؤنا کردار تھا، پرسی فون کے اس بیٹے کا جس کا نطفہ ایک غلام کوتال کا تھا اور میں نے بارہا محسوس کیا کہ پرسی فون اب اپنی اس حرکت پر کس قدر پچھتاتی ہے۔ سو اس دن گوریلے کی ذہنی کیفیت زیادہ درست معلوم نہیں ہوتی تھی اور میں نے محسوس کیا کہ وہ پریشان ہے۔
اتنے دنوں میں مجھے اندازہ تھا کہ میں نے اس کی شخصیت کے کچھ پہلو سمجھ لیے ہیں اور اسی وقت مجھے... اپنا کام انجام دینا تھا اور اس وقت میرے اندازے کے مطابق گوریلے کی بے چینی اس بات کی نشاندہی کرتی تھی کہ وہ پرسی فون کی جانب ضرور جائے گا کیونکہ اس سے قبل بھی کئی بار ہی ایسا ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے دوست ارغماز کو اطلاع دی۔
ارغماز نے متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھا تھا اور پھر وہ کہنے لگا "کیا تمہیں یقین ہے کہ آج وہ وہاں ضرور جائے گا۔"
"ہاں میرے دوست میرا خیال ہے اگر اسے موقع پر ہی دیکھ لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ میں اس کی بے چینی سے یہی محسوس کرتا ہوں کہ آج وہ ضرور پرسی فون کی جانب جائے گا۔"
"تو پھر میں لیپی ٹس سے بات کروں۔"
"یقیناً۔"
"تم میرے ساتھ چلو گے؟"
"ضروری ہے کیونکہ اطلاع دینے والوں میں تو میں ہی ہوں۔"
"تب پھر آؤ ہمیں دیر نہیں کرنا چاہیے اور بہتر یہی ہوگا ارسٹو کہ تم اس وقت خواب گاہ میں موجود رہو جب لیپی ٹس کو میں وہاں لے جاؤں۔"
"میں پوری کوشش کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں لیپی ٹس کی جانب چل دیئے۔ لیپی ٹس تک رسائی زیادہ مشکل نہیں تھی اس نے اطلاع ملنے پر ہمیں اپنی آرام گاہ میں بلا لیا۔
"ارغماز کیا تم اپنے عہدے کی بحالی کی بات کرنے آئے ہو لیکن میں اس

سلسلہ میں گستالی کا انتخاب کر چکا ہوں اور میں نے اسے ہدایت بھی دے دی ہے کہ وہ باغیوں کی سرکوبی کے لیے انتہائی اقدامات کرے اور تم اب اس کا نتیجہ دیکھو گے۔"

"ایپی لٹس زیرک اور دانشمند ہے اور اس کے جو فیصلے ہوتے ہیں وہ تحت الثریٰ کی بقا کے لیے ہوتے ہیں چنانچہ ایب نوس کے وفادار کی حیثیت سے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ ایپی لٹس کے فیصلوں کی اطاعت کرے اس لیے مجھے جو تبائے منصب بخشا گیا ہے وہ میرے لیے کم نہیں ہے اور میں اپنے پرانے منصب کی بحالی کے لیے نہیں آیا۔"

"پھر۔ پھر کیا بات ہے؟" ارغماز کے الفاظ سے ایپی لٹس کا رویہ نرم نظر آنے لگا۔

"اس سے قبل میری توجہ باغیوں کی جانب مبذول تھی لیکن محل میں آ کر میں نے حسب استطاعت محل کے حالات کو پرکھا ہے اور اس وقت میں ایک دردناک اطلاع لے کر تیرے پاس آیا ہوں۔ ایپی لٹس اور یہ میرا فرض تھا۔"

"دردناک اطلاع؟" ایپی لٹس نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں ایپی لٹس کی غیرت اور وطن دوستی میری نگاہوں سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ایب نوس اس کا نواسہ ہے لیکن میں جانتا ہوں شاہی وقار اور دبدبہ اسے ایپی لٹس نے ہی عطا کیا ہے اور ایپی لٹس اس کا نگران ہے لیکن میرے علم میں کبھی یہ بات نہیں آئی کہ ایپی لٹس نے بذاتِ خود اپنے اجداد یا تحت الثریٰ کے قانون یا عزت و حمیت کے قانون کی دھجیاں اڑائی ہوں۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے۔ ہم نے ایب نوس کے معاملات میں مداخلت نہیں کی لیکن خود کبھی تحت الثریٰ کے قوانین کو عدہ نہیں کہا۔"

"اس لیے مجھے یقین ہے کہ اس معاملے کی ایپی لٹس کو اطلاع نہیں ہے۔"

"کس معاملے کی بات کر رہے ہو ارغماز۔ بات کو الجھائے بغیر صاف صاف کہو۔"

"ہمارے اس خادم کا نام ایپک ہے اور یہ میری جانب سے ایب نوس کی خواب گاہ پر تعینات تھا۔" ارغماز نے میری طرف اشارہ کیا۔

"تو پھر تمہارے اس خادم نے ایسی کیا بات دیکھی جس سے تم نے محسوس کیا کہ تحت الثریٰ کا قانون زخمی ہوا ہے۔"

"خادم کی یہ مجال نہیں ہے شاہ ایپی لٹس کہ وہ کسی قسم کی مداخلت یا اپنی طرف سے کوئی ایسی بات کرے جو اس کی حیثیت سے برتر ہو لیکن شہزادی پرسی فون نے اس سے خود مظلومانہ درخواست کی کہ وہ کم از کم ایک بار تو ایپی لٹس کو اس کا پیغام دے اور اسے بتلائے کہ جب سے اس نے پرسی فون کی جانب سے نگاہیں پھیری ہیں۔ پرسی فون کی حیثیت اس محل میں کیا ہو گئی ہے اور وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو نہیں ہونا چاہیے۔"

"پرسی فون"۔ ایپی لٹس کی آواز میں لرزش تھی۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ "کیا ہوا پرسی فون کو؟"

"شاہ ایپی لٹس، کیا تم نے اسی دوران کبھی پرسی فون کی خیریت جاننے کی کوشش کی ہے، کیا تم اس سے ملے ہو؟"

"نہیں۔ طویل عرصے سے نہیں۔"

"اور اس کی وجہ کیا ہے، یہ پوچھنے کا حق ایک خادم کو تو نہیں ہے لیکن۔" ارغماز نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں پرسی فون کی کچھ باتوں سے شدید ناراض تھا۔ میں منتظر تھا اس بات کا کہ پرسی فون خود مجھ سے رابطہ قائم کرتی۔" اس کے انداز میں بے پناہ بے چینی تھی "لیکن اس نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا اور میں اس سے برگشتہ رہا۔"

"افسوس۔ وہ اس قابل ہی نہیں تھی کہ تم سے رابطہ قائم کرتی شاہ ایپی لٹس۔" ارغماز نے کہا۔

"کیوں۔ ایسی کیا بات ہوئی؟"

"تمہیں شاید اس بات کی اطلاع نہیں ہے کہ...... شاہ ایب نوس بعض معاملات میں انسانوں سے قطعی مختلف ہیں۔"

"مجھے اندازہ ہے۔"

"پھر جب تمہیں اندازہ تھا۔ شاہ ایپی لٹس تو کیا تمہیں معلوم ہے کہ تحت الثریٰ کی تاریخ میں کبھی کوئی ایسا واقعہ ہوا ہو کہ کسی ماں کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ اپنی ماں کا رشتہ ذہن سے مٹا دے اور اسے بھی ایک عورت سمجھے۔"

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔" ایپی لٹس کی آواز میں خوف کے آثار تھے۔

"ہاں۔ میرا یہ خادم اپنی نگاہوں سے وہ درندگی دیکھ چکا ہے۔ جس کے نشانات پرسی فون کے بدن پر کسی ثبوت کی مانند موجود ہیں۔ اس کا پورا جسم زخمی کیا جا چکا ہے اور وقفے وقفوں سے اس کے بدن کی سرخ خراشوں میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ وہ وحشت خیز سلوک ہے جو ایک درندہ اپنی ماں کے ساتھ کرتا ہے وہ خراشیں ایب نوس کے ناخنوں سے بنتی ہیں۔ حتیٰ کہ بیچاری پرسی فون اس قابل نہیں رہ جاتی کہ خود اٹھ سکے۔"

"نہیں۔ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔" ایپی لٹس کے لہجے میں وحشت تھی۔

"یہ بالکل درست ہے ایپی لٹس، میرا خادم اس بات کا چشم دید گواہ ہے اور خود پرسی فون نے اس بات کے لیے کہا ہے کہ کم از کم ایپی لٹس کو اس کی حالتِ زار کی اطلاع دی جائے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ وحشی درندے، وحشی کتے، تو نے ایپی لٹس کی مراعات سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ تو نے ایپی لٹس کے سینے میں سوراخ کیا ہے ایپی لٹس جس نے تجھے کسی قابل بنایا۔ جس نے تجھے عروج پر پہنچایا۔ وہ تجھے فنا بھی کر سکتا ہے۔ پرسی فون میری بیٹی میری بچی تیرے ساتھ بہت برا سلوک ہوا ہے

نوجوان ایبک تم مجھے ساری باتیں سچ سچ بتاؤ۔ کیا تم نے اپنی آنکھوں سے میری بیٹی کے ساتھ بہیمت اور درندگی کا سلوک دیکھا ہے۔"

"ہاں۔ شاہ ایپی لس۔ وہ چیختی ہے کراہتی ہے لیکن ایب نوس اس پر کوئی رحم نہیں کرتا۔ وہ پرسی فون کو نوچتا کھسوٹتا ہے اسے اٹھا اٹھا کر زمین پر پٹختا ہے اور اسے بالکل نڈھال کر دیتا ہے۔ پرسی فون ایک قیدی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اسے اپنے کمرے سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے اور وہ اپنی آواز دروازے پر کھڑے ہوئے پہرے داروں کو نہیں سنا سکتی۔"

ایپی لس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا تب اس نے خوفناک لہجے میں کہا۔

"ایب نوس، ایب نوس۔ اب تیری زندگی میرے لیے مناسب نہیں ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تو وحشت اور درندگی کی یہ بدترین مثال قائم کرے گا۔ ایب نوس تو نے میرے خوابوں کو درہم برہم کر دیا ہے۔ آہ میں نے تیرے بارے میں کیا سوچا تھا۔ لیکن تو نے میرے سینے میں ہی خنجر بھونک دیا ہے۔ ارغماز۔ ارغماز تو نے میرے اوپر احسان کیا ہے بیشک تو میرا مخلص اور ہمدرد ہے۔ میں نے تیرے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا میں ابھی پرسی فون سے ملوں گا۔ آہ میری بچی کس اذیت کا شکار ہے۔"

ایپی لس غصے اور رنج کی کیفیت سے نڈھال ہو گیا تھا۔

"شاہ ایپی لس۔ میری ایک درخواست ہے۔"

"کیا؟" اس نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

"ابھی آپ انتظار کریں۔"

"کیا انتظار کروں؟"

"اگر آپ کچھ انتظار کریں تو بہتر ہے میں اس وقت آپ کو وہاں پہنچاؤں جب ایب نوس درندگی کا مظاہرہ کر رہا ہو۔ دوسری صورت میں وہ ہم سب کو جھوٹا بھی ثابت کر سکتا ہے۔"

"لیکن میں کیسے انتظار کروں۔ میں اپنی بچی کے لیے بے چین ہوں"

"ہمیں مصلحتاً ایسا کرنا پڑے گا۔"

"کیسی مصلحت؟ میں آج بھی قادر ہوں وہ کیا سمجھتا ہے خود کو اس نے تو اپنی ماں کا خیال کیا نہ میرا۔ میں نے اس کے لیے کیا نہیں کیا لیکن آج بھی میری آواز اس سے برتر ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ لوگ کیا سمجھتے ہو تم۔"

"کس کے بارے میں شاہ ایپی لس؟"

"تحت الثریٰ پر کس کی حکومت ہے؟"

"ایب نوس کی۔"

"دوسروں کی طرح تم بھی احمق ہو۔ ذرا بھی سمجھ دار ہوتے تو سمجھ جاتے ایب نوس ہوتا کون ہے ایک وحشی۔ صرف ایک جانور جسے میں نے انسان بنایا ہے جب وہ اپنی۔۔۔ ہیئت نہیں بدل سکا تو اور کیا کر سکتا ہے۔ نہیں ارغماز تحت الثریٰ پر آج بھی میری حکومت ہے اور اس کے وفادار میری قوت سے نہیں ٹکرا سکتے۔"

"شاہ بہتر جانتا ہے۔"

"لیکن میں تمہاری بات مانوں گا خادم۔ جاؤ اپنا کام انجام دو۔ اور ارغماز تم میرے ساتھ رہو۔ میں اسے عالم وحشت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے سر جھکا دیا۔ اور پھر میں واپس ایب نوس کی خواب گاہ پر آ گیا۔ وحشی درندہ اندر غرا رہا تھا۔ اور پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ آندھی اور طوفان کی طرح باہر نکلا۔ اس کے انداز میں وحشت تھی۔

تمام خادم مؤدب ہو گئے۔ اس نے کسی سے کچھ نہیں کہا اور آگے بڑھ گیا۔ کسی کی ہمت نہ ہوئی تھی کہ اس کے پیچھے جائے۔ لیکن پروفیسر مجھے کسی بات کی کیا پروا ہو سکتی تھی۔ میں اس کے پیچھے دوڑا اور میں نے محسوس کر لیا کہ اس کا رخ پرسی فون کی خواب گاہ کی طرف ہی تھا۔

تب میں نے اس کے ساتھ اندر جانا مناسب نہیں سمجھا۔ اور میں ایپی لس کی طرف چل پڑا۔

ارغماز ایپی لس کے پاس موجود تھا۔ دونوں مجھے دیکھ کر اچھل پڑے تھے۔

"وہ۔۔۔ وہ۔ شہزادی کے کمرے کی جانب گیا ہے۔" میں نے خادموں کے سے انداز میں کہا۔

"اوہ چلو۔ چلو ارغماز۔ آؤ۔" ایپی لس نے بڑا خنجر اپنے لباس میں چھپا لیا۔ اور پھر وہ باہر لپکا۔ میں اور ارغماز اس کے پیچھے تھے۔ ارغماز نے مسکراتے ہوئے مجھے آنکھ ماری اور میں بھی مسکرانے لگا۔

تب ہم تینوں پرسی فون کی خواب گاہ پر پہنچ گئے۔ خواب گاہ کا دروازہ بند نہیں تھا اور اندر سے پرسی فون کی دہشت زدہ آوازیں سنائی دے رہی تھیں کبھی کبھی یہ آوازیں کربناک چیخوں میں بھی بدل جاتی تھیں۔

ایپی لس دیوانہ وار اندر داخل ہو گیا اور ارغماز بھی اس کے پیچھے ہی اندر چلا گیا۔

اندر کا منظر میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ شراب کے برتن زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔ پرسی فون بے لباس تھی۔ اس کے بدن پر نئی خراشیں نظر آ رہی تھیں اور قوی ہیکل گوریلا درمیان میں کھڑا ہوا تھا۔

"ایب نوس"۔ ایپی لس کی آواز سنائی دی اور گوریلے کے اندر ایپی لس کی آواز سے ایک نمایاں تبدیلی نظر آئی۔ وہ پلٹ کر ایپی لس کو دیکھنے لگا اور پھر اس نے مجھے اور ارغماز کو دیکھا۔

ایپی لس آگے بڑھ گیا۔ اور اب وہ گوریلے کے مقابل نظر آ رہا تھا۔

"ایب نوس یہ تو ہے" ایپی لس نے کہا اور اسی وقت پرسی فون آگے بڑھ آئی۔

"صرف اسے دیکھ رہا ہے ایپی لس مجھے بھی تو دیکھ یہ میں ہوں" اس نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کا بے لباس جسم دیکھ کر ایپی لس کی آنکھیں جھک گئیں۔

تجھے نہیں معلوم تھا پرسی۔ میری بچی مجھے نہیں معلوم تھا۔"

"ایب نوس۔ ایب نوس۔ اسے نہیں معلوم تھا سمجھا تو۔ میرے بچے میرے بیٹے! اسے کچھ نہیں معلوم تھا کہ اس کی بیٹی کس حال میں ہے میرے نزدیک آ۔ اسے بتا کہ تو میرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ دیکھ میرا ن تیرے لیے ہے۔ ایپی لُش کو اپنی قوت کے مظاہرے دکھا ایب نوس" اس نے گوریلے کو جھنجھوڑ ڈالا لیکن ایپی لُش نے پرسی کو پکڑ کر اور گھسیٹ لیا

"جنگلی کُتّے۔ تو نے یہ بھی نہ سوچا کہ وہ تیری ماں ہے تو نے اس پیٹ سے جنم لیا ہے۔ وحشی جانور مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا لگایا ہوا پودا اس قدر زہریلا بن جائے گا اور اب مجھے بتا میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں۔"

گوریلا بول نہیں سکتا تھا لیکن یہ بات سب جانتے تھے کہ وہ انسانوں کی مانند سمجھ دار ہے اور ہر بات پر غور کر سکتا ہے۔

اس کے چہرے پہ بے پناہ خوفناک کیفیت طاری تھی تب اس نے خوں خوار آوازیں نکالیں اور ایپی لُش کو باہر چلے جانے کا اشارہ اس کے انداز میں بغاوت نظر آ رہی تھی۔

"میں کہتا ہوں فوراً یہاں سے چلا جا اور کسی جنگل میں جا کر پناہ لے تیری یہاں گنجائش نہیں ہے چلا جا ورنہ میں۔ میں تجھے قتل کر دیتا ہوں"۔ ایپی لُش نے اپنا خنجر نکال لیا ہم دونوں پیچھے ہٹ گئے تب گوریلے کے انداز میں وحشت ابھر آئی۔ اس کے حلق سے ہلکی ہلکی غراہٹیں نکلیں پھر اس نے دونوں ہاتھ بڑھائے اور آگے بڑھا۔

یقیناً کوئی خاص واقعہ ہونے والا تھا اور یہ بات میں اور ارغمان دونوں ہی جانتے تھے کہ ایپی لُش اس گوریلے کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ گوریلا بے پناہ طاقتور تھا اور ایپی لُش کسی حادثے کا شکار ہونے والا تھا۔

گوریلا قدم قدم آگے بڑھتا رہا۔ ایپی لُش نے پرسی فون کو اپنے پیچھے کر لیا لیکن دوسرے لمحے پرسی فون نے اپنے باپ کو دھکا دیا اور آگے آ گئی "نہیں ایپی لُش تو اسے قتل نہیں کر سکتا۔ اسے قتل کرنے سے پہلے اس کی وحشت کا مظاہرہ مجھے دیکھنا ہوگا۔ تجھے دیکھنا ہوگا کہ آج تک تیری ماں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا رہا ہے اور تو کس طرح مجرمانہ غفلت برتتا رہا ہے"

"پرسی فون میری وحشت کو آواز نہ دے، مجھے نہیں معلوم تھا کہ تو اس کیفیت میں ہے۔ ہٹ جا سامنے سے ہٹ جا۔" ایپی لُش نے پرسی فون کو ایک طرف کر دیا اور خود چند قدم آگے بڑھ گیا۔

تب اچانک گوریلا اپنی جگہ رک گیا اور پروفیسر تمہیں شاید اس بات کا یقین نہ آئے لیکن میں نے گزری ہوئی صدیوں میں ایسے واقعات دیکھے ہیں کہ اگر تم میرے سامنے کوئی عجیب ترین چیز لا کر بھی رکھ دو تو مجھے حیرت نہ ہوگی۔

گوریلا اس انداز میں رکا تھا جیسے اب وہ ایپی لُش پر حملہ آور ہونا چاہتا ہو۔ ایپی لُش کے انداز میں وہی کیفیت تھی۔ وہ بے حد خون خوار نظر آ رہا تھا اور اس کا لمبا خنجر اس کے ہاتھ میں لہرا رہا تھا۔

"رک کیوں گیا بزدل۔ آگے بڑھ اور مجھ سے مقابلہ کر، میں آزمانا چاہتا ہوں کہ میرے بازوؤں میں اب کتنی قوت ہے اور کیا اب میں اس مجرم کو شکست نہیں دے سکتا جس نے تحت الثریٰ کے قوانین سے بغاوت کی ہے اور جو ہمارے اجداد کے بنائے ہوئے اصول توڑنے کا مرتکب ہوا ہے تو نے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے تجھے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ پرسی فون تیری ماں ہے۔"

"بکواس بند کرو" اچانک گوریلے کے منہ سے آواز نکلی اور ایپی لُش .... کا منہ بھی حیرت سے پھیل گیا۔

"میں اس کا بیٹا نہیں ہوں۔ میں کوزال کا بیٹا بھی نہیں ہوں۔ میں کون ہوں اس کے بارے میں اس وقت بتاؤں گا جب تم زندگی کی آخری سانسیں لے رہے ہوگے"۔ اور یہ ایسی اچانک اور ایسی حیرت انگیز بات تھی کہ نہ صرف میں اور ارغمان بلکہ پرسی فون اور ایپی لُش بھی ششدر رہ گئے تھے انہوں نے کبھی اس گوریلے کو بولتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ تب گوریلے نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور ایک ناقابلِ یقین واقعہ رونما ہوا۔

گوریلے نے اپنے بدن سے پوری کھال اتار دی تھی ایک گوریلے کی کھال اور اس کھال کے نیچے سے جو انسان برآمد ہوا تھا وہ میرے لیے پرسی فون کے لیے اور ایپی لُش کے لیے تحیر خیز تھا۔ ہاں نوجوان ارغمان اسے نہیں جانتا تھا۔

"تو۔ تو کون ہے؟" ایپی لُش نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ایک کہانی ایک داستان ہے۔ میری صورت تیرے لیے اور تیری بیٹی کے لیے اجنبی نہ ہوگی۔" اس نے جواب دیا۔

"فیرونا۔ تو۔ یہ تو ہے۔"

"ہاں۔ اور اب تجھے معلوم ہو گیا ہوگا ایپی لُش کہ پرسی فون میری ماں نہیں میری محبوبہ ہے۔"

"لیکن لیکن تو تو مر چکا تھا؟"

"ہاں میں مر چکا تھا لیکن میرا علم میرا جادو زندہ تھا۔ میں نے تجھ سے کہا تھا نا ' میں ایک داستان ہوں ایک انوکھی داستان اور اب وقت آ گیا ہے کہ میں خود کو افشا کر دوں کہ اس سے مناسب وقت اور کوئی نہیں ہے۔"

اور پروفیسر! یہ تحت الثریٰ کی داستان کا سب سے عجیب اور پُراسرار موڑ تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ گوریلا فیرونا کیسے بن گیا اس نے تو پرسی فون کے بطن سے جنم لیا تھا اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا پروفیسر کہ وہ جادوگر میری اس وقت کی حیثیت سے بھی واقف تھا یا نہیں تمہیں فیرونا یاد ہے نا ۔ وہی جادوگر جس نے ہیکی سے کہا تھا کہ پرسی فون اسے دے دے اور حکومت خود لے لے۔ اور پھر اس نے خود کو ہیکی کے سامنے ہلاک کر لیا تھا

گوریلے کی کھال زمین پر پڑی تھی اور خنجر ایپی لٹس کے ہاتھ میں لرز رہا تھا۔ سب تصویر حیرت بنے ہوئے تھے۔ ایپی لٹس گویا سب کچھ بھول گیا تھا بس وہ آنکھیں پھاڑے فیرونا کو گھور رہا تھا۔

"ناممکن۔ ناقابل یقین۔ مرنے والے اس طرح زندہ نہیں ہوتے" اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں وہ جو کسی مشن کی خاطر اپنی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں کیا انہیں اپنی بقیہ زندگی کے استعمال کا حق نہیں ہے۔"

"لیکن لیکن فیرونا۔ تو۔ تو۔ ؟"

"میں نے پوری زندگی میں صرف دو کام کیے ہیں ایپی لٹس پوشیدہ علوم کا حصول یا پرسی فون سے عشق۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب میں نے صرف پرسی فون کے عشق میں اپنے سارے علم قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا لیکن پرسی فون میری نہ بن سکی اور اس نے ہیکی کو اپنا لیا۔ تب میں نے ہیکی سے کہا کہ وہ ساری زندگی خوش نہ رہ سکے گا۔ میں اسے سکون نہ لینے دوں گا اور . . .

ایپی لٹس اس کے بعد میں نے اپنی زندگی کے تین حصے کیے ایک جگہ میرا علم ناکام رہا تو میں نے پوری توجہ اپنے علم پر دی۔ تین حصوں میں پہلا حصہ وہ تھا۔ جب میں غلام کوزال کی حیثیت سے پرسی فون کے سامنے آیا۔ غلام کوزال کو میں نے فنا کر دیا تھا۔ اور پھر میں نے اپنی اس زندگی کو بھی قربان کیا اور خود کو پرسی فون کے بطن میں محفوظ کر لیا اور پھر فیرونا کو ہیکی کے سامنے قتل کر کے میں نے اس زندگی کا خاتمہ کر دیا تاکہ تیری زندگی میں داخل ہو جاؤں جو بظاہر ایک جانور کی زندگی ہو لیکن اس کے اندر فیرونا پرورش پا رہا ہو۔ میں نے جانور کا روپ اس لیے اختیار کیا تھا ایپی لٹس کہ ساری سازشوں سے محفوظ رہوں اور دوسرے میرے لیے سازشیں کرتے رہیں اور اس بار میں فیرونا کی طرح کمزور نہیں تھا چنانچہ میں نے اپنے رقیب کو شکست دی اور ہیکی میرے ہاتھوں مارا گیا۔ اب پرسی فون میرے سوا کسی کی نہیں تھی اور میں فیرونا کی مانند کمزور نہیں تھا۔ پہلی بار میرے علم نے میری کوئی مدد نہیں کی لیکن دوسری بار وہ میرا بھرپور ساتھی تھا۔" فیرونا کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

اور واقعی انوکھی کہانی تھی یہ پروفیسر، میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے ایپی لٹس بھی اس کہانی کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہو۔ اس کے انداز میں ہیجان نظر آ رہا تھا۔

تب تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد اس نے کہا "تیرے علوم اپنی جگہ فیرونا لیکن تحت الثریٰ کے کسی شیطان نے بھی اس عورت کی حرمت کی ہے جس کے بطن سے اس نے جنم لیا تو کیا تو نے اس مٹی کو بھی فراموش کر دیا جس نے تجھے تشکیل کیا۔"

"اگر ایسا ہوا ہو تو ؟" فیرونا نے پوچھا۔

"تب تو ناگی اور وا کے عتاب سے محفوظ نہیں رہے گا اور ناگی اور وا قوتیں سلب کرنے والوں میں سے ہے وہ ماؤں کا محافظ ہے اور اس کے عتاب سے کسی کو مفر نہیں ہے میں اس کی قوتوں کو آواز دوں گا۔"

فیرونا کی شیطانی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ "ہوتا یوں ہے کہ جب تحت الثریٰ کے قوانین سے بغاوت ہوتی ہے۔ علمی اور روحانی بغاوت تو وہ آ پہنچتا ہے اس جگہ جہاں اسے پکارا جائے لیکن تو نے دیکھا تیری آواز بے اثر ہے اور ناگی اور وا کا یہاں کوئی وجود نہیں ہے۔ آخر کیوں ؟" اس نے کہا۔

"صرف اس لیے کہ تیری کہانی جھوٹ ہے تیرے علم کی داستان جھوٹی ہے۔" ایپی لٹس نے کہا اور فیرونا نے اپنا ایک ہاتھ بلند کیا۔ اس کے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں سے روشنی پھوٹنے لگی اور اس نے اپنا ہاتھ ایپی لٹس کی سمت کر دیا۔

ایپی لٹس کا بدن تھر تھر کانپنے لگا تھا اور یوں لگا جیسے فضاؤں کی حرارت فنا ہو گئی ہو سخت ٹھٹھرا دینے والی خنکی پیدا ہو گئی تھی۔ فیرونا نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا "میرا علم نہ کمزور ہے نہ جھوٹا تو نے دیکھ لیا محسوس کر لیا لیکن تو بے حد چالاک ہے اور کیوں نہ ہو عرصہ دراز تک تحت الثریٰ کا حکمراں رہا ہے لیکن ایپی لٹس، زیادہ بہتر تھا کہ تو حسب معمول حکمرانی کرتا رہتا اور میرے معاملات میں دخل نہ دیتا۔"

"میں نے تیرے دوسرے معاملات میں کبھی دخل نہیں دیا . . . . لیکن پرسی فون میری بیٹی ہے اور تیری ماں ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں وہ صرف میری محبوبہ ہے میں نے غلام کوزال کی حیثیت سے اسے حاصل کیا اور اس کا بطن میری اولاد سے آباد ہو گیا۔"

"لیکن اپنے علم کی مدد سے تو نے اس کے بطن میں گھر کیا۔"

"ہاں لیکن اس نے جس بچے کو جنم دیا وہ میں نہ تھا۔ ہاں اس وقت میں بھی اس کے نزدیک تھا جب میری آنکھوں نے اس بچے کو دیکھا۔"

"اور وہ کس کا بچہ ؟"

"وہ میری تحویل میں تھا۔"

"تو نے اسے ہلاک کر دیا ؟"

"نہیں غلام کوزال کو ہلاک کر کے میں نے اس کا بدن حاصل کیا لیکن وہ بچہ میری ہی اولاد تھا اس لیے میں اسے ہلاک کیوں کرتا۔"

"پھر وہ کہاں ہے ؟"

"دیکھنا چاہتے ہو اسے لیکن تم کیا سمجھتے ہو میری اولاد صاحب علم نہ ہو گی" اور پھر اس نے ایک ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا "ایب لاس تو کہاں ہے ان کے سامنے اپنا وجود پیش کر" اور پروفیسر دوسرے ہی لمحے کمرے میں ایک قوی ہیکل سیاہ فام نظر آیا۔ جس کے آنے کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن اس کی شکل دیکھ کر سب دنگ رہ گئے کیونکہ وہ کوزال کی جوانی تھی۔ سو فیصدی اس کا ہم شکل۔ سب دنگ رہ گئے تھے یہاں تک کہ پرسی فون بھی۔ سب متحیر نگاہوں سے اس غلام کو دیکھ رہے تھے۔ پرسی فون کے ہونٹ کپکپا رہے تھے

"یہ۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ آہ ذلیل فیرونا تو نے میرے بیٹے کی پیدائش کے فوراً بعد اسے مجھ سے جدا کر دیا تھا۔ میرا بیٹا۔"

فیرونا کے ہونٹوں پر بدستور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے نوجوان کی طرف دیکھا اور بولا۔ "وہ میرا بھی بیٹا ہے اور اس نے میری آغوش میں پرورش پائی ہے۔ وہ ماں کے وجود سے ناواقف ہے پرسی فون اس لیے تمہاری آواز اس کے لیے بیکار ہے۔"

"آہ، تو نے، تو نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے فیرونا!"

"اور تو آج بھی میرے ساتھ ناانصافی سے کام لے رہی ہے پرسی فون! ی محبت کو دیکھ میری پائداری کو دیکھ میں کب سے تجھے چاہتا ہوں اگر میں مالی طور پر کمزور نہ ہوتا تو اس وقت تیری محبت تیرا وجود حاصل کر لیتا جب ے بے مقابلے ہوئے تھے لیکن میری محبت کی آگ سرد نہ پڑی اور پھر تیرے ۓ میں نے اپنا وجود فنا کر دیا اور اس فنا کے بعد تو مجھے حاصل ہوئی کس طرح ں مصیبت سے اور کس کسمپرسی کے عالم میں میں نے تجھے پایا۔ ہاں پرسی فون ا بھی میں تجھے سارے عالم کی حسیناؤں پر ترجیح دیتا ہوں لیکن کتنا بدنصیب ا ہوں کہ آج بھی تیری محبت حاصل نہیں کر سکتا۔"

"تو شیطان ہے اور میں ہر عالم میں تجھ سے نفرت کرتی رہوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے تجھے محبت کے لیے مجبور نہیں کیا۔" اس نے ،،، ایب لاس کو جانے کا اشارہ کیا۔ نوجوان غائب ہو گیا تھا۔

تب فیرونا اپی لٹس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کا چہرہ اب خشک اور نق معلوم ہو رہا تھا۔ "اب تیرا کیا خیال ہے اپی لٹس۔ تیری پریشانی ختم ہوئی ہ ... میں نے تحت الثریٰ کے قوانین کو نہیں ٹھکرایا۔ میں اس کا بیٹا ں اس کا عاشق ہوں۔ اب بھی تجھے کوئی اعتراض ہے؟"

"لیکن۔ لیکن تو نے اپی لٹس کو دھوکا دیا ہے فیرونا!"

"ہرگز نہیں۔ دیکھ لے آج بھی میں حکومت پر محبت کو ترجیح دیتا ہوں نے حکومت کی خواہش نہیں کی جو تو نے چاہا کیا۔ میں نے حکومت کے معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کی۔ بہتر یہی تھا کہ تو حکومت کرتا رہتا۔ تو ے معاملات میں مداخلت کیوں کی؟"

"لیکن فیرونا، کیا تو مجھے ہمیشہ دھوکا دیتا رہے گا۔"

"تو بھی تو لاکھوں انسانوں کو دھوکا دیتا رہا ہے۔ جواب دے کیا تو ں آڑ میں اپنی حکومت برقرار نہیں رکھی، کیا ہیکی کو حکومت سے ہٹانے ہے تو نے اس بن مانس کا سہارا نہیں لیا جو میری چال تھی۔"

"لیکن۔" اپی لٹس کچھ پریشان نظر آنے لگا۔

"پرسی فون میری ہے۔ میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا تو چونکہ ایک ں ہاتھ کے لیے چراغ پا ہو رہا تھا جو یہاں کے قوانین کے خلاف ہے اس لیے میں تجھے معاف کر سکتا ہوں لیکن آئندہ میرے معاملات میں مداخلت رنا اور تم دونوں۔ تم دونوں اپی لٹس کی وفاداری کے زعم میں اپنی زندگیاں ے میں نہ ڈالنا۔ میں ہر شے کو فنا کرنے کی قوت رکھتا ہوں تم غلام ہو غلام رہوگے۔ میرے یا اپی لٹس کے۔ تمہارا کام صرف غلامی ہے اس لیے تم اپنی زبان بند رکھنا۔"

اور میں نے سکون کی گہری سانس لی پروفیسر! گویا اس کا علم محدود تھا مگر بیشمار پراسرار باتوں سے بھرا پڑا تھا۔ آئندہ میری شخصیت اور باغیوں کے بارے میں مزید معلوم کر لیتا۔ میں نے اپی لٹس کی جانب دیکھا۔ اپی لٹس اب بالکل ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"جاؤ اپی لٹس اور آئندہ میرے اور پرسی فون کے درمیان مداخلت کی کوشش مت کرنا۔" اس نے آگے بڑھ کر دوبارہ اپنی کھال اوڑھ لی اور اب کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا کہ وہ ایک گوریلا نہیں۔

اپی لٹس گردن جھکائے باہر نکل گیا۔ ہم دونوں اس کے ساتھ تھے۔ باہر نکل کر اپی لٹس نے کہا۔ "تم لوگ جاؤ میں دوبارہ تمہیں طلب کروں گا۔"

اور ہم دونوں واپس چل پڑے ہماری ترکیب بری طرح ناکام ہوئی تھی یعنی ہم نے جو سوچا تھا معاملہ اس کے برعکس ہو گیا تھا۔

پھر جب ہم اپنی رہائش گاہ پر آگئے تو ارغمار نے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "تم ضرورت سے زیادہ خاموش ہو راٹن! کیا باعث ہے؟"

"انہی حالات کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"ہم ناکام ہو گئے۔"

"ہاں واقعی۔ وقتی طور پر یہی لگتا ہے لیکن اس انکشاف کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تعجب خیز، انتہائی تعجب خیز!"

"میں فیرونا کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا اور یہ کہانی میرے لیے اجنبی ہے لیکن وہ بڑا باعلم ہے اور اپی لٹس جیسے انسان کو بے وقوف بنا رہا ہے گویا آج تک قریب سے جاننے والے یہی سمجھتے رہے کہ بن مانس صرف ایک کھلونا ہے جس کے عقب میں اپی لٹس کا چہرہ ہے لیکن اپی لٹس تو نرا احمق نکلا اور وہ چالاک۔ کیا تمہیں فیرونا کی کہانی معلوم ہے راٹن؟"

"ہاں میں جانتا ہوں!"

"اوہ مجھے اس سے بے حد دلچسپی ہے کیا مختصراً تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے۔"

"فیرونا نے جو الفاظ استعمال کیے تمہیں یاد ہیں؟"

"ہاں۔"

"تب کہانی مختصر رہ جاتی ہے، وہ ایک صاحب علم لیکن کمزور آدمی تھا لیکن اس کا علم اسے جسمانی برتری نہیں دے سکا۔ لیکن وہ اپی لٹس کی بیٹی پرسی فون ... کو چاہتا تھا اور پرسی فون اس سے نفرت کرتی تھی۔ پھر اپی لٹس نے تحت الثریٰ کے قانون کے تحت لوگوں کو پرسی فون اور حکومت کے حصول کے لیے مقابلہ کی دعوت دی اور اس مقابلے میں ایک چرواہے کا بیٹا ہیکی بھی شامل تھا جو پرسی فون کے عشق میں گرفتار ہو گیا۔ فیرونا خود تو مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اس نے ہیکی کو پیشکش کی کہ وہ چاہے تو فیرونا اس کی مدد کر سکتا ہے اور کوئی اسے شکست نہیں دے سکتا۔ لیکن شرط یہ ہوگی کہ ہیکی صرف حکومت کرے گا۔

پرسی فون اسکی ہوگی۔ ہیکلی نے یہ شرط تسلیم نہ کی اور فیرونا نے علم کو بھی شکست دے دی۔ تب فیرونا نے وہ چالیں چلیں جن کا اس نے تذکرہ کیا۔ اور اس نے اپنے علم کو مضبوط بنایا۔ اس نے بظاہر ہیکلی کے سامنے خود کو ختم کر لیا لیکن دوسری شکل میں زندہ ہو گیا۔ یہ اس کا علم تھا ایپی لٹس جو حکومت چھوڑ کر اس احساس کا شکار ہو گیا تھا کہ اب اس کی کوئی حیثیت نہیں رہی اس سازش کا شریک رہا لیکن وہ بھی حالات سے لاعلم تھا اور آج تک وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ پرسی فون کا عجیب الخلقت بیٹا اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہے۔"

"آہ کیسی عجیب کہانی ہے کتنی پراسرار اور حیرت انگیز، کون کون اس کہانی میں عیاں ہوا ہے۔ لیکن اب کیا ہو گا؟"

"ہماری جدوجہد میں کچھ اور تیزی آ جائے گی۔"

"تم پریشان نہیں ہو۔"

"کیوں، پریشانی کی وجہ؟"

"اوہ، تم بھی تو معمولی انسان نہیں ہو۔ لیکن تمہارا اب کیا خیال ہے کیا ایپی لٹس اس انکشاف کے بعد خاموش ہو جائے گا؟"

"اگر خاموش ہونا چاہے گا تو ہم اسے خاموش نہیں رہنے دیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"تم اس کے اس احساس کو ہوا دو گے کہ اسے فیرونا نے شکست دی ہے۔"

"پھر کیا ہو گا؟"

"ہم اسے ایک ترکیب بتائیں گے۔"

"کیسی ترکیب؟" اور میں ارغماز کو اپنی تجویز کے بارے میں بتانے لگا۔ ارغماز پرخیال انداز میں گردن ہلاتا رہا تھا پھر وہ بولا "ایپی لٹس کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے۔"

"یہ تمہاری ذہانت کی بات ہے، ویسے وہ ذہنی طور پر سخت پریشان ہے اور ایسے حالات میں انسان دوسروں کے سہارے تلاش کرتا ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن اس کے بعد؟"

"اس کے بعد کیا ہو گا؟"

"یہی میں پوچھ رہا ہوں۔ یعنی بغاوت؟"

"ان دونوں میں سے ایک کو زندہ رہنا چاہیے ارغماز۔ دونوں کی زندگی زیادہ خطرناک ہے۔"

"تمہارے خیال میں کون زیادہ خطرناک ہے؟"

"ہر حال میں فیرونا، خاص طور پر نئی شکل میں آنے کے بعد!"

"وہ زبردست جادوگر ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ ہم سے لاعلم ہے حالانکہ اگر اس کا علم زیادہ طاقتور ہوتا تو وہ یہ جان جاتا کہ اس کی حکومت کے اصل باغی اس کے نزدیک موجود ہیں۔"

"اوہ۔ ہاں یہ تو درست ہے!"

"کچھ بھی ہو ارغماز ہمیں اپنے مشن کو پورا کرنا ہے۔ ان دونوں میں سے کسی کی حکومت نہیں ہونا چاہیے اور تم میرے ہمنوا ہو۔ ویسے ایپی لٹس کو زبردست شکست ہوئی ہے۔ اب اس کی سوچ کیا رخ اختیار کرتی ہے یہ دیکھنا ہے۔"

اور پھر ایپی لٹس کے دو سپاہی ہمیں بلانے آ گئے۔ اس خادم کو بھی طلب کیا گیا جو ایب نوس کی خواب گاہ پر تعینات تھا۔ سپاہی نے خاص طور سے کہا اور پھر ہم دونوں تیار ہو گئے۔

"یہ بھی بہتر ہی ہوا ہے رائن کہ تم میرے ساتھ ہو۔ اس طرح میں بھی مطمئن رہوں گا لیکن ایپی لٹس سے کچھ بات چیت کرنا ہے اس سے تم مطمئن ہو؟"

"پوری طرح۔ بات یہ ہے ارغماز کہ ہمیں ہر جوا کھیلنا ہے۔ ہم نے چاروں طرف پاؤں پھیلا رکھے ہیں اور ہم کسی طور پر محدود نہیں ہیں۔ اگر ہم ایک پہلو سے شکست کھاتے ہیں تو ہمارے پاس دوسرا ذریعہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ سرنگ مکمل ہو جائے تو ہماری طاقت بھی ٹرگش میں بڑھ سکتی ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے تحت الثریٰ کے دوسرے علاقوں میں ایب نوس کے اتنے حامی اور ہمدرد نہ ہوں گے جتنے کہ ٹرگش میں موجود ہیں گویا اگر ہمیں کسی جگہ سے خدشہ ہو سکتا ہے تو وہ صرف ٹرگش ہے۔ اگر ہم نے یہاں ایب نوس پر قابو پا لیا تو باقی معاملات سے باآسانی نمٹا جا سکتا ہے۔"

"یقیناً۔" ارغماز نے جواب دیا "لیکن رائن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔" وہ پُرخیال انداز میں بولا۔

سپاہی ہم سے فاصلے پر جا رہا تھا اس لیے ہمیں یہ خدشہ نہیں تھا کہ وہ ہماری گفتگو سن لے گا۔

"کیا سوال پیدا ہوتا ہے ارغماز؟" میں نے پوچھا۔

"ان دونوں کا مسئلہ۔ تمہارے خیال میں ان میں سے کس کی زندگی زیادہ اہم ہے۔ ایب نوس کی یا ایپی لٹس کی" ارغماز نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا اور میں اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"آہ۔ میرے دوست ارغماز تم اس بات سے قطعی ناواقف ہو کہ ایب نوس درحقیقت کیا ہے۔ تم نے اس کی ایک شکل دیکھی اور دوسری شکل بھی دیکھ لی جس میں وہ فیرونا کی حیثیت سے سامنے آیا۔ فیرونا ایک شیطان ہے۔ اسے شیطان صفت کہنا میرے خیال کے مطابق مناسب نہیں ہے۔ ہاں اگر ہم اسے مکمل شیطان کہیں تو یہ زیادہ مناسب ہے۔

میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اور اس بات سے اچھی طرح واقف ہوں کہ ایپی لٹس اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے تم نے دیکھا اس نے ایپی لٹس کی زندگی بھر کی کاوشوں کو شکست دی ہے اور کس طرح اس نے اپنے آپ کو ایپی لٹس کی نگاہوں سے محفوظ رکھا۔ بہت ہی چالاک انسان ہے یہ۔ گو ملکیات کی زندگی میں دو بار رہا لیکن حکومت مکمل طور پر اس کی رہی یعنی باہر کے لوگ یہی بات جانتے ہیں کہ ایب نوس شہنشاہ ہے اور ایپی لٹس نے بھی یہی بات مشہور کی کہ ایب نوس کی بادشاہت میں اس کی شخصیت کا کوئی خاص عمل دخل نہیں ہے اور ادھر ایپی لٹس

اپنے طور پر یہی سمجھتا رہا کہ حکومت وہ خود کر رہا ہے اور درحقیقت ایب نوس ہے لیکن ایب نوس کی سوچ زیادہ خطرناک تھی۔ اس نے یہی سوچا کہ ایپی لٹس حیثیت کیا رکھتا ہے اسے جب چاہے وہ ہٹا سکتا ہے چنانچہ اس لحاظ سے ایب نوس ذہنی طور پر بہت زیادہ طاقتور ہے اور بلاشبہ اس کے علوم حیرت انگیز ہیں۔ وہ اپنی زندگی میں نت نئے تجربات کر سکتا ہے جو میں نے تحت الثریٰ کے کسی دوسرے شخص میں نہیں پائے۔ اسی لیے میں نے یہ بات کہی کہ فیرونا مکمل شیطان ہے۔"

"بالکل درست، تو اس لئے تمہارا خیال یہ ہے راشن کہ اگر ایب نوس ہمارے راستے سے ہٹ جائے تو زیادہ بہتر ہے۔"

"زیادہ بہتر کیا۔ بلکہ ایب نوس کو ہمارے راستے سے ہٹنا ہی چاہیئے اور اب خاص طور سے ان حالات میں جبکہ اس کی شخصیت کھل گئی ہے ہم اسے نظرانداز نہیں کر سکتے۔"

"بہت خوب۔ گویا تم یہ چاہتے ہو کہ ایب نوس راستے سے ہٹ جائے۔"

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں لیکن تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا ایب نوس کا راستے سے ہٹنا اتنا آسان ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ جو کچھ تم نے بتایا ہے اس کے تحت تو یہ اتنا آسان نہیں معلوم ہوتا۔"

"دیکھنا یہ ہے ارغاز کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اس وقت تک میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ ایب نوس صرف ایک طاقت ور بلا ہے اور ایپی لٹس اصل ذہن ہے جو اس کی پشت پر کام کر رہا ہے ... ذہن میں کوئی تردد نہیں تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ میں ایب نوس کو شکست ... لیکن جب سے مجھے اس کی اصلیت معلوم ہوئی ہے میرے ذہن ... بہت سے خیالات رہیں۔"

"تم مایوس ہو راشن!" ارغاز نے پوچھا۔

"نہیں ارغاز۔ لیکن اب معاملہ بدل گیا ہے۔"

"وہ بہت طاقتور ہے!"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے خاص طور سے اس کے علوم ہمیں ... ان کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔"

"پھر اب تم نے کیا سوچا ہے ارغاز۔"

"میں بھلا کیا سوچوں میں تو ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں۔" ارغاز ... لہجے میں کہا۔

"... پھر میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ الجھو نہیں ہر مشکل کا کوئی نہ کوئی ... ہوتا ہے۔ اگر حل نہ ہو تو مشکل بھی نہیں ہوتی۔"

"... ٹھیک ہے۔" ارغاز نے کہا گفتگو کرتے ہوئے ہم دونوں محل ... میں داخل ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایپی لٹس کے سامنے تھے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں عام لوگوں کا گذر نہیں تھا یعنی ایپی لٹس کی وہ پوشیدہ رہائش گاہ جس کے گرد سخت پہرہ رہتا تھا اور ایپی لٹس اپنے شیطانی کارنامے وہیں بیٹھ کر انجام دیتا تھا۔ باہر کی دنیا میں وہ صرف پرسی فون کا باپ یعنی معزول شہنشاہ اور ایب نوس کا نانا تھا لیکن یہاں اس کے اختیارات لامحدود تھے۔

ایپی لٹس کے چہرے سے فکرمندی کا اظہار صاف طور سے ہوتا تھا۔ وہ ایک آرام کرسی میں دراز تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا۔ ہم دونوں کو اس نے اپنائیت کی نگاہ سے دیکھا۔

"آؤ بیٹھو۔ تم دونوں اس سے قبل جس حیثیت سے آئے تھے اب اسے بھول جاؤ کیونکہ تم میرے ایک ایسے راز کے شریک ہو گئے ہو جس سے کوئی اور واقف نہیں ہے لیکن کیا تم قابلِ اعتماد ہو؟" ایپی لٹس نے گہری نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔

"اس کا فیصلہ ایپی لٹس کرے۔" ارغاز نے جواب دیا۔

"ایپی لٹس فیصلے کرنے کا اہل ہے کیونکہ اس نے ایک طویل عرصہ تک حکومت کی ہے اور اس کا ذہن آج بھی اس کا ساتھی ہے۔"

"درست کہا شہنشاہ نے۔" ارغاز بولا۔

"اور ہر دور میں کچھ لو اور کچھ دو کے اصول کا پابند رہا ہے۔ میں صرف تم لوگوں کی وفاداری نہیں مانگوں گا بلکہ اس کا صلہ بھی دوں گا۔"

"حقیقت پسند شہنشاہ کی بات دانشمندانہ ہے۔" ارغاز نے کہا۔

"سو یہ سوچ لو کہ مجھ سے زیادہ تمہیں کوئی کچھ نہیں دے گا اور جو تم مانگو گے میں اسے دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"شہنشاہ کی یہ بات کافی ہے۔"

"گویا میرے وفادار بن کر تم کسی اور کے وفادار بننے کی کوشش نہیں کرو گے کیا تم اس بات کا وعدہ کرتے ہو؟"

"شاہ ایپی لٹس ہماری نیت پر شک نہ کرے اور اس بات کا یقین کرے کہ ہم نے جو کچھ کیا اپنی وفاداری کے تحت ہی کیا۔ اور آئندہ بھی جو کچھ کریں گے اس میں یہ احساس مزید شامل ہو گا کہ شاہ کی نگاہوں میں فوقیت پانے کے بعد ہماری حیثیت مختلف ہو گی لیکن اس کے باوجود ہماری وفاداری مشکوک نہیں ہو گی۔ ... ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہمیشہ شاہ ایپی لٹس کے وفاداروں میں رہیں گے اس کی اچھائی کے خواہاں رہیں گے۔"

"تمہاری زبان سے سچائی کی خوشبو آتی ہے خادم! اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو؟" ایپی لٹس نے سوال کیا۔

"میں پشت ہا پشت سے ایپی لٹس کے وفاداروں میں سے ہوں" میں نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے اگر ایسے وفادار مجھے حاصل ہیں تو بہر صورت میں مایوس نہیں ہوں۔ فیرونا کیسے ہی علوم کا ماہر کیوں نہ ہو لیکن میری ذہنی قوتیں اور میرے وفاداروں کا تعاون اسے شکست دے گا اور مجھے اس بات کا بھرپور یقین ہے میں اپنے معتمدوں کے ساتھ تنہا نہیں ہوں اور فیرونا کو حیرت

ہوگی جب وہ یہ محسوس کرے گا کہ خود محل میں میرے بیشمار دوست ہیں۔" شاہ ایپی لٹس نے کہا۔

"یقیناً یقیناً شاہ کی قوت محدود نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"سو میرے دوستو! مجھے تمہارا مشورہ بھی درکار ہے اور میں یہ مشورہ تم سے لے رہا ہوں تمہاری اُس حیثیت سے نہیں جو اس سے قبل تھی بلکہ میں اپنے مخصوص ساتھیوں کی حیثیت سے تمہارا مشورہ چاہتا ہوں۔"

"ہم خلوصِ دل سے تیار ہیں شاہ ایپی لٹس۔" ارغماز نے جواب دیا۔

"تو کیا کہتے ہو تم اس سلسلے میں جب کہ تمہیں یہ معلوم ہے کہ ایب نوس کے سلسلے میں میں نے دھوکا کھایا ہے، گویا ایب نوس وہ نہیں تھا جو میں نے اسے سمجھا بلکہ وہ کچھ اور نکلا اور اس نے اپنی قوتوں کو مخفوظ رکھا لیکن محل کے لوگ جن کے تحت حکومت کے کاروبار چلتے ہیں وہ اس بات سے واقف ہیں کہ زبان ایب نوس کی اور ذہن ایپی لٹس کا ہے۔ اور زبان بظاہر کوئی حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ اس سے قبل وہ فیرونا کو اس کی اصل حیثیت سے نہیں جانتے تھے یہ بات تو ان کے علم میں بھی ہوگی کہ سوچتا ایپی لٹس ہے اور اگر فیرونا بذاتِ خود کوئی حیثیت رکھتا ہے تو اس کا استحصال نہیں کرسکتا گویا ہم لوگوں کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہم فیرونا کی اصلیت کو چاہیں تو چھپا سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو ایب نوس کے روپ میں چھپے ہوئے فیرونا کو ظاہر بھی کرسکتے ہیں۔"

"بے شک۔" میں نے جواب دیا۔

"تو تمہارے خیال میں اس سلسلہ میں کوئی موزوں ترکیب ہے؟"

ایپی لٹس نے سوال کیا اور میں اس کی ذہنی الجھنوں پر غور کرنے لگا۔ وہ ہمارے بارے میں جانے بوجھے بغیر ہم سے مشورہ لے رہا تھا چنانچہ ارغماز نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"شاہ ایپی لٹس کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ بھرے دربار میں ہم فیرونا کو بے نقاب کردیں۔"

"اوہ۔ اوہ میں جانتا ہوں کہ تم ایک ایسے عہدے پر فائز رہ چکے ہو جس کی ذمے داریاں اہم ہوتی ہیں لیکن اس سے قبل میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ تم ذہنی برتری کے حامل ہو اور مجھے یہ بھی احساس ہے کہ میں نے تمہیں تمہارے عہدے سے معزول کردیا تھا اور ایک دوسرے شخص کو تمہاری جگہ دے دی تھی۔ ارغماز گذری باتوں کو ذہن سے نکال دو اور مجھے بتاؤ کہ تم اپنی ذہنی قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کیا بہتر تجویز پیش کرسکتے ہو۔ یعنی اگر میں فیرونا کو بے نقاب کرنا چاہوں تو کس طرح؟" ایپی لٹس نے سوال کیا۔

"شاہ ایپی لٹس فیرونا کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ ایک باعلم انسان ہے لیکن تحت الثریٰ کے قانون کے مطابق نہ تو اس نے بیکی سے جنگ کی ہے جس سے کہ حکومت حاصل کی گئی اور نہ اس نے ایسا کوئی قدم اٹھایا جس سے اس کی اپنی حیثیت مسلّم ہوجائے۔ اب اگر ہم دربارِ عام میں اس کی شخصیت کو بے نقاب کرتے ہوئے کہیں کہ فیرونا نے اپنے علم کے ذریعے اس ہستی کو ختم کردیا جو حکمران تھی اور گیسلے کے نقاب میں ملفوف ہوکر فیرونا نے خود کو حکومت کا وارث ثابت کرنے کی کوشش کی اور حکومت پر قبضہ کر بیٹھا تو کیا اہلِ دربار اس کی حکومت کو تسلیم کریں گے؟"

"ہرگز نہیں کریں گے اور یہی تحت الثریٰ کا قانون ہے۔" شاہ ایپی لٹس نے جواب دیا۔

"ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم اہلِ دربار کو اس کی حیثیت بتادیں تو کیا وہ فیرونا کی مخالفت نہیں کریں گے؟"

"یقیناً کریں گے۔"

"تو پھر اس سے بہتر ترکیب اور کونسی ہوسکتی ہے کہ بھرے دربار میں فیرونا کو بے نقاب کردیا جائے اور اس کی معزولی کا مطالبہ کیا جائے۔ شاہ ایپی لٹس تم اپنی حیثیت میں فوری طور پر حکومت سنبھال سکتے ہو اور یہ اعلان کرسکتے ہو کہ جب تک کسی بہتر حکمران کا انتخاب نہ ہوجائے تم اس حکومت کے نگران ہو اور اپنی اس نگرانی میں نئے حکمران کا انتخاب کراؤ گے۔" ارغماز نے کہا اور ایپی لٹس نے تحیر نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"خوب، خوب، کیا تم یقین کروگے ارغماز کہ میں نے بھی اپنے ذہن میں یہی فیصلہ کیا تھا۔"

"یقیناً۔ شاہ ایپی لٹس کی زبان پر شک کیسے ہوسکتا ہے۔" ارغماز نے جواب دیا۔

"تو پھر میرے دوستو! میں تمہاری تجویز سے پوری طرح متفق ہوں۔ اور مجھے انتہائی خوشی ہے کہ میں نے جو کچھ سوچا تھا اور لوگ بھی اسی انداز میں سوچ رہے ہیں۔ اور وہ چیز جس کے بارے میں میں کچھ سوچتا یا سمجھتا ہوں اس چیز کو میرے لیے بہتر سمجھتے ہیں چنانچہ میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے یہی فیصلہ کرتا ہوں کہ بھرے دربار میں میں فیرونا کی نقلی شخصیت کا اعلان کردوں گا۔ ہاں اس سلسلے میں اگر کوئی اور تجویز... ہو تو وہ بھی بتاؤ۔"

"میں یہ چاہوں گا شاہ ایپی لٹس کہ تم اس سلسلہ میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو بلکہ پہلے اپنے کچھ اہلِ دربار کو اپنا ہمنوا بناؤ اور انہیں اس حقیقت سے آگاہ کرو کہ فیرونا کیا ہے۔ اس طرح جب دربار میں تم اس بات کا اعلان کروگے تو شاہ ایپی لٹس! اس صورت میں تمہارے ہمدردوں کے لیے وہ اعلان اجنبی نہ ہوگا اور وہ تمہارا ساتھ دینے کے لیے پوری طرح تیار ہوں گے۔" ارغماز نے کہا۔

تب میں نے اس گفتگو میں مداخلت کی "میری رائے کچھ اور ہے ارغماز"

"کیا؟" ارغماز نے پوری توجہ سے مجھے دیکھا۔

"یہ اتفاق نہیں ہے کہ تم نے اور شاہ ایپی لٹس نے ایک ہی بات سوچی اور اس کا اظہار کردیا کیا تم اسے اتفاق سمجھتے ہو؟"

"تمہارے خیال میں یہ کیا ہے؟"

"ایک مؤثر تدبیر یعنی فیرونا کو بے نقاب کرنے کے لیے یہی طریقہ کار سوچا جاسکتا ہے۔"

"تو پھر اس سے مقصد؟"

"گویا اگر کوئی ایسے مرحلے میں داخل ہو جائے تو پھر وہ کیا کر سکتا ہے
وہی جو شاہ اپی لٹس نے سوچا اور جو تم نے ورنہ تمہاری تجویز کچھ اور ہوتی۔"
"ٹھیک ہے لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی!"
"کیا فیرونا احمق ہے۔ جب دو ذہن ایک ہی انداز میں سوچ سکتے ہیں
تو تیسرا ذہن کیوں نہیں سوچ سکتا۔"

"خادم کی بات قابل غور ہے ارغماز۔" اپی لٹس نے کہا "فیرونا خود بھی
تو مطمئن نہیں ہو گا اور وہ بھی یہی سوچ سکتا ہے لیکن خادم اس بارے میں تم کیا
کرنا چاہتے ہو کیا یہ تجویز مناسب نہیں؟"
"یہ بات نہیں ہے اس سے عمدہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی۔"
"پھر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"
"یہی کہ اہل دربار میں سے پہلے سے کچھ لوگوں کو اس بارے میں بتانا
مناسب نہیں ہے بلکہ یہ انکشاف اچانک کیا جائے۔"

"ہاں غور کیا جا سکتا ہے۔"
"شاہ اپی لٹس کیا اہل دربار صرف اس کے ہمنوا ہوں گے جب کہ میرے
خیال میں وہاں تمہارے بارے میں جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔"
"ہاں یہ درست ہے۔"
"پھر بتاؤ اس کی کیا ضرورت ہے تم جب بھی اور جو بھی قدم اٹھاؤ
اس میں زیادہ لوگوں کو شامل نہ کرو اور جس وقت چاہو قدم اٹھا لو۔"
"تو پھر دوسرے دربار میں یہ کام کر لیا جائے۔ ویسے خادم کی بات میرے
دل کو لگتی ہے اور میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔"
"مناسب۔" ارغماز نے کہا۔
"دوسرے دربار میں موجود رہو گے اس کے علاوہ مجھے کچھ اور لوگوں
کی بھی ضرورت رہے گی جو میرے لیے جنگ کریں۔"
"بہتر ان کا بندوبست میں کر لوں گا۔" ارغماز نے کہا۔
"تو پھر میں اس بارے میں زیادہ گفتگو نہیں کروں گا۔ بس اس معاملے کو مجھ
پر چھوڑ دو اور خود کو اس کے لیے تیار کر کے دوسرے دربار میں شرکت کرو۔"
"جو حکم۔" ارغماز نے کہا اور ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ ارغماز کے
ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس نے دلچسپ نگاہوں سے میری طرف
دیکھا اور ہنسنے لگا۔

"کیوں ارغماز، کیوں ہنسی آ رہی ہے؟"
"تمہارے بارے میں سوچ کر۔"
"خیریت؟"
"اپی لٹس تمہیں خادم کہہ کر پکارتا ہے اور اسے اس بات پر حیرت ہے
کہ اس کے ہاں کے معمولی لوگ اس کی ذہانت کو چھوتے ہیں۔ ابھی تو وہ صرف
فیرونا یا ایب نوس کی طرف ... متوجہ ہے لیکن اسے دوسری شخصیت کا علم
ہو گا تو وہ کتنی حیرت کرے گا۔"

"اس نے بھی لوگوں کو دھوکہ دیا ہے اسے اس دھوکے کی سزا ملنا
ضروری ہے۔"
"ٹھیک ہے بالکل ٹھیک۔ بہرحال دوسرے دربار کے بارے میں
کیا خیال ہے؟"
"سب ٹھیک ہے۔ کام ہماری مرضی کے مطابق ہو رہے ہیں۔"
"ہمارا اپنا کردار وہاں کیا ہو گا؟"
"ایک تماشائی کا۔" میں نے جواب دیا اور ارغماز چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔
"کیا مطلب؟" وہ آہستہ سے بولا۔
"ہم حالات کے تماشائی ہیں ارغماز، جن لوگوں کو تم اپی لٹس کی ...
طرفداری کے لیے لے جاؤ گے وہ تمہارے اپنے آدمی ہونے چاہئیں۔"
"ظاہر ہے وہی ہوں گے۔"
"لیکن تم انہیں جو ہدایات دو گے وہ یوں ہوں گی کہ اگر دربار میں کوئی
گڑبڑ ہو تو وہ حالات کا جائزہ لیں اگر اپی لٹس کا پلڑا بھاری رہے تو وہ اپی لٹس
کے لیے جنگ کرنے والوں میں شامل ہو جائیں اور اگر دیکھیں کہ ایب نوس کا
بھاری پڑ رہا ہے تو خاموشی اختیار کر لیں اور حالات کا جائزہ لیں۔"

"اوہ۔" ارغماز نے پرخیال انداز میں کہا۔
"یہی بہتر بھی ہے ارغماز!"
"ہاں میں سمجھتا ہوں۔" ارغماز نے کہا اور پھر گردن ہلا کر بولا "ٹھیک
ہے رائن۔ میں تمہاری ہدایت پر عمل کروں گا۔"
اور پروفیسر اس سلسلہ میں بعد میں جو کچھ ہوا اس کی تفصیل غیر ضروری
ہے ہاں ہم اس وقت کی بات کریں گے جب دربار عام لگا ہوا تھا اور گوریلا
ایب نوس تخت شاہی پر فروکش تھا اس کا مشیر اور ہیر وا اپی لٹس اس کی
جانب سے مقدمات کی پیروی کر رہا تھا اور اس کے ایما پر فیصلے دے رہا تھا۔
آخری مقدمہ نمٹانے کے بعد اپی لٹس نے دربار پر ایک نگاہ ڈالی اور پھر
خود بھی کھڑا ہو گیا۔
"اہل دربار اور معزز لوگو! ایک مقدمہ میں خود بھی پیش کرنا چاہتا
ہوں اور اپنی جگہ میں اپنے بزرگ اشمانہ کو مقرر کرتا ہوں تاکہ وہ میرے اس
مقدمے کی پیروی کرے۔"
میری نگاہیں ایب نوس پر جمی ہوئی تھیں جس نے چونک کر اپی لٹس
کی جانب دیکھا تھا۔ اشمانہ کھڑا ہو گیا۔
"تیرا مقدمہ کس کے خلاف ہے اپی لٹس؟" اس نے پوچھا۔
"ایب نوس کے خلاف۔" اپی لٹس نے کہا اور دربار میں بھنبھناہٹ
گونج اٹھی۔ ایب نوس گردن ہلانے لگا تھا۔
"کیا کہنا چاہتا ہے تو ایب نوس کے خلاف؟" اشمانہ نے پوچھا۔
"یہی کہ وہ ایب نوس نہیں بلکہ فیرونا ہے ایک قدیم جادوگر جس نے
اپنے علم کے سہارے یہ انداز اختیار کیا اور حکومت کے اصل حقدار کو اغوا کر کے اس

کی جگہ خود قابض ہو گیا۔ اس کھال کے نیچے فیرونا پوشیدہ ہے اور اشمانز فیرونا کو بھولا نہ ہوگا۔"

ایب نوس اٹھ کھڑا ہوا تھا اور دربار میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔

"کیا یہ حقیقت ہے۔ کیا ایپی لٹس سچ کہہ رہا ہے، جواب دیا جائے ——
ایب نوس کیا کہتا ہے؟"

تب ایب نوس نے غصیلے انداز میں گردن ہلائی اور فضا میں ہاتھ ہلانے لگا۔ گویا اپنے غصے کا اظہار کر رہا ہو اور پھر اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور ایک قوی ہیکل آدمی تخت کے پاس پہنچ گیا۔

"میرا نام افران ہے اور میں ایب نوس کا نمائندہ ہوں چونکہ ایب نوس کے پاس قوتِ گویائی نہیں ہے اور اس کا ترجمان صرف ایپی لٹس ہے لیکن یہ ایپی لٹس کی بھول ہے۔ ایب نوس صرف قوتِ گویائی اور انسانی جسم سے محروم ہے اس کے پاس عقل و دانش کی کمی نہیں ہے اس لیے اس نے مجھے ابھی اپنی اشارتی زبان سے آگاہ کیا تھا۔ اب میں اس کا ہم زبان ہوں۔"

"آؤ۔ تم بھی آجاؤ لیکن آج میں ایب نوس کے روپ میں چھپے ہوئے اس شیطان فیرونا کو بے نقاب کر دینا چاہتا ہوں۔" ایپی لٹس نے کہا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو ایپی لٹس؟" افران نے پوچھا۔

"یہی کہ جانور کی اس کھال کے نیچے جو فیرونا پوشیدہ ہے۔ اس نے پرسی فون کے بیٹے جسے وہ اب ایب لاس کہتا ہے، کو اس وقت اغوا کیا جب وہ پیدا ہوا تھا اور خود ایک انوکھی سازش کے تحت اس بچہ کی شکل اختیار کر لی اور اس کے بعد سے وہ خود پرسی فون کے لیے بھی ایک عذاب بنا ہوا ہے اور تحت الثریٰ کے لوگوں کے لیے بھی۔ میں صرف اس لیے اس کا مشیر کار بنا رہا کہ وہ قوتِ گویائی سے محروم ہے اور میں تحت الثریٰ کا محافظ۔ میرے علم میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ دراصل فیرونا ہے اور جب مجھے معلوم ہو گیا تو پھر میں بھلا اپنے فرائض کی انجام دہی سے غافل کیوں رہتا چنانچہ آج میں اہلِ دربار کے سامنے اعلان کرتا ہوں، کہ ایب نوس فیرونا کا دوسرا روپ ہے اور وہ کسی بھی طور حکومت کے قابل نہیں ہے۔" ایپی لٹس نے کہا اور سارے درباری چونک پڑے۔

"لیکن ایپی لٹس تمہیں اس بات کو ثابت بھی تو کرنا ہوگا کہ وہ ایب نوس نہیں فیرونا ہے۔"

"ہاں اس کی کھال کے نیچے فیرونا پوشیدہ ہے اس کے بدن سے کھال کو اتار دیا جائے۔" ایپی لٹس نے کہا اور دربار میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں تب افران اٹھا۔

افران ایب نوس کے پاس جا کر رک گیا۔ اور ایب نوس سے کچھ سوالات کرنے لگا تب افران نے ایپی لٹس کی جانب دیکھا اور عجیب سے انداز میں بولا۔

"ایپی لٹس! ایب نوس کہتا ہے کہ وہ تحت الثریٰ کا حکمران ہے جو کچھ بھی ہے وہ تحت الثریٰ کے قوانین کے تحت اس سرزمین کا حکمراں بنا ہے اس نے یہ حکومت ہیکل کو شکست دے کر حاصل کی ہے اور ایپی لٹس چونکہ ایک معزول شدہ حکمران ہے اس لیے وہ مشیر تو ہو سکتا ہے قادر حاکم نہیں پھر وہ کس حیثیت سے یہ مقدمہ طے کرتے ہوئے اپنے اس اعتراض کو منظرِ عام پر لایا ہے۔" افران نے ایب نوس کے ترجمان کی حیثیت سے کہا۔

"سابق حکمران ہونے کی حیثیت سے۔ اور چونکہ اس وقت اس حکومت کا حکمراں کوئی نہیں ہے اس لیے سابق حکمراں ہونے کی حیثیت سے مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں اس حکومت کا نگراں بن جاؤں اور حکومت کسی ایسے شخص کے سپرد کر دوں جو اس کا اہل ہو اور غدار نہ ہو۔" ایپی لٹس نے جواب دیا۔

"لوگو! تمہارا کیا خیال ہے؟" اشمانز نے ایپی لٹس کے ترجمان کی حیثیت سے اہلِ دربار سے پوچھا۔

"ایپی لٹس کو سب سے پہلے یہ بات ثابت کرنا ہوگی کہ ایب نوس کے روپ میں فیرونا ہے۔" بہت سی آوازیں ابھریں۔

"اور اس کے بعد اگر یہ بات سچ ثابت ہو گئی تب پھر کیا ہوگا؟" اشمانز نے سوال کیا۔

"تب فیرونا کو اسی وقت گرفتار کیا جائے گا اور حکومت تحت الثریٰ کے سابق حکمراں ایپی لٹس کے حوالے کر دی جائے گی لیکن صرف ایک نگران حکمراں کی حیثیت سے اور پھر ایپی لٹس نئے حکمراں کے لیے انتخاب کرائے گا۔"

"کیا ایب نوس کو اس پر اعتراض ہے؟" اشمانز نے ایب نوس سے سوال کیا اور ایب نوس کا ترجمان افران آگے بڑھ آیا۔

"نہیں، ایب نوس اس بات کو تسلیم کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی ایک اور شرط بھی ہے۔"

"وہ کیا؟" ایپی لٹس نے پوچھا۔

"اگر ایپی لٹس یہ بات ثابت نہیں کر سکا تو پھر اسے مداخلتِ بیجا کے جرم میں گرفتار کیا جائے گا یا پھر اسے یہ مہلت دی جائے گی کہ چونکہ وہ اچانک ہی حکومت کا دعوے دار بن کر ظاہر ہوا ہے اس لیے اسے قانون کے مطابق ایب نوس کے سامنے آنا پڑے گا اور اس کا فیصلہ کرنا ایب نوس کا کام ہوگا کہ اسے زندگی دے یا موت؟"

"میں یہ بات نہیں مانتا، کیونکہ ایب نوس سرے سے حکومت کا حقدار ہی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" افران نے کہا، "لیکن اس کا فیصلہ تو چند ساعت کے بعد ہو جائے گا۔ اگر ایب نوس، ایب نوس نہیں ثابت ہوتا تو پھر ایپی لٹس کو یہ حق حاصل ہے ورنہ دوسری شکل میں یہ بات بھی بالکل مناسب ہے کہ ایب نوس اس شخص کو اپنی مرضی کے مطابق سزا دے جس نے اس پر شک کیا اور اپنی آواز شہنشاہ کے سامنے اس سے بلند اور برتر ثابت کرنے کی کوشش کی۔" افران نے کہا۔

اور پروفیسر اس بات پر سب ہی نے اتفاق کیا، میں نے خوف

انداز میں ارغماز کی جانب دیکھا اور ارغماز نے گردن ہلا دی۔
"ہم نے اس سلسلہ میں نہیں سوچا تھا راشن" اس نے آہستہ سے کہا۔
"کیوں؟" میں نے پوچھا۔
"کیا ایب نوس یا فیرونا اپنی حکمتِ عملی یا اپنے علم کی قوت سے کام لے کر خود کو وہی نہیں ثابت کر دے گا جو وہ عوام کے سامنے ہے۔"
"ہاں ممکن ہے۔"
"ایسی صورت میں جو کچھ ہوگا، اس کا اندازہ تم کر لو۔"
"سب ٹھیک ہے ارغماز۔"
"کیا مطلب؟"
"کیا تم ایپی لٹس کے لیے دل میں ہمدردی محسوس کر رہے ہو میرا خیال ہے ہم لوگ تو صرف تماشائی ہیں۔ دو پہلوان آمنے سامنے ہیں کون بھاری پڑے اس کا اندازہ بعد میں ہو جائے گا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں ٹھیک ہے باقی رہ جانے والے کو تو ہم شکست دے دیں گے۔"
"لیکن ایپی لٹس کے پاس ایک داؤ محفوظ ہے۔"
"کیا؟"
"اس وقت وہ پرسی فون کو پیش کرے وہ اس کی مدد کر سکتی ہے۔"
"افسوس اس بارے میں تو ہم نے سوچا ہی نہیں۔"
"اندیس کی کوئی بات نہیں ہے ارغماز بس کھیل دیکھتے رہو" میں نے جواب دیا اور ارغماز خاموش ہو گیا۔
ایپی لٹس کافی پرجوش تھا اسے خود پر بے حد اعتماد بھی تھا چنانچہ اس نے اعلان کر دیا کہ وہ اس شرط کو تسلیم کرتا ہے اور ہم نے سوچ لیا کہ ایپی لٹس کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی گئی ہے۔
ایب نوس نے خود کو پیش کر دیا وہ اس امتحان کے لیے تیار تھا۔ دربار میں لوگوں نے دیکھا کہ ایپی لٹس کے ہمنوا بہت کم ہیں۔ شرط ایسی آپڑی تھی کہ ان کی آوازیں بھی دب گئی تھیں اور اب صرف اس بات کے نتیجے کے منتظر تھے۔
چنانچہ شماز کے طلب کرنے پر اہل دربار میں سے دو اشخاص آگئے اور ان کے اشارے پر ایب نوس کی کھال اتارنے کی کوشش کی جانے لگی۔ ایب نوس پرسکون انداز میں سینہ پیٹ رہا تھا۔ وہ شدید غصے میں نظر آرہا تھا لیکن اس نے تعرض نہیں کیا اور ان لوگوں کو اپنی سی کوشش کرنے دی۔
وہ لوگ بھی شاید ایپی لٹس کے وفاداروں میں تھے جو ایب نوس کو عریاں کرنا چاہتے تھے لیکن وہ کیا کرتے۔ خود فیرونا کی بات دوسری تھی لیکن دوسرے اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے اور بالآخر لوگوں نے اعتراف کیا کہ ایب نوس گوریلے کے سوا کچھ نہیں ہے۔
ایپی لٹس کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار صاف نظر آرہے تھے۔
"میں نے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ اس نے اپنی کھال اتار دی تھی اور وہ فیرونا بنا تھا بلکہ میرے دو گواہ بھی تھے... ساہ۔ میری بیٹی پرسی فون کو بلاؤ وہ اس بات کی گواہی دے گی آخر وہ اس کی ماں ہے۔"

"تمہارے گواہ کون ہیں ایپی لٹس؟" افران نے پوچھا۔ اور ایپی لٹس نے ہم دونوں کی طرف اشارہ کر دیا۔
"تم لوگ آگے آؤ۔" افران نے کہا اور ہم دونوں آگے بڑھ آئے۔
"اب۔ اب کیا کریں شار غماز نے آگے بڑھتے ہوئے مضطربانہ انداز میں کہا۔
"انکار کر دینا ہم نے کچھ نہیں دیکھا۔" میں نے جواب دیا اور ارغماز کے انداز میں تشنج پیدا ہو گیا۔
"کیا ایپی لٹس درست کہتا ہے تم دونوں اس کے گواہ ہو؟" افران نے پوچھا۔
"کس بات کے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔
"کیا تمہارے سامنے ایب نوس فیرونا کی شکل میں نظر آیا تھا؟"
"ہرگز نہیں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔
"کیا کہہ رہے ہو خادم؟" ایپی لٹس پاگلوں کے سے انداز میں بولا اور پھر اس نے ارغماز کی طرف دیکھا۔
"ارغماز تم بھی!"
"شہنشاہ ایب نوس کے خلاف کسی سازش میں ہم حصہ نہیں لے سکتے ایپی لٹس۔" ارغماز نے جواب دیا اور ایپی لٹس کے جسم میں لرزش نمایاں ہو گئی۔
"تم گواہی نہیں دو گے کہ ایب نوس پرسی فون کو اپنی ماں نہیں سمجھتا اوہ، اوہ، تم سب بدل گئے۔"
تب ایب نوس کے خادم نے کہا۔ "ایپی لٹس تم شہنشاہ ایب نوس کے خلاف سازش کرنے میں ناکام رہے ہو اس کا مظاہرہ پورے دربار میں ہو چکا ہے چنانچہ اب تمہارے بارے میں فیصلہ کرنا ضروری ہے۔"
گوریلا کھڑا ہو گیا تب ایپی لٹس سخت دہشت کے عالم میں چیخا "میرے وفادارو میرے ساتھیو، ایب نوس کو قتل کر دو، ان تمام لوگوں کو فنا کر دو جو غدار ہیں ہاں شہنشاہ میں ہوں۔ سارے احکامات میرے ہوتے ہیں۔"
لیکن دربار پر سکوت ہو گیا۔ ایپی لٹس کے ہمدرد بھی سمجھ گئے کہ ایپی لٹس کی اب کوئی حیثیت نہیں ہے وہ کوئی ٹھوس بات کہنے میں ناکام رہا ہے اور اس وقت اس کا ساتھ دینا موت کے مترادف ہے چنانچہ سب خاموش رہے ایپی لٹس دیوانوں کی مانند گھوم گھوم کر سب کو دیکھ رہا تھا۔
"کوئی، کوئی نہیں بولے گا، تم میں سے کوئی میرا ساتھی نہیں ہے" وہ چیخ کر بولا۔ اب گوریلا آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا پورے دربار میں پراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔
"میں۔ میں خود ہی سب ٹھیک کر لوں گا۔ تم ایپی لٹس کی قوت کو محدود سمجھتے ہو۔" ایپی لٹس نے پیش قبض نکال لیا۔ اب ایب نوس اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ ایپی لٹس نے اس پر خنجر کا بھرپور وار کیا تھا لیکن اس جنگجو گوریلے کے بارے میں میں خود بھی جانتا تھا اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایپی لٹس کی کلائی پکڑ لی۔ پھر اس نے ایپی لٹس کی کلائی کو جھٹکا دیا اور ایپی لٹس کی دہاڑ گونج اٹھی۔ اس کا پورا بازو ڈلک گیا تھا خنجر اس کے ہاتھ سے گر گیا اور وہ چیختا ہوا پلٹ کر بھاگا۔

لیکن گوریلے نے عقب سے اسے دبوچ لیا اور پھر اس نے اپی لٹس کو زمین سے اونچا اٹھا لیا۔

دیکھنے والے ساکت و جامد کھڑے دیکھ رہے تھے اُن کی جرأت نہ تھی کہ وہ اس مسئلہ میں کچھ بول سکیں خود اپی لٹس کے ہمنوا بھی خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور انہیں سانپ سونگھ گیا تھا کسی کی جرأت نہیں تھی کہ وہ گوریلے کو روکنے کی کوشش کرے۔ وہ لوگ جو شاید اپی لٹس کے لیے جان دینے کا عہد کر کے آئے ہوں گے اس وقت اپنی جان بچانے کی فکر میں کوشاں تھے تب ایک بار گوریلے نے اپی لٹس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر اسے الٹا لٹکا لیا اور... اپنے دونوں ہاتھ مخالف سمتوں میں موڑنے لگا۔ بلاشبہ وہ اتنا قوی ہیکل اور دیو قامت تھا کہ اپی لٹس اس کے ہاتھوں کی گرفت میں الٹا لٹکا ہوا تھا۔

پھر اس کے حلق سے مسلسل نکلنے لگیں، ایسی خوفناک چیخیں جو دل دہلا دینے والی تھیں اہلِ دربار پر سکتہ طاری تھا ان کے بدن آہستہ آہستہ لرز رہے تھے اور اپی لٹس کا بدن دو حصوں میں منقسم ہوتا جا رہا تھا۔ تب گوریلے نے اسے زمین پر پھینک دیا۔

ساری زمین اپی لٹس کے خون سے رنگین ہو رہی تھی۔ میں اور ارغماز ساکت و جامد نگاہوں سے گوریلے کی اس حرکت کو دیکھ رہے تھے۔ میرے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ بہرصورت ہمارا ایک دشمن ختم ہو گیا تھا اور ارغماز تو یہ بات جانتا بھی نہ تھا کہ اپی لٹس کی موت میرے لیے کس قدر دلچسپ ہے...... یہ وہی شخص تھا جو میرے خلاف سازش میں شریک تھا۔

اہلِ دربار خاموش ہی رہے اور چند ساعت کے بعد گوریلے نے گویا دربار برخاست کر دیا۔ اب اس کا ہمنوا اور اس کا ترجمان افران تھا۔ سارے درباری خاموشی سے واپس پلٹ پڑے۔ ان میں میں اور ارغماز بھی تھے۔

ارغماز کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ وہ اپنی شکل سے خاصا غمگین نظر آ رہا تھا۔ گھر تک کا فاصلہ ہم نے خاموشی سے طے کیا گھر پہنچ کر میں نے ارغماز سے یہ سوال کر ہی ڈالا۔

"کیا بات ہے ارغماز تم کچھ خاموش اور سنجیدہ سے ہو؟"

"یہ بات نہیں ہے رائٹن بس میں یہ سوچ رہا تھا کہ انسان بعض اوقات کتنا بے حقیقت ہو جاتا ہے۔ شاہ اپی لٹس بننے کتنے عرصے سے شاندار زندگی گذار رہا تھا لیکن اس کے بعد اس کا انجام..."

"ہاں ارغماز ہر شخص قوت حاصل کر لینے کے بعد یہ سوچ لیتا ہے کہ وہ ناقابلِ تسخیر ہے اور اب اس کا مقابل اس کا ثانی کوئی بھی نہیں ہے لیکن اس کے بعد اسے ایسے غیر یقینی حالات سے واسطہ پڑتا ہے کہ اس کی تمام سوچ مردہ ہو جاتی ہے۔ اپی لٹس کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ تم نے اس کی کہانی تو سنی ہو گی۔ اس نے اپنے دادا ہیکی کے خلاف جو کچھ کیا وہ کوئی جائز اور مناسب بات نہیں تھی۔ حکومت ہیکی نے حاصل کی لیکن اپی لٹس نے اسے ختم کرانے کے لیے اپنی بیٹی کے ساتھ تعاون کیا اور آج یہی تعاون اس کی موت بن گیا"

"ہاں یہ تو درست ہے کوئی بھی شخص احتساب سے مبرا نہیں ہے لیکن مجھے صرف اس بات کا افسوس ہو رہا ہے کہ وقت پر ہم نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔"

"تو کیا تم اس کا ساتھ دینا چاہتے ہو؟"

"نہیں یہ بات نہیں ہے بس وعدہ کرنے کے بعد وعدے سے انحراف ذرا افسوس ناک لگا تھا۔"

"صرف تم ہی نہیں تھے دوسرے لوگ بھی تھے آخر وہ بھی تو کسی مقصد کے تحت ہی آئے ہوں گے۔ وہ سب بھی تو ہماری مانند خاموش ہو گئے کیا تمہارے خیال میں اپی لٹس تنہا دربار میں پہنچ گیا تھا۔ میرا خیال ہے ایسا ہرگز نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ اس کے بے شمار آدمی ہوں گے لیکن جب اس کی ساری کوشش ناکام رہیں تو ان لوگوں نے بھی خاموشی اختیار کی بالکل ہماری مانند اور سمجھدار آدمی کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ بہرصورت ارغماز میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہر سمجھدار آدمی کو ایسا ہی کرنا چاہیئے اور اس سلسلے میں ہمارا رویہ بالکل درست تھا ہم جس انداز میں اپی لٹس سے منحرف ہوئے تھے۔ وہی ہمارے لیے بہتر تھا ورنہ نتیجہ کیا ہوتا۔ اسی جگہ ہم لوگ بھی ہوتے جہاں اپی لٹس پہنچ گیا ہے کیا تمہارے خیال میں ہم تنہا اہلِ دربار سے مقابلہ کر سکتے تھے۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔"

"بس تو پھر کوئی بات نہیں ہے ہم نے انتہائی بہتر رویہ اختیار کیا ہے اور اب مجھے یقین ہے کہ ہم پہلے جس انداز میں ایب نوس سے دور رہتے اور اس نے ہمارے بارے میں کوئی خاص بات نہیں سوچی تھی اب وہ اسی انداز میں سوچے گا"

"ہاں۔ بالکل درست کہا تم نے۔" ارغماز نے جواب دیا۔

"لیکن اب کچھ تبدیلیاں ضرور ہوں گی۔"

"کیسی تبدیلیاں؟" ارغماز نے پوچھا۔

"مقصد یہ کہ اس سے قبل ایب نوس یا فیروزنا نے حکومت کے سارے معاملات اپی لٹس پر چھوڑے ہوئے تھے لیکن اب وہ خود تمام ساری چیزوں کو دیکھے گا۔ اور اس سلسلہ میں کافی ردوبدل کا امکان ہے۔"

"ویسے میرے ذہن میں اور کوئی بات نہیں ہے ارغماز میں صرف یہ سوچتا ہوں کہ فیروزنا کچھ ایسے علوم کا مالک ہے جن کے ذریعے وہ بہت سے کام کر سکتا ہے اب تک وہ اپنی عیاش فطرت سے کام لے کر صرف عیاشی کے بارے میں سوچ رہا ہے لیکن اب جب کہ وہ منظرِ عام پر آ چکا ہے ظاہر ہے اب وہ اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے لیے وہ سب کچھ کرے گا جس میں اس کے اپنے لوگوں کا انتخاب بھی شامل ہو گا۔"

"بالکل ٹھیک کہا تم نے رائٹن۔"

"تو اس سلسلہ میں کچھ زیادہ ہی محتاط ہونے کی ضرورت ہے اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں۔"

"لیکن کیا تمہیں اپنی بغاوت کی کامیابی کے امکانات نظر آتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میرے انداز میں جھنجھلاہٹ سی آ گئی۔

"میرا مطلب ہے تم خوفزدہ تو نہیں ہو رائٹن۔"

"ارغماز۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا "میں حکومت کے خلاف جس پیمانے پر مہم چلا چکا ہوں، کیا تم نے اس کا جائزہ نہیں لیا۔ کیا ہماری تیاریاں اتنی کمزور ہیں کہ اب تم فیرونا کے بارے میں غور کرنے لگو۔"

"نہیں نہیں، میرا خیال ہے کہ میں غلطی پر ہوں۔" ارغماز نے شرمندگی سے کہا۔

"میرے دوست! یہ بغاوت فیرونا کی قوت سے کہیں زیادہ مضبوط ہے اور جس وقت فیرونا سے مقابل ہوگا تو اسے اپنے تمام علوم کے ساتھ موت کی وادیوں میں جانا پڑے گا۔" میرے لہجے میں ایسی غراہٹ تھی کہ ارغماز کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے کہا۔

"مجھ سے واقعی غلطی ہوئی۔ میں نے تمہارے جذبات کی توہین کی ہے"

"ٹھیک ہے لیکن اس بات پر یقین رکھو کہ شکست ایب نوس یا فیرونا کا مقدر بن چکی ہے۔"

ارغماز کے چہرے سے تردد دور ہو گیا۔ ساری باتوں کے باوجود کس قدر معصوم انسان تھا بہر حال ناقابلِ اعتبار نہیں تھا۔ ہم لوگ واپس ارغماز کے مکان پر پہنچ گئے۔ ایپی لٹس کی موت کی اطلاع ٹرگش میں پھیل چکی تھی۔ شانیہ دوڑتی ہوئی ہمارے پاس آئی تھی "کیا یہ حقیقت ہے رائنو؟ کیا سچ ہے ارغماز؟"

"ہاں!" ارغماز نے جواب دیا۔

"اور کیا میں یہ نہ سمجھوں کہ یہ رائنو اور ارغماز کی مہم کے سلسلے کی پہلی کڑی ہے؟" ذہین لڑکی نے کہا اور ارغماز تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے شانیہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میں نسل کی بات نہیں مانتی لیکن میرا ذہن یہ بات کہتا ہے کہ ایب نوس کی سلطنت کا پہلا ستون ہلانے والے تم لوگ ہو۔"

"تمہیں ایپی لٹس کی موت کی خوشی ہوئی ہے؟"

"ہاں۔ وہ ایب نوس کا تخلیق کار تھا اور بالآخر فنکار کو اس کے فن نے ... دی اور یہ منصوبہ شاید کسی بڑے فنکار کی تخلیق ہے۔"

"تمہاری بہن تم سے زیادہ ذہین ہے ارغماز۔ میرا خیال ہے تم ضروری معاملات میں اس سے مشورہ لے لیا کرو۔"

"میں تمہیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں ارغماز۔" ارغماز کے باپ نے ... قدر سنجیدگی سے کہا۔

"کیا بابا؟" ارغماز نے پوچھا۔

"تم اس کو میری حماقت تو نہ سمجھو گے؟"

"نہیں بابا۔ آپ ذہین اور زیرک ہیں۔" ارغماز نے احترام سے کہا۔

"نہ جانے کیوں جب میں آرام کرنے لیٹتا ہوں تو میرے کانوں میں عجیب ... آوازیں گونجتی ہیں۔"

"کیسی آوازیں؟"

"زیرِ زمین ہلکے ہلکے دھماکے ہوتے ہیں کبھی کبھی یہ دھماکے شدید ہو جاتے ہیں میں نے اسے اپنا واہمہ سمجھ کر کسی کو نہیں بتایا لیکن...... اب تو ہر وقت یہ آوازیں گونجتی رہتی ہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔" ارغماز کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے تھے اور پھر وہ اسی جگہ زمین پر لیٹ گیا۔ اس نے زمین سے کان لگا دیئے تھے۔ تب وہ پر جوش لہجے میں بولا "رائنو! رائنو۔ آوازیں۔ اب بالکل قریب محسوس ہوتی ہیں۔"

"تو اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے ارغماز!"

"لیکن اتنی جلد، واقعی اتنی جلد تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"

"میرے ساتھیوں کی کارکردگی بے مثال رہی ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دوسرے لوگ تعجب سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔

"کیا تم ان آوازوں سے واقف ہو ارغماز؟" ارغماز کے باپ نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ آوازیں تحت الثریٰ کی زندگی کا نیا باب کھولیں گی۔ یہ آوازیں ایب نوس کے لیے موت کی آوازیں ثابت ہوں گی۔" ارغماز نے پر جوش لہجے میں کہا لیکن کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔

تب میں نے ارغماز کے بوڑھے باپ اور اس کی پُرجوش بہن شانیہ کو اس بارے میں بتایا اور وہ دنگ رہ گئے۔ پھر شانیہ کے چہرے پر مسرت کی سرخی پھوٹ پڑی اور وہ پر جوش لہجے میں بولی۔

"آہ۔ میں اپنی خوشی کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکتی۔ میرے دیرینہ خواب پورے ہو رہے ہیں۔ میں نے اکثر خواب دیکھے ہیں کہ میں نے ایب نوس کے خلاف آواز اٹھائی ہے اور ایب نوس نے بالآخر میرے ہاتھوں شکست کھائی۔ یہ خواب اب پورے ہو رہے ہیں۔ ٹرگش میں میرا گھر ایسا ہو گا جہاں سے ایب نوس کے خلاف پہلی آواز اٹھے گی۔"

شانیہ خوش ہوتی رہی۔ آوازیں اب جتنی قریب ہو رہی تھیں ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ کام اب بہت مختصر ہے اور بہت جلد میری اپنے دوستوں سے ملاقات ہونے والی ہے۔

چنانچہ ہم نے مخصوص لوگوں کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کر لیا اور ان کا انتظار کرنے لگے۔ میں نے جس انداز میں قیدیوں کو منظم کر لیا تھا وہ ناقابلِ یقین تھا۔ سرنگوں کی کھدائی میں ان کی پوری رصدگاہ چلتی تھی اور ایسے انتظامات ہوتے تھے کہ ضرورت کی تازہ چیزیں دور دراز علاقے سے ان تک پہنچتی رہیں اور ہر جگہ ایسا ہی ہوتا تھا۔

نوماس اب ایک ماہر سنگتراش بن گیا تھا چنانچہ اسے دیئے گئے نقشے کے مطابق ارغماز کے مکان کی عقبی سمت میں پہلا سوراخ ہوا۔ اور پھر ہم اس جگہ سے دور ہٹ گئے۔ پھر سوراخ کشادہ ہوتا چلا گیا۔ اور بالآخر اس سے نوماس کا چہرہ جھانکتا نظر آیا۔

اس نے مسکراتے ہوئے ہمیں دیکھا اور پھر اطمینان سے باہر نکل آیا۔ ہم سب اس کی طرف دوڑ پڑے تھے۔

نوماس بڑے خلوص سے ایک ایک سے گلے ملا۔ اور ہم نے اسے اس کی

کامیاب کوشش پر مبارکباد دی نوماس نے ہمیں سرنگ دیکھنے کی دعوت دی میں تو خیر اس کی کارکردگی کا معترف تھا لیکن دوسرے لوگ اس سرنگ کو دیکھ کر ششدر رہ گئے جس میں اوپر تک سیڑھیاں ترشی ہوئی تھیں اس کے بعد ہم ان لوگوں کو لے کر اندرونی کمروں میں آ گئے۔ شانیہ باغیوں کے سامنے...... پچھی جا رہی تھی وہ بے حد مسرور تھی۔

کھانے پینے سے فراغت کے بعد نوماس نے مجھ سے سرنگ میں ملنے کی فرمائش کی اور میں نے دور تک اس سرنگ کو دیکھا۔ ہر لحاظ سے مکمل سرنگ تھی اتنی کشادہ اور صاف کہ دو گھوڑے بہ آسانی سواروں سمیت گزر سکیں اس کے علاوہ اس میں دیگر سہولتیں بھی مہیا تھیں۔

لیکن شانیہ یہ جان کر دم بخود رہ گئی کہ میں اس پوری بغاوت کا سرغنہ ہوں۔ وہ مجھ سے بے حد متاثر ہو گئی تھی۔

پھر آرام کے اوقات میں ہم سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ میں نے نوماس کو ایپی لٹش کی موت کی اطلاع دی تو نوماس بہت خوش ہوا۔ لیکن ایب نوس کی شخصیت جان کر وہ بھی پریشان ہو گیا تھا۔

"پھر اب ہمارے لیے کیا حکم ہے راٹن؟"

"اپنی تمام تر قوت ٹرگش کے نزدیک لے آؤ۔ سرنگ سے آمد و رفت جاری رکھو اور دوسرے راستے فی الحال بند کر دو" میں نے حکم دیا۔

"بہتر" نوماس نے کہا، پھر میں نے ارغماز سے کہا۔

"میں اب جلد از جلد کام شروع کر دینا چاہتا ہوں"

"بیشک اب انتظار کس بات کا؟"

"دراصل اس سلسلہ میں بھی فی الحال میں چالاکی سے کام لوں گا"

"یعنی"

"کچھ اس طرح سے کہ۔ دو جانباز ایپی لٹش کی موت پر احتجاج کریں گے اور ایب نوس پر حملہ کریں گے، ان دونوں کے فرار کا بندوبست کرنا ہے"

"اوہ۔ اوہ۔ بغاوت کے آغاز کے لیے بہت عمدہ ترکیب ہے" ارغماز نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"ہاں لیکن ہمیں ان کی حفاظت کا مکمل بندوبست کرنا ہوگا۔"

"وہ کس طرح؟"

"دربار سے باہر حفاظتی دستہ تعینات ہوتا ہے؟"

"ہاں"

"اور دربارِ عام میں کسی کے داخلے پر پابندی نہیں ہے"

"بالکل ٹھیک"

"اس طرح ہمارے دس بارہ جانباز دربار میں مسلح موجود ہوں گے ہمارے دونوں آدمی احتجاج اور حملہ کر کے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ باہر حفاظتی دستے کے ساتھ ہمارے جوانوں کی خاصی تعداد ہو گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ بھی بظاہر حفاظتی دستے کے ساتھ ہوں گے۔ جو دراصل دونوں کو فرار ہونے میں مدد دیں گے۔ اگر دربار کے اندر ہی وہ پھنس جاتے ہیں تو اندر موجود لوگ حملہ آور...... ہو کر انہیں باہر نکلنے میں مدد دیں گے۔ بہرحال انہیں ہر وقت چوکنا رہنا ہوگا اور اس کے بعد شہر میں ہنگامے ہوں گے ممکن ہے ارغماز ہمیں اتنے بڑے پیمانے پر کوششیں نہ کرنا پڑیں جتنی ہم نے تیاریاں کی ہیں۔"

"ہاں اگر ہماری کوئی چال کامیاب ہو جائے تو؟"

"مجھے یہی نظر آ رہا ہے۔ بہرحال ان قیدیوں کو کسی طور مطمئن کرنا بھی تھا۔ اگر ہم ایب نوس پر قابو پا بھی لیتے ہیں تب بھی ہمیں تحت الثریٰ کے انتظامی امور کے لیے منتظمین کی ضرورت پڑے گی۔ یہ لوگ اس وقت کام کریں گے"

"بالکل درست!"

چنانچہ پروفیسر! سارے مسئلے طے ہو گئے اور دوسرے دن ایب نوس کے دربار میں تینوں یعنی میں ارغماز اور نوماس...... موجود تھے۔

پر ہیبت گوریلا تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کا ترجمان افران اس کے نزدیک کھڑا مقدمات پیش کر رہا تھا۔

تب ہمارے مقرر کردہ دونوں جوان اندر داخل ہوئے ان کے انداز میں جارحیت تھی۔ اور وہ درباری آداب کے خلاف آگے بڑھ کر ایب نوس کے بالکل سامنے پہنچ گئے تھے سب لوگ ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"سنگدل شہنشاہ ایب نوس تو نے قدیم حکمران ایپی لٹش کو جس طرح قتل کیا ہے وہ تیری زندگی کی بدترین مثال ہے اس کے علاوہ تیری چیرہ دستیوں نے تحت الثریٰ کے ماحول کو مایوسی کے غاروں میں یوں دھکیل دیا ہے کہ کوئی بھی خود کو محفوظ نہیں خیال کرتا۔ ہمیں ایپی لٹش کی موت کا بدلہ چاہیئے"

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" افران نے پوچھا۔

"ہم قصاص چاہتے ہیں ہم بدلہ لیں گے ایب نوس سے۔" انہوں نے کہا، اور اتنی پھرتی سے دو خنجر ایب نوس پر پھینک دیئے کہ اہلِ دربار دنگ رہ گئے۔

دوسرے لمحے دربار میں ہنگامہ ہو گیا۔ لوگ چاروں طرف سے ان دونوں جوانوں پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے تلواریں نکال لیں لیکن دربار میں پہلے سے پوشیدہ لوگوں نے حملہ آوروں کو سنبھال لیا اور گردنیں الگ ہونے لگیں۔

دونوں جوان نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے لیکن میں نے دیکھا کہ ایب نوس اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا ہے۔ خنجروں کی کارکردگی بے اثر رہی تھی اور وہ تنا ہوا کھڑا تھا اور دربار کا ہنگامہ دیکھ رہا تھا۔

لیکن پھر باہر بھی ہنگامہ ہو گیا۔ باہر دونوں نے اتنی تیزی سے حملہ کیا کہ پورے دستے کا صفایا ہو گیا اور وہ اندر گھس آئے۔ بے شمار درباریوں کو قتل کر دیا گیا اور پھر سب فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

ہم نے بھی دکھاوے کی جنگ کی تھی جو اپنے لوگوں کے ساتھ بھی صرف اس لیے کہ ابھی ایب نوس کے ساتھ ہی شامل رہیں۔

ایب نوس اب بھی پر سکون کھڑا ہوا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی پریشانی نہیں تھی اور اس کی گہری اور خوفناک آنکھیں درباریوں کی لاشوں کو دیکھ رہی تھیں اور پھر اس نے زندہ لوگوں کی جانب دیکھا اور پھر افران کی طرف۔

افران ایب نوس کو دیکھتا رہا پھر وہ بولا "بچ جانے والو! ایب نوس کا خیال ہے کہ یہ واقعہ کسی وقتی جوش کا نتیجہ نہیں بلکہ اس بغاوت کا آغاز ہے جس کی خبریں بہت عرصے سے سنی جا رہی تھیں اور شاہ ایب نوس بہت جلد اس سلسلہ میں اپنے عمل کا اظہار کریں گے۔"

اس اعلان کے بعد دربار برخاست ہو گیا۔

میں اور اغاز محل ہی میں تھے البتہ نوماس کو میں نے واپس بھیج دیا تھا اسے کچھ ضروری ہدایات بھی دی گئی تھیں۔

محل میں کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوئی۔ سوائے اس کے کہ ایب نوس اپنی آرام گاہ میں بند رہا تھا۔ اس کے پاس صرف چند مخصوص افراد رہے تھے۔

تب وقت پر دوسرا دربار ہوا اور آج افران نے ایک اور اعلان کیا اس دن ہمارا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ اس لیے دربار میں کوئی ناگوار واقعہ نہیں ہوا۔ افران نے یہ عجیب اعلان کیا۔

"تحت الثریٰ کے باشندو! اور ٹرگش کے برترو! جو واقعہ ہوا تھا اس کے بارے میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ وہ بغاوت کا آغاز ہے جس کے لیے اپی لش کی موت کا سہارا لیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا تعلق اپی لش کے ہمدردوں سے نہیں تھا لیکن تمہارا حکمران تمہارا ایب نوس معمولی قوت نہیں ہے لوگوں کا خیال تھا کہ اپی لش اصل حکمران ہے اور ایب نوس صرف ایک جانور لیکن یہ بھولے ہوئے لوگ ایب نوس کی قوتوں سے واقف نہیں تھے۔ ہمارا حکمران باعلم ہے اور اس کے احکامات علم و دانش پر مبنی ہوتے ہیں..... اس کا پوشیدہ علم بے حد عظیم ہے اور اس کے تحت اس نے قوت گویائی حاصل کر لی ہے تاکہ تم سے تمہاری زبان میں بات کرے۔ سو اب تم اپنے شہنشاہ کی آواز سنو گے۔" افران خاموش ہو گیا۔

تب ایک غیر انسانی آواز انسانی الفاظ لیے نمودار ہوئی "ہاں، میں حکمران ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میرے اندر کون کونسی قوتیں پوشیدہ ہیں۔ میں ابھی نہیں جانتا کہ میری ماں پرسی نون نے مجھے جانور کی شکل میں کیوں جنم دیا لیکن میں صرف یہ جانتا ہوں کہ میں جو سوچتا ہوں وہ ممکن ہوتا ہے تو سنو تحت الثریٰ والو! آج سے تم میرے احکامات میری زبانی سنو گے میں نے اپنے علم سے گویائی حاصل کر لی ہے۔

باغیوں کا ایک گروہ ٹرگش میں داخل ہو گیا ہے اور اہل ٹرگش کو ان کی سرکوبی کرنا ہے میں ان کے لیے بہتر انتظامات کروں گا۔"

لوگ انگشت بدنداں تھے۔ بہرحال اس کے بعد پورے ٹرگش میں یہ خبر پھیل گئی کہ ایب نوس نے اپنے علم کی قوت سے انسانی آواز حاصل کر لی ہے لیکن دوسری طرف ہم لوگوں کی کوشش بھی کامیاب رہی تھی یعنی ہم نے اپی لش کے حمائتیوں کی ہمدردیاں حاصل کر لی تھیں اور اب بیشمار لوگ باغیوں کی امداد کے لیے کھلم کھلا تیار ہو گئے تھے۔

اور اس کے بعد ایک مخصوص وقت پر باغیوں کی ایک بڑی تعداد باہر نکل آئی اور محل پر حملہ آور ہوئی۔ لیکن محل سے سخت مدافعت کی گئی نہ جانے کہاں سے انسان آ گئے تھے اور وہ پوری طرح ہتھیاروں سے لیس تھے۔

گو باغیوں کی تعداد بے شمار تھی اور ان کے پاس بھی عمدہ ذرائع تھے میں ان کی قیادت کر رہا تھا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ ایب نوس کے ہمدرد فولادی بدن رکھتے تھے وہ قتل ہی نہیں ہوتے تھے جبکہ ان کا ہر وار باغیوں پر کامیاب ہوتا تھا۔ اس طرح میں نے جن لوگوں کو پورے تحت الثریٰ میں جنگ کرنے کے لیے تیار کیا تھا وہ ٹرگش میں بھی کامیاب نہیں ہو رہے تھے۔ اور اس صورت حال سے ہم لوگ زیادہ مطمئن نہیں تھے۔ ہماری مشاورت ہوتی رہتی تھی اور صورت حال کی سنگینی کا ہم نے کھل کر اعتراف کیا تھا۔

"اس طرح تو اس کے جادو کی قوت سے ہمیں نقصان عظیم ہو رہا ہے آئن اور اگر ہم اپنے لوگوں کو اسی طرح قربان کرتے رہے تو بالآخر باغیوں کی تعداد ختم ہو جائیگی۔"

"ہاں میں اس سلسلے میں فکرمند ہوں۔" میں نے جواب دیا "لیکن ان حالات کے تحت ہمیں اپنا طریقہ کار بدلنا ہو گا۔ انہیں ایک ایسی کاری ضرب لگانا ہو گی جو ایب نوس کو نقصان پہنچائے اس طرح تو ہمیں ابھی تک کوئی مقصد نہیں حاصل ہو سکا۔" نوماس نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں بہت جلد اس سلسلہ میں کوئی اعلان کروں گا" میں نے جواب دیا۔

"ہمارے ساتھی بھی بہت بددل ہو گئے ہیں چونکہ مدافعت کرنے والوں کی تعداد بھی کسی طور کم نہیں ہوتی۔ ان کا خیال ہے کہ وہ ان میں سے ایک بھی فرد کو قتل نہیں کر سکتے اور اس طرح ان میں دہشت پھیلتی جا رہی ہے گویا رائن! ہم نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ بھی زائل ہو رہا ہے۔ یہ لوگ اب ایب نوس کے آدمیوں سے خوفزدہ ہونے لگے ہیں۔ وہ کافی حد تک دہشت زدہ ہیں" نوماس نے بتایا۔

"کیا انہوں نے اس کا اظہار بھی کیا ہے" میں نے سوال کیا۔

"کھل کر کہنے لگے ہیں اب تو" نوماس نے جواب دیا۔

"ہوں۔" میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ میں اگر چاہتا تو اپنی اصل حیثیت سے ایب نوس سے مقابلہ کرتا لیکن یہ مناسب نہ تھا۔ اس لیے میں نے نوماس سے سوال کیا۔

"تو کیا تم نے ان کی دہشت دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"کیوں نہیں رائن! میں ہر ہر قدم پر ان کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کر رہا ہوں۔"

"درست۔" میں نے جواب دیا اور کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ میں سوچ رہا تھا پروفیسر کہ اگر فیرونا یا ایب نوس سے میں اپنی اصل حالت میں مقابلہ کروں تو ظاہر ہے اس کا کوئی نہ کوئی نتیجہ تو نکلے گا لیکن اس کے لیے سالہا سال درکار تھے اور میں سالوں کی اس احمقانہ حرکت کو کبھی بھی مناسب نہیں سمجھتا اس دوران ایب نوس کے ساتھی اپی لش کے حمائتیوں اور باغیوں کو تباہ کر کے رکھ دیتے چنانچہ کوئی ایسی صورت ..... ہونا چاہیے تھی جس سے اس مسئلہ کا فیصلہ ہو جاتا اور یہ سارے کام میری مرضی کے خلاف تھے پروفیسر میری توقع کے خلاف

تھے یہ سارے معاملات، اور میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایب نوس اتنی خوفناک قوت حاصل کر چکا ہوگا۔ فیرونا اس وقت بھی طاقتور تھا لیکن اس وقت میں اور اب میں بہت فرق تھا۔

اب اس کی طاقت بے پناہ بڑھ چکی تھی حالانکہ اس نے ایک بار مجھے پیش کش کی تھی کہ اگر میں پرسی خون کو اس کے حوالے کر دوں تو وہ مجھے جنگ میں شکست نہ ہونے دیتا اور پروفیسر میں جانتا تھا کہ اس وقت اگر میری اصل حیثیت میرے پاس نہ ہوتی اور میں صرف ہیکی ہوتا تو شاید فیرونا کی اس بات کو تسلیم کر لیتا اور فیرونا اپنے دعوے کو سچ کر دکھاتا لیکن میں نے اس وقت بھی اپنی قوت کو سامنے رکھ کر اس کے مقرر کردہ آدمی کو شکست دی تھی لیکن وہ اب وہ قوتیں حاصل کر چکا تھا کہ دوسروں کو بھی اس قابل بنا سکے کہ وہ ناقابلِ تسخیر بن جائیں۔ ایسی صورت میں پروفیسر اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں فیرونا کو اپنی قوت سے تسخیر کروں چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ خود کو فیرونا کے سامنے لاؤں گا اور تحت الثریٰ کے لوگوں کو اس فرعون سے نجات دلاؤں گا لیکن ظاہر ہے کہ میں ان لوگوں کو بلکہ کسی کو اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔ یہ راز تو میرے ہی سینے میں تھا۔

لیکن شانیہ نے میرے نزدیک آنے کی کوشش کی۔ یہ خوش و خرم لڑکی باغیوں کی شکست سے اداسی میں ڈوب گئی تھی۔ اس وقت میں تنہا باغ کے ایک گوشے میں تھا کہ وہ میرے نزدیک آگئی۔

"رائن!" اس نے مجھے آواز دی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اوہ شانیہ!"

"کیا باغیوں کو شکست ہوگئی رائن؟"

"کیوں تم نے یہ فیصلہ کس طرح کیا؟"

"حالات سے!"

"حالات ابھی ہمارے اتنے خلاف تو نہیں ہیں شانیہ!"

"نہیں رائن تم لوگ خود بھی مطمئن نہیں ہو اور پھر باغیوں کو مکمل طور سے شکست ہو رہی ہے وہ کسی بھی جگہ کامیاب نہیں ہوئے۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے شانیہ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ بھی باغیوں کو شکست ہی ہوتی رہے گی۔"

"لیکن میں مایوس ہوں رائن! میں مایوس ہوں۔ تم نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے افسوس ہمیں ایب نوس جیسے ظالم حکمراں کے ہاتھوں شکست ہو گئی۔" شانیہ کی آنکھوں میں آنسو لرز رہے تھے۔

"ایک بات بتاؤ شانیہ!" میں نے کہا اور وہ سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھنے لگی۔ "تمہیں ایب نوس سے ذاتی طور پر نفرت ہے۔"

"ہاں۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔"

"کیا وجہ ہے؟"

"وہ میرے سنہرے وطن کی پیشانی پر داغ ہے وہ قابلِ نفرت ہے اسکے دور میں کوئی عورت محفوظ نہیں ہے اور کبھی وہ عورت میں بھی ہو سکتی ہوں۔"

"اوہ۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ؟"

"میرے خیال میں یہ وجہ کافی ہے!"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر میں خاموش ہو گیا۔ میں سوچنے لگا کہ اب کیا کروں۔

باغیوں کی سرگرمیاں جاری تھیں۔ دوسری طرف ایب نوس کی ہمت بڑھتی جا رہی تھی وہ باغیوں کو شکست دے کر اور حوصلہ مند ہو گیا تھا اس نے لڑائی ٹرگش میں محدود کر دی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ ٹرگش ہی کی جنگ کافی ہے۔ پھیل کر لڑنے سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ فیصلہ یہاں بھی ہو سکتا ہے۔

اسی وقت مجھے اطلاع ملی کہ ایب نوس کے سپاہی اب ٹرگش کے چپے چپے میں پھیل گئے ہیں اور باغیوں کو قتل کر رہے ہیں۔ بالآخر میں نے ایک فیصلہ کیا اور باہر نکل آیا۔ پروفیسر۔ میرے ذہن میں صرف ایک خیال تھا۔ کیا اس بار بھی مجھے شکست ہو گی کیا میں اپنی شخصیت پر لگے ہوئے شکست کے داغ کو دھو نہیں سکوں گا۔

اور میرے ذہن میں چنگاریاں بھر گئیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب اپنی معمولی شخصیت کو دربار تک محدود رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اب کھل کر میدان میں اترنا ہوگا۔

پھر جب میں دربار میں جا رہا تھا تو میں نے بہت سے گھروں کو نذرِ آتش ہوتے دیکھا۔ جن میں آگ لگی ہوئی تھی اور پھر وہ گھر نظر آئے جو لیپی لش کے حامیوں کے تھے اور جو باغیوں کی مدد کر رہے تھے۔

اس کے علاوہ میں نے گلی کوچوں میں باغیوں کی بے شمار لاشیں دیکھیں اور میرا خون کھول اٹھا۔ یہ تو ان لوگوں کے ساتھ اچھا نہیں ہو رہا تھا۔ انہوں نے مجھ پر اعتماد کیا اور اس کے بعد۔ ممکن ہے یہ قربانی ان کے ذہن میں ہو لیکن یہ میرے لیے قابلِ قبول نہیں تھی۔

بہرحال میں دربار میں پہنچ گیا۔ یہ جنگی دربار تھا اور آج قیدیوں کے فیصلوں کی بجائے باغیوں کی سرکوبی کے مشورے ہو رہے تھے۔ فیرونا اب صاف بول رہا تھا لیکن اس نے اپنا لب و لہجہ بدل لیا تھا اور اس کی آواز غیر انسانی محسوس ہوتی تھی۔

"میں اس بغاوت کے سرغنہ کی تلاش میں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ باغیوں کے نمائندوں کو طلب کروں اور ان سے پوچھوں کہ ان کی قیادت کون کر رہا ہے ان کی قیادت سامنے کیوں نہیں آئی۔ اور اگر کوئی ان کی قیادت نہیں کر رہا تو وہ کیوں جنگ کر کے اپنی زندگیاں دے رہے ہیں۔" ایب نوس کہہ رہا تھا۔

"لیکن اگر ان کا سرغنہ سامنے آ گیا تو کیا ہوگا؟" کسی نے سوال کیا۔

"میں اس سے پوچھوں گا کہ کیا چاہتا ہے، ایب نوس طویل جنگ برداشت نہیں کر سکتا۔ اسے فیصلہ درکار ہے تاکہ وہ اپنے مشاغل جاری رکھ سکے۔"

"اگر اس نے کہا کہ وہ حکومت چاہتا ہے تو؟"
"تو کیا اس کے لیے وہ تحت الثریٰ کے قانون سے بھی باغی ہو گیا ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"کیا حکومت حاصل کرنے کے یہ طریقے ہیں؟ کیا حکومت کے حصول کے لیے تحت الثریٰ میں ایک قانون رائج نہیں ہے؟"
"یعنی سرداروں سے جنگ؟"
"ہاں۔ ایک آسان طریقہ!" ایب نوس بولا۔
"ممکن ہے وہ خود کو اس کا اہل نہ پاتا ہو۔"
"تو پھر حکومت اسے کس طرح مل سکتی ہے، اس خونریزی سے اور دیکھ لو میرے آدمی باغیوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ وہ خود ہلاک نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جتنے لوگ جان دینا چاہیں دے دیں میرا کیا بگڑ رہا ہے۔"
"تو پھر کیوں نہ یہ اطلاع باغیوں کو دی جائے۔"
"ضروری ہے۔ باغیوں سے کہا جائے کہ وہ اپنی قیادت پیش کریں اور اپنی جان دینا بند کر دیں انہیں حقائق سے آگاہ کیا جائے۔ تم ٹرگش کے لوگوں کو میری طرف سے اس بات کی دعوت دے دو۔ ان سے کہدو اگر میری موت پر وہ ایک جگہ جمع ہو جائیں اور میری باتوں پر غور کریں تو ان میں سے کسی کا خون نہیں بہایا جائے گا۔"
یہاں میں نے خاموشی اختیار کی پروفیسر! نوبت وہیں آ رہی تھی جہاں نہ آنی تھی یعنی میں تنہا خود کو پیش کروں اور عمل کروں۔
بہرحال تھوڑے ہی وقت میں ایب نوس کا یہ اعلان ٹرگش کے گلی کوچوں میں گونج اٹھا اور ساس کے بعد ارغماز کے مکان میں باغیوں کے ایک نمائندہ گروہ نے مجھ سے سوال کیا۔
"یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے سائن کہ ہر بغاوت کی ایک قیادت ہوتی ہے پھر ہماری بغاوت گمنام کیوں ہے؟"
"کیا میں نے اس بات سے انکار کیا ہے؟"
"تو کیا ہم قیادت میں تمہارا نام لے سکتے ہیں؟"
"ہاں۔"
"اور کیا تم اس کا سامنا باغیوں کے سربراہ کی حیثیت سے کرو گے؟"
"کیوں نہیں!"
"تب تو ٹھیک ہے اور بلاشبہ ہمارے نقصانات بہت شدید ہیں اہم افراد سے مایوس ہو گئے ہیں۔ ایب نوس کے علم کے سامنے ہماری ناقابل شکست امنگ مفلوج ہو گئی ہے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔"
"میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔" میں نے جواب دیا اور نمائندہ وفد چلا گیا۔ نوماس، ارغماز، شاہینہ اور میرے ہمدردوں کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ میری زبردست کوششوں سے انہوں نے بڑی امیدیں وابستہ کر لی تھیں لیکن اب انہیں مکمل شکست کا یقین ہو گیا تھا۔ ایب نوس کی قوت کے سامنے ہماری ایک نہیں چل سکی تھی۔
لیکن میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا مجھے شکست تو کبھی نہیں ہوئی تھی لیکن تحت الثریٰ میں فیرانسا کے مقابلے میں میں دوسری بار شکست سے دوچار ہو رہا تھا۔
نوماس ان لوگوں کے جانے کے بعد بولا "میرا خیال ہے تم راہ فرار اختیار کر لو رائن! ہمارا یہاں سے چلے جانا بہتر ہے۔"
"کیوں؟"
"ارمناس کی وادیوں میں جنم لینے والے بربط نواز کی تقدیر اب اس کی ساتھی نہیں ہے۔"
"اور ارمناس کی پہاڑیاں بھی اب اس کے لیے پناہ گاہ نہ ہوں گی" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"زمین بہت وسیع ہے" نوماس بولا۔
"لیکن ایب نوس کے ہاتھ بھی تو کافی لمبے ہیں۔"
"ہم گمنامی کی زندگی اپنا لیں گے۔"
"اور میں نے جن لوگوں کی زندگیوں کا سودا کیا ہے اس کا حساب کون کرے گا۔"
"تم اپنی کوششوں میں مخلص تھے مگر....."
"اب بھی مخلص ہوں نوماس۔ صرف تم لوگ خوفزدہ ہو گئے ہو۔ باغیوں کو شکست ہو رہی ہے اور اس کا سہرا ایب نوس کے سر ہے۔ میں کسی ایک انسان کو ضرور شکست دے سکتا ہوں ہاں اگر تم خوفزدہ ہو تو پہاڑیوں کی راہ اختیار کرو۔ باغیوں سے کہو کہ وہ سرنگوں کے راستے منتشر ہو جائیں اور اپنی زندگیوں کی حفاظت کریں۔"
"میں تمہارے ساتھ ہوں رائن اگر تم کھو گئے تو میں بھرے دربار میں ایب نوس پر وار کرتی رہوں گی اس وقت تک جب تک اس کے آدمی میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دیں۔" شاہینہ نے پرجوش لہجے میں کہا۔
"ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے شاہینہ۔" میں نے کہا۔
اور پروفیسر! تنہائی کے اوقات میں میں نے اس بارے میں بہت کچھ سوچا۔ مجھے کچھ کرنا ہی تھا۔ میں نے خود کو پرکھا پوری طرح دیکھا اور اس کے لیے میں نے ایک درخت کو آزمایا۔ ماضی کے بدلے ہوئے کردار میں بھی میں موجود تھا۔ کوئی یہ نہ جان سکا کہ درخت نے جڑ کس طرح چھوڑی۔
اور پھر وقت مقررہ پر ایب نوس ایک عظیم الشان میدان میں آ گیا۔ اس کے اعلان کا خیر مقدم کیا گیا تھا لوگ اب اس سے خوفزدہ ہو گئے تھے اور بہت سے لوگوں نے اس کی برتری تسلیم کر لی تھی۔
ایک نمائندہ جماعت نے جان ہتھیلی پر رکھ کر خود کو باغیوں کی حیثیت سے پیش کیا تھا اور میں خادم کی حیثیت سے ساتھ تھا۔ ہاں ارغماز کو میں نے پوشیدہ رہنے کی ہدایت کر دی تھی۔
تب ایب نوس شاہانہ انداز سے میدان میں داخل ہو گیا لوگوں

نے پرسکوت انداز میں اس کا استقبال کیا تھا۔چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔لوگ عجیب سی نگاہوں سے ایب نوس کو دیکھ رہے تھے۔

چالاک گوریلا اپنی جگہ پر پہنچ گیا اور پھر وہ بیٹھ گیا دلچسپ صورتحال تھی۔اسے معلوم تھا کہ اس کے باغی یہاں موجود ہیں لیکن وہ پوری طرح مطمئن نظر آ رہا تھا۔تب اس کا مشیر افران کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا۔

"عالی مرتبت شہنشاہ ایب نوس خوش ہیں کہ اہل ژرگش نے اس اجتماع میں ان سے تعاون کیا۔ان کا کہنا ہے کہ وہ بہرحال تحت الثریٰ کے حکمران ہیں اور یہاں کی روایت کے مطابق اپنی رعایا سے محبت کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے بغاوت کے نام سے ایک تحریک شروع کی لیکن یہ صرف ان کے مفاد کی بات تھی انہوں نے سادہ لوح لوگوں کو اس کے لیے بھڑکایا اور ان کی قیمتی زندگیوں کا زیاں کرایا۔اگر وہ مخلص تھے تو خود سامنے آتے اور اپنا مافی الضمیر بتاتے اور ایب نوس سے جواب حاصل کرتے۔بہرحال آج شہنشاہ ان معصوم لوگوں سے خود خطاب کریں گے۔"

افران خاموش ہو گیا۔تب عجیب الخلقت شہنشاہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا۔"یہاں موجود لوگوں میں بیشمار لوگ وہ ہوں گے جو میرے مخالف اور عرف عام میں باغی ہیں۔میں چاہتا ہوں وہ ایک وفد کی شکل میں میرے سامنے آ کر مجھ سے بات کریں ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی جائے گی۔"

لوگ پہلے سے تیار تھے چار آدمی جو مجمع سے نکل کر آگے آ گئے ایب نوس غور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔وہ چاروں ایب نوس کے سامنے پہنچ گئے۔

"تمہارا تعلق باغیوں سے ہے؟"

"ہاں۔" چاروں بے خوفی سے بولے۔

"کیا تم اپنے لوگوں کی نمائندگی کر سکتے ہو؟"

"ہاں۔"

"تب مجھے بتاؤ باغیوں کی کل تعداد کیا ہے؟"

"اس کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔"

"بغاوت کا مقصد؟"

"تمہاری چیرہ دستیوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش۔" جواب دینے والے بھی خوب تھے۔

"کیا میں ظالم ہوں؟"

"ہاں تحت الثریٰ کی تاریخ میں تم سے زیادہ سنگدل شہنشاہ نہیں پیدا ہوا۔"

"کیا مظالم کرتا ہوں میں؟"

"پورے تحت الثریٰ میں کسی کی عزت محفوظ نہیں ہے۔تمہاری عیش گاہ ہماری عزت کا جہنم بنی ہوئی ہے۔تم لڑکیوں کے ساتھ وہ بہیمانہ سلوک کرتے ہو جو انسان نہیں کر سکتے اور یہ اس لیے ہے کہ تم جانور ہو۔"

"لیکن میں نے ایک انسان کے پیٹ سے جنم لیا ہے۔"

"اس کے باوجود تم انسان نہیں ہو۔"

"میں تمہاری زبان بول رہا ہوں۔"

"یہ صرف جادو ہے۔"

"کیا جانور جادو سیکھ سکتے ہیں؟"

"اپی لش نے بدنیتی سے کام لے کر تمہیں انسانی حرکات سے روشناس کرایا ہے۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور، قصور تو اپی لش کا تھا اور وہ مر چکا ہے۔"

"ہم تمہاری بھی زندگی نہیں چاہتے۔"

"میری موت کے بعد کسے حکمران بناؤ گے؟"

"کسی بھی انسان کو۔"

"کیا یہ تحت الثریٰ کے قانون سے بغاوت نہیں ہے۔" گوریلا نہایت حلیمی سے سوالات کر رہا تھا۔

"کیوں۔یہ بغاوت کیوں ہے؟"

"کیا اس سے قبل حکومتیں اس طرح بدلی ہیں؟"

"اس سے قبل ایسے حالات بھی تو نہیں پیدا ہوئے۔"

"اس کے باوجود حکومت بدلنے کے لیے میں ان قوانین کی پابندی چاہتا ہوں جو تحت الثریٰ میں رائج ہیں۔تم مجھے جانور کہتے ہو لیکن میرے اس طرح پیدا ہونے میں میرا قصور نہیں ہے۔میں ایک انسان کا ذہن لیے پیدا ہوا ہوں اور دل سے تحت الثریٰ کے قوانین کی عزت کرتا ہوں ورنہ جانور اس طرح حکومت نہیں کر سکتے۔تم نے دیکھا تمہاری بغاوت ناکام رہی ہے میں نے تمہیں شکست فاش دی ہے اور اگر تم اس طرح جنگ کرتے رہے تو بالآخر سب مارے جاؤ گے۔لیکن مجھے تمہاری زندگیاں عزیز ہیں اس لیے اگر اپنے سربراہ کے خلوص کا اندازہ لگانا چاہتے ہو تو اسے سامنے لاؤ۔"

"کیوں تم اسے کیوں سامنے لانا چاہتے ہو؟"

"ہر بغاوت کی ایک قیادت ہوتی ہے اور بغاوت کرنے والا بغاوت کی کامیابی کے بعد ملک کا نظم و نسق سنبھالتا ہے خواہ وہ عارضی حکمران کیوں نہ ہو۔ایسے حالات میں اگر وہ خود کمزور ہے اور لوگوں کے بل پر حکومت حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ اس کی خود غرضی ہے ایسے خود غرض کے لیے تم کیوں جان دیتے ہو؟"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"تحت الثریٰ کے قوانین کے تحت وہ مجھ سے جنگ کرے اور مجھے شکست دے کر قتل کر دے اور حکومت حاصل کرے۔اتنے لوگوں کی زندگیاں چھیننے سے کیا فائدہ؟"

وفد کے لوگ خاموش ہو گئے۔وہ لاجواب ہو گئے تھے اور یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ درحقیقت حکومت بدلنے کا تو آسان طریقہ موجود ہے پھر بغاوت کی کیا ضرورت ہے۔کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔پھر گوریلے کی آواز ابھری۔

"میں بتاتا ہوں۔ان معصوم لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنے والا بھی اس

مجمع میں موجود ہوگا لیکن کیا وہ اتنی ہمت رکھتا ہے کہ میرے سامنے آئے؟"

اور پروفیسر! اپنی دانست میں اچانک فیرونا نے میدان مار لیا تھا لیکن میں تو پہلے ہی سب کچھ سوچ چکا تھا چنانچہ میں آگے بڑھ آیا اور بے شمار نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں۔ خود ایب نوس مجھے دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

"تم — تم کون ہو؟"

"اس بغاوت کا سرغنہ۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن تم تو محل کے ایک ادنیٰ خادم ہو۔"

"خوب تم مجھے پہچان گئے۔" میں نے مسکرا کر کہا اور گوریلے نے جلدی سے ان لوگوں کو واپس جانے کا اشارہ کیا جو فدری شکل میں آئے تھے۔

"ہاں — میں تمہیں پہچانتا ہوں لیکن — لیکن۔"

"بے فکر رہو — میں کم ظرفی سے کام نہیں لوں گا تم نے اپنی ماں کے ساتھ جو کچھ کیا اس وقت اس کا تذکرہ نہیں کروں گا اس کا دعویٰ بھی نہیں کروں گا کہ تم دراصل فیرونا ہو۔" میں نے کہا اور گوریلا کسی قدر پرسکون ہو گیا۔

"تمہارا کیا نام ہے؟"

"رائس!" میں نے جواب دیا۔

"اور تم وہ قیدی ہو جو فورگاں کے قید خانے میں تھے؟"

"ہاں وادی کارمناس کا بریط نواز جسے تمہاری ملکہ ترفانے حاصل کرنا چاہا تھا اور اس کی خواہش پوری نہ کرنے پر جسے قید کر دیا گیا۔"

"پھر تم نے بیس محافظوں کو قتل کیا اور سارے قیدیوں کو لے کر فرار ہو گئے۔"

"ہاں میں وہی ہوں۔"

"اور وہ لاتعداد قیدی بغاوت میں تمہارے ساتھی ہوں گے؟"

"ہاں۔"

"گویا تم حکومت کے پرانے مجرم ہو اور تم نے صرف اپنی زندگیاں بچانے کے لیے بغاوت کا جال پھیلایا ہے۔"

"یہی سمجھو ایب نوس — مجھ جیسے بے شمار بے گناہ لوگ تمہارے ستم کا شکار ہوئے ہیں اور سب دل سے میرے ہمنوا ہیں۔"

"لیکن حکومت بدلنے کا مناسب طریقہ تمہارے علم میں بھی ہو گا؟"

"تھا۔"

"پھر تم نے میرے محافظوں کو قتل کرنے کے بعد مجھے میدانِ جنگ کی دعوت کیوں نہیں دی؟"

"میں لوگوں کی آواز میں تم تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

"لیکن اپنے مفاد کے لیے دوسروں کی زندگی سے کھیلنا تو اچھی بات نہیں ہوتی کیا تم خود کو اس قابل نہیں پاتے؟"

"اول تو میں حکومت کرنے کا خواہش مند نہیں ہوں میں تو تمہاری حکومت ختم کر کے کسی مناسب آدمی کو حکومت دلوانا چاہتا ہوں دوسری بات یہ کہ مجھے تمہاری شیطانی قوتوں کا علم تھا اس لیے پہلے میں تمہاری کمر توڑنا چاہتا تھا۔"

"تو تم نے میری کمر توڑ دی؟"

"نہیں مجھے اعتراف ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکا۔"

"تم مجھ سے جنگ کرو گے؟"

"ہاں یہ آخری کام ہو گا اور اس کے بعد میں تمہاری حکومت بدل دوں گا۔"

"تم مجھ سے جنگ کرو گے؟"

"یقیناً۔ آخری قدم میرا یہی ہے۔"

"تمہارے اس اقدام کے بعد مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں رہی اور سنو! تحت الثریٰ کے لوگو! اس اقرار کے بعد مجھے تم سے بھی کوئی شکایت نہیں رہی لیکن بغاوت کرنے والوں کو سزا ضرور ملے گی۔ ہاں اگر یہ مجھے قتل کر دے گا تو پھر سارے معاملات ختم ہو جائیں گے لیکن ٹرگش والو! اس سے سوال کرو۔ یہ مجھ سے جنگ کس طرح کرے گا؟"

"یہ سوال تم مجھ سے کر سکتے ہو ایب نوس۔" میں نے کہا۔

"کیا تمہیں میرے علم سے ناواقفیت ہے؟"

"نہیں۔"

"کیا تمہیں یہ بات نہیں معلوم کہ تمہارے ساتھی میرے ایک آدمی کو بھی قتل نہیں کر سکے جبکہ میرے آدمیوں نے انہیں نیست و نابود کر دیا ہے۔"

"ہاں مجھے علم ہے۔"

"تو کیا تمہارے خیال میں میں [illegible] اپنے علم سے کام نہیں لوں گا؟"

"کیوں نہیں جس کے پاس جو ہتھیار ہوتا ہے وہ اسے استعمال کرتا ہے۔"

"اس کے باوجود تم اس جنگ سے مطمئن ہو؟"

"ہاں۔"

"کیا تمہارے پاس پوشیدہ علوم ہیں؟"

"نہیں۔"

"تب پھر ایک ہی بات سوچی جا سکتی ہے تم اس بغاوت سے مایوس ہو کر خودکشی کرنا چاہتے ہو۔ تاہم مجھے کیا اعتراض ہے۔ لیکن ٹرگش والو! تم سن لو۔ میدانِ جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد میں ان کی تقدیروں کا مالک ہوں گا جو میرے خلاف آواز بلند کر چکے ہیں۔ افراز! بات ختم ہو گئی ہے اس سے جنگ کے وقت کا تعین کر لو اور اب یہ ایب نوس کی حفاظت میں رہے گا تاکہ فرار نہ ہو سکے۔"

بے شمار سپاہیوں نے میرے گرد گھیرا ڈال دیا۔ سپاہیوں کا یہ حصار توڑنا میرے لیے مشکل نہیں تھا لیکن اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ میں تو خود ایب نوس یا فیرونا سے آخری جنگ کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ یہ ایک طرح سے اچھی بات تھی اس طرح میں ارغماز اور سینکڑوں لوگوں کے فضول سوالات سے بچنا چاہتا تھا ورنہ وہ لوگ میرے کان کھا جاتے۔

سپاہی مجھے لے کر محل پہنچ گئے۔ مجمع میرے سامنے ہی منتشر ہو گیا تھا۔ کوئی بھی میرے لیے کچھ نہ کر سکا بہرحال لوگ قوانین سے بغاوت نہیں کر سکتے تھے۔

محل کے ایک اندرونی حصے میں مجھے قید کر دیا گیا اور یہ زمین دوز قید خانہ

بہت پُراسرار تھا لیکن میں وہاں پرسی فون کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پرسی فون بھی ایک کمرے میں قید تھی جس پر فولادی جال لگا ہوا تھا۔ میں اس کے کمرے کے سامنے تھا۔ سپاہی چلے گئے تو میں اٹھ کر اپنے کٹہرے کے سامنے آگیا۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے پرسی فون کو دیکھا جو مجھے دیکھ رہی تھی۔

"پرسی فون" میں نے اسے پکارا۔

"تمہاری صورت جانی پہچانی ہے کون ہو تم؟" پرسی فون نے کٹہرے کے نزدیک آکر پوچھا۔

"میرا تمہارا تو بہت گہرا رشتہ ہے پرسی فون لیکن اس کا تذکرہ بعد میں، پہلے دوسری ضروری باتیں ہو جائیں۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے مجھے اس وقت دیکھا ہوگا جب میں ایپی لٹس کو لے کر اس وقت تمہارے کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ جب ایب نوس تمہارے اوپر دست درازی کر رہا تھا۔"

"اوہ، ہاں مجھے یاد ہے تم ایب نوس کے خادم ہو نا۔۔۔؟"

"ہاں یہی سمجھو!"

"لیکن تم یہاں کیوں آگئے؟"

"میں نے ایب نوس سے بغاوت کی تھی!"

"کیا مطلب؛ یعنی تم ان لوگوں میں سے ہو جنہوں نے ایب نوس کے خلاف بغاوت کی آواز بلند کی تھی۔"

"ہاں"

"اور ایپی لٹس کو بھی اسی جذبے کے تحت لائے ہوگے؟"

"بالکل ٹھیک!"

"لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔"

"نتیجہ نکلا پرسی فون۔"

"کیا؟"

"ایپی لٹس کو ہلاک کر دیا گیا۔"

"ہلاک کر دیا گیا۔ نہیں نہیں، میرے باپ کو آہ۔ میرے باپ کو کس نے ہلاک کیا؟" پرسی فون رونے لگی۔

"ایب نوس نے۔ اس نے ایپی لٹس کی دونوں ٹانگیں درمیان سے چیر دی تھیں۔"

"آہ۔ تو میرا باپ اپنے ہاتھوں موت کا شکار ہو گیا۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"اپنے ہاتھوں نہیں پرسی فون تمہارے ہاتھوں۔ اتفاق سے تم یہاں اس طرح مل گئیں۔ مجھے تو تم سے بہت سی باتیں کرنی تھیں۔"

"آہ میرا باپ اب اس دنیا میں نہیں ہے اب تو میں بالکل بے سہارا رہ گئی۔ آہ ایپی لٹس کی کوششیں اس کے اور میرے لیے کس قدر المناک ثابت ہوئیں کاش ایپی لٹس اس وقت اس جانور کو ہلاک کر دیتا جب وہ پیدا ہوا تھا۔"

"تم نے اپنی دانست میں چالاکی کی تھی پرسی فون لیکن حالات خود تمہارے ساتھ فریب کر گئے لیکن یہ تو بتاؤ اس نے تمہیں یہاں کیوں قید کر دیا؟"

"مجھے نہیں معلوم، بس ایک دن اس نے مجھے یہاں لاکر قید کر دیا اور مجھے اس کی وجہ بھی نہیں بتائی لیکن تم نے حالات کے فریب کی بات کیا کی تھی؟"

"میں نے تو ایک بات اور کہی تھی پرسی فون۔"

"کیا۔۔۔؟"

"یہی کہ میں تو تمہارا پرانا شناسا ہوں۔"

"ہاں تم نے کہا تھا۔"

"تو اب تم پوچھو کہ یہ شناسائی کیسی ہے؟"

"بتا دو۔ دیوتاؤں کے لیے بتا دو۔ میں بہت غمزدہ ہوں میں بہت پریشان ہوں میرے اوپر احسان کرو۔"

"تمہارا ذہن اس لیے بھی کچوکتا ہوگا پرسی فون کہ تمہاری عزت تمہارے بیٹے کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ گئی ہے۔"

"آہ، نہ پوچھو۔ میں کس قدر نفرت کرتی ہوں اس سے۔"

"اس تصور سے کہ وہ تمہارا بیٹا ہے۔"

"ہاں۔ کیا یہ تصور کم اذیت ناک ہے۔ وہ جانور اپنی ماں کی بھی عزت نہیں کرتا۔"

"تو پرسی فون مطمئن ہو جاؤ وہ تمہارا بیٹا نہیں بلکہ تمہارا پرانا عاشق ہے اور تمہیں تمہارے ان گناہوں کی سزا مل رہی ہے جو تم نے ہیکی کے ساتھ فریب کر کے کیے تھے۔"

"ہیکی۔ میرا محبوب، لیکن تم اس بارے میں کیسے جانتے ہو اور تمہیں یہ بات کیسے معلوم کہ وہ میرا بیٹا نہیں ہے اور میرا پرانا عاشق کون؟"

"فیرونا! یہ تمہاری آخری بات کا جواب ہے۔"

"فی۔۔۔ فی رونا" پرسی فون کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ہاں مجھے یقین ہے کہ یہ نام تم بھولی نہیں ہوگی۔"

"نہیں۔ لیکن وہ تو مر گیا تھا۔"

"ہاں پرسی فون لیکن تمہیں یہ جان کر خوشی بھی ہوگی کہ اس نے اپنی زندگی تمہارے لیے قربان کی تھی لیکن اپنے علم کے سہارے تاکہ دوبارہ جنم لے سکے۔"

"اوہ۔ تو وہ جادوگر۔ لیکن وہ تو میرے بطن سے پیدا ہوا تھا۔"

"تمہارے بطن سے پیدا ہونے والا دوسرا تھا جسے اسی وقت غائب کر دیا گیا اور خود ایک جانور کے روپ میں تمہارے پہلو میں آلیٹا اور پھر تم نے اور تمہارے باپ نے اس کی پرورش کی اور اس کا نتیجہ پایا۔"

"آہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ میرا بیٹا نہیں ہے پھر میری اولاد، میری اولاد کہاں ہے؟"

"اس کی قید میں۔"

"تم مجھے کتنے غموں سے روشناس کراؤ گے۔ دیوتاؤں کے لیے مجھے یہ تو بتا دو کہ تم کون ہو اور یہ ساری باتیں تم کیسے جانتے ہو؟"

"یقین کرو گی پرسی فون کہ میں کون ہوں۔"

"ہاں مجھے بتاؤ۔"

"میں ہیکی ہوں۔" میں نے کہا اور پرسی فون کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ دیر تک وہ سر پکڑے کھڑی رہی پھر بولی "لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟"

"اسی طرح جیسے فیرونا کا وجود۔"

"تو تم ہیکی ہو۔"

"ہاں۔"

"میرے شوہر۔ میرے محبوب؟"

"تم یہی کہتی تھیں لیکن وہ بھی جس سے تم نے بے وفائی کی اور جسے اپنے ہاتھوں قتل کرایا تم نے۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم خود سازش کا شکار ہو گئیں۔"

"کیا تم اس بات کا ثبوت دو گے کہ تم ہیکی ہو؟"

"کیوں نہیں!"

"تو بتاؤ۔ ہماری پہلی ملاقات کہاں ہوئی تھی؟"

"اس دریا کے کنارے جہاں تم اپنی سہیلیوں کے ساتھ موجود تھیں اور جہاں میں نے تمہیں ایک چمکدار پتھر پیش کیا تھا۔ یہی نہیں پرسی فون میں تمہارے جسم کے سارے نشانات بھی تمہیں بتا سکتا ہوں اور وہ گفتگو بھی جو میرے تمہارے درمیان ہوئی۔ پھر تم نے اولاد کی طمع میں مجھ سے بغاوت کی اور کوزل کے بارے میں فیرونا کا شکار ہو گئیں۔"

"آہ تم سچ کہتے ہو ہیکی میرے محبوب تم نے سچ ہی کہا۔ ہاں مجھے میری بے وفائی کا صلہ ملا۔ تمہاری صورت کس طرح بدل گئی؟"

"اس طرح فیرونا نے گوریلے کا روپ اختیار کیا۔" میں نے کہا اور پھر میں نے پرسی فون کو پوری داستان سنائی جو اس کے لیے ناقابلِ یقین تھی لیکن جس کا ایک ایک لفظ درست تھا وہ روتی رہی مجھ سے معافی مانگتی رہی۔

لیکن اب تو کھیل ہی دوسرا تھا۔ وہ خاموش ہو گئی۔ میں نے بھی اسی میں رہنا مناسب سمجھا تھا۔

وقت گزرنے لگا۔ میں جانتا تھا کہ فیرونا نے پرسی فون کو صرف اس لیے زندہ رکھا تھا کہ اس کی اصلیت نہ کھل سکے لیکن میں خود بھی اس کے بارے میں اس کو بتانا بے سود سمجھتا تھا۔ ظاہر ہے جو کچھ میں کہتا اسے ثابت نہیں کر سکتا تھا۔

بالآخر وہ وقت آ گیا جب مجھے فیرونا سے جنگ کرنا تھی اور میں اس جنگ کے لیے تیار تھا۔ میں نے اپنی تمام تر قوتوں کو آواز دی تھی اور خود کو کسی طور کمزور نہیں پایا تھا۔ میدانِ جنگ میں گوریلا بڑی شان سے آیا تھا اور بلاشبہ وہ ایک خطرناک جنگجو معلوم ہوتا تھا۔ تب مجھے بھی میدان میں اس کے سامنے لے جایا گیا اور گوریلے نے کہا۔

"ٹرگسٹس کے لوگو! میں نے تحت الثریٰ کے قانون کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور اگر اس شخص نے مجھے شکست دے دی تو میں حکومت اس کے حوالے کر دوں گا لیکن میں نے یہ بھی اعلان کر دیا ہے کہ میں اپنے لازوال علم کو بھی استعمال کروں گا اور میرے معاون میری مدد کریں گے۔"

"معاون کون ہوں گے؟" کسی نے سوال کیا اور گوریلے نے اشارہ کیا۔ دس آدمی باہر نکل آئے وہ ایک ساتھ قدم ملا کر چل رہے تھے۔

"یہ میرے معاون ہیں۔"

"تو کیا یہ تمہارے ساتھ مل کر جنگ کریں گے؟"

"نہیں۔ یہ میرے علم کا حاصل ہوں گے اور اس کا اندازہ تمہیں ہو جائے گا۔ یہ میرے لیے قربانی دیں گے۔" اس نے کہا اور پھر ان سے بولا "تم تیار ہو؟"

"ہم خلوصِ دل سے تیار ہیں۔" ان سب نے بیک زبان جواب دیا۔ اور گوریلا خوش نظر آنے لگا۔

تب اس نے کہا۔

"اسے اس کی پسند کا ہتھیار دو۔" اور پروفیسر مجھے ہتھیاروں کے پاس لے جایا گیا۔ بھلا تیشے کے علاوہ مجھے کونسا ہتھیار پسند آ سکتا تھا میں نے ایک بھاری کھانڈا اٹھا لیا اور اسے ہلاتا ہوا میدان میں آ گیا۔

ایب نوس نے اس کے برعکس ایک ہلکی تلوار پسند کی تھی اور ہم دونوں مقابل آ گئے۔ ایب نوس پہلے سے کہیں زیادہ مشاق لڑاکا نظر آ رہا تھا۔ اس نے ماہرانہ انداز میں تلوار چلائی۔ اور میں نے اس کے دو وار خالی دے کر اس پر کھانڈے کا بھرپور وار کیا۔ ایب نوس نے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لیے کھانڈے کے وار کو تلوار پر روکا لیکن بُری طرح زمین پر گرا اور اس کی تلوار درمیان سے ٹوٹ گئی۔ ٹوٹی ہوئی تلوار اس نے میرے اوپر پھینک ماری اور وہ میرے بدن سے ٹکرائی لیکن ظاہر ہے اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس دوران اس نے پھرتی سے دوسری تلوار حاصل کر لی اور مجھے موقع نہیں دیا لیکن اب اس نے میرا کوئی وار تلوار سے روکنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اچھل اچھل کر میرے وار خالی دینے لگا۔

اس دوران اس نے میرے اوپر بھی کئی وار کیے تھے۔ اس کی تلوار میرے بدن سے ٹکرائی لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ میں بے حد خوش تھا میری اصلیت کام کر رہی تھی اور اس بار میں ماضی میں خود کو داخل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"رائن!" ایب نوس نے مجھے پکارا "کیا تم بھی کوئی خصوصی قوت رکھتے ہو—؟"

"ہاں! میں تمہیں قتل کر دوں گا۔"

"یہ تو ناممکن ہے لیکن میں تمہاری قوت پر حیران ہوں۔"

"سنبھالو!" میں نے اس بار ایک خاص ترکیب سے کھانڈے کا وار کیا اور ایب نوس اس کی زد میں آ گیا۔ اس کے بدن کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور یہ دونوں ٹکڑے زمین پر اچھلنے لگے لیکن کنارے پر کھڑے ان دس آدمیوں میں سے ایک زمین پر لیٹ گیا اور پھر اس کا جسم ایک مخصوص شکل اختیار کرنے لگا۔ اور۔ وہ ایک خطرناک گوریلا ہی تھا۔ ہاں وہ ایب نوس ہی تھا جو اس آدمی کے بدن میں داخل ہو کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور ایب نوس دوبارہ تلوار لے کر میرے مقابلے پر آ کھڑا ہوا۔

مردہ ایب نوس کے ٹکڑے زمین پر پڑے ہوئے تھے لیکن ایب نوس

میرے سامنے کھڑا تلوار ہلا رہا تھا۔ لوگوں کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔
لیکن مجھے پہلے سے زیادہ سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ ایک بار پھر میں نے اسے قتل کر دیا لیکن جوں ہی وہ زمین پر گرا۔ ایک دوسرا آدمی زمین پر لیٹ گیا اور چند ساعت کے بعد ایب نوس بن کر اٹھ کھڑا ہوا۔

یہ صورتِ حال بے حد خوفناک تھی۔ چھ بار میں نے اسے قتل کیا لیکن وہ ذرا سی دیر میں اٹھ کھڑا ہوتا تھا اور پھر جھلا کر میں ان لوگوں پر دوڑ پڑا جو اس کے لیے قربانیاں دے رہے تھے۔

میں نے آن کی آن میں ان چاروں کو ڈھیر کر دیا لیکن دوسرے لمحے ایب نوس زمین پر لیٹ گیا اور اس کا بدن منتشر ہونے لگا۔ فضا میں بھورے ذرات اڑ رہے تھے اور پھر یہ تمام ذرات ایب نوس کی شکل اختیار کر گئے۔
اب میدان میں گوریلوں کی پوری فوج موجود تھی۔ ان سب کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ اور وہ چاروں طرف سے میرے اوپر حملہ آور تھے۔ میرا کھانڈا بھی تیزی سے چل رہا تھا۔ جو گوریلا قتل ہوتا اس کے بدن کے ذرات فضا میں منتشر ہوتے اور اس کی جگہ کئی گوریلے اٹھ کھڑے ہوتے۔

اس طرح تو ان کا خاتمہ ناممکن تھا۔ اب تو یہ تمیز کرنا مشکل ہو گیا کہ اصل ایب نوس کون سا ہے۔ لوگ دم بخود رہ گئے تھے کسی کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

اتنا وقت گذر گیا کہ لوگ بھی تھک گئے۔ تب وہ بے چین نظر آنے لگے اور میں نے پریشان نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔

تب گوریلے ایک لائن سے کھڑے ہو گئے اور ایب نوس آگے بڑھ آیا۔ "اگر تو پوری زندگی جنگ کرتا رہے رائسن تب بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔"
"لیکن تم اسے جنگ نہیں کہہ سکتے ایب نوس۔ یہ تو صرف جادو ہے۔"
"کیا شہنشاہ کو اپنے علم سے کام لینے کی اجازت نہیں ہوتی؟" ایب نوس نے سوال کیا۔ اور لوگوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ دوسری طرف میں بھی سوچ رہا تھا کہ واقعی ایب نوس کو اس طرح قتل کرنا ممکن نہیں ہے کچھ اور سوچنا پڑے گا۔

"کیا تو شکست تسلیم کرتا ہے رائسن؟"
"ہاں لیکن اس شکل میں کہ تو مجھے قتل کر دے۔"
"تیرا علم مجھے تسلیم ہے یہ صرف تیرے بدن کی قوت نہیں ہے۔"
"تو پھر تو مجھے شکست خوردہ کیسے کہہ سکتا ہے۔"
"میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ اپنے علم کو بڑھا اور جب تو خود کو اس قابل پائے کہ مجھے قتل کر سکے تو پھر میدان میں آ جانا لیکن اس دوران تجھے میری قید میں ہی رہنا ہو گا۔"
"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور پروفیسر کوئی بیچارہ کچھ بولتا بھی تو کیا اس کے پاس کچھ کہنے کے لیے الفاظ بھی تو نہیں تھے۔
سپاہیوں نے ایک بار پھر میرے گرد گھیرا ڈال دیا اور میں نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ میں خود بھی وقت چاہتا تھا لیکن اس بار مجھے جس قید خانے میں ڈالا گیا وہ دوسرا تھا۔ ______ لیکن یہاں میرے علاوہ اور کوئی قیدی نہیں تھا۔

ہاں کھانے کے وقت مجھے جو شخص کھانا دینے آیا اسے دیکھ کر میں ٹنگ رہ گیا تھا۔ یہ وہ شخص ایبلاس تھا جسے ایب نوس نے پرسی نون کا اصل بیٹا بتایا تھا۔ اس وقت تو میں نے اس سے کچھ نہ کہا لیکن کھانے کے بعد میں بہت دیر تک سوچتا رہا تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ یہی نوجوان مجھے کھانا دینے آتا تھا اور میں نے اسے کچھ نمایاں خصوصیات کا حامل پایا تھا۔
تب ایک دن میں نے اسے آواز دی "ایبلاس" اور وہ چونک کر رک گیا۔
"تم میرا نام کس طرح جان گئے؟"
"کیا تم صرف پتھر کے ایک بت ہو؟"
"نہیں!"
"تم جانتے ہو تم کون ہو؟"
"ایبلاس ہی ہوں۔"
"تمہاری حیثیت کیا ہے؟"
"فیرونا کا خادم ہوں۔"
"آہ، تو کیا تو اپنی اصل حیثیت سے ناواقف ہے!"
"میری اپنی اصل حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں اس کا خادم ہوں۔" اس نے جواب دیا۔
"تم ایک بے حس انسان ہو جس نے اس شخص کی غلامی قبول کر لی ہے جو تمہاری ماں کو بے عزت کر رہا ہے اور جس نے تمہارے نانا اپی ٹس کو قتل کیا ہے۔"
"کیا بک رہے ہو۔ میری کوئی ماں نہیں ہے۔"
"تب تم پیدا کس طرح ہوئے؟"
"میں نہیں جانتا!"
"میں بتاتا ہوں۔ اگر غور سے سنو تو۔" میں نے کہا۔ اس نے دلچسپی ظاہر کی تو میں نے اسے پوری کہانی سنائی۔ ایبلاس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ آخر میں وہ مسکرا کر بولا۔
"تمہارا کیا خیال ہے میں بے وقوف ہوں اور تمہاری یہ کہانی مجھے متاثر کرے گی۔"
"ٹھیک ہے جو بے حس ہوتے ہیں وہ کچھ نہیں سوچتے حالانکہ تمہاری ماں قید خانے میں تمہاری منتظر ہے۔"
"کون سے قید خانے میں؟"
"اس محل کے اندر ہے وہ قید خانہ!"
"تم بکواس کر رہے ہو۔" ایبلاس کے چہرے سے پریشانی جھلکنے لگی
"تمہارے پاس کوئی ذریعہ ہے کہ تم حقیقت سمجھ سکو۔"
میرے بارے میں جان لو رائسن کہ میں فیرونا کا دستِ راست ہوں۔

ان کا علم میرے بغیر نامکمل ہے اور اس کے معاملات کی نگرانی میں کرتا ہوں۔
میرے پاس جو علم ہے اس سے جھوٹ اور سچ کی پرکھ ہوتی ہے اگر تم نے جھوٹ بولا تو میں تمہاری بینائی چھین لوں گا۔" وہ فیصلے انداز میں واپس چلا گیا۔
لیکن زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ وہ واپس آگیا اس کا چہرہ دھواں معلوم ہو رہا تھا۔ تب وہ میرے سامنے آکھڑا ہوا "کیا تم میری بینائی چھیننے آئے ہو" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔
"نہیں" وہ سرسراتی آواز میں بولا۔
"تو۔ تو کیا تمہیں میری بات کا یقین آگیا؟"
"ہاں۔ تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں تم نے جو کہا سچ کہا۔ آہ تم ... ن ہو۔ میں فیروزنا کا خادم ہوں لیکن اس نے میرے ساتھ بہت برا ... کیا ہے۔"
"تم اس سے انتقام نہ لوگے؟"
"ایسا انتقام لوں گا کہ مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گا بتاؤ میں تمہارے ... مگر تم کیا آزادی چاہتے ہو؟"
"نہیں۔ تمہارے ساتھ مل کر اس کے خلاف کام کرنا چاہتا ہوں۔"
"لیکن مجھے پہلے میری ماں سے ملا دو۔ آہ اب تو میرا سینہ بھی پھٹ ..."
"کیا تم مجھے یہاں سے نکال کر ان قید خانوں تک لے جا سکتے ہو؟"
"میں ہر وہ کام کر سکتا ہوں جو تم سوچ سکتے ہو۔ فیروزنا نے ... ان سے سوچ کا وہ خانہ بند کر دیا تھا جس سے میں اپنے بارے میں ... ان اس کے لیے کسی بتانے والے کی ضرورت تھی وہ خانہ کھل گیا۔"
"مجھے ان قید خانوں تک لے چلو۔" میں نے کہا اور ایبلاس نے ... دروازہ کھول دیا اور پھر راستے تاریکیوں میں گم ہو گئے ایبلاس ... کر چل رہا تھا پھر جب روشنی پھیلی تو میں اس قید خانے کے سامنے ... پرسی فون قید تھی۔
"... یہ میری ماں ہے۔ آہ۔ میں نے تو اسے دیکھا ہے، میں نے تو ... دیکھا ہے۔"
"دروازہ کھولو۔" میں نے ایبلاس سے کہا۔ اور اس نے لرزتے ہاتھوں ... دروازہ کھول دیا۔ پرسی فون تعجب سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی اور ... نے ماں بیٹے کو ملایا پروفیسر! تو وہ ہی جذباتی مناظر دیکھنے میں آئے ... لیکن بدنصیب پرسی فون مجھے اس کا باپ نہیں کہہ سکتی تھی ... بدل گیا تھا۔ اس نے اسی وقت اپنی ماں کو قید خانے سے نکال ... کا قصد لیا لیکن میں نے مدافعت کی۔
"... یونہی چھوڑ دو گے ایبلاس؟"
"... کاش میں اسے اپنے ہاتھ سے قتل کر سکتا لیکن اگر میں نے ایسا ... کیا تو مجھے بھی فنا ہونا پڑے گا۔"
"... میں قتل کروں گا" میں نے کہا۔

"تم۔؟" ایبلاس چونک پڑا۔ اور پھر وہ خوش ہو گیا "ہاں تم اسے قتل کر سکتے ہو میں تمہیں اس کی ترکیب بتاؤں گا۔"
"تب میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری ماں کا انتقام لینے کے لیے میں اسے ہر قیمت پر قتل کر دوں گا۔ لیکن تمہیں میری کچھ ہدایات پر عمل کرنا ہوگا۔"
"کیسی ہدایات؟"
"پرسی فون کو ابھی یہاں رہنے دو۔"
"اوہ۔ کیوں؟"
"ہمیں اس کی موت کے انتظامات مکمل کرنے ہوں گے اس کے بعد ہم اس پر یہ بات ظاہر ہونے دیں گے کہ ہم اس پر قابو پا چکے ہیں۔"
"تو کیا تم بھی واپس قید خانے میں چلے جاؤ گے؟"
"ہاں۔ یہ ضروری ہے اسے شبہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ باعلم ہے اور وہ اپنے علم سے ہماری کوششوں کو ناکام بنا سکتا ہے۔"
ایبلاس کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے کہا "ہرچند کہ اب میں ایک لمحے کے لیے بھی اپنی ماں کو یہاں نہیں چھوڑنا چاہتا لیکن مصلحت اگر یہی ہے تو میں تیار ہوں۔"
"یہ ضروری ہے۔" میں نے کہا۔
"ایبلاس وہ ہمارا ہمدرد ہے اس کی بات مانو اور اس سے تعاون کرو۔" پرسی فون نے ایبلاس سے کہا اور ایبلاس نے گردن جھکا دی پھر وہ پرسی فون کو تسلیاں دے کر میرے ساتھ وہاں سے چل پڑا۔
"تم نے تھوڑی دیر قبل ایک بات کہی تھی۔ تم نے کہا تھا کہ تم مجھے اس کو قتل کرنے کی ترکیب بتا سکتے ہو!"
"ہاں کسی ہتھیار سے اسے قتل کرنا کافی مشکل ہے کیونکہ اس نے جسم کی تبدیلی کا عمل سیکھ لیا ہے اس کے ساتھ بیشمار جانباز موجود ہیں جو اسے ہزاروں بدن پیش کرنے کے لیے تیار ہیں اور وہ اجسام بدلنے میں برق رفتار ہے لیکن۔ آگ اس کے لیے موت ہے وہ آگ سے ہمیشہ خوف زدہ رہتا ہے۔"
"اوہ، کیا وہ آگ کے نزدیک نہیں جاتا؟"
"نہیں وہ آگ سے کانپتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ آگ اس کے سارے علوم وفنون چھین لیتی ہے چنانچہ اگر کسی طرح اسے نذر آتش کر دیا جائے تو پھر اس کی زندگی بحال نہیں ہو سکتی۔" ایبلاس نے کہا۔
بات میرے لیے واقعی دلچسپ تھی اور اگر ایبلاس کا کہنا درست تھا تو میں فیروزنا کی موت کا راز پا چکا تھا۔ اور اب باقی میرے سوچنے کا کام تھا ایبلاس نے مجھے پھر میرے قید خانے میں بند کر دیا اور بولا۔
"میرے لیے اور کوئی ہدایت؟"
"ہاں ایبلاس تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔"
"بولو کیا کام ہے!"
"مارغانہ کے مکان پر جاؤ۔ وہاں ایک شخص نواس ہے اسے میرا ایک

پیغام پہنچا دو۔"

"کیا پیغام ہے؟"

"ایک ایسے الاؤ کی تیاری جس میں جہنم سلگ رہا ہو اس سے کہو کسی مناسب جگہ جو ٹرگش سے زیادہ دور نہ ہو۔ وہ جلد از جلد ایک ایسا الاؤ تیار کرا دے اس سے کہہ دینا کہ یہ رائن کی فرمائش ہے۔"

"بہتر۔ میں تمہارا یہ پیغام پہنچا دوں گا۔" ایپلاس نے کہا اور پھر ضروری ہدایات لے کر وہ چلا گیا لیکن اب میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ کس طرح فیرونایا ایب نوس کو اس الاؤ تک لے جایا جائے۔ کس طرح اسے اس پوشیدہ جہنم میں پہنچایا جائے۔ وہ چالاک ہے کہیں سمجھ نہ جائے۔

بہت سوچ بچار کے بعد بھی کوئی مناسب ترکیب سمجھ میں نہیں آئی۔ تب میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ تھوڑے وقفے کے بعد ایپلاس میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے اطلاع دی کہ اس کا پیغام نوماس کو دے دیا گیا ہے اور نوماس نے وعدہ کیا ہے کہ میری مرضی کے مطابق بندوبست کیا جائے گا۔

لیکن میں مطمئن نہ ہو سکا اور پھر خود میں نے نوماس سے ملاقات کا تہیہ کیا اور ایک مناسب وقت میں اپنے قید خانے سے نکل آیا۔ ایب نوس کے بارے میں علم ہوا تھا کہ وہ اپنی عیش گاہ میں ہے اور یہ وقت واقعی فرصت کا تھا۔

نوماس اور ارغانہ کے اہل خاندان ٹرگوں میں ملے۔ مجھے دیکھ کر ششدر رہ گئے تھے۔

"تم آزاد ہو گئے رائن، تم آزاد ہو گئے۔" نوماس خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔

"تمہیں میرا پیغام مل گیا تھا؟"

"ہاں۔"

"لیکن تم ٹرگوں میں کیوں ہو؟"

"اوہ باہر کی دنیا کو ایب نوس نے جہنم بنا کر رکھ دیا ہے وہ باغیوں سے انتقام لے رہا ہے اور آدھا ٹرگش خالی ہو چکا ہے۔ لوگ خوف سے بھاگ رہے ہیں صرف وہ لوگ موجود ہیں جو اس کے وفادار ہیں۔ بڑی تباہی پھیل گئی ہے رائن۔ بغاوت پورے طور سے ناکام رہی ہے۔"

"ہوں۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا "تم میرا کام کب تک کر رہے ہو؟"

"بہت جلد، لیکن اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"اس بارے میں بعد میں بتاؤں گا پہلے جگہ کا انتخاب کرو۔"

"اب تم آ گئے ہو تو جگہ کا انتخاب بھی تم ہی کر دو۔" نوماس نے کہا۔

"لیکن میں اس کی وجہ جاننے کا خواہش مند ہوں۔"

"میرے ساتھ آؤ نوماس۔" میں نے کہا اور پھر ہم لوگ باہر نکل آئے۔ ایپلاس بھی ہمارے ساتھ تھا اور اس کے بعد ہم پہاڑوں میں آوارہ گردی کرتے رہے میرا ذہن تیزی سے فیصلے کر رہا تھا اور کافی غور و خوض کے بعد بالآخر میں نے ایک عمدہ ترکیب سوچ ہی لی۔ اور اس ترکیب پر میں خود خوشی سے اچھل پڑا۔ لیکن میں نے کسی پر اس خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ بالآخر میں نے اپنے اس نئے منصوبے کے تحت ایک جگہ کا انتخاب کر لیا اور بہت عمدہ جگہ تھی پروفیسر! ایک سطح جگہ جس کے ایک کنارے پر ایک خوفناک گڑھا موجود تھا اور میں نے اس گڑھے کو الاؤ بنانے کا فیصلہ کیا اور نوماس پر اس کا اظہار کر دیا۔

"ٹھیک ہے لیکن رائن کچھ تو معلوم ہو تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"آخری کھیل ہے نوماس۔ اس بار مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں بس مجھ سے تعاون کرو۔"

"ہم خلوص دل سے تیار ہیں۔" ارغانہ نے جواب دیا۔

"تب مجھے اجازت دو میں واپس جا رہا ہوں۔"

"کہاں؟" نوماس نے تعجب سے پوچھا۔

"ایب نوس کی قید میں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ لوگ تعجب سے میری شکل دیکھنے لگے جیسے کہ مجھے صحیح الدماغ نہ سمجھ رہے ہوں۔

"کیا مطلب، تم دوبارہ اس کی قید میں جا رہے ہو؟"

"ہاں بطور قرض آیا ہوں اور اگر واپس نہ گیا تو کچھ دوسرے الجھن کا شکار ہو جائیں گے۔"

"لیکن قید سے نکلنے کے بعد قید خانے میں واپس جانا کہاں کی دانش مندی ہے؟"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میرے دوست میرا جانا ضروری ہے۔" میں نے کہا اور پھر مزید انہیں کچھ بتائے بغیر واپس قید خانے کی جانب چلا آیا۔ میں ایب لاس کے اوپر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں ڈالنا چاہتا تھا جس سے وہ الجھنوں کا شکار ہو جائے اور یہی بہتر بھی تھا۔

کیونکہ ایب نوس کو اگر کسی سے خطرہ ہو سکتا تھا تو وہ صرف ایب لاس تھا۔ ایب لاس اس کا راز دار اور اس کی حقیقت سے واقف تھا چنانچہ اسے اگر یہ شبہ ہو جاتا کہ ایب لاس کسی طور مجھ سے مل گیا ہے تو پھر وہ اپنے بچاؤ کے لیے ایسے انتظامات کرتا جس سے میرا اس پر قابو پانا نہایت مشکل ہو جاتا چنانچہ مجھے ہوشیار رہنا تھا۔ ہاں مجھے انتظار تھا اس رات کا جب الاؤ تیار ہو جائے میری مرضی کے مطابق۔ اور ایب لاس مجھے اطلاع دے جس کے لیے میں نے اسے ہدایت کر دی تھی اور مجھے یقین تھا کہ الاؤ تیار ہوتے ہی ایب لاس مجھے اطلاع ضرور دے گا۔

ایب لاس بہت ہی اچھا معاون ثابت ہو رہا تھا وہ مجھے شہر کے بارے میں بھی اطلاعات فراہم کرتا تھا اور نوماس سے ملاقات کر کے اس کی تیاریوں کے بارے میں بھی مجھے بتاتا تھا۔ تب میں نے نوماس کے لیے ایک اور پیغام بھجوایا۔ یہ آخری پیغام تھا۔

نوماس کو اس بار تفصیل نہیں بتائی گئی تھی لیکن میں نے کہہ دیا تھا کہ میں بہت جلد اس سے ملاقات کروں گا۔ چنانچہ نوماس نے اپنا کام شروع کر دیا تھا اور میری ترکیب کے مطابق پورا پورا عمل کیا جس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب شیطان صفت درندہ میرے قید خانے کے سامنے کھڑا اپنے شیطانی ذہن سے کام لے کر مجھے پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

خونخوار گوریلا میرے قید خانے کے سامنے آ گیا تھا۔ اس نے خونی نگاہوں

ے مجھے دیکھا اور بولا۔

"تیرے ساتھیوں نے موت کا..... مزہ چکھنے کا فیصلہ کیا ہے رائن وہ پہاڑیوں پر جمع ہوئے ہیں اور مجھ سے میری اپنی زندگی اور موت کے بارے میں مذاکرات کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے دعوت دی ہے کہ میں اپنے فوجیوں کو لے کر آؤں۔ ان سے گفتگو کر دوں۔ اس کے بعد یا تو خود کو مکمل طور پر گرفتاری کے لیے پیش کر دوں یا پھر کوئی ایسی صلح کی بات ہو جائے گی کہ میں ان پر مکمل طور پر قادرِ مطلق حکمراں ہو جاؤں اور رائن میں نے ان کی یہ پیشکش قبول کر لی ہاں جب میں ان سے بات کروں گا تو میری چند شرائط بھی ہوں گی۔"

"وہ کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"شرائط میں یہ بات شامل ہو گی کہ میں ان لوگوں کی زندگیاں نہیں چاہوں گا جو اس بغاوت کے بانی ہو سکتے ہیں انہیں موت کا .... مزہ چکھنا ہو گا اور باغیوں کے ساتھ میری یہی شرط ہو گی کہ اس بغاوت کے بانیوں کو میرے حوالے کر دیا جائے۔ میں اُن لوگوں کو معاف کر دوں گا۔ چنانچہ یہ دلچسپ مرحلہ طے ہو جائے تو اس کے بعد رائن ان کے سربراہ کی حیثیت سے سب سے پہلے موت کی سزا پانے والے تم ہو گے۔"

"اور تم مجھے اس کی اطلاع دینے آئے ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ایک سربراہ کو اس کی تحریک کے اختتام کے بارے میں بتانا ضروری ہے اور خاص کر اس حالت میں کہ خود اسکی زندگی کا اختتام بھی ہونے جا رہا ہو" ایب نوس نے کہا۔

"ٹھیک ہے ایب نوس، مجھے موت سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا۔ اگر موت اسی طرح آئی ہے تو ضرور آئے مجھے مرنا ہی ہو گا۔ لیکن تم کب اِن لوگوں سے ملاقات کر رہے ہو؟"

"بہت جلد۔ تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں اُدھر ہی کا رخ کروں گا" ایب نوس نے جواب دیا اور میں نے اپنی مسکراہٹ کو بے ساختہ دبا لیا۔ کوئی کتنا ہی چالاک ہو کہیں نہ کہیں دھوکہ کھا ہی جاتا ہے۔ میں نے ایب نوس کے سامنے افسردگی کا اظہار کیا تھا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ جیسے میں اس اطلاع سے بہت خوفزدہ اور پریشان ہوں اور ایب نوس اس بات سے بہت خوش ہوا تھا۔ چنانچہ وہ چلا گیا۔

ایب لاس، ایب نوس کے ساتھ ہی آیا تھا اور اس کے ساتھ ہی واپس چلا گیا تھا۔ ظاہر ہے ایسے مواقع پر ایب نوس، ایب لاس کو پوشیدہ طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا کیونکہ وہی اس کے علوم کا ماہر تھا۔

سو پروفیسر! اس وقت باہر نکلنے کے لیے ایب لاس کے علم کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ میں نے قیدخانے کے دروازے کو اپنی مٹھیوں میں جکڑا اور پھر اسے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے باہر نکل آیا۔ میں نے دروازہ ایک دیوار سے لگا دیا۔ اور برق رفتاری سے پہاڑیوں کا سفر کرنے لگا۔

میری مطلوبہ جگہ باغیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ مسطح پہاڑی علاقے میں نوماس، ارغماز اور دوسرے باغی کھڑے تھے اور نیچے ایب نوس کی فوج۔ ایب نوس تیار ہو کر آیا تھا۔ تب میں اپنے ساتھیوں میں آ پہنچ گیا۔

"آہ رائن! تو آزاد ہے؟ وہ دیکھ ایب نوس آ رہا ہے" اور میں ایب نوس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بڑی شان سے آ رہا تھا۔ میں ایک ایسی جگہ چھپ گیا جہاں سے وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔

"میں تمہاری دعوت پر آ گیا ہوں لیکن اس کے بعد میں تمہیں کوئی مہلت نہ دوں گا بتاؤ کیا چاہتے ہو۔ یہاں تو کچھ نئی شکلیں نظر آ رہی ہیں۔ تم میں سے کون مجھ سے بات کرے گا؟" ایب نوس نے قریب آ کر کہا۔

"ہمارا سربراہ۔" نوماس نے جواب دیا۔

"خوب، تو کیا تم نے کسی نئے سربراہ کا انتخاب کر لیا ہے؟" اس نے کہا۔ اور اسی وقت میں چٹان کے عقب سے نکل آیا۔

"نہیں ایب نوس تیرے استقبال کے لیے میں موجود ہوں۔" میں نے کہا اور ایب نوس متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔

"تو کس طرح آزاد ہو گیا؟"

"میں قید کب تھا، تیرے قید خانے مجھے روکنے کی جرأت نہیں کر سکتے ہیں تو تجھ سے آخری جنگ کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا۔"

"خوب، تو تو اب بھی دماغ میں جنگ کا سودا رکھتا ہے لیکن اس کا نتیجہ؟ آج بھی لاکھوں افراد میرے ساتھ ہیں۔ تو مجھے قتل نہیں کر سکے گا۔"

"آج میں تجھے قتل کر دوں گا ایب نوس۔" میں نے کہا اور اپنا کھانڈا نکال لیا۔ ایب نوس کو بادلِ نخواستہ جنگ کے لیے تیار ہونا پڑا تھا۔ اس نے اپنی تلوار کھینچ لی اور اس کے بیشمار فوجی باغیوں کے سروں پر پہنچ گئے۔ ایب نوس تمسخرانہ انداز میں تلوار ہلا رہا تھا اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"باغیوں کا سربراہ پھر کوئی نیا جال لایا ہے لیکن اس کے کہنے کے مطابق یہ اس کی زندگی کی آخری جنگ ہے چنانچہ میرے دوستو! اگر یہ کامیاب ہو جائے تو اس کی اطاعت کرنا اور مر جائے تو اس کے لیے ضرور رونا سمجھے یہ تمہارے شہنشاہ کا حکم ہے۔ آؤ" اس نے حقارت آمیز انداز میں مجھے دعوت دی اور میں نے کھانڈا سامنے کر لیا۔

پھر ہم دونوں کے درمیان جنگ ہونے لگی۔ نوماس، ارغماز اور دوسرے لوگ مجھے دیکھ رہے تھے۔ آج انہوں نے صاف محسوس کر لیا تھا کہ میرے جنگ کرنے کے انداز میں وہ تیزی نہیں ہے جو پہلے تھی۔ ایب نوس نے یہ بات محسوس کی۔ اور بھرپور حملے کرنے لگا۔

لیکن شاید ہی کسی نے محسوس کیا ہو کہ میں غیر محسوس انداز میں پیچھے ہٹ رہا تھا گویا الاؤ کی جانب۔ یہاں تک کہ میں کنارے پر پہنچ گیا۔ ایب نوس کو آگ کی تپش محسوس ہوئی اور وہ بوکھلا گیا۔ بس یہی لمحہ تھا۔

میں نے عقاب کی طرح جھپٹ کر اسے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ اور دوسرے لمحے میں نے آگ کے الاؤ میں چھلانگ لگا دی۔ خوفناک گوریلا میری گرفت سے نہیں نکل سکا تھا۔ ہم دونوں دہکتے ہوئے الاؤ میں جا گرے۔ میری گرفت اب بھی مضبوط تھی اور خوفناک چیخیں پہاڑیوں کو ہلا رہی تھیں اس کے پورے بدن نے آگ پکڑ لی تھی اور اس کے رنگ بدل رہے تھے اب وہ گوریلے کے بجائے انسان بن گیا تھا۔ اس کی شکل اتنی خوفناک ہو گئی

تھی کہ کسی نے ایسی بھیانک شکل نہ دیکھی ہوگی۔

لیکن میری دوست آگ میرے ساتھ تعاون کر رہی تھی میرے بدن کو دھیمی دھیمی حرارت مل رہی تھی اور میری گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی جبکہ میرا دوست راکھ کا ڈھیر بن گیا تھا اور پھر رفتہ رفتہ جہنم سرد ہوتا گیا شعلے مدھم پڑنے لگے اور اب چاروں طرف خاموش پہاڑیوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ہاں تھوڑی دور میرا دوست میرا ساتھی سلانوس کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے پھر وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچ گیا اور میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولا "ایب نوس کی حکومت ختم ہو گئی اور اب تحت الثریٰ میں بہت سی تبدیلیاں آ چکی ہیں۔"

"گویا ہم اس ماحول سے نکل آئے۔"

"ہاں۔ یوں لگتا ہے جیسے ماضی کی لہروں نے اس بار ہمیں زبردستی اٹھا کر ماضی سے باہر پھینک دیا ہے۔"

"یہ کونسی جگہ ہے؟"

"وہی علاقہ جہاں یہ دلچسپ کھیل ہوا تھا لیکن یہ زمانہ حال ہے۔"

"مجھے مبارکباد نہیں دو گے سلانوس۔ اس بار ماضی میں، میں نے ایک نیا کردار تخلیق کیا گویا میں نے ماضی میں ایک ایسے کردار کو شامل کیا جس کا کوئی وجود نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟" سلانوس نے تعجب سے پوچھا۔

"نوماس کی حیثیت سے تم حقیقتِ حال سے واقف ہو۔"

"ہاں پھر؟"

"کیا میں نے ماضی میں ایک نئی کہانی تخلیق نہیں کی؟ کیا یہ سارے واقعات ماضی میں داخل نہیں کیے گئے؟"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جو کہانی تم نے دیکھی وہ ماضی میں تحریف تھی؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے سلانوس کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ آؤ تھوڑا سا سفر کریں۔" سلانوس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ خاصا طویل سفر تھا یہ۔ تب ہم ایک حسین وادی میں پہنچ گئے۔ ایک پہاڑی کے دامن میں ایک بڑا مجسمہ نظر آ رہا تھا۔

"یہ وادیٔ ارمناس ہے اور یہ بریط نواز رائن کا مجسمہ۔" اس مجسمے کی عبا پر کندہ تحریر پڑھو گو الفاظ ٹوٹ گئے ہیں لیکن تحریر واضح ہے اور میں اس تحریر پر جھک گیا۔ لکھا تھا:

"ارمناس کا بریط نواز رائن جس نے تحت الثریٰ کے عفریت نما ایب نوس اور سب سے بڑے جادوگر فیروناکو نذرِ آتش کرتے ہوئے اپنی بھی جان دے دی اور اس طرح اس نے لاکھوں انسانوں کو اس عفریت سے نجات دلائی۔ ہم اپنے نجات دہندہ کو سلام کرتے ہیں۔"

"ماضی میں کوئی تحریف ممکن نہیں ہوتا۔ یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔" سلانوس نے کہا اور میں غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تب سلانوس میرا ہاتھ پکڑ کر واپس اپنے دانش کدے کی جانب چل پڑا۔

زاویوں کی ترتیب میں مدبر و دانش مند سلانوس نے زیادہ دن نہیں صرف کئے۔ اس دوران اس نے میرے لئے میری ضرورت کے مطابق تمام چیزیں فراہم کر دی تھیں۔ میں درحقیقت اپنی طویل ترین زندگی کے بیش قیمت لمحات گذار رہا تھا۔ ایسے مدبر شخص سے اس سے قبل ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ دانش کدہ تو تھا ہی لیکن تحت الثریٰ کی اس حسین دنیا میں اور بھی بہت کچھ موجود تھا اور مجھے آزادی تھی کہ میں اس پوری دنیا میں جو چاہوں دیکھوں۔

یوں یہ دن اور رات سے خالی وقت بہ آسانی گذر رہا تھا۔ اور میں کافی خوش تھا۔ بالآخر سلانوس نے مجھے خوشخبری سنائی کہ اس کا کام مکمل ہو گیا۔ میں نے بھی خوشی کا اظہار کیا تھا۔

"میں نے زاویوں کی ترتیب میں کچھ خصوصی تبدیلیاں کی ہیں؟" سلانوس نے مجھے بتایا۔

"کیا؟ میں ان کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں؟"

"بس اپنے طور پر تم اسے بچکانہ پن کہہ سکتے ہو۔ دراصل اپنے ساتھ تم جیسے شخص کے شامل ہو جانے سے میں بہت خوش ہوں۔" سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا" اور پھر مستقبل کا سفر میرے لئے بھی کافی دلکش ہے میں بھی مستقبل میں جانے کا خواہشمند ہوں اور پھر تمہاری دنیا جس میں بہت سی چیزیں میرے لئے قطعی اجنبی ہوں گی۔"

"تم نے تیاریاں کیا کی ہیں؟"

"میں نے تمہیں جس دور میں بھیجا تھا اس کے بارے میں مجھے تھوڑی بہت معلومات بھی حاصل تھیں لیکن اب ہم جن ادوار میں سفر کریں گے وہ میرے لئے بھی قطعی اجنبی ہونگے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہم زیادہ حفاظت کا انتظام کر کے چلیں؟"

"عمدہ خیال ہے۔" میں نے کہا۔

"چنانچہ میں نے دانش کدے میں کچھ خصوصی تبدیلیاں کی ہیں۔ یعنی اگر حالات ہمارے موافق نہ ہوں تو ہم چند لمحات میں اپنا رُخ بدل لیں۔ اور اس ماحول سے نکل آئیں جس ماحول کے زاویے کے رُخ پر ہوں اس طرح ہم حادثات سے محفوظ رہیں گے؟"

"تمہاری عقل و دانش نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ بلاشبہ میں صدیوں کی طویل زندگی میں بے شمار دانشوروں سے مل چکا ہوں۔ میں نے ستارہ شناسوں کو دیکھا ہے جو زمین و آسمان کے درمیان موجود لوگوں کے بارے میں بتایا کرتے تھے۔ میں نے بڑے بڑے ..... فنکاروں کو دیکھا ہے لیکن تمہارے اندر ایک ندرت پائی جاتی ہے اور اس ندرت نے میرے دل میں تمہارے لئے بے پناہ عقیدت پیدا کر دی ہے۔"

"لیکن میرے دوست بعض اوقات انسانی فطرت عجیب و غریب

زمانہ اختیار کر لیتی ہے۔"

"مثلاً؟"

"اس سے پہلے میں تنہا سب کچھ کرتا رہتا تھا۔ جو سوچتا تھا اس پر خاموشی سے عمل شروع کر دیتا تھا اور کر لیا کرتا تھا تو خود اس سے محظوظ ہو لیتا تھا۔ دل میں اتنی امنگ اور اتنی خوشی نہیں ہوتی تھی لیکن اب صورتحال دوسری ہے۔ میرے نزدیک ایک ایسا دانشور موجود ہے جو میری کاوشوں کو سمجھتا ہے اور جو کچھ میں کرتا ہوں اس کے بارے میں جانتا ہوں کہ اسے سمجھا جائے گا۔ اس طرح مجھے خوشی ہوتی ہے۔"

"ہاں یہ درست ہے۔"

"آؤ، میں تمہیں اپنی کاوش کے بارے میں بتاؤں۔" سلانوس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اسے طلسم کدے میں تھے۔

"یہ مستقبل کے زاویوں کے رخ ہیں۔ میں تمہیں خود تجربہ کر کے بتاؤں گا۔ دیکھو یہ ایک زاویہ ہے۔ میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں گا اور ہم دونوں خود کو مستقبل میں پہنچا دیں گے لیکن منظر خواہ کچھ بھی ہو، ہمیں واپس آ جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے، واپسی کا طریقہ کیا ہو گا؟"

"آؤ۔" سلانوس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم ایک لائن پر کھڑے ہو گئے اور پھر ہم دونوں ایک ہی زاویے پر خود کو مرکوز کرنے لگے۔ تب اچانک سلانوس نے میرے ہاتھ پر اپنی گرفت سخت کر لی۔ اس کی آواز مجھے کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ "ماحول کچھ بھی ہو، ہمارے سامنے نمایاں ہو جائے گا۔"

اور حالات کی شعاعیں ہمیں خود میں جذب کر کے مستقبل میں منتشر کرنے لگیں۔ سو ہماری نگاہوں میں چند دھندلے نقوش نمودار ہوئے۔ اور چند ساعت کے بعد وہ نقوش نمایاں ہونے لگے۔

تاحد نگاہ سمندر پھیلا ہوا تھا۔ بے شمار جنگی جہاز سفر کر رہے تھے اور ان پر خونخوار سپاہی بے چینی سے گردش کر رہے تھے۔ یہ ہسپانیہ کا جنگی بیڑہ آرمیڈا تھا جو کسی دشمن پر حملہ آور ہونے جا رہا تھا۔ ہم نے خود کو ایک جنگی جہاز کی جانب متوجہ کیا اور چند لمحات کے بعد ہم اس جہاز پر تھے۔

سلانوس میرے ساتھ ہی تھا اور اس کے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی۔

"تم نے دیکھا، تم نے محسوس کیا؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہاں، لیکن یوں لگتا ہے جیسے مستقبل میں زیادہ دور تک نہ گئے ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیسے اندازہ لگایا؟"

"زمانہ قریب میں ایسے جنگی جہاز اور ایسے لباس میں ملبوس سپاہی میں دیکھ چکا ہوں۔"

"خوب۔ اس طرح بھی تم میرے مددگار ہو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اپنی دنیا کے ادوار کے تعین میں تم میرے بہترین ساتھی ہو گے کیونکہ میں اس ماحول سے ناواقف ہوں۔"

"ٹھیک ہے کیا اس بحری بیڑے کے بارے میں معلومات حاصل کرو گے؟" میں نے پوچھا اور سلانوس گردن ہلانے لگا۔

"ضروری نہیں ہے قطعی ضروری نہیں ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل میرے دانش کدے میں پوشیدہ ہے۔ ہم اسے جب چاہیں تلاش کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے پھر اب .... ہاں ایک بات اور بتاؤ۔ ہم اس جہاز پر کھڑے ہیں۔ یہ تختے ہمارے پیروں کے نیچے ہیں۔ کیا ہم لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں؟"

"جہاز والوں کی؟"

"ہاں۔"

"نہیں۔ دیکھو سپاہی نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ وہ دیکھو وہ ہماری طرف اشارے کر رہے ہیں۔ آسمان کی جانب دیکھو، سورج ہماری رہنمائی کرے گا۔"

اور میں نے اوپر دیکھا۔ سلانوس بھی اسی جانب دیکھ رہا تھا اور پھر سلانوس نے تھوڑا سا رخ بدل لیا۔ دوسرے لمحے ہوا کی لہریں محسوس ہوئیں اور آن واحد میں ماحول بدل گیا۔ ہم اپنے دانش کدے میں کھڑے تھے۔

"خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ "اس طرح واپسی کا یہ عمدہ طریقہ ہے لیکن اس کی حقیقت کیا ہے؟"

"دن میں سورج، رات کو ستارے زاویوں کے رہنما ہوتے ہیں۔ آؤ میں تمہیں ان کی تفصیل بتاؤں۔ دیکھو آسمان پر موجود ستاروں سے تم واقف ہو۔ یہ اپنا زاویہ کبھی نہیں بدلتے اور تم جس زاویے کا تعین کرو گے اسے ستاروں سے یا سورج کی ان شعاعوں سے منسلک کر دو، سورج کی شعاعوں سے تم میری مراد سمجھ رہے ہو گے۔"

"ہاں بابا سلانوس میں سمجھ رہا ہوں۔"

"یعنی سورج کی کرنیں بھی مخصوص زاویے رکھتی ہیں۔ ہم جس جگہ ہیں وہاں سے ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر حصے میں سورج کی شعاعیں اپنا ایک ہی رخ رکھتی ہیں اور ان سے نہیں ہٹتیں۔ گویا سمتوں کے تعین کے لیے ستاروں سے تو ہر جگہ مدد لی گئی ہے لیکن دن کی روشنی میں سورج کی شعاعوں سے مدد نہیں لی گئی۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ ان سے مدد لینے کی کوشش کیوں نہیں کی گئی۔"

"یہ بات نہیں ہے بابا سلانوس۔"

"کیا مطلب؟"

"سورج کی شعاعوں سے بہت سے کام لئے گئے ہیں اور لئے جاتے رہے ہیں مثلاً وقت کا تعین اور دوسرے کام ممکن ہے تمہاری دنیا میں اس سے کام نہ لیا گیا ہو۔"

"ہاں یہ درست ہے صدیوں کے بیٹے۔ ہماری دنیا میں سورج کی شعاعوں سے ابھی تک کوئی کام نہیں لیا گیا۔"

"ہاں یہ دوسری بات ہے بہرحال تم مجھے کیا بتا رہے تھے؟"

"میں یہی کہہ رہا تھا کہ سورج کو دیکھو، زاویے کا تعین کرو اور جس وقت واپسی کی ٹھانو تو رخ بدل لو خواہ وہ کسی بھی جگہ ہو۔" بابا سلانوس نے کہا اور میں اس کی بات پر غور کرنے لگا۔ پھر میں نے سوال کر ہی لیا۔

"لیکن بابا سلانوس یہ بدلا ہوا رُخ کیا کسی اور زمانے میں نہیں دھکیل دے گا؟"

"نہیں ابھی تم نے محسوس کیا کہ جہاز سے میں نے کون سا رُخ استعمال کیا تھا کہ ہم واپس پہنچ گئے۔"

"ہاں میں نے محسوس کیا تھا۔"

"آؤ اب میں تمہیں دوسرے زاویے کی سیر کراؤں۔" بوڑھے سلانوس نے کہا اور یہ مشغلہ بھی بڑا ہی دلچسپ تھا۔

یعنی ان زاویوں کے ذریعے کہیں سے کہیں پہنچ جاؤ۔ دیکھو کس جگہ ہو اور جب واپسی کی ٹھانو تو اس میں کوئی دقت نہ ہو۔ چنانچہ میں بوڑھے سلانوس کے ساتھ دوسرے زاویے کی جانب چل پڑا اور اس بار ہم جس زاویہ میں داخل ہوئے تھے اس میں کہیں بوڑھے سلانوس کے ساتھ تھا۔ اس زاویے نے ہمیں ایک اور عجیب و غریب دنیا میں پہنچا دیا۔

یہ بڑی ہی تعجب خیز دنیا تھی۔ یوں اندازہ ہوتا تھا کہ یہ خاصا آگے کا وقت ہے، ایک ایسی عجیب و غریب جگہ تھی جس کا تذکرہ الفاظ میں ممکن نہیں تھا۔ چاروں طرف لوہے کی مشینیں گردش میں تھیں بجانے کیا ہو رہا تھا۔ سُرخ سُرخ بڑی بڑی بھٹیاں جن میں لوہا پک رہا تھا اور ان ساری چیزوں کا انداز بے حد عجیب تھا۔

جس جگہ ہم دونوں کھڑے تھے وہاں بے پناہ تپش تھی اور دھواں ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔

میں تو ایک لمحے کے لئے مبہوت رہ گیا... کھولتے ہوئے لوہے کے اس گڑھے میں اگر داخل ہوا... جانے تو جسم کی کیا کیفیت رہے گی، اچانک بوڑھے سلانوس نے مجھے جلدی سے جھکا دیا اور ہمارا رُخ بدل گیا دوسرے لمحے ہم پھر اپنے دانش کدے میں تھے۔

"خدا کی پناہ، یہ سب کیا تھا؟ کیا تم اس کے بارے میں جانتے ہو؟" اس نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں، میں نہیں جانتا۔"

"گویا مستقبل کا یہ حصہ تم سے بھی پوشیدہ ہے؟"

"ہاں سلانوس، ظاہر ہے مستقبل ابھی دور ہے۔ البتہ یہ مستقبل قریب کی کوئی چیز نہیں ہے نہ ہی ماضی میں میں نے اس کی کوئی شکل دیکھی ہے۔"

"خوب خوب، یہ بھی ایک تجربہ ہی ثابت ہوا میرے لئے لیکن کیسی خوفناک تپش تھی کیسی خوفناک آگ تھی۔" سلانوس خوفزدہ لہجے میں بولا۔ "گیا اس کے بعد کا انسان آگ پر اس قدر قادر ہو جائے گا کہ وہ اسے کسی برتن میں قید کر سکے۔ میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اوہ کاش میں اس دور میں پیدا ہوتا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سلانوس کافی دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا پھر گردن ہلا کر بولا۔

"لیکن بے شمار باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان ان پر صرف حسرت کر سکتا ہے، جیسا کہ میں اس دور میں پیدا ہونے کی حسرت کر رہا ہوں لیکن اس دور پر قادر نہیں ہوں چنانچہ اس سلسلے کو جانے دو۔ ہاں اب یہ بتاؤ کہ کسی دور میں چلنے کے لئے تیار ہو؟"

"بالکل۔ مجھے اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"ظاہر ہے ہم کسی دور کا تعین نہیں کر سکتے لیکن میرے دوست اس بار ہم دونوں ساتھ ساتھ ہوں گے اور کوشش کریں گے کہ اس دور کے کردار ضرور رہیں لیکن عملی طور پر اس کے صرف تماشائی ہوں اس میں ہمارا کوئی حصہ نہ ہو۔"

"لیکن اگر حالات ہمیں وہاں تک پہنچا دیں اور اس کے لئے مجبور کریں کہ ہم خود اس کا کوئی کردار بن جائیں تو...؟"

"تب پھر مجبوری ہے، لیکن کوشش کرنا کہ مجھ سے دور نہ رہو۔" بابا سلانوس نے کہا۔

"ٹھیک ہے سلانوس، تم بھی یہی کوشش کرنا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہم جس دور میں جائیں گے پہلے اس کے بارے میں مکمل طور سے معلومات حاصل کریں گے اور اس کے بعد اپنے لئے کسی حیثیت کا تعین کریں گے اس وقت دیکھیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں مستقبل کے سفر کے لئے تیار تھے۔

ماضی میں ہم نے جو سفر کیا تھا وہ تو خاصا دلکش تھا اور اس میں کچھ ایسی یادیں بھی شامل تھیں جنہیں میں بھول نہیں سکتا تھا جبکہ ان کی بات یہ تھی کہ ماضی کے سفر میں وہ نئے کردار جو میرے سامنے آتے تھے مجھ سے اس قدر قریب رہے تھے کہ میں ان سے پوری طرح لطف اندوز بھی ہوا تھا اور اس کے بعد میری اپنی حیثیت میری اپنی ہی رہی تھی۔ لیکن اس بار یہ ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ یہ خیال میرے ذہن میں بھی پیدا ہوا تو میں نے سلانوس سے پوچھا۔

"سلانوس ایک سوال اور کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں ضرور کہو۔"

"کیا مستقبل میں ہم جس کردار کی حیثیت سے داخل ہوں گے اس میں ہمارے لئے وہی گنجائش موجود ہو گی جو ماضی کے کسی کردار میں موجود ہوتی تھی؟"

"میں تمہارا مقصد سمجھ رہا ہوں یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جو راہبے (؟) یہ جس بیٹے یعنی ہیکی کے روپ میں جس طرح اس کردار میں تم شامل ہو گئے تھے مستقبل میں اس کی گنجائش ہو گی یا نہیں؟"

"ہاں سلانوس" میں نے جواب دیا۔

"ماضی جو گذرا ہوا ہوتا ہے اس میں کسی کردار کی شمولیت اگر اضافی ہو تو ناممکن ہوتی ہے لیکن مستقبل کا مسئلہ دوسرا ہے مستقبل صرف تمہارے لئے ہی نہیں بلکہ میرے لئے بھی اجنبی ہے اور وقت کے لئے بھی۔ اگر ہم مستقبل کا کوئی کردار اختیار کر لیں گے تو ظاہر ہے ہماری ایک ٹھوس حیثیت ہو گی۔ اس میں ہمیں کسی کی شخصیت چرانے کی ضرورت نہیں ہو گی"

"گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ مستقبل میں ہماری شمولیت کا ایک ٹھوس جواز موجود ہے"

"یقیناً"

"یہ تو بہت ہی عمدہ بات ہے۔ گویا مستقبل کی حسینائیں بھی ہماری [illegible]ں سے دور نہ ہوں گی" میں نے کہا اور سلانوس مسکرانے لگا۔

"بس یہی فرق ہے تجھ میں اور مجھ میں"

اور میں ہنسنے لگا۔

تب بوڑھا مجھے لے کر زاویے کی تلاش میں چل پڑا اور طے ہوا تھا کہ وقت ہمیں جہاں بھی دھکیل دے گا ہم وہیں پہنچ جائیں گے اور اپنی پسند کا ماحول تلاش کرنے کی کوشش نہیں کریں گے سو ایک نئے زاویے سے ہم چلے اور وقت کی شعاعوں نے ہمیں اپنی لپیٹ میں لیا، اور جب ہم اجاگر ہوئے تو کچھ عجیب سے مناظر دیکھے۔

ہمارے سامنے تا حدِ نگاہ ایک صحرا تھا اور ہم ایک طویل و عریض دریا کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔ دور دور تک ویرانی اور سناٹے کا راج تھا لیکن دریا کے نزدیک ہی تھوڑے فاصلے پر ہمیں آبادیاں نظر آئیں، شاید وہ کوئی قبیلہ تھا۔

ان کا رہن سہن بہت زیادہ جدید تو نہیں تھا لیکن بہر صورت اس دور سے خاصا مختلف تھا جس میں ہم تھے۔ تب سلانوس نے میری جانب مسکرا کر دیکھا اور پھر ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ ہمارا رخ آبادی کی جانب تھا۔ تب ہمیں ایک بوڑھا آدمی نظر آیا جس کے چہرے پر خشونت تھی اور آنکھوں میں کرختگی کے آثار، ہمیں دیکھ کر وہ رک گیا لیکن اس کی آواز نرم اور شیریں تھی۔

"کون ہو تم، کونسے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟"

شاید اس کی بات سلانوس نے بھی سمجھی تھی کیونکہ وہ بھی مدبر تھا اور بہت سی باتوں سے بے بہرہ نہیں تھا۔ چنانچہ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پیدا ہو گئی اور اس نے کہا۔

"ہم دوست ہیں اور کسی بری نیت سے نہیں آئے، ہمارا قبیلہ تورا ہے"

"تورا؟" اس شخص نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں"

"لیکن اطراف میں تو تورا قبیلہ موجود نہیں ہے۔ کیا تمہارا تعلق منگولیا قبائل سے تو نہیں ہے؟"

"نہیں ہم منگول نہیں ہیں" میں نے جواب دیا۔ ظاہر ہے ہمیں اس کے الفاظ کو سامنے رکھ کر ہی بات کرنا تھی کیونکہ ہمیں اس سے معلومات بھی حاصل کرنا تھیں۔

"تب پھر تمہارا گذر یہاں کیونکر ممکن ہوا؟"

"آوارہ گرد تھے اور جانے بوجھے بغیر ادھر نکل آئے اور اب رہنمائی چاہتے ہیں" میں نے جواب دیا۔

"لیکن یہ رہنما قبیلہ نہیں ہے۔ تم فوراً دریائے آنان کے علاقے کو چھوڑ دو ورنہ موت کے گھاٹ بھی اتر سکتے ہو"

"یہ دریائے آنان ہے؟"

"ہاں" اور ان اطراف میں پھیلے ہوئے قبائل منگول قبائل کہلاتے ہیں" بوڑھے نے جواب دیا۔

"تمہارا شہنشاہ کون ہے؟"

"تموجن"

"ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں"

"لیکن چند باتیں تمہارے ذہن نشین رہنی چاہئیں" اس شخص نے جواب دیا۔

"میں نے کہا عزیز محترم ہم تمہاری رہنمائی چاہتے ہیں۔ ہمیں بتاؤ کہ کونسی باتیں ہمیں اپنے مدِنگاہ رکھنی چاہئیں"

"کیا تم موت چاہتے ہو؟"

"نہیں وقت سے پہلے نہیں"

"تب پھر خاقانِ اعظم کے سامنے پہنچ کر خود کو ان کی پسند کا شخص ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔ ورنہ تمہاری کھوپڑیاں کسی مینار میں نصب ہوں گی"

"کیا تمہارا شہنشاہ بہت خونخوار ہے؟"

"خبردار، خاقانِ اعظم کے بارے میں کوئی بھی نازیبا جملہ تمہارے لئے موت کا پروانہ بن سکتا ہے لیکن چونکہ تم اجنبی ہو اس لئے میں تمہیں

خود سزا نہیں دوں گا۔"

"ہم تم سے دوستی چاہتے ہیں۔"

"اس دوستی کے عوض مجھے کیا ملے گا؟"

"ہم تمہیں کیا دے سکتے ہیں۔ ہم تو خود قلاش ہیں۔"

"تب تم میرا ایک کام کر سکتے ہو۔"

"ہاں بتاؤ۔ ہم تیار ہیں۔"

"خاقانِ اعظم نے تمام قبائل کو آنان کے دل میں طلب کیا ہے غالباً وہ کسی بڑے حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ قبائل کو ہدایات ملی ہیں کہ اپنے جوان تیار کر کے جنگ پر بھیج دیں۔ میرا نام نفقا ہے اور میرے دو بھائی اور ہیں۔ ان دونوں کو جنگ میں شرکت کا حکم ملا ہے۔ میں تمہاری ہر قسم کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن تم میرے ان بھائیوں کی جگہ خاقانِ اعظم کے پاس چلے جاؤ۔"

سلانوس نے اس عجیب پیش کش پر چونک کر میری جانب دیکھا لیکن مجھے یہ تجویز پسند آئی تھی چنانچہ میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے نفقا سے کہا۔

"لیکن کیا تمہارے لشکری تمہارے بھائیوں کو پہچانتے ہوں گے؟"

"نہیں۔ اس لئے کہ وہ دونوں ہمیشہ بستیوں سے دور مویشیوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے ہیں اور بستیوں میں کبھی نہیں آتے۔"

"گویا وہ تمہارے تابع ہیں۔"

"ہاں میرے کام وہی انجام دیتے ہیں۔"

"اور تم چاہتے ہو کہ وہ حسبِ معمول تمہارے کام انجام دیتے رہیں۔"

"صرف یہی بات نہیں بلکہ مجھے ان سے محبت بھی ہے۔ ورنہ جنگوں میں جیتنے والے جب واپس آتے ہیں تو ان کے ساتھ اتنا مالِ غنیمت ہوتا ہے کہ تقدیر... بدل جاتی ہے۔ لیکن میں اپنے بھوڑے سے مویشیوں میں ہی مگن رہنا چاہتا ہوں۔"

"تم اپنے دونوں بھائیوں کو چھپا دو گے؟"

"اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آئے گی۔ میرے گھر سے جب مع افراد قبیلے والوں میں شامل ہو کر یہاں پہنچ جائیں گے تو پھر کوئی سوال ہی نہیں کرے گا۔"

"ہم تیار ہیں۔" میں نے کہا اور سلانوس کے چہرے پر بے چینی کے آثار نمودار ہونے لگے لیکن میں نے اس کا ہاتھ دبا دیا تھا۔

"تب میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔" اس نے کہا اور ہم نے گرمجوشی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اب ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"فی الحال میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ میں نے اپنے دونوں بھائیوں کو غیر آباد علاقوں سے طلب کیا ہے تاکہ انہیں قبیلے کے دوسرے لوگوں کے ساتھ بھیج دوں میں سب سے یہی کہوں گا کہ میرے دونوں بھائی آئے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم دونوں نفقا کے ساتھ چل پڑے۔ بے چارے سلانوس نے خاموشی اختیار کر لی تھی تحت الثریٰ کا باسی اوّل تو ہماری دنیا میں آ کر ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا دوسرے اس پر یہ افتاد آ پڑی۔

بستی میں آ کر ہم نے دیکھا کہ ان کے مکانات ایک خاص حیثیت کے حامل ہیں۔ وہ لوگ کافی خوشحال اور توانا ہیں۔ ان کی عورتیں ایک خاص کشش کی حامل ہیں اور ان کے چہروں پر تازگی اور زندگی ہے۔

نفقا نے بہت سے لوگوں سے ہمیں ملوایا اور اس نے انہیں یہی بتایا کہ خاقانِ اعظم کے حکم پر اس کے جانباز بھائی آ گئے ہیں۔ پھر وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا اور ان کے اہلِ خانہ نے ہمارا بہترین استقبال کیا۔ ہمیں ٹھہرنے کے لئے ایک جگہ دے دی گئی۔ اور بہت سے لوگ ہماری خاطر مدارات میں مصروف ہو گئے۔

خود نفقا ہمارے ارد گرد چکرا رہا تھا۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ ہم کسی کو حقیقتِ حال سے آگاہ نہ کر دیں۔ اس لئے وہ ہمیں تنہا نہیں چھوڑ رہا تھا۔

پھر جب رات ہو گئی اور ہم کھانے سے فارغ ہو کر آرام کرنے بیٹھے تو نفقا پھر ہمارے پاس آ گیا۔

"تم لوگ کسی قسم کی بے چینی تو نہیں محسوس کر رہے؟" اس نے سوال کیا۔

"نہیں۔ ہم پرسکون ہیں۔ لیکن تمہارے رویّے سے ایک عجیب بات کا احساس ہوتا ہے۔"

"کیا؟"

"یُوں لگتا ہے جیسے تم ہماری طرف سے غیر مطمئن ہو۔"

میرے اس سوال پر نفقا کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے شرمندگی کے آثار ابھرے پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"ہاں یہ حقیقت ہے۔"

"اس کی وجہ؟"

"صرف ایک خیال میرے دوستو، کہیں تم دوسروں پر حقیقت منکشف نہ کر دو۔"

"لیکن ہم نے خلوص سے تمہاری پیش کش قبول کی ہے۔"

"بس میرا دل ڈرتا ہے۔ دراصل میں فطرتاً اسی قسم کا انسان ہوں امید ہے تم مجھے معاف کر دو گے۔"

"خیر یہ تمہارا خیال ہے ہم نے کیا۔ ہم نے جو وعدہ تم سے کیا ہے اسے پورا کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے اور اپنے وعدے سے مخلص رہیں گے۔"

تمہارا شکریہ" اس نے ممنونیت سے کہا۔
لیکن ہمیں تم سے بھی بہت کچھ گفتگو کرنی ہے"
ضرور۔ میں تیار ہوں"
تم ہمیں اس خطے کے مکمل کوائف سے آگاہ کرو گے۔ ہم تمہیں
چکے ہیں کہ ہم اس علاقے کے لئے اجنبی ہیں اور یہاں کے بارے
کچھ نہیں جانتے"
ضرور، میں خلوصِ دل سے تیار ہوں"
تب تم پہلے ہمیں اس علاقے کا نام بتاؤ"
اسے صحرائے گوبی کہتے ہیں اور یہاں منگول قبائل آباد ہیں۔
سے قبل منگول قبائل ایک دوسرے سے نبرد آزما رہتے تھے
جن نے انہیں یکجا کیا ہے اور اب انہوں نے .... آپس کے
اختلافات ختم کر دیئے ہیں کیونکہ اسی میں ان کا مفاد ہے"
کیسا مفاد"؟
آپس کی جنگوں سے کچھ نہیں ملتا۔ جنگ ہی کرنا ہے تو اس کے
وسیع علاقے پڑے ہیں اور بے شمار حکومتیں موجود ہیں خاقانِ اعظم
کا کہنا ہے کہ ہم ایک سولیر اور برتر قوم ہیں، ہمیں دوسروں پر فتوحات حاصل
کرنی چاہئیں نہ کہ ایک دوسرے پر اپنی جنگی برتری کا اظہار کر کے اپنی
قوت کو کمزور کیا جائے"
خوب۔ خاقانِ اعظم کون ہے"؟
وہ جس نے تیرہ سال کی عمر میں تختِ شہنشاہی سنبھالا اور چودہ
سال عمر میں اس نے طویل و عریض حکومتِ چین کو تاراج کر لیا۔ چین
کی دیوار آج بھی چنگیز خان کی ہیبت سے لرزاں ہیں"
چنگیز خان کون ہے"؟
خاقانِ اعظم تموجن کا دوسرا نام چنگیز خان ہے۔ تمام منگولیا
والوں نے مشترکہ طور پر انہیں یہ نام دیا ہے"
تو چنگیز خان چین کو تاراج کر چکا ہے"؟
ہاں اور اس کے دو شہر ہمارے قبضے میں ہیں جن کے نام ہیا
ان ہیں۔ اب وہاں خاقانِ اعظم کے نام کا بول بالا ہے"
خوب۔ تو اب تمہارے خاقانِ اعظم کا کیا ارادہ ہے"
وہ تمام منگولیا قبائل کی بہتری کے خواہش مند ہیں اور انہیں
وسعت دینا چاہتے ہیں"
کس طرح"؟
بے شمار حکومتیں ہیں۔ خاقانِ اعظم کا کہنا ہے کہ حکومت کا
حق صرف طاقتوروں کو ہے، کمزوروں کو صرف دوسروں کی اطاعت
کرنی چاہیئے"
تو وہ ان حکومتوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں"؟
ہاں۔ یہ ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ اس کے علاوہ ان حکومتوں

نے خاقانِ اعظم کے غصے کو بھی پکارا ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"کن اور ہبا کی فتوحات کے بعد خاقانِ اعظم نے پوری دنیا میں اپنے سفیر بھیجے۔ انہوں نے کہا کہ گوبی کے رہنے والے عظیم ہیں چنانچہ اقوامِ عالم انہیں خراج ادا کریں ورنہ خاقانِ اعظم کے قہر کا انتظار کریں اور بیشتر سفرا قتل کر دیئے گئے۔"

"اوہ۔ پھر؟"

"خاقانِ اعظم کے قہر و جبروت سے زمین و آسمان کانپتے ہیں بھلا خاقان ان لوگوں کی یہ جرأت کس طرح معاف کر سکتے تھے۔"

"پھر انہوں نے کیا فیصلہ کیا؟"

"یہی کہ ان کے غرور کو خاک میں ملا دیا جائے۔"

"خود خاقان کس فطرت کے مالک ہیں؟"

"تم ان سے مل کر فیصلہ کر لینا۔"

"نہیں ہم ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتے ہیں تاکہ ان سے ملاقات ہو تو اجنبی نہ سمجھے جائیں۔"

"ہاں یہ بھی درست ہے، لیکن تم کونسی فطرت کی بات کر رہے ہو؟"

"مفتوحوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟"

"وہ جو دشمنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔"

"یعنی؟"

"یہ خاقانِ اعظم کی خوشی کی بات ہے۔ بعض مفتوحوں کو وہ زندگی بخش دیتے ہیں اور جو ان کے قہر کا شکار ہوتے ہیں وہ زمین پر پناہ نہیں پا سکتے۔"

"انہیں قتل کر دیا جاتا ہے؟"

"ہاں۔ لیکن قتل کر دینا معمولی بات ہے۔"

"پھر۔؟"

"خاقانِ اعظم کی مرضی پر منحصر ہے۔ انہیں زندہ آگ میں جلا دیا جاتا ہے ان کی کھوپڑیوں سے مینار تعمیر ہوتے ہیں۔"

"خوب!"

"اور کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟"

"میرا خیال ہے کافی ہے۔"

"تم لوگ مطمئن ہو؟"

"ہاں ہمیں کوئی تردد نہیں ہے۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا اور سبلے چین فطرتاً نفقا ہمارے پاس سے اٹھ گیا گویا اس نے ہمارے خلوص کو تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن جب وہ چلا گیا تو سلانوس نے پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں سلانوس، تم کچھ پریشان ہو؟"

"کچھ نہیں، بے حد۔" سلانوس نے جواب دیا۔

"کیوں۔ آخر کیوں؟"

"یہ کیا چکر چلا ڈالا تم نے پورنا۔ بھلا میں لڑنے بھڑنے والوں میں ہوں؟" سلانوس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"اوہ تو کیا تمہارے خیال میں چنگیز خاں کے لشکر میں جا کر تمہیں جنگ کرنا ہوگی؟"

"ارے بھائی تم نے وعدہ کیا ہے اور تم جنگجو جوان کی حیثیت سے اس کے پاس جا رہے ہو، تو پھر وہاں جا کر اور کیا کیا جائے گا؟" سلانوس نے کہا۔

"بابا سلانوس یہ میری دنیا ہے تحت الثریٰ کے لوگوں کے بارے میں تم زیادہ جانتے ہو اور ان لوگوں کے بارے میں میں بہتر طور سے جانتا ہوں۔ تم بے فکر رہو ہم جس حیثیت سے جا رہے ہیں، ہوگا وہی جو ہم چاہیں گے اور پھر ہم کسی بھی حیثیت سے مجبور تو نہیں ہیں۔ البتہ اس ماحول کو نزدیک سے دیکھنے کے لئے اگر ہم ان میں شامل ہو جاتے ہیں تو کیا ہرج ہے؟"

"ہاں ہرج تو کوئی نہیں ہے لیکن اس شخص کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا ہے کیا تمہیں اس پر تشویش نہیں ہے؟"

"چنگیز خان کے بارے میں؟"

"ہاں۔"

"تشویش کی کیا بات ہے؟"

"کیوں تمہیں تشویش نہیں ہے؟"

"نہیں سلانوس، نہ تو تم محدود ہو اور نہ ہی میں محدود ہوں، باقی رہا چنگیز خان کا مسئلہ تو وہی رہے گا جو ہے۔ ہم اس کی کارروائیوں میں مداخلت نہیں کر سکتے البتہ ایک تماشائی کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ وہ وہی کرے گا جو اسے کرنا ہوگا اور ہم صرف اس کے دیکھنے والوں میں شامل رہیں گے۔"

"اور اس کے فوجی کی حیثیت سے؟"

"اوہو بابا سلانوس تم بے فکر رہو۔ میں نے کہا نا یہاں کے معاملات تم صرف میرے لئے چھوڑ دو۔"

"جیسی تمہاری مرضی، ویسے ہر طرح مجھے تم پر اعتماد ہے لیکن جہاں تک جنگ کا مسئلہ ہے میں اس سلسلے میں تمہارا بالکل بھی ساتھ نہیں دے سکتا کیونکہ میں اس قسم کا آدمی ہی نہیں ہوں۔" اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

چنانچہ ہم انتظار کرنے لگے۔ سلانوس کو یہاں کے دن اور رات خاصے دلچسپ محسوس ہوئے تھے۔ اسے بڑا تعجب تھا ان چیزوں پر، اور اس نے ایک بار کہا بھی تھا۔

"یہاں تاریکی خوب پھیل جاتی ہے اور اس کے بعد دن بھی

خود بخود ہو جاتا ہے۔ سورج اور چاند کے نظام میں یہاں خاصی دلچسپیاں موجود ہیں۔ حالانکہ مجھے ان میں الجھن محسوس ہوتی ہے۔"

" اور یقیناً یہ الجھن تمہیں خاصی دلچسپ محسوس ہوتی ہوگی۔"

" ہاں بے شک۔"

" کیا تم اس بارے میں کوئی اندازہ لگانا چاہو گے سلانوس؟" میں نے پوچھا۔

" ہاں میں اندازہ لگانا چاہوں گا کہ تحت الثریٰ اور یہاں کے نظام میں بنیادی فرق کیا ہے۔ یہاں سورج اور چاند گردش میں کیوں رہتے ہیں۔"

" ٹھیک ہے یہ چاند سورج کا نظام تمہارے لئے خاصا دلچسپ رہے گا لیکن کیا اس کے لئے تمہیں کچھ لوازمات کی ضرورت ہوگی؟"

" لوازمات سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

" میری مراد ہے ایسے آلات جس سے تم ان کی گردش کے بارے میں پتہ چلا سکو۔"

" نہیں نہیں، ایسی کوئی ضرورت نہیں۔ بس بلند جگہوں سے میں آسمان کا تجزیہ کروں گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ میں اس اہمیت کو تلاش کر لوں گا۔"

" ٹھیک ہے، تو پھر تمہارے لئے تو یہ بہترین مشغلہ ہے کہ چنگیز خان کی فوجوں میں رہ کر تم اپنا کام کرتے رہو۔"

" دیکھنا ہے کہ صورتحال کیا رہتی ہے جس قسم کا وہ آدمی بتایا جاتا ہے اس سے تو مجھے بڑا خطرہ محسوس ہوتا ہے۔"

" خطرے کی کوئی بات نہیں ہے بابا سلانوس۔ میں بیرونی دنیا سے نبرد آزما رہ چکا ہوں جبکہ تم صرف تحت الثریٰ تک ہی محدود رہے ہو۔"

" ممکن ہے تمہارا اندازہ درست ہو لیکن بہرحال مجھے جنگ سے کافی ڈر لگتا ہے۔" سلانوس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔ اب میں اسے کیا بتاتا کہ میرا واسطہ کیسے کیسے لوگوں سے پڑ چکا ہے اور ان کے درمیان رہ کر میں نے کیا کیا ہے۔ کون نہیں تھا جس سے میں نبرد آزما نہیں ہوا۔ چنگیز خان کے بارے میں مجھے جو کچھ بتایا گیا تھا اس قسم کے لوگ تو مجھے پہلے بھی مل چکے تھے وہ بحری قزاق اور اس کے علاوہ بے شمار لوگ۔۔۔۔ انسانی فطرت نرالی رہی ہے لیکن ایک بات کا مجھے تھوڑا سا تردد تھا وہ یہ کہ اب بھی میں جنگلوں میں پھنسا ہوا تھا۔ جدید زمانے کا یہ حصہ قدیم زمانے سے بہت زیادہ مختلف نہیں تھا۔ اگر انسان یہیں تک پہنچا ہے تو میرا خیال تھا اس نے زیادہ سفر طے نہیں کیا لیکن مستقبل کی ترقیوں کی مجھے امید تھی۔ ہاں ایک بات اور تھی وہ یہ کہ اس دور کا تعین ہم ابھی تک نہیں کر سکے تھے۔

سو میں نے سلانوس سے سوال کیا۔

" مجھے تم نے ایک عمدہ احساس دلایا ہے سلانوس۔ ہاں بھلا یہ بات تو قابل غور ہے کہ یہ دور کونسا ہے۔"

" ہاں۔ بالکل۔"

" کیا تمہارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے بابا سلانوس کہ جس سے تم ادوار کا تجزیہ بھی کر سکو؟"

" ادوار کا تجزیہ، اس سلسلہ میں بھی ستاروں سے مدد لی جا سکتی ہے، میں کوشش کروں گا۔" سلانوس نے جواب دیا۔ یوں ہم مستقبل کے مہمان بن گئے اور کیسی انوکھی بات تھی یہ پروفیسر، کیا تم چنگیز خان کے دور سے واقف ہو؟"

" اچھی طرح، تاریخ میں چنگیز خان کی داستانیں محفوظ ہیں۔"

" خوب، وہ تمہارے دور سے کتنا پہلے تھا؟"

" کیا تم اس صدی کا تجزیہ چاہتے ہو؟" پروفیسر خاور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" یہی سمجھ لو۔"

" تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے ادوار کا تجزیہ کرنے کے لئے سن مقرر کئے ہیں۔"

" ہاں مجھے معلوم ہے۔"

" اور ان سنین کے لئے مذاہب بھی ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔"

" یقیناً۔"

" تو مجھے سن عیسوی کے بارے میں بتاؤ۔"

" چنگیز خان کا دور ۱۱۷۵ء سے شروع ہوا تھا اور یہ ۱۹۷۵ء ہے۔ اس طرح اسے صرف آٹھ صدیاں بیتی ہیں۔ اس طرح تو تم کافی قریب ہی پہنچ گئے۔"

" ہاں پروفیسر خاور، تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میں مستقبل میں بہت آگے نکل گیا ہوں شاید وہاں جہاں تم نہیں پہنچ سکتے۔"

" خوب۔ دلچسپ بات ہے۔" فروزاں نے کہا۔

" ایک بات قبل از وقت بتا دو۔" فرزانہ نے کہا اور اس نے مسکراتے ہوئے فرزانہ کی طرف دیکھا اور پھر گردن ہلا دی۔

" کیا تم نے چنگیز خان کے ساتھ وقت گذارا ہے؟"

" ہاں۔ ظاہر ہے میں وہی قصہ تمہیں سنا رہا ہوں۔"

" مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں تم اس دور سے آگے نہ بڑھ گئے ہو۔ میرا مطلب ہے چنگیز خان کو نظر انداز کر کے۔" فرزانہ نے کہا۔

" نہیں، چنگیز خان کے ساتھ گو میں طویل عرصہ نہیں رہا لیکن جتنا وقت بھی اس کے ساتھ گذارا خاصا دلچسپ رہا۔"

" تم نے اس کے اندرونی حالات بھی دیکھے ہوں گے۔"

" ہاں "

" تم انہیں تفصیل سے سنانا "

" نہیں چنگیز خان کے دور سے کافی دلچسپی معلوم ہوتی ہے "
اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" ہاں " — فرزانہ نے کسی قدر خشک انداز میں کہا۔ دونوں لڑکیاں اس بات کا خیال رکھتی تھیں کہ کہیں کسی مرحلے پر اس کی پذیرائی نہ ہو۔ انہیں اس شخص کے غرور کا شدت سے احساس تھا۔ انہیں یہ بات بہت بری لگتی تھی، کہ لڑکیاں اسے دیکھتی ہیں اور اس کی دیوانی ہو جاتی ہیں۔ اور فرزاں اور فرزانہ جو اس کی پہلے چند صفات سے متاثر ہوئی تھیں۔ اس کی ان باتوں کو سننے کے بعد متنفر ہو گئی تھیں۔ وہ اسے ہر حالت میں شکست دینا چاہتی تھیں۔ چنانچہ اس وقت بھی اس کے دلچسپی لینے کے انداز پر فرزانہ نے خاصا خشک لہجہ اختیار کر لیا تھا۔ لیکن نہ جانے وہ کس چیز کا بنا ہوا تھا۔ اس نے آج تک ان کی کسی بات کا نوٹس ہی نہ لیا تھا۔ تب پروفیسر خاور کے کہنے پر اس نے دوبارہ اپنی کہانی شروع کی۔

" سو پروفیسر دوسرے دن سے تیاریاں شروع ہو گئیں اور ہمارا بھائی یعنی لفقا ہماری خاطر مدارات میں مصروف تھا۔ اس کے اہلِ خاندان ہمیں اپنا عزیز ہی سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے ہماری عزت بھی بہت کرتے تھے۔ بہت سے لوگ ہم سے ملنے بھی آئے تھے۔ کچھ بزرگوں نے ہمیں دعائیں بھی دی تھیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ جس طرح ہم نے اپنے بھائی کی حیثیت سنبھالی ہوئی ہے یہ ہمارا ہی کام ہے اور لفقا تو بہر حال خوش نصیب ہے کہ اسے ہم جیسے بھائی ملے جو اس کے لئے ہر طرح جاں بازی پر آمادہ ہیں۔ اگر ہم اس کے بدلے نہ جاتے تو لفقا کو بھی صحرائے گوبی کے شہنشاہ چنگیز خان کی فوجوں میں شامل ہونا پڑتا اور اس کے بعد نہ جانے اس کا کیا حشر ہوتا۔ چنانچہ لفقا تو تھا ہی مہربان۔ دوسرے لوگ بھی مہربان ہو گئے۔

لیکن سلانوس کی حالت زیادہ بہتر نہ تھی۔ وہ بے چارہ یہی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ اب اسے جنگ کرنا پڑے گی۔ لیکن میں نے اسے یقین دلایا کہ میرے ہوتے ہوئے کوئی ایسی بات ممکن نہیں ہے ہم دوسرے انداز میں بھی اس جنگ کو ٹال سکتے ہیں۔

اس وقت جب قبائلی جتھے خاقانِ اعظم شہنشاہ چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تو ہم بھی ان کے ساتھ تھے۔ بوڑھا سلانوس بھی تھا۔ لیکن وہ آخر وقت تک گھبرایا ہوا تھا۔

ہم نے خوبصورت گھوڑوں پر سفر شروع کر دیا اور اس عظیم الشان لشکر کے ساتھ خاقانِ اعظم کی خدمت میں روانہ ہو گئے اور سفر کے مراحل طے کرتے ہوئے بالآخر اس حصے میں پہنچ گئے جہاں بے شمار قبائل خیمہ زن تھے جس طرف نگاہ جاتی تھی خیمے ہی خیمے نظر آ رہے تھے۔ دوسرے معنوں میں اسے خیموں کا شہر کہا جا سکتا تھا خیموں کے اس شہر کے درمیان بازار تھے جن میں زرق برق... گھڑ سوار تھے اور ان کے درمیان حسین و جمیل عورتیں چہل قدمی میں مصروف تھیں ہر شخص اپنی اپنی شان دکھا رہا تھا۔ بلاشبہ یہ لوگ تندرستی اور توانائی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ خاقانِ اعظم کا خیمہ ایک خوبصورت جگہ ایستادہ تھا اور اس کے قریب بے شمار طویل قامت سپاہی گشت کر رہے تھے۔

یہ لشکر جس ساز و سامان سے آراستہ تھا اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ خاقانِ اعظم واقعی کوئی چیز ہے یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ ہم جس جدید دور میں آ چکے تھے اسے دیکھتے ہوئے یہ کوئی خاص بات نہ ہو اور اس دور کے شہنشاہ اسی شان سے زندگی گزارتے ہوں اور جن سے وہ مقابلہ کرنے جا رہے ہوں وہ بھی اسی شان سے ان کا استقبال کرنے والے ہوں۔

ہم دونوں یعنی میں اور سلانوس اس لشکر میں سپاہیوں کی حیثیت سے شامل تھے۔ لیکن اپنے طور پر بڑی دلچسپی سے ہر چیز کا نظارہ کر رہے تھے۔

ہمیں ہمارے نام بتا دیئے گئے تھے اور ہم نے طے کیا تھا کہ فی الحال انہی ناموں سے اپنے مستقبل کے سفر کا آغاز کریں گے اور یہ صرف اتفاق ہی تھا کہ ہمارا خیمہ جس جگہ لگایا گیا تھا وہ خاقانِ اعظم کے خیمے سے زیادہ دور نہ تھی۔ ہم اپنے خیمے سے ان زرق برق گھڑ.... سواروں اور ان سپاہیوں کو دیکھ سکتے تھے جو خاقانِ اعظم کے خیمے کے نزدیک ایستادہ تھے اور بڑی شان و شوکت سے گھوم پھر رہے تھے۔ گویا لشکر کے لوگ اپنی اپنی شان و شوکت دکھانے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

تب یہاں اس لشکر میں ہمیں پہلی رات ہوئی۔

چونکہ ہم دونوں بھائیوں کی حیثیت سے تھے۔ اس کے علاوہ یہاں ایک ایک خیمے میں کئی کئی نوجوان مقیم تھے۔ اس لئے مجھے اور سلانوس کو ایک ہی خیمہ دیا گیا۔ سلانوس کو بظاہر میں نے ان تمام معاملات میں دلچسپی لیتے دیکھا تھا لیکن کبھی کبھی اس کے چہرے پر تفکر کے آثار بھی نمودار ہو جایا کرتے تھے۔

سو جب رات ہوئی اور ہم بہترین کھانا کھا چکے تو سلانوس نے مجھ سے کہا۔

" کیا سونے کی تیاریاں نہ کرو گے؟"

" دراصل ہمیں نہیں معلوم بابا سلانوس کہ ہمیں کس طرح زندگی گزارنی ہے۔ ویسے چند چیزیں میرے لئے باعثِ حیرت ہیں۔"

" وہ کیا؟"

" یہ سلانوس کہ کیا یہ تمام قبائل فنون حرب سے آشنا ہوتے ہیں، ورنہ عام لوگوں کو جنگ میں شامل کر لینا تو بڑا ہی عجیب لگتا ہے جیسے کہ ہم دونوں۔ ہم دونوں سے تو یہ بھی نہیں پوچھا گیا کہ ہم لوگوں کو آلاتِ حرب کا استعمال آتا ہے یا نہیں۔ بس سپاہیوں کی زرہ بکتر ہمیں دے دی گئی ہے اور یہ سمجھ لیا گیا کہ ہم سپاہی ہیں اگر خاقان اعظم کی فوجوں میں ہم جیسے ہی جوان ہیں تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ان جنگوں کا حال کیا ہوگا؟"

" میں تو کچھ بھی نہیں جانتا پورتا لیکن یہ تمام چیزیں میرے لئے واقعی بڑی دلکش ہیں۔ تحت الثریٰ میں لشکر کشی کے انتظامات میں نے دیکھے ہیں لیکن جو شان و شوکت اس لشکر میں ہے ایسی تو کبھی تخیل میں بھی نہیں آئی تھی۔"

" ٹھیک ہے سلانوس اگر تم مطمئن ہو تو مناسب ہے ورنہ یہ سمجھ لو کہ میں تمہیں اپنی دنیا میں مہمان کی حیثیت سے لایا ہوں۔ گو یہ مستقبل ہے اور اس دنیا میں میرا کوئی گذر بسر نہیں ہے۔ لیکن بہرصورت تم ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہو گے اور پھر ہمارے پاس ایک ذریعہ تو ہے ہی۔"

" ہاں ٹھیک ہے یہی سوچ کر میں مطمئن ہو جاتا ہوں لیکن اگر کوئی ایسی نوبت آئی میرے دوست تو تم میرا ساتھ ہی دو گے نا؟"

" یقیناً۔ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔" میں نے سلانوس کو تسلی دیتے ہوئے کہا اور سلانوس گردن ہلانے لگا۔

تب میں نے اس سے اس تمام ماحول کے بارے میں پوچھا اور وہ اس کی تعریفوں میں زمین آسمان کے قلابے ملانے لگا۔

" ایسا عظیم لشکر میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ ان سپاہیوں کو دیکھو اور یہاں ہم یہ لباس پہن کر کیسے لگ رہے ہیں۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس طرح لوہے کا وزنی لباس کبھی مجھے پہننا .... پڑے گا اور یہ ہتھیار، اُف وہ میں تو ہمیشہ امن پسند انسان رہا ہوں۔ میں نے ہمیشہ علم کی جنگ لڑی ہے۔"

" سلانوس، اگر تم اس دور کو اس ماحول کو پسند نہیں کرتے تو ہم ابھی اسی وقت یہاں سے چلنے کے لئے تیار ہیں۔"

" یہ بھی ممکن نہیں ہے۔ میں بس فطرتاً بزدل ہوں۔ ورنہ یہ ... اور یہ سب کچھ جو نظر آ رہا ہے بے حد عجیب ہے اور میں اس میں پوری پوری دلچسپی لے رہا ہوں۔ ہاں تمہیں یاد ہے لفقانے چنگیز خان کے بارے میں کیا بتایا تھا؟"

" کیا۔ ؟"

" وہ انسانوں کو زندہ آگ میں جلا دیتا ہے جنگیں بھی ہوتی ہیں انسانوں کو فتح یا شکست بھی ہوتی ہے لیکن کیا ہارے ہوئے کے ساتھ یہ سلوک جائز ہے؟"

" ہرگز نہیں۔"

" کیا وہ ایسا ہی کرتا ہوگا؟"

" یہ تو دیکھنے سے ہی معلوم ہوگا۔"

" اگر ہمارے سامنے بھی ایسا ہی ہوا تو کیا ہم خاموش تماشائی بنے رہیں گے؟"

" نہیں۔ اس کا فیصلہ ہم حالات کے تحت کریں گے۔"

" بس یہی چند الجھنیں میرے ذہن میں ہیں۔ اگر یہ دور ہو جائیں تو پھر میرے ذہن میں کوئی تردد باقی نہیں رہے گا۔"

" تم نئے نئے اس ماحول میں آئے ہو جبکہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے ایسے بہت سے معرکے دیکھے ہیں۔ ظالم حکمراں بھی میری نگاہوں کے سامنے آئے ہیں۔ لیکن سلانوس میں نے سب کو بالآخر فنا ہوتے دیکھا ہے۔"

" ہاں تم برتر و عظیم ہو، تم نے وہ وقت بھی دیکھا ہے، جب انسان کا وحشت خیزی کے علاوہ اور کوئی شغل نہیں تھا۔"

" ہاں۔ میں نے خون کے بہتے دریا دیکھے ہیں۔ بعض اوقات میں نے حالات سے دل برداشتہ ہو کر بہت کچھ کیا ہے، میں نے ان کا ساتھ دیا ہے جو مظلوم تھے لیکن ان ساری باتوں کے علاوہ میں نے مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بنتے بھی دیکھا ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ —— یہ سب کچھ چلتی ہے جو چلتی ہے اور چلتی رہے گی۔"

" تم عجیب ہو بے حد عجیب۔" سلانوس بڑبڑا کر خاموش ہو گیا۔ اور پھر رات کو ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔ دوسری صبح بھی ہمیں عمدہ خوراک ملی۔ بھیڑ کا ایک چھوٹا سا بچہ بھنا ہوا ہمارے سامنے لایا گیا۔ اس کے ساتھ عمدہ قسم کی شراب تھی جو یہاں عام طور سے پی جاتی تھی۔ اتنے بڑے انسانی مجمع کو یہ خوراک فراہم کرنا معمولی بات نہیں تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ چنگیز خان مالی اعتبار سے بہت مستحکم ہے۔

ناشتے کے بعد سلانوس میری طرف دیکھنے لگا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ دانشور مستقبل کے چکر میں پھنس گیا تھا۔

" کیا بات ہے سلانوس؟"

" کچھ نہیں، اب کیا ارادہ ہے؟"

" آؤ۔ باہر کی سیر کریں۔"

" چلو۔" سلانوس نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ لیکن ابھی باہر قدم رکھا ہی تھا کہ دو قوی الجثہ آدمی ہمارے پاس پہنچ گئے۔ ان کے بدن پر ہتھیار سجے ہوئے تھے اور ان کے چہرے کافی کرخت نظر آ رہے تھے۔

" کیا تم قبیلہ ہباسے ہو؟"

" ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ لفقانے مجھے اس بارے میں بتا دیا تھا۔

" تب جاؤ تربیت میں حصہ لو، شہنشاہ کل معائنہ کریں گے سپاہ کو تیار رہنا چاہئے "

" ہماری رہنمائی کرو " میں نے کہا اور ان دونوں نے ہمیں اشارہ کیا۔ ہم ان کے پیچھے چل پڑے۔

وہ دونوں بار بار مجھے دیکھ رہے تھے، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

" ہباک کے لوگ بھی خاصے جاندار ہیں، خاص طور سے یہ جوان " اس نے میری جانب اشارہ کیا۔

" ہاں انوکھی شان کا مالک ہے "

" سلانوس " میں نے سلانوس کو آواز دی۔ اور وہ جو خاموشی سے چل رہا تھا، چونک کر رک گیا۔ اس کا ہر انداز بھڑک اٹھنے والا تھا۔

" اوہ۔ کوئی خاص بات نہیں، میں ایک بات کہنے والا تھا چلتے رہو "

" کیا بات تھی؟ "

" تم کافی ہراساں ہو؟ "

" نہیں اب ٹھیک ہوتا جا رہا ہوں "

" کیا تم پسند کرو گے کہ ہم خاقانِ اعظم کے بالکل قریب رہیں "

" ہمارا خیمہ اس سے کافی قریب ہے "

" نہیں، اس کے خاص لوگوں میں "

" وہ کس طرح؟ "

" سلانوس! ہر دور میں میرا ایک خاص مقام رہا ہے وہ مقام جو دوسروں کو میسّر نہیں تھا اور ہر دور میں ایسے لوگوں کو میرے لئے مجبور ہونا پڑا ہے جو خود کو برتر سمجھتے تھے لیکن وقت نے مجھے ان سے برتر ثابت کر دکھایا "

" اگر یہ بات ہے تو بہتر رہے گا تم مجھے بس اس وقت سے بچاؤ جب مجھے جنگ کے لئے میدان میں آنا پڑے "

" میں تدبیر کروں گا تم فکرمند ہونا چھوڑ دو " میں نے کہا اور سلانوس خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک میدان میں پہنچ گئے۔ یہاں ہمارے قبیلے کے لوگ فنونِ سپہ گری کی مشق میں مصروف تھے۔ میں نے حالات کو بھانپ لیا اور ایک ترکیب میری سمجھ میں آگئی۔

" سلانوس! " میں نے آہستہ سے اسے پکارا۔

" ہوں "

" تلوار نکال لو ہم دونوں مشق کریں گے "

" مق... مشق " سلانوس تھوک نگل کر بولا۔

" جلدی کرو۔ ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ تمہیں کسی اور سے منتخب کر دیا جائے " میں نے کہا اور سلانوس نے تلوار نکال لی ہم دونوں ایک دوسرے پر الٹے سیدھے وار کرنے لگے۔ بے چارہ سلانوس تلوار بازی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس کے سارے ہاتھ بے تکے تھے اور میں بھی نہایت احتیاط سے تلوار چلا رہا تھا۔

تب ایک شمشیر زن تربیت کار کی نگاہ ہم دونوں پر پڑ گئی اور وہ تیر کی طرح ہماری طرف آگیا اس کی آنکھوں میں خشونت تھی۔

" ہباک کے لوگ ہو؟ " اس نے حقارت سے پوچھا۔ قوی الجثہ اور خطرناک شکل کا آدمی تھا۔

" ہاں " میں نے جواب دیا۔

" جنگ کرنے آئے ہو؟ "

" ظاہر ہے "

" اس سے قبل کیا کرتے رہے ہو؟ "

" کھیتی باڑی "

" تلوار چلائی ہے کبھی "

" کیوں نہیں " میں نے جواب دیا۔ سلانوس کی آنکھوں میں سراسیمگی تھی لیکن مجھے اس کے گستاخانہ انداز پر غصہ آنے لگا تھا۔

" کیوں ہباک کو بدنام کرنے کے لئے گھر سے نکل آئے ہو، پیٹ کی دنیا سے نکل کر کبھی مردوں کی دنیا اپنائی ہوتی تو آج اس طرح تلوار کا مذاق نہ اڑا رہے ہوتے "

" کیا کہنا چاہتے ہو؟ "

" تلوار سنبھال کر پکڑو، بات پورے قبیلے کی ہوتی ہے "

" ہم دونوں اپنی مشق سے مطمئن ہیں "

" آؤ تمہارا اطمینان ختم کر دوں " اس نے زہریلے انداز میں کہا اور میرے پیٹ میں تلوار کی نوک چبھو دی۔ بہت سے سپاہی ہمارے گرد جمع ہو گئے تھے۔

" چلو تلوار سنبھالو، اور خیال رکھنا میں تمہیں زخمی بھی کر سکتا ہوں " میں نے حقارت سے اسے دیکھا اور پھر دوسروں کو پیچھے ہٹنے کے لئے کہا۔ ان لوگوں کے لئے تو جیسے یہ ایک دلچسپ ترین تماشہ تھا سب جلدی سے پیچھے ہٹ گئے۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل آگئے۔

وہ شخص تربیت دینے والوں میں سے تھا اس لئے خود پر بے حد مغرور تھا لیکن میں نے بھی اس کا غرور توڑنے کی ٹھان لی تھی۔ وہ دور سے مشاقانہ انداز میں تلوار ہلا رہا تھا اور پھر اس نے کا وار بدل کر تلوار چلائی۔ مہارت کا تقاضا یہ تھا کہ میں اس کا یہ وار خالی دیتا اور پینترہ بدل لیتا۔ لیکن میں نے اس کے وار کو تلوار پر روکا تھا اور ہم دونوں کی تلواریں ایک دوسرے میں الجھ گئیں۔

تب میں نے اس کی کلائی پر دباؤ ڈالا اور اس کا بدن ٹیڑھا ہونے لگا [illegible] اگر وہ پیچھے ہٹتا تو میری تلوار اس کا چہرہ خراب کر دیتی اور وہ [illegible] سے اس پر دباؤ پڑ رہا تھا۔ نتیجے میں اسے پیچھے

پھنا پڑا۔ اور پھر میں نے ذرا سا زور لگایا تو وہ چت گر پڑا۔ اگر میں چاہتا تو تلوار اس کے سینے میں بھونک دیتا لیکن میں نے پیچھے ہٹ کر سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ دیکھنے والے ششدر رہ گئے تھے۔

دوسری طرف اس شخص کی بُری حالت تھی۔ وہ شرمندگی اور خجالت سے ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"میں بھا کا کسان ہوں اور میں نے زندگی بھر کھیتی باڑی کی ہے لیکن تم کیا ہو، اٹھو تاکہ میں تمہارے غرور کو توڑ دوں...." میں نے کہا اور وہ جلدی سے اٹھ گیا۔ اس بار اس نے مشق کے اصولوں سے ہٹ کر دشمنی کا وار کیا تھا۔ لیکن اس وار کو بھی میں نے چالاکی سے بچانے کے بجائے تلوار پر روکا۔

"بات یہ ہے کہ میں معمولی لوگوں کے سامنے شمشیر زنی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ اگر تم میرے مقابل ہوتے تو میں اپنے جوہر دکھاتا۔ لیکن بہی سہی۔ تم نے مجھ سے تحقیر کا سلوک کیا ہے، اس لئے...."

میں پیچھے ہٹا اور دوسرے لمحے میری تلوار نے اس کے زیریں لباس کو چھوا۔ اس کا بند کٹ گیا اور اس کا زیریں لباس نیچے گر پڑا۔ اوپری لباس بہت اونچا تھا۔

لوگوں کے کان پھاڑنے والے قہقہے ابل پڑے تھے برہنہ شخص نے تلوار پھینکی اور اپنا لباس سنبھالتا ہوا بھاگ گیا۔ لوگ بری طرح ہنس رہے تھے۔ زندہ دل لوگ تھے اور صحت مند ہنسی ہنستے تھے۔

"ہوا کیا تھا؟" کسی نے سوال کیا۔

"میں اور میرا استاد شمشیر زنی کی مشق کر رہے تھے سو وہ آیا اور لاف وگزاف بکنے لگا۔ اس نے کہا کہ تمہیں.... تلوار پکڑنا نہیں آتی۔"

"اور تم نے اسے ننگا کر دیا؟"

"اگر وہ ہماری تحقیر نہ کرتا تو میں اس کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا لیکن لوگو غور تو کرو اس نے میرے استاد سے بھی ایسا ہی سلوک کیا۔ اگر میرا استاد صرف تلوار ہلا دے تو اس جیسے دو چار نیچے گر جائیں۔ میں اس کی تحقیر برداشت نہ کر سکا۔"

"یہ عظیم شخص تمہارا استاد ہے؟" کسی نے سلانوس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اور اس کی ہر جنبش موت ہوتی ہے۔"

"بلاشبہ، جس کا شاگرد ایسا ہو، وہ خود کیا ہوگا؟" دوسرے لوگوں نے اعتراف کیا۔ اور پھر لوگ منتشر ہو گئے۔ اور میں نے سلانوس سے تلوار اٹھانے کے لئے کہا اور سلانوس ہنسنے لگا۔ اس نے دوبارہ تلوار اٹھا لی تھی۔

"کیوں مذاق کرتے ہو پورتا؟"

"کیا سلانوس؟"

"میں نے تو بارہا اعتراف کیا ہے؟"

"کس بات کا محترم دوست؟"

"مجھ میں اور تم میں بہت فرق ہے۔ تمہارے پاس صدیوں کا تجربہ ہے۔ تمہارے تو ایک ایک روئیں میں تجربات پیوست ہوں گے، ان وقتی انسانوں کی تمہارے سامنے کیا حیثیت ہے۔ لیکن میں — میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے باوجود میں فنا ہوں اور تمہارا مقابل نہیں؟"

"بابا سلانوس، بڑی عجیب بات ہے۔ کیا میں اس بات سے انحراف کر سکتا ہوں کہ میں صرف بقا ہوں لیکن میں نے جو کچھ دیکھا جو سنا جو پایا وہ ہر صدی سے پایا اور ہر دور سے پایا۔ گویا اصل تم ہو میں تو صرف تمہارا عکس ہوں، صرف عکس۔"

"یہ تمہاری بلندی ہے۔"

"نہیں فنا ہونے والو، بلند تو تم ہو۔ بس تمہارے اندر ایک خرابی ہے، کہیں تم نے ان بلندیوں کو پہچان لیا ہے اور کہیں تم ان بلندیوں سے قطعی ناواقف ہو۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں۔"

"شاید۔"

"چلو تلوار سنبھالو، کچھ لوگ اس طرف آ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔ اور ہم دونوں مضحکہ خیز انداز میں تلوار چلانے لگے۔

یہ دور ختم ہو گیا اور ہم واپس خیموں کی طرف چل پڑے۔ سورج کا گولا آسمان کی بلندیوں تک پہنچا تو ہم نے چنگیز خان کے خیمے کے آگے افراتفری دیکھی۔ ہم بھی باہر نکل آئے۔ تب ہمیں علم ہوا کہ خاقان اعظم اپنی سپاہ کے معائنے کے لئے نکلنے والے ہیں۔ ہمیں اس شخص کو دیکھنے کا اشتیاق تھا چنانچہ ہم بھی دیکھنے والوں میں کھڑے ہو گئے چونکہ ہم اتفاق سے قریب تھے اس لئے ہمیں اس کا موقع مل گیا تھا۔

سپاہیوں کے جتھے سج رہے تھے۔ خاقان اعظم اپنے خیمے سے برآمد ہوا۔ اور اس کی شان دیکھنے کے قابل تھی۔ یوں بھی پر رعب چہرے والا نوجوان تھا۔ چہرے سے ہی وحشت اور درندگی کا اظہار ہوتا تھا۔ آنکھوں میں بڑی گہرائی تھی۔

بہرحال اس کی شخصیت نے مجھے متاثر کیا تھا۔ میں نے سلانوس سے کہا کہ وہ میری فکر نہ کرے اور اگر میں نظر نہ آؤں تو اپنے خیمے میں چلا جائے۔ سلانوس نے بغیر سوچے سمجھے گردن ہلا دی تھی۔

اس سے قبل لوگ خود میری جانب متوجہ ہوتے تھے لیکن آج میں خود یہ کوشش کر رہا تھا۔ چنانچہ میں خواہ مخواہ ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو خاقان کے ساتھ چل رہے تھے۔

چنگیز خان کو گھوڑا پیش کیا گیا اور وہ نہایت پھرتی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس کے ساتھ چلنے والے پیدل چل رہے تھے، ان کے ہاتھوں میں علم تھے جن پر طرح طرح کی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔

خاقانِ اعظم قبیلوں کے جوانوں کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں غرور تھا۔ تب وہ طویل معائنے کے بعد ایک جگہ پہنچ گیا اور یہاں ایک دائرہ سا بنا لیا۔ غالباً کچھ ہونے والا تھا۔

میں نے ایک دراز قامت شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ ہباکے شمشیر زن، کہو کیا بات ہے؟"

"تم مجھے جانتے ہو؟"

"ہاں۔ میں نے تمہاری تلوار کے جوہر دیکھے ہیں۔"

"تب تو اچھا ہے کہ تم میرے شناسا نکلے، کیا تمہارا تعلق بھی قبیلہ ہبا سے ہے؟"

"نہیں، میں اربنا سے ہوں۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"توی خان۔" اس نے جواب دیا۔

"میرا نام ارزق خان ہے۔" میں نے کہا اور اس نے میری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ "چونکہ ہمارا قبیلہ دیر سے یہاں پہنچا ہے۔ اس لئے ہم خاقانِ اعظم کے بہت سے اصولوں سے ناواقف ہیں۔ کیا تم میری رہنمائی کرو گے؟"

"ضرور۔ کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں صرف دوستی۔ مجھے حالات جاننے کا بے حد اشتیاق ہے۔ اب دیکھو نا میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ خاقانِ اعظم ان قبائل کا معائنہ کرنے کے بعد یہاں اس انداز میں کیوں کھڑے ہوئے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ اس اجتماع میں کوچ کا فیصلہ ہوگا۔"

"خوب۔ کیا مدبر اس کا فیصلہ کرتے ہیں؟"

"مدبر۔ نہیں میرے دوست، سب سے بڑے مدبر تو خود خاقانِ اعظم ہیں۔ لیکن یہ فیصلہ ایک وحشی جانور کے سپرد ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ابھی تماشا دیکھو، کئی دن سے یہ تماشا جاری ہے۔"

"کیا تماشا ہے؟"

"چند ساعت کے بعد میدان میں ایک طاقتور جنگلی بھینسے کو لایا جائے گا اور کوئی ایک آدمی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا——!"

"کیا مطلب؟"

"یہ ایک طرح کی قربانی ہے اور شگون بھی۔ خاقانِ اعظم جس شخص کا انتخاب فرمائیں گے اس شخص کو خالی ہاتھ میدان میں آکر بھینسے کو ختم کرنا ہوگا۔ اگر بھینسا اس شخص کے ہاتھوں مارا گیا تو خاقانِ اعظم آج ہی کوچ کے احکامات صادر فرما دیں گے اور اگر وہ شخص بھینسے کے ہاتھوں مارا گیا تو پھر انتظار کیا جائے گا اس کا کہ کوئی جیالا دوسرے دن اسے قتل کر دے۔ گویا یہ اچھا شگون ہو۔ خاقانِ اعظم اس وقت تک انتظار کریں گے جب تک کہ بھینسا مار نہ جائے۔"

"اوہ۔ چاہے کتنا ہی وقت کیوں نہ گذر جائے۔"

"ہاں۔ چاہے کتنا ہی۔"

"میں تو یہ سمجھا تھا میرے دوست کہ ابھی صرف قبائل جمع ہو رہے ہیں اور جب وہ جمع ہو جائیں گے تو اس کے بعد کوچ کر دیا جائے گا۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے، آنے والے قبائل تو راستے میں ہی خاقان کے ہم قدم ہو سکتے ہیں یہ تو ایک طرح کا شگون ہے۔"

"لیکن اس طرح تو قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"کیا بھینسا بہت طاقتور ہے؟"

"ہاں۔ لیکن خاقان کی افواج میں ایسے جیالے موجود ہیں جو اسے ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"کتنے دن سے یہ سلسلہ جاری ہے؟"

"تقریباً نو روز سے۔"

"گویا اس دوران بھینسے نے نو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے؟"

"ہاں۔ بڑا بپھرا ہوا جانور ہے۔ اسے بھوکا رکھا جاتا ہے اشتعال دلایا جاتا ہے اور وہ اتنا خونخوار ہو جاتا ہے کہ اس کے مقابل کا بچنا ناممکن ہوتا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ آخر موقع مل گیا۔ ذرا سی جدوجہد کی ضرورت تھی کہ خاقانِ اعظم کے سامنے اس طرح آ جاتا کہ وہ مجھے پسند کرتا۔ اب صورتحال یہ تھی کہ میں کسی کا انتظار کئے بغیر میدان میں نکل کر اپنا کارنامہ دکھاؤں۔

بہر صورت میں اپنے دوست کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور لوگوں کے ہجوم کے بالکل سامنے والے حصے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے محسوس کیا کہ بہت سے لوگ پشت ہی پر پناہ لینا پسند کرتے تھے تاکہ خاقانِ اعظم کی نگاہ ان پر نہ پڑ جائے اور بھینسے مقابلے کے لئے ان میں سے کوئی منتخب نہ ہو جائے۔ بہر صورت تا نہ کسی کو تو سامنے کھڑا ہونا ہی تھا۔ لیکن جو لوگ کھڑے تھے وہ ایسے تھے جنہیں اس کام کے لئے منتخب نہیں کیا جا سکتا تھا یعنی دبلے پتلے مریل سے لوگ۔

پھر شور بلند ہوا اور میں نے دیکھا کہ موٹی مضبوط رسیوں میں بپھرا ہوا سانڈ گھسیٹ کر لایا جا رہا ہے۔ تقریباً پچاس یا سا آدمی مخصوص قسم کے آنکڑوں سے اسے گرفت میں لئے ہوئے

بھینسے کے جسم سے کئی جگہ سے خون رس رہا تھا۔ غالباً یہ وہ زخم تھے جو اسے اس کے دشمنوں نے لگائے تھے۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ تھیں اور وہ بہت خونخوار نظر آ رہا تھا۔

لوگوں نے بھینسے کو میدان میں لانے کے لئے جگہ دے دی اور خاقان اعظم کی نگاہیں اس پر جم گئیں۔ پھر اس نے آسمان کی جانب دیکھا گویا آسمان سے کوئی سوال کر رہا ہو۔

مجھے یہ شخص بڑا ہی خوفناک معلوم ہوتا تھا۔ اس کی ہر جنبش میں ... درندگی تھی کہ مجھے دورِ قدیم یاد آجاتا تھا۔ یعنی وہ وحشی جانور یا وہ انسان جو ایک دوسرے کے شکار کی تلاش میں نکلتے ہیں اور ایک دوسرے کے مقابل آجانے پر ان کے چہروں پر وحشت اور درندگی پیدا ہو جاتی ہے۔

بھینسے کو درمیان میں... لایا گیا اور خاقان اعظم کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ ممکن تھا کسی جانب انگلی بڑھ جاتی کہ میں ... آگے بڑھ آیا۔

میں نے تھوڑا سا آگے بڑھ کر گردن جھکائی اور خاقانِ اعظم ... نگاہیں مجھ پر مرتکز ہو گئیں۔ میں نے بھینسے کو قتل کرنے کی اجازت ... چاہی۔ تب مجھے اشارہ کیا گیا۔ اور اشارہ کرنے والا ایک باریش ... خاص تھا لیکن بڑا ہی قوی الجثہ، یعنی اس کی عمر کے بارے میں ... اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا لیکن اس کے اعضاء دیکھ کر ... اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ اس کے اعضاء میں فولاد ہی فولاد ... بھرا ہوا ہے۔ سو اس خونخوار شخص نے سوال کیا۔

"کیا بات ہے تو آگے کیوں بڑھا ہے؟"

"میرا تعلق قبیلہ ہبلا سے ہے اور میں شگون کی یہ رسم پوری ... کرنا چاہتا ہوں۔"

"گویا تجھے خود پر بھروسہ ہے کہ تو آج فوجوں کی روانگی کا ... وابستہ کر دے گا؟"

"ہاں۔ میں چاہتا ہوں کہ خاقان اعظم کا قیمتی وقت اس ... سلسلے میں ضائع نہ ہو اور ان کی فوج دشمن کی تباہی کے لئے ... روانہ ہو۔ سو میں انتظار نہ کر سکا اور سامنے آگیا۔"

میں نے دیکھا کہ چنگیز خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ... ہلکی سی لکیر نمودار ہوئی اور پھر اس نے انگلی کے اشارے سے ... خاص کو ہدایت کر دی کہ میری آرزو پوری کر دی جائے، اور ... میں بھینسے کے مقابل آگیا۔

چاہتا تو میں یہی تھا کہ کوئی ایسا کارنامہ دکھاؤں کہ خاقان ... کے دل میں میرے بارے میں کوئی احساس پیدا ہو جائے اس طرح میرا ... کام آسان ہو جائے گا۔

بھینسے کو اب بھی لوگ سنبھالے ہوئے تھے اور اسے چھوڑتے ہوئے خوفزدہ تھے۔ انہوں نے جو آنکڑے اس میں پھنسائے ہوئے تھے اسے نکالا بھی جاسکتا تھا۔ سو انہوں نے آنکڑے نکالنے شروع کئے اور میں بھینسے کے مقابل آگیا۔ غالباً ان لوگوں کے لئے یہ بات تعجب خیز تھی کہ میں کھلے بھینسے کے سامنے بغیر کسی جھجک کے آگیا تھا۔ صرف چند فٹ کا فاصلہ تھا اور خونخوار بھینسا پھنکار رہا تھا۔

خوفزدہ لوگوں نے بھینسے کی بندشیں کھولنا شروع کر دیں۔ اور قرب و جوار میں کھڑے ہوئے لوگوں میں اضطراب پھیلنا شروع ہو گیا۔ شاید اس خیال کے تحت کہ میں اس کے نزدیک کھڑا تھا اور وہ ایک ہی ٹکر میں مجھے ہلاک کر سکتا تھا۔

اور ہوا بھی یہی، جونہی بھینسے کو احساس ہوا کہ اس کی تمام بندشیں کھل گئی ہیں وہ خونی انداز میں میری جانب جھپٹا۔ اس کا سر میرے سینے کی سیدھ میں تھا لیکن یہاں بھی میری ضدی فطرت آڑے آئی۔ میں اس کے سامنے سے نہیں ہٹا بلکہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے دونوں سینگ پکڑ لئے اور یہ سب کچھ چشم زدن میں ہوا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے ہاتھوں کو موڑ کر جھٹکا دیا تھا اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ بھینسا اپنی طاقت میں آیا تھا لیکن اس کی گردن ٹیڑھی ہوئی اور وہ اچھل کر زمین پر جا گرا۔ میں اپنی جگہ سے نہیں ہٹا۔ بھینسا زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ جو کچھ ہوا تھا وہ اس کے لئے غیر متوقع تھا اور دیکھنے والوں کے لئے بھی۔ پھر اس نے پیر ٹکائے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا غیظ و غضب انتہا کو پہنچ چکا تھا۔

اس نے منہ کھولا اس کے ہونٹ سکڑ گئے تھے اور یہ درندگی کا عروج تھا۔ اس نے پچھلے پیر مضبوطی سے جما کر پھر ایک زوردار ٹکر میرے سینے پر ماری اور لوگ چیخ پڑے۔ میں نے ہاتھ بلند کر کے اس کی ٹکر سینے پر روکی تھی۔ لوگوں کا خیال ہوگا کہ میں اچھل کر بہت دور گروں گا۔ لیکن خود بھینسے کا سر چکرا گیا تھا۔ اس کے پاؤں زمین پر جمے رہنے میں ناکام رہے اور میں نے اس کے سینگ پکڑ کر ایک بار پھر اسے زمین پر پھینک دیا۔

لوگ ساکت و جامد یہ ناقابلِ یقین کارنامہ دیکھ رہے تھے۔ بھینسا ایک بار پھر کھڑا ہوا لیکن اب اس کے قدموں میں لرزش تھی سو اس بار میں نے کھیل ختم کر دیا۔ میں آگے بڑھا اور میں نے ایک مکّہ اس کی گردن پر رسید کر دیا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کا تڑاخا صاف سنائی دیا تھا۔ بھینسا زمین پر گر کر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ اس کے منہ سے خون اُبل رہا تھا، میں پیچھے ہٹ گیا۔

اور پھر تو وہ خوفناک شور بلند ہوا کہ تمام آوازیں دب گئیں۔ اذنِ کوچ ہو گیا تھا۔ شگون نکل آیا تھا۔ کوئی کسی کی نہیں سن رہا تھا کہ میرا دوست میرے پاس آگیا۔

" ہبا کے بانکے، یہ تم نے کونسا کارنامہ دکھایا۔ آہ تم توقت بلِ
...فخر ہو، کیا واقعی تم نے مجھے اپنی دوستی کے لئے چنا ہے؟"
" ہاں توری، ہم دوست بن چکے ہیں؟"
" توکیا میں تمہارے ساتھ چلوں؟ تاکہ لوگ مجھے تمہارے دوست
کی حیثیت سے پہچانیں۔ بات یہ ہے کہ اب تمہارا مقام نہ جانے کیا ہو؟"
" چلو؟" میں نے کہا اور توری میرے ساتھ چلنے لگا۔ لوگوں کے
ہجوم نے مجھے گھیر لیا تھا۔ وہ میری توصیف کر رہے تھے اور میں
آگے بڑھ رہا تھا۔ چنگیز خان اپنے لوگوں کے ساتھ اپنے گھوڑے
پر سوار ہو کر جا چکا تھا۔

اس طرح ہم اپنے خیمے پر آ گئے، جہاں بے چارہ سلانوس
شور سن کر باہر آ کھڑا ہوا تھا۔ مجھے اتنے سارے لوگوں میں گھرا دیکھ
کر پہلے تو وہ پریشان ہو گیا لیکن جب اس نے محسوس کیا کہ لوگ
میرے ساتھ مخلص ہیں تو اسے سکون ہوا۔

خیمے میں میرا دوست توری بھی آیا تھا۔ وہ میری دوستی سے بہت
خوش تھا۔ میں نے سلانوس سے اس کا تعارف کرایا اور توری دیر
تک ہم سے گفتگو کرتا رہا۔ وہ میری قوت کی تعریف کر رہا تھا۔

پھر جب وہ چلا گیا تو سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں
تمہاری اس کوشش کی وجہ سمجھ گیا ہوں؟"
" کیا وجہ ہے؟"
" یہ کارنامہ تم نے چنگیز خان کے سامنے انجام دیا ہے؟"
" ہاں ممکن ہے اس کا نتیجہ نکل آئے؟"
" لیکن تم نے یہ سب کچھ کسی منصب کے لئے نہیں کیا؟"
" تم جانتے ہو، منصب ہمارے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا
میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہمیں قریب سے مستقبل کے ان
لوگوں کو دیکھنے کا موقع مل جائے؟"
" ہاں میں جانتا ہوں منصب کے لحاظ سے تم اس حکمراں
سے کہیں بڑے ہو۔ اور اگر تم چاہو تو کل لوگ اس کے بجائے
تمہارا نام پکاریں؟"
" پکاریں گے سلانوس۔ دنیا مجھے کبھی فراموش نہیں کرے
گی۔ میری کتاب میں ماضی حال اور مستقبل پوشیدہ ہے؟"
" بلاشک۔ اور اس میں سلانوس کا نام بھی ہوگا؟"
" ہاں میری کتاب کے کسی ورق کو فراموش نہیں کیا جا
سکے گا؟"
" تو اب کوچ ہوگا؟"
" ہاں سلانوس!"
" اور ہمیں جنگ بھی کرنا ہوگی؟"
" ممکن ہے اس کی نوبت نہ آئے۔ تاہم اگر اس کی نوبت آ گئی
تو تم خود کو مجبور نہیں پاؤ گے، میں تمہارے آگے رہوں گا؟"
" اب ایسی پریشانی بھی نہیں ہے؟" سلانوس مسکرایا۔
" اوہ۔ کوئی حل سوچ لیا ہے؟"
" حل؟" سلانوس مسکرایا؟ "میں جنگ و جدل کا عادی نہیں
ہوں۔ لیکن میرا علم میری کسی فوری ضرورت کو پورا بھی کر سکتا ہے؟"
" اوہ۔ خوب؟"
" مثلاً اگر میرے گرد تلواروں کا حصار ہو تو میں خود کو ایک
حفاظتی خول میں محفوظ کر سکتا ہوں بھائی ضرورت ایجاد کی ماں ہے"
" عمدہ بات کہی سلانوس، پھر تم فکرمند کیوں ہو؟"
" اس لئے کہ اپنے علم کو میں نے کبھی اپنی حفاظت کے لئے ا[illegible]
نہیں کیا؟"
" حالانکہ علم صرف استعمال کے لئے ہوتا ہے؟"
" ہاں لیکن ادوار فرض ہوتے ہیں؟"
" میں نہیں سمجھا؟"
" علم اپنے لئے ہوتا ہے۔ اپنے لئے اس کا استعمال اس بات کا
احساس دلاتا ہے کہ تم نے دیانت نہیں کی؟"
" خوب سلانوس، تمہارے اقوال نے مجھے متاثر کیا ہے؟"
" چلو ٹھیک ہے لیکن اب کیا کرو گے؟"
" تیاریاں؟"
" کب روانگی ہے؟" سلانوس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے
پوچھا۔ اور میں باہر کی جانب دیکھنے لگا۔

کچھ لوگ ہمارے خیمے کی طرف آ رہے تھے۔ بہر صورت کوئی
ایسی تشویشناک بات نہیں تھی کہ میں گھبراتا۔ جو کچھ میں کر کے آیا تھا
اس طرف کسی کو متوجہ تو ہونا ہی تھا چنانچہ میں انتظار کرنے لگا۔

اور چند ساعت کے بعد میں نے دیکھا کہ شاہی سپاہ
کچھ لوگ میرے خیمے تک پہنچ گئے۔
" کیا ارزق خان اندر موجود ہے؟" ان میں سے کسی نے آواز
دی اور میں باہر نکل آیا۔

اس شخص نے مجھے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "ارزق خان
چنگیز خان خاقانِ اعظم شہنشاہِ وقت نے تمہیں طلب کیا ہے!"

میں نے گردن جھکا دی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی
تھی اور بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ جو بات میں چاہتا وہ نہ ہوتی چنانچہ
میں نے اپنے دوست اور اپنے ساتھی سلانوس کی جانب دیکھا اور
اسے رکنے کا اشارہ کر کے میں ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔

باہر سخت گہما گہمی تھی۔ خیمے اکھاڑے جا رہے تھے چنگیز خان
کی طرف سے کوچ کا حکم مل چکا تھا۔ چنانچہ اب تمام قبائل روانگی
کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ چنگیز خان کے بلند و بالا خیمے کے سا[illegible]

قنات سے کھڑے سپاہیوں نے ہمیں اندر جانے کی اجازت دے دی۔ میرے پیچھے صرف دو افراد اندر آئے تھے اور میں خیمے میں داخل ہو گیا۔

خیمہ اندر سے جتنا خوبصورت تھا بیان سے باہر ہے۔ کئی حسین لڑکیاں چنگیز خان کے چاروں طرف ایستادہ تھیں۔ شراب کے آفتابے کھلے ہوئے تھے اور چنگیز خان کی شخصیت کھل کر سامنے آگئی تھی۔ لیکن شاید یہ شخص مسکرانا نہیں جانتا تھا۔

اس نے اپنی بڑی بڑی خوفناک آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر ایک ہاتھ اٹھا دیا۔ نزدیک کھڑی ہوئی لڑکی جو اسے مور چھل جھل رہی تھی رک گئی۔ تب اس نے مجھے آگے آنے کا اشارہ کیا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے پوچھا۔

"ارزق خان"

"کونسے قبیلے سے ہو؟"

"ہبا" میں نے جواب دیا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"خاقان کی خدمت"

"کتنا عرصہ ہوا یہاں تمہیں آئے ہوئے؟"

"چند مہینے"

"کیا تمہارے خاندان میں کوئی قابلِ ذکر آدمی گذرا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"نہیں"

"کیا تمہارے ذہن میں یہ بات تھی کہ میری خوشنودی حاصل کر کے مجھ تک رسائی حاصل کر لو؟"

"ہاں"

"مقصد؟"

"صرف شہنشاہ کی قربت اور اس کی عنایت کا حصول" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور چنگیز خان شاید اس بے تکلف گفتگو سے کسی حد تک متاثر ہوا۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور بولا۔

"شاہی دستے کی نگرانی تمہارے سپرد کی جاتی ہے اور تمہیں سالارِ اعظم کا منصب دیا جاتا ہے۔"

میں نے جھک کر کورنش بجائی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وہی ہوا تھا جس کی مجھے چاہت تھی اور جس کی مجھے امید تھی۔ میری چھوٹی سی کوشش نے میرا مقصد پورا کر دیا تھا۔

"بس واپس جاؤ اور کوچ کی تیاریاں کرو اور باہر جا کر بیت خان سے کہو کہ میں اسے یاد کر رہا ہوں۔"

میں نے گردن جھکا دی اور مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔ باہر کھڑے ہوئے لوگوں کو میں نے شاہی حکم سنایا اور شاہی دستہ میری اطاعت پر مامور ہو گیا۔ تب کچھ ذمہ داریاں میرے ذمے آ پڑیں اور میں نے اپنے دوست سلانوس کو جا کر یہ خوش خبری سنائی کہ بالآخر وہی ہوا جو میں چاہتا ہوں۔

"تمہیں بہت بہت مبارک ہو پورنا" سلانوس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا "تو اس کا مقصد ہے کہ تم یہاں خاصے سرگرم ہو جاؤ گے۔"

"ہاں سلانوس"

"تمہارا رہنے کا بندوبست کہاں ہو گا؟"

"یہ مجھے نہیں پتہ سلانوس لیکن میں جہاں بھی رہوں گا تم میرے ساتھ رہو گے اور ظاہر ہے یہ سب کچھ جو میں نے کیا ہے صرف اس تجربے کے لئے کیا ہے جو میں اور تم کریں گے۔ شاہی دستے کی سالاری کا مقصد یہ بھی ہے کہ باقاعدہ جنگ میں حصہ نہ لیا جائے بلکہ دور ہی سے نظارہ کیا جائے۔ شاہی دستہ صرف خاقانِ اعظم کی حفاظت پر مامور ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے" سلانوس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "تم قادر ہو اس پر جو کچھ تم چاہتے ہو" اس نے آہستہ سے کہا اور میں باہر نکل آیا۔

شاہی دستے کے سالارِ اعظم کا منصب مجھ سے پہلے کسی اور شخص کے پاس تھا اور مجھے اس بات کا قلق تھا کہ کہیں اس منصب کو مجھے عطا کر دیئے جانے کے بعد وہ بے چارہ کہیں اپنی حق تلفی محسوس نہ کرے چنانچہ میں اس سے ملا۔

لیکن شاہی فراخدل انسان تھا وہ کہنے لگا کہ یہ ذمہ داری جب تک اس کے سپرد تھی وہ اسے بخوبی انجام دیتا رہا اور اب اگر میں اس عہدے پر آیا ہوں تو اسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اس نے بھی میری اطاعت کا اظہار کیا تھا۔

تو یہ لشکرِ جرار جس میں انسانوں کا جمِ غفیر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، دوپہر کے بعد جب سورج ڈھلان پر پہنچا تو سفر کے لئے تیار ہو گیا اور میں شاہی دستے کے سالار کی حیثیت سے خاقانِ اعظم کے عقب میں موجود تھا۔

لیکن یہ خیال باطل ثابت ہوا کہ چنگیز خان صرف فوجوں کی نگرانی کرتا ہے اور میدانِ جنگ میں آگے بڑھنے سے گریز کرتا ہے۔ کیونکہ سب سے آگے ان شہنشاہوں کی مانند جو جنگجو ہوا کرتے ہیں۔ چنگیز خان بھی ساری فوجوں سے آگے تھا اور وحشیانہ انداز میں گھوڑے کو دوڑا رہا تھا۔ گو مجھے نہیں معلوم تھا کہ شاہ کا رخ کس جانب ہے اور شاید یہ عام لوگ جاننے کی کوشش بھی نہیں کیا کرتے تھے۔ سو اس وقت تک سفر جاری رہا جب تک کہ سورج چھپ نہ گیا۔ اور گھوڑے پہاڑیوں میں ٹھوکریں کھانے لگے۔ تب چنگیز خان نے ایک ہاتھ بلند

کیا اور تمام فوجیں ساکت ہو گئیں۔ گویا وہاں پڑاؤ کا بندوبست کیا جانا تھا۔

فوجیوں کو معلوم تھا کہ کسی جگہ پڑاؤ کے بعد انہیں کیا کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ سب کے سب منتشر ہو گئے ———— اور اپنے اپنے خیمے ایستادہ کرنے لگے —— اور وہ جگہ جو چند ساعت پہلے ویرانہ تھی، خیموں سے آباد ہو گئی۔ چاروں طرف انسانی سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ خاقان اعظم کا خیمہ بھی ایستادہ کر دیا گیا۔ اور رات آہستہ آہستہ گہری ہونے لگی۔ لوگ کھانے پینے سے فارغ ہو گئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ تمام قبائل اپنے اپنے مشغلوں میں مصروف ہیں اور ان پر کوئی پابندی نہیں ہے اور یہ اچھی بات تھی۔ گویا آزادی کے وقت مکمل آزادی۔ اس ہنگامے میں عورتوں کا بھی حصہ تھا اور کیوں نہ ہوتا۔

خاقان اعظم کے خیمے کے نزدیک ہی شاہی سپہ سالار کا خیمہ تھا۔ اور یہ شاہی سپہ سالار میں ہی تھا۔ تب میں نے دیکھا بے شمار عورتیں نہ جانے کہاں کہاں سے خاقان اعظم کے خیمے پر پہنچ گئیں وہ شاید کسی خاص جگہ محفوظ تھیں۔ ان میں سب سجی سجائی اور بنی سنوری تھیں۔ ان کے آتے ہی کشادہ میدان میں رقص و سرود کی محفلیں شروع ہو گئیں۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ خاقان اعظم چنگیز خان رقص و سرود کا بھی رسیا ہے۔ لیکن بات یہیں تک محدود نہیں تھی۔ اس کے بعد تو میں نے وہ وہ مناظر دیکھے جنہیں میں صدیوں پہلے سے دیکھتا چلا آرہا تھا یعنی شہنشاہ اپنی شہنشاہیت سے واقفیت کا اظہار جس انداز میں کیا کرتے تھے۔ میں نے صدیوں سے دیکھا تھا کہ شہنشاہوں کے پاس بے شمار جانور ہوا کرتے ہیں جو ان کے حکم کے مطابق حرکت کرتے ہیں، جو ان کے حکم کے مطابق اپنی جگہ سے ہلتے ہیں۔

حسین عورتوں کا جھرمٹ، شرابوں کا دور اور سازوں کی حسین آوازوں سے فضا معمور ہو گئی تھی اور ہم بھی دور نہ تھے بوڑھا سلالوس میرے ساتھ ہی تھا۔ وہ نوجوانوں کی طرح خوش و خرم نظر آرہا تھا۔ اسے یہ مناظر نہایت دلکش محسوس ہو رہے تھے اور مجھے تعجب تھا اس کی اس کیفیت پر۔

لیکن چنگیز خان ایسے اوقات میں سب کچھ بھول جانے کا عادی تھا۔ میں نے جو مناظر دیکھے وہ ایسے نہ تھے جنہیں میں کوئی خاص اہمیت دیتا یعنی وہی عام باتیں، عام انداز۔ وہی شاہوں کا سا ہنسی مذاق، شرابوں کا بہنا جو اس سے پہلے میں دیکھتا چلا آیا تھا اور یہ باتیں صرف خاقان تک ہی محدود نہ تھیں لشکر میں جہاں بھی جس کے پاس بھی جو کچھ موجود تھا اس نے نمایاں کر دیا تھا یعنی جگہ جگہ رقص و سرود کے مظاہرے ہو رہے تھے اور لوگ اپنی اپنی دلچسپیوں میں مصروف تھے۔

میں ان تماشائیوں میں تھا جو چنگیز خان کے گرد تھے گویا اس کا محافظ بھی اور تماشائی بھی۔

اچانک چنگیز خان کی نگاہ مجھ پر پڑی اور اس نے مجھے ایک ہاتھ سے اشارہ کیا۔ میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس وقت چنگیز خان کی شخصیت میں کافی تبدیلی نظر آرہی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ بہت نشے میں ہے۔ تب اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"جوان تو نے اپنا نام ارزق خان بتایا تھا؟"

"ہاں۔"

"اور تو ہبا سے تعلق رکھتا ہے؟"

"ہاں۔" میں نے پھر جواب دیا۔

"اور تو وہ ہے جو اپنے بازوؤں کی قوت سے ایک بھینسے کو اٹھا کر پھینک سکتا ہے؟"

"ہاں۔"

"تو پھر سن یہ عورت جو تیرے سامنے رقص کر رہی ہے کیا تجھے پسند آسکتی ہے؟"

"کیوں نہیں۔"

"لیکن اس کے لئے ایک شرط بھی ہوگی۔"

"وہ کیا؟"

اور خاقان اعظم نے اپنے چند آدمیوں کو اشارہ کیا چند ساعت کے بعد لکڑی کا ایک تختہ میرے سامنے آگیا اور خاقان کے خادم نے مجھ سے کہا۔

"ارزق خان لکڑی کا یہ تختہ تیرے ہاتھوں میں دبا ہوگا اور رقاصہ خاقان کے سامنے اس پر رقص کرے گی سو اگر تختہ نہ ہلا اور یہ نہ گری تو خاقان اسے تجھے بخش دیں گے۔"

اور میرے لئے یہ بھلا کونسی بڑی بات تھی۔ میں نے رقاصہ کی جانب دیکھا بہت ہی خوبصورت تھی وہ۔ اگر وہ میرے معیار پر پوری نہ اترتی تو یقیناً تختے سے نیچے گر پڑتی لیکن لڑکی خوبصورت تھی چنانچہ میں نے گردن جھکائی اور تختہ اپنے ہاتھوں میں دبا لیا۔ بے شمار ... لوگ میری جانب متوجہ ہو گئے تھے ... خاقان بھی دلچسپی سے ان مظاہرے کو دیکھ رہا تھا۔ تب رقاصہ اچھل کر تختے پر چڑھ گئی۔ اور اس نے تختے پر رقص شروع کر دیا۔ خوبی یہ تھی کہ تختہ ایک بار بھی نہ ہلا تھا۔ بالکل سیدھا رہا تھا..... رقاصہ کے قدموں کی دھمک سے میں بالکل بھی نہ ہلنے پایا تھا اور شاید خاقان اسی بات پر نظر رکھے ہوئے تھا کیونکہ کافی دیر تک رقاصہ رقص کرتی رہی اور تختہ نہ ہلا تو خاقان نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور اپنے نزدیک کھڑے ہوئے شخص سے

پھونک دیا اور اس شخص نے بلند آواز میں کہا۔
" نوجوان ارزق خان! اس رقاصہ کو نیچے اتار دو۔ اب یہ تمہاری ہو چکی ہے۔"
سوپر فیسر وقت کا انعام وصول کرنے کے بعد میں اسے لئے ہوئے اپنے خیمے میں آ گیا۔ یہاں سلانوس موجود تھا اور گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے اسے جگایا اور سلانوس چونک کر اٹھ بیٹھا۔ تب رقاصہ کو دیکھ کر اس نے آنکھیں پٹپٹائیں اور میری جانب دیکھ کر مسکرانے لگا۔
" اب تم مجھ سے یہی کہو گے کہ میں کسی دوسری جگہ اپنی رہائش کا بندوبست کروں؟"
" سلانوس جیسے زیرک انسان سے یہ سب کچھ کہنا فضول سی بات ہے۔" میں نے جواب دیا اور سلانوس ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔
چنگیز خان کے حسین تحفے کو میں نے گہری نگاہ سے دیکھا۔ اتفاق تھا یا جانی بوجھی بات کہ وہ بھی میری جانب دیکھ رہی تھی۔
میں مسکرایا اور جواب میں وہ بھی مسکرا دی۔
" بہت حسین ہو۔" میں نے کہا۔
" شکریہ، لیکن تم ___ تم خود بھی تو ___ اور تمہاری طاقت، میں سمجھ رہی تھی آج خاقان کا جنون میری جان لے لے گا۔"
" خاقان مجھے جانتا ہے۔"
" ہاں تم بے حد طاقتور ہو اور انوکھے بھی۔ تمہارے بدن کی رنگت عام انسانوں سے کتنی مختلف ہے۔"
" تم مجھے پسند کرتی ہو؟"
" کیوں نہیں۔"
" اس سے قبل تو تمہیں کسی کو نہیں بخشا گیا؟"
" نہیں۔ اور جب خاقان کسی کنیز کو کسی کے حوالے کر دیتا ہے تو اسے ہمیشہ کے لئے بھول جاتا ہے۔"
" تم خاقان کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو؟"
" ہاں۔ وہ میرا آقا ہے۔ اور کنیزوں کو آقا کے بارے میں ساری معلومات ہونی چاہئیں۔ کیونکہ اسی میں ان کی بقا ہے۔"
" خوب، کیا نام ہے تمہارا؟"
" امینہ۔"
" کس قبیلے سے تعلق رکھتی ہو؟"
" میں منگول نہیں ہوں۔" نوجوان لڑکی کی نگاہیں میرے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔
" پھر؟"
" میرے وطن کا نام رومینہ تھا۔ رومینہ والوں کو شکست ہوئی۔ اور میں مال غنیمت میں ہاتھ لگی۔ جب سے میں خاقان کی کنیز بن گئی اور خاقان کے اشارے میری زندگی کے راستے ہیں۔ اگر میں رقص نہ سیکھ لیتی تو اب تک خاقان کے بھوکے بھیڑیوں کا نوالہ بن چکی ہوتی۔"
لڑکی کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔
" میرا تعلق قبیلہ ہباسے ہے اور میرا نام ارزق خان ہے۔ اگر تم چاہو تو میرے ساتھ رہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کوئی نازیبا سلوک نہیں ہوگا۔"
" نہیں، اب تو میں عادی ہو گئی ہوں اور یہ سارے احساسات میرے ذہن سے نکل گئے ہیں، تم اپنا ذہن خراب نہ کرو۔ تم نے پوچھا تو میں نے بتا دیا۔"
" نہیں امینہ، اگر تم نہیں چاہو گی تو تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف مجبور نہیں کیا جائے گا۔"
" تم مجھے پسند بھی ہو ارزق۔ تم از کم بھیڑیوں کے غول میں انسانی دل کے مالک ہو۔ بس میں یہ چاہوں گی کہ تم مجھے زیادہ لوگوں کے ہاتھوں نہ لگنے دینا۔"
" زیادہ لوگوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟"
" تمہارا دل بھر جائے تو تم مجھے کسی کو بخش تو نہ دو گے؟"
" ایسا بھی ہوتا ہے؟"
" ایسا ہی ہوتا ہے۔ بیشمار کنیزیں اسی طرح کہیں سے کہیں پہنچ چکی ہیں اور جب وہ کسی وحشی کے ہاتھ لگ جاتی ہیں تو پھر ان کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ کیا تم نے خاقان کے ساتھ فتح چین میں حصہ نہیں لیا تھا؟"
" نہیں۔"
" کسی اور جنگ میں بھی نہیں؟"
" نہیں۔ میں پہلی بار کسی جنگ میں شریک ہو رہا ہوں۔"
" تبھی تو۔ لیکن پہلی بار ہی شریک ہونے کے باوجود تم شاہی دستے کے سالار بن گئے؟"
" ہاں۔ خاقان کی مہربانی ہے۔"
" تمہاری کوئی خصوصیت بھی ہوگی۔"
" ممکن ہے۔"
" بس اب سونے کی تیاریاں کرو۔ رات کافی جا چکی ہے۔"
" ایک بار پھر میں تجھے امن کی دعوت دیتا ہوں امینہ۔ اگر تو چاہے تو اس خیمے کی چھت کے نیچے سکون کی نیند سو سکتی ہے۔"
اور جواب میں وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔
" میں سمجھ گئی۔" اس نے اداس لہجے میں کہا۔
" کیا سمجھی ہو؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
" تم اس لئے میری قربت سے فرار حاصل کر رہے ہو کہ میں ___

میں کنواری نہیں ہوں۔ تم نے مجھے قبول اس لئے کر لیا ہے کہ میں خاقان کی بخشی ہوئی ہوں۔"

"اوہ۔ غلط سوچ رہی ہے تو، اس سوچ کو اپنے ذہن سے نکال دے اور میرے بازوؤں میں آجا۔" میں نے کہا اور امینہ میرے بازوؤں میں آگئی۔ اس کے بعد پروفیسر اب بار بار کہتے ہوئے بھی تھک گیا ہوں کہ کسی لڑکی نے مجھے کبھی ناپسند نہیں کیا۔ سو امینہ بھی میری قربت کے نشے سے سرشار ہو گئی اور اس نے خوشی سے میرے ساتھ رہنے پر آمادگی ظاہر کی۔

یوں پروفیسر بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوئیں چنگیز خان کا لشکر بخارا کی جانب کوچ کر رہا تھا۔ اور پھر اس کا پہلا معرکہ ہوا میں اور سلاؤس چنگیز خان کے شاہی دستے کے ساتھ تھے اور اس دستے تک جنگ کی آگ پہنچی ہی نہیں، چنگیز خان کی وحشی فوج ہی کافی تھی۔ وہ جس طرف بڑھتی تخت و تاراج کر دیتی۔ بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی، مرو کو لوٹا گیا۔ اور اس لوٹ مار میں بے شمار چیزیں ہاتھ لگیں جن میں غلام اور کنیزیں بھی تھیں۔ اس کے علاوہ اس کی درندگی کے مناظر بھی دیکھنے کو ملے۔

چنگیز خان اپنے دشمنوں کی کھوپڑیوں میں جام پیتا تھا۔ اور اس کے سردار اپنے خیموں کے سامنے کھوپڑیوں کے مینار بناتے تھے جس کا مینار زیادہ بلند ہوتا وہی زیادہ قابل عزت ہوتا تھا۔

میں آہستہ آہستہ پاؤں پھیلا رہا تھا چنگیز خان کے بہت سے نجی معاملات میں بھی دخل دینے لگا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ بہت زیرک ہے اور حالات پر گہری نگاہ رکھتا ہے۔ عورت پرست ہے لیکن عورت کے معاملے میں بہت درندہ بھی ہے۔ اکثر لڑکیوں کو اس نے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا تھا۔

امینہ اب تک میرے ساتھ تھی۔ کنیز تھی اس لئے قناعت پسند تھی، کیونکہ مجھ پر چنگیز خان کی عنایات تھیں۔۔۔۔۔ اس لئے اب تک تقریباً بیس عورتیں مجھے بخشی جا چکی تھیں۔ اب پروفیسر ان کا میں کیا کرتا چنانچہ میں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا، یعنی انہیں آگے بڑھا دیا تاہم امینہ سے چونکہ میں نے وعدہ کیا تھا اس لئے اب تک وہ میرے ساتھ تھی۔

پھر چنگیز خان نے ہرات پر قبضہ کیا۔ یہاں بھی اس نے قتل و غارت گری کا وہی بازار گرم کیا تھا اور پھر بات ہرات کی ایک حسینہ پر آکر رک گئی۔ وہ حسینہ بڑی دلکش تھی ایسی کہ اسے دیکھ کر مر جانے کو دل چاہے اور نام اس کا بدخشاں تھا۔

مال غنیمت میں جو کچھ ہوتا تھا پہلے چنگیز خان اس کا تقاضا کرتا تھا پھر وہ تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ بدخشاں بھی اسی مال غنیمت میں لعل بدخشاں کی مانند چمک رہی تھی۔ چنگیز خان نے اسے دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔

بہرحال وہ چنگیز خان کی خلوت میں پہنچا دی گئی۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ اس وقت خیمہ گاہ پر میرا پہرہ تھا جب چنگیز خان نے اس حسینہ کو طلب کیا بہت سی کنیزیں چنگیز خان کو خلوت گاہ میں شراب پلا رہی تھیں چنگیز خان نے لڑکی کو طلب کر لیا۔

اس لڑکی کو میں نے بھی دیکھا تھا پروفیسر اور پسند بھی کیا تھا لیکن میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اتنا دیوانہ میں بھی نہیں تھا کہ کسی عورت کے لئے اپنے بہت سے مشاغل ترک کر دیتا۔ چنانچہ جب اسے چنگیز خان نے طلب کر لیا تو میں نے اس کے بارے میں کچھ نہ سوچا۔

لیکن یہ صرف اتفاق تھا کہ اس وقت میں خیمے کے دروازے پر موجود تھا اور اندر کی تمام آوازیں باسانی مجھ تک پہنچ رہی تھیں چنگیز خان کے شاہی دستے کا سالار ہونے کی حیثیت سے بعض اوقات مجھے ایسی خدمات بھی انجام دینا پڑتی تھیں جو بہرصورت مجھ جیسے انسان کی شخصیت کے لئے مناسب نہیں تھیں۔ لیکن سلاؤس ان افواج میں شامل ہونے کے بعد اب اس حیثیت سے بہت خوش تھا کیونکہ اب ہمیں بذات خود کبھی بھی جنگ کرنا نہیں پڑتی تھی اور یوں سلاؤس کو مشاہدے کے لئے کافی موقع مل جاتا تھا۔ وہ اپنے مشاہدات اور کام میں معروف رہتا تھا سورج کی چال سے وہ ادوار کا تعین کرتا اور اس طرح وہ اپنے علم و دانش کو اور زیادہ بڑھا رہا تھا۔ یوں میں بھی اس کا ساتھی تھا اور ہم لوگ ابھی واپس جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔

سو پروفیسر میں نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ تمام کنیزیں چنگیز خان کے خیمے سے باہر نکل آئیں لیکن ان میں وہ کنیز نہیں تھی جس کا نام ۔۔۔۔ بدخشاں تھا اور اس کنیز کا نام مجھے اندر ہی کی آوازوں سے معلوم ہوا تھا۔

"ہرات کی حسینہ تو ان خوش نصیب عورتوں میں سے ہے جنہوں نے ایک ہی نگاہ میں خاقان اعظم فاتح دنیا کے دل کو تسخیر کر لیا الله تسخیر کرنے والوں کو اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہئے کہ بہرصورت وہ اس فاتح کی حکمراں ہے جو عالم کا حکمراں بننے والا ہے۔ مجھے بتا کیا تو اپنی قسمت پر نازاں نہیں ہے۔ کیا تو ہماری خلوت میں آکر خود کو بلند نہیں سمجھتی۔ ہم جواب چاہتے ہیں ہرات کی نوخیز دوشیزہ۔" چنگیز خان کی شراب میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ملکوں کو تسخیر کرنے والے، انسانوں پر حکومت کرنے والے کیا تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ دلوں کی سلطنت زمین کی سلطنت سے زیادہ وسیع اور ناقابل تسخیر ہوتی ہے۔" حسینہ کی پاٹ دار آواز ابھرا

"بے شک بے شک تو نے دانشمندی کی بات کی ہے، لیکن ہم تیرا مفہوم نہیں سمجھے۔"

"میرا مفہوم واضح ہے چنگیز خان، تُو قتل و غارت گری کرنے والا وحشی بھیڑیا ہے۔ بے شک میدان جنگ میں لوگ تیرے جبروت کا سکہ مانتے ہیں اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تیری تلوار گردنوں کو شانوں سے جدا کر دیتی ہے۔ اور تیری افواج ایک سیلاب بے پناہ کی مانند انسانوں کے سمندر کو بہا لے جاتی ہوں گی لیکن دلوں کی سلطنت تیری اس حیثیت کو تسلیم نہیں کرتی۔ اگر تُو مجھ سے پوچھنا چاہتا ہے کہ میرے دل میں تیری ہیبت تیرے جبروت اور تیری حیثیت کا کیا احساس ہے تو میں تجھے صاف صاف بتا دوں کہ تُو نہ صرف ظالم، وحشی اور غلیظ ہے بلکہ میری نگاہ میں تیری حیثیت ایک گندے بھیڑیے کی سی ہے۔"

"بدخشاں!" چنگیز خان کی آواز میں بادلوں کی سی گرج تھی۔ میں اس بدنصیب حسینہ کے بارے میں سوچنے لگا جو چند ساعت کے بعد چنگیز خان کی خلوت سے باہر لائی جائے گی، لیکن اس شکل میں کہ اس کا بدن دھجیوں میں بٹا ہوگا اور میرے کان پوری طور پر اسی جانب متوجہ ہو گئے۔

"ہاں چنگیز خان میں درست کہہ رہی ہوں، تُو واقعی ظالم درندہ ہے۔ اٹھ اور اپنے نوکیلے دانت میرے بدن میں پیوست کر دے۔ میری کھال کو میرے جسم سے جدا کر دے، یا پھر اپنے حاشیہ برداروں کو بلا، ان سے کہہ کہ مجھے برہنہ کریں، میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں اور میری لاش کو گھسیٹتے ہوئے کسی ویرانے میں لے جائیں جہاں تیرے خونخوار کتے یا گوشت خور پرندے میرے جسم کو نوچ ڈالیں اور ان بکھرے ہوئے بدن پر ایک بار ضرور نظر ڈال لینا۔ اگر تجھے میرا اعضا نظر آ جائے تو اس میں دیکھنا کہ تیرے لئے نفرت ہی نفرت ہوگی۔ تسخیر کرنا ہی چاہتا ہے تو دلوں کو تسخیر کر، کسی بھی دل میں اپنی محبت کی تصویر بٹھا دے تو میں جانوں کہ تو فاتح عالم ہے۔ ورنہ جا میں تجھ سے نہیں ڈرتی، نہ تیری ہیبت سے نہ جبروت سے۔"

نوخیز حسینہ کی آواز میرے کانوں میں سیسے کی مانند اتر رہی تھی کہ اچانک خاقان کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"بدخشاں۔"

"ہاں چنگیز خان، تُو کیا سمجھتا ہے میں تیری اس دھاڑ سے ڈر جاؤں گی۔ تو کسی غلط فہمی میں نہ رہ۔ میں جانتی ہوں کہ میدان جنگ میں بڑے بڑے سورما تیری آواز سے لرز جاتے ہیں۔ لیکن چنگیز خان تیرے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ایک بے ضرر لڑکی تجھ سے خوفزدہ نہیں ہے۔ کیا یہ بات تیرے لئے ذلت اور شرم کا باعث نہیں ہے۔"

چند لمحوں تک چنگیز خان کی کوئی آواز سنائی نہ دی پھر اس نے بھاری لہجے لیکن نرم انداز میں کہا۔

"نوخیز حسینہ تُو مجھ سے نفرت کیوں کرتی ہے؟"

"اس لئے کہ تُو دلوں کا فاتح نہیں ہے۔"

"تیری نگاہ میں کوئی ہے جس نے تیرے دل کو تسخیر کیا ہو؟" چنگیز خان نے سوال کیا۔

"ہاں، میرا فاتح گلبر ہے۔"

"یہ کون ہے؟"

"تیرا ایک قیدی، وہ جو..... تیری سپاہ کے سامنے سینہ سپر ہو گیا تھا۔"

"کیا تُو اسے بہت چاہتی ہے؟"

"ہاں۔ میں اس سے بے پناہ محبت کرتی ہوں۔ بہت چاہتی ہوں میں اسے۔ وہ کمزوروں پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ بہادر ہے۔ اس نے تیری سپاہ کو کافی نقصان پہنچایا ہوگا۔ اس لئے کہ وہ مضبوط اور چیتے کی طرح چالاک ہے۔ چنگیز خان میں تجھے للکارتی ہوں کہ اگر تیرا ایک آدمی میرے گلبر کو قتل کر دے تو میں خلوص دل سے تیری لونڈی بن جاؤں گی۔ اور اگر گلبر تیرے کسی ایک آدمی سے زیر نہ ہو سکا تو اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے مجھے اس کے حوالے کر دینا۔ اور اگر تُو ایسا کر سکا تو شاید میں اس بات پر غور کروں کہ وہ فاتح جو دنیا کو فتح کرنے کے لئے صحرا سے اٹھا ہے عظیم ہے۔"

جواب میں چنگیز خان کا خوفناک قہقہہ میرے کانوں میں گونجا۔ اور میں چنگیز خان کے اس خوفناک قہقہے سے سُن ہو گیا۔ میں اس مظلوم لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اس کے عتاب کا شکار ہونے والی تھی کہ اچانک مجھے چنگیز خان کی آواز سنائی دی۔

"حسینہ تیرا مطالبہ ناجائز نہیں ہے، تو نے ہمیں شکست خوردہ کہا ہے لیکن چنگیز خان شکست کے نام سے ناآشنا ہے، ہم تیری یہ خواہش پوری کریں گے۔ اگر تیرا گلبر ہمارے کسی ایک آدمی کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جائے تو تجھے وعدہ کرنا ہوگا کہ تیری آنکھ ایک آنسو نہیں بہائے گی، تیرے ہونٹوں پر لرزش پیدا نہ ہوگی ورنہ ہم سر گردن سے اتارنا جانتے ہیں۔"

"ہاں ہاں میں وعدہ کرتی ہوں۔"

"اتنا اعتماد ہے تجھے اس پر؟"

"ہاں چنگیز خان اتنا ہی اعتماد ہے مجھے اس پر۔ جب وہ میدان جنگ میں آیا تھا تو اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک بھی زخم پشت پر نہیں کھائے گا۔ تو خاقان اسے اپنے قیدیوں میں تلاش کر اور اگر اس کی پشت پر ایک بھی زخم ملے تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ تجھے اپنے ہونٹوں کا ایک بوسہ دوں گی۔"

اور چنگیز خان کی خونخوار ہنسی پھر سنائی دی۔ اس نے زور سے تالی بجائی۔

اور اس وقت اس کی نگرانی پر میں ہی تھا۔ چنانچہ میں جلدی سے خیمے میں داخل ہوا۔ چنگیز خان مجھے دیکھ کر چند ساعت اسی طرح ساکت و جامد کھڑا رہا۔ اس کا چہرہ پرسکون تھا۔ تب اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور اسے میری جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

" ارزق خان یہ تمہاری تحویل میں ہے، اور تم اس کے نگران رہو گے۔"

" ٹھیک ہے خاقان اعظم۔" میں نے گردن جھکا دی اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے نکل آیا۔

اب میں اس خیمہ گاہ کی طرف جا رہا تھا جہاں قیدی لڑکیوں کو رکھا جاتا تھا۔

فاصلہ کافی تھا اور راستہ سنسان۔ چنانچہ تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر میں رک گیا اور لڑکی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے انداز میں ہلکی سی سراسیمگی تھی۔

"بدخشاں تیرا حسن ستاروں کی مانند ہے اور وہ شخص خوش نصیب ہے جو تیری نگاہ کا مرکز ہے۔ میں نے تیری اور خاقان کی گفتگو سنی ہے۔ کیا تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ خاقان اعظم کی فوج میں ایک سے ایک طاقتور جوان موجود ہے۔ کیا تیرے خیال میں تیرا گلبر اتنا طاقتور ہے کہ ہر جوان کو زیر کر لے؟"

" محبت کا مطلب سمجھتا ہے سپاہی؟" لڑکی کے انداز میں بڑی تمکنت تھی۔

" تو بتا دے۔"

" محبت خالق ہے، اور اس کے آگے ساری کائنات کی ساری طاقتیں ہیچ ہوتی ہیں۔ لیکن تلوار چلا کر خون بہانے والے شاید یہ بات تیری سمجھ میں نہ آ سکے۔ میں تجھے بتاتی ہوں کہ میرا گلبر کیا ہے۔ وہ جنگل کے اس حصے میں کام کرتا ہے جہاں شیروں کی ڈاریں رہتی ہیں اور جنگل کو پار کرنے والے میرے گلبر کی خدمات حاصل کرتے ہیں کہ وہ انہیں شیروں کا علاقہ پار کرا دے۔ وہ ایک ہاتھ سے شیر کی گردن پکڑتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے اس کا پیٹ چیر دیتا ہے۔ لیکن میرے سامنے وہ بے بس ہو جاتا ہے۔ میری محبت نے اس کا دل اتنا نرم کر دیا ہے کہ تمہیں کیا بتاؤں سپاہی۔ جانتے ہو جنگ پر جانے سے قبل اس نے کیا کہا تھا؟"

" مجھے بتاؤ۔"

" اس نے کہا تھا کہ وہ فاتح بن کر آئے گا۔ اور اگر وہ فتح حاصل نہ کر سکا تو میں اس کی موت کی دعا کروں۔"

" لیکن لڑکی تم نے تو اس کے لئے خود موت کا انتظام کیا ہے۔" میں نے کہا اور حسین لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ پُراسرار انداز میں بولی۔

" جو کچھ میں بتاؤں گی کسی سے کہو گے تو نہیں؟"

" وعدہ کرتا ہوں نہیں کہوں گا۔"

" یہ بھی میری ایک چال ہے۔"

" اس میں کیا چال ہے؟"

" میں نہیں جانتی کہ چنگیز خان اپنے قول کا سچا ہے یا نہیں۔ لیکن اگر اس نے کسی ایک آدمی کو گلبر کے مقابلے پر بھیجا تو اس کا آدمی مارا جائے گا۔ میں اپنے گلبر کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ لیکن اگر ایسا نہ بھی ہوا تو بھی میں چاہتی ہوں کہ میرا گلبر قتل ہو جائے۔"

" کیوں؟"

" اس کے بعد میں بھی مر جاؤں گی۔"

" وہ کس طرح؟"

" چنگیز خان کے ہاتھوں۔ وہ میری زندگی میں میرے بدن کو چھو بھی نہیں سکتا۔ اگر اس نے ایسی کوشش کی تو میں اسے قتل کرنے کی کوشش کروں گی اور اس کوشش میں میں ماری جاؤں گی، یا اگر فرض کرو میں اس کے منہ پر تھوک دوں تو کیا وہ میرے سینے میں خنجر نہ اتار دے گا۔ اس طرح مجھے یہ تو اطمینان ہو گا کہ میرا گلبر مر چکا ہے اور میں وہاں اس سے جا ملوں گی۔"

لڑکی کی باتیں عجیب تھیں۔ میرے دل میں ایک عجیب سا احساس جاگ اٹھا تھا۔ بہر حال میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے لڑکی کو قید کر دیا اور واپس پلٹتے ہوئے اس سے بولا۔

" بدخشاں، میری ایک بات مانو گی؟"

" تمہاری کیوں مانوں گی؟"

" میں تمہارا اور تمہارے گلبر کا دوست ہوں۔"

" کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟"

" میں تم دونوں کو زندہ رکھنے اور یہاں سے فرار کرانے کی کوشش کروں گا۔ اگر تمہارا گلبر جیت گیا اور چنگیز خان اپنے قول سے پھر گیا تب بھی۔ تم اس وقت تک کوئی اقدام نہیں کرو گی جب تک کہ میں ناکام نہ ہو جاؤں۔"

" اس میں کتنا وقت لگے گا؟"

" بہت مختصر، بہر حال تم مجھے جواب دو، میری بات مانو گی یا نہیں؟"

" مانوں گی۔ لیکن تم میرے ساتھ دھوکہ تو نہیں کرو گے؟"

" محبت کو ایک اعلیٰ جذبہ مانتی ہو؟"

" ہاں۔"

" بس تو اس کے اعتماد پر میری بات مان لینا۔"

" ٹھیک ہے محبت کے نام پر۔ اور پھر اتنا تو میرے ہاتھ میں ہو گی۔" لڑکی نے کہا اور میں باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں سلاؤس کے پاس تھا۔ سلاؤس اپنے کام میں مصروف تھا۔ وہ کوئی حساب لگا

۔ اقتدار۔

"کیا ہو رہا ہے سلانوس؟"

"حساب۔ ستارے نئے نئے انکشافات کر رہے ہیں۔"

"مثلاً؟"

"ادوار بدل رہے ہیں۔ صدیاں سست رفتار ہو گئی ہیں مذرا
یہ تو بتاؤ واپس کب چلو گے؟"

"جب تم اس ماحول سے اکتا جاؤ گے۔"

"خود تمہاری کیا کیفیت ہے؟"

"میں زیادہ خوش نہیں ہوں۔"

"کیوں؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں سلانوس کہ یہ دور میرے لئے اتنا متحیر
کن نہیں ہے۔ ایسے فاتح اور ایسی جنگیں میں بے شمار دیکھ چکا ہوں۔"

"ایک بات تو بتاؤ پورنا۔"

"ہوں۔"

"کیا گذرے ہوئے دور کے شہنشاہ اس شخص کی مانند خونخوار
اور وحشی تھے۔ یہ شخص تو بالکل غیر انسانی جبلت کا مالک ہے۔"

"اوہ۔ تم ابتدائی دور کے انسان کو دیکھتے تو حیران رہ جاتے
انسان فطرتاً اس جبلت کا مالک ہے۔ تہذیب کے دھارے اسے
کم کرتے رہے۔ لیکن اب بھی ان میں کوئی دورِ قدیم کا انسان ابھر
آتا ہے۔"

"تحت الثریٰ کا ماضی اتنا بھیانک نہیں ہے۔ میں نے ستاروں
سے آنے والے وقت میں انسان کی حیثیت کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"کیا جواب ملا؟"

"اس مخلوق کے مزاج میں وحشت ہے، اور یہ وحشت کبھی دور
نہ ہوگی۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد کم ہو جائے۔"

"گویا آگے کا انسان بھی اتنا ہی وحشی ہوگا؟"

"ہاں۔"

"اور تہذیب اسے کچھ نہ دے گی۔"

"بہت کچھ دے گی۔ لیکن اس کی فطرت کو نہ بدل سکے گی۔
ان میں ہر شخص چنگیز خان ہوگا اور مختلف طریقوں سے مظاہرے
کرے گا۔"

"بڑی خوفناک بات ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
اور سلانوس پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"لیکن میرے دوست! اس دور کی تلاش میں زیادہ مشکل پیش
نہیں آئے گی۔ میرا دانش کدہ تفصیل کائنات ہے۔ اس میں ہر پہلو
موجود ہے، اسے تلاش کرنا ہوگا بس۔ ہم اس دور کو بھی دیکھیں گے۔
حقیقت یہ ہے کہ تمہاری دنیا تحت الثریٰ کے ساکت ماحول سے
کہیں زیادہ خوفناک ہے۔ میں اس سے سخت خوفزدہ ہوں۔"

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے سلانوس۔ ویسے مجھے ایک دلچسپ
مشغلہ مل گیا ہے۔"

"ہاں میں تمہاری طرح انوکھی فطرت کا مالک نہیں ہوں ورنہ میں
بھی درندہ صفت آدمی کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ بلاشبہ
اس کی قربت بہت سی دلچسپیوں کا باعث ہوگی۔"

"بہت زیادہ دلچسپ بھی نہیں ہے سلانوس۔ بعض اوقات اپنی
فطرت کو اس طرح مارنا پڑتا ہے کہ ذہن و دل اذیت کا شکار ہو کر رہ
جاتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"بس تم خود غور کرو۔ تمہارے سامنے کوئی ایسی صورتِ حال
آ جائے جو تمہارے لئے ناقابلِ قبول ہو، اور اس ناقابلِ قبول کو قبول
نہ کرنے پر تم قادر ہو لیکن تمہیں قبول کرنا پڑے اپنی فطرت و طبیعت
کے خلاف تو کیا تم خوشی سے وہ وقت گذار لو گے؟"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔"

"لیکن چنگیز خان کی فطرت کا تجزیہ کرنے کے لئے تمہیں وہ
سب کچھ برداشت کرنا ہوگا۔"

"ہاں لیکن ایک حد تک۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ ہم بعض اوقات اپنے شوق کی تکمیل کی خاطر
ایسے کام بھی سرانجام دے لیتے ہیں جو ہماری فطرت کے خلاف....
ہوتے ہیں لیکن اگر اس شوق کی تکمیل میں ضمیر مر جائے اور شخصیت
کچل جائے تو اس شوق پر لعنت بھی بھیجی جا سکتی ہے۔"

"اوہ سلانوس تم نے عجیب بات کہی ہے۔"

"کیوں؟"

"اگر میں تمہاری اس بات کو روشنی بنا لوں تو ہمیں ہر وقت کسی
ایسے اقدام کے لئے تیار رہنا ہوگا کہ ہم اس ماحول کو چھوڑ دیں۔"

"ایسی کوئی ضرورت پیش آ سکتی ہے کیا؟"

"ہاں۔"

"کیا؟"

"وہی تو میں تمہیں سنانے جا رہا تھا۔"

"تو سناؤ۔"

اور پھر میں نے سلانوس کو..... بدخشاں کے بارے میں
ساری تفصیل سمجھا دی۔ سلانوس کی آنکھوں میں دلچسپی کے آثار تھے
اور پوری کہانی سننے کے بعد اس نے بڑے پُرمسرت انداز میں گردن
ہلائی۔

"یہ ہوئی نا بات، یعنی ایسی کہانی جو بڑی دلکش ہے اور بڑی

رومانویت رکھتی ہے لیکن اس کا ایک پہلو افسوسناک بھی ہے "
" کونسا پہلو ؟"
" یہی کہ وہ لڑکی موت کو گلے لگانے پر تیار ہے اور وہ چاہتی ہے کہ اس کا محبوب بھی اس کے ساتھ ہی مر جائے تاکہ دونوں کو ایک دوسرے کے انتظار کی تکلیف برداشت نہ کرنی پڑے، اور وہ جان دینے والے محبوب اور محبوبائیں کی طرح مل جائیں "
" ہاں لیکن ہم اس افسوسناک پہلو کو ایک خوشگوار تاثر میں بدل دیں گے "
" تمہارا کیا ارادہ ہے یوزنا " سلانوس نے سوال کیا۔
" اتفاق کی بات ہے کہ چنگیز خان نے اس لڑکی کو میرے حوالے کر دیا ہے۔ میں اسے ایک خیمے میں چھوڑ آیا ہوں۔ اور میں نے اسے اطمینان دلایا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا جائے گا۔ اور کوشش کی جائے گی کہ اس کا گلبر اسے مل جائے اور سلانوس یہاں میں تھوڑا سا ایثار بھی کرنا چاہتا ہوں "
" یعنی میں چنگیز خان کو شکست دینے کے لئے... اس نوجوان سے جنگ کروں گا "
" گلبر سے "
" ہاں۔ میں کوشش کروں گا کہ چنگیز خان مجھے اس سے مقابلے کے لئے بھیجے "
" یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ تم ایک مظلوم لڑکی کا ساتھ دے رہے ہو "
" ہاں سلانوس! چنگیز خان میری قوت کے بہت سے کارنامے سن چکا ہے اور مجھ سے متاثر بھی ہے۔ وہ اس لڑکی کو حاصل کرنے کے لئے ممکن ہے میری خدمات حاصل کرے اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو میں خود اس سے بات کروں گا کہ مجھے گلبر سے مقابلے کے لئے بھیجا جائے۔

اور جب میں گلبر سے مقابلہ کروں گا تو اس سے شکست کھا جاؤں گا۔ اور اس کے بعد چنگیز خان کو اپنا وعدہ پورا کرنا ہوگا لیکن اگر وہ اپنے وعدے سے منحرف ہوگا تو پھر شاید مستقبل کے ایک ایسے آدمی کا خاتمہ میں ہی کر دوں جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ مستقبل میں میرا کردار کون ادا کرے گا لیکن وہ لڑکی اپنے محبوب کے ساتھ جائے گی، یہ میرا فیصلہ ہے "
سلانوس بغور مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔
" ٹھیک ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے حالات اب یہاں سے ہمارا آب و دانا اٹھا چکے ہیں "
" ہرج بھی کیا ہے " میں نے جواب دیا اور پھر میں اور سلانوس آرام کرنے لیٹ گئے۔

ہرات کی فتح کے بعد چنگیز خان کا آئندہ ارادہ کیا تھا۔ اس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں تھا۔ شاید اس کے مشیر بھی نہیں جانتے تھے کہ آئندہ وہ کیا ارادہ رکھتا ہے۔ آج کل وہ آرام کر رہا تھا۔ ہاں اس کے علاوہ کچھ کام بھی کر رہا تھا۔ یعنی یہاں ایک مخصوص نظام کا قیام جو اس کی سمجھ کے مطابق تھا۔ اس کے علاوہ سرکشوں کی تلاش اور ان کا قتل بھی چنگیز خان کا محبوب مشغلہ تھا۔
دوسرے دن جب چنگیز خان دربار عام میں پہنچا تو میں بھی حسب معمول اس کے ساتھ تھا۔ بہت سے فیصلے تھے جو چنگیز خان کو کرنے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ رات کے واقعے کو بھول چکا ہو، لیکن یکایک اسے وہ واقعہ یاد آگیا۔
" ازرق خان " اس نے مجھے آواز دی۔
" آقا " میں غلاموں کے سے انداز میں جھک گیا۔
" رات میں نے بدخشاں نامی ایک لڑکی تمہاری حفاظت میں دی تھی؟ "
" ہاں آقا، وہ محفوظ ہے "
" اپنے آدمیوں کو حکم دو، وہ اسے یہاں لے آئیں " اس نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت دوسرے لوگوں کو دے دی۔ تب اس نے ہیبت خان کو آواز دی اور ہیبت خان اس کے سامنے جھک گیا۔ چنگیز خان آہستہ آہستہ اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ تب ہیبت خان نے ایک اور آدمی کو ہدایات جاری کر دیں۔
میں سمجھ گیا کہ بے چارے گلبر کو طلب کیا گیا ہے گویا اب وہ خونی ڈرامہ شروع ہونے جا رہا تھا جس کا انجام نہ جانے کیا ہو۔
بدخشاں کو دربار میں لایا گیا تو تمام لوگوں کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت ابھر آئی۔ وہ تحسین سے اسے دیکھ رہے تھے۔ لڑکی کو ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا۔ اور چنگیز خان اسے استہزائیہ انداز میں دیکھنے لگا۔
لیکن وہ اس وقت تک خاموش ہی رہا جب تک سپاہی قیدیوں میں سے ایک شیر دل اور توانا نوجوان کو زنجیروں میں جکڑ کر نہ لے آئے۔ بلاشبہ نوجوان بے حد خوبصورت تھا اور اس کی آنکھوں سے جلال ٹپکتا تھا زنجیروں میں جکڑا ہوا بھی وہ شیر ہی معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے پسندیدگی کی نگاہوں سے اسے دیکھا۔
" اسے میرے مقابل لاؤ " چنگیز خان کی پرجبروت آواز ابھری اور نوجوان کو اس کے مقابل لے جایا گیا۔
" تمہارا نام گلبر ہے؟ "
" ہاں " نوجوان نے بے خوفی سے کہا۔
" اس لڑکی کو پہچانتے ہو؟ "
" وہ میری زندگی کا دوسرا حصہ ہے "

"یعنی تمہاری محبوبہ ہے؟"

"ہاں۔"

"لیکن تم کیسے عاشق ہو کہ تمہاری محبوبہ میری خلوت میں پہنچ گئی۔" چنگیز خان نے مسکراتے ہوئے طنز کیا۔

"اگر وہ ایک قیدی کی حیثیت سے تمہاری خلوت میں پہنچ بھی گئی چنگیز خان! تو مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری باہوں تک نہیں پہنچی ہوگی۔"

نوجوان کے لہجے کے اعتماد پر سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ میں نے چنگیز خان کے چہرے کی طرف دیکھا لیکن وہ چہرہ پتھر کی طرح بے جان تھا۔ چنگیز خان پر اس اعتماد اور محبت کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا۔ بلاشبہ وہ درندہ صفت آدمی اس قسم کی حسیات سے عاری تھا۔

البتہ چند ساعت کے بعد اس کی گونجدار آواز اُبھری۔

"کیوں تمہارا کیا خیال ہے، کیا چنگیز خان کے بازو کمزور ہیں۔ کیا چنگیز خان کی ہیبت اتنی معمولی ہے کہ ایک کمزور سی لڑکی اس کے بازوؤں تک نہ پہنچ سکے؟"

"یہ بات نہیں خاقانِ اعظم! بلکہ یہ میری محبت کا اعتماد ہے اور اگر یہ اعتماد ٹوٹ چکا ہے تو مجھے بتاؤ تاکہ میں اپنے ہاتھوں سے خودکشی کر لوں۔ اعتماد کی موت زندگی کا اختتام ہوتی ہے۔"

تب چنگیز خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

"اگر ہم چاہتے تو نوجوان اعتماد کے اس شیشے کی کرچی کرچی کر دیتے۔ ہمیں کوئی روک نہیں سکتا تھا، کیونکہ ہم قوت رکھتے ہیں۔ اس لڑکی پر حاوی ہونا ہمارے لئے مشکل نہیں تھا۔ لیکن اس لڑکی نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے جس نے ہماری انا جگا دی۔ اس نے کہا کہ اس کا محبوب شیروں سے جنگ کرتا ہے۔ اسے ہمارا کوئی سپاہی زیر نہیں کر سکتا اور اگر وہ قیدی بنا ہے تو بے شمار لوگوں کو قتل کرنے کے بعد۔ نوجوان کیا تمہاری پشت پر زخم کا کوئی نشان ہے؟"

گلبر نے مسکراتے ہوئے اپنا اوپری لباس اتار دیا اور بے شمار نگاہیں اس پر مرکوز ہو گئیں۔ اس کی پشت صاف تھی جبکہ سینے پر بہت سے زخموں کے نشان تھے۔

چنگیز خان ایک لمحے کے لئے خاموش رہا، اس کے بعد مسکرایا اور بولا۔

"اس حسینہ نے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس کے محبوب کی پشت پر کوئی نشان ہوا تو وہ سرِعام ہمارے ہونٹوں کو چومے گی۔ لیکن یہاں وہ جیت گئی۔ ہاں کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ اس دیوانی لڑکی کے لئے کیا تم اسی انداز میں جان کی بازی لگانا پسند کرو گے۔ سنو نوجوان یہ بھی ممکن ہے کہ ہم تمہاری خطا بخش دیں اور تمہیں ہرات میں ہی کوئی جاگیر دے دیں۔ لیکن اس کے لئے تمہیں اس لڑکی کو اپنے ہاتھوں سے ہماری خلوت میں پہنچانا ہوگا۔"

"خاقانِ اعظم بھرے دربار میں میں کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جو تمہاری شان میں گستاخی ہو۔ لیکن خاقانِ اعظم تمہیں بھی اس کا حق نہیں پہنچتا کہ میری محبت کی شان میں گستاخی کرو۔ اپنی تلوار نکالو اور میری گردن میرے شانوں سے جدا کر دو۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی بات نہ کرو ورنہ ....." نوجوان کا بدن لرزنے لگا۔ اس کی آنکھیں خون آلود ہو گئی تھیں۔ تب چنگیز خان نے ہیبت خان کی طرف دیکھا اور بولا۔

"ہیبت خان! اس لڑکی نے کہا ہے کہ اگر ہمارا کوئی بھی سپاہی اس کے محبوب کو شکست دے دے تو وہ بخوشی ہمارے بازوؤں میں آجائے گی لیکن اگر اس کے محبوب نے فتح حاصل کر لی تو ہم اسے اس کے حوالے کر دیں۔ تم ایسے آدمی کا انتخاب کرو جو اس سے جنگ کرے اور لڑکی کے اس دعوے کو باطل کر دے۔"

"اس کے لئے شیر دل ازرق خان مناسب نہیں ہے کیا؟" ہیبت خان نے جواب دیا اور چنگیز خان کی نگاہیں میری جانب اٹھ گئیں۔

"ہاں ازرق خان۔ خوب خوب۔ بہت اچھا احساس دلایا تم نے ہیبت خان۔ بلاشبہ چنگیز خان کا قابلِ اعتماد دوست، وہ جو قابلِ بھروسہ ہے چنگیز خان کے دشمن کو ختم کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔" چنگیز خان نے کہا اور میری جانب دیکھنے لگا۔ میں نے آہستہ سے گردن ہلا دی تھی۔

"خاقانِ اعظم کے حکم کی تعمیل کے لئے میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

اور چنگیز خان نے ہیبت خان کو ہدایت کی کہ دونوں جوانوں کو تلواریں دی جائیں۔

سو ہم مقابل آ گئے ایک دوسرے کے، اور مقابل آنے سے پہلے میں نے بدخشاں کی جانب دیکھا اور پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔ بدخشاں کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ حیرت سے دیوانی ہو رہی تھی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ گویا وہی شخص اس کے محبوب کا مقابل نکلا جو بظاہر اس کا ہمدرد تھا۔ اور اس کا نتیجہ نہ جانے کیا نکلے۔

چنگیز خان کے حکم پر ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل آ گئے۔ شیروں کی طرح دھاڑنے والے نوجوان گلبر کے جسم کی تمام بندشیں کاٹ دی گئی تھیں۔ گو وہ زخمی تھا لیکن اس کے چہرے سے توانائی اور متانت کا اظہار ہوتا تھا۔

درباری دور ہٹ گئے تھے اور ہم دونوں ایک دوسرے

کو خونخوار نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ نوجوان سے میں بہت متاثر تھا، چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔

" تیرے وار میں کوئی کمزوری نہیں ہونی چاہیئے جوان تیری محبت داؤ پر لگی ہوئی ہے۔"

" ہم لوگ عزت کے لئے مرنا جانتے ہیں۔ تو جو کوئی بھی ہے، مجھے افسوس ہے میرے ہاتھوں مارا جائے گا لیکن بہرحال تو میرے دشمن کی فوج کا سپاہی ہے۔"

" مجھے تیرے ہاتھوں مر کر خوشی ہوگی نوجوان۔ چل وار کر۔" میں نے کہا اور بلاشبہ بڑا بھرپور وار تھا۔ میں نے اسے اپنی تلوار پر روکا اور ایک بہت ہی بے جان وار اس پر کیا۔ گلبر نے پھرتی سے جگہ بدل کر وار روکا اور فوراً ہی دوسرا وار کر دیا اس کے بعد وہ پے درپے وار کرنے لگا۔ میں نے ایسا اظہار کیا جیسے مجھے حملہ کرنے کا موقع ہی نہ مل رہا ہو۔

پھر ایک بار میں نے تلوار اس انداز میں ٹیڑھی کی کہ میری تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ درباریوں کے منہ سے آفرین کی صدا نکل گئی تھی۔ گلبر نے تلوار میرے سینے پر رکھ دی۔ چنگیز خان کا چہرہ غضبناک ہو گیا تھا۔

" ہمارا خیال ہے کہ ارزق خان کی تلوار کا ٹوٹ جانا محض اتفاق ہے، اسے دوسری تلوار دی جائے۔"

" نہیں، میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔ اس کے بازوؤں میں فولاد بھرا ہوا ہے۔" میں نے گردن جھکا کر کہا۔ اور بدخشاں کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ روشنی پھیلا رہا تھا۔ اور وہ خوشی سے دیوانی ہو رہی تھی۔

" گویا تم اب مقابلہ نہیں کرو گے۔"

" میں اس سے نہ جیت سکوں گا۔" میں نے بزدلی سے کہا، اور چنگیز خان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ دیر تک وہ بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلائی۔

" ہرات کے نوجوان! ہم تیری فتح تسلیم کرتے ہیں۔ اپنی محبوبہ کے نزدیک پہنچ اور اسے لے کر یہاں سے چلا جا۔" اس کی آواز کی گرج سے پورا دربار گونج رہا تھا۔ نوجوان نے بدخشاں کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اور پھر اس نے جبینہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ شاید یہ چنگیز خان کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ اس کی پسندیدہ چیز کوئی اور لئے جا رہا تھا۔ لیکن بہرحال یہ اس کی خوبی تھی کہ اس نے عہد پورا کیا تھا۔

چنگیز خان فوراً اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور باقی کام اس نے چھوڑ دیئے تھے۔ اس سے اس کی ناراضگی اور بے چینی کا اظہار ہوتا تھا میں نے مسکراتے ہوئے سلانوس کی طرف دیکھا۔ سلانوس کی آنکھوں میں پیار تھا۔

لیکن دوسرے لمحے میرے بدن کے گرد بے شمار زنجیریں کس دی گئیں۔ میں حیرانی کے اظہار کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ سلانوس نے بے چینی سے مجھے دیکھا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

مجھے قیدیوں کی طرح سے جایا گیا اور ایک خیمے میں قید کر کے سخت پہرہ لگا دیا گیا۔ میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ بہرحال کئی گھنٹے مجھے قید رہنا پڑا۔ پھر غضبناک لوگ مجھے لے کر چنگیز خان کے خیمے کی طرف چل پڑے۔

اور پھر مجھے چنگیز خان کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

خاقانِ اعظم کی آنکھوں سے قہر و جلال ٹپک رہا تھا۔ اس نے نفرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کرخت لہجے میں بولا۔

" اس کے ساتھی کو لاؤ۔"

اور چند ساعت کے بعد سلانوس کو لے آیا گیا۔

" اے رحمدل..... اور اے نمک حرام شخص! تیرے نزدیک ایک حسین عورت چنگیز خان سے زیادہ حیثیت کس طرح اختیار کر گئی۔ اور جبکہ تو خود اس کا طالب نہیں تھا۔"

" میں عتاب کی وجہ جاننا چاہتا ہوں خاقانِ اعظم۔" میں نے بے خوفی سے کہا۔

" تو نے جان بوجھ کر گلبر سے شکست کھائی کیا یہ غلط ہے۔"

" نہیں۔"

" تو اسے بہ آسانی شکست دے سکتا تھا۔"

" ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔"

" تو پھر تو نے غداری کیوں کی؟"

" خاقانِ اعظم، تفصیل بہت لمبی ہے اور تمہارے چھوٹے سے ذہن میں یہ ساری باتیں نہیں آ سکتیں۔ تم نے ہمیشہ فتح حاصل کی ہے یا کبھی شکست کا بھی مزہ چکھا ہے؟"

" گستاخ خاموش رہو۔ خاقانِ اعظم کے سامنے یہ جرأت؟" ہیبت خان دھاڑا۔

" اسے بولنے دو ہیبت خان، موت اس کے قریب ہے۔"

" شکریہ چنگیز خان۔ میں نے اس لڑکی کی اور تیری گفتگو سنی۔ اگر تو فراخ دل ہوتا تو اسے رہا کر دیتا۔ لیکن تو نے تنگدلی کا مظاہرہ کیا اس لئے میں نے سوچا کہ تجھے شکست کا مزہ بھی چکھایا جائے۔ سو میں نے ایسا ہی کیا۔"

" تو نے یہ بھی سوچا کہ اس کے نتیجے میں تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

" میں نے کہا نا چنگیز خان، ممکن ہے تو فاتحِ اعظم ہو، اور آنے والی تاریخ تیرے کارناموں سے بھری ہوئی ہو۔ لیکن اس چھوٹے

سے واقعے کو تاریخ میں جگہ نہ دینا کیونکہ تو اس کی توجیہہ نہ تلاش کرسکے گا۔"

" گستاخ شخص "۔ ہیبت خان پھر دھاڑا۔

" نہیں ہیبت خان، چنگیز خان تمہارا آقا ہے۔ میرے سامنے اس کی حیثیت ایک احمق دیوانے کی سی ہے، ان زنجیروں میں جکڑ کر تم نے غلط تصور قائم کرلیا ہے میرے بارے میں "۔ میں نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے بدن پھیلایا۔ زنجیریں تڑاخ کے ساتھ ٹوٹ گئیں۔

وہاں موجود تمام لوگوں نے تلواریں نکال لیں۔ وہ سب ایک اشارے کے منتظر تھے۔

" ٹھہرو "۔ سلانوس آگے بڑھ آیا۔ " اسے تم لوگ قتل نہ کرسکو گے ۔ں اس کی موت کا راز جانتا ہوں "۔ اس نے کہا اور پیش قبض سے خنجر ۔ال لیا۔

" اس گستاخ شخص کی گردن اتار کر ہمارے قدموں میں ڈال دو" ۔ںگیز خان نے کہا اور سلانوس میری طرف بڑھا۔

" کیا تم نے ستاروں کا رُخ دیکھ لیا ہے سلانوس؟"

" ہاں۔ مگر خاموش رہو "۔

" میں تنہا چنگیز خان کی فوجوں کو تہہ تیغ کرسکتا ہوں سلانوس۔ دوسری بات ہے کہ اس میں وقت بہت لگے گا "۔ میں نے ہنس کر ۔ا اور سلانوس نے بوکھلا کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ ..... پھر اس نے ۔ا پھ درست کئے اور دوسرے لمحے ہمارے سامنے دھواں پھیل ۔ا ہم حال میں لوٹ آئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے دانش ۔ے میں کھڑے تھے۔ سلانوس نے خنجر پھینک دیا اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

" کیوں سلانوس کیا تھکن محسوس کر رہے ہو؟"

" اور تم کہہ رہے تھے کہ ماضی میں ایسے بے شمار بھیانک کردار ۔ما ہوچکے ہیں "۔

" ہاں، یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے "۔

" اس کے باوجود نسل انسانی موجود ہے "۔

" کائنات بے حد وسیع ہے سلانوس۔ لیکن مستقبل کے اس ۔فر نے مجھے زیادہ متاثر نہیں کیا۔ میں ذرا دور کے ماحول میں سفر ۔ا چاہتا ہوں "۔

" سچ بات تو یہ ہے کہ مجھے پہلے ہی نظارے نے خوفزدہ کر ۔یا ہے۔ اور یہ سنا رہے۔ انسانی فطرت کے نہ بدلنے کی کہانی ۔نا رہے ہیں "۔

" اس کے باوجود وہ کہانی ہمارے لئے اجنبی ہوگی۔ میں ذہنی ۔لندہ دور کرنا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے تم جلد از جلد ایک اور ۔فر کی تیاریاں کرو "۔ میں نے کہا اور سلانوس گردن ہلانے لگا۔

اور اس بار بوڑھے سلانوس نے فیصلہ کیا تھا کہ اس صدی سے کئی صدی آگے کے دور میں جائیگا خواہ اس کے لئے مخصوص زاویوں کی تلاش ہی کیوں نہ کرنی پڑے

"ستاروں کی نشاندہی کے مطابق ایک دور ایسا بھی ہوگا جب انسان کل پرزوں میں بدل جائیگا۔ اس کے افعال اور عمل لوہے کے غلام ہوں گے یہاں تک کہ اس کا ذہن بھی لوہے کا تابع ہوگا۔"

"لوہے کا ذہن؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں! نہ جانے ستاروں کی کہانی کیا ہے۔ انہوں نے اسی دور کی نشاندہی کی ہے۔ اور کاس تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا انسان کی یہ جدید ترین نسل دلکش نہ ہوگی؟"

"بلاشبہ"

"تو کیوں نہ ہم کچھ وقت اس کی تلاش میں صرف کریں"

"مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے"

"ہمیں انتظار کی کوفت برداشت کرنا ہوگی۔"

"تمہاری حسین دنیا کی کئی بار تعریف کرچکا ہوں۔ میں یہاں رہ کر ذرا بھی کوفت نہیں محسوس کرتا۔"

"صرف اس لئے کہ تم علم دوست ہو۔ یہاں کے ماحول سے جس طرح چاہو لطف اندوز ہو۔ میں مصروف ہوئے جاتا ہوں"۔

"بالکل ٹھیک۔ تم بے فکری سے اپنا کام کرو" میں نے کہا اور سلانوس سر ہلا کر چلا گیا۔ لیکن میں تنہائی میں اس کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔ لوہے کے غلام۔ انسان کس طرح لوہے کا غلام ہوسکتا ہے۔ اس کا ذہن فولادی کیوں کر ہوسکتا ہے۔

تعجب کی بات نہیں تھی گذرے ہوئے ادوار محبت کے ادوار ہوتے تھے۔ اس وقت جب انسان غاروں میں رہتا تھا۔ پتھروں سے شکار کرتا تھا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک دن وہ اتنی آسائشیں مہیا کرے گا۔ ایک دن وہ ایک ایسا نظامِ حیات تیار کرے گا کہ خود اُسے اس پر تعجب ہوگا۔

اگر ان تمام باتوں کو مدِنظر رکھا جاتا تو یہ سوچ کر حیرت نہیں ہونی چاہیئے تھی کہ کچھ عرصے کے بعد انسان اپنے ذہن کو فولادی ذہن میں بدل دے گا۔ یا پھر ستاروں کے استعارات ممکن ہے بوڑھے سلانوس کی سمجھ میں نہ آئے ہوں اور دفعتاً میرے ذہن میں یہ خیال اُبھرا کہ ستارے تو یہاں بھی ہوتے ہیں۔

تحت الثریٰ کا موسم اور ماحول اگرچہ یکساں ہے تو وہ چاند ستاروں کے اثر سے محفوظ نہیں ہے لیکن یہاں اس قسم کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ ذہن کی گرہیں الجھی ہوئی تھیں۔ کچھ بھی ہو بوڑھا سلانوس ایک باعلم شخص تھا اور اس کی علمیت اور ذہانت کا میں معترف تھا۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ ستاروں کے استعارات کے بارے میں بوڑھے سلانو کی بات کا مجھے یقین نہیں آیا تھا۔

چنانچہ بوڑھے سلانوس نے مجھے جو کچھ بتایا اگر میں خود بھ ستاروں سے اس بارے میں معلوم کرتا تو اس سے زیادہ واضح اور زیادہ بہتر طور پر معلوم کرسکتا تھا۔ اور یوں بھی مجھے یہاں کوئی کا نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلانوس کی ساری دُنیا میری دیکھی بھا تھی۔ گو اس عجائب خانے میں اُس نے ایسے ایسے موتی سجا رکھے ت کہ دیکھ کر سخت تعجب ہوتا تھا لیکن میں اب ان سب سے اس طرح وا ہوگیا تھا جیسے بوڑھا سلانوس واقف تھا۔

بوڑھے سلانوس کی حیرت انگیز کائنات میں سیر کرتے بے حد دلچسپ اور دل کش تھی، لیکن اس دلچسپی یا دل کشی میں اور کوئی ندرت نہیں تھی۔ سلانوس میرے سلسلے میں الجھ گیا تھا اور اپنی دنیا کو تقریباً فراموش کرچکا تھا اور ہم دونوں ماضی اور مستقبل کے سفر کے چکر میں پھنسے ہوتے تھے۔ بلکہ دیکھا جائے تو بوڑھا سلانوس بھی میری صحبت میں خراب ہوگیا تھا۔

میں یہ سوچ کر چھت کے نیچے سے نکل آیا کہ کھلے آسمان کے نیچ ستاروں کا ہمراز بن سکوں اور میرے دوست ستارے شناسا نگاہو سے مجھے دیکھنے لگے۔ وجہ یہ تھی کہ میں بہت عرصے کے بعد اُن کی د میں واپس آیا تھا۔

سو میں نے تلاش کیا اپنے دوستوں کو اور ان سے کہا کہ وہ اس طویل عرصے کی جدائی پر مجھے معاف کردیں، میں ایک بار پھر اُن کے درمیان ہوں۔

اور بلاشبہ پروفیسر ستارے مخلص ہوتے ہیں۔ وہ کبھی فریب سے کام نہیں لیتے اور اُن کی راہنمائی میں انسان صحیح راستے متعین کر سکتا ہے۔ گذری ہوئی باتوں کے متعلق ہماری گفتگو دیر تک ہوئی میں نے پوچھا کہ میں جاننا چاہتا ہوں اس دور کے بارے میں جسے آہنی دور کہا جاسکتا ہے اور یہ الفاظ میں نے بوڑھے مدبر سلانوس کے الفاظ کی روشنی میں کہے تھے۔

ستاروں نے رہنمائی کی میری اس دور کی جانب۔ میں نے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔

ہاں یہ ایک استعارہ ہے کہ انسان لوہے کا غلام ہوگا او خود اس کا ذہن آہنی۔ لیکن حقیقت حال اس سے مختلف ہوگی۔ انسا کی جسمانی نشوونما میں نہ تو کبھی کوئی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ کبھی ہوگ ہاں وہ ذہن جو بیشمار خلیوں پر مشتمل ہے اور جو انسان کو روزِ اول سے بخشا گیا ہے نت نئی ایجادات کرنے کا ماہر ہے بشرطیکہ وہ خو کو تلاش کرے سو اس دور کا انسان لوہے کو اپنی زندگی سے اس قد قریب کرے گا کہ پھر وہ لوہے ہی کا تابع ہوکر رہ جائے گا۔ اس کی

زندگی کی بیشمار حرکات فولادی مشینوں کی تابع ہونگی جو کبھی پتھر پھینکنے کے کام آئیں گی اور کبھی سمندر کا پانی نکالنے کے۔ ایسی مشینوں کا دور ہوگا جو خود کار ہوں گی اور انسان ان کے سامنے بالکل مجبور ہو جائیگا

میں نے سُنا اپنے دوستوں سے یہ حیرت انگیز بات سُنی اور بلاشبہ پروفیسر میرے ذہن میں ایک عجیب سی روشنی جل اُٹھی۔

میں نے اپنی اس طلب کو شدت سے محسوس کیا اور میں نے اسی انداز میں جیسا کہ سلانوس نے سوچا تھا سوچا۔

میں اس بوڑھے سے متفق ہو گیا اور اب اُسے موقع دینا چاہتا تھا کہ وہ جلد سے جلد اس دُنیا میں چلنے کے لئے نئے زاویئے تلاش کرے۔ اور بلاشبہ اس دَور کا سفر بے حد خوش گوار ہوگا۔

چنانچہ میں انتظار کرتا رہا۔ ستاروں سے ایک طویل ملاقات کے بعد میں واپس آ گیا اور بوڑھے سلانوس کی آرام گاہ میں آرام کرنے لگا۔ یہاں ہر قسم کے عیش و عشرت کے سامان موجود تھے۔

ایک دن بوڑھے سلانوس نے کہا "آبا۔ میرے دوست تم موجود ہو، یقین کرو، میں تمہیں ایسی دلچسپ بات بتانے آیا ہوں کہ تم سُن کر حیران رہ جاؤ گے بلکہ خوشی سے اچھل پڑو گے" بوڑھے نے مسرت بھری چہکار میں کہا اور میں اپنے اس دلچسپ بوڑھے دوست کو دیکھنے لگا۔

وہ بولا "میں نے ایسا زاویہ تلاش کر لیا ہے جس سے ہم مستقبل میں چھلانگ لگا سکتے ہیں اور بلاشبہ اس دَور میں جا سکتے ہیں جہاں مشینیں انسان کی زندگی پر حاوی ہیں" بوڑھے سلانوس نے کہا۔

"اوہ۔ تم یہ نام اس طرح لے رہے ہو سلانوس کہ تم نے اس دور کی کوئی جھلک دیکھی ہے"۔

"ہاں صرف ایک جھلک اور اُسے دیکھ کر آنکھیں بند کر لی تھیں"۔ سلانوس نے جواب دیا۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا

"کیونکہ میں بے ایمانی نہیں کر سکتا تھا"

"بے ایمانی"

"ہاں وہ دور بیحد دلکش ہے کم از کم تصوراتی طور پر ممکن ہے اس دور میں بھی کچھ خامیاں ہوں مگر میرے دوست۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں تمہارے بغیر اس کے بارے میں زیادہ تفصیل جانتا"

اوہ میرے دوست سلانوس"

"میں تمہاری رفاقت کو بہت عظیم سمجھتا ہوں"

"میں بھی تمہاری عظمت کا قائل ہوں"

"پھر کیا خیال ہے؟"

"وہی جو میرے دوست کا خیال ہے"

"جب ہم نے طویل کاوش کے بعد مستقبل کا یہ مشینی زاویہ تلاش کر لیا ہے تو پھر اس دَور میں جانے میں دیر کیوں کی جائے"

"بیشک لیکن سلانوس"

"ہاں ہاں بے جھجک کہو"

"کوئی خاص بات نہیں ہے، بس سوچ رہا تھا کہ وہ دور ہمارے لیے قطعی اجنبی ہوگا"

"ہاں خاص طور پر میرے لئے"

"میرے لئے بھی۔ حالانکہ جب بھی میں نے کسی نئے دَور میں قدم رکھا تو میرے ذہن پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ ظاہر ہے ہر نیا دَور پہلے دور سے مختلف ہوتا ہے اور میں اس مختلف دور کا عادی ہوتا ہوں، لیکن ہم جس دَور میں جا رہے ہیں وہ تدریج نہیں ہے"

"تدریج سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو سلانوس۔ یہ دور کے بعد دوسرے دور میں اتنا طویل فاصلہ نہیں ہوتا کہ انسان کی سوچ یکسر بدل دے اس میں پچھلے دَور کی سوچ کی اکثر جھلکیاں مل جاتی ہیں لیکن اُس وقت کے انسان میں کافی تبدیلیاں آ چکی ہوں گی" میں نے کہا۔

"ہاں تمہاری سوچ بجا ہے لیکن اس کے لئے ایک ترکیب کی جا سکتی ہے"

"کیا؟"

"ہم اس دَور میں داخل ہو کر فوری طور پر کسی عمل میں حصّہ نہیں لیں گے"

"اوہ" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ ظاہر ہے ہم اپنی اصل حیثیت میں ہوں گے۔ ہمیں چند بنیادی ضرورتوں کے سوا اور کوئی ضرورت تو ہوگی نہیں۔ اس حالت میں ہم صرف مشاہدہ کریں گے اور پہلے اس دَور، اس ماحول کو سمجھ لیں گے، اس کے بعد کوئی عمل کریں گے۔

"مناسب خیال ہے"

"بس تو ٹھیک ہے۔ آؤ تیاریاں مکمل ہیں۔ میں اس زاویے کو معکوس کر آیا ہوں اور ایک شعاع اس پر منجمد کر دی ہے"

"آؤ" میں اس کیساتھ چل دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک بار پھر اس کے دانش کدے میں پہنچ گئے جو ہمارے لئے ماضی اور مستقبل کی سواری تھا اور اس کے ذریعہ ہم انوکھے سفر کرتے تھے۔

میں نے دیکھا ایک آئینہ ایک مخصوص انداز میں رکھا ہوا تھا اور اس کی شعاعوں کی روشنی سب کچھ بتا رہی تھی۔ گویا یہ ہمارے سفر کا زاویہ تھا۔

"پورنا کیا تم تیار ہو؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا اور نجانے کیوں مجھے اپنی آواز پھنسی پھنسی محسوس ہوئی۔ اس سے قبل میں نے کبھی ایسی کیفیت محسوس نہیں کی تھی۔ اس بار ایسا کیوں تھا۔ مگر میں نے اپنی کمزوری کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ سلانوس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ہم دونوں ایک ہی زاویے

سے کھڑے ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ ہمارے چہروں پر سخت ہیجان تھا خاص طور سے سلانوس تو بہت ہی پُرجوش نظر آ رہا تھا۔

دفعتاً ہمارے جسموں نے زاویئے کا اثر قبول کرنا شروع کر دیا ہمیں اپنے کانوں میں سائیں سائیں محسوس ہونے لگی اور ہمارے جسم مستقبل کی ہواؤں کی نذر ہو گئے۔ ہمیں ایک طویل سفر کرنا پڑا۔ اور کافی دیر تک ہم دونوں فضاؤں میں گم رہے۔ انوکھا سفر تھا پروفیسر اور بے حد دلچسپ۔

تب ہمارے حواس واپس آنے لگے۔ گویا ہم نے صدیوں کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ ہم بینائی کی واپسی کا انتظار کرنے لگے اور جب بینائی واپس آئی تو دل چاہا کہ دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ یہ منظر ذہن سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ یہ کیسا انسان تھا۔ کیا اُسے واقعی انسان کہا جا سکتا تھا۔

چاروں طرف انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا لیکن اس کے درمیان اور بھی بہت سی عجیب و غریب چیزیں تھیں۔ ایسی چیزیں جنھیں ہم کوئی نام نہیں دے سکتے تھے۔ کوئی نام ذہن میں بھی نہیں آ رہا تھا۔

"پورنا" سلانوس نے کسی قدر کپکپاتے ہوئے انداز میں میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا بات ہے؟"

"کیا یہی انسان ہے؟"

"ہاں بالکل۔ لیکن کیا درحقیقت اس کے ذہن میں فولاد ہے؟"

"معلوم نہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ۔ یہ اس کی رہائش گاہ ہے" سلانوس نے ایک عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں نے نگاہ دوڑائی۔ عمارت ہی تھی لیکن اتنی اونچی چلی گئی تھی کہ سرا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

"یوں لگتا ہے جیسے آج کا انسان آسمان سے رابطہ قائم کر چکا ہے۔"

"کیا ستارے بھی اس کے نزدیک آ گئے ہوں گے؟"

"تعجب کی کیا بات ہے" میں نے کہا۔ ہم دونوں جس جگہ کھڑے تھے وہ عجیب سی جگہ تھی۔ اتنی صاف شفاف کہ تعجب ہوتا تھا۔ چکنی اور ہموار۔ اور اس ہموار جگہ کے چاروں طرف عجیب عجیب جانور دوڑ رہے تھے۔"

دفعتاً ہمارے عقب میں ایک جانور غرّایا اور ہم دونوں چونک پڑے۔ ہم نے پلٹ کر دیکھا تو لوہے کا ایک خوبصورت جانور منہ کھولے بغیر غرّا رہا تھا اور اُس کے پیٹ میں دو انسان موجود تھے۔

"یہ۔ اس کے پیٹ میں کس طرح گھس گئے" سلانوس نے تعجب سے پوچھا۔

"اور زندہ بھی ہیں دونوں" میں نے اس سے زیادہ حیرت کا اظہار کیا

"مگر یہ جانور کیا ہے" سلانوس نے کہا لیکن دوسرے لمحے وہ جانور ان دونوں انسانوں کو لے کر تیزی سے دوڑتا چلا گیا۔ اس کی رفتار دیکھ کر چکر آتے تھے۔

"اس دور میں انسان اور جانور ایک ساتھ رہتے ہیں"

"ہاں سبھی چھوٹے بڑے۔ ارے ادھر تو دیکھو" اور جو کچھ ہم دیکھ رہے تھے اُسے دیکھ کر عقل خبط ہوئی جا رہی تھی۔ ایک بات جو سمجھ میں آتی تھی۔ یہاں انسانوں کو صرف پہچانا جا سکتا تھا۔

"کیا یہاں سے آگے بڑھیں" بالآخر سلانوس نے پوچھا

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا"

"اس قدر اُلجھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ ماحول تعجب خیز ہے۔ لیکن کس قدر دلکش ہے۔ ہمیں صدیوں آگے کے ذہنی انسان کی صورت ملے گی۔ بہرحال اگر ان کے دماغ مشینی بھی ہیں تب بھی ان کا رکھ رکھاؤ وہی قدیم ہے۔"

"مثلاً" میں نے پوچھا۔

"اس کی سوچ، اس کا انداز" سلانوس نے کہا۔

"دیکھیے اندازہ لگایا تم نے"

"جسم پوشی کی کوشش"

"ہاں ان کے جسموں پر باقاعدہ لباس ہیں۔ لیکن یہ لباس پہلے سے کافی وزنی ہو گیا ہے اور اس کی تراشش بھی مختلف ہے یہ کچھ ضرورت سے زیادہ تنگ محسوس ہوتا ہے۔ مرد اور عورت اس لباس میں خوبصورت اور اچھے بھی لگتے ہیں۔

"بے شک اور یہ خوب صورت بھی کتنے ہیں" سلانوس نے کہا۔ ہم ایک ایک چیز پر تبصرہ کر رہے تھے۔ میں نے عورتوں کو دیکھا جن کی حرکات بے حد عجیب تھیں۔ ان کے لباس رنگین اور بھڑکیلے تھے۔ گویا انسان کی خوش لباسی کی کوشش صدیوں کے بعد بھی جاری رہے گی۔ اور یہ پرانی تہذیب سے بہت زیادہ نئی تہذیب تھی۔ میں نے سلانوس سے کہا "ایک سوال پیدا ہوتا ہے"

"کیا؟"

"اگر ان کے ذہن مشینی ہیں تو پھر ان کے سوچنے کا انداز کیوں نہیں بدلا۔"

"ہاں۔ ان کے لباس اور طرزِ رہائش سے تو یہی پتہ چلتا ہے"

"اس کا مطلب ہے کہ ان کے جذبات بھی آہنی نہیں ہوں گے۔ یعنی سرد اور بے مقصد نہیں ہو سکتے۔ دیکھو وہ شخص ہنس رہا ہے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"ہاں۔ اور جنسی اعضا کی تحریک کا نتیجہ ہے۔"
"بالکل ٹھیک سلانوس۔"
"اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ انسان جذبات سے عاری نہیں ہے۔"
"بالکل بالکل۔"
"گویا اس دور کا انسان بہت زیادہ بدل گیا ہے اور اُس نے اپنی کاوشوں سے کچھ ایسی چیزوں کو جنم دیا ہے جو بہت ہی عجب خیز اور سمجھ سے بالاتر ہیں لیکن ستاروں کے استعارے غلط نہیں ہوتے ۔۔۔"
"بے شک۔ ارے ۔۔ یہ ۔۔ یہ تمام چیزیں۔ ارے"، سلانوس نے جملہ درمیان سے ادھورا چھوڑ دیا۔

میں نے محسوس کیا تھا کہ سورج چھپ رہا ہے اور تاریکی پھیلتی جا رہی ہے لیکن اچانک جو کچھ ہوا تھا اُسے دیکھ کر ہم حیرت سے اُچھل پڑے۔ اس سے قبل بھی تاریکی میں روشنی جلانے کی کوشش صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ لیکن یہ روشنیاں عجیب سی تھیں۔

یہ نہ تو مشعلیں تھیں اور نہ ایسے الاؤ جن میں لکڑیاں جلتی ہیں بلکہ عجیب سی نقرئی اور سنہری روشنیاں تھیں جو اچانک ہی روشن ہو گئی تھیں۔ ایسی روشنیاں جگہ جگہ موجود تھیں اور جو تاریکی سورج کے چھپ جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی وہ اس انداز میں ختم ہو گئی تھی جیسے سورج غروب ہی نہ ہوا ہو۔

ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور نئے انسانوں کا بنایا شہر سورج کی کمی دور کر چکا تھا۔

اس نئے دور کے حیرت کدے میں ہم کس کس چیز پر حیرت کا اظہار کرتے۔ یہاں تو ساری ہی چیزیں حیرت کا باعث تھیں۔ تاہم ہم نے فیصلہ کیا کہ حیرت زدہ ہونے کے بجائے ایک ایسی جگہ تلاش کریں جو ہمارے قیام کے لئے موزوں ہو۔

سلانوس نے کہا "کیوں نہ اس سلسلے میں ہم یہاں کسی انسان سے رابطہ قائم کریں؟"
"میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"
"وہ کیوں؟"
"تم دیکھ رہے ہو ہم یہاں کتنی دیر سے کھڑے ہیں لیکن ہم نے یہاں انسان کو کسی دوسرے انسان کی جانب متوجہ ہوتے نہیں دیکھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دور کے انسان کو ایک دوسرے سے کوئی لگاؤ نہیں ہے اور نہ انہیں ہمیں دیکھ کر حیرت ہوئی ہے! عجیب بات ہے کہ انہیں اس بات سے دلچسپی کیوں نہیں ہے کہ دو اجنبی انسان اُن کے سامنے کھڑے ہیں جو اُن میں سے معلوم نہیں ہوتے۔" میں نے کہا۔

"لیکن پورنا، کیا ہم ان جیسے لگتے ہیں؟"
"مختلف نہیں ہیں، سوائے اس کے کہ ہم بہت قوی ہیں جبکہ یہ لوگ کافی کمزور ہو چکے ہیں۔ یا پھر لباس کی بناوٹ ان سے مختلف ہے!!"
"ہاں یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"
"ان میں مختلف اقسام کے لوگ موجود ہیں۔ پستہ قامت، دراز قامت، موٹے، دبلے، پتلے، جیسے کہ ہر دور میں مختلف ہوتے رہے ہیں۔"
"ارے وہ دیکھو اس شخص کا لباس کیا ہے۔ پورنا" سلانوس نے میری بات درمیان سے کاٹتے ہوئے کہا، اور میں نے اس طرف دیکھنا شروع کر دیا۔
"ہاں جس طرح ہم اُن کے بارے میں سوچ رہے ہیں اسی طرح انہوں نے بھی ہمارے بارے میں سوچا ہوگا کہ ہم دو مختلف لباسوں والے لوگ ہیں۔"
"اوہ۔ یہ ۔۔۔ یہ تو ۔۔۔ یہ تو وہی جانور ہے" سلانوس اچانک بولا۔ اس جانور کی دونوں آنکھیں اس انداز سے چمک رہی تھیں جیسے کہ شہر کی روشنیاں آنکھوں کو چکا چوند کر رہی تھیں۔
"سلانوس، میرا خیال ہے یہ جانور نہیں ہے۔"
"پھر کیا ہے یہ؟"
"کوئی ایسی فولادی شے، جس میں جان نہیں ہوتی۔ یہ تو انسان ہی کی تخلیق معلوم ہوتی ہے۔"
"اوہ حیرت، سخت حیرت، گویا انسان نے لوہے کے جانور بھی بنا لئے ہیں۔ ایسے جانور جن میں زندگی نہیں ہوتی لیکن وہ انسان کے غلام ہوتے ہیں۔ اس کے تابع ہوتے ہیں۔"
"ہاں بالکل۔"
"اور یہ عمارتیں۔ اُفوہ۔ کتنی بلند و بالا عمارتیں ہیں۔ کیا اس کے بالائی حصوں میں بھی انسان رہتے ہوں گے۔"
"ہاں۔ ان فلک بوس عمارتوں کی ترتیب بالکل نئی ہے۔ ایسی عجیب تعمیر ہم نے کبھی نہیں دیکھی۔ شاید تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ پہلے بھی مکانوں میں ایسے بلند حصے ہوا کرتے تھے لیکن اب انہیں بہت زیادہ بلند کر دیا گیا ہے۔"
"بالکل درست۔ گویا اس دور کے انسان سمجھ سے بالاتر نہیں ہیں!"
"ہاں" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور سلانوس بھی مسکرانے لگا۔

میں نے سلانوس کے شانوں پر ہاتھ رکھا اور ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ اس جدید نسل کو ہم بڑی دلچسپی سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے بہت سے لوگوں نے ہمیں بھی دیکھا جن میں سے کچھ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آتی اور کچھ گردن دوسری جانب کر کے کچھ اور دیکھنے لگے۔ لیکن ہم آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک

کہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں بے شمار انسانوں کا جم غفیر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ لوگ ایک عمارت کے اندر جانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ دوسرے لوگ انھیں دیکھ رہے تھے، اور کچھ بولتے بھی جا رہے تھے۔ میں ان کی آواز سننے لگا اور پھر میرے ہونٹوں پر خوشی کی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سن رہے ہو سلانوس؟"

"ہاں۔"

"سمجھ بھی رہے ہو؟"

"نہیں۔" سلانوس نے مایوسی سے کہا۔

"افسوس یہ صفت تمہارے اندر نہیں ہے اور اس سے تمہیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے، میں کچھ وقت کے بعد ان کی زبان بھی سمجھ لوں گا۔ فی الحال تم مجھے سمجھاتے رہو۔" سلانوس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

پھر انسانوں کا ایک ریلا عقب سے آیا اور ہم بلا ارادہ اس عمارت میں داخل ہو گئے۔ روکنے والے خود اندر آ گئے تھے۔ نہ جانے وہ اندر آنے والوں کو کیوں روک رہے تھے۔ ہم بُری طرح پھنس گئے۔ میں خاص طور سے سلانوس کی حفاظت کر رہا تھا۔

بمشکل تمام ہم ایک ایسی مناسب جگہ پہنچے جہاں رش نہیں تھا

"پورنا۔ اب یہاں سے نکلو گے کس طرح۔"

"دیکھا جائے گا سلانوس۔ پہلے یہ دیکھو کہ یہ لوگ یہاں کیوں آتے ہیں۔"

"اوہ۔ وہ دیکھو۔ شاید وہ دربارِ عام ہے۔" سلانوس نے ایک روشن جگہ کی طرف اشارہ کیا جو کافی بلند تھی۔ اس کے چاروں طرف رسے بندھے ہوئے تھے اور درمیان میں سپاٹ جگہ تھی۔

"ممکن ہے ان کا بادشاہ یہاں آنے والا ہو۔"

"ہاں ممکن ہے۔" سلانوس ایک ٹھنڈی سانس لیکر بولا اور میں خاموشی سے اپنے قریب کھڑے ہوئے آدمیوں کی گفتگو سننے لگا۔ میں ان کے بولنے کے انداز پر غور کر رہا تھا، اور اُن کا مفہوم بھی سمجھ رہا تھا۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ میں اُن کے انداز میں بول سکتا ہوں، اور یہ میری فطری صلاحیت تھی۔ تب میں نے سلانوس سے کہا۔

"ہم اپنے ارادے میں تھوڑی سی تبدیلی کریں گے سلانوس۔"

"کیا۔" سلانوس نے پوچھا۔

"پہلے ہم نے سوچا تھا کہ اُن سے دور رہیں گے اور پہلے ان کا مشاہدہ کریں گے۔"

"ہاں تو کیا اب تم اس میں کوئی تبدیلی کر رہے ہو۔"

"ہاں۔"

"کیا تبدیلی کرو گے؟"

"ہم ان کے افعال میں عملی طور پر حصہ تو نہیں لیں گے لیکن ان سے معلومات ضرور کریں گے۔"

"وہ کس طرح؟"

"میں ان کی زبان سمجھ اور بول سکتا ہوں" میں نے انکشاف کیا اور سلانوس حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

"اتنی جلد۔" اس نے کہا۔

"ہاں، یہ میری خصوصی صلاحیت ہے، اگر میں ادوار کے انسانوں سے لاعلم رہتا تو خود کو ان میں ضم نہیں کر سکتا تھا۔"

"کاش تمہاری طرح میں بھی کچھ ایسی ہی خصوصیات کا حامل ہوتا۔" سلانوس نے حسرت سے کہا "ٹھیک ہے لیکن انہیں ہماری اصلیت کا اندازہ نہیں ہونا چاہیئے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" میں نے کہا اور پھر میں نے ایک آدمی کو تاکا اور اُس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔

"ٹکٹ ہے بھائی، یہ دیکھو بغیر ٹکٹ نہیں ہوں" اس نے کہا اور جیب سے کوئی چیز نکال کر میری طرف بڑھا دی

"کیا کروں اس کا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاتھ تو ہٹا یار کندھا ٹوٹا جا رہا ہے، آخر بات کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"پولیس والے ہو۔ میرا مطلب ہے، اسپیشل پولیس والے؟"

"نہیں۔" میں نے گردن ہلا دی۔ نہ تو میں پولیس کا مطلب سمجھا تھا، نہ اسپیشل کا۔

"پھر کیا پوچھ رہے ہو، پوچھو۔"

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"اس کا مطلب ہے تم بغیر ٹکٹ ہو۔ کیوں ہونا۔"

"ہاں" میں نے بلاوجہ اقرار کر لیا۔

"سالے ٹھیک سے انتظام بھی نہیں کر سکے۔ تم ایسے ہی مُنہ اُٹھا کر گھس آئے ہو۔ کشتیاں ہو رہی ہیں بھائی۔ بڑے نامی گرامی پہلوانوں کی۔ ان میں جگا سنگھ بھی لڑے گا ایک جاپانی پہلوان سے۔ بڑی ڈنکے کی چوٹ ہے۔"

"کشتیاں ہو رہی ہیں۔" میں خوشی سے بولا۔

"ہاں، بہت خوش ہو۔ مجھے تو تم بھی پہلوان معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں! میں بھی کشتی لڑنا چاہتا ہوں"

"ارے تو کیا مجھ سے لڑو گے۔ جاؤ نام لکھوا دو۔ آمدنی ہو جائے گی۔"

"کہاں نام لکھوا دوں؟" میں نے پوچھا۔ میرے ذہن میں وہی
...ہاں ترکیب آگئی تھی یعنی کوئی انعام حاصل کر لوں اور پھر عمل شروع
...ر دوں۔

"وہ سامنے چلے جاؤ۔ کشتی کے منتظمین بیٹھے ہیں"۔ اس نے ایک
...ف اشارہ کیا، اور میں نے اُس کے اشارے کی سمت دیکھا پھر میں تے
...ں سے کہا۔

"وہاں جا کر کیا کروں؟"

"کرسی میز سمیت اٹھا کر پھینک دینا سالوں کو، خود سمجھ جائیں
...ے کہ تم بھی پہلوان ہو"۔ اس نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گیا۔ اتنا
...ہ وقوف تو نہیں تھا، اندازہ ہو گیا کہ وہ شخص مجھے غلط بات بتا رہا ہے۔
...ہی میں اُس طرف بڑھ گیا۔

میرے لئے وہاں تک پہنچنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔ چلتے وقت
...ں نے بیچارے سلانوس کو تسلی دے دی تھی۔ اور وہ منہ کھول کر
...گیا تھا۔ البتہ یہاں مجھے جو لوگ نظر آئے ان کے تن و توش خوب
...۔ خاص طور سے ایک گیند نما آدمی خوب اچھل رہا تھا۔

"تمہارا تمام اکھاڑہ توڑ پھوڑ دوں گا صاب جی۔ وہ سالا نہیں آیا
...ے جیتا ہوا قرار دو" وہ کہہ رہا تھا۔

"کوبا سنگھ سخت بیمار ہو گیا ہے"۔ ایک شخص نے کہا۔

"وہ سالا غلام خاں کے خوف سے بیمار ہو گیا ہوگا۔"

"یہ بات نہیں غلام خاں، اگلے ہفتے تمہاری کشتی کرا دیں گے۔"

"کوئی اور سالا نہیں ہے میری جوڑ کا، میں تو جگا سنگھ کو
...لی کرنے والا ہوں۔"

"ضرور کر دینا۔"

"مگر میں اپنا معاوضہ ضرور لوں گا۔"

"لڑے بغیر"

"میں تو لڑنے آیا ہوں۔"

"کس سے لڑو گے؟"

"کسی سے بھی لڑا دو۔ ابھی تم غلام خان سے واقف
...ں ہو، یہ تمہارا کام ہے، میں تو سارے کام چھوڑ کر..... آیا ہوں"
...لام خاں نے کہا اور منتظمین پریشانی سے ایک دوسرے کی شکلیں
...ھنے لگے۔

"کیا کیا جائے قادر خاں؟" ایک نے دوسرے سے کہا۔

"مجبوری ہے، کوبا سنگھ نہیں آیا تو کیا کریں۔"

"میں کسی مجبوری وجبوری کو نہیں جانتا۔ سوچ لو۔ ورنہ پھر
...ھا کر دوں گا" غلام خاں نے کہا۔

"غلام خاں، غلام خاں، تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ تم اپنے
...ہو پرانے ساتھی ہو اور ذرا سی دیر میں کیوں آنکھیں بدل رہے

ہو۔" کسی نے کہا۔

مگر غلام خاں باز نہیں آیا۔ میں اس صورتِ حال کو دیکھ رہا تھا
سوچ رہا تھا، سمجھ رہا تھا۔ تب میں آگے بڑھا اور بڑی نرمی سے میں
نے اس شخص سے کہا

"کیا، میں بھی لڑ سکتا ہوں؟"

وہاں جتنے لوگ موجود تھے، انہوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔ غور
سے دیکھتے رہے۔ پھر اُن میں سے ایک بولا۔

"غلام خان سے لڑو گے؟"

"ہاں۔ جس سے تم چاہو گے، لڑوں گا۔" میں نے جواب
دیا اور غلام خاں مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"جا بھائی جا۔ اپنا کام کر۔ کاہے کو ہڈیاں تڑوانے کیلئے
آیا ہے۔ ارے میرے جوڑ کا آدمی بھیجو جی۔ کیا سمجھا ہے تم لوگوں نے
مجھے" غلام خاں نے عجیب سے انداز میں کہا

"غلام خان اگر تم چاہو تو اس سے لڑ سکتے ہو، ہم نہیں جانتے
کہ یہ کون ہے لیکن کچھ باہمت نظر آتا ہے۔"

"یہ بات ہے تو ٹھیک ہے مگر سوچ لو، اکھاڑے میں اترنے
کے بعد میں کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرتا۔"

"ٹھیک ہے غلام خان یہ تمہارا اپنا کام ہے، پچھاڑ دینا اس کو،
تمہیں تمہارا معاوضہ مل جائے گا۔" اس شخص نے کہا اور غلام خاں تیار
ہو گیا۔ اس نے میری جانب ہاتھ بڑھایا اور بولا۔

"ملا ہاتھ استاد، تو نے کام بنا دیا اپنا۔"

میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا، لیکن میں نے اس شخص سے
ہاتھ ملا لیا۔ بڑا ہی سخت اور کھردرا ہاتھ تھا اس کا۔ ویسے ایک بات میں
نے محسوس کر لی تھی کہ مزے دار شخصیت ہے۔ وہ ہنستا ہوا وہاں سے
لوٹ گیا اور وہ لوگ جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"میرا نام۔ میرا نام" میں نے کسی قدر الجھے ہوئے لہجے میں
کہا۔

"ہاں، نام تو بتایئے اپنا"

"پورنا۔"

"یہیں کے رہنے والے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے۔ لکھ بھائی لکھ۔ پورنا۔ تمہاری کشتی چوتھے
نمبر پر ہے۔ کیا سمجھے۔"

بڑا زور دینا پڑا تھا اپنے دماغ پر۔ اسے ہاں کہہ کر میں ایک
طرف ہو گیا۔ ان لوگوں کی گفتگو ایسی تھی جن میں سے بعض الفاظ خود
ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے ہوں گے۔ آخا میں نے ضرور محسوس کر

لیا تھا کہ وہاں جو کشتیاں لڑی جا رہی تھیں، ان میں شاید کچھ معاوضے وغیرہ کی بات بھی تھی۔

پروفیسر ہر قسم کے اجنبی ماحول میں خود کو ضم کر لینا آسان بات نہیں ہوتی۔ اگر میں خصوصی طور پر کچھ خوبیوں کا مالک نہیں ہوتا تو نجانے اس نئے دور میں میری کیا درگت بنتی۔ لیکن میں نے بہت جلد حالات کو سمجھ لیا تھا، اور خود کو اس کے مطابق ڈھالنے میں ناکام نہیں رہا تھا۔

میں نے واپس جانا چاہا لیکن جن لوگوں نے میرا نام ایک کاپی میں لکھا تھا، انہوں نے مجھے روک لیا۔

"کہاں جا رہے ہو پہلوان؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کہیں نہیں۔ میرا ایک ساتھی یہاں موجود ہے' اُسے لینا ہے"

"تم نام بتا دو اُس کا، ہم اُسے یہیں بلوا لیں گے۔ تمام پہلوان ایک جگہ جمع ہیں اور انہیں یہیں رہنا چاہیئے تاکہ وقت پر ان کی تلاش میں دقت نہ ہو۔ ویسے تم بالکل نئے معلوم ہوتے ہو، ہم نے کبھی تمہیں لڑتے نہیں دیکھا۔ کون سے اکھاڑے سے تعلق رکھتے ہو تم؟"

"کسی سے بھی نہیں" میں نے جواب دیا۔ اب میں کسی حد تک خود پر قابو پاتا جا رہا تھا۔ بلاشبہ یہ الجھا الجھا سا ماحول میرے لئے غیر دلچسپ تھا لیکن جیسے تیسے مجھے خود کو اس میں ضم کرنا ہی تھا۔

"کیا نام ہے تمہارے ساتھی کا؟" ان میں سے ایک نے پوچھا

"سلانوس"۔ وہ اس طرف ہے۔

"کیا نام بتایا؟" ان میں سے ایک نے کان پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"سلانوس"۔

"یہ جالینوس کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔ بلا بھائی بلا اس سلانوس کو۔ اور چند ہی ساعت کے بعد میں نے ایک خوفناک آواز سنی سلانوس جہاں بھی ہو اپنے دوست پورنا کے پاس پہنچ جائے۔ پورنا انتظار کر رہا ہے۔ پورنا پروموٹرز کے پاس موجود ہے"

وہ گرجدار آواز کسی انسان کی نہیں معلوم ہوتی تھی لیکن حیرت کی بات تھی کہ وہ الفاظ میرے نزدیک ہی بیٹھا ایک شخص ادا کر رہا تھا اور یہاں اس کی آواز اتنی تیز نہیں تھی۔ لیکن اس کے سامنے ہی کوئی چیز رکھی ہوئی تھی۔ انسانی ذہن کی کوئی اور تخلیق۔ میں نے سوچا۔ لیکن یہ آواز سلانوس کے لئے بیکار تھی۔ ظاہر ہے وہ ان الفاظ کو کیا سمجھتا۔ بمشکل تمام میں نے ان لوگوں کو سمجھایا، تب وہ مانے اور پھر انہوں نے مجھے تنہا نہیں رہنے دیا۔ ایک آدمی میرے ساتھ آیا تھا۔ میں نے انسانوں کی بھیڑ میں بمشکل تمام سلانوس کو تلاش کیا۔ وہ میری طرح گھبرایا ہوا تھا۔

"کہاں پھنس گئے پورنا؟" اس نے کہا

"گھبراؤ نہیں سلانوس۔ انسان بالکل نہیں بدلا۔ ہاں اس کے ذہن نے بہت ترقی کر لی ہے۔ تم نے ابھی ایک گرجدار آواز سُنی ہو گی؟"

"ہاں اُس نے پورنا اور سلانوس کہا تھا"

"وہ تمہیں میرے پاس بلا رہے تھے"

"کیا مطلب" سلانوس نے پوچھا اور پھر میں بمشکل سلانوس کو ساری تفصیل سمجھا سکا، اور اُسے لیکر وہاں واپس پہنچ گیا سلانوس اب بھی پریشان نظر آ رہا تھا۔

"لیکن تمہیں اس سے فائدہ کیا ہو گا؟"

"ہو گا سلانوس"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا"

"اس طرح ہم کچھ لوگوں سے دوستی کریں گے"

"ممکن ہے" سلانوس نے بے یقینی سے کہا اور پھر کشتیاں شروع ہو گئیں..... دو لڑاکے نظر آئے۔ دونوں کے لباس بیحد مختصر تھے، اور وہ ایک دوسرے سے زور آزمائی کرنے لگے۔ کشتی کم کھیل زیادہ تھا۔ وہ نہ جانے کس طرح ایک دوسرے کے ہاتھ پاؤں مروڑ رہے تھے، اور ایک دوسرے سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔

مجھے بھی سب کچھ کرنا تھا اس لئے میں انہیں غور سے دیکھ رہا تھا اور اُن لوگوں کا انداز سمجھ رہا تھا۔

"یہ کشتی ہے" سلانوس نے کہا

"ہاں بدلے ہوئے انسان کی جدت یقیناً دلچسپ ہے سلانوس تم اس دور کے انسان کو معمولی نہیں کہہ سکتے"

"ہاں اپنی ایجادات میں تو وہ لاثانی ہے۔ جو کچھ ہم نے بارونق علاقوں میں دیکھا ہے وہ ناقابل یقین ہے"

"بیشک، وہ دیکھو۔ وہ دیکھو جس طرح وہ ایک دوسرے کے جال سے نکل رہے ہیں وہ تو دلچسپ ہے"

"اور اب تم اس جدید دور کے ذہین انسان سے لڑو گے؟"

"ہاں سلانوس میں عظیم تر ہوں۔ وہ میرے مقابل نہیں ہو سکتے۔ اور یہ واقفیت کا ایک عمدہ ذریعہ بھی ہے" میں نے کہا اور سلانوس ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ شاید کشتی کا فیصلہ ہو گیا۔ ایک شخص اسی گرجدار آواز میں ایک پہلوان کے جیت جانے کا اعلان کرنے لگا۔ پھر دوسری کشتی ہوئی اور اُس کے بعد تیسری چوتھی کشتی میری تھی۔ میرا مقابل بڑا اچھل رہا تھا۔

"تمہارے پاس کچھا ہے پہلوان" پروموٹر نے پوچھا۔

"وہ کیا ہوتا ہے؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"تو سنبھالو۔ دو بھائی اسے کچھا دو۔ تیاری کرو اس کی باری آ گئی ہے" اور پھر مجھے وہی مختصر لباس دیا گیا۔ میں نے بمشکل

وہ لباس پہنا۔ مجھے تو ان جیسا ہی بننا تھا، اس لئے تکلف کیا۔

پھر اسی گرجدار آواز میں کہا گیا۔ اب آپ کے سامنے جو تھا ... پیش کیا جا رہا ہے۔ غلام خان، شیروں کا شیر اور اس کا مقابل پورنا۔ ... چیلدار پہلوان جو کشتی کی دنیا میں نیا معلوم ہوتا ہے لیکن اس نے غلام خاں کو للکارا ہے اور پھر ہم دونوں اس ایرینا کی طرف بڑھ گئے جو بالی تھا۔ اور پھر سیڑھیاں چڑھ کر ہم ایرینا جسے وہ لوگ اسٹیج کہتے تھے پہنچ گئے۔ غلام خاں بہت زیادہ اچھل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت ناک سفاکی تھی، جبکہ میں پرسکون تھا۔ میرے ذہن میں کوئی خاص خیال نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں سوچ رہا تھا کہ نمایاں ہر دگی کا مظاہرہ کر کے جدید نسل کے جدید لوگوں کو اپنا دوست بناؤں اور یہی جذبہ مجھے کچھ کرنے پر اکسا رہا تھا۔ جس انداز میں غلام خان اچھل رہا تھا اس سے لوگ بڑے محظوظ ہو رہے تھے۔ اور میری خاموشی پر مسکرا رہے تھے۔

لیکن میں پرسکون تھا، میں سوچ رہا تھا کہ یہ شخص میرے مقابلے پر آ گیا ہے۔ ویسے یہ بھی عمدہ بات تھی کہ میں ان لوگوں کو لڑتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ یہ ایک مخصوص قسم کی طاقت آزمائی تھی لیکن میرے لئے بالکل نئی تھی۔

تب ایک آدمی جو ان لوگوں کے درمیان ثالث ہوا کرتا تھا یا اس لڑائی کا نگران وہ میرے نزدیک آگیا۔ اس نے میرے پورے بدن کو ٹٹولا اور دونوں ہاتھ اوپر کرنے کے لئے کہا۔ میں نے اس کے ساتھ مکمل تعاون کیا تھا۔ جبکہ غلام خان اس سے مذاق کرتا رہا۔ تب ایک گھنٹی کی آواز سنائی دی اور غلام خان بازو پھڑکاتا ہوا میرے نزدیک آگیا۔ میں پرسکون انداز میں آگے بڑھا۔ میرے انداز میں بے حد اعتماد تھا اور لوگ میری جانب متوجہ ہو رہے تھے۔

غلام خان نے جھکائی کر کے اپنے دونوں ہاتھ میرے شانوں پر رکھ دیئے اور مجھے جھکائی دینے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں طرف پھیلا دیئے تھے۔ پھر غلام خان مجھ سے لپٹ گیا اس کی کوشش یہی تھی کہ میری گردن میں بازوؤں کو لپیٹ کر اپنی بغل میں پھنسا لے۔

لیکن بھلا یہ اس کے لئے کس طرح ممکن تھا۔ میں دونوں ہاتھ پھیلائے رہا گویا میں اسے قسمت آزمائی کا موقع دے رہا تھا۔ غلام خان میرے بدن سے لپٹا کسی ارنا بھینسے کی طرح زور لگاتا رہا۔

لیکن پروفیسر میں زیادہ کچھ کہوں تو بے مقصد ہوگا۔ میری گزری ہوئی صدیاں تمہاری نگاہوں میں ہیں۔ غلام خان کو یہی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی پہاڑ کو دھکیل رہا ہو۔ اس وقت میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس کی کوشش رائیگاں جائے گی میں نے خود اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی ٹانگ بلند کر کے اسے اپنے سر سے اوپر اٹھا لیا۔ اس کے بعد میں نے اسے چاروں طرف چکر دیا۔ غلام خان بری طرح میرے ہاتھوں میں مچل رہا تھا اور پھر میں نے اسے ایک کونے میں کھڑا کر دیا۔ گویا میں نے اپنی جانب سے اسے کوئی اذیت دینے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن غلام خاں کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار تھے۔ اور چاروں طرف تالیوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔

غلام خاں نیچے آنے کے بعد عجیب انداز سے اچھلنے کودنے لگا، وہ..... بھاگ بھاگ کر مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ دفعتاً اس نے لیٹ کر میری ٹانگوں میں اپنی دونوں ٹانگیں پھنسانے اور انہیں بل دے کر مجھے گرانے کی کوشش کی لیکن بھلا یہ ناممکن سی بات کیسے ممکن تھی۔

میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اس کی ران پر اپنا ایک پاؤں رکھ دیا اور غلام خان کے حلق سے ایک تیز چیخ نکل گئی۔ اسے شاید یہ احساس ہوا تھا کہ اس کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ میں اس پر پاؤں رکھے رہا اور پھر میں نے جھک کر اسے اٹھایا اور دوبارہ زمین پر بیٹھ دیا لیکن غلام خان بڑی پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ آخری بار اس نے مجھ سے لپٹنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں اس نے کچھ بدتمیزیاں بھی کیں۔ شاید اس نے میری آنکھوں میں اپنی دونوں انگلیاں مارنے کی کوشش کی۔ اگرچہ اس کی یہ کوشش بالکل بے مقصد تھی لیکن جائز نہیں تھی۔ مجھے غصہ آگیا۔ میں نے اس کی گردن کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور اس کی ناک سے خون کا فوارہ بلند ہو گیا۔ نگران بری طرح اچھل پڑا۔ اس نے جلدی سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا اور بولا "چھوڑ دو۔ چھوڑ دو اسے۔" میں نے فوراً اس کے کہنے کی تعمیل کی۔ غلام خان ... پٹ سے نیچے گر پڑا تھا اور غالباً وہ اس کے حق میں بہتر ہی ہوا تھا۔ اگر میں ذرا سی قوت اور صرف کرتا تو اس کا بھیجا نکل کر میرے ہاتھ میں آجاتا۔

وہ شخص حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا جو اس لڑائی کا نگران تھا۔ پھر اس نے غلام خاں کو دیکھا۔ غلام خان چاروں شانے چت پڑا تھا۔ وہ حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ نگران نے جھک کر غلام خاں سے کچھ پوچھا لیکن غلام خان کی قوت گویائی ختم ہو چکی تھی۔ نگران نے میرے جیتنے کا اعلان کر دیا اور دوسرے لمحے اس نے کچھ لوگوں کو بھی طلب کیا۔

وہ لوگ جھک کر غلام خاں کی کیفیت دیکھنے لگے۔ ایک عجیب قسم کا بستر منگایا گیا۔ جس پر ان لوگوں نے اٹھا کر غلام خان کو لٹایا۔ اور وہ لوگ اسے اٹھا کر نجانے کہاں لے گئے۔ میں اب بھی اسی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ لوگ بے پناہ خوشی کے انداز میں چیخ رہے تھے، تالیاں بجا رہے تھے۔ تب میں وہاں سے نیچے اتر آیا۔ لوگوں کے

ایک ہجوم نے مجھے گھیر لیا۔ ان میں خاص طور پر وہ لوگ تھے جنہوں نے مجھے کشتی کی اجازت دی تھی۔

میں اُس جگہ آگیا جہاں سے مجھے لڑنے کی اجازت ملی تھی اور جہاں میرا وہ مختصر سا لباس موجود تھا جسے پہن کر میں اور سلانوس یہاں آئے تھے۔ سلانوس بھی اسی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور متحیرانہ انداز میں میرے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر میرا شانہ تھپتھپاتا ہوا بولا۔

"اگر تم تھوڑی سی قوت اور صرف کرتے تو شاید وہ مر جاتا"

"ممکن ہے" میں نے کہا "تمہیں کس طرح احساس ہوا؟"

"بس میں نے یہی اندازہ لگایا تھا" سلانوس نے کہا اور پھر اس کی بات درمیان سے کٹ گئی۔ وہ تمام لوگ جو اس سے پہلے مجھے کچھ نہیں سمجھ رہے تھے اب میرے گرد جمع تھے۔ ان کے منہ سے حیرت انگیز باتیں نکل رہی تھیں

"تم تو بلا کے طاقتور ہو نوجوان"

"غلام خان کی کیا حالت ہے؟" کسی نے سوال کیا

"ڈاکٹر اپنے خیمے میں لے گئے ہیں"

"لیکن یہ پہلوان۔ یہ تو بہت زبردست ہے"

"آؤ بیٹھو پہلوان، اپنا لباس بدل لو۔ تمہیں ابھی ادائیگی کر دی جائے گی۔ کیا تم دوسری کشتیوں کا معاہدہ کرو گے؟"

میں ان لوگوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ان کی باتیں مشکل سے سمجھ میں آ رہی تھیں اور ذہن پر بے حد زور دینا پڑ رہا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو کم سے کم جواب دیئے۔ پھر اس جگہ سے اطلاع آئی، جہاں وہ لوگ میرے مقابل کو لے گئے تھے۔

"غلام خان کی حالت خراب ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ وہ ذہنی توازن کھو بیٹھے گا۔ اُسے فوراً اسپتال بھیجا جا رہا ہے۔"

"خدا کی پناہ اس کی یہ حالت اس نوجوان کی وجہ سے ہوئی ہے۔"

"اس سے اس نوجوان کی بے پناہ طاقت کا اندازہ ہوتا ہے"

"یہی اندازہ ہوتا ہے" اور لوگ نہ جانے کیا کیا گفتگو کرتے رہے۔ پھر کچھ لوگوں نے کاغذ کے مخصوص طرز کے ٹکڑے میری طرف بڑھا دیئے۔ اور ایک عجیب سی چیز میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولے

"لو دستخط کر دو" اور مجھے اندازہ ہوا کہ وہ قلم ہے لیکن دستخط۔ اور پروفیسر میں نے ذہانت سے کام لے کر اس کاغذ پر ایک نشان بنا دیا۔ انہوں نے اس نشان پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

اب دوسری کشتی کا اعلان ہو رہا تھا اور یہ سب سے بڑی کشتی تھی۔ یعنی جگا سنگھ کی کشتی جسے ایک جاپانی پہلوان سے لڑنا تھا۔ میں نے بھی دلچسپی سے یہ کشتی دیکھی۔ دونوں لڑاکے شاندار تھے۔ اور ان کے لڑنے کا انداز بے حد شاندار تھا۔ میں نے ان کی کاوشوں کو بہت پسند کیا۔

اس وقت ایک شخص میرے پاس پہنچ گیا۔ "گل زمان تمہیں طلب کرتا ہے۔"

"کون؟"

"گل زمان"

"لیکن ـــــ ہم نے اس شخص سے بات کر لی ہے۔" ایک دبلا پتلے شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔

"بکواس مت کرو، تم گل زمان کے سامنے بول سکتے ہو؟ اگر وہ اسے طلب کرتا ہے تو تم روکنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔"

"یہ تو زیادتی ہے" اس نے احتجاج کیا

"ہو گی۔ آؤ پہلوان۔" اس شخص نے کہا

"تمہاری مرضی ہے دوست، اگر گل زمان سے تمہاری بات نہ بنے تو میرے پاس آ جانا۔"

"چلو آؤ" وہ شخص پھر بولا۔

"ابھی نہیں۔ میں ان دونوں کو دیکھ رہا ہوں۔" میں نے ایرینا میں آنے والوں کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر میں فیصلہ ہو گیا۔ جگا سنگھ نے دوسرے پہلوان کو ہرا دیا تھا۔ اس کا اعلان ہوا اور میں اس شخص کے ساتھ چل پڑا۔

جس جگہ مجھے لے جایا گیا وہ بھی اسی عمارت میں تھی اور یہاں ایک میز کے پیچھے ایک قوی ہیکل شخص بیٹھا ہوا تھا جس کی مونچھیں بہت بڑی بڑی تھیں اور آنکھوں کی کیفیت بڑی خوفناک تھی۔

"آؤ۔ آؤ پہلوان، تم نے تو کمال کر دیا۔ غلام خان تو گیا کام سے، حالانکہ بڑا عمدہ پٹھا اُٹھا تھا۔ بیٹھو۔ تم کافی نام پیدا کر لو گے" اور میں بیٹھ گیا۔

"کہیں باہر سے آئے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں"

"کہاں سے آئے ہو؟"

"دوسری جگہ سے"

"بھائی اس دوسری جگہ کا کوئی نام تو ہو گا؟"

"ہاں ہے" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"کسی پہاڑی علاقے کا جوان معلوم ہوتا ہے استاد دیکھو ٹھیک سے بول بھی نہیں پاتا۔" ایک اور شخص نے کہا۔

"ہاں یہی لگتا ہے۔ لیکن اگر یہ بات ہے تو مزا آ جائے گا۔ میرا یہ جوان تو ہنگامہ کر دے گا۔ تم لوگ نہیں جانتے کہ اس کے بدن میں کیا طاقت ہے؟ کہاں ٹھہرے ہوئے ہو پہلوان؟"

"کہیں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب تم میرے ساتھ رہو۔ تمہیں میرے پاس کوئی تکلیف نہیں

ہوگی۔ میں تمہارے آرام کا سارا بندوبست کردوں گا۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔

"تیار ہو؟"

"ہاں۔" میں نے گردن ہلادی۔

"اکیلے ہو یا اور بھی ہے کوئی تمہارے ساتھ۔"

"سلانوس ہے۔"

"یہ بھی کوئی پہلوان ہے؟"

"نہیں، میرا دوست ہے۔" میں ہنس پڑا۔ سلانوس اور پہلوان مجھے ہنسی آگئی۔ سلانوس سن لے تو بیہوش ہو جائے۔ الغرض دیر تک ہم یہاں رہے۔ سلانوس کو بھی اسی خیمے میں بلالیا گیا تھا۔

ان لوگوں کے ہنگامے ہماری سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ اس کے بعد ان لوگوں کی بھیڑ چھٹنی شروع ہو گئی۔ سب باہر نکل رہے تھے۔ لڑائی کا تماشہ ختم ہو چکا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ لڑائی یہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ بس ایک تفریحی مشغلہ تھا۔ اس جدید دور کی جدید لڑائیاں یا مشغلے دیکھ کر مجھے بے حد حیرانی ہو رہی تھی اور بوڑھا سلانوس مجھ سے الگ نہ تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص جس کا نام گل زمان تھا ہمیں ساتھ لئے ہوئے باہر نکل آیا۔ اس کا انداز بڑا دوستانہ تھا۔ باہر وہی لوہے کا جانور کھڑا ہوا تھا، جسے ہم سڑکوں پر دوڑتے ہوئے دیکھ چکے تھے، لیکن اب اُسے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

لیکن وہ جانور نہیں تھا بلکہ پرانی طرز کے رتھ جیسی سواری تھی جس میں جانور نہیں لگائے جاتے تھے، بلکہ وہ انسانی ہاتھوں کا کرشمہ تھے، یعنی فولاد سے یا لوہے سے بنائی گئی ایسی کارآمد سواری جو ذرا سی دیر میں کہیں کا کہیں پہنچا دیتی تھی۔ پھر ہم اس عمارت میں آگئے جو بہت اونچی تھی اور اس جیسی عمارتیں جگہ جگہ دیکھ چکے تھے۔ ہمارے ساتھ گل زمان بھی تھا۔ تب ہمیں اس عمارت میں پہلی بار داخلے کا موقع ملا۔

اور پروفیسر! اس عمارت کو دیکھ کر ہماری جو کیفیت ہوئی اُسے ہم بیان نہیں کر سکتے۔

سلانوس اُسے پاگلوں کی طرح چاروں طرف سے دیکھ رہا تھا۔ روشن عمارت جس میں جگہ جگہ مشعلیں جل رہی تھیں۔ ایسی مشعلیں جن میں آگ نہیں ہوتی تھی اور نجانے ان میں کیا چیز جلائی جاتی تھی۔

اس شخص نے جس کا نام گل زمان تھا ہمیں ایک کمرے میں ٹھہرنے کے لئے کہا۔ اس کمرے میں آسائش کی بہت ساری چیزیں موجود تھیں جنہیں ہم نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ گل زمان ہم سے اجازت لیکر کھانے کا بندوبست کرنے چلا گیا۔

سلانوس بے حد گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔ تنہائی ملی تو اس نے سوال کیا۔

"پورنا۔ یہ تو بڑی عجیب دُنیا ہے۔ جدید لوگ تو بڑے ہی حیرت انگیز ہیں۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے، میں نے صدیاں گذاری ہیں لیکن ہم جس دور میں آئے ہیں وہ ہمارے ذہن سے بہت آگے کی چیز ہے۔"

"میں تو یہاں کسی قدر گھبراہٹ محسوس کر رہا ہوں۔"

"اوہو۔ نہیں سلانوس۔ یہ صرف وقتی احساس ہے میرا خیال ہے یہ لوگ تفریح پسند ہیں، لیکن بے ضرر۔"

"تم تو ہر دور کی چیز ہو، تم اس دور سے بھی لطف اندوز ہو رہے ہو۔"

"ہونا چاہئے، سلانوس۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اس دور سے لطف اندوز ہو۔"

"مگر میں نے ابھی تک کوئی خاص بات نہیں دیکھی۔ میں صرف اپنے علم و فن میں محصور تھا۔ میرا دماغ اس میں محصور ہے، لیکن تمہارا ذہن بے حد کشادہ ہے۔"

"تم نے اس سارے ہنگامے کی روح کو محسوس کیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، خصوصی طور سے نہیں۔"

"میں نے ان لوگوں کی گفتگو سنی ہے، سو میں نے کچھ اندازے لگائے ہیں اُن کے بارے میں۔"

"مثلاً تم نے کیا اندازہ لگایا؟"

"یہ جو ہنگامہ تھا شاید صرف ایک کھیل تھا۔ اس طرح لوگوں کو لڑایا جاتا ہے اور پھر یہ انہیں پہلوان کہتے ہیں۔ یہ کھیل ہزاروں سال پرانا ہے، لیکن پہلے یہ کسی دشمن کو ختم کرنے کے لئے کھیلا جاتا تھا، اب تفریح کے طور پر کھیلتے ہیں۔ جیتنے والے کو کاغذ کے ٹکڑے ملتے ہیں جو یقینی طور پر اہمیت کے حامل ہوں گے۔ اب ہم جن لوگوں میں آئے ہیں، میں ان سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں گا۔"

"ہاں، یہ تمہارا ہی کام ہے، صدیوں کے بیٹے۔" اس نے گہری سانس لیکر جواب دیا۔

دیر تک ہم دونوں گفتگو کرتے رہے اور پھر اس کمرے کے دروازے پر ایک شخص نظر آیا۔ "گل زمان کھانے کے لئے طلب کرتا ہے۔"

"آؤ سلانوس،" میں نے کہا اور سلانوس میرے ساتھ اُٹھ کر باہر نکل آیا۔

"سنو۔ ان لوگوں کو اپنے بارے میں کیا بتاؤ گے؟"

"دیکھا جائے گا، تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا اور سلانوس خاموش ہوگیا۔ یہ عمدہ بات تھی کہ اس کی زبان یہاں نہیں سمجھی جا سکتی تھی۔

وہ شخص ہمیں جس جگہ لے کر گیا وہ بھی ایک خوبصورت کمرہ تھا۔ یہاں گل زمان دو آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے کھانا لگا ہوا تھا۔ بڑے بڑے برتن جن میں سے خوشبو اُٹھ رہی تھی۔

"آؤ دوستو! تم تو واقعی عمدہ آدمی ہو۔ تمہارے بدن کا رنگ تو ایسا ہے جیسے تم سونے کے بنے ہوئے ہو۔ بیٹھو کھانا کھاؤ۔ کھانے کے بعد باتیں ہوں گی۔" میں نے گردن ہلا دی اور ہم کھانے بیٹھ گئے۔

ہمارے کھانے کا انداز بھی ظاہر ہے ان لوگوں کے لئے اجنبی ہوگا، اور یہ کھانے ہمارے لئے اجنبی تھے لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ سب ہمیں بغور دیکھ رہے تھے۔ سلانوس تو بُری طرح گھبرایا ہوا تھا۔

ہم کھانے سے فارغ ہوگئے "ارے واہ، کھاؤ، خوب کھاؤ، اتنے جاندار ہو اور تمہاری خوراک کچھ نہیں ہے" گل زمان نے کہا۔

"بس ہم نے کھا لیا۔"

"چائے پیو گے؟"

"بس اب کچھ نہیں۔" میں نے جواب دیا اور اُس نے ہانک لگائی۔ "چلو بے برتن اُٹھاؤ۔" اور دوسرے دو آدمی جلدی جلدی آکر برتن اُٹھانے لگے۔ "بس بات ہو جائے۔ ہاں پہلوان اب اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا بتائیں؟" میں نے کہا

"کسی پہاڑی علاقے سے آئے ہو؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا

"داؤ پیچ جانتے ہو یا صرف طاقتور ہو۔" گل زمان ہنستا ہوا بولا۔

"میں تمہارے تمام آدمیوں کو شکست دے سکتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے دوست۔ اگر ہمارے ساتھ رہو گے تو عیش کرو گے۔ میں تم سے تین سال کا معاہدہ کرنے کو تیار ہوں۔"

"تمہارا نام گل زمان ہے؟" میں نے پوچھا

"ہاں۔ یہاں کا سب سے بڑا پہ و موثر ہوں۔ بڑی بڑی کشتیاں کرا چکا ہوں۔ تمام لوگ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"ایک بات کہوں گل زمان۔"

"ضرور کہو میری جان۔ کہو کیا بات ہے؟"

"گل زمان۔ میں اور میرا دوست، تمہاری اس دنیا میں بالکل اجنبی ہیں۔ ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ تمہارے رہن سہن اور تمہاری مشغولیات کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں۔ ہم تمہارے ساتھ تعاون کریں گے لیکن اس شرط پر کہ تم ہمیں اپنی دنیا کی ایک ایک چیز کے بارے میں بتاؤ۔"

"اوہ۔ میں جانتا ہوں کہ تم کسی پہاڑی دیہات کے باشندے ہو۔ ٹھیک ہے مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے۔ لیکن یہ بتاؤ اگلے ہفتے لڑو گے؟"

"جب اور جس سے کہو گے لڑوں گا۔ لیکن میری مشکل کے وقت تم میری مدد کرو گے۔" میں نے صاف لہجے میں کہا۔

"ہوں، یہ بات ہے۔" گل زمان پُرخیال انداز میں بولا۔ پھر اپنے ساتھی کی جانب دیکھ کر بولا۔

"کیوں چودھری اِس سلسلے میں اِن بیچاروں کی کیا مدد کر سکتے ہو؟ لگتا ہے بالکل ہی کورے ہیں۔"

"ہاں گل زمان، لیکن ایک مشکل ہوگی۔"

"کیا؟"

"سیکھ سکھ جائیں گے تو بھول جائیں گے ہمیں اور پھر دوسروں سے معاہدے کرتے پھریں گے۔"

"کیسے معاہدے کرتے پھریں گے، ہم جو اِن سے معاہدہ کریں گے۔" گل زمان جلدی سے بولا۔

"کتنے سال کا معاہدہ کرو گے؟"

"تین سال کا۔"

"ٹھیک ہے اگر یہ پابندی سے اس پر عمل کریں تو...،"

"کریں گے کیسے نہیں۔ اور اگر نہیں کریں گے تو بیٹا جی کی ہڈیاں کون سلامت رہنے دے گا۔ میرا نام بھی گل زمان ہے اور سُن لو تم بھی" گل زمان نے ہم دونوں سے کہا۔ "ہم تمہاری ضروریات کا خیال رکھیں گے لیکن تمہیں صرف ہمارے لئے لڑنا ہوگا۔"

ایک لمحے کے لئے مجھے اس شخص کی بات پر غصہ آیا لیکن غصہ تو حماقت تھی۔ اِن لوگوں سے کچھ معلوم کرنے کے لئے فی الوقت اسی طرح کام چلایا جا سکتا تھا۔ یوں بھی کہا جائے گا تو غلط نہ ہوگا کہ اس دور میں اگر میرے پاس کچھ تھا تو یہی ایک ہنر تھا جس سے میں یہاں کے لوگوں کو متاثر کر سکتا تھا۔ ورنہ جس انداز میں ہم لوگ اس دور کو دیکھ رہے تھے وہ ایسا تھا کہ ہم ہر لحاظ سے خود کو ان سے کمتر پا رہے تھے۔

وہ لوگ ذہنی طور پر اتنی قوت حاصل کر چکے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ وہ سواری جس میں وہ بیٹھ کر آتے تھے اُسے ایک آدمی چلاتا تھا اور اُس میں کوئی جانور بھی نہیں جُتا تھا۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی چیزیں بیحد تعجب خیز تھیں۔ اگر ہمیں کوئی رہنما مل جاتا تو ہمیں معلوم ہو جاتا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ ہمیں وہاں کے ماحول اور حالات کو سمجھنے کے لئے بہت مشکل پیش آرہی تھی۔ اس لئے میں نے گل زمان

ے مدد لینے کا فیصلہ کر کے گل زماں کی تجویز اور معاہدے کو منظور
رلیا۔
ہاں مجھے منظور ہے" میں نے کہا۔"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں
رجب بھی لڑوں گا تمہارے لئے اور جس سے کہو گے لڑوں گا۔"
"تم نے وہ آخری کشتی دیکھی تھی؟"
"جس میں جگا سنگھ تھا۔"
"ہاں! ہاں وہی۔ بڑا عمدہ داؤ مارا ہے اس نے۔ لیکن
یرا خیال ہے میں اگلے ہفتے کے لئے اسے چیلنج کر دوں۔"
"میں نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔
"مقصد یہ ہے کہ اس سے کہوں کہ تم اس سے اگلے ہفتے
ڑنا چاہتے ہو۔"
"ہاں کوئی حرج نہیں ہے، میں اُسے شکست دے دوں گا۔"
ں نے بڑے اعتماد سے کہا۔
گل زماں خوشی سے سُرخ ہو گیا۔ "اگر تم نے اُسے شکست
ے دی تو شہنشاہ بن جاؤ گے شہنشاہ۔ کیا سمجھے۔ تم ہر جگہ مشہور
و جاؤ گے۔ پھر چاروں طرف تمہارا ہی نام ہوگا۔ جگا سنگھ بڑا
اڑ رہا ہے۔ لیکن اب میں اسے اچھی طرح دیکھ لوں گا اور اُس کے
ا موڑ سے بھی نپٹ لوں گا، اور چودھری تم دیکھنا میں اُسے
ہاں ہی میں شکست دوں گا۔" شاباش میرے شیر، جی خوش کر دیا
ہے تم نے۔ جاؤ عیش کرو۔ میں تمہیں ساری چیزوں کے بارے
ماؤں گا۔"

ہمیں ہماری آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ عمدہ کھانا ملا تھا۔ سلانوس
اب اس حد تک بدحواس نہیں تھا جس حد تک پہلے تھا۔ ہم جن بستروں
لیٹے اُن کے بارے میں سلانوس نے کہا۔
"جدید دور کے انسان نے واقعی حیرت انگیز ترقی کی ہے۔
کیا تم اس بستر پر لیٹ کر انتہائی آرام و سکون محسوس نہیں کر رہے ہو۔"
"بے شک، یہ بہت آرام دہ بستر ہے لیکن میری بات نہ کرو سلانوس
میں نے ہر دور میں آرام و آسائش کو ترک کیا ہے۔ مجھے ان چیزوں
سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جو کھانا تم نے کھایا، بیشک وہ لذت میں
لاثانی تھا لیکن میں اُس سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوا۔"
"تمہاری بات دوسری ہے۔ میں اپنی بات کر رہا ہوں کیونکہ
مجھے تو حیرت ہونا ہے لیکن کیا تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہے صدیوں
نے دیکھتے ہی دیکھتے کہ ان لوگوں نے زندگی کو کیا سے کیا بنا لیا ہے۔ اب
طویل فاصلے طے کرنے کے لئے نہ تو گھوڑا گاڑیوں کی ضرورت
ہے اور نہ پیدل چلنے کی۔ یہ لوگ لوہے کی سواری رکھتے ہیں۔ ستاروں
نے غلط نہیں کہا تھا کہ یہ دور لوہے کا دور ہے۔"
"اور یہ سب لوہے کے غلام ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں تم انہیں غلام کہہ سکتے ہو، لیکن میں نے ایک دوسری
بات بھی محسوس کی ہے۔"
"وہ کیا؟"
"لوہا اُن کے تابع ہے، وہ اُسے جو سانچہ دیتے ہیں، اس
میں ڈھل جاتا ہے۔ حالانکہ فولاد کو موڑنا، اپنی مرضی کے مطابق تیار
کرنا کس قدر مشکل کام ہے۔ زمانہ قدیم میں اس کے لئے کتنی تگ و
دو کرنی پڑتی تھی۔"
"بیشک، لیکن انہوں نے لوہے کا مزاج سمجھ لیا ہے۔"
"واقعی انسان ترقی کی بلندیوں پر ہے اور غور کرو کہ ہم
کس قدر خوش نصیب ہیں کہ ہم نے اس انسان کو وقت سے پہلے
دیکھ لیا۔"
"ہاں سلانوس، اس لحاظ سے میں تمہیں اس دور کے لوگوں
سے بھی برتر تصور کرتا ہوں۔"
"نہیں، یہ زیادتی ہے۔"
"کیوں؟"
"میں اگر چاہوں بھی تو اس دور کے انسان کے ذہن تک
نہیں پہنچ سکتا۔ یہ تو بہت ذہین لوگ ہیں، نہ جانے اندرونی طور پر انہوں
نے کیا کیا کارنامے انجام دیئے ہیں۔"
"لیکن تم ایک بات بھول رہے ہو۔"
"کیا؟"

"یہ لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں۔ یہ دَور ابھی صدیوں بعد آنا ہے۔ اس دَور کے انسان کے تصور میں بھی نہیں ہوگا کہ کوئی اس طرح مستقبل میں جھانک رہا ہے۔ اس دَور کا ابھی کوئی وجود نہیں ہے لیکن وہ ہمارے سامنے موجود ہے۔"

"ہاں یہ دوسری بات ہے۔"

"معمولی نہیں ہے سلانوس"

"تمہارا شکریہ جو تم مجھے اس قدر اہمیت دے رہے ہو حالانکہ میرا کچھ اور خیال ہے۔"

"کیا؟"

"مجھ سے زیادہ عظیم اور انوکھے تم ہو، کیونکہ میں تو علم کے ذریعے مستقبل میں جھانک رہا ہوں۔ اور تم خود اس حقیقی دور تک پہنچ گئے۔"

"ہم دونوں میں انفرادیت ہے اور یہ لوگ ہم سے بھی منفرد ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہم صدیوں آگے کے لوگوں کی سوچ سے واقف ہیں، اور وہ ہمیں اپنے بارے میں بتانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ میں آنکھیں بند کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ حالانکہ دل نہیں چاہتا تھا کہ وقت اس طرح بیکار گزار دوں جو کچھ معلوم کر لیا جائے وہ بہتر ہوتا ہے لیکن ان لوگوں کی مانند زندگی گزارنا ہی مناسب تھا۔

رات ختم ہونے تک میں سوچتا رہا۔ سلانوس البتہ بے خبر سو رہا تھا۔ مجھے اس کی کمزوری پر ہنسی آگئی۔ روشنی نے جھانکا اور میں نے بستر چھوڑ دیا۔ سلانوس نے بھی آنکھیں کھول دی تھیں۔

"کیا حال ہے سلانوس؟"

"بے خبر سو رہا تھا۔ جاگنے کے بعد یاد آیا کہ کس دور میں ہوں، تو بڑی خوشی ہوئی۔"

"گویا تمہارا ذہن اسے قبول کرتا جا رہا ہے۔"

"قبول تو پہلے بھی کر رہا تھا لیکن ذرا سی الجھن تھی۔ میرا خیال ہے کچھ وقت یہاں گزارنے کے بعد میں مکمل طور پر مطمئن ہو جاؤں گا۔"

"تم نے ایک بات محسوس کی سلانوس؟"

"کیا؟"

"اس دور کا انسان فطرتاً آزاد معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا ضابطۂ حیات ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میرا خیال ہے اس بارے میں معلوم کرنا زیادہ مشکل نہ ہوگا۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے، یہاں سے ہم نے ابتدا کی ہے، پہلے بنیادی باتیں معلوم ہو جائیں۔ اس کے بعد آگے بڑھیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" سلانوس نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہمارے کمرے کا دروازہ کھلا اور کسی نے اندر جھانکا۔

"کیا تم لوگ جاگ گئے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اور پوچھنے والا ہم سے کچھ کہے بغیر واپس چلا گیا۔ پھر کچھ دیر بعد واپس آکر پوچھا۔ "منہ ہاتھ دھو چکے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو چلو، ناشتہ کر لو، کل زمال کام سے گیا ہوا ہے، تم اس وقت اکیلے ہی ناشتہ کرو گے۔"

ہم اس کے ساتھ چل دیئے۔ ناشتے میں بھی بہت عمدہ عمدہ چیزیں تھیں۔ سلانوس اب ان چیزوں کو دلچسپی سے کھا پی رہا تھا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ابھی ہم ناشتے کے کمرے سے باہر نہیں نکلے تھے کہ کچھ افراد اندر داخل ہوئے۔ ان میں ایک دراز قامت اور خوبصورت سی لڑکی تھی۔ جدید ترین لباس میں ملبوس، اور اس کے ساتھ ایک بے تکے قسم کا آدمی تھا۔

لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس نے اپنی آنکھوں پر کوئی عجیب سی چیز پہنی ہوئی تھی جو غالباً شیشے کی بنی تھی۔ ہمارے سامنے پہنچ کر وہ مسکرائی اور پھر اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

وہ شخص اس سے کچھ کہنے لگا تھا۔ لڑکی نے گردن ہلائی اور پھر اس بے تکے شخص کو جانے کا اشارہ کیا۔ وہ آدمی واپس چلا گیا، اور اس جدید دنیا کی ایک لڑکی ہماری جانب متوجہ ہو گئی۔

"تم میں سے پورنا کون ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"میں ہوں۔" میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اور یہ تمہارا دوست سلانوس ہے؟"

"ہاں۔ لیکن تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"مجھے بتایا گیا تھا۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے یہ میرا دوست سلانوس ہے۔"

"لیکن ان کا نام تو عجیب ہے، کیا ان کا تعلق یونان سے ہے؟"

"میں نہیں جانتا یونان کیا ہوتا ہے؟"

"لیکن مجھے جو کچھ بتایا گیا تھا، تم اتنے ناواقف تو نظر نہیں آتے۔" لڑکی نے کہا اور لکڑی کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"مجھ سے کہا گیا ہے پورنا کہ تمہیں اس دنیا کے بارے میں سب کچھ بتاؤں۔" لڑکی نے کہا۔

"ہاں۔ مگر تم کون ہو؟"

"یوں سمجھو کہ تمہاری استاد، تمہاری نگران۔"

"استاد۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ اس دنیا سے تمہیں روشناس کرانے کے لئے مجھے یہاں

بیھا گیا ہے۔ اور میرا فرض ہے کہ تمہیں ہر طرح سے مطمئن کروں۔"

" میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن تمہارا نام کیا ہے؟"

" تم مجھے مس ڈی سوزا کے نام سے پکارسکتے ہو۔"

" مس ڈی ــــ سوزا" میں نے اس کے نام کے ٹکڑے کرتے ہوئے کہا۔

" ہاں مس ڈی سوزا" اس نے کہا پھر بولی۔" تمہارا لہجہ بڑا عجیب ہے۔"

" صرف اس لئے کہ میں تمہاری دنیا میں نیا ہوں اور اچھی طرح تمہاری زبان نہیں سمجھتا۔"

" آخر تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو۔ تمہاری شکل وصورت بھی عجیب ہے، خوبصورت ہو لیکن اجنبی اجنبی سے، کونسا پہاڑی علاقہ ہے جہاں سے تم آئے ہو؟ کیا وہ علاقہ سونے کے انسان پیدا کرتا ہے؟" مس ڈی سوزا نے دل آویز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

" افسوس کی بات ہے مس ڈی سوزا کہ میں خود بھی اس علاقے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ورنہ تمہاری رہنمائی کرتا۔"

" کیوں؟"

" بات یہ ہے کہ تمہاری اس دنیا میں جس طرح سے علاقوں کا نام لیا جاتا ہے ہمارے ہاں کسی علاقے کا کوئی نام نہیں ہے۔ بس اونچے اونچے پہاڑوں کے بیچ میں ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں ہم سب مل کر رہتے ہیں۔ ہم نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ ہم اس پہاڑی علاقے سے بھی باہر جائیں گے۔"

" تو تم یہاں تک کیسے پہنچ گئے پورنا" لڑکی نے سوال کیا۔

" دراصل مس ڈی سوزا، میرا دوست تمہاری دنیا میں آکر کچھ دیکھنا چاہتا تھا۔ سو یہ اپنی تیز نظروں سے اس دنیا کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ یقین کرو مس ڈی سوزا تمہاری دنیا میں آکر تو ہمیں یوں لگتا ہے جیسے ہم کسی سیارے پر پہنچ گئے ہیں۔" میں نے کہا۔ اب میں کافی حد تک کھل چکا تھا لڑکی خاصی قبول صورت تھی اور اپنے اندازِ گفتگو سے مجھے بہت اچھی محسوس ہو رہی تھی۔ یُوں بھی جدید دور کی اس لڑکی کی ذہانت کا مجھے اندازہ تھا۔ اس سے احمقانہ گفتگو کر کے اسے رجھانے کی کوشش کرنا بالکل بے سود تھا۔ چنانچہ میں نے اسے اپنے بارے میں صاف صاف بتانا زیادہ پسند کیا تھا۔

" اب تم ہی بتاؤ میں کہاں سے شروع کروں؟" اس نے کہا۔

" میں کچھ نہیں جانتا۔ تم ایک طرح سے یوں سمجھو کہ ایک نوزائیدہ بچہ تمہارے سامنے ہے اور تمہیں اسے اس دنیا کے بارے میں سب کچھ

بتانا ہے سب کچھ : میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

" بڑا حسین بچہ ہے یہ ؛ مس ڈی سوزا نے ہنستے ہوئے کہا پھر سلانوس کی جانب دیکھ کر بولی " لیکن حیرت ہے بابا تم نے بھی اسے اس دنیا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا "

سلانوس بے وقوفوں کی طرح میری شکل دیکھنے لگا میں نے کہا۔

" میں تو تھوڑے سے وقت میں کسی حد تک تمہاری زبان سمجھ گیا ہوں لیکن میرا دوست تمہاری زبان نہیں سمجھ سکتا، وہ اس زبان سے مکمل طور پر ناواقف ہے اور وہ اسے سیکھنا بھی نہیں چاہتا، چنانچہ اس سے مخاطب ہونے کی کوشش مت کرو۔ وہ ایک پتھر کی دیوار ہے اور دیوار ہی رہے گا "

" اوہ۔ تو یہ ہماری زبان بالکل نہیں جانتے ؟"

" نہیں۔ بالکل نہیں "

" تب تو پھر ان سے گفتگو کرنا بڑا مشکل ہوگا "

" ہاں میں کوشش کروں گا کہ جو کچھ دیکھوں اور سمجھوں اسے بھی بتا دوں۔ فی الوقت تمہاری گفتگو بے کار ہے "

" تمہارا کیا ارادہ ہے ؟"

" جو تم پسند کرو "

" میرا خیال ہے اگر تم میرے ساتھ کہیں چلو تو میں جہاں سے چلنا شروع کروں گی وہاں کی ہر چیز کے بارے میں تمہیں بتاتی رہوں گی "

" نہایت مناسب خیال ہے ؟"

" کیا تمہارے ساتھ تمہارا دوست بھی چلے گا ؟"

" نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے "

" کیوں ؟"

" میں واپس آکر اسے سب کچھ بتا دوں گا۔ یوں بھی یہ اس دنیا سے گھبراتا ہے "

" ٹھیک ہے ۔۔ ہاں ایک بات تو بتاؤ " ڈی سوزا نے کہا۔

" پوچھو "

" کیا تمہارے پاس اس سے بہتر لباس نہیں ہے ؟"

" نہیں۔ میرے پاس کوئی دوسرا لباس نہیں ہے "

" یہ تو بڑی مشکل ہے۔ خیر میں اس کا بندوبست کرنے کی کوشش کرتی ہوں " اس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ میں خاموشی سے اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ سلانوس بھی احمقوں کی طرح منہ کھولے بیٹھا رہا۔ جب مس ڈی سوزا کو گئے ہوئے کافی دیر ہوگئی تو سلانوس نے کہا۔

" کیا کہہ رہی تھی یہ لڑکی ؟"

میں سلانوس کو اس کی گفتگو کے بارے میں بتاتا رہا اور سلانوس گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

" ٹھیک ہے تم معلومات حاصل کر لو اور بعد میں مجھے سمجھا دینا "

" اس وقت تک تمہیں یہیں تنہا رہنا پڑے گا "

" رہوں گا ضرور رہوں گا۔ بس ان لوگوں سے کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے "

" کیسی گڑبڑ ؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

" اسے ایسے حیران مت ہو۔ میرا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کو میں سمجھ تو سکتا نہیں، یہ مجھ سے کچھ کہیں گے میں کچھ اور جواب دوں گا لیکن خیر کوئی بات نہیں میں ان سے اشاروں میں بات کروں گا، تم بے فکر ہو کر جاؤ " سلانوس نے کہا۔

مس ڈی سوزا واپس آگئی تو اس کے ہاتھ میں ویسا ہی ایک لباس تھا جیسا میں نے وہاں کے دوسرے لوگوں کو پہنے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے وہ لباس میری جانب بڑھا دیا اور بولی۔

" لیکن کیا تم یہ لباس پہننا جانتے ہو ؟"

" نہیں " میں نے جواب دیا۔

" تب ۔ تب پھر ۔ دیکھو میں تمہیں پہن کر بتائے دیتی ہوں کہ تم اسے کس طرح پہنو "

ڈی سوزا نے زیریں لباس پہن کر مجھے دکھایا پھر اوپری لباس کا طریقہ بتانے لگی۔ میں نے اپنا لباس اتارنا چاہا لیکن ڈی سوزا نے جلدی سے روک دیا۔

" یہاں نہیں، وہاں دروازہ کھول کر اندر چلے جاؤ " اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں ایک گہری سانس لے کر وہ لباس سنبھال کر ادھر چلا گیا۔ میں نے لباس پہنا اور مجھے اپنے بدن میں چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں۔

تنگ سا لباس تھا، عجیب محسوس ہو رہا تھا۔ میرا بدن تو آگ کی گرمی سے زندگی پاتا تھا، بھلا یہ تنگ سا لباس مجھے کیسے پسند آتا۔ لیکن برداشت کرنا ہی تھا۔ سو میں نے اس کے بتائے ہوئے طریقے پر لباس پہن لیا اور باہر نکل آیا۔

مس ڈیسوزا باہر موجود تھی اور میرا دوست سلانوس بھی۔ سلانوس نے مجھے دیکھ کر ایک گھن گرج قسم کا قہقہہ لگایا۔

میں نے بوکھلا کر مس ڈیسوزا کی جانب دیکھا لیکن مس ڈیسوزا کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ مبہوت ہو گئی تھی اور مجھے تکے جا رہی تھی۔

" کیا میں نے یہ لباس غلط پہنا ہے ؟" میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

" آہ میرے دوست، تم کیا بن گئے، جدید دور کے گھوڑے "؟ سلانوس نے کہا اور پھر ہنسنے لگا۔

میں بھی مسکرا دیا " مجبوری ہے سلانوس "

" اور اس لڑکی کو دیکھو، پاگل ہو گئی ہے۔"
" کیا کہہ رہے ہو سلانوس ؟"
" مرشی ہے تم پر۔"
" یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا، پھر لڑکی سے مخاطب ہو کر بولا "آپ کو کیا ہو گیا ہے مس ڈی سوزا ؟"
" کچھ نہیں۔" اس نے ایک گہری سانس لی اور عجیب سے انداز میں مسکرانے لگی "تم واقعی طلسمی انسان معلوم ہوتے ہو۔ مجھے تعجب ہے تم اس پروفیشن میں کیسے آ گئے ؟"
" کس میں آ گئے ؟"
" تم پہلوان کیوں بن گئے، جبکہ تم کسی طرح بھی پہلوان نہیں معلوم ہوتے۔ میں پیش گوئی کرتی ہوں کہ تم شہر کی لڑکیوں کے لئے مصیبت بن جاؤ گے۔"
" لڑکیوں کے لئے کیوں مصیبت بن جاؤں گا ؟"
" وہ تمہیں دیکھ کر ذہن پر قابو نہیں رکھ سکیں گی۔"
" چھوڑو، میں تم سے بہت سی باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں مس ڈیسوزا۔"
" میں تمہاری ہر خواہش پوری کر دوں گی، آؤ میرے ساتھ۔ کیا تمہارے بزرگ دوست نے اجازت دے دی ہے ؟"
" وہ تعاون کرنے والوں میں سے ہے۔"
" تب آؤ۔" لڑکی نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر ایک لمبی سی سواری کھڑی ہوئی تھی۔ دن کی روشنی میں میں نے فولادی گھوڑے کو غور سے دیکھا اور پھر مس ڈی سوزا کے ساتھ اس میں بیٹھ گیا۔ مس ڈیسوزا نے کوئی حرکت کی، فولادی جانور غرانے لگا۔ پھر وہ آگے بڑھ گیا۔
" میں تمہاری اس سواری سے بہت متاثر ہوں۔"
" اپنے علاقے میں تم سفر کیسے کرتے تھے ؟"
" گھوڑے اور ایسے ہی دوسرے جانوروں پر۔"
" تم نے یہ کل کا گھوڑا کبھی نہیں دیکھا ؟"
" کبھی نہیں۔ کیا یہ جاندار ہے ؟"
" نہیں مشینی، اسے مشین چلاتی ہے۔"
" کیا یہ پیدا بھی نہیں ہوتا ؟ کیا اس کی نسل ہوتی ہے ؟"
" اوہ نہیں۔" لڑکی ہنس پڑی "اسے انسان بناتے ہیں۔"
" پھر یہ دوڑتے کس طرح ہیں ؟"
" مشینی عمل سے، اسے کار کہتے ہیں۔" لڑکی نے بتایا اور میں نے اس کا نام ذہن نشین کر لیا۔ انسان نے سفر کی سہولتوں کو بہتر بنانے کے لئے یہ قدم اٹھایا تھا۔
ہم سست روی سے شہر کی سڑکوں پر چلتے رہے۔
" تم لوگ یہ عمارتیں کس طرح بناتے ہو ؟"
" مشینوں کے ذریعہ، فولادی مشینیں دنیا کا ہر کام لیتی ہیں۔"
" لیکن یہ تمہارے تابع کس طرح ہو جاتی ہیں، یہ تو بے جان ہیں۔"
" انسان نے انہیں اپنی مرضی کے مطابق بنایا ہے۔"
" لوہے کے پرزے تمہاری مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں ؟"
" ہاں۔"
" لیکن ان میں تحریک کس طرح ہوتی ہے ؟"
" کبھی برقی قوت سے اور کبھی پٹرول کی قوت سے۔"
" برقی قوت ؟"
" ہاں بجلی۔" وہ مجھے برقی تصوری سمجھانے لگی۔
میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں "تم لوگوں نے اس قوت کو کس طرح حاصل کیا ؟"
" سائنسدانوں نے اس پر ریسرچ کی ہے، انہوں نے اپنی تحقیق سے انسانیت کو بہت کچھ دیا ہے۔"
" تم لوگ ان کی بہت عزت کرتے ہو۔"
" ظاہر ہے۔"
میں اس سے سوالات کرتا رہا۔ میری معلومات کے خزانے پُر ہو رہے تھے پروفیسر اور میرے سُرور کا عالم نہ پوچھو۔ میں ایک ایک بات ذہن نشین کر رہا تھا، اور کل کا گھوڑا ایک کمزور سی لڑکی کی مرضی سے چل رہا تھا۔
" ایک بات اور بتاؤ مس ڈی سوزا۔"
" سنو۔" اس نے میری بات کاٹ دی "اب تمہارے ساتھ کسی تکلف کو جی نہیں چاہتا تم تو واقعی کسی نوزائیدہ بچے کی مانند ہو۔" اس نے پیار بھرے لہجے میں کہا "مجھے صرف جولی کہہ کر پکارا کرو۔"
" کیوں کیا تم نے نام بدل لیا ؟"
" نہیں، میرا نام یہی ہے۔"
" اور مس ڈی سوزا ؟"
" ڈی سوزا میرے والد کا نام ہے۔"
" تو پھر تم نے اپنا نام ہی کیوں نہ بتایا ؟"
اور وہ مجھے اس کی وجہ بتانے لگی، تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک جگہ رک گئی اور گھوڑے کی غراہٹ خاموش ہو گئی۔
" یہ ہوٹل ہے۔"
" ہوٹل کیا ہوتا ہے ؟" میں نے پوچھا اور اس کے جواب سے اندازہ ہوا کہ وہ قہوہ خانہ ہے۔ وہ بھی جدید شکل کا تھا، ہم اندر جا بیٹھے دوسرے لوگ بھی تھے جن میں مرد اور عورتیں دونوں تھے جولی کا کہنا درست نکلا۔ عورتیں مجھے بہت غور سے دیکھ رہی تھیں۔ جولی نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں طلب کیں اور وہ آ گئیں۔

" تم انہیں سکے دو گی؟"

" ہاں کرنسی۔ یہ دیکھو یہ کرنسی ہے۔" اس نے کاغذ کے ویسے ہی ٹکڑے مجھے دکھائے جیسے مجھے رات کو ملے تھے۔

" اوہ ایسے سکے تو میرے پاس بھی ہیں۔"

" ہم انہیں نوٹ کہتے ہیں؟"

" ٹھیک ہے۔ میں یاد رکھوں گا۔" میں نے کہا اور مس ڈلیسوزا کے کہنے پر کھانے میں مشغول ہو گیا۔

" تمہاری دنیا بڑی اثر انگیز ہے۔ اچھا تم لوگوں کا طرز زندگی کیا ہے؟"

" اوہ۔ تم گہری سوچ رکھتے ہو۔"

" ہاں۔ میں جاننا چاہتا ہوں۔"

" طرز زندگی سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

" کیا تمہارے اوپر کوئی حکمران ہوتا ہے۔ کیا تمہارا کوئی بادشاہ بھی ہے؟"

" نہیں، بادشاہت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اب انسانی حقوق کا دور ہے۔ لوگ اپنے لئے ایک منتظم کا انتخاب کر لیتے ہیں وہ حکومت چلاتا ہے۔"

" تنہا؟"

" نہیں۔ اس کے بے شمار مددگار ہوتے ہیں۔ لوگ انہیں دولت دیتے ہیں اور وہ ان کے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔"

" تھوڑا سا بدلا ہوا انداز ہے لیکن راج وہی ہے۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

" تمہارے پہاڑوں میں کونسا نظام رائج ہے؟"

" ہمارے پہاڑوں میں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "ہمارے ہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ بس انسان اپنے طور پر جیتے ہیں۔"

" تمہارا علاقہ کونسا ہے؟ میں تمہاری شخصیت پر حیران ہوں۔" جولی نے کہا اور میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر وہ اس سوال کو ٹال گئی۔ ہم دونوں اس وقت تک گھومتے رہے جب تک سورج نہ چھپ گیا۔ میں بچوں کی طرح اس سے سوالات کر رہا تھا اور اس نے ایک جواب بھی دینے میں تاخیر نہیں برتی تھی۔

" کیا خیال ہے اب واپس چلیں؟"

" ہاں سورج چھپ گیا ہے۔"

" تمہارا وقت کیسا گذرا؟"

" اتنا دلچسپ کہ میں بتا نہیں سکتا۔"

" میں نے تمہارے اندر ایک خاص بات محسوس کی ہے۔ وہ یہ کہ تم ان ساری چیزوں سے انجان ہو لیکن تمہارے سوالات بے حد جامع ہوتے ہیں۔ تجسس سے بھرپور اور ذہانت آمیز۔ میں تمہارے ان سوالات سے بے حد متاثر ہوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ واپس گھر کی جانب چل پڑی۔ ہم واپس اپنی رہائش گاہ میں آ گئے۔ اور آتے ہی ہمیں اس کمرے میں طلب کر لیا گیا جہاں گل زمان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ موجود تھا۔ کچھ اور لوگ بھی تھے جو پہلوان نظر آ رہے تھے۔

تب ایک دیوہیکل آدمی اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے کھڑے ہو کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔ گل زمان نے میرا اس سے تعارف کرایا تھا۔

اس دوران ان لوگوں کا طرز زندگی، ان کی تہذیب، ان کی معاشرت کے بارے میں میں نے مس ڈلیسوزا یا جولی سے جو سوالات کئے تھے ان کی روشنی میں میں اب ان لوگوں کے بارے میں بہت کچھ جان گیا تھا۔ چنانچہ اس وقت میرے انداز میں وہ جھجک نہیں تھی جو پہلے تھی۔ میں نے اس شخص سے مصافحہ کیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

" میں آج ہی باہر سے آیا ہوں۔" اس نے کہا۔ "مجھے گل زمان کی زبانی یہ سن کر حیرت ہوئی ہے کہ تم نے غلام خان کو اتنی آسانی سے شکست دے دی۔ نہ صرف شکست دی ہے بلکہ...... اس کی حالت کافی نازک ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اگر یہ دباؤ اور بڑھ جاتا تو اس کا دماغ پھٹ جاتا۔ اس لئے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا تم نے باقاعدہ کشتیاں لڑی ہیں؟"

" نہیں۔ بس اپنے علاقے میں کبھی کبھی چند لوگوں سے مڈبھیڑ ہو جایا کرتی تھی۔"

" تم اپنے علاقے کا نام نہیں بتا سکتے؟"

" نہیں۔ کیونکہ اس کا کوئی نام نہیں ہے۔"

" بڑی تعجب خیز بات ہے۔ اس دور میں بھی ایسے پسماندہ علاقے موجود ہیں، جہاں کے لوگ اس بات سے قطعی ناواقف ہیں کہ دنیا میں کیا کیا ہو چکا ہے اور وہ جدید دنیا سے قطعی ناواقف ہیں۔ گل زمان نے مجھے بہت کچھ بتایا ہے اور مجھے یہ سب کچھ سن کر بے حد حیرت ہوئی ہے۔"

میں نے اس شخص کی باتیں سنیں اور ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بے چارہ سلانوس تو یہاں آ کر قطعی پاگل ہو گیا تھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اسے ان لوگوں کی زبان نہیں آتی تھی اور وہ سمجھنے کی صلاحیتیں بھی نہیں رکھتا تھا چنانچہ وہ زیادہ تر خاموش ہی رہتا تھا۔

" تو تم پورے خلوص سے گل زمان کے ساتھ معاہدہ کرنے کے لئے تیار ہو؟" اس شخص نے پوچھا۔

" دیکھو دوستو! میں تم سے بھرپور تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ میں تمہاری دنیا، اس تہذیب اور معاشرت کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا خواہش مند ہوں۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہ میرا پیشہ نہیں ہے اور نہ میں اس کے بارے میں باقاعدگی سے کچھ جانتا ہوں۔

ں اگر مجھے کسی بھی شخص کے سامنے کھڑا کر دو گے اور مجھ سے کہو
ے کہ اسے شکست دے دوں، تو یقین کرو میں پورے دعوے اور
تماد کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ایسا ہی ہوگا۔ باقی رہی معاہدے کی بات
اس کے لئے لمحات کا تعین مناسب نہ ہوگا۔ ہاں اگر کبھی اس فن کے
یعے زندگی گذارنے کا خیال آیا تو میں صرف اور صرف تمہارے کہنے
ے سے لڑوں گا۔"

"لیکن تم معاہدہ کیوں نہیں کرنا چاہتے؟"

"اس لئے کہ میں تمہاری اس دنیا کو اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔
کسی فن یا کسی اور وجہ سے خود کو پابند کرنا نہیں چاہتا۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ ہم تمہیں مشین نہیں بنائیں گے بلکہ تمہیں اس
کا پورا موقع دیں گے کہ تم جو کچھ کرنا چاہو کرو۔ ہم تمہیں تمہارے کسی
سے نہیں روکیں گے اور لڑائی میں بھی بہت کم وقت صرف ہوگا۔
س کے بعد تم آزاد ہو گے۔ چنانچہ اگر تم معاہدہ کر لو تو ہم لوگ بھی مطمئن
یں گے کیونکہ میرے دوست ابھی کچھ عرصے کے بعد جب تم کچھ بن
ؤ گے تمہارا نام شہرت پا جائے گا تو بے شمار لوگ تمہاری جانب
یں گے اور کوشش کریں گے کہ تمہیں اپنے لئے حاصل کریں۔ بڑی
ی پیشکشیں ہوں گی۔ کیا اس وقت ہم یہ محسوس نہیں کریں گے کہ ہمارے
تھ زیادتی ہوئی ہے؟"

"میں کسی کی بات نہیں مانوں گا" میں نے جواب دیا اور گل زمان
اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے گل زمان اگر کبھی یہ پورا محسوس کرے کہ اسے تمہاری
رت ہے تو اسے خوش آمدید کہنا۔ باقی رہی معاہدے کی بات، تو
ے جانے دو، اس کے علاوہ وہ وعدہ بھی کر رہا ہے کہ اگر کشتی لڑے
صرف تمہارے لئے۔"

"ٹھیک ہے لیکن میں ذرا دوسری قسم کا آدمی ہوں۔ اگر اس نے
بات کی خلاف ورزی کی تو میری اس سے دشمنی ہو جائے گی" گل زمان
نے جواب دیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس احمق شخص کو یہ معلوم
ں تھا کہ اگر اس نے مجھ سے دشمنی کی تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا لیکن میں
سلسلے میں کچھ بولنا نہیں چاہتا تھا۔

اس شخص نے کہا "تو نوجوان دوست! کل صبح سے میں تمہارا
بنا ہوں۔"

"ٹرینر؟" میں نے جولی کی جانب دیکھا اور جولی مسکرا کر
گے بڑھی۔

"مقصد یہ کہ وہ تمہیں اس فن کی تربیت دیں گے۔"

"اوہ" میں نے گردن ہلائی "ٹھیک ہے میں تمہارا منتظر
رہوں گا" میں نے جواب دیا۔ اور گل زمان نے اس بات پر خوشی کا
اظہار کیا۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ وہاں بیٹھے رہے۔ پھر کھانا کھایا گیا
اس کے بعد میں اور سلانوس آرام کرنے کے لئے کمرے میں آ گئے
سلانوس اب زیادہ پریشان نہیں تھا۔ کمرے میں بستر پر لیٹ
کر وہ مسکرایا "کہو میرے دوست کیا کارنامے انجام دیئے؟"

"تم بتاؤ سلانوس، تمہارا دن کیسا گذرا؟"

"بُرا نہیں رہا۔ لوگوں سے اشاروں میں گفتگو کرتا رہا میں نے
بھی اپنا ایک استاد بنا لیا ہے اور اس نے مجھے کچھ الفاظ سکھائے ہیں۔"

"اوہ خوب۔ کیا الفاظ؟"

"کھانا۔ پانی۔ ہوا۔ بستر اور ایسی ہی چند چیزیں۔"

"خوب خوب۔ تب تو تم بھی بہت جلد ان کی زبان سیکھ جاؤ گے۔"

"ہاں مجھے یقین ہے۔"

"کوئی الجھن تو نہیں ہے؟"

"اگر زبان کی الجھن دور ہو جائے تو پھر باقی معاملات کو سمجھنے
میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"ہم اسے انسان کے عروج کی انتہا کہہ سکتے ہیں۔ وہ اتنا آگے بڑھ
گیا ہے کہ قدیم انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"مثلاً؟"

"میں نے اپنی اتالیق لڑکی سے اتنے سوالات کئے کہ اس کا سر
پھٹ گیا ہوگا لیکن اچھے اخلاق کی مالک تھی۔ ہر سوال کا اس نے
بڑی تفصیل سے جواب دیا۔"

"خوب خوب۔ اچھے اخلاق کی مالک تھی۔ میرا خیال کچھ اور ہے
اس کی اس ملائمت میں اس کی پسند پوشیدہ ہے۔"

"یہ تو اور عمدہ بات ہوگی سلانوس۔ اس طرح وہ میری ذات میں
زیادہ دلچسپی لے گی اور مجھے مزید تفصیلات بتائے گی" میں نے ہنستے
ہوئے کہا۔

"ویسے تم نے اس سے کیا معلوم کیا؟"

"یہ لوگ بلند و بالا عمارتیں بناتے ہیں تاکہ تھوڑی جگہ میں زیادہ لوگ
رہ سکیں۔ شہروں کی آبادیاں کافی بڑھ گئی ہیں اور اس سے اقتصادی
مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ مسائل کے حل کی تلاش میں سرگرداں
رہتے ہیں۔ ان کے ہاں ہر مسئلہ کا الگ شعبہ ہے۔ سائنسدان انسانی زندگی
کے لئے سہولتیں مہیا کرتے ہیں اور تحقیق کرتے رہتے ہیں تاکہ انسان کو
زیادہ سے زیادہ آرام ملے۔"

"خوب۔ نظامِ حیات شہنشاہیت ہے؟"

"نہیں بلکہ ایک اور دلچسپ نظام ہے۔ عام لوگ متفقہ طور پر
ایک حکمراں کا انتخاب کرتے ہیں اور وہ پابند ہوتا ہے کہ لوگوں کی ہر
سہولت کا خیال رکھے۔"

" خوب بہت عمدہ نظام ہے۔ وہ لوگ اسے معطل بھی کر سکتے ہیں جو اس کا انتخاب کریں؟"

" ہاں۔"

" عوام کی فتح ہے۔ اور میرا خیال ہے یہ نظام قدیم نظام سے بہتر ہے۔"

" ہاں۔ تم نے وہ کل کا گھوڑا دیکھا تھا جس پر یہ لوگ سواری کرتے ہیں؟"

" ہاں۔"

" یہ اسے کار کہتے ہیں۔ اور اس قسم کی ساری چیزیں وہ خود تیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بجلی کا نظام ہے جو عجیب تر ہے ....."

میں سلانوس کو ساری تفصیلات بتاتا رہا اور سلانوس اس گفتگو میں بے حد دلچسپی لے رہا تھا پھر وہ بولا۔

" سچی بات تو یہ ہے کہ میرے دانش کدے کی تعمیر میں یہ سب چیزیں معاونت کریں گی اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہ میری محنت کا ثمر ہے اب میں یہاں کی زبان سیکھ جاؤں تو خود اس بارے میں تحقیق کروں گا اور اس کے بعد جانتے ہو کیا ہوگا؟"

" کیا ہوگا؟"

" میں صدیوں کے راز یہاں سے چرا کر لے جاؤں گا اور پھر تحت الثریٰ میں ایک انقلاب آئے گا۔ میں نئے دور کا موجد ہوں گا۔ میں تحت الثریٰ کو اس دنیا سے صدیوں آگے لے جاؤں گا۔ اور اس وقت اسے جدید دور کی ہر امنگ دے دوں گا جبکہ دنیا اس سے بہت پیچھے ہوگی۔ ہاں یہ دور میری زندگی کا سب سے سنہرا دور ہوگا۔"

" میں تمہاری کامیابی میں تمہارا معاون ہوں گا۔ بلاشبہ یہ دنیا پھولوں کا گھر بن چکی ہے اور اس دور کا انسان بے حد حسین زندگی گذار رہا ہے۔"

" اب آرام کرو میں تھکن محسوس کر رہا ہوں۔" سلانوس نے کہا اور میں نے اسے سونے کی اجازت دے دی۔ لیکن خود میرے خیالات کی دنیا آباد ہوگئی۔ بے شمار خیالات تھے۔ لیکن سلانوس کی طرح دل میں کوئی امنگ نہیں تھی۔

دوسری صبح میں بیدار ہوا تو تربیت کنندہ آچکا تھا۔ صبح کو مجھے ناشتہ بھی نہیں دیا گیا۔ جس جگہ ہمیں تربیت دی جانے والی تھی اسے بہت عمدگی سے اسی عمارت میں بنایا گیا تھا۔ ناشتہ نہ دینے کی وجہ میں نہیں سمجھ سکا تھا لیکن میری اتالیق مس ڈی سوزا نے مجھے بتایا کہ ورزش کرنے سے پہلے ناشتہ نہیں کیا جاتا۔

میرا ٹرینر ویسا ہی لباس پہن کر میدان میں آگیا تھا جیسا کہ پہلوانی کرتے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ اچھے خاصے تن و توش کا آدمی تھا وہ۔ اس کے پورے بدن پر بال ہی بال تھے اور وہ خاصا چوبند نظر آرہا تھا۔ کنارے پر کچھ لوگ کھڑے ہوئے تھے۔

میں نے بھی اپنا اوپری لباس اتار دیا۔ نچلے بدن پر وہی لباس موجود تھا جو لڑنے کے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ میرے بدن کو بڑی عجیب سی نگاہوں سے دیکھا گیا اور میں نے محسوس کیا کہ لوگ مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

گل زمان بہت خوش نظر آرہا تھا اور میرا ٹرینر مجھے اس انداز میں دیکھ رہا تھا جیسے میں اس کے سامنے کوئی حیثیت نہ رکھتا ہوں۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس شخص کے ذہن سے یہ بات نکال دوں کہ وہ مجھے کسی بھی قسم کی تربیت دے سکتا ہے۔ میں ان لوگوں سے کچھ سیکھنا ضرور چاہتا تھا لیکن جو کچھ جانتا تھا اس سے پیچھے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ میرے ٹرینر نے مجھ سے کہا۔

" سنو میرے دوست۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم مجھ پر جو داؤ چاہو آزماؤ۔ اگر تمہارے پاس زیادہ داؤ نہیں ہیں تو اپنی قوت استعمال کرو۔ ظاہر ہے اگر تم اس میں جھجکے تو پھر اس انداز میں نہیں لڑ سکو گے جیسا کہ میں چاہتا ہوں۔ چنانچہ دل کھول کر مجھ سے مقابلہ کرو۔ اور اس سلسلے میں اگر مجھے کوئی تکلیف بھی پہنچ جائے تو اس کی پرواہ مت کرنا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ میرے انداز میں بڑا اعتماد تھا جسے دوسرے لوگوں نے بھی محسوس کیا۔

تب میرے تربیت کنندہ نے اپنے دونوں ہاتھ آگے پھیلائے اس کے ہاتھوں کی موٹی موٹی انگلیاں میرے ہاتھوں میں پھنسنا چاہتی تھیں۔ میں نے دونوں ہاتھ اس کے سامنے کر دیئے اور اس نے اپنی انگلیاں میرے پنجوں میں جکڑ دیں۔

یقینی طور پر اس نے یہی سوچا ہوگا کہ ابھی چند ساعت کے اندر وہ میرے پنجے مروڑ کر رکھ دے گا۔ اور میں نے اسے اس کا پورا پورا موقع دیا اور وہ میرے پنجوں کو مروڑنے لگا لیکن میرے ہاتھ جس زاویے پر تھے اسی زاویے پر گویا پتھر کی طرح جم گئے تھے، گویا دو چٹانیں تھیں جن سے میرا ٹرینر جھول رہا تھا۔ اور میں اپنی جگہ سے ذرا بھی جنبش کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

ظاہر تھا پروفیسر اگر میرے وجود میں ذرا سی بھی جنبش پیدا ہو جاتی تو میرا صدیوں کا تجربہ خاک ہو جاتا۔ چنانچہ میں اپنی جگہ ڈٹا رہا۔

وہ زور لگاتا رہا اور اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوتے رہے۔ گل زمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔ لوگ تعجب سے دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ تب میں نے آہستہ سے مسکرا کر اپنے ٹرینر کی جانب دیکھا اور اس سے کہا۔

" اب میں تمہاری ہی ہدایت کے مطابق عمل کروں گا۔"

میرے ٹرینر نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے چہرے پر

سی خفت کے آثار تھے۔ تب میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جنبش دی اور میرے ٹرینر کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو لپیٹا اور اسے گھما کر نیچے زمین پر پھینک دیا۔ گل زمان بری طرح چیخ پڑا تھا۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار تھے۔

میرا ٹرینر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو جھٹک رہا تھا۔ پھر اس نے گل زمان کی جانب دیکھا، بجانے کیوں اس کے انداز میں ایک عجیب سی بیچارگی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر جھنجلاہٹ بھی نظر آ رہی تھی۔

سو اس بار اس نے میری کمر سے لپٹنے کی کوشش کی تھی اور میں نے اسے اس کا پورا پورا موقع دیا۔ میں چاہتا تھا کہ ان لوگوں پر پوری طرح اپنا سکہ جما دوں۔ اسی میں میری بہتری تھی۔

چنانچہ ٹرینر نے میری کمر پکڑ لی اور اپنی پہلوانی کے مخصوص داؤ کے ذریعے مجھے نیچے گرانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن بھلا چٹانیں بھی کبھی اپنی جگہ سے ہلی ہیں۔ وہ سر دھڑ کی بازی لگا رہا تھا لیکن میرے بدن کو جنبش بھی نہیں ہو رہی تھی۔ جب میں نے محسوس کیا کہ وہ ہلکان پڑ رہا ہے تو میں نے اپنے آپ کو جنبش دی۔ اس بار میں نے پلٹ کر اس کی کمر پکڑی تھی اور دوسرے لمحے میں نے اسے کسی ننھے بچے کی مانند اٹھا کر اپنے سر سے اٹھا لیا۔ گل زمان نے ایک بار پھر نعرہ لگایا۔ میں نے اپنے ٹرینر کو آہستہ سے زمین پر رکھ دیا۔ میرا ٹرینر ہانپنے لگا تھا۔ تب وہ گل زمان کی طرف دیکھ کر بولا۔

• گل زمان، اسے کہاں سے اٹھا لائے ہو؟

• کیوں کیا بات ہے؟

• یہ شخص گوشت کا بنا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔

• تو پھر۔۔۔؟ گل زمان کے حلق سے مسرت بھری آوازیں نکل رہی تھیں۔

• مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے یہ پتھر کا انسان ہے۔

• گویا تمہارے خیال میں یہ فٹ ہے؟

• تم فٹ کی بات کر رہے ہو۔ میرا خیال ہے اس چٹان کو جنبش دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

• واہ۔ اس کا مقصد ہے کہ ہماری زندگیاں بن گئیں۔ کیا تم بالکل درست کہہ رہے ہو؟

• ہاں، میں دعویٰ کرتا ہوں کہ جگا سنگھ اسے اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ سکے گا۔ میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ جگا سنگھ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ گل زمان تم واقعی خوش قسمت ہو کہ تمہارے ہاتھ اتنا اعلیٰ ہیرا لگ گیا ہے۔

• تم اسے داؤ پیچ نہیں سکھاؤ گے؟

" میرا خیال ہے اسے کسی داؤ پیچ کی ضرورت نہیں ہے۔ جب وہ چٹان کی طرح جم جاتا ہے تو دوسرا کچھ بھی کر تا ہے۔ کہو تو فلائنگ کک لگاؤں؟" اس نے پوچھا۔

" ہاں ہاں کوشش کرو۔"

• ٹھیک ہے۔" میرا ٹرینر شاید اب مجھ سے مخلص ہو گیا تھا۔ مجھے سیدھا ہونے کے لئے کہا گیا۔ اور پھر میرے ٹرینر نے ہوا میں اچھل کر دو لاتیں میرے سینے پر جھاڑیں۔ اس نے غالباً اپنی پوری قوت سے حملہ کیا تھا لیکن میں اپنی جگہ سے ایک بال برابر نہیں ہلا۔ اس نے پھر زمین پر پاؤں ٹکا کر چھلانگ لگائی اور دونوں لاتیں میرے سینے پر ماریں دو تین بار لاتیں مارنے کے بعد وہ تھکے ہوئے انداز میں ہانپنے لگا اور گل زمان سے بولا۔

" کیا خیال ہے؟

" کمال ہے۔"

" واقعی کوئی جواب نہیں یہ پہاڑی تو وہ آخر کہاں سے آ گیا اور ہم نے اسے غلام خان سے لڑا دیا تھا۔ غلام خان تو خوش نصیب تھا کہ بچ گیا۔ واہ واہ تہلکہ مچا دے گا پوری دنیا میں، تہلکہ مچا دے گا۔ افوہ میں تو نہ جانے کون کون سے خواب دیکھنے لگا ہوں۔" گل زمان نے عجیب سے انداز میں کہا پھر وہ میرے نزدیک پہنچ کر بولا۔

" میرے دوست، میرے ساتھی، میرے عزیز، تمہیں دنیا کی ہر سہولت مہیا کر دی جائے گی۔ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو کبھی تکلف نہ کرنا۔ میں تمہیں لاکھوں روپے دے سکتا ہوں۔ تمہیں جتنی دولت کی ضرورت ہو گی تمہیں مل جائے گی۔ جتنی اعلیٰ زندگی درکار ہو گی میں فراہم کر دوں گا۔ بس کبھی پہاڑوں کی طرف جانے کی کوشش مت کرنا۔ یہاں تمہیں سب کچھ مل جائے گا۔ وہ سب کچھ جو تم چاہتے ہو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔" میں صرف تمہاری اس دنیا کے بارے میں سب کچھ مکمل طور پر جاننا چاہتا ہوں گل زمان۔ میں اسے چاروں طرف سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

" میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں تمہیں ہر ملک کے گوشے گوشے میں لے جاؤں گا۔ بس تمہیں میرے کہنے سے کشتیاں لڑنا ہوں گی۔ اس کے بعد تم اپنے طور پر جو چاہو گے کرو گے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

گل زمان نے جواب دیا اور میں گردن ہلانے لگا۔ تب ہم اکھاڑے سے باہر نکل آئے۔ میرے ٹرینر کو اب اس بات کی ضرورت نہیں رہی تھی کہ مجھ سے کسی نئے داؤ کے بارے میں بات کرتا جو کچھ ہو چکا تھا اس سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب اگر اس نے ایسی کوشش کی تو اسے شدید نقصان اٹھانا پڑے گا۔

گل زمان کو بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کے ہاتھ سونے کی چڑیا لگ گئی ہے۔ لیکن سونے کی چڑیا کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔

اس روز ہم نے سلانوس کو بھی ساتھ لے لیا۔ مس ڈلیسوزا ایک عمدہ ساتھی تھی۔ سلانوس نے اس سے کئی الفاظ سیکھے۔ وہ شہر کی سیر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ مجھے جو بات یا چیز نظر آتی میں جولی سے اس بارے میں پوچھ لیتا تھا۔

شام کو ہم واپس آ گئے۔ جولی ابھی میرے پاس ہی تھی تب اس نے مجھ سے کہا۔

"پورنا، میں رات کو تمہارے بارے میں سوچتی رہی۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہ جانے تم اس پروفیشن میں کیوں آ گئے؟"

"پھر کیا کرتا، تمہاری دنیا کا کوئی اور کام تو بیتے آتا نہیں۔"

"تم ___ تم تو شہزادوں کی مانند ہو۔ کہیں تم کوئی پہاڑی شہزادے تو نہیں ہو؟"

"نہیں۔ میں شہزادہ کبھی نہیں رہا۔"

"بظاہر تم معصوم ہو اور ہماری دنیا سے ناواقف۔ لیکن تمہارے اندر ایک انوکھی ذہانت چھپی ہوئی ہے۔ جس کا مجھے بار بار احساس ہوتا ہے۔"

"یہ تمہاری محبت ہے۔"

"اوہ، تم محبت کے بارے میں بھی جانتے ہو؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیوں نہیں۔ یہ لفظ تو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ زمین کا کوئی بھی خطہ ہو، جہاں کچھ بھی نہ ہو لیکن محبت ضرور ہوگی۔"

"خوشی کی بات ہے، اس جذبے کی گہرائی کو سمجھتے ہو۔"

"کیوں نہیں۔"

"یہ بھی جانتے ہو کہ یہ جذبہ بے اختیار ہوتا ہے۔ محبت کے لئے کسی کا انتخاب نہیں کیا جاتا۔ یہ کسی سے بھی ہو سکتی ہے۔"

"اس دور کے اقدار سے ناواقف ہوں۔" میں نے کہا اور پھر سنبھل گیا۔ نادانستگی میں ایک مشکوک بات کہہ گیا تھا۔ لیکن جولی نے اس پر توجہ نہیں دی تھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"تم نے کبھی کسی کو چاہا ہے؟"

"کونسی چاہت کی بات کر رہی ہو؟"

"وہ چاہت جو راتوں کو جگاتی ہے، جو دل کا سکون چھین لیتی ہے۔"

"نہیں۔ ایسی چاہت مجھے کبھی نہیں ہوئی۔ میں رات کو سکون سے سوتا ہوں اور دن میں خوب کام کرتا ہوں۔"

[illegible]

"کیا ہو سکتی ہے؟"

"تم نے جسے چاہا ہو وہ تمہیں مل گیا ہو۔"

"ہاں۔ یہ حقیقت بھی ہے۔" میں نے کہا اور نہ جانے کیوں میں نے جولی کی آنکھوں کے چراغ بجھتے محسوس کئے۔

"تو پھر وہ کہاں ہے، تم نے اسے چھوڑ کیوں دیا۔ کیا وہ تمہیں یاد نہیں آتی؟"

"یاد نہیں آتی ___؟ وہ کوئی عورت نہیں ہے۔"

"پھر کون ہے؟"

"سلانوس جو میرے ساتھ ہے۔"

"اوہ۔" جولی بے اختیار ہنس پڑی۔ "کیا تمہیں اس سے اتنی محبت ہے؟"

"ہاں۔ وہ میری دنیا کا عالم ہے۔ اور مجھے علوم سے بے پناہ الفت ہے۔ یقین کرو صرف یہی جذبہ مجھے تمہاری دنیا تک کھینچ لایا ہے۔"

"اس دنیا کو دیکھنے کے بعد تم اپنی دنیا میں واپس چلے جاؤ گے؟"

"ابھی تو ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"اگر کوئی تمہیں روکنا چاہے۔ اگر میں چاہوں کہ تم یہاں سے کہیں نہ جاؤ تو، بولو پورنا کیا تم میری محبت قبول کر لو گے؟" جولی بے اختیار ہو گئی اور پروفیسر، اس وقت جب ان کرداروں کا کوئی وجود نہیں تھا مجھے یہاں بھی عورت مل گئی۔ ہاں مستقبل کی عورت جس نے ماضی کے انسان کو خلوص سے قبول کر لیا تھا۔

سو میں نے بھی اسے مستقبل کا تحفہ سمجھ کر اپنا لیا۔ اور یہاں انسان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ یہاں عورت وہی عورت تھی یعنی اللہ یا شمانہ، یا وہ بے شمار عورتیں جو صدیوں سے میری دوست رہی تھیں۔

اور مستقبل کی یہ عورت بھی ان سے کسی طور کم نہ تھی۔ اتنی ہی گرم جوش اتنی ہی سکون بخش۔ سو یہ سکون کے لمحات بھی مجھے حاصل ہو گئے۔ اور اس کے فرائض میں اس کا پیار بھی شامل ہو گیا تھا۔ ایک طرف اس دنیا سے میری واقفیت بڑھتی گئی اور دوسری طرف میری شہرت۔

پہلی بار میری تصویر کھینچی گئی۔ میں روشنی کے اس جھماکے کو نہیں سمجھ سکا تھا لیکن دوسرے دن جولی نے بڑا کاغذ میرے سامنے پیش کیا جسے اخبار کا نام دیا گیا تھا۔ میں نے خود کو اس میں دیکھا اور ششدر رہ گیا۔

"اس طرح خبر رسانی ہوتی ہے۔ اور اب سب کو معلوم ہو گیا کہ تم جگا سنگھ کو شکست دینے کا اعلان کر چکے ہو۔"

"لیکن یہ کیا ہے؟"

"یہ تمہاری تصویر ہے۔ ہماری دنیا کی ترقی تو کہیں سے کہیں پہنچ چکی ہے۔" اور پھر تو اس نے مجھے ایسی ایسی حیرت انگیز باتیں بتائیں اور ایسی چیزیں دکھائیں پروفیسر کہ میں دنگ رہ گیا۔ پچھلے ادوار کے انسان شہنشاہ ہوتے تھے گردہ بناتے تھے اور خود کو عظیم کہلواتے

عظیم تو اس دور کا انسان تھا جس نے کائنات پر فتح حاصل کی تھی۔ وہ فضاؤں میں اڑتا تھا۔ اس طرح اس نے پرندوں سے ان کی انفرادیت چھین لی تھی۔ وہ سمندر کی گہرائیوں میں سفر کرتا تھا۔ اس طرح اس نے آبی جانوروں کو ناکارہ کر دیا تھا۔ اس سے قبل میں نے سطح سمندر پر سفر کرنے والے جہاز دیکھے تھے۔ لیکن پانی کے نیچے سفر کرنے والے انسان۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے فاصلے کا فرق مٹا دیا تھا۔ اب اس کی آواز اتنی دُور تک سنی جاتی تھی کہ تصور بھی نہ پہنچ سکے، ہوائیں پیچھے رہ جائیں اور یہ انسان کتنا عجیب تھا۔"

"کیا تمہاری یہ کہانی تمہاری کتاب میں موجود ہے؟" دفعتاً فرواں نے دخل دیا اور وہ چونک پڑا۔

"ہاں۔ دوست زمین پر صدیاں گذارنے کے ساتھ ساتھ میں نے سب کچھ کھو دیا۔ وہ جو میں نے نہ جانے کس تگ و دو کے بعد حاصل کیا تھا رہ گئی تو صدیوں کی کتاب جو میرا سرمایہ ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اس طرح تو تمہاری کتاب صدیوں پہلے اس دور کی پیش گوئی کر چکی ہے، کیا اس کتاب میں آئندہ دور کی بھی پیش گوئی موجود ہے؟"

"ہاں میرے دوست، ستاروں نے مجھے نہ جانے کہاں کہاں کی سیر کرادی ہے۔"

"تب تمہاری کتاب انسانیت کے لئے بیش قیمت سرمایہ ہے ممکن ہے وہ باتیں اس دور کے انسان کے ذہن میں بھی نہ آئیں جو تمہاری کتاب میں محفوظ ہوں۔"

"نہیں، یہ ناممکن ہے۔"

"کیوں۔؟"

"میری کتاب تو عکس ہے ماضی حال اور مستقبل کا۔ اس میں نہ کوئی اضافہ ہے نہ کمی۔ یعنی وہ جو گذرا ہے جو گذر رہا ہے اور جو گذرے گا۔ اس میں کوئی تبدیلی ناممکن ہے۔ حالات کوئی رخ اختیار کریں لیکن ہوگا وہی جو ہونا ہے۔"

"میں تمہاری کتاب دیکھ سکتی ہوں۔"

"اسے محسوس کر سکتی ہو۔ ضرورت پڑی تو میں اسے تمہارے سامنے پیش کر دوں گا۔"

"مگر تم ہمارے دور کی باتیں کر رہے ہو۔ اور ہم ان باتوں سے بخوبی واقف ہیں۔"

"لیکن یہ ماضی میں مستقبل کی کہانی ہے۔"

"یہی اس کہانی کا دلچسپ پہلو ہے۔ پھر کیا ہوا تم جگا سنگھ سے لڑے؟" پروفیسر خاور نے سوال کیا۔

"ہاں وہ جو مجھ سے فائدہ اٹھانے کے خواہش مند تھے بھلا اس موقع کو کیوں گنواتے، چنانچہ وہ دن آگیا جب میں جگا سنگھ کے مقابل تھا۔ یہ دیوہیکل پہلوان بھی خود پر ضرورت سے زیادہ نازاں تھا

لیکن دنیا نے دیکھا کہ میں نے اسے حقیر چیونٹی کی مانند مسل دیا۔ میں نے اس طرح زچ کیا کہ اس کی بے بسی انتہا کو پہنچ گئی۔ اور پھر میں نے اسے آخری بار زمین پر پٹخ دیا۔ اس کے بعد وہ نہ اٹھ سکا۔ گل زمان خوشی سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ اس کشتی سے اسے زبردست آمدنی ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں نے اور بھی کئی کشتیاں لڑیں۔ لیکن فطرتاً میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ دوسری طرف گل زمان نے دنیا کے سارے پہلوانوں کو للکار دیا تھا۔ اور اب وہ کہیں اور جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس دوران میری زبردست خدمت ہو رہی تھی۔

لیکن ایک رات اتفاقیہ طور پر اس نے جولی کو میری خواب گاہ میں دیکھ لیا۔ سخت گیر آدمی تھا اس نے کمینگی سے کام لیا اور ہم دونوں کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"میں نے تمہارے سپرد یہ ڈیوٹی کی تھی؟" اس نے جولی سے کہا اور جولی شرم سے زمین میں گڑ گئی۔ "اس کا مقصد ہے کہ تم کسی کی آلہ کار ہو؟"

"گل زمان سیٹھ، میں اسے چاہتی ہوں۔ میں اس سے پیار کرنے لگی ہوں۔ میں اس سے شادی کروں گی۔"

"اپنی اوقات جانتی ہے کمینی، میرے خلاف سازش کر رہی ہے۔" گل زمان غصے سے بے قابو ہو گیا۔ "جانتی ہے اس طرح تو ایک ابھرتے ہوئے پہلوان کو تباہ کر رہی ہے۔ اس طرح تو میرا مستقبل تباہ کر رہی ہے اگر یہ عورت کے جال میں پھنس گیا تو کشتی لڑ سکے گا۔"

"لیکن میں — میں اس سے پیار کرتی ہوں۔" اس نے کہنا چاہا اور گل زمان کا زوردار تھپڑ اس کے منہ پر پڑا۔ جولی اچھل کر دور جا گری تھی۔

تب مجھ سے نہ رہا گیا۔

" تمہیں اس کی اجازت کس نے دی گل زمان ؟" میں کھڑا ہو گیا۔

" تم نہیں سمجھتے سیدھے سادے آدمی، یہ عورتیں کس قدر چالباز ہوتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کسی نے مس ڈی سوزا کو دولت دے کر اس کام پر اکسایا ہے۔ تم نہیں جانتے جب پہلوان عورتوں کے چکر میں پھنس جاتے ہیں تو پھر انہیں شکست کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ یہ عورت بڑے بڑے پہلوانوں کو شکست دلوا چکی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کو اس کام کے سلسلے میں کسی دشمن نے اکسایا ہے۔ ممکن ہے وہ دشمن جگا سنگھ ہو یا کوئی اور لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ عورت تمہیں ختم کرنا چاہتی ہے لیکن میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔"

گل زمان پھر مس ڈی سوزا کی طرف بڑھا۔ لیکن اس بار میں نے اسے عقب سے پکڑ لیا۔ اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا کر دروازہ کھول کر میں نے باہر کی جانب پھینک دیا۔

" آئندہ میرے کسی معاملے میں دخل دینے کی کوشش کی تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ برا حشر کر دوں گا تمہارا۔"

گل زمان بری طرح گرا تھا۔ لیکن جاندار آدمی تھا۔ فوراً کھڑا ہو گیا اور خونخوار نظروں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

" میں جس بت کو تراش سکتا ہوں اسے توڑ بھی سکتا ہوں۔ سمجھے۔"

" کیا مطلب ہے اس بات کا؟"

" مطلب یہ کہ جس طرح میں نے تمہیں ابھارا ہے اس طرح فنا بھی کر سکتا ہوں۔ تم نہیں جانتے کہ گل زمان سے دشمنی کس قدر مہنگی ہوتی ہے۔"

" ٹھیک ہے گل زمان آج سے میں تمہارے لئے نہیں لڑوں گا۔ آج سے میں نے لڑائی بھڑائی کا یہ کھیل چھوڑ دیا ہے۔ بیشک تمہاری وجہ سے مجھے یہاں بہت سی سہولتیں مہیا ہوئیں لیکن تم نے جولی کے ساتھ جو سلوک کیا ہے میں اسے معاف نہیں کر سکتا۔"

گل زمان جانتا تھا کہ اگر اس نے مجھ سے بھڑنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ بہت خراب نکلے گا۔ وہ مجھے گھورتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ پھر میں نے جولی کو اٹھایا اور جولی ہذیانی انداز میں چیخنے لگی

" نہیں نہیں۔ ایسا نہ کرو۔ تم اسے نہیں جانتے۔ وہ بہت خطرناک انسان ہے۔ میں، میں۔ تم سے الگ ہوئی جاتی ہوں۔ وہ نہ مجھے زندہ چھوڑے گا نہ تمہیں۔"

" جولی اگر تم جانا چاہو تو جا سکتی ہو۔ لیکن میں ایسے بے شمار انسانوں سے نمٹ چکا ہوں۔ اگر یقین کر سکتی ہو تو کرو کہ میری موجودگی میں وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس موضوع پر اب کوئی بات نہ کرنا۔"

" لیکن میں ــ میں مفت میں ماری جاؤں گی۔"

" میں تمہیں کھلی اجازت دیتا ہوں تم جانا چاہو تو جا سکتی ہو جہاں چاہو چلی جاؤ۔ اور چاہو تو آئندہ مجھ سے ملنے کی کوشش بھی مت کرنا لیکن اب میں گل زمان کے لئے کشتیاں نہیں لڑوں گا۔"

" تو پھر زندگی کیسے گذارو گے؟"

" دیکھا جائے گا جولی۔ میں زندگی کے لئے پابندیوں کو پسند نہیں کرتا۔"

لیکن جولی اس قدر خوفزدہ تھی کہ ساری محبت بھول گئی اور کان دبا کر وہاں سے چلی گئی۔

میں تھوڑی دیر تک وہیں بیٹھا رہا۔ پھر میں سلانوس کے پاس چل دیا جب میں سلانوس کے کمرے میں داخل ہوا تو سلانوس نہیں تھا۔ میں نے وہیں پر موجود ایک شخص سے پوچھا۔

" سلانوس کہاں ہے؟"

" تمہارا ساتھی؟"

" ہاں؟"

" گل زمان اسے پکڑ کر لے گیا ہے۔"

" کیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

" ہاں گل زمان اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسے پکڑ کر لے گیا ہے، وہ کہہ گیا ہے کہ واپس آ کر تم سے بات کرے گا۔"

" کہاں لے گیا ہے؟"

" مجھے نہیں معلوم۔"

" گل زمان کو سلانوس کے ساتھ برا سلوک کرنے پر بہت سخت سزا ملے گی۔" میں نے کہا اور باہر نکل آیا۔

سلانوس کی غیر موجودگی مجھے بے حد کھل رہی تھی۔ گل زمان نے جو کچھ کیا تھا وہ اچھا نہیں کیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ گل زمان نے انتقامی کارروائی کے طور پر یہ سب کچھ کیا ہے لیکن وہ میرے ہاتھوں سے بچ کر کہاں جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں کافی دیر تک اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ مجھے سلانوس کے لئے پریشانی تھی اور میں ہر قیمت پر اس کی بازیابی چاہتا تھا۔

لیکن اس بھرے پُرے شہر میں جو میرے لئے اجنبی بھی تھا ایک شخص کو تلاش کرنا آسان کام تو نہ تھا۔ ایسی صورت میں جب کہ گل زمان نے اسے چھپایا ہوگا۔ میں جانتا تھا کہ گل زمان کی مجھ پر تو نہیں چل سکتی تھی۔ لیکن شاید سلانوس کے ذریعے وہ مجھ پر قابو پانے کی کوشش کرے۔ میں جانتا تھا کہ سلانوس بھی معمولی انسان نہیں ہے۔ وہ اپنا بچاؤ کر سکتا ہے۔ لیکن میں اسے اس طرح چھوڑنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ کافی دیر کے بعد جب میں اپنے کمرے میں آیا تو گل زمان آ چکا تھا۔

میں اس کے سامنے پہنچ گیا اور گل زمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، ایک زہریلی مسکراہٹ، اس نے حقارت آمیز نگاہوں سے

لے دیکھا۔

" واپس آگئے پورنا ؟"

" سلانوس کہاں ہے ؟"

" میری قید میں "

" کیوں ؟"

" اب تم جب تک میرے لئے لڑنے کا اعلان نہیں کرو گے
اسے رہائی نہیں ملے گی۔ اس کے علاوہ میں نے اس کتیا کو بھی ٹھیک
کر دیا ہے جو اس ہنگامے کا سبب بنی۔ در اصل بھولے شخص تم گل زمان
کو نہیں جانتے۔ میں تمہیں گولی مار کر ہلاک بھی کر سکتا ہوں۔ لیکن میں یہ
نہیں چاہتا میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تمہارا مقام ٹھیک ہو جائے۔

" کیا تمہارے خیال میں اس طرح میں ٹھیک ہو جاؤں گا "

" یہ میری ذمہ داری ہے۔ میں تمہیں پوری طرح درست کر
دوں گا "

" بشرطیکہ تم میرے ہاتھ سے بچ گئے " میں نے کہا اور اب
میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ اس کی مجال تھی کہ مجھے اس طرح
اپنا غلام بنانے کی کوشش کرے۔ گل زمان نے سیاہ رنگ کی کوئی
چیز نکال لی اور اس کا رُخ میری طرف کر کے بولا۔

" رک جاؤ، ورنہ کتے کی موت مارے جاؤ گے "

لیکن میں بھلا کسے خاطر میں لاتا تھا۔ جو اس بے وقوف کی
پرواہ کرتا۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ تب لگاتار کئی دھماکے ہوئے، اور
کوئی شے میرے بدن سے ٹکرائی لیکن پلٹ گئی اور گل زمان کی
آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

لیکن اسی وقت بہت سے لوگ اندر گھس آئے انہوں نے
مجھے چاروں طرف سے پکڑ لیا۔ میں چاہتا تو ان سب کو درست کر سکتا تھا۔
لیکن سب کے سب اجنبی تھے۔

" انسپکٹر صاحب! یہ مجھے قتل کرنا چاہتا تھا آپ نے دیر کر
دی۔ بڑی مشکل سے خود کو بچا سکا ہوں " گل زمان فریاد کرنے والے
انداز میں بولا۔

" ہتھکڑیاں لگا دو اس کے " انسپکٹر نے حکم دیا۔ میرے لئے
یہ سب اجنبی تھے اس سے اس وقت میں نے تعرض نہیں کیا، اور ان
لوگوں نے میرے ہاتھوں میں رسیاں باندھ دیں " آپ تھانے آکر
بیان لکھوا دیں گل زمان صاحب، میں اسے درست کر دوں گا "

" ٹھیک ہے " گل زمان نے کہا۔ اور اس شخص نے مجھ سے
چلنے کے لئے کہا۔ میں ان کے ساتھ چل دیا۔ اور پھر وہ ایک بڑی
مشینی سواری میں مجھے لے کر ایک نئی عمارت میں پہنچ گئے۔ مجھے
سلانوس کے سوا کوئی پریشانی نہیں تھی۔ نہ جانے وہ بے چارہ کہاں
گیا۔ اگر وہ گل زمان کی قید میں بھی تھا تو اس کا کچھ نہیں بگڑے گا،
سوائے اس کے کہ اس کا تحقیقاتی مشن رک جائے لیکن یہ بھی مستقبل
کے بارے میں ایک دلچسپ معلومات تھی۔

جس جگہ ان لوگوں نے مجھے بند کیا وہ پرانی طرز کے قید
خانوں سے مختلف تھی۔ یہاں اور بھی لوگ موجود تھے۔

" ارے پورنا پہلوان " کسی نے مجھے پہچان کر کہا اور میں اس

کی طرف دیکھنے لگا۔

" تم یہاں کیسے آگئے؟"

" تم کون ہو؟"

" میرا نام مجیں سنگھ ہے، ڈاکے کے الزام میں قید ہوں۔"

" کونسے الزام میں؟"

" ڈاکہ مارا تھا اپن نے پیہ بار ... اس رات جب جگا سنگھ سے کشتی ہوئی تھی، پکڑے گئے۔"

" ڈاکہ کیا ہوتا ہے؟"

" ابے۔ ڈاکہ نہیں جانتا؟ وہ حیرت سے بولا اور میں نے گردن ہلا دی تب وہ مجھے ڈاکے کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔ اور مجھے بے حد لطف آیا۔ میں نے بڑی قزاق دیکھے تھے، یہ بھی لٹیرا تھا۔ میں نے اس سے ساری تفصیلات معلوم کیں۔ اور یہ تفصیلات بھی میرے لئے خاصی دلچسپ تھیں۔

اس نظام حیات میں پولیس کا بڑا دخل تھا جو انتظامیہ کی طرف سے مقرر ہوتی تھیں جیسے شہنشاہوں کے سپاہی۔ وہ بھی ہر قسم کی برائیوں کی روک تھام کیا کرتے تھے۔ اس دور میں ان سپاہیوں کو پولیس کا نام دے دیا گیا تھا اور جس جگہ یہ پولیس والے مقیم ہوتے تھے، اسے تھانے کا نام دیا جاتا تھا۔

وہاں موجود لوگوں سے بھی مجھے خاصی دلچسپ معلومات حاصل ہوئیں۔ میں تو ساری تفصیلات جاننا چاہتا ہی تھا اس دوران سلانرس میرے ذہن سے نکل گیا تھا سب لوگ بڑی دلچسپی سے مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔ انہیں میری شخصیت پر حیرت تھی۔

رات ہو گئی تو میں نے اپنے دوست سے سوال کیا۔

" کیا ہمیں رات کو بھی یہیں رہنا پڑے گا؟"

" ہاں بھائی۔ یہاں رات اور دن نہیں دیکھے جاتے۔ اب تو تم اس وقت تک بند رہو گے جب تک تم پر مقدمہ نہ چلے اور تمہیں سزا نہ ہو جائے۔"

" واہ، مقدمہ کیا ہوتا ہے اور سزا کیا ہوتی ہے؟" میں نے سوال کیا اور میرا دوست ہنس پڑا۔ پھر اس نے مجھے مقدمے اور سزا کی تفصیل سنائی اور کہنے لگا۔

" میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کونسے جنگل میں رہے ہو جہاں یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔"

" ہاں میرے دوست ایسا ہی سمجھ لو، میں ایسے جنگل میں تھا جہاں یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔"

" تب تو وہ عمدہ جگہ ہوگی۔ لیکن کیا وہاں جرائم نہیں ہوتے؟"

" نہیں۔ وہاں جرائم بھی نہیں ہوتے۔" میں نے اسے ٹالنے کی غرض سے کہا۔ اور میرا دوست تعجب سے میری شکل دیکھنے لگا۔

پھر بولا۔

" ٹھیک ہے، اگر سب تمہاری طرح ہٹے کٹے اور خوشحال ہوں گے تو جرائم کیوں ہوں گے۔ لیکن تم وہاں سے کیوں بھاگ آئے ہو؟"

" بس تمہاری دنیا دیکھنے کی خوشی میں۔"

" کیسی لگی؟"

" دلچسپ ہے، مگر گل زمان نے جو کچھ کیا ہے اس میں مزا نہیں آیا اور اب یہ جگہ بھی رہنے کی نہیں ہے۔ لیکن تم باہر کیوں نہیں نکلتے؟"

" باہر؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

" ہاں ہاں باہر۔"

" باہر نکلیں گے تو یہ مار مار کر ادھ موا کر دیں گے۔" اس نے ایک پولیس والے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

" اوہو، گویا یہاں سے باہر نکلنا منع ہے؟"

" ہاں۔"

" مگر میں تو باہر جاؤں گا مجھے اپنے دوست سلانرس کی تلاش ہے اور میں یہاں زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا۔"

" باہر جاؤ گے؟"

" ہاں۔"

" مگر کس طرح؟"

" یہ سلاخیں میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔"

" لیکن میرے دوست تم ایسی کوشش بھی مت کرنا ورنہ گولی مار دیں گے یہ لوگ۔"

" مار دیں گے تو مار دیں۔ دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور میرا دوست سہمے ہوئے انداز میں میری شکل دیکھنے لگا۔

تب میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مجھے وہاں رہنا پسند نہیں تھا۔ میں اس آہنی دروازے کے سامنے آگیا جس کے سامنے ایک پولیس والا ٹہل رہا تھا۔ میں نے دروازے کو آہستہ سے بجایا اور وہ شخص میرے سامنے آگیا۔

" کیا بات ہے؟" اس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

" دروازہ کھولو میں باہر جاؤں گا۔"

" بکواس مت کرو۔ دماغ درست کرنے کے لئے ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔" پولیس والے نے بدستور کرخت لہجے میں کہا۔

" میں باہر جانا چاہتا ہوں۔" میں نے نرمی سے کہا۔

" انسپکٹر صاحب تمہیں باہر بھجوائیں گے آرام سے۔" اس نے ہنس کر کہا اور مجھے غصہ آگیا۔

میں نے سوچا کہ اس کے سوا اب کوئی چارہ نہیں ہے، کہ

دروازہ توڑ دوں . چنانچہ میں نے دونوں ہاتھوں سے پھاٹک پکڑا
اور دوسرے لمحے پھاٹک لئے ہوئے باہر چل پڑا .

پھاٹک میرے ہاتھوں میں تھا اور پولیس والا متحیرانہ انداز میں
میری شکل دیکھنے لگا تھا . پھر اس نے زور سے کوئی چیز بجائی اور دوسرے
لمحے وہ آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی گئیں . میں لوہے کا پھاٹک پکڑے
ہوئے آگے بڑھ رہا تھا . اس دوران کئی پولیس والے میرے سامنے آئے
میں نے پھاٹک ان پر کھینچ مارا . کئی لوگ سخت زخمی ہو گئے . پھر ان
جیسے بہت سے لوگوں نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی لیکن جب
میں باہر نکلنے کا فیصلہ کر ہی چکا تھا تو مجھے کون روک سکتا تھا .

چنانچہ میں اس عمارت سے باہر نکل آیا . بڑی بڑی عجیب سی
چیزوں سے جو غالباً ہتھیار تھے مجھ پر گولیاں برسائی گئیں . لیکن بے مقصد
نہیں . کوئی ہتھیار میرے اوپر کارگر نہیں تھا . میں وہاں سے نکل آیا . وہ لوگ
میرے پیچھے دوڑ پڑے . چاروں طرف ہنگامہ برپا ہو گیا تھا . میں بدحواس
نہیں تھا . ان لوگوں کے چنگل سے نکلنا چاہتا تھا اور جب وہ باز ہی نہ آئے
تو میں رک گیا .

" تم سب بھاگ جاؤ ، ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گا " میں نے کہا لیکن
پولیس والوں کی تعداد کافی ہو گئی تھی اس لئے وہ نڈر ہو گئے . پھر وہ سب
ایک ساتھ میرے اوپر ٹوٹ پڑے . غالباً وہ مجھے دوبارہ پکڑنا چاہتے
تھے . میں کب تک ضبط کرتا بجائے اس کے کہ سزا اگل زمان کو ملتی وہ
...میرے اوپر یورش کر رہے تھے اور ... نے انہیں اٹھا اٹھا کر پھینکنا
شروع کر دیا . وہ میرے بدن پر ڈنڈے بر... رہے تھے اور خود ہی شرمندہ
ہو رہے تھے ، میرا کیا بگڑتا البتہ جسے میں نے اٹھا کر پھینکا وہ دوبارہ نہ کھڑا
ہو سکا . اور تھوڑی دیر کے بعد میرے نزدیک کوئی نہیں تھا . لوگ دور سے
مجھے دیکھ رہے تھے . تب میں آگے بڑھ گیا . لیکن میرے عقب میں شور ہو رہا
تھا . لوگ دور دور سے میرے ساتھ دوڑ رہے تھے .

اور اسی وقت ایک بڑی آہنی سواری میرے نزدیک آکر رکی .
" اس سے ایک آواز ابھری .
" اوپر آ جاؤ . جلدی کرو . "
میں نے تعجب سے اس ہمدرد کو دیکھا . ایک نوجوان لڑکی اور
... مرد تھا .
" جلدی کرو . ورنہ لوگ ... جائیں گے " مرد نے کہا اور لڑکی نے
ہاتھ سہارے کے لئے بڑھا دیا . میں جلدی سے اس آہنی سواری پر
چڑھ گیا . لڑکی نے مجھے اپنے نزدیک ہی جگہ دے دی تھی اور اس کا نرم و
نازک بدن میرے بدن سے مس ہو رہا تھا . دونوں خاموش تھے اور آہنی
سواری کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی .
" تعاقب تو نہیں ہو رہا ہے پنکی ؟ " مرد نے لڑکی سے پوچھا .
" نہیں . پولیس والوں کو تو اس نے پہلے ہی ٹھکانے لگا دیا تھا "

" اچھی طرح دیکھ لو "
" دیکھ چکی ہوں "

اور پھر مرد نے تھوڑی دیر کے بعد آہنی سواری ایک عمارت
میں موڑ دی .

" تم اس کے ساتھ اندر جاؤ میں ٹرک بند کر دوں . ممکن ہے کسی
نے دیکھ لیا ہو " مرد نے کہا اور لڑکی نے گردن ہلا دی . پھر میں نیچے اتر
آیا اور میرے بعد لڑکی . یہ بھی بڑی خوبصورت لڑکی تھی . اور بڑے ہی
خوبصورت لباس میں ملبوس تھی . وہ مجھے لئے ہوئے عمارت میں آ گئی .
وہ عمارت بھی اندر سے کافی خوبصورت تھی .

لڑکی نے مجھے ایک کرسی پر بٹھا دیا . اور پھر مجھے دیکھنے لگی .
اس کے چہرے پر بھی پسندیدگی کے آثار ابھر آئے تھے .
" ارے ، تم تو بے حد خوبصورت انسان ہو ، کیا نام ہے تمہارا ؟ "
" پورنا "
" بے حد طاقتور اور جیالے ہو ، لاک اپ سے بھاگے تھے ؟ "
" ہاں . مجھے وہ جگہ پسند نہیں تھی "
" ہم تمہاری دلیری سے بہت متاثر ہوئے ہیں . اتفاق سے
وہاں موجود تھے ، تمہاری کارکردگی دیکھ کر ششدر رہ گئے اور ہم نے
فیصلہ کیا کہ تمہاری مدد کریں . تم یہاں اطمینان سے بیٹھو . تمہیں کوئی بھی
نقصان نہیں پہنچا سکتا "
" تم کون ہو ؟ " میں نے پوچھا .
" میرا نام پنکی ہے اور وہ میرا ساتھی ٹونی ہے . ہم تمہاری بھرپور
مدد کریں گے "

لڑکی کے انداز میں ہمدردی تھی اور میں ایک گہری سانس لے کر
اپنے ان نئے ہمدردوں کے بارے میں سوچنے لگا . دیکھنا تھا کہ میرے
یہ نئے ہمدرد میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں .

ٹونی تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گیا اور میں نے محسوس کیا کہ پنکی اسے دیکھ کر سنبھل گئی تھی۔ تھوڑی دیر قبل وہ جس بے تکلفی سے پیش آ رہی تھی اس میں تھوڑی سی احتیاط پیدا ہو گئی تھی۔ ٹونی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"ہمیں ایسے لوگ بہت پسند ہیں جو پولیس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ تمہیں کس سلسلہ میں گرفتار کیا گیا تھا نوجوان؟"

"طویل کہانی ہے سنا دوں گا پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"کیا مطلب؟" ٹونی نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہاری اس دنیا میں شاید مطلب کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ تم بھی مجھ سے کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"کیا تم سے دوسرے فائدہ اٹھاتے ہیں؟" ٹونی نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

"مجھے تم نے کتنی دیر کے لیے سہارا دیا ہے؟"

"کتنی دیر سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے تم مجھے اپنے پاس کس وقت تک رکھو گے؟"

"جب تک تم رہنا چاہو۔" ٹونی نے جواب دیا۔

"دیکھو دوست میں اپنے بارے میں تمہیں ساری تفصیلات بتا دوں گا لیکن ایک بات تم ابھی سمجھ لو۔ وہ یہ کہ میں تعاون کرنے والوں میں سے ہوں اور اگر میرا دوست بہت مخلص ہو تو اسے میری ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی لیکن میرے دوست میرے معاملات میں بھی ایک حد تک مداخلت کر سکتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں تم مجھے اپنے گھر سے نکال دو لیکن اگر تم نے مجھے اپنے پاس رکھ کر حکم چلانے کی کوشش کی تو نقصان اٹھاؤ گے۔" میں نے کہا۔

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پہلے ہم ایک دوسرے سے اچھی طرح واقفیت حاصل کر لیں گے اس کے بعد ہی اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ تم میرے ساتھ رہو گے یا کہیں جاؤ گے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟" ٹونی نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن تم مجھے کسی طور مجبور نہیں سمجھنا۔"

"ہاں ہاں۔ ہم ہر حال میں دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں گے۔" ٹونی نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے۔ تم میرے بارے میں مجھ سے سوالات کرو۔ میں جواب دوں گا۔"

"پہلے تو یہ بتاؤ میرے دوست کہ کیا تمہارا تعلق کسی یورپی ملک سے ہے یا مڈل ایسٹ کے کسی ملک کے رہنے والے ہو؟"

"میرا تعلق جس جگہ سے ہے یقین کرو اس کے بارے میں میں خود بھی نہیں جانتا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میں کسی پہاڑی علاقے کا باشندہ ہوں کسی پہاڑی دیہات کا لیکن یہ پہاڑیاں ایسی جگہ تھیں جس کی کوئی شناخت نہیں تھی۔ یا ممکن ہے تمہاری اس مہذب اور جدید دنیا نے اس جگہ کو کوئی نام دیا ہو لیکن ہم اور ہمارے ساتھی اسے کسی نام سے نہیں پکارتے تھے بس ایک چھوٹا سا علاقہ تھا جہاں ہم آباد تھے اور سکون کی زندگی گزارتے تھے پھر میرے ایک ساتھی کو جدید دنیا کو دیکھنے کا شوق چرایا اور نہ جانے کون کون سے مراحل سے گزر کر ہم تمہاری اس دنیا تک پہنچے۔ یہ دنیا اور یہاں کے قوانین میرے لیے بالکل اجنبی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تمہارے ذرائع کیا کیا ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ ترقی یافتہ دنیا ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا کہ ان الجھنوں میں پھنس گیا جب ہم اس دنیا میں پہنچے تو... ہماری ملاقات ایک ایسی جگہ کچھ لوگوں سے ہوئی جہاں کشتیاں لڑی جاتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ان لوگوں کو شکست دی جو اپنے آپ کو بہت طاقتور سمجھتے تھے۔ اور گل زمان نامی ایک شخص نے مجھے اپنے ساتھ رکھ لیا لیکن گل زمان اچھا انسان نہیں تھا۔ اس نے مجھ پر اجارہ داری قائم کرنے کی کوشش کی اور میں نے اس کی پٹائی کر دی۔ تب اس نے میرے ساتھی کو اغوا کر لیا جو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا۔ میں نے اسے مار دیا اور ان لوگوں نے مجھے گرفتار کر لیا جن کے چنگل سے میں اس وقت بھاگ کر آیا ہوں وہ جگہ مجھے ناپسند تھی جہاں انہوں نے مجھے رکھا تھا۔ اس لیے میں وہاں کیوں رکتا۔ اب اس سلسلہ میں اگر ان میں سے کچھ لوگ زخمی ہو گئے ہیں یا مارے گئے ہیں تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"خدا کی پناہ۔ تم تو انتہائی سادہ دل آدمی معلوم ہوتے ہو۔ اور میرا خیال درست ہی ہے یقینی طور پر تمہارا تعلق مقامی لوگوں سے نہیں ہے۔ ہم لوگ بھی ایک مغربی ملک سے ہی تعلق رکھتے ہیں اور تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے ساتھ رہ کر تم خاصے فائدہ میں رہو گے۔"

"بات وہیں پر آ گئی تم کیوں یہ چاہتے ہو کہ مجھے فائدہ پہنچے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں ہاں۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ ہم تمہیں اپنے ساتھیوں میں شامل کر لیں گے باقی ہمارا کام کیا ہے۔ اور ہم تم سے کام کیا لیں گے اس کے بارے میں ابھی تو نہیں کچھ وقت گزرنے کے بعد تمہیں بتا دیا جائے گا۔ ویسے تم ایک بات سمجھ لو، تمہاری زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی ہے۔" ٹونی نے کہا۔

"کیسا خطرہ؟" میں نے سوال کیا۔

"میرے دوست۔ مجھے شدید حیرت ہے تم شکل و صورت اور لباس سے تم کسی قدر اجنبی اجنبی سے محسوس ضرور ہوتے ہو لیکن تمہارا تعلق کسی ایسے علاقے سے ہو گا۔ جہاں جدید دنیا کی کوئی بات نہیں

بھی جاسکتی ہوگی۔ تمہاری بستی کے قوانین سمجھانے کیا ہوں لیکن اس دنیا کے قوانین ذرا مختلف ہیں یہاں پر کسی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ کسی دوسرے کو کوئی جسمانی تکلیف پہنچائی جائے۔ تم نے گل زماں کو مارا پیٹا اور اس الزام میں تمہیں گرفتار کرلیا گیا ہوگا لیکن اب پولیس کے ساتھ تم جو کچھ کر آئے ہو اس کے بدلے میں وہ لوگ تمہیں کہیں پر بھی نہیں چھوڑیں گے" ٹونی نے کہا۔

"مجھے اس بات کی پروا نہیں ہے انہوں نے مجھے دوبارہ گرفتار کرنے کے لیے جو... کرسکتے تھے کیا اور ناکام رہے آئندہ بھی وہ ناکام ہی رہیں گے"

"نہیں میرے دوست!" ٹونی مسکرایا۔ "تم نہیں سمجھتے کہاں تک ان کے ہاتھوں سے بچو گے ان کی تعداد بے پناہ ہوتی ہے۔ وہ زمین کے چپے چپے پر تمہارا تعاقب کریں گے اور تمہیں چین نہیں لینے دیں گے تو تمہارے لیے بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔ ممکن ہے پولیس والوں میں سے بھی کوئی ہلاک ہوگیا ہو اگر ایسا ہوا تو تم قاتل کہلاؤ گے اور ایک قاتل کے لیے کوئی پناہ نہیں ہوتی۔"

میں سنجیدگی سے سوچنے لگا واقعی قاتل کے لیے پناہ پہلے بھی نہیں ہوا کرتی تھی لیکن اب لوگ کچھ جدید ہیں اور میں اس ماحول سے ذرا ناواقف، چنانچہ یہ حماقت تو مجھ سے ہوگئی تھی کہ میں نے اتنی سخت مزاجی سے کام لیا اور اب اگر زمین کے اس حصے پر میرے لیے کوئی پناہ گاہ نہ ہوا اور مجھے ہر وقت ان لوگوں سے الجھے رہنا پڑا تو پھر کیا ہوگا ابھی تو سلانوس کی تلاش بھی باقی تھی چنانچہ چند ساعت کے بعد میں نے گردن اٹھائی اور اب میرا انداز بدلا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے ٹونی۔ اگر یہ بات ہے تو میں تمہاری دوستی کی پیشکش کو قبول کرتا ہوں۔ دراصل میں اس دنیا میں کچھ دیکھنے کے لیے آیا تھا اور اگر اس سلسلے میں مجھے ایسی الجھنیں پیش آجائیں کہ میں کچھ دیکھنے کے بجائے ان لوگوں سے چھپتا پھروں تو یہ زیادہ دلکش بات نہیں ہوگی۔ میں تمہاری ہدایات پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں"

ٹونی خوش ہوگیا تھا اس کے ساتھ پنکی بھی مسکرانے لگی تھی۔

پھر پنکی نے کہا "میرا خیال ہے ٹونی یہ ہمارے لیے بہترین ساتھی ثابت ہوں گے۔"

"بیچارے یہاں کے ماحول اور حالات سے ناواقف ہیں اس لیے انہیں فی الوقت کسی معصوم بچے کی طرح تربیت دینی پڑے گی اگر تم چاہو تو انہیں اپنے ساتھ ہی رکھ لو۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ظاہر ہے اب تو یہ ہمارے دوست بن گئے ہیں ان کی ہر قسم کی امداد کرنا ہمارا فرض ہے۔" ٹونی نے کہا۔ پھر میری جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

"ارے ہاں تم نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں۔"

"لوگ مجھے پورنا کے نام سے پکارتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

پنکی مسکرانے لگی۔

"پورنا - بڑا ہی عجیب نام ہے میں نے تو آج تک ایسا نام نہیں سنا۔"

"پنکی پلیز، فضول باتوں سے گریز کرو،" ٹونی نے پنکی کی بات درمیان سے کاٹتے ہوئے کہا "مسٹر پورنا لوگ تمہیں کسی بھی نام سے پکارتے ہوں ہمیں اس سے غرض نہیں ہے ہم تمہیں ایک نام دیں گے۔ پنکی تم ان کے لیے مناسب سا نام تجویز کرو۔ پورنا وہ تھا جو جیل سے فرار ہوا یہ وہ نہیں بلکہ ہمارے ساتھی ہیں۔ ویسے ان کے چہرے اور بدن کی مناسبت سے تو میں ان کو مسٹر گولڈ کہہ کر پکاروں گا۔ دیکھو نا کیا یہ گولڈ مین معلوم نہیں ہوتے" ٹونی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پنکی نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"بس تو ٹھیک ہے ان کا نام گولڈ ہے" پنکی نے کہا۔

"بالکل درست" ٹونی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور پھر میری جانب دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا "کیوں جناب آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے؟"

"نہیں۔ دوستوں کے دیئے ہوئے کسی بھی نام پر میں کبھی اعتراض نہیں کرتا" میں نے جواب دیا۔

"ویسے تمہارے بارے میں بہت سی تفصیلات جاننے کی خواہش ہے اور میں تو مسلسل اسی علاقے کے بارے میں سوچ رہا ہوں جہاں سے تم آئے ہو۔ عجیب انوکھی سرزمین ہوگی۔ تمہارا رنگ، تمہاری جسامت ساری چیزیں اتنی حیرت ناک ہیں کہ آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے ٹونی، یہ انوکھی شخصیت کے مالک ہیں بہرحال اب تو یہ ہم میں شامل ہو ہی گئے ہیں۔ مسٹر گولڈ آپ یہاں کوئی تکلیف نہیں اٹھائیں گے جس وقت جس چیز کی ضرورت ہو طلب کریں دراصل یہ کہنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ ابھی آپ کے اور ہمارے درمیان ہم آہنگی نہیں ہے رفتہ رفتہ ایک دوسرے سے واقف ہو جائیں گے تو یہ الجھن بھی رفع ہو جائے گی۔"

"آپ لوگ بے فکر رہیں میں دوستوں پر کبھی بار نہیں بنتا۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے نہیں نہیں۔ بار بننے کی بات نہیں ہے بس تم یہ سوچ کر یہاں رہو کہ جیسے اپنے گھر میں رہ رہے ہو۔ پنکی تم ان کے لیے مناسب رہائش گاہ کا بندوبست کردو۔ اور اب یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں کہ ان کا خاص خیال رکھا جائے۔"

چنانچہ دوسرے لوگوں کی طرح ٹونی نے بھی میرے لیے آرام دہ رہائش گاہ کا بندوبست کردیا لیکن اب مجھے تھوڑا تھوڑا سا تجربہ ہوگیا تھا میں نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی تھی کہ اس دور کے لوگ بے پناہ ذہین اور تہذیب کی ترقی کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں لیکن اس کے ساتھ

ہی ان میں خود پرستی اور لالچ حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ یہ لوگ بے مقصد کسی سے نہیں ملتے اور ان کی ہر بات میں کوئی نہ کوئی غرض چھپی ہوئی ہوتی ہے۔

بہرصورت مجھے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں تھا اگر یہاں کے لوگ اسی انداز میں سوچنے کے عادی ہیں تو مجھے کیا۔ میں خود بھی اپنے اندر اتنی صلاحیت رکھتا تھا کہ خود کو ہر طرح کے ماحول کے مطابق ڈھال سکوں چنانچہ مجھے کیا پڑی تھی کہ ان باتوں میں پڑتا۔ میں نے تو وہ ادوار دیکھے تھے جہاں کے لوگ مختلف کیفیات کا شکار تھے اور کہیں بھی مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی چنانچہ ان کے درمیان بھی میں خود کو آسانی ضم کر سکتا تھا۔ ہاں جو کچھ سوچا تھا اس میں میری ناتجربہ کاری شامل تھی۔

مجھے نہیں معلوم تھا اگر میں حالات سے مجبور ہو کر کسی کو قتل کروں تو میری آزادی سلب ہو جائے گی یہ بات درست ہی تھی۔ اگر میں کسی کے ساتھ کوئی برائی کر دیتا تو وہ لوگ مجھے سکون سے کیسے رہنے دے سکتے تھے۔ اور میں اپنے طور پر اسی دنیا کے بارے میں جو کچھ جاننا چاہتا تھا وہ نہیں جان سکتا تھا۔ چنانچہ اب میں نے اپنے سوچنے کے انداز میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر لی تھی ظاہر ہے جب ان کے درمیان رہنا ہے تو کیوں نہ انہی کی سوچ اختیار کر لی جائے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ پورے خلوص کے ساتھ [illegible] جیسا بن کر ان میں شامل ہو جاؤں۔

میں اپنے طور پر کچھ کرنا چاہتا تھا یعنی یہ کہ یہ لوگ مجھے سادہ سمجھتے رہیں اور میں انہیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں اور وہ میری ذہانت کا لوہا مانیں، ہاں میں خود ان کی ذہانت کا لوہا مانتے ہوئے اپنے طور پر اپنی کوششیں جاری رکھوں اور اس دور کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کروں تاکہ میری کتاب کے ابواب میں اضافہ ہو اور یقیناً وہ اضافہ ایک انوکھا اضافہ ہوگا۔

سیدھی سی بات ہے میں مستقبل کی اس دنیا کے بارے میں جان رہا تھا جو ابھی عالم وجود میں نہیں آئی تھی یعنی یہ سب جو سوچ جو انداز لے کر آنے والی دنیا میں آئیں گے وہ ابھی [illegible] ذہن میں تھے گویا میں صدیوں آگے بڑھ گیا تھا۔

مگر مجھے افسوس تھا تو بیچارے سالانوس کا نجانے کس جگہ میں جا پھنسا تھا وہ۔ خبیث گل زماں نے اسے نجانے کہاں چھپا رکھا تھا گل زماں میرے ذہن میں ایک عجیب سا احساس جاگا۔

اب تو میں آزاد تھا۔ کیا میں اپنے دوستوں کی مدد سے گل زماں کو تلاش نہیں کر سکتا اور اگر گل زماں مل جائے تو اس کے بعد سالانوس کے بارے میں پتہ چلا لینا زیادہ مشکل کام نہ ہوگا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ کسی مناسب وقت اپنے دوستوں سے اس بات کا اظہار کروں گا کہ میں اپنے دوست سالانوس کو تلاش کرنا چاہتا ہوں اور انہیں اس سلسلہ میں میری مدد کرنا ہوگی۔ اس وقت اگر وہ میری مدد کرنے سے انکار کر دیں گے تو میں ان کا ساتھ بھی چھوڑ دوں گا۔ اور اپنے طور پر گل زماں کو تلاش کر کے سالانوس کو پانے کی کوشش کروں گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے میری مدد کی ہے اور اسی وقت مجھے پولیس کے چنگل سے نکال لائے تھے جب میں خاصا الجھ گیا تھا، ورنہ میں پولیس کے اور بھی آدمیوں کو قتل کر دیتا۔ حالانکہ میں انہیں قتل کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن بس بری مسئلہ تھا کہ اس کے بعد میری مجرمانہ کارروائیوں میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا اور یہ لوگ مجھے سخت ناپسند کرنے لگتے جو مجھے گوارا نہ تھا۔

میری یہ رہائش گاہ جہاں پنکی مجھے چھوڑ گئی تھی بے حد خوبصورت تھی۔ ایک انتہائی وسیع اور کشادہ ہال نما کمرہ جس کے اندر ایک گول بستر پڑا ہوا تھا۔ اتنا نرم بستر تھا کہ آدمی اس پر لیٹے اور اندر دھنستا چلا جائے اتنا خوبصورت بستر میں نے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا۔

اس کے علاوہ کمرے میں سجاوٹ کی بہت سی چیزیں تھیں ایک دیوار پر ایک پینٹنگ آویزاں تھی جو کسی خوبصورت پہاڑی مقام کی تصویر تھی جس میں جابجا جھرنے گر رہے تھے اور دیکھنے میں بالکل اصلی معلوم ہوتی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں خود اسی ماحول میں ضم ہو گیا ہوں اس کے علاوہ حسین ترین پردے اور رہائش کا دوسرا سامان [illegible] ہی سکون تھا۔

اور اس پرسکون ماحول میں میں نے بہت سا وقت گزارا یہاں تک کہ رات ہوئی اور دوسری صبح ناشتہ کی میز پر ٹونی اور پنکی دونوں موجود تھے۔ ان لوگوں نے مجھے صبح کا سلام کیا اور میں نے گردن ہلا دی۔

پنکی نہایت خوب صورت لباس میں ملبوس تھی یہ لباس خاصا باریک تھا اتنا باریک کہ اس سے جسم کا ایک ایک عضو جھلک رہا تھا اس کے بال ایک خوبصورت ربن میں بندھے ہوئے تھے اور پنکی نے اس نے کیا کیا پہن رکھا تھا۔ ٹونی بھی ایک خوبصورت سوٹ میں ملبوس تھا۔

ناشتے کی میز پر ان دونوں نے میرا مسکراتے ہوئے استقبال کیا اور ٹونی نے مجھ سے پوچھا۔

"کہو ڈیئر گولڈ تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"نہیں بھئی یہ رسمی باتیں مجھ سے نہ کیا کرو۔ میں تو بہت خوش ہوں حالانکہ جو حسین ماحول تم نے میرے لیے مہیا کر دیا ہے میں نے اس قسم کے خوبصورت ماحول میں بہت کم وقت گزارا ہے لیکن اگر یہ نہ بھی ہوتا تب بھی میں ہر لحاظ سے زندگی گزارنے کا عادی ہوں۔"

"تم ایک جفاکش انسان معلوم ہوتے ہو۔ تمہارے ہاتھ پاؤں سے پتہ چلتا ہے۔" ٹونی نے کہا "لیکن اس کے ساتھ ہی ہمارے ذہن میں تمہاری طرف سے کچھ الجھنیں باقی ہیں۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ کہ تمہیں بلاوجہ ہی پولیس کے حوالے کر دیا گیا تھا لیکن تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔"

"تفصیل کچھ نہیں ہے میرے دوست، میں جس شخص کے ساتھ اس دنیا میں آیا تھا۔ گل زماں نامی ایک آدمی نے اسے اغوا کر لیا۔ میں اپنی دنیا میں ایک طاقتور آدمی کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ یہاں آیا تو میں نے کچھ لوگوں کو ایک دوسرے سے کشتیاں لڑتے دیکھا، تب مجھے پتہ چلا کہ یہاں پر اس طرح لڑنا کاروبار کی حیثیت رکھتا ہے۔ گل زماں نے مجھ سے معاہدہ کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ میں اس کے لیے کشتیاں لڑا کروں۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ یہ فن بھی کاروباری طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے، میں نے اس کی بات مان لی۔ اور کچھ عرصے کے بعد گل زماں کو میری کسی بات سے اختلاف پیدا ہو گیا لیکن مسٹر ٹوٹی میں اختلاف برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں، میں نے اس کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا۔ تب اس نے میرے معصوم دوست کو غائب کرا دیا کیونکہ وہ مجھ پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔ جب میں نے اس سے اپنے دوست کا مطالبہ کیا تو اس نے کچھ بتانے سے صاف انکار کر دیا اور مجھے مجبور کرنے کی کوشش کی کہ میں اس کا غلام بن جاؤں اور بھلا یہ بات میں کیونکر گوارا کر سکتا تھا چنانچہ میں نے اسے مارا اور خوب مارا۔ اور وہ لوگ جسے تم پولیس کا نام دیتے ہو، انہوں نے مجھے پکڑ کر اسی جگہ بند کر دیا جو مجھے پسند نہ تھی۔ اور ظاہر ہے میں وہاں سے نکل آیا، میں کبھی بھی ایسی جگہ رہنا پسند نہیں کرتا جو مجھے پسند نہیں ہوتی اور ان بند کمروں سے تو مجھے نکلنا ہی تھا چنانچہ میں نکل آیا۔ یہ ہے پوری داستان، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ پنکی اور ٹوٹی دونوں مسکرانے لگے۔

"خوب۔" ٹوٹی ہنستے ہوئے بولا "دراصل تم شیر ہو، جنگل کے شیر اور جنگل کا شیر پابندی کب قبول کرتا ہے لیکن بے فکر رہو میرے دوست گولڈ ہمارے درمیان تمہیں یہ احساس نہ ہو گا کہ تم پر کسی بھی قسم کی کوئی پابندی ہے، ہاں یہ تو بتاؤ کیا تم اپنی دنیا سے صرف یہ دنیا دیکھنے کے لیے آئے ہو کیا یہاں مستقل رہنے کا ارادہ نہیں رکھتے؟"

"میری اپنی دنیا میں یہ ساری دلچسپیاں نہیں ہیں جو یہاں اس دنیا میں موجود ہیں۔ تمہارے اس ماحول میں تھوڑی سی خرابیاں ضرور ہیں لیکن اس کے باوجود یہ ماحول بے حد دلکش ہے اس کی تبدیلیاں اتنی تعجب خیز ہیں کہ میرا یہاں سے جانے کو دل نہیں چاہتا میں یہ سوچتا ہوں کہ یہاں رہ جاؤں اور یہاں رہ کر یہاں کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کر لوں۔ اس سلسلہ میں مجھے کوئی ایسا ساتھی کوئی ایسا دوست درکار ہے جو مجھے یہاں کے بارے میں مکمل تفصیلات سمجھا سکے۔ اور اگر مجھے کوئی ایسا دوست مل جائے تو میں اس کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے کو تیار ہوں۔"

"ہوں۔" ٹوٹی نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی پھر بولا "لیکن میرے دوست اس دنیا میں ایک بہت بڑی خرابی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں ہر وہ شخص خوش و خرم رہ سکتا ہے جو کوئی کام کرے خواہ وہ کام کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں مزدور ہوتے ہیں جو عمارتیں بناتے ہیں انہیں اتنا معاوضہ ملتا ہے کہ ... روٹی کھائیں اور سو جائیں پہننے کو اچھے کپڑے بھی نہیں ملتے اور نہ ہی زندگی کی دوسری آسائشیں۔ ان کے علاوہ مختلف کام ہوتے ہیں۔ لیکن ہر کام کی نوعیت مختلف ہوتی ہے، کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن میں آدمی بہت زیادہ کماتا ہے اور کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن میں انسان بہت کم آمدنی حاصل کرتا ہے تم جیسا آدمی جو غیر معمولی خصوصیات کا مالک ہے یہاں آرام کی زندگی گذار سکتا ہے ہم تمہارے دوست ہیں ایک طویل عرصے تک تمہاری خدمت کر سکتے ہیں لیکن دوست ہونے کی حیثیت ہی سے ہم تمہیں ایک مشورہ بھی دینا چاہتے ہیں۔"

"ضرور ضرور۔" میں نے فراخ دلی سے کہا۔

"کچھ کام کرو۔"

"کیسا کام؟" میں نے پوچھا۔

"ایسا کام گولڈ جس سے تمہیں ایک بہتر زندگی حاصل ہو سکے تم ایک اچھی زندگی گذار سکو اور کسی کے محتاج نہ ہو۔"

"لیکن میں تو اس دنیا میں اجنبی ہوں ٹوٹی! اور یہاں کے کاموں سے واقف بھی نہیں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ کام کس طرح حاصل ہو گا اور اس کے لیے میں کیا کر سکوں گا۔"

"اوہ تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے ڈیئر گولڈ، ہم تمہارے دوست ہیں اگر اس وقت تمہارا ساتھ نہیں دیں گے تو پھر کس وقت دیں گے۔ ہم جب تمہارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں تمہاری مدد کر سکتے ہیں تو کیوں نہ کریں اگر تم پسند کرو تو ہم ایسا کر سکتے ہیں کہ تم زندگی کا ہر بوجھ ہمارے کندھوں پر ڈال دو اور وہ کرتے رہو جو ہم کرتے رہیں۔"

"ٹھیک ہے مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن میں تمہیں اپنی فطرت کے بارے میں بتا چکا ہوں۔"

"بالکل بے فکر رہو میرے دوست، تمہاری اس فطرت کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔ تمہیں کبھی کوئی ذہنی کوفت یا شکایت نہیں ہونے دی جائے گی۔" ٹوٹی نے جواب دیا۔

"تب تم بھی بے فکر رہو ٹوٹی، میں بھی اپنے دوستوں کو کوئی تکلیف دینا پسند نہیں کرتا۔"

"ٹھیک ہے۔" ٹوٹی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے بعد ہم لوگ ناشتہ میں مصروف ہو گئے۔

ناشتہ عمدہ قسم کا تھا۔ نت نئی چیزیں تھیں جن کے بارے میں میں

نے کبھی سنا بھی نہیں تھا۔ بہرحال بے حد لذیذ تھیں۔ میں تو زندگی کی ہر لذت سے آشنا ہونا چاہتا تھا میں زندگی کے ادوار طے کر رہا تھا اور ان گزرتے ہوئے ادوار میں میرے سامنے جو کچھ آتا تھا میں اس سے لطف اندوز ہوتا تھا۔

ناشتہ کے بعد ٹونی نے مجھ سے اجازت مانگی اور کہنے لگا۔

"میں تمہارے لیے جلد ہی کسی بہتر زندگی کا بندوبست کر دوں گا تم بالکل بے فکر رہو، پنکی تمہارا پورا پورا خیال رکھے گی میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" میں نے جواب دیا۔ اور ٹونی ناشتہ کی میز سے اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے پنکی کی جانب دیکھا اور بولا۔

"ڈیئر پنکی! میں جا رہا ہوں لیکن میرے دوست گولڈ کو کوئی تکلیف نہ ہونے دینا، یہ اتنا عمدہ انسان ہے کہ میں اس سے بے پناہ محبت کرنے لگا ہوں۔" ٹونی نے یہ الفاظ ادا کیے تو ایک عجیب سی مسکراہٹ میرے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

میں نے ٹونی کے لب ولہجے میں خلوص کی چاشنی کو نہیں پایا تھا اور صدیوں کا تجربہ اس بات کا گواہ تھا کہ ٹونی بھی ان لوگوں میں سے تھا جو کسی غرض کے بغیر کسی سے محبت کا اظہار نہیں کرتے بلاشبہ اس کے ذہن میں میرے لیے کوئی خاص بات تھی لیکن بیچارے یہ بیوقوف لوگ مجھے کیا سمجھتے تھے اور یہ تو میری کوشش تھی ہی کہ یہ لوگ مجھے زیادہ ذہین اور چالاک نہ سمجھیں تاکہ میں ان کی مرضی کے مطابق رہ سکوں اور اپنی مرضی کے مطابق معلومات حاصل کر سکوں۔

ٹونی چلا گیا اور پنکی میرے پاس رہ گئی۔ بڑی دلکش لڑکی تھی وہ اور اس کے انداز بھی زیادہ محتاط نہیں تھے۔ اس نے ایک مخصوص انداز سے اپنے خوبصورت بالوں کو چہرے سے پیچھے کیا اور بولی۔

"آؤ گولڈ اٹھتے ہیں باتیں کریں گے۔"

"ٹھیک!" میں نے کہا اور تعاون کے انداز میں شانے ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

اور پھر وہ مجھے لیے ہوئے ایک نشست گاہ میں آ کر بیٹھ گئی "ہمیں کوئی خاص کام تو نہیں ہے بس تفریحی باتیں اور تفریحی مشاغل۔" اس نے کہا۔

ظاہر ہے میں اس بات کا کیا جواب دیتا، میں نے گردن ہلا دی تھی۔

"خود تمہارے مشاغل کیا ہیں گولڈ؟" اس نے پوچھا۔

"میں آپ کو بتا چکا ہوں پنکی میں جس دنیا سے آیا ہوں وہ سیدھے سادے لوگوں کی دنیا تھی وہاں نہ مشاغل نام کی کوئی چیز تھی اور نہ ہی تفریحات تھیں، ہاں زندہ رہنے کے لیے لوگ اپنے آپ میں مگن ضرور رہتے تھے چھوٹے چھوٹے کھیل، معصوم سی تفریحات۔ یہاں آ کر تو مجھے یہ ساری مصروفیات اور ہماہمی..... دیکھ کر شدید حیرت ہوتی ہے۔"

"یقیناً ہوتی ہو گی ویسے میں اس پرسکون بستی کے تصور سے بڑی متاثر ہوں جہاں تم رہتے ہو گے۔ تم جیسے حسین اور سادہ دل لوگوں کی وہ بستی کس قدر دلکش ہو گی، یہ احساس میرے ذہن میں بھی ہے۔"

"ہاں ہماری بستی مسائل سے دور ہے لیکن اس کے برخلاف یہاں بہت سی دلکش چیزیں بس ہیں، اس کے باوجود بھی توازن برابر ہے۔"

"کیا مطلب؟" پنکی نے سوال کیا۔

"ہماری بستی میں جگہ جگہ قتل نہیں ہوتے۔ لوگ ایک دوسرے کے بہت زیادہ دشمن نہیں ہوتے، ہماری بستیوں میں مسائل بھی نہیں ہوتے اس کے علاوہ حسن بھی بے پناہ ہے۔"

"خوب! تو تم ان چیزوں کو محسوس کرتے ہو۔" پنکی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں نہیں، میں نے انسانوں سے علیحدہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اس لیے میرا حسن سے متاثر ہونا فطری امر ہے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے، یقیناً۔ تمہاری بستی کے سادہ اور معصوم لوگ ایک دوسرے سے محبت تو کرتے ہوں گے؟" پنکی نے پوچھا

"بے شک ہم لوگوں میں بڑی یگانگت ہے۔" میں نے جواب دیا

"صرف یگانگت؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں یگانگت کو تم محبت کا نام بھی دے سکتی ہو!"

"محبت کے تو مختلف انداز ہوتے ہیں گولڈ۔" پنکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"محبت آپس میں رشتوں کی مناسبت سے بھی کی جاتی ہے اور بعض اوقات کسی ایسی شخصیت سے بھی جو ہمارے سینے میں اتر جاتی ہے اور ہمیں بہت دلکش لگتی ہے۔ اگر تم میرا مقصد نہیں سمجھ رہے تو مجھے بتاؤ۔"

"ہاں کچھ اور وضاحت سے بتاؤ۔" میں نے سوال کیا حالانکہ اس نوجوان لڑکی کا مقصد میں بخوبی سمجھ رہا تھا۔ اس کا وہی مقصد تھا جو ہر لڑکی کا ہوتا ہے۔ بے وقوف میرے صدیوں کے تجربے سے کھیل رہی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ میرے تجربات کہاں تک ہیں اور مجھے بھی اس طرح اپنے آپ کو معصوم اور سادہ ثابت کرنے میں مزہ آ رہا تھا۔

پنکی چند ثانیے اپنے دونوں ہونٹ بھینچتی رہی، یہ اس کا مخصوص انداز تھا اور پھر ایک دم مسکرا کر بولی۔

"تمہاری بستی کی لڑکیاں بھی تمہاری طرح حسین ہوں گی۔" پنکی نے سوال کیا۔

"ہاں جیسے ہم لوگ ہیں ویسی ہی وہ ہوتی ہیں۔"

"گولڈ تم نے کسی لڑکی کو پسند نہیں کیا؟"

"کیا ہے۔"

"میرا مطلب ہے وہ تمہارے ساتھ تو نہیں ہے؟"

"ساتھ رہنا ضروری تو نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم اس کی قربت حاصل کر چکے ہو؟" پنکی نے بیباکی سے پوچھا۔

"قربت حاصل کرنے کا ایک مخصوص تصور ہے وہاں تک تو میں نہیں پہنچ سکا لیکن...."

"تمہارے دل میں اس کی محبت تو ہو گی؟"

"بھئی اب نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میں وہاں سے چلا آیا۔"

"تمہارے وہاں سے آنے پر اسے افسوس نہ ہوا ہو گا؟"

"کیوں؟ اس میں افسوس کی کیا بات ہے؟"

"بھئی ظاہر ہے تم اس کے محبوب جو ہو گے!"

"وہ تو درست ہے پنکی لیکن ہر شخص اپنی مرضی کا مالک بھی تو ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔" وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

"کیوں کیا ہوا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں تمہارے ہی بارے میں سوچ میں پڑ گئی تھی۔"

"بتانا پسند کرو گی؟" میں نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں!"

"تو پھر بتاؤ۔ تمہاری اس بے وقت خاموشی کا مقصد کیا ہے؟"

"میں سوچ رہی تھی گولڈ کہ تم محبت کے معاملے میں بھی اکھڑ طبیعت رکھتے ہو۔" پنکی نے مسکراتے ہوئے کہا پھر جلدی سے بولی۔ "براہ کرم میری اس بے تکلفی کا تم غلط مطلب نہ لینا، ہم لوگ دوست ہیں اور دوستوں کا بے تکلف ہونا ضروری ہوتا ہے۔"

"نہیں میں بالکل برا نہیں مانوں گا۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ گولڈ!"

"پوچھو!"

"ہم یہاں سے چلیں گے تو کیا تم ہمارے ساتھ چلو گے؟"

"میں کہہ چکا ہوں پنکی کہ اگر آپ لوگوں نے مجھے اپنا دوست بنا لیا ہے اور میں آپ لوگوں پہ بار نہیں ہوں تو میں آپ لوگوں سے علیحدہ ہونا پسند نہیں کروں گا۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں لیکن ایک شرط اور بھی ہے!"

"وہ کیا؟" پنکی نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ یہ کہ اگر کبھی آپ مجھ سے اور میری ذات سے الجھن محسوس کریں تو مجھے صاف صاف بتا دیں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جو مجھے ناگوار گذرے۔ میں تو اس شخص سے بھی دوستی اور تعاون کرنا چاہتا تھا جس نے مجھے ذریعۂ آمدنی بنا لیا تھا اور جو میری ذات کا تمسخر اڑانے کے باوجود میری نفرت کا شکار نہیں بنا تھا۔ میں نے سوچا ٹھیک ہے اگر وہ میری دوستی سے کوئی فائدہ حاصل کر لیتا ہے تو کوئی اتنی بری بات نہیں ہے لیکن اس نے جب مجھ پر تسلط جمانے کی کوشش کی تو یہ بات میرے لیے ناپسندیدہ تھی یہ ٹھیک ہے کہ تعاون سے بہت سے مسائل حل ہوتے ہیں لیکن ایسا تعاون جو مجھے کسی فائدے سے ہم کنار نہ کر سکتا ہو اور میرے ذہن پر بار ہوئے کار ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر گولڈ۔ ہم کبھی دوستی سے تجاوز نہیں کریں گے۔" پنکی نے کہا۔

"تب پھر میں ہمیشہ تمہارا دوست تمہارا مخلص رہوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تب تم یہ بتاؤ کہ تمہاری خواہشات کیا کیا ہیں؟"

"میں مختصراً بتا چکا ہوں کہ میں تمہاری اس دنیا کو اندر سے دیکھنے کا خواہش مند ہوں یہاں یہ جو ساری چیزیں ہیں مجھے بڑی ہی انوکھی لگتی ہیں۔ میں نے کبھی تصور میں بھی نہیں سوچا تھا کہ دنیا کے کسی حصے میں اتنی خوبصورت زندگی ہو گی۔ تم لوگ مشینی گھوڑوں پر سفر کرتے ہو مشینوں سے کام کرتے ہو۔ بتانے کیا کیا ہے تمہاری اس دنیا میں۔" میں نے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"کیا تمہیں یہ ساری چیزیں اچھی لگتی ہیں؟" پنکی نے پوچھا۔

"ہاں بے حد لیکن میں انہیں سمجھ نہیں پاتا، ہاں انہیں سمجھ کر محسوس کرنا چاہتا ہوں میں ان چیزوں کو جاننا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں ان چیزوں کو سمجھنے کا شوق ہے۔" پنکی نے سوال کیا۔

"ہاں، بے حد۔"

"میں تمہیں ایک ایک چیز سے روشناس کراؤں گی گولڈ، میں تمہیں اس دنیا کے ایک ایک چپے کی سیر کراؤں گی۔ بس ہمارا تمہارا تعاون قائم رہنا چاہیئے۔"

"ضرور۔ میں بہت تعاون کرنے والا شخص ہو پنکی۔ تم مجھ سے تعاون کرو، میں تم سے۔ اس کے علاوہ میں کچھ بھی نہیں چاہتا۔"

"اچھا خیر چھوڑو ان باتوں کو، یہ بتاؤ کیا کہیں چلنا پسند کرو گے یا گھر ہی میں رہو گے؟" پنکی نے سوال کیا۔

"پنکی میری فطرت میں خوف شامل نہیں ہے، ہماری بستی خوف کے احساس سے اتنی دور ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتیں لیکن تمہاری دنیا میں آنے کے بعد مجھے دوستوں کا احساس ہو گیا ہے، میں جانتا ہوں کہ تمہارے ہاں کے بعض طریقے بعض قوانین بڑے ناخوشگوار ہیں۔"

"مثلاً؟" پنکی نے سوال کیا۔

"مثلاً یہ کہ جیسے گل زماں نے میرے دوست کو اغوا کیا۔ مجھ پر بلاوجہ تسلط جمانے کی کوشش کی۔ اس کے ہم نوا زیادہ ہو گئے حالانکہ میرا قصور

نہ تھا۔ اس کے باوجود مجھے نہ تو سمجھ آیا اور نہ ہی سنا گیا۔ چنانچہ تم سوچ
لو اگر تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف پہنچ گئی تو مجھے بڑا دکھ ہوگا۔
تم مجھے باہر لے کر نکلو گی تو ممکن ہے مجھے وہ لوگ دیکھ لیں جو میرے
دشمن ہیں اور خوامخواہ میری وجہ سے کسی مشکل میں پھنس جاؤ" میں
نے کہا۔

"پنکی بہت چالاک ہے گولڈ، وہ اتنی معصوم نہیں ہے اگر تم
چلنا پسند کرو تو چلو، تمہارے اندیشے بے بنیاد ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں تمہارے چہرے پر تبدیلی کر دوں گی۔"

"میں پھر پوچھوں گا پنکی کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"گولڈ میں تمہارے چہرے پر میک اپ کر دوں گی۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا پنکی اور پروفیسر میں حقیقت میں نہیں
سمجھ سکا تھا کہ پنکی کیا کہہ رہی ہے۔

"اب مطلب میں تمہیں عملی طور پر سمجھاؤں گی گولڈ لیکن پہلے
یہ بتاؤ کہ تم واقعی باہر چلنا چاہتے ہو؟

"اگر کوئی ایسی صورت ہے جس میں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو
تو پھر میں باہر چلنا پسند کروں گا۔"

"تو پھر آؤ۔" پنکی نے کہا۔ اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی میں بھی اس
کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا۔

پنکی مجھے لے کر ایک کمرے میں آ گئی اس کمرے میں اس
نے مجھے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ اس کرسی کے سامنے بڑا سا آئینہ لگا ہوا
تھا۔ اس نے آئینہ کے نیچے موجود الماری کا دروازہ کھولا اور اس میں سے
ایک عجیب سا بکس نکال لیا جو بے حد خوب صورت تھا۔

میری تو سمجھ میں نہ آیا تھا کہ یہ کیا چیز ہے لیکن پھر پنکی ہی نے
مجھے بتایا کہ یہ بکس اشیاء رکھنے کی جگہ ہے پھر پنکی نے اس میں سے بہت
سی شیشیاں پیکٹ اور نہ جانے کیا کیا نکال لیا پھر وہ میرے قریب آ گئی
اس نے میرے چہرے پر ہاتھ لگایا اور میں اس کے نرم و نازک ہاتھ کا لمس
اپنے ... گالوں پر محسوس کرنے لگا لمس جو میری رگ و پے میں سرایت
کر گیا تھا۔

مجھے جدید دور کی وہ عورت بھی یاد تھی جس کا نام جولی پاڈیبوا
تھا عورتیں تو ہر دور میں آتی رہیں پروفیسر! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور
میں نے ہر دور کی عورت کو ایک نئی عورت سمجھ کر قبول کیا ہے لیکن اس
دور کی عورت میں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں کچھ نمایاں حیثیت اور
نمایاں خصوصیات تھیں

ہر دور میں عورتیں اپنے آپ کو سجاتی اور سنوارتی رہی ہیں یہ ان
کا ایک مخصوص طرز ہے لیکن اس دور کی عورت اپنی ان کوششوں
میں کچھ آگے نکل گئی تھی پنکی جیسا لباس پہنتی تھی اور جن بیرونی چیزوں
سے وہ خود کو آراستہ کرتی تھی مجھے دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔

بہر صورت پنکی کے بدن سے ہلکی ہلکی خوشبو نکل کر میرے نتھنوں
سے ٹکراتی رہی۔ اس دوران وہ میرے چہرے پر نہ جانے کیا کیا عمل کرتی رہی
اس نے کئی شیشیوں میں سے محلول نکالے اور میرے چہرے پر لگائے پھر کچھ
دیر کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئی جب وہ سامنے سے ہٹی تو میری
نگاہ آئینے پر پڑی اور میں خود کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا کہ آئینے میں کس کا عکس نظر آ رہا ہے لیکن
یہ تو میں ہی تھا لیکن میرے خدوخال اتنے بدل چکے تھے کہ میں خود
بھی اپنی صورت نہیں پہچان سکتا تھا۔

جدید دور کے انسان نے ایک بار پھر مجھے حیران کر دیا تھا۔

میرے چہرے پر حیرت دیکھ کر پنکی ہنس پڑی۔

"کیوں ڈیئر گولڈ کیا محسوس کر رہے ہو؟"

"کیا میں - واقعی یہ میں ہوں؟" میں نے پوچھا اور پنکی کھلکھلا
کر ہنس پڑی۔

"ہاں یہ تم ہی ہو!"

"پنکی۔ پنکی تم نے مجھ سے میری صورت چھین لی۔"

"نہیں چھینی نہیں ہے بلکہ چھپا لی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اچنبھے سے پوچھا۔

"گولڈ! وقتی طور پر تم چھپ گئے ہو، تم جب چاہو گے تمہاری
اصلی صورت واپس آ جائے گی۔"

"لیکن کیسے پنکی؟"

"یہ میک اپ ہے جو میں نے تمہارے فیس پر کیا ہے اس سے
وقتی طور پر تمہارے خدوخال بدل گئے ہیں جب تم اپنے چہرے سے ان
سارے لوازمات کو اتار پھینکو گے تو پھر اپنی اصلی صورت میں آ جاؤ گے۔"

"کیا واقعی؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ہاں۔ اس میں کیا شک ہے۔"

"تو یہ میک اپ ہے؟"

"ہاں ہم لوگ اسے میک اپ کہتے ہیں!"

"مگر۔ مگر یہ تو۔ یہ تو اس ہستی میں مداخلت ہے جو دنیا کی
تعمیر میں کار فرما ہے۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے یہ جدید دور کی ضرورت ہے اور
چونکہ اس کا استعمال عارضی طور پر کیا جاتا ہے اس لیے یہ فطرت میں
مداخلت نہیں ہے۔" پنکی نے جواب دیا۔

"تعجب ہے تعجب ہے مجھے بے حد تعجب ہے میرا کوئی دوست
یا جاننے والا مجھے اس صورت میں نہیں پہچان سکتا۔"

"بالکل نہیں کوشش یہی کی گئی ہے۔"

"اوہ پنکی! اس دور کا انسان جادوگر ہے۔" میں نے کہا اور پھر

محتاط ہو گیا۔
بھانے میں کیا گفتگو کرنے جارہا تھا بہرحال محتاط رہنا ضروری تھا اس دور میں کسی بھی طور خود کو نمایاں کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جتنے ادوار سے میں گزرا تھا ان میں اتنے ترقی یافتہ لوگ نہیں تھے کہ دنیا کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیتے۔ ان لوگوں کے درمیان تو میری چال ہی گئی تھی لیکن اس وقت میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے قدم قدم پر ان لوگوں کو جاننے کی ضرورت ہے ان کے وسائل بڑے عجیب وغریب تھے۔

اب میرے چہرے کی تبدیلی ہی بڑی حیرت انگیز تھی میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کوئی شکل ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی صورت بھی پہچان سکے۔ پینکی نے میری صورت ہی بدل ڈالی تھی پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔

"تمہارے لیے لباس کا بندوبست کردیں" اس نے کہا۔

"پینکی مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہوتا ہے کہ میں ہمیشہ اپنے دوستوں کے لیے مصیبت بن جاتا ہوں"

"کیوں؟" پینکی نے سوال کیا۔

"اب دیکھو نا تمہیں میرا کسی چھوٹے بچے کی طرح خیال کرنا پڑ رہا ہے نہ تو میرے پاس لباس ہے اور نہ ہی کوئی چیز" میں نے کہا۔

"اوہ ڈیئر گولڈ، تم اس بات کی پرواہ مت کرو۔ ہاں کچھ باتیں میں تمہیں بتانا ضروری سمجھتی ہوں"

"کہو" میں نے جواب دیا۔

"نہیں ابھی نہیں تھوڑی دیر کے بعد دل بھر کے باتیں کریں گے ابھی باہر چلیں گے، پھر کسی ہوٹل یا کسی پُرفضا مقام پر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ اب یہاں گھر کے اس ماحول میں مجھے گھٹن محسوس ہونے لگی ہے میرا خیال ہے تم بھی اس گھٹن کو محسوس کر رہے ہو گے"

"نہیں پینکی، میرا خیال ہے کہ میں کوئی ایسی بات محسوس نہیں کر رہا لیکن میں تمہاری پسند کو ترجیح دوں گا۔"

"شکریہ ڈیئر گولڈ، تم اطمینان سے بیٹھو میں جب تک تمہ— لباس کا بندوبست کر لوں"

"جو تمہاری مرضی" میں نے جواب دیا۔ پینکی بغور میرا جائزہ لیتی رہی پھر بولی۔

"میرا خیال ہے گوفی کا لباس تمہیں خاصا تنگ رہے گا کیونکہ تم اس سے خاصے چوڑے ہو۔ البتہ ہمارے ہاں ایک شخص ہے جو تمہارے ہی قد و قامت اور جسامت کا ہے میرا خیال ہے میں اس سے سوٹ منگواتی ہوں مجھے یقین ہے کہ اس کا سوٹ تمہارے بدن پر فٹ آجائے گا"

میں نے پینکی کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنی رہائش گاہ میں واپس آگیا۔

پینکی خاصی دیر میں آئی لیکن سوٹ لے کر آئی تھی۔ ویسا ہی سوٹ جیسا گل زمان نے مجھے فراہم کیا تھا۔ اس لباس کو پہننے کا طریقہ تو مجھے آ ہی گیا تھا اور پروفیسر سوٹ پہن کر میں جدید انسان بن گیا۔ میری شخصیت اس لباس میں شاید کچھ نمایاں ہو جاتی تھی۔ اس کا اندازہ پہلی بار میں نے جولی کے چہرے پر آنے والے تاثرات سے کیا تھا اور وہی تاثرات مجھے پینکی کے چہرے پر نظر آئے۔

"تم بے حد شاندار ہو گولڈ" پینکی بے باکی سے بولی۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔

"بہرحال آؤ" پینکی نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے باہر ایک مشینی گھوڑا تیار کھڑا تھا ہم دونوں اس میں سوار ہو گئے میں اسے مشینی گھوڑا ہی کہتا تھا حالانکہ پینکی نے بتایا تھا کہ جدید دنیا اسے کار کہتی ہے اور پروفیسر کیا تمہارے اس دور میں کاریں موجود ہیں؟" بے اختیار اس نے سوال کیا اور پروفیسر اور اس کی لڑکیاں چونک پڑیں۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ نہ صرف کاریں بلکہ اور بھی بہت کچھ موجود ہے" پروفیسر نے جواب دیا۔

"مثلاً" اس نے سوال کیا۔

"ہوائی جہاز، سمندری جہاز، آبدوزیں، راکٹ اور نجانے کیا کیا۔ بہت ساری ایسی چیزیں ہیں جو سفر کرتی ہیں انسان جس حد تک آگے بڑھ گیا ہے شاید تم سوچ بھی نہ سکو" پروفیسر نے کہا۔

"میں تمہیں بتاتا ہوں پروفیسر اور اس کے بعد تم اندازہ کرنا کہ میں کونسے دور میں پہنچا تھا اور وقت اس سے آگے بڑھ گیا ہے یا ابھی تک نہیں آیا؟"

پروفیسر نے گردن ہلا دی تھی۔

"پھر کیا ہوا؟" فروزاں نے سوال کیا۔

"یہ تمہارا مخصوص سوال ہے فروزاں کہ پھر کیا ہوا۔ تمہیں میری [illegible]نی سے اکتاہٹ نہیں ہوتی؟" اس نے سوال کیا اور فروزاں نے بے خیالی [illegible] گردن ہلا دی۔

تب [illegible] [illegible]سل گئی اور وہ کہنے لگا۔

"اس [illegible] میں دیکھ چکا تھا لیکن جب بھی اس [illegible] الٹا مجھے ساری چیزیں اجنبی اجنبی محسوس ہوتیں اور ان چیزوں کو د[illegible] میں یہ بات بھول گیا کہ میں پینکی کے ساتھ بیٹھا ہوں [illegible] سب سمندر کے نزدیک ایک خوبصورت سے ہوٹل کے پاس پینکی نے کار روک دی۔

یہ ایک وسیع عمارت تھی جسے ہوٹل کا نام دیا گیا تھا۔ دراصل مجھے پینکی نے اس عمارت کا نام بھی بتایا تھا۔

پینکی اپنی سیٹ سے نیچے اتر آئی اور اس نے مجھے بھی اترنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں اتر کر ٹہلتے ہوئے ہوٹل کی جانب چل پڑے پینکی ہوٹل کے ایک خوبصورت سے حصے میں جاکر بیٹھ گئی۔ میں بھی

کے سامنے ہی بیٹھ گیا تھا۔

پنکی نے اپنی دونوں کہنیاں میز پر ٹکا دیں اور مجھے دیکھ کر بولی "تمہارے قرب سے ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے ایک بے نام سی خوشی۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں ہونٹ چوستے ہوئے کہا۔

"میں اس تعریف کے لیے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں ایک خاص بات جو میں تمہیں بتانا چاہ رہی ہوں اور راستہ میں بھول گئی تھی سوچ رہی ہوں کہ تمہیں بتا ہی دوں۔"

"ہاں ضرور پنکی، تم مجھے ہر وہ بات بتا دو جو تم مجھے بتانا چاہتی ہو اور جو تمہارے حق میں بہتر ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"اب جونکہ یہ بات مجھے معلوم ہے گولڈ! جس بستی سے تمہارا تعلق ہے وہ سکون کی بستی ہے وہاں جرائم نہیں ہوتے وہاں پولیس نہیں ہوتی۔ وہاں ایسے لوگ نہیں ہوتے جو پولیس کے لیے باعث پریشانی ہوں لیکن ہماری اس دنیا میں بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں جہاں یہاں کے لوگوں نے اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے۔ تم نے گل زماں کے بارے میں بتایا وہ تم پر اپنا تسلط قائم رکھنا چاہتا تھا کیونکہ اس میں اس کا فائدہ تھا۔ تو یہ دنیا جسے تم انتہائی خوبصورت سمجھتے ہو دراصل مفاد پرستوں کی دنیا ہے یہاں کا ہر شخص اپنے مفاد کے بارے میں سوچتا ہے میں یہ بات تمہیں کھلے دل اور کھلے ذہن سے بتا دوں کہ ٹونی بھی تمہارے سلسلہ میں اپنے مقصد اور مفاد سے مبرا نہیں ہے۔"

"میں نہیں سمجھا پنکی!" میں نے کہا۔

"دیکھو ڈیئر گولڈ، سمجھنے کی کوشش کرو، ٹونی اس وقت ادھر سے گزر رہا تھا جب تم پولیس والوں سے جنگ کر رہے تھے۔"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"وہ آگے بڑھ گیا تھا لیکن پھر وہ گاڑی کو ریورس کر کے لے کر آیا۔ اس کی وجہ کیا تھی؟"

"میں نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کی وجہ یہ تھی ڈیئر گولڈ کہ تم اسے دلکش محسوس ہوئے تھے تمہاری طاقت اور تمہاری جبری طبیعت کو اس نے دل سے پسند کیا اور پھر ایک لمحہ میں اس نے فیصلہ کیا کہ تمہاری مدد کی جائے لیکن اس کے پیچھے کوئی ایسا جذبہ نہیں تھا جس کو تم نیک جذبہ کہہ سکو۔ میں جانتی ہوں کہ اس نے اس وقت یہ سوچا تھا کہ تم اس کے لیے کام کے آدمی ثابت ہو سکتے ہو۔ چنانچہ اس نے تم پر احسان کر دیا اور اب وہ اس احسان کے عوض تمہیں اپنا ہمدرد بنا رہا ہے۔" پنکی نے کہا اور میں سادگی سے گردن ہلانے لگا۔

"اوہ تو کیا وہ بھی کشتیاں کراتا ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر وہ کرتا کیا ہے؟"

"یہ تو خیر بعد کی بات ہے ڈیئر! ہر شخص کے الگ الگ پیشے ہوتے ہیں اور دیسی ہر دور اور ہر پیشے میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں اپنے گروہ میں شامل کرے گا حالانکہ ابھی اس نے کھل کر مجھ سے یہ بات نہیں کہی ہے۔"

"گروہ؟" میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"گروہ کیا ہوتا ہے؟"

"ہم کچھ ایسا کام کرتے ہیں جو پولیس اور قانون کی نگاہ میں مجرمانہ ہے حالانکہ وہ ایک تجارت ہے لیکن اس تجارت کو قانونی حیثیت حاصل نہیں ہے اسے اسمگلنگ کہا جاتا ہے۔"

"خوب تو بہت سارے پیشے ایسے ہوتے ہیں کیا جنہیں قانونی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔"

"ہاں یقیناً۔ جرائم کی بہت ساری قسمیں ہوتی ہیں اور ہر اس کام کو جرم کہتے ہیں جس پر قانون کی پابندی ہو۔"

"بہت خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا "میں اس بارے میں اور بھی بہت کچھ جاننا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں، اب دیکھو نا تم وہاں سے بھاگے ان لوگوں نے تمہیں روکا۔ تم نے گل زماں کو مارا تھا اس لیے انہوں نے تمہیں گرفتار کیا یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے تمہاری بات نہیں سنی بلکہ گل زماں کی بات مان لی، اس کی وجہ یہ ہے کہ گل زماں مالی طور پر مضبوط شخص ہے اس کے تعلقات بہت زیادہ ہیں تو قانون عام طور سے انہی لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے جن کے پاس دولت ہو۔ اور اچھے تعلقات ہوں ہر ملک کی حکومت نے اپنے اپنے قوانین نافذ کر رکھے ہیں ان میں سے بعض قوانین ایسے ہوتے ہیں جو تمام دنیا میں رائج ہیں یعنی سارے ملکوں میں اور بعض ایسے ہیں جو صرف چند ملکوں میں نافذ ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کی خلاف ورزی کرتا ہے خواہ اخلاقی طور پر وہ غلط نہ ہوں لیکن اس خلاف ورزی کی اسے سزا ملتی ہے اور یہ سزا اسے پولیس کے توسط سے ہی ملتی ہے۔ تو اس لحاظ سے ہمارا کام بھی غیر قانونی ہے یعنی ہمیں مال یہاں سے وہاں اور دوسرے ملکوں سے اپنے ہاں منگواتے ہیں اور یہ مال خفیہ طریقوں سے ہم تک پہنچتا ہے، اس میں قانون کا کوئی دخل نہیں ہوتا یعنی ہم اس کے لیے ٹیکس اور دوسری چیزیں حکومت کو ادا نہیں کرتے اس لیے ہمارا کام مجرمانہ کام قرار پاتا ہے اور کسی بھی مجرمانہ کام کو کرنے کے لیے خاصی محنت درکار ہوتی ہے۔"

"بہت خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا اور یہ بات میں نے ذہن نشین کر لی تھی کیونکہ یہ انداز میرے لیے دلکش تھا۔

"تو اس غیر قانونی کام کے لیے۔" پنکی نے کہنا شروع کیا "ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو غیر معمولی ہوں جیسے کہ تم تو یقینی طور

ٹونی نے یہی سوچا ہوگا کہ تم سے اس سلسلہ میں کام لے، تو تم یہ بتاؤ
کہ کیا تم اس طرح کام کرنا پسند کرو گے۔ اگر تم نے اس انداز کو پسند نہیں کیا
جیسا کہ میں جانتی ہوں بلکہ سمجھتی ہوں کہ تم صرف سیاح ہو دنیا دیکھنے کے
خواہش مند۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم اس دنیا میں رہ جاؤ۔ لیکن
فی الوقت تو تمہیں اس دنیا سے کوئی واقفیت نہیں ہے لہٰذا میری کوشش
یہی ہوگی کہ تم دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ اور اگر تمہیں ایسے
کسی مجرمانہ کام میں الجھا دیا جائے تو تمہاری... صلاحیتیں اور ضرورتیں
جن کے تم خواہش مند ہو کیا مجروح نہ ہوں گی؟"

"اس سلسلہ میں بہتر فیصلہ تم کر سکتی ہو پنکی!" میں نے جواب دیا۔

"میں!" پنکی نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں تم۔" میں نے اپنی بات پر زور دے کر کہا اور پنکی
پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"دیکھو گولڈ، میں ذاتی طور پر تمہاری ہر طرح سے مدد کر سکتی ہوں
اور میں تمہیں اس کی وجہ بھی بتاؤں گی بے غرض میں بھی نہیں ہوں۔
مجھے بھی ایک مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ اس دنیا کا ہر شخص پہلے
اپنے بارے میں سوچتا ہے، اس دنیا کا ہر فرد پہلے خود کو خوش رکھنا چاہتا ہے
اور دوسرے کی خواہش کے بارے میں بعد میں سوچتا ہے، اس وقت
جب اسے موقع ملے یا پھر دوسرے شخص کو خوشیاں دے کر اسے اپنے طور پر
بھی کچھ فائدہ حاصل ہو سکے۔ میں بھی انہی میں سے ہوں۔"

"براہ مہربانی پنکی تم کھل جاؤ تو زیادہ بہتر ہے۔" میں نے کہا اور
پنکی مسکرا دی۔

"ڈیئر گولڈ، ٹونی تمہیں اپنے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے لیکن
میں خود بھی یہی چاہتی ہوں کہ تمہیں ٹونی کے چنگل سے نکال کر اپنے
طور پر استعمال کروں۔ یہ صحیح ہے کہ ٹونی میرا دوست ہے لیکن یقین
کرو گولڈ کہ وہ مجھ سے مخلص نہیں ہے۔" پنکی نے کہا۔

"ہوں۔" میں نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی گویا یہاں بھی
ایک دلچسپ شاخ نکل آئی تھی۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے پنکی اگر تم میرا اس کے ساتھ شامل ہونا پسند کرتی ہو تو مجھے منظور
ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"نہیں، خلوص دل سے کہو گولڈ۔ تم یہ نہ سوچنا کہ میں نے تم پر
تسلط جمانے کی کوشش کی ہے۔"

"نہیں پنکی، ٹونی تو کیا دنیا کا کوئی بھی فرد میری ذات پر کسی
قسم کا تسلط قائم نہیں کر سکتا۔"

"تب پھر ٹھیک ہے اگر ٹونی تم سے اس موضوع پر گفتگو کرے
تو تم آمادگی کا اظہار کر دینا۔ اپنے طور پر ہم جو کچھ کریں گے وہ صرف ہم
ہی جانتے ہوں۔" پنکی نے کہا۔

"ٹھیک۔" میں نے جواب دیا۔

"تم میری بات سمجھ گئے ہونا گولڈ۔" پنکی نے پوچھا، اور میں دل
ہی دل میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"گویا تم یہ چاہتی ہو پنکی کہ میں ٹونی سے کہہ دوں کہ میں اس
کے لیے کام کرنے کو تیار ہوں۔"

"ہاں!"

"لیکن تم؟" میں نے سوال کیا۔

"مقصد یہی ہے کہ تم ٹونی کو مطمئن کر دو کیونکہ وہ خطرناک آدمی
ہے، اگر تم نے اس بات کا اقرار نہ کیا تو وہ بھی گل زمان کی طرح تمہارا دشمن
ہو جائے گا۔ اور ممکن ہے دوبارہ تمہیں پولیس کے حوالے کرنے کی کوشش
کرے۔ میں اس سلسلہ میں تمہاری بہتر رہنمائی کروں گی جیسا میں کہتی جاؤں
ویسا تم کرتے جانا، باقی رہا تمہارا سلسلہ تو تم اس دنیا کو دیکھنے کے خواہش مند
ہو تو یقین کرو گولڈ میں تمہیں اس دنیا کے چپے چپے کی سیر کراؤں گی۔
میں تمہیں ہر وہ جگہ دکھا دوں گی جو تمہارے ذہن میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔

ہوٹل میں بہت سارے لوگ ادھر ادھر گھوم پھر رہے تھے۔
پنکی نے ایک شخص کو بلا کر کچھ چیزیں طلب کیں تقریباً تھوڑی ہی دیر
کے بعد ہماری مطلوبہ چیزیں پہنچ گئیں اور ہم کھانے میں مصروف ہو گئے
بڑی پُرتکلف چیزیں تھیں اتنی معمولی مقدار میں کہ آدمی کی طبیعت سیر
بھی نہ ہو سکے لیکن میں بھی آہستہ آہستہ اس دور کے آداب سیکھتا جا رہا تھا۔
رہ رہ کر اگر میرے دل میں کوئی خیال آتا تھا تو وہ صرف سلانوس
کا خیال ہوتا تھا۔ سلانوس بے چارہ بچانے کہاں تھا۔ بے اختیار میرے
ذہن میں کوئی آیا اور میں نے پنکی سے کہا۔

"پنکی ایک تھوڑا سا کام میرا بھی کرنا ہے تمہیں۔"

"ہاں ہاں خلوص دل سے۔"

"ابھی تو تم یہاں سے کہیں اور جانے کا ارادہ نہیں رکھتیں نا؟"

"اس ہوٹل سے؟" پنکی نے سوال کیا۔

"نہیں میرا مطلب ہے اس شہر سے کسی دوسرے شہر۔"

"نہیں ابھی نہیں، ٹونی ابھی اپنے کاموں میں مصروف ہے جب
وہ اپنے کاموں سے فراغت پالے گا۔ تو ہم لوگ یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

"تو روانہ ہونے سے پہلے میرا ایک کام کر دو۔"

"ہاں کہو۔"

"میں نے تمہیں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں بتایا تھا جس کا
نام سلانوس ہے۔"

"ہاں تم ذکر کر چکے ہو۔"

"اور یہ بھی میں نے بتایا تھا کہ اسے گل زمان نے اغوا کر لیا تھا۔"

"ہاں میں سن چکی ہوں لیکن مجھے تعجب ہے۔"

"کس بات پر؟"

"بھئی صاف بات ہے اگر وہ تمہاری طرح طاقتور تھا تو گل زماں کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟" پینکی نے سوال کیا۔

"نہیں۔ وہ نہ تو مجھ جیسا تھا اور نہ ہی مجھ جیسا طاقتور تھا۔ اس کا تعلق کسی دوسرے خطے کسی دوسرے علاقے سے تھا یہ علاقہ ہمارے پڑوس کا علاقہ تھا۔ لیکن ہماری اپنی بستی نہیں تھی۔"

"اوہ، یہ بات ہے!"

"ہاں۔"

"اچھا تو پھر؟"

"بس میں چاہتا ہوں پہلے گل زماں کا پتہ لگایا جائے اور پھر اس کے ذریعے سلانوس کا۔"

"یہ کونسا مشکل کام ہے، میرا خیال ہے ٹونی آجائے تو ہم اس سے اس سلسلہ میں بات کر لیتے ہیں ٹونی باآسانی تمہارا یہ کام کر دے گا۔" پینکی نے سوال کیا۔

"میں خود بھی اس میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے، ٹونی خود تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا۔ ویسے میں بھی یہ سب کچھ کر سکتی ہوں لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ ابھی ہم ٹونی سے تعاون کریں اور اسے یہ احساس نہ ہو کہ ہم اپنے طور پر بھی کچھ کرنا چاہتے ہیں یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" پینکی نے کہا۔

"ٹھیک ہے مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔" میں نے کہا اور ہم خاموش ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس ہوٹل سے اٹھ گئے اور پھر پینکی مجھے مشینی گھوڑے پر مختلف جگہوں کی سیر کراتی رہی، بہت ساری چیزوں کے بارے میں اس نے مجھے بتایا اور میں انہیں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا رہا انسان کی ترقی کا یہ بے مثال دور تھا۔

شام کو جب ہم واپس پہنچے تو ٹونی واپس آ چکا تھا، اس نے ہمارا استقبال کیا اور مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"ارے ۔۔۔ ارے ۔۔۔ یہ ہیں؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔" پینکی مسکرائی۔

"لیکن۔ اوہ پینکی تم نے ان کو ... انہیں کوئی بھی نہیں پہچان سکتا کیوں ہیں۔" ٹونی نے براہ راست مجھ سے سوال کیا۔

"بہت ہی عجیب، مسٹر ٹونی بے حد عجیب۔ طلسم خانہ محسوس ہوتا ہے بعض چیزیں تو میری سمجھ میں بالکل بھی نہیں آتیں بجانے یہ سب کچھ کیسے ترتیب پا گیا۔"

"ہاں بلاشبہ یہ دنیا بے حد ترقی یافتہ ہے لیکن اس دنیا میں اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے اپنے آپ کو منوانے کے لیے بڑی ہی محنت کرنا پڑتی ہے۔" ٹونی نے کہا۔

"میں کسی بھی قسم کی محنت سے نہیں گھبراتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے کچھ اقدار بھی ہیں گولڈ؟" ٹونی نے پوچھا۔

"کیا مقصد؟"

"مقصد یہ کہ اپنی زندگی گذارنے کے لیے اگر اس دنیا میں تمہیں کچھ عملی اقدامات کرنا پڑیں تو تم ان میں سے کسی مخصوص راستے کا تعین کرو گے؟" ٹونی نے سوال کیا۔

"نہیں۔"

"پھر؟"

"بس اپنے دوستوں پر اظہار کروں گا۔"

"یعنی جو کچھ تم سے کہا جائے گا تم اس پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ گے۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور ٹونی مطمئن انداز میں مسکرانے لگا دفعتاً پینکی بول پڑی۔ "ٹونی مسٹر گولڈ کی ایک الجھن ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مسٹر گولڈ آپ ہی مسٹر ٹونی کو بتائیں۔" پینکی مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔

"میں مختصراً آپ کو بتا چکا ہوں ٹونی کہ میرا ایک ساتھی بھی تھا۔ اور اس کی غیر موجودگی میرے ذہن پر بڑی طرح اثر انداز ہو رہی ہے۔"

"ہاں، ہاں آپ نے بتایا تھا پھر؟"

"میں اس شخص کے چنگل سے اسے نکالنا چاہتا ہوں جس کا نام گل زمان ہے۔"

"اچھا۔ اچھا۔ آپ کو یقین ہے کہ وہ ابھی تک اس کی قید میں ہے؟"

"بلاشبہ، وہ سیدھا سادا بوڑھا آدمی مجھ سے قطعی مختلف ہے وہ ان لوگوں کی زبان بھی نہیں سمجھتا اور ان کے درمیان سے ان کی چا... سے نمٹ کر بچ نکلنے کی کوشش نہیں کر سکتا۔"

"یار ... مجھے گل زماں کے بارے میں اور بھی کچھ بتاؤ۔" ٹونی نے ...

"وہ یہاں پہلوانوں کو ملازم رکھتا ہے اور ان سے کشتیاں لڑاتا ہے جس جگہ وہ رہتا ہے اس کے بارے میں میں نہیں جانتا لیکن اگر ممکن ہو ... تو اس کو اس کے پیشے ہی کے ذریعے تلاش کیا جائے۔"

"اسے تلاش کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے وہ اپنا نام رکھتا ہے اور کشتیاں لڑاتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ کوئی پروموٹر ہے اور میں اس کے بارے میں باآسانی پتہ چلا سکتا ہوں۔"

"میں خود بھی آپ کی کوششوں میں شریک ہونا چاہتا ہوں ٹونی" میں نے کہا۔

"ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر گولڈ! پہلے ہم گل زماں کا پتہ

معلوم کریں گے پھر ان کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل کریں گے تب میں تمہیں آکر اطلاع دوں گا۔ اس کے بعد جو کچھ بھی اقدامات کریں گے مل جل کر ہی کریں گے۔" ٹونی نے کہا۔

"ٹھیک ہے!" میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد حسب معمول رات کا کھانا کھانے کے بعد ہم لوگ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے دوسرے دن صبح ٹونی نے مجھ سے وعدہ کیا کہ آج وہ میرا کام کرے گا اور معمول کے مطابق مجھے پنکی کے حوالے کر گیا۔

پنکی نے مجھ سے مختلف قسم کی گفتگو شروع کر دی۔ آج ہم گھر سے باہر نہیں گئے تھے۔ دوپہر کے کھانے پر ٹونی آیا اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور پھر اس نے مجھے خوشخبری سناتے ہوئے کہا۔

"میں نے گل زماں کا پتہ معلوم کر لیا ہے مسٹر گولڈ۔"

"اوہ! کیا میرے دوست سلانوس کا پتہ بھی چل سکا ہے؟"

"نہیں۔ اس کے بارے میں تو مجھے کچھ معلوم نہیں ہو سکا ہاں مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ گل زماں کہاں ملتا ہے۔ ہم ایک آسان سی ترکیب کریں گے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہم گل زماں کو اغوا کرائیں گے اور یہاں لانے کے بعد اس سے سلانوس کا پتہ پوچھیں گے۔"

"بہت خوب، تو پھر اس سلسلہ میں کب کارروائی عمل میں آئے گی؟"

"بس تم بے فکر ہو کسی بھی مناسب وقت میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔" ٹونی نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

ان لوگوں کے ساتھ میرے دن رات بڑے معلوماتی گذر رہے تھے۔ ٹونی اپنے کاموں میں مصروف تھا اور میں پنکی کے ساتھ گھر میں۔

دوسرے دن تقریباً شام کے سات بجے ٹونی میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے میری خیر و عافیت پوچھی۔ پنکی اس وقت کسی کام سے چلی گئی تھی اور میں اپنی رہائش گاہ میں تنہا رہ گیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں مسٹر ٹونی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن میں تمہیں خاص بات بتانے آیا ہوں۔" ٹونی نے کہا۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" ٹونی نے کہا اور میں اس کے ساتھ اٹھ گیا پھر وہ مجھے لے کر عمارت کے ایک علیحدہ حصے میں آ گیا۔ تب اس حصے تک [illegible] کردہ ایک کمرے کے سامنے رک گیا۔ کمرہ باہر سے بند تھا۔ ٹونی نے تالا کھولا اور اندر پہنچ گیا۔

اندر پہنچ کر اس نے روشنی کر دی اور میں ایک کرسی کی جانب دیکھ کر چونک پڑا۔ کرسی پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کے گرد رسیوں کا جال بچھا دیا گیا تھا۔ اس کے منہ پر بھی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ میں نے حیرت سے اس شخص کو دیکھا۔ تب ٹونی آگے بڑھا اور اس نے اس شخص کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور میں بری طرح چونک پڑا۔

یہ گل زماں تھا۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا۔ مجھے تعجب تھا لیکن میں سمجھ گیا تھا کہ ٹونی اپنا کام دکھا چکا ہے۔

گل زماں نے بھی مجھے پہچان لیا تھا اور اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار پھیل گئے تھے۔ اسے یقیناً حیرت ہو گی کہ میں یہاں کیسے آ گیا اور یہ بھی اچھی بات تھی کہ اس وقت میرے خدوخال میں کوئی تبدیلی نہیں تھی گھر پر آنے کے بعد پنکی نے میرے چہرے سے میک اپ اتار دیا تھا اور اس وقت میں اپنی اصلی شکل میں تھا۔ میں آگے بڑھ کر اس کے سامنے پہنچ گیا۔ "کہو گل زماں کیسے ہو؟" میں نے غرائی ہوئی آواز میں سوال کیا لیکن گل زماں نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"گل زماں! زبان کھول دو۔ ورنہ میں تمہارا منہ کھول کر تمہاری زبان چٹکی سے پکڑ باہر کھینچ لوں گا۔ اور میرے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہے کہ میں تمہاری زبان باہر نکال دوں۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔ اور گل زماں کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے خوف کے آثار نظر آئے۔

"میں نہیں جانتا تم کون ہو؟" گل زماں نے کہا۔

"اوہ۔ تم اسے نہیں جانتے گل زماں جس کے ذریعے تم بے شمار دولت کما چکے ہو۔"

"ہاں میں تمہیں نہیں پہچانتا۔" گل زماں نے جواب دیا۔

"پہچان جاؤ گل زماں تم مجھ سے بہت سے فائدے حاصل کر چکے ہو۔"

"بکواس کرتے ہو۔ تم نے اس عہد کی پابندی ہی کہاں کی تھی جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔ میں نے تمہارے لیے دنیا کی ہر سہولت مہیا کرنے کی کوشش کی لیکن تم نے میرے ساتھ تعاون نہیں کیا اور اب تم یہ سوچتے ہو کہ میں تمہیں اپنا دوست مانوں گا۔" گل زماں بے اختیار بول پڑا۔

"گل زماں تمہارے جیسے کتوں کو میں اپنا دوست نہیں کہہ سکتا۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ اس وقت تم میری قید میں ہو۔ اور تمہارے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ میں تمہیں آزاد بھی کر دوں گا۔ اور اس کے بعد بھی تم جانتے ہو کہ میں تمہاری زبان کھلوانے کی طاقت رکھتا ہوں۔ بلاشبہ تم ایک چالاک آدمی ہو اور تمہیں بہت سے لوگوں کا سہارا بھی حاصل ہے جن کے ذریعے تم مجھے قید خانے میں بند کرا سکتے ہو لیکن گل زماں ہر شخص کے اپنے دوست ہوتے ہیں۔ اب تم میرے قبضے میں ہو تمہیں زبان کھولنا پڑے گی۔"

"دیکھو پورنا! اگر تم نے چالاکی سے مجھے اغوا کرا لیا ہے تو اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ میں ہمیشہ تمہاری قید میں رہوں گا۔ میں آج بھی تم سے وہی معاہدہ کرنے کو تیار ہوں اور اس کے بعد جو شرائط تمہارے اور میرے درمیان طے پائیں گی ان پر عمل کیا جائے گا۔"

"بکواس مت کرو گدھے۔ بکواس مت کرو بے غیرت انسان میں تم سے کوئی معاہدہ نہیں کرنا چاہتا۔ تمہاری زندگی بھی صرف اس [illegible] شخص

دی گئی ہے کہ میرا دوست تمہاری قید میں ہے۔ گل زمان میں تمہیں ایسی عبرت ناک سزا دوں گا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ورنہ مجھے میرے دوست کے بارے میں بتا دو کہ تم نے اس کو کہاں قید کیا ہے؟"

"اوہ تم اس بوڑھے کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں اسی کا جس کا نام سلانوس ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں جانتا۔ میں نہیں جانتا تم لوگوں کے بارے میں پورنا تم جس انداز میں میرے سامنے آئے وہی میرے لیے حیرت ناک تھا اس کے بعد تم جو ثابت ہوئے وہ بھی بڑی تعجب خیز بات تھی میں کسی انسان کے اندر اتنی قوت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن گل زمان بذات خود ایک بڑی قوت ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ میں صرف یہی ذریعہ معاش رکھتا ہوں میرے اور بھی کئی وسائل ہیں پورنا۔ اگر تم میرے ساتھ شریک نہ ہوئے تو مجھے تمہاری اتنی پروا بھی نہیں ہے اور وہ عورت جو میری غلام تھی۔ میں اسے اتنی مہلت کہاں دے سکتا تھا کہ وہ میرے احکامات کی تعمیل نہ کرے۔ میں نے تم سے تعرض نہیں کیا تھا پورنا ایک عورت ایک پہلوان کے لیے ضرورت سے زیادہ تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔ میں نے اسی لیے اسے روکنا چاہا تھا لیکن تم نے درمیان میں مداخلت کی آج بھی میں مانتا ہوں کہ تم ایک سیدھے سادے انسان ہو اور اس چھل فریب سے واقف نہیں ہو جو عورت کی ذات سے وابستہ ہے اسی لیے میں نے تمہارے لیے کوشش کی تھی لیکن تم نے گل زمان سے ٹکر لینے کی سوچی بلاشبہ تم ایک پہلوان ہو لیکن طاقت ہی سب کچھ نہیں ہوتی۔ گل زمان کے وسائل تم سے زیادہ ہیں اور اب تم یہ سمجھتے ہو کہ اپنے ایک دوست کے ذریعے تم نے مجھے اغوا کرا لیا ہے اور مجھ سے اپنا انتقام لے سکتے ہو تو یہ تمہاری بھول ہے، میں اب بھی نکل جانے کی قوت رکھتا ہوں۔"

"میں خود بھی تمہیں نکل جانے کا موقع دوں گا گل زمان تمہارے جیسے چوہوں کو مارنا میری شان کے خلاف ہے لیکن بس مجھے میرے دوست کا پتہ بتا دو اور سنو اگر تم نے میرے دوست کا پتہ نہ بتایا تو بہر صورت میں اسے تلاش کر ہی لوں گا۔ لیکن یہاں سے تم زندہ واپس نہیں جاؤ گے۔" میں نے کہا۔

"میں اس لیے یہ بات نہیں کر رہا پورنا کہ میں تم سے خوف زدہ ہوں خوف مجھے چھو کر بھی نہیں گزرا لیکن یہ حقیقت بتاتے ہوئے مجھے ایک حیرت کا احساس بھی ہے۔ میں تمہاری طاقت کے بارے میں بات کر رہا تھا کہ تم مجھے پہلے ہی حیرت انگیز معلوم ہوئے تھے اور تم سے حیرت انگیز شخص تمہارا دوست نکلا۔ میں تو اب یہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہارا تعلق اس زمین سے ہی نہیں ہے تم یقیناً کسی سیارے کے باشندے ہو اور انسانی شکلوں میں یہاں آئے ہو۔" گل زمان نے کہا۔

"بکواس میں وقت ضائع کر رہے ہو گل زمان! میں تم سے اپنے دوست کا پتہ پوچھ رہا ہوں۔"

"میں بھی وہی بتا رہا ہوں۔ اس وقت میں تمہارے دوست کے سامنے تھا اسی سے سوالات کر رہا تھا۔ تب تمہارے دوست نے ایک دم ہاتھ اٹھایا اور مجھ سے کہنے لگا۔ کہ اس کا یہ پیغام اس کے دوست پورنا کو پہنچا دوں۔ پیغام کچھ یوں تھا۔ "پورنا مستقبل کے اس دور میں ہم آ تو گئے ہیں لیکن یہ ماضی نہیں تھا جس سے ہم واقف تھے اور جس میں ہم خود کو ضم کر سکتے تھے چنانچہ پورنا میں انتہائی شرمندگی کے ساتھ تم سے رخصت ہو رہا ہوں۔ مجھے تم سے جدا ہوتے ہوئے بے حد افسوس ہے پورنا لیکن یہ دنیا میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر مجھے چند ساعت اور اس دنیا میں رہنا پڑے تو میرے حواس ہی رخصت ہو جائیں گے اس لیے پورنا میں واپس جا رہا ہوں تم زاویوں کی سمت تلاش کرو افسوس میں تمہیں وہ زاویہ نہیں بتا سکا جس کے تحت تم ماضی میں واپس پہنچ جاتے لیکن طریقۂ کار سے تم واقف ہو۔ اپنے آپ کو تم مختلف زاویوں سے دیکھو اور خود کو مجھ تک پہنچانے کی کوشش کرو ممکن ہے تم مجھ تک پہنچ جاؤ۔ نہ پہنچ سکو تو مجھے معاف کر دینا۔"

"یہ تھے اس شخص کے الفاظ اور اس کے بعد بخدا نے کیا ہوا اس نے ذرا سی جنبش کی اور ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ بلاشبہ وہ کوئی جادوگر تھا اور تم بھی جادو ہی کی قوت سے اپنے آپ کو منواتے ہو۔" گل زمان نے کہا اور میں ششدر رہ گیا۔ گل زمان کے الفاظ اس کے اپنے نہیں تھے اور ان الفاظ میں کوئی فریب نہیں تھا مجھے یقین تھا کہ سلانوس اپنی دنیا میں واپس پہنچ گیا ہے وہ اس عجیب و غریب دنیا سے بوکھلا کر یہاں سے فرار ہو گیا تھا اور مجھے یہیں چھوڑ گیا۔ رہی زاویوں کی تلاش کی بات تو کسی مخصوص زاویے کو تلاش کر لینا میرے لیے ممکن نہ تھا گویا اب اس دور میں اس دنیا میں تنہا رہ گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد میں نے اپنے خیالات جھٹک دیئے۔

پروفیسر میرے اندر جو انوکھی قوت ہمیشہ کارفرما رہی ہے وہ عود کر آئی۔ بھلا مجھے دنیا میں کسی کی کیا پروا ہو سکتی تھی اور بھلا سلانوس کیا حیثیت رکھتا تھا۔

اگر وہ احمق بھی اپنی جان بچا کر بھاگ گیا تو یہ کوئی انوکھی بات تو نہیں تھی اسے بھاگنا ہی تھا۔ باقی رہی میری بات تو اگر میں مستقبل میں رہ گیا تھا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے میں خود بھی تو صدیوں کے لیے سو جایا کرتا تھا اور اس کے بعد جب جاگتا تو میری آنکھ آنے والے وقت ہی میں کھلتی تھی۔

چنانچہ چند ساعت کے بعد میں مطمئن ہو گیا۔ گل زمان بھی اب میرے لیے ایک بیکار شخص تھا البتہ لوٹی میرے نزدیک کھڑا ہوا اس طرح گل زمان کو دیکھ رہا تھا جیسے گل زمان نے یہ ساری بکواس کی ہو اور اس نے اس کا اظہار بھی کر دیا۔

"کیا یہ شخص پاگل ہو گیا ہے گولڈ، کیا بکواس کر رہا ہے یہ۔ میری

سمجھ تو کچھ نہیں آیا۔"

"نہیں ٹوڈی اب یہ احمق ہمارے لیے بیکار ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" ٹوڈی نے سوال کیا۔

"مطلب یہ کہ اس نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے، یہ اس گدھے کے اندازے نہیں ہو سکتے۔ بلاشبہ میرا ساتھی میرا دوست اپنی دنیا میں واپس جا چکا ہے۔"

"جس انداز میں اس نے کہا ہے اسی انداز میں؟" ٹوڈی نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں!" ٹوڈی حیران تھا۔

"یہ بیوقوف خود کو چالاک سمجھتا ہے لیکن میرے دوست میں اتنی خوبیاں موجود تھیں کہ اس نے اسے خوب چکر دیا۔ جس جگہ اس نے اسے قید کیا ہوگا وہ اسی جگہ موجود ہوگا۔ لیکن اس کی نگاہوں سے اوجھل، صرف ایک نظر کے شعبدے کی معمولی سی بات، اور یہ احمق بن گیا اس کے بعد اس نے بلاشبہ دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہوگا اور اس کے بعد ووست بآسانی باہر آ گیا ہوگا۔ میں نے ٹوڈی کو مطمئن کرنے کے لیے کہا کیونکہ اسے حیثیت بنانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

ٹوڈی نے نہ سمجھنے والے انداز میں گردن ہلائی پھر بولا "خیر مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے اب یہ بتاؤ کہ کیا تم مطمئن ہو یا کچھ اور چاہتے ہو؟"

"نہیں اب میں کچھ نہیں چاہتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر اسے قتل کر دیا جائے۔ ورنہ بلاوجہ تمہارے لئے الجھن بن جائے گا۔" ٹوڈی نے اتنی لاپرواہی سے کہا جیسے کسی مکھی کے مارنے کی بات کر رہا ہو۔

"نہیں ٹوڈی میں بے مقصد زندگیاں نہیں چھینتا اور نہ ہی مجھے اس کی زندگی اور موت سے کوئی دلچسپی ہے۔ یہ میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ بات تو شاید یہ خود بھی نہیں جانتا۔ میرا خیال ہے کہ یہاں سے نکالو۔"

"ٹھیک ہے تب پھر اسے بے ہوش کر کے کسی ایسی جگہ ڈلوا دیں کہ جہاں سے یہ خود اٹھ کر کہیں بھی چلا جائے۔" ٹوڈی نے کہا۔ میں نے بھی لاپرواہی سے گردن ہلائی۔

اب بھلا گل زمان میرے لیے کیا کشش رکھتا تھا جو اس بیچارے کو خوامخواہ میری وجہ سے مصیبت برداشت کرنا پڑتی۔ چنانچہ میں نے اسے کم از کم اس کی جان تو بچا لی لیکن اب سلانوس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ بابا سلانوس خاصا چالاک نکلا، اس نے جدید دنیا پر اپنی ہی دنیا کو ترجیح دی تھی اور ظاہر ہے وہ بیچارہ اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ سلانوس کے بارے میں جب تک مجھے یہ بات معلوم نہ تھی کہ وہ یہاں سے فرار ہو گیا ہے تب تک تو میں اس کے لیے الجھا ہوا تھا اور بار بار یہ خیال میرے ذہن میں آتا تھا کہ نہ جانے وہ بیچارہ کس مصیبت کا شکار ہوگا لیکن جب سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ سلانوس اپنی جان بچا کر اپنی دنیا میں واپس چلا گیا ہے تب سے میں نے اس کا خیال ہی ذہن سے نکال دیا تھا اور پروفیسر اب تو تم بھی اس بات کے گواہ ہو کہ میں ہر گزری ہوئی چیز کو بھولتا چلا آیا ہوں میں نے کبھی ماضی میں کھو جانے والوں کے لیے درد نہیں محسوس کیا خواہ وہ مجھ سے کتنی ہی قربت رکھتے ہوں چنانچہ اب میں پنکی اور ٹوڈی کے ساتھ مطمئن تھا۔ ٹوڈی چند دنوں تک تو میرے سلسلے میں محتاط رہا اور اس کے بعد جب اسے یقین ہو گیا کہ میں ایک قابل اعتماد آدمی ہوں تو اس نے ہر احتیاط ختم کر دی۔ پنکی سے شاید اس کا کوئی اندرونی رشتہ بھی تھا ممکن ہے ٹوڈی بھی پنکی کی طرح دلی طور پر خود پرست ہو اور پنکی کی اس کی نگاہ میں کوئی بڑی حیثیت نہ ہو لیکن بظاہر وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت مانوس تھے۔ ٹوڈی عموماً باہر مصروف رہتا تھا اور پنکی میرے ساتھ لیکن ہم دونوں کی یہ قربت کسی خاص مرحلے تک نہیں پہنچی تھی حالانکہ پنکی نے کئی بار اس کشش کا اظہار کیا تھا جو میرے اندر محسوس کرتی تھی اس نے میرے لیے بہت سے لباس سلوائے تھے پروفیسر، دل تو میرا بھی یہی چاہتا تھا کہ اس دنیا میں بھی اپنے وقت کا انسان رہوں یعنی لباس وغیرہ کے جھنجھٹ میں زیادہ نہ پڑوں لیکن اس دنیا کی تہذیب ذرا مختلف تھی اور بے لباس لوگوں کو یہاں مجرم گردانا جاتا تھا حالانکہ لباس پہن کر جسم کی نمائش کے جو انداز اختیار کیے جاتے تھے وہ بے لباسی سے زیادہ پرکشش ہوتے تھے اس دور کی عورت اپنے آپ کو سجانے کا بہتر طریقہ جانتی تھی اور یہ سلیقہ مند عورتیں بعض اوقات میرے حواس چھین لیا کرتی تھیں۔ جدید دور کی عورت جو میرے نزدیک تر آئی تھی وہ جولی تھی۔ میں جولی کے بارے میں مزید کچھ نہیں جان سکا تھا لیکن وہ عورت مجھے یاد تھی اور کبھی کبھی میری خواہش ہوتی تھی کہ وہ مجھے دوبارہ مل جائے لیکن میں نے اس خواہش کو دبا دیا تھا میں تو حال کا محقق تھا حال کی تصویریں دیکھ رہا تھا اور اپنے ذہن میں محفوظ کر رہا تھا لیکن بعض اوقات جب میں اپنے بارے میں سوچتا تھا تو مجھے ایک عجیب سی کیفیت سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ اب میں حال میں ہوں اور اس وقت تک مجھے آنے والے وقت کا انتظار کرنا پڑے گا، جب تک ہی دور شروع نہ ہو جائے جس میں میں ہوں۔ کہانی کا اس سے آگے بڑھنا بڑا ہی مشکل کام تھا اور بڑی عجیب و غریب کیفیت تھی یہ لیکن میں کیفیات سے گھبرانے والا انسان نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے........

خود کو اس ماحول میں ضم کر لیا تھا جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ پنکی اس دوران مجھے شہر بھر کی سیر کراتی پھرتی تھی لیکن اس عمارت سے نکلنے سے پہلے

مجھے اپنے چہرے پر تبدیلی کرنا نہیں سوجھتی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ اخبارات ... پر ترتیب پاتے ہیں اور شہری خبروں کو ایک دوسرے تک پہنچانے تک مصروف ہوتے ہیں یہ اعلان کر چکے ہیں کہ ایک جادوگر پیشہ آدمی جو پہلے مہمان بھی تھا بہت سے لوگوں کو قتل کر کے فرار ہو گیا ہے اور اس کی تلاش جاری ہے اس لیے میک اپ کے بغیر باہر نکلنا کافی خطرناک تھا۔ پنکی نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ ٹوفی کا کام تقریباً ختم ہو چکا ہے اور اس کے بعد جب ہم یہاں سے نکل جائیں گے تو پھر کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ اس وقت اگر میں اپنے چہرے پر کوئی تبدیلی نہ بھی کروں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اس دوران پنکی مجھ سے جو باتیں کرتی رہی تھی ان کا لب لباب یہی تھا کہ وہ میرے ساتھ مل کر اپنی زندگی کے ایک نئے دور کا آغاز کرنا چاہتی ہے۔ اس نے ہمیشہ مجھ سے بے پناہ الفت کا اظہار کیا تھا بلکہ ایک آدھ بار تو اس نے یوں کہنا چاہیے کہ محبت کا اظہار کر بھی دیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ مجھ سے تھوڑا سا اجتناب بھی برتتی رہی تھی حالانکہ چند مواقع ایسے آئے کہ مجھے اس کی قربت حاصل ہو سکتی تھی میں نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ وہ ذہنی طور پر مجھ سے متاثر ہے اور میرے نزدیک آنا چاہتی ہے لیکن نہ جانے کونسی جھجک مانع تھی پھر ایک رات اس نے بڑے دلکش انداز میں مجھے بتایا کہ کل ہم سب لوگ یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں پنکی؟" میں نے سوال کیا۔

"متحدہ امارات کے ایک چھوٹے سے ملک میں۔ چند روز وہاں قیام کریں گے اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ جائیں گے۔"

"کیا اس کے بعد ہم لوگ اسی طرح ایک دوسرے سے دور رہیں گے؟" میں نے سوال کیا اور میرے اس سوال پر پنکی کی آنکھیں خمار آلود ہو گئیں۔

"او ڈیئر گولڈ۔ اب جب کہ تم نے مجھ سے یہ سوال کر لیا ہے تو میں خود پر قابو نہیں رکھ سکتی۔ گولڈ صرف میں ہی نہیں میرا خیال ہے بے شمار لڑکیاں تمہاری صورت دیکھ کر خود پر قابو نہیں رکھ سکتیں میں تو اپنے آپ کو بہت مضبوط شخصیت پاتی ہوں کہ میں ابھی تک اپنے حواس قائم کیے ہوئے ہوں تم تو حواس چھین لینے والوں میں سے ہو میں اگر تمہارے چہرے پر تبدیلی نہ کروں تو میرا ذہن میرا ساتھ چھوڑنے لگتا ہے۔ گولڈ میری جان میں تم سے ایک حد تک اجتناب برت رہی ہوں صرف اس وقت کے لیے جب تک ہمیں اس کے بہتر مواقع مہیا نہ ہو جائیں اور اب وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے سفر کے دوران ہی میں تمہیں بتاؤں گی کہ ہمیں کیا کرنا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم میرا پورا پورا ساتھ دو گے؟"

"بلاشبہ پنکی میں تمہارے ہر تعاون کے لیے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا اور پروفیسر یہ کوئی انوکھی بات تو نہ تھی اس سے قبل بھی میں حسین لوگوں کا ساتھ دیتا رہا تھا اور اب جدید دور سے تھوڑی سی واقفیت بھی ہو گئی تھی میں جانتا تھا کہ یہاں سب اپنے رنگ میں مست رہنے والوں میں سے ہیں اور جس نے اقتدار کی لکیر پیٹی وہ پیچھے رہ گیا اور خود اپنے اوپر ہنسنے لگا۔ چنانچہ وہ رات گزر گئی دوسری صبح پنکی اور ٹوفی یہاں سے روانگی کی تیاریاں کر رہے تھے بجانے ان کا کاروباری جال کہاں تک پھیلا ہوا تھا۔ اس عمارت کی کیا حیثیت تھی۔ مجھے اس میں کوئی خاص بات نہیں معلوم ہو سکی۔ یہاں سے روانہ ہوتے ہوئے کوئی خاص سامان ساتھ نہیں لیا گیا تھا سوائے ضروری کپڑوں کے اور ان میں میرے لباس بھی شامل تھے۔ پنکی نے میرے لیے بے شمار لباس خرید ڈالے تھے ایسے لباس جنہیں پہن کر میں شدید الجھن محسوس کرتا تھا لیکن خود کو اس دنیا میں ضم کرنے کا شوق مجھے ہر تکلیف اٹھانے پر مجبور کر رہا تھا میں کسی بھی بات سے کسی الجھن کا شکار نہیں تھا۔ جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ صدیوں آگے کی چیز تھی اور میں اپنی کتاب کے لیے بہتر مواد فراہم کر رہا تھا۔ کاش اس دور کا کوئی محقق میری اس کتاب کو دیکھ لیتا پروفیسر تو اسے دنیا کی عظیم کتاب قرار دیتا۔ ممکن ہے اس کتاب کی شہرت اتنی بڑھتی کہ ساری دنیا کے لوگ اسے دیکھنے کے لیے امڈ پڑتے لیکن یہ کتاب تو ازل سے ترتیب پا رہی ہے۔ اس سلسلے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ہم لوگ اسی آہنی گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑے۔ ٹوفی اور پنکی کے علاوہ ایک شخص اور بھی تھا جو آج اس گھوڑے کو چلا رہا تھا۔ ہم تینوں پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور پھر کافی عرصے کے بعد میں نے سمندر کے سینے پر جہازوں کو تیرتے دیکھا۔ یہ جہاز میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ یہ جہاز میرے لیے اجنبی نہیں تھے لیکن اب ان کی جو موجودہ شکل تھی وہ قابل حیرت تھی اب یہ جہاز چپوؤں سے یا بادبانوں سے نہیں چلتے تھے پہلے بھی میں نے ایسے جہازوں میں سمندر کے سینے پر سفر کیا تھا لیکن اس وقت بے شمار غلام ان جہازوں کو آگے بڑھانے کا کام انجام دیتے تھے لیکن آج صرف مشینی غلام تھے۔ اور جہازوں کی شکل اتنی بدلی ہوئی تھی کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی انوکھی دنیا تھی پروفیسر! تم کہتے ہو کہ آج کا دور وہی دور ہے جس کا میں تذکرہ کر رہا ہوں لیکن پروفیسر میرے دل میں شدت سے یہ خواہش بیدار ہو گئی تھی کہ میں اس دنیا میں جا کر صدیوں پہلے کے واقعات کو پھر سے دیکھوں۔"

"تو پھر کیوں نہیں دیکھتے۔ میری پیشکش ہے کہ میرے ساتھ اس نئی دنیا میں چلو اور اس کے عجیب و غریب اقدار اور ثقافت سے لطف اٹھاؤ۔"

"نہیں پروفیسر اس کہانی کو سناتے ہوئے جو لطف مجھے محسوس ہو رہا ہے میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔ سب سے بڑی بات کہ تم سننے والے ایسے ہو کہ میں نے تمہارے چہرے پر کہیں اس کہانی سے بیزاری کے تاثرات نہیں محسوس کیے چنانچہ جب تک تم مجھے سنتے رہو گے میں دہرا

کی کہانیاں سناتا رہوں گا۔ اور جب تم تھک جاؤ تو مجھے بتا دینا۔"

فرزانہ کا دل چاہا کہ اس سے کہہ دے کہ بس اب خاموش بھی ہو جائیے یوں تو ساری عمر بیت جائے گی اور کہانی جاری رہے گی، پہلے اس نے ماضی سے مستقبل میں چھلانگ لگائی ہے اور اب اگر وہ پھر ماضی میں واپس چلا گیا اور رفتہ رفتہ وہاں سے آگے بڑھا تو کہانی کہاں کہاں تک پہنچے گی۔ لیکن اس نے یہ الفاظ نہ کہے کیونکہ اس کی سنائی ہوئی کہانیاں اتنی دلکش تھیں کہ وقت گزرنے کا یا کسی تھکن کا کوئی احساس نہیں تھا۔ ہاں جب بھی ان کے دلوں میں اپنی دنیا کا خیال آتا تو ایک ہوک سی ان کے سینے میں اٹھنے لگتی تھی حالانکہ اس دنیا میں ان کا کچھ نہیں تھا جو کچھ تھا یہیں پر موجود تھا ان کی کل کائنات ان تین افراد پر مشتمل تھی۔ اس نے ایک بار پھر اپنی کہانی وہیں سے جاری کی۔

"تو پروفیسر سمندر کا کنارہ نزدیک آ گیا اور ہم آہنی گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔ وہ شخص آہنی گھوڑا لے کر واپس چلا گیا تھا۔ سامنے ہی ایک چھوٹا جہاز کھڑا تھا جس پر ایک پرچم لہرا رہا تھا۔ چند افراد اس جہاز سے سیڑھیوں کے ذریعے ساحل پر آ گئے۔ آنے والوں نے بینکی اور ٹوڈی کا استقبال کرتے ہوئے مجھ سے بھی ہاتھ ملایا اور پھر ان میں سے ایک شخص کہنے لگا۔

"تمام اسٹاف واپس جا چکا ہے جناب، ہم نے چیکنگ کرا دی ہے۔"

"کوئی قابلِ ذکر بات؟" ٹوڈی نے پوچھا۔

"جی نہیں سب ٹھیک ٹھاک ہے چیکنگ کے لیے آنے والوں میں ہمارا دوست بھی موجود تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے ہم سے ہاتھ ملایا اور پھر ایک سرسری سی نگاہ لانچ پر ڈالی گئی۔ نیچے تو کوئی گیا بھی نہیں اس شخص نے کسی کو اس پر آنے کی اجازت نہیں دی اور خود چیکنگ کر کے ہمیں کلیرنس سرٹیفکیٹ دے کر چلا گیا۔"

"بہت خوب۔ تو گویا اب کوئی کام باقی نہیں ہے۔"

"جی نہیں، آپ ہی دیکھ لیجیے اس پر کلیرنس فلیگ لگا ہوا ہے۔"

اس شخص نے ایک کاغذ ٹوڈی کے حوالے کر دیا۔ اور ٹوڈی نے کاغذ دیکھنے کے بعد مطمئن انداز میں گردن ہلائی پھر میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"آؤ میرے دوست! اب ہم تمہیں نئے جہانوں کی سیر کرائیں"

اور میں لکڑی کے اس پلیٹ فارم سے لکڑی کی سیڑھی کے ذریعے لانچ پر جا پہنچا۔ میرے پیچھے ٹوڈی اور اس کے پیچھے بینکی تھی۔ لانچ کیا تھی ایک چھوٹی سی دنیا تھی حالانکہ اس سے بڑے بڑے بے شمار جہاز مجھے نظر آ رہے تھے لیکن جتنی بڑی یہ لانچ تھی اتنے بڑے جہاز میں تو میں نے کبھی سفر بھی نہیں کیا تھا۔ کافی گنجائش تھی۔ لکڑی کے کئی چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے انہی میں سے ایک بڑے ہال نما کمرے میں ہمیں لے جایا گیا۔ اور ہم سے بیٹھنے کی درخواست کی گئی۔ اس کمرے سے ملحق شیشے کی دیوار والا ایک اور کمرہ تھا جس میں ایک شخص موجود تھا جو شاید لانچ چلاتا تھا کیونکہ ٹوڈی نے اسے اپنا کام شروع کرنے کی ہدایت کی تھی۔ پھر ایک گرج سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کچھ سیٹیاں بھی میرے کانوں میں گونجیں اور اس کے بعد میں نے پانی کے اس عجیب جہاز کو سمندر کے سینے پر آگے بڑھتے ہوئے محسوس کیا۔ یہ ساری باتیں میرے لیے بڑی تحیر خیز تھیں بینکی نے جھک کر ٹوڈی کے کان میں کچھ کہا اور ٹوڈی مسکراتا ہوا گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا۔ اور کہا۔

"گولڈ! اگر تم چاہو تو باہر نکل کر اپنی پسند کی تفریحات میں حصہ لے سکتے ہو۔ میری مراد سمندر کے سینے پر سفر سے ہے ممکن ہے تم اس سے ناواقف ہو۔"

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔ اور اس جہاز کے اس طرح آگے بڑھنے کو باہر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ لیکن اپنا خیال رکھنا تمہاری حفاظت کی ذمہ داری اب ہمارے اوپر ہے چنانچہ کسی ایسی تکلیف میں مبتلا مت ہو جانا جو ہمارے لیے پریشانی کا باعث بن جائے۔" میں نے گردن ہلا دی اور باہر نکل آیا۔ لانچ پر کافی افراد سفر کر رہے تھے جن کی تعداد سترہ اٹھارہ سے کم نہیں ہو گی۔ لیکن وہ سب کے سب لانچ کے ملازم معلوم ہو رہے تھے وہ سب مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ میں ان کے درمیان سے گزرتا تو وہ گردنیں اٹھا اٹھا کر مجھے دیکھتے اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے جیسے انہیں یہ ہدایت ہو کہ کسی بھی چیز کے بارے میں کوئی تجسس نہ کریں میں نے بھی ان میں سے کسی سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی اور آگے بڑھتا رہا۔

اس طرح میں نے تقریباً پوری لانچ دیکھ ڈالی۔ اور بلاشبہ پروفیسر! قدیم زمانے کے جہازوں سے یہ لانچ کہیں زیادہ خوبصورت اور کہیں زیادہ تیز رفتار تھی مشینی عمل سے اسے چلایا جا رہا تھا اور انسان کی یہ انوکھی ترقی دیکھ کر میرا ذہن عجیب و غریب خیالات میں گم ہو گیا تھا۔ میں نے صرف ایک بات ۔۔۔ جی تھی پروفیسر! وہ یہ کہ انسان نے والے ہر دور میں پہلے سے کہیں آگے بڑھ جاتا ہے ادوار کا سلسلہ اس کی ذہانت میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔ مجھے سارا ماضی یاد ہے میں نے بڑھتے ہوئے دور میں کبھی انسان کو پہلے سے پست نہیں پایا جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے وہ ترقی کی منازل طے کرتا چلا جاتا ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ سلسلہ کہاں تک پہنچے۔

ہاں بات لانچ کے سفر کی ہو رہی تھی۔ نئے دور کی جادوگرنی بینکی بھی اسی لانچ میں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے اپنے عقب میں پایا۔ وہ مسکراتی ہوئی میری جانب آ رہی تھی پھر میرے قریب پہنچ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہو گولڈ سمندر کے سفر میں لطف آ رہا ہے؟"

"ہاں بے حد۔ بلاشبہ یہ سفر بے حد پرکشش ہے۔"

"کیا تم نے اس سے پہلے بھی سمندر کے سینے پر سفر کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں بے شمار بار۔" میں نے جواب دیا لیکن اس کے ساتھ ہی میں سنبھل گیا۔ بے خیالی میں ایک ایسا جملہ نکل گیا تھا جو آگے چل کر مصیبت بھی بن سکتا تھا۔

"کیا تمہارے اس علاقے میں بھی سمندر کا یہی ماحول ہوتا ہے"

"نہیں پنکی۔ ہم نے کبھی ایسی کسی کشتی میں سفر نہیں کیا جسے انسان یا بادبان نہ چلاتے ہوں۔ تمہاری یہ کشتی تو بڑی حیرت انگیز ہے تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔"

"یہ لانچ مشینی قوت سے چلتی ہے پٹرول اور ڈیزل، ممکن ہے تم ان دونوں الفاظ کو نہ سمجھ سکو۔ زمین سے برآمد ہونے والا ایک ایسا مائع جو ساری دنیا کی رگوں میں زندگی دوڑائے ہوئے ہے یہی اس کا استعمال ہوتا ہے اور وہ مشینی گھوڑا جس پر تم نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ ساری مشینری ہی تیل پر چلتی ہے۔"

"تعجب ہے تعجب ہے، انسانی ذہن کہاں تک پہنچے گا۔ کیا اس کا تعین کیا جاسکتا ہے؟" میں نے پوچھا اور پنکی مجھے دیکھنے لگی پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

"تمہارا ذہن واقعی بر اہر ضبح ہے حالانکہ تمہاری طبیعت کی سادگی دیکھ کر اندازہ نہیں ہوتا کہ تمہاری سوچ بھی اتنی گہری ہوگی۔" پنکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے خیال میں انسانی ذہن کی ترقی اور ارتقا کا تعین ممکن نہیں ہے۔"

"ایک بات بتاؤ پنکی۔"

"ہاں ہاں پوچھو۔"

"سمندر کے سینے پر سفر کب تک جاری رہے گا۔"

"میں نے تم سے ایک بات کہی تھی گولڈ! کیا تمہیں وہ بات یاد ہے"

"کونسی بات، یوں تو تم نے مجھ سے بہت سی باتیں کہی ہیں لیکن کیا تمہارا اشارہ کسی خاص بات کی طرف ہے؟"

"ہاں، میں نے تم سے کہا تھا گولڈ کہ تم سکون کی دنیا سے آئے ہو۔ تمہارے ہاں زندگی گزارنے کے لیے اتنی مشکلات نہیں پیدا ہوتیں جتنی اس دنیا میں ہیں۔ ہم اگر کچھ بننے کی کوشش کریں تو ہمیں اس کے لیے تمام دنیاوی اقدار نظرانداز کر دینا ہوتی ہیں۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ کون دوست ہے کون دشمن۔ بلکہ اس دنیا کے زیادہ تر لوگ دوستوں ہی کو شکار بناتے ہیں۔ کیونکہ وہ زیادہ معصوم ہوتے ہیں اور ان پر اعتبار کرتے ہیں لیکن شکاری بھی مجبور ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ کسی کو شکار نہ بنائے تو خود شکار ہو جاتا ہے تو میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ لانچ انتہائی قیمتی ہے اور فی الوقت ٹونی اس کا مالک لیکن تم اس سے زیادہ طاقتور ہو۔ میں نے اس رات تمہیں دیکھا۔ جب تم جیل سے فرار ہوئے تھے تم نے ان لوگوں کو اس طرح پچھاڑا تھا کہ کسی ایک آدمی سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ٹونی تمہاری طرف اسی لیے متوجہ ہوا تھا کہ اس نے تمہیں ایک منفرد انسان پایا اور میں جو تمہارے بارے میں اسی انداز سے سوچ رہی ہوں اس کی وجہ بھی یہی ہے بات دراصل آگئی کہ ہم میں سے ہر شخص ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا خواہش مند ہے اس سے قبل کہ ٹونی تمہیں اپنے مقصد اپنی خواہشات کے لیے استعمال کرے میں چاہتی ہوں کہ تم میرے ساتھ مل کر اس لانچ پر قبضہ کر لو۔ اس پر جو لوگ موجود ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارے دیوہیکل جسم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ابھی لانچ سمندر کے اس حصے میں پہنچ جائے گی جہاں کسی بھی قسم کی بیرونی مداخلت کا امکان نہیں رہے گا۔"

میں پرتجسس نگاہوں سے پنکی کو دیکھنے لگا۔ اس کی غرض سامنے آگئی تھی اور اس دور کے دلچسپ ہنگاموں میں پورے ہوش و حواس سے حصہ لینے کا موقع فراہم ہو گیا تھا۔ پنکی عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ ان نگاہوں میں امید و بیم کی جھلکیاں تھیں چنانچہ میں نے اس کی فوری تسلی ضروری بھی۔

"میں پہلے بھی تم سے وعدہ کر چکا ہوں پنکی لیکن کچھ سوالات میرے ذہن میں ہیں۔"

"کیا؟"

"جیسا کہ تم نے بتایا تھا کہ ٹونی کا تعلق ایک گروہ سے ہے۔"

"ہاں۔"

"گروہ کے دوسرے لوگ بھی ہوں گے۔"

"کافی لوگ ہیں۔"

"یہ دولت جو اس لانچ پر موجود ہے تمام لوگوں کی ہوگی؟"

"ہاں سبھی حصے دار ہوتے ہیں۔"

"ظاہر ہے بعد میں تم ان لوگوں سے رابطہ نہیں رکھو گی۔"

"نہیں۔"

"لیکن تم اس لانچ کو کہاں لے جاؤ گی؟"

"او ڈیئر گولڈ! تم سے ملاقات کے بعد میرے ذہن میں یہ اسکیم آئی تھی اور میں نے اس کے ہر پہلو پر غور کیا تھا میں اس کے لیے پورا پلان بنا چکی ہوں۔"

"کیا؟"

"ہم لانچ کو پوائنٹ اسٹی لے جائیں گے یہ ایک جزیرہ ہے جو مشرق وسطیٰ کے علاقے میں ہے لیکن غیر آباد جزائر کے سلسلہ میں سے ایک ہے اور عام طور سے اسمگلروں کے استعمال میں رہتا ہے۔ یہاں پوری پوری لانچوں کا سودا ہو جاتا ہے اور کوئی کسی سے نہیں پوچھتا کہ وہ کون ہے اور مال کی کیا حیثیت ہے۔"

"گویا وہاں چوروں کے جوہر پہنچتے ہیں؟" میں نے دلچسپ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں یہ بظاہر انوکھی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہاں ہر جگہ کے لوگ آتے ہیں۔ صرف مال ہونا چاہیے سودا ہو جاتا ہے اور وہاں سے نئی لانچیں اور کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہیں۔ صورتِ حال صرف یہ ہوتی ہے کہ اس گروہ کو پتہ نہ چلنے پائے جس کا یہ مال ہے۔ بس کچھ سمندری قانون ایسے ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے لیکن اگر ہم اپنے کام سے فارغ ہو کر وہاں پہنچ گئے تو ہمیں بڑی آسانیاں ہوں گی۔"

"مجھے ان جزائر کے بارے میں کچھ اور بتاؤ۔"

"دراصل یہ جزائر۔ یوں تو مشرقِ وسطیٰ ہی کا حصہ ہیں لیکن ان پر کسی کی حکومت نہیں ہے۔ ایک معاہدے کے تحت ان جزائر کو کوئی شخص اپنی ذاتی ملکیت نہیں کہہ سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ذریعے ممالک کا کاروبار بہت اعلیٰ پیمانے پر ہوتا ہے اور ان چھوٹے چھوٹے ممالک کی بے شمار ضروریات پوری ہو جاتی ہیں چنانچہ اس طرح سے ان جزائر کی سرپرستی حکومتیں کرتی ہیں اور یہاں پہنچ جانے والے اس بات سے تسلیم کر لیے جاتے ہیں کہ وہ تاریک سوداگر ہیں۔"

"خوب، بڑی عمدہ بات ہے۔ بہت ہی پُرلطف۔" میں نے واقعی عجیب و غریب کیفیت تھی۔ کیسی انوکھی باتیں علم میں آ رہی تھیں۔ تہذیب کی یہ دنیا بظاہر بے حد دلکش اور خوش نما لگتی تھی لیکن اندر سے وحشت کے وہی آثار نظر آتے تھے جو ابتدائی دور میں موجود تھے پروفیسر! انسان مختلف لبادوں میں چھپتا چلا گیا لیکن اس کی شخصیت اس کا نظریہ ایک ہی رہا۔ طاقت ہو تو اپنے آپ کو منواؤ۔ پیس سکتے ہو تو پیس دو اور خوش رہو۔ یہی کیفیت ابتدائی دور کے انسان کی تھی۔ وہ بڑے بڑے جانوروں کا شکار کرتا تھا اور اس شکار کی تقسیم طاقت کی بنیاد پر ہوتی تھی جو زیادہ طاقتور تھا وہ پیٹ بھر لیتا تھا اور جو کمزور تھے انہیں بھوکا رہنا پڑتا تھا میں نے یہ مماثلت محسوس کی اور میں تو صرف دیکھنے والا تھا اور اس دنیا میں بھلا میرے بس کی بات تھی۔ ہر صورت میں نے پنکی کی مدد کا فیصلہ کر لیا۔ ٹونی سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی پنکی سے بھی نہیں تھی لیکن میں اپنا ایک مقام بنانا چاہتا تھا اور اب جبکہ ... بھی یہاں سے چلا گیا تھا اور مجھے خود اسی دنیا میں وقت گزارنا تھا کیوں نہ بھانت بھانت کے لوگوں سے ملتا۔ اور اس دنیا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتا کہ معلومات تو میرا کام ہی تھا۔

"تو پھر اپنا کھیل کب شروع کر رہے ہو گولڈ؟" پنکی نے پوچھا۔

"یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے پنکی۔" میں نے جواب دیا۔

"دراصل میں نہیں چاہتی کہ لانچ سمندر میں بہت دور تک چلی جائے جس جگہ اس لانچ کو جانا ہے وہاں تک کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں ہے اور ہماری روانگی کی اطلاع ان لوگوں کو مل چکی ہے چنانچہ ہمیں جلد از جلد یہ کام کر کے اپنا رخ بدل لینا چاہیے۔ جب ہم وہاں نہیں پہنچیں گے جہاں اس لانچ کو جانا ہے تو ان لوگوں کو تشویش ہو گی کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکے گا کہ لانچ پر اس طرح سے کسی کا قبضہ ہو گیا ہے چنانچہ وہ تحقیقاتی مشن پر نکلیں گے اور چند روز اس میں مصروف رہیں گے اس کے بعد انہیں کچھ شبہ ہوا تو وہ ان جزائر کا رخ کریں گے جہاں چوری کی لانچیں فروخت ہوتی ہیں۔ اس حالت میں ہمیں اچھا خاصا وقت مل جائے گا لیکن بہتر یہی ہے کہ ہم اپنا کام جلد از جلد کریں۔" پنکی نے جواب دیا۔

"جب تم کہو پنکی۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے اگر تم چاہو تو ابھی اور اسی وقت!" میں نے کہا۔

"تھوڑی دیر انتظار کرو۔ یہ لوگ ابھی ایسی کوئی بات سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس سلسلہ میں ہمیں چند باتوں کا خیال رکھنا ہے گولڈ۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"لانچ پر ہتھیار موجود ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ کسی کے پاس کوئی مہلک ہتھیار نہ رہنے دوں۔ میں نے انتہائی چالاکی سے ٹونی کا پستول بھی خالی کر دیا ہے لیکن اس کے بعد ہمیں اس بات کے امکان کو مدِ نظر رکھنا چاہیے کہ ممکن ہے کسی کے پاس ہتھیار موجود ہی ہوں جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوں۔"

"میں ہتھیاروں کی پروا نہیں کرتا پنکی میں ان سے نمٹ سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے لیکن ہمیں خطرہ مول لینے کی ضرورت ہی کیا ہے میں اس کے لیے ایک چھوٹا سا بندوبست کر چکی ہوں اس پر عمل کروں گی۔"

"کیا بندوبست کیا تم نے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے ایک اسٹین گن ان لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر لانچ پر پہنچا دی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد جب سمندر میں ہمارا ڈرامہ شروع ہو گا تو میں اس اسٹین گن کو لے کر اس بلند جگہ کھڑی ہو جاؤں گی۔ جہاں سے میں پوری لانچ پہ نگاہ رکھ سکتی ہوں اور پھر تم ان سب کو اٹھا اٹھا کر سمندر میں پھینک دو گے۔"

"اوہ۔ لیکن اس کھلے سمندر میں تو وہ لوگ زندہ نہ بچ سکیں گے۔"

"ان کا زندہ نہ بچنا ہی بہتر ہے۔" پنکی نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"ان میں تمہارا ساتھی ٹونی بھی ہو گا۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" پنکی نے جواب دیا۔

اور پروفیسر! زمانۂ قدیم کی وہ خونخوار عورتیں مجھے یاد آ گئیں جو انسانی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتی تھیں۔ یہ عورت بھی روپ

بدلے ہوئے تھی لیکن تھی انہی میں سے۔ میں قدم قدم پر اس دور کے لوگوں کا اور گزرے ہوئے ادوار کے لوگوں کا موازنہ کر رہا تھا اور مجھے لگ رہا تھا کہ کل کے اور آج کے انسان میں کوئی فرق نہیں ہے تہذیب نے انسان کی شکل بدل دی ہے اس کی سوچ اور اس کی فطرت کی درندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی بلکہ یہ ممکن ہے پروفیسر کہ اس دور کا انسان درندگی میں بھی ترقی اختیار کر چکا ہے کیونکہ وہ ذہین ہے یہ عورت جس سے بے پناہ الفت اور محبت کا اظہار کرتی تھی اور جس کے ساتھ اس نے طویل وقت گزارا تھا اسی کی موت کی خواہاں تھی اور اسے قتل کرنے میں اسے کوئی عار نہیں تھی۔

"تمہیں اس کی موت کا افسوس نہیں ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"افسوس!" پنکی بدستور زہریلے انداز میں بولی۔ "دراصل تم سادہ سی دنیا کے ایک سادہ سے انسان ہو گولڈ۔ یہ دنیا تمہاری دنیا سے بہت مختلف ہے۔ کیا صرف میں ٹونی سے دلچسپی رکھتی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ بھی تو مجھے اپنا دوست سمجھتا ہے۔"

"ہاں میرا خیال بھی یہی ہے۔"

"لیکن یقین کرو۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ اپنے ہاتھوں سے مجھے ذبح کر دے گا۔ بدلتے ہوئے ادوار نے انسان کو جلاد بنا دیا ہے رشتوں اور محبتوں کو آزمائش کی ترازو تک جانا پڑتا ہے اور عموماً دولت کا پلڑا بھاری رہتا ہے۔ دولت کے عوض اولادیں فروخت کی جاتی ہیں عزت بیچی جاتی ہے۔ اب بھی بعض سرپھرے قدروں کی لکیر پیٹتے نظر آ جاتے ہیں لیکن وہ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔"

"اور تم خسارے میں نہیں رہنا چاہتیں تو ٹھیک ہے پنکی میں تم سے تعاون کا وعدہ کر چکا ہوں تعاون کروں گا۔ تم بے فکر رہو اور اپنے مقاصد پر عمل کرو۔" میں نے کہا اور پنکی نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

تاحدِ نگاہ وسیع اور بے کراں سمندر تھا اور پر آسمان کوئی تبدیلی نہیں تھی فضاؤں میں۔ اس خطۂ زمین پر موجود لوگوں نے حالات بدل لیے تھے۔ زمین کی شکل بدل لی تھی۔ زمانۂ قدیم کے خونی ڈرامے اب بھی کھیلے جاتے ہیں خطۂ زمین کے لئے، زر و جواہر کے لیے جنگ اب بھی جاری تھی اور پروفیسر اس وقت میں نے ایک انوکھی بات سوچی۔

میں نے سوچا کہ میں تو ہر دور کے انسان کے تابع رہا ہوں۔ لوگوں نے جس طرح چاہا ہے مجھے استعمال کیا ہے۔ کہیں میں نے اپنی سوچ کے مطابق کوئی تبدیلی کی اور کہیں میں خود دوسروں کے رنگ میں ڈھل گیا، اب بھی وہی بات تھی۔

لانچ پر کام کرنے والے سرکش اور باغی قسم کے لوگ تھے، وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ میری جانب بھی بہت سی نگاہیں متحیرانہ انداز میں اٹھی تھیں۔ یہ دشمنی کی بنیاد نہ تھی لیکن اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے، ہاں میں ایک عورت کا تابع ہوں اور اس کے کہنے سے ان سب کو زندگی سے دور کرنے کے لیے تیار تھا۔

میں منتظر تھا کہ کب پنکی کی طرف سے اشارہ ہو اور میں اپنا کام شروع کر دوں پھر اس وقت جب سورج ڈھلنے پر تھا اور دھوپ کی تیزی ختم ہو چکی تھی۔ میں نے اسی بلند جگہ کی جانب دیکھا وہاں مجھے پنکی نظر آئی پنکی کے ہاتھ میں وقت کا ہتھیار تھا۔ لمبی سی نال والا ایک ہتھیار جس سے وہ آگ برساتی تھی۔ اسی آگ برسانے والے ہتھیار سے کل زمان نے مجھ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اور ان لوگوں نے بھی جو پولیس والے کہلاتے تھے لیکن سب نے دیکھا تھا کہ وقت کا یہ ہتھیار میرے لیے ناکارہ ہے گویا میں اپنی حیثیت میں آج بھی اتنا ہی سربلند تھا۔ اور اسی لیے مجھے ان تمام چیزوں کی کوئی فکر نہیں تھی۔

پھر پنکی نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور میں نے اپنے نزدیک کھڑے ہوئے شخص کو اٹھا کر پانی میں پھینک دیا۔ پانی میں گرنے والے شخص کی چیخ بڑی بھیانک تھی۔ وہ بے چارہ یہ سمجھ بھی نہ سکا تھا کہ میں اچانک اس کا دشمن کیوں بن گیا تھا۔

اس کے ساتھیوں نے اس کی چیخ سنی۔ اور ان سب کو طیش آ گیا "اے۔ اے۔ کیا تم پاگل ہو گئے۔ او [illegible] ان تجھے کیا ہو گیا؟" تین چار آدمی میری طرف دوڑے لیکن میں ان کے استقبال کے لیے تیار کھڑا تھا۔ یکے بعد دیگرے وہ چاروں بھی پانی میں جا پڑے اور اب باقاعدہ ہنگامہ ہو گیا۔ وہ لوگ جو ہتھیار بھی ان کے ہاتھ میں تھا لے کر مجھ پر پل پڑے۔ چاروں طرف سے ان کی یورش ہو رہی تھی اور میں ان میں سے ایک ایک کو اٹھا کر پانی میں پھینک رہا تھا۔ میں چاہتا تو ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ کر سکتا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ پانی میں گرنے کے بعد وہ خود اپنی زندگی کے لیے جدوجہد کریں اور جو جدوجہد میں کامیابی کا اہل ہو وہ اپنی زندگی بچا لے جائے۔ تھوڑی سی دیر میں پوری لانچ شور سے گونج رہی تھی۔ تب ٹونی اور اس کے ساتھی آ گئے۔ انہوں نے چیخ چیخ کر مجھے آوازیں دیں۔

"گولڈ۔ گولڈ کیا کر رہے ہو۔ کیا ہو رہا ہے یہ۔ گولڈ ہٹ جاؤ ورنہ۔ ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ باز آ جاؤ گولڈ۔ باز آ جاؤ۔" ٹونی نے کہا اور پھر اس نے شاید وہ ہتھیار نکال لیا جس سے اس نے مجھے گولی مارنے کی دھمکی دی تھی لیکن وہ ہتھیار پنکی کی سازش کی وجہ سے بے کار ہو چکا تھا۔

ٹونی نے متحیرانہ انداز میں اسے دیکھا اور پھر وہ ایک لوہے کا لمبا ڈنڈا لے کر میری جانب بڑھا۔ اس نے وہ ڈنڈا میرے سر پر مارنے کی کوشش کی لیکن میں نے ڈنڈا پکڑ لیا۔

دوسرے لمحے ٹونی بھی میری گرفت میں تھا اور ظاہر ہے پروفیسر میری گرفت ایسی نہیں ہوتی جس سے ٹونی نکل سکتا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے گولڈ، کیا تم پاگل ہو گئے ہو مجھے چھوڑ دو۔" ٹونی نے کہا اور میں نے اسے پانی میں چھوڑ دیا۔ ٹونی بھی دوسرے لوگوں کی طرح پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور اس کے بعد لانچ پر کام کرنے والے تمام افراد ہی میرے خلاف نبرد آزما ہو گئے تھے۔

پنکی اپنی جگہ کھڑی ہوئی دلچسپ نگاہوں سے میری اس کاوش کو دیکھ رہی تھی۔ اسے شاید احساس ہو رہا تھا کہ اس نے جو فیصلہ کیا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ بلاشبہ اس نے ایک آدمی پر بھروسہ کر کے اپنی زندگی خطرے میں ڈالی تھی کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا مطلوبہ شخص جس پر اس نے اتنا بھروسہ کر لیا ہے اس بھروسے کے قابل ثابت ہو گا یا نہیں اور اس وقت اگر وہ اتنے سارے لوگوں کے قابو میں آ گیا تب پھر یہ لازمی امر تھا کہ وہ پنکی کا نام بھی اس سازش میں شامل کر دیتا۔ اور اس کے بعد پنکی کو اپنی زندگی بچانا مشکل ہو جاتی۔

لیکن پنکی کی خوش بختی تھی کہ مجھ جیسا آدمی اس کا مددگار تھا جس کے بارے میں وہ اتنے وثوق سے سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ بالآخر میں نے لانچ کے آخری آدمی کو بھی پانی میں اچھال دیا۔ لانچ بدستور اپنا سفر طے کر رہی تھی۔ شاید اسے چلانے کے لیے کسی خاص شخص کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ لور نہ ہی بادبانوں کی مانند جو ہواؤں کے تابع ہوتے تھے۔

لانچ سے کافی پیچھے ڈوبنے والوں کی آوازیں ابھر اور ڈوب رہی تھیں اور اس کے ساتھ ہی پنکی کے قہقہے بھی۔

پھر وہ نیچے اتر آئی، وہ دوڑتی ہوئی میرے نزدیک آ گئی تھی پھر وہ مجھ سے لپٹ گئی

وہ میرے پورے وجود کو چوم رہی تھی اور بے پناہ خوش نظر آ رہی تھی۔ اور میں زمانۂ قدیم کی ان ہستیوں کو یاد کر رہا تھا جو اس سے مختلف نہ تھیں۔

تب میں نے اس کے دونوں شانے پکڑ لیے اور اسے اس کی وحشت سے روکا۔

"اوہ گولڈ۔ گولڈ تم واقعی گولڈ ہو، گولڈ ہی گولڈ۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بہت خوش نظر آ رہی ہو پنکی۔" میں نے اس کے شانے دباتے ہوئے کہا۔

ہاں گولڈ بے پناہ خوش، بے پناہ خوش۔ تم نہیں سمجھے کہ اب ہماری حیثیت کیا ہے۔ اس لانچ کو فروخت کرنے کے بعد ہم امیر ترین لوگوں میں شمار ہوں گے اور پھر یورپ واپس پہنچ کر ہم ایک اعلیٰ ترین طرز زندگی اختیار کریں گے۔ ہونہہ کیا رکھا ہے اس اسمگلنگ کے کاروبار میں، ساری زندگی داؤ پر لگا دو اور رہو وہیں کے وہیں۔ میں نے اپنی پوری زندگی یہی پلاننگ کی تھی گولڈ۔ میں نے سوچا تھا کہ کسی وقت اپنے ساتھیوں کو ہی کاٹ کر اپنی منزل پر پہنچنے کی کوشش کروں گی۔ اور یقین کرو گولڈ تم اس میں میرے معاون رہے ہو۔ گولڈ۔ تم۔ تم۔ تم میری زندگی کے سب سے بڑے ساتھی ہو گے، میں احسان ماننے والوں میں سے ہوں۔ میں ایک اچھی زندگی کی خواہاں تھی۔ میں مطلق العنان رہنا چاہتی تھی اور اس گروہ میں رہ کر میں کچھ بھی نہ بن سکتی تھی۔ گولڈ میری خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، آؤ ہم مسرت کا رقص برپا کریں۔" وہ زبردستی میری کمر سے لپٹ گئی۔ اور اٹھلانے لگی۔ لیکن وہ مجھے رقص پر آمادہ نہیں کر سکی تھی دیر تک وہ مجھے جنبش دینے کی کوشش کرتی رہی اور پھر تھک کر اس نے مجھے چوم لیا۔

"تم تو چٹان ہو چٹان بھلا میں تمہیں کیسے ہلا سکتی ہوں۔" تھوڑی دیر پہلے میرے ذہن پر جو غبار چھایا ہوا تھا وہ پنکی کے اس لمس نے دور کر دیا اور میرے ہاتھ بھی اس کی کمر کے گرد حمائل ہو گئے تب میں اسے لیے ہوئے اس کیبن کی طرف بڑھ گیا جہاں پہلے ٹونی اور دوسرے لوگ موجود تھے۔ لانچ بدستور سفر کر رہی تھی کیبن میں پہنچ کر میں نے پنکی سے پوچھا۔

"یہ بتاؤ پنکی! کیا یہ جہاز خود بخود چلتا ہے؟"

"ہاں لیکن ہم اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کا رخ ہمیں کنٹرول کرنا پڑتا ہے ورنہ ممکن ہے یہ کسی چٹانی علاقے کی طرف جا نکلے اور جہاز کے قریب ہو کر اس سے ٹکرا جائے۔"

"تو اس پر قابو رکھنے کے لیے تمہیں کیا کرنا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"میں تمہیں بتاتی ہوں۔" پنکی نے کہا اور میں بھی جذبات کے اس ہنگامے سے نکل آیا جس نے مجھے یہ سوال کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ٹھیک ہی تو تھا سمندر کے سینے پر یہ رنگ رلیاں منانا مناسب نہیں لگتیں خاص طور پر اس صورت میں جبکہ اس جہاز کو سنبھالنا بھی ہمارا ہی کام ہو۔

پنکی مجھے لے کر جہاز کے اس حصے میں پہنچی جہاں اس کی مشین تھی۔ اور پھر اس نے مجھے اس جہاز کو قابو میں کرنے کا طریقہ سمجھایا۔ میں بہت محظوظ ہو رہا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ مشین ہر چیز پر قابض کس طرح ہو گئی ہے۔

"کونسی قوت ان مشینوں کو رواں کرتی ہے پنکی؟" میں نے دلچسپی سے لانچ کی مشین کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تیل جو زمین سے نکلتا ہے۔"

"اوہ جس کے بارے میں تم بتا چکی ہو۔"

"ہاں۔"

"انسان نے بے پناہ وسائل حاصل کر لیے ہیں پنکی۔ مجھے حیرت ہوتی ہے۔ تم لوگوں نے ان چیزوں کے حصول میں سخت محنت کی ہو گی۔"

"ہاں گزرنے والوں نے اس دنیا کو بہت کچھ دیا ہے اور آج بھی لوگ انسان کے ہر مسئلے کو حل کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔"

"تم لوگ انہیں احترام سے یاد رکھتے ہو گے۔"

"ہاں وہ انسان دوست کہلاتے ہیں۔"

"اور وہ اس قابل ہیں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے سوالات بعض اوقات میرے لیے بڑے حیرت انگیز ہوتے ہیں گولڈ! میں نے کئی بار تمہارے بارے میں سوچا ہے۔"

"کیوں؟" اس نے پوچھا۔

"اگر تم کسی سادہ سی بستی کے باشندے ہو تب تمہارے خیالات بھی محدود ہونے چاہئیں تم ہر لحاظ سے حیرت انگیز ہو۔" پنکی نے کہا۔ اور میں مسکرانے لگا۔

پنکی مطمئن تھی۔ اندازے کے مطابق اب وہ راستے پر لگ گئی تھی جو اس کے خیال کے مطابق پوائنٹ اسی کی طرف جاتا تھا۔ یہ جملہ بھی اس نے مجھے بتایا تھا ورنہ میں نہیں جانتا تھا کہ پوائنٹ کیا ہوتا ہے اور اس نے جن جزائر کی مجھے تفصیل بتائی تھی انہیں اس نام سے کیوں پکارا جاتا ہے۔ بہرصورت وہ سمندری راستوں کی ماہر معلوم ہوتی تھی اور اس نے مجھے بھی یہی بتایا تھا کہ وہ ان راستوں پر سفر کرتی رہی ہے چنانچہ جب وہ مطمئن تھی تو پھر مجھے بھی کسی بات کی پروا نہ تھی۔ یوں بھی اگر اس کا یہ جہاز کسی سمندری چٹان سے ٹکرا جائے یا کہیں غرق ہو جائے تو اس کا اثر صرف پنکی کی ذات پر پڑ سکتا تھا۔ وہ اپنے خوابوں کو آنکھوں میں بجائے سمندر کی گہرائیوں میں گم ہو جاتی اور میں پھر ابھرتا۔ کسی ایسی جگہ جو مختلف ہوتی ممکن ہے اس دنیا سے ہی مختلف چنانچہ مجھے ان تمام چیزوں کی پروا نہیں تھی جب جہاز پر روشنیاں جل اٹھیں تو پنکی کی آنکھوں میں خمار ابھر آیا۔

"گولڈ! تم میری زندگی میں وہ وقت لے آئے ہو جس کی خواہش میں نے بچپن سے کی ہے اور انسان اگر اپنی دیرینہ خواہشوں کو اپنے سامنے ایسی حیثیتوں میں محسوس کرے کہ ان پر اس کی دسترس ہو۔ اور اس کے وہ سارے خواب پورے ہو چکے ہوں جو وہ دیکھتا رہا ہے پھر اس کی خوشیوں کا ایک ہی مرکز ہوتا ہے وہ جس نے اسے خوشیوں سے ہمکنار کیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی گولڈ کہ میرے بارے میں تمہارے کیا خیالات ہیں لیکن میں اب تمہیں ہر حیثیت سے قبول کر چکی ہوں۔ اپنا مددگار، اپنا محسن اور اپنی زندگی کا وہ ساتھی جس کے بعد زندگی تنہا نہیں رہتی بلکہ کسی دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتی ہے کیا تم مجھے اس حیثیت سے قبول کرو گے۔"

اور پروفیسر عورت آج پھر میری عظمت کا اعتراف کر رہی تھی انداز بدلا ہوا تھا لیکن الفاظ وہی تھے وہ الفاظ جو اس سے قبل میں کئی بار سن چکا تھا۔ ہر صدی میں ہر عورت نے مجھ سے اسی انداز میں اپنی چاہت کا اظہار کیا تھا اور جس انداز میں میں نے اسے جواب دیا بھلا پنکی اس سے کیوں محروم رہتی چنانچہ ہمارے درمیان فاصلے ختم ہو گئے۔ میں نے الفاظ سے نہیں عمل سے اظہار کیا کہ پنکی کی یہ پیشکش مجھے قبول ہے اور میں اپنی اس مدد کا معاوضہ وصول کرنے کے لیے تیار ہوں جو میں نے کی تھی اور جب میری آغوش میں چھپی ہوئی پنکی نے سورج کی پہلی کرن دیکھی تو وہ اچھل پڑی۔

"او گولڈ! میرا خیال ہم اپنی منزل تک آ پہنچے ہیں۔ ہو سکتا ہے ہم اس سے کچھ آگے ہی نکل آئے ہوں۔ مجھے تمہارے پرسکون قرب میں نیند آ گئی تھی۔"

"تو پھر اٹھ جاؤ۔" پنکی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ کیبن سے باہر نکل آیا تھا۔ یہ عجیب و غریب سمندری جہاز پانی کے سینے پر اسی طرح رواں دواں تھا۔ ہم نے بہت دور ایک بھوری لکیر دیکھی اور پنکی سمت بتانے والے آلے کے نزدیک پہنچ کر یہ اندازہ کرنے لگی کہ ہمارے چھوٹے سے جہاز کا رخ اس لکیر کی جانب ہے یا ہم اس سے بچ کر نکل آئے ہیں پھر اس نے مسکراتے ہوئے گردن جھٹکی اور کہنے لگی۔

"او گولڈ ہم اس کے بالکل قریب ہیں ہاں اگر ہم چند گھنٹے اور چلتے رہتے تو اس سے آگے نکل سکتے تھے۔"

"گویا اب تمہیں اس جہاز کا رخ بدلنا پڑے گا؟" میں نے پوچھا۔

"میں ابھی یہ کارروائی کرتی ہوں میرا خیال ہے ہمیں اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔" پنکی نے کہا اور پھر وہ جہاز کی مشین کی طرف متوجہ ہو گئی۔ میں نے اس چھوٹی سی مشین کے ذریعے سمندر میں چلتے ہوئے دیو ہیکل جہاز کا رخ بدلتے ہوئے محسوس کیا اور بھوری لکیر نمایاں ہوتی چلی گئی۔ پھر جب سورج پوری طرح بلند ہوا تو ہم اس بھوری لکیر کے نزدیک تھے جس کے کنارے سرسبز درخت نظر آ رہے تھے۔ اور یہی غالباً پنکی کا مطلوبہ جزیرہ تھا۔

پنکی بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ پھر اس نے لانچ کا انجن بند کر دیا اور اسے سمندر میں ٹھہرانے کے انتظامات کرنے لگی۔ وہ مکمل طور پر اس ساری کارروائی سے واقف تھی اور ان سارے کاموں سے فارغ ہو کر ہم جزیرے پر پہنچ گئے۔

جزیرہ ویران تھا لیکن انسان کی پہنچ کے انتظامات سے خالی نہیں تھا۔ سب سے پہلے پنکی نے ایک بلند مقام کا رخ کیا اور اوپر پہنچ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس کے ہونٹوں سے سیٹی کی سی آواز نکلی۔ اور اس نے مجھے اوپر آنے کا اشارہ کیا۔

میں بھی ایک طویل سانس لے کر اوپر پہنچ گیا تھا "کیا بات ہے پنکی!"

"میرا خیال تھا ہم یہاں تنہا ہیں۔"

"تو پھر؟"

"تنہا نہیں ہیں۔ وہ دیکھو۔" پنکی نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں

اس جانب دیکھنے لگا۔ ایک عظیم الشان جہاز جزیرے کے عقبی حصے میں کھڑا ہوا تھا اور اس کے گرد لوگ چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔

"یہ کون لوگ ہیں؟"

"کانے سوداگر" پنکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ لوگ جو اس جیسی لانچوں کو خریدنے آتے ہیں"

"ہاں!"

"لیکن اس میں الجھنیں بھی پیش آتی ہوں گی"

"کیسی الجھنیں؟"

"اب جیسے تم یہاں تنہا ہو۔ یا پھر یوں سمجھو ہم دو افراد ہیں جبکہ جہاز میں بیشمار لوگ موجود ہیں اگر وہ بددیانتی کا مظاہرہ کریں تو۔۔۔؟"

"ہاں ایسے حادثے ہو جاتے ہیں" پنکی کسی قدر خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"ایسی صورت میں تم کیا کرو گی؟"

"دراصل یہ زندگی حادثاتی ہے گولڈ۔ ہمیں ہر قدم پر نت نئے ہنگاموں سے نمٹنے کے لیے تیار رہنا پڑتا ہے بعض اوقات وہ نہیں ہوتا جو ہم چاہتے ہیں۔ ہر قدم پر جدوجہد ضروری ہے۔ اور ہماری کوششیں ناکام بھی ہوتی رہتی ہیں"

"اگر وہ لوگ تمہارے مال پر قبضہ کر لیں تو؟"

"ہاں ہم نے بھی تو کسی کے مال پر قبضہ کیا ہے۔ یہ ہماری بدبختی ہے کہ اس وقت یہاں دوسرے جہاز موجود نہیں ہیں"

"کیا مطلب؟"

"اس وقت کوئی دقت نہیں ہوتی جب سوداگروں کے بہت سے جہاز یہاں ہوتے ہیں۔ مال کی قیمت بھی اچھی ملتی ہے کیونکہ ان کے درمیان مقابلہ ہوتا ہے لیکن اس وقت ایک ہی جہاز ہے اور نہ جانے کس کا ہے؟"

"تو کیا ضروری ہے کہ ہم اس جہاز سے رابطہ قائم کریں"

"ہم نہیں کریں گے انہوں نے ہمیں دیکھ لیا ہوگا"

"کیوں۔ ہم ان کی طرف تو نہیں ہیں"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کے پاس ایسے آلات ہوتے ہیں کہ سمندر ہی میں ہمیں دور سے دیکھ لیا جائے"

"خوب بہرحال یہ دور آلات کا دور ہے۔ انسان نے اپنی ضروریات کے لیے نہ جانے کیا کیا انتظامات کیے ہیں لیکن ٹھیک ہے پنکی۔ ہم ان حالات کا مقابلہ بھی کریں گے۔ تم اگر چاہو تو دوسرے جہازوں کا انتظار کرو۔ ہم مال ان کے ہاتھ فروخت نہیں کریں گے"

"نہیں گولڈ یہ ممکن نہیں ہے"

"کیوں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہم اس سے پہلے اس مال کو فروخت کریں گے۔ جب ہمارے گروہ کو اس بارے میں معلوم ہو جائے کہ ہم کیا کارروائی کر چکے ہیں۔ دراصل بے شمار الجھنیں ہیں جن میں ہم پھنسے ہوئے ہیں میں تم سے کون کونسی باتوں کا تذکرہ کروں۔ بہرحال تم پریشان نہ ہو۔ یہاں تک تو ہم آ ہی گئے ہیں، اس کے بعد کی کارروائی میری ذمہ داری ہے"

"ٹھیک ہے پنکی، میں پریشان نہیں ہوں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم کسی سلسلے میں الجھو جہاں تمہیں اپنی ذات میں کسی کمی کا احساس ہو تم مجھ سے مدد لے سکتی ہو اور مجھے یقین ہے کہ میں تمہاری بھرپور مدد کر سکوں گا"

"ہاں اس بات کا مجھے یقین ہے"

"تو اب کیا چاہتی ہو؟"

"فی الوقت تو کچھ نہیں، ہم ان کا انتظار کریں گے" پنکی نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر تو میں خاموش رہا پھر میں اور پنکی نیچے اتر آئے میں نے پنکی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا یہ جزیرہ قطعی طور پر غیر آباد ہے؟"

"ہاں میں تمہیں مختصراً بتا چکی ہوں کہ یہ کسی ملک کی ملکیت نہیں بلکہ ایک طرح سے یہ جزائر بین الاقوامی کنٹرول میں ہیں اور یہ ہیں ہی ویران کیونکہ نہ تو یہاں کوئی مستقل آبادی ہے اور نہ ہی کسی کی حکومت۔ بس یوں لگتا ہے جیسے یہ صرف اسمگلروں کے لیے چھوڑ دیئے گئے ہوں اور ان سے چشم پوشی کی جاتی ہو"

"حالانکہ حکومتیں اس کام کو غیر قانونی سمجھتی ہیں؟"

"ہاں بالکل غیر قانونی"

"لیکن اس کے باوجود۔۔۔"

"ہاں حکومتوں کے اپنے انداز بھی ذرا مختلف ہوا کرتے ہیں۔"

"لیکن جب اسمگلر یہاں آتے رہتے ہیں تو میرا خیال ہے ان جزائر پر آبادی ضروری تھی۔"

"نہیں یہاں ہر قسم کے لوگ آجاتے ہیں۔ یہاں آباد ہونے والے کس کا تحفظ حاصل کریں۔ اپنے طور پر زندہ رہنا تو بڑا مشکل ہے گولڈ۔ تم خود سوچو کس تحفظ کے بغیر کمزور انسان کیا کر سکتا ہے۔"

"اوہ گویا اس دور میں ہر انسان کو کسی نہ کسی حکومت کے زیر تحت ہونا ضروری ہے۔"

"یقیناً یہ دنیا مختلف حصوں میں بٹی ہوئی ہے اور ہر حصہ کی ایک حکومت ہوتی ہے۔ جان انسانی جان و مال کے تحفظ کی ذمہ داری انہی حکومتوں کی ہوتی ہے۔"

"خیر یہ تو سوچنے کی بات ہے۔" میں نے جواب دیا اور پنکی پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں ایک دم سنبھل گیا تھا۔

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں۔ تمہاری باتوں پر غور کر رہی تھی۔"

"میری باتوں پر غور مت کیا کرو پنکی۔ ہاں یہ تو بتاؤ ہمیں یہاں کب تک انتظار کرنا پڑے گا۔ اور اس انتظار کے دوران ہم قیام کہاں کریں گے، میرا خیال ہے جزیرے پر قیام کا تو بندوبست نہیں ہوگا۔"

"ہاں جزیرے پر قیام کا کوئی بندوبست نہیں ہے ویسے تھوڑی دیر جزیرے کی سیر کرکے ہم واپس لانچ پر چلیں گے۔"

میں نے گردن ہلائی اور اس کے بعد ہم کافی دیر تک جزیرے کے کنارے گھومتے رہے۔ پنکی اور میں مختلف موضوعات پر باتیں کر رہے تھے۔ ویسے پنکی کچھ الجھی ہوئی تھی۔ اس نے زیادہ دور جانے کی کوشش حالانکہ ایک بار میں نے اس سے کہا بھی کہ کیوں نہ اندر چل کر جزیرے کو دیکھا جائے۔

"اوہ نہیں لانچ کو خالی چھوڑنا بھی مناسب نہیں ہے۔" پنکی نے جواب دیا۔

"کیوں کیا یہاں بھی لوٹ مار شروع ہو سکتی ہے؟"

"ہاں لٹیرے کہاں نہیں ہوتے۔" پنکی بولی اور میں مسکرانے لگا۔ پھر ہم لانچ پر واپس آگئے۔ پنکی کھانے پینے کا بندوبست کرنے چلی گئی تھی اور میں لانچ کے ایک بلند حصے پر کھڑے ہوکر سمندر کا جائزہ لینے لگا۔ اور پھر چونک پڑا۔

ایک چھوٹی کشتی چند لوگوں کو لیے ہماری ہی جانب آرہی تھی۔ میں نے پنکی کو آواز دی اور پنکی بھی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"یہ کون لوگ ہیں؟"

"اوہ۔ یقیناً اس جہاز سے آئے ہیں۔" پنکی نے جواب دیا۔ اور ہم قریب آنے والوں کو دیکھنے لگے۔

کشتی آہستہ آہستہ ہماری جانب آرہی تھی۔ بلندی سے ہم اس پر موجود لوگوں کا جائزہ بخوبی لے سکتے تھے۔ وہ چار تھے۔ ان میں سے دو کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں دوربینیں تھیں اور دو بیٹھے ہوئے تھے۔ ویسے یہ چھوٹی کشتی بھی بادبانوں یا چپوؤں سے نہیں چل رہی تھی۔ بلکہ اس سے بھی مشین کی آواز ابھر رہی تھی۔

"ان لوگوں نے خشکی کے راستے آنے کے بجائے بحری راستہ اختیار کیا ہے۔" پنکی نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"کیوں۔ اس میں بھی کوئی خاص بات ہے؟"

"خاص بات تو نہیں ہے لیکن گولڈ، میرا خیال ہے لانچ پر ان سے ملاقات بہتر نہ ہوگی۔ اس طرح وہ لوگ فوراً ہی یہ بات جان جائیں گے کہ ہم صرف دو ہیں۔"

"کوئی حرج تو نہیں ہے۔ لیکن بہرحال اگر تم بہتر نہیں سمجھتیں تو ٹھیک ہے۔ آؤ ہم خشکی پر چلتے ہیں اگر وہ ہماری طرف آئیں گے تو ہم ان کے خشکی پر آنے کا انتظار کریں گے۔"

"یہ ٹھیک ہے۔" پنکی نے کہا اور ہم دونوں لانچ سے اتر کر سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔ کشتی ابھی کافی فاصلے پر تھی۔

ہم دونوں کشتی کا انتظار کرتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد کشتی کنارے پر آلگی۔

اور یہ بہتر ہی ہوا تھا۔ ان لوگوں نے جب ہمیں دیکھا تو اپنی کشتی کا رخ ہماری جانب موڑ دیا۔

موٹر کشتی سے وہ تمام افراد نیچے اتر آئے۔ انجن بند کر دیا گیا تھا۔ ان میں ایک دراز قد آدمی سرمئی رنگ کا سوٹ پہنے آگے آگے تھا۔ باقی لوگ اس کے پیچھے تھے۔ پچکے ہوئے گالوں والا یہ شخص صورت ہی سے مکار اور چالاک محسوس ہوتا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مصنوعی مسکراہٹ تھی۔ وہ لوگ چند ساعت کے بعد ہمارے نزدیک پہنچ گئے اور انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں ہم دونوں کو سلام کیا۔

میں تو اس سلسلے میں گفتگو کرنے کا کوئی تجربہ نہیں رکھتا تھا چنانچہ پنکی آگے بڑھ آئی۔

"ہیلو مس۔" آنے والے نے تھوڑی سی گردن خم کی۔

"ہیلو۔" پنکی بھی مسکرا کر بولی۔

"کیا لانچ کی طرف سے گفتگو کرنے والوں میں سرِفہرست آپ ہیں؟" آنے والے شخص نے پوچھا۔

"ہاں۔ مجھے اس کا اختیار ہے۔" پنکی نے صاف لہجے میں جواب دیا

"تو مس، مجھے بیکن کہتے ہیں اور کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

"پنکی۔" پنکی نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔ تو مس پنکی جیسا کہ اس جزیرے کا قانون ہے تو کیا آپ اسی قانون کے ذریعے یہاں تک پہنچی ہیں؟ یا پھر یہ سفر کوئی تفریحی

سا ہے ؟ اس شخص نے کہا جس نے اپنا نام بیکن بتایا تھا۔
" نہیں مسٹر بیکن ، یہ تفریحی سفر نہیں ہے " پنکی نے جواب دیا۔
" اوہ بہت خوب۔ بات دراصل یہ ہے مس پنکی ، ہم کافی دنوں سے
اس جزیرے پر لنگر انداز ہیں۔ ہمیں مال کی ضرورت بھی ہے اور ہم بڑے مایوس
ھے کہ اتنے طویل قیام کے بعد کوئی ہم تک نہیں پہنچا۔ آپ کو دیکھنے کے بعد
لہ امید بندھی ہے تو سب سے پہلے تو ہمیں یہ خوشخبری سنائیں کہ آپ انہی
لے والوں میں سے ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے "
" ہاں آپ کا خیال درست ہے " پنکی نے جواب دیا۔
" اوہ بہت خوب۔ تب پھر آپ ہماری طرف سے شکریہ قبول فرمائیں "
بیکن نے کہا اور پھر بولا " مس پنکی مال کی فروخت کے لئے گفتگو کا یہ مناسب
وقت ہے یا نہیں، اگر مناسب ہے تو ہم ابھی گفتگو کئے لیتے ہیں اور اگر آپ
اس وقت کو بہتر نہ سمجھیں تو پھر دوپہر کا کھانا گریٹ مین کے ساتھ کھائیے "
" گریٹ مین " پنکی نے دہرایا " کیا یہ گریٹ مین کا جہاز ہے ؟ "
" جی ہاں " بیکن نے جواب دیا۔
" گریٹ مین خود جہاز پر موجود ہے ؟ "
" جی ہاں "
" بڑی خوشی ہوئی۔ وہ ہم جیسے لوگوں کے لئے اجنبی نہیں ہے " پنکی
نے مسکراتے ہوئے کہا اور لمبے آدمی نے گردن جھکا دی۔
" بہت بہت شکریہ مس پنکی ، تو میں آپ کے خیالات جاننا چاہتا ہوں "
" ٹھیک ہے کیا گریٹ مین نے تمہیں سودے کے لئے منتخب کیا ہے "
پنکی نے سوال کیا۔
" جی ہاں ، مجھے مکمل اختیارات دے کر بھیجا گیا ہے اور ہم اس میں تاخیر
کرنا نہیں چاہتے "
" ٹھیک ہے " پنکی نے جواب دیا " لانچ پر تشریف لائیے وہیں بیٹھ
کر بات چیت ہو گی "
" کیوں ، گفتگو یہیں ہو جائے تو کیا حرج ہے " اس شخص نے کہا۔
" کوئی حرج نہیں ہے مسٹر بیکن۔ جیسا آپ کہیں " پنکی نے جواب دیا
وہ شخص کچھ سوچنے لگا، پھر بولا۔
" ٹھیک ہے مس پنکی ، لانچ پر ہی چلے چلتے ہیں "
" کیوں اب اس کی کوئی خاص وجہ ؟ "
" نہیں بالکل نہیں، لانچ پر چل کر مال تو دیکھنا ہی ہے، تو کیوں نہ
بات بھی وہیں ہو جائے " بیکن نے کہا اور میں اس شخص کی اس حرکت پر غور
کر رہا تھا ، جو کبھی کچھ اور کبھی کچھ کے مقولے پر عمل کر رہا تھا۔ میں نے پنکی کی
جانب دیکھا۔ لیکن پنکی خود بھی کافی ہوشیار تھی۔
" مسٹر بیکن میں آپ کو مال کی تفصیل بتا دیتی ہوں ، جو کچھ ہے ، اس کی
تفصیل یہ ہے ، اور ہر چیز کو چیک کر کے لینا "
" لیکن آپ ہمیں لانچ پر کیوں نہیں لے جانا چاہتیں " بیکن نے کہا
" مسٹر بیکن یہ ہمارا کاروباری اصول ہے ، آپ نے پہلے ہم سے انحراف
کیا۔ اب آپ اپنی بات منوانا چاہ رہے ہیں ، یہ بالکل غلط ہے " پنکی نے تلخ
لہجے میں کہا اور میری جانب دیکھنے لگی۔ اور پنکی کی یہ خوش بختی تھی کہ میرے
جیسا آدمی اس کا مددگار تھا جس کے بارے میں وہ اتنے وثوق سے سوچ
بھی نہیں سکتی تھی۔
لمبا آدمی جس نے اپنا نام بیکن بتایا تھا مسکرا دیا " یہ آپ کی انوکھی
خواہش ہے مادام ، ورنہ آج تک جتنے سودے ہوتے ہیں۔ ان کا اصول
یہی ہوتا ہے کہ پہلے مال کی چیکنگ کر لی جاتی ہے ، مالیت کا بھی اندازہ لگا
لیا جاتا ہے۔ یوں بھی ہم اچھے لوگ تو ہیں نہیں ، برے لوگ اگر اس طرح کا
کاروبار کرنے لگیں تو میرا خیال ہے انہیں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے
گا۔ اصول کے مطابق یہی بہتر ہے کہ پہلے آپ مال چیک کرا دیں "
" مسٹر بیکن اصول آپ نے توڑا ہے "
" میں نہیں سمجھتا مس پنکی کہ آپ مال چیک کرانے میں حیل و حجت
سے کام کیوں لے رہی ہیں "
" میرا خیال ہے مسٹر بیکن کا مطالبہ درست ہے " میں نے اپنی لوگوں
کے انداز میں پنکی کو مخاطب کیا اور پنکی چونک پڑی۔ اس نے متعجب نظروں سے
میری جانب دیکھا پھر گردن ہلاتے ہوئے بولی۔
" ٹھیک ہے مسٹر بیکن ، اگر آپ اس سلسلے میں اس قدر مصر ہیں تو مجھے کوئی
خاص اعتراض بھی نہیں ہے "
" تو پھر چلیے "
" آئیے " پنکی نے اشارہ کیا۔
" شکریہ مس پنکی ، امید ہے آپ نے میری کسی بات کا برا نہ مانا ہو گا "
بیکن نے گردن جھکاتے ہوئے کہا میں نے اس دوران بیکن کا بغور جائزہ
لے لیا تھا۔ اس شخص کی آنکھیں بے حد تیز معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ ہمارے
ساتھ چل پڑا۔
پنکی اور بیکن آگے آگے تھے ، ان کے پیچھے میں تھا اور میرے پیچھے
بیکن کے تینوں ساتھی چل رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ بیکن جسمانی طور
پر انتہائی طاقتور شخص ہے ، اس کا بدن ٹھوس ، قد لمبا اور چال پھرتیلی
ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم لانچ پر پہنچ گئے۔
" حیرت ہے " بیکن نے مسکراتے ہوئے کہا۔
" کس بات پر " پنکی نے سوال کیا۔
" یوں لگتا ہے جیسے اس لانچ پر آپ دونوں کے سوا اور کوئی نہ ہو "
بیکن نے کہا۔
" ہاں یہ درست ہے مسٹر بیکن " پنکی کی بجائے میں نے آگے بڑھ
کر جواب دیا۔
" بہت خوب ، آپ لوگوں کی یہ عمدہ کوشش ہے۔ اور نہ جانے
کس طرح آپ نے اس لانچ پر قابو پایا ہو گا۔ ظاہر ہے اتنی بڑی لانچ

دو افراد تو لے کر چل نہیں سکتے۔"

"تو اس سلسلے میں آپ کو کیا اعتراض ہے؟" پنکی غرا کر بولی۔

"نہیں نہیں۔ اعتراض کی بات نہیں ہے مس پنکی" بیکن اپنے الفاظ چبا کر بولا۔ "اور یوں بھی اصول کے مطابق ہمیں اس سلسلے میں معلومات کا کوئی حق نہیں ہے، تاہم مس پنکی آپ مال چیک کرا دیں۔"

"آئیے" پنکی نے کہا اور پھر وہ لانچ کے اس حصے میں پہنچ گئی جہاں مال رکھا ہوا تھا۔

چھوٹے بڑے بے شمار پیکٹ قیمتی اشیاء سے بھرے ہوئے تھے اور ان اشیاء کی فہرست بھی موجود تھی۔

بیکن کے طلب کرنے پر وہ فہرست پنکی نے اس کے حوالے کر دی اور بیکن فہرست کے مطابق مال چیک کرنے لگا۔ اس نے مطمئن ہو کر گردن ہلائی اور بولا۔

"شکریہ مس پنکی" اس نے فہرست پنکی کو واپس کر دی اور پھر سودے کی بات ہونے لگی۔

پنکی نے اپنے اندازے کے مطابق ایک بہت بڑی رقم طلب کی تھی۔ میں اس رقم کی گنتی نہیں جانتا تھا، اس لئے اس مسئلے سے لاتعلق ہی رہا۔ البتہ میں نے بیکن کا اعتراض سنا۔

"لیکن مس پنکی، یہ رقم تو بہت زیادہ ہے"

"میرا خیال ہے یہ زیادہ نہیں ہے"

"آپ کا خیال غلط ہے مس پنکی، اس سامان کی اصل قیمت بھی اتنی نہیں بنتی جتنی آپ نے طلب کی ہے، برعکس اس کے کہ اس طرح لائے جانے والے مال کی قیمت ہمیشہ آدھی رہ جاتی ہے"

"مجھے علم ہے اس بات کا" پنکی نے جواب دیا۔ "اور میں نے اسی اندازے کے مطابق قیمت آپ کو بتائی ہے"

"نہیں یہ رقم کافی زیادہ ہے" بیکن نے کہا۔

"پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟" پنکی نے پوچھا۔ اور بیکن نے پنکی کے بتائے ہوئے اعداد و شمار میں اپنی پسند کے مطابق کمی کر دی۔ اس کی بتائی ہوئی رقم سن کر پنکی نے صاف انکار کر دیا۔

"نہیں مسٹر بیکن، اتنی کم قیمت پر سودا طے نہیں ہو سکتا"

"تب پھر آپ مسٹر گریٹ مین سے بات کریں"

"ٹھیک ہے آپ مسٹر گریٹ مین تک میرا پیغام پہنچا دیجئے کہ میں آپ کی لگائی ہوئی رقم کے مطابق سودا کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ اس کے بعد جس طرح بھی ہم دونوں کے معاملات طے ہوں میں تیار ہوں"

"کیا آپ گریٹ مین کے پاس تشریف لے جانا پسند کریں گی؟" بیکن نے پنکی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے مناسب نہیں ہے"

"کیوں؟"

"آپ دیکھ چکے ہیں مسٹر بیکن کہ لانچ کے محافظ صرف ہم دو افراد ہیں
حالت میں میں کہیں نہیں جا سکتی۔ اگر آپ میرا سودا منظور نہیں کرتے تو
آپ سے معافی چاہوں گی اور آپ سے یہ کہنا پسند کروں گی کہ آپ
اجازت دیں کہ میں کسی دوسرے جہاز کی آمد کا انتظار کروں"

"ٹھیک ہے، اگر ایسی بات ہے تو میں مسٹر گریٹ مین کو آپ کا یہ پیغام پہنچا دیتا ہوں" ملیے آدمی نے کہا اور کینہ توز نگاہوں سے ہم کو دیکھتا ہوا لانچ سے اتر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کشتی واپس جا رہی تھی۔

پنکی کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ اس نے میری جانب دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"گولڈ حالات درست نہیں معلوم ہوتے"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس شخص کے انداز سے مجھے شبہ ہو رہا ہے"

"ٹھیک ہے پنکی جو ہو گا دیکھا جائے گا، میں تو تمہارے ساتھ ہوں ان معاملات میں میں تمہارے لئے جو کچھ کر سکا ضرور کروں گا، تم بے فکر رہو" میں نے کہا اور پنکی خاموش ہو گئی۔

اس کے بعد میں اور پنکی لانچ پر ہی رہے تھے اور تقریباً مقامی وقت کے پیمانے کے مطابق دو گھنٹے کے بعد دوبارہ وہی کشتی ہمیں اپنی جانب آتی نظر آئی۔

اس بار بھی بیکن ہی تھا۔ اس کے علاوہ دو آدمی اور بھی تھے جو صورت سے خاصے پُر وقار معلوم ہوتے تھے۔ براہ راست وہ لوگ لانچ تک پہنچ گئے اور بیکن نے اوپر آنے کی اجازت طلب کی ہم نے اسے اجازت دی تھی۔

"گریٹ مین آپ دونوں کو طلب کرتا ہے"

"کس پروگرام کے تحت؟" پنکی نے پوچھا۔

"شاید اس نے آپ کا سودا منظور کر لیا ہے"

"اوہ۔ تب پھر رقم ہمیں ادا کر دی جائے" پنکی نے کہا۔

"مس پنکی یوں لگتا ہے جیسے آپ پہلی بار کسی ایسے پروگرام کو انجام دے رہی ہیں۔ اتنی بے اعتمادی اور بد عہدی بھی نہیں ہوتی ہم لوگوں کے درمیان۔ آئیے آپ کو جہاز پر رقم ادا کر دی جائے گی۔ یہ گریٹ مین کا کارڈ ہے" اس نے کارڈ پنکی کی جانب بڑھا دیا اور پنکی نے میری طرف دیکھا۔

میں نے ایک بار پھر گردن ہلا دی تھی۔ اس خیال کے تحت کہ پنکی اس کی تجویز منظور کر لے۔

پنکی نے ایک گہری سانس لی اور گردن ہلاتے ہوئے بولی "ٹھیک ہے مسٹر بیکن میں آپ لوگوں کے ساتھ چل رہی ہوں"

پنکی کے چہرے پر الجھن کے آثار صاف محسوس ہوتے تھے۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جانے میں الجھ رہی ہے لیکن میں مطمئن تھا حالات کا رخ موڑنا آج بھی میرے لئے اتنا ہی آسان تھا جتنا زمانہ میں۔ ضرورت پڑنے پر میں بھی سارے معاملات کو قابو میں کر لینے کی قدرت

المناتھا۔ گو یہ بات پنکی نہیں جانتی تھی، لیکن وقت آنے پر اسے اس بات کا
بھی اندازہ ہو جاتا۔ پہلے سے اسے بتانے کی کیا ضرورت تھی، چنانچہ میں نے
اسے الجھن میں رہنے دیا۔

کشتی ہم لوگوں کو لے کر چل پڑی۔ ہمارا رخ جہاز کی جانب تھا۔ جُوں
جُوں کشتی جہاز کے نزدیک پہنچتی جا رہی تھی پنکی کی حالت درست ہوتی جا رہی
تھی لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ اپنی دنیا کے لوگوں سے وہ مجھ سے بہتر طور پر
واقفیت رکھتی ہے۔

کشتی کا رخ اچانک بدلا اور اس وقت بدلا جب کشتی جہاز اور
... کے درمیان ابھری ہوئی ایک بہت بڑی چٹان یا چھوٹی سی
پہاڑی کے نزدیک پہنچی، تب کشتی برق رفتاری سے اس چٹان کی آڑ
لیتے ہوئے خشکی کی جانب بڑھی اور اس طرح خشکی پر چڑھ گئی کہ ہم سوچ بھی
... ساتھ ہی چاروں آدمیوں نے پستولیں نکال لیں۔

پنکی نے اس چھوٹے سے ہتھیار کا نام پستول ہی بتایا تھا مجھے
اور یہ پستولیں ہماری کمر میں چبھنے لگیں۔ تب بیکن کی غراتی ہوئی آواز سنائی
دی: مس پنکی اور مسٹر گولڈ، خاموشی سے نیچے اتر آئیے، ورنہ کیا فائدہ آپ
لوگ انہیں سمندری مچھلیوں کی غذا بن جائیں۔"

پنکی کا چہرہ دھواں ہو گیا تھا۔ اس نے خوف زدہ نگاہوں سے پہلے
ان کو اور پھر مجھے دیکھا۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔

"ٹھیک ہے پنکی اتر جاؤ، دیکھیں تو سہی مسٹر بیکن کیا کرنا چاہتے ہیں؟"
میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔

پنکی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہ کشتی سے نیچے اتر آئی۔ میں بھی
اس کے ساتھ ہی نیچے اتر آیا اور میرے پیچھے دوسرے لوگ بھی۔

وہ ہمیں لے کر جزیرے کے ایک ایسے حصے میں پہنچ گئے جہاں سیاہ
... چھوٹی چھوٹی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور ان چٹانوں کے عقب میں
... دیکھا جا سکتا تھا۔

"کیا خیال ہے مس پنکی، سودا اگر اس انداز میں بھی طے ہو جائے تو کیا
... بیکن نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوہ لیکن یہ اصول کے خلاف بات ہے۔"

"بڑے لوگوں کا کوئی اصول نہیں ہوتا مس پنکی۔" بیکن مکارانہ انداز
میں بولا۔

"یہ آپ کا خیال ہے مسٹر بیکن، ٹھیک ہے آپ میرے ساتھ یہ سلوک
... ہیں لیکن کیا آپ آئندہ اس جزیرے پر آنے کا ارادہ نہیں رکھتے؟"

"مس پنکی خواہ مخواہ بچکانہ باتیں نہ کریں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس
... نہیں ہے، آپ کی عمر ہی ایسی ہے، ویسے مجھے تعجب ہے
... بات پر۔"

"کس بات پر؟" پنکی نے پوچھا۔

"باقی لوگوں کا کیا ہوا مس پنکی، آپ نے ان پر قابو کیسے پایا۔ اور کیسے
آپ اس لانچ کو لے کر یہاں تک پہنچ گئیں؟"

پنکی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار
پیدا ہونے لگے تھے۔ بالآخر وہ ایک جگہ رک گئے اور پھر بیکن نے اپنے
ساتھیوں کی جانب دیکھا اور کہنے لگا۔

"دوستو! بعض اوقات کامیابیاں اس طرح نزدیک آتی ہیں۔ کیا تم
اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہو کہ ہماری یہ معصوم سی خاتون یعنی مس پنکی، لانچ
میں موجود لوگوں پر قابو پانے میں کس طرح کامیاب ہوئیں؟"

"اگر تمہارے دوست اس سلسلے میں بہتر رہنمائی نہ کر سکیں بیکن تو مجھے
اجازت دو میں بتاؤں؟" میں نے کہا اور بیکن چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں ۔ کیوں نہیں۔ تمہاری شخصیت بھی میری
سمجھ میں نہیں آسکی ہے؟" بیکن نے کہا اور میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے
میرے نزدیک جو دو آدمی کھڑے تھے میں نے ان کے پستول والے ہاتھوں
پر اپنا ہاتھ ڈالا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں ان دونوں کی کلائیاں لے
لی تھیں۔

تب پروفیسر میں نے ایک لمبا چکر لیا اور یہ منظر دیکھنے کے
قابل تھا۔

میں نے ان لوگوں کو گولائی میں گھمانا شروع کر دیا اور تیسرا آدمی
خود بخود ان کے پیروں کی لپیٹ میں آگیا۔ گھومنے والے ڈری ڈری
آوازوں میں چیخ رہے تھے اور میں گھمانے کی رفتار تیز کرتا چلا جا رہا تھا
پھر میں نے ان میں سے ایک کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

اور وہ شخص کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح چٹانوں سے ٹکرا
کر گوشت کے لوتھڑوں میں تبدیل ہو گیا۔

چند ساعت کے بعد میں نے دوسرے کا بھی یہی حشر کیا تھا۔ بیکن
وحشت زدہ انداز میں پیچھے ہٹتا تھا۔ پھر اس نے لپک کر پنکی کے بال پکڑ لیے۔

اس دوران میں نے تیسرے آدمی کو جو اپنے دونوں ساتھیوں
کی زد میں آکر نیچے گر پڑا تھا، اٹھا لیا اور پھر اس کے سر پر میرا گھونسہ پڑا
اور اس بدبخت کی چیخ بھی نہ نکل سکی کیونکہ جب میں نے اسے چھوڑا تو وہ بری
طرح ایک نوکیلی چٹان سے ٹکرایا تھا۔ اسے مہلت بھی نہ مل سکی کہ وہ چیخ
سکتا۔ اس کے سر سے خون جاری تھا۔

"خبردار ۔۔ خبردار!" بیکن وحشت زدہ انداز میں چیخا۔ "اگر تم میری
جانب بڑھے تو میں اس لڑکی کو گولی مار دوں گا۔" اس نے پستول کی نال پنکی
کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے کہا، اور میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے، میرے
ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"ارے ارے مسٹر بیکن آپ شاید خوف زدہ ہو گئے یا پھر ناراض؟"
میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دور ۔۔ دور ہٹو۔" بیکن ہکلایا۔

"ارے نہیں مسٹر بیکن، دور رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور یہ آپ

ہی کی خواہش تھی کہ آپ کو یہ پتہ چلے کہ آخر ہم لوگوں نے لانچ پر موجود دوسرے لوگوں پر کیسے قابو پایا۔ میرا خیال ہے میں نے آپ کی صحیح رہنمائی کردی ہے چنانچہ اب آپ کو تردد نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں یہ تو فرمائیے کہ گریٹ مین سے ملاقات کہاں ہوں گی اور سودے کی بات کون کرے گا؟"

" بکواس مت کرو، پیچھے ہٹو۔ جاؤ سمندر کے کنارے پہنچ جاؤ ورنہ میں اس لڑکی کو، ہاں اس کو بلاشبہ ختم کردوں گا:" بیکن نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

وہ خاصا خوفزدہ نظر آرہا تھا، اپنے ساتھیوں کا حشر اس کے سامنے تھا لیکن میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا، چنانچہ میں نے کہا۔

" دیکھو بیکن، اس لڑکی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں صرف اس کا معاون ہوں۔ اگر تم اسے گولی مار دوگے تو صرف یہ ہوگا کہ تمہیں قتل کرنے کے بعد میں اس پوری لانچ کا مالک بن جاؤں گا اور پھر گریٹ مین سے سودا میں کروں گا، چنانچہ بہتر یہ ہے کہ کسی اچھی بات پر ہم لوگ متفق ہو جائیں تم نے جو بدعہدی کی ہے تمہیں اس کی سزا مل گئی اور تم اپنے تین ساتھیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ باقی رہا معاملہ سودے کا تو ظاہر ہے ہمیں وہ کرنا ہے کیا خیال ہے تمہارا؟"

" لیکن۔ لیکن تم اس کے بعد مجھے بھی نہیں چھوڑو گے:" بیکن نے کہا۔

" چھوڑ دوں گا بیکن، چلو وعدہ کرتا ہوں، ہٹ جاؤ لڑکی کو چھوڑ دو، ورنہ خواہ مخواہ تم بھی اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے:"

بیکن چند ساعت سوچتا رہا، اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اس طرح لینے کے دینے پڑ جائیں گے چنانچہ چند ساعت کے بعد اس نے پستول پھینک دیا اور پنکی ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ پیچھے ہٹ گئی۔

بیکن خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر دوسرے لمحے اس نے پیچھے ہٹ کر چھلانگ لگا دی۔ اب اس کے اندر میرے سامنا کرنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔

لیکن دوسرے لمحے میں نے فیصلہ کیا کہ بیکن کو اس طرح چھوڑنا مناسب نہیں ہے، ورنہ وہ میرے لئے تو کیا پنکی کے لئے خطرہ بن سکتا ہے چنانچہ میں فوراً ہی اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔

مجھے عقب میں پنکی کی آواز سنائی دے رہی تھی:" گولڈ۔ گولڈ پلیز رک جاؤ۔ جانے دو اسے، میں شدید خوفزدہ ہوں:" پنکی چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔

لیکن میں نے اس خوفزدہ لڑکی کی چیخ و پکار پر قطعی دھیان نہ دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ وہ عقل و خرد کے اس معیار تک نہیں پہنچی تھی۔ جہاں ہر چیز معیار کے مطابق سوچی جاتی تھی۔

بیکن کو جب اس بات کا احساس ہوا کہ میں اس کا تعاقب کر رہا ہوں تو وہ جان توڑ کر بھاگا۔ لیکن پروفیسر تم ہی بتاؤ۔ کیا وہ میرے چنگل سے نکل کر بھاگ سکتا تھا؟ کیا وہ ان چٹانوں میں اتنا تیز بھاگ سکتا تھا جتنا کہ میں؟ میرا خیال ہے اس کا فیصلہ تم بآسانی کر سکتے ہو چنانچہ میں نے اسے پکڑ لیا اور اس انداز میں پکڑا کہ گر کر کہیں اس کا جوڑ زخمی نہ ہو جائے۔ اور میرا مقصد پورا ہوئے بغیر کہیں وہ کوچ نہ کر جائے۔ بیکن کی دہشتناک چیخ سمندری چٹانوں میں گونج اٹھی۔

میری گرفت سے باہر نکلنے کی اس نے شدید کوشش کی لیکن بھلا وہ اپنی اس کوشش میں کس طرح کامیاب ہو سکتا تھا۔ میں نے اسے دبوچ لیا اور پھر بغل میں دبائے ہوئے واپس لوٹ پڑا۔ بیکن بری طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

اسے اسی طرح لئے ہوئے میں پنکی کے پاس واپس پہنچا جو گردن اٹھا اٹھا کر مجھے دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی اور جس کا چہرہ خوف و دہشت سے بگڑا ہوا تھا۔

لیکن بیکن کو میری گرفت میں دیکھ کر وہ ہذیانی انداز میں ہنس پڑی۔

" تم نے اسے پکڑ لیا۔ پکڑ لیا۔؟ وہ احمقوں کے سے انداز میں بولی۔

" پنکی بے وقوفی کی حرکتیں ترک کردو۔ تم اس طرح دہشت کا شکار ہو کر میری توہین کر رہی ہو:" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" اوہ۔ اوہ گولڈ:" پنکی نے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر پکڑ لیا۔

" ہوش میں رہو پنکی:" میں نے کہا اور بیکن کو لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ پھر میں نے بیکن کو زمین پر ڈال دیا اور بولا۔

" دیکھو بیکن! اگر تم نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں تمہاری اس کوشش کو آخری کوشش قرار دوں گا۔ تم اس بات کو ذہن نشین رکھنا:"

ل۔ لیکن اب تم کیا چاہتے ہو؟" بیکن دہشت زدہ لہجے میں بولا۔

وہ تحیر خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ شاید یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں کیا ہوں۔

" گریٹ مین کے پاس چلو، ہم اس سے اس لانچ کا سودا کریں گے:" میں نے کہا۔

" نہیں۔ میں نہیں جاؤں گا:"

" کیوں نہیں جاؤ گے تم؟" میں نے ٹھنڈے اور سوچے لہجے میں پوچھا

" میں۔ میں اس کے ایماء پر نہیں آیا تھا:"

" تو پھر۔؟"

"وہ۔ وہ میں نے۔ میں نے اس سے جھوٹ بولا تھا مسٹر گولڈ:" بیکن ہکلاتے ہوئے بولا۔

" کیا جھوٹ بولا تھا؟"

" میں نے اس سے کہا تھا کہ تم نے منع کردیا ہے تم ابھی اس لانچ کا سودا نہیں کرنا چاہتے۔ کچھ وقت کے بعد تم اس سلسلے میں کچھ کرو گے:"

" تب پھر اب؟"

" اب گریٹ مین مجھے اس جھوٹ کی سزا دے گا؟"

" دیکھو بیکن تم نے جو کچھ کیا ہے تمہیں اس کی سزا تو بھگتنا ہی ہوگی اس کی بجائے کہ وہ سزا میں تمہیں دوں۔ تمہارا ساتھی ہی تمہیں سزا دے تو زیادہ ہی بہتر رہے گا۔"

" نہیں، پلیز مسٹر گولڈ۔ گریٹ مین بہت خطرناک ہے، وہ مجھے نہایت سخت سزا دے گا۔"

" تو پھر ٹھیک ہے بیکن، میں تمہیں ان پتھروں سے کچل کر ہلاک کر دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور ایک پتھر اٹھا لیا۔

" نہیں نہیں، خدا کے لئے نہیں۔" بیکن زمین پر پڑے پڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر گھگھیاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

" تو پھر اٹھو اور گریٹ مین کے پاس چلو۔" میں نے کہا اور بیکن نے مایوسی سے اثبات میں گردن ہلا دی۔

" ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔" اس نے کہا۔ آخری بار اپنے مردہ ساتھیوں پر نگاہ ڈالی اور پھر اٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی کشتی میں بیٹھے جہاز کی جانب جا رہے تھے۔ بیکن کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ میں اس سے زیادہ اس شخص پر رحم نہیں کر سکتا تھا۔ .... اگر ہم لوگ کمزور ہوتے تو ہمیں ختم کر دیا جاتا۔

تھوڑی دیر کے بعد کشتی جہاز کے نزدیک پہنچ گئی۔ جہاز سے ایک لکڑی کی سیڑھی نیچے تک آئی ہوئی تھی، کشتی اسی سیڑھی سے جا لگی۔

سیڑھی پر سب سے پہلے میں نے بیکن کو پہنچایا۔ بیکن کے بعد میں اور میرے بعد پنکی۔ ہم لوگ سیڑھیاں طے کرنے لگے۔ بیکن کے ہاتھ پاؤں لرز رہے تھے۔ اس سے سیڑھیاں طے کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

پھر ہم لوگ اوپر پہنچ گئے اور بیکن نے جہاز پر پہنچ کر دفعتاً شور مچانا شروع کر دیا۔

" گرفتار کر لو انہیں۔ گرفتار کر لو انہیں۔ یہ دونوں خونی ہیں۔ انہوں نے ہمارے تین آدمیوں کو قتل کر دیا ہے۔" وہ ایک دم سے پیچھے ہٹا اور بہت سے تنومند ہیکل آدمی ہمارے سامنے آ گئے۔

" گرفتار کر لو انہیں۔" بیکن دہاڑا اور وہ لوگ ہم پر ٹوٹ پڑے۔ پنکی کو قابو میں کر لیا گیا۔

اور اس کے بعد دس بارہ آدمی میری جانب بڑھے۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

" دیکھو اگر تم لوگ زندگی چاہتے ہو تو کچھ کرنے سے پہلے گریٹ مین سے کہو کہ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے باوجود اگر تم لوگوں نے اس مکار شخص کے کہنے پر قابو پانے کی کوشش کی تو اپنی موت کے ذمہ دار خود ہو گے۔" میں نے کہا اور وہ لوگ ایک لمحہ کے لئے رک گئے۔

" مار ڈالو اسے، قتل کر دو اسے۔ اس نے ہمارے تین ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے، مار دو اسے، مار دو۔" بیکن دہاڑا۔ اور وہ لوگ پھر حرکت میں آ گئے۔ یقینی طور پر بیکن اس جہاز میں کوئی نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اتنی نمایاں کہ گریٹ مین نے اسے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا۔

چنانچہ خلاصی میری بجائے اس کی بات مان رہے تھے اور انہوں نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ مجبوری تھی پروفیسر، اس چالاک شخص نے ان لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں نے کوشش یہی کی کہ ان میں سے کسی کو ہلاک نہ کروں۔ لیکن جو بھی میری زد میں آ جاتا میں اسے ایک آدھ ہاتھ رسید کر دیتا اور یہ ہاتھ ایسا ہوتا کہ اس میں دوبارہ اٹھنے کی سکت نہ رہتی۔

تقریباً بارہ یا تیرہ آدمی تھے جنہیں چند لمحات میں میں نے عرشے پر ڈھیر کر دیا۔ اور اس کے بعد بیکن کی چیخیں دھاڑیں پر دوسرے لوگ بھی جمع ہونے لگے۔ بدبخت کچھ کرنے پر ہی تل گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک تیز آواز جہاز پر گونج اٹھی۔ یہ غالباً گھنٹہ بجنے کی آواز تھی۔ اور دوڑنے والے جو ہماری طرف دوڑ رہے تھے، ایک دم رک گئے۔ تب اوپر سے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

" کتو۔ رک جاؤ کتو۔" یہ دھاڑ کافی خطرناک تھی۔ میری نگاہیں اوپر اٹھ گئیں۔

دور ایک بلند جگہ پر ایک قوی ہیکل شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سر کے سارے بال سفید تھے۔ جسم پر عمدہ قسم کا سوٹ تھا۔ چہرہ عام انسانی چہروں سے تقریباً ڈیڑھ گنا لمبا تھا اور اس کے چہرے کے لحاظ سے اس کا بدن بھی لمبا اور چوڑا تھا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ اٹھایا ہوا تھا۔

" رک جاؤ۔" اس نے ایک بار پھر کہا اور اس کے کہنے سے تمام لوگ رک گئے۔ تب اس شخص نے گردن ہلائی اور نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ شاید وہ کسی نامعلوم راستے سے ہماری طرف آ رہا تھا۔

بیکن اور جہاز کے عملے کے دوسرے لوگ مجھے وحشیانہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ میری تکہ بوٹی کر ڈالتے۔

پنکی مجھ سے لگ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ کیونکہ اس شخص کی آواز پر اسے بھی چھوڑ دیا گیا تھا۔

چند ساعت کے بعد وہ ہمارے نزدیک پہنچ گیا اور اس نے خونخوار نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر کہا۔

" یہ کیا ہو رہا ہے ــ یہ کیا ہو رہا ہے۔ میری اجازت کے بغیر جہاز پر یہ ہنگامہ کیوں ہوا؟"

" چیف یہ شخص ــ یہ شخص بہت خوفناک ہے۔ یہ بہت خطرناک آدمی ہے۔" بیکن آگے بڑھ کر بولا اور وہ شخص جو یقینی طور پر گریٹ مین ہی تھا بیکن کی جانب متوجہ ہو گیا۔

" کیا تم پاگل ہو گئے ہو بیکن؟" وہ غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

" ہاں چیف۔" بیکن نے جواب دیا۔

" تو پھر پاگل کتوں کا علاج کر دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔" گریٹ مین

سے نے کہا۔

" نہیں چیف پلیز پہلے میری بات سن لیں۔ پہلے میری بات سن لیں کہ میں کہاں تک غلط ہوں؟"

" بات تم مجھے وہاں آکر بھی سنا سکتے تھے لیکن کسی بات کو سنائے بغیر جہاز پر یہ ہنگامہ کیوں ہوا۔ ان خلاصیوں کو کیا ہوا۔ یہ چوہے کے بچے کیوں بن گئے؟"

" بجانے کیا ہو گیا ہے باس کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن آپ پہلے میری بات سن لیں؟"

گریٹ مین کافی دیر تک بیکن کو گہری نگاہ سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"تم بہت بدحواس معلوم ہو بیکن، بہرحال بکو کیا بات ہے؟"

" آپ کے کہنے پر جب میں ان لوگوں سے گفتگو کرنے گیا تھا چیف! جب میں ان کی لانچ پر پہنچا تو میں نے ان لوگوں سے لانچ کا مال دکھانے کی فرمائش کی اور یہ اس پر تیار ہو گئے۔ لانچ دیکھنے کے دوران میری انگلی سے میری قیمتی انگوٹھی لانچ پر گر پڑی جس کا احساس مجھے بعد میں ہوا۔ انہوں نے مجھے سودے کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ میں نے آپ کو بتا دیا۔ پھر مجھے یاد آیا کہ میری قیمتی انگوٹھی تو وہیں رہ گئی ہے۔ چنانچہ میں اپنے تین دوستوں کے ساتھ اپنی انگوٹھی لینے کے لئے گیا۔

لیکن چیف ان لوگوں نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا، میرے تینوں ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا چیف۔ اور میں بمشکل تمام انہیں پستول سے کور کر کے یہاں تک لایا۔ جہاز کے عرشے پر آنے کے بعد اس شخص نے پھر میرے اوپر حملہ کیا جس کی بناء پر خلاصی اس کی طرف دوڑے، لیکن اس وحشی انسان نے ان سب کو بھی مار مار کر بے ہوش کر دیا۔"

بیکن نے خوبصورتی سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی اور میں متعجبانہ انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔

لیکن گریٹ مین کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ پھر اس نے بڑے عجیب سے لہجے میں کہا۔

" بیکن۔"

" یس چیف۔" بیکن جس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

" تم جیسے انسان کو کم از کم جھوٹ تو سلیقے سے بولنا چاہئے۔ مجھے بڑی مایوسی ہوئی ہے۔"

" میں نہیں سمجھا چیف۔" بیکن نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

" سچ بتاؤ بیکن، کیا ہوا تھا؟"

" میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں چیف۔"

" سوچ لو بیکن، کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ واقعی درست ہے؟" گریٹ مین نے تیکھے لہجے میں سوال کیا۔

چیف آپ — آپ خود اندازہ لگا لیں۔"

" ٹھیک ہے تم بیٹھ جاؤ۔" گریٹ مین نے کہا۔

" شکریہ چیف۔" بیکن نے کہا اور بیٹھ گیا۔

" اب تم بتاؤ کیا ہوا تھا؟" گریٹ مین میری طرف متوجہ ہو گیا۔

" پنکی تم گریٹ مین کو بتاؤ۔" میں نے کہا اور پنکی آگے بڑھ آئی اور گریٹ مین پنکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

" پہلے جب یہ شخص ہمارے پاس پہنچا جناب تو ہم نے اس کے ساتھ مکمل تعاون کیا اور اپنی ڈیمانڈ اسے بتا دی۔ یہ یہ کہہ کر چلا آیا کہ گریٹ مین سے جا کر بات کرے گا۔ لیکن جناب اس دوران اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ لانچ پر ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ اس بات پر یہ حیرت کا اظہار بھی کرتا رہا اور غالباً اس نے اپنے ذہن میں کوئی پروگرام بھی ترتیب دے لیا تھا۔

اس کے بعد جناب دوبارہ یہ تین آدمیوں کے ساتھ پہنچا اور اس نے ہم سے کہا کہ گریٹ مین تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔

اس کا رخ جہاز ہی کی جانب تھا۔ لیکن پھر اچانک یہ ہمیں ان چٹانوں کی طرف لے گیا جو سمندر میں ابھری ہوئی ہیں اور یہاں سے نظر آتی ہیں۔ کشتی کو خشکی پر لے جا کر اس نے ہم دونوں کو ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ اس کے تینوں ساتھی پستول سے مسلح تھے۔ اس نے میرے بال پکڑ لئے اور پستول میری کنپٹی پر رکھ دیا۔ لیکن میرے ساتھی نے اس کے تینوں ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا اور پھر اس نے اس پر حملہ کیا۔ اس نے بھاگنے کی بھی کوشش کی لیکن میرے ساتھی نے اسے معاف نہیں کیا۔ یہ بدحواس ہو کر بھاگا اور میرا ساتھی اسے چوہے کی طرح پکڑ کر لے آیا۔ اور اس کے بعد میرا ساتھی خود اسے لے کر آپ تک پہنچا ہے تاکہ آپ کو تفصیل بتا سکے۔ اس کا ثبوت یہ ہے جناب کہ وہ تینوں آدمی جو اس کے ساتھ تھے، ہماری کشتی کے نزدیک مردہ نہیں پڑے ہیں بلکہ ان چٹانوں کے پاس ہیں۔ اس کے علاوہ آپ یہ بھی اندازہ کیجئے کہ جو شخص جہاز کے عرشے پر موجود بے شمار خلاصیوں کو صرف ایک ایک گھونسے میں بیہوش کر سکتا ہے وہ اس شخص کے ساتھ کس طرح آ سکتا تھا؟"

" یہ جھوٹ بول رہی ہے چیف۔ یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں یہ جھوٹ بول رہی ہے، یہ لوگ خود ہمیں ہماری کشتی میں بٹھا کر چٹانوں کے نزدیک لائے تھے وہاں انہوں نے ہمارے تینوں ساتھیوں کو قتل کیا۔"

" ہوں۔ تو اس کے بعد تم انہیں یہاں لے آئے؟"

" ہاں چیف، بالکل۔ میں انہیں کس طرح چھوڑ سکتا تھا۔ یہ آپ کا بھی مجرم ہے

نہیں بات تیبد بے جاتی ہے بیکن۔ لڑکی کی بات کسی قدر وزن دار معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جب یہ شخص تمہارے تین آدمیوں کو ہلاک کر سکتا

ہے وہ بھی ایسے تین آدمی جو پستول سے مسلح تھے تو پھر یہ تمہارے قابو میں کس طرح آگیا۔ تم اسے یہاں تک لانے میں کامیاب کیسے ہوگئے۔"

" چیف میں نے پستول لڑکی کی کنپٹی پر رکھا ہوا تھا اور یقینی طور پر یہ لڑکی کی وجہ سے مجھ سے خوفزدہ ہوگیا تھا۔"

" تم کیا کہتے ہو دوست؟" گریٹ مین نے مسکرا کر میری جانب دیکھا۔

" بس ایک بات گریٹ مین۔" میں نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

" ہاں ہاں۔ کیا؟"

" اس شخص کے ہاتھ میں پستول دیجئے اور اسے میرے سامنے چھوڑ دیجئے۔ اس کے بعد یہ اگر مجھ پر قابو پالے تو اس کا کہنا درست ہے، ورنہ پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے اس کے جھوٹ کی سزا دوں۔"

" ٹھیک ہے۔ منظور ہے۔" گریٹ مین نے جواب دیا اور ہیکن بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہوگیا۔

" چیف — میں — میں بہت زیادہ خوفزدہ اور بدحواس ہوں، میں اس سے مقابلہ نہیں کروں گا۔"

" بکواس نہیں کرو ہیکن۔ تمہیں اس سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔" گریٹ مین نے سرد لہجے میں کہا۔

" لیکن چیف، میں اپنے حواس میں نہیں ہوں، مجھے پُرسکون ہونے کا موقع دیا جائے۔ اس کے بعد میں اس سے مقابلہ کروں گا۔"

" کیا تم میری حکم عدولی کی جرأت کروگے ہیکن؟"

" ہرگز نہیں چیف لیکن براہ کرم میری حالت پر غور کریں۔ میں آپ کے ساتھیوں میں سے ہوں اور یہ شخص اجنبی۔ آپ ایک اجنبی شخص کی بات پر یقین کرکے مجھے موت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں۔" ہیکن نے کہا اور گریٹ مین کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

ہیکن کے چہرے پر سخت بدحواسی کے تاثرات نظر آرہے تھے۔ وہ پریشان نگاہوں سے کبھی مجھے اور کبھی گریٹ مین کو دیکھ رہا تھا۔

" مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے ہیکن کہ تم اپنی زندگی کے آخری لمحات گذار رہے ہو۔ تم میری حکم عدولی کر رہے ہو۔ کسی بھی مسئلہ میں میری بات میں تاخیر میرے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ کھڑے ہو جاؤ ورنہ میں اپنے ہاتھ سے تمہیں گولی مار دوں گا۔" گریٹ مین نے اپنا پستول نکال لیا تھا۔

" میں اسے ہلاک کردوں گا چیف۔ میں اسے ہلاک کردوں گا۔" ہیکن وحشیانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے پستول نکال لیا اور دوسرے لمحے میری طرف رخ کرکے فائر کردیا۔ حالانکہ میں اگر چاہتا تو ہیکن کے سامنے ہی کھڑا رہتا لیکن میں نے جھک کر اس کا نشانہ خالی دیا اور دوسرے لمحے اس پر چھلانگ لگا دی۔ میں نے پہلے ہیکن کا ہاتھ پکڑا پھر اس کی گردن ا[illegible] تھا پڑے مارا۔ ہیکن کی دل خراش چیخ گونج اٹھی تھی۔ گریٹ مین [illegible] ہی جست کر کھڑا ہوگیا اور پھر اس نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

" بہت خوب۔ طاقت ور شخص، بہت خوب۔ میرے ساتھ آؤ اور لڑکی تم بھی۔" اس نے پنکی سے کہا اور اس جگہ سے آگے بڑھ گیا۔ جہاں یہ سارا ڈرامہ ہوا تھا۔ گریٹ مین بالکل خاموش تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جہاز کے ایک کیبن میں داخل ہوگیا اور ہم لوگوں کو [illegible] پیش کش کی۔

" میں تم سے یہ بات نہیں پوچھوں گا دوست کہ یہ لانچ کس کی ہے اور تم نے کہاں سے حاصل کی۔ سمندر کے قانون کے مطابق ہر وہ جہاز یا لانچ جو دوسرے لوگوں سے خالی ہو اس کی ملکیت ہوتی ہے جو اس پر قابض ہو اور ہم اس مال کی خریداری کے لئے یہاں آتے ہیں جو کسی خاص ذریعے سے حاصل کیا گیا ہو۔ اب تم ہمیں اس کی قیمت بتاؤ۔" گریٹ مین نے کہا اور پنکی کے چہرے پر کسی قدر سکون کے آثار نظر آئے۔ اور پھر اس نے اپنی مطلوبہ رقم اس کے سامنے بھی دہرا دی۔

" سامان کی تفصیل ہے تمہارے پاس؟" اس نے پوچھا

" نہیں۔" پنکی نے گردن ہلادی۔

" تب پھر اس بات کا فیصلہ کس طرح ہوسکے گا کہ اس سامان کی یہی قیمت ہے جو تم طلب کر رہی ہو؟"

" اگر آپ ایک مخلص انسان کی مانند سودا کرنا چاہتے ہیں جناب، تو سامان چل کر دیکھ لیجئے۔ میں نے اس کی بھرپور رقم لگائی ہے لیکن اس میں رد و بدل بھی ہوسکتی ہے۔"

" کتنی رقم بنتی ہے؟" گریٹ مین نے پوچھا۔

اور پنکی نے دوبارہ اپنی رقم بتادی۔

" ٹھیک ہے، ہمیں منظور ہے۔ یہ رقم تمہیں یہیں اور اسی جگہ ادا کردی جائے گی۔" گریٹ مین بولا اور پھر اس نے ایک گھنٹی بجائی۔ چند ساعت کے بعد دو آدمی داخل ہوگئے۔ گریٹ مین نے انہیں اپنے کارڈ پر پنکی کی مطلوبہ رقم لکھ کر دی اور وہ لوگ اسے لے کر چلے گئے۔ چند ہی ساعت کے بعد پنکی کے سامنے نوٹوں سے بھرے ہوئے دو پتلے پتلے چمڑے کے صندوق پہنچ گئے۔ پنکی نے انہیں کھول کر دیکھا اور اس کی آنکھوں میں بے پناہ چمک پیدا ہوگئی۔ اسے اپنے ذہن پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ تب میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور پنکی نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

" اوہ گرانڈ — گرانڈ...!" اس نے صرف اتنا کہا۔ اس سے آگے اس کی آواز نہیں نکل سکی تھی۔ گریٹ مین ہم دونوں کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

" بہر صورت ہیکن کی طرح مجھے بھی اس بات پر حیرت ہے کہ تم دونوں نے کس طرح اس لانچ کو قبضے میں کرلیا۔ اور ہاں سنو میں بہرحال سوداگر ہوں لیکن اپنے پیشہ کی جو بنیادی حقیقتیں ہیں ان سے نگاہیں بھی نہیں چرا تا۔ ہم [illegible] عام [illegible] سے قانون سے بغاوت کرتے ہیں [illegible] تجارت کرتے [illegible] ہم پیشہ ہیں اور چھوٹے پیمانے پر کام کرتے ہیں [illegible] تحفظ [illegible] ہم کبھی یہ کوشش نہیں کرتے [illegible]

کاروبار میں چھوٹی چھوٹی غلطیاں شامل کریں بیکن جو کام کرنے جا رہا تھا وہ میں بھی کر سکتا تھا کہ تنہا لانچ کو لوٹ لیا جائے لیکن اس طرح کاروبار ختم ہو جاتا ہے بھلا پھر کون اس جزیرے کی جانب رخ کرتا اور ہمیں پھر مال کے حصول میں دشواریاں پیش آتیں اگر یہ مال کسی اور کے ہاتھ لگ جاتا یا براہ راست کسی اور شہر میں بھیج دیا جاتا تو ہماری ساکھ خراب ہو سکتی تھی یعنی وہ لوگ جو صرف ہم سے ہی خریداری کرتے ہیں اور ہماری منہ مانگی قیمت ادا کرتے ہیں پھر ہم سے ہماری بتائی ہوئی قیمت پر مال نہ خریدتے اور ہمیں خاصا نقصان اٹھانا پڑتا۔ چنانچہ میں اتنی تفصیل کو صرف اس لئے بتا رہا ہوں کہ تم کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ میں اگر تم سے کچھ معلوم کر رہا ہوں تو صرف دوستانہ طور پر اگر تم کسی ایسے جہاز یا کسی ایسی لانچ پر جو میری ہی ملکیت ہو قبضہ کر لو تب بھی میں تم سے جو سودا کر چکا ہوں وہ قائم رہے گا کیونکہ بہرصورت تم نے اپنی محنت سے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے، اس کے بعد میں تم سے وہی اپنا پرانا سوال دہراؤں گا کہ تم نے یہ لانچ کس طرح حاصل کر لی؟"

" میرے ساتھی مسٹر گولڈ کے بارے میں آپ کافی حد تک جان چکے ہیں مسٹر گریٹ مین، ہم لوگ یہ لانچ لے کر چلے تھے لیکن راستے میں کچھ لوگوں نے شرارت کرنے کی کوشش کی۔ وہ ہمیں قتل کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ میرے ساتھی نے یہی کوشش کی کہ وہ انہیں شکست دے کر لانچ پر خود ہی قبضہ کر لے اور ہم نے ویسا ہی کیا۔" پنکی نے جواب دیا۔

" یہ شخص بلاشبہ حیرت انگیز قوت کا مالک ہے میں نے جو کچھ سنا ہے اور جو کچھ دیکھا ہے وہ میرے لئے تعجب خیز ہے۔ بہرصورت یہ بتاؤ اب تم لوگوں کا کیا ارادہ ہے، یہ لانچ لے کر کہاں جاؤ گے؟ یہ سوال میں اس لئے کر رہا ہوں۔ جب میں تمہارے مال کی قیمت ادا کر چکا ہوں اور بغیر دیکھے ہوئے اگر مجھے اس قیمت میں یہ مال جو میں نے تم سے خریدا ہے مہنگا پڑتا ہے تب بھی قصور تمہارا نہیں ہے کیونکہ یہ بہرصورت میں خریداری کر چکا ہوں۔ اور بغیر دیکھے میں نے تم سے اس مال کو اس لئے خریدا ہے کہ میں بیکن کے رویّہ پر تم سے تھوڑا سا شرمندہ بھی ہوں؟"

" اوہ۔ گریٹ مین، آپ بلاشبہ بڑے لوگوں میں ایک اچھے انسان ہیں۔" پنکی نے متاثر لہجہ میں کہا۔

" میں نے کہا نا میں کاروبار میں اصولوں کا قائل ہوں۔ ہم بُرا کاروبار کرتے ہیں لیکن میں کاروبار میں مزید برائیوں کو نہیں ڈالنا چاہتا۔ تاکہ ہمارا یہ کاروبار جاری رہے؟"

" ہمارے ذہنوں میں کوئی خاص پروگرام نہیں ہے گریٹ مین۔ بلکہ میں تو اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ اگر ہم خالی لانچ لے کر کسی ایسی جگہ پہنچنے کی کوشش کریں جہاں سے ہم دوسری زندگی کا آغاز کریں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ راستے میں ہمیں وہ لوگ مل جائیں جو ہمیں تلاش کرنے نکلے ہوں گے۔" پنکی نے جواب دیا۔

" میں اس سلسلے میں بھی تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔" گریٹ مین بولا۔

" وہ کیا جناب؟" پنکی نے پوچھا۔

" ابھی ہم اس جہاز پر ہمیں کچھ دن اور انتظار کریں گے۔ تم اگر چاہو تو ہمارے ساتھ ہی رہ سکتے ہو پھر جب ہم یہاں سے کہیں جائیں گے تو تمہیں کسی مناسب جگہ چھوڑ دیں گے۔ یہ میری طرف سے ایک مخلصانہ پیشکش ہے۔"

پنکی کے چہرے پر خوشی کے آثار اُبھر آئے تھے اور پھر اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

" اوہ ڈیئر گریٹ مین، تم واقعی اپنے نام کی طرح عظیم ہو۔ تم نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا ہے ہم اسے زندگی بھر یاد رکھیں گے اور یہ بہترین تعاون ہوگا اگر تم ایسا کرو۔"

" تب تم آج سے خود کو گریٹ مین کی پناہ میں سمجھو، یہاں تمہارے لئے عمدہ بندوبست کر دیا جائے گا اور تم کسی تکلیف کا شکار نہیں ہو گی۔"

" میں اس کیلئے شکر گذار ہوں۔" پنکی نے کہا اور گریٹ مین نے گردن ہلا دی پھر اس نے اپنے لوگوں کو بلا کر ہمارے سلسلے میں کچھ ہدایات کیں اور اس کے بعد ہم لکڑی کے ایک عمدہ کمرے میں منتقل ہو گئے۔

پنکی کی مسرتوں کا ٹھکانہ نہیں تھا خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی اور یہ خوشی اُن کاغذ کے ٹکڑوں کے لئے تھی جو چمڑے کے بکسوں میں بند تھے۔

" اوہ گولڈ۔۔۔ گولڈ میری جان اگر میں یہ کہوں کہ میرے مستقبل کی تعمیر میں صرف تمہاری ذات پوشیدہ ہے تو جھوٹ یا کوئی جذباتی بات نہ ہو گی۔ تم حالات پر قابو پانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ تمہاری بے پناہ قوت ہر قدم پر معاون ثابت ہوئی ہے ورنہ کامیابی کا کوئی اور ذریعہ نہیں تھا میں تو قدم قدم پر ناکام ہوئی ہوں چنانچہ اگر میں کہوں کہ میری کامیابی صرف تم ہو تو بے جا نہ ہو گا۔ میرا بس نہیں چلتا گولڈ کہ میں تم سے اپنے بھرپور جذبات کا اظہار کر سکوں۔ گولڈ اب ہم کسی حسین سے ملک کے کسی حسین سے شہر میں ایک حسین سا گھر بنا کر رہیں گے میں ساری زندگی تمہاری خدمت کروں گی۔ اس دولت کے سہارے ہم ساری عمر سکون سے گذار سکتے ہیں۔"

" لیکن میرا مشن کچھ اور ہے پنکی۔" میں نے کہا۔

" کیا گولڈ، کیا؟ مجھے بتاؤ میں ہر لمحہ تمہاری معاون ہوں۔ میں اسی طرح تمہارا ساتھ دوں گی جس طرح تم نے میرا ساتھ دیا۔"

" پنکی میں تمہاری اس دنیا کو دیکھنے کا خواہشمند ہوں میں اس دنیا کے ہر پہلو سے روشناس ہونا چاہتا ہوں۔ یہی خواہش مجھے یہاں لائی ہے اور اسی خواہش کے تحت میں وہ تمام اقدامات کر رہا ہوں جو راستے کی ضرورت ہوتے ہیں۔"

" تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے گولڈ میں اس میں بھی تمہاری معاون رہوں گی۔ ہمارے پاس بے پناہ دولت ہے کسی مخصوص جگہ ہم اپنا قیام رکھیں گے یعنی وہ جگہ ہماری ہو گی اور اس کے بعد میں تمہیں اس دنیا کے چپہ چپہ

کی سیر کراؤں گی. میں پہلے بھی تم سے وعدہ کرچکی ہوں. میں تمہیں ہر اس چیز سے روشناس کراؤں گی گولڈ جو اس دنیا میں موجود ہے. یہاں ہمیں بھانت بھانت کے لوگ ملیں گے، تم دیکھنا کہ لوگ ہماری کس قدر عزت کرتے ہیں میں تمہاری تمام خواہشات پوری کر دوں گی گولڈ. بالکل اسی طرح جس طرح تم نے میری خواہشات پوری کی ہیں" پنکی نے کہا اور میں نے گردن ہلادی. جو کچھ یہ لڑکی کہہ رہی ہے اگر اس پر کاربند رہے تو اس کے ساتھ رہنے میں مجھے کیا دقت پیش آسکتی ہے. پروفیسر: اس جدید دنیا کے مزاج سے بھی میں اچھی طرح واقف ہوتا جارہا تھا. میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس دنیا کے اصل بھی زمانہ قدیم کے لوگوں سے مختلف نہیں ہیں. ان کی سوچ وہی ہے ان کے مسائل بھی وہی ہیں اور پروفیسر، یہ عمل جس کے تحت مجھے یہ دنیا اس قدر جدید نظر آرہی تھی، خلاف فطرت نہیں تھا. تم دیکھو غاروں میں رہنے والوں نے اپنی سہولتوں اور آسائشوں کی تلاش میں قدم اٹھائے اور شکار کے لئے پتھر کے ہتھیار تیار کرلئے. زندہ رہنے کے لئے آگ اور دوسری چیزیں تلاش کی تھیں. گویا جستجو انسانی ذہن کا بنیادی جزو رہی ہے. اب بات رہ جاتی ہے اس کی پہنچ اور اس کے وسائل کی تو اس نے بدلتے ہوئے ادوار کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ذہانت حاصل کی اور پتھروں کے ہتھیار، آتشیں ہتھیاروں میں بدل گئے اپنے دشمن پر فوقیت حاصل کرنے کے لئے اس نے شدید محنت کی اور کامیابیاں حاصل کیں.

"ٹھیک ہے پنکی، تم ایک اچھی دوست ہو" میں نے پنکی کو جواب دیا.

"میں زندگی کے کسی بھی مرحلے میں تمہیں چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوں گولڈ، میری سوچ وہی ہوگی جو تمہاری" پنکی نے قدرے جذباتی لہجے میں کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلادی. اس عورت کے لہجے کے خلوص پر شبہ نہیں تھا.

رات ہوگئی. مہمان نواز گریٹ مین نے ہمارے لئے شاید اپنے لوگوں کو خصوصی ہدایات جاری کردی تھیں کیونکہ یہاں ہماری ہر آسائش کا خیال رکھا گیا تھا. ہمیں وقت پر عمدہ غذا مہیا کی گئی تھی. اس کے علاوہ دوسری تمام چیزیں بھی.

میرے لئے اگر الجھن کی کوئی بات تھی تو یہ کہ کوئی دانشور موجود نہیں تھا اور جو خیالات ذہن میں پیدا ہوتے تھے. انہیں خود تک ہی رکھنا ہوتا تھا اور بعض اوقات میں سلانوس بہت یاد آتا تھا. اگر وہ ہوتا تو یہ دنیا اور حسین لگتی.

لیکن بیوقوف پہلے ہی مرحلے میں سب کچھ چھوڑ چکا تھا. حالانکہ دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے تو سخت مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے. میں جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ بہت دلچسپ اور بڑا ہی انوکھا تھا. جدید دور کا انسان اب میری سمجھ میں آتا جارہا تھا. خود انسان میں بنیادی طور پر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی لیکن اس نے جو کچھ ایجاد کرلیا تھا، وہ بے حد دلکش تھا.

سمندر کے درمیان روشنیاں جگمگا اٹھیں. جہاز کے اندر دن کا سا سماں تھا. موسیقی کی آوازیں ابھر رہی تھیں. رات کو سونے سے قبل وہ لوگ دن بھر کی تھکن دور کرنے کے لئے مختلف مشاغل میں مصروف تھے.

تب پنکی غسلخانے سے نکلی اور میرے نزدیک پہنچ گئی" یہ رات ہمارے لئے خوشیوں کی رات ہے" اس نے مسکراتے ہوئے کہا.

"دولت تو ہمیشہ خوشیوں کا پیغام لاتی ہے. بشرطیکہ کوئی حسین وجود نزدیک ہو" میں نے شرارت آمیز نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا اور پنکی مسکرادی.

"میں ہر لحاظ سے خوش نصیب ہوں گولڈ"

"میں تمہاری اس خوش نصیبی...... میں شریک ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا.

"دیکھو نا، میں ایک دولت مند عورت ہوں. اتنی دولت مند کہ میں ساری زندگی عیش سے گذار سکتی ہوں. اور میرا ساتھی مردانہ حسن سے مالا مال ہے، ایک ایسا شخص جس پر رکنے والی نگاہ ہٹتے وقت بوجھل ہوجاتی ہے"

"خوب. پنکی ایک بات بتاؤ"

"پوچھو جان من" پنکی مست انداز میں بولی.

"بات موضوع سے ہٹ جائے گی"

"تمہارے لئے آزادی ہے"

"اس دور کی عورت کی ترجمانی کرو"

"مجھے بھی ایک بات بتاؤ گولڈ" پنکی برجستہ بولی.

"پوچھو"

"تم نے کئی بار ادوار کی بات کی ہے، میں نے کئی بار محسوس کیا ہے کہ تم بے خیالی میں گذرے ہوئے وقت کی باتیں کرتے ہو. حالانکہ میں ذہنی انتشار کا شکار رہتی تھی لیکن میں نے بارہا اس بات پر غور کیا ہے"

میں سنبھل گیا. بہرحال اس دور کے ذہین انسان کو میں تسلیم کرتا تھا پنکی نے یہ بات محسوس کرلی تھی. چنانچہ اب کچھ کہنا ضروری تھا.

"ہاں پنکی اس کی ایک خاص وجہ ہے"

"وہ کیا؟"

"مجھے تاریخ سے بہت دلچسپی ہے، اپنی دنیا میں میرا محبوب مشغلہ یہی تھا کہ میں گذرے ہوئے ادوار کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کروں. چنانچہ میں نے ادوار کا تجزیہ کیا ہے اور آج کے دور کا اس دور سے موازنہ کرتا رہتا ہوں"

"اوہ. اچھا شغل ہے"

"اب میری بات کا جواب دو"

"تم نے عورت کے بارے میں پوچھا تھا. یعنی یہ کہ میں اس دور کی عورت کی ترجمانی کروں"

"ہاں" میں نے جواب دیا.

"تم اس عورت کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"یہ کہ اس دور کی عورت اپنی پسند کے مرد میں کیا چاہتی ہے اور اس کی

یہ پسند کس حد تک ہوتی ہے۔ کیا اس دور کی عورت بھی اس احساس کا شکار ہے کہ اس کا مرد اسی کی ملکیت رہنا چاہیئے؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے ہر عورت کی اوّلین خواہش بھی ہوتی ہے۔"

"اور اگر اس کا مرد اس بات سے انحراف کرے تو؟"

"تو وہ اس مرد کو برداشت نہیں کر پاتی لیکن تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو گولڈ؟" پنکی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں بتا چکا ہوں پنکی کہ اپنے معلومات میں اضافہ کے لئے۔"

"براہ کرم ان معلومات کو عملی طور پر آگے بڑھانے کی کوشش مت کرنا، میں تمہیں اتنا ہی چاہتی ہوں گولڈ جتنا اس دولت کو جو مجھے حاصل ہو گئی ہے اور میں اس دولت کو تمہاری ذات سے منسلک کر کے ہی مکمل سمجھتی ہوں یعنی اگر تم کسی طور میرے پاس سے کھو جاؤ تو یقین کرو کہ میں اس دولت سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتی" پنکی نے جواب دیا۔

میں گردن ہلانے لگا۔ وہی الفاظ تھے پروفیسر، بالکل وہی جو زمانہ قدیم کی عورت کے منہ سے ادا ہوتے تھے، مجھے لاکا بھی یاد تھی اور شکایا بھی۔ لاکا نے ایک اور عورت کو صرف اس لئے پتھروں سے کچل کر ہلاک کر دیا تھا کہ وہ میری منظورِ نظر بن گئی تھی۔ اور پنکی بھی یہی الفاظ ادا کر رہی تھی، سر مُو بھی تو فرق نہ تھا اُس وقت کے اور اس وقت کے انسان میں سوائے اس کے کہ اس وقت یہ تبدیلیاں نہ تھیں جو آج کے دور میں آ گئی تھیں لیکن انسان کی سوچ خواہ مرد ہو یا عورت اس سوچ سے آگے نہیں بڑھی تھی جو کہ ابتدائی دور کی سوچ تھی، میں مسکرانے لگا اور پروفیسر اس رات پنکی نے اپنے محبت کے وہ پرجوش ثبوت دیئے کہ میں سرشار ہو گیا اور میں نے بھی سنجیدگی سے یہی سوچا کہ اگر ادوار کی تحقیق میں یا کم از کم اس دور کی تحقیق میں یہ عورت شروع سے آخر تک میرے ساتھ رہے تو میرا خیال ہے میں اس سے اکتاؤں گا نہیں بلکہ یہ میری بہتر معاون ثابت ہوگی۔ اس بات کو ذہن نشین کرنے کے بعد میں نے پنکی کی محبت کا جواب بھرپور محبت سے دیا اور دوسری صبح اس نے میری آغوش ہی میں آنکھ کھولی وہ اب بھی بے حد مسرور نظر آ رہی تھی اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"رات بھر میں خواب دیکھتی رہی، گولڈ۔"

"کیسے خواب پنکی؟"

"بس یہی کہ میں اور تم فضاؤں میں پرواز کر رہے ہیں۔ بادلوں کے سرمئی غول ہمارے پیروں کے نیچے نرم نرم اور گداز گداز سے محسوس ہو رہے تھے ہم ان بلندیوں پر پہنچ گئے تھے جو آسمان سے بھی اوپر چلی جاتیں اور پھر اچانک مجھے محسوس ہوا جیسے میں نیچے گر رہی ہوں لیکن دو مضبوط ہاتھوں نے مجھے سنبھال لیا اور وہ ہاتھ تمہارے تھے گولڈ۔"

"میں نہیں جانتا کہ خواب کیا حیثیت رکھتے ہیں" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، تم کبھی خواب نہیں دیکھتے؟"

"نہیں۔ نہ جانے کیوں میں خواب نہیں دیکھتا۔"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ تم ٹھوس اور عملی انسان ہو، تم جو چاہتے ہو وہ کر لیتے ہو کسی قسم کی کوئی حسرت تمہارے دل میں نہیں رہتی اور جن دلوں میں حسرت نہ ہو وہ خواب نہیں دیکھتے۔"

"ممکن ہے یہی بات ہو" میں نے جواب دیا۔

"اب دیکھنا یہ ہے کہ گولڈ کہ منزل تک کب پہنچتے ہیں، میں تو شدت سے بے چین ہوں، میری خواہش ہے کہ گریٹ مین جلدی سے اپنے جہاز کا لنگر اٹھادے اور ہم کسی ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں ہم سمندر کے قیدی نہ ہوں۔"

"ٹھیک ہے وہ وقت بھی جلدی آ جائے گا۔ تم اس کے لئے زیادہ فکرمند نہ ہو" میں نے کہا اور پنکی مسرور انداز میں خاموش ہو گئی، ناشتہ ہمیں ہماری رہائش گاہ پر ہی دے دیا گیا۔ اور ناشتے سے ہم لوگ فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایک شخص اندر داخل ہو گیا۔

"مسٹر گریٹ مین نے کہا ہے کہ آپ لوگ اپنے کیبن میں قید رہنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر آپ کا دل چاہے تو آپ جہاز کی سیر بھی کر سکتے ہیں، آپ خود کو کسی پابندی میں نہ محسوس کریں۔"

"کیا ہم جزیرے کے اندرونی حصوں کی بھی سیر کر سکتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس سلسلہ میں گریٹ مین سے بات کریں۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ دوست۔"

"جناب!" وہ شخص ادب سے بولا۔

"تم لوگ جزیرے کے اندرونی حصوں میں جاتے ہو؟"

"جی ہاں اگر کوئی ضرورت پیش آ جائے تو۔"

"کیا جزیرے میں آبادی ہے؟"

"بالکل نہیں۔ بلکہ جزیرے کے درمیانی حصے تو بہت خطرناک ہیں۔ وحشی جانوروں کے غول کے غول نظر آتے ہیں۔"

"یہ جانور ساحل کی طرف نہیں آتے؟"

"کبھی دیکھا نہیں گیا" اس شخص نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

"ٹھیک ہے۔ ہماری طرف سے گریٹ مین کا شکریہ ادا کر دینا" پنکی نے کہا اور وہ شخص چلا گیا۔ "بلاشبہ یہ شخص ایک اچھا انسان ہے گولڈ۔ ورنہ اگر ہم دونوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا تو ہمیں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔"

"ہاں، وہ ایک اچھا انسان ہے۔" میں نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں جہاز پر باہر نکل آئے۔ دن کی روشنی میں ہم نے پورا جہاز دیکھا۔ اور پھر دفعتاً میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی، میں نے پنکی کو مخاطب کیا۔ اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے گولڈ؟"

"وہ اس طرف دیکھو" اور پنکی میرے اشارے کی طرف دیکھنے لگی اور

پھر اس نے ہونٹ سکوڑے۔

• بیکن؟ پنکی آہستہ سے بولی۔

• ہاں، لیکن یہ تو گریٹ مین کے عتاب کا شکار تھا؟

• ممکن ہے کوئی سمجھوتہ ہو گیا ہو؟ وہ بولی۔

• ویسے اس شخص کے بارے میں میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ یہ کینہ پرور ہے۔

• لیکن مجبوری ہے کیا کیا جا سکتا ہے۔" پنکی بولی۔

• ہاں، یہ دوسری بات ہے، آؤ ذرا اس سے ملاقات کریں؟ میں نے کہا پنکی پہلے تو جھجکی لیکن چونکہ میں آگے بڑھ آیا تھا اس لئے وہ بھی میرے ساتھ ہی آگے بڑھ گئی، اور چند ساعت کے بعد ہم بیکن کے قریب پہنچ گئے۔

• بیکن؟ میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔ پہلے تو اس کے چہرے پر شدید نفرت کے تاثرات نظر آئے۔ اور پھر وہ ایک گہری سانس لے کر پرسکون ہو گیا۔

• ہیلو گولڈ؟ اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

• کیسے ہو؟ میں نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔

• ٹھیک ہوں لیکن تم سے شرمندہ؟

• اوہ۔ کیا واقعی؟ میں نے پوچھا۔

• ہاں دوست، دولت کی ہوس واقعی گندی چیز ہوتی ہے۔ میں بہک گیا تھا لیکن حالات نے مجھے سنبھال لیا۔ اور اس کے بعد شاید میں آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کر سکوں؟

• ہوں۔ تمہیں احساس ہو گیا ہے؟

• ہاں۔ اگر ہو سکے تو تم بھی بھول جاؤ۔ میری وجہ سے میرے بہترین ساتھی مر گئے۔ میں نے ہی انہیں اکسایا تھا اور پھر میں ان کی زندگی بھی نہیں بچا سکا۔

• چلو ٹھیک ہے تمہیں احساس ہو گیا، یہ کافی ہے۔ گریٹ مین نے تمہیں معاف کر دیا ہے؟

• ہاں۔ خلاف اصول، ورنہ وہ کسی کو معاف نہیں کرتا؟

• ہمیں بھی خوشی ہے بیکن؟ میں نے خلوص دل سے کہا اور بیکن نے ہمارا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد ہم کافی دیر تک اس سے گفتگو کرتے رہے۔

• پسند کرو تو میرے ساتھ ایک ایک کپ کافی ہو؟

• ہاں کیا حرج ہے آؤ پنکی؟ میں نے کہا۔ پنکی بھی اب بیکن کی طرف سے مطمئن ہو گئی تھی، چنانچہ وہ ہمارے ساتھ چل پڑی۔ بیکن کے کیبن میں پہنچ کر ہم بیٹھ گئے۔ جدید زمانے کی اصطلاحات بھی اب مجھے یاد ہو گئی تھیں، اور ان عام چیزوں سے کوئی اجنبیت نہیں رہی تھی جو میرے سامنے آ چکی تھیں۔

بیکن نے کافی کا بندوبست کیا اور پھر ہمارے سامنے بیٹھ گیا۔ "تمہاری شخصیت میرے لئے بے حد پر اسرار ہے گولڈ؟"

• کیوں؟

• تمہاری بے پناہ قوت۔ بلاشبہ تم کوئی مشینی انسان معلوم ہوتے ہو مجھے سخت حیرت ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ مس پنکی نے کسی روبوٹ کو اپنا ساتھی بنا لیا ہو؟

پنکی ہنسنے لگی تھی۔

• یہ روبوٹ گوشت پوست کا ہے ذہین اور فوری عمل کرنے والا؟ پنکی نے جواب دیا اور ہمارا دوست بیکن ہنسنے لگا پھر اس نے پوچھا۔

" تم لوگوں کا مستقبل کے بارے میں کیا خیال ہے؟

• مستقبل کا فیصلہ تو یہاں سے جانے کے بعد ہی ہو سکتا ہے؟ پنکی نے جواب دیا۔

• کیا تم لوگوں کی کوئی خاص منزل ہے؟

• ابھی تک نہیں، ہاں جب ہمیں گریٹ مین کسی ایسی جگہ چھوڑ دے گا جہاں سے ہم اپنی نئی زندگی کا آغاز کر سکیں گے تو اس کے بعد کسی منزل کا تعین بھی کیا جا سکتا ہے؟

• گریٹ مین واقعی گریٹ ہے اور میرا خیال ہے اب جہاز کو یہاں سے روانہ ہونے میں زیادہ دن بھی نہیں لگیں گے کیونکہ گریٹ مین کو یہاں آئے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا ہے لانچ سے تمہارا مال جہاز میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ بس تھوڑی دیر کے بعد لانچ تباہ کر دی جائے گی۔ گریٹ مین نے اپنے لوگوں کو اس بات کا حکم دے دیا ہے۔ لانچ تباہ کرنے کے بعد میرا خیال ہے گریٹ مین زیادہ انتظار نہیں کرے گا۔ کیونکہ کچھ دوسرے مسائل بھی ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ جو کچھ اس کے ہاتھ لگ گیا ہے اسے ہی لے کر یہاں سے چلا جائے گا اور پھر شاید کچھ عرصہ کے بعد اس جگہ کا سفر دوبارہ کیا جائے۔ یوں تو ہمارے جہاز یہاں آتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن اس بار گریٹ مین خود ہی اس طرف نکل آیا تھا اور شاید یہی تم لوگوں کی خوش قسمتی تھی ورنہ میری نیت تو خراب ہو چکی تھی؟ بیکن نے مسکراتے ہوئے یہ الفاظ کہے اور مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ کم از کم اس وقت وہ ہم سے مخلص ہے۔ اور پروفیسر پیراصدیان کا تجربہ آنا تھا کہ میں جھوٹ اور سچ کی پہچان بآسانی کر سکتا تھا۔

کافی دیر تک ہم بیکن کے ساتھ بیٹھے رہے۔ پھر اس سے اجازت لے کر چلے آئے۔

جہاز کے عرشے کے اس حصہ کی طرف کھڑے ہو کر ہم نے اپنی لانچ کی جانب دیکھنے کی کوشش کی۔ ہم براہ راست اسے یہاں سے نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن دھماکے کی آواز تو ہمارے کانوں تک پہنچی ہی تھی۔ گریٹ مین نے وہ لانچ تباہ کرا دی تھی۔

پھر اس کے بعد ہم وہاں نہ رکے اور واپس اپنے کیبن میں آ گئے۔ یوں جہاز کے شب و روز جاری رہے۔ گریٹ مین پانچ روز تک اسی ساحل پر رہا اور اس کے بعد اس نے لنگر اٹھانے کا حکم دیا۔

جہاز نے ساحل چھوڑا تو ایک بار پھر پنکی مسرت سے مسکرا اٹھی۔

• ہماری زندگی کا آغاز ہونے جا رہا ہے گولڈ اور جب ہم خشکی پر قدم رکھیں گے تو تم جانتے ہو ہماری حیثیت کیا ہو گی؟

"میں نہیں جانتا پنکی" میں نے جواب دیا۔

"ہم تھوڑے ہی عرصے میں شہرت یافتہ لوگوں میں شمار ہوں گے اور تو کہتی ہوں کہ ہمیں اپنی کوئی صنعت بھی قائم کرنی چاہئے اور ہاں تم نے سوچا کہ میں اپنا وعدہ بھول چکی ہوں۔ میں نے تمہیں دنیا دکھانے کا وعدہ کیا ہے۔ میں تمہیں ملک ملک کی سیر کراؤں گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر ہم اپنی اس دولت کو محفوظ کرنے کا کوئی معقول طریقہ بھی دریافت کرلیں تو کیا حرج ہے؟"

"کیوں نہیں لیکن وہ مناسب طریقہ کیا ہوگا؟"

"ہم کسی کاروبار کی بنیاد ڈالیں گے اور اگر دنیا کے مختلف ممالک میں ہمارے دورے کاروباری نوعیت سے ہوں تو تفریح کا لطف دوبالا ہو سکتا ہے یعنی کاروبار کا کاروبار اور سیر کی سیر۔ اور میں تمہیں ان ساری چیزوں کے بارے میں بتاؤں گی جن کے بارے میں تمہارے ذہن میں تجسس موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے پنکی میں تم سے ہر تعاون کے لئے تیار ہوں" میں نے جواب دیا اور پنکی مسرت سے گردن ہلانے لگی۔ اس کی آنکھوں میں مستقبل کے خواب گردش کر رہے تھے۔

سمندری جہاز کا طویل سفر میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ اس سے قبل بھی میں بہت سارے لوگوں کے ساتھ سمندر کا سفر کرچکا تھا گو وہ جہاز دقیانوسی قسم کے تھے۔ بڑے بڑے بادبانوں سے چلنے والے اور جب ہوائیں بند ہوجاتیں تو سمندر میں ٹھہر جانے والے اور اس وقت انسانوں کی شامت آجاتی تھی کیونکہ بڑے بڑے جہازوں کو چپوؤں کی مدد سے آگے بڑھانا کافی مشکل کام تھا۔ جہازراں ایسے زرخرید غلاموں کو اپنے ساتھ رکھتے تھے جنکی کوئی اہمیت نہیں ہوتی تھی۔ یہ غلام جہاز چلانے کی کوشش میں مر بھی جاتے تھے اور انہیں سمندر میں پھینک دیا جاتا تھا گویا وہ انسانی زندگی کے تحفظ کا وہ ذریعہ نہیں رکھتے تھے جو دوسروں کو حاصل تھا۔ لیکن آج کے دور میں غلاموں کی ضرورت نہ تھی بلکہ غلاموں کا تصور بھی ختم ہوچکا تھا۔ ترقی کے اس دور کو ہم ایک بہتر دور بھی کہہ سکتے تھے۔

مشینی غلام جہاز کو آگے بڑھا رہے تھے۔ اب یہ بات نہیں کہی جاسکتی تھی کہ انسان مشین کا غلام ہے یا مشین انسان کی غلام۔ غلام کا تعین کرنا مشکل تھا کیونکہ بعض دفعہ انسانوں کو اس جگہ معذور سمجھا جاتا تھا جہاں جہاں مشینیں اپنا عمل چھوڑ دیتی تھیں اس طرح وہ مشینوں کے محتاج ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود میں انسانی ذہن کو زیادہ فوقیت دیتا تھا۔ کیونکہ مشین کی ایجاد اسی ذہن کی پیداوار تھی۔ انسان نے اپنا آقا پیدا کیا تھا یا اپنا غلام۔ اس کا فیصلہ خاصا مشکل ہی تھا۔ لیکن پروفیسر مشینی آقا یا مشینی غلام پیدا کرکے انسان کو جو فوائد حاصل ہوتے تھے ان سے انکار ناممکن تھا۔

سمندری جہاز کا طویل سفر ختم ہوگیا، ہم لوگ جس جگہ اترے تھے وہ ایک جدید ترین بندرگاہ تھی۔

جہاز بندرگاہ پر لنگر انداز ہوگیا اور چھوٹی چھوٹی لانچیں انسانوں کو ساحل کی جانب لے جانے لگیں تب ہمارے دوست گریٹ مین نے ہم سے الوداعی کلمات کہے۔

"تو میرے دوستو، مجھے یقین ہے کہ تمہاری وہ بددلی ختم ہوگئی ہوگی جو بکن کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے خلوص دل سے مجھ سے معافی مانگ لی تھی اور کیونکہ وہ میرے کام کے آدمیوں میں سے تھا اس لئے میں نے اسے معاف کردیا۔ مجھے یقین ہے کہ تم بھی اب اس کی زیادتی کو ذہن سے نکال چکے ہوگے تو پھر بہتر مستقبل لے کر اس دنیا میں جاؤ میں بھی تمہارے لئے اچھائیوں کی دعا کرتا ہوں۔"

"شکریہ گریٹ مین، تم اپنے نام کی طرح گریٹ ہو اور میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔" پنکی نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"اور حیرت انگیز شخص، میں بھی تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ تم ان انوکھے لوگوں میں سے ہو جو سمجھ میں نہیں آتے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے بھی صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔ میں اور پنکی چمڑے کے بکس ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے وہاں سے آگے بڑھ آئے۔

یہ جدید ترین شہر تھا اس شہر سے کہیں زیادہ خوبصورت جہاں میری ملاقات ٹونی پاگل زماں سے ہوئی تھی۔

جدید ترین مشینوں اور خوبصورت عمارتوں سے آباد یہ شہر مجھے بےحد حسین لگا۔ اس کی عمارتیں اتنی بلند تھیں کہ انہیں دیکھنے کے لئے سر بالکل اوپر کرنا پڑتا تھا تب بھی سرا نظر نہ آتا تھا اور ان عمارتوں میں لوگ موجود تھے میں نے پنکی سے متحیرانہ لہجہ میں پوچھا۔

"پنکی ان عمارتوں کی بلندی تک پہنچنے کا کیا ذریعہ ہے؟"

"لفٹ" پنکی نے جواب دیا۔

"لفٹ کیا ہوتی ہے؟"

"اوہ ڈیئر، میں تمہیں ان تمام چیزوں کی سیر کراؤں گی۔ تم دیکھو گے کہ انسانی ذہن کہاں تک پہنچا ہے۔ یہ پیرس ہے، جدید ترین شہر، وہ شہر جس کی خوبصورتی بے مثال ہے۔"

"بلاشبہ انسانی ذہن بہت آگے پہنچ چکا ہے۔ پہلے بھی عمارتیں بنائی جاتی تھیں، وہ محل جو اپنی نظیر آپ تھے۔" میں نے پُرخیال لہجہ میں کہا اور پھر چونک پڑا۔ میں ایک بار پھر پنکی کو شبہ کی دعوت دے رہا تھا۔ اگر میں ان محلات کا چشم دید گواہ ہونے کا اعلان کردیتا تو پنکی پھر الجھ جاتی۔

ایک آہنی گھوڑا جسے یہ لوگ کار کہتے تھے ہم لوگوں کو لے کر چل پڑا۔ اور پنکی نے ایک خوبصورت ہوٹل میں قیام کیا۔ اس خوبصورت ہوٹل میں میں نے وہ مشینی سیڑھی بھی دیکھی جس پر ہم کھڑے ہوگئے تو وہ قدم ہلائے بغیر ہمیں لے کر اوپر پہنچ گئی۔

اور پروفیسر، میں نے ایک بات شدت سے محسوس کی۔ جدید انسان نے اپنے آپ کو بالکل بے دست و پا کرلیا ہے، وہ اب پاؤں ہلانے میں بھی

عاد محسوس کرتا ہے۔ البتہ ایک بات کا میں نے اندازہ لگا لیا تھا وہ یہ کہ آنے والے دور کا انسان جسمانی پر قطعی معذور ہوگا۔ اور یہ معذوری بہتر تو نہ ہوگی وقت کی کمی اور زندگی کے ہنگاموں کی تیزی اگر اس کی ساخت پر اثر انداز ہو جائے تو یہ کوئی بہتر بات تو نہ تھی۔

میں نے اس بات کو اپنے ذہن میں قبول نہ کیا۔ لیکن اس کا اظہار ان لوگوں سے کرنا بے کار تھا۔ میں جو صدیوں سے گذرا ہوا تھا۔ میں نے صدیوں انسانی جدوجہد دیکھی تھی۔ انسان کو اس شکل میں دیکھ کر میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اب یہ جدوجہد اس منزل میں داخل ہو چکی ہے جہاں انسان اپنے قتل پر آمادہ ہے۔ وہ اپنے آپ کو مشینوں کا محتاج بنائے دے رہا ہے۔ پھر جب مجھے موقع ملا تو میں نے اس کی تصدیق ستاروں سے بھی کی۔

ہاں پروفیسر میرے دوست ستارے جو شاید مجھ سے بھی طویل عمر رکھتے تھے اور جو شاید مجھ سے زیادہ تجربہ کار تھے۔ اسی انداز میں اپنی اپنی جگہ مسکراتے تھے۔ جب میں نے سمندر کے کنارے ان سے آنے والے دور کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ جواب دیا۔

" ہاں ایک وقت ایسا آئے گا جب اس دنیا پر مشینوں کی حکومت ہوگی انسان ان مشینوں کو ایجاد کر رہے ہیں لیکن آنے والے وقت میں مشین انسانوں پر حاوی ہو جائے گی۔ انسان ان مشینوں کے ہاتھوں فنا ہو جائیں گے۔ وہ اپنی ہی کاوشوں کا شکار ہو جائیں گے اور اس کے بعد مشینیں ان پر حکمران ہوں گی۔"

" تو کیا اس دور میں انسانی ذہن اپنی جدوجہد اپنی سوچ کھو بیٹھے گا؟" میں نے سوال کیا۔

" نہیں اس کی سوچ ہی اسے اس منزل تک لے جائے گی جہاں مشینیں اس پر قابض ہو جائیں گی۔"

" تو ہم اس دور کو کیا کہیں گے میرے دوستو؟" میں نے ستاروں سے پوچھا۔

" آخری دور۔ اس دنیا کا آخری دور۔ ہر چیز کی ابتدا ہوتی ہے اور پھر وہ انتہا تک پہنچ جاتی ہے۔"

" تو کیا تم اس انتہا کی کوئی میعاد مقرر کر سکتے ہو؟"

" نہیں۔" ستاروں نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ شاید یہاں وہ بھی لاعلم تھے۔"

" ایک بات۔" دفعتاً فروزاں نے درمیان میں مداخلت کی اور وہ چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔

" ہاں۔"

" تم تو اس ہوٹل میں تھے، وہاں ستارے تمہارے ہاتھ کہاں سے لگ گئے؟"

" یہ اس سے کچھ بعد کی بات ہے فروزاں۔ یعنی کچھ عرصہ بعد، جب مجھے ستاروں کو پڑھنے کا موقع ملا تھا۔"

" اوہ۔ گویا یہ اس وقت کی بات ہے جب تم ہوٹل میں جا کر مقیم ہو چکے تھے اور اس کے بعد تمہیں موقع ملا۔"

" ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے میں معافی چاہتی ہوں، تم اپنی گفتگو جاری رکھو۔" فروزاں نے کہا اور وہ مسکرا کر فروزاں کی جانب دیکھنے لگا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

" یہ جگہ جسے پیرس کا نام دیا گیا تھا، میرے تجربات میں بے پناہ اضافے کا باعث بنی۔ ہوٹل کی زندگی بھی بڑی عجیب تھی۔ میری نگاہوں میں بہت سی چیزیں نمایاں ہو گئی تھیں۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ بدلتے ہوئے ادوار کے ساتھ عورت کا ذہنی معیار بھی بدل گیا ہے اور اس وقت کی عورت زمانہ قدیم کی عورت سے بالکل مختلف ہو چکی ہے۔ پہلے بھی رانیاں ہوا کرتی تھیں اور وہ اپنی فطرت میں عجیب وغریب خصوصیات رکھتی تھیں لیکن بہرصورت جسمانی پوشیدگی.... تہذیب کا ایک حصہ ہی سمجھی جاتی تھی لیکن نئے دور کا انسان ذہنی طور پر برتر و اعلیٰ ہونے کے باعث شاید برہنگی کے فوائد کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ لیکن حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اس نے صرف عورت ہی کو برہنہ رکھنا کیوں ضروری سمجھا تھا۔ وہ خود عورت کے انداز میں برہنہ نہیں ہوا تھا اور پروفیسر! میں نے اپنے طور پر تجزیہ کیا تو کچھ دلچسپ حقائق نگاہوں کے سامنے آئے۔ عورت مرد کا شکار رہی ہے اور شاید رہتی دنیا تک رہے۔ مرد نے ہی اس کے لئے نت نئے انداز منتخب کئے۔ عورت اپنے آپ کو اس انداز میں ڈھالتی چلی آئی۔ مرد نے اس کے ذہن کو ان چیزوں کے خوبصورت ہونے کا احساس دلایا جن سے اس کی کشش میں اضافہ ہو سکے اور عورت نے اس طلب اور اس احساس کو محسوس کیا اور اسے اپنے طور پر پسند بھی کر لیا۔ اس بات سے بے نیاز ہو کر کہ خود اس کی شخصیت مرد کی اس خواہش میں لپٹ کر کس طرح مسخ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ پیرس کی عورت خاص طور سے لباس کے معاملے میں بہت ہی مختصر تھی ہر جگہ دورِ قدیم کا حسن نظر آجاتا تھا اور درمیانی زمانے میں جبکہ عورت چھپ چکی تھی اور اس کی دلکشی پردے کے پیچھے ہو گئی تھی یہ خوبصورتی نہیں رہی تھی جو اس زمانے میں پھر عام ہو گئی تھی۔ لاکا کے دور کی دوسری بات ہے۔ اس وقت تو انسان کپڑے سے روشناس بھی نہیں ہوا تھا۔ اس وقت تو صرف درختوں کے پتوں چھالوں اور جانوروں کی کھالوں سے جسم کو ڈھکنے کا کام لیا جاتا تھا لیکن اب جسم اس انداز میں ڈھکا جاتا تھا کہ کچھ اور نمایاں ہو جائے۔

اس دور کی عورت یہی سب کچھ کر رہی تھی اور مرد اس بات سے خوش تھا اور جب مرد خوش ہو تو عورت کو کیا پڑی ہے کہ خود کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرے سو ان مناظر نے مجھ پر بھی اسی انداز میں اثر کیا تھا جس انداز میں ہونا چاہئے تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے پنکی اب اپنے اندر کوئی دلکشی نہ رکھتی ہو۔ پنکی سے دلکش بے شمار لڑکیاں موجود تھیں اور یہ احساس چند ہی روز میں جاگا تھا۔ خاص طور سے اس لئے کہ جب بھی میں ہوٹل کے پچھلے حصے میں اس جگہ آتا جہاں دوسرے لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی تھیں تو لڑکیاں میرے گرد چکر لگانے لگتی تھیں بے شمار لڑکیوں نے مجھ سے قربت حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں انہوں نے کسی تکلف سے کام نہیں لیا تھا۔ انہوں نے کھلے الفاظ میں مجھ سے اظہار پسندیدگی کر دیا تھا اور میری قربت کی خواہش کی تھی لیکن پروفیسر

پنکی مجھے پہلے ہی بتا چکی تھی کہ انداز میں تبدیلی ضرور ہو گئی ہے لیکن احساس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی یعنی وہ کسی دوسری لڑکی کو میرے قریب دیکھنا پسند نہ کرے گی اور میں پنکی سے اس وقت تک کوئی بگاڑ نہیں کرنا چاہتا تھا جب تک کہ وہ مجھے دنیا دکھانے کی خواہش پوری کرنے میں اعتراض نہ کرے اور یوں لگتا تھا جیسے پنکی میری قربت میں اپنے آپ کو بہت امیر محسوس کرتی ہو۔ دولت اور مردانہ حسن دونوں چیزیں اسے حاصل تھیں اور وہ انہیں کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اور اس شام میں اور پنکی دونوں ساتھ ساتھ ہوٹل کے نچلے حصّے میں آئے تھے... تو یوں ہوا کہ چند افراد پنکی کے قریب پہنچ گئے اور انہوں نے اس کی شان میں قصیدہ خوانی شروع کر دی۔

" خاتون آپ کی صورت ایک ایسی معزز ہستی سے ملتی جلتی ہے جس کا نام ہم بڑے احترام سے لیتے ہیں کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ آپ وہی ہیں؟"

" کس کی بات کر رہے ہیں آپ؟"

" ڈچیز آف فنڈیانا کی" اس شخص نے جواب دیا۔

" اوہ، افسوس میں وہ نہیں ہوں" پنکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" لیکن خاتون ہم آپ کا انٹرویو لینا چاہتے ہیں۔ براہِ کرم کیا آپ مجھے بتائیں گی کہ آپ اسی ہوٹل میں مقیم ہیں؟"

" جی ہاں ..."

" تب براہِ کرم آپ ہمیں تھوڑا سا وقت دیں، ہم آپ کا انٹرویو لینا چاہتے ہیں"

" جیسا آپ پسند کریں" پنکی نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر مجھ سے بولی۔

" آؤ گولڈ ذرا چل کر اپنے کمرے میں ان لوگوں سے گفتگو کر لیں"

" نہیں خاتون، اس وقت کسی اور کی مداخلت ہمیں گوارا نہ ہو گی۔ ہم اخباری نمائندے ہیں۔ ہم آپ کی تصاویر اور آپ کا انٹرویو اپنے اخبار میں شائع کریں گے اور بتائیں گے کہ ڈچیز آف ونڈیانا کی ایک ہم شکل موجود ہیں جو کسی بھی طرح حسن و جمال میں اور دولت میں شاید اُن سے کم نہیں ہیں" اس نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جو آگے بڑھ بڑھ کر پنکی سے گفتگو کر رہا تھا۔

" کیا تم مجھے اجازت دو گے گولڈ۔ میں تھوڑی دیر ان لوگوں سے گفتگو کر لوں"

" کیوں نہیں، مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں یہاں بیٹھا ہوا ہوں" میں نے کہا اور پنکی مسکراتی ہوئی ان لوگوں کے ساتھ اوپر چلی گئی۔ میں ہوٹل کے اس حصّے میں آ گیا۔ جہاں ہمیشہ دوسرے لوگ بیٹھے رہا کرتے تھے اور جہاں کھانے پینے کی چیزیں میزوں پر لا کر رکھی جاتی تھیں۔ جوں ہی میں بیٹھا ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا۔

" کیا پیش کروں جناب؟" اس نے پوچھا۔

" میں نہیں جانتا۔ جو کچھ دل چاہے لے آؤ" میں نے کسی قدر جھلائے ہوئے سے انداز میں کہا۔ بھلا میں اسے کیا بتاتا کہ وہ میرے سامنے کیا پیش کرے۔ وہ شخص چند ساعت مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر چلا گیا اور اس کے بعد اس نے ایک خوبصورت گلاس میں ایک مشروب لا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے سوچے سمجھے بغیر اس کی چسکی لگانا شروع کر دی اور چند ہی ساعت گزرے تھے کہ دو خوبصورت لڑکیاں اٹھ کر میرے نزدیک آ گئیں۔

" کیا ہم یہاں بیٹھنے کی درخواست کر سکتی ہیں؟"

" آپ یہاں کیوں بیٹھنا چاہتی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

" آپ سے کچھ گفتگو کرنے کی خواہش مند ہیں"

" تو پھر تشریف رکھیے... اور بتائیے کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

" آپ کا تعلق کون سے ملک سے ہے؟"

" اس کے بارے میں میں کچھ نہیں بتا سکتا"

" کیوں؟"

" اس لئے کہ بتانا نہیں چاہتا" میں نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

" اوہ۔ شاید ہماری آمد آپ کو ناگوار گزری ہے۔ دراصل آپ کی شخصیت اس قدر پُرکشش ہے کہ ہم مجبور ہو گئے"

" کس بات سے مجبور ہو گئیں؟"

" آپ سے ملاقات کرنے پر میری دوست کا خیال ہے کہ آپ فرانسیسی نہیں ہیں۔ ہم دونوں نے شرط بدلی ہے"

میں نے خاموشی سے اپنے سامنے رکھے مشروب کے آخری گھونٹ لئے اور خالی گلاس میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

" دیکھئے خاتون، مجھے آپ لوگوں سے گفتگو کا سلیقہ نہیں ہے میں نہیں جانتا کہ عورتوں سے کس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔ اس لئے میری باتیں آپ کو زیادہ پسند نہیں آئیں گی"

" اوہ ڈیئر یہی تو آپ کی گفتگو اور آپ کی شخصیت کی خوبی ہے۔ خدا جلدی سے بتا دیں کہ آپ فرانسیسی تو نہیں ہیں"

" نہیں"

" دیکھا جون۔ میں جیت گئی" دوسری لڑکی خوشی سے اچھل پڑی۔

" ہاں تم جیت گئیں۔ لیکن جناب پھر آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟" پہلی لڑکی نے کسی قدر خجالت سے کہا۔

" آسمان سے" میں نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔ اور دونوں لڑکیاں حیرت سے میری شکل دیکھنے لگیں۔

" گویا آپ کسی سیارے کے باشندے ہیں"

" جی نہیں طویل عرصہ تک آسمان میں لٹکا رہا اب نیچے گر پڑا ہوں اور سخت کوفت کا شکار ہوں" میں نے کہا۔ واقعی ذہن عجیب سا ہو رہا تھا نہ جانے کیوں ہر چیز سے بیزاری سی محسوس ہو رہی تھی۔ دونوں لڑکیاں ہنسنے لگیں۔

" آپ واقعی بور ہو رہے ہیں۔ اور جب انسان ذہنی کوفت کا شکار ہو

تو اسے چاہئے کہ وہ دوستوں کی میت قبول کرے۔"
"کیا مطلب ہے اس بات کا؟" میں نے پوچھا۔
"مقصد یہ ہے کہ آپ یہاں اس ماحول میں بیٹھے بور ہو رہے ہیں اگر آپ پسند کریں تو ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم آپ کو خوبصورت علاقوں کی سیر کرائیں گے۔" ایک لڑکی نے پیش کش کی اور میں اس پیش کش کے بارے میں سوچنے لگا تب میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔"
اور دونوں لڑکیاں خوش ہو گئیں۔ چند ساعت کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اور میں ان لڑکیوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پنکی کے اس طرح چلے جانے سے بجانے کیوں مجھے کچھ ذہنی کوفت کا احساس ہو رہا تھا۔ حالانکہ اس میں رقابت کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ میں بھلا رقابت کا شکار کیوں ہوتا؟ پنکی حیثیت ہی کیا رکھتی تھی۔ اگر یہاں اسی ہوٹل اور اسی ہال میں اگر میں چاہتا تو درجنوں لڑکیاں میری دوست بن سکتی تھیں لیکن مجھے ان کی پرواہ کب تھی۔ بہرصورت ان لڑکیوں کے ساتھ میں باہر نکل آیا۔ باہر ان کی کار موجود تھی۔ اب اس ماحول اور اس زندگی کے بارے میں اتنا کچھ ضرور جان چکا تھا کہ مجھے قدم قدم پر حیرت نہیں ہوتی تھی بلکہ تھوڑی سی خود اعتمادی میرے اندر پیدا ہو گئی تھی اور اسی خود اعتمادی کے سہارے میں اب اپنے طور پر بھی اقدامات کر سکتا تھا۔ پنکی مجھ سے سوالات کرنے کا کیا حق رکھتی ہے۔
لڑکیوں میں سے ایک پچھلی سیٹ پر میرے نزدیک بیٹھ گئی اور دوسری لڑکی اس کاہی مشین کو چلانے لگی جو گھوڑے کی طرح سڑکوں پر دوڑتی تھی۔ میں ان دونوں کے ساتھ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تب میرے نزدیک بیٹھی ہوئی لڑکی نے بڑے ہوشربا انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"آپ نے اپنا نام تک نہیں بتایا جناب؟"
"گولڈ — میرا نام گولڈ ہے۔"
"رکھنے والوں نے آپ کا نام آپ کے رنگ کی مناسبت سے رکھا ہے۔"
"کیا مطلب؟" میں نے پھر اسی انداز میں پوچھا۔
"مطلب یہ کہ آپ واقعی سونے کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں لیکن افسوس ہم آپ کے بارے میں مزید کچھ نہیں جان سکے۔"
"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ملاقات کے بعد سب کچھ جان لینے کی خواہش لوگوں کے ذہن میں ابھرتی ہے، جب کہ ہم اگر کسی کے پاس موجود ہوں تو صرف ہماری موجودگی ہی سے کام چل سکتا ہے۔"
"وہ تو ٹھیک ہے جناب لیکن بعض شخصیتیں .... کہ عام لوگوں سے الگ محسوس ہوتی ہیں اور اسی لئے ذہنوں میں جان لینے کی خواہش بھی پیدا ہو جاتی ہے۔"
"بہرصورت میں خود اپنے بارے میں نہیں جانتا۔ میری نگراں ایک لڑکی ہے جس کا نام پنکی ہے، وہی میرے بارے میں لوگوں کو تفصیلات بتاتی ہے۔ میں خود اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا۔" میں نے جواب دیا اور لڑکی حیرت سے میری شکل دیکھنے لگی۔ دوسری لڑکی بھی اپنے سامنے لگے ہوئے آئینے میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کئی بار محسوس کیا تھا۔
"تعجب کی بات ہے، اس کا مطلب ہوا کہ خود آپ کی اپنی کوئی شخصیت نہیں ہے اور وہ لڑکی آپ کی کنٹرولر ہے۔"
"کچھ بھی ہو، میں اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"
"خیر چھوڑیئے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ کچھ وقت ہمارے مہمان رہیں۔"
"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔" لڑکیاں مجھے لئے لئے بجانے کہاں کہاں پھرتی رہیں۔ بڑی حسین تفریح گاہیں تھیں اور ان حسین ترین مناظر کو دیکھ کر میں کچھ وقت کے لئے اپنی ذہنی کوفت بھول گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔
"میری واپسی کی ذمہ داری بھی تمہیں ہی قبول کرنی پڑے گی، کیونکہ میں اس شہر کے بارے میں کچھ معلومات نہیں رکھتا۔"
"اوہ مسٹر گولڈ، آپ بے فکر رہیں۔ ہم آپ کو آپ کی رہائش گاہ پر چھوڑ دیں گے۔ لیکن یہ تو بتائیے، کیا آپ کو ہمارے ساتھ سیر و تفریح کرنے میں کوفت ہوئی ہے؟" ایک لڑکی نے پوچھا۔
"نہیں۔ بلکہ میں جس الجھن کا شکار تھا وہ رفع ہو گئی ہے۔"
"آپ کی ساتھی آپ کے لئے کیا حیثیت رکھتی ہے؟"
"پنکی؟"
"جی ہاں۔ ہم ان کے نام سے واقف نہیں ہیں۔ لیکن ہم نے انہیں آپ کے ساتھ دیکھا تھا۔"
"بس وہ میری دوست ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"
"کاش ہم بھی آپ کے دوست ہوتے۔"
"تو کیا آپ اپنے آپ کو دشمنوں میں شمار کرتی ہیں؟" میں نے اس لڑکی سے کہا جس نے یہ جملے کہے تھے۔
"نہیں نہیں۔ لیکن آپ کی قربت ہمیں کہاں نصیب؟"
"آپ لوگ اگر چاہیں تو مجھ سے اس جگہ مل سکتی ہیں۔ بھلا آپ نے پہلی بار مجھ سے ملاقات کی تھی۔"
"ضرور ملیں گے لیکن ایک چیز ہمارے ذہن میں ہمیشہ الجھی رہے گی۔"
"کیا؟"
"آپ مقامی نہیں ہیں لیکن آپ کے بارے میں ہم یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکے کہ آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟"
"تم لوگ یہ اندازہ دوسری ملاقات میں لگانا، اگر اس میں بھی ناکام رہو تو پھر تیسری ملاقات بہتر رہے گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لڑکیاں بھی مسکرانے لگیں۔
وہ دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہیں اور اس کے بعد میری فرمائش پر انہوں نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ اپنی کار میں بٹھا کر وہ لوگ مجھے واپس

اسی جگہ لے چلیں جہاں سے مجھے لائی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد اس عمارت کے سامنے پہنچ گئیں جس میں میرا قیام تھا۔ میں نے اس عمارت کو پہچان لیا۔ تب ان میں سے ایک لڑکی نے کہا۔

" تو پھر ہم کل آپ کے پاس آئیں گے "

" کس وقت ؟"

" شام کو، سورج چھپے " ان میں سے ایک لڑکی نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔

وہ دونوں مجھے بہت پسند آئی تھیں اور میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس نئے ماحول میں ساتھی ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔ پنکی کو ہر وقت خود پر مسلط کئے رہنا بھی بہتر نہیں تھا اس نے مجھ سے کچھ باتیں کی تھیں اور اب مجھے یہ دیکھنا تھا کہ کس انداز میں وہ ڈھلتی ہے۔ اسے دولت مل گئی تھی، ممکن ہے کہ اب اس کے ذہن میں کچھ تبدیلیاں ہوں۔ لیکن پروفیسر، بھلا مجھے دولت وغیرہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ میں تو صرف اس دنیا کو دیکھنے کا خواہشمند تھا۔ پنکی نہ سہی، کوئی اور سہی۔ ہاں اگر وہ ساتھ رہتی تو بری نہ تھی۔ میں نے یہی سوچا تھا کیونکہ اس نے میری معیت میں بڑے بڑے دعوے کئے تھے۔ لیکن جس طرح وہ ان لوگوں کے ساتھ تنہائی میں چلی گئی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب وہ تنہا بھی اپنے طور پر کچھ سوچنے لگی ہے۔

اندر تک پہنچنے کے راستے سے گذر کر میں پہلے اس جگہ پہنچا، جہاں سے اٹھ کر گیا تھا۔ اس جگہ ہمیشہ ہی رونق رہتی تھی۔ لیکن اس وقت میں یہاں نہیں رکا۔ وہاں سے گئے ہوئے کافی دیر گذر چکی تھی۔ ممکن ہے پنکی نے مجھے تلاش کرنے کی کوشش کی ہو اور پھر میرے لئے پریشان ہو گئی ہو۔ اس لئے میں آہنی سیڑھی پر پہنچ گیا۔ اور آہنی سیڑھی نے مجھے میری منزل پر پہنچا دیا۔

اپنی رہائش گاہ کا مجھے اندازہ تھا۔ میں نے رہائش گاہ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ لیکن اندر قدم رکھتے ہی مجھے احساس ہوا جیسے کوئی خاص بات ہو۔ بس ایک احساس تھا جس کی فوراً تصدیق ہو گئی۔

پنکی کمرے کے درمیان فرش پر پڑی ہوئی تھی اور اس کے گرد خون ہی خون بکھرا ہوا تھا۔ میں نے اس کی طرف چھلانگ لگائی۔ پنکی کی گردن کی عقبی کھال جڑی رہ گئی تھی، باقی گردن کٹی ہوئی تھی۔ اس کے خوبصورت بال خون میں چپکے ہوئے تھے۔ خون کی رنگت ماند پڑ گئی تھی گویا خون نکلے ہوئے دیر ہو گئی تھی۔

لیکن ۔۔۔ لیکن یہ سب کیا ہو گیا۔ پنکی کو کس نے قتل کر دیا؟ میں نے سوچا اور پھر ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔ اتنا احمق تو نہیں تھا پروفیسر، قدیم زمانے میں بہت سے مسائل کا حل تلاش کر چکا تھا۔ مجھے وہ لوگ یاد آئے، جو پنکی سے گفتگو کر کے اسے یہاں تک لائے تھے ضرور یہ انہی کی شرارت تھی۔ لیکن کیوں؟

اور پھر مجھے پنکی کی دولت یاد آئی۔ اس وقت وہی ایک وجہ ہو سکتی تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اور پھر میں نے وہ چرمی کیس تلاش کئے جن میں دولت بھری ہوئی تھی۔ اور مجھے وہ کہیں نظر نہیں آئے۔

تو دولت کے لئے اسے قتل کر دیا گیا۔ میں نے سوچا۔ اور پروفیسر میری ذہنی کیفیت حسب معمول تھی۔ لیکن اسی وقت کمرے کے دروازے پر آہٹ ہوئی اور میں نے چونک کر باہر دیکھا۔ کئی افراد اندر گھس آئے تھے ان میں ایک شکل نمایاں تھی۔ پولیس انسپکٹر تھا۔ ہمارا سابق دشمن۔ اور بعد کا دوست اس کے پیچھے کچھ مخصوص لباس والے لوگ بھی تھے۔

" دیکھو پولیس انسپکٹر، بالآخر ۔۔۔ بالآخر اس نے میری دوست۔ آہ میری دوست " لیکن کی آواز رندھ گئی۔ میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ انسپکٹر نے وہی آہنی ہتھیار نکال لیا تھا جو میں بار ہا دیکھ چکا تھا۔

" خبردار، سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دو" انسپکٹر نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ مقامی پولیس ہے پھر وہی گورکھ دھندہ۔ حالانکہ اس شخص کا لہجہ مجھے ناگوار گذرا تھا۔ وہ میرا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ لیکن اس کے بعد ۔۔۔ اس کے بعد پھر وہی دشمنی کی فضاء اور میں یہ فضا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ میں نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ اس کے دوسرے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔ جو میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔

" آپ نے میرے ہاتھ کیوں باندھ دیئے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

" اس لڑکی کے قتل کے الزام میں" پولیس والے نے جواب دیا۔

" لیکن میں نے اسے قتل نہیں کیا"

" پھر کیا یہ خود بخود قتل ہو گئی۔ چلو باہر چلو۔ ہر قاتل ایک ہی جملہ دہراتا ہے کہ میں نے یہ قتل نہیں کیا"

" دیکھو دوست، اپنے لہجہ پر قابو رکھو۔ میرا ایک تھپڑ تمہاری گردن توڑ دے گا۔ لیکن میں تم سے تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ ۔۔۔ یہ میرے لئے کیا حیثیت رکھتی ہیں" میں نے ایک جھٹکے سے ان کی ڈالی ہوئی ہتھکڑیاں توڑ دیں اور پولیس والا اچھل پڑا۔

دوسرے لمحے ان سب نے میرے اوپر آتشیں ہتھیار تان لئے" اگر تم نے جنبش کی تو ہم تمہیں چھلنی کر دیں گے"

" تمہارے یہ ہتھیار میرے لئے بے اثر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میں تم سے تعاون کروں گا۔ تم اپنے لہجے کو قابو میں رکھو۔ جو تم کہہ رہے ہو میں وہی کروں گا"

" دوسری ہتھکڑیاں ڈالو اس کے ہاتھوں میں" پولیس افسر نے کہا۔

" بیکار ہے، میں انہیں بھی توڑ دوں گا" میں نے کہا۔ لیکن اس کے ساتھیوں نے اس کے حکم پر عمل کیا۔ میں نے خاموشی سے ہتھکڑیاں پہن لیں لیکن جونہی وہ ہٹے میں نے انہیں دوبارہ توڑ دیا۔" میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ نہ تو یہاں سے بھاگوں گا نہ تمہارے خلاف کوئی کارروائی کروں گا۔ لیکن یہ نہیں پہنوں گا"

پولیس والوں کے چہروں پر پریشانی پھیل گئی۔ انہوں نے ہتھیار بدستور میری طرف تانے ہوئے تھے۔ ہیڈ کوارٹر فون کر کے مزید پولیس طلب کر لو۔ اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا اور وہ ایک طرف رکھے ہوئے آلے کی طرف دوڑ گیا۔

خوب بھاگ دوڑ ہوتی رہی۔ نہ جانے کیا کیا ہوا جو میری سمجھ سے باہر تھا۔ میں اس دوران خاموش تماشائی بنا رہا تھا۔ لیکن مجھے سخت الجھن تھی کسی نے پنکی کی دولت ہتھیانے کے لئے اسے قتل کر دیا تھا اور یہ لوگ مجھے اس کا قاتل سمجھ رہے تھے۔

بے شمار افراد آ گئے، اور اپنی دانست میں وہ مجھے قابو میں کر کے لے چلے۔ ایک عظیم الشان عمارت میں مجھے لے جایا گیا اور ایک قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ لیکن یہ قید خانہ بھی بہت عمدہ تھا اور یہاں بھی ساری سہولتیں مہیا تھیں۔

پنکی کی موت کا اب مجھے بھی افسوس ہو رہا تھا۔ بے چاری نہ جانے کتنی حسرتیں دل میں رکھتی تھی۔

لیکن پروفیسر، یہ تو ازل سے ہوتا آیا ہے۔ انسان بے شمار حسرتیں لے کر پیدا ہوتا ہے اور انہیں پورا کئے بغیر واپس چلا جاتا ہے، اس کی عمر ہی کتنی ہوتی ہے اور حالات اس مختصر سی زندگی کو بھی چھین لیتے ہیں۔

قید خانے میں الگ الگ حصے بنے ہوئے تھے۔ کچھ دوسرے لوگ بھی وہاں نظر آ رہے تھے۔ شاید یہ بھی کسی ایسے ہی الزام کا شکار تھے۔ ان میں سے کچھ مجھے دیکھ بھی رہے تھے۔ پھر ایک شخص جو مجھ سے بالکل قریب تھا میرے نزدیک آ گیا اور کہنے لگا۔

" ہیلو مسٹر، آپ کس الزام میں یہاں آئے ہیں؟"

میں نے خاموش نگاہوں سے اسے دیکھا اور اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ شخص مسکرانے لگا اور بولا۔

" بھائی یہ جگہ باہر کی جگہ سے مختلف ہے یہاں آنے کے بعد بہت سی باتوں کو بھول جانا پڑتا ہے۔ کیا کر کے آئے ہو کچھ بتاؤ تو سہی۔"

" ضروری ہے کیا؟" میں نے سوال کیا۔

" بہت ضروری بھی نہیں ہے لیکن ایک دوسرے سے جان پہچان پیدا کرنے کا یہی ایک طریقہ ہوتا ہے۔ کیا تم تنہا ہی یہاں وقت گذارو گے؟"

" میں سوچوں گا کہ مجھے کس طرح وقت گذارنا چاہئے۔" میں نے جواب دیا اور وہ شخص چند ساعت میری شکل دیکھتا رہا پھر شانے اچکا کر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

میں درحقیقت تنہائی کا خواہش مند تھا۔ سوچنا چاہتا تھا کہ یہ سب کیا ہوا اور اب اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہئے۔

دیر تک میں سوچتا رہا اور میرے ذہن کے تاریک خانے کھلتے چلے گئے۔ سب سے پہلی بات جو مجھے چبھ رہی تھی وہ بیکن کی موجودگی تھی بیکن نے جس طرح جہاز پر خود کو بدلا تھا۔ اور اپنے آپ اپنا کو دوست بنانے کی کوشش کی تھی۔

اوہ ۔ کیا اس ساری کارروائی میں بیکن کا ہی ہاتھ ہو سکتا ہے۔ وہ ہماری دولت حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔

جہاز پر اسے میرے ہاتھوں شکست ہوئی تھی اور لابخ کا مال حاصل کرنے میں وہ بری طرح ناکام رہا تھا۔ اس کے بعد وہ گریٹ مین کے عتاب کا شکار ہوا۔ ان ساری چیزوں سے مجبور ہو کر اس نے یہی فیصلہ کیا ہو گا کہ فوری طور پر خود کو ہمارا دوست بنا لے۔ اس کے بعد کسی مناسب وقت کی تلاش میں رہے۔ اور اس کے بعد جب ہم اس بندرگاہ پر آ کر اترے تو وہ اپنے طور پر ہمارے پیچھے لگا رہا ہو گا۔ اس نے پتہ لگا لیا ہو گا کہ ہم لوگ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

اور پھر ۔ پھر میرے ذہن کے خانے خود بخود روشن ہو گئے اور پروفیسر، یہ صدیوں کا تجربہ تھا جو اس طرح میرے ذہن میں روشنی پیدا کرتا جا رہا تھا۔

یقینی طور پر وہ لوگ جنہوں نے پنکی سے ملاقات کی تھی بیکن ہی کے آدمی ہوں گے۔ انہوں نے پنکی کو اس کے کمرے میں لے جا کر قتل کر دیا۔ ادھر وہ لڑکیاں جو میرے نزدیک آ گئیں تھیں وہ بھی یقینی طور پر بیکن ہی کی ساتھی تھیں۔ انہوں نے مجھے وہاں سے ہٹانے کے لئے جال پھینکا اور اتنا وقت میرے ساتھ گذارا کہ بیکن کے ساتھی اپنا کام بخوبی کر سکیں۔ اور پھر وہ مجھے چھوڑ گئیں۔

بیکن نے یہی سوچا ہو گا کہ میں کمرے میں آؤں گا اور اس کے بعد۔ اس کے بعد بیکن نے پولیس سے رابطہ قائم کر لیا۔ اور اس وقت جب میں کمرے میں موجود تھا بیکن پولیس لے کر آ گیا۔

سیدھی اور صاف سی بات تھی۔ گویا دولت بیکن کے ہاتھ لگ چکی تھی پنکی قتل ہو چکی تھی اور میں پولیس کے قبضے میں تھا۔

میں ششدر رہ گیا۔ اس دور کے انسان کی ذہانت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن یہ ذہانت خاص طور سے مجرمانہ کارروائیوں کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ انہوں نے ترقی کی تھی اور تہذیب کو بجانے کہاں سے کہاں لے گئے تھے۔ لیکن ان کی یہ ترقی انسانیت کے لئے تکلیف دہ تھی۔ اس سازشی شخص کے بارے میں میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔

یہ تو غلط بات ہے۔ پھر اب یہ لوگ میرا کیا کریں گے؟ میں نے سوچا اور مجھے جھنجھلاہٹ ہونے لگی۔

مجھے ایک لمحے کے لئے یہ خیال بھی آیا کہ سلانوس نے اچھا ہی کیا جو یہ دنیا چھوڑ کر چلا گیا۔ اس دنیا میں تو بڑی گندگی، بڑی غلاظت ہے۔ اس سے قبل بھی . . . . ہنگامے ہوتے تھے۔ درندگی اور وحشت کے مظاہرے دیکھنے میں آتے تھے۔ ایک دوسرے کے ملک پر قبضہ کرنے کے لئے ہر قدر کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا تھا۔ لیکن آج کی دنیا میں ہر شخص دوسرے شخص کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ لوگ کسی کی جیب میں کچھ نہیں دیکھ سکتے

یہ دنیا تو بڑی ہی افراتفری کا شکار ہے۔ کیا اس دنیا میں انسان خوشی کے ساتھ زندگی گذار سکتا ہے۔ میں نے سوچا اور پھر یہ فیصلہ کیا پروفیسر کہ موجودہ دنیا سب سے زیادہ انتشار کا شکار ہے۔

لیکن مستقبل کا یہ دور اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکتا تھا اور نہ ہی اس میں کوئی ترمیم کی جا سکتی تھی۔ میں تو مستقبل بھی دیکھ رہا تھا۔ یعنی آنے والا وقت۔ یہ وہ لوگ تھے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور کیسی انوکھی بات تھی لیکن افسوس اب مجھے اسی دور میں رہنا تھا۔ مجھے صدیاں یہیں گذارنی تھیں اور جب یہ دور اپنے وقت پر آ جاتا اور وقت اس سے آگے بڑھ جاتا تب میں کسی نئی دنیا کو دیکھ سکتا تھا۔ ورنہ مجھے اسی دور میں گذر کرنا تھا۔

پروفیسر، اس احساس سے مجھے الجھن سی ہونے لگی تھی۔ میں چاہتا تو کسی ویرانے کو اپنا مسکن بنا سکتا تھا اور کسی بھی غار میں سو کر اس دور کے گذر جانے کا انتظار کر سکتا تھا لیکن اپنی ذہنی کیفیت پر میں خود بھی حیران تھا۔ بعض اوقات اس دنیا کے تجربے مجھے خود بھی حیران کن لگتے تھے۔ لیکن بعض اوقات جو ذہنی کوفت ہوتی تھی اس کا کوئی سدِباب میرے ذہن میں نہیں آتا تھا۔

بہرحال اس کے باوجود میں ابھی کوئی ایسی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے اس دنیا میں وقت گذارنے میں دقتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ ہاں اس وقت تک سکون سے گذاروں گا جب تک بالکل ہی مجبوری نہ پیش آ جائے۔

لیکن اس کے لئے اس دنیا کے سامنے تھوڑا سا کھلنا پڑے گا۔ اب تک میں دوسروں کا آلۂ کار بنا رہا تھا۔ لیکن اب میں خود بھی اپنی حیثیت کا اظہار کروں گا۔ یہ ضروری ہے ورنہ یہ دنیا مجھے سکون سے نہیں بیٹھنے دے گی۔ میں خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد کچھ پولیس کے لوگ آئے۔ انہوں نے میرے کمرے کا تالا کھولا اور مجھے باہر آنے کے لئے کہا۔

• "کیوں؟ کیا تم لوگوں کا شبہ رفع ہو گیا؟"

• "کیسا شبہ؟"

• "کیا تمہیں اس بات کا یقین آ گیا کہ میں نے پنکی کو قتل نہیں کیا ہے۔"

• "ابھی معلوم ہو جائے گا۔" ان میں سے ایک نے نرم لہجے میں کہا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ ان لوگوں کا رویہ نرم تھا۔ پھر مجھے ایک بہت ہی خوبصورت کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں چند بارعب لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

ایک آدمی ان میں نمایاں تھا۔ لیکن اس کا چہرہ بے حد کرخت تھا۔ اس نے گھورتی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ پھر اس نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ اور میں بیٹھ گیا۔ دوسرے لوگ کھڑے ہی رہے تھے۔

• "کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے پوچھا۔

• "گولڈ۔"

• "کونسے ملک سے تعلق رکھتے ہو؟"

• "اس کا فیصلہ آج تک کوئی نہیں کر سکا۔"

• "کیا مطلب؟"

• "میں تو دنیا گرد ہوں۔ کسی ایک ملک سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔" میں نے کہا

• "بہت خوب، کہیں نہ کہیں تو پیدا ہوئے ہو گے؟"

• "پیدائش کا وقت مجھے یاد نہیں۔"

• "والدین بھی یاد نہ ہوں گے۔" اس نے مضحکہ اڑانے کے انداز میں کہا۔

• "ہاں۔ ایسی ہی بات ہے۔"

• "کسی سونے کی کان میں پرورش پائی ہو گی۔"

• "میں تمہیں مذاق اڑانے کا حق نہیں دیتا۔ خود کو سنبھالو۔" میں نے کہا اور اس شخص کے بدن کو جھٹکا سا لگا۔

• "میرا نام ایلیک ہے، اور لوگوں کا خیال ہے کہ میں بگڑے ہوئے لوگوں کو ٹھیک کرنے میں خاصی مہارت رکھتا ہوں۔"

• "دھمکی دے رہے ہو؟" میں نے اسے خونخوار نگاہوں سے گھورا۔

• "اوہ نہیں نہیں۔ آؤ گفتگو کا انداز بدل دیتے ہیں۔ لیکن تم بھی مجھ سے تعاون کرو۔" اس نے نرمی اختیار کی۔

• "کیوں بلایا ہے مجھے؟"

• "اس قتل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے۔"

• "پوچھو، کیا پوچھنا ہے۔"

• "تم نے اسے کیوں قتل کیا؟"

• "وہ میری دوست تھی۔ اور میں دوستوں کو قتل نہیں کرتا۔"

• "گویا تم اس قتل سے انکار کرتے ہو؟"

• "ہاں۔ میں نے اسے قتل نہیں کیا۔"

• "تم نے اس کی دولت کہاں چھپائی ہے؟" اس نے سوال کیا۔

• "دولت؟" میں نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔

• "ہاں۔ میں دولت ہی کی بات کر رہا ہوں وہ دولت جو پنکی کے پاس موجود تھی اور جسے تم نے غائب کر دیا ہے۔"

• "میرے دوست، مجھے دولت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں کاغذ کے ان ٹکڑوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ کیونکہ یہ میرا مشن نہیں ہے میں تو دنیا گرد ہوں، صرف دنیا دیکھنے کا خواہش مند، اور تمہاری اس دنیا میں مجھے بہت دلچسپ تجربات حاصل ہوئے ہیں۔"

• "فلاسفر بننے کی کوشش نہیں کرو۔ کیا تم کوئی اوتار ہو اور پہاڑوں سے اتر کر آئے ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو خود کو اتنا صاف ستھرا انسان ثابت کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہو۔" اس شخص نے کہا۔

"دیکھو دوست، مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اس سے آگے کہنا ضروری نہیں سمجھتا۔ باقی سارے فیصلے کرنا تمہارا کام ہے۔" میں نے کہا۔ پولیس والا مجھے عجیب سی نگاہوں سے گھورنے لگا تھا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا

"تو تمہارے خیال میں پنکی کو کس نے قتل کیا ہے؟"

"بیکن نے۔" میں نے جواب دیا اور وہ چونک پڑا۔

"یہ بات تم کس طرح کہہ سکتے ہو؟"

"میرا اندازہ ہے وہ شروع ہی سے پنکی کی دولت کا خواہش مند تھا۔"

"اوہ۔ کس طرح؟"

"بیکن اگر میرے سامنے آجائے تو میں اس سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے ان سوالات کی روشنی میں تمہارے اس سوال کا جواب بھی مل جائے۔" میں نے جواب دیا اور اس شخص نے سامنے کھڑے ہوئے ایک اور آدمی کی جانب دیکھا پھر شاید اس نے اسے کچھ اشارہ کیا تھا اور وہ شخص واپس چلا گیا۔

چند ساعت کے بعد میں نے بیکن کو اسی شخص کے ساتھ اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ گویا بیکن بھی قریب ہی موجود تھا۔

"مسٹر بیکن آپ کا یہ دوست تو کچھ اور ہی کہانی سنا رہا ہے۔"

پولیس افسر نے مسکراتے ہوئے بیکن سے کہا اور بیکن بھی مسکرانے لگا۔

"جی ہاں جناب ضرور سنا رہا ہوگا ہر شخص ایسی ہی کہانیاں سنایا کرتا ہے۔" اس نے کہا اور دونوں مسکرانے لگے مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ دونوں میرا مذاق اڑا رہے ہیں اور مجھے ان سے نفرت محسوس ہونے لگی تھی۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اب میں برداشت نہ کروں اور ان کے خلاف کوئی کارروائی کر ہی ڈالوں۔

"تو مسٹر بیکن آپ سنائیے آپ اس سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"اس شخص کو میں جانتا ہوں نہ جانے کیوں یہ پنکی کے ساتھ تھا اور میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ پنکی اس سے خوفزدہ رہتی ہے، اس نے کئی بار مجھ سے اس بات کا اظہار بھی کیا تھا۔ حالانکہ میں نے پنکی کو مشورہ دیا کہ وہ اس شخص سے کنارہ کشی اختیار کرے لیکن نہ جانے کس طرح اس نے اسے اپنے جال میں پھانسا ہوا تھا۔ اس وقت جب آپ نے پنکی کی لاش دریافت کی تھی اس سے تقریباً آدھا گھنٹہ قبل پنکی نے فون پر مجھ سے کہا کہ اسے اپنی زندگی کا خطرہ ہے۔ میں اس کی زندگی بچانے کی کوشش کروں۔ میں نے اس سے تفصیلات پوچھیں تو اس نے جواب دیا کہ تفصیلات بتانے کا وقت نہیں ہے جلدی کرو۔ اور میں نے پولیس سے رابطہ قائم کیا۔ پولیس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد جب میں پولیس آفیسر کو لے کر اس ہوٹل میں پہنچا جہاں میری دوست پنکی مقیم تھی تو ہم نے اس شخص کو اس کمرے میں دیکھا جہاں پنکی کی گردن کٹی ہوئی پڑی تھی اور جناب یہ شخص انتہائی طاقت ور ہے جس طرح پنکی کو ذبح کیا گیا ہے اس سے اس کی طاقت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔" بیکن نے کہا اور متحیرانہ انداز میں اس شخص کی صورت دیکھنے لگا۔ کتنا چالاک تھا یہ اور فضول بکواس کرنے میں کتنا ماہر۔ بیکن بیباکی سے میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"تم نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے بیکن؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں نے جو کچھ پولیس آفیسر کو بتایا ہے اس میں ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں ہے۔"

"اور کیا تم لوگوں نے اس شخص کی بات پر یقین کر لیا؟" میں نے اس بار پولیس والوں سے پوچھا۔

"کیوں نہیں، مسٹر بیکن ایک معزز آدمی ہیں اس بات کا ثبوت ہمارے پاس موجود ہے اور پھر پنکی ان کی دوست تھی۔ انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے اور ہمیں اس بات پر بھروسہ ہے۔"

"تب پھر جو تمہارا دل چاہے کرو، میں تو چاہتا تھا کہ تمہاری اس دنیا میں انتشار نہ پھیلا ہو۔ لیکن اگر تم مجھے اس پر آمادہ کرنے پر تلے ہوئے ہو تو پھر میں بھی مجبور ہوں۔"

"اس بات سے تمہاری کیا مراد ہے؟" پولیس افسر نے بھنویں سکیڑ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں، میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

"لیکن میرے دوست ہم قاتلوں سے ان کا جرم اگلوانے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔" پولیس والے نے کہا اور پھر اپنے ایک ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "لے جاؤ مسٹر گولڈ کو اور انہیں بھلا کر اس شکل کا بنا دو جس کا ہم چاہتے ہیں۔" اس کے انداز میں تمسخر تھا اور میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ ان سارے لوگوں کو ٹھیک کر دوں گا۔ اس شخص کے کمرے سے میں دو لوگوں کے ساتھ خاموشی سے نکل گیا اور پھر اس دوسرے کمرے تک بھی میں اسی خاموشی سے پہنچا جس میں وہ لوگ مجھے لے گئے تھے۔

یہ کمرہ بھی عجیب و غریب تھا۔ اس میں دیواروں پر گول گول آلات لگے ہوئے تھے جو میری سمجھ میں تو قطعی نہیں آئے۔ پھر مجھے اس کمرے کے درمیان بچھی ہوئی کرسی پر لے جایا گیا اور بیٹھنے کا حکم دیا گیا۔ میرے نزدیک کھڑے ہوئے پولیس افسر نے مجھ سے کہا کہ میں اس پر بیٹھ جاؤں اور میں بیٹھ گیا تب چند دوسرے لوگوں نے نہ جانے کیا کیا کہ چاروں طرف سے تیز روشنی میرے بدن پر پڑنے لگی اور میری آنکھیں اس روشنی میں چکاچوند ہونے لگی تھیں۔

"ہاں مسٹر گولڈ سب سے پہلے آپ یہ بتائیے کہ آپ نے وہ دولت کہاں چھپائی ہے جو آپ نے پنکی کے کمرے سے حاصل کی تھی؟" پولیس افسر نے سوال کیا۔

"تم سب گدھے ہو بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ہلکی سی آواز کمرے میں گونج اٹھی اور سرخ روشنی

کی ایک شعاع میرے پیروں پر پڑی۔ یہ تیز اور گرم روشنی تھی۔ شاید جلا دینے والی لیکن میرے پیروں پر پڑ کر مجھے ہلکی سی گدگدی کا احساس دلا رہی تھی۔ یہ گرمی تو میرے بدن کی غذا تھی۔ وہ لوگ اسے تیز کرتے چلے گئے اور تپش میرے جسم کو سرشار کرنے لگی۔ میرے بدن میں سُرور انگیز پھریریاں دوڑ رہی تھیں۔ اور مجھے ان کی یہ حرکت بہت پسند آئی تھی چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" کیا ان شعاعوں کو تم پورے جسم پر منعکس نہیں کر سکتے؟"

" خوب۔ تو اب تم اذیت پسند ہونے کا اظہار کرنے لگے۔ ٹھیک ہے میرے دوست ہم تو بہت کچھ کر سکتے ہیں؟" انہوں نے کہا اور پھر ان میں سے دو آدمی باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر سے آواز آئی۔

" سب ٹھیک ہے جناب، آپ لوگ باہر آ جائیے؟" اور باقی لوگ بھی کمرے سے باہر نکل گئے۔ میں اب اس کمرے میں تنہا تھا اور سرخ شعاع اب بھی میرے جسم پر جگہ جگہ ناچ رہی تھی۔ پھر نہ جانے کیا ہوا کہ اس شعاع کا حجم بڑھ گیا اور اس نے پوری طرح میرے بدن کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ پروفیسر! خوب تھے یہ لوگ بھی۔ دشمنی کر رہے تھے۔ لیکن میرے لئے ان کی دشمنی دوستی تھی۔ اس تیز آنچ کا میرے لباس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ لیکن میرا جسم پوری طرح اس کی تپش محسوس کر رہا تھا اور وہ شاید اس کی تپش بڑھاتے جا رہے تھے۔ یہ بات میرے لئے بڑی کشش انگیز تھی۔ میں سرور میں ڈوبا بیٹھا رہا اور وہ لوگ شاید اس بات کے منتظر رہے کہ اب میری چیخیں اور دھاڑیں گونجیں گی۔ لیکن کافی دیر تک میں خاموش رہا تو روشنی خود بخود مدھم پڑتی چلی گئی اور اس کے بعد اس کی تپش بالکل ختم ہو گئی لیکن میرا بدن جو حرارت حاصل کر چکا تھا اس نے میرے ذہن سے ساری کاہلی دور کر دی تھی اور میں آنے والے ہر حادثے کے لئے تیار تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ نجانے وہ ذہن میں کیا خیال لے کر آئے تھے لیکن مجھے دیکھ کر وہ چونک پڑے۔

" ارے یہ تو ہوش میں ہے، ٹھیک ہے بالکل ٹھیک" ان میں سے ایک نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

" کمال کی بات ہے، قریب سے تو دیکھو؟" دوسرا بولا اور وہ لوگ میرے قریب آ گئے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

" بے وقوف لوگو! بالآخر تم لوگوں نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں تمہارے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کر دوں۔ یہ معمولی سی تپش جو تم نے میرے بدن کو پہنچائی ہے، میری زندگی کے لئے ایک طاقت کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں تو آگ میں نہانے والا ہوں۔ تم کمزور لوگ شاید میری ان باتوں کو بے وقوفی پر محمول کرو لیکن میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اگر اس سے تیز آنچ میرے بدن کو پہنچاؤ۔ . . . . اور مجھے کوئی نقصان پہنچا سکو تو میں تمہاری ہر بات مان لوں گا"

آنے والے حیرت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور پھر ان میں سے ایک نے گردن ہلاتے ہوئے۔

" پاگل معلوم ہوتا ہے!!"

" لیکن اس کے بدن کو تو واقعی کوئی نقصان نہیں پہنچا؟"

" خدا جانے کیا بات ہے؟"

" بہر صورت آؤ اطلاع دیں" انہوں نے کہا اور دونوں بادل ناخواستہ باہر نکل گئے۔ میرے ہونٹوں پر بدستور مسکراہٹ پھیلی رہی۔۔۔ اب وقت آ گیا تھا کہ میں اس دور اور اس نئی دنیا میں بھی اپنا کھیل شروع کر دوں۔ میں نے پُرامن انداز میں اس دنیا کو جاننے کی کوشش کی تھی لیکن وہی مسائل یہاں بھی پیش آ گئے تھے جو گذرے ہوئے ادوار میں میرے لئے وبالِ جان بن جاتے تھے پروفیسر، اور اب مجبوری تھی۔ میں کرتا بھی کیا سوائے اس کے کہ ان مسائل سے نمٹنے کی کوشش کروں۔

بعد میں آنے والے کئی افراد تھے جن میں وہ بڑا افسر بھی شامل تھا۔ البتہ بیکن ان کے درمیان موجود نہیں تھا شاید وہ چلا گیا تھا۔ بڑا افسر بالکل میرے سامنے آ گیا اور میری آنکھوں میں گھورتے ہوئے بولا۔

" کیا حال ہے تمہارا؟"

" ٹھیک ہوں۔ تم بتاؤ تمہاری ذہنی کیفیت کیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ بغور مجھے دیکھنے لگا۔

" ہوں۔ تو تم اپنے آپ کو بہت زیادہ مضبوط اللسان ظاہر کرنا چاہتے ہو لیکن یہ پولیس ڈیپارٹمنٹ ہے دوست! یہاں ہر قیمت پر زبانیں کھل جاتی ہیں؟"

" میں بھی تو یہی چاہتا ہوں کہ میری زبان کھل جائے"

" تو تم نہیں بتاؤ گے کہ پنکی کو کس نے قتل کیا؟"

" میں تو بتا چکا ہوں اب تمہاری عقل ہی تمہارا ساتھ نہ دے تو میں کیا کر سکتا ہوں"

" اسے بند کر دو، ہم دیکھیں گے کہ یہ کس قدر قوتِ برداشت رکھتا ہے" افسر نے کہا اور پھر وہ دوسرے لوگوں کو ہدایت کر کے وہاں سے چلا گیا۔ اب چند افراد اس کمرے میں رہ گئے تھے اور یہ وہ تھے جنہیں ان کا افسر ہدایات دے کر گیا تھا۔ میں ان کے آئندہ اقدام کا انتظار کرنے لگا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

" دیکھو دوستو! میں جانتا ہوں کہ تم کرائے کے ٹٹو ہو۔ تم میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک مت کرنا کہ مجھے غصہ آ جائے"

ان لوگوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور پھر پریشان سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

" دیکھو دوست، ہم تمہارے ساتھ کوئی سختی نہیں برتنا چاہتے تمہیں موقع واردات پر گرفتار کیا گیا ہے۔ اس لئے تم لاکھ کوشش کرو اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر سکتے۔ بہتر یہ ہے کہ پولیس کے سامنے اقرارِ جرم کر لو اس کے بعد مقدمہ قائم ہو گا۔ عدالت میں تم اپنی حفاظت کے لئے جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہو کر لینا"

" لیکن میں نے جو جرم نہیں کیا میں اس کا اعتراف کس طرح کر لوں تمہارا مشورہ مخلصانہ ہے لیکن میں اس شخص سے بے پناہ نفرت کرنے لگا ہوں جس نے اپنا جرم میرے سر لادنے کی کوشش کی ہے اور چونکہ تمہارے اس ساتھی نے میرے بجائے اس شخص کو اہمیت دی ہے جو اصل مجرم ہے۔ اس لئے میں بھی تم سے تعاون کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ میں تو ایک جہاں گرد ہوں دنیا دیکھنے کا خواہش مند۔ اب اگر تم چاہتے ہو کہ میں وہی حیثیت اختیار کر لوں جو تمہارے لئے تکلیف کا باعث بن جائے تو پھر یہی سہی۔"

" تب پھر اٹھو اگر تمہاری زبان نہ کھلوا سکے تو یہ ڈیپارٹمنٹ تو بالکل ہی ناکارہ کہلائے گا۔"

تو پروفیسر، میں اٹھ گیا ان لوگوں کے بارے میں میں جانتا تھا کہ یہ صرف کرائے پر مرنے والے ہیں۔ اگر میں ان سے ان کی زندگی چھین لوں تو کوئی خاص کارنامہ انجام نہیں دوں گا۔ میں تو ان بڑے لوگوں سے نمٹنا چاہتا تھا جنہوں نے انہیں ہدایات دی تھیں۔ سو وہ مجھے لئے ایک قید خانے کے قریب پہنچ گئے جس کے دروازے پر موٹی سلاخوں والا آہنی جال تھا۔

ان میں سے ایک نے تالا کھولا اور مجھ سے اندر چلنے کی درخواست کی میں نے غصیلی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور بولا۔

" کیا یہ کمرہ میری نئی رہائش گاہ ہے؟"

" ہاں اب تم یہاں آرام کرو۔"

" ٹھیک ہے دوستو، لیکن اس آہنی دروازے کو کھلا رہنے دو۔"

" یہ لاک اپ ہے تمہاری خالہ کا گھر نہیں۔" میرے اندر جانے کے بعد ان میں سے ایک نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

" تب ذرا رکو اور اسے بھی اپنے ساتھ ہی لیتے جاؤ۔" میں نے دروازے کی موٹی سلاخوں کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لے کر قوت صرف کی اور آہنی پھاٹک کو اس کی جگہ سے نکال کر ان کے سامنے ڈال دیا۔ موٹی فولادی سلاخیں اپنے ساتھ پتھر کے ٹکڑوں کو بھی لے آئیں اور وہ لوگ خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ گئے تھے۔

دوسرے لمحے انہوں نے زور زور سے سیٹیاں بجانا شروع کر دیں اور بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے میں اب انہیں زچ کرنے پر تل گیا تھا۔ میں نے اس کمرے سے نکلنے کی کوشش نہیں کی۔

وہ سب باہر کھڑے ہوئے چہ میگوئیاں کر رہے تھے اور اکھڑے ہوئے دروازے کو دیکھ کر اس کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔

پھر وہی پولیس افسر وہاں آگیا جس نے مجھے پہلے قید خانے میں بھیجا تھا۔ دروازے کو دیکھ کر اس کی حالت بھی دوسروں سے مختلف نہ تھی چند ساعت وہ ان لوگوں سے گفتگو کرتا رہا اور پھر میرے پاس پہنچ کر بولا۔

" تم اپنے آپ کو سپر مین اور پولیس کو بے حقیقت سمجھتے ہو جو اس نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

" ہاں۔ اب تو یہی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔

" لیکن تم پولیس سے ٹکر نہ لے سکو گے۔"

" میں دیکھوں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور میں تمہیں بھی دعوت دیتا ہوں کہ تم مجھ پر وہ حربے آزماؤ جنہیں تم میری قوت برداشت کا تجزیہ کر کے آہستہ آہستہ آزمانا چاہتے ہو۔ کیونکہ میں بھی چاہتا ہوں کہ یہ کھیل جلد از جلد ختم ہو جائے اور تم میری حقیقت کو پہچان لو۔ مجھے اس بات سے سخت اختلاف ہے کہ تم نے ایک مجرمانہ ذہنیت کے انسان کو مجھ پر ترجیح دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری بات پر یقین کر لو۔ پنکی میری دوست تھی۔ لیکن سے اس کی دولت ہتھیانے کے لئے اسے قتل کیا اور الزام میرے سر ڈال دیا۔"

" لیکن تمہیں اس وقت اس کمرے میں دیکھا گیا جب پنکی کو قتل کیا گیا تھا۔"

" یہ بات بھی تمہاری ناتجربہ کاری کا ثبوت ہے۔"

" کیا مطلب؟" پولیس افسر نے پوچھا۔

" کیا تمہارے خیال میں پنکی اسی وقت قتل ہوئی تھی جب پولیس وہاں پہنچی ہے؟" میں نے پوچھا۔

" ہاں۔ مجھے یہی رپورٹ ملی ہے۔"

" لیکن میرا خیال مختلف ہے۔"

"کیوں ؟"

"پولیس کے پاس اس وقت کی تفصیل ضرور ہوگی جب پولیس وہاں پہنچی اور اس وقت پنکی کے بدن سے نکلا ہوا خون جم چکا تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے اس وقت سے کافی پہلے قتل کیا گیا اور اس سے کافی پہلے سے میں وہاں موجود نہیں تھا۔"

پولیس افسر کی نگاہوں سے الجھن کے آثار پیدا ہو گئے پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اگر یہ بات ہے مسٹر گولڈ تو پھر مجھے موقع دو کہ میں اس سلسلے میں دی گئی رپورٹ کو دوبارہ پڑھوں۔"

"بہتر یہی ہے میرے دوست کہ تم پہلے اپنی کارکردگی کو درست کرو اور اس کے بعد مجھے مجرم ثابت کرو۔" میں نے حقارت سے کہا اور پولیس افسر میرے اس حقارت بھرے لہجے کو پی گیا۔ اس نے نرم انداز میں کہا۔

"تب تم پولیس سے تعاون کرو۔"

"کیسا تعاون؟"

"ہمیں اطمینان سے کام کرنے کا موقع دو تاکہ ہم حقیقت معلوم کر سکیں۔"

"لیکن اس سے پہلے تم میرے ساتھ جو سلوک کر چکے ہو جس سے میرے ذہن میں تمہارے لئے دوستی کا تصور ختم ہو چکا ہے۔ چنانچہ میں ابھی یہاں سے نہیں جاؤں گا لیکن جس جگہ مجھے رکھا جائے وہاں میری ضروریات کی تمام چیزیں موجود رہیں۔ اور اس جگہ کوئی دروازہ نہ ہو یا پھر دروازہ ہو تو بند نہ ہو۔ میں اس سے زیادہ تعاون نہیں کر سکتا۔"

تب پروفیسر تھوڑی دیر تک تو پولیس افسر پریشان نظر آتا رہا پھر اس نے کہا۔ "اچھی بات ہے تم یہیں رہو اور تمہاری خواہش کے مطابق اب اس قید خانے میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔"

پھر وہ چلا گیا لیکن قید خانے سے کافی دور پولیس کے بے شمار مسلح جوانوں کو جمع کر گیا تھا۔

مجھے ہنسی آگئی، میں نے خوب پریشان کیا تھا ان لوگوں کو کہ وہ بُری طرح عاجز آگئے مجھ سے اور کوئی بس نہ چلتا تھا ان کا میری ذات پر، سو نہ انہوں نے کوشش کی مجھے پریشان کرنے کی اور میں نے بھی سوچا کہ کچھ وقت یہیں گزارا جائے اور انتظار کیا جائے کہ وہ لوگ مجھے بے گناہ سمجھ لیں اور کوئی حرج نہ تھا اس انتظار میں۔

چنانچہ میں یہاں انتظار کرتا رہا، اور وہ دور ہی دور سے میری نگرانی کرتے رہے۔ بھلا یہ بات ان کے بس میں کہاں تھی کہ وہ مجھ سے مزید کچھ معلوم کر سکتے۔

کئی روز گزر گئے۔ اس دوران میری آسائشوں کا خیال رکھا گیا تھا۔ اور مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ لیکن پانچویں دن پھر ان کی شامت آگئی۔ صبح کا وقت تھا کہ چند لوگ مجھے اپنی طرف آتے نظر آئے۔ ان میں کچھ نئے چہرے بھی تھے جن میں نمایاں ایک بوڑھا آدمی تھا۔ بلند و بالا قد کا ایک شخص جس کے سارے بال سفید تھے اور چہرہ گلابی، وہ بہت اچھی صحت کا مالک تھا۔ میرے نزدیک وہ مسکراتا ہوا آیا۔

"ہیلو گولڈ!" وہ بے تکلفی سے بولا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیسے مزاج ہیں تمہارے؟"

"کیا ہم شناسا ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، لیکن بن جائیں گے۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"تم سے کچھ وقت لینا چاہتا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"کچھ دوستانہ گفتگو کروں گا۔"

"مکاری کر رہے ہو، اور تمہارے خیال میں میں تمہارے اوپر بھروسہ کر لوں گا۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"تھوڑی دیر کے لئے کیا حرج ہے۔ میرا نام آئزک پیٹر ہے اور میں ایک سائنسداں ہوں۔ بس تھوڑا سا وقت چاہتا ہوں۔ اگر تم میرے پاس بیزاری محسوس کرو تو واپس چلے آنا۔ تمہیں کون روک سکتا ہے؟"

"ہوں۔" میں نے اس کی چکنی چپڑی باتوں پر غور کیا۔ نہ جانے کیا چاہتا تھا۔ مجھے یہاں سے نکلنے کا موقع مل رہا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ یہاں سے اسی طرح نکلا جائے۔ چنانچہ میں نے گردن ہلادی۔ "ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔"

"ویری گڈ۔" آئزک نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن قیدی کی حیثیت سے نہیں، اس بات کا خیال رکھنا۔"

"اوہ نہیں میرے دوست، دوست قیدی نہیں ہوتے۔ آؤ۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پولیس آفیسرز اس شخص کا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ ایک بڑی گاڑی میں بیٹھ کر ہم چل پڑے۔ آئزک پیٹر میرے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا۔ مجھ پر نظر پڑتی تو وہ دوستانہ انداز میں مسکرا دیتا۔

یوں ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا پروفیسر اور دیکھنا یہ تھا کہ اب یہ مسٹر آئزک کیا چاہتے تھے۔"

"تم تو اب باقاعدہ انگریزی کے الفاظ استعمال کر رہے ہو۔" فرزانہ نے مسکرا کر کہا اور وہ چونک کر فرزانہ کو دیکھنے لگا۔

"میں نے ہمیشہ وقت کی زبان بولی ہے، ماحول کی زبان سمجھنے میں مجھے کبھی کوئی دقت نہیں پیش آئی اور اس سلسلے میں میں نے کبھی خود کو مشکل میں نہیں پایا۔ احساسات کے اظہار کے لئے الفاظ کی ساخت بدل جاتی ہے مفہوم نہیں۔ اور میں نے مفہوم سے ساخت تلاش کی ہے۔"

پروفیسر خاور گردن ہلا رہا تھا۔

آئزک پیٹر جس عمارت میں مجھے لے گیا وہ سُرخ پتھروں سے بنی ہوئی تھی گو اس کی شکل پرانے دور کے بادشاہوں کے محلات کی سی تو نہیں تھی لیکن طرزِ تعمیر میں مماثلت ضرور تھی عمومی طور پر اسے ایک حسین عمارت کہا جا سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد آئزک پیٹر نے اپنی کار اس عظیم الشان عمارت کے دروازے کے نزدیک کھڑی کر دی۔ دروازے کے قریب دو آدمی موجود تھے جو تیزی سے آگے بڑھ آئے اور انہوں نے مؤدبانہ انداز میں آئزک پیٹر کے لیے کار کا دروازہ کھول دیا آئزک پیٹر نیچے اترا اور پھر گھوم کر اس طرف آیا جہاں میں بیٹھا ہوا تھا پھر اس نے وہ دروازہ بھی کھول دیا جس سے میں نیچے اتر سکتا تھا

"آؤ میرے دوست نیچے آ جاؤ اور ہاں کیا نام ہے تمہارا شاید گولڈ! ہاں مسٹر گولڈ تمہارا نام لینے میں یا اسے یاد کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی صرف یہ تصور ذہن میں رکھنا پڑتا ہے کہ تمہارے بدن کا رنگ سنہرا ہے اور بدن کی اس مناسبت سے تمہارا نام گولڈ ہی ہونا چاہیے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے نیچے اتر آیا۔ آئزک پیٹر کا انداز بڑا دوستانہ تھا۔ اس نے میرے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں پھنسا لی تھیں اور پھر وہ چہل قدمی کے انداز میں اندر داخل ہو گیا۔

"یہ میری چھوٹی سی دنیا ہے اور گولڈ! اسی دنیا میں میں اپنی زندگی کو محصور کر چکا ہوں حکومت نے بعض معاملات میرے سپرد کر دیئے ہیں اور میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت سے تعاون کوئی بری بات نہیں ہے اس طرح کم از کم انسان کو قانونی تحفظ حاصل رہتا ہے چنانچہ میں ان کے چھوٹے موٹے کام کر دیتا ہوں لیکن میرا مشن کچھ اور ہے۔"

میں اب بھی خاموش ہی تھا پہلے اس شخص کے بارے میں سب کچھ جان لینا بہتر تھا اس کے بعد ہی اس پر اپنے آپ کو ظاہر کرنا مناسب ہوتا چنانچہ میں اس کی بات کا جواب دیئے بغیر خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر سے بھی عمارت کافی خوبصورت تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ شخص جس کا نام آئزک پیٹر ہے مقامی طور پر بہت اچھی حیثیت کا مالک ہے یقینی طور پر یہاں کے لوگ بھی اس کی عزت کرتے ہوں گے۔

تب آئزک پیٹر مجھے ایسے کمرے کے سامنے لے کر پہنچ گیا جس کے دروازے میں بہت بڑا شیشہ لگا ہوا تھا۔ دروازہ کھولنے کا انداز میں نے پہلی بار دیکھا تھا اور مجھے بہت پسند آیا تھا۔ آئزک پیٹر نے دروازے کے ایک کنارے پر لگے ہوئے ایک سرخ بٹن پر انگلی رکھی اور دروازہ اس طرح ایک جانب کھسک گیا جیسے ہاتھوں سے سرکا دیا گیا ہو۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے اس عجیب و غریب دروازے کو دیکھا تھا اور آئزک پیٹر نے میری آنکھوں سے یہ بات محسوس کی تھی۔

"یہ خودکار دروازہ ہے اس عمارت میں تمہیں بڑی جدتیں ملیں گی اس میں بے شمار کام میں نے اپنے ہاتھوں سے کیے ہیں۔"

"یہ دروازہ واقعی بہت عجیب ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں تم اسے جدید ترین کہہ سکتے ہو حالانکہ ابھی کچھ عرصے کے بعد اس میں کچھ اور جدت ہو جائے گی یعنی تم اس کے سامنے آ کر کھڑے ہو گے اور دروازہ تمہارا سایہ پڑتے ہی کھل جائے گا" آئزک پیٹر نے کہا۔

"اوہ! وہ کس طرح؟"

"سائنسی ترقی اپنے عروج پر ہے بے شمار چیزوں کے لیے کام ہو رہا ہے۔ یہ تو بہت معمولی چیزیں ہیں میرے دوست۔ آؤ!" آئزک پیٹر نے کہا اور میں اس کے ساتھ اس ہال نما کمرے میں داخل ہو گیا اور پروفیسر جدید انسان کی ان خوبیوں کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ اس کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ انوکھی انوکھی چیزیں تھیں جو عقل میں نہیں آتی تھیں۔ یہ کافی بڑا ہال تھا جس میں نشست گاہ کا عجیب و غریب بندوبست کیا گیا تھا یعنی درمیان میں گول گول انتہائی آرام دہ کرسیاں تھیں جن کی پشت کھل جانے والی تھی۔ چاروں طرف دیواروں میں بڑے بڑے آئینے نصب تھے ان آئینوں کے پیچھے عجیب سی چیزیں گردش کر رہی تھیں۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے کہیں روشنی نظر آتی تھی اور پھر خود بخود بجھ جاتی تھی۔ کہیں کوئی باریک نقطہ تیر رہا ہوتا تھا اور وہ تیرتا ہوا نقطہ شیشے کے سامنے جا کر خود بخود معدوم ہو جاتا اور پھر اس کے دوسرے کنارے پر طلوع ہوتا اور اپنا سفر جاری کر دیتا۔ یہ ساری چیزیں ناقابلِ فہم تھیں تو پروفیسر! اس وقت میں نے سوچا کہ سلانوس کا ہشت پہلو دانش کدہ تو اس عجیب و غریب جگہ کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور یہ سفید بالوں والا بوڑھا جو جدید لباس میں ملبوس ہے نہ جانے اپنے ذہن میں کیا کیا اسرار رکھتا ہے۔ میرے دل میں اس کے لیے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ پروفیسر! اور میں نے سوچا کہ اس دانشور سے میں اس کی دنیا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکوں گا چنانچہ میں نے اس سے تعاون کا فیصلہ کر لیا اور اس کے اشارے پر اس جگہ بیٹھ گیا جہاں اس نے مجھ سے بیٹھنے کو کہا تھا۔

"مسٹر گولڈ دیکھو حکومت نے تمہیں میرے حوالے کیا ہے۔ اس لیے کہ میں اپنے سائنسی آلات سے تم سے معلوم کروں کہ تم نے اس لڑکی کو قتل کیا ہے یا نہیں ہے تو میرے دوست یہ سائنسی مشینیں ذہن کو کھولنے میں بڑی کارآمد ہوتی ہیں ساری باتیں خود بخود

چلا لیتی ہیں یعنی تمہارا ذہن وہ سب کچھ اگل دے گا جو اس میں موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تمہیں تھوڑی سی دماغی الجھن بھی برداشت کرنا ہوں گی۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر پیٹر!" میں نے کہا

"یوں سمجھو میرے دوست کہ ان مشینوں کے ذریعے تمہارے ذہن کو کریدا جائے گا جب تم اس مشین کے سامنے بیٹھو گے تو تمہارے ذہن میں سوئیاں سی چبھیں گی اور پوشیدہ احساسات سے وہ خلیے کھل جائیں گے جن میں اس لڑکی کے قتل کا راز پوشیدہ ہے۔ یہ سب سائنسی معاملات ہیں ممکن ہے تمہاری سمجھ میں نہ آئیں تم مجھے ایک سیدھے سادے انسان معلوم ہوتے ہو۔"

"کیا آپ اس حیرت انگیز طریقے سے لوگوں کے ذہنوں سے ایسے پوشیدہ راز معلوم کرتے ہیں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں یہ ذمے داری میرے سپرد ہے یعنی وہ لوگ جو پولیس کے قابو میں نہیں آتے انہیں میرے سپرد کر دیا جاتا ہے میں نے پولیس کو یہ سہولتیں فراہم کر رکھی ہیں۔"

"تو مسٹر پیٹر! میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ذہن کو کھولیں"

"میں اپنے اور تمہارے درمیان دوستی کی ایک فضا قائم کرنا چاہتا ہوں چنانچہ میں نہیں چاہتا کہ وہ انداز اختیار کروں جو ہمارے درمیان دوستی ختم کر دے یا یہ احساس دلائے کہ تم نے مجھ سے تعاون نہیں کیا اور میں نے تم سے۔"

"مسٹر پیٹر! میری دلی خواہش ہے کہ آپ میرے ذہن کو کھولیں"

"گویا تم خود کو اس طرح مضبوط پاتے ہو کہ میری ان مشینوں کو ناکام کر دو؟" پیٹر نے پوچھا

"نہیں یہ بات نہیں ہے" میں نے جواب دیا

"پھر کیا بات ہے میری خواہش ہے میرے دوست کہ تم مجھے وہ سب کچھ بتا دو جو تم نے پولیس کی کوششوں کے باوجود نہیں بتایا ایسی صورت میں مجھے ان تمام چیزوں کی ضرورت نہیں پڑے گی جو تمہارے انکار کی صورت میں پیش آ سکتی ہیں۔"

"آنرک پیٹر! میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ذہن کا تجزیہ کرو۔ اور ان باتوں کو معلوم کرو جو میں نے پولیس کو نہیں بتائیں باقی ساری گفتگو میں اس کے بعد ہی کروں گا۔"

پیٹر الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے گہری سانس لی اور بولا۔ "تمہاری مرضی ہے میرے دوست اس طرح میں محسوس کروں گا کہ تم نے مجھ سے عدم تعاون کیا ہے اور اگر تم مجھے یہی باور کرانا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے ہاں یہ تو بتاؤ کیا پیو گے؟"

"تمہارے اس عمدہ رویے کی وجہ سے میرے ذہن میں تمہارا احترام پیدا ہو گیا ہے پیٹر! لیکن جو کچھ میں تمہیں بتاؤں گا تم بھی ان پولیس والوں کی طرح مجھ پر یقین نہیں کرو گے۔"

"اس کے باوجود میری خواہش ہے کہ تم مجھے بتاؤ!"

"لیکن ایک شرط پر!"

"ٹھیک ہے شرط بھی بتا دو۔"

"شرط یہ ہے کہ تم میری ان باتوں پر بالکل یقین نہیں کرو گے اور میرا ذہنی تجزیہ کرنے کی کوشش کرو گے اور اس اصرار کی وجہ میں بعد میں بتاؤں گا۔ جب تم میرے ذہن سے وہ راز نکال چکے ہو گے جو میں اپنی گفتگو کے دوران تم سے پوشیدہ رکھوں گا!"

"نہ جانے تم مجھ سے کیسا امتحان لینا چاہتے ہو تاہم اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو ٹھیک ہے مجھے تمہاری شرط منظور ہے" پیٹر نے جواب دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"دراصل مسٹر آنرک پیٹر! میرا تعلق ایک ایسے علاقے اور ایک ایسی بستی سے ہے جسے اگر تمہاری دنیا سے دور کی بستی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ بستی ایسے لوگوں کی بستی ہے پیٹر، جو جدید دنیا کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ یوں سمجھو کہ وہ غاروں سے نکل آنے والے ہیں جو تہذیب سے قطعی طور پر ناآشنا ہیں پھر جب میں تمہاری اس تہذیب کی دنیا میں داخل ہوا تو تقریباً ہر چیز سے ناواقف تھا مجھے لوگوں نے ایک کھلونے کی شکل دے دی۔ لیکن میں نے ان کی بات کا برا نہیں مانا یعنی وہ لوگ جو مجھے میری سادگی کی بنا پر اپنے لیے استعمال کرتے رہے میں نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا صرف ان بنیادوں پر کہ میں اس دنیا کو دیکھوں اور معلومات حاصل کروں۔ میں نے ہر شخص سے تعاون کیا اور یہی تعاون مجھے ان لوگوں تک لے گیا جن کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس دنیا کے قانون سے باغی ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جو حکومت کی نگاہ میں ناجائز ہے اور جس کے لیے سزائیں مقرر کی گئی ہے لیکن میں تو دیکھنے والا تھا متلاشی تھا پھر بھلا کسی قسم کی مداخلت کس طرح کرتا تھا۔ یوں ہم ایک جزیرے پر پہنچے جو پوائنٹ اسٹی کہلاتا تھا اور میری یادداشت میں اس کا نام محفوظ ہے وہاں ایک لانچ فروخت ہوئی جسے خریدنے والا ایک شخص گریٹ مین تھا اور اس کا ایک ساتھی بیکن کے نام سے پکارا جاتا تھا اور یہ لانچ اس لڑکی پینی کی ملکیت تھی۔ سو جب پینی کو لانچ کی فروخت کے بعد ایک بڑی دولت ملی تو وہ مجھے ساتھ لے کر یہاں آ گئی لیکن گریٹ مین کا ساتھی بیکن جس نے اس جزیرے پر ہی وہ لانچ اپنی قوت سے حاصل کرنے کی کوشش کی تھی یہاں تک اس لڑکی کے پیچھے لگا رہا۔ اس نے مجھے اور لڑکی کو دو مختلف فریب دے کر بالآخر لڑکی کو قتل کر دیا اور مجھے اس لڑکی کے قتل کے الزام میں سزا دینے والوں کے حوالے کر دیا میرا ذہن اتنی دور رس سوچ

نہیں رکھتا مسٹر پیٹر کہ میں ان لوگوں کی سازش کا اندازہ لگا سکا لیکن بیکن کو دیکھنے کے بعد مجھے فوراً پتہ چلا کہ اس کے پس پردہ کون شخص ہے سوان لوگوں کے پاس بھی بیکن موجود تھا جنہیں تم پولیس والے کہتے ہو اور بیکن نے اپنی ذہانت اور چالاکی سے ان لوگوں کو یہ باور کرا دیا کہ پنکی کو قتل کرنے والا میں ہوں۔ بتاؤ ڈیئر پیٹر! کہ میں پنکی کو کیوں قتل کرتا اور اگر قتل کرتا تو وہ دولت میرے پاس ہی ہوتی اور جبکہ میں دولت کا صحیح مصرف بھی نہیں جانتا تو مجھے اس سے کیا غرض؟"

پیٹر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور جب میں نے اپنی بات ختم کی تو اس کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ "یہ تو تم نے مجھے کوئی نئی بات نہیں بتائی دوست یہ ساری باتیں تو تم پولیس کو بھی بتا چکے ہو۔ ان حالات میں تو میرے لیے بالکل مجبوری ہے کہ میں اپنے سائنسی ذرائع سے تمہارا ذہن کھلواؤں۔"

"ہاں ہاں میں چاہتا ہوں کہ تم ایسا کرو" میں نے کہا اور پیٹر کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں تمہیں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں مسٹر گولڈ کہ پیٹر جو کچھ ہے اس کے بارے میں میرے اپنوں میں سے بھی کوئی صحیح اندازہ نہیں رکھتا۔"

"ممکن ہے مسٹر پیٹر، میں اس بات سے انکار نہیں کر رہا۔" میں نے جواب دیا۔

"ایسی حالت میں مسٹر گولڈ! میں تمہیں آخری موقع دیتا ہوں کہ بغیر کسی اذیت اور تکلیف کے مجھے سچ سچ بتا دو اور اس کے بعد میں تم سے کوئی بات نہیں کہوں گا۔"

"وعدہ کرتے ہو مسٹر پیٹر؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کس بات کا؟"

"یہ کہ اس کے بعد آپ اور کوئی بات اس سلسلے میں مجھ سے نہیں کہیں گے۔"

"ہاں میں آپ سے آخری بار کہہ رہا ہوں مسٹر گولڈ کہ میرے تعاون سے فائدہ اٹھائیں۔"

"تو میں آخری بار انکار کر رہا ہوں مسٹر پیٹر اور آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ میرے ذہن سے وہ تمام چیزیں اخذ کر لیں جو آپ کے لیے کارآمد ہوں۔" میں نے کہا اور پیٹر نے ایک گہری سانس لی۔

"بہتر۔" اس نے پرسکون لہجے میں کہا اور پھر اٹھ گیا۔ "کیا آپ میرے ساتھ تشریف لائیں گے؟"

"کیوں نہیں، آپ کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرنے کو تیار ہوں"

"شکریہ آئیے۔" آئزک پیٹر نے کہا اور میں کھڑا ہو گیا لیکن آئزک پیٹر کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا بلکہ وہیں قریب ہی پڑی ہوئی ایک میز کی جانب بڑھ گیا۔ میز کے نزدیک پہنچ کر اس نے مجھ سے کہا کہ میں میز پر لیٹ جاؤں۔

"ایک بات بتائیں مسٹر آئزک پیٹر!" میں نے سوال کیا۔

"جی پوچھیں۔"

"آپ ان لوگوں سے یہ کہہ کر مجھے یہاں تک لائے ہیں کہ آپ میرے بارے میں سب کچھ معلوم کر لیں گے اور میری زبان کھلوا لیں گے، سب کچھ تسلیم کرا لیں گے مجھ سے کہ میں نے پنکی کو قتل کیا ہے۔"

"ہاں میں نے یہی کہا ہے ان سے!"

"لیکن کیا آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ میں ان میں سے بہت سے لوگوں کے قابو میں نہیں آ سکتا!"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ اگر میں اس میز پر لیٹنے سے انکار کر دوں تو آپ کون سے ذرائع اختیار کریں گے؟"

"اوہ" پیٹر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "گویا تم مجھ سے تعاون پر آمادہ نہیں ہو۔"

"ممکن ہے نہ ہوں۔"

"اگر تم مجھ سے تعاون نہیں کرو گے میرے دوست تو میں تمہیں بے ہوش کر دوں گا۔"

"خوب، خوب وہ کس طرح" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اور دفعتاً پیٹر نے جیب سے ایک پستول نکال لیا۔ ویسا ہی سنسنی کھلونا جو انسانی زندگی چھیننے کے کام آتا تھا لیکن اس کی شکل ذرا مختلف تھی، وہ سامنے سے کافی لمبا اور پھیلی ہوئی شکل میں تھا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں نے کہا۔

"مسٹر پیٹر اگر یہ کھلونا بھی مجھ پر کارآمد نہ ہو سکا تو؟"

"یہ کھلونا نہیں میرے دوست بلکہ میری ایک مخصوص ایجاد ہے، اس میں سے گولی نہیں نکلے گی بلکہ ایک ایسا غبار نکلے گا جو ہاتھی کو بھی ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیتا ہے۔"

"تو مسٹر پیٹر آپ اسے مجھ پر آزمائیے!"

"کیا تم دیوانے ہو؟" آئزک کے لہجے میں جھنجلاہٹ پیدا ہو گئی اور میں ہنس پڑا۔

"ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

"اگر ایسی ہی بات ہے تو جہنم میں جاؤ۔" آئزک پیٹر نے کہا اور اس کھلونے کا رخ میری طرف کر کے فائر کر دیا۔

زرد رنگ کا غبار اس کھلونے کے سامنے کے رخ سے نکلا اور میرے چہرے سے ٹکرایا۔

"لیکن پروفیسر! تمہارا کیا خیال ہے کیا میں بے ہوش ہو جانے والوں میں سے تھا؟" اس نے پروفیسر تماورت سے سوال کیا پروفیسر خاور اس کی جانب دیکھنے لگا تھا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس داستان کی دلچسپی بولنے کا موقع ہی نہ دیتی تھی چنانچہ چند ساعت کے انتظار کے بعد اس نے کہا۔

"آئزک پیٹر کی کوشش بے سود رہی تھی پروفیسر۔ غبار میرے چہرے سے ٹکرایا اور منتشر ہو گیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ آئزک پیٹر کی یہ کوشش ناکام ہو گئی تھی۔

"آئزک پیٹر تم لوگ وہ سب کچھ نہیں کر سکتے جو آج تک کرتے رہے ہو اور کرنا چاہتے ہو" میں نے کہا لیکن آئزک پیٹر نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے ایک ساتھ دو تین فائر میرے چہرے پر کر دیئے تھے اور اب وہ اس کے نتیجے کا منتظر تھا۔

لیکن میں نے اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار دیکھے اس نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے آلے کا رخ اپنی جانب کیا اور اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے بعد اس نے ہوا میں فائر کیا اور یکے بعد دیگرے کئی فائر اس نے میرے چہرے کی جانب کر ڈالے۔

"بے کار ہے۔ میرا خیال ہے اب تم اسے جیب میں رکھ لو" میں نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی" اس نے پریشان لہجے میں کہا

"بہت سی باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی آئزک پیٹر! بہرصورت میں نے ایک خیال پیش کیا تھا کہ اگر میں تمہاری بات نہ مانوں اور اگر میں چاہوں تو تمہاری گردن توڑ کر تمہارے ہاتھوں پر رکھ سکتا ہوں لیکن میں یہ نہیں کروں گا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تم سے تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس اجنبی بستی سے آیا ہوں، جو تہذیب سے ناآشنا ہے اور یہاں آنے کے بعد میرے دل میں بے پناہ آرزو ہے کہ میں تمہاری دنیا کے بارے میں وہ سب کچھ معلوم کروں جو یہاں مجھے معلوم ہو سکے لیکن آئزک پیٹر تم سب۔ تم سب اپنی اپنی باتیں کرتے ہو تم سب خود غرض ہو تم سب صرف وہ بات سننا پسند کرتے ہو جو تمہارے مطلب کو پورا کرتی ہو۔ دوسرے کے لیے نہ تو تم کچھ کرتے ہو اور نہ ہی کچھ کرنے کے خواہش مند ہو۔ تم سب بے پناہ خود غرض ہو اتنے کہ میں نے کبھی اس طرح کے انسان نہیں دیکھے۔

میں تم سب سے مایوس ہو گیا ہوں اور میں نہیں کہتا کہ اس قدر مایوس ہونے کے بعد میں تمہارے درمیان رہوں گا یا یہاں سے چلا جاؤں! میں کوئی ایسی جگہ اپنا لوں گا جہاں تم جیسے کوئی شخص نہ ہو اور تہذیب کی اس دنیا کو میں ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھوں گا۔ میرے ساتھ ایسا برا سلوک ہو رہا ہے ...... حالانکہ اگر میں چاہوں تو اپنے لیے ایک بہتر مقام حاصل کر سکتا ہوں یہاں پر، لیکن میں تم سب سے ناواقف ہوں۔ ابھی میں تمہارے لیے اجنبی ہوں۔ میں اپنی ضرورت پوری کرنا چاہتا ہوں لیکن جائز ذرائع سے۔ بہرصورت آئزک پیٹر اس کے باوجود کہ تم سب مجھے بہت ستا رہے ہو۔ میں تمہاری یہ خواہش پوری کیے دیتا ہوں میں میز پر لیٹ جاتا ہوں تم میرا تجزیہ کر لو" میں نے کہا اور لیٹ گیا۔

آئزک پیٹر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں مکمل طور پر جاننے کی کوشش کروں گا" اور اس کے بعد وہ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ پہنچ گیا جانے وہ کیا کیا کر رہا لیکن اتنا ضرور ہوا تھا کہ مشینیں متحرک ہو گئی تھیں۔

میں اطمینان سے لیٹا ہوا تھا، ایک آدھ بار میں نے گردن گھما کر آئزک پیٹر کو دیکھا جو ایک پردے کے سامنے کھڑا ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔ پردے پر کچھ تصویریں نمایاں تھیں اور آئزک پیٹر ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ کافی دیر تک وہ وہاں کھڑا رہا پھر میری طرف آیا۔ اس نے اپنی مشینوں کو دیکھا اور پھر پردے کے پاس پہنچ گیا اور، پروفیسر! وہ تقریباً چار پانچ بار میرے سامنے آیا اور ہر بار اس کے چہرے کی پریشانی عروج پر ہوتی۔

بالآخر کمرے کی ساری مشینیں بند ہو گئیں آوازیں آنا بند ہو گئیں اور آئزک پیٹر میرے نزدیک آ کر رک گیا پھر اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"بس اب اٹھ جاؤ!"

"ہاں مسٹر پیٹر! کیا حال ہے آپ کا؟"

"میرے ساتھ آؤ" آئزک نے تھکے تھکے انداز میں جواب دیا اور مجھے ساتھ لیے ہوئے وہ اس بار ایک دوسرے کمرے میں پہنچا۔

"براہ کرم بیٹھ جاؤ" وہ اسی انداز میں بولا۔ میں اسے بڑا مضمحل سا پا رہا تھا۔ میں نے یہاں پر بھی اس سے تعاون کیا اور بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے آئزک پیٹر! تم بہت تھکے سے نظر آ رہے ہو"

"مجھے اپنے بارے میں بتاؤ دوست!"

"کیا بتاؤں؟"

"جو کچھ تم ہو"

"مجھے یہ خطرہ تھا پیٹر کہ تم اپنی مشینوں کی ناکامی کے بعد مجھ سے یہی سوال کرو گے"

"دیکھو تمہارے علاوہ اگر کوئی شخص یہ بات کہتا تو شاید میں برداشت نہ کرتا، اتنا چراغ پا ہوتا میں کہ اسے گولی مار سکتا تھا۔ یہ مشینیں میری ساری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ ایسی جدید مشینیں کسی

دوسرے شخص کے پاس نہ ہوں گی۔ یہ میری سالہاسال کی محنت کا نچوڑ ہے اور آج تک میں ان مشینوں پر اپنے مقصد برآری میں ناکام نہیں رہا ہوں لیکن تم۔ تم بتانے کیا ہو۔ تمہارے ذہن پر ایسے آہنی پردے پڑے ہوئے ہیں کہ تمہارے ذہن میں جھانکنا ناممکن بلکہ قطعی ناممکن ہے۔ میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ "مجھے سخت حیرت ہے گولڈ۔ مجھے بتاؤ کیا یہ سب کچھ تمہاری کسی کوشش کا نتیجہ ہے۔"

"کسی انسان کی قوت مشینوں کو ناکارہ بنا سکتی ہے مسٹر پیٹر؟"

"ممکن نہیں ہے!"

"پھر تمہارا ذہن اس طرح کیوں سوچ رہا ہے؟"

"پھر میں اسے کیا کہوں۔ ان مشینوں کو دنیا کی عظیم ایجاد کہا جاسکتا ہے اور اسی ایجاد کی بنیاد پر میرے وطن میں میری عزت و عظمت ہے اور میں اس عزت کو کھونا نہیں چاہتا لیکن تم۔ تم"

"بہرحال تم اس بات سے انکار نہیں کرسکتے پیٹر کہ میں تم سے تعاون کرچکا ہوں۔"

"ہاں مجھے اعتراف ہے لیکن تم نے میری مشینوں کو شکست دی ہے۔" آرتھر پیٹر کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرے لیے اور کیا حکم ہے پیٹر؟ اب تم مجھے پولیس کے حوالے کردو۔" میں نے کہا لیکن آرتھر پیٹر نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا میں خاموشی سے اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا پھر جب وہ کچھ نہ بولا تو میں نے کہا "اپنی سرکاری حیثیت کے علاوہ اگر تم مجھ سے کوئی گفتگو کرنا چاہتے ہو تو میں تیار ہوں۔"

اور میری اس بات پر وہ چونک پڑا۔ "دل و جان سے ان مشینوں سے میری جذباتی وابستگی ہے لیکن تمہارے سلسلے میں پہلی بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے اور اب تمہاری حیثیت دوسری چیزوں سے بڑھ گئی ہے اگر تم میرے اوپر بھروسہ کرسکتے ہو تو مجھ سے تعاون کرو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا قابل اعتماد دوست ثابت ہوں گا۔"

"ان الفاظ پر اب مجھے اعتبار نہیں رہا مسٹر پیٹر!"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تمہاری اس دنیا میں بہت سے لوگوں نے مجھ سے یہی الفاظ کہے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں نکلا جس نے انہیں پورا کیا ہو۔ سب ہی کسی نہ کسی چکر میں رہے ہیں اور جب میں الجھن میں گرفتار ہوا تو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ مسٹر پیٹر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عام طور پر انسان کی سوچ یہی رہی ہے کہ اگر کوئی اس کے لیے کارآمد ہوتا ہے تو وہ اس کے پیچھے دوڑتا رہتا ہے لیکن جب وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ شخص جس نے اس کے لیے بہت کچھ کیا ہے لیکن اس کے لیے باعث الجھن بن رہا ہے تو وہ خاموشی سے اسے چھوڑ دیتا ہے لیکن مجھے کچھ ایسے لوگ ملے ہیں جو بے لوث ساتھی رہے ہیں اور انہوں نے اس دنیا کے بارے میں معلومات اور تحقیقات کے بارے میں میری مدد بھی کی ہے اور خود بھی اس سے فائدہ اٹھایا ہے مجھے وہی انداز پسند ہے۔ برابری کی بنیاد پر اور لالچ کے اس احساس کو ذہن سے نکال کر اگر دوستی کی جائے تو وہ زیادہ پائیدار دوستی ہوتی ہے۔"

"میں تمہیں اپنے خلوص کا یقین نہیں دلا سکتا گولڈ۔ اس کے علاوہ میں تم سے یہ بھی نہیں کہوں گا کہ میں اس دنیا کا سب سے بے غرض اور بے لاگ ہوں۔ تمہاری ذات میں بھی میرا مفاد ہے حالانکہ میں اس وقت ایک مضبوط حیثیت کا مالک ہوں جبکہ تم ایک مجرم ہو اور فی الوقت حالات کے ہاتھوں مجبور۔"

"بات یہ ہے مسٹر پیٹر! میں نے خود کبھی کسی مدد کی ضرورت محسوس نہیں کی، میں پولیس کی قید میں ہوں جب چاہوں وہاں سے نکل سکتا ہوں لیکن میں پھر وہی بات کہوں گا کہ میں اس دنیا کو دیکھنے کی غرض سے یہاں... آیا ہوں۔ اور کسی اچھے ساتھی کی مدد سے اپنی یہ خواہش پوری کرنے کا خواہش مند ہوں۔ اس اچھے ساتھی کی تلاش میرے لیے ذرا مشکل ہے۔ یہ درست ہے کہ میں کسی کے کام آؤں گا تو میری مدد کی جائے گی۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ اگر میں تمہارا معاون ہوں تو تم میرے معاون بنو۔"

"اگر تم اتنے ہی مضبوط ہو گولڈ تو انتظار کرو۔ وقت اپنے ہر سوال کا جواب خود دیتا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے میں تیار ہوں" میں نے کہا "تاکہ میں مجبور ہوں کہ اس دنیا کے کسی فرد کسی مخلص فرد کے سہارے اس دنیا کو دیکھوں اگر وہ تم ہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"تب پھر مجھ سے دوستی کرلو۔" پیٹر اٹھ کر میرے نزدیک آگیا اور اس نے اپنا چوڑا ہاتھ پھیلا دیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا چوڑا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا پھر میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اور اب جو کچھ میں کہوں اس پر آنکھیں بند کرکے بھروسہ کرلینا میں تمہیں اپنے بارے میں مکمل تفصیل نہیں بتاؤں گا لیکن چند ایسی چیزیں ضرور بتاؤں گا جو تمہاری الجھن دور کرسکیں۔"

"ٹھیک ہے اس حد تک بھی گوارا ہے۔" پیٹر نے جواب دیا۔

"تب تم سوال کرو میں اس کا جواب دوں گا۔"

"کیا تم کسی خاص ذہن کے مالک ہو، میرا مقصد ہے کہ میری مشینیں تمہارے ذہن میں کیوں نہیں جھانک سکیں۔"

"میرے اندر کچھ قدرتی صلاحیتیں ہیں مسٹر پیٹر، جن کی بنا پر میں عام لوگوں سے ذرا مختلف ہوں۔"

"کیسی صلاحیتیں؟"

"ان میں سے کچھ صلاحیتیں تم دیکھ چکے ہو۔ وہ یہ کہ تم اپنی تمام تر کوششوں اور تجربے کے باوجود میرے ذہن میں نہ جھانک سکے اس کے علاوہ مجھے کسی بھی قسم کی دولت کا کوئی لالچ نہیں ہے میں اس دنیا میں اس معاشرے میں کوئی مقام بنانا نہیں چاہتا۔ صرف اور صرف اس دنیا کو دیکھنے کا خواہش مند ہوں اگر پینچی کے قتل ہونے کے بعد وہ دولت میرے ہاتھ لگ بھی جاتی تو تم یقین کرو میں اس دولت کے مصرف سے ناواقف ہوں پینچی نے مجھ سے کہا تھا کہ اپنے کام کی تکمیل کے بعد وہ مجھے دنیا کی سیر کرائے گی لیکن اس سے پہلے ہی بیکن نے اسے قتل کر دیا۔"

"ایک بات بتاؤ دوست!"

"پوچھو!"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ اسے بیکن ہی نے قتل کیا ہے؟"

"ہاں۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں۔"

"تو سنو۔" پیٹر آگے جھک آیا "اگر پینچی کو بیکن نے قتل کیا ہے اور وہ دولت اس کے پاس پہنچ چکی ہے تو ہم اس دولت کو اس کی ملکیت کیوں رہنے دیں۔" پیٹر نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔

"اس دولت میں ہمارا بھی تو حق ہے، ہمارے سے میری مراد ہم دونوں ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔ عظیم آدمی بہت ہلکا ہو گیا تھا۔

تاہم اب مجھے اس دنیا میں ہی گذارا کرنا تھا، ملکے بھاری ہر قسم کے لوگ میرے لیے قابل قبول تھے اگر اس دنیا کا یہی معیار تھا پروفیسر! تو میں اس سے الگ کیسے ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے گردن ہلا دی۔

"تم دیکھو گے آئزک پیٹر کہ وہ دولت بیکن کے پاس ہی برآمد ہو گی۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے میرے دوست کہ اس سلسلے میں سارے کام تم خود کرو گے میں تو تمہاری اس دنیا سے ناواقف ہوں، میری جو خواہش ہے وہ میں نے تم سے دہرا دی ہے اس کے علاوہ میں کچھ نہیں چاہتا۔"

"لیکن جو کچھ میں چاہوں وہ کر تو سکتے ہو۔" پیٹر نے سوال کیا۔

"ہاں ٹھیک ہے میں تم سے تعاون کروں گا۔ لیکن کیا تم بھی میری خواہش پوری کرنے میں میری مدد کرو گے؟"

"دل و جان سے۔ اور میں تمہیں وعدوں پر نہیں رکھوں گا۔ بلکہ تمہارے لیے فوری طور پر کچھ نہ کچھ کر دوں گا۔"

"تو پھر بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"ڈیئر گولڈ! میں تمہاری ان عجیب و غریب صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں تمہاری مدد کروں گا۔ اور تم میری۔ چنانچہ ابتدائی مرحلے کے طور پر میں کل دوبارہ تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گا اور اسے بتاؤں گا کہ تم نے پینچی کے قتل کا اعتراف کر لیا ہے۔ اس طرح بیکن کو یہ اطمینان ہو جائے گا کہ اب وہ آزاد ہے اور کسی خطرے میں نہیں ہے پولیس تمہیں مقدمہ چلانے کے لیے اپنے پاس رکھے گی لیکن یہ میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں پولیس کے قبضے سے آزاد کرا لوں گا۔ اور اس کے بعد ہم بیکن کو دیکھیں گے۔ اس دوران میں بیکن کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لوں گا۔ اور اس کی رہائش گاہ بھی دیکھوں گا۔ پھر ہم اور تم مل کر.... کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک ہے" میں نے پیٹر سے اتفاق کیا۔

"اس دوران میں تمہاری پوشیدہ صلاحیتوں پر بھی ریسرچ جاری رکھوں گا اور تمہیں ایک ایسی قوت بنانے کی کوشش کروں گا جس کا کوئی ثانی نہ ہو۔" آئزک پیٹر نے کہا اور اس کی اس بات پر میرے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

بہرصورت پروفیسر یہاں آنے کے بعد میں نے سب کچھ دیکھا تھا۔ اس دنیا کا یہ سائنسدان نجانے خود کو کیا سمجھتا تھا حالانکہ میرے نزدیک اس کی حیثیت کچھ بھی نہ تھی ——— یہاں آنے کے بعد میں نے بدلی محسوس کی تھی لیکن یہ بدلی صرف اس دنیا کے لوگوں سے تھی ان کی ایجادات سے نہیں۔ مجھے مستقبل کا یہ دور پسند نہیں آیا تھا، یہاں کا ہر شخص اپنے ذاتی مفاد کے لیے اپنی سطح سے نیچے گر جاتا تھا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی، ذاتی مفاد کے لیے اس حد تک گر جانا۔ میں نے صدیوں میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔

لیکن اس کے باوجود پروفیسر جدید دنیا کی ایجادات نے مجھے متاثر کیا تھا۔ یہ دنیا بڑی حسین تھی۔ ان پُرہوس لوگوں نے نجانے کس جذبے کے تحت اس دنیا کو اس حد تک حسین بنا دیا تھا کہ انہیں نظر انداز کر کے صرف ان کی کاوشوں کو دیکھنے کو جی چاہتا تھا چنانچہ میں نے سوچا تھا کہ تھوڑا سا وقت اور اس دنیا میں گزار لوں۔ اس کے بعد دیکھوں گا کہ مجھے کیا کرنا ہے ویسے یہ یقینی امر تھا کہ میں زیادہ عرصہ اس دنیا میں قیام نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے آئزک پیٹر کی تمام کارروائیوں سے اتفاق کر لیا تھا۔

چنانچہ وہ میرے ساتھ بڑے خلوص سے پیش آ رہا تھا بظاہر وہ میرا مخلص بھی نظر آ رہا تھا۔ اس نے میری رہائش کے لیے اعلیٰ بندوبست بھی کیا اور مجھے کہا کہ کل صبح وہ مجھے پولیس کے حوالے کر دے گا اور اس کے بعد دو یا تین دن میں میں آزاد ہو جاؤں گا۔

رات کے کھانے پر آٹرک پیٹر نے مجھے بلایا۔ اس دوران میں اپنی رہائش گاہ میں مقیم رہا تھا جو آٹرک پیٹر نے مجھے مہیا کی تھی۔ اس کے اہل خاندان کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ اور نہ ہی میں ان ساری باتوں کو معلوم کرنے کا خواہش مند تھا لیکن کھانے کی میز پر آٹرک پیٹر کے علاوہ ایک نوجوان لڑکی بھی تھی۔

جسمانی طور پر بے حد حسین لیکن صورت بالکل بچوں کی مانند گفتگو میں بھی بچوں کا سا انداز تھا جب میں اس کمرے میں پہنچا تو وہ کرسی سے کھڑی ہو گئی۔

"اوہ ڈیڈی! یہ ہیں آپ کے نئے دوست، کیا نام بتایا تھا آپ نے ان کا؟" اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔

"لاک۔" آٹرک پیٹر نے میری جانب آنکھ دباتے ہوئے کہا گویا وہ مجھے اشارہ کر رہا تھا کہ میں اسے اپنا صحیح نام نہ بتاؤں۔

"تعجب کی بات ہے ڈیڈی! آپ کے دوست تو عموماً خشک مزاج اور بوڑھے ہوا کرتے ہیں۔ مسٹر لاک تو بے حد حسین ہیں۔ اور نوجوان بھی۔ ڈیڈی یہ تو مقامی نوجوانوں سے بڑے مختلف معلوم ہوتے ہیں اور ان کا رنگ۔" وہ اپنی کرسی کھسکا کر پیچھے ہٹی۔ اور گھوم کر میرے نزدیک آگئی۔ پھر اس نے میرے بازوؤں پر ہاتھ پھیرا۔

"ڈیڈی! بالکل یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کہ یہ بازو سونے کے بنے ہوئے ہوں۔" اس نے کہا اور آٹرک ہنسنے لگا۔ پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"یہ میری بیٹی اینی ہے، اینی پیٹر!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" لڑکی نے خوش ہو کر کہا اور اس نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور میں نے رسم و رواج کے مطابق اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"تشریف رکھیے جناب! آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے۔" اینی نے کہا، وہ میری طرف بھرپور توجہ سے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کھانے کی میز پر میری بڑی خاطر مدارات کی۔ کھاتے کھاتے دفعتاً وہ بول پڑی۔

"دراصل ڈیڈی کے دوست کبھی کبھی یہاں آتے ہیں لیکن وہ اتنے بور ہوتے ہیں کہ ان سے بات کرنا تو درکنار ان کے پاس بیٹھنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ بس سڑے سڑے سے چہرے کبھی مسکراہٹ بھی نہیں آتی ان کے چہروں پر، اور پھر وہ ڈیڈی سے گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ یہ بھول جاتے ہیں کہ میں بھی یہاں موجود ہوں اور مجھے سائنس کے بارے میں نہ تو کوئی معلومات ہے اور نہ ہی کوئی دلچسپی! آپ خود دیکھیں نا! مسٹر لاک کہ ایسے لوگوں کو جو نہ میرے ہم عمر ہوں نہ ہم مصر انہیں کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن آٹرک پیٹر ہنستا رہا تھا پھر اسی نے کہا۔

"اینی بڑی ہو گئی ہے لیکن نہ جانے کیوں اس کی ذہنی نشوونما عمر کا ساتھ نہ دے سکی۔ یہ بالکل معصوم ہے بچوں کی مانند اور بچوں ہی کے سے انداز میں گفتگو کرتی ہے چنانچہ ڈیئر لاک! اگر کبھی تمہیں اس کی کوئی بات ناگوار گزرے تو اسے بچہ سمجھ کر معاف کر دینا۔"

میں نے ان الفاظ کے جواب میں کچھ نہیں کہا اور خاموشی سے کھانے میں مصروف رہا۔ کھانے کے بعد دیر تک آٹرک پیٹر مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد جب کافی رات ہو گئی تو اس نے مجھے سونے کی ہدایت کی اور مجھے میری رہائش گاہ تک پہنچانے کے لیے آیا۔ اینی بھی مجھ سے رخصت ہو کر اپنی خواب گاہ کی جانب چلی گئی۔

خواب گاہ میں پہنچ کر میں آرام سے لیٹ گیا اور پروفیسر! اب یہ دنیا مجھے اتنی عجیب نہیں لگتی تھی میں بستر پر لیٹے لیٹے ان حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔ جو مجھے پیش آ رہے تھے بھلا میں یہاں اور کوئی مقام کس طرح حاصل کر سکتا تھا۔ یہاں تو اگر کسی حیثیت سے آئیں بھی تو دوسروں کے لیے دلچسپی کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور پھر وہ لوگ اس کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں کہ مجھے بندر کی طرح اپنے اشاروں پر نچائیں اور اپنا مفاد حاصل کریں۔

لیکن پروفیسر! یہ تو میری سرشت ہی نہ رہی تھی میں کچھ بھی تھا کسی کے ہاتھوں ناچنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ہر دور میں یہی ہوا تھا کہ لوگوں نے مجھے کوئی نرم چارہ سمجھ کر استعمال کرنے کی کوشش کی لیکن بالآخر میں ان کے حلق کی ہڈی بن گیا ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کچھ وقت میں نے انتظار میں گزارا ہو۔

اپنے بستر پر لیٹے لیٹے میں نے اپنے ذہن میں بہت سے منصوبے بنائے میں نے سوچا کہ اس وقت اس شخص سے تعاون بھی برا نہیں ہوگا۔ ممکن ہے یہ میرے سلسلے میں میرا معاون اور مددگار ثابت ہو۔ بہرحال ایک بات کا اندازہ بخوبی ہو گیا تھا کہ وہ بھی ایک لالچی انسان تھا اور اس دنیا کے عام لوگوں کی مانند دولت حاصل کرنے کا خواہش مند چنانچہ اگر میں فی الوقت اس کے کسی کام آ سکا تو کوئی حرج نہیں ہے ممکن ہے وہ میرا بہتر ساتھی ثابت ہو تو میں نے آخری فیصلہ کر لیا کہ اس کی ہدایت پر عمل کروں گا۔ اور اس دنیا کو جاننے کے لیے اس کا تعاون حاصل کروں گا اور جب یہاں کے رہنے والے سب ہی ایک ہی فطرت کے لوگ ہیں تو اچھے لوگوں کی تلاش میں کہاں وقت ضائع کروں اس لیے بہتر یہی ہے کہ آٹرک پیٹر کا ساتھ دوں اور اس سے اپنا مفاد حاصل کروں۔ ہاں پروفیسر! میں بھی مفاد پرست بن گیا تھا اور اب اس سلسلے میں بہتر انسانوں کی تلاش کا خواہشمند

نہیں تھا۔

پھر جب یہ مرحلہ میرے ذہن میں طے ہو گیا تو میری نگاہوں میں کچھ شکلیں ابھر آئیں پہلی تھی جو قتل ہو گئی جولی تھی جس نے میرا بہتر طور پر ساتھ دیا تھا اور اب ایک اور شکل سامنے آئی تھی۔ ایک معصوم سی ایک بچگانہ سی شکل۔ بے تکان باتیں کرنے والی لیکن جس کا بدن بھرپور تھا میں اس لڑکی کے بارے میں سوچتا رہا۔ ابھی تک میرے ذہن میں کوئی خاص تاثر نہیں ابھرا تھا لیکن اس کی معیت میرے لیے دلکش رہے گی۔ میں نے سوچا اور پھر آنکھیں بند کر لیں گویا میں اب عارضی نیند سونے کا خواہش مند تھا۔ دوسری صبح حسب معمول چمکدار تھی ہر چیز یکساں تھی اور یہی سب میرے ہم عصر تھے۔ گہرے سمندر جنہیں میں نے ابتدا سے دیکھا تھا اور وہ آج تک یوں ہی تھے چاند جو راتوں کو چمکتا تھا ستارے جو اپنا ایک مخصوص دائرہ عمل رکھتے تھے اور انہیں ان کی جگہ سے کوئی جنبش نہیں دے سکتا تھا۔ اور پھر دن کو چمکنے والا سورج جس کی بے شمار روایات منظر عام پر تھیں۔ یہ سب کے سب میری طرح ناقابل تسخیر تھے۔ اور سچی بات تو یہ ہے اگر میرے دوست تھے اور ہم عصر تھے تو یہی تھے لیکن میرے اور ان کے درمیان کوئی گہرا رابطہ قائم نہیں ہو سکتا تھا سوائے ستاروں کے کہ ہم سب ایک دوسرے کو اپنی اپنی کہانی سنا سکتے۔ تو صبح کی کہانی یوں شروع ہوئی کہ آرتھر بیٹر میرے کمرے میں آیا۔ اور مجھے غسل کرنے کی دعوت دی اور یہ غسل خانہ بھی عجوبہ تھا انسان نے یہاں پر بھی آلات کو نہ چھوڑا تھا۔ نہانے کے لیے عجیب و غریب چیزیں تھیں اور میں ان چیزوں سے کافی دیر تک کھیلتا رہا باہر سے پیٹر ہی کی آواز سنائی دی تو غسل خانے سے نکلا۔

"ناشتے کی میز پر تمہارا انتظار ہو رہا ہے مسٹر گولڈ!" اس نے کہا

"ایک بات بتاؤ پیٹر!" میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں پوچھو۔"

"تم نے اپنی بیٹی کے سامنے میرا نام لاک لیا تھا؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"اس کی وجہ تھی میرے دوست!"

"کیا وجہ تھی؟"

"دراصل جیل سے آنے کے بعد تم میرے دوست، تم میرے مہمان کی حیثیت سے رہو گے میں نہیں چاہتا کہ لوگ تمہیں گولڈ کے نام سے جانیں۔ اول تو یہاں آنے والوں کی بہت کمی ہے پھر چند ہی ایسے ملنے والے ہیں جو مجھ سے ملاقات کے لیے آتے ہیں اور جو آتے ہیں ان کا تعلق صرف مجھ سے رہتا ہے میری بیٹی اپنی عام لوگوں سے دور رہتی ہے وہ خود بھی الگ تھلگ رہنا پسند کرتی ہے۔ لڑکیوں سے بھی اس کی دوستی نہیں صرف چند ہی لڑکیاں ہیں جو شاذ و نادر ہی اس سے ملتی ہیں۔ باقی اس کا کوئی اور حلقہ احباب نہیں ہے۔ تاہم میں نہیں چاہتا کہ وہ کسی سے گولڈ کی حیثیت سے تمہارا تذکرہ کرے۔ اس لیے میں نے اس کے سامنے تمہارا نام لاک لیا تھا۔"

"اوہ یہ بات تھی۔ مجھے ناموں پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"ہونا بھی نہیں چاہیے۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ تم قدم قدم پر مجھ سے تعاون کرو۔ اور اس بات پر بھروسہ رکھو کہ میں تمہارے لیے کوئی دردسری پیدا نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی تمہیں کسی ایسی آزمائش میں ڈالوں گا۔ جو تمہارے لیے تکلیف کا باعث ہو۔ بس میں تم سے بڑے بڑے دعوے نہیں کروں گا۔ گولڈ بلکہ لاک! لیکن تم آنے والے وقت میں دیکھو گے کہ تمہاری وہ ساری خواہشات پوری ہو گئیں جو تمہارے دل میں تھیں۔"

"ٹھیک ہے میں تو ہمیشہ وقت کا انتظار کرتا رہا ہوں۔"

"تو آؤ چلو ناشتہ کر لیں۔"

ناشتے کی میز پر ایمی ایک خوبصورت کھلتے ہوئے رنگ کے لباس میں ملبوس موجود تھی اس کے بالوں میں نارنجی رنگ کے پھول لگے ہوئے تھے اور ان پھولوں کے نیچے ہر قسم کی آرائش سے پاک سفید حسین چہرہ بے حد خوشنما لگ رہا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے مجھے سلام کیا اور اس کا یہ انداز مجھے بڑا ہی بھلا لگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تشریف رکھیے مسٹر لاک آپ کی رات کیسی گزری؟"

"پر سکون!" میں نے جواب دیا۔

"ناشتہ شروع کریں مسٹر لاک ہم آپ کا ہی انتظار کر رہے تھے شاید آپ صبح کو دیر سے اٹھنے کے عادی ہیں میں تو بہت جلد جاگ جاتی ہوں۔ صبح کی ہوائیں پھولوں سے مس ہو کر جو خوشبو لیے ہوئے فضاؤں میں دوڑتی ہیں وہ بہت ہی حسین لگتی ہیں مجھے اور میں ان ہواؤں کا حسن سمیٹنے کے لیے ہمیشہ پائیں باغ میں نکل جاتی ہوں۔"

"خوشبوئیں تو مجھے بھی بہت پسند ہیں ایمی! اور نہ ہی میں دیر سے جاگنے کا عادی ہوں بس نئی نئی جگہیں ہوتی ہیں تو ان جگہوں کے رواج مجھے نہیں معلوم ہوتے۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر آپ صبح کو جاگنے کے عادی ہیں تو مسٹر لاک کل سے میں صبح کو آپ کے پاس پہنچ جایا کروں گی اور پھر ہم ساتھ ہی باغ کی سیر کیا کریں گے! ڈیڈی تو کبھی میرا ساتھ نہیں دیتے وہ بھی دیر سے اٹھنے کے عادی ہیں۔"

"ساتھ تو تمہارا یہ بھی نہیں دے سکیں گے کیونکہ یہ آج کسی کام سے جا رہے ہیں۔" پیٹر نے جلدی سے کہا۔

"کہاں جا رہے ہیں مسٹر لاک؟"

"ایک ضروری کام سے۔" میرے بجائے آئزک پیٹر نے جواب دیا۔

"تو کیا آپ واپس نہیں آئیں گے؟"

"کیوں نہیں واپس آئیں گے، ممکن ہے ایک دو دن میں ہی واپس آجائیں اور اس کے بعد ایک طویل عرصے تک ہم انہیں اپنے ساتھ ہی رکھیں گے۔" آئزک پیٹر میرے بولنے سے پہلے پھر جلدی سے بول پڑا۔

"تب ٹھیک ہے بہر صورت جب آپ واپس آجائیں گے تو پھر ہم صبح کو ہوا خوری کیا کریں گے۔ مجھے بہت ہی پسند ہے صبح کی سیر اور اگر اس میں میرے ساتھ آپ جیسا کوئی شخص بھی ہو تب تو پھر مزا ہی آجائے گا۔ میں تنہائی سے اتنی اکتا گئی ہوں اور ڈیڈی سے بار بار ذکر کرتی ہوں لیکن وہ میری تنہائی کا کوئی حل تلاش نہیں کر سکے"

"اوہ میرا خیال ہے میں تمہارے لیے کوئی بہتر حل تلاش کر لوں گا لیکن مجھے تھوڑا سا موقع اور دو بے بی!" آئزک پیٹر نے کہا۔

"یہ تو آپ ایک طویل عرصے سے کہہ رہے ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں میں بھی اس کی عادی ہو چکی ہوں" اینی ہنس کر بولی اور آئزک بھی بے تکے انداز میں ہنسنے لگا۔ میں خاموشی سے باپ بیٹی کی گفتگو سنتا رہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ آئزک پیٹر مجھے آج ہی پولیس کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے اور مجھے اس سلسلہ میں کوئی تردد بھی نہیں تھا میرے لیے کیا فرق پڑتا ہے اگر آئزک پیٹر میرے ساتھ تعاون کرنا چاہتا ہے تو مجھے خود ہی پولیس کے چنگل سے نکال کر لائیگا تو بہتر یہی ہے کہ میں اس کا انتظار کروں۔ دوسری صورت یہی تھی کہ میں جب وہاں سے اکتا جاتا تو وہی سب کچھ کر کے باہر نکل آتا جو میں نے پہلے بھی کیا تھا۔ بس میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ باہر کی دنیا مجھ پر تنگ ہو جائے اور لوگ ہمیشہ میری تاک میں لگے رہیں اس طرح اس دنیا کو قریب سے دیکھنے کا موقع ذرا کم ہی مل سکتا تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ آئزک پیٹر جس طرح بھی چاہے کرے میں تعرض نہیں کروں گا۔ ناشتہ کے بعد ہم لوگ میز سے اٹھ گئے۔ اینی اپنے کمرے میں چلی گئی اور پیٹر میرے ساتھ دوسرے کمرے میں آگیا۔

"تو تم نے رات کو اس بارے میں ضرور سوچا ہوگا ڈیئر گولڈ!" اس نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں سوچی میں اسی وقت تم سے متفق ہو گیا تھا پھر اس بارے میں سوچنے کی کیا ضرورت تھی" میں نے جواب دیا "اس سلسلے میں تم اگر چاہو تو مجھ سے سوالات کر سکتے ہو"

"کیسے سوالات؟"

"میرا مقصد ہے اگر تمہارے ذہن میں تردد ہو کہ میں تمہیں کس طرح نکال کر لاؤں گا تو تم اس بارے میں مجھ سے پوچھ سکتے ہو اور میں تمہیں بہتر جواب سے مطمئن کر دوں گا۔"

"دیکھو آئزک پیٹر! جب میں کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہوں تو پھر اس کے نشیب و فراز پر غور نہیں کرتا میں نے تم سے وعدہ کر لیا اور تمہارے سامنے کچھ شرائط بھی پیش کر دیں۔ وعدہ پورا ہونے کے بعد اگر تم اپنی شرائط پوری نہ کرو تو ممکن ہے مجھے غصہ آ جائے اور میں تمہارے خلاف کوئی اقدام کروں اور اگر غصہ نہ آیا تو میں تمہیں اس دنیا کا ایک فرد سمجھ کر معاف کر دوں گا اور یہاں سے کہیں آگے بڑھ جاؤں گا۔ ہاں یہ بات میں تم سے اس وجہ سے کہہ رہا ہوں آئزک پیٹر! کہ اگر تم مجھے وہاں سے نہ بھی نکال سکو اور اپنا وعدہ پورا نہ کر سکو تب بھی میں ان قوتوں کا مالک ہوں کہ وہ قید خانے مجھے نہیں روک سکیں گے۔"

"بہر صورت ہم لوگوں نے ابھی دوستی کی ابتدا کی ہے ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے کچھ وقت تو درکار ہوگا۔ میں تم سے کچھ دعوے کرتا ہوں اگر تم ان پر یقین کر لو تو یہ تمہاری سادگی ہوگی ہاں آنے والا وقت اگر ان دعووں کی سچائی ثابت کر دے گا تو تم آئندہ بھی میرے اوپر اعتماد کرتے رہنا اور یہی ہماری اس دنیا کا طریقہ ہے۔"

"ٹھیک ہے میں اس سے منکر نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

سورج اپنے سفر کا ایک حصہ طے کر چکا تھا جب آئزک پیٹر مجھے لے کر اپنی کار میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے اپنے نزدیک بٹھایا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس کا رخ شاید اسی جانب تھا۔ جہاں سے وہ مجھے لایا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ آئزک پیٹر اسی عمارت میں داخل ہو گیا تھا۔ کار کھڑی کر کے اس نے مجھ سے نیچے اترنے کی درخواست کی اور پھر میرے ساتھ اسی کمرے میں پہنچ گیا جہاں وہ بڑا پولیس افسر موجود تھا پولیس افسر نے کھڑے ہو کر آئزک پیٹر کا استقبال کیا تھا اور پھر اس نے متحیرانہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا۔

"ہیلو پیٹر کیسے ہیں آپ؟ ویسے آپ کے ساتھ اس شخص کو اس انداز میں دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی۔"

"حالانکہ اس سے قبل بھی آپ میرے سلسلے میں کبھی مایوس نہیں رہے۔"

"ہم آپ کی عظمت اور آپ کے تعاون کا دل سے اعتراف کرتے ہیں آپ واقعی بہت اعلیٰ انسان ہیں مسٹر پیٹر! لیکن میں بے چین ہوں کہ وہ گفتگو سنوں جو اس شخص اور آپ کے درمیان ہوئی ہے"

"اس نے پنکی کے قتل کا اعتراف کر لیا ہے۔" پیٹر نے جواب دیا

"کیا؟" پولیس افسر اچھل پڑا۔

"ہاں۔ اس نے جو کچھ بتایا ہے وہ بڑا تعجب خیز ہے!"

"کیا بتایا ہے اس نے؟"

"پنکی کے قتل کی وجہ دولت نہیں بلکہ رقابت ہے۔"
"اوہو! گویا دولت کے بارے میں کچھ نہیں پتہ چل سکا؟"
"نہیں۔"
"لیکن اس نے تفصیل کیا بتائی؟"
"اس کا کہنا ہے کہ پنکی طویل عرصے سے اس کے ساتھ تھی دولت کے بارے میں بھی اس نے بتایا کہ پنکی کے پاس ایک بھی رقم تھی۔ لیکن وہ اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی یہاں آنے کے بعد اس نے وہ رقم محفوظ کرنے کے انتظامات شروع کر دیئے تھے کیونکہ رقم خاصی بڑی تھی۔ اسی دوران پنکی کی ملاقات چند نوجوانوں سے ہوئی اور پنکی اکثر ان کے ساتھ نظر آنے لگی۔ اس نے اندازہ لگایا کہ پنکی ان نوجوانوں میں زیادہ دلچسپی لینے لگی ہے اور اس نے اسے نظر انداز کر دیا ہے چنانچہ وہ رقابت کا شکار ہو گیا اور ایک رات اس نے پنکی کو قتل کر دیا۔"
"خوب بہت خوب، اس کا مطلب ہے کہ اپنی دولت پنکی نے کہیں پوشیدہ کر دی؟" پولیس افسر نے کہا۔
"ہاں اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ پنکی نے خود ہی اس دولت کو کسی مناسب جگہ محفوظ کر دیا تھا۔ اور پھر اس شخص کا شکار ہو گئی۔"
"بہرحال یہ پنکی کا قاتل تو ہے ہی!"
"ہاں یقیناً۔"
"مسٹر آئزک پیٹر کیا یہاں اس نے کچھ جھوٹ بولنے کی کوشش نہیں کی؟"
"کیوں؟ آپ کا اشارہ کس طرف ہے؟" آئزک پیٹر نے پولیس افسر سے سوال کیا۔
"میرا مقصد ہے کہ کہیں اس شخص نے ہی پنکی کی دولت نہ اڑالی ہو۔ اس نے اس کے قتل کا اعتراف تو کر لیا لیکن دولت کو ظاہر نہ کرنا چاہتا ہو۔"
"یہ ممکن نہیں ہے آفیسر! اور آپ جانتے ہیں کہ مجرموں کے ذہنوں پر میری گرفت اتنی ہلکی نہیں ہوتی کہ وہ ایک بات کہہ دیں اور دوسری بات چھپالیں۔ یہ الفاظ اس کی زبان سے ادا نہیں ہوئے بلکہ یہ کہانی اس کے ذہن نے سنائی ہے اور میں اپنی مشینوں کی کارکردگی سے مطمئن ہوں۔" آئزک پیٹر کا لہجہ آخر میں کچھ ناخوشگوار ہو گیا اور پولیس افسر نے جلدی سے ہاتھ اٹھایا۔
"اوہو نہیں ڈیئر پیٹر! میرا مقصد یہ نہیں تھا بلا شبہ آپ نے جو معلومات حاصل کی ہوں گی وہ جامع ہوں گی بس ایسے ہی میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ ممکن ہے اس نے اس سلسلے میں چالاکی سے کام لیا ہو۔ اور میری سوچ غلط ہی ہے کیونکہ ظاہر ہے آپ کی گہری نگاہوں اور آپ کی مشینوں کی کارکردگی کے سامنے بھلا اس جیسے لوگ کیا ٹک سکتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شخص قاتل ہے لیکن کیا یہ اس قتل کا اعتراف کرے گا؟"
"یہ آپ کا کام ہے مسٹر آفیسر! آپ جس الجھن میں تھے وہ میں نے رفع کر دی ہے۔" آئزک پیٹر نے جواب دیا۔
"مسٹر پیٹر! میں آپ کا واقعی شکر گزار ہوں آپ جس طرح پولیس کی مدد کرتے ہیں وہ آپ ہی کا کام ہے۔ ہم بہت سے مسائل میں آپ کی رہنمائی کو حرف آخر سمجھتے ہیں۔"
"شکریہ! اب مجھے اجازت!" پیٹر نے پوچھا اور پولیس افسر نے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ آئزک پیٹر باہر نکل گیا اور پولیس افسر میری جانب دیکھنے لگا۔
"کیا تم اب بھی اس لڑکی کے قتل کا اعتراف نہیں کرو گے دوست! حالانکہ نہ جانے کیوں مجھے تمہارے چہرے پر ایک انوکھی معصومیت کا احساس ہوتا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ سب کچھ تم نے نہ کیا ہو لیکن حالات و شواہد اور پھر آئزک پیٹر نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ تم نے پنکی کو قتل کیا ہے البتہ اس نے کہا ہے کہ یہ بات تمہارے ذہن نے کہی ہے خود تم نے نہیں۔ تو کیا تم پنکی کے قتل کا اعتراف نہیں کرو گے؟ مجھے بتاؤ وہ کون لوگ تھے جو اس کے گرد جمع تھے اور تم کیوں رقابت کا شکار ہو گئے تھے۔"
"پولیس آفیسر! اگر وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اس لڑکی کو قتل کیا ہے تو یہ اس کے الفاظ ہیں باقی رہی ذہنوں کی بات تو میں کسی ذہن کو تسلیم نہیں کرتا اب بھی میں تمہارے سامنے یہی کہتا ہوں کہ میں نے اس لڑکی کو قتل نہیں کیا اس کا قتل بیکن نے کیا ہے۔"
"اوہ مسٹر بیکن ایک معزز آدمی ہیں وہ تھوڑی بہت دولت کے لیے کسی کو قتل نہیں کر سکتے محال میں اب تم سے کوئی تعرض نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے میرے سوالات کا جواب مل گیا ہے اور اب میں سارا معاملہ اعلیٰ حکام کے حوالے کر دوں گا۔ ہاں اس دوران تمہیں صرف ایک ہدایت دے سکتا ہوں کہ قید خانے میں پرسکون رہنا ورنہ ہم لوگوں کو درست کرنا جانتے ہیں۔"
میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ بے وقوف آدمی مجھے ٹھیک کرنے کی بات کر رہا تھا۔ آنے والے وقت سے بے خبر۔ تب اس نے اپنی میز میں لگا ہوا بٹن دبایا اور اس کا یہ رد عمل ہوا کہ باہر سے دو آدمی اندر آ گئے ان کے جسموں پر پولیس ہی کا لباس تھا۔
"اس شخص کو قاتلوں کی کوٹھری میں بند کر دیا جائے۔" افسر نے حکم دیا اور وہ دونوں آدمی مؤدب ہو گئے پھر ان میں سے ایک باہر نکل گیا اور دوسرے چند افراد کو ساتھ لے آیا۔ اندر آنے کے بعد ایک بار پھر میرے ہاتھوں میں وہی لوہے کی ہتھکڑی پہنا دی گئی۔ جو مجھے بہت

...کہ خیز لگتی تھی۔ اور ان لوگوں نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ میں ...حسن انداز میں ان کے ساتھ اس قید خانے تک پہنچ گیا جسے اس شخص ...قاتلوں کی کوٹھری کہا تھا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اندر سے صاف ستھرا۔ لیکن یہاں وہ سہولتیں ...یا نہیں تھیں جو پہلے تھیں۔ سونے کے لیے بستر بھی بہت معمولی تھا۔ ...ے یہ جگہ بالکل پسند نہیں آئی۔ تاہم میں نے تعرض نہیں کیا۔ مجھے ...اں کتنا وقت گزارنا تھا۔ اپنے طور پر تو میں فیصلہ کر ہی چکا تھا۔

دوسرے دن کچھ پولیس کے لوگ آئے اور انہوں نے میری اس ...ٹھری کا دروازہ کھول دیا پھر ان میں سے ایک نے مہذب لہجے میں باہر ...نے کی درخواست کی۔ اس دوران ان سب کا لہجہ نرم تھا اور کسی نے ...ئی ایسی بات نہیں کی جو مجھے ناگوار گزرتی۔

میں ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا اور پھر وہ مجھے لیے ہوئے ...ہر نکل آئے۔ جہاں ایک بڑی کار کھڑی ہوئی تھی۔ میرے ہاتھوں میں ...ہی ہتھکڑیاں لگا دی گئیں مجھے جن سے بے حد نفرت تھی لیکن بہرحال ...اس دوران میں سب کچھ برداشت کر رہا تھا چنانچہ میں نے انہیں بھی ...برداشت کیا اور خاموشی سے ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی ...ں پڑی اور اس بار مجھے ایک بڑی عمارت میں لے جایا گیا۔ اس عمارت ...ایک کمرے میں مجھے ایک شخص کے سامنے پیش کیا گیا جو کافی بارعب تھا ...ان لوگوں نے اس کے سامنے کچھ کاغذات پیش کیے تھے اور وہ ان کاغذات ...کو دیکھنے لگا۔

پھر وہیں موجود ایک آدمی میرے نزدیک آ گیا جس جگہ مجھے ...کھڑا کیا گیا تھا وہ لکڑی سے بنی ہوئی تھی۔ میرے نزدیک آنے والے شخص ...نے بغور مجھے دیکھا اور بولا "تمہارا نام گولڈ ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"پولیس نے تم پر ایک لڑکی پیکی کے قتل کا الزام لگایا ہے کیا ...درحقیقت تم نے اس لڑکی کو قتل کیا ہے؟"

"ہاں میں نے اسے قتل کیا ہے!"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ میری محبوبہ تھی اور اس نے مجھ سے بے وفائی ...کی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ بات تم کسی دباؤ کے بغیر کہہ رہے ہو؟"

"دباؤ۔ کیسا دباؤ؟"

"کسی نے تمہیں اس اقرار کے لیے مجبور تو نہیں کیا؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا اور اس شخص نے گردن ہلائی۔ ...دوسرے آدمی نے اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذات پر کچھ لکھا تھا اور ...اس نے وہ کاغذات آگے بڑھا دیئے۔ چند ساعت کے بعد کچھ دوسرے ...پولیس والے آ گئے۔ اور اس بار میرے پیروں میں لوہے کی سلاخیں

ڈال دی گئیں ان کی وجہ سے چلنے میں دقت ہو رہی تھی۔

اگر میں چاہتا تو ایک جھٹکے سے ان سلاخوں کو اپنے پیروں سے نکال سکتا تھا پروفیسر! لیکن میں مستقبل کی اس دنیا کی پوری تصویر دیکھنا چاہتا تھا اور اس سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا چنانچہ میں نے کوئی تعرض نہیں کیا اور ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

سارے لوگ بدل گئے تھے یہاں تک کہ گاڑی بھی دوسری تھی۔ اور اس نئی گاڑی نے مجھے جس عمارت میں پہنچایا وہ بھی نئی تھی اس عمارت میں زیادہ قیدی تھے اور ان کے لیے الگ الگ کوٹھریاں بنی ہوئی تھی۔ ان میں سے کچھ اجتماعی کوٹھریوں میں بند تھے اور کچھ الگ الگ قید خانوں میں تھے۔

مجھے ایک ایسی کوٹھری دی گئی جو دوسری کوٹھریوں سے الگ تھی اور کوٹھری میں بند کرنے سے قبل میرے ہاتھوں اور پیروں کی بندشیں کھول دی گئیں۔ میں اس ساری کارروائی کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور اس کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی پروفیسر! مقاصد وہی تھے انداز بدلے ہوئے تھے۔ اور میں ایک ایک بات بخوبی سمجھ رہا تھا۔

پھر پروفیسر! میں اپنی اس نئی رہائش گاہ میں آرام کرنے لگا اور یہاں سکون سے میں نے حالات کا جائزہ لیا۔ یہ سارا کھیل کیا زمانۂ قدیم کی تفریحات سے مختلف تھا کم از کم میرے لیے تو نہیں تھا کیونکہ میں کہیں مجبور نہیں تھا میں تو دیکھنے والا تھا محفوظ رکھنے والا تھا۔ کوئی دور ہو کوئی ماحول میری حیثیت الگ تھی۔ جب میں چاہتا حالات کو اپنے رخ پر موڑ لیتا تھا لیکن وقت کو اس کے رُخ پر چھوڑ دینا بہتر ہوتا ہے ورنہ واقعات غیر حقیقی ہو جاتے ہیں کسی کو مجبور کر دو تو پھر حالات اپنی اصلیت کھو بیٹھتے ہیں اور ابھی کچھ نہیں ہوا تھا۔ ابھی تو سارے معاملات تفریحی نوعیت سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ مجھے جب حالات میں دخل دینے کی ضرورت پیش آئے گی۔ تو میں اپنا کام خود کر لوں گا اور پروفیسر! یہ بیزاری جو میرے ذہن پر طاری تھی شاید واقعات کی سست رفتاری سے تھی کیونکہ ایک ہی ماحول میں وقت گزر رہا تھا میں اس نئے دور کے مختلف مراحل دیکھنا چاہتا تھا۔ اور اس وجہ سے مجھے ہلکی سی ذہنی کوفت تھی لیکن اسے نظر انداز کر دینا ہی بہتر ہوگا.......

...خاموشی سے وقت گزرتا رہا اس نئے ماحول میں کوئی خاص تبدیلی نہیں تھی سوائے اس کے کہ میری جانب کسی نے خاص طور سے توجہ نہیں دی تھی۔

سورج ڈوب گیا تھا اور تاریکی پھیلنے لگی۔ اس دوران کئی بار میرے ذہن میں آئزک پیٹر کا خیال آیا تھا میں نے سوچا تھا کہ یہ شخص کہیں ایسا تو نہیں کہ اپنی مطلب براری کے بعد اپنی راہ لگا ہو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھے قید خانے سے نکالنے کی کوشش

کرے گا۔ ممکن ہے اس نے یہ ساری باتیں صرف اس لیے کی ہوں کہ اپنے سر سے بلا ٹال دے اور اس کی سا[illegible] قوا[illegible] جو [illegible] والے جو اس پر بھروسہ کرتے تھے اور جاسوسی [illegible] اس کی حیثیت تھی اسے برقرار رکھنے کے لیے اس نے [illegible] سے پنکی کے قتل کا اعتراف کرا لیا ہو اور اس نے اپنا کام [illegible] ہو۔ چنانچہ پروفیسر! میں نے سوچا کر اگر منظامی [illegible] کے مطابق تین دن اور تین راتیں گزر گئیں تو پھر میں اپنے [illegible] خود [illegible] سمجھوں گا۔ اور یہاں سے نکل جاؤں گا۔ میں سوچوں گا کہ جو کچھ کرنا ہے مجھے خود کرنا ہے اور اب کسی کی مدد قبول کرنا ایک حماقت ہو گی اس نئے خیال کے تحت پروفیسر! میں نے بہت باتیں اور بھی سوچی تھیں مثلاً یہ کہ اب کسی کا سہارا نہ تلاش کیا جائے۔ دنیا میں رہنے والے بے شمار لوگ اپنے طور پر زندگی گزارتے ہیں ان میں کچھ ایسے سیدھے اور معصوم لوگ بھی ہوں گے جو دنیا کے ان ہنگاموں سے دور رہوں گے اور ان چالاک لوگوں کا ساتھ نہ دے پاتے ہوں جو صرف اپنی مطلب براری کے لیے زندہ ہوں لیکن بالآخر ایسے لوگ بھی زندگی تو گزارتے ہی ہوں گے۔ تو میں کیوں نہ انہی کے انداز میں زندگی گزارنے والوں میں شامل ہو جاؤں میرے ساتھ تو بڑی آسانیاں تھیں یعنی یہ کہ میں ان کی طرح معصوم نہیں تھا۔ اور اپنے لیے کوئی بھی جگہ بنا سکتا تھا۔ یہی بہتر تھا پروفیسر! البتہ تین دن اور تین راتوں کا انتظار کرنا میں نے ضروری خیال کیا تھا لیکن مجھے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا وہ پہلی ہی رات تھی جب چاروں طرف مکمل تاریکی اور خاموشی چھا چکی تھی جس جگہ میں قید تھا وہاں سے کچھ فاصلے پر ہلکی سی نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی اس روشنی میں وہ شخص نظر آ جاتا تھا جو ہاتھ میں لمبا سا آتشی ہتھیار لیے ہوئے گشت کر رہا تھا غالباً یہ پہرے دار تھا جو قیدیوں کی کوٹھریوں کی نگرانی کرتا ہو گا۔ جب بھی وہ میرے سامنے سے گزرتا۔ اس کے جوتوں کی چاپ مجھے اس کی جانب متوجہ کر دیتی اور اس وقت وہ عین میرے سامنے تھا۔ جب میں نے اچانک اس کے ہاتھ سے اس کا آتشی ہتھیار نیچے گرتے ہوئے دیکھا۔ چند ساعت وہ شخص حیران سا کھڑا رہا اور پھر کٹے ہوئے درخت کی مانند زمین پر آ گرا۔ اس کے اس طرح گرنے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی میں چونک کر اسے دیکھنے لگا اور اسی لمحے مجھے سیاہ لباس میں ملبوس ایک شخص نظر آیا جو بڑی پھرتی سے وہاں تک پہنچا تھا۔ اس نے ٹھوکر مار کر زمین پر پڑے ہوئے محافظ کی بے ہوشی کا اندازہ لگایا اور پھر میری کوٹھری کی جانب دیکھا۔ میں اٹھ کر سلاخوں والے دروازے کے نزدیک آ گیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ شخص میرے نزدیک پہنچ گیا، اس کا چہرہ بھی سیاہ لباس میں ڈھکا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے مجھے اس کی صورت نظر نہیں آ رہی تھی البتہ

"کون؟" اور میں اس کی آواز پہچان گیا۔ یہ یقیناً آئزک پیٹر تھا۔"

"مسٹر پیٹر" میں نے اسے جواب دیا۔

"ہاں ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ میں یہ تالا کھولوں گا" اس نے کہا اور میں تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر اس کی کارروائی دیکھنے لگا۔ آئزک پیٹر نے اپنے لباس میں سے ایک عجیب سا آلہ نکالا تھا اور پھر اس نے اس کا کوئی بٹن دبا دیا۔ ایک ہلکی سی گھرگھراہٹ کی آواز بلند ہونے لگی۔ اور آئزک پیٹر نے وہ آلہ تالے سے لگا دیا۔ شاید اس کے پاس تالے کی چابی نہیں تھی لیکن آلات کی حکومت عجیب تھی۔ خودکار آلے سے ایک پتلی سی آری منسلک تھی اور یہ آری تالے کے لوہے کو کاٹ رہی تھی۔ کیسی کیسی عجیب و غریب چیزیں ایجاد کر لی ہیں ان لوگوں نے۔ میں سوچنے لگا۔ چند ساعت کے بعد تالے کا وہ حصہ کٹ گیا جو اسے بند کیے ہوئے تھا اور تالہ کھل کر نیچے لٹک گیا۔ آئزک پیٹر نے تالہ علیحدہ کیا اور پھر سلاخوں والا دروازہ کھول دیا۔

"آ جاؤ" اس نے کہا اور میں کھلے ہوئے دروازے سے باہر نکل آیا۔ "میرے ساتھ چلتے رہو۔ لیکن ہوشیاری کے ساتھ اور یہاں یہ پستول سنبھال لو اگر کسی طرف سے کوئی خطرہ محسوس ہو تو بے دریغ فائر کر دینا۔ کیا تم اس کے استعمال سے واقف ہو؟"

"نہیں۔ یہ میرے لیے بے کار ہے اور تم فکرمند نہ ہو خطرات سے نمٹنے کا دوسرا طریقہ مجھے آتا ہے" میں نے جواب دیا اور آئزک پیٹر نے پستول واپس لے کر اپنے پاس رکھ لیا پھر وہ میرا بازو پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لوگ بے ہوش پڑے ہیں اور مجھے آئزک پیٹر کا وہ پستول یاد آ گیا جس کا اگلا حصہ پستولوں کی مانند نہیں تھا۔ اور جس سے ایک غبار نکل کر میرے چہرے سے ٹکرایا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا تھا۔ یقیناً آئزک پیٹر نے ایسی ہی کسی چیز سے ان لوگوں کو بے ہوش کیا ہو گا۔ اور پروفیسر! جرائم تو ہر دور میں ہوتے رہے ہیں ان کی نوعیت ذرا مختلف تھی اور کسی بھی مجرم کو اپنا کوئی کام انجام دینے کے لیے یا تو چالاکی سے اور پوشیدہ ہو کر کام کرنا ہوتا تھا یا پھر وہ اتنی قوت رکھتا تھا کہ دوسرے مدافعت نہ کر سکیں لیکن اس دور کے مجرموں نے خود کو پوشیدہ رکھنے کے لیے بہت سے انتظامات بھی کر لیے تھے۔ آلات اس کے ہر جگہ معاون تھے۔ بے ہوش لوگوں کے درمیان سے گزر کر آئزک پیٹر ایک ایسی دیوار کے قریب پہنچ گیا جو خاصی بلند تھی لیکن اس دیوار سے رسی کی ایک سیڑھی لٹکی ہوئی تھی۔ سیڑھی دیوار کے اوپری حصے میں کسی جگہ پھنسا دی گئی تھی اور اس جگہ کا انتخاب بہترین تھا۔ کیونکہ یہاں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی اور کوئی اس کام کو نہیں دیکھ [illegible] سے اس حصے کو دیکھا جا سکے سیڑھی کے قریب

...نے میرا شانہ تھپتھپایا اور بولا۔

"بس مسٹر گولڈ! اس سیڑھی سے تم اوپر پہنچ جاؤ۔ اس کا ...ا حصہ باہر لٹکا ہوا ہے۔"

"اور تم؟" میں نے سوال کیا۔

"میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے ہی آرہا ہوں۔ دیوار کی دوسری ...ب تم میرا انتظار کرو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور سیڑھی کی مضبوطی کا اندازہ ...ے لگا۔ اور اس کے بعد میں اطمینان سے چڑھتا ہوا اوپر پہنچا اور ...ی طرح سیڑھی سے دوسری جانب اتر گیا۔ آئزک پیٹر کی ہوشیاری ...ے حیرت تھی۔ بہرصورت وہ اپنے وقت کا ذہین انسان تھا۔ اور ...ساعت کے بعد یہ ذہین انسان میرے نزدیک پہنچ گیا۔ سیڑھی ...نے اسی طرح رہنے دی تھی۔ میرا ہاتھ پکڑ کر وہ تاریکی میں دیوار ...سلے سے کافی دور ایک درخت کے نیچے پہنچ گیا جہاں سیاہ ...کی ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ آئزک پیٹر نے کار کا دروازہ کھولا اور ...ے اندر بیٹھنے کی درخواست کی۔ میں بیٹھ گیا اور پھر اس نے کار چلا ...ور اب اس نے اپنا چہرہ بھی کھول لیا تھا۔ اس کا چہرہ چمک رہا تھا وہ ...سرخ اور سفید آدمی تھا حالانکہ اچھا خاصا عمر رسیدہ تھا لیکن اس کے ...یں جوانوں کی سی پھرتی تھی۔

"کیسی گزری میرے دوست؟" تھوڑی دیر کے بعد اس نے ...ل کیا۔

"مناسب کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو میرے لیے باعث تردد ...لیکن پیٹر تمہیں اس عمارت کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟ تم نے ...زہ کیسے لگایا کہ مجھے اس عمارت سے یہاں پہنچا دیا گیا ہے؟"

میری اس بات پر آئزک پیٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ...س نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "میرے دوست! کیا تم مجھے کوئی بدعہد ...ں سمجھتے ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو، ...ہے آنے والے وقت میں آئزک پیٹر تمہارا بہترین دوست ثابت ...ں جانتا ہوں کہ تم اس وقت تک مجھ پر بھروسہ نہیں کر سکتے جب تک ...ملی طور پر تمہیں اس بات کا ثبوت نہ دوں اور جیسا کہ تم نے بتایا ...اپنی دنیا سے آنے کے بعد تمہیں اس دنیا کو دیکھنے کے لیے اچھے ...کی تلاش رہی ہے لیکن ہر شخص اپنی مطلب براری کے لیے ...ملتا رہا ہے اور کسی نے تمہارے حالات اور تمہارے مسائل کو جاننے ...ہش نہیں کی۔ نہ ہی کسی نے تمہاری خواہش پوری کرنے میں ...ی مدد کی لیکن آئزک پیٹر ان لوگوں سے مختلف ہوگا۔ میں پہلے ...ہہ چکا ہوں کہ تمہاری ذات سے میرا کچھ مفاد بھی وابستہ ہے یعنی ...ن لوگوں میں نہیں ہوں جو یہ کہیں کہ وہ صرف تمہاری خاطر ...م کر رہے ہیں یا دوستی نبھا رہے ہیں بلکہ میں تو صاف کہہ چکا ہوں کہ تم میری مدد کرو اور میں تمہاری۔"

"ٹھیک ہے آئزک پیٹر! یہ بات تو ہمارے اور تمہارے درمیان طے ہو چکی ہے۔"

"ہاں یقیناً۔ تو جب آئزک پیٹر تمہارا دوست ہے اور اس نے تم سے ایک وعدہ کیا تھا تو کیا وہ تمہارے خیال میں تمہیں نظر انداز کر دیتا؟"

"نہیں یہ بات نہیں ہے لیکن اس کے باوجود مجھے حیرت ہے کہ تم اتنی آسانی سے اس جگہ پہنچ کیسے گئے جہاں مجھے قید کیا گیا تھا؟"

"ہاں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے تمہیں اپنے پاس سے یہاں پہنچانے کے بعد ہر لمحہ تمہاری خبر رکھی تھی۔ میں نے وہاں تک بھی تمہارا تعاقب کیا تھا۔ جہاں لے جا کر تم سے اس سلسلے میں اقرار کرایا گیا۔ اور اس کے بعد سے اس عمارت تک بھی۔ ورنہ تم خود سوچو اتنی بڑی عمارت میں کسی ایک کوٹھری کو تلاش کر لینا کوئی آسان کام تو نہیں ہے اور پھر ممکن تھا کہ تم اس وقت سو رہے ہوتے تو اس بات کا مطلب یہی ہے کہ میں تمہاری طرف سے غافل نہیں تھا صرف موقع کا منتظر تھا کہ تمہاری مدد کروں اور جونہی مجھے موقع ملا تمہیں آزاد کرا کے یہاں لے آیا اور میرے دوست گولڈ! اب تم مکمل طور پر آزاد ہو تم دیکھو گے کہ میں تمہارے لیے کیا کیا کرتا ہوں۔" آئزک پیٹر کی کار اس کی اپنی عمارت میں داخل ہو گئی تھی۔

عمارت کے اس حصے میں، میں پہلے نہیں آیا تھا۔ یوں بھی میں نے بہت مختصر وقت اس عمارت میں گزارا تھا اور پورے طور سے اسے دیکھا بھی نہیں تھا۔ بہرحال ایک کمرے میں پہنچ کر آئزک نے کمرے کی ایک دیوار میں کچھ کیا اور وہ دیوار ایک طرف سرک گئی میں تعجب سے اس کارروائی کو دیکھنے لگا۔ دیوار کے دوسری طرف سیڑھیاں بنی تھیں۔ کشادہ اور چوڑی سیڑھیاں جو نیچے چلی گئی تھیں گویا اس عمارت کے نیچے بھی کچھ تھا۔

پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی روشنی پھیل گئی۔ میں نے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

آئزک پیٹر دوسرا اسلانوس تھا، اور اب تو بار بار یہ کہتے ہوئے خود کو بھی عجیب سا لگتا ہے پروفیسر! کہ ہر دور میں ایسے لوگ موجود تھے جو اپنے دور کے اہم ترین لوگ کہلا سکتے تھے۔

آئزک پیٹر میرے آگے آگے چلتا رہا۔ عمارت کے نیچے ایک اور باقاعدہ عمارت بنی ہوئی تھی جس میں ضروریات زندگی کے سارے لوازمات جمع کر دیئے گئے تھے۔ آئزک پیٹر نے ان کمروں کو بھی روشن کیا اور اس کے بعد مجھ سے کہنے لگا۔

"دیکھ لو گولڈ! اور اگر کسی چیز کی کمی ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"اوہ آئزک پیٹر! گولڈ ہر لحاظ سے زندگی گزار لینے کا عادی

ہے" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے لیکن میں نہیں چاہتا گولڈ کہ تم ایک بے حال کی زندگی گذارو۔"

"بیچارگی میرے ذہن میں کبھی پیدا نہیں ہوتی پیٹر!" میں نے کہا۔

"میں مانتا ہوں مسٹر گولڈ! لیکن پیٹر کی دوستی یہ بات نہیں مانتی کہ اس کا دوست کسی تکلیف کا شکار ہو۔"

"بہرصورت تمہارے ان جذبات کا شکریہ مسٹر پیٹر!" میں نے کہا اور پیٹر مسکراتے ہوئے بولا۔

"نہیں مسٹر گولڈ، شکریے کی بات نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی تمام ضروریات مکمل طور پر باآسانی پوری کرو۔"

"شکریہ، ایک بار اور شکریہ، ویسے مسٹر پیٹر مجھے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ایک بات مجھے بتاؤ۔"

"ہاں ہاں پوچھو۔" آئزک پیٹر نے کہا۔

"کیا مجھے اس عمارت میں قید رہنا پڑے گا۔"

"نہیں ہرگز نہیں۔"

"تو پھر تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"ایسے ہی کچھ وقت کے لیے۔ میں نہیں چاہتا کہ ابھی کسی کو یہ بات معلوم ہو کہ تم جیل سے بھاگ کر یہاں آئے ہو۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے بعد" آئزک پیٹر مسکرایا۔ "اس کے بعد تم اپنی یہ شکل بدل دو گے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ کہ تمہارے یہ خدوخال بدل جائیں گے، تمہاری یہ رنگت بدل جائے گی۔ تمہیں وہ اس دوسری شکل میں نہیں پہچان سکیں گے" آئزک پیٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میرے لیے یہ ایک دلچسپ تجربہ ہوگا مسٹر آئزک پیٹر!"

"تمہارے لیے اور بھی تجربے بڑے دلچسپ ہوں گے مسٹر گولڈ!" آئزک پیٹر نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا۔

"لیکن آئزک پیٹر! مجھے تم یہ بتاؤ کہ آخر تم میری ذات میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"دیکھو گولڈ، اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور اس زمین پر بلاوجہ آ گیا ہوں لوگوں کی خدمت کرنے تو یہ بات قرین قیاس نہیں ہے چنانچہ جھوٹ ہوگی۔"

"خوب، تو پھر۔۔؟" میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"چنانچہ میں تم پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں گولڈ! کہ میں بھی اس دنیا کا ایک فرد ہوں جس میں لالچ اور خود غرضی رچی ہوئی ہے [illegible] چاہتا ہوں کہ تمام اچھائیوں کو اپنا لوں لیکن ایسا کوئی کام [illegible] نہ کروں جس سے کسی کو تکلیف ہو یا اسے لالچ سے تعبیر کیا جائے تو میں اس دنیا میں بہت پیچھے رہ جاؤں اتنا پیچھے کہ پھر لوگ دنیا میں آئزک پیٹر کا نام نہیں جان سکیں گے یہاں کا ہر شخص بڑے اچھے خیالات رکھتا ہے اگر تم اس سے بات کرو گے تو وہ تمہیں نیکیوں کی تلقین کرے گا۔ اچھائیوں کے وہ راستے دکھائے گا کہ تم اس کی عظمت کے قائل ہو جاؤ گے۔ اور یہ راستے بتانے کے بعد وہ خود ایک چور دروازے سے باہر نکل جائے گا۔ اور ان برائیوں میں مصروف ہو جائے گا جو اس کی زندگی کو عمدہ راستہ دے سکے۔ ایک طرح سے تم یوں سمجھو کہ وہ تمہیں تلقین کر کے خود وہی کام کرے گا۔ بس مجبوریاں ہیں انسان کے ساتھ۔ تم یوں سمجھ لو کہ اس نئی تہذیب نے انسان کو جن راہوں پر لا ڈالا ہے ان میں خودنمائی بہت زیادہ ہے۔ ظاہرداری کا وہ دور دورہ ہے کہ انسان مجبور ہو گیا ہے کہ نیکی کے پردے میں چھپ کر برائی کرے، اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم لوگ جن حالات کا شکار ہیں ان سے نمٹنے کی کوئی صورت ہمارے پاس نہیں ہے ہم لوگوں کے اخراجات لامحدود ہیں جبکہ وسائل محدود۔ اور ان لامحدود اخراجات کو محدود وسائل سے پورا کرنا نہایت مشکل کام ہے چنانچہ یہ ہماری مجبوری ہے کہ ہم نیکی کے راستے دوسروں کو تو دکھا سکتے ہیں لیکن خود ان پر نہیں چل سکتے۔ اور اس خودنمائی کے لیے بعض اوقات صرف ایک سچا جذبہ اور نیکیوں کا راستہ کافی نہیں ہوتا۔ انسان کو وہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے جس کے لیے اس کا ضمیر اسے اجازت نہیں دیتا لیکن ضمیر کی اجازت حالات کا تقاضا نہیں ہے حالات کہتے ہیں کہ ضمیر کے خلاف کام کرو۔ اور سچائیوں پر چلنے والا انسان جب ناکامیوں سے اکتا جاتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ ٹھیک ہے کیوں نہ مسائل سے دوسرے ذریعوں سے نبرد آزما ہوا جائے۔ اور یہ دوسرے ذرائع چھپے ہوئے ہوتے ہیں جن کے بارے میں میں نے ابھی تمہیں بتایا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اس کا ضمیر اسے کھانے کے لیے نہیں دے سکتا۔ تو اس وقت وہ غلط راستہ پر چل پڑتا ہے۔

تو میرے دوست! یہ ساری تمہیدیں میں نے اس لیے باندھی ہیں کہ میں تم پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تم میں میری دلچسپی بے مقصد نہیں۔"

"خوب، اور مجھے یہ بات پسند آئی۔"

"شکریہ! لیکن کیا تم اس کی وضاحت کرنا پسند کرو گے گولڈ!" آئزک پیٹر نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں ضرور۔ ڈیئر آئزک تمہاری اس دنیا میں [illegible] میرا جن لوگوں سے بھی رابطہ رہا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ

یں سے ہر شخص نے مجھ سے کچھ نہ کچھ طلب کیا۔ آئزک میں بہت سے لوگوں کا مطلوب بلا وجہ ہی بن رہا ہوں حالانکہ میں نے اپنے اندر ایسی کوئی خوبی نہیں پائی جس سے میں اپنے آپ کو یہ سمجھوں کہ دوسرے میرے لیے مجبور ہیں لیکن انہوں نے کسی نہ کسی طرح مجھ سے کوئی کام نکالنے کی کوشش ضرور کی۔ مجھے یہ بات ناپسند نہیں ہے لیکن دراصل اس بات کا مقصد دوسرا ہے میں جس دنیا سے آیا ہوں وہ بڑی سادہ سی دنیا ہے بڑی انوکھی اور بڑی معصوم لوگوں کی دنیا لیکن یہاں آکر مجھے جو تجربات ہوئے ہیں وہ میرے لیے بڑے حیرت انگیز ہیں لیکن اس کے باوجود مسٹر آئزک پیٹر میں یہ چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں رہوں اور اس دنیا کو دیکھوں۔ اس دنیا کی ایجادات میرے لیے بے حد دلکش ہیں اور میں اس کے بارے میں مکمل معلومات چاہتا ہوں، ایسی حالت میں جبکہ میں کچھ چاہتا تھا میں نے لوگوں سے تعاون بھی کیا۔ لیکن ایسے لوگ جو خود مجھ سے تعاون چاہتے ہیں مگر جب میں الجھن میں پھنستا ہوں تو بھاگ جاتے ہیں میرے لیے کس طرح قابل قبول ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے میں نے انہیں ناپسند کیا۔ اب تم خود ہی دیکھو، میری جسمانی قوتیں بے پناہ ہیں، میں اپنی تعریف نہیں کر رہا بلکہ تم خود دیکھ لوگے کہ میں عام لوگوں سے دس گنا زیادہ طاقتور ہوں بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زیادہ۔"

"تو تمہیں ہماری اس جدید دنیا میں آئے ہوئے کتنا عرصہ گذرا ہے گولڈ؟" پیٹر آئزک نے سوال کیا اور میں چونک پڑا۔ یہاں مجھے سخت احتیاط کی ضرورت تھی۔ میرے الفاظ مستقبل کے اس سائنسدان کو میرے خلاف مشتبہ بھی کر سکتے تھے چنانچہ میں محتاط ہو گیا۔

"یہ کچھ زیادہ نہیں مسٹر آئزک! بس کچھ عرصہ ہوا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو سب سے پہلے جب تم اس دنیا میں آئے تو تم نے اپنا وقت کہاں گذارا؟"

بہت اچھا سوال کیا تھا مسٹر آئزک نے چنانچہ میں نے جواب دیا۔ "مسٹر پیٹر آئزک! اس دنیا میں میں نے سب سے پہلا منظر جو دیکھا تھا تم لوگ اسے جسمانی مقابلوں کا نام دیتے ہو، چونکہ میری بستی میں بھی یہ مقابلے ہوتے تھے لیکن بغیر کسی لالچ یا فریب کے، صرف ایک کھیل کی حیثیت سے چنانچہ میں نے اسے بھی ایک کھیل سمجھا اور ایک لڑنے والے کو شکست دے دی جو دوسرے تمام لوگوں سے جیت گیا تھا لیکن میری جیت دیکھ کر کچھ لوگوں نے مجھ پر قبضہ جما لیا اور سب نے مجھے مجبور کیا کہ میں ان کے لیے صرف ان کے لیے کاروباری طور پر لڑوں۔

آئزک پیٹر! میں نے ان کے ساتھ تعاون کیا اور انہیں بہت بڑی حیثیت دلا دی۔ یعنی انہوں نے مجھے جس شخص سے بھی لڑایا میں نے اسے شکست دے دی اور اس کے بعد میں نے ان سے صرف ایک درخواست کی۔"

"وہ کیا؟" آئزک پیٹر نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ یہ مسٹر پیٹر کہ میں اس دنیا کو دیکھنا چاہتا ہوں، اس دور کی تمام ایجادات سے واقف ہونا چاہتا ہوں اور ان لوگوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ مجھے یہ ساری دنیا کو دکھائیں گے۔ سو آئزک پیٹر! اس کے بعد ان لوگوں نے میری تربیت کے لیے ایک لڑکی کو مقرر کیا جو مجھے اس دنیا کے ماحول کے مطابق آداب سکھانے لگی۔

پھر ایسا ہوا کہ لڑکی نے مجھے پسند کر لیا اور میں نے بھی اسے پسند کر لیا لیکن مجھے لڑانے والوں نے سوچا کہ کہیں لڑکی کی معیت میری جسمانی قوتیں زائل نہ کر دے چنانچہ وہ لوگ مجھ سے ناراض ہو گئے۔ میں نے ان کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی اور لڑکی کو خود سے الگ کرنے کا خیال ترک کر دیا، تب انہوں نے مجھ پر تسلط جمانے کی کوشش کی اور یہی بات ان کے لیے غلط ثابت ہوئی۔ تم خود سوچو آئزک پیٹر! کہ میں جو ان سے وعدہ کر چکا تھا کہ ان کے لیے ہر کام کروں گا جو ان کی خواہش ہے یعنی انہوں نے جس انداز میں مجھے پسند کیا تھا اور جس لیے پسند کیا تھا اس کے بعد میں نے یہ سوچا تھا کہ یہ میری ذمہ داری ہے باقی میری ذات پر پہرے بٹھانا کہاں کی عقلمندی تھی۔

لیکن وہ شخص نہ مانا جو مجھے لڑاتا تھا اور مجبوراً میں نے اسے چھوڑ دیا اور اس کے بعد کے حالات کسی حد تک تمہارے علم میں ہیں۔ تو ڈیئر آئزک پیٹر! اگر میں تمہارے کسی کام آسکا تو ضرور آؤں گا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے انحراف نہیں کروں گا۔ لیکن میری ذات پر تسلط جمانے کی کوشش مت کرنا۔"

"وعدہ میرے دوست وعدہ۔" آئزک پیٹر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تو اب یہ بتاؤ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ارے اتنی جلدی کیا ہے۔ ہاں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ میں تم سے وہ کچھ نہیں چاہوں گا جو تم نہ کر سکو۔ انہوں نے تمہیں پروفیشنل ریسلر بنا دیا لیکن میں تم سے ایسا کام نہیں چاہوں گا۔ البتہ جو کام میں تم سے کہوں تم اس کے بارے میں یہ سمجھنا کہ یہ اس کی ضرورت ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن مجھے اشارتاً تو کچھ بتا دو۔"

"تم یقین کرو گولڈ! کوئی ایسا کام نہیں ہو گا جس میں تمہیں کسی بھی قسم کی الجھن کا شکار ہونا پڑے بلکہ ایک طرح سے میں تمہیں تمہارا کام بتاؤں گا تو تم خوش ہو گے۔"

"چلو ٹھیک ہے، مجھے اتنی جلدی بھی نہیں ہے جیسا تم کہہ رہے ہو ویسا ہی مناسب ہے لیکن یہ قبیلہ میرے کچھ زیادہ پسندیدہ نہیں ہے تم کوئی ایسی ترکیب نکالو کہ میں اس دنیا میں اپنے لیے کوئی مقام حاصل کر سکوں۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ تم اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہو۔ وقتی طور پر تمہیں یہاں رکنا پڑ رہا ہے لیکن بہت جلد، شاید کل میں تمہیں آزادی دے دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا تم آرام کرو۔ کافی وقت گزر چکا ہے، میں چلتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور آئزک پیٹر مجھ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے آرام دہ رہائش گاہ کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ کتنے ہنگامے ہیں اس دنیا میں۔ لوگوں نے اچھا طرز زندگی اختیار کرنے کے لیے کیا کیا ذرائع اختیار کیے ہیں۔ حالانکہ انسان کتنی معمولی سی چیز ہے، صدیاں فنا ہو گئیں کوئی باقی نہ رہا۔ اور وہ جنہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں بہتر ماحول حاصل کرنے کے لیے آج اپنا سب کچھ چھوڑ کر یہاں سے رخصت ہو گئے ہیں۔ میری بات دوسری تھی پروفیسر! میں اگر اس دنیا میں اپنے لیے نہایت اعلیٰ زندگی گذارنے کا بندوبست کرتا تو وہ بات جائز تھی کیونکہ میں باقی رہنے والوں میں سے تھا اور مجھے تو ابھی صدیاں دیکھنی تھیں لیکن شاید انسان کو اگر کوئی شے ایسی مل جائے جو اس کے تصور اور اس کے امکانات سے بالاتر ہو تو وہ اس شے سے دلچسپی پیدا کر بیٹھتا ہے۔ میں نے ضرورت نہیں محسوس کی تھی اس چیز کی کہ میں اپنے لیے کچھ کرتا۔ میں تو زمانہ گرد تھا اور زمانے کو دیکھتا چلا آیا تھا۔ دوسری صبح آئزک پیٹر تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس آیا۔

"معاف کرنا میرے پیارے دوست، اس وقت میں ناشتہ تمہارے ساتھ نہیں کر سکوں گا کیونکہ صبح کو میری بیٹی ایمی میرے ساتھ ناشتہ کرتی ہے اور چونکہ ابھی میں تمہیں اس کے سامنے نہیں لے جاؤں گا۔ اس لیے مجھے ناشتہ اسی کے ساتھ کرنا پڑے گا۔"

"ان تکلفات کی ضرورت نہیں ہے آئزک پیٹر، میں کسی بھی چیز کو محسوس نہیں کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ تم مکمل طور پر میرا خیال رکھو گے چنانچہ تم جاؤ۔" اور آئزک پیٹر چلا گیا۔ ناشتہ کے بعد میں پھر اطمینان سے بیٹھ کر گزرے ہوئے کسی واقعہ کو سوچنے لگا۔ میرے پاس سوچنے کے لیے مواد کی کیا کمی تھی ماضی کا کوئی بھی واقعہ میرے لیے دلچسپ یادیں رکھتا تھا اور ان یادوں کے دوران وقت کا بہہ جانا کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس وقت بجانے دن کتنا گذر چکا تھا کیونکہ اس کا اندازہ ان تہہ خانوں میں نہیں ہو سکتا تھا۔ آئزک پیٹر جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چرمی بیگ تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھ کر گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

"تمہیں یقیناً اس تنہائی میں کوفت ہوئی ہو گی میرے دوست۔"

"نہیں آئزک! میں تو ہر چیز کا عادی ہوں کوئی خاص کوفت تو نہیں ہوئی میں اپنا ماضی یاد کر رہا تھا۔"

"ہاں ماضی ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی اپنی ملکیت ہوتا ہے جب چاہو واقعات کی فلم ذہن میں واپس دہراؤ اور گزرے ہوئے وقت کو دیکھ لو بہرصورت تھوڑی بہت جتنی بھی کوفت ہوئی ہو گی اسے دور کرنے کے لیے میں نے بندوبست کر لیا ہے۔"

"تمہارے اس بکس میں کیا ہے؟"

"تمہارے لیے ایک نیا چہرہ!"

"اوہ۔ ہاں میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں کس جدت کا مظاہرہ کرتے ہو۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ کوئی انوکھی چیز ہی ہو گی کیونکہ میں جن انوکھے انسانوں کے درمیان ہوں ان سے کوئی بات ناممکن نہیں ہے تو کیا تم میری گردن کو میرے شانوں سے اتار دو گے اور اس کے بعد کوئی نیا چہرہ میرے اس چہرے کی جگہ رکھ دو گے؟" میں نے سوال کیا اور آئزک پیٹر ہنس پڑا۔

"اوہ نہیں میرے دوست تمہاری گردن اپنی جگہ جوں کی توں رہے گی میں بس تمہارے اندر تبدیلیاں پیدا کر دوں گا۔"

"تب میں تمہاری اس حیرت انگیز کارروائی کو دیکھنے کے لیے بے چین ہوں۔" میں نے کہا اور آئزک پیٹر نے گردن ہلا دی پھر وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے بکس کو ایک جگہ رکھ کر اسے کھولنے لگا۔ اس بکس سے اس نے نہ سمجھ میں آنے والے آلات نکالے پھر ایک لمبے تار کو دور تک لے گیا اور اسے دیوار میں ایک جگہ سوراخ میں نصب کر دیا اس کے بعد اس نے اس آلے کے کچھ بٹن دبائے اور اس سے ایک ہلکی سی آواز بلند ہونے لگی اس نے بٹن دوبارہ بند کر دیا اور آلے کو میز پر رکھ دیا۔

"تو میرے دوست اب تم اپنا مکمل لباس اتار دو مجھے یقین ہے کہ تم اس میں جھجک محسوس نہیں کرو گے" اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بے وقوف انسان کہہ رہا ہے کہ میں اس کے سامنے لباس اتارنے میں جھجک محسوس کروں گا۔ حالانکہ سچی بات تو یہ ہے پروفیسر! کہ ہر دور میں مجھے لباس پہننے میں جھجک محسوس ہوتی رہی ہے چنانچہ میں نے اپنے بدن سے لباس اتار دیا۔ آئزک پیٹر متحیرانہ لہجے میں بولا "بلاشبہ گولڈ تم سونے ہی کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہو، میں تمہارے بدن کی ساخت پر متحیر ہوں، مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کسی ماہر فنکار نے سونے کا یہ مجسمہ تیار کیا ہو بجانے وہ کونسی بستی ہو گی جہاں تم رہتے ہو گے کیا تم اپنی بستی کے واحد انسان ہو یا سب تمہارے ہی مانند ہیں؟"

"نہیں، میری بستی کے لوگ میری ہی مانند ہوتے ہیں۔"

"مرد اور عورت سب؟"

"ہاں۔"

"تب تو تو نوکھی بستی ہو گی وہ اور دنیا والوں کی نگاہوں میں سونے کی بستی۔" آرٹزک نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اپنا وہ آلہ لے کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔ ایک بار پھر اس نے آلے کے بٹن دبائے اور وہی آواز پھر بلند ہوئی۔ تب اس نے آلے کو میرے جسم کے سامنے کر دیا اور اس آلے سے ہلکا سا غبار نکل کر منتشر ہونے لگا۔ یہ غبار میرے بدن پر جم رہا تھا اور جہاں جہاں یہ غبار جمتا جا رہا تھا وہاں میرا رنگ سیاہی مائل ہوتا جا رہا تھا۔ آرٹزک پیٹر بڑے انہماک سے اپنے کام میں مصروف تھا اور میرے بدن پر کوئی نشان نہیں چھوڑ رہا تھا یہاں تک کہ پاؤں کے ناخنوں سے لے کر وہ میرے شانوں تک پہنچ گیا۔ پھر اس نے میرے ہاتھوں کو بھی اسی رنگ میں رنگا اور اس کے بعد اس نے مجھ سے آنکھیں اور منہ بند کرنے کے لیے کہا۔ میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور غبار میرے چہرے سے ٹکرانے لگا۔ کوئی خاص احساس نہیں ہو رہا تھا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں بڑی دلچسپی سے اس کی ان حرکات کو محسوس کر رہا تھا پھر اس نے شاید اپنا کام ختم کر لیا اور مجھ سے کہا کہ میں آنکھیں کھول دوں۔ میں نے آنکھیں کھول لیں۔ تب اس نے کچھ سوچا اور پھر دوبارہ اپنے اس آلے میں کچھ تبدیلیاں کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے میرے سر کے سنہری بالوں کو گھرے سیاہ رنگ میں رنگ دیا اور پروفیسر! ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر اس نے آئینہ میرے سامنے کر دیا اور میں ششدر رہ گیا۔ ہاں یہ میں نہیں تھا۔ نئے دور کے انسان نے مجھے بھی تبدیل کر دیا تھا اور یہ تبدیلی میرے لیے کسی طور تکلیف دہ نہیں تھی۔ مجھے یہ احساس نہیں تھا کہ میرا خوبصورت رنگ تباہ ہو گیا بلکہ میں تو انسان کے اس خوبصورت کارنامے پر دنگ تھا۔ یہ مخلوق کسی طور نہ تو محدود ہے اور نہ اسے اپنے کسی کام میں کوئی دقت ہوتی ہے گویا انسانی نسلوں میں اب تک میں نے جتنی نسلیں دیکھیں ان میں اپنے آپ پر اور اپنے حالات پر قادر جس قدر یہ مخلوق مجھے نظر آئی تھی اس سے پہلے ایسے لوگ کبھی نہیں دیکھے تھے میرا رنگ تبدیل کرنے کے بعد اس نے اپنے اس جادو کے بکس سے کچھ اور چیزیں نکالیں جن میں کچھ شیشیاں تھیں ان شیشیوں میں سیال بھرے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ایک چوکور چھوٹے سے پیکٹ میں کسی چیز کے پتلے پتلے ٹکڑے تھے۔ اس نے سیال میرے چہرے پر جگہ جگہ ملا اور اس کے بعد اس نے اسی آلے سے میرے چہرے پر لگے ہوئے ٹکڑوں پر بھی وہی رنگ پھیر دیا۔ جو اس نے میرے پورے بدن پر پھیرا تھا۔ اس بار جو میں آئینے کے سامنے گیا تو حیرت سے میری آنکھیں بند ہو گئیں میں چشم تصور میں وہ شکل دیکھ رہا تھا جو ابھی آئینے میں نظر آئی تھی اور پروفیسر! سلانوس بھی شاید یہ کام نہ کر سکتا میرا تو اپنا چہرہ ہی بدل گیا تھا وہ چہرہ جو صدیوں نے نہیں بگاڑا تھا۔ اس دور کے انسان نے بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور آرٹزک پیٹر کی طرف دیکھنے لگا۔

آرٹزک پیٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"تم سوچ رہے ہو گے میرے دوست کہ میں نے تمہارا سنہرا رنگ تم سے چھین لیا ہے!"

"نہیں میں یہ تو نہیں سوچ رہا تھا البتہ یہ خیال میرے ذہن میں تمہارے ان الفاظ سے ضرور آیا ہے تم اس سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہو"

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا تمہیں افسوس ہے کہ تمہارا یہ رنگ ماند پڑ گیا۔"

"ہرگز نہیں بلکہ میں اپنی اس تبدیلی میں محسوس کر رہا ہوں"

"ہاں تمہارے جیسے تجسس پسند انسان سے یہ بات بعید نہیں ہے لیکن یہ خوشخبری سن کر تمہیں یقیناً خوشی ہو گی کہ تمہارا یہ رنگ عارضی ہے اور تمہارے چہرے پر جو یہ پلاسٹک کے ٹکڑے چپکے ہوئے ہیں یہ ایک خاص چیز سے دھو کر اتارے جا سکتے ہیں اس کے علاوہ تمہارے بدن کا تمام رنگ بھی میرے تیار کردہ محلول سے اتر کر اپنی اصلی حالت میں واپس آ سکتا ہے چنانچہ تمہیں ذرا بھی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں"

"میں تو ذرا بھی فکرمند نہیں ہوں آرٹزک پیٹر! بہرصورت! اب کیا حکم ہے میرے لیے؟"

"بس اب اپنا لباس پہن لو" آرٹزک پیٹر نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ تب آرٹزک پیٹر نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا "میں نے پہلے تمہیں ایک اور نام دیا تھا اور وہ تھا الاک یعنی اپنی بیٹی کے سامنے لیکن ضرورت کے تحت مجھے تمہارا نام پھر تبدیل کرنا پڑے گا کیا تم مجھے اپنی پسند کا کوئی نام بتاؤ گے؟"

"نہیں۔ مجھے ناموں سے کوئی دلچسپی نہیں"

"تب میں تمہیں جارج کے نام سے پکاروں گا"

"ٹھیک ہے اس وقت کے بعد سے میرا نام جارج ہے!"

"یقیناً۔۔۔ اور اب میں تمہیں اپنی بیٹی سے ملاؤں" آرٹزک پیٹر نے اپنا صندوق بند کیا اور مجھے لیے ہوئے ان تہہ خانوں سے باہر نکل آیا اندر کی دنیا تنہائی کی دنیا تھی۔ باہر کی دنیا میں اب میں آزاد تھا اور پروفیسر! شاید اس شخص کی قربت نے میرے اندر تھوڑی سی خوداعتمادی ..... بھی پیدا کر دی تھی۔ اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ نہ تو میں اس دنیا کے لیے کوئی اجنبی چیز رہا ہوں اور نہ مجھے اسے دیکھنے میں کوئی دقت پیش آیا کرے گی۔ اس شخص نے میرے اوپر یہ بڑا احسان کیا ہے۔

آرٹزک پیٹر مجھے لیے ہوئے پہلے ایک ایسے راستے پر پہنچا جہاں سے اندر داخل ہونے کی جگہ بنی ہوئی تھی اور پھر اس راستے پر آ گیا جو باہر سے اندر کی جانب آتا تھا۔ صدر دروازے تک کوئی نہ ملا لیکن صدر دروازے سے داخل ہو کر میں نے آرٹزک پیٹر کی لڑکی لینی کو دیکھا لینی کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں ابھرا تھا وہ پُراخلاق انداز میں آگے بڑھ آئی اور میری جانب گردن خم کر کے مجھے سلام کیا۔

"اوہ اینی ڈیئر! میرے نئے دوست سے ملو۔ یہ جارج ہیں۔ اور ایک ایسے ملک سے تعلق رکھتے ہیں جو بے پناہ پُراسرار سمجھا جاتا ہے۔"

"میں بتا سکتی ہوں ڈیڈی!" اینی نے بچوں کے سے انداز میں کہا۔

"تو بتاؤ۔"

"ان کا تعلق افریقہ سے ہے۔"

"ہاں افریقہ سے ہے لیکن انہوں نے زندگی کا طویل عرصہ ایشیائی ملکوں میں گزارا ہے اس لیے ان کے انداز میں بہت ساری چیزیں ایسی پاؤ گی جو افریقیوں میں نہیں ہوتیں۔"

"میں محسوس کر رہی ہوں ڈیڈی، ایک تبدیلی تو ان میں نمایاں ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ان کے خدوخال افریقیوں سے ملتے جلتے نہیں ہیں گو رنگ ان کی مانند سانولا ہے لیکن نقش و نگار تیکھے ہیں افریقیوں کی طرح بھدے نہیں۔"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زیادہ تر زندگی یورپی ممالک میں گزاری ہے۔"

"ہاں۔ آب و ہوا کا اثر خدوخال پر گہرا ہوتا ہے۔" اینی نے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی "سوری مسٹر جارج! میرے ڈیڈی نے آپ سے میرا تعارف نہیں کرایا۔ میرا نام اینی پیٹر ہے اور میں ان کی بیٹی ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلادی تھی۔ "آپ سے مل کر خوشی ہوئی"

"لیکن مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔" اینی نے کہا اور پیٹر چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"اوہ اینی کیا کہہ رہی ہو؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں ڈیڈی!"

"لیکن کیوں؟"

"اس کی وجہ ہے!"

"کیا وجہ ہے؟"

"یا تو یہ سائنسدان ہوں گے اور آپ کے ساتھ آپ کی لیبارٹری میں گھسے رہیں گے۔ اور اگر سائنسدان نہیں ہیں تو پھر یہاں سے چلے جائیں گے، میں ان سے بے تکلف ہونے کی کوشش کروں تو میری حماقت ہے۔"

"اوہ! یہ بات ہے تو سنو! مسٹر جارج نہ تو سائنسدان ہیں اور نہ جلد یہاں سے جائیں گے ممکن ہے یہ ہمارے ساتھ ہی رہیں چنانچہ تم انہیں سنبھالو۔ میں چلتا ہوں۔" آرتھر پیٹر نے کہا اور پھر ہم دونوں سے اجازت لے کر کسی کام سے چلا گیا۔

آرتھر پیٹر کی بیٹی اینی خاصی بے تکلف تھی اس کی معصومیت کے بارے میں تو میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا حالانکہ اب میں بدلی ہوئی شکل میں اس کے سامنے آیا تھا اور میرا کردار دوسرا تھا لیکن وہ اسی بے تکلفی سے مجھ سے پیش آ رہی تھی۔ آرتھر پیٹر کے چلے جانے کے بعد اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے میری بات آپ کو ناگوار گزری ہو مسٹر جارج لیکن میں نے غلط نہیں کہا تھا میرے ڈیڈی سائنسداں ہیں وہ اپنے سائنسی تجربات میں مصروف رہتے ہیں اور ان کے ملنے جلنے والے بھی انہی کی طرح خبطی ہوتے ہیں۔ بات بات میں کھو جانے والے اور اگر واپس بھی آئیں گے تو انوکھے الفاظ لیے جو کسی کی سمجھ میں نہ آئیں ایسے لوگوں سے مل کر شدید ذہنی کوفت ہوتی ہے اور ڈیڈی سے ملنے ایسے لوگوں کے سوا اور کوئی آ بھی نہیں سکتا۔ ابھی کچھ عرصہ قبل ایک اور شخص ڈیڈی کے پاس آیا تھا۔ بڑا ہی عجیب و غریب انسان تھا سنہری [illegible] اثر کرنے والا۔ میں اس کی شخصیت سے بڑی متاثر [illegible] چاہتا تھا کہ وہ طویل عرصے تک میرے ساتھ رہے [illegible] بہت قریب سے دیکھتی رہوں۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ طویل عرصے تک میرے ساتھ رہے گا اور وہ صبح خیزی کا عادی ہے۔ گویا میری فطرت اس سے میل کھاتی تھی لیکن پھر وہ چلا گیا اور میں شدید ذہنی کوفت کا شکار ہو گئی۔ ایسے لوگوں کے قریب آنے سے کیا فائدہ جو چلے جاتے ہیں اب تم بتاؤ کہ میں اسے بھولنے کے لیے کیا کروں؟"

"تو کیا تم اس سے محبت کرنے لگی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"محبت؟ ہاں شاید، حالانکہ مجھے اس کے ساتھ وقت گزارنے کا کوئی موقع نہیں مل سکا۔ بس تھوڑے ہی مختصر وقت میں ہماری ملاقات ہوئی تھی نہ اس نے مجھے پیار بھری نگاہوں سے دیکھا نہ میں اظہار کر سکی۔ بس تھوڑی سی گفتگو ہوئی۔ اس نے پھر آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ڈیڈی کے دوست بھی ڈیڈی ہی کے مانند ہوتے ہیں۔ وہ نہیں آیا۔" اینی نے معصومیت سے کہا۔

"بہرصورت اینی اگر میں تمہاری کچھ مدد کر سکا تو مجھے خوشی ہوگی تم چاہو تو میں اسے تلاش کر کے لا سکتا ہوں۔ تم مجھے اس کا نام اور پتہ وغیرہ بتا دو۔"

"بے کار ہے۔ سب کچھ بے کار ہے میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اگر میں نے تم سے بداخلاقی کی بات کی تو کیا بُرا کیا؟"

"قطعی نہیں اینی۔ میں نے تمہاری بات کا بُرا تو نہیں مانا۔" میں نے جواب دیا۔

"تم مجھے کافی اچھے انسان معلوم ہوتے ہو تمہارے چہرے پر ایک عجیب سی نرمی ہے ایسی نرمی جو محبت کرنے والوں کے چہرے پر ہوتی ہے دیکھو میں آئندہ تم سے بداخلاقی سے پیش نہیں آؤں گی لیکن اگر

تم یہاں سے جانا چاہتے ہو یا چلے جاؤ گے تو مجھے بتا دو میں تم سے اتنی قربت ہی نہیں حاصل کروں گی۔ بس سرسری انداز میں جیسے مہمانوں سے پیش آیا جاتا ہے پیش آؤں گی تب پھر تمہارے جانے کے بعد مجھے کوئی کوفت نہیں ہو گی۔"

"لیکن اینی تم مجھ سے محبت تو نہیں کر سکتیں۔"

"کیوں نہیں کر سکتی کیا میں تمہیں اس قابل نظر نہیں آتی؟"

اینی نے کہا اور میں نے بمشکل تمام اپنی ہنسی روکی خاصی بے وقوف لڑکی تھی معصومیت کی انتہا کو پہنچی ہوئی۔ مجھے اس کے غصے پر ہنسی آرہی تھی اور وہ آنکھیں لگائے ہوئے مجھے گھور رہی تھی۔

"بتاؤ کیا سمجھتے ہو تم مجھے؟"

"[illegible] ہی سادہ اور نیک سی لڑکی!"

"[illegible] علاوہ میں ابھی تمہارے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا [illegible] رہنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔"

"[illegible] تم مجھے بہکا رہے ہو۔" وہ غصیلے انداز میں بولی۔

"کیوں اس میں بہکانے کی کیا بات ہے؟"

"تم کہہ رہے ہو کہ ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔ اس کا مطلب ہے کہ تم کافی عرصے تک یہاں رہو گے!"

"تم نہیں چاہتیں کہ میں یہاں رہوں۔"

"میں کیوں نہیں چاہتی لیکن میرے چاہنے سے کیا ہونا ہے۔ ڈیڈی تمہیں کسی کام سے بھیج دیں گے اور پھر تم واپس نہیں آؤ گے۔"

"اچھا چلو وعدہ کرتا ہوں کہ ایک طویل عرصے تک یہاں رہونگا اور یہاں سے نہیں جاؤں گا اگر تم اس بات سے خوش ہو سکتی ہو تو میں تمہاری خوشی چاہتا ہوں۔"

"سوچ لو جو کچھ کہہ رہے ہو کر بھی سکو گے یا نہیں؟"

"وعدہ کر چکا ہوں اور میں وعدے پورے کیا کرتا ہوں۔"

"تب آؤ دوستی کا ہاتھ ملاؤ۔" اس نے اپنا خوبصورت ہاتھ آگے بڑھا دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"دراصل میں انسانوں کو ترسی ہوئی ہوں ڈیڈی نے حالانکہ میرے اوپر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ مجھے لوگوں سے ملنے جلنے سے روکا نہیں جاتا لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کن لوگوں کا انتخاب کروں۔ مجھے زیادہ دوستوں سے وحشت ہوتی ہے۔ کچھ لڑکیاں ہیں جو ڈیڈی کے ملنے والوں کی بیٹیاں ہیں وہ مجھ سے ملنے آجایا کرتی ہیں کبھی کبھی میں بھی ان کے ہاں چلی جاتی ہوں لیکن وہاں اتنے لوگ ہوتے ہیں کہ میں بوکھلا کر رہ جاتی ہوں میری خواہش ہے کہ صرف ایک شخص ملے، ایک انسان جو میرا دوست ہو اور میں اس سے ساری باتیں کر لوں کوئی تیسرا میرے اس کے درمیان موجود نہ ہو۔" اینی نے عجیب سے لہجے میں جواب دیا۔

اور میں اس لڑکی کو دیکھتا رہا۔ عجیب سی خواہش تھی اس کی اور عجیب سی فطرت کی مالک تھی۔ بہر صورت اس کی اس خواہش میں معصومیت تھی اور یہ عجیب معصومیت مجھے بری نہ محسوس ہوئی میں نے اس سے بہت سی تسلی آمیز باتیں کیں اور وہ کافی حد تک مطمئن ہو گئی۔ جب وہ مطمئن ہو گئی تو اس کے چہرے پر مسرت کے آثار نظر آنے لگے۔

"بڑی اچھی دوستی نبھے گی ہماری۔ تم دیکھو گے میں تعاون کرنے والی ہوں اور ہاں تم یہاں رہو گے نا! تو میں تمہیں بہت سی چیزیں پکا پکا کر کھلاؤں گی۔ مجھے کھانے بہت اچھے پکانے آتے ہیں۔ فرصت کے اوقات میں یہی سب کچھ کرتی رہتی ہوں۔ پائیں باغ میں میں نے بہت سے پودے لگائے ہیں جو اب بڑے ہو چکے ہیں پھولوں کے کچھ کنج تو ایسے ہیں جنہیں میں نے خود اپنے ہاتھوں سے سنوارا ہے اس کے علاوہ گھر کی ڈیکوریشن بھی میری ہی کاوش ہے اور اس کے بعد بھی وقت ملتا ہے تو کھانے پکاتی ہوں۔ باورچی کو گھر سے نکال دیتی ہوں اور خود کچن میں بند ہو کر کھانے پکاتی ہوں پھر جب ڈیڈی کھانوں کی تعریف کرتے ہیں تو مجھے بڑی ہنسی آتی ہے۔"

"کیوں ہنسی کیوں آتی ہے؟"

"کیونکہ وہ کھانا پکانے والے کی تنخواہ میں کچھ اضافہ کر دیتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ باورچی نے پکایا ہو گا۔ پھر بھلا بتاؤ میرا کیا جاتا ہے اگر وہ باورچی کی تنخواہ میں اضافہ کر دیں۔ میں بالکل خاموش رہتی ہوں۔ اور جب ڈیڈی اس کی تنخواہ میں اضافہ کر چکے ہوتے ہیں تو میں ہنستی ہوں اور آج تک میں نے ڈیڈی کو اپنی اس ہنسی کی وجہ نہیں بتائی۔"

"خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے تمہیں میں ایک بات بتاؤں؟"

"ہاں ہاں بتاؤ!"

"یہ میرے ڈیڈی جو ہیں نا یہ زیادہ اچھے آدمی نہیں ہیں تم یقین کرو یہ دوستوں کو خاص طور سے دھوکہ دیتے ہیں ان سے کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ کچھ لوگ ایسے میری نگاہوں میں آ چکے ہیں جو ڈیڈی کا شکار ہوتے ہیں۔ مجھے ان بیچاروں سے ہمدردی ہے مگر میں کیا کروں آخر وہ میرے ڈیڈی ہیں میں کیسے بتاؤں کہ وہ ڈیڈی کے چنگل میں نہ پھنسیں۔ اب پچھلے ہی دنوں کی بات ہے ہمارے ہاں ایک چور گھس آیا۔ ڈیڈی نے اسے پکڑ لیا اور پکڑ کے اس کو اپنی لیبارٹری میں لے گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھی۔ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ میں ان کے پیچھے پیچھے آرہی ہوں جب وہ چور کو لیبارٹری میں لے گئے تو میں وہاں چھپ گئی۔ ڈیڈی نے اس کو دھمکیاں دیں کہ وہ اسے پولیس کے حوالے کر دیں گے اور وہ ساری عمر جیل میں ہی گزارے گا۔ چور بڑا گڑگڑایا اور اس نے ڈیڈی سے کہا کہ وہ اسے معاف کر دیں۔ تب ڈیڈی نے اس سے کہا کہ وہ اسے دوست بنانے کے خواہشمند ہیں۔

اور وہ ان سے ملتا رہے وہ بیچارہ تیار ہو گیا اور خلوص سے کئی بار ہمارے گھر آیا پھر ایک بار ڈیڈی نے اس سے کوئی کام لیا۔ یقیناً مجھے اس کام کی تفصیل تو معلوم نہیں لیکن وہ کوئی جائز کام نہیں تھا کیونکہ اس کام میں وہ شخص پکڑا گیا اور اسے بہت لمبی سزا ہو گئی لیکن سزا دلانے والوں میں ڈیڈی سر فہرست تھے حالانکہ اس بیچارے نے بہت کچھ کہا کہ وہ بے قصور اور بے گناہ ہے لیکن کون سنتا اس بیچارے کی۔ ڈیڈی تو ایک نیک نام آدمی ہیں اسے سزا ہو گئی۔ کئی لوگ اس طرح ڈیڈی کا شکار بن چکے ہیں وہ اپنی مطلب برآری کے لیے کام کرتے ہیں تم ذرا ان سے ہوشیار رہنا کیونکہ تم اب میرے دوست بن چکے ہو۔"

لڑکی کی باتیں میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں سنیں وہ اپنے باپ کے بارے میں جس طرح کچا چٹھا بتا رہی تھی وہ اس کی معصومیت کی دلیل تھی لیکن اس سے آئزک پیٹر کی شخصیت واضح ہو جاتی تھی۔ میرا پہلے بھی یہ خیال تھا کہ یہ شخص بہت زیادہ اچھا انسان نہیں ہے پولیس کا کارکن ہونے کے ساتھ ساتھ ذاتی طور پر بھی کچھ بُرے ارادہ رکھتا ہے نہ جانے اس چور سے اس نے کیا کہا ہو گا اور پھر اس بیچارے کو کس مصیبت میں پھنسا کر خود الگ ہو گیا چنانچہ لڑکی کی بات سے ایک فائدہ مجھے ضرور ہوا کہ میں آئزک پیٹر کی باتوں پر پوری طرح مطمئن نہ ہو جاؤں بلکہ پہلے میں اس کی ہر خواہش کا تجزیہ کروں۔ اور اس کے بعد اس کے کہنے پر عمل کروں۔

آئزک پیٹر شام تک غیر حاضر رہا اور میں نے یہ وقت ایبی کے ساتھ ہی گزارا معصوم ایبی دلچسپ گفتگو کرنے والی لڑکی تھی اور ہر شخص سے محبت کرنے کے لیے تیار اور اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ آئزک پیٹر کے ساتھ خشک زندگی گزارتے گزارتے تنگ آ گئی تھی۔ رات کو آئزک پیٹر واپس آیا اور اس نے معذرت آمیز لہجے میں مجھ سے کہا۔

"معاف کرنا ڈیئر جارج میں کچھ زیادہ ہی مصروف ہو گیا چند ایسے کام تھے جنہیں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا بعض اوقات مجھے اپنے کچھ کام ادھورے چھوڑ کر صرف اس لیے گھر واپس آجانا پڑتا ہے کہ ایبی میری غیر موجودگی کو بری طرح محسوس کرتی ہے لیکن آج میں بڑا مطمئن رہا میں نے سوچا کہ تم ایبی کے پاس ہو گے اور وہ یقینی طور پر تنہائی نہیں محسوس کرے گی۔"

"ہاں ڈیڈی مسٹر جارج تو بہت ہی دلچسپ آدمی ہیں بڑی پُر لطف گفتگو کرتے رہے ہم دونوں۔" ایبی نے خوش ہو کر کہا۔

"اسی لیے تو میں مسٹر جارج سے درخواست کر رہا ہوں کہ وہ یہیں قیام کریں اور ایک طویل وقت ہمارے ساتھ گزاریں۔"

"میں نے مسٹر جارج کو اس کے لیے تیار کر لیا ہے ڈیڈی وہ ہمارے ساتھ خاصا وقت گزاریں گے۔" ایبی نے کہا۔

"واقعی مجھے یقین ہے کہ تم نے ایسا کر لیا ہو گا۔ کیونکہ بہرحال تم ایک باصلاحیت لڑکی ہو اور مسٹر جارج میرا خیال ہے آپ کا وقت بھی ایبی کے ساتھ بُرا نہیں گزرا ہو گا۔"

"یقیناً۔ ایبی نے مجھے آپ کے بارے میں اور اپنے بارے میں بہت کچھ بتاتی رہی ہے" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا لیکن آئزک پیٹر نے میرے اس لہجے پر توجہ نہیں دی اور ہنسنے لگا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد ہم لوگ کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے پھر ایبی نے سونے کی اجازت طلب کی اور اٹھ کر چلی گئی۔

"کیا تمہیں بھی نیند آ رہی ہے مسٹر جارج؟" آئزک پیٹر نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں، کیا آپ بیٹھنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ ہم لوگ کچھ دیر باتیں کریں۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

"تب میں کافی کے لیے کہہ آتا ہوں کافی پیتے ہوئے ہم لوگ گفتگو کریں گے۔" آئزک پیٹر نے کہا اور باہر نکل گیا تھوڑی دیر کے بعد ایک ملازم کے ہمراہ آیا۔ ملازم کافی کی ٹرالی دھکیلتا ہوا لایا تھا۔ اس نے ٹرالی درمیان میں کھڑی کر دی اور باہر نکل گیا۔ تب آئزک پیٹر نے دروازہ بند کر دیا۔

"بات دراصل یہ ہے مسٹر جارج کہ میری مالی حالت بہت زیادہ اچھی نہیں ہے گورنمنٹ مجھے ایک معقول معاوضہ دیتی ہے وہی گزر بسر کا ذریعہ ہے حالانکہ میرے اخراجات بہت زیادہ نہیں ہیں کیونکہ چند ملازمین اور ایبی کے علاوہ میرا ہے ہی کون لیکن میں اپنے سائنسی تجربات کے لیے کوئی امداد نہیں قبول کرتا بس یوں سمجھ لو کہ یہ میرا شوق ہے اور اس سے میرے جذبات وابستہ ہیں چنانچہ آمدنی کے لیے میں ہمیشہ پریشان رہتا ہوں اور اس تگ و دو میں لگا رہتا ہوں۔ ......

...... کہ ان تجربات پر ہونے والے اخراجات کے لیے مجھے کچھ نہ کچھ ملتا رہے اگر میں اس بارے میں حکومت کی کوئی پیشکش قبول کروں تو جانتے ہو کیا ہو گا؟" اس نے رک کر مجھے دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"حکومت میری جان کو آجائے۔ وہ زیادہ سے زیادہ مجھ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے لیکن میں صرف اس حد تک یہی مناسب سمجھتا ہوں۔ یعنی یہ کہ پولیس کی تھوڑی بہت مدد کر دوں۔"

"تم کرنا کیا چاہتے ہو مسٹر پیٹر؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ میرے دوست۔ آئزک پیٹر کوئی معمولی انسان نہیں ہے میرے ذہن میں ایسے ایسے فارمولے ہیں کہ اگر ان کی تکمیل ہو جائے تو میں ساری دنیا کو حیران کر دوں لیکن مجبوریاں ان کی تکمیل میں میرے آڑے آتی ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن ان تجربات کے لیے تمہیں دولت کی ضرورت ہو گی"

"دولت" آرزک پیٹر نے ایک گہری سانس لی "دولت کے بغیر دنیا کا کونسا کام ہوتا ہے؟"

"عجیب بات ہے تمہاری دنیا میں دولت کتنی بڑی حیثیت رکھتی ہے اس کا اندازہ میں لگا چکا ہوں۔"

"ہاں میرے دوست" آرزک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"لیکن اس سلسلہ میں میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟" میں نے سوال کیا۔

"یہی سوچ رہا ہوں کہ تمہیں بتاؤں یا نہ بتاؤں" آرزک پیٹر نے کہا

"بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"صرف ایک؟"

"وہ کیا؟"

"تم یہ نہ سمجھو کہ میں نے تمہیں چند لمحات بھی آرام نہیں کرنے دیا۔ اور اس [illegible] کی وجہ صرف یہ تھی جو میں نے فوراً نمایاں کر دی۔"

"میرا خیال ہے آرزک پیٹر تم نے ایک اچھے انسان کی حیثیت سے ایک بات پہلے ہی واضح کر دی تھی۔"

"کونسی بات، مجھے یاد نہیں؟" پیٹر سے پوچھا۔

"تم نے کہا تھا کہ میرے معاملے میں تم بالکل ہی بے غرض نہیں ہو۔"

"ہاں۔ کچھ کمزوریوں کے باوجود میں کچھ اصولوں پر ضرور کاربند رہتا ہوں۔ میں نے تمہیں دھوکے میں نہیں رکھا تھا۔"

"یہ بات میں مانتا ہوں۔ اس لیے تم مجھے بتانے میں تردد نہ کرو۔"

"جو کچھ میں تمہیں بتا رہا ہوں اس میں تمہیں بھی دلچسپی ہوگی۔ مجھے بتاؤ پینکی تمہاری محبوبہ تھی۔"

"ہاں وہ میری عورت بن چکی تھی۔"

"اور اسے بیکن نے قتل کر دیا۔"

"لیکن نے صرف بیکن نے" میں نے پُر زور لہجے میں کہا۔

"تمہارے ذہن میں بیکن کے خلاف انتقام کا جذبہ نہیں ابھرا"

"میں اس سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔"

"اس نے نہ صرف یہ کہ تمہاری دوست پینکی کو قتل کیا بلکہ اس کے قتل کے اقدام میں تمہیں بھی پھانسنے کی کوشش کی یہ کوشش تمہارے قتل کی حیثیت رکھتی ہے اگر وہ قاتل کی حیثیت سے تمہیں پولیس کے حوالے نہ کرنا چاہتا تو شاید اپنے طور پر تمہیں بھی قتل کرنے کی کوشش کرتا لیکن اس نے تمہیں قتل کرنے کے لیے دوسرا ذریعہ نکالا۔"

"یعنی؟"

"یہی کہ تمہیں پینکی کے قتل کے اقدام میں موت کی سزا مل جائے۔"

"ہاں تمہارے قانون کی بات ہے تمہارا قانون مجھے موت کی سزا ہی دیتا۔ تمہارا خیال درست ہے۔"

"تو پھر تم اس سے انتقام نہیں لو گے؟ کیا یہ مناسب ہوگا کہ وہ اس دولت سے عیش کرے جو تمہاری اور پینکی کی ملکیت تھی"

"[illegible]"

"یہی [illegible] ہے میرے دوست، میں نے بیکن کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر لی ہے۔ میں اس کی رہائش گاہ سے بھی واقف ہوں اور اس کے مشاغل سے بھی۔ چنانچہ تم اسے اغوا کر لو۔ ہم اسے ان تہہ خانوں میں لے آئیں گے اور یہاں اس سے معلومات حاصل کریں گے۔ دراصل بیکن کوئی شریف انسان نہیں ہے اس کے ساتھ بہت سے غنڈے ہیں۔ اور میں لڑنے بھڑنے والوں میں سے نہیں ہوں تم اس سے نمٹ سکتے ہو۔"

میں خاموشی سے آرزک کی شکل دیکھتا رہا اور پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "مجھے تمہاری تجویز سے اتفاق ہے مسٹر پیٹر!"

"پھر تو ہم دونوں اس دولت کو حاصل کر کے تقسیم کر لیں گے۔ اور اس کے بعد ہی ہم دوسر[illegible] کام کرتے رہیں گے۔"

"مجھے منظور ہے [illegible]" کہا اور پیٹر کھل اٹھا۔

"خدا کی قسم گولڈ اگر تم مجھ سے تعاون کرتے رہو تو ہم تہلکہ مچا دیں گے تم انوکھی خصوصیات کے مالک ہو اور میں انوکھی ذہانت کا۔ ایسی ایسی ترکیبیں استعمال کروں گا دولت حاصل کرنے کی کہ دنیا دنگ رہ جائے گی۔"

میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ آرزک پیٹر کی آنکھوں میں مستقبل کے خواب لہرا رہے تھے اور اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔

"پھر اس سلسلہ میں کیا کرنا ہے پیٹر؟" میں نے پوچھا۔

"کل دن میں، میں تمہیں ساری تفصیل سمجھا دوں گا بس اب آرام کرو" پیٹر نے کہا اور اٹھ گیا۔

دوسری صبح ناشتے پر بے شمار چیزیں تھیں اور ایلسی ہنس رہی تھی اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ "واہ بھئی آج ہمارا باورچی کس بات پر خوش ہوگا۔ بڑا عمدہ ناشتہ بنایا ہے اس نے اور یہ اچھا ہی ہے کیونکہ آج کا دن بھی مصروف دن ہے" ایلسی خاموشی سے ہنستی رہی تھی۔

لیکن جب آرزک نے اس سے اجازت طلب کی اور کہا کہ وہ مجھے لے جا رہا ہے تو ایلسی چونک پڑی۔

"کیا مطلب ڈیڈی کیا مطلب؟"

"اوہ بے بی، ہم لوگ تھوڑی دیر کے بعد واپس آجائیں گے!"

"اور یہ آپ کے ساتھ ہوں گے؟"

"ہاں۔"

"آپ یقین سے کہہ رہے ہیں ڈیڈی؟"

"کیا مطلب؟" آرزک نے تعجب سے پوچھا۔

"آج تک کا ریکارڈ۔ آپ نے کسی بھی کام کے آدمی کو یہاں نہیں

چھوڑتا ہے۔"
"میرے بارے میں تمہارے خیالات بے حد خراب ہیں بے بی۔
اور یہ اچھی بات نہیں ہے!" آئزک نے ہنستے ہوئے کہا۔
"مسٹر جارج کیا آپ ڈیڈی کے ملازم ہیں؟"
"نہیں مس پیٹر!" میں نے کہا۔
"تو آپ خود وعدہ کریں کہ آپ واپس آئیں گے۔"
"ہاں میں واپس آجاؤں گا مس پیٹر!"
"تب ٹھیک ہے اب تک آپ ایک اچھے انسان ثابت ہوئے
ہیں۔ میں آپ کی بات پر یقین کیے لیتی ہوں۔" ایمی نے کہا اور آئزک
پیٹر ہنستا ہوا میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس کے
ساتھ اس کی کار میں جا رہا تھا۔
آئزک پیٹر راستے بھر مجھے ان راستوں کی تفصیل سمجھاتا رہا اور
پھر بولا۔ "اس کے باوجود میں خود بھی تمہارے ساتھ رہوں گا۔ راستوں
کی تفصیل میں نے تمہیں صرف اس لیے بتائی ہے کہ تمہیں آئندہ اسکی ضرورت
پیش آئے گی۔ پھر ایک عمدہ سے علاقے میں اس نے ایک جگہ کار روک
دی۔ "وہ سبز رنگ کی عمارت دیکھ رہے ہو؟"
"ہاں۔"
"وہ بیکن کی کوٹھی ہے۔"
"ٹھیک ہے!"
"بیکن مجھے تو پہچانتا ہے لیکن موجودہ شکل میں تم اس کے
لیے اجنبی ہو گے تم اگر چاہو تو اس کوٹھی میں داخلے کا جائزہ لے سکتے ہو۔"
"میرا خیال ہے کافی ہے مسٹر پیٹر!"
"کیا مطلب؟"
"کیا اسے اغوا کرتے وقت تم میرے ساتھ ہو گے؟"
"ہاں میں ہی تمہیں یہاں تک لاؤں گا لیکن اندر صرف
تم داخل ہو گے میں یہاں تمہارا انتظار کروں گا۔"
"بس اتنا کافی ہے میں اسے لے آؤں گا۔" میں نے جواب دیا
اور آئزک پیٹر دیر تک مجھ سے گفتگو کرتا رہا پھر اس نے کار واپس موڑ دی
اس کے بعد وہ کافی دیر تک بازاروں کی سیر کرتا رہا۔ اس نے میرے لیے بہت
سی چیزیں خریدیں غالباً وہ مجھے خوش کرنا چاہتا تھا اور پھر دوپہر کے کھانے
سے قبل ہم گھر واپس لوٹ آئے۔
ایمی ہمیں دیکھ کر خوش ہو گئی تھی۔ باقی دن حسب معمول گزرا۔
آئزک پیٹر پھر کسی کام سے چلا گیا تھا اور پھر وہ رات کو ہی واپس آیا۔
رات کا کھانا کھانے کے بعد دیر تک گفتگو ہوتی رہی یہاں تک کہ ایمی
کو نیند آنے لگی۔ وہ سونے کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس کی دانست
میں ہم دونوں بھی سونے کے لیے آگئے تھے۔

لیکن رات کے پہلے پہر آئزک میرے کمرے پر پہنچ گیا اور اس نے
مجھے آواز دی۔
"اندر آجاؤ آئزک!" میں نے جواب دیا۔ اور وہ اندر آگیا۔
"کیا تم تیار ہو؟"
"ہاں۔"
"تو پھر آؤ چلیں۔" اس نے کہا اور میں فوراً اس کے ساتھ باہر
نکل آیا۔ آئزک نے اس وقت ایک عجیب لباس پہنا ہوا تھا۔ میں نے
اس پر توجہ نہیں دی۔ پھر جس کار میں بیٹھ کر آئزک چلا وہ بھی میرے لیے
نئی تھی۔ کافی بڑی کار تھی اور میں نے آئزک کے پاس پہلی بار اسے دیکھا تھا۔
راستے بھر خاموشی رہی۔ آئزک کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا
یہاں تک کہ ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں دن میں آئے تھے۔
"گولڈ!" آئزک آہستہ سے بولا۔
"ہوں!"
"ہم اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ گئے ہیں۔"
"میں دیکھ رہا ہوں۔"
"تم کسی قسم کی جھجک تو محسوس نہیں کر رہے؟"
"قطعی نہیں لیکن کیا تمہیں یقین ہے کہ بیکن اس وقت اپنے
مکان میں ہوگا؟"
"ہاں میں نے اس کے بارے میں پوری معلومات کر رکھی ہیں۔"
"تو میں جاتا ہوں میرا انتظار کرو۔" میں دروازہ کھول کر نیچے اتر
گیا اور اسی وقت آئزک نے مجھے پکارا۔
"سنو گولڈ یہ رکھ لو۔ تم اسے بے حقیقت سمجھتے ہو لیکن یہ بڑی
کارآمد ہوتی ہے اس کی ایک جھلک دوسروں کو حواس باختہ کر دیتی ہے"
اس نے میری طرف ایک پستول بڑھاتے ہوئے کہا۔
"نہیں آئزک، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے لاپرواہی
سے کہا۔ اور پھر اس کی بات کا انتظار کیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ اس عمارت
کے سامنے کے حصے میں روشنی تھی۔ اس لئے میں عقبی سمت چلا گیا
جہاں راہداری زیادہ اونچی نہیں تھی۔ میں نے ایک ہی چھلانگ میں اسے
طے کر لیا اور عمارت میں داخل ہو گیا۔
عمارت زیادہ طویل نہیں تھی میں نے بآسانی بیکن کا کمرہ
تلاش کر لیا۔ ایک بڑے بستر پر سرخ کمبل میں بیکن موجود تھا شاید

جاگ رہا تھا اور تنہا نہیں تھا یعنی بستر پر کوئی اور بھی اس کے ساتھ موجود تھا
میں نے بیکن کی خواب گاہ کے دروازے کو دھکا دیا اور محسوس کیا کہ دروازہ بند ہے تب میں نے ایک لات دروازے پر رسید کی اور دروازہ اکھڑ کر اندر جا گرا۔ بیکن کی جو حالت ہو سکتی تھی وہی ہوئی وہ یہ بھول کر مسہری سے نیچے کود پڑا کہ وہ بے لباس ہے اور اس کے ساتھ ہی چیخنے والی لڑکی بھی۔
بیکن کی بہ نسبت لڑکی نوجوان تھی اور کافی خوبصورت، دونوں نے مجھے حیرت سے دیکھا اور پھر بیکن نے جھپٹ کر اپنے بستر سے پستول اٹھا لیا میں نے تعرض نہیں کیا۔ لڑکی نے جلدی سے بستر کی چادر کھینچ کر اپنا بدن چھپا لیا تھا۔ البتہ بیکن شاید خوف کی حالت میں اپنی برہنگی بھول گیا تھا۔
"کون ہو تم؟"
"میرے ساتھ چلو بیکن۔" میں نے کہا۔
"کہاں؟"
"جہاں میں لے جاؤں۔"
"تم ہو کون؟" بیکن دھاڑا۔
"تمہیں لے جانے والا۔"
"جو کوئی بھی ہو اس طرح گھس آنے کی سزا میری نگاہوں میں موت ہے۔" بیکن شدید غصے کے عالم میں بولا اور پھر اس نے دو دھماکے کیے۔ پستول سے نکلنے والی گولیاں میرے بدن سے ٹکرائیں لیکن ان کا نتیجہ کیا نکلتا۔ لڑکی پھر چیخ پڑی۔ بیکن کی آنکھیں بھی حیرت سے کھلی رہ گئیں۔ اس نے پستول کو دیکھا اور پھر دو دھماکے اور کیے لیکن ان کا نتیجہ بھی کچھ نہ نکلا
"بس اب اسے پھینک دو اور میرے ساتھ چلو۔" میں نے کہا اور اس وقت کسی نے عقب سے مجھ پر حملہ کر دیا۔ دو آدمی تھے جنہوں نے پوری قوت سے میرے شانے اور سر پر لکڑی کے ایک ہتھیار سے حملہ کیا تھا لیکن ان کی لکڑیاں تڑاخ سے ٹوٹ گئیں۔
میں نے دونوں کی گردنیں پکڑ لیں اور پھر ان کے سر پوری قوت سے ٹکرائے۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ ان سروں میں کوئی جان ہی نہیں ہے اور وہ اخروٹ کی طرح پھٹ جائیں گے ان دونوں کی چیخیں بھی نہ نکل سکیں۔ بیکن نے ان دونوں کا حشر دیکھا اور پھر لڑکی کو سنبھالنے لگا جو چکرا کر بے ہوش ہو گئی تھی۔
"آؤ بیکن۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔
"تم انسان نہیں ہو تم۔ میں نہیں جاؤں گا۔" بیکن نے ایک دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی لیکن میں اس کے پیچھے دوڑا اور دروازے تک پہنچنے سے قبل ہی میں نے اسے دبوچ لیا۔ بیکن کراہ کر رہ گیا پھر میں نے اس کے سر پر ہاتھ مارا اور بیکن میرے ہاتھوں میں جھول گیا۔
میں نے جب اسے بے ہوش محسوس کیا تو اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا۔ اور پھر اسی راستے سے میں واپس آ گیا۔ آئزک بے چین ہو کر ٹہلنے لگا تھا مجھے دیکھ کر وہ میری طرف دوڑ آیا اور پھر میری بغل میں بیکن کو دیکھ کر چونک پڑا۔
"آہ میرے دوست! تم تو کسی چوہے کی مانند اسے پکڑ لائے" اس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور آئزک کی مدد سے بے ہوش بیکن کو اس گاڑی کے عقبی حصے میں لٹا دیا۔
آئزک پیٹر نے پھرتی سے دروازہ بند کر دیا اور پھر ہم دونوں کار میں بیٹھ گئے اور کار چل پڑی۔ راستے میں آئزک نے پوچھا۔
"اسے لانے میں کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟"
"بھلا دقت کیا ہوتی؟" میں نے جواب دیا۔
"میرا مطلب ہے کوئی اور تو نہیں تھا وہاں پر؟"
"ہاں۔"
"کون تھا؟" آئزک پیٹر نے سوال کیا۔
"ایک لڑکی تھی جسے میں نے بے ہوش کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دو آدمی اور آئے تھے لیکن ان کے سر اتنے کمزور نکلے کہ جب میں نے انہیں آپس میں ٹکرایا۔ تو ان کے بھیجے باہر نکل پڑے۔" میں نے جواب دیا۔ اور آئزک اچھل پڑا۔
"یعنی یعنی وہ مر گئے۔"
"ہاں۔"
"کتنے آدمی تھے وہ؟"
"دو آدمی تھے!"
"پھر؟"
"بس پیچھے سے آ کر انہوں نے مجھے مارنے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے پوری قوت سے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ڈنڈے میرے سر اور شانوں پر مارے تھے لیکن انہیں بڑی مایوسی ہوئی اور جب میں نے ان کی گردنیں پکڑ کر آپس میں ٹکرائیں تو میرا خیال تھا کہ وہ صرف بے ہوش ہو جائیں گے لیکن ان کے سر چٹاک سے پھٹ گئے۔"
"اوہ۔ اوہ۔" آئزک پیٹر کی آنکھیں کسی قدر خوف سے پھیل گئی تھیں "اور وہ لڑکی؟" چند ساعت کے بعد اس نے پوچھا۔
"وہ ان دونوں کو مرتے دیکھ کر ہی بے ہوش ہو گئی تھی" میں نے جواب دیا۔
"گویا اس نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔" اس نے سوال کیا۔
"ہاں اس نے میری شکل تو دیکھی تھی۔"
"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ تمہاری یہ موجودہ صورت فوراً بدلنا کرنا پڑے گی۔ کیونکہ اس شکل میں تو تم اور خطرناک ہو گئے ہو۔"

"یہ سب تمہارا کام ہے میں نے تمہاری مرضی کے مطابق ہی سب کچھ کیا ہے آئزک پیٹر!"

گھر پہنچنے تک خاموشی رہی اور اس کے بعد آئزک پیٹر خاموشی سے کار کو اندر لے گیا۔ چند ساعت اِدھر اُدھر کا جائزہ لیتا رہا اس کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں ایبنی جاگ نہ اٹھی ہو۔ لیکن ایسی کوئی بات محسوس نہ ہوئی۔ تب اس نے میری مدد سے بے ہوش بیکن کو نکالا اور میں نے اسے کندھے پر لاد لیا۔ اس کے بعد ہم اس کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے جس سے نیچے اتر کر تہ خانے کا راستہ تھا۔

تہ خانے میں پہنچ کر آئزک نے بیکن کو بستر پر ڈال دیا اور اس کے بعد اس نے بیکن کے دونوں ہاتھ پاؤں پشت پر باندھ دیئے بیکن بدستور بے ہوش تھا۔ اس کے بعد آئزک نے میری جانب دیکھا اور بولا "میرا خیال ہے آج کی رات بیکن کو آرام کرنے دیا جائے کل ہم ان سے گفتگو کریں گے۔"

دوسری صبح ناشتے کی میز پر کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ ایبنی خوش نظر آ رہی تھی "تمہاری دوست جینی آج کل کہاں ہے ایبنی؟" ناشتے کے دوران آئزک نے پوچھا۔

"وہ مجھے نہیں معلوم ڈیڈی!"

"میں نے سنا ہے وہ سخت بیمار ہے۔"

"اوہ، کس سے سنا ہے ڈیڈی؟"

"اس کا دوست پال ملا تھا۔"

"تب میں اس کی عیادت کو جاؤں گی۔ چلی جاؤں ڈیڈی؟"

"یہ تو تمہارا فرض ہے ایبنی!"

"آپ میرے ساتھ چلیں گے مسٹر جارج، میری دوست آپ سے مل کر خوش ہو گی۔"

"اگر وہ سخت بیمار ہوئی تو اس وقت مسٹر جارج کا جانا... مناسب نہ ہو گا۔ بہتر ہے کہ آج تم تنہا جاؤ اگر وہ ٹھیک ہو تو اس سے اپنے دوست جارج کا تذکرہ کر دینا اور پھر کسی دن ملاقات بھی کرا دینا" آئزک پیٹر بول اٹھا۔

"ٹھیک ہے۔" ایبنی نے گردن ہلا دی۔

سورج بلند ہوا تو ایبنی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد آئزک پیٹر نے اپنی لیبارٹری سے چند مشینیں اٹھائیں اور میرے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ۔ اب ذرا اپنے دوست کی مزاج پرسی کریں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی اور پھر جیسے آئزک کو کچھ خیال آ گیا "لیکن ٹھہرو۔ میں پہلے تمہیں اصلی حالت میں لے آؤں تاکہ وہ تمہیں پہچان لے" اس نے کہا۔ میں نے اس کی کسی بات سے اختلاف نہیں کیا اور آئزک اپنی حیرت انگیز ایجاد کے ذریعے مجھے اصل حالت میں لے آیا۔ اس کے بعد ہم دونوں چل پڑے۔ راستے میں آئزک مجھے ہدایات دیتا جا رہا تھا۔

آئزک پیٹر باہر ہی رک گیا تھا۔ اور پروگرام کے مطابق میں اندر داخل ہو گیا۔ لیکن بیکن کی پوزیشن میں تبدیلی آ گئی تھی۔ اور اس وقت اس کا رُخ دوسری جانب تھا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں اسی طرح بندھے ہوئے تھے اور بستر بُری طرح شکن آلود تھا جس کا مطلب تھا کہ اس نے آزاد ہونے کے لئے سخت جدوجہد کی ہے۔

میرے قدموں کی چاپ پر اس کے بدن کو جنبش ہونے لگی لیکن وہ کوشش کے باوجود اپنا رخ تبدیل نہیں کر سکا۔ میں اس کے قریب پہنچا اور پھر میں نے پہلے اس کے ہاتھ اور بعد میں پاؤں کھول دیئے۔ ہاتھ پاؤں کھلتے ہی بیکن کسی سانپ کی مانند پلٹا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خونخوار چمک تھی۔ لیکن مجھے دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اسے جیسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ جس وحشیانہ انداز میں وہ پلٹا تھا وہ ایک دم ختم ہو گیا تھا۔ اس نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور بولا: "تم؟" اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں بیکن، میرا خیال ہے تم مجھے پہچان گئے ہو گے؟"

"بھلا تم بھی نہ پہچاننے کی چیز ہو۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ مجھے یہاں لانے والے تم ہو گے؟"

"اب جان لیا ہو گا بیکن؟"

"اچھی طرح، لیکن تم خود کو کیا سمجھتے ہو۔ میں نہیں جانتا کہ تم پولیس کے چنگل سے کس طرح آزاد ہوئے۔ لیکن تم بیکن سے ٹکر نہیں لے سکتے۔ بلاشبہ تم جسمانی طور پر طاقتور ہو لیکن بیکن کو نقصان پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ہر قیمت پر ذلت کی زندگی نصیب ہو گی اور اسی حالت میں تم مر جاؤ گے۔"

"میری دلی خواہش ہے بیکن کہ میں ذلت کی زندگی اور موت کا مزہ چکھوں لیکن یہ سب تو بعد کی بات ہے میں نے تمہیں جس مقصد کے لئے بلایا ہے وہ کچھ اور ہے۔"

"بکواس مت کرو، مجھے جہاں سے لائے ہو وہاں چھوڑ آؤ، ورنہ تمہارے حق میں بہت برا ہو گا۔"

"بڑی عجیب سی بات ہے بیکن۔ تمہاری دنیا کے لوگ حقیقت پسند نہیں ہوتے، تم میری جسمانی قوتوں کا اعتراف بھی کرتے ہو میرے چنگل میں بھی ہو اور جانتے ہو کہ میری مرضی کے بغیر اس جگہ سے باہر قدم نہیں نکال سکتے اس کے باوجود تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو اور کہہ رہے ہو کہ اگر میں نے تمہیں نہ چھوڑا تو مجھے نقصان پہنچے گا۔"

"ہاں میرے دوست بیکن کسی وجہ سے ہی یہ بات کہہ رہا ہے۔"

"تو ٹھیک ہے بیکن، میں نقصان اٹھانا چاہتا ہوں لیکن یہ نقصان اٹھانے سے پہلے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مجھے پیٹی کی اس دولت کے بارے میں بتاؤ جو تم نے اسے قتل کر کے حاصل کی تھی۔"

"کیا بکواس ہے، میں نے پیٹی کو قتل ہی نہیں کیا۔"

"یہ تو تم نے پولیس سے کہا تھا۔ یہاں میں ہوں اور میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ پنکی کو قتل کرنے والے تم ہو، صرف تم۔ اور تم اس کی دولت اڑا لانے ہو۔"

"ٹھیک ہے تم اگر جانتے بھی ہو تو کبھی یہ بات ثابت نہیں کر سکو گے۔" بیکن نے کہا۔

"ثابت کرنا بھی نہیں چاہتا۔ اور میرا خیال ہے میرے دوست کہ تم بھی اپنا وقت اور الفاظ ضائع کر رہے ہو۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے اس دولت کے بارے میں بتا دو۔"

"تم معلوم کرنے کی کوشش کرو، اس خصوصیت کو استعمال کرو جس پر تم نازاں ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم بیکن کی زبان کھلوانے میں کس طرح سے کامیاب ہوتے ہو۔"

"اوہ۔ یہ بات ہے بیکن؟"

"ہاں بالکل یہی بات ہے اب میں اپنی زبان بند کر رہا ہوں۔ اس کے بعد اس زبان سے اس وقت تک ایک لفظ نہیں نکلے گا جب تک کہ تم مجھے یہاں سے باہر نہیں نکال دو گے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ یہاں سے باہر نکلنے کے بعد میں تمہیں اس دولت کے بارے میں کچھ بتا دوں یا اس کا ایک چھوٹا سا حصہ تمہارے حوالے کر دوں یہ صرف میری مہربانی ہو گی کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تم بالکل بے سہارا پھرتے رہو۔"

"واہ بیکن میرے دوست، کم از کم تمہارے اندر اتنی انسانیت تو ہے کہ تم نے میرے بے سہارا ہو جانے کے بارے میں سوچا لیکن بہرصورت دولت پنکی کی ہے اور پنکی کے بعد وہ میری امانت ہے اور مجھے مل جانی چاہئے۔ ورنہ . . . ." میں نے کہا اور بیکن کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی وہ زبان بند کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا اور شاید اب نہیں بولنا چاہتا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے حقارت سے میری جانب دیکھا اور پھر دوسری طرف منہ کر لیا۔ اس سے قبل کہ میں کوئی اور حرکت کرتا دفعتاً آرتھر پیٹر اندر داخل ہوا اس نے اپنے ہاتھوں میں وہی مشین اٹھائی ہوئی تھی جس کے بارے میں اس نے کہا تھا کہ وہ بیکن کی زبان کھلوانے کے کام آئے گی۔ تب اس نے مشین ایک اسٹینڈ پر رکھ دی۔ لیکن بیکن پر ایک بار پھر شدید حیرت کا دورہ پڑا تھا۔

"اوہ مسٹر پیٹر آپ؟" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ہاں ڈیئر بیکن تم مجھے پہچان گئے؟" پیٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ جیسی معروف ہستی کو کون نہیں پہچانے گا مسٹر پیٹر لیکن آپ یہاں کیسے بطور کیا اس شخص کو آپ جانتے ہیں جو ایک مجرم ہے آپ نے دیکھا کہ یہ شخص مجھے کس طرح یہاں لے آیا ہے اور مجھ پر تشدد کرنا چاہتا ہے۔ کچھ فضول سی باتوں کا سہارا لے کر . . . ."

"ہاں یہ شخص بڑا عجیب ہے مسٹر بیکن میرے پاس بھی آیا تھا اور کہنے لگا کہ وہ مجرم نہیں ہے بلکہ مسٹر بیکن نے اسے پھنسانے کی بھرپور کوشش کی ہے پہلے تو میں نے اس کی بات پر یقین نہیں کیا لیکن بالآخر اس نے کچھ ایسے ثبوت دیئے جن سے مجھے یقین آ گیا تب میں نے اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔"

"آپ نے اس شخص کی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن یہ تو پولیس کی قید سے بھاگا ہوا آدمی ہے۔"

"بھئی دیکھو بیکن، آدمی کوئی بھی ہو، اگر وہ مدد کے قابل ہے تو اس کی مدد کرنی ہی چاہئے۔ تم پنکی کی دولت کے بارے میں بتا کیوں نہیں دیتے؟" آرتھر پیٹر نے نرمی سے کہا اور بیکن تعجب سے ان کی شکل دیکھنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے مسٹر پیٹر کہ آپ بھی اس شخص کے فریب میں آ گئے۔" بیکن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں مسٹر بیکن، کچھ ایسی ہی بات ہے۔ مجھے یہ شخص کچھ اچھا معلوم ہوا اور اب میری خواہش ہے کہ تم پنکی کی دولت کے بارے میں بتا دو تاکہ یہ وہ دولت حاصل کر کے اپنا آگے کا سفر جاری کر سکے۔ بلاوجہ بیچارہ ایک سیاح قسم کا آدمی ہے ہمیں اسے تنگ نہیں کرنا چاہئے۔"

"آپ پاگل ہو گئے ہیں مسٹر پیٹر، میں کسی دولت کے بارے میں نہیں جانتا اور اب تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ شاید اس نے آپ کو بھی دولت ہی کا لالچ دیا ہے اسی لئے آپ اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔"

"بات تو کچھ ایسی ہی ہے ڈیئر بیکن اور دولت کس کے لئے دلکش نہیں ہوتی۔ سو میرے لئے بھی ہے۔ تم نے اس کی دوست پنکی کو قتل کر کے اسے اس کے جرم میں پھنسا کر وہ دولت حاصل کر لی اور اب میں اس کے ذریعے وہ دولت تم سے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں بُری کونسی بات ہو سکتی ہے۔"

"لیکن مجھے تعجب ہے مسٹر پیٹر کہ آپ جیسا شخص بھی اتنی گندگی پر اتر سکتا ہے۔" بیکن زہریلے لہجے میں بولا۔

"دولت کے لئے ہر شخص ایک عام انسان بن جاتا ہے بیکن میرے دوست اب تمہیں اس کے بارے میں بتا ہی دینا چاہئے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر میں اس کی پشت پر ہوں تو بھلا کونسی بات چھپ سکتی ہے۔"

"مسٹر پیٹر میں نے اس سے بھی کہہ دیا اور آپ سے بھی کہہ دیا کہ آپ لوگ اپنی آخری کوشش کے بعد بھی مجھ سے کچھ معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔" بیکن نے کہا اور پیٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے بیکن سے کہا۔

"شاید آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے مسٹر بیکن کہ پولیس ان لوگوں کو میرے حوالے کر دیتی ہے جن سے وہ کبھی کچھ نہیں اگلوا سکتی اور پھر میں پولیس کو مجرموں کی بتائی ہوئی تفصیل فراہم کر دیتا ہوں گویا میرے پاس ایسے ذرائع موجود ہیں تو میں آپ کو آخری بار ہدایت کرتا ہوں کہ کم از کم زبان بند نہ رکھیں ورنہ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی زبان سے ساری تفصیل اگلوانے کے بعد میں آپ کو ہمیشہ کے لئے بے زبان کر دوں اور

یہ کام میرے لئے زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے مسٹر پیٹر، آپ کوشش کریں میں تیار ہوں۔"

بیکن نے اس سے کہا اور پیٹر نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی پھر اس نے میری جانب دیکھ کر کہا۔

"ہاں تو مسٹر گولڈ اب آپ اس مشین کے کمالات دیکھئے ذرا اس طرف ہٹ جائیے۔ یہ سامنے کی سفید دیوار ہے ہم اپنے دوست بیکن کو اس بات کے لئے مجبور نہیں کریں گے کہ وہ اپنی زبان کھولیں انسان کا عزم ہی تو سب کچھ ہوتا ہے اگر ہمارے دوست نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ اپنی زبان سے ہمیں کچھ نہیں بتائیں گے تو ہم پر فرض ہے کہ ہم ان کی اس خواہش کا احترام کریں چنانچہ اب ہمیں ان کی زبان کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا ذہن سب کچھ بتا دے گا۔ یہ آپ خود دیکھئے۔ یہ سامنے سفید دیوار ہے میں اس مشین سے مسٹر بیکن کے ذہن پر عکس ڈالوں گا۔ آپ اس سفید دیوار پر ان کے ذہن کا عکس تصویری شکل میں دیکھ سکیں گے اور اس عکس میں ہم تلاش کریں گے کہ مسٹر بیکن نے وہ دولت کہاں چھپائی ہے البتہ آپ اتنا ضرور کریں کہ مسٹر بیکن کو اٹھا کر اس جگہ اس کرسی پر بٹھا دیں اور وہ سامنے جو رسّی پڑی ہے انہیں اس سے اس کرسی پر کس دیں۔"

پیٹر نے کہا اور بیکن جھٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں اپنی زندگی دے دوں گا یا تم دونوں کو ہلاک کر دوں گا تم مجھے یہاں سے نہیں ہٹا سکتے۔"

"میں تو نہیں ہٹا سکتا مسٹر بیکن، لیکن اگر مسٹر گولڈ یہ کوشش کرنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" پیٹر نے کہا اور میں آہستہ آہستہ اس رسّی کی جانب بڑھ گیا جو پیٹر ہی اپنے ساتھ لایا تھا اور جسے میں نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ رسی کا گچھا اٹھا کر میں نے اپنے شانوں پر ڈال لیا اور پھر بیکن کی طرف مڑ کر بولا۔

"مسٹر بیکن! میری جسمانی قوت سے آپ واقف ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے تشدد پہ آمادہ نہ کریں اور خود ہی کرسی پر بیٹھ جائیں۔ اگر آپ زبان بھی کھولیں گے تو مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہوگی میں صرف مسٹر پیٹر کا یہ کھیل دیکھنا چاہتا ہوں۔"

بیکن نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ واقعی اس انداز میں کھڑا ہو گیا تھا جیسے واقعی زندگی اور موت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو لیکن پروفیسر یہ مقابلہ اور مجھ سے، کیسے ممکن تھا چنانچہ جب میں نے بیکن کو اپنی جگہ سے جنبش نہ کرتے دیکھا تو اس کی طرف بڑھا اور جوں ہی میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے اچھل کر کسی گیند کی طرح میرے جسم پر ٹکر مارنے کی کوشش کی لیکن وہ ان ساری باتوں کو خود بھی جانتا تھا، چوٹ اس کے سر میں لگی ہوگی میں تو ٹس سے مس بھی نہ ہوا تھا۔ ہاں یہ ضرور ہوا تھا کہ میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے پھر اس کا رخ بدلا اور اس کے دونوں ہاتھوں کی کلائیوں کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لے لیا اور دوسرے ہاتھ سے رسّی کا لچھا اتار کر میں نے اس کے دونوں ہاتھ کس دیئے ——

بیکن کسی ذبح کئے ہوئے مرغے کی مانند تڑپ رہا تھا وہ اچھل اچھل کر میرے بدن میں ٹکر مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی یہ کوشش بھی کامیاب ہوتی تھی لیکن اسے اس کی دیوانگی ہی کہا جا سکتا تھا حالانکہ اسے تو چاہئے تھا کہ اپنی پہلی ہی کوشش کے بعد دوسری کوشش ختم کر دیتا کیونکہ اس سے اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ میں بیکن کو کسنے کے بعد گردن سے پکڑ کر اسے کرسی تک لایا اور پھر اس پر دباؤ ڈال کر کرسی پر بٹھا دیا۔ جب میں نے اس کی گردن پکڑی تھی تو بیکن کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی تھی اور وہ کسی قدر بے سدھ بھی ہو گیا تھا چنانچہ اس کام میں مجھے دقت نہیں ہوئی۔ اور جب میں نے کرسی سے باندھ کر پیٹر کی طرف دیکھا تو اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی جیسے وہ مطمئن ہو۔

اس کے بعد پیٹر اپنی مشین میں مصروف ہو گیا اس نے وہ مشین ایک سمت رکھی پھر بجلی کا تار رابطہ مشین میں لگے ہوئے ان سوراخوں سے کر دیا جو ان کی زبان میں بجلی کے سوراخ کہلایا کرتے تھے۔ اس کے بعد اس نے مشین کے کچھ بٹن دبائے اور اسی کے ساتھ مشین چل پڑی۔ مشین کے ایک شیشے سے روشنی نکل کر بیکن کے وجود پر پڑی تھی اور بیکن کا سارا وجود اس روشنی کے گول دائرے میں نہایا ہوا تھا۔ وہ مچل رہا تھا لیکن کرسی کافی وزنی اور کشادہ تھی۔ اسے تو وہ جنبش بھی نہیں دے پا رہا تھا جیسے وہ کرسی زمین میں نصب ہو۔ میں نے پیٹر کے اشارے کی سمت دیوار پہ دیکھا اور اس پہ مجھے کچھ مٹے مٹے سے عکس نظر آنے لگے یہ عکس بیکن ہی کے تھے اور ان میں عجیب عجیب تصاویر نمایاں تھیں۔ اور پروفیسر میں سائنس کی ایک اور انوکھی ایجاد دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ ان لوگوں نے تو واقعی قیامت ڈھا رکھی تھی۔ بھلا کوئی تُک کی بات تھی کہ بیکن کرسی پر بندھا ہوا بیٹھا تھا لیکن دیوار پر چل رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ مناظر بدلتے جا رہے تھے۔ پیٹر نے مشین کا ایک اور بٹن دبا دیا اور دفعتاً بیکن کے حلق سے ایک دلدوز چیخ بلند ہو گئی۔

"آہ ذلیل کتو! ایسا نہ کرو، ایسا نہ کرو یہ کیا کر رہے ہو تم؟"

وہ دھاڑا اور پیٹر مسکرانے لگا۔

"ڈیئر گولڈ دیکھتے رہو، دیکھتے رہو میرے دوست ابھی مسٹر بیکن اپنی زندگی کے وہ تمام راز اگل دیں گے جو شاید انہوں نے اپنی ماں کو بھی نہ بتائے ہوں گے۔"

دیوار پر متحرک تصاویر عجیب و غریب مناظر پیش کر رہی تھیں ان میں سے ہر منظر میں بیکن موجود تھا۔ وہ مختلف کاموں میں مصروف نظر آتا کبھی کہیں کبھی کہیں، کبھی کسی سے جنگ کر رہا ہوتا کبھی سمندر میں سفر اور پروفیسر حیرت کی بات تو یہ تھی کہ میں نے وہ منظر بھی دیکھا جب سمندر کے اس جزیرے پر میری بیکن سے جنگ ہوئی تھی۔ اور میں نے بیکن کی اچھی خاصی مرمت کر ڈالی تھی پروفیسر

میں نے دیکھا کہ بیکن نے پنکی کو قتل کر دیا۔ بیکن نے میری آنکھوں کے سامنے پنکی کو قتل کیا تھا اور یہ منظر اس سے پہلے میری نگاہوں میں نہیں آسکا تھا۔ بڑی ہی انوکھی بات تھی اتنی انوکھی کہ میں اپنی موجودہ شخصیت کو بھول گیا تھا پھر رفتہ رفتہ ہم اس جگہ آگئے جہاں بیکن کی زندگی کا آخری واقعہ رونما ہوا تھا۔ یہاں پیٹر نے بیکن کے ذہن کو ایک اور مشینی جھٹکا دیا۔ اور اس کے بعد جو منظر اس دیوار پر ابھرا وہ کچھ یوں تھا۔

بیکن کے ہاتھ میں وہ بیگ صاف نظر آرہے تھے جن میں پنکی کی دولت موجود تھی۔ اس وقت وہ ایک سمندری کشتی میں سفر کر رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک چھوٹے سے جزیرے کے ایک حصے میں نظر آیا اور اس جزیرے کو پروفیسر میں اچھی طرح پہچانتا تھا۔ میں نے بیکن کو پہلے بھی یہاں دیکھا تھا۔ بیکن جزیرے کے ایک مخصوص حصے کی جانب جا رہا تھا اور پھر ایک جگہ رک کر اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا سامان نیچے رکھ دیا۔ اس سامان میں وہ کچھ تلاش کرنے لگا اور اس کے بعد اس نے ایک عجیب سا لباس نکالا جو سیاہ رنگ کا اور چست تھا۔ اس لباس میں کچھ عجیب و غریب قسم کے آلات لگے ہوئے تھے جسے اس نے اپنے شانوں پر باندھ لیا اور پھر اس کا پورا چہرہ بھی اس لباس میں ڈھک گیا اس کے بعد بیکن نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ اب وہ پانی میں نیچے اتر رہا تھا اور میرے دوست آئزک پیٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی جا رہی تھی۔ تب بیکن سمندر کی انتہائی گہرائیوں میں ایک ایسے حصے میں پہنچ گیا جو سمندری چٹانوں پر مشتمل تھا۔ اس حصے پر پہنچ کر اس نے کافی دیر تک کوئی مناسب جگہ تلاش کی اور پھر ایک جگہ اس نے وہ صندوق چھپا دیئے جو پانی میں نہ بھیگنے والے چمڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ ان صندوقوں کو اس نے پتھروں کے نیچے چھپایا تھا اور چند پتھر دھکیل کر ان پر رکھے اور اس کے بعد مطمئن ہو کر اوپر کی جانب چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سطح پر تھا اور یہاں تک پہنچنے کے بعد آئزک پیٹر نے اپنی مشین بند کر دی۔ اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی لیکن بیکن پتھر کے بت کی مانند ساکت بیٹھا ہوا تھا۔ آئزک پیٹر نے میری جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

" تم نے دیکھا ڈیئر گولڈ اس چالاک آدمی نے وہ دولت کہاں چھپائی ہے؟"

" ہاں میں نے دیکھا اور مجھے سخت تعجب ہے"

" ہم نے وہ جگہ معلوم کر لی ہے جہاں دولت محفوظ ہے، اور تمہارے خیال میں کیا اب ہمیں اس شخص کی ضرورت ہے؟"

" کیا مطلب، آئزک پیٹر، اب تم اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

" میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں گا، ہاں البتہ میں اسے کسی مناسب جگہ پر چھوڑ دوں گا۔ اور یہ اپنے آپ کو بھی بھول چکا ہو گا"

" کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

" مطلب یہ کہ اب اس کا ذہنی توازن کبھی اس قابل نہیں ہو گا کہ یہ کسی چیز کے بارے میں کچھ سوچ سکے۔ یہ پاگل ہو جائے گا اور بالآخر کسی پاگل خانے پہنچا دیا جائے گا"

" اوہ، مگر ایسا کیوں آئزک پیٹر؟ ایسا کیوں کیا تم نے؟ ہمیں تو دولت کا پتہ معلوم ہو ہی گیا اب ہمیں اس شخص کو پاگل کر کے کیا ملے گا؟"

" یہ ناگزیر تھا ڈیئر گولڈ، اگر مشینی ذرائع سے اس کے ذہن سے معلومات نہ حاصل کی جاتیں تو ہمیں کبھی اس دولت کے بارے میں نہ بتاتا لیکن یہ مشین ہی ایسی ہے کہ اس نے ذہن کے سارے خلیوں کو منتشر کر کے رکھ دیا ہے، تب ہمیں اس کے دل کا سارا حال معلوم ہو سکا۔ اب یہ خلیئے کبھی آپس میں اپنی جگہ سیٹ نہیں ہو سکیں گے اور نتیجے میں پاگل رہے گا"

" اوہ" میں نے اس خطرناک شخص کی اس کارروائی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر افسوس زدہ نگاہوں سے بیکن کو دیکھا جو خاموش بیٹھا ہوا تھا اور جس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

" تو اب تمہیں اس خزانے کا معلوم ہو گیا گولڈ میرے دوست۔ چنانچہ سب سے پہلے مناسب یہ ہے کہ ہم اس شخص سے چھٹکارا حاصل کر لیں۔ آؤ اسے کسی سڑک پر چھوڑ دیتے ہیں" آئزک پیٹر نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ لیکن پروفیسر میری ذہنی کیفیت زیادہ درست نہیں تھی۔ اس دنیا کے رہنے والے کس قدر ظالم سنگدل اور سفاک ہو گئے تھے۔ دولت نے انہیں زندگی کے ہر شعور سے بیگانہ کر دیا تھا وہ صرف دولت کے پجاری تھے۔ انسانی زندگی یا انسانی اقدار کی ان کی نگاہوں میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ بہرصورت میں مصلح نہیں تھا اور نہ ان لوگوں کی اصلاح کر سکتا تھا۔ چنانچہ ایک خاموش تماشائی کی مانند میں آئزک پیٹر کے پیچھے لگا رہا۔ جس نے بیکن کے دونوں ہاتھ کھول دیئے تھے لیکن بیکن نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ آئزک پیٹر نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھایا تو وہ کھڑا ہو گیا پھر وہ اسے لئے ہوئے باہر اپنی کار تک آیا۔ کار کا دروازہ کھول کر اسے پیچھے بٹھا لیا اور اس کے بعد میرے ساتھ کار کے آگے کے حصے میں بیٹھ گیا اور پھر اس کے بعد کار سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ پھر ایک سنسان سڑک پر آئزک پیٹر نے بیکن کو نیچے اتار دیا بیکن بے چارہ بالکل خاموشی سے نیچے اتر گیا۔ اور ایک طرف چل پڑا۔ اور آئزک پیٹر نے مسکراتے ہوئے کار واپس موڑ دی۔ اس کے ہونٹوں پر اپنی وہی فاتحانہ مسکراہٹ تھی اور میں خاموشی سے اس دنیا کے بارے میں سوچ رہا تھا جو بلاشبہ میری سمجھ سے باہر تھی۔ اتنے سنگدل اتنے سفاک اور تنزل یافتہ لوگ میں نے کسی صدی میں نہیں دیکھے تھے اور اس بات پر مجھے شدید حیرت تھی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر آئزک پیٹر نے مجھے مخاطب کیا

" کس سوچ میں ڈوب گئے میرے دوست؟"

" کچھ نہیں مسٹر پیٹر"

" تم کافی شریف انسان معلوم ہوتے ہو، میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم اس کے لئے افسردہ ہو؟"

" ہاں مجھے اس کے پاگل پن سے افسوس ہوا ہے؟"

" دیکھو میرے دوست یہ دنیا انہی بنیادوں پر قائم ہے۔ شرافت ہمدردی اور نیکی بلاشبہ ایک معیاری حیثیت رکھتی ہیں لیکن جن لوگوں نے انہیں اپنایا ہوا ہے وہ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔ میں نے ایسے کسی بھی شخص کو عزت اور بلندیاں طے کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس نے نیکی اور شرافت پر ہی قدم جمائے رکھے ہوں چنانچہ اس انداز میں سوچنا چھوڑ دو۔ اس دنیا میں کامیاب ہوگے؟"

" لیکن آنرک پیٹر، کیا یہ دنیا کبھی اپنے اندر کسی کمی کو محسوس نہیں کرتی؟"

" کمی۔ ہاں اگر انسان کے پاس کمی ہے تو دولت کی اور جس کے پاس دولت کی کمی نہیں ہے وہ پھر کسی بات کو محسوس نہیں کرتا؟"

" گویا دولت تمہاری نگاہ میں سب سے بڑی شے ہے؟"

" یہ تو صدیوں سے ذہنوں پر مسلط رہی ہے میرے دوست۔ ہم اسے نظرانداز کس طرح کر سکتے ہیں۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو میرا خیال ہے کہ تم اپنی افسردگی دور کرو اب ہم اتنی اعلیٰ حیثیت کے مالک بننے والے ہیں جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے، یہ دولت بہت بڑی ہے اس کے بارے میں اندازہ لگا چکا ہوں اسے حاصل کرنے کے بعد تم بھی ایک شاندار آدمی کی حیثیت سے زندگی بسر کرو گے اور دنیا کا ہر مسئلہ تمہارے لئے بےمقصد ہو گا۔ ہاں اس جزیرے کے بارے میں تم کچھ جانتے ہو؟"

" کچھ زیادہ نہیں مسٹر پیٹر، کیا آپ اسے پہچان چکے ہیں؟"

" بخوبی بھئی یہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے؟" آنرک پیٹر نے جواب دیا۔

" تو پھر تم کب وہاں جانا چاہتے ہو؟"

" گرلڈ میرے دوست جس قدر جلد ممکن ہو سکے، ویسے مجھے علم ہے کہ یہ ساحل سے کچھ دور ایک تفریحی جگہ ہے لوگ یہاں تفریحاً آتے ہیں لیکن عموماً یہاں چھٹیوں کے دنوں میں رش ہوتا ہے۔ عام دنوں میں وہ جزیرہ سنسان ہی پڑا رہتا ہے صرف وہ لوگ وہاں جاتے ہیں جو یا تو مچھلیوں کے شکار کے شوقین ہوں یا پھر یونہی تفریحاً نکل جاتے ہوں؟"

" تب تو تم اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو؟"

" ہاں بالکل میں تمہیں وہاں لے چلوں گا اور میرا خیال ہے اس کے لئے کل دن کا وقت ہی مناسب رہے گا؟"

" مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر پیٹر؟" میں نے جواب دیا اور پیٹر گردن ہلانے لگا۔

" ہمیں اس کے لئے کچھ تیاریاں کرنا ہوں گی؟"

" کس قسم کی تیاریاں؟"

" جزیرے تک پہنچنے کے لئے اسٹیمر تو مل جائے گا۔ عموماً تفریحی مقاصد کے لئے اسٹیمر کرائے پر مل جاتے ہیں لیکن کچھ دوسری چیزیں۔ خیر میں تمام چیزیں فراہم کر لوں گا؟" اس نے جیسے خود سے کہا۔ میں خاموش ہی رہا۔

کار واپس عمارت میں پہنچ گئی اور ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ آنرک کھویا کھویا سا تھا پھر اس نے چونک کر پوچھا۔

" تم کسی الجھن کا شکار تو نہیں ہو گولڈ؟"

" نہیں آنرک پیٹر، میں الجھنوں کو قریب نہیں آنے دیتا؟"

" اور یہ عمدہ بات ہے، بہرحال اب تم آرام کرو۔ میں واپس بھی جاؤں گا میں نے تمہیں بتایا نا کہ مجھے کچھ چیزیں فراہم کرنی ہیں جن میں سے چند چیزیں ہمیں بازار سے بھی خریدنا ہوں گی؟"

" ضرور؟" میں نے جواب دیا اور اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔

دوسرے دن صبح سے آنرک پیٹر تیاریوں میں مصروف تھا۔ اس نے بالکل ویسے ہی دو لباس مہیا کئے تھے جیسا میں نے بکین کے بدن پر دیکھا تھا اور جسے پہن کر وہ سمندر میں اترا تھا۔ ایسی ہی چند چیزیں لے کر وہ میرے ساتھ اس جزیرے کی جانب چل پڑا۔ آہنی گھوڑا کسی نامعلوم منزل کی طرف دوڑ رہا تھا اور میں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم بھی سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔ آنرک پیٹر نے کار کو ایک جگہ کھڑا کر دیا اور نیچے اتر آیا۔

جس بکس میں سامان تھا، وہ آنرک پیٹر نے اپنے ہاتھ میں لٹکایا ہوا تھا اور وہ مجھے لئے ہوئے ایک جانب جا رہا تھا۔

" ڈیئر گرلڈ، بس یوں سمجھو، اب ہم کامیابی کے نزدیک ہیں اور چند ہی لمحات کے بعد تم ایک دولتمند انسان بننے والے ہو۔" آنرک پیٹر نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

پروفیسر عجیب وغریب حالات سے واسطہ پڑ رہا تھا۔ یہ لوگ مجھے دولت مند بنانا چاہتے تھے لیکن میں جو کچھ تھا اس کا مناسب اندازہ تم خود کر سکتے ہو اور یہی میری ذہنی کیفیت تھی۔

میں صرف تفریح کا قائل تھا اور ہر شخص جس کے ساتھ اس وقت میں زندگی گزار رہا تھا میری نگاہ میں کوئی اچھا انسان نہیں تھا۔ بلاشبہ یہ ایک سائنسدان تھا۔ ایسی عجیب وغریب قوتوں کا مالک جن کے بارے میں میں تفصیل نہیں جانتا تھا، لیکن جس دنیا میں میں سانس لے رہا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ وہ جدید ترین دنیا ہے اور اس کے علوم بلاشبہ ان تمام علوم سے زیادہ حیرت انگیز اور شاندار ہیں جو زمانہ قدیم سے لوگ سیکھتے چلے آئے تھے اور جن کا مظاہرہ عام طور سے ہوتا رہا تھا۔

اس دور نے سائنس کے نام سے جو قوتیں حاصل کی تھیں۔ وہ بلاشبہ ان جادوئی قوتوں سے کہیں بڑھ کر تھیں جو زمانہ قدیم میں لوگوں کی طاقت

کا ذریعہ بنی رہی تھیں۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اخلاقی تنزل پیدا ہوا تھا اور پروفیسر یہ لوگ اخلاق و آداب سے اس قدر عاری تھے کہ ان کی ذہنیت پر افسوس ہوتا تھا۔ پروفیسر مہیسنے اس قوم کو پست ترین قوم قرار دیا تھا۔ جو ذہین تھی، لیکن اخلاقی طور پر دیوالیہ تھی۔

سمندر میں دوڑنے والا ایک چھوٹا جہاز آٹرک پیٹر نے اپنے طور پر حاصل کیا کس طرح؟ اس بارے میں میں نے کوئی تفصیل معلوم نہیں کی تھی۔ البتہ اس جہاز میں صرف ہم دو افراد تھے۔ یہ جہاز بہت ہی چھوٹا تھا جسے یہ لوگ اسٹیمر کا نام دیا کرتے تھے۔

سو یہ تیز رفتار جہاز سمندر میں دوڑنے لگا۔ جسے آٹرک پیٹر چلا رہا تھا لیکن کیسی دلچسپ بات تھی کہ ایک اتنا بڑا جہاز سمندر میں دوڑائے جا رہا تھا۔ اور اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ بے شمار بادبانوں کی مدد سے سمندر کے سینے پر چلنے والے جہاز اتنے تیز نہیں دوڑ سکتے تھے۔

آٹرک پیٹر کے چہرے پر خوشی کے تاثرات تھے۔ راستے میں اس نے مجھ سے کچھ باتیں کرنے کی کوشش کی لیکن تیز ہوائیں ہمارے الفاظ کو اڑائے لئے جا رہی تھیں۔ اس لئے ہم ایک دوسرے کی بات سمجھنے سے قاصر تھے۔ پھر آٹرک پیٹر کا گلا بھی چیختے چیختے تھک گیا تھا۔ چنانچہ اس نے خاموشی اختیار کی اور میں بھی اس وقت خاموش ہی رہنا چاہتا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ جدید دور کا انسان لالچ کے راستوں پر چلتا ہوا کہاں تک پہنچ گیا ہے۔ تب آٹرک پیٹر اس جزیرے پر اترا جسے میں تصویر میں دیکھ چکا تھا۔ یہی اس کی منزل تھی اور یہیں بیکن نے اپنی دولت چھپائی تھی۔ جزیرے کے ساتھ اس قسم کی جگہیں بنی ہوئی تھیں جن سے بآسانی جزیرے تک پہنچا جا سکتا تھا ہم جس چیز کے ذریعے جزیرے پر پہنچے وہ لکڑی کی ایک سیڑھی تھی۔ آٹرک پیٹر نے اپنا بیگ اٹھایا اور پھرتی سے لکڑی کی سیڑھی عبور کر گیا۔ حالانکہ عمر رسیدہ انسان تھا لیکن بے مثال پھرتی کا مالک تھا اور اس وقت تو بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ اس خوشی کا اظہار اس کے ایک ایک عضو سے ہو رہا تھا۔

"آؤ گولڈ۔ ہمارا ہر قدم ایک سنہرے مستقبل کی جانب ہے" اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ میں اس احمق کی بات کا کیا جواب دیتا۔ بہرحال ہم آگے بڑھنے لگے۔

"گولڈ" ایک جگہ رک کر اس نے پر خیال انداز میں مجھے مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے پیٹر؟"

"میں کچھ بھول رہا ہوں۔ ایک غلطی ہو گئی ہے گولڈ"

"کیا؟"

"اگر میں تھوڑی سی اور ذہانت کا اظہار کرتا تو اس وقت اس منظر کی تصاویر لے سکتا تھا۔ جب وہ جگہ اسکرین پر نظر آ رہی تھی"

"کونسی جگہ؟"

"جہاں دولت چھپی ہوئی ہے۔ میں نے اس وقت اس جگہ کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر لیا تھا لیکن یہاں آ کر میں الجھ رہا ہوں"

"اوہ۔ گویا تم اس جگہ تک نہیں پہنچ پا رہے۔ جہاں سے سمندر میں داخل ہوا ہے"

"ہاں۔ نہ جانے وہ کونسی سمت تھی۔ جزیرے کے چاروں طرف کے سمندر کو کھنگالنے کے لئے تو ایک طویل عرصہ درکار ہوگا" پیٹر کے انداز سے تھوڑی سی پریشانی جھلکنے لگی۔

"پھر مسٹر پیٹر" میں نے انہی کے انداز میں گفتگو کرنا سیکھ لیا تھا۔

"آؤ تلاش کریں گے۔ پورا دن کوشش کریں گے۔ بیکن کی طرف سے تو اب کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن اگر اتفاق سے وہ جگہ نہ مل سکی تو ہمیں مایوس رہنا پڑے گا"

"کیوں مسٹر پیٹر، کیا آپ بیکن کو دوبارہ تلاش نہیں کر سکتے؟" میں نے معلومات کی غرض سے پوچھا۔

"اگر وہ مل بھی جائے تو اس کی حیثیت مٹی کے ایک ڈھیر سے زیادہ نہیں ہوگی"

"لیکن کیوں؟"

"اوہ سمجھ دار ڈیئر۔ اب اس کے ذہن کو دنیا کا کوئی بھی سائنسدان ترتیب نہیں دے سکتا۔ وہ اب ہمیشہ کے لئے منتشر ہو گیا ہے۔ لیکن میں ہمت نہیں ہاروں گا۔ اگر مجھے جزیرے کے چاروں طرف کا سمندر بھی کھنگالنا پڑا تو میں دریغ نہیں کروں گا"

"گھبرانے کی بات نہیں ہے پیٹر۔ آؤ ہمیں کسی بلند جگہ کا انتخاب کرنا چاہئے" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"بلند جگہ؟"

"ہاں کوئی ایسی بلند جگہ، جہاں سے ہم جزیرے کے زیادہ سے زیادہ مناظر دیکھ سکیں۔ ممکن ہے وہ جگہ ہمیں یاد آ جائے"

"ہاں ترکیب تو عمدہ ہے۔ آہ۔ واقعی تم نے یہ بات تو کافی ذہانت کی کہی ہے۔ اس طرح زیادہ مناظر واضح ہو جائیں گے اور ہم ان میں اپنے مطلب کی جگہ تلاش کر سکیں گے"

لیکن پورے جزیرے پر ایسی کوئی جگہ نہیں ملی۔ جزیرہ زیادہ تر ہموار زمین یا درختوں پر مشتمل تھا۔ پیٹر کی آنکھوں میں پھر اضطراب نظر آنے لگا۔

"اب کیا کیا جائے گولڈ؟" وہ پریشانی سے بولا اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے چاروں طرف نگاہیں بھی دوڑائیں اور بالآخر پیٹر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"آؤ پیٹر" اور وہ احمقوں کی طرح میرے ساتھ آگے بڑھ آیا۔ تب میں نے ایک بلند و بالا درخت کا انتخاب کیا اور اس کے نزدیک جا کھڑا ہوا۔ پھر میں نے اپنے پاؤں سے اس دور کے جوتے اتارے؛ ظاہر ہے پروفیسر مجھے موجودہ دور میں موجودہ دور ہی کے انداز میں

رہنا تھا۔ پیٹر میری اس حرکت کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن جب میں نے درخت کے تنے پر انگلیاں گاڑیں تو اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ارے واہ۔ واقعی یہ ترکیب تو بہت عمدہ ہے۔ لیکن کیا اس بلند درخت پر تم چڑھ سکو گے؟"

"کیوں نہیں میرے دوست؟" میں نے کہا۔ اور بھلا ایسے معمولی درخت پر چڑھ جانا میرے لئے کونسا مشکل کام تھا۔ میں کسی پھرتیلے بندر کی مانند اچھلتا ہوا درخت پر چڑھنے لگا اور پھر میں درخت کی سب سے بلند شاخ پر تھا۔ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور مسکرا دیا۔ واہ۔ کیا خوب بات تھی۔ میرا ذہن آئزک پیٹر کی مانند تو نہیں تھا کہ کسی چیز کو دیکھنے کے بعد بھول سکے۔ میرے ذہن میں تو صدیاں محفوظ تھیں پروفیسر، اور بھلا وہ جگہ میری نگاہوں سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی تھی۔

چنانچہ میں نے دیکھا کہ جس جگہ آئزک پیٹر کھڑا ہے اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر وہ جگہ موجود ہے جس کی نشاندہی میں نے حیرت انگیز طریقے سے دیکھی تھی۔ چنانچہ میں مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا۔

آئزک پیٹر امید و بیم کی کیفیت میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ میرے قدم نیچے رکھتے ہی اس نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا ہوا۔ کچھ اندازہ ہو سکا دوست؟"

"ہاں مسٹر آئزک پیٹر، میں نے وہ جگہ تلاش کر لی ہے؟" میں نے کہا اور آئزک پیٹر اچھل پڑا۔

"کیا واقعی؟" اس کا منہ خوشی سے کھل گیا تھا۔

"ہاں آؤ میرے ساتھ؟" میں نے کہا اور آئزک پیٹر دوڑنے کے سے انداز میں میرے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اور جب میں نے اسے اس جگہ لے جا کر کھڑا کیا جس کا اندازہ میں نے لگایا تھا تو وہ خوشی سے ناچنے لگ گیا۔

"بالکل بالکل واقعی۔ اوہو میرے دوست تم تو بڑے کار آمد انسان ثابت ہوئے۔ تمہاری یادداشت مجھ سے بلاشبہ بہتر ہے۔ یقیناً یہ وہی جگہ ہے اب مجھے یاد آگیا، اب مجھے یاد آگیا۔ تو یہ لباس پہنو۔ اوہ لیکن ٹھہرو کیا تم غوطہ خوری کر سکتے ہو؟" اچانک ہی اسے اس بات کا خیال آیا تھا اور اس کے چہرے پر پھر پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔

"ہاں۔ لیکن یہ لباس پہن کر نہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے جتا دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ مجھے سمندر میں اترنے کے لئے کسی بیرونی سہارے کی ضرورت نہیں ہے؟"

"ارے نہیں نہیں، یہ کیسے ممکن ہے، تم اتنی گہرائیوں میں جاؤ گے — بغیر لباس کے — لیکن سمجھو سوچو، ان گہرائیوں میں اتر جانا آسان کام نہیں ہوگا۔ یہ لباس پہن لو۔ اس کے ساتھ یہ آکسیجن سلنڈر لگا ہوا ہے اس سے تمہیں سانس لینے میں آسانی ہوگی؟"

"کیا تم میرے ساتھ نیچے نہیں چلو گے آئزک پیٹر؟" میں نے سوال کیا۔ اور آئزک پیٹر نے گردن ہلا دی۔

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ لیکن میں زیادہ گہری غوطہ خوری نہیں کر سکتا۔ حالانکہ آکسیجن ماسک میرے پاس موجود ہے لیکن میرے پھیپھڑے زیادہ دیر تک سمندر میں رہنے کے متحمل نہیں ہو سکیں گے۔ البتہ میں تمہیں اس جگہ تک پہنچا کر واپس آجاؤں گا؟" آئزک پیٹر نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر آئزک پیٹر لباس پہننے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن میں دوڑتا ہوا سمندر میں داخل ہو گیا تھا۔ اور پھر میں نے سمندر کی گہرائیاں ناپنا شروع کر دیں۔ آگ اور پانی سے میری دوستی بے مثال تھی۔ میرے صدیوں کے ساتھی بھی تو تھے۔ آگ پانی، ستارے۔ سب کے سب میرے مونس تھے۔ کبھی نہ بدلنے والے، ہمیشہ یاد رکھنے والے۔

اور سمندر کی نرم آغوش نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ پانی نے مجھے گہرائیوں میں جانے کی جگہ دے دی اور میں نے چٹانوں سے سوال کیا۔ مجھے جس چیز کی ضرورت تھی وہ سب جانتے تھے، تب میں اس جگہ پہنچ گیا جسے دیکھ چکا تھا۔ میں جدید انسانوں کی ایجادات کے ذریعہ ایک ایسے ذہن میں جو اس کا چشم دید تھا اور جسے ناکارہ بنا دیا گیا تھا کہ وہ آئندہ راہ میں نہ آئے۔ اور افسوس تھا مجھے بکن پر کہ اس کی تباہی کا ذریعہ میں بھی تھا جبکہ مجھے ان ساری چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

پھر میں نے وہ وزنی پتھر ہٹائے جن کا پانی میں کوئی وزن نہیں تھا اور مجھے وہ چیز نظر آگئی جس کے حصول کے لئے ہم یہاں تک آئے تھے۔ میں نے اسے اپنے قبضے میں کیا اور سوچنے لگا اس سفید فام بوڑھے کے بارے میں جو شاید اس خوف سے مرا ہی نہ گیا ہو کہ کہیں میں وہ دولت لے کر سمندر کے نیچے ہی نیچے فرار نہ ہو جاؤں۔

لیکن میں کرتا کیا کاغذ کے ان ٹکڑوں کا۔ اور میں اسے لئے ہوئے سطح کی طرف بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ میرا سر پانی سے بلند ہو گیا اور کنارہ زیادہ دور نہیں تھا یعنی وہ شخص مجھے دیکھ سکتا تھا جو آتی ہوا سے بھی بے بسی کی تصویر نظر آ رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر پتھر یلے مجسمے میں پھر حرکت نمودار ہو گئی اور اس نے زور زور سے ہاتھ ہلانا شروع کر دیا۔ یہ گویا خوشی کا اظہار تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف چل پڑا۔ وہ کمر کمر تک پانی میں گھس آیا تھا۔

"کیا — کیا رہا —؟" اس نے پوچھا اور میں نے وہ صندوق اس کے ہاتھ میں تھما دیئے۔ "آہ میرے دوست! آہ میرے قابلِ احترام دوست تم اس عظیم دولت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ آہ اگر تم نہ ہوتے تو مایوسیاں میرا مقدر بن جاتیں۔ میرے پھیپھڑے اب اس قابل نہیں ہے کہ میں پانی میں اتروں نہ میرے قویٰ اس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ لیکن تم عظیم ہو۔ آکسیجن ماسک کے بغیر ہی تم ... لاؤ، ذرا دیکھیں تو سہی کہ ہمارے

دولت یکن نے ہمارے لئے کیا ورثہ چھوڑا ہے ؟

وہ جلدی جلدی اس صندوق کو کھولنے لگا۔ بڑی بے صبری تھی اس کے انداز میں۔ اور پھر اس کی مطلوبہ شے اس کے سامنے تھی۔ وہ وجد میں آگیا تھا یوں لگتا تھا جیسے نوٹوں نے اس کی روح قبض کرلی ہو۔

" دیکھا تم نے دیکھا یہ معمولی رقم نہیں ہے۔ لیکن عجیب انسان تمہارے اوپر اس دولت کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا۔ ارے تم اس میں آدھے کے حصہ دار ہو۔ میرے ساتھ خوشیاں مناؤ۔ آؤ ہم دونوں رقص کریں" وہ میری کمر سے لپٹ کر اچھلنے لگا اور مجھے ہنسی آگئی۔

" بس بس مسٹر پیٹر۔ کیا اب یہاں سے چلنے کا ارادہ نہیں ہے ؟"

" میرا دل تو چاہ رہا ہے کہ بس اسی سمندر میں کود کر خودکشی کرلوں۔ ان نوٹوں کو اپنے بدن پر سجا کر کسی قبر میں دفن ہو جاؤں"

" عجیب خواہش ہے"

" یہ کاغذ تقدیریں بدل دیتے ہیں گولڈ۔ آج تک تم صرف گولڈ ہو۔ کل گولڈ مین کہلاؤ گے ؟"

" ٹھیک ہے ٹھیک ہے، انہیں سنبھالو اور یہاں سے چلو"

" لیکن تم بے مثال ہو۔ واقعی میں نے تمہارے جیسا انسان نہیں دیکھا تم بڑے بے نیاز معلوم ہوتے ہو۔ خیر چلو۔ اب گھر چل کر خوش ہوں گے۔ آؤ" پیٹر نے نوٹوں کے صندوق بند کرکے انہیں کندھے پر لاد لیا۔ اور پھر وہ اچھلتا کودتا کنارے کی طرف چل پڑا۔ میں اس کے ساتھ تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم لانچ سے واپس آرہے تھے۔ پیٹر نے اب اپنی کیفیت پر قابو پالیا تھا۔ دولت مل جانے سے جو دیوانگی سی اس پر طاری ہوگئی تھی، اب کسی قدر کم ہو چکی تھی۔ تاہم اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ چپک کر رہ گئی تھی۔ عمر کی آخری منزل کی جانب سفر کرنے والا یہ بوڑھا دولت مل جانے سے کس قدر خوش تھا۔ اس کا اندازہ بخوبی ہو جاتا تھا۔

اور پروفیسر اس دور کے انسان کو پڑھنے کا یہ بھی ایک اچھا طریقہ تھا میرے ذہن میں یہ سارے واقعات تسلسل کے ساتھ جمع تھے اور میں اپنی کتاب کے لئے بہترین مواد حاصل کر رہا تھا۔ بھلا اس شخص کی دولت سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ یہ کاغذ کے ٹکڑے میرے لئے کیا حیثیت رکھتے تھے۔ ہاں اس دور کے انسانوں کے لئے یہ اپنے اندر بے انتہا کشش رکھتے تھے۔ لیکن شاید آئزک پیٹر بھی سوچ رہا تھا کہ میں بھی ان کاغذ کے ٹکڑوں میں اتنی ہی دلچسپی لیتا ہوں جتنی کہ وہ۔

پھر وہ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوگیا۔ کار ایک جانب کھڑی کی اور کرنسی سے بھرے ہوئے صندوق اپنے بازوؤں میں سمیٹے اندر کی جانب چلنے لگا۔

اس دوران میں اس کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ وہ خاصا خوش نظر آرہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ آج کا یہ انسان دولت کے لئے کس قدر پریشان ہے۔ اس نے انسانیت پر دولت کو ترجیح دے دی ہے۔

" آؤ ۔۔۔ آؤ میرے دوست اندر چلیں۔ آجاؤ میری لیبارٹری کی طرف آجاؤ" آئزک پیٹر نے کہا۔

اس کے لہجے میں اب بھی ایک عجیب سی کیفیت تھی جیسے وہ خوشی کو برداشت نہ کر پا رہا ہو۔ اور پروفیسر میں نے تو خوشی سے لوگوں کو مرتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ سو میں نے سوچا کہیں یہ بوڑھا دولت حاصل کرنے کی خوشی میں چل ہی نہ بسے۔ البتہ اس کی اس خوشی سے مجھے یہ اندازہ تو ضرور ہوگیا تھا کہ وہ دولت اس کی توقع سے کہیں زیادہ ہے۔ تب بوڑھا آئزک اپنی لیبارٹری میں داخل ہوگیا اور اس نے دونوں صندوق رکھ دیئے۔

" تم ۔۔۔ تم آرام کرو۔ تھوڑی دیر آرام کرلو۔ بلاشبہ اس بھاگ دوڑ سے تم بھی تھک گئے ہوگے۔ میں بھی تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں" آئزک پیٹر نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلادی۔

ممکن ہے دولت کا یہ خواہش مند بوڑھا کسی بھی قسم کی کارروائی کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جس سے اسے سکون دل حاصل ہوسکے۔ بوڑھا آئزک پیٹر وہیں اپنی لیبارٹری میں رہ گیا اور میں واپس اس طرف چل پڑا جسے میری رہائش گاہ بنایا گیا تھا۔

یعنی اب مجھے پوشیدہ رہنے کی ضرورت نہیں تھی ورنہ آئزک پیٹر اس بارے میں مجھے ضرور ہدایات دیتا۔

میں اپنی رہائش گاہ کی طرف آہی رہا تھا کہ مجھے راستے میں اینی مل گئی لیکن مجھے یہ بات یاد نہیں رہی تھی کہ اینی مجھے اس شکل میں پہچان لے گی یہ پھر مجھے یہ یاد نہیں آرہا تھا کہ اینی کے سامنے تو میں بدلی ہوئی شکل میں آیا تھا۔ اینی کے چہرے پر حیرت کے نقوش دیکھ کر مجھے یہ سب کچھ یاد آیا۔ لیکن اب ۔۔۔ اب تو سب کچھ بے سود تھا۔

میں گھبرا گیا تھا۔ ظاہر ہے اینی مجھے ہر دو صورتوں میں پہچانتی تھی۔ اس میک اپ کی صورت میں بھی اور میک اپ کے بغیر بھی۔ اینی نے مجھے دیکھا تو دیوانہ وار دوڑتی ہوئی میری جانب آئی۔

" ارے آپ آپ مسٹر آپ ...." اس نے پریشان لہجے میں کہا اور میں بھی اسے کسی قدر الجھی ہوئی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

اینی کو اگر حقیقت معلوم ہوتی ہے تو ممکن ہے یہ آئزک پیٹر کے مفادات کے خلاف ہو۔ لیکن اب کیا بھی کیا جائے۔ چنانچہ اپنی فطرت کے مطابق میں نے ذہن پر کوئی الجھن نہ رکھنے کا فیصلہ کرلیا۔

" کیسی ہو اینی ؟" میں نے پوچھا۔

" مت بات کرو مجھ سے، مت بات کرو" اس نے غصیلے لہجے میں کہا "میں نے تمہیں کتنا یاد کیا ہے تم نہیں جانتے۔ میں تمہارے جانے کی وجہ سے کتنا روئی ہوں تمہیں کیا معلوم، تم واپس آگئے۔ حالانکہ مجھے یقین نہیں تھا کہ تم واپس آؤ گے ؟" اینی نے شکایتی انداز میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرا کوئی قصور نہیں ہے اینی۔ یہ سب کچھ تمہارے باپ کا کیا دھرا ہے۔"

"کیا مطلب۔ کیا مطلب؟"

"ممکن ہے تم اپنے باپ کے بارے میں کوئی بری بات سننا پسند نہ کرو لیکن یہ ساری کارروائی تمہارے باپ کی ہے۔ پہلے وہ مجھے میری اصلی شکل میں یہاں لائے اس کے بعد مجھے پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ پھر انہوں نے مجھے جیل سے نکالا اور یہاں لا کر میرے چہرے اور جسم پر رنگ پھیر دیا اور تمہاری نگاہوں میں مجھے لاک کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے کسی اور مقصد کے لئے میرے جسم سے یہ رنگ و روغن دوبارہ اتار دیا لیکن میں نہیں جانتا اینی کہ اگر مسٹر پیرس کو تمہاری آمد کا علم ہو جاتا تو وہ اب مجھے تمہارے سامنے کس رنگ میں پیش کرتے۔ ویسے میں تو شروع ہی سے تمہارے ساتھ رہا ہوں۔"

اینی کی آنکھوں میں کافی دیر تک حیرت کے تاثرات نظر آتے رہے پھر اس کی نگاہوں میں غصہ اتر آیا۔

"یہ پپا۔ میرے یہ ڈیڈی کس قدر چالاک آدمی ہیں۔ اس کے بارے میں میں آپ کو بتا چکی ہوں۔ یہ میرا خیال ہے ساری دنیا میں کسی سے سچ نہیں بولتے۔ بھلا ایسی بھی کیا زندگی۔ باپ اور بیٹی کے درمیان اس قسم کے پردے ہوں۔ بھلا کیا یہ بات مناسب ہے مسٹر لاک؟"

"میں اس بارے میں آپ سے کہہ چکا ہوں مس اینی۔ بہر صورت یہ آپ کے ڈیڈی کا کام ہے۔"

"میں ڈیڈی سے کچھ نہیں کہوں گی۔ بھلا ایسے آدمی سے کچھ کہنے سے کیا فائدہ جو اپنی بیٹی سے جھوٹ بولتا ہو۔ ہاں میرے اور ان کے درمیان سے اعتماد تو کب کا اٹھ چکا ہے۔ درجنوں معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں ڈیڈی مجھ سے بھی ساری باتیں چھپاتے ہیں اور نہ صرف چھپاتے ہیں بلکہ مجھ سے جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ خیر آپ اگر مسٹر لاک کی حیثیت سے بھی میرے ساتھ رہے ہیں تو آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ڈیڈی کے بارے میں آپ کو بتایا تھا۔"

"مجھے سب کچھ یاد ہے اینی۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے ساتھ ہی میں ایک بار پھر آپ کو ہوشیار کر رہی ہوں کہ ڈیڈی کی چالاک فطرت سے ہوشیار رہیں۔ جو شخص اپنی اولاد کے لئے صحیح نہ ہو بھلا وہ آپ کے لئے اچھا کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ ہاں اب آپ یہ غور کر لیں کہ ڈیڈی آپ کے لئے کونسا نیا جال بن رہے ہیں۔ میں ایک دوست کی حیثیت سے آپ کو آگاہ کر رہی ہوں۔"

"شکریہ اینی۔ تم ایک عجیب و غریب باپ کی نیک دل بیٹی ہو۔ میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں۔"

"اور میں بھی تو کرتی ہوں۔" اینی نے عجیب سے لہجے میں کہا اور اس لہجے میں پروفیسر میں نے عورت کی وہ آواز سنی جو میں ہمیشہ سے سنتا چلا آیا تھا لیکن اب مجھے اس آواز سے کوئی خاص دلچسپی نہیں رہی تھی۔ بھانے کیوں میرا ذہن اس طرح راغب نہیں ہو رہا تھا۔ خاص طور سے اس تصور کے ساتھ کہ اس دور میں تو کسی معصوم لڑکی کو معاف کر دیا جائے حالانکہ اس سے قبل میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا۔

"پھر اب — اب تم کیا کرو گے، کیا یہیں رہو گے؟" اینی نے پوچھا۔

"تم مجھے مشورہ دو اینی۔" میں نے جواب دیا۔

"میں کیا مشورہ دوں۔ تم آ گئے ہو تو ایک بار پھر میری زندگی میں کچھ دلچسپیاں پیدا ہو گئی ہیں ورنہ مجھے کہاں فرصت ملتی ہے کہ میں اپنے لئے بھی کچھ کر سکوں۔ بس ڈیڈی کے ہی معاملات میں الجھی رہتی ہوں۔ ڈیڈی مجھے کسی سے ملنے بھی نہیں دیتے۔ ارے ہاں سب باتیں میں تمہیں کیوں بتا رہی ہوں۔ یہ سب کچھ تو میں پہلے بھی تمہیں بتا چکی ہوں۔" اس نے کہا اور میں اس کی صورت دیکھنے لگا۔

"اینی میں فی الحال تو یہیں رہوں گا لیکن مجھے ایک بات بتاؤ۔"

"ہاں پوچھو۔"

"اگر تمہارے ڈیڈی میرے خلاف کوئی کارروائی کریں تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"میں کیا کہوں۔ میں کیا بتاؤں۔ میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ ڈیڈی کو کوئی تکلیف ہو۔ میں تو ایک عجیب سی الجھن میں پھنسی ہوئی ہوں۔ مجھے ان سے محبت بھی ہے مگر ان کی حرکتوں سے نفرت بھی ہے لیکن بس تم یہاں سے جانا نہیں، ڈیڈی سے بچتے رہنا۔ میں کوشش کروں گی کہ تمہیں ڈیڈی کی کسی بھی برائی سے دور رکھ سکوں مگر تم مجھے ایک بات بتاؤ گے؟"

"ہاں ہاں ضرور۔ تم اتنی اچھی لڑکی ہو کہ اب میں تم سے کچھ بھی چھپانا پسند نہیں کروں گا۔"

"اوہ۔ بہت ہی شکریہ۔ تم بھی مجھے میری ہی طرح پسند کرنے لگے ہو، یعنی جس طرح کہ میں؟"

"ہاں اینی میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر لاک، تو اب آپ مجھے یہ بتایئے کہ آخر ڈیڈی نے آپ کو کس مقصد کے تحت اپنے ساتھ رکھا ہے۔ یہ سب کیا چکر ہے کیوں وہ آپ کی شکلیں بدل بدل کر یہاں لاتے ہیں اور کیا چاہتے ہیں وہ آپ سے؟"

"دراصل اینی یہ ایک لمبی کہانی ہے، آؤ کہیں بیٹھ کر بات کریں۔" میں نے کہا اور اینی مجھے اپنے ہی کمرے میں لے گئی۔ ہم دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے تب میں نے اینی سے سوال کیا۔

"کیا مسٹر پیرس کو معلوم ہے کہ تم واپس آ چکی ہو؟"

"نہیں بالکل نہیں۔ میں تو جینی کے پاس اکتا گئی تھی۔ ڈیڈی نے مجھے اس کے پاس بھیج دیا تھا۔ لیکن جینی اب کچھ بدل گئی ہے وہ اپنے دوستوں میں گھری رہتی ہے۔ خاص طور سے اس کا ایک بوائے فرینڈ ہے جو ہر دم اس کے ساتھ رہتا ہے اور جینی پسند نہیں کرتی کہ کوئی بھی اس کے اور اس کے بوائے فرینڈ کے درمیان موجود رہے۔ چنانچہ میں ڈیڈی کو اطلاع دیئے بغیر ہی

واپس آگئی۔"

"ہاں میرا بھی یہی خیال تھا کہ مسٹر پیٹر کو تمہاری آمد کی اطلاع نہیں ہے ورنہ وہ اتنی آزادی سے یہاں نہیں آتے۔"

"کیا مطلب؟"

"دراصل ایمی مسٹر پیٹر نے ایک بہت بڑی دولت حاصل کی ہے اور اس کا وسیلہ میں بنا ہوں۔"

"اوہ۔ تم اس کا ذریعہ بنے ہو؟" ایمی کی آنکھیں خوفزدہ انداز میں پھیل گئیں۔

"ہاں۔ کیوں۔؟"

"لیکن مجھے ذرا تفصیل سے بتاؤ۔ وہ دولت کہاں سے آئی ہے، اور کس طرح حاصل کی گئی ہے۔ کیا اس کے حصول کا ذریعہ غیر قانونی ہے میرا مطلب ہے کیا حکومت اس دولت کے حصول میں تمہیں یا ڈیڈی کو کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے۔" ایمی نے مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔

"میں تمہارے قانون کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ایمی مجھے نہیں معلوم۔ البتہ تمہارے ڈیڈی نے ایک ایسے شخص کو سزا دے کر اس دولت کا حال معلوم کیا ہے جس نے خود بھی یہ دولت کسی قانونی طریقے سے حاصل نہیں کی تھی۔ بلکہ ایک لڑکی کو قتل کر کے غیر قانونی طور پر حاصل کی تھی۔ تمہارے ڈیڈی نے اس شخص کو پاگل کر دیا۔ اور اس کے بعد انہوں نے یہ دولت میرے ذریعے سمندر سے نکالی ہے۔"

"پھنس گئے نا آخر پھنس گئے۔ بس میں کہتی ہوں تم پھنس گئے۔" ایمی غمزدہ لہجے میں بولی۔

"آخر کیوں؟"

"بس میں جانتی ہوں کہ اب وہ دولت ڈیڈی خود ہڑپ کر لیں گے اور تمہیں پولیس کے حوالے کر دیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں مسٹر لاک تم بہت بے وقوف ہو۔ ڈیڈی بہت ہی تیز آدمی ہیں میں نے تمہیں اس چور کی کہانی سنائی تھی نا جسے ڈیڈی نے مصیبت میں پھنسا دیا تھا۔ افسوس لاک افسوس۔ میں تمہارے لئے کیا کروں۔ لیکن میں بھی خود ڈیڈی سے صاف صاف کہہ دوں گی کہ وہ تمہیں کچھ نہ کہیں۔ کیونکہ تم میرے دوست ہو۔ میں ان سے کہوں گی کہ تمہیں میرے لئے رہنے دیا جائے۔ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔" ایمی معصومانہ انداز میں بولی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ انوکھی لڑکی تھی، بڑی ہی سادہ، بڑی ہی بھولی۔ مجھے تعجب تھا کہ آرنک پیٹر جیسے خرانٹ آدمی کی بیٹی اتنی سادہ کیوں ہے۔

"میں بتاؤں لاک تم ایک کام کرو۔" دفعتاً ایمی کچھ سوچتے ہوئے پرخیال لہجے میں بولی۔

"ہاں کہو۔"

"ابھی ڈیڈی کو میری آمد کی اطلاع مت دینا۔"

"اچھا پھر؟"

"بس میں ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہوں گی اور ان کا جائزہ لیتی رہوں گی کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ میں انہیں ایسے وقت اپنی آمد کی اطلاع دوں گی جب مجھے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ وہ تمہارے خلاف کوئی کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس طرح میں تمہاری زیادہ مدد کر سکوں گی۔ اور اگر اس طرح نہ ہوا اور ڈیڈی کو پتہ چل گیا کہ میں یہاں موجود ہوں تو پھر وہ تمہارے خلاف کرنے والی کسی بھی سازش کو مجھ سے چھپائیں گے۔"

"اچھا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لیکن اس دوران تم کہاں چھپ کر رہو گی؟"

"ارے اتنی بڑی کوٹھی ہے۔ بھلا مجھے کیا دقت ہو سکتی ہے۔ یوں بھی ملازمین مجھے بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اگر میں ان سے کہہ دوں کہ ڈیڈی کو میرے بارے میں نہ بتایا جائے تو تم یقین کرو لاک، ان میں سے کوئی بھی میرے بارے میں ڈیڈی کو نہیں بتائے گا۔ وہ لوگ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ بس تم انہیں نہ بتانا۔"

"ٹھیک ہے ایمی، میں بھی نہیں بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا اور وہ مطمئن ہو گئی۔

"پھر تو مجھے اس کمرے میں بھی نہیں رہنا چاہئے۔"

"کیوں؟"

"بس میں جلد سے جلد چھپ جانا چاہتی ہوں۔ ہاں ڈیڈی اس وقت ہیں کہاں؟"

"اپنی لیبارٹری میں۔"

"کیا وہ دولت بھی ان کے پاس موجود ہے؟"

"ہاں۔"

"تب ٹھیک ہے۔ وہ بہت دیر تک اس دولت کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہیں گے اور باہر نہیں آئیں گے۔ آؤ تم آؤ۔" ایمی نے کہا اور پھر اس نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ "ٹھیک ہے میدان صاف ہے۔ آؤ میں تمہیں اپنے پوشیدہ ہونے کی جگہ بتا دوں میں اب وہیں رہوں گی۔" وہ باہر نکل آئی۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔

کوٹھی کے آخری حصے میں ایک کمرہ تھا اور اس کمرے کے نیچے ایک چھوٹا سا تہہ خانہ تھا۔ ایمی نے اس کمرے کے تہہ خانے کو کھولا اور بولی۔

"یہ جگہ میرے چھپنے کے لئے بہترین ہے۔"

"اوہو۔ کیا آرنک پیٹر کو اس بارے میں معلوم نہیں ہے؟"

"ہے کیوں نہیں۔ لیکن وہ سوچیں گے بھی نہیں کہ ایمی یہاں ہو گی۔ کسی کو کیا معلوم کہ میں یہاں آگئی ہوں۔ کوئی بتائے گا تو ... کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔"

"لیکن ایمی تم یہاں کس طرح رہو گی میرا مقصد ہے کھانے ...

اور ڈیگو [illegible] کے سلسلے میں تم کیا کرو گی؟

• سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا لاک۔ تم قطعی پرواہ مت کرو۔ اس تہہ خانے سے ملحق باتھ روم بھی ہے اور میں اپنے خاص ملازم سے کہہ دوں گی کہ وہ مجھے کھانا وغیرہ یہاں پہنچا دیا کرے۔ لیکن تم ایک بات کا وعدہ بھی کرو۔

• کیا؟ میں نے پوچھا۔

• تم بھی روزانہ ایسے وقت جب ڈیڈی کسی کام میں مصروف ہوں میرے پاس ضرور آؤ گے۔ اول تو میں خود ہی نگاہ رکھوں گی یعنی چھپ چھپ کر تم لوگوں کو دیکھتی رہوں گی۔ لیکن بہرصورت اگر میں تم سے ملاقات نہ کر سکوں تو تم صرف تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس آ جانا بس دو تین دن کی بات ہے اس دوران ڈیڈی کھل کر سامنے آ جائیں گے اور میں بھی پوشیدہ نہ رہوں گی۔

" ٹھیک ہے۔ میں آ جایا کروں گا۔"

" لیکن جو میں کہہ چکی ہوں وہ ضرور کرنا۔ یعنی ڈیڈی سے ایک دم ہوشیار رہنا۔"

" تم بالکل بے فکر رہو، میں ہوشیار رہوں گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور ایی نے میری جانب دیکھ کر گردن ہلا دی۔

" بس اب تم جاؤ۔ ممکن ہے ڈیڈی تمہاری تلاش میں کسی ملازم کو دوڑائیں۔ باقی سارے کام میں خود کر لوں گی۔" ایی نے کہا اور میں باہر نکل آیا۔

لیکن اب میں سوچ رہا تھا پروفیسر کہ آرزک پیٹر عجیب و غریب انسان ہے۔ اس کی بیٹی اس سے کس قدر غیر مطمئن ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر برا آدمی ہے۔ اور ایسا آدمی بھلا میرے کس کام آ سکتا ہے۔ میں تو خود چاہتا تھا کہ اس جدید دنیا کا کوئی بھی شخص مجھے اپنا آلہ کار بنا لے لیکن میرے لئے ایک ایسا معاون بن جائے کہ مجھے اس ساری دنیا کی سیر کرا دے۔

لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ ہر وہ آدمی جو مجھے ملتا پہلے مجھے اپنے کاموں میں پھنسانے کی کوشش کرتا، اپنی مطلب برآری کرتا اور اس کے بعد میرے سامنے اس طرح عریاں ہو جاتا کہ یا تو مجھے اس پر غصہ آ جائے یا میں اسے چھوڑ دوں۔ یا پھر اسے ہلاک کر دوں۔

حالانکہ میں سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ میں اس دنیا میں امن سے رہنا چاہتا تھا لیکن افسوس ابھی تک مجھے ایسا کوئی ساتھی نہیں ملا تھا۔ چنانچہ اب میں سوچ رہا تھا کہ اپنے طور پر ہی کچھ کیا جائے۔

آرزک پیٹر کی جانب سے تو میں تقریباً مایوس ہو چکا تھا۔ کافی دیر کے بعد آرزک پیٹر مجھے تلاش کرتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو رہا تھا۔ شاید اس مسرت کو وہ دبا نہیں پا رہا تھا۔

" آؤ میرے دوست کہاں ہو، کیا کر رہے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

" کچھ نہیں آرزک پیٹر، بس انتظار کر رہا تھا کہ تم اپنی خوشیوں میں مجھے بھی شریک کرو۔"

• میرے دوست میرے ساتھی گولڈ، تم تو میری تمام خوشیوں میں شریک ہو بلکہ میں اگر یہ بات کہوں کہ یہ خوشیاں مجھے تمہاری ہی وجہ سے میسر ہوئی ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ تم سمجھتے ہو یہ کتنی دولت ہے جو ہم لوگوں نے حاصل کی ہے بلا مبالغہ اس سے میرے تمام منصوبے مکمل ہو جائیں گے۔ اس دولت کی کمی سے میرے بے شمار منصوبے تکمیل تک نہیں پہنچ سکے تھے لیکن اب میں ان تمام منصوبوں کی تکمیل کر لوں گا اور تھوڑے عرصے کے بعد دیکھنا کہ آرزک پیٹر کیا چیز بن جاتا ہے۔"

• بہرصورت تمہاری خوشی سے میں خوش ہوں آرزک پیٹر، اب مجھے بتاؤ مجھے کیا کرنا ہے؟

" آؤ میرے ساتھ آؤ میں تمہیں زندگی کی حسین ترین ضرورتوں سے روشناس کراؤں گا۔"

• میرے نزدیک زندگی کی سب سے حسین منزل یہ ہے آرزک پیٹر کہ میں اس دنیا کی سیر کروں۔ میں نے تم سے پہلے بھی یہ خواہش ظاہر کی تھی اگر تم کر سکتے ہو تو میرے لئے اس کا بندوبست کر دو باقی نہ مجھے تمہاری اس دولت سے دلچسپی ہے اور نہ میں اس میں اپنا حصہ چاہتا ہوں۔"

" کیا کہہ رہے ہو؟" آرزک پیٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

" ہاں آرزک پیٹر، میں سچ کہہ رہا ہوں۔ دولت سے مجھے کوئی خاص لگاؤ نہیں ہے میں تو بس اس دنیا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

• تو اس کے لئے بندوبست کرنا میرے لئے کونسا مشکل کام ہوگا میرا خیال ہے میں آسانی سے تمہارے لئے یہ بندوبست کر سکتا ہوں مجھے یوں لگتا ہے گولڈ کہ یا تو تم کسر نفسی سے کام لے رہے ہو یا تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں ہے؟

" اعتبار — کیسا اعتبار؟ میں نے سوال کیا۔

• مقصد یہ کہ تم یہ سوچ رہے ہو کہ میں تمہیں اس دولت میں حصہ دار بنانا پسند نہ کروں۔"

" میں یہ نہیں سوچ رہا ڈیئر پیٹر، تم اپنے طور پر فیصلے کرو۔"

اس بات کے بعد آرزک پیٹر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کے چہرے پر کشمکش کے آثار نظر آ رہے تھے۔ لیکن چند ساعت کے بعد وہ اس کشمکش سے نکل گیا۔ اس کے ہونٹوں پر دوبارہ مسکراہٹ محسوس ہونے لگی۔

• ٹھیک ہے ٹھیک ہے یہ ساری باتیں تو ہم بعد میں کریں گے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ اس کا رخ لیبارٹری ہی کی طرف تھا۔ اپنی لیب میں پہنچ کر اس نے مجھے ایک سمت بیٹھنے کو کہا۔ چاروں طرف مشینیں بکھری ہوئی تھیں پروفیسر اور یہ مشینیں مجھے بے حد پسند تھیں۔ ان کی کارکردگی جتنی عجیب ہوتی تھی وہ میری سمجھ سے باہر تھی۔ صدیوں کا تجربہ

بھی مجھے ان مشینوں سے روشناس نہیں کرا سکتا تھا اور میں ہمیشہ ان کے بارے میں یہ سوچتا رہتا تھا کہ انسان نے کتنی باریک بینی سے کام لیتے ہوئے یہ مشینیں کس طرح ایجاد کی ہیں اس حساب سے اس دور کا انسان بے انتہا ذہین تھا۔

آئزک پیٹر میرے ساتھ بیٹھ گیا۔ اب وہ مطمئن تھا۔

" اب تم کیا محسوس کر رہے ہو گولڈ ؟"

" میں ہر حالت ہر ماحول میں مطمئن رہنے والوں میں سے ہوں مسٹر پیٹر، اور مجھے خوشی ہے کہ میں تمہارے کام آ سکا۔ دراصل خود میں نے کبھی اپنی زندگی اور آنے والے وقت کے بارے میں نہیں سوچا۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میری تھوڑی سی مدد سے تم خوش نظر آ رہے ہو" میں نے کہا لیکن آئزک پیٹر شاید میری طرف متوجہ نہیں تھا۔ چند ساعت کے بعد وہ بولا۔

" میرے حسین خوابوں کی تکمیل ہو جائے گی۔ اور تم ..." آئزک پیٹر نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا" تم میری آرزوؤں کے راستے میں سنگ میل ثابت ہوئے ہو۔ میں تمہیں زندگی کے کسی دور میں نہیں بھولوں گا۔"

" شکریہ آئزک پیٹر۔"

" لیکن میرے دوست، کیا تم میرے منصوبوں کے بارے میں جاننا پسند کرو گے ؟"

" مجھے بتاؤ۔ میں تو تمہاری ہر خوشی میں شریک ہوں" میں نے جواب دیا۔

" میں ذہنی طور پر جو کچھ ہوں۔ کوئی بھی نہیں جانتا۔ میرے عوام اور میرے جاننے والے صرف یہ جانتے ہیں کہ آئزک پیٹر ایک سائنسدان ہے جس نے چھوٹی چھوٹی چند ایجادات کی ہیں اور خاص طور سے وہ اس کام کا ماہر ہے کہ خطرناک مجرموں کے ذہنوں سے جو راز پولیس والے اپنے سخت تشدد کے باوجود نہیں اگلوا سکتے آئزک پیٹر ان رازوں کی تفصیل پولیس کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ پولیس کی نگاہ میں بھی میں اسی لئے محترم ہوں لیکن میری اصلیت ۔۔۔ میں نے جو کچھ سیکھا ہے اس کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم نہ ہی میں نے خود کبھی بتانے کی کوشش کی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر میں دنیا کو اپنے منصوبوں سے آگاہ کرتا تو خود ان منصوبوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ میرے دوست گولڈ میں اپنے اس ذہن میں وہ تمام صلاحیتیں رکھتا ہوں جو ایک عظیم سائنسدان کے ذہن میں ہو سکتی ہیں۔ خلائی منصوبوں کے بارے میں حکومتیں اتنا کچھ خرچ کر رہی ہیں اور اس کے بعد جو کچھ وہ حاصل کر سکی ہیں وہ اس قدر اہم نہیں ہیں جتنا میں اپنے معمولی ذرائع سے کر سکتا ہوں لیکن افسوس دولت کی کمی نے مجھے عمر کی اس منزل تک پہنچا دیا اور میں اپنی خواہشات کی تکمیل نہیں کر سکا۔ پھر جن چیزوں کے بارے میں میں نے اتنی سخت محنت کر کے معلومات حاصل کی ہیں میں انہیں دوسروں کے لئے کیوں چھوڑ جاؤں میں نہیں جانتا کہ میری زندگی کس حد تک میرا ساتھ دے گی لیکن یہ تو انسان کی فطرت ہے کہ وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ایک طویل عمر بھی ناکافی ہوتی ہے البتہ وہ اپنی کوششوں میں مصروف رہتا ہے۔ دولت کی کمی کی وجہ سے میں اپنے ان منصوبوں پر کوئی عمل نہیں کر سکا لیکن یقین کرو میرے دوست اب میں اپنے ان منصوبوں کی تکمیل کر سکوں گا۔ تم جانتے ہو یا شاید نہ جانتے ہو گے کہ خلائی دوڑ میں روس اور امریکہ ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی فکر میں ڈوبے رہتے ہیں۔ انہوں نے بڑے بڑے بجٹ بنائے ہیں اور لاکھوں آدمی ان کے ان منصوبوں پر کام کر رہے ہیں۔ اگر میں اپنی خدمات ان میں سے کسی کے سامنے پیش کر دوں اور اپنے منصوبے ان کے سامنے پیش کر دوں تو سائنس کی دنیا میں تہلکہ مچا دوں۔ بڑے بڑے راکٹ تیار کئے جاتے ہیں خلائی کیپسول فضا میں پھینکے جاتے ہیں ان کے ذریعے سیاروں کے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں سیاروں کی تفصیل کے لئے بے شمار زندگیاں ضائع کی جا چکی ہیں لیکن میرے پاس ایک ایسا منصوبہ ہے کہ ہم کسی بھی سیارے کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں میں تمہیں اس کے بارے میں تھوڑا بہت بتانا چاہتا ہوں۔

میں نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جس کی ابھی تکمیل نہیں ہوئی جو آلات کو اور انسانی اجسام کو خلا میں منتشر کر کے اس جگہ پہنچا دے جو اس کا ٹارگیٹ ہو مثلاً ہم نے کسی سیارے کا انتخاب کر لیا تو سب سے پہلا کام ہمیں یہ کرنا ہو گا کہ اس سیارے تک تلاش کرنے والی شعاعیں پھینک کر یہ معلوم کریں کہ اس کا فاصلہ ہماری زمین سے کتنا ہے اور پھر فاصلے کا تعین کرنے کے بعد ہم جاسوسی کے یا معلومات کے ایسے آلات اس فضا میں منتشر کر دیں جو ہمیں وہاں سے معلومات بھیج سکیں۔ ہم اسی جگہ زمین پر بیٹھے بیٹھے۔ اپنی ان معلومات سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ اور خلا اور سیاروں کے بارے میں جن معلومات کے لئے انتہائی اہم منصوبے بنائے جاتے ہیں اور جن پر کروڑوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے وہ بڑے معمولی ذرائع سے ہمیں حاصل ہو سکتے ہیں۔ میں نے سوچا ہے میرے دوست گولڈ کہ میں کسی بھی طرح اس مشین کی تکمیل کروں گا اور میں سیاروں کے بارے میں اپنی معلومات بڑے ممالک کو فروخت کروں گا۔ وہ لوگ جو صدیوں کی کوششوں کے باوجود ابھی تک ان جگہوں تک نہیں پہنچ سکے جہاں وہ پہنچنا چاہتے تھے وہ میری معلومات کے ذریعے وہاں اپنے کیپسول بھیجنے کا بندوبست کر سکتے ہیں اور تم سوچو اس وقت آئزک پیٹر اس دنیا کا کتنا بڑا انسان ہو گا لیکن یہ سارے منصوبے میرے ساتھ ہی قبر کی طرف جا رہے تھے اور میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے ان کی تکمیل میں میری مدد کی ....؟

تو پروفیسر یہ جو سیاروں کی اور خلائی کیپسول کی باتیں اس شخص

نے کی تھیں مجھے جس قدر متاثر کر سکتی تھیں اس کا اندازہ تو میرا خیال ہے تم
بھی لگا چکے ہو گے۔ میں نے دیکھا میں نے سوچا اور مجھے یوں لگا جیسے وہ
میرے لئے اپنے اندر دلچسپی حاصل کرتا جا رہا ہو۔ اس نے جو باتیں کی تھیں
میں انہیں نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے دلچسپی سے اس کی جانب
دیکھا اور پھر سیاروں کے بارے میں اس سے معلومات حاصل کرنے لگا۔
بڑی حیرت انگیز معلومات تھیں پروفیسر، مجھے پتہ چلا کہ چاند اور ستاروں کو
ہم جس انداز میں دیکھتے ہیں نئی نسل نے وہ انداز بدل دیا ہے یعنی بات اب
صرف نگاہوں تک نہیں بلکہ قدموں تک پہنچ چکی ہے۔ انسان کے قدم
چاند کی جانب جانے کے لئے بیتاب ہیں، اور اس کی تیاریاں تقریباً مکمل
ہو چکی ہیں، یہ معمولی بات نہیں تھی یہ تو وہ بات تھی جس کے بارے میں میں نے
خود کبھی نہیں سوچا تھا لیکن ایک حقیقت تھی جو کھل کر سامنے آتی جا رہی تھی
یعنی یہ لوگ اپنے منصوبوں کی تکمیل تک پہنچتے جا رہے تھے تب میں نے اس
سے سوال کیا۔

"میرے دوست آٹزک پیٹر کیا تم مجھے اس مشین کے بارے میں بھی
تفصیلات بتا سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں تم سے بڑھ کر اس کا مستحق اور کون ہوگا۔ تم ہی نے تو
اس کی تکمیل کے لئے مدد کی ہے آؤ میرے ساتھ آؤ۔"

اور پھر وہ مجھے اپنی مشینی دنیا کے ایک حصے میں لے گیا۔ جہاں میں
نے ایک چوکور بکس دیکھا جس کی شکل بڑی خوبصورت تھی۔ اس بکس پر بیشمار
آلات لگے ہوئے تھے۔ آٹزک پیٹر ان بٹنوں کو دبا دبا کر چھیڑنے لگا اور اس
کا ایک بڑا سا حصہ کھل گیا۔ اندر بھی مشینیں ہی مشینیں تھیں، عجیب و غریب انداز
میں جو مختلف چیزوں میں دیکھ چکا تھا لیکن اب بھی یہ ساری باتیں میری سمجھ
سے باہر تھیں۔

"اس میں داخل ہو جاؤ۔" آٹزک پیٹر نے کہا اور میں بے چون و چرا
اس میں داخل ہو گیا۔ مشین کا ڈھکن کھلا ہوا تھا اور اس میں ایک یا دو آدمی
سے زیادہ سمانے کی جگہ نہیں تھی یعنی وہ اندر سے خاصی تنگ تھی۔ میں نے
دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھا اور اسی وقت آٹزک پیٹر کی آواز سنائی
دی۔

"میرے دوست اس طرح تم اس کی کارکردگی سے محظوظ نہیں ہو
سکو گے ٹھہرو میں اس کا ڈھکن بند کرتا ہوں؟" اس نے کہا اور بٹنوں کو
چھیڑنے لگا۔ ڈھکن آہستہ آہستہ بند ہونے لگا تھا۔ اندر کوئی گھٹن نہیں
محسوس ہوتی تھی بڑی عجیب و غریب چیز تھی میں اس کے بارے میں بڑی
پسندیدگی کے انداز میں سوچ رہا تھا لیکن اچانک ہی مجھے آٹزک پیٹر کی آواز
سنائی دی۔

"تو میرے دوست گراہم تم نے اس منصوبے کی تکمیل میں میری جو
مدد کی ہے میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ اگر میں
اپنی ترقی کی منزل پا گیا تو یقین کرو تمہارا ایک خوبصورت مجسمہ تعمیر کراؤں گا
اس کے نیچے حسین انداز میں یہ تحریر کندہ کراؤں گا جس نے میرے منصوبے
کی تکمیل کی اور اس کے بعد جان دے دی۔"

میں جو اس مشین کو دیکھنے میں مصروف تھا۔ آٹزک پیٹر کے ان الفاظ
پر چونک پڑا پھر میں نے اپنے طور پر سوچا اس بات کا مقصد کیا ہو سکتا ہے
اور میں نے سوال آٹزک پیٹر سے کر دیا۔

"کیا تم اس مشین کے باہر میری آواز اسی طرح سن رہے ہو آٹزک پیٹر
جس طرح اندر مجھے تمہاری آواز سنائی دے رہی ہے؟"

"ہاں میرے دوست میں تمہاری آواز سن رہا ہوں اس میں ایسے
آلات بھی ہیں جن کی وجہ سے اندر کی آواز باہر اور باہر کی آواز اندر سنی
جا سکتی ہے اگر میں ایک بٹن دبا دوں تو آوازوں کا سلسلہ منقطع ہو سکتا
ہے۔"

"کمال کی چیز بنائی ہے تم نے آٹزک پیٹر لیکن تمہاری ایک بات
میری سمجھ میں نہیں آئی، ابھی تم نے کہا تھا کہ تم میرے مجسمہ کے نیچے یہ تحریر
کندہ کراؤ گے کہ وہ جس نے میرے منصوبے کی تکمیل میں مدد کی اور جان
دے دی۔ تو تمہارے خیال میں مجھے مرنا ہوگا؟" میرے اس سوال کے جواب
میں آٹزک پیٹر کے حلق سے ایک قہقہہ ابل پڑا۔

"ہاں میرے دوست، موت ایک ضروری چیز ہے اور یوں بھی
ہر انسان کی زندگی میں یہ کبھی نہ کبھی آتی ہے لیکن بعض اوقات نیکیاں بھی
اس کی موت کا باعث بن جاتی ہیں جیسے اس وقت، تم نے اس دولت کے

حصول میں میری مدد کی ہے۔ آئزک پیٹر دنیا کے سامنے ایک نیک نام
انسان ہے صرف وہ افراد ہیں جو اسے غلط ثابت کر سکتے ہیں اور اس کی
ساری نیک نامی مٹی میں مل سکتی ہے۔ ایک تم اور دوسرا ایکن، ریکن ذہنی
طور پر تباہ ہو چکا ہے اور وہ دنیا میں اب کسی کو یہ نہیں بتا سکتا کہ اس
کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا۔ لیکن تم، میں تمہاری عجیب و غریب قوتوں
سے خائف ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اگر کسی مرحلے پر میں نے تمہاری کسی بات
کی تکمیل نہ کی تو مجھے ناقابلِ برداشت نقصان اٹھانا ہوگا۔ اس کے علاوہ میرے
دوست میں تمہیں اس دولت میں بھی حصہ دار نہیں بنا سکتا جو ہم لوگوں نے
حاصل کی ہے کیونکہ اس کے باوجود کہ دولت کافی ہے، مجھے ابھی مزید ضرورت
ہے اس کے حصول کے لئے میں کچھ اور منصوبے تخلیق کروں گا۔ اس وقت مجھے
اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں خوف کی دنیا میں نہیں رہنا چاہتا۔ میں نے تم
سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

آئزک پیٹر نے وہی کر یہ بات کی تھی جس کے لئے میں اس دنیا سے
بیزار تھا یعنی یہاں کے لوگ اپنا مطلب برآری کے بعد اپنے محسنوں کو بھی
قتل کر دیا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک انسانی اقدار اور احسان کوئی معنی نہیں
رکھتے تھے اور یہ بات مجھے کافی ناپسند تھی۔ آئزک پیٹر بدعہدی پر آمادہ تھا
اس نے مجھے دنیا دکھانے کا وعدہ کیا تھا اور جس کے ساتھ ساتھ اس نے
یہ بھی کہا تھا کہ وہ مجھے دولت مند بھی بنا دے گا۔ اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد
وہ سب سے پہلے مجھے اپنے راستے سے ہٹا دینا چاہتا تھا۔ یہ بات پروفیسر، میں
بھلا کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ اس بدبخت انسان کی ان کارروائیوں کے بارے
میں میں مزید جاننا چاہتا تھا جو وہ مجھے قتل کرنے کے سلسلے میں کرنا چاہتا تھا
چنانچہ میں خاموش رہا۔

آئزک پیٹر بھی خاموش رہ کر شاید میرے جواب کا انتظار کر رہا تھا
لیکن میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔

دفعتاً مجھے باہر ایک آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔ یہ آواز
پہچاننے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔ اور پھر آئزک پیٹر کی آواز
سنائی دی۔

" اوہ بے بی اچانک اس طرح، کب آئیں تم؟"

چند ساعت مجھے کوئی آواز سنائی نہ دی اور پھر ایبی کی سرد سی آواز
سنائی دی۔

" ڈیڈی وہ کہاں ہے؟"

" کون۔ کس کی بات کر رہی ہو تم؟" آئزک پیٹر نے گھٹی گھٹی آواز میں
کہا۔ غالباً اس کے ذہن میں یہ خیال بھی ہوگا کہ وہ مشین کا وہ حصہ بند نہیں کر
سکا ہے جس سے آوازیں اندر اور باہر سنی جا سکتی ہیں۔

" میں مسٹر لاک کی بات کر رہی ہوں یا پھر اس کی جسے پہلے آپ نے مجھے
مسٹر گولڈ کے نام سے روشناس کرایا تھا؟"

" اوہ۔ وہ کہاں ہے۔ مجھے نہیں معلوم اس کے بارے میں۔ وہ اندر
کہیں کوٹھی ہی میں ہوگا۔"

" ڈیڈی میں اس بات پر سخت شرمندہ ہوں کہ میں آپ کی بیٹی ہوں۔"

" کیا بکواس کر رہی ہو ایبی؟"

" ہاں ڈیڈی مجھے واقعی سخت افسوس ہے۔ کاش میں آپ کے ہاں
پیدا نہ ہوئی ہوتی۔"

" ایبی ۔۔ ایبی تم پاگل ہوگئی ہو۔ تم نہیں جانتیں یہ الفاظ ادا کرکے تم
میری توہین کر رہی ہو۔"

" آپ نے خود میری توہین کی ہے ڈیڈی۔ اگر آپ کو یہ فطرت اپنانی
تھی تو مجھے بھی آپ نے اپنے رنگ میں کیوں نہ رنگ لیا۔ مجھے ایک اچھا
انسان بنانے کی کوشش کیوں کی مجھے جواب دیں ڈیڈی۔ اور سن لیں ڈیڈی
اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں خودکشی کر لوں گی۔"

" ایبی تمہارا دماغ واقعی خراب ہوگیا ہے۔ کیسی باتیں کر رہی ہو کسے
کچھ ہو گیا تو تم خودکشی کر لو گی۔ بتاؤ مجھے جواب دو۔ تم کس کی بات کر رہی ہو؟"

" اس کی جسے آپ نے کسی مشین میں بند کیا ہے؟" ایبی نے افسردگی
سے جواب دیا۔

1472

" کیا بکواس ہے یہ۔ کیسی مشین ۔ کونسی مشین۔ کہاں ہے وہ؟"
آئزک پیٹر غرا رہا تھا۔

" ڈیڈی میں ابھی آپ ہی کے پاس آ رہی تھی۔ میں نے باہر رک کر آپ
دونوں کی گفتگو سنی۔ میں نہیں جانتی کہ آپ نے اسے کونسی مشین میں بند
کیا ہے۔ لیکن میں آپ سے کہے دے رہی ہوں کہ اسے کوئی تکلیف نہیں
ہونی چاہئے ورنہ آپ مجھ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے؟"

" اوہ۔ بے وقوف لڑکی۔ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟"

" ہاں ڈیڈی میں درست کہہ رہی ہوں۔"

" اوہ۔ تیری یہ جرأت کہ تو میرے راستے میں آنے کی کوشش کرے۔"
آئزک پیٹر بری طرح جھلا رہا تھا۔

" ہاں ڈیڈی میرے اندر اتنی جرأت ہے، کیونکہ میں آپ ہی کی
بیٹی ہوں۔"

" بیٹی ہو تو بیٹی ہی رہو، باپ بننے کی کوشش مت کرو۔ میرے منصوبے
میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہیں۔ ان کے لئے میں دنیا کی ہر چیز
تباہ و برباد کر سکتا ہوں۔"

" اوہ۔ یہ بات ہے ڈیڈی؟"

" ہاں۔ بالکل یہی بات ہے۔"

" گویا آپ کو میری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟"

" مجھ سے فضول بکواس مت کرو ایبی۔"

" افسوس ڈیڈی افسوس۔ میں نے بارہا سوچا تھا کہ آپ مجھ سے
صرف ثانوی سی محبت کرتے ہیں لیکن ڈیڈی بیٹیاں اپنی ماں باپ کی محبت میں
کبھی کوئی شک نہیں کرتیں۔ میں نے تو یہی سوچا تھا کہ میری حیثیت ثانوی نہیں

ہیں۔ ان دونوں کی محبت مجھے آپ ہی کے پاس سے مل سکتی تھی۔ آپ کی لاپرواہیاں جو میں نے بارہا محسوس کیں۔ ان کے بارے میں میں نے صرف یہی سوچا تھا کہ یہ صرف آپ کی مصروفیت ہے۔ آپ کی فطرت کے بارے میں سمجھ ہی جاتی تھی ڈیڈی۔ لیکن اتنا ضرور سوچتی تھی کہ آپ جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہیں اور جو کچھ بھی کریں گے وہ صرف اور صرف میرے لئے ہوگا لیکن اگر آپ کو میری ذات سے اتنی دلچسپی بھی نہیں ہے اور آپ صرف یہ سوچتے ہیں کہ میں مر جاؤں گی اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے صرف آپ کے منصوبے کی تکمیل ہونی چاہئے تو پھر ڈیڈی میرا زندہ رہنا واقعی بالکل فضول اور بے مقصد ہے۔ آپ ایسا کریں ڈیڈی کہ پہلے مجھے اپنے ہاتھوں سے گولی مار دیں۔ اس کے بعد آپ اس کے ساتھ جو چاہیں جیسا بھی سلوک کریں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا لیکن اگر میں زندہ رہی تو پولیس کو آپ کی ان ساری کارروائیوں کی تفصیل بتا دوں گی۔"

چند ساعت تک آٹزک پیٹر کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔ میں اس درمیان میں چاہتا تو بول سکتا تھا لیکن میں نے بھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی تاکہ ان دونوں کی گفتگو سن سکوں۔ تب آٹزک پیٹر کی نرم سی آواز ابھری۔

"دیکھو اینی ادھر آؤ۔ یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں پہلے تمہیں اپنے منصوبے کے بارے میں پوری تفصیل بتا دوں۔"

"ڈیڈی اب مجھے آپ کی کسی بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ جو کچھ کہہ چکے ہیں اس کے بعد میں نے اپنی حیثیت پہچان لی ہے اور اپنی حیثیت جاننے کے بعد آدمی کو بار بار بے وقوف نہیں بننا چاہئے۔" اینی کی خشک آواز سنائی دی۔

"اینی تم مجھ سے بغاوت کر رہی ہو۔ دیکھو میں جو کچھ کہہ گیا ہوں شاید جذبات میں کہہ گیا ہوں۔ تم یہاں بیٹھو۔۔۔ بیٹھو تو سہی۔۔۔" شاید آٹزک پیٹر نے زبردستی اینی کو کرسی پر بٹھا دیا تھا۔

"جی ڈیڈی کیا کہنا چاہتے ہیں؟" اینی کی آواز ابھری لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور ہلکی سی آواز بھی سنائی دی جسے میرے حساس کانوں نے سنا تھا اور پھر اینی کے چیخنے کی آواز۔۔۔

"واہ ڈیڈی واہ۔ مجھے آپ نے قید کر کے یہ سوچا ہے کہ آپ میری زبان کو بھی قید کر لیں گے۔ مجھے قید کرنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا ڈیڈی۔ میں جانتی ہوں کہ آپ کی اس تجربہ گاہ میں بے شمار شیطانی منصوبے موجود ہیں۔ یہ کرسی جس کے ہتھے سے میرے ہاتھ کسی آٹومیٹک سسٹم کے تحت جڑ گئے ہیں اگر بجلی کی کرسی ہوتی تو زیادہ مناسب تھا۔ میں آپ کو مشورہ دیتی ہوں ڈیڈی کہ اسے قتل کرنے سے پہلے مجھے قتل کر دیجئے ورنہ پھر آپ کو موت سے ہمکنار ہونا پڑے گا؟" اینی نے کہا۔

"میں دیکھوں گا بے بی کہ موت مجھ سے کس قدر قریب ہے۔ میں تمہیں بھی زندہ رکھوں گا کیونکہ تم میری بیٹی ہو۔ تمہارے اس وقتی جذبے سے متاثر ہو کر میں نے مجبوراً یہ اقدام اٹھایا ہے۔ اس شخص کی زندگی میرے لئے بہت بڑی الجھن کا سبب بن سکتی ہے، اس لئے اس کا مر جانا ہی بہتر ہے پہلے میں اسے ختم کر دوں اس کے بعد تم سے نمٹوں گا۔" آٹزک پیٹر نے کہا اور اینی چیخنے لگی۔

"ڈیڈی۔۔۔ پلیز ڈیڈی۔ اسے نہیں مارو۔۔۔ اسے نہیں مارو۔" لیکن آٹزک پیٹر نے اس کی بات نہیں سنی تھی۔ دوسرے لمحے کچھ آوازیں سنائی دیں اور پھر باہر کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے اس مشین کے اندر کچھ تپش محسوس کی تھی۔

گرمی کی لہر آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی اور مشین اندر سے گرم ہوتی جا رہی تھی۔ تب میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

واہ میرے دوست آٹزک واہ۔ میں تو ہمیشہ یہی چاہتا ہوں کہ لوگوں کو میری اصلیت معلوم نہ ہونے پائے اور میں اس کے بغیر ہی ان سے اپنا تعارف کراؤں اور ان کے درمیان رہوں۔ لیکن اب ان مجبوریوں کا کیا کیا جائے۔ اب دیکھنا میرے دوست تم نے مجھے ہلاک کرنے کے لئے وہی منصوبہ تیار کیا ہے جو میری زندگی ہے۔ آگ کی تپش تیز ہوتی جا رہی تھی اور میرے بدن میں سرور کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ پوری مشین گرم ہو چکی تھی اور اب گرم سے گرم تر ہوتی جا رہی تھی۔ اس سے سیٹی کی سی ایک آواز نکل رہی تھی۔

پھر یہ مشین اس قدر گرم ہو گئی جیسے کہ کسی آتش فشاں کا دہانہ ہو اور میں اس کے بالکل نزدیک کھڑا ہوں لیکن گرمی جوں جوں بڑھ رہی تھی میرے جسم کے مسامات کھلتے جا رہے تھے۔ آگ کی یہ تپش، خواہ مشینی ہی کیوں نہ ہو ہر جگہ میری دوست تھی۔ یہ میرے جسم کو ہمیشہ تقویت پہنچاتی تھی کبھی اس نے میرے جسم کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ تو گویا جانتا ہے پیٹر یہ میرے ایسے دوست ہیں جنہوں نے صدیوں سے میرا ساتھ نہیں چھوڑا اور مجھے یقین ہے کہ جب تک میں اپنی حیات کی کہانی دہراتا رہوں گا یہ میرا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔

میرے بدن کا انگ انگ کھلتا جا رہا تھا۔ میرے مسامات تپش جذب کر رہے تھے اور میرا بدن کھلتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ میرا بدن کندن کی طرح چمکنے لگا۔ اتنی چمک پیدا ہو گئی تھی میرے بدن میں کہ مشین کے اندر روشنی سی پھیل گئی۔ البتہ میرا بیرونی لباس جل کر خاکستر ہو چکا تھا لیکن مجھے اس جلے ہوئے لباس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ ایک برہنہ انسان کی حیثیت سے میں صدیاں گزار چکا تھا۔

پھر اچانک مجھے بٹن بند کرنے کی آواز سنائی دی اور آگ کی تپش کچھ کم ہونے لگی۔ آٹزک پیٹر اپنے طور پر مجھے جلا کر سیاہ راکھ کی شکل میں تبدیل کر چکا تھا۔ میں انتظار کرتا رہا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو میرے پاؤں کی ایک زوردار ضرب اس ڈھکن کو کھول سکتی تھی۔ میں مشین کو ٹکڑے ٹکڑے کر سکتا تھا لیکن مجھے ضرورت ہی کیا تھی۔

میرے اندر سے تو ایک نئی زندگی پھوٹ رہی تھی۔ یہ مشینی آگ تو

میرے رگ وپے میں زندگی دوڑانے کا باعث بنی تھی۔

اب بے چارے آئزک پیٹر کو یہ بات کہاں معلوم تھی کہ اس نے جو کچھ کیا ہے وہ ایمی کے حق میں بُرا ثابت ہو سکتا ہے۔ پھر آئزک پیٹر نے دوبارہ وہ بٹن کھول دیئے جن سے آوازوں کا تبادلہ ہوتا تھا۔ میں تو خاموش ہی رہا لیکن باہر کی آوازیں مجھے صاف سنائی دے رہی تھی۔

ان آوازوں میں ایمی کی سسکیاں شامل تھیں۔ پھر شاید آئزک پیٹر اسے تسلی دینے کے لئے اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"ایمی — ایمی بیٹے تم میری پریشانی کو سمجھو، اور مجھ سے تم — تم تعاون کرو۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں آپ پر اور اب میں آپ کو ڈیڈی بھی نہیں کہوں گی۔ میں آپ سے نفرت کرتی ہوں، میں آپ سے نفرت کرتی ہوں مسٹر آئزک پیٹر، آپ انسان نہیں درندے ہیں۔ آپ نے اپنے دوست کو جلا کر راکھ کر دیا۔ آپ نے اس شخص کو مار دیا جس نے آپ کی مدد کی تھی۔"

"اگر میں اسے نہ مارتا تو وہ مجھے مار ڈالتا۔"

"نہیں ڈیڈی سب آپ کی طرح نہیں ہوتے، سب آپ کی مانند نہیں سوچتے۔ آپ اسے نہیں جانتے تھے آہ۔ وہ بہت اچھا انسان تھا۔ دولت کی طرف سے بے پرواہ۔ زندگی کی کسی چیز کا خواہش مند نہیں تھا وہ سوائے اس کے کہ اسے اس دنیا کی سیر کرادی جائے۔ لیکن آپ نے اسے اس دنیا ہی سے دور کر دیا۔ ڈیڈی آپ نے بڑا ظلم کیا ہے اس بیچارے پر بڑا ظلم کیا۔"

"بہرصورت اب تو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو ہی چکا ہے۔ اب تمہیں بھی صبر کرنا چاہئے۔"

"آپ صبر کی بات کرتے ہیں ڈیڈی۔ میں تو اس وقت سکون سے بیٹھوں گا جب آپ کی نگاہوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دور ہو جاؤں گی۔ میں آپ سے کہہ چکی ہوں میں آپ کو سزا دلواؤں گی — سزا دلواؤں گی۔ میں آپ کی کہانی ایک ایک کان تک پہنچا دوں گی۔ پھر میں دیکھوں گی کہ آپ اس دولت سے کس طرح فائدہ اٹھائیں گے جو آپ نے غیر قانونی طریقے سے ایک معصوم انسان کو قتل کر کے حاصل کی ہے۔"

"اگر یہ بات ہے ایمی تو پھر واقعی تمہاری زندگی میرے لئے مناسب نہیں ہوگی۔" آئزک پیٹر کا لہجہ خونخوار ہو گیا۔

"ہاں میں مرنا چاہتی ہوں، مجھے مار دو۔ مجھے مار دو آئزک پیٹر — ورنہ میں خودکشی کر لوں گی تمہیں قتل کر دوں گی۔" ایمی بھی شاید دیوانی ہو گئی تھی۔

"ان کانٹوں کا نکال دینا ہی بہتر ہے ایمی جو سینے میں چبھنے لگیں۔ اس ساری دنیا میں میں نے تمہارے علاوہ کسی کے بارے میں ہمدردی سے نہیں سوچا۔ مجھے اس کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ میری بھی ایک کہانی ہے لیکن میں وہ کہانی نہیں دہراؤں گا۔ تم اگر میری زندگی کے درپے ہو تو پھر میں تمہاری زندگی نہیں چاہتا۔" آئزک پیٹر کے لہجہ میں ایک ایسا انداز تھا جس سے میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سنگدل شخص ایمی کو قتل ضرور کر دے گا۔

لیکن پروفیسر ایمی ہمدرد لڑکیوں کو میں نے کبھی اس طرح بے بسی کی موت مرنے تو نہ دیا تھا۔ اور اب اس مشین میں رہنے سے فائدہ بھی کیا تھا۔ چنانچہ میں مشین کے انتہائی سرے تک پہنچا۔ اس سے کمر لگائی اور اپنی بھرپور قوت سے ایک لات اس کے دروازے پر ماری۔ دروازہ اپنے قبضے چھوڑ کر باہر جا گرا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایمی اور آئزک پیٹر کی جو حالت ہوئی تھی وہ قابلِ دید تھی۔

آئزک پیٹر میری طرف پلٹا اور اس طرح جم گیا جیسے اچانک کوئی تصویر چلتے چلتے رک جائے۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور آنکھیں تعجب و حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ ایمی نے بھی میری طرف دیکھا اور دیکھتی رہ گئی۔ اس کی آنکھوں میں مسرت کے نقوش تھے اور پھر اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگیں۔ شاید وفورِ مسرت سے وہ اپنے ذہن پر قابو نہیں پا سکی تھی۔

میں نے مشین کے دروازے کو ایک ٹھوکر ماری اور وہ دور جا گرا۔ تب آئزک پیٹر کو ہوش آ گیا۔ اور دفعتاً اس نے اپنی جیب سے وہ آتشیں ہتھیار نکال لیا جسے میں بار بار دیکھ چکا تھا۔ پھر وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔

"تم — تم زندہ ہو، مگر کیسے، کس طرح؟"

"جو چیز جل سکتی تھی آئزک پیٹر وہ جل گئی۔ دیکھ لو میرا کچھ بھی تو نہیں بگڑا۔ تمہاری یہ مشینیں میری ذات پر بے اثر ہیں۔ میں جو کچھ ہوں آئزک پیٹر اگر تمہیں بتا دوں تو تم اپنے تمام تجربے بھول جاؤ اور صرف مجھ پر ریسرچ کرو۔ کیا سمجھتے ہو تم مجھے؟" میں نے فخر کے سے انداز میں کہا۔ میری وہ شخصیت بھرپور طور پر ابھر آئی تھی جو ہمیشہ زندہ رہی تھی پروفیسر اور اس وقت میں صرف ایک دنیا دیکھنے والا نہیں تھا۔

ایمی نے پھر سے آنکھیں کھول دیں۔ وہ متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب آئزک پیٹر نے بھی چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

"اوہ ایمی — ایمی یہ برہنہ ہے۔" اس نے کہا اور ایمی قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"ہاں ڈیڈی پھر ...؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"تم — تم —؟"

"ڈیڈی آپ نے مجھے باندھ رکھا ہے اور آپ مجھے قتل کرنا چاہتے تھے؟" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"اس کے باوجود — اس کے باوجود۔"

"لعنت ہے آپ پر ڈیڈی، آپ کس منہ سے مجھے کسی اخلاقی قدر کی تلقین کر رہے ہیں۔ اب سنبھالئے حالات کو اور دیکھئے کہ آپ کی شیطانی

قوت کس طرح بے اثر ہو چکی ہے" اپنی نے طنز سے بھرپور لہجے میں کہا اور آٹزک پیٹر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ وہ عقل و خرد سے بیگانہ ہوتا جا رہا تھا۔ غالباً یہ بات اس کی سمجھ میں ہی نہیں آئی تھی کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ مشین جس کا درجہ حرارت بنانے کتنا تھا، انسان کو کس طرح چھوڑ سکتی ہے جبکہ اس کے تمام کل پرزے صحیح طرح کام کر رہے ہوں۔ اس کا ذہن بار بار مضمحل ہونے لگتا تھا اور خود کو سنبھالنے کے لئے اسے سخت محنت کرنی پڑ رہی تھی۔ بمشکل تمام وہ بولا۔

" میں کسی طور تمہاری زندگی پر یقین نہیں کر سکتا "

" یہ تمہاری حماقت کا ایک اور ثبوت ہے پیٹر۔ مجھے تعجب ہے تم لوگ اس قدر ذہین ہونے کے باوجود بعض اوقات عظیم احمق نظر آتے ہو۔ میرے اندر بہت سی عجیب باتوں کو تم نے صاف محسوس کیا تھا۔ لیکن پھر بھی تم نے ان طاقتوں کے بارے میں نہیں سوچا۔ ان پر غور نہیں کیا "

" میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں — میں — لیکن میں — اوہ کیا تمہیں احساس ہے کہ تم برہنہ ہو "

" بہت سی باتوں کا احساس ہے پیٹر۔ لیکن میں بے قصور ہوں۔ کیا اس منظر کے تخلیق کار تم نہیں ہو "

آٹزک پیٹر نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بے بسی سے ادھر اُدھر دیکھا۔ اس کی کیفیت کا میں بخوبی اندازہ لگا رہا تھا اور اس سے... لطف اندوز بھی ہو رہا تھا کیونکہ جدید دور کے انسان کی شیطانیت میرے سامنے عریاں تھی۔ اور پروفیسر یہ تو ماحول کی مہربانی تھی کہ اس نے میری حیثیت ہمیشہ برتر رکھی تھی، چنانچہ اس وقت بھی میں برتر تھا۔ میں عظیم تھا اور آٹزک پیٹر وحشت کا شکار

پھر اس نے پستول کا رخ میری جانب کر کے کہا۔

" میں — میں تمہیں کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑوں گا "

" تمہاری سائنس میرے لئے بے کار ہے۔ تم اس کے باوجود میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ تم نے دیکھا کہ تمہاری پتہ نہیں کتنے عرصے کی محنت میرے اوپر بے کار ثابت ہوئی ہے چلو یہ بھی سہی، یہ بھی ہو جائے "

" تم سمجھتے ہو میں تمہیں قتل نہیں کروں گا اور تم سے خوفزدہ ہو کر تمہیں پاس سے چھوڑ دوں گا کہ تم مشینی بھٹی سے صحیح اور سالم نکل آئے ہو۔ لیکن تمہاری زندگی میری موت ہے۔ جاؤ اب تم جہنم میں جاؤ " آٹزک پیٹر نے پستول کا رخ میری جانب کر کے دو تین فائر کئے اور گولیاں دھماکوں کے ساتھ میرے بدن سے ٹکرائیں لیکن میرے حلق سے ایک قہقہہ ابل پڑا تھا اور اس قہقہے نے آٹزک پیٹر کے رہے سہے حواس بھی چھین لئے اب اس کا ذہنی توازن برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے پستول میرے اوپر کھینچ مارا اور میں نے بڑے اطمینان سے اسے پکڑ کر ایک طرف پھینک دیا۔

" تو پیارے آٹزک پیٹر تمہیں اپنی ناکامی کا اعتراف کرنا ہی ہوگا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا ہو اور تمہاری دنیا کے لوگ کیسے ہیں۔ میں نے تمہارے ساتھ ہر طرح سے تعاون کیا تھا اور میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے تمہاری اس دولت کی ضرورت نہیں ہے میں اسے نہیں چاہتا لیکن تم نے میری بات نہیں مانی۔ تم سمجھتے تھے کہ میں تمہیں دھوکہ دوں گا اگر مجھے تمہیں دھوکہ دینا ہوتا آٹزک پیٹر تو میں تم سے اس حد تک تعاون ہی نہیں کرتا بتاؤ کیا میں سمندر کے نیچے نیچے تیر کر غائب نہیں ہو سکتا تھا لیکن تم لوگ — تم لوگ ترقی کی انتہائی منزلیں جس انداز میں طے کر رہے ہو اتنی ہی زیادہ تیز رفتاری سے پستیوں کی جانب جا رہے ہو اور یہ پستیاں بالآخر تمہیں ایک دن تباہ و برباد کر دیں گی یہ میری پیشں گوئی ہے یہ میرا پیغام ہے آٹزک پیٹر، اب میرا انتقام سنو، تم اس دولت سے اب فائدہ نہیں اٹھا سکو گے " میں نے کہا اور آہستہ آہستہ ان بکسوں کی طرف بڑھا جن میں کرنسی نوٹ رکھے ہوئے تھے۔

" نہیں ہرگز نہیں " آٹزک پیٹر نے میرے اوپر چھلانگ لگا دی اور پوری قوت سے مجھے گرانے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے دور پھینک دیا۔ آٹزک پیٹر بوڑھا تھا اتنی بلندی پر سے گرنے سے اسے کافی چوٹ لگی اور کافی دیر تک وہ اٹھ نہ سکا۔ میں نے وہ دونوں بکس اٹھا لئے۔ اور ایک جگہ رکھ کر آگ تلاش کرنے لگا۔ چند ساعت کے بعد اس کا بھی بندوبست ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ نوٹ دھڑا دھڑ جل رہے تھے۔ آٹزک پیٹر اپنے سر کے بال نوچ رہا تھا وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کے کوئی ایسی چوٹ لگ گئی تھی جو اسے اٹھنے نہیں دے رہی تھی پھر وہ چیخ چیخ کر رونے لگا۔

" آہ — تم نے مجھے برباد کر دیا۔ تم نے میری آخری امید بھی ختم کر دی

میں اتنی دولت کہاں سے حاصل کرسکوں گا۔ میرے آدمی میرے ساتھ نہیں دے سکتے میں اب کہاں سے اپنے منصوبوں کی تکمیل کرسکوں گا۔"

لیکن اس کے ساتھ ہی اپنی کا بھیانک قہقہہ ابھرا۔

"ڈیڈی تم نے دیکھا پورس کا انجام۔ تم اسی قابل ہو آرتھر پیٹر۔ تم اسی قابل ہو۔ تم ساری دنیا کو چھوڑ کر ان نوٹوں کو اپنا رہے تھے۔ لیکن دیکھ لو اب یہ بھی تمہارے ساتھی نہیں رہے اب تم جیتے رہو بلکہ میرا خیال ہے تم انہی کی آگ میں جل جاؤ تاکہ تمہیں سکون رہے کہ تم نوٹوں کے ساتھ جلے تھے۔ تھو۔" اپنی نے زمین پر تھوک دیا اور میری جانب دیکھ کر بولی۔ "مجھے آزاد کرو مسٹر لاک۔" اور میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں کی بندشیں دور کر دیں۔ اور وہ اٹھ کر ہاتھ مسلتے ہوئے بولی۔

"یہ میرا باپ ہے جو میری زندگی کے درپے تھا جس نے تمہاری زندگی لینے کی کوشش کی، لیکن ناکامیاں اس کا منہ چڑا رہی ہیں۔ آؤ اسے ناکامیوں کے ساتھ ہی مر جانے دو۔ میں اب اس سے نفرت کرتی ہوں۔ اور اسے باپ تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہوں۔" اپنی نے میرا بازو پکڑا اور میں آرتھر پیٹر کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔ نوٹ تقریباً خاکستر ہو چکے تھے۔

اپنی نے باہر نکل کر تجربہ گاہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور پھر کہنے لگی۔ "لاک تم اس طرف سے پائیں باغ کے اس حصے میں چلے جاؤ وہاں سے اندر داخل ہو جانا میں تمہارے لباس کا بندوبست کئے دیتی ہوں کیونکہ ملازموں کے سامنے اس انداز سے آنا ٹھیک نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے اپنی۔" میں نے کہا اور پھر اس کے بتائے ہوئے اندازے کے مطابق میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں کے لئے اپنی نے مجھ سے کہا تھا۔ اپنی شاید لباس کا بندوبست کرنے گئی تھی۔ میں اس کا انتظار کرنے لگا پھر اس نے دروازے کے اندر ہی سے مجھے آواز دی۔

"لاک یہ لباس لے لو۔"

اور میں نے ہاتھ بڑھا کر وہ لباس لے لیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ظاہر ہے اپنی ایک لڑکی تھی اور وہ میری اس برہنگی سے شرما رہی ہوگی۔ یہ میرا ہی لباس تھا جو یہاں موجود تھا۔ چنانچہ میں نے اسے پہن لیا تو اپنی کو آواز دی۔

"اپنی اندر آ جاؤ۔"

اپنی اندر آ گئی۔ اس کا چہرہ عجیب سی کیفیات کا شکار تھا پھر اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اب کیا ارادہ ہے لاک کیا اب بھی اس عمارت میں قیام کرو گے؟"

"نہیں اپنی۔ میں یہاں سے اکتا گیا ہوں۔"

"مجھے خود بھی اس عمارت سے وحشت ہونے لگی ہے لاک۔ آؤ یہاں سے نکل چلیں۔" اپنی نے کہا اور پھر آہستہ سے بولی۔ "چند ساعت انتظار کرو میں یہاں سے نکلنے کے لئے کچھ بندوبست کروں۔" اور میں نے گردن ہلا دی تھوڑی دیر تک میں وہاں بیٹھا رہا۔ تب اپنی میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک بکس لٹک رہا تھا جو شاید چمڑے کا تھا۔

"آؤ۔" اس نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ اپنی نے باہر نکل کر ایک الوداعی نگاہ اس عمارت پر ڈالی اور میرے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

"یہ عمارت ہورس کی عمارت ہے۔ یہاں کوئی انسان نہیں رہتا۔ یہاں ایک درندہ رہتا ہے جو پورس ہے اور صرف انسان کے شکار کے بارے میں سوچتا رہتا ہے، وہ میرا باپ ہے۔ لیکن میں اس کے سامنے کہہ سکتی ہوں کہ مجھے اس کی بیٹی ہونے پر شرمندگی ہے۔"

"آؤ اپنی باقی باتیں کہیں اور چل کر کریں گے۔"

"تمہارا شکریہ لاک کہ تم نے ایک ایسے باپ کی بیٹی کا سہارا پسند کیا جو کسی طور انسان نہیں تھا۔"

"نہیں اپنی مجھے تو ایسے طویل تجربات کا سامنا ہو چکا ہے جن میں ایک ہی گھر ایک ہی خاندان کے لوگ مختلف مزاج کے تھے ان کی سوچ بدلی ہوئی تھی چنانچہ مجھے اس بات پر کوئی حیرت نہیں ہے۔"

"تم بھی ایک عظیم انسان ہو لاک۔ اگر تم چاہتے تو وہ عظیم الشان دولت اپنے قبضے میں کر سکتے تھے جسے تم نے آگ لگا دی۔ لیکن میں نے تمہاری اس بات کو قدر اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ دولت انسان کو سکون دینے کا ذریعہ نہیں بن سکتی بلکہ بعض اوقات تو یہ سکون چھیننے کا باعث بن جاتی ہے بہر صورت میں نے راستے کے لئے کچھ لے لیا ہے ہم اس کوٹھی سے ہٹ کر بھی قیام کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اپنی میں تو تمہاری اس دنیا کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا۔ اب تم کہیں قیام کا بندوبست کرو۔" میں نے کہا اور اپنی نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل کے ایک کمرے میں تھے۔ اپنی نے یہ کمرہ شاید رقم کے عوض حاصل کیا تھا۔ یہاں پہنچ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر غم کے آثار نمایاں تھے۔ تب اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"لاک نہ جانے تم ہم سب کے بارے میں کیا سوچ رہے ہو گے میں نے آج تک تم سے بہت سی باتیں کی ہیں لیکن میں نے ابھی تک تم سے تمہارے بارے میں بات نہیں کی۔ آج ہم بہت سی باتیں کریں گے لاک، میں بہت غمزدہ ہوں اور تمہارے ساتھ شرمندہ بھی...."

اپنی کے الفاظ پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اس کے لہجے کے خلوص کو محسوس کیا تھا اور پھر میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"اپنی میرے بارے میں تم کیا جاننا چاہتی ہو؟ تمہارا باپ مسٹر پیٹر مجھے ساتھ لایا تھا۔ اس نے مجھ سے چند معاملات میں مدد چاہی اور میں نے

اس کی مدد کی لیکن اس کے لئے میں نے صرف ایک درخواست کی تھی. اس سے میں نے کہا تھا کہ میں دنیا کو دیکھنے کا خواہشمند ہوں. دراصل ایجی میں ایک ایسی دنیا سے آیا ہوں جو ان سارے ہنگاموں سے پاک تھی. جہاں تہذیب کے نقوش اجاگر نہیں تھے بلکہ سیدھے سادے لوگ پہاڑوں کے درمیان زندگی گذار رہے تھے. مجھے شوق ہوا کہ میں تہذیب کی دنیا کو بھی دیکھوں اور میں یہاں چلا آیا لیکن ایجی میں نے یہاں آکر جو کچھ دیکھا ہے اس کے بعد یہی اندازہ لگایا ہے کہ ترقی و تمدن کا یہ دور گذرے ہوئے تمام ادوار سے زیادہ بدنصیب دور ہے. گذرے ہوئے ادوار میں بھی ایک دوسرے سے دشمنی کی جاتی تھی. گروہ بندی ہوتی تھی. جنگیں ہوتی تھیں لیکن ان ساری چیزوں میں ایک وقار تھا ایک انسانی احساس تھا جنگیں لڑی جاتی تھیں اور اگر فاتح وحشیانہ فطرت کے مالک ہونے تو قتل و غارت بھی کرتے لیکن بہرصورت دشمن کی پہچان باآسانی ہو جاتی تھی. اس دور میں ایجی یوں لگتا ہے جیسے ہر شخص — ہر شخص کا دشمن ہے. سب ایک دوسرے کو قتل کر دینا چاہتے ہیں حالانکہ اس دور میں دنیا بے حد حسین ہو گئی ہے، سڑکوں پر، آبادیوں میں ایسے ایسے حسین مناظر نظر آتے ہیں کہ انسان کی ذہنی بلندی پر رشک آنے لگتا ہے لیکن ایجی تمدن اور تہذیب نے انہیں ایک دوسرے سے دشمنی کا جذبہ دیا ہے. ہر شخص صرف خود جینے کا خواہشمند ہے تو پھر اس دور کو بدنصیب ترین دور کہنا غلط نہیں ہے ...... ہم اس دور کو دنیا کا انتہائی بدترین دور کہہ سکتے ہیں. تم دیکھو میں نے تمہارے باپ کے لئے ہر وہ کام کرنے کا فیصلہ کر لیا جو وہ چاہتا تھا لیکن اس کے بعد اس نے نہایت چالاکی سے مجھے مار دینے کی کوشش کی. گو وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا یہ دوسری بات ہے لیکن اپنے طور پر وہ کامیاب ہو چکا تھا. تو ایجی اس سے زیادہ میرے بارے میں کیا جانو گی. میرا خیال ہے میں نے سب کچھ بتا دیا ہے تمہیں." میں خاموش ہو گیا. ایجی دیر تک سوچ میں ڈوبی رہی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا.

"گویا تمہاری صرف یہی خواہش ہے، تم صرف یہی چاہتے ہو گولڈ یا مسٹر لاک ؟"

"ہاں ایجی میں صرف یہی چاہتا ہوں. دراصل میں اپنے طور پر بھی سب کچھ کر سکتا ہوں. لیکن ایک بتانے والا ایک ایسے اجنبی انسان کے لئے بہت بڑا سہارا ہوتا ہے جو کسی نئے ماحول میں آیا ہو."

"ڈیئر گولڈ — اب میں آپ کو گولڈ ہی کے نام سے مخاطب کروں گی تو میرے پیارے دوست میں اس زیادتی کا بدلہ چکانا چاہتی ہوں جو اس میرے باپ نے کی ہے." ایجی نے کہا اور میں پھر مسکرانے لگا. پھر میں نے آہستہ لہجے میں اس سے کہا.

"ایجی ڈیئر، زیادتی تو تمہارے باپ نے اپنے ساتھ کی ہے. میرا وہ مت کرو، یہ کام میں خود کر لوں گی لیکن گولڈ اس دور کی جو سب سے بڑی الجھن ہے وہ دولت ہے." ایجی نے کسی قدر فکرمند لہجے میں کہا.

"ہاں ایجی، مجھے اس بات پر بھی شدید حیرت ہے تمہاری تہذیب کی اس دنیا میں یہ کاغذ کے ٹکڑے ایک بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ اس وقت دنیا کا ہر فرد کاغذ کا غلام ہے. یہ کاغذ اس پر حکمرانی کرتے ہیں اور وہ اس طرح انسان پر حاوی ہیں کہ ان کے سامنے سارے رشتے، ساری اخلاقی قدریں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں. آرنک پیٹر ایک اچھا انسان ہے لیکن ان ہی کاغذوں کی بنا پر اس نے دوستی کو ختم کر دیا اور مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی. بہرصورت ایجی اب اس دنیا میں جو کچھ رائج ہے میں اس سے انحراف تو نہیں کر سکتا. اور اگر انحراف کرنا بھی چاہوں تو ممکن نہیں ہے. تم نے دولت کے سلسلے میں گفتگو کی تو ایجی ہم اتنی بڑی دولت کو جلا کر خاکستر کر آئے ہیں لیکن یہ ضروری تھا اور جذباتی اقدام بھی. یہ باور کرانے کے لئے کہ ...... دولت ہی سب سے بڑی چیز نہیں ہوتی. میں نے آرنک پیٹر سے پہلے بھی یہ بات کہی تھی ایجی کہ مجھے اس کی اس دولت میں سے کچھ بھی نہیں چاہئے. میرا جو مقصد ہے، وہ پورا ہو جائے اور بس، یہ اس کی مہربانی ہوگی. لیکن بتا نے یہ کاغذ انسان کے ذہن پر اس قدر مسلط کیوں ہیں ؟ تو میں تم سے یہ کہہ رہا تھا کہ ہم اس کی ضرورت کو بھی پورا کر لیں گے."

ایجی کے چہرے پر شرمندگی کے آثار تھے بہرصورت اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا.

" میں مانتی ہوں گولڈ کہ ڈیڈی نے بہت بُرا کیا لیکن براہِ کرم میری آرزو ہے کہ اب تم اس سلسلے میں مزید کچھ نہ کہو "

" اوہ۔ اپی تم ٹھیک کہتی ہو میں معافی چاہتا ہوں بہرصورت مطمئن رہو آئندہ میں اس موضوع کو کبھی نہیں چھیڑوں گا "

میں نے محسوس کیا کہ واقعی میں بار بار اپی سے اس کے باپ کا تذکرہ کر کے اس کے لئے شرمندگی فراہم کرتا ہوں چنانچہ میں نے خلوص دل سے یہ بات طے کر لی تھی کہ اب اپی سے اس موضوع پر کچھ نہیں کہوں گا چنانچہ میں نے اپی سے کہا۔

" دولت کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اپی۔ میں نے تمہاری دنیا میں جو کچھ دیکھا ہے اس کے تحت مرد دولت کمانے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ عورت حسبِ معمول ان کی ساتھی ہوتی ہے چنانچہ میں مرد ہوں اپی میں تمہاری اس دنیا کے بہت سے اصولوں سے ناواقف ہوں تاہم دولت کمانے کا ایک ذریعہ میرے ذہن میں ضرور ہے۔

" وہ کیا گولڈ "؟

" اپی اپنی دنیا میں جس وقت آیا تھا تو یہاں کچھ لوگوں نے مجھ سے دولت کمانے کی کوشش کی تھی اس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مجھے پہلوان کا نام دے کر مجھ سے کشتیاں لڑواتے تھے اور اس طرح انہیں خاصی دولت کیا بگاڑ سکا۔ تاہم اگر تم ایک اچھی لڑکی کی مانند اپنے ذہن سے یہ بات اتارنا چاہتی ہو تو میں تیار ہوں۔ آؤ اب ہم پرانی باتوں کو بھول جائیں۔ تمہارا باپ زندہ ہے اگر تم آج بھی اس کے لئے اپنے ذہن میں لچک پاتی ہو تو اپی میں اپنی ذات کے لئے تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ اپنے باپ کے پاس واپس چلی جاؤ اور اس کے ساتھ زندگی گذارو۔ جہاں تک میری بات ہے تو میں اب خود بھی ایک فیصلہ کر چکا ہوں وہ یہ کہ اپنی ذات پر بھروسہ کروں گا اور جن حالات میں بھی گذارنی پڑی گذاروں گا۔ ویسے اتنا میں جانتا ہوں کہ تمہاری اس تہذیب کے لوگ مجھ پر قابو پانے میں ناکام رہیں گے۔ میں ناقابلِ تسخیر ہوں۔ اور مجھ سے مفر ممکن نہیں ہے "

" نہیں گولڈ میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ میں اب اس گھر میں جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ براہِ کرم تم آئندہ مجھے واپس جانے کے لئے مت کہنا اور ہاں جیسا کہ تم کہہ چکے ہو کہ اب ہم گزری ہوئی باتوں کو چھوڑیں اور آنے والے وقت کے بارے میں بات کریں تو میں تیار ہوں۔ یوں بھی گولڈ میں کبھی اس گھر میں پُرسکون اور مطمئن نہیں رہی۔ میں جانتی تھی کہ میرے ڈیڈی ایک لالچی اور فریبی انسان ہیں اگر تم اپنی یادداشت پہ زور دو تو تم میری ان باتوں میں جھوٹ نہیں پاؤ گے۔ اس وقت جب مجھے تم سے کوئی ذہنی لگاؤ نہیں تھا تب بھی میں نے تمہیں یہی بات بتائی تھی کہ ڈیڈی چور ہیں وہ کسی سے مخلص نہیں ہیں اور ان سے ہوشیار رہنا۔ بتاؤ کیا یہ بات میں نے تم سے نہیں کہی تھی "

" ہاں اپی تم نے مجھ سے کہا تھا اور میں تمہارے اس خلوص کا اعتراف کرتا ہوں "

" تو بس اب یہ موضوع ختم۔ میں اپنے ڈیڈی کے پاس کبھی واپس نہیں جاؤں گی اور جہاں تک تمہیں دنیا دیکھنے کی خواہش ہے میں تمہاری اس خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کروں گی "

" ٹھیک ہے اپی۔ اب شہروں کا تعین تم خود کرو۔ میرا خیال ہے ہمیں یہ شہر چھوڑ دینا چاہیے " میں نے کہا۔

" اس کے لئے ہمیں کچھ وقت یہیں گزارنا ہوگا گولڈ "

" وہ کیوں "؟

" شاید تمہیں اس بات کا علم ہو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے پاسپورٹ ضروری ہوتا ہے یعنی ان حکومتوں کا اجازت نامہ جہاں ہم جانا چاہیں گے۔ شاید تمہاری دنیا میں ایسا نہ ہوتا ہو کیونکہ جیسا تم نے بتایا وہ مختصر سی دنیا ہے اور وہاں محبت کرنے والے لوگ پائے جاتے ہوں گے لیکن ہماری اس دنیا میں بڑی تبدیلیاں ہیں ہم اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتے۔ ہم پر دوسروں کی ذات مسلط ہے۔ بہرصورت تم اس کی پرواہ کہاں کرتے تھے۔ گل زمان نامی ایک شخص اسی سلسلے میں میرا دشمن بن گیا تھا اگر وہ میرے ساتھ تعاون کرتا تو ممکن ہے آج بھی میں وہی سب کچھ کر رہا ہوتا کیونکہ مجھے دنیا دیکھنے کا شوق تھا۔ تو اپی اب میں اپنے لئے یہ کام کر سکتا ہوں "۔

" ہم۔ مگر کیا تم اس فن سے واقف ہو "؟

" واقف تو نہیں ہوں اپی لیکن جسمانی طور پر میں تمہارے اس دور کی دنیا سے برتر ہوں۔ میں انہیں آسانی شکست دے سکتا ہوں اور یہ شوق تو مجھے سنجانے کب سے ہے چنانچہ ہم اپنی مقصد برآری کے لئے اگر ایسا بھی کریں تو کیا حرج ہے "؟

" کوئی حرج نہیں ہے گولڈ۔ اگر تم اس سلسلے میں دلچسپی رکھتے ہو تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ دنیا گھومنے کے لئے بھی اچھا موقع ہے بلکہ میں تمہارا پاسپورٹ اسی بنیاد پر بنواتی ہوں۔ کیا خیال ہے "؟

" بالکل ٹھیک اپی۔ تم مطمئن رہو یہاں سے جہاں بھی چلو گی وہاں چل کر اس بات کا انتظام کر لینا کہ میں لوگوں کو شکست دینے کا مظاہرہ کروں اور ہمیں ان مظاہروں سے اتنی دولت حاصل ہو جائے کہ ہم اپنا کام بھلا چلا سکیں "؟

" بالکل ٹھیک ہے گولڈ بس اب مستقبل کے موضوع پر گفتگو ختم " اپی نے کہا اور مسکرانے لگی۔ میں بھی مسکرا رہا تھا۔ اور پروفیسر عورت جب میرے اتنی قریب آ جائے تو اس کے بعد مجھ سے کہاں اجتناب برتتی ہے۔ اگر اپی کے بارے میں بھی میں یہ تفصیل بتانے بیٹھ جاؤں کہ وہ کس طرح مجھ سے متاثر ہوئی اور کس طرح میری عورت بن گئی تو یہ کہانی ان دوسری کہانیا

سے مختلف نہ ہو گی جو میں تمہیں سنا تا رہا ہوں۔

ایی سارا دن اپنے کاموں میں مصروف رہتی اور اس کے بعد شام کو میرے پاس آجاتی اور پھر رات کو میرے وجود کی لہریں اسے بے خود کر دیتیں اور پروفیسر میں بھی اسے اس دور کی نئی عورت کی حیثیت سے قبول کر لیتا۔ ہاں وہ معصوم لڑکی میری قربت سے بہت مطمئن اور خوش تھی۔ شاید اس کے بعد اس نے یہی سوچا تھا کہ بلاشبہ آئزک پیٹر اس کے ساتھ ناانصافی کرتا رہا تھا۔ اس لالچی آدمی نے نہ صرف یہ کہ اس کے لئے کوئی خوبصورت سا ماحول مہیا نہیں کیا تھا بلکہ اسے زندگی کی دلچسپیوں سے بھی دور رکھا تھا اور یہ دلچسپیاں اسے میرے نزدیک آکر مل گئی تھیں۔ پھر زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ایی نے کچھ کاغذات میرے سامنے رکھ دیئے۔ ان کاغذات میں ہماری روانگی کا پروانہ تھا اور اس کے لئے ایک دن وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھائے گئی تھی اور ایک عجیب سی چیز کے سامنے بٹھا کر اس نے ایک شخص سے کچھ کہا اور اس شخص نے مجھے روشنی میں قید کر لیا اور پروفیسر میں نے خود کو ایک کاغذ پر دیکھا۔ یہ کاغذ بڑے عجیب و غریب تھے۔ اس دور میں نہ جانے ان کی کیا کیا حیثیت تھی۔ تو جب ایی نے وہ کاغذات میرے سامنے رکھ دیئے جن کے ذریعے ہم یہاں سے باہر نکل سکتے تھے تو میں نے اس سے کہا۔

" ایی میں نے ادوار کے بارے میں بہت کچھ سوچا ہے۔ بڑا غور کیا ہے میں نے لیکن اس دور پر میں نے دو چیزوں کی حکمرانی محسوس کی ہے "

" وہ کیا ؟" ایی نے دلچسپی سے پوچھا۔

" کاغذ اور لوہا۔ لوہا تم کو رواں دواں رکھتا ہے اور کاغذ تم پر حکمرانی کرتا ہے۔ ہر مسئلے میں ان دو چیزوں کی حیثیت میرا خیال ہے سب سے افضل ہے " میں نے کہا اور ایی سوچنے لگی پھر اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" واقعی بڑی دلچسپ بات سوچی تم نے۔ یہ حقیقت ہے کہ لوہا اور کاغذ ہماری زندگی کا سب سے بڑا حصہ ہیں یعنی اگر یہ کہا جائے کہ نئی تہذیب کی ترقی ہی ان دونوں چیزوں کی بنا پر ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ کافی دیر تک ہم اس منصوبے پر گفتگو کرتے رہے پھر ایی نے کہا کہ اب وہ ایک دوسرے شہر میں چلنے کا بندوبست کر چکی ہے اور ہمیں دوسرے شہر کے لئے سفر کرنا ہوگا لیکن پروفیسر حیرتیں تو اس دور میں میرا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہی تھیں صدیوں سے زندہ شخص اس دور میں جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ عقل انسانی سے باہر تھا اور شاید صدیوں پہلے ان چیزوں کا تصور بھی نہیں کیا گیا تھا فضاؤں میں اڑتے پرندے کس نے نہیں دیکھے لیکن ان پرندوں کی ایک افادیت تسلیم کی گئی تھی کہ یہ زمین کے قیدی نہیں ہیں اور فضاؤں پر ان کی حکمرانی ہے لیکن آج کا انسان فضاؤں پر بھی حکمران تھا۔ وہ چاند تک پہنچنے کی باتیں کرتا تھا اور زمین تو اس کے لئے کچھ حیثیت ہی نہیں رکھتی تھی میں نے جس عجیب چیز میں سفر کیا وہ ایک عمارت کی مانند تھی۔ لیکن یہ پوری کی پوری فضا میں اس طرح بلند ہو سکتی ہے یہ کوئی بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ اور فضا میں دوڑنے والی یہ عمارت جس کا تعلق زمین کے کسی حصے سے نہیں تھا ہمیں لیکر ایک دوسرے شہر پہنچ گئی۔

ایی اس سفر کے دوران بہت خوش رہی تھی۔ اور شاید میرے ساتھ رہ کر اب وہ اپنا پچھلا ماحول بالکل ہی بھول گئی تھی اور ساری چیزوں سے مطمئن تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی پروفیسر اس نے مجھے بھی جدید انسان بنانے کی کوشش کی تھی اور جدید انسان بننے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی یعنی وہ لباس جو اس سے پہلے بھی مجھے پہنانے کی کوشش کی گئی تھی ایی نے بھی میرے لئے ویسا ہی لباس سلوایا تھا اور قربان ہو گئی تھی میرے اوپر۔ کیونکہ اس کے خیال میں میں اس لباس میں دنیا کے سارے مردوں سے زیادہ حسین نظر آتا تھا اور اب یہ بات کہنے میں ایی کو کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی تھی کیونکہ وہ اس لباس کے نیچے چھپے ہوئے انسانی حسن سے بھی باخبر تھی گویا میری مکمل رازدار — تو پروفیسر میں جس شہر میں تھا اور جسے ان لوگوں نے پیرس کا نام دیا تھا اور جس کے بارے میں میں نے یہ سوچا تھا کہ یہ شہر اس روئے زمین کا سب سے حسین شہر ہے لیکن اب ہم جہاں آئے تھے

اسے بھی میں اس شہر سے کم نہیں پاتا تھا۔ زمین پر رہنے والوں نے زندگی کا ایک حسین رخ تلاش کر لیا تھا۔ وہ عمدگی سے رہنا جانتے تھے لیکن بس ان کے درمیان اتفاق نہیں تھا اگر اس حسین دنیا میں رہنے والے لوگ حسین دلوں کے مالک بھی ہوتے تو پھر کیا بات تھی پروفیسر، پھر تو اگر اس دنیا کو ایک حسین جنت سے تشبیہ دی جاتی تو غلط نہ تھا۔ اس دنیا کی بدنمائی یہ تھی کہ اس دنیا کے لوگ ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے تھے۔ اب میں ان لوگوں کے رہن سہن سے واقف ہو گیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اپی کسی ہوٹل میں قیام کرے گی اور یہ ہوٹل بھی خوب ہوتے تھے پروفیسر یعنی اگر کسی انسان کا کسی شہر میں کوئی شناسا نہ ہو تو ان کے لئے رہائش کا انتہائی معقول بندوبست صرف ان کاغذوں کے عوض۔ اور اب مجھے بھی ان کاغذوں کے حصول کے لئے جدوجہد کرنا تھی کیونکہ جو کاغذ اپی اپنے ساتھ لائی تھی وہ اب اس کا ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے اور ضروریات میں استعمال ہو رہے تھے۔ یہی اپی نے اچھا کیا تھا کہ اس کے پاس جو کاغذ تھے وہ اس نے اپنے ساتھ رکھ لئے تھے اگر وہ ان کاغذوں کو ساتھ نہ لاتی تو ہمیں دربدر مارا مارا پھرنا پڑتا۔ کوئی انسان ہماری مدد نہ کرتا۔ ہاں کاغذ ایک دوسرے کے مددگار تھے۔ پھر انہی کاغذوں کی بدولت ہم نے ایک اس جگہ قیام کیا جہاں کھانے پینے اور رہائش کا معقول بندوبست تھا لیکن اپی اب کسی قدر فکر مند نظر آتی تھی تو اس شام جب وہ میرے پہلو میں میرے سینے میں چھپی ہوئی تھی تو میں نے اس کی فکر مندی کی وجہ پوچھی۔

• کوئی خاص بات نہیں ہے، تمہارے سامنے کچھ کہتے ہوئے بڑا عجیب سا لگتا ہے۔ میں تم سے اس قدر قریب ہو چکی ہوں کہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

179

" کیا بات ہے اپی، کہو عجیب کیوں محسوس ہوتا ہے تمہیں؟"

• بس گولڈ تم اتنے معصوم ہو اور تمہاری نگاہوں میں دولت کی جو حیثیت ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے مجھے بڑا عجیب سا لگتا ہے۔"

• اوہ۔ تو تم دولت کے لئے فکر مند ہو۔"

• ہاں گولڈ میرے پاس اب رقم ختم ہوتی چلی جا رہی ہے اس کے بعد ہم بالکل بے سہارا ہو جائیں گے۔"

" لیکن اپی میں نے جو تم سے کہا تھا کیا تم اس پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ ترک کر چکی ہو؟"

" نہیں گولڈ میرا خیال ہے ہم اس کے بارے میں بآسانی معلوم کر لیں گے تم مجھے اجازت دو تو میں اس کے لئے کچھ تیاریاں کر لوں لیکن بس یہی سوچ لینا گولڈ کہ یہ کھیل خطرناک ہوتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں نقصان پہنچ جائے۔ میں ہر قیمت پر تمہیں نقصان نہیں پہنچنے دینا چاہتی۔"

• " اوہ اپی تم اس بات کی فکر نہ کرو تم دیکھو گی کہ میں کیا کر دکھاتا ہوں۔" میں نے کہا۔

دوسرے دن اس نے مجھ سے اجازت لی کہ میں یہیں قیام کروں وہ میرے لئے معلومات کر کے آتی ہے۔ اپی نے یہی کہا کہ اس کا تنہا جانا زیادہ مناسب ہو گا کیونکہ میں ابھی اس دنیا سے پوری طرح واقف نہیں ہوں۔

" تم کب تک واپس آ جاؤ گی اپی؟"

• بہت جلد بس میرا کام ہو جائے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ اپی نے اس سلسلے میں معلومات کہاں سے حاصل کیں یہ مجھے نہیں معلوم لیکن دوپہر کے بعد وہ واپس آئی تو بہت خوش تھی۔ اس نے میری جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

• مجھے یقین ہے کہ تم نے کھانا نہیں کھایا ہو گا؟"

" اوہ۔ اپی ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے بھوک نہ تھی۔" میں نے جواب دیا۔

" آؤ پہلے کھانا کھا لیں۔ پھر بات کریں گے۔" اپی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

کھانے کے دوران اس نے بتایا کہ وہ ان لوگوں سے مل چکی ہے جو یہاں کشتیوں کا بندوبست کرتے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ کشتی یہاں اسٹیڈیم میں روزانہ ہوتی ہے۔"

" اسٹیڈیم کیا ہوتا ہے اپی؟"

• کشتی کی جگہ، لوگ تفریح کے لئے آتے ہیں اور اس سے محظوظ ہوتے ہیں اور اسی سلسلے میں بڑے بڑے معاوضے ادا کئے جاتے ہیں۔"

• یہ کام کب ہوتا ہے؟"

" رات کو۔"

" تو پھر آج چل رہے ہیں ہم؟" میں نے پوچھا۔

" ہاں ہم یہاں سے تقریباً سات بجے نکلیں گے اور پھر میں تمہیں ان لوگوں سے ملاؤں گی جن سے میں بات کر کے آئی ہوں شاید وہ تم سے کچھ معلومات حاصل کریں۔ میرا خیال ہے کہ تم اس میں کوئی الجھن نہیں محسوس کرو گے؟"

" قطعاً نہیں اپی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ جانتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اپی نے گردن ہلا دی۔

تو پھر شام کو پروفیسر میں نے ایک خوبصورت سوٹ پہنا۔ اپی نے اپنے ہاتھوں سے مجھے تیار کیا اور ہم روانہ ہو گئے۔ اپی اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آئی جہاں وہ مجھے لے جانا چاہتی تھی چنانچہ ایک آہنی گھوڑا جسے اپی نے ٹیکسی کا نام دیا تھا میں اس جگہ پہنچ گیا اور ایک بڑی سی عمارت کے سامنے اپی رک گئی۔ عمارت کے باہر کوئی تحریر لکھی ہوئی تھی لیکن مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ پھر میں اپی کے ساتھ ایک ایسے کمرے میں پہنچ گیا جس میں میزیں اور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور لوگ بیٹھے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ اپی کو دیکھ کر کئی آدمی متوجہ ہو گئے۔ اپی ایک میز کی جانب

بڑھ گئی۔ تب میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے اٹھ کر کہا۔

"اوہ غالباً آپ نے دن میں مجھ سے ملاقات کی تھی؟"

"جی ہاں۔ اور حسب وعدہ میں آگئی ہوں۔"

"کیا ان صاحب کو آپ اپنے ساتھ لائی ہیں جو کشتیاں لڑنے کے شوقین ہیں؟" اس نے پوچھا اور پھر اس کی نگاہ میری طرف اٹھ گئی۔

"اتنا خوبصورت پہلوان تو اس سے پہلے کبھی رِنگ میں نہیں آیا ہوگا کیا یہی ہیں وہ صاحب؟" اس نے پوچھا۔ اس کے انداز میں مضحکہ اڑانے کی کیفیت تھی۔

"ہاں" امی نے سادگی سے جواب دیا۔

"بہت خوب، تو پھر آپ تشریف رکھئے اور مجھے ان صاحب سے گفتگو کرنے دیجیے۔ آپ بھی تشریف رکھئے جناب" اس نے کہا اور میں بھی بیٹھ گیا۔ اس شخص نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے بغور مجھے دیکھا پھر بولا۔

"اس سے قبل بھی آپ رِنگ میں آئے ہوں گے؟"

"ہاں میں لڑ چکا ہوں۔"

"تفریحاً یا کاروباری طور پر؟"

"میں تفریحاً رِنگ میں آیا تھا لیکن چند لوگوں نے اسے کاروبار بنا لیا۔ میں نے بھی انہیں نہیں روکا۔ اور آج میں خود جنگ وجدل کا کاروبار کرنے آیا ہوں۔"

"کتنی کشتیاں لڑی ہیں آپ نے؟"

"تعداد یاد نہیں۔"

"کتنی بار ہارے یا جیتے ہیں؟"

"میں صرف جیتنے پر یقین رکھتا ہوں۔ شکست کا لفظ میں نے اپنی کتاب سے خارج کر دیا ہے اور یہ لفظ کبھی میری زندگی میں نہیں آیا" میں نے کہا اور وہ مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

"بات دراصل یہ ہے جناب کہ ہم پہلوانوں کے درجے مقرر کرتے ہیں۔ یہاں پر سب سے بڑے پروموٹر ہم ہیں اور ہمارا یہ سلسلہ صرف اسی ملک میں نہیں بلکہ بے شمار ممالک میں ہے۔ ہم پہلوان کے درجے مقرر کر دیتے ہیں اور اس کے بعد اسی درجے کے لوگوں سے معاہدہ کرتے ہیں۔ آپ نے جوڈو۔ کیا ہے آپ کو اس کا امتحان بھی دینا ہوگا" اس شخص نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔

"میں ہر امتحان کے لئے تیار ہوں" میں نے جواب دیا۔ اور اس شخص نے اپنی کلائی پر بندھے ہوئے آلے میں شاید وقت کا اندازہ کیا، پھر اٹھتے ہوئے بولا۔

"تو پھر آئیے آپ کا امتحان ہو جائے۔ میں آج کی فہرست دیکھ لوں، ممکن ہے میں آج ہی آپ کو موقع دے سکوں۔"

"بہت بہتر" میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ بھی آئیے خاتون حالانکہ یہ صاحب مجھے ایک اچھی جسامت والے خوبصورت جوان معلوم دیتے ہیں۔ پہلوان تو یہ کسی رخ سے نظر ہی نہیں آتے۔ تاہم اس جسامت کو ہم بہترین کہہ سکتے ہیں اور بعض اوقات ہمیں بڑی عجیب دلچسپیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے یعنی یہ کہ کسی کو ہم کچھ سمجھے اور وہ کچھ نکلا۔"

"تو پھر امتحان ضروری ہے؟"

"ہاں ہم آج ہی اس کے لئے موقع فراہم کئے دیتے ہیں آپ بھی آئیے" اس نے امی سے کہا اور ہم دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔

ایک راہداری سے گذرنے کے بعد وہ ایک ایسے دروازے سے اندر داخل ہوا جس کے دوسری جانب ایک بہت بڑا ہال تھا۔ ہال میں تیز روشنیاں ہو رہی تھیں۔ بہت سے لوگ لوہے کے ایک دائرے کے گرد کھڑے ہوئے تھے۔ یہ تماشائی تھے۔ دائرے کے درمیان جسموں پر مختصر لباس پہنے ہوئے عمدہ جسامت کے لوگ ایک دوسرے سے زور آزمائی کر رہے تھے۔ وہ شخص اندر داخل ہوا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے میری طرف جھک کر کہا۔

"یہ سب جو لڑ رہے ہیں۔ ان کا ہم سے معاہدہ ہے اور یہ ہمارے لئے لڑتے ہیں۔ میں آپ کے لئے مقابلے کا انتخاب کروں گا۔ کیونکہ یہاں اور بھی پروموٹر ہیں اور ان کے پہلوان بھی موجود ہیں۔ میں دیکھ لوں گا کہ ان میں کون خالی ہے۔ اس سے آپ کا مقابلہ کرایا جا سکتا ہے لیکن ان لوگوں کو دیکھ کر آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ ان میں سے کس شخص کے ہم پلہ ہو سکتے ہیں آپ، اس کا نام واٹسن ہے اور وہ اس جانب جو زور آزمائی کر رہا ہے اس کا نام ٹریک ہے۔ یہ ہمارے اعلیٰ پہلوانوں میں سے ہیں اس سے بعد نچلے درجے کے پہلوان شروع ہوتے ہیں مثلاً وہ شخص جس کا نام جانسن ہے۔ بڑی اچھی کشتی لڑتا ہے اور خاص طور سے جوڈو کراٹے کا بھی ماہر ہے۔ لیکن ہم اسے گریڈ اے نہیں دے سکتے وہ گریڈ بی کے پہلوانوں میں آتا ہے اس کے بعد بھی دوسرے ہیں۔ ہمارے یہاں تو ہر قسم کے مقابلے کا مکمل بندوبست ہے آپ ان میں سے کس سے مقابلہ کرنا پسند کریں گے اور ہاں دیکھئے میری درخواست ہے کہ اپنی قوتوں کو ذہن میں رکھئے اور اس کے بعد فیصلہ کیجیے۔"

"دیکھو دوست میں اس شخص سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے خیال میں ناقابلِ تسخیر ہو۔ امتحان لے رہے ہو تو میری بات مان لو اور امتحان لو، کامیاب رہوں تو ٹھیک ہے ورنہ تم مجھے منع بھی کر سکتے ہو۔"

"بالکل مناسب بات ہے، ویسے میں آپ کو کس نام سے پکاروں" اس شخص نے پوچھا۔

"گولڈ" میں نے جواب دیا۔

"واہ۔ میری خواہش ہے کہ آپ میرے لئے سونا ہی ثابت ہوں" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میری خواہش کے مطابق وہ کسی ایسے شخص کا بندوبست کرنے چلا گیا جو اس کے یہاں سب سے بڑی طاقت کا

مالک ہو اور بلاشبہ وہ جس شخص کے ساتھ آیا تھا وہ جسامت میں دیو ہی لگتا تھا۔ نئی نسل کے ان چھوٹے چھوٹے لوگوں میں ایک ایسے آدمی کی موجودگی بلاشبہ قابل حیرت تھی۔ وہ شخص میرے نزدیک پہنچ گیا اور پھر اس نے ہم دونوں کو اشارہ کیا۔ میں اور اپی آگے بڑھ گئے۔ تب وہ ہمیں لئے ہوئے ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔

"ان سے ملیے مسٹر گولڈ یہ مسٹر کروزنٹ ہیں ہمارے کوچ یہاں کے بڑے سے بڑے پہلوان کو بھی تربیت دیتے ہیں اور ہمارے ہاں سلسلے میں ان سے بڑا پہلوان کوئی نہیں ہے۔ تقریباً ایک ہزار داؤ پیچ جانتے ہیں اور ان سے مقابلہ تقریباً ناممکن ہے اب بھی اگر کوئی غیر ملکی پہلوان آجاتا ہے اور وہ ہمارے پہلوانوں کے لیے مشکل بن جاتا ہے تو مسٹر کروزنٹ ہی اسے ٹھیک کرتے ہیں۔ عام طور پر یہ کشتیاں نہیں لڑتے۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر" کروزنٹ نے مسکراتے ہوئے میری جانب ہاتھ بڑھا دیا اور میں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ کروزنٹ نے میرے ہاتھ پر قوت آزمائی کی تھی، لیکن میں نے اپنا ہاتھ نرم ہی رکھا۔ چند ساعت کروزنٹ میرے ہاتھ کو دباتا رہا اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"خوب۔ خوب" وہ ہنسنے لگا۔

"کیوں کیا ہوا؟" اس شخص نے پوچھا۔ جو اسے لے کر آیا تھا۔

"میرا خیال ہے یہ صاحب اچھے خاصے ثابت ہوں گے۔ کیا نام بتایا آپ نے ان کا مسٹر ہیگ؟"

"گولڈ" اس شخص نے جواب دیا۔

"تو پھر مسٹر گولڈ کیا خیال ہے۔ آئیے تھوڑی سی مشق ہو جائے"
اس نے مجھے دعوت دی اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

اس شخص کا دوستانہ انداز مجھے پسند آیا تھا۔ ہمیں ایک کشادہ ہال میں لے جایا گیا جہاں کا فرش لکڑی کا بنا ہوا تھا اور اس پر قالین بچھا ہوا تھا۔ تب کروزنٹ نے اپنا لباس اتار دیا۔ لباس کے نیچے وہی مختصر لباس موجود تھا جسے پہن کر دوسرے لوگ کشتیاں لڑ رہے تھے۔ ہیگ نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا آپ کے جسم پر کشتیوں کا لباس موجود ہے؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو براہ کرم آپ میرے ساتھ آئیے میں آپ کے لئے اس لباس کا بندوبست کر دوں" ہیگ بولا اور میں اپی کو اشارہ کر کے اس کے ساتھ چل پڑا۔ ہیگ نے دوسرے کمرے میں لے جا کر مجھے لباس دیا اور کہنے لگا۔

"آپ اس لباس کو پہن لیجیے اور اس کے بعد اسی کمرے میں واپس آجائیے"

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا اور پروفیسر اس لباس کو پہننے میں کسی دقت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لباس وغیرہ ... اور

اپنا لباس ہاتھ میں اٹھائے ہوئے میں اس کمرے میں آیا۔ ہیگ نے مجھے دیکھ کر بڑے عجیب و غریب انداز میں گردن ہلائی تھی۔

"میرے دوست تم فن کشتی میں کوئی نمایاں کارنامہ انجام دو یا نہ دو لیکن مجھے یقین ہے کہ جب تم رنگ میں اترو گے اور تمہاری شہرت باہر پھیلے گی تو ہزاروں خواتین تمہیں دیکھنے کے لئے ضرور آجائیں گی۔ تمہارا یہ سونے کا بدن ہمارے لئے ایک اچھی پبلسٹی کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ بہرصورت تمہیں صرف اس انداز میں دیکھ کر سب سے پہلی پیش کش تو میں کئے دیتا ہوں کہ میں نے تمہیں اس ادارے میں رکھ لیا۔ اور اب صرف تمہارے گریڈ کا فیصلہ باقی ہے"

میں نے اپی کی جانب دیکھا اس کی آنکھیں وفور محبت سے سرشار ہو رہی تھیں۔ میرے بدن کو وہ بھی پیار بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ دوسری جانب وہ شخص بھی تیار تھا جس کا نام کروزنٹ لیا گیا تھا۔ میری اور اس کی جسامت میں بڑا ہی فرق تھا پروفیسر لیکن ماضی تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے۔ میں تو اس شخص سے بھی بڑا تھا جس کا گرز زمین میں دھنس جایا کرتا تھا اور میں نے بڑے بڑے تناور درختوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا تھا۔ بھلا یہ شخص میرے سامنے کیا حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ لکڑی کے فرش پر ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل آگئے۔ لیکن کروزنٹ کا رویہ دوستانہ ہی تھا اور میں نے اس بات کو بہت اچھی طرح محسوس کیا تب اس نے مجھ سے کہا۔

"دیکھو دوست۔ سب سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم فن کشتی کے داؤ پیچ سے واقف ہو؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ بہرصورت آؤ میرے اوپر کوئی داؤ لگانے کی کوشش کرو اور مجھے نیچے گراؤ" اس نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور بہرحال یہ اس کا حکم تھا۔ چنانچہ میں اس سے لپٹ گیا اور دوسرے لمحے میں نے اسے سر سے اونچا اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ کروزنٹ زمین پر گرا تو تھا لیکن پھر ایک چھلانگ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"واہ، واہ ویری گڈ، کمال کر دیا بھئی تم نے تو۔ آؤ اس کا مقصد ہے کہ مجھے تمہارے بارے میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا پڑے گا اور اب دیکھو میں تم پر ایک داؤ لگا کر تمہیں نیچے گراتا ہوں اس کے بعد تم اس داؤ سے نکلنے کی کوشش کرنا"

"کروزنٹ" میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس کو مخاطب کیا "میں تمہیں وہ داؤ لگانے کا موقع دوں گا۔ اور جب تم محسوس کرو کہ تم نے مجھے بے بس کر لیا ہے تو تم مجھے بتا دینا تاکہ میں پھر اس داؤ سے نکلوں" میں نے کہا اور ہیگ اور اپی مجھے مسکراتی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ کروزنٹ نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی اور پھر دفعتاً اس نے اچھل کر میرے دونوں ہاتھ پکڑ

لئے۔ اور پھر وہ انہیں ..... ایک جھٹکے سے موڑ کر پیچھے لے آیا اور پھر انہیں اس طرح اپنے پاؤں میں پھنسا لیا کہ وہ ان سے نکل نہیں سکتے تھے۔ اس کے بعد وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ اپنے پاؤں سے اس نے میرے دونوں ہاتھ پھنسائے ہوئے تھے اور اس کی دانست میں میں بے بس تھا۔ زمین پر دونوں ہاتھ ٹکانے کے بعد اس نے اپنا دوسرا پاؤں میری گردن میں ڈال دیا۔ اور اب گویا وہ مجھے بالکل جکڑ چکا تھا۔ تب اس نے کہا۔

" ہاں میرے دوست، اب میں نے اپنی دانست میں تمہیں بے بس کر دیا ہے۔ اب تم اس داؤ سے نکلنے کی کوشش کرو۔"

اور پروفیسر میں نے بھی گردن ہلا دی۔ پھر کروزٹ نے متحیرانہ انداز میں اس منظر کو دیکھا ہوگا۔ نہ صرف کروزٹ نے بلکہ ہیگ نے بھی کہ میرے دونوں ہاتھ اس کے پیر میں پھنسے ہوئے تھے اور گردن بھی جکڑی ہوئی تھی۔ لیکن میں نے اپنے پاؤں سیدھے کئے اور ایک جھٹکے سے انہیں زمین کی طرف لایا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کروزٹ اٹھ کر چلا گیا تھا اور اب وہ میرے سر پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دوبارہ چھلانگ لگائی اور کروزٹ کو زمین پر پٹخ دیا اور خود کھڑا ہو گیا۔ کروزٹ بری طرح گرا تھا۔ ایک لمحے کے لئے وہ اٹھ بھی نہ سکا۔ اس کا سر جھک گیا تھا لیکن پھر وہ دونوں ہاتھوں کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے متحیرانہ انداز میں ہیگ کی طرف دیکھا۔

" مسٹر ہیگ، یہ کیا چیز ہے؟"

" ونڈرفل۔ ونڈرفل" ہیگ تالیاں پیٹ کر چیخا "کیا تمہارے خیال میں یہ ..."

" آپ میرا خیال پوچھ رہے ہیں مسٹر ہیگ ٹھہر جائیے ذرا میں کچھ اور آزما لوں" اس نے کہا اور اپنے دونوں ہاتھ جھٹکنے لگا۔ میں خاموش کھڑا ہوا تھا پھر وہ میرے نزدیک آیا اور اس نے اس بار بڑے وحشیانہ انداز ..... میں میرے سر میں ٹکر ماری تھی لیکن بدبخت تھا کروزٹ ٹکر مارنے کے بعد اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑا اور دیوار سے جا ٹکا۔ اس کے بعد اس میں سکت نہ رہی اور کافی دیر تک وہ اسی طرح دیوار سے ٹکا کھڑا رہا تب ہیگ اس کی جانب بڑھا۔

" مسٹر کروزٹ کیا بات ہے؟"

" فوراً کنٹریکٹ کر لو، فوراً کنٹریکٹ کر لو ہیگ" کروزٹ نے آنکھیں بند کئے کہا "تمہاری تقدیر بدل جائے گی۔"

" کیا واقعی؟"

" مسٹر ہیگ، وہ اسٹیل ہے بالکل اسٹیل اور اس کے جسم میں بلا کی قوت ہے، خدا کی پناہ" کروزٹ اب بھی دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر جھٹک رہا تھا اور ہیگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے اینی کی جانب دیکھ کر کہا۔

" میں یہ وعدہ تو کر ہی چکا ہوں کہ مسٹر گولڈ آپ میرے ساتھ رہیں گے۔ چنانچہ اب یہ بات تو کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کو فکرمند نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں آج کی کشتی کے بعد معاوضے وغیرہ کے معاملے پر بھی بات چیت ہو جائے گی۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

" جیسا آپ پسند کریں جناب" اینی نے جواب دیا اور اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے نکل آئے تب ہیگ نے مجھ سے پوچھا۔

" آپ کا قیام کہاں ہے مسٹر گولڈ؟"

اور میں نے اینی کی طرف دیکھا۔ اینی نے اس ہوٹل کا نام بتا دیا۔ جہاں ہم لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔

" اگر آپ لوگ پسند کریں تو ہوٹل چھوڑ دیں اور اپنا سامان وغیرہ وہاں سے اٹھا لیں۔ میں آپ کی رہائش کا بندوبست کئے دیتا ہوں۔ اچھے لوگوں کو میں خصوصی مراعات دیتا ہوں" ہیگ نے کہا۔

" جیسا آپ پسند کریں مسٹر ہیگ یوں بھی ہم قلاش لوگ ہیں اور اتنے اخراجات اٹھانے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

" آپ کو جس قدر پیسوں کی ضرورت ہو آپ ضرور لے لیں۔ آپ کے اپنے اخراجات بھی ہوں گے۔ بہرصورت میں اپنے آدمی آپ کے ساتھ کر دیتا ہوں آپ اپنا سامان یہاں اٹھا لائیں۔ ہم آپ سے معاہدہ کرنے کے لئے بالکل تیار ہیں" ہیگ نے جواب دیا اور پروفیسر ہمارا سامان اسی عمارت میں آ گیا۔ ہمیں ایک عمدہ رہائش گاہ فراہم کی گئی تھی اور پھر اسی شام غالباً ہیگ نے کسی ذریعے سے رابطہ قائم کر لیا۔ چنانچہ ایک پہلوان جس کا نام بگ تھا مجھ سے لڑنے کے لئے لایا گیا۔ بگ کے پورے بدن پر ریچھ کے مانند بال تھے اور جب وہ رِنگ میں آیا تو بالکل وحشی جانور کی طرح اچھل کود کر رہا تھا۔ دوسری جانب سے میں بھی رِنگ میں آ گیا اور اناؤنسر نے میرے اور بگ کے مابین مقابلے کا اعلان کیا۔ اناؤنسر نے کہا کہ بگ ایک تجربہ کار اور کہنہ مشق پہلوان ہے اور بہت سی اعلیٰ درجے کی کشتیاں لڑ چکا ہے لیکن اس کے مقابلے پر جو نوجوان ہے وہ ابھی اس دنیا میں نیا ہے۔ تاہم وہ اس مقابلے سے بہت پُرامید ہے۔ ہم دونوں کے بارے میں ضروری باتیں عوام کو بتائی گئیں۔ بے شمار لوگ اس مقابلے کو دیکھنے کے لئے جمع تھے اور خاصا بارونق ماحول تھا۔ اینی بھی سب سے آگے اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی جہاں ہم کشتی لڑنے والے تھے اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ بے شمار آوازیں میرے حق میں ابھرنے لگیں۔ میرا نام پکار دیا گیا تھا۔ اس لئے لوگ مجھے گولڈ گولڈ کہہ رہے تھے۔ اور ان آوازوں میں خواتین کی آوازیں زیادہ تیز تھیں۔ بے شمار نگاہیں مجھ میں دلچسپی لے رہی تھیں۔

میرا مقابل بگ جس کا سر گنجا اور کسی بڑی گینڈ کی مانند تھا۔ کینہ توز نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ یوں بھی وہ ایک کینہ پرور آدمی معلوم ہوتا تھا۔ ہمارے درمیان مقابلہ کرانے والا شخص جسے ان لوگوں کی زبان میں ریفری کہا جاتا تھا۔ تیار ہو کر سامنے آ گیا۔ اس نے ہم دونوں کو طلب کر کے کشتی کے قواعد سمجھائے۔ ہمارے جسموں کو دیکھا کہ کوئی ایسی چیز تو ہمارے پاس نہیں ہے جس کی مدد سے ہم کشتی کے اصولوں کے خلاف اپنے مقابل کو کوئی زک پہنچا سکیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ریفری نے ہمیں مقابلے کی

اجازت دے دی اور ہم دونوں موٹے رسّوں کے کنارے پر چلے گئے۔

بگ اپنے دونوں بازو سمیٹ رہا تھا اور رسّے کے نزدیک زور زور سے اچھل رہا تھا۔ پھر وہ اچھلتا ہوا میری جانب آیا۔ لیکن میں پرسکون انداز میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔

بگ جس قدر اچھل کود کر رہا تھا۔ میں اسی قدر پرسکون تھا۔ دیکھنے والوں نے میرے اس انداز کو دیکھ کر نعرہ ہائے تحسین بلند کیا۔ چاروں طرف تالیاں بج رہی تھیں سیٹیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی اور انہی آوازوں میں بگ نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر میرے ہاتھوں کی انگلیوں میں پھنسا دیئے۔ اسے اپنی قوت پر شاید کافی ناز تھا چنانچہ وہ میرے دونوں ہاتھوں کو دو مخالف سمتوں میں موڑنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اور بگ کے انداز میں جھنجھلاہٹ پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اس نے انتہائی وحشیانہ انداز میں میرے ہاتھ پکڑے پکڑے اپنی ایک لات وحشیانہ انداز میں میرے پیٹ پر ماری۔ دیکھنے والوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ بگ کی بھرپور لات نے میرے جسم میں ذرا سی جنبش پیدا نہیں کی تھی۔ لیکن بگ بہت زیادہ پُرجوش نظر آ رہا تھا۔

دوسری بار اس نے اچھل کر میری گردن پکڑنے کی کوشش کی اور ایک مخصوص انداز میں میری گردن اپنے بازو میں لپیٹ لی لیکن اب مجھے جنبش کرنا بھی ضروری تھا۔

چنانچہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ بگ کی کمر میں ڈالے اور اس کی کمر کو جکڑ لیا۔ بگ نے تڑپ کر میری گردن چھوڑ دی اور کراہ اٹھا وہ ایک لمحے کے لئے لڑکھڑا سا گیا تھا۔

دیکھنے والے پھر چیخ پڑے۔ اور بگ سنبھل سنبھل کر مجھ پر حملے کرنے لگا۔ وہ اِدھر اُدھر دوڑ رہا تھا اور میں خاموشی سے رِنگ میں کھڑا اس کے نزدیک آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

تب ریفری نے مجھ سے کہا کہ میں بھی آگے بڑھ کر بگ کا مقابلہ کروں اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب میں نے بگ کو ایک کونے میں پکڑ لیا۔ میں نے اس کے دونوں شانوں میں ہاتھ ڈالا اور اسے فضا میں بلند کر کے نیچے پھینک دیا۔ بگ حسب توقع جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے اسے دوبارہ اٹھا کر اسی انداز میں پھینک دیا اور اس کے بعد میں نے اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں پکڑ کر اسے فضا میں قلا بازیاں کھلانا شروع کر دیں۔ میں اسے ایک جگہ سے اٹھاتا اور دوسری جگہ پھینک دیتا۔ اور یہی وطیرہ اختیار کیا تھا میں نے۔

تب میں نے دیکھا کہ بگ رسّے سے دوسری جانب بھاگ گیا ہے ریفری نے مقابلہ روک دیا تھا اور بگ کو دوبارہ مقابلے کے لئے اندر آنے کا اشارہ کرنے لگا۔ میں ورد ایک کونے میں جا کھڑا ہوا تھا۔

بگ اندر آیا۔ وہ ریفری سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز میں خاصی درشتگی تھی۔ تب ایک بار پھر ہم دونوں درمیان میں آ گئے۔ اور اس بار میں نے فیصلہ کن انداز میں بگ کی گردن پکڑ لی۔

میں نے بگ کی گردن اپنے بازوؤں کی مضبوط گرفت میں دبا لی اور بگ کے دونوں ہاتھ فضا میں جھولنے لگے۔ وہ پوری قوت سے اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پھر شاید دباؤ کچھ زیادہ ہی ہو گیا۔ کیونکہ بگ کسی مردہ چھپکلی کی مانند زمین پر اوندھا گر پڑا تھا۔ ریفری اسے ٹٹولنے لگا۔ لیکن بگ بے ہوش ہو چکا تھا۔ تب ریفری نے میرا ہاتھ بلند کر دیا اور چاروں طرف سے تالیاں گونجنے لگیں۔ میرا دوست ہیگ دوڑتا ہوا رِنگ میں آ گیا تھا۔ اور اس نے بڑی گرمجوشی سے میرا بازو پکڑ کر مجھے خود سے لپٹا لیا۔ اور پھر وہ لوگ خوشی کے نعرے بلند کرتے ہوئے مجھے نیچے لے گئے میں مقابلہ جیت چکا تھا۔

لیکن پروفیسر میں جتنا اس دنیا کی گہرائیوں میں جاتا۔ اتنا ہی اس سے بددلی اور بیزاری کا احساس شدید سے شدید تر ہوتا چلا جاتا۔ یہ سب کے سب جتنے بھی تھے مطلب پرست اور خود غرض لوگ تھے۔ محبتوں کا ان کے درمیان کوئی وجود نہیں تھا۔ حالانکہ اس سے قبل بھی وہ لوگ مجھے ملے تھے جنہوں نے مجھے جاننے کے بعد مجھ سے محبت کی تھی اور ان محبتوں میں صرف خلوص ہوتا تھا کوئی۔۔۔ فریب ریا یا لالچ نہیں تھا لیکن یہاں اس دنیا میں ان تمام چیزوں کا خاتمہ ہو چکا تھا اور پیار جیسی کوئی چیز اس دنیا میں موجود نہیں تھی۔ اور اس احساس سے مجھے نفرت تھی۔ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی کہ اتنی حسین دنیا میں نفرت ہی نفرت بھری ہو۔

ایپی میری ساتھی تھی۔ لیکن وہ صرف ایک عورت تھی۔ اور پروفیسر عورتیں تو تقریباً ہر دور میں یکساں رہی ہیں۔ ایپی کے اندر جو کیفیت تھی۔ وہ بھی مجھے اس قدر مخلص محسوس نہیں ہوئی کہ میں اس سے مطمئن ہو جاتا بس وہ مجھے چاہتی تھی، میری شہرت سے خوش تھی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ میں اس کا مرد بھی تھا۔ اور یوں اگر میں اس کے لئے کوئی کارآمد چیز نہ ہوتا تو وہ بھی مجھ سے دور ہٹ جاتی۔

اس کیفیت سے میرے ذہن میں ایک عجیب سی تھکاوٹ اور بیزاری طاری ہو گئی تھی احباب اس دنیا کے مختلف حصّے گھومنے کے بعد میں سوچ رہا تھا کہ بلاشبہ اگر ہم ادوار میں کسی بدترین دور کا تعین کریں تو وہ یہی دور تھا۔ اور پروفیسر اس دور میں صحیح معنوں میں مجھ پر جو بیزاری طاری ہوئی وہ کسی بھی دور میں نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ ایپی کو چھوڑ دوں اور اگر ممکن ہو سکے تو اس دور ہی کو چھوڑ دوں۔ سو میں اس کے لئے تیاریاں کرتا رہا اور ایپی کو میں نے کچھ نہ بتایا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن میں نے خاموشی سے ایپی کا ساتھ چھوڑ دیا اور کسی نامعلوم حصّے کی جانب چل پڑا جہاں مجھے سکون مل سکے۔ اب اس دنیا سے میری دلچسپی برقرار نہیں رہ گئی تھی۔

سلانوس نے مجھے مستقبل کے جال میں الجھا چھوڑ کر اپنی راہ لی تھی۔ جب بھی مجھے اس خودغرض
...ڈھے کا خیال آتا میں دانت بھینچ کر رہ جاتا۔ اس کی ساری صلاحیتیں
...ہاں آ کر کند کیوں ہو گئیں تھیں اگر وہ چاہتا تو اپنے دانشکدے میں جا
...ر دوبارہ مجھے مستقبل میں تلاش کر سکتا تھا۔ وہ مجھے یہاں سے واپس بھی
...ے جا سکتا تھا لیکن انسان کی ذہنی تربیت ہی ایسی تھی وہ اس وقت
...ک دوسروں کا دوست اور ہمدرد رہتا تھا جب تک خود اس کی اپنی
...ات پر آنچ نہ آئے اور اس کا تجربہ مجھے بارہا ہوا تھا نہ جانے کیوں میں
...زرے ہوئے حالات کو فراموش کر دیتا تھا اور حال میں گم ہو جاتا تھا۔
...س بارے میں یہی فیصلہ کیا جا سکتا تھا کہ جس طرح انسان کی ذہنی سرشت
...یساں ہے بالکل اسی مانند میں بھی خود کو نہیں بدل سکتا۔

تحت الثریٰ میں اور بھی بہت کچھ تھا جو زمانہ میں چھوڑ آیا
...تھا ممکن ہے اس میں کچھ نئے تجربات ہوتے۔ یہ تجربات ادھورے رہ
...ئے تھے اور اب سب کچھ میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا جب بھی میں یہ
...ات یاد کرتا مجھے سخت افسوس ہوتا۔

اینی کو چھوڑنے کے بعد میں نے وہ شہر بھی چھوڑ دیا تھا۔ اور
...پروفیسر! یہ تو میری خوبی تھی کہ کسی بھی بدلے ہوئے دور میں مجھے کم
...تکلیف ہوتی تھی میں اس دور کو سمجھنے میں کوئی دقت نہیں محسوس
...کرتا تھا اسی لیے اس نئے دور کے بارے میں بھی میں سب کچھ جان
...لیا تھا گو فرداً فرداً ہر انسان کو پڑھنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا لیکن
...دیگ کے ایک چاول کی مثال درست تھی یہ سب بھی یکساں تھے کسی
...کی سوچ دوسرے سے مختلف نہیں تھی۔ گو ان لوگوں کے اس انداز سے
...میری ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا میں تو گزرنے والا تھا اور میری
...آنکھیں کھلی رہتی تھیں۔ میرے لیے کہاں کہاں سازشیں نہ ہوئیں۔
...میں نے ماضی کے کونے سورما کو نہیں پچھاڑ دیا۔ سب میرے تابع تھے
...کسی کی مجال نہیں تھی جو میری گرفت سے بچ سکتا لیکن یہ سوچ
...میرے ذہن کو پراگندہ کر دیتی تھی کہ زمین پر بسنے والے اتنے مکروہ
...کیوں ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ فنا ہو جائیں گے اس کے باوجود
...وہ سب کچھ کرتے تھے۔ کون ایسا تھا جو کوئی مقصد سینے میں نہ چھپائے
...رکھتا ہو۔ آئزک پیٹر جس سے میں نے سب کچھ کہہ دیا تھا۔ میں نے
...تو خود کو نہیں چھپایا تھا لیکن ان کی کمزوری ان پر مسلط رہتی تھی۔ وہ
...سوچتے تھے کہ دوسرا ان سے طاقتور ہے ان سے زیادہ سازشی ہے
...اس لیے اس سے قبل کہ وہ اس کی سازش کا شکار ہو جائے خود اس
...کے خلاف سازش میں پہل کر کے برتری کیوں نہ حاصل کر لے اس
...لیے وہ پہل کرتا تھا اور خود سے پہلے دوسرے کو نقصان نہیں دیتا تھا۔

بہرحال میں نے ان لوگوں کے درمیان رہنا سیکھ لیا تھا۔ اور
...ب سی کشمکش کا شکار تھا۔ میں نے سوچا کہ اس بیزار کن دور میں کوئی
تو ایسی دلچسپ جگہ تلاش کر لوں جہاں بیٹھ کر کچھ تجزیہ کروں، کچھ سوچوں۔ اذہان و افکار میں تحریف تو میرے بس کی بات نہیں تھی۔ لیکن ان لوگوں کو زیادہ سے زیادہ جان تو لوں۔ حالانکہ اینی کو چھوڑنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب کہیں کسی پُرسکون گوشے میں جا کر سو جاؤں گا لیکن ابھی ذہن پر نیند کی کھولت بھی نہیں تھی اور سونے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

اسی تگ و دو میں ایک کے بعد ایک جگہ بدلتا رہا۔ دنیا میں رہنے والوں کی مانند انہی کے لباس، انہی کی حیثیت میں اس دوران میں نے ان کی قربت سے دوری اختیار کی تھی کسی سے ربط نہیں بڑھایا تھا۔ انکی مانند زندگی گزارنا تو سیکھ ہی لیا تھا اس لیے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ اس دور کا نظام کرنسی پر تھا اور اس کے حصول میں کوئی دقت نہیں تھی۔ بدن کو مصروف کروا کے کرنسی ضرور مل جاتی تھی جو ضروریات پوری کر سکے اور پروفیسر میری ضروریات جیسا کہ تمہیں علم ہے کہ یہاں کے رہنے والوں کی مانند نہیں تھیں۔

سورج نکلنے کے ساتھ مجھے پیٹ کی فکر نہیں ہوتی اور سورج ڈھلتے ہوئے کسی پناہ گاہ کی تلاش بھی نہیں جہاں کھلی جگہ نظر آتی وہاں آرام کرنے لیٹ جاتا اور خود کو اس دنیا میں ضم کرنے کے طریقے سوچتا رہتا۔

تب پروفیسر! میں نے سوچا کہ میں اتنا پریشان کیوں ہوں خودغرضوں اور سازشیوں کے ساتھ تو پہلے بھی گزارا کیا ہے اگر میں اپنی ذات کا اثر ان پر نہ ڈالوں اور صرف ایک الگ انسان کی حیثیت سے ان کا تجزیہ کرتا رہوں تو میرا کیا جاتا ہے۔ مستقبل کے اس دور میں تو مجھے انسان سے قریب رہنے کا موقع زیادہ سے زیادہ ملا ہے دیکھوں تو سہی کہ کب ان کا دور آتا ہے یا پھر سلانوس کے دانش کدے سے اس رخ سے مجھے کیا نہیں ملتا ہے ممکن ہے اس کے بعد ماضی خود بخود ختم ہو جائے اور میں مستقبل میں آگے بڑھتا رہوں۔ ایک دلچسپ تجربے کے طور پر ہی۔ اور ایسے خیالات میرے لیے ہمیشہ باعث تقویت ہوتے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ میں ہمیشہ کی طرح ایک مصلح اور ایک ہمدرد بننے کی کوشش نہ کروں بلکہ اس قابلِ نفرت دور کو مضحکہ خیز نگاہوں سے دیکھتا رہوں۔ یہ لوگ اپنے لیے جو کچھ کر رہے تھے وہ انہی کی ذات کے لیے نقصان دہ تھا دیکھوں تو سہی کہ اس دور کی سوچ خود اس میں بسنے والوں کو کس طرح تباہ کرتی ہے۔

چنانچہ جب سورج ڈوبا اور مجھے سکون کی جگہ ملی اور ہنگامے ترک ہو گئے تو بغور سوچا میں نے اس بارے میں اور فیصلہ کیا کہ میں صرف دیکھنے والی آنکھ ہوں سوچنے والا دماغ ہوں اور میرا وجود انہی دونوں چیزوں پر مشتمل ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں یعنی میرے ہاتھ پاؤں جن کی کوئی جنبش اس دور کے کسی فرد کے لیے نہ ہوتی حالانکہ اس سے قبل بھی میں نے یونہی سوچا تھا اور ناکام رہا تھا لیکن خود کو

مطمئن کرنے کے لیے اس وقت اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا تھا۔

ہاں میں نے طے کیا کہ اپنی طرف سے اپنی ذات میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا اور خود پر نازاں بھلا میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں جیسا کہ اس سے قبل ہوتا آیا ہے سو جو کرتے ہیں یہ لوگ کرتے رہیں اور بہتر تو یہی ہے کہ میں خود بھی ان کمزوروں میں شامل ہو جاؤں اور ان کے ظلم کا نشانہ بنوں تاکہ میں ان کی وسعت پہچان سکوں اور دیکھوں کہ ان کی انتہا کیا ہے۔

یہ گویا ایک ارادہ تھا اور سورج نکلنے تک میں نے خود کو اس کے لیے تیار کر لیا۔ مقامی لباس جو میرے بدن پر تھا اب اس طرح خراب ہو گیا تھا کہ میں ایک مفلوک الحال نظر آتا تھا اور میرا گزر ان مفلوک الحال لوگوں کے ساتھ ہی ہو سکتا تھا جو اس دنیا کے تعیشات سے محروم تھے اور وہ تھے جو بے قیمت ہوتے ہیں جو سڑکوں پر مر جاتے ہیں سو میں بیٹھا ان لوگوں کے درمیان جو طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے اور امید بھری نگاہوں سے اس بڑے دروازے کی جانب دیکھنے لگتے تھے جس پر باوردی پہرے دار کھڑے ہوتے تھے۔

سامنے ہی سمندر تھا یعنی اس عمارت کے پیچھے جہاں سے جہاز نظر آتے تھے۔ بیشمار جہاز جن کے سفید مستول یہاں سے نظر آتے تھے گویا سمندر جانے کے لیے یہ راستہ بنایا گیا تھا۔ میں نے سوچا۔ ذرا دیکھوں تو سہی ان لوگوں کا حال اور ان کی باتیں سنوں کہ کیا کہہ رہے ہیں اور ان کی باتیں میرے اپنے خیالات سے مختلف نہیں تھیں یعنی یہ وہ تھے جن کے لیے کوئی چھت نہیں تھی اور فکر معاش کے شکار تھے تب اس بڑے دروازے سے ایک جیپ باہر آئی جس میں چند افراد سوار تھے اور اس کا رخ اس جانب تھا جہاں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے بیٹھے ہوئے لوگوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور مضطرب نگاہوں سے آنے والوں کو دیکھنے لگے میں نے خود بھی بیٹھے رہنا مناسب نہیں سمجھا اور ان کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا لیکن میں ان کی مانند کلبلا نہیں رہا تھا بلکہ اپنی جگہ ساکت کھڑا دیکھ رہا تھا کہ جیپ کے ذریعے آنے والے کون ہیں اور یہ لوگ ان کے آنے سے مضطرب کیوں ہیں۔

چند ساعت کے بعد کل کا گھوڑا ہمارے نزدیک پہنچ گیا اور اس میں بیٹھے ہوئے لوگ نیچے اتر آئے۔ سب کے سب پُر وقار اور اچھی شخصیتوں کے مالک تھے۔ لباس ہی یہاں شخصیت کا تعین کرتا تھا۔ ورنہ چہرے مہرے سب کے یکساں تھے۔ آنے والوں نے ایک نگاہ ہجوم کی جانب دیکھا اور پھر ان میں سے ایک شخص بلند آواز میں بولا:

"تم سب ایک لائن میں کھڑے ہو جاؤ اور جلد بازی یا افراتفری کی ضرورت نہیں ورنہ ہم واپس چلے جائیں گے۔"

مکھیوں کی طرح بھنبھنانے والی آواز میں یک لخت خاموش ہو گئیں تھیں امید و بیم میں ڈوبی ہوئی نگاہیں حسرت سے آنے والوں کا جائزہ لے رہی تھیں، جیسے ان سے زندگی کی بھیک مانگ رہی ہوں اور پروفیسر! میں نے یہاں عجیب و غریب ماحول دیکھا تھا۔ یہاں زندگی دینے والے بیشمار لوگ تھے اور ہر شخص ایک دوسرے کو زندگی دیتا تھا۔ بڑی عجیب بات تھی یہ۔ حالانکہ اس سے قبل زندگی دینے والے کا تصور بالکل ہی مختلف تھا، یہ لوگ شاید اس تصور سے عاری ہیں اور اپنا اپنا خدا الگ بنا بیٹھے ہیں۔ میں نے سوچا اور ان سب کا تماشہ دیکھنے لگا۔

ہدایات دینے والوں نے دوبارہ ہدایتیں دیں اور وہ سب ایک قطار میں کھڑے ہو گئے پھر وہ افراد جو دوسروں سے ممتاز معلوم ہوتے تھے نیچے اتر آئے۔ سفید سفید لباسوں میں وہ بڑے بھلے لگ رہے تھے۔ انہوں نے لائن کے ایک سرے سے آخری سرے تک گشت کیا اور ایک ایک فرد پر انگلی رکھتے چلے گئے۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ اس لائن کی عقبی لائن میں میں بھی موجود تھا لیکن سب سے نمایاں نظر آ رہا تھا چونکہ میرا قد و قامت اور جسامت ان سب سے خاصی مختلف تھی۔ اور دیکھنے والوں نے مجھے بھی دیکھ لیا۔

تب ایک انگلی میری جانب اٹھی اور مجھے آگے آنے کا اشارہ کیا گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ سب کیا ہے اور یہ لوگ کیوں دوسروں کو طلب کر رہے ہیں لیکن میں تو سوچ ہی چکا تھا کہ سب کچھ ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے اور دیکھا جائے کہ حالات اور نیا دور کیا گل کھلاتے ہیں چنانچہ میں ان کے کہنے پر خاموشی سے آگے بڑھ گیا اور وہ شخص جس نے مجھے اشارے سے بلایا تھا میری جانب دیکھتا ہوا بولا۔

"خاصے مضبوط انسان معلوم ہوتے ہو خلاصی کا کام ہی کرو گے نا؟" اور میں نے خلاصی کے متعلق نہ جانتے ہوئے بھی گردن ہلا دی۔

"اس طرف کھڑے ہو جاؤ۔" اس شخص نے اس طرف اشارہ کیا۔ جہاں انگلی کے اشارے سے نکالے جانے والے ایک قطار بنا کر کھڑے ہو گئے تھے سو میں بھی اس قطار میں جا کھڑا ہوا وہ لوگ اپنے کام میں مصروف رہے۔

تقریباً چوبیس افراد کو ان تمام افراد میں سے منتخب کیا گیا اور پھر باقی لوگوں سے معذرت کر لی گئی۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے تھے کوئی خوشامدیں کر رہا تھا کوئی رو رہا تھا اور کوئی پاؤں پکڑ کر گڑگڑا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اسے بھی ساتھ لے لیا جائے لیکن پھر ایک بے رحم آواز ابھری۔

"ہمیں جتنے لوگوں کا انتخاب کرنا تھا ہم نے کر لیا بہتر یہی ہے کہ تم دوسروں کا انتظار کرو۔" اور اس کے بعد وہ سب جیپ میں سوار ہو گئے الگ کھڑے ہوئے لوگوں کے ساتھ صرف ایک شخص کو چھوڑ دیا گیا۔ تب اس نے ان سب کو جس میں میں بھی شامل تھا اپنے ساتھ آنے کا اشارہ

گیا اور ہم اس بڑے دروازے کی طرف بڑھ گئے جس کے باہر پہرے دار کھڑے ہوئے تھے۔

چوبیس افراد کا یہ ٹولہ جسے خلاصیوں کا کام کرنا تھا گیٹ کے دوسری جانب پہنچ گیا۔

یہاں کی دنیا بھی عجیب تھی۔ بے شمار مزدور کام کر رہے تھے کوئی وزنی وزنی بوریاں پشت پر اٹھائے دوڑا جا رہا تھا کوئی کچھ سامان لیے ہوئے تھا بے شمار لوگ ایسے تھے جو کچھ بھی نہیں کر رہے تھے صرف ہدایات دے رہے تھے دنیا میں انسان کا فرق اس دور میں بہت زیادہ نمایاں تھا پس ماندہ اور ترقی یافتہ انسان بیک نگاہ شناخت کیے جاسکتے تھے اور اس کے بعد بجانے کیا کیا ہوا۔

ہمیں ایک مشین کے سامنے لے جایا گیا جو روشنی ڈالتی تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہاں ہماری تصویریں بنوائی گئی تھیں اس کے بعد کچھ کاغذات بھی اسی وقت بنوائے گئے۔ اس کام میں ہمارا کافی وقت صرف ہو گیا تھا اور ہم مختلف جگہوں پر بھاگتے دوڑتے پھرتے رہے لیکن ان سارے ہنگاموں میں خاصا لطف آ رہا تھا میں جاننا چاہتا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے، میں تو ان لوگوں سے تھوڑا سا مختلف تھا اور کھانے پینے کا مسئلہ میری نگاہوں میں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا تھا لیکن یہ بے چارے لوگ جو میرے ساتھ تھے صبح سے بھوکے تھے حالانکہ اس وقت سورج ڈھلان پر تھا لیکن میں نے ان سب میں سے کسی کو بھی ادھر ادھر بھٹکتے نہیں دیکھا تھا گویا انہوں نے اس وقت تک کھانا بھی نہیں کھایا تھا اور یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہ ہوتی تھی کہ یہ سب پس ماندہ لوگ ہیں۔ ایسے لوگ جو اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتے تھے اسی لیے بھوکے پیاسے بھی رہتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ کچھ اور تکلیف دہ تھا۔ بعض اوقات ان ساری چیزوں کو دیکھتے ہوئے ذہن پر ایک شدید جھلاہٹ کا احساس طاری ہو جاتا تھا اور میں سوچتا تھا کہ میں ان کے درمیان کیوں ہوں اور ایسے وقت خود کو سمجھانا بڑا ہی مشکل ہوتا تھا۔

بہرحال ہماری جملہ مصروفیات ختم ہو گئیں اور وہ شخص جو اب تک ہماری نگرانی کرتا رہا تھا ہمارے پاس پہنچ گیا اور اس نے ایک بڑے اسٹیمر کی جانب اشارہ کیا "چلو تم سب لوگ اس میں سوار ہو جاؤ۔" اور اس کی ہدایت پر ہم آگے بڑھ گئے۔

اسٹیمر میں کافی گنجائش تھی اسے چلانے والے لوگوں کی تعداد صرف تین تھی چوتھا وہ تھا جسے ہمارے لیے چھوڑا گیا تھا۔ ابھی تک ہم میں سے کسی نے ایک دوسرے کا شناسا بننے کی کوشش نہیں کی تھی سب اپنی اپنی الجھنوں کا شکار تھے اور ایسے اوقات میں شناسا بنانے کی کسے سوجھتی ہے

اسٹیمر سمندر کے سینے پر رواں دواں تھا اور سمندر میں دیوہیکل جہاز لنگر انداز تھے مجھے صرف ایک تعجب تھا پروفیسر! ذہنی طور پر انسان اتنا بلند ہو گیا تھا کہ اس کے وجود سے گھن آتی تھی لیکن ایجادات کے معاملے میں اس دور کو دنیا کی تاریخ کا حیرت انگیز دور کہا جا سکتا ہے۔ جیسے کہ یہ دیوپیکر جہاز۔ جہاز صدیوں پرانی ایجاد ہے زمانہ قدیم کے لوگ بھی سمندر کو تسخیر کر چکے تھے لیکن اتنے عظیم الشان جہازوں کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ سمندر کے پانی پر لوہے کے جہاز کھڑے کر دیئے گئے تھے اور سمندر ان جہازوں کے سامنے بے بس تھا۔ یہ میری اس وقت کی سوچ تھی لیکن بعد میں مجھے احساس ہو گیا کہ فطرت گنجائش رکھتی ہے اور وہ جو مٹانے کی قوت رکھتے ہیں مٹاتے نہیں بلکہ مسکرا دیتے ہیں ہاں اس وقت تک جب تک ضرورت پیش نہ آئے۔

سو ہم لوگ بھی ایک ایسے ہی جہاز بلکہ نہیں ایسے ہی سمندری شہر میں پہنچ گئے جو انسانوں اور مشینوں کا شہر تھا جہاں ہمیں اس کی سیڑھیوں کے ذریعے اوپر چڑھایا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم جہاز کے عرشے پر تھے۔

جہاز کے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے کوئی کسی کی جانب متوجہ نہیں ہوا ہمیں ایک بڑے کیبن کے سامنے لے جایا گیا اور یہاں پر ہماری قطار بنا دی گئی۔ میں اس قطار میں آٹھویں نمبر پر تھا اور ان حالات کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ انہیں سمجھ رہا تھا۔

"ماچس ہو گی دوست؟" میرے عقب میں کھڑے ہوئے شخص نے پہلی بار لب کشائی کی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ ماچس البتہ میری سمجھ سے باہر تھی تاہم وہ کوئی ایسی چیز ہو گی جو کسی کے پاس بھی ہو اور وہ میرے پاس نہیں تھی اس لیے میں نے انکار میں گردن ہلا دی

"خالی پیٹ سگریٹ بھی اچھا نہیں لگتا ... تم بھی بھوکے ہو گے؟" وہ دوبارہ بولا۔

"ہاں، ہم صبح سے ساتھ ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب تو رات ہی کو کھانا مل سکے گا۔"

"شاید؟" میں نے جواب دیا اور پھر کسی خیال کے تحت چونک پڑا۔ اب جب اس شخص نے لب کشائی کر ہی لی تھی تو کیوں نہ اس سے کچھ کام کی باتیں معلوم کروں چنانچہ میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ایک بات بتاؤ گے دوست؟"

"کیا بات ہے؟" اس شخص نے غور سے مجھے دیکھا۔

"یہ خلاصی کیا ہوتے ہیں؟"

"ارے تم اس بارے میں کچھ نہیں جانتے؟"

"نہیں۔"

"تو پھر یہاں کیوں آ گئے تھے؟"

"حالات!" میں نے بیچارگی سے کہا۔

"اوہ۔ ہاں حالات انسان کو نہ جانے کیا بنا دیتے ہیں لیکن اگر سمندری زندگی کا کوئی تجربہ تمہیں نہیں ہے تو پھر یہ لوگ تمہیں واپس کر دیں گے اور اس جہاز پر تمہیں نوکری نہیں ملے گی۔"

میکسن میں نوکری حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"
"تب سنو۔ خلاصی پر کام کرنے والے مزدوروں کو کہا جاتا ہے۔ بس ہمارا کام جہازوں میں صفائی ستھرائی اور ایسے ہی مزدوری کاموں پر مشتمل ہوگا۔ تم ان سے یہی کہنا کہ تم بہت سے جہازوں پر کام کر چکے ہو۔"
"ٹھیک ہے" میں نے گردن ہلا دی۔
"ویسے اس سے قبل کیا کرتے رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔
"جہازوں پر کام کرتا رہا ہوں بیشمار جہازوں پر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بے اختیار ہنس پڑا۔
"واہ دوست۔ جھوٹ کی ابتدا کر دی۔"
"ہماری دنیا کا کاروبار یہی ہے۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا اور وہ اعتراف کے انداز میں گردن ہلانے لگا۔
قطار آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی یہاں تک کہ میرا اندر جانے کا نمبر آگیا۔ اندر کا ماحول بے حد خوشگوار تھا۔ رنگین شیشے لگے ہوئے تھے۔ آرام دہ نشستوں پر کئی افراد بیٹھے ہوئے تھے جن میں ایک بڑی میز پر ایک دراز قد اور پر وقار آدمی سب سے نمایاں تھا۔
میں ان لوگوں کے سامنے جا کھڑا ہوا اور انہوں نے گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیا "پہلے جہازوں پر کام کیا ہے؟" ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا۔
"ساری زندگی یہی کرتا رہا ہوں جناب۔" میں نے ادب سے جواب دیا۔
"شکل وصورت سے ہی سی مین نظر آتا ہے جناب! بڑا مضبوط آدمی معلوم ہوتا ہے" دوسرے شخص نے تبصرہ کیا۔
"ہوں، کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے پوچھا اور میں ایک لمحے کے لیے گڑبڑا گیا۔ اس بارے میں تو میں نے نہیں سوچا تھا لیکن سوچنے کا وقت نہیں تھا مجھے تو بیشمار نام دیئے گئے تھے اور آخری نام گولڈ تھا چنانچہ میں نے یہی نام دہرا دیا۔
میرا نام گولڈ لکھ لیا گیا اور پھر مجھے ایک سخت کاغذ دے دیا گیا "بس ٹھیک ہے جاؤ۔" مجھ سے کہا گیا اور میں اس سخت کاغذ کو دیکھتا ہوا باہر نکل آیا۔ نہ جانے کیا کیا ہنگامے ہوتے ہیں ان لوگوں کے بہرحال میں باہر آکر ان دوسرے لوگوں میں شامل ہو گیا جو میرے جیسے سخت کاغذ لیے بیٹھے تھے۔
آخری آدمی کو بھی سخت کاغذ مل گیا جسے وہ لوگ کارڈ کہہ رہے تھے۔ پھر چند افراد ہمارے پاس آئے اور ہمیں ایک طرف آنے کا اشارہ کیا ہم میں سے دس دس آدمیوں کو بڑے بڑے کیبن دے دیئے گئے گویا ہمیں جہاز کا فرد تسلیم کر لیا گیا تھا۔
یوں میں جہاز کا ایک رکن بن گیا بھوکے لوگوں کی کوئی خبر گیری نہیں کی گئی تھی۔ وہ بے یار و مددگار دیکھتے رہے ہاں جب پورا جہاز روشنی میں نہا گیا تو ہمیں کھانے کی اطلاع دی گئی۔ جس جگہ ہمیں کھانے کے لیے لے جایا گیا وہ طویل و عریض اور کشادہ تھی۔ ایک لمبی میز پر کھانے کی چیزیں موجود تھیں۔ بھوکے لوگ بے صبری سے کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ میں نے بھی ان میں شامل ہونے کے لیے کچھ کھایا اور دیکھنے والی آنکھیں ان سب کو دیکھتی رہیں۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ زندگی زیادہ تکلیف دہ نہ ہوگی۔ اس طرح میں اس دنیا کے وسیع و عریض ہنگاموں سے کٹ کر اس چھوٹے سے سمندری شہر کے ہنگاموں تک محدود ہو گیا تھا۔
لیکن یہ سمندری شہر بھی خوب تھا۔ اس سے قبل پروفیسر! جیسا کہ تم نے میری داستانوں میں سنا میں نے بہت سے سمندری سفر کیے تھے میں بحری قزاقوں کے ساتھ رہا۔ میں نے لیپاس کے ساتھ ایک سمندری مشن پورا کیا۔ میں نے سمندری جنگیں لڑیں لیکن وہ سمندری جہاز اس جہاز کے عشر عشیر بھی نہیں تھے۔ یہ تو دنیا ہی نرالی تھی۔ زمین کے بسنے والوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں ناقابل یقین کامیابیاں حاصل کر لی تھیں جنہیں دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ غاروں سے نکلنے والے پتھروں کے ہتھیاروں سے جانوروں کا شکار کرنے والے گوشت کے ایک ٹکڑے کے لیے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جانے والے کبھی عقل کی اس منزل تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔
میری نگاہوں نے اس شخص کو تلاش کیا جس سے میری تھوڑی سی گفتگو ہوئی تھی، اس نے مجھے خلاصیوں کے بارے میں بتایا تھا۔ میں اس سے جہاز کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ جس حیثیت سے میں اس جہاز پر آیا تھا اس حیثیت کے لوگوں کی پہنچ کہاں تک ہو سکتی ہے زمانہ قدیم کے دخانی اور بادبانی جہازوں کو دیکھنے کے بعد اب میں اس عظیم الشان جہاز کو دیکھنے کا خواہشمند تھا جو سمندر کے سینے پر اس طرح کھڑا ہوا تھا جیسے سمندر کی چھاتی پر کوئی بلند و بالا اور مضبوط عمارت۔ سمندر کا پانی اس عظیم الشان عمارت کو جنبش بھی نہیں دے سکتا تھا چنانچہ اپنے کیبن میں جب مجھے وہ شخص نظر نہ آیا تب میں اس کی تلاش میں دوسرے کیبن کی جانب چل پڑا جو زیادہ دور نہیں تھا اور اس کیبن کے دروازے میں وہ شخص مجھے نظر آگیا تب میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تو بالآخر تمہیں بھی ملازمت مل ہی گئی۔"
"ہاں، اور تم نے میری مدد کی جس کے لیے میں تمہارا شکرگزار ہوں۔"
"بھائی ہم سب ایک ہی کشتی بلکہ ایک ہی جہاز کے مسافر ہیں یہاں جس کی جو بھی مدد ہو جائے اور پھر یہ تو کوئی مدد ہی نہیں ہے۔ تم نے ایک بات پوچھی میں نے اس کا جواب دے دیا۔"
"میں نے کہا نا میں تمہارا شکرگزار ہوں۔"
"ہاں ایک بات تو بتاؤ۔"
"پوچھو، پوچھو، جو بات تمہارے ذہن میں آئی ہے لیکن اس

سے پہلے میری بھی ایک بات کا جواب دے دو۔"

"ہاں ضرور۔" اس نے کہا۔

"چلو تم ہی سوال کر لو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم مجھے عجیب سے انسان لگتے ہو ظاہری شکل و صورت سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ تم بھی ہم میں سے ہو یعنی بے روزگار اور فکر معاش سے تنگ لیکن تمہارے اندر ایک ایسی انوکھی شخصیت چھپی ہوئی ہے جو کبھی کبھی نمایاں ہو جاتی ہے اور اس وقت بڑا عجیب سا لگتا ہے۔"

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے دوست! میں جو کچھ ہوں تمہارے سامنے ہوں باقی رہا مسئلہ کسی اور بات کا تو تم دیکھ لو کہ ظاہری کیفیت ہی انسان کی اصلیت ہوتی ہے میرا خیال ہے اس دنیا کا دستور بھی یہی ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر گردن ہلاتا ہوا بولا۔

"ہاں تم درست کہتے ہو ظاہری کیفیت ہی انسان کی اصلیت ہوتی ہے میرا تعلق ایک چھوٹے سے دیہات سے ہے اس دیہات میں میری بیوی میرے بچے اور میرے دوسرے عزیز و اقارب .... ہیں کبھی ہم وہاں کے اچھے خاصے کھاتے پیتے زمیندار ہوا کرتے تھے کھیتی باڑی کرتے تھے اور بہتر زندگی گزارتے تھے۔ حالات نے ہمیں اس دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا اور یہ دونوں سڑکیں ہمیں پریشانیوں کی راہوں پر لے جاتی تھیں اور آج میں سب کچھ بھول چکا ہوں۔ زمینداری اور عیش و آرام کی زندگی خواب و خیال بن گئی۔ یہاں تک کہ جب فاقوں تک نوبت آ گئی تو میں نے یہی سوچا کہ بیوی اور بچوں کو خدا حافظ کہہ کر ان کے لیے بہتر زندگی کی تلاش کرنے نکلوں۔"

"ہاں اس دنیا کی کہانیاں ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہیں میں تو جب بھی اس کے بارے میں سوچتا ہوں حیران رہ جاتا ہوں۔ یہاں کے لوگ ایک ہی مسئلے کا شکار ہیں بڑی عجیب ہے تمہاری یہ دنیا"

"پہلے بھی تم نے یہ الفاظ کہے تھے کیا یہ دنیا تمہاری نہیں ہے" اس نے سوال کیا۔ اور میں چونک پڑا۔

"کیوں نہیں کیوں نہیں بس یوں لگتا ہے جیسے ہم سب اس زمین پر اجنبی ہوں کبھی کبھی یہ احساس شدت سے ذہن پر مسلط ہو جاتا ہے، تم اس بات کا خیال مت کرنا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم کیا پوچھنا چاہتے تھے؟" اس نے سوال کیا۔

"میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ کیا ہم جہاز کے دوسرے حصوں میں بھی گھوم سکتے ہیں یا ہمیں اس بات کی ممانعت ہو گی؟"

"میرا خیال ہے نہیں گو ابھی ہمارے سپرد ہماری ڈیوٹیاں نہیں کی گئی ہیں لیکن بہر صورت جہاز کے کسی حصے میں جانا کوئی جرم نہیں ہو گا۔ یوں بھی ہمیں اس پورے جہاز کی نگرانی اور صفائی کا خیال رکھنا ہے۔"

"ٹھیک ہے دراصل میں جہاز ہی میں گھومنا چاہتا ہوں۔"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے اور اب تو رات ہو چکی ہے۔ اب کیا دیکھ سکو گے۔ یوں بھی روشنیاں مخصوص حصوں ہی میں ہیں باقی جہاز تاریکی میں ڈوبا ہوا ہو گا۔" اس نے جواب دیا اور میں نے اس کی بات سے اتفاق بھی کیا۔ تب میں واپس اپنے کیبن میں آ کر اپنی مخصوص جگہ لیٹ گیا۔ میرے دوسرے ساتھی بھی دن بھر کی تکلیف سے نڈھال ہو کر آرام کر رہے تھے چونکہ پورے دن بھوکے رہے تھے اس لیے کھانے کے بعد ان کے بدن تقریباً بے جان ہو گئے تھے۔ چنانچہ میں بھی خاموشی سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ جب اس ماحول میں زندگی گزارنی ہی ہے تو پھر کیوں نہ اس کا سا وطیرہ اختیار کیا جائے۔ رات کے کسی حصے میں بے خبر ہو گیا۔ صبح جب آنکھ کھلی تو دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی اٹھ گیا۔ غسل خانے میں جا کر ہاتھ منہ دھویا تمام لوگوں کے ساتھ ناشتہ کیا۔ اور اس کے بعد ہماری ڈیوٹی شروع ہو گئی۔ ڈیوٹی انچارج نے ہمیں مختلف جگہوں پر تعینات کر دیا۔ مجھے ایک مضبوط انسان پا کر انہوں نے بار برداری کا کام میرے سپرد کیا تھا کسی چیز سے بھرے ہوئے ڈرم ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے تھے۔ یہ کام بھی مشینوں کے ذریعے ہی انجام پا رہا تھا ایک چھوٹی سی چلنے والی مشین ان بڑے بڑے پیپوں کو زنجیر میں باندھ باندھ کر لے جا رہی تھی۔ ان پیپوں کو زنجیر میں باندھنے کا کام میرے سپرد تھا اور میرے ساتھ دو اور آدمی یہاں کام کرتے تھے وہ وزنی پیپے کو لڑھکا کر سیدھا کر کے اسے زنجیر میں پھنساتے اور مشینی ذریعے سے اسے دوسری جگہ لے جایا جاتا۔ پیپوں کی تعداد کافی تھی۔ ویسے مجھے ان دونوں کے ساتھ مل کر یہ ایک پیپا اٹھاتے ہوئے بڑی کوفت ہو رہی تھی۔ کوئی نہ ہوتا تو میں ان سارے پیپوں کو تھوڑی دیر میں یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیتا۔

لیکن اب جذباتیت یا خود نمائی کی کوئی کوشش حماقت تھی یہ حماقت میں ہمیشہ کرتا رہا تھا اور انہی حماقتوں کی وجہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی خواہ مخواہ دوسروں کے جھگڑوں میں ملوث ہو جاتا تھا اس بار میں ایسے کسی جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔

دوپہر تک ہم نے اپنا کام ختم کر لیا اور چھٹی ہو گئی کم از کم یہ بات مجھے پسند آئی تھی۔ ہماری ڈیوٹی یہاں لگانے والوں کا خیال تھا کہ یہ کام شام تک ختم ہو گا۔ لیکن ہم نے دوپہر کے کھانے سے قبل اپنا کام ختم کر لیا تو انہوں نے کوئی دوسرا کام ہمارے سپرد نہیں کیا ہمیں اطلاع دی گئی کہ اب دوسرے دن تک کے لیے ہماری چھٹی ہے چنانچہ ہم واپس اپنی رہائش گاہ پہنچ گئے لباس کافی گندے ہو گئے تھے۔ میرے ساتھی اپنے لباس دھونے چلے گئے میں نے بھی ان کی پیروی کی تھی لیکن میں نے ان کی طرح برہنہ رہنا پسند نہ کیا اور بھیگا ہوا لباس پہن کر باہر نکل آیا۔ میں اس جہاز کا ایک ایک کونہ دیکھنے کا خواہش مند تھا۔

جہاز کی اندرونی خوبصورتی صفائی اور سامانِ آرائش قابلِ دید تھا۔ تنگ راہداریوں اور برآمدوں میں دبیز قالین بچھے ہوئے تھے اور آرام دہ کرسیاں جا بجا بچھی ہوئی تھیں، شراب کے بڑے بڑے کیبن اور کھیلوں کے کمرے بھی تھے اور میری حصے میں جہاز کے سربراہ یعنی کپتان کی رہائش گاہ بھی غرض ہر حصہ آرائش و آسائش سے بھرپور۔ لیکن یہاں بھی تفریق تھی۔ اس چھوٹے سے شہر کو بھی انسان کی حیثیت کے مطابق تقسیم کر لیا گیا تھا۔ سیڑھیوں اور برآمدوں میں مسافروں کے لیے ہدایات کے چارٹ آویزاں تھے۔ حفاظتی کشتیاں جا بجا موجود تھیں غرض ہر چیز انوکھی حیثیت کی حامل تھی۔ میں عرشہ پر آ گیا اور ریلنگ کے نزدیک کھڑا ہو کر سمندر کے سینے پر دوڑنے والی کشتیوں کو دیکھنے لگا۔ ایک عجیب منظر تھا۔ یہ کشتیاں بھی اب مشینی ذرائع سے چلتی تھیں

میں خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا جہاز ابھی تک کھلے سمندر میں کھڑا ہوا تھا۔ یہ رات بھی گزری اور دوسری صبح جہاز جیٹی کی طرف چل پڑا۔ اب وہ روانگی کے لیے تیار تھا۔ جیٹی پر بے شمار لوگ اس کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے پھر جہاز ایک مخصوص جگہ پر رک گیا۔ لانچیں مسافروں کو لے کر جہاز کی طرف چل پڑیں ایک عجیب ہنگامہ برپا تھا۔ سیکڑوں مسافر دھکم پیل کر رہے تھے سامان کی ریل پیل ایک دوسرے کو پکارنے کی آوازیں اور نہ جانے کیا کیا۔

اوپر جہاز پر سوار ہونے والے مسافروں کے کاغذات وغیرہ دیکھے جا رہے تھے اور انہیں جہاز پر آنے کی اجازت دی جا رہی تھی خالی پڑے کیبن بھانت بھانت کے لوگوں سے آباد ہونے لگے۔ عرشہ بھی بھر گیا تھا۔ یہاں مسافروں کی آسائش کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔ سب کا سامان بے ترتیبی سے چاروں طرف بکھرا ہوا تھا بیشتر لوگوں نے بڑے آرام سے اپنے لیے اسی سامان کے درمیان جگہ بنا لی تھی۔

پھر ایک خلاصی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا "وہ ڈیوٹی افسر تمہیں بلا رہا ہے۔" اس نے کہا اور میں اس کی طرف چل پڑا۔ ڈیوٹی افسر نے میرے سپرد ایک کام کیا اور میں مستعدی کے ساتھ اس کام کی انجام دہی کے لیے چل پڑا۔

نہ جانے کتنی دیر یہ ہنگامہ جاری رہا جہاز مسافروں سے بھر چکا تھا۔ پھر ایک مخصوص وقت پر اس کے لنگر اٹھا لیے گئے اور وہ اپنی جگہ سے کھسکنے لگا۔ انسانوں سے آباد یہ شہر متحرک ہو گیا اور آہستہ آہستہ مناظر نگاہوں سے اوجھل ہونے لگے میرے سپرد پھر ایک ڈیوٹی کر دی گئی۔ یہ عرشہ کا ایک حصہ دھلوانے کا کام تھا۔ مجھے تو اب کسی کام میں عار نہیں تھا۔ اس بار میں واقعی اپنے آپ کو تبدیل کرنے کی پوری پوری کوشش کر رہا تھا اور اب تک اس میں کامیاب تھا۔

سمندری شہر سمندر کے سینے پر رواں دواں تھا میں نے کم از کم یہ بات محسوس کر لی تھی جہاز پر موجود لوگوں کے لیے مناسب انتظامات ہیں۔ میرے جیسے بہت سے لوگ جہاز پر کام کرتے تھے۔ ہم سب کو ایک مخصوص رنگ کا لباس دے دیا گیا تھا اور اس لباس سے ہماری شناخت ہوتی تھی۔ جو ڈیوٹیاں ہمارے سپرد کی جائیں ہم انہیں جتنی دیر میں بھی انجام دے لیتے اس کے بعد ہماری چھٹی ہوتی تھی اور ہمیں جہاز پر گھومنے پھرنے کی کھلی اجازت تھی۔ مسافروں سے بھرے ہوئے اس جہاز کا خیال بھی رکھنا پڑتا تھا اگر کسی مسافر کو کسی وقت کوئی ضرورت پیش آ جاتی تو ہمیں اس کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ اس ضرورت کو پورا کرنا ہمارا فرض تھا۔

جہاز کے سفر کو دوسرا دن تھا میں اس وقت اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر عرشے پر کھڑا سمندر کی لہروں سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ مجھے اپنے نزدیک ہی کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ گھوم کر دیکھا تو کچھ نہیں تھا پھر کسی نے میرے پیروں پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے نیچے دیکھا تو ایک چھوٹی سی بچی تھی کسی گڑیا کی مانند۔ اس کے سنہرے بال ہوا سے منتشر تھے۔ انتہائی نفیس لباس پہنے ہوئے تھی، اس حلیے میں وہ مجھے بے حد بھلی محسوس ہوئی۔ میرے خیال میں اس کی عمر گیارہ بارہ سال سے زیادہ نہیں ہو گی۔ گول مول سی اس گڑیا کو میں نے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا اور گڑیا مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"انکل!" اس نے بڑی خوبصورت آواز میں مجھے پکارا اور میں نے پیار سے اس کے خوبصورت بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

"کیا بات ہے بیٹے؟"

"انکل! یہ جہاز سمندر میں ڈوب تو نہیں جاتا۔"

"کیوں؟ ویسے ڈوب بھی جاتا ہے!"

"تو پھر پانی میں گرنے والے لوگ کیا کرتے ہوں گے؟"

"وہ بھی ڈوب جاتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب تو مجھے بڑا ڈر لگتا ہے انکل کیا کسی طرح ایسا نہیں ہو سکتا کہ جہاز نہ ڈوبے۔" اس نے معصومانہ لہجے میں سوال کیا اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

"ہاں ہو سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ لیکن کیسے؟"

"بس ہم اسے ڈوبنے نہیں دیں گے۔" میں نے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔

"آپ بہت اچھے ہیں انکل آپ مجھے دور سے ہی بہت اچھے لگے تھے تبھی تو میں آپ کے نزدیک آ گئی تھی۔"

"اچھا کیا پیاری بچی۔ ویسے تمہارا کیبن کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ اس طرف کیبن نمبر ستائیس۔" لڑکی نے جواب دیا اور میں نے اس کی جانب دیکھا ایک دراز قامت مرد اور نوجوان عورت مسکراتے

ہوتے ہماری طرف دیکھ رہے تھے پھر وہ دونوں آگے بڑھ آئے۔

"ہیلو بے بی کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" مرد نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں ڈیڈی! میں انکل سے پوچھ رہی تھی کہ کیا یہ جہاز ڈوب تو نہیں سکتا؟"

"اُفوہ بے بی تم جب سے جہاز پر سوار ہوئی ہو تمہارے ذہن میں یہی خیال گردش کر رہا ہے بیٹے جہاز نہیں ڈوبے گا۔ بالکل نہیں ڈوبے گا اور اگر ڈوبے گا تو تمہارے انکل اسے بچا لیں گے۔" مرد نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

"آؤ میرے ساتھ آؤ۔"

"نہیں ڈیڈی پلیز! میں انکل سے باتیں کروں گی کیوں انکل آپ مجھ سے باتیں کریں گے نا؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ بڑا سکون محسوس ہوا تھا اس بچی کی باتوں میں۔ انسان کے اس رُخ پر میں نے غور نہیں کیا تھا۔ چھوٹی سی عمر کی معصومیت سے ابھی تک میرا کوئی واسطہ نہیں پڑا تھا بھرے بھرے بدن کی مالک یہ بچی مجھے واقعی بہت پیاری لگی۔

"آپ اس جہاز پر کام کرتے ہیں نا؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"تب تو آپ اکثر سمندر میں رہتے ہوں گے؟"

"ظاہر ہے۔"

"جہاز ڈوبتے تو نہیں انکل؟"

"تمہارے ذہن میں یہ خیال بار بار کیوں آتا ہے کہ جہاز ڈوب جائے گا۔" میں نے سوال کیا اور لڑکی کسی سوچ میں گم ہو گئی۔ پھر بولی

"آپ کو بتا دوں انکل لیکن وعدہ کریں کہ کسی کو نہیں بتائیں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے، وعدہ کرتا ہوں کہ کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

"سینٹ پال میں میرے انکل رہتے ہیں انکل ڈوبینک، مجھے بہت اچھے لگتے ہیں وہاں میری دوست ریٹا اور اس کا بھائی چارلس بھی رہتے ہیں۔ یہ دونوں میرے بہترین دوست ہیں۔ پچھلی بار جب وہ ہمارے یہاں آئے تھے تو ان سے میری دوستی اور گہری ہو گئی تھی۔ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں ان کے پاس ضرور آؤں گی۔ اس بار جب میرے ڈیڈی اور ممی نے پروگرام بنایا تو میں بہت خوش ہوئی۔ پہلے ہوائی جہاز سے سفر کا ارادہ تھا لیکن پھر یہ طے کیا گیا کہ ایک مخصوص علاقے تک سمندری سفر کیا جائے اور اس کے بعد سیر و تفریح کرتے ہوئے ہم سینٹ پال پہنچیں گے۔ اس طرح ہم کئی ملک دیکھتے ہوئے جائیں گے لیکن روانہ ہونے سے صرف دو دن قبل میں نے خواب دیکھا میں نے دیکھا انکل کہ جس سمندری جہاز سے ہم سفر کر رہے ہیں اس میں آگ لگ گئی اور جہاز سمندر میں ڈوب گیا۔ اس کے بعد سے مجھے ہر وقت ڈر لگتا رہتا ہے۔ دراصل میرے اندر ایک خرابی ہے وہ یہ کہ جب بھی کوئی خواب دیکھتی ہوں وہ پورا ہو جاتا ہے اور سچ نکلتا ہے آپ یقین کریں انکل کہ اگر میں ممی اور ڈیڈی کو یہ خواب سنا دیتی تو وہ کبھی یہ سفر نہ کرتے چاہے کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جاتا۔" لڑکی نے کہا۔ اور میں حیرت سے اس کی دلچسپ گفتگو سنتا رہا۔

"تمہارے ممی اور ڈیڈی کو یہ بات معلوم ہے کہ تمہارے خواب سچے ہوتے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں اور وہ میرے خوابوں سے بہت خوفزدہ رہتے ہیں مگر میں انہیں خوفزدہ کرنے کے لیے شرارتیں کرتی رہتی ہوں مثلاً وہ کسی تفریحی پروگرام پر جاتے ہیں اور مجھے ساتھ لے جانے کا پروگرام نہیں ہوتا تو میں اپنی طرف سے کوئی خواب سنا دیتی ہوں بس پھر کیا مجال کہ وہ جائیں۔ ایسی ہی دوسری شرارتیں۔" وہ ہنس پڑی۔ میں بھی اس کی ہنسی میں شریک ہو گیا تھا۔

"آپ بھی خواب دیکھتے ہیں انکل؟"

"نہیں بیٹے، ہمیں خواب دیکھنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔"

"اوہ تو کیا آپ رات کو سوتے بھی نہیں؟"

"جہاز کی حفاظت جو کرنا ہوتی ہے اور اب تو بالکل نہیں سوئیں گے کیونکہ تم نے اپنا خواب جو سنا دیا ہے۔"

"تو آپ بھی خوفزدہ ہو گئے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"لیکن یقین کریں انکل میں نے آپ سے شرارت نہیں کی ہے میں نے واقعی ایسا خواب دیکھا ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"ٹینا! میرے ڈیڈی کا نام گراہم اور ممی کا شینی ہے اور آپ کا نام کیا ہے؟"

"گولڈ!" میں نے جواب دیا۔

"اوہ میرے خدا، آپ کا نام کتنا درست ہے آپ بہت خوبصورت ہیں انکل بالکل گولڈ کی مانند! آپ مجھے بہت پسند ہیں!"

"شکریہ ٹینا۔ دیکھو شاید تمہاری ممی تمہیں بلا رہی ہیں" میں نے خوبصورت عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا جو اشارے سے مجھ سے کہہ رہی تھی کہ لڑکی کو متوجہ کروں۔ ٹینا نے بھی اس طرف دیکھا اور پھر میری طرف رُخ کر کے بولی۔

"اوکے انکل۔ میں آپ کے پاس پھر آؤں گی۔ ہم دونوں دوستی کر لیں۔ میں آپ سے جہاز کے سفر کے بارے میں باتیں کیا کروں گی۔"

"ٹھیک ہے ہم دوست ہیں۔" میں نے کہا اور اس نے اپنا ننھا سا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے پیار سے اس کا ہاتھ تھاما اور وہ مجھے خدا حافظ کہہ کر اپنی ممی کی طرف چلی گئی۔ جاتے ہوئے ننھے سے وجود

کو میں نے پیار بھری نگاہوں سے دیکھا۔ بچے حسین اور خوبصورت بچے، اس سے قبل لاکھوں بار میرے سامنے آئے تھے لیکن میں نے اتنی گہری نگاہوں سے انہیں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ان کی ذات سے ان کی معصوم ذات سے کوئی کہانی وابستہ نہیں ہوتی۔ ان کا معصوم وجود نگاہوں کے قریب سے گزر جاتا ہے پس وہ قابلِ ذکر نہیں رہتے۔ میرے خیال میں ایسا کوئی بچہ نہیں ہے جو اب تک میری کسی کہانی کا کردار بن سکا ہو لیکن اس حسین شکل کی معصوم سی بچی نے میری داستانِ حیات میں اپنا کردار شامل کر دیا تھا اور میں نے اس کردار کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا۔

اس وقت جب میں نے اس دور کے لوگوں سے اپنے دل میں نفرت اور بیزاری کے سوا کچھ نہیں پایا تھا۔ یہ ننھی سی بچی میری توجہ کا مرکز بن گئی تھی میں نے اس کے معصوم خواب کے بارے میں سوچا اور اس وقت دیر تک اس پر غور کرتا رہا لیکن میرے نزدیک وہ ایک معصوم سے خوف کے سوا کچھ نہیں تھا۔ دوسری صبح میں حسبِ معمول اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ میری جسمانی ساخت اور مضبوطی کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایسے ہی کام میرے سپرد کیے جاتے تھے جو سخت محنت طلب ہوں میرے ساتھ کام کرنے والے بھی میری طرح مضبوط لوگ ہوتے تھے ان لوگوں نے کئی بار ڈیوٹی انچارج سے شکایت کی تھی کہ ان سے دوسروں کی نسبت زیادہ مشقت لی جاتی ہے لیکن میں نے ایسی کوئی شکایت کبھی نہیں کی تھی آج بھی ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آیا۔ چار آدمیوں کے سپرد ایک موٹی زنجیر کو ہٹانے کا کام کیا گیا تھا لیکن انہوں نے شاید انکار کر دیا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ڈیوٹی انچارج کے اور ان کے درمیان جھک جھک ہو رہی تھی۔ پھر وہ کام چھوڑ کر چلے گئے اور انچارج بے چارہ دیکھتا رہ گیا۔ میرے ساتھ جو لوگ کام کر رہے تھے وہ مسکرانے لگے۔ تب ڈیوٹی انچارج نے مجھے اشارہ کیا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا "یہ زنجیر یہاں سے ہٹانی ہے کیا تمہیں بھی اس میں اعتراض ہے؟"

"نہیں جناب!" میں نے جواب دیا میرے ساتھی وہاں سے کھسک گئے تھے۔

"تب تم یہاں رکو۔ میں دوسرے لوگوں کو لاتا ہوں۔"

"زنجیر کہاں پہنچانی ہے؟"

"اس کنارے پر لائف بوٹ کے نیچے۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ میں نے دوسروں کا انتظار فضول سمجھا اتنا سا کام تھا۔ اس وقت قطعی خود نمائی مقصود نہیں تھی۔ اب کسی خاص بات کا احساس نہیں رہا تھا اس لیے میں نے وزنی زنجیر اٹھائی اور اسے لائف بوٹ کے نیچے رکھ دیا۔ کوئی دقت ہی نہیں ہوئی تھی اس کے بعد میں دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

ڈیوٹی انچارج واپس آیا اس کے ساتھ تین خلاصی اور تھے لیکن نزدیک پہنچ کر وہ حیران رہ گیا "ارے زنجیر کس نے اٹھائی؟"

"میں نے وہاں رکھ دی جناب! آپ نے وہی جگہ بتائی تھی نا؟"

"تنہا؟" انچارج نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں زیادہ وزنی نہیں تھی!"

"مائی گاڈ۔ وہ زنجیر وزنی نہیں ہے۔ اور تم نے اسے تنہا اٹھا کر رکھ دیا۔ اس کا مطلب ہے تم بے پناہ طاقتور آدمی ہو میں تم سے بے حد خوش ہوں۔ کپتان سے کہہ کر تمہیں ملاحوں کے ساتھ لگوا دوں گا۔"

"شکریہ جناب!" میں نے لاپروائی سے کہا۔ دوسرے خلاصی بھی مجھے تعجب سے دیکھتے رہے تھے۔ انچارج چلا گیا۔ دوپہر کو چھٹی ہوئی کھانے کے بعد میں اپنی معصوم دوست کی تلاش میں نکل آیا اور جب وہ مجھے باہر نہیں نظر آئی تو میں اس کے کیبن پر پہنچ گیا۔ دستک دینے پر دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا اس لڑکی کا باپ تھا جو مجھے دیکھ کر خوش اخلاقی سے مسکرا دیا۔

"ہیلو جناب کیسے ہیں آپ؟" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔ اپنی دوست ٹینا سے ملنے آیا ہوں کیا آپ مجھے ٹینا سے ملنے کی اجازت دیں گے؟" میں نے پوچھا اور اس نے مسکرا کر گردن ہلاتے ہوئے مجھے اندر آنے کے لیے جگہ دے دی۔

"وہ تو صبح سے آپ کو جہاز کے مختلف حصوں میں تلاش کرتی پھری ہے اور آپ کے نہ ملنے سے اداس ہو گئی ہے۔" گراہم نے کہا۔

"کون ہے ڈیڈ۔" ٹینا نے بستر سے گردن اٹھا کر پوچھا اور مجھ پر نگاہ پڑتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی لیکن پھر اس نے چہرے پر ناراضگی کے آثار پیدا کر لیے "اب تمہاری صبح ہوئی ہے تمہیں پتہ ہے دیر سے جاگنے والوں کی صحت کتنی خراب ہو جاتی ہے؟" اس نے کہا اور ہم سب ہنس پڑے "کیوں؟ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"نہیں بیٹے لیکن تمہارے انکل تو بہت صبح جاگ جاتے ہیں ہماری تمہاری طرح وہ جہاز کے مسافر نہیں ہیں بلکہ اس پر کام کرتے ہیں!"

"پھر بھی میں ان سے ناراض ہوں یہ مجھے ملنے کیوں نہیں آئے؟"

"کل سے میں صبح اٹھ کر سب سے پہلے تم سے ملنے آؤں گا ٹینا وعدہ" میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

"تھینک یو انکل اس کے علاوہ مجھے آپ کا کیبن بھی نہیں معلوم میں نے بہت سی جگہوں پر آپ کو تلاش کیا تھا" میں ٹینا کے پاس بیٹھ گیا گراہم کی بیوی شینی نے مجھے چائے پیش کی تھوڑی دیر کے بعد ٹینا میرے ساتھ باہر نکل آئی اور میں اسے جہاز کے مختلف حصوں کی سیر کراتا رہا۔ وہ بہت خوش تھی میں بھی خوش تھا۔ پھر جہاز پر روشنی ہوئی تو میں ٹینا کو اس کے کیبن میں چھوڑ آیا۔ اس بے لوث اور بے غرض محبت کے بارے میں دیر تک سوچتا رہا تھا جہاز کا سفر ختم ہو جائے گا اور ٹینا کی منزل آ جائے گی معصوم لڑکی مجھ سے بچھڑنے کے بعد یقیناً مجھے یاد کرے گی۔

لیکن۔ یہ تو گردش لیل و نہار کا پرانا دستور ہے کونسی نئی بات ہے ہاں ٹینا کے اس مختصر ساتھ نے وقتی طور پر دلچسپیاں پیدا کر دی تھیں۔

اس کے جانے کے بعد بھی میں کافی دیر تک سمندر کی تاریکی میں نگاہیں جمائے کسی بے نام سی شے کو گھورتا رہا اور پھر اپنے کیبن کی طرف چل دیا۔

دوسرے خلاصی نیم غنودگی کے عالم میں اپنی اپنی جگہ پر لیٹے ہوئے تھے ان میں سے کچھ ایسے تھے جنہوں نے اپنی گنجائش سے زیادہ شراب پی لی تھی اور ان کا انداز بہکا بہکا تھا۔ میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور چت لیٹا کیبن کی چھت کو گھورتا رہا اس انداز میں نیم غنودگی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی اور پھر شاید میں سو گیا۔

سوئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً کسی وجہ سے آنکھ کھل گئی صحیح اندازہ نہیں لگا پایا تھا کہ آنکھ کھل جانے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے لیکن میرا ایک ساتھی بڑبڑاتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا وہ بستر سے گر پڑا تھا۔

"یہ کیسا جھٹکا ہے بخانے جہاز کو کیسا جھٹکا لگا ہے"۔ اس نے خوابیدہ سی آواز میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اسی وقت مجھے احساس ہوا جیسے کیبن کے باہر ہلکے ہلکے شور کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔

پھر یہ آوازیں واضح سے واضح تر ہوتی جا رہی تھیں تب میرے ایک ساتھی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"یہ شور کیسا ہے، یہ سب کیا ہے"۔ میں شور کی آوازیں سن کر اب ذہنی طور پر پوری طرح تیار ہو گیا تھا چنانچہ برق رفتاری سے میں کیبن کی جانب بڑھا اور جونہی میں نے کیبن کا دروازہ کھولا سرد ہواؤں کے جھونکے اندر آنے لگے اور میرے ساتھی زور سے چلائے۔

"دروازہ بند کرو۔ دروازہ بند کرو" لیکن باہر کا شور بھی بہت زیادہ ہو گیا تھا چنانچہ میں دروازے سے باہر نکل آیا۔

باہر نکل کر میں نے محسوس کیا کہ جہاز کی رفتار بے حد سست ہے اور اس کے انجن بھی خاموش ہیں۔ میں تاریک راہداری میں آگے دوڑ پڑا اور پھر شور مچانے چیخنے اور رونے کی ملی جلی آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئیں۔ لوگ بلند آواز سے چیخ رہے تھے۔

"آگ۔ آگ" اور اچانک ہی میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ میں سن ہو کر رہ گیا۔ مجھے ٹینا کا خواب یاد آیا۔ اس نے کہا تھا کہ اس کے خواب سچے ہوتے ہیں اور اس نے اس آگ کی نشاندہی کی تھی لیکن یہ کیسے ممکن ہے یہ کیسے ممکن ہے؟ میں نے سوچا لیکن اس وقت یہ ساری باتیں سوچنے کا موقع نہیں تھا۔ میں فوراً ہی آگے بڑھا۔ درجہ اول کی جانب سے آگ کے بڑے بڑے شعلے اور دھوئیں کے مرغولے اٹھتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ دروازوں کے کھلنے بند ہونے اور مسافروں کی بدحواسی میں دوڑنے کی آوازیں میرے کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھیں

چند منٹ تک میں پتھر کے بت کی مانند آگ کے شعلوں اور دھوئیں کو تکتا رہا۔ ٹینا کے الفاظ میرے ذہن میں بری طرح چبھ رہے تھے پھر میں بدحواس ہو کر آگے بھاگا لیکن اتنی دیر میں سارے جہاز میں آگ لگ چکی تھی اور ہر طرف سے لوگ پاگلوں کی طرح چیختے چلاتے بھاگے آ رہے تھے۔ ہر طرف غل غپاڑہ اور چیخ و پکار کا عالم تھا۔ اندھیرے میں لوگ ایک دوسرے سے ٹکراتے ٹھوکریں کھاتے اور گرتے سارے جہاز میں اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر بھاگے بھاگے پھر رہے تھے۔

میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص بچے کو کندھے پر بٹھائے میرے نزدیک سے گزرا بچہ آنکھیں بند کیے سو رہا تھا۔ یکایک بوڑھے کا پیر لڑکھڑایا اور بچہ دھڑام سے نیچے گر گیا بچے کی چیخ و پکار اور بوڑھے کی ہائے میرے کانوں کے پردے پھاڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ اس وقت نفسا نفسی کا ایسا عالم تھا کہ کسی نے بھی اسے اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ ایک لمحے کے لیے میں اسے سنبھالنے کے لیے پیچھے ہٹا ہی تھا کہ بہت سے آدمیوں کا ریلا آیا اور بوڑھا اس میں کچل کر رہ گیا۔ میں بھی کہیں کا کہیں جا نکلا تھا۔ ہر شخص ایک دوسرے سے گھبرا گھبرا کر پوچھ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے کیا بات ہے۔ کیا جہاز ڈوب رہا ہے؟ یا جہاز میں آگ لگ گئی ہے۔

میرے کانوں میں مختلف نسوانی اور مردانہ آوازیں گونج رہی تھیں لوگ اپنے اپنے ساتھیوں کو پکار رہے تھے اور ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔

ایسا خوفناک ماحول اور ایسا عجیب منظر تھا کہ میں اسے آج تک نہیں بھول سکا ہوں۔ عملے کے لوگ مسافروں سے بے نیاز آگ بجھانے میں مصروف تھے۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ یہ ذمے داری میری بھی ہے۔ چنانچہ میں بھی ان میں شامل ہو گیا لیکن تیز ہوا کے سامنے ہماری کوئی ترکیب کارگر ثابت نہ ہو رہی تھی۔ آگ کے شعلے لحظہ بہ لحظہ بلند تر ہوتے جا رہے تھے اور ان کی تپش بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

آگ جہاز کے درمیانی حصے میں لگی تھی اور رات کے اس حصے میں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سمندر کے سینے پر ایک بڑا الاؤ روشن کر دیا گیا ہو۔ آگ جس تیزی سے بڑھ رہی تھی مسافروں میں اسی قدر تیزی سے بے چینی بڑھ رہی تھی۔ اب ہر امتیاز مٹ چکا تھا اور سب ایک دوسرے سے گتھم گتھا ادھر ادھر بھاگ رہے تھے کسی کے ذہن میں کوئی مقصد نہیں تھا۔ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ یہاں آگ سے بچنے کے لیے کونسی پناہ گاہ ہے اور ان رونے والوں میں عورتوں اور بچوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

میں پریشانی کے عالم میں ایک جانب کھڑا ہو گیا حالانکہ دوسرے خلاصی اب بھی دوڑ دوڑ کر کام کر رہے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی ساری کوششیں احمقانہ ہیں اور جہاز کی آگ پر اس طرح کوئی قابو نہیں پایا جا سکتا تھا۔ خود میں بھی شدید بے بسی محسوس کر رہا تھا۔ آخر میں کتنے لوگوں

کو بچا سکتا تھا۔ دفعتاً مجھے اپنے کانوں میں ایک دلدوز چیخ سنائی دی ایک شخص خون میں لت پت کہیں سے آ کر میرے سامنے گر گیا تھا۔ میں نے جھک کر اسے اٹھایا اور ایک طرف لے گیا۔

"آہ، آہ، میں زخمی ہو گیا ہوں۔ مجھے بچا لو میں مرنا نہیں چاہتا"

لیکن اس سے قبل کہ میں کچھ کہتا بہت سے لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ میں دیوار سے جا ٹکا تھا لیکن زخمی ہونے والا ان کے پیروں کے نیچے غائب ہو گیا تھا۔

کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس وقت کسی کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں ایک طرف سمٹ گیا۔ لوگوں کے بے قابو ہجوم میں ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش بے سود تھی اور اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا لیکن آگ کس طرح لگی۔ یہ بات اس وقت کون بتاتا۔ جہاز کے مائیک پر بلند آواز میں اعلانات ہو رہے تھے۔ کپتان چیخ چیخ کر لوگوں کو پرسکون رہنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ لوگ عرشہ پر پہنچ جائیں منظم ہو جائیں اور اس کے بعد انہیں کشتیوں کے ذریعے سمندر میں اتار دیا جائے گا۔

لیکن کوئی اس آواز کی جانب توجہ نہیں دے رہا تھا۔ لوگ کشتیوں کی طرف دوڑ پڑے تھے، میں نے بھی عرشہ کا رخ کیا اور یہاں کے خوفناک مناظر دیکھنے لگا۔ بے چاری عورتیں بچوں کو کندھوں پر اٹھائے لوگوں کے ہجوم میں دھکے کھاتی پھر رہی تھیں بچے چیخ چیخ کر رو رہے تھے ان عورتوں کے ساتھ ان کے مرد بھی تھے جو انہیں ہجوم سے بچانے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح انہیں کشتیوں پر بٹھا دیں لیکن اوپر بندھی ہوئی کشتیوں میں عورتوں کا چڑھنا بھی مشکل تھا۔ وہ پھسل پھسل کر نیچے گر رہی تھیں اور زخمی ہو رہی تھیں اسی کوشش میں بہت سی عورتیں اور بچے سمندر میں بھی گر گئے تھے لیکن انہیں بچانے کی کوشش کون کرتا۔

یہ ترقی یافتہ انسان ہے جس نے زمین، فضا اور سمندر مسخر کر لیے ہیں۔ پھر ایک خوفناک منظر نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ مردوں اور عورتوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی کشتیوں کے رسے ٹوٹ گئے اور وہ سمندر میں جا گریں۔ فلک شگاف چیخوں سے قیامت کا منظر پیدا ہو گیا۔ میں بے اختیار لوہے کے کٹہرے کی طرف بڑھا اور نیچے جھانکنے لگا۔ لوگ سمندر میں غوطے کھا کر غرق ہو رہے تھے۔ سمندری مچھلیوں کے غول کے غول جہاز کے نزدیک جمع ہو گئے تھے اور برق رفتاری سے لپک لپک کر انسان کا شکار کر رہے تھے۔ ان میں بڑی بڑی شارک مچھلیاں بھی تھیں جو اپنے تیز دانتوں سے انسانی اعضا کو ان کے جسموں سے علیحدہ کر کے منہ میں دبائے دوڑ جاتی تھیں اور انہیں معدے میں اتار کر پھر واپس آ جاتی تھیں۔ میں نے بڑے بڑے خوفناک مناظر دیکھے تھے لیکن انسانی زندگی کی یہ بے بسی اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔

دوسری طرف آگ کے شعلے تیزی سے پورے جہاز پر پھیلتے جا رہے تھے اور جہاز کا عملہ اب خود اپنی جان بچانے میں مصروف ہو گیا تھا اسے یقین ہو گیا تھا کہ اب جہاز کی آگ پر قابو پانا ناممکن ہے اس لیے وہ سرد پڑ گئے تھے زندگی کسے عزیز نہیں ہوتی انہیں اپنی جان بچانے کی فکر بھی تھی۔

آگ اب غالباً جہاز کے انجن روم تک پہنچ چکی تھی پہلا خوفناک دھماکہ ہوا اور جہاز کسی پتے کی طرح لرز گیا۔ عرشہ پر کھڑے بے شمار لوگ سمندر میں جا گرے۔ چیخوں کی آوازیں اور بڑھ گئیں۔ "ان میں سے کوئی اس آگ سے نہیں بچ سکے گا" میں نے آگ کے اس عظیم الشان الاؤ کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر دفعتاً میرے ذہن میں ایک برق سی کوندی۔ ٹینا میری دوست میرے ذہن میں ہیجان برپا ہو گیا۔ یہ سب میرے دشمن نہیں تھے لیکن میں ان میں سے کس کس کو بچا سکتا تھا لیکن ٹینا دوسرے لمحے میرے بدن میں بجلیاں بھر گئیں اور میرے حلق سے ایک بے اختیار آواز نکلی "ٹینا"

اور پھر میں دیوانوں کی مانند لوگوں کے ہجوم کو اپنے طاقتور ہاتھوں سے دھکیلتا ہوا اس طرف بھاگا جہاں اس کا کیبن تھا کیبنوں کے سامنے آگ کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا لیکن بھلا آگ کی پروا کسے تھی۔ میں اس میں گزر کر دوسری طرف پہنچ گیا اور ٹینا کا کیبن تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔

میں کیبن میں گھس گیا اور بے چین نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر میرا دل دھک سے ہو گیا۔ گراہم اور اس کی بیوی شیلی موجود نہیں تھی لیکن ٹینا بستر پر پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی آگ کی تپش یہاں بھی شدید تھی اور ٹینا کے چہرے پر خوف کے آثار منجمد تھے۔

دوسرے لمحے میں اس کے قریب پہنچ گیا اور ٹینا نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا "انکل!" وہ سرگوشی کے انداز میں بولی "آگ لگ گئی نا!" اس وقت مجھے اس کے معصوم انداز پر بے اختیار پیار آ گیا۔

"تمہارا انکل موجود ہے بیٹے تم کیوں فکر کرتی ہو۔" میں نے کہا۔ اور چاروں طرف دیکھنے لگا میرا موٹا لباس آگ سے بچ گیا تھا لیکن ٹینا کا لباس نہیں بچ سکتا تھا کیونکہ اسے آگ کے سمندر سے گزرنا تھا اس لیے اس کے لیے کوئی انتظام ضروری تھا۔

گراہم کا سامان موجود تھا اور ابھی تک آگ سے محفوظ تھا چنانچہ میں نے اس کا ایک سوٹ کیس توڑ لیا اور اس میں سے بہت سے کپڑے نکال لیے۔ پھر باتھ روم میں جا کر میں نے پانی کے نل کھولے اور ان سارے کپڑوں کو پانی میں پوری طرح بھگو لیا۔ اس کے بعد میں نے یہ سارے کپڑے ٹینا کے بدن کے گرد لپیٹ دیے۔ اس کا سر اور چہرہ خوب اچھی طرح ڈھک لیا۔ ٹینا اپنی معصوم آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ جب میں نے اس کا منہ چھپایا تو اس نے کلبلانے کی کوشش کی۔

"انکل آپ میرا منہ کیوں ڈھک رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"بس ایک ساعت کے لیے ٹینا" میں نے کہا۔ اسی وقت ایک
خوفناک دھماکہ ہوا اور میں نے بمشکل خود کو گرنے سے بچایا۔ اس کے بعد
میں کیبن سے باہر نکل آیا۔ آگ اب پورے جہاز کو لپیٹ میں لے چکی تھی
میں اترنے لگا۔ ٹینا کو زیادہ دیر تک نہیں بچا سکتا تھا۔ تب میں عرشہ
پر آگیا۔ لاتعداد کشتیاں انسانوں کو لیے کر جہاز سے دور ہو چکی تھیں لیکن
اب بھی جہاز پر بیشمار لوگ موجود تھے جو دردناک آوازوں سے چیخ
رہے تھے۔

کوئی کشتی نہیں بچی تھی لیکن ٹینا کی زندگی کے لیے بہت کچھ
ضروری تھا۔ میں نے ٹینا کا چہرہ کھول دیا اور وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔
مجھے اس کے والدین پر حیرت تھی۔ انہوں نے اپنی جان بچانے کی کوشش کی
تھی اور اسے چھوڑ گئے تھے۔

بہرحال میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں اور پھر
جہاز کا ایک حصہ میری نگاہوں کا مرکز بن گیا۔ زینہ تھا جو نیچے انجن روم
کی طرف جاتا تھا۔ اس پر ایک سفید مضبوط کٹہرہ بنا ہوا تھا جس کی چوڑائی
ساڑھے چار فٹ سے کم نہیں ہوگی۔ آگ ابھی یہاں تک نہیں پہنچی تھی چنانچہ
میں ٹینا کو لیے ہوئے اس جگہ پہنچ گیا اور پھر اسے نیچے اتار دیا۔

"اب کیا کریں انکل؟" ٹینا نے نہایت اطمینان سے پوچھا۔ اس
معصوم بچی کو نہیں معلوم تھا کہ صورت حال کس قدر خوفناک ہے اور وہ
زندگی اور موت کے کونسے موڑ پر کھڑی ہوئی ہے۔

بہرصورت میں اسے بچانے کا تہیہ کر چکا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے
تختے پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے اور پھر پیچھے ہٹ کر ایک زوردار لات اس
میں رسید کی۔ انتہائی مضبوطی سے بنا ہوا یہ تختہ میرے پہلے وار میں نہیں
اکھڑا تھا لیکن بھلا یہ کیسے ممکن تھا۔ میں نے دوبارہ پوری قوت سے اس کو
پکڑ کر ایک زوردار پاؤں کی ضرب اسے لگائی اور تختہ اپنی جگہ سے اکھڑ گیا
میں نے اس لمبے شہتیر کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑ کر اٹھا لیا اور ٹینا تعجب
سے مجھے دیکھتی رہی۔

"کمال ہے انکل آپ۔ آپ تو بے حد طاقتور ہیں" اس نے پُرمسرت
آواز میں کہا اور مجھے اس وقت اس کی اس معصوم بات پر ہنسی آگئی۔
بہرصورت میں نے تختہ بغل میں دبایا اور اسے لے کر جہاز کے ایک ایسے حصے
کی جانب چل پڑا جس طرف لوگوں کا ہجوم کم تھا۔ ٹینا میرے ساتھ تھی۔

تب میں نے عرشے کے نزدیک پہنچ کر نیچے جھانکا۔ سمندر خاصی
گہرائی میں تھا تاہم میں نے تختہ اس میں اچھال دیا۔ ویسے مجھے خطرہ تھا
کہ کہیں دوسرے لوگ اسے نہ پکڑ لیں لیکن جب تک لوگوں نے اس جانب
توجہ کی میں سمندر میں کود چکا تھا۔ ٹینا کی دہشت زدہ چیخ سنائی دی لیکن
دوسرے ہی لمحے میں تختے پر پاؤں جمانے میں کامیاب ہو گیا۔ تختہ پانی کی
گہرائی میں گیا تھا لیکن پھر ابھر آیا اور اس کے بعد میں ٹینا کو لے کر اس
پر بیٹھ گیا۔ میری خواہش تھی ایک اور فرد یہاں پہنچ جائے تاکہ میں اس
کی جان بھی بچا سکوں لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ اب عرشے کے جلتے ہوئے
ٹکڑے سمندر میں گر رہے تھے اور اس طرف بھی کوئی جلتا ہوا شہتیر نیچے گر
سکتا تھا چنانچہ میں نے پاؤں کے زور سے تختے کو آگے بڑھانا شروع کر دیا
اور تختہ جہاز سے دور ہونے لگا۔ جہاز ہمارے نزدیک ہی تھا لیکن میری
کوشش سے فاصلہ پیدا ہوتا جا رہا تھا۔

میں مسلسل کوشش کر رہا تھا کہ کسی بھی طور جہاز سے جلد از جلد دور
نکل جایا جائے۔ جہاز میں اب خوفناک دھماکے ہو رہے تھے اور ہر دھماکے
کے ساتھ آگ کا ایک گولہ سا اٹھتا اور آسمان کی جانب پرواز کر جاتا یقینی
طور پر قرب و جوار کے لوگ نہیں بچ سکیں گے۔ میں نے سوچا لیکن میں
ان میں سے کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ٹینا اپنی دوست کو بچا لانے کی
مجھے بے حد خوشی تھی اور ہم جہاز سے دور سے دور تر ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے یقین
تھا کہ جہاز تھوڑی دیر کے بعد غرق ہو جائے گا۔ اور اس کے غرق ہونے سے
سمندر میں جو بھنور پیدا ہوگا وہ انتہائی خوفناک ہوگا۔ اس لیے میں جلد
سے جلد دور نکل جانے کا خواہشمند تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میری ان
تھک جدوجہد مجھے اس کام میں کامیابی دلانے میں کامیاب ہو گئی میں
جہاز سے کافی دور سے نکل آیا تھا۔

جلتا ہوا جہاز ایک خوفناک آگ کے مرغولے کی مانند نظر آ رہا تھا
اور پھر شاید وہ سمندر میں بیٹھنے لگا۔ تاہم ایسی گہرائی میں پہنچ گئے جہاں
سے وہ مکمل طور پر نظر نہیں آ سکتا تھا۔

ٹینا سہمی ہوئی تختے پر بیٹھی تھی اور لہریں تختے کو دور سے دور تر
لیے جا رہی تھیں، گویا سمندر کی خوفناک زندگی کا آغاز ہو گیا تھا اور یہ
زندگی پروفیسر! تم خود جانتے ہو میرے لیے ذرا بھی خوفناک نہیں تھی۔
مجھے تو تختے کی ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ سمندر کا پانی ہمیشہ سے میرا دوست
میرا ہمدم رہا ہے لیکن ٹینا اسی فانی دنیا کی ایک انسان تھی اور سمندر سے
بچنے کے لیے اسے تختے کی ضرورت تھی۔

ٹینا کسی سہمی ہوئی ہرنی کی طرح میرے ساتھ چمٹ گئی تھی۔ مجھے
اس بچی پر بے پناہ پیار آ رہا تھا اور پروفیسر! اس دنیا کی خود غرضی ایک
بار پھر ٹینا کی شکل میں میری نگاہوں کے سامنے تھی پھر وہ تختے کے ایک
حصے پر لیٹ گئی۔

جہاز نگاہوں سے بالکل معدوم ہو گیا۔ ٹینا خاموش پڑی آسمان کو
دیکھنے لگی تھی۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں چمک نظر آ رہی
تھی۔ اس کے باوجود وہ کافی سہمی ہوئی تھی۔ دفعتاً وہ چونک کر کچھ بولی اور
میں اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"لیکن انکل ممی اور میرے ڈیڈی" اس نے کہا اور میں رحم کی نگاہوں
سے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہارے ممی اور تمہارے ڈیڈی کہاں گئے تھے اس وقت جب تم
کیبن میں موجود تھیں؟"

"مجھے نہیں معلوم انکل! میں تو سو رہی تھی۔" اس نے جواب دیا۔ اور میرے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹینا! جہاز میں آگ لگ گئی تھی!"

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا انکل لیکن صرف آپ سے کاش میں یہ سب کچھ نہ دیکھتی ورنہ ممی اور ڈیڈی سے بھی یہ بات کہہ دیتی لیکن اب کیا کیا جائے۔"

"اس وقت جب جہاز میں آگ لگی تھی ٹینا تو تمہارے ممی اور ڈیڈی نے تمہیں بچانے کی کوشش نہیں کی تھی۔" میں نے کہا۔

"ہاں مجھے تعجب ہے وہ دونوں مجھے چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لیے نکل گئے۔"

"ہاں ٹینا اب تمہیں چاہیئے کہ انہیں یاد مت کرو۔"

"نہیں کروں گی انکل وہ بہت برے تھے۔" ٹینا نے معصومیت سے جواب دیا۔ اور رو پڑی۔ مجھے اس پر رحم آ رہا تھا۔

روتی ہوئی ٹینا کو خاموش کرانے کے لیے میں نے بہت سی باتیں کیں لیکن وہ سسکیاں لیتی رہی اور پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں غنودگی رینگ آئی۔

ایک معصوم ذمے داری۔ انوکھی ہے یہ انسانوں کی زمین پروفیسر! میں نے جس سنگدلی سے خود کو اس حادثے سے بے تعلق رکھا تھا وہ اس دنیا سے نفرت کا مظہر تھی۔ اتنے سارے انسانوں کے لیے تو میں کچھ نہیں کر سکتا تھا لیکن اگر بس تھوڑی سی جدوجہد کرتا تو بہر حال ان میں سے بہت سوں کی جان بچا سکتا تھا۔ لیکن یہ بہت سے خود مختار تھے۔ اپنی دنیا کے فرعون تھے اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ پھر وہ اپنی بے بسی کیوں نہیں دور کرتے

لیکن انسان کی یہ عمر یہ معصومیت۔ اس عمر میں وہ فرعون نہیں ہوتا۔ یہ لڑکی اب بہر طور میری ذمے داری تھی اور سمندر کے ایک مہیب ماحول سے نکال کر مجھے اسے کسی ایسی جگہ پہنچانا تھا جہاں اس کے اپنے لوگ ہوں۔

اپنے لوگ صرف ایک تصور ہے اس کے والدین بھی اس کے اپنے نہیں تھے اپنی جان بچانے نکل گئے اور اس کی معصومیت بھول گئے جل کر راکھ ہو جاتی۔ رو دھو لیتے خاموش ہو جاتے بھول جاتے خود انہوں نے اس کے لیے کیا کیا۔ گو خود شکار ہو گئے۔ میں نے گردن جھٹکی اور آسمان کی جانب دیکھنے لگا۔ بادل چھائے ہوئے تھے اس لیے ستاروں کے ساتھ شب بسری بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے تختے کا جائزہ لیا۔ سمندر پر اطمینان سے تیر رہا تھا اور پانی کے ہچکولوں سے ٹینا کا بدن بھی ہل رہا تھا۔

تب میں نے ان کپڑوں کا جائزہ لیا جن میں لپیٹ کر اسے آگ سے نکال کر لایا تھا۔ اس وقت یہ کپڑے بہت غنیمت معلوم ہوئے اور میں انہیں کریدنے لگا۔ پھر موٹی اور لمبی پٹیاں پھاڑ کر میں نے اس طرح تختے کے دونوں جانب کسیں کہ ان کی روک بن سکے اور ٹینا کسی ہچکولے سے سمندر میں نہ گر پڑے اس کام سے فارغ ہو کر میں اطمینان سے تختے پر بیٹھ گیا۔ سمندر پرسکون تھا ہوا البتہ سرد چل رہی تھی اور بے حد بھلی لگ رہی تھی لیکن ٹینا کا کمزور بدن اس سردی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے باقی کپڑوں سے اس کا بدن ڈھک دیا اور وہ اس وقت تک بے خبر سوتی رہی جب تک سورج کی کرنیں اس کے بدن میں نہ چبھنے لگیں۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور متوحش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتی رہی۔ پھر زور سے چیخ ماری "ممی۔" اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

میں اس کے نزدیک ہی تھا چنانچہ میں نے اس کا شانہ پکڑ لیا۔ "ٹینا۔" اور اس نے میری طرف سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔

"انکل!" وہ مجھ سے چمٹ گئی غالباً اسے گزرے ہوئے واقعات یاد آ گئے تھے۔

"تمہیں انہیں بھولنا ہو گا۔"

"مگر انکل اب ہم کیا کریں گے؟"

"اس تختے پر سفر کرتے ہوئے بالآخر کہیں پہنچ جائیں گے میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا ٹینا۔ پھر ہم کوشش کریں گے کہ کسی ایسی جگہ پہنچ جائیں۔ ارے ہاں تم نے کونسی جگہ بتائی تھی ٹینا جہاں تم جا رہی تھیں؟"

"سینٹ پال۔" وہ جلدی سے بولی۔

"ٹھیک ہے ہم وہیں چلیں گے میں تمہیں تمہارے عزیزوں کے پاس پہنچا دوں گا۔"

"شکریہ انکل مگر مجھے ممی اور ڈیڈی بہت یاد آئیں گے۔" اس کی آنکھوں سے پھر آنسو نکل پڑے۔

"تھوڑے دن تک ایسا ہو گا ٹینا پھر تمہارا دل تمہارے دوستوں میں بہل جائے گا۔"

"ہاں ریٹا اور چارلس بڑے اچھے دوست ہیں۔" وہ روتے روتے مسکرا دی اور میں نے رخ دوسری طرف بدل لیا۔ مجھے سخت ذہنی کوفت ہوتی تھی!

سمندری سفر جاری رہا۔ میں نہیں جانتا تھا ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ کوئی زمین ملے گی بھی یا نہیں بہت سے مسائل کھڑے ہو گئے تھے۔ ٹینا کی زندگی کے لیے بہت سی چیزیں ضروری تھیں اور یہاں کچھ بھی نہیں تھا پھر سورج چھپ گیا اور بادلوں نے آسمان ڈھک لیا۔ اس طرح دھوپ کی تپش سے نجات مل گئی لیکن ٹینا کو اب بھوک لگنے لگی تھی وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی لیکن معصوم ٹینا نے مجھ سے بھوک کی شکایت نہیں کی تھی میں دیر تک سوچتا رہا اس وقت میں سمندری مچھلیوں کے علاوہ اسے کچھ اور نہیں پیش کر سکتا تھا۔ مچھلیوں کو تو میں قعر کی گہرائیوں سے بھی نکال کر لا سکتا تھا۔

لیکن جدید دور کی پروردہ اس لڑکی کے حلق سے کچا گوشت نہیں اتر سکتا تھا اس کے لیے کیا کروں ظاہر ہے گوشت بھوننے کا میرے پاس

کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ تب میں نے مسکراتی نگاہوں سے ٹینا کی طرف دیکھا۔
اور بولا "ٹینا۔ تم بڑی خاموش لڑکی ہو تم نے کبھی کہانیاں سنیں اور پڑھی ہیں ؟"

"بے شمار۔" اس نے جواب دیا۔

"تب مجھے کوئی کہانی سناؤ، کیا تمہیں وہ کہانی یاد ہے جس میں ایک ننھی جل پری اپنے والدین سے ناراض ہو کر سطح سمندر پر آگئی تھی اور پھر اس نے ایک طویل عرصہ وہیں گزارا۔"

"نہیں انکل، میں نے وہ کہانی نہیں سنی" میری اس بات سے ٹینا کی آنکھوں کی چمک واپس آگئی۔

"آہ، بڑی دلچسپ کہانی ہے۔ ننھی جل پری اپنے والدین سے سخت ناراض ہو گئی تھی اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سمندر کے نیچے کبھی نہیں جائے گی۔"

"خوب۔ پھر ؟" ٹینا نے پوچھا۔

"بس۔ وہ لکڑی کی ایک چھوٹی سی بدنما کشتی میں بیٹھ کر سمندر کے سینے پر سفر کرتی رہی اس کے ساتھ اس کا مضبوط ساتھی ہوفا بھی تھا۔"

"کیا وہ آپ کی طرح مضبوط تھا انکل ؟" ٹینا نے پوچھا۔

"ہاں یہی سمجھ لو۔ اور ٹینا جل پری بالکل تمہاری طرح تھی۔"

"کمال ہے پھر کیا ہوا انکل ؟"

"بس جل پری کی جب صبح کو آنکھ کھلی تو اسے سخت بھوک لگ رہی تھی وہ بھوک سے رونے لگی۔ تب اس کے ساتھی ہوفا نے پوچھا۔

"ننھی جل پری کیا بات ہے ؟"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے ہوفا!" جل پری روتی ہوئی بولی اور ٹینا بے اختیار ہنس پڑی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا اور مسکرا کر بولا۔

"واہ ٹینا وہ بیچاری بھوک سے رو رہی تھی اور تم ہنس رہی ہو۔"

"یہی تو مزے کی بات ہے انکل گولڈا! جل پری بھوک سے رو رہی تھی اور میں بھوک سے ہنس رہی ہوں کیسی دلچسپ بات ہے۔"

"بات تو واقعی دلچسپ ہے ٹینا لیکن کیوں نہ ہم جل پری کا کھیل کھیلیں۔"

"کھیلئے۔" ٹینا نے بے حد دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"تب تم بھوک سے روؤ۔" میں نے کہا اور ٹینا آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر مصنوعی انداز میں منہ بسورنے لگی اور پھر مجھے دیکھ کر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ معصوم دل ذرا سی دیر میں سب کچھ بھول گیا تھا۔

"ہنسنے کی نہیں ہو رہی تھی۔ کہانی اس وقت آگے بڑھے گی جب تم روؤ گی ورنہ کھیل ادھورا رہ جائے گا۔" میں نے بچوں کے سے انداز میں کہا

"پلیز انکل تھوڑی سی آگے بڑھا دیں پھر کیا ہوا!"

جب جل پری رونے لگی تو اس کے ساتھی ہوفا نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور اپنے ہاتھوں میں مچھلیاں پکڑ کر لے آیا۔ اس نے جل پری کو مچھلی کا گوشت پیش کیا اور جل پری روتے روتے ہنس پڑی۔ اس نے بڑے مزے سے مچھلی کا کچا گوشت کھایا اور پیٹ بھر لیا۔

"کچا گوشت کھایا اس نے ؟"

"ہاں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے ؟"

"لیکن کچا گوشت انکل ؟"

"گوشت کو بھون کر تو اسے خراب کر لیا جاتا ہے جو لطف کچا گوشت کھانے میں ہے وہ بھنے ہوئے گوشت میں کہاں۔ ہم سمندر میں رہنے والے تو ہمیشہ کچی مچھلیاں کھاتے ہیں پہلے ذرا سی بدمزہ لگتی ہے اور پھر دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ کچی مچھلیاں کھاتے رہو۔"

"اوہ انکل میں نے کچی مچھلیاں کبھی نہیں کھائیں۔"

"جل پری کا کھیل شروع کرو میں ہوفا کی طرح تمہارے لیے کچی مچھلیاں سمندر سے نکال لاؤں گا۔" میں نے نفسیاتی طور پر لڑکی کو کچا گوشت کھانے کے لیے تیار کر لیا تھا وہ نیم رضامند نظر آنے لگی۔

"لیکن انکل کیا آپ جل پری کے دوست کی طرح سمندر سے مچھلیاں نکال سکتے ہیں ؟"

"کیوں نہیں تم مجھے حکم دو ننھی جل پری کہ جاؤ ہوفا سمندر سے مچھلیاں نکال کر لاؤ۔"

"ہوفا میں بھوکی ہوں مجھے سمندر سے مچھلیاں نکال کر کھلاؤ!"
ٹینا نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے قمیص اتار کر سمندر میں چھلانگ لگا دی اور سمندر کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا۔ میری آنکھیں تیزی سے سمندر میں مچھلیاں تلاش کر رہی تھیں۔ تب میں نے مچھلیوں کے ایک غول کو دیکھا اور برق کی طرح ان پر کوندا۔ میں نے دو بڑی مچھلیاں ہاتھوں میں پکڑیں اور اوپر بلند ہونے لگا۔ مچھلیاں میرے ہاتھوں میں سخت جدوجہد کر رہی تھیں لیکن میں انہیں لے کر تختے کے نزدیک پہنچ گیا۔

ٹینا خوشی سے اچھل پڑی تھی "واہ انکل آپ تو واقعی ہوفا کی طرح بہادر ہیں واقعی انکل بڑے تعجب کی بات ہے۔"

"بھئی کھیل خراب مت کرو۔ اب مجھے کہو کہ ہوفا مچھلیوں کا گوشت پیش کرو۔" میں نے کہا اور ٹینا نے میرے کہے ہوئے جملے دہرائے کچی مچھلی کا گوشت کھاتے ہوئے ٹینا کو کئی بار ابکائیاں آئیں لیکن میں نے خود بھی اس کے ساتھ کچی مچھلی کھائی اور بہرحال کسی نہ کسی طرح وہ اس کے معدے میں اتر ہی گئی۔ ٹینا ہولے ہولے منہ بناتی رہی تھی لیکن میری باتوں سے اس پر سے یہ اثر بھی زائل ہو گیا۔

بہرحال میں نے بڑا مسئلہ حل کر لیا تھا۔ رات کو وہ آرام سے سو گئی اور میں اس کے نزدیک ہی تختے پر لیٹ گیا لیکن بہرحال میں اس کے لیے پریشان تھا۔ پانی کا معاملہ بگڑ رہا تھا اگر بارش بھی ہو گئی تب بھی کوئی فائدہ نہیں تھا پانی کا ذخیرہ تو کیا ہی نہیں جا سکتا تھا گو مچھلی کے گوشت میں کافی نمی ہوتی ہے اور وہ کسی حد تک پانی کی ضرورت بھی پوری

کر دیتی ہے لیکن پانی پھر بھی ضروری تھا۔

رات بھر تیز ہوائیں چلتی رہیں اور تختے کا سفر کافی تیز رفتار رہا۔ میں نے ٹینا کو یخ بستہ ہواؤں سے بچانے کے لیے اپنا اوپری لباس اس پر ڈال دیا تھا اور رات بھر اس کی نگرانی کرتا رہا تھا۔ صبح کو وہ بشاش تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی "ہوفا ہمارے لیے مچھلیاں لاؤ۔"

"ابھی لایا ننھی جل پری۔" میں نے کہا اور چند ساعت کے بعد پانی میں اتر گیا۔ سمندر سے مچھلیاں حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا چند ہی ساعت کے بعد میں مچھلیاں لے کر تختے پر پہنچ گیا۔ کل کی نسبت آج ٹینا نے مچھلیاں آرام سے کھائیں۔ پھر وہ مسکرانے لگی۔ اور پھر کسی خیال سے چونک پڑی۔

"انکل!" اس کی آواز میں ایک عجیب سے خوف کی لرزش تھی۔

"ہوں۔"

"رات کو میں نے پھر ایک خواب دیکھا ہے!"

"اوہ کیا خواب تھا؟"

"یہی جگہ تھی انکل لیکن پھر سمندر سے سیاہ رنگ کے ایک خطرناک جانور نے سر نکالا اور انکل سمندر کا پانی زور زور سے اچھلنے لگا۔ ہم دونوں سمندر میں گر پڑے لیکن انکل پھر ہم کسی زمین پر پہنچ گئے۔ درختوں والی زمین۔ بس انکل یہاں تک خواب دیکھا تھا۔"

"اور تمہارے خواب سچے ہوتے ہیں۔" میں نے پُرخیال لہجے میں کہا

"بس کیا بتاؤں انکل لیکن جہاز میں آگ ضرور لگ گئی تھی۔"

میں خاموش ہوگیا۔ میرے ذہن میں عجیب سے تاثرات تھے۔ بہرحال خوفزدہ ہونے کا تو کوئی تصور ہی نہیں تھا ہاں تھوڑا سا تردد ہوا تھا تو صرف ٹینا کی وجہ سے اس بچی سے میں واقعی محبت کرنے لگا تھا۔

پورا دن گزر گیا۔ اس کی دلچسپی کے لیے اس سے ہزاروں باتیں کی تھیں اور وہ دن بھر ہنسی خوشی رہی تھی۔ پھر رات ہوگئی آسمان صاف تھا۔ ستارے نکل آئے تھے۔ ٹینا بھی خلاف معمول جاگتی رہی تھی پھر سمندر پر چاندنی پھیل گئی اور ٹینا چمکدار لہروں کو دیکھنے لگی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

"میں تو خود کو واقعی جل پری سمجھنے لگی ہوں انکل!"

"تم ہو ہی جل پری۔"

"اور آپ ہوفا ہیں!"

"ہاں۔"

"نہیں آپ تو میرے پیارے سے انکل ہیں۔ ہوفا تو جل پری کا خادم تھا"

اس نے پیار بھری آواز میں کہا اور میرے گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اس کی نگاہیں چاند پر جمی تھیں لیکن اچانک مجھے سمندر میں کچھ ہلچل محسوس ہوئی اور میں چونک پڑا۔ ذہن کے پردے پر ایک احساس ضرور تھا ٹینا کے انوکھے خواب کا احساس۔ اگر جہاز میں آگ نہ لگتی تو میں اس بات کو کوئی اہمیت نہ دیتا۔ لیکن اس وقت۔

میں نے آہستہ سے ٹینا کو نیچے لٹایا اور سمندر میں دیکھنے لگا خطرے کا نشان زیادہ دور نہیں تھا۔ شارک کی دم سمندر میں کسی بادبان کی مانند اٹھی ہوئی تھی اور اس اٹھی ہوئی دم کی جسامت سے شارک کی جسامت کا پتہ چلتا تھا۔

دوسرے لمحے میں نے ٹینا کو ہوشیار کیا۔ "ٹینا سمندر کا سیاہ جانور آگیا ہے۔ تم یہ بندشیں مضبوطی سے پکڑ لو ننھی جل پری کے سامنے بھی ایسا ہی ایک عفریت آگیا تھا جسے ہوفا نے ہلاک کر دیا لیکن اس دوران جل پری نے بہادری سے اپنی حفاظت کی تھی۔"

"مگر انکل۔ وہ کیا ہے؟" ٹینا نے پوچھا اور میں نے سمندر میں چھلانگ لگادی۔ شارک کو میں تختے تک پہنچنے سے پہلے ہی روکنا چاہتا تھا خونخوار مچھلی جسامت میں اتنی بڑی تھی کہ مجھے سخت تعجب ہوا۔ شارک مچھلیاں عموماً اتنی بڑی نہیں ہوتیں۔ اس نے مجھے اپنی تیز آنکھوں سے دیکھ لیا تھا اور دوسرے لمحے اس نے اپنا وسیع منہ پھاڑ دیا۔ وہ میری جانب لپکی لیکن پروفیسر! میں شارک مچھلی کے لیے تر نوالہ نہیں تھا میں نے اس کے منہ کی گرفت سے بچ کر غوطہ لگایا اور اس کے منہ سے بچنے کی کوشش کی۔ مچھلی میرے بازوؤں کی گرفت سے پھسل رہی تھی اور اس نے اتنی لمبی چھلانگ لگائی تھی کہ دوسرے لمحے وہ میرے بازوؤں کی گرفت سے نکل گئی میں دوبارہ اس پر عقب سے حملہ آور ہوا تھا لیکن مچھلی نے منہ پھاڑ کر تختہ دانتوں میں دبا لیا۔ اس کے تیز آری جیسے دانت تختے کے کناروں پر مضبوطی سے بھنچ گئے اور ٹینا خوف سے چیخ پڑی۔ مچھلی نے تختے کو جنبش دی اور ٹینا نے بڑی مشکل سے خود کو سمندر میں گرنے سے روکا اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں لیکن میں بھی اب غصے سے دیوانہ ہوگیا تھا، چنانچہ میں اس کے منہ کے نزدیک پہنچ گیا پھر میں نے اپنی کلائی مچھلی کے منہ کے اس کھلے ہوئے حصے میں داخل کر دی جس کے اندر خلا تھا چونکہ اس کے [illegible] نیچے کے دانت تختے میں پھنسے ہوئے تھے اس لیے یہ خلا باقی رہ گیا تھا اور اس کے بعد میں نے بے پناہ قوت صرف کر کے اس کے منہ کو چیرنا شروع کر دیا۔ پروفیسر! طاقت کی جہاں تک بات ہے تو بس تو میں تمہیں دنیا کی کہانیاں سنا چکا ہوں۔ یہ مچھلی سمندر میں بلاشبہ بے پناہ طاقت رکھتی لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ اس کا مقابل بھی اس سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

میں نے آہستہ آہستہ دوسرا ہاتھ بھی مچھلی کے منہ میں داخل کر دیا۔ اور مچھلی نے جھنجھلاہٹ میں تختے کو الٹ پلٹ کرنا شروع کر دیا۔

بڑی خوفناک صورت حال تھی۔ میں صرف یہ چاہتا تھا کہ اسے تختے سے دور لے جاؤں تاکہ تختہ الٹ نہ جائے اور پھر میں مچھلی کے اوپر اور نیچے منہ کے اندرونی حصوں میں قوت آزمائی کرنے لگا۔ اور آہستہ آہستہ میں نے مچھلی کے دانتوں سے تختے کی گرفت ختم کر دی اور اس کے بعد میں اسے پیچھے دھکیل لایا تختہ الٹنے سے بچ گیا تھا لیکن ٹینا اس سے اس طرح لپٹی ہوئی تھی کہ اسے آسانی سے گرایا نہیں جاسکتا تھا میں مچھلی سے پوری طرح نبرد آزما تھا۔ مچھلی منہ بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور میں اپنی قوت صرف اس

بات میں صرف کر رہا تھا کہ اسے منہ نہ بند کرنے دوں، یہاں تک کہ اس کے دانتوں کو میں نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس کے تیز اور نوکیلے دانت تقریباً آٹھ انچ لمبے تھے۔ میں نے ان تیز دانتوں کو ہلانے کی کوشش کی اس کے بعد میں مچھلی کے منہ کو چیرنے لگا۔ خونخوار مچھلی مصیبت کا شکار ہوگئی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ اس کے ہلنے سے سمندر میں تلاطم پیدا ہورہا تھا اور میں ٹینا کو اس تلاطم سے بچانا چاہتا تھا۔ ٹینا بہت بہادری سے تختے سے چمٹی ہوئی تھی اس نے بہرصورت اپنے بچاؤ کا بہادری سے بندوبست کیا تھا۔ لیکن مچھلی کو ہلاک کرنے کے لیے میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ صرف ہاتھوں کی مدد سے اسے کوئی شدید نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا تھا اس سمندری مخلوق سے جدوجہد میں کافی وقت گزر گیا لیکن وہ زیر نہیں ہوئی تب اچانک مجھے جنون چڑھ گیا میں نے اس کے دو دانت پکڑ لیے دوسرے لمحے میں نے ان دانتوں کو خوفناک جھٹکے سے اکھاڑ دیا اور مچھلی کرب میں مبتلا ہوکر پیچھے ہٹی لیکن اب میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا تھا میں بھی برق کی طرح آگے بڑھا۔ اس کے تیز نوکیلے دانت میں نے گوشت کے ایک تودے سمیت اکھاڑ لیے تھے ان دو نوکیلے ہتھیاروں کو لے کر میں اس کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے سمندر میں غوطہ لگایا لیکن وہ اپنے سے زیادہ خوفناک عفریت کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ میں اس کی گردن پر سوار ہوگیا اور دوسرے لمحے میں نے اس کے دونوں دانت اس کی کھلی ہوئی بڑی بڑی آنکھوں میں اتار دیئے۔

مچھلی نے وہ حشر مچایا کہ دور دور تک سمندر کا پانی اچھلنے لگا۔ لیکن اس کے لیے یہ سزا کافی تھی۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اور وہ زیادہ سے زیادہ گہرائیوں میں اترتی چلی گئی۔ میں ٹینا کی طرف واپس چل پڑا تھا۔ لیکن ٹینا سخت خطرے میں تھی تختہ الٹ گیا تھا۔ میں نے بدحواس ہوکر تختے کے نیچے جاکر دیکھا ٹینا مضبوط بندشوں کو پکڑے ہوئے تھی دوسرے لمحے میں نے تختہ سیدھا کردیا اور اس کی دیکھ بھال کرنے لگا۔

ٹینا کے دانت سختی سے بھنچے ہوئے تھے اور آنکھیں بند تھیں، میں نے اس کا جائزہ لیا اور پھر اسے ہوش میں لانے لگا۔ بلاشبہ اس نے بہادری سے کام لیا تھا تختے سے چمٹے رہنا معمولی بات نہیں تھی تھوڑی دیر کے بعد وہ اعتدال پر آگئی۔

بہادر جل پری کے خادم ہوفانے بالآخر عفریت کو ہلاک کردیا۔ وہ خوفناک بلا بھی کیا یاد کرے گی کہ کس جل پری سے واسطہ پڑا تھا۔

"انکل" اس نے خوف سے میری گود میں منہ چھپا لیا اور میں اس کے گیلے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔ ٹینا سوگئی تھی لیکن میری ذہنی حالت عجیب تھی اس کا مطلب ہے کہ اب زمین بھی مل جائے گی یہ سچے خواب میری عقل سے باہر تھے۔ اب تو اس کا بخوبی تجربہ ہوچکا تھا جہاز میں آگ لگی شارک نے حملہ کیا تو اب زمین بھی مل جائے گی۔

یہ رات دن عجیب گزر رہے تھے پروفیسر، سمندر کی زندگی میرے لیے اجنبی نہیں تھی لیکن اس بار میرے ساتھ خوف سفر کر رہا تھا اور یہ خوف ٹینا کی وجہ سے تھا۔ اس سے قبل میں نے عورت کو اپنا ساتھی بنایا تھا اس کی حفاظت کے لیے سب کچھ کیا تھا لیکن اس سے میری دلچسپی قائم رہتی تھی اس کے ساتھ گزرنے والے لمحات کچھ خوشیوں کی تکمیل کرتے تھے لیکن اس بار صورت حال دوسری تھی۔ ٹینا کی معصوم باتوں نے مجھے لبھایا تھا اور اس بار ایک اور جذبے سے روشناس ہوا تھا میں اس بچی کے لیے سب کچھ کرنا چاہتا تھا۔

جب سورج نے سر ابھارا تو میں نے سمندر کے افق پر ایک بھوری لکیر دیکھی اور میری تیز نگاہوں نے بھانپ لیا کہ وہ زمین ہے۔ تاحدِ نگاہ پھیلی ہوئی لکیر واضح ہوتی جارہی تھی۔ ہوائیں اس تختے کو زمین کی جانب دھکیل رہی تھیں اور زمین تیزی سے واضح ہوتی جارہی تھی۔ ٹینا نے بھی زمین دیکھی اور خوشی کا اظہار کرنے لگی۔

"اس رات تو تم نے کوئی خواب نہیں دیکھا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں انکل، میں گہری نیند سوئی" اس نے جواب دیا اور میں خاموش ہوگیا تختے کا سفر جاری رہا اور اس وقت سورج آسمان کی چھت پر عین سر کے اوپر تھا جب تیز لہروں نے ہمیں خشکی پر دھکیل دیا لیکن سب سے پہلی چیز جو ہمیں وہاں نظر آئی وہ ایک لائف بوٹ تھی جو خشکی پر پڑی ہوئی تھی۔ میں خوش ہوگیا یقیناً یہ کوئی آباد جگہ ہے۔ میرے ذہن میں خیال آیا تھا۔ اور پھر میں ٹینا کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ تختے کو میں نے کھینچ کر خشکی پر ڈال لیا تھا چند لمحات کے بعد میں لائف بوٹ کے پاس پہنچ گیا۔ انتہائی بوسیدہ اور خستہ حالت میں تھی نچلے حصے میں گہری کائی لگی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ریت کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں میں نے اس کے قریب رک کر چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ دور دور تک ویرانی اور سناٹا تھا۔ بھورے ریت کے اختتام پر درختوں کے جھنڈ نظر آرہے تھے۔

تب میں نے اپنے خیال میں تھوڑی سی تبدیلی کی اگر یہ جزیرہ آباد بھی ہے تو کم از کم اس طرف آبادی نہیں ہے ممکن ہے درختوں کے دوسری طرف آبادی ہو لیکن وہاں کے رہنے والے اس ساحل پر نہیں آتے، ساحل قدموں کے نشانات سے پاک تھا یوں لگتا تھا جیسے طویل عرصہ سے یہاں انسانوں نے قدم نہ رکھا ہو یہ بوسیدہ لائف بوٹ اس بات کی نشان دہی ضرور کرتی تھی کہ کبھی کوئی یہاں آیا تھا لیکن حال میں نہیں اس کے علاوہ یہ بھی سوچا جاسکتا تھا کہ ممکن ہے خالی لائف بوٹ ہی کسی طرح بہتی ہوئی یہاں آنکلی ہو۔ جو کچھ بھی تھا مجھے کوئی پروا نہیں تھی۔ ٹینا تو اب میری ذمہ داری بن چکی تھی کوشش کروں گا کہ اسے کسی صحیح مقام پر پہنچا دوں۔

ٹینا بھی خاموش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی پھر اس نے میری طرف دیکھا اور میں خواہ مخواہ مسکرا دیا "تم پریشان تو نہیں ہو ٹینا؟"

"نہیں انکل لیکن یہ کیسی جگہ ہے؟"

"ایک خوبصورت اور سرسبز جزیرہ، آؤ میں تمہیں اس کی سیر کراؤں"

میں نے کہا اور ٹینا کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا۔

"نہیں انکل میں گر جاؤں گی۔ میں پیدل ہی چلوں گی" اس نے کہا اور میں نے ہنس کر اسے اتار دیا۔ یوں ہم دونوں درختوں کی جانب چل پڑے۔ گھنے درختوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا تھا ان کے درمیان اونچی اونچی گھاس اگی ہوئی تھی۔ بڑا ویران ماحول تھا جس میں اگر پرندوں کی آوازیں شامل نہ ہوتیں تو بڑا بھیانک لگتا۔

لیکن زندگی کی علامت پرندے، سمندر، اور درختوں پر پرواز کر کے خوراک تلاش کر رہے تھے اور ان کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی آواز زندگی کا احساس دلاتی تھیں۔ میں درختوں میں داخل ہو گیا اور تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگا۔ یہ سارا ماحول میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ زمین کی آج بھی وہی شکل تھی پروفیسر، جو صدیوں پہلے تھی۔ انسانی قدم جس جگہ پہنچے تھے وہاں انہوں نے کچھ سے کچھ کر لیا تھا لیکن جہاں ان کا گزر نہیں ہوا تھا وہاں آج بھی صدیوں پرانی تاریخ نظر آتی تھی اور میں وہی ماحول دوبارہ دیکھ رہا تھا۔

ٹینا البتہ اس ماحول سے خوفزدہ تھی اور سہمے ہوئے انداز میں یک جاتی تھی میری کوشش تھی کہ کسی طرح جلد از جلد ان درختوں کے دوسرے سرے کو تلاش کروں چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ٹینا کو دوبارہ کاندھے پر بٹھا لیا اور پھر میں ان درختوں کے درمیان دوڑنے لگا۔ مجھے اس میں مہارت تھی بس کسی جگہوں کا خیال رکھتا تھا جہاں میرے کندھوں پر بیٹھی ٹینا الجھ نہ جائے اور یہ سفر جو شاید ہم لوگ رات ہونے تک بھی طے نہیں کر سکتے تھے میں نے صرف چند گھنٹوں میں طے کر لیا بلاشبہ میں کسی تیز رفتار گھوڑے کی طرح بھاگ رہا تھا اور کبھی کبھی جب میں کوئی لمبی چھلانگ لگاتا تو ٹینا خوف سے چیخ پڑتی تھی۔

دوڑتے ہوئے میں نے جنگلی پھلوں کے درخت بھی دیکھے تھے اور یہ دیکھ کر خوشی ہوا تھا کہ یہاں ناریل کے درخت بھی کثرت سے موجود تھے اور دور دور تک پھیلے نظر آتے تھے۔ یہ درخت ناریل کے پھلوں سے لدے ہوئے تھے اس طرح پانی کا مسئلہ بھی بآسانی حل ہو سکتا تھا اور شکار۔ تو اس کا تو اب کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ درختوں کے درمیان میں نے ہرن، نیل گائے، جنگلی بکرے اور خرگوش وغیرہ بھی دیکھے تھے اور ان کے شکار کا وہ طریقہ مجھے آتا تھا جو دوسروں کو نہیں آتا ہوگا۔ یہ ساری چیزیں میں نے نگاہ میں رکھی تھیں

بالآخر درختوں کا دوسرا سرا نظر آیا۔ کنارے پر ناریل کے درختوں کی قطاریں موجود تھیں اور درختوں سے آگے دور تک گھاس پھیلی ہوئی تھی۔ درختوں کے دوسری جانب نیچے نیچے پہاڑی ٹیلوں کا سلسلہ نظر آ رہا تھا اور یہ سلسلہ خاصا وسیع و عریض تھا۔

خودرو جھاڑیاں بکثرت تھیں ویسے یہ احساس ہوتا تھا کہ یہاں بارش نہیں ہوتی ہوگی کیونکہ بارش کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ زمین سنگلاخ تھی اور یقیناً تپتی ہوگی۔ ان ساری چیزوں کا اندازہ میں نے لگا لیا تھا۔

لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ میں یہیں رک جاتا آگے بھی تو بڑھنا تھا۔ ہاں اس وقت عارضی قیام کی بے پناہ ضرورت تھی۔ ٹینا میرے شانے پر سفر کرتے کرتے تھک چکی ہوگی۔ یقینی طور پر دوڑتے ہوئے اس کے بدن کو جھٹکے بھی لگے ہوں گے اور پروفیسر مجھے اس بچی کا بڑا ہی خیال تھا میں بعض اوقات خود پر حیران ہونے لگتا تھا کہ میرے ذہن میں یہ جذبہ کہاں سے ابھر آیا تب میں نے ٹینا کو اپنے شانے سے نیچے اتار دیا۔ وہ اسی جگہ زمین پر بیٹھ گئی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"ہائے انکل آپ تو مجھے لے کر دوڑتے رہے ہیں میں اتنی تھک گئی ہوں تو آپ بیچارے کتنا تھک گئے ہوں گے" اس نے پیار بھرے انداز میں کہا اور مجھے اس انداز میں بڑا ہی لطف آیا۔ تب میں نے بھی پیار سے کہا۔

"تمہیں میری تھکن کا احساس ہے ٹینا؟"

"کیوں نہیں انکل آپ اتنے اچھے ہیں کہ بس میں کہہ نہیں سکتی میں جب بھی آپ کے بارے میں سوچتی ہوں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ آپ حالانکہ مجھے صرف جہاز پر ملے لیکن آپ کتنے اچھے ہیں اگر آپ میرا خیال نہ کرتے تو میں اسی کیبن میں آگ سے جل کر ہلاک ہو جاتی۔ مجھے کوئی بھی نہ بچاتا۔"

"اوہ ٹینا! تم ایسی باتیں مت سوچا کرو۔"

"نہیں انکل میں خود نہیں سوچتی۔ ہاں جب میرے ذہن میں یہ ساری باتیں آتی ہیں تو میں سوچتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ ہاں سنو! میں تھکتا نہیں ہوں۔ میں بہت مضبوط ہوں لہٰذا تم میری تھکن کی پرواہ مت کیا کرو۔"

"ہاں انکل آپ واقعی بہت مضبوط ہیں۔" ٹینا نے اعتراف کرنے والے انداز میں کہا اور پھر چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "انکل یہ تو بالکل کوئی پہاڑی علاقہ معلوم ہوتا ہے، ہم کہاں آ گئے ہیں؟"

"ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں ٹینا لیکن بہت جلد ہم معلوم کر لیں گے کہ ہم زمین کے کون سے حصے میں ہیں۔"

"لیکن کیسے انکل؟"

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے ٹینا کسی بھی جگہ کے بارے میں اندازہ اس جگہ کے محل وقوع اور آب و ہوا کے علاوہ دیگر عوامل سے لگایا جا سکتا ہے۔"

"واقعی انکل؟"

"ہاں ٹینا۔" میں نے جواب دیا اور ٹینا کو لے کر پہاڑی ٹیلوں کی جانب چل پڑا۔ گو فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا لیکن ٹینا چونکہ تھکی ہوئی تھی اس لیے میں آہستہ روی سے یہ سفر طے کر رہا تھا اور بالآخر تھوڑی دیر کے بعد ہم ٹیلوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا غار تلاش کر لوں جہاں ٹینا قیام کر سکے۔ پہاڑی ٹیلوں میں غار تو نظر نہیں آیا البتہ کچھ پہاڑیاں ایسی نظر آئیں جن کے کچھ حصے آگے کی جانب نکلے ہوئے تھے اور ایسی ہی ایک چھت کے نیچے

ہم دونوں بیٹھ گئے۔ میں ٹینا کی صورت دیکھنے لگا تھا۔ ٹینا کے باریک ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمہیں یقیناً بھوک لگ رہی ہوگی۔"

"ہاں انکل یہ بھوک بہت بری چیز ہوتی ہے۔"

"بہر صورت ٹینا آج تمہیں مچھلی کی بجائے کسی دوسرے جانور کا گوشت کھلاؤں گا اور وہ بھی تمہاری پسند کے مطابق یعنی آگ میں بھون کر۔"

"سچ انکل اب تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں ہمیشہ سے کچی مچھلیاں ہی کھاتی رہی ہوں لیکن آپ دوسرے جانور کا گوشت کہاں سے حاصل کریں گے؟"

"درختوں کے درمیان بھاگتے ہوئے تم نے بے شمار جانوروں کو دیکھا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے انکل لیکن آپ۔ آپ انہیں کیسے پکڑیں گے کیا آپ ان کا شکار کریں گے؟"

"ہاں ٹینا!"

"مگر کیسے! آپ کے پاس تو بندوق بھی نہیں ہے۔"

"دراصل ٹینا ہم مہذب دنیا میں نہیں ہیں میں نے تمہیں جنگلوں کی بہت سی کہانیاں سنائی ہیں کیا تم بھول گئیں؟"

"یاد ہیں انکل۔"

"میں نے بتایا تھا کہ جنگل میں رہنے والے کس طرح زندگی گزارتے ہیں۔"

"ہاں!"

"تو اب ہم بھی جنگل کے رہنے والے ہیں اور انہی کی طرح زندگی گزاریں گے اس لیے شکار کوئی مشکل بات نہیں ہے میں نے قرب و جوار میں نگاہیں دوڑائیں۔ بلاشبہ نوکیلے پتھر چاروں طرف بکھرے پڑے تھے اور یہی پتھر شکار کے کام آسکتے تھے۔ یہ سائے دار جگہ دھوپ سے بچنے کے لیے عمدہ تھی۔ بہرحال وقتی بات تھی۔ اس کے بعد آگے کا ماحول دیکھا جائے گا۔ چنانچہ میں اٹھ گیا۔

جنگل کے سرے پر بھی جانور نظر آجاتے تھے، میں نے اپنی پسند کے پتھر جمع کیے اور انہیں ایک جگہ ڈھیر کر لیا۔ اس کے بعد میں جانوروں کی تاک میں بیٹھ گیا۔ یہیں کام چل سکتا تھا تو پھر جنگل میں جانے کی کیا ضرورت تھی اور وہی ہوا۔ سیاہ رنگ کا ایک ہرن ایک ٹیلے کے عقب سے نکل کر اطمینان سے جنگل کی جانب جا رہا تھا میں نے ایک نوکیلا پتھر اٹھایا۔ ٹینا تعجب سے میری یہ کارروائی دیکھ رہی تھی۔

ہرن کو شبہ بھی نہیں تھا کہ وہ یہاں شکار ہو سکتا ہے لیکن جب اسے پتھر کی سنسناہٹ محسوس ہوئی تو دفعتاً اس نے چھلانگ لگائی لیکن دیر ہو چکی تھی۔ پتھر نے اس کے سر کے چیتھڑے اڑا دیئے اور وہ ایک لمحے میں زمین پر گر کر مر گیا۔ ٹینا خوشی سے چیخ پڑی اور پھر وہ دوڑتی ہوئی ہرن کے قریب پہنچ گئی۔

"ہائے انکل! بے چارہ مر گیا۔"

"ہمیں اس بے چارے کی ضرورت تھی ٹینا۔" میں نے ہرن کے پاؤں پکڑے اور اسے گھسیٹتا ہوا اپنی قیام گاہ پر لے آیا۔ یہاں لا کر میں نے اسے ایک طرف ڈال دیا اور اس کی کھال اتارنے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش کرتا رہا۔

پھر ٹینا حیرت سے میری وحشت خیزی دیکھتی رہی ہاتھوں کا یہ کمال اس نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ میں نے ہرن کی ایک ایک ہڈی توڑ کر رکھ دی اس کی کھال کھینچ لی اور اس کے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے کر دیئے اس کے بعد میں نے جنگل کے سرے پر خشک گھاس اور درختوں کی ٹہنیوں کو تلاش کر کے سائے میں دوسری جگہ جمع کر لیا اور پھر چقماق کے ذریعے ان میں آگ لگائی۔ تھوڑی دیر کے بعد لکڑیوں نے آگ پکڑ لی تو میں نے ہرن کا گوشت بھونا۔ اور پھر بھنا ہوا ایک ٹکڑا ٹینا کو پیش کیا۔ ٹینا نے وہ گوشت پوری دلچسپی سے کھایا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی تفریح گاہ میں آئی ہو۔

میں نے بھی گوشت کھایا اور پھر آگ کو اس طرح کر دیا کہ وہ روشن رہے اور بجھنے نہ پائے اور اس کے بعد ہم دونوں دیر تک ابتدائی دور کے انسانوں کی باتیں کرتے رہے، ٹینا میری کہانیاں بڑی دلچسپی سے سنتی تھی۔ اور درمیان میں معصومانہ انداز میں سوالات کرتی جاتی تھی۔

جوں جوں شام جھکتی گئی ماحول خنک ہوتا گیا حالانکہ دن میں اندازہ ہوتا تھا کہ یہاں صرف گرمی پڑتی ہوگی اور سردی کا نام بھی نہیں ہوگا لیکن سورج ڈوبنے کے بعد سے موسم یکسر بدل گیا اور ٹینا ہرے ہوئے کانپنے لگی۔ میں نے اس صورت حال کو دیکھ کر ایک بار پھر درختوں کے علاقے کا رخ کیا اور خشک ٹہنیاں اور گھاس کافی مقدار میں جمع کر لیں اس کے بعد آگ کھول کر اس میں چند موٹی ٹہنیاں ڈال دیں۔ آگ تیز ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد سردی کے اثرات زائل ہونے لگے۔

"سو جاؤں انکل؟" ٹینا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آرام سے، تمہارا انکل جاگ رہا ہے۔" میں نے کہا اور ٹینا نے پورے اعتماد سے آنکھیں بند کر لیں۔ آگ سے پیدا ہونے والی روشنی نے قریب کا تھوڑا سا ماحول روشن کر دیا تھا۔ سرخ روشنی میں ٹینا کا معصوم چہرہ تمتما رہا تھا۔ میں نے تاریک ماحول پر آخری نگاہ ڈالی اور پھر خود بھی کھسک کر لیٹ گیا۔ کافی دیر تک میرا ذہن خیالات میں ڈوبا رہا اور پھر آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔

آنکھیں بند ہونے سے قبل میں نے کسی درندے کے یہاں تک آنے کے امکان پر بھی غور کیا تھا اور سوچا تھا کہ اس دوران ہوشیار رہوں گا لیکن ہوشیار نہ رہ سکا۔ اور آنکھ اس وقت کھلی جب ٹینا کی گھٹی گھٹی چیخ ابھری۔ میں اچھل کر بیٹھ گیا لیکن اسی وقت ایک نوکدار چیز میری گردن سے

آ لگی۔ میں نے آگ کے سائے میں اپنے سامنے دو انسانی ٹانگیں محسوس کی تھیں موٹی موٹی اور برہنہ ٹانگیں۔ تب میں نے گردن اٹھائی۔

قوی ہیکل شخص اپنے ہاتھوں میں پکڑا ہوا ہتھیار میری گردن پر ٹکائے کھڑا چمکدار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا عجیب و غریب حلیے کا مالک تھا۔ بدن پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور ان چمکدار آنکھوں میں ایک عجیب سی وحشت تھی تاہم نہ تو اس کا رنگ سیاہ تھا اور نہ ہی وہ خدوخال سے کسی وحشی نسل کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔

میں نے نگاہیں گھمائیں اور ٹینا کی جانب دیکھا ٹینا کے گرد بھی ویسے ہی تین آدمی کھڑے تھے اور ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے۔ ان کے بدن پر لباس نما چیتھڑے جھول رہے تھے ان میں سے بعض کے بدن بالکل برہنہ تھے یعنی چیتھڑے ایسی شکل اختیار کر گئے تھے کہ ان سے ستر پوشی کا کام بھی نہیں لیا جاسکتا تھا بس اگر انہیں لباس کہہ دیا جاتا تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ ان کی تعداد بارہ تیرہ کے قریب ہے اور یقیناً ٹینا انہی کو دیکھ کر چیخی تھی۔ تب میں نے اپنی گردن پر رکھے ہوئے نیزے پر ہاتھ رکھا اور اس شخص نے نیزے کی نوک کا دباؤ میری گردن پر کچھ اور بڑھا دیا۔ میں نے اسے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"یہ ہتھیار میری گردن سے ہٹا لو میں تم سے جنگ نہیں کر رہا۔"

لیکن اس شخص نے شاید میری بات یا تو سنی نہیں تھی یا پھر سمجھا ہی نہیں تھا میں نے دنیا میں رہنے والے مختلف انسانوں کی زبان میں یہ جملے دہرائے اور جب ان میں سے کسی بات کا اثر اس پر نہ ہوا تو میں نے نیزہ اپنی گردن سے ایک جھٹکے سے ہٹا دیا اور دور پھینک دیا پھر میں کھڑا ہو گیا۔ میرے سامنے کھڑے ہوئے شخص کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی تھی اور پانچ چھ آدمی دوڑ کر میرے نزدیک پہنچ گئے۔ ان سب نے مجھے نیزوں سے گھیر لیا تھا۔ ان کے چہرے خاصے خوفناک تھے پھر ان میں سے ایک کی آواز ابھری۔ وہ مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا تم تنہا ہو؟" لہجہ مہذب دنیا کے باشندوں کا سا تھا لیکن آواز کی وحشت نمایاں تھی۔

"ہاں میں تنہا ہوں سوائے اس لڑکی کے میرے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اسے اٹھاؤ اور ہمارے ساتھ چلو۔" میرے سامنے کھڑے ہوئے شخص نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کہاں؟"

"ہماری رہائش گاہ پر" وہ بولا۔

"تم کہاں رہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"پہاڑ کے اس جانب۔ اٹھو" اس نے خونخوار انداز میں کہا اور میں نے ایک لمحے کے لیے ٹینا کی جانب دیکھا۔ دہشت زدہ ٹینا اپنی جگہ پڑی خوفناک نگاہوں سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے سوچا کہ اگر میں نے ان سے مدافعت کی کوشش کی تو ان میں سے چند ٹینا کے اس قدر نزدیک ہیں کہ اسے نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں چنانچہ میں نے نرم انداز اختیار کیا اور کہا "ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں لیکن تم مجھے کیوں گرفتار کرنا چاہتے ہو؟"

"چلو دیر نہ کرو۔" اس شخص نے کہا اور میں آہستہ آہستہ ٹینا کے نزدیک پہنچ گیا میں نے ٹینا کا بازو پکڑ کر اسے اٹھایا اور ان کی جانب دیکھتے ہوئے بولا "یہاں گوشت کے چند ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں اور یہی ہمارا اثاثہ ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔"

"گوشت کے ٹکڑے، بھنے ہوئے۔" ان میں سے ایک شخص قہقہہ لگا کر بولا "وہ تو ہم نے چٹ بھی کر لیے" ان میں سے ایک قہقہہ لگا کر بولا۔

"تب ٹھیک ہے یہاں شکار تو بہت ہے ہم اور شکار کر لیں گے" میں نے تعاون کرنے والے انداز میں کہا اور ٹینا کو تسلی دے کر ان کے ساتھ چل پڑا۔ عجیب و غریب وحشی ہمارے چاروں طرف پھیل گئے اور ہم پہاڑی ٹیلوں میں ایک جانب چل پڑے۔ چاندنی چٹکی ہوئی تھی اور چاندنی کی ٹھنڈی روشنی میں ان کے خوفناک ہیولے عجیب لگ رہے تھے۔ میں خاموشی سے ان کے بارے میں اندازہ لگا رہا تھا لیکن کسی واضح نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تھا ان اونچے ٹیلوں کو عبور کرنا آسان نہیں تھا خاص طور پر رات کی اس ملگجی روشنی میں لیکن وہ ایک مخصوص سمت چل رہے تھے اور پھر ان ٹیلوں کے درمیان ایک دراڑ کے نزدیک پہنچ گئے یہاں ایک لمحے کے لیے رکے اور اندر داخل ہو گئے اس طرح ہمیں کسی ٹیلے پر چڑھنے کی زحمت نہ کرنی پڑی اور ہم ان کے دوسری جانب پہنچ گئے۔

ٹیلوں کے دوسری جانب چاندنی کے سائے میں ٹیلوں کے ساتھ لگے ہوئے چھوٹے چھوٹے پتھروں کے مکان بنے ہوئے تھے۔ یہ پتھر ٹیلوں سے چن کر جمع کیے گئے تھے۔ اور ساحل کی گیلی ریت سے ان کے رخنے بند کر لیے گئے تھے بس کشادہ کمرے سے تھے لیکن ان میں روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اگر چاندنی نہ ہوتی تو وہ نظر بھی نہ آتے۔ اس کے علاوہ بھی وہاں کچھ اور آثار نظر آتے تھے جو اس تاریکی میں واضح نہ ہو سکے۔ مکانوں کے درمیان اور لوگ بھی چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔ تب انہوں نے ایسے ہی ایک مکان کے سامنے پہنچ کر کہا۔

"اندر جاؤ اور یہاں آرام کرو۔ تم ہمارے قیدی ہو۔ دن کی روشنی میں تم سے گفتگو ہوگی۔ چلو لڑکی تم ادھر آؤ" ٹینا سے کہا گیا اور پہلی بار میں نے سنجیدگی سے ان کے بارے میں سوچا۔

"لڑکی میرے ساتھ ہی رہے گی" میں نے بھاری آواز میں کہا اور وہ شخص جس نے یہ بات کہی تھی آگے بڑھ آیا۔

"تم اس کے لیے ضد کرو گے؟"

"ہاں۔ اگر تم نہ مانے تو تم سب کو ہلاک کر دوں گا" میں نے

پتھریلے لہجے میں جواب دیا اور وہ شخص ایک لمحے ساکت کھڑا رہا پھر آہستہ سے ہنسا اور پھر زور زور سے ہنسنے لگا پھر بے تحاشہ قہقہے لگانے لگا اور دوسرے بھی اس کے ساتھ اسی دیوانگی کے انداز میں ہنسنے لگے۔ میں نے ٹینا کا ہاتھ پکڑ کر اسے پیچھے کر لیا۔ اس دوران چند اور لوگ بھی وہاں آ گئے ان میں دو ضعیف العمر بھی تھے۔

"اگر ہم نے لڑکی کو اس سے جدا کیا تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے، سو، ایسا کرو دوستو! ہلاکت سے بچو۔ ٹھیک ہے بھائی تم اندر جاؤ اور لڑکی کو بھی لے جاؤ۔ ہم ہلاک ہونا نہیں چاہتے لیکن باہر مت نکلنا ورنہ پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے۔"

وہ سب واپس پلٹ گئے اس وقت میں نے بھی یہی بہتر سمجھا کہ ان لوگوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ صبح کو دیکھا جائے گا۔ ویسے اس شخص کے لہجے میں ایک انوکھی بات تھی جسے عقل نہیں مانتی تھی لیکن تجربہ کہتا تھا کہ بات درست ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے ٹینا کے بارے میں ان کے ارادے اچھے نہ ہوں یا تو رات کی تاریکی میں وہ ٹینا کی عمر کا اندازہ نہیں کر سکتے تھے اور چونکہ ٹینا بھرے بھرے بدن کی مالک تھی اس لیے غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے یا پھر انسانیت سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا اور وہ سو فیصدی وحشی تھے مگر ایسی بات ہے تو "میں ان کی نسل ختم کر دوں گا" میں نے سوچا۔ بہرحال ٹینا کو تو میں نے اندر سلا دیا لیکن اس کے بعد سے روشنی ہونے تک میں نے آنکھ نہیں جھپکائی تھی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

یہی لوگ ہمارے ناشتے کے لیے کچا گوشت لائے جو سوکھا ہوا تھا۔ گوشت لانے والا ایک بوڑھا آدمی تھا جو اچھی چیز ان کے پاس تھی وہ پانی کا ایک برتن تھا "صرف پانی دے دو" میں نے کہا۔

"کیوں، خوراک نہیں لو گے؟"

"میں خود شکار کروں گا اور اسے بھون کر کھاؤں گا" میں نے کہا

"ممکن ہے دوسرے تمہیں اس کی اجازت نہ دیں" بوڑھے نے کہا اور میں نے حقارت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"یہاں تمہاری تعداد کتنی ہے؟"

"چوبیس افراد ہیں!"

"صرف چوبیس" میں نے طنزیہ ہنسی کے ساتھ کہا "میں تم سب کو صرف چند منٹ میں ہلاک کر دوں گا تم میں سے کس کی مجال ہے کہ مجھے روکے بوڑھے نے رحم آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ غالباً وہ سوچ رہا تھا کہ میرا دماغ چل گیا ہے۔ پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"تم یہاں کس طرح آ گئے نوجوان؟"

"ہمارا جہاز تباہ ہو گیا تھا ہم ایک تختے کے سہارے بہتے ہوئے اس طرف آ گئے کیا تم مجھے اس ماحول کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔ یہ افریقہ کا علاقہ ہے۔ میرا خیال ہے تم نے اسے کوئی جزیرہ سمجھا ہو گا لیکن یہ جزیرہ نہیں ہے بلکہ تاریک براعظم کا ایک غیر آباد ساحل ہے ایسے دشوار گزار راستوں کے بعد کہ جنہیں عبور کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے یہ علاقہ افریقہ کے وحشیوں کی پہنچ سے باہر ہے۔ یہاں سے صرف نوّے میل کے فاصلے پر افریقی قبائل آباد ہیں لیکن ایک خوفناک گھاٹی ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہے اسی لیے ہم ان سے پوری طرح محفوظ ہیں۔"

"خوب، تمہاری ان سے مڈبھیڑ کبھی نہیں ہوئی؟"

"بہت دور سے ہم نے انہیں اور انہوں نے ہمیں دیکھا ہے لیکن نہ ہم اس طرف جا سکتے ہیں اور نہ وہ اس طرف آ سکتے ہیں۔"

"تم لوگ کون ہو؟"

"دس بارہ سال قبل ہم بھی انسان تھے مہذب تھے اور تہذیب کی دنیا میں رہتے تھے ہمارا جہاز تباہ ہو گیا تھا اور ہم ایک لائف بوٹ کے ذریعے یہاں پہنچے۔ بڑے خوفناک مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہم میں سے بہت سے مر گئے لیکن یہاں شکار بھی ہے درخت بھی اور پانی بھی اس لیے زندہ رہنے میں دقت نہیں ہوئی۔ ابتدائی پانچ چھ سال تو ہم زندگی کے لیے جتن کرتے رہے اور مہذب رہے لیکن اس کے بعد یہ سب انسانیت کے بندھن سے آزاد ہو گئے اب تو صرف ایک احساس ہے، جب تک زندہ ہیں زندہ رہیں ایک دن اسی خشک زمین پر مر جائیں گے پہلے مرنے والوں کی طرح چنانچہ ہم لوگ جنگل میں رہنے والے ہر جانور کو شکار کرتے ہیں اس کا گوشت سکھا لیتے ہیں اور اس طرح سالہا سال کی خوراک جمع کر لی گئی ہے ہاں نوکیلے پتھروں کی مدد سے ہم نے پورے تین سال کے اندر ایک گہرا کنواں کھود لیا ہے اس سے ہم پینے کا پانی نکالتے ہیں اور یہ چیز اس پورے علاقے میں ہمارے لیے سب سے قیمتی ہے کیونکہ یہاں بارش نہیں ہوتی۔"

"تم لوگوں میں کوئی عورت نہیں ہے؟"

"پہلے تین عورتیں تھیں لیکن وہ زندہ نہ بچ سکیں، تمہارے ساتھ بھی وہ کوئی تعرض نہیں کرتے لیکن یہ لڑکی؟" بوڑھے نے تشویش زدہ نگاہوں سے دیکھا۔

"اس لڑکی کی عمر گیارہ بارہ سال سے زیادہ نہیں ہے" میں نے کہا

"لیکن وہ لوگ انسانیت کی ساری رسومات بھول چکے ہیں کاش تم اس کے ساتھ یہاں نہ آتے اور سمندر ہی میں مر جاتے" بوڑھے نے افسوسناک لہجے میں کہا۔

"تم بوڑھے ہو انہیں سمجھانا"

"وہ سمجھنے اور سمجھانے کی حدود سے آگے بڑھ چکے ہیں خود ہماری زندگیوں کو تحفظ نہیں ہے کیونکہ ہم ان کے لیے عضوِ معطل ہیں ہم کسی مصرف کے نہیں ہیں سوائے اس کے کہ کنوئیں میں اتر کر پانی لائیں اور ان کے گھروں کی صفائی کریں۔ رات کو وہ تمہارا مذاق اڑاتے رہے ہیں اور شاید آج دن میں کسی وقت......"

"تمہارے پاس ہتھیار ہیں؟"

"نہیں باقاعدہ نہیں ہیں البتہ جنگلوں کی مضبوط اور سیدھی لکڑیاں حاصل کر کے انہوں نے ان کے سرے پتھروں پر گھس کر نوکدار بنائے ہیں انہی

نوکدار ہتھیاروں سے وہ بڑے بڑے جانوروں کا شکار کر لیتے ہیں یوں بھی ان جنگلوں کی کھلی آب و ہوا انہیں راس آئی ہے ان میں سے ہر ایک کسی گھوڑے کی مانند طاقتور اور تیز رفتار ہے۔"

"بہرحال اگر انہوں نے اس معصوم بچی کی طرف غلط نگاہ سے دیکھا تو۔ وقت سے پہلے موت کے شکار ہو جائیں گے۔" میں نے کہا اور بوڑھا فکرمند نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے اسی پریشانی کے عالم میں کہا "کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا یقین کرو نوجوان میں ذہنی طور پر تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ معصوم بچی میرے نزدیک میری بچی ہے لیکن لیکن ——"

"بس اب عزیزوہ گفتگو مت کرو بڑے میاں۔ غم کرنا ہے تو ان لوگوں کا کرو جو میرے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

"کہاں؟"

"ظاہر ہے میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ سب سے پہلے میں شکار کروں گا اور ہم اسے بھون کر ناشتہ کریں گے۔ آؤ ٹینا!"

"لیکن انہوں نے تمہیں اپنا قیدی بنایا ہے!"

"صرف رات کے لیے۔ یقین کرو اگر رات کو کوئی بہتر پناہ گاہ نہ ملی تو میں واپس آکر یہاں قید ہو جاؤں گا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ٹینا کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا۔ بوڑھا تشویش زدہ چند قدم میرے پیچھے آیا تھا لیکن پھر ٹھٹھک گیا۔ میں نے بھی ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا جو مجھ سے صرف چند گز کے فاصلے پر اپنے لمبے نیزے لیے کھڑے تھے۔

بلاشبہ انتہائی قوی ہیکل تھے ان کے بدن مشقت اور صعوبت کی زندگی گزارنے کی وجہ سے تپے ہوئے تانبے کی طرح سرخ اور فولادی بن گئے تھے عام زندگی میں وہ کچھ بھی ہوں لیکن اب وہ بےحد وحشت خیز تھے۔

مجھے دیکھ کر وہ ہنس دیئے تھے ان کی آنکھوں میں شیطنت چمک رہی تھی میں نے رخ بدل کر آگے چلنا شروع کر دیا اور وہ دونوں آہستہ قدموں سے میرے پیچھے آنے لگے میں سمجھ گیا تھا کہ سیدھی انگلیوں سے گھی نہیں نکلے گا۔ پھر میں نے دوسروں کو دیکھا۔ دو دو کی ٹولیوں میں وہ خطرناک انداز میں جگہ جگہ موجود تھے اور میں جہاں سے گزرتا میرے پیچھے ہو جاتے تھے۔

ٹینا نہ جانے کیوں خوفزدہ نظر آ رہی تھی حالانکہ معصوم بچی اس تصور سے بہت دور تھی جو ان کے شیطانی ذہنوں میں تھا لیکن شاید ان کا ظاہری حلیہ اور خوفناک انداز اسے ہراساں کر رہا تھا تب میں نے سوچا کہ ناشتے سے پہلے ان کا بندوبست ضروری ہے اور اس کے بعد میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی ٹینا کے لیے کوئی بہتر پناہ گاہ ضروری ہے اور ایسی پناہ گاہ ایک بڑی چٹان کی آڑ میں موجود تھی ایک ایسی جگہ جسے چٹانی چھتری کہا جا سکے۔ اس جگہ عقب سے ٹینا پر حملے کا خطرہ نہیں تھا اور وہ وہاں محفوظ رہ سکتی تھی بشرطیکہ میں سامنے کے رخ پر موجود رہوں۔

چنانچہ چند ساعت کے بعد میں وہاں پہنچ گیا اور میں نے ٹینا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا "ٹینا! آج رات کو تم نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا؟"

"نہیں انکل!" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"یہاں کیسا لگ رہا ہے؟"

"انکل مجھے ان لوگوں سے ڈر لگ رہا ہے نہ جانے یہ کیسے عجیب سے لوگ ہیں۔"

"تم تو بےحد بہادر لڑکی ہو ٹینا!"

"لیکن انکل وہ مجھے کیسے گھور رہے ہیں؟"

"تمہیں وہ مچھلی یاد ہے ٹینا جو تمہیں نگل لینا چاہتی تھی۔"

"ہاں انکل!"

"میں نے اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی تھیں ٹینا، کیا میں یہاں تمہاری حفاظت نہیں کر سکتا۔"

"آپ، آپ تو بہت عظیم ہیں انکل میں جانتی ہوں آپ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔" ٹینا نے کہا اور اس کے اس اعتماد پر مجھے بہت خوشی ہوئی۔

"دیکھو۔ میں تمہارے سامنے ان کا کیا حال کرتا ہوں اس کے بعد تم خوفزدہ ہونا چھوڑ دو گی اور اس بات پر یقین کر لو گی کہ تمہارا انکل تمہاری ہر مشکل اور پریشانی کو دور کر دے گا۔" ٹینا نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں بالآخر ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا جو اب ایک جگہ جمع ہو گئے تھے اور آپس میں کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ تب میں آگے بڑھ آیا اور وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ پھر ان میں سے دو آگے بڑھ آئے ان کے چہرے بےحد خشک اور کھردرے تھے میں ان سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

"ہم زیادہ برداشت نہیں کر سکتے۔ دس سال سے یہاں جانوروں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ عورت کس کی ضرورت نہیں ہوتی اور دس سال کے بعد تو..."

"تمہارا تعلق مہذب دنیا سے ہے؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر پوچھا

"ہے نہیں۔ تھا۔ پرانی بات ہے۔ اب ہم موت کے وقت تک کے لیے اس سے کٹ گئے ہیں۔" وہ شخص بولا۔

"اس کے باوجود وہ معصوم بچی ہے تمہیں اس کے لیے کوئی بری بات نہیں سوچنی چاہیے۔"

"برائی اور اچھائی کا تصور ہم نے سمندر کی لہروں میں اچھال دیا ہے"

"موت کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"آتی ہے آجاتی ہے اور بس اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔"

"وقت سے پہلے مرنا پسند کرو گے؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیوں نہیں، موت کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے کیا؟"

"تو پھر سنو، تم تمام لوگ سنو۔ میں تم سے دوستی چاہتا ہوں

تم سب جس مصیبت میں گرفتار ہو اور دس سال کی کوشش کے باوجود اس سے نہیں نکل سکے، میں تمہیں اس سے نکالنے کی کوشش کروں گا کیونکہ میں تم سے زیادہ دانا اور مضبوط اور دلیر ہوں لیکن اگر تم نے اپنی وحشت نہ چھوڑی تو مجبوراً سب کو ہلاک کردوں گا چنانچہ تم سے جو میرے ہمنوا ہیں وہ ایک طرف کھڑے ہو جائیں اور جو مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں دوسری طرف کھڑے ہو جائیں۔"

لیکن ان سب میں سے کسی نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی اور مجھے غصہ آگیا "ٹھیک ہے تمہاری زندگی ہی ختم ہو گئی ہے تو میں کیا کروں آؤ تم میں سے پہلا جیالا کون ہے، جو اس لڑکی کو ہاتھ لگائے گا۔" میں نے کہا تب پیچھے سے دوسروں کو ہٹا کر ایک دیو ہیکل شخص آگے بڑھا۔

"وہ میں ہوں۔" اس نے متکبرانہ لہجے میں کہا اور اب برداشت کرنا میرے لیے ناممکن تھا میں نے اس کے [illegible] لباس کو پکڑا اور ایک زوردار جھٹکے سے اسے کھینچ لیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ جھٹکا اتنا خوفناک ہوگا۔ وہ زمین پر گرا اور اس نے تقریباً تین قلابازیاں کھائیں کھردری زمین نے اس کا گوشت جگہ جگہ سے چھیل دیا اور میں اس کے سر پر پہنچ گیا۔ میں نے ایک ٹھوکر اس کی پسلیوں پر رسید کی اور وہ کراہ کر چت ہو گیا۔ تب میں نے پاؤں اٹھایا اور پوری قوت سے اس کے منہ پر مارا اور پروفیسر، اس کا بھیجا بلندی سے گرنے والے خربوزے کی مانند جگہ جگہ سے پھٹ کر باہر نکل آیا۔ تمام خدوخال مسخ ہو گئے اور چہرہ گوشت کے ایک لوتھڑے کی مانند رہ گیا۔

میرا خیال تھا پروفیسر کہ دوسرے لوگ اس خوفناک واقعہ سے عبرت پکڑیں گے لیکن میں نے وحشیوں میں جوش و خروش دیکھا۔ وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے پھر وہ اپنے لمبے لمبے نیزے ہلاتے ہوئے میری جانب لپکے۔ غالباً سب نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مجھے ہلاک کر دیں گے اور اب میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں ان میں سے جتنوں کو مار سکوں مار دوں۔

چنانچہ جونہی سب سے پہلا شخص میرے نزدیک آیا اور اس نے اپنا نیزہ پیشانی پر مارنے کی کوشش کی تو میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کا نیزہ پکڑ لیا۔ لکڑی کے ان نیزوں کو بلاشبہ بڑی محنت سے تیار کیا گیا تھا۔ نیزہ میرے [illegible] ٹوٹ گیا تھا [illegible] صورت وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور اس کے بعد میں نے پلٹ کر وہ نیزہ خود اسی کے سینے میں گھونپ دیا اس دوران دوسرے [illegible] مجھ پر حملہ کر چکے تھے۔ ان سب کے نیزوں کی نوکیں میرے بدن سے ٹکرائی تھیں لیکن پروفیسر میرے انداز میں تو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ میں ان کے بس کی چیز نہیں تھا۔

ایک شخص کو ہلاک کرنے کے بعد میں نے دوسرے کو پکڑا اور پھر اس کا نیزہ بھی اس کی گردن میں اتار دیا۔ بلاشبہ یہ خوفناک ہتھیار جانوروں کو ہلاک کرنے کے لیے بہترین تھے حالانکہ ان میں لوہے کا استعمال نہیں تھا لیکن اس کے باوجود انہیں اتنا مضبوط اور شاندار بنایا گیا تھا کہ وہ اپنا کام بخوبی کر سکتے تھے۔

اور پھر اس کے بعد تو میں نے اپنے آپ کو بے قابو ہی پایا۔ میں ان میں سے تقریباً بارہ افراد کو ہلاک کر چکا تھا اور بارہ آدمیوں کی موت کے بعد شاید ان کے حواس کسی قدر درست ہوئے وہ دیکھ چکے تھے کہ وہ میرے اوپر قابو پانے میں ناکام رہے ہیں چنانچہ اب وہ پیچھے ہٹنے لگے وہ حیرت زدہ نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی لاشیں دیکھ رہے تھے اور مجھے دیکھ رہے تھے جس کے بدن پر وہ ایک خراش بھی نہ لگا سکے تھے۔ تب میں آگے بڑھا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ غالباً ان کی ساری دلیری اور چستی غائب ہو چکی تھی۔

اب ان میں سے کوئی میرے سامنے نہیں تھا۔ تب میں نے پلٹ کر ٹینا کی جانب دیکھا ٹینا سہمی ہوئی کھڑی ہوئی تھی اس کے چہرے پر خوف کے آثار ہویدا تھے میں نے ان میں سے ایک وحشی کا نیزہ اٹھا لیا اور آہستہ آہستہ ٹینا کی جانب بڑھا۔ ٹینا چٹان کے درمیان خلا میں سے نکل آئی اور میرے نزدیک پہنچ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"انکل۔ انکل ۔۔ یہ سب ۔ یہ سب۔"

"ہاں ان سب کو [illegible] ضروری تھا ٹینا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہاری حفاظت کے لیے [illegible] کچھ کروں گا۔"

"یہاں سے چلیے انکل، مجھے یہاں [illegible] محسوس ہو رہا ہے بڑا ہی ڈر لگ رہا ہے مجھے۔ میں اب یہاں نہیں رک سکتی۔ خدا کے واسطے یہاں سے نکل چلیے۔ انکل چلیے انکل۔" میں نے گردن ہلا دی۔

ٹینا کو میں نے اپنے شانوں پر بٹھا لیا تھا لیکن اس طرح جانا تو مناسب نہیں تھا۔ شکار کے گوشت کا کچھ بندوبست کرنا ضروری تھا اور اس کے لیے ناریل بھی میری نگاہوں میں تھے۔

چنانچہ سب سے پہلے میں نے ان لاشوں کی جانب دیکھا۔ ان کے بدن پر جھولتے ہوئے چیتھڑے خون سے رنگین ہو رہے تھے لیکن کچھ ایسے بھی تھے جن کا لباس خون آلود نہیں ہوا تھا۔ میں نے ان کے نزدیک پہنچ کر بے دردی سے ان کا لباس ان کے بدن سے نوچ ڈالا۔ مجھے کچھ کپڑوں کی ضرورت تھی۔ اس طرح میں ان سب کپڑوں کو جوڑ کر ایک بڑی سی چادر تیار کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد میں آگے بڑھ گیا۔ نیزہ میرے ہاتھ میں تھا اور اب میں درختوں کی جانب جا رہا تھا۔ ان لوگوں کا کہیں نام و نشان نہیں تھا جو بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں جنگلوں کے سرے کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور پھر ایک درخت کے نیچے میں نے ٹینا کو [illegible] دیا۔ مجھے اس وقت سخت ہوشیاری سے کام لینا تھا۔ بھاگ کھڑے ہونے والے لوگ بلاشبہ چوٹ کھائے ہوئے تھے اور وہ عقب سے ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔ میرا اپنا تو خیر کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن ٹینا کی حفاظت ضروری تھی چنانچہ میں درخت سے زیادہ آگے نہیں گیا اور شکار کا انتظار کرنے لگا۔

جنگل میں میں نے دیکھ لیا تھا کہ شکار بکثرت موجود ہے تاہم میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں پھر میں نے جنگل میں دو خرگوش دیکھے۔ اس وقت ہمیں شکار کی ضرورت تھی چنانچہ میں تیار ہو گیا میں نے پتھروں کے دو نوکیلے ٹکڑے اٹھائے اور خرگوش کو ان کا نشانہ بنا دیا۔ مردہ خرگوش اٹھا کر میں نے اس چادر میں ڈالا۔ مگر ان کا گوشت تو بالکل ہی ناکافی تھا۔ اس لیے مجھے کسی بڑے جانور کی تلاش تھی اور چند ساعت کے بعد مجھے سیاہ رنگ کا ایک ہرن نظر آیا۔

اگر یہ ہرن حاصل کر لیا جائے تو ٹینا کے لیے کم از کم ایک ماہ کی غذا کا انتظام ہو سکتا ہے۔ ہرن کو ہلاک کرنے کے لیے میں نے اس نوکدار لکڑی کے نیزے کا استعمال کیا اور نیزہ میرے ہاتھ سے نکل کر پوری قوت سے ہرن کے بدن میں پیوست ہو گیا۔ ہرن نیزے میں . . . پھنس کر بری طرح اچھل رہا تھا میں آگے بڑھا اور آگے [illegible] میں نے ہرن کی گردن توڑ ڈالی۔ ہرن ہلاک ہو گیا تھا تب میں [illegible] اس چادر کے نزدیک لے آیا اور پھر میں نے اسے بھی چادر میں ڈال لیا۔

اس کے بعد ناریل کی باری تھی۔ ناریل اس لیے ضروری تھا کہ ان [illegible] پانی موجود تھا۔ ناریل سے غذا اور پانی دونوں چیزیں فراہم ہو سکتی تھیں۔ ناریل کے درخت کو میں نے اپنی گرفت میں لے کر زور زور سے ہلایا وہ مضبوط چیز تھی لیکن ٹینا نے حیرت سے دیکھا کہ بے شمار ناریل ٹوٹ کر ادھر ادھر گرے تھے۔ اس کے بعد میں نے بہت سے درختوں کو ہلا ہلا کر ان سے ناریل جھاڑے اور ان سب کو جمع کر کے ایک بڑی سی گٹھری بنا لی۔ اس گٹھری کو اپنے شانے پر لاد کر میں نے گٹھری پر ہی ٹینا کو بٹھایا وہ اس پر بیٹھتے ہوئے خوفزدہ تھی لیکن میں نے اسے مجبور کر دیا اور وہ میرے شانے پر بیٹھ گئی۔ اس بار میں نے ان جھونپڑیوں کا رخ نہیں کیا جو پتھروں سے چن چن کر بنائی گئی تھیں۔ بوڑھوں کو ان کے ساتھیوں کی موت کی اطلاع دینا ضروری نہیں تھا البتہ اب میں یہاں رکنا نہیں چاہتا تھا چنانچہ میں نے آگے کا رخ اختیار کیا۔

وزنی بوجھ کو اپنے شانوں پر لاد کر میں خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا حالانکہ ان لوگوں نے خاص طور سے اس بوڑھے نے مجھے اس راستے کے بارے میں بتایا تھا لیکن یہ راستے ان کے لیے ناقابل عبور ہو سکتے تھے میرے لیے نہیں میں آگے بڑھتا رہا۔ ٹینا خوفزدہ سی میرے اوپر بیٹھی ہوئی تھی اور اس وقت میری ہیئت کچھ عجیب سی تھی۔ البتہ میں نے ٹینا کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ چاروں طرف نگاہ رکھے اور اگر کہیں بھی کوئی متحرک شے یعنی انسان وغیرہ نظر آئے تو پہلے ہی سے مجھے اطلاع کر دے ٹینا بھی اب ہوشیاری سے سارے کام کر رہی تھی۔

وقت انسان کو ہر طرح سے چست و چالاک بنا دیتا ہے چنانچہ ٹینا بھی اس وقت ایک ہوشیار انسان کی طرح چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"انکل۔۔۔ انکل۔"

"کیا ہے؟" میں نے رک کر پوچھا۔

"وہ لوگ۔ وہ لوگ پیچھے آ رہے ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے گھوم کر دیکھا اور یہ دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی کہ وہ میرے عقب میں تو ضرور آ رہے تھے لیکن شاید نزدیک آنے کی ہمت نہیں کر پا رہے تھے۔ میں نے ٹینا کو اپنے شانے پر سے اتار دیا۔ میں نے سوچا تھا کہ اگر انہوں نے مجھے نیزے پھینک کر مارنے کی کوشش کی تو ٹینا بھی ان کا شکار ہو سکتی ہے چنانچہ اب میں اسے آگے کیے اور خاص طور سے اس وزنی گٹھڑی کی آڑ میں لیے آگے بڑھتا رہا۔ میری خواہش تھی کہ میں یہ طویل و عریض میدان عبور کر جاؤں۔ اور میں چلتا رہا۔

ٹینا نے تھوڑی دور تک تو میرا ساتھ دیا اس کے بعد وہ مجھے تھکی تھکی سی نظر آنے لگی۔ تب میں نے اسے دوبارہ اٹھا کر اپنے شانے پر بٹھا لیا پلٹ کر دیکھا تو اب وہ لوگ موجود نہیں تھے یا تو تھک گئے تھے یا پھر چھپ کر میرے نزدیک آنا چاہتے تھے لیکن جس میدان سے ہم گزر رہے تھے وہ اتنا وسیع و عریض تھا اور اس طرح ہموار تھا کہ وہاں کسی کے چھپنے کی گنجائش نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر وہ ہمارے پیچھے آ بھی رہے ہیں تو میدان کے سرے سے آگے نہیں بڑھے ہیں۔ ہم اس خشک اور وسیع میدان کو عبور کرتے رہے تھوڑی دیر کے بعد ٹینا نے پیاس کی شکایت کی اور میں رک گیا میں اس معصوم سی بچی کو تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا چنانچہ میں نے گٹھڑی سے ایک ناریل نکالا گھونسہ مار کر اسے توڑا اور پھر اس کا پانی ٹینا کے منہ کے سامنے کر دیا۔ ٹینا پانی پی کر پُرسکون ہو گئی تھی۔ میں اور ٹینا چلتے رہے ٹینا کبھی نیچے اتر جاتی اور جب میں اس کے انداز میں تھکن پاتا تو اسے شانے پر بٹھا لیتا۔ جنگل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہمیں اور عبور کرنا پڑا۔ یہاں کچھ خوش رنگ پھل موجود تھے جنہیں میں نے ٹینا کے لیے حاصل کر لیا اور پھر شام ہو گئی ان لوگوں کے آثار دور دور تک نہیں تھے پھر بھی میں ان سے غافل نہیں رہنا چاہتا تھا اس لیے رات ہونے سے قبل اس جنگل سے نکل جانے کے لیے میں نے تیز رفتاری سے سفر شروع کر دیا۔

اب سردی شروع ہو گئی تھی یوں بھی جوں جوں میں آگے بڑھتا جا رہا تھا موسم بدلتا جا رہا تھا اور گرمی کی شدت بالکل ہی ختم ہو گئی تھی۔ ٹینا آہستہ آہستہ کپکپا رہی تھی۔ جنگل کے دوسری جانب ڈھلان نظر آیا جو خلیجی گہرائیوں میں چلا گیا تھا۔ میں ڈھلان سے اترنے لگا۔ خطرناک جگہ تھی۔ چھوٹے چھوٹے پتھر بکھرے ہوئے تھے اور ان پر سے پاؤں پھسل سکتا تھا تاہم میں چلتا رہا اور پھر ایک کوہان نما چٹان کی آڑ میں میں نے اپنا مسکن بنایا۔

اب تاریکی پھیل گئی اور قرب و جوار کا ماحول کافی بھیانک نظر آنے لگا تھا۔ میں نے ٹینا کو کپڑوں میں لپیٹ کر ایک طرف بٹھا دیا اور خود چادر کھول کر دونوں خرگوش نکال لیے پھر ان کی کھال ادھیڑی اور گوشت

کا ایک ٹکڑا ٹینا کو دے دیا۔

"آج ہمیں کچا گوشت ہی کھانا پڑے گا ٹینا۔" میں مسکراتے ہوئے کہا

"ٹھیک ہے انکل، یوں بھی انسان کو حالات کے مطابق ہونا چاہیئے۔" ٹینا نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"تم اب خوب سمجھدار ہوتی جا رہی ہو ٹینا!"

"ہاں انکل، میں سمجھ رہی ہوں آپ میرے لیے کیا کر رہے ہیں کیا آپ نے ان لوگوں کو میری وجہ سے نہیں مارا؟"

"ارے تم نے یہ اندازہ بھی لگا لیا۔"

"ہاں انکل لیکن وہ مجھے آپ سے کیوں مانگ رہے تھے؟"

"بس پاگل تھے" میں نے مختصراً کہا۔ اب اس معصوم بچی کو ان کی دیوانگی کے بارے میں کیا بتاتا۔ ٹینا خاموش ہو گئی میں نے دیکھا وہ کچے خرگوش کو بڑے ذوق و شوق سے کھا رہی تھی پھر اس نے دو ناریلوں کا پانی پیا اور مطمئن ہو گئی۔

"انکل!" تھوڑی دیر کے بعد وہ بولی "اب کیا ہوگا انکل ہم کہاں جائیں گے؟"

"کسی ایسی جگہ ٹھہریں گے جہاں سے ہم تمہاری دنیا تک پہنچ سکیں۔"

"کب پہنچیں گے؟"

"تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے .... کافی وقت لگے گا۔ کیونکہ ہم ایسے علاقے کی طرف بڑھ رہے ہیں جس کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے۔ کیا تم پریشان ہو ٹینا؟"

"پہلے تھی اب نہیں ہوں۔"

"ہاں بالکل اطمینان رکھو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا سوائے اس کے کہ ابھی ہمیں ان جنگلوں اور پہاڑوں میں بھٹکنا ہے۔"

"ٹھیک ہے انکل ہم کر بھی کیا سکتے ہیں" ٹینا آہستہ سے بولی۔ اور میری گود میں لیٹ گئی دنیا کے اس بھیانک رنگ سے نجات حاصل کر کے مجھے یک گونہ سکون محسوس ہوا تھا پروفیسر اور میں تو لا تنا ہی تھا بھلا میں اس سفری زندگی سے کس طرح اکتا سکتا تھا مجھے تو سفر کرنا تھا۔ ایک طویل سفر جس کی منزل نامعلوم تھی اور اس کے لیے منزل کا تعین بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے وہ لوگ ہمارے تعاقب سے اکتا کر چلے گئے ہوں اور اپنی ہوسناک خواہش سے مایوس ہو گئے ہوں۔ ساری رات میں جاگتا رہا تھا۔ موسم صبح بھی درست نہیں تھا۔ آسمان پر کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں فضا میں سردی تھی۔ ٹینا نے اس موسم کو کافی پسند کیا میں نے خرگوش کی کھال محفوظ کر لی تھی اس کے علاوہ سیاہ ہرن کی کھال بھی میں ٹینا کے لباس کے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا چنانچہ یہ کھال میں نے بڑی حفاظت سے اتاری اور ہاتھوں کی طاقت سے گوشت کے کئی ٹکڑے کر لیے اس طرح فالتو وزن گھٹ گیا تھا اور اس کے بعد طویل اور وحشت خیز علاقے کا سفر دوبارہ جاری ہو گیا۔

ڈھلان بہت دور تک چلی گئی تھی اور اس کے بعد سے پھر بلندیاں شروع ہو گئیں۔ آسمان کے آثار درست نہیں تھے یوں لگتا تھا جیسے بارش ہوگی۔ نہ جانے وہ گدھے یہاں تک آئے بھی تھے یا نہیں غالباً وجہ انہوں نے اس علاقے کو اتنا خوفناک سمجھ لیا تھا لیکن بوڑھے نے تو بہت دور دور کی باتیں کی تھیں مجھے تو ایسی علامات نہیں ملی تھیں جن کی وجہ سے اس علاقے کو افریقہ کے دوسرے علاقے سے بالکل الگ تھلگ سمجھ لیا جاتا۔ ہاں اس کی ہیئت عجیب تھی صرف تھوڑے تھوڑے فاصلے سے زمین ایک دم بدل جاتی تھی اور موسم بھی بدل جاتا تھا۔

سفر شروع کیے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ بارش شروع ہو گئی اگر سردی نہ ہوتی تو یہ بارش اس وقت ایک نعمت تھی کیونکہ ہم کافی عرصہ سے نہیں نہائے تھے لیکن..... یہاں کوئی پناہ تو تھی نہیں اس لیے بارش میں بھیگتے رہے اور ذرا سی دیر میں شرابور ہو گئے۔ بادل اتنے گہرے ہوتے جا رہے تھے کہ اب ارد گرد کا ماحول بھی نگاہوں سے روپوش ہونے لگا تھا اور پھر سب سے خوفناک بات یہ تھی کہ دوبارہ ڈھلان شروع ہو گئی تھی خوفناک ڈھلان اور یہ ڈھلان پھسلواں تھی اگر پوری طرح پاؤں جما کر نیچے نہ اترا جاتا تو کہیں بھی پاؤں پھسل سکتے تھے۔

"انکل۔" ٹینا کی آواز سنائی دی "انکل مجھے اتار لیں اندھیرا کس طرح پھیلتا جا رہا ہے۔"

"نہیں ٹینا نیچے اترنے کی جگہ نہیں ہے بیٹھی رہو اور موسم برداشت کرو۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی۔ بارش موسلادھار ہو رہی تھی بادل اس طرح گرج رہے تھے کہ کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے لیکن رکنا بے کار تھا۔ چلتے رہنے سے کم از کم یہ امید تو تھی کہ ممکن ہے کوئی پناہ گاہ مل جائے۔ بجلی کی چمک سے آگے کے ماحول کو دیکھتا ہوا میں نیچے اتر رہا ٹینا اب میرے شانے سے بالکل چمٹ گئی تھی اور میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔

دفعتاً بجلی چمکی اور میری آنکھوں کے سامنے ایک جنگل نمودار ہوا یہ جنگل بھی ڈھلوان پر تھا اور زیادہ دور نہیں تھا میں نے رفتار تیز کر دی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں جنگل میں داخل ہو گئے۔

جنگل میں پہنچ کر قدرے سکون محسوس ہوا کیونکہ یہاں ہوا کے تھپیڑے اور بارش کا زور نہیں تھا جنگل کافی گھنا تھا اور بڑے بڑے درخت پھیلے ہوئے تھے۔ ایک بالکل محفوظ جگہ پر ٹینا کو میں نے بٹھا دیا۔ اس کے بالوں سے پانی کی دھاریں بہہ رہی تھیں اور دانت بج رہے تھے مجھے خطرہ تھا کہ کہیں وہ سردی کا شکار نہ ہو جائے۔

"ٹینا تم اپنا لباس اتار دو" میں نے کہا اور وہ معصومیت سے تیار ہو گئی۔ اس نے اپنا لباس اتار دیا اور میں نے ہرن کی کھال جو بارش سے خود بخود دھل گئی تھی نہایت فنکارانہ انداز میں اس کے گرد لپیٹ دی۔ کھال کے سرے میں نے اس کے جسم سے باندھ دیئے تھے اس کے بعد

خرگوش کی کھال میں نے اس کے بالوں پر پہنا دی۔ اس ہیئت میں ٹینا عجیب و غریب ہوگئی تھی لیکن بہرحال اسے سکون محسوس ہوا اور وہ مسکرانے لگی

"واہ انکل اب تو میں ایسی بکری لگ رہی ہوں گی جس کا بدن سیاہ اور سر کے بال سفید ہوتے ہیں"۔ اس نے ہنس کر کہا اور اس کی ہنسی سے مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ لڑکی اب مصائب کی عادی ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس نے عام چیزوں سے خوفزدہ ہونا چھوڑ دیا تھا مجھے اس کی حوصلہ مندی سے بڑی تقویت ہوئی لیکن اس کے باوجود میں نے اس وقت بارش میں آگے کا سفر مناسب نہیں سمجھا اور یہیں رکنا بہتر خیال کیا۔ گھنے درختوں کے نیچے بارش بے اثر ہوگئی تھی حالانکہ وہ مسلسل جاری تھی اور بجلی کی کڑک اور بادلوں کی گرج سے اس کی تیزی کا اندازہ ہوتا تھا۔

ٹینا پھر پرسکون انداز میں میری گود میں سماگئی اسے میرے اوپر بے پناہ اعتماد ہوگیا تھا۔ اور اس کے قرب سے مجھے ایک ایسی مسرت کا احساس ہوتا تھا جس کے بارے میں میں خود بھی نہیں فیصلہ کر پاتا تھا کہ یہ کیسا جذبہ ہے۔ بارش جاری رہی۔ اب تو وقت کا اندازہ لگانا بھی مشکل تھا۔

جانے کیا وقت ہوا تھا جب میرے کانوں میں ہلکی سی۔۔۔۔ کھڑکھڑاہٹ گونجی، میں ان آوازوں سے شناسا تھا۔ میں نے ٹینا کی طرف دیکھا وہ جاگ رہی تھی چنانچہ میں نے اسے آہستہ سے نیچے اتار دیا اور خود اپنا نیزہ اٹھا لیا میری نگاہیں آواز کو تلاش کر رہی تھیں اور پھر صرف چند گز کے فاصلے پر اتنا قریب کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا میں نے ایک بڑی نسل کے شیر کو دیکھا جس کی گردن کے بالوں کا گچھا بارش کے پانی سے شرابور ہوکر نیچے لٹک گیا تھا۔

شیر اتنا ہیبت ناک تھا کہ اسے دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا۔ میں تیار ہوگیا۔ اس بارش میں شیر سے جنگ خاصی مشکل چیز تھی لیکن ٹینا کو بچانے کا معاملہ تھا۔ شیر بالکل نزدیک آگیا تھا اس کی چمکدار آنکھیں ہم دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔ شیر جیسے خونخوار جانور کی خصلت میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھی لیکن شدید بارش اور اس ماحول میں میں نے صاف محسوس کیا کہ اس کے انداز میں وہ جارحیت نہیں ہے جو ہونی چاہیئے تھی اس کی گردن تنی ہوئی نہیں بلکہ لٹکی ہوئی تھی، آنکھیں اس انداز میں جمی ہوئی تھیں جیسے منتظر ہو کہ اگر ہماری طرف سے کسی جارحیت کا شبہ ہو تو پھر وہ جواب کے لیے تیار ہو جائے۔

دوسرے لمحے میں نے سوچا کہ شاید بارش اور طوفان کی وجہ سے شیر کسی حملے کے لیے تیار نہیں ہے بلکہ صرف پناہ لینے کی غرض سے اس طرف آگیا ہے۔ شیر جیسے جانور کے ظرف کا اندازہ مجھے تھا۔ اس وقت اگر وہ شرارت نہیں کرنا چاہتا تو اس کو نہ چھیڑنا ہی بہتر ہوگا۔ یقینی طور پر وہ ہمارے لیے نقصان دہ نہیں ہوسکتا چنانچہ میں نے نیزہ سیدھا کر لیا اور اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا شیر ہم سے کچھ فاصلے پر درخت کے نیچے چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اس انتظار میں کھڑا رہا کہ ممکن ہے ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی کریں تو وہ بھی جواب دے لیکن جب اسے اطمینان ہوگیا کہ مقابل بھی جارحیت پر آمادہ نہیں ہے تو وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ بیٹھ گیا

شیر کے بیٹھ جانے کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میں نے ٹینا کی جانب دیکھا وہ اس خطرے سے بے نیاز اطمینان سے آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ تاہم ہوشیار رہنا بے حد ضروری تھا۔ بارش مسلسل جاری تھی۔ اور شیر اسی طرح درخت کے نیچے بیٹھا رہا۔ شیر نے اگلے پنجوں پر ٹھوڑی رکھ لی تھی اور خاموش بیٹھا رہا تھا پھر جب بارش تھمی تو شیر اپنی جگہ سے اٹھ کر کسی سمت چلا گیا میں نے سکون کی گہری سانس لی تھی۔

اس کے بعد کا وقت اطمینان سے گزرا۔ بارش کا شور رک چکا تھا اور سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نکل آیا تھا۔ ٹینا بھی جاگ گئی تھی اور اس لباس میں واقعی عجیب و غریب لگ رہی تھی اس نے اپنے آپ کو دیکھا اور پھر مجھے دیکھ کر ہنس پڑی اور مجھے ہنستی ہوئی یہ بچی بے حد بھلی لگ رہی تھی۔

"انکل! میں نے صحیح کہا تھا نا میں سفید سر والی بکری لگ رہی ہوں۔"

"نہیں بلکہ ہرن اور خرگوش کا امتزاج ہو"۔ میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا اور ٹینا اس بات پر کافی دیر تک ہنستی رہی۔

"ٹینا تم کوئی تکلیف تو محسوس نہیں کر رہی ہو"۔ چند ساعت کے بعد میں نے پوچھا۔

"کیسی تکلیف انکل؟"

"میرا مطلب ہے رات کی بارش کی بنا پر تمہیں کوئی ایسا نقصان تو نہیں پہنچا، جس کی وجہ سے تم کوئی تکلیف محسوس کر رہی ہو؟"

"نہیں انکل میں ٹھیک ہوں"

بہرحال اس کے بعد ہم نے اس جنگل کو عبور کیا اور پھر ایک ناہموار جگہ تک آپہنچے۔ بلندیاں بتدریج تھیں۔ ٹینا انہیں آسانی سے عبور کر رہی تھی اور سورج سر پر آیا تو اچانک ہمارے راستے کا اختتام ہوگیا لیکن اس کے بعد ہمیں جو کچھ نظر آیا وہ واقعی اوسان خطا کر دینے والا تھا۔

جس جگہ ہم کھڑے ہوئے تھے وہ ایک تاحدِ نگاہ پھیلی ہوئی دیوار کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہ دیوار سیدھی اور سپاٹ تھی اور اس کی گہرائی —— گہرائیوں میں دیکھنا دل گردے کا کام تھا اتنی نیچی کہ آنکھ حد تک نہ پہنچ سکے نیچے کوئی شے چمک رہی تھی۔ شاید پانی ہوگا۔ بلاشبہ اس جگہ کو عجائبات دنیا میں شمار کرنا غلط نہ ہوگا۔

دیوار کے تقریباً چھ گز نیچے ایک چٹان ابھری ہوئی تھی اور اس چٹان سے ایک قدرتی پل...... دوسری جانب کی دیوار تک گیا تھا لیکن یہ پل گول اور تقریباً تین فٹ کی گولائی میں تراشی ہوئی چٹان کا پل تھا اس کا دوسرا سرا تقریباً سو گز دور اسی انداز کی ایک دوسری دیوار سے ملا ہوا تھا لیکن اس پل کو عبور کرنے کا تصور دیوانگی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

اس گول چٹان پر بارش اور نیچے کی مٹی کی بنا پر کائی جمی ہوئی تھی اس کائی سے گزرنا موت کے علاوہ کچھ نہیں تھا میں تعجب سے اس عجیب و غریب پل کو دیکھ رہا تھا۔

مہذب وحشی انسانوں نے درست کہا تھا۔ اس وادی کا سلسلہ دوسری طرف سے منقطع تھا۔ یقیناً اگر اس دیوار کے دوسری طرف وحشیوں کی بستیاں ملیں گی تو بھی وہ اس طرف آنے کی جرأت نہ کر پاتے ہوں گے گویا وحشی یہاں تک آ چکے ہیں۔ ٹینا نے بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں مسکرا دیا۔

"کیا تم اس پل کو عبور کر سکتی ہو؟"

"کر تو سکتی ہوں انکل! لیکن آپ مجھے سہارا دے کر نیچے اتار دیں۔" ٹینا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور میں نے جلدی سے اپنی اس بہادر ساتھی کو پکڑ لیا۔ میں اس بے نیازانہ اقدام پر اسے بے اختیار چوم رہا تھا۔ معصومیت بھی کیا چیز ہوتی ہے میں نے سوچا۔

"گویا اس پل کو عبور کرنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں بس ہم نیچے نہ گر پڑیں۔" ٹینا بولی۔

"تب ایسا کرتے ہیں ٹینا کہ میں تمہیں اپنی پشت سے باندھ لوں اور اس کے بعد ہم یہ پل عبور کریں۔"

"ایسا کریں انکل!" ٹینا نے جواب دیا۔

وہ چادر جس میں میں نے گوشت باندھا ہوا تھا اس کام کے لیے موزوں تھی۔ ناریل اور گوشت کی مقدار اب بھی ہمارے پاس کافی تھی لیکن میں نے انہیں کھول کر ایک طرف پھینک دیا اور پھر ٹینا کو میں نے اپنی پشت سے چپک جانے کو کہا۔ اس نے دونوں ہاتھ میری گردن میں حمائل کیے اور میری پشت سے چمٹ گئی۔ تب میں نے وہ چادر اپنے اور اس کے بدن کے گرد لپیٹنا شروع کر دی اور اچھی طرح کس کر اسے باندھ لیا۔

ٹینا کے بارے میں مضبوطی کا اندازہ کرنے کے بعد میں نے آخری بار قرب و جوار کی جانب دیکھا پھر اس پل کا جائزہ لیا اور اس کے بعد چھ گز نیچے چٹان پر کود پڑا۔ میرے بدن کو جھٹکا لگا تھا لیکن میں بہرصورت سنبھل گیا۔ میں نے پل کا نزدیک سے جائزہ لیا بڑا ہی خطرناک کام تھا لیکن میں نے یہ تجزیہ کر لیا کہ مجھے کس طرح اپنے اس سفر کا آغاز کرنا ہے۔ اور پھر میں نے دونوں ہاتھ پل پر رکھے اور دونوں پیر نیچے لگا دیے۔ ہاتھوں کو میں نے مضبوطی سے پل کی گولائیوں پر جما دیا اور پھر ہاتھوں کی مدد سے تھوڑا سا آگے کو سرکا۔

ایسی شدید پھسلن تھی کہ ہتھیلیاں اس پر ٹک نہیں پا رہی تھیں لیکن بہرحال آہستہ آہستہ صرف چند انچ آگے بڑھا۔ میرا پورا بدن ہچکولے کھا رہا تھا اور اگر میں خود کو سنبھالنے کی کوشش نہ کرتا تو پل پر سے نیچے نامعلوم گہرائیوں میں گرنا ناممکن نہ ہوتا۔

کافی شدید مشقت کے بعد میں نے پل کا تھوڑا سا حصہ پار کیا مجھے اپنی اس بہادر ساتھی پر حیرت تھی جو خاموشی سے میری پشت سے چمٹی ہوئی نیچے گہرائیوں میں جھانک رہی تھی راستے میں اس نے آہستہ سے کہا "انکل نیچے پانی معلوم ہوتا ہے۔ آپ اس کا ہلکا ہلکا شور سن رہے ہیں؟"

"شاید!" میں نے بمشکل تمام مسکراہٹ روک کر کہا۔ "ٹینا تم خوفزدہ تو نہیں ہو؟" میں نے اس کی بے پروائی محسوس کر کے کہا۔

"نہیں انکل بالکل نہیں۔" اور میں خوش ہو گیا ٹینا واقعی بہت بہادر تھی۔ بہرصورت میں اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے ذریعے پھسلتا رہا۔ میں نے چاروں طرف کے تصورات ختم کر دیے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ پل پر سے چند انچ اور آگے کیسے بڑھا جا سکتا ہے۔ پورے بدن کو اوپر جمانا انتہائی مشکل ہو گیا تھا۔

میں دعوے سے کہتا ہوں پروفیسر کہ اپنی زندگی میں بے شمار مصائب بے شمار خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن اس وقت میں جس خطرناک پل سے گزر رہا تھا وہ میری زندگی کا سب سے خوفناک سفر تھا اس خوفناک سفر کو طے کرتے ہوئے مجھ جیسے انسان کا بدن بھی کئی بار لرز اٹھا تھا پھر جب میں پل کے دوسرے کنارے کی جانب پہنچا اور دیوار میرے بدن سے ٹکرائی تو مجھے یقین آیا کہ میں اس خوفناک سفر کو طے کر چکا ہوں۔ بہرحال یہ حقیقت تھی کہ میں اس خوفناک صورتحال سے نمٹ چکا تھا۔

اس طرف کی دیوار پچھلی طرف کی دیوار کی مانند بلند نہیں تھی بلکہ پل ناہموار تھا اور دیوار میں جا ٹکا تھا۔

چند ساعت کے بعد میں کچھ آگے کھسک کر لمبا لیٹ گیا تھکن تو نہیں ہوئی تھی لیکن اس خوفناک سفر کا جو اثر میرے اعصاب پر ہوا تھا میں اسے آج بھی محسوس کرتا ہوں لیکن میری دوست ٹینا مزے سے میری پشت سے لپٹی ہوئی تھی پھر وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"انکل کیسا ہی مزے دار سفر تھا۔"

"ہاں۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"اب مجھے کھول دیجیے نا میں گھٹن محسوس کر رہی ہوں۔" جب میں چھپکلی کی طرح رینگتا ہوا کئی فٹ آگے بڑھا۔ میں کسی خطرے کو مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ ٹینا یوں بھی ایک معصوم بچی تھی اور اس بات کو ذہن میں رکھنا ہی تھا۔

تھوڑی دور جانے کے بعد میں نے اسے کھول دیا اور پھر چند ساعت آرام کرنے کے بعد کھڑا ہو گیا۔ میرے سامنے ہی ایک سرسبز و شاداب وادی پھیلی ہوئی تھی اور وادی کے اختتام پر مجھے عجیب ساخت کی جھونپڑیاں نظر آئیں گویا میں افریقہ کے تاریک علاقوں میں رہنے والے وحشیوں کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔

ساحل کے وحشی دس سال سے مصائب کی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن اس پل کو عبور کرنے کی جرأت نہ کر پاتے تھے حالانکہ اس وحشت خیز ماحول میں وہ جس قدر بے جگر ہو چکے تھے اس کا مجھے بخوبی اندازہ تھا لیکن یہ خوفناک پل واقعی عبور کرنے کے تصور سے بھی بہت دور تھا لیکن اس کے دوسری جانب بکھری یہ حسین وادی اتنی جاذبِ نگاہ تھی کہ یہاں تک پہنچنے کے سارے مصائب ذہن سے محو ہو جاتے تھے۔

ٹینا اور میں اس حسین ماحول کو دیکھتے رہے۔ اور پھر ٹینا نے پُرمسرت آواز میں کہا۔ "آہ انکل! کتنی خوبصورت جگہ ہے"

" ہاں۔ افریقہ کا حسین ترین علاقہ، لیکن نہ جانے اس کے اندر کیا کیا ہو"

" آیئے آگے بڑھیں انکل" ٹینا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ میں خوش تھا۔ سلاوس نے جس دنیا میں مجھے لے جا کر چھوڑا تھا اس نے تو بہت مختصر سے عرصہ میں میرے ذہن میں بیزاری پیدا کر دی تھی۔ اگر میں بھی پُرسکون دنیا میں نہ آ جاتا تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری ذہنی کیفیت کیا ہوتی۔ یہاں مصائب تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ سکون تھا اور وہ ہنگامے نہیں تھے جہاں رہنے والے کسی کے دوست نہیں ہوتے۔ ایک طرح سے مجھے ماضی کا سکون مل گیا تھا۔

تہذیب نے جتنی ترقی کی، الجھتی چلی گئی۔ انسان خود اپنے جال میں پھنس کر عقل کھو بیٹھا اور بے عقلی نے اسے دوسرے انسان سے متنفر اور سازشی بنا دیا۔ یہاں اس ماحول میں سازشیں نہیں تھیں۔ ہاں آگے کی بات میں نہیں کر سکتا تھا۔ آگے نہ جانے کیا ہو۔

اور ہم آگے بڑھتے رہے۔ وادی کے ایک سرے پر ایک چمکدار ندی بہتی نظر آ رہی تھی، فاصلہ کافی تھا ویسے یہاں شدید سردی کا احساس بھی نہیں تھا بس معتدل موسم تھا جس میں کسی بے سکونی کی کیفیت نہیں تھی۔

ندی دیکھ کر ہم دونوں خوش ہو گئے اور ٹینا بے اختیار چیخ اٹھی: "انکل وہ پانی موجود ہے"

پانی کے بغیر اب تک جس طرح گذارا کیا تھا ٹینا ہی جانتی ہو گی میں تو ان چیزوں سے مبرا تھا۔ بہرحال ٹینا کی خوشی میں شریک ہونے کے لئے میں نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔ اور ہم دونوں برق رفتاری سے ندی کی جانب دوڑنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد ندی کے قریب پہنچ گئے۔ ندی گہری نہیں تھی۔ شفاف پانی کے نیچے اس کی تہہ صاف نظر آ رہی تھی۔

ٹینا کنارے پر بیٹھ گئی اور چلو بھر بھر کر پانی پینے لگی۔ میں دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ "انکل کیا آپ پیاسے نہیں ہیں؟"

" ہوں ٹینا" میں نے کہا۔

" تو پانی پئیں۔ مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے زندگی میں پہلی بار پانی پی رہی ہوں۔ یا پھر یہ پانی ہی شیریں ہے"

" شاید" میں نے مختصر کہا۔ اور پھر صرف اس کے اطمینان کے لئے خود بھی تھوڑا سا پانی پیا۔

" انکل۔ کیوں نہ ہم اس ندی میں نہائیں؟"

" دل چاہ رہا ہے ٹینا؟"

" بے حد" ٹینا نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے نہا لو۔ میں یہاں بیٹھا ہوں"

" نہیں انکل آپ بھی تو نہائیں۔ میں اکیلی نہیں نہاؤں گی" اس نے کہا اور میں نے الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھا۔ لیکن پھر خود ہی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ معصوم لڑکی ابھی بہت سی باتوں سے بے نیاز تھی۔

" ٹھیک ہے تم نہاؤ۔ میں بھی نہا لوں گا" میں نے جواب دیا اور اس نے بے تکان اپنا لباس اتار دیا۔ پورا لباس اتارنے کے بعد اس نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پانی میں اتر گئی۔ میری نگاہیں خود بخود جھک گئی تھیں۔ میں اس کی پاکیزہ معصومیت کا احترام کرنا چاہتا تھا۔ پھر میں نے اس کی جانب نہیں دیکھا۔ اس کے اصرار پر میں بھی لباس سمیت پانی میں اتر گیا جس کا اس نے خوب مذاق اڑایا لیکن میں مطمئن تھا۔

ٹینا کسی سنہری مچھلی کی مانند ندی کے شفاف پانی میں مچلتی پھر رہی تھی۔ وہ بے حد خوش تھی اور خوشی کا اظہار اس کے چہرے سے ہوتا تھا اس کے حسین بال کھل گئے تھے اور پانی میں لہرا رہے تھے۔ اتنا خوبصورت منظر تھا کہ اگر وہ بے لباس نہ ہوتی تو یقیناً میں اس سے پوری طرح لطف اندوز ہوتا۔ اس کی خوشی سے نکلتی ہوئی کلکاریاں میرے کانوں کو بیحد بھلی لگ رہی تھیں۔ میں بھی ندی کے پانی میں اپنے بدن پر پڑنے والی گرد کو صاف کر رہا تھا، اور ہمیں اس طرح کافی دیر گذر گئی۔

اس دوران کنارے کی طرف ایک دفعہ بھی ذہن نہیں گیا تھا۔ کوئی احساس ہی نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اس کی ضرورت پیش آئی تھی۔ لیکن یونہی بے مقصد میں نے پانی میں نگاہیں ڈالیں تو اچانک مجھے احساس ہوا کہ کچھ سائے پانی کی لہروں پر رقصاں ہیں۔ میں بے اختیار چونک پڑا تھا تب میں نے کنارے کی طرف دیکھا اور میری آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔

بے شمار افراد تھے جن کے جسم قوت و توانائی سے بھرپور سیاہ اور چمکدار تھے اور ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے دبے ہوئے تھے سیاہ چہروں پر سفید آنکھیں بڑی خونخوار لگ رہی تھیں جسم پر برائے نام لباس تھا اور ان کی تعداد بے پناہ تھی۔

ندی کے کنارے پر وہ دور دور تک پھیلے ہوئے تھے میں نے بے اختیار پلٹ کر ندی کے دوسرے کنارے کی جانب دیکھا۔ اور پھر مجھے ہنسی آ گئی۔

یہ کنارہ بھی انہی سیاہ فاموں سے اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ گویا انہوں نے ہمیں دونوں طرف سے گھیر لیا تھا۔

ٹینا کی نگاہ ابھی ان پر نہیں پڑی تھی۔ وہ اب ندی کی شفاف تہہ میں خوبصورت پتھر تلاش کر رہی تھی۔ کئی پتھر اس کی مٹھی میں دبے ہوئے تھے۔ پانی اتنا پرسکون اور آہستہ آہستہ بہنے والا تھا کہ بدن کو کوئی قوت نہیں صرف کرنا پڑتی تھی جس کی بنا پر ٹینا کا دل شاید ندی سے نکلنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔

لیکن اب صورتحال بدل گئی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میرا ذہن ماؤف سا ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ ٹینا بے لباس ہے اور اس کا لباس کنارے پر رکھا ہوا ہے۔ اس لباس کو کس طرح حاصل کیا جائے۔ اس کے علاوہ ظاہر ہے یہ لوگ کسی نیک مقصد کے تحت تو یہاں نہ آئے ہوں گے۔ البتہ جس انداز میں وہ بے آواز کھڑے ہوئے تھے وہ ذرا تعجب خیز تھا لیکن اب جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا بعد کے اقدام کے لئے کوئی نہ کوئی فیصلہ ضرور کرنا تھا۔ چنانچہ پہلے فیصلے کے تحت میں نے ٹینا کو آواز دی۔ اور ٹینا مسکراتی نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے انکل؟"

"کنارے کی جانب دیکھو۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ٹینا نے کنارے کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کے ہونٹوں کی ہنسی کافور ہو گئی اور چہرے پر کسی قدر دہشت کے آثار نظر آنے لگے۔

"آہ انکل، یہ کالے کالے لوگ۔ کیا۔ کیا یہ بھوت ہیں؟" اس نے خوفزدہ انداز میں سوال کیا اور جلدی سے میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"نہیں انسان ہی ہیں، لیکن افریقہ کے اس علاقے کے باشندے اور ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔"

"ہاں یہ تو میں جانتی ہوں۔ یہ بالکل ویسے ہی ہیں جیسے۔ جیسے ہم نے اپنے وطن میں دیکھے تھے۔"

"لیکن یہ انوکھے ہیں ٹینا۔"

"ہاں انکل بڑے خوفناک لگ رہے ہیں۔ لیکن یہ یہاں کیوں کھڑے ہیں انکل؟"

"ٹینا ہوشیاری سے کام لینا ہوگا۔ بچپن اور معصومیت کو چھوڑو یہاں رکو پہلے میں تمہارا لباس لے کر آتا ہوں۔"

"ارے ہاں انکل میرے کپڑے۔ میرے کپڑے۔" ٹینا نے دہشت زدہ لہجے میں کہا اور میں اس کے شانے تھپک کر آگے بڑھ گیا۔

جوں جوں میں کنارے کے نزدیک پہنچتا جا رہا تھا وہ لوگ ایک قدم پیچھے ہٹتے جا رہے تھے۔ لباس کنارے کے نزدیک ہی رکھا ہوا تھا۔ وہ لباس میں نے اٹھایا اور پلٹ پڑا۔ ان لوگوں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ تب میں ٹینا کے قریب پہنچ گیا۔

"لیکن۔ لیکن انکل میں یہاں پانی میں کپڑے کیسے پہنوں؟"

"جس طرح بھی ممکن ہو سکے ٹینا۔ یہ لوگ کسی نیک ارادے سے نہیں آئے۔" میں نے کہا۔

"کک۔ کیا مطلب انکل؟" ٹینا ہکلائی۔

"تم لباس پہنو ٹینا۔ اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور ٹینا نے بمشکل تمام پانی کے اندر ہی لباس کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ تب میں اس کا بازو پکڑ کر دوبارہ کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ لوگ بالکل ساکت و جامد کھڑے تھے۔ ان کی نگاہیں ہم دونوں پر جمی ہوئی تھیں لیکن انداز بڑا عجیب تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی وحشیانہ کارروائی نہ کرنا چاہتے ہوں لیکن کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا، ورنہ ان کے یہاں آنے کا مقصد کیا ہو سکتا تھا۔

میں کنارے پر پہنچ گیا اور ٹینا کو میں نے اپنی پشت پر کر لیا۔ تب میں نے ان کو مخاطب کیا۔ اور پروفیسر کسی بھی قوم کی زبان بولنے میں مجھے کبھی کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ سو میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا اور کہا کہ میرے نزدیک آکر مجھ سے گفتگو کرے۔ تب میں نے ان میں ایک ہلکی سی بھنبھناہٹ محسوس کی۔ غالباً وہ لوگ اس بات پر حیرت زدہ تھے کہ ان جیسے رنگوں کا مالک نہ ہونے کے باوجود میں ان کی زبان بول رہا تھا۔ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے تھے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی جو کسی قدر چھوٹے قد کا لیکن چوڑے بدن کا مالک تھا، آگے بڑھ آیا۔ وہ اپنا نیزہ ہلا رہا تھا۔ میرے نزدیک پہنچ کر اس نے نیزہ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑا، سینے پر رکھا اور ہلکی سی گردن جھکائی اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ گویا ان لوگوں کا انداز جارحانہ نہیں تھا بلکہ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ سو میں نے اس سے پوچھا "وہ کون ہے؟"

چند لمحات وہ میری جانب دیکھتا رہا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا، پھر آہستہ سے بڑبڑایا۔

"ناقابل عبور راستوں سے آنے والے، سردار تکانا نے اپنے علم و عقل سے تجھے وہ ناقابل عبور پل طے کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا جس پر سے گذرنے کا تصور صرف دیوی اور دیوتا کر سکتے ہیں اور ہم تجھے دیوتا ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ بے شک تیرا بدن سونے کا ہے اور تیرا انداز عام لوگوں سے مختلف ہے۔ ان تمام عام لوگوں سے جو سنہری دھات اور چمکیلے پتھر تلاش کرنے آتے ہیں اور یہاں آکر موت کا شکار بن جاتے ہیں سو کہا تکانا نے کہا جاؤ اور لے کر آؤ اس سونے کے بدن والے انسان کو، لیکن اس کی عزت و احترام میں فرق نہ ہو۔ ہاں ہم تجھے لینے آتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں تیرا تعاون۔ ہمارے اور تیرے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے اور نہ ہی ہم بددل ہیں تیرے یہاں آنے سے۔ بلکہ ہم جانتے ہیں کہ ممکن ہے تو ہمارے لئے برکتیں لایا ہو۔ سو چل ہمارے ساتھ۔ لیکن ہم سے تعرض نہ کرنا کیونکہ ہم تیرے دشمن نہیں ہیں۔"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پروفیسر! یہ سارے واقعات میرے لئے اجنبی تو نہیں تھے۔ میں تو ان لوگوں کے درمیان ہنستا کھیلتا جاتا اور تفریحاً ان کی زندگی کے ہر پہلو کو معلوم کرتا لیکن ٹینا میرے ساتھ تھی اور بعض اوقات تو مجھے بڑی دہشت ہوتی تھی ان سارے واقعات و حالات سے۔ کیونکہ یہ دنیا بڑی خراب ہے پروفیسر! اور میں کسی بھی طور ایسے جھگڑوں میں الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ میں تو اپنے طور پر زندگی کو گذارنے کا خواہشمند تھا لیکن کوئی نہ کوئی الجھن، کوئی نہ کوئی مصیبت مجھے گرفتار کر لیتی تھی۔ اور اب میں ٹینا کا شکار تھا۔ اس لڑکی کی حفاظت کا احساس میرے ذہن میں اب اس قدر آگے بڑھ گیا تھا کہ میں اسے چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا میں نے اپنے ذہن میں کوئی فیصلہ کیا اور گردن ہلا دی۔ تب میں نے اس شخص کو جواب دیا۔

"ہاں میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں؟"

اس نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو میرے بارے میں اطلاع دی۔ اور وہ سب میرے گرد جمع ہونے لگے، جو ندی کے دوسرے کنارے پر تھے وہ بھی پانی سے گذر کر اس کنارے پر پہنچنے لگے جہاں ہم لوگ موجود تھے اور ہم ان کے ساتھ آگے بڑھ گئے اور آگے بڑھنے والا راستہ بلاشبہ دلکش ترین راستہ تھا۔ ایک پگڈنڈی تھی جو نجانے کس جانب جاتی تھی۔ ہم اس پر آگے بڑھتے رہے۔

سیاہ فاموں کی ٹولیاں ہمارے اردگرد بکھری ہوئی تھیں۔ وہ ہر طرف سے سفر کر رہے تھے اور بالآخر ہم اس بڑے پہاڑی ٹیلے تک پہنچ گئے جس کے عقب میں مجھے نہیں معلوم تھا کہ کیا ہے لیکن جب میں نے اس سے گذر کر دیکھا تو مجھے وحشیوں کی ایک عظیم الشان بستی نظر آئی جو تاحدِ نگاہ پھیلی ہوئی تھی۔

چھوٹے چھوٹے گھاس کے بنے ہوئے جھونپڑے جن میں دیواروں میں پتھر بھی چنے ہوئے تھے، دُور دُور تک بکھرے ہوئے تھے اور ان کے درمیان حسین سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے کھیتی باڑی وغیرہ کا شاید یہاں کوئی تصور نہیں تھا۔ نجانے وقت گذارنے کے لئے یہ لوگ کیا کرتے تھے۔ اس وقت میرے سامنے تحقیقات کا مسئلہ نہیں تھا۔ بلکہ پہلے تو میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کا سلوک ہمارے ساتھ کیسا رہتا ہے۔

ایک بڑے سے جھونپڑے میں ہم دونوں کو پہنچا دیا گیا اور اسی شخص نے جس نے پہلی بار مجھ سے گفتگو کی تھی جھک کر مجھ سے درخواست کی کہ میں یہاں آرام کروں اور جس طرح سے اب تک تعاون کرتا چلا آیا ہوں اس تعاون کو جاری رکھوں۔ وہ سردار تکارنہ کو اطلاع دینے جا رہا ہے۔ میں نے گردن ہلا کر اسے یقین دلایا کہ میں اس وقت تک کوئی حرکت نہیں کروں گا جب تک کہ وہ خود کچھ نہ کرنے کی کوشش کریں۔ ٹینا البتہ ان لوگوں کے ساتھ آتے ہوئے خوفزدہ تھی اور جھونپڑے میں پہنچ کر بھی اس کے چہرے پر دہشت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ تب میں نے مسکرا کر ٹینا کی جانب دیکھا۔

"کیا بات ہے ٹینا، کیا تم خوف محسوس کر رہی ہو؟"

"انکل یہ لوگ تو بڑے ہی وحشی معلوم ہوتے ہیں، ہمارے ہاں جو لوگ ہیں ان کے رنگ ان جیسے ضرور ہیں لیکن حلیہ ان جیسا نہیں ہے، یہ لوگ کون ہیں اور ہمیں یہاں کیوں لائے ہیں؟"

"ان کا مقصد کچھ بھی ہو ٹینا، تمہیں ان سے خوف نہیں کھانا چاہئے یہ لوگ میری موجودگی میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے؟" میں نے اسے دلاسہ دیا۔

"نہیں انکل میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ میں تو کافی بہادر ہوں لیکن یہ لوگ اتو کھے ہیں اس وجہ سے مجھے تشویش ہے؟" ٹینا نے جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

سیاہ نسل کے ان لوگوں کے بارے میں ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکا تھا کہ انہوں نے ہمیں گرفتار کیوں کیا ہے۔ ویسے ان کا رویہ کسی طور تکلیف دہ نہیں تھا لیکن میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو پھر ٹینا کو بچانے کے لئے جو کچھ کر سکتا ہوں ضرور کروں گا۔

ٹینا کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ کافی دیر خاموشی سے گذر گئی۔ تو میں نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا سوچنے لگیں ٹینا؟"

"کوئی خاص بات نہیں انکل بس میں سوچ رہی ہوں کہ اب ہم کیا کریں گے۔۔؟"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"میری سمجھ میں تو کوئی بات ہی نہیں آ رہی۔ میں آپ کے ساتھ خوش ہوں، آپ اتنے اچھے ہیں کہ۔۔۔ میں سوچتی ہوں آپ اتنے اچھے کیوں ہیں بس مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ اس کے بجائے اگر ہم کسی شہر میں ہوتے تو بہت مزہ آتا؟"

"ہم یہاں سے شہر جانے کی کوشش کریں گے ٹینا، تمہیں فکرمند نہیں ہونا چاہئے؟" میں نے کہا اور اسی وقت چند حبشی ہماری رہائش گاہ میں آ گئے لیکن ان کے ہاتھوں میں ہمارے لئے کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ ان چیزوں کو دیکھ کر میں ان لوگوں کے بارے میں اندازہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

یہ ساری چیزیں میرے لئے اجنبی نہیں تھیں۔ بارہا میں ایسے ہی حالات سے گذر چکا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ان وحشیوں کا طرزِ زندگی کیا ہے لیکن اب تک کے رویے سے اتنا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ ضرورت سے زیادہ وحشی نہیں ہیں۔ اور شرافت کے نام سے آشنا ضرور ہیں۔

سورج جھکے چند وحشی میرے پاس آ گئے۔ اور چونکہ انہیں یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ میں ان کی زبان بول سکتا ہوں، چنانچہ ان میں سے ایک نے تکارنہ کا پیغام مجھے دیا۔

" سردار تکانہ تم سے ملاقات کا خواہشمند ہے اور اس نے تمہیں طلب کیا ہے "
" لڑکی بھی میرے ساتھ جائے گی؟" میں نے پوچھا۔
" اس نے اس بارے میں ہمیں کوئی ہدایت نہیں دی۔ یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے " اس نے جواب دیا۔
بہرحال میں نے ٹینا کو ساتھ لے لیا اور جھونپڑوں کے درمیان سے گذرتے ہوئے ہم سردار کے جھونپڑے کے سامنے پہنچ گئے جس کے سامنے ایک وسیع و عریض احاطہ موجود تھا۔ اس احاطے میں ایک پتھر پر ایک قوی ہیکل سیاہ فام موجود تھا جو بڑھاپے کی حدود میں داخل ہو چکا تھا لیکن جس کی بدنما آنکھوں سے تجربہ جھانکتا تھا۔
اس نے سر سے پاؤں تک مجھے دیکھا اور پھر گردن ہلائی۔
" تم اس ناقابل عبور راستے سے آئے ہو جو موت کا راستہ ہے اور جسے عبور کرنے کی ہر کوشش موت ثابت ہوتی ہے لیکن تمہارا بدن سنہرا ہے اور تمہارے نقوش اجنبی۔ سو کیا تم انسان سے بڑھ کر کچھ ہو۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو ہمیں آگاہ کرو تاکہ ہم تمہارا احترام تمہارے شایان شان کریں " سردار نے کہا۔
" اپنے بارے میں بتانے سے پہلے میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں " میں نے کہا۔
" حالانکہ یہ مناسب نہیں ہے۔ لیکن چونکہ تم مختلف ہو، اس لئے میں تیار ہوں "
" تمہارا نام تکانہ ہے "
" ہاں۔ تمہیں دوسروں نے بتا دیا ہوگا "
" اپنی بستی میں آجانے والے اجنبیوں کے ساتھ تم کیا سلوک کرتے ہو "
" ہم انہیں قبول نہیں کرتے، اول تو اس راستے سے، اس سے قبل کوئی نہیں آیا۔ ہاں دوسرے راستوں سے لوگ کبھی کبھی آجاتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو پہاڑوں کی سنہری دھات یا چمکدار پتھروں کے پجاری ہوتے ہیں۔ ان کے حصول کے لئے وہ زندگی کی پرواہ نہیں کرتے لیکن وہ لوگ گندے خیالات کے مالک ہوتے ہیں۔ بہت پہلے ہمیں ان کی آمد پر اعتراض نہیں تھا ہم ان سے تعاون کرتے تھے لیکن پھر ان کی چند باتوں نے ہمیں تکلیف پہنچائی۔ وہ ہم میں شامل ہو جاتے ہماری لڑکیوں کو بہکاتے اور پھر انہیں چھوڑ کر چلے جاتے مقصد صرف سنہری دھات اور چمکدار پتھروں کا حصول ہوتا۔ ہمارے بہت سے لوگ ان کی وجہ سے موت کا شکار ہوئے۔ تب ہریکا نے ان کے داخلے کی ممانعت کر دی اس نے کہا کہ سنہری دھات کے لئے آنے والوں کو ہلاک کر دیا جائے۔ تب سے ہم اسی اصول پر کاربند ہیں، سو یہی سوال ہم تم سے کریں گے "
" مثلاً " میں نے پوچھا
" کیا تم بھی سنہری دھات کی تلاش میں آئے ہو "
" نہیں "
" کیا تم سچ بول رہے ہو "
" ہاں "
" اگر یہ بات ہے تو صبح کی عبادت کے وقت تمہیں ہریکا کے بت کے سامنے اقرار کرنا ہوگا۔ لیکن سنو ہریکا کے بت کے سامنے جھوٹ سچ نمایاں ہو جاتا ہے۔ اگر تم نے جھوٹ بولا تو جل کر سیاہ ہو جاؤ گے لیکن اگر تمہاری بات سچ نکلی تو ہم تمہیں احترام دیں گے۔ ہاں اس کے سوا کوئی بات ہو تو تم ہمیں بتا دو تاکہ ہم مطمئن ہو جائیں "
" اگر میں سچا نکلا تو کیا تم میری مدد کرو گے "
" کیا مدد چاہتے ہو "
" دوسرے راستے سے مجھے مہذب دنیا تک پہنچا دینا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نہ تو سنہری دھات کا کوئی ٹکڑا اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور نہ ہی تمہاری کسی عورت کو کوئی نقصان پہنچاؤں گا " میں نے کہا اور سردار نے مہربان انداز میں گردن ہلا دی۔
" میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم سچے نکلے تو میں تمہاری پوری مدد کروں گا "
" شکریہ سردار " میں نے ممنونیت سے کہا۔ اور سچی بات بھی یہی تھی پروفیسر، میں تو ان لوگوں ہی میں رک جاتا لیکن ٹینا کا کیا کرتا۔ یہ لڑکی خواہ مخواہ ہی گلے پڑ گئی تھی اور اس کی وجہ سے بہت سی مشکلات میرے سامنے آ کھڑی ہوئی تھیں۔
" اس وقت تک تمہیں کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ جس جگہ تمہیں ٹھہرایا گیا ہے وہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے "
" قطعی نہیں "
" ٹھیک ہے تم آرام کرو۔ کسی بھی ضرورت کو بیان کر سکتے ہو " سردار نے کہا۔
" میں تم سے مزید کچھ معلومات کرنا چاہتا ہوں سردار "
" پوچھو "
" خود تمہارا طرز زندگی کیا ہے۔ تمہارے قبیلے کا کوئی نام ہے؟ یہاں ان اطراف میں دوسرے قبائل بھی آباد ہوں گے "
" ہم سب ہریکا کہلاتے ہیں اور یہی ہمارے قبیلے کا نام ہے۔ دیوی ہریکا ہماری نگران و محافظ ہے۔ اس کا جادو سب سے عظیم ہے ہاں وہ لوگ جو اپنا جادو آزمانے میں ہریکا کے مجرم ہوتے ہیں۔ ایسے مجرموں کو دیوی چھوٹ دیتی ہے اور انہیں ہزار راتیں دی جاتی ہیں۔ ان ہزار راتوں میں وہ اپنے جادو کی گندگی کے لئے آزاد ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے خاتمے کے بعد انہیں پتھر بنا دیا جاتا ہے۔ اور پھر وہ ہمیشہ پتھر کے بنے رہتے ہیں دیکھ سکتے ہیں، سوچ سکتے ہیں۔ بھوک پیاس بھی لگتی ہے انہیں۔ لیکن نہ وہ مر سکتے ہیں نہ جنبش کر سکتے ہیں۔ اس لئے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو اپنا جادو دیوی کے جادو پر حاوی کرتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی ایسا سر پھرا

نکل آتا ہے اور وہ بستیوں کے لئے مصیبت بن جاتا ہے جیسے ترشال "۔ سردار کے چہرے پر فکرمندی کے آثار نظر آنے لگے۔ میں غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

" ترشال کون ہے ؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ یہ قصے تو میری روح کی غذا تھے اور جتنا لطف مجھے ان داستانوں میں آتا تھا اور کہیں نہیں آتا تھا۔

" یہ قبیلہ صدیوں سے آباد ہے۔ ہم بُرے لوگ نہیں ہیں ہمیشہ امن پسند رہے ہیں اور دوسرے قبائل کی طرح جنگ و جدل ہمارا وطیرہ نہیں رہا۔ دیوی ہیریکا ہماری مدد کرتی ہے اور ہماری طرف بُری نگاہ ڈالنے والے خود فنا ہو جاتے ہیں۔ لیکن قستقہ کی چھوٹ ہم میں سے بدنصیب نسلوں کے لئے تباہ کن ثابت ہوتی رہی ہے "۔

" قستقہ کی چھوٹ ؟" میں نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

" ہاں میں اس بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں یعنی وہ سرپھرا انسان جو ہزار راتوں کا جادو مانگ لے، اور پھر ساری زندگی پتھر بن کر گذارے لیکن ان ہزار راتوں میں وہ آزاد ہوتا ہے۔ ایسا کوئی شخص جس دور میں بھی ہوا دوسروں کے لئے پریشانی کا باعث بنا رہا۔ اور بدقسمتی سے میرا دور بھی قستقہ کا دور ہے اور اس دور میں ترشال موجود ہے "۔

" وہ جس نے ہزار راتیں مانگ لی ہیں ؟"

" ہاں "

" خوب۔ ترشال کہاں رہتا ہے اور تم لوگوں کے ساتھ اس کا کیا رویّہ ہے ؟"

" وہ شیطان ہے اور ہم اس کے سامنے بےبس اور مجبور ہیں۔ قبیلے کی ہر عورت اس کی بیوی ہے وہ جسے چاہے اپنے پاس بلا لے۔ ہم سب اس کے غلام بن کر زندہ رہتے ہیں وہ جس سے نفرت کرے اس کا جینا حرام کر دے چنانچہ اس کی خوشنودی کے لئے ہمیں وہ کرنا ہوتا ہے جو ہم میں سے کسی کا دل نہیں چاہتا۔ ہر سات دن کے بعد وہ کسی ایک انسان کا خون پیتا ہے۔ اور اس کے لئے یہ قربانی بھی ہمیں میں سے کسی کو دینا ہوتی ہے "۔ سردار کی آواز میں غم کے آثار تھے۔

" تم اسے ہلاک نہیں کر سکتے ؟"

" نہیں۔ اس کے جادو کے سامنے ہماری ایک نہیں چلتی "۔

" یعنی اگر تم اسے ہلاک کرنا چاہو تو کوشش کر سکتے ہو، دیوی کی طرف سے اس کی ممانعت نہیں "۔

" نہیں۔ وہ شیطان ہوتا ہے۔ شیطان کو ہلاک کرنے کی ممانعت کس طرح ہو سکتی ہے۔ لیکن اس پر قابو کون پائے ؟" سردار نے اداسی سے کہا

" کیا ماضی میں کبھی کسی نے ایسے شخص کو ہلاک کیا ہے ؟"

" وہ جن پر ظلم ہوتا ہے ایسی کوششیں کرتے ہیں لیکن ناکام رہتے ہیں "۔ سردار نے جواب دیا۔

" وہ کہاں رہتا ہے، کیا تمہارے درمیان ؟"

" نہیں وہ لنگارا کی سیاہ پہاڑیوں کے ایک غار میں رہتا ہے۔ جب اس کا دل چاہتا ہے، آتا ہے اور ہم سب اس کے سامنے بےبس ہوتے ہیں "۔ سردار نے بتایا۔

" تم نے صبح کی عبادت کے بارے میں کہا تھا ؟"

" ہاں۔ ہم نکلتے سورج کی عبادت کرتے ہیں۔ کل تم بھی صبح کو اس عبادت میں شریک ہو گے "۔

" صبح کس وقت ؟"

" سورج نکلنے سے قبل "۔

" کیا ترشال بھی اس عبادت میں شریک ہوتا ہے ؟" میں نے پوچھا۔

" شیطان کو عبادت سے کیا کام۔ وہ تو ہر رسم سے بےنیاز ہوتا ہے "۔

" شکریہ سردار، تمہارے اس تعاون کے لئے میں بےحد شکرگذار ہوں۔ کل صبح کی عبادت میں میں شریک ہوں گا۔ اور اس وقت تمہیں میری سچائی کا یقین آ جائے گا "۔

پھر میں سردار کے پاس سے اٹھ گیا۔ ٹینا اس دوران خاموش بیٹھی رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے ظاہر ہے وہ اس گفتگو کو سمجھ بھی نہ رہی ہو گی۔

پھر جب ہم باہر نکل آئے تو اس نے میرا بازو پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔ " یہ آپ دونوں کو کیا ہو گیا تھا انکل ؟"

" کب ٹینا ؟"

" آپ لوگ نہ جانے کیا بول رہے تھے۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا "۔

" ان لوگوں کی زبان تھی۔ میں ان سے ان کی زبان میں بات کر رہا تھا "۔

" مجھے تو بڑی عجیب لگ رہی تھی۔ کیا کہہ رہا تھا ؟"

" کہہ رہا تھا کہ ہمیں تہذیب کی آبادیوں تک پہنچانے میں ہماری مدد کرے گا۔ وہ ہمارا دوست بن گیا ہے۔ لیکن اس نے یہ پیشکش بھی کی ہے کہ ابھی چند روز ان کے ساتھ قیام کریں، اور یہاں کی سیر کریں "۔

" ویسے یہ جگہ تو بہت خوبصورت ہے انکل "۔

" ہاں۔ اور ان لوگوں کا رہن سہن بھی انوکھا ہے۔ جب یہ لوگ جشن مناتے ہیں تو وحشیانہ رقص کرتے ہیں "۔

" اوہ۔ کیا یہ لوگ جشن منائیں گے ؟"

" شاید ابھی نہیں۔ ہاں اگر تمہیں کچھ دن یہاں گذارنے میں اعتراض نہ ہو تو پھر ہم ان کا جشن دیکھ کر ہی چلیں گے "۔

" ٹھیک ہے، مجھے ان کا رہن سہن بہت پسند ہے "۔ ٹینا نے خوش ہو کر کہا۔ اور خاموش ہو گئی۔ میں سردار نکانہ کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ سب کچھ وہی ہو رہا تھا جو ہوتا چلا آیا تھا۔ دنیا کے مسائل ازل سے یکساں تھے

کوئی بھی تو تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور میں ان مسائل میں پھنستا آیا ہوں۔ اور نہ جانے کب تک پھنستا رہوں گا۔

لیکن میں بھی کیا کروں۔ خود میری دلچسپی کا مرکز بھی یہی ہے۔ اگر میں مکمل طور پر ان سے الگ تھلگ رہوں تو پھر میرا جینا بھی محال ہو جائے میں خود کس طرح زندہ رہوں گا۔

تو پروفیسر ان مسائل میں تو پھنسنا ہی تھا۔ یوں میرے ذہن میں ترشال ابھر آیا۔ ترشال میرے لئے ایک دلچسپ شخصیت تھی۔

میں نے دوسرے دن کی عبادت میں شریک ہونے کا فیصلہ کر لیا پہلے تو سوچا تھا کہ ان کی عبادت میں تنہا ہی جاؤں لیکن ٹینا کو اس جھونپڑے میں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں تھا اور پھر ممکن ہے وہ بھی اس انوکھی عبادت سے لطف اندوز ہو۔

لیکن سورج نکلنے سے قبل جب میں نے ٹینا کو جگانے کی کوشش کی تو وہ نہیں جاگی۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ تب میں خود ہی باہر نکل آیا ــــ عبادت گاہ کے بارے میں میں نے تفصیل نہیں پوچھی تھی لیکن مجھے اس کے بارے میں جاننے میں دقت نہیں ہوئی۔ ایک سیاہ فام کو میں نے شانے سے پکڑ کر روک لیا تھا۔ وہ چونک کر رک گیا۔

" کیا تم صبح کی عبادت میں شریک نہیں ہوتے؟" میں نے پوچھا۔

" میں جا رہا ہوں۔ لیکن تم ــــ؟"

" میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

" تم؟" وہ حیرت اور دلچسپی سے بولا۔

" ہاں۔ تمہیں حیرت کیوں ہے؟"

" اس لئے کہ تم ہم میں سے نہیں ہو۔ تمہارا عبادت کرنا ہمارے لئے حیرت انگیز ہوگا۔"

" بہرحال مجھے اپنی عبادت گاہ لے چلو۔"

" آؤ ــــ میرے ساتھ آ جاؤ۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا اس کا رخ جھونپڑوں کے عقبی میدان کی جانب تھا۔ میں اس میدان کی دوسری سمت سے یہاں آیا تھا اس لئے یہ عقبی حصہ ابھی تک میری نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔

نیم تاریکی میں یہ ماحول بے حد دلکش اور پراسرار لگ رہا تھا۔ عقب میں ایک وسیع و عریض میدان پھیلا ہوا تھا جس کے اختتام پر سیاہ پہاڑیوں کا سلسلہ تاحدِ نگاہ تھا۔ یہ پہاڑیاں اس طرف کے ماحول کی ضد تھیں۔ ان حسین مرغزاروں میں ان کی بدنمائی عجیب لگ رہی تھی۔ میں نے دلچسپی سے یہ منظر دیکھا تھا۔ اور ان کے درمیان آگ جل رہی تھی اور یہ آتش کدہ میرے لئے بہت دلکش تھا۔ آگ کے عقب میں بھی کچھ نظر آ رہا تھا۔ ابھی زیادہ لوگ نہیں تھے۔ میرا رہبر ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔

" یہی عبادت کا میدان ہے۔ درمیان میں سلگتی ہوئی آگ سورج کے عکس کا پرتو ہے۔ یہ آگ سورج کی آگ کی نشاندہی کرتی ہے اور ہم اسی کی عبادت کریں گے۔" میرے راہبر نے مجھ سے کہا۔

" لیکن میرے دوست ابھی تو یہاں زیادہ لوگ نہیں آئے۔ کیا پوری بستی کے لوگ عبادت نہیں کرتے؟" میں نے سوال کیا۔

" مجال ہے کسی کی۔ ہر شخص صبح کو سورج کی آمد کا انتظار اسی میدان میں کرتا ہے۔ چند ساعت دیکھتے جاؤ ابھی وقت نہیں آیا۔" اس نے کہا اور میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ یہ ساری چیزیں میرے لئے بے حد دلکش تھیں۔ مجھے صدیوں پرانا ماحول یاد آ رہا تھا جب لوگ توہمات کا شکار تھے اور عجیب و غریب چیزوں کو پوجتے تھے۔ سورج کی پوجا کرنے والے چند لوگوں کے ساتھ میں پہلے بھی وقت گذار چکا تھا اور اس وقت بھی میں نے عجیب و غریب اور دلچسپ مناظر دیکھے تھے۔

میں اسی سوچ میں گم تھا کہ دفعتاً میں نے آگ میں سے سفید دھوئیں کے بادل نمودار ہوتے دیکھے۔ ایک عجیب سی انوکھی سی خوشبو چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ غالباً آگ کے اس الاؤ میں کوئی خوشبودار چیز ڈال دی گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی اچانک چاروں طرف سے چیخوں کی آوازیں ابھرنے لگیں اور تیزی کے ساتھ میدان لوگوں سے بھرنے لگا۔ پہلی صف دوسری صف اور پھر تیزی سے صفیں بھرنے لگیں۔ صفوں کے درمیان بے ہنگم انداز میں وحشی رقص کرتے پھر رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے زمین سیاہ فام ننگ دھڑنگ آدمی اگل رہی ہو۔ تب مجھے ایک تیز آواز سنائی دی اور یہ آواز تکانہ کی تھی تکانہ چیخ رہا تھا۔

" باہر سے آنے والے اجنبی تم جہاں بھی ہو میرے پاس آ جاؤ۔ میں اس تیز الاؤ کے نزدیک موجود ہوں۔" اور یہ آواز میرے لئے تھی۔ چنانچہ میں لوگوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ میرا ساتھی ایک لمحے کے لئے حیران رہ گیا تھا۔

چند ساعت کے بعد میں تکانہ کے نزدیک پہنچ گیا۔ تکانہ الاؤ کے نزدیک موجود تھا اور اسے تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ شعلوں کی روشنی اس کا چہرہ نمایاں کر رہی تھی۔ تکانہ کے نزدیک ہی چار آدمی اور بھی موجود تھے جو خاصے عمر رسیدہ تھے اور جن کے بال جٹاؤں کی شکل میں نیچے تک پھیلے ہوئے تھے۔ بدن ان کے بھی ننگ دھڑنگ تھے اور ان کے بدنوں پر عجیب و غریب قسم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ ایسے نقش و نگار جو میں اس سے پہلے بھی لوگوں کو آرائش بدن کے لئے بناتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔

سردار تکانہ نے مجھے اپنے بالکل قریب بلا لیا اور تب میں نے پہلی بار اس عجیب و غریب مجسمے کو دیکھا جو خاصا طویل و عریض تھا۔

سیاہ رنگ کے پتھر سے تراشی ہوئی یہ دیوی عجیب و غریب خدوخال کی مالک تھی، انتہائی بھونڈے خدوخال تھے اور باقی بدن کو نسوانی روپ دینے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ بہرصورت یہ دیوی تھی جس کے سامنے مجھے مقدس قسم کھانی تھی۔ بہرحال میں تکانہ کے نزدیک کھڑا ہو گیا۔

عبادت شروع ہو گئی۔ سورج آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان لوگوں کے جوش و خروش میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا اتنا شور مچا رہے تھے، اتنا چیخ رہے تھے یہ لوگ کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

مرد، عورتیں بچے بوڑھے سب موجود تھے اور سب کے سب دیوانہ وار چیخ رہے تھے۔ ویسے یہ انوکھی عبادت تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ یقینی طور پر جھونپڑے میں ٹینا جاگ اٹھی ہوگی۔ یہ آوازیں وہاں تک ضرور پہنچ رہی ہوں گی۔ اس تصور کے ساتھ میں تھوڑا سا پریشان بھی ہو گیا تھا۔ بہرصورت لوگوں کے اس ہجوم سے نکلنا آسان بات نہیں تھی۔ یوں بھی میں نے نکانہ کو مطمئن کرنے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ چنانچہ میں خاموشی سے ان لوگوں کی عبادت دیکھتا رہا۔

پھر جونہی سورج کی پہلی کرن نمودار ہوئی۔ وہ سب اچانک خاموش ہو گئے۔ اتنی تیز چیخوں کے بعد یہ خاموشی بڑی انوکھی اور بڑی عجیب لگ رہی تھی۔ میں دم سادھے ان لوگوں کی حرکات دیکھتا رہا۔ چند سیکنڈ وہ لوگ خاموش رہے اور سورج بلند ہوتا رہا۔ پھر جب سورج نے سر ابھارا تو وہ سب مطمئن ہو گئے، گویا عبادت ختم ہو گئی تھی۔ تب نکانہ مسکراتا ہوا بولا "میرے دوست اجنبی نے کیوں تمہاری بات پر مجھے یقین ہے۔ حالانکہ ہمارے مذہب ہی میں یہ بات نہیں ہے کہ ہم کسی ایسے شخص پر بھروسہ کریں جو ہمارا ہم مذہب نہ ہو اور مسافر یا اجنبی ہو۔ یا پھر اس نے دیوی ہریکا کے سامنے اپنی سچائی کا ثبوت نہ پیش کر دیا ہو۔ تاہم میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنی سچائی کا ثبوت دو۔"

"کیا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"سامنے آؤ۔" نکانہ بولا۔ اور میں دیوی ہریکا کے بت کے سامنے پہنچ گیا۔ تب نکانہ نے ایک بوڑھے کو اشارہ کیا اور بوڑھا ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ نکانہ بوڑھے سے مخاطب ہو کر بولا۔

"عظیم سکارا! ناقابلِ عبور راستوں سے آنے والا شخص کہتا ہے کہ وہ ایک بھٹکا ہوا انسان ہے اور سمندر کے راستے یہاں تک پہنچ گیا ہے یہاں آنا اس کا مقصد نہیں تھا اور نہ ہی وہ چمکدار پتھروں اور سنہری دھات کی تلاش کے لئے یہاں آیا ہے۔ وہ اس جگہ سے نکل جانے کا خواہشمند ہے اور اس سلسلے میں اپنی سچائی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے دیوی ہریکا کے سامنے آیا ہے۔ میں نے کہا ہے کہ اگر وہ ہریکا کے سامنے قسم کھالے اور یہ بات ثابت کر دے کہ وہ چمکدار پتھروں کی تلاش میں آنے والا شخص نہیں ہے تو میں اس کی مدد کروں گا۔ قبیلے کے قانون کے مطابق اگر یہ شخص بھی چمکدار پتھروں اور سنہری دھات کی تلاش میں یہاں آیا ہے تو پھر ہم اس کی کوئی اعانت نہیں کر سکیں گے اور پھر اسے ہریکا کے قدموں میں قربان کر دیا جائے گا۔ اور اگر یہ ہمارا دشمن نہیں ہے تو ہم اس سے کوئی تعرض نہیں کریں گے اور اسے ان علاقوں میں پہنچا دیں گے جہاں سے یہ اپنی دنیا میں واپس جا سکے۔ چنانچہ عظیم سکارا تم اس سے یہ مقدس قسم لو۔"

بوڑھے نے سر جھکایا اور لکڑی کے اس بڑے برتن کی جانب متوجہ ہو گیا جس میں کسی خاص لکڑی کا برادہ موجود تھا۔ اسی برادے کی خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ "میرے نزدیک آؤ۔" بوڑھے کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔ اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ "تم ہماری زبان سمجھتے ہو؟"

"ہاں۔"

"یہ انوکھی بات ہے جبکہ یہاں آنے والے تمہارے جیسے دوسرے اس زبان سے ناواقف ہوتے ہیں۔ بتا سکتے ہو کہ تم نے ہماری زبان کہاں سے سیکھی۔؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا اور بوڑھا چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب، میں سمجھا نہیں۔ کیا تم نے غلط نہیں کہا ہے۔ گویا تم نہیں بتاؤ گے کہ تم نے یہ زبان کیسے اور کہاں سیکھی؟"

"ہاں۔ میں یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔ تم سے کہا گیا ہے کہ تم قسم لو۔ اور اپنا کام پورا کرو۔ میرا خیال ہے تمہیں ایسا ہی کرنا چاہئے۔"

"ہوں۔ بڑے مغرور انسان معلوم ہوتے ہو۔ لیکن بہرحال دیوی ہریکا کے سامنے سرکشوں کے سر خود بخود جھک جاتے ہیں۔ کیا تمہیں بتایا گیا ہے کہ ہریکا کے سامنے جھوٹی قسم کھانے والے راکھ کے ڈھیر میں بدل جاتے ہیں؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"یوں لگتا ہے جیسے تمہیں اپنے سردار پر اعتماد نہ ہو اور اس نے جو کچھ تم سے کہا ہے تم اس سے مشکوک ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو میں دوبارہ اس سے کہتا ہوں کہ وہ پہلے تمہیں اپنی ذات کی جانب سے مطمئن کرے پھر میرا سلسلہ شروع کرے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور بوڑھے نے مضطربانہ انداز میں میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ارے ارے، تم تو بڑے فسادی معلوم ہوتے ہو۔ خواہ مخواہ سردار کو مجھ سے بدظن کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ یہ سوال تو میں نے ذاتی طور پر پوچھا تھا نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاؤ۔" سقراط بننے والا بوڑھا ایک دم سنبھل گیا۔ اور پھر کڑی نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

"چلو، اس خوشبو میں سے ایک مٹھی بھر کر اس الاؤ میں ڈال دو۔" اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ آگ سے سفید دھوئیں کے ساتھ خوشبوئیں اٹھیں اور فضا میں پھیل گئیں۔ سردار کھسک کر میرے قریب آ گیا۔ تب بوڑھے نے کہا۔

"ہاں بولو۔ اجنبی جو ناقابلِ عبور راستوں کو عبور کر کے آیا ہے۔ تمہارا یہاں آنے کا کیا مقصد ہے؟"

"جیسا کہ میں نے سردار نکانہ کو بتایا کہ میں ایک تباہ شدہ جہاز سے یہاں تک پہنچا ہوں اور اس طرف آنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں مہذب یافتہ دنیا میں نکل جاؤں۔ اور اس میں جھوٹ ہو تو تمہارے عقیدے کے مطابق مجھے ضرور نقصان پہنچے۔"

سردار کی نگاہیں دیوی کی طرف نگراں ہوگئیں۔ لیکن کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہ پیش آیا۔ اور سردار نے آگے بڑھ کر مجھے گلے سے لگالیا۔ "ہاں، میں نے تجھے سچا تسلیم کیا۔ اور اب مجھے تجھ پر کوئی شک نہیں ہے۔ میں اپنا وعدہ پورا کردوں گا۔"

میں نے سردار کی پیٹھ تھپتھپائی اور سردار مجھے لئے ہوئے چل پڑا۔ عبادت ختم ہونے کے بعد بستی کے دوسرے لوگ بھی واپس چل پڑے تھے اور میدان خالی ہوتا جارہا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم نے اس رسم کا بُرا نہیں مانا ہوگا اجنبی۔"

"نہیں۔ اس میں بُرا ماننے کی کوئی بات ہی نہیں تھی سردار۔ تمہیں مطمئن کرنا بھی ضروری تھا۔ اور میں مطمئن تھا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا۔"

"بیشک۔" سردار نے جواب دیا۔ ہم میدان عبور کرکے جھونپڑیوں کے نزدیک پہنچ گئے اور سردار اپنے تعاون کے طور پر میرے ساتھ میرے جھونپڑے تک آیا۔

"اب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اجنبی۔ کیا تو جلد از جلد یہاں سے جانا چاہتا ہے؟"

"ہاں سردار۔ اور اس کی وجہ میرے ساتھ موجود لڑکی ہے۔"

"ہاں میں نے اس معصوم کو دیکھا ہے۔ کیا وہ اس ماحول سے خوفزدہ ہے؟" سردار نے پوچھا۔

"نہیں لیکن اس کے باوجود یہاں سے نکل جانے کا خواہشمند ہوں۔"

"تب مجھے دو دن کی مہلت دے۔ میں تیرے لئے سفر کا بندوبست کروں تاکہ تجھے راستے میں تکلیف نہ ہو۔ مہذب دنیا میں جانے کے لئے راستہ طویل ہے اور اس میں کچھ ایسے دشوار گذار مراحل آتے ہیں کہ انسان پریشان ہوجاتا ہے۔"

"مجھے اپنی پرواہ نہیں تھی سردار لیکن وہ بچی میری ذمہ داری ہے۔ اگر بات صرف میری ہوتی تو میں ایک طویل وقت یہاں گذار کر تیرے لئے بھی کچھ کرنے کی کوشش کرتا۔"

"تیرا شکریہ۔ بہرحال مطمئن رہ۔ میں دو دن کے اندر تیری واپسی کا بندوبست کردوں گا۔ تیری سچائی نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ اب مجھے اجازت دے۔" سردار میرے جھونپڑے کے نزدیک آکر بولا۔ اور میں نے گردن ہلادی۔

سردار چلا گیا اور میں جھونپڑے میں داخل ہوگیا۔ میرا خیال تھا کہ ٹینا ضرور جاگ گئی ہوگی۔ آوازوں سے خوفزدہ بھی ہوئی ہوگی۔ اور میرا خیال درست نکلا۔ وہ اس جگہ نہیں تھی جہاں میں اسے چھوڑ گیا تھا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا لیکن ٹینا جھونپڑے میں موجود نہیں تھی۔

بے چاری لڑکی خوف کے عالم میں روتی ہوئی مجھے تلاش کرنے نکل گئی ہوگی۔ میں تیزی سے باہر نکل آیا اور پھر میں نے جھونپڑے کے اطراف میں ان ساری جگہوں تک جہاں ٹینا کے جانے کا امکان ہوسکتا تھا، تلاش کرتا پھرا لیکن وہ موجود نہ تھی۔ کیا وہ کافی دور نکل گئی۔ ممکن ہے اس میدان کی طرف۔ چنانچہ میں نے دوڑتے ہوئے میدان کا رخ کیا لیکن میدان اب سنسان پڑا تھا سوائے آگ کے جو اب بھی تیزی سے جل رہی تھی۔ تب میں نے زور سے اسے پکارا لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ میں کسی قدر پریشان ہوگیا تھا۔

وہاں سے واپس آکر میں نے ایک سیاہ فام کو پکڑا۔ "میرے ساتھ ایک سفید لڑکی تھی۔ کیا تم نے اسے دیکھا؟"

سیاہ فام نے حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے گردن ہلادی۔

"وہ کھو گئی ہے؟ کیا وہ اس جگہ نہیں جہاں تمہارا قیام ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ وہاں موجود نہیں ہے۔"

"کس وقت چھوڑا تھا تم نے اسے وہاں؟"

"اس وقت جب ہم سب عبادت کے لئے گئے تھے۔" میں نے جواب دیا اور سیاہ فام تعجب سے گردن ہلانے لگا۔

"اس وقت تو بستی میں کسی فرد کا وجود بھی نہیں ہوتا۔ پوری بستی خالی ہوجاتی ہے۔ تمہیں اسے یہاں چھوڑ کر نہیں جانا چاہئے تھا۔"

میں نے اس سیاہ فام کی نصیحتیں سننے کے بجائے آگے بڑھ کر ٹینا کو تلاش کرنا مناسب سمجھا۔ اور پھر میں کافی دیر تک اس کی تلاش میں بستی کے کونے کونے میں مارا مارا پھرتا رہا۔ میں نے بے شمار لوگوں سے اس کے بارے میں معلومات کیں اور ٹینا کو نہ پاکر میں سردار کی قیام گاہ کی طرف چل پڑا۔

قیام گاہ کے باہر سیاہ فام پہریدار موجود تھے۔ انہوں نے تکانہ کو میری آمد کی اطلاع دی اور تکانہ اپنے جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ تب اس نے سادگی سے پوچھا کہ کیا میں کسی خاص کام سے اس کے پاس آیا ہوں۔

"ہاں تکانہ۔ میری جھونپڑی سے وہ بچی غائب ہے جو میرے ساتھ تھی۔"

"کیا مطلب؟" تکانہ کئی قدم آگے بڑھ آیا۔

"وہ میرے جھونپڑے میں موجود نہیں ہے۔"

"کہاں گئی اور کب؟"

"اس وقت جب میں عبادت کے لئے گیا تھا تو وہ جھونپڑے ہی میں سو رہی تھی لیکن جب میں وہاں سے واپس آیا تو وہ اپنی جگہ موجود نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے بستی کے اطراف میں، میدان میں، ہر جگہ ہر کونے میں اسے تلاش کیا ہے لیکن وہ نہیں ملی۔"

"کیا؟" تکانہ نے کہا۔

"ہاں تکانہ وہ موجود نہیں ہے۔ براہ کرم سردار! اس کی تلاش میں میری مدد کرو۔"

"یقیناً۔ یقیناً یہ تمہارے کہنے کی بات نہیں ہے۔" تکانہ نے جواب دیا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

تکانہ نے چند افراد کو جمع کیا اور انہیں مختلف ہدایات دیں۔ اس نے ان سے کہا کہ بستی کا ہر فرد بچی کو تلاش کرے۔ بلکہ ہر جھونپڑے میں ہر جگہ

اس بستی کے اطراف میں دور دور تک نکل جائے اور بچی کو تلاش کرے۔ بچی ہر حالت میں چند گھنٹوں کے اندر اندر مل جانی چاہیئے۔"

لوگوں نے سردار نکانہ کی ہدایت سنی اور چاروں طرف دوڑ گئے۔ میرے انداز میں کچھ پریشانی پیدا ہو گئی تھی۔ میرے ذہن میں یہ بھی تھا کہ ٹینا کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے یا وہ خوفزدہ ہو کر کہیں چھپ گئی ہے بہر صورت یہ لوگ اسے تلاش کرنے کے لئے گئے تھے۔ سردار نکانہ نے مجھے اپنے ساتھ ہی رہنے کے لئے کہا تھا اور پھر اس نے مجھے اپنے جھونپڑے میں بیٹھنے کی دعوت دی اور ہم دونوں اندر چلے آئے۔ اندر آ کر ہم دونوں اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

" پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے دوست۔ ظاہر ہے وہ بچی زیادہ دور نہیں جائے گی۔ اب اتنی ناسمجھ بھی نہیں ہے کہ جنگلوں میں بہت دور تک نکل جائے میرے تیز دوڑنے والے اسے تلاش کر لیں گے تم اس سلسلے میں بے فکر ہو جاؤ۔" سردار نکانہ نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔

" اسے ہر قیمت پر ملنا چاہیئے سردار۔ اسے ہر قیمت پر ملنا چاہیئے۔ تم یقین کرو اس کی وجہ سے میری زندگی کا رخ بدلا ہوا ہے۔ ورنہ میں نجانے کہاں ہوتا۔"

" یقیناً۔ یقیناً۔ وہ ہماری مہمان ہے اور تم بھی میری پناہ میں ہو اس لئے تم بے فکر ہو جاؤ۔ اسے تلاش کر کے تمہارے حوالے کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔" سردار نکانہ نے بڑے اعتماد سے کہا اور میں کافی دیر تک اس کے ساتھ بیٹھا رہا۔ سردار تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کوئی نہ کوئی گفتگو کرنے لگتا تھا۔ دفعتاً کسی خیال کے تحت وہ چونک کر متوحش لہجے میں بولا۔

" سنو۔۔۔ کیا اس کا پورا لباس اس کے بدن پر تھا۔ کوئی ایسی چیز تو جھونپڑے میں نہیں رہ گئی جس سے اندازہ ہو کہ اسے اس کی مرضی کے خلاف کسی نے جھونپڑے سے اٹھایا ہے۔"

" کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

" میرے ساتھ چلو۔۔۔ میرے ساتھ آؤ۔" سردار اٹھ گیا۔ نجانے اس کے ذہن میں کیا خیال تھا۔ بہر صورت وہ میرے ساتھ میرے جھونپڑے کی جانب چل پڑا۔ تب اس نے جھونپڑے کے اندر داخل ہو کر دیکھا اور ایک لمحے کے لئے ساکت رہ گیا۔

" آہ۔۔۔ آہ۔۔۔ یہ کیا ہوا۔۔۔ یہ کیا ہوا۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا اور میں پریشان کن نگاہوں سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

" کیا ہوا سردار۔ کیا کوئی خاص بات تمہارے ذہن میں آئی ہے؟"

" بُو۔۔۔ ایک مکروہ اور شیطانی بُو۔ میں اس کو اس جھونپڑے میں ہی محسوس کر رہا ہوں۔ اور یہ اس منحوس انسان کے بدن کی بُو ہے جو ہماری پیشانی کا داغ ہے۔"

" سردار براہِ کرم صاف الفاظ میں مجھے بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

" ترشال۔۔۔ وہ جہاں جاتا ہے اس کے بدن کی بُو وہاں رہ جاتی ہے اور دیر تک یہ بُو فضا میں پھیلی رہتی ہے۔ بڑا ہی ناپاک انسان ہے۔"

" تو تمہارا مطلب ہے وہ اس جھونپڑے میں آیا تھا؟" میں نے خونخوار لہجے میں پوچھا۔

" میرے دوست اگر میرا تجربہ غلط نہیں ہے۔۔۔ لیکن ٹھہرو میں ایک شخص کو بلاتا ہوں۔ وہ اس بات کی صحیح نشاندہی کر سکے گا۔" سردار نکانہ نے کہا اور باہر نکل آیا۔ پھر اس نے کسی سیاہ فام کو کسی کو بلانے کے لئے کہا۔ اور چند ساعت کے بعد وہی بوڑھا جسے سکارا کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا جھونپڑے میں موجود تھا۔ بوڑھے نے جھونپڑے میں قدم رکھا اور ٹھٹھک گیا۔

" نکانہ ترشال کی بُو محسوس ہو رہی ہے۔" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور سردار نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

میں خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "تم دونوں کا کیا خیال ہے براہِ کرم مجھے بھی بتاؤ۔"

" یہ قطعی اتفاق ہے کہ میں نے تمہیں شیطان صفت ترشال کے بارے میں بتایا تھا میرے دوست۔ خیال ہے کہ لڑکی کو ترشال لے گیا۔"

" لیکن کیوں؟" میں نے گرجدار آواز میں پوچھا۔

" کیا کہا جا سکتا ہے اس شیطان کے بارے میں۔ لیکن اس منحوس نے بہت بُری حرکت کی ہے، سکارا بتاؤ اب کیا کیا جائے؟" سردار نے بوڑھے سے پوچھا۔

" ہم سب اس کے سامنے بے بس ہیں۔ کوئی کیا کر سکتا ہے۔" بوڑھے نے لاچاری کا مظاہرہ کیا۔

" وہ کہاں ملے گا سردار؟"

" ترشال کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟"

" ہاں۔"

" اس منحوس کا ٹھکانہ انہی سیاہ پہاڑیوں میں ہے جنہیں تم نے عبادت گاہ کے آخری سرے پر دیکھا ہو گا لیکن ان میں اس کا تلاش کرنا ممکن نہیں ہے، وہ خود ہی نظر آتا ہے۔ کوئی اسے تلاش نہیں کر سکتا۔"

" لڑکی کو ضرور ملنا چاہیئے سردار، یہ سب کچھ اصول مہمان نوازی کے خلاف ہے۔ میں پُرامن ہوں اور پُرامن رہنا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر لڑکی کو کوئی نقصان پہنچا تو میں پُرامن نہیں رہ سکوں گا۔"

" یقین کرو میرے دوست! میں شرمندہ ہوں۔ ہم نے یہاں ترشال کی بُو محسوس کی ہے اس لئے ہمارا خیال اس طرف گیا ہے۔ اگر اس کے علاوہ کسی اور نے یہ حرکت کی ہے تو۔۔۔ میں تمہارا مجرم تمہارے حوالے کر دوں گا تم اس کی گردن اتار دینا کوئی چوں بھی نہیں کر سکے گا۔ لیکن ترشال۔۔۔ اگر تم اس موذی سے ہمیں بھی نجات دلا سکے تو ہم تمہیں نجات دہندہ کہیں گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ٹینا کو ایسے مصائب سے بچا کر لایا تھا جن میں موت یقینی تھی۔ یہاں آ کر میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا اور اگر ٹینا نہ ملی تو۔۔۔ تو پھر میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ میرا کیا رویہ

ہو میں نہیں کہہ سکتا تھا۔

سردار سچا انسان تھا۔ مجھے اس کی نیت میں کھوٹ نہیں نظر آیا تھا لیکن یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی میں اپنے اوپر بھی غصہ کر رہا تھا۔ میں نے اسے یہاں چھوڑ ہی کیوں دیا۔ بہر حال میں ٹینا کے لئے سخت پریشان تھا اور پھر میں نے سردار سے کہا۔

مجھے ہتھیار چاہئے سردار۔"

"اوہ۔ آؤ میرے ساتھ" سردار نے جواب دیا۔ اور میں جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ سردار مجھے اپنے ساتھ اپنے جھونپڑے میں لے گیا اور پھر اس نے مجھے ہتھیاروں کے ذخیرے کے سامنے کھڑا کر دیا۔" اس میں سے جو پسند آئے لے لو۔"

میں نے سیاہ رنگ کی دھات کا بنا ہوا ایسا ہتھیار اٹھا لیا جو بیحد وزنی تھا لیکن اس میں دھار نہیں تھی اور جو میں باہر نکل آیا چاروں طرف دوڑنے والے مایوس واپس آ رہے تھے۔

دوپہر کے بعد سردار نے اعلان کر دیا کہ اب اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے کہ ترشال ٹینا کو لے گیا۔ تب دوپہر کے بعد میں نے سیاہ پہاڑیوں کا رخ کیا۔ اور پروفیسر ایسا عجیب و غریب پہاڑی سلسلہ میں نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ پوری پوری چٹانیں اس قدر چکنی اور سپاٹ تھیں کہ قدم جمانا مشکل ہو جائے۔ میں اس غار کی تلاش میں بھٹکتا پھرا لیکن سورج ڈھل گیا اور مجھے کوئی غار نظر نہیں آیا۔

میرے دل میں انتہائی غصہ تھا۔ اگر ترشال مجھے مل جاتا تو میں اس کا خون پی جاتا۔ میں نے سوچا۔ اور اچانک ہی سردار کے کچھ الفاظ میرے ذہن میں گونج اٹھے۔ میں خاموشی سے واپس چل پڑا تھا۔ سردار بیچارہ اپنے طور پر کوششوں میں مصروف تھا۔ اس نے میری صورت دیکھی اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن جھکالی۔ پھر بولا۔

"تم اس کا غار تلاش کرنے میں ناکام رہے ہو گے؟"

"ہاں۔ لیکن میں ناکامی نہیں چاہتا سردار۔"

"میرے دوست میں تمہارے لئے کیا کروں؟"

"تم نے کہا تھا سردار کہ وہ قبیلے کے کسی شخص کا خون پیتا ہے۔"

"ہاں" سردار چونک پڑا۔

"اس کا کیا طریقہ ہوتا ہے؟" میں نے کہا اور سردار چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"بس ڈوبتے چاند کی رات کو ایک نوجوان کو خوشبوؤں میں بسا کر سیاہ پہاڑیوں میں ایک مخصوص مقام پر بھیج دیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کی خون نچڑی ہوئی لاش وہاں سے اٹھالی جاتی ہے۔"

"کتنے دن باقی ہیں اس رات میں؟"

"صرف چند روز۔ لیکن کیوں؟"

"اس بار تم مجھے بھیجو گے سردار۔ میں اس کا سامنا کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا اور سردار کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ اس کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار نظر آ رہے تھے۔ تب میں واپس اپنی جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔ میرا بدن غصے سے پھنک رہا تھا۔

پھر میں نے جھونپڑے میں قدم رکھا اور ایک دم اچھل پڑا۔ ٹینا جھونپڑے میں موجود تھی۔ اس کی پشت میری جانب تھی اور وہ نہ جانے زمین پر کیا دیکھ رہی تھی۔

"ٹینا" میں بے اختیار اس کی جانب لپکا۔ اور میری آواز پر اس نے چونک کر گردن گھمائی۔

لیکن۔ لیکن یہ ٹینا تھی، میں اپنی جگہ ساکت رہ گیا تھا۔ ٹینا کی آنکھیں معمول سے کئی گنا بڑی ہو گئی تھیں۔ اس کے جبڑے لٹکے ہوئے تھے اور سرخ سرخ دانت نظر آ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے کسی کا خون پیا ہو۔ خون کے قطرے اس کے ہونٹوں کے نیچے ٹھوڑی پر بھی جمے ہوئے تھے۔

میں ششدر رہ گیا تھا۔ ٹینا کی بھیانک شکل میرے لئے اجنبی تھی کافی دیر تک میرے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی اور ٹینا مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی مسکراتی رہی۔ ان نگاہوں میں پروفیسر وہ بچپن وہ معصومیت نہیں تھی جو ٹینا کی عمر کے ساتھ ساتھ تھی۔ ان نگاہوں میں ایسی کیفیت تھی جیسے کوئی بھوکی عورت کوئی جنس زدہ لڑکی۔ تب وہ چند قدم آگے بڑھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔ پھر اس کے ہاتھ میرے سینے کی جانب بڑھ گئے

"تک کیوں گئے۔ آؤ۔ آگے بڑھو۔ آؤنا۔ مجھے آغوش میں لے لو۔ آؤ میں ترس رہی ہوں۔ آؤ" اس نے بڑی مکروہ آواز میں کہا۔ اور میری کمر میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ تب میں نے اس کے بال اپنی مٹھی میں پکڑ لیے

"ٹینا یہ تمہیں کیا ہو گیا؟"

"مجھے؟" اس نے عجیب سی ادا کے ساتھ کہا۔" مجھے کچھ بھی نہیں سچ کچھ بھی نہیں۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔ پھر کہنے لگی۔" تم نے میرے بال کیوں پکڑ لیے۔ آؤ میرے نزدیک آؤ۔ مجھے سینے سے لگا لو۔ آؤ۔ آؤ آؤ مجھے اپنے بالکل قریب کر لو۔ آؤ۔ آؤنا۔" اس نے ایک بار پھر کہا اور میں دہشت زدہ سا پیچھے ہٹنے لگا۔ یہ عجیب و غریب آواز میرے ہوش و حواس گم کئے دے رہی تھی۔ جھونپڑے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چکر لگاتا رہا۔ اور پھر کوئی چارہ نہ پا کر وہیں بیٹھ گیا۔ ٹینا دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔ میں خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور پھر میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ بھلا اس میں ٹینا کا کیا قصور، یقینی طور پر یہ اس شیطان کا کارنامہ ہے۔

"گردن اٹھاؤ" میں نے بھاری آواز میں کہا اور ٹینا نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔ لیکن اس بار اس کا چہرہ معتدل تھا۔ پہلے جیسی کوئی کیفیت نہیں تھی۔ نقش و نگار بھی معصومیت سے پُر نظر آ رہے تھے۔ میں نے اسے آواز دی۔

"ٹینا"

" انکل" وہ آہستہ سے بولی۔ انداز سسکی لینے کا سا تھا۔

" اوہ ٹینا۔ تم ٹھیک ہو؟" میں نے پوچھا۔

" آپ مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے انکل۔ لوگ کتنی زور زور سے چیخ رہے تھے۔ مجھے ڈر لگ رہا تھا انکل۔ بتائیے آپ مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟"

" تمہاری طبیعت کیسی ہے ٹینا؟" میں نے ہمدردی سے پوچھا۔

" ٹھیک ہوں انکل، اب تو آپ آ گئے ہیں۔"

" ہاں۔ لیکن ٹینا تمہیں ڈر لگ رہا تھا؟"

" ہاں بہت زور سے شور کی آوازیں آ رہی تھیں۔"

" پھر کیا ہوا ٹینا ــــ پھر کیا ہوا؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔

" پھر کچھ نہیں ہوا انکل، آپ آ گئے۔" اس نے معصومیت سے کہا اور میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک میں کچھ سوچتا رہا۔ پھر میں نے ٹینا کا ہاتھ پکڑا اور باہر نکل آیا۔ میرا رخ سردار کے جھونپڑے کی طرف تھا۔ راستے میں لوگوں نے مجھ سے ٹینا کی بازیابی کے بارے میں پوچھا لیکن میں نے کسی کو جواب نہیں دیا تھا۔

تکانہ نے ٹینا کو دیکھا تو اچھل پڑا " ارے۔ یہ کہاں سے ملی؟" وہ خوشی سے بولا لیکن دوسرے لمحے اس کے ہونٹ سکڑ گئے۔ اس کے انداز میں ایک پُراسرار کیفیت نظر آنے لگی تھی اور پھر وہ آہستہ آہستہ ٹینا کے پاس آ گیا۔ پھر اس نے مایوسی سے گردن ہلائی۔ میں بغور اس کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر سردار نے آگے بڑھ کر ٹینا کا لباس اوپر اٹھا دیا۔ اور اس کے سینے کے درمیان جھک کر دیکھنے لگا۔ تب میں نے بھی دیکھا۔ ٹینا کے سینے کے عین درمیان ایک سیاہ نشان تھا۔ گول سیاہ نشان۔ اور سردار نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر اس کا لباس درست کر دیا۔

" یہ نشان کیسا ہے؟" میں نے پوچھا۔

" ترشال کا نشان ہے۔ اب یہ لڑکی اس کی ملکیت ہے۔" سردار نے جواب دیا۔

" کیا مطلب؟"

" یہ تمہیں کہاں سے ملی؟" سردار نے الٹا مجھ سے سوال کر دیا۔

" جھونپڑے میں موجود تھی۔"

" ہوں۔" سردار نے ایک گہری سانس لی۔ " اس کمینہ صفت انسان نے اس کے بدن پر اپنا نشان بنا دیا ہے۔ اس کے بدن سے اب اس کی بو آ رہی ہے۔ یہ اس کی ملکیت ہے اور اب وہ اس کے جوان ہونے کا انتظار کرے گا۔ قبیلے کی سب سے حسین لڑکی نماشہ بھی اس کا شکار ہوئی تھی۔"

" کس طرح۔ مجھے بتاؤ تکانہ؟"

" وہ نوخیز تھی سب سے حسین تھی۔ ترشال اسے لے گیا۔ اور پھر اس نے اس پر اپنی مہر ثبت کر دی اور اسے قبیلے میں پرورش کے لئے چھوڑ دیا۔ تم نے اس لڑکی کے اندر کوئی تغیر تو نہیں پایا؟"

" ہاں جس وقت میں پہاڑیوں میں چکر لگانے کے بعد واپس اپنے جھونپڑے میں پہنچا تھا اور میں نے پہلی بار اسے دیکھا تھا تو اس کی شکل بالکل بدلی ہوئی تھی۔ ایسی مکروہ صورت تھی کہ مجھے دیکھ کر شدید حیرت ہوئی۔ اس کے علاوہ اس کے انداز میں بھی تبدیلی تھی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کی وہ کیفیت ختم ہو گئی۔"

" آہ۔ بالکل وہی کیفیات۔ یہ سو فیصدی ترشال کا شکار ہے۔ میرے دوست وہ لڑکی جس کا میں تم سے تذکرہ کر رہا ہوں اسی طرح اس کا شکار تھی۔ جب وہ اس پر اپنی جادوئی قوتیں آزماتا تو عجیب و غریب ہو کر رہ جاتی۔ اس نے بستی کے کئی نوجوانوں کو ہلاک کر دیا تھا اور اپنی کم سنی کے باوجود اس کے جذبات ایک بھرپور عورت کے جذبات ہوا کرتے تھے۔ وہ جذبات جن کی پذیرائی ممکن ہی نہیں تھی، یہ ترشال جیسے منحوس شخص کی کوشش ہے۔" سردار نے جواب دیا۔

میں سخت پریشان ہو گیا تھا۔ دیر تک میں کچھ سوچتا رہا پھر میں نے سردار سے کہا۔ " لیکن اب کیا ہو گا سردار۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم فی الفور ہماری واپسی کا بندوبست کر دو؟"

" میں یہ کام کر سکتا ہوں لیکن اپنے سر سے بلا ٹالنا مقصود نہیں ہے تم کہو گے کہ میں نے تمہیں دھوکہ دیا ہے۔" سردار نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

" کیا مطلب؟"

" یہ جب تک ترشال کے سحر سے آزاد نہ ہو گی کہیں نہیں جائے گی۔"

" یہ کیسے ممکن ہے؟"

" مجھے حکم دو میرے دوست۔ میں وہی کروں گا جو تم کہو گے۔"

" میں اسے لے کر یہاں سے فوراً نکل جانا چاہتا ہوں۔"

" میری اس اطلاع کے باوجود؟"

" ہاں۔"

" تب تم یہاں رکو، میں بندوبست کئے دیتا ہوں۔ کاش تم اس طرح اس منحوس کے بھیانک جال سے نکل سکو۔" سردار نے کہا اور پھر وہ باہر نکل گیا۔ میں نے پریشان نگاہوں سے ٹینا کو دیکھا۔ وہ اب پھر اتنی ہی معصوم نظر آ رہی تھی۔

" ٹینا۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔

" ہاں انکل۔"

" کیا سوچ رہی ہو؟"

" آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں انکل؟"

" اوہ نہیں ٹینا بیٹے۔ میں اگر پریشان تھا تو صرف تمہارے لئے۔ تم ٹھیک ہو تو اب مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔"

" انکل میں ــــ میں کچھ بیمار ہو گئی تھی کیا؟ مجھے یاد نہیں آتا کہ صبح کو اس وقت جب لوگ چیخ رہے تھے اور میں سوتے سے جاگ پڑی تھی آپ موجود نہیں تھے۔ اس کے بعد یہ شام کیسے ہو گئی انکل؟ مجھے نہیں معلوم

انکل کہ شام کس طرح ہوگئی۔ مجھے دن بھر کے واقعات یاد کیوں نہیں رہے، کیا میں سوگئی تھی؟ اس نے پوچھا اور میں عجیب نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

" ہاں ٹینا بیٹے تم سوگئی تھیں۔ لیکن اب یہ بتاؤ کیا اس وقت تم سفر کے لئے تیار ہو؟"

" سفر؟" ٹینا نے تعجب سے پوچھا۔

" ہاں سفر"

" لیکن کیوں انکل، کیا ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔ لیکن اتنی جلدی کیوں انکل؟"

" بس ٹینا۔ سردار تکانہ گھوڑوں کا بندوبست کرنے گیا ہے۔ ہم لوگ آج ہی ابھی اور اسی وقت یہ بستی چھوڑ دیں گے۔ اور کہیں اور چلے جائیں گے" میں نے کہا اور ٹینا میری جانب دیکھنے لگی۔

" رات میں انکل؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

" ہاں بیٹے رات میں"

" لیکن ہم کہاں جائیں گے؟"

" ان لوگوں کے رہنما سوار ہمیں کسی مخصوص مقام تک لے جائیں گے۔ وہاں سے ہم اپنی دنیا کی طرف نکل جائیں گے"

" آہ انکل یہ تو میری دلی خواہش ہے، انکل کتنی دیر میں یہ لوگ ہمارے ساتھ چلیں گے؟"

" میرا خیال ہے تھوڑی دیر کے بعد" میں نے کہا اور ٹینا مسرور نظر آنے لگی۔ اس کے چہرے پر وہی معصومیت تھی جو میں اس سے پہلے بھی دیکھتا رہا تھا لیکن میرے ذہن میں سردار کے کہے ہوئے الفاظ کا خوف بھی باقی تھا کہیں سردار کی بات سچ ہی نہ ثابت ہو۔

بے چارا سردار تکانہ میرے ساتھ بھرپور تعاون کر رہا تھا۔ وہ مجھ سے کم پریشان نظر نہیں آتا تھا۔ ۔ ۔ چھ گھڑ سوار ہماری رہنمائی کے لئے تیار تھے ان کے علاوہ تین گھوڑے اور تھے جن میں سے دو ہماری سواری کے لئے تھے اور ایک گھوڑے پر ضرورت کا سامان بار کیا گیا تھا۔

سردار مجھے بستی کی سرحد تک چھوڑنے آیا۔ وہ اب بھی پریشان تھا۔

"میری بستی میں تمہارے ساتھ بہتر سلوک نہیں ہو سکا نوجوان، جس کے لئے میں طویل عرصہ تک شرمندہ رہوں گا۔ میری دعا ہے کہ ہریکا دیوی کی مدد سے تم اس شیطان کے جال سے نکل جاؤ۔ لیکن اگر تمہیں اس میں کوئی دقت محسوس ہو تو میرے دوست ـــ تکانہ کو اپنا دوست سمجھ کر اس کے پاس آجانا"

" میں تمہاری اس دوستی کو یاد رکھوں گا تکانہ" میں نے جواب دیا۔ اور پھر اس سے رخصت ہو کر ہم چل پڑے۔ افریقہ کے خطرناک علاقے میں رات کا سفر بے حد بھیانک سمجھا جاتا تھا۔ وحشی اور خونخوار درندے چاروں طرف بھٹکتے پھرتے تھے۔ اور تاریک راتوں میں تو ان کا خطرہ اور بڑھ جاتا تھا۔

جن لوگوں کو تکانہ نے ہمارے ساتھ کیا تھا وہ بے حد نڈر اور تجربہ کار لوگ تھے۔ ساری رات وہ بے تکان ہمارے ساتھ سفر کرتے رہے اور یہ بھی اتفاق تھا کہ راستے میں کوئی قابل ذکر واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔

صبح کو ہم نے خود کو ایک سرسبز و شاداب جنگل میں پایا جنگل زیادہ گھنا نہیں تھا اور درختوں کے نیچے سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ ایک انتہائی گھنے سایہ دار درخت کے نیچے میں نے گھوڑا روک دیا۔ ٹینا کے چہرے پر تھکن نمایاں تھی۔

" تھک گئیں ٹینا؟"

" بے حد انکل" ٹینا نے جواب دیا۔

" تو اب آرام کرو۔ عمدہ جگہ ہے" میں نے کہا اور پھر میں اپنے رہنما سیاہ فاموں سے بات کرنے لگا۔ میں نے پروگرام بنایا تھا کہ دوپہر تک ہم آرام کریں گے، دوپہر کے بعد سفر کریں گے تاکہ پھر رات کو کسی مناسب جگہ قیام کیا جا سکے۔ سیاہ فاموں نے سعادتمندی سے گردن ہلا دی۔ ان بے چاروں نے ہمارے لئے آرام کا بندوبست کیا اور پھر خوراک کا سامان اتارنے لگے۔ سردار نے انہیں خاص طور سے ہمارے آرام کا خیال رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ اس لئے ہمارے سارے کام انہوں نے کئے۔ اور کھانے پینے کے بعد ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔

ٹینا اب متوازن تھی۔ اس کے انداز میں پہلے جیسی معصومیت پیدا ہوگئی تھی لیکن میں اس کی طرف سے غیر مطمئن تھا۔ دوپہر ڈھل گئی اور پھر ہم نے دوبارہ سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جنگل کو عبور کر رہے تھے۔

چونکہ آرام کر چکے تھے اور تھکن دور ہوگئی تھی۔ اس لئے ہم اس وقت تک سفر کرتے رہے جب تک تاریکی کافی گہری نہ ہوگئی۔ پھر ہم نے دوبارہ آرام کے لئے مناسب جگہ کا انتخاب کر لیا۔ یہ پہاڑی علاقہ تھا۔ اونچے نیچے ٹیلے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے کہیں کہیں درخت وغیرہ بھی تھے۔ ایک خوبصورت جگہ منتخب کر کے ہم وہاں رک گئے۔ ابھی تک سفر پرسکون رہا تھا۔ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو تشویشناک ہوتی۔ رات کے کھانے کے بعد دیر تک ٹینا مجھ سے گفتگو کرتی رہی۔ خود اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ پرصعوبت سفر کس طرح ختم ہوگا۔ اپنے اوپر گذرے ہوئے حالات کا اسے کوئی علم نہیں تھا۔

پھر وہ حسب معمول سونے کے لئے لیٹ گئی۔ میں بھی اس سے تھوڑے فاصلے پر لیٹ گیا تھا۔ ہم سے کچھ دور سیاہ فام محافظ آرام کر رہے۔ وہ ہمارے دو دو کر کے جاگ رہے تھے۔ تکانہ نے ہماری بے لوث خدمت کی تھی۔ میں اس سے بہت متاثر تھا لیکن اس بے چارے کے لئے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

آخری رات کا چاند تھا۔ پہلے تو تاریکی رہی لیکن پھر آہستہ آہستہ روشنی ہونے لگی۔ میری آنکھیں نیم غنودہ ہوتی ہی تھیں کہ میں نے کسی کو اپنے قریب محسوس کیا اور چونک پڑا۔ ٹینا میرے سرہانے موجود تھی۔

" نیند نہیں آرہی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور وہ بھی مسکرا دی لیکن اس کے اندر کسی قدر تبدیلی نظر آرہی تھی۔ یہ تبدیلی صرف میرا احساس تھا۔ کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن چند ساعت کے بعد میرے اس احساس کی تصدیق ہوگئی۔ وہ کھسک کر میرے نزدیک آگئی تھی۔ میں ۔میں عورت بننا

چاہتی ہوں۔ میں جوان ہو گئی ہوں۔" اس کی آواز ابھری اور میں اچھل پڑا۔

"ٹینا!" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں بھرپور جوان ہوں۔ میرے بدن کو دیکھو۔" اس نے اپنا لباس بدن سے نوچ پھینکا اور میں بوکھلا کر اٹھ گیا۔ یہ معصوم ٹینا نہیں تھی۔ اپنے حواس میں بھی نہیں تھی۔ یقیناً وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔

"ہوش میں آؤ ٹینا!" میں نے کہا اور اس نے ادائے خود سپردگی کے ساتھ اپنا بدن میرے سامنے لہرایا۔ تیرہ چودہ سال کی یہ بچی آج تک اپنے کردار میں معصومیت کے علاوہ اور کوئی احساس نہیں رکھتی تھی۔ لیکن اس وقت ــــ اس وقت وہ نہ جانے کیا بن گئی تھی۔

"میں ـ میں تمہاری آغوش میں سمانا چاہتی ہوں ـ مجھے مایوس نہ کرو ورنہ ــــ وہ سیاہ فام میرے بدن کی پیاس بجھائیں گے۔" اس نے دور سوتے ہوئے سیاہ فاموں کی طرف دیکھا اور میرے ذہن میں جھلاہٹ بھر گئی۔

"آخری بار کہہ رہا ہوں ٹینا، ہوش میں آؤ۔"

"تو مجھے ہوش میں لے آؤ نا۔" اس بار وہ حد سے گذر گئی اور میرا ابھرپور ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ کئی فٹ دُور جا گری تھی۔ لیکن وہ پھر اٹھ گئی۔ "ٹھیک ہے۔ تم مجھے قبول نہ کرو۔ میں جا رہی ہوں۔ میں ان سے درخواست کروں گی۔" وہ اٹھ کر سیاہ فاموں کی طرف بڑھی اور اب بات حد سے گذر گئی تھی۔ میں اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے لپک کر اسے پکڑ لیا۔ اور پھر میرا ہاتھ اس کی گردن کی پشت پر پڑا اور وہ لہرا کر زمین پر آ رہی۔ وہ بیہوش ہو گئی تھی۔

میں نے اسے اٹھا کر اس کی جگہ لٹا دیا۔ اور پھر بمشکل اس کا لباس اسے پہنایا۔ لیکن اس کی اس کیفیت سے میں سخت پریشان ہو گیا تھا۔ میں نے اس کی اب تک حفاظت کی تھی۔ اگر یہ کیفیت حقیقی ہوتی تو میں اتنا پریشان نہ ہوتا لیکن وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔

دیر تک میں اس کے نزدیک بیٹھا اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اب دن رات سفر کرنا ہو گا تاکہ اس طلسمی ماحول سے جتنی جلدی ممکن ہو دور نکل جاؤں۔ کچھ بھی ہو جائے میں ٹینا کو بے سہارا نہیں چھوڑوں گا۔

سیاہ فام اطمینان سے اپنی جگہ موجود تھے۔ ان بیچاروں کو صورتحال کا کچھ علم نہیں تھا۔ دیر تک میں اسی طرح بیٹھا رہا اور پھر اس کے نزدیک ہی دوبارہ لیٹ گیا۔ چاند اپنا سفر طے کر رہا تھا۔ ہوا اتنی خوشگوار چل رہی تھی کہ آنکھوں میں شراب اتر رہی تھی اور پھر یہ شراب میرے حواس پر چھا گئی اور میں دوبارہ سو گیا۔ اس بار سیاہ فاموں نے مجھے جگایا تھا۔ دور پہاڑوں کی اوٹ سے اجالا ابھر رہا تھا۔ سیاہ فام مجھے جھنجوڑ رہے تھے۔

میں چونک کر اٹھ گیا۔ "آپ کی ساتھی لڑکی گھوڑے پر بیٹھ کر اس طرف گئی ہے۔ ہم نے دو آدمی اس کے پیچھے دوڑا دیئے ہیں۔" ایک سیاہ فام نے مجھے بتایا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں اور الجھ گیا تھا۔

بہرحال ہم نے بھی اپنے گھوڑے سنبھال لئے اور پھر ہم بھی اسی طرف دوڑ پڑے۔ سورج ابھر آیا لیکن ان لوگوں کا کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ یہ وہی رخ تھا جس سے ہم آئے تھے اور اب ہم دوبارہ بستی کی جانب جا رہے تھے۔ میرے ذہن میں بھنور اٹھ رہے تھے۔ دل چاہ رہا تھا کہ ٹینا کو جہنم میں جھونک کر آگے بڑھ جاؤں لیکن پھر خیال آتا کہ وہ بے قصور ہے یہ سب ترشال کا ہی شیطانی چکر ہے۔ میں اس شیطان کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ کچھ بھی ہو جائے میں ترشال کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ میرے دانت بھنچ گئے۔ اور ہم رکے بغیر سفر کرتے رہے۔

شام کو سورج چھپے ہم بستی پہنچ گئے۔ جہاں ہماری ملاقات تکانہ اور ان دونوں سیاہ فاموں سے ہوئی تھی۔ سیاہ فاموں کی حالت خراب تھی۔ ان کے بدن جھلسے ہوئے تھے اور جگہ جگہ گوشت نکل آیا تھا۔ شاید وہ ابھی تکانہ کے پاس پہنچے تھے۔

تکانہ کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ اس نے میری طرف دیکھا اور مایوسی سے بولا۔ "میں نے پہلے ہی کہا تھا۔"

"ان لوگوں کو کیا ہوا؟" میں نے افسوس زدہ نگاہوں سے ان دونوں سیاہ فاموں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ان سے ہی سنو۔" تکانہ نے کہا۔

"کیا ہوا تم دونوں کو؟" میں نے پوچھا۔

"ہم لڑکی کا تعاقب کرتے ہوئے سیاہ پہاڑیوں تک گئے۔ وہ گھوڑے سمیت پہاڑیوں میں غائب ہو گئی۔ ہم پہاڑیوں میں بھٹک رہے تھے کہ ــــ اچانک پہاڑیوں سے شعلے نکلے اور ہم شعلوں میں گھر گئے۔ ہمارے گھوڑے جل کر ہلاک ہو گئے ہم بمشکل نکل آنے میں کامیاب ہو سکے۔"

"اور یہ حرکت اس شیطان کے علاوہ کسی کی نہیں ہے۔" تکانہ نے کہا۔

"لڑکی کا پھر کوئی پتہ نہیں چل سکا؟" میں نے شعلہ بار نگاہوں سے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں، اس کا نام و نشان تک نہیں ملا۔"

"ہوں۔ تکانہ ان کے علاج کا بندوبست کرو۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں میری وجہ سے سخت پریشانی اٹھانی پڑی۔ لیکن ترشال سے اب میری جنگ شروع ہو چکی ہے، میں دیکھوں گا وہ کتنا بڑا جادوگر ہے!"

میں جانتا تھا کہ تکانہ مجھے احمق سمجھ رہا ہو گا۔ بھلا میں کس طرح اس کی شیطانی قوت کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

رات کو تکانہ دیر تک میرے پاس بیٹھا رہا تھا۔ وہ بہت مایوس تھا اور مجھ سے بھی مایوسی کی گفتگو کرتا رہا تھا۔

"یقین کرو میرے دوست، تمہاری خواہش پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ایک مہمان کی حیثیت سے میں تمہیں اس خطرے سے بچانا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہارے خلوص کو دل سے قبول کرتا ہوں۔ لیکن اب میرے

لئے بھی یہ ضروری ہے۔ اس کے علاوہ میں اور کیا کر سکتا ہوں؟"

"ترشال تمہارا خون پی جائے گا۔ وہ شیطان ہے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ اب میں اسے کیا بتاتا کہ میرا خون بہت خراب ہے اور کسی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ دوسرے دن میری درخواست پر تکانہ مجھے اس علاقے میں لے گیا جہاں ہزار راتوں کے شکار پتھر کی زندگی گذار رہے تھے۔

بڑا پُراسرار علاقہ تھا۔ تکانہ مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتا رہا تھا جو بظاہر سیاہ پتھر کے مجسمے نظر آرہے تھے۔ یہ سن کر حیرت ہوتی تھی کہ وہ کبھی انسان تھے۔ اس نے ان شیطانوں کی روایات بتا کر مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی لیکن خوف کا میرے نزدیک گذر نہیں تھا۔

"یہ تمام لوگ وہ تھے جنہوں نے اپنی شیطانی قوتوں سے بستی کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ انہوں نے وہ سب کچھ کیا جو وہ کر سکتے تھے اور جس کی جتنی زندگی تھی اس نے اتنے ہی انسانوں کا خون پی لیا۔ گویا بے شمار افراد لقمۂ اجل بنے اور ساں کی زندگیاں اس طرح ختم ہو گئیں۔ سو میرے دوست میرے معزز مہمان یہ مناسب نہیں ہے کہ تم خود کو اس نوجوان کی حیثیت سے پیش کرو جسے ترشال کی خدمت میں اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ وہ اس سے اپنے خون کی پیاس بجھائے۔ ہم لوگ تو اس کے عادی ہیں اور ہماری تقدیریں یہی ہیں۔ سو جو گناہ کا پودا ہماری زمین میں اگا ہے اسے ہمارے ہی خون سے سیراب ہونا چاہئے۔ تم چند روز کے لئے یہاں آئے ہو تمہاری زندگی خطرے میں کیوں ڈالی جائے۔"

"میرے اچھے دوست تکانہ۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "پہلی بات تو یہ سن لو کہ ترشال میرا خون نہیں پی سکتا۔ تم خود کہہ چکے ہو اور میں نے تمہیں اس کا احساس نہیں دلایا کہ یہ راستے ناقابل عبور ہیں جدھر سے میں آیا ہوں سو میرا جیسا انسان ہی ان راستوں کو عبور کر سکتا ہے اور میرا جیسا شخص ہی تمہیں ترشال کے بوجھ سے آزاد کرا سکتا ہے۔ اور اگر میں ترشال پر قابو نہ بھی پا سکا تو بہر صورت یہ تو ممکن نہیں ہے کہ میں اس لڑکی کو یہاں چھوڑ کر اپنی زندگی بچانے کے لئے آگے بڑھ جاؤں چنانچہ میں نے جو فیصلہ کیا ہے مجھے اس پر اٹل رہنے دو اور میری مدد کرو۔"

تکانہ نے گردن جھکا لی۔ پھر مردہ سی آواز میں بولا۔ "ٹھیک ہے۔ اگر تم اس حد تک بضد ہو تو میں خاموش ہوا جاتا ہوں۔"

"ایک بات اور کہوں گا سردار۔"

"کیا؟" تکانہ نے پوچھا۔

"کیا تم پہلے سے اس شخص کا انتخاب کر لیتے ہو جسے ترشال کی ہوس پر قربان کیا جاتا ہے۔"

"ہاں۔ اس بار جو نوجوان ہے اس کا نام بنکارا ہے۔" تکانہ نے بتایا۔

"اگر اس بار میں اس کی جگہ چلا گیا تو کیا آئندہ اسے ہی ترشال کے پاس بھیجا جائے گا؟"

"اس سلسلے میں ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے نوجوان دوست، لیکن تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اگر اتفاق سے میں ترشال پر قابو نہ پا سکا تو تم اس نوجوان کو اس کی بھینٹ کے لئے مت بھیجنا جس کا انتخاب تم کر چکے ہو۔"

"اوہ۔" تکانہ نے گردن ہلائی۔ "گویا تم چاہتے ہو کہ اس کی زندگی ہمیشہ کے لئے بچ جائے۔"

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔"

"انوکھی خواہش ہے۔ تمہیں اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"کوئی فائدہ نہیں، بس میں چاہتا ہوں کہ ایک شخص اس طرح سے بچ جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری اس خواہش کی تعمیل کروں گا۔" تکانہ نے جواب دیا اور میں مسکرانے لگا۔

چاند یوں بھی آخری راتوں کا سفر طے کر رہا تھا۔ پھر ایک رات وہ ڈوب گیا۔ گویا وہ ڈوبتے چاند کی آخری رات تھی۔ اور اسی رات کے آخری پہر اس نوجوان کو سیاہ پہاڑیوں میں بھیجا جانے والا تھا جو اس بار ترشال کا نشانہ بننے کے لئے تیار تھا۔ ان چند دنوں میں ٹینا کا کہیں پتہ نہیں چل سکا تھا اور میرا دل اس کے لئے خون کے آنسو روتا تھا۔ مجھے ٹینا کی وہ کیفیت یاد آئی جس کا اظہار اس رات ہوا تھا۔ معصوم ٹینا کے چہرے پر ایک جوان عورت کے جذبات تھے اور میرا دل کسی طور یہ بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا کہ وہ اپنے کسی جذبے کے تحت اس حد تک آمادہ ہو گئی تھی۔ اس معصوم دل میں ابھی یہ جذبہ یقینی طور پر پیدا نہیں ہوا ہوگا۔ سو اگر ترشال نے اسے آمادہ کر لیا ہوگا تو کیا ٹینا اب وہی معصوم ٹینا ہوگی۔ اگر ترشال نے ٹینا کو تباہ و برباد کر دیا تو پھر میں اسے اتنی اذیتناک موت دوں گا کہ وہ مرنے کے بعد بھی نہ بھول سکے گا۔ میں نے سوچا تھا۔ سردار تکانہ خاصا مایوس تھا۔ بہر صورت وہ میری راہ میں آنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ تاریک رات کے آخری پہر اس نے مجھے الوداع کہا اور میں سیاہ پہاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ تکانہ نے مجھے بتا دیا تھا کہ مجھے وہاں جا کر کیا کرنا ہے۔ میرا ذہن عجیب سے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ ان خیالات میں خوف کا عنصر تو نہیں تھا۔ البتہ ایک الجھن ضرور تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ ان شیطانی قوتوں کا کوئی علاج میرے پاس نہیں ہے میں نے سب کچھ سیکھ لیا تھا لیکن اس انوکھے علم سے آج تک ناواقف سا ہوں۔ کاش اتنے لوگوں میں سے کوئی ایک مجھے اس علم سے بھی روشناس کراتا

تاریکی میں میں ان پہاڑیوں کی جانب تیزی سے سفر کر رہا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس ہیبت ناک اندھیرے میں داخل ہو گیا۔ وہ چشمہ جس کے بارے میں تکانہ نے مجھے بتایا تھا، سامنے ہی موجود تھا اور وہاں ایک تنہا درخت کے نیچے وہ مشعل روشن تھی۔ جس کا علم مجھے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ میں درخت کے۔ . . . . نیچے جا کھڑا ہوا اور میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں پھر اچانک مجھے عقب سے ایک آواز سنائی دی۔

"آہ — میں پیاسا ہوں۔ میں کس قدر پیاسا ہوں۔ کون میری پیاس بجھائے گا۔ کیا تو۔؟" وہ اچانک میرے سامنے آگیا۔ مشعل کی روشنی میں میں نے وہ مکروہ شکل دیکھی۔ بڑی ہیبتناک شکل تھی۔ سیاہ فام تو تھا ہی نچلا ہونٹ ٹھوڑی تک لٹکا ہوا تھا اور اس کے لمبے لمبے دانت نظر آتے تھے۔ ناک طوطے کی چونچ کی طرح مڑی ہوئی تھی۔ بدن اچھا خاصا توانا تھا۔

"کیا تو میری پیاس بجھائے گا؟" اس نے پوچھا۔

"میں بھی تو پیاسا ہوں ترشال۔ میری پیاس کون بجھائے گا۔" میں نے کہا اور وہ چونک پڑا۔

"ارے تو کون ہے۔ تو اس بستی سے تو نہیں ہے۔ اوہ میں سمجھ گیا اس لڑکی کا ساتھی — ہاں وہی تو ہے۔ میں نے عبادت کی صبح تجھے دیکھا تھا لیکن یہ لڑکا تو بڑا ہی عیار ہے۔ اس نے تجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے سوچا — خوب سوچا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر تو کیا پیئے گا؟"

"تیرا خون۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو — اوہو — کیا واقعی — پی لے — پی لے — لے یہ خنجر لے، اور جہاں چاہے بھونک دے۔" اس نے ایک لمبا خنجر نکال کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے اسے بغور دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے میں چکرا گیا تھا۔ "بجھا لے اپنی پیاس بجھا لے۔ پھر میری پیاس بجھا دینا۔"

میں نے خنجر اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ ترشال سینہ کھول کر میرے سامنے آگیا اور پروفیسر میں جانتا تھا کہ اس پیش کش میں کوئی خاص بات ضرور ہے۔ تاہم میں دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے خنجر پوری قوت سے اس کے سینے میں بھونک دیا۔ یوں لگا جیسے میں نے وہ خنجر کسی کاہی میں اتار دیا ہو۔ پھر میں نے اسے نکالا اور اسے کئی بار ترشال کے بدن پر جگہ جگہ خنجر بھونکا۔ لیکن کہیں سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا۔

ترشال مکروہ انداز میں ہنس پڑا۔ "اب میں کیا کروں۔ میرے بدن میں تو خون ہی نہیں ہے۔ اب تو اجازت ہے؟"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بھی ہنس کر کہا اور خنجر ترشال کو واپس کر دیا۔ اس نے خنجر میرے ہاتھ سے لے کر اچانک وحشیانہ انداز میں اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ اور پھر انتہائی سفاکی سے وہ خنجر میری گردن میں اتارنے کی کوشش کی۔ اور — خنجر کی دھار مڑ گئی۔ جس قوت سے وہ میری گردن میں پیوست کیا گیا تھا اس کے تحت اس کا وہ پہلا اور آخری وار ہونا چاہئے تھا لیکن اس نے حیرانی سے مڑے ہوئے خنجر کو دوبارہ دیکھا اور پھر اسے چٹکیوں میں پکڑ کر سیدھا کر دیا۔

اس بار اس نے خنجر میرے سینے میں بھونکا تھا۔ لیکن اس بار وہ دوبارہ سیدھا ہونے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ "کیا تیرا بدن پتھر کا ہے؟" اس نے وحشیانہ انداز میں کہا اور میرے منہ سے بھی قہقہہ ابل پڑا۔

"ہاں ترشال، لوہے کے ہتھیار تو میرے بدن پر بھی کارگر نہیں ہوتے۔" ترشال میرے ان الفاظ سے ہراساں نہیں ہوا تھا۔ بلکہ دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ناکارہ خنجر پھینک دیا۔

"میرے دانت لوہے کے نہیں ہیں۔ یہ تو ہڈیوں میں بھی بہ آسانی اتر جاتے ہیں۔" اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے جیسے مجھے اپنی گرفت میں لینے کا خواہشمند ہو۔ اور پھر اس نے لپک کر مجھے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اور جہاں بات طاقت کی ہو تو پھر جادو کی ایسی تیسی۔ میں نے اسے گرفت کرنے کا پورا موقع دیا تھا۔ اس نے مجھے گرفت میں لے کر اپنے دانت میرے شانے میں گاڑھ دیئے اور پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں منہ پیچھے ہٹا لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اب میں اسے کہاں چھوڑتا۔ میں نے بھی اس کے بدن کو گرفت میں لے لیا اور پھر میں نے پوری قوت سے اسے دبایا۔

ترشال کے حلق سے دلخراش آوازیں نکل رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں باہر نکلی پڑ رہی تھیں۔ اس نے بھی پوری قوت استعمال کر کے میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی اور میں نے اسے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ ترشال پھرتیلا تھا اور پھر جوں ہی وہ دوبارہ اٹھا میں نے پھر اسے گرفت میں لے لیا۔ لیکن اس بار وہ سنبھل گیا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اپنی شیطانی قوت سے وہ مجھ پر قابو نہیں پا سکتا۔ چنانچہ اچانک اس کا بدن جیسے پگھلنے لگا۔ وہ ایکدم کسی رسی کی طرح پتلا ہو گیا۔ اور اس کا اب میرے ہاتھ سے نکل جانا فطری امر تھا۔

میری گرفت سے نکلتے ہی اس نے پہاڑیوں کی طرف چھلانگ لگا دی لیکن اب میں اس کا پیچھا چھوڑنے والا کہاں تھا۔ میں اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔ اور جونہی وہ سیاہ چٹان کے ایک غار میں داخل ہوا . . . . . .

. . . . . میں نے بھی غار میں داخل ہونے کی کوشش کی۔

اسی وقت ایک وزنی چٹان اپنی جگہ سے اس طرح سرکی کہ غار کا دروازہ بند ہو جائے لیکن میں نے اس چٹان کو روکا۔ اور اس میں کامیاب ہو گیا۔ چٹان مجھے دھکیل نہ سکی اور میں اندر داخل ہو گیا۔ بدبو کا ایک شدید بھبکا میری ناک سے ٹکرایا تھا۔ میں نے ترشال کو تلاش کیا۔ لیکن اس کشادہ غار میں وہ مجھے نظر نہیں آیا۔ البتہ سامنے ہی ایک اور سرنگ سی موجود تھی۔ کشادہ غار میں دیواروں میں مشعلیں لگی ہوئی تھیں اور ان کی روشنی نہایت بھیانک منظر پیش کر رہی تھی۔

پورے غار میں مردہ جانوروں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں انسانی ڈھانچے بھی موجود تھے جن میں سڑا ہوا گوشت چپکا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بھی ایسی ہی مکروہ چیزیں۔ میں اس سرنگ کی طرف بڑھ گیا۔

اور سرنگ کے دوسرے دہانے پر مجھے ایک اور روشن غار نظر آیا۔ اس غار کی روشنی بہت تیز تھی۔ میں بے تکان اندر داخل ہو گیا۔ یہ غار زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ سامنے ہی سفید رنگ کا ایک خوبصورت تخت بچھا ہوا تھا جس میں اعلیٰ درجے کے جواہرات نصب تھے اور انہی ہیروں کی روشنی سے غار منور تھا۔ مکروہ صورت ترشال اس تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے

پاؤں بھی اوپر اٹھا رکھے تھے اور اس کے عقب میں ایک کرسی پر ٹینا بھی موجود تھی لیکن اس خوفناک اور وحشت زدہ شکل میں جس میں میں نے اس رات اسے دیکھا تھا جس دن وہ اغوا ہوئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک خوفناک مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

ترشال کے چہرے پر خوف کے آثار تھے۔

"تم کون ہو۔ تم کون ہو؟" اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم خوفزدہ ہو ترشال؟"

"نہیں — ہرگز نہیں تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ بگاڑ کر دیکھ لو۔ میں تم سے اتنا دور ہوں کہ تم — تم مجھ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ میں تم سے ہزاروں میل دور ہوں۔ مجھ سے ہزاروں میل دور" اس نے کہا۔

"تم شاید پاگل بھی ہو گئے ہو۔ آؤ مجھے ہلاک کرو۔ میرا خون پیو۔ تم پیاسے ہو" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"دھوکہ ہو گیا ہے۔ دیکھ لوں گا نکانہ کو۔ دیکھ لوں گا بستی والوں کو۔ پوری بستی کا خون نہ پی جاؤں تو نام نہیں۔ اس نے تمہیں کیوں بھیجا؟ اب اس کے لئے مصیبتیں ہی مصیبتیں ہیں" ترشال نے کہا۔ میں بدستور آگے بڑھ رہا تھا۔ اور ایک لمحے میں مجھے ایک انوکھا احساس ہوا میرے اور ترشال کے درمیان جتنا فاصلہ تھا وہ ان چند قدموں میں طے ہو جانا چاہئے تھا۔ میں مسلسل آگے بڑھ رہا تھا لیکن فاصلہ جوں کا توں تھا۔

ایک لمحے کے لئے میں ٹھٹھک گیا۔ اور اسی وقت بدبخت ترشال نے قہقہہ لگایا۔ "آؤ آؤ۔ رک کیوں گئے۔ مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ تم یہ فاصلہ ساری زندگی طے نہیں کر سکو گے۔ آؤ بڑھتے رہو"

لیکن میں وہیں رک گیا یہ صورتحال تعجب خیز تھی۔ اور ترشال کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ یہاں میں ناکام رہا ہوں۔ چنانچہ اس کا خوف آہستہ آہستہ دور ہوتا جا رہا تھا لیکن اس نے پاؤں زمین پر نہیں رکھے تھے اور اسی طرح بیٹھا ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی اب پینترا بدلنا ضروری سمجھا۔

"تمہارے جادو کے بارے میں مجھے بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے ترشال، لیکن اطمینان رکھو۔ میں ساری عمر تمہاری نگرانی کر سکتا ہوں۔ میں تمہیں یہ دعوت دیتا ہوں کہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو۔ مجھ پر اپنا جادو آزماؤ تم ناکام رہو گے۔ میں انتظار کروں گا کہ تمہارے جادو کا دور ختم ہو جائے اور اس کے بعد — اس کے بعد میں تمہارے پتھریلے جسمے کو پاش پاش کر دوں گا"

"ممکن ہے یہ نوبت نہ آئے — ممکن ہے یہ نوبت کبھی نہ آئے" ترشال نے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

میں نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ یہ بات کس بنیاد پر کہہ رہا ہے، لیکن میں نے اپنی بات کا سلسلہ جاری رکھا۔

"دوسری ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ ہم دونوں صلح کر لیں"

"صلح کر لیں؟" وہ چونکا۔

"ہاں۔ یہ ممکن ہے"

"او ہو۔ کیسی صلح اور کن شرائط پر؟"

"دیکھو ترشال، میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم مجھ پر اپنی جادوئی قوتیں استعمال کر کے مجھے ہلاک کر دو۔ اور اگر تم اس میں ناکام رہے تو پھر میں اپنے جادو کی ابتدا کروں گا اور تمہیں کتے کی موت ماروں گا۔ لیکن اگر تم صلح پر آمادہ ہو تو میں بھی تیار ہو سکتا ہوں"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"یہ لڑکی میری ساتھی ہے۔ یہ میرے لئے محترم ہے [illegible] ایک مخصوص مقام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ تم اسے میرے حوالے کر دو۔ میں اسے لے کر خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں گا۔ اپنی [illegible] مٹانے کے لئے تم قبیلے کی لڑکیوں کو لاتے رہتے ہو۔ اس پر قبضہ جما کر اپنے لئے مصیبت مول مت لو"

ترشال کچھ سوچنے لگا پھر بولا "نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ لڑکی میرے لئے کیا ہے تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اگر میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تو اس کے بعد ترشال کبھی نہیں مرے گا۔ ہاں اس کے بعد ترشال کبھی نہیں مرے گا۔ کوئی جادو اس پر کارگر نہ ہو گا۔ میں اسے کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ کبھی نہیں"

"کیا مطلب ترشال۔ یعنی تم اسے صرف اس لئے نہیں لائے کہ وہ ایک لڑکی ہے؟"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ لڑکیوں کی جتنا میرے لئے کیا کمی ہے۔ جس قبیلے سے چاہوں اٹھا لاؤں۔ مگر یہ لڑکی — یہ لڑکی ایک خاص حیثیت رکھتی ہے

اس کی عمر کتنی ہوگی؟"

" بہت چھوٹی تقریباً بارہ تیرہ سال"

" تیرہ سال۔ یقیناً تیرہ سال۔ مجھے اس کے چہرے سے اندازہ ہو رہا ہے میں اسے چار سال تک اپنے پاس رکھوں گا جس وقت یہ سترہ سال کی ہو جائے گی تو میں اس سے ایک ایسا کام لوں گا کہ اس کے بعد لوگ یہ بھول جائیں گے کہ دیوی ہریکا بھی کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ دیوی ہریکا اس وقت میرے سامنے بے بس ہوگی۔ میرا مقابلہ تو اسی سے ہے۔ میں اسے شکست دوں گا، وہ مجھے پتھروں میں تبدیل نہیں کر سکتی" ترشال نے جواب دیا۔

" اگر ایسی بات ہے ترشال تو مجھے بتاؤ تمہارا منصوبہ کیا ہے ممکن ہے میں بھی تمہاری مدد کر سکوں" میں نے کہا۔

" مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ بس یہ لڑکی میری پوری پوری مدد کرے گی۔"

" مگر کس طرح، کیا تم مجھے یہ بات نہیں بتاؤ گے" میں نے اسے باتوں میں لگاتے ہوئے پوچھا۔ اور ترشال آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ تخت پر اپنے آپ کو بالکل محفوظ سمجھتا ہو۔ ایک آدھ دفعہ میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پروفیسر عجیب بات تھی میں جتنا بھی آگے بڑھتا ترشال کا اور میرا فاصلہ اتنا ہی رہتا جتنا کہ تھا۔ گویا میرے قدم زمین طے نہیں کر رہے تھے تب ترشال نے کہا۔

" ماترا بھون زمین کی گہرائیوں میں ایک جگہ ایسی ہے جس کا راز پانے والا ترشال کے سوا کوئی نہیں ہے اور ماترا بھون کی گہرائیوں میں دیوی ہریکا کے قدم بھی معذور ہو جاتے ہیں۔ ہاں اس لئے کہ اس کے دل میں کھوٹ ہے اور وہ پاک نہیں رہی۔ ماترا بھون میں سانپ ہے اور وہ سانپ ابدیت کے تاج کا رکھوالا ہے اور ابدیت کا یہ تاج جسے حاصل ہو جائے اسے نہ تو موت آتی ہے اور نہ کوئی اس پر فاتح ہوتا ہے۔ تو میرے دوست! تم جو کوئی بھی ہو میری بات غور سے سنو جو ابدیت کے راستے اختیار کر رہا ہے مقدس سانپ تک پہنچنے والی ایک ایسی کنواری ہوگی جو پاکیزہ ہو اور جس کے بدن پر ایسے اجنبی ہاتھ نہ پہنچے ہوں جن میں ہوس لرز رہی ہو۔ سو میرا علم مجھے بتاتا ہے کہ یہ لڑکی معصوم ہے۔ میں نے اس کے دل میں ایک جوان عورت کے جذبات سمو کر دیکھے اور یہ اسی طرح بھڑک اٹھی جیسے تم کسی بجھتی ہوئی آگ پر ایسے سفوف چھڑک دیتے ہو جو آتشگیر ہوتا ہے اور اس آگ کی یہ بھڑک اس بات کی مظہر تھی کہ وہ ان جذبات سے ناآشنا ہے جو جوانی کے جذبات ہوتے ہیں۔ سو اب اس کی یہ آگ ہمیشہ کے لئے سرد ہو جائے گی اور یہ پاکیزہ رہے گی۔ تب یہ زمین کی گہرائیاں طے کرتی ہوئی سانپ تک جائے گی اور بڑے اطمینان کے ساتھ ابدیت کا وہ تاج اٹھا کر مجھے دے دے گی۔ تب وہ تاج میرے سر پر ہوگا اور لڑکی سانپ کا نوالہ تر۔ اور اس کے بعد میں زندہ رہوں گا۔ اس وقت تک جب تک کہ یہ دنیا کسی چادر کی طرح [illegible] جائے۔ بیوقوف تکا نہ سمجھتا ہے کہ ترشال بھی ان احمقوں کی مانند ہے جنہوں نے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہزار راتیں مانگ لی ہیں اور اس کے بعد پتھر کے مجسموں میں بدل گئے۔ میں نے اپنی سو راتیں صرف اس کوشش میں صرف کیں کہ میں ابدیت کے تاج کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ میں نے ساری کوشش اس مقصد میں صرف کی کہ میں ہریکا سے مقابلہ کروں اور کامیابی میرے نزدیک ہے۔ تاج صرف یہ لڑکی حاصل کر سکتی ہے اس لئے میں اسے کیسے چھوڑوں؟"

میں سکتے کے عالم میں اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ بہر حال ایک بات کا مجھے اندازہ ہو گیا تھا وہ یہ کہ کم از کم اب ٹینا کی عزت خطرے میں نہیں تھی وہ محفوظ ہے۔ تب میں نے کہا۔

" لیکن میں تیرا پیچھا نہیں چھوڑوں گا ترشال"

" میں جانتا ہوں۔ لیکن اس کے لئے صلح کی ایک اور پیشکش میں تجھے کرتا ہوں"

" کیا مطلب؟"

" تجھ سے صلح کی جا سکتی ہے۔ لیکن دوسری چند شرائط پر"

" وہ کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

" تو وہ تاج مجھے حاصل کر کے دے دے"

" اوہ۔ کیسے؟"

" میں تجھے اس غار تک پہنچائے دیتا ہوں جہاں ابدیت کا مقدس تاج موجود ہے مجھے اپنی قوت سے وہ تاج حاصل کر کے دے دے، سانپ کو ہلاک کر دے۔ اگر تیری قوت یہ کام کر سکتی ہے تو میں لڑکی تیرے حوالے کر دوں گا"

پھنس گیا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ اس طرح وہ آسانی سے میرے جنگل میں آ جائے گا" میں تیار ہوں" میں نے جواب دیا۔

" بغیر کچھ جانے بوجھے؟" اس نے کہا۔

" ہاں۔ میں سانپ کو ہلاک کر کے وہ تاج تجھے دے دوں گا۔ تو مجھے اس غار تک پہنچا دے"

" ٹھیک ہے لیکن اگر ناکام رہا تو تجھے لڑکی سے دستبردار ہونا ہوگا"

" وعدہ۔ اب مجھے جلدی سے وہاں پہنچا دے"

" تو ایسا کر، سامنے والے دروازے سے گذر کر ماترا بھون کے جنگل میں پہنچ جا۔ میں لڑکی کے ساتھ تیرے پاس آ رہا ہوں"

" ابھی نہیں چلے گا؟"

" سمجھنے کی کوشش کر، جب تک میرے پاؤں زمین سے نہیں لگتے تیرے اور میرے درمیان فاصلہ برقرار رہے گا جونہی میرے پاؤں زمین سے لگے زمین چھوٹی ہو جائے گی اور تو مجھ تک پہنچ جائے گا۔ اب میں اتنا بے وقوف بھی نہیں ہوں" وہ ہنس پڑا۔

واقعی شیطان ہے۔ میں نے سوچا۔ لیکن میں اسے بہلاوے دینا چاہتا تھا چنانچہ میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تو بے اختیار ہے۔ لیکن میں تجھے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا کہ کالکانہ کی بستی والوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو بس اس لڑکی کو لے کر یہاں سے نکل جانے کا خواہش مند ہوں۔"

"تب میں اپنے مقصد کے حصول کے بعد تیری یہ خواہش پوری کر دوں گا۔"

"تو نے کونسے دروازے کی بات کہی ترشال؟" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیونکہ اس غار میں اور کوئی دروازہ نہیں تھا۔

"اوہ۔ ماترا بھون جانے کے لئے دروازوں کی کیا کمی ہے۔" اس نے شیطانی انداز میں کہا اور ایک طرف انگلی اٹھا دی۔ میں نے اس کے اشارے کی جانب دیکھا۔ ایک سپاٹ سی چٹان تھی۔ لیکن چند ہی ساعت کے بعد چٹان میں ایک ننھا سا سوراخ ہوا۔ وہ ترخ گئی تھی اور پھر وہ سوراخ بڑا ہونے لگا۔ حتیٰ کہ اتنا بڑا ہو گیا کہ اس میں سے ایک آدمی بہ آسانی گذر سکے۔ تب میں نے اس شیطان صفت کی جانب دیکھا اور گردن ہلا دی۔

"کیا میں اس دروازے سے دوسری جانب چلا جاؤں؟"

"ہاں وہاں ماترا بھون ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تو بھی وہاں پہنچے گا؟"

"ضمانت ــ تو ضمانت کی بات کرتا ہے۔ دروازے کے دوسری جانب جا۔ میں تجھے وہاں موجود ملوں گا۔" ترشال نے کہا۔

"بہتر ہے۔" میں نے کہا اور بہر صورت مجھے یہ خطرہ بھی مول لینا ہی تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں بھی میں ناکام ہی تھا۔ اگر وہ تخت پر چڑھا بیٹھا رہتا اور میں ساری عمر چلتا رہتا تب بھی میں اس کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا چنانچہ کوئی تبدیلی مناسب تھی۔ اگر یہیں پر کوئی امکان ہوتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا تو میں ضرور کوشش کرتا اور ان فضول باتوں میں نہ پڑتا۔ چنانچہ میں غار کی دوسری جانب نکل آیا اور بلاشبہ میں نے دیکھا کہ ایک طویل میدان سا ہے اور اس کے چاروں طرف گھنے درخت اُگے ہوئے ہیں۔ گھاس بھی تھی اور پھول بھی کھلے ہوئے تھے۔ بہرحال بڑی عجیب سی جگہ تھی۔ ایک چوڑے تنے والا درخت میدان کے بیچوں بیچ کھڑا ہوا تھا۔ اس درخت کے نیچے ترشال اسی تخت پر موجود تھا جسے میں نے اندر دیکھا تھا لیکن اس بار ٹینا بھی اس کے نزدیک ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ زمین کا یہ جادو آج تک میری سمجھ میں نہ آسکا تھا پروفیسر، میں زمین کے اس جادو کے بارے میں جاننے میں ناکام رہا تھا۔ میں نے ترشال کی جانب دیکھا۔ وہ نہایت مکروہ انداز میں ہنس رہا تھا پھر بولا۔

"کیا میں نے غلط کہا تھا کہ میں تجھے یہاں موجود ملوں گا؟"

"نہیں ترشال، ہمارے اور تیرے درمیان مفاہمت کی جو فضا پیدا ہو گئی ہے میں بھی اسے ترک کرنا نہیں چاہتا۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے تو اب تیرا کیا خیال ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"کیا تو وہ غار دیکھنا چاہتا ہے؟"

"ہاں۔ تو نے اس کا وعدہ کیا تھا۔"

"وعدہ ــ" ترشال پھر ہنس پڑا۔ اس کا انداز بڑا مکروہ تھا۔ "میرے دوست ہمارے اس کھیل میں وعدوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ میں تجھے ماترا بھون تک ہی لانا چاہتا تھا۔ یہ جنگل، یہ میدان جانتا ہے کیا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"اب تو یہاں سے کبھی نہیں نکل سکے گا کبھی نہیں۔ یہاں ساری کائنات پھیلی ہوئی ہے۔ چیتارہ ــ چیتارہ ــ لیکن تو کبھی کہیں تک نہ پہنچ سکے گا۔ اس جنگل سے باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور اب ــ اب میں جا رہا ہوں۔" ترشال نے کہا اور دوسرے لمحے اس کا تخت درخت کے تنے میں داخل ہو گیا۔ میں بے اختیار درخت کی جانب دوڑا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں وہاں تک پہنچتا۔ ترشال تخت سمیت درخت کے تنے میں غائب ہو گیا تھا۔ میں پاگلوں کی طرح کھڑا اس بند تنے کو گھورتا رہا۔ جہاں کوئی نشان نہیں تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں اپنے آپ کو بہت چالاک انسان سمجھتا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ میں اس پر قابو پالوں گا۔ لیکن میں خود ہی پھنس کر رہ گیا تھا۔ اگر وہ بدبخت درست کہتا ہے تو پھر تو واقعی بڑی مصیبت ہو جائے گی۔ اس سے پہلے بھی میں دیکھ چکا تھا کہ ایک ہندو عورت جو ایسے ہی پُراسرار علوم سے آراستہ تھی میری گرفت سے باز رہی تھی اور میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا تھا۔ سو پروفیسر بلاشبہ اس وقت میں

کچھ پریشان سا ہوگیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کمین انسان نے کیا سچ
کہا ہے اور کیا جھوٹ ۔۔۔ لیکن اگر اس نے سچ کہا ہے تو بہر صورت ٹینا
غیر محفوظ ہی ہو گئی ہے۔ میں احمقوں کی طرح کھڑا وہاں سوچتا رہا۔ میری سمجھ
میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ اور پھر میں نے جھلّاتے ہوئے انداز
میں درخت کے تنے پر ٹھوکریں مارنا شروع کر دیں۔ لیکن کوئی فائدہ حاصل
نہ ہوا۔ اس درخت میں کوئی نشان نہیں تھا۔ تب میں وحشیانہ انداز میں پلٹا
اور درختوں میں داخل ہو کر اس جنگل سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔
میں چلتا رہا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ میں واپس ٹھکانہ
کی بستی تک پہنچ جاؤں گا لیکن ترشال کے الفاظ بھی میرے کانوں میں گونج رہے
تھے کہ اس جنگل سے باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے، میں ان الفاظ سے
پریشان تھا۔ میں درختوں کے درمیان چلتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ سورج
نکل آیا اور میں نے اس جگہ کو دیکھنے کی کوشش کی۔

پروفیسر! وہ تناور درخت میرے سامنے موجود تھا جس میں ترشال
سما گیا تھا۔ گویا میں وہیں کا وہیں تھا۔ میری اذیت کی انتہا نہ رہی۔ میرا دل چاہ رہا تھا
کہ ان تمام درختوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دوں۔ جنگل کو تباہ کر دوں۔ میں
وحشت زدہ ہو گیا تھا۔

دوپہر تک میں درخت کے سائے میں بیٹھا رہا۔ اور آج پھر میں نے
کوشش کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ آج میں نے دوسری سمت اختیار کی اور نت
نئے راستے میری نگاہوں کے سامنے آنے لگے لیکن دل میں خوف تھا۔ میں
سارا دن ساری رات چلتا رہا لیکن سورج ۔۔۔ سورج کی آمد میرے لئے منحوس
تھی۔ صبح کے سورج نے مجھے پھر اسی درخت کے سامنے پہنچا دیا۔ اور اب میری
جدوجہد ماند پڑ گئی۔ میں نے سوچا اس طرح جھلّاہٹوں سے کچھ کام نہیں چلے
گا۔ کچھ اور سوچنا چاہیے ۔۔۔ کچھ اور ہی سوچنا چاہیے۔ سورج چاند ستارے
زمین ہوا سب کچھ تھا۔ لیکن راستہ نہیں تھا۔ بلاشبہ اس جنگل سے باہر نکلنے
کا راستہ نہیں تھا۔

پھر میں کب تک اس طلسم میں گرفتار رہوں۔ ایک بار پھر میرے
ذہن میں بے قراری کی لہر اٹھی۔ میں یہاں کیوں آ گیا۔ کیا ملے گا مجھے ٹینا کی
حفاظت کا انعام۔ وہ بھی تو اسی دنیا کی ایک فرد ہے۔ میں نے اسے ڈوبتے
اور جلتے ہوئے جہاز سے کیوں بچایا تھا۔ بلاوجہ اس مصیبت میں پھنسا۔

یہ جھلّاہٹیں جاری رہیں ۔۔۔ دن گذرتے رہے۔ میری خونریز
کیفیت میں اضافہ ہوتا گیا۔ لاتعداد بار میں نے یہاں سے نکلنے کی کوشش
کی۔ نت نئے طریقے اختیار کئے لیکن ناکام رہا۔ تب نہ جانے کتنا وقت گذر
گیا۔ میں ایک زخمی شیر کی مانند اس وسیع پنجرے میں قید تھا۔ اب تو مجھے یہاں
کے ایک ایک ذرے سے نفرت ہو گئی تھی۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں ۔۔۔ میں
اس جنگل کو آگ لگا دوں۔

اور اس نئے خیال نے میرے ذہن میں پختگی حاصل کر لی۔ میں بڑے
خونخوار انداز میں سوچ رہا تھا۔ اور پھر میں نے اس مقصد کے تحت کام شروع
کر دیا۔ میں نے خشک گھاس کے انبار لگانے شروع کر دیئے۔ جگہ جگہ
میں نے اسے درختوں کے نیچے جمع کرنا شروع کر دیا۔ خاص طور سے اس
چوڑے اور تناور درخت کے گرد تو میں نے گھاس کا اتنا بڑا ڈھیر لگا دیا
کہ درخت کا تنا اس میں چھپ گیا۔

آگ کی ابتدا میں نے وہیں سے کی تھی۔ چقماق کے ذریعہ آگ
روشن کرنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی اور خشک گھاس نے آگ پکڑ لی۔
ہوا کے جھونکوں نے اس آگ کو خوب بھڑکایا۔ اور شعلے ذرا سی دیر میں
آسمان سے باتیں کرنے لگے۔

بالآخر درخت کے تنے نے آگ پکڑ لی تب میں نے وہاں سے
تھوڑی سی آگ لے کر دوسرے درختوں کے نیچے بھی آگ روشن کر دی۔
آگ اور دھوئیں کے بادل آسمان کی طرف بلند ہونے لگے اور دیکھتے ہی
دیکھتے جنگل آگ کا سمندر بن گیا۔

چاروں طرف آگ ہی آگ تھی جو آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔ اس
کی تپش سے دور دور کی چٹانیں چٹخ رہی تھیں۔ تڑاخے بلند ہو رہے تھے،
اور یہ تپش میرے بدن کو زندگی بخش رہی تھی۔ میری قوتیں جاگ رہی تھیں۔
نہ جانے کتنے عرصہ میں چوڑے تنے والے درخت کی زندگی ختم
ہوئی اور ایک دن وہ جلتی شاخوں کے ساتھ زمین پر آ رہا۔ میں نے اس
جلتے ہوئے درخت کو اس کی جگہ سے دور دھکیل دیا۔ پروفیسر ۔۔۔ اس
کے نیچے کھوکھلی زمین دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔

گو اس جگہ بھی دھواں بھرا ہوا تھا۔ لیکن مجھے اس کی کیا پرواہ ہو سکتی
تھی۔ میں دھوئیں کی اس سرنگ میں اتر گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے
معلوم ہو گیا کہ وہاں سیڑھیاں ہیں جو زمین کی گہرائیوں میں اتر گئی ہیں۔

تھوڑی دور چل کر دھوئیں کا احساس بھی ختم ہو گیا۔ لیکن سیڑھیاں
تھیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔

اور پروفیسر! نہ جانے کتنا وقت لگا نیچے آخری سیڑھی تک پہنچنے
میں، میں نے اس دوران وقت کا تعین ہی نہیں کیا تھا۔ اس منحوس جنگل
میں میں نے نہ جانے کتنے سورج دیکھے تھے، نہ جانے کتنے چاند دیکھے
تھے، ان کا کوئی حساب میں نے نہیں رکھا تھا ہاں میری کیفیت مجھے احساس
دلاتی تھی کہ میں نے اس آزاد قید میں بھی ایک طویل وقت گذار لیا ہے۔

بالآخر میں ایک غار میں پہنچ گیا اور پروفیسر اس غار میں میں نے
ایک عجیب منظر دیکھا، ایسا منظر جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ وہ سانپ
بے حد موٹا اور بہت ہی لمبا تھا۔ اس کا منہ بہت بڑا تھا۔ اور اس نے اپنے
بدن کو گول دائرے میں سمیٹا ہوا تھا اور دائرے کے درمیان ایک حسین
تاج رکھا ہوا تھا۔ ایک انتہائی خوبصورت حسین تاج۔

سانپ کی چمکدار آنکھیں میری جانب نگراں ہو گئیں۔ لیکن میں حیران
تھا۔ ترشال تک پہنچنے کے بجائے میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں تاج موجود تھا۔
اور اس تاج کی آرزو ترشال کو تھی۔ میں سانپ کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

اگر یہ تاج کوئی حیثیت رکھتا ہے تو کیوں نہ میں اسے ہی حاصل کرنے کی کوشش کروں، میں نے سوچا۔ تب میں اس سانپ کی طرف بڑھا۔ سانپ کے بل کے قریب ایک دائرے کی شکل میں گھومنے لگے۔ وہ اپنے بل کھول رہا تھا۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ وہ وزنی ہتھیار جو میں نے تکانہ سے حاصل کیا تھا باہر ہی رہ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے سانپ سے جنگ کرنے کے لیے کسی ہتھیار کی تلاش میں چاروں طرف دیکھا لیکن شفاف غار میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔

مجبوراً میں خالی ہاتھوں سے آگے بڑھنے لگا۔ دفعتاً سانپ کے منہ سے ایک چنگار نکلی اور اس کے ساتھ ہی آگ کے شعلے میری طرف لپکے۔ شعلے میرے بدن سے ٹکرائے اور میں آگے بڑھتا رہا۔ سانپ نے اپنا منہ کھولا اور اس کے لمبے لمبے دانت سفید چھریوں کی طرح نظر آنے لگے۔ پھر اس نے جست لگائی اور میرے اوپر آ پڑا۔ وہ اتنا لمبا تھا کہ بدن کا دائرہ بدستور تاج کے گرد قائم رہا اور وہ مجھ سے جنگ کرنے بھی پہنچ گیا۔ میں نے جھکائی دے کر اس کی گردن کو گرفت میں لے لیا اور اس پر قوت صرف کرنے لگا۔

سانپ بے پناہ طاقتور تھا۔ اس کا لمبا بدن پھسل رہا تھا اور وہ میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

لیکن یہ تو آخری کھیل تھا۔ میں اس کھیل میں اپنی تمام تر قوتیں صرف کر دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں سانپ کی گردن دباتا رہا۔ پھر میں نے دوسرے ہاتھ کی انگلیاں سیدھی کر کے سانپ کی آنکھ میں ماریں اور اس کی ایک آنکھ پھچک سے پھوٹ گئی۔ تب وہ طوفانی طاقت صرف کرنے لگا اور تاج کے گرد سے اس کا دائرہ سمٹ گیا۔

میں نے دوسری آنکھ کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا اور سانپ تکلیف سے بُری طرح اپنا بدن پٹخنے لگا۔ غار میں خوفناک آوازیں بلند ہو رہی تھیں لیکن سانپ کو بھی اپنا صحیح مدِمقابل ملا تھا۔ وہ تاج کی حفاظت بھول گیا تھا اور اپنی جان بچانے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔ پھر اس نے اپنا پورا بدن میرے گرد لپیٹ لیا اور میرے بدن کو دبانے لگا۔

میں اطمینان سے لیٹ گیا۔ لیکن میں نے اپنا پہلا داؤ نہیں چھوڑا تھا۔ اس کی گردن اب بھی میری گرفت ہی میں تھی اور میں اس پر مسلسل دباؤ ڈال رہا تھا۔ کافی وقت گذر گیا۔ تب کہیں جا کر سانپ کے بدن کی گرفت ڈھیلی ہوئی۔ اب اس کا دم نکل رہا تھا۔ پھر وہ سرد ہو گیا۔ اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ بے جان ہو گیا ہے تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور خود اس کے مردہ جسم سے نکلنے لگا۔

کافی مشکل سے میں اس میں کامیاب ہو سکا تھا۔ سانپ کا بدن ایک تودے کی مانند پڑا ہوا تھا۔ میں نے گہری گہری سانسیں لیکر چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر میں اس تاج کی طرف بڑھ گیا اور میں نے تاج اٹھا لیا۔

اور پروفیسر! مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا بدن کاغذ کی طرح ہلکا

ہوگیا ہو۔ میں نے اپنے اندر بڑی انوکھی تبدیلیاں محسوس کیں۔ اور نجانے کیوں میرا دل چاہا کہ میں یہ تاج پہن لوں۔ میں نے بے اختیار تاج اپنے سر پر رکھ لیا۔ اور اپنی کیفیات کا جائزہ لینے لگا۔ میں ان کیفیات کو الفاظ کا روپ نہیں دے سکتا۔ بہرحال اس انوکھی شے کی خصوصیات عجیب تھیں میں نے سوچا کہ ترشال اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اسے ابدیت کا تاج کہا تھا لیکن یہ ابدیت کسی انسان کی تقدیر میں نہیں تھی۔ یہ ابدیت ایک ایسے شخص کو نصیب ہوئی تھی جو خود بھی لافانی تھا اور پروفیسر اس کے بعد میں نے سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ بہتر یہ ہے کہ اب میں وہ راستہ تلاش کروں جو مجھے ترشال تک پہنچا دے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ان سارے ہنگاموں میں کتنا وقت گذر چکا ہے اور منحوس ترشال کہاں تک اپنی کوششوں میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ تاہم میرا خیال تھا کہ میں نے اچھا خاصا وقت گذارا ہے۔ گو میں اس کا تعین نہیں کر سکتا تھا۔

تب ایک انوکھی بات ہوئی میں نے یہ سوچا ہی تھا کہ میں ترشال تک جانے کا خواہش مند ہوں کہ دفعتاً میرے سامنے سے چٹانوں کے پردے ہٹنے لگے۔ وہ دیواریں جو ٹھوس اور چٹانی تھیں۔ کاغذی دیواروں کی طرح کھلنے لگیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ان کی تہیں سرکتی جا رہی ہوں اور وہاں ذرے سے بنے ہوئے محسوس ہو رہے ہوں نہ تب میں ان ذروں کی جانب بڑھ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہ کیا اسرار ہے۔ تاہم اتنا اندازہ میں نے ضرور لگا لیا تھا کہ یہ تاج کسی ایسی ہی اہمیت کا حامل ہے جس کی بنا پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے، سو میں اس راستے بن جانے والی سرنگ میں داخل ہو گیا اور اس سرنگ میں چلتا رہا۔ سرنگ کا اختتام ایک ایسی جگہ پر ہوا جہاں ایک کشادہ غار موجود تھا اور پروفیسر میرا جانا پہچانا تھا۔ یعنی وہ غار جس میں تخت پڑا ہوا تھا اور جہاں میں نے ترشال کو دیکھا تھا۔ گویا وہ راستہ جسے میں طے نہ کر سکا تھا۔

ہاتھی دانت سے بنا ہوا یہ تخت جواہرات سے مرصع تھا لیکن اس وقت اس تخت پر کوئی نہیں تھا۔ میں نے اس تخت تک پہنچنے کی کوشش کی اور مجھے اس میں کوئی ناکامی نہ ہوئی۔ غار بالکل خالی تھا۔ میں نے اس کے دوسرے دہانے کی جانب دیکھا جس کے دوسری جانب ایک بڑا غار تھا۔ اور پھر میں اس طرف بڑھ گیا۔ میں نے جونہی دوسری طرف قدم رکھا، میری نگاہیں ایک حسین لڑکی پر پڑیں۔ حسن و شباب کا پیکر، گھنے گہرے سیاہ بال اس کے چہرے کو ڈھکے ہوئے تھے۔ وہ گردن جھکائے اداس بیٹھی تھی، ایک لمحے کے لئے تو میں اسے نہ پہچان سکا لیکن دوسرے لمحے میری نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ وہ ۔۔۔ وہ تو ٹینا ہی تھی۔ ٹینا اب جوانی کے پھلوں سے لدا ہوا درخت نظر آ رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور کھڑی ہو گئی۔

" انکل " اس نے بے اختیار مجھے پکارا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ حالانکہ میں شدید حیرت زدہ تھا اور میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اتنا طویل وقت گذار چکا ہوں کہ ٹینا جوان ہو گئی لیکن یہ سب تو خلاف حیرت ہی تھا اور اس پر یقین کرنا ہی پڑتا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے دونوں بازو پھیلائے اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

" انکل ۔۔۔ انکل " وہ بے اختیار میرے سینے سے منہ رگڑ رہی تھی۔ اور میرا ہاتھ اس کے بالوں میں تھا۔

" کتنا وقت گذر گیا ہے ٹینا؟" میں نے سوال کیا۔

" انکل ایک طویل وقت، وہ وقت جو زندگی چھین لے لیکن میں زندہ ہوں۔ بتائیے کیوں انکل ۔۔۔ بتائیے کیوں انکل" اس نے کہا اور میں اسے تسلی دینے لگا معصوم ٹینا میری باتوں سے بہل رہی تھی۔ تب میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" میں نے تم سے کہا تھا ٹینا کہ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ تم سے منہ نہیں موڑوں گا۔ سو کچھ وقت ضرور لگا لیکن دیکھ لو میں پھر سے تمہارے پاس پہنچ گیا ہوں"

" آہ انکل، مجھے ان غاروں سے نجات دلا دو۔ مجھے ان پتھروں سے نجات دلا دو۔ میں تو یہاں مر بھی نہیں سکتی انکل۔ میں اتنی بے زار ہوں کہ اب زندگی میرے لئے ایک بے حقیقت شے ہو کر رہ گئی ہے۔ کاش میں موت جیسی قیمتی چیز کو حاصل کر سکتی۔ میں نے کتنی بار مرنے کی کوشش کی لیکن ہواؤں کے اس جال میں ایسی الجھ کر رہ گئی ہوں کہ موت بھی میرے نزدیک آتے ہوئے ڈرتی ہے انکل مجھے زندگی دے دو یا پھر موت" وہ زار و قطار رونے لگی اور میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

" ٹینا، میں نے کہا نا تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس جتنا وقت گذرنا تھا گذر گیا اب پریشان مت ہو"

" یہ لمحات میں نے زندگی اور موت کے درمیان گذارے ہیں، زندگی سے زیادہ مجھے موت عزیز تھی۔ آہ انکل وہ مکروہ انسان میری نگاہوں کے سامنے ایسے شیطانی کھیل کھیلتا ہے کہ انسانیت کانپ اٹھتی ہے۔ وہ اتنا وحشی ہے کہ اس پر انسان ہونے کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا"

" میں جانتا ہوں ٹینا۔ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

" انسانی خون سے اپنی پیاس بجھانے گیا ہے۔ ڈوبتے چاند کی رات کو وہ ایک انسان کا خون پیتا ہے اور پھر کسی شرابی کے سے انداز میں لڑکھڑاتا ہوا آ جاتا ہے۔ اس وقت وہ بہت خوش ہوتا ہے"

" تمہارے اندازے کے مطابق تمہیں یہاں کتنا عرصہ گذر چکا ہے؟"

" میرا تو کوئی اندازہ نہیں ہے انکل۔ وہی شیطان کہتا تھا کہ اب ایک سال اور باقی رہ گیا ہے۔ اور اس کے بعد وہ ابدیت کا تاج حاصل کرے گا۔ اور دیوی ہریکا اس کے قدموں میں ہو گی"

" گویا تین سال گذر چکے"

" ممکن ہے انکل"

" تمہارے ساتھ اس کا سلوک کیسا رہا ٹینا"

" بس ایک قیدی کی طرح زندہ ہوں۔ اس عرصہ میں میں نے کبھی کھلی

تھا نہیں دیکھی۔ اسی غلاظت میں مجھے زندہ رہنا ہوتا ہے۔ بھوک لگتی ہے تو
کھا لیتی ہوں حالانکہ دل اندر سے کچھ قبول نہیں کرتا۔"

"کھیل ختم ہو گیا ہے ٹینا۔ آؤ اس چشمے کے پاس چلیں جہاں وہ اپنا خونی کھیل کھیل رہا ہوگا۔" میں نے کہا اور نہ جانے کیا ہوا۔ ایک لمحہ بھی تو نہیں گزرا تھا میں نے اپنے اطراف میں دیکھا۔ میں اسی سیاہ ماحول میں تھا۔

چشمہ ۔۔ اس کے کنارے درخت اور اس درخت کے نیچے تزشال موجود تھا۔ اس کے علاوہ تھر تھر کانپنے والا ایک نوجوان بھی، جو خوف سے بے ہوش ہونے کے قریب تھا۔

"میں پیاسا ہوں۔ آہ میں کتنا پیاسا ہوں۔" تزشال کی بھیانک آواز گونجی۔ اور نوجوان کے حلق سے ڈری ڈری آوازیں نکلنے لگیں۔

"تو میری پیاس بجھا دے گا نا، بول جواب دے۔"

"ہاں ۔۔ ہاں ۔۔" نوجوان کی آواز اس طرح نکلی جیسے وہ اس کے حلق سے آخری بار نکلی ہو۔

"یہاں تو ہم دونوں بھی موجود ہیں تزشال۔" میں نے کہا اور تزشال بُری طرح اچھل پڑا۔ اس نے پلٹ کر ہمیں دیکھا اور جوں ہی اس کی نگاہ تاج پر پڑی۔ وہ جیسے پتھر کا بن گیا ہو۔

"تاج ۔۔ ابدیت کا تاج۔" اس نے رو دینے والی آواز میں کہا۔

"ہاں۔ اب یہ میرے سر پر ہے۔"

"مجھے دیدے۔ مجھے دیدے۔ یہ تجھے کہاں سے مل گیا۔ آہ تو ۔۔ تو اب بھی اداس ہے ۔۔ یہ تاج مجھے دیدے۔"

"تیری پیاس بجھ گئی تزشال۔۔؟"

"آہ مجھے نہیں چاہئے۔ مجھے یہ سب کچھ نہیں چاہئے۔ مجھے یہ تاج دے دے ۔۔ دیدے۔" اس نے ہاتھ بڑھایا۔ اور اس کا ہاتھ کئی گز لمبا ہو گیا۔ تب میں نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔

"تیرا کھیل ختم ہو گیا تزشال ۔۔ اب تیرا کھیل ختم ہو گیا۔ میں نے تیری ساری قوتیں سلب کر لی ہیں۔ نکل سکتا ہے تو میری گرفت سے نکل جا۔"

"میں بے بس ہوں۔ اب میں تیری گرفت سے کبھی نہیں نکل سکتا۔" اس نے کہا۔ اس کا ہاتھ اتنا ہی لمبا رہا تھا۔ اور میری گرفت میں تھا۔ تب میں نے نوجوان کی طرف دیکھا جو سہما کھڑا تھا۔

"تیرا تعلق تکانہ کی لبستی سے ہے؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا نام ہے تیرا؟"

"آنگھور۔" اس نے بتایا۔

"میری طرف سے زندگی کی خوشخبری سن۔ تجھے اس لئے بھیجا گیا تھا نا کہ یہ شیطان تیرا خون پی لے؟"

"ہاں۔"

"لیکن تو چاہے تو اب اس کا خون پی سکتا ہے۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔"

"نہیں نہیں۔ میرا خون بہت خراب ہے۔ یہ ہضم نہیں کر سکے گا۔" تزشال نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"تب پھر میرے ساتھ لبستی چل۔ تکانہ ہی تیرے بارے میں بہتر فیصلہ کر سکے گا۔" میں نے کہا اور پھر ٹینا کی طرف دیکھ کر بولا۔ "آؤ ٹینا اور آنگھور تم بھی آؤ۔" دونوں میرے ساتھ چل پڑے۔ میں نے تزشال کا لمبا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اسے میں نے کسی رسی سے تھاما ہوا ہو اور وہ میرے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ رو رہا تھا، گڑگڑا رہا تھا، معافیاں مانگ رہا تھا۔ کہ آئندہ وہ کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں کرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ اپنی بقیہ راتیں قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ہزار راتوں میں سے یہ راتیں باقی کس طرح رہ گئیں۔ بہر صورت ان ساری باتوں کو سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں تھی جو کچھ ہو رہا تھا اور وہ اتنا تعجب خیز تھا کہ اس کے بعد کچھ اور جاننے کی خواہش نہیں رہ گئی تھی۔

سیاہ فام نوجوان اپنی جان بچ جانے سے اتنا حیران تھا کہ اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ حقیقت ہے یا فریب۔ بہر حال ہم لوگ چلتے رہے۔ ہمارا رخ تکانہ کی لبستی کی جانب تھا۔ ٹینا باہر نکل کر گہرے گہرے سانس لینے لگی تھی۔ اور شاید اسے بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنے عرصے کے بعد اسے پھر سے کھلی فضائیں نصیب ہو گئی ہیں۔ تب ہم اس میدان سے گزرے جس کے درمیان دیوی ہریکا کا بد ہیئت مجسمہ ایستادہ تھا۔ میدان کے سرے پر دیوی ہریکا کے قدموں کے نیچے آگ روشن تھی اور اس کی روشنی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس روشنی میں میں نے ایک سایہ دیکھا۔

ایک انوکھا سایہ جو سنگ مرمر کی مانند نظر آ رہا تھا۔ لیکن سنگ مرمر کا یہ بت متحرک تھا۔ ایک حسین صورت ۔۔ اتنی خوبصورت کہ آنکھیں خیرہ ہو جائیں، ہماری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ میں نے تعجب سے سیاہ فام کی طرف دیکھا اور سیاہ فام کی نگاہیں جونہی اس صورت پر پڑیں۔ وہ اوندھے منہ گر گیا۔ اس کا بدن بُری طرح کانپ رہا تھا اور اس کے ہونٹوں سے ایک آواز نکل رہی تھی۔

"دیوی ہریکا ۔۔ دیوی ہریکا۔"

"دیوی ہریکا۔" ٹینا نے تعجب سے کہا۔ "یہ کون ہے انکل؟"

"اوہ خاموش رہو ٹینا۔ آؤ آگے بڑھو۔" میں نے کہا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ سنگ مرمر کا وہ سایہ میری ہی جانب بڑھ رہا ہے اور جب وہ میرے سامنے پہنچی تو میں واقعی مبہوت رہ گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے چاند سے کوئی ٹکڑا حاصل کر کے کسی انسانی شکل میں تراش دیا گیا ہو۔ اتنی خوبصورت اتنی حسین عورت تھی کہ میری آنکھیں اس پر ٹک نہ پا رہی تھیں۔ تب اس نے میری جانب دیکھا اور کہنے لگی۔

"میں تجھے اس عظیم کامیابی پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔" اس نے شستہ لہجے میں کہا۔

"تم کون ہو؟"

"ہریکا ہے میرا نام۔ اور لوگوں کے خیال کے . . . . مطابق میں ان کی اوتار ہوں۔"

"خود تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ان باتوں کو جانے دے جیالے۔ تجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"کہو۔"

"تو نے ترشال کی منحوس ذات کو جس طرح اس کی مذموم کوششوں میں ناکام بنایا ہے میں اس کی مبارک باد تجھے پیش کرتی ہوں۔ تیرے سر پہ چمکنے والا یہ عظیم تاج اس جنگل کی امانت ہے۔ اگر یہ تاج اس جنگل سے نکل گیا تو یقین کرو کہ اس جنگل میں سیاہی کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔ ہاں اس تاج کے حصول کے لئے لاکھوں انسان کوشش کر چکے ہیں اور شاید تو یقین نہ کرے کہ صدیوں سے اس سانپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے جو تیرے ہاتھوں فنا ہو گیا۔ اور اگر تو محسوس نہ کرے تو میری درخواست پہ اس جنگل کی امانت کو جو اس وقت تیرے پاس ہے، میرے حوالے کر دے۔ میں کبھی اس سے کوئی ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤں گی اور ہاں اس کی نسبت سے اپنے اندر کوئی برتری پیدا کرنے کی کوشش کروں گی۔ سو تو اگر میری درخواست قبول کرے تو میں تیری ہر اس خواہش کی تکمیل کروں گی، جو تیرے سینے میں موجود ہے۔"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"تو مہذب دنیا کا متلاشی ہے۔ سفید گھوڑوں کا رتھ تجھے وہاں پہنچا دے گا۔ اور یہ رتھ میں مہیا کروں گی۔"

"اس سے پہلے بھی تو تم میری مدد کر سکتی تھیں۔" میں نے طنزیہ کہا۔

"بے شک۔ لیکن مجبوریاں۔ تو نے اس شیطان کو شکست دی ہے۔ اس لئے اب تو اس کا حقدار بن گیا ہے۔"

"اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم اس تاج کے حصول کے بعد اپنا وعدہ پورا کرو گی؟"

"یہ رتھ — تجھے تیری منزل پر پہنچا دے گا۔" ہریکا نے کہا اور اسی وقت ایک حسین رتھ نمودار ہو گیا جس میں چار سفید رنگ کے گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔

"ہوں۔" میں نے رتھ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ پروفیسر بھلا طاقت کا یہ تاج میرے کس کام کا تھا۔ جنگلی اپنے معاملات خود جانیں۔ چنانچہ میں نے تاج سر سے اتار کر دیوی ہریکا کے حوالے کر دیا۔

"آہ عظمت کے پہاڑ۔ آج کے بعد سے ہزار راتوں کی رسم ختم ہو گئی۔ مجھے وہ قوت حاصل ہوئی ہے کہ اب میں ہر شیطان کو فنا کر دوں گی اور کسی کو شیطان نہ بننے دوں گی۔ تو نے جنگل کے رہنے والوں پر وہ احسان عظیم کیا ہے کہ یہ تا زندگی تجھے دیوتا مانتے رہیں گے۔"

"اس شیطان کا کیا کرو گی؟" میں نے ترشال کی طرف اشارہ کیا جس کا ہاتھ اب بھی میرے ہاتھ میں تھا۔

"میں اسے پتھر میں تبدیل نہیں کروں گی۔ اب یہ اسی میدان میں اسی جگہ کھڑا رہے گا۔ یہ مر بھی نہیں سکے گا اور جنگل کے لوگ اس کے بدن میں بھالے چبھو چبھو کر اس سے اپنا انتقام لیں گے۔"

"نہیں نہیں۔ مجھے بھی اس رتھ میں اپنے ساتھ لے چلو، میں تمہارا غلام بن کر ساری زندگی گزار دوں گا۔" ترشال گڑگڑایا۔

"نہیں ترشال ایسے بدبودار غلام مجھے پسند نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں نے ہریکا سے کہا۔ "ٹھیک ہے میں جانا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم بستی والوں سے نہیں ملو گے؟"

"نہیں۔ یہاں میرا بہت وقت ضائع ہوا ہے۔ میں جانا چاہتا ہوں۔"

"تب تم دونوں رتھ میں سوار ہو جاؤ۔ یہ گھوڑے تمہیں مہذب آبادی تک پہنچا دیں گے۔" ہریکا نے کہا اور میں ٹینا کا ہاتھ پکڑ کر رتھ کی جانب بڑھ گیا۔

نوجوان آگھور اب بھی سجدے میں پڑا تھا، رتھ چل پڑا۔ اور پروفیسر کیا ہی دلچسپ سفر تھا۔ گھوڑے دوڑ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ بھی مشینی گھوڑے ہوں۔ ٹینا پر جب بھی میری نگاہ پڑتی وہ مسکرا دیتی۔ اس وقفے میں وہ بھرپور نوجوان ہو گئی تھی۔ اور اس کی معصومیت جوانی کی آغوش میں آ بسی تھی۔ حالانکہ اس نے ایک غیر مطمئن وقت گذارا تھا لیکن اس کا حسن نکھر گیا تھا۔

تاہم میرے لئے وہ ایک معصوم سی بچی ہی تھی اور میرے دل میں اس کے لئے کوئی برا خیال نہ جاگا۔ تب پروفیسر! ایک دن ہم نے خود کو اونچے اونچے مکانوں کی بستی میں پایا۔ جہاں مہذب لوگ اپنے کاموں میں مصروف نظر آ رہے تھے۔ سامنے ہی بانسوں کی صنعت کے کارخانے بکھرے ہوئے تھے۔ اور مشینیں اپنا کام کر رہی تھیں۔

ٹینا خوشی سے چیخ پڑی تھی۔ یہاں ہم نے رتھ چھوڑ دیا اور جونہی ہم اس سے اترے وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ بستی چھوٹی نہیں تھی۔ بعد میں ہمیں اسکا نام معلوم ہوا۔ یہ لویٹ افریقہ کے نام سے مشہور تھی۔

ہم شہر میں داخل ہو گئے۔ ٹینا اور میں بہت سے لوگوں کے لئے تماشا بن گئے تھے۔ گو یہ علاقہ بھی سیاہ فاموں کا تھا لیکن وہ مہذب لوگ تھے۔ ایک بوڑھے شخص سے میری ملاقات ہو گئی جس کا نام ڈیل تھا۔ مہربان اور ہمدرد انسان تھا۔

"کون ہو تم لوگ اور کہاں سے آئے ہو؟"

"افریقہ کے اندرونی علاقے سے۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ۔ ہیروں کی تلاش میں بھٹکنے گئے ہو گے۔ کچھ نہیں ملا؟"

"نہیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اور اب تمہارے پاس کچھ نہیں ہو گا؟"

"ہاں۔ ایسی ہی بات ہے۔"

"میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"ہمیں پناہ درکار ہے۔ پہلی مدد یہی کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میرا چھوٹا سا مکان حاضر ہے گو تمہیں وہاں آرام تو نہیں ملے گا لیکن سر چھپانے کا ٹھکانہ ضرور مل جائے گا" بوڑھے ڈیل نے کہا اور پھر وہ ہمیں اپنی کار میں بٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ جہاں اس کی بیوی سارا ڈیل موجود تھی۔ دونوں خوش اخلاق انسانوں نے ہماری پذیرائی کی۔ ہم نے انہیں بھی متاثر کر لیا کہ ہم ہیروں کی تلاش میں ناکام ہونے والے لوگ ہیں۔

"تمہارا وطن کونسا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"سینٹ پال جائیں گے ہم لوگ"

"اوہ۔ امریکی ہو۔ لیکن کیا تمہارے پاس اس کے وسائل موجود ہیں؟"

"نہیں۔ اس کے لئے ہم تمہیں تکلیف دیں گے"

"میں بھلا کیا کر سکوں گا۔ میں تو خود ایک غریب آدمی ہوں" اس نے بے چارگی سے کہا۔

"یہاں دولت حاصل کرنے کے وسائل نہیں ہیں؟"

"دولت؟" بوڑھا طنزیہ ہنسا "پیٹ بھرنے کے وسائل ہی حاصل ہو جائیں تو بڑی بات ہے۔ کوئی خاص کام جانتے ہو؟"

"کام" میں نے سوچا اور پھر مسکرا کر بولا "کیا یہاں کشتیاں ہوتی ہیں؟"

"کشتیاں؟" اس نے تعجب سے مجھے دیکھا۔

"ہاں۔ یہی ایک کام جانتا ہوں"

"اوہ۔ تم ریسلر ہو" بوڑھے نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا اس کے علاوہ میں کوئی اور کام نہیں جانتا۔ لیکن تمہیں اس بات سے خوشی کیوں ہوئی؟"

"بھئی میں کشتیوں کا شائق ہوں اور بڑی دلچسپی سے دیکھنے جاتا ہوں۔ تمہارا سوال بہت ہی عمدہ ہے۔ یہاں پیکاڈ اسٹیڈیم میں کشتیوں کے مقابلے ہر ہفتے ہوتے رہتے ہیں اور یہاں بڑے بڑے پہلوان حصہ لیتے ہیں۔ مگر تم تو مجھے بدن سے کوئی خاص پہلوان نظر نہیں آتے۔ تاہم اگر تم ریسلنگ کے مقابلے میں حصہ لو اور ہار بھی جاؤ تو تمہیں اتنا معاوضہ ضرور مل جائے گا۔ جو کسی دوسرے کام میں نہیں مل سکتا۔ اس سلسلے میں ریسلنگ کرانے والی کمپنیاں اچھے خاصے معاوضے ادا کرتی ہیں۔ سو اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے بات کروں"

"ضرور مسٹر ڈیل۔ براہ کرم آپ میری یہ مدد ضرور کریں"

"ٹھیک ہے میں کل ہی جاؤں گا اور کسی ریسلنگ کمپنی میں تمہارا نام درج کرا دوں گا۔ یہ بات تو میں نے سوچی ہی نہیں تھی۔ بے شک اگر انسان کے بدن میں جان ہو تو وہ دولت کمانے کے لئے یہی پیشہ اختیار کرے۔ یہاں کے لوگ بڑے شوقین ہیں۔ یوں بھی کسی دوسرے ذریعے سے اتنی آمدنی ہونا بہت مشکل کام ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم سینٹ پال جانے کے لئے بندوبست ضرور کر سکو گے" بوڑھے ڈیل نے کہا اور اس کی خاطر مدارات میں کچھ اضافہ ہی ہو گیا۔

دوسرے دن صبح کو وہ اپنی کار میں نکل گیا۔ مسز ڈیل ہم سے گفتگو کرتی رہی تھی۔ اس نے ہم سے بہت ساری باتیں کیں۔ اس نے بتایا کہ بہت سارے لوگ ہیروں کی تلاش میں افریقہ کے اندرونی حصوں میں جاتے ہیں اور ان میں سے کچھ مر کھپ جاتے ہیں اور جو واپس آتے ہیں ان کی حالت بہت خراب ہوتی ہے۔ بجانے لوگ ہیروں کے اتنے دیوانے کیوں ہیں؟ بہرصورت مسز ڈیل کی باتیں بہت دلچسپ تھیں۔ انہوں نے ٹینا کو اپنا لباس بھی دیا تھا جو ٹینا کے بدن پر خاصا چست تھا۔ کیونکہ مسز ڈیل دبلی پتلی عورت تھیں لیکن پھر بھی بدن ڈھکنے کا بندوبست تو ہو ہی گیا تھا۔ مسٹر ڈیل شام کو پانچ بجے واپس آئے اور انہوں نے آکر خوش خبری دی کہ انہوں نے میرا نام درج کرا دیا ہے۔ کمپنی والوں نے کہا ہے کہ تمہیں کل ان سے ملا دیا جائے۔

"تو کل کس وقت چلیں گے مسٹر ڈیل؟"

"بھئی تمہارے لئے دن تو نکالنا ہی پڑے گا اور چونکہ یہ ایک پسندیدہ مشغلہ ہے ـــ اور یہ بات تو بڑے فخر کی ہے کہ کوئی پہلوان خود میری ذات سے منسلک ہو چنانچہ کل کے دن میں چھٹی کروں گا اور تمہیں لے چلوں گا"

دوسرے دن میں نے ٹینا سے اجازت لی اور مسٹر ڈیل کے ساتھ چل پڑا۔ تہذیب کی دنیا کے لوگوں نے مجھے کماؤ پوت بنا لیا تھا۔ کم از کم ایک کام تو ایسا تھا جو میں بہ آسانی کر سکتا تھا۔ دلچسپ مشغلہ تھا اور کار آمد بھی۔ کمپنی کا منیجر خود بھی پہلوان معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مجھے سرد نگاہوں سے دیکھا۔ اور بولا۔

"اس سے قبل کشتیاں لڑتے رہے ہو یا وقتی طور پر کچھ کمانا چاہتے ہو؟"

"جو سمجھو۔ ویسے تم کسی کو میرے مقابل لے آؤ اسے شکست دے دوں گا" میں نے کہا اور منیجر ہنس پڑا۔

"خواہ لاڈینو کو۔؟"

"میں نے کہا کسی کو بھی"

"اس کی تصویر دیکھ لو۔ میرا خیال ہے تم اس کے نام سے واقف نہیں ہو۔ اور ریسلنگ کی دنیا میں نئے ہو تاہم یہ دلچسپ پروگرام رہے گا کیا تم ٹیسٹ دینا پسند کرو گے؟"

"نہیں۔ میں صرف رنگ میں ٹیسٹ دوں گا" میں نے کسی قدر ناگواری سے کہا۔ اس کی گفتگو سے مجھے نفرت کی بو آ رہی تھی۔

"ہم اس مقابلے کو ایک مزاحیہ پروگرام کی حیثیت سے پیش کریں گے۔ اور اگر تمہاری ہڈی پسلیاں ٹوٹ گئیں تو ہم علاج کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ ہاں ہارنے کے بعد تمہیں ایک ہزار پونڈ معاوضہ ملے گا" منیجر نے کہا اور ایک فارم میری طرف بڑھا دیا "اس پر دستخط کر دو"

"مجھے دستخط کرنا نہیں آتے لیکن اگر میں جیت گیا تو؟"

"لاڈینو کی اپنی طرف سے دس ہزار پونڈ کا انعام اور اس کے علاوہ کمپنی کی طرف سے دس ہزار پونڈ۔ گویا بیس ہزار پونڈ کما لو گے"

"مجھے منظور ہے" میں نے جواب دیا اور اس شخص نے میری انگلیوں کے نشانات کاغذ پر اتار لئے۔ گویا معاہدہ ہو گیا۔ ڈیل اس دوران خاموش رہا تھا۔ پھر جب ہم وہاں سے واپس پلٹے تو راستے میں ڈیل نے کہا۔

"تم نے لاڈینو سے مقابلے کی شرط منظور کر کے غلطی کی ہے۔"

"کیوں؟"

"ارے وہ تو گوشت کی مشین ہے۔ کسی اور سے لڑتے۔ دو چار سو کم مل جاتے۔ کم ازکم زندگی کے امکانات تو باقی رہتے۔"

"دیکھا جائے گا مسٹر ڈیل؟" میں نے ہنس کر کہا۔ بہرحال دوسرے دن ہم مقابلے کے لئے پہنچ گئے۔ مارڈی اور ٹینا بھی ساتھ تھیں۔ میں تو دفتر میں چلا گیا باقی لوگ تماشائیوں میں پہنچ گئے اور اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ وقت مقررہ پر اناؤنسر نے لاڈینو کے مقابلے کا اعلان کیا اور پبلک پُرجوش نظر آنے لگی۔

لاڈینو واقعی گوشت کا پہاڑ تھا۔ وہ کسی خونخوار جنگلی بھینسے کی مانند ڈکراتا ہوا رنگ میں آیا اور جب میں اس کے مقابل پہنچا تو لوگ ہنس رہے تھے۔ چاروں طرف سے قہقہے ابل پڑے۔ لاڈینو بھی ہنس رہا تھا میں خاموشی سے رنگ کے رسّوں کو پکڑے کھڑا رہا۔

پھر مقابلہ شروع ہونے کی گھنٹی بجی اور لاڈینو اپنا بدن پھلاتا ہوا میرے سامنے آ گیا۔ چونکہ اس سلسلہ میں میرا کافی مذاق اڑ چکا تھا اس لئے مجھے بھی غصہ آ رہا تھا۔ لاڈینو نے کسی دیو کی طرح مجھے پیٹ میں ٹکر مار کر گرانے کی کوشش کی لیکن ــــ خود مجھ سے ٹکرا کر کئی فٹ دور جا گرا تھا لیکن اتنا دیو قامت ہونے کے باوجود وہ پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

البتہ لوگوں کے قہقہے رک گئے تھے۔ میں نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور اسے دوسری ٹکر کی دعوت دی۔ اس بار لاڈینو نے پوری قوت سے اپنا سر میرے سینے میں دے مارا۔ اور کسی چھپکلی کی مانند چٹ سے زمین پر گر گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔ تب میں نے جھک کر اسے اٹھایا اور اس کا بازو پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد میں نے اسے دوبارہ ٹکر مارنے کی دعوت دی۔ تماشائیوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

لاڈینو اب مجھ پر داؤ لگانے لگا۔ وہ قوت کا مظاہرہ بھول گیا تھا۔ میں نے اسے ہر موقع دیا لیکن اس کی ساری کوششیں ناکام رہیں۔ وہ مجھے جنبش بھی نہیں دے سکا تھا۔ اور اب تماشائیوں کی دبی دبی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ تب میں نے پہلی بار جنبش کی اور لاڈینو کو سر سے بلند کر کے زمین پر پھینک دیا۔ وہ اٹھا تو دوسری بار اور پھر تیسری بار۔ تیسری بار گرنے کے بعد لاڈینو رنگ کا رسّہ پھلانگ کر نیچے بھاگ گیا اور پھر دوبارہ واپس نہیں آیا۔ چاروں طرف سے تالیوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

بیس ہزار پونڈ کی رقم کا انعام بھی بوڑھے ڈیل نے ہی سنبھالا اور پھر ہمارے مکان پر مجھ سے کنٹریکٹ کے لئے آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ میں نے کئی کشتیاں لڑیں اور ظاہر ہے پروفیسر کہ اپنے مقابل کو بدترین شکست دی۔ یہاں بھی میری زبردست دھوم مچ گئی تھی۔ بوڑھا ڈیل تو میرا دیوانہ ہو گیا تھا۔ بہرصورت ان شریف النفس لوگوں کو میں نے اچھی خاصی رقم دی اور پھر ڈیل ہی کے ذریعے میں نے وہ دوسری تمام کارروائیاں مکمل کیں۔ جو مہذب دنیا میں ضروری سمجھی جاتی ہیں یعنی سینٹ پال کے سفر کی تیاریاں میرے ذہن میں بس یہی خیال تھا کہ ٹینا کو اس کے وارثوں کے حوالے کر دوں اور اس کے بعد آئندہ کے لئے سوچوں۔ ویسے اس لڑکی سے مجھے واقعی انسیت سی ہو گئی تھی اور بعض اوقات میں یہ سوچتا تھا کہ بُرے لوگوں میں یہ ایک اچھی لڑکی ہے۔

سینٹ پال جانے کے لئے تمام کاغذات تیار ہو گئے۔ اس سلسلے میں نجانے کیا کیا کارروائیاں ہوئیں۔ بہرحال یہ سب میرے لئے نامانوس تھیں۔ لیکن میں نے خاموشی اختیار کی۔ بالآخر ہم ہوائی گھوڑے پر پہنچ گئے جو ہمیں لے کر پرواز کرنے والا تھا۔ اس دنیا کی یہ چیزیں اب میرے لئے تعجب خیز نہیں رہی تھیں پروفیسر! اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ان کے بارے میں بہت کچھ جان چکا تھا۔ چنانچہ ہوائی گھوڑے کے سفر میں بھی میں نے کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ ٹینا کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو رہا تھا۔ راستے میں وہ میرے برابر بیٹھی مجھ سے نجانے کیا کیا باتیں کرتی رہی تھی۔ اس نے کہا نجانے اس کے چچا کا کیا حال ہو، نجانے ریٹا اور چارلس کیسی زندگی گذار رہے ہوں۔

"اب تمہیں سینٹ پال ہی میں رہنا ہوگا انکل۔ ظاہر ہے اب ہم وہاں سے کہاں جائیں گے۔ نجانے ان لوگوں کو ممی اور ڈیڈی کی موت کا علم بھی ہوا ہوگا یا نہیں؟"

"شاید ہو گیا ہو؟" میں نے کہا اور ٹینا نے مجھ سے اتفاق کیا۔ بہرصورت ہم اس عظیم الشان ایئرپورٹ پر اتر گئے جہاں سے ہم مشینی گھوڑے پر سوار ہو کر ٹینا کے بتائے ہوئے پتے پر چل پڑے۔ اور پھر ٹینا کی اپنے لوگوں سے ملاقات بڑی دلچسپ تھی۔ وہ سب انہیں مردہ سمجھ چکے تھے۔ جہاز کی تباہی کی اطلاع ساری دنیا کو مل چکی تھی۔ اور بہرصورت یہ خاصی پرانی بات تھی۔

ٹینا کو پا کر وہ سب خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے اور میں بھی خوش تھا کہ میں نے اپنا وہ مشن تکمیل تک پہنچا دیا۔ جس کی ابتدا خواہ مخواہ ہو گئی تھی۔

ٹینا کی پُرزور خواہش تھی کہ میں اس کے ساتھ ہی رہوں لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ ویسے بھی پروفیسر مجھے ٹینا کے گھر والوں کا ماحول پسند نہیں آیا تھا۔ عجیب سا ماحول تھا۔ عجیب سے لوگ تھے۔ ایک دوسرے سے اتنے ہٹے ہوئے کہ رشتوں کا تصور ہی مٹ جاتا تھا۔ وہ نوجوان جس کا نام چارلس تھا شکل ہی سے اوباش نظر آتا تھا۔ عجیب و غریب لباس میں ملبوس، لمبے لمبے بال، مردوں کی کسی صنف سے اس کا تعلق نہیں تھا۔ میں نے اس کی نگاہوں میں ٹینا کے لئے عجیب سے جذبات دیکھے تھے۔ لیکن ٹینا تھی کہ اس کی دیوانی تھی۔ ہر وقت اس کے پاس رہا کرتی تھی اور بہت کم وقت اسے میرے پاس آنے کے لئے ملا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن میں نے ٹینا پر اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔

"نہیں انکل آپ کہاں جائیں گے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بس اب آپ کو ہمارے ساتھ رہنا ہوگا انکل اب میں چارلس کے ساتھ شادی کر

لوں گی اور اس کے بعد ہم تینوں اپنے خوبصورت سے مکان میں رہیں گے۔"

"نہیں ٹینا، میری اور تمہاری راہیں بڑی مختلف ہیں۔ اس کے علاوہ میں ایک بات تم سے ضرور کہوں گا۔"

"وہ کیا انکل؟"

"یہ نوجوان جسے تم چاہتی ہو مجھے بالکل پسند نہیں۔"

"چارلس کی بات کر رہے ہیں؟" ٹینا نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔"

"اس میں کیا برائی ہے انکل، وہ تو بہت سوفٹ ہے۔ اتنا خوبصورت لگتا ہے کہ لڑکیاں اس کے آگے پیچھے دوڑتی ہیں وہ تو سوسائٹی میں بے حد مقبول ہے انکل۔"

"میں تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا ٹینا لیکن بس وہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

"اوہ نہیں ڈیئر انکل، میں تو اسے چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ وہ کیا ہے یہ آپ نہیں جانتے۔"

"شاید۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

بات آئی گئی ہو گئی۔ ٹینا سے ایک انسیت تھی ورنہ میں ان چکروں میں کہاں پڑتا۔ اس لڑکی کو جن مصیبتوں سے بچا کر لایا تھا وہ میں ہی جانتا تھا۔ اس کے بعد میں اسے کسی نئی مصیبت کا شکار نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ میری ناپسندیدہ شخصیت کو پسند کر رہی تھی۔

پھر ایک دن میں نے اسے نشے میں پایا۔ وہ لڑکھڑاتی ایک طرف جا رہی تھی۔ یہ چارلس کی خوابگاہ تھی۔ میں اس کے پیچھے لگ گیا۔ چارلس اس کا منتظر تھا۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئی چارلس نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور اس کے بعد وہ مناظر ابھرے جنہیں میں کم از کم ٹینا سے منسلک نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ نشے میں ہے لیکن —— لیکن یہاں بھی اسے بچانا ضروری تھا۔

چنانچہ میں دروازے پر لات مار کر اندر داخل ہو گیا اور پھر میں نے گردن سے پکڑ کر چارلس کو ٹینا سے دور کھینچ لیا۔ "تو اس نشے میں ڈوبی ہوئی لڑکی سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ کیا میں تیری گردن توڑ دوں؟"

"وہ —— وہ مجھے چاہتی ہے اور خود میرے پاس آئی ہے۔"

"بکواس مت کر، ورنہ میں تجھے زندگی سے محروم کر دوں گا۔ نکل جا یہاں سے۔" میں نے اسے دروازے سے باہر پھینک دیا اور چارلس اٹھ کر بھاگ گیا۔ لیکن دوسرے دن کافی ہنگامہ ہوا۔ چارلس نے میری شکایت کی تھی۔

"تم نے بیشک ہمارے اوپر احسان کیا ہے مسٹر، لیکن تمہیں ہمارے ذاتی معاملات میں مداخلت کا کیا حق ہے؟" چارلس کے باپ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں ٹینا کو یہاں سے لے جاؤں گا۔ میں اسے تم لوگوں کے درمیان نہیں چھوڑنا چاہتا۔ رہی حق کی بات تو اس بارے میں ٹینا سے سوال کیا جائے۔"

"ٹینا کو بلاؤ۔" چارلس کے باپ نے غصے سے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ٹینا پہنچ گئی۔

"کیا یہ اجنبی شخص ہمارے معاملات میں اتنی مداخلت کا مجاز ہے ٹینا؟" —— چارلس کے باپ نے پوچھا۔

"آپ نے چارلس کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے انکل، آپ کو اس سے معافی مانگنا ہو گی۔" ٹینا نے کہا اور میں بھونچکا رہ گیا۔

"تمہیں اس زیادتی کی وجہ معلوم ہے ٹینا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں انکل۔ چارلس میرا کزن ہے۔ آپ نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟"

"تمہیں میرے ساتھ یہاں سے چلنا ہو گا ٹینا۔ میں تمہیں یہاں نہیں چھوڑوں گا۔"

"میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ آپ نے میرے اوپر احسانات کئے ہیں آپ کا شکریہ۔ آپ کو یہ جگہ پسند نہیں ہے تو آپ یہاں سے جا سکتے ہیں۔" ٹینا نے سخت لہجے میں کہا اور پروفیسر مجھے بڑے زور سے ہنسی آ گئی۔

پھر میں نے کچھ نہ کہا۔ ہاں نفرت کا ایک اور احساس میرے ذہن میں جاگزیں ہو گیا۔ میں اس مکان سے نکل آیا۔ اور اب —— آخری بار میں نے سوچا کہ اگر یہاں میں اس دنیا میں رہ گیا تو پاگل ہو جاؤں گا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ بس اس دور —— اس ماحول سے ایک بے پناہ نفرت تھی جو میرے پورے وجود میں موجزن تھی۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ قتلِ عام کرتا پھروں، جو سامنے نظر آئے اسے فنا کر دوں —— لیکن یہ کام کسی اور کا تھا میرا نہیں۔ یہ دور یقیناً دنیا کا آخری دور ہے، بہت جلد یہ دنیا تباہ ہو جائے گی۔

چنانچہ —— ایک بار پھر مجھے کسی پُرسکون گوشے کی تلاش تھی۔ ایسا گوشہ جو اس دنیا سے الگ تھلگ ہو۔

ادوار کی گھٹن بار بار میرے ذہن پر سوار ہوئی تھی پروفیسر! لیکن تہذیب کے اس جدید دور کو میں نے جس قدر اکتا دینے والا پایا اس سے قبل کبھی اتنی اکتاہٹ نہیں ہوئی تھی۔ اس دور کے انسان میرے صدیوں کے تجربے کی نفی تھے۔ میں نے ان کے اذہان سمجھنے کی کافی کوشش کی تھی لیکن اس میں ناکام رہا۔

گذرنے والی صدیوں کے انسان بھی مختلف انداز فکر کے مالک تھے۔ ان کے درمیان دوستی ہوتی تھی، دشمنی ہوتی تھی۔ وہ سازشیں کرتے تھے، اتحاد بناتے تھے، جنگیں بھی ہوتی تھیں۔ وحشت و بربریت کے مظاہرے بھی ہوتے تھے لیکن ان کے پیچھے مقاصد بھی ہوتے تھے، جذبے بھی ہوتے تھے۔ ایک گروہ دوسرے گروہ سے نبرد آزما ضرور ہوتا تھا لیکن گروہ کے اندر یگانگت ہوتی تھی لیکن اس دور کا انسان نہ جانے کیوں اپنی ذات میں گروہ بن گیا تھا۔ اسے اپنے سوا کسی سے دلچسپی نہیں رہ گئی تھی بلکہ یوں سمجھو کہ وہ اپنی ذات سے غیر مطمئن تھا اور اپنی سوچ سے بھی غیر مطمئن تھا۔ ایک ہی انسان مختلف انداز فکر رکھتا تھا۔ گروہ کے افراد آپس ہی میں ایک دوسرے سے بدظن ہوتے تھے۔ ایسے ایسے عجیب انداز فکر تھے کہ عقل چکرا جاتی تھی۔ اس دور میں کائنات میں بکھرے ہوئے مادوں کو دریافت کر لیا گیا تھا۔ امراض پیدا کئے جاتے تھے اور پھر ان کے علاج کے لئے خونریزی کی جاتی تھی۔ فصلیں اگائی جاتی تھیں اور پھر انہیں تباہ کرنے کے منصوبے سوچے جاتے تھے اور پھر لطف کی بات یہ کہ وہ خود کو انسانیت کا علمبردار کہتے تھے۔ ہتھیاروں کی دوڑ، تسخیر کی دوڑ، ایک طرف تحفظ انسانیت کے بیانات دوسری طرف ایٹم بم۔ ہر انسان کے کئی رخ تھے اور ان الجھے ہوئے انسانوں کے درمیان میں نے بڑی گھٹن محسوس کی۔

سلاؤس کے آتشکدے میں میرے اوپر جو بیتی تھی میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ کاش مجھے واپسی کا رخ معلوم ہوتا۔ لیکن اب اس دور سے میرا ذہن بری طرح اکتا گیا تھا۔ میں ان کے درمیان دیکھنے والا نہیں بن سکتا تھا کیونکہ یہ سب ایک دیگ کے چاول تھے۔ جسے چاہو دیکھ لو سب کے سب یکساں، بیچ دینے کے جذبے سے سرشار۔ اخوت اور انسانیت کا مذاق اڑانے والے۔ سو بہتر یہی سمجھا میں نے کہ کسی گوشے کو اپنا لوں۔ اس کے بعد میں نے یہاں کا رخ کیا۔ اس پرسکون وادی میں اس دور کے انسان نہیں پہنچے تھے اور اس کی پاکیزگی برقرار تھی۔ سو میں نے اسی خطۂ زمین کو منتخب کر لیا اور یہاں اپنی ساتھ متعلق کو ترتیب دینے لگا۔ گذرے ہوئے ادوار کا اثاثہ میں نے یہاں جمع کر لیا اور ایک طویل نیند سونے کی ساری تیاریاں مکمل کر کے سو گیا۔ لیکن جاگنے کا وقت نہیں آیا تھا پروفیسر کہ تم یہاں پہنچ گئے۔ آہ تم نے میری نیند خراب کر دی۔ تم نے مجھے وقت سے پہلے جگا دیا۔

وہ خاموش ہو گیا اور اچانک جیسے پورا آئینہ خانہ ٹوٹ گیا۔ ان کے ذہن میں لاتعداد چھناکے ہو رہے تھے۔ شیشوں کے ٹوٹنے کی آوازوں سے ان کے کان سنسنا رہے تھے اور دیر تک وہ عجیب سی ہیجانی کیفیت کے شکار رہے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کا منتشر ذہن سکون پذیر ہو گیا۔ پروفیسر خاور کی آنکھوں میں حیرت تھی۔ فرزانہ اور فروزاں ششدر ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہی تھیں۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی طلسم سے آزاد ہو گئی ہوں، جیسے وہ اب تک سوتی رہی ہوں۔ ایک جاگتی نیند جو سرور انگیز تھی۔ اور جس میں اکتا دینے والی کوئی بات نہیں تھی۔

وہ مسکرا رہا تھا جیسے وہ ان کی پوری کیفیت سمجھ رہا ہو۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی اور اس کے ہونٹوں سے برتری چپکی ہوئی تھی۔ وہ ان محوروں کو دیکھ رہا تھا جو اس کے الفاظ کے دائروں میں پرواز کر رہے تھے اور دائرے ٹوٹ جانے کے بعد بھی ان کی پرواز کا محور نہیں بدلا تھا۔ دائروں کے قیدی دیواریں ٹوٹ جانے کے غم کا شکار تھے۔ تب پروفیسر کی گھٹی گھٹی آواز ابھری۔

• پھر — پھر کیا ہوا؟ اس کی آواز میں آخری امید تھی، آخری سہارا تھا کہ شاید تھوڑی سی رسی اور باقی رہ گئی ہو۔

لیکن وہ بے رحم تھا۔ کسی مروت کا قائل نہیں تھا چنانچہ اس نے جواب دیا: کہانی تم تک پہنچ گئی پروفیسر اور اس کے بعد کے حالات تمہارے علم میں ہیں۔

• تو — تو کہانی ختم ہو گئی؟ فروزاں نے پوچھا۔
• ہاں فروزاں۔ ہر کہانی ختم ہو جاتی ہے۔
• لیکن تمہاری کہانی؟
• میری کہانی تو جاری رہے گی — ابد تک — ہمیشہ ہمیشہ —

اس نے کہا اور سب کے ذہن تردد میں ڈوب گئے۔ دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر پروفیسر کی آواز ابھری۔

• اب تم کیا کرو گے؟
• میں نے کبھی نہیں سوچا پروفیسر کہ آئندہ کیا ہوگا۔ سوچنے والے تو دوسرے ہوتے ہیں۔ میں تو صرف دیکھنے والا ہوں۔ وہ سوچیں گے، تم سوچو گے، میں دیکھوں گا اور نقش کر لوں گا۔ پھر تاریخ تمہاری کہانی دہرائے گی۔ تم قصۂ پارینہ بن جاؤ گے اور کوئی اور تمہاری کہانی اسی دلچسپی سے سنے گا جس دلچسپی سے تم نے دوسروں کی کہانی سنی ہے۔
• بیان کرنے والے تم ہو گے نا؟ پروفیسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔
• ہاں۔ بیان کرنے والا میں ہوں گا۔ اس نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ دونوں لڑکیاں ایک عجیب سی کش مکش کا شکار تھیں۔ ادوار کی کہانیاں اور یہ ماحول گویا ان کی زندگی کا جزو بن گئے تھے۔ ابتدا میں تو اس کی پراسرار اور دلکش کہانیوں سے دلچسپی کے باوجود ان کے ذہنوں میں اکتاہٹ آ جاتی تھی لیکن اب تو یہ کہانیاں — یوں لگتا تھا جیسے کائنات میں اب اس ماحول کے سوا کچھ نہ ہو۔ انہوں نے سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

لیکن اب — اب کیا ہوگا۔ کہانیاں ختم ہو گئی تھیں۔ لیکن زندگی باقی تھی۔ اور اب اس زندگی کا کیا مصرف تھا۔ نہ صرف لڑکیاں بلکہ پروفیسر بھی اسی کش مکش کا شکار تھا۔ ان کہانیوں میں گم ہو کر وہ ساری دنیا کو بھول گئے تھے اور اب بڑی

ایک مقبول ترین سلسلہ
شاطر
قیمت فی حصہ ۲۰ روپے
دو حصے مکمل
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
کتابی شکل میں شائع ہوگئی ہے
شاطر کو مشہور انعام یافتہ مصنف شکیل انجم نے اپنے خاص انداز میں تحریر کیا ہے
شاطر ایک ایسے نوجوان کی حشر انگیز داستان ہے جس نے تاریک گلیوں میں جنم لیا اور بے رحم معاشرے کی ٹھوکروں پر اڑتا ہوا عالی شان محلوں تک پہنچ گیا ○ وہ جوان ہوا تو شاطر بن گیا۔ ایک ایسا فتنہ جس کے کاٹے کا منتر نہیں تھا۔ جس کی عیاری اور فتنہ گری کے سامنے شیطان بھی پناہ مانگتا تھا ○ وہ عجیب فطرت کا مالک تھا کہ بیک وقت فرشتہ بھی تھا اور شیطان بھی! ○ وہ مجرم بھی تھا اور معصوم بھی ○ وہ اپنے دشمنوں کو تڑپا تڑپا کر مارتا تھا اور اس کا دل کسی کی معمولی خراش پر تڑپ اٹھتا تھا ○ وہ رحم و مروت کی تصویر تھا۔ ○ وہ قہر و غضب کا دیوتا تھا ○ وہ ابلیس کا اوتار تھا ○ وہ روشن مینار تھا ○ وہ جرائم کا بادشاہ تھا اور معاشرے کا معزز فرد بھی تھا۔ ○ غرض وہ ایک منفرد شخصیت کا مالک تھا۔ بیک وقت مثبت اور منفی جذبوں کا حیرت انگیز امتزاج تھا ○ اس کے پیر میں چکر تھا۔ پوری دنیا اس کے قدموں تلے تھی ○ وہ جہاں جاتا تہلکہ مچا دیتا ○ اس نے اسرائیل کو ناکوں چنے چبوا دیئے اور امریکی سی آئی اے کو تگنی کا ناچ نچاتا رہا۔ مافیا جیسی تنظیم اس کے تعاون کی طلب گار تھی ○ پھر اس کی ملاقات ایک خوبصورت لڑکی سے ہوئی جو اسی کی طرح زمانے کی ستائی ہوئی تھی ○ وہ اس سے بھی چار ہاتھ آگے تھی۔ رستم چلتوں کے کان کترتی تھی ○ وہ دونوں پارٹنر بن گئے اور ہنگاموں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ○ وہ دونوں بھیس بدلنے کے ماہر تھے اور اداکاری ان کے گھر کی لونڈی تھی۔
شاطر
ایک ایسی دلچسپ، ہنگامہ آرا اور سنسنی خیز داستان ہے جس میں قدم قدم سسپنس اور سطر سطر قیامت آرائی ہے۔
آج ہی طلب فرمائیں
واحد تقسیم کار
کتابیات پبلیکیشنز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

تکلیف دہ کیفیت کا شکار تھے۔ تب وہ ان کے سامنے سے اٹھ گیا۔

• مجھے چند لمحات کی اجازت دو۔"

• ایں — ؟" پروفیسر چونک پڑا۔ اور پھر اس کے انداز میں گھبراہٹ سی نظر آنے لگی۔ اس نے سراسیمہ سے انداز میں کہا "کہاں جا رہے ہو؟"

پروفیسر کے اس سوال پر اس نے عجیب سی نگاہوں سے ان تینوں کو دیکھا پھر مسکرا کر بولا۔

" فکر مت کرو، تمہیں چھوڑ کر روپوش نہیں ہو جاؤں گا۔"

" لیکن کہانیاں ختم ہو گئی ہیں؟"

" تو کیا ہوا۔ میں زندہ ہوں اور میری ہر جنبش ایک کہانی ہے اور ابھی دیر ہے۔ میں چند ساعت میں واپس آتا ہوں۔" وہ آگے بڑھ گیا۔

پروفیسر خاور اپنی دونوں بچیوں کو دیکھ رہا تھا۔ تینوں کھوئے کھوئے تھے اور ان کے چہرے دھواں دھواں ہو رہے تھے۔ "کیسی عجیب بات ہے — کیسی عجیب بات ہے۔ کیا تم بھی محسوس کر رہی ہو؟"

• کیا ڈیڈی؟

• یوں لگتا ہے جیسے — جیسے ہم اپنا ماضی کھو چکے ہیں جیسے ہم بہت کچھ کھو چکے ہیں۔ فروزاں فرزانہ کیا تم گزرے ہوئے وقت کا تعین کر سکتی ہو۔ کیا تم اندازہ کر سکتی ہو کہ ہمیں یہاں آئے ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا؟"

" آہ ڈیڈی۔ یہی احساس میرے ذہن میں ہے۔" فروزاں اور اس کے ساتھ ہی فرزانہ نے کہا۔

• تمہارے احساسات کیا ہیں؟

" بس یوں لگتا ہے جیسے ہم ان بے جان چٹانوں کی مانند ہوں۔ جو ہمیں دیکھ رہی ہیں اور ہم بھی انہی کی مانند انہیں دیکھ رہے ہیں جس طرح پتھر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ دیکھتے رہتے ہیں۔ کیا پتھروں کی زندگی کا راز ہماری سمجھ میں نہیں آ گیا۔ یہ انہی داستانوں کے درمیان زندہ ہیں ورنہ شاید یہ بھی مر جاتے۔" فروزاں نے کہا۔

" ہم تاریخ کے طلسم میں گرفتار ہو گئے تھے فروزاں۔ ماضی میں گزرنے والے ہمیں اپنے شکنجوں میں جکڑے ہوئے تھے نہ جانے ہم نے یہاں کتنی عمر کھو دی۔ نہ جانے ہماری دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔"

• باقی عمر کا کیا ہوگا ڈیڈی؟

" ہم اب اس کی محتاجی قبول نہیں کریں گے۔ اس نے اپنی کہانیاں ختم کر دی ہیں۔ اس سے پوچھیں ڈیڈی کہ کیا وہ اب بھی ہماری دنیا کی جانب ہماری رہنمائی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

• ہاں میں اس سے یہی سوال کروں گا۔" پروفیسر خاور گردن جھٹکنے لگا۔ ان تینوں کو احساس تھا کہ تاریخ کا طلسم ٹوٹ جانے سے ان کے ذہن آوارہ ہو گئے ہیں۔ ان کے الفاظ بھٹکے ہوئے ہیں لیکن کوشش کے باوجود وہ اس کیفیت پر قابو پانے میں ناکام تھے۔ اور پھر دیر تک خاموشی طاری رہی۔

تینوں اپنے حواس کو مجتمع کرنے میں کوشاں تھے۔

اور اب وہ اپنی کیفیت پر قابو پاتے جا رہے تھے۔ وہ ابھی واپس نہیں آیا تھا۔ تب پروفیسر نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھا: "لڑکیو! تمہاری حالت کچھ بہتر ہوئی؟"

• ہاں ڈیڈی! اب ذہنی کیفیت اتنی خراب نہیں ہے۔"

• فطری بات تھی۔ ہم بہ آسانی اس پورے ماحول کو طلسم خانہ کہہ سکتے ہیں اور پھر اس ساحر کی سحر طراز شخصیت۔ کمال کا انسان ہے۔ اس نے جس انداز میں تاریخ بیان کی ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

• لیکن ڈیڈی۔ اس نے اپنے آپ کو جو کچھ کہا ہے، کیا آپ نے قبول کر لیا ہے؟

• نہیں بھئی۔ میں عمل کی زندگی کا ایک عملی انسان ہوں۔ مافوق العقل باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔" پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

• پھر وہ کون ہے؟" فروزاں بولی۔

" اس دور کا شاید سب سے ذہین، سب سے عظیم انسان۔ وہ ایک لاثانی سائنسداں ہے۔ ایک بے مثال تاریخ داں اور شاید اپنی طرز کا واحد داستان گو ہے جس کی آواز میں تاریخ کا طلسم پوشیدہ ہے اور اس نے ہمیں اسی طلسم میں گرفتار کر کے ہمارا اتنا وقت ضائع کر دیا اور ہمیں احساس بھی نہ ہو سکا۔ دنیا سے اکتا کر اس نے ان پہاڑوں کو آباد کیا ہے اور تنہائی سے اکتا کر اس نے ہمیں زیادہ سے زیادہ دیر اپنے قریب رکھا ہے۔" پروفیسر خاور نے کہا۔

" اگر ہم شروع سے اس کی شخصیت کا تجزیہ کریں ڈیڈی تو کوئی بات وثوق سے نہیں کہہ سکتے۔"

" ہاں۔ اس کی ذات کے کچھ پہلو واقعی عجیب ہیں۔" پروفیسر نے اعترافاً گردن ہلائی۔

• جس انداز میں ہم نے اسے پایا کیا وہ عجیب نہیں تھا؟

" خیر اسے تو ہم اس کا کوئی سائنسی تجربہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیا واقعی اس کی رنگت سنہری ہے۔ کوئی نہ کوئی ترکیب تو ہوگی؟

• بہرحال اس کی شخصیت پر تو زندگی بھر گفتگو کرتے رہیں گے ڈیڈی لیکن اب کیا ہوگا ڈیڈی۔ واقعی اس کی کہانیوں کے جال میں تو ہم اس طرح الجھے تھے کہ سب کچھ بھول گئے تھے لیکن اب بڑی عجیب کیفیت ہے۔ خدا کے لئے کسی طرح یہاں سے نکلیں۔"

" وہ گیا کہاں ہے؟

" اوہ۔ شاید وہ آ رہا ہے۔" پروفیسر خاور نے جلدی سے کہا اور وہ سب خاموش ہو گئے۔ وہ بدستور مسکراتا ہوا ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

" کیا محسوس کر رہے ہو پروفیسر! اور کیا گفتگو ہو رہی تھی تمہارے درمیان۔؟"

" ظاہر ہے موضوع تمہاری پُراسرار شخصیت ہی ہو سکتی ہے۔" پروفیسر

خاور نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر جلدی سے بولا۔ "بہرحال تمہاری پُراسرار اور طویل کہانیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب ہماری کچھ مدد کرو گے یا نہیں؟"

"ہاں پروفیسر خاور، تمہارے ساتھ ایک حسین نشست رہی ہے۔ لیکن ہر کہانی ایک دن ختم ہو جاتی ہے۔ سو ماضی کی ساری کہانیاں بھی ختم ہو گئیں۔" اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔

"اور تمہاری تنہائی بھی دُور ہو گئی۔" فروزاں بولی۔

"میری؟ تنہائی ——؟" اس نے سوالیہ انداز میں دیکھا

"ہاں بھئی، تمہارے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ہم یہی کہہ رہے تھے کہ تم ایک اعلیٰ پائے کے سائنسداں، تاریخ داں اور ایک انوکھے انسان ہو۔ تاریخ پر تمہاری گرفت بے مثال ہے اور اپنی جادو بیانی سے تم نے واقعی خود کو ایک مافوق الفطرت ہستی بنا کر پیش کر دیا ہے۔ ہم نے تمہارے بارے میں یہی اندازہ لگایا تھا کہ تم دنیا سے اکتائے ہوئے انسان ہو اور ہمیں تم نے تاریخ کے تانے بانے میں الجھا کر اپنی تنہائی کچھ عرصہ کے لئے دُور کی تھی۔"

"اوہ ...." اس نے پروفیسر کی اس بات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے گردن ہلائی۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "تمہارا یہ خیال غلط ہے پروفیسر! میں نے تم سے کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ میں ادوار میں دیکھنے والا ہوں اور شاید تاریخ میرے بغیر نامکمل ہی ہوتی۔ میری کتاب تفسیرِ کائنات ہے اور تشکیل و تخلیق کرنے والے نے میرا تعین کر کے تاریخ کو زندگی دی ہے۔ آؤ میں تمہیں اپنی کتاب دکھاؤں۔ وہ تمہارے یقین کی حد ہو گی۔ آؤ —— میرے ساتھ آؤ۔"

وہ تینوں اُٹھ گئے۔ اس طلسم کدے کے بیشتر حصے وہ دیکھ چکے تھے لیکن صرف وہ حصے جہاں تک اس نے انہیں لے جانا چاہا تھا بہت سے حصے ابھی تک نگاہوں سے اوجھل تھے۔ اور اس وقت بھی وہ انہیں اس پُراسرار علاقے کے جس حصے میں لایا وہ ان کے لئے اجنبی تھا۔

ایک بڑا سا کمرہ جہاں بلندی پر ایک قدِ آدم کتاب رکھی ہوئی تھی ایک بوسیدہ کتاب جو واقعی صدیوں پُرانی تھی۔ اتنی ضخیم اور اتنی عجیب کتاب انہوں نے پہلے نہیں دیکھی تھی۔

"اس کتاب میں ماضی، حال اور مستقبل پوشیدہ ہے۔ ہاں اس میں ماضی کے قصے، حال کی داستانیں اور مستقبل کے راز محفوظ ہیں۔ میرے بارے میں تمہارے تجزیے، میرے وجود کی نفی نہیں کرتے نہ ہی مجھے اس سے کسی توہین کا احساس ہوتا ہے، کیونکہ مجھے سمجھنا مشکل ہے۔ لیکن آؤ میں تمہیں اپنی کتاب کے ایک صفحے کی سیر کراؤں۔ آؤ۔" وہ قدِ آدم کتاب کی جانب بڑھ گیا۔ اور پھر اس نے کتاب کے بے شمار اوراق الٹ دیئے۔ اس کتاب پر تحریریں تھیں، ناقابلِ فہم تحریریں۔ وہ اوراق الٹتا رہا اور پھر اس نے ایک صفحہ کھول دیا۔

"اسے پڑھو پروفیسر۔ اسے دیکھو۔" اس نے کہا اور وہ سب بے اختیار اس پر جھک گئے۔ عجیب رنگ تھے اس تحریر کے اور عجیب انداز کی تحریر تھی۔ الفاظ سمجھ میں نہیں آتے تھے لیکن رنگ، سوکھے رنگ، تینوں کی نگاہیں ان رنگوں میں جذب ہو گئی تھیں۔ یُوں لگتا تھا جیسے ان رنگوں نے انہیں جکڑ لیا ہو۔ عجیب سی سنسناہٹیں ان کے ذہنوں میں گونج رہی تھیں۔ پھر انہیں ایک دم سردی کا احساس ہوا اور ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

فروزاں نے فرزانہ کی طرف دیکھا اور کپکپاتی آواز میں بولی۔ "یہاں کس قدر سردی ہے باجی۔" اور فرزانہ چونک پڑی۔ اس نے پروفیسر خاور کو دیکھا اور پروفیسر بھی چونک پڑا۔

"ارے کتاب کہاں گئی؟" اس کے منہ سے نکلا۔ وہ بدستور انہیں دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"کتاب کہاں گئی؟" فرزانہ نے کہا لیکن انہیں ایک اور احساس ہوا۔ سر پر کھلا آسمان چمک رہا تھا اور قرب و جوار کے مناظر بدلے ہوئے تھے کہ اچانک کوئی شے ان کے سروں پر سے سنسناتی ہوئی گذر گئی۔ ان کی نگاہیں بے اختیار اوپر اٹھ گئیں اور پھر ان کے حواس ساتھ چھوڑنے لگے۔ وہ ایک بڑی سی گیند تھی جو آن کی آن میں نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ یہ سب کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ خود پر یقین کرنے میں کوشاں تھے۔

لیکن یہ ماحول —— تاحدِ نگاہ نارنجی رنگ بکھرا پڑا تھا۔ درخت، گھاس، پھول، پودے سب کے سب نارنجی۔ ایک طویل میدان تھا نیلے رنگ کے پہاڑ میدان کے آخری سلسلہ پر نظر آ رہے تھے جن کا سلسلہ دُور تک چلا گیا تھا۔ البتہ خنک ہوائیں بھی چل رہی تھیں۔ فروزاں نے سہمے ہوئے انداز میں فرزانہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔ تب بمشکل تمام پروفیسر خاور کے حلق سے آواز نکلی۔ "یہ —— یہ سب کیا ہے؟"

"میں نے کہا نا، میری کتاب کا ایک ورق۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تمہاری زبان میں تمہارا مستقبل۔" اس نے جواب دیا۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔" پروفیسر خاور نے بدستور پریشانی سے کہا۔

"تم جس دَور سے تعلق رکھتے ہو پروفیسر خاور۔ میں اس دور کی کہانیاں بھی تمہیں سنا چکا ہوں۔ وہ بدترین دور جہاں سے میں اکتا گیا تھا بتاؤ پروفیسر جس آخری دور کی تفصیل میں نے تمہیں سنائی تھی کیا تمہارا دور نہیں تھا۔ انسانیت کے تاریک ترین دور سے تمہارا تعلق نہیں تھا؟"

"ہاں۔ تمہاری آخری کہانی اسی دَور کی کہانی ہے۔" خاور نے کہا۔

"ہے نہیں پروفیسر تھی۔" اس نے پُراسرار انداز میں کہا اور پروفیسر کے انداز سے شدید بے چینی ٹپکنے لگی۔

"کیا مطلب؟"

"صدیوں کی کہانیاں دنوں میں ختم نہیں ہوتیں پروفیسر، تم نے مجھے

اسی دور میں جگا دیا تھا جس سے خوفزدہ ہو کر میں سو گیا تھا۔ گو میں نے وہ دورِ ماضی میں دیکھا تھا لیکن میں اس دیکھے ہوئے دور سے آنکھیں بند کر کے گذر جانا چاہتا تھا کہ تم نے مجھے اسی دور میں جگا دیا اور جاگنے کے بعد سونا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اس دور کو کیوں نہ تمہارے ساتھ ہی گذار دیا جائے۔ جن کہانیوں کو تم سنتے رہے ہو پروفیسر، وہ صدیوں کی کہانیاں تھیں اور صدیوں میں ختم ہوئیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" پروفیسر کی آواز میں خوف کا عنصر تھا۔

"صدیوں کی کتاب کے بہت سے اوراق الٹ گئے ہیں، اور اب تم جس ماحول میں سانس لے رہے ہو اس کی ترتیب کا عنصر تمہارے سامنے ہے۔ میرے دوست ستارے مجھے ادوار کی تفصیل سے آگاہ کرتے رہے ہیں پروفیسر، اب تم اپنے دور سے بیس صدی آگے ہو۔ یہ تمہارے حساب سے چار ہزار عیسوی ہے۔ تم نے میری کہانیاں سنتے سنتے بیس صدیوں سے زیادہ گذاری ہیں۔"

"بب۔ بیس صدیاں...؟" پروفیسر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں پروفیسر، تم اب بیس صدی قبل کے انسان ہو۔"

"بک۔ کیا بکواس ہے۔" پروفیسر کا بدن پسینے میں ڈوب گیا۔

"حقیقت — ایک ٹھوس حقیقت۔" اس نے جواب دیا۔

"فضول بکواس — مذاق۔" پروفیسر چیخ پڑا۔

"تحقیق شرط ہے۔" اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"دیکھو، میں تنہا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ یہ کمزور دل بچیاں بھی ہیں یہ تمہارے مذاق کی متحمل نہ ہو سکیں گی۔"

"حقیقتیں بدل تو نہیں سکتیں پروفیسر!"

"تو ہم اپنی دنیا سے، اپنے دور سے آگے بڑھ آئے ہیں؟"

"دو ہزار سال آگے۔"

"لیکن یہ کس طرح ممکن ہے؟"

"میں نے اپنی تحقیق سے اسے ممکن بنایا ہے۔ میری کہانیوں میں الجھ کر تمہیں وقت کا احساس نہ ہو سکا۔ لیکن ادوار کھسکتے رہے۔ تمہیں وہ محلول یاد نہیں ہے پروفیسر، جو میں تمہیں پلاتا رہا ہوں۔"

"یاد ہے۔"

"وہ کیا تھا؟"

"ایک عجیب چیز جسے میں نہیں سمجھ سکا۔"

"عرقِ حیات۔ اس محلول نے تمہاری زندگی کو دو ہزار سال دیئے۔ اور میں نے سوچا کہ تم میری پوری کہانی سن لو۔"

"نہیں نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ تم واقعی مذاق کر رہے ہو۔" پروفیسر کے چہرے پر خوف کے آثار منجمد ہو گئے تھے۔

"ماحول گواہ ہے پروفیسر! لیکن تم کیسے انسان ہو۔ میرا خیال ہے تم سے باہمت تمہاری بیٹیاں ہیں۔ وہ خوف کا شکار نہیں ہیں۔" اس نے کہا اور پروفیسر نے چونک کر فروزاں اور فرزانہ کو دیکھا۔ دونوں شدتِ حیرت سے گنگ تھیں لیکن خوفزدہ واقعی نہیں تھیں۔ لیکن پروفیسر خاور کو اب بھی اس کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ دیر تک وہ الجھی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو ایک بات اور بتاؤ۔"

"ہاں پوچھو پروفیسر۔"

"کیا ہم ان غاروں سے نکل آئے ہیں جہاں اب سے چند ساعت قبل تھے۔؟"

"میں نے کہا نا پروفیسر، ہم ان غاروں سے بیس صدیاں آگے نکل آئے ہیں۔"

"اور وہ دور ختم ہو چکا ہے جس میں ہم تمہارے پاس آئے تھے۔"

"دو ہزار سال قبل۔"

"لیکن کیا یہ ہمارے ساتھ زیادتی نہیں ہے۔ اس ماحول میں ہم کس طرح زندہ رہیں گے۔ اب اس زندگی سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟"

"تعجب کی بات ہے پروفیسر! کیا تمہیں اس بات کی خوشی نہیں ہے کہ تم دو ہزار سال بعد کی دنیا میں ہو۔"

"لیکن اس دنیا میں ہم خود کو کس طرح ضم کر سکیں گے۔"

"میرا خیال ہے تحقیق زندگی کا سب سے اہم جزو ہے اور سب سے اہم مقصد بھی۔ تم دیکھو تمہارے بعد کیا ہوا ہے۔ میں ان دونوں لڑکیوں سے بھی یہی سوال کروں گا۔ تم اور اس کی کہانیوں میں اتنی دلچسپی کیوں لیتی رہی ہو۔ صرف اس لئے نا کہ تمہیں تحقیق کا شوق ہے۔ ماضی سے دلچسپی لینا کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن کیا تم خود کو ان خوش نصیبوں میں شمار کر کے مسرور نہیں ہو جو دو ہزار سال بعد کی دنیا دیکھ رہے ہیں۔؟"

"ہماری کچھ الجھنیں ہیں۔ ہم تمہاری مانند تو نہیں۔"

"کیا الجھنیں ہیں؟"

"میرے سامنے ان بچیوں کا مستقبل ہے۔ میں نہیں جانتا ان کے لئے کیا کر سکوں گا۔" پروفیسر نے کہا اور اسی وقت فرزانہ بول اٹھی۔

"لیکن ہم اتنے بددل نہیں ہیں ڈیڈی۔ آپ ہمیں ایک روایتی انداز کی زندگی کیوں دینا چاہتے ہیں۔ آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہمارا جہاز تباہ ہو گیا تھا۔ اور ہم نے آخری سانسیں برف پر لی تھیں۔ اس کے بعد ہم مر گئے۔ یہ موت کے بعد کی زندگی سمجھ لی جائے تو کیا حرج ہے۔"

"لیکن نہ جانے اس زندگی میں ہمیں کیا کیا الجھنیں پیش آئیں؟"

"برف کی الجھنوں سے زیادہ نہ ہوں گی۔ اگر آپ ہماری طرف سے فکر مند ہیں تو براہِ کرم نہ ہوں۔ ہمیں یہ سب عجیب لیکن دلکش محسوس ہو رہا ہے کیوں فروزاں؟"

"میں باجی سے پوری طرح متفق ہوں۔"

"سمجھ ہی نہیں رہی ہو۔ نادان ہو نا۔ بہرحال اب کیا بھی کیا جا سکتا ہے۔"

پروفیسر خود کو اعتدال پہ لانے لگا۔

وہ ایک بے تعلق آدمی کی مانند کھڑا تھا۔ تب پروفیسر نے کسی قدر بدلے ہوئے انداز میں کہا: "معاف کرنا دوست! میری پریشانی غیر فطری نہیں تھی۔"

"میں جانتا ہوں پروفیسر۔"

"لیکن کیا تم اس بعد کی دنیا سے بھی واقف ہو؟"

"کیوں نہیں۔ اس دور کی تفصیل بھی میری کتاب نے دے دی ہے۔"

"اوہ۔ تو تم اس کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتے ہوگے؟"

"ہاں بہت کچھ۔"

"اور یہاں ایک مکمل انسان کی مانند ہوگے؟"

"بلاشبہ۔"

"لیکن کیا یہاں تم ہمیں چھوڑ دو گے؟"

"تمہاری کیا خواہش ہے؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیں اس دور سے پوری طرح روشناس کراؤ۔ ماضی میں جس طرح تم نے اُلجھنے والوں کی مدد کی ہے۔ اس دور میں ہماری بھی مدد کرو۔" پروفیسر نے کہا اور وہ مسکرانے لگا پھر اس نے گردن ہلائی۔

"ٹھیک ہے پروفیسر، میں تمہارا ساتھ دوں گا۔"

پروفیسر خاور پیشانی مسل رہا تھا۔ لڑکیاں ایک بار پھر خود کو اسی سحر میں گرفتار پا رہی تھیں۔ اس سے قبل انہوں نے سلازس کے دانش کدے کے بارے میں سنا تھا جس کے مختلف پہلو تھے اور یہ پہلو ماضی حال اور مستقبل کو خود میں قید رکھتے تھے اور ماضی کے کردار اس دانش کدے کے ذریعہ مستقبل اور ماضی میں جا سکتے تھے۔ لیکن اب وہ خود ماضی کے کردار بن چکے تھے اور یہ کیفیت خود پر پا رہے تھے۔

کافی دیر تک وہ سنسنی کا شکار رہے۔ اور پھر تجسس ان پہ غالب آگیا چنانچہ پہلی بار انہوں نے اس پورے ماحول کا جائزہ لیا۔ پھر پروفیسر بولا۔

"اس ماحول پہ ایک رنگ غالب ہے۔ کیا یہ کوئی مخصوص مقام ہے؟"

"رنگ؟"

"ہاں کیا یہ نظری دھوکہ ہے۔ زمین سبز ہوتی ہے لیکن یہ نارنجی رنگ،"

"ہاں ۔۔ یہ دنیا کا نیا رنگ ہے۔ جو نہ جانے کب سے غالب ہے۔"

"تو کیا اس نئی دنیا میں اب سبزے کا رنگ یہ ہے؟"

"ہاں پروفیسر، اور یہ عطیہ بھی انسان کا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تہذیب کا وہ دور جس کی تم پیداوار ہو پروفیسر، نسلِ انسانی کا بدترین دور قرار دیا جا چکا ہے۔ اس دور کا انسان تہذیب کے نام کا درندہ تھا۔ اس نے کائنات کے تخریبی عنصر سمیٹے اور انہیں یکجا کر کے ہتھیاروں کا نام دے دیا۔ پہلے وہ ان ہتھیاروں سے نسلِ انسانی کو بلیک میل کرتے رہے اور خوف کی ایک عجیب فضا پیدا کر دی گئی۔ بالآخر ان کا استعمال بھی کر لیا گیا اور زمین کی ہیئت بدل گئی۔ وہ فنا ہو گئے اور اپنے پیچھے ایسی خوفناک فضا چھوڑ گئے کہ انسان سانس بھی نہ لے سکے۔ یہ تابکار دھنت اور پوٹے جراثیم سے ایک حسین رنگ لئے پیدا ہوئے تھے اپنا رنگ کھو بیٹھے۔ سمندر جگہ جگہ سے خشک ہو گئے اور زمین نے یہ نئی شکل اختیار کر لی۔"

"خدا کی پناہ۔ تو اب پوری زمین نارنجی ہے؟"

"ہاں۔ خلا سے زمردیں رنگ میں نظر آنے والا یہ کرہ اب آگ کا گولہ نظر آتا ہے۔ اس کا ٹھنڈا رنگ اس سے چھن چکا ہے۔"

"اور انسان ۔۔ کیا ان کی ہیئت میں بھی کوئی تبدیلی پیدا ہوئی؟"

"انسان ۔۔۔ وہ ہنس پڑا۔ عجیب سا انداز تھا اس کی ہنسی کا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا: "میرا خیال ہے اب تم خود کو اس ماحول میں ضم کر چکے ہو اس لئے آؤ۔ اپنی اس بدلی ہوئی دنیا کو دیکھو۔ آؤ۔" وہ آگے بڑھ گیا اور وہ اس کے ساتھ چل پڑے۔ اپنی زمین پر چلتے ہوئے انہیں عجیب محسوس ہو رہا تھا طویل عرصہ ہو گیا تھا، چہل قدمی بھول گئے تھے۔ لیکن یہ زمین کس قدر بدل چکی ہے لگتا بھی نہیں تھا کہ وہ زمین پر چل رہے ہیں۔ بس ایک خواب کی سی کیفیت تھی۔ لیکن ان کی رفتار خود بخود تیز تھی، اس کا احساس بہت جلد ہو گیا تھا۔ مناظر بھاگتے ہوئے لگ رہے تھے۔ اور چند ساعت میں ہی وہ اس صورت حال سے گھبرا گئے۔ "سنو!" پروفیسر نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے اسے پکارا اور وہ رک گیا۔ "ہماری رفتار غیر معمولی تیز ہے اور اس میں ہماری کسی کوشش کو دخل نہیں ہے۔ اس کی وجہ؟"

"ہاں۔ تمہاری رفتار ساٹھ میل فی گھنٹہ ہے۔"

"لیکن خود بخود۔ آخر کیوں؟"

"سب تمہاری اپنی کوشش کا نتیجہ ہے۔ یہ زمین اب ایٹمی تابکاری کا شکار ہے اور اس میں بے شمار تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔"

"اوہ۔ کیا یہاں ہم موجود ہیں یہ جگہ جنگل ہے؟"

"کیوں؟"

"کوئی انسان نہیں نظر آیا؟"

"آئے گا ضرور آئے گا۔" اس نے پھر عجیب سے انداز میں کہا اور پروفیسر کو تعجب ہوا۔ پہلے بھی وہ انسان کے نام پہ ہنسا تھا۔

"ابھی تھوڑی دیر قبل کوئی گول سی شے ہمارے سروں پہ سے گذری تھی۔"

"ہاں۔ وہ ننھے لوگوں کی سواری تھی جیسے تمہارے آہنی گھوڑے۔ زمینی ٹریفک تو اب بند ہو چکا ہے۔"

"خوب۔ تمہاری معلومات واقعی بے مثال ہیں۔ تم اس دور کے بارے میں بھی اتنی ہی واقفیت رکھتے ہو جتنی ماضی کے ادوار کے بارے میں حالانکہ تم نے کہا تھا کہ تم ہمارے دور میں سو گئے تھے اور اس کے بعد کا دور تم نے نہیں دیکھا۔"

"لیکن تم یہ بھول رہے ہو کہ تم میری کتاب سے گذر کر یہاں آئے ہو۔"

"تمہاری باتیں سخت الجھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض باتیں تو سمجھ ہی میں نہیں آتیں۔" پروفیسر نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور وہ مسکرا اٹھا۔

"ان باتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بس تم نے اپنی سوچ میں ایک اضافہ کر لیا ہے۔"

"وہ کیا ہے؟" اس نے بدستور دلچسپی سے پوچھا۔ انہوں نے اپنی رفتار جاری رکھی تھی اور سفر تیزی سے طے ہو رہا تھا۔

"یہی کہ تم ایک سائنسدان، تاریخ داں اور داستان گو ہونے کے ساتھ ساتھ پُراسرار علوم کے ماہر بھی ہو۔ ممکن ہے یہ طلسم کدہ بھی تمہارا ہی تعمیر کردہ ہو۔ ہمیں تو یہ کسی سیارے کی زمین معلوم ہوتی ہے۔"

"واہ" وہ ہنس پڑا۔ اور پھر بولا "وہ دیکھو۔ وہ کوئی عمارت نظر آ رہی ہے شاید" اس نے اشارہ کیا اور ان کی نگاہیں بھی اس سفید اور سڈول مینار کی طرف اُٹھ گئیں۔ واقعی عمارت ہی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن کسی راکٹ کی طرح جو آسمان کی جانب رُخ کئے کھڑا تھا" آؤ۔ شاید تمہاری اس بات کا جواب اس عمارت میں مل جائے۔"

عمارت کے گرد پکّی زمین کا ایک وسیع دائرہ تھا جس میں سیاہ ٹائل لگے ہوئے تھے لیکن ان میں کچھ سفید ٹائل بھی تھے۔ اس نے اُن سے ان سفید ٹائلوں پر کھڑے ہونے کے لئے کہا اور انہوں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا دوسرے لمحے انہیں محسوس ہوا جیسے ٹائل زمین میں دھنس رہے ہوں لیکن اس سے قبل کہ وہ سنبھلنے کی کوشش کرتے، وہ گہرائیوں میں پہنچ گئے لیکن نہ تو انہیں کوئی چوٹ آئی اور نہ ہی کسی اور حادثے سے دوچار ہونا پڑا۔ جیسے بس ایسا ہی دائرہ تھا اور سفید ٹائل انہیں کے درمیان آ رُکے تھے۔

وہ نیچے اتر گیا۔ ایک عظیم الشان ہال تھا جس کا دوسرا سرا نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ فروزاں اور فرزانہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی آگے بڑھ گئیں۔ نہ جانے یہ سب کیا تھا۔ عقل ساتھ نہیں دیتی تھی۔

دفعتاً ہال کے درمیان میں ایک گھڑگھڑاہٹ سنائی دی اور پھر ایک چوکور بکس نمودار ہوا جس میں پہیے لگے ہوئے تھے۔ جِھلملاتے اور عجیب عجیب روشنیاں اس میں نظر آ رہی تھیں۔ مشین بڑے پُروقار انداز سے آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ رُک گئے اور سراسیمہ نگاہوں سے اس متحرک مشین کو دیکھنے لگے۔

وہ اُن کے سامنے آ گئی۔ پھر اس میں ایک چوکور خانہ کھلا اور ایک گول شیشہ باہر نکل آیا۔ پھر ایک چھوٹا سا خانہ اور کھلا اور ایک شیریں آواز سنائی دی "تعجب ہے تمہاری ہیئت میرے لئے اجنبی ہے۔"

پروفیسر خاور، فرزانہ اور فروزاں اچھل پڑے۔ انہوں نے سراسیمہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"کیا اس سے قبل تم نے ہماری جیسی ہیئت کی مشینوں کو نہیں دیکھا؟"

"... مشین جدت پسند ہے۔ نئے نئے ڈیزائن بنتے رہتے ہیں۔ لیکن تم منفرد ہو" مشین سے آواز آئی۔

"کیسے لگ رہے ہیں ہم؟"

"خوبصورت۔ نازک نازک سے" مشین سے آواز اُبھری۔ خالصتاً نسوانی آواز تھی جس میں پسندیدگی کا جذبہ تھا۔

"کیا تم یہاں تنہا ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔ زیرو زیرو زیرو زیرو ایٹی سیون ٹینو گیا ہوا ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں تو میں تنہا ہوں۔"

"وہ کب واپس آئے گا؟"

"معلوم نہیں۔ کیا میں اس سے رابطہ قائم کروں؟"

"اوہ۔ نہیں۔ ہم تمہارے اس ایکے میں قیام کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"نہیں۔ اعتراض کیوں ہوگا۔ آؤ" مشین سے آواز ابھری اور وہ اسی انداز میں واپس چل پڑی۔ اس نے پروفیسر وغیرہ کو بھی اشارہ کیا اور وہ بھی مشین کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ ہال کے آخری سرے پر ایک دیوار نظر آئی لیکن جونہی مشین دیوار تک پہنچی دیوار درمیان سے کھل گئی۔ مشین چند ساعت رکی اور پھر آگے بڑھ گئی۔

ایک اور خوبصورت ہال نظر آیا تھا۔ مشین اس دوسرے ہال میں رک گئی۔ "یہ تمہاری آرام گاہ ہے۔"

"شکریہ! ہم کچھ دیر یہاں رُکیں گے۔ پھر واپس چلے جائیں گے۔"

"ہمارے مہمان رہو۔ زیرو زیرو زیرو زیرو ایٹی سیون آ جائے تو اس سے ملاقات کر کے واپس جانا۔ وہ تم سے مل کر خوش ہوگا۔"

"بہت بہت شکریہ!"

"یہ ضرورت کا چارٹ ہے۔ اور سامنے کی جگہ آپریشن ڈرینس۔ مجھے اُمید ہے کہ تم اپنی ضرورتیں پوری کرنے میں تکلف نہ کرو گے۔"

"ایک بار پھر شکریہ۔ لیکن ہم تم سے ملاقات کس طرح کریں گے؟"

"یہ میرا بٹن ہے" مشین سے ایک راڈ باہر نکلی ہوئی تھی اور مختلف سمتوں میں اشارے کر رہی تھی، جس شے کی جانب وہ اشارہ کرتی تھی وہ اسپارک کرنے لگتی تھی۔

"شکریہ! ہم کچھ دیر آرام کے بعد تمہارے پاس آئیں گے۔ ملاقات کی جگہ وہ ہال ہی ہے نا؟"

"ہاں۔ اچھا میں چلتی ہوں" مشین کی آواز اُبھری اور پھر وہ اسی گھڑگھڑاہٹ کے ساتھ واپس چلی گئی۔

پروفیسر اور دوسرے لوگوں کی آنکھیں حیرت سے کھلی ہوئی تھیں۔ مشین کے باہر نکل جانے کے بعد پروفیسر گہری گہری سانسیں لے کر گردن جھٹکنے لگا پھر گھٹی گھٹی آواز میں بولا "تمہاری برتری تو ہم نے جگہ جگہ تسلیم کی ہے۔ اب کیا امتحان لے رہے ہو؟"

"میں امتحان نہیں لے رہا پروفیسر۔"

"پھر اس طلسم خانے میں لانے کا مقصد؟"

"یہ تمہاری دنیا ہے پروفیسر۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"ہماری دنیا؟" پروفیسر جھنجھلا گیا۔

"ہاں سو فیصدی تمہاری دنیا۔ لیکن ٹھہرو۔ ضرورت کا چارٹ پڑھو تمہارے آرام کا بندوبست ہو جائے اس کے بعد باقی باتیں ہوں گی" وہ پروفیسر

لے کر اس دیوار کے نزدیک پہنچ گیا جس پر چارٹ بنا ہوا تھا۔

لیکن پروفیسر کی سمجھ میں یہ چارٹ نہیں آیا تھا۔ دیر تک وہ اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلادی۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا"

"لیکن میں سمجھ رہا ہوں پروفیسر، ٹھہرو" اس نے کہا اور پھر اس نے آپریشن ٹیبل پر جاکر کچھ بٹن دبائے اور دیواروں سے آرام دہ نشستیں باہر نکل آئیں۔ ان کی تعداد چار تھی پھر اس نے کچھ اور بٹن دبائے اور چار عمدہ قسم کے گلاس لے کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ ان گلاسوں میں دودھ جیسا سیال بھرا ہوا تھا۔

"پیو پروفیسر، حیرت انگیز چیز ہے"

"کیا مجھے اس طلسم خانے کے بارے میں نہیں بتاؤ گے" پروفیسر نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"ضرور بتاؤں گا تم بیٹھو تو۔ آرام کرو۔ سب کچھ بتادوں گا" اس نے کہا اور پروفیسر ان نشستوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ لڑکیاں بھی بیٹھ گئیں اور وہ خود بھی۔

"اسے پیو تکلف مت کرو۔ یہ ایک بھرپور غذا ہے اور یقیناً تمہیں فرحت دے گی۔ ہاں پروفیسر، میں نے غلط نہیں کہا تھا یہ تمہاری دنیا ہے"

"لیکن کس طرح؟"

"وہی زمین جس پر تمہاری تاریخ بکھری پڑی ہے۔ لیکن بالآخر تم اس زمین کو کھو بیٹھے تم اپنی ذہانت کا شکار ہو گئے۔ پہلے ایٹمی ہتھیار ایجاد ہوئے۔ انہیں استعمال کرنے کا خود کار نظام عمل میں آیا۔ پھر مشینیں ایجاد ہوئیں۔ انسان نے مشینوں کی دوڑ میں حصہ لیا۔ وہ کام جو انسانی ہاتھ انجام دیتے تھے مشینیں انجام دینے لگیں۔ اور ایک دور مشینوں کا دور کہلایا۔ اس دور میں انسان نے اپنی ساری ذہانت مشین کو دے دی۔ اس نے ساری ضرورتیں مشینوں سے پوری کرنی شروع کردیں۔ اس نے اپنا ذہن مشینوں کو دے دیا اور ایک شدت پسند اور انتہا کو پہنچ جانے والے نے ایک ایسی مشین ایجاد کی جو ایجادات کی حکمران تھی جس کی اپنی سوچ تھی جس کی اپنی تخریب تھی اسے بناکر بلاشبہ اس نے ساری دنیا کے انسانوں کو مطیع کرلیا لیکن وہ اس مشین کی قدرت بھول گیا تھا۔ ایک دن وہ خود بھی اس مشین کا غلام بن گیا۔ اور مشین نے سوچا کہ وہ انسانوں کی مطیع کیوں رہے۔ اس مشین نے پہلے ساری دنیا کے انسانوں کو مطیع کیا اور پھر ان پر مشینی حملہ کردیا۔ ساری دنیا کی مشینوں نے انسانوں کے خلاف محاذ بنا لیا۔ اور بالآخر اس دنیا کو انسانوں سے پاک کرلیا گیا۔ انسانی ضروریات بھی ختم کردی گئیں اور اب اس دنیا پر مشینوں کی حکومت ہے"

وہ خاموش ہوگیا۔ پروفیسر کا ذہن اس کہانی کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ لیکن حقیقتوں کو کیسے جھٹلا سکتا تھا۔

"مشینی حملے سے تمہاری کیا مراد ہے؟" بالآخر اس نے پوچھا۔

"مشینوں کی سازش بے حد خطرناک تھی پروفیسر۔ انسانی سازشوں سے کہیں زیادہ خطرناک"

"وہ کس طرح؟"

"میری باتوں کو کسی جھوٹ یا بے وقوف بناکر برتری حاصل کرنے والی کوئی بات نہ سمجھو پروفیسر، کیونکہ میں برتر ہوں اور مجھے جھوٹ کے سہارے درکار نہیں۔ عمدہ طور سے میں تمہیں اس وقت سمجھا سکوں گا جب تم یقین کرو"

"اوہ۔ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میرا ذہن — میرا ذہن ...."

"یہ تمہاری زمین ہے پروفیسر، جاؤ اس میں اپنا مسکن تلاش کرو۔ ورنہ (؟) باتوں پر یقین کرو۔ میں تم سے کسی صلے کا خواہش مند نہیں ہوں"

"اوہ۔ تو یہ سب حقیقت ہے" پروفیسر خاور کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

"ایک ٹھوس حقیقت، زمین کی تاریخ کا ایک باب"

"افسوس۔ انسان خود اپنا شکار ہوگیا۔ لیکن میرے ذہن میں بے شمار سوالات ابھر رہے ہیں"

"میں ان سب کا جواب دوں گا"

"اس دور سے تمہیں پوری واقفیت ہے؟"

"بالکل اسی طرح جس طرح گذرے ہوئے ادوار سے" اس نے جواب دیا۔

"تب پھر مجھے بتاؤ کہ اس دنیا پر مشینوں کا تسلط کس طرح ہوا؟"

"میں نے مشینی سازش کا ذکر کیا تھا۔ انسان نے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں مشینی دور کا آغاز کیا۔ انسان معطل ہونے گئے اور مشینوں نے اس پوری دنیا کا نظام سنبھال لیا۔ مشینوں نے انسانی زندگی کا ہر شعبہ سنبھال لیا۔ انسان نے انہیں انسانی سوچ دی تھی خود کو آزاد کرنے کے لئے لیکن مشین اب دو بڑی خوبیاں حاصل کرچکی تھی۔ وہ انسانی ذہن اور فولادی بدن رکھتی تھی۔ وہ انسان کے لئے ایجادات کرتی تھی تب اس نے سوچا کہ وہ انسان کی غلام کیوں رہے۔ چنانچہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی مشینوں نے ایک دوسرے کو خفیہ پیغام ارسال کئے۔ اور پھر مشینوں کی کوشش سے انسان ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوگئے۔

یہ انسانی نہیں، مشینی سازش تھی جسے انسان نہ روک سکے امن معاہدے ہوتے لیکن مشینیں ان معاہدوں کو کامیاب نہ ہونے دیتیں۔ انہیں انسان کا غلام سمجھا جاتا تھا اور ان کی کسی حرکت کو انسانی حرکت ہی سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ بڑے بڑے ملک ایک دوسرے کے مقابل ڈٹ گئے اور ایٹمی جنگ چھڑ گئی۔

نتیجے میں انسان فنا ہوگئے۔ ان کی بستیاں تاراج ہوگئیں مشینیں محفوظ تھیں۔ پوری دنیا میں شعلے بھڑک اٹھے۔ انسان پگھل گئے۔ عمارتیں ریزہ ریزہ ہوگئیں۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ انسانی وجود اس پوری زمین سے ختم ہوگیا۔ مشینیں محفوظ تھیں جو ناکارہ ہوئی تھیں انہیں دوسری مشینوں نے مرمت کرلیا۔ اور اس کے بعد مشینوں نے اس زمین پر ایک نئی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ مشینی حکومت کی، اور آج اس دنیا پر مشینوں کی حکومت ہے۔ یہ مشینیں اب انسان کو بھول چکی ہیں"

وہ خاموش ہوگیا۔ ان کے ذہن ماؤف ہو رہے تھے۔ تصور بھی نہیں

کیا جا سکتا تھا۔ کبھی دنیا کی یہ شکل ہوگی۔ آج وہ اس دنیا میں ایک اجنبی کی حیثیت سے موجود تھے۔ کیسی پُراسرار کیسی انوکھی بات تھی۔ وہ سوچ رہے تھے کہ ان کا مستقبل کیا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ خود بھی موت کو اپنا لیں۔

فروزاں اور فرزانہ پاگلوں کی طرح بیٹھی تھیں۔ پروفیسر کے چہرے پر بھی مردنی نظر آ رہی تھی۔ کافی دیر اسی طرح گذر گئی تو اس نے انہیں مخاطب کیا۔

"بہت فکرمند ہو پروفیسر؟"

"نہیں۔ اسے فکرمندی نہ کہو۔"

"پھر خاموش کیوں ہو؟"

"بس ذہن متعدد خیالات کا شکار ہے۔"

"اپنی ہر الجھن مجھ سے کہہ دو۔ میں تمہارا دشمن تو نہیں ہوں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن کیا تم اس کا حل بھی تلاش کر سکتے ہو؟"

"بساط بھر مشورہ تو دے سکتا ہوں۔"

"پھر مجھے آئندہ زندگی کے لئے مشورہ دو، ہم کس طرح جئیں گے اور جی کر کیا کریں گے؟" پروفیسر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس سلسلے میں پہلے ہی ایک بات کہہ چکا ہوں پروفیسر تمہیں دوسرے انسانوں کی طرح اپنی موت کا یقین تو ہوگا؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے۔"

"زندگی کی انتہا موت ہے مجھے دیکھو کب سے جی رہا ہوں اور کب تک جیتا رہوں گا۔ ہر دَور میری پسند کا دَور تو نہیں ہوتا۔ تمہارے ساتھ تو آسانی ہے کہ بالآخر تم مر جاؤ گے۔ پھر وقت سے پہلے مرنے کی کیوں سوچتے ہو؟"

"لیکن ان مشینوں کے درمیان زندگی کیا ہوگی؟"

"دیکھنے والے کی زندگی سارے غموں سے بے نیاز ہوتی ہے۔"

"اس میں مشکلات نہیں پیش آئیں گی؟"

"مثلاً کیا مشکلات؟"

"آخر ان کے درمیان زندہ کیسے رہا جائے گا؟"

"ان کی مانند۔"

"کیا ان کی کوئی طرزِ زندگی بھی ہے؟"

"کیوں نہیں، مشینوں کی سوچ جامع ہے۔ انہوں نے ایجادات کے لئے ایک منفرد انداز اختیار کیا ہے۔ بس سوچ لو، ایجاد ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہ نشستیں ان کی ضرورت نہیں ہیں۔ اور یہ شراب بھی ان کے لئے بے کار ہے انہوں نے اسے بنایا نہیں لیکن ضروریات کا یہ چارٹ اور آپریشن ٹرینیں۔ ضرورت کا احساس کرو اور حاصل کر لو۔ وہ ضرورت جیسی بھی ہو پوری ہو جائے گی۔"

"کہاں سے؟" پروفیسر نے تعجب سے پوچھا۔

"یہ ان کا نظام ہے۔ بہرحال کائنات میں ضرورت کی ہر شے موجود ہے۔ فرق صرف اتنا پڑا ہے کہ اسے حاصل کرنے کی جدوجہد ختم ہو گئی ہے۔

اور اب صرف سوچ رہ گئی ہے۔"

"خدا کی پناہ۔ کیا یہ حقیقت ہے؟" پروفیسر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"جو کچھ ہے پوشیدہ نہیں ہے بلکہ تمہارے سامنے ہے پروفیسر۔" اس نے جواب دیا۔

ہر لمحہ حیرت کا لمحہ تھا۔ ہر بات بعید از عقل تھی لیکن بینائی بھی تھی اور سماعت بھی اور جو کچھ اس نے کہا تھا عالمِ وجود میں تھا اس لئے ذہنی کیفیت کچھ بھی ہو یقین کرنا ضروری تھا۔ سر پروفیسر نے سوچا کہ اب حیرت کی دلدل سے نکل آنا بہتر ہوگا۔ اس ماحول کو قبول کرنا ہی پڑے گا۔ یہی بات اس نے فرزانہ اور فروزاں کو بتائی۔ جوان لڑکیاں اس سے زیادہ قوت رکھتی تھیں اور اس کی طرح حواس باختہ نہیں تھیں۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک تو ہے ڈیڈی۔ ہم گذرے ہوئے انسانوں سے برتر ہیں کہ مشینی دور میں سانس لے رہے ہیں۔"

"لیکن تمہارا کیا ہوگا؟" پروفیسر خاور نے کہا۔

"انسان کے ساتھ روایات بھی ختم ہو جانی چاہیئے۔" فرزانہ نے پوری سنجیدگی سے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" پروفیسر نے کہا۔

"آپ کے ذہن میں یہی تردد ہوگا نا ڈیڈی کہ اب ہمارا کیا ہوگا۔ ہمیں روایتی زندگی گذارنے کے لئے رشتے نہیں ملیں گے اور ہم انسانوں کی روایات کے مطابق زندگی نہیں گذار سکیں گے۔ لیکن ڈیڈی ہم لوگ جاہل تو نہیں ہیں۔ ہماری اپنی سوچ ہے اور اس سوچ میں کہیں خلل نہیں ہے پھر آپ ہمارے بارے میں اس انداز سے کیوں سوچ رہے ہیں۔ ہم بھی تو اس انوکھے دَور سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

"تو تم پریشان نہیں ہو؟"

"پریشانی کس بات کی۔ ہماری زندگی کو ایسا انوکھا ایڈونچر ملا ہے ہم اس سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اور ہماری خواہش ہے کہ آپ بھی ہماری ان تفریحات میں شریک ہو جائیں۔"

پروفیسر حیرت سے ان کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے خوشی کے عالم میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بلاشبہ تمہارے ذہن مجھ سے زیادہ مضبوط ہیں۔"

"سوچ کا فرق ہے پروفیسر اور کچھ نہیں۔" وہ بولا۔

"کیا مطلب؟"

"تم باپ ہو، ایک ذمہ دار ہستی، وہ نوجوان ہیں۔ فکروں سے بے نیاز۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اور تمہاری بدولت آئندہ بھی بے نیاز رہیں گی۔" فروزاں مسکراتے ہوئے بولی۔ اور وہ بھی مسکرانے لگا۔ اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"تو اب ہم ایک مشین کے مہمان ہیں۔" خاور نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاں پروفیسر، مشینیں بہرحال انسانی تخلیق ہیں۔ انسان نے اپنی سوچ اپنی تہذیب انہیں دی ہے۔ اسی میں مہمان نوازی شامل ہے۔"

"خوب۔ لیکن یہ مشینیں تو انسان کی دشمن ہیں۔"

"نہیں — اب اتنا عرصہ گذر گیا ہے کہ یہ انسان کو بھول چکی ہیں۔ اب تو انسان ان کے تصور میں بھی نہیں ہوگا۔"

"خدا کی پناہ۔ تو کیا اس خاتون مشین نے ہمیں بھی مشین سمجھا ہوگا؟" پروفیسر خاور نے تعجب سے پوچھا۔

"سو فیصدی۔"

"لیکن ہماری ہیئت؟"

"آپ نے اس کے الفاظ نہیں سنے۔ اس نے کہا تھا کہ ہماری تراش انوکھی ہے۔"

"اوہ۔" پروفیسر خاور دیر تک حیرت زدہ رہا پھر بولا۔ "گویا یہ انسانی تراش بھی بھول چکی ہیں۔"

"عام مشینیں تو انسان کے نام سے بھی ناواقف ہوں گی۔"

"کمال ہے۔ اس طرح تو ہم ان کے درمیان آرام سے زندگی گذار سکیں گے۔ یہ ہمیں بھی مشین ہی سمجھتی رہیں گی۔"

"سو فیصدی۔"

"پرکھنے کی کوشش بھی نہیں ہوگی؟"

"شاید ضرورت بھی نہ محسوس کی جائے گی۔"

"واقعی پاگل ہو جانے کو جی چاہتا ہے۔" پروفیسر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ دیر تک ان مشینوں کے نظام حیات کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔

"میرا خیال ہے پروفیسر، اب آپ لوگ تھوڑی دیر آرام کرلیں۔ دن اور رات بدستور ہیں۔ چاند ستارے ان کی گرفت سے باہر ہیں۔ اس لئے اب رات ہو رہی ہے۔ میں ذرا ستارہ گردی کروں گا اس لئے مجھے اجازت۔"

"دیکھو، اس اجنبی ماحول میں ہمارا ساتھ نہ چھوڑ دینا۔ ہمیں یہاں تک لانے والے بھی تم ہی ہو، ہمیں قدم قدم پر تمہاری ضرورت ہے۔"

"فکرمند نہ ہو پروفیسر، میں اگر کچھ دیر تم سے دور بھی رہا تو وہ وقفہ زیادہ طویل نہیں ہوگا۔ میں دوبارہ تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

"تمہاری مہربانی۔" پروفیسر خاور نے کہا اور وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔ تینوں اسے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور اس کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد بھی دیر تک وہ سکتے کے عالم میں بیٹھے رہے۔ کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا تھا۔

پھر پروفیسر ہی سنبھلا اور اس نے ان دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ پھر ہلکے انداز میں مسکرا کر بولا۔ "تمہاری ذہنی کیفیت کیا ہے لڑکیو؟"

"ٹھیک ہے ڈیڈی۔" فرزانہ نے کہا۔

"خود کو تسلی دینے کے لئے ہمیں چند باتوں کو ذہن نشین کرنا ہوگا۔ مثلاً یہ کیوں نہ سوچا جائے کہ جہاز کے حادثے میں ہم بھی مر چکے ہیں۔ کون زندہ بچ سکا۔ اس کے بعد کی زندگی کس کے علم میں ہے۔"

"لیکن اس کی ضرورت کیا ہے ڈیڈی۔" فروزاں بولی۔

"ضرورت ہے بیٹے، تم لوگ غیر معمولی بہادر ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم عام لڑکیاں نہیں ہو۔ اور شاید اسی لئے ہم عام حالات سے دوچار نہیں ہوئے۔"

"ہمیں یہ ماحول بے حد دلکش لگ رہا ہے، ہم واقعی خود کو مشین کیوں نہ سمجھیں۔"

"لیکن وہ — لیکن وہ کیا ہے۔ کیا ہمارا یہ خیال باطل نہیں ثابت ہو گیا کہ وہ کوئی سائنسدان ہے، دنیا سے اکتایا ہوا، تاریخ پر عبور رکھنے والا۔"

"ہاں ڈیڈی۔ اس ساری کائنات میں سب سے بڑی الجھن صرف وہ ہے اس کے علاوہ کوئی الجھن نہیں ہے۔ انسانیت کو اسی طرح تباہ ہونا تھا، نظر آ رہا تھا۔ ہتھیاروں اور مشینوں کی دوڑ کا بالآخر یہی انجام ہونا تھا کہ آج روئے زمین پر انسان کا وجود نہیں ہے۔"

پروفیسر گردن ہلا رہا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "تم لوگوں کے سکون سے مجھے بھی اطمینان ہوا ہے ورنہ واقعی میں تمہارے لئے سخت پریشان تھا۔"

"آپ ہماری طرف سے بالکل پریشان نہ ہوں۔ لیکن اب ہم ایک جگہ قیام نہیں کر سکیں گے، بلکہ اس مشینی دنیا میں گھوم پھر کر اس کی تبدیلیاں دیکھیں گے۔"

"ہوں۔" پروفیسر نے کہا اور پھر وہ آرام کرنے لیٹ گئے۔ رات ہو گئی تھی۔ باہر کا ماحول نہ جانے کیسا تھا۔ خاصی رات گئے فروزاں نے فرزانہ کو مخاطب کیا اور فرزانہ گردن اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"جاگ رہی ہو باجی؟"

"ہاں نیند کا کیا سوال ہے؟"

"لیکن ڈیڈی کے خراٹے گونج رہے ہیں۔"

"ہاں۔ اب انہیں ہماری فکر نہیں رہی ہے۔"

"باہر چلیں باجی۔" فروزاں بولی۔

"ہمت ہے؟"

"کیوں نہیں، بہرحال زمین ہماری ہے، اور پھر زندگی اتنی اہم شے بھی نہیں کہ انسان ہر وقت اس کے خوف کا شکار رہے۔"

"ڈیڈی کو جگاؤ گی؟"

"پھر باہر جانے سے کیا فائدہ؟"

"او، آؤ چلیں۔" فرزانہ نے کہا اور دونوں خاموشی سے اٹھ گئیں۔ باہر آنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ لیکن عمارت سے باہر کے مناظر ہوش ربا تھے۔ چاروں طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ نارنجی رنگ چاندنی میں شعلوں کی طرح چمک رہا تھا۔ تا حد نگاہ خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کائنات میں ان دو ذی روحوں کے سوا کوئی نہ ہو۔ دونوں سحر زدہ سی اس عا

کو دیکھتی رہیں۔ پھر فرزانہ غمزدہ لہجے میں بولی۔

" افسوس۔ ہماری دنیا کیا ہو گئی۔"

" زمین کی تقدیر۔"

" لیکن باجی! یہ مشینی حکومت کتنی عجیب ہے۔ بات تو سمجھ میں آتی ہے مشینوں کو انسان نے معطل انسان کر دیا تو مشینوں نے انسانوں ہی سے نجات حاصل کر لی لیکن اب ان مشینوں کے جذبات و احساسات کیا ہیں؟"

" یہ تو کوئی مشین ہی بتا سکتی ہے۔"

" ایک بات پر غور نہیں کیا باجی؟"

" کیا ۔؟"

" اس کی زبان۔ وہ انسانوں کی زبان بول رہی تھی۔"

" ہاں میں نے غور کیا تھا۔ تم نے اس سے کوئی نتیجہ اخذ کیا؟"

" نہیں۔ اور تم نے؟"

" اس نے مشینوں کے بارے میں جو کچھ بتایا اس سے میں سمجھ گئی ہوں۔"

" کیا ۔؟"

" مثلاً ضرورت کا چارٹ۔ میرے خیال میں احساسات کی ترجمانی کے آلات بھی اس میں منفرد ہوں گے؟"

" اوہ۔ اور یہ احساسات ہی زبان بن جاتے ہوں گے۔"

" یقیناً"

" کمال ہے باجی۔ اس بات سے میرا ذہن ایک اور طرف بھی جاتا ہے۔"

" کس طرف؟" فرزانہ نے پوچھا۔

" گستاخی معاف باجی۔ لیکن ہم دونوں ہی آپس میں گفتگو نہ کریں تو پھر کس سے کریں۔ میری مراد ان مشینوں کے طرز زندگی سے ہے۔ کیا یہ بھی جوڑوں کی شکل میں رہتی ہوں گی ان کے جذبات و احساسات کیا ہوتے ہوں گے اور ان کے یہاں ۔۔۔ ان کے یہاں تخلیقی عمل کیا ہوگا؟"

" یہ تو ان کے درمیان رہ کر ہی معلوم ہو سکے گا۔" فرزانہ مسکرا کر بولی۔ اور فروزاں ہنس پڑی۔

" ہائے باجی کیا یہ مشینیں بھی عشق کرتی ہوں گی؟"

" خدا معلوم۔" فرزانہ بھی ہنسنے لگی۔ پھر فروزاں نے کہا۔

" کیوں نہ اس مشین سے دوستی کی جائے۔"

" میزبان مشین سے؟"

" ہاں۔ اخلاق والی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ ہم اجنبی تھے لیکن اس نے ہماری اچھی پذیرائی کی ہے۔"

" ہاں کیوں نہیں۔ اب تو انہی سے رشتہ جوڑنا پڑے گا۔"

" ویسے باجی ایک خطرناک بات بھی ہے۔"

" کیا ۔؟"

" اگر کسی مشین نے تم سے عشق شروع کر دیا تو کیا ہوگا؟"

" ڈنڈے مار مار کر اس کا اپنا نظام خراب کر دیں گے۔" فرزانہ نے کہا۔ اور دونوں دیر تک ہنستی رہیں۔

" سچ۔ بڑی انوکھی باتیں ہیں۔ نہ جانے ان کے احساسات و جذبات کیا ہوں گے؟"

" کل اس مشین سے دوستی کی جائے گی یقیناً اس سے اہم معلومات حاصل ہوں گی بشرطیکہ وہ دوستی پسند کرے۔"

" کوشش کرنے میں کیا ہرج ہے۔ دیکھیں گے آؤ اب چلیں۔ ممکن ہے بے چارے ڈیڈی کی آنکھ کھل جائے اور ہماری وجہ سے پریشان ہوں۔"

" اونہہ بلاوجہ۔ اس کی فضول باتیں سن سن کر اب تو ہماری یہ حس بھی مر چکی ہے۔" فرزانہ نے کہا اور دونوں ہنستی ہوئی واپس اپنی رہائش گاہ میں آگئیں جہاں پروفیسر کے بے فکر خراٹے گونج رہے تھے۔

دوسری صبح ضرورت کے چارٹ پر ناشتہ منتخب کیا گیا۔ اور ایک عمدہ ناشتہ کر کے وہ سب مطمئن ہو گئے۔ پھر میزبان مشین کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور تھوڑی دیر کے بعد لوہے کا تودہ ان کے سامنے پہنچ گیا۔

" صبح بخیر مہمانو! کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

" نہیں۔ تمہارا شکریہ!"

" ضرورت کا چارٹ مکمل ہے۔ لیکن اگر اس میں کوئی اضافہ چاہو تو وہ بھی بتا دو۔"

" نہیں۔ یہ چارٹ مکمل ہے۔" خاور نے جواب دیا۔

" ان کے معمولات کا انتخاب کر لو۔ یہاں قرب و جوار میں کوئی تنو نہیں ہے۔ اس کے لئے تمہیں سفر کرنا ہوگا۔"

" نہیں ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

" میں یہی پوچھنے آئی تھی۔ جاؤں؟"

" نہیں رکو، تمہیں ہمارے قیام سے کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ اگر تمہیں تکلیف ہو تو ہم واپس چلے جائیں۔"

" بالکل نہیں، بلکہ میں تمہارے آنے سے خوش ہوں کیا تم دونوں۔ ان دونوں کے شیئر ہو؟" اس نے سوال کیا۔

" نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ جلدی سے بولا۔

" شیئر۔؟" پروفیسر نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

" مراد مرد ہے۔" وہ بولا۔

" ویسے یہ دونوں صنفی ہیں نا؟" مشین کا اشارہ لڑکیوں کی طرف تھا۔

" ہاں۔ یہ دونوں لڑکیاں ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ پھر ان کی طرف رُخ کر کے بولا۔ "مشینوں میں ان دو رشتوں کے علاوہ اور کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔"

" لعنت ہے۔" فروزاں بڑبڑائی۔

" اوہ۔ فروزاں تم اس سے دوستی نہیں کرو گی۔" فرزانہ نے یاد دلایا۔ اور فروزاں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ کوشش کرو۔"

• واپس کرنا چاہتی ہو اس سے؟ اس نے پوچھا۔

• ہاں؟

• ٹھہرو، میں اس کے انداز میں بات کرتا ہوں؟ اس نے کہا اور اسی وقت مشین کی نسوانی آواز اُبھری۔

• میں تم لوگوں کی گفتگو سمجھ رہی ہوں۔ شاید ان لوگوں کو مجھ سے کسی بات پر اختلاف ہے لیکن اس میں کیا حرج ہے، ہماری ساخت مختلف ہے اختلاف تو ہونا ہی چاہئے۔ لیکن ہم لوگ مل کر اختلاف دُور کریں گے؟

• اوہ۔ ہمیں اس اختلاف پر افسوس ہے؟

• مجھے نہیں ہے۔ آؤ تم دونوں میرے ساتھ آؤ؟ مشین سے آواز اُبھری اور خاور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

• چلو لڑکیو! تمہارا کام تو بن گیا۔ میرا خیال ہے ہمیں کچھ دیر کے لئے اجازت دو۔ ہم باہر کے مناظر دیکھیں گے۔ ویسے یہ بُری بات ہے کہ یہ مشین خیالات بھی سمجھ لیتی ہے تاہم کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تم دونوں بے وقوف نہیں ہو، ہوشیار رہنا؟

فروزاں اور فرزانہ اپنی اس آہنی دوست کے ساتھ چل پڑیں اور وہ انہیں لئے ہوئے اپنی قیام گاہ میں آگئی۔ یقیناً یہ قیام گاہ مشینوں کے لئے بہترین ہوگی لیکن ان دونوں کے لئے اس کی ڈیکوریشن عجیب تھی۔

تاہم ضرورت کا چارٹ یہاں بھی موجود تھا اور اس کے ساتھ ہی مشین سے ایک مخلص آواز اُبھری۔ "میں تم لوگوں کی ضروریات سے ناواقف ہوں اس لئے براہِ کرم ایک مخلص دوست کی طرح بے تکلفی برتو اور اپنی ضرورت خود مہیا کرلو؟

" اوہ۔ اس کی آواز میں خلوص ہے؟ فرزانہ نے کہا اور پھر انہوں نے اپنے لئے یہاں بھی نشستیں طلب کرلیں۔ یہ طلسمی ماحول سامری جادوگر کے محل سے مشابہہ تھا، جو سوچو حاضر، کہاں سے آتا ہے یہ بات نامعلوم

" باتیں کرو۔ میں تمہاری باتوں کا جواب دوں گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے دوست تسلیم کیا ہے یا نہیں؟

• کیوں نہیں لیکن ہم وہ باتیں جاننا چاہتے ہیں جو تمہیں ناگوار گذریں تاکہ ان سے اجتناب برت کر ہم دوست رہ سکیں؟

• تم دونوں مجھے بہت پسند آئی ہو۔ تمہاری ساخت میں انوکھی کشش ہے اگر تم اجازت دو تو میں تمہاری ہیئت اختیار کرلوں۔ مجھے یہ ہیئت بہت پسند آئی ہے؟

• کیا یہ ممکن ہے؟ فروزاں حیرت سے بولی۔

" ناممکن کا لفظ تو ہمارے یہاں سے ختم کر دیا گیا ہے۔ ایک بے معنی اور بے کار لفظ کو ہم نے خیالات سے خارج کر دیا ہے۔ کیا تمہارے ہاں اس کا رواج ہے؟

• اوہ۔ نہیں۔ بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا؟

" اچھی دوستو! جن الفاظ کو مٹا دیا جاتا ہے۔ انہیں ذہنوں سے بھی مٹ جانا چاہئے۔ شاید تمہاری دماغی ترتیب زنگ آلود ہے لیکن کوئی بات نہیں میں اسے صاف کردوں گی؟

• پہلے تم ہماری ہیئت اختیار کرو؟ فروزاں بولی۔

• اوہ۔ تم بھی اس کی خواہش مند ہو، اچھا ٹھہرو؟ وہ آہستہ آہستہ ضرورت کے چارٹ تک گئی اور پھر اس نے آپریشن ٹرمینس پر کچھ ڈائل گھمائے اور سامنے کی دیوار میں ایک خانہ کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک آواز اُبھری۔

• اس خانے میں داخل ہو جاؤ؟

اور مشین خاتون اس خانے میں داخل ہوگئیں۔ خانہ بند ہوگیا تھا اور پھر بہت سی آوازیں اُبھرنے لگیں۔ خانے کے مختلف حصّوں سے فولادی ٹکڑے باہر گرنے لگے اور چند ساعت کے بعد خانہ کھل گیا۔

اندر سے جو کوئی باہر نکلا تھا اسے دیکھ کر یہ دونوں دنگ رہ گئیں۔ بے حد حسین عورت تھی لیکن لباس سے عاری۔ اس کا سڈول بدن شیشے کی طرح چمک رہا تھا اور اس کے سیاہ بال زمین کو چھو رہے تھے۔

دونوں لڑکیوں کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل گئیں اور پھر انہیں اس حسین عورت کی وہی شیریں آواز سنائی دی جو ان کی جانی پہچانی تھی۔

" اوہ۔ اس رنگین شے کی کمی رہ گئی جو تم الگ سے پہنے ہوئے ہو۔ ٹھہرو میں اس کی کسر اور پوری کرلوں؟ اس کی مراد شاید لباس سے تھی اور آپریشن ٹرمینس کے ایک خانے سے اس نے لباس نکال لیا؟ براہِ کرم اسے میرے بدن پر سجا دو؟ اس نے درخواست کی۔ اور دونوں لڑکیوں نے دلچسپی سے یہ کام انجام دیا۔ لباس پہن کر وہ اتنی حسین نظر آنے لگی کہ نگاہ ٹھہرنا مشکل تھا۔

فروزاں اور فرزانہ کی آنکھوں میں تحسین کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ دونوں مسکرائیں تو وہ بھی مسکرا دی۔

• اب تم مجھ سے اجنبیت نہیں محسوس کر رہی ہوگی؟ اس نے کہا۔

• تم بے حد خوبصورت ہو؟ فروزاں بولی۔

" افسوس۔ یہ نہ کہو۔ میرا حسن میرے لئے بے مقصد ہے لیکن ....؟

اچانک اس کی آنکھوں میں چمک لہرانے لگی اور وہ مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ بے حد دلکش تھی؟ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ مجھے اس نئے انداز میں دیکھ کر۔ اوہ یہ ممکن ہے۔ جب تم لوگ مجھے اچھی لگی ہو اور میں نہیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ اسے بھی ....؟

کیسے۔؟ فرزانہ نے پوچھا۔

" تم اپنی آرام کی جگہ بیٹھ جاؤ۔ بلکہ اب تو مجھے بھی ایسی ہی جگہ درکار ہے لیکن ٹھہرو، میں اپنے اعضا سمیٹ لوں۔ ہو سکتا ہے مجھے اسی ہیئت میں آنا پڑے؟ وہ فولادی ٹکڑے سمیٹنے لگی۔ اور پھر اس نے اپنے پہلے بدن کے حصّوں کو احتیاط سے ایک طرف رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ ان کے سامنے آبیٹھی۔

" ہاں۔ اب گفتگو کرو؟

" ہم تم سے کچھ ایسے سوالات کریں گے جن پر ممکن ہے تمہیں حیرت ہو لیکن ہمیں یقین ہے کہ تم ان کا جواب دوگی؟

"پہلے ایک بات بتاؤ" وہ بولی۔

"چلو تم ہی پوچھ لو"

"کیا تمہاری تخلیق نئی نئی ہوئی ہے؟ تم مجھے اس ماحول سے کچھ اجنبی سی نظر آتی ہو"

"ہاں تمہارا خیال درست ہے"

"تمہاری ذہانت کی گراری ابھی رواں نہیں ہوئی ہوگی"

"ذہانت کی گراری؟" فروزاں ہنس پڑی لیکن فرزانہ نے سنجیدگی سے کام لیا اور بولی۔

"تمہارا خیال بالکل درست ہے"

"میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ بہر حال کوئی بات نہیں ہے، تم جو سوال چاہو پوچھو میں جواب دوں گی"

"تمہارا شکریہ، کیا تمہارا کوئی نام ہے؟"

"ہاں۔ تم مجھے ٹی زیرو زیرو زیرو ایٹ کہہ سکتی ہو"

"کیا۔۔۔؟" فروزاں نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"ہاں میرا یہی نمبر ہے"

"اوہ۔ نمبروں سے کام چلتا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تمہارا طرزِ زندگی کیا ہے۔ تم عورت ہو نا؟"

"ہاں۔ تمہاری طرح"

"شادی شدہ ہو؟" فروزاں نے کہا اور بے اختیار ہنس پڑی لیکن سامنے بیٹھی ہوئی عورت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں پیدا ہوئی۔ بلکہ اس کا انداز مغموم سا ہو گیا۔ حیرت کی بات تھی کہ سارے تاثرات اس کے چہرے سے عیاں ہو جاتے تھے جبکہ اس کی تشکیل عجیب سے انداز سے ان کے سامنے ہوئی تھی۔

"ہاں جو تمہارا مفہوم ہے۔ وہ میں ہوں"

"میں نے تمہارے طرزِ زندگی کے بارے میں پوچھا تھا"

"تم نے دیکھ لیا۔ ہم ایسے بناتے ہیں، جہاں ہماری بقا کی ساری چیزیں موجود ہوتی ہیں۔ بس ہم اسی میں زندگی گذارتے ہیں"

"تمہارا شوہر کہاں ہے؟"

"زیرو زیرو زیرو ایٹی سیون۔۔۔ ٹینو گیا ہوا ہے۔ وہ ضرورت پوری ہونے کے بعد واپس آجائے گا"

"یہ تمہارے شوہر کا نمبر ہے"

"ہاں"

"اچھا تمہارے والدین بھی ہوتے ہیں"

"والدین۔۔۔؟" اس نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا۔ پھر بولی "نہیں ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی"

"پھر تم لوگ تشکیل کس طرح پاتے ہو"

"ایک نظام ہے۔۔۔ ایک پورا نظام ہے۔ ماسٹر مشین ضرورت محسوس کرتی ہے اور ایک مشین تخلیق کر دیتی ہے۔ اور پھر توازن برقرار رکھنے کے لئے اس کے مقابل کو ترتیب دے دیا جاتا ہے۔ یوں ہر مشین اپنا ساتھی رکھتی ہے۔ اور جب وہ کسی مددگار کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو ماسٹر مشین ان میں تولید کے پرزے لگا دیتی ہے اور ایک اور مشین تیار ہو جاتی ہے جو مددگار مشین کہلاتی ہے تاکہ ناکارہ اور گھسے ہوئے پرزوں والی مشین کے کام میں مدد دے"

"تولید کے پرزے؟" فروزاں نے سوالیہ انداز میں فرزانہ کی طرف دیکھا لیکن فرزانہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور پھر دونوں منہ دبا کر ہنسنے لگیں۔ وہ ہنستے ہنستے دوہری ہو گئی تھیں۔

"فروزاں پلیز، خاموش ہو جاؤ"

"ہائے باجی" فروزاں بری طرح ہنس رہی تھی۔

"بس اب خاموش ہو جاؤ۔ پلیز خاموش ہو جاؤ۔ شکر ہے یہ سوال ہم نے ڈیڈی کے سامنے نہیں کیا"

"خدا کی پناہ" فروزاں نے بمشکل خود پر قابو پایا تھا "باجی کچھ سوالات کروں؟" اس نے پوچھا اور فرزانہ اسے دیکھنے لگی۔ پھر فروزاں: "تمہیں اپنے شوہر سے محبت ہے، تم اسے کیا کہتی ہو؟"

"ٹینر" اس نے جواب دیا۔

"اور وہ تمہیں کیا کہتا ہے؟"

"سنیٹی"

"اوہ۔ تم نے یہ الفاظ کہے تھے۔ اچھا یہ بتاؤ تم لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔ اگر محبت نہ کریں تو پھر ساتھ کس طرح رہیں؟"

"تو تمہارا ٹینر بھی تمہیں چاہتا ہے؟" فروزاں نے کہا۔ وہ فرزانہ کی بہ نسبت زیادہ شریر تھی لیکن مشینی عورت نے اس بات کا جواب فوراً نہیں دیا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں ایک غم آلود اضطراب نظر آیا تھا جسے فروزاں اور فرزانہ نے صاف محسوس کیا

"تم نے جواب نہیں دیا" فرزانہ بولی۔

"پہلے چاہتا تھا" وہ ایک سسکی لے کر بولی۔

"اور اب۔۔۔؟"

"اب نہیں چاہتا"

"کیوں؟"

"اب وہ کسی اور کو چاہتا ہے"

"خدا کی پناہ۔ یہ یہاں بھی چلتا ہے" فروزاں نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہا اور پھر جلدی سے بولی "کسے چاہتا ہے؟"

"میں نہیں جانتی"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"اس کے سینے میں محبت کی گراری بدلی ہوئی ہے۔ میں نے ایک

رات کھڑکی کھول کر دیکھ لیا تھا۔"

"گراری بدلی ہوئی تھی؟" فرزانہ نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"محبت کی گراری الگ سے لگتی ہے؟"

"تو اور کیا۔ تمہارے سینے میں نہیں ہے کیا؟"

"ہاں ہاں ہے ۔۔۔ ہے تو سہی لیکن تم نے خود دیکھا تھا کہ اس کے سینے میں محبت کی گراری بدلی ہوئی ہے؟"

"ہاں، میں نے خود دیکھا تھا۔" وہ بدستور سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"اور وہ گراری کہاں گئی جس میں تمہاری محبت تھی؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"اگر تم اپنی محبت کی گراری تلاش کر کے دوبارہ اس کے سینے میں لگا دو تو ۔۔۔؟"

"ایں ۔۔۔!" وہ چونک پڑی۔ تھوڑی دیر تک تعجب سے ان دونوں کو دیکھتی رہی۔ پھر متحیرانہ انداز میں بولی: "اسے بتائے بغیر۔۔؟"

"ہاں۔"

"لیکن میں ۔۔۔ میں اپنی گراری کہاں تلاش کروں۔ اور میں ۔۔۔ میں اسے کس طرح لگا سکتی ہوں۔ تنہا تو میں یہ کام نہیں کر سکتی۔"

"ہم تمہاری مدد کریں گے۔"

"کیا واقعی ۔۔۔ ہاں تمہاری مدد سے تو یہ ہو سکتا ہے۔ لیکن گراری ۔۔۔ ہو ممکن ہے اعضاء کے اسٹور میں موجود ہو ۔۔۔ آؤ مجھے تھوڑی دیر کی اجازت دو۔ تم نے میرے ذہن میں ایک نیا خیال پیدا کیا ہے۔ میں گراری تلاش کر لوں۔"

وہ دوڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔ فرزاں ہنس پڑی اور پھر وہ پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنستی رہی۔ فرزانہ بھی کبھی ہنسنے لگتی کبھی سنجیدہ ہو جاتی۔ "اب بس بھی کرو فرزاں ہمیں ہنس ہنس کر پاگل ہو جاؤں گی۔"

"ہائے باجی ہنسنے دو۔ بہت عرصہ کے بعد ہنسی ہوں۔ اُف ۔۔۔ محبت کی گراری ۔۔۔ تو لبد کے پرزے، خدا کی پناہ۔ اس مشینی دنیا میں ہر کام ہونا ضروری ہے کیا؟ وہ عمر رسیدہ مشین کتنی عجیب تھی۔"

"لیکن کیا یہ سب عقل کو چکرا دینے کے لئے کافی نہیں ہے۔؟"

"عقل اب رہی ہو تو چکرائے۔ اتنے عرصہ میں اس نے پورا دماغ خالی کر دیا۔ بچی کھچی یہاں آکر ختم ہو گئی۔ وہ طلسم ہوشربا سنی گئی یہاں آنکھوں سے دیکھ لو اور عقل کا استعمال ترک کر دو۔ یہی بہتر ہے ورنہ حواس کھو بیٹھو گی۔" فرزاں نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آگئی۔ اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں واقعی کوئی گول سی شے تھی۔

"مل گئی، دیکھو مل گئی۔" اس نے چمکتی ہوئی گراری ان دونوں کے سامنے

"یہ محبت کی گراری ہے۔"

"ہاں۔ اور میری ہی ہے۔ میں پہچان گئی۔"

"بس ٹھیک ہے، تمہارا شینر آتا ہے۔ ہم دونوں کی مدد سے یہ گراری دوبارہ اس کے سینے میں لگا دو۔"

"میں تمہاری احسان مند ہوں لیکن یہ تو بتاؤ مجھے اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہئے، اسے بدلنے میں کافی مشکلات پیش آئیں گی۔"

"کیا گراری نکالنے میں دقت ہوگی؟"

"نہیں، بیماریاں درست کرنے والے آلات کا بکس ہمارے پاس موجود ہے۔ گراری تو آسانی سے نکالی جا سکتی ہے لیکن کس وقت؟"

"کیا تم لوگوں کو نیند نہیں آتی؟"

"کیوں نہیں، سورج ڈوبنے کے بعد ہم آرام کرتے ہیں۔"

"اس وقت اگر تمہیں چھیڑا جائے تو تم جاگ جاتے ہو؟"

"ہاں جاگ بھی جاتے ہیں لیکن ۔۔۔ آہ ۔۔۔ سمجھ میں آگئی ایک ترکیب اگر ہم جاگنے کے فیوز نکال لیں تو ۔۔۔ تو پھر نہیں جاگ سکتے۔"

"جاگنے کے فیوز ۔۔۔ وہ کہاں ہوتے ہیں؟" فرزاں نے پوچھا۔

"بالکل اوپر، یہاں اس جگہ۔ دیکھو یہ میرے جاگنے کے فیوز ہیں ۔۔۔ انہیں نکال دیا جائے تو میں سو جاؤں گی۔ انہیں بآسانی نکالا جا سکتا ہے۔" اس نے کان کے نیچے لگی ہوئی ایک پلیٹ دکھائی۔

"بس تو بات ہی ختم ہو گئی۔ ہم پہلے یہ فیوز نکال دیں گے اور اس کے بعد گراری بدل دیں گے۔"

"آہ۔ میری بڑی مشکل حل ہو گئی۔ ہم پہلے یہ فیوز نکال دیں گے۔ تم دونوں میری مدد کرو گی نا؟"

"خلوص دل سے، لیکن تمہارا شینر کب آئے گا؟"

"وہ ٹینوگیا ہوا ہے۔ لیکن میں بلا سکتی ہوں۔ میں اس سے رابطہ قائم کر کے کہہ دوں گی کہ ہمارے ایکے میں مہمان آئے ہیں۔"

"ہمارا ایک مشورہ ہے۔" فرزانہ بولی۔

"کیا۔؟"

"اس کے آنے سے قبل تم اپنی اصل ہیئت میں آجانا۔ اگر وہ تمہیں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے تو ٹھیک ہے تم بھی یہ ہیئت اختیار کر لینا، ورنہ ورنہ وہی ٹھیک ہے۔"

"یہ مشورہ بھی مناسب ہے۔ تمہارے ذہن کے والو کافی طاقتور معلوم ہوتے ہیں، خوب سوچتی ہو۔"

"بس تو تم اپنا کام کرو۔ ہم اپنی آرام گاہ میں جا رہے ہیں۔" دونوں لڑکیاں اٹھ کھڑی ہوئیں اور مشین خاتون نے انہیں بڑی گرمجوشی سے رخصت کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں لڑکیاں اپنی قیام گاہ میں پہنچ گئیں۔ پروفیسر اس کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا۔ فرزاں کے ہونٹوں کے گوشے ہنسی سے پھڑپھڑا رہے تھے لیکن فرزانہ سنجیدہ تھی۔

"مجھے تجھ پر حیرت ہے فرزاں؟" فرزانہ نے کہا۔

• کیوں باجی؟
• تو اس طرح مطمئن نظر آرہی ہے جیسے کسی تفریح گاہ میں ہو۔
• پھر کیا کروں باجی۔ ویسے واقعی میں خوش ہوں۔ ایک طویل جمود ٹوٹا۔ زندگی تو اسی وقت ختم ہو گئی تھی جب جہاز کا حادثہ ہوا تھا۔ یہ تو اضافی زندگی ہے چنانچہ جس طرح بھی گذرے۔
• اچھا نظریہ ہے۔ مطمئن کرتا ہے۔ فرزانہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور دونوں خاموش ہو گئیں۔
پروفیسر وغیرہ بلیسے ہی نکل گئے تھے۔ دوپہر کے بعد واپس آئے تھے۔ پروفیسر کے پاس بہت سے پھل تھے جنہیں اس نے دونوں لڑکیوں کے سامنے ڈال دیا۔
• یہ پھل کھاؤ لڑکیو، میرا خیال ہے یہ آم کی بگڑی ہوئی شکل ہے بس گٹھلیاں غائب ہو گئی ہیں مزا وہی ہے۔
اور لڑکیاں پھلوں پر ٹوٹ پڑیں۔
• باہر کی دنیا کیسی ہے ڈیڈی؟ فرزانہ نے پوچھا
• سب کی سب وہی ہے۔ بس اس پر تابکاری ہے لیکن انسانی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔
• مشینوں کی آبادی کتنی ہے ڈیڈی؟
• نہ ہونے کے برابر، پوری دنیا میں مشینی آبادی چند لاکھ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ یہاں دور دور کے علاقے میں صرف یہی عمارت ہے۔
• اوہ۔ فرزانہ نے گردن ہلائی۔
• تمہاری دوستی کن حدود میں ہے؟
• پکی ہو گئی ہے۔ فرزانہ نے مختصراً کہا۔
• ہمارے دوست کا خیال ہے کہ ابھی کچھ دیر اور یہاں گذاری جائے۔ وہ کوئی کام کرنا چاہتے ہیں۔
• بہت مختصر وقت پروفیسر، صرف چند راتیں۔ وہ بولا۔
• ٹھیک ہے، ہمیں کونسا کام ہے۔ پروفیسر نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر سب آرام کرنے لگے۔ رات کو خاتون مشین آگئی اور ساس نے اطلاع دی کہ زیرو زیرو زیرو زیرو ایٹ سیون آگیا ہے۔
• میں نے اسے مہمانوں کی آمد کے بارے میں اطلاع دی تھی۔ اس نے خوشی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ مہمانوں کو کسی تکلیف کا احساس نہ ہو۔
• ہم تم دونوں کے شکر گذار ہیں۔ اس سے ملاقات کب ہو گی؟
• صبح کو، میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ آپ لوگ آرام کرنے لیٹ گئے ہیں۔
• ٹھیک ہے، ہم صبح کو اس سے ملاقات کریں گے۔
• تم لوگ میری ایک بات سنو گی۔ وہ دونوں لڑکیوں سے بولی، اور فروزاں اور فرزانہ اس کے ساتھ باہر نکل گئیں۔ تب وہ رازدارانہ انداز میں بولی۔

• وہ ابھی آرام کرنے لگے گا، اور اس سے شاید اس سے جدا ہونے کے غم سے، میں اس کے فیوز نکال لوں گی، کیا تم دونوں میرا ساتھ دو گی؟
• کیوں نہیں؟
• کیا تم نے اپنے ساتھیوں کو بھی اس بارے میں بتا دیا ہے؟
• نہیں؟
• یہ اچھا کیا۔ لیکن پھر اس وقت تم کیسے آؤ گی جب مجھے تمہاری ضرورت ہو گی؟
• ایسا کرو ہمارے لئے کسی اور جگہ کا بندوبست کر دو۔
• یہاں تم جس جگہ چاہو آرام کرو۔ آؤ میں تمہیں ایک اور کمرے میں لے جاؤں۔ اس نے کہا اور نئی جگہ دکھا دی۔
• بس ٹھیک ہے، اب تم جاؤ، ہم تمہیں یہیں ملیں گے۔ فروزاں نے کہا۔ اور وہ چلی گئی اب وہ اپنی اصلی شکل میں تھی، فروزاں واپس آئی تو پروفیسر انتظار کر رہا تھا
• کیا بات تھی؟
• دوستی پکی ہو گئی ہے نا ڈیڈی۔ کہہ رہی تھی آؤ باتیں کریں گے۔ کوئی خطرہ نہیں ہے ڈیڈی۔ ہم اس سے باتیں کریں گے اور جب نیند آئے گی تو ہم واپس آجائیں گے۔ آپ آرام سے سو جائیں۔
• ٹھیک ہے۔ یہاں میں تمہیں کسی بات سے روک بھی تو نہیں سکتا بہرحال خیال رکھنا، مشین کی دوستی نقصان دہ نہ ثابت ہو۔
• آپ فکر نہ کریں ڈیڈی، آرام کریں ہم جا رہے ہیں۔ فروزاں بولی اور دونوں باہر نکل آئیں۔ پھر وہ اس کی بتائی ہوئی رہائش گاہ پر آگئیں اور اس کے آنے کا انتظار کرنے لگیں۔ لڑکیوں کے لئے یہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا
رات کو کافی دیر میں انہیں دروازے پر گھڑگھڑاہٹ سنائی دی اور وہ چونک پڑیں۔ دروازہ کھلا اور وہ اندر آگئی۔ تم ۔ تم دونوں تیار ہو! اس کی آواز میں کسی قدر گھبراہٹ تھی۔
• پوری طرح۔ دونوں لڑکیاں مستعدی سے کھڑی ہو گئیں۔ کیا تم نے اپنا کام کر لیا؟
• ہاں میں نے اس کے فیوز نکال لئے ہیں۔
• وہ بے جان ہے؟
• ہاں۔ اب وہ جاگ نہیں سکتا۔
• آؤ۔ فروزاں ان سارے معاملات میں پیش پیش تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کمرے میں پہنچ گئیں جہاں اب ایک نئی مشین نظر آرہی تھی۔ یہ مشین کسی قدر سڈول اور مختلف طرز کی تھی۔ وہ چمکدار پلیٹیں کھلی ہوئی رکھی تھیں اور اس کے ساتھ ہی بیماری دور کرنے کے اوزار رکھے ہوئے تھے۔ بالکل مشین درست کرنے کے اوزار تھے۔ لیکن سب کے سب خودکار۔ تب ٹیڈ کے سینے کی کھڑکی کھولی گئی اور ساس نے محبت کی گراری کی نشاندہی کی۔ دونوں لڑکیاں پوری دلچسپی سے اس نظام کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ انہیں ہدایات دیتی رہی اور لڑکیوں نے گراری کے اسکرو نکال لئے اور پھر چمکدار گراری نکل آئی اور

اس کی جگہ دوسری گراری لگا دی گئی۔ خاتون مشین کی گہری گہری سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔ گراری کا آخری اسکرو بھی کس گیا تو انہوں نے سکون کی سانس لی۔

" آہ۔ میری عظیم دوست! تم نے میرے اوپر جو احسان کیا ہے، میں اسے کبھی نہیں بھول سکتی۔ میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں "

" اب تم اس کے فیوز لگا دو، ہم چلتے ہیں "

" ایک بار پھر شکریہ " مشین خاتون نے کہا اور وہ دونوں باہر نکل آئیں پھر اپنے کمرے میں پہنچ گئیں پروفیسر اور وہ گہری نیند سو رہے تھے۔

دوسری صبح زیرو زیرو زیرو زیرو ایلیمون نے ان سے ملاقات کی اس نے بھی ان لوگوں کی ساخت پر حیرت کا اظہار کیا تھا۔ اور پھر وہ بہت سی باتیں کرتا رہا۔ ضروری گفتگو کے بعد پروفیسر نے سے تھوڑا اور کہنے لگا۔

" میرے دوست! تم نے ہماری ساخت پر حیرت کا اظہار کیا ہے کیا اس سے قبل تم نے کبھی ہماری ساخت کی مشینیں نہیں دیکھیں "

" کبھی نہیں "

" اس کی ایک خاص وجہ ہے "

" وہ کیا؟ "

" ہم تمہاری زمین کے باشندے نہیں ہیں "

" اوہ۔ پھر وہ حیرت سے بولا۔

" سیاروں کے بارے میں تمہاری اطلاعات کیا ہیں؟ "

" آسمان میں چمکنے والے ستاروں کی بات کر رہے ہو؟ "

" ہاں "

" بس اتنی کہ وہ چمکتے ہیں "

" مشینوں کی دنیا میں سائنسی تحقیق کی کیا کیفیت ہے؟ " پروفیسر نے سوال کیا۔

" صرف اس قدر کہ مشینوں کی طاقت کو کس طرح بحال رکھا جا سکتا ہے "

" کیا مشین سیاروں کے بارے میں تحقیقات نہیں کرتی؟ "

" سیاروں سے ہمارا کیا واسطہ، ہمیں ان سے کیا لینا ہے "

" خوب۔ بات عمدہ ہے۔ اچھا انسانوں کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟ " پروفیسر نے پوچھا۔

" انسان کیا ہوتا ہے؟ "

" وہ مخلوق جس نے تمہیں تخلیق کیا اور پھر تمہارے ہاتھوں فنا ہو گئی۔ "

" اوہ۔ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم " اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

" دراصل ہم اس مخلوق کے بارے میں تحقیقات کرنے کے لئے اپنی دنیا سے آئے تھے۔ تم اس سلسلہ میں ہماری کیا مدد کر سکتے ہو؟ "

" افسوس۔ کاش میں تم لوگوں کی مدد کر سکتا۔ لیکن ٹھہرو۔ ایکادو میں ایک بوڑھی مشین موجود ہے۔ یہ مشین سینکڑوں سال قبل تعمیر ہوئی تھی اور آج تک زندہ ہے۔ اس کے پاس یادداشت کا ذخیرہ موجود ہے، ممکن ہے وہ تمہاری مدد کر سکے "

" ہمیں ایکادو کے بارے میں کچھ نہیں معلوم "

" میں تمہیں وہاں لے جا سکتا ہوں "

" تب پھر ہمیں مدد درکار ہے "

" میں ایک پے گون طلب کر لوں گا۔ جونہی پے گون یہاں پہنچے گا میں تمہیں ایکادو کی بوڑھی مشین کے پاس لے چلوں گا جس کا نمبر صرف ایک ——— صفر صفر سات ہے "

" پے گون کب تک آ جائے گا؟ "

" کل صبح تک۔ اسے منگوانا پڑے گا "

" اگر تم ہماری یہ مدد کرو تو ہم شکر گزار ہوں گے "

" بے فکر رہو، میں تمہاری مدد کروں گا " اس نے پُر اعتماد لہجے میں کہا اور پروفیسر خوش ہو گیا۔

دو افراد پر مشتمل یہ مشینی خاندان بڑا ہی مخلص ثابت ہوا۔ شاید انہوں نے انسانوں کی کوتاہیوں کا ازالہ کر دیا تھا اور جو طرز زندگی اختیار کیا تھا۔ اس میں محبت اور اخوت کا جذبہ نمایاں تھا۔ وہی جذبہ جو انسان میں فنا ہو گیا تھا اور جس کی وجہ سے انسان کو خود فنا ہونا پڑا۔ اس جذبے کے فقدان نے انسان سے اس کی ازلی برتری چھین لی تھی اور اب زمین پر لوہے کی حکومت تھی۔

رات گئے تک یہ لوگ اس مشینی زندگی کے بارے میں گفتگو کرتے رہے پروفیسر خاور کو اس بات پر شدید حیرت تھی کہ عام مشین انسان کے نام سے بھی ناواقف ہے۔ تب اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تم نے ان سے ایک بات اچھی کہی پروفیسر خاور کہ ہم لوگ اس دنیا کے نہیں بلکہ کسی سیارے کے باشندے ہیں، اگر تم یہ نہ کہتے تو ہماری بعض چیزوں سے ناواقفیت ہمارے لئے کافی الجھن بن جاتی "

" میں نے بھی اسی لئے یہ بات کہی تھی اور مجھے خوشی ہے کہ اس سے بہت سے بگڑے ہوئے کام بن گئے۔ اب رہی انسان کے بارے میں تحقیقات تو کیا تم اسے پسند نہیں کرو گے؟ " خاور نے سوال کیا

" کیوں نہیں، میں دیکھنا چاہوں گا کہ ان لوگوں کی، میری مراد ان مشینوں سے ہے، انسان کے بارے میں کیا رائے ہے اور یہ جو انسان کو بھول چکے ہیں، اب اس کے بارے میں کس طرح سوچتے ہیں "

" لیکن اس سے تو تمہاری تحقیق میں ایک نیا اضافہ ہوا ہے " خاور مسکراتا ہوا بولا۔

" وہ کیا؟ "

" یعنی تم اپنے آپ کو لافانی کہتے ہو، تم کہتے ہو کہ تم ازل سے دیکھتے آئے ہو اور ابد تک دیکھتے رہو گے لیکن دیکھنے کے لئے بنیادی تصور انسانی

زندگی کا ہوتا ہے یعنی تم تجزیہ کرتے رہے ہو صرف انسان کا ادوار میں ان کے اذہان کس طرح بدلتے رہے ہیں۔ ادوار کی ثقافت کیا رہی ہے لوگوں نے کونسا طرزِ زندگی اپنایا ہے لیکن اب جبکہ انسان اس زمین سے مفقود ہو چکا ہے۔ لیکن تم ان مشینوں کا تجزیہ کرو گے اور کیا تم اپنی کتاب میں ان مشینوں کو انسان کا نام دو گے ؟ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تب اس نے آنکھیں بند کر کے مدبرانہ انداز میں کہا۔

• پروفیسر! میں تو ادوار کا ناظر ہوں، میں نے زمین اس وقت دیکھی جب کہ اس زمین پر انسانی وجود نہیں تھا پھر زمین میں انسانی کونپلیں پھوٹیں اور چلتے پھرتے جاندار پودے پوری زمین پر پھیل گئے۔ پھر یہ پودے تناور درخت بنے اور ان درختوں نے مختلف شکلیں اپنائیں۔ انسان نے اپنے آپ کو برتر و عظیم سمجھا، اور میں نے اس کے عروج کا دور دیکھا۔ پھر میں نے اس کا زوال دیکھا پھر عروج دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی سوچ کس طرح تبدیل ہوتی رہی اور کس طرح اس نے تہذیب کے نئے نئے رُخ اپنائے۔ یہاں تک کہ یہ رُخ اُسے انتہائی بلندیوں پر لے گئے۔ لیکن بلندیوں پر پہنچ کر وہ خود کو نہ سنبھال سکا اور زوال پذیر ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی ہی بنائی ہوئی چیزوں کے ہاتھوں فنا ہو گیا کیونکہ وہ اپنی ذات کو ہر چیز سے بلند و بالا سمجھ بیٹھا تھا، پروفیسر یہ عمل تو ازل سے جاری ہے کہ جب انسان اپنی قوتوں سے بلند تر ہو کر سوچنے لگتا ہے تو پھر ایک اور قوت اسے احساس دلاتی ہے کہ وہ محدود ہے۔ اپنی حدود سے تجاوز کرنے والے بالآخر ہلاکت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور آج دیکھنے والی آنکھ دیکھ رہی ہے کہ زمین پر انسان کا وجود نہیں ہے بلکہ اس کی بنائی ہوئی مشینیں حکمران ہیں لیکن ادوار ختم نہیں ہوئے، میں ان مشینوں کو دیکھوں گا۔ اس سے آگے دیکھوں گا اور اس سے آگے یہاں تک کہ یہ زمین جس طرح زندگی سے سرسبز ہوئی تھی اسی طرح بنجر ہو جائے گی اور میں نہیں جانتا کہ دیکھنے والی آنکھ کب تک دیکھتی رہے گی ؟

• لیکن تمہاری کتاب ... ؟

• میری کتاب پروفیسر — اس کتاب کے بے شمار اوراق ابھی سادہ ہیں ان پر ادوار کی تفصیل لکھوں گا مشینوں کا دور بھی ختم ہو جائے گا۔ تم نے اسی مشین کی زبانی ایک بات نہیں سنی۔ اس کا کہنا ہے کہ بوڑھی مشین انسان کے بارے میں جانتی ہے یعنی یہ مشینیں بھی بوڑھی ہو جاتی ہیں ان کے پُرزے ناکارہ ہو جاتے ہیں اور بالآخر یہ ختم ہو جاتی ہوں گی۔ یہی ان کی فنا ہے تو پروفیسر جب تخلیق کا عمل رک جائے گا مشینوں کی تشکیل کم ہو جائے گی۔ اور مشینیں بھی ایسے کسی فریب کا شکار ہو کر اپنی زندگی کھو بیٹھیں گی جس طرح انسان اپنے آپ کو فنا کر بیٹھا تو پھر کسی نئے دور کا آغاز ہو گا، زمین کے خشک ہونے سے قبل تک زندگی تو زمین پر رہے گی پروفیسر، اور جب تک زندگی رہے گی میں اس زندگی کی تفصیلات اپنی کتاب میں درج کرتا رہوں گا ؟

• گویا تم کہیں بھی قابلِ تسخیر نہیں ہو ؟ پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی مسکرانے لگا۔

• گزری ہوئی صدیوں نے مجھے یہی بتایا ہے پروفیسر لیکن ناقابلِ تسخیر کی بات تم نے ٹھیک نہیں کی ؟

• کیا مطلب ؟

• انسانی دماغوں نے مجھے ہر دور میں اپنے نزدیک پایا۔ لیکن ان کے پاس میرے لئے صحیح سوچ کبھی نہیں رہی۔ انہوں نے مجھے اس انداز میں نہیں دیکھا جس طرح دیکھنا چاہئے تھا۔ انہوں نے مجھے مسخر کرنے کے لئے اپنی محدود سوچ استعمال کی۔ حالانکہ مجھے مسخر کرنے کے ذرائع دوسرے تھے۔ گو اس سے میری زندگی پر اثر نہیں پڑتا لیکن وہ مجھ سے بہت کچھ حاصل کر سکتے تھے ؟

• یہ تم نے انوکھی بات کہی ہے ؟

• میں نے کہا نا پروفیسر، صرف سوچ کی کمی ہے ؟

• گویا تم اپنے قابلِ تسخیر ہونے کا اعتراف کر رہے ہو ؟

• ہم بے مقصد گفتگو میں الجھے ہوئے ہیں پروفیسر ؟

• میرا خیال ہے نہیں، بلکہ یوں کہو کہ اس گفتگو سے تمہاری ذات پر روشنی پڑتی ہے ؟ پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

• یقین کرو، ایسی کوئی بات نہیں ہے ؟

• خیر — معاف کرنا ممکن ہے میرے کچھ الفاظ تمہیں بُرے لگے ہوں لیکن تم ہی بتاؤ کہ کونسی بامقصد گفتگو کی جائے ؟ پروفیسر نے کہا اور وہ خاموش ہو گیا۔

دوسری صبح میزبان مشین نے پے گون کے پہنچ جانے کی اطلاع دی اور وہ تیار ہو گئے

پے گون ان کا آہنی گھوڑا تھا، یعنی سواری کا ذریعہ۔ اوریہ، پروفیسر اور لڑکیوں کے لئے اجنبی نہیں تھا۔ جب انہوں نے پہلی بار اس زمین پر قدم رکھا تھا، یا جب وہ پہلی بار اس زمین پر پہنچے تھے تو انہوں نے اپنے سروں پر سے ایک چیز پرواز کرتے دیکھی تھی، وہ یہی پے گون تھا۔

گول خلائی جہاز جیسی سواری زمین پر پہنچ گئی اور کسی خربوزے کی مانند درمیان سے کھل گئی۔ اس کی خوبصورت سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اندر ایک چھوٹا سا کیبن تھا۔ میزبان مشین نے انہیں اسی کیبن میں چلنے کا اشارہ کیا۔ اور چلتے ہوئے خاتون مشین ان لڑکیوں تک پہنچ گئی۔ وہ انہیں الوداع کہنے آئی تھی۔ اس نے اپنی نرم اور شیریں زبان میں کہا۔

• میری دوستو! اس زمین پر جب تک ہو مجھ سے ملنے کے لئے ضرور آنا۔ اپنی مصروفیات میں گم نہ ہو جانا ؟

• ہم ضرور آئیں گے ؟ فرزانہ نے جواب دیا۔ مشین کی دوستی پر وہ خاصی خوش نظر آتی تھی۔ پھر اس نے رازدارانہ انداز میں مشین سے پوچھا "تمہارے ٹینر کا اب کیا حال ہے ؟

• بالکل ٹھیک۔ اس کے سینے میں اب میری محبت کی گراری چل رہی

ہے۔ وہ مجھے پھر سے چاہنے لگا ہے۔ میں نے اس گراری کو بھٹی میں تپا کر ضائع کر دیا جو کسی اور نے اس کے سینے میں لگا دی تھی"

"واہ۔ یہ تو تم نے بہت اچھا کیا۔ گویا تم بھی اب ایسے کام کرنے لگی ہو" فروزاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، لیکن اگر تم میری مدد نہ کرتیں تو شاید میں اس کی محبت حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوتی۔ میں جانتی ہوں وہ سادہ لوح ہے۔ یقیناً کسی نے اپنی محبت کی گراری اس کے سینے میں لگا دی ہوگی۔ لیکن یہی بہتر ہوا، وہ میری گراری واپس لے گیا"

"چلو ٹھیک ہے، تمہارا کام ہو گیا، ہمیں خوشی ہے" فروزاں نے کہا اور مشین نے ایک بار پھر ان کا شکریہ ادا کیا، تب وہ پے گرن میں جا بیٹھے۔

خاصی کشادہ جگہ تھی۔ ان کا میزبان جس کا نمبر زیرو زیرو زیرو زیرو ایٹی سیون تھا، ان کے ساتھ تھا۔

پے گرن شاید خودکار تھا اور اس کے لئے شاید کسی ڈرائیور وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ جب اس کی خربوزے نما آنکھیں بند ہوئیں تو اس کی مشین ہلکی سی آواز کے ساتھ خود بخود چل پڑی۔ ایک معمولی سی سنسناہٹ ہوئی اور اس کے بعد پے گرن فضا میں بلند ہونے لگا۔ بلند ہونے کے بعد وہ سیدھا ایک سمت چل پڑا اور اس کی رفتار کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہ لگایا جا سکا۔ دیر تک یہ لوگ اس کا جائزہ لیتے رہے۔ تب پروفیسر خاور نے اپنی میزبان مشین سے پوچھا۔

"کیا تم ہمیں اپنی اس خلائی سواری کے بارے میں بتا سکتے ہو؟"

"ضرور، کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"کیا یہ خود [illegible] یا تمہارے جسم سے نکلنے والی کوئی برقی رو اسے متحرک کر رہی ہے؟"

"نہیں، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، پے گرن پر مخصوص لائنوں کے ڈائل موجود ہیں یعنی اسے جہاں تک پہنچنا ہوتا ہے، وہاں تک کے لئے ہم اس جگہ کا نمبر سیٹ کر دیتے ہیں اور پے گرن اپنی منزل پر پہنچ کر خود بخود نیچے اتر جاتا ہے۔ اس طرح اسے چلانے کے لئے نہ تو کسی برقی رو کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی کسی سوچ کی، وہ ایک مکمل سواری ہے اور اس مکمل سواری کے لئے ہم جہاں جانا چاہتے ہیں، پہنچ جاتے ہیں"

"واہ۔ یہ تو عمدہ بات ہے، گویا نہ حادثے کا خطرہ نہ ٹکراؤ کا اندیشہ" خاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی مسکرانے لگا۔

پے گرن کا یہ سفر بھی زیادہ طویل نہیں تھا، وہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ انہیں کتنی دور آنا پڑا ہے۔ بہرحال انہوں نے صاف محسوس کیا تھا کہ اب وہ زمین پر آ ٹکا ہے۔ اور پھر اس کے دروازے کھل گئے، اوپر آسمان نظر آ رہا تھا۔

انہوں نے قرب و جوار میں دیکھا۔ آہ یہاں کی زمین تھی جو آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی سبز زندگی کھو چکی تھی اور انسان کے ظلم کی آگ اس پر مسلط ہو گئی تھی۔ آتشیں درخت آتشیں گھاس کا اپنا الگ حسن رکھتی تھی لیکن صرف بے احساس اجنبیوں کے لئے، جاننے والے اگر انسان کی نادانیوں پر غور کرتے تو انہیں مظلوم زمین کے آنسو صاف نظر آتے تھے۔ وہ اپنی اولادوں کے شکوے کرتی محسوس ہوتی جنہوں نے اس کی سرسبز گود میں آگ بھر دی تھی۔

پروفیسر بھی ایک غمزدہ کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ زمین سے اسے بے پناہ محبت محسوس ہو رہی تھی لیکن پھر وہ خیالات کی دنیا سے باہر آ گیا چمکدار شخص نے اسے مخاطب کیا تھا۔ "آؤ پروفیسر، کن خیالات میں کھو گئے؟"

"چلو۔" پروفیسر نے جواب دیا۔ میزبان مشین نیچے اتر گئی تھی۔ وہ لوگ بھی نیچے آ گئے۔ دور ویسی ہی ایک سفید عمارت نظر آ رہی تھی، جیسی عمارت سے وہ آئے تھے، سر مو فرق نہیں تھا لیکن قرب و جوار میں اور کوئی ایسی عمارت موجود نہیں تھی۔

میزبان مشین اس عمارت کی طرف چل پڑی۔ راستے میں پروفیسر نے پوچھا۔

"کیا اس علاقے میں ایک ہی عمارت ہے؟"

"ہاں"

"مشینیں یکجا نہیں رہتیں؟" اس نے دوسرا سوال کیا۔

"اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔ یوں بھی ایک مشین کا دائرہ عمل وسیع ہوتا ہے اور سب اپنی ذمہ داریاں پوری کرتی ہیں جو انہیں ماسٹر مشین کی طرف سے سونپی گئی ہیں"

"اوہ۔ گویا تمہاری بھی ذمہ داریاں ہوں گی"

"ہاں" مشین سے آواز ابھری۔

"ان ذمہ داریوں کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟"

"مختلف۔ ماسٹر مشین کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے اور پھر ذہن کے خانوں سے سب کچھ مٹ جاتا ہے"

عمارت نزدیک آ گئی تھی۔ عمارت کی بوڑھی مشین نگاہوں کے سامنے آ گئی۔ اس کے پرزے واقعی ڈھیلے ڈھالے تھے اور اس سے جو آواز نکلی وہ بھی بوڑھی اور مدقوق تھی۔

"ضرورت کے مطابق میں انہیں تمہارے پاس لایا ہوں"

"آہ۔ اجنبی ساخت کی مشینیں، میرے لئے نئی۔۔" مشین کی بوڑھی سی آواز ابھری

"انہیں تمہاری ضرورت ہے"

"ٹھیک ہے تم جاؤ" بوڑھی مشین نے کہا اور میزبان مشین انہیں الوداعی کلمات کہہ کر پلٹ گئی۔

وہ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے، نئی میزبان کے

بارے میں وہ نہیں جانتے تھے کہ اس کا مزاج کیا ہے، اس کا اخلاق بھی بڑھاپے یا صرف وہ بوڑھی ہے۔ لیکن چند ہی ساعت کے بعد ان کی یہ خلش دور ہو گئی۔ بوڑھی مشین کی شفیق آواز ابھری۔

"تمہارا کوئی خیال غلط نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن میرا تجربہ کہتا ہے کہ تمہارا تعلق اس زمین سے نہیں ہے۔"

"ہاں۔ ہم ایک اجنبی سیارے سے ہیں۔"

"خوب، خوب۔ میرا بھی یہی خیال تھا، لیکن تمہاری جسمانی ساخت، میرا مطلب ہے کہ تمہاری تعمیر میں صرف فولاد ہی شامل نہیں ہے بلکہ دوسری چیزوں کی بھی آمیزش کی گئی ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے بوڑھی مشین۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

"تب تو یہ بات میرے اوپر فرض ہے کہ تم سے تمہاری ضروریات کے بارے میں معلوم کروں۔ حالانکہ ضروریات کا چارٹ دیوار پر آویزاں ہے لیکن عرصہ دراز سے اس چارٹ کو استعمال نہیں کیا گیا۔ کیونکہ مجھے اس کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ میرے پرزے مضمحل ہو چکے ہیں اور اب انہیں کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ لیکن ضرورت کے چارٹ کی کارکردگی بہتر ہے۔ ہاں پہلے تم مجھے یہ بتاؤ میں تمہاری کیا تواضع کروں؟"

"مہربان مشین، ہم کسی چیز کی ضرورت محسوس نہیں کر رہے۔ البتہ ہم جس مقصد کے ساتھ تمہارے پاس آئے ہیں۔ ہماری مہربان مشین نے ہمیں جو اطلاعات دی ہیں ان کے تحت ہم چاہتے ہیں کہ تم ہماری خواہشات پوری کرو۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ بتاؤ تم کس بات کے خواہش مند ہو؟" مشین کی گڑگڑاہٹ ابھری۔

"دراصل ہم جس سیارے سے آئے ہیں، وہاں ہماری تحقیق کا موضوع تمہاری زمین کا ایک پرانا دور ہے۔" پروفیسر خاور نے کہا اور چمکدار ساتھی نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ وہ خاور کی بات سے، اس کی گفتگو کے انداز سے پوری طرح مطمئن تھا اور خود بھی یہی چاہتا تھا کہ پروفیسر خاور اسی انداز میں سوال کرے۔

"میرے ذہن میں تاریخ کا ایک طویل حصہ محفوظ ہے اور تاریخ کے بارے میں جو سوالات حل کرنے ہوتے ہیں، اس کے لئے ابھی تک ماسٹر مشین میرے پاس ہی آنے کا مشورہ دیتی ہے۔ گو میں نے ماسٹر مشین کو اطلاع دی ہے کہ اب میرے قویٰ اس قدر مضمحل ہو چکے ہیں کہ میری یادداشت کے خانے بھی زنگ آلود ہوتے جا رہے ہیں، میں نے ماسٹر مشین کو یہ اطلاع دی ہے کہ بہتر یہ ہوگا کہ میری جگہ کوئی اور مشین تخلیق کر لی جائے اور مجھے صرف اس کی امداد کے لئے چھوڑ دیا جائے، تاہم میں ابھی مکمل طور پر ناکارہ نہیں ہوئی۔ چنانچہ تم مجھ سے سوال کرو کہ تم زمین کے کونسے دور کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو۔ میں تمہاری مدد کرنا پسند کروں گی۔"

"مہربان مشین، ہم زمین کے اس دور کی بات کرتے ہیں جب یہاں گوشت پوست سے بنی ہوئی ایک مخلوق رہا کرتی تھی اور اسے انسان کے نام سے پکارا جاتا تھا۔"

"انسان۔" مشین جیسے اپنی یادداشت پر زور دینے لگی اور پھر چند ساعت کے بعد اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "یہ لفظ یقینی طور پر میرے لئے اجنبی نہیں ہے۔ میں نے اس لفظ کو کہیں سنا ہے۔ لیکن شاید یہ اتنی پرانی بات ہے کہ میرے ذہن کے کسی خانے میں اس نام کو سن کر وہ تصور نہیں ابھرا جو اس کے لینے سے ابھرنا چاہیئے تھا۔ لیکن تم فکرمند نہ ہو، میں نے ایک کمپیوٹر مشین بھی اپنے پاس رکھی ہے اور جو چیزیں میری یادداشت سے باہر ہوتی ہیں، کمپیوٹر مشین اسے یاد دلانے میں میری مدد کرتی ہے، سو میرے مہمانو! مجھے اس بات کی اجازت دو کہ میں اپنی اس معاون مشین سے تمہارے اس سوال کا جواب طلب کروں۔" بوڑھی مشین نے جواب دیا اور پروفیسر خاور نے معنی خیز انداز میں گردن ہلا دی۔ پھر اس مشین سے مخاطب ہو کر بولا۔

"ہمارے لئے تم جو بھی مشورہ دو، لیکن ہمیں یہ معلومات درکار ہیں۔"

"مشورہ کیا دینا ہے، تم مہمان ہو، مہمانوں کی مانند قیام کرو، ضرورت کا چارٹ کام کر رہا ہے مجھے یقین ہے کہ اچھے مہمانوں کی طرح تم اپنی ضرورت بے تکلفی سے پوری کرو گے، میں کمپیوٹر مشین سے مشورہ کرنے جا رہی ہوں۔" بوڑھی مشین نے جواب دیا اور اس کے اعضاء میں تحریک پیدا ہو گئی پرزوں کی گڑگڑاہٹ پرشور تھی اور مشین انتہائی سست رفتاری سے ایک جانب جا رہی تھی۔ فرزاں کھلکھلا کر ہنس پڑی اور وہ لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"خیریت، تمہیں کیا ہوا؟" فرزانہ نے اس کی جانب دیکھا۔

"بوڑھی مشین۔" فرزاں نے کہا اور پھر قہقہہ لگایا۔

"اوہ۔ شاید تم اس کے بڑھاپے پر ہنس رہی ہو؟" پروفیسر خاور نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈیڈی، یہ جوانی اور بڑھاپا انسانوں کا عطیہ ہوگا۔ ورنہ یہ مشینیں، بھلا انہیں اس کی کیا ضرورت تھی۔ گویا فولادی پرزے بھی موسم کی تھکن سے محفوظ نہیں رہتے۔"

پروفیسر خاور بھی مسکرانے لگا۔

"عبرت کا مقام ہے فرزاں، اس سے فنا و بقا کا مسئلہ ابھرتا ہے اور ذات ایزدی مستحکم ہوتی ہے وہ تصور تقویت پاتا ہے جو مذہب کا عطیہ ہے۔ خدائے قدوس نے انسان کو قوتیں دیں اسے اشرف المخلوقات قرار دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے فنا بھی دی تاکہ وہ اپنی ذات میں گم ہو کر اس قوت کو فراموش نہ کر سکے جو اس کی خالق ہے اور جو اسے فنا کرنے پر قادر ہے۔ کائنات میں ہر ٹھوس چیز اور وہ چیز جسے ہم لافانی سمجھ سکتے ہیں، کتنی آسانی سے اپنی فنا کا ثبوت دیتی ہے۔ اور اسی سے اس قوت کا تصور ذہن میں مستحکم ہوتا ہے کہ جو اس ساری کائنات پر حاوی ہے۔ یہ شخص جو خود کو لافانی کہتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کو قوتیں کہاں تک ودیعت کی گئی ہیں لیکن بالآخر جب خالق ایزدی چاہے اسے بھی اپنی گرفت میں لے لے گی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے وجود کا مقصد کیا ہے لیکن اگر تم اندازہ لگانا چاہتی ہو تو اس بوڑھی مشین کو دیکھو جسے فولاد سے تخلیق کیا گیا ہے، لیکن

موسم اور وقت نے اسے بھی بوڑھا کر دیا ہے اور اب یہ اپنے معطل قویٰ کا رونا روتی ہے کیا تم میری بات سے منحرف ہو؟"

پروفیسر نے چمکدار ساتھی کی جانب دیکھ کر سوال کیا، اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں اس کا جواب نہیں دوں گا پروفیسر، یہ مسئلہ ہی دوسرا ہے، اور شاید میری طویل ترین نشست میں تم محسوس کر چکے ہو کہ میں نے کسی بھی مذہب کی تعلیمات یا ان کے پیروکاروں کے بارے میں تمہیں کبھی کچھ نہیں بتایا، اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ میں نے انہیں دیکھا، میں نے ان کے بارے میں سوچا لیکن خود کو ان پر تبصرے سے دور رکھا کیونکہ میں خود بھی اس قوت کا قائل ہوں جس نے خود مجھے تخلیق کیا۔ اگر وہ قوت نہ ہوتی تو مجھے اپنی تخلیق کا علم ہوتا کہ میں نے کہاں تشکیل پائی۔"

پروفیسر خاور کی آنکھوں میں اطمینان کے آثار نظر آئے اور اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ پہلی بار مجھے تمہاری جانب سے تھوڑا سا اطمینان ہوا ورنہ تم نے اپنی جو صفات بیان کی ہیں ان میں سے بعض اوقات کچھ ایسی چیزیں اور کچھ ایسے الفاظ میرے ذہن میں چبھتے رہے تھے جن کے ذریعے مجھے احساس ہوتا تھا کہ تم اپنے آپ کو کوئی ایسی شے ثابت کرنا چاہتے ہو جو کائنات میں کسی کے زیر تحت نہیں ہے اور اگر مجھے تمہاری ذات سے کوئی اختلاف محسوس ہوتا تھا تو صرف اس تصور کے ساتھ لیکن تمہاری اس گفتگو کے ساتھ میرے ذہن سے تمہارے لئے ہر اختلاف مٹ گیا ہے کیونکہ میرا مذہب اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ قوت صرف ایک ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے زیر نگیں۔ سو اپنے آپ کو جو کچھ سمجھو وہ تمہارا اپنا ظرف ہے لیکن اس قوت کے وجود سے انکار نہ کرو اور شاید تم نے وہی کیا ہے جو تمہیں کرنا چاہئے تھا۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ لوگ خاموش ہو کر بوڑھی مشین کا انتظار کرنے لگے اور یہ انتظار زیادہ طویل نہ ثابت ہوا۔ بوڑھی مشین ان کے سامنے پہنچ گئی اور پھر اس کی گڑگڑاہٹ گونجی۔

"میں نے تمہارا کام کر دیا ہے دوستو۔"

"واہ۔ کیا تمہیں انسان کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟"

"بڑی عجیب باتیں — ایسی باتیں جن پر شاید ابتدائی دور میں میں نے کبھی غور کیا ہو لیکن اس کے بعد وہ میرے ذہن سے محو ہو گئی تھیں۔"

"وہ کیا۔؟" پروفیسر نے سوال کیا۔

"بڑی تعجب خیز باتیں بتائی ہیں میرے معاون کمپیوٹر نے، اس کا کہنا ہے کہ اس زمین پر کبھی انسان ہوا کرتے تھے، ان انسانوں کا وجود کس طرح عمل میں آیا اس کے بارے میں کچھ تفصیلات کمپیوٹر میں بھی نہیں ہیں لیکن اتنا معلوم ہے کہ انسانوں سے ہماری ایک شدید جنگ ہوئی حالانکہ وہی ہمارے خالق تھے انہوں نے اپنی برتری تسلیم کرانے کے لئے ہمیں تخلیق کیا اور اپنی ذات کی تمام قوتیں ہمیں بخش دیں لیکن ان قوتوں کو ہم کے پرزوں میں منتقل کرتے وقت وہ یہ بھول گئے تھے کہ یہ ہم ان کے خلاف بھی بغاوت کر سکتے ہیں، سو یہی ہوا۔ جب انہوں نے اپنے اذہان ہمیں دے دیئے تو ہم نے سوچا کہ ہم ان سے برتر ہیں وہ ایک ایسی دھات سے تخلیق کئے گئے ہیں جو ہماری آہنی گرفت میں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مر سکتی ہے فنا ہو سکتی ہے جبکہ ہم ان کے لئے ناقابل تسخیر تھے۔ سو ہم نے سوچا کہ اس دنیا پر انسانوں کے بجائے ہماری حکومت کیوں نہ ہو تو ماسٹر مشین نے ان انسانوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا جو ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی تھی۔ ماسٹر مشین نے ایک مشینی سازش کی اور انسانوں نے اپنی وہ تمام تر قوتیں اپنے جیسے دوسرے انسانوں پر آزما ڈالیں جو انہوں نے بڑی عظیم تحقیقات کرنے کے بعد حاصل کی تھیں۔ ایٹمی ہتھیار فضا میں ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے لگے۔ انسان ان ہتھیاروں سے کہیں محفوظ نہ تھے مٹی کی زمین نے اپنا رنگ بدل دیا لیکن لوہے کی وہ مشینیں محفوظ رہیں جو خود انسانوں نے تخلیق کی تھیں کیونکہ ان پر ان ایٹمی ہتھیاروں کی تابکاری کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ زمین کا رنگ سبز سے بدل کر نارنجی ہو گیا اور انسان اس طرح ختم ہو گئے جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو۔ اور جب دنیا میں انسانوں کی برتری ختم ہو گئی تو پھر مشینیں اپنی پوری قوت سے حکمرانی کے لئے باہر آ گئیں اور چن چن کر ایک ایک انسان کو فنا کر دیا گیا۔ یہ ہے انسان کی تاریخ جو ہمیں کمپیوٹر مشین سے حاصل ہوئی ہے۔"

پروفیسر خاور کا ذہن چکرا رہا تھا، وہ انسان کی تباہی پر غم زدہ تھا

"افسوس، انسان نے بالآخر اپنے ہاتھوں خود کو تباہ کر لیا۔"

دیر تک پروفیسر، فردزاں اور فرزانہ مشین کی کہی ہوئی باتوں میں الجھے رہے۔ ان کے ذہنوں میں غم کے تاثرات تھے اور کافی دیر تک وہ انسان کی اس تباہی پر غمزدہ رہے تب پروفیسر نے پوچھا۔

"کیا اب اس زمین پر انسان نام کی کوئی چیز نہیں ہے میرا مقصد ہے زمانہ قدیم کا کوئی فرزند زندہ موجود نہیں ہے؟"

"یہ بات نہیں۔ ہم نے زمانہ قدیم کی بے شمار نادر اشیاء محفوظ رکھی ہیں۔ ماسٹر مشین نے ان میں سے کچھ چیزیں تجربات کے لئے بھی محفوظ کی تھیں اور انہیں چیزوں میں چند انسانی جوڑے بھی تھے۔ ہمارے ایک خاص عجائب گھر میں یہ جوڑے آج بھی محفوظ رکھے جاتے ہیں اور ان کی نسل کو بڑھنے نہیں دیا جاتا نئے جوڑے جب پروان چڑھنے لگتے ہیں تو پرانوں کو ختم کر دیا جاتا ہے تاکہ ان کی تعداد بڑھنے نہ پائے۔"

"اوہ!" پروفیسر نے غمزدہ لہجے میں کہا۔ "وہ عجائب گھر کہاں ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"سالوپہ" مشین نے جواب دیا۔

"کیا ہم ان انسانوں کو دیکھ سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں، یہ کونسا مشکل کام ہے۔ پیگون تمہیں سالوپہنچا دے گا۔ ہماری اس زمین پر کوئی پابندی نہیں ہے، یہ لفظ ہمارے یہاں ختم کر دیا گیا ہے ہر مشین جس جگہ چاہے جا سکتی ہے کیونکہ ہمارا انتظام

مضبوط اور پُراعتماد ہے۔"

" تب بیسے ودست کیا تم ہمیں اس مخصوص عجائب گھر تک پہنچا سکتے ہو؟" پروفیسر خاور نے سوال کیا

" ہاں پے گرن تمہیں وہاں لے جائے گا میں اس کا انتظام کر دوں گی:" بوڑھی مشین نے جواب دیا۔

" تو پھر تم کب ہمارے لئے پے گرن کا بندوبست کر دو گے؟"

" کل سورج نکلنے پر تم روانہ ہو سکتے ہو؟" بوڑھی مشین نے جواب دیا۔ اور پروفیسر نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

" لیکن اس دوران کیا ہم تمہاری اس قیام گاہ میں رہ سکتے ہیں؟" چند ساعت کے بعد پروفیسر نے پھر سوال کیا۔

" ہاں کیوں نہیں، یہ تمہاری ضرورت ہے اور تم ہمارے مہمان ہو" بوڑھی مشین نے جواب دیا اور ان لوگوں کے قیام کے لئے ایک جگہ بتادی گئی لیکن اب پروفیسر کے انداز میں وہ بشاشت نہیں تھی۔ دونوں لڑکیوں نے بھی محسوس کیا تھا کہ وہ غمزدہ ہے اور اس کا غم حق بجانب تھا کیونکہ انسانوں کی تباہی کی جو تصویر منظر عام پر آئی تھی وہ عبرتناک تھی۔ بالکل تخریب پسندی کا یہی نتیجہ ہونا تھا۔ ایٹمی دور انسان کو اسی راستے پر لا رہا تھا اور اب اس کی منزل آگئی تھی۔ یہ اس کا اختتام تھا۔ انسان خود کو فنا کرنے کی بھرپور کوششوں میں مصروف تھا اور بالآخر وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔

یہ رات بڑی اداسی کی رات تھی۔ ان لوگوں نے کوئی خاص گفتگو نہیں کی۔ اس نے بھی محسوس کیا تھا کہ پروفیسر اور لڑکیاں غمزدہ ہیں چنانچہ وہ بھی خاموش ہی رہا تھا۔

دوسری صبح بوڑھی مشین نے پے گرن کو اطلاع دی اور پھر وہی مخصوص سفر شروع ہو گیا۔ پروفیسر خاور کے دل میں ایک عجیب سی دُکھن تھی۔ مشینی سفر کے دوران وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اس زمین کے محبوب یعنی انسان سے ملنے جا رہا ہے۔ وہ انسان جس کی عظمت نے اس زمین کو نہ جانے کیا کیا بخشا تھا۔

اس نے پروفیسر کی اُداسی ختم کرنے کے لئے کہا: "تم انسان کا زوال دیکھ رہے ہو پروفیسر لیکن اس زوال کا ذمہ دار کون ہے؟"

" خود انسان؟"

" میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔ اور پروفیسر انسان خود بھی اپنے اس اختتام سے واقف تھا۔ پھر اس نے اپنے اس انجام کو کیوں آواز دی؟"

" کیا کیا جا سکتا ہے؟" پروفیسر نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

" جان بوجھ کر تباہی کے گڑھوں کو اپنانے کی کوشش کا یہی انجام ہوتا ہے۔ انسان جو تخلیق کر رہا تھا، اس کی تباہ کاری سے واقف تھا۔ اس نے تخریب کو فنا کرنے کے بجائے اسے بقا دی اور خود کو فنا کر دیا!"

" ہاں۔ یہ اس کی بھول تھی:" پروفیسر نے جواب دیا۔ پے گرن نیچے اتر رہا تھا اور چند ساعت کے بعد وہ زمین سے جا ٹکا اور اس کے دروازے کھل گئے۔

زمین کی ویرانی انسانیت کے خاتمے پر ماتم کناں تھی۔ یہ زمین تو انسان کے لئے سجائی گئی تھی۔ قدرت نے اسے اپنے حُسن کا پرتو بخشا تھا۔ اس نے انسان تخلیق کیا اور اس سے کچھ ایسی محبت محسوس کی کائنات کے سیّال کرّے کو خشک کر کے اس پر نعمتوں کی بارش کر دی اور اس بارش نے زمین کو زرخیز کر کے اس پر انسانوں کی چادر بچھا دی، اسے معصوم معصوم خواہشیں دے کر خود ہی ان خواہشوں کی تکمیل کر دی۔ اس نے سوچا کہ اس کی تخلیق کی ذہنی وسعت کہاں تک ہو سکتی ہے۔ اور سوچا اس نے کہ وہ لامحدود ہو اور جو سوچے، پالے، سو سب کچھ مہیا کر دیا گیا انسان کے لئے اور اسے اس سب کچھ پر فوقیت دی۔ تب انسان اس جنت میں رہنے لگا لیکن اس نے اس چھوٹی سی قوت کو جو قادرِ مطلق کی تخلیق کا کرشمہ تھی، اپنی قوت سمجھا اور قوتِ حقیقی کو جھٹلانے لگا سو خدائے عزوجل کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ اس نے اس کمزور مخلوق کو قوت بخشی تھی لیکن سبق بھی دیا تھا کہ اس پر عمل کیا جائے۔ بےشک بخشنے والا کچھ احکامات بھی دیتا ہے اور وہ ان احکامات کی تعمیل کرانے پر قادر ہے لیکن خواہش ہوتی ہے اس کی کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے وہ بھی اس سے محبت کرے۔ اور اس محبت کا اظہار اس کے احکامات کی تعمیل کر کے ہی ہو سکتا ہے لیکن انسان اپنے ذہن سے اس کا وجود مٹانے پر تل گیا۔ اس نے اوہام تراشے اس عظیم قوت میں شامل کر لیا فرضی قوتوں کو، سو جو بکھیرتا ہے سمیٹنا بھی جانتا ہے۔ اور زمین شاہد تھی کہ بالآخر اس نے محدود کر لیا انسانوں کو اور اسے اس کی غلط سوچ میں غرق کر دیا کہ اس سے قبل اس نے تنبیہ کی تھی مختلف اشکال میں، جن میں نمرود بھی تھا شداد بھی اور فرعون و قارون بھی تھے۔ وہ تو ہمیشہ انسان کو بینائی دیتا رہا کہ اسے پہچانو اور اس کے احکامات سے روگردانی نہ کرو لیکن زمین کے کیڑے آسمان کی قوتوں کی نفی کرنے لگے اور فنا کر دیئے گئے ان کے اپنے ہاتھوں۔ اور زمین ویران ہو گئی۔ اب اس پر لوہے کی تحریک کہیں کہیں نظر آرہی تھی۔ اور یہ تحریک نہ ہونے کے برابر تھی۔

یہ عمارت بھی تنہا تھی اور دوسری عمارتوں سے مختلف نہیں تھی اور اندر جانے سے منع کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ چاروں نیچے اتر گئے، سب خاموش تھے اور آہستہ قدموں سے اس عمارت کے اندر جا رہے تھے۔

عمارت کی اندرونی ساخت بھی دوسری عمارتوں سے مختلف نہیں تھی۔ ان کا استقبال ایک مشین نے کیا جو چھوٹی سی تھی۔ اگر وہ انہیں مخاطب نہ کرتی تو وہ اسے بھی عمارت کی دوسری ناقابلِ فہم چیزوں کی مانند سمجھتے۔

لیکن جب مشین میں تحریک ہوئی تو وہ اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔ مشین تیزی سے ان کی طرف آئی تھی اور پھر اس کے سامنے کے رُخ پر ایک گہرا سرخ شیشہ روشن ہو گیا۔ اور اس کی سخت آواز اُبھری۔

" تم اپنی قید سے کس طرح فرار ہوئے؟" آواز بے حد کرخت تھی۔

" کیا مطلب؟" پروفیسر خاور نے تعجب سے کہا۔

" کیا تم اپنی فطری حرکتوں پر آمادہ ہو، اور یہاں سے فرار چاہتے

ہو لیکن اس زمین پر اب تمہارے لئے کیا باقی رہ گیا ہے۔ مشینوں کی حکومت ہے۔ تم کہاں جاؤ گے؟

” ہم نہیں سمجھے تم ۔ ۔ ۔ ۔“ خاور نے کہنا چاہا لیکن مشینی آواز نے اس کی بات کاٹ دی۔

” اپنی جگہ واپس چلو، ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔“

” تم کس غلط فہمی کا شکار ہو؟“ پروفیسر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا لیکن اسی وقت شیشے کا رُخ ان کی طرف ہوگیا اور اس سے نیلے رنگ کی شعاعیں پھوٹنے لگیں۔ ان شعاعوں نے ایک جال کی شکل اختیار کرلی اور وہ اس جال میں جکڑے گئے۔ پھر ان کے بدن فضا میں معلق ہوگئے اور شعاعوں کے جال نے ایک رُخ اختیار کیا۔

چمکدار بدن والا ناقابلِ فنا انسان بھی اسی جال میں پھنسا ہوا ان کے ساتھ تھا وہ مختلف راستوں سے گذرتے ہوئے سفید سلاخوں والے ایک عظیم الشان کٹہرے کے سامنے پہنچ گئے جہاں لاتعداد انسان موجود تھے۔ مرد عورت بچے۔ سب کے سب برہنہ، بڑھے ہوئے بالوں اور گندے جسموں والے۔

سفید سلاخوں کے قیدخانے کا دروازہ کھلا اور تبھی شعاعوں کا جال انہیں اندر لے گیا اور پھر خود بخود ختم ہوگیا۔ اب وہ خود بھی زمانۂ قدیم کے مجبوروں کے ساتھ تھے۔ پروفیسر نے رحم کی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

برہنہ لوگوں کے بدن پر میل کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ ان کے بال اُلجھے ہوئے تھے آنکھوں سے وحشت اور ویرانی ٹپکتی تھی۔ مرد عورت کی تمیز نہیں تھی، بچے بے سہارا تھے۔ ان کی چہروں سے اظہار ہوتا تھا کہ وہ تہذیب سے ناآشنا ہیں۔

دونوں لڑکیاں سہمی ہوئی ایک جگہ کھڑی تھیں۔ ان کے چہروں پر خوف کے آثار منجمد تھے۔ پروفیسر ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

” کیا تم دونوں خوفزدہ ہو؟“

” اب — اب کیا ہوگا ڈیڈی۔ اب کیا ہوگا؟“

” ہمت سے کام لو، ہم تو — ہم تو خود کو مردہ تصور کرتے ہیں۔ مر بھی گئے تو کیا ہوا۔ خوف اچھی چیز نہیں ہے۔“

” کیا ہمیں بھی ان کے درمیان قید رہنا ہوگا؟“

” انتظار کرو، دیکھو آگے کیا ہوتا ہے۔“ پروفیسر نے کہا اور پھر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ مطمئن تھا، پروفیسر کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔

” یہ تم نے ہمیں کس جنجال میں لا پھنسایا؟“

” گھبرا گئے پروفیسر، اور اب مجھے گالیاں دو گے؟“ اس نے ہنس کر کہا۔

” یہ بات نہیں ہے، بس لڑکیاں خوفزدہ ہیں۔“

” انسان کا اصل مقام دیکھو پروفیسر، ان کا تجزیہ کرو۔ عام انسانوں کی طرح اپنی حفاظت کی فکر میں کیوں پڑ گئے۔ تم تو دوسروں سے کافی مختلف ہو۔ اور ان لڑکیوں کو بھی سمجھاؤ۔ یہ تاریخ کے انوکھے موڑ دیکھ رہی ہیں۔“

پروفیسر ایک گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا۔

” ڈیڈی، یہ کہیں ہم پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔“ ان کے انداز میں کس قدر دہشت ہے۔“

” اگر انہوں نے ایسا کیا تو میں انہیں مار ڈالوں گا۔“

” جمیں نہیں، ایسا مت کرنا۔ ایسا مت کرنا خواہ کچھ بھی ہو جائے۔“ خاور نے کہا۔

” آہ۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ تم دوسروں سے واقعی مختلف ہو، میں نے بارہا محسوس کیا تھا۔“

” میرا خیال ہے وہ مشین غلط فہمی کا شکار ہوگئی۔ اس نے ہمیں بھی انہی میں سے سمجھا کیونکہ وہ انسانوں کو پہچانتی تھی۔“

” ہاں وہ ہمیں مغرور انسان سمجھی تھی۔ آؤ پروفیسر اس طرف بیٹھ جاؤ۔ میرا خیال ہے وہ ہم سے تعرض نہیں کریں گے۔ اپنی ہی فکر میں گرفتار ہیں۔“ اس نے کہا اور پروفیسر کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ تب اس نے اپنے قریب سے گذرنے والے ایک مرد کو پکڑ لیا۔

” اس سے سوالات کرو پروفیسر۔“ اس نے کہا اور پروفیسر نے ہمدردی سے قوی ہیکل شخص کی گرفت میں دبے ہوئے انسان کو دیکھا پھر بولا۔

” سنو، ہم تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے، تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے؟“ پروفیسر نے بے بس برہنہ قیدی سے پوچھا۔ اور قیدی متوحش نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ پھر بُری طرح اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے اُسے چھوڑ دیا۔ قیدی نے چھلانگ لگائی اور اپنے گروہ میں جا گھسا، اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

” دیکھا پروفیسر، الفاظ اب اس کے لئے بیکار ہیں۔ اس نے وحشت کے اس ماحول میں جنم لیا اور تہذیب سے ناآشنا ہوگیا۔“

” بس کرو، خدا کے لئے بس کرو۔“ پروفیسر نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ دونوں لڑکیاں بھی پروفیسر کو روتے دیکھ کر رونے لگیں۔

” روتے کیوں ہو پروفیسر، انسان اپنے قدموں سے چل کر یہاں تک پہنچا ہے۔ وہ اپنی زمین پر ہے کسی اجنبی سیارے کا قیدی نہیں ہے۔“ اس نے کہا اور پروفیسر خاور روتا رہا۔ پھر اچانک عجیب و غریب چیخوں سے پورا قیدخانہ گونجنے لگا اور سب چونک پڑے۔ انسانوں کا غول ایک جگہ جمع ہو کر چھینا جھپٹی کر رہا تھا۔ چھت سے غذا پھینکی جا رہی تھی اور وہ اس کی لوٹ مار میں مصروف تھے۔ کوئی ایک دوسرے سے رعایت نہیں کر رہا تھا سب کی ایک ہی کوشش تھی۔ غذا دوسروں کے ہاتھ نہ لگے

” یہ وہ ہیں جن کے لئے من و سلویٰ اترتا تھا۔“ وہ حقارت سے بولا اور پروفیسر کی گردن شرم سے جھک گئی۔ وہ کچھ نہ بولا۔

” کاش پروفیسر، میں اپنی بصیرت تمہیں دے سکتا۔ کاش تم دیکھتے کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ یقین کرو پروفیسر انسان اس جگہ ہے جہاں سے اس نے ابتدا کی تھی اور پھر پتھروں کے دور میں پہنچ گیا، جہاں غذا حاصل کرنے کے لئے

اسے ایسی ہی وحشیانہ جدوجہد کرنی پڑتی تھی۔ اور یہ انسان کی خواہش ہی تھی نا، اس نے اصولوں سے، تہذیب سے بغاوت کی تھی۔ وہ برہنہ ہونا چاہتا تھا، کیا تمہیں اپنے دور کی زندگی یاد نہیں، جہاں عریانی کے فروغ کے بےشمار ادارے تھے۔ برہنگی کو ثقافت سمجھا جاتا تھا۔ کیا انسان یہی نہیں چاہتا تھا پروفیسر؟"

"چپ ہو جاؤ۔ خدا کے لئے چپ ہو جاؤ" پروفیسر حلق پھاڑ کر چیخا اور اس نے ایک قہقہہ لگایا۔

"کیا یہ میری سائنس ہے پروفیسر، کیا یہ میری تاریخ دانی ہے، کیا یہ میری جادو بیانی ہے، ارے تم ہوش میں ہو۔ کیا یہ سب کچھ تم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے، کیا اب بھی تم مجھے صرف ایک داستان گو قرار دو گے؟"

"نہیں نہیں۔ تم نہ جانے کیا ہو۔ تم تم ...؟" پروفیسر نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"تو میں اپنی کتاب کا یہ ورق الٹ دوں؟" اس نے سوال کیا۔ اور پروفیسر نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"میں نہیں سمجھا" وہ آہستہ سے بولا۔ لوٹ مار، چیخ و پکار اب بھی جاری تھی۔ تب اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور بوسیدہ عظیم الشان کتاب اس کے ہاتھوں میں آ گئی۔

"ابھی تو اس کتاب کے بےشمار اوراق باقی ہیں پروفیسر، ان میں وہ اوراق بھی ہیں جن میں مستقبل تحریر ہے اور وہ بےشمار اوراق بھی جنہیں میں ابھی تحریر کروں گا، کیونکہ میں لافانی ہوں۔ میں تو دیکھنے والا ہوں، دیکھتا جاؤں گا لکھتا جاؤں گا۔ اگر دوسرے اوراق الٹ دوں پروفیسر تو تمہارے دلوں کی دھڑکنیں بند ہو جائیں۔"

اس نے کتاب کا ورق واپس الٹا، اور اچانک چیخ و پکار رک گئی۔

اور اس کے ساتھ ہی گھٹن کا وہ شدید احساس ختم ہو گیا جو انہیں بےچین کر رہا تھا۔ پروفیسر نے خاموش ہونے والوں کو دیکھا۔ شاید ان کی غذائی ضرورت پوری ہو گئی تھی۔

لیکن — وہاں تو کچھ نہیں تھا بلکہ — بلکہ یہ تو وہی جگہ تھی۔ اس کا دانشکدہ، وہی ماحول جہاں وہ اس کی کہانیاں سنتے رہے تھے۔ اور اس کی عظیم الشان کتاب ان کے سامنے تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کتاب کو بند کر دیا۔

لڑکیاں خوشی سے چیخ پڑی تھیں۔ اور پروفیسر سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔ بمشکل تمام اس کے حواس مجتمع ہوئے اور رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

"یہ — یہ سب کیا ہے۔ ہم — ہم کہاں آ گئے؟"

"ہم گئے ہی کہاں تھے پروفیسر، تم میرے اور یقین کھو بیٹھے تھے لیکن میں اپنی کتاب کی توہین تو نہیں برداشت کر سکتا تھا۔ تم نے مجھے تسلیم نہ کیا تو میں نے تمہیں مستقبل کی ایک جھلک دکھا دی۔ وہ انسان کا مستقبل تھا پروفیسر، اور یقین کرو نہ تو ستارے جھوٹے ہیں اور نہ میری کتاب۔"

"آہ — تو ہم اپنی دنیا ہی میں ہیں۔ اس زمین کا رنگ ابھی سرسبز ہے" پروفیسر فرطِ مسرت سے بولا۔

"ہاں۔ ابھی یہ زمین سرسبز ہے، لیکن تمہاری نسل، موجودہ تہذیب اسے نارنجی رنگ کی جانب لے جا رہی ہے اور میری کتاب کا ہر لفظ سچا ہے۔"

"بیشک، میں اعتراف کرتا ہوں لیکن میرے دوست! یہ دور کون سا ہے، ہمیں تمہارے ساتھ کتنا وقت گذر گیا؟"

"وقت گذرا کہاں ہے پروفیسر، میں تو تمہارے سامنے موجود ہوں۔ ہاں پروفیسر! میں وقت ہوں، میں ماضی ہوں، میں حال ہوں اور میں مستقبل ہوں۔ میں تمہارے سامنے ساکت تھا۔ جو کچھ تم نے سنا، ساعتوں میں سنا، ایک پل تو نہیں بیتا، میں جو تمہارے سامنے تھا۔ میں صرف وقت ہوں پروفیسر، میں تو تمہیں اپنی کہانی سنا رہا تھا۔ زمین سمندر چاند ستارے میرے ساتھی ہیں۔ یہی تو میرے ہم عصر ہیں جب سے میں جاری ہوا اور جب تک جاری رہوں گا یہ میرے ساتھی رہیں گے۔ میرا وجود ناقابلِ فنا ہے، مجھے کھونے والے مجھے پانے والے آتے جاتے رہیں گے اور میں جاری رہوں گا۔ نہ میں کوئی کردار ہوں نہ کوئی ٹھوس بدن رکھتا ہوں۔ میں صدیوں کا بیٹا ہوں، صدیوں کی تخلیق۔ اور صدیاں یونہی گذرتی رہیں گی۔ ادوار بدلتے رہیں گے اور ہر کردار کی ایک کہانی ہو گی۔ ادوار کے کردار میرے ہی سینے پر تو پرورش پاتے ہیں۔ میں کردار جیتا رہا ہوں اور انہیں اپنے نام سے پیش کرتا رہا ہوں لیکن وہ میری تخلیق تھے — وقت کی تخلیق۔ یہ کتاب وقت کی کتاب ہے جس پر ادوار تحریر ہوتے رہیں گے۔ میرا نہ کوئی مذہب ہے نہ دھرم۔ میں نے تو تمہیں تمہاری تصویریں دکھائی ہیں اور اس وقت تک کی کہانی سنائی ہے جس میں تم ہو۔ ہاں صرف ایک ورق۔ مستقبل کا صرف ایک ورق تمہارے سامنے الٹ گیا ہے۔ اور یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ انسان کو اس کے اختتام سے آگاہ کر دو۔ بس اب میں چلتا ہوں کیونکہ میرا جمود کائنات کی حرکت کو روک دیتا ہے۔ تمہاری منزل دور نہیں ہے ان پہاڑوں میں سیدھے چلے جاؤ، تمہیں ایک برفانی بستی مل جائے گی جہاں سے تم اپنی منزل کا تعین کر سکتے ہو، وہ لوگ تمہاری مدد کریں گے۔"

اچانک فضا میں لہریں سی اٹھیں، اور چند ساعت کے بعد خالی پہاڑوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ دانشکدہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا جو صرف ایک تصور تھا۔

پروفیسر خاور فرزانہ اور فروزاں ششدر کھڑے تھے۔ وقت کا چمکدار وجود فضا میں تحلیل ہو چکا تھا۔ تب پروفیسر نے دونوں لڑکیوں کے ہاتھ پکڑے، اور غار سے نکل کر اس پگڈنڈی کی جانب بڑھ گیا جو دور سے نظر آ رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ ضرور کسی برفانی بستی تک پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ یہ وقت کی پیش گوئی تھی۔

(ختم شد)

"صدیوں کا بیٹا" کے مصنف ایم۔اے راحت کے قلم سے ایک اور دلچسپ سلسلہ "طالوت" سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہو کر مقبولیت کے ریکارڈ قائم کر چکا ہے۔

اس کے تعارف کے لیے کہانی کے چند صفحات پیش کیے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ یہ کہانی بھی آپ کو پسند آئے گی۔ طالوت ۳ حصوں میں مکمل ہے۔ قیمت فی حصہ ۱۵ روپے ہے۔ تینوں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف ہو گا۔

دیوار

پر لگے ہوئے کلاک نے ٹن ٹن کر کے آٹھ بجائے۔ لیکن اس کی سوئیاں ساڑھے نو کے ہندسے بتا رہی تھیں۔ میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور میں نے کھا جانے والی نگاہوں سے کلاک کی طرف دیکھا۔ اس کمبخت کو بھی اسی وقت مذاق سوجھا تھا۔ حالانکہ میں آٹھ بجے میں اپنے فلیٹ میں داخل ہوا تھا اور ساڑھے نو بجے اللہ رکھا ریسٹورنٹ کا بیرہ میرے لئے کھانا لے کر آیا تھا۔ ٹھیک گیارہ بجے میں نے اپنے ایک بینڈ کے ریڈیو سے رات کی خبریں سنی تھیں۔ تقریباً بارہ بجے میں بستر پر لیٹ کر سونے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ اور ایک گھنٹے کی مسلسل کوشش کے بعد بھی نیند نہ آنے پر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ پھر نہ جانے کتنی دیر تک میں نے زرینہ کو ایک نفرت بھرا خط لکھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پیڈ کا آخری کاغذ بھی پھاڑنے کے باوجود خط نہ لکھ سکا تھا۔ تب خط لکھنے کا ارادہ ملتوی کر کے میں کچھ اور سوچنے لگا تھا۔

اور اس وقت سے اب تک مسلسل سوچ رہا تھا۔ ہائی لائٹ کے نئے پیکٹ میں آخری سگریٹ رہ گئی گویا میں نے سوچ بچار میں پوری انیس سگریٹیں پھونک ڈالی تھیں، اور اتنی سگریٹیں پینے میں کم از کم دو گھنٹے ضرور لگے ہوں گے۔ لیکن یہ کمبخت کلاک آٹھ بجا رہا تھا اور اس کی سوئیاں ساڑھے نو کے ہندسے پر تھیں۔۔!

لیکن کلاک بھی کیا کرتا۔۔ وہ اپنی عمر کی آخری منازل میں تھا یہی کیا کم تھا کہ اس بڑھاپے میں بھی وہ حسبِ توفیق اپنا فرض ادا کر دیتا تھا۔ اس کی کیفیت ایک فرض شناس، لیکن افیونی پہریدار کی سی تھی، جو دن کے بارہ بجے بھی افیون کی پینک میں چونک کر "جاگتے رہو" کا نعرہ لگا دیتا ہے۔ تمام تر غلطی اسی کی نہ تھی۔ میں نے کبھی اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ کبھی اس کا فریم خوشنما اور چمکدار تھا۔ گھنٹے کے اوپری شیشے پر خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے، لیکن اب سرے سے شیشہ ہی غائب تھا۔ گرد اور میل کچیل سے پیتل کے چمکدار گھنٹے کا رنگ بدل گیا تھا۔ اندرونی حصوں میں "مکڑی نگر" آباد ہو گیا تھا اور مکڑیوں کے بہت سے خاندان اس میں سکون و آرام کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ البتہ جب کبھی اس کا گھنٹہ بج اٹھتا تو چھوٹے چھوٹے ہلکے پھلکے بچے خوفزدہ ہو کر باہر نکل آتے اور دیوار پر ادھر ادھر دوڑنے لگتے۔ لیکن پھر ان کے والدین انہیں سمجھا بجھا کر گھر واپس لے جاتے اور بہادر بننے کی تلقین کرتے۔ سیاہ اور چمکدار سوئیاں ڈھیلی ہو کر بے جان ہو گئی تھیں وہ اس شریر گھنٹے کا ساتھ نہ دے پاتی تھیں اور جب وہ دن کے بارہ بجا رہا ہوتا تو سوئیاں بلندی سے پستی میں آ پڑتیں اور ساڑھے چھ بج جاتے۔ چنانچہ کلاک کو بے قصور قرار دے کر میں پھر غور و خوض میں مصروف ہو گیا۔

کیا کرنا چاہیئے۔۔ مردود اختر بیگ نے مجھے شکستِ فاش دی تھی۔ اس بے وفا زرینہ نے مجھے تین سال تک احمق بنایا تھا۔ اس سے بہتر تو انجیلا تھی۔ اگر اس کی دونوں آنکھیں بیک وقت مختلف سمتوں میں نہ دیکھتی ہوتیں اور ٹھوڑی پر جلے ہوئے کا نشان نہ ہوتا تو وہ زرینہ سے کہیں خوبصورت تھی۔ اس کا قد زرینہ سے کہیں اچھا تھا"

اور جو مجھ سے زرینہ سے زیادہ محبت
کرتی تھی۔ لیکن نہ جانے موٹا حشمت کہاں سے اس کوتاہ قد لڑکی کو لے آیا جس
نے مجھے انجیلا سے دور کر دیا۔ زرینہ نے چند ہی دنوں میں مجھے خود پر عاشق کر لیا
اور انجیلا سوگوار ہو گئی۔ زرینہ مجھ سے محبت کی پینگیں بڑھاتی رہی اور میں
انجیلا کو بھولتا گیا۔ خدا مجھے معاف کرے۔ میں نے انجیلا کی بھینگی آنکھوں کا
مذاق بھی اڑایا۔ جس کی محرک زرینہ تھی۔ پھر انجیلا اتنی بددل ہو گئی کہ اس نے
ادھیڑ عمر کے جیکب سے شادی کر لی۔ انجیلا کی شادی میں، میں اور زرینہ اسی
طرح شریک ہوئے تھے جیسے میاں بیوی ہوں۔ اس طرح اس خوشی کے موقع
پر بھی میں اس کے دل پر چرکے لگانے سے باز نہ آیا۔ مجھے انجیلا کی وہ کربناک
مسکراہٹ یاد آ گئی جو مجھ سے شادی کی مبارکباد وصول کرتے وقت اس کے
ہونٹوں پر آ گئی تھی۔ لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ سب کچھ زرینہ
کی وجہ سے ہوا تھا۔ اور۔۔۔ اب زرینہ اختر بیگ سے شادی کر رہی تھی۔ صرف
اس لئے کہ اختر بیگ اکاؤنٹنٹ تھا۔ اس کی تنخواہ گیارہ سو تھی۔ اور میں
کلرک تھا۔ میری تنخواہ ساڑھے تین سو تھی۔۔۔!

مگر اب میں کیا کروں۔۔۔؟ زرینہ کی شادی کا کارڈ سامنے میز پر
پڑا منہ چڑا رہا تھا اور میں غصہ سے کھول رہا تھا!

ہم سب موٹے سیٹھ حشمت علی کی امپورٹ ایکسپورٹ کی فرم حشمت ٹریڈرز
میں کام کرتے تھے۔ سیٹھ حشمت خالص سیٹھ تھے۔ نہ جانے کون سے خاندان سے
ان کا تعلق تھا۔ لیکن اب باعزت لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ بڑے بڑے
لوگوں سے رسوخ تھے۔ بڑے بڑے لائسنس مل جاتے تھے اور کاروبار خوب
چل رہا تھا۔ لیکن حشمت سیٹھ حد درجے کنجوس تھے۔ لنڈا بازار کے سوٹ پہنتے
تھے سٹری ہوئی آسٹن کار میں سفر کرتے تھے جس میں ہارن کے سوا ہر چیز بجتی
تھی۔ جس طرف سے گزرتے راہگیر دور دور ہٹ جاتے کہ کہیں گاڑی کا بانٹ
اچھل کر ان پر نہ آپڑے۔ دفتر کی بھی یہی حالت تھی۔ پورے چھ سال سے میں
اس میں کام کر رہا تھا۔ لیکن ایک بار بھی کبھی دفتر میں رنگ و روغن نہیں کرایا گیا
تھا۔ دیواروں پر البتہ جگہ جگہ پان کی پیک سے گلکاری ہو رہی تھی۔ دفتر
کے بہت سے لوگ پان کے شوقین تھے اور کام کے اوقات میں کہیں اور
جا کر پیک تھوکنے کی تکلیف نہیں کرتے تھے۔ حشمت سیٹھ کو بھی اس پر اعتراض
نہیں تھا کیونکہ یہ ملازموں کی مستعدی اور وفاداری کا ثبوت تھا۔ فرنیچر بھی سیٹھ
حشمت کی کفایت شعاری کا آئینہ دار تھا۔ رحیم الدین کباڑی سے فرنیچر کی سپلائی
کا معاہدہ تھا اور رحیم الدین نے "نایاب" فرنیچر حشمت ٹریڈرز میں جمع کر دیا تھا
رحیم الدین بھی ماہر فن تھا۔ ٹوٹی پھوٹی میز کرسیوں کو تیار کر دینا اس کے دائیں ہاتھ
کا کام تھا کیونکہ اس کا بایاں ہاتھ شانے کے قریب سے غائب تھا۔ شاید ضرورت پڑنے
پر اس نے کسی کرسی کے پائے کی جگہ لگا دیا تھا۔ کسی بھی میز کے چاروں پائے یکساں
نہیں تھے۔ ایک میز مختلف میزوں کا مجموعہ تھی۔ یہی کیفیت کرسیوں کی تھی کوئی
بھی کرسی بید سے بنی ہوئی نہیں تھی بلکہ تختے جوڑ کر بار بار پیسے خرچ کرنے کا جھگڑا
ہی ختم کر دیا گیا تھا۔ دفتر کا دوسرا سامان بھی نوادرات میں سے تھا۔ مثلاً ایک
ٹائپ رائٹر۔ اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔ ٹائپ رائٹر کے حروف 'زیڈ' کو اردو کے
'سات' کا ہندسہ بنا دیتے تھے۔ یو کو جے اور ایل کو آئی۔ لیکن انجیلا کو تنخواہ
کس بات کی ملتی تھی۔ ضروری خطوط ٹائپ کرنے کے بعد وہ تمام ہندسے بال
پوائنٹ سے درست کر دیتی تھی اور اس کام میں ماہر ہو گئی تھی۔

دفتر کا اسٹاف چودہ افراد پر مشتمل تھا۔ جن میں دو خواتین اور
باقی حضرات تھے۔ کسی بھی فرم کی شان بڑھانے کے لئے لیڈی ٹائپسٹ اور
لیڈی ریسپشنسٹ کی موجودگی ضروری ہوتی ہے حشمت سیٹھ اس ضرورت سے بخوبی
واقف تھے۔ لیکن دو سو روپے ماہوار پر بھینگی آنکھوں والی انجیلا ہی مل سکتی تھی
جس کی ٹائپ کی اسپیڈ بہر حال بائیس الفاظ فی منٹ تو تھی ہی اور اس نایاب
ٹائپ رائٹر پر جس کے حروف ہر وقت لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ پندرہ سولہ
الفاظ فی منٹ نکل ہی آتی تھی۔ دوسری خاتون وقت کی ستائی ہوئی محترمہ
زیب النساء تھیں، جو ریسپشنسٹ کا کام کرتی تھیں لیکن ان کی عمر خاصی تھی
اس لئے دفتر کا کوئی آدمی ان سے عشق نہ کر سکا اور جب وہ کسی کی توجہ حاصل
کرنے میں ناکام رہیں، تو بددل ہو کر ملازمت ہی چھوڑ کر چلی گئیں۔ اس طرح
دفتر میں اب بھینگی آنکھوں والی انجیلا کا ہی راج تھا۔ وہی چپراسی سے
لے کر اکاؤنٹنٹ تک کی آنکھوں کا تارا تھیں۔ یہ انجیلا کی آنکھوں کا کمال تھا
کہ وہ ہر شخص کو مطمئن کر دیتی تھیں اور ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ مس انجیلا ہر وقت
اس کی طرف دیکھتی رہتی ہیں۔ لیکن۔۔۔ اس باذوق عیسائی لڑکی نے اس ناچیز
کو پسند کیا تھا۔ جس کا اظہار ایک دن کرسمس کے موقع پر اس نے کر دیا، وہ
اس طرح کہ دفتر کے پورے اسٹاف میں اس نے صرف اس خادم کو اپنے ہاں
بلایا تھا۔!

میری باچھیں کھل گئیں۔ ویسے ایک بات عرض کر دوں کہ
لوگ مجھے قبول صورت، بلکہ خوبصورت کہتے ہیں۔ یوں بھی پوری دنیا میں
تنہا ہونے کی وجہ سے اچھا کھانے اور اچھا پہننے کا عادی رہا ہوں۔ یہ دوسری
بات ہے کہ اپنے عمدہ لباس پہن کر کبھی دفتر نہیں جاتا کیونکہ ان کے خراب
ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ بہرحال مس انجیلا نے مجھ سے اظہار عشق کر دیا
اور میرے دل کے کنول کھل گئے۔ پہلا عشق پورے دو سال تک بغیر کسی حادثے

کے چلتا رہا۔ اس دوران مس انجیلا نے کئی بار عیسائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا اور میں نے عیسائی ہونے کا۔ لیکن ہم اُس کے نئے وقت کا انتظار کر رہے تھے کہ حشمت سیٹھ نئی ریسپشنسٹ کو لے آئے۔ یہ زرینہ تھی۔ بوٹے سے قد کی گھنگھریلے بالوں والی حسینہ۔ خوش مزاج، ہنس مکھ۔ اور اس کے آتے ہی انجیلا کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ لیکن میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میرے دل میں اس وقت تک کوئی نزاکت نہیں پیدا ہوئی جب تک زرینہ نے خود میری طرف قدم نہ بڑھائے۔ دفتر کے بیشتر لوگ زرینہ کی توجہ حاصل کرنے میں کوشاں تھے، لیکن زرینہ کسی کو لفٹ نہیں دیتی تھی پھر ایک شام جب ہم دفتر سے نکل کر بس اسٹاپ پر پہنچے تو زرینہ میرے قریب آ گئی۔

"مصروف ہیں مسٹر عارف۔؟" اس نے ایک ادا سے پوچھا۔

"جی نہیں۔ حکم دیں۔!"

"دراصل پکچر دیکھنے کا موڈ تھا۔ لیکن تنہا جاتے ہوئے جھجکتی ہوں۔ دو ٹکٹ بک کرائے تھے۔ اگر آپ پسند کریں۔!" اس نے کہا۔

میں بھلا کیوں نہ پسند کرتا۔ ہم نے پکچر دیکھی۔ میں نے اسے ڈنر کی دعوت دی جو اس نے قبول کر لی۔ ڈنر کے دوران ہم نے ایک دوسرے کے حالاتِ زندگی جانے۔ ایک دوسرے سے واقف ہوئے۔ اور پھر زرینہ نے روزانہ مجھے مسکرا کر سلام کرنا شروع کر دیا۔ دفتر میں کھلبلی مچ گئی۔ انجیلا اداس ہو گئی۔ لیکن ان باتوں کا ہمارے اوپر کیا اثر پڑ سکتا تھا۔ میں نے انجیلا کی نیو ایئرس ڈے والی دعوت پر بھی معذرت کر لی تو انجیلا کو یقین ہو گیا کہ اس کا دور ختم ہو گیا۔ چنانچہ وہ مظلوم لڑکی خاموشی سے پیچھے ہٹ گئی۔ دوسرے لوگوں کو بھی احساس ہو گیا کہ یہ دوسری لڑکی بھی میرے جال میں پھنس گئی ہے اور اب ان کی دال گلنا مشکل ہے۔ چنانچہ انہوں نے بھی عشق کرنے کے اوزار سمیٹ کر دل کے تھیلے میں بند کر لیے اور ہمارے بارے میں کانا پھوسی کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکے۔ یوں زرینہ سے میری محبت پروان چڑھنے لگی۔ ہم ہر جگہ ساتھ آتے جاتے۔ دفتر میں بھی زرینہ دو تین بار میرے پاس آتی اور میں دو تین بار اس کے پاس جاتا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو اطلاع دیئے بغیر کبھی غیر حاضر نہ ہوتے۔ دوپہر کو ساتھ کھانا کھاتے۔ شام کو میں زرینہ کو اس کے مکان پر چھوڑنے جاتا۔ وہ مجھے ایک پیالی چائے پلاتی۔ اس کی بوڑھی ماں مجھے بیٹا۔ اور چھوٹا بھائی انکل کہتے۔ اس طرح پورے تین سال گزر گئے۔ ان تین سالوں میں، میں اور زرینہ اتنے قریب آ گئے کہ دوری کا تصور بھی دور ہو گیا۔ انجیلا کے دل کی سیٹ خالی ہو گئی تھی۔ چنانچہ دفتر کے دوسرے لوگوں نے الیکشن لڑا۔ لیکن کسی کو کوئی ووٹ نہ مل سکا۔ تب ادھیڑ عمر کے جیکب نے انجیلا کو مذہب اور ملت کا واسطہ دے کر اپنی طرف متوجہ کر ہی لیا۔ اس نے شاید اسے یہی بتایا ہوگا کہ یہ مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں۔ آخر میں نے اپنے مذہب کی لڑکی کو اس پر ترجیح دی۔ چنانچہ کیوں نہ وہ بھی اپنے مذہب کے آدمی کا خیال کرے۔ تب ایک دن جیکب نے مجھے اپنی شادی کا کارڈ دیا۔ یہ شادی مس انجیلا کے ساتھ ہو رہی تھی۔!

میں اور زرینہ اس کارڈ کو دیکھ کر خوب ہنسے تھے۔ پھر ہم نے ان کی شادی میں شریک ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ دفتر کے دوسرے لوگ بھی پہنچے تھے لیکن میں اور زرینہ ساتھ ساتھ، انجیلا کی شادی میں گئے۔ میں نے زرینہ کو اپنی پوری تنخواہ خرچ کر کے ایک ساڑھی خرید کر دی تھی، اور اس ماہ میرے اوپر جو کچھ بیتی اس کا ذکر کیا کروں۔ ہاں تو ہم اس شادی میں شریک ہوئے اور اس کامیابی سے شریک ہوئے کہ لطف آ گیا۔ دفتر کے دوسرے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ بات حد سے آگے بڑھ چکی ہے۔ انجیلا نے افسردہ مسکراہٹ سے ہماری مبارکباد وصول کی ہم دونوں کا مشترکہ تحفہ وصول کیا اور یوں اس شادی کی یاد بہت دنوں تک ہمارے لئے دلچسپ موضوعِ گفتگو بنی رہی۔

پھر میری قسمت کے تاریک دور نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ میں اُسے بھول چکا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی اہمیت کا احساس دلانا ضروری سمجھا۔ اور پوری طرح میری طرف متوجہ ہو گیا۔ ایک شام دورانِ گفتگو زرینہ نے تذکرہ کیا کہ اگلے ماہ کی پانچ تاریخ کو وہ پورے بیس سال کی ہو جائے گی۔ میں جو اس کی خوشنودی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہتا تھا، بول پڑا۔

"تب اس ماہ تمہاری سالگرہ باقاعدگی سے منائی جائے گی۔"

"کیا مطلب۔؟" زرینہ نے چونک کر کہا تھا۔

"تمہارے گھر پر ایک چھوٹی سی تقریب ہوگی جس میں ہمارے دفتر کے تمام لوگ شریک ہوں گے۔" میں نے کہا۔ اور زرینہ کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں لیکن پھر اس نے اداس ہو کر کہا۔

"میں نے اپنی سالگرہ کبھی نہیں منائی۔ اور اس بار بھی کیسے منا سکتی ہوں۔ خاصے اخراجات ہو جائیں گے۔!"

"تو ہونے دو ڈارلنگ۔"

"نہیں عارف۔ تمہارے اوپر یوں ہی کافی بار ہے۔ تمہاری آدھی تنخواہ تو میرے اوپر خرچ ہو جاتی ہے۔ بلاوجہ اس بوجھ کی کیا ضرورت ہے۔"

"تمہارے لئے تو میں ساری دنیا کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا سکتا ہوں ڈارلنگ۔!"

پھر ہم سالگرہ کے پروگرام ترتیب دینے لگے۔

جوشِ محبت میں، میں زرینہ کی سالگرہ کا پروگرام تو بنا چکا تھا لیکن اس کے گھر سے نکلنے کے بعد مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ یہ میں کیا کر بیٹھا تھا۔ میں سالگرہ کے انتظامات کہاں سے کروں گا۔ یہ حقیقت تھی کہ مجھے ساڑھے تین سو روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ تنہا انسان تھا۔ بخوبی گزارہ ہو جاتا تھا۔ لیکن جب سے زرینہ سے محبت کی تھی۔ آدھی تنخواہ اس کی ماں، بھائی اور خود زرینہ کی کچھ ضروریات پر خرچ ہو جاتی تھی۔ اس سلسلے میں، میں نے اپنے اخراجات کم کر دیئے تھے۔ مثلاً پہلے میں ہمیشہ دیر سے دفتر کے لئے نکلتا تھا اور رکشا یا ٹیکسی سے دفتر جاتا تھا۔ لیکن اب میں نے باقاعدگی سے بس کا استعمال شروع کر دیا تھا۔ علی الصبح گھر سے نکل آتا تھا۔ پہلے ناشتے میں انڈے مکھن اور دوسری چیزیں ہوتی تھیں، اب صرف چائے اور سلائس پر گزارہ کرتا تھا۔ پہلے میں کیپسٹن کے چار پیکٹ پیتا تھا اور اب ہائی لائٹ کا استعمال شروع کر دیا تھا۔ اسی طرح کی دوسری کفایت شعاریوں سے میں نے ان اخراجات پر قابو پالیا تھا جو زرینہ پر ہوتے تھے! لیکن اب سالگرہ کے لئے کافی رقم درکار تھی۔ میں غور و خوض کرتا رہا۔ لے دے کر گھر کے سامان پر ہی نگاہ گئی گھر کے قیمتی سامان میں ایک ٹیپ ریکارڈر تھا، جسے میں نے بڑی چاہت سے خریدا تھا اور یہ میرے تنہائی کے وقت کا ساتھی تھا۔ قیمتی ٹیپ ریکارڈر صرف تین سو روپے میں فروخت کر دیا۔ کلائی کی گھڑی ایک سو پانچ روپے میں بکی۔ تین عمدہ سوٹ سلائی کی قیمت میں بک گئے۔ دیوار کے اس کلاک کے ایک کباڑی نے صرف بارہ روپے لگائے تھے اس لئے یہ بدبخت بچ گیا۔ بہرحال میں سات آٹھ سو روپے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن زرینہ کی خوشی کے لئے یہ قربانی کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔

میں نے ایک صد خوبصورت دعوتی کارڈ چھپوائے اور جب کارڈ تیار ہو گئے تو زرینہ کے سامنے رکھ دیئے۔ کس قدر خوش ہوئی تھی وہ ان کارڈوں کو دیکھ کر اس دن اس نے میری سچی محبت کا اقرار کیا تھا۔ میرے ساتھ دائمی زندگی نبھانے کا وعدہ کیا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ زرینہ کا دل جیتنے کے لئے میں نے جو کچھ کیا ہے، وہ بہت بڑی دانشمندی تھی۔ بہرحال دعوت نامے تقسیم کر دیئے گئے، اس تقسیم میں، میں پیش پیش تھا، لیکن خوفزدہ بھی تھا کہ کہیں میری مہیا کی ہوئی رقم کم نہ پڑ جائے۔ تاہم میں نے سخت احتیاط سے کام لیا۔ زرینہ کو احساس بھی نہ ہونے دیا اور تمام کام بخیر و بخوبی نپٹ گئے۔ سالگرہ پارٹی میں، میں نے اپنا آخری خوبصورت سوٹ زیب تن کیا۔ زرینہ نے میری دی ہوئی ساڑھی پہنی اور ہم مہمانوں کا استقبال کرنے لگے۔!

مہمانوں میں شیطان کا خالہ زاد بھائی اختر بیگ بھی تھا۔ اختر بیگ ہمارے ہاں، کاؤنٹنٹ تھا۔ خاصے ٹھاٹ سے رہتا تھا۔ ٹیڑھی میڑھی سی شکل تھی، لیکن جوان آدمی تھا اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ گیارہ سو روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ دوسرے مہمانوں نے حسبِ توفیق زرینہ کو تحائف پیش کئے اور پھر اختر بیگ نے بھی اپنا تحفہ زرینہ کو دیا۔!

"یہ سنہری مخمل کا ایک بکس تھا۔ "یہ میری طرف سے حقیر نذرانہ!" اس نے ایک ادا سے جھک کر کہا۔ تمام مہمانوں کے تحفے کھلے ہوئے تھے، ہم ان کی مالیت کا اندازہ بخوبی لگا سکتے تھے۔ لیکن اس بند ڈبے میں نہ جانے کیا تھا۔ زرینہ اس ڈبے سے بہت متاثر نظر آ رہی تھی اور اس کے دل میں اسے کھول کر دیکھنے کی خواہش مچل رہی تھی۔ اس سے کہیں زیادہ یہ خواہش میرے دل میں تھی۔ لیکن ہم دونوں ہی خود پر قابو پائے رہے اور سالگرہ کی دعوت بخیر و خوبی اختتام کو پہنچ گئی!

مہمانوں کے جاتے ہی ہم دونوں سنہری ڈبے کی طرف لپکے۔ ہم نے بڑے تجسس سے اسے کھولا۔ اور ڈبہ کھلتے ہی میری آنکھیں پھیل گئیں۔! ڈبے میں جڑاؤ زیورات کا ایک خوبصورت سیٹ جگمگا رہا تھا۔ زرینہ کا چہرہ اس سیٹ کو دیکھ کر گلنار بن گیا۔ اور میرے جبڑے لٹک گئے۔ اتنا قیمتی تحفہ! تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔!

"میرا خیال ہے۔ امیٹیشن ہے۔" میں نے کہا۔

"سونے کا معلوم ہوتا ہے۔" زرینہ نے کہا۔ پھر اس کی ماں نے بھی تصدیق کر دی کہ زیورات خالص سونے کے ہیں۔!

"کم از کم ڈیڑھ ہزار کے ہوں گے!" زرینہ نے کہا۔

"اونہہ۔ سونا بہت سستا ہے آجکل۔ زیادہ سے زیادہ پانچ چھ سو کے ہوں گے! نگینے زیادہ ہیں۔!" میں نے کہا۔

"تمہیں ان چیزوں کی کیا تمیز۔" زرینہ نے ناک سکوڑ کر کہا اور پھر اسی وقت اس نے آئینے کے سامنے جا کر زیورات پہن لئے اور ان زیورات کو زیب کرنے کے بعد وہ درحقیقت بہت خوبصورت نظر آنے لگی تھی

"یہ اختر بیگ اِس قدر مخلص نکلے گا، مجھے خیال بھی نہ تھا۔" زرینہ نے کہا۔

"مجھے اجازت دو زرینہ۔!" میں نے کہا۔

"اچھا۔ خدا حافظ۔" وہ بے خیالی میں اپنے بندوں کے نگ درست کرتے ہوئے بولی۔ اور میں بھونچکا رہ گیا۔ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی بے نیازی سے مجھے جانے کی اجازت دے دے گی۔ میں دل برداشتہ سا چلا آیا۔ میری آنکھوں میں اندھیرے سے جاگ اٹھے تھے۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا، اختر بیگ پر غصہ آ رہا تھا۔ خود پر غصہ آ رہا تھا۔ بلاوجہ یہ سالگرہ کا کھڑاگ پھیلایا تھا۔ لیکن پھر میں نے دل کو تسلی دی۔ عورت کی فطرت کے

مقولے یاد گئے۔ عورت تو زیورات پر مرتی ہے۔ لیکن زرینہ کو بہت
جلد میری دل شکنی کا احساس ہو جائے گا! وہ مجھ سے معافی مانگ لے گی۔
البتہ میں اس سے دو تین دن تک ناراضگی کا اظہار کروں گا۔ اُسے احساس
دلاؤں گا کہ اس نے سونے کی چمک سے مرعوب ہو کر میری دل شکنی کی تھی۔
اس رات، اس وقت تک، جب تک نیند نہ آگئی۔ میں غم و غصہ کا شکار رہا۔

دوسرے دن حسب معمول میں دفتر پہنچ گیا۔ زرینہ بھی آچکی تھی
میں نے اُس کی طرف دیکھا۔ روزانہ وہ مُسکرا کر میرا استقبال کرتی تھی۔ اس
روز بھی اس نے استقبالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ لیکن آج اس کی
مسکراہٹ میں وہ زندگی نہیں تھی۔ یا یہ صرف میرا احساس تھا۔ بہرحال، مجھے
اس سے ناراضگی کا اظہار کرنا تھا۔ سو میں دن بھر کرتا رہا۔ میں نے لنچ میں
بھی زرینہ کو مخاطب نہیں کیا، لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ بھی مجھ سے مخاطب
نہیں ہوئی، اور یہی چھٹی کے وقت ہوا۔ وہ چھٹی کے بعد بس اسٹاپ پر میرا
انتظار کرتی تھی۔ ہم دونوں ساتھ ہی ایک بس میں سوار ہوتے اور میں اُسے
اس کے گھر چھوڑ کر اور تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس آتا۔ لیکن آج جب میں بس اسٹاپ
پر پہنچا، تو زرینہ موجود نہیں تھی۔ میں اور جل گیا اور اس کے گھر جانے کے
بجائے اپنے گھر واپس آگیا۔!

میری انا جاگ اٹھی تھی۔ میں نے زرینہ کے لئے کیا کچھ نہیں کیا
تھا۔ لیکن اس نے ذرا سی دیر میں آنکھیں پھیر لی تھیں۔ میں نے فیصلہ
کر لیا کہ اس وقت تک زرینہ سے بات نہیں کروں گا جب تک وہ میری خوشامد
نہ کرے۔ اور دفتر میں دوسرے دن میں نے اپنا موڈ سخت خراب رکھا۔
میں نے ایک بار بھی زرینہ کی طرف نہیں دیکھا۔ تیسرے دن بھی یہی کیفیت رہی
ویسے تیسرے دن میں نے چور نظروں سے زرینہ کی شکل دیکھی۔ اس کے چہرے پر
کوئی اضطراب نہیں تھا۔ اس کے انداز میں ذرا سی بھی افسردگی نہیں تھی۔۔۔ وہ
حسب معمول اپنا کام انجام دے رہی تھی۔! چوتھا دن بھی یونہی گزرا۔ ہم دونوں
نے ایک دوسرے سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ البتہ اس روز میں زرینہ سے گفتگو
کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میں اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا، کہ مستقبل کے جو پروگرام
ہم نبھاتے تھے ان کا کیا ہوگا! اس خیال کے تحت میں ذرا جلدی دفتر سے
نکل آیا۔ اور بس اسٹاپ پر پہنچ گیا۔ حالانکہ روزانہ زرینہ پہلے نکل جاتی
تھی۔! بس اسٹاپ پر میں ایک طرف آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ تاکہ زرینہ
کی نگاہ براہِ راست میرے اوپر نہ پڑے۔ میں دفتر کے دروازے کی طرف نگراں
تھا۔ اور پھر میں نے زرینہ کو بس اسٹاپ کی طرف آتے دیکھا۔ اس سے
تھوڑے فاصلے پر اختر بیگ اس سے بے خبر اسی طرف آرہا تھا، شاید وہ بھی
بس میں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔!

زرینہ بس اسٹاپ پر پہنچ گئی۔ اور پھر اس نے مسکرا کر اختر بیگ کو
سلام کیا۔ اختر بیگ نے بھی اسی طرح مسکرا کر اسے جواب دیا تھا اور زرینہ اس
کے قریب پہنچ گئی! میں ان دونوں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ لیکن دونوں میں
سے کسی نے مجھے نہیں دیکھا تھا! پھر میں نے زرینہ کی آواز سُنی۔

"مصروف ہیں اختر صاحب۔؟"

"اوہ۔ نہیں مس زرینہ۔ حکم دیں۔!" اختر نے کہا۔

"وہ دراصل پکچر دیکھنے کا موڈ تھا۔ لیکن تنہا جاتے ہوئے جھجکتی
ہوں۔ دو ٹکٹ بک کرائے تھے۔ اگر آپ پسند کریں۔!"

اور میرا دماغ سن ہو گیا۔ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں
میں سکتے کے عالم میں کھڑا رہ گیا۔ میں نے نہیں سُنا کہ اختر بیگ کیا کہہ رہا
ہے۔ زرینہ نے مزید اس سے کیا کہا۔ البتہ میری آنکھوں نے اختر بیگ کو
ٹیکسی رُکتے دیکھا۔ اور پھر وہ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ کر چلے گئے! میں وہیں
کھڑا رہا۔ کئی بسیں نکل گئیں۔ پھر جب میرے حواس قدرے درست ہوئے
تو میں ایک بس میں بیٹھ کر گھر چلا آیا۔! مجھے یقین ہو گیا تھا کہ زرینہ میرے
ہاتھ سے نکل گئی۔ وہ زیورات کے ڈبے میں بند ہو گئی۔ سونے کی چمک نے
میری محبت کو مات کر دیا۔ میں نے فلمی عاشقوں کے سے انداز میں درد بھرے
گانے گنگنانے شروع کر دیئے۔ شیو بنانا بند کر دیا۔ بال سنوارنے چھوڑ دئے
مجھے اپنی گھڑی، ٹیپ ریکارڈر اور سوٹوں کا بھی غم تھا۔ اور اس سے
زیادہ غم زرینہ کی بے وفائی کا تھا۔!

کئی بار میرے ذہن میں خطرناک خیالات بھی آئے۔ دل نے کہا
اختر بیگ کی مرمت کر دوں یا زرینہ کو اغوا کر لوں۔ گھوڑا لے کر جاؤں اُسے
اُٹھا کر گھوڑے پر ڈالوں اور پستول سے فضا میں فائرنگ کرتا ہوا بھاگ نکلوں
لیکن۔ پھر عقل نے ٹھوکا دیا۔ لالہ سدھیر یا سلطان راہی تو ایسے کام کر سکتے
ہیں میرے بس کی بات نہیں۔ اگر گھوڑے سے گر پڑا تو ایک آدھ ٹانگ
ٹوٹ جائے گی۔ اور مجھے دونوں ٹانگیں عزیز تھیں! پھر کیا کروں۔۔؟
بے شمار خیالات میرے ذہن میں جنم لینے لگے! کم ہمت نہیں ہوں۔ دنیا میں
تنہا ہونے کی وجہ سے موت اور زندگی کا بھی غم نہیں ہے۔ لیکن ان تمام باتوں
سے کیا فائدہ ہوگا۔! زرینہ بے وفا ہے۔ بے وفا رہے گی۔ لیکن اس کی
بے وفائی کی وجہ دولت ہے۔!

یوں تو قدم قدم پر دولت کی اہمیت سامنے آتی ہے۔ لیکن
اس واقعے کے بعد سے دولت کی طاقت کا میں دل سے قائل ہو گیا۔ انسان
کے پاس دولت نہیں ہے تو زندگی بیکار ہے۔

روز و شب گزرتے رہے۔ دفتر کے لوگ اب مضحکہ خیز نگاہ

سے مجھے دیکھتے تھے۔ زرینہ بھول گئی تھی کہ کبھی اس کے مجھ سے بھی تعلقات تھے۔ اب وہ کھلم کھلا اکاؤنٹنٹ سے عشق کر رہی تھی اور بہرحال اختر بیگ کی تنخواہ گیارہ سو تھی۔ میرے لئے اگر کسی کی آنکھوں میں رحم کے تاثرات تھے تو وہ انجیلا یا مسز جوزف تھی۔ لیکن آنکھوں کا زاویہ درست نہ ہونے کی وجہ سے یہ تاثرات ٹھیک طور سے نظر نہیں آتے تھے۔!

اور ابھی اس کامیاب عشق کو پورا ایک ماہ بھی نہیں گزرا تھا کہ آج شام کو اختر بیگ مردود نے میرے ہاتھ میں یہ کارڈ تھما دیا تھا۔ سب سے پہلا کارڈ مجھے ملا تھا۔ بعد میں یقیناً دوسروں کو بھی ملے ہوں گے۔ لیکن اختر بیگ تو صرف میرا تماشہ دیکھنا چاہتا تھا۔ آج زرینہ بھی دفتر نہیں آئی تھی، اور درحقیقت میں تماشہ بن گیا۔ دفتر کا وقت ختم ہونے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا لیکن یہ آدھا گھنٹہ بھی مجھ سے نہ گزارا گیا۔ میں وقت سے پہلے نکل آیا۔ اور پھر نہ جانے کہاں کہاں آوارہ گردی کرتا پھرا۔ نہ جانے میرے دل میں کیسے کیسے طوفان آکر گزر گئے۔ دولت کی فتح ہوئی تھی۔ مردود اختر بیگ نے زرینہ کو جیت کر مجھے شکستِ فاش دی تھی اور زرینہ نے زیورات کے سیٹ پر اپنی محبت قربان کر دی تھی۔!

اور اس وقت اندازے کے مطابق رات کے تین بج رہے تھے، اندازہ ہی لگایا جا سکتا تھا ورنہ ابھی تھوڑی دیر قبل کلاک نے آٹھ بجائے تھے اور اس کی سوئیاں ساڑھے نو پر اٹکی ہوئی تھیں۔ کلائی کی گھڑی وقت کا پتہ چل سکتا تھا۔ لیکن اس کو میں نے زرینہ کی سالگرہ کی نذر کر دیا تھا۔ میرے دل میں دھواں سا اٹھنے لگا! اور میں بے چین ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ سگریٹ کے پیکٹ میں اب آخری سگریٹ رہ گیا تھا۔ اور اس آخری سگریٹ کے دوران میری سوچ کو تسکین ملنا ضروری ہے۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا! دل چاہ رہا تھا کہ آخری سگریٹ بھی جلا لوں۔ لیکن اگر اس دوران بھی سکون کی منزل نہ مل سکی تو۔! بہرحال۔ اب نہیں برداشت کر سکتا! میں نے ہائی لائٹ کے پیکٹ سے آخری سگریٹ نکال لی۔ سلگائی اور ایک گہرا کش لے کر فوری فیصلے کرنے لگا۔! زرینہ کا خیال دل سے نکالنا ہو گا!۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ غصے کے عالم میں کوئی انتقامی قدم پوری زندگی کا پچھتاوا بن سکتا ہے۔ گناہ بے لذت والی بات ہو گی۔ زبردستی کسی کی توجہ نہیں حاصل کی جا سکتی خواہ زرینہ ہو یا کوئی اور۔ دولت کے ذریعے دلوں پر ڈاکے ڈالے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ پہلا قدم دولت کا حصول ہے۔ دولت ہو تو۔ دنیا بھر کی توجہ حاصل کی جا سکتی ہے۔ دولت نہ ہونے کی وجہ سے ہی آج یہ کیفیت ہوئی ہے۔ ورنہ۔ زرینہ کی شادی کے دعوت نامے پر آج خود میرا نام ہوتا۔ پھر دولت حاصل کرنے کی کیا ترکیب ہے۔ سگریٹ کے ایک چوتھائی حصے کے جلتے جلتے میں نے دولت کے حصول کی ترکیب سوچ لی۔ زرینہ کو اغوا کیا جا سکتا ہے۔ بآسانی۔ اسے قابو میں بھی رکھا جا سکتا ہے، خواہ کتنے ہی خطرات کیوں نہ مول لینے پڑیں۔ لیکن اس طرح زرینہ کی محبت تو نہیں حاصل کی جا سکتی۔ پوری زندگی کا عذاب۔ نہ زرینہ نہ سہی کوئی اور سہی، جو بھرپور محبت دے سکے۔ دولت کے عوض۔ گویا دولت کا حصول اولین شرط ہے خواہ جائز طور سے حاصل ہو، یا ناجائز طور سے۔!

اور ناجائز طور سے دولت کے حصول کے لئے اس سے عمدہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی تھی جو سگریٹ کے آدھے ہونے تک میرے ذہن میں آئی تھی اور اس ترکیب پر میں دل ہی دل میں اچھل پڑا۔ ایک تیر سے دو شکار، اختر بیگ کی شادی ضرور کھٹائی میں پڑ جائے گی، اور زرینہ کے حواس درست ہو جائیں گے! رہا خود میرا اپنا سوال۔ تو۔ نو رسک۔ نو گیم۔ خطرہ مول لئے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہے۔ یوں بھی اس صدمے اور بے عزتی کی وجہ سے میں اب اس دفتر میں کام نہیں کر سکوں گا! زرینہ جب مسز اختر بیگ بن کر دفتر میں آئے گی تو میرے دل پر کیا بیتے گی۔ اس طرح اگر میں کوئی جنونی قدم اٹھا گیا تو ویسے بھی مصیبت مول لینا پڑے گی۔ اس لئے دوسری مصیبت کیوں نہ مول لی جائے۔ سگریٹ ختم ہونے تک میں اپنے فیصلے کو یقین کی شکل دے چکا تھا۔ میں مجرمانہ طور پر دولت حاصل کرنے کا پروگرام بنا چکا تھا۔ سگریٹ ختم ہو گئی۔ لیکن اب مجھے اس کی پرواہ نہیں تھی۔ میرا ذہن ایک راہ سوچ رہا تھا۔ میں نے وہ مڑے تڑے پیڈ کے کاغذ اٹھائے جن پر میں زرینہ کو ایک عتاب نامہ لکھنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ ان میں سے چند کاغذوں کو سیدھا کر کے ان کی شکنیں نکالیں اور پھر میں نے اپنے پروگرام کا نقشہ ترتیب دینے لگا! میں اپنے پروگرام کے ایک ایک نکتے پر غور کر رہا تھا اور پھر بہت سے کاغذوں پر مشتمل پروگرام کو ذہن نشین کرنے کے بعد میں نے اپنی فطرت کا جائزہ لیا۔

اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں میری شخصیت، میری فطرت کی کوئی کمزوری تو آڑے نہیں آئے گی! میں نے اندازہ لگایا کہ نہیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں اور پوری دلچسپی سے اپنا کام انجام دے سکتا ہوں اور پھر میں نے ان تمام کاغذوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان کو ماچس دکھا دی۔ ایک ایک ٹکڑے کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کرنے کے بعد میں نے احتیاط سے وہ راکھ اٹھائی اور اسے منتشر کر دیا۔ کاغذوں کے باقی ٹکڑوں کو میں نے سمیٹنا ضروری نہیں سمجھا۔ ان پر چند سطور لکھی ہوئی تھیں جن میں مختلف انداز میں زرینہ کو مخاطب کیا گیا تھا۔ میں چشمِ تصور میں اپنے مکان میں پولیس کو دیکھ

باتھا۔ پولیس کا افسرِ اعلیٰ ان کاغذات سے میرے پروگرام کے بارے میں کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔۔ ہاں۔۔ وہ زرینہ کے گھر ضرور پہنچے گا اور اسے خوب پریشان کرے گا۔۔ وہ اس سے پوچھے گا کہ میں اسے کیا لکھنا چاہتا تھا۔۔ اس سے میرے کیسے تعلقات تھے اور جب دفتر والوں کی زبانی اور خود زرینہ کی زبانی میرے عشق کی داستان اچھلے گی تو اختر بیگ کے دل پر کیا گزرے گی۔ وہ سوچے گا کہ زرینہ وہ ہے جو عارف سے عشق کرتی تھی۔ خوب۔۔ ان کاغذوں کا یہاں پڑا رہنا ہی درست ہے۔ ممکن ہے پولیس زرینہ کو بھی اس سازش میں شریک سمجھے اور اس سے پوچھے کہ میں کہاں ہوں۔۔ ؟

واہ۔۔ لطف آجائے گا! کاغذ کے یہ ٹکڑے تو بڑے کام کی چیز ثابت ہوں گے! چنانچہ میں اطمینان سے چارپائی پر لیٹ گیا۔ اسی وقت گھنٹے نے گیارہ بجائے اور ٹھک ٹھک کی آواز سے نو کے ہندسے پر اٹکی ہوئی چھوٹی سوئی سات پر کھسک آئی۔ بڑی سوئی اطمینان سے سو رہی تھی۔ گویا اب ساڑھے سات بجے تھے۔۔ میں نے کلاک کی شرارت کو پسند کیا۔۔ اور بوڑھی مکڑی کو پہلو بدلتے ہوئے دیکھتے دیکھتے سو گیا۔!

دوسرے دن ساڑھے دس بجے کے قریب آنکھ کھلی۔ آج دفتر کی چھٹی ہو گئی تھی لیکن اس سے میرے پروگرام پر کوئی اثر نہیں پڑا تھا۔ میں نے اطمینان سے منہ ہاتھ دھویا' لباس تبدیل کیا اور ناشتہ کرنے کے لئے نیچے اتر گیا۔

اللہ رکھا ریسٹورنٹ سے میرا حساب چلتا تھا۔ چنانچہ ریسٹورنٹ کی بنچ پر بیٹھ کر میں نے ناشتہ کیا۔ اور پھر شیو بنوانے چلا گیا۔ ہفتوں کی شیو تھی۔۔ بے ترتیب ڈاڑھی کی شکل میں۔ نائی نے کئی بار منہ بنایا تھا۔ لیکن بہرحال میں پرانا گاہک تھا اس نے ناراضگی کا اظہار نہ کیا۔ اور میں بل ادا کرنے کے بعد باہر نکل آیا۔۔!

ٹھیک ساڑھے بارہ بجے میں نے ہلکا سا کھانا کھایا اور پھر دفتر چل پڑا۔ میں آدھے دن کی ڈیوٹی جوائن کرنا چاہتا تھا۔! سب لوگ لنچ پر تھے۔۔ سب سے پہلے میری ملاقات جوزف سے ہوئی۔۔ اور اس پرخلوص عیسائی نے بڑے محبت سے میرا استقبال کیا۔

"کہاں رہ گئے تھے عارف بابو۔" اس نے کہا۔

"بس ایسے ہی مسٹر جوزف۔۔ رات کو طبیعت خراب ہو گئی تھی۔"

"اوہ۔۔! انجیلا بھی پریشان تھی۔۔ تم کبھی چھٹی جو نہیں کرتے۔"

اس نے کہا۔ اور میں خواہ مخواہ ہنس دیا۔ جوزف کے بعد دوسرے لوگ بھی آگئے اور مجھے اپنی سیٹ پر کام کرتا دیکھ کر اور میرے بدلے ہوئے حلیے کو دیکھ کر مسکرائے اور آپس میں اشارے کرنے لگے! میں سب کچھ محسوس کر رہا تھا لیکن مجھے ان باتوں کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی! میں تو وہ کچھ کرنے والا تھا' جو ان میں سے ایک بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ہمت ہی نہیں پڑ سکتی تھی سالوں کی۔ نال کہیں کے! میں حقارت سے مسکرا دیا۔!

اس دن شام کو زرینہ سے بھی ملاقات ہوئی۔! زرینہ مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گئی تھی۔ لیکن میں اس کے قریب سے گزر چلا گیا۔ اور پھر ایک بس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ مجھے زرینہ کی آنکھوں کی حیرت پر لطف آ رہا تھا۔! وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ میں اس سے کیسا دلچسپ انتقام لینے والا ہوں۔۔!

ایک ایک گھڑی گن گن کر بالآخر تین تاریخ آگئی۔ یہ وہ دن تھا جب میں اپنا کام انجام دینے والا تھا۔ اس دن میں علی الصبح اٹھ گیا۔ ضروریات سے فارغ ہو کر اپنا سوٹ پہنا اور پھر وہ عینک لگائی جس سے میری شخصیت بدل جاتی تھی۔ آج میں نے اللہ رکھا ریسٹورنٹ میں ناشتہ کرنے کے بجائے اسٹیشن کے قریب ایک خوبصورت سے ہوٹل میں ناشتہ کیا۔ میری جیب میں ایک سو دس روپے تھے جو میں نے اپنی ایڈوانس تنخواہ میں سے لئے تھے۔۔ ڈیڑھ سو روپے میں نے دو دن پہلے ہی اختر بیگ سے لے لئے تھے۔ جن میں سے چالیس روپے مختلف خریداری میں خرچ ہو گئے تھے اور ایک سو دس روپے بچے تھے۔ دس روپے میں نے ناشتے کا بل ادا کیا۔ اب میں کوئی معمولی آدمی تو نہیں تھا اور اگر قسمت ساتھ دے گئی تو لکھ پتی بننے والا تھا۔ بہرحال۔ وقت ہو گیا تھا۔ میں ریلوے بکنگ پر پہنچا اور میں نے اٹھاسی روپے کا فرسٹ کلاس کا ٹکٹ خریدا۔ یہ ٹکٹ ایک چھوٹے سے اسٹیشن کا تھا' جہاں سے مجھے دوسری ٹرین پکڑنی تھی۔ ایک ہی ٹرین سے منزل پر پہنچ کر میں پولیس کے لئے منزل کی نشاندہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔! ٹکٹ بک کراتے ہوئے میرا دل دھڑک رہا تھا۔ بہرحال اسٹیشن سے نکلتے ہوئے میں نے خود کو سنبھال لیا۔ اور پھر ایک ٹیکسی روک کر دفتر کی طرف چل پڑا۔!

آفس کے انچارج مسٹر شکیل نے ٹوٹی ہوئی عینک کے پیچھے سے مجھے دیکھا اور میں ان کے قریب پہنچ گیا۔!

"معاف کیجئے گا جناب۔۔ دراصل آج مجھے کچھ ضروری کام کرنے تھے۔ آپ میرے آدھے دن کی چھٹی کاؤنٹ کر لیں۔!" میں نے لجاجت سے کہا اور مسٹر شکیل کی عینک ناک پر آ رہی۔ اس سے قبل میں نے ایسی سعادت مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ چنانچہ ان کا پیک زدہ منہ کھل گیا۔

"کوئی بات نہیں۔۔ کوئی بات نہیں۔ بس آج تین تاریخ ہے اور آپ کو علم ہے۔۔۔"

"آپ فکر نہ کریں' میں کام ختم کر لوں گا۔!" میں نے کہا اور شکیل صاحب نے گردن ہلا دی۔ میں اپنی میز پر پہنچ گیا۔ اور میں نے آج کا کام شروع کر دیا۔ میں نے جان بوجھ کر بہت سے فائل ایک ساتھ کھول لئے۔

اُن پر کام کرنے لگا۔ میڈم انجیلا کو میں نے کئی خطوط ٹائپ کرنے کو دیئے۔ چار مرتبہ مسٹر اختر بیگ کے پاس گیا۔ انہیں کچھ واؤچر دکھانے تھے، لیکن درحقیقت یہ اندازہ کرنا تھا کہ میری قسمت میں کیا لکھا ہے۔ اور اختر بیگ کی میز پر نوٹوں کے بڑے بڑے بنڈل دیکھ کر دل کو تسکین دی۔ بہت کم وقت ہے۔ یہ سب نوٹ میرے ہوں گے۔ سب میرے ہوں گے! میں چور نظروں سے اختر بیگ کو کام کرتے دیکھتا جا رہا تھا۔ ایک بجنے تک میرا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ میں نے ضرورت سے زیادہ سگریٹ پھونکے تھے۔ پھر ایک بج گیا۔ لنچ کا وقت ہو گیا تھا۔ سب لوگ اُٹھ اُٹھ کر باہر جانے لگے! سب ہی نے میری طرف دیکھا۔ لیکن میں سر جھکائے کام میں مصروف تھا۔ میرے سامنے فائل پھیلے ہوئے تھے، جنہیں سمیٹنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میری تو بس ایک دعا تھی۔ وہ یہ کہ اختر بیگ پروگرام کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔

جونہی دفتر کا آخری آدمی باہر نکلا۔ میں نے اپنی سیٹ چھوڑ دی اِس وقت جس قدر پھرتی کی جاتی اتنا ہی کام آسان ہو جاتا۔ میں برق کی طرح اختر بیگ کے کیبن میں داخل ہو گیا۔ کیبن کیا تھا، بس لکڑی کی تین تین فٹ کی چہار دیواری تھی جس میں دروازے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ اُسے پھلانگ کر بھی اندر داخل ہوا جا سکتا تھا۔ لیکن بہر حال باقاعدگی کی وجہ سے دروازہ بھی موجود تھا۔ میں نے دروازے کے استعمال کی چنداں ضرورت نہیں سمجھی اور کیبن میں پہنچ گیا، دوسرے لمحے میں نے پھرتی سے اختر بیگ کی میز کی عقبی دراز کھولی۔ سیف کی چابی اسی دراز میں ہوتی تھی۔ چابی ایک کونے میں پڑی مل گئی۔ اور میں جھپٹ کر سیف کے قریب پہنچ گیا۔! سیف میں چابی لگائی اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن۔ یہ کیا۔ چابی تو گھوم ہی نہیں رہی تھی۔ نہ جانے کمبخت کو کیا ہو گیا تھا۔ میں نے اس پر کافی قوت صرف کی۔ میرے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے۔ چابی تو یہی تھی، لیکن۔ نہ جانے کیا ہو گیا تھا۔ میں نے پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اور پھر دوبارہ چابی کو گھمانے لگا۔ دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ چابی دوسری طرف گھوم رہی ہے۔ چنانچہ میں نے خود پر لعنت بھیجی اور دوسری طرف چابی گھمانے لگا! جو بہ آسانی گھوم گئی، لیکن اب جو سیف کا ہینڈل پکڑ کر اُسے کھولنے کی کوشش کی، تو سیف ہی نہیں کھل رہا تھا۔

لاحول ولاقوۃ۔ کیا مصیبت پیش آگئی! میں نے تاریک ہوتے ہوئے ذہن پر قابو پایا۔ کشیدہ اعصاب کو درست کیا اور پھر سیف پر قوت آزمائی کرنے لگا! لیکن نتیجہ صفر۔! ایک بار پھر میں نے چابی کو دوسری طرف گھمایا تو چابی گھوم گئی اور اب جو میں نے ہینڈل پر زور لگایا تو سیف کھل گیا۔! لعنت ہے مجھ پر۔" ایک بار پھر میں نے اپنی بدحواسی پر لعنت بھیجی۔ سیف تو پہلے ہی کھلا ہوا تھا اور میں نے پہلے کھلے ہوئے سیف پر قوت آزمائی کی تھی پھر اسے بند کر کے اس کے ہینڈل پر زور لگا رہا تھا۔ کتنا وقت ضائع ہو گیا تھا چابی نکالنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ غریب اختر بیگ نے تو مجھے تمام سہولتیں بہم پہنچا دی تھیں۔ وہ تو سیف بھی کھلا چھوڑ گیا تھا تاکہ مجھے سیف کھولنے میں دقت نہ پیش آئے۔!

بہر حال۔ میں نے سیف کھولا۔ اندر نوٹوں کی گڈیاں چنی ہوئی تھیں۔ میں نے پھرتی سے اختر بیگ کا بریف کیس اٹھایا جس میں وہ شام کو تمام نوٹ بھر کر بینک میں جمع کرانے جاتا تھا، اور پھر میرے ہاتھ برق رفتاری سے سیف کی گڈیاں نکال کر بریف کیس میں جانے لگے۔ میری نگاہیں بار بار دروازے کی طرف اُٹھ رہی تھیں۔ کہیں چوکیدار مراد بخش لمبی لمبی ڈکاریں لیتا ہوا اندر داخل ہو جائے۔ میں نے سیف کی آخری گڈی بریف کیس میں رکھی۔ اسے بند کیا اور پھر پھرتی سے کیبن کی دیوار پھلانگ کر باہر آگیا۔ دروازے پر پہنچ کر میں نے دوسری سمت کی آہٹ لی۔ کوئی چاپ نہیں تھی۔ تمام لوگ لنچ میں مصروف تھے میں دروازے سے نکل آیا۔ اس بڑے ہال کا ایک دروازہ مین گیٹ کی طرف جاتا تھا، جہاں سے عمارت میں داخلے کا عام راستہ تھا۔ بائیں ہاتھ ایک پتلی سی گلی تھی جو عمارت کے عقبی حصے میں جاتی تھی۔ عقبی حصے میں جوتے بنانے کا کارخانہ تھا جس میں کام کرنے والوں کے لئے حشمت سیٹھ نے عقب میں ایک دروازہ کھلوایا تھا اور اس وقت میرے یہاں سے باہر جانے کے لئے یہ عقبی دروازہ ہی مناسب تھا۔ چنانچہ میں تیزی سے گلی پار کر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازے میں زنجیر لگی ہوئی تھی۔ میں نے احتیاط سے اسے کھولا اور باہر نکل گیا۔ اب میں عمارت کی عقبی گلی میں تھا۔ اس گلی کے دونوں راستے چوڑی سڑکوں کی طرف جاتے تھے، ایک راستہ وہ تھا جو عمارت کے سامنے سے گزرتا تھا۔ دوسرا راستہ ایک اور سڑک پر نکلتا تھا۔ میرے لئے یہ دوسرا راستہ موزوں تھا، چنانچہ میں تیز تیز قدموں سے گلی پار کرنے لگا!

اب میری دلی آرزو تھی کہ مجھے فوراً ٹیکسی مل جائے۔ اندازاً ڈیڑھ بج گیا ہوگا۔ دو بج کر بارہ منٹ پر وہ ٹرین جاتی تھی جس سے میں نے ٹکٹ بک کرایا تھا۔ مجھے کہیں اور نہیں جانا تھا بلکہ یہاں سے سیدھا اسٹیشن جانا تھا لیکن کم از کم دو ٹیکسیاں بدل کر۔ چنانچہ میں سڑک پر نکل آیا اور میری نگاہیں دور دور تک ٹیکسی تلاش کرنے لگیں۔ خوش قسمتی تھی کہ ایک ٹیکسی نظر آگئی۔ میں زور زور سے ہاتھ ہلانے لگا۔ لیکن ڈرائیور صاحب پان کے شوقین تھے اس لئے وہ پان والے کی دکان

کے سامنے ٹیکسی روک کر اتر گئے۔ میں ضرورت مند تھا اس لئے دل ہی دل میں گالیاں دیتا ہوا آگے بڑھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ انہوں نے شہزادی والا پان کھایا، اور پھر نخوت سے میری طرف دیکھا۔

"کدھر جاتا ہے۔؟"

"پیلس سینما۔!" میں نے کہا۔

"ام ادر نئیں جائیں گا۔؟" وہ ٹیکسی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا اور میں کسی فقیر کی طرح اس کے پیچھے پیچھے لپکا۔

"بڑا ضروری کام ہے خان صاحب۔ میٹر سے ایک روپیہ زیادہ لے لینا۔!"

"او صاب۔ تم لوگ بہت پریشان کرتا ہے۔" وہ نیم راضی ہو گئے۔ اور میں۔ ان کی رضا پا کر جلدی سے ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ ٹیکسی نے مجھے پیلس سینما چھوڑ دیا۔ اور میں ڈرائیور صاحب کو بل ادا کر کے (مع ایک زائد روپے کے) تیز تیز قدموں سے چل پڑا۔ جب ٹیکسی دور نکل گئی تو میں رکا۔ میں نے دزدیدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھا اور کسی ایسے آدمی کو نہ پا کر جس نے مجھے ٹیکسی سے اترتے دیکھا ہو۔۔۔ ایک دوسری ٹیکسی کو اشارہ کیا جو ایک ہوٹل کے سامنے کھڑی تھی۔ یہ ڈرائیور بہت شریف تھا فوراً آ گیا اور میں دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔!

"اسٹیشن۔!" میں نے کہا اور ٹیکسی چل پڑی۔ پیلس سینما سے اسٹیشن کا زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ ٹیکسی چند منٹ میں وہاں پہنچ گئی! اور میں نیچے اتر گیا۔ میں نے اس شریف ڈرائیور کو بھی ایک روپیہ زیادہ دیا اور بریف کیس لئے ہوئے اسٹیشن کی عمارت میں داخل ہو گیا۔ پلیٹ فارم پر لگی ہوئی گھڑی میں! میں نے وقت دیکھا۔ دو بجے تھے۔ گویا ابھی ٹرین کی روانگی میں بارہ منٹ تھے۔ میں نے دو تین گہری گہری سانسیں لیں۔ یہ بارہ منٹ بہت طویل محسوس ہو رہے تھے ویسے اس دوران مجھے کھلے عام نہیں رہنا چاہیئے۔ ایسے موقعوں پر خواہ مخواہ کے جاننے والے ٹکرا جاتے ہیں۔ چنانچہ میں فرسٹ کلاس کے ویٹنگ روم کی طرف بڑھ گیا راستے میں، میں نے ایک اخبار خرید لیا۔ پڑھنے کے لئے نہیں، صرف چہرہ ڈھکنے کے لئے۔۔۔ اور پھر میں ویٹنگ روم میں جا کر بیٹھ گیا۔ بریف کیس میں نے کمر کے پیچھے رکھ لیا تھا۔ اور اخبار کھول کر چہرے کے سامنے کر لیا تاکہ کوئی مجھے دیکھ نہ سکے۔

میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں مفلوج ہوئے جا رہے تھے۔ لیکن اگر میں خود کو نہ سنبھال سکا تو ہمیشہ کے لئے ڈوب جاؤں گا اس احساس کے تحت میں نے خود کو سنبھالا۔ لیکن اس وقت میں اپنے جسم کی لرزش قابو نہ پا سکا جب میں نے ایک پولیس آفیسر کو چند آدمیوں کے ساتھ اندر آتے دیکھا۔ بڑی بڑی مونچھوں والا یہ پولیس آفیسر مجھے کسی شاہی دربار کا جلاد یا فرشتۂ موت معلوم ہوا جو میری روح قبض کرنے آیا تھا۔ اخبار میرے ہاتھوں میں لرزنے لگا۔ اور آنکھیں بند ہونے لگیں۔!

"ابھی نکل کر کہاں جائے گا سالا۔! چاروں طرف پولیس لگی ہوئی ہے!" افسر کی بھاری آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"ابھی تو مر گیا ناں وہ فوجی۔ اگر وہ نہ پکڑا گیا تو ہم تو لٹ گئے!" ایک منمناتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"آپ فکر نہ کریں سیٹھ صاحب۔ پولیس مستعد ہے۔"

پولیس مستعد ہے۔! میرے ذہن میں چھناکے ہونے لگے ہیں اپنے ہاتھوں کی لرزش پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا، میری ہمت نہ ہوئی کہ اخبار چہرے سے ہٹا کر انہیں دیکھ سکوں۔ دل تھا کہ سینے کا پنجرہ توڑ کر باہر نکل جانے کی جدوجہد کر رہا تھا۔ کیا کروں اب۔ کیا کروں۔ کیا بیگ چھوڑ کر بھاگ نکلوں۔ یا پھر پولیس افسر کے پیروں پر گر پڑوں کہ ایک بار غلطی ہو گئی، اب ایسا نہ کروں گا اور یہ سب کچھ اسی مردود اختر بیگ اور زرینہ کی وجہ سے ہوا ہے۔ کاش میں انجیلا سے ہی عشق جاری رکھتا، میرے خیالات لرزاں تھے کہ ذہن کے کسی گوشے میں ایک خیال ابھرا۔ اتنی جلدی پولیس کا یہاں پہنچ جانا ممکن نہیں ہے اور پھر وہ منمناتی آواز بھی ثمت سیٹھ کی نہیں تھی۔ کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ میں خواہ مخواہ خوفزدہ ہو رہا ہوں۔ اگر میری اس خوفزدگی کو پولیس افسر نے نوٹ کر لیا تو میں اس کی نظروں میں مشکوک ہو جاؤں گا اس طرح میں خود اپنی موت کو آواز دے رہا تھا۔

ایک بار پھر میں نے زبردست کوشش کر کے خود کو سنبھالا۔ اپنے جسم کی لرزش پر قابو پایا۔ اسی وقت باہر سیٹیوں کا زبردست شور سنائی دیا اور پولیس افسر چونک پڑا۔

"آیئے دیکھیں۔" اس نے جلدی سے کہا اور وہ سب تقریباً دوڑتے ہوئے باہر نکل گئے! میں نے خدا کی اس بروقت مدد پر اس کا شکر ادا کیا اور خود بھی بریف کیس اٹھا کر باہر نکل آیا۔ پلیٹ فارم کی گھڑی میں اب دو بج کر پانچ منٹ ہو چکے تھے۔ ٹرین بھی پلیٹ فارم پر لگ گئی تھی۔ اس وقت میرے لئے عافیت کی جگہ ٹرین کا کمپارٹمنٹ تھا۔ میں فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس دوران میں نے پلیٹ فارم کے آخری حصے میں پولیس والوں کی بھاگ دوڑ دیکھی تھی۔ اور پھر لڑکھڑاتے قدموں سے میں فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں داخل ہو گیا۔

ایئر کنڈیشنڈ کمپارٹمنٹ کی ایک سیٹ پر بیٹھ کر میں نے اس

ذلیل دل پر قابو پانے کی کوشش کی جو اپنی تمام دھڑکنیں آج ہی پوری کر لینا
چاہتا تھا۔ مجھے احساس نہ تھا کہ میں اس قدر بزدل ہوں۔ یا پھر ممکن ہے
کہ پہلا جرم کرنے کے بعد ہر انسان کی ایسی ہی حالت ہوتی ہو۔ ورنہ پولیس
کا کام مشکل ہو جائے۔ شکر تھا کہ اس کمپارٹمنٹ میں میرے علاوہ اور کوئی
نہ تھا۔! لیکن میری یہ خوشی زیادہ دیر قائم نہ رہی ایک موٹے بھدے
سے صاحب کمپارٹمنٹ کا دروازہ کھول رہے تھے۔ پھر انہوں نے ایک ایک
کر کے تین چار بچوں کو اوپر چڑھایا۔ اس کے بعد عورتوں کی باری آئی۔
چشمہ لگائے شال اوڑھے ایک بڑی بی اندر داخل ہوئیں۔ پھر ایک دیہاتی
عمر کی عورت، اور پھر دو تین خوبصورت اور نوجوان لڑکیاں جن کے چہروں سے
شرارت ٹپک رہی تھی اور پھر وہی موٹے صاحب۔! اندر داخل ہو کر ان سب
نے باری باری مجھے گھورا جیسے کسی عجوبے کو دیکھ رہے ہوں۔ اور پھر موٹے
صاحب نے نفرت بھری نظروں سے مجھے دیکھ کر سامنے کی سیٹیں سنبھال لیں،
قلیوں نے ان کا مختصر سامان اندر پہنچا دیا تھا۔! میں نے کھڑکی سے سر لگا کر
آنکھیں بند کر لیں۔ میرے ہونٹ خشک ہو رہے تھے اور میں گہری گہری
سانسیں لے رہا تھا۔ پھر جب مجھے گاڑی کھسکنے کا احساس ہوا تو میری جان
میں جان آئی۔ دل اس طرح صاف نکل آنے کی خوشی بھی برداشت نہ کر پا رہا
تھا اور میرا پورا جسم بے جان ہو گیا تھا۔!

ٹرین نے رفتار پکڑ لی۔ اور میں اسی طرح خشک ہونٹوں پر زبان
پھیرتا رہا۔ میرے ذہن میں بے شمار خیالات آ رہے تھے۔ میں کسی طرح اس نامراد
[دل] پر قابو پانے میں کوشاں تھا کہ میرے کانوں میں چشمے والی بڑی بی کی آواز گونجی۔

"تمہاری طبیعت کچھ خراب ہے بیٹے۔" شاید مجھے ہی مخاطب کیا
گیا تھا۔ میں اس تخاطب پر چونک پڑا۔ لیکن میں نے آنکھیں نہیں کھولیں اور
بڑی بی میرے جواب کا انتظار کرتی رہیں۔ پھر کسی سے بولیں۔

"افضل میاں، دیکھو تو اس بیچارے کو۔ مجھے تو بیمار معلوم ہوتا ہے۔"

"اونہہ۔ ہو گا خالہ جان۔ آپ تو خوامخواہ ہر ایک سے ہمدردی
جتانے بیٹھ جاتی ہیں۔" یہ موٹے صاحب کی آواز تھی۔

الو کا پٹھا۔! میں نے دل ہی دل میں کہا۔ لیکن آنکھیں نہیں
کھولیں۔ بہر حال ان لوگوں کی گفتگو سے مجھے اتنا فائدہ ضرور ہوا تھا کہ میرے
خیالات بٹ گئے تھے۔!

"بھئی انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے۔۔ راشدہ۔ تم دیکھو بیٹی؟"

"جی آتی۔!" ایک نوجوان لڑکی نے کہا اور میرا دل اچھل
پڑا۔ ایک نوجوان لڑکی مجھے دیکھنے آ رہی تھی۔ کیسے دیکھے گی۔! میں
سوچ رہا تھا۔ بہر حال میں نے اپنی حالت بہتر ہوتی محسوس کی۔ خیالات بٹ
گئے تھے۔ لڑکی میرے پاس پہنچ گئی اور میں نے آنکھیں بند کئے کئے فیصلہ
کر لیا کہ ان سے کیا گفتگو کروں گا۔! تب لڑکی کی آواز میرے کانوں سے ٹکرا کر گونجی

"کیا آپ سو رہے ہیں جناب۔؟"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میری آنکھوں میں ممنونیت کے
جذبات تھے۔ میں نے کمزور آواز میں کہا۔ "پانی۔ اگر ایک گلاس پانی پلا دیں
تو۔۔۔۔!"

"ابھی۔ ایک منٹ۔!" لڑکی نے جلدی سے کہا اور پھر اس نے
پلاسٹک کے جدید ساخت کے ایک تھرماس سے پانی گلاس میں انڈیلا اور لے کر
میرے پاس آ گئی۔ در حقیقت پانی کی شدید ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ یہ چند
لمحات ایسے گزرے تھے کہ بس۔ میں خود بھی خود کو برسوں کا مریض سمجھنے لگا
تھا۔ میں نے پانی پیا اور جان میں جان آئی۔ گاڑی کی تیز رفتار مجھے سکون بخش
رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

لڑکی گلاس لے کر اپنی سیٹ پر جا بیٹھی تھی۔ سب ہی میری طرف
متوجہ تھے! بڑی بی کی آواز پھر ابھری۔ "کیا تم بیمار ہو بیٹے۔؟"

"جی۔!" میں نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں دل کا مریض
ہوں۔ ٹرین میں بیٹھتے وقت طبیعت ٹھیک تھی۔ لیکن پھر حالت بگڑنے لگی
اب ٹھیک ہوں۔" میں نے پروگرام کے تحت کہا۔ تاکہ یہ لوگ میری طرف
سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

"آہ۔ اس مرض نے نوجوانوں کو بھی نہیں بخشا ہے۔ میں بھی
دل کی مریضہ ہوں بیٹے۔!"

"یہ مرض تو ہے ہی نوجوانوں کا آتی۔!" ایک لڑکی نے آہستہ سے
کہا۔ اور بڑی بی اسے گھورنے لگیں۔ درمیانی عمر کی عورت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ
پھیل گئی۔ البتہ اس سانڈ نما انسان یا انسان نما سانڈ کا چہرہ سپاٹ رہا
جیسے وہ بہرہ ہو۔

"کس کا علاج کر رہے ہو بیٹے۔؟" بڑی بی نے پھر مجھ سے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں۔!" میں نے کہا۔

"اے ہے۔ علاج کرو بیٹے۔ ابھی جوان ہو۔ اللہ شفا دے
ابھی سے جوانی کو روگ لگ جائے گا۔!"

"جوانی خود ایک روگ ہے۔!" اسی لڑکی نے پھر کہا۔ اور میں
نے چونک کر اس بذلہ سنج لڑکی کو دیکھا جس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی

"تو اپنی کترنی بند نہیں رکھے گی۔!" بڑی بی اس پر الٹ پڑیں۔
دوسری لڑکیاں رخ پھیر کر مسکرا رہی تھیں۔ اس لڑکی نے جلدی سے